ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

معاملات تجارت میں سود

سوال۔ ایک صاحب کا خط حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچا کہ جب بینکوں کے سود کے متعلق حضور نے اجازت دی ہے کہ موجودہ زمانہ اور اسلام کی حالت کو مدنظر رکھ کر اضطرار کا اعتبار کیا جائے سو اضطرار کا اصول چونکہ وسعت پذیر ہے۔ اس لئے ذاتی۔ قومی۔ ملکی۔ تجارتی وغیرہ اضطرارات بھی پیش ہو کر سود کا لین دین ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جواب۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ اس طرح سے لوگ حرامخوری کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں کہ جو جی چاہے کرتے پھریں۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ بینک کا سود بہ سبب اضطرار کے کسی انسان کو لینا اور کھانا جائز ہے۔ بلکہ اشاعت اسلام میں اور دینی ضروریات میں اس کا خرچ جائز ہونا بتلایا گیا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک کہ امداد دینے کے واسطے روپیہ مل نہیں سکتا اور دین غریب ہو رہا ہے۔ کیونکہ کوئی شے خدا تعالیٰ کے واسطے تو حرام نہیں۔ باقی رہی اپنی ذاتی اور ملکی اور قومی اور تجارتی ضروریات۔ سو ان کے واسطے اور ایسی باتوں کے واسطے تو بالکل حرام ہے۔ وہ جواز جو ہم نے بتلایا ہے۔ وہ اس قسم کا ہے کہ مثلاً کسی جاندار کو آگ میں جلانا منع ہے لیکن ایک مسلمان کیواسطے جائز ہے کہ اس زمانہ میں اگر کہیں جنگ پیش آوے تو توپ بندوقوں استعمال کرے کیونکہ دشمن بھی اس کا استعمال کر رہا ہے (بدر ۲ فروری ۱۹۰۸ء صک)

سوال۔ ایک شخص نے کہا کہ تجارت کے متعلق خواہ نخواہ سود دینا پڑتا ہے۔

جواب۔ ہم جائز نہیں رکھتے۔ مومن ایسی مشکلات میں پڑتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا تکفیل کرتا ہے۔ ذرات سے شریعت باطل ہو جاتی ہے۔ کونسا امر ہے جس کے لئے کوئی عذر آدمی نہیں تراش سکتا ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء صہ)

۶۲۲۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

ہمارا کامیاب سالانہ اجتماع اور ہمارا آئندہ لائحہ عمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک روحانی جلال اور ہیبت کے ساتھ دنیا کو خطاب کیا تھا:۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی . . . . . اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔"

ماموراِلٰہی کے اس ہیبتناک ارشاد کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا اور گذشتہ سال دنیا کی تاریخ میں ایک خونین اور آتشیں سال ہوا اور اس سال کا اختتام مشرق ابعید میں ایک ایسے محاربے سے ہو رہا ہے جس کا انجام معلوم نہیں کیا ہو۔ دنیا ہر قدم پر بدل رہی ہے اور چپہ چپہ پر انقلاب رونما ہو رہا ہے معلوم نہیں کل کو کیا ہونیوالا ہے ہر حساس قلب میں ہیجان ہے اور جنگ کے روح فرسا نظارہ سے اضطراب اور پریشانی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہماری جماعت جو دنیا کے ان ہولناک تغیرات میں ایک روحانی انقلاب اور نظام جدید کی داعی ہے اسکے قلوب ایمان اور ایقان سے لبریز ہیں۔ اس خالص روحانی اور اسلامی جماعت کے نمائندے موجودہ پریشانیوں کے دور میں اپنے مرکز میں نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ جمع ہوتے ہیں اور اپنے سالانہ اجتماع میں ایسے ایمان کا ثبوت دیتے ہیں اور غلبۂ اسلام کے متعلق ایسے قوی یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ جسے دیکھ کر قلب وجد میں آکر جھومنے لگتا ہے اور ہمارے سالانہ اجتماع کی اس بینظیر کامیابی پر خود بخود سر آستانہ الٰہی پر جھک جاتا ہے اور دل سے بے اختیار نکل جاتا ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا سالانہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہا اور قوم کے قلوب میں ایک ایسی روح اور زندگی نظر آتی جس سے صاف نظر آتا ہے کہ اس فعال جماعت سے تبلیغی میدان میں بڑے سے بڑا کام لیا جا سکتا ہے اور یہ چھوٹی سی قوم دنیا میں کارہائے نمایاں کر کے جریدۂ عالم پر اپنے شاندار نقوش ثبت کر سکتی ہے۔ گذشتہ سال ہماری قوم کے سامنے ایک تبلیغی پروگرام تھا لیکن وہ پروگرام صرف گذشتہ سال سے ہی مخصوص نہیں بلکہ وہ تو ایک ٹریننگ کا عرصہ تھا۔ توسیع اور راستہ کا صحیح کام موجودہ سال سے عملی طور پر شروع ہوتا ہے اور ہمارا کامیاب سالانہ اجتماع ہمارے جادۂ تبلیغ میں ایک سنگ میل ہے جس سے ہمارے شاندار تبلیغی پروگرام کی ابتدا ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے تمام متعلقین کو انفرادی طور پر تبلیغ احمدیت اور استحکام جماعت کو نہایت قوت اور جوش کے ساتھ جاری رکھنا چاہئے اور چند سالوں کے اندر اندر اپنی اجتماعی قوت اور شوکت پیدا کر لینی چاہئے جس سے ہم اپنے عالمگیر نصب العین کو بروئے کار لا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آئمہ مساجد و علمائے کرام توجہ کریں

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں میری شمولیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر روشن دلائل

(از جناب مولوی احمد گل صاحب نعمانی)

یا عیسٰے انی متوفیک و رافعک

اکثر غیر احمدی مسیح ناصری کو بجسد عنصری مرفوع الی السماء مانتے ہیں۔ اور دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ یہود نے عیسٰے کو پکڑ کر صلیب پر چڑھانے کا مکر اختیار کر لیا تھا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ خیر الماکرین ہے اس لئے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

ہم گذشتہ واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کو ان کی قوموں نے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور دکھ دیئے حضرت نوحؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت موسٰےؑ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خاتم الانبیاء ہیں کو بھی آپ کی قوم نے اپنا گھر کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

باوجود اتنی خطرناک حالت کے اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے محبوب کو جو تمام رسولوں کے سرتاج ہیں اپنی طرف نہ اٹھایا۔ اور دشمنوں کے خوف سے حضرت عیسٰے کو آسمان پر اٹھا لینا اس میں کمال قدرت نہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے شایان شان ہو۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کا زندہ آسمان پر ماننا صرف قرآن مجید کے خلاف ہی نہیں بلکہ عیسائیوں کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف ایک زبردست ہتھیار دینا ہے۔ چنانچہ آج عیسائیوں کی طرف سے اسی ایک بات کو بطور حجت پیش کیا جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الانبیاء تھے فوت ہو گئے ہیں اور ہزاروں نبیوں نے اپنی قوموں سے اذیتیں پائیں لیکن خدا نے اپنے بیٹے کو رائی کے دانے برابر بھی تکلیف پہنچانا گوارا نہ کیا۔ اور اپنی سنت مستمرہ کے خلاف جو سب انبیا کے بارے میں ظہور میں آتی تھی، اسے آسمان پر اٹھا لیا۔ یہ ہے اعتراض جو مدت سے پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر ہم قرآن اور احادیث میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ کوئی وفات مسیح پر دلیل ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن سے حضرت مسیح کا فوت شدہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیۃ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوا اس کے نہیں کہ ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے جو بھی رسول تھے۔ وہ وفات ہو چکے۔ یہاں یہ بھی بتایا ہے کہ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی ہیں۔ اس لئے رسولوں کی طرح دنیا سے گزر جائیں گے دنیا سے گذرنے کے دو ہی طریق ہو سکتے ہیں۔ کہ کوئی شخص مر جائے یا مارا جائے۔ دونوں کو ذکر کر دیا کہ افان مات او قتل۔ اگر یہ بھی مر جائے یا مارا جائے تو کیا تم حق کو چھوڑ بیٹھو گے۔

لفظ خلا

خلا کا لفظ مات۔ او قتل کے معنی میں استعمال ہوا ہے مفسرین نے بھی اس آیت پر لکھا ہے فسیخلو اکما خلوا بالموت او القتل (قنوی علی البیضاوی جلد ۳ ص ۱۲۴)

لفظ خلا اور لغت عرب۔ خلا فلان اذا مات (لسان العرب) خلا الرجل ای مات (اقرب الموارد) اسی طرح دیوان حماسہ میں منقول بن عاد یا کا شعر ہے ؎

اذا سید منا خلا قام سید
قؤول لما قال الکرام فعول

چنانچہ تسہیل الدراسہ شرح دیوان حماسہ ص ۲۵ پر اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔ جب ہمارا کوئی سردار مرتا ہے۔ الخ اگر ہم وفات مسیح مان بھی لیں تو وہ حدیث جو حدیث معراج کے نام سے مشہور ہے کہ آپ نے حضرت یحیٰی و عیسٰے کو ایک ہی جگہ پر دیکھا۔ اس کا کیا مطلب ہوگا۔ اگر اہلسنت والجماعت کے عقیدہ پر حضرت عیسٰے کو زندہ مانا جائے۔ تو حضرت موسٰے اور دوسرے انبیاء جن کا حدیث مذکورہ میں ذکر ہے زندہ ماننا پڑے گا۔ پھر وہ حدیث جس میں صاف یہ لفظ آتے ہیں: لو کان موسٰی و عیسٰے حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ اگر موسٰے و عیسٰے زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کرنا پڑتا اور وہ حدیث جس میں ہے ان عیسٰے عاش عشرین و مائۃ سنۃ۔ عیسٰے ایک سو بیس زندہ رہے کیا معنی رکھتی ہیں۔

امام مالک اور وفات مسیح

جواہر الحسان فی تفسیر القرآن شیخ عبدالرحمٰن ثعلبی جلد اول ص ۲۷۲ میں زیر آیت انی متوفیک پڑھئے۔ وقال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ لمالک فی العتبیہ یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ حقیقی موت سے وفات پا گئے اور یہی مالک کہتے ہیں اپنی کتاب عتبیہ میں۔ اکمال اکمال المعلم میں جو شرح مسلم ابی عبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکی کی ہے اور مطبوعہ مطبع السعادت مصری ہے اور جس کو سلطان عبدالحفیظ سلطان مغرب نے اپنے مصارف خاص سے طبع کرایا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے قول کی یوں تصدیق کی ہے۔ ص ۲۶۵ ملاحظہ ہو وفی العتبیہ قال مالک مات عیسٰے ابن مریم کہ عتبیہ کتاب میں امام مالک نے لکھا ہے کہ عیسٰے ابن مریم مر گئے۔

امام ابوحنیفہ وفات مسیح کی تائید میں

امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہمعصر ہیں۔ اکثر مسائل میں ان ہر دو بزرگوں کا بڑا اختلاف ہے حتیٰ کہ حلال اور حرام تک نوبت پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں ایک بزرگ نے دوسرے کے اجتہاد کو غلط سمجھا فوراً اس کی مخالفت کی۔ لیکن اس مسئلہ میں امام مالک برملا وفات مسیح کے قائل ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ بالکل خاموش ہیں اور یہ بات اہل اسلام میں مسلم ہے کہ جس امر پر کوئی پیشوا مجتہد سکوت کرے تو اس کے نزدیک وہ امر مسلم ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ جن کا تقویٰ اور احتیاط بہت بڑھا ہوا تھا۔ اگر امام مالک کو اس مسئلہ میں غلطی پر سمجھتے۔ تو ہرگز خاموش نہ رہ سکتے تھے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس درجہ قائل تھے۔ کہ ان سے کتاب مسند امام اعظم میں حضرت ابوبکر کا وہ مشہور خطبہ منقول ہے۔ جو انہوں نے بروز وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تمام صحابہ کی موجودگی میں پڑھا تھا۔ جس میں آیت۔۔۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے یہ استدلال کیا تھا کہ جب سب رسول آنحضرت سے پہلے فوت ہو چکے۔ تو آپ کا فوت ہونا آپ کے رسول ہونے کے منافی نہیں

صحابہ کا اجماع

اور یہ وہ بات تھی کہ جس سے تمام صحابہ کے دل تسکین ہوئی اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحاب جو آنحضرت صلعم کی وفات کا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کے بھی سر جھک گئے اور قائل ہو گئے۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم نہ فوت ہوتے چنانچہ مسند امام اعظم ص ۸۸ پر یہ روایت یوں شروع ہوتی ہے۔ روی ابوحنیفۃ عن یزید بن عبدالرحمٰن عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ۔ ۔ ۔ ۔ آگے چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یہ الفاظ آتے ہیں۔ کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد رب محمد فان رب محمد لا یموت وما محمد الا رسول الآیۃ یعنی جو محمد کی پرستش کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ محمد فوت ہو گئے۔ اور جو محمد کے رب کی پرستش کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ محمد کا رب نہیں مرتا اور نہیں ہے محمد مگر اللہ کا رسول۔ آپ سے پہلے سب رسول مر گئے۔ پس اگر یہ مر جائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔ یہاں خلت کے معنے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے ورنہ حضرت ابوبکرؓ کا استدلال بے معنی ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ کے سامنے یہ استدلال کرتے ہیں۔ سب صحابہ کا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا اجماع صحابہ پر مہر لگا دیتا ہے۔

مسیح موعود اور ختم نبوت

تیرہ سو سال سے لیکر آج تک امت مسلمہ کا بالاتفاق یہ مسئلہ چلا آتا ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش سے منصب نبوت کو حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اللہ تعالےٰ اپنی موہبت سے جس شخص کو چاہے اور جب چاہے اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے کفار کے اس مطالبہ پر کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اس کی مثل نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا جاتا ہے) فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اس کی موہبت ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ایسا ہی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت موہبت ہے اکتساب سے نہیں ملتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین۔ ایسا ہی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جہاں فرمایا۔ کنت اول النبیین فی الخلق۔ پس نبوت کا اکتساب یا کسی کی پیروی سے حاصل ہونا ان تمام آیات قرآنی اور احادیث کے منطوق و مفہوم کے مخالف ہے معلوم ہوا کہ نبوت براہ راست خدا سے تعلق رکھتی ہے۔ کسی انسان کی پیروی سے یا اکتساب سے جو چیز ملے۔ خواہ وہ کتنا ہی نبوت کے ہم رنگ ہو۔ مگر حقیقی طور پر ہم اسے نبوت نہیں کہہ سکتے۔

شرعی نبوت ختم۔ رنگ انبیاء باقی

اگر ہم بزرگان دین کے ملفوظات اور تحریرات کو اٹھا کر دیکھیں۔ تو اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ حقیقی نبوت کا تعلق بلاواسطہ اللہ تعالےٰ سے ہے۔ وہ ختم ہو چکی ہے۔ ہاں کوئی ایسا صاحب کمال پیدا ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تابعداری اور کامل متابعت اور کثرت محبت کی وجہ سے آپ کے کمالات کو اپنے اندر جذب کرے تو ظلی اور بروزی نبی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد صاحب سرہندی فرماتے ہیں "تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء

(باقی صفحہ ۷ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم		نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ ۱۶؍ذوالحجہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۱

پیغام صلح کی تیسویں جلد کا آغاز

پیغام صلح کے کام کا محاسبہ اور توسیع اشاعت کی ضرورت

مہینوں سے پیغام صلح کی تیسویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ پیغام صلح جماعت احمدیہ لاہور کا قومی آرگن ہے۔ جو توسیع، استحکام اور تبلیغ کی [illegible] جذبات کو جماعت میں زندہ اور قائم رکھتا ہے۔ گذشتہ سال جماعت کے سامنے **تبلیغی پروگرام** تھا۔ اس مذکورہ پروگرام میں پیغام صلح کی مساعی کا محاسبہ کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ گذشتہ سال ۷۷ پرچے شائع ہوئے اور **نہایت باقاعدگی** کے ساتھ شائع ہوئے اور نہایت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے فضل و کرم سے ایک پرچہ بھی لیٹ شائع نہیں ہوا۔ اس قریباً **پچاس دفعہ** متعلقین، نوٹوں اور علمی مقالوں کے ذریعہ جماعت کے سب حلقوں کو تبلیغی پروگرام کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ جس سے اب جماعت کے تمام حلقوں میں قریباً ہم کر لیا گیا ہے کہ جماعت میں "تنظیم" اور "تبلیغ" کا خیال پیدا ہے اور اس پر عملی کارروائی بھی شروع ہو گئی ہے۔ اس مذکورہ پروگرام کو تقویت پہنچانے کے لئے دو شاندار پیغام صلح کے نمبر "مسیح موعود نمبر" اور "تبلیغ نمبر" کے عنوان سے شائع کئے گئے۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مقبول ہوئے۔ مسیح موعود نمبر کے متعلق موجودہ **جنرل سیکرٹری** صاحب انجمن نے خاکسار مدیر پیغام صلح کو ایک خط کے ذریعہ ارشاد فرمایا:۔

"مسیح موعود نمبر بہت ہی شاندار ہے۔ دلی **مبارکباد** پیش کرتا ہوں۔ جزاک اللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نمبر کے ذریعہ ایک سعید روحوں کو راہ راست کی توفیق عطا فرمائے۔"

تبلیغ نمبر کے متعلق ہمارے ایک معزز دوست جن کا اسم گرامی **خلیل الرحمٰن صاحب** ہے۔ رامپور یو۔پی سے رقمطراز ہیں۔ اور ان کا مکتوب اشیوع میں درج ہے:۔

"اخبار پیغام صلح تبلیغ نمبر" مطالعہ سے گذرا صوری و معنوی خوبیوں سے سب ہے۔ آپ کے دلی جذبات کا اصل آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بزرگان اور اصحاب سلسلہ نے تبلیغ بارے میں جو مضامین تحریر فرمائے ہیں وہ نہایت اچھے اور قابل ستائش ہیں۔ جو تبلیغ کا مقصد اور غرض بخوبی بتلاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"

ان مندرجہ بالا سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ پیغام صلح کے خاص نمبر کس قدر پسند کئے گئے ہیں۔

قومی اخبار کی بڑی غرض و غایت ہوتی ہے **تخلیقی اور تعمیری تحریکات** کو رکھنا۔ چنانچہ سال گذشتہ سب بڑی تحریک تبلیغی پروگرام تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے اس پروگرام کو تقویت پہنچانے کے لئے کارکنان پیغام صلح کو توفیق عطا فرمائی ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چنانچہ اخبار کی اس خدمت کا ہی نتیجہ ہے کہ جماعت میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں اور اجتماعی تبلیغ کے علاوہ انفرادی تبلیغ کا شوق اور جوش پیدا ہوا اور اس تبلیغ کے ذریعہ قریباً دو سو کے قریب اشخاص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے جن کی فہرستیں وقتاً فوقتاً اخبار پیغام صلح میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

تخلیقی اور تعمیری تحریکات کے بعد دوسرا نمبر ہوتا ہے ان تحریکات کا جن کا تعلق جارحانہ اقدامات اور مدافعت سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ پیغام صلح کو اس ضمن میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ گذشتہ سال کے شروع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت قادیان کے سامنے مسئلہ جنازہ کو پیش کیا۔ جسے جماعت قادیان نے درخور اعتنا نہ خیال کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ جس پر پیغام صلح نے متواتر زیادہ ہی نوٹوں اور مقالوں سے قادیانی پریس کو مجبور کیا کہ وہ اس طرف توجہ مبذول کرے۔ اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ قارئین پیغام صلح کے سامنے ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی پیغام صلح کی طرز نگارش کو بہت پسند فرمایا۔

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم اور اسلامی اخبارات کے متعلق جو مقالے لکھے گئے انہیں بھی نہایت پسند کیا گیا۔

ان مندرجہ بالا الفاظ کو لکھنے سے غرض صرف یہ ہے کہ احباب سلسلہ اپنے قومی اخبار کی افادی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ موجودہ کاغذ کی گرانی نے انجمن پر اس قدر مالی بوجھ ڈال دیا ہے کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ گذشتہ سال جس کاغذ کی قیمت ساڑھے تین روپیہ فی رِم تھی آج اس کی قیمت قریباً بیس روپیہ فی رِم ہے اور اس گرانی کے باوجود اخبار کا چندہ اتنا ہی رہنے دیا گیا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے اخبار جو تجارتی نقطہ نگاہ سے جاری کئے گئے تھے۔ کاغذ کی شدید گرانی کی وجہ سے اپنی اشاعتوں کو محدود کر چکے ہیں۔ اور کتنے چھوٹے صفحے اور اخبار ہیں جو کہ بند ہو چکے ہیں۔ لیکن پیغام صلح چونکہ ایک زندہ اور فعال جماعت کا آرگن ہے وہ اسی شان سے نکل رہا ہے۔ اور باوجود انتہائی مشکلات کے اپنے گذشتہ معیار صحافت کو قائم رکھے ہوئے اور نہایت ہی مفید خدمات سلسلہ کی بجا لا رہا ہے۔ اپنے مفید آرگن کی اعانت کرنا ہر ایک احمدی دوست کا فرض ہے۔ جو دوست اس کی اعانت میں غیر معمولی حصہ نہیں لے سکتے۔ انہیں چاہئے کہ اخبار کے وی۔پی وقت پر وصول کر لیا کریں اور جو دوست اس اعانت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں اور اس کی توسیع کی کوشش کریں۔

اخبار جماعت کی اپنی خدمات بجا لاتا ہے جسے محسوس کیا جا سکتا ہے لیکن کسی نقدی یا مادی جنس کی صورت میں جانچا اور تولا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اس کی خدمات کے اندازہ میں بعض دفعہ انصاف سے کام نہیں لیا جاتا۔ اخبار کی کارگزاری کا اندازہ اس مجموعی اثر سے کرنا چاہئے جو کہ مخصوص عرصہ میں جماعت پر ہوتا ہے اور اس حرکت اور حرارت سے کرنا چاہئے جو جماعت کو مستعد و مضبوط کرتی ہے۔ اگر جماعت میں زندگی پیدا ہو رہی ہے اور کسی خاص مقصد اور خاص پالیسی جس کی طرف اخبار توجہ دلا رہا ہے۔ التفات ہے تو اخبار اپنے کام اور مشن میں کامیاب ہے۔ لیکن اس کا اندازہ کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہوتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کی نظریں صرف سطحی اور ادنیٰ قسم کی نکتہ چینی میں نہیں الجھتیں بلکہ جماعت اور اس کے مزاج عقلی تک پہنچتی ہے اور ان کا ہاتھ ہمیشہ جماعت کی نبض پر رہتا ہے اور وہ نبض کی چوٹ سے قلب کی قوت کا اندازہ کرتے ہیں۔

گزشتہ سال مثلاً اخبار کے سامنے ساری جماعت کے قلوب میں تنظیم اور تبلیغ کا عملی تحرک پیدا کرنا تھا۔ اس لئے اخبار نے اپنی توجہ کو زیادہ تر اسی تحریک پر مرکوز رکھا۔ اگر تو اخبار ایسے رجحانات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو یہ یقیناً ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جماعت کے مختلف حلقوں سے یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ جماعت میں تنظیم اور تبلیغ کی طرف عملی توجہ پیدا ہو چکی ہے۔ ہمارے دوست بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب ساری جماعت بحیثیت مجموعی ایک مبلغ بن جائے گی۔ اور اس کے ذریعہ لاکھوں انسان اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تو اس وقت یہ جماعت کیسے کیسے عظیم الشان دینی کام کرنے کے قابل ہوگی۔ اور یہ کتنی بڑی کامیابی ہوگی۔ سو جو دوست ان رجحانات کی اہمیت کا صحیح اندازہ رکھتے ہیں۔ انہیں دل کھول کر اخبار کی مدد کرنا چاہئے۔ کیونکہ اخبار کی مدد کرنا دراصل ان تحریکات کی مدد کرنا ہے۔ جو نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہماری اولادوں اور نسلوں کے لئے مفید ہے اور اس سے بڑھ کر بنی نوع انسان کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ ان تحریکات کے پنپنے سے وہ جماعت مضبوط ہوگی۔ جس کے اعلائے کلمۃ الحق کی زد میں ساری دنیا ہے۔ سو جماعت کے ہر ذمہ دار دوست کو اپیل ہے کہ وہ اخبار کی دل کھول کر مدد کریں۔ کیونکہ یہ قوم کی ایک زبردست خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اٹھائیسویں سالانہ جلسہ کی مختصر روئیداد

جلسہ سالانہ کا انتظام اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

دسمبر ۱۹۴۲ ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ تاریخوں کو جماعت احمدیہ لاہور کا اٹھائیسواں سالانہ جلسہ تھا۔ جو باوجود اس محاربے عظیم کے جس کی وجہ سے دنیا کے طول و عرض میں ایک بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا ہے نہایت ہی کامیاب رہا۔ اس شدید سردی کے موسم میں لوگ دور دراز مقامات سے اپنے قومی مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لائے جلسہ سالانہ کے مہتمم جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تھے۔ جنہیں اس انتظام کا کافی تجربہ ہے۔ انتظام بحیثیت مجموعی نہایت ہی اچھا رہا۔ جلسہ سالانہ کو انتظامی لحاظ سے کامیاب بنانے کے لئے اور اس غرض سے کہ باہر سے آنیوالے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچایا جا سکے۔ مذکورہ جلسہ سالانہ کے انتظام کے لئے تین شعبے قائم کئے گئے اور ان کے الگ الگ انچارج بنائے گئے (الف) سکانات و رہائش مہمانان کے انچارج جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور تھے (ب) خورد و نوش کے انچارج جناب مرزا خلیل الرحمن صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول تھے (ج) اور نشر و اشاعت کے انچارج جناب مرزا مسعود بیگ صاحب تھے۔ انتظام کی اس تقسیم سے انتظام جلسہ بحیثیت مجموعی نہایت ہی خوشگوار رہا۔ مسلم ہائی سکول لاہور کے اساتذہ کارکنان انجمن اور دیگر رضاکار دوستوں نے نہایت محنت و خلوص کے ساتھ کام کیا۔ اور مسلم ہائی سکول کے طلبا نے بھی بطور معاون کے اپنے فرائض کو نہایت سعادتمندی کے ساتھ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو جزائے خیر دے۔ اور دین کی خاطر ایثار اور خلوص ظاہر کرنے کی پہلے سے زیادہ توفیق دے آمین

خورد و نوش اور رہائش کا انتظام

ایسے اجتماع جن میں سینکڑوں ہزاروں لوگ شامل ہوتے ہوں ان کیلئے خورد و نوش اور رہائش کا خاطر خواہ انتظام کرنا نہایت مشکل ہوا کرتا ہے اور اس کیلئے محنت شاقہ درکار ہوتی ہے خدا کا فضل ہے کہ ہمارا انتظام بہت اچھا رہا۔ کھانے کیلئے مسلم ہائی سکول کے وسیع صحن میں ایک شامیانہ کے نیچے انتظام تھا۔ کھانے کے اوقات مقرر تھے۔ دوست وقت مقررہ پر آکر کھانا کھاتے رہے۔ مہمانوں کی رہائش کیلئے مسلم ہائی سکول کے کمروں، انجمن کے دفاتر، مہمانخانہ اور احمدیہ بلڈنگس کے دیگر مکانات میں انتظام تھا۔

مہمانوں کی تشریف آوری

مہمان ۲۳ دسمبر کو آنے شروع ہو گئے تھے۔ ۲۵ تاریخ تک کافی دوست آ گئے تھے۔ گو یہ سلسلہ ۲۶ تاریخ تک جاری رہا۔ مہمانوں کے استقبال کا احمدیہ بلڈنگس کے باہر برانڈرتھ روڈ پر باقاعدہ انتظام تھا کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

جلسہ گاہ

مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہوا مستورات کے لئے علیحدہ پردہ کا انتظام تھا جلسہ گاہ کو جھنڈیوں اور قطعات سے آراستہ کیا گیا تھا اس دفعہ لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام تھا۔ تاکہ آواز دور دور تک پہنچ سکے۔ جلسہ میں حاضری کافی رہی۔

خواتین کا جلسہ

خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری مورخہ ۲۴، ۲۶ دسمبر کو منعقد ہوئی جس کی روئیداد کسی دوسری اشاعت میں محترمہ سیکرٹری صاحبہ احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن لاہور کی طرف سے شائع ہوگی۔

نماز اور درس قرآن

جلسہ کے دوران میں نمازیں حسب اعلان مقررہ اوقات پر ادا ہوتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ساری جماعت کا مجتمع قیام و قعود ایک عجیب کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس اثر سجود کو قلم کے ذریعہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جماعت جس نے امام عصر حاضر کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اس کا اللہ کے حضور گر کر غلبۂ اسلام کیلئے حضور قلب سے دعا کرنا عجیب نظارہ تھا۔ ایام جلسہ میں نماز فجر کے بعد حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنے مخصوص اور پر تاثیر انداز میں درس قرآن مجید دیتے رہے جس میں احباب سلسلہ نہایت شوق سے شریک ہوتے رہے۔

۲۵ دسمبر کی کاروائی

۲۵ دسمبر بروز جمعرات حسب پروگرام ساڑھے دس بجے زیر صدارت جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ حضرت ممدوح کی افتتاحی تقریر کا ملخص درج ذیل ہے یہ مذکورہ تقریر چھپی ہوئی ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اسے جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرما کر احمدی، قادیانی اور غیر احمدی حلقوں میں تقسیم کریں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر کا ملخص

حضرت ممدوح نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا:

" قرآن کریم میں ہماری اس قوم کو جو محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا میں پیدا کی **خیر امۃ** کا خطاب دیا گیا ہے یعنی جتنی قومیں دنیا میں انسانوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئیں۔ ان میں یہ بہترین قوم ہے۔ وہ پہلے مسلمان جنہوں نے حضرت رسالتمآب کی آواز پر لبیک کہا۔ ان کا خیر امۃ ہونا ایک دنیا کو مسلم ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں ان کو بھی یہ امر مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے [illegible] جو قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہی تاریخ عالم میں بھی لکھے ہوئے ہیں۔ یہ فخر ہے جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج سب سے گری ہوئی قوم مسلمانوں کی قوم ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں بھی ایک نمونہ خیر امۃ کا پیدا کیا۔ واقعات کی بنا پر پہلے مسلمانوں کا خیر امۃ ہونا مسلم ہے۔ آج واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت جس کے نمائندے اس وقت جمع ہوئے ہیں۔ دنیا کی قوموں میں بہترین جماعت ہے۔ تین خصوصیتیں اس کے افضل ہونے کی ہیں۔

خصوصیات

(۱) پہلے عقائد کا سوال ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح مسلمان قوم بحیثیت مجموعی اپنے عقیدہ توحید کے لحاظ سے دنیا کی بہترین قوم ہے اسی طرح زمانہ کے اندر آپ کی جماعت عقائد کے لحاظ سے بہترین جماعت ہے مسلمانوں میں ایک بہت بڑا عیب پیدا ہو گیا۔ وہ ہے ایک دوسرے کو کافر کہنا۔ اس نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے یعنی دو امت جس کا نمونہ خیر امۃ کا تھا۔ آج اس قوم کی یہ حالت ہے ایک ہی عقیدہ رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں۔ کوئی کلمہ گو نہیں رہ گیا جسے کافر نہ بنایا گیا ہو۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت دنیا میں ایسی جماعت ہے جسے بلاشبہ دنیا کی بہترین جماعت کہہ سکتے ہیں جس کا عقیدہ ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ مسلمانوں کا اتحاد ہو سکتا ہے تو صرف اسی ایک بات پر ہو سکتا ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں بعض لوگوں نے نقل کے طور پر ہماری باتیں لے لی ہیں۔ لیکن کامیاب نہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ قوت ایمانی نہیں اور ہماری جماعت کے پاس ایمانی ہے۔

دوسری بات جس میں آپ نے اسلامی اتحاد کیا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا ہے مسلمانوں کا خیال تھا حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہونگے۔ یہ ختم نبوت پر ایک بھاری زد تھی ختم نبوت کے عقیدہ کو صرف آپ کی جماعت نے قائم کیا ہے۔ درحقیقت اس کو قائم کرنیوالے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم ہیں۔ انہوں نے اصول کے طور پر ایک بات آپ کے ہاتھ میں دیدی کہ نہ نبی آ سکتا ہے اور نہ آئیگا خوب یاد رکھئے مسلمانوں کو اسی عقیدہ پر آنا پڑیگا۔ اور یقین جانئے کہ یہی لوگ جو اس وقت کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ یہی دنیا کے پیش رو ہونگے

مجھے افسوس کے ساتھ [illegible] پڑتا ہے کہ ان اصول کے خلاف سب سے زیادہ منظم کوشش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ہوئی ہے اور میں یہ آپ کو کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس ہم نے جماعت قادیان پر اتمام حجت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان ہی کی وجہ سے ہمیں جماعت قادیان سے اختلاف ہے کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے الگ ہو چکی ہے یہ بات کتنی مضبوط بات ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ابتدا سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا یہ تریاق القلوب میں لکھا ہوا موجود ہے۔ ایک شخص مسیح موعود کہا جاتا ہے اور اس کے الفاظ کا یہ حشر ہے کہ اس کے منحرفانہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص انہیں دل سے بھی سچا مانے اور منہ سے بھی نہ کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میاں صاحب جرأت نہیں کرتے سامنے آنے کی۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کا بنیاد بہت کمزور ہے۔ میں نے بہت آسان طریق فیصلہ کے ان کے سامنے رکھے۔ لیکن وہ سامنے نہیں آئے۔

اب مسئلہ نبوت کو لیجئے میاں صاحب کو میں آج کہتا ہوں کہ پبلک کے سامنے آکر اپنے عقیدہ کو کھول کر رکھیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں۔ بہت اچھا۔ میں ان سے اتنا پوچھتا ہوں کہ آج کلمہ میں اگر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا تو بتائیے منسوخ ہوا یا نہیں اور لازماً آپ کو اور کلمہ بنانا پڑیگا جس میں حضرت مرزا صاحب کی رسالت کا اقرار ہو۔ آپ قادیانیوں کی کثرت پر نہ جائیں۔ یہ قائم نہیں رہا کرتی۔ یہ چیز کبھی باقی نہیں رہ سکتی۔ قادیانیوں کو بھی اسے ناچار بہائیوں کی طرح کٹ کر اسلام سے علیحدہ ہونا پڑیگا۔

(۲) میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ حضرت مسیح موعود نے ایک قلمی جہاد شروع کیا۔ جہاد کے معنی ہیں تھے کہ اسلام کو غالب کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بنیاد قائم کی۔ تو آپ کی جماعت نے ان بنیادوں پر خدا کے فضل سے وہ عمارت اٹھائی جسے آج باہر کی دنیا دیکھ سکتی ہے اور دنیا اس جماعت کی خدمات کو تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ ہالینڈ کے مشہور عیسائی پادری کریمر نے رسالہ مسلم ورلڈ میں ہماری جماعت کے متعلق لکھا کہ لاہوری فرقے کا اثر اس سے بہت زیادہ ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے وہ اسلام سے دفاع اور اس کی حفاظت کو بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں اور یہی وہ صورت ہے جس میں وہ اسلام سے عملی رنگ میں وفادار رہتے ہیں"

مشہور انگریز نو مسلم مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال نے کہا "کوئی دوسرا

نندہ ان (۱) ایک ایسا ہی جس نے اسلام کی تجدید کیلئے مولانا محمد علی آف لاہور سے زیادہ قیمتی ... انجام دی ہو ... حضرت مسیح موعود کی خصوصیت ... جو کو قائم رکھنے والی ہی ایک جماعت ہے ۔ (۳) فوراً ... آپ کی

پیغام صلح کے تبلیغ نمبر کے متعلق ایک معزز دوست کی شاندار رائے

ہندوستان کے دیگر صوبوں میں تبلیغ احمدیت کی ضرورت اور مفید تجاویز

ذیل میں جناب محمد خلیل الرحمٰن صاحب رامپور یو پی کا مکتوب درج ذیل ہے۔ احباب سلسلہ اسے بنظر غائر مطالعہ فرمائیں اور تبلیغ احمدیت کے لئے اپنی آراء ارسال فرمائیں جنہیں ان کی معقولیت اور افادہ کے لحاظ سے اخبار میں ضرور شائع کیا جائیگا۔ تاکہ اس سلسلہ حقہ کی توسیع اور استحکام کا پروگرام زیادہ سے زیادہ قوت پکڑ سکے اور اس کے تمام پہلو جماعت کے سامنے آسکیں۔ امید ہے وہ اصحاب جن کے قلوب میں سلسلہ کا درد ہے اور جو غلبہ اسلام کے متمنی ہیں۔ وہ اپنی پہلی فرصت میں اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔ (مدیر)

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار پیغام صلح "تبلیغ نمبر" مطالعہ سے گزرا۔ صوری و معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ آپ کے دلی جذبات کا اصلی آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔ بزرگان اور اصحاب سلسلہ نے تبلیغ کے بارے میں جو مضامین تحریر فرمائے ہیں [illegible] نہایت اعلیٰ اور قابل ستائش ہیں، جن کا مقصد اور غرض بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اس عاجز نے جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی کا مضمون "بنگال میں تبلیغ احمدیت کی ضرورت" نہایت گہری نظر اور دلچسپی سے مطالعہ کیا اور دراصل اسی مضمون نے مجھے بھی ہمت دلائی کہ میں یہ چند سطور بطور عرضداشت پیش کروں جو بطور سے گذارش احوال واقعی۔ بہت ممکن ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ برآمد ہو سکے۔ اور بزرگان سلسلہ کی توجہ کسی وقت ادھر بھی مبذول ہو جائے۔ اور بہت سی پیاسی اور سعید روحیں احمدیت کے آب سے بہرہ اندوز اور سیراب ہو جائیں۔ تاریخ احمدیہ کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ مجدد اعظم کے وصال کے بعد حضرت مولانا مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں یہ سلسلہ کس تیزی اور قابلیت سے ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ تاریک اور گھنگھور گھٹا چھٹ کر مطلع صاف ہو رہا تھا۔ اور ہندوستان کے دل و عرض میں نفرت اور نفرت کے بجائے پیار اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا لیکن افسوس کہ حاسدوں اور سلسلہ کے معاندین کی آنکھوں کو یہ نہ بھایا اور یہ نو شگفتہ پھول باد سموم کے جھکولوں اور حوادث زمانہ سے کملا گیا۔ آہ! اختلاف جماعت نے اس میں گھر کر دیا۔ اور اس کے ترقی کے راستہ کو ایک حد تک مسدود کر دیا۔ وقار اور وجود دوسروں کے لئے تیار تھا۔ وہ آپس ہی میں منقسم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت جو دلائل اور براہین میں اگرچہ مضبوط تھی۔ لیکن تعداد اور شمار میں کمی اور قلت میں آگئی یہ ہے کہ اس جماعت کا دائرہ عمل بھی محدود اور تنگ ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ اس کی activity اور جدوجہد رجحان ہندوستان کا سوال ہے) صرف پنجاب ہی تک ہے

اس بات سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ ہماری جماعت تھوڑی ہے ہمارے مبلغین معدودے چند ہیں۔ ہمارے ذرائع زیادہ وسیع نہیں ہیں لیکن ہمیں شکوہ ہے اور بجا شکوہ ہونا چاہئے کہ ہم ساکنان یو پی۔ بنگال وغیرہ اپنے مبلغین کے دیدار سے محروم رہتے ہیں۔ اگر مسیح موعود امام عصر ناصر کا حق پنجاب پر ہے، تو ہم بھی تو اسی پاک ہستی کے خدام۔ نام لیوا۔ اور اسی امام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ ہمارا حق کچھ تو ہونا چاہئے۔ ہمیں یونہی چھوڑ دینے سے سوائے نقصان اور خسارہ کے اور کچھ حاصل نہیں ہو۔ اس امر کو مثال دیکر واضح کرتا ہوں۔ بزرگان سلسلہ کو علم ہے کہ اختلاف سلسلہ کے وقت بنارس کے احمدی احباب حضرت مولانا مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم کے زمانہ حیات تک جماعت لاہور کے طرفدار رہے۔ بعد وفات مولانا ممدوح جماعت بنارس پر جمود طاری ہو گیا۔ ادھر قادیان کے مبلغین کو موقع مل گیا۔ وہ وقتاً فوقتاً بنارس اور اطراف بنارس کا دورہ کرنے لگے۔ آخرکار وہاں کا ایک بڑا حصہ قادیانی جماعت میں شامل ہو گیا۔ یہی حالت اور کئی ایک شہروں میں بھی ہوئی۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے گذارش کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بزرگان سلسلہ اور مبلغین کو یو۔ پی۔ بہار اور بنگال پر بھی کرم گستری کرنا چاہئے کیونکہ ان صوبوں میں بھی سعید روحیں منتظر ہوں گی۔ جو کسی رہنما کا انتظار کرتی ہوں گی۔ مولوی عمر الدین صاحب کو دہلی۔ مولوی محمد انعام الحق صاحب کو گلبرگہ (دکن)، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو لائل پور وغیرہ جانا مبارک ہو لیکن کیا یہ اصحاب کبھی [illegible] دیگر صوبوں کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

مجھے نہایت خوشی ہے کہ ہماری جماعت میں تنظیم اور تبلیغ کا خیال پیدا ہو گیا ہے اور اس پر عملی کارروائی بھی شروع ہو گئی ہے لیکن ابھی ہمارے صوبے تو تنظیم سے ہی عاری ہیں تبلیغ تو بعد کی بات ہے۔ اس لئے ہمیں تو سب سے پہلے تنظیم کی ضرورت ہے کیونکہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ جس شہر میں ہم رہتے ہیں وہاں کوئی دوسرا آدمی بھی ہماری جماعت کا ہے یا نہیں۔ دور کیوں جائیں۔ مجھے رامپور میں آئے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے۔ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں رامپور میں لاہور کی جماعت کے کوئی اور صاحب بھی ہیں۔ عرصہ دراز کے بعد اخبار پیغام صلح کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ایک بزرگ جناب سعادت علی خانصاحب رامپور میں رہتے ہیں لیکن حال ہی میں خانصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ۔ اسی طریقہ سے مراد آباد۔ بریلی۔ بیلی بھیت۔ علیگڑھ۔ آگرہ شاہجہان پور وغیرہ میں بھی اپنی جماعت کے احباب ہو سکتے ہیں لیکن کسی کو ایک دوسرے کا علم نہیں ہے۔ برعکس اس کے قادیانی جماعت کے اصحاب اپنے لوگوں کو اور باہر والوں کو بخوبی جانتے ہیں اور ہر ایک کے نام سے بھی واقف ہیں۔ اس لئے پہلی بات جس کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی جماعت کے احباب سے تعارف ہو اور ان کا نام اور پورا پتہ معلوم ہونا چاہئے خواہ اخبار کے ذریعہ سے یا کسی اور طریقہ سے یہ کام ہونا چاہئے۔ ہر احمدی کو ایک فہرست مرتب کر کے اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہئے جس میں ہر احمدی دوست کا نام اور پورا پتہ درج ہونا چاہئے۔ اگر کسی کو ایک شہر چھوڑنے یا بصورت تبادلہ دوسرے مقام میں قیام کی ضرورت پیش آجائے تو مع پتہ اخبار میں شائع کرا دینا چاہئے۔ تاکہ اسی کے مطابق فہرست میں ترمیم یا تصحیح کر لی جائے۔

(۲) اس کے بعد اس امر کی ضرورت ہے کہ ہر صوبہ کے کسی نہ کسی بڑے شہر میں احمدیہ کانفرنس منعقد کی جائے۔ سال میں تین یا چار بار کانفرنسیں ہونی چاہئیں۔ یعنی تعطیلات درگا پوجا، دسہرہ، ایسٹر، محرم وغیرہ۔ ان کانفرنسوں میں مبلغین و لیکچرار (حسب اجازت حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ) شرکت کے لئے مرکز سے تشریف لائیں۔ کانفرنس کا خرچ صوبجاتی جماعت کے ذمہ ہو۔ لیکن اگر صوبجاتی جماعت کانفرنس کے پورے اخراجات کی متحمل نہ ہو سکے۔ تو امید ہے کہ حضرت امیر قوم سے سند مالی امداد دے۔ کچھ خرچ صدر انجمن کے خزانہ سے منظور فرمایا جائے۔ مجوزہ کانفرنس اور جلسہ کے انعقاد سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ تجربہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ اور راقم الحروف کا ذاتی مشاہدہ بھی ہے۔ غیر از جماعت لوگ ہمارے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ بہت سے شکوک رفع ہو جاتے ہیں، اور کتنی سعید روحیں جماعت حقہ میں داخل ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے تحقیقات اور تبلیغ کا وسیع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

بالآخر گذارش ہے کہ جو صاحبان راقم الحروف کے ہمخیال ہوں۔ وہ مہربانی فرما کر اپنے قیمتی اور مفید مشوروں سے بذریعہ اخبار پیغام صلح مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

احقر العباد

محمد خلیل الرحمٰن

از ریاست رامپور۔ یو۔ پی

اعلان نکاح

مورخہ ۱۲ اپریل ۴۳ء کو نکاح شبیر احمد خانصاحب سب انسپکٹر پولیس ولد خان محمد غیاث خانصاحب مرحوم و مغفور گجرات کا ہمراہ اقبال بیگم بنت جناب بابو عبد الحق صاحب گورنمنٹ پنشنر جہلم کے ساتھ بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے نے پڑھا۔ خطبہ نکاح میں مولانا موصوف نے زوجین کے حقوق کی خوب وضاحت کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو پیش کرتے ہوئے آپ نے ثابت کیا کہ عند اللہ بہترین آدمی وہی ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔ اس خوشی کے موقعہ پر جناب خانصاحب اور جناب بابو صاحب نے مبلغ دس دس روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو عطا کئے۔ جزاھما اللہ احسن الجزا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ آمین ثم آمین۔ رسوم شادی نہایت سادگی کے ساتھ اسلامی طریق پر ادا کی گئیں۔ جس کے لئے ہم جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب ریٹائرڈ سب اسسٹنٹ سرجن اور جناب خان نواب خانصاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ (نامہ نگار)

احمدیہ کیلنڈر

انجمن کی پبلسٹی کمیٹی نے ایک نہایت دیدہ زیب کیلنڈر زر کثیر صرف کر کے تیار کرایا ہے۔ گرانی کاغذ وغیرہ کی وجہ سے صرف دو صد کاپیاں تیار کرائی گئی ہیں۔ جن احباب کو ضرورت ہو۔ فوراً روپیہ بھجوا کر منگوائیں۔ ورنہ بعد میں نہ مل سکیگا۔ قیمت ۸ فی کیلنڈر ہے چونکہ اصل لاگت کا صرف قلیل حصہ ہے۔ یہ کیلنڈر تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے ہر احمدی کے گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے اور غیر از جماعت احباب کیلئے بہترین تحفہ ہے۔ [illegible] احباب کثیر تعداد میں منگوا کر مفت تقسیم کریں۔

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبد اللہ (جنرل سیکرٹری)

(بقیہ صفحہ ۲)

منبوعہ خود را جذب مے نماید و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ میگرداند حتی کہ فرقے نمے ماند درمیان متبوعان وتابعان

آلا بالاصالة والتبعیة والاولوسیف والاخیرتبه .... فکیف متصور المساوات بین الاصل والظل" (مکتوبات جلد ۱)

جناب حضرت مرزا صاحب نے جہاں کہیں بھی لفظ رسول استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد ظلی اور بروزی نبوت ہے۔ نہ کہ مستقل جس کا تعلق بلا واسطہ خدا تعالےٰ سے ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"نہ مجھے دعوےٰ نبوت و خروج از امت اور نہ میں منکر معجزات اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں۔ اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں" (نشان آسمانی صفحہ ۲۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں۔ لعنة اللہ علی الکاذبین۔ اور اگر یہ اعتراض کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے لعنة اللہ علی الکاذبین"

(نور الاسلام صفحہ ۳۴)

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"اور مکفرین کے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بھائی معلوم رہے کہ میں نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ میں نے ان کو کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی ہے"

(حمامة البشریٰ صفحہ ۷۹)

اگر آپ حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو دو چار یا بیسیوں جگہ نہیں بلکہ سینکڑوں ایسی جگہیں دکھینگے جن سے دعوےٰ نبوت سے انکار اور ختم نبوت پر ثبوت ملیگا۔ ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری نبوت سے یہ مراد نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں"

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۸)

مذکورہ بالا حوالجات سے ظاہر ہو گیا کہ دعوےٰ نبوت محض آپ پر ایک افترا ہے اور باوجود صریح انکار کے ملفر علماء نے اپنا فتویٰ کفر واپس نہ لیا۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

نزول مسیح علیہ السلام

نزول مسیح کے متعلق سب سے بڑی غلطی جو مسلمانوں سے ہوئی ہے یہ ہے کہ قرآن شریف کی صراحت کے سامنے اس حدیث کو نادیل کرتے۔ جو بوجہ ایک پیشگوئی ہونے کے خود متشابہات میں سے تھی۔ انہوں نے پیشگوئی کی عبارتوں کو اصول کی شرح محکم قرار دے کر محکمات قرآنی کی تاویل کر لی۔ قرآن شریف تو نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرتا ہے۔ مگر مسلمانوں نے اس اصولی عقیدہ کے بالمقابل یہ خیال کر لیا کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسےٰ جو نبی ہیں وہ آئیں گے اور یہ کبھی نہ سوچا کہ جب نبوت کا کام تکمیل کو پہنچ چکا۔ تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کس طرح آسکتا ہے۔

پھر جن حدیثوں میں نزول ابن مریم کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بھی موجود ہے کہ وہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ امامکم منکم میں صاف بتا دیا کہ وہ مسیح بنی اسرائیل میں سے نہیں۔ پھر بخاری کی صحیح حدیثوں میں مسیح اسرائیلی کا رنگ حلیہ موجود ہے اور آنے والے مسیح کا الگ حلیہ ہے۔ پہلے کو سفید رنگ گھنگریالے بالوں والا بتایا ہے دوسرے کو گندم گوں سیدھے بالوں والا۔ عوام الناس اپنے دل میں ایک خیالی نقشہ جما کر ایسے مسیح کی انتظار میں ہیں جو انیس سو سال سے دوسرے رسولوں کی طرح وفات پا کر دار النعیم میں داخل ہو چکا ہے اور ایک ایسے مہدی کی آمد کے منتظر ہیں۔ جو تلوار ہاتھ میں لے کر کفار کو جبراً اسلام میں داخل کرے اور جنگلوں بیابانوں سے خنازیر کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرے اور عیسائیوں کی صلیب کو توڑ دے۔ یہ ہیں آج کل کے مسلمان اور ان کے مسیح و مہدی۔ جسے خدا تعالےٰ نے ذرا بھر بھی سمجھ دی ہے۔ وہ ان باتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسی پیشگوئیوں کو استعارہ کے رنگ میں اپنے موقعہ پر منطبق کرے گا۔

پیشگوئیوں میں استعارہ اور ابہام

یہ ایک سنت اللہ چلی آتی ہے کہ جب خدا یا اس کا کوئی رسول پیشگوئی کرے تو اس پیشگوئی کو استعارہ کے رنگ میں ڈھالا جاتا ہے چنانچہ تورات میں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں۔ لیکن ابہام کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اہل بصیرت اور حقیقت بین انسان ان کو دیکھ کر وعدہ پر ایمان لے آئیں اگر ان پیشگوئیوں کو صاف صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ہوتا کہ اے عیسیٰ تیرے بعد فلاں صدی کے فلاں سال میں ایک محمد نامی میری طرف سے پیغمبر ہو کر آئے گا۔ جو مکہ میں پیدا ہوگا۔ اس کے والد کا نام عبداللہ دادا کا نام عبدالمطلب ہوگا اور اس کی ماں کا نام آمنہ اور اس کا یہ حلیہ ہوگا۔ تو ظاہر ہے جاہل سے جاہل اور احمق سے احمق موعود کو قبول کرنے میں دریغ نہ کرتا۔ اور کسی کو چون وچرا کرنے کی طاقت اور سرتابی کی ہمت نہ پڑتی۔ اور تمام شریر الطبع کے ہاتھ پاؤں بند کر دیئے جاتے۔ صاف صاف اور کھلے کھلے نشان دیکھ کر سب کی گردنیں جھک جاتیں اور بحث کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ دنیا میں ایک بھی منکر نہ رہتا۔

مگر اللہ تعالےٰ نے اس تصریح اور توضیح کو اس لئے پسند نہ کیا کہ ہمیشہ پیشگوئیوں میں ابتلاء منظور ہوتا ہے۔ تاکہ بعض حق بین اور فطرت سلیم انسان اس کو سمجھ کر نجات کا موجب بن سکیں۔ اور بعض جن کی طبیعتوں اور نفسوں میں نخوت اور تکبر کا عنصر بھرا ہوا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیں۔

میں آخر میں اس ایک خادم اسلام جماعت میں داخل ہو کر آپ لوگوں کی خدمت میں یہ نعمت پیش کر کے عرض کرتا ہوں خدا کیلئے میری طرح آپ بھی تھوڑا سا غور کر کے دیکھیں۔ تو سب حقیقت کھل جائے گی۔ میں اپنے طالب علم دوستوں کو اور دیوبند حضرات کو خاص کر متوجہ کر کے عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ کو علم دین پڑھ پڑھانے سے غرض خدمت دین اور تبلیغ اسلام ہے۔ تو پھر اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جائیں کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی جماعت اسلام نہ پاؤ گے۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ

امرتسر میں عید اضحی کی تقریب

امسال بھی سابق سال کی طرح عید کی نماز مضبوط فلیل ملز کے .... میں ادا کی گئی۔ نماز و خطبہ مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے پڑھایا۔ خطبہ میں آپ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نمونہ کو پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ دنیا میں حقیقی انقلاب انبیاء ماموریں ہی پیدا کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو نہ صرف ظاہری حالات کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ بلکہ ان کے قلوب اور ارواح کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کی آمد سے قبل انواع اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر رشتہ جوڑنے سے اولیا اور قطب بن جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک مامور مسلمانوں کو بیدار کرنے اور غیر مسلم دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ جس کا مدتوں سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اب وہ امام آگیا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اب اس طریق سے ہوگی۔ جو اس نے تجویز فرمایا ہے اس لئے جمیع مسلمانوں کو خدمت اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر اس کی قائم کردہ جماعت میں شامل ہونا چاہیئے۔ خطبہ کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے دعا کی گئی۔ ازاں بعد جناب میاں عطاء اللہ صاحب مالک ملز اور نے حاضرین کی چائے کے ساتھ تواضع فرمائی۔ اللہ تعالےٰ جناب میاں صاحب موصوف کو جو اس مجلس کی روح رواں تھے۔ جزائے خیر دے اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین (نامہ نگار)

عہد نبوی کا نظام تعلیم

(۲)

قبل ہجرت اسلام

عام طور سے معلوم ہے کہ اسلام کا آغاز اس وقت سے ہوا۔ حضرت محمد صلعم پر چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی اتری۔ اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ نوعمری میں آپ نے لکھنے اور پڑھنے کے فن سیکھ لیا ہو۔ یا آپ عمر بھر امی ہی رہے۔ اس کے باوجود کس قدر حیرت انگیز واقعہ ہے کہ خدا کے پاس سے آپ کو جو سب سے پہلی آئی۔ اس میں آپ کو اور آپ کے متبعین کو اقرا (پڑھ) کا حکم دیا اور قلم کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی تھی کہ عمل انسانی اسی سے ہے۔

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو ایک جمے ہوئے قطرۂ خون سے پیدا کیا۔ پڑھ یہ تیرا بزرگ پروردگار ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی اور انسان کو وہ چیز بتائی جسے وہ نہیں جانتا تھا"

(قرآن مجید سورہ ۹۶ - آیت ۱ تا ۵)

ایک حدیث میں رسول کریم صلعم نے بیان فرمایا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے قلم ہی کو پیدا کیا۔

سن کے لئے ہم بھی وہی مشہور تقسیم اختیار کرسکتے ہیں جو قبل ہجرت اور بعد ہجرت کے نام سے رسول کریم صلعم کی زندگی کے متعلق عام کی گئی ہے اور اسی تقسیم سے وہ زمانے بھی متعین ہوجاتے جب آپ کے ہاتھ میں دنیاوی اقتدار تھا یا نہ تھا۔

یہ بات یاں کئے جانے کے قابل ہے کہ تقریباً تقریباً وہ تمام آیتیں جن میں لکھنے پڑھنے یا علم سیکھنے کا ذکر ہے۔ وہ مکی آیتیں ہیں اس کے بجائے مدنی آیتوں میں کام کرنے اور تعمیل کرنے پر زیادہ زور دیا گیا۔ چنانچہ

(۱) کیا لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہوسکتے ہیں (قرآن مجید $\frac{39}{9}$)

(۲) تم سے تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔ (" " $\frac{17}{85}$)

(۳) اللہ اس کے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔ (قرآن مجید $\frac{35}{28}$)

(۴) او میرے آقا مجھے علم میں زیادتی عطا کر (" $\frac{20}{114}$)

(۵) تمہیں وہ چیز سکھائی گئی ہے جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباء و اجداد۔ (قرآن مجید $\frac{6}{92}$)

(۶) اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سات دیگر سمندروں کے ساتھ سیاہی بن جائے تو بھی خدا کے کلمات ختم نہ ہوسکیں، (قرآن مجید $\frac{31}{27}$)

(۷) قسم پہاڑ کی اور قسم ہے ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ایک پرچے پر پھیلائی گئی ہے (قرآن مجید $\frac{52}{1تا3}$)

(۸) قسم دوات کی اور قلم کی اور اس چیز کی جو تم لکھتے ہو۔ (قرآن مجید $\frac{68}{1}$)

(۹) اگر ہم تجھ پر ایک واقعی تحریری چیز لکھی ہوئی کاغذ پر بھیجی ہوتی (قرآن مجید $\frac{6}{7}$)

(۱۰) اگر تم علم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں سے پوچھ لو (" $\frac{16}{43}$) یہ تمام مکی آیتیں ہیں۔

کسی قوم میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں حیرت نہ ہو کہ ایک حدیث میں رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ میں ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس کی تائید قرآنی آیتوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا

(۱) (ابراہیم اور اسماعیل نے دعا کی) اے ہمارے آقا ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھیج۔ جو انہیں تیری آیتیں سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے تو ہی طاقتور اور عقلمند ہے۔ (قرآن مجید $\frac{2}{129}$)

(۲) وہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا تاکہ انہیں اس کی آیتیں سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں مبتلا تھے۔ (ایضاً $\frac{62}{2}$)

(۳) بے شک خدا نے ایمان والوں پر مہربانی کی جب اس نے ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھیجا۔ جو انہیں اس کی آیتیں سناتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں مبتلا تھے (ایضاً $\frac{3}{164}$)

حقیقت میں تبلیغ اور تعلیم ایک ہی چیز ہیں۔ خاص کر ایسے شخص کے لئے جو مذہب و سیاست کو بالکل الگ اور ایک دوسرے سے آزاد چیزیں نہ سمجھتا ہو۔ اور جس کا مطمح نظر یہ ہو کہ

"اے ہمارے پروردگار ہمیں اس دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا"

(قرآن مجید $\frac{2}{201}$)

بیعت عقبہ ثانیہ جیسے ابتدائی زمانہ میں جو ہجرت سے دو سال پہلے منعقد ہوئی تھی۔ کوئی ایک درجن مدینہ والوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ تو ان کی خواہش پر رسول کریم صلعم نے ان کے ساتھ ایک تربیت یافتہ معلم روانہ کردیا تھا جو انہیں قرآن مجید کی تعلیم دے سکے اور دینیات اسلام سے واقف کراسکے۔ بے شبہ اس ابتدائی زمانہ میں تعلیم سے مراد صرف مبادی دین اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہی ہوسکتی تھی

زمانہ قبل ہجرت کی سب سے اہم چیز جو اس سلسلے میں بیان کی جاسکتی ہے۔ یہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے کاتبوں کو مقرر کر رکھا تھا کہ جیسے جیسے وحی نازل ہوتی جائے۔ اس کو لکھ لیں اور اس کی نقلیں کریں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لانے لگے تو انہیں قرآن مجید کی چند سورتیں اپنی بہن کے گھر میں لکھی ہوئی ملی تھیں۔ اور بظاہر ان کی بہن بھی پڑھنا جانتی تھیں۔

اس سلسلے میں سب سے آخر میں حضرت موسیٰ کے قصے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو قرآن شریف کی ایک مکی سورۃ (کہف) میں مذکور ہے کہ کس طرح وہ طلب علم کے لئے گھر سے نکلے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور دل دہلانے والے تجربے حاصل کئے۔ اس قصے کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم ہوجائے۔ ہر چیز نہیں جان سکتا۔ اور یہ کہ علم میں زیادتی کی خواہش ہو تو بیرونی ممالک کا سفر ناگزیر ہے۔

بعد ہجرت

ہمارے پاس ہجرت کے زمانے کے متعلق جو مواد ہے اس کو سنہ وار ترتیب کی بجائے فن وار مرتب کرنا سہولت بخش ہوگا۔ مثلاً مدرسوں کا انتظام، امتحانات، اقامت خانے، ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانے کا بندوبست، اجنبی زبانوں کی تعلیم، نصاب تعلیم، عورتوں کی تعلیم، صوبہ جات میں تعلیمی انتظام، صوبہ جات میں دورہ اور تفتیش کرنے والے افسر وغیرہ

ہم ابھی اوپر بیان کرچکے ہیں کہ رسول کریم صلعم نے ہجرت سے بھی پہلے ایک معلم مدینہ منورہ روانہ کیا تھا جس کے کارنامے تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ جب ہجرت کے بعد رسول کریم صلعم خود مدینہ پہنچے۔ تو بے شمار اور بے حد اہم جنگی اور سیاسی مصروفیتوں کے باوجود آپ اس کے لئے وقت نکال لیا کرتے تھے۔ کہ مدینہ منورہ سے ناخواندگی کو دور کرنے کے کام کی شخصی طور سے نگرانی کرسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے سعید بن العاص کا تقرر کیا تھا۔ کہ لوگوں کو لکھنے اور پڑھنے کی تعلیم دیں۔ یہ بہت خوشنویس بھی تھے۔ رسول کریم صلعم کو خواندگی سے اتنی دلچسپی تھی کہ ہجرت کے ڈیڑھ ہی سال بعد جب ساٹھ ستر مکہ والے جنگ بدر میں گرفتار ہوکر مدینہ لائے گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کا جو مالدار نہ تھے ان کی رہائی کے لئے یہ فدیہ مقرر کیا تھا کہ مدینے کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں۔ حضرت عبادہ ابن الصامت کہتے ہیں کہ رسول کریم صلعم نے مجھے صفہ میں اس غرض سے مامور کیا تھا کہ لوگوں کو لکھنے کی اور قرآن مجید کی تعلیم دوں۔

صُفّہ سے مراد مکان کا ملحق حصہ ہوتا ہے۔ یہ مسجد نبوی میں ایک احاطہ تھا جو اس غرض کے لئے مختص کرایا گیا تھا۔ کہ باہر سے تعلیم کیلئے آنیوالوں بلکہ خود مقامی بے گھرے طالبعلموں کے لئے دارالاقامے کا بھی کام دے اور مدرسہ کا بھی۔ اس اقامتی درس گاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔ فن تجوید سکھایا جاتا تھا۔ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا۔ جس کی نگرانی خود رسول کریم صلعم شخصی طور سے فرمایا کرتے تھے اور وہاں کے رہنے والوں کی غذا وغیرہ کا بھی بندوبست کیا کرتے تھے۔ یہ طلبہ اپنی فرصت کے گھنٹوں میں طلب روزگار میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے۔

درس گاہ صفہ میں نہ صرف مقیم طلبہ کی تعلیم کا انتظام تھا بلکہ ایسے بھی بہت سے لوگ آتے تھے جن کے مدینے میں گھر تھے اور وہ صرف درس کے لئے وہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عارضی طور سے درسگاہ میں شریک ہونے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ مقیم طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ان کی تعداد ستر بھی تھی۔

مقامی طلباء کے علاوہ دور دراز کے قبائل سے بھی طلبہ آتے اور اپنا ضروری نصاب تکمیل کرکے اپنے وطنوں کو واپس ہوجاتے رسول کریم صلعم اکثر ایسے کسی تربیت یافتہ صحابی تنہا یا خود کے ساتھ ان کے مسکنوں کو روانہ کر دیتے۔ تاکہ وہ اس علاقے میں دینیات کی تعلیم کا بندوبست کریں جس کے بعد وہ مدینہ واپس آجاتے۔

ہجرت کے ابتدائی سالوں میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلعم کی یہ مستقل سیاست تھی کہ جب مدینہ کے باہر کے لوگ مسلمان ہوتے تو ان کو حکم دیا جاتا تاکہ ترک وطن کرکے مرکز اسلام کے قریب آبسیں جہاں بعض وقت ان کو اپنی نوآبادی بسانے کے لئے سرکاری زمینیں بھی دی جاتیں۔

(باقی آئندہ)

ضروری خبریں

—— لندن ۲ر جنوری۔ قاہرہ کا ایک خاص اعلان مظہر ہے کہ جنوبی افریقی فوجوں نے برطانوی ٹینکر ہندوستوں کی مدد سے آج صبح بردیہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے ایک ہزار برطانوی جنگی قیدی آزاد کرا لئے گئے ہیں۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ دشمن کے کتنے سپاہی اسیر ہوئے ہیں۔ ہمارا نقصان بہت معمولی ہوا ہے۔ سابقہ اطلاع کے مطابق بردیہ کے علاقہ میں ایک ہزار کے قریب دشمن سپاہی گرفتار کر لئے جا چکے تھے۔ بردیہ میں دشمن کی فوج کی تعداد ۵ ہزار کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔ بردیہ پر قبضہ سے پہلے برطانوی فوجوں نے اس پر شدید بری، بحری اور فضائی حملے کئے تھے۔

مزید بیان کیا گیا ہے کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے جدابیہ پر فضائی سرگرمیاں کم رہیں۔ بایں ہمہ ہمارے توپخانوں نے زبردست گولہ باری کی۔ دشمن کی بچی کھچی فوج کا صفایا کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

—— سنگاپور ۲ر جنوری۔ جاپانیوں نے دعوےٰ کیا ہے کہ وہ منیلا میں داخل ہو گئے ہیں۔ مگر اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ سابقہ اطلاع مظہر تھی کہ جنرل میکارتھر کی فوجیں ۲۰۰ میل لمبے محاذ پر (جس میں منیلا کا شہر بھی شامل ہے) جاپانیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ اور یہ کہ جاپانی کسی مقام سے بھی منیلا میں داخل نہیں ہو سکے۔ جنرل میکارتھر اپنی فوجوں کے دونوں حصوں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان فوجوں کی تجدید تنظیم کی جا رہی ہے اور ایک بڑے حلقے میں پھیلا دیا گیا ہے۔ امید ظاہر کی جاتی ہے کہ اگر منیلا پر جاپانیوں کا قبضہ بھی ہو گیا تو بھی خلیج منیلا میں امریکن فوجیں کئی ہفتہ تک جاپانیوں کو روکے رکھینگی۔

—— سنگاپور ۲ر جنوری۔ سنگاپور کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جاپانیوں کے ۲ فوج بردار جہاز غرق ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں تفصیل کا انتظار ہے۔

—— چونگ کنگ ۲ر جنوری۔ آج یہاں ایک فوجی مبصر نے اس امر کا انکشاف کیا کہ ایک زبردست چینی فوج جو ہر طرح سے کیل کانٹے سے لیس ہے۔ برما پہنچ گئی ہے۔ نئی دہلی کے بیان کے مطابق یہ چینی فوج جنرل ویول کی قیادت میں ہندوستانی، برمی اور برطانوی فوج کے دوش بدوش برما کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوگی۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ اس چینی فوج کی آمد اس گفت و شنید کا نتیجہ ہے۔ جو حال ہی میں جنرل ویول نے چونگ کنگ جا کر مارشل چیانگ کائی شیک سے کی تھی۔

—— لندن ۲ر جنوری۔ سٹاک ہالم ریڈیو کے بیان کے مطابق مشرقی محاذ پر کالوگا کی شکست سے نازی منصوبوں کو جو دھکا لگا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر ہٹلر خود کمان سنبھالنے کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز خود ماسکو کے محاذ پر پہنچ گیا ہے۔ باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ محاذ پر ہٹلر کا پہنچنا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جرمن فوجوں کو روس میں بے پناہ نقصان اور شکست اٹھانا پڑی ہے۔

—— لندن ۲ر جنوری۔ ڈنمارک کو آزاد کرانے اور اس مقصد کے لئے آزاد ممالک میں آباد ولندیزیوں کو برطانوی کامن ویلتھ اور اس کے اتحادیوں کی امداد پر منظم اور کمربستہ کرنے کی غرض سے لندن میں ایک ولندیزی کونسل قائم کی گئی ہے۔ اس کونسل نے اپنا بنیادی اصول یہ قرار دیا ہے کہ ڈنمارک کی آزادی کیلئے برطانیہ کی فتح ضروری ہے۔

—— پٹنہ یکم جنوری۔ بقرعید کے دن ضلع بھاگلپور میں تھانہ کشن گنج کے ایک گاؤں پیناہی میں فرقہ وارانہ فساد کے متعلق حکومت بہار نے مندرجہ ذیل سرکاری اعلان شائع کیا ہے۔

سب انسپکٹر پولیس کو ۲۸ر دسمبر کو اطلاع ملی کہ یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ موضع پیناہی میں گائے کی قربانی کی جائے گی اس نے بہاری گنج سے امداد طلب کی۔ جہاں احتیاطاً ایک مجسٹریٹ اور مسلح پولیس محفوظ رکھی گئی تھی مجسٹریٹ آٹھ مسلح کانسٹیبلوں اور ایک حوالدار کی معیت میں ۲۹ر دسمبر کی صبح کو پیناہی پہنچ گیا۔ مجسٹریٹ نے گاؤں میں پہنچتے ہی پارٹیوں کے سرکردہ لوگوں کو بلایا۔ اور کسی سمجھوتہ کے لئے بات چیت شروع کر دی۔ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اطلاع ملی کہ گاؤں کے دوسرے حصہ میں تصادم رونما ہو گیا ہے جس کے نتیجہ پر تین مسلمان شہید اور پانچ زخمی ہوئے ہیں اور ۲۳ مکان جن میں ۵ ہندوؤں کے ہیں جلا دیئے گئے ہیں۔ اس وقت صورت حالات پر قابو پا لیا گیا ہے۔ پولیس فورس بدستور موجود ہے۔ فساد ہو جانے کی اطلاع ملنے پر بھاگلپور سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مادھی پورہ کا سب ڈویژنل افسر فوراً اس گاؤں میں پہنچ گئے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرزا محمد یعقوب صاحب منیجر مسلم ہائی سکول لاہور کے ہاں اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۲۲ کو فرزند عطا فرمایا۔ خوشی میں مرزا صاحب موصوف نے مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ انجمن عطا فرمائے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور عمر عطا فرمائے۔ آمین

—— راجہ فضل الٰہی صاحب ڈوڈہ اپنے کاروبار میں ترقی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔ امسال بیمار رہے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں شمولیت نہیں کر سکے جس کا انہیں بہت افسوس ہے۔

—— منظور الٰہی صاحب شملہ میں ہسپتال میں زیر علاج ٹی۔بی سے بیمار ہیں۔ ان کی صحت کیلئے دردِ دل سے دعا کی جائے۔

—— بابو محمد صدیق صاحب انبالہ چھاؤنی کے والد اور بیوی بیمار ہیں ان کی صحت کیلئے دعا کی جائے۔ نیز بابو صاحب مذکور سلسلہ جنگ عراق گئے ہوئے ہیں۔ ان کی عافیت کے لئے دعا کی جائے۔

—— غلام سرور صاحب سوہاوہ بیمار ہیں۔ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

بھاگلپور میں ہندو مہاسبھا کے اجلاس پر پابندیاں عائد کرنے کی وجوہ

حکومت بہار کا سرکاری اعلان

پٹنہ یکم جنوری۔ بھاگلپور میں آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے اجلاس پر پابندیاں عائد کرنے کے متعلق حکومت بہار نے ایک اعلان کیا ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ کرسمس کی چھٹیوں میں ہندو مہاسبھا کے اجلاس پر پابندیاں عائد کرنے سے عوام اور پریس میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں۔ گورنر بہار نے مہاسبھا کے صدر مسٹر ساورکر کے ساتھ جو خط و کتابت کی ہے اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ حکومت بہار نے جو کچھ اقدام کیا ہے اس میں وہ بالکل حق بجانب ہے۔

اجلاس پر پابندیاں عائد کرنے کی وجوہ کی وضاحت کرتے ہوئے اس اعلان میں ۱۹۳۶ء میں بھاگلپور کے اس فرقہ دار فساد کے واقعات کو دہرایا گیا ہے۔ جن میں ۷ اشخاص ہلاک اور ۵ زخمی ہوئے۔ اس طرح ۱۹۴۱ء کا وہ فساد بھی تھا۔ جس میں تین اشخاص ہلاک اور ۷۰ زخمی ہوئے۔ اور چونکہ یہ جگہ فسادات کا گھر بن چکی تھی۔ اس لئے حکومت کو بھاگلپور میں دو سو سے زائد ایڈیشنل پولیس متعین کرنا پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ضلع بھاگلپور کے شمالی حصہ میں مونگھیر کے علاقہ میں بقرعید کے موقعہ پر ایک سے زیادہ بار حال ہی میں فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہے۔ مزید براں بھاگلپور میں مہاسبھا کا اجلاس منعقد کرنے کا اعلان بہار سب ڈویژن ضلع پٹنہ کے وسیع اور شدید فسادات کے فوراً بعد کر دیا گیا جس موقع پر یہ فسادات شروع ہوئے۔ وہ ہندو مہاسبھا کی ایک تقریب تھی۔ یہ فساد ایک ہفتہ تک رہا۔ اس میں ۲۲ مسلمان اور ۳۰ ہندو ہلاک ہوئے اور ان سے کہیں زیادہ زخمی ہوئے ان ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں حکومت بہار کا خیال تھا اور بدستور ہے کہ بہار کے ایک بہت زیادہ فساد زدہ شہر کو ہندو مہاسبھا کے اجلاس کی جگہ قرار دینا اور بقرعید کے تیوہار کی مذہبی تاریخوں پر جبکہ اکثر اوقات دو قوموں کے درمیان فساد پھوٹ پڑتے ہیں۔ امن عامہ کیلئے شدید خطرے کا موجب ہے۔

اعلان میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ سبھا کے کارندوں اور اجلاس کے منتظموں کو کہا گیا کہ وہ اپنا اجلاس بقرعید سے کم از کم ایک ماہ کے وقفہ پر رکھیں۔ مگر ۳ جون کو استقبالیہ کمیٹی کے سیکرٹری نے جواب دیا۔ کہ آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ اجلاس کرسمس کی چھٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۲۷ سے ۳۰ر دسمبر تک ہوگا۔ اور بھاگلپور میں ہی ہوگا۔

بعد میں کمشنر کو اطلاع ملی کہ مہاسبھا آخری فیصلہ کی رو سے اجلاس کی تاریخیں ۲۷ر - ۲۸ر اور ۲۹ر دسمبر مقرر کی ہیں۔ آخری دن عید کا پہلا دن تھا۔ اس امر کو دیکھتے ہوئے اجلاس کے منتظمین نے کانفرنس کو تبدیل کر دینے کا خیال نہ کیا۔ ۲۶ر ستمبر کو ایک اعلان کے ذریعہ حکومت نے گذشتہ سالوں میں اس موقعہ پر فسادات کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یکم دسمبر اور ۱۰ر جنوری کے درمیان بھاگلپور اور اس کے چھ اور اضلاع میں مہاسبھا کا اجلاس منعقد کرنا ممنوع قرار دے دیا۔ اعلان کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ مسٹر ساورکر نے استقبالیہ ایڈریس میں کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ اسے دہرا رہے ہیں کہ حکومت نے ہندو مہاسبھا کو بے خبر رکھا۔ اور ایکا ایک اعلان کے ذریعہ اجلاس پر پابندی لگا دی۔ گورنر اور ساورکر کے مابین اس سلسلہ میں جو خط و کتابت ہوتی رہی اس سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا یہ کہنا کتنا بے بنیاد ہے۔

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے قادیانی

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۰ مطابق ۸ جنوری ۱۹۴۲ء | نمبر ۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

احمدی جماعت کے ناطوں و رشتوں کیلئے حضرت مسیح موعود کا فتویٰ

چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اور اس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے اور اب ہزاروں تک اس کی نوبت پہنچ گئی ہے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان کے باہمی اتحاد کے بڑھانے کیلئے اور نیز انکو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کیلئے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے۔ ان سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں مال میں۔ دولت میں۔ علم میں۔ فضیلت میں۔ خاندان میں۔ پرہیزگاری میں۔ خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے ہیں یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خواں اور تابع ہیں۔

یاد رہے جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کیلئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑیگا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا۔ تب تک وہ ہم میں سے نہیں سو تمام جماعت توجہ سے سن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے اس لئے میں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اس جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز ان کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں تو اس صورت میں ان پر لازم ہوگا۔ کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہئے۔ کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غمخوار کی طرح تلاش کریں گے اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں۔ اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں یا اگر نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عام کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں اور سب سے زیادہ یہ خیال رہے گا۔ کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں ۔۔ (فتاویٰ احمدیہ دوم صفحہ)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

خانصاحب کا خطاب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی مسرت سے سنی جائیگی کہ جناب میاں غلام حیدر صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لائلپور جو ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص اور سرگرم نوجوان ہیں انہیں سال نو کے اعزازی خطابات میں خانصاحب کا خطاب ملا ہے اس مبارک موقعہ پر ہم جناب میاں غلام حیدر صاحب اور ان کے والد محترم جناب میاں غلام رسول صاحب تمیم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اسے جناب میاں صاحب مذکور کیلئے شاندار کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے آمین۔

— عبدالمجید خانصاحب فورتھ ایر کلاس میڈیکل سکول امرتسر بیمار ہیں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— ایک دوست چراغ دین صاحب نومسلم ساکن کسم سر حال وارد مہمان خانہ احمدیہ بلڈنگس لاہور بیمار ہیں ان کے لئے دردِ دل سے دعا کیجائے

سانحہ ارتحال

یہ خبر ملال سے سنی جائے گی کہ محمد یوسف صاحب احمدی موضع کچھی ضلع ہزارہ کی اہلیہ کالی بیگم صاحبہ ۵ جنوری کو انتقال کر گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔۔

— جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

قبولِ حق

میری سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت

از جناب اے۔ ایس۔ غازی قیصر از مناسک

جس زمانہ میں مہر نبوت مصطفوی ضیا پاشی کر رہی تھی اس وقت قیصر و کسریٰ کے حدود سلطنت میں لوگ مستفید ہو رہے تھے۔ وہ خورشید اسلام جس کی تابانی کو دیکھ کر اہل مکہ کی آنکھوں میں خیرگی پیدا ہو گئی تھی اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ایک صدی کے اندر اندر اکناف عالم پر محیط ہو گیا۔ بادیہ نشینان عرب جو تمدن سے بے بہرہ تھے اور جزیرۃ العرب سے باہر تو کیا خود جزیرۃ العرب میں متحدہ حکومت قائم نہ کر سکے تھے نور اسلام کے طفیل اسپین سے چین و ہندوستان تک فرمانروائی کر رہے تھے۔ وہی لوگ جو اسلام سے دشمنی کر رہے تھے حلقہ بگوشان اسلام ہو کر اسلام کے ترقی خواہ ہو گئے تھے بلکہ ضیائے اسلام کو ہر جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ ان کے عروج کے اسباب اہل تاریخ کچھ کہیں مگر مختصراً کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ پر عمل پیرائی کا نتیجہ تھے۔ مگر جب سے مسلمانوں نے کتاب اللہ کو عمل کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے پڑھا اور سنت رسول اللہؐ میں صرف قیلولہ و طعام سحر کو منتخب کر لیا اور باقی تمام امور سے روگردانی کی انتہا یہ ہے کہ تبلیغ دین متین جو انفرادی و اجتماعی فریضہ تھا اس سے بالکل غافل ہو گئے اسی کا خمیازہ بھگتنا پڑا کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت روندنے والوں کے ناخلف جانشین ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

امم سابقہ کی حکایات اس واسطے مسلمانوں کو بتلائی گئیں تھیں کہ عبرت حاصل کریں اور ان کے نقش قدم پر چل کر مغضوبین الٰہی نہ ہوں۔ احکام الٰہی سے منحرف و عزت سے ہو سکتا ہے ایک کھلم کھلا انکار سے اور دوسرا اس حکم پر عمل نہ کرنے سے۔ پہلے گروہ کو کافر کہا جاتا ہے اور ہر زمانہ نبی میں اکثر خائب و خاسر ہوتا ہے تمام انبیاء کے معاندین میعاد وعید کے بعد اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ چونکہ گناہ ظاہر ہوتا ہے لہذا عذاب بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت نوحؑ کے معاندین نذر طوفان ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ کے معاندین غرقاب کئے گئے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین میں جو اساطین کفر تھے جنگ بدر میں لقمۂ تیغ اجل ہوئے۔ دوسرا گروہ زبان سے تو منکر نہیں ہوتا البتہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے۔ اس وجہ سے فاسق کہلاتا ہے۔ چونکہ اس گروہ کا گناہ مخفی ہوتا ہے اور پہلے گروہ کے مقابلہ میں خفیف اسلئے سزا میں بھی تخفیف ہوتی ہے۔ اس گروہ کو فنا تو نہیں کیا جاتا البتہ اس سربلندی سے محروم رکھا جاتا ہے جس کا وعدہ ان الفاظ میں ہے وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین یہاں پر ایمان سے مراد ایمان کامل مشروط بہ عمل صالح ہے صرف اقرار لسانی کافی نہیں۔

بنی اسرائیل میں دوسرے گروہ کی کثرت تھی اسی لئے مبتلائے غضب الٰہی ہوئے اور ذلت دائمی کا طوق ان کی گردن میں ڈالا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے حمائتیوں کو بھی ان کے عذاب میں شرکت کی وعید موجود ہے۔ نزول قرآن مجید سے آج تک یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی ہے۔ عصر حاضر کے مسلمان بھی بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور وہی وعید جو بنی اسرائیل کے لئے تھی اس کے اثرات اس قوم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ دشمنوں کے دلوں سے ان کا رعب بالکل نکل چکا ہے۔ ان کی ساکھ اٹھ گئی ہے۔ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں آپس میں نااتفاقی ہے اس کی وجہ سے اغیار و اجانب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ سب نتیجہ اس امر کا ہے کہ حبل اللہ کو چھوڑ کر متفرق ہو چکے ہیں۔ اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ اپنی پستی کا بالکل احساس نہیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے مسلمانوں کی اس حالت پر میں غور کیا کرتا تھا اتفاق سے توفیق الٰہی میرے معین ہوئی اور مجھ کو معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے والی ایک جماعت لاہور میں موجود ہے۔ اس جماعت کے لٹریچر کا میں نے مطالعہ کیا میرے دل نے گواہی دی کہ حقیقۃً خورشید اسلام سے کسب ضیا قیصر کو وہیں سے ممکن ہے۔ پس میں نے سچے دل سے اس گروہ میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور تاریخ امروزہ میں اقرار نامہ بیعت اعزازی ناظم جماعت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس خدا نے راہ راست کی جانب ہدایت کی ہے اس سے دعا ہے کہ مجھ کو صراط مستقیم پر استقامت بخشے اور دین مبین کی خدمت کی استطاعت عطا فرمائے برادران جماعت سے التماس ہے کہ خاکسار کے حق میں دعائے استقامت علی الحق فرمائیں۔

اے۔ ایس غازی۔ قیصر

یکم جنوری ۱۹۴۲ء

پیغام بغداد از سید تصدق حسین صاحب قادری

جو انجمن کے جلسہ سالانہ میں ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو پڑھکر سنایا گیا

محترم برادران سلسلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اے اسلام کے جانباز سپاہیو! اے قرآن کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلانے والو! اے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرنے والو! اے مسیح زمان کے جاں نثار پیروانو! آج مدینۃ المسیح میں بحکم امام ہمام علیہ السلام اسلئے جمع ہوئے ہو کہ اپنی پچھلی خدمات اسلام پر ایک نظر۔ اور آیندہ کا منہاج تیار کرو۔

تمہاری پچھلی خدمات دینیہ کا اعتراف نہ صرف اپنوں بلکہ اشد ترین مخالفوں کو ہے تم نے تثلیث پر رکھ کر نئی اور پرانی دنیا کا کوئی ایسا مقام نہیں چھوڑا جہاں اسلام کا محبت بھرا پیغام پایا ہو۔ قرآن کو ہاتھ میں لئے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر سینوں سے لگائے ہوئے یورپ میں پہنچے وہاں مسجدیں بنوائیں ان میں اذانیں دیں۔ شاعر مشرق اقبال مرحوم نے تو خیالی دنیا میں گنگنایا تھا کہ ؎
"مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری" تم نے اسے حقیقت کا جامہ پہنا دیا کروڑوں سعید روحیں تمہاری آواز پر لبیک کہتی ہوئی کفر و ضلالت کی دلدل سے نکل کر آغوش اسلام پناہ گزین ہو گئیں اخوانی! یہ نعمت عظمیٰ تمہارے ہی مقدر میں ازل سے لکھی تھی کہ تم امام زمان کی دعا اور آرزو کو اس کی شاخ کے ذریعہ سے پوری کرو۔

تم نے اسلام کے متعلق مخالفین اسلام کا نظریہ بدل کر رکھ دیا۔ تمہارا ماضی تمہارا آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔ ہاں اب مستقبل کا مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ اے مسیح محمدی کے حواریو وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ تمہارے متبرک ہاتھوں نئے آسمان اور نئی زمین کی بنیادی پتھر رکھا جائے۔ آج دنیا میں نظام جدید کا شور و غل مچا ہوا ہے لیکن یہ انسانی ہاتھوں کے بنے ہوئے نظام دنیا میں قائم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی بنیاد نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور روحانیت پر استوار نہیں بلکہ خود غرضی اور ذاتی مفاد و مادیت پر مبنی ہے اب تو خدا کا وعدہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ پورا ہونے کو ہے۔ اب زمین پر آسمان کے نیچے نظام الٰہی کے رائج ہونے کا وقت بالکل قریب آ چکا ہے۔ کیونکہ یہی اور صرف ایک یہی نظام ہے جو آج بنی نوع انسان کو ہلاکت اور تباہی کی آگ سے بچا کر امن اور سلامتی کے دامن پناہ دے سکتا ہے اولاد آدم کی نجات اور اس کی مشکلات کا خاتمہ اور اطمینان قلب اب اسی نظام خداوندی کے قبول کرنے میں ہے۔

اے مجدد زمان کے پاکباز سپاہیو! اس کام کے سرانجام دینے کے لئے تعالیٰ نے ہمیں منتخب کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ منزل بڑی کٹھن ہے کام بہت بڑا ہے وسیع ترین پیمانہ پر منظم اور متحد جد و جہد اور کوشش کی ضرورت ہے اس کے لئے عظیم الشان ... اور ایثار سے کام لینا ہوگا۔ جب تک ہم اپنے قلوب کے اندر ابراہیمی اور اسماعیلی روح پیدا نہ کریں کامیابی محال ہے۔ ضرورت ہے کہ آج ہمارا قائد اعظم محبوب امیر ہمیں انی اذبحک کا روح افزا پیغام سنائے اور ہم یاابت افعل ماتؤمر کہتے ہوئے اپنے سروں کو خم کر دیں۔

اے خدا ہمیں توفیق بخش کہ ہم حقیقی معنوں میں اپنے آپ کو یدعون الی الخیر کے مصداق ثابت کر سکیں۔ آمین۔

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔ محمد علی

پیغام صلح

جلد ۳ | یوم پنجشنبہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۲

جماعت احمدیہ کا ہر فرد میدانِ عمل میں نکل آئے!

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے قلوب میں زندگی کی عظیم الشان لہر

حضرت امیر ایدہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے متعلق فرمایا تھا۔
"اس جلسہ سالانہ کی حیثیت ایسی سمجھتا ہوں۔ جسطرح کہ جسم انسانی میں دل کی تمام جسم کا خون گردش کر کے یہیں آتا ہے۔ اور وہاں سے پھر سارے جسم میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اگر یہ دوران خون ایک لمحہ کیلئے بھی رک جائے تو انسانی زندگی ختم ہو جائے۔ حضرت مجدد وقت نے اس جماعت کی بنیاد رکھی۔ اس کے اندر بھی یہی اصول کام کر رہا ہے۔ ہمارے اس اجتماع میں بھی یہی حقیقت پوشیدہ ہے۔ کہ افراد جماعت مختلف مقامات سے آکر یہاں جمع ہوں۔ اور پھر یہاں سے ایک قوت لیکر اپنے اپنے مقامات پر واپس جاکر دعوت و تبلیغ کے کام میں لگ جائیں۔ سال قوموں کی زندگی میں لمحات کے برابر ہوتے ہیں۔ جس طرح دورانِ خون ایک لمحہ کیلئے بند ہو جائے تو ہماری انفرادی زندگی دشوار ہے۔ اسی طرح ہماری قومی زندگی کیلئے ہر سال اس اجتماع کا منعقد ہونا بے حد ضروری ہے"

حضرت امیرہ اللہ تعالیٰ کے اس مندرجہ بالا اقتباس سے جلسہ سالانہ کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بلند افراد سال کے بعد اپنے مرکز میں اعلائے کلمۃ الحق کے کام میں ایک نئی جوانی اور قوت پیدا کرنے کے لئے جمع ہوتے۔ تاکہ وہ دنیا کے طول و عرض میں اس روحانی فیض کا انتشار ہو۔ جسکا نزول قریب کے زمانہ میں سرزمین ہندوستان ہوا۔ یہ اسی فیض روحانی کا احیاء ہے جسکا نزول آج سے ۱۳ سو برس پہلے عرب میں ہمارے آقا اور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ اس روحانی پیغام یعنی اسلام کو اقوام عالم کی طرف کہ بنی نوع انسان کی طرف خداوند تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ ایک نئی زندگی اور تاب کے ساتھ پہنچائے اور مادی تہذیب کے کھنڈرات پر ایک عالم نو کی تعمیر کی جائے کیونکہ اس نظام جدید میں ہی اقوام عالم کی فلاح اور رستگاری پوشیدہ ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مجاہد افراد اسی نظام جدید کی دنیا میں منادی کیلئے اور اس دعوت و تبلیغ کے لئے اپنے قلوب میں تپ پیدا کرنے کیلئے اپنے مرکز میں جمع ہوئے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے انہوں نے ایسی روح اور جوش ظہار کیا۔ کہ جسے بیان کرتے ہوئے ایک روحانی خوشی اور انبساط محسوس ہوتا ہے۔ گذشتہ سالانہ جلسہ نے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے قلوب میں اعلائے کلمۃ الحق کیلئے زندگی اور حرارت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور جماعت بحیثیت مجموعی اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے عالمگیر پروگرام کو بروئے کار لانے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کہ احمدیت کے حلقہ کو وسیع اور وسیع تر کیا جائے۔ کیونکہ جس حد تک جماعت مضبوط ہوگی۔ اسی قوت سے اشاعت اسلام کے مقصد اور نصب العین کو تقویت ملے گی۔ سو جماعت کے ہر ایک فرد پر فرض ہے۔ کہ وہ اپنی جگہ اور حلقہ میں اس تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دے۔ اور ہر فرد ایک مرد مجاہد کی مانند میدان میں نکل آئے۔ یہ مادیت اور روحانیت کی جنگ ہے خداوند تعالیٰ نے ایک ہیبت اور جبروت کے ساتھ آنحضرت صلعم کے ایک صاحب سطوت خلیفہ کو بھیج کلام کیا ہے۔ اور موجودہ مادی دور کی تباہی کی بشارت دی ہے مادی تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کر رہی ہے اور قومیں مادی ساز و سامان کے ساتھ ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی جماعت کو ایک زبردست محاذ کیلئے تیار کیا ہے۔ اور وہ جنگ مادیت کی مہیب طاقتوں کو روحانیت کے ہتھیاروں سے کچلنے کیلئے ہے۔ وہ جنگ تیر و تفنگ کے بغیر لڑی جائے گی اسکا قلعہ روح انسانی ہے۔ اور اس کے عظیم الشان محاذ کو موجودہ مادیت کے سینہ پر قائم کیا گیا ہے سو احمدی مجاہدین سے درخواست ہے۔ کہ وہ اپنی فوج کو روحانی ساز و سامان سے اور جمعیت سے تیار کریں۔ مضبوط کریں، اور اسکا یہی طریق ہے۔ جسکا انہوں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فیصلہ کیا ہے۔ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر تبلیغ کا کام ایک زبردست قوت کے ساتھ شروع کریں۔ جماعت احمدیہ کی توسیع کریں۔ اور حضرت امام عصر حاضر کو مسلمانوں کے سامنے ایک قوت اور شوکت سے پیش کریں۔ اور مسلمانوں کو حضرت امام وقت کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ کیونکہ موجودہ دور میں غلبۂ اسلام صرف حضرت امام عصر حاضر کے ذریعہ معرض وجود میں آسکتا ہے۔

دنیا کا خواہ کوئی کام ہو جب تک اسے ایک انتظام اور اہتمام کے ساتھ نہ کیا جائے اس وقت تک وہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس تبلیغی کام کا انحصار زیادہ تر بیرونی جماعتوں کے سیکرٹریان پر ہے ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ وہ اس کام کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لیں اور جماعت کے افراد کو اس کام پر لگائیں اور ان سے باقاعدہ ماہوار رپورٹیں لیں اور اس کارگذاری کا خلاصہ ہر مہینہ مرکز میں روانہ کریں اور ان طریقوں کو جنہیں وہ اس دعوت و تبلیغ میں مفید پائیں اخبار کے ذریعہ باقی دوستوں تک بھی پہنچائیں۔ مرکز سے بھی متواتر ان کی خدمت میں ہدایات پہنچتی رہیں گی۔ اور امید ہے بیرونی جماعتوں کے اس جہاد سے تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ جو سچی محنت کو کبھی ضائع نہیں کرتا اتنی کامیابی عطا فرمائیگا کہ جسے پیش از وقت بیان کرنا مشکل ہے۔ اور اس کے نتائج اشاعت اسلام کے عالمگیر پروگرام کے لئے اتنے شاندار ہوں گے کہ اسکا اندازہ ہر ایک عقلمند انسان کر سکتا ہے سو ہمارے پیش نظر سب سے بڑا پروگرام یہ ہے کہ احمدیت اور حضرت امام عصر حاضر کو منوائیں اور غیر از جماعت لوگوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل کریں امید ہے ہمارے سب احباب اس مقصد پر اپنی پوری قوت اور توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور ہر ایک احمدی بچہ جوان اور بوڑھا اس کام میں شامل ہوگا اور احمدی مستورات بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گی توقع ہے پیغام صلح کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی بلکہ ایک فعال قوم کے کانوں پر پڑیگی جس کی قوت عمل فوراً معرض عمل میں آجائیگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کار خیر میں حصہ لینے اور اس کے متعلق اپنے فرائض کو سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ "کہ اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے۔ جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ . . . .

. . . . تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں۔ جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے۔ اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے۔ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال موید نہیں بن سکتے اسکا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی ایک اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی روایات کو تازہ رکھتا ہے۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اٹھائیسویں سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

(۲)

۲۵ر دسمبر ۱۹۴۱ء پہلے اجلاس کی کارروائی

مولانا احمدیار صاحب ایم اے کی تقریر

حضرت امیرایدہ اللہ تعالےٰ کی افتتاحی تقریر کے بعد مولوی احمدیار صاحب ایم اے نے "مسیح موعود کے ظہور کا یہی وقت ہے" کے عنوان پر تقریر کی آپ کی تقریر کا خلاصہ درج ذیل ہے تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ نے فرمایا :-

صاحب صدر و معزز حاضرین آج جو میرا موضوع ہے اس کی طرف بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے مسلمان کو توجہ کرنی چاہیئے لیکن میں نہایت افسوس کیساتھ کہتا ہوں کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مسیح اور مہدی کی انتظار نہایت شدت سے کی جاتی تھی کوئی محدث نہیں گذرا جس نے مسیح موعود کا ذکر نہ کیا ہو اور مسلمانوں کو اس کے ماننے کی تلقین نہ کی ہو امت کے وگروہ سجادہ نشین اور علما کرام انکی حالت دیکھیں کہ انہیں اتنی توفیق نہیں ملتی کہ وہ اس بات پر غور کریں اور مسلمانوں کو بتائیں کہ ایک شخص آنے والا ہے آج انہوں نے اس شخص کا انتظار ہی چھوڑ دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور صلعم کی بعثت سے قبل حضور کا شدید انتظار تھا لیکن جب حضور تشریف لے آئے تو مذہبی لوگوں نے اس پیشگوئی کا ذکر چھوڑ دیا آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب آپ تشریف لے آئے تو لوگوں نے مسیح کا انتظار چھوڑ دیا۔

قرآن مجید میں ایک تو اصول ہے اور دوسرے حقایق ہیں اور انبیا کا ذکر ہے تاکہ مسلمان ان واقعات اور قصص سے عبرت حاصل کریں اور تیسرے آیندہ زمانہ کا ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور دجال کا ذکر کیا ہے نبی کریم صلعم نے فتنۂ دجال کا ذکر فرمایا سورہ کہف میں اللہ تعالےٰ نے اسی زمانہ کے متعلق ذکر فرمایا ہے میں عرض کرتا ہوں کہ اگر دیانت داری کے ساتھ کوئی شخص مطالعہ کرے گا تو اسے حضرت مرزا صاحب کی صداقت میں مطلق شک و شبہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ التکویر میں اسی زمانہ کا ذکر فرمایا ہے اذا الشمس کورت۔ واذا النجوم انکدرت واذا الجبال سیرت۔ واذا العشار عطلت......

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے جھڑ جائیں گے اور جب پہاڑ دور کر دیئے جاویں گے اور جب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی وغیرہ وغیرہ تو اس سورۃ میں ذکر ہے کہ جب سورج بے نور ہو جائے اور ستارے ماند پڑ جائیں یعنی علما علم ربانی سے خالی ہو جائیں تو یہی وہ زمانہ ہے جبکہ امام مہدی آنیوالا ہے۔ دوسری علامت جو رسول پاک نے امام مہدی کی مقرر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت عیسائی اقوام کا زبردست غلبہ ہوگا چنانچہ ان آیات میں بھی اشارۃً ذکر ہے چنانچہ نبی کریم نے فرمایا کہ فتنہ دجال سے بچنے کے لئے سورہ کہف کا پہلا رکوع پڑھا کرو ان آیات میں پہلے دو گروہوں کا ذکر ہے اور اس کے بعد ایک تیسرے گروہ کا ذکر ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا ایک بیٹا ہے یہ قوم دجال ہے جو کہ عیسائی اقوام ہیں کیونکہ خدا کا بیٹا بنانے سے بڑھ کر اور کوئی دجل نہیں ہو سکتا فرمایا کہ جب عیسائی اقوام کا غلبہ ہو تو اس وقت سمجھ لینا چاہیئے کہ مسیح موعود نازل ہونیوالا ہے ــــ مختصر یہ کہ یہ سب علامات نہایت وضاحت کے ساتھ پوری ہو چکیں آنیوالا آ چکا یہی وجہ ہے کہ اس آنیوالے کا انتظار بھی ختم ہو چکا ہے اسلیئے مسلمانوں کو اسے جلد قبول کرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ ہم سب کو حق قبول کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین :

جناب سید اختر حسین صاحب کی تقریر

مولوی احمدیار صاحب ایم اے کے بعد جناب سید اختر حسین صاحب نے "انقطاع نبوت اور قادیانی احباب کے شبہات کا ازالہ" کے عنوان پر ایک نہایت بصیرت افروز تقریر کی، جس کا ملخص درج ذیل ہے :-

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی تلاوت کے بعد سید صاحب نے فرمایا

معزز حضرات! انقطاع نبوت کا تصور وہ جدید تصور ہے جسکی ابتدار حضرت نبی کریم صلعم سے ہوئی پہلے یہ تصور نظر نہیں آتا، یہ تصور صرف نبی کریمؐ کے ذریعہ ہی دنیا میں آیا اس تصور کے متعلق صرف ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ اس کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور شاہ صاحب نے خاتم النبیین کے معنی نہایت وضاحت اور دلائل کے ساتھ بیان کئے اور فرمایا کہ خاتم کے معنی جب وہ کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو سوائے آخری کے کچھ اور ہو ہی نہیں سکتے نیز کہا وہ لوگ جنہیں الفضل میں علماء کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں کی زینت یا نبیوں میں افضل یہ میرا چیلنج ہے کہ وہ کسی حدیث خواہ وہ کیسی ہی ہو ــ سے پہلے ان مذکورہ معنوں کو ثابت کر دیں میں اپنی ذمہ داری پر یہ چیلنج کرتا ہوں اور ۵۰۰ روپیہ انعام رکھتا ہوں اُس شخص کے لئے جو آج سے پہلے اسلامی لٹریچر...... کی کسی کتاب میں سے یہ پیش کرے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں نبیوں کی زینت یا نبیوں میں افضل۔

سید صاحب موصوف نے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کے نمونہ سے مکمل انقطاع نبوت ثابت کیا اور اس کے متعلق شبہات کا ازالہ کیا اس کے بعد بعض حوالے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے پیش کئے جن سے ختم نبوت کا مذکورہ مفہوم نہایت وضاحت کے ساتھ پبلک کے سامنے آگیا

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی تقریر

جناب سید اختر حسین صاحب کے بعد مولینا آفتاب الدین احمد صاحب نے "تحریک احمدیت اور مستقبل عالم" پر تقریر کی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

آپ نے فرمایا یہ وقت بہت نازک ہے اور موجودہ فتنہ کے متعلق ہمیں پہلے سے ہی ایک پیشگوئی کے ذریعہ اطلاع دی گئی ہے اور اس کے انسداد کے لئے ایک مامور آیا اور ہم اس کی جماعت ہیں ہمیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مختلف زمانوں میں ایک روح ہوتی ہے جو تہذیب اور تمدن کو قائم رکھتی ہے جسے ہم مذہبی روح کہتے ہیں ہر تہذیب کی بنیاد اسی روح پر ہوتی ہے اب مغربی تہذیب میں مایوسی کی علامات پیدا ہو چکی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں وہ روح کمزور پڑ چکی ہے سو ہمیں اس طرف توجہ کرنا چاہیئے ہم نے آج تک اسلام کو عقلی طور پر پیش کیا لیکن یورپ میں عقلیت ختم ہو چکی ہے، یورپ ایک زندہ شہادت اور روحانی تجربہ چاہتا ہے ہمارے پاس خدا کے مامور کی زندہ شہادت موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس زمانے میں کلام کیا ہمیں چاہیئے کہ ہم اس شہادت کو پیش کریں اور ان اقوام میں اس روح کو زندہ کر دیں جو مردہ ہو چکی ہیں ان لوگوں کو اس ذریعہ سے اسلام میں داخل کریں سو اس لحاظ سے احمدیت کا مستقبل نہایت شاندار ہے جس پر آیندہ تہذیب و تمدن کی بنیاد قائم ہوگی :

مولانا عمرالدین صاحب شملوی کی تقریر

اس کے بعد مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے "مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" کے عنوان پر تقریر کی جو درج ذیل ہے۔

"چونکہ ہر سال مولوی ثناءاللہ صاحب ہمارے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر آخری فیصلہ والے اشتہار مسیح موعود کے متعلق ایک آدھ ورق شائع کر دیتے ہیں اور کبھی مباحثہ کا چیلنج دے دیتے ہیں حالانکہ کبھی اس موضوع پر بحث کرنیکو تیار نہیں ہوتے اسلیئے میں نے اس سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آخری فیصلہ کے اشتہار کو اپنے لیکچر کا موضوع قرار دیا ہے۔

آخری فیصلہ :- مولوی ثناءاللہ صاحب کبھی تو آخری فیصلہ کی دعا کو ایک یکطرفہ دعا قرار دیتے ہیں کبھی اسے مباہلہ قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے ایک پیشگوئی قرار دیتے ہیں۔ اور ان کا تمام زور اسی امر پر ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود اس اشتہار کے بعد فوت ہو گئے اسلیئے وہ مولوی صاحب کے خیال میں سچے مامور من اللہ نہیں ہو سکتے کیونکہ آخری فیصلہ میں لکھا گیا تھا کہ صادق کی زندگی میں کاذب ہلاک ہو۔

آخری فیصلہ مباہلہ ہے :- حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ اشتہار آخری فیصلہ یقیناً یقیناً مباہلہ کی دعا ہے جس کے بالمقابل مباہلہ کی دعا کرنے سے مولوی ثناءاللہ صاحب نے عمداً راہ فرار اختیار کی تھی اسلیئے اب مولوی ثناءاللہ صاحب کو کوئی حق نہیں کہ مسیح موعود کی وفات کو آپ کے جھوٹا ہونے کی دلیل قرار دے۔

مولوی ثناءاللہ صاحب کا اقرار :- خود مولوی صاحب آخری فیصلہ کو مباہلہ ہی قرار دیا تھا جس سے وہ بھاگ گئے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

(۱) "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک لانبی اشتہار دیا تھا"

مرقع قادیانی بابت نومبر ۱۹۰۷ء

(۲) "آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے کھلا مباہلہ نہیں کیا تھا" (وفات مسیح موعود پر اشتہار مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۰۸ء)

(۳) "کرشن قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا" (مرقع قادیانی بابت ۱۹۰۸ء)

اب جبکہ خود مولوی صاحب کو اقرار ہے کہ آخری فیصلہ مباہلہ ہے جس کے متعلق انہوں نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں صاف لکھدیا تھا کہ :-

"آپکی یہ تجویز مجھے منظور نہیں نہ کوئی دانا اسے قبول کر سکتا ہے" پھر یہ بھی لکھدیا تھا کہ

"قرآن مجید سے تو یہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹے اور دغاباز کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔"

تو اب مولوی ثناءاللہ صاحب کو کوئی حق حاصل نہیں کہ جس مقابلہ کو وہ بلحاظ غیر معقول اور خلاف قرآن قرار دیکر رد کر چکا تھا۔ اب اسی ردکی ہوئی تجویز کی بنا پر حضرت مسیح موعود کے غیر صادق ہونے پر استدلال کرنے۔

صادق زندگی میں کاذب کی موت کا اصول

اصل بات یہ ہے کہ مباہلہ کی صورت میں صادق کی زندگی میں کاذب کی موت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ فرمایا :-

تمنوا الموت ان کنتم صادقین

لیکن بلا مباہلہ قرار پانے کے یہ قانون نہیں ہے کہ صادق کی زندگی میں کاذب مر جائے چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے صادق کی زندگی میں کاذب ہلاکت کے اصول کو بطور اعتراض حضرت مسیح موعود کے سامنے پیش کیا :-

"یہ باجو کرشن جی ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا۔" دیکھئے اس میں کرشن جی نے آنحضرت صلعم کی ذات والاصفات پر کیا حملہ کیا ہے۔ اس بھلے مانس کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوٰی کیا تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ گفتگو کرنے کو بھی آیا تھا۔ اور اپنی جھوٹی نبوت آنحضرت صلعم کے سامنے پیش بھی کیا تھا۔ مگر اس کی زندگی آنحضرت صلعم فداہ روحی کا انتقال ہوا اور وہ زندہ رہا بتلاؤ تمہارے خیال کے مطابق مسیلمہ کذاب جو آنحضرت صلعم کے بعد زندہ رہا سچا نبی ہوا تو آنحضرت کیا ہوئے؟"

یہ تحریر اصل مولوی ثناء اللہ صاحب کے ایما سے ایک اشتہار کے ذریعہ شائع کی گئی اہلحدیث پریس سے بلا تاریخ حکیم محمد دین کے نام سے شائع کی گئی اسلئے ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے الفاظ بھی موقعہ پر پیش کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مرقع قادیانی میں جہاں آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا وہاں یہ بھی لکھا کہ :-

"بھلا ایسا کہ صادق کی زندگی میں کاذب ہلاک ہو وہ اعلام دستگیر تقوٰی لیسے کر سکتا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ آنحضرت صلعم باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے ہی انتقال کر گئے مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔ کیا کسی اہل علم کی شان ہو سکتی ہے کہ اس قسم کی دعا کرے"۔ (مرقع اگست سنہ ۱۹۰۷ء)

جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے بجائے آخری فیصلہ قبول کرنے کے میدان مباہلہ سے گریز اختیار کرتے ہوئے اوپر کا اعتراض شائع کیا۔ تو حضرت مسیح موعود نے جواب دیا کہ :-

"یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تالیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنیوالوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے ..... اتنی بات سچ ہے سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں ایسے اعتراض کرنیوالوں سے پوچھیں کہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں وہ جگہ نکالو جہاں یہ لکھا ہے"۔

(الحکم ۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء)

اس تحریر سے فیصلہ ہو گیا کہ سچے کی زندگی میں جھوٹے کی شرط مباہلہ کی صورت میں ہے بلا مباہلہ یہ شرط نہیں ہے۔ پس جہاں مولوی ثناء اللہ صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض کا رد ہو گیا وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود کی آخری فیصلہ والی دعا یکطرفہ دعا نہیں بلکہ مباہلہ کی دعا ہے جس میں صادق کے سامنے کاذب کی ہلاکت مانگی گئی ہے۔ مگر چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسے قبول نہ کیا اسلئے مباہلہ قرار نہ پایا۔ اور نتیجہ مباہلہ بھی ظاہر نہ ہوا۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ **اذا فات الشرط فات المشروط**

مولوی ثناء اللہ منصور جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قتل اور صلیب کی موت سے بچا لیا اور عزت و شرف کا مقام

باقی بر صفحہ (۸)

جلسہ خواتین کی روئیداد

احمدیہ خواتین اسلام کا سولھواں سالانہ جلسہ ۲۴ر دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء بروز بدھ صبح ۱۰½ بجے مسلم ہائی سکول میں زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ سید محمد حسین شاہ صاحب شروع ہوا۔

سب سے پہلے اہلیہ صاحبہ چودھری فضل حق نے تلاوت قرآن مجید کی۔

اسماء اور زبیدہ دختران جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تعریف میں نظم پڑھی اس کے بعد بیگم صاحبہ حضرت امیر کی افتتاحی تقریر ہوئی۔ انہوں نے موجودہ جنگ یورپ کی تباہیوں کا ہولناک نظارہ پیش کرتے ہوئے اس بات کی تلقین کی کہ ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو تبلیغ اسلام کے بلند مقصد کو سامنے رکھ کر اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنا چاہئے تاکہ ہم خدا کے غضب سے بچیں اور اپنے اصل مقصد حیات کو پورا کریں۔

ازاں بعد اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب کی تقریر ہوئی۔ مقررہ نے "مجدد اعظم" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ مجددین کا آنا قرآن و حدیث دونوں۔ بلحاظ ختم النبوت ہے پس مسلمانوں کیلئے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو حدیث مجدد کا انکار کریں یا صدی کے مجدد کو جو عین بوقت ضرورت آیا اور خود رسول مقبول صلعم نے جس مہدی کے آنے کی خبر دی تھی) - اس کو مانیں۔

زکیہ زبیدہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد میں نعت پڑھی۔

اس کے بعد محترمہ بہن رضیہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی تقریر ہوئی مقررہ نے احمدی خواتین کے فرائض پر تقریر کی اور بتایا کہ ہم احمدی عورتوں کو اپنے بچوں کی پرورش کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور انہیں کہانیوں کے رنگ میں مذہبی تعلیم دیتے رہنا چاہئے۔ دوسرے احمدی عورتوں کو نمائش دستکاری میں ضرور حصہ لینا چاہئے نیز مقررہ نے احمدیہ ینگ ویمن ایسوسی ایشن کی طرف سے یہ اعلان بھی کیا کہ ہم نے سال آئندہ کے لئے تین انعامات مقرر کئے ہیں۔

(۱) پہلا انعام اس کو دیا جائیگا جس کی دستکاری بہت عجیب و غریب یا کوئی نئی نوعیت کی ہو گی۔

(۲) دوسرا انعام اس کو دیا جائیگا جو اپنے شہر سے سب سے زیادہ دستکاری جمع کر کے بھیجے یعنی دوسرے لوگوں سے اکٹھی کر کے بھیجے۔

(۳) تیسرا انعام اس کو جس کی سلائی بڑی اچھی صفائی اور محنت سے تیار کی گئی ہو۔

اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ کی تقریر تبلیغ اسلام کی اہمیت پر ہوئی۔ برلن کے چشم دید حالات جنگ کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ تبلیغ اسلام کو موجودہ زمانے میں بہت وسیع پیمانہ پر کرنے کی ضرورت ہے نیز بتایا کہ یورپ اب اسلام کے زیادہ قریب ہے اور اس صدی کے "مجدد اعظم" حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھ کر اس کام کو آسان کر دیا ہے اور موجودہ زمانہ میں یورپین لوگ ہی اپنی علم دوستی کے اور محقق ہونے کے اس بات کی زیادہ اہلیت رکھتے ہیں کہ اسلام کی پر علم و حکمت تعلیم کے سامنے اپنا سر جھکا دیں اور اسلام کے امن و سلامتی کے پیغام کو قبول کریں۔

اہلیہ صاحبہ چودھری ظہور احمد صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے آنے سے پیشتر جو حالت تھی اسکو اور ان کے آنے سے جو اسلامی دنیا میں انقلاب آیا اسکو اپنے اشعار میں نہایت پُر اثر لہجہ میں بیان فرمایا۔ زبیدہ و مسعودہ نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد محترمہ بہن امۃ اللہ بیگم صاحبہ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف سکولز شیخوپورہ بنت جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری نے تقریر کی۔ مقررہ موصوفہ نے نہایت پُر اثر پیرائے میں قربانی کے فلسفہ کو بیان فرمایا۔ مقررہ نے بتایا کہ چھوٹے سے چھوٹا دنیوی کام بھی بغیر قربانی و جدوجہد کے نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ دین کی تبلیغ بغیر ہماری قربانی کے ممکن ہو سکے۔ مقررہ نے روحانی زندگی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نہایت لطیف پیرائے میں بتایا کہ ہمارے عزیز سے عزیز رشتہ دار جب فوت ہو جاتے ہیں تو فوراً ہی ہم انہیں سپرد خاک کر دیتے ہیں۔ تو اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر روح کے جسم بیکار ہے مقررہ نے بیان کیا کہ روح جو اصل شرف انسانیت ہے اس کی نشوونما و تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے بغیر جسم بیکار رہے۔

سب سے آخر پر حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کا پس پردہ لیکچر ہوا۔ حضرت مولوی صاحب نے نہایت پُر اثر پیرایہ میں تقریر کی اور سب سے پہلے یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ اسلام ہم سے قربانی چاہتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ ہم خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے خدا پہ کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ خدا ہمیں قرآن میں اس امر کی تلقین اس لئے کرتا ہے کہ تا ہم اللہ تعالےٰ کے انعامات کے وارث بنیں انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ کرام نے جو اپنے مال ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خدا کی راہ میں دئیے تو پھر خدا نے بھی انہیں بے حساب دیا اور قیصر و کسریٰ کے خزانے انہیں عطا کئے جلسہ گاہ کھچا کھچ بھر چکی ہوئی تھی اور عورتیں مولوی صاحب کی تقریر سے بہت محظوظ ہوئیں

ازاں بعد دستکاری کی نمائش ہوئی۔ ٹی سٹال بھی احمدیہ ینگ گرلز نے لگایا ہوا تھا جو بہت مفید رہا اور اس کا منافع دستکاری نمائش کے فنڈ میں یتیم خانہ کے لئے دیدیا گیا۔

عہد نبوی میں نظام تعلیم

(گذشتہ سے پیوستہ)

ترک وطن کے اس حکم میں فوجی سیاسی اور تمدنی جو اغراض پوشیدہ تھے۔ وہ ظاہر ہیں۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک قبیلے میں جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ ایک معلم روانہ کیا۔ معلموں کو ہجرت کے متعلق جو عام ہدایتیں تھیں۔ اس کی انہوں نے لفظی تعمیل کی۔ اور کہنا شروع کیا کہ جو ہجرت نہ کرے وہ مسلمان ہی نہیں سمجھا جائے گا۔ قبیلے والے پریشان ہوئے۔ مگر وہ سمجھدار تھے۔ انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ روانہ کیا۔ تاکہ براہ راست جناب رسول اکرم صلعم سے معلوم کریں کہ ہجرت کے حکم کا کیا منشا ہے۔ اور یہ عرض کریں کہ انہیں اپنا وطن چھوڑنے میں کس قدر عظیم معاشی نقصان ہے۔ رسول کریم صلعم نے ان کی مشکلات کو سن کر انہیں اجازت دی کہ وہ اپنے وطن ہی میں رہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک ملحوظ رکھا جائے گا۔ جو اسلامی سرزمین میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔

مدنی زندگی میں رسول کریم صلعم کی یہ مستقل سیاست تھی۔ کہ قبائل میں تعلیم و تربیت کے لئے معلم روانہ کریں۔ بیرمعونہ کے مشہور واقعے میں ستر قاریان بھیجے گئے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہیں نجد کے ایک آباد علاقے میں اور اکثر قبائل میں کام کرنا تھا۔

قبائلی نمائندوں کا تعلیم کی غرض سے مدینہ آنا بھی کوئی شاذ و نادر واقعہ نہ تھا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ ایسے لوگوں کے قیام و طعام اور تعلیم و تربیت کی خود رسول کریم صلعم شخصی طور سے نگرانی فرماتے تھے۔ اور یہ لوگ عموماً صفہ میں ٹھہرائے جانے لگے۔

مدینہ منورہ میں صفہ واحد درسگاہ نہ تھی۔ بلکہ یہاں کم از کم نو مسجدیں خود عہد نبوی میں تھیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہر مسجد اپنے آس پاس کے محلہ والوں کے لئے درسگاہ کا بھی کام دیتی تھی۔ خاص کر بچے وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے۔ قبا مدینہ منورہ کے جنوب میں مسجد نبوی سے کوئی دو ڈھائی میل پر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقتاً فوقتاً رسول کریم صلعم وہاں تشریف لے جاتے اور وہاں کی مسجد کے مدرسے کی شخصی طور سے نگرانی فرماتے۔ بعض احادیث میں رسول کریم صلعم کے عام حکم ان لوگوں کے متعلق محفوظ ہیں۔ جو اپنے محلے کی مسجد کے مدرسے میں تعلیم پاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے یہ بھی احکام صادر کئے تھے۔ کہ لوگ اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کیا کریں۔

ایک دلچسپ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بیان کیا ہے کہ ایک دن جب رسول کریم صلعم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ کچھ لوگ نوافل اور خدا کی عبادت میں مشغول تھے۔ اور کچھ لوگ فقہ کی تعلیم و تعلم میں منہمک تھے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی لوگ اچھا کام کر رہے ہیں۔ البتہ ایک کا کام زیادہ اچھا ہے۔ جو لوگ خدا سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ ان کے متعلق خدا کی مرضی ہے کہ چاہے تو دے چاہے تو نہ دے۔ البتہ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں اور جہالت کو دور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خود میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اس حلقے میں اپنے لئے جگہ بنائی۔ جہاں درس ہو رہا تھا۔

یہاں اس مشہور اور اکثر حوالہ دئے جانے والی حدیث کا ذکر کیا جا سکتا ہے کہ ایک عالم شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے

زیادہ سخت گزرتا ہے۔

رسول کریم صلعم خود بھی شخصی طور سے اعلیٰ تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر وغیرہ بڑے صحابہ ان درسوں میں شریک رہا کرتے تھے۔ جہاں قرآن وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم مسجد نبوی کے حلقہائے درس کا اکثر معائنہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہاں کوئی بے عنوانی نظر آتی۔ تو فوراً تدارک فرمایا کرتے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں رسول کریم صلعم نے قضا و قدر کے متعلق کچھ مباحثہ ہوتے سنا۔ آپ اپنے حجرے سے باہر آئے مارے غصے کے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اور راوی کے الفاظ میں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انار کا رس آپ کے رخساروں اور پیشانی پر نچوڑ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر بحث مباحثے سے منع کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ بہت سی گذشتہ امتیں اسی مسئلہ میں الجھ کر گمراہ ہو گئی ہیں۔

یہ رسول کریم صلعم کی ایک طے شدہ سیاست تھی کہ صرف وہی لوگ مسجدوں میں امام بنیں جو قرآن مجید اور سنت کے زیادہ سے زیادہ ماہر ہوں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں بیان کیا گیا ہے

یہ کوششیں بیکار نہ گئیں اور خواندگی میں اس قدر تیزی سے ترقی ہوئی۔ کہ ہجرت کو چند ہی دن گزرے تھے کہ قرآن مجید نے حکم دیا کہ ہر وہ تجارتی معاملہ جس میں رقم ادھار ہو۔ تحریری طور سے انجام پائے۔ اور ایسی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جایا کرے۔ اس کا منشا قرآن کے الفاظ میں یہ تھا کہ اس طرح کی تحریری گواہی خدا کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے اور شہادت کے اغراض کے لئے زیادہ مستحکم وسیلہ ہے اور شبہات پیدا ہونے کی صورت میں رفع شک کا بہترین ذریعہ ہے۔

مدینہ میں خواندگی کی کثرت [illegible] ہونے کے باعث اس حکم سے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور ظاہر ہے کہ ملک میں خواندگی کی وسعت کے بغیر ایسا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا۔ گو اس میں شک نہیں کہ پیشہ ور کاتبوں کا بھی اس زمانے میں پتہ چلتا ہے۔

ہجرت کے بعد سے ہی سیاسی معاہدات، سرکاری خط و کتابت، ہر فوجی مہم میں جانے والے رضاکاروں کے ناموں کی فہرستیں مختلف مقامات مثلاً مکہ، نجد، خیبر وغیرہ میں خفیہ نامہ نگار جو عموماً تحریری طور سے آنحضرت صلعم کو اپنے مقام کے حالات سے اطلاع دیا کرتے تھے۔ نیز مردم شماری اور اسی طرح کی بہت سی چیزیں اس بات میں ممد و معاون ہوئیں کہ خواندگی روز بروز بڑھتی ہی جائے تاریخ نے رسول کریم صلعم کے کوئی ڈھائی تین سو خط محفوظ رکھے ہیں۔ صحیح تعداد اس سے بہت زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلعم کی حکومت دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر پھیلی تھی اور دس سال تک حکمرانی کے فرائض آپ کو انجام دینے پڑے تھے۔

عرب میں خطوط پر مہر کرنے کا رواج سب سے پہلے جناب رسالت صلعم ہی سے شروع ہوا۔ آپ کو خط کی صفائی اور وضاحت کا جس قدر لحاظ رہتا تھا۔ اس کا اندازہ ان چند احادیث سے ایک حد تک ہو سکتا ہے۔ جن میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کاغذ کے موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کر لو۔ یا یہ کہ حرف س کے تینوں شوشے برابر دیا کرو۔ اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو۔ غالباً یہ حکم اس لئے تھا کہ شوشے نہ یا احتیاط پسندی کے فقدان اور سستی پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑے تو کاتب کو چاہئے کہ قلم اپنے کان پر رکھے۔ کیونکہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاددہانی ہو جاتی ہے۔

عہد نبوی ہی میں ایک فنی ذوق یا تخصص ترقی پا گیا تھا اور خود جناب رسالت مآب صلعم اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی کے پاس جائے۔ جس کو تجوید یا تقسیم ترکہ کا حساب سیکھنا ہو۔ وہ فلاں کے پاس جائے وغیرہ

متعدد حدیثوں میں معلموں کو معاوضہ قبول کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ میں درسگاہ صفہ میں قرآن اور فن تحریر کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاگرد نے انہیں ایک کمان نذر کی۔ مگر رسول کریم صلعم نے انہیں اس کے قبول کرنے سے روک دیا۔

ایک مملکت کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے جناب رسالت مآب صلعم کو ترجمین کی بھی ضرورت ہوا کرتی تھی جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت جو دربار رسالت کے میر منشی کہے جا سکتے ہیں۔ فارسی، حبشی، عبرانی اور رومی (یونانی) جانتے تھے آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ ان کو حکم دیا تھا کہ عبرانی لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھ لیں۔ اور چند ہفتوں میں وہ اس میں طاق ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہودیوں کو اگر کوئی خط بھیجا جاتا۔ یا ان کے پاس سے کوئی خط آتا تو حضرت زید بن ثابت اس کو لکھا یا پڑھا کرتے تھے۔

نصاب کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر پوری صحت کے ساتھ بیان کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ہمارے پاس جو محدود سواد ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی بجائے معینہ معلم کے پاس لوگ جاتے اور وہ جو پڑھا سکتا۔ اس سے پڑھتے۔ بہرحال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے بنیادی نصاب کے علاوہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی ریاضی، مبادی طب علم ہیئت، علم انساب اور علم تجوید، قرآن کی تعلیم دی جایا کرے ایک حدیث میں یہ بھی حکم ہے کہ استاد کی عزت کی جائے۔

مکہ کے باشندوں کو زبان کی صفائی کا بے حد لحاظ رہتا تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے بچے صحرا کی آزاد زندگی میں پرورش پائیں اور مکہ کی رنگا رنگ کی آبادی میں مل کر متاثر نہ ہوں اسی لئے وہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو مختلف قبائل میں بھیج دیتے تھے۔ جہاں وہ کئی سال رہ کر والدین کے پاس واپس آتے خود رسول کریم صلعم کو بھی اس سے سابقہ پڑا تھا اور آئندہ زندگی میں آپ اسے یاد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ معززین مکہ میں اس کا رواج آج بھی چلا آتا ہے۔

تربیت دلانے کا ایک دوسرا طریقہ مکہ والوں نے یہ اختیار کیا تھا کہ تجارت کے لئے جو کاروان جایا کرتے تھے اس میں کسی معمر کے ساتھ نوعمروں کو بھیجا کریں۔ چونکہ مکہ کی معاشی زندگی کا دارومدار بہت بڑی حد تک تجارت پر تھا اس لئے اس طریقے کی اہمیت مکہ والوں کے لئے جیسی کچھ تھی ظاہر ہے۔ سفر کے تجارب کا فائدہ ماسوا تھا۔

اس زمانے میں نوعمروں اور بالغوں کی تعلیمی ضرورتوں کے فرق کو محسوس کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ احادیث میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو کن چیزوں کی تعلیم دینی چاہئے نشانہ بازی

اور پیراکی خاص طور سے بچپن ہی سے سکھائی جاتی تھی۔ اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بچپن ہی سے بچوں کو سکھایا جاتا تھا۔ اور سات برس کی عمر کے بعد بچے نماز نہ پڑھیں۔ تو انھیں سزا دینے کا حکم تھا۔

عورتوں کے ساتھ علیحدہ سلوک کیا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلعم نے ہفتے میں ایک دن مقرر کر لیا تھا۔ جب آپ عورتوں کے خصوصی مجمع میں تشریف لیجاتے ان کو تعلیم دیتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے آنحضرت صلعم نے عورتوں کے لئے چرخہ کاتنا سب سے اچھا مشغلہ قرار دیا تھا۔ ایک حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک خاتون سے یہ خواہش کی کہ وہ آپ کی ایک بیوی کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ بی بی عائشہ رضؓ کو فقہ، اور دیگر اسلامی علوم انیز اب، شاعری۔ اور طب میں بڑا دخل تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ آدھا علم عائشہ سے حاصل کرو۔ قرآن نے بھی رسول کریم کی بیویوں پر ایک خصوصی فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیا کریں۔ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی لونڈی ہو۔ اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے پھر اس کو آزاد کر کے باضابطہ نکاح کرلے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا۔

رفتہ رفتہ مملکت اسلامیہ جو ابتداً ایک شہر مدینہ کے کچھ حصہ پر مشتمل تھی۔ پھیلتی گئی۔ اور نہ صرف خانہ بدوش بدوی بلکہ شہروں میں مستقل طور سے سکونت کرنیوالے عربوں نے بھی بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا شروع کیا ایک نئے دین کے قبول کرنے کا ناگزیر نتیجہ تھا کہ ایک وسیع تعلیمی نظام قائم ہو جو دس لاکھ مربع میل کے رقبہ ازیبضرورتوں کو پورا کر سکے۔ عہد نبوی کے اختتام پر حکومت اسلامی باوجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے دینیات کی تعلیم کی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ کچھ تو مرکز مدینہ سے بڑے بڑے مقامات پر تربیت یافتہ معلم بھیجدیئے جاتے تھے اور کچھ صوبیدار گورنروں کے فرائض منصبی میں امر صراحت کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انتظام کریں یمن کے گورنر عمرو ابن حزم کے نام

جو طویل تقرر نامہ یا ہدایت نامہ جناب رسالت مآب صلعم نے لکھا تھا۔ اسے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے اس میں بھی گورنر کو ہدایت ہے۔ کہ لوگوں کے لئے قرآن حدیث، فقہ اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں اسی دستاویز میں ایک دلچسپ جملہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اور دنیاوی تعلیم میں کس طرح فرق کرنا چاہیئے اور وہ جملہ یہ ہے کہ "لوگوں کو اس بات کی نرمی سے ترغیب دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں" گورنر کو جس تعلیم کے رائج کرنے کا حکم تھا اس میں دینیاتی ضرورتوں میں سے وضو، جمعہ کا غسل، نماز باجماعت روزہ اور حج کعبہ کے احکام شامل تھے۔

صوبہ وار درسگاہوں کا معیار بلند کرنے کیلئے

رسول کریم صلعم نے صوبہ میں ایک صدر ناظر تعلیمات مقرر کیا تھا۔ جس کا کام یہ تھا۔ کہ مختلف اضلاع و تعلقات میں ہمیشہ دورہ کرتا رہے۔ وہاں کی تعلیم اور تعلیم گاہوں کی نگرانی کرے۔ کوئی تعجب نہیں جو اور صوبہ جات میں بھی اس طرح کے افسر مامور کئے گئے ہوں۔

آخر میں تعلیم کی نظری حیثیت کے متعلق قرآن وحدیث کے بعض احکام کی جانب اشارہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ شروع سے آخر تک بار بار صاف و صریح الفاظ میں اندھی تقلید کو برا ٹھرایا گیا ہے۔ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہر شخص خود اپنے طور پر غور و فکر کرے۔ اور کسی رسم و رواج کی پیروی محض آبائی و موروثی ہونے کی بنا پر نہ کرے کسی اور مذہبی کتاب میں فطرت کے مطالعہ پر اتنا زور نہیں دیا گیا ہوگا۔ جتنا قرآن مجید میں ہے کہ سورج، چاند، سمندر کی موجیں، دن اور رات چمکتے ستارے، دمکتی فجر، پودے اور حیوانات ——— تمام ہی قوانین فطرت کے تابع بتلائے گئے ہیں۔ جن سے ان کے خالق کی قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق علم لامتناہی ہے اور بڑے سے بڑے عالم کا علم بھی تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ یہ کہ سارا عالم انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسان جو زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اپنے برتاؤ اور کردار کے مطابق جانچا جائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اس کا بھی بار بار ذکر ہے۔ کہ حق و صداقت کی پیروی کی جانی چاہیئے اور موروثی عقائد و رواجات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے

احادیث میں بھی علماء کی بڑی تعریف کیگئی ہے اور ان کو سب سے بہتر انسان قرار دیا گیا ہے کہ ان کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ آخر میں ایک حدیث کا ذکر کیا جا سکتا ہے جس کا حوالہ اکثر آتا ہے۔ اگرچہ ماہرین اس کو اس کے موجودہ الفاظ میں صحیح حدیث نہیں سمجھتے لیکن اس کا مفہوم قرآن و حدیث کی عام تعلیمی پالیسی سے بالکل متفق ہے یعنی علم حاصل کرو۔ اگرچہ چین ہی میں کیوں نہ ہو کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ ہے

ایک حدیث میں یہ دعا ماثور ہے کہ "اے خدا میں تجھ سے علم نافع اور رزق طیب اور عمل مقبول کی استدعا کرتا ہوں" اور اسی پر یہ تبصرہ ختم کیا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا، آمین! (معارف)

سلسلہ میں نئے شامل ہونیوالے احباب

ذیل کے اصحاب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے

(۱) عبدالرحمٰن صاحب سکنہ بمبین دبول ضلع بجنور مقبول فلور ملز امرتسر
(۲) فضل احمد صاحب مقبول فلور ملز امرتسر
۳ اللہ دتا صاحب ؍؍
۴ محمد ہاشم صاحب ؍؍
۵ غلام رسول صاحب ؍؍
۶ غلام سرور صاحب ؍؍
۷ فتح محمد صاحب ؍؍
۸ خدا بخش صاحب ؍؍
۹ محمد عبداللہ صاحب ٹین ساز ؍؍
۱۰ غلام دستگیر صاحب ؍؍
۱۱ غلام رسول صاحب کاشمیری ؍؍
۱۲ رسول میر صاحب کاشمیری ؍؍
۱۳ اقبال احمد صاحب ولد میاں غلام محمد صاحب کاشمیری محلہ چوہڑیری کٹڑہ کرم سنگھ بھگتانوالہ دروازہ امرتسر۔
۱۴۔ سلطان وائیں صاحب مقبول فلور ملز امرتسر
۱۵۔ نذر ملک صاحب ؍؍
۱۶۔ محمد خاں صاحب ؍؍
۱۷ احمد بخش صاحب ؍؍
۱۸۔ عبدالمجید صاحب ؍؍
۱۹۔ قاضی منہاج الدین صاحب وٹرنری اسسٹنٹ سرجن سکنہ گوڑگاؤں حال سیالی۔
۲۰۔ شاہ زماں صاحب ڈاڈر
۲۱۔ فقیر خان صاحب ضلع ہزارہ
۲۲۔ عبدالقادر صاحب بی۔اے سیالکوٹ شہر
۲۳۔ نعمت اللہ صاحب متعلم ایف۔اے
۲۴۔ محمد یحییٰ صاحب
۲۵ حافظ عبدالمجید صاحب لدھیانہ
۲۶۔ سید حیات شاہ صاحب بالاکوٹ ضلع ہزارہ
۲۷۔ میر باز خان صاحب بھدرواہ

جو قادیانی جماعت سے تائب ہو کر آئے

۲۸۔ غازی عبدالستار صاحب سکنہ کنگسدیولالی

فہرست خواتین جنہوں نے جلسہ سالانہ پر بیعت کی

۲۹۔ فہمیدہ مسز اسحاق صاحبہ
۳۰۔ کلثوم مسز نثار احمد صاحبہ وزیر آباد
۳۱۔ سعیدہ بنت ڈاکٹر محمد یوسف صاحب وزیر آباد
۳۲ ذکیہ بنت شیخ محمد جان صاحب وزیر آبادی
۳۳ زبیدہ بیگم اہلیہ محمد جان صاحب وزیر آباد
۳۴ مسعودہ بنت ڈاکٹر محمد یوسف صاحب وزیر آباد
۳۵ صغرہ بنت شیخ محمد حفیظ اللہ صاحب جموں
۳۶۔ انور بیگم بنت ڈاکٹر محمد یوسف صاحب وزیر آباد

(عزیز بخش اسسٹنٹ سیکرٹری)

رفتار عالم

جنگ یورپ کے تیسرے سال کا اٹھارہواں ہفتہ

باردیہ پر قبضہ

۱۹۴۲ء کا آغاز ۱۹۴۱ء کے خاتمہ کی طرح اچھا ثابت ہوا ہے ۲ جنوری کو خبر آئی کہ لیبیا کی بندرگاہ باردیہ پر برطانوی فوجوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ ایک ہزار جرمن اور اطالوی سپاہی اور افسر قید کر لئے گئے اور قریباً ایک ہزار اتحادی جنگی قیدی رہا کرائے گئے ۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء کو اتحادی فوجوں نے جب دوسری بار لیبیا میں مہم شروع کی تھی۔ تو وہ اس شہر کو محصور کر کے آگے بڑھ گئی تھیں۔ ان کا مقصد محوری قوت کو تباہ کرنا تھا۔ انہوں نے اس شہر کی تسخیر پر وقت اور گولہ بارود ضائع نہیں کیا۔ وہ جنرل رومیل کی بھاگتی اور لڑتی ہوئی فوجوں کا تعاقب کرتی ہوئی بن غازی اور جدابیہ تک جا پہنچیں اور لیبیا کے صوبہ سیرے نائیکا کو محوریوں سے پاک کر دیا۔ اس کے بعد باردیہ کو سر کرنا مشکل نہ تھا۔

جرمنوں نے باردیہ کو طبرق بنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان کی یہ کوشش بیکار ثابت ہوئی۔ انہوں نے باردیہ کے اردگرد جو مورچے بنا رکھے تھے۔ برطانوی فوجوں نے انہیں آٹھ دن کے اندر اندر توڑ دیا۔ طبرق کے اردگرد برطانوی فوجوں نے جو مورچے بنائے تھے۔ جرمن اپنی بھاری توپوں اور بھاری ٹینکوں کے باوجود آٹھ مہینے انہیں توڑنے میں ناکام رہے تھے۔ باردیہ میں محصور محوری فوج کو بھاگنے کی مہلت نہیں مل سکی۔ اور اپنے اسلحہ اور دیگر سامان جنگ سمیت گرفتار کر لی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جرمنوں نے باردیہ کو اپنی آبدوزوں کا اڈہ بنا کر یونان و کریٹ اور اٹلی سے سامان اور کمک لانے کی کوشش کی تھی۔ مگر بحیرہ روم میں امیر البحر کننگھم کے برطانوی بیڑے نے جرمن آبدوزوں اور جہازوں کو ٹھکانے لگایا اور ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا اور خشکی کی طرف سے جنوبی افریقہ کی فوج نے حملہ کر کے باردیہ پر قبضہ کر لیا۔

روس کا محاذ جنگ

روس کے محاذ سے بھی ۱۹۴۱ء کے آخری اور ۱۹۴۲ء کے ابتدائی دنوں میں سرخ فوجوں کی مزید فتوحات کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ۳۰ دسمبر کو روسی فوجوں نے ماسکو کے جنوب میں ایک نہایت اہم ریلوے جنکشن کالوگا جرمنوں سے چھین لیا اسی طرح یکم جنوری کو ماسکو کے شمال مغرب میں سٹارزوسا کے مقام پر قبضہ کیا۔ کالوگا کے محاذ پر ۷ دسمبر سے ۱۵ دسمبر تک ۲۰ ہزار جرمن افسر اور سپاہی مارے گئے اور بے شمار سامان جنگ روسیوں کے ہاتھ آیا جرمن اپنے ٹینک لاریاں بکتر بند گاڑیاں اور توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور ۲۶ دسمبر سے ۳۱ دسمبر تک ۱۵ ہزار جرمن افسر اور سپاہی ہلاک ہوئے ہیں۔ ۲ جنوری کو خبر آئی کہ روسی فوجیں اب ماسکو کے مغرب میں وزما یا کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ جو اس سڑک پر واقع ہے جو سمولنسک کو جاتی ہے جسے ہٹلر نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے اور جہاں ایک پیغام کے مطابق وہ بذریعہ ہوائی جہاز جرمن فوجوں کی کمان کرنے کے لئے پہنچا ہے۔

اسی روز یعنی ۲ جنوری کو ماسکو نے اعلان کیا کہ ماسکو کے جنوب میں ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک اور اہم مقام مالو یاروسلاوسک پر روسی فوجوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔

کریمیا کی دو بندرگاہوں پر دوبارہ قبضہ

مگر ان کامیابیوں سے بھی زیادہ شاندار کامیابی روسی فوجوں نے ۳۰ دسمبر کو حاصل کی جب انہوں نے بحیرہ اسود میں جزیرہ نما کریمیا کی دو مشرقی بندرگاہوں کرچ اور فیدوسیہ پر اچانک قبضہ کر لیا جرمن یہاں بھی اپنا سامان جنگ چھوڑ کر بھاگے جرمن فوجیں اس جزیرہ نما کی مغربی بندرگاہ باسیٹپول پر حملے کر رہی تھیں مگر کرچ اور فیدوسیہ پر روسیوں کا قبضہ ہو جانے سے جرمن فوج کی حالت اس جزیرہ نما میں نازک ہو گئی ہے ۱۶ نومبر کو جب جرمنوں نے کرچ پر قبضہ کیا تھا تو انہوں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ انہوں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ انہوں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ اعلان کیا تھا۔ کہ انہوں نے قفقاز کے دروازے کی کنجی پر قبضہ کر لیا ہے اب کرچ ہاتھ سے نکل گیا تو اسی برلین ریڈیو نے اعلان کیا کہ یہ بندرگاہ بالکل غیر اہم ہے اسے کوئی فوجی اہمیت حاصل نہیں۔

جرمنی کے عقبی دروازے پر حملہ

جرمن ناروے کو اپنا عقبی دروازہ یا چور دروازہ کہتے ہیں اس کی حفاظت اور مدافعت کا سامان انہوں نے اپریل ۱۹۴۰ء میں اس پر دغا اور فریب سے قبضہ کرنے کے بعد وسیع پیمانے پر کر لیا تھا۔ اس ہفتہ میں جرمنوں کے اس چور دروازے کو دو مقامات پر توڑ دیا گیا اتوار مورخہ ۲۸ دسمبر کو خبر آئی کہ برطانیہ کی بری بحری اور فضائی فوجوں نے ٹرانڈہیم اور برگن دو مشہور بندرگاہوں کے درمیان ایک نہایت اہم جزیرہ واگسو پر حملہ کیا۔ بندرگاہ میں لنگر انداز سولہ ہزار ٹن وزنی جرمن جہازوں کو تباہ کر دیا۔ ان میں زبردست طیارہ شکن توپوں سے مسلح دو ٹرالر جہاز بھی تھے۔ جزیرہ میں مچھلی کا تیل بنانے والے کارخانے تھے انہیں جلا دیا۔ ہوائی اڈے کو برباد کیا یہاں جرمن فوج نے مزاحمت کی اس معرکے میں ۱۲۰ جرمن مارے گئے اور ۹۵ کو گرفتار کر لیا۔ اس اقدام میں برطانیہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ جزیرہ واگسو برطانیہ کے قریب ترین مقام سے قریباً ۴ سو میل دور ہے۔

ہٹلریت کیلئے فرمان موت

۳ جنوری کو واشنگٹن سے اعلان کیا گیا کہ دنیا کی ۲۶ آزاد قوموں نے ایک مشترکہ اعلان پر دستخط کئے ہیں کہ وہ ہٹلریت کو تباہ اور برباد کر کے دم لیں گی اور ایک دوسری سے الگ ہو کر مشترکہ دشمن سے صلح نہیں کریں گی۔ امریکہ کی طرف سے پریذیڈنٹ روزویلٹ برطانیہ کی طرف سے مسٹر ونسٹن چرچل روس کی طرف سے روسی سفیر موسیو لٹوینیاف اور چین کی طرف سے چینی سفیر نے اس اعلان پر دستخط کئے۔

واشنگٹن کی خبر میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ چند اور حکومتیں بھی اس اعلان پر دستخط کرنے والی ہیں جن کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔

یہ اعلان آزاد اقوام کی طرف سے ہٹلریت کے لئے فرمان موت کا حکم رکھتا ہے۔ ہٹلر بھی دنیا کو فریب دینے کے لئے اعلان کرتا رہا ہے۔ کہ یورپ کی تمام قومیں جمہوریتوں کے خلاف جرمنی کے ساتھ ہیں مگر جن قوموں کی طرف سے یہ ترجمانی کرتا ہے۔ وہ اس کی فوجوں اور گسٹاپو کی ایڑی تلے دبی ہوئی ہیں۔ آزاد نہیں علاوہ ازیں جب کبھی ہٹلر نے ایسا اعلان کیا مقبوضہ ممالک سے خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ وہاں جرمنوں کے خلاف تخریبی اقدامات جاری ہیں

بقیہ صفحہ ۵ کالم (۱)

عطا فرمایا مگر یہود آج تک یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ

"انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ"

اسی طرح مثیل یہود بھی آج بلا وجہ یہ شور مچا رہے ہیں کہ ہم نے مسیح موعود کو کاذب ثابت کر دیا ہے۔ جو اس کے قتل یا قطع الوتین کے برابر ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے چیلنج مباہلہ یا اشتہار آخری فیصلہ کو مرقع قادیانی میں درج کیا تو ساتھ ہی مولوی صاحب کی قلم سے یہ بھی لکھوا دیا کہ دعا کی صحت میں شک نہیں آنحضرت صلعم نے مسیلمہ کذاب کی ہلاکت کے لئے بد دعا کی تھی لیکن وہ آپ کے بعد مرا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوا کیونکہ مسیلمہ کذاب آخر کار بے نیل و مرام مرا۔ (مرقع قادیانی)

میں نے ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب یہ بات کہی تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ میں نے ایسا کبھی نہیں لکھا تب میں نے کہا کہ آپ ذرا مرقع قادیانی کا فائل نکلوائیے۔ مولوی صاحب نے ٹالنا چاہا مگر میں نے وہ مرقع نکلوا کر ان کے سامنے وہ عبارت رکھ دی۔ تب مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ میری غلطی ہے آنحضرت نے تو مسیلمہ کے لئے ہلاکت کی بد دعا نہیں کی تھی۔ میں نے کہا مولوی صاحب اب آپ انکار کر دیں یہ آپ کی مرضی مگر اصولاً آپ اقرار کر چکے ہیں کہ دعا کی صحت میں شک نہیں ہو سکتا اگرچہ جس کے حق میں ہلاکت کی بد دعا ہو وہ صادق کے بعد ہی ہلاک ہو۔ اور ہم تو آپ کو آنحضرت صلعم کی الہامی بد دعا بھی دکھا دیتے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن دیکھے ہیں میں نے کراہت کی اور پھونک ماری اور وہ گم ہو گئے۔ اور یہ دونوں کنگن دو جھوٹے مدعیان نبوت ہیں ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی تو آنحضرت صلعم کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ اور اس طرح آنحضرت صلعم کی رؤیا مبارکہ پوری ہو گئی پس ہم بھی آپ کے ہی الفاظ میں کہتے ہیں کہ

"مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ کے حق میں مباہلہ کی دعا شائع کی مگر مولوی ثناء اللہ نے مباہلہ کرنا قبول نہ کیا۔ لیکن بایں ہمہ ان کے دعا کی صحت میں کچھ شک نہیں کیونکہ گو مولوی ثناء اللہ اب تک زندہ ہیں مگر وہ مسیح موعود کے مقابل بے نیل مرام ہیں اور اسی حالت میں ان کا خاتمہ ہو گا۔" (باقی آئندہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اپنے شوہر کی نافرمان عورتیں

عورتوں میں ایک خراب عادت یہ ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اور ان کی اجازت بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں۔ اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ برا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی۔ جب تک پوری پوری خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے۔ اور پس پشت یعنی اس کے لئے اس کی خیر خواہ ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے کہ اگر بغیر خدا کے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بد زبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اسے دیکھتی ہے اور حکم ربانی سن کر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں۔ اور نامحرم سے اپنے تئیں بچائیں اور یاد رکھنا چاہئے کہ بجز خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں۔ اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں۔ کیونکہ یہ سخت گندی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(فتاویٰ احمدیہ جلد دوم صفحہ)

ضروری اعلانات

اخبار پیغام صلح کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد

"اخبار "پیغام صلح" قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جس کے پاس پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد

"ایک بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کا ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کا کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے"

حضرت امام عصر حاضر کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا اور ان کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہمارا ایک احمدی دوست کا فرض ہے

دکن میں تبلیغ اسلام اور اسکی کامیابی کے امکانات

دکن میں آریہ اور قدیم دراوڑی اقوام کی آویزش

(از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب)

نوٹ: یہ مقالہ جناب شیخ محمد ... حیدرآباد دکن سے جلسہ سالانہ پر پڑھنے کیلئے بھیجا تھا۔ قلت وقت کیوجہ سے پڑھا نہیں جاسکا۔ مضمون دلچسپ او ... لومات ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔

بزرگان و برادران قوم! جیسا کہ آپکو جلسہ کے پروگرام سے معلوم ہوچکا ہوگا میری تقریر کا عنوان "دکن کی قدیم اقوام میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اس کے امکانات" ہے۔ مجھے متعدد مرتبہ جنوبی ہندوستان جانے اور وہاں معقول عرصہ قیام کا اتفاق ہوا ہے۔ اب بھی میں مسلسل کئی ماہ سے ریاست حیدرآباد میں مقیم ہوں میں نے اپنی عقل و استطاعت کیمطابق تبلیغی نقطہ نظر سے بھی دکن کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس بارہ میں اپنے مشاہدات وخیالات اختصار کے ساتھ بیان کردوں جنہیں سننے کے بعد آپ اندازہ فرماسکیں گے۔ کہ دکن کا پہاڑی ملک کسقدر وسیع اور اہم تبلیغی میدان ہے۔

حضرات وخواتین! ویسے تو دکن اور اس کی قدیم اقوام ہی کیا۔ کرہ ارض کے تمام حصوں اور دنیا کی تمام قدیم وجدید اقوام میں تبلیغ اسلام کی ضرورت ہے یہ دین فطرت۔ فطرت انسانی کیساتھ ایسی حیرت انگیز مناسبت رکھتا ہے اور بنی نوع انسان کی تمام ضروریات ومشکلات کا اس قدر بے نظیر مکمل قابل عمل اور حکیمانہ حل پیش کرتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر قوم کے اندر تبلیغ اسلام کی کامیابی کے امکانات موجود ہیں۔ لیکن تمام اقوام وممالک میں ان کے اندرونی حالات یا بین الاقوامی تحریکات وانقلابات کے اثر کیوجہ سے ایسی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جن کے سبب ان کے درمیان تبلیغ اسلام کی کامیابی کے امکانات کم اور زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس بارہ میں کسی تشریح کی ضرورت غالباً نہیں آپ حضرات اپنے تجربات ومعلومات کی روشنی میں اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یورپ ہی کی طرف دیکھ لیجئے وہ اپنی مادہ پرست تہذیب اور ناقص نظام سیاست کے پے در پے تلخ تجربوں کیوجہ سے آج جس آسانی کیساتھ اسلامی تعلیمات کو قبول کرسکتا ہے گذشتہ صدی میں ایسا ممکن نہ تھا۔ اس لحاظ سے بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ دکن کے غیر مسلم بالخصوص اس کی قدیم اقوام میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اس کی کامیابی کے امکانات اس گئی گذری حالت میں بھی ہندوستان کے دوسرے تمام قابل ذکر حصوں سے زیادہ ہیں۔

اگر آپ شمالی اور جنوبی ہندوستان کے قدیم یعنی قبل از اسلام تعلقات ومناقشات پر ایک سرسری نظر بھی ڈال لیں تو میرے لئے اپنے اس دعویٰ کا اثبات بہت آسان ہوجائیگا۔ آریوں نے وسط ایشیا سے آکر پہلے شمالی ہندوستان پر قدم جمائے اور سب سے اول انہوں نے اسی جگہ ہندوستان کی قدیم اقوام کو تختہ مشق ستم بنایا۔ اس جگہ آریوں نے انکا کلچر تباہ کر ڈالا۔ ان کی زبانوں اور رسم الخطوں کو اس خطہ سے نابود کردیا گیا۔ یہ بیچارے کچھ آریوں کے غلام بن گئے اور بہت سے بھاگ کر وسطی ہند میں چلے آئے شمالی ہندوستان میں اپنے قدم مضبوط کرنے کے بعد آریہ وسطی ہند کی طرف بڑھے وہاں کی قدیم اقوام اور ان کے کلچر کیساتھ بھی انہوں نے وہی سلوک کیا جو کہ یہ شمالی ہندوستان میں کرچکے تھے وہاں بھی آریہ بدنصیب قدیم باشندوں کے مقابلے میں خوب کامیاب ہوئے گو یہ کامیابی ان کی شمالی ہند کی کامیابی سے قدرے کم تھی۔ یہاں انہوں نے قدیم باشندوں کو مغلوب کرلیا یا بھگا دیا لیکن یہ ان کی تہذیب وکلچر کے وجود اور نشانات کو مٹانے میں پورے طور پر کامیاب نہ ہوسکے۔ وہ کچھ کچھ باقی ہی رہے۔ وسطی ہند میں شکست و پسپائی کے بعد قدیم باشندوں کے لئے آخری جائے پناہ جنوبی ہندوستان یعنی دکن کی سرزمین ہی تھی۔ وہ آریہ سامراج کے خونیں دیو کے چنگل سے پھر ایک مرتبہ اپنی جانیں بچاکر بھاگے ان کے دکنی بھائیوں نے انہیں پناہ دی اسطرح ہندوستان کی قدیم اقوام کے آزاد قبائل وافراد رفتہ رفتہ دکن میں جمع ہوگئے۔ یہاں انہوں نے آریوں کے مقابلے اور اپنے عقائد وروایات اپنی تہذیب وتمدن اور اپنی زبانوں اور رسم الخطوں کے تحفظ کے لئے اپنی طاقت کو منظم کیا جس کی بدولت ہزاروں سالوں تک دکن آریوں کے مقابلہ میں قدیم اقوام کا ایک مضبوط قلعہ اور اور بہت بڑی جائے پناہ بنا رہا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس قلعہ میں بیٹھ کر قدیم اقوام نے اپنے کلچر اور عقائد وروایات کے تحفظ کے لئے بہت سی کامیاب کوششیں کیں۔ مدافعت کے فرائض ادا کرنے کے علاوہ بعض اوقات وہ اپنے آریہ حملہ آوروں پر بھی حملہ کر بیٹھتی تھیں کچھ زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ وہ دکن کے مرکز سے نکل کر وسطی بلکہ شمالی ہندوستان کی حدود تک مار کرتی تھیں اس عرصہ میں ان کی جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے آریہ عظمت وکامرانی کے قصر میں بارہا شدید زلزلہ آیا اور اس کی بنیادیں ہل گئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ قدیم اقوام کی قوت مدافعت کمزور ہوتی چلی گئی انکا مرکز پہلے کی طرح مضبوط نہ رہا۔ آریہ قوم آریہ تہذیب اور آریہ زبانوں نے دکن پر کامیاب یلغاریں شروع کردیں۔ قدیم قوام نے جنہیں اب ہم تاریخ کی زبان میں دراوڑی اقوام کہیں گے اپنے اس قلعہ (دکن) کے اندر بھی آریہ حملہ آوروں کا جان توڑ کر مقابلہ کیا اور بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اس کمزوری وانحطاط کی حالت میں بھی سینکڑوں سالوں تک آریوں کے قدم اپنی آخری جائے پناہ دکن میں جمنے نہ دئیے لیکن آخر انہیں مغلوب ہونا پڑا انکا پرچم اقبال آریہ فتوحات کے آگے سرنگوں ہوگیا۔

دکن کے قلعہ کو سر کرنے کے لئے آریوں کو سب سے زیادہ زحمت اٹھانی اور سب سے زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ دکن میں بالآخر وہ کامیاب تو ہوگئے لیکن یہ کامیابی انہیں بہت مہنگی پڑی اور شمالی اور وسطی ہندوستان کے مقابلہ میں نامکمل بھی تھی۔ شمالی ہندوستان سے تو انہوں نے دراوڑی کلچر کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ وسطی ہند میں بھی اس کے برائے نام آثار موجود ہیں۔ لیکن جنوبی ہندوستان یعنی دکن میں انتہائی کوشش وظلم کے باوجود آریہ دراوڑی تہذیب وتمدن دراوڑی زبانوں اور دراوڑی کلچر کو اپنی خواہش کے مطابق تباہ نہ کرسکے۔ بلکہ بعض لحاظ سے تو وہ دراوڑی تہذیب سے متاثر ومغلوب بھی ہوئے۔ چنانچہ آج ہزاروں برس گذر جانے کے باوجود دکن میں دراوڑی کلچر اور دراوڑی زبانیں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں دراوڑی تہذیب اور کلچر یہاں مغلوب نظر آتا ہے۔ اسکا قصر عظمت مسمار ہوچکا ہے۔ صرف اس قصر کے کھنڈر باقی ہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ اپنی انفرادیت ودرخشانی کسی نہ کسی حد تک قائم رکھے ہوئے ہے دراوڑی طرز تعمیر کی یہاں نہ صرف شاندار یادگار رہا ورنشانات موجود ہیں بلکہ وہ اس بیسویں صدی میں بھی دکن کے ہندو اور مخلوط طرز تعمیر کو متاثر کئے ہوئے ہے۔ دراوڑی زبانیں تلگو۔ تامل کنڑی وغیرہ اور ان کے رسم الخط تو اب تک زندہ اور دکن میں اپنی وسعت ورواج کے لحاظ سے سنسکرت اور اس کی شاخوں پر غالب ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں آپکو بخوبی نظر آگیا ہوگا۔ کہ دکن میں آریوں کو انتہائی جدوجہد اور بے شمار قربانیوں کے باوجود دراوڑی تہذیب اور کلچر اور دراوڑی زبانوں کو تباہ کرنے میں پوری طرح کامیابی نہ ہوئی اس جگہ انہیں سب سے زیادہ مضبوط مدافعت سے واسطہ پڑا۔ آریوں کی ہزار کوششوں اور بے اندازہ ظلم کے باوجود دراوڑی نسلیں زندہ ہیں۔ انہیں اپنی انفرادی حیثیت اور عظمت رفتہ کا احساس ہے آریوں نے انہیں تباہ ومغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ جذب کرنے کی بھی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح جذب بھی نہ ہوسکیں اور انکا جو حصہ آریوں میں جذب ہوگیا ہے ان کے خون میں بھی دراوڑی خصوصیات اور ان کے دلوں میں دراوڑی احساسات راکھ میں دبی ہوئی چنگاریوں کی طرح تاحال زندہ ہیں۔

دکن میں آریوں کی اس ناکامی نے ان کے جوش غضب وانتقام کو بہت بھڑکا دیا۔ ان کے دل دراوڑی اقوام کے خلاف انتہائی غم وغصہ سے بھر گئے دوسری طرف دراوڑی اقوام بھی اپنے ظالم فاتحوں سے قدرتی طور پر دشمنی رکھنے لگیں۔ اسطرح دکن، آریہ اور دراوڑی اقوام کی ایک مستقل کشمکش وآویزش کا اکھاڑہ بن گیا۔ برہمن اور نان برہمن کے قضیئے اور چھوت چھات کی انتہائی شدت اس آویزش وکشمکش کے مظاہرے ہیں۔ معزز سامعین کو یاد ہوگا کہ چند سال قبل جب کہ مدراس کی کانگرسی وزارت نے اپنے صوبہ میں ہندی زبان کو سرکاری طور پر رواج دینا چاہا تو وہاں کے تلگو اور تامل بولنے والوں نے اسکی سخت مخالفت کی تھی اور کانگرسی وزارت کیخلاف سول نافرمانی کرکے سینکڑوں کی تعداد میں جیل چلے گئے تھے۔ یہ جھگڑا دراصل آریہ اور دراوڑی اقوام کی قدیم کشمکش ہی کی ایک جدید مشکل تھی۔

پیغام صلح
جلد | یوم دوشنبہ ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۶۰ ہجری | نمبر ۳

مسلمان علما کے نزدیک مجدد کی تعریف

اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ حضرت امام عصر حاضر کو قوت کیساتھ پیش کرنیکی ضرورت

مولانا ابوالکلام آزاد کا ارشاد

مولانا ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں مجددین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"از انجملہ سب سے اعلیٰ و اکمل طبقہ ان اخص الخواص نفوس قدسیہ کا ہے جن کو فائدہ توفیق الٰہی و سائق فیضان ربانی عزائم امور کیلئے چن لیتا ہے۔ کہ وان ذالک لمن العزم الامور اور جنکا نور علم و عمل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور جنکا قدم طریق **منہاج نبوت** پر واقع ہوتا ہے۔ انہی افراد خاصہ کو حدیث بخاری میں محدث (بالفتح) کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہی موعود و مصداق حدیث مجدد کے ہیں جو مختلف طرق سے مروی اور اس لئے بلحاظ صحت متن کی صحت میں کلام نہیں یہی لوگ ہیں جنکا وجود الحقیقت نطق مرحق و ہدایت مقوم منتظم ہے اور انبیاء کرام کی اصل وراثت انہی میں منتقل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"

مولانا مودودی کا ارشاد

گذشتہ سال مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے رسالہ ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۱ء و جنوری ۱۹۴۱ء کے شمارہ میں ایک مضمون بعنوان تجدید و احیاء دین میں فرمایا تھا:۔

"مجدد نبی نہیں ہوتا مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ نہایت صاف دماغ حقیقت رس نظر ہر قسم کی کجی سے پاک بالکل سیدھا ذہن افراط و تفریط سے بچکر توسط و اعتدال کی سیدھی راہ دیکھنے اور اپنا توازن قائم رکھنے کی خاص قابلیت اپنے ماحول اور صدیوں کے جمے اور رچے ہوئے تعصبات سے آزاد ہوکر سوچنے کی قوت زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار سے لڑنے کی طاقت و جرأت قیادت و رہنمائی کی پیدائشی صلاحیت اجتہاد اور تعمیر کی غیر معمولی اہلیت اور ان سب باتوں کے ساتھ اسلام کا مکمل شرح صدر نقطہ نظر اور فہم و شعور میں پورا مسلمان ہونا باریک سے باریک جزئیات تک میں اسلام اور جاہلیت کے درمیان تمیز کرنے اور مدتہائے دراز کی الجھنوں میں امر حق کو ڈھونڈ کر الگ نکال لینا یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے بغیر کوئی شخص مجدد نہیں ہوسکتا اور یہی وہ چیزیں ہیں جو اس سے بہت بڑے پیمانہ پر نبی میں ہوتی ہیں"

مندرجہ بالا اقتباسات

دو مندرجہ بالا اقتباسات میں مجدد کی تعریف کی گئی ہے۔ پہلا اقتباس مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور کتاب تذکرہ سے ہے۔ مولانا مذکور کی رائے کو مذہبی مسائل میں مسلمانوں کے ہاں نہایت وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بحیثیت عالم کے جو ان کی شہرت اور عزت ہے وہ کسی تشریح اور تعارف کی منت کش نہیں۔

دوسرا اقتباس مولوی ابوالاعلیٰ مودودی مدیر رسالہ ترجمان القرآن کے ایک مضمون سے پیش کیا گیا ہے۔ آجکل بعض اسلامی حلقوں میں اپنے خاص اسلوب بیان کی وجہ سے اور مذہبی مسائل میں تحقیق و تجسس کے سبب سے مولوی صاحب مذکور کی رائے بڑی وقیع خیال کی جاتی ہے۔

ہمارا سوال

لیکن ہم سوال کرتے ہیں۔ یہ دور جو اپنے فسق و فجور الحاد اور مادیت اور مسلمانوں کی جمود و تساہل اور تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس دور کا مجدد اور محدث کہاں ہے؟ کہاں ہے وہ محدث جسے فائدہ توفیق الٰہی نے عزائم امور کے لئے چن لیا اور جسکا نور علم و عمل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے جس کا قدم طریق منہاج نبوت پر واقع ہے۔ کہاں ہے وہ مجدد جو نبی نہیں لیکن اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہے؟

کیا خدا تعالےٰ نے اپنا قانون بدل لیا

اگر اللہ تعالےٰ پہلے زمانوں کیلئے رستخیز خیر و شر کو اجاگر کرنے کے لئے بلکہ خیر کو شر پر غالب کرنے کیلئے اور تجدید و احیائے دین کیلئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا تھا تو آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں۔ آج اس بحر بیکراں کی روانی کیوں ساکن خیال کی جاتی ہے۔ آج مادیت اور الحاد کی قوتیں اپنے عقب میں بڑی اور زبردست مسلح فوجی قوتیں رکھتی ہیں۔ کیا اس تاریک زمانہ میں کسی مرد خدا کو دنیا کی اصلاح اور رستگاری کے لئے منہاج نبوت پر بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی جس کی صدائے الست سے کفر کے ایوانوں میں تھلکہ مچ جائے اگر واقعی مسلمان ایسا خیال کرتے ہیں تو یہ انتہائی مایوسی ہے اور خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان کا فقدان ہے لیکن نہیں مسلمان مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسی گمراہی کے وقت میں ایسے برگزیدہ انسان بھیجتا ہے جو امت کی اصلاح کرتے ہیں وہ لوگ نبی نہیں ہوتے لیکن مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتے ہیں اور حدیث مجدد ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ یہ سب کچھ صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس دور کے مجدد کا تعین کرنے سے قاصر ہیں اور صد افسوس ہے کہ انہیں اس طرف کبھی توجہ کرنے کی توفیق نہیں ملتی کہ دور حاضر میں وہ کونسا رجل عظیم تھا جو نبی نہیں تھا مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب تھا جس کے کام اور شخصیت میں وہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں جنکا ایک مجدد اور محدث کی شخصیت میں ہونا نہایت ضروری ہے۔

مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہیں

مسلمانوں کو یا تو اس حدیث کو غلط سمجھنا چاہئے یا اس شخص کا نام اور کام پیش کرنا چاہئے جو اس حدیث کا مصداق اور اس بلند معیار پر پورا اترتا ہے۔ یا اس شخص کی طرف رجوع کرنا چاہئے جس نے تجدید و احیائے دین کا کام منہاج نبوت پر کیا۔ اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ امام عصر حاضر حضرت **مرزا غلام احمد** صاحب قادیانی کو اس معیار پر پرکھیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احیائے دین اسلام کے لئے وقف ہؤا اور جنہوں نے اپنے مقام کے متعلق نہایت وضاحت کے ساتھ کہا:۔

حضرت امام عصر حاضر کا ارشاد

"میں اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نیا ہو یا پرانا اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور . . . . بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک میں ہوں" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

اس کے علاوہ فرمایا:۔ ؎

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد این دین و رہنما باشم

کام اور خدمات کا اعتراف

اس مقام اور دعویٰ کے علاوہ حضور علیہ السلام کا کام اور حضور کی جماعت کی خدمات ایسی شاندار ہیں کہ جن کی شان کا اعتراف سب کو ہے۔

پیش کرنے کی ضرورت

ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ حضرت امام عصر حاضر کی شخصیت اور حضور کی تجدید و احیاء کے کام کو مسلمانوں کے سامنے ایک قوت اور جوش کیساتھ پیش کیا جائے منظم اور اجتماعی طور پر پیش کیا جائے افراد بھی اسے اپنے حلقوں میں جرأت اور طاقت سے پیش کریں ہماری جماعت کے ہر ایک دوست پر واضح ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کے پاس سوائے اس کے چارہ ہی نہیں ہے کہ وہ یا تو حدیث مجدد کا انکار کریں اور ایسے برگزیدہ لوگوں کی بعثت کی نفی کریں جو نبی نہیں ہوتے لیکن مزاج نبوت سے قریب ہوتے ہیں اور یا حضرت امام عصر حاضر کو تسلیم کرلیں ضرورت صرف ایک عظیم الشان اور منظم کوشش کی ہے اگر آج ساری جماعت من حیث الجماعت اس کام کو پیش نظر رکھ لے کہ وہ حضرت امام وقت کو لوگوں سے منوائے گی اور ان کے سامنے آپ کے مقام اور کام کی وضاحت کرے گی تو اس سے خداوند تعالےٰ کے فضل سے اتنی عظیم الشان کامیابی ہوسکتی ہے اور یہ سلسلہ اتنا مضبوط ہوسکتا ہے کہ جس کا اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ امید ہے ہمارے سب دوست اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اپنے فرائض کا اندازہ کرتے ہوئے اس دعوت و تبلیغ کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اٹھائیسویں ۲۸ سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

(۳)

۲۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء دوسرے اجلاس کی کارروائی

محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تقریر

۲۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء کا دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب غلام ربانی خاں صاحب بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی وکیل شروع ہوا۔ سب سے پہلی تقریر محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تھی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا ....

.... سب سے اول نہایت دردمندانہ اور ناصحانہ لہجہ میں برادران قادیان کو اسطرف توجہ دلائی کہ وہ صرف نوٹ لینے اور ان کو مکرم میاں صاحب کے سامنے پیش کرنے کو ہی اپنا فرض نہ سمجھیں بلکہ ان دلائل پر بھی غور کرنے کو اپنا فرض سمجھیں جو اس وقت ان کے سننے میں آ رہے ہیں۔ اسی طرح انہیں اس امر کی بھی تلقین کی کہ وہ امام ہمام حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کو جناب میاں صاحب مکرم کے خیالات پر مقدم کرنے اور حضرت اقدسؑ کے کلام کو خود مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں اس مختصر سی تمہید کے بعد محترم شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی مقام مقام ولایت ہے۔ ہاں آپ کی شان امت کے تمام اولیا کرام سے بالا ہے۔ آپکا مقام اولیا کرام میں وہی ہے۔ جو خاتم الانبیاء صلعم کا مقام دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہے یعنی آپ خاتم الاولیاء ہیں جسطرح آپ کے آقا و سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور یہی سب سے بڑا درجہ ہے جو حضرت اقدسؑ نے خود اپنا بیان فرمایا ہے۔ گو آپ کی شان ولایت کے تمام کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے تمام اولیاء امت سے بڑھ کر ہے۔ لیکن آپ بہرحال زمرہ اولیاء میں ہی داخل ہیں۔ زمرہ انبیاء میں آپکا شمار نہیں ہو سکتا۔ بیشک آپ کے الہامات میں آپ کی تحریروں میں لفظ نبی موجود ہے لیکن اس لفظ کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے اپنے الہامات کی بنا پر جو قیود جزوی۔ ناقص۔ امتی۔ بروزی ظلی۔ روحانی۔ مجازی۔ استعارتاً۔ لغوی وغیرہ کی لگائیں ہیں وہ حضورؑ کو زمرہ انبیاء میں داخل کرنے سے مانع ہیں۔ ایسا نبی جس کے ساتھ اس قسم کی قیود لگی ہوئیں ہوں۔ وہ لامحالہ زمرہ اولیاء میں ہی رہتا ہے پس اختلاف یہ نہیں کہ حضرت اقدس کے لئے لفظ نبی الہامات یا حضورؑ کی تحریروں میں استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس لفظ کے استعمال سے تو کسی احمدی کو بھی انکار نہیں۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ جن معنوں میں لفظ نبی حضورؑ کے لئے مستعمل ہوا ہے اس معنی کے لحاظ سے حضورؑ زمرہ اولیاء میں ہی داخل رہتے ہیں یا زمرہ انبیاء میں چلے جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ باوجود اس لفظ کے استعمال کے حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو آخر تک زمرہ اولیاء میں ہی شامل رکھا ہے اور کبھی بھی اپنے آپ کو زمرہ انبیاء میں داخل نہیں کیا۔ جناب میاں صاحب مکرم کا خیال ہے کہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء یعنی رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت تک تو حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو زمرہ اولیاء میں ہی داخل سمجھتے رہے ہیں لیکن اس کے بعد حضورؑ نے اپنے آپکو زمرہ انبیاء میں داخل قرار دیا ہے۔ پس اگر جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدسؑ کا اس مضمون کا ایک حوالہ بھی دکھا دیں کہ پہلے میں اپنے آپ کو زمرہ اولیاء میں سمجھا کرتا تھا لیکن اب فلاں تاریخ سے مجھ پر انکشاف ہو گیا ہے کہ میں زمرہ اولیاء میں نہیں بلکہ زمرہ انبیاء میں داخل ہوں یا اگر یہ نہیں تو حضرت اقدسؑ کی تحریروں میں وہ یہی دکھا دیں کہ حضرت اقدس نے اپنے آپ کو زمرہ انبیاء میں شامل کیا تو بیشک جناب میاں صاحب مکرم کا خیال درست ہے اور ہمیں اس کے قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر جناب میاں صاحب مکرم یہ نہ دکھلا سکیں بلکہ اس کے برعکس ہم اسبات کے دکھلانے میں کامیاب ہو جائیں کہ حضورؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے آپ کو زمرہ اولیا میں ہی داخل رکھا ہے۔ تو جناب مکرم کو اپنے خیال سے رجوع کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں چاہئے۔ اگر ہمارے خیالات کی بنا حق جوئی اور تقویٰ پر ہے۔ تو پھر تقویٰ کا تقاضا تو یہی ہے کہ غلطی کا علم ہو جانے پر اسے چھوڑ کر فوراً حق کی طرف رجوع کر لیا جائے ورنہ ہمارا دعوئے ایمان محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عملی ثبوت نہیں رکھتا یاد رہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے مقام کی تعیین کے لئے صرف یہی نہیں کیا کہ ہمیشہ اپنے آپ کو زمرہ اولیا میں ہی شامل رکھا ہے اور کبھی بھی زمرہ انبیاء میں شمار نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھ کر اس امر کی بھی وضاحت فرمادی ہے کہ آپ کی وحی وحی نبوت نہ تھی بلکہ وحی ولایت تھی۔ پس ایک طرف حضورؑ کا اپنے آپ کو آخر تک زمرہ اولیاء میں شامل رکھنا اور دوسری طرف اپنی وحی کے متعلق وحی نبوت ہونے سے انکار اور وحی ولایت ہونے کا اقرار صاف بتارہا ہے کہ حضورؑ زمرہ اولیاء میں داخل ہیں نہ کہ زمرہ انبیاء میں میں نے حضرت اقدسؑ کی تمام تحریروں کو پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے مجھے ایک تحریر بھی ایسی نہیں ملی جس میں حضورؑ نے اپنے آپ کو زمرہ انبیاء میں شمار کیا ہو یا اپنی وحی کو وحی نبوت لکھا ہو میں نے جناب میاں صاحب مکرم کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کو بھی بار بار پڑھا ہے اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے علماء کی تحریروں کو بھی بار بار پڑھا ہے مگر ایک حوالہ بھی ان میں مجھے ایسا نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضور نے اپنے آپ کو زمرہ اولیاء سے نکال کر زمرہ انبیاء میں داخل کیا ہو یا اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہو بعض علماء نے تاویلیں کرنے کی کوشش کی ہے لیکن باوجود بار بار کے مطالبہ کے حضرت اقدسؑ کا کوئی صریح حوالہ اس مضمون کا نہیں دکھلا سکے۔ ان کے تاویلوں کی طرف دوڑنے اور حضرت اقدسؑ کا کوئی صریح حوالہ پیش کرنے سے اجتناب کرنے نے مجھے اس یقین پر قائم کر دیا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے ہمیشہ اپنی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا ہے وحی نبوت کبھی نہیں دیا اس کے بعد آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد کی تین کتابوں یعنی الہدیٰ۔ مواہب الرحمٰن۔ اور سیرۃ الابدال کے حوالوں سے ثابت کیا کہ حضرت اقدسؑ نے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے آپ کو زمرہ اولیاء میں ہی داخل رکھا ہے اور اسی طرح ان تاویلوں کو بھی غلط ثابت کیا جو قادیان کے بعض علماء کی طرف سے حضرت اقدسؑ کی وحی کو وحی نبوت ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں اور آخر میں بتایا کہ جناب میاں صاحب مکرم کو جو یہ غلطی لگی ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ کو زمرہ انبیا میں شمار کرنے لگ پڑے ہیں وہ نبوت اور ولایت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ان دونوں کی حقیقت پر آپ نے حضرت اقدسؑ کی کتب سے تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اسی طرح آپ نے میاں صاحب مکرم کے اس خیال کو بھی کہ حضورؑ نے نبوت کے متعلق کسی وقت کوئی تبدیلی فرمائی مدلل طور پر غلط ثابت کیا انشاء اللہ یہ مستقل مضمون کی شکل میں کسی آئندہ شیوع میں شائع کیا جائیگا۔

جناب مولوی یعقوب خان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کی تقریر

میرے لیکچر کا موضوع ہے "اسلام ایک ثقافتی انقلاب ہے" انقلاب زندگی ہے جس قوم میں انقلاب نہیں اس میں زندگی نہیں۔ تمام فضا میں انقلاب کا لفظ گونج رہا ہے لیکن غلامانہ ذہنیت ملاحظہ ہو اگر مسلمان انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہو تو اس کی نظر ماسکو یا برلن کی طرف جاتی ہے۔ حالانکہ سب سے بڑا انقلاب عرب میں پیدا ہوا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اندر انقلاب پیدا ہو تو ہمیں اس انقلاب کی طرف جانا چاہیے جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور الشینوں کو تخت نشین بنا دیا۔ ان پڑھ لوگوں کو یونیورسٹیوں کا بانی بنا دیا اس سے بڑھ کر انقلاب کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی اس لئے اگر ہمیں کچھ سیکھنا ہے تو اسطرف توجہ کرنا چاہئے ہمیں ماسکو کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کا کوئی حلقہ ایسا نظر نہیں آتا۔ جہاں اسلام کی ہر روز انقلابی طاقت کا اثر نہ ہو دماغ میں انقلاب پیدا کیا اجتماعی انقلاب پیدا کیا اور ایک نظام جدید پیدا کیا گویا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب پیدا کیا۔

اب بھی ہم چاہتے ہیں کہ انقلاب آئے۔ مسلمان پاکستان اور ہندو ہندوستان کے لئے زور لگا رہے ہیں۔ ساری سرزمین انقلاب انقلاب پکار رہی ہے۔ لیکن سب سے بڑا سوال جسے ہم نہیں دیکھتے وہ یہ کہ اس انقلاب کے پیچھے کونسی طاقت تھی جس سے یہ انقلاب پھر پیدا ہو سکتا ہے محض خواہش کوئی بات نہیں انقلاب کے پیچھے ایک طاقت ہونی چاہئے۔ وہ روحانی طاقت ہے ایمان کے بغیر وہ انقلاب نہیں پیدا ہوتا۔ نبی کریم نے مادی طاقت سے نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی قوت سے انقلاب پیدا کیا جسکو میں کلچرل انقلاب کہتا ہوں۔ کلچر ہے زندگی کے متعلق نقطہ نگاہ اسلام ایک کلچرل انقلاب تھا۔ انقلاب کا مادی پہلو تو ہم سب دیکھ لیتے ہیں لیکن اس کے پس منظر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ سو وہ زاویہ نگاہ اور کلچر کیا تھا جس سے یہ انقلاب پیدا ہوا اور نبی کریمؐ کی زندگی میں ہمیں اسکا رنگ نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلعم ہمیں میدان جنگ میں سجود نظر آتے ہیں۔ باوجود آپکو تاج و تخت بھی میسر ہوا لیکن آپ کی زندگی نہایت ہی سادہ تھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے واقعات میں بھی اس کلچر کا رنگ نہایت نمایاں ہے حیات بعد الموت ان کے سامنے ہر وقت موجود رہتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ زندگی اور حیات بعد الموت کو ایک سمجھتے تھے۔ جب تک ہم اس

دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اس وقت تک ہم کوئی انقلاب نہیں پیدا کر سکتے۔ جاپانیوں میں ایک عقیدہ ہے کہ جو جاپانی جنگ میں مارا جائے وہ سیدھا بہشت میں جاتا ہے۔ سو انقلاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے پیچھے ایک روحانی تحریک نہ ہو۔ جرمنی اور روس نے جب انقلاب پیدا کیا تو اس کے پیچھے ایک غیر مرئی طاقت پیدا کی تو اسلام نے جو کلچرل انقلاب پیدا کیا اس کے پیچھے بھی ایک ایسی ہی طاقت تھی اور وہ تھی روحانی اور ایمانی طاقت جب تک انسان کے اندر انسانیت کمال کو نہ پہنچے اس وقت تک کوئی انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ یورپ میں بھی انقلاب آ رہا ہے۔ وہ زندہ قومیں ہیں۔ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کر رہی ہیں۔ پہلے انکا نقطہ نگاہ صرف وطن یعنی ملک تک ہی محدود تھا۔ یعنی "حب وطن" اس کے بعد یہ دوسرا دور آیا جسے کہنا چاہئے نسلی عصبیت فسطائیت کا فلسفۂ حیات اسی نسلی عصبیت پر ہی قائم ہے اس کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ اس سے بھی کام نہیں چلتا۔ تو لوگوں نے نصب العینی نظامات بنائے مثلاً سوشلزم، کمیونزم اور سرمایہ داری اب ان کے اندر بھی ایک نیا خیال اور تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ ہے۔ (New order) یا نیا نظام حق کا اس کے بعد اگلا قدم جب یہ اٹھائیں گے تو یہ کیا ہوگا۔ وہ ہوگا ایمان اور آئندہ دنیا میں دو ہی گروہ ہوں گے ایک ایمان والے اور دوسرے جو ایمان والے نہیں ہیں اسلام نے یہی تقسیم دنیا کی کی ہے۔ اسلام نے یہ چیز قرون اولیٰ کے مسلمان کو دی

جس طرف آج دنیا آ رہی ہے۔ آج احمدیت بھی اسی انقلاب کی علمبردار ہے۔ آج دنیا کو ایک روحانی انقلاب کی ضرورت ہے۔ یہ انقلاب احمدیت ہی پیدا کر سکتی ہے کیونکہ اسی میں وحی و الہام کی زندگی ہے جس سے آج مادی دنیا زندہ ہو سکتی ہے۔ بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کا غلبہ، شان و شوکت چاہتے تھے لیکن وہ اسے روحانیت کے ذریعہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ میں تعلیم یافتہ طبقہ کو یقین دلاتا ہوں کہ وحی و الہام ایک زبردست قوت ہے اور بڑے سے بڑے مغربی علماء اس قوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وہ انقلاب ہے جسے لسانی انقلاب ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آریہ سیاست و تدبر نے جسے صحیح ترین الفاظ میں فریب اور ظلم کہا جا سکتا ہے دراوڑی اقوام کے احساس زندگی اور جذبۂ خودداری کو کافی حد تک سہیں کر دیا ہے۔ لیکن ابھی اس وقت تک ایسے مفکر موجود ہیں۔ جو دراوڑی نسل قومیت اور تہذیب کو مستقل اور انفرادی حیثیت سے زندہ اور دکن میں با اختیار دیکھنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی طرف سے اس خیال کا بھی اظہار کیا جا چکا ہے۔ کہ جس طرح مسلمان اپنے حقوق اور کلچر کے تحفظ کے لئے پاکستان کے قیام کو ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح دراوڑی اقوام کیلئے دکن کا حصہ مخصوص ہونا چاہئے کچھ عرصہ ہوا مسٹر گوپال چیٹی سابق ایڈیٹر "نیو فارمر" مدراس نے اسی موضوع پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون کے اندر نظریہ پاکستان کی حمایت میں یورپ کی مختلف نسلوں اور ملکوں بالخصوص آسٹریا اور ہنگری کے حالات بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:۔

"قابل غور نکتہ تو یہ ہے کہ مختلف ہندو تو میں اور ذاتیں خود آپس میں ایک دوسرے سے مل کر ایک قوم نہیں بن سکتیں تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد سے ایک قوم بن جانے کی کیا امید ہو سکتی ہے ان حالات میں بہتر صورت یہی ہے کہ ہندوستان کو آریہ ہند، دراوڑی ہند اور اسلامی ہند تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے . . . . .

اگر ہندوستان بھی انگلستان، فرانس اور جرمنی کی طرح ایک قوم کا ملک ہوتا اور یہاں بھی مذکورہ ممالک کی طرح تہذیبی اور سیاسی اتحاد ہوتا تو تقسیم کا سوال کبھی پیدا نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان ایسا نہیں اور نہ کبھی ایسا ہو سکیگا۔"

سو آریہ اور دراوڑی نسلوں کی یہ قدیم مسلسل اور خوفناک کشمکش میرے نزدیک وہ سب سے پہلی اور اہم چیز ہے جو دکن میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اس کے امکانات کو واضح کرتی ہے۔ یہ کشمکش کئی کروڑ انسانوں اور دو تین لاکھ مربع میل کے قطعہ ارض کے لئے ایک دیرینہ عذاب بنی ہوئی ہے۔ دلوں میں مذہب اور نسل کے نام پر بغض اور کینے ہزارہا سال سے پرورش پا رہے ہیں۔ آریہ نسل کے افراد اپنے روایتی مظالم پر مصر ہیں دوسری طرف دراوڑی نسلوں کا خون رہ رہ کر جوش میں آتا ہے۔ دکن کے اچھوت کی حالت اس بیسویں صدی میں بھی جانوروں سے بدتر ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو دکن کی اس نسلی جنگ وہاں کے برہمنوں کے غرور بیجا، اچھوتوں کی بیچارگی اور دراوڑی نسلوں کی زبوں حالی کو ختم کر کے امن و اصلاح کے دروازے کھول سکتا ہے اور اسی کی بدولت دکن میں اعتدال و انصاف کی حقیقی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

سارے جنوبی ہندوستان کے اعداد و شمار تو مہیا نہیں ہو سکے اس وقت صرف ریاست حیدرآباد کے اعداد و شمار میرے پیش نظر ہیں۔ ریاست کی (۱۲۱۷۶۷۲) ایک کروڑ اکیس لاکھ چھہتر ہزار سات سو ستائیس ہندو آبادی میں سے (۱۴۷۳۲۳۰) (چودہ لاکھ تہتر ہزار دو سو تیس) درجہ کے اچھوت ہیں جو کل کے کل دراوڑی نسل سے تعلق رکھتے ہیں باقی میں سے غالب تعداد چھوٹی ذاتوں کے ہندوؤں، لنگائتوں وغیرہ کی ہے یہ بھی قریباً تمام دراوڑی نسلوں سے ہیں باقی رہے اعلیٰ ذات کے ہندو تو ان میں سے ایک چھوٹا سا حصہ خالص آریہ نسل سے ہے باقی اکثر میں آریہ اور دراوڑی خون کی آمیزش ہے۔ مثلاً مرہٹے وغیرہ۔ سو دکن میں دراوڑی نسل کے افراد تعداد کے لحاظ سے سب سے بڑی اکثریت ہیں۔

بعض مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ جنوبی ہند کی بعض قدیم اقوام عرب نسل سے ہیں ان کے بزرگ مصر وغیرہ سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ دراوڑی زبانیں تلگو، تامل، کنڑی وغیرہ اور ان کے رسم الخط بھی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی شاخیں ہیں۔ وہ اپنے اس نظریہ کی تائید میں دیگر بہت سی چیزوں کے علاوہ عرب اور جنوبی ہندوستان کے قدیم تجارتی و سیاسی تعلقات کو پیش کرتے ہیں جو ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہیں عرب و دکن کے تعلقات بہت دیرینہ بلکہ زمانہ قبل از تاریخ کے ہیں۔ مورخین اور ماہرین السنہ قدیم کا یہ نظریہ صحیح ہو یا نہ لیکن یہ بالکل سچ ہے عقائد اور تمدن و معاشرت کے لحاظ سے بہت سی چیزیں عربوں اور دراوڑی اقوام میں مشترک ہیں بالخصوص لنگایت قوم اس لحاظ سے عربوں اور اسلام سے

بہت قریب ہے۔ جنوبی اور جنوب مغربی ہندوستان میں لنگایتوں کی آبادی نصف کروڑ سے زیادہ ہے۔ ریاست حیدرآباد میں بھی یہ دس لاکھ کے قریب ہیں۔ یہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ہندوؤں سے بالکل علیحدہ قوم ہے۔ لیکن برہمنوں کے سیاسی جادو اور غلبہ نے انہیں ہندوؤں میں شمار کرا لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان کی مشہور ریاست میسور کا حکمران خاندان بھی لنگایت قوم سے ہے حالانکہ میسور دنیا میں ہندو ریاست کے نام سے مشہور ہے۔

جس طرح شمالی ہندوستان میں مسلمان اور سکھوں کے درمیان بہت سی باتیں مشترک پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح دکن کے مسلمانوں اور لنگائتوں میں کئی ایک باتیں مشترک ہیں۔ لنگائت مورتی پوجا نہیں کرتے یہ ان کے ہاں سخت گناہ ہے۔ زنار نہیں پہنتے۔ مردوں کو جلانے کی بجائے دفن کرتے ہیں۔ توحید کے بڑی حد تک قائل ہیں۔ ان کے اعلیٰ طبقہ میں چھوت چھات نہیں ہے۔ بیوہ کی شادی مذہباً جائز اور مروج ہے۔ کثرت ازدواج بھی جائز ہے۔ انکا مذہبی نشان ہلال ہے۔ ان کے مقدس لوگ ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ ان کے بہت سے مٹھوں (خانقاہوں) میں کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی لکھی ہوئی ہیں چند مقامات پر مٹھوں کے اندر قرآن کریم بھی جزدانوں کے اندر رکھا ہوا ہے جسکا ہر سال پالکی میں جلوس نکالا جاتا ہے۔ کنڑی لنگایتوں کی مذہبی اور قومی زبان ہے۔ اس میں عربی سے ملتے جلتے بے شمار الفاظ ہیں۔ لنگایتوں کا تصوف، اسلامی تصوف سے بہت مشابہ بیان کیا جاتا ہے بہت سے لنگایت دل سے بزرگان اسلام کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔

لہذا دراوڑی اقوام بالخصوص لنگایتوں کا وجود اور اسلام سے ان کی نزدیکی بھی دکن میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اس کے امکانات کو واضح کرنے والی چیز ہے اور دکن کی قدیم اقوام کو اسلامی تعلیمات کی بے حد ضرورت ہے۔

مسلمانوں نے صدیوں تک دکن کے بہت بڑے حصہ پر حکومت کی ہے اور اب بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے دکن میں قریباً ایک لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی حیدرآباد کی اسلامی سلطنت موجود ہے جس کے اندر قریباً ڈیڑھ کروڑ انسان آباد ہیں۔ ماشاء اللہ اس سلطنت کا رقبہ اور آبادی ہندوستان کے متعدد صوبوں اور یورپ و ایشیا کی بیسیوں سلطنتوں سے بڑی ہے۔ اور یہ سلطنت از روئے معاہدات اندرونی معاملات میں بالکل آزاد اور برطانیہ کی حلیف سلطنت ہے اس سلطنت کے اندر اور اس کے قرب و جوار میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جن پر مسلمانوں نے ہندوستان کے دوسرے حصوں کی نسبت بہت زیادہ طویل عرصہ تک حکومت کی ہے لیکن افسوس مسلمان بادشاہوں نے غفلت یا غیر معتدل رواداری کی وجہ سے اپنے عہد حکومت میں تبلیغ اسلام کے مقصد کو بالکل فراموش کئے رکھا ورنہ آج دکن میں مسلمانوں کی حیثیت و تعداد بالکل مختلف ہوتی مسلمان سلاطین و امرا کی اس غفلت کی تلافی مسلمان اولیا و فقرا نے کی سچی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ نیک و قدسی صفت ہستیاں دکن میں تبلیغ اسلام کی کوشش نہ کرتیں تو یہاں مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے آگے نہ بڑھتی یہ انہیں کا صدقہ ہے کہ مسلمان دکن میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ لاکھوں کروڑوں غیر مسلم ان بزرگوں کے روحانی اثر کے نتیجہ میں ایک حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی ذات با صفات ہی سے لاکھوں غیر مسلم بے اندازہ عقیدت رکھتے ہیں ان میں سے بعض نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقسامِ نبوّت پر ایک محقّقانہ نظر!

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

مضمون زیر بحث

نبوت کے متعلق اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس پر اب بحث کرتے چلے جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے لیکن ایک دوست کی خاطر سے اس پر آج کچھ لکھنے لگا ہوں۔ ان کا خیال ہے بلکہ انہیں اس پر اصرار ہے کہ نبوت تین قسم کی ہوتی ہے اور وہ اپنے اس خیال کو حضرت مسیح موعود کی اس تحریر پر مبنی سمجھتے ہیں جو ۱۸۹۹ء کے مکتوب مندرجہ الحکم میں ہے۔ وہو ہذا:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں ہوتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

ہمارے دوست کے نزدیک پہلی دو قسموں کا نام نبوت تشریعی ہے اور تیسری قسم کا نام نبوت غیر تشریعی ہے۔" مجھے افسوس ہے کہ اس میں ان کو غلطی لگی ہے جو کئی غلطیوں پر مشتمل ہے۔

قرآن و حدیث میں نبوت کی کوئی تقسیم نہیں

سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کی اقسام کے متعلق حضرت اقدس کی اس تحریر کو تو دیکھا مگر قرآن و حدیث سے اس کے ماخذ کو تلاش نہ کیا آخر حضرت اقدس نے جو اسلامی اصطلاح کے مطابق نبوت کے لئے مندرجہ بالا تین شرائط کو پیش کیا تو اس کا ماخذ کہیں قرآن و حدیث میں ہوگا۔ خود تو نہیں دل سے گھڑ لیا۔ اگر میرے دوست اس ماخذ کو تلاش کر لیتے تو انہیں اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔ قرآن اور حدیث میں نبوت کی تین اقسام یا دو اقسام تشریعی اور غیر تشریعی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ یہ علمائے اسلام نے اپنی آسانی کیلئے تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم کر لی ہے۔ ورنہ قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی تقسیم موجود نہیں۔ قرآن کریم نے تو سورۃ الانعام میں ۱۸ نبیوں کا ذکر فرما کے جن میں حضرت نوح۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب۔ داؤد۔ سلیمان و ایوب و یوسف و موسےٰ و ہارون و زکریا و یحییٰ و عیسےٰ و الیاس و یونس و لوط و الیسع شامل ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کا مجملاً ذکر کر کے سب کے متعلق فرمایا اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ۔ ان لوگوں کو ہم نے کتاب۔ اور حکم اور نبوت عطا فرمائی۔ ان میں وہ تمام انبیا شامل ہیں جو ہمارے علماء کی تقسیم کے مطابق تشریعی اور غیر تشریعی کہے جا سکتے ہیں۔ یہاں ان سب کا ذکر کر کے قرآن کریم نے ایک ہی بات سب کے متعلق فرمائی ہے وہ یہ کہ انہیں کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائی۔ گویا نبوت کے ساتھ کتاب اور حکم کا ہونا لازمی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ نبوت کی جامع اور مانع تعریف یہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے صاحب کتاب اور صاحب حکم ہو۔ یعنی النبوۃ سے پہلے واؤ عطف علی المترادف ہے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ایک چھوٹی سی آیت میں بلکہ دو لفظوں میں نبوت کی جامع اور مانع تعریف کر دی اب کتاب اور حکم کی تشریح عرض کرتا ہوں۔

کتاب کی تشریح قرآن کریم سے

(۱) قرآن کریم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وحی نبوت ہی کتاب کہلاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے سورۃ البقرہ کے شروع میں ایمانیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا گیا اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ یہاں وحی نبوت کا ذکر ہے جو مومن بہ ہے۔ اسی مضمون کو اسی صورت کے آخر میں جب دہرایا تو وہاں کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ فرمایا کہ سب کے سب ایمان لاتے ہیں اللہ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ان آیات کو سامنے رکھنے سے دو نتیجے نکلتے ہیں

وحی نبوت ہی کتاب ہے

ایک تو یہ کہ جو وحی نبوت آنحضرت صلعم اور آپ سے پہلے کل انبیاء پر نازل ہوئی اسی کا نام کتاب ہے گویا ہر ایک نبی کتاب لاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی آتا ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (سورۃ الحدید) بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل اور روشن نشانوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں "اور ہم ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو دنیا کے کل نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھیں" (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۵)

کتاب اللہ پر ایمان لانا مقصود بالذات ہے

دوسری بات الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک سے یہ پتہ لگی کہ جس چیز پر ایمان لانا اصل مقصود ہے وہ وحی الٰہی جو نبیوں پر نازل ہوتی ہے یعنے کتاب ہے۔ رسولوں اور ملائکہ پر ایمان لانا اس وجہ سے ہے کہ بغیر اس کے کتاب پر ایمان لانا ممکن نہیں۔ ملائکہ کے وجود اور ان کے ذریعہ نزول وحی اور رسولوں کا وجود جو مہبط وحی ہوتے ہیں اسلئے مانا جاتا ہے کہ بغیر اس کے خدا کی کتاب پر ایمان لانا ناممکن ہے پس اصل شئے کتاب اللہ ہے جس پر ایمان لانا مقصود بالذات ہے۔ اسی لئے سورہ بقرہ کی ابتدا میں جب ایمانیات کا ذکر کیا تو وہاں وحی الٰہی پر ایمان لانے کا ذکر کیا لیکن ملائکہ اور رسولوں پر ایمان لانے کا ذکر نہیں کیا۔ سورۃ کے آخر میں جب ایمانیات کی زیادہ تفصیل کی تو ان کا ذکر کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمانیات میں مقصود بالذات کتاب اللہ پر ایمان ہے اور ملائکہ اور رسولوں پر ایمان بالواسطہ ہے۔ پس جب تک کتاب نہ ہو کسی نبی یا رسول پر ایمان لانا بالکل بے معنی ہے۔ وجہ یہ کہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام اور ہدایات پر مشتمل ہوتی ہے جو کسی قوم یا نوع انسانی کی ہدایت کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اگر کتاب میں احکام یا ہدایات کوئی نہیں تو اس پر ایمان لانا بے معنی ہے۔ محض کسی پیشگوئی پر ایمان لانے میں کہ فلاں شخص کے گھر بیٹا ہوگا یا فلاں آدمی مر جائے گا انسانوں کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔ اور پیشگوئی تو ایک محدث اور امتی بھی کر دیتا ہے۔ یہ کیا تماشہ ہے کہ زید ایک محدث سے اس کی پیشگوئی پر ایمان لانا ضروری نہیں لیکن اگر اسی کو نبی بنا دیں تو اس کی پیشگوئی پر ضرور ایمان لاؤ ورنہ کافر ہو جاؤ گے حالانکہ پیشگوئیاں دونوں یکساں ہیں۔ پس یہ لغو باتیں ہیں۔ پیشگوئیاں محض مؤیدات ہوتی ہیں وہ کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر بطور نشان کے ہوتی ہیں نہ کہ مقصود بالذات ہوتی ہیں چنانچہ اولیاء اللہ محدثین یعنی امتی کی پیشگوئیاں بھی اپنے نبی متبوع کی کتاب کے لئے بطور نشان کے ہوتی ہیں اور اسی لئے وہ بذات خود مومن بہ نہیں رہتیں۔ مومن بہ کتاب اللہ ہوتی ہے۔ پس اگر نبی کوئی کتاب نہ لایا یا اس کی کتاب کسی نئی ہدایت یا نئے حکم پر مشتمل نہ ہو تو اس نبی کو مومن بہ قرار دینا حماقت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کے ساتھ کتاب کا ہونا اور کتاب میں کوئی نیا حکم اور ہدایت خدا کی طرف سے موجود ہونا لازمی امر ہے۔ ورنہ اس کتاب اور نبی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود بھی یہی فرماتے ہیں۔

"خدا را مکالمات و مخاطبات است با ولیائے خود در این امت وایشاں را رنگ انبیا دادہ مے شود پر حقیقت انبیا نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نے شوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ مے کنند و نہ کم مے کنند از قرآن" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ و ۶۷)

اس حوالہ سے صاف پتہ لگ گیا کہ جب تک شریعت میں کمی بیشی کرنا جناب الٰہی کو مقصود نہ ہو نبی نہیں بھیجے جاتے چونکہ قرآن کریم نے شریعت کو تکمیل تک پہنچا دیا اسلئے نبوت کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ پس نبی تبھی آیا کرتا ہے جب وہ کوئی نئی شریعت لا دے یا شریعت کے کسی حکم میں کمی بیشی کرنی ہو اور کسی گذشتہ حکم کو منسوخ کر کے کوئی جدید حکم اس کی جگہ جاری کرنا ہو۔ چنانچہ تریاق القلوب (دوسرا ضمیمہ صفحہ ۱۳۰) پر بھی حضرت مسیح موعود اسی امر کو اس طرح واضح فرماتے ہیں:

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

یہاں حضرت اقدس نے صاف فرما دیا کہ انبیاء یا تو شریعت لاتے ہیں یا کم سے کم احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ جو ان میں سے کچھ بھی نہیں لاتا وہ نبی نہیں۔ بلکہ محض ایک ملہم اور محدث ہے۔ یہاں کل نبیوں کو صاحب الشریعت اس لئے فرمایا کہ ان میں سے بعض تو نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض اگرچہ نئی شریعت تو نہیں لاتے مگر وحی الٰہی کے ماتحت شریعت سابقہ میں ترمیم تنسیخ کرتے یا اضافہ کرتے ہیں اسلئے شریعت پر حاکم ہونے کی وجہ سے انہیں صاحب الشریعت کہا گیا۔ اور ان کا انکار اسی لئے کفر ہے کہ وہ خدا کی طرف سے کچھ نئی ہدایات اور احکام جدیدہ دیتے ہیں جن پر ایمان لائے اور عمل کئے بغیر فلاح اور نجات نہیں اگر وہ کوئی

نیا حکم اور ہدایت نہیں لائے تو ان کا انکار کفر کیوں ہو۔ کیا خدا کے ہاں اس قدر اندھیر ہے کہ بغیر کسی نئے حکم اور ہدایت کی ضرورت کے محض ایک انسان کو نہ ماننے پر وہ اچھے بھلے مومن کو کافر بنا دیتا ہے۔ حالانکہ اس کے ماننے بغیر بھی وہ مومن خدا کی ساری کتاب اور سارے احکام کو مانتا اور ان پر عمل کرنے کو تیار رہتا ہے۔ بھلا جب تمام قوم بنی اسرائیل حضرت موسٰے کی شریعت کو مانتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے اور ایک نبی آتا ہے جو کچھ نہیں کہتا سوائے اس کے کہ موسیٰ کی شریعت سچی ہے اسے مانو اور اس پر عمل کرو تو سمجھ نہیں آتا کہ جو اس مصدّق نبی کو مانتا ہے اور جو نہیں مانتا ان میں ایمان اور کفر کا فرق کیونکر ہوا۔ اس بلا ضرورت آئے ہوئے نبی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانے والا اور اس کا انکار کرنیوالا دونو جب ایک ہی شریعت آلٰہی کو مانتے ہیں تو ایک آدمی کو نہ ماننے کی وجہ سے ایک مومن کیونکر ہوا اور دوسرا کافر کیونکر ٹھہرا۔ شریعت میں تبدیلی کوئی ہوئی نہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ تو محض ایک آدمی کو ایمانیات کی فہرست میں بڑھانے کا کیا فائدہ؟ کیا اس لئے کہ لوگوں کو کافر بنایا جائے

نبوت تشریعی اور غیر تشریعی کی تشریح

علمائے اسلام نے بیشک جنہوں نے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی تقسیم کی ہے، غیر تشریعی نبوت سے کبھی یہ مطلب نہیں لیا کہ ایسا نبی شریعت میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کرتا۔ وہ تشریعی اُسے کہتے ہیں جو پہلے شریعت لاتا ہے اور غیر تشریعی اسے سمجھتے ہیں جو نئی شریعت تو نہیں لاتا مگر بعض احکام میں تبدیلی کرتا ہے کیونکہ احکام میں تبدیلی نبوت کا کام ہے اگر شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی تو نبوت عبث ہے۔ جب احکام میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرنی اور کوئی ہدایت نہیں دینی تو نبوت کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ پھر کسی نبی کا بھیجنا بالکل بے معنی ہے۔ بلکہ مضر ہے کیونکہ ناحق ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجدینا لوگوں کے لئے ابتلا پیدا کر دینے کے مترادف ہے کہ ہزاروں آدمی اس کے انکار سے کافر ہو گئے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف سے لایا لایا کچھ بھی نہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ خدا کسی محدّث مجدّد کو بھیجدیتا۔ پہلی شریعت کی جب تصدیق کرنی مدنظر ہے تو ایک محدث زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو خدا کی طرف سے خبر پا کر شریعت سابقہ کی تصدیق کرتا اور لوگوں کے ایمان کو تازہ کر دیتا اور دوسری طرف اس بات کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتا کہ یہ ایسی شریعت صادقہ ہے کہ میں اس پر عمل کرکے خدا تک پہنچ گیا اور اس کے قرب سے مشرف ہو گیا۔ لیکن نبی نے آکر کیا کیا۔ شریعت سابقہ کی اتباع سے تو اُسے نبوت ملی نہیں کہ شریعت کے کمال کا اظہار ہو کیونکہ نبوت تو موہبت ہوتی ہے۔ محض تصدیق ہی تصدیق کی۔ جو ایک محدث بھی کرتا ہے۔ ہاں اس نبی کے آنے سے یہ ہوا کہ قوم میں کافروں کی ایک فوج تیار ہو گئی پس خدا کی شان اس امر سے بالاتر اور پاک ہے کہ وہ ایک ایسا عبث فعل کرے اور بلا ضرورت ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجدے۔ یہ اس کی حکیم صفت کے خلاف ہے۔

لغوی نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں

ہمارے دوست ایک غلطی کے ازالہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے "کہ نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں"۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ محمودیوں نے [illegible] اپنی عمر گذار دی ان کو ایسے دم بریدہ حوالوں کی وجہ سے ملزم گردانتے رہے۔ گویا وہی غلطی خود اُن سے سرزد ہو گئی

یہاں حضرت اقدس لغوی نبیوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ ساری عبارت یوں ہے "نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا۔ اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں"۔ یہاں آپ نے اپنے متعلق جو نبی کا لفظ استعمال کیا تو اس کی توجیہہ کر رہے ہیں کہ یہ لغوی معنوں کے لحاظ سے ہے کیونکہ لغت میں اس کے معنے خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ اصطلاح اسلام میں جو نبی ہوتا ہے اس کے لئے شارع ہونا شرط ہوتا ہے۔ تو توضیح فرما دی کہ اس قسم کے لغوی نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہوتا۔ اب تریاق القلوب کے حوالہ کو سامنے رکھو تو بات بالکل صاف ہے "لیکن صاحب الشریعت کے سوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں"۔ تو معلوم ہوا کہ لغت کے لحاظ سے جسے نبی کہہ سکتے ہیں وہ اصطلاح اسلام کے رُو سے ملہم اور محدّث کہلائیگا۔ اور ایسا نبی یقیناً شارع نہیں ہوتا۔

الحکم کی تشریح

اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ میں سے کتاب کی تشریح تو ہو چکی۔ اب الحکم کی تشریح شروع کرتا ہوں۔ الحکم سے مراد یہاں وہ حکومت اور حق فیصلہ ہے جو ایک نبی کی وحی کو نبی سابق کی وحی پر حاصل ہے۔ اسی الحکم کی تشریح دوسری جگہ خود قرآن کریم میں اس طرح آئی ہے کہ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کہ ہم کوئی رسول نہیں بھیجتے مگر وہ خدا کے حکم سے مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا۔ یعنے اس کی وحی سابقہ وحی پر حاکم ہوتی ہے۔ اس کی مطیع نہیں ہوتی۔ نبی فقط اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے جب کہ قرآن کریم میں نبی کی زبان سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی۔ کہ میں نہیں اتباع کرتا مگر اسکی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ پس نبوت کی ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ اس کی وحی سابقہ وحی پر بطور حاکم کے ہوتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا اس کی وحی کا کام ہے کہ سابقہ وحی کی تصدیق کرے یا اسے منسوخ کرے۔ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کی زبان سے اسی امر کی کس خوبصورتی سے وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

" ومصدقا لما بین یدی من التورٰۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم"۔ (آل عمران) اور میں تصدیق کرنیوالا ہوں اس کی جو تورات میں مجھ سے پہلے موجود ہے اور تاکہ میں تم پر حلال کر دوں بعض چیزوں کو جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ یہاں صاف لفظوں میں بتلایا ہے کہ نبی ایک تو نبی سابق کی شریعت کی اپنی وحی کے ذریعہ تصدیق کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس حکم کے متعلق مشیت الٰہی ہوتی ہے اُسے وہ اپنی وحی کے ماتحت منسوخ کر دیتا ہے۔ پس نبی کی وحی بطور ایک حاکم اور جج کے ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے اس کی وحی کو یہ حکومت حاصل ہوتی ہے کہ شریعت سابقہ میں سے کسی حکم کو باقی رکھا جائے اور کسی کو منسوخ کر دیا جائے۔ وہ براہ راست اپنی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ اگر وہ شریعت سابقہ پر عمل کرتا ہے تو اسلئے کہ اس کی اپنی وحی اسے ایسا کرنے کے لئے کہتی ہے۔ جہاں اس کی وحی شریعت سابقہ سے اختلاف کرتی ہے۔ وہاں وہ اپنی وحی کی اتباع کرتا ہے اور شریعت سابقہ کے حکم کو منسوخ کر دیتا ہے۔ وہ ایک امتی کی طرح یہ نہیں کرتا کہ اپنی وحی کو اپنے نبی متبوع یا نبی سابق کی وحی کے سامنے پیش کرے اور جہاں اپنی وحی کو اس سے مختلف پاوے وہاں اپنی وحی کو چھوڑ دے اور نبی سابق کی وحی کو مقدم کرے۔ پھر تو پھر مطیع ہوا۔ مطاع نہ ہوا۔ امتی ہوا۔ نبی نہ ہوا۔

نبوت کی جامع اور مانع تعریف

پس اگر نبوت کی کوئی جامع اور مانع تعریف ہو سکتی ہے تو وہ اس چھوٹی سی آیت اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتٰب والحکم والنبوۃ میں موجود ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ صاحب نبوت صاحب کتاب اور صاحب حکم ہوتا ہے۔ جس میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہ نبی ہے۔ جس میں یہ نہ ہوں۔ وہ نبی نہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا کہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں ہوتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں" تو قرآن کریم کے لفظوں میں اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ صاحب کتاب اور صاحب الحکم ہوتے ہیں اور حضرت اقدس کا منشا بھی یہی ہے۔ تیسری شرط کہ وہ نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں"۔ وہی الحکم والی شرط ہے اور یہ سب نبیوں میں پائی جاتی ہے یہ کوئی علیحدہ قسم کی نبوت نہیں وہ نبی جو کامل شریعت لاتے ہیں ان میں بھی یہ شرط پائی جاتی ہے اور وہ جو بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں"، ان میں بھی یہ شرط پائی جاتی ہے اگر یہ شرط نہ ہو تو نہ شریعت سابقہ منسوخ ہو کر نئی شریعت آسکتی ہے اور نہ بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ ہو سکتے ہیں یہی الحکم کی صفت نبوت نئے نبی کو اس بات کا مجاز بنا دیتی ہے کہ وہ شریعت سابقہ کو کاملاً یا جزواً منسوخ کر دے

احتیاطی نبی ماننا خدا کے علم پر زد ہے

پس یہ شرط یا صفت تو ہر نبی میں پائی جانی ضروری ہے۔ خواہ وہ شریعت کاملہ لائے یا کسی حکم شریعت کو منسوخ کرے تو پھر اسے علیحدہ قسم کی نبوت کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ شاید اس کا جواب یوں دیا جائے کہ یہ ایسا نبی ہوگا جو نہ تو کوئی نئی شریعت لایا۔ اور نہ اس نے کسی حکم شریعت کو منسوخ کیا۔ فقط نبی سابق کی وحی کی تصدیق کی۔ ہاں اُسے اختیار حاصل ہے کہ اگر اس کی وحی اسے حکم دے تو وہ نبی سابق کی وحی کو منسوخ کر دے۔ لیکن وہ ایسا کرتا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں کرتا۔ جواب اس کا یہی ہے کہ کہ اس کی وحی اسے ایسا کرنے کو نہیں کہتی۔ تو معلوم ہوا خدا کی مشیت نہ تھی کہ اس کے ذریعہ کسی حکم سابق کو منسوخ کیا جائے۔ تو پھر نبوت کی ضرورت نہ رہی۔ کیا خدا کا علم ناقص ہے کیا اس نے اسے اسلئے نبی بنایا تھا کہ شاید آگے چل کر کسی حکم کو منسوخ کرنیکی ضرورت پڑ جائے اس لئے احتیاطاً ایک نبی ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور خدا کا علم کامل ہے اور وہ کسی کو نبی اسی وقت بناتا ہے جب اس کی مشیت بندوں کو کوئی نیا حکم اور ہدایت دینا چاہتی ہے تو پھر ایسا قیاس کرنا بھی گناہ ہے کہ احتیاطاً کسی کو بلا ضرورت نبی بنا کر رکھ لیا جائے۔ جب مشیت اور علم آلٰہی میں یہ بات نہیں ہے کہ کوئی نئی ہدایت یا حکم بندوں کو دیا جاوے تو پھر نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں ان حالات میں محدث زیادہ مفید رہتا ہے۔ ایک تو اپنی وحی کے ذریعہ وہ شریعت سابقہ کی تصدیق کر دیتا ہے۔ دوسرے اس شریعت کی اتباع سے جو کمالات اُسے حاصل ہوتے ہیں اُن سے اُس شریعت کی حالی طور پر تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور تیسرے اس کا انکار کرکے لوگ کافر بھی نہیں بنتے۔ خدا عبث فعل نہیں کیا کرتا ایسا خیال کرنا کہ وہ بغیر کسی ضرورت کے نبی بھیجا کرتا ہے اس کی سبحانیت کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود نے چونکہ اس تیسری

(باقی بر صفحہ کالم تین)

رفتار عالم

— نئی دہلی ۸ جنوری آج شام پونے چھ بجے وائسرائے ہند کی اگزیکٹو کونسل کے رکن اور حکومت ہند کے محکمہ نشرواشاعت کے مشیر سر اکبر حیدری انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ گذشتہ ماہ دورے سے واپسی پر بیمار ہو گئے تھے اور نئی دہلی کے ایک نرسنگ ہوم میں زیر علاج تھے۔ کل صبح دس بجے ۲۰ اکبر روڈ پر آپکا جنازہ پڑھا گیا — اور پھر شام کے وقت میت کو حیدر آباد لے جایا گیا جہاں آپ کو لیڈی حیدری کے پہلو میں دفن کیا گیا — آپ نے ۷۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ۱۸۸۸ء میں آپ انڈین فنانس ڈیپارٹمنٹ میں ایک افسر کی حیثیت سے شامل ہوئے اور ۱۹۰۲ء میں بمبئی کے اکاونٹنٹ جنرل بن گئے اس سے ۱۶ سال قبل ریاست حیدر آباد نے بطور اکاونٹنٹ آپ کی خدمات حاصل کیں ۱۹۲۱ء میں آپ دوسری بار حیدر آباد میں تشریف لے گئے۔ اور حضور نظام کی اگزیکٹو کے محکمہ ہائے ریلوے اور فنانس کے انچارج بنے ۱۹۳۷ء میں آپکو حیدر آباد کی اگزیکٹو کونسل کا صدر بنایا گیا۔ اور اس عہدہ پر آپ اگست ۱۹۴۱ء تک مامور رہے۔ آپ کو وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل کا رکن اور محکمہ نشرواشاعت کا مشیر نامزد کیا گیا۔

آپ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ حیدر آباد میں بسر کیا اور وہاں کی اصلاحات اور ترقیاں آپ کی مرہون منت ہیں۔ آپ نے حیدر آباد کی طرف سے تین بار گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ آپ ۱۹۳۳ء میں ناردرن سٹیٹ منسٹرز کونسل کے صدر منتخب ہوئے۔

— لاہور ۸ جنوری اطلاع ملی ہے کہ مشہور احرار لیڈر اور مصنف "زندگی" چودھری افضل حق کچھ دن بیمار رہ کر وفات پا گئے۔

— طہران ۹ جنوری مشرق وسطیٰ میں مسٹر روزویلٹ کے خاص ایلچی آج بغداد سے بذریعہ طیارہ اس جگہ پہنچے۔ آپ پہلے ہندوستان جائیں گے اور اس کے بعد ترکی روانہ ہو جائیں گے۔

— سنگاپور ۹ دسمبر ٹوکیو کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ٹوکیو کے جنوب میں ایک اتحادی آبدوز نے جاپان کا ایک تجارتی جہاز غرق کر دیا ہے جس کا وزن ۲۲۵۰ ٹن تھا۔ مزید اطلاعات مظہر ہیں کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹہ میں بحرالکاہل میں برطانوی طیاروں کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ کوانٹن کے پاس چار چار ہزار ٹن کے دو جہازوں پر بم نشانہ پر بیٹھے اور کئی چھوٹے چھوٹے جہازوں کے بالکل قریب بم پھٹے۔ جزیرہ دیک کے قریب ایک جاپانی فوج بردار جہاز اور دو چھوٹے چھوٹے جہازوں کو تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا۔

— قاہرہ ۹ جنوری حلفا یہ کی دشمن چوکی پر کل بھی ہماری فوجوں نے طیاروں اور توپخانوں کی مدد سے شدید حملے کئے۔ جدابیہ سے دشمن بدستور بھاگ رہا ہے۔ جدابیہ اور العغیلا کے درمیان دشمن کے چند اول دستوں نے ذرہ جم کر مقابلہ کیا اس جگہ بارودی سرنگوں کی وجہ سے ہماری پیشقدمی کی رفتار قدرے سست ہے۔ برطانوی طیاروں نے طرابلس کے قریب دشمن کے جہازوں پر شدید حملے کئے۔ نیز العغیلا کی سڑک پر دشمن کے

ٹرانسپورٹ پر پے در پے بمباری کی

— لندن ۹ جنوری مشرقی محاذ جنگ کے بارے میں اگرچہ روس کے اعلان میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے۔ کہ تمام محاذ پر لڑائیاں جاری ہیں۔ مگر جرمن اعلان میں اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ جنوبی اور مرکزی علاقے میں وہ بچاؤ کی لڑائی لڑ رہے ہیں سباسٹوپول پر جرمن دباؤ کو کم کرنے کے لئے روسی فوجیں چاروں طرف سے بڑھ رہی ہیں اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو چلا ہے۔ کہ جرمنوں کے لئے بھاگنے کا راستہ بھی بند نہ ہو جائے شمال میں فنی مورچوں پر مسلسل حملے جاری ہیں۔

لاہور۔ ۹ جنوری آج پنجاب سیلز ٹیکس ایکٹ صوبہ میں نافذ ہو گیا ہے چنانچہ بیوپاریوں نے اپنی دھمکی کے بموجب آج دکانیں بند کیں کہا جاتا ہے کہ یہ ہڑتال جب تک کہ بیوپاریوں کے مطالبات پورے نہیں ہو جاتے جاری رہے گی۔ لیکن اسکا کوئی امکان نظر نہیں آرہا۔ کیونکہ آج پہلے دن ہی بیس فیصدی کے قریب دکانیں کھلی ہیں۔ مال روڈ پر سوائے کمرشل بازار۔ موچی دروازہ مبوی منڈی قلعہ گجر سنگھ وغیرہ میں بھی دکانیں کھلی تھیں چھوٹے دوکانداروں کو ہڑتال سے کوئی ہمدردی نظر نہیں آتی۔ ان کا خیال ہے کہ جب سیلز ٹیکس ایکٹ کا اثر ان پر نہیں ہوتا تو پھر انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ اُس کے خلاف خواہ مخواہ احتجاج کرتے پھریں مال روڈ کے بڑے دوکانداروں پر یہ ایکٹ نافذ ہوتا ہے لیکن اُن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر مہذب ملک میں فروخت پر ٹیکس ہے اور اس وقت جب کہ جنگ کی آگ ہمارے ہر طرف بھڑک رہی ہے ہمیں چاہئے کہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور اُس کی پیسہ وغیرہ کے ذریعہ سے مدد کریں تاکہ اس جنگ سے کامیاب ہو کر نکلیں۔ اس امر کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگر کہیں مسلمانوں کی دوکانیں بند تھیں تو وہ محض جمعہ کے احترام کے طور پر تھیں۔ ہڑتال سے ان کو کوئی واسطہ نہ تھا۔

بقیہ صک

شرط کو نبوت کے لئے نہایت ضروری سمجھ کر اسے علیحدہ بیان کر دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے کوئی تیسری قسم کی نبوت ہے۔ اگر حضرت اقدس کا مقصد کوئی تیسری قسم کی نبوت ہوتی تو اس کے بعد تریاق القلوب میں یہ کیوں فرماتے "صاحب الشریعت کے سواجس قدر ملہم اور محدث ہیں" مواہب الرحمٰن میں یہ کیوں فرماتے کہ "ایشاں از رنگ انبیاء دادہ شدہ و وند حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ" اگر قرآن کریم کے شریعت کی تکمیل کر دینے کی وجہ سے نبیوں کا آنا بند ہو گیا۔ تو صاف ظاہر ہے کہ نبی وہی ہوگا جو نئی شریعت لاوے یا شریعت میں کوئی ترمیم و تنسیخ کرے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی نبوت تھی تو شریعت کی تکمیل سے اس کا دروازہ کیوں بند ہو گیا۔ پس سچ یہی ہے کہ ان کے علاوہ تو وہ ملہم و محدث ہی ہیں جو انبیاء کے رنگ میں تو رنگین ہوتے ہیں مگر نبی نہیں ہوتے ؛

جلد ۳۰ | لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء | نمبر ۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شادی میں آتشبازی و تماشا و باجا

آتشبازی اور تماشا بالکل منع ہے اس سے مخلوق کو کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے ۔ البتہ آتشبازی میں ایک جزو گندھک کا بھی ہوتا ہے اور گندھک ہائی ہوا کو صاف کرتی ہے چنانچہ آجکل طاعون کے ایام میں مثلاً انار بہت جلد ہوا کو صاف کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص صحیح نیت اصلاح ہوا کے واسطے ایسی آتشبازی جس سے کوئی خطرہ نقصان کا نہ ہو چلاوے ۔ تو ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ شرط اصلاح نیت کے ساتھ ہو کیونکہ تمام نتائج نیت پر مترتب ہوتے ہیں۔

ہمارے دین میں دین کی بنا یسر پر ہے عسر پر نہیں ہے اور پھر اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ضروری چیز ہے ۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا ۔ اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے کیونکہ کئی دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے ۔ اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو جو فسق و فجور کا موجب ہو ۔ رنڈی کا تماشا ۔ آتشبازی فسق و فجو اور اسراف ہے یہ جائز نہیں ۔ باجے کیساتھ اعلان پر پوچھا گیا ۔ کہ جب برات لڑکے والوں کے گھر سے چلتی ہے کیا اسی وقت سے باجا بجتا جاوے یا نکاح کے بعد ۔

جواب ۔ فرمایا ۔ ایسے سوالات اور جزئی در جزئی نکالنا بیفائدہ ہے ۔ اپنی نیت کو دیکھو کہ کیا ہے ۔ اگر اپنی شان و شوکت دکھانا مقصود ہے تو فضول ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ نکاح کا صرف اعلان ہو ۔ تو اگر گھر سے بھی باجا بجتا جاوے ۔ تو کچھ حرج نہیں ہے ۔ اسلامی جنگوں میں بھی تو باجا بجتا ہے ۔ وہ بھی ایک اعلان ہی ہوتا ہے ۔ (الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں ۔

خان صاحب کا خطاب

یہ خبر جماعت کے احباب کی خوشی کا باعث ہوگی کہ ہمارے مکرم دوست فضل حق خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر ڈ ۔ اسمعیل خان جو ہمارے محترم بزرگ خان مطیع اللہ خانصاحب پنشنر تحصیلدار مانسہرہ کے صاحبزادہ اور خانصاحب غلام ربانی خان صاحب وکیل کے برادر حقیقی ہیں کو سال نو کے اعزازات میں گورنمنٹ نے "خانصاحب" کا خطاب عطا کیا ہے ۔ اللہ تعالے خان صاحب موصوف کی اس عزت افزائی کو ان کی آئندہ دینی و دنیوی ترقیوں کا پیش خیمہ بنائے ۔ آمین

ہم فضل حق صاحب اور ان کے جملہ اعزا کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں ۔

—— یہ خبر مسرت سے سنی جائیگی کہ میاں بشیر احمد صاحب ولد میاں سبحان موذن مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور کی شادی کی تقریب ۱۴ جنوری بروز بدھ کو ہوئی ۔ برات میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ڈاکٹر پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب خانصاحب میاں غلام حیدر صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور اور دیگر احباب سلسلہ شریک تھے برات ایک بجے میاں عبد الرحمن صاحب عنایت کے مکان پر پہنچی میاں عبد الرحمن صاحب کی طرف سے مہمانوں کو دعوت طعام دی گئی نزبعد پچھلے پہر کو رخصتانہ عمل میں آیا ۔ ۱۵ جنوری کو دوپہر کے وقت احباب کو دعوت ولیمہ دی گئی ۔ دعا ہے اللہ تعالے اس شادی کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے آمین ۔

مقررہ شرح اور عین وقت پر چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فارقلیط کی پیشگوئی

مسیحی دنیا کے لئے ایک لمحہ فکریہ

نوٹ:- استاذی المکرم جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر جو انہوں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر "فارقلیط کی پیشگوئی" کے موضوع سے ارشاد فرمائی درج ذیل ہے۔ قارئین "پیغام صلح" ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد فلما جاءھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین

"اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ سچا کر دکھاتا ہوا اسے جو میرے سامنے توراۃ ہے اور بشارت دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا اسکا نام احمد ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس بینات لیکر آگیا تو انہوں نے کہا یہ ایک بولتا ہوا سحر ہے"

آیت مذکورہ میں قرآن مجید نے جناب مسیح کی ذیل کی باتوں کا اعلان کیا ہے۔

۱ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہونے کی حیثیت سے وہ توراۃ کا مصداق ہے۔

۲ وہ ایک اور رسول کی بنی اسرائیل کو بشارت دیتا ہے۔

۳ جو اس کے بعد آئیگا۔

۴ اسکا نام احمد ہوگا۔

آیت مذکورہ کے الفاظ میں کتنی بڑی دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اُس کے علیم کل ہونے کی صداقت وحی الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی کہ بنی اسرائیل کا ایک عظیم القدر رسول اپنے بعد آنے والے ایک اور جلیل الشان رسول کی بشارت دیتا ہے اور وہ بشارت .. ۵ سال کے بعد من وعن پوری ہوجاتی ہے۔ اس پیشگوئی کی عظمت اور قوت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ پیشگوئی نہ صرف جناب مسیح کی زبان مبارک سے نکلی بلکہ وہ بشارت اس سے صدیوں پیشتر توراۃ کے اندر صحف انبیاء میں موجود تھی۔ ان صحف انبیاءؑ کے اندر جن کی تصدیق یا سچا کر دکھانا مسیح کے فرائض میں سے ایک اہم فرض تھا۔

پھر اس خوشخبری پر اس لحاظ سے بھی غور کرو کہ یہ پیشگوئی قدیم زبانوں کے الفاظ میں اس قوم کی کتب کے اندر موجود تھی۔ جو نبیٔ موعود کی اپنی قوم نہ تھی۔ بلکہ ایک خطرناک دشمن تھی۔ اس اعتبار سے یہ بشارت ایک جویائے حق کیلئے دلائل و براہین کا ایک انبار اپنے اندر رکھتی ہے جس کے نمایاں نشانات حسب ذیل ہیں۔

۱ زمانۂ بشارت کا بعد عظیم جو ہزارہا سال پر ممتد ہے۔

۲ اس بُعد عظیم کے اندر پیشگوئی کا تواتر بے نظیر

۳ انبیاء سلف کا اس پیشگوئی کو ہمیشہ ہمیشہ تازہ رکھنا۔

۴ بشارت کا مختلف زبانوں میں ہونا۔

۵ کتب بشارت کا غیر قوموں کی تحویل میں ہونا۔

۶ ان کتابوں کے اندر ارادی اور غیر ارادی تحریف و تغیر ہوجانے کے باوجود بشارت کا محفوظ رہنا۔

۷ بنی اسرائیل کے آخری نبی کا غیر مبہم اعلان کہ وہ میرے بعد بلا فصل آئیگا۔

۸ بشارت کے اندر آنے والے کے نام کی تخصیص۔

۹ نام کی تخصیص کے اندر اس کے وصف اور کام کی تخصیص۔

۱۰ کام کی تخصیص میں ایک سحر مبین فالحمد للہ رب العالمین ھو الذی ارسل رسولہ یذکر مبین۔

بشارت بالا کا ایک اور لحاظ سے عظیم ہونا

اس بشارت کا مبشر مسیح علیہ السلام ہے جن کو بشارت دیگئی۔ وہ بنی اسرائیل ہیں یا جناب مسیح علیہ السلام کی امت اور ان پر ایمان لانے والے قرآن مجید کی دوسری آیات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موعود کل انبیاء ہیں تمام نبیوں سے اور ان کی معرفت ان کی امتوں سے آپ پر ایمان لانے کا عہد بولا اقرار لیا گیا اور بعض انبیاء کی پیشگوئیوں کا باللفظ ذکر بھی کیا گیا مگر کسی نبی کی پیشگوئی کو بشارت نہیں کہا گیا۔ پیشگوئیوں کے سلسلہ میں لفظ بشارت صرف مسیح سے خاص ہے اس لئے ذیل کے اشارات اس پیشگوئی کی عظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) جناب مسیح کو جو کتاب دی گئی اس کا مشہور نام انجیل ہے لیکن اصل لفظ عبرانی میں بشورہ ہے انجیل اور بشورہ دونوں کے معنی بشارت اور خوشخبری کے ہیں۔ گویا انجیل کی وجہ تسمیہ اور مقصد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق بشارت دینا ہے۔ یا اس بشارت کی اہمیت کیوجہ سے ہی اسکو بشورہ نام دیا گیا ہے۔ دوسری باتیں کوئی اہم باتیں نہیں ہیں۔

(۲) لفظ بشورہ یا بشارت دراصل قریب کی ایک خوشخبری کو کہتے ہیں مسیح چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں۔ اس لئے ان کی شہادت کو بشارت کہا گیا جیسا کہ فرمایا ھو الذی یرسل الریاح بشریٰ بین یدی رحمتہ خدا وہ ہے جو ہوا کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دیتے ہوئے بھیجتا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا باران رحمت کی خوشبو کو لئے ہوئے بارش کے آگے آگے اُس کی آمد کی بشارت دیتی ہوئی چلتی ہے۔ باران رحمت اور اس روح مبشرہ کے درمیان میں کوئی دوسری چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح جناب مسیحؑ اور اس رحمت عظمیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی دوسرا نبی اور رسول حائل نہیں۔

(۳) جس طرح بشارت کا تعلق بشارت دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح جسے بشارت دی جائے اس کی حالت کے مطابق بشارت کی عظمت اور اہمیت سمجھی جاتی ہے معمولی حالات کے اندر بشارت کی عظمت اور قیمت بھی معمولی ہوتی ہے لیکن مصیبت زدہ اور انتہائی دکھ اور عذاب کے اندر گھری ہوئی قوم یا شخصیت کیلئے بشارت ایک نعمت عظمیٰ ہوتی ہے پس اس بشارت کی قیمت کو سمجھنے کیلئے اس امر کا دیکھنا بھی ضروری ہے کہ بنی اسرائیل کی حالت اس وقت کس قدر دردناک تھی وہ ایک قوم تھی جس پر حضرت داؤدؑ کی زبان سے لعنت ماردی گئی ذلت اور مسکنت ہمیشہ ہمیشہ ان کے ساتھ لگا دیگئی وہ ایک عورت تھی جسے حزقیل نبی نے وادیا کیا اور اسے خدا کی مطلقہ بیوی قرار دیا وہ ایک بیوہ تھی جس پر یرمیاہ نبی نے نوحہ کیا وہ ایک کلالہ تھا جسے جناب مسیح لاولد اور یتیم چھوڑ گیا۔ خدا کی اس مطلقہ بیوہ یتیم اور لاولد قوم کے لئے مسیحؑ کی بشارت کے یہ معنی تھے کہ وہ مطلقہ جو شریعت مسیح کی رو سے کسی دوسرے سے نکاح نہ کرسکتی تھی (متی ۱۹ : ۹) وہ بیوہ اور یتیم جس کے حق میں شریعت مسیح مطلقاً خاموش رہی وہ لاولد اور کلالہ جو انجیر کے درخت کی طرح جڑ سے سوکھ گیا (متی ۲۱ : ۱۹) اگرچہ مسیح سے پہلے وہ ہرا بھرا درخت تھا مگر جناب مسیحؑ کے لعنت کرنے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سوکھ گیا۔ ایسی قوم کے لئے مسیح کی بشارت ایک عظیم الشان بشارت تھی کہ مطلقہ کے دکھ اور درد اور تنہائی کی راتیں ختم ہوئیں۔ بیوہ اور یتیم کا والی آنے والا ہے۔ بنی اسرائیل گویا ایک کلالہ کے حکم میں ہے۔ مگر ان کے باپ ابراہیم کا ورثہ کلالہ کے بھائی حضرت اسمٰعیل کی طرف لوٹایا جائیگا۔ اور نبیوں کا یہ نوشتہ پورا ہوگا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی قصر نبوۃ کا چوٹی کا پتھر روشن پتہ اقرار پایا۔ پس یہ بشارت

الف - بشارت دینے والے کی عزت و شان کے لحاظ سے۔

ب - جس قوم کو بشارت دی گئی اس کے انتہائی درد و مصیبت کے اعتبار سے۔

ج - زمانہ اور وقت کے تقاضا کی رو سے۔

د - آنے والے کے قدس وجلال اور دکھ کا کامل مداوا ہونے کی شان سے ایک عظیم الشان بشارت ہے اور مُبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کی تعبیر اور تعبیر با سحر مبین ہے۔

ھ - مبشراً سے ظاہر ہے کہ وہ ایک بشارت عظیم ہے۔

و - رسول سے ثابت ہے کہ وہ ایک رسول عظیم ہے۔ خدا کا بیٹا یا روح القدس نہیں۔

ز - یاتی من بعدی سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) وہ مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا ہے (۲) مسیح کی وفات کے بعد یا ان کے زمانۂ نبوت کے اختتام پر آئیگا۔

ح - اسمہٗ احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی حمد دنیا میں قائم کرے گا اور یہی اس کا نصب العین ہو

ط - ھذا سحر مبین دشمنوں کے اس اقرار سے ظاہر ہے کہ اسکا کلام اور عمل سحر مبین کا خطاب پائیگا۔ قلب اور روح کی گہرائیوں میں اسکا اثر ہوگا (باقی آئندہ)

ولادت باسعادت

یہ خبر جماعت کے سب حلقوں میں خوشی سے سنی جائیگی کہ اخی المکرم چودھری عبدالحمید صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول لاہور کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ چودھری صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دئے ہیں۔

پیغام صلح

جلد ۲۰ | یوم شنبہ ۲۹ ذوالحجہ سنہ ۱۳۶ ہجری | نمبر ۴

عظیم المرتبت اماموں کے ارشادات

اس دور کے مجدد کو کیوں نہیں مانتے؟

گذشتہ مقالہ افتتاحیہ

"پیغام صلح" کے گذشتہ مقالہ افتتاحیہ میں ہم نے موجودہ زمانہ کے مسلمان علماء کے چند اقتباسات درج کئے تھے جن سے مجدد کی ضرورت اور مجدد کی تعریف پر کافی روشنی پڑتی ہے اور ہم نے انہی اقتباسات کی روشنی میں استفسار کیا تھا۔ کہ اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ آج ہم دو ایسے بزرگوں کے ارشادات پیش کریں گے جنکا نام اسلام کی مذہبی تاریخ میں بہت ہی روشن ہے اسلامی ہند بلکہ تمام اسلامی دنیا میں ان کی بہت عزت اور توقیر کی جاتی ہے ان میں سے ایک امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ہیں اور دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں

حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات چہارم جلد ۲ صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بداند کہ بر سر ہر مائتہ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائتہ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائتہ و الف فرق است در مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آں ست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتاں برسید بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بودند و بدلاء و نجباء باشند"

ترجمہ:۔

"اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا رہا ہے۔ لیکن صدی کا مجدد اور چیز ہے اور الف کا اور یعنی جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہوتا ہے اسی طرح ان کے مجددوں میں فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے وہ صرف اسی مجدد کے توسط اور وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ اس زمانہ کے قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجبا بھی موجود ہوں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی مشہور کتاب "تفہیمات الٰہیہ" میں فرماتے ہیں:۔

"کنت قد البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتہت بی دورۃ الحکمۃ ثم لما البست خلعۃ الحقانیۃ وسلب عنی کل علم نظری وفکری"۔

ترجمہ:۔ "یعنی جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہنچ چکا تو اللہ تعالے نے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا اور جب حقانیت کا خلعت مجھے پہنایا گیا یہ نظری و فکری علم مجھ سے زائل کر دیئے گئے"

پھر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں جسکا صرف ترجمہ ہی درج ذیل کرتے ہیں:۔

"اللہ تعالے نے مجھ پر اور میرے زمانہ کے لوگوں پر یہ احسان کیا کہ اس نے مجھے ایک بساط طریقہ سلوک عطا کیا ہے جو سب طریقوں سے قریب تر ہے اور اس میں پانچ قسم کے قرب کے ذریعہ ہیں یعنی ایک تو ایمان حقیقی کا قرب ہے دوسرا قرب نوافل تیسرا قرب وجوب چوتھا قرب فرائض پانچواں قرب ملکوت اور اس کو البیائمہ غایت بنایا ہے کہ جو کوئی اسکا ارادہ کرلیگا وہ مراد کو پہنچیگا اور میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہنچایا اور ہم نے آج کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قرب تک پہنچنے سے مسدود کر دیا۔ بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ تجھ سے محبت کریں اور تیری فرمانبرداری کو ذریعہ نجات سمجھیں اور اب آسمانی برکات اس شخص پر نہیں ہونگی جو تیرے ساتھ بغض اور عداوت رکھیگا اور نہ ارضی برکات کا مورد ہوگا اور مشرق اور مغرب کے لوگ تیری رعیت کر دیئے گئے ہیں اور تو ان کا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے خواہ وہ لوگ تمہاری اس حقیقت سے واقف ہوں یا نہ ہوں اگر واقف ہوں گے تو فائز المرام ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں گے تو خسارہ اور ٹوٹا پائیں گے"

(تفہیمات الٰہیہ)

حضرت شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی شخصیتیں کتنی جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہیں کہ اس کی زیادہ وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہندوستان کا بچہ بچہ انکی شاندار اسلامی خدمات علم و فضل اور زہد و تقوی سے واقف ہے ان کے ارشادات کو ٹھکرانا اور نظر انداز کرنا معمولی بات نہیں یہ دونوں انسان عظیم الشان مجدد تھے اور سب مسلمانوں کو اسکا اقرار ہے اور کوئی بدبخت مسلمان ایسا ہوگا جسے اس بین اور روشن حقیقت سے اتفاق نہ ہو۔ ان بزرگ اماموں نے حدیث مجددیت ہی اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی اور اس بنیاد پر مسلمانوں کو اپنی طرف مدعو کیا حضرت مجدد الف ثانی تو مجدد کی شان میں یہانتک فرماتے ہیں:۔

"مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے وہ صرف اس مجدد کے توسط اور وسیلہ سے پہنچتا ہے"

کسی انسان کو پیش کیوں نہیں کیا جاتا

لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ اس بنیاد پر کسی ایسے انسان کو کیوں پیش نہیں کیا جاتا جس کی شخصیت اور کام سے معلوم ہو کہ وہ شخص مجدد ہے اور امت کو جس قدر فیض پہنچ رہا ہے وہ اس شخص کے توسط اور وسیلہ سے پہنچ رہا ہے۔

بعض نادانوں کا خیال

بعض نادان کہہ دیتے ہیں کہ مجدد کیلئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں اس لئے مدعی مجددیت کا پیش کرنا ضروری نہیں صرف کام سے ہی مسلمان یہ اندازہ کرلیتے ہیں کہ فلاں شخص مجدد ہے اور فلاں شخص مجدد نہیں۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تو صاف لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں "اللہ تعالے نے مجھے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا" اب یہاں دعویٰ بھی موجود ہے اور تجدید دین بھی، جس کی بنیاد حدیث مجدد پر ہے۔ جسکا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں کیا اس دور میں جو انتہائی تاریکی اور ضلالت کا دور ہے۔ صرف ایک انسان نے تجدید و احیائے دین کا کام کیا اور مجددیت کا دعویٰ کیا اور وہ ہیں حضرت امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ ہم سب مسلمانوں کو بآواز بلند پکارتے ہیں اور احباب سلسلہ کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ مسلمانوں کو پکاریں کہ اسی بنیاد پر اس دور کے مجدد کو کیوں نہیں مانتے جس بنیاد پر اور نہیں تو کم از کم ان دو مذکورہ بالا انسانوں کو مجدد تسلیم کرتے ہو اگر حضرت مرزا صاحب کا انکار کرتے ہو تو ان دو بزرگ شخصیتوں کا بھی انکار کرو اگر ان کو تسلیم کرتے ہو تو حضرت مرزا صاحب کو بھی مجدد تسلیم کرو ورنہ صاف اور واضح الفاظ میں بتاؤ کہ انکا اقرار اور حضرت مرزا صاحب کا انکار کیوں ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کا انکار کرتے ہو تو بتاؤ کہ اس دور کا مجدد کہاں ہے؟

ہم اپنے تمام دوستوں کو یقین دلاتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہیں کہ یا تو وہ حضرت امام عصر حاضر کو تسلیم کریں یا گذشتہ مجددین کی بھی نفی کریں اور حدیث مجدد کو بھی صحیح تسلیم کرنے سے انکار کردیں۔ ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ گذشتہ مجددین کا انکار مسلمان نہیں کرسکتے اور ان کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ حضرت امام عصر حاضر کو تسلیم کریں۔ صرف محنت شاقہ کے ساتھ انہیں پیش کرنے کی ضرورت ہے ❊

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اٹھائیسویں سالانہ جلسہ کی روئداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

کارروائی جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء

پہلا اجلاس

مورخہ ۲۶ دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت حضرت مولینا عزیز بخش صاحب شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب داروغہ نبی بخش صاحب نے نہایت موثر اور اعلیٰ پنجابی نظم پڑھ کر سنائی جس سے حاضرین جلسہ بہت محظوظ ہوئے۔ ان کے بعد حسب پروگرام جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے نہایت دلچسپ اور دلنشیں پیرائے میں "حضرت مسیح موعود کی تحریرات پر ایک نظر" کے عنوان پر تقریر فرمائی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے:

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقالو سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر کی تلاوت کے بعد آپ نے چند ایک ضروری باتیں بیان کیں اور پھر آپ نے اپنے موضوع پر روشنی ڈالی۔ فرمایا:

"اپنی وحی پر جو خدا کی طرف سے اتاری جاتی ہے سب سے پہلے نبی ایمان لاتا ہے پھر مومنین ایمان لاتے ہیں اور اگر سب سے پہلے اس وحی کو سمجھنے میں خود نبی کو ہی ٹھوکر لگے اور خدا اسے نبی کہے اور وہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجے تو خدا کے نزدیک سب سے بڑا مجرم یہی نبی ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے جناب میاں صاحب کی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ کا پورا حوالہ پڑھ کر سنایا جس میں جناب میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسئلہ نبوت پر سے ۱۹۰۱ء تک پردہ اٹھایا جس سے جناب میاں صاحب کی مراد "ایک غلطی کا ازالہ" سے ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ غلطی کس کی ہے۔ جسکا ازالہ کیا گیا ہے۔ سب متفق ہیں کہ غلطی مرید کی تھی لیکن جب بقول میاں صاحب راز پر پردہ پڑا تھا تو غلطی مرید کی نہیں ہو سکتی۔ اگر کہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلطی تھی تو یہ غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود اسے مرید کی غلطی قرار دیتے ہیں تو جب غلطی نہ مرید کی ہے اور نہ مرشد کی تو غلطی ہے کس کی۔ اسکا حل جناب میاں صاحب کی پیش کردہ عبارت میں ہے یعنی غلطی خود خدا کی ہے جس نے مسئلہ نبوت پر پردہ ڈالے رکھا۔

ان سب باتوں کے قطع نظر اب ہم اس پردہ کی طرف آتے ہیں جو ایک عرصہ کے بعد اٹھایا گیا۔ حضرت مسیح موعود "ایک غلطی کے ازالہ" میں فرماتے ہیں:۔

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی"۔

اب یہ خوب پردہ اٹھ رہا ہے کہ پردہ پڑ رہا ہے۔

"مگر خاتم النبیین کا لفظ ایک الہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی۔ اب ممکن نہیں کبھی یہ مہر

نوٹ: "ایک غلطی کا ازالہ"

خوب پردہ اٹھ رہا ہے

اس ضمن میں مرزا صاحب موصوف نے اور بھی حوالے "ایک غلطی کا ازالہ" سے پیش کئے جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ۱۹۰۱ء میں پردہ اٹھا نہیں بلکہ اور مضبوطی سے ڈال دیا گیا۔

اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء کشتی نوح۔ ۱۹۰۳ء الحکم مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء الوصیت ۱۹۰۶ء البدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰ کے حوالے پیش کئے جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور اس کے بعد حضرت صاحب کے مزار کے کتبہ کی یہ عبارت پیش کی۔

عبارت کتبہ: "جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان مسیح موعود علیہ السلام مجدد صدی چہاردہم تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء"

گویا سب نے مل کر یہ آخری پردہ اٹھایا کہ اس قبر میں آرام فرمانے والا نبی نہیں بلکہ اس صدی کا مجدد ہے۔

اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ جناب میاں صاحب آج تک حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت کی تعیین نہیں کر سکے کبھی تو وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور کبھی فرماتے ہیں ۱۹۰۲ء میں دعویٰ نبوت کیا اور کبھی عدالت میں حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں دعویٰ نبوت کیا۔ جناب میاں صاحب حضرت صاحب کے دعویٰ نبوت کا تعین کبھی نہیں کر سکتے کیونکہ حضور نے اگر دعویٰ کیا ہو تو تعیین بھی ہو سکے وہ لاکھ کوشش کریں یہ پردہ نہیں اٹھ سکتا۔

دعوئے نبوت کا پردہ بھی عجب شے ہے
اتنا ہی یہ پڑتا ہے جتنا کہ اٹھا دیں گے

مولینا عبدالحق صاحب کی تقریر

مرزا مظفر بیگ صاحب کے بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب نے "فارقلیط کی پیشگوئی" کے موضوع پر ایک شاندار اور پر از معلومات تقریر فرمائی جو اسی شمارہ کے صفحہ ۲ پر درج ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔

خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ و عصر

جناب مولینا عبدالحق صاحب کی تقریر کے بعد پہلا اجلاس ختم ہوا مورخہ ۲۶ دسمبر کو جمعہ تھا خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ہی ارشاد فرمایا جو بصیرت افروز معارف اور حقائق سے لبریز ہے خطبہ جمعہ مرتب ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں درج کیا جائیگا۔ نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع ہوئی اس کے بعد قریباً ۳½ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائل پور شروع ہوا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد حسب پروگرام سالانہ رپورٹ از سیکرٹری تھی لیکن وقت تنگ تھا اس لئے رپورٹ نہیں پڑھی جاسکی۔ سالانہ رپورٹ چھپی ہوئی موجود ہے جو دوست چاہیں جناب اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر سے منگوا سکتے ہیں۔

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کی تقریر

اس کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے "جنگ یورپ میں خدا کا ہاتھ نظر آتا ہے" کے موضوع پر اپنے مخصوص اور نہایت موثر پیرائے میں تقریر کی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے آپ نے تلاوت قرآن کریم کے بعد فرمایا۔

"حضرت نبی کریم نے تین چیزوں کی بنیاد رکھی ہے ایک عظیم الشان مذہب کی بنیاد رکھی جسکی نظیر دنیا میں موجود نہیں ایک سلطنت کی بنیاد رکھی کہ اس قسم کی سلطنت دنیا میں موجود نہیں۔ ایک اخوت کی بنیاد رکھی جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں۔ اسکے بعد حضرت مولینا نے حضرت سرور کائنات صلعم کی پاک زندگی سے مختلف واقعات بیان فرما کر ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ایک عظیم الشان مذہب اور ایک عظیم الشان سلطنت اور ایک عظیم الشان مساوات کی بنیاد رکھی۔ پھر فرمایا:۔

"موجودہ جنگ کے متعلق آنحضرت صلعم کی پیش گوئیاں ہیں اور پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ظھر الفساد فی البر والبحر جو اسکا نظارہ اس وقت دنیا میں پیش ہوا اس سے بڑھ کر آج تک پیش نہیں ہوا آج اس آیت کے معنی واضح ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے لوگ زمین کے فساد سے واقف تھے لیکن سمندر کے فساد سے واقف نہیں تھے انسانوں کی بداعمالیوں نے موجودہ جنگ کو پیدا کیا ہے یہ عذاب جو اس وقت اقوام عالم پر مسلط ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ شاید یہ قومیں خدا کی طرف رجوع کریں اور اسلام کی طرف ان کی توجہ ہو کیونکہ ان کی تمام مشکلات کا حل صرف اسلام میں ہے۔ ان قوموں نے یقیناً خدا کی طرف رجوع کیا ہے۔ آج چرچل اور روزویلٹ بیچارہ نظر آتے ہیں اور اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔ ان کی گردنوں کو کون خدا کے سامنے جھکا سکتا تھا سوائے خدا کے۔

یورپ کی قومیں آج کتوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہی ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض اور ہم انہیں اس دن ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے قرآن مجید ان قوموں کی موجودہ جنگ کا نقشہ پیش کرتا ہے آج یورپ کے صحیفے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں دوزخ! دوزخ۔

موجودہ فتنہ کے متعلق آج حضرت نبی کریم اور قرآن مجید کی پیش گوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور صاف طور پر اس جنگ میں خدا کا ہاتھ کام کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اور اس جنگ میں "نیا نظام عالم۔ نیا نظام عالم" کے الفاظ بھی سنائی دے رہے ہیں۔ ان مذکورہ پیش گوئیوں میں مغرب سے طلوع اسلام کا بھی ذکر ہے عجیب بات ہے کہ اس جنگ سے پہلے اسلامی لٹریچر یورپ میں پھیلا دیا گیا ہے یہ ایک عظیم الشان مجدد اسلام کے حکم سے کیا گیا ہے جسکو خدا نے مبعوث فرمایا ہندوستان والے بھی اس مجدد اعظم کو مان کر سرفراز ہوتے جب آپ نے دعویٰ کیا تو رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگا اور ان اجرام فلکی نے ماتمی لباس پہن لیا کہ آج بہت علماء مر گئے اس وقت ہندوستان میں حضور صاحب کی صداقت پر یہ گواہ گذرے اور مغرب میں اسلامی لٹریچر کے پھیلنے نے گواہی دی کہ یہ امام سچا ہے۔ میں مسلمانوں کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ نبی کریم نے جو پیش گوئیاں کیں وہ سچی ہیں ان کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کو مانیں دلوں کے اندر یقین پیدا کرنے کے لئے وہ شخص آیا اور ہزارہا انسانوں کے قلوب میں یقین پیدا کرنے میں وہ شخص کامیاب ہوا۔ اگر ایک ✻

✻ شخص ہمارے قلب میں قرآن اور رسول کی محبت پیدا کرتا ہے اس سے بڑھ کر صادق کوئی شخص نہیں اس کو تسلیم کرو اور اس جماعت میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ" (باقی آئندہ)

دکن میں تبلیغ اسلام اور اسکی کامیابی کے امکانات

دکن میں آریہ اور قدیم دراوڑی اقوام کی آویزش

(از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب)

(۲)

دکن مسلمان سلطنتوں کی تبلیغ اسلام سے غفلت بیشک لائق صد افسوس ہے لیکن ان سلطنتوں نے غیر ارادی طور پر اسلامی تمدن و معاشرت اسلامی طرز تعمیر اور عربی، فارسی اور اردو زبانوں کی ترویج میں بڑا حصہ لیا۔ انصاف کا تقاضا ہے۔ کہ اس چیز کا واضح طور پر اعتراف کیا جائے مسلمان بادشاہوں نے آریوں کی طرح کسی پر ظلم و تشدد نہیں کیا لیکن پھر بھی اسلامی تمدن و معاشرت اور اسلامی بانوں نے اپنی برتری کے لحاظ سے دکن میں خوب ترقی کی اور یہاں دراوڑ اور آریہ نسلوں پر گہرا اثر ڈالا مسلمان بادشاہوں نے دراوڑی اور آریہ تہذیبوں کو تباہ کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی بلکہ وہ ان کی حفاظت کا انتظام کرتے رہے۔ اس کے باوجود اسلامی تہذیب نے خود بخود انصاف و رواداری کا دامن چھوڑے بغیر دکن میں حیرت انگیز ترقی کی اور دکن کی کایا پلٹ کر رکھدی۔

سو برس دین کا روحانی اور مسلمان سلطنتوں اور بادشاہوں کا تمدنی معاشی لسانی و علمی اثر دکن کے اندر ابتک موجود ہے۔ ریاست حیدر آباد میں تو ماشاء اللہ یہ اثر کئی لحاظ سے بہت نمایاں غالب ہے۔ ریاست حیدر آباد کے اچھوتوں اور دراوڑی نسل سے ہندوؤں کی عظیم اکثریت اسلام اور بزرگان دین سے عقیدت رکھتی ہے اور یہ لوگ ابتک "مطیع اسلام" کہلانے پر فخر کرتے ہیں آریہ نسل کے بہت سے ہندوؤں کی بھی یہی کیفیت ہے جب سے مسلمانوں کے عقیدہ و عمل نے غلط راہ اختیار کی تب سے ان لوگوں کی عقیدت بھی نا راستہ پر جا پڑی لیکن غلط روی کے باوجود اس عقیدت کی وسعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے اثر کا اندازہ آپ ان باتوں سے لگا سکتے ہیں۔ جو میں ابھی عرض کرتا ہوں۔

دکن کے اچھوت اور بہت سے ہندو جہاں اپنے کسی دیوی دیوتا کو مانتے ہیں وہاں اس کے ساتھ ہی بالعموم کسی مسلمان بزرگ بادی کو بھی مانتے ہیں ان کے مزاروں پر جاتے اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ بزرگان اسلام مسلمانوں کے طریق پر فاتحہ دلاتے ہیں۔ مراسم محرم میں ہندو اچھوت عورت مرد بکثرت حصہ لیتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کے اپنا عاشور خانے اور علم ہیں حیدرآباد میں کئی ہندو امرا اور متوسط الحال لوگوں کے ہاں نیاز اور محرم کی مراسم وسیع پیمانہ پر ادا کی جاتی علم بٹھائے جاتے اور مجالس ہوتی ہیں یہ سلسلہ ابتک جاری ہے پہلے جیسی بات تو نہیں رہی کچھ عرصہ قبل تک دراوڑی ہندو کے علاوہ بہت سے کاستھ بزرگ بھی پوشیدہ طریق پر روزہ کے پابند تھے نذر و نیاز ثواب بھی ان کے بے شمار گھروں میں ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے بہت سے خاندانوں میں بچوں کو آج قرآن حفظ کرائی جاتی تھیں۔ ہندو شعرا نعتیں۔ مرثیے اور مناقب بھی بکثرت لکھتے ہیں۔

اکثر ہندو شرفا فارسی سے واقف اور بعض اس کے عالم ہیں اردو ان کی گھریلو ادبی و علمی زبان ہے۔ شہری ہندو امرا و شرفا اور متوسط الحال لوگوں کا لباس بہت بڑی حد تک مسلمانوں کا سا ہوتا ہے۔ ترکی ٹوپی اور شیروانی ہندو بکثرت پہنتے ہیں بہت سے دھوتی کے ساتھ سر پر ترکی ٹوپی رکھتے ہیں حیدرآباد میں میری قیامگاہ کے قریب ہی ایک مندر ہے ایک دن میں اس کے اندر ترکی ٹوپی والوں کا اجتماع دیکھ کر حیران رہ گیا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب ہندو ہیں۔ بزرگان دین کے عرسوں میں ہندو اور اچھوت بکثرت جاتے ہیں۔ صرف گلبرگہ کے عرس میں ہر سال نصف لاکھ سے زائد تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں کی مراسم میں مسلمانوں سے بھی زیادہ حصہ لیتے ہیں۔

جیسا کہ میں ابھی تسلیم کر چکا ہوں کہ دکنی ہندوؤں اور اچھوتوں کی یہ عقیدت بے شک غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہے لیکن اس کی ذمہ داری خود مسلمانوں کی غلط روی پر ہے۔ خواہ کچھ ہو دکنی ہندوؤں کی عقیدت اور اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی تعلیمات سے انکا متاثر ہونا اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ وہ اور بالخصوص ان میں سے دراوڑی نسل کے افراد اسلام سے بہت قریب ہیں۔ لہٰذا ان کے اندر تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اس کے زبردست امکانات موجود ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے قریب اور بزرگان اسلام کے روحانی اثر کے نیچے ہیں کوشش کرکے انہیں دائرہ اسلام کے اندر بھی لایا جا سکتا ہے۔

دکن کے اندر مسلمانوں کے قومی و سیاسی تحفظ کے لئے بھی یہاں اسلام کی تبلیغ مفید ہوگی۔ اس حصہ ملک میں ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت حیدرآباد واقع ہے جو کہ عظیم الشان سلطنت مغلیہ کی واحد یادگار ہے۔ سارے جنوبی ہند اور خود سلطنت حیدرآباد کے اندر مسلمان بے حد اقلیت میں ہیں۔ آریہ اور عیسائی وغیرہ اب یہاں بڑی شدت و تنظیم کے ساتھ اپنے مذاہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جو مقاصد اور ارادے ان کی تبلیغی کوششوں کے محرک ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ بالخصوص آریوں اور مہا سبھائیوں کی نظر میں تو سلطنت حیدرآباد خار کی طرح کھٹکتی ہے تبلیغ اسلام کا مقصد عیسائیوں اور آریوں کی تبلیغی کوششوں کے مقصد سے ہمیشہ بہت بلند رہا ہے اور اسے بلند ہی رکھنا چاہئے۔ اصولوں کو قربان کرکے تعداد بڑھانا اپنے مذہب کی تعلیمات کو مسخ کرکے یا ان پر غلط بیانی کے قابل نفرت غلاف چڑھا کر دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنا لائق مذمت ہی نہیں۔ بلکہ شرمناک فعل ہے۔ دوسرے ایسا کرتے ہیں تو انہیں کرنے دیجئے اسلامی مبلغین کی شان اور اسلامی تعلیمات و روایات کا تقاضا یہی ہے کہ صحیح طریق صحیح جذبات اعلیٰ و پاک مقاصد کیساتھ فرض تبلیغ انجام دیا جائے۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ دکن بالخصوص وہاں کی دراوڑی اقوام میں اسلام کی صحیح طریق پر تبلیغ غیر مسلموں کو راہ راست دکھانے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کے ساتھ ہی وہاں کے مسلمانوں اور اسلامی سلطنت کے لئے بھی خود بخود مفید اور باعث تقویت ہوگی۔

یہ سب کچھ سن لینے کے بعد آپ کہیں گے کہ مانا کہ دکن کی قدیم اقوام میں تبلیغ اسلام کی بے حد ضرورت ہے اور اس کے امکانات بھی موجود ہیں لیکن اس کام کو کسطرح انجام دیا جائے اور کون انجام دے؟ بیشک یہ سوال بجا اور بہت ضروری ہے اور میں اس گفتگو کو ختم کرنے سے قبل اسی سوال کا اختصار کیساتھ جواب دینا چاہتا ہوں جہاں تک تبلیغ اسلام کا تعلق ہے دکن کا مسلمان غافل اور خود فریب ہے اور اس بارہ میں صحیح حالات سے وہ قطعاً بے خبر اور صحیح احساس سے بالکل محروم ہے۔ دکن کی اسلامی حکومت اپنی صحیح یا غلط سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے مجبور ہے۔

سب سے اول ضرورت ہے کہ دکن کے مسلمان کو بیدار کرکے اس کے اندر صحیح تبلیغی احساس پیدا کیا جائے اور اس کی اس طریق پر تربیت و تنظیم کی جائے کہ وہ فرض تبلیغ کو کما حقہ انجام دے سکے۔ باہر سے مبلغین کا تبلیغ اسلام کے لئے دکن جانا یقیناً مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یاد رہے کہ مسلمانان دکن کے اندر کوئی پائیدار وسیع اور باقاعدہ تبلیغی تحریک کا جاری ہونا اور جاری رہنا اسوقت تک محال ہے جب تک خود دکنی مسلمانوں کے اندر تبلیغی بیداری اور احساس پیدا نہ ہو جائے اور ایسی صورت میں ممکن ہے کہ دکنی مسلمان اس تبلیغی جماعت کے رکن و معاون بنیں جس کا مقصد وحید ہی تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن ہے اور جس جماعت کو کہ مامور وقت نے خدائی حکم کے مطابق محض اسی مقصد بلند کی خاطر قائم کیا ہے۔ اگر دکن میں تحریک احمدیت فروغ پا جائے تو وہاں تبلیغ اسلام کا مسئلہ خود بخود نہایت آسانی و خوش اسلوبی کیساتھ مقامی طور پر ہی حل ہو سکتا ہے۔

حیدرآباد میں احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہی میں پہنچ گیا تھا اور ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہو گئی تھی حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے عہد میں اس جماعت کو بڑی ترقی و ہر دلعزیزی حاصل ہوئی۔ اختلاف کے بعد قادیانیوں نے اس جماعت پر پے در پے چھاپے مارے اور ہمارے بزرگ ذرائع کی قلت غیر معمولی مصروفیت یا اور کسی وجہ سے ادھر متوجہ نہ ہو سکے۔ ہماری کوشش و توجہ کی عدم موجودگی میں حیدرآباد کے پیر پرست ماحول نے قادیانیوں کی امداد کی اور وہاں کی قریباً ساری جماعت محمودی دام میں پھنس گئی۔

قادیانیوں کے اجرائے نبوت اور تکفیر کے غلط عقیدوں کی وجہ سے احمدیت کی ترقی و ہر دلعزیزی رک کر رد عمل شروع ہوا۔ غلط فہمیاں پھیلیں اور پھیلائی گئیں۔ مخالف عناصر کو قادیانیت کے بل بوتے پر احمدیت کی غلط ترین تصویر پیش کرنے کا خوب موقع ملا جسکا ایک نمونہ الیاس برنی صاحب کی کتاب "قادیانی مذہب" ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہو گئی ہے کہ حیدرآبادی مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ جماعت لاہور کے وجود اور ہمارے عقائد سے جو کہ احمدیت کے صحیح اور اصل عقائد ہیں بے خبر ہے۔ وہ قادیانیت اور لکھنوی غلو ہی کو احمدیت سمجھ رہا ہے۔

کچھ عرصہ سے کام جاری ہے۔ لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے ماحول بے شک مشکلات سے بھرا ہوا ہے اور سخت مشقت اور غیر معمولی صبر و استقلال کا طالب ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ حالات سازگار ہو رہے ہیں۔ دیرینہ مخالفت اور صبر آزما لاعلمی کے ساتھ ساتھ مفید و حوصلہ افزا چیزیں بھی موجود ہیں۔ ہمارے عقائد اور خدمات دینی صحیح الفطرت و صحیح الخیال مسلمانوں کو قدرتی طور پر اپیل کرتی ہیں۔ قادیانی غلو اور مخالفین کی غلط بیانیوں کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے لیکچر سنجیدہ و انصاف پسند طبقہ کے کانوں میں ابتک گونج رہے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے انگریزی ترجمۃ القرآن

(باقی دیکھو صفحہ ۔۔۔ پر)

جماعت احمدیہ میں شامل ہونا کیوں ضروری ہے

(از جناب سیدہ اختر صاحبہ گیلانی ادیب عالم)

نوٹ: مندرجہ ذیل مضمون جناب سیدہ اختر صاحبہ گیلانی نے جلسہ خواتین میں تقریب کی صورت میں پڑھ کر سنایا۔ مضمون دلچسپ ہے۔ وہ محترم خواتین جو اچھا لکھ سکتی ہیں انکی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے قیمتی مضامین پیغام صلح کیلئے ضرور ارسال فرمائیں (مدیر)

جناب صدر صاحبہ اور میری محترم بہنوں! میں اس وقت یہ بیان کرنا چاہتی ہوں کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہونا کیوں ضروری ہے۔ میں نے قرآن مجید کی جو آیت ابھی تلاوت کی ہے یعنی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اس میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا تقویٰ کریں اور صادقوں اور راست باز لوگوں کے ساتھ ہو جائیں۔ صادقوں کے ساتھ ہونے سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ جو شخص سچ بولنے والا ہو اُس کے ساتھ مل جاؤ۔ سچ بولنے والے تو ہر مذہب و ملت کے لوگوں میں موجود ہیں۔ بلکہ یہاں صادقوں سے مراد وہ راست باز لوگ ہیں جو نبی رسول اور مجدد اور محدث بناکر خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ اور کیا بلحاظ اپنے عقیدہ کے اور کیا بلحاظ اپنے عمل کے ان کا قدم بالکل صداقت پر ہوتا ہے اور وہ دنیا کو بھی اسی صداقت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پس اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں اور رسولوں کے طریقہ کو اختیار کیا جائے اور اسی طرح خدا کی طرف سے آنے والے مجددوں اور اماموں کا پورے طور پر ساتھ دیا جائے۔

اگرچہ قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین میں اللہ تعالےٰ نبوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر چکا ہے اور اب دنیا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی رسول اور قرآن مجید کے سوا کسی خدائی کتاب کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالےٰ نے اس دین کی حفاظت کے لئے ایک یہ انتظام کیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ آتے رہے جنہوں نے دین میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کہ اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر ایک صدی کے سر پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس امت کے دین کو تر و تازہ کرے گا۔ یہ لوگ جو اس حدیث کے مطابق اس امت میں ہر صدی میں آتے رہے مجدد کہلاتے ہیں۔ اور ان کا کام یہ نہیں ہوتا کہ دین میں کوئی نئی بات داخل کریں۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ دین کے وہ احکام جنہیں لوگ بھلا بیٹھے ہیں۔ دوبارہ یاد دلائیں اور دین کے بارہ میں ہر قسم کی غلط فہمیوں کو دُور کریں اس حدیث شریف کے مطابق ہر صدی میں مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور اس صدی میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا غلام صاحب کو مجدد بناکر کھڑا کیا ہے۔ اب اگر یہ حدیث سچی ہے تو سب مسلمان بہنوں اور بھائیوں کا فرض ہے کہ یا تو اس کے مطابق حضرت مرزا صاحب کو مجدد تسلیم کریں آپ کا ساتھ دیں اور یا حضرت صاحب کے علاوہ کسی اور شخص کو پیش کریں جس نے اس صدی میں یہ دعوےٰ کیا ہو کہ مجھے خدا تعالےٰ نے مجدد بناکر کھڑا کیا ہے۔ چونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی اور شخص نے مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے یہ ایک پہلی وجہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔

اس بنیادی اصول کے بعد اگر حضرت مرزا صاحب کے کام کو دیکھا جائے تو اس کے سوا چارہ نظر نہیں آتا کہ آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ عام مسلمان بے شمار قسم کے غلط خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر تشریف رکھتے ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ تاکہ دجال کو تباہ کریں اور اسلام کو پھیلائیں۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا ہی احسان ہے کہ انہوں نے قرآن مجید سے ثابت کیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اور وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے اور اس لئے بھی نہیں آسکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی ہیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ حدیثوں میں جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد اس امت کا ہی ایک امام ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے سے عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ عیسائی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے لئے یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بغیر کھانے پینے کے دو ہزار سال سے زندہ ہیں اس لئے معلوم ہوا کہ وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ کوئی انسان چاہے معمولی ہی ہو اتنی دیر تک بغیر کھائے پیئے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح حضرت مرزا صاحب سے پہلے ایک غلط فہمی جہاد کے مسئلہ کے متعلق بھی پھیل رہی تھی مسلمان بھی یہی سمجھتے تھے اور بہت سے مسلمان اب سمجھتے ہیں کہ جہاد کے یہ معنی ہیں کہ غیر مسلموں کو بلا وجہ قتل کیا جائے چنانچہ ان کا یہی عقیدہ تھا کہ آخری زمانہ میں امام مہدی آئیں گے تو کافروں کو چن چن کر ذبح کریں گے۔ ان خیالات کی وجہ سے بھی اسلام پر مخالفین کی طرف سے بہت اعتراضات ہو رہے تھے۔ لیکن درحقیقت ایسے خیالات نہ تو قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی ان کا نشان کسی حدیث میں ملتا ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہوا موجود ہے کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین کو قبول کرنے میں کسی پر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا جو دین کسی کو نیک نیتی سے سمجھ میں آئے اسے اختیار کرلے۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن مجید کی اس تعلیم کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ثابت کیا کہ امام مہدی کے آنے کا مقصد ہرگز وہ نہیں ہوسکتا جو عام طور پر مولوی صاحبان کے خیال میں ہے۔ . . . . اسی طرح جن جن باتوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے اس زمانہ میں واضح کیا ہے ان میں سے ایک یاجوج وماجوج اور دجال والی پیشگوئی ہے بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ یاجوج ماجوج اور دجال کوئی عجیب غریب قسم کی ہستیاں ہیں جو کسی جگہ قید ہیں اور آخری زمانہ میں نکل کر فساد پھیلائیں گی۔ ان پیشگوئیوں میں ایسی ایسی عجب و غریب باتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اس زمانہ میں بعض لوگوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ یہ حدیثیں درست نہیں لیکن حدیثوں کے درست ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے حدیث کی مشہور اور صحیح کتابوں صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ان کا ذکر موجود ہے اور مسلمانوں کے تمام فرقے ان پیشگوئیوں پر ایمان رکھتے ہیں سر سید احمد خاں صاحب مرحوم نے جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی ہیں پہلی دفعہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ حدیثیں درست نہیں اور وہ بھی اسی لئے کیا تھا کہ سر سید مرحوم کو ان پیشگوئیوں کی تعبیر سمجھ نہ آتی تھی حضرت مسیح موعود کا یہ احسان دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔ کہ آپ نے ہی سب سے پہلے ان حدیثوں کی ایسی صحیح شرح کی کہ جس سے اسلام کی شان بڑھ گئی آپ نے بتایا کہ یاجوج وماجوج سے مغربی قومیں مراد ہیں جنہوں نے واقعی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں پھیل کر قبضہ کر لیا ہے اور دنیا کے سب ملکوں کو چت کر لیا ہے۔ آجکل جس طرح یہ قومیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ انہیں دیکھ کر ماننا پڑھتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے یاجوج وماجوج کی تشریح میں کتنی صحیح بات کی تھی۔ قرآن مجید اور حدیث کی پیشگوئیوں کو کتنا صحیح سمجھا تھا حضرت مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں "ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانہ میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت ضعف رہی۔ لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہونگی جیسا کہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کرکے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی (ازالہ اوہام صفحہ ۵)

غور کیجئے کہ یہ وہ بات ہے جو آج پچاس برس پہلے حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائی تھی آج کس طرح صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ اور کس طرح یہ قومیں موجودہ طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتا دیکھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زندہ ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جو پیشگوئیاں آپ نے تیرہ سو برس پہلے فرمائی تھیں وہ آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی حضرت مرزا صاحب کا ہی احسان ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر کہنے میں مصروف تھے آپ نے تو یہ پیغام دیا کہ ہر وہ شخص جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مسلمانوں کو چاہئے کہ فروعی اور چھوٹے چھوٹے اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کو اسلام سے خارج نہ قرار دیں۔ اس سے مسلمانوں کا اتحاد قائم نہیں رہ سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معمولی اختلافات پر ایک دوسرے سے لڑنے کی بجائے طاقت اسلام کے مخالفین کے مقابلہ میں صرف کریں اور وہ علما مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ ان سے قطع تعلق کر لیں ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھنی چاہئیں تاکہ کافر سازی کی بیماری کا خاتمہ ہو حضرت مرزا صاحب نے اہم کی توجہ اشاعت اسلام کی طرف لگائی ہے اور خوب غور کر کے دیکھئے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنوں اور بیگانوں میں پھیلانے سے اسلام کی ترقی ہو سکتی ہے اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں سے بُرے رسم و رواج دُور ہو

(باقی برصفحہ ۳ کالم ۳)

تبلیغ احمدیت کے متعلق ایک اور تجویز

محترم جناب سید عبدالمجید صاحب کا مکتوب گرامی

نوٹ :۔ تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں یہ دوسرا مکتوب محترم معظم جناب سید عبدالمجید صاحب کا ہمیں موصول ہوا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ امید ہے اس سلسلہ میں دیگر بزرگ اور دوست بھی اپنی تجاویز پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں گے ۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترمی ایڈیٹر صاحب۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۴ جنوری ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح میں "ہندوستان کے دیگر صوبوں میں تبلیغ احمدیت کی ضرورت اور مفید تجاویز" کے عنوان پر محترمی محمد خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری کا مکتوب پڑھکر مجھے خاص مسرت ہوئی اور اس پر آپ کی مختصر تمہیدی رائے سے جو ان کی تجویزوں سے اتفاق عمل کی صورت میں درج کی گئی ہے۔ جو راحت مجھے ہوئی ہے اُس کے اظہار کے لئے تو الفاظ ہی نہیں ملتے۔ اور میں نے خدا کا شکر کیا کہ بالآخر اُسی تجویز کو پسند کیا گیا ہے۔ جسے میں گذشتہ پانچ چھ برس سے پیش کرتا چلا آیا ہوں۔ مگر اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ یہی حالات تھے جن کو دیکھتے ہوئے میں نے ایک دفعہ ایک فارسی غزل بھی لکھی تھی جس میں سے دو اشعار ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

رخصت اے شوکت اسلام و شکوہ مسلم
واعظے از پئے تکفیر مسلماں برخاست
عرض اسلام بہ امریکہ و یورپ واعظا!
مسلم ہند بہ پیش تو زیاں برخاست

مجھے صاحب موصوف کی اس رائے سے قطعی اتفاق ہے اور ظاہر ہے کہ اس جماعت کا دائرہ عمل محدود اور تنگ ہے یا بالفاظ دیگر یہ کہا جائے کہ اسکا دائرہ عمل اور جد و جہد جہاں تک ہندوستان کا سوال ہے صرف پنجاب تک ہی ہے۔ خود میں نے ہندوستان میں تبلیغی مرکزوں کے کھولنے کے متعلق جہاں یہ کہا ہے کہ میں بہت عرصہ سے اس پر زور دیتا چلا آرہا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے ایک اجلاس خاص میں اس امر پر زور دیا تھا کہ معمولی قابلیت کے مبلغ دیہات میں تو کام دے سکتے ہیں مگر اونچے طبقوں میں جہاں اعلیٰ تعلیمیافتہ اور سول سروس کے اصحاب سے واسطہ ہو ایسے مبلغ بالکل بے کار ثابت ہوں گے۔ پس وہاں کے لئے اعلیٰ درجہ کے تعلیمیافتہ مبلغ ہونے چاہئیں۔ اور ہندوستان کے ہر حصہ میں مرکز قائم کر کے انہیں صدر مرکز کے ماتحت رکھا جائے زیادہ سے زیادہ یہ عذر ہو سکتا ہے کہ روپیہ کہاں سے آئے۔ اسکا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ جہاں فروعی امور پر اخراجات کئے جا رہے ہیں وہاں اس بنیادی اور بہترین کام پر صرف کرنا نہ صرف یہ کہ انجمن کے اصلی اغراض کو ہی پورا کرنا ہوگا بلکہ دیگر فروعی امور کو بھی خاص تقویت ہوگی اور آہستہ آہستہ یہ تبلیغی مراکز نہ صرف یہ کہ اپنے اخراجات کو ہی برداشت کرنے کے قابل ہو سکیں گے بلکہ وہ آمدنی کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔ اب بھی اگر بہت ہی چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر ہندوستان کے بہترین مقامات پر ایسے تبلیغی مراکز کھول دیئے جائیں تو انشاء اللہ ضرور ایک ایسا وقت آجائیگا کہ مراکز اس سلسلہ کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہونگے۔ مسیحی اصحاب کی تبلیغی کوششوں کو ہی بطور نظیر پیش کیا جاسکتا ہے جن کے ... دیہات میں تبلیغی امور کو سرانجام دے رہے ہیں۔ اور نہایت کامیابی سے سرانجام دے رہے ہیں حتیٰ کہ وہ قابل رشک کامیابی حاصل کر کے رہتے ہیں۔ پس میری رائے میں ہندوستان کے مختلف اہم مقامات پر ضرور تبلیغی مرکز کھلنے چاہئیں۔ خواہ وہ سردست نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر ہوں۔ اور ان سب تبلیغی مرکزوں کا افسر اعلیٰ ایک ہونا چاہئے۔ جو تبلیغی امور میں خاص قابلیت رکھتا ہو اور وجاہت و تعلیم کے لحاظ سے بھی اس عہدے کو سنبھالنے کے قابل ہو۔ میں نے ایک دفعہ محترمی ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا نام اس ذمہ داری کے لئے تجویز بھی کیا تھا۔ بہرکیف کچھ بھی ہو۔ اگرچہ بہت وقت ضائع ہو چکا ہے مگر اب بھی موقعہ ہے کہ اس تجویز سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور مجھے خدائے بزرگ و برتر سے پوری امید ہے۔ امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنی عنایت سے اس تجویز کو قابل رشک کامیابی عطا فرمائے گا ۔

(سید عبدالمجید از گورکھپور ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۴۲ء)

بقیہ صفحہ ۶

جائیں تو ان رسم و رواج کو دور کرنے کے لئے بھی اسی بات کی ضرورت ہے جس کی طرف حضرت مرزا صاحب نے توجہ دلائی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے اور مسلمان پہلے کی طرح دنیا پر غالب آجائیں تو اس اتحاد پیدا کرنے کے لئے بھی اشاعت اسلام کی ضرورت ہے اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد اس ملک ہندوستان میں پہلے سے دگنی یا چوگنی ہو جائے تو اس کے لئے بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلام کی تعلیم کو غیروں میں پھیلا کر انہیں اسلام کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ یورپ کے لوگ جو صدہا سال سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں مسلمان ہو جائیں تو اس کے لئے بھی اشاعت اسلام کی ضرورت ہے یہ سب خوبیاں اور برکتیں مسلمانوں کو تب ہی حاصل ہو سکتی ہیں کہ وہ اس صدی کے مجدد کو قبول کریں اور جیسا کہ قرآن مجید کا حکم ہے اسکا ساتھ دیں اور اس جماعت میں جس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہے شامل ہو کر اسلام کے غلبہ کے لئے کوشش کریں اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زمانہ کے امام کی پیروی کرنے اور خدا کے دین کی خدمت کرنے میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں۔ آمین ۔

"خاتم النبیین" کے معنوں پر مبلغ پانصد روپیہ انعام

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے)

نوٹ :۔ پیغام صلح ۸ جنوری میں اخی المکرم جناب سید اختر حسین صاحب کی طرف سے جماعت قادیان کے علماء کو ایک چیلنج شائع ہوا تھا چونکہ چیلنج کی تقرید کے خلاصہ کو ... شائع ہوا اس لئے اس کی وضاحت نہ ہو سکی اب شاہ صاحب نے اپنے الفاظ میں وہ چیلنج درج ذیل ہے جو حقیقی چیلنج کی ... ہے (مدیر)

میں نے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنی تقریر میں ایک چیلنج کیا تھا جسکا اعلان اب بذریعہ اخبار کر رہا ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں نہ نبیوں کی انگوٹھی کئے ہیں۔ نہ نبیوں کی زینت کئے ہیں اور نہ نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں اور نہ نبیوں میں سے افضل کئے ہیں بلکہ یہ کئے ہیں کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کو جو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی، یا زینت کرتے ہیں وغیرہ۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ وہ صرف ایک حدیث نبوی ایسی پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت ہوں یا تصدیق کرنے والا ہوں یا میں خاتم النبیین ہوں یعنی افضل النبیین ہوں ایسی ایک حدیث پیش کرنے پر خواہ وہ ادنیٰ پایہ کی ہی ہو میں مبلغ پانصد روپیہ ان کی خدمت میں پیش کر دونگا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو یاد رکھیں کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ع ۹)

ترجمہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لائے جب تک کہ وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں جو اُن میں آپس میں اختلاف ہو۔ پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں ۔

رفتارِ عالم

جنگ کے تیسرے سال کا انیسواں (۱۹) ہفتہ

(اتوار مورخہ ۴ر جنوری سے ہفتہ مورخہ ۱۰ر جنوری تک)

امریکہ کا جنگی پروگرام

ساٹھ ہزار ہوائی جہاز ۴۵ ہزار ٹینک ۲۰ ہزار طیارہ شکن توپیں ۸۰ لاکھ ٹن جہاز ۱۹۴۲ء میں اور ایک لاکھ ۲۵ ہزار ہوائی جہاز ۷۵ ہزار ٹینک ۳۵ ہزار طیارہ شکن توپیں ایک کروڑ ٹن جہاز ۱۹۴۳ء میں یہ جنگی پروگرام امریکہ کے پریزیڈنٹ مسٹر روزویلٹ نے ۶ر جنوری کو امریکن کانگرس کے نام اپنے پیغام میں تجویز کیا۔ انہوں نے جنگی بجٹ کے متعلق اندازہ بیان کیا۔ کہ موجودہ مالی سال میں قریباً ۲۶ ارب ڈالر (قریباً ۷۰ ارب روپے) محوریوں کے خلاف جنگ میں خرچ کئے جائیں گے اور ۱۹۴۳ء میں ۵۶ ارب ڈالر (قریباً ایک کھرب ۶۸ ارب روپے)

طاعون کے جراثیم

اس ہفتہ میں چین سے خبر آئی کہ صوبہ ہونان کے صدر مقام چنگ شا پر جاپانیوں کو شکست فاش ہوئی اور سہ دنوں کی جنگ میں ان کی ایک لاکھ فوج میں سے ۵۰ ہزار سپاہی اور افسر مارے گئے تو ان کے ہوائی جہازوں نے بوریوں اور تھیلیوں میں طاعون کے جراثیم اس علاقے میں گرائے۔

روس کی جنگ میں جب جرمنوں کو بھی توقعات کے مطابق کامیابیاں نہیں ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے روسیوں کے خلاف زہریلی گیس استعمال کرنے کی ٹھانی تھی۔ روسی فوجوں نے بعض معرکوں میں جو جرمن قید کئے ان سے ایسے کاغذات برآمد ہوئے جن سے معلوم ہوگیا کہ جرمن زہریلی گیس استعمال کرنے والے ہیں۔ اس پر روس نے جرمنوں کو انتباہ کیا۔ کہ روسی بھی جرمن فوجوں کے خلاف زہریلی گیس استعمال کریں گے۔ تو ہٹلر اس اقدام سے باز رہا۔

جنگ کی کیفیت

مشرق بعید میں جہاں جاپان کے ناگہانی حملوں کے باعث اتحادیوں کو نقصانات اٹھانے پڑے تھے۔ بحالت موجودہ عام اعتبار سے اتحادیوں کی حالت اب بہتر ہوگئی ہے۔ ہفتہ زیر تبصرہ میں اس محاذ کے قریباً ہر حصہ میں جاپانیوں کا وہ زور ٹوٹ گیا جس کے ساتھ انہوں نے جنگ کی ابتدا کی تھی۔ فلپائن میں منیلا پر جاپانیوں نے ہفتہ گذشتہ کے دوران میں قبضہ کر لیا تھا۔ مگر اس کے فوراً بعد فلپائنی اور امریکن فوج نے منیلا کے شمال میں جاپانیوں کو شکست فاش دی۔ ملایا میں بھی جاپانیوں کی پیش قدمی کی رفتار میں فرق پڑ گیا۔ بلکہ ۷ر جنوری کو خبر آئی کہ شمالی ملایا میں پیراک کے قریب برطانوی فوج نے اپنے سے چار گنا زیادہ فوج پر جوابی حملہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ اس وقت تک جاپانی ملایا میں اپنی فوجیں اتار رہے تھے۔ ۹ر جنوری کو خبر آئی کہ جاپانیوں نے ملایا میں فوجیں نہیں اتاریں اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی آئی۔ کہ شرق الہند کی ڈچ آبدوزوں اور امریکن آبدوزوں نے جاپانیوں کے کئی جہاز غرق کر دیئے ہیں۔ ایک حملے میں امریکن آبدوزوں نے جاپان کا ایک ٹرانسپورٹ جہاز اور پانچ مال لیجانے والے جہاز غرق کر دیئے۔ امریکہ کے بحری اعلان میں کہا گیا ہے کہ جزیرہ ویک کے قریب بحری لڑائی میں جاپان کے ۷ جہاز غرق کئے گئے۔ ایک اور جہاز کی غرقابی کے متعلق خود جاپان نے بھی اعتراف کر لیا اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ اتحادی آبدوزیں جاپان کے قریب منڈلا رہی ہیں فلپائن کی کھاڑی کوانٹن میں کئی جاپانی جہازوں پر اتحادی ہوائی جہازوں کے بم ٹھیک نشانے پر بیٹھے۔

پنجابی رجمنٹ کی بہادری

ملایا میں جنگ کے متعلق تازہ ترین اطلاع ۹ر جنوری کو یہ اطلاع آئی کہ دریائے سلم اور دریائے برنام کے قریب شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ اس علاقے میں ایک پنجابی رجمنٹ نے ایک جاپانی دستے کو اپنی مشین گنوں کی گولہ باری سے بھون کر رکھ دیا۔ تفصیل اس اجمال کی یوں بیان کی جاتی ہے کہ پنجابی رجمنٹ کو حکم دیا گیا کہ وہ اگلا مورچہ چھوڑ کر پچھلے مورچے کی طرف ہٹ جائے۔ یہ رجمنٹ ہٹ رہی تھی۔ کہ جاپانیوں نے بکتر بند گاڑیوں اور بڑے ٹینکوں سے ان پر ہلہ بول دیا۔ اس پر پنجابی جوانوں کو جاپانیوں پر جوابی حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ پنجابیوں نے اپنی ٹینک شکن توپوں سے وہ بے پناہ گولہ باری کی کہ جاپانیوں کے ٹینکوں کے منہ پھر گئے اور بڑھتے ہوئے جاپانیوں کو گھبرا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ یہاں جاپانی گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔

ہوائی حملے

ہفتہ زیر تبصرہ میں مشرق بعید کے محاذ پر اتحادیوں کی ہوائی سرگرمیاں بھی پہلے سے زیادہ رہیں۔ برطانوی اور امریکن ہوائی جہازوں نے تھائی لینڈ میں جاپانیوں کے ہوائی اڈوں پر دو بار حملے کئے اور ان اڈوں میں دشمن کے کئی ہوائی جہاز زمین پر ہی تباہ کر دیئے۔ برما اور تھائی لینڈ کی ہوائی لڑائیوں میں ۳۵ ہوائی جہاز حتمی طور پر تباہ کئے گئے اور کم از کم ۲۳ جاپانی ہوائی جہاز ایسے ہیں۔ جو واپس اپنے اڈوں پر نہیں پہنچ سکے۔ راستہ میں ہی تباہ ہوگئے۔ بحر الکاہل میں جاپانی بحری جہازوں پر بھی ہوائی جہازوں نے کامیاب حملے کئے۔

چین میں جاپانیوں کی تباہی

مگر اس محاذ کے چین والے علاقے سے اس ہفتہ میں نہایت حوصلہ افزا خبریں موصول ہوئیں۔ جہاں جنرل چیانگ کائی شیک کی فوجوں نے چنگ شا حملہ کرنے والی جاپانی فوج کے بیشتر حصہ کو تباہ کر دیا۔ اور باقی ماندہ فوج کو تباہ کر رہی ہیں جاپانیوں نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ صوبہ ہونان کے صدر مقام پر حملہ کیا تھا۔ یہ شہر ہنکاؤ کنٹن ریلوے پر واقع ہے۔ جاپانیوں کا مقصد تھا کہ چنگ شا پر قبضہ کر کے وہ اس ریلوے لائن پر قبضہ کریں گے اور یہاں سے ملایا کے لئے اپنی فوجیں بھیج سکیں گے۔ ہفتہ گذشتہ میں جنرل چیانگ کائی شیک نے اس جنگ کو موت کی جنگ قرار دیا تھا۔ جاپانیوں کے لئے یہ موت کی جنگ ہی ثابت ہوئی ہے چنگ شا کے دروازوں کے سامنے چار دن کی لڑائیوں میں اپنے ۵۰ ہزار مردے چھوڑ کر جاپانی بھاگے چینی فوجوں نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور شمالی علاقے میں انہیں نرغے میں لے لیا۔ ۹ر جنوری کو خبر آئی کہ چینی فوجوں کے نرغے کو توڑ کر نکل بھاگنے کی کوشش میں ۴۰ ہزار جاپانی فوج کے ۳ ہزار آدمی ایک دریا کو عبور کرنے کی کوشش میں غرق ہو گئے۔

چینیوں نے اس دوران میں بندرگاہ کینٹن کے شمال اور جنوب میں جاپانیوں پر حملے شروع کر دیئے تین سال ہوئے جاپانیوں نے اس بندرگاہ پر بھی دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اور جاپانیوں کی حالت نہایت خطرناک بیان کی جاتی ہے انہوں نے چینیوں پر طاعون کے جراثیم کی بوریاں بھر بھر کر پھینکیں۔ مگر اس کے باوجود چینیوں کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کینٹن کے بیرونی مورچوں پر گذشتہ تین دن سے سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ جاپانیوں نے اس مقام پر مزید کمک پہنچائی ہے۔ مگر چینی فوج کو بھی تازہ دم کمک پہنچ گئی ہے ایک تازہ اطلاع کے مطابق چینیوں نے ہنگاؤ میں جاپانیوں کے فوجی ہیڈ کوارٹر پر بھی حملہ کر دیا ہے۔

مغرب کا محاذ جنگ

مغرب کے دونوں جنگی محاذوں روس اور لیبیا سے اس ہفتہ میں بھی برابر اتحادیوں کی فتوحات اور محوریوں کی شکستوں کی خبریں آتی رہیں۔ روس کے ۲ ہزار میل لمبے محاذ پر بالٹک سے بیکراسود تک روسی فوجیں جرمنوں کو بھگا رہی ہیں۔ کریمیا میں روسیوں نے سباسٹپول کے شمال میں یوزو پیٹوریا کی بندرگاہ پر بھی اپنی فوجیں اتار دیں اور اس طرح مشرق اور مغرب دونوں جانب سے اس جرمن فوج کے لئے خطرہ پیدا کر دیا۔ جو سباسٹپول پر حملہ کر رہی تھی۔ کرچ اور فیوڈوسیہ میں جو روسی فوجیں اتری تھیں وہ برابر سباسٹپول کی طرف بڑھتی رہیں۔ تازہ خبر یہ موصول ہوئی ہے کہ سباسٹپول کے سامنے جرمن فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ہے کیونکہ سباسٹپول کی محصور روسی فوج نے بھی اس پر حملے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ جرمن فوج اب پیشتر اس کے کہ وہ کریمیا میں گھر جائے اور پیراکوپ میں اپنے فوجی صدر مقام سے کٹ جائے۔ اس کوشش میں ہے۔ کہ کریمیا کو چھوڑ کر نکل جائے۔

خارکاف پر حملہ

مشرقی یوکرائن میں بھی روسی فوجوں نے جرمنوں کے خلاف تازہ اقدامات شروع کر دیئے ہیں۔ روسی فوجیں اس علاقے کے صدر مقام خارکاف کی طرف بڑھ رہی ہیں اور آخری اطلاع کے مطابق اس مقام سے صرف ۳۰ میل کے فاصلے پر ہیں۔ اس علاقے میں جو جرمن قیدی اور افسر روسیوں کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ خارکاف کا جرمن کمانڈر جنرل رائشناؤ خارکاف کو خالی کرنے کی تیاریاں مکمل کر چکا ہے۔

ہٹلر کے ہیڈ کوارٹر سے ۸۰ میل کے فاصلے پر

ماسکو کے علاقے میں روسی فوجوں کو جو تازہ کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ ان کی وجہ سے ماسکو کے مغرب میں سمولینسک جسے ہٹلر نے جرمن فوجوں کی کمان سنبھالنے کے بعد اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے صرف ۸۰ میل رہ گیا ہے۔ ماسکو کے شمال مغرب اور جنوب میں روسی فوجوں کی پیش قدمی اور جرمنوں کی پسپائی کا سلسلہ برابر جاری ہے شمال میں لینن گراڈ کا علاقہ محفوظ ہو جانے کے بعد روسیوں نے فنوں کے خلاف جوابی اقدامات شروع کر دیئے ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تصویر کشی

مولوی نظیر حسین صاحب نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویریں اتارا کرتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں خلاف شرع نہ ہو لیکن جناب کی تصویر دیکھ کر یہ وہم جاتا رہا حضرت مسیح موعود نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہم نے اپنی تصویر محض اس لئے اتروائی ہے کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیج دیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہوگیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اس کی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں۔ کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں۔ اسلام ایک ایسا وسیع مذہب ہے جو ہر بات کا مدار نیت پر رکھتا ہے۔ بدر کی لڑائی میں ایک شخص میدان جنگ میں نکلا جو اترا کر چلتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ چال بہت بری ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا یعنی زمین پر اترا کر نہ چلو۔ مگر اس وقت یہ چال خدا کو بہت پسند ہے۔ کیونکہ یہ اس کی راہ میں اپنی جان تک نثار کرتا ہے اور اس کی نیت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ غرض اگر نیت کا لحاظ نہ رکھا جاوے تو بہت مشکل پڑتی ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس کا تہ بند نیچے ڈھلکتا ہے۔ وہ دوزخ میں جاویں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے۔ کیونکہ ان کا تہ بند بھی ویسا ہی تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شے ہے۔ مولوی نظیر حسین نے عرض کی میں خود تصویر کشی کرتا ہوں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر کفر اور بت پرستی کو مدد نہیں دیتے ہو تو جائز ہے آجکل نقوش و قیافہ کا علم بہت بڑھا ہوا ہے (الحکم ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۷ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی رنج و ملال کیساتھ سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے پرانے بزرگ جناب حاجی شیخ الٰہ دین صاحب کی اہلیہ محترمہ مہر النساء عرف مہری صاحبہ کپڑوں کو آگ لگ جانے کیوجہ سے جل گئیں تھیں اس حادثہ کے بعد آپ آٹھ دن بیمار رہ کر یکم محرم مطابق ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۴۲ء کو وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بیرونی جماعتہائے احمدیہ سے درخواست ہے کہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ انکی صحت اور آسودگی کیلئے حضور قلب سے دعا کیجائے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب وخواتین نے سلسلہ میں شمولیت کی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین۔

۳۷۔ رضیہ بیگم صاحبہ مراد ضلع جالندھر
۳۸۔ نظیر بیگم صاحبہ " "
۳۹۔ غلام فاطمہ صاحبہ " "
۴۰۔ عبدالشکور صاحب ضلع بمبئی
۴۱۔ سید عبدالستار صاحب گوا
۴۲۔ فضل کریم صاحب چک ۸۱ ضلع شاہ پور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اٹھائیسویں سالانہ جلسہ کی روئیداد

اجلاس بہ اجلاس کارروائی

۵

کارروائی جلسہ سالانہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء

پہلا اجلاس

مورخہ ۲۷ دسمبر کو پہلا اجلاس زیر صدارت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد حافظ عبدالرشید صاحب نے "خاتم النبیین کا مقام" کے عنوان سے تقریر کی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حافظ عبدالرشید صاحب کی تقریر کا خلاصہ

حافظ صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا:۔

"میرے مضمون کا عنوان ہے "خاتم النبیین کا مقام" پیشتر اس کے کہ میں اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالوں ایک بات کو بطور اصول کے سمجھ لینا چاہئے یعنی ہر شخص کی بڑائی اور چھوٹائی کا معیار اسکا کام ہے سرور کائنات صلعم کے کام کو بھی اس معیار پر پرکھنا چاہئے۔

آنحضرت صلعم جب دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تو اس وقت دنیا کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ اولاد قتل کی جاتی تھی اور ماں کی گود اس کی آنکھوں کے سامنے خالی کر دی جاتی تھی۔ حضور صلعم نے اس بری اور انسانیت سوز رسم کا خاتمہ کیا خانہ کعبہ جو کہ خدائے قدوس کا گھر تھا اس میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ اور لوگ ان کے سامنے سر عجز خم کرتے تھے۔ ان بتوں کے خلاف آواز اٹھانا چھوٹی بات نہ تھی اور پھر اس کی اصلاح کرنا اس سے بھی بڑی بات آنحضرت صلعم نے ان بتوں کے خلاف آواز بلند کی اور توحید کا بلند تخیل دنیا کے سامنے پیش کیا اس وقت آپ کے پاس کوئی طاقت اور اثر بھی نہیں تھا۔ آپ انتہائی کمزوری کی حالت میں توحید کے پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور حضور کے خلاف ایک شور مچ جاتا ہے اور سازشوں کا جال بچھ جاتا ہے۔ لوگوں کیلئے یہ ایک عجیب بات تھی کہ ان بتوں کے خلاف کوئی [illegible] آواز بلند کی جائے۔ اس شورش، مخالفت اور سازش کے وقت آنحضرت صلعم یہ پیغام دنیا کو دیتے ہیں کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ ایک بوڑھی عورت یمن کے دارالخلافہ سے مکہ کو حج کیلئے آئیگی اور کوئی شخص اس کو لوٹنے اور ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ حضور کی بعثت سے قبل امن نہیں تھا اور کسی کا جان و مال محفوظ نہیں تھا۔ آپ نے دنیا کو امن کا پیغام دیا اس کے علاوہ جو حضور کا کارنامہ ہے وہ شاندار انسانی مساوات ہے حضور صلعم نے غلاموں کو آزاد لوگوں کے برابر کر دیا۔ عورتوں کو بھی مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے مردوں کے برابر کیا۔ البتہ وراثت میں مرد کو دوگنا حصہ دیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو مرد کی کمائی سے بھی حصہ ملتا ہے۔

آپ نے دنیا کو یہ پیغام بھی دیا کہ علم بہت بڑی چیز ہے آپ نے اسلام کی تعلیم دیکر بندے کا خداوند تعالےٰ سے براہ راست تعلق قائم کیا۔

ان سب کارناموں اور کاموں سے جن کو میں نے بیان کیا ہے آنحضرت صلعم کے مقام پر روشنی پڑتی ہے اور واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلعم نے جس چیز کو بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اسے عملی جامہ پہنایا اور اس صورت سے پہنچایا کہ گویا کمال تک پہنچا دیا اور اسی سے ہی آپکے مقام کی بلندی ظاہر ہے۔

غلام ربانی خاں صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل کی تقریر کا خلاصہ

حافظ عبدالرشید صاحب کے بعد پروگرام جلسہ کے مطابق جناب غلام ربانی خاں صاحب نے "کلمۂ توحید کا نوع انسانی پر احسان" کے عنوان پر تقریر فرمائی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے آپ نے فرمایا:۔

"کلمۂ توحید کا نوع انسانی پر احسان" یہ میری تقریر کا عنوان ہے۔ پہاڑ کے لوگ بڑی بلند آواز اور خوش الحانی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی حمد کیا کرتے ہیں۔ میں ایک دن پہاڑ کی وادی میں سے گذر رہا تھا کہ میرے کانوں میں خداوند تعالےٰ کی حمد کا ترانہ پڑا میں نے غور کیا یہ لفظ صرف سننے تک ہی محدود ہیں یا اس سے بڑھ کر بھی انکا کوئی مقصد ہے میں جس نتیجہ پر پہنچا وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

کلمۂ توحید کے حصہ لا الٰہ میں نفی کر دی کہ کوئی معبود نہیں نفی کرنے سے فائدہ کیا ہے۔ یہ حصہ انسان کو انسان بناتا ہے یہ بہت بڑا احسان ہے جو کلمۂ توحید نے کیا۔ مجھے حضرت مسیح موعود کا وہ شعر یاد آ رہا ہے ع

مسلماں را مسلماں باز کردند

کلمۂ توحید نے ع انساں را انساں باز کردند کا مضمون پیش کیا ہے۔ دعوےٰ جس کی دلیل نہ ہو عبث سمجھا جاتا ہے، دلیل یہ ہے انسان نے دنیا کی سب اشیاء کی پوجا کی۔ دو باتوں کے لئے ایک ڈر اور ایک نجات۔ انسان کو جس چیز میں بہتری نظر آئی اسے خدا بنا دیا کہیں دریا معبود ہے کہیں دولت معبود ہے کہیں پتھر معبود ہے کہیں پر ناگ معبود ہے۔ انسان نے ان چیزوں کی پرستش کر کے اپنے آپ کو نیچا کر دیا۔ سو لا الٰہ کہنے والے نے ان معبودوں کی نفی کر کے ہر چیز سے اپنے آپ کو بہتر سمجھا سو کلمۂ توحید سے انسان پر ظاہر ہوا کہ یہ چیزیں انسان کی پرستش کے قابل نہیں بلکہ یہ انسان کے حکم کے ماتحت ہیں۔ کلمۂ توحید نوع انسان پر اللہ تعالےٰ کا ایک عظیم الشان فضل ہے کہ جس نے انسان کو انسان بنا دیا۔

دوسرا جزو ہے الا اللہ کہ اللہ کے علاوہ کسی کی پرستش نہیں کرنی چاہئے یعنی ایک خدا کی پوجا کرنی چاہئے کائنات کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح کر رہی ہے اور اس کے آگے اپنا سر جھکا رہی ہے یہ جزو اسم اعظم ہے جس نے انسان کو با اخلاق انسان بنا دیا یعنی انسان جس وقت کہتا ہے الا اللہ اس وقت وہ اقرار کرتا ہے کہ ایک اللہ ہے اور وہ تمام عیوب سے پاک ہے اور مکمل صفات اس کے اندر موجود ہیں سو اسکا عابد بھی اس بلند معیار عبادت سے بلند ہو جاتا ہے جس دل پر اس کی ہیبت طاری ہوتی ہے اس میں حیرت انگیز اخلاقی اور قلبی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔

کلمہ توحید کا دوسرا حصہ ہے محمد رسول اللہ۔ محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ انسان کا نام کیا کلمہ کے ساتھ لگا دیا یہ اس لئے لگایا گیا کہ معبود حقیقی کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کی نسبت پیدا ہو سکے۔ کہ انسان انسان ہے اور خدا خدا ہے اس لئے کلمہ توحید کا دوسرا حصہ نہایت ضروری ہے

خلاصہ کلام یہ کہ کلمہ توحید کا نوع انسانی پر بہت بڑا احسان ہے جس نے انسان کو صرف انسان ہی نہیں بلکہ با اخلاق انسان بنا دیا وغیرہ وغیرہ

شیخ فضل الرحمن کی تقریر

جناب غلام ربانی خاں صاحب کے بعد جناب شیخ فضل الرحمن صاحب سامالوی نے "میری جماعت قادیان سے علیحدگی کی وجوہ" کے عنوان پر تقریر کی اور اس ضمن میں جناب میاں محمود احمد صاحب قادیانی نظام کے متعلق ایسے حیرت انگیز واقعات بیان کئے کہ جن کو سن کر پبلک انگشت بدنداں رہ گئی شیخ صاحب مذکور کی تقریر چونکہ واقعات اور حقائق پر مشتمل ہے اس لئے اسکا خلاصہ درج نہیں کیا جا سکتا۔ خاکسار ایڈیٹر پیغام صلح نے مکمل تقریر کا مسودہ پبلسٹی آفیسر صاحب کے پاس بھجوا دیا ہے امید ہے کہ وہ اسے ٹریکٹ کی صورت میں چھپوانے کیلئے جلد مناسب کارروائی فرمائیں گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر

شیخ فضل الرحمن صاحب کی تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے "اسلام کی عالمگیر صلح موجودہ عالمگیر جنگ کا علاج ہے" کے عنوان پر تقریر فرمائی جو مرتب ہو چکی ہے اور آئندہ شیوع میں درج کی جائیگی۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد چودھری سلطان علی صاحب دہلی نے ایک بلند پایہ نظم بزرگان سلسلہ کے متعلق خود پڑھ کر سنائی جو بہت پسند کی گئی۔

حسب پروگرام دوسرے اجلاس کا سب سے پہلا لیکچر مولینا مصطفےٰ خاں صاحب کا تھا انہوں نے اپنا وقت جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے کو دیا سید صاحب موصوف نے "وطنیت اور اسلام" کے موضوع پر تقریر فرمائی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے

سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل کی تقریر کا خلاصہ

سید صاحب نے فرمایا:۔

"میری تقریر کا عنوان "وطنیت اور اسلام" ہے وطنیت پر کچھ بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ موجودہ سیاسی دور میں ایک زبردست تخیل وطنیت کا ہے اور دنیا میں بہت سے مصائب اس کی وجہ سے ہیں آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ مختلف قومیں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں یہ موجودہ جنگ جن نقائص کی وجہ سے برپا ہوئی ہے ان میں سے ایک وطنیت کا تصور ہے وطن کے لفظ سے کسی کو غلطی نہ لگے اپنے وطن سے محبت کرنا طبعی تقاضا ہے لیکن سیاسی اصطلاح میں وطن کا مفہوم خاص معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد ایک قسم کا سیاسی تصور ہے جسکا نام نیشلزم رکھا ہے یہ تخیل کس حد تک دنیا کی مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتا ہے ان معنوں میں یہ اسلام کے ساتھ متصادم ہوتا ہے کیونکہ اسلام بھی اقتصادی مشکلات کیلئے ایک حل اپنے اندر رکھتا ہے

اسلام نے جو اصول پیش کیا ہے اس کے اندر کسی خاص قوم کو مخصوص نہیں کیا بلکہ اس کی دعوت تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے اس کے بعد سید صاحب موصوف نے تاریخی رنگ میں وطنیت کی اصطلاح کی تشریح کی اور بتایا کہ وطنیت کے اس تصور کا ظہور اطالیہ سے ہوا اور رفتہ رفتہ یورپ کے ممالک تو اس پر متحد ہو گئے لیکن سارا یورپ متحد نہ

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سیالکوٹ کے جلسہ کی روئیداد

(از جناب عبدالقادر صاحب سیکرٹری)

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سیالکوٹ کا دسواں اور گیارھواں اجلاس زیر صدارت جناب رشید احمد صاحب اور جناب غلام احمد صاحب بعد از نماز مغرب منعقد ہوا۔ پہلی میٹنگ میں جناب میاں محمد عبداللہ صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی اور بعد میں چند آیات کا ترجمہ بھی سنایا۔ اُن کے بعد خاکسار نے اپنی تقریر میں حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں صرف ایک بات پر آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اپنے اخلاقی پہلو پر بہت زور دینا چاہئے۔ اگر ہم اتوار کے اتوار یہاں اکٹھے ہو کر نماز پڑھ لیں اور بعد میں ایک دو لفظ بیان کر دیں تو اس سے ہمیں کوئی تقویت نہیں پہنچیگی۔ بشرطیکہ ہم اپنے اخلاق کو پایۂ کمال تک نہ پہنچاویں ہمیں چاہئے کہ ہم اُن چھوٹی چھوٹی باتوں سے، جو خلاف اخلاق ہوتی ہیں۔ اور جنہیں ہم یونہی مذاق کے طور پر کر گذرتے ہیں پرہیز کریں اگر ہم نماز تو پڑھ لیں لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ نماز کیا چاہتی ہے تو اسکا کوئی فائدہ نہیں، ہم ہر نماز میں یہ تو پڑھتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم لیکن اس راستے کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بعض ... میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں۔ کہ ادھر نماز سے فارغ ہوئے اور دوسروں کو گالی گلوچ دینی شروع کر دی۔ بھلا ایسے آدمیوں کی روحانیت میں کیسے ترقی ہو سکتی ہے ہم صراط مستقیم پر اُس وقت ہی چل سکتے ہیں کہ جب ہم ہر بدی سے بچنے کی کوشش کریں۔ گو ہم نوجوانوں کیلئے ایسا کرنا مشکل ہے کیونکہ ہم شروع سے اس پر پابند نہیں رہے لیکن جب ہم پختہ ارادہ کر لیں گے کہ فلاں کام کے کرنے سے خدا ناخوش ہے اور ہم نے نہیں کرنا تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ بے شک ہم پر بعض دفعہ بڑے بڑے شیطانی حملے ہوتے ہیں لیکن ان حملوں کو مغلوب کرنا ہی مسلمان کا کام ہے۔ گو یہ مجالس اس لئے قائم کی جا رہی ہیں کہ غیر از جماعت احباب اس جماعت میں داخل ہو کر خدمت دین کریں لیکن یہ اسوقت تک ناممکن ہے جب تک کہ ہم میں اخلاق حمیدہ پیدا نہیں ہوتے۔ ہم دوسروں کے لئے نمونہ بننا چاہتے ہیں لیکن اگر نمونہ ہی بُرا ہو تو اس کی پیروی کون کریگا آنحضرت صلعم کے اخلاق کی طرف دیکھو کہ کئی یہودی صرف ان کے اچھے اخلاق دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے۔ گو ان باتوں پر میں بھی پورا پورا عمل پیرا نہیں ہوا لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اخلاقی پہلو سے بہت قوی ہوں اور دوسروں کے لئے باعث تقلید ہوں (آمین)

دوسری میٹنگ میں سب سے پہلے جناب نعمت اللہ صاحب متعلم ایف۔ اے نے سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تفسیر بیان فرمائی کہ تسبیح کہتے ہیں اللہ تعالےٰ کو اپنی صفات میں بے عیب سمجھنا یا ماننا یا بیان کرنا۔ بدقسمتی سے آج کل ہمارے ملک میں تسبیح اُس مالا کو کہتے ہیں جو ہندو پنڈت یا جوگی یا مسلمان فقرا پھیرتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ یہ مالا پھیرنے والے اگر گالیاں دے رہے ہیں تو بھی مالا پھیر رہے ہیں۔ اور اگر باتیں کر رہے ہیں تو بھی مالا پھیر رہے ہیں۔ اور اگر کسی کا مال اڑا رہے ہیں تو بھی منکے گن رہے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؂

تسبیح بدست زاہد نظرش بمال مردم
چنیں کافرے مسلمان دیدم نہ دیدہ بودم

حضرت نبی کریم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں کہ جو زبان پر تو بہت ہلکے ہیں لیکن وزن میں بہت بھاری ہیں اور وہ ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ سبحان اللہ العظیم حضرت نبی کریم ان کا ورد رکھتے تھے تسبیحوں کا مقصد یہ ہے کہ ان کا اثر قلب پر پڑے اور قلب انسان اللہ تعالےٰ کی سبحانیت کو یاد رکھے تاکہ اس کے مطابق اس کے اعمال ہوں۔

اس کے بعد جناب محمد یحییٰ صاحب نے اپنا دلچسپ مضمون بعنوان "کیا مسیح کا باپ کوئی نہ تھا؟" پڑھ کر سنایا اور نہایت واضح طور پر قرآنی آیات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ مسیح کا باپ تھا۔

آخر پر جناب ستری رشید احمد صاحب نے ایسوسی ایشن کی کارگذاری پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ پر ایک لیکچر ... دیا اور بعد میں فرمایا کہ احمدی احباب کو صرف مضامین پڑھنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ انہیں چاہئے کہ وہ دیگر غیر احمدی احباب کو بھی یہاں جلسہ میں لائیں اور اس کو ہر صورت میں کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ (عبدالقادر سیکرٹری)

(بقیہ صہ ۲)

... دئے ... انہیں بھی اصلاح کے لئے جو زبردست ہتھیار دیا جاتا ہے وہ یہی دعا ہے جس سے وہ بالآخر بامراد ہوتے ہیں پھر آپ نے قرآن مجید سے چند عظیم الشان دعاؤں کے نمونے پیش کئے اور اپنی زندگی سے بھی بعض واقعات اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے نظارہ کو پیش کر کے اپنے موضوع کی وضاحت کی جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے ؞ (ختم شد)

ہو سکا۔ کیونکہ وطنی عصبیت نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ کسی دوسری قوم کے ساتھ تعلق نہ رکھیں بلکہ پیکار کا جذبہ ترقی کرتا گیا ہے جسکو آپ موجودہ جنگ کی مولناکیوں میں دیکھ رہے ہیں اس کے برخلاف مسلمانوں کے اندر کوئی ایسی تحریک نہیں پیدا ہوئی جس کی بنیاد رنگ اور نسل پر ہو کیونکہ اسلام نے ان تمام بتوں کو توڑ دیا جو وحدت نسل انسانی کو ختم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ابتدا رب العالمین سے ہوتی ہے آنحضرت صلعم نے نسل انسانی کے تمام بتوں کو توڑ کر رکھ دیا اور ان میں سے ایک بت رنگ و نسل کا بھی ہے جو آج مغربی اقوام کی ترقی میں ایک بہت بڑی روک ہے۔ سو اسلام نے جو تخیل پیش کیا ہے وہ بہت ہی بلند ہے جس سے ایسی جمعیت کی بنیاد پڑتی ہے جس میں سب انسان جمع ہو جاتے ہیں اور آج بھی اسی کے ذریعہ خون کی پیاسی قومیں جو رنگ و نسل کے اصولوں پر لڑ رہی ہیں۔ ان میں ایک اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ جب تک دنیا اس اصول کو نہ مانیگی اس وقت تک جنگوں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تقریر کا خلاصہ

جناب سید اختر حسین صاحب کی تقریر کے بعد جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد "دعا کا اعجاز" کے عنوان پر تقریر کی جسکا خلاصہ درج ذیل ہے اس تقریر کے بعد جلسہ سالانہ دعا پر ختم ہوا۔

جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے تمہیدی فقرات کے بعد فرمایا۔

"حضرت مجدد وقت مسیح موعود نے جہاں اور رنگوں میں تجدید دین کا کام کر کے ہم مسلمانوں پر احسان عظیم کیا وہاں دعا کی حقیقت سے بھی از سر نو آگاہ کیا اگرچہ دعا فطرت انسانی کا ایک جزو ہے تاہم بہت تھوڑے لوگ ہیں جو دعا کی طاقتوں اور قدرتوں کے متعلق پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ آجکل دعا محض رسم کے طور پر پائی جاتی ہے لیکن حقیقی روح اور مغز سے خالی ہے۔ حقیقی دعا کچھ اور ہی رنگ رکھتی ہے اس سے حقیقی راحت قلبی حاصل ہوتی ہے اور جب انسانی قلب سکینت یافتہ ہو تو پھر دنیا کی مصائب اور مشکلات میں رہ کر بھی انسان حزن، اور خوف سے آسودہ رہ سکتا ہے اور یہی لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مقام ہے۔ وہ برگزیدہ انسان جو اقوام عالم کی اصلاح کے لئے مبعوث

مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا سالانہ انتخاب

(از جناب چودھری عبدالحق صاحب سیکرٹری)

مرکزی ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن کا سالانہ انتخاب ۱۸ جنوری کو بعد از نماز مغرب مسجد میں ہوا جس میں مندرجہ ذیل سرپرست و عہدیداران سال رواں کیلئے اتفاق رائے سے منتخب ہوئے۔

سرپرست

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز (۲) حضرت مولینا صدرالدین صاحب (۳) ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب (۴) حضرت مولینا عزیز بخش صاحب۔

عہدیداران ۔ صدر۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب۔ نائب صدر مولانا آفتاب الدین صاحب۔ سیکرٹری۔ عبدالحق جائنٹ سیکرٹری عزیز احمد صاحب خلف ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب فنانشل سیکرٹری۔ عبدالغنی صاحب بٹ

ممبران مجلس منتظمہ:۔ (۱) صدر (۲) نائب صدر (۳) سیکرٹری یہ تینوں بہ لحاظ عہدہ۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب کا انتخاب ہوا۔ (۴) عزیز احمد صاحب خلف ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب (۵) عبدالغنی صاحب بٹ (۶) مولوی احمد گل صاحب (۷) چودھری عبدالمجید صاحب بی اے مسلم ہائی سکول (۸) شیخ محمد حسین صاحب (۹) شیخ یوسف احمد صاحب

نیز اس اجلاس میں مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں

(۱) آئندہ لیکچر ہفتہ وار ہوا کریں (۲) نوجوان دوستوں کو حضرت صاحب کی تحریرات پڑھ کر سنائی جائیں یہ کام مولوی دوست محمد صاحب کے سپرد ہوا ہے اور اسکے متعلق مفصل پروگرام عنقریب مولوی صاحب پیش کریں گے (۳) مجلس منتظمہ کے ممبران اور ان کے علاوہ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور مولوی دوست محمد صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ... ہفتہ میں کم از کم ایک گھنٹہ تبلیغ کے کام پر صرف کریں گے یہ اصحاب اپنی رپورٹ صدر صاحب کو ہفتہ کے دن دیدیا کرینگے۔ یہ کام توسیع طلب ہے اس مقصد کیلئے *

* اگر دوسرے نوجوان جو اسمیں حصہ لینا چاہیں اپنے نام پیش کریں تو انکے نام شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے ؞

رفتارِ عالم

جنگ کے تیسرے سال کا بیسواں (۲۰) ہفتہ

(اتوار مورخہ ۱۱ جنوری سے ہفتہ مورخہ ۱۷ جنوری تک)

تین اہم واقعات

—— برازیل کے صدر مقام ریو ڈی جنیرو میں جنوبی امریکہ کی ۲۱ جمہوری حکومتوں کی کانفرنس لندن میں بلجیم چیکوسلواکیہ فرانس، یونان لکسمبرگ۔ ہالینڈ۔ ناروے۔ پولینڈ اور یوگوسلافیہ کی آزاد حکومتوں کا اعلان اور یونان اور یوگوسلافیہ کے درمیان باہمی امداد اور اشتراک کا معاہدہ ہفتہ زیر تبصرہ کے تین ایسے اہم واقعات ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اتحادیوں نے جنگ کے میدان میں محوریوں کو ختم کرنے کے اقدامات کے ساتھ ہی ساتھ انہیں سیاست کے میدان میں بھی ہمیشہ کیلئے ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔

جنگ کے محاذ

جنگ کے مختلف محاذوں پر اس ہفتہ کے دوران میں قریباً وہی کیفیت رہی جو گذشتہ میں تھی۔ لینن گراڈ کے علاقہ سے لے کر جنوب میں جزیرہ نما کریمیا تک روسی برابر کامیابی حاصل کرتے رہے اور جرمن پیچھے ہٹتے رہے۔ جرمنوں کے نقصان کا اندازہ ماسکو کے علاقے میں اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ یہاں نو دن کی لڑائی میں ۸ جنوری سے ۱۴ جنوری تک ۱۰ ہزار جرمن مارے گئے۔ ہٹلر کا ہیڈ کوارٹر سمولنسک سخت خطرے میں ہے۔ روسیوں نے اس کے دفاع کے بیرونی مورچے کم از کم مقامات پر توڑ دیئے ہیں شمال اور جنوب کی جانب سے اور مغرب کی طرف سے تازہ دم روسی فوجیں نئے برطانوی ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ جزیرہ نما کریمیا میں جو جرمن فوج بندرگاہ سباسٹپول پر قبضہ کرنے کے لئے گئی تھی۔ اس کے گرد روسیوں کا آہنی حلقہ تنگ ہو رہا ہے مشرق کی طرف سے ایگن راگ پر روسی پیچھے چلے آ رہے ہیں کریمیا کے مغربی کنارے پر پیراکوپ ہے جہاں جرمنوں نے اپنی ریزرو فوجیں رکھی ہوئی تھیں۔ روسیوں نے کریمیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ اس محاذ پر بھی چڑھائی کر دی ہے جو روسی فوجیں کریمیا کے مختلف اہم ناکوں پر اتری تھیں وہ آگے بڑھ رہی ہیں۔ سباسٹپول میں محصور روسی فوج بھی جرمنوں کا محاصرہ توڑ کر آگے بڑھ آئی ہے۔

مشرقی یوکرائن میں خارکاف کا شہر روسی فوجوں سے صرف بارہ میل دور رہ گیا ہے اس کے شمال مغرب میں اوریل اور برالنسک پر بھی روسیوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ روسیوں کی کوشش یہ ہے کہ جرمن زندہ بچ کر بھاگ نہ سکیں موسیو لوزاکی نے اعلان کیا تھا کہ جرمن اپنے خون سے ہماری زمین کو سیراب کر رہے ہیں۔ ان کی لاشیں روس کے کھیتوں کے لئے کھاد کا کام دیں گی۔

۱۷ جنوری کو خبر آئی کہ جرمنوں نے جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش بے کار کر دی گئی اور ان سے مزید مقامات چھین لئے گئے۔ حقیقت یہ ہے جرمنوں کی حالت اس وقت یہ ہے کہ جس قدر زیادہ کوشش مقابلہ کی کریں گے اتنا ہی نقصان اٹھائیں گے۔ خبر آئی تھی کہ جرمنوں کو مزید کمک پہنچائی گئی ہے مگر روسیوں کو بھی تازہ دم فوجوں کی کمک پہنچ رہی ہے۔

شمالی افریقہ

لیبیا میں ۱۲ جنوری کو سلوم پر بھی برطانوی فوج کا قبضہ ہو گیا اب صرف ایک مقام حلفایہ رہ گیا ہے جہاں محوری فوج محصور ہے اس پر بھی دن رات ہوائی حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور اس کے گرد حلقہ تنگ کیا جا رہا ہے حلفایہ کو مشرق میں سلوم سے اور مغرب میں باردیہ سے امداد ملسکتی تھی۔ ان دونوں مقامات پر برطانوی فوج کا قبضہ ہو چکا ہے لیبیا کی مغربی سرحد پر حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جنرل رومیل کی فوجوں کا تعاقب برابر جاری ہے ساحل کے علاقے میں محوری فوجیں البتہ مزاحمت کر رہی ہیں برطانوی فوجیں العقیلہ کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

مشرق بعید

مشرق بعید میں حالات بدستور تشویشناک ہیں۔ خاص کر ملایا میں جاپانیوں کا دباؤ جاری ہے۔ فلپائن میں جاپانی مزید فوجیں نہیں اتار سکے۔ البتہ بورنیو کے قریب جزیرہ تارکان پر اور جزیرہ سیلبز کی بندرگاہ منہاسا پر جاپانی فوجیں اتاری گئیں۔ تارکان کا جزیرہ جاپانیوں کے شدید دباؤ کی وجہ سے ڈچ فوجوں نے خالی کر دیا مگر اسے خالی کرنے سے پیشتر انہوں نے کام کی تمام چیزیں تباہ کر دیں۔ تارکان کی قیمت جاپانیوں کو اپنے دو تباہ کن جہازوں کی تباہی کی صورت میں دینی پڑی منہاسا کی بندرگاہ پر جاپانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر ڈچ فوجوں نے ابھی انہیں آگے بڑھنے نہیں دیا۔ فلپائن میں منیلا کے شمال میں امریکن اور فلپائنی فوج نے ایک معرکے میں جاپانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ مٹھی بھر امریکن فوج نے متواتر ۲۴ گھنٹے جاپانی توپ خانوں پر گولہ باری کی۔ ان سے ۱۱ توپخانے برباد کر دیئے گئے اور جاپانی اس علاقے سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

واشنگٹن سے ایک بحری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کے ایشیائی بحری بیڑے نے جاپانیوں کے ۲۴ جہاز غرق کئے ہیں۔ یہ جہاز ان کے علاوہ ہیں جو بحری جنگوں میں امریکن بیڑے نے تباہ کئے جن کی تعداد ۷ ہے۔ برطانیہ کی وزارت بحریہ نے جو اعلان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحرالکاہل میں جاپان کے ایک لاکھ ۲۸ ہزار ٹن جہاز غرق کئے جا چکے ہیں۔ اس بیان میں ۱۹۴۱ء کے خاتمے تک محوریوں کے بحری نقصان کا اندازہ ۵ لاکھ ٹن بیان کیا گیا ہے۔

ملایا میں تازہ اطلاعات کے مطابق آسٹریلین فوجیں پہنچ گئی ہیں اور انہوں نے ایک پہلے ہی معرکے میں جاپانیوں کو شکست دیدی ہے ایک اور بیان میں کہا گیا ہے کہ شمالی ملایا میں جاپانی فوجوں کے عقب میں برطانوی فوج کے چھاپہ مار دستے مصروف عمل ہیں۔ اس وقت حالات اگرچہ تشویشناک ہیں مگر جس شدت کے ساتھ کثیر التعداد جاپانی فوجوں کا مقابلہ کیا جا رہا ہے اسکے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ کمک و سامان جنگ پہنچنے پر حالات اور رد یہ اصلاح ہو جائیں گے۔ اور جاپانیوں کے سیلاب کا بھی وہی انجام ہوگا جو آج کل روس میں جرمنوں کا ہو رہا ہے۔

برما

برما کے انتہائی جنوب میں بھی جاپانیوں سے ایک جھڑپ کی خبر موصول ہوئی ہے جس میں جاپانیوں کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اس لڑائی میں جو جاپانی قید ہوئے انہیں کلکتہ پہنچا دیا گیا ہے۔ برما کے فوجی حلقوں میں یہ امکان ظاہر کیا جاتا ہے کہ برما کی سرحد سے تھائی لینڈ پر چڑھائی کی جائیگی۔ مزید چینی فوج اتحادی فوج کی امداد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ رنگون پر گذشتہ دس روز سے جاپانیوں نے کوئی حملہ نہیں کیا۔

چین

چینگ کیا ئنگ سے چینی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ چنگشا کا سارا علاقہ جاپانیوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔ ۷۰ ہزار جاپانی فوج میں سے صرف ۱۰ ہزار جاپانی جان بچا کر بھاگ سکے ہیں اور اب چینی فوجوں نے تین مختلف سمتوں میں جاپانیوں کے خلاف جارحانہ اقدام شروع کر دیئے ہیں۔

چین جزائر شرق الہند فلپائن اور ملایا میں جاپانی جس طرح جنگ کر رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ وہ اس محاذ پر اتحادیوں کو کمک اور سامان جنگ پہنچنے سے پہلے پہلے زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ مگر ہنوز وان۔ ملایا شرق الہند اور چین میں اتحادیوں کے زبردست مقابلے سے ان کے پروگرام میں خلل پڑ رہا ہے جس طرح یورپ میں یوگوسلافیہ یونان اور کریٹ کی مزاحمت نے جرمنوں کا پروگرام ملیامیٹ کر دیا تھا۔

ضروری خبریں!

—— لندن، ۱۹ جنوری۔ لندن میں جو تازہ ترین اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی جاپانی سنگاپور سے پچھتر میل کے فاصلے کے اندر نہیں ان اطلاعات کی کہ دشمن نے سنگاپور کے قریب ترین فوجیں اتار دی ہیں۔ تصدیق نہیں ہو سکی۔ ملایا کے پوربی ساحل کے علاقہ ایمبڈے اور جیمس کے علاقوں میں صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

—— رنگون ۲۰ جنوری۔ رنگون ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ قائمقام وزیر اعظم سر پاتن نے نئی وزارت بنالی ہے گورنر برما نے اعلان کیا ہے کہ مسٹر یوسا وزیر اعظم کو وزیر جنگلات اور وزیر زراعت اور اپنی کونسل کی ممبری سے الگ کر دیا ہے۔ اور پرانی وزارت کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔ برما گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ پبلک امتحانات جن میں انگریزی اور اینگلو ورنیکلر ہائی سکول امتحانات بھی شامل ہیں کالعدم ممکن نہیں یونیورسٹی کالج کو مانڈلے میں منتقل کر دیا جائیگا۔

—— ۱۹ جنوری۔ برما کے وزیر اعظم یوسا کو نظر بند کر لیا گیا اور نظر بند کرتے ہوئے برطانوی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ جاپانیوں کے ساتھ خفیہ ساز باز کر رہے تھے۔

—— ۲۰ جنوری۔ پنجاب کی ہڑتال کو شروع ہوئے آج تیرہ دن گذر چکے ہیں۔ صورت حالات میں اگر کوئی تبدیلی آئی ہے تو یہ کہ ہڑتال زیادہ سخت ہو رہی ہے عوام کی تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے۔

—— واشنگٹن ۲۰ جنوری۔ فلپائن سے ایک خوشخبری موصول ہوئی ہے چنانچہ آج کے تازہ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جنرل میک آرتھر کی فوج نے دشمن کے مورچوں میں گھس کر انہیں پیچھے دھکیل دیا ہے اور اپنی لائن پھر سے قائم کر لی ہے شمالی لوزام میں ہمارے چھاپہ مار دستوں نے بلا دشمن کے ایک اڈہ پر اچانک حملہ کر کے دشمن کو شکست دی۔ یہ حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ دشمن ۱۱۰ لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہمارا نقصان بالکل برائے نام ہوا ٭

رفتار عالم

جنگ کے تیسرے سال کا بیسواں (۲۰) ہفتہ

(اتوار مورخہ ۱۱ جنوری سے ہفتہ مورخہ ۱۷ جنوری تک)

تین اہم واقعات

برازیل کے صدر مقام ریو ڈی جنیرو میں جنوبی امریکہ کی ۲۱ جمہوری حکومتوں کی کانفرنس لندن میں بلجیم چیکوسلواکیہ فرانس ۔ یونان لکسمبرگ ۔ ہالینڈ ۔ ناروے ۔ پولینڈ اور یوگوسلافیہ کی آزاد حکومتوں کا اعلان اور یونان اور یوگوسلافیہ کے درمیان باہمی امداد و اشتراک کا معاہدہ ہفتہ زیر تبصرہ کے تین ایسے اہم واقعات ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اتحادیوں نے جنگ کے میدان میں مجوزہ اقدامات کرنے کے اقدامات کے ساتھ ہی ساتھ انہیں سیاست کے میدان میں بھی ہمیشہ کیلئے ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔

جنگ کے محاذ

جنگ کے مختلف محاذوں پر اس ہفتہ کے دوران میں قریباً وہی کیفیت رہی جو گذشتہ ہفتہ میں تھی ۔ لینن گراڈ کے علاقہ سے لے کر جنوب میں جزیرہ نما کریمیا تک روسی برابر کامیابی حاصل کرتے رہے اور جرمن پیچھے ہٹتے رہے ۔ جرمنوں کے نقصان کا اندازہ ماسکو کے علاقے میں اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ یہاں نو دن کی لڑائی میں ۸ جنوری سے ۱۷ جنوری تک ۲۰ ہزار جرمن مارے گئے ۔ ہٹلر کا ہیڈ کوارٹر سمولنسک منتقل ہو رہے ہیں ہے ۔ روسیوں نے ماسکو کے دفاع کے بیرونی مورچے کم از کم مقامات پر توڑ دیے ہیں ۔ شمال اور جنوب کی جانب سے اور مغرب کی طرف سے تازہ دم روسی فوجیں نئے برطانوی ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں ۔ جزیرہ نما کریمیا میں جو جرمن فوج بندرگاہ سباسٹپول پر قبضہ کرنے کے لئے گئی تھی ۔ اس کے گرد روسیوں کا آہنی حلقہ تنگ ہو رہا ہے ۔ مشرق کی طرف سے ٹاگن راگ پر روسی بڑھتے چلے آ رہے ہیں ۔ کریمیا کے مغربی کنارے پر یوپاٹوریا ہے جہاں جرمنوں نے اپنی ریزرو فوجیں رکھی ہوئی تھیں ۔ روسیوں نے کریمیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ اس طرف کو چڑھائی کر دی ہے جو روسی فوجیں کریمیا کے مختلف اہم ناکوں پر اتری تھیں وہ آگے بڑھ رہی ہیں ۔ سباسٹپول میں محصور روسی فوج بھی جرمنوں کا محاصرہ توڑ کر آگے بڑھ آئی ہے ۔

مشرقی یوکرائن میں خارکاف کا شہر روسی فوجوں سے صرف بارہ میل دور رہ گیا ہے اس کے شمال مغرب میں اوریل اور برائنسک پر بھی روسیوں کا دباؤ بڑھتا چلا جا رہا ہے ۔ روسیوں کی کوشش یہ ہے کہ جرمن زندہ بچ کر بھاگ نہ سکیں موسیو لوزاکی نے اعلان کیا تھا کہ جرمن اپنے خون سے ہماری زمین کو سیراب کر رہے ہیں ۔ ان کی لاشیں روسی کھیتوں کے لئے کھاد کا کام دیں گی ۔

۱۷ جنوری کو خبر آئی کہ جرمنوں نے جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی ۔ مگر ان کی یہ کوشش بے کار کر دی گئی اور ان سے مزید مقامات چھین لئے گئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جرمنوں کی حالت اس وقت یہ ہے کہ جس قدر زیادہ کوشش مقابلہ کی کریں گے اتنا ہی نقصان اٹھائیں گے ۔ خبر آئی تھی کہ جرمنوں کو مزید کمک پہنچائی گئی ہے ۔ مگر روسیوں کو بھی تازہ دم فوجوں کی کمک پہنچ رہی ہے ۔

شمالی افریقہ

لیبیا میں ۱۲ جنوری کو سلوم پر بھی برطانوی فوج کا قبضہ ہو گیا اب صرف ایک مقام حلفایہ رہ گیا ہے جہاں محوری فوج محصور ہے اس پر بھی دن رات ہوائی حملے کئے جا رہے ہیں ۔ اور اس کے گرد حلقہ تنگ کیا جا رہا ہے حلفایہ کو مشرق میں سلوم سے اور مغرب میں باردیہ سے امداد مل سکتی تھی ۔ ان دونوں مقامات پر برطانوی فوج کا قبضہ ہو چکا ہے لیبیا کی مغربی سرحد پر حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جنرل رومیل کی فوجوں کا تعاقب برابر جاری ہے ساحل کے علاقے میں محوری فوجیں البتہ مزاحمت کر رہی ہیں برطانوی فوجیں العغیلہ کی طرف بڑھ رہی ہیں ۔

مشرق بعید

مشرق بعید میں حالات بدستور تشویشناک ہیں ۔ خاص کر ملایا میں جاپانیوں کا دباؤ جاری ہے ۔ فلپائن میں جاپانی مزید فوجیں نہیں اتار سکے ۔ البتہ بورنیو کے قریب جزیرہ تارکان پر اور جزیرہ سیلیز کی بندرگاہ منہاسا پر جاپانی فوجیں اتاری گئیں ۔ تارکان کا جزیرہ جاپانیوں کے شدید دباؤ کی وجہ سے ڈچ فوجوں نے خالی کر دیا مگر اسے خالی کرنے سے پیشتر انہوں نے کام کی تمام چیزیں تباہ کر دیں ۔ تارکان کی قیمت جاپانیوں کو اپنے دو تباہ کن جہازوں کی تباہی کی صورت میں دینی پڑی ۔ منہاسا کی بندرگاہ پر جاپانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر ڈچ فوجوں نے ابھی انہیں آگے بڑھنے نہیں دیا ۔ فلپائن میں منیلا کے شمال میں امریکن اور فلپائنی فوجوں نے ایک معرکے میں جاپانیوں کے چھکے چھڑا دیئے ۔ ساحلی امریکن فوج نے متواتر ۲۴ گھنٹے جاپانی توپ خانوں پر گولہ باری کی ۔ ان سے ۱۱ توپ خانے برباد کر دیئے گئے اور جاپانی اس علاقے سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے ۔

واشنگٹن سے ایک بحری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کے ایشیائی بحری بیڑے نے جاپانیوں کے ۱۴ جہاز غرق کئے ہیں ۔ یہ جہاز ان کے علاوہ ہیں جو بحری جنگوں میں امریکن بیڑے نے تباہ کئے جن کی تعداد ۷ ہے ۔ برطانیہ کی وزارت بحریہ نے جو اعلان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر الکاہل میں جاپان کے ایک لاکھ ۲۸ ہزار ٹن جہاز غرق کئے جا چکے ہیں ۔ اس بیان میں ۱۹۴۱ء کے خاتمے تک محوریوں کے بحری نقصان کا اندازہ ۵۰ لاکھ ٹن بیان کیا گیا ہے

ملایا میں تازہ اطلاعات کے مطابق آسٹریلین فوجیں پہنچ گئی ہیں اور انہوں نے ایک پہلے ہی معرکے میں جاپانیوں کو شکست دی ہے ایک اور بیان میں کہا گیا ہے کہ شمالی ملایا میں جاپانی فوجوں کے عقب میں برطانوی فوج کے چھاپہ مار دستے مصروف عمل ہیں ۔ اس وقت حالات اگرچہ تشویشناک ہیں مگر جس شدت کے ساتھ کثیر التعداد جاپانی فوجوں کا مقابلہ کیا جا رہا ہے اسکے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ کمک و سامان جنگ پہنچنے پر حالات اور ردیہ اصلاح ہو جائیں گے ۔ اور جاپانیوں کے سیلاب کا بھی وہی انجام ہوگا جو روس میں جرمنوں کا ہو رہا ہے ۔

برما

برما کے انتہائی جنوب میں بھی جاپانیوں سے ایک لڑائی کی خبر موصول ہوئی ہے جس میں جاپانیوں کو نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا ۔ اس لڑائی میں جو جاپانی قید ہوئے انہیں کلکتہ پہنچا یا گیا ہے ۔ برما کے فوجی حلقوں میں یہ امکان ظاہر کیا جاتا ہے کہ برما کی سرحد سے تھائی لینڈ پر چڑھائی کی جائیگی ۔ مزید چینی فوج اتحادی فوج کی امداد کے لئے پہنچ گئی ہے ۔ رنگون پر گذشتہ دس روز سے جاپانیوں نے کوئی حملہ نہیں کیا ۔

چین

چنگ کنگ سے چینی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ چنگ شا کا سارا علاقہ جاپانیوں سے پاک کر دیا گیا ہے ۔ ۷۰ ہزار جاپانی فوج میں سے صرف ۱۰ ہزار جاپانی جان بچا کر بھاگ سکے ہیں اور اب چینی فوجوں نے تین مختلف سمتوں میں جاپانیوں کے خلاف جارحانہ اقدام شروع کر دیئے ہیں ۔

چین جزائر شرق الہند ۔ فلپائن اور ملایا میں جاپانی جس طرح جنگ کر رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ وہ اس محاذ پر اتحادیوں کی کمک اور سامان جنگ پہنچنے سے پہلے پہلے زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر لینا چاہتے ہیں ۔ مگر سوڈان ۔ ملایا شرق الہند اور چین میں اتحادیوں کے زبردست مقابلے سے ان کے پروگرام میں خلل پڑ رہا ہے جس طرح یورپ میں یوگوسلافیہ ۔ یونان اور کریٹ کی مزاحمت نے جرمنوں کا پروگرام ملیا میٹ کر دیا تھا ۔

ضروری خبریں!

—— لندن، ۲۰ جنوری ۔ لندن میں جو تازہ ترین اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی جاپانی سنگا پور سے پچھتر میل کے فاصلے کے اندر نہیں ان اطلاعات کی کہ دشمن نے سنگاپور کے قریب ترین فوجیں اتار دی ہیں ۔ تصدیق نہیں ہو سکی ۔ ملایا کے پوربی ساحل کے علاقہ ایمڈے اور جیمبس کے علاقوں میں صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔

—— رنگون ۲۰ جنوری ۔ رنگون ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ قائمقام وزیر اعظم مسٹر پاتن نے نئی وزارت بنا لی ہے گورنر برما نے اعلان کیا ہے کہ مسٹر یوسا وزیر اعظم کو وزیر جنگلات اور وزیر زراعت اور اپنی کونسل کی ممبری سے الگ کر دیا ہے ۔ اور برانی وزارت کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے ۔ برما گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ پبلک امتحانات جن میں انگریزی اور اینگلو ورنیکلر ہائی سکول امتحانات بھی شامل ہیں کا ہونا ممکن نہیں یونیورسٹی کالج کو مانڈلے میں منتقل کر دیا جائیگا ۔

—— ۱۹ جنوری ۔ برما کے وزیر اعظم یوسا کو نظر بند کر لیا گیا اور نظر بند کرتے ہوئے برطانوی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ جاپانیوں کے ساتھ خفیہ ساز باز کر رہے تھے ۔

—— ۲۴ جنوری ۔ پنجاب کی ہڑتال کو شروع ہوئے آج تیرہ دن گذر چکے ہیں ۔ صورت حالات میں اگر کوئی تبدیلی آئی ہے تو یہ کہ ہڑتال زیادہ سخت ہو رہی ہے عوام کی تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے

—— واشنگٹن ۱۷ جنوری فلپائن سے ایک خوشخبری موصول ہوئی ہے چنانچہ آج کے تازہ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جنرل میک آرتھر کی فوج نے دشمن کے مورچوں میں گھس کر اسے پیچھے دھکیل دیا ہے اور اپنی لائن پھر سے قائم کر لی ہے شمالی لوزان میں ہمارے چھاپہ مار دستوں نے ⁂

⁂ دشمن کے ایک اڈہ پر اچانک حملہ کرکے دشمن کو نقصان پہنچایا ۔ یہ حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ دشمن ۱۱ لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا ۔ ہمارا نقصان بالکل برائے نام ہوا ⁂

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخالف رشتہ داروں سے تعلق

سوال: مجھ کو حضور سے بیعت ہوئے عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال گذرا ہے۔ اس عرصہ میں مخالفین نے تکلیف پہنچائی ہے اور اب بھی پہنچا رہے ہیں کاروبار دنیوی میں بھی ہر طرح سے روک ڈال رہے ہیں۔ میں خود ان میں رہنا نہیں چاہتا مگر مجبور پڑا ہوا ہوں۔ اب میری بابت جیسا کچھ حضور انور مناسب سمجھیں حکم فرما دیں۔ اب مجھ کو کیا کرنا چاہئے جیسا حکم ہو عمل میں لاؤں۔

جواب: میں نے تمام خط پڑھ لیا ہے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ بے صبری نہ کریں بلکہ اپنے صبر اور استقامت اور نرمی اور اخلاق کے ساتھ دشمن کو شرمندہ کریں اور نیک سلوک سے پیش آویں اور بہت نرمی کے ساتھ اپنے عقائد کی خوبی اور راستی ان کے ذہن نشین کریں اور اپنا نیک نمونہ ان کو دکھلا دیں۔ ممکن ہے کہ وہ ایذا دہی کی خصلت سے باز آجاویں۔ بہرحال بے صبری نہیں کرنی چاہئے۔ اور کچھ صبر اور استقامت سے کام لینا چاہئے اور اپنے دشمنوں کے حق میں ہدایت کی بھی دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ ہمیں خدا نے آنکھیں عطا کی ہیں اور وہ لوگ اندھے اور دیوانہ ہیں۔ ممکن ہے کہ آنکھ کھلے تب حقیقت کو پہچان لیں۔

(البدر ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے خیریت سے ہیں۔ اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر مسرت سے سنی جائیگی کہ ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر عبد العزیز خانصاحب اسسٹنٹ سرجن نوشہرہ کے صاحبزادہ عبد الرحیم صاحب طالبعلم جماعت نہم جو اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ایک تعلیمی مباحثہ میں جو خیبر یونین اسلامیہ کالج پشاور کے زیر اہتمام منعقد ہوا اور جس میں تمام صوبہ سرحد کے سکولوں نے شرکت کی اول انعام حاصل کیا ہے مباحثہ کے جج ڈاکٹر خانصاحب سابق وزیر اعظم صوبہ سرحد اور دو دیگر صاحبان تھے عزیز عبد الرحیم نے اس خوشی میں پانچ روپے بطور عطیہ انجمن ہیں ارسال فرمائے ہیں جزاہ اللہ جزا۔

دلی دعا ہے کہ عزیز کی یہ کامیابی اسکی آئندہ صدہا دینی و دنیوی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ عزیز کی صحت کچھ کمزور رہتی ہے اس لئے تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

— مستری فضل الدین صاحب کو اللہ تعالے نے شدید مرض سے شفا عطا کی ہے۔ انہوں نے صحت کی خوشی میں شکریہ کے طور پر یہ وعدہ کیا ہے کہ انجمن کو مبلغ چوبیس ۲۴ روپے سالانہ اپنے چندہ ماہوار کے علاوہ دیا کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے مبلغ بارہ ۱۲ روپیہ ادا کر دئیے ہیں نیز مستری صاحب موصوف ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائی۔

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ تحریک صدقہ میں حصہ لیکر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی آواز پر لبیک کہیں۔

مذاکرۂ علمیہ

فارقلیط کی پیشگوئی

مسیحی دُنیا کے لئے ایک لمحہ فکریہ

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

(۲)

پیغام صلح کی مفتہ وار اشاعت کا تقاضا ہے کہ مضمون کو بہت مختصر کر دیا جائے اس لئے فارقلیط کی پیشگوئی کے متعلق اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ پیشگوئی نہایت اہم ہے اور اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ پیشگوئی درحقیقت انجیل میں موجود ہے تو مسیحی دنیا پر یہ ایک بہت بڑی حجت ہوگی۔ علماءِ اسلام نے مسیحی مشنریوں کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے اس بشارت کو یوحنا ۱۴: ۱۶ و ۱۵: ۲۶ اور ۱۶: ۷ کو پیش کیا ہے۔ جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اور میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا [۱] کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کی روح جسے دنیا نہیں جانتی تم اسے جانتے ہو۔ . . . . . مگر وہ مددگار جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے وہ تمہیں سب یاد دلائیگا [۲]۔ جب وہ مددگار آئیگا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجونگا [۳] یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا [۴]۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے [۵] کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا [۶]۔ اگر جاؤنگا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا [۷]۔ وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارہ میں قصوروار ٹھہرائیگا [۸]۔

آیات بالا کے نشان کردہ فقرات سے مندرجہ ذیل ملخص نکلتا ہے۔

(۱) آنیوالا مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔

(۲) آنے والے کی صفات یہ ہیں دوسرا مددگار۔ سچائی کی روح رسول (بھیجا گیا) دنیا کو گناہ راستبازی اور عدالت کے بارہ میں قصوروار ٹھہرانے والا جن سے ثابت ہے کہ وہ خدا نہیں بلکہ وہ بشیر رسول ہے

(۳) وہ مسیح کے بعد آئیگا۔

(۴) وہ ابد تک رہیگا۔ یعنی اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئیگا۔

(۵) وہ مسیح کی تصدیق کرے گا اور منکرین مسیح پر مسیح کے بارہ میں اتمام حجت کریگا یا گواہی دیگا۔

(۶) دنیا میں نیکی اور بدی یا گناہ اور راستبازی نیز کامل انصاف کے بارہ میں ایک اختلاف عظیم ہے وہ اس کے بارہ میں لوگوں کی غلط فہمی دور کریگا۔

مسیحی علماء کو انکار ہے کہ

(۱) ان آیات میں جس موعود کا ذکر ہے وہ کوئی بشیر رسول ہوگا ان کے خیال میں آنے والا روح القدس ہے جو تثلیث خداوندی کا دوسرا اقنوم ہے اور وہ مسیح کی وفات کے دس دن بعد پنتی کاسٹ کے دن حواریوں پر نازل ہوگئی۔

(۲) وہ کہتے ہیں مسلمانوں کو اس لفظ سے ٹھوکر لگی وہ لفظ پیراکلیٹ ہے جو روح القدس کا نام ہے۔

(۳) آنیوالے کا نام بجائے روح القدس اگر پیراکلیٹ مان بھی لیا جائے تو اس کے معنی احمد نہیں ہو سکتے قرآن مجید کا دعویٰ پھر بھی ثابت نہ ہوا۔ پیراکلیٹ کے معنی یونانی لغت میں مددگار، تسلی دہندہ، وکیل، شفیع وغیرہ تو ہو سکتے ہیں مگر احمد نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ پادری لسٹڈل نے اور سر ولیم میور نے علماءِ اسلام کو طعنہ دیا ہے کہ چونکہ یہ یونانی زبان سے ناواقف اور جاہل ہیں اس لئے انہوں نے پیراکلیٹ کا ترجمہ احمد سمجھ لیا پس اس پیشگوئی کے متعلق علماءِ اسلام اور علماءِ مسیحی کی بحث میں صرف تین امور تنقیح طلب ہیں۔

(۱) کیا یہ پیشگوئی روح القدس کے نزول کے متعلق ہے؟

(۲) کیا پیراکلیٹ آنے کی بشارت حواریوں پر نزول روح القدس سے پوری ہوگئی؟

(۳) کیا جناب مسیح کے منہ سے آنے والے کا نام پیراکلیٹ نکلا۔ جو روح القدس کا نام ہے۔

(۱) **اول** کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی یونانی لغت میں پیراکلیٹ کے معنی روح القدس نہیں لکھے روح القدس کا معروف نام یونانی میں "لوگاس" ہے۔

(۲) روح القدس ایک معروف چیز ہے۔ جسے یہود خوب جانتے اور پہچانتے تھے مگر مسیح کہتا ہے "سچائی کی روح جسے دنیا نہیں جانتی تم اسے جانتے ہو"

(۳) پنتی کاسٹ کے دن حواریوں پر روح القدس کا نزول اور اس کی گواہی کوئی امر معروف نہیں اور نہ کسی نے اس گواہی کو سنا۔

(۴) روح القدس کا نزول مسیح کی زندگی میں بھی حواریوں پر ہو چکا یوحنا ۲۰: ۲۲ مگر مسیح کہتا ہے وہ میرے بعد آئیگا۔

(۵) روح القدس نے دنیا کو گناہ۔ راستبازی اور عدالت کے بارہ میں . . . . . . قصوروار نہیں ٹھہرایا۔

امر دوم کا جواب چونکہ تفصیل کو چاہتا ہے اس لئے امر سوم کا جواب پہلے مختصراً دیا جاتا ہے۔ **الف**۔ حواریوں نے جناب مسیح کے اپنے الفاظ محفوظ رکھنے کی کبھی کوشش نہیں کی اسی لئے اناجیل کے قدیم نسخوں کے اندر بھی ہزار ہا اختلافات موجود ہیں جنکو اصطلاحاً اختلاف عبارت (various readings) کہا جاتا ہے مثلاً شہر مقدس یروشلم کا تلفظ کسی جگہ ہیروشلم کسی جگہ ہیروشلم کہیں ہیروشلوم ہے۔ متی مرقس لوقا اور یوحنا نے بالعموم اسے ہیروشلوم لکھا ہے صرف متی ۲۳: ۳۷ میں مسیح کے اپنے منہ سے اسکا نام ہیروشلیم بتایا گیا ہے۔

ب۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اتفاقاً مسیح کی زبان سے نکلا ہوا جہاں کہیں کوئی لفظ رہ گیا ہے وہ انجیل نویسوں کے اختیار کردہ تلفظ سے بہت مختلف ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانہ میں بہت سے الفاظ کا تلفظ اور تھا اور انجیل نویسوں کے عہد میں اور ہوگیا۔

ج۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کی زبان سے یونانی لفظ پیراکلیٹ نہ نکلا ہوگا۔ بلکہ وہ لفظ فیراقلیط ہے جسے عبرانی ترجمہ نے اختیار کیا ہے چنانچہ انجیل یوحنا کے عبرانی نسخہ میں پیراکلیٹ کا ترجمہ (بخلاف انگریزی اردو فارسی عربی وغیرہ) نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسے عبری رسم الخط میں فیراقلیط [۱] لکھ دیا ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ روح القدس نہیں بلکہ کسی شخص کا نام ہے۔

د۔ پادری سینٹ کلیر ٹسڈل نے انجیل یوحنا کے ترجمہ میں حاشیہ پر یہ بحث کی ہے کہ مسلمانوں نے پاراکلیٹ کا ترجمہ احمد غلط سمجھا ہے۔ یونانی زبان میں اس کے معنی احمد نہیں البتہ یونانی زبان میں پیراکلیٹوس ایک لفظ ہے جس کے معنی احمد ہیں مگر پادری صاحب نے اس امر پر کوئی دلیل نہیں دی کہ مسیح کی زبان سے ضروری یونانی لفظ پاراکلیٹ نکلا تھا۔ فیراقلیط نہیں نکلا جو مسیح کی اپنی مادری زبان کا لفظ ہے۔

ہ۔ سر ولیم میور نے یہ کہکر کہ مسلمانوں کو دراصل ایک کیتھولک پادری کے ترجمہ سے غلطی لگ گئی کہ پیراکلیٹ کے معنی احمد ہیں"۔ ہمارے شبہ کو یقین میں بدل دیا ہے کہ اصلی لفظ پاراکلیٹ نہ تھا بلکہ پیراکلیٹ یا فیراقلیط تھا جس کے معنی احمد ہیں عیسائیوں نے اسے محرف کرکے پیراکلیٹ بنا دیا۔ ورنہ کیتھولک پادری کو غلط ترجمہ کرنے کی یا اپنے مذہب کے خلاف دلیل پیدا کر دینے کی ضرورت کیا تھی؟

و دوسرے امر کے متعلق کہ پنتی کاسٹ کے دن حواریوں پر نزول روح القدس سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ گذارش ہے کہ اول تو پیشگوئی کے یونانی الفاظ میں کہیں اسے لوگاس یعنی روح القدس نہیں کہا گیا پیشگوئی کے یونانی الفاظ جن کی بنا پر پادری ٹسڈل نے دھوکہ دیا ہے۔ رومن کیرکٹر میں حسب ذیل ہیں اور لفظی ترجمہ نیچے کر دیا جاتا ہے۔

Tauta Celalika humin

تمہیں — میں نے کہی ہیں — یہ باتیں

Parh humin menon

رہتے ہوئے — تمہارے — ساتھ

ho de paraklitos to

ال — پیراکلیٹ — پر — وہ

pncame to Hagion

حق — ال — روح

ho pempsi ho pater

باپ — وہ — بھیجیگا — جسے

ترجمہ کو بائیں طرف سے پڑھا جائے۔

پادری ٹسڈل نے نہایت ہوشیاری سے الروح الحق کا ترجمہ روح القدس کر دیا ہے۔ یسوعی الہیات میں اس قسم کے جھوٹ کو مقدس جھوٹ سمجھا جاتا ہو تو یہ الگ امر ہے۔ مگر

باقی پر صفحہ

---

[۱]۔ اس نکتہ دان کے بعد ہمیں یقین ہے کہ بائیبل شائع کرنیوالی سوسائٹی آئندہ عبری نسخہ میں بھی تحریف کر دے گی اور اس "فیراقلیط" کا عبری میں کچھ اور ترجمہ کر دیگی (عبدالحق)

تلگو زبان میں ایک مفید تبلیغی ٹریکٹ

احباب جماعت سے ضروری درخواست

چند سال سے وسطی و جنوبی ہند بالخصوص سلطنت حیدرآباد (دکن) میں آریہ سماجی سرگرمیاں غیر معمولی رفتار سے ترقی پر ہیں۔ اور یہاں بھی ان سرگرمیوں سے اسی قسم کے نتائج و خطرات پیدا ہو رہے ہیں جنکا تجربہ اور مشاہدہ پنجاب یو۔پی اور ہندوستان کے بعض دوسرے حصوں میں بخوبی ہو چکا ہے۔ ان سرگرمیوں سے پیدا شدہ حالات کے ازالہ یا اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ وسطی اور جنوبی ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں تک وہاں کی مقامی زبانوں میں ایسا لٹریچر پہنچایا جائے جس کے مطالعہ سے وہ آریہ سماج کے صحیح حالات اور حقیقی اعمال و مقاصد سے واقف ہو سکیں۔ یہ کام مشکل ہے۔ اور کافی مصارف چاہتا ہے۔ ان علاقوں کی مقامی زبانوں سے ہماری ناواقفیت نے اسے مشکل تر بنا دیا ہے۔ لیکن اللہ کا نام لیکر اس کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ سب سے اول جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی کے تازہ ٹریکٹ "اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ" کا

تلگو (تلنگی) زبان میں ترجمہ شائع کیا گیا ہے

یہ ترجمہ ایک مسلمان فاضل نے جو کہ تلگو زبان کے بہت بڑے ادیب ہیں نہایت قابلیت سے کیا ہے۔ اور صحت و صفائی کے ساتھ چھپا ہے۔

تلگو جسے تلنگی بھی کہا جاتا ہے جنوبی ہندوستان کی سب سے وسیع مشہور اور نہایت قدیم زبان ہے۔ قریباً ڈھائی کروڑ آدمی اسے بولتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہندوستانی زبانوں میں اسکا چوتھا یا پانچواں درجہ ہے۔ صرف سلطنت حیدرآباد میں اس کے بولنے والے ساٹھ لاکھ افراد موجود ہیں۔ سلطنت حیدرآباد کے علاقہ تلنگانہ، صوبہ مدراس کے بہت بڑے حصے ریاست میسور صوبہ سی پی اور صوبہ بمبئی کے چند اضلاع میں تلگو باشندوں کی مادری زبان ہے اس کے علاوہ برما، سیلون، جاوا، ملایا، سنگاپور، افریقہ اور متعدد جزائر میں اس کے لاکھوں بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ تمام سے تو اس زبان کے اخبارات و رسائل بھی نکلتے ہیں۔ بمبئی۔ شولا پور۔ وارد ھا۔ احمد آباد وغیرہ شہروں کے کارخانوں اور ملوں میں ہزاروں تلنگے مزدور اور کلرک کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ دہلی، ناگپور، لاہور اور بمبئی وغیرہ میں تلگو بولنے والوں کے باقاعدہ کلب اور دارالمطالعے قائم ہیں۔ اس سے آپ تلگو زبان کی وسعت و حیثیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ٹریکٹ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھپ کر تیار ہے اب اس کی تقسیم کا مرحلہ درپیش ہے۔ لٹریچر اسی صورت میں پوری طرح مفید و موثر ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ صحیح طریق پر صحیح ہاتھوں ... میں پہنچ جائے۔ اس ٹریکٹ کی تقسیم کا انتظام کیا جا رہا ہے لیکن اس کام میں

احباب کے مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے

جس کی صورت یہ ہو کہ مذکورہ بالا ممالک و علاقہ یا جہاں کہیں اور تلگو زبان بولنے اور جاننے والے افراد موجود ہوں وہاں احباب یہ رسالہ منگا کر تقسیم کریں۔ یا ان کے پتے ہمیں بھیجدیں ہم خود انہیں ارسال کر دیں گے۔ یہ ٹریکٹ بلا قیمت دیا جاتا ہے البتہ احباب خود منگانے یا کہیں بھجوانے کیلئے تین پیسہ فی کاپی کے حساب سے محصول ڈاک بصورت ٹکٹ بھیجدیں۔

یہ ٹریکٹ جناب آنریری جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور یا مجھ سے مندرجہ ذیل پتہ پر مل سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ جو اصحاب ریاست حیدرآباد میں مقیم ہوں یا حدود ریاست کے اندر کسی کو بھجوانا چاہتے ہوں وہ مجھ سے طلب کریں اور باقی جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن سے۔

خاکسار

محمد انعام الحق (جائنٹ ایڈیٹر پیغام صلح) مکان ۹۴؍۴ دبی کلاس محلہ خلیم پورہ۔ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔ (محمد علی)

(بقیہ صد ۲)

افسوس ہے کہ علم الاخلاق میں یہ بھی جائز نہیں۔

خود فارقلیط کے لفظ کی تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر مسیحی دنیا نے اس سے مراد صرف حواریوں پر روح القدس کا نزول نہیں سمجھا کیونکہ پنٹی کاسٹ کے واقعہ کے بعد بھی متعدد لوگ باوجود عیسائی ہونے کے فارقلیط کے دعویٰ کے مدعی گذرے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موشیم کی ایکلسیسٹیکل ہسٹری جلد اول اور کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں زیر لفظ منیشزم میں لکھا ہے کہ مانی نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور اس نے اصل انجیل کو ارژنگ مانی کے نام سے شائع کیا (یہ شخص پیدائشی ایرانی تھا۔ مگر بچپن میں ہی عیسائی بنا لیا تھا) اسکا فرقہ منیشزم کے نام سے مشہور ہے جو بہت جلد مشرق اور مغرب میں پھیل گیا دسویں صدی مسیحی میں اس کے پیرو چین، ایشیائے کوچک، مصر تمام شمالی افریقہ ہسپانیہ گال اور اٹلی کے علاقوں میں بکثرت پھیل گئے مشہور مسیحی بزرگ آگسٹین ایک وقت اسکا پیرو تھا مگر عیسائی بادشاہوں کے ایکدم اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے یہ فرقہ کسی قدر دب گیا۔

(۲) اسی تاریخ میں لکھا ہے کہ فارقلیط کے دعویٰ کا دوسرا مدعی مانٹے نوس (Montanus) تھا جو دوسری صدی مسیحی کے آخر پر ہوا ہے۔ لاکھوں عیسائی اس کے پیرو ہو گئے چنانچہ ٹرٹولین (Tertullian) اسی فرقہ کا سرگرم ممبر تھا۔

(۳) نسطورین فرقہ کے لوگ بھی فارقلیط کے بشدت منتظر تھے ان تاریخی واقعات کی بنا پر یہ ثابت ہے کہ عیسائی دنیا حواریوں پر روح القدس کے فرضی نزول کے بعد بھی فارقلیط کی منتظر تھی اور اس زبردست تاریخی شہادت سے ظاہر ہے کہ موجودہ پادریوں کا یہ دعویٰ کہ فارقلیط صرف روح القدس کا نام ہے غلط محض ہے اور صدیِ اولی کے عیسائی تخیل اور عقیدہ کے بالکل خلاف ہے اب اس کے بعد فارقلیط پر بحث کا صرف یہ پہلو باقی رہ گیا ہے کہ فارقلیط کے معنی احمد کے نہیں ؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس دعویٰ کے مصداق ہیں۔

مکتوب بغداد

جناب سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے جنوری ۴۲ء کے مکتوب میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں رقمطراز ہیں:—

بخدمت شریف حضرت قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۲ء کے روز عزیزہ دختر نور النساء کا عقد نکاح عزیزی صادق جعفر سے کر دیا گیا لڑکا نہایت نیک ہے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں بھی اطلاع بخشیں اور دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس نسبت کو بابرکت کرے۔ اس تقریب سعید کے موقع پر لڑکے والوں کی جانب سے مبلغ دس روپیہ دارالیتامیٰ میں قبول فرما دیں۔

اخویم عبدالصمد صاحب برقی جو عرصہ دراز سے کرکوک میں قیام پذیر تھے اور اب کچھ عرصہ سے بصرہ میں کاروبار کر رہے ہیں اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ اشاعت اسلام فنڈ میں عنایت کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے — آمین

مورخہ ۲۸ دسمبر کے روز احباب جماعت نے خاکسار کے مکان پر نماز عید الضحیٰ پڑھی احباب جماعت اور خواتین اور بچوں نے عید مسعود ادا کیا نیز جلسہ فنڈ کیلئے تحریک کی گئی۔ انجمن کیطرف سے جماعت بغداد کے نام مبلغ پچاس روپیہ ڈالے گئے تھے جو احباب نے پورے کر دئیے الحمدللہ۔ اس موقعہ پر اخویم محترم فیض محمد صاحب کے سلسلہ میں شمولیت کا اعلان بھی کیا گیا۔

اخویم سید عابد علی صاحب نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپکو یہ لکھوں کہ اخویم فیض محمد صاحب کی شادی کی تقریب سعید کی خوشی میں وہ کسی مستحق اور متلاشی حق کے نام ایک سال کیلئے اخبار پیغام صلح جاری کرنا چاہتے ہیں از راہ کرم کسی مستحق کے نام اخبار مذکور جاری فرما دیں چندہ مصروف سے وصول کر لیا جائیگا وغیرہ وغیرہ (خاکسار تصدق)

ےؔ خط کا قابل اشاعت حصہ درج ہے۔

رفتار عالم

جنگ کے تیسرے سال کا اکیسواں (۲۱) ہفتہ

(اتوار مورخہ ۱۸ جنوری سے ہفتہ مورخہ ۲۴ جنوری تک)

امریکہ کی جمہوریتوں کا اتحاد

جنوبی امریکہ کی ۲۱ جمہوری حکومتوں کا یہ متفقہ فیصلہ کہ محوری حکومتوں سے ڈپلومیٹک تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔ ہفتہ زیر تبصرہ کا اہم ترین واقعہ ہے۔

یہ فیصلہ "پان امریکن کانفرنس" میں ۲۲ جنوری کو کیا گیا جو برازیل کے دارالحکومت ریو ڈی جینرو میں ۱۶ جنوری سے شروع ہے اور جس میں جنوبی امریکہ کی ۲۱ جمہوری حکومتوں کے علاوہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے نائب وزیر خارجہ مسٹر سمنر ویلز بھی شریک ہیں۔

امریکہ سے مسٹر چرچل کی واپسی

امریکہ سے برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ونسٹن چرچل کی بخیریت واپسی بھی اس ہفتے کا اہم واقعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے کہ امریکہ سے لیکر انگلستان تک جرمنی کے ہوائی جہاز گھات میں لگے رہے کہ ان کے ہوائی جہاز یا بحری جہاز کو راستے میں ہی غرق کر دیں۔ مگر مسٹر ونسٹن چرچل برمودا (امریکہ) سے انگلستان کی بندرگاہ پلائی متھ تک ۳۳۰۰ میل کا ہوائی سفر ۱۸ گھنٹوں میں طے کر کے بخیریت تمام پہنچ گئے اور جرمنوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

مسٹر چرچل کا یہ ہوائی سفر بھی بجائے خود ایک اہم واقعہ ہے کیونکہ انہوں نے یہ سفر ۱۸ گھنٹوں کی مسلسل ایک پرواز میں طے کیا ہے اس سے قبل تین روسی ہوا باز ماسکو سے کیلیفورنیا تک ۵۷۷۰ میل کا سفر ایک مسلسل پرواز میں طے کر کے ریکارڈ قائم کر چکے ہیں۔ مگر روسی ہوا بازوں کا ہوائی جہاز خاص اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور جس ہوائی جہاز میں مسٹر چرچل نے سفر کیا ہے۔ وہ مسافر لے جانیوالا عام قسم کا ہوائی جہاز ہے ایسے کسی جہاز نے آج تک اس قدر طویل مسافت مسلسل ایک پرواز میں طے نہیں کی۔

جنگ کے محاذ

مغرب کے ایک محاذ جنگ۔ روس سے موہائیسک پر روسی فوجوں کے دوبارہ قبضہ کی خوشخبری ۲۱ جنوری کو موصول ہوئی۔ جیسے جرمنوں نے ہٹلر کے ہیڈ کوارٹر سمولینک کا بیرونی مورچہ اور سردیاں گذر جانے کے بعد موسم بہار میں ماسکو پر دوبارہ حملہ کرنے کے لئے مضبوط گڑھ بنا رکھا تھا۔ اب روسی فوجیں موہائسک سے بھی قریباً ۲۵ میل آگے بڑھ گئی ہیں ایک تازہ اعلان کے مطابق سمولینسک کے علاقہ میں انہوں نے مزید ۲ بستیوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور دریائے زنا سے آگے نکل گئی ہیں۔ جو جاٹسک اور سمولینسک کے وسط میں واقع ہے۔ جرمن فوجوں نے جو تعداد میں ایک لاکھ کے قریب تھیں سوویٹ فوجوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ مگر روسی جانبازوں کے مقابلے میں ٹھہر نہ سکیں۔ انہوں نے موہائسک کو آگ لگا کر تباہ اور برباد کرنیکا فیصلہ کر رکھا تھا۔ لیکن روسی فوجیں اس تیزی سے آگے بڑھیں۔ کہ جرمنوں کو اس کی مہلت نہ مل سکی۔ اس مقام پر جرمنوں کے نقصان جان اور اتلاف سامان کا ابھی تک کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہزاروں کی تعداد میں جرمن مارے گئے اور قید کئے گئے ہیں۔ اور بے شمار سامان جنگ تباہ ہوا یا روسیوں کے ہاتھ آیا۔ یہاں سے بھاگتے ہوئے اکثر جرمن روسی دستوں کے نرغے میں آ گئے۔ انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دئیے اور ہاتھ بلند کر دئیے۔

فن لینڈ اور لینن گراڈ

انتہائی شمال میں فن لینڈ کی سرحد پر کریلیا کے علاقے میں بھی سوویٹ فوجوں کو اس ہفتہ میں کامیابیاں حاصل ہوئیں مگر سب سے زیادہ شاندار کامیابی لینن گراڈ کے علاقہ میں نہیں حاصل ہوئی ہے۔

شمالی افریقہ

اس محاذ پر جنگ کے متعلق ہفتہ کے اوائل میں ۱۷ جنوری کو اچانک یہ خوش خبری نشر کی گئی کہ لیبیا میں محوریوں کے آخری گڑھ حلفایہ نے بھی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اور جرمن اور اطالوی فوجوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دئیے ہیں۔ حلفایہ کو محوریوں نے نہایت مضبوط مورچہ بنا رکھا تھا۔ فوجی ماہروں کا بیان ہے کہ حلفایہ کا مورچہ ایسا ہے کہ اگر اس کی مدافعت کی جائے تو حملہ کرنے والوں کے لئے اسے سر کرنا آسان نہیں۔ برطانوی فوج کے کمانڈر جنرل ڈی ولیرز کو یقین تھا کہ محوری یہاں زبردست مقابلہ کریں گے مگر باردیہ اور سلوم کی تقلید میں ہی حلفایہ کی محوری فوج نے جو تعداد میں ۵۵۰۰ تھی اور جس میں ۲۱۰۰ جرمن افسر اور سپاہی اور ۳۴۰۰ اطالوی افسر اور سپاہی تھے ہتھیار ڈالنے ہی میں خیریت سمجھی جب ہتھیار ڈالنے کے بعد یہ فوج باہر نکلی تو ان کی بُری حالت دیکھی گئی۔ اس وقت معلوم ہؤا کہ ایک ہفتہ کی مسلسل و متواتر گولہ باریوں اور بم باریوں نے ان کے چھکے چھڑا دئیے تھے۔

اسوقت ہی ایک دلچسپ انکشاف یہ بھی ہؤا کہ باردیہ کے محوری کمانڈر جنرل شٹڈ نے حلفایہ سے کمک مانگی تھی اور حلفایہ کے اطالوی کمانڈر نے اسے جواب دیا تھا حلفایہ کے مورچوں سے توپیں اتار کر بھیجنا ناممکن ہے۔ یہاں برطانوی فوج کو بیشمار سامان جنگ ہاتھ آیا ہے۔

اجدابیہ پر محوریوں کا دوبارہ قبضہ

اس ہفتہ کے اواخر میں اس محاذ سے ایک افسوسناک خبر بھی آئی ہے کہ لیبیا کی مغربی سرحد پر العقیلہ سے مشرق میں ۵۰ میل کے فاصلہ پر اجدابیہ کے مقام پر جنرل رومیل نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ جنرل رومیل کو ٹینکوں اور دیگر سامان جنگ کی کمک جس میں بمبار ہوائی جہاز بھی شامل ہیں پہنچ گئی اجدابیہ میں برطانیہ کی تھوڑی سی فوج تھی جو دشمن کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کے لئے رکھی گئی تھی اس پر جنرل رومیل نے حملہ کیا اور اس فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا اجدابیہ کے شرق میں برطانوی فوجیں موجود ہیں۔ ابھی ان سے جنرل رومیل کی ٹکر نہیں ہوئی۔

ضروری خبریں!

— ماسکو ۲۰ جنوری روسی فوجیں جرمن فوجوں کو بدستور پسپا کر رہی ہیں۔ اور آگے بڑھتی چلی جا رہی ہیں جنوبی محاذ کی جنگ کے متعلق اطلاعات مظہر ہیں کہ یہاں روسیوں نے ۴۰ مزید بستیاں جرمنوں سے واپس لے لی ہیں۔ اور سمولنسک اور لینن گراڈ کے درمیان ایک ریلوے لائن پر قبضہ کر لیا ہے اور اس سے روسیوں کی پوزیشن اور زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ روسیوں نے ابھی راسٹوف پر قبضہ کرنے کا دعوی نہیں کیا۔ لیکن یہ معلوم ہوا ہے کہ روسی فوجوں نے اس شہر کے گرد محاصرہ کر لیا ہے اور بہت جلدی اس پر قبضہ بھی کر لیں گی۔

یہاں اب جرمن فوجوں کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ سردی اور روسی فوجوں کی برتری ان کو شکستیں کھانے پر مجبور کر رہی ہے۔ ایک روسی مبصر نے بتایا ہے کہ جرمن فوجیں سمولنسک پر اس لئے جم کر مقابلہ نہیں کر سکیں کہ ان میں روسیوں کے اچانک حملہ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں تھی۔ جنوب مغربی محاذ پر بھی جرمنوں کی حالت سخت پتلی ہو رہی ہے۔ چنانچہ کالی نن کے علاقہ میں جرمن فوجیں تتر بتر ہو رہی ہیں اور روسی فوجیں پیشقدمی کر رہی ہیں۔

— سنگاپور ۲۰ جنوری ملایا کی حالت میں کوئی خاص ادل بدل نہیں ہؤا۔ آج دن بھر سیمبوننگ اور اندرواڑہ میں کوئی جاپانی فوج نہیں آ سکی چنانچہ ایک سرکاری اعلان میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عام صورت حال ابھی تک نہیں بدل سکی سنگا نگیس میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ باتو پہاٹ کی لڑائی میں جو ہندوستانی فوجیں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئیں تھیں وہ پھر ان سے آ کر مل گئی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ آج کوانٹن کے اڈے پر ہمارے طیاروں نے خوفناک بمباری کی اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا ہمارا کوئی نقصان نہ ہؤا تمام طیارے سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔

— رنگون ۲۸ جنوری۔ رنگون کے متعلق سرکاری اعلان ابھی تک موصول نہیں ہؤا۔ لیکن غیر سرکاری اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ آج دشمن کے ۲۶ طیاروں نے شہر پر حملہ کیا۔ لیکن ان میں ۱۹ طیاروں کو گرا لیا گیا۔ باقی چھ طیارے جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے ان طیاروں کے حملے کے دوران میں ہمارے رات کے وقت مقابلہ کرنے والے طیاروں نے بڑھ بڑھ کر داد فرزانگی دی کل رات ہمارے ایک شکاری طیارے نے دشمن کے طیارے کو مار گرایا کل رات دس بجے ہوائی حملے کا الارم ہؤا۔ اور ہمارے شکاری طیارے شمال سے جنوب کی طرف جاتے دکھائی دئیے۔ انہوں نے ایک دشمن طیارے کو مار گرایا۔

— لنڈن ۲۸ جنوری امریکہ کے سفیر مسٹر ونانٹ نے ایک تقریر میں امریکہ کی جنگی تیاریوں کا ذکر کیا ہے۔ امریکہ کے پاس ۲۰ لاکھ فوج ہے۔ ہوائی بحری اور دیگر فوجیں اس کے علاوہ ہیں

— بنکاک ۳۰ جنوری آج ہمارے طیاروں نے تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک پر نہایت شدید حملہ کیا اور تاک تاک کر نشانوں پر بم برسائے جن میں کئی مقامات پر آگ لگ گئی اور بہت نقصان ہؤا۔

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصُّلْحُ خَیْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۳۰ — لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۳ محرم ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۴۲ء — نمبر ۷

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

اپنے صدق دعویٰ و منصب خدا داد کے متعلق مسیح موعود کا قسم کھانا

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں لکھا۔ کیا آپ وہی مسیح موعود ہیں جنکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں خبر دی ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر آپ اسکا جواب لکھیں شام کی نماز کے بعد نوافل اور کاغذ حضرت کے آگے رکھا گیا۔ حضرت نے فوراً کاغذ ہاتھ میں لیا۔ اور یہ چند سطریں لکھ دیں۔

"میں نے پہلے بھی اس اقرار مفصل ذیل کو اپنی کتابوں میں قسم کیساتھ لوگوں پر ظاہر کیا ہے۔ اور اب بھی اس پرچہ میں اس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا"

الراقم۔ میرزا غلام احمد عفاء اللہ عنہ و آید، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء

اگر حضرت اقدس کو بزرگ مانا جائے اور بیعت نہ کی جائے

سوال۔ ایک شخص کا سوال پیش ہوا۔ کہ اگر آپ کو ہر طرح سے بزرگ مانا جاوے۔ اور آپکے ساتھ صدق اور اخلاص ہو۔ مگر آپ کی بیعت میں انسان شامل نہ ہوئے۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا۔ بیعت کے معنی ہیں اپنے تئیں بیچ دینا۔ اور یہ ایک کیفیت ہے۔ جس کو قلب محسوس کرتا ہے۔ جبکہ انسان اپنے صدق اور اخلاص میں ترقی کرتا کرتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے۔ تو وہ بیعت کیلئے خودبخود مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب تک یہ کیفیت پیدا نہ ہو جاوے تو انسان سمجھ لے۔ کہ ابھی اس کے صدق اور اخلاص میں کمی ہے (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولینا صدرالدین صاحب ۲۸ جنوری کو لائلپور تشریف لے گئے۔ ۳۰ جنوری کو خطبہ جمعہ آپنے ارشاد فرمایا ۳۱ جنوری کو مولینا واپس تشریف لائے، سفر کی کوفت اور سردی لگ جانے سے چند دن آپ کی طبیعت علیل رہی اب افاقہ ہے۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جلسہ سالانہ کے بعد بمبئی تشریف لے گئے تھے وہاں چند دن قیام کے بعد آپ خیریت کے ساتھ واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

— اے کریم (امیور) اپنی اہلیہ کی شفایابی اور مخالفوں کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے احباب کیخدمت میں درخواست دعا کرتے ہیں۔

— دیوان منصب علی خان صاحب مالیر کوٹلہ عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے نیز ان کے صاحبزادہ فوجی ملازمت کے سلسلہ میں رنگون گئے ہیں انکی عافیت کے لئے بھی دعا کی جائے

— ہمارے سلسلہ کے ایک پرانے بہی خواہ اور عملی ہمدرد مولوی عبدالکریم صاحب سابق ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز بنگال کچھ عرصہ سے فالج گرنے سے بیمار ہیں ان کے لئے سب احباب سلسلہ خاص طور پر دعا فرماویں اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

— سلسلہ کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں گرفتار ہیں، ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دوست دل سے دعا فرمائیں۔

جماعت کے تمام حلقے اپنی تبلیغی جدوجہد کو جاری رکھیں اور اپنی اس جدوجہد سے تبلیغ اسلام کے عالمگیر نصب العین کو تقویت پہنچائیں

دہلی میں تبلیغی جدوجہد

"ندوۃ المبلغین" کا قیام، اجتماعات، تقاریر، ملاقاتیں، تصنیف و تالیف وغیرہ

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی ۔ مولوی فاضل ۔ بی ۔ اے

دینی تربیت کے دو ذرائع

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، انبیاء و رسل اور مامورین الٰہی کا کام ہے۔ اور انبیاء و رسل کی تمام تر توجہات دعوت و تبلیغ، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کے لئے وقف ہوتی ہیں انبیاء و رسل یا مجددین کے بعد امت پر یہ فرض نہیں ہوتا کہ اس کا ہر فرد انہی کی طرح تمام توجہات کا مرکز انہی امور کو قرار دے لے۔ اختلاف طبائع، اور اختلاف حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر فرد سے ایسا اہم مطالبہ تکلیف مالایطاق ہے اور نہ ممکن ہے نہ مناسب البتہ ہوگا کہ باوجود امت کے ایک طبقہ کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کی سنت کے مطابق عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے اور آیہ مبارکہ وماکان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ ع ۱۵) اس میں ارشاد فرمایا کہ جہاد بالسیف کے لئے بھی مومنوں کے لئے مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ بلکہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں میں سے ایک ایسے طائفہ کا وجود ضروری ہے جو ایسے موقعہ پر بھی علم دین حاصل کرے اور انذار و تبشیر اور دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ اس آیت کریمہ نے جہاں یہ واضح فرمایا کہ علم دین کی تحصیل اور دعوت و تبلیغ اتنا ضروری کام ہے۔ کہ زمانہ جنگ میں بھی امت کو نہیں چاہئے کہ اسے فراموش کرے۔ وہاں یہ بھی بتا دیا کہ امت میں سے ایک مخصوص "طائفہ" ہونا ضروری ہے۔ جو ان افراد پر مشتمل ہو "تفقہ فی الدین" رکھتے ہوں اور انبیاء و رسل کے اسوۂ حسنہ کے مطابق دعوت و تبلیغ کے مقصد جلیل کی خاطر تمام توجہات وقف کرنے والے ہوں۔ یہی وہ "طائفہ" ہے جس کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں اور یہ بھی فرمایا۔ کہ لایزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق کہ میری امت میں ہمیشہ ایک "طائفہ" حق و صداقت کو غالب کرنے میں مصروف رہیگا۔ اسی "طائفہ" سے مجددین امت اور اُن لوگوں کا تعلق ہے جو ان مجددین کے ساتھ ہو کر دعوت و تبلیغ اور تعلیم کتاب و حکمت کے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں

لیکن اس "طائفہ" کے علاوہ بھی عامۃ المسلمین پر کسی حد تک یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس "طائفہ" کے علوم سے فیضیاب ہو کر۔ جہاں تک ممکن ہو ان مقاصد کے پورا ہونے میں ممد و معاون بنیں۔ چنانچہ فرمایا والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر (التوبہ ع ۹) کہ سب کے سب مومن مرد اور سب کی سب مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ سب مومن مرد ایک دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور سب عورتیں ایک دوسری کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہیں اور اس اعتبار سے تمام مومنات پر بھی کسی حد تک دعوت و تبلیغ میں حصہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہر احمدی مرد اور عورت کے دل میں دعوت و تبلیغ کا جوش تھا۔ اب اس میں بہت کمی آگئی ہے اور ضرورت ہے کہ اس جذبہ کو قلوب سے بکلی محو نہ ہونے دیا جائے۔ بلکہ اس کو ترقی دی جائے۔ اس سلسلہ میں ایک تو یہ ضروری ہے کہ عام جماعت میں وہی جوش، خلوص اور عرفان پیدا ہو، جو حضرت اقدس کے عہد سعادت مہد میں تھا۔ اور دوسرا ان کی دینی تربیت کا سلسلہ جاری رہے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ نئی نئی تجاویز زیر غور آئیں۔ اور ان پر منظم طریق پر عمل کیا جائے۔

دہلی میں دینی تربیت کا ایک نیا انتظام

دہلی میں میں نے دینی تربیت کا ایک جدید انتظام شروع کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ سالہا سال تک خطبات و درس سنتے رہنے سے جماعت کے عام افراد کا علم دین ترقی نہیں کرتا۔ عمر بھر تقریریں سنتے رہنے کے بعد ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ اسلام پر یا سلسلہ احمدیہ پر کسی نے معمولی اعتراض کر دیا تو مرکز میں خطوط پر خطوط اور تاروں پر تاریں آنی شروع ہو جاتی ہیں کہ کسی مبلغ کو بھیج دیا جائے تاکہ مخالف کو جواب دیا جا سکے۔ بالفاظ دیگر مبلغین کے ساری عمر کے خطبات اور مواعظ اکارت گئے اور عام جماعت میں ایسی قابلیت پیدا نہ ہوئی کہ وہ خود بھی ان اعتراضات کا جواب دے سکیں۔ اگر ایک مدرس کے سپرد ایک جماعت کی جائے تو سال کے اختتام پر کم از کم نصف طلبہ کو تو وہ اس قابل بنا سکیگا کہ وہ اس مضمون پر حاوی ہو جائیں اور امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن یہاں نصف چھوڑ دسواں حصہ بھی سامعین کا ایسا نہیں ہوتا جو قرآن مجید کا درس تمام سننے کے بعد ان مضامین پر عبور حاصل کر سکے۔ اس لئے علماء کی محنت کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس مصیبت کا ایک عرصہ سے احساس تھا۔ لیکن کوئی مناسب تجویز سمجھ نہ آتی تھی۔ اس دفعہ اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا کہ اس سلسلہ میں کچھ انتظام کر سکوں۔ میں نے جماعت میں سے چند خاص اصحاب کا انتخاب کر لیا ہے جو دینی ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے سپرد حسب استعداد ایک ایک مضمون کر دیا ہے اور اس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یا دیگر علماء کی کوئی نہ کوئی کتاب اُن کے حوالے کر دی ہے۔ اتوار کو ایک وقت مقررہ پر ان اصحاب کی ایک مجلس قائم ہوتی ہے جس میں وہ اپنے مفوضہ مضامین پر اپنی معلومات بیان کرتے ہیں اور دلائل دینیات پیش کرتے ہیں۔ ان مضامین میں میں مناسب اصلاحات کرتا ہوں۔ کچھ جدید امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس طرح مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر مضامین بدل دیئے جاتے ہیں مثلاً پہلے جس کے سپرد وفات مسیح ناصری کا مضمون تھا۔ اب اس کے سپرد صداقت مسیح موعود از قرآن کریم کا مضمون کر دیا جاتا ہے اور جس کے سپرد موخر الذکر مضمون تھا اس سپرد مقدم الذکر مضمون کر دیا جاتا ہے اور اگلے اتوار اسی طرح پھر اس مجلس کا انعقاد ہوتا ہے۔ ان مضامین پر حضرت مسیح موعود کی کتب کے مطالعہ سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں ایک تو وہ ایمان و عرفان جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتا ہے۔ پڑھنے والے کے قلب پر اثر کرتا ہے اور دوسرے دلائل دینیات پر پورے طور پر واقفیت ہو جاتی ہے ——— اس سلسلہ کو جاری کرنے سے میری خواہش یہ ہے کہ جماعت کے احباب میں وہی جوش اور ایمان و عرفان پیدا ہو جو حضرت مسیح موعود پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس مجلس کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ مبلغ کی حیثیت اختیار کر لے۔

ندوۃ المبلغین کا قیام

۱۸ر جنوری کا دن بہت مبارک تھا کہ چار بجے بعد دوپہر ایسے احباب کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اخویم شیخ احسان الحق صاحب نے "شہادت القرآن علی نزول المسیح فی آخر الزمان" پر دلائل پیش کئے اور اخویم کمال الدین صاحب نے بعثت مجددین پر اظہار خیال کیا۔ دونوں اصحاب نے نہایت محنت سے مضامین تیار کئے تھے۔ اور بہت خوبصورتی سے ان مضامین پر تقاریر کیں۔ میں نے مناسب اصلاحات کیں۔ اختتام پر آئندہ مضامین کا تعین ہوا۔ شیخ احسان الحق صاحب اور خواجہ محمد بشیر صاحب بٹ الگ الگ بعثت مجددین پر مضمون تیار کر رہے ہیں۔ چودھری کمال الدین صاحب وفات مسیح پر دلائل دیں گے۔ جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب آئی ایم ڈی شہادت القرآن علی نزول المسیح فی آخر الزمان کے مضمون پر اظہار خیال کریں گے وعلیٰ ھذا القیاس۔ ان اصحاب کی تقاریر کے بعد میں نے مضامین پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس پر سے گذرے جس میں مختلف لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور مختلف طرزوں سے پڑھ رہے تھے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا تم سب کی طرزیں پسندیدہ ہیں اس لئے کہ تم سب دلی ذوق سے پڑھتے ہو۔ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو قرآن کو سنواریں گے لیکن ان میں اخلاص مفقود ہوگا۔ پس تم سب کی طرزیں بھی پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ دلی اخلاص پر مبنی ہیں اخلاص کو قوت دو تاتم کامیاب ہو (۲) تبلیغ کے سلسلہ میں یہ نکتہ کبھی فراموش نہ ہونا چاہئے کہ انسان کے لئے تبلیغ کا مستحق سب سے پہلے اسکا اپنا نفس ہے۔ پھر اس کے اہل و عیال اور عزیز و اقارب اور پھر عام لوگ۔ جو شخص اپنے نفس کو تبلیغ کر کے راہ حق پر نہیں لگا سکتا وہ دوسروں کے نفوس کے لئے ہدایت کا کیا موجب بنیگا۔ قرآن مجید نے یہود کو عتاب کیا ہے کہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو پس اپنی ذاتی اصلاح سب سے پہلا مقصد ہے۔

(۳) مضامین کو مختصر اور موضوع کے مطابق رکھنا ایک مبلغ اور مناظر کے لئے ضروری ہے ایک مناظر اچھا خطیب اور واعظ ہو سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ایک اچھا واعظ اور خطیب اچھا مناظر بھی ہو مختصر اور موضوع کے مطابق گفتگو ایک عالم کیلئے ضروری اور ایک طالب علم کے لئے اشد ضروری ہے۔ ورنہ طالب علم افکار پریشان میں الجھ کر رہ جائیگا۔ (۴) اس مجلس کا ہر رکن اپنے آپ کو اسلام اور سلسلہ احمدیہ کا ایک مبلغ سمجھے اور حصول علم اور تبلیغ کے لئے ہر آن بیتاب رہے۔ باتفاق آراء اس مجلس کا نام "ندوۃ المبلغین" تجویز ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسم بامسمیٰ کرے اور اس کا ہر رکن اس سلسلہ کا ایک مبلغ ثابت ہو۔ اس کے اجلاس کے انعقاد اور دیگر ضروری امور کیلئے خواجہ محمد بشیر صاحب بٹ ایم اے "ناظم" مقرر ہوئے۔ "استاد" کے فرائض میں خود سرانجام دیتا ہوں۔ احباب دعا فرمائیں کہ یہ تحریک بابرکت ثابت ہو۔

وما توفیقی الا باللہ

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۳)

پیغامِ صلح
جلد ۳۰ | سہ شنبہ ۲۳ محرم سنہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ فروری سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر ۷

جماعتِ احمدیہ کی رُوحِ رواں

الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

قرآن مجید میں امت محمدیہ کو اس کی بعض امتیازی خصوصیات کی وجہ سے بہتر اُمت کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ (۳ : ۱۰۳)	تم تمام امتوں میں سے بہتر امت ہو اس لئے کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یعنی امت محمدیہ کو تین خصوصیات کی وجہ سے باقی امتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے (الف) وہ اچھے کاموں کا حکم دیتی ہے (ب) بُرے کاموں سے روکتی ہے (ج) اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے ——— لیکن جب یہ خصوصیات بالکل پس منظر میں چلی گئیں تو اللہ تعالےٰ نے ان کے احیا اور قیام کے لئے ایک امام کو مبعوث فرمایا جس نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی اور انہیں خصوصیات کو اس الٰہی سلسلہ اور جماعت کی **روحِ رواں** قرار دیا جماعت احمدیہ اس دور مادیت اور الحاد میں اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک پختہ اور مضبوط ایمان کی حامل ہے اور اقصائے عالم میں اشاعت اسلام کرتی ہے یعنی اچھے کاموں کا حکم دیتی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اپنے اس التزام سے کبھی ادھر ادھر نہیں ہوتی۔

جماعت احمدیہ کی یہ رُوح جہاں یہ تقاضا کرتی ہے کہ اسلام کا پیغام غیر اسلامی دنیا تک پہنچایا جائے وہاں اس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس تعلیم اور ان خصوصیات کو عالم اسلامی میں بھی زندہ کیا جائے جہاں تک مغربی دنیا تک اسلامی تعلیمات کو پہنچانے کا سوال ہے جماعت احمدیہ کی مساعی جمیلہ اس قدر روشن ہیں کہ اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں لیکن مسلمانوں کے اندر ان خصوصیات کو زندہ کرنے کا ہمیں زیادہ موقعہ نہیں ملا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس مقصد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ قلیل جماعت اشاعت اسلام کے اس عالمگیر پروگرام کے دونوں اجزا کو پوری قوت کے ساتھ عملی جامہ نہیں پہنا سکتی تھی لیکن اب موجودہ جنگ نے مغربی دنیا میں ایک وقت کے لئے منقطع کر دیا ہے اب موقعہ ہے کہ ہم اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان تحریک الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کو زندہ کریں اور اپنی اس رُوحِ رواں کو ظاہر کریں جو کہ اس سلسلہ حقہ کا مایۂ امتیاز ہے اب حالات بھی کافی حد تک سازگار ہیں مسلمانوں کے اندر مرورِ زمانہ سے بعض ایسے رجحانات پیدا ہو چکے ہیں جن سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس طرف التفات کریں گے اور وہ معاندِ تحریکات بھی قریباً اپنی موت مر چکی ہیں جو ہمارے راستے میں روک تھیں۔

یہ تبلیغ کا کام قریباً گذشتہ سال سے شروع ہو چکا ہے اور **تبلیغی** پروگرام کے نام سے جماعت اس فریضۂ تبلیغ کو ادا کر رہی ہے لیکن یہ فریضۂ تبلیغ صرف گذشتہ سال کے ہی ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ ضرورت ہے کہ اس پروگرام کو اور زیادہ مضبوط کیا جائے اور جماعت کے تمام حلقے اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنی اس رُوحِ تبلیغ کو اجاگر کریں اور اپنے اس شاندار تبلیغی کام کو جاری رکھیں اسے بروئے کار لانے کے لئے مناسب تجاویز سوچیں اور جماعت کو اخبار کے ذریعہ ان تجاویز سے مطلع کریں اپنی تبلیغی کارگذاریوں کی رپورٹ باقاعدہ مرکز میں بھجوائیں تاکہ یہ کارگذاری جماعت کے سامنے آتی رہے اور یہ شوق تازہ رہے ہمیں کسی صورت میں بھی اس فریضہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

امید ہے کہ سب دوست جہاں کہیں بھی وہ ہیں جماعت احمدیہ کی اس خصوصیت یعنی جذبہ تبلیغ کو پیش نظر رکھیں گے اور دنیائے اسلام پر ثابت کر دیں گے کہ صرف یہی ایک جماعت ہے جو الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کے امتیاز کو قائم رکھے ہوئے ہے اور اپنے اس شاندار تبلیغی کردار سے ناموس اسلام کی حفاظت کر رہی ہے اور اس جماعت کے ساتھ شامل ہو کر کام کرنا ہی دنیا اور آخرت کی بہتری کا موجب ہے ہماری اس تبلیغی جدوجہد سے تبلیغ اسلام کے عالمگیر نصب العین کو بھی تقویت پہنچے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے تبلیغی فرائض کو سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

پیغامِ صلح کے حجم میں اضافہ

پیغام صلح کا پہلا حجم یعنی ۸ صفحات ہفتہ وار معمولی حجم تھا۔ ہماری تجویز پر مجلس منتظمہ نے بذریعہ ریزولیوشن نمبر ۳۶ موجودہ اشاعت سے پیغام صلح کا حجم بجائے آٹھ صفحات کے **بارہ صفحات** کر دیا ہے آئندہ پیغام صلح اسی حجم پر شائع ہوگا نیز پہلی تاریخوں پر نہیں بلکہ ہر منگل کے دن شائع ہوا کریگا خریداران پیغام صلح مطلع رہیں ؛

سپاسِ تعزیت — جناب شیخ حاجی الدین صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات کے ضمن میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس حزن و ملال کے موقعہ پر تحریراً یا زبانی ہمدردی کا اظہار کیا اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۲)

خطبات، درس و تقاریر

ندوۃ المبلغین کے اجلاس کے علاوہ ہر اتوار کو نماز مغرب کے بعد عام درس قرآن ہوتا ہے۔ درس قرآن کے بعد کسی نہ کسی موضوع پر کوئی صاحب تقریر کرتے ہیں۔ یا محترم ڈاکٹر شمس الدین صاحب حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سناتے ہیں ۱۱ جنوری کی شام کو ہمارے نئے دوست مرزا شریف بیگ صاحب مالک مکتبہ شریفیہ دریبہ کلاں نے "حضرت مسیح موعود اور روحانیت" کے موضوع پر تقریر کی ۱۸ جنوری کو میں نے مکرم مولینا عبدالرحمٰن صاحب جالندھری کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ میری بجائے درس قرآن دیں آپ کے درس کے بعد عزیز بشیر الدین احمد نے ایک نظم پڑھی۔ ازاں بعد میں نے ایک تقریر بعنوان "حضرت مسیح موعود نے سیاسی انقلاب کیوں نہ پیدا کیا" کی جلسہ خانصاحب محمد خان صاحب گورنمنٹ پنشنر کی زیر صدارت ہوا ان اجتماعات کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کیلئے کوشش ہوتی رہتی ہے مختلف اصحاب کے نام خطوط لکھے جاتے ہیں۔ زبانی اس اجتماع کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور شمولیت کی تحریک کی جاتی ہے۔ نماز جمعہ کا دو مقامات پر انتظام ہے۔ نئی دہلی میں مکرم جناب شیخ عبدالحق صاحب اور دارالمطالعہ واقعہ اردو بازار میں خاکسار جمعہ پڑھاتا ہے۔

ملاقاتیں اور انفرادی تبلیغ

ملاقاتوں کی دو نوعیتیں ہیں ایک اپنے احباب سے تاکہ باہمی تنظیم زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں قائم ہو۔ تاکہ ہر فرد جماعت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو۔ دوسرے غیر از جماعت اصحاب سے تاکہ توسیع جماعت کا سلسلہ جاری رہے۔ ان ملاقاتوں کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو میں موقعہ موقعہ پر مختلف اصحاب کو اپنے ہاں مدعو کر لیتا ہوں، یا وہ خود بغرض ملاقات تشریف لے آتے ہیں اور مجھے خود ان کی ملاقات کے لئے جانا پڑتا ہے اس طرح دہلی اور نئی دہلی کے مختلف مقامات پر انفرادی طور پر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر رات کے نو دس بجے تک ایسی مصروفیت رہتی ہے متعدد اصحاب کو سلسلہ کی کتب بغرض مطالعہ و تحقیق حق دے رکھی ہیں مفت اشاعت کے رسائل بکثرت موزوں اشخاص میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ میری رفیقہ حیات بھی بشرط صحت بعض غیر از جماعت خاندانوں میں خواتین سے ملاقات کرتی ہیں اور خواتین کو مدعو کرتی رہتی ہیں

پیغام صلح کے خریدار

اس ماہ سات اصحاب کے نام اخبار پیغام صلح کا اجرا کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ان سات اصحاب کے ذریعہ متعدد اصحاب کی نظروں سے یہ اخبار گذرتا رہیگا۔ اور اس طرح اس کے ذریعہ الگ تبلیغ ہوتی رہے گی۔

تصنیف و تالیف

ان سب مصروفیات کے دوش بدوش جنہوں نے میرے اوقات اور میرے خیالات کا اکثر حصہ اپنی طرف لگا لیا ہے۔ میں تصنیف و تالیف کے کام سے غافل نہیں رہا۔ وقت ملنے پر مطالعہ بھی کرتا رہتا ہوں اس وقت میں ایک کتاب انقطاع نبوت پر مکمل کر چکا ہوں اور اجراء نبوت کے سلسلہ میں قادیانی رجحانات کا کوئی پہلو نہیں جس کو میں زیر بحث نہ لایا ہوں۔ قرآن کریم حدیث اور اقوال آئمہ کی بنا پر یہ ایک مکمل بحث ہے۔ اس کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہوگا جس میں یہ بحث ہوگی کہ قادیانیت کیا ہے اور کدھر جا رہی ہے۔

ہماری تبلیغی ڈاک

(۱) شیخ سلیمان صاحب گوا سے اپنے ایک مکتوب میں جائنٹ سکرٹری صاحب کی خدمت میں قمطراز ہیں :-

میں آپکی تحریک سے بہت متاثر ہوا ہوں اشاعت اسلام کے میدان میں یقیناً یہ ایک شاندار کامیابی ہے۔

جہالت اور قرآن مجید کی تعلیم سے بے خبری کیوجہ سے یہاں کے مسلمانوں نے عجیب غریب خیالات رسمی بدعات اور توہمات اختیار کر رکھے ہیں مجھے امید ہے کہ آپکا لٹریچر یہاں حقیقی اسلامی تعلیمات رائج کرنے میں معجزنما کام کرسکتا ہے۔

مندرجہ ذیل حضرات اور اصحاب کو میرا سلام پہنچا دیجئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صدر الدین صاحب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب جناب ڈاکٹر سید فیض محمد عبداللہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مولوی آفتاب الدین صاحب۔ مولانا احمد یار صاحب شیخ محمد آصف اور مولوی عبدالرشید صاحب اور انکے علاوہ سب اصحاب سلسلہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

(۲) محمد محسن خاں صاحب رامپور اسٹیٹ سے جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں :-

رامپور کے ایک مولوی صاحب جن کا نام منعم الدین ہے آپ کے دفتر سے چند ایک ٹریکٹ منگوائے ہیں دو ایک ٹریکٹ میں نے بھی دیکھے ہیں فرصت نہ ہونیکی وجہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا اب میں عنقریب گھر جانے والا ہوں دل میں بہت شوق ہے کہ ان رسالوں کو مطالعہ کروں....

.... اگر آپ یہ مہربانی فرمائیں گے تو شاید مجھ سا غریب الوطن بھی ان ٹریکٹوں کی مدد سے قادیانی عقائد کی اصلاح اور عام مسلمانوں کی اصلاح کی امید کر سکے۔

(۳) محمد احسان الحق صاحب ضلع ہوشیارپور سے جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں لکھتے ہیں۔

" بندہ کو بھی مفت اشاعت کے ٹریکٹ ارسال فرماکر مشکور فرمائیں اور آیندہ بھی جب ایسے ٹریکٹ شائع کریں تو ان سے مستفیض فرماتے رہیں میں نے جب سے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کتاب "سیرت خیر البشر" پڑھی ہے مجھے ان کی اور ان کے سلسلہ کی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شغف ہے۔"

(۴) عبدالقادر صاحب امرتسر سے جائنٹ سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں :-

" آپ کی ایک کتاب "دردمندانہ اپیل" میری نظر سے گذری میرے ساتھ چند ایک قادیانی احمدی صاحبان رہتے ہیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا جواب ہم نہیں جانتے اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں آپ کی چھپی ہوئی کتابیں پیش کیا کریں شائد ان پر کوئی اثر ہو"

(۵) غلام ربانی صاحب۔ اسلامیہ کالج لاہور سے مدیر پیغام صلح کو تبلیغی پروگرام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

...... شکر ہے اس خدا تعالیٰ کا جس نے ہمیں ایسا قوی اخبار بخشا جو کہ ہماری اہم ضروریات کا آئینہ دار ہے جس کے طفیل ہم اپنے خیالات اپنے معزز بھائیوں تک پہنچاتے ہیں اور ان کے خیالات سنتے اور پڑھتے ہیں پچھلے سال جیسا کہ احباب پیغام صلح سے پوشیدہ نہیں ہے اخبار نے بہت بڑھ کر ہماری جماعت کی خدمت کی ہے اور اس کی بدولت اب لوگوں میں یعنی ہمارے احمدی بھائیوں میں انفرادی تبلیغ کا ولولہ قدر سے جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور میں تو کہوں گا کہ ابھی اخبار کو اور ضرورت ہے کہ وہ انفرادی تبلیغی پروگرام کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے اور اس کے وسائل جو میں نے سوچے ہیں کسی آیندہ پرچے میں آپ تک پہنچاؤں گا۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا تھا:-

" اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے۔ جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بیخبر ہوجاتا ہے کیونکہ حالات وتحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہورہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہوسکتی، اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی اہمیت

روئیداد اجلاس ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

مؤرخہ ۱۲ کو بروز اتوار بعد از نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس زیر صدارت جناب شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ٹیلیگراف انسپکٹر منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب مولوی عبدالرحمن صاحب جالندھری نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی اہمیت پر نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

آپنے فرمایا کہ قرآن کریم مکمل اور محفوظ کتاب ہے جس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی پھر کیا ضرورت ہے کہ اس کامل اور مکمل کتاب کے ہوتے ہوئے کسی مجدد کی جماعت میں شمولیت کی جائے۔ قرآن کریم بے شک ایک کامل کتاب ہے جس کے اندر وہ تمام ہدایات موجود ہیں جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کیلئے ضروری ہیں یہ کتاب ہر قسم کی تحریف اور انسانی دست برد سے بالکل محفوظ ہے اور ہمارے ہاتھوں میں من وعن وہی کتاب ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی لیکن طبائع انسانی اس قسم کی ہیں کہ صحیح تعلیم کے سمجھنے میں بھی اپنے خیالات کو داخل کرکے اس تعلیم کا غلط مطلب بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً توحید خالص کی تعلیم کس قدر شدومد کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہے لیکن اس کی موجودگی میں بھی مسلمانوں نے ایسی باتیں نکال لی ہیں جو شرک ہیں جیسے تعزیہ پرستی، قبر پرستی۔ پیر پرستی سجدہ تعظیمی وغیرہ۔ اسی طرح سے یہ ایک معنوی تحریف ہے جس سے اصل مطلب فوت ہوجاتا ہے۔ بعد زمانہ سے معنوی تحریف اسلام میں ہوئی ہے۔ خود مسلمانوں نے بعض غلط باتیں اسلامی اعتقادات میں شامل کردیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی اصل اور صحیح تصویر پہ گرد وغبار پڑ گیا اور اسی طریق سے مخالفین اسلام کو اعتراضات کے لئے موقع مل گیا۔

اس کے علاوہ ایک یہ نقص پیدا ہوا کہ اسلام کی تعلیم کی خوبصورتی چھپ جانے سے روحانیت کمزور ہوگئی یعنی تین نقص مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ اول مسلمانوں کے اندر صحیح تعلیم کا غلط مفہوم دوم اس سے مخالفین اسلام کیلئے اعتراضات کا مواد پیدا ہوجانا جس کے اندر مخالفین اسلام کی اپنی خود غرضیاں بھی شامل ہوگئیں۔ سوم مسلمانوں کے اندر روحانی کمزوری کا پیدا ہوجانا۔ ان تینوں قسم کے نقائص کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے نشان آتے رہے جنہوں نے ضرورت زمانہ کے مطابق مشہور حدیث مجدد کے ماتحت بعض بزرگوں نے اپنے دعاوی پیش کئے جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی وغیرہ۔

موجودہ زمانہ میں بھی ہر قسم کے نقص مسلمانوں میں پیدا ہوئے جنکی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود مجدد صدی چہار دہم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا جنھوں نے تمام ضروری اصلاحات کیں۔ اسلام کے اندر جو غلط باتیں پیدا کرکے مسلمانوں نے اسکو قابل اعتراض بنادیا ان کو دور کرکے اسلام کا صحیح نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا جو ہر قسم کے گرد وغبار سے پاک صاف ہے۔ مخالفین اسلام نے جو اعتراض کئے ان کا ایسا ساکت جواب دیا کہ کسی مخالف کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی روحانیت کی کمی کو پورا کیا خود اپنی ہستی بطور نمونہ پیش کی اور ایک ایسی جماعت تیار کی جس کے اندر روحانی خصوصیات پیدا ہوئیں۔

تقریر کے ختم ہونے کے بعد سوال وجواب ہوئے اس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

میاں احمد گل جائنٹ سکرٹری

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سیالکوٹ کے جلسہ کی روئداد

از جناب عبدالقادر صاحب سیکرٹری متعلم بی اے (آنرز)

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سیالکوٹ کا بارھواں اور تیرھواں اجلاس زیر صدارت جناب مستری غلام احمد صاحب تاریخ اٹھارہ اور پچیس جنوری بعد از نماز مغرب منعقد ہوا۔ پہلی میٹنگ میں جناب نعمت اللہ صاحب متعلم ایف۔ اے نے وُجُوۃٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ (کتنے ہی اس روز ذلیل ہو رہے ہونگے محنت کرنے والے تھکے ماندے) کی تفسیر بیان فرمائی کہ اس میں جہنم کا نقشہ کھینچا ہے جو ایک جیل خانہ کے مشابہ ہوگا۔ ہم اس دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ جو آدمی جیل خانہ میں ایک دفعہ چلا جائے خواہ وہ پہلے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو وہ دنیا کے لوگوں کے سامنے ذلیل ہو جاتا ہے اور پھر اس شخص کو جیلخانہ میں کام بھی کرنا پڑتا ہے جس کی کوئی مزدوری نہیں ملتی بلکہ اُلٹا وہ تھکان اور کوفت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جہنم میں بھی ایسے لوگوں پر ذلت برستی ہوگی اور انہیں وہاں ایسا کام کرنا پڑے گا جس سے کہ وہ تھک جائیں گے اور جس کا کوئی ثمرہ نہیں ہوگا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم نیک اعمال کریں اور عذاب الٰہی سے بچیں۔ پھر جناب محمد یحیٰ صاحب نے اپنا مضمون بہ عنوان "حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجددیت" پڑھا اس مضمون میں انہوں نے حضرت مسیح موعود کی غیرت دینی پر روشنی ڈالی اور پھر ان کی خدمت اسلام پر تبصرہ کیا۔ بعد ازاں بتلایا کہ رسول کریم کی حدیث ہے ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا سو اس حدیث کے ماتحت اس صدی میں کوئی مجدد آنا ہی تھا جیسے کہ پہلے آتے رہے تو اگر مرزا صاحب نے مجددیت کا دعویٰ کر دیا تو اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ اس کے بعد جناب رشید احمد صاحب نے اپنا پرجوش لیکچر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول کریم صلعم نے نبوت کا دعوےٰ کیا تو ابو جہل نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ جب رسول کریم ابو جہل کو فرماتے کہ تم ہمیں مان لو تو تمہاری نجات ہے تو وہ کہتا نہیں "میں تجھے نہیں مانوں گا تو ہمارا بھتیجا ہے" ادھر آج کل ہمارے دوست ایسے ہیں کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد نہیں مانتے حالانکہ صدی نصف سے زیادہ گذر چکی ہے اور ابھی تک کسی دوسرے نے مجددیت کا دعویٰ نہیں کیا تو یہ ہمارے دوست بھی جو رسول کریم صلعم کی بات کو نہیں مانتے کیونکہ رسول کریم نے ہی فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آئے گا . . . . . اندھیرے میں جا پڑے ہیں انہیں روشنی کی ضرورت ہے اور یہ روشنی انہیں امام عصر حاضر سے ملے گی۔

دوسری میٹنگ میں محترم صدر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قرآن کریم میں آتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا (یعنی اللہ تعالےٰ کی رسی کو مضبوط پنجہ مارو) مطلب یہ کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے ہو جاؤ لیکن ہمارے بھائی قادیانی ہیں کہ جو اس رسی کو چھوڑ رہے ہیں۔ قادیانیوں اور غیر احمدی دوستوں نے خاتم النبیین کی تشریح کرتے وقت دھوکا کھایا ہے۔ قادیانیوں نے تو اپنی جانوں پر اور اپنی آنے والی نسلوں پر بہت بھاری ظلم کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی بند کرنے کی بجائے اجرائے نبوت کے نکال لئے ہیں۔ غیر احمدی احباب گو اجرائے نبوت تو نہیں مانتے لیکن عقیدہ ایسا رکھتے ہیں جس سے اجرائے نبوت لازم آتا ہے بالفاظ دیگر وہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کو بہ حیثیت نبی مانتے ہیں۔ ہمیں خاتم النبیین کے معنی کرتے وقت سب سے پہلے رسول کریم کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے رسول کریم صلعم نے خاتم النبیین کی تشریح میں کہا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ صحابہ کرام اور اولیائے اُمت نے بھی یہی معنے کئے ہیں کہ حضور صلعم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعود جو کہ دونوں جماعتوں کے لئے حکم اور عدل کی حیثیت رکھتے ہیں نے بھی فرمایا کہ حضور محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دوسری جگہ فرمایا اور میری طرف وحی کی گئی کہ دین درحقیقت اسلام ہی ہے اور ہمارے آقا سرور کائنات واحد رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا حضرت مسیح موعود نے اس عقیدہ کے رد میں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بہ حیثیت نبی اس دنیا میں آسمان سے آئیں گے یہی آیت قرآنی پیش کی کہ حضور مقبول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی پرانا۔ اس کے بعد انہوں نے غیر احمدی احباب سے جو کہ جلسہ میں تشریف فرما تھے گذارش کی کہ وہ جماعت احمدیہ سے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑیں اور دین اسلام کی خدمت کریں۔

زاں بعد خاکسار نے وحی اور الہام پر تقریر کی اور بتایا کہ خدا اپنے برگزیدہ بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کو وحی ہوتی ہے جسے وحی ولائت کہتے ہیں لیکن وحی نبوت بند ہے اسکے بعد جناب رشید احمد صاحب نے بھی وحی پر ہی مضمون شروع کیا اور فرمایا کہ بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی چھری کو بھی جب کہ وہ اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے لگے تھے وحی ہوئی کہ بس ہماری بات پوری ہو گئی۔ اور وہ حضرت اسماعیلؑ کی گردن پر نہ چلی تو اگر حضرت ابراہیم کی چھری کو وحی ہو سکتی ہے تو آج خدا کے نیک بندوں مجددوں اور محدثوں کو کیوں وحی نہیں ہو سکتی۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ اور ساریہ کے واقع کو بیان کیا اور پھر لیکھرام کے متعلق بیان کر کے فرمایا کہ یہ تمام واقعات وحی اور الہام پر مبنی تھے۔ وحی اور الہام حق ہے اور اب بھی مجددوں اور اولیاء اللہ کو وحی اور الہام ہوتا ہے۔

عبدالقادر سیکرٹری متعلم بی اے آنرز مرے کالج سیالکوٹ

پیغام صلح تبلیغ نمبر کے متعلق معاصر صدق لکھنؤ کا شاندار ریویو

معاصر صدق ۲۰ جنوری ۱۹۴۰ئہ پیغام صلح تبلیغ نمبر کے متعلق رقمطراز ہے:۔

"پیغام صلح تبلیغ نمبر ۲۴ صفحے قیمت ۲ ر پتہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

احمدیوں کی لاہوری شاخ کا مشہور سہ روزہ ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر تبلیغ نمبر اس کا اسی آب و تاب اور انہیں خصوصیات سے نکلا جو اس کا معمول بندھ چکا ہے کام کی باتیں ہم اہل سنت والجماعت بھی اس سے اخذ کر سکتے ہیں۔ اور اس مختصر سی جماعت کا جوش عمل تو بہرحال اپنے اندر ایک سبق اور بصیرت رکھتا ہے"۔

نوٹ:۔ آپ کا قومی اخبار پیغام صلح بلند صحافتی حلقوں میں کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ مندرجہ بالا ریویو سے ظاہر ہے تمام احمدی دوستوں کا فرض ہے کہ ایسے مجاہد پرچہ کی توسیع اشاعت کے لئے خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

(مدیر)

پولینڈ کے مسلمان

سیاسی بصیرت رکھنے والے اصحاب کو یاد ہوگا کہ ستمبر ۱۹۳۹ئہ کو سب سے پہلے جنگ عظیم کی ابتدا جس ملک سے ہٹلر نے کی وہ پولینڈ تھا۔ اور قوموں کو چھوڑ کر پولینڈ میں فقط مسلمانوں کی آبادی بارہ ہزار یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔ پولستانی مسلمان بڑے جری۔ بہادر اور سرفروش ہیں۔ حکومت پولینڈ کی طرف سے انہیں تمام مراعات حاصل تھیں۔ مذہبی، تقریری، تحریری ہر قسم کی آزادی پولستانی مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پولش مسلمان بڑی بہادری اور جرأت کیساتھ جرمنی کے مقابلہ میں لڑے لیکن مٹھی بھر انسانوں کی جماعت دو لاکھ سپاہیوں کے مقابلہ میں کب ٹھہر سکتی تھی۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ وارسا کے پول کمانڈر نے ہتھیار ڈال دیئے

مملکت پولینڈ نے مسلمانوں کو خاص مراعات دے رکھی تھیں۔ مساجد اور مدارس کیلئے حکومت کی طرف سے بہت سی اراضی وقف کر دی گئی تھی۔ وارسا کے مغربی حصہ میں ایک وسیع الشان مسجد ہے جس کے متعلق ماہرین فن تعمیرات کا خیال ہے کہ مسجد ایاصوفیہ کے بعد وارسا کی مسجد یورپ بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط تھی اس مسجد کے ساتھ ایک مذہبی مدرسہ ہے جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم۔ فقہ حنفیہ کی عربی اور پولستانی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس مسجد کے علاوہ پولینڈ میں اکتالیس مساجد اور بھی ہیں ان کے ملازمین اور اماموں کو حکومت پولینڈ کی طرف سے ۲۴ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔

پولش مسلمان مشرقی اور مغربی تہذیب کے اختلاط کا بہترین نمونہ ہیں۔ پول مسلمان تاتاری نسل سے ہیں اور ساڑھے پانچسو سال سے پولینڈ کو اپنا وطن بنائے بیٹھے ہیں جنگ عالمگیر کے بعد جب حکومت پولینڈ کا قیام عمل میں آیا۔ تو جدید پولش حکومت نے مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی رسوم کا انتہائی خیال رکھا۔ انکے شخصی اور ذاتی معاملات کے تصفیہ کیلئے شرعی عدالتیں قائم کیں جن میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں مسلمانوں کے مدرسوں اور دوسرے اداروں کیلئے بڑی بڑی اراضیات مفت دیکر مسلمانوں کی دلدہی اور دلجوئی کی گئی تھی۔ پولینڈ کی حکومت سے پہلے مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ روسی قانون کے ماتحت ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۱۶ئہ سے یکم ۱۹۱۸ئہ تک مسلمان روسی قانون کے پابند رہے۔

پولش مسلمان تمام ملکی تحریکات میں اپنے تناسب آبادی کے لحاظ سے حصہ لیتے رہے ہیں وطنی مسائل اور رفاہ عام کے امور میں پولستان کے باشندوں کیساتھ دوش بدوش ہم شریک رہتے ہیں۔ پولش مسلمانوں کا ایک رسالہ اور ایک اخبار بھی پولش زبان میں شائع ہوتا تھا جس میں وہاں کے مسلمان اور اہل قلم حضرات مضامین لکھتے تھے اس اخبار اور رسالوں کے مدیر سید جعفر پولینڈ کے مفتی اعظم ڈاکٹر مرید مفتی تھے۔ جرمنی اور پولینڈ کی موجودہ جنگ نے ان کے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میاں صاحب کی تفسیر کبیر پر نظر

(۶)

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء

ترسم کہ تو میدانی زورق بسراب اندر
زادی بحجاب اندر میری بحجاب اندر

{از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی}

میرے ذمہ اس وقت دو مضمون ہیں بعض دوستوں کا تقاضا ہے کہ تفسیر کبیر مؤلفہ میاں محمود احمد صاحب پر تنقید جاری رہے مدیر پیغام صلح کا اصرار ہے کہ فارقلیط کی پیشگوئی کے مضمون کو مکمل کر دیا جائے دونوں مضمون نہایت اہم اور وسیع ہیں۔ مگر اخبار کی ہفتہ وار اشاعت اس امر کی متحمل نہیں کہ اس میں طویل مضامین شائع کئے جائیں یہ بھی سنا ہے کہ خود خلیفہ صاحب نے اپنی بے پایاں اور ہمہ گیر تقریر میں جو سالانہ اجتماع کے موقعہ پر وہ بالعموم کیا کرتے ہیں ہماری اس تنقید پر نظر پر توجہ فرمائی ہے اسلئے اس کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اسلئے ارادہ یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشگوئی کا بقیہ حصہ اور تفسیر دونوں پر یکجا نظر ڈال دی جائے۔ تھوڑی سی تمہید کے بعد دونوں مضامین کا تعلق نظر آ جائے گا۔

تفسیر کبیر پر نظر ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کی آخری قسط میں بات اس پر ختم ہوئی تھی کہ میاں صاحب کے نزدیک سورۃ الکہف میں مذکورہ الکہف سے مراد روما کے تاریخی کہوف تہ خانے (Cata Combs) ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تہ خانے صرف روما میں ہی نہیں ابتدائی مسیحیت کا آرٹ دو حصوں میں منقسم ہے مغربی دنیا کی شاخ جس کا مرکز روم اور ریونیا (Ravana) ہے مشرقی دنیا کی شاخ جس کا مرکز بیزنطائن (Bazantine) تھا جو آج قسطنطنیہ کہلاتا ہے مسیحیت کی پہلی چار صدیوں کے آرٹ کی یادگار ان تہ خانوں کی دیواروں پر نقوش اور تصاویر ہیں۔ تہ خانے درحقیقت مقبرے تھے جو مسیحیت کی مظلومیت کے دنوں میں مذہبی جلسوں اور مشوروں کے ہال کا کام بھی دیتے تھے جو نیپلز، اسکندریہ اور شام کے اندر بھی موجود تھے، شہر سے باہر شاہی سڑک کے کنارہ بنائے جاتے اور زمین کے نیچے لمبے مگر تنگ زیرین تہ خانے ہوتے تھے شہنشاہ دقیانوس کے حکم سے ان کو بند کر دیا گیا، مگر عیسائیوں نے خفیہ دروازے نکال لئے اور یہ دروازے صرف انہیں معلوم تھے۔ مدت کے بعد تہ خانے مردوں کو دفن کرتے کرتے نا کافی ہو گئے تو کاریگروں نے اس کی زیرین سطح کو کھود کر ایک اور منزل تیار کر لی ان کے اندر آہستہ آہستہ گرجے اور شہداء کی عبادت کیلئے معبد بنائے بعض ان میں سے ۴، ۴ منزل زمین کے اندر کھود کر بنائے گئے مولانا آزاد نے اپنی تفسیر میں انہی تہ خانوں کے اندر صدراول کے مسیحی راہبوں کا عبادت کرنے کا ذکر کیا ہے حسب معمول مبالغہ کے فرشتہ نے اس میں اس قدر تحریف ضرور کی ہے کہ وہ تہ خانے شام کے یا یروشلم کے قرب و جوار کے نہ تھے بلکہ روما کے تھے

خلافت قادیان بازیافت ہے پاپاء روم کی گدی کی

ہمیں اس امر کے قبول کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ موجودہ خلافت قادیان صدائے بازگشت ہے پاپاء روم کی اجناب میاں صاحب کے مشیر اسرائیلیات مفتی محمد صادق صاحب کی خدا عمر دراز کرے انہوں نے جلسہ جوبلی والی تقریر میں ثابت کر دکھایا کہ خلافت قادیان کو اشد مشابہت ہے پوپ کی گدی سے۔

اسلئے اس بارہ میں کچھ کہنے کی گنجائش ہمارے لئے نہیں رہی حضرت مسیح موعود کو اشد مشابہت ہے مسیح اسرائیلی کے ساتھ اب ان کا کہنا یہ ہے کہ مسیح اسرائیلی کی خلافت اٹلی یا روما میں ڈنکے کی چوٹ پکار رہی ہے اس کی صدائے بازگشت قادیان سے ضرور سنائی دینی چاہیئے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں یہ خبر پڑھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ خیالات کی ہم آہنگی نے کس طرح قادیانی خلافت کی جوبلی کے موقعہ پر اسی تاریخ کو خلافت کا جھنڈا لہرایا جس تاریخ کو پاپاء روم کا جھنڈا روما میں لہرایا گیا۔ یہ وہ نکتہ معرفت ہے جو سورہ کہف کی تفسیر کرتے ہوئے میاں صاحب کو اٹلی کے تہ خانوں میں لے گیا ورنہ قرآن مجید میں اصحاب کہف کے جس غار کا ذکر ہے اس سے مراد اٹلی کے تہ خانے ہیں اس پر کوئی علمی اور عقلی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی یہ ہم جانتے ہیں کہ دربار خلافت اور آستانہ پوپ دونوں جگہ دلیل پوچھنے کا نام گستاخی ہے اور اس کا جواب سائل اور معترض کے خلاف اظہار غیرت و حقارت کا پروپیگنڈا ہے چنانچہ اس سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جناب میاں صاحب نے ہماری تنقید کے جواب میں اسی سے کام لیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے استدلال کرنا جن کا عقیدہ یہ ہو

Khilaphat is the divine idea as it exists on earth it is its own end and object

ان کے نزدیک قرآن مجید کی ہر سورت کا موضوع خلافت قادیان اور اسکا استحکام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کل انبیاء عالم کی بعثت کی غرض حضرت مسیح موعود کی پیش خبری کرنا اور ان کے ایک بیٹے کی بشارت دینا ہے۔ جناب میاں صاحب کے مشیر اسرائیلیات نے جلسہ جوبلی کے موقعہ پر یہ مغالطہ دینا چاہا تھا کہ روما جائز خلیفہ مسیح پطرس کی گدی ہے اور پطرس روما میں تبلیغ کرتا ہوا شہید ہوا تھا اس پر ایک تحقیقی مضمون ہم نے اوائل ۱۹۶۰ء میں لکھ کر اخبار کے کئی نمبروں میں شائع کیا تھا اور یہ ثابت کیا تھا کہ پطرس ہرگز روما نہیں گیا یہ کلیساء روم کا جعلی پروپیگنڈا تھا کہ دنیا میں کلیساء روم کی عزت اور عظمت قائم ہو۔ میاں صاحب اور ان کے مشیر اسرائیلیات سے آج تک اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑا البتہ تفسیر کبیر میں نہایت مغالطہ آمیز الفاظ میں آپ فرماتے ہیں

"کہ جدید ناقدین تاریخ جو ہر تاریخی واقعہ میں شک پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن پوری تنقید کے بعد بھی) وہ اس بات نہیں کر سکے کہ پطرس روم گیا اور وہاں ہی مرا"

(تفسیر کبیر صفحہ ۹۱۹)

جدید ناقدین تاریخ کی تحقیقات کی بناء پر میاں صاحب علماء اسلام کو جاہل بتاتے ہیں بلکہ حضرت علامہ مرحوم حضرت مولانا نورالدین صاحب کو جھٹلاتے ہیں کہ ان کی تحقیقات یوسف آرمتیا کے سفر کے متعلق غلط ہے مگر جب قصر خلافت کی تعمیر کے لئے پوپ کے گرجا گھر سے پوسیدہ مصالحہ ملتا ہو تو ناقدین تاریخ بے اعتبار ہو گئے سچ ہے۔

شیخ در عشق بتان اسلام باخت
رشتہ تسبیح از زنار ساخت

اس کے بعد آپ نے حسب معمول انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کا نام لے کر ایک غلط بات لکھی ہے

"پرانے مسیحی لٹریچر سے قریباً ۱۷۰ء بعد صلیب کی ایک تحریر بشپ ڈایونیسیس کی ملتی ہے جو پیٹر کے روم جانے کی خبر دیتی ہے چونکہ پطرس واقعہ صلیب کے بعد تاسیس سے ستر اسی سال تک زندہ رہا ہے یہ تحریر کوئی اسی سے سو سال تک پطرس کی وفات کے بعد لکھی گئی اور اتنے قریب کے زمانہ کی شہادت معمولی شہادت نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ اس کے لکھنے والا گرجے کا بڑا پادری ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا ببیکا زیر لفظ سائمن پیٹر)"

سائیکلو پیڈیا کا مؤلف تو کجا یہ کسی معمولی عالم تاریخ مسیحی کی تحریر نہیں ہو سکتی اس کا ہر جملہ لکھنے والے کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) یہ امر مسلم ہے کہ پرانے مسیحی لٹریچر کے سب سنہ فرضی ہیں یہاں تک کہ خود مسیح کی پیدائش اور وفات کا سنہ۔ اور تاریخ بھی (۲) ڈایونیسیس روما کا پادری نہیں کہ اسکی خبر پر یقین کیا جائے (۳) پطرس کی وفات کا سنہ معلوم نہ ہونا اور تحریر کے سنہ کا مشکوک ہونا پھر دعویٰ یہ کرنا کہ یہ شہادت قریب کی شہادت ہے کیا سائیکلو پیڈیا کا عالم مولف یہ لکھ سکتا ہے؟ (۴) گرجے کے بڑے پادری کی شہادت۔ جناب میاں صاحب کے عدالت میں قسم کھا کر شہادت دینے سے بڑی نہیں ہو سکتی (۵) دور کیوں جاؤ یہاں جناب نے خود (گستاخی معاف) سائیکلو پیڈیا کے مؤلف پر ...... شہادت دی ہے؟ اگر ہمت ہے تو سائیکلو پیڈیا ببیکا کے مؤلف کی عبارت کا اصل حوالہ نقل کیجئے؟ (باقی دارد)

مولود مسعود

جناب ملک اعجاز الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ سالٹ (سابق لیک) کے ہاں اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے، مولود مسعود حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا نواسہ اور جناب ملک کرم الٰہی صاحب کا پوتا ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ مولود مذکور کو صحت اور لمبی عمر عطا فرمائے نیک اور صالح بنائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین۔ اس ولادت باسعادت کے موقعہ پر ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ جناب ملک کرم الٰہی صاحب اور جناب ملک اعجاز الٰہی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس ولادت کی خوشی میں جناب ملک کرم الٰہی صاحب نے مبلغ پانچ روپے اعانت عطیہ انجمن کو دیئے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

کسی عالم دین کی طرف سے ہمارے ایک احمدی دوست (منشی عبدالحمید صاحب تاجے وال) پر اعتراض کیا گیا کہ حضرت مرزا صاحب نے انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے مریدوں کی تعداد کم لکھائی چنانچہ وہ فہرست جو آپ نے اس غرض سے داخل کی کتاب ضرورت الامام کے آخر میں درج ہے اس پر ہمارے اس دوست نے حضرت مولٰنا عزیز بخش صاحب کی خدمت میں اعتراض مذکور لکھکر بھیجا اور کتاب ضرورۃ الامام آپ سے طلب کی جس کے جواب میں حضرت مولٰنا نے ذیل کا خط لکھا ہے جسے افادۂ عام کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

اخویم منشی عبدالحمید صاحب تاجے وال سلمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے کتاب ضرورۃ الامام کی ضرورت یہ بیان کی ہے کہ کسی "عالم" نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے مریدوں کی تعداد کم لکھائی یعنے جھوٹ بولے اور فریب بازی کی" میں کہتا ہوں ایسا کہنا اس عالم کا سیاہ جھوٹ اور خدا تعالےٰ کے حکم کی صریح نافرمانی ہے، اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے **ولا تقف ما لیس لک بہ علم** یعنی جس بات کا تجھے علم نہیں وہ بات نہ کہہ اور یہ لوگ عالم کہلا کر جھوٹ بولنا اور نیکوں پر جھوٹے الزام لگانا جائز سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کوئی خوف ان کے دلوں میں نہیں ہے، یہ عالم کہلانے کے حقدار نہیں ہیں عالم کی تعریف میں یہ بھی داخل ہے کہ اسے خدا کا خوف ہو **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** "اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے جو عالم ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہیں" اس "عالم" کے پاس کیا ثبوت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مریدوں کی تعداد بوجہ ٹیکس لگنے کے کم دکھلائی، کیا حضرت مرزا صاحب نے یہ عذر کیا تھا کہ میرے مریدوں کی تعداد کم ہے اسلئے آمدنی کم ہے اور ٹیکس نہ لگنا چاہیئے ہرگز نہیں بلکہ جیسا کہ صفحہ ۴۵ پر کتاب ضرورت الامام میں درج ہے آپنے خود بیان کیا کہ آپکو تخمیناً پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ مریدوں سے پہنچتا ہے اور عذر یہ کیا کہ یہ آمدنی آپ کے ذاتی خرچ میں نہیں آتی ہے بلکہ مذہبی ضروریات پر خرچ ہوتی ہے۔ اسلئے اس پر ٹیکس نہ لگنا چاہیئے کیونکہ بموجب آپ کے بیان کے آپ کی ذاتی آمدنی باغ زمین اور تعلقہ داری کی آپ کے خرچ کے لئے کافی ہے اور آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ مریدوں کا روپیہ ذاتی خرچ میں لاویں منشی تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ نے اپنی رپورٹ مؤرخہ ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء میں بیان قلمبند کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شہادت گواہان بھی آپ کے بیان کی تائید کرتی ہے اسلئے انہوں نے رپورٹ کی کہ کمترین کی رائے ناقص میں اگر مرزا غلام احمد کی ذاتی آمدنی صرف تعلقہ داری اور باغ کی قرار دی جائے جیسا کہ شہادت سے عیاں ہوا اور جس قدر آمدنی مرزا صاحب کو ان کے مریدوں سے ہوتی ہے اسکو خیرات کا روپیہ قرار دیا جائے، جیسا کہ گواہان نے بالعموم بیان کیا تو مرزا غلام احمد پر موجودہ انکم ٹیکس بحال نہیں رہ سکتا" تحصیلدار صاحب کی اس رپورٹ کے ساتھ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور نے اتفاق کر کے فیصلہ دیا کہ ہمیں اس شخص کی نیک نیتی پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اور ہم اس کی آمدنی کو جو از چندہ ہا وغیرہ ۵۲۰۰ بیان کرتا ہے معاف کرتے ہیں کیونکہ یہ دفعہ ۵ (ع) محض مذہبی اغراض کیلئے صرف کی جاتی ہے میں نے چند فقرے جو اس ٹیکس والے معاملہ کے متعلق ہیں علیحدہ کاغذ پر بھی نقل کر دیئے ہیں آپ اس "عالم" کو دکھلا کر دریافت کریں کہ اس میں جھوٹ اور فریب بازی کی کونسی بات ہے حضرت مرزا صاحب نے اپنی آمدنی جو اس سال مریدوں کے چندوں سے ہوئی تھی اس کا تخمینہ ۵۲۰۰/- بتلا دیا اور اس آمدنی پر ٹیکس لگ سکتا تھا مگر اس کو صرف مذہبی اغراض پر صرف ہونے کی وجہ ٹیکس مستثنےٰ کیا گیا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اس مقدمہ میں آپ نے جو فہرست اپنے مریدوں کی پیش کی تھی اس میں صرف ۳۱۸ نام درج ہیں لیکن یہ فہرست تو صرف ان مریدوں کی ہے جن کے متعلق یہ دکھلانا مقصود تھا کہ آپکے پیرووں میں معزز اور عالم اور عقلمند لوگ ہیں نہ کہ نرے عقل سے کورے جاہل مطلق جیسے کہ عام پیروں کے اکثر مرید ہوتے ہیں چنانچہ یہی ۳۱۸ ناموں کی فہرست آپ نے اپنی ایک درخواست انگریزی مؤرخہ ۵ مارچ ۱۸۹۸ء کے ساتھ گورنمنٹ میں اس غرض سے بھیجی تھی کہ آپ ان شرائط پر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں اور ان عقائد کی تعلیم دیتے ہیں شرائط بیعت وہی ہیں جو شروع سے دس شرائط بیعت کے عنوان سے شائع ہوتی رہی ہیں اور عقائد میں امور ذیل داخل ہیں۔

اوّل - اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک بے عیب بے نقص ماننا

دوم - حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی یقین کرنا۔

سوم - اسلام کی سچائی عقلی دلائل اور روشن نشانوں کے ساتھ پیش کرنا اور جبراً اسلام پھیلانے کی تردید کرنا۔

چہارم - جس گورنمنٹ کے ماتحت امن سے زندگی بسر ہوتی ہو اس کی اطاعت کرنا۔

پنجم - سب انسانوں کے ساتھ ہمدردی رکھنا اور انکی خیرخواہی کرنا اور دنیا میں امن و صلح و اخلاق حسنہ کی تعلیم پھیلانا

اس درخواست کے فقرہ ۱۲ میں آپ لکھتے ہیں کہ میری جماعت میں معزز سرکاری عہدہ دار، رؤسا، خدمتگذار، تاجر، وکلاء بی اے تک تعلیمیافتہ علماء جو کسی وقت سرکاری ملازمت میں رہ چکے ہیں، سے اور سجادہ نشین وغیرہ سب قسم کے لوگ شامل ہیں چنانچہ میں ایک مختصر سی فہرست بعض اپنے پیرووں کی اس درخواست کے ساتھ شامل کرتا ہوں (یہ فہرست ۳۱۸ ناموں کی بطور تتمہ ب شامل ہے اس میں نمبر ۳۱ پر مولوی محمد علی صاحب پروفیسر ریاضی اورینٹل کالج لاہور نمبر ۴۲ پر میرا نام عزیز بخش ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخان اور نمبر ۵۶ پر ہمارے والد بزرگوار کا نام حافظ فتح دین نمبردار مرار ریاست کپورتھلہ کا بھی درج ہے)

یہ فہرست سب ناموں کی نہیں ہے اور یہی انکم ٹیکس کے مقدمہ میں پیش کی گئی صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ آپکے پیرووں میں فہمیدہ، عقلمند اور معزز عہدہ داران بھی ہیں نہ اس غرض سے کہ ان کے چندوں کی رقم دکھلائی جاوے۔

ہمارا معاصر "الفضل" کو مخلصانہ مشورہ

ہم نے نہایت خلوص کے ساتھ معاصر "الفضل" کو مشورہ دیا تھا کہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق اپنی روش اور پالیسی میں تبدیلی کرے کیونکہ اس کا کوئی شیوع ہی ایسا ہوگا جس میں جماعت لاہور کے متعلق گوہر افشانی نہ کی جاتی ہو مگر معلوم دیتا ہے ہمارا مخلصانہ مشورہ چنداں نتیجہ خیز نہیں ثابت ہو سکا ہمارے ایک مختصر سے نوٹ پر معاصر مذکور نے دو لیڈنگ آرٹیکل لکھ مارے اور جماعت لاہور کے متعلق اپنی گوہر فشانیوں کا عملی ثبوت دے دیا ہم نے لکھا تھا کہ پیغام صلح خاموش ہے اور معاصر الفضل قادیان کا سرکاری ارگن اپنے مخصوص انداز میں گوہر افشانی کرتا ہے معاصر الفضل نے پیغام صلح کے چند ایک اقتباسات پیش کر کے اپنی اس گوہر افشانی کو حق بجانب ثابت کیا ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے وہ اقتباسات جلسہ سالانہ کی رپورٹ سے لئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ مہینہ میں ہم نے ایک مضمون بھی جماعت قادیان کو مخاطب کر کے شائع نہیں کیا سوائے ایک نسخ بیعت کے اعلان کے" لیکن معاصر "الفضل" نے علاوہ جلسہ سالانہ کی رپورٹوں کے ۱۷ مضمون جماعت لاہور کے متعلق شائع کئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق الفضل کے مضامین

۲ ماہ جنوری - غیر مبائعین کے جلسہ میں ایک دن

۳ ماہ جنوری - حضرت مسیح موعود کی جانشین انجمن ہے یا خلافت

۸ ماہ جنوری - بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی ڈائری کا ایک ورق

۹ ماہ جنوری - امیر غیر مبائعین کا عجیب و غریب عقیدہ - ۴۴

۱۰ ماہ جنوری - غیر مبائعین کا جلسہ سالانہ (لیڈنگ آرٹیکل) [illegible]

۱۱ ماہ جنوری (۱) ہر کلمہ گو کے خلاف مولوی محمد علی صاحب کا فتویٰ کفر

(۲) مولوی محمد علی صاحب سے دریافت

(۳) دعوٰے نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اہل پیغام

۱۵ ماہ جنوری - مولوی محمد علی صاحب کے خلاف قرارداد دہلی کے متعلق اعلان

۱۵ ماہ جنوری - غیر مبائع اصحاب کے سامنے قابل غور باتیں

۱۷ ماہ جنوری - نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور غیر مبائعین

۲۰ ماہ جنوری - تفسیر کبیر اور غیر مبائعین کے اعتراضات

۲۳ ماہ جنوری - (۱) مولوی محمد علی صاحب کا عجیب عقیدہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد

(۲) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا مطالبہ

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی خاموشی

۲۴ ماہ جنوری - مولوی محمد علی صاحب کے نام کھلی چٹھی

۲۷ " - کلمہ گوؤں کے متعلق مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا فتویٰ

۳۰ " - غیر مبائعین کا چیلنج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

ایک مہینہ کے اندر ۱۷ مضامین اپنے مخصوص "بلیغ علم الکلام" میں جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق شائع کرنا تخریبی "روش" کو پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے یہ تو ہم نے مضامین کے صرف عنوانات درج کئے ہیں ورنہ اگر ہم ان کے اقتباسات درج کرنے لگیں تو اس کے لئے تو سارا اخبار بھی کم ہے، قریباً ڈیڑھ مہینہ کے بعد ہم مجبور ہوئے ہیں کہ جماعت قادیان کو براہ راست خطاب کریں اور جستہ جستہ ان گلفشانیوں کا موجودہ شیوع سے جواب دیں اخبار الفضل لکھتا ہے کہ ہم نے اسے مخلصانہ مشورہ دیکر حقیقت گریز کی ہے حالانکہ اسے خوب علم ہے کہ

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے

ہم پھر ایک دفعہ معاصر الفضل کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ گالی دینے اور بدزبانی کرنے کی بجائے اپنی دلآزار طرز نگارش میں تبدیلی پیدا کرلے۔

یزید اور امام حسینؓ - قادیانی اور ہم

سامنے آکر بات کرنے سے میاں صاحب کی گھبراہٹ اور مقابلہ تفسیر کا کھیل

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۳ جنوری ۴۲ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

واضرب لهم مثل الحيوة الدنيا كماء انزلنه من السماء ..... والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابا وخير املا (الکہف رکوع ۶)

دنیا کی زندگی کی مثال

دنیا کی زندگی کی مثال یوں بیان فرمائی ہے کہ جس طرح ہم پانی آسمان سے برساتے ہیں تو اس کی وجہ سے زمین کی روئیدگی بڑی ترقی کرتی ہے، تو سب لہلہاتی ہے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جاتی ہے، پھر وہی لہلہاتی کھیتی ایک وقت آتا ہے کہ چورا چورا ہو جاتی ہے اتنی باریک کہ ہوائیں اسے اڑا کر لے جاتی ہیں وکان اللہ علی کل شئی مقتدرا اللہ تعالیٰ ہر بات کے اوپر قدرت والا اور مالک ہے۔ یہ جو ہم نے دنیا کی مثال دی ہے یہ تمہارے مال اور تمہارے جتھے یہ دنیا کی زندگی کی آرائش کا سامان ہیں، اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا سامان بھی کر رکھا ہے کہ انسانوں کی زندگی نری روئیدگی کی طرح ہی نہ ہو کہ چورا چورا ہو کر اڑ گئی اور اس کا کوئی نام و نشان نہ رہے، بلکہ باقی رہنے کا سامان بھی ہو جس سے کوئی بہتر نتائج پیدا ہوں۔

دو قسم کی زندگی

ان آیات میں انسانوں کی دو قسم کی زندگی کا ذکر ہے ایک وہ جو عام طور پر ہمارے دیکھنے میں آتی ہے، وہ بیرونی آرائش کے سامان ہیں، مال اور جتھے ہیں جس سے ظاہر طور پر انسان کی شان اور عزت نظر آتی ہے اور ایک اور زندگی ہے جو بہتر نتائج رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو اسی کی آرزو کرنی چاہیئے یہ مال اور جتھے ہمیشہ رہتے نہیں بڑی بڑی ترقیات کرنیوالے اور عروج تک پہنچے ہوئے لوگ ایک وقت ہوتا ہے کہ انہی کا سکہ چلتا ہے لیکن پھر ایک وقت آتا ہے کہ تاریخ میں ان کے نام کے سوائے کچھ باقی نہیں رہ جاتا، وہ مال اور جتھے سب جاتے رہتے ہیں۔

ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی

تو خدا فرماتا ہے کہ ایک اور زندگی بھی ہے اس کی آرزو انسان کو کرنی چاہیئے وہ کیا ہے والبقیت الصلحت وہ باقی رہنے والے نیک کام ہیں تو اس زندگی سے انسان کو ایسا فائدہ اٹھانا چاہیئے کہ یہ کوڑے کرکٹ کی مثال نہ ہو بلکہ باقی رہنے والی چیز ہو، اگرچہ اس دنیا میں انسان کی نظر مال اور اولاد پر ایسی فریفتہ ہوتی ہے کہ وہ دوسری زندگی کی طرف جو باقی رہنے والی ہے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ ہم دنیا کی تاریخ اسی پر شاہد ہے کہ مال اور جتھے پر فریفتہ رہنے والے لوگوں کی زندگی مٹ جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کے اعمال والی زندگی دنیا میں بھی باقی رہتی ہے۔

یزید اور امام حسین

ایک مثال اس بات کی کہ مال اور اولاد پیچھے رہ جاتے ہیں اور اصل کام آنیوالی چیز جو ساتھ جاتی ہے وہ کوئی اور ہے ان ایام محرم سے خاص تعلق رکھتی ہے ایک طرف ایک صاحب مال اور جتھا رکھنے والا انسان ہے، اس کے پاس مال و دولت کی کوئی انتہا نہیں، فوجوں کی کمی نہیں کوئی چھوٹا سا جاگیردار نہیں نواب نہیں چار ملکوں کا بادشاہ ہے عرب، ایران، روم اور مصر چار سلطنتیں ان کے زیر نگیں ہیں، خلیفۃ المسلمین کہلاتا ہے بڑے بڑے صحابہ اور تابعین بھی اس کی بیعت میں شامل ہو چکے ہیں بڑے بڑے فضلاء بھی اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ یہ ہے یزید۔

اور دوسری طرف ایک اکیلا انسان حضرت امام حسین ہے جو اس خلیفہ کی بیعت سے انکار کرتا ہے کیونکہ وہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتا ان دونوں کا ایک چھوٹا سا مقابلہ ہوتا ہے جس میں امام حسینؓ معہ چند رفقاء کے ایسے نرغہ میں آجاتے ہیں کہ کوئی بچاؤ کی صورت نہیں رہتی، پانی تک نہیں ملتا، اور اتنی فوج سامنے ہے کہ آن کی آن میں کچل کر رکھدے بچاؤ کی شرط صرف یہ ہے کہ بیعت کرلیں اس شخص کی بیعت جس کی بیعت کثیر حصہ ہی نہیں سب مسلمان کر چکے ہیں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ جہاں اتنے اچھے اچھے لوگوں نے بیعت کر لی ہے ایک امام حسین کا رک جانا موزوں نہ تھا، مگر اس وقت امام حسین موت کو سامنے دیکھ کر بھی بیعت کے لئے ہاتھ آگے نہیں بڑھاتے کیوں؟ صرف اسلئے کہ اس شخص کو آپ خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، کوئی نقص اس میں تھا جس کی وجہ سے آپ نے اسکی مخالفت کی اور بیعت سے انکار کیا موت کو قبول کیا مگر بیعت کی

امام حسین کی کامیابی اور یزید کی ناکامی

نتیجہ یہ ہوا کہ امام حسین اور آپ کے ساتھی شہید ہو گئے اور چند عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر یزید کے دربار میں پہنچائے گئے کیا نظارہ ہے اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ امام حسین زندہ رہنے والے ہیں اور یزید کا نام مٹ جائے گا لیکن واقعات کو دیکھ لیجئے آج اسلامی دنیا میں یزید کا نام کوئی بھی عزت سے نہیں لیتا مگر امام حسین کا نام قلوب کے اندر عزت و احترام کا مقام رکھتا ہے علاوہ اس کے کہ ایک قوم آپ کی یادگار کو خاص طور پر مناتی ہے، عام لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت و احترام موجود ہے، کامیاب وہ باقی رہنے والا امام حسین ہے۔ ناکام اور مٹ جانیوالا یزید ہے۔ نہ اس کی خلافت کسی کام آئی نہ اس کی کثرت کسی کام آئی اور امام حسین کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عزت دی، اتنی برکت عطا فرمائی، کہ کروڑ در کروڑ آدمی عزت سے آپ کا نام لیتے ہیں۔

صرف ایک بات جو انسان کے کام آنیوالی ہے

تو جس کو خدا تعالیٰ نے والبقیت الصلحت کہا ہے یہ کوئی بڑا عظیم الشان عمل ہونا چاہیئے، یہ نہیں کہ نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا بلکہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہونا چاہیئے جو انسان کے کیرکٹر کی خوبی کو ثابت کرے، کربلا کا واقعہ حضرت امام حسین کے کیرکٹر کا امتحان تھا، بڑا مشکل ہوتا ہے جب انسان دیکھتا ہے کہ ایک شخص کے ساتھ ہو جانے سے جس کے ساتھ باقی سب ہو گئے ہیں جان بچتی ہے بال بچہ محفوظ رہتا ہے، اور عزت ملتی ہے، تو اس سے رکنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے، امام حسینؓ نے اس مشکل کا مقابلہ کر کے بتا دیا کہ صرف ایک بات جو انسان کے کام آنے والی ہے وہ باطل کے مقابلہ پر حق کا ساتھ دینا ہے خواہ وہ باطل کتنا بھی بڑا نظر آئے ہم لوگ جو کچھ تھوڑا بہت خدمت دین کا کام کرتے ہیں اپنے مال اور جان کو اس کام پر لگاتے ہیں میں سمجھتا ہوں وہ بھی باقیات الصالحات میں سے ہیں۔

اخرج منه اليزيديون کا الہام

آپ کو معلوم ہے کہ ہم لوگ جو قادیان سے نکلے ہم کو بھی یزید کا نام دے دیا جاتا ہے حضرت صاحب کا الہام ہے اخرج منه اليزيديون حضرت صاحب نے اس کے معنے یہ کئے ہیں کہ قادیان میں یزیدی طبع لوگ پیدا کئے گئے ہیں لیکن ہمارے قادیانی دوست اسکے معنے یوں کرتے ہیں کہ قادیان سے یزیدی نکالے گئے گویا ہم یزیدی تھے ہم کو انہوں نے قادیان سے نکال دیا جو معنے حضرت مسیح موعود نے کئے وہ غلط ہو گئے اور اس کے مقابل جو معنے قادیانی کرتے ہیں وہ درست ہیں!

یزیدی رنگ کہاں ہے؟

اس کو بھی جانے دیجئے یزید کا رنگ کہاں نظر آتا ہے اور امام حسین کے رنگ میں کون جماعت رنگین ہے۔ یہ ایک موٹی بات ہے یزید کون ہے جو خلافت پر متمکن ہے کثرت اس کے ساتھ ہے اور دوسری طرف صرف چند لوگ ہیں جو اس خلافت کے دعویدار کی بیعت اس لئے نہیں کرتے کہ وہ اسے اس کا اہل نہیں سمجھتے کیونکہ وہ چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے قادیان سے نکلنا قبول کر لیتے ہیں مگر بیعت نہیں کرتے۔ اب ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اگر اس الہام کو دونوں جماعتوں میں سے ایک پر لگانا ہے تو کس پر لگے گا

جلسہ سالانہ کی غرض اور قادیانی جماعت

افسوس ہے کہ ایسی ہی باتوں میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور اصل کام جس کو حضرت صاحب نے جماعت کی اصل غرض قرار دیا تھا اسکو بھلا دیا گیا ہے یا اس کی طرف کوئی توجہ نہیں، حضرت صاحب نے جلسہ سالانہ کی کیا غرض قرار دی تھی اکٹھے ہو کر وہاں غور کرو تبلیغ اسلام کے وسائل سوچو لیکن آج وہاں صرف کثرت پر فخر ہے

جلسہ میں تقریروں کی دعوت

یہاں تک کہ جب ہم نے میاں صاحب کو دعوت دی کہ وہ ہمارے جلسہ میں آکر مسائل نبوت اور کفر و اسلام پر تقریر کریں تو اس سے انکار اس بنا پر کیا گیا کہ اس سے ہمارے جلسہ کی رونق بڑھ جائے گی۔ یعنی ہمارے جلسہ میں آدمی زیادہ نظر آئیں گے

عجیب و غریب جواب

پھر جب ہم نے کہا کہ قادیان کے جلسہ میں مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر ہمیں بھی کچھ کہنے کا موقعہ دیا جائے تو اس کا کیا جواب دیا ہے، کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ اس پانچ پاروں کی تفسیر کو دیکھکر جو میاں صاحب نے کی ہے ایک جلن ان پیغامیوں کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ نبوت وغیرہ کے جھگڑے انہوں نے شروع کر دیئے ہیں، دیکھئے کس طرح تیس چالیس ہزار کے مجمع میں (جس کا دعوےٰ ہے کہ قادیان کے جلسہ میں ہوتا ہے) یہ بیان کیا ہے کہ

"یہ نبوت وغیرہ کے مسائل اور تقریریں کرنے کے جو سوال اٹھائے جا رہے ہیں یہ دراصل تفسیر ہی کی

بلن کا اظہار ہے ...... گویا ان کی آمد پر اسکا اظہر پڑا ہے اور اس وجہ سے وہ چیخ اُٹھے ہیں یہ مقابلہ جواب ان کی طرف سے شروع ہوا ہے یہ دراصل تفسیر کا ہے نبوت وغیر کا نہیں ؛"

(تقریر میاں محمود احمد صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ مندرجہ الفضل مورخہ ۱۷ر جنوری ۴۲ء)

اور فرماتے ہیں کہ اوّل اس تفسیر کے متعلق خدا کی قبولیت کا اظہار ہو ہے کیونکہ نیک کام کی قبولیت کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہوتی ہے سو ایک تو مولوی ثناء اللہ نے اس کی مخالفت کی دوسرے

" پیغامیوں کی طرف سے بھی اس کی مخالفت شروع ہے اور ایک پیغامی مبلغ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ میں اپنی عاقبت کی درستی کے لئے اس تفسیر کا جواب لکھنا ضروری سمجھتا ہوں"۔ (")

تفسیر کے متعلق میاں صاحب کی تحدی اور چیلنج

بات صرف اس قدر تھی کہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے بار بار اس بات کا چیلنج کیا کہ اس تفسیر میں ایسے عجائبات ہیں کہ کسی کو آج تک سوجھے نہیں، پھر کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر اور اس تفسیر کو اکٹھا کر کے دونوں جماعتوں کے خرچ سے شائع کر دیا جائے اس سے پتہ لگ جائے گا کہ خدا کی طرف سے کون سی ہے - حالانکہ اکٹھا شائع کرنے کی کیا ضرورت ہے پتہ لگانیوالے تو مرید ہی ہیں سو وہ کہہ رہے ہیں اور یہی کہیں گے کہ میاں صاحب کی تفسیر میں ایسے عجائبات ہیں جو ان کے کل دنیا سے افضل ہونے کی دلیل ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب کا جواب

بہرحال اس پر مولوی عبدالحق صاحب نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ جو میاں صاحب پر اس تفسیر کے عجائبات لے کر آیا بیان القرآن پڑھ کر آیا تھا، کیونکہ میاں صاحب کی تفسیر کی بنیاد انہی باتوں پر ہے جو بیان القرآن میں موجود ہیں ۔ ایک خیال ایک شخص پیدا کرتا ہے اس کو دوسرا شخص جو لکھنے بیٹھے زیادہ وسیع کر سکتا ہے پھیلا سکتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ کی بدولت، دجال یاجوج ماجوج وغیرہ اور دوسری باتوں کے متعلق بعض نئے خیالات معلوم ہوئے ان خیالات کو لیکر ہم بڑی بڑی کتابیں لکھ سکتے اور لکھتے ہیں، تو اصل خیال پیدا کرنیوالے تو حضرت صاحب ہی ہیں

تفسیر کا مقابلہ

میاں صاحب نے خود ہی اپنی تفسیر کو مقابلہ کا محل ٹھہرایا ہے حالانکہ ہر زمانہ میں لوگوں نے قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں اور کئی کئی لکھی ہیں ان چیزوں کو لیکر مقابلہ کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ صرف پانچ پاروں کی تو میاں صاحب نے تفسیر لکھی ہے اور وہ بھی اُردو میں اور اس سے ہمارے انگریزی قرآن کی فروخت بند ہو گئی، یہ انہی عجائبات میں سے ایک ہے جن کو تفسیر میں لکھنے کا انہیں دعویٰ ہے،

ناکردہ تفسیر کی جلن ۲۸ سال پہلے

تو گویا ۲۸ سال جب سے نبوت کا جھگڑا پیدا ہوا ہے میاں صاحب کی ناکردہ تفسیر کی جلن تھی، مگر کیا کوئی مرید اس جواب پر غور کرے گا

بعض وقت انہی باتوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کچھ سنانا بے فائدہ ہے لیکن ہم مایوس نہیں وقتاً فوقتاً ان میں سے آدمی نکلتے رہتے ہیں جو حق کو ہماری طرف دیکھکر ہمارے ساتھ آ ملتے ہیں۔

ان بحثوں کو کم کرنے کی ضرورت

میں نے اگلے دن کہا تھا کہ جتنا ان بحثوں کو کم کیا جائے ضروری ہے، خدا جانتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا بڑا وقت، محنت اور روپیہ ان بحثوں پر ضائع ہو رہا ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس قدر ممکن ہو ان بحثوں میں کم پڑیں مگر کیا کیا جائے ایک طرف ایک روزانہ اخبار ہے جس کی تیس اشاعتوں میں سے پچیس میں ضرور پیغامیوں کا ذکر ہوتا ہے اسلئے کچھ نہ کچھ مجبور ہو کر ادھر سے بھی لکھنا پڑتا ہے ۔

مقابلہ میں آنے سے میاں صاحب کی گھبراہٹ

اگر ایک دفعہ میاں صاحب ہمت کر کے ان باتوں کا تصفیہ خود مقابل میں آکر کر لیتے تو بہت سی ان باتوں پر اخباروں میں بحث کی ضرورت نہ رہتی۔ مگر وہ اس سے اسلئے گھبراتے ہیں کہ عام مجمع میں دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان کے ہاتھ میں نہیں ۔

"کونے کا پتھر" ہونے کا دعوےٰ

حالانکہ دعوےٰ تو اسی تقریر میں یوں موجود ہے کہ :

" ہم خدا تعالےٰ کے فضل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں اور کونے کا ایسا پتھر ہیں کہ جو ہم پر گرے وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا اور جس پر ہم گریں گے وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا"

اور آگے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ

" میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں وہ طاقت دی ہے کہ جو ہمیں اپنی باتیں سنانے آئے گا وہ بھی ہمارا شکار ہو جائے گا اور جسے ہم اپنی سنائیں گے وہ بھی ہمارا شکار ہوگا"۔ (الفضل ۱۷ر جنوری ۴۲ء)

"کونے کے پتھر" کو ہمارے دلائل کا خوف

باوجود دعوے کے اس کونے کے پتھر کو جب ہم نے یہ کہا کہ آپ ہمیں اپنے دلائل سنائیں تو بھی انکار اور جب ہم نے یہ کہا کہ آپ ہم سے ہمارے دلائل سنیں تو بھی انکار۔ جب وہ جانتے تھے کہ اگر وہ ہمیں اپنی باتیں سنائیں گے تو ہم ان کا شکار ہو جائیں گے تو پھر یہ شکار کیوں نہ انہوں نے کیا۔ اور پھر جب گھر بیٹھے انہیں شکار ملتا تھا اور ہم کہتے تھے کہ اپنے جلسہ میں ہمیں تقریر کرنے دو تو پھر بھی ڈر گئے ۔

قابل شرم طریق عمل

پہلے تو اور مختلف قسم کے بہانوں سے اسکو ٹالا اور پھر جلسہ میں پوچھنا شروع کیا کہ

" اگر آپ لوگ جلسہ کے موقعہ پر ان کی تقریر سننا چاہیں تو بتا دیں میں کل کا دن انہیں دے سکتا ہوں اور ابھی تار دیکر انہیں بلا لیتا ہوں" (")

کیوں نہ ہو محمد علی تو ان کا نوکر تھا کہ تار دیدی اور بلوا لیا، تین مہینہ سے میں کہہ رہا ہوں اس پر کئی قسم کے عذر تراشے گئے اور اب جلسہ میں اس طرح پوچھنے لگے جس پر مریدوں سے کہلوا دیا کہ "ہم اُن کی کوئی بات سُننا نہیں چاہتے" اور مرید کیا کہتے جب تین مہینے سے ان کا پیر یہ کہہ رہا تھا کہ میں قادیان کے جلسہ میں تمہیں کچھ بولنے کی اجازت نہیں دیتا پھر اس کو فخر سے لکھا ہے لیکن فی الواقعہ یہ شرم کی بات تھی کہ مریدوں نے یہ کہا کہ ہم ان کی بات ہی سننا نہیں چاہتے ۔ حق تو یہ تھا کہ اس وقت مریدوں کو سمجھاتے کہ یہ اہل حق کا شیوہ نہیں کہ وہ دوسرے کی بات نہ سنیں۔ اور پھر انہیں کہتے کہ "جو ہمیں اپنی باتیں سنانے آئیگا وہ بھی ہمارا شکار ہو جائے گا"!

یہ اس قوم کے حالات ہیں جن کی وجہ سے میں فی الواقعہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا وقت اور روپیہ ضائع ہو رہا ہے، دنیا حق کی پیاسی ہے اس کی پیاس بجھانے کا سامان کرنا بہت ضروری ہے - ایسا نہ ہو کہ ان روکوں کو دور کرنے میں ہی رہ جائیں اور اصل کام نہ ہو سکے۔

ثالثوں کا مسئلہ

میں نے ان کو یہ بھی کہا تھا کہ ثالث مقرر کر کے بحث کر لیں میرے ساتھ والے میرے مرید نہیں، آپکے ساتھ والے آپ کے مرید ہیں اسلئے میں نے کہا کہ چار آدمی آپ میرے ساتھیوں میں سے لے لیں اور چار میں آپ کے مریدوں میں سے منتخب کر لوں گا، انہوں نے جواب دیا کہ آپ میری جماعت میں سے منافقین کو چن لیں گے میں نے جواب دیا کہ جن کو آپ منافق قرار دیں گے ان کو میں چھوڑ دوں گا، اور دوسرے چن لوں گا، ان کو منافق کہیں گے تو اور چن لوں گا، اور اسی طرح چنتا جاؤں گا، جب تک آپ کا اطمینان نہ ہو جائے، ان آٹھ ثالثوں کی کثرت رائے کو دیکھ لیا جائے کہ کس کی طرف ہوتی ہے، اس سے کم از کم اتنا تو معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص نے فریق مقابل کو قائل کر لیا اس کے دلائل زیادہ وزنی اور پختہ ہیں، اس کا جواب نہیں دیتے، پھر میں نے ایک اور سیدھی بات کہی کہ چند سوال میں تجویز کر دیتا ہوں، چند آپ تجویز کر دیں اور ان سوالوں پر محدود تحریری بحث دونوں اخباروں میں ہو جائے ۔

جماعتِ قادیان کی ہتک کا سوال

اب اس جماعت کے ریزولیوشن آتے ہیں کہ تم نے جماعتِ قادیان کی ہتک کی ہے حالانکہ جب انہوں نے کہا کہ قادیان آکر میری جماعت کے سامنے تقریر کریں، میں نے کہا کہ آپ کی جماعت جمع ہوتی ہے جلسہ سالانہ پر، قادیان کے رہنے والے آپ کی جماعت نہیں کہلا سکتے ان میں سے بعض تو آپ کی ملازمتوں میں ہیں، کچھ ایسے ہیں جو اور ضروریات کی وجہ سے آپ کے دست نگر ہیں اسلئے ان کو میں کیا سناؤں اور آپ نے دعوت جماعت کے سامنے سنانے کی دی تھی، اس پر بڑا جوش اور ناراضی پیدا کی گئی کہ تم نے ہماری جماعت کو منافق کہا ہے حالانکہ منافقوں کا رونا تو خود میاں صاحب دن رات روتے ہیں میں نے ایک امر واقعہ کا اظہار کیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی اعتراض ہے حالانکہ حضرت صاحب کے زمانہ میں لوگ آپ کے لئے قربانیاں کر کے قادیان جاتے تھے اور دین کی خاطر وہاں رہتے تھے، اس وقت قادیان سے ان کا دین وابستہ تھا، آج قادیان سے ان کی دُنیا وابستہ ہے، میں ان کو بُرا نہیں کہتا بلکہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ انہوں نے پیری مریدی کا بدترین نظارہ دکھایا ہے ۔

میاں صاحب کی رائے اپنی جماعت کے متعلق

اور خود پیر صاحب اس جماعت کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں اُن کی اپنی عبارت سُن لیجئے :۔

" میں اپنی جماعت کی کمزوری پر زیادہ کلام نہیں کرتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی جماعت میں وہ بلوغت نہیں آئی جب کہ عقل پختہ ہوتی ہے ابھی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی عیب بیان کیا جائے تو قطع نظر اس سے کہ وہ کہاں تک ہے اور کس حد تک ہے لوگ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ جس میں یہ عیب پایا جاتا ہے اس سے زیادہ ذلیل چیز اور کوئی نہیں اور اسے جس قدر جلد ممکن ہو مٹا دینا چاہیئے اور اگر کوئی خوبی بیان کی جائے تو بجائے اس کے کہ غور کریں کہ وہ خوبی کتنی اہمیت رکھتی ہے کہنے لگ جائیں گے کہ اس سے زیادہ مفید اور اچھی چیز کوئی نہیں، اس وقت ہماری جماعت کے دوستوں کی مثال اس جھولے کی سی ہے، جو میلوں پر لگایا جاتا ہے جب اس کا ایک سر نیچے جاتا ہے تو دوسرا اوپر کو اٹھ جاتا ہے، ہماری جماعت کے لوگ وسطی مقام قبول کرنے کو کبھی تیار نہیں ہوتے اور بسا اوقات میں کسی چیز کے متعلق اپنی رائے اسلئے بیان نہیں کرتا کہ جماعت کی حالت ابھی بچوں کی سی ہے اگر کوئی نقص بیان کیا جائے

تو کہہ اٹھیں گے کہ یونہی مال برباد ہو رہا ہے اور اگر کوئی خوبی بیان کر دی تو کہیں گے بھلا کوئی عیب ہو سکتا ہے کوئی کالا داغ تک نہیں اور اسلئے کہ بعض کے لئے اس رنگ میں ٹھوکر کا موجب نہ ہو جاؤں بسا اوقات میں اپنی رائے کو مخفی رکھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر عقلمند خلیفہ جس نے ربانی ہونیکا مقام حاصل کیا ہو ایسی ہی احتیاط کریگا جب تک کہ جماعت میں بلوغت نہ آجائے اپنے ایسے خیالات کو اپنے تک ہی محدود رکھے گا اس جذبہ کے ماتحت میں بہت دفعہ اپنی رائے کو چھپا رکھتا ہوں" (الفضل ۹ رجون ۱۹۳۲ء)

اگر میں یہ لفظ کہہ دیتا

یہ تو پیر صاحب کی رائے ہے، اب اگر میں یہ لفظ کہہ دیتا کہ ان کی جماعت بیوقوفوں کی ہے تو دیکھئے کتنے ریزولیوشن آتے، مگر تعجب ہے کہ وہ خود اپنی جماعت کو بیوقوفوں کی جماعت کہہ رہے ہیں اور پھر خود انہی کے پیر و مرشد بھی بنتے ہیں، یہ رائے کس زمانہ کی ہے ۱۹۳۲ء کی اس وقت جب جماعت میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں ۱۸ سال کی ہو چکی تھی، مگر حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مسیح موعود کا زمانہ بھی شامل کیا جائے تو جماعت کی عمر ۴۲ سال ہو چکی تھی، اگر اس وقت تک بھی اس میں بلوغت نہیں آئی تو کب اسکی توقع رکھی جائے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ اب بھی میاں صاحب کے نزدیک جماعت کی خامیٔ عقل دور ہوئی ہے یا نہیں۔

اسلام کی بنیاد پر اثر

یہ تو ایک معذوری ہمارے گلے پڑی ہوئی ہے کہ ان لوگوں کے مقابل وقت اور روپیہ خرچ ہوتا ہے اگر اتنا ہی اختلاف ہوتا کہ وہ حضرت صاحب کو نبی کہتے ہیں اور ہم مجدد تو کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی، لیکن وہ اتنی بڑی بات کہتے ہیں جس کا اثر اسلام کی بنیاد پر پڑتا ہے، میں نے کئی مرتبہ سوال کیا لیکن میاں صاحب کبھی صاف جواب نہیں دیتے اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ کلمہ منسوخ ہو گیا، وہ کیوں سامنے آکر بات نہیں کرتے، ان کو ڈر ہے کہ ہم تو اس بات کو سب سے پہلے صاف کرائیں گے کہ آج کوئی شخص کلمہ پڑھکر مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر کہیں ہو سکتا ہے تو یہ عقیدہ غلط ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگر کہیں نہیں ہو سکتا تو اسلام کی بنیاد بدل گئی اور نیا دین بن گیا۔

مقابلۂ تفسیر کا کھیل

غرض جتنا انسان سمجھ سکتا تھا، جتنا سوچ سکتا تھا مختلف پیرایوں میں انکو سمجھایا لیکن وہ کسی بات کی طرف نہیں آتے اور اب یہ کھیل ہو رہا ہے کہ کون شخص اچھی تفسیر لکھ سکتا ہے۔ کس کی تفسیر کبیر ہے۔ کس میں نکات زیادہ ہیں۔ کونسی تفسیر ہے جس میں کوئی اچھے نکات نہیں کوئی اچھی بات نہیں، میں دیکھتا ہوں کہ اس جماعت کی ذہنیت ہی بدل گئی ہے انہوں نے اسکو کھیل بنایا ہوا ہے کہ مقابلہ کیا جائے کہ کس کی تفسیر اچھی ہے اور پھر اسکا فیصلہ کون کریگا واقعات کی طرف آئیں تو وہاں فیصلہ بھی آسان ہو جاتا ہے، دیکھنا یہ چاہیئے کہ قرآن کی خدمت کس نے زیادہ کی، اگر بالفرض ہم سے کوئی غلطی بھی ہو گئی ہو، اگر ہماری تفسیر میں اتنے نکات نہ ہوں جتنے میاں صاحب کی تفسیر میں ہیں تو بھی ایک چیز ہے جو دنیا میں پہنچ گئی۔ قرآن دنیا میں پہنچ گیا اور کئی زبانوں میں پہنچ گیا۔

اصل کام قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہے

تو ہمارا اصل کام تو تھا قرآن کو دنیا میں پہنچانا نہ یہ کہ آپس میں بیٹھکر نکات کا مقابلہ کرتے رہیں اور ایک کھیل میں لگ جائیں انکے مرید کہتے رہیں ہماری تفسیر میں نکات زیادہ ہیں اور ہماری جماعت کہتی رہے ہمارے نکات زیادہ ہیں خدا [illegible]

رفتار عالم

لنڈن ۔ ۵ رفروری جاپانیوں نے دعوی کیا ہے کہ انہوں نے برما کے شہر پان پر قبضہ کر لیا ہے لنڈن کے ذمہ دار حلقوں کا بیان ہے کہ یہ شہر دریائے سالوین کے پوربی کنارے پر ہے، اسلئے اگر یہ دعوے ٹھیک ہو تو بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں نے دریائے سالوین کو پار کر لیا ہے۔

لنڈن ۔ ۵ رفروری۔ جاپانی ہائی کمانڈ نے سارے بورنیو پر قبضہ کر لینے کا اعلان کیا ہے۔ مگر یہ اعلان ابھی قدرے قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی کئی خفیہ اڈوں کا جاپانیوں کو علم نہیں، جاپانیوں نے سلیبس کے تمام ہوائی اڈوں پر بھی قبضہ کر لینے کا دعوے کیا ہے (رئیوٹر)

ماسکو ۔ ۵ رفروری۔ مارشل تموشنکو کی فوجوں نے خارکوف کے محاذ کی پہلی لائن توڑ دی ہے۔ اور جرمن اب بھاگ رہے ہیں۔ وسطی محاذ پر ہمارے اتحادیوں کی سرگرمیاں جاری ہیں اور انہوں نے کئی آباد علاقے واپس لے لئے ہیں۔ اس محاذ پر ۱۸ ہزار جرمن ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ پچھلے دو روز کی فضائی لڑائیوں میں دشمن کے ۱۵ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔

کالینن کے محاذ پر صرف ایک مورچہ پر ایک روز میں پانچ آباد علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس لڑائی میں ۲۰۰۰ جرمن آفیسر ہلاک اور زخمی ہوئے۔ (رائٹر)

لنڈن ۔ ۵ رفروری۔ صبح اور شام کو نکلنے والے لنڈن کے اخباروں کے ڈپلومیٹک نامہ نگار مصر کے سیاسی ڈیڈلاک پر بحث کر رہے ہیں۔ قاہرہ سے آمدہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق وفد پارٹی کے لیڈر نحاس پاشا ہی مصر کی نئی وزارت بنائیں گے۔ اور یہ وزارت ان کی پارٹی کے ممبروں پر مشتمل ہو گی۔ کیونکہ شاہ مصر نے اب قطعی طور پر نحاس پاشا کو وزارت بنانے کی دعوت دیدی ہے۔ (رئیوٹر)

سنگاپور ۔ ۵ رفروری۔ اگرچہ سنگاپور کے محاصرہ کی نوعیت زیادہ سخت ہوتی چلی جارہی ہے اور جاپانی توپ خانہ کی یورش بدستور جاری ہے، مگر ابھی تک جاپانی سنگاپور کو گھیرے میں لینے میں کامیاب نہیں ہوئے اور وہ اس قابل نہیں کہ بڑا حملہ کر سکیں معلوم ہوا ہے کہ اتحادی توپچیوں نے دشمن کے ہراول دستوں پر شاندار گولہ باری کی خصوصاً دشمن کے مرکزوں اور دستوں پر شدید حملے کئے گئے دشمن کی جانب سے بھی برطانوی فارورڈ علاقوں میں حملے کئے گئے، مگر دشمن کے حملوں کا رُخ بالکل غلط تھا۔ اس کے علاوہ سنگاپور کی فضا میں برطانوی محافظ جہازوں کی پرواز اور کئی روز سے دشمن جہازوں کی غیر حاضری سے ہمارے فوجیوں اور سول آبادی میں یکساں طور پر اطمینان کا اظہار کیا جارہا ہے۔

قاہرہ ۔ ۶ رفروری۔ مصر کے نئے وزیر اعظم نحاس پاشا نے اعلان کیا ہے کہ پارلیمنٹ کو توڑ دیا جائے ہم ڈکٹیٹروں کی طرح حکومت نہیں کریں گے۔ نحاس پاشا نے لوگوں کو یقین دلایا کہ میں پوری وفاداری سے انگلینڈ اور مصر کے معاہدہ پر عمل کروں گا۔ اس میں دونوں ممالک کا مفاد ہے نحاس پاشا نے برطانوی سفیر سے یہ یقین حاصل کر لیا ہے کہ برطانیہ مصر کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے گا۔ (رئیوٹر)

لاہور ۔ ۶ رفروری۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج شام کو گورنمنٹ کی طرف سے شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا گیا ہے کہ کل سے دوکاندار اپنی دکانیں کھول دیں تو انہیں وہ رعائتیں مل جائیں گی۔ جن کا اعلان گورنمنٹ نے آج کے بیان میں کیا ہے۔ اگر دوکانداروں نے ہڑتال نہ کھولی تو انہیں آج کے سرکاری بیان میں مندرج رعائتیں نہیں دی جائیں گی۔

ہر منگوار کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ یکم صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۴۲ء | نمبر ۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

ہڑتال کے متعلق!

سوال۔ ذکر تھا کہ سیالکوٹ کے تجار نے بسبب محصول چنگی میں زیادتی کے دکانیں بند کردی تھیں اور چند روز کا نقصان اٹھا کر پھر خود بخود کھول دیں

جواب فرمایا۔ اس طرح کا طریق گورنمنٹ کی مخالفت میں برتنا انکی بیوقوفی تھی جس سے انکو خود ہی باز آنا پڑا محصول تو دراصل پبلک پر پڑتا ہے۔ آسمانی اسباب کے لحاظ کے سبب سے بھی جب کبھی قحط پڑتا ہے۔ تو تاجر لوگ نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ سو اس وقت کیوں وہ دکانیں بند نہیں کردیتے۔

(البدر ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

مہر کی تعداد

سوال۔ مہر کی تعداد کیا ہونی چاہیئے۔

جواب: مہر مرضی فریقین سے جو ہو۔ اس پر کوئی حرف نہیں آتا اور شرعی مہر سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ احادیث یا نصوص قرآنیہ نے اسکی کوئی حد مقرر کردی ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس وقت کے لوگوں کے مروجہ مہر سے ہوتی ہے ہمارے ملک میں یہ خرابی ہے۔ کہ محض نمود کیلئے اور اس غرض کیواسطے کہ مرد قابو میں رہے۔ لاکھ لاکھ کا مہر مقرر کردیتے ہیں۔ نیت نہ عورت اور انکی لینے کی ہوتی ہے اور نہ مرد کی دینے کی۔ محض نمائش کے لئے ایسا ہوتا ہے اور آخر اس سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

میرا مذہب یہ ہے کہ ایسے تنازعوں میں نیت کو دیکھ لیا جائے اور جب تک ثابت نہ ہو کہ رضا اور رغبت سے وہ اس قدر مہر پر آمادہ تھا تب تک مقررہ شدہ نہ دلایا جاوے اور اسکی حیثیت اور رسم رواج کو مدنظر رکھکر فیصلہ کیا جاوے۔ کیونکہ بدنیتی کی اتباع نہ شریعت کرتی ہے اور نہ قانون۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں مورخہ ۱۳ فروری ۴۲ء کو خطبہ جمعہ حضرت ممدوح نے ہی ارشاد فرمایا اس مذکورہ خطبہ جمعہ میں حضرت امیر قوم نے تبلیغی پروگرام کو کچھ اضافہ کے ساتھ اس سال بھی جماعت کے سامنے رکھا ہے جسے آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

—— جناب چوہدری فضل حق صاحب مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ان کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ ان کے کاروبار میں برکت دے۔ آمین۔

—— چوہدری عنایت اللہ خان صاحب بھیرہ جواب ہیڈ کنسٹیبل ہوگئے ہیں اس ترقی کی خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپے بطور نذرانہ انجمن کو دئیے ہیں اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔

—— جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں گرفتار ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دعا کی جائے۔

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا نہایت ضروری ارشاد

دوسری بات جو میں اپنے بزرگ اور دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے۔ اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کیجائے اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اسکی طرف سے غفلت کی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک جماعت کے سامنے ہے اگر اسکی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کیلئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہوسکتا ہے۔

جماعت کے تمام حلقے اپنی تبلیغی جدوجہد کو جاری رکھیں اور اپنی اس جدوجہد سے تبلیغ اسلام کے عالمگیر نصب العین کو تقویت پہنچائیں

تو کہہ اٹھیں گے کہ یونہی مال برباد ہو رہا ہے اور اگر کوئی خوبی بیان کردی تو کہیں گے بھلا کوئی عیب ہوسکتا ہے کوئی کالا داغ تک نہیں اور اسلئے کہ بعض کے لئے اس رنگ میں ٹھوکر کا موجب نہ ہو جاؤں بسا اوقات میں اپنی رائے کو مخفی رکھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر عقلمند خلیفہ جس نے ربانی ہونیکا مقام حاصل کیا ہو ایسی ہی احتیاط کریگا جب تک کہ جماعت میں بلوغت نہ آجائے اپنے ایسے خیالات کو اپنے تک ہی محدود رکھے گا اس جذبہ کے ماتحت میں بہت دفعہ اپنی رائے کو چھپائے رکھتا ہوں" (الفضل ۹ رجون ۱۹۳۲ء)

اگر میں یہ لفظ کہہ دیتا

یہ تو پیر صاحب کی رائے ہے، اب اگر میں لفظ کہہ دیتا کہ ان کی جماعت بیوقوفوں کی ہے تو دیکھئے کتنے ریزولیوشن آتے، مگر تعجب ہے کہ وہ خود اپنی جماعت کو بیوقوفوں کی جماعت کہہ رہے ہیں اور پھر خود انہی کے پیر و مرشد بھی بنتے ہیں، یہ رائے کس زمانہ کی ہے ۱۹۳۲ء کی اس وقت جب جماعت میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں ۱۸ سال کی ہو چکی تھی، مگر حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مسیح موعود کا زمانہ بھی شامل کیا جائے تو جماعت کی عمر ۴۲ سال ہو چکی تھی، اگر اس وقت تک بھی اس میں بلوغت نہیں آئی تو کب اسکی توقع رکھی جائے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ اب بھی میاں صاحب کے نزدیک جماعت کی خامیٔ عقل دور ہوئی ہے یا نہیں۔

اسلام کی بنیاد پر اثر

یہ تو ایک معذوری ہمارے گلے پڑی ہوئی ہے کہ ان لوگوں کے مقابل وقت اور روپیہ خرچ ہوتا ہے اگر اتنا ہی اختلاف ہوتا کہ وہ حضرت صاحب کو نبی کہتے ہیں اور ہم مجدد تو کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی، لیکن وہ اتنی بڑی بات کہتے ہیں جس کا اثر اسلام کی بنیاد پر پڑتا ہے، میں نے کئی مرتبہ سوال کیا لیکن میاں صاحب کبھی صاف جواب نہیں دیتے اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوسکتا تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ کلمہ منسوخ ہو گیا، وہ کیوں سامنے آکر بات نہیں کرتے، ان کو ڈر ہے کہ ہم تو اس بات کو سب سے پہلے صاف کرائیں گے کہ آج کوئی شخص کلمہ پڑھکر مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں، اگر کہیں ہوسکتا ہے تو یہ عقیدہ غلط ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر کہیں نہیں ہوسکتا تو اسلام کی بنیاد بدل گئی اور نیا دین بن گیا۔

مقابلہ تفسیر کا کھیل

غرض جتنا انسان سمجھ سکتا تھا، جتنا سوچ سکتا تھا مختلف پیرایوں میں انکو سمجھایا لیکن وہ کسی بات کی طرف نہیں آتے اور اب یہ کھیل ہو رہا ہے کہ کون شخص اچھی تفسیر لکھ سکتا ہے کس کی تفسیر کبیر ہے۔ کس میں نکات زیادہ ہیں۔ کونسی تفسیر ہے جس میں کوئی اچھے نکات نہیں کوئی اچھی بات نہیں، میں دیکھتا ہوں کہ اس جماعت کی ذہنیت ہی بدل گئی ہے انہوں نے اسکو کھیل بنایا ہوا ہے کہ مقابلہ کیا جائے کہ کس کی تفسیر اچھی ہے اور پھر اسکا فیصلہ کون کریگا واقعات کی طرف آئیں تو وہاں فیصلہ بھی آسان ہو جاتا ہے، دیکھنا یہ چاہیئے کہ قرآن کی خدمت کس نے زیادہ کی، اگر بالفرض ہم سے کوئی غلطی بھی ہو گئی ہو، اگر ہماری تفسیر میں اتنے نکات نہ ہوں جتنے میاں صاحب کی تفسیر میں ہیں تو بھی ایک چیز ہے جو دنیا میں پہنچ گئی۔ قرآن دنیا میں پہنچ گیا اور کئی زبانوں میں پہنچ گیا۔

اصل کام قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہے

تو ہمارا اصل کام تو تھا قرآن کو دنیا میں پہنچانا نہ یہ کہ آپس میں بیٹھکر نکات کا مقابلہ کرتے رہیں اور ایک کھیل میں لگ جائیں انکے مرید کہتے رہیں ہماری تفسیر میں نکات زیادہ ہیں اور ہماری جماعت کہتی رہے ہمارے نکات زیادہ ہیں خدا

رفتار عالم

لنڈن - ۵ رفروری جاپانیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے برما کے شہر پان پر قبضہ کر لیا ہے لنڈن کے ذمہ دار حلقوں کا بیان ہے کہ یہ شہر دریائے سالوین کے پوربی کنارے پر ہے، اسلئے اگر یہ دعوے ٹھیک ہو تو بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں نے دریائے سالوین کو پار کر لیا ہے۔

لنڈن - ۵ رفروری۔ جاپانی ہائی کمانڈ نے سارے بورنیو پر قبضہ کر لینے کا اعلان کیا ہے۔ مگر یہ اعلان ابھی قدرے قبل از وقت ہی کیونکہ ابھی کئی خفیہ اڈوں کا جاپانیوں کو علم نہیں۔ جاپانیوں نے سیلیبس کے تمام ہوائی اڈوں پر بھی قبضہ کر لینے کا دعوے کیا ہے (ریوٹر)

ماسکو - ۵ رفروری۔ مارشل تموشنکو کی فوجوں نے خارکوف کے محاذ کی پہلی لائن توڑ دی ہے۔ اور جرمن اب بھاگ رہے ہیں۔ وسطی محاذ پر ہمارے اتحادیوں کی سرگرمیاں جاری ہیں اور انہوں نے کئی آباد علاقے واپس لے لئے ہیں۔ اس محاذ پر ۱۸ ہزار جرمن ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ پچھلے دو روز کی فضائی لڑائیوں میں دشمن کے ۱۵ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔

کالینن کے محاذ پر صرف ایک مورچہ پر ایک روز میں پانچ آباد علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس لڑائی میں ۲۰۰ جرمن آفیسر ہلاک اور زخمی ہوئے۔ (ٹاس)

لنڈن - ۵ رفروری۔ صبح اور شام کو نکلنے والے لنڈن کے اخباروں کے ڈپلومیٹک نامہ نگار مصر کے سیاسی ڈیڈ لاک پر بحث کر رہے ہیں۔ قاہرہ سے آمدہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق وفد پارٹی کے لیڈر نحاس پاشا ہی مصر کی نئی وزارت بنائیں گے۔ اور یہ وزارت ان کی پارٹی کے ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ کیونکہ شاہ مصر نے قطعی طور پر نحاس پاشا کو وزارت بنانے کی دعوت دی ہے۔ (ریوٹر)

سنگاپور - ۵ رفروری۔ اگرچہ سنگاپور کے محاصرہ کی نوعیت زیادہ سخت ہوتی چلی جارہی ہے اور جاپانی توپخانہ کی یورش بدستور جاری ہے، مگر ابھی تک جاپانی سنگاپور کو گھیرے میں لینے میں کامیاب نہیں ہوئے اور وہ اس قابل نہیں کہ بڑا حملہ کر سکیں معلوم ہوا ہے کہ اتحادی توپچیوں نے دشمن کے ہراول دستوں پر شاندار گولہ باری کی خصوصاً دشمن کے مرکزوں اور دستوں پر شدید حملے کئے گئے دشمن کی جانب سے بھی برطانوی فارورڈ علاقوں میں حملے کئے گئے، مگر دشمن کے حملوں کا رُخ بالکل غلط تھا۔ اس کے علاوہ سنگاپور کی فضا میں برطانوی محافظ جہازوں کی پرواز اور کئی روز سے دشمن جہازوں کی غیر حاضری سے ہمارے فوجیوں اور سول آبادی میں یکساں طور پر اطمینان کا اظہار کیا جارہا ہے۔

قاہرہ - ۶ رفروری۔ مصر کے نئے وزیر اعظم نحاس پاشا نے اعلان کیا ہے کہ پارلیمنٹ کو توڑ دیا جائے ہم ڈکٹیٹروں کی طرح حکومت نہیں کریں گے۔ نحاس پاشا نے لوگوں کو یقین دلایا کہ میں پوری وفاداری سے انگلینڈ اور مصر کے معاہدہ پر عمل کروں گا۔ اس میں دونوں ممالک کا مفاد ہے نحاس پاشا نے برطانوی سفیر سے یہ یقین حاصل کر لیا ہے کہ برطانیہ مصر کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے گا۔ (ریوٹر)

لاہور - ۶ رفروری۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج شام کو گورنمنٹ کی طرف سے شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا گیا ہے کہ کل سے دوکاندار اپنی دکانیں کھول دیں تو انہیں وہ رعائتیں مل جائیں گی، جن کا اعلان گورنمنٹ نے آج کے بیان میں کیا ہے۔ اگر دوکانداروں نے ہڑتال نہ کھولی تو انہیں آج کے سرکاری بیان میں مندرج رعائتیں نہیں دی جائیں گی۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم کی خود نوشت مختصر سوانح حیات

میں نے بہت غور کی اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ اسی غور و فکر میں گذرا ہے اور اللہ علیم اسبات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانہ سے یہی شوق دامنگیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح اپنے مولا کریم کو راضی کروں۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب (خدا تعالےٰ ان پر اپنا بے حد فضل کرے) سے مجھے اللہ تعالےٰ نے ملا دیا۔ اور اس طرح پر مجھے دین کی طرف اور قرآن کریم معارف اور حقائق کی طرف توجہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ بعض اخلاق ردیہ کی اصلاح نہ ہوئی اور طبیعت معاصی کی طرف اس طرح جاتی جس طرح ایک سرکش جانور رسا تڑا کر بے اختیار دوڑتا ہے اور قابو سے نکل جاتا ہے اور میری روح میں وہ سیری اور لذت نہ ہوئی جس کا کہ میں جویاں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف میں نے حضرت مولانا صاحب کے منہ سے سنے اور بہت فیض اٹھایا۔ اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ پختہ مسلمان اور شیعہ بن گیا لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا بات تھی جس سے روح میں ایک بیقراری اور اضطراب محسوس ہوتا تھا اور سکون اور جمعیت خاطر کے لئے صوفی تڑپتے ہیں میسر نہ آتی تھی اور اس اثنا میں میں ایک بڑی ناسزا بات اور ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کی پرورش میں بڑا متوجہ تھا اور گویا بغل میں ایک بت اور لات کو رکھتا تھا اور دل میں سمجھتا تھا کہ یہ خدا کی رضا کی راہ ہے مگر خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں بھی نیت نیک تھی۔

سید احمد خاں صاحب کے خیالات، ابھی میں ۷ یا ۸ برس کی عمر کا سادہ لڑکا تھا کہ سید صاحب کے خیالات کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا یعنی تہذیب اخلاق جو سید کے خیالات اور معتقدات کا آئینہ تھا میں اسے شروع اشاعت سے پڑھنے لگا اور تیس برس کی عمر تک اس میں پھنسا رہا۔ سید صاحب کے قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا الا ماشاء اللہ جو میں نے نہ پڑھا ہو اس کی تفسیر کو بڑے عشق سے پڑھتا برابر بیس یا بائیس برس کا زمانہ تھوڑا نہیں ایک بڑی مدت ہے۔ اس عرصہ میں بھی میری روح کو طمانیت اور سکینت حاصل نہ ہوئی اور وہی اضطراب اور بیقراری دامنگیر رہتی، بلکہ بعض بعض اوقات میں اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ہلاک کرنیوالی بے چینی محسوس کرتا اور میں آخر اس نتیجہ پر پہنچتا کہ ہنوز اگر خدا تعالےٰ کو خوش کیا ہوتا اور واقعی خدا تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا کیا ہوتا، تو ضرور تھا کہ سکینت اور طمانیت کا سرد پانی میرے ابلتے ہوئے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتا۔ اس خیال سے تردد و تذبذب اور پریشانی اور بھی بڑھتی گئی۔

میرے مخدوم مولوی صاحب بھی سید صاحب کی تصانیف منگواتے اور صفات الٰہی کے مسئلہ میں ہمیشہ سید صاحب سے الگ رہتے اور میں ان کے ساتھ ہو کر بھی سید صاحب کی ہر بات کا پیچ کرتا اور کبھی مولوی صاحب مجھ سے الجھ بھی پڑتے مگر میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ میرے اس پن کے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ فتوحات ابن عربی اور امام غزالی کی احیاء العلوم کو میں نے کئی بار پڑھا اور خوب غور اور تدبر سے پڑھا، مگر میں سچ کہتا ہوں کہ وہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا ہی معاملہ رہا شاید میری روح ہی ایسی تھی کہ تسلی نہ پا سکتی تھی، یا وہ خیالات واقعی طمانیت کا موجب نہ تھے مگر اب کہوں گا کہ وہ خیالات ہی یقیناً یقیناً تسلی بخش راہ نہ دکھا سکتے تھے۔

بہرحال میں اس کو گناہ نہ سمجھتا تھا۔ دل بیقرار رہتا اور ایک دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں نے کئی بار رویا میں دیکھا بڑے جلتے ہوئے شعلے مارتی ہوئی آگ کے بھٹوں میں اور کوندتی ہوئی بجلیوں میں ڈالا گیا ہوں اور پھر کئی بار بصیرت کی آنکھ سے دیکھا کہ بہشت میں ڈالا گیا ہوں مگر میں وجوہات اور اسباب کو نہ سمجھتا تھا۔ اسی بیقراری اور اضطراب میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ گذر گیا، یہاں تک کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے طفیل سے امام زمان نور رسل اور خلیفۃ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب کو تو بہت پہلے پیشتر براہین احمدیہ کے اشتہار کے ایک پرچہ نے اس ذرہ کا پتہ دے دیا تھا اور اس وقت ہمارے آقا و امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

حضرت مولانا کی روحانی کشمکش اور حضرت امام عصر حاضر کا فیضان

والسلام ابھی گوشہ گزین تھے اور کاروبار دنیا میں ہنوز قدم نہ رکھا تھا۔

غرض مولوی صاحب نے مجھے **امام الزمان** کے متعلق فرمایا چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت اور ان پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن تھا میں نے مان لیا مگر وہ بصیرت اور معرفت نصیب نہ ہوئی۔

مارچ ۱۸۸۸ء کا ذکر ہے کہ حضرت **امام** نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے ان دنوں میں بیعت کرنے کا اوّل فخر مولوی صاحب کو ہوا مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا۔ مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کر لی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح میں ایک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی میں نے اس دوا کو جس کا میں ایک عرصہ دراز سے جویاں تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۰ء میں مسیح موعود کے دعوےٰ کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالہ اوہام تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں کاپیاں پڑھنی پروف دیکھنے خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہو سکتا جس طرح بن پڑے آ جائیں۔ ادھر سے مولوی نور الدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے اچھا جلدی جاؤ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔ وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہنچا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کر دوں گا۔

مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقع اتنی دراز صحبت کا ملا میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کر دیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں بس پھر کیا تھا تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوتے یہ سب خیالات جاتے رہے اور نہ پھر واپس اور نہ استعفیٰ، خدا تعالےٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا اس وقت سے لے کر ۱۸۹۳ء تک مجھ کو چھ چھ مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ انشاء اللہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً بکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جن کو سید احمد خاں کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی شئے نہ تھی وہ ایک فلسفیانہ اور مرتدانہ اور متوہمانہ خوابہائے پریشان کا مجموعہ ایمان یا جذبہ تھا ایک وقت میں ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دور ڈالنے والی راہ تھی میں راستی سے کہتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدس سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف ان کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔ پھر آپ کی زندگی اور تعلیم و عمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی وہ اسی طرح ہے۔ **قیوم، متکلم** اور متصرف خدا ہے۔ ان باتوں کو جب سنا نہیں نہیں دیکھا تو جیسے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کے آنے سے ہر ایک چیز قرینہ سے رکھی ہوئی نظر آتی ہے میں نے اپنے اندر ایک روشنی دیکھی اور معرفت کا نور اور بصیرت کا چراغ میرے سینہ میں نظر آنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ سید احمد خاں کے خیالات میرے دل سے نہ نکل سکیں گے لیکن آخر خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ان کو ایسا نکالا کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں **والحمد للہ علیٰ ذالک**

اور اب میں خدا تعالےٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، کہ محض **امام الزمان** کی صحبت کے طفیل سے ان خیالات سے مجھے اس سے کہیں زیادہ نفرت اور بیزاری ہے جیسے مردار کھانے سے اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ شہادت اپنی تبدیلی کی محض اس لئے پیش کی ہے کہ تا کسی سوچنے والے دل اور غور کرنے والی طبیعت کو ہدایت اور نور کی طرف رہبری کر سکے اور یہ بتلایا جاوے کہ کفر اور شرک سے شدید بغض اور نفرت جو ایمانی غیرت کا تقاضا اور نور اور توحید کی محبت ہے اس ایک ہاں اسی ایک انسان کے پاک انفاس کا نتیجہ ہے۔ میں اللہ کے لئے یقین دلاتا ہوں کہ کفر اور لوازم کفر سے بغض رکھنا اور اسے دل میں مردار اور سور سمجھنا یہ ہر ایک انسان کا خاصہ اور ہر ایک کا دل گردہ نہیں۔ (باقی دارد) (اخبار الحکم ۱۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء)

پیغامِ صلح

جلد نمبر ۳۰ | یوم شنبہ یکم صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۴۲ء | نمبر ۸

ناکام تحریکیں

مسلمانوں کے معائب اور امراض کا علاج صرف تحریک احمدیت میں ہے

معاصر صدق لکھنو مؤرخہ ۹ رفروری ۱۹۴۲ء میں ایک مراسلہ نگار "جماعت المسلمین" کے عنوان سے رقمطراز ہے :-

جس جگہ مسلمان ہوں اور امارت اسلامی نہ ہو یا خلافت کے کی صورت میں مسلمانوں پر اقامت امارت یا خلافت فرض ہو جاتی ہے فرض کفایہ۔ امارت شرعی۔ اقامت جماعت۔ اقامت خلافت کی شرعی و فقہیانہ حیثیت یہی ہے۔

اس سلسلہ میں گذشتہ پچاس برسوں میں جو جو کوششیں ہوئی ہیں اور خالص اسلامی بنیادوں پر ہوئی ہیں۔ ان میں پہلی سعی دہلی میں جماعت اہلحدیث کی طرف سے ہوئی ایک جماعت قائم ہوئی۔ اس کے پہلے امیر مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم ہوئے (یہ جماعت اس وقت غربائے اہل حدیث دہلی کے نام سے مشہور رہے) مگر آگے چل کر جماعت میں کچھ تفرقہ ہوا تو پنجاب میں خود جماعت اہل حدیث کے ایک مشتی بزرگ کو بعض لوگوں نے کھڑا کیا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ جماعت بھی موجود ہے مگر یہ دونوں جماعتیں صرف مندرجہ صدر فقہیانہ فرض کفایہ کے ماتحت برسرِ کار آئیں۔ اور ان میں جدید سیاست سے تاثر کو زیادہ دخل نہیں۔ اس کے بعد ہماری اقامت امارت کی حس جدید سیاست سے متاثر ہوئی اور اس تاثر کا پہلا نتیجہ ایک بزرگ مولانا آزاد سبحانی گورکھپوری کی "دعوت ربانی" کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دعوت بھی چند افراد کی شکل زندہ ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالجبار صاحب الخیری یورپ سے واپس وارد ہندوستان ہوتے ہیں۔ خلافت ختم ہو چکی تھی یہ اس سانحہ سے بہت متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ صریح خلافت الٰہی "نصب العین" کے ماتحت اُن نے ایک جماعت کا اعلان کیا۔ اس کے لئے علیگڈھ اور دہلی میں کچھ حرکت بھی ہوتی رہی غالباً علیگڈھ کے بعض طلباء اس بیعت میں داخل ہوئے۔ اور یہ چل ہی رہی تھی کہ مودودی صاحب قریباً مطلق اس تصور کے ماتحت انفس و افکار کے ماتحت بالکل اسی شکل میں ایک جدید جماعت کو اس طرح سے کر آگے بڑھے کہ گویا اُن نے اس قسم کی کسی جماعت سازی کا کہیں بھولے ہوئے بھی تذکرہ نہیں سُنا تھا۔ اور ان کے حرف حرف سے یہ سعی اخفاء و استشناد اور ادعائے تسبیس و تجدد ظاہر ہو رہا تھا"

معاصر صدق اپنے اس شذرہ جس سے ہم نے یہ اقتباس نقل کیا ہے "ایمان" کے حوالہ سے رقمطراز ہے :-

"جس مسلمان کو دس بیس روپے ایک پمفلٹ چھاپنے کیلئے مل جاتے ہیں وہی ایک نئی تحریک کا بانی بن جاتا ہے ایک کہتا ہے نماز سب کچھ ہے دوسرا کہتا ہے جہاد سب کچھ ہے، تیسرا کہتا ہے کہ تنظیم سب کچھ ہے حالانکہ نجات نہ صرف نماز میں ہے نہ صرف جہاد میں ہے نہ صرف تنظیم میں ہے بلکہ پورے اسلام میں ہے، ہمارے دوستوں کو غور کرنا چاہیئے کہ نماز الگ زکوٰۃ الگ کلمہ شہادت الگ اور جہاد کا الگ پروگرام شروع کرنا اچھا ہے یا پورے اسلام کا پروگرام جس میں یہ سب چیزیں شامل ہیں"

امر واقعہ یہ ہے کہ جب سے مسلمان زوال پذیر ہوئے ہیں اس وقت سے مسلمانوں کو زندہ کرنے کے لئے اسلامی دنیا میں مختلف کوششیں کی گئی ہیں اور متعدد تحریکات مسلمانوں کے مردہ قالب میں زندگی پیدا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئی ہیں لیکن ان میں سے کوئی تحریک بھی زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکی کیونکہ وہ زوال کا حقیقی سبب نہیں معلوم کر سکیں اور نہ ان کوائف کا تجزیہ کر سکیں ہیں جن کی وجہ سے یہ زوال واقعہ ہوا ہم نے ۱۹۳۸ء میں ایک مقالہ "مسلمانوں کے زوال کا سبب" کے عنوان سے پیغام صلح میں کئی اقساط میں شائع کیا تھا اس میں ہم نے شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا تھا کہ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب ریاست اور سیادت کا زوال نہیں، عسکریت ثقافت اور علوم و فنون کا زوال نہیں بلکہ عقیدہ اور ایمان کا زوال ہے ہمارے اس مقالہ کے بعد اخی المکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی نے بھی اپنے ٹریکٹ موسومہ ... میں اسی پر روشنی ڈالی تھی۔

مندرجہ بالا اقتباس میں پچاس سال کی ان تحریکات کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے جماعتی رنگ میں مسلمانوں میں زندگی اور جوش عمل پیدا کرنے کی کوشش کی ان چند ایک مقامی تحریکات کے ڈانڈے بھی اس زوال اور احساس زوال سے ملے ہوئے ہیں جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے کیونکہ ان کے اندر مسلمانوں کے مجموعی امراض اور مصائب کا علاج موجود نہ تھا اسلئے یہ کام نہ ہو سکا اور آج مودودی صاحب کی تحریک بھی انہیں مردہ تحریکات کی صدائے بازگشت ہے، یہ تحریک بھی اپنی پیش رو تحریکوں کی طرح چند دنوں میں مضمحل ہو جائے گی کیونکہ اس کے اندر وہ نوش دارو موجود نہیں جس سے مسلمانوں کے مرض کا علاج ہو سکے ان تحریکات کا متعاقب و توام طور پر منصۂ شہود پر آنا ثابت کرتا ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کے عقب میں ایک زبردست بے چینی اور اضطراب موجود ہے اور ایک ایسا اختلال پیدا ہو چکا ہے جسے فطرت دور کرنا چاہتی ہے اور ساری امت ایک ایسی تحریک کی طرف کھنچنے کے لئے بیقرار ہے جو اسکے تمام امراض کا علاج کر سکے اور زوال کے حقیقی سبب کو معلوم کر کے اسے دور کر سکے وہ زبردست احیائی تحریک آج سے پچاس برس پہلے تحریک احمدیت کے نام سے معرض وجود میں آ چکی ہے اور آج بھی اسی شان سے سرگرم عمل ہے جس شان سے وہ پہلے تھی چنانچہ چند دن ہوئے مدیر صدق نے اس تحریک کے جوش عمل کے متعلق فرمایا تھا۔

" اس مختصر سی جماعت کا جوش عمل تو بہرحال اپنے اندر ایک سبق اور بصیرت رکھتا ہے"

مسلمانوں کو ابھی اس تحریک کی اسلامی اور روحانی شان کا احساس نہیں ہوا اسلئے وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، دوسرے اس تحریک کے اندر بھی بعض ایسی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں جو اس احساس شعور کے راستہ میں سنگ راہ ہیں تیسرے یہ تحریک اتنی زبردست سیاسی، معاشی اور عمرانی الجھنوں کے درمیان اٹھی ہے کہ اس کی حقیقی شان کا احساس جلد نہیں ہو سکتا بہرحال یہ تحریک بہت جلد ان تمام الجھنوں کو صاف کر کے مسلمانوں کی اکثریت کو اپنے اندر جذب کر لیگی کیونکہ اس تحریک کے بطن میں روحانی تحرک موجود ہے جو اقوام کی تقدیر کا رُخ بدل دیا کرتا ہے بلیغ نظر رکھنے والے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ حالات کا جائزہ لیں اور جلد ابھرنیوالی اور پھر مٹ جانیوالی تحریکات کا اندازہ کریں اور ان کے بالمقابل تحریک احمدیت کی روحانی قوت اور جوش عمل کو ملاحظہ کریں اس کے بعد یقیناً وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ مسلمانوں کی امراض کا علاج ان دس روپے کے پمفلٹ چھاپنے والی تحریکات میں نہیں ہے بلکہ اس الٰہی تحریک میں ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت وجود میں آئی ہے اور ایک جوش اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی حقیقی کمزوریوں اور خامیوں کی طرف توجہ دلا رہی ہے اور ان کے سامنے کامیابی کا ایک مثبت پروگرام رکھتی ہے آج جس پر عمل پیرا ہونے میں ہی مسلمانوں کی فلاح پوشیدہ ہے خواہ وہ جلد اس تحریک کی طرف توجہ کریں یا دیر سے بہرحال ان کا علاج اس سلسلہ حقہ میں عمومیت سے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو تحریک احمدیت کے مقام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان تک اس تحریک کے احیائی پیغام کو پہنچانے کی ہمت دے۔ آمین۔ ثم آمین ؛

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ریزولیوشن

مکرمی ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

ذیل کا ریزولیوشن ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے اجلاس منعقدہ ۸ فروری ۱۹۴۲ء میں بالاتفاق رائے پاس ہوا۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا یہ اجلاس نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ ہمارے ایک قابل اور پرامن دوست مسٹر محمد طفیل منعم ایم اے کو احمدیہ ہوسٹل لاہور سے بغیر وجہ بتائے خارج کر دیا گیا۔ اور کوئی تحریری نوٹس اس بات کا نہیں دیا گیا بلکہ اخراج کے وقت انہیں تلقین کی گئی کہ کسی سے یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ مجھے نکالا گیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ میں نے خود ہوسٹل کو چھوڑ دیا ہے۔

اس رویہ پر جو ایک ایسے ادارہ کی طرف سے عمل میں آیا ہے جس کا تعلق ایک احمدی کہلانے والی مذہبی جماعت کے ساتھ ہے جسقدر افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے کیا یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ ہوسٹل کے ارباب اقتدار نے اس ناواجب طریق عمل سے اپنی جماعت کی ذہنی کیفیت کو نمایاں کیا ہے جس کے خلاف ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا یہ اجلاس اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے ؛

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ ایم بی بی ایس سیکرٹری
صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

ضرورتِ مجدد

قرآن مجید سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" فطال علیہم الامد فقست قلوبہم و کثیر منہم فسقون ○ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون

ترجمہ:۔ جب ایک لمبی مدت گذر جاتی ہے تو دلوں میں سختی آجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو کہ بیشک اللہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد پھر زندہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ اپنی آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ الخ"۔ انسان فطرتاً خودسر واقع ہوا ہے۔ اسکے دماغ کی بناوٹ ہی اس قسم کی ہے کہ یہ ہر چیز کو اپنی طبع کے موافق کرنے کے ذرائع سوچتا رہتا ہے اور جب وہ چیز اسکے آرام اور آسائش میں دخل انداز ہوتی ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ آخر یہ کیوں سُنت اللہ ہے کہ وہ اس زمین پر ایک پیغامبر بھیجتا ہے جب وہ آتا ہے تو وہ ایسی باتیں لوگوں کو کہتا ہے جو کہ ان کی طبع کے خلاف ہوتی ہیں یعنی انسان اپنی ان خراب اور خستہ حالت عادتوں کی جو کہ انکی فطرت ثانی بنی ہوئی ہوتی ہیں اصلاح برداشت نہیں کرتا۔ اور تب وہ اس خدائی پہاڑ کے آگے جم جانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا۔ قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے آسے سرتسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اب وہی انسان جو پہلے کبر و نخوت کے پتلے ہوتے ہیں۔ عجز و پرہیزگاری کے نمونے بن جاتے ہیں

لیکن جب وہ پیغامبر گذر جاتا ہے اور ایک لمبی مدت اسے گذرے ہوئے ہو جاتی ہے تو پھر انسان شیطانی وسوسوں کے آگے جھکتا ہے۔ اس کی روحانی طاقتیں روبہ تنزل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایک بار خودسر۔ نخوت اور کبر کی مجسم تصویریں بن جاتا ہے۔ جب کچھ عرصہ اسی طرح گذرتا ہے تو پھر خداوند تعالےٰ اپنی سنت کے مطابق ایک انسان بھیجتا ہے جو کہ انہیں ان کا پرانا عہد وفاداری یاد کراتا ہے۔ اور پھر واپس بلاتا ہے۔ دونوں طرف معاملہ کا مرکز ایک ہی ہوتا ہے۔ جب وہ انہیں ان کا عہد یاد دلاتا ہے جو کہ وہ اس اللہ سے باندھے ہوئے تھے تو انہیں شرم آتی ہے کہ وہ کیوں نافرمانبردار ہوئے۔ لیکن یہ ثابت کرنے کے لئے کہ انہیں تو وہ عہد یاد ہے ان کی خودسری کا جذبہ پھر عود کر آتا ہے اور وہ بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کریں اس اصلاح کرنیوالے کو جھوٹا اور قابل اصلاح قرار دیتے ہیں۔ اور الٹے اس کے سر پر سوار ہوتے ہیں لیکن جب دلائل کے سامنے چارہ کار نہیں رہتا تو چند سعید روحیں جو کہ اپنے اندر خرابیاں دیکھتی ہیں اور پھر اس خدا کے فرستادہ کو دیکھتی ہیں تو مجبوراً انہیں اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں۔ اور پھر وہ روحانیت کے مقامات بلند پر تصرف جما لیتی ہیں اسکو قرآنی اصطلاح میں یحی الارض بعد موتہا قرار دیا گیا ہے۔ جب پھر وہ پیغامبر چلا جاتا ہے تو وہی حالت بعد کے زمانے کی ہوتی ہے اور پھر ویسا سلسلہ چلتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دنیا میں خداوند تعالےٰ کی طرف سے نبی بھیجے گئے اور ملک خدا کی اصلاح کا ذریعہ یہی رہے۔ آنحضرت کے بعد نبوت کے دروازے بند ہوگئے لیکن قرآن نے جو قانون فطال علیہم الامد فقست قلوبہم کا باندھا ہے یہ جاری رہا تو اس کے متعلق صحاح ستہ کی معتبر کتاب ابوداؤد میں یہ حدیث صحیح وارد ہے" ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا " ذکر ہے یعنی بیشک اللہ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پہ ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہیگا۔ اور جب مجدد الف ثانی رحمہ نے دعویٰ مجددیت کیا تو لکھا " صاحب این علوم و معارف مجدد این الف است ۔۔۔ و بدانند بر سر ہر مائۃ مجدد گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر (مکتوبات) یہ ایک ہی مجدد صرف دنیا میں نہیں ہوئے بلکہ آنحضرت صلعم کے بعد متواتر تیرہ صدیوں کے مجدد ہوئے ہیں۔ اور چودھویں صدی میں مجدد صد چہاردہم حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہوئے ہیں یہی وہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالےٰ یحی الارض بعد موتہا میں بیان فرماتا ہے

اس سے مراد میری یہ ہے کہ اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ نبوت ختم ہے مجددین کا سلسلہ جنہیں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف بخشا جاتا ہے جاری ہے۔ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبوت پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات "یعنی نبوت باقی نہیں رہی مگر مکالمہ مخاطبہ باقی ہے۔ اس سے نبوت مراد لینا غلطی ہے۔ فرض محال کوئی کہے کہ اس آدمی کے جسم پر کچھ باقی نہیں مگر لنگوٹی ہے تو اس سے یہ مراد تو نہیں ہو سکتی کہ وہ تمام ملبوس ہے۔ کیا لنگوٹی تمام جسم کو ڈھانپ سکتی ہے؟ تو اب مجددین کا سلسلہ جاری ہے جو کہ ابد تک قائم رہے گا۔ مجدد عصر حاضر فرماتے ہیں" نبوت جو تامہ کاملہ ہے اور سب کمالات وحی کو اپنے اندر جمع رکھتی ہے تو ہم اس کے

ہماری تبلیغی ڈاک

اعلانِ بیعت کا مکتوب

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عرض یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے تحقیق کر رہا تھا کہ اسلام کا کونسا فرقہ ایسا ہے جو عقائد اور اسلامی خدمات کے لحاظ سے باقی تمام فرقوں پر فوقیت رکھتا ہو تاکہ اس میں شامل ہو کر کچھ خدمت اسلام کرنے کا موقعہ ملے۔ اس غرض سے میں نے اسلامی فرقوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور دو تین سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لٹریچر اور اخبارات کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اب میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہی باقی تمام فرقوں سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ کیونکہ اس کے عقائد بہت بلند ہیں خاص طور پر مجھے یہ عقیدہ بہت پسند آیا کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہے۔ دیگر اشاعت اسلام جو ہر مسلمان کا فرض اولین ہونا چاہیئے اس جماعت کی خصوصیت اور نصب العین ہے۔ اس واسطے میں جناب کے دست مبارک پر بیعت کرکے اس سلسلہ میں شامل ہوتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ انشاءاللہ دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھوں گا اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ جناب دعا فرمائیں کہ اللہ میاں مجھے ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سلسلہ میں میں جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کا نہایت مشکور و ممنون ہوں جن کی صحبت سے میرے بہت شکوک دور ہوئے۔

فقط والسلام

خاکسار۔ شیخ محمد بخش۔ جگال۔

۲۔ جی ایم راٹھور صاحب کشمیر سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے کسی شخص سے لیکر مرزا معصوم بیگ صاحب (حنفیہ) کی کتاب The Prophecies of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani پڑھی جس کے مطالعہ سے میں بہت متاثر ہوا اور شوق پیدا ہوا کہ جناب کی چند ایک اور کتب مطالعہ کروں میری خوش قسمتی ہے کتاب کے آخر ورق پر چند کتابوں کے نام درج کئے ہوئے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ مفت روانہ کی جائیں گی اس نے میرے دل کی مسرت کو دوگنا بنا دیا جناب سے امید کرتا ہوں کہ آپ مندرجہ ذیل کتب بندہ کو بھجوادیں گے۔"

(۳) صوبہ سرحد سے گل محمد خاں صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا ایک قادیانی دوست ہر وقت مجھ سے مباحثہ کرتا ہے میں نے آپکی چند ایک کتب اپنے ساتھ رکھی ہوئی ہیں اور انہی کتب اور لٹریچر کے ذریعہ اس سے گفتگو کرتا ہوں جلسہ پر آپ کا ایک ٹریکٹ "بعثت مجددین" جو کہ سید اختر حسین شاہ صاحب کی تصنیف ہے ایک دوست کے ذریعہ منگایا تھا جس نے بہت فائدہ دیا اس کے حوالوں سے اب گفتگو کرتا ہوں مہربانی فرما کر اپنے اور ٹریکٹ جو قادیانی شکن ہوں ارسال فرمائیں خداوند کریم آپ کو اس کا اجر بخشے گا۔ مجھے احباب سے معلوم ہوا ہے کہ جس قدر قادیانی خلافت کا علاج آپنے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی اس تحریک کو جو کہ محض اسلام کے فائدہ کے لئے ہے اللہ تعالےٰ تا ابد قائم رکھے، آمین"

۴۔ اللہ بخش صاحب ضلع مظفر گڑھ سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں التماس ہے۔ کہ جناب کا چھوٹا سا رسالہ جس میں درج ہے (ہمارے عقائد اور ہمارا کام) اس کے دوسرے صفحہ پر (۱۱) رسالے درج ہیں۔ اور آپ کی طرف سے یہ ریویو ہے۔ کہ ایک کارڈ آنے پر مفت بھیجے جاویں گے۔ اسلئے عرض ہے کہ وہی ۱۱ عدد رسالے۔ بذریعہ ڈاک عنایت فرما دیں تاکہ ان کو پڑھ کر ان سے کچھ فیض حاصل کیا جائے۔ میرا لڑکا احمدی جماعت میں داخل ہے میں پہلے اپنے لڑکے کو گالیاں نکالتا تھا۔ مگر کتابیں دیکھتے دیکھتے یہ یقین بلکہ حق الیقین تک نوبت آئی کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام ضرور مجدد اس صدی کے ہیں۔ میں نے بسر و چشم مان لیا ہے جس قدر یا وہ گوئی مجھ سے پہلے ہوتی رہی ہے۔ میں اس کی بابت معافی مانگتا ہوں۔ فی سبیل اللہ معاف فرمائیں گے۔ اور میرے واسطے دعائے خیر فرما دیں۔ کہ مجھے بیماری نقرس نے گھیرا ہوا ہے عرصہ ۱۲ سال ہے۔ عمر میری اس وقت ۶۸ سال کی ہے۔ قرضہ بھی سر پر بہت ہے دعا نجات قرضہ کا بھی خواہاں ہوں"۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

لائل پور میں تبلیغی جدوجہد

تبلیغی دوروں کے دلچسپ حالات

{از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری}

۱۱ر جنوری کو جماعت کے مخلص دوست چودھری فضل داد صاحب کیمپ کلرک کے برادر خورد چودھری اللہ داد صاحب کی شادی تھی۔ برات گجرات سے چک ۱۸ ضلع سرگودھا آنی تھی۔ مجھے بھی دعوت تھی۔ ۱۰ر جنوری عصر کے وقت میں بھی چک ۱۸ میں پہنچ گیا رات ۹ بجے کے قریب برات بھی پہنچ گئی۔ برات میں گجرات کے چند وکلا اور گجرات کالج کے چند پروفیسر صاحبان کے علاوہ سرگودھا کے متعدد معززین اور افسران بھی شریک تھے۔ اور یوں چک نمبر ۱۸ میں ایک اچھا خاصا تعلیم یافتہ طبقہ جمع ہو گیا۔

۱۱ر جنوری صبح چائے سے فراغت پر نکاح ہوا۔ اور اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ میرا لیکچر ہوا۔ نکاح کی غرض۔ دیگر مذاہب اور اسلامی نکاح میں فرق اور اسلامی نکاح کی فضیلت، بدھ مذہب، یہودیت عیسائیت۔ ہندو مذہب اور اسلام میں عورت کی حیثیت پر ایک سیر کن بحث کی گئی۔ لیکچر کے بعد بہت سے معززین نے فرمایا کہ ہم نے بہت سے نکاح کے خطبے سنے مگر آج ہماری معلومات میں ایک نمایاں اضافہ ہوا۔ اور ہم بے حد محظوظ ہوئے۔

عصر کی نماز کے بعد ایک مجلس قائم کی گئی۔ احمدیت پر ایک معترض پٹواری صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا گیا جس کا تمام مجلس پر بہت اچھا اثر ہوا۔ یہ مجلس بھی قریباً ڈیڑھ گھنٹہ قائم رہی۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک معاند سلسلہ سے گفتگو ہوئی آپ کا دماغی توازن قائم نہیں تھا اور واہی تباہی بکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہم سے رخصت ہو کر اپنی قیامگاہ پر پہنچے تو انہیں مراق کا دورہ ہوا اللہ کریم ان پر رحم کرے۔

عشاء کی نماز کے بعد گجرات کالج کے پروفیسر صاحبان سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام۔ دعوئے نبوت کے الزام۔ احمدیت اور قادیانیت میں فرق پر رات ۱۱ بجے تک گفتگو ہوتی رہی اور یوں یہ دلچسپ دن ختم ہو گیا۔

۱۲ر جنوری صبح تمام مہمان رخصت ہو گئے اخویم چودھری فضل داد صاحب اور ان کے برادران نے انتظام خوب اعلیٰ کر رکھا تھا مقامی احمدی جماعت کے اخویم چودھری محمد حسین صاحب نمبردار اور ان کے رفقا نے مہمانوں کی خاطر تواضع اور آسائش میں پورا پورا حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۱۶ر جنوری جمعہ تھا۔ اخویم شیخ میاں عزیز احمد صاحب مالک کاٹن ملز ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف سے دعوت تھی کہ وہاں پہنچ کر جمعہ کا خطبہ پڑھوں۔ میں لائل پور سے ۱۶ر جنوری صبح ۹ بجے ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچ گیا۔ کارخانہ کی مسجد میں نماز جمعہ کیلئے اجتماع ہوا۔ اسلام اور دیگر مذاہب کی عبادات کو متقابلتاً پیش کر کے اسلامی عبادات کی شان کو سامنے لایا گیا اور حاضرین کو عبادت میں رغبت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ فیصلہ ہوا کہ سردی کا زور ختم ہونے پر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پبلک جلسہ کا انتظام کیا جائے۔

واپسی پر گوجرہ کے سٹیشن سے ایک کانگریسی ہندو لیڈر سوار ہوئے آپ ابھی ابھی جیل سے رہا ہو کر تشریف لائے ہیں۔ گاڑی کی حرکت پر آپ نے تقریر شروع کر دی کمرہ میں بہت سے سکھ اور ہندو معززین تھے مسلمان صرف ایک تھا۔ سب حضرات ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔ آپ نے مسٹر جناح، پاکستان کا نظریہ، مسلمانوں کے اللہ اللہ کرنے پر پہلو بچا بچا کر تنقید کی گاڑی کے گارڈ صاحب بھی اس دلچسپ مجلس میں شریک ہو گئے اور ہر سٹیشن پر اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر ہمارے کمرہ میں آ بیٹھے۔ کانگرسی لیڈر نے بڑھتے بڑھتے یہاں تک فرمایا کہ جس طرح آجکل سیاسی لیڈر اپنی ہوشیاری سے پبلک کو بیوقوف بناتے ہیں اسی طرح رشیوں منیوں، نبیوں، رسولوں نے چند مذہبی اصول گھڑ کر اپنا کام چلایا۔ یہ مذہبی اصول انہیں ہرگز خدا کی طرف سے نہیں دیئے گئے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہر مذہب کے اصول مختلف ہیں۔ اس مقام پر میں نے دخل دیتے ہوئے کہا کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں ان کی ہر بات کو توڑ کر دکھاؤں۔ لیڈر صاحب تو پھیکے سے مسکرائے مگر باقی سب حضرات کے چہرے شگفتہ ہو گئے اور سب نے کہا ہم آپ کے خیالات کو بڑی خوشی سے سنیں گے۔ میں نے لیڈر صاحب سے معافی مانگتے ہوئے شروع کیا کہ ہمیں گاندھی جی اور مسٹر جناح کی نیت پر کوئی حملہ نہیں کرنا چاہیئے یہ دونوں بزرگ نیک نیتی سے اپنی اپنی قوم کیلئے جس چیز میں بھلائی دیکھتے ہیں پیش کرتے ہیں۔ میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ ہم خواہ مخواہ ان پر بدظنی کریں۔ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے خدمت اسلام پر مامور ہوں میرا نظریہ پاکستان کے نظریہ سے بہت بلند ہے ہم دنیا میں "قرآن اور اسلامستان" قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو دنیا کو امن و سلامتی سے بھر سکتا ہے۔ تاہم میں پاکستان میں بھی کوئی خرابی نہیں دیکھتا جس کے لئے آپ شاکی ہوں۔ آپ کا یہ فرمانا کہ اس طرح ہندوستان کی زمین کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ میں اس میں کوئی حرج نہیں پاتا اگر ہندوستان کی زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو باعزت آباد کر دیا جائے اور وہ اپنی قسمتوں کے مالک آپ بن جائیں تو ہم نے اس طرح بھارت کے آغوش میں کروڑوں غلاموں کی جگہ دو آزاد فرزند دے دیئے اور غلامی کا خاتمہ کر دیا۔ غلہ کھیت اور خرمن میں اسلئے پڑا ہے کہ بازار میں جا کر بٹ جائے گا یا کپڑا کارخانوں میں اسلئے سربمہر ہے کہ مارکیٹ میں پہنچ کر لوگوں میں تقسیم نہ ہو جائے تو اس صورت میں ہم نے غلہ اور کپڑے کی اصل غرض کو فراموش کر دیا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ مسلمان اللہ اللہ کہتے ہیں پرماتما اور پرمیشور کہنا گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی خدا کے نام ہیں سو اس کے لئے آپ مسلمانوں کو مجبور سمجھیں کوئی آدمی ایک روپیہ چھوڑ کر ایک پیسہ لینا پسند نہ کرے گا۔ اللہ کے معنے مستجمع جمیع صفات کاملہ یعنی وہ ذات جس میں تمام صفات کاملہ ہوں۔ اللہ خدا کا اسم ذات ہے اس ایک لفظ میں خدا کے سب صفاتی نام شامل ہیں۔ مگر پرماتما اور پرمیشور ایک ایک صفت کا اظہار کر رہے ہیں۔ پرم آتما بڑی روح اور پرمیشور بڑی طاقت یہ ایک ایک صفت ہے اور روپیہ کے مقابلہ میں ایک پیسہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور پھر اس صورت میں ان کی حیثیت اور بھی گر جاتی ہے جبکہ ہندوؤں کی الہامی کتب (ویدوں) میں ان کا ذکر موجود نہیں۔ رہ گیا آپ کا یہ فرمانا کہ چونکہ سب مذاہب کے اصول مختلف ہیں اسلئے نبی اور رسول خدا کی طرف سے نہیں آئے یہ ایسا ہی ہے کہ چونکہ مخلوق میں مختلف جانداروں کی ہم مختلف غذائیں دیکھتے ہیں اسلئے غذا خدا کی طرف سے نہیں۔ یا بچے دودھ پیتے ہیں اور بڑے گوشت روٹی یا دال روٹی کھاتے ہیں اسلئے یہ اختلاف بھی ثابت کرتا ہے کہ غذا خدا کی طرف سے نہیں لیکن اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ قوموں کے حالات کے مطابق انہیں شریعتیں دی گئیں اور نسل انسانی یا انسانیت جوں جوں ترقی کرتی چلی گئی خدا کے اعلیٰ اور ارفع اصول اس کو دیئے جاتے رہے یہانتک کہ انسانیت اپنے انتہائی کمال پر پہنچی تو اسے فخر کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی معرفت نہایت کامل اور مکمل اصول دیئے گئے مختلف زمانوں کے نبیوں اور رسولوں کے اصولوں کی مثال ایسی ہی ہے کہ جس طرح بچہ پیدا ہوا تو دایہ نے اسے گھٹی دی۔ تین یا چھ دن کے بعد ماں نے اسے دودھ پلایا۔ دانت نکلنے پر باپ کی کمائی نے اسے کھانا مہیا کیا۔ دایہ، ماں اور باپ جو بھی دیتے رہے ہیں یہ سب غذائیں خدا کی طرف سے ہیں ہر ایک مامور نے اپنے اپنے وقت کے مطابق غذا پیش کی آپ اسے اختلاف کہتے ہیں میں اسے حکمت و دانائی کہتا ہوں ورنہ ایک دن کے بچہ کے منہ میں گوشت کی بوٹی ٹھونس دینا یا ساٹھ ستر سال کے بڈھے کا گھٹی ہی پیتے چلے جانا انتہائی نادانی اور بیوقوفی ہوگی۔ ابھی میری تقریر جاری تھی کہ لائل پور کا سٹیشن آ گیا اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

دَورۂ مسعود

۲۸ر جنوری حضرت مولانا صدر الدین صاحب قبلہ لائلپور تشریف لائے۔ حلقہ احباب میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور حضرت ممدوح کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی کہ جمعہ تک مزید لائل پور میں قیام فرمائیں تا کہ احباب خطبہ جمعہ سے مستفید ہوں۔ حضرت مولانا نے کمال مہربانی فرما کر اس درخواست کو منظور فرما لیا۔ اس اثنا میں جناب الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب رئیس لائل پور نے حضرت مولانا کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت طعام دی جس میں احمدی احباب کو مدعو فرمایا۔ حضرت مولانا نے اپنے تبلیغی تجربات۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کے حالات، ووکنگ اور برلن میں اپنی تبلیغی مساعی پر بڑی دیر تک دلچسپ اور پر از معلومات گفتگو فرماتے رہے جس سے احباب بیحد محظوظ ہوئے۔

۳۰ر جنوری کو جمعہ تھا۔ حضرت مولانا ممدوح نے ایک بلیغ خطبہ فرمایا جس میں تحویل کعبہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے استقلال پر ایک اچھوتے رنگ میں روشنی ڈالی۔ دنیا کے دیگر مراکز کے مقابلہ میں کعبہ کی عظمت کو دلنشین طریق پر پیش فرمایا اور حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات پر دلچسپ بحث فرمائی۔ احمدیت خدمت اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ یہ نہ کوئی الگ مذہب ہے نہ فرقہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خادم دین تھے اور انہوں نے ہمیں اسی دین کی خدمت پر کمربستہ کیا جن پر ہم پہلے قائم تھے وغیرہ مضامین کو نہایت لطیف پیرائے میں ادا فرمایا۔ حاضرین سے مسجد بھری تھی۔ تمام حضرات لطف اندوز ہوئے ایک صاحب میاں احمد بخش صاحب نے نماز کے بعد بیعت کر کے باقاعدہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کی۔ خدا استقامت دے۔

حضرت مولانا ممدوح جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائلپور

دُعا کا اعجاز!

وایوب اذ نادی . . . . انا ربکم فاعبدون (انبیا)

از جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب

نوٹ :- مندرجہ ذیل مقالہ جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے "دُعا کا اعجاز" کے عنوان سے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھ کر سنایا تھا اس کا خلاصہ تو جلسہ سالانہ کی روئیداد میں شائع ہو چکا مفصل مضمون درج ذیل ہے :-

حضرت مجدد وقت مسیح موعودؑ نے جہاں اور رنگوں میں تجدید دین کا کام کر کے ہم مسلمانوں پر احسان عظیم کیا وہاں دعا کی حقیقت سے بھی ہمیں از سر نو شناسا کیا۔ اگرچہ دعا فطرت انسانی کا ایک جزو ہے اور قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے اسے لازمی اور ضروری ٹھہرایا ہوا ہے اور ہر تدبیر کا پہلا مرحلہ ہی دُعا ہے اور دعا اور تدبیر کا باہم رشتہ صحیفہ فطرت کی گواہی سے ثابت ہے۔ مصیبت کے وقت انسانی طبائع جہاں تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں وہیں طبعی جوش سے دعا اور عاجزانہ التجا کی طرف جھکنے پر بھی مجبور ہو جاتی ہیں تاہم بہت تھوڑے لوگ ہیں جو دُعا کی طاقتوں اور قدرتوں کے متعلق پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

کروڑوں انسان دعائیں کرتے ہیں لیکن ایسی دعاؤں کی حیثیت رسم اور عادت سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ بعض اوقات جلسے کئے جاتے ہیں کہ کسی مہم کے لئے دعا کی جائے اور سب خیال اور سب مذہب کے لوگ یکجا ہو کر کامیابی کے لئے دعا کریں۔ ایسی دعاؤں کی حقیقت سب جانتے ہیں۔ بعض پیروں اور مرشدوں کو دعاؤں کے لئے خطوط لکھے جاتے ہیں اور تاریں دی جاتی ہیں اور بعض ضعیف العقیدہ مرید یہاں تک بھی خیال کرتے ہیں کہ بس تار کے موصول ہونے کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ہی مشکل حل ہونی شروع ہو گئی۔ اور کچھ رسمی دعائیں بھی کثرت سے ہوتی ہیں جو اکثر مساجد میں نمازوں کے بعد ملا لوگ ہاتھ اٹھا کر کرتے ہیں۔ ہمارے وطن میں جب کوئی مر جاتا ہے تو تدفین کی دعا بھی کی جاتی ہے جو ایک ڈرامے کی حیثیت رکھتی ہے لیکن یہ سب حقیقی دعا کی رسم ہے جو محض ایک ظاہری صورت ہے اور مغز سے خالی ہے۔ وہ دعا جو بندے کو اپنے خدا کے قریب کر دیتی ہے۔ وہ دعا جس سے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ وہ دُعا جو حقیقی خوشحالی اور اطمینان قلب بخشتی ہے وہ دُعا جو قبولیت کے آثار اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور کبھی بھی رد نہیں کی جا سکتی اگر اپنی ظاہری صورت میں اس کا قبول ہونا اور مدعا کا جس کے لئے کی گئی ہے حاصل ہونا حکمت خداوندی کے خلاف ہو تو اس کی قبولیت دوسرے رنگوں میں ثابت ہو کر دعا کرنیوالے کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے وہ دعا جو فوراً دل کو ایک ٹھنڈک بخشتی ہے اور بظاہر مصائب اور مشکلات کے بھنور میں گھرا ہوا اور درد و کرب میں مبتلا انسان ایسا محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ ایک جنت میں ہے اور وہ دعا جو قوت اور ہمت عطا کرتی ہے وہ دعا کوئی اور ہی دعا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جس کی قبولیت کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے:

هو الذی انزل السکینه فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم ولله جنود السموات والارض وکان الله علیما حکیما۔ ترجمہ:- وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل کی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان بڑھاتے

اصلی چیز جس کی طلب انسانی فطرت کو ہے دل کی تسکین اور خوشحالی ہے وہ کون نہیں جانتا کہ دنیا کی کوئی دولت کوئی حکومت کوئی بذات خود کسی کی خوشحالی کا ذریعہ نہیں بن سکتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب انسانی قلب سکینت یافتہ ہو پھر دنیا کی مصائب اور مشکلات کے اندر رہ کر بھی انسان حزن اور خوف سے آسودہ رہ سکتا ہے۔ اور یہی لا خوف علیهم ولا هم یحزنون کا مقام ہے اور یہی جنت ہے جو اسی زندگی سے شروع ہوتی ہے یہ آیت هو الذی انزل کا نزول ایسے موقعہ پر ہوا جبکہ آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھی سخت قسم کی مشکلات میں مبتلا تھے۔ جب ان کی تعداد کم تھی اور اُن کے مخالفین کی کثرت تھی۔ جب وہ سخت ناداری اور تنگی میں تھے اور ان کے دشمن کے پاس سب قسم کے ساز و سامان تھے۔ لیکن ایسی حالت میں اُن کے پاس وہ دولت تھی جو دشمن کے پاس نہ تھی۔ اور وہ سکینت قلب کی دولت تھی اور وہ محسوس کرتے تھے کہ وہ کس قدر خوشحال ہیں۔ ان کے ظاہری حالات، اور ان کے دلوں کی دنیا کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا یہ چیز اُن کے ازدیاد ایمان کا ذریعہ تھی اور یہ خدا کی حکمت پر مبنی تھی ورنہ وہ تو آسمان و زمین کے جنود کا مالک ہے اور وہ کامل قدرت اور کامل علم کا مالک ہے۔ اس کے ہر فعل میں بڑی حکمت ہوتی ہے یہ سب باتیں وہ عارف جانتے تھے اور حق کی آخری فتح پر ان کا کامل یقین تھا۔ دراصل یہی وہ کیفیت ہے جو دنیا کی کوئی دولت سلطنت اور کامیابی پیدا نہیں کر سکتی یہ چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور سچی دعا اور صرف سچی دُعا وہ رستہ ہے جس کے ذریعہ اس کا نزول ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس کے ساتھ ہی ابناء آدم کی ہدایت کے لئے انبیاء بھی آئے ان سب حالات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان سب کو مشکلات کا سامنا پیش آیا علاوہ ان تکلیفات کے جن میں وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ شامل تھے اور بوجہ بشر ہونے کے تمام بشری دکھ درد بشریہ ان کے حصے میں بھی تھا۔ انہیں ایک اور قسم کی مشکلات بھی درپیش تھیں جن کا تعلق اُن کے منصب کے ساتھ تھا۔

اصلاح کا کام بڑا ہی مشکل ہے۔ انسان کا بچہ بگڑ جاتا ہے تو باوجود غیر معمولی اثر اور تعلق کے انسان اس کی اصلاح نہیں کر سکتا خدا کے فرستادوں کو ایک دو انسانوں کی نہیں بلکہ قوم کی اور ایک جہان کی اصلاح کا کام سونپا جاتا ہے۔ وہ محسن بن کر آتے ہیں۔ اور قوم اُن کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کرتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہ سب لوگ ایک زبردست ہتھیار کے ساتھ مسلح کئے جاتے ہیں جس کی بدولت وہ اپنی مشکلات پر فتح پاتے ہیں اور وہ اصلاح کے کام میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور دنیا سے بامراد ہو کر جاتے ہیں۔ اور ان کا دشمن بالآخر مغلوب اور نامراد ہوتا ہے۔ وہ ہتھیار جو ان کو دیا جاتا ہے وہ دعا کا ہی ہتھیار ہوتا ہے۔ آخر وہ دعا ہی تھی جو قوم سے مایوس ہو کر ایک بندے کے دردمند دل سے ان الفاظ میں نکلی۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ جو طوفان بن کر آئی یہاں تک کہ پہاڑ بھی پانی کی سطح کے نیچے آ گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک جابر اور قاہر بادشاہ پر دعا کے ذریعہ سے ہی فتح حاصل ہوئی۔ اور سرکش فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے پانی کا لقمہ بنا۔ یہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا ہی کا اثر تھا کہ یہودی رومیوں کے ہاتھ سے ذلیل ہوئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خواری اور ذلت ان پر ماری گئی۔ اور خود حضرت مسیحؑ کے متبعین کے لئے دنیا کی زندگی کا ہر روز عید کا دن بنایا گیا۔ ایک انسان ہاں دنیا کے سب سے عظیم الشان انسان کی اندھیری راتوں اور سالہا سال کی غار کی تنہائی کے دعاؤں کا ہی ثمرہ تھا۔ کہ دنیا کا سب سے بڑا روحانی انقلاب ہوا اور لاکھوں مردہ قومیں زندہ ہوئیں اور خدا کی رحمتوں کے دریا بہ نکلے۔ وہ رحمۃ للعالمین بن کر آیا اور سوائے چند اشد ترین دشمنوں کے جو اپنی شقاوت کا شکار ہوئے سب قوم اس رحمت کے فیض سے سیراب ہو گئی۔ ہاں یہ چند شقی بھی اس کی بددعا کا شکار ہوئے تو اس نے بدر کے میدان میں ایک چھپر کی ریت کو اپنے آنسوؤں سے تر کر کے کی۔

یہ چند نمونے ان عظیم الشان دعاؤں کے ہیں جن کا تعلق قوموں اور ملکوں تک اثر انداز ہے۔ ہماری رہنمائی کے لئے بعض بندگان خدا کی ذاتی مشکلات کے لئے دعاؤں کے نمونے بھی قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے چند ایک ان آیات مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں جن سے میں نے تقریر کو شروع کیا۔ یہ آیات میری جان کے اندر تو ایک عجیب روحانی پیدا کر دیتی ہیں اُسے میں پرتی رو نہیں کہہ سکتا لیکن اس کی کیفیت بیان بھی نہیں کر سکتا اس کی وجہ ایک واقعہ ہے آج سے ۷۱، ۸۱ سال پہلے میں نے اپنا ڈاکٹری کا آخری امتحان دینا تھا۔ امتحان سے پہلے ایک لمبا عرصہ میں بیمار رہا تھا۔ اور میری تیاری بہت ناقص تھی۔ میں اپنی اس کمی کو محسوس کرتا تھا۔ اور بہت پریشان تھا۔ میری اس حالت سے میرے ایک عزیز دوست جو اس مجلس میں موجود ہیں وہ بھی واقف تھے۔ میں نے عشاء کی نماز کے بعد ان سے اور بعض دوسرے دوستوں سے اس کا ذکر کیا اور دعا کے لئے استدعا کی میرے اس بھائی نے کچھ اس طرح سے جواب دیا کہ میری رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی اور میرے دل میں اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں تنہائی میں چلا گیا اور اس طرح سے دعا کی کہ گویا میں مست ہی گیا۔ پھر انہی ایام میں دوبارہ ایک روز عصر کے وقت کہ جمعہ کا دن تھا مجھے دعا کا موقعہ ملا۔ میں نے نماز پڑھی اور دعا سے پہلے برکت کے خیال کے طور سے قرآن کریم کی چند آیات پڑھنے کا ارادہ کیا۔ میں نے جب قرآن کھولا تو سورۃ انبیاء نکلی اور وہی میں نے پڑھنی شروع کی جب ان آیات پر پہنچا جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں تو انہوں نے مجھے تڑپا ہی دیا اور ایسی دعا کی توفیق ملی کہ عمر بھر نہ بھولے گی۔ معاً مجھے اس کی قبولیت پر تسلی سی ہو گئی۔ میرے ایک چچا تھے جو اہل اللہ میں سے تھے جس روز میرا امتحان شروع ہوا اُن کا خط آیا کہ فکر نہ کرو مجھے رات کو تمہارے متعلق الہام ہوا ہے ایدنا کا بروح القدس۔ روح القدس کی تائید کا سُنا ہوا تھا اس امتحان میں جو کچھ غیبی تائیدات ہوئیں ان کی تفصیل کا وقت نہیں۔

باقی دارد

براہین احمدیہ

ملقب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

نوٹ:۔ حضرت امام عصر حاضر کی مشہور کتاب براہین احمدیہ پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو شاندار ریویو کیا تھا اس سے احباب سلسلہ واقف ہیں لیکن ان کے علاوہ مولانا محمد شریف صاحب نے جو ریویو کیا اس سے واقف نہیں۔ انہوں نے یہ ریویو اپنے اخبار "منشور محمدی" میں کیا تھا جو نہایت ہی شاندار ہے۔ اور قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہے:۔

مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علماء اہل اسلام سے کوئی حضرت جن کو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے۔ کوئی کتاب ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو۔ اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ قرآن کریم کے کلام الٰہیہ ہونے پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ثبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی بر آئی۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی تالیف یا تصنیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی براہین احمدیہ ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ القرآن و النبوۃ المحمدیہ جس میں مصنف زاد مجدہ اللّٰھم متع المسلمین بطول حیاتہ نے تین سو براہین قطعیہ عقلیہ سے حقیقت قرآن اور نبوت محمدیہ کو ثابت کیا ہے۔ افضل العلماء فاضل جلیل جرنیل فخر اہل اسلام ہند مقبول بارگاہ صمد جناب مولوی مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کی تصنیف ہے سبحان اللہ! کیا تصنیف منیف ہے کہ جس سے دین حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ سے حقیقت قرآن و نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ مخالفوں کو کیسے آب تاب سے دلائل قاطعہ سنائے گئے ہیں۔ دعویٰ ہی مدلل بہ براہین ساطعہ ثبوت ہے۔ بثبوت یہ دلائل قاطعہ تاب دم زدنی نہیں۔ اقبال کے سوا چارہ نہیں۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ ایمان از ناظرین یہ وہی کتاب ہے جو فی الحقیقت لاجواب ہے زور دعویٰ تو یہ ہے کہ اس کا جواب ممکن نہیں اگر مخالف مندرجہ اشتہار جواب لکھیں تو پھر دس ہزار روپیہ مفت ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اگر مخالفوں کو کچھ خدا ترسی ہو تو ان کو بجز دستخط اس کتاب کے جواب یہی دینا چاہیئے کہ لا الٰہ الا اللہ حق اور محمد رسول اللہ برحق۔ ہم تو تحریر یہ کہتے ہیں کہ جواب ممکن نہیں۔ ہاں قیامت تک محال ہے مخالفوں سے ہمارا بھی یہی سوال ہے۔ کہ اگر اپنے مذہبوں کو حق جانتے ہوں۔ تو آئیے ہم گو تیں میدان ہیں۔ اگر جواب براہ صواب لکھا جاوے تو دس ہزار روپیہ کا انعام ہے۔ وعدہ مصنف لا کلام ہے۔ لیجئے ہم بھی ایک ہزار روپیہ مزید براں کرتے ہیں۔ دیکھیں ہمارے مخالف بھائی اب بھی ہمت کو کام فرماتے ہیں یا اپنی ہی لکیر کو پیٹتے ہیں۔

اب روئے کلام مسلمانوں کی طرف ہے۔ بھائیو! کتاب براہین بیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ جس کا ثانی نہیں۔ مصنف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا۔ کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبر آخر الزمان حق ہے دین اسلام منجانب اللہ اور اس کا پیرو حق آگاہ ہے عقلی دلیلوں کا انبار ہے۔ خصم کو نہ جائے گریز اور نہ طاقت انکار ہے۔ جو دلیل ہے متین ہے۔ جو برہان ہے روشن ہے۔ آئینہ ایمان ہے لب لباب قرآن ہے ہاں طریق مستقیم مشعل راہ قویم۔ مخزن صداقت۔ معدن ہدایت برق خرمن اعداء۔ عدو سوز پر دلیل ہے مسلمانوں کے لئے تقویت کتاب الجلیل ام الکتاب کا ثبوت ہے جسے بے دین حیران ہے مبہوت ہے۔ افسوس ہے کہ باوجودیکہ یہ خزینہ ہدایت ہے مگر بے اعانتی کی وجہ سے طبع کتاب میں زر کی حاجت ہے۔ چونکہ بڑی کتاب ہے۔ اسلئے تو دس ہزار روپیہ طبع کتاب میں صرف ہوتا ہے۔ خریداروں کی قلت اور قوم کے مالداروں کی کم توجہی طبع کتاب میں مہلت نہیں۔ مصنف کو خود صرف کثیر گوارا کرنے کی ہمت نہیں بعض دیندار بزرگوں اور خدا ترسوں کی اعانت تو بلاشبہ سے تین حصے کتاب لاجواب کے طبع ہو چکے ہیں۔ ہنوز کئی سو جز چھپنا باقی ہے۔ صفائی طبع اور خوشخطی سے کتاب کا چھپوانا منظور ہے۔ عمدگی کتاب اور اس کے مفید ہونے کے نظر کرتے ہوئے سو روپیہ قیمت بھی کم ہے اور مصارف طبع کا لحاظ کرتے ہوئے اصل قیمت بلا نفع عـــہ ۲۵ روپیہ پڑتی ہے پس خریداروں سے یہ توقع ہے کہ قیمت بمد پیشگی روانہ فرماویں کم بضاعت مسلمانوں کو نقصان سے بھی فروخت کتاب منظور ہے۔ یعنی عـــہ روپیہ۔ اور اقوام دیگر سے ۲۵ روپیہ۔

کیا خوب ہے یہ کتاب سبحان اللہ
ایک دم میں کرے ہے دین حق سے آگاہ
ازبس کہ یہ مغفرت کی بتلاتی ہے راہ
تاریخ بھی ہے یہ خفو دنگی ہے واہ واہ ۱۲۹۷

ایسی عمدہ کتاب جس کو مصنف نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت پوری کرنے کے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا۔ افسوس ہے کہ بوجہ عدم اعانت پوری طبع ہونے سے رہ گئی، ہندوستان میں کئی اسلامی ریاستیں ہیں۔ اور مسلمان تو بیشمار ہیں۔ اگر ایک رئیس چاہتے تو خوشنودی خدا اور رسول کے لئے تو دس ہزار روپیہ دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ یوں یہ حضرات دنیا کی ناموری کے لئے ہزارہا بلکہ لاکھ لاکھ روپیہ تک دے چکے ہیں۔ سب مالدار مسلمان اگر یہ بھی ذرا دین کا پاس کریں۔ تو دو مہینوں کے عرصہ میں پوری کتاب چھپ جا سکتی ہے عام مسلمانوں کی حالت کیا کہیں اگر یہ دینی و قومی بھائی فی کس ایک پائی بھی دینا چاہیں تو براہین احمدیہ کے حجم کی کئی سو کتابیں طبع ہو سکتی ہیں ہماری اوپر کی تمہیدوں میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ادیان باطلہ کے پیروان شائع مذہب کے لئے کیا کچھ مصارف گوارا کرتے ہیں۔ اگر مسلمان ان مذاہب والوں سے ایک عشر عشیر بھی اشاعت مذہب کے لئے خرچ کریں۔ تو کافی ہے امیر اور مالدار مسلمانوں کو ہم یہ بھی نہیں کہتے۔ کہ مبلغ کثیر بغیر کسی عوض کے دیں بلکہ عوض جاودانہ آخرت کے علاوہ کتاب براہین احمدیہ بھی عوض مبلغ میں لیں۔ پس بایں کم ہمتی اور عدم توجہی ظاہر کرنی شیوہ دینداری سے بعید ہے

الٰہی مصنف کتاب مبارک براہین احمدیہ کی محنتوں اور عرقریزیوں کا تو ہی صلہ دے۔ کہ ہم ہیں عاجز بندے محض بے مقدور۔ اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ تیرے دین کی تائید میں سرگرمی دکھلائیں۔ اور خریداری براہین احمدیہ کو بلا قصور آلٰہی ہمارے مذہب کے جو رئیس ہیں بامقدور ان کو ہدایت نصیب کیجئے۔ کہ وہ اشاعت مذہب میں کریں نہ قصور۔ خداوندا جن امیران عالی ہمم نے اس کتاب کی طبع میں اعانت کی ہے اور جن کے نام نامی مصنف نے شکرگذاری لکھے ہیں اس کا عوض ان کو یہاں بھی دیجیو۔ اور وہاں بھی۔ یا الٰہ یا غفور۔ آمین (اخبار منشور محمدی مورخہ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۰ھ نمبر ۲۱ جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۳ تا ۲۱۸)۔

براہین احمدیہ کی چوتھی جلد شائع ہونے پر اسی اخبار نے لکھا:۔

یہ وہی لاجواب کتاب ہے جس کو فخر اہل اسلام ہند اسوۃ المحققین قدوۃ المدققین مقبول بارگاہ صمد مولوی مرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام فیوضہ نے کمال تحقیق و تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت پوری کرنے کیلئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا ہے ہم نے اس کتاب کے اگلے حصوں پر منشور محمدی نمبر ۲۱ جلد ۱۲ مورخہ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۰ھ میں ریویو لکھا ہے اب جس پر ہم اپنا ریویو لکھتے ہیں۔ وہ اسی کتاب کا چوتھا حصہ ہے جس میں مضامین ذیل مندرج ہیں:۔

۱۔ کلام الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں اور اس بات کے اثبات میں کہ حقیقی اور کامل ایمان اور معرفت جس کو اپنی نجات کے لئے اس دنیا میں حاصل کرنا چاہیئے بجز کلام الٰہی کے غیر ممکن ہے اور اس کے ضمن میں بہت سے خیالات برہموں اور فلسفیوں اور نیچریوں کا رد لکھا گیا ہے۔
۲۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ کے بعض دقائق و خواص کا بیان
۳۔ قرآن شریف کی بعض دوسری آیتوں کا بیان جو توحید الٰہی کے مضمون پر مشتمل ہیں
۴۔ وید تعلیم توحید اور فصاحت و بلاغت سے خالی ہیں۔
۵۔ وید کے عقائد باطلہ کا ذکر
۶۔ پنڈت دیانند پیشوائے آریہ سماج کے لاجواب رہنے کا بیان
۷۔ انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کا مقابلہ۔
۸۔ ان تمام پیشگوئیوں کا ذکر جو بعض آریوں کو بتلائی گئیں۔
۹۔ آئندہ پیشگوئیوں کا بیان
۱۰۔ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں آنا یا ان کا کوئی پیشگوئی بتلانا ثابت نہیں
۱۱۔ حقیقی نجات کیا چیز ہے اور کیونکر مل سکتی ہے۔

اس کتاب کی زیادہ تعریف کرنی ہماری حد امکان سے باہر ہے درحقیقت یہ کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفین اسلام پر حجت کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں ؎ حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

مگر اتنا تو کہنے سے ہم بھی دریغ نہیں کر سکتے کہ بلاشبہ کتاب لاجواب ہے اور جس زور و شور سے دلائل حقہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدظلہ نے اپنے مکشوفات و الہامات کو بھی مخالفان اسلام پر ظاہر کر دیا ہے اس میں اگر کسی کو شک ہو تو مکاشفات الٰہی اور انوار لامتناہی جو عطیہ الٰہی ہیں۔ ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پا دے اور عین الیقین حاصل کرے۔

اثبات اسلام و حقیقت نبوت و قرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی ابھی آغاز ہے مگر اس کتاب کے مطالعہ سے انجام کا مزہ ملتا ہے افسوس ہے کتاب ثبوت دین آلٰہی بے نظیر ہے مگر مسلمانوں کی کم توجہی سے تکمیل چھپ جانے میں دیر پر دیر ہے بڑی کتاب سے حجت اسلامی قائم کرنے میں

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

خاتم النبیین کے معنوں پر مبلغ پانصد روپیہ انعام

{قسط ثانی}

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

جناب مرزا محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ:-

اہل عرب کے استعمال کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہوتے

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۴)

ان کے اور اُن کے رفقاء کے نزدیک اس کے معنی نبیوں کی مہر نبیوں کی انگوٹھی، نبیوں کی زینت نبیوں کی تصدیق کرنیوالا اور نبیوں میں سے افضل وغیرہ تو ہیں لیکن آخری نبی نہیں ——— ہماری طرف سے کافی بحث ہو چکی ہے کہ قرآن کریم احادیث، اور لغت عرب کے مطابق اس لفظ کے اصل معنی آخری نبی کے سوا کچھ نہیں لیکن بفرض محال اگر خاتم النبیین کے کچھ اور معنی لینے بھی ممکن ہوں تو ان کا طریق یہ ہے کہ ایک کثیر معانی والے لفظ کے اس معنی کو قبول کیا جائے، جو خود شارع علیہ السلام نے فرمائے ہوں، مثلاً زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی بھی ہیں، اور وہ حصہ مال بھی جو فی سبیل اللہ دیا جاتا ہے۔ لیکن آتوا الزکوٰۃ میں سوائے اس کے کچھ معنی نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں صدقہ دو یہاں "پاکیزگی" والے معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے معنی واضح فرما دیئے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص آتوا الزکوٰۃ میں اس معنی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں قبول کرتے ہوئے پھر یہ کہے کہ اس زکوٰۃ سے مال بالنفس کا تزکیہ ہوتا ہے تو اس میں حرج نہیں، لیکن اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کے فرمودہ معانی کا انکار کر دے اور پھر آتوا الزکوٰۃ کے کچھ اور معنی کرے تو وہ الحاد کا دروازہ کھولے گا، جن صوفیہ کرام نے خاتم النبیین کے معنی ذوقی طور پر افضل وغیرہ کئے ہیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ معنوں کا انکار کبھی نہیں کیا، اور یہ کبھی نہیں کہا کہ

اہل عرب کے استعمال کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہوتے

بلکہ اقرار کیا ہے کہ خاتم النبیین کے اصل معنی آخری نبی ہیں، لیکن چونکہ جناب مرزا محمود احمد صاحب ایسا نہیں کرتے اسلئے میں نے جلسہ سالانہ کی تقریر میں ان کو، اور اُن کے رفقاء کو اس امر میں جو اُن کے اور ہمارے درمیان کچھ عرصہ سے متنازع فیہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ آپ نے خاتم النبیین کے معنی اس طرح فرمائے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ——— نویسندہ روئداد نے میرے چیلنج کو ان الفاظ میں شائع کیا،

"یہ میرا چیلنج ہے کہ وہ کسی حدیث سے خواہ وہ کیسی ہی ہو اپنے ان مذکورہ معنوں کو ثابت کریں

میں اپنی ذمہ داری پر یہ چیلنج کرتا ہوں اور مبلغ ۵۰۰ روپیہ انعام رکھتا ہوں اس شخص کے لئے جو آج سے پہلے اسلامی لٹریچر ... کی کسی کتاب سے پیش کرے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں کی زینت یا نبیوں میں افضل۔

(پیغام صلح ۸ جنوری ۱۹۴۲ء)

گرچہ اس اقتباس کا پہلا حصہ واضح ہے۔ کہ میرا چیلنج صرف حدیث نبوی تک محدود ہے، لیکن آخری حصہ میں الفاظ وضاحت سے شائع نہیں ہوئے۔

اس حوالہ میں اسلامی لٹریچر کے بعد چند نقاط نویسندہ تقریر نے خود دیئے ہیں، جن کا صاف مطلب ہے کہ یہاں کوئی ایسا امر ہے جو نویسندہ کو صحیح طور پر یاد نہیں رہا۔ میں نے اسلامی اور غیر اسلامی لٹریچر دونوں کا نام لیا تھا، میں نے یہ کہا تھا کہ اسلامی یا غیر اسلامی لٹریچر میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث درج نہیں کی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی مصدق النبیین یا زینۃ النبیین وغیرہ فرمائے ہوں، نویسندہ تقریر نے صرف اسلامی لٹریچر کے الفاظ کو لے لیا ہے، لیکن اصل بات درج ہونے سے رہ گئی، ——— جب میں نے اخبار میں روئداد پڑھی تو رفع التباس کے لئے اصل چیلنج جو ایک حدیث نبوی کے مطالبہ تک ہی محدود تھا، لکھ کر بغرض اشاعت بھیجدیا۔ بعد میں مجھے ایک دوست نے لکھا کہ مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری نے تقریر کی مطبوعہ روئداد کے آخری حصہ کی بنا پر چیلنج منظور کیا ہے، میں نے سمجھا کہ مولوی صاحب موصوف میرے چیلنج کی اشاعت پر اصل مبحث کی طرف آجائیں گے۔ ان کی طرف سے اب جو مضمون الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۴۲ء میں چھپا ہے ذیل میں بتمامہ درج ذیل ہے:-

غیر مبائع مبلغ مولوی اختر حسین صاحب نے اپنے جلسہ سالانہ کی تقریر میں کہا تھا کہ "میں اپنی ذمہ داری پر یہ چیلنج کرتا ہوں، اور پانچسو روپیہ انعام رکھتا ہوں اس شخص کے لئے جو آج سے پہلے اسلامی لٹریچر کی کسی کتاب میں سے یہ پیش کرے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں نبیوں کی زینت یا نبیوں میں سے افضل (اخبار پیغام صلح ۸ جنوری ۱۹۴۲ء) میں نے مولوی اختر حسین صاحب کا یہ چیلنج اخبار الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۴۲ء میں منظور کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں اس چیلنج کو منظور کرتا ہوں، اور آج سے پہلے کے اسلامی لٹریچر سے پیش کروں گا کہ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی زینت یا نبیوں میں سے افضل ہیں، مولوی اختر حسین صاحب کا فرض ہے کہ وہ انعامی رقم پانچ صد روپیہ کا باضابطہ انتظام کر کے جلد تر آگاہ کریں کہ اس کی ادائیگی کی تسلی بخش صورت کیا ہوگی اُمید ہے کہ کسی قسم کی اُلجھن پیدا کئے بغیر غیر مبائع دوست اس انعامی چیلنج کا تصفیہ کر لیں گے ——— اس منظوری کے اعلان پر مولوی اختر حسین صاحب نے اپنے چیلنج کو بدل دیا ہے اور اس کی بجائے پیغام صلح ۱۷ جنوری میں خاتم النبیین کے معنوں پر مبلغ پانصد روپیہ انعام کے زیر عنوان اس تمہید کے ساتھ ایک نوٹ شائع کیا گیا ہے:-

پیغام صلح ۸ جنوری میں اخی المکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کی طرف سے جماعت قادیان کے علماء کو ایک چیلنج شائع ہوا تھا چونکہ چیلنج ایک تقریر کے خلاصہ کے ضمن میں شائع ہوا تھا۔ اسلئے اسکی وضاحت نہ ہو سکی۔ اب شاہ صاحب کے اپنے الفاظ میں وہ چیلنج درج ذیل ہے حقیقی چیلنج یہی ہے، اس نوٹ کا صاف مطلب یہ ہے کہ غیر مبائعین اپنے سابقہ چیلنج پر قائم نہیں رہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ اسلامی لٹریچر میں خاتم النبیین کے وہ معنے موجود ہیں جو جماعت احمدیہ کرتی ہے۔ خیر اب جو چیلنج انہوں نے دیا ہے میں اللہ تعالےٰ کے فضل ر[illegible] سے اُسے بھی منظور کرتا ہوں۔ اور اس بات کے لئے پورے طور پر آمادہ ہوں کہ جماعت احمدیہ قادیان جو معنے خاتم النبیین کے کرتی ہے۔ وہ معنے احادیث نبویہ سے بوضاحت ثابت کر دوں اگر غیر مبائع اصحاب اس بات کے لئے تیار ہیں کہ اس بات کا تصفیہ کیا جائے کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں یا ہم، تو اس کا نہایت آسان طریق یہ ہے کہ ہم اپنے معنے کا ثبوت احادیث نبویہ سے دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں مولوی اختر حسین صاحب کا فرض ہے، کہ وہ انعامی رقم کی ادائیگی کی تسلی بخش صورت سے جلد تر آگاہ کریں۔ خاتم النبیین کے ہمارے معنوں کے ثبوت کا بار میرے ذمہ ہوگا اور وہ اس پر جرح کریں گے کیا غیر مبائع مبلغ اب تو کسی قسم کی پہلوتہی نہ کریں گے؟"

خاکسار ابو العطاء جالندھری۔ قادیان

اس مضمون کے لہجہ سے قطع نظر کرتے ہوئے، مولوی صاحب نے پہلی ناانصافی تو یہ کی کہ انہوں نے یہ الزام دیا کہ ہم نے چیلنج کو بدل دیا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ تقاریر کے خلاصوں کی اشاعت میں اس طرح ہو جانا ایک معمولی بات ہے۔ خود جناب مرزا محمود احمد صاحب کو اس کا اعتراف ہے، اگر مولوی صاحب نے اصرار کیا ہے کہ روئداد میں شائع ہونیوالا ہی اصل چیلنج تھا، تو ہم اُن کے سامنے ایسی امثلہ بھی پیش کریں گے جن سے انہیں معلوم ہو کہ ایسا اکثر ہو جایا کرتا ہے۔

دوسری ناانصافی انہوں نے یہ کی کہ اگر انہوں نے روئداد میں شائع شدہ چیلنج کو ہی منظور کرنا تھا، تو ان الفاظ کو پورے طور پر شائع کرتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ صرف روئداد کے آخری حصہ کو سامنے رکھ کر منظوری دے دی اور اس حصہ میں بھی نقاط کو جو نویسندہ تقریر کے شبہ کو ظاہر کر رہے تھے ظاہر کیا۔

تیسری ناانصافی انہوں نے یہ فرمائی ہے کہ مندرجہ بالا مضمون میں انہوں نے مدیر پیغام صلح کے تمہیدی کلمات کو تو شائع کر دیا لیکن قارئین پر یہ آشکارا نہیں کیا کہ میرا اصل چیلنج کیا ہے۔ حالانکہ ضرورت اسی کو درج کرنے اور اسی کو منظور کرنے کی تھی۔ نہ کہ تقریر کی مطبوعہ روئداد کو یا مدیر کے تمہیدی کلمات کو، اصل چیلنج کو قطعاً اخبار الفضل میں شائع نہ کرنا کیا یہ مطلب نہیں رکھتا کہ ان کے مدنظر یہ ہے کہ قارئین الفضل اصل حقیقت سے شناسا نہ ہو سکیں۔

چوتھی ناانصافی انہوں نے اپنے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ "اس بات پر پورے طور پر آمادہ ہوں کہ جماعت احمدیہ قادیان جو معنے خاتم النبیین کے کرتی ہے۔ وہ معنے احادیث نبویہ سے بوضاحت ثابت کر دوں"

ان پیارے الفاظ سے اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ جماعت قادیان خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین وغیرہ کرتی ہے، اور وہ احادیث سے یہ ثابت کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور سید ولد آدم ہیں۔ تو ایسا تو مطالبہ ہی نہیں اور نہ کسی مسلمان کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ ابراہیم اور ہمچو قسم احادیث سے اپنے معنوں کی صحت پر استدلال کریں گے تو اس کا بھی مطالبہ نہیں، مطالبہ صرف ایک ایسی حدیث نبوی کا ہے جس میں خاتم النبیین کے معنی بجائے لانبی بعدی کے زینۃ النبیین۔ افضل النبیین یا مصدق النبیین وغیرہ کئے گئے ہوں، میرے چیلنج کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں نہ نبیوں کی انگوٹھی کئے ہیں نہ نبیوں کی زینت کئے ہیں، اور نہ نبیوں کی تصدیق کرنیوالا کئے ہیں۔ اور نہ نبیوں میں سے افضل کئے ہیں بلکہ یہ کئے ہیں کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کو جو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت کرتے ہیں وغیرہ میرا یہ چیلنج ہے کہ وہ صرف ایک حدیث نبوی ایسی پیش کردیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت ہوں یا تصدیق کرنیوالا ہوں یا میں خاتم النبیین یعنی افضل النبیین ہوں، ایسی ایک حدیث پیش کرنے پر خواہ وہ ادنے پایہ کی ہی ہو میں مبلغ پانصد روپیہ ان کی خدمت میں پیش کرونگا"۔

مولوی صاحب کو یہ اعلان کرنا چاہیئے کہ وہ کم از کم ایک ایسی نص حدیثی دکھائیں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی زینت یا انگوٹھی وغیرہ کئے ہوں، لیکن اگر ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ ایسی کوئی نص حدیثی موجود نہیں تو انہیں چاہیئے کہ اسکا صفائی سے اعتراف فرمائیں۔

اسی طرح اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ مختلف احادیث سے بطور استنباط اپنے مفہوم کو واضح کریں تو اس کو بھی بیان فرمائیں۔ اگرچہ اس قسم کی بحث کا تعلق ہمارے چیلنج سے کچھ نہ ہوگا، لیکن ہم اس کے لئے بھی تیار ہونگے کہ اس امر پر بھی ان سے مباحثہ کرلیں اور چونکہ مولوی صاحب موصوف کی طرف سے یہ ایک جدید دعوتِ مباحثہ ہوگی اسلئے انہی کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اسے انعامی رقم سے مشروط کریں لیکن اگر انہوں نے ایسا نہ کیا، اور ساتھ ہی، مذکورہ بالا چیلنج کے مطابق کوئی نص حدیثی پیش کرنے سے بھی اظہار عجز کر دیا، تو ہم اپنی طرف سے مؤخر الذکر مباحثہ کے لئے بھی کچھ انعام تجویز کر دیں گے۔

پانچویں ناانصافی مولوی صاحب موصوف نے یہ فرمائی کہ انعامی رقم کے تو ایک معمولی سی بات ہے، حصول کی تسلی بخش صورت سے جلد آگاہی تو چاہی ہے، لیکن چیلنج کا مطلقاً اخبار میں تذکرہ نہیں کیا۔ حالانکہ اہم چیز چیلنج ہے، جسے اسی کے الفاظ میں قبول کرنے اور جواب دینے سے انعامی رقم کے تصفیہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے قارئین کے سامنے صرف اتنی بات رکھی ہے کہ:-

"ہم اپنے معنوں کا ثبوت احادیث نبویہ سے دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں"

حالانکہ میں نے یہ چیلنج نہیں دیا کہ آپ اپنے معنوں کا ثبوت احادیث سے دیں۔ جماعت قادیان ایسا استنباط او استدلال ہمیشہ کرتی رہتی ہے میرا مطالبہ ایک ایسی نص حدیثی کا ہے جو انا خاتم النبیین لانبی بعدی کی طرح خاتم النبیین کے معنی زینت، افضل، مصدق وغیرہ کرتی ہو۔ اس چیلنج کو آپ اخبار میں درج نہیں کرتے اور قارئین کو صرف اتنا علم دیتے ہیں کہ میرا مطالبہ احادیث سے آپ کے معنوں کے استنباط کا ہے۔

جناب مولوی ابوالعطاء صاحب کو چاہیئے کہ جس طرح میں ان کے مضمون کو اخبار پیغام صلح میں شائع کرا رہا ہوں، وہ بھی میرے انعامی چیلنج مندرجہ پیغام صلح ۱۰ جنوری ۱۹۴۲ء کو اور میرے اس مضمون کو اخبار الفضل میں شائع کرادیں، اور پھر مذکورۃ الصدر طریق پر اسکی منظوری دیں، تاکہ منصفین کو یہ معلوم ہو سکے، کہ مولوی ابوالعطاء صاحب دکھانا کیا چاہتے ہیں —— اس کے بعد تین غیر جانبدار علماء کو منصف مقرر کرکے انعامی رقم ان کے حوالہ کردی جائے گی، تاکہ وہ مولوی صاحب کے جواب اور میری جرح کے بعد انعام دینے کا فیصلہ کریں ۞

---

۴۴ کے لئے بخش دیں۔ تو آج تمام کتب نامطبوعہ چھپ کر شائع ہو سکتی ہیں زیادہ افسوس یہ ہے کہ آریہ اور برہمو سماج کے مذاہب باطلہ کی اشاعت کے لئے ہزاروں لاکھوں روپیہ اس مذہب کے پیرو خرچ کرتے ہیں۔ اور مسلمان جن کو مذہبی طور پر اعانت دین واجب ہے اعانت سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ صاحبو! فرمایئے قیامت خدا اور رسول کو کیا جواب دو گے۔ بھائی دنیا کے لئے سب کچھ۔ تو کچھ عقبیٰ کے لئے بھی خرچ کریں الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کا ثمرہ حاصل کریں۔ مالدار مسلمان سو پچاس سے کمک کریں جو کم مقدور ہیں۔ وہ ایک روپیہ سے ایک پائی کم نہیں تو اس طرح کا سرمایہ بہم پہنچے۔ تو کیا کچھ اسلام کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اب مسلمانوں کو ضرور ہے۔ کہ خریداری براہین احمدیہ پر مستعد ہوں۔ تو ہر شہر و قصبہ میں دس دس پچاس پچاس مسلمان جمع ہوں۔ اور چندہ کریں۔ جو مبلغ چندہ سے حاصل ہو۔ وہ مصنف کتاب کے پاس بھیجا جاوے اگر ہندوستان پنجاب بمبئی و دکن کے مسلمان ذرا بھی اس طرف متوجہ ہوں تو عرصہ قلیل میں ساری کتاب براہین احمدیہ چھپ کر نور افزائے دیدۂ اہل ملل ہو جائے گی۔

الٰہی! مسلمانوں کو دین کی اعانت کی توفیق دے۔ اسلامی ریاستوں کے امیر و نواب دین متین کی تائید میں کمر باندھیں۔ الٰہی! مصنف اللّٰھم متع المسلمین بطول حیاتہ کو اس کتاب کی تصنیف کا اجر دے۔ آمین۔ ثم آمین۔ فقط

مورخہ ۱۵ رجادی الآخر

سال ۱۳۰۱ھ نمبر ۷ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۵ تا صفحہ ۱۹۸۔

(ریویو اردو)

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

بقیہ صفحہ

لاجواب ہے۔ یہ بے قدری ارباب زمانہ سے اس کا طبع التوا میں پڑ گیا ہے۔ جو امیر ذی مقدور ہیں وہ ہمت کے کچے اور دین کے کاموں میں از بس پسپا ہیں مالدار مسلمانوں کو مال کمانے کی ہی دھن ہے۔ محبت خدا اور رسول کا نہ ان کو خیال ہے اور نہ ان کو پرواہ۔ پس یہ عمدہ کتاب چھپے تو کیونکر چھپے اور کس طرح حجۃ البالغۃ الاسلام مخالفوں پر ظاہر ہو؟ الٰہی تیرا ہی فضل چاہیئے کہ ہمارے رئیسوں اور مالدار مسلمانوں کا دل اس کی تائید کی طرف آوے۔ آمین۔

مضامین عالیہ مندرجہ کتاب براہین احمدیہ کی تعریف کیونکر ہو سکے یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کے لئے مخالفین دس ہزار روپیہ کی تحریص دلائی گئی ہے اور اشتہار دئے ہوئے عرصہ ہو چکا مگر کسی کو قلم اٹھانے کی اب تک طاقت نہ ہوئی۔ ہم بلا تصنع کہتے ہیں۔ کہ ساری جلد چہارم حقائق و معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے اور بجا بجا دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو شبہ ہو تو ہمارے پاس آوے اور اپنی آنکھوں سے بات کا مشاہدہ کرے۔ پس مسلمان اگر ایسی ایک کتاب کی خریداری نہ کریں اور اعانت سے قاصر ہیں تو فردائے قیامت خدا اور رسول کو کیا جواب دیں گے؟ اس کتاب کے چھپنے کو البتہ صرف کثیر درکار ہے دس پندرہ ہزار روپیہ تکمیل انطباع کیلئے چاہیئے مگر یہ رقم کچھ ایسی کثیر نہیں جو فراہم نہ ہو بشرطیکہ قوم چاہے۔ یوں تو ہمارے امرائے عالیشان ہزاروں لاکھوں روپیہ اپنے عیش و عشرت میں صرف کر دیتے ہیں اور مالدار مسلمان شادی غمی میں دس پندرہ ہزار کے صرف کی کچھ اصلیت نہیں سمجھتے دین کی اعانت بھی اگر ان سے نہ ہو۔ تو پھر کس سے ہو؟ کیا غریب مسلمانوں سے یہ مقدور ہے کہ وہ بلا شراکت امرائے اسلام پندرہ ہزار روپیہ خرچ کر دیں۔ ہمارے امیروں کی کوتاہ دلی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکے کہ اس کتاب کی اصل لاگت سو روپیہ ہے اور غریب کم استطاعت مسلمانوں کو فی ۲۵ روپیہ پر فروخت کی جاتی ہے بلکہ اگر رئیس بھی اسی قیمت پر چاہیں اور خریداری کی آمادگی صرف دس روپیہ بھیجنے پر ظاہر کریں حضرت مصنف نے عنوان کتاب میں ایک نواب صاحب کا حال لکھا ہے جو قال اللہ اور قال الرسول کے شیدا و والہ ہیں۔ جب ان سے اعانت کی درخواست کی گئی۔ تو پہلے لکھا کہ البتہ بیس پچیس جلد ریاست کی جانب سے خرید کی جائیں گی دوبارہ یاد دہانی پر جواب ملا۔ کہ کتب مباحثات دینی کی اعانت خلاف منشا سرکار ہے۔ اسلئے اعانت ممکن نہیں سبحان اللہ! حضرت نواب صاحب کی یہ دلسوزی دین قابل تعریف ہے۔ گورنمنٹ کے منشا کو ان رئیس عالی بخت کے سوا اور کسی نے نہ پایا! حضرت! یا تو آپ کے جیب خاص سے بطور اعانت دینی ہزار پانسو روپیہ دینا خلاف منشا سرکار نہ تھا دیکھیئے گورنر جنرل لارڈ رپن لفٹنٹ گورنر وغیرہ اس فنڈ کے معاونوں میں داخل ہیں جس فنڈ سے پادری اشاعت دین پولوسی پر کمر باندھے ہیں اور جس فنڈ سے مذہب اسلام کی خلاف میں عماد الدین اور صفدر علی وغیرہ کتابیں لکھتے ہیں۔ پس اگر آپ اپنے صرف سے کچھ عنایت فرماتے تو پھر یہ گلہ ہی نہ ہوتا۔ جب قرآن و حدیث کے عامل رئیسوں کا یہ حال ہے تو پھر شارب الخمر اور فسق و فجور کے مرتکب امیروں سے کیا امید اعانت دین متین ہو سکتی ہے؟

حضرات اہل اسلام سے ہم بارہا درخواست کر چکے ہیں کہ ایک فنڈ ایسا قائم کیا جائے جس کے سرمایہ سے کتب رد نصاریٰ چھپ کر مشتہر ہوں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کا ادھر خیال ہی نہیں آتا دین اسلام کی اشاعت جیسا کہ مذہب پولوسی سے ہزارہا درجے ترقی پر ہے اس کی وجہ حقیقت اور سچائی اسلام ہی ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسلمان اسکی تائید کرتے ہیں تو علی وجہ الکمال اسلام اور بھی رونق پذیر ہوتا۔ اکثر رسائل و کتب مضامین رد مذہب پولوسی قالب تالیف میں آکر بے اعانتی کی وجہ سے مشتہر نہیں ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب جس کا ہم ریویو لکھ رہے ہیں ایسی عمدہ اور مکمل کتاب ہے، کہ اس کا مطالعہ کرکے ہر ایک دین سے بدلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ مقابلہ اسلام کرکے حجت اسلام کر سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان ایسی کتاب کی تائید سے باز ہیں۔ مالدار مسلمان اگر زکوٰۃ کا مبلغ ہی اس کام

ہیں ختم نبوت پہ رکھتے یقیں وہ

نوٹ :- یہ نظم مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر چوہدری سلطان علی صاحب بدوملہی نے پڑھی جو بہت پسند کی گئی۔

مجدد ہیں مرزا نبی تو نہیں وہ / ہیں ختم نبوت پہ رکھتے یقیں وہ

جو نبیوں کی آمد ہے اس کے منافی / تو ہے غیر ممکن کہ آئیں کہیں وہ

بتایا کہ عیسےٰ نہیں آسمان پر / دکھایا کہ ہیں دفن زیرِ زمیں وہ

خود امت سے آئے ہیں انکی بجائے / کہ ہیں باغِ امیؐ کے اک خوشہ چیں وہ

نبی تھے تو منکر کو کافر سمجھتے / بتائے کوئی یوں جو سمجھے کہیں وہ؟

بحکمِ خبر تھے مکفر کو کہتے / کسی اور کو کہتے کافر نہیں وہ

ولایت سے بڑھ کر نہیں انکا دعوےٰ / ہیں دربارِ نبوی کے رکنِ رکیں وہ

بقول اپنے آپ اِک مجازی نبی ہیں / ہیں حلقہ بگوشِ شہِ مرسلیں وہ

غلام احمد انکا جو ہے نام نامی / تو ہے صاف ظاہر کہ احمد نہیں وہ

غلامی کے صدقے ملی یہ سعادت / کہ کرنے لگے کارِ تجدیدِ دیں وہ

جو تھے جان و دل سے وفادارِ آقا / تو انعام بھی پا گئے بہتریں وہ

جو رنج آفریں اعتراض انپہ ہوتے / جواب اُن کا دیتے بخندہ جبیں وہ

مگر اعتراض ایسے آقا پہ ہوتے / تو ہو جاتے سُن کر انہیں خشمگیں وہ

گنے جاتے تھے کوئی عالم نہ فاضل / ہوئے فضلِ ربی سے بالانشیں وہ

سو بے شک یہ علم اُن کا علمِ لدنی / تھے گمنام قصبہ میں گوشہ گزیں وہ

وہاں کوئی علمی ادارہ نہیں تھا / کہ کچھ مستفید اس سے ہوتے وہیں وہ

دکھایا جو تقوے کا اعلےٰ نمونہ / تو اکرم ہوئے نزدِ جاں آفریں وہ

مسیحِ زماں ہو کر آئے جہاں میں / مسیحی عقائد پہ تھے نکتہ چیں وہ

صلیب ان کو تھی توڑنی توڑ ڈالی / تو ادر پہ غالب رہے ہر کہیں وہ

کرشن آریوں کے لئے ہو کر آئے / کہ تثلیث کے اس طرح ہیں قریں وہ

خدا روح و مادہ کا محتاج ٹھہرا / تو کیسے ہوا احسن الخالقیں وہ؟

جو خالق نے بخشا انہیں علمِ قرآں / تو مہدیِ دوراں ہوئے بالیقیں وہ

محرف ہوئیں دوسری سب کتابیں / ہے قرآن ہی اک کتابِ آفریں وہ

نہیں آج تک جس کا شوشہ بھی بدلا / ہے نزدیکِ اغیار خود ایں چنیں وہ

بڑا کام قرآں کی ہے اشاعت / ہے پروانۂ احکم الحاکمیں وہ

ثریا سے لے آئے ایماں کی دولت / کہ اسکو کریں بدلِ اہلِ زمیں وہ

مجدد وہی ہیں صدی چودہویں کے / کہاں ہے کوئی دوسرا گر نہیں وہ

باقی آئندہ

ضروری خبریں!

۱۱ فروری - جاپانیوں نے مرتبان پر قبضہ کر لیا۔ سنگاپور میں پانی کے ذخیرے خطرے میں آ گیا

لاہور - ۱۱ فروری۔ معلوم ہوا ہے کہ سر سکندر حیات خاں کی دعوت پر مولانا آزاد لاہور آ رہے ہیں۔ سر سکندر حیات نے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ بیوپاریوں اور گورنمنٹ میں سمجھوتہ کرا دیں۔ مولانا آزاد دہلی سے روانہ ہو پڑے اور ۱۲ فروری کو لاہور پہنچ گئے۔

کلکتہ - ۱۳ فروری۔ مسٹر محمد علی جناح نے مارشل چیانگ کائی شیک کو ایک تار بھیجا ہے جس میں مسلم ہند کی طرف سے ان کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ نیز اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ شاید بہت جلد ان سے دہلی میں ملاقات کریں گے۔ واضح ہو کہ مارشل چیانگ کائی شیک نے محمد علی جناح کو ایک پیغام بھیجا تھا۔ جس میں اُن سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔

لندن - ۱۳ فروری۔ سنگاپور کے بارے میں آمدہ تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن نے گولہ باری اور بمباری کا سلسلہ اور بھی شدید کر دیا ہے۔ دشمن کے طیارے ہمارے اگلے مورچوں پر جھپٹ کر حملے کرتے رہے۔ اور شہر پر بہت بلندی سے بم برساتے رہے۔ بایں ہمہ ہماری فوجیں نہایت بامردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ اور اس کا ثبوت ٹوکیو کے اعلانات سے بھی ملتا ہے۔ جن میں کہا گیا ہے۔ کہ سنگاپور کے جاپانیوں کے سامنے دو ہی راستے ہیں یک مریں یا عزت سے زندہ رہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے شمال میں کئی میل دور گھوڑ دوڑ کے میدان کے آس پاس لڑائی جاری ہے۔ اسی طرح مغرب میں ایک گاؤں کے پاس بھی لڑائی ہو رہی ہے۔ گویا دشمن شمال اور مغرب سے شہر کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

واشنگٹن - ۱۳ فروری۔ فلپائن کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ جنرل میک آرتھر کی فوج نے دشمن کے جوابی حملے ناکام بنا دیئے ہیں اور دو طیارے برباد کر دیئے۔

لندن - ۱۳ فروری۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کل آبنائے ڈوور کے قریب جرمن جہازوں کے ایک قافلہ پر جس میں جرمنی کے سب سے بڑے جنگی جہاز گینزنا ڈشنادن ہاسٹ اور پرنس یوجین بھی شامل تھے۔ برطانوی طیاروں اور جہازوں نے زبردست حملہ کیا۔ اس حملہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ کل ہمارے دو طیاروں نے اس قافلہ کو دیکھ لیا۔ ان طیاروں پر ۱۲ جرمن طیاروں نے حملہ کر دیا مگر یہ اپنے اڈوں میں بخیریت پہنچ گئے۔ ان کی اطلاع پر اسی وقت تارپیڈو پھینکنے والے بمبار روانہ ہوئے۔ جن کے ساتھ ۶۰ لڑاکا طیارے بھی تھے اور کئی بمبار طیارے بھی۔ ہمارے جہاز ۱۱ بجے سے ۴ بجے تک حملے کرتے رہے۔ ایک ہوا باز کا بیان ہے کہ ایک بڑے جہاز پر تارپیڈو نشانہ پر بیٹھا۔ ایک اور ہوا باز کا بیان ہے کہ ایک جہاز پر سے تارپیڈ لگے ۲ سو پونڈ کا ایک بم ایک جہاز پر گرا۔ جس سے جہاز کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے ان حملوں کے نتائج صاف معلوم نہیں ہو سکے۔ مگر یہ بات محقق ہے کہ ان جہازوں کی رفتار بہت کم ہو گئی۔ نیز یہ بات یقینی ہے کہ ان تین بڑے جہازوں پر سات تارپیڈو لگے۔ علاوہ ازیں دشمن کے ۱۸ لڑاکے طیارے برباد کر دیئے گئے۔ ہمارے بھی ۴۲ طیارے کام آ گئے۔

ولندیزی جزائر شرق الہند!

سماٹرا، جاوا اور بورنیو کا تاریخی پس منظر

ولندیزی جزائر شرق الہند ۷ لاکھ ۴۲ ہزار مربع میل کے رقبہ میں پھیلے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزیروں کا نام ہے جو ہندوستان کے جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ اور جن میں سے جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیلیس وغیرہ خاص طور پر ممتاز ہیں۔ ان جزیروں کی مجموعی آبادی سات کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ ولندیزی جزائر شرق الہند کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی ربڑ کی کل پیداوار کا ⅓ اور ٹین کی پیداوار کا ⅙ حصہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مجمع الجزائر گنے کی کاشت اور شکر کے لئے اکناف عالم میں مشہور ہیں۔ چنانچہ عرصہ تک جاوا کی شکر ہندوستان کی منڈیوں پر قابض رہی لیکن جب حکومت ہند نے بیرونی کھانڈ پر محصول درآمد عائد کیا تو ہندوستان کی اپنی صنعت ترقی کے مراحل طے کرنے لگی اور اس طرح جاوی شکر کی قدر و قیمت بہت حد تک جاتی رہی۔ ولندیزی جزائر پر سولھویں صدی کے اواخر سے حکومت ہالینڈ کا قبضہ ہے۔ لیکن پیداواری اہمیت کے باعث ان جزیروں سے برطانیہ کے مفاد بھی وابستہ ہیں۔

ولندیزی اقتدار

ہالینڈ سے پہلے ان جزیروں پر پرتگال کا تسلط تھا۔ جو قریباً ایک صدی تک قائم رہا جب یورپی جنگوں کے باعث پرتگال کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو جزیرے بھی اس کے قبضہ سے نکل گئے، اس کے بعد ولندیزی اقتدار کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ ہالینڈ اور جزائر شرق الہند میں تجارتی روابط قائم کئے گئے۔ اور مقامی نظم و نسق کی باگ ڈور بھی شاہ ہالینڈ نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ کچھ عرصہ میں برطانیہ نے بھی ان جزیروں کو اپنے شاہانہ نظام میں شامل کرنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

جزائر شرق الہند پر ہالینڈ کی ابتدائی حکومت نہایت جابرانہ تھی۔ وہ ان ممالک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتی تھی چنانچہ مقامی باشندوں پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کئے گئے۔ خراج وصول کیا گیا۔ اور ایسے قوانین کا نفاذ عمل میں لایا گیا جن کے نتیجہ میں جزائر شرق الہند کے باشندوں کی آزادی و حریت سلب ہو کر رہ گئی۔ دراصل حکومت ہالینڈ کی خواہش تھی کہ شرق الہند کی تمام تجارت ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ آ جائے۔ اور ان جزیروں کو ولندیزی شہنشاہی کے استحکام کے لئے استعمال کیا جائے یہی وجہ تھی کہ تجارتی محصول کا نظام قائم کیا گیا جس کے ماتحت اس مال پر جو ہالینڈ کے لئے برآمد ہوتا۔ اس مال کی بہ نسبت جو دوسرے ممالک کو بھیجا جاتا۔ کم محصول عائد کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ طریقہ کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ غیر ملکی تاجروں نے خفیہ طور پر خلاف قانون درآمد برآمد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس لئے اٹھارویں صدی کے اواخر میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔

انیسویں صدی کی ابتداء میں نپولین نے ہالینڈ کی آزادی و حریت کو برقرار نہ رہنے دیا۔ چنانچہ جزائر شرق الہند پر بھی ہالینڈ کا قبضہ نہ رہ سکا۔ برطانیہ چونکہ فرانس کے خلاف جنگ آزما تھا۔ اس لئے مشرق میں اسے (برطانیہ کو) ولندیزی مقبوضات پر اقتدار قائم کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ۱۸۱۱ء میں انگریزی فوجوں نے بٹاویا پر قبضہ کر لیا لیکن یہ تسلط دیرپا ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ ۱۸۱۴ء کے صلحنامہ ویانا کی رُو سے اسے تمام مقبوضات ہالینڈ کو واپس کرنا پڑے۔

جدید دور

انیسویں صدی کے اواخر میں جزائر شرق الہند پر ہالینڈ کی حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا۔ رائے عامہ کے احتجاج پر ان جزیروں کا نیا دستور اساسی مرتب کیا گیا۔ اصلاحات کا نفاذ ہوا۔ اور قوانین بھی اتنے جابرانہ نہ رہے جتنے سترھویں اور اٹھارویں صدی میں تھے۔ حکومت ہالینڈ کے اس تبدیل قلب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی بے اطمینانی دور ہو گئی اور نظام حکومت میں ان کو کافی حد تک شریک کر لیا گیا۔

۱۹۲۹ء کی سرد بازاری نے جزائر شرق الہند کی تجارت و صنعت کے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ اور وہ ہندوستان، چین اور دوسرے ایشیائی ممالک سے اپنی تجارت برقرار نہ رکھ سکے اس کے علاوہ اندرونی شورش میں اضافہ ہو گیا۔ یہ مشکلات ابھی ختم نہ ہوئی تھیں کہ موجودہ جنگ میں نازیوں نے ہالینڈ کی متاع آزادی چھین لی اور ملکہ ولہیمنا کو انگلستان میں پناہ گزین ہونا پڑا دوسری طرف جاپان ... جہانگیری و جہانبانی کے عزائم لے کر اٹھا ہے اور پھر اکناف کے چھوٹے چھوٹے جزیروں کی حریت کو پامال کرتا ہوا جزائر شرق الہند کی طرف بڑھ رہا ہے، اس میں شک نہیں کہ سقوط ہالینڈ کے بعد یہ جزیرے مرکز سے اپنا تعلق قائم نہیں رکھ سکے تاہم وہ جاپانیوں کا تسلط برداشت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ برطانیہ و امریکہ کے دوش بدوش جاپانی ڈھیلی کا جواب قوت و لیاقت سے دینے پر آمادہ ہیں۔ اور کسی قیمت پر بھی اپنی آزادی سے محروم نہ ہوں گے۔

اب ولندیزی جزائر شرق الہند میں سے سماٹرا، جاوا اور بورنیو کا علیحدہ علیحدہ تاریخی پس منظر پیش کیا جاتا ہے:۔

جزیرہ جاوا

جزیرہ جاوا جزائر شرق الہند میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور جنوب مشرقی ایشیا میں واقع ہے۔ قدیم زمانے میں ہندوستانی چینی اور عرب اس جزیرے میں آتے جاتے تھے اور اہل جاوا سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے۔ جاوا میں یورپی آبادی کا وجود تیرہویں صدی عیسوی سے قبل تک نہیں ملتا۔ ان کا داخلہ مارکو پولو کی سیاحت سے شروع ہوا۔ اہل جاوا نسلی اعتبار سے ملاوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور آبادی کے اکثر حصے کا مذہب اسلام ہے۔ یہ لوگ حنفی اور شافعی فقہ کو مانتے ہیں۔ اور اس جزیرے کے ابتدائی زمانہ کی ہزار سالہ تاریخ تاریکی میں ہے۔ لیکن اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں کچھ ہندوستانی جاوا میں داخل ہوئے۔ جہاں انہوں نے ہندوستانی تہذیب و رواج کو فروغ دیا۔ اسی طرح تحقیق سے یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ زمانہ قبل از تاریخ میں جاوی کس مذہب کے پیرو تھے۔ البتہ آثار قدیمہ اور جدید انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک پر بدھ مت کا سایہ تھا۔ اور ان پیشواؤں کے عقیدتمند تھے۔ جن کا مذہبی مرکز سماٹرا میں تھا۔ اور اس کی شاخیں سماٹرا میں بھی پائی جاتی تھیں اس زمانے کے آثار سے جب اسلام کی روشنی جاوا میں نہ تھی معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جاویوں کی اکثریت عقیدۂ شنتوئیت (Shintoism) کی پیرو تھی اور نظام حکومت ایک جداگانہ سلطنت کے ماتحت تھا جس کا حکمران ایک ہندو تھا۔

جاوا میں اسلام کی روشنی کس طرح پہنچی؛ اس کی تفصیل تاریخی معلومات سے نہیں بتائی جا سکتی۔ البتہ مختلف سفرناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان سوداگر اس جزیرہ میں جاتے رہے وہ اپنے ساتھ اسلام کا پیغام بھی لیتے گئے انہی کی تبلیغ سے جاوا کے کونے کونے میں اسلام کی روشنی پہنچ گئی اور جاویوں نے اس روشنی کو انتہائی شوق سے قبول کیا۔ ۱۳۷۹ء میں جاوا کی سلطنت کے آس پاس کے تین جزیروں کے ساتھ مربوط ہو گئی۔ جس کے باعث اس ملک کی سیاسی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے سیاسی قوت حاصل کی۔ انہوں نے حکمرانی کے لئے انقلاب انگیزی سے کام لیا جس کے باعث یہ جزیرہ عرصۂ دراز تک سیاسی انقلابات۔ طوائف الملوکی اور شورشوں کا مرکز بنا رہا۔ آخر ۱۵۳۵ء میں اسلامی امارت قائم ہو گئی۔

۱۵۹۵ء میں ولندیزی سوداگر جاوا میں آئے۔ اور بالآخر ۱۶۱۱ء میں ایک تجارتی گودام کی تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس تجارتی عمارت کو جنگی قلعے سے بدل دیا گیا اور آہستہ آہستہ ولندیزیوں کا سیاسی اثر جاوا پر غالب آ گیا۔ یہاں تک کہ ۱۶۷۷ء میں جاکرتا پر قابض ہو گئے۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ جزیرے کے مختلف حصوں پر مسلط ہونا شروع کر دیا۔ بالآخر ۱۷۵۵ء میں سلطان جاوا نے ہالینڈ کی سیادت منظور کر لی۔ ۱۸۰۸ء میں جاوا ہالینڈ کی حمایت میں باقاعدہ طور پر آ گیا۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں یہ جزیرہ عارضی طور پر برطانیہ کے قبضہ میں آ گیا۔ لیکن نپولینی جنگوں کے بعد عہدنامہ ویانا کی رُو سے اسے یہ علاقہ ہالینڈ کو واپس کرنا پڑا۔

سماٹرا

یہ بہت بڑا جزیرہ ملایا کے جنوب میں واقع ہے اور اس کا رقبہ قریباً چار لاکھ ۳۰ ہزار ۲۵ کیلومیٹر ہے۔ آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ جو ملائیوں۔ چینیوں۔ ہندوستانیوں اور عربوں کے نسلی امتزاج کا نتیجہ ہیں۔ تقریباً تمام لوگ حنفی اور شافعی مسلمان ہیں اور شجاعت، استقلال کے اعتبار سے ایشیائی ممالک میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جنوبی سماٹرا کے باشندے مسلمان ہونے کے باوجود زمانہ قبل از اسلام کے رسم و رواج کے پابند ہیں۔ جو آبائی مذہب کی جگہ مادری عقائد کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ پہلی صدی عیسوی میں کچھ ہندوستانی سماٹرا گئے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور یہ حکومت ساتویں صدی عیسوی میں تمام جزیرے پر حاوی ہو گئی۔ چنانچہ نویں صدی عیسوی کا مشہور مورخ عبداللہ ابن احمد مصنف کتاب "المسالک والممالک" لکھتا ہے کہ یہاں بدھوں کی عظیم الشان سلطنت قائم تھی جس کا مرکز بان تھا۔ اگرچہ یہ سلطنت چند حصوں میں تقسیم تھی لیکن پرانے زمانے کے برہمنی کھنڈروں سے اس کی شان و شوکت اب تک ثابت ہو رہی ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں چولا نے چین میں اقتدار حاصل کر لیا۔ اکثر چینی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد جزائر شرق الہند کے اکثر امیروں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اہل سماٹرا بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ سترھویں صدی تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ اس کے بعد یورپی بر سر اقتدار آ گئے۔ اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ سولھویں صدی کی ابتداء میں پرتگالیوں نے اپنا تجارتی تسلط قائم کر لیا۔ سولھویں صدی کے آخر

یں ولندیزیوں نے پرتگالیوں کو اخراج پر مجبور کیا۔ اور خود ان کی جگہ متمکن ہو گئے۔ ۱۶۰۲ء میں انگریز بھی سماٹرا میں وارد ہو گئے۔

اس کے بعد تین سو برس تک ولندیزیوں کے ساتھ ہولناک اور خونریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں ولندیزیوں نے مقامی امیروں کی قوت کا خاتمہ کر دیا اور اس ملک پر خود متصرف ہو گئے۔ اس کامیابی کی وجہ سماٹری امیروں کی خانہ جنگی تھی تاہم وہ باہم آویزش کے باوجود غیر ملکی اقتدار کا مقابلہ کرتے رہے۔ چین کے عربی النسل بادشاہوں کی امداد ان کے شامل حال رہی۔ اس لئے ولندیزی ۱۹۰۸ء سے پہلے پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۸۷۳ء میں ولندیزیوں کی تمام قوتیں چینیوں کے خلاف حرکت میں آگئیں۔ آخر کئی سال کی محنت، پانچ کروڑ پونڈ اور اڑھائی لاکھ انسانوں کی قربانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ اگرچہ تمام ساحلی علاقوں پر ہالینڈ کا قبضہ تھا لیکن ملک کے وسطی حصے کی کوہستانی آبادی غلامی کی زنجیریں توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سماٹرا مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم ہے:۔

مغربی سماٹرا۔ ٹاپا نولی۔ مشرقی سماٹرا۔ لام پونگ پالام پونگ جامبی۔ آنذجیہ۔

بورنیو

بورنیو ایشیا کے جنوب مشرق میں بحیرۂ چین اور بحیرۂ جاوا اور آبنائے مکاسر کے درمیان واقع ہے اس کی آبادی ۷ لاکھ ۲۵ ہزار کیلومیٹر مربع اور آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے یہ جزیرہ زیادہ تر پہاڑوں پر مشتمل ہے جن میں قیمتی معدنیات اور جنگلات پائے جاتے ہیں۔ باشندے چینیوں، ملائیوں اور نیگریتوں کی اولاد ہیں۔ ساحلی علاقے کے باشندے اکثر مسلمان ہیں مرکزی بورنیو کے باشندے روح پرست اور بت پوجنے والے ہیں جنوب مشرقی بورنیو میں برہمنی معابد کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان کھنڈروں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں اس جزیرے میں ہندوستانی اقتدار قائم ہوا۔ اس اقتدار کی وجہ کیا تھی؟ اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔

چینی تواریخ بیان کرتی ہے کہ ساتویں صدی ہی میں شمال مشرقی بورنیو کے ایک بادشاہ نے فغفور چین کو تحفے تحائف بھیجے اور پندرھویں صدی عیسوی سے اس جزیرہ میں چینی آکر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ تاریخ جاوا میں لکھا ہے کہ بورنیو کے شمالی حصے کو حکمران جاوا نے فتح کیا تھا۔ اور شاہان بیرونی کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرھویں صدی عیسوی میں ایک برتانا (شمالی بورنیو کا بادشاہ) ملایا میں سیر کی غرض سے آیا۔ اور یہیں اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور سلطان محمد حکمران جہور سے نوابی کا پروانہ حاصل کیا۔ اس کے بعد شمالی بورنیو کا الحاق جہور سے ہو گیا۔ لیکن اس کی خودمختاری پوری طرح قائم رہی۔ اور سلطان محمد سلطان برکت کے ساتھ جو حجازی النسل تھا اس سرزمین میں تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ اس وقت تک سلطان محمد کی اولاد ہی بورنیو پر حکمران ہے۔ پندرھویں صدی کے آخر میں جاوا اور جنوبی اور مغربی جزائر کے مسلمان بورنیو میں گئے۔ اور اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس جزیرے کی بندرگاہ کا وجود اس طرح عمل میں آیا کہ ۱۵۱۸ء میں الیوک رک ولندیزی تین جہاز لیکر چلا۔ اس جہاز کے سوار بندرگاہ امیورنا پہنچ گئے۔ انہوں نے حکمران بورنیو کی اجازت سے تجارت خانے کھول لئے۔ ۱۵۷۶ء میں ہسپانیوں نے بورنیو میں تجارتی مراعات حاصل کیں۔ لیکن انہیں ناکامی کا سامنا ہوا۔ آخر ہسپانیوں نے لڑائی کا سلسلہ شروع کر دیا جو ۱۵۷۳ء سے ۱۶۲۵ء تک جاری رہا۔ اگرچہ سلطان بورنیو نے ابتدائی لڑائیوں ہی میں اعتراف شکست کر لیا لیکن

اہل جزیرہ نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند رکھا۔ اس سے پہلے ۱۶۰۲ء میں ولندیزی اور ۱۶۰۹ء میں انگریز بورنیو کے ساحل پر پہنچ چکے تھے۔ اور انہوں نے تجارت خانوں کی صورت میں جنگی قلعے بنا لئے تھے۔ جن میں اسلحہ اور سامان حرب کے ذخیرے تھے ۱۷۳۳ء میں سلطان جاوا بورنیو کے حقوق سے ولندیزیوں کیلئے دست بردار ہو گیا۔ اسی عرصہ میں سلطان سولو نے شمالی علاقے انگریزوں کے حوالے کر دیئے۔ لیکن محلی رئیسوں نے ۱۷۷۴ء میں انگریزی قلعہ منہدم کر دیا۔ اور ۱۸۰۹ء میں ولندیزیوں کو بھی قلعے خالی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے یورپیوں کے بھاگتے ہوئے جہازوں کا تعاقب کیا اور بہت سے جہاز ڈبو دیئے ۱۸۱۱ء میں جب جاوا پر انگریزوں کا کامل تسلط قائم ہو چکا تھا تو سلطان بورنیو نے انگریزوں کا سایہ حمایت قبول کر لیا۔ ۱۸۲۴ء میں ہالینڈ اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے بورنیو کی تقسیم جائز قرار دی گئی۔ انگریزوں نے اس جزیرے سے دست برداری اختیار کر لی۔ لیکن اس کا نصف حصہ پر سلطان کی حکومت قائم رہی۔ آہستہ آہستہ سارے جنوبی بورنیو پر ولندیزیوں نے قبضہ کر لیا۔ آخر ۱۸۹۱ء میں برطانیہ نے مقبوضہ بورنیو کا نصف حصہ اپنی سیادت میں لے لیا۔ انگریزی قبضے کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے ربع اوّل میں سلطان بورنیو نے خودمختاری کا اعلان کر دیا جس کے جواب میں انگریزی جہازوں نے گولہ باری شروع کی اور دو سال کی متواتر لڑائی کے بعد بہت سی بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا ۱۹۰۰ء میں محمد صالح قائد علی کی وفات کے بعد باشندوں کی طاقت ٹوٹ گئی اور چند برس کے بعد مخالفت ختم ہو گئی ۱۸۸۸ء میں یہاں برطانیہ کی حمایت

مضامین کا انعامی مقابلہ
نمبر ۳

ڈائرکٹر صاحب اصلاح دیہات کی طرف سے انعامی مقابلے کے لئے مندرجہ ذیل مضامین کا اعلان کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم یافتہ اشخاص تحریک اصلاح دیہات کو کس طرح فروغ دے سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہ مضمون پرائیویٹ مضمون نگاروں جرنلسٹوں کالج کے طالب علموں اور اسکول کے استادوں کے لئے ہے۔

(۲) اقتصادی ترقی حاصل کرنے کے لئے گھریلو دستکاریوں کو خواتین میں مقبول عام بنانے کی کیا تدابیر اور طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

نوٹ۔ یہ مضمون طالبات کالج اسکول کی ٹیچروں اور ٹریننگ اسکول کی طالبات کے لئے ہیں۔

(۳) تحریک اصلاح دیہات میں ڈرامہ کے کلبوں اور گانے والی پارٹیوں کی کیا اہمیت ہے۔

نوٹ:۔ اس پر صرف طلباء اسکول مضمون لکھ سکتے ہیں۔

(۴) وہ لڑکی جو اصلاح دیہات کے پروگرام سے خوب اچھی طرح واقف ہو۔ بجا طور پر اپنے گھر بہشت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔

نوٹ:۔ یہ مضمون صرف اسکول کی لڑکیوں کے لئے ہے۔

ہر جماعت کے لئے الگ الگ انعامات مقرر ہیں جو حسب سابق دیئے جائیں گے۔ تمام قصص و کہانیاں اور مکالمے، جو اردو، ہندی یا گورمکھی میں لکھے ہوں۔ ۴ر مارچ ۱۹۴۲ء تک دفتر اصلاح دیہات لاہور پہنچ جانے چاہئیں یہ مضامین واپس نہیں ہونگے۔ اور ان کی اشاعت کا حق ڈائرکٹر صاحب اصلاح دیہات کو ہوگا۔

اس سلسلہ میں اگر ضرورت ہو تو اصلاح دیہات کا لٹریچر دفتر سے طلب کرنے پر مفت مل سکتا ہے۔

دستخط

ایس۔ ایم۔

ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب ضلع کرنال۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا واحد آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۸ صفر المظفر ۱۳۶۱ء مطابق ۲۴ فروری ۱۹۴۲ء | نمبر ۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

ناول نویسی و ناول خوانی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا۔ کہ ناولوں کا لکھنا اور پڑھنا کیسا ہے۔ فرمایا کہ ناولوں کے متعلق وہی حکم ہے۔ جو آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کے متعلق فرمایا ہے حسنہ حسن و قبیحہ قبیح اس کا اچھا حصہ اچھا ہے۔ اور قبیح قبیح ہے۔ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ مثنوی مولوی رومی میں جو قصے لکھے ہیں۔ وہ سب تمثیلیں ہیں۔ اور اصل واقعات نہیں ہیں۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمثیلوں سے بہت کام لیتے تھے۔ یہ بھی ایک قسم کے ناول ہیں۔ جو ناول نیت صالح سے لکھے جاتے ہیں۔ زبان عمدہ ہوتی ہے نتیجہ نصیحت آمیز ہوتا ہے۔ اور بہرحال مفید ہیں۔ ان کے حسب ضرورت موقعہ لکھنے و پڑھنے میں گناہ نہیں۔

(بدر ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

مشاعرہ

ایک جگہ بعض شاعرانہ مذاق کے دوست ایک باقاعدہ انجمن مشاعرہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اسکے متعلق حضرت سے دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ یہ تضیع اوقات ہے، کہ ایسی انجمنیں قائم کی جائیں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں۔ ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سنادے۔ یا کسی اخبار میں چھپوائے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی نظمیں لکھی ہیں۔ مگر اتنی عمر ہوئی آج تک کبھی کسی مشاعرہ میں اپنا نام پیدا کرنا نہیں چاہا۔ ہاں اگر حال کے طور پر نہ صرف قال کے طور پر اور جوش روحانی سے نہ خواہش نفسانی سے کبھی کوئی نظم جو مخلوق کے لئے مفید ہو سکتی ہو۔ لکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر یہی پیشہ کر لینا ایک منحوس کام ہے:

اخبار احمدیہ!

حضرت امیر قوم کی حیدرآباد کو روانگی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ تبلیغی اغراض اور حیدرآباد دکن کے بعض معزز حضرات کی دعوت پر مورخہ ۲۰ فروری کو شام کے وقت فرنٹیر میل کے ذریعہ حیدرآباد دکن تشریف لیگئے۔ حضرت ممدوح راستہ میں دو دن دہلی قیام فرمائینگے اور ۲۳ فروری کی شام کو گرانڈ ٹرنک ایکسپریس میں سوار ہوکر ۲۵ فروری کی صبح کو حیدرآباد پہنچیں گے۔ وہاں ہفتہ عشرہ قیام کے بعد حضرت ممدوح بمبئی سے ہوتے ہوئے مانگرول تشریف لیجائیں گے اس طرح یہ سفر ۲۰/۲۵ دن کا ہوگا۔ جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین شاہ صاحب معیت میں ہونگے سب احباب سلسلہ حضرت ممدوح کی خیر و عافیت واپسی کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں مولینا عبدالحق صاحب اور سید اختر حسین شاہ صاحب کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

درخواستہائے دعا۔ (ا) جناب ملک خدا بخش صاحب لدھیانہ اپنے صاحبزادہ ملک عزیز احمد صاحب کی ملازمت کے سلسلہ میں تبدیلی کیلئے دعا کیلئے درخواست کرتے ہیں۔

(ب) جناب محمد شفیع صاحب علوی سامانہ (پٹیالہ) اپنے بچے کی ترقی اور کامیابی کے لئے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست دعا کرتے ہیں۔

سانحہ ارتحال (ا) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ جماعت کے مخلص دوست شیخ محمد ہاشم صاحب مورخہ ۱۲/۲/۴۲ کو مقام جموں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے بیرونی جماعتوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

(ب) جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب بابو محمد صدیق خان صاحب کے والد محترم کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور بابو صاحب موصوف آجکل عراق میں ہیں، بیرونی اصحاب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں اور بابو صاحب موصوف کے بخیریت واپس آنے کے متعلق دعا فرمائیں۔

جماعت کے تمام حلقے اپنی تبلیغی جدوجہد کو جاری رکھیں اور اپنی اس جدوجہد سے تبلیغ اسلام کے عالمگیر نصب العین کو تقویت پہنچائیں

دُعا کا اعجاز!

از جناب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب

گذشتہ سے پیوستہ

اور اکثر انہی آیات کو مشکلات میں میں نے خدا کے حضور بطور واسطہ پیش کر کے بڑا لطف اُٹھایا ہے۔ حضرت ایوب، حضرت یونس اور حضرت زکریا کی مخصوص مشکلات اور ان کی دعاؤں کی استجابت کا ذکر کے ایسے الفاظ کا فرمانا ذکریٰ للعابدین۔ وکذالک ننجی المومنین اور آخر میں یوں فرمانا انا ربکم فاعبدون اس میں گویا صلائے عام ہے کہ وہ حی وقیوم خدا اور وہ قادر و توانا خزائن السموات والارض کا مالک اور ان من شیئ الاعندنا خزائنہ۔ وننزل الابقدر معلوم کا ارشاد فرمانے والا رب اب بھی موجود ہے اور اب بھی دعاؤں کو سننے کے لئے تیار ہے۔ اور اب بھی اس کے آستانے پر گرنے والے نامراد نہیں پھیرے جاتے۔ حقیقت میں سب مرادوں کے دینے والا وہی ہے۔ دعا سے صرف اسی قدر نہیں کہ انسان کا مشکل کام آسان ہو جاتا ہے یا اس کا مدعا پورا ہو جاتا ہے عام تو بغیر ظاہری دعا کے بھی ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ بھی اپنے مقاصد کو پا لیتے ہیں جو دعا کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ دعا سے حقیقی خوشحالی اور دل کی تسکین حاصل ہوتی ہے دعا کے ذریعہ عاجز اور ہر طرح سے محتاج بندہ ایسی ہستی کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر لیتا ہے جس کے پاس سب کچھ ہے اور سچی مرادوں کے دینے والا صرف وہی ایک ہے بندہ اپنے اس فعل سے گویا غیر سے کچھ نہیں چاہتا بلکہ جو کچھ چاہتا ہے خدا سے چاہتا ہے اس سے اسے بڑی قوت حاصل ہوتی ہے اور توحید کا وہ پردہ مضبوطی سے قائم ہو جاتا ہے اس کا سر کسی غیر کے آگے نہیں جھکتا بلکہ بڑے بڑے متکبروں اور حاکموں کو وہ اپنی نظر میں ہی نہیں لاتا۔ خدا پر توکل کی یہ کیفیت صرف دعا کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ پھر جب بندہ اپنی دعا کے مطابق اپنے کام بنتے دیکھتا ہے تو یہ اسکے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ کام بن جانے پر جہاں ایک غافل اور محجوب انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کام کیسے بن گیا وہ اپنی تدبیر پر ہی آنکھیں رکھتا ہے۔ ایک معرفت رکھنے والا اس سرچشمہ پر نظر رکھتا ہے اور کھلے طور پر دیکھتا ہے جہاں سے اس کے کام کے اسباب پیدا ہوتے اور اپنی دعا اور مراد کی تطبیق دیکھ کر اور روحانی مسرت جو قبولیت دعا کی وجہ سے اسے حاصل ہو جاتی ہے اس کا یقین خدا کی ہستی اور اس کی قدرتوں پر بڑھتا ہے اور ایک محبت اور جذب خدا کے لئے اس کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ گناہوں کی ناپاکی سے اپنے آپ کو چھڑانا چاہتا ہے تاکہ اپنے محسن آقا کے لئے زیادہ قابل بن جائے۔ اگر کسی حکمت خفی کی وجہ سے بندہ اپنی منہ مانگی مراد کو حاصل نہیں کر سکے تو اسے کبھی اور کسی حال میں غمگین اور رنجیدہ نہیں چھوڑ دیا جاتا اور عجیب غریب رنگوں میں وہ خدا کی تائیدات کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات اس مخفی حکمت کو بھی اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اور یہ بات اسے اور بھی زیادہ نور ایمان سے بھر دیتی ہے۔ بعض وقت دعا کی قبولیت کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو بذریعہ الہام یا رؤیا وخواب قبل از وقت اطلاع بھی فرما دیتا ہے اور جب یہ بات پوری ہو جاتی ہے تو بندہ اپنے آپ کو خدا کے قریب پاتا ہے اور ایسی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے کہ اس راہ میں اور آگے ترقی کرنا چاہتا ہے، پس یہ جاننا لازمی ہے کہ دعا صرف چند مرادوں کے پانے کے مترادف نہیں بلکہ وہ شاہراہ ہے جس کے ذریعہ خدا کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور جو انسان کی زندگی کی ہر تلخی کا تریاق ہے۔ تمام انبیاء کا سب سے بڑا معجزہ ان کی دعا ہی تھا اور تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ اس اُمت کے اندر ایسے صلحاء کا کوئی شمار ہی نہیں جن کی دعائے مستجاب سے انقلاب پیدا ہوئے اور کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے فاجعل انت جملتك واجزائك اضناما مع سائر الخلق ولا تطع شیئا فی ذالك ولا تتبعه جملة فتكون كبريتا احمر فلا تكاد وترى فحينئذ تكون وارث كل نبي ورسول وبك تختم الولاية وتنكشف الكروب بك وتسقى الغيوث بك وتنبت الزروع وبك تدفع البلايا والمحن عن الخاص والعام واهل الثغور وتقلبك يد القدرة ويدعوك لسان الازل وتنزل منازل من سلف من اولى العلم ويرد عليك التكوين وخرق العادات وتؤمن على الاسرار والعلوم اللدنيه دنیا ونعما۔

ہم نے جو زمانہ پایا ہے وہ اپنے فتن کے لحاظ سے ایک تاریخی زمانہ ہے اس کے فتنوں اور فسادوں کے متعلق اس کے ٹھیک آثار اور نشانات بتا کر مخبر صادق نے اپنی امت کو تیرہ چودہ سو سال پیشتر آگاہ فرما دیا تھا۔ ان فتنوں کی اصلاح کے لئے جو مصلح آیا اسکو مجدد اور ضروری سامانوں کے جو اس خاص قسم کے کام کے لئے ضروری تھے اور جس کے متعلق ان جلسے کے ایام میں ہم نے بہت کچھ سنا سنایا اسے دعا کا ہتھیار بھی دیا گیا تھا اس مرد خدا نے نہ صرف آکر دعا کی حقیقت کو واضح کیا بلکہ دعا سے مستجاب کے وہ وہ نمونے دکھائے کہ جو نہ صرف اپنی جماعت کے ایمان کا موجب ہوئے بلکہ دشمنوں پر بھی حجت قائم ہو گئی، لیکھرام۔ ڈوئی۔ آتھم وغیرہ کے واقعات سے ایک دنیا واقف ہے اُن کے اور ایسے دیگر واقعات کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اپنی استجابت دعا کے ذریعہ سے جس پر کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بوجہ مامور ہونے کے بڑا دعوےٰ تھا اور بڑی تحدی سے اپنے مخالفین کو اپنی دعا کے امتحان کے لئے دعوت دیتے تھے انہوں نے جماعت کے اندر ایک نئی تڑپ دعا کے لئے پیدا کر دی تھی آپ کا پاک نمونہ آپ کی صحبت کا اثر اور خدا کے تازہ بتازہ نشانات کا مشاہدہ ایسی باتیں تھیں کہ آپکے احباب کے اندر بھی خاص رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ دعاؤں پر بڑا زور تھا اور اس کے اثرات آپکے ساتھیوں کے اخلاق و اعمال بلکہ صورتوں سے ظاہر تھے۔ میں جب حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو میری عمر ۸-۹ سال کی تھی اور حضرت صاحب کی زندگی کا آخری سال تھا۔ میں تین ماہ قادیان میں رہا۔ اس وقت کا نقشہ اگرچہ میں اس کی حقیقت پورے طور پر اس وقت نہ سمجھا تھا اب تک یاد ہے۔ وہ ایک نقشہ تھا جو پھر عمر بھر نظر نہ آیا اور اس کے لئے آنکھیں ترستی ہیں۔

ہمارے اپنے دیہات میں بھی چند ایک دوست اس زمانے میں تھے اور مخالفت بھی زوروں پر تھی۔ ان لوگوں کی زندگی۔ ان کی نمازیں اور دعاؤں کا سوز و گداز کوئی بات تھی جو باقی رہی۔ ہمیں خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود کا کام ہمیں ملا اور اس رنگ میں یہ قلیل جماعت ہی آپ کی وارث بنی اور خدا نے ہماری تھوڑی سعی کو مقبول فرمایا اور کوشش اور توقع سے بڑھکر ہمارے چھوٹے کام کو پھل لگے اس میں بھی شک نہیں کہ ہماری جماعت نے اپنے "سلطان القلم" قائد کے زیر سایہ بہت قیمتی لٹریچر پیدا کیا اور خوب پھیلایا اور اشاعت قرآن و تبلیغ دین کا بھی حق ادا کیا۔ مباحثے اور مناظرے کے میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس جماعت کی عزت رکھی الحق یعلی ولا یعلی کی صداقت ہر موقعہ پر ثابت ہوئی ہم کو خدا اللہ تعالیٰ نے چند ایک ایسے قابل دوست بھی محض اپنے فضل سے عطا فرمائے کہ ان کے پائے کے آدمی کسی دوسری جگہ آپ کو نہیں ملیں گے۔ یہ سب کچھ خدا کا فضل ہے اور ہم اس کے شکر گذار ہیں لیکن میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ جماعت کی روحانی تربیت کا سلسلہ زیادہ توجہ طلب ہے اور یہ وہ بات ہے جہاں دعا کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں دعا کا زیادہ چرچا چاہیئے۔ یہ بھی خدا کا احسان ہے کہ ہمارے ہاں ریاکاری قطعاً نہیں ریاکاری وہ آگ ہے جو سب نیکی کو بھسم کر دیتی ہے میرا مدعا یہ نہیں کہ ہم ریاکارانہ طور پر دعاؤں کا مظاہرہ کریں میری غرض البتہ یہ ضرور ہے کہ ہم روحانی زندگی کے اس ضروری پہلو پر اس قسم کی توجہ دیں کہ ہمارے نوجوان بچے اس کوچے سے ناآشنا کے ناآشنا نہ رہ جاویں۔

دعا وہ چیز ہے کہ ایک دفعہ اس کی لذت سے جو آشنا ہو جائے اس کے لئے خود بخود آگے رستے کھلتے جاتے ہیں اور پردے ہٹتے جاتے ہیں۔ ہماری جماعت میں ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی دعائیں مستجاب ہیں۔ میں اپنے زندہ موجود ہونے کے لئے اور کوئی ذریعہ بجز ان بزرگوں کی دعاؤں کے نہیں دیکھتا۔ میں آپ کو ایک واقعہ صرف اس نیت سے بیان کرتا ہوں کہ شاید حاضرین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو

ہمارے حضرت امیر کو پیر بننا تو اب تک نہیں آیا اگر انہیں پیر بننا آتا تو شاید انہیں اپنے کام میں کسی قدر سہولت ہوتی مگر میرے وہ ضرور پیرو مرشد ہیں۔ انہیں چھوٹے بڑوں سب سے شفقت ہے۔ میں ابھی طالب علم ہی تھا کہ انہیں میرے ساتھ بھی خاص الخاص شفقت تھی اور اس ۲۴-۲۵ سال میں میں نے اُن سے زیادہ باوفا کسی کو نہیں پایا۔ میں سالہا سال بیمار رہا ہوں اور میرے حق میں دعا کرنے سے اور دوسروں سے دعا کرانے سے کبھی نہیں تھکے۔ سالانہ جلسوں کے موقعوں پر بھی انہوں نے یہ درخواستیں میرے حق میں دعا کے لئے کی ہیں۔ میری مرض تو دیرینہ تھی لیکن ۳۷-۳۸ء میں اس نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ بعض ڈاکٹروں نے مایوسی ظاہر کی مجھے خود بھی دو مرتبہ ایسی صورت دکھائی گئی کہ جس میں زندگی کے خاتمے کا ہی اشارہ تھا لیکن نیک انجام کا بھی ساتھ اشارہ تھا اسلئے میں چنداں رنجیدہ نہ ہوا اور ساتھ ہی خدا کے فضلوں سے مایوس بھی نہ ہوا اور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ اچانک اسباب کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس میں غیبی ہاتھ صاف کارفرما نظر آتا تھا۔ میری صحت کچھ سنبھل گئی اور مجھے ایک ایسی ڈیوٹی پر بغیر میری سعی کے لگایا گیا کہ جس میں صرف نام تھا اور کام نہ تھا۔ یہ سینیٹوریم جس میں اب میں کام کرتا ہوں زیر تعمیر تھا۔ مجھے یہ کام دیا گیا کہ تم اسکے ڈائرکٹر ہو جب تیار ہوگا کام شروع کرنا۔ تعمیر کا کام لمبا ہو گیا اور مجھے ۸ ماہ مفت میں آرام کے مل گئے۔ صرف اتنا ہوا کہ

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم شنبہ ۸ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۴۲ء | نمبر ۹

تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا تازہ ارشاد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ فروری میں تبلیغی پروگرام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:۔

"میں نے سال گذشتہ ایک تحریک کی تھی کہ اس سال دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لاؤ، خدا کے فضل سے یہ تحریک ایک حد تک کامیاب ثابت ہوئی اور گذشتہ سال پہلے سے زیادہ لوگ جماعت میں داخل ہوئے چاہیئے تھا کہ اس سال اس تحریک کو بڑھایا جاتا اور زیادہ آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کی تحریک کی جاتی، لیکن ایک غلطی ہوگئی جس کا میں ذمہ دار ہوں، چاہیئے تھا کہ نئے سال کے شروع میں پھر تحریک کرتا، لیکن یہ بات رہ گئی، اب میں سردست اس تحریک کو ۔۔ پر محدود رکھتا ہوں کہ دس ہزار آدمیوں کو اس سال پھر زیر تبلیغ لایا جائے، لیکن اس میں ایک تغیر پیدا کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسکو کام کرنیوالوں کی مرضی پر نہ چھوڑا جائے بلکہ یہ بات ریکارڈ میں آجائے کہ زید اتنے آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا وعدہ کرتا ہے، اور بکر اتنے آدمیوں کو، اسکے لئے محنت کرنی پڑے گی، اور دفتر کے کارکنوں کو خاص طور پر کام کرنا پڑے گا، یہ بھی میں اسی وقت سنا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے کام کارکنوں کی غفلت کی وجہ سے رہ جاتے ہیں، اسلئے کارکنوں کو خاص طور پر اس تحریک کو چلانا پڑے گا، اور پورا ریکارڈ رکھنا ہوگا، یہ امر کہ اس سے کہاں تک کامیابی ہوگی اسکو خدا پر چھوڑو، ویسے میں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ وقت آچکا ہے کہ ہماری قلت کو اللہ تعالیٰ کثرت سے بدل دے، ہمیں وہ کثرت بکار نہیں، جو محض نام کی کثرت ہو اور کوئی کام اس سے تبلیغ اسلام کا نہ ہو، بلکہ کام کرنیوالے آدمی بکار ہیں، اسلئے پہلے اپنے اندر یہ عزم پیدا کرو کہ ہم نے اس کام کو کرنا ہے اور پھر دوسروں کے اندر اس روح کو پھونکو،

اس کے ساتھ ہی میں پھر اعادہ کرتا ہوں کہ دعا کے اندر بھی لگے رہو، پہلے اپنے دل کے اندر یقین پیدا کرو کہ تبلیغ اسلام ہی صحیح رستہ ہے، پھر دعائیں کرو، کہ اللہ تعالےٰ اس رستہ پر چلنے اور دوسروں کو شامل کرنے کی توفیق دے، اور پھر کوشش کرو، خدا تمہاری کوششوں کو کامیاب کرے گا۔"

گذشتہ سال پیغامِ صلح نے جس تندہی کے ساتھ تبلیغی پروگرام کو جماعت کے سامنے پیش کیا وہ اصحاب جماعت پر خوب واضح ہے چنانچہ یہ اس تواتر اور پیہم یاد دہانیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ جس سے جماعت کے قریباً تمام حلقوں میں تسلیم کر لیا گیا کہ جماعت میں تنظیم اور تبلیغ کی اہمیت کا خیال پیدا ہوگیا اور دوستوں نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی اور اس تحریک تبلیغ کی وجہ سے جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا اقتباس میں ارشاد فرمایا ہے گذشتہ سال پہلے سے زیادہ لوگ جماعت میں شامل ہوئے، اب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے پھر اس پروگرام کو کچھ ترمیم کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کیا ہے اور وہ ترمیم اور اضافہ یہ ہے کہ اس سال تبلیغی کوشش ایک باقاعدگی اور انتظام کے ماتحت کی جائے اسکا مختصر سا خاکہ محترمی جنرل سکرٹری صاحب انجمن نے اسی شیوع میں کسی اور جگہ پیش کر دیا ہے اور امید ہے کہ آیندہ دو ایک اشاعتوں میں اسکی مزید وضاحت ہو جائے گی۔ جماعت کے تمام دوستوں کو ایک **مستعدی اور جوش** کے ساتھ اس کام کو شروع کر دینا چاہیئے اور **زندہ اور فعال** جماعت کی طرح منظم ہو کر میدان عمل میں نکل آنا چاہیئے۔ ہمارے سب دوستوں پر روشن ہونا چاہیئے کہ تبلیغ احمدیت ہمارے عالمگیر نصب العین کی ریڑھ کی ہڈی ہے جتنا اس پر زور دیا جائیگا اتنا ہی اس پروگرام کو تقویت پہنچے گی سو اس معاملہ میں تساہل اور تغافل ایک خطرناک غلطی ہے، امید ہے سب دوست ایک یقین کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر لبیک کہیں گے کیونکہ یقین ہی وہ طاقت ہے کہ جس سے کوہ گراں ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں شدید سے شدید مخالفت دب جاتی ہے بڑے سے بڑا کام بروئے کار آجاتا ہے اور ناممکن ممکن میں بدل جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور انہیں بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

شذرات

کچھ تحریک صدقہ کے متعلق

جماعت کے دوستوں کی خدمت میں تحریک صدقہ کے متعلق اپیل بھجوائی گئی تھی اکثر دوستوں نے دفتر کی اپیل کا جواب دے دیا ہے، جن دوستوں کی طرف سے جواب نہیں آیا انکی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ جلد اس طرف توجہ مبذول فرمائیں، اور جن دوستوں نے وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خواہش ہے کہ مارچ ۱۹۴۲ء کے اخیر تک رقوم دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں؛

تلگو زبان میں مفید تبلیغی ٹریکٹ

جیسا کہ احباب سلسلہ کو اخبار کے کسی گذشتہ شیوع کے ذریعہ علم ہو چکا ہے کہ اخویم شیخ محمد انعام الحق صاحب جائنٹ ایڈیٹر پیغام صلح نے وسطی و جنوبی ہند اور بالخصوص سلطنت حیدر آباد میں آریہ سماجی سرگرمیوں کے نتائج اور حالات کو محسوس کرتے ہوئے ایسا لٹریچر شائع کرنیکا تہیہ کیا ہے جس سے سلطنت حیدر آباد کے لوگ آریہ سماج کے صحیح حالات اور مقاصد سے واقف ہو سکیں چنانچہ سب سے پہلے شیخ صاحب موصوف نے جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے تازہ ٹریکٹ "اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ" کا تلگو زبان میں ترجمہ شائع کیا ہے یہ مذکورہ بالا ٹریکٹ اپنی تبلیغی نوعیت کے لحاظ سے نہایت مفید ہے احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ جہاں کہیں تلگو زبان بولنے اور جاننے والے افراد موجود ہوں وہاں اس ٹریکٹ کو منگوا کر تقسیم کریں۔ ٹریکٹ مفت دیا جائے گا صرف تین پیسے فی کاپی کے حساب سے محصول ڈاک بصورت ٹکٹ بھیجنا پڑے گا،

ٹریکٹ ملنے کا پتہ:۔ جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسلحہ کی تیاری

"امریکہ نے اسلحہ اور تجارتی جہازوں کے لئے ایک نیا بجٹ پاس کیا ہے اس بجٹ کے مطابق امریکہ میں اسلحہ تیار کرنے پر ۰۰ ۱۹۰ ۰۹ ۰۷ ۰ ۲ ۳۲ ڈالر خرچ کئے جائیں گے یعنی قریباً ۱۹۶ ارب ۲۱ کروڑ ۷۲ لاکھ پانچ ہزار سات سو روپے، یاد رہے کہ یہ امریکہ کا صرف ایک بجٹ ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی بجٹ بن چکے ہیں"

(ملاپ ۱۲ فروری ۱۹۴۲ء)

وہ دولت جو کہ مخلوق خدا کی بہتری اور آسودگی پر خرچ ہونا چاہیئے تھی، آج کیسی بے دریغی کے ساتھ گولہ اور بارود تیار کرنے پر صرف ہو رہی ہے۔ یہ صرف ایک ملک کا حال ہے ورنہ اگر دنیا کے سارے ممالک کی دولت کا اندازہ لگایا جائے جو اسلحہ کی تیاری پر صرف ہو رہی ہے تو معلوم نہیں کہ میزان کہاں جا کر بیٹھے موجودہ متمدن اور مہذب دور میں اتنے وسیع پیمانہ پر دولت کی تباہی یقیناً چشم بینا کے لئے مقام عبرت ہے ؛

برطانوی وزارت میں تبدیلی

موجودہ جنگی صورت حالات کی وجہ سے برطانوی وزارت میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے، مسٹر چرچل پہلے کی طرح وزیر اعظم رہیں گے مگر لارڈ بیوربروک وزارت کے رکن نہیں رہیں گے ان کی جگہ سر سٹیفورڈ کرپس مقرر ہوئے ہیں، لیکن ان کے پاس وہ سارے محکمے نہیں ہیں جو لارڈ بیوربروک کے پاس تھے ؛

معاصر الفضل کا عذر گناہ

"دیانت و امانت کے پتلے" اور قادیانی پارٹی کے سرکاری آرگن الفضل کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ اس نے ایک مہینہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف مضامین لکھے ہیں اور یہ مضامین جلسہ سالانہ کی رپورٹوں کے علاوہ ہیں اور ہمارے جو اقتباسات عذر گناہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں وہ صرف جلسہ سالانہ کی رپورٹ سے لئے گئے ہیں ورنہ پیغام صلح نے مضامین لیڈنگ آرٹیکل اور شذرات کی صورت میں کچھ نہیں لکھا اور الفضل نے علاوہ جلسہ سالانہ کی رپورٹوں کے، مضامین اپنے مخصوص مبلغ علم الکلام میں لکھے ہیں اور "تفسیر کبیر رحمان اور بیان القرآن شیطان" کی صورت میں نظر آنیوالے "مکاشفات" اس کے علاوہ ہیں ہم نے قصداً ان "شاہپاروں" اور قادیانی ملہمین کے "شاہکاروں" کو نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ ہمارا مقصد تخریبی آویزش کی آگ کو ہوا دینا نہیں لیکن دیانت و امانت کا پتلا الفضل ان مضامین کو شیر مادر کی طرح پی گیا اور دفترار ہے ہم نے جلسہ سالانہ کی رپورٹ کیوں شائع کی ۔ یہ محض عذر گناہ ہے کیا جلسہ سالانہ کی رپورٹ الفضل نے شائع نہیں کی اور اسکے علاوہ اپنے مخصوص مبلغ علم الکلام میں ۷ مضمون ایک مہینہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف شائع نہیں کئے جس میں جماعت احمدیہ لاہور کی انتہائی دلآزاری کی گئی ہے۔ ہم نے تو ایک مخلصانہ مشورہ پیش کیا تھا اگر معاصر الفضل عذر گناہ پر اس آویزش کو بہرصورت جاری رکھنا چاہتا ہے تو ہم اسکے متعلق زیادہ لکھنا نہیں چاہتے ہماری طرف سے اتمام حجت ہو چکا

تبلیغی پروگرام اور منظم طریقہ

از جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری

اخبار پیغام صلح کے اوراق سے احباب کرام کو علم ہو چکا ہو گا کہ سال گذشتہ ممبران جماعت کی تھوڑی سی سعی سے کافی احباب سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے یہ کوشش کچھ غیر منظم طریقہ پر تھی۔ امسال یہ ارادہ ہے کہ اس جدوجہد اور سعی کو باقاعدہ منظم کیا جائے اور تمام افراد جماعت کو اس میں شریک کیا جائے۔ جیسا کہ کسی گذشتہ عریضہ کے ذریعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہر احمدی پر فرض ہے کہ نہ صرف اپنی آمدنی کا ایک حصہ اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت پر صرف کر کے مالی جہاد میں شامل ہو بلکہ اپنے قیمتی وقت کا ایک حصہ بھی اس کار خیر کے لئے وقف کر دے جس طرح ہر احمدی کم از کم ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے ماہوار چندہ ادا کرتا ہے اسی طرح یہ تجویز کیا گیا ہے کہ **ہر احمدی کم از کم ایک گھنٹہ فی ہفتہ تبلیغ پر صرف کرے۔**

اس کام کو ماہوار چندہ کی طرح منظم اور باقاعدہ کرنے کی غرض سے دفتر چند فارمیں طبع کروا رہا ہے جو ہر احمدی کو طلب کرنے پر بھیجی جا سکتی ہیں۔ ایک فارم کارگذاری آنریری مبلغین حضرات کے لئے ہوگی جس کی خانہ پُری کر کے ہر احمدی جو اس فارم کو طلب کرے گا مرکز میں واپس کرے گا۔ دوسری فارم اس قسم کی ہوگی جس سے ظاہر ہو سکے کہ جو صاحب زیر تبلیغ ہیں ان کی "پراگرس" رپورٹ کیا ہے۔ ہر دو فارموں کے خاکے ذیل درج ہیں۔ احباب کرام۔ صدر صاحبان سیکرٹریان اس طرف فوری توجہ کریں۔ بلکہ سب سے بہتر یہ ہوگا کہ ہر جماعت میں ایک خاص سیکرٹری تبلیغ مقرر کیا جائے اور اسکا نام و پتہ مرکز میں بھیجا جائے تاکہ دفتر اس سے براہ راست خط و کتابت کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

(نقشہ نمبر ۱) فارم اوّل۔ پروگریس رپورٹ احباب زیر تبلیغ

نمبر — نام ان صاحب کا جو زیر تبلیغ ہوں — پتہ — غیر احمدی یا قادیانی

نام آنریری مبلغ	تاریخ ملاقات یا خط وغیرہ	خلاصہ خط یا نتیجہ ملاقات	لٹریچر جو دیا گیا	پروگریس ریمارکس

تاریخ — دستخط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

(نقشہ نمبر ۲) فارم ۲ رپورٹ کارگذاری آنریری مبلغین

نمبر — نام آنریری مبلغ صاحب — پتہ

تاریخ ملاقات یا خط	نام و پتہ زیر تبلیغ حضرات	غیر احمدی یا قادیانی	موضوع گفتگو یا خلاصہ مکتوب	وقت جو دیا گیا	ریمارکس

تاریخ — دستخط

ہماری تبلیغی ڈاک

جناب مستری یعقوب علی صاحب جموں سے مجدد اعظم کے متعلق حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں رقمطراز ہیں:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور والا کی تالیف فرمودہ "مجدد اعظم" ہر دو جلد جب سلاۃ کی ڈاک میں پڑھیں تو ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے کا معاملہ تھا۔ نیند نہیں آتی کتاب چھوڑنے پر مجبور کرتی تھی ورنہ قلب اس قدر راحت حاصل کرتا جو بیان سے باہر ہے یوں معلوم دیتا تھا کہ حضرت اقدس تشریف فرما ہیں، احباب کا جمگھٹا ہے جس میں بھی شریک محفل ہوں۔ مجھے بہت ہی حسرت ہوتی جب یہ یاد آتا کہ حضرت کے اصرار کے باوجود ہم اجازت طلب کر کے قادیان واپس آ جاتے۔ آج یہ شعر مزید حسرت دلاتا ہے۔ امروز قوم من نشناسد مقام من روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم۔ دعا ہے کہ خدا انجام بخیر کرے حضور کے دربار تک پہنچا کر سرور کائنات کی خدمت اقدس تک رسائی بخشے۔ دل سے دعا نکلی کہ حضور کو خدا فی الدارین جزا خیر عطا فرمائے جنہوں نے انتہائی کاوش اس پیرانہ سالی میں ... کر کے ہمارے اور خصوصاً آیندہ نسلوں کیلئے حضرت اقدس کا پورا دربار سجا دیا۔ جزاکم اللہ و لفظ ریحت میں ... ورنہ قادیان کے بعض دوست تو اسی وقت اندھیر مچانے لگے ہیں۔ جبکہ حضرت کے دربار کے خدام زندہ ہیں۔ میرا دل مطالعہ کے وقت اس قدر مسرور تھا کہ کھانا میز پر پڑا ہی رہتا۔ اور گھر والوں کے اصرار پر کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ کھانا پڑتا۔ شاید قبلہ کو خیال گذرے کہ خط کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ پڑھا تو پڑھا لیکن دل نے یہی مناسب سمجھا کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ آپ نے اس قدر محنت فرمائی اور تمام واقعات ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے اسلئے شکر گذاری ضروری ہے۔ دلی مسرت کے ساتھ شکریہ قبول ہو۔۔۔۔

> کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

(۲) ایک غیر احمدی دوست ایم ایس۔ احمد برما سے تحریر فرماتے ہیں۔ ابھی ابھی انگریزی ٹریکٹ (Call of Islam) موصول ہوا بہت بہت شکریہ۔ (Islam and the Present War) نہایت ہی شاندار ٹریکٹ ہے میں نے ایک ہی نشست میں ختم کیا یقین جانیئے کہ میں اس ٹریکٹ کو پڑھ کر نقش بدیوار ہو گیا مصنف کے دلائل نہایت تسلی بخش ہیں میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں کیا آپ مجھے مطلع فرما سکتے ہیں کہ میں کس طریقہ سے اس مشن کی مدد کروں اگر موجودہ حالات میں ممکن ہو سکے تو مجھے (the Religion of Islam)

بقیہ صفحہ ۲ دعا کا اعجاز

اس زمانہ میں مجھے کلکتہ ایک ماہ ٹریننگ کے لئے بھیجا گیا اگرچہ میں اس سے خوش نہ تھا۔ وہاں منجملہ اور ڈاکٹروں کے جو ٹریننگ دینے آئے تھے مدراس پریزیڈنسی کے ایک مشنری ڈاکٹر بھی تھے انہیں دیکھ کر میرے دل میں تحریک ہوئی کہ ان سے اپنے متعلق مشورہ لوں۔ انہوں نے میرے لئے آپریشن تجویز کیا اور اپنے سنیٹوریم میں علاج کا مشورہ دیا۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ وہاں جگہ دیر سے ملتی ہے ابھی سے درخواست دے دو۔ چنانچہ میں نے درخواست بھیجدی اور واپس آ گیا۔ یہاں دو ماہ اور بھی گذر گئے اور عمارات مکمل نہ ہوئیں۔ اب ہمارے انسپکٹر جنرل نے یہ سوچا کہ آٹھ نو ماہ تو اسے مفت میں تنخواہ دیتے رہے ہیں۔ اب اسے کسی کام پر لگا دیں جب اس کا ذکر کیا تو میں نے خواہش ظاہر کی مجھے رخصت دی جائے تو میں اور آرام بھی کر لوں اور کسی بڑے سنیٹوریم میں جا کر کچھ کام بھی دیکھ آؤں۔ چنانچہ جس روز یہ بات طے ہوئی اسی روز مدراس سے مجھے اطلاع آئی کہ وہاں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس سے پیشتر میرے والد صاحب نے حضرت رسول کریمؐ کو ایک رات خواب میں دیکھا تھا اور ان سے خواب میں بھی پوچھا تھا کہ عبد کب تک تندرست ہو جائے گا، تو آنحضرت نے خوش ہو کر فرمایا کہ جس روز بخاری شریف ختم ہو جائے گی۔ حضرت امیر کی مترجم بخاری کا مطالعہ میں نے شروع کر رکھا تھا مگر والد صاحب کو اس کا علم نہ تھا۔ والد صاحب نے خود بخاری کا پڑھنا شروع کیا لیکن وہ زیادہ نہ پڑھ سکے میں البتہ پڑھتا رہا۔ میں مدناپلی سنیٹوریم میں داخل ہو گیا۔ جو روز میرے اپریشن کا مقرر ہوا اس سے ایک دن پہلے میں بخاری شریف کے باب الادعیہ کے مقام پر پہنچ گیا اور منجملہ اور دعاؤں کے یہ دعا پڑھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو وہ حسبی اللہ و نعم الوکیل پڑھتے تھے میں نے بھی اسی دعا کو اپریشن کی میز کے لئے انتخاب کیا اور میرے دل کو اس سے بڑی تقویت نصیب ہوئی صبح سات بجے اپریشن ہونا تھا۔ $5\frac{1}{2}$ بجے کے قریب جو صبح کی نماز کا وقت تھا سونے کی حالت میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے افمن کان میتا فاحییناہ۔ میں چونک پڑا اور پھر بیداری کی حالت میں میں نے آگے الفاظ پڑھے وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس۔ میں نے اس مبارک واقعہ پر خدا کا شکر کیا اور اپنے اندر وہ کچھ قوت، ہمت اور تسکین محسوس کی کہ اس کا بیان میں نہیں کر سکتا اس کے بعد جو کچھ ہوا اس میں خدا کی تائیدات تھیں جن کو دوسروں نے بھی محسوس کیا اور اس کا تذکرہ بھی ہوتا رہا۔ ادھر میں ابھی بیمار تھا اور ادھر ہمارے سنیٹوریم کی عمارات بھی تیار ہو چکنے کو تھیں۔ مجھے انسپکٹر جنرل نے ہمدردی کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ تمہارے نہ آ سکنے کا افسوس ہے لیکن سنیٹوریم یکم اگست کو ضرور کھلے گا اور فلاں ڈاکٹر صاحب کو وہاں لگایا جائے گا۔ طبعاً اس کا مجھے افسوس ہوا لیکن میں نے سمجھا کہ میرے لئے یہی بہتر ہوگا اور میرا دل اس پر بھی راضی ہو گیا۔ یہ خط ۲۱ر جولائی کا تھا جو مجھے ۲۴ر کو ملا دوسرے روز ایک مدراسی مسلمان دوست میرے پاس اخبار لایا اور کہنے لگا اس میں آپ کے ضلع کی کچھ خبر ہے میں نے جب دیکھا تو فرنٹیئر گورنمنٹ کا ایک کمیونک تھا کہ ایک غیر معمولی طوفان سیلاب کی وجہ سے وہ سڑک جو ڈاڈر سنیٹوریم کے لئے بن رہی تھی اور اب مکمل ہو چکی تھی تین میل بہ گئی ہے اور اب سنیٹوریم کا سلسلہ بیرونی دنیا سے منقطع ہو چکا ہے۔ آئندہ موسم بہار تک اس کے جاری ہونے کی کوئی صورت نہیں رہی اس خبر کا جو کچھ اثر مجھ پر ہوا وہ تو ہوا وہاں کے ڈاکٹروں سے جس نے بھی یہ پڑھا میرے حالات کو مدنظر رکھ کر تعجب کیا حتےٰ کہ ڈاکٹر فریوٹ ملر جو وہاں بڑا ڈاکٹر تھا ایک روز میرا تعارف ایک ہندی ڈاکٹر سے کراتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ ایک سنیٹوریم کا میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہے اور اس کا سنیٹوریم اسلئے بہ گیا ہے کہ اس کے پھر بننے تک یہ تندرست ہو جائے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ میرے بزرگو میں نے یہ واقعہ اس نیت سے سنایا ہے کہ آپ لوگ خوش ہوں کہ ہمارے بزرگوں کی دعائیں ہمارے حق میں کس قدر مستجاب ہیں۔ اور تا آپ سب سامعین کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں کہ ہماری مخصوص مشکلات خواہ وہ انفرادی ہوں یا قومی خواہ وہ اپنی جماعت کے کاموں کے متعلق ہوں یا عامۃ المسلمین کی سلامتی کے متعلق اور ان خطرناک ایام میں ان سب کا حل دعا میں ہے۔ اسوقت جذبۂ دعا کو بہت زیادہ اہمیت دینا ہم پر لازم ہے۔ اور تا یہ بھی ثابت ہو کہ میرے جیسے نابکار اور ادنےٰ بندہ کے ساتھ جب اللہ تعالےٰ اس قدر کرم فرما سکتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا وہ قانون سچا اور قائم و دائم ہے جو اس نے فرمایا ہے۔ اذا سئلک

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم کی مختصر سوانح حیات

گذشتہ سے پیوستہ

اور جب تک ایک ہادی اور مرشد ایسا نہ ہو کہ اُسے قلباً شرک سے بیزاری ہو، اور اس کے انفاس طیبہ میں کفر سے بیزاری بخشنے والی پوری تاثیر نہ ہو جب تک انسان معاصی اور کفر اور فسق کی راہوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے آقا و مرشد جانشین محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود بھی کفر سے سچے بیزار ہیں۔ اور آپ کی صحبت اور آپ کے کلام سے مستفید ہونے والا بھی کفر سے واقعی بیزار ہو جاتا ہے، اور کوئی گدی اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جو گناہ سے سچی نفرت دلا سکے اور جسے کفر و شرک سے لڑائی رہتی ہو اگر کوئی ہے تو ازراہ کرم بتاؤ۔

میرے دوستو ایک ہی انسان ہے جس کی صحبت میں آج گناہ سے نفرت۔ خدا سے اُلفت۔ رسول سے اُلفت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ ہے میرا حال۔ اور اس کو اس کے لئے بیان کیا ہے تاکہ میرے دوستوں اور بھائیوں کو فائدہ اور دوسروں کو سبق ملے۔ باوجود اس کے کہ میں تا باستطاعت قرآن، فقہ، حدیث اور دین کی ضروری کتابیں پڑھا۔ مگر خود بخود بلا مدد و دستگیری اس منزل تک پہنچ سکا جہاں مجھے پہنچنا تھا اور جو میری روح کی تسلی اور اطمینان کے لئے ضروری تھی۔ جب تک کہ مجھے صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ اکثر کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے کس امام کی ضرورت تھی۔ وہ احمق ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ باوجودیکہ آنکھوں میں نور اور کانوں میں شنوائی کے پردے موجود ہیں لیکن پھر بھی آفتاب اور ہوا کے بدوں وہ سُن نہیں سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا کی روحانی کشمکش اور حضرت امام عصر حاضر کا فیضان!

قرآن کریم لاریب ایک نور اور معرفت کی شمع روشن ہے لیکن ایک زندہ نمونہ بکار ہے جو قرآن کی طرف لے جا سکے اور قرآن سمجھا سکے۔ اب بھی اس کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے حضور حامل قرآن علیہ الصلوٰت الرحمٰن کے عمل کی قرآن کے ساتھ ضرورت تھی۔ کاش لوگ سمجھیں۔ اسی لئے تو خدا کہتا ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ تقویٰ اللہ اور ایمان کی حقیقت معلوم کرنی چاہتے ہو بلکہ اپنی زندگی اور روح میں اس کے اثروں کو محسوس اور اس کی کیفیتوں سے محظوظ ہونا چاہتے ہو تو امام کی صحبت کا شرف حاصل کرو۔ اور چونکہ سب کے سب نہیں آ سکتے اس لئے ایسا ہونا چاہیئے کہ ہر محلہ اور ہر شہر میں سے ایک یا دو آدمی جو سمجھ دار اور فراست اور ملکہ رکھتے ہوں اور خدا کی پاک باتوں کے سننے کا مذاق رکھتے ہوں وہ آئیں اور آسمانی علوم سے حصہ لیں۔

عزیزو! بڑی ضرورت ہے امام کے پاس بیٹھنے کی۔ اور اس کی باتوں کا سننا بڑی بات ہے۔ اگر کوئی اس امر سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ خدا تعالےٰ اس سے بے نیاز سے بے نیاز ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

ارشادات نبوی!

کسی بھائی کی حاجت برآری کرنیوالا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گذار دی۔

تم اپنے بھائی کی مدد کرو اگرچہ وہ ظالم ہے یا مظلوم۔ مظلوم کی مدد ظالم سے اس کو چھڑانا اور ظالم کی مدد اس کو ظلم سے باز رکھنا۔

جس کو مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری امت میں سے نہیں۔

اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے۔

شرک کے بعد بدتر گناہ ایذا رسانی خلق ہے۔

ایمان کے بعد افضل نیکی خلق کو آرام دینا ہے۔

جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو جب تک پہلے سلام نہ کرے۔

سلام میں سبقت لے جانیوالے کو تیس اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔

جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اُنہتر رحمتیں اسکو ملتی ہیں جو ان دونوں میں زیادہ خندہ رو کشادہ پیشانی ہوتا ہے اور ایک رحمت دوسرے کو۔

حق ہمسائگی درجہ وار چالیس گھروں تک ہے۔ یعنی چاروں سمت چالیس گھر۔

قیامت کے دن غریب ہمسایہ امیر ہمسایہ کا دامنگیر ہوگا۔

احوال پرسی کرنا اور پھر اظہار غمخواری نہ کرنا دلیل نفاق ہے ؞

حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال

دعا کے بعد جلدی جواب تو عموماً اچھا نہیں ہوتا توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ ۵ ۲/۹۸

خدا تعالیٰ کا بظاہر تلون بھی رحمت ہے۔ ۵ ۲/۹۸

دنیا کی دولت سلطنت اور شوکت رشک کا مقام نہیں ہے۔ مگر رشک کا مقام دعا ہے۔ ۲۲ ۲/۹۸

یہ ملک بہت ہی قابل رحم ہے۔ اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے جو اپنا نذیر اس ملک میں بھیجا۔ اگر کوئی حاملہ عورت مر جاتی ہے تو ہندوؤں کی طرح اس کی قبر کے گرد کیلیں ٹھونکتے پھرتے ہیں۔ فلاں صاحب اس کام کے لئے مقرر ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ کوئی کچھ کرا لے مگر اُجرت دیدے یہاں تک کہ مکرر نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ ۲۳ ۲/۹۸

مرید و مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں سمجھتے جتنا مرشد مرید کو جانتا ہے۔ ماں باپ جسمانی تربیت اور تعلیم کیلئے کوششیں کرتے ہیں مگر مرشد مرید کی روحانی پیدائش کا موجب ہوتا ہے اور اس کی اندرونی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ راستباز ہو۔ اگر ریاکار اور دھوکہ باز ہو تو وہ دشمن سے بھی بدتر ہوتا ہے ؞ ۲۴ ۲/۹۸

حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے اقوال

راستباز کی شناخت کا ایک معیار یہ بھی ہے:۔

(۱) پہلے بھلوں اور راستبازوں سے اس کا مقابلہ کرو۔ (۲) بُروں بھلوں میں جنگ رہی ہے نتیجہ بھلوں کے حق میں ہوتا ہے۔ (۳) عام نشان اس کی جماعت ہے یعنی وہ بڑھتی ہے اور دشمن تباہ ہو جاتے ہیں۔ ۲۴ ۲/۹۸۔

حنفی کس کو کہتے ہیں؟

ابھی امام صاحب بیعت نہ لیتے تھے، ان دنوں میں ایک بار مجھ سے کہا کہ تم اشتہار دو کہ میں حنفی ہوں۔ میں نے اشتہار لکھ کر بھیجدیا جس کا عنوان یہ تھا کہ

"بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید"

لیکن پھر جب میں قادیان آیا تو آپ نے وہ اشتہار نکال کر دیا اور کہا کہ اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ حنفی کس کو کہتے ہیں، میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کیا کرتے تھے، میں نے کہا جہاں نص پاتے تھے عمل کرتے تھے اور جہاں نص نہ پاتے تھے اجتہاد کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہی مومن کا کام ہے اور یہی حنفی ہوتا ہے ۲۴ ۲/۹۸

مجھے کسی شرعی مسئلہ میں نیز جزئیات میں کبھی دھوکا نہیں آیا ؞ ۲۵ ۲/۹۹۔

کیا حضرت زرتشت قتل کئے گئے تھے؟

{از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی}

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک قادیانی فاضل نے جرأت سے کام لیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت یحیٰ کو قتل نہیں کیا گیا۔ اور نہ کوئی نبی اللہ قتل ہوا ہے۔ اس کے خلاف جناب میاں محمود احمد صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ کہا کہ یحیٰ علیہ السلام ضرور قتل ہوئے ہیں اور اس پر جیوئش انسائیکلو پیڈیا میں ایک حوالہ پیش کیا جس سے قتل یحیٰ کو درجہ یقین تک پہنچانے کی کوشش کی حالانکہ خدا کے کلام کے مقابل یہ بے حقیقت بات ہے۔ جناب میاں صاحب نے اپنے اس خطبہ میں مزید یہ ظلم کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے خلاف یہ بھی کہدیا کہ زرتشت نبی یقیناً قتل ہوا۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ زرتشت مذہب کا بانی ہے۔ اور سلسلہ نبوت کے کسی بانی کا قتل ہو جانا بقول مسیح موعود بکلی ممتنع ہے۔ میں نے انہیں دنوں مسئلہ قتل انبیاء کے متعلق ایک مضمون لکھا اور میاں صاحب کی اس موٹی غلطی کو قادیانی حضرات کے سامنے رکھا۔ اس پر اخبار یا کسی رسالہ میں تو قادیانی حضرات میں سے کسی نے جواب نہ دیا مگر چونکہ حضرت زرتشت ایک سلسلہ نبوت کے بانی ہیں اور میاں صاحب نے ان کے قتل کو قطعی اور یقینی بیان کیا تھا اور دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر میاں صاحب کے بیان کو صاف طور پر رد کرتی ہے اور کسی دقیق تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس قادیانی مولوی صاحب نے پھر جرأت کی اور میاں صاحب سے میرے اعتراض کا جواب زبانی دریافت کیا تو میاں صاحب نے اعتراض کی زد سے بچنے کے لئے یہ بات بنا دی کہ جو زرتشت نبی قتل ہوا ہے وہ اور ہے اور پارسی مذہب کا بانی زرتشت نبی اور ہے وہ قتل نہیں ہوا۔

مذکورہ بالا بناؤٹی جواب جو میاں صاحب نے زبانی مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی کو دیا تھا مجھے مولوی اللہ دتا صاحب نے ہی بتایا تھا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے میاں صاحب کو ایک کھلے اور بچے اعتراض سے بچانے کے لئے دل سے یہ بات نہیں بنائی۔

اگرچہ یہ تو بالکل خلاف واقعہ امر ہے کہ زرتشت دو نبی ہیں مگر زرتشت نبی جو بانی سلسلہ ہے اس کے متعلق عام پارسیوں میں یہی خیال ہے کہ وہ عبادت کی حالت میں قتل کر دیئے گئے۔ ایک فرعون وقت نے جو بدی کا مجسمہ تھا ترپرائز . . . . . . (Turbaratur) کہتے ہیں حضرت زرتشت پر جبکہ وہ تسبیح الٰہی کر رہے تھے قاتلانہ حملہ کیا۔ اور زرتشت نے اس پر اپنی تسبیح پھینک دی جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ بات ہے جو پارسی لوگ مانتے ہیں اور ان کی کتابوں میں یہ کہانی موجود ہے جس طرح حضرت عیسےٰ کے متعلق نصاریٰ مانتے ہیں کہ وہ صلیب سے قتل کئے گئے، اسی طرح پارسی بھی اپنے بانی مذہب حضرت زرتشت کو مقتول مانتے ہیں۔ یقیناً میاں صاحب نے پارسیوں کے خیال کے مطابق ان کے بانی سلسلہ کو ہی قطعی طور پر مقتول قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انبیاء کا قتل ہو جانا ایک یقینی امر ہے۔ اور جب اس پر یہ اعتراض ہوا کہ یہ بانی سلسلہ احمدیہ کی صریح تحریروں کے خلاف ہے تو بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کر لینے کے جناب خلیفہ قادیانی صاحب نے ایک دوسرا جھوٹ گھڑ کر ایک مولوی فاضل کو بیوقوف بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ کے مقتول و مصلوب ہونے کی اگر قرآن مجید میں پر زور تردید نہ ہوتی تو یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمان بھی ان کے مقتول و مصلوب ہونے کا انکار نہ کرتے اور اُن کے زندہ آسمان پر چلے جانے کی غلط کہانی کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اور خلیفہ قادیان ضرور قتل انبیاء کے ثبوت میں حضرت عیسےٰ کے مقتول و مصلوب ہونے کو بطور دلیل پیش کر دیتے۔ اور بڑی شان سے فرماتے کہ بائیبلیکل انسائیکلوپیڈیا میں بھی مسیح کو مقتول بالصلیب لکھا ہے رومن گورنر کا بیان بھی یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ اور میاں صاحب کے مرید کہتے کہ آمنا وصدقنا بھلا خلیفہ صاحب کبھی غلط بات کہہ سکتے ہیں۔ ان کو تاریخ کا بہت بڑا علم ہے۔ مگر چونکہ قرآن مجید کی نصوص قتل و صلیب مسیح کے خلاف ہیں، اس لئے نہ یہود و نصاریٰ کا بیان قابل قبول ہے اور نہ رومن ایمپائر کے کسی گورنر کا بیان قابل تسلیم ہے۔ اسی طرح حضرت یحیٰ یا کسی اور نبی کے متعلق کسی کا ان کو مقتول بیان کرنا قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کیونکہ نصوص قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء کا قتل ممتنع ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جا بجا ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر کسی قادیانی مولوی کو اس کے خلاف دعوےٰ ہو تو وہ ذرا میدان میں نکل کر تماشا دیکھ لیں۔

بہائی اور قادیانی

میاں صاحب نے حضرت زرتشت نبی کے قتل کو تسلیم کر کے اور پھر یہ کہکر کہ زرتشت نام کے دو نبی ہیں اپنے آپ کو بہائیوں سے پوری پوری تشبیہ دی ہے۔ بہائی لوگ یوں تو کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو خدائی کتاب مانتے ہیں مگر وہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ ضرور مقتول بالصلیب ہوئے۔ چنانچہ ان کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ مسیح

بر دار کشیدہ شد و مرد

اسی طرح میاں صاحب حضرت زرتشت کے متعلق جو بانی سلسلہ نبی ہے خلاف قرآن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قتل ہو گئے۔ بہائی لوگ یہود و نصاریٰ کے ساتھ متفق ہیں اور جناب میاں صاحب پارسیوں کے ہمنوا ہیں۔

باب مانتا ہے کہ حضرت داؤد صاحب زبور حضرت موسےٰ کلیم اللہ سے پانچ سو سال پہلے ہوئے ہیں۔ "بہاء اللہ" لکھتا ہے کہ داؤد صاحب زبور حضرت موسےٰ کے پانچ سو سال بعد ہوئے ہیں۔ جب اعتراض ہوا کہ "باب" سچا ہے یا "بہاء اللہ" تو بہائیوں نے اس اعتراض کو عکہ تک جو ان کا مرکز ہے پہنچایا اور وہاں سے کیا جواب ملا ہمیں معلوم نہیں مگر ہم کو بہائیوں نے میاں صاحب کی طرح یہی جواب دیا کہ داؤد جو موسےٰ سے پہلے ہیں وہ اور ہیں اور داؤد جو موسےٰ سے بعد ہوئے وہ اور ہیں ٹھیک اسی طرح جب ہم نے یہ اعتراض کی کہ زرتشت تو سلسلہ کا بانی نبی ہے اس کا قتل کیونکر جائز ہے تو قادیان سے یہ جواب ملا کہ زرتشت نبی دو ہیں۔ جو قتل ہوا وہ بانی نبی نہیں ہے بلکہ وہ دوسرا نبی ہے۔ نہ بہائیوں کے پاس دو داؤد نبی کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی قادیانیوں کے پاس اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ زرتشت نام کے دو نبی ہیں مگر یہ دونوں جواب ایک ہی فطرت سے پیدا شدہ ہیں۔ بہائی تو مجبور ہیں کہ وہ قتل عیسےٰ کو مانیں تا کہ باب کا قتل ہو جانا اس طرح اس کے کاذب ہونے کی دلیل نہ رہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ میاں صاحب کو حضرت زرتشت کو مقتول ماننے میں کیا فائدہ ہے۔ اور پھر اس خلاف واقعہ امر کی بنا پر دو زرتشت نبیوں کا بے بنیاد خیال ان کو کیا فائدہ دیتا ہے۔ . . . . . .

ناظرین یاد رکھیں کہ قادیانی جواب بجز سکوت کچھ نہ ہوگا۔ کیونکہ بولنے میں ان کی شکست ہی شکست ہے۔ قادیانی امت فقہ پر ایمان کی پرواہ نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے خلیفہ کی عزت بچانے کے لئے خاموشی سے کام لیں گے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ مولویانہ رنگ میں ہمیں گالیاں دیں مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ جواب دے سکیں۔

کوئی نبی ہرگز قتل نہیں ہوا

اگرچہ تمام انبیاء انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ معمولی انسان نہیں ہوتے بلکہ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں ان کے ساتھ خدا کی وہ معیت ہوتی ہے کہ وہ بول اٹھتے ہیں کہ

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

غرض وہ خدا کے لگائے ہوئے پھل دار درخت ہوتے ہیں جن کی حفاظت خود خدا کرتا ہے جو ان پر حملہ کرتا ہے خود تباہ ہو جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے سخت خطرہ کے وقت اپنے رفیق کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

لا تحزن ان اللہ معنا

یعنی غم نہ کر ہمیں کوئی قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے ساتھ خدا کی حفاظت ہے۔ اسی طرح جب حضرت موسےٰ کو خدا نے فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا اور حضرت موسیٰ نے کہا

فاخاف ان یقتلون

میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ تو خدا تعالےٰ نے پر شوکت طریق پر فرمایا کلا ہرگز نہیں کیونکہ انا معکم مستمعون۔ دوسری جگہ فرمایا کہ

انی معکما اسمع و ارٰی

میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

یہ معیت الٰہی کچھ موسےٰ اور ہارون یا کسی خاص نبی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ جملہ مرسلین کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ مرسلان الٰہی نے اپنے مخالفوں کو ہمیشہ چیلنج کیا کہ جاؤ اپنے تمام منصوبے کر لو اور ہمیں مہلت نہ دو اور تمہاری کوششوں میں کوئی کمی یا ابہام باقی نہ رہے۔ پھر دیکھو کہ خدا ہماری حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ اس پر عظمت چیلنج کے بعد اگر خدا کا مرسل قتل ہو جائے تو خدا کی قدرت و علم پر کیا حرف آتا ہے۔ اسلئے خدا تعالےٰ اپنے علم و قدرت سے اپنے مرسلوں کو ہمیشہ بچاتا رہا ہے اور اسی سنت قدیمہ کے ماتحت خدا تعالےٰ نے حضرت زرتشت کو بھی بچایا۔

زرتشت نبی ہرگز قتل نہیں ہوا

اب میں خاص طور پر حضرت زرتشت کے متعلق جو قتل کی روایت ہے اس کو لیتا ہوں اور خدا کے فضل سے دکھاتا ہوں کہ زرتشت کے قتل کا خیال بالکل غلط ہے۔

پارسی لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زرتشت عبادت خانہ میں تسبیح کر رہے تھے تو براتر نے حضرت زرتشت پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس سے وہ خدا کا نبی زخمی ہو گیا لیکن خدا کے نبی نے مرنے سے پہلے اپنی تسبیح تو براتر پر پھینک دی جس سے وہ ظالم ہلاک ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف خدا کا مظہر زرتشت نبی ہے اور دوسری طرف شیطان کا مظہر توبراتر ہے۔ تبراتو کے معنے ہیں بدی کا مجسمہ جس میں بدی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو۔ یا جس میں بدی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ مظہر شیطان نے جب دیکھا کہ خدا کا نبی خدا تعالےٰ کی تسبیح و تحمید میں لگا ہوا ہے اور وہ خدا کی تقدیس اور حمد کو دنیا پر قائم کرنے میں کوشاں ہے تو اس شیطان نے اس کے نبی کو مٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جیسا کہ اس کی عادت ہے مگر خدا کے نبی نے خدا کی تسبیح و تحمید سے مقابلہ کیا تو وہ شیطان ہلاک ہو گیا اور اس شیطان کی ہلاکت خدا کے نبی کے سامنے واقع ہوئی۔ اور خدا کی بات پوری ہوئی جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے:۔

الا ان حزب اللہ ھم الغالبون

یعنی خدا کا لشکر ہی غالب ہوتا ہے۔ اور

ان حزب الشیطان ھم الخاسرون

یعنی شیطان کا لشکر ہی خائب و خاسر ہونے والا ہے۔

میں نے اپنے اس خیال کو بہت سے پارسی لوگوں سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ پارسیوں میں بھی ایک جماعت ہے جس کا بعینہٖ یہی خیال ہے۔ میں نے جستجو کی تو خدا کی مہربانی سے اس جماعت کا پتہ چل گیا۔ اور میں کل ان کے ہاں گیا اور ان سے اپنے خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ تو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبیوں کو خدا نہ بچائے تو پھر اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ اپنے مقاصد کا آپ ہی دشمن ہے۔ دنیا کے بادشاہ اپنے سفیروں کی حفاظت کرتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ ایک بادشاہ کی کمزوری کی وجہ سے اس کا سفیر مارا جاوے ورنہ کوئی بادشاہ طاقت کے ہوتے ہوئے کبھی اپنے سفیر کو قتل ہونے نہیں دیتا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہمہ قدرت خدا کے سفیر کو کوئی شیطان قتل کر سکے۔

اگر قادیانی خلیفہ صاحب یا ان کے کسی مرید کو ہمارے بیان پر شبہ ہو تو وہ پارسیوں کی مندرجہ ذیل سوسائٹی سے خط و کتابت کرکے اپنی مزید تسلی کر لیں۔ یہ لوگ عدم قتل انبیاء کے قائل ہیں۔

The
Parsee Vegetarian &
Temperance Society
Noble Chambers
Fort, Bombay

یہ کچھ پیر مردوں کے ہیں کارنامے

(از جناب چودھری سلطان علی صاحب بدر ملتمی)

مجدد نے جو انجمن تھی بنائی
وصیت کی رُو سے ان کی تھی جانشین وہ

جماعت میں جو اول المومنیں تھے
ہوئے انجمن کے بھی صدر اولین وہ

تھا دل جن کا معمور نورِ یقیں سے
ہے سب کو مسلّم کہ تھے نورِ دیں رض وہ

مسلّم ہے احسن رض کا علمی تبحر
جماعت میں تھے زبدۃ العارفین وہ

علاوہ تبحر کے تھے اِک مناظر
بقولِ مسیحِ زماں بہتریں وہ

یہی دو فرشتے تھے کاندھوں پہ جنکے
دھرے ہاتھ اُترے بفرشِ زمیں وہ

تھے عبد الکریم رض آلۂ حسنِ قرأت
تھے قرآن پڑھتے بہ طرزِ حسیں وہ

نذیر احمدِ ملکِ پنجاب تھے وہ
جماعت میں تھے عمدۃ الواعظین وہ

چلی آئی لاہور جب قادیاں سے
تو رکھتی تھی چند ایک خدامِ دیں وہ

علمِ کشف میں جس کے حصے تھا آیا
بنا صدر پھر اس کا مردِ امیں وہ

کیا کام کتنا محمد علی نے
ہیں بیشک سزاوارِ صد آفریں وہ

کمال اپنا خواجہ نے ایسا دکھایا
کہ ٹھہرے ہیں ممدوحِ مستشرقیں وہ

دیا جس نے جرمنی کو قرآن و معبد
سبھی جانتے ہیں کہ ہیں صدرِ دیں وہ

فدا انجمن پر تھے یعقوب مرزا
جماعت میں اصلح الصالحین وہ

محمد حسین رض ایسے تھے اِک فدائی
رہی جن کی قربانیوں کی رہیں وہ

تھے سرگرم ممبر بڑے رحمت اللہ رض
بغرضِ تجارت تھے رہتے یہیں وہ

دیا ڈچ و جاوی کو قرآں ولی نے
نہ بھولو انہیں ہیں کہیں نہ کہیں وہ

تصانیفِ حق و بشارت کو دیکھو
کہو قابلِ دید چیزیں نہیں وہ؟

جو یعقوب خاں کا ہے کارِ نمایاں
ہے پیشِ نگاہِ سرِ اخبار بیں وہ

عزیز جماعت جہاں ہوں خوشی سے
بخاموشی کرتے ہیں تبلیغِ دیں[1] وہ

مبلغ بڑے اچھے نکلے عصمت اللہ
بڑے خوش مزاج اور بڑے تھے ذہیں وہ

جواں ہمت اِک پیر ٹھہرے مدثر
ہیں مضبوط اینٹی خلافت مشیں وہ

ہیں مصری سے عالم کبھی لاہور آئے
خلیفہ کے ہیں ڈھول کے پول بیں وہ

اشاعت کی خاطر ہی انجمن تھی
سیاست سے مطلب ہی رکھتی نہیں وہ

کیا مفت تقسیم لٹریچر ہے اس نے
ہے مشنوں کی بانی علاوہ ازیں وہ

تھا منظور کو کارِ تقسیم سونپا
تھے پیشِ نظر رکھتے روئے زمیں وہ

سوا اس کے دو ہائی اسکول کھولے
نتائج کے رو دونو ہیں بہتریں وہ

بڑے اچھے تھے مینیجر مصطفےٰ شاہ
رہے تا دمِ واپسیں ہمچنیں وہ

یہ کچھ پیر مردوں کے ہیں کارنامے
کہ سمجھے گئے ہیں جواں آفریں وہ

جوانوں کو ہے آج ہمت دکھانی
کہ کل ہو سکیں انکے خود جانشیں وہ

[1] یعنی تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔ (مدیر)

کیا مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب اپنی حلفیہ شہادت کو

تاریخی ثبوت کے ساتھ منطبق کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟

{از جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری}

کتاب "حقیقۃ النبوۃ" جو ۵؍مارچ ۱۹۱۵ء کو شائع ہوئی اس کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی ایک حلفیہ شہادت حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتاب "تریاق القلوب" کے متعلق بدیں الفاظ درج ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں جو مقدمہ گولڈک سے حضرت مسیح موعود کے حالات۔ تقریروں۔ الہامات اور پیشگوئیوں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ضروری اور اہم واقعات کو شائع کرنیوالا ہوں اور ۱۸۹۸ء سے خدا کے فضل وکرم سے مستقل طور پر دارالامان قادیان میں رہنے کی سعادت رکھتا ہوں اور چشم دید واقعات کے شائع کرنے کا مجھے جائز فخر حاصل ہے بطور ایک وقائع نگار کے اور سلسلہ کے حالات سے واقفکار کی حیثیت میں جو (الحکم کی گذشتہ مجلدات سے ظاہر ہے) محض خدا کی رضا اور حق کے اظہار کے لئے خدا تعالےٰ کو حاضر وناظر یقین کر کے اور اس کی قسم کھا کر اپنے صحیح علم کی بنا پر شہادت دیتا ہوں کہ کتاب تریاق القلوب جس کا پورا نام شروع میں تریاق القلوب وجاذب الارواح الی حضرۃ المحبوب تھا ۱۸۹۹ء کی جولائی میں حضرت مسیح موعود نے لکھی۔ وہ پہلی مرتبہ ۳۱؍جولائی ۱۸۹۹ء کے الحکم میں اس کا اعلان ہوا یہ کتاب ابتداً ایک مختصر سا رسالہ تھا جو لاہوری ملہم کے ایک خط کی بنا پر جو ۱۰؍جولائی ۱۸۹۹ء میں آیا لکھا گیا ابتداءً وہ صرف ۴۴ صفحہ پر ۲۶؍اگست کو ختم ہو چکی تھی مگر پھر حضرت اقدس کو خیال آیا کہ اس میں لیکھرام کے نشان کو شامل کر دیا جاوے۔ چنانچہ بطور ضمیمہ اس کو لگایا گیا اور خیال تھا کہ اگست ۱۸۹۹ء تک کے نشانات جو بڑے بڑے ہیں بطور ضمیمہ نمبر ۲ لگائے جاویں۔

حضرت اقدس کا معمول دربارہ تصنیف کتب یہ تھا کہ ایک کتاب شروع ہو کر بیچ میں رہ جاتی اور اور شائع ہو جاتی تھیں اس خصوص سے تریاق القلوب بھی باہر نہ تھا چنانچہ ۴؍ستمبر ۱۸۹۹ء کے الحکم میں اس کے متعلق اطلاع شائع کر دی گئی کہ اشاعت پر اطلاع دی جائے گی کتاب مذکورہ ۱۸۹۹ء میں ختم ہو گئی تھی یعنی جس قدر مسودہ حضرت نے دیا تھا وہ لکھا جا کر طبع ہو گئی مگر پھر اور کتابوں کے سلسلے نے اس سلسلہ کو معرض التوا میں ڈال دیا یہاں تک کہ ۱۹۰۱ء میں مطبع کا انتظام بوجوہات حکیم فضل دین مرحوم کو دیا گیا جس کا باقاعدہ اعلان الحکم میں بھی ہوا چونکہ بہت سی ناتمام کتب بیچ پڑی ہوئی تھیں حکیم صاحب نے اقتصادی اور مالی حالات مطبع کے لحاظ سے حضرت اقدس کو توجہ دلائی کہ ان کتب کو شائع کر دیا جاوے اس لئے حضرت صاحب نے تریاق القلوب کا ایک صفحہ اور لگا کر اور ٹائیٹل پیج چھپوا کر شائع کر دیا یہ ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی اور الحکم میں اس کا اعلان ہو گیا اس درمیانی عرصہ میں صرف سال ۱۸۹۹ء پر ریویو کرتے ہوئے جنوری ۱۹۰۰ء میں تریاق کو تابعیت مطبع کا میں نے ذکر کیا اور پھر جیسا کہ ستمبر ۱۸۹۹ء میں وعدہ کیا گیا تھا اس کے شائع ہونے پر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں اعلان کیا۔

یہ واقعات صحیح ہیں اور تاریخی ثبوت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور میں علم ویقین میں ان کو صحیح سمجھتا ہوں کہ ۱۸۹۹ء کے بعد بجز آخری ورق تریاق القلوب کے اور ٹائیٹل کے حضرت اقدس نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

الراقم خاکسار یعقوب علی ایڈیٹر الحکم قادیان۔

اس حلفیہ شہادت کو مؤثر بنانے کے لئے جناب شیخ صاحب موصوف نے جس قدر زور لگایا ہے وہ محتاج بیان نہیں کہیں غلیظ سے غلیظ قسم کھائی ہے کہیں اپنے آپ کو سلسلہ کے حالات سے واقفکار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور کہیں قادیان میں عرصہ دراز سے سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے واقعات کا چشم دید شاہد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور کہیں اپنے اخبار الحکم کے اعلانات کو تاریخی ثبوت کا مرتبہ دیتے ہوئے (اور فی الحقیقت انہیں تاریخی ثبوت کا مرتبہ حاصل بھی ہے) انہیں اپنی شہادت کا مؤید بنایا ہے۔ اور کہیں وقائع نگار کی پوزیشن کو پیش کر کے دلوں پر یہ اثر پیدا کرنا چاہا ہے کہ آپ کی شہادت میں بیان کردہ امر واقعہ صحیحہ کی حیثیت رکھتا ہے بہرحال جو کچھ بھی ہو آپ کی شہادت کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب "تریاق القلوب" کے ٹائیٹل اور آخری ورق کو چھوڑ کر باقی تمام کی تمام کتاب دسمبر ۱۸۹۹ء تک لکھی بھی گئی اور طبع بھی ہو گئی اس وقت سے لیکر اکتوبر ۱۹۰۲ء تک اس کتاب کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی نہ ہی حضرت اقدسؑ نے اس کے مضمون میں کوئی اضافہ فرمایا اور نہ ہی اس کا کوئی لفظ مطبع میں طبع ہوا اس تمام عرصہ میں بالکل خاموشی رہی اس خاموشی کی مہر ۱۹۰۲ء میں جاکر ٹوٹی اور جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ چونکہ یہ کتاب ۱۶۰ صفحہ پر مشتمل ہے اس لئے جناب شیخ صاحب کی شہادت کی رو سے ۱۵۸ صفحہ تک یہ دسمبر ۱۸۹۹ء تک طبع ہو چکی تھی۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا فی الحقیقت جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے اس شہادت میں بیان کردہ حقائق کو تاریخی ثبوت کی تائید حاصل ہے اس کے لئے میں جناب شیخ صاحب مکرم کی توجہ اس اعلان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو خود انہی کی قلم سے سال ۱۹۰۱ء پر ریویو کرتے ہوئے تصنیفات وتالیفات کے ہیڈنگ کے ماتحت الحکم ۲۴؍فروری ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۲ پر شائع ہو چکا ہوا ہے اس اعلان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کی پہلی تصنیف اسی سال میں (یعنی ۱۹۰۱ء میں راقم) اعجاز المسیح شائع ہوئی اور تحفہ گولڑویہ **تریاق القلوب**۔ تحفۃ النور۔ خطبہ الہامیہ سال کے اخیر حصہ تک برابر چھپتے رہے اور بہت جلد یہ کتابیں قریباً سب کی سب شائع ہونیوالی ہیں"

اعلان مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ "تریاق القلوب" ۱۹۰۱ء کے آخر تک برابر چھپتی رہی اب میں شیخ صاحب محترم سے بادب دریافت کرتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے جیسا کہ آپ اپنی حلفیہ شہادت میں بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب کی کتابت وطباعت ۱۸۹۹ء میں ختم ہو چکی تھی تو یہ کونسی تریاق القلوب ہے جس کے متعلق آپ فروری ۱۹۰۲ء میں اعلان فرما چکے ہیں کہ وہ ۱۹۰۱ء کے آخر تک برابر چھپتی رہی کیا آپ کے حلفیہ بیان اور اس اعلان میں کھلا کھلا تضاد نہیں، برادرم محترم کیا میں آپ سے دریافت کر سکتا ہوں کہ جبکہ آپ نے اپنی حلفیہ شہادت میں تمام ان اعلانات کا ذکر فرمایا ہے جو آپ تریاق القلوب کے متعلق وقتاً فوقتاً فرماتے رہے تو اس اعلان کو کیوں چھوڑ دیا جو آپ نے فروری ۱۹۰۲ء کو سال ۱۹۰۱ء پر ریویو کرتے ہوئے کیا تھا۔

بہرحال میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ آپ کے دونوں کے تضاد کو آپ کے سامنے رکھ دوں تاکہ آپ خود ہی اس پر روشنی ڈالیں اور اس کا حل فرما کر اس قلق واضطراب کو دور کریں جس کا ان دو مختلف بیانوں کو پڑھ کر قلوب میں پیدا ہونا لازمی ہے، میرے خیال میں اس تضاد کو دور کرنے کے لئے تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ مان لیا جائے کہ حلفیہ شہادت جلدی میں بغیر ریکارڈ پر کافی غور کئے لکھی گئی ہے اور اگر یہی بات ہے تو میں آپ کی اخلاقی اور ایمانی جرأت سے پوری توقع رکھتا ہوں کہ آپ لومۃ لائم کے خوف کو دل سے نکال کر اپنی حلفیہ شہادت کو فوراً واپس لے لیں گے، دوسری صورت اس تضاد کو دور کرنے کے لئے یہ ہو سکتی ہے کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ حلفیہ شہادت جس تریاق القلوب کے متعلق دی گئی ہے وہ اور ہے اور اعلان میں جس تریاق القلوب کا ذکر ہے وہ اور ہے اس صورت میں ان دونوں کتابوں کا پیش کرنا آپ کے ذمہ ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ فروری ۱۹۰۲ء والے اعلان میں غلطی ہو گئی ہے اس صورت میں اس کی تصحیح کا اعلان دکھلانا ضروری ہوگا ورنہ اتنے لمبے عرصہ کے بعد اعلان کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا۔

میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ جب کبھی کسی بھائی سے کسی ایسی غلطی کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو سلسلہ کی تاریخ پر غلط اثر ڈالنے والی ہو تو میرے محترم بھائی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی قلم فوراً جنبش میں آجاتی ہے اور اس وقت تک نہیں رکتی جب تک کہ وہ غلطی کی اصلاح نہ کر لے اب میں انہیں اسی غیرت کو یاد دلا کر جو وہ سلسلہ کی تاریخ کو درست رکھنے کے لئے ہمیشہ دکھاتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ اس تضاد کو بھی جلد دور فرمائیں کیونکہ یہ سلسلہ کی تاریخ پر نہایت ہی گندہ اثر ڈالنے والا تضاد ہے اور اگر آپ نے خاموشی اختیار کی تو اس خاموشی کے یہی معنی سمجھے جائیں گے کہ حلفیہ شہادت کے دینے میں آپ سے یقیناً غلطی ہوئی ہے، اور یہ کہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں بھی حضرت اقدسؑ نے تریاق القلوب کا مضمون تحریر فرمایا ہے یہ بات بالکل غلط ہے کہ حضورؑ ۱۸۹۹ء میں اس کے مضمون کو ختم فرما چکے تھے۔

جواب کا منتظر
شیخ عبدالرحمٰن مصری

وزیرآباد میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ورود مسعود!

پنجاب ٹینری وزیرآباد کا افتتاح

ہمارے احباب یہ مژدۂ جانفزا سُن کر خوش ہونگے کہ ہمارے محترم بزرگ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ وزیرآباد کے فرزند اکبر جناب شیخ عزیز احمد صاحب طول عمرہٗ نے اپنے کاروبار کو وسعت دینے کیلئے وزیرآباد میں ایک وسیع میدان کے اندر ایک بہت بڑا کارخانہ ٹینری کا حال ہی میں قائم کیا ہے جو چمڑے سے تعلق رکھتا ہے شیخ عزیز احمد صاحب کچھ عرصہ ہوا ٹینری کے کام میں ٹریننگ حاصل کرنے کیلئے ولایت تشریف لیگئے تھے چنانچہ آپنے اس کام میں کما حقہٗ قابلیت پیدا کی۔ اور اب آپنے موجودہ ضروریات کے مطابق سائنٹیفک طریق پر کام کرنیکے لئے یہ کارخانہ کھولا ہے۔ پنجاب میں یہ کارخانہ اپنی نوعیت کا ایک ہی ہوگا۔ اس کارخانہ کے افتتاح کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و مولینا صدرالدین صاحب ۱۱ رماہ حال کو وزیرآباد تشریف لیگئے دو نو بزرگوں کے ہاتھ سے اس عظیم الشان کارخانہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ اور خداوند کریم سے یہ دعا کی گئی کہ یہ کارخانہ پھولے اور پھلے۔ حضرت شیخ نیاز احمد صاحب نے اس خوشی میں وزیرآباد کے غربا میں کھانا تقسیم کیا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو حوادث زمانہ سے محفوظ و مصئون رکھے اور ان کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور خدمت دین کے کام میں جو حصہ حضرت شیخ نیاز احمد صاحب اور انکے نیک نہاد فرزندان شیخ نثار احمد و شیخ عزیز احمد صاحب لے رہے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ بعد از افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ لاہور واپس تشریف لے آئے۔ حضرت مولینا صدرالدین صاحب بغرض تبلیغی اور تنظیمی اغراض کے لئے وہاں ٹھہر گئے۔ بعض غیر از جماعت احباب آپکی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے علمی اور دینی استفادہ حاصل کرتے رہے جمعہ کے روز آپنے احمدیہ مسجد میں ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ تحویل قبلہ کی اہمیت اور اسکی فلاسفی نہایت مؤثر اور دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمائی اور فرمایا کہ درحقیقت تحویل قبلہ سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بڑی بڑی قوموں میں اتحاد اور اتفاق کی بنیاد قائم کی ہے۔ پھر دیگر مذاہب کے مذہبی مراکز کا مقابلہ کرکے بیت اللہ کی فوقیت اور اسکی برکات و حسنات پر مفصل تبصرہ فرمایا۔ پھر حضرت امام الزمان کی صحیح تعلیم اور آپکے سلسلہ میں شامل ہونیکی اہمیت اور حضرت مسیح موعود کے اصلی عادی پر روشنی ڈالی اور غیر از جماعت احباب کو شمولیت سلسلہ کی دعوت دی۔ خطبہ بہت طویل تھا اور سامعین نے بڑی دلچسپی سے سُنا۔ بعد ازاں جمعہ آپ ایک امریکن مشنری کی ملاقات کو تشریف لیگئے اور وہاں اسلام کی خوبیوں پر ایک مختصر مگر جامع تقریر آپنے فرمائی جس سے وہ مشنری اور اسکے اہل و عیال بہت متاثر معلوم ہوتے تھے بعض تنظیمی امور بھی جمعہ کے دن طے کئے گئے جناب شیخ عزیز احمد صاحب نے مبلغ ۵۰ اور جناب شیخ نثار احمد صاحب بی اے نے مبلغ ۲۰ روپے تحریک صدقہ میں مرحمت فرمائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

روئیداد ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

مولوی میاں احمد گل صاحب جائنٹ سکرٹری

اجلاس ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن مورخہ ۸ ۲/۲ بروز اتوار بعد از نماز مغرب زیر صدارت مولوی ابوبکر صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولوی دوست محمد صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث مجدد کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا مبعوث کرنا بے معنی اور عبث ٹھہرتا ہے اور اس حدیث کے رو سے ہر صدی میں مجدد آتے رہے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے جسقدر ضرورت مقتضی تھی انہوں نے بہت اچھا کام کیا لیکن مسیح موعودؑ (جو چودھویں صدی کے مجدد ہیں) کی شان اور مرتبہ اور آپکا کام انکے مقابلہ میں بہت بڑھکر عظمت رکھتا ہے۔ آپنے گذشتہ تیرہ صدیوں کے بڑے بڑے مجددین کے کاموں پر تبصرہ کرتے ہوئے واقعات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ اس زمانہ کے مجدد کا کام اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے اور اسلئے یہ کہنا خلاف حق نہیں کہ مجددین سابق کو اس زمانہ کے مجدد کیساتھ وہی نسبت ہے جو آفتاب کو چراغ کیساتھ ہوا کرتی ہے۔ یہ اسلئے کہ ان کا دائرہ عمل تنگ اور محدود تھا بخلاف مجدد صدی چہاردہم صرف مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ تمام عالم کی اصلاح کا کام انکے ذمہ تھا۔ تمام غیر مذاہب خصوصاً عیسائیت کے ہاتھوں سے اسلام کو بچانے کیلئے کسی بڑے بلند پایہ مجدد کی ضرورت تھی جس کے متعلق حدیثیں یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کہہ رہی تھیں سو اسی صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے عین وقت پر مبعوث ہوکر تمام مجددین پر فضیلت حاصل کی اسلئے اگر آپکو مجدد اعظم کہا جائے تو بالکل جائز اور صحیح ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ آپکی جماعت میں شامل ہوکر دعوت الی الحق کا کام کرے۔

مولانا موصوف کی تقریر ختم ہونے پر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے فرمایا چونکہ اس زمانہ میں سائنس کی ترقی اور زور ہے تمام چیزوں کی حقیقت مشاہدات پر محمول کی جاتی ہے الہام اور وحی کا عام لوگوں کو تجربہ اور مشاہدہ نہ ہونیکے باعث الہام اور وحی کا انکار کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو بھیجکر لوگوں پر ظاہر کردیا کہ الہام اور وحی پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے۔ لفظ نبی اور رسول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا چونکہ مجدد کے لفظ سے لوگوں کا ذہن مذہب کی طرف منتقل نہیں ہوتا اسلئے حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں لفظ نبی اور رسول صرف وحی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے استعمال ہوا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ آپکو اقرب مشابہت بالانبیا رہتی۔

انکے بعد پروفیسر محمد عبداللہ صاحب صدر ینگ مین ایسوسی ایشن نے مسیح موعود کی ایک تحریر پڑھکر سنائی جس میں حضرت صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آپکی جماعت روحانیت میں پورے طور پر رنگین ہو اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو پوری طاقت اور ہمت سے کرے۔ اس تحریر کے بعد پروفیسر صاحب نے چند فقرے بطور نصیحت بیان فرمائے جو نہایت ہی مؤثر

معلومات

گیس کی ہلاکت خیزی

جنگ میں استعمال کے لئے مختلف قسم کی گیسیں ایجاد ہو رہی ہیں۔ مثلاً ایک گیس ایسی ایجاد ہوئی ہے جو رات کو فضا میں چھڑک دی جاتی ہے، اور جب اس پر آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں، تو اس سے بم کی طرح دھماکے کی آواز پیدا ہوتی ہے، ایک دوسری قسم ایسی خطرناک ہے کہ اس سے قلب کی حرکت یکایک بند ہوجاتی ہے، تیسری قسم ایسی ہے کہ جب وہ آبادی پر چھڑک دی جاتی ہے تو لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں، بعض اوقات اس سے آنکھوں کی روشنی بھی زائل ہوجاتی ہے گیس کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس سے چھینکیں بکثرت آتی ہیں۔

جرمنی نے پہلی دفعہ ۱۹۱۵ء کی جنگ میں گیس استعمال کی، وہ کلورین کی نلکیاں بناکر مخالف فوجوں کی خندق کی سمت ہوا میں اڑا دیتے تھے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا، وہ اڑکر انہیں کی طرف واپس آجاتی تھیں جس سے ان کو نقصان پہنچتا تھا، اس سے بچنے کے لئے انہوں نے گیس کو بم میں بھرکر دشمنوں کی طرف پھینکنا شروع کیا، گیس کی ٹوپیاں پہننے کے بعد کلورین کا زیادہ اثر نہیں پڑتا اسلئے جرمنوں نے Carbonyl Chloride کا استعمال شروع کیا اور اس سے زیادہ مؤثر رائی کی گیس Mustard Gas ہوتی ہے اس کا استعمال جرمن کثرت سے کرتے ہیں، بعض اوقات انہوں نے اتحادیوں کی فوجوں اور شہروں پر ایک رات میں اوس کے پچاس ہزار گولے گرائے، خود اتحادیوں کا بیان ہے کہ اس گیس سے تین لاکھ پچاس ہزار سپاہی ایسے بیکار ہوگئے تھے کہ ان کو ہسپتال بھیجنے کی ضرورت ہوئی، مگر ان میں سے اکثر جلد شفایاب ہوگئے، صرف دو فی صدی ضائع ہوئے، رائی کی گیس اب تک بہت ہی مہلک سمجھی جاتی ہے، لیکن ممالک متحدہ امریکہ کے ایک موجد نے لیوسائٹ گیس نکالی ہے جو اس سے بھی زیادہ مہلک ہوگی، گو ابھی تک اس کا تجربہ نہیں ہوا ہے، جنگ میں اب تک گیس کا زیادہ استعمال نہیں ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے، کہ اس کے استعمال میں کثیر رقم خرچ ہوتی ہے جس سے مالیات پر بہت بار پڑتا ہے اسکے مقابلہ میں بم اور گولے سستے ہیں گیس کی ٹوپی لینے کے بعد آدمی زہریلی گیس کی مضرتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ عام طور سے زہریلی گیس سے بچنے کیلئے ناریل کے کوئلے سوڈالائم اور پوٹاشیم پرمگنیٹ بہت مفید ثابت ہوئے ہیں گیس کو اب موت کی شبنم بھی کہنے لگے ہیں، بعض گیس کے بم ایسے ہوتے ہیں جو کھیتوں کی فصل کے لئے بہت ہی مضر ہوتے ہیں اس اس بم کے موجد انگریز ہیں، لیکن گزشتہ اور موجودہ جنگ میں جرمنوں نے اس کا استعمال کثرت سے کیا ہے، اس قسم کے بم جب کھیتوں میں گرتے ہیں تو ان کا پتہ مشکل سے چلتا ہے لیکن بم کے گرنے کے بعد کھیتوں کی فصل بالکل برباد ہوجاتی ہے، پختہ عمارتوں کو مسمار کرنے کے لئے بم میں لوہے کے اجزاء بھر دیئے جاتے ہیں۔ جاپانیوں کے پاس اس قسم کے بم بکثرت ہیں۔ (معارف)

مہاتما بدھ کے جسم کی راکھ

مہاتما بدھ نے اسی برس کی عمر میں ہمالیہ کے ازلی برفستان کے سایہ میں ایک جنگل کے درمیان دو پیپل کے درختوں کے نیچے لیٹے ہوئے نہایت خاموشی سے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ہندوستان کے کئی راجوں اور مہاراجوں نے اسکے جسم کی راکھ کا تبرک لینے کیلئے چتا کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ کیونکہ کسی زمانہ میں وہ شہزادہ تھا۔ لیکن اب اُسے "مہاتما بدھ" کا جلیل القدر خطاب دیا گیا تھا یہ ۴۸۳ ق م کا واقعہ ہے۔

دو صدیوں کے بعد ۲۶۲ ق م میں جب شہنشاہ ہند اشوک اعظم نے اپنی فتوحات کے لرزہ خیز نتائج دیکھے تو اس نے بدھ مت قبول کرلیا اور اسکے بعد اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کیلئے جو کوششیں کیں وہ تاریخ ہند کے طلبہ سے مخفی نہیں ہیں چار صدیوں کے بعد ۱۲۰ء میں شمال مغربی ہندوستان کے بادشاہ کنشک نے اپنے دارالسلطنت پشاور میں ایک مندر تعمیر کرایا جسکی بلندی ... فٹ تھی ... اس پر یکے بعد دیگرے لکڑی کی تیرہ منقش چھتیں بنائی گئیں جن کے اوپر ایک بڑا کلس تھا۔ یہ مندر بودھی دنیا کیلئے ایک عجوبہ تھا۔ کنشک نے مہاتما بودھ کے تمام تبرکات تلاش کرکے اس مندر میں رکھوا دیئے اسلئے عرصہ تک بودھ مت کے پجاری یاترا کیلئے دور دور سے یہاں آتے رہے اسکے بعد جب بیرونی حملوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ مندر بھی حوادث روزگار کا شکار ہوگیا اور صدیوں ... گمنامی میں رہا۔ آخر ۱۹۰۹ء میں جب محکمہ آثار قدیمہ نے اس مقام کی کھدائی کا انتظام کیا تو مندر کے عین وسط سے کانسی کا ایک ... برآمد ہوا ... قبل کی یونانی یا ایرانی طرز میں مینا کاری کی گئی اور کنشک کے معمار ... کا نام بھی کندہ تھا۔ اس برتن میں بلور کی ایک ... میں مہاتما بدھ کا ایک پارۂ استخوان محفوظ تھا۔ (خیام)

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

بٹاویہ۔ ۱۴ فروری۔ جاپانی پیراشوٹ سماٹرا کے شہر پالیمبانگ کے نزدیک اتر پڑے۔ جاپانیوں نے ایک سو جہازوں سے پیراشوٹ گرائے۔ یہ پیراشوٹ پالیمبانگ کے اردگرد تین مقامات پر اترے انکی زبردست مزاحمت کی گئی درجنوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

لاہور۔ ۱۴ فروری۔ جنرل چیانگ کائی شیک لاہور پہنچے ریلوے سٹیشن پر سر سکندر حیات خاں اور دوسرے وزرا نے استقبال کیا۔

لنڈن۔ ۱۵ فروری۔ سنگاپور کی اتحادی فوجوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دئے۔

بٹاویہ۔ ۱۶ فروری۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ جاپانیوں نے سماٹرا کے دارالخلافہ پالیمبانگ پر قبضہ کر لیا۔

مدراس۔ ۱۷ فروری۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ سنگاپور کے چھن جانے کے بعد مدراس پر سمندر کے راستہ حملہ کا خطرہ بڑھ گیا ہے جہاں گورنمنٹ یہ نہیں سمجھتی کہ یہ خطرہ اتنا ہے کہ لوگ شہر سے باہر نکل جائیں وہاں اس امر کے پیش نظر کہ حملہ کی حالت میں ہجوم اور گڑبڑ سے بچنے کے لئے وہ یہ سمجھتی ہے کہ جن لوگوں کا کوئی ایسا کاروبار نہیں کہ ان کا شہر میں رہنا ضروری ہو اور جو لوگ خطرہ کے نازک ہونے کی حالت میں نکل جانا چاہتے ہوں وہ جتنی جلدی آسانی سمجھیں شہر سے نکل جائیں؛

ٹوکیو۔ ۱۷ فروری۔ جاپان کے امپیریل ہیڈ کوارٹر نے اعلان کیا ہے کہ سنگاپور کا نام بدل گیا ہے آیندہ اس کا نام "شونان" ہوگا جس کے معنے ہیں جنوب کا چمکتا ہوا ستارا۔

رنگون۔ ۱۸ فروری۔ فوجی ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ دشمن نے دریائے بلین پر ہماری فوجوں کے بائیں بازو پر حملہ کر دیا ہے اور دست بدست لڑائی ہو رہی ہے۔

لنڈن۔ ۱۸ فروری۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ برطانوی تجارتی جہازوں کا ایک قافلہ سلامتی سے بحیرہ روم سے گذر گیا ہے دو تجارتی جہاز ڈوب گئے اور ایک جنگی جہاز کو معمولی نقصان پہنچا۔

لنڈن۔ ۱۸ فروری ایک غیر مصدقہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ چینی فوجیں برما کے راستے سیام میں داخل ہو گئی ہیں۔

لنڈن۔ ۱۸ فروری۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ملایا میں تین فروری تک ... ۲۰۷ شہری ہلاک اور ۳۹۵۵ زخمی ہوئے۔ ۱۵ یورپین ... میں سے ۵۰ ہلاک اور ۱۷۰ زخمی ہوئے ۱۵ قید اور ۸۴ گم ہیں۔

لاہور۔ ۱۸ فروری۔ پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں نے ایک اعلان کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ ایجی ٹیشن کو جاری رکھنے کے لئے یہ غلط پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ حکومت اور تاجروں میں سمجھوتہ کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے یہ بالکل غلط ہے حکومت جو رعایت دے سکتی تھی دے چکی ہے۔

لنڈن۔ ۱۹ فروری۔ ہاؤس آف کامنز میں مسٹر سورنس کے سوال کے جواب میں مسٹر ایمرے نے کہا کہ رنگون کو شہریوں سے خالی کرنے اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کیلئے پناہ گاہوں کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔

الہ آباد۔ ۱۹ فروری۔ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ایسٹ انڈین ریلوے نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو تار دیا ہے کہ آج صبح ایک بجکر ۸ منٹ پر ۲۰ اپ پارسل ایکسپریس ٹرین کی ۲۷ ڈاؤن ایکسپریس مال گاڑی سے الہ آباد کانپور سیکشن کے کھاگا سٹیشن پر ٹکر ہو گئی جس کے نتیجہ کے طور پر کئی آدمی ہلاک اور مجروح ہو گئے۔ جب تک ملبہ کو اٹھا نہ لیا جائے ہلاک شدگان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکتی اس وقت تک ۱۴ اشخاص ہلاک اور ۲۵ مجروح ہو چکے ہیں۔ لائن پر ٹریفک ½۹ بجے شروع ہوگی۔ ۲۰ اپ اور ۲ ڈاؤن طوفان ایکسپریس اور ۲۸ پارسل ایکسپریس گاڑیوں کو اب اناؤ کی طرف بھیجا گیا ہے اور طوفان ایکسپریس جس نے کانپور سے یہاں تین بجے صبح پہنچنا تھا ابھی تک نہیں پہنچی۔ سوا سات بجے سے مغل سرائے سے طوفان ایکسپریس جائے گی۔

ایسوسی ایٹڈ پریس کا بیان ہے کہ حادثہ خطرناک نوعیت کا ہے گاڑی کے تین مسافر ڈبوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ الہ آباد سے ایک ریلیف ٹرین بھیجی گئی جس کے ذریعے ڈویژنل ریلوے افسران اور چیف گورنمنٹ انسپکٹر موقع پر پہنچ گئے ہیں۔ دونوں انجن پٹڑی سے اتر گئے ہیں پارسل ٹرین کے دو مسافروں سے بھرے ہوئے ڈبے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ گڈز ٹرین کے تین ڈبوں کو سخت نقصان پہنچا ایک بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ دونوں انجنوں کو بری طرح نقصان پہنچا۔ زخمیوں کی امداد کا کام کیا جا رہا ہے۔

بٹیویا۔ ۲۰ فروری۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ جاپانی جزیرہ بالی میں فوجیں اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بٹیویا میں اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی تفصیل نہیں ملی معلوم ہوا ہے کہ ڈچ زبردست مزاحمت کر رہے ہیں سبالی جاوا کے بحری اڈا سورابایا سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ لنڈن میں جاپانیوں کے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں ہوئی کہ وہ بالی پر اتر پڑے ہیں؛

> میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

از دفتر مجلس جشن میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سکندرآباد دکن

اعلان مضامین انعامی بابت ۱۳۶۱ھ

میلاد کمیٹی کا یہ دیرینہ اہم مقصد ہے کہ ہر سال حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ و محاسن اسلام پر دور جدید و قدیم کے طلبائے کالج و ہائی سکول کو ہم بزم مضمون نگاری کرے، حسبِ سابق امسال بھی حسب ذیل مضامین تجویز کئے گئے ہیں فاضل ادیبوں کی تنقید کے بعد بہترین مضمون نگار و مقرر کو طلائی تمغہ پیش کیا جائیگا۔ سابقتی مضامین واپس نہ کئے جائیں گے اور فیصلہ ممتحنین قطعی سمجھا جائے گا۔

عنوان اول:- اسلام کا نوع انسانی پر احسان

یہ عنوان طلبائے مدرسہ نظامیہ کالج ہائے حیدرآباد کی تقریری مسابقت کیلئے تجویز ہوا ہے نیز یہ طے پایا ہے کہ مسابقت کنندے ۲۰ صفر ۱۳۶۱ھ م ۸ مارچ ۱۹۴۲ء روز یک شنبہ ۴ بجے اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد میں جمع ہو کر تین فاضل ممتحنین و حاضرین جلسہ کے روبرو اپنی اپنی باری سے تقریباً پندرہ منٹ تقریر کریں مسابقت کیلئے کم از کم تین کالجوں کی شرکت ضروری ہے۔ مسابقت کنندوں کے نام ۱۳ صفر ۱۳۶۱ھ تک دفتر جشن میلادالنبیؐ سکندرآباد میں صدر صاحب کالج کے توسط سے وصول ہو جانا چاہئے ہر کالج سے دو دو اور کلیہ جامعہ عثمانیہ سے چار طالب العلم شریک ہو سکتے ہیں۔ مقررین اپنے ہمراہ کوئی کتاب یا یادداشت نہ رکھیں البتہ ۵×۳ انچ کے کاغذ پر کچھ نوٹ لانے کے مجاز ہونگے۔ طلبا کالج سے مراد انٹر تک طلبا ہیں

استدعا

گذشتہ دو تین سال طلباء کے نام بروقت نہ آنے کی وجہ مجلس مسابقت ملتوی کی جاتی رہی ہے۔ اسلئے اس مرتبہ خصوصیت سے استدعا ہے کہ نام ۱۳ صفر ۱۳۶۱ھ م یکم مارچ ۱۹۴۲ء سے قبل روانہ فرما دیجئے؛

عنوان دوم صحابہ کرام اور محبت رسولؐ

یہ عنوان طلبائے ہائی اسکولہائے حیدرآباد و مضافات کی تحریری مسابقت کیلئے تجویز ہوا ہے طلباء بتاریخ ۲۰ صفر ۱۳۶۱ھ م ۸ مارچ ۱۹۴۲ء روز یک شنبہ اسلامیہ ہائی اسکول سکندرآباد میں جمع ہو کر ٹھیک ۱۲ بجے سے ۴ بجے تک مشغول تحریر مضمون ہوں فلسکیپ کے ۶ سے ۸ صفحات پر مضمون ختم ہونا چاہئے مسابقت کنندوں کو کوئی کتاب نوٹ یا یادداشت ہمراہ لانے کی اجازت نہ ہوگی۔ مسابقت کنندوں کے نام ۱۳ صفر ۱۳۶۱ھ صدر مدرس صاحب کے توسط سے وصول ہونا چاہئے۔ ہر ہائی اسکول سے چار چار طلبا شریک ہو سکتے ہیں مسابقت کیلئے کم از کم چار ہائی اسکول کے طلباء کی شرکت ضروری ہے؛

المعلن:- (خانصاحب) محمد عارف معتمد مجلس جشن میلادالنبیؐ سکندرآباد دکن

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا:-

"اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جس پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریک کا اسے علم نہیں ہوتا تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت لوگوں کے خط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس کے ذریعے بہت شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اسپر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے متعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکور بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے؛

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں؛

ہر منگلوار کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۳ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

گانا

اسی طرح پر سب اعمال کا حال ہے۔ اگر انکی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے اسی طرح روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہ ہو۔ تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو۔ کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر خوش نہیں ہوتا۔ اور اسکا عملی اظہار نہیں کرتا۔ تو وہ مخلص نہیں ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر گاتا رہے تو وہ سال بھر ماتم کرنیوالے سے اچھا ہے۔ جو امور قال اللہ وقال الرسول کیخلاف ہوں۔ یا ان میں شرک پایا جاوے۔ اور ان میں اپنی شیخی دکھائی جاتی ہے۔ وہ امور ماتم میں داخل ہیں اور منع ہیں۔ (الحکم ۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

راگ

سوال۔ ذکر آیا۔ کہ بعض لوگ راگ سنتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے۔

جواب۔ فرمایا۔ اسطرح بزرگان دین پر بدظنی کرنا اچھا نہیں حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشعار سنے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک صحابی مسجد کے اندر شعر پڑھتا تھا حضرت عمرؓ نے اسکو منع کیا۔ اس نے جواب دیا میں نبی کریم صلعم کے سامنے مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا۔ تو کون ہے جو مجھے روک سکے۔ یہ سن کر حضرت امیر المومنینؓ بالکل خاموش ہو گئے۔ قرآن شریف کو بھی خوش الحانی سے پڑھنا چاہیئے بلکہ اسقدر تاکید ہے۔ کہ جو شخص قرآن شریف کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور خود اس میں ایک اثر ہے عمدہ تقریر خوش الحانی سے کیجاتی ہے تو اسکا بھی اثر ہوتا ہے۔ وہی تقریر ژولیدہ زبان سے کیجائے۔ تو اس میں کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جس شئے میں خدا نے تاثیر رکھی ہے۔ اور اسکو اسلام کیطرف کھینچنے والا آلہ بنایا جاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت داؤد کی زبور گیتوں میں تھی۔ جسکے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام خدا کی مناجات کرتے تھے۔ تو پہاڑ بھی اسکے ساتھ روتے تھے۔ اور پرندے بھی اسکے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ (البدر ۷ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر قوم حیدر آباد پہنچ گئے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ تبلیغی اغراض اور حیدر آباد کے بعض معزز حضرات کی درخواست پر حیدر آباد پہنچ گئے ہیں آپکے وہاں پہنچنے کی خبر اخباروں میں شائع ہو چکی ہے حضرت ممدوح کے مبارک تبلیغی مشاغل کی رپورٹ ہمیں موصول نہیں ہوئی۔ امید ہے آئندہ شمارہ تک موصول ہو جائیگی سب احباب سلسلہ حضرت ممدوح کی خیر و عافیت کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کیلئے دعا کی درخواست

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جب سے بمبئی سے تشریف لائے ہیں آپ کو معدہ کی خرابی کی شکایت ہے۔ جس سے طبیعت علیل رہتی ہے سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے ٭

مسلم ہائی سکول کی بوٹ کلب

مسلم ہائی سکول لاہور کے طلباء ہر سال دریائے راوی پر جا کر کشتی کھینے کا مقابلہ کیا کرتے ہیں جس میں مسلم ہائی سکول کے اعلیٰ سٹاف کے اساتذہ بھی خوب دلچسپی لیتے ہیں جن میں سے مرزا خلیل احمد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں کیونکہ وہی کلب کے پریذیڈنٹ اور اس مقابلہ کی روح رواں ہیں ٭

امسال مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۴۲ء کو ایک ایسے ہی مقابلہ کا اہتمام کیا گیا ۱ بجے تک طلباء میں مقابلے ہوتے رہے اس کے بعد مقید دوڑ کے مقابلے ہوئے جن میں اساتذہ بھی شامل تھے۔ ساڑھے چار بجے شام کو چائے کی دعوت دی گئی جس میں معزز مہمان۔ اساتذہ اور طلباء سکول شامل تھے۔ مسلم ہائی سکول کی بوٹ کلب کا یہ اجتماع خوب کامیاب رہا ٭

جماعت کے تمام حلقے اپنی تبلیغی جد و جہد کو جاری رکھیں اور اپنی اس جد و جہد سے تبلیغ اسلام کے عالمگیر نصب العین کو تقویت پہنچائیں! ٭

دھلی میں تبلیغی جدّوجہد!

خطبات و مکالمات، دروس و مواعظ۔ وفود اور ملاقاتوں کا مختصر خاکہ!

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل۔ بی۔ اے (دھلی)

اجتماع کی اہمیت پر ایک خطبہ

اگرچہ بالعموم میرے خطبات دارالمطالعہ واقعہ اردو بازار دھلی میں ہوتے ہیں۔ مگر ۲۳ رجنوری کو میں نے خلاف معمول مکرم جناب میاں غلام عباس صاحب ڈپٹی اڈوائزر ملٹری فنانس کی کوٹھی واقع نئی دھلی میں نماز جمعہ پڑھائی، جہاں دفاتر میں کام کرنیوالے اصحاب نماز جمعہ کے لئے جمع ہوا کرتے ہیں، خطبہ میں جماعتی نظام کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی، اور سب احباب کو اپنے فرائض سے آگاہ کیا گیا۔ اور خصوصیت سے ہفتہ وار اجتماعات میں باقاعدہ شرکت کی طرف توجہ دلائی گئی۔ واضح کیا گیا کہ جب ہم دنیا جہان کے کاموں پر گھنٹوں کے گھنٹے صرف کر سکتے ہیں تو ہفتہ میں کچھ وقت خدا کے لئے نکالنا، کوئی مشکل نہیں۔ ہمارا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد متقاضی ہے کہ سوائے اس کے کہ کوئی شرعی عذر پیش آجائے جس کی مستثنیٰ دگی ہیں، نماز، روزہ، حج، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی رعایات دی گئی ہیں، کوئی دوست اس اجتماع سے محروم نہ رہے، کیونکہ ہمارا اجتماع معمولی اجتماع نہیں۔ اس شہر دھلی میں بھی جو ہندوستان کا قلب اور مرکز ہے، کوئی اور اجتماع آپ کو نہیں ملے گا جہاں ایسے دینی علوم، اور حقائق و معارف میسر آسکیں، بالآخر یہ خطبہ اس عہد پر ختم ہوا کہ کوئی دوست سوائے کسی شرعی عذر کے اس اجتماع میں شرکت سے محروم نہ رہے گا۔ اور الحمد للہ کہ اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔

شہادت امام حسین علیہ السلام پر تقریر

۲۶ رجنوری کی شب کو مکرم الحاج خان اکرام اللہ خاں صاحب نے موری دروازہ میں ایک جلسہ کا انتظام کیا جس میں شہادت امام حسین علیہ السلام پر میری تقریر ہوئی۔ حاضرین خاصی تعداد میں جمع تھے، اور آلہ مکبر الصوت نصب تھا۔ میں نے اپنی تقریر میں واقعہ شہادت کی تاریخی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ آہ و بکا کرنے کی بجائے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جذبہ کو زندہ اور پائندہ رکھنے کی کوشش کی جائے، جس کا اظہار حضرت امام مظلومؑ نے فرمایا۔ خلافت راشدہ کی بساط لپٹتے، اور ملوکیت کی داغ بیل پڑتے دیکھ کر، اسلام پر غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کے اثرات غالب ہوتے دیکھ کر، جس جرأت و شجاعت، عزم و ہمت، اور صبر و استقامت کا نمونہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دکھایا وہ اس قابل ہے کہ امت کو کبھی فراموش نہ ہو، آج بھی اسلامی تہذیب و ثقافت خطرہ میں ہے، مسلمانوں پر غیر اسلامی تصورات غالب ہو رہے ہیں اغیار زور شور سے اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملہ آور ہیں، وہ حالت ہے کہ ؎

تیر بر معصوم می بارد خبیث بدگہر
آسماں رامے سزد گر سنگ بارد بر زمیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین (از مسیح موعودؑ)

اس وقت بھی اسی جرأت و شجاعت، عزم و ہمت اور صبر و استقامت کا نمونہ ہر مرد و زن، اور پیر و برنا کو دکھانے کی ضرورت ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام پر تقریر کا یہ انداز عامۃ المسلمین کے لئے بالکل جدید تھا۔ لہذا یہ تقریر گوش ہوش سے سنی گئی اور بہت پسند کی گئی اور متعدد عام ہوئی۔

قادیانی غلو و اغراق

۱۵ رفروری کی شب کو دارالمطالعہ میں قادیانی غلو و اغراق پر میری تقریر ہوئی جس میں واضح کیا گیا کہ (۱) جس طرح مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد آپ کی قوم دو حصوں میں منقسم ہوگئی، ایک وہ جو انہیں خدا کا رسول سمجھتے تھے، اور دوسرے وہ جنہوں نے ان کو رسالت کے مقام سے بلند کرکے الوہیت کے مقام تک پہنچایا۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ہونا ضروری تھا کہ ایک قوم وہ ہو جو آپ کے اصل مرتبہ کو مانتی ہو اور دوسری وہ جو آپ کو مجددیت کے مقام سے بلند کرکے نبوت کے مقام تک پہنچاتی ہو — (۲) اسی سلسلہ میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی کہ اہل قادیان کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کو جماعت احمدیہ لاہور نے گھٹا دیا ہے۔ آپ نبی تھے، اور آپ کو اب انہوں نے ولی یا مجدد کہنا شروع کر دیا۔ یہ بالبداہت غلط ہے، پہلے مسیح کے بعد ایسی قوم تو آئی جس نے انہیں نبی کی بجائے خدا ماننا شروع کر دیا۔ لیکن ایسی قوم نہیں آئی جس نے نبی کی بجائے ولی یا مجدد کہنا شروع کر دیا ہو، یا آپ کے درجہ کو گھٹایا ہو۔ لہذا مثیل مسیح کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ اسکے بعد ایسی قوم آجائے جو اسکے درجہ کو گھٹا کر پیش کرے، قرآن مجید نے یہ تو کہا ہے کہ قالت النصاری المسیح ابن اللہ۔ لیکن یہ نہیں کہا **قالت النصاری المسیح مجدد اللہ**

اسی طرح مثیل مسیح کے بعد درجہ کو بڑھانیوالی قوم تو آسکتی ہے، مگر گھٹانے والی نہیں آسکتی (۳) قرآن مجید سے ثابت کیا گیا کہ کسی نبی کے بعد اس کی "جماعت مومنین" کا اسکے دعوے کو گھٹا کر پیش کرنا ایک ایسا خیال ہے جو تاریخی اور نفسیاتی طور پر غلط ہے، ہاں کسی نبی یا مامور یا بزرگ کے بعد "جماعت مومنین و معتقدین" کا اس کے درجہ کو بڑھا کر پیش کرنا ایک تاریخی اور نفسیاتی حقیقت ہے۔ قرآن مجید یہ تو کہتا ہے کہ

"قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ" (التوبہ)

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ لیکن تمام قرآن مجید میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی گئی جس سے معلوم ہو کہ فلاں نبی کے بعد اس کی قوم نے اس کو "مجدد" کہنا شروع کر دیا ہو، یا درجہ سے گھٹا دیا۔ (۴) قرآن مجید ایک کامل کتاب ہدایت ہے، اگر نبی یا مامور کے دعویٰ کو اس کی اپنی جماعت کا گھٹا کر پیش کرنا ممکن ہوتا۔ اور اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہونا اس امت میں مسیح موعود کی آمد کے وقت ممکن ہوتا تو قرآن مجید کے لئے جو ایک کامل کتاب ہے ضروری تھا کہ اس قسم کی گمراہی کا ذکر کرتا، اور اس کا علاج تجویز کرتا ورنہ قرآن مجید کی جامعیت پر حرف آتا ہے۔ مگر قرآن مجید کا ایسا ذکر نہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ایسا امر ممکن ہی نہیں (۵) **اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ** سے ظاہر ہے، اس قسم کی قومیں بھی گذری ہیں، جنہوں نے اپنے مشائخ اور بزرگوں کی شان کو بڑھایا ہے، یہ مثالیں خاص طور پر اسلئے ذکر کی گئی ہیں کہ امت محمدیہ بھی اپنے نبی اور اپنے آئمہ کی شان میں غلو نہ کرے (۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آخری لمحات میں فرمانا کہ اللہ تعالےٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا، بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو یہ تو خطرہ تھا کہ کہیں آپ کے بعد آپ کو مقام الوہیت پر نہ پہنچا دیا جائے لیکن یہ خطرہ کبھی نہ ہوا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی "جماعت مومنین و مسلمین" آپ کی نبوت کا انکار کرکے آپ کو صرف ولی یا مجدد تسلیم کرے گی، (۷) حضرت مسیح موعودؑ نے سورہ فاتحہ سے اپنی صداقت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں امت کو نصیحت کی گئی ہے کہ نہ تو وہ ماموروں کے مخالف ہو کر ان پر فتاویٰ کفر صادر کرکے مغضوب علیہم بنے نہ ان کی شان میں اضافہ کرکے ضالین بنے اور اشارہ فرمایا ہے کہ مسیح ناصری کے زمانہ کی طرح مسیح محمدی کے زمانہ میں بھی ضروری ہے کہ ایک گروہ مکفرین مسیح موعودؑ کا ہو۔ اور دوسرا وہ جو مسیح کے درجہ میں غلو کرنے والا ہو' (تفصیل ملاحظہ ہو تحفہ گولڑویہ طبع سوم حاشیہ صفحہ ۴۲) کسی ایسے گروہ کا استنباط نہیں کیا جو آپ کے اصل درجہ سے کچھ گھٹا کر پیش کرے گا (۸) جس طرح یونیٹیرین (مواحدین) فرقہ کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے دعویٰ الوہیت نہیں فرمایا، اسی طرح جماعت احمدیہ کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح محمدی نے دعویٰ نبوت نہیں فرمایا — لہذا غیر احمدی مولویوں کو حق نہیں پہنچتا کہ قادیان کی غالی جماعت کے عقیدہ کو مدنظر رکھکر حضرت مسیح موعود پر فتاویٰ کفر صادر کریں۔

مولانا عبدالرحمان صاحب جالندھری کی تقریر

۲۵ رجنوری کو مکرم جناب مولانا عبدالرحمن صاحب جالندھری نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ آج اس ارشاد الٰہی کو صرف وہی جماعت پورا کر رہی ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے قائم فرمایا ہے۔

جناب شیخ عبدالحق صاحب کی تقریر

۳ رفروری کو آریہ سماج کے ایک جلسہ میں "پیدائش عالم" کے مضمون پر تقاریر کرائی تھیں جب ہم مندر میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ صرف ایک مقرر کو تقریر کی اجازت مل سکے گی۔ لہذا مکرم جناب شیخ عبدالحق صاحب نے تقریر فرمائی جس میں روح و مادہ کا حدوث ثابت فرمایا۔

ملاقاتیں اور وفود

ملاقاتوں اور انفرادی تبلیغ کا سلسلہ بدستور سابق جاری ہے۔ ان کے علاوہ عامۃ المسلمین کے بعض قومی اور ملی معاملات میں بھی جدوجہد ہوتی رہتی ہے مثلاً یہاں کے ایک مقامی زنانہ اسکول کی ہندو منتظمات کے خلاف مسلمانوں کو شکایات تھیں، جن کے ازالہ کے لئے ڈپٹی کمشنر دھلی، اور دیگر حکام متعلقہ کو لکھا گیا حکام سے ملاقاتیں کیں، بالآخر ۶ رفروری کو لیڈی سپرنٹنڈنٹ مدارس نے میرے روبرو تحقیقات کی، شکایات درست ثابت ہوئیں، جس پر اس نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فتنہ پیدا کرنیوالے عنصر کے خلاف فوری محکمانہ کارروائی کی۔

۱۴ رفروری کو ایک ہندو مسلم معاملہ کے سلسلہ میں مولوی سید مرتضیٰ بہادر ایم۔ ایل۔ اے سے ملاقات ہوئی، ۱۶ رفروری کو اسی سلسلہ میں مرکزی اسمبلی کے حسب ذیل ممبروں سے ملاقات کی گئی۔

(۱) سر عبدالحلیم غزنوی ایم۔ ایل۔ اے . . . . . بنگال

(۲) مولوی سید مرتضیٰ بہادر ایم۔ ایل۔ اے (مدراس)

(باقی بر صفحہ ۸)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم شنبہ - ۱۵ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۰

تحریکِ سیرت اور جماعتِ اسلامی

دونوں کا قیام جماعتِ احمدیہ کی تقلید میں ہے

معاصر ایمان جنوری ۱۹۴۲ء میں عبدالمجید صاحب قریشی نے ایک مضمون "تحریک سیرت اور جماعت اسلامی" کے عنوان سے لکھا ہے جس میں مودودی صاحب کی "جماعت اسلامی" اور اپنی قائم کردہ تحریک سیرت کے دستور العمل کی دفعا کا موازنہ اور مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ان تمام گذارشات کا مطلب یہ ہے کہ "ایک الگ فرقہ" بنانے اور مسلمانوں میں پیدائشی اور غیر پیدائشی مسلمانوں کی ایک فرضی تفریق کھڑی کرنیکے سوا" ان تمام ضروریات کو تحریک سیرت پورا کرتی ہے جنہیں مودودی صاحب نے اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے مودودی صاحب کی تحریک کا جو حصہ صحیح ہے وہ انہوں نے تحریکِ سیرت سے لیا ہے"۔

لیکن ہم عرض کرتے ہیں تحریک سیرت اور جماعت اسلامی دونوں نے اپنے نصب العین اور نظام کو جماعتِ احمدیہ کی تقلید میں قائم کیا ہے مودودی صاحب رسالہ ترجمان القرآن میں جماعت اسلامی کے قیام کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"جماعت کا ابتدائی پروگرام اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک طرف اس میں شامل ہونیوالے افراد اپنے نفس اور اپنی زندگیوں کا تزکیہ کریں اور دوسری طرف جماعت سے باہر جو لوگ ہوں (خواہ قومی مسلمان ہوں یا غیر مسلم) ان کو بالعموم حاکمیت غیر اللہ کا انکار کرنے اور حاکمیت رب العالمین کو تسلیم کرنے کی دعوت دیں (یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کریں یا تزکیہ وغیرہ)"

تحریک سیرت کے نظام نامہ کی دوسری دفعہ ہے:۔

"جہاں بھی سیرت کمیٹی بنے اسے تین نقطوں پر اپنی کوشش صرف کر دینی چاہیئے (۱) نوع انسان میں بلا امتیاز قرآن پاک کی اطاعت و اشاعت تاکہ وہ حیاتِ انسانی کا قانون بن جائے (۲) نوع انسان میں بلا امتیاز سیرت رسول کی اطاعت و اشاعت تاکہ خلق خدا حضور کے نمونہ پر چلے (۳) نوع انسان کو کلمہ شہادت نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا فلسفہ اور مقاصد و فوائد سے آگاہ کرنا تاکہ سب لوگ ان پانچ اصولوں کو انسانی پروگرام کی حیثیت سے اختیار کریں"

یعنی اس کا مقصد بھی ترکیہ نفس اور اشاعت اسلام ہے لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ان دونوں حضرات سے بہت پہلے ارشاد فرماتے ہیں اور ایک شاندار اور پختہ جماعت تزکیہ نفس اشاعت اسلام اور غلبۂ اسلام کے لئے قائم فرماتے ہیں اور اس کے نصب العین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنیکے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کیلئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں ...... اور تمام کوششیں اس بات کیلئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے۔"

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مذکورہ بالا ارشاد سے یہ امر خوب واضح ہے کہ مودودی صاحب اور قریشی صاحب نے اپنی جماعتوں کا ڈھانچہ کہاں سے لیا ہے اور اس معاملہ میں بصیرت رکھنے والے اصحاب بخوبی جانتے ہیں کہ یہ جدید تبلیغی نظامات سب کے سب جماعتِ احمدیہ کی تقلید میں قائم ہوئے ہیں حضرت بانیٔ سلسلہ نے ہی ایمان اور تقویٰ پر ایک جماعت کی بنیاد رکھی اور اس جماعت کے سامنے غلبۂ اسلام اور آسمانی بادشاہت کے قیام کا عظیم الشان پروگرام بطور نصب العین کے پیش کیا اور قریباً نصف صدی سے وہ جماعت اعلائے کلمۃ الحق کیلئے زبردست ایثار اور قربانی کا ثبوت دے رہی ہے اور اسلام کو بحیثیت مجموعی دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے ابھی چند دن کی بات ہے کہ معاصر صدق لکھنؤ نے اس جماعت کے جوش عمل کے متعلق کہا تھا "اس مختصر سی جماعت کا جوش عمل تو بہرحال اپنے اندر ایک سبق اور بصیرت رکھتا ہے" یہ تقلید کہاں تک مفید ہو سکتی ہے اس کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے ہم مودودی صاحب اور قریشی صاحب کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی بجائے اور اس فرسودہ سی تقلید کی بجائے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو کر کام کریں ...... وہ چند لوگوں کو یقیناً اپنے گرد جمع کر سکتے ہیں لیکن وہ ان کے قلوب میں وہ ایمان نہیں پیدا کر سکتے جو ایک مامور من اللہ پیدا کر سکتا ہے

چیانگ کائی شیک کا پیغام

ہم پیغام صلح کے کسی گذشتہ اشاعت میں رفتار عالم کے عنوان سے چینی قائد اعظم چیانگ کائی شیک کے قیام ہندوستان کے متعلق خبر درج کر چکے ہیں، مارشل چیانگ کائی شیک نے ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت ایک بیان اور پیغام دیا ہے جس کا ملخص درج ذیل ہے:۔

"یہ مصیبت کا وقت ہے ہمیں اس وقت اپنے اختلافات بھول کر مصیبت کا مقابلہ کرنا چاہیئے دوسرے یہ کہ چین اور ہندوستان کو آزادی سے محروم کر کے دنیا آرام سے نہیں بیٹھ سکتی اور تیسرے یہ کہ برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو جلد از جلد آزادی مل جانی چاہیئے"۔ (ملاپ ۲۵ر فروری ۱۹۴۲ء)

آنحضرت صلعم سے بڑھ کر مرشد کون ہے

مدیر صدق لکھنؤ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۴۲ء ایک مراسلہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب قادیانی کے باب میں ایک معتبر ذریعہ سے مجھے روایت پہنچی ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کو کوئی اچھا ہادی اور رہبر نہ ملا اور یہ حدیث نفس میں مبتلا ہو کر بھٹک گیا"۔

لیکن ہم نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ سرور کائنات آنحضرت صلعم سے بڑھ کر ہادی اور راہبر کون ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام عصر حاضر خود فرماتے ہیں:۔

(ا) وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

(ب) ما مسلمانیم از فضل خدا ٭ مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

شذرات

تجدید احیاء کی تحریکیں اور ہمارا تساہل

گذشتہ بیس پچیس سالوں میں تجدید احیائے دین کیلئے متعدد تحریکیں ہندوستان میں پیدا ہوئی ہیں اور جو رہی ہیں ان سب تحریکات کے مقاصد سے معلوم دیتا ہے کہ تجدید احیائے دین کیلئے مسلمانوں کے قلوب میں ایک زبردست تشنگی موجود ہے اس تشنگی کو بجھانے کیلئے یہ تحریکات پیدا ہوتی ہیں اور چونکہ یہ تحریکیں مسلمانوں کی امراض کا صحیح علاج اپنے اندر نہیں رکھتیں اسلئے جلد دب جاتی ہیں لیکن ہم لوگ جو کہ ایک زبردست تجدید احیائے دین کی تحریک کے علمبردار ہیں ہم نے ...... مسلمانوں کی تشنگی کی طرف توجہ نہیں کی ہماری زیادہ تر توجہ مغربی ممالک کی طرف رہی ہے ہمیں اپنے اس تساہل کو ترک کر دینا چاہیئے اور اس میدان میں کام کر کے ہمیشہ کیلئے ان تحریکات کو ختم کر دینا چاہیئے کیونکہ تحریک احمدیت میں ہی مسلمانوں کی تشنگی کا علاج موجود ہے:

قادیانی رسالہ "الفرقان"

قادیان سے ایک ماہوار رسالہ "الفرقان" شائع ہوا ہے اور ہمیں بغرض ریویو اور تبادلہ موصول ہوا ہے اس مذکورہ رسالہ کا مقصد جدید جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف زہر اُگلنا ہے اور یہ مشتمل ہے فرسودہ مضامین مناظرانہ چٹخروں اور علمی مغالطوں اور تاریخی ایچا پیچیوں پر اس کے عنوانات پر پچیس سال کے عرصہ میں کافی بحث ہو چکی ہے یہ کوئی علمی اور تخلیقی رسالہ نہیں بلکہ قادیانی پراپیگنڈا آرگن ہے معلوم دیتا ہے نعرۂ صداقت اور حریت کی گونج کو قادیانی احباب کے کانوں تک پہنچنے سے روکنے کے لئے غلو کا شور و غوغا شفنا کو اور مکدر کرنا چاہتا ہے لیکن روح صداقت اس غلو اور باطل کی حرکت پر خندہ زن ہے اس رسالہ کی پشت پر جناب میاں صاحب کا ایک ارشاد بھی شائع ہوا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک رسالہ "فرقان" نکلا ہے اس کی تمہید میں نے لکھی ہے جو پیغامیوں کے زہر کے ازالہ کیلئے جاری کیا گیا ہے اسکی خریداری کی طرف بھی میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں"

مدیر "الفرقان" جماعت احمدیہ لاہور کے احباب سے درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوا ہونے میں آپ ہمارے شریک ہیں اسلئے بہتر ہے کہ ہم باہمی غلط فہمیوں کو دوستانہ طریق پر دور کرنے کی پوری کوشش کریں"۔

مرشد کا ارشاد ہے کہ زہر کا ازالہ کیا جائے اور مرید کہتا ہے کہ باہمی غلط فہمیوں کو دوستانہ طریق پر دور کریں۔ اس تضاد سے ظاہر ہے کہ یہ دراصل دوستانہ طریق کے پردہ میں تخریبی آویزش کی آگ کو ہوا دینے کی کوشش ہے:

ڈاکٹر اقبال مرحوم اور اصطلاح پیغمبر

ایک کتاب "سیرت اقبال" مصنفہ مولوی محمد طاہر صاحب فاروقی ایم اے ہماری نظر سے گذری ہے جس میں ڈاکٹر سر اقبال صاحب مرحوم کیلئے "مجدد" "پیغمبر" اور "مصلح" کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں مصنف موصوف اس مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔

"میں نے مجدد اور اسی طرح "پیغمبر" کا لفظ جہاں کہیں بھی علامہ کیلئے لکھا ہے وہاں ان الفاظ سے شرعی اصطلاح مراد نہیں لی بلکہ ان الفاظ کو انکے لغوی معنی میں استعمال کیا ہے"۔

لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ جب نبی و رسول کے الفاظ حضرت امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیلئے شرعی اصطلاح میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں استعمال ہوں تو اس میں

مدیر پیغام صلح کے نام مکتوبات

(ا) محترم جناب سید عبدالمجید صاحب نے گورکھپور سے مدیر پیغام صلح کو ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:۔

محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ'

۲۱ دسمبر کے اخبار پیغام صلح کے صفحہ ۴ پر "شذرات" کے نیچے سب سے پہلا شذرہ "جو آریہ سماج کی دس سالہ رفتار" کے عنوان سے لکھا گیا ہے، اس نے میرے دل کے ان زخموں کو جو مسلمانوں کے باہمی اختلافات نے پہلے سے ہی لگائے ہیں اور تازہ کر دیا۔ دل سے ایک بے اختیار آہ نکلی اور یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا ؎

بے اعتدالیوں سے سبک سب میں ہم ہوئے
جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے

ادھر آریہ صاحبان ہیں کہ ان کے دوسرے قابل رشک کارناموں اور کارہائے نمایاں سے قطع نظر ان کی مردم شماری ہی جو ۱۹۳۱ء میں ۹ لاکھ تھی ۱۹۴۱ء میں بیالیس لاکھ تک پہنچ گئی ہے، اسے ہی دیکھا جائے تو تعجب کے ساتھ ان کی ہمت اور سرگرمی پر بے اختیار داد نکلتی ہے۔ ان دس برس میں تیس لاکھ کا اضافہ ہوا اس اضافہ میں کم سے کم پچیس لاکھ ان لوگوں کی تعداد ہو گی جو دوسرے مذاہب . . . . . . سے آریہ حلقہ میں لائے گئے ہیں۔

میرے پاس "اکالی" لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۳۹ء کا ایک تراشہ کسی دکان سے بحیثیت پڑیا کے آیا تھا میں نے اسے کھول کر دیکھا تو گیارہویں صفحہ کے تیسرے کالم پر "سکھی پرچار" کے عنوان کے نیچے یہ لکھا ہوا تھا۔

"بھائی امر سنگھ پرچارک سرب ہند سکھ مشن اکولی (سی۔ پی) لکھدے ہن کہ اوہناں نے مہینہ مارچ دے وچ ۱۶۱ میل سفر کیتا۔ تے چھ پرانیاں نوں کیس رکھائے، ۷ پرانیاں نوں کڑے پہنائے؛ ۸ آدمیاں نوں تمباکو چھڑایا۔ تے ۹ سجناں نوں کھنڈے دا" . . . تراشہ یہیں تک تھا۔

لیکن اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں صوبہ متحدہ میں حال میں ہی لاکھوں کی تعداد میں مختلف مذاہب والے سکھی مذہب میں لائے جا چکے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ اگر کوئی نہایت ایمانداری سے اسکے متعلق تحقیقات کامل کے بعد کچھ لکھ دیتا ہے کہ اتنے مسلمان کافر بنائے گئے، اتنے دائرۂ اسلام سے خارج کئے گئے اور اتنے فاسق اور اتنے فاجر قرار دیئے گئے اور اتنے مرتد ثابت ہوئے۔ اگر سب فرقوں کی رپورٹیں لی جائیں تو مسلمان کوئی باقی ہی نہ رہ سکے۔ آہ۔ یہی وہ مسلمان ہیں جن کی نسبت ارشاد خداوندی ہے کہ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ کذلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تھتدون" (۳:۱۰۲) اس سے ہمیں ہدایت حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس نعمت پر اظہار شکر کا جس نے بھائی بھائی بنا دیا۔ دوسری طرف اشارہ ہے کہ "انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون" (۴۹:۱۰) پہلے سب مومنوں کو بھائی قرار دیا گیا پھر ان کو آپس میں صلح کا ارشاد کیا گیا جس کے نتیجہ کے طور پر رحم خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ مگر ہم کیا کر رہے ہیں

(ب) جناب اکبر خان صاحب برما سے مدیر پیغام صلح کو تحریر کرتے ہیں:۔

مکرمی جناب ایڈیٹر پیغام صلح۔ السلام علیک

میں بہ نسبت دوسرے احمدی بھائیوں کے بہت کم علم ہوں مگر کچھ اسلام کا درد ہے اسلئے اگر میں کبھی آپ کو کچھ لکھوں تو آپ میرے علم کا اور اردو کا خیال نہ کریں۔

میں ۱۹۱۵ء سے احمدی جماعت کا خیر خواہ رہا اور جو کچھ اس جماعت کی ترقی کے لئے کیا گیا یہاں اس کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں۔ اب خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں بھی اس جماعت کا ایک ممبر بن گیا۔ لائٹ اور اسلامک ریویو کا تو ایک زمانے سے خریدار رہا اور اب پیغام صلح کا بھی خریدار بنا ہوں۔ حالانکہ مجھے علم اور فرصت بہت کم ہے مگر آپکو لکھنا بہت ہی۔ جب کبھی آپکے اخبار میں جگہ ہو تو میرے ٹوٹے پھوٹے مضمون کو درج کر دیجئے۔

تبلیغ احمدیت کے متعلق تجویز

پیغام صلح مورخہ ۴ جنوری صفحہ ۵ میں محمد خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری کا مضمون میری نظر سے گذرا جس کا عنوان ہے ہندوستان کے دیگر صوبوں میں تبلیغ احمدیت کی ضرورت اور مفید تجاویز۔ میں صاحب موصوف کے بالکل ہمخیال ہوں مگر سالانہ جلسہ کانگرس یا مسلم لیگ کے جیسا کہ ہر سال ایک ایک مختلف صوبہ میں ہو مگر ایک سال میں تین تین جلسوں کی تجویز جو انہوں نے پیش کی ہے یہ میرے ناچیز خیال میں کئی وجوہات سے ٹھیک نہیں آج مجھے فرصت کم ہے اسلئے ان وجوہات کو میں یہاں تفصیل وار بیان نہیں کر سکتا آپکے ناظرین خیال کر سکتے ہیں اور ایک بات جو مجھے بہت زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے کہ ہر ایک احمدی کو معلوم ہو کہ ہماری جماعت کے لوگ کتنے ہیں، کون ہیں، اور کہاں ہیں؟

بقیہ تبلیغی جدوجہد از صفحہ ۲

(۳) مولوی ظفر علی خاں ایم ایل اے . . . . پنجاب

۴ فروری کو ملک برکت علی صاحب ڈی ایس۔ پی۔ دہلی کو ملاقات ہوئی۔

تفریح اور ایک سادھو سے ملاقات

۷ فروری کو جناب مخدوم محمد اشرف صاحب، جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی اور چند ایک دوستوں کی معیت میں دریائے جمنا سے پار تفریح کے لئے نکلے جنگل میں ایک ہندو سادھو سے ملاقات ہوئی جس نے اپنے تکیہ میں ہماری نماز ظہر و عصر کا انتظام کیا، اور اس کے بعد دریافت کیا کہ اسلام کے مقاصد کیا ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا۔ اسلام کا مقصد ہے آپ لوگ اپنے اہل و عیال اور تمام دنیا کے حقوق ادا کرنے سے کنارہ کش ہو گئے ہیں لہٰذا صحیح راہ پر گامزن نہیں۔ اس نے سوال کیا کہ کیا خدا حاصل ہو سکتا ہے، اور اگر ہو سکتا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ بتایا گیا کہ خدا دنیا چھوڑنے سے نہیں مل سکتا۔ دنیا میں رہ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے سے ملتا ہے۔ ہندو تاریخ ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ ویدوں کے بعد خدا کسی سے ہمکلام ہوا ہو، یہ شرف اسلام ہی میں ہے کہ ہر زمانہ میں محدثین اور مکلمین کا وجود موجود رہتا ہے۔ آپ نے رہبانیت کا تجربہ کیا ہے، مگر کچھ نہ پایا۔ اسلام کا تجربہ بھی کر دیکھئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوٰی ہے کہ وہ خدا سے ملاتے ہیں۔ اس سادھو کے بہت لوگ معتقد ہیں، اور جنگل میں اس کا تکیہ نہایت اچھی حالت میں ہے، یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے اسلام کے متعلق ایک مفصل گفتگو سنی جس کا اس پر بہت اثر ہوا، اور اس نے آئندہ ملاقات کا وعدہ کیا

لائبریریوں میں

دہلی میں اچھی پبلک لائبریریوں کا فقدان ہے، اور اس وجہ سے مجھے اپنے علمی مشاغل میں بہت تکلیف ہوتی ہے، لیکن پھر بھی فتح پوری لائبریری، ہارڈنگ لائبریری، نذیریہ لائبریری اور امپیریل سکرٹریٹ لائبریری سے استفادہ کرتا رہتا ہوں۔

غازی آباد کا دورہ

۲۷ جنوری کو اخویم شیخ احسان الحق صاحب رکن ندوۃ المبلغین کی معیت میں غازی آباد کا دورہ کیا گیا متعدد اصحاب سے ملاقات ہوئی جن میں سے پروفیسر مرزا فیروز بخش صاحب ایم اے ایم او ایل، مولوی اظہار الحسن صاحب بی اے۔ ایل ایل بی (علیگ) اور شاہد حسین صاحب کلرک ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریلوے سے خصوصیت سے دیر تک مبادلۂ افکار ہوتا رہا اسلام اور سلسلۂ احمدیہ کے متعلق مختلف امور زیر بحث آئے۔ ان اصحاب نے نہایت متانت سے تمام گفتگو سنی اور دوبارہ اشتیاق ملاقات کا اظہار کیا۔ غازی آباد میں متعدد اصحاب کو پمفلٹ دیئے گئے۔ جناب ڈاکٹر محمود علی صاحب کے اعزہ جناب خورشید علی صاحب قریشی، جناب یوسف علی صاحب قریشی اور جناب مشتاق علی صاحب قریشی نہایت مدارات سے پیش آئے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تشریف آوری

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بمبئی جاتے ہوئے ۸ جنوری کو یہاں سے گذرے احباب نے اسٹیشن پر ملاقات کی ۳۱ جنوری کو آپ بمبئی سے تشریف لائے۔ اکثر دوست استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے، آپ نے جناب میاں غلام عباس صاحب کے مکان پر دو دن قیام فرمایا۔ یکم فروری کو مختلف احباب نے آپسے میاں صاحب موصوف کے مکان پر ملاقات کی۔ رات کو آپ نے بعد از نماز مغرب دار المطالعہ میں اپنے مخصوص انداز میں درس قرآن دیا۔ غیر از جماعت معززین بھی موجود تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سب سے بڑی سیاسی خدمت کسی قوم کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے سامنے اس کا نصب العین صحیح طور پر رکھ دیا جائے۔ اور یہ نصب العین حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کے سامنے رکھا ہے۔ انبیاء و مامورین کی آمد کی اصل غرض سیاسی غلامی سے آزاد کرانا نہیں ہوتی، بلکہ نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد کرنا ہوتی ہے۔ ہاں اس کے بعد سیاسی آزادی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تجدید دین، دعا، وحی الٰہی کی حقیقت پر نہایت عارفانہ انداز میں روشنی ڈالی۔

۲ فروری کی شام کو پھر حضرت ڈاکٹر صاحب نے درس قرآن دیا۔ ان درسوں میں حاضرین نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک تربیت یافتہ بزرگ کے کلمات سن کر حضرت مسیح موعودؑ کے کمالات روحانیہ کا اندازہ لگایا۔ غیر از جماعت اصحاب جنہوں نے ڈاکٹر صاحب ممدوح کا درس قرآن سنا اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا ہو گا کہ وہ ایک اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ۲ فروری کو محترم مولانا عمر الدین صاحب اور خاکسار کی معیت میں متعدد اصحاب سے ملاقاتیں کیں اور جناب ڈاکٹر ذکاء اللہ صاحب انچارج شفاخانہ لال کنواں کو مجدد اعظم کی جلد اول بطور ہدیہ پیش فرمائی۔

ندوۃ المبلغین

ندوۃ المبلغین کے اجلاس باقاعدگی سے جاری ہیں، اور دوست شوق سے حصہ لے رہے ہیں، نیز درس قرآن کریم بھی بدستور سابق اتوار کی شام کو باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔

مذاکرۂ علمیہ

میاں صاحب کی تفسیر کبیر پر نظر!

قسط نمبر ۷

از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے انسانی زندگی کا بیشتر حصہ خیالات کی جمع تفریق، ضرب، اور تقسیم کا نام ہے۔ ہر ایک وہ خیال جو ہمارے اندر پیدا ہوتا ہے نہ صرف اپنے محدود خیالات کو پیدا کرتا ہے بلکہ دوسروں کے ہمجنس خیالات کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اپنے برعکس خیالات کو خارج کرتا ہے کند ہمجنس با ہمجنس پرواز، کا قاعدہ نہ صرف انواع مخلوق ہی مسلم ہے بلکہ خیالات کی دنیا میں بھی یہ اصول کارفرما ہے۔ روما کے اندر کیتھولک کلیسا نے ایک خاص قسم کے خیالات کا گویا براڈکاسٹنگ سٹیشن تعمیر کیا جس کی برقی لہروں سے دنیا حسب استعداد متاثر ہوئی۔ خلافت قادیانی کا اس طرف کھنچ جانا [illegible] کے اصول کی بنا پر طبعی اور ناگزیر امر تھا۔ گو حقیقت اسلام اسکے بالکل برعکس ایک زبردست قوت تھی۔

نقش قرآں چوں دریں عالم نشست
نقشہائے کاہن و پاپا شکست

حضرت مسیح موعود کی آمد کی غرض بھی کاہن و پاپا کے نقش کو شکست دینا تھی، حیرت اور عبرت کی جاء ہے کہ قادیان کے قصر خلافت کی نقشی شعاعوں نے اسے از سر نو روشن کر دیا۔

گذشتہ اشاعت میں نے آپکو بتایا تھا کہ کہف اور غار صرف روما میں ہی نہ تھے بلکہ نیپلز، قسطنطنیہ، شام اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی موجود تھے الورا اور ایلفنٹا کے غار ہندوستان میں بھی موجود ہیں، آخر میاں صاحب کی نظر انتخاب روما کے غاروں میں کیوں جا پڑی؟ محض اسلئے کہ ان نہاں خانوں سے قصر خلافت قادیان کے لئے کچھ تاریکی اُدھار لی جا سکے۔ تفسیر کبیر میں میاں صاحب نے مؤرخین اسلام کو اپنی تائید میں گھسیٹنے کی ناکام کوشش کی ہے کسی اسلامی مؤرخ نے اصحاب کہف کے غار کا روما میں ہونا بیان نہیں کیا بلکہ اکثر اور بیشتر قسطنطنیہ کے قریب یا بحیرۂ ایجئین کے کنارہ پر واقع ہونا بیان کرتے ہیں۔

(۱) یاقوت حموی نے معجم البلدان میں بتایا ہے کہ رقیم اس سلسلہ کوہ کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا غار تھا۔

(۲) آثار البلاد قزوینی میں لکھا ہے "أفسوس مدينة مشهورة بارض الروم وهى مدينة دقيانوس الجبار الذى هرب منه اصحاب الكهف والمدينة مقدار فرسخين والكهف مستقبل بنات النعش لاتدخله الشمس" یعنی افسوس ارض روم کا مشہور شہر ہے جہاں کے ظالم بادشاہ دقیانوس کے ظلم سے گھبرا کر اصحاب کہف بھاگ گئے شہر افسوس اور اس غار کے درمیان جس جگہ انہوں نے پناہ لی دو فرسخ کا فاصلہ ہے، غار بنات النعش کے بالمقابل واقع تھا اور دھوپ کا گذر اس میں نہ ہوتا تھا۔

(۳) روح المعانی میں ابن اسحاق کی روایت سے یہی کچھ مذکور ہے۔

(۴) مشہور مؤرخ گبن نے گریگوری کی روایت سے اسی کو نقل کیا ہے۔

ان سب روایات کی تنقید اور اپنے خیالات کی تائید میں جو اسلوب کلام میاں صاحب نے پیش کیا ہے اسے ایک مثال سے واضح کر دینا کافی ہے۔

حضرت علامہ نورالدین مرحوم و مغفور کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک جس حد تک اصحاب کہف کے واقعہ کا تعلق یوسف آرمتیا کے سفر سے ہے میں اسکے متعلق آپکی تحقیق سے متفق نہیں کیونکہ یوسف آرمتیا کا یہ سفر محض کہانی ہے جو برٹش انگلستان میں مشہور رہا ہے اور سوا گیارہ سو سال بعد مسیح اس کا ذکر پہلی دفعہ ولیم کی کتاب میں ملتا ہے اور وہ بھی ایک نامعلوم شخص نے اسکی موت کے بعد اس کتاب میں لکھ دیا ہے ایسے اہم امور کے متعلق تو ایک صدی کی خاموشی بھی شبہ ڈال دیتی ہے۔" (تفسیر کبیر ص ۹۱۸)

میاں صاحب کے اس آخری فقرہ کو یاد رکھئے اور اس سے صرف ایک ورق بعد ان کی یہ عبارت پڑھکر انکے حافظہ اور ثبات تحقیق کی داد دیجئے "چونکہ پطرس واقعہ صلیب کے بعد ساٹھ سے ستر ہی سال تک زندہ رہا ہے یہ تحریر (کسی گرجے کے پادری کی تحریر) کوئی اسی سے سو سال تک پطرس کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اتنے قریب کے زمانہ کی شہادت معمولی شہادت نہیں ہو سکتی۔" ص ۹۱۹

جس طرح یوسف آرمتیا کے انگلینڈ میں سفر کے متعلق ایک کہانی مشہور ہے اسی طرح پطرس کے روما میں بلنے اور شہید ہونے کی بھی ایک کہانی ہے مگر پطرس کے روما جانے سے چونکہ کلیسائے روما کے حق پر ہونے اور انکی وساطت سے خلافت مسیح موعود قائم ہونے کی تائید ہوتی ہے اسلئے حضرت علامہ نورالدین مغفور کی تحقیق یا خیال کو جھٹلانے کے لئے تو ایک صدی کی خاموشی بات کو شبہ میں ڈال دیتی ہے مگر اپنی بات کی تائید کے لئے ایک صدی بعد کی شہادت بالکل قریب کی شہادت ہے صرف اسی پر بس نہیں اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ واقعہ صلیب کے دو سو سال بعد تک زمانہ میں روم میں پیٹر کی قبر زائروں کو دکھائی جاتی ہے اور یہ کہ ۲۵۸ء میں اسکی ہڈیاں کیٹا کومبز میں منتقل کی گئیں یعنی یہ کہ ۲۵۸ء میں وہ قبر اور ہڈیاں پیٹر کی تھیں یا نہیں انسائیکلو پیڈیا اسے بارہ میں لکھتا ہے کہ اسکی تحقیق کا سامان ہمارے پاس موجود نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ جو سامان اور باتوں کی تحقیقات کے ہیں وہ یہاں بھی ہیں قریب کے زمانہ کے لوگ اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور اس کی وفات کے سو سال بعد کے زمانہ کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ روم میں اسکی قبر دکھائی جاتی تھی۔ غرض یہ امر کہ نیرو نے اسے قتل کیا یا نہ کیا اگر ثابت بھی نہ ہو تب بھی یہ امر ثابت ہے کہ پطرس روم میں گیا اور وہیں مرا۔" ص ۹۱۹-۹۲۰

(۱) مسیح کے دو سو سال بعد پیٹر کی قبر لوگوں کو دکھائی جاتی تھی۔

(۲) وہ قبر پیٹر کی تھی یا نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۳) مگر نمبر ۱ اور نمبر ۲ کا ماحصل یہ ہے کہ پیٹر روم میں گیا اور وہیں مرا، اس کو کہتے ہیں قسطاس مستقیم سے وزن نہ کرنا جو ایک انسان کی کج نگاہی بلکہ کج دماغی کی دلیل ہوتی ہے۔

میں اس وقت ایک لمبے سفر پر جا رہا ہوں اتنی فرصت نہیں کہ ص ۴۲ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی اصل عبارت دیکھ سکوں تاہم خلافت مآب کی عادت یا ان کے Passive mind کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے یہاں بھی انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا نام لے کر اپنی طرف سے ایک عبارت لکھ دی ہے۔ سائیکلو پیڈیا کا مؤلف اس قدر غیر معقول ہرگز نہیں ہو سکتا۔

باقی دارد

چین کے مسلمانوں کیلئے جاپان کا دام فریب!

مارشل چیانگ کائی شیک کا نائب ایک مسلمان جرنیل ہے

قاہرہ ۲۳ فروری چین میں مسلمانوں پر جاپانیوں نے ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر انہیں شدید ناکامی ہوئی۔ اور آج چین کے مسلمان دیگر چینیوں کے دوش بدوش اپنے وطن کی آزادی اور ناموس کے لئے جاپانیوں سے لڑ رہے ہیں مارشل چیانگ کائی شیک کا دست راست مشیر جنرل پائی چنگ نسائی چین کے قبیلہ کا ایک سرکردہ مسلم لیڈر ہے۔ جو چینی جنرل سٹاف کے ڈپٹی چیف عہدے پر فائز ہے۔

یہ دلچسپ تفصیل ایک چینی مسلمان نے قاہرہ کے اخبار نویسوں سے ایک تقریب کے موقعہ پر بیان کی جو حج کے بعد دیگر چینی مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ قاہرہ میں آیا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ چین کے شمال مغربی صوبوں میں زیادہ تر مسلمان ہیں۔ جاپانیوں نے ان صوبوں کو ملا کر وہاں ایک مسلم چینی حکومت قائم کرنے کی تجویز کی تھی مگر ان مسلم قبائل نے جاپانیوں کے اس سیاسی دام میں پھنسنے سے انکار کر دیا۔ جاپانی اس طرح ان مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے چین کے مسلمانوں نے ملک کی اندرونی سیاسیات میں کبھی دخل نہیں دیا تھا۔ مگر جاپانیوں کی یورش نے انہیں بیدار کر دیا ہے۔ اور اب دیگر اہل وطن کے دوش بدوش وہ دشمن کے مقابلے پر کھڑے ہیں۔

چین کے مسلمان بھی ہندوستان، عرب اور مصر کے مسلمانوں کی طرح بڑی سختی اور پابندی سے مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں۔ قرآن اور احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

کرنسی نوٹوں کے متعلق سرکاری اطلاع

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سرکاری کرنسی نوٹوں کے متعلق پنجاب میں ایک بے تکی افواہ پھیلی ہوئی ہے۔ تمام افواہوں کی طرح اس نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ اور یہ مختلف طریق میں بیان کی جاتی ہے ایک بیان کے مطابق ایک روپیہ کے نوٹوں پر ان کے لیگل ٹینڈر تسلیم کئے جانے سے پہلے ایک ایک آنہ کے ٹکٹ لگائے جائیں گے۔ دوسرا بیان یہ ہے۔ کہ ایک روپیہ کا نوٹ ٹکٹ لگائے جانے کے لئے ڈاکخانوں میں پیش کرنا پڑے گا۔ اور اس غرض کے لئے ایک آنہ وصول کیا جائے گا۔ ایک تیسرا بیان بھی ہے۔ جس کے مطابق جب دس روپیہ کا نوٹ کسی ڈاکخانہ یا سرکاری خزانہ میں تبادلہ یا ریزگاری کے لئے پیش کیا جائیگا۔ تو اس میں سے بارہ آنے جنگی فنڈوں میں چندہ کے طور پر منہا کر لئے جائیں گے۔

اس افواہ کے متعلق یہ تینوں بیان بالکل بے بنیاد ہیں تمام سرکاری کرنسی نوٹوں کی مالیت میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا اور کسی شکل یا صورت میں جنگی فنڈوں کے لئے جبری منہائی نہیں کی جائے گی

(لاہور۔ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۴۲ء نمبر ۱۲۲ ڈبلیو۔ پی (محکمہ اطلاعات)

سوامی دیانند سے مسلمانوں کا حسنِ سلوک!

از جناب شیخ محبوب عالم صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

یہ تقریر مرزا معصوم بیگ صاحب بی۔ اے نے آریہ سماج مندر جہلم میں شوراتری مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۲ء کے موقعہ پر پڑھی!

شیوجی ہندو سدھانت کے مطابق ترمورتی کے ایک دیوتا ہیں۔ ان کی سب سے غالب صفت فنا کرنا، تباہ و برباد کرنا بیان کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ دو دیوتا برہما پیدا کرنیوالا اور وشنو رکھشا اور حفاظت کرنے والا ہیں۔ شاکت مت والے شوجی کی بیوی کالی دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ شوراتری کا مشہور تہوار اسی دیوتا اور دیوی کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ سنسکرت میں راتری رات کو کہتے ہیں اور شوراتری ایک خاص رات کا نام ہے جو ماگھ مہینہ میں چاند کی آخری نمود کی رات ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر ہندو دن کے وقت شوجی کی پوجا کا برت رکھتے ہیں۔ اشنان کرتے ہیں اور کئی اور چھوٹی چھوٹی رسوم ادا کرتے ہیں۔ راتری سے شومت کے پیرو اپنے اعتقادات کے مطابق شوجی کی پوجا اور رتجگا کرتے ہیں۔

اس مقدس رات کو آج سے کم و بیش سو سال پیشتر ایک ہندو نوجوان اپنے باپ کے ساتھ شوجی کے مندر میں پوجا میں مصروف تھا جبکہ شوجی کے سامنے نذر و نیاز کے لذیذ کھانے موجود تھے۔ آدھی رات کا وقت ہوا کہ نوجوان کی آنکھ نیند سے ذرا جھپکی تو کیا دیکھتا ہے کہ شوجی کا ایک اور پجاری چوہا بھوک کے تقاضے پر مچل مچل کر قلابازیاں کھا رہا ہے اور نذر و نیاز کی شیرینیوں کو اپنے تصرف میں لا رہا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر نوجوان کے دل میں خیال پیدا ہوا "کیا ایسی مورتی کی پوجا کرنا چاہیئے ...... جو ایک چوہے سے بھی زیادہ کمزور ہے"۔ یہ نوجوان کاٹھیاواڑ کا رہنے والا برہمن مول شنکر تھا جو بعد میں سوامی دیانند کے نام سے مشہور ہو کر آریہ سماج کا بانی ہوا۔

سوامی جی کا ایمان مورتی پوجا کے بارے میں متزلزل ہو گیا اور ان کے دل سے وہ بات نکلی جو قرآن شریف میں تیرہ سو سال پہلے سے موجود تھی "کیا ایسی مورتی کی پوجا کرنا چاہیئے جو ایک چوہے سے زیادہ کمزور ہے" یہ کوئی نئی آواز نہ تھی بلکہ اس آواز کی صدائے بازگشت تھی جو اسلام نے تیرہ سو سال پہلے بلند کی، اور جس کے اثر سے گرو بابا نانک جی مہاراج، بھگت کبیر، راجہ رام موہن رائے اور کیشب چندر سین جیسے بزرگ مورتی پوجا کو چھوڑ کر توحید پرست بن گئے تھے۔ قرآن کریم نے فرمایا تھا۔ وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب ○ ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز (۲۲/۷۴) کہ ان بتوں سے ایک مکھی اگر کوئی چیز چھین لے تو چھڑا نہیں سکتے۔ مورتیاں اور پجاری دونوں کمزور ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر جانی جو اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔ یقیناً وہ بے حد غالب اور سرو شکتیمان ہے۔

شوراتری کی اس بیان کردہ شب کو سوامی دیانند مورتی پوجا سے بیزار ہو کر اور توحید کا جذبہ لیکر مندر سے باہر نکلے۔ دل ہر وقت پریشان رہتا۔ آخر ایک روز شام کے وقت چپ چاپ گھر سے نکل گئے بدیں نیت کہ پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ پندرہ سال تک ادھر ادھر گھومتے اور تیرتھوں کے درشن کرتے رہے۔ چھتیس سال کی عمر میں متھرا کے مشہور پنڈت سوامی ورجانند کے قدموں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیٹھے۔ ڈھائی سال تک اشٹا دھیائی مہا بھاشیہ ویدانت سوتر وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا۔ رخصت ہوتے وقت گرو نے فرمایا "پیارے بیٹا! بھارت ورش میں ویدوں کی تعلیم مدت سے متروک ہو چکی ہے جاؤ اور لوگوں کو ویدوں کی تعلیم دو"۔ چنانچہ سوامی دیانند اسی غرض سے ہندوستان کے مختلف مقامات کے دورے کئے اور ہندو ریاستوں میں بھی گئے، جابجا تقریریں کیں۔ اپدیش دیئے۔ پرانکوں سے شاستر ارتھ کئے اور ان کے عقائد کا کھنڈن کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندو نہ صرف سوامی جی سے نفرت کرتے تھے بلکہ ہر وقت بر سر پیکار رہتے تھے اور اینٹ اور پتھر برساتے۔ یہ سب باتیں لوگوں کی مخالفت، لعن و تشنیع اینٹوں اور پتھروں کا برسنا۔ یہ سب کچھ ایک ریفارمر کی زندگی کے نہایت ضروری اور لازمی جزو ہیں۔

A Reformer's path is not a bed of roses but it is a path strewn with sharp and prickly thorns.

آؤ اب ہم تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کریں، اور دیکھیں کہ مسلمانوں نے سوامی دیانند جی کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ سوامی جی کے باشندے مسلمانوں سے بھی ہوئے تو پھر کیا انہوں نے بھی سوامی جی کے ہم مذہب لوگوں کی طرح ان سے بدسلوکی کی اور اینٹ پتھر برسائے؟ نہیں نہیں۔ مسلمان کا سینہ بہت چوڑا ہے۔ وہ اپنے مخالف کی بات کو ٹھنڈے دل سے سنتا ہے وہ گھبراتا نہیں۔ کیونکہ اسکو قرآن کریم نے نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے مسلح کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا واقعہ ہے کہ کچھ عیسائی حضور اقدس سے شاستر ارتھ کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں آئے۔ گرم گرم بحث ہوئی۔ حضور اقدس نے انہیں اپنے دلائل سے مغلوب کیا۔ مگر معلوم ہے، کہ آنحضرت صلعم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہیں مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ میں ٹھہرایا، اور ان کی مہمان نوازی تو اپنے ذمے لی۔ اگلے دن اتوار تھا۔ عیسائیوں نے کہا "ہم اپنی عبادت کرنا چاہتے ہیں کہاں کریں؟" رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہیں کر لو" اور اس طرح پر مسلمانوں کے لئے مذہبی رواداری اور فراخدلی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ قائم کیا۔

اس عظیم الشان نبی کا کلمہ پڑھنے والوں نے بھی سوامی دیانند کے ساتھ ایسا ہی عمدہ سلوک کیا اور جہاں تک ممکن ہوا برے وقت میں ان کی امداد کی۔ جس وقت ان کی اپنی قوم نے انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دیا، اس وقت مسلمان ہی تھے جنہوں نے سوامی جی کے لئے اپنے مکانوں کے دروازے کھول دیئے۔ جب سوامی جی لاہور تشریف لائے تو ایک ہندو رئیس نے انہیں اپنے مکان پر ٹھہرایا۔ مگر جلد ہی یہ شخص مذہبی تعصب کا شکار ہو گیا۔ اور اس نے اپنا مکان خالی کرا لیا۔ اس وقت لاہور کے مشہور ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے اپنی کوٹھی سوامی جی کے حوالے کر دی۔ یہ کافی بڑا مکان تھا اور اس کا صحن اس قدر وسیع تھا کہ سوامی جی کے لیکچروں کا بھی یہیں انتظام کیا گیا۔ چنانچہ پہلی مرتبہ آریہ ستہ بھی یہیں ہوئی اور ہون بھی اور آریہ سماج لاہور کی بنیاد بھی اسی جگہ رکھی گئی۔ فرزند اسلام ڈاکٹر رحیم خاں نے ایسے وقت جبکہ لاہور کا کوئی ہندو سوامی جی کو اپنے مکان پر ٹھہرانے کا روادار نہ تھا اسلامی رواداری اور مہمان نوازی کا پورا ثبوت دیا۔ آریہ سماج کو ڈاکٹر رحیم خاں صاحب اور ساتھ ہی اس پاک تعلیم کا جس نے ڈاکٹر صاحب کے قلب کو اس قدر وسعت بخشی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ممنون رہنا چاہیئے۔

جب سوامی جی امرتسر تشریف لے گئے تو وہاں بھی یہی دقت پیش آئی۔ امرتسر کا کوئی ہندو سوامی جی کو اپنے مکان پر ٹھہرانے کے لئے تیار نہ تھے۔ چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی اس وقت آریہ سماج کے بانی کو پناہ دینے والا ایک اور فرزند اسلام تھا۔ شیخ محمد جان صاحب رئیس امرتسر۔ انہوں نے اپنا مکان بیرون رام باغ سوامی جی کے سپرد کیا۔ آریہ سماج امرتسر کا بنیادی پتھر اسی مکان میں نصب کیا گیا۔ جب سوامی جی پھر لاہور تشریف لے گئے تو نواب رضا علی خاں کے مکان بیرون مستی گیٹ میں فروکش ہوئے۔

ان حالات کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سوامی دیانند اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہ تھے اسی لئے مسلمان بھی انہیں اچھا سمجھتے اور ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ یہ صرف میرے منہ کی باتیں نہیں، بلکہ خود آریہ سماجی بھی ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ سنئے مہاشہ چونی لال صاحب ایم لئے بیرسٹر ایٹ لا کیا فرماتے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو انہوں نے اخبار پرکاش رشی نمبر مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۱۲ء میں لکھا تھا:-

"جن جماعتوں اور ہمدرد دوستوں نے مہرشی کو پرچار میں خاص مدد دی۔ ان کی نسبت عام آریہ سماجیوں کی واقفیت بہت کم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ویدک دھرم کے پرچار میں پرانکوں (ہندوؤں) کی طرف سے آریہ سماج کے بانی کا اینٹ اور پتھر سے ستکار کیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں کی اُنتی کے واسطے انہوں نے ہر طرح کے کشٹ سہے انہی لوگوں نے مہارشی پر کئی بار شستر سے حملے کئے اور زہر دی مگر بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کہ اسلام کا کھنڈن کرنے کے باوجود اہل اسلام رشی دیانند کو ایک خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے سوائے آریوں کے جو سوامی جی کے پیرو بن گئے تھے اگر کسی غیر مذہب والے نے ان کے پرچار میں کوئی سہولت پیدا کی تو وہ اہل اسلام تھے۔ اگرچہ اس وقت میری خواہش نہیں ہے کہ میں ان تمام مسلمان دوستوں کا ذکر کروں جنہوں نے پرچار میں خاص مدد دی مگر میں ان میں سے دو تین مہربانوں کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ ......
...... کئی دفعہ اپدیش دیتے ہوئے مہرشی کھنڈن شبد بھی استعمال کر دیا کرتے تھے مگر جہاں ہندو پنڈت اس کا جواب اینٹ اور پتھر سے دیتے تھے وہاں اہل اسلام ہیتو کو انوبھو کرتے ہوئے کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ سوامی جی مسلمان دوستوں کے مکان پر ٹھہرے ہوئے بھی اسلام کی تردید کر دیتے تھے، مگر کبھی کسی مسلمان نے ان کا برا نہیں کیا"

مسلمان ان کا برا کرتے کیوں جبکہ سوامی جی اصلاح قوم کا وہ کام کر رہے تھے جو کسی طرح بھی منشائے اسلام کے خلاف نہ تھا۔ اسلام کی غرض وغایت دنیا میں **خداوند عالم کی وحدت** اور **نسل انسانی کی مساوات** قائم کرنا ہے، اس وقت جبکہ اہل دنیا اس واحد و لاشریک خدا کو چھوڑ کر بیشمار معبودوں کے سامنے سر جھکاتے تھے اور کئی قسم کے شرک۔ بت پرستی، عناصر پرستی میں مبتلا تھے اس وقت عرب دیش کے رشی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند کی اور فرمایا: "ھو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ" وہی ایک مالک ہے جو زمین اور آسمان میں فرمانروا ہے۔ "ھو الذی یحیی و یمیت و ھو علی کل شیءٍ قدیر" وہی ایک خدا ہے جو برہما بھی ہے اور مہیش بھی، وشنو بھی ہے اور رشنو بھی، یعنی خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ زندہ کرنیوالا بھی ہے اور مارنے والا بھی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان

کی پیشانی کو ہر چوکھٹ سے اٹھا کر خدائے واحد کے آستانہ پر رکھدیا۔

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

سوامی دیانند نے قوم ہنود کو بت پرستی کے شرک سے چھڑا کر توحید کے راستے پر ڈالنے کی کوشش کی جو کہ ایک اسلامی کام تھا۔

ہندوؤں میں ذات پات کی تفریق قدیم سے چلی آتی تھی۔ لوگوں نے فخر و غرور سے انسانی برادری کو نا قابل اتحاد ٹکڑوں میں توڑ رکھا تھا۔ برہمن، راجپوت، ویش اور شودر۔ ان کے دیوتا الگ ان کے رسم و آداب الگ، ان کے نجات اور مکتی کے نیم الگ۔ راجہ کا فرض ہوتا تھا کہ وہ دہرم شاستر کے مطابق ہر ورن اور ذات کو مقرر کردہ ڈگر پر چلائے۔ ایک شودر اپنے ذلیل پیشہ کو چھوڑ کر کوئی اعلیٰ اور معزز کام اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ سوامی جی نے اس بات کے خلاف آواز اٹھائی ــــ ذات پات توڑک منڈل جو آریہ سماج کے پروگرام کا ایک حصہ ہے اسی آواز کا نتیجہ ہے۔ سوامی جی کا یہ دوسرا قدم تھا جو انہوں نے اسلام کی طرف اٹھایا کیونکہ مساوات نسل انسانی کا اصول اسلام اور صرف اسلام کی تعلیم کا خاصہ ہے اور کہیں پایا نہیں جاتا۔ قرآن مجید نے فرمایا تھا۔

یایھا الناس انا خلقنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ــــ اے لوگو ہم نے تمہیں خاندان اور قبیلوں میں اسلئے پیدا کیا تھا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو ورنہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اسلام نے تمام پست و بلند اور نشیب و فراز کو برابر کر دیا اور فرمایا کہ اونچ وہ نہیں جو اونچے گھر میں پیدا ہوا ہو۔ بلکہ اونچ وہ ہے جس کے کرم اونچے ہوں جو نیکی اور پرہیزگاری میں اونچا ہو ـــ

چھا رہی تھیں چرخ عالم پر گھٹائیں کفر کی
تابش اسلام نے روشن زمانہ کر دیا
سرنگوں شاہان عالم ہو گئے تکبیر سے
پرتو ایمان نے ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا
اللہ اللہ وہ مساوات رسالت کی بہار
دولت اسلام نے بندہ کو آقا کر دیا

حضرات آج کیسا خوش منظر ہے کہ ہندو اور مسلمان خصوصاً آریہ اور احمدی ایک سٹیج پر کھڑے ہو کر بھارت ورش کے ایک مشہور ریفارمر کی زندگی کے حالات بیان کر رہے ہیں۔ سوامی دیانند کی روح اس خوبصورت نظارے کو دیکھ کر ضرور خوش ہوتی ہوگی۔ دوستو اتحاد و اتفاق میں برکت ہے اور باہمی کشمکش اور دشمنی کا لازمی نتیجہ ذلت و خواری ہے۔ آخر ہم سب بھارت واسی ہیں، اسی زمین پر پیدا ہوئے اور اسی زمین میں پیوند ہونگے۔ پھر یہ بغض اور کینہ کیا معنے رکھتا ہے۔ آؤ میں تمہیں ایک گر بتلاتا ہوں کہ اپنے اپنے دھرم پر چلتے ہوئے اور عقائد میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی ہم کس طرح پر محبت اور آشتی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں وہ گر یہ ہے، کہ کسی قوم کے مقبول پیغمبر، مقبول رشی منی اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تذلیل سے حملہ نہ کیا جائے۔ اور دلی یقین سے ماننا چاہیئے، کہ اس رب العالمین کا فیضان ربوبیت کسی قوم یا ملک سے مختص نہیں بلکہ اس کے برگزیدہ بندے ہر قوم میں آتے رہے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کی جائے۔ اور یہ وہ زریں اصول ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح زمان و مجدد دوران بانی سلسلۂ عالیہ احمدیہ نے ۱۹۰۸ء میں ہندو مسلم اتحاد ایسوسی ایشن کے لئے تجویز کر کے اپنی مشہور کتاب "پیغام صلح" میں شائع کیا تھا۔ جس کا اقتباس پڑھکر میں تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

"یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں۔ اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں . . .
. . . . ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے۔ بلکہ اب ہندو مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا . . . . ایسے **نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے . . .**
. . . . . ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے . . . . ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں . . . . . اگر اس قسم کی صلح نامہ کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان تیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آیندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہونگے۔ اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگی ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہوں تو وہ بھی ایسا اقرار نامہ لکھ کر اس پر دستخط کر دیں . . . . آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور اس ملک کو کس قدر نقصان پہنچا ہے۔ آؤ اب یہ بھی آزما لو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں۔ بہترین طریقہ صلح کا یہی ہے ورنہ کسی دوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کسی پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہو جائیں۔ حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبو دار پیپ موجود ہے۔"

(تقریر میں مکمل حوالہ پڑھا گیا تھا)

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا تازہ ارشاد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۷ء میں تبلیغی پروگرام کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

"میں نے سال گذشتہ ایک تحریک کی تھی کہ اس سال دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لاؤ۔ خدا کے فضل سے یہ تحریک ایک حد تک کامیاب ثابت ہوئی اور گذشتہ سال پہلے سے زیادہ لوگ جماعت میں داخل ہونے چاہیئے تھا کہ اس سال اس تحریک کو بڑھایا جاتا اور زیادہ آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کی تحریک کی جاتی، لیکن ایک غلطی ہو گئی جس کا میں ذمہ دار ہوں، چاہیئے تھا کہ نئے سال کے شروع میں پھر تحریک کرتا، لیکن یہ بات رہ گئی، اب میں سر دست اس تحریک کو اسی پر محدود رکھتا ہوں کہ دس ہزار آدمیوں کو اس سال پھر زیر تبلیغ لایا جائے۔ لیکن اس میں ایک تغیر پیدا کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسکو کام کرنے والوں کی مرضی پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ یہ بات ریکارڈ میں آجائے کہ زید اتنے آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا وعدہ کرتا ہے، اور بکر اتنے آدمیوں کو، اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی، اور دفتر کے کارکنوں کو خاص طور پر کام کرنا پڑے گا، یہ بھی میں اسی وقت بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے کام کارکنوں کی غفلت کی وجہ سے رہ جاتے ہیں، اس لئے کارکنوں کو خاص طور پر اس تحریک کو چلانا پڑے گا، اور پورا ریکارڈ رکھنا ہوگا، یہ امر کہ اس سے کہاں تک کامیابی ہوگی اس کو خدا پر چھوڑو، ویسے میں یقین دلا دینا چاہتا ہوں، کہ وقت آچکا ہے کہ ہماری قلت کو اللہ تعالےٰ کثرت سے بدل دے ہمیں وہ کثرت بکار نہیں جو محض نام کی کثرت ہو اور کوئی کام اس سے تبلیغ اسلام کا نہ ہو، بلکہ کام کرنے والے آدمی بکار ہیں اسلئے پہلے اپنے اندر یہ عزم پیدا کرو کہ ہم نے اس کام کو کرنا ہے اور پھر دوسروں کے اندر اس روح کو پھونکو،

اس کے ساتھ ہی میں پھر اعادہ کرتا ہوں کہ دعا کے اندر بھی لگے رہو۔ پہلے اپنے دل کے اندر یقین پیدا کرو کہ تبلیغ اسلام ہی صحیح رستہ ہے، پھر دعائیں کرو کہ اللہ تعالےٰ اس رستہ پر چلنے اور دوسروں کو شامل کرنے کی توفیق دے، اور پھر کوشش کرو، خدا تمہاری کوششوں کو کامیاب کرے گا۔"

سکرٹریان جماعت کی خدمت میں درخواست

تمام بیرونی جماعتوں کے سکرٹریان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ارشاد کو خطبہ جمعہ میں پڑھکر سنا دیں اور جو دوست اس تبلیغی پروگرام کو بڑھانے کا وعدہ کرنے کیلئے اپنے نام پیش کریں انکی فہرست جناب جنرل سکرٹری صاحب کی خدمت میں بھجوا دیں تاکہ ان دوستوں کو تبلیغی پروگرام سے متعلقہ فارم [illegible]

ہمارا سیاسی اندازِ فکر!

از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

(آزاد ترجمہ) از مدیر

حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مسلمہ اسلامی خدمات کے باوجود یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور نے اپنے پیروؤں کے دماغوں میں سیاسی اولوالعزمی کے خیالات کو بالکل کچل دیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مریدوں کو حکومت برطانیہ کی وفاداری کی تلقین کی ہے

ہمارے سیاسی انداز فکر پر اعتراض کرتے ہوئے اس کے ڈانڈے ان لوگوں کے خیالات کے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں جنہوں نے حکومت کی فرمانبرداری کو اپنا مذہب بنا لیا ہے جن کی غرض محض اپنے پولیٹیکل مقاصد کی ترقی اور اعانت ہوتی ہے یہ فیصلہ صادر کرتے ہوئے اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ تحریک احمدیت صرف ہندوستان سے متعلق نہیں بلکہ اس کا دائرہ عمل عالمگیر ہے جس میں سلطنت برطانیہ اور باقی دنیا بھی شامل ہے تمام بیرونی ممالک میں ہمارے مشنوں کا قیام ہماری اس بلند ہمتی اور اولوالعزمی کو بخوبی ظاہر کرتا ہے۔ اگر ہمارا حکومت برطانیہ سے دوستانہ تعلق ہے تو یہ اسلئے نہیں کہ ہم کسی پولیٹیکل مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، تحریک احمدیت کے اغراض و مقاصد اس سے بہت بلند ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت بانئے سلسلہ نے اپنی مخصوص دوررسی کی وجہ سے جو انہیں اپنی قوم کی خصوصیات کا صحیح اندازہ کرنے میں حاصل تھی محسوس کر لیا تھا کہ عیسائی اقوام کے ساتھ مسلمانوں کی مخاصمت جو ابتداء میں بالکل مذہبی تھی اپنا رخ بدل چکی ہے اور روبہ تنزل ہو کر پولیٹیکل دشمنی کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ قرون اولیٰ میں ایک قوم اس وقت تک دشمن خیال کی جاتی تھی جب تک کہ وہ دائرہ اسلام سے باہر رہتی لیکن جونہی وہ اسلام قبول کرتی تو یہی دشمنی اخوت میں بدل جاتی یہ وہ وقت تھا جبکہ مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ خالصۃً مذہبی تھا اور وہ اپنے تعلقات کا اندازہ اسی اساس پر کرتے تھے۔ وہ اللہ والے غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے اپنے ہر دنیوی مفاد کی قربانی کرنا جانتے تھے لیکن مسلمانوں کی موجودہ نسل بالکل مختلف نقطۂ نگاہ اختیار کر چکی ہے۔ یہ لوگ مخالفین اسلام کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے خواہ وہ مخالفین مذہبی لحاظ سے کتنے ہی نقصان رساں اور مخالف ہوں بشرطیکہ ان کی معاشی اور سیاسی اغراض سے ان کا تصادم نہ ہوا ہو لیکن اس کے بالمقابل انکی کیفیت مزاج ایسی نہیں کہ وہ کسی قوم کی مذہبی رواداری اور دوستی کی داد دے سکیں اگر کسی لحاظ سے بھی یہ دوستی انکے دنیوی اغراض و مقاصد میں سدِ راہ ہوتی ہو۔ حضرت بانئے سلسلہ اسلام کی ترقی کے لئے مسلمانوں کے اس گمراہ کن نقطۂ نگاہ کو یکسر بدلنا چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے یہ نقصان اٹھا کر بھی کہ اس معاملہ میں ان کے متعلق ایک غلط تفہیم پیدا ہو جائے گی حکومت برطانیہ کے روشن پہلو پر زور دیا اور حکومت کے ساتھ مخلصانہ تعاون پر اصرار کیا ہے۔ ان کی خدمات اسلامیہ ناقص اور نیم ساختہ ہی رہ جاتیں اگر وہ لوگ جو ان کے گرد جمع ہونے تھے بعض اقوام کے متعلق اپنے سیاسی احساسات کو قلوب سے خارج نہ کر دیتے خدمت اسلام کے لئے جہاں وقت، دماغی قوت اور روپیہ کی ضرورت تھی وہاں ان کے جذبات اور احساسات کی قربانی بھی درکار تھی، شدید دشمنوں کے قلوب میں بھی جب اسلام کے متعلق رجحان پیدا ہو ہمیں نہایت خندہ جبینی کے ساتھ ان سے بغلگیر ہونا چاہیئے اور ان نقصانات کو بالکل فراموش کر دینا چاہیئے جو دنیوی میدان میں ہمیں ان کے ہاتھوں اٹھانا پڑے ہیں جب تک ہماری دماغی افتاد یہ نہ ہوگی اس وقت تک ہم اس قابل نہیں ہو سکتے کہ دینِ الٰہی یعنی اسلام کا ذریعہ اظہار بن سکیں حضرت بانئے سلسلہ [illegible] نے حکومت برطانیہ کی اطاعت پر جو اصرار کیا ہے تو اسکا اصل مفہوم یہی ہے حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کی مرض کی تشخیص میں بالکل صحیح تھے اس امر کی وضاحت اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ مرور زمانہ سے بہت تھوڑے مسلمان تحریک احمدیت کے علاوہ رہ گئے ہیں جنہیں درحقیقت انگریزوں کے قبول اسلام سے خوشی ہو اگر عام مسلمانوں کو انتخاب کا اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے مقامی سیاسی مقاصد اور اقوام یورپ کے قبول اسلام میں سے کسی ایک کو انتخاب کر لیں تو وہ یقیناً اول الذکر کو ہی انتخاب کرینگے حضرت مرزا صاحب نے حکومت برطانیہ کی مخالفت کی جو سلاریہ ملامت کی ہے تو اس میں حضور کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ ان کے متبعین کے دماغوں میں صحیح مذہبی نقطۂ نگاہ پیدا ہو جس کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی ترقی میں بہت بڑی روک پیدا ہوئی تھی چنانچہ آپ کی بیعت کی شرائط میں سب سے اہم دفعہ یہ ہے کہ

میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا

بیعت کی دفعہ سیاسی علیحدگی کو بھی جاتی ہے۔ یہ خیال کرنا کہ عیسائی تسلط کی خرابیوں پر حضور کی نگاہ نہیں تھی ایک فضول سی بات ہے وہ انسان جس نے عیسائی اقوام پر صحف اولیٰ کے یاجوج ماجوج ہونے کا اطلاق کیا ہو اور انکی تہذیب کو دجال کا لقب دیا ہو اور جس نے ان اقوام کی بے راہ روی کی وجہ سے عذاب الٰہی کی پیشگوئیاں کی ہوں اسکے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ ان قوم میں صرف خیر کو ہی دیکھتے تھے حد درجہ کی نادانی اور دماغی افلاس ہے سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضور پر مغربی اقوام کے معائب ہم سے بڑھکر عیاں تھے صرف انکا نقطۂ نگاہ مختلف تھا ہم تو صرف جسمانی اور مادی نقصانات کا ہی اندازہ کرتے ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کی نگاہ ہم سے زیادہ عمیق تھی اور وہ اخلاقی اور روحانی نقصانات کا اندازہ کر چکے تھے اس کے علاوہ ہم اشیاء کو اپنے سود و زیاں کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حضور اسے خدائے بزرگ و برتر کی عظمت و تقدیس کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہم مغربی اقوام کے تسلط سے ناراض ہیں کہ انہوں نے ہمیں دنیا کے سیاسی تسلط سے محروم کر دیا ہے لیکن اس کے برخلاف حضرت مرزا صاحب کی ناراضگی کا باعث یہ تھا کہ یہ اقوام ایک انسان کو الوہیت کا مقام دیتی ہیں اور اسکی پرستش کرتی ہیں۔ (باقی آئندہ)

پیغام صلح کی توسیعِ اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

"اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بیخبر ہو جاتا ہے، کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے بے تعلق رہنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے اسکا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

دو سوال

نوٹ:۔ ہماری جماعت کے تمام حلقے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مندرجہ ذیل دو سوالوں کو پیش نظر رکھیں ان میں سے ایک جماعت قادیان سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق غیر احمدی احباب سے ہے یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب ان دونوں کے پاس نہیں۔

جماعتِ قادیان سے سوال:-

کیا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ آج جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو نہیں مانتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جناب میاں صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے ہوتے ہوئے کیا آج ایک غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھنے سے دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں، اگر ہو سکتا ہے تو جناب میاں صاحب کو اپنے اس طرز کے بیانات اور اعلانات کو واپس لینا چاہیئے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ طیبہ عملاً منسوخ ہے اور جماعت قادیان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔

غیر احمدی دوستوں سے سوال

اس دور کا مجدد کہاں ہے؟

موجودہ دور سے پہلے ساری امت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالیٰ تجدید و احیائے دین کے لئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا رہا لیکن موجودہ دور جو اپنے فسق و فجور الحاد اور مادیت اور مسلمانوں کے جمود تساہل اور تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں یا تو غیر احمدی اصحاب حدیث مجدد کی نفی کریں اور اس کے ساتھ ہی گزشتہ مجددین امت کی بعثت کی نفی کریں اور یا اس دور کے مجدد کو پیش کریں جو اس حدیث مجدد پر پورا اترتا ہو اگر وہ پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ ہرگز نہیں کر سکتے تو اس برگزیدہ انسان کے دعویٰ کو تسلیم کریں جس نے عین وقت پر تجدید اور احیائے دین کا کام کیا۔

ہماری تبلیغی ڈاک!

قادیانیوں سے مناظرہ۔ جناب عبدالغنی صاحب بدوملہی سے جنرل سکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) جناب سکرٹری صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند دن ہوئے۔ بنگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن بدوملہی کا مناظرہ قادیانی جماعت بدوملہی سے منعقد ہوا۔ موضوع یہ تھا۔ کہ کیا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی حقیقی جانشین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے یا میاں محمود احمد خلیفہ قادیان۔ ہماری طرف سے مولوی عبدالمجید صاحب پرشین ٹیچر مسلم ہائی سکول بدوملہی پریذیڈنٹ اور ماسٹر عبدالحفیظ صاحب مناظر مقرر ہوئے۔ قادیانی جماعت کی طرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل دیال گڑھ پریذیڈنٹ اور مولوی محمد مصطفےٰ صاحب مولوی فاضل مناظر مقرر ہوئے۔

ماسٹر عبدالحفیظ صاحب نے اپنی تقریر میں نہایت فصاحت سے الوصیت کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے بعد انجمن انکی جانشین ہوگی۔ نہ کہ کوئی فرد واحد۔ اور یہ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کے دو مقصد تھے جیسا کہ ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کرنا میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے۔ یہ کام میرے بغیر ہرگز نہیں ہوگا۔ آپکی یہ بھی ایک زبردست خواہش تھی۔ کہ اسلام پر زبان انگریزی میں ایک جامع کتاب لکھی جائے یہ خواہش انکی (The Religion of Islam) کے لکھنے سے پوری ہوئی ایک مقصد مغرب میں اشاعت اسلام تھا، اور دوسرا مقصد اندرونی تفرقات کو مٹانا۔ ہماری جماعت خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے دونوں کام نہایت عمدگی سے سرانجام دے رہی ہے۔ جماعت کا کام سامنے ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ تین مغربی زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ معہ تفسیر شائع ہوگیا ہے اور مزید انتظامات ہو رہے ہیں۔ اور اسی طرح سے مجدد زماں کی اس بڑی آرزو کو کہ مغرب میں اسلام پھیلے پورا کیا جا رہا ہے۔ مزید اندرونی تفرقات کو اس جماعت نے جس خوبی سے دور کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نازک وقت میں جبکہ ایک فرقہ دوسرے کو معمولی اختلافات پر کافر قرار دیتا ہے۔ اس جماعت نے قرآن پاک۔ صحیح احادیث اور خود مسیح موعود کی کتب سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کلمہ گو خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے۔ اور ہمیں اس شخص کو جو خود مسلمان ہونیکا اقرار کرتا ہے۔ کافر کہنے کا کوئی حق نہیں۔ جماعت قادیان ان دونوں باتوں کو پس پشت ڈال رہی ہے۔ نہ انہوں نے مغرب میں اسلام پھیلانے کیلئے قرآن مجید کی کسی مغربی زبان میں ترجمہ کیا ہے نہ ہی اندرونی تفرقات کا مٹانا تو ایک طرف رہا اپنے سوا باقی سب کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ پس مسیح موعود کی جانشین جماعت لاہور ہے جو ان کے آنے کی اغراض و مقاصد کو پورا کر رہی ہے۔ نہ کوئی اور۔

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

ان حقائق کا جواب مولوی مصطفےٰ صاحب سے کچھ بن نہ پڑا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت کو پورا کرتے رہے۔ خداتعالےٰ کے فضل سے مناظرہ بہت کامیاب رہا۔ سکرٹری۔ عبدالغنی۔ پریذیڈنٹ محمد ضیاء الدین۔

(۲) ایک دوست ضلع گورداسپور سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مکرمی جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض ہے کہ دل سے تو خاکسار کو یقین ہوگیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی مسیح موعود اور مہدی ہیں سبھے دفتر سے فارم بیعت اور شرائط بیعت ملے۔ مگر ان میرا بھائی یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ فارم دیکھ کر بہت غضبناک ہوا کہ تم مرزائی ہوتے لگے ہو۔ میں نے بہت سمجھایا کہ دیکھو حضرت مرزا صاحب بھی تو وہی اسلام پیش کرتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلعم لائے تھے۔ اس نے بہت شور مچایا کہ اگر تم نے بیعت کی تو ہم مقاطعہ کر دیں گے اور سختی سے پیش آئیں گے۔ یہ حالات دیکھ کر میں خاموش ہوں کہ کیا کیا جائے اسلئے عرض ہے کہ ان حالات میں آپ خاکسار کے لئے دعا فرمائیں کہ خداتعالےٰ کوئی راستہ کھول دے۔

اور آپ فرمائیں کہ کیا یہ بات کافی نہیں کہ دل سے مان لے اور ظاہر بیعت نہ کی جائے۔ آخر ایمان کا تعلق تو دل سے ہی ہے۔ نیز میں نے سنا ہے کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں نے بیعت ظاہر نہیں کی تھی۔ اور باوجود اسکے حضرت مرزا صاحب نے انکی بہت تعریف کی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے (۲) ظاہری بیعت کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ اور اس کا کیا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے۔ آپ اس کا جواب بذریعہ خط دے کر مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام۔

ٹریکٹ "مولوی غلام حسن صاحب" سے ایک مخلصانہ گذارش" اور ٹریکٹ "ہمارے عقائد اور ہمارا کام" ہے۔ وغیرہ جو موجود ہوں بھیجکر مشکور فرمائیں۔

(۳) غلام حیدر۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں سکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

آپکا نوازش نامہ معہ کتب ٹریکٹ مورخہ ۲۹ جنوری موصول ہوئے نیز اخبار پیغام صلح مورخہ ۲ فروری ۲۴ و ۳۰ جنوری کے پرچے موصول ہوئے جن کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے نیز کتاب تحریک احمدیت کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک کو رکھ لیا ہوں اور باقی ٹریکٹ ایک دوست جو کہ شیعہ ہیں آنکو بھی دئیے اور باقی اہل سنت والجماعت کے دوستوں کو مثلاً مولوی خدا بخش، سردار عبدالرحمان خانصاحب رسول بخش وغیرہ کو دئیے جن کا نتیجہ اعتراضات کی بوچھاڑ

ارشاداتِ نبوی

کافر ہمسایہ کا ایک حصہ حق ہے مسلمان ہمسایہ کا دو چند اور رشتہ دار ہمسایہ کا سہ چند۔

جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ پڑوسی کی تکریم کرے۔

جس کے شر سے پڑوسی بے خوف نہ ہو وہ مسلمان نہیں۔ خواہ وہ پڑوسی کافر ہو۔ یا مومن۔

پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے، اگرچہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ دار رہے۔

جس نے پڑوسی کے کتے کو مارا اس نے پڑوسی کو ایذا دی۔

جب جنازہ کے ساتھ جائے تو مردہ کے غم سے زیادہ اپنا غم کر اور خیال کر کہ وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا۔ اور میں نے ابھی دیکھنا ہے۔ وہ موت کی تلخی کا مزہ چکھ چکا اور میں نے ابھی چکھنا ہے وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل گیا۔ مجھ پر ابھی باقی ہے۔

نمازی کی بات کسی مسلمان کے حق میں مت سن۔

قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ حق ہمسایہ کسی سے ادا ہوتا ہے جس پر خدا رحمت کرتا ہے۔ یگانوں سے نیکی کرنا عمر دراز اور رزق فراخ کرتا ہے۔

مسلمان کی رنجش کا خاتمہ سلام وعلیک ہے۔

تو بوڑھوں کی تعظیم کر، خدا نوجوانوں کو توفیق دے گا کہ وہ تیری تعظیم کریں جب کہ تو بوڑھا ہوگا۔

جو شخص بوڑھوں کی تعظیم اور بچوں پر شفقت نہ کرے گا، وہ میری اُمت میں نہیں۔

اقوال حضرت عمرؓ

ایمان کے بعد بڑی نعمت نیک عورت ہے۔

اسراف اس چیز کا نام ہے کہ جس چیز کو انسان کی طبیعت چاہے کھائے۔

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔

جو آدمی اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے اور جو اپنے آپ کو جنتی کہے وہ جہنمی ہے۔

توبۃ النصوح اس کا نام ہے کہ بُرے فعل سے اس طرح توبہ کی جائے کہ پھر اس کو نہ کرے۔

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اُٹھا رکھے جائیں۔

قبل اس کے کہ بزرگ ہو علم حاصل کرو۔

کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔

اگر غیب دانی کے دعویٰ کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں کہتا کہ پانچ شخص بہشتی ہیں (۱) وہ محتاج جو عیالدار مگر صابر ہو (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو (۳) وہ عورت جس نے اپنے شوہر کا حق مہر معاف کر دیا ہو (۴) وہ جس کے والدین اس سے خوش ہوں (۵) وہ جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے۔

تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں (۱) سلام کرنا (۲) دوسروں کیلئے مجلس میں جگہ خالی کرنا (۳) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

اقوال حضرت علیؓ

خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔

کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔

عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔

بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے۔ قابل صحبت بہت کم لوگ ہیں۔

نصیحت دوسروں کے حال پر غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

شکر نعمت حصول نعمت کا باعث اور ناشکری حصول زحمت کا موجب ہے۔

ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادات ہے۔

موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

زمانہ کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں۔

عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

مال امیدوں کو مضبوط کرتا اور موت آرزوؤں کی جڑ کاٹتی ہے۔

عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اُٹھاتا ہے۔

دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔

گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔

خواہش پرستی ہلاک کرنیوالا ساتھی اور بُری عادت زورآور دشمن ہے۔

عقلمند ہمیشہ غم وفکر میں مبتلا رہتا ہے۔ بیکاری میں عشق بازی یاد آجاتی ہے۔

سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔ (مخزن اخلاق)

موجودہ دور تہذیب اسلام کا مرہون منت ہے

علم فلکیات

ابراہیم الفرازی نے پہلے اصطرلاب تیار کی۔ سیاروں کی گردش کا نقشہ مرتب ہوا۔ میل منطقۃ البروج دریافت کیا گیا۔ عباسی خلیفہ المامون کی زیر سرپرستی دنیا کی پیمائش کے طریقے ایجاد ہوئے۔ حبش الحاسب نے سیاروں کے متعلق تین جدولیں تیار کیں اور سب سے پہلے اسی نے کسی ارتفاع سے وقت معلوم کرنا بتایا۔

ابو سعید الدریر نے خط نصف النہار کی نقشہ کشی کے متعلق ایک رسالہ لکھا۔ الفرغانی نے علم نجوم پر نہایت مبسوط کتاب لکھی ہے جو پندرھویں صدی تک نہایت مقبول رہی ہے۔ جابر بن سنان نے آفتاب اور سیارگان کی بلندی کی پیمائش کے لئے آلات تیار کئے۔ البتانی نے ستاروں کی فہرست مرتب کی سیاروں کے باہمی تعلق کو نہایت صحت کے ساتھ قائم کیا۔ آفتاب کی حرکت دریافت کی اور اس مبحث پر ایک نہایت معقول تصنیف کی جو سولھویں صدی تک مستند تسلیم کی گئی۔

عبدالرحمٰن الصوفی نے سیاروں کی ایک مصور فہرست مرتب کی جو اسی کے مشاہدات پر مبنی تھی اور جس نے ستاروں کے درجۃ النور کے متعلق معلومات میں بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ ابن یونس نے مشہور زیج حاکمی جس میں گرہن اور سیاروں کے اجتماع ثوابت کی خصوصیات اور ان کی بلندی کے متعلق مشاہدات اور اُن کے نتائج درج تھے مرتب کی ابن ہیثم نے لنگر اور اوقات دریافت کئے۔ شعاع کا جھکاؤ دریافت کیا۔ فضا کی بلندی شعاع و سیاروں کی امداد سے معلوم کی۔ حکیم عمر خیام نے ایک نئی جنتری بنائی جو غیر معمولی طور پر صحیح و درست تھی۔ الزرقانی نے آفتاب کے فاصلہ اور حرکت کو سب سے زیادہ طویل ثابت کر دیا۔

الغزالی نے سیاروں کی ماہیت اور حرکت کے متعلق ایک رسالہ لکھا۔ جعفر بن مکتفی نے دمدار ستارہ کی غیر معین نقل و حرکت معلوم کی۔ محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے علوم نجوم پر سنسکرت کی کتاب "سدھانتا" کا ترجمہ کیا۔ (سندھ کے ایک ہندو پنڈت کی مدد سے ترجمہ کیا) علم نجوم کے متعلق سب سے پہلی رصدگاہ عربوں نے شہر سیوائل (اسپین) میں تعمیر کی (سب سے پہلی رصدگاہ مامون الرشید نے بنوائی) رصدگاہ مراغہ سے ایک نئی فہرست سیاروں اور انکی گردش کے متعلق مرتب ہو کر شائع ہوئی۔ ابن رشد نے آفتاب کے داغ معلوم کئے۔

تاریخ مولید تاریخ بدالکائنات

الجاحظ نے حیوانوں کے متعلق ایک کتاب لکھی اور گھوڑے، اونٹ، بھیڑ، اور انسان کی ابتدا و پیدائش کے متعلق بھی کتابیں لکھیں۔ (یہ کتابیں لغت کی حیثیت رکھتی ہیں) جو گنجینۂ معلومات ہے اس کے علاوہ اور کتابیں لکھیں۔ جو موجودہ نظریات مثلاً ارتقا، نفسیات حیوان کا سرچشمہ ہیں۔ الدینوری نے نباتات پر ایک نہایت مشہور کتاب لکھی (اس کی حیثیت بھی لغت کی تھی ابن جلجل نے نباتات کے خواص کی تحقیق کی۔)

البکری نے اندلس کے درختوں کے متعلق ایک رسالہ لکھا۔ ابن زکریا نے فن فلاحت پر ایک نہایت مشہور کتاب تصنیف کی ہے (اس پر مشہور کتابیں لکھیں وحشیہ اور ابو زکریا یحییٰ شبلی کی ہیں ابن ذکریا کی بجائے ابو ذکریا یحییٰ ابن محمد شبلی چاہیئے اس کتاب کا اُردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے)

علم کیمیا

جابر بن حیان نے فن کیمیا کی مزید تحقیقات کیلئے نہایت عمدہ اصول مرتب کئے زمین کے اندر جمادات کی ابتدا کے متعلق ایک نظریہ قائم کیا۔ سیسہ کے اجزا معلوم کئے۔ آرسینک و کچلہ گندھک کے ترشے تیار کئے۔ دھاتوں کا صاف کرنا۔ لوہے کے بنانے کی ترکیب معلوم کی۔ کپڑے اور چمڑے کو رنگنا بتایا۔

ابو منصور موفق نے معدنیات کی ماہیت اور ان کی تیاری کے متعلق کتابیں تصنیف کیں۔ ابو القاسم نے مفرد و مرکب دوائیں تیار کرنا سکھائیں رازی (یعنی حضرت امام فخرالدین رازی) نے کیمیاوی مادہ کے تجربہ کی کوشش کی۔

طبیعیات

الکندی نے اقلیدسی و طبعی مناظر پر ایک رسالہ لکھا۔ بنو موسیٰ نے مسئلہ توازن پر ایک کتاب لکھی۔ الجاحظ نے سکون سیالات کے توازن کے ذریعہ کثافت اضافی کا تعین کیا۔ النیریزی نے فضائی ماحول پر ایک رسالہ لکھا۔ ابن ہیثم نے اقلیدسی اور عضویاتی مناظر کے نمانہ (؟) ذریعہ اور سہ لعوبیہ سی کے متعلق نہایت گہرا مطالعہ کیا۔ کروی اور سلجمی آئینے کے متعلق مطالعہ کیا۔ زاویہ وقوع اور زاویہ میلان کا تناسب معلوم کیا۔ فضائی ماحول کا مطالعہ مثلاً شام کا وقت آنکھ اور نگاہ پردہ شبکیہ کو نظر کا مقام قرار دیا۔ یہ انکشاف کر دیا کہ روشنی بجائے آنکھ کے اس چیز میں پیدا ہوتی ہے جس کو دیکھا جائے۔ جیسا کہ علمائے یونان کا خیال تھا وہ چشمی نظر کی تشریح کرنے کی کوشش کی یہ امر دریافت کر لیا کہ روشنی کا عکس فضا کی کثافت کے اعتبار سے تغیر پذیر ہوتا ہے۔ اور خود فضا کی کثافت پر بلندی کا اثر ہوتا ہے۔ الکندی نے اقلیدسی اور عضویاتی مناظر پر ایک رسالہ لکھا جس سے راجر بیکن بہت متاثر ہوا۔ البیرونی نے سولہ جواہرات اور دھاتوں کی کثافت اضافی معلوم کی مسلمان جہازرانوں نے مقناطیسی سوئی کی سمت نمائی کی خاصیت جہازرانی کے متعلق دریافت کی۔ ابن سینا نے حرکت تماس۔ قوت، خلاء۔ روشنی۔ حرارت وغیرہ کا نہایت گہرا مطالعہ کیا۔ یہ بتانا زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ مسلمان علماء نے یورپ میں علم موسیقی کو ترقی دینے میں بڑی امداد کی ہے الکندی نے موسیقی پر سات کتابیں لکھیں جنمیں تان کے تعین کے متعلق ایک قیم موجود ہے۔ الفارابی نے عربی میں موسیقی پر ایک نہایت اہم تصنیف کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے یورپین ہمعصر ماہرین فن سے بہت آگے بڑھ گیا تھا۔ ابن سینا کا موسیقی کا مطالعہ اپنی معاصر لاطینی دنیا سے بہت زیادہ وسیع تھا۔ مغرب کے موجودہ آلات موسیقی کی ابتداء اسلامی اندلس یا خلفا کے دوسرے ممالک سے ہوئی ہے۔

طب

الکندی نے ریاضی کے اصل پر دوا کی خوراک کی تقسیم کے متعلق ایک کتاب لکھی علی نے ایک ضخیم طبی انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جس میں فلسفۂ حیوانات علم نبنیات، نفسیات فلکیات وغیرہ پر بحث کی تھی رازی نے بھی ایک ضخیم طبی انسائیکلوپیڈیا "الحاوی" کے نام سے تیار کی شہسواری اور اس کے متعلقات پر لکھا جو طب حیوانات کے ابتدائی مسائل پر حاوی ہے۔ ابو عثمان اور سنان بن ثابت نے شفاخانے مرتب کئے۔ ابو منصور موفق نے ایک رسالہ مسئلہ اجزائے ادویہ پر لکھا۔ بلادی نے ایک حمل اور شیرخوار کی صفائی اور احتیاط کے متعلق لکھا۔ ابن سعد نے امراض نسائی زچگی اور بچوں کے معالجہ پر رسائل لکھے ابن اندنے غسل کے ذریعہ علاج کے (معالجہ آبی) متعلق رسائل لکھے۔ المارد ینی نے مختلف مرکبات کے تیار کرنے کے متعلق ایک نہایت ضخیم تصنیف چھوڑی

مسئلۂ خلافت اور مشورہ

از شکن

خلافت راشدہ کے بعد امیر معاویہ ہی وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں عجمی دستور کی مانند اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ مقرر کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی اس کو اسلامی امارت اور جمہوریت کی بجائے عجمی بادشاہت یا امپیریل ازم کہنا زیادہ موزوں ہوگا - وہ لوگ جو امیر معاویہ کے اقتدار کے نیچے دبے ہوئے تھے انہوں نے تو بیعت کر لی لیکن ابھی بعض خدا کے نڈر اور مواحد بندے ایسے بھی موجود تھے جنہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور باوجود امیر معاویہ کی انتہائی کوشش کے انہوں نے بیعت نہیں کی اور ان حریت اور آزادی کے علمبرداروں نے اس ایمانی جرأت اور قوت کا ثبوت دیا کہ جو ہمیشہ یادگار رہے گا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو عظیم الشان قربانی اس ملوکیت کو روکنے کے لئے کی وہ تو ایسی شاندار مثال ہے کہ جسے قلم بیان نہیں کر سکتا اور تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے لیکن حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن ابو بکرؓ حضرت ابن زبیرؓ کی اخلاقی اور ایمانی جرأت بھی ایسی نہیں جسے فراموش کیا جا سکے۔ مروان نے جو قرون اولیٰ کی اسلامی تاریخ میں ایک بہت بڑے فتنہ کا باعث ہوا تھا کہا "میں سنت ابو بکرؓ و عمرؓ پر معاویہ کے بیٹے یزید کی بیعت لیتا ہوں" تو اس وقت بنی امیہ کے اقتدار کی ذرہ برابر پروانہ کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر نے فرمایا "بالکل غلط کہتے ہو بلکہ یہ کہو کہ سنت قیصر و کسریٰ پر بیعت لیتا ہوں۔ کیونکہ حضرت ابو بکر یا عمر نے باوجود اپنے بیٹوں کی موجودگی کے کسی سے بیعت نہیں لی" ۵۱ھ میں امیر معاویہ کو حضرت عبداللہ بن عمر کے خیالات کا علم ہوا تو ان سے کہا "میں نے سنا ہے کہ تم میرے بیٹے کی خلافت کے مخالف ہو" حضرت ابن عمر نے جواب دیا "بیشک کیونکہ تم سے پہلے جو خلفاء گذرے ہیں ان کے بھی بیٹے تھے تمہارا بیٹا ان کے بیٹوں سے بہتر اور افضل نہیں ہے لیکن انہوں نے خلافت کو مسلمانوں کے مشورہ پر چھوڑ دیا اپنی وراثت نہیں بنالی امر خلافت بین مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر طے نہیں ہو سکتا جس کو وہ چاہیں انتخاب کریں میں بھی انہیں میں شامل ہوں"۔ ان کے بعد حضرت ابن زبیر کو اس معاملہ کے متعلق کہا "تم نے ابن عمرؓ اور ابن ابو بکرؓ کے کانوں میں کچھ پھونک دیا ہے" حضرت ابن زبیرؓ نے جواب دیا "اگر تم خلافت سے اتنے بیزار ہو گئے ہو تو تخت چھوڑ کیوں نہیں دیتے اپنے بیٹے کو لے آؤ ہم بیعت کر لینگے لیکن یہ تو بتاؤ تمہاری اور اس کی بیعت کے ہوتے ہوئے ہم کس کی اطاعت کریں دو بادشاہوں کی بیعت ایک وقت میں نہیں ہو سکتی"

حریت اور آزادی کے علمبرداروں کی ایمانی جرأت

خلافت محمودیہ اور مولینا ابو الکلام آزاد

یہاں ایک عصر حاضر کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو کہ خلافت محمودیہ سے متعلق ہے جسے ہم "الہلال" سے لیکر مولینا ابو الکلام آزاد کے لفظوں میں درج ذیل کرتے ہیں:-

تاریخ اسلام

"گذشتہ اشاعت میں ہم مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس جماعت احمدیہ کے انتقال کی خبر درج کر چکے ہیں جو رسالے کے مرتب ہونے کے بعد پہنچی تھی اب جو واقعات شائع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں مسئلہ خلافت اور تکفیر اور عدم تکفیر مسلمین کی بنا پر باہم اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا ہے ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ایک گروہ کا اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لاتے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ بشیرالدین محمود ہیں اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار راہ کیا ہے جہاں پہلے گروہ کے رئوسا ہیں وہ فی الواقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا" (الہلال ۱۹۱۴ء)

تلگو زبان میں ایک مفید تبلیغی ٹریکٹ

چند سال سے وسطی جنوبی ہند بالخصوص سلطنت حیدر آباد (دکن) میں آریہ سماجی سرگرمیاں غیر معمولی رفتار سے ترقی پر ہیں اور یہاں بھی ان سرگرمیوں سے اسی قسم کے نتائج و خطرات پیدا ہو رہے ہیں جن کا تجربہ او رمشاہدہ پنجاب۔ یوپی اور ہندوستان کے بعض دوسرے حصوں میں بخوبی ہو چکا ہے۔ ان سرگرمیوں سے پیدا شدہ صورت حالات کے ازالہ و اصلاح کے لئے ضرورت ہے کہ وسطی اور جنوبی ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں تک وہاں کی مقامی زبانوں میں ایسا لٹریچر پہنچایا جائے جس کے مطالعہ سے وہ آریہ سماج کے صحیح حالات اور حقیقی اعمال و مقاصد سے واقف ہو سکیں۔ یہ کام مشکل ہے اور کافی مصارف چاہتا ہے۔ ان علاقوں کی مقامی زبانوں سے ہماری ناواقفیت نے اسے مشکل تر بنا دیا ہے لیکن اللہ کا نام لیکر اس کی ابتدا کر دی گئی ہے سب سے اول جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی کے تازہ ٹریکٹ "اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ" کا

تلگو (تلنگی) زبان میں ترجمہ شائع کیا گیا ہے

یہ ترجمہ ایک مسلمان فاضل نے جو کہ تلگو زبان کے بہت بڑے ادیب ہیں، نہایت قابلیت سے کیا ہے اور صحت و صفائی کے ساتھ چھپا ہے۔

تلگو جسے تلنگی بھی کہا جاتا ہے جنوبی ہندوستان کی سب سے وسیع مشہور اور نہایت قدیم زبان ہے، تقریباً ڈھائی کروڑ آدمی اسے بولتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہندوستانی زبانوں میں اس کا پانچواں درجہ ہے، صرف حیدر آباد میں اسکے بولنے والے ساٹھ لاکھ افراد موجود ہیں، سلطنت حیدر آباد کے علاقہ تلنگانہ، صوبہ مدراس کے بہت بڑے حصے، ریاست میسور، صوبہ سی پی، اور صوبہ بمبئی کے چند اضلاع میں تلگو ہندوؤں کی مادری زبان ہے اس کے علاوہ برما، سیلون، جاوا، ملایا، سنگاپور، افریقہ اور متعدد جزائر میں اس کے لاکھوں بولنے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ برما سے تو اس زبان کے اخبارات و رسائل بھی نکلتے ہیں بمبئی۔ شولاپور، وار دھا، احمد آباد وغیرہ شہروں کے کارخانوں اور ملوں میں ہزاروں تلنگے مزدور اور کلرک کی حیثیت سے کام کرتے ہیں، دہلی، ناگپور، لاہور اور بمبئی وغیرہ میں تلگو بولنے والوں کے باقاعدہ کلب اور دار المطالعے قائم ہیں۔ اس سے آپ تلگو زبان کی وسعت و حیثیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ٹریکٹ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے چھپ کر تیار ہے، اب اس کی تقسیم کا مرحلہ درپیش ہے۔ لٹریچر اسی صورت میں پوری طرح مفید ہو سکتا ہے جبکہ وہ صحیح طریق پر صحیح ہاتھوں میں پہنچ جائے، اس ٹریکٹ کی تقسیم کا انتظام کیا جا رہا ہے لیکن اس کام میں

احباب جماعت سے ضروری درخواست

احباب کے مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے

جس کی صورت یہ ہو کہ مذکورہ بالا ممالک و علاقہ جات یا جہاں کہیں اور تلگو زبان بولنے اور جاننے والے افراد موجود ہوں وہاں احباب یہ رسالہ منگا کر تقسیم کریں۔ یا ان کے پتے ہمیں بھیجدیں ہم خود انہیں ارسال کر دیں گے۔ یہ ٹریکٹ بلا قیمت دیا جاتا ہے البتہ احباب خود منگانے یا کہیں بھجوانے کے لئے تین پیسے فی کاپی کے حساب سے محصول ڈاک بصورت ٹکٹ بھیج دیں۔

یہ ٹریکٹ جناب آنریری جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور یا مجھ سے مندرجہ ذیل پتہ پر مل سکتا ہے، بہتر ہے کہ جو احباب حیدر آباد میں مقیم ہوں یا حدود ریاست کے اندر ہی کو بھیجنا چاہتے ہوں وہ مجھ سے طلب کریں اور باقی جائنٹ سکرٹری صاحب انجمن سے۔

خاکسار

محمد انعام الحق (جائنٹ ایڈیٹر پیغام صلح) مکان نمبر (بی کلاس) محلہ اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدر آباد دکن

روئداد اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ

پہلی فروری کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ کا چودھواں جلسہ ہوا۔ جناب نعمت اللہ صاحب متعلم ایف اے نے سورۂ فاتحہ پڑھکر اس کی مختصراً تفسیر بیان فرمائی۔ اس کے بعد جناب صاحب صدر مستری غلام احمد صاحب نے ایک تقریر فرمائی کہ یہودی بڑی دیر سے اس نبی کی انتظار کر رہے تھے کہ جس کی پیشگوئی انکی کتاب میں موجود تھی لیکن جب مسیح ابن مریم . . . . . ان کی طرف نبی ہو کر آئے تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح اس موجودہ زمانہ میں بھی لوگ بڑی دیر سے مسیح موعود کی انتظار کر رہے تھے لیکن آخر جب وہ آئے اور دعویٰ کیا تو لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں چاند اور سورج کو رسول کریمؐ کی حدیث کے مطابق گہن لگا اور دیگر نشانات بھی ظاہر ہوئے لیکن پھر بھی لوگوں نے نہ مانا۔ لیکن یہ کہاں تک انکار کرتے چلے جائیں گے۔ اب کسی اور مسیح نے تو آنا نہیں۔ جو آنا تھا وہ آچکا۔ میں آپ دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے وقت کے امام کو پہچانیں اور اس جماعت میں شامل ہوں جس کا کام تبلیغ اسلام ہے۔ اس جماعت نے قرآن کریم کے تین تراجم کروائے ہیں اور کئی ایک غیر مذاہب کے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا ہے۔ دوست خیال کریں اگر ایک چھوٹی جماعت اتنے بڑا کام کر سکتی ہے اگر تمام مسلمان اس جماعت کا ساتھ دیں تو بہت ہی عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد جناب احسان الحق صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ خدا کو بہت جلد بھول جاتا ہے، چنانچہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے نبی بھیجے۔ اسی طرح تمام دنیا کی بہتری کی خاطر اللہ تعالےٰ نے رسول کریم محمد صلعم بھیجے جنہوں نے دنیا کے سامنے دین اسلام پیش کیا۔ دین اسلام کے چار ارکان ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ سب سے اہم رکن نماز ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

اسلئے ہمیں چاہیئے کہ ہم خود نماز پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لئے کہیں۔

ازاں بعد خاکسار نے نماز باجماعت اور امامت کے مسائل پڑھکر سنائے۔ آخر پر جناب رشید احمد صاحب نے ایک معترض کے اعتراض پر کہ تبلیغ میں کیا پڑا ہے اتنے مسلمان تھوڑے ہیں کہ اوروں کو مسلمان کرنے چل پڑیں، ایک مختصر سی تقریر کی کہ اسلام صرف ایشیاء کے لئے ہی نہیں بلکہ یہ ساری ہی دنیا کے لئے ہے اسلئے ہمیں تمام دنیا تک پہنچانا ہے۔ رسول کریمؐ نے ہمیں یہی کہا کہ اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلا دو اس لئے ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ چونکہ مسلمان بہت ہیں اس لئے تبلیغ کا کیا فائدہ۔

پندرھواں جلسہ

۸ ر فروری کو ہمارا پندرھواں جلسہ ہوا۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود کی چند پیشگوئیوں کا ذکر کر کے بتلایا کہ کس طرح یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے بعد جناب محمد یحییٰ صاحب نے تبلیغ اسلام کی ضرورت پر ایک عظیم الشان تقریر کی اور بتایا کہ مسلمانوں کا رُخ پہلے مشرق کی طرف رہا جیسے کہ سورج پہلے مشرق سے ہی طلوع ہوتا ہے اور بعد میں مغرب پر اپنی شعاعیں ڈالتا ہے۔ اسی طرح اب اسلام نے مغرب پر اپنی شعاعیں ڈالنی ہیں اور یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسے مغرب میں پہنچائیں آجکل مسلمانوں میں کوئی ٹھیک نصب العین نہیں رہا۔ بعض لوگوں کا تو کوئی ہے ہی نہیں، اور جن کا ہے انہوں نے ملک کی آزادی کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ بے شک اپنے ملک کو آزاد کروانا ایک اچھا خیال ہے لیکن یہ سب سے بہتر نصب العین نہیں ہو سکتا۔ بہترین نصب العین ہمارا وہی ہونا چاہیئے جو کہ رسول کریم صلعم کا تھا یعنی تبلیغ دین، اور گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانا ہمارے رسول کریم صلعم کوئی مادی حکومت نہیں قائم کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ مخلوق کی گردن کو خدا کے آگے جھکانا چاہتے تھے۔ آج ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی ایسا ہی کریں۔

سولھواں جلسہ

۱۵ ر فروری کو اتوار کا دن تھا۔ اتوار کی شام کو مغرب کی نماز کے بعد ہماری ایسوسی ایشن کا سولھواں جلسہ ہوا جناب نعمت اللہ صاحب صدر جلسہ جناب مسعود احمد متعلم جماعت چہارم کی نظم سے شروع ہوا نظم کے بعد خاکسار نے بیان القرآن سے ایک آیت کی تفسیر پڑھکر سنائی اور اسکے بعد جناب صاحب صدر نے اپنی خوش الحانی سے حضرت مسیح موعود کی یہ نظم جو اس شعر:

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے ؛ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

سے شروع ہوتی ہے پڑھکر سنائی۔ یہ جلسہ جناب احسان الحق صاحب متعلم ایف اے کی ایک مختصر تقریر کے بعد ختم ہوا۔

(عبد القادر بی۔ اے سٹوڈنٹ مرے کالج سیالکوٹ)

ے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سب احمدی دوست نہایت تندہی کیساتھ اسالہ تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں۔

کلکتہ ۲۱ فروری۔ جنرل چیانگ کائی شیک نے ہندوستانی لوگوں کے نام ذیل کا پیغام دیا ہے "میں اپنے بھائیوں سے یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ تمدن کی تاریخ کے موجودہ نازک ترین دور میں ہمارے دونوں ممالک کو بنی نوع انسان کی آزادی کی خاطر حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے اگر چین یا ہندوستان کو آزادی سے محروم رکھا گیا تو دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں رہ سکتا وغیرہ وغیرہ۔

رنگون ۲۱ فروری۔ گورنر برما نے آج ایک انٹرویو میں کہا کہ ہو سکتا ہے رنگون دوسرا مالٹا یا طبروق بن جائے۔ لیکن اس کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

لاہور ۲۲ فروری۔ معلوم ہوا کہ مسٹر ایم۔ این رائے کو جو روس میں کافی عرصہ رہ چکے ہیں وائسرائے کی اگزیکٹو کونسل کی ممبری پیش کی گئی تھی لیکن آپ نے ممبر بننے سے انکار کر دیا اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ جس پارٹی کے لیڈر ہیں اس کے پروگرام کے پیش نظر یہ مشکل ہے کہ آپ اگزیکٹو کونسل میں کام کر سکیں۔

دہلی ۲۲ فروری۔ برما میں اس وقت لڑائی بیتانگ اور سیتن دونوں دریاؤں کے درمیان لڑی جا رہی ہے۔

لاہور ۲۲ فروری۔ لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوا اور جلسے منعقد کرنا جرم قرار دیا گیا۔

بٹویہ ۲۲ فروری۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جاپانیوں نے جزیرہ بالی کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا بالی کے ہوائی اڈہ پر بھی ان کا کنٹرول ہے۔

لاہور ۲۳ فروری۔ سر عبدالقادر صاحب ریاست بہاولپور میں چیف جسٹس مقرر ہوئے۔

لنڈن ۲۳ فروری۔ سولم کے پاس پرانے جنگی جہاز برہم کے ڈوب جانے سے ۸۶۸ جانیں تلف ہوئیں۔

لاہور ۲۴ فروری۔ انیثی کے قریب بیوپاریوں نے ستیہ گرہ کیا پولیس نے ان کو انارکلی میں روکا دو مرتبہ منتشر ہونے کا حکم دیا بعض لوگ زخمی ہوئے جنہیں داخل ہسپتال کر دیا گیا۔

لاہور ۲۴ فروری۔ بیوپاریوں نے لاہور ہائیکورٹ میں جسٹس بھیڈے کی عدالت میں درخواست دی کہ لاہور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ہڑتالی دوکانداروں کی دوکانوں کے تالے توڑ دینے کا جو اعلان کیا ہے اس سے یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ یا ان کے ماتحت آفیسر دکانوں کو زبردستی کھلنے کی کوشش کریں گے درخواست کنندگان کی حلفیہ شہادت کے بعد آنریبل جج نے حکم دیا کہ ۲۶ فروری تک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، کوئی دکان زبردستی نہیں کھلوا سکتے۔

سٹاک ہالم ۲۵ فروری۔ سویڈن کے اخبار سیونسکا داگبلاٹ نے برلین سے ایک اطلاع پر یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ ہٹلر نے ہیس کی جگہ مارٹن بورمان کو ہملر کے بعد اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ ہملر کو اب ہیس سے بھی زیادہ اختیار حاصل ہیں۔ ہملر اور بورمان کے بعد گوبلز اور رِبن ٹراپ کو ہٹلر کا قرب حاصل ہے۔ بورمان کی اجازت کے بغیر ملک میں کوئی حکم نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کے مشورے کے بغیر کوئی تقرر عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

انقرہ ۲۵ فروری۔ یونان سے استنبول میں جو تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز اوسطاً ۱½ ہزار اشخاص بھوک کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ شدید برفباری اور موسمی خرابیوں کی وجہ سے بلقان میں آمد و رفت کے وسائل بند ہیں۔ جس کے باعث یونانیوں کے مصائب میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

لاہور ۲۶ فروری۔ بیوپار منڈل نے ہڑتال کھول دینے کا اعلان کر دیا ہے۔

رنگون ۲۷ فروری۔ جاپانی فوجوں کو جو دریائے سیتانگ کے مورچوں پر ہیں مزید کمک پہنچ گئی ہے اور وہ دریا کو پار کرنے کی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں۔

نئی دہلی ۲۸ فروری۔ مرکزی اسمبلی کے فنانس منسٹر نے آئندہ سال کے ۴۷ کروڑ روپیہ کے متوقع گھاٹے کو پورا کرنے کیلئے نئے ٹیکسوں کا اعلان کر دیا ڈاک اور تار کے نرخوں میں بھی اضافہ کر دیا جائیگا۔ پوسٹ کارڈ کی قیمت پہلے جتنی ہی رہے گی لفافہ کی قیمت پانچ پیسے کی بجائے چھ پیسے معمولی تاروں کے نرخ ۹ آنے سے بڑھا کر ۱۲ آنے کر دیئے جائیں گے۔

لنڈن ۲۸ فروری۔ رنگون کے ارد گرد صورت حالات نازک ہو گئے ہیں اور برما گورنمنٹ کی درخواست پر فوجی حکام نے شہر پر کنٹرول کر لیا ہے دریائے سیتانگ پر لڑائی نہایت خوفناک ہوئی ایک پل کیلئے ہماری فوجوں نے زبردست مقابلہ کیا اس لڑائی میں دو ہزار جاپانی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

"میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔" (مسیح موعودؑ)

ایک مشترکہ اندرونی حفاظتی مشق!

ناردرن کمانڈ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ یکم اپریل سے ۱۵ اپریل تک ایک مشترکہ اندرونی حفاظتی مشق منعقد کی جائے۔ اس مشق میں زیادہ تر پنجاب میں اے۔ آر۔ پی کی جماعت کے کام کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔

اس دوران میں یہ ضروری ہوگا۔ کہ اے۔ آر۔ پی کی تیاریوں کو سرعت کے ساتھ جاری رکھا جائے تاکہ تمام معینہ شہر اور قصبے کسی ایسے واقع سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو جائیں جو ان میں رونما ہوں۔

ہوائی جہازوں میں سوار فوجوں کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے پولیس اور دوسرے سول انتظامات کی جانچ پڑتال بھی کی جائے گی۔ ایسے مقامات پر جہاں حملہ کیا جا سکتا ہو۔ دیکھ بھال کرنے والوں کی پھرتی اور قابلیت کی آزمائش کے لئے تخریبی اقدام کرنے والے حملے کریں گے۔

اس مشق کی ساری مدت کے دوران میں روشنی پر پابندیاں عائد کی جائیں گی معینہ شہروں اور دیہات کی طرح غیر معینہ شہروں اور مواضع میں بھی یہ پابندیاں نافذ کی جائیں گی، مئی کے بعد ممکن ہے۔ کہ حکومت سرچشمے کی پہلی تین راتوں کے لئے روشنی کے متعلق پابندیاں عائد کرے اس غرض کے لئے مشق کے بعد ضروری احکام صادر کئے جائیں گے۔

لاہور مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء نمبر ۱۲۸۶۔ ڈبلیو۔ پی۔
(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا نہایت ضروری ارشاد

"دوسری بات جو میں اپنے بزرگ اور دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کے راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائداد کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کیجائے اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے آ چکی ہے اگر اس کی پابندی کیجائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

ہر منگل وار کو شائع ہوتا ہے!

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور ۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۲ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

امامت مساجد و آئمہ مساجد زمانہ موجودہ کا حال و روش!

میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے۔ اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جاوے۔ تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں۔ از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کا اقتداء کیا جاوے۔ تو نماز کے ادا کرنے میں مجھے شبہ ہے۔ کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے۔ بلکہ ایک دکان ہے۔ کہ ان وقتوں پر جا کر کھولتے ہیں۔ اور اسی دکان پر ان کا اور ان کے عیال کا گذارہ ہے۔ چنانچہ اس پیشہ کے عزل و نصب کی حالت میں مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے اور مولوی صاحبان امامت کی ڈگری کرانے کیلئے اپیل در اپیل کرتے پھرتے ہیں پس یہ امامت نہیں۔ یہ تو حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ پھر کیونکر کوئی شخص دیکھ بھال کر اپنا ایمان ضائع کرے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا جو احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ پیشگوئی انہیں ملا صاحبوں سے متعلق ہے۔ جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔ (فتح اسلام ؔ)

اجرت پر امامت شرعاً ناجائز ہے

"جو طریق آج کل پنجاب میں نماز کا ہے۔ میرے نزدیک ہمیشہ سے اس پر بھی اعتراض ہے۔ ملا لوگ صرف مقررہ آدمیوں پر نظر کر کے جماعت کراتے ہیں۔ ایسا امام شرعاً ناجائز ہے صحابہ میں کہیں نظیر نہیں ہے۔ کہ اس طرح اجرت پر امامت کرائی ہو۔ پھر اگر کسی کو مسجد سے نکالا جاوے۔ تو چیف کورٹ تک مقدمہ چلتا ہے۔ یہانتک کہ ایک دفعہ ایک ملا نے نماز جنازہ کی ۶ یا ۷ تکبیریں کہیں لوگوں نے پوچھا۔ تو جواب دیا۔ کہ یہ کام روزمرہ کے محاورہ سے یاد آتا ہے۔ کبھی سال میں ایک آدمی مرجاتا ہے۔ تو کیسے یاد رہے۔ جب مجھے یہ بات بھول جاتی ہے۔ کہ کوئی مرا بھی کرتا ہے۔ تو اس وقت کوئی میت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک ملا یہاں آ کر رہا۔ ہمارے مرزا صاحب نے اسے محلے تقسیم کر دیئے۔ ایک دن وہ روتا ہوا آیا۔ کہ مجھے جو محلہ دیا ہے۔ اس کے آدمیوں کے قد چھوٹے ہیں۔ اسلئے ان کے مرنے پر جو کپڑا لگے گا اس سے چادر بھی نہ بنے گی۔ ان لوگوں کی حالت بہت ردی ہے لکھتے ہیں۔ کہ مردہ کا مال کھانے سے دل سخت ہو جاتا ہے"

(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء صہ ۶)

اخبار احمدیہ!

حضرت امیر قوم حیدرآباد میں! حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ حیدرآباد میں ہیں۔ اور حضرت ممدوح اپنے تبلیغی مشاغل میں مصروف ہیں احباب سلسلہ عظیم الشان کامیابی اور صحت کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں ❊

درخواستہائے دعا۔ (ا) حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے لئے سب احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرماوے۔ آمین ❊

(ب) خاکسار مدیر پیغام صلح کے گھر سے سخت بیمار ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ انکی صحت اور شفایابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں شکر گذار ہوں گا ❊

مسلم ہائی سکول میں الوداعی دعوت مورخہ ۵ مارچ کو مسلم ہائی سکول لاہور کے طلباء جماعت نہم نے طلباء جماعت دہم کو الوداعی دعوت دی طلباء جماعت نہم کی طرف سے ایک نہایت دلچسپ ایڈریس طلباء جماعت دہم کو جو میٹرک کے یونیورسٹی امتحان کے لئے رخصت ہو رہے ہیں پیش کیا گیا جس کا جواب طلباء جماعت دہم کی طرف سے دیا گیا اور بعد میں ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول نے طلباء کو نصیحتیں فرمائیں اور آئندہ زندگی کے لئے انہیں ہدایات دیں اور مجلس تمام ہوئی ❊

جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت اور آسودگی کے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں ❊

سکرٹریان جماعت کیلئے ضروری درخواست ہے کہ وہ تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ارشاد کو سب احباب سلسلہ کو پڑھکر سنا دیں

حضرت مولانا صدر الدین صاحب گجرات میں!

از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

فرقہ اہل قرآن کے لیڈر سے گفتگو اور حضرت مولانا کے مسکت جوابات

لائل پور - وزیر آباد - جہلم - کے دورہ کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۲۶ ماہ حال کو گجرات تشریف لے گئے - اور چوہدری محمد حسین خانصاحب چیمہ ایڈووکیٹ کی کوٹھی پر فروکش ہوئے چوہدری صاحب ہمارے سلسلہ کے ایک بڑے مخلص اور قیمتی انسان ہیں - حالانکہ آجکل - - - - - آپ کا ہونہار صاحبزادہ ولایت میں تعلیم حاصل کر رہا ہے بہت سے اخراجات آپکے درپیش ہیں باوجود اسکے آپ ہر تحریک میں حصہ لیتے ہیں - چونسواسو رقم حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر آپ کے ذمہ ڈالی تھی وہ آپ نے حضرت مولینا صدر الدین صاحب کے پیش کر دی - جزاہ اللہ احسن الجزاء

علیٰ ہذا چوہدری فتح محمد صاحب عزیز وکیل نے منجملہ ۱۰۰ کے مبلغ ۲۶/ روپے مرحمت فرمائے اور بقایا اگلے ماہ ادا کرنے کا وعدہ فرمایا - اللہ تعالےٰ ہر دو اصحاب کو جزائے خیر بخشے اور ان کے اموال میں برکت دے - ۲۷ فروری کو جمعہ تھا - نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام چوہدری محمد حسن صاحب کی کوٹھی پر ہی کیا گیا تھا - اور چوہدری صاحب نے بعض غیر از جماعت اصحاب کو بھی نماز جمعہ پڑھنے اور حضرت مولانا صاحب کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کی دعوت دی تھی - ان میں خاص طور پر قابل ذکر فرقہ اہل قرآن یعنی چکڑالوی حضرات کے سب سے بڑے لیڈر مفتی محمد الدین صاحب وکیل کا نام نامی ہے - مفتی صاحب موصوف وکیل بھی ہیں اور اہل علم حلقوں میں مسلمہ طور پر قابل اور اپنے اعتقادات خصوصی کے بہت بڑے علمبردار مانے جاتے ہیں آپ گجرات میں درس قرآن شریف بھی دیتے رہے ہیں اور بعض دینی کتب کے مصنف بھی ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑے مناظر اور مقرر ہیں مفتی صاحب کے ساتھ بعض ان کے ہم خیال بھی تشریف لائے تھے -

حضرت مولانا صاحب نے محاسن قرآن اور فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بصیرت افروز خطبہ دیا - جسے حاضرین بہت دلچسپی سے سنتے رہے - اور اخیر میں حضرت امام وقت کی صداقت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ جن لوگوں کو حضرت امام وقت کے دعاوی کے متعلق غلطی لگی ہوئی ہے اور اس وجہ سے وہ اس جماعت میں شامل ہونے اور خدمت دین کے کام سے رکے ہوئے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب کوئی نیا مذہب یا کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے - ہمارا دین اسلام ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے ہمیں ملا حضرت مرزا صاحب ایک خادم دین کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کا کام تجدید دین اور خدمت اسلام ہے - پھر آپ نے حضرت مسیح موعود کے علمی تبحر اور آپ کی اعجازی تصانیف کا جو عربی زبان میں ہیں ذکر فرمایا

نماز کے بعد پھر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر خیر شروع کیا - دوران گفتگو میں ایک صاحب نے جو مفتی صاحب موصوف کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور اہل قرآن کے خیالات کے مؤید تھے حضرت مولانا سے پوچھا کہ قرآن مجید کی تفسیر کا مآخذ کیا ہونا چاہیئے کیا محض قرآن شریف ہی اپنی تفسیر کے لئے کافی نہیں - ان کا مقصد یہ تھا کہ تفسیر قرآن کے لئے حدیث کی مطلق ضرورت نہیں ہے بلکہ حدیث نقل ایک بیکار اور بے سود چیز ہے - یہ ایک بہت طویل بحث تھی لیکن

حضرت مولانا نے اس طویل بحث کو چند منٹوں میں ہی ختم کر دیا آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں آتا ہے فَاَنْبَتْنَا فِيهَا ...... وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ (سورۂ عبس) آپ بتائیں کہ ابّا کا کیا مطلب ہے ؟ مگر جواب محض قرآن مجید میں سے ہو - حضرت عمرؓ سے ایک صحابی نے اس کے معنے پوچھے تھے تو انہوں نے ایک کوڑا لے کر تین بار اپنی پیٹھ پر مارا اور فرمایا کہ خلیفہ بن گیا ہے مگر ابّا کے معنے نہیں جانتا - مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں مفتی صاحب اہل علم بزرگ ہیں - قرآن دان ہیں قرآن کا درس دیتے ہیں وہی ابّا کا مطلب قرآن مجید سے بتائیں - پھر آپ نے یہ آیت پیش کی قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۂ اعراف) اس آیت کی تشریح بھی فرما دیجئے اس کے الفاظ تو صاف ہیں اور ترجمہ کچھ مشکل نہیں مگر معلوم یہ کرنا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل قوم کو اس میں تنبیہ فرمائی ہے اور جو دلیل غیر اللہ معبود بنانے کے خلاف دی ہے اس کی ذرا وضاحت فرما دیجئے - علیٰ ہذا ایک دو آیت آپ نے اس طرح سے پیش کیں اور سائل سے ان کی تشریح چاہی - مگر سائل کچھ جواب نہ دے سکا اور اس نے مفتی صاحب کی طرف جو پاس ہی بیٹھے تھے رجوع کر کے کہا کہ مفتی صاحب میں نے تو بحث شروع کی ہے اب آپ سوال جواب کریں - اور مولانا صاحب کے مطالبہ کا جواب دیں - لفظ ابّا کا ترجمہ یا اس کی تشریح جو قرآن میں ہو وہ بتائیں اور آیت وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ پر بھی جو مولوی صاحب کا مطالبہ ہے روشنی ڈالیں، لیکن مفتی صاحب خاموش رہے اور بار بار اصرار کرنے کے باوجود خاموش رہے جس پر جملہ حاضرین نے کہا کہ مفتی صاحب خدا کے فضل سے آپ عالم قرآن ہیں - دن رات مناظرے اور مباحثے آپ کا کام ہے یہ وقت ہے کہ آپ مولوی صاحب کے سوالات کا جواب دیں - حضرت مولانا نے بھی بار بار فرمایا کہ آپ خدا کے فضل سے قرآن دان ہیں ہمیں اپنے علم سے مستفید فرمائیں - لیکن مفتی صاحب کی مہر سکوت نہ ٹوٹی اور بصد مشکل اتنا فرمایا کہ آپ ہی بیان فرما دیں جب مفتی صاحب کی طرف سے مایوسی انتہا کو پہنچ گئی اور حاضرین پر واضح ہو گیا کہ مفتی صاحب مولانا صاحب کے مطالبات سے عہدہ برا ہونے سے عاجز ہیں تو حاضرین سے مولانا صاحب نے درخواست کی کہ وہی مسئلہ زیر بحث پر روشنی ڈالیں - مولانا صاحب نے فرمایا کہ جب ایک لفظ کے معنے یا اسکی تشریح ہم نہ جانتے ہوں تو لازماً ہم لغت کی طرف رجوع کریں گے - لفظ ابّا کے لئے ہمیں ڈکشنری کی ضرورت پڑے گی - ہم مانتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی بعض آیات کی آپ بھی تفسیر کرتا ہے لیکن یہ کہنا کہ قرآن مجید کے معنے کرنے کے لئے کسی اور چیز کی مطلق ضرورت نہیں غلط ہے - آخر قرآن مجید سمجھنے کے لئے ہمیں لغت کی ضرورت ضرور پڑتی ہے - اب دیکھئے صحابی نے تو حضرت عمرؓ سے پوچھا اور اس استفسار کی ضرورت محسوس کی - میں نے خود آپ سے پوچھا - ابھی انہوں نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے ؟ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیات کے معنے ایک دوسرے سے پوچھ لینے میں کچھ حرج نہیں - تو پھر کیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا جائے تو کیا گناہ لازم آ گیا ؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہبط وحی ہیں - آپ سے بڑھکر قرآن کون سمجھ سکتا ہے - اسلئے یہ عقیدہ کہ قرآن سمجھنے کے لئے حدیث کو ہاتھ نہ لگایا جائے کس قدر غلط ہے

پھر آپ نے فرمایا کہ لفظ ابّا کے معنے ہیں **چارہ** - اب قرآن مجید میں اسکی تشریح کہاں موجود ہے - اس کے لئے ہمیں لغت تلاش کرنی چاہیئے - باقی رہی آیت اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ - اس کا ترجمہ تو صاف ہے اس میں کچھ نہیں - مگر اس میں جو خوبصورت استدلال توحید کا بیان کیا گیا ہے وہ بہت بڑا کمال اپنے اندر رکھتا ہے - بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ اے موسیٰ ہمیں ایک معبود بنا دو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ یعنے اے نادانو! تم سوچتے نہیں کہ اللہ نے تم کو تمام جہانوں پر جہان کی ہر چیز پر فضیلت اور شرف بخشا ہے - یہ سب کائنات یہ سب موجودات تمہاری خدمت کے لئے اللہ تعالےٰ نے بنائی ہے - اور یہ سب تمہاری خادم اور غلام ہیں کیا تم چاہتے ہو کہ جو چیزیں خدا نے تمہاری خدمت کے لئے بنائی ہیں ان ہی سے کسی کو تمہارا معبود بنا دیا جائے اور تم کو اس کا غلام اور خادم بنا دیا جائے - یہ سنکر جملہ حاضرین عش عش کر اُٹھے اور کہا کہ درحقیقت قرآن مجید کے بطن کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں - مولانا صاحب نے فرمایا کہ اسی بطن قرآن یا مغز قرآن کا نام تفسیر ہے - ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بطن قرآن کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اگر آپ سے کسی آیت کی تفسیر ہم تک پہنچے تو اس کے لینے میں کیا اعتراض ہونا چاہیئے - بلکہ وہ تو ہمارے لئے ایک مشعل راہ ہے - حضرت مولانا نے کچھ ایسے دلکش پیرایہ میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا کہ سب پر اہل قرآن کے عقاید کا بطلان واضح ہو گیا - اس کے بعد جلدی ہی مفتی صاحب اور ان کے وہ رفیق جنہوں نے بحث اُٹھائی تھی تشریف لے گئے - سب کہتے تھے کہ یہ مفتی صاحب بڑے مناظر ہیں اور اہل قرآن کے مایۂ ناز لیڈر ہیں مگر خدا جانے آج وہ کیوں اس قدر مرعوب ہوئے کہ ایک لفظ تک بول نہیں سکے حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا فیض صحبت اور آپ کے علوم کی خوشہ چینی ہے کہ احمدی لوگ خدا کے فضل سے صحیح علم اور صحیح عقاید پر گامزن ہیں اور دوسرے لوگ علمی مذہبی مباحث میں ان کے سامنے مجال دم زدن نہیں رکھتے ؛

فالحمد للہ علےٰ ذالک

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ!

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

۱ - بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو -

۲ - بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو -

۳ - بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو

محمد علی

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۱

مجدد کیلئے تعلق باللہ اور اعمال صالحہ کا حامل ہونا ضروری ہے

ڈاکٹر اقبال مرحوم مجدد عصر حاضر نہیں ہیں

کتاب سیرت اقبال مصنفہ مولوی محمد طاہر صاحب فاروقی ایم اے۔ جس کا ذکر ہم اپنے گذشتہ شیوع میں شذرات کے اندر کر چکے ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۹ پر مولوی صاحب مذکور سر اقبال مرحوم کو مجدد اور ریفارمر ثابت کرتے ہوئے مجدد اور ریفارمر کے متعلق رقمطراز ہیں:-

"دربار خداوندی سے سلسلہ بعثت انبیاء تو منقطع ہو گیا لیکن بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے ایک دوسرا ذریعہ باقی رہا یعنی مجددین کی آمد بند نہیں کی گئی چنانچہ گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال میں ہر قرن اور عصر میں مجدد پیدا ہوتے رہے۔ مجدد اور رسول میں دو فرق ہیں۔ رسول پر وحی آتی ہے مجدد پر نہیں آتی، رسول صاحب شریعت ہوتا ہے مجدد اس شریعت کے بھولے ہوئے اسباق یاد کراتا ہے اور ملت کو رسول کی راہ پر لگاتا ہے۔ ایک مجدد در حقیقت قولاً و فعلاً نائب رسول کی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ہر عہد میں مصلحین پیدا ہوتے رہے مجدد کے لئے تو شریعت اسلامیہ کی رو سے ضروری ہے کہ وہ ایک صدی میں ایک ہی بھیجا جائے گا لیکن مصلح اور ریفارمر کیلئے یہ شرط بھی نہیں ایک ہی زمانہ میں چند ریفارمر بیک ایک ہی مقصد کی نشر و تبلیغ کر سکتے ہیں چنانچہ اسلام کی گذشتہ تاریخ میں مجددین و مصلحین اپنے اپنے اوقات میں پیدا ہوتے اور ملت مسلمہ کو ان کے فرائض دین و دنیا سے آگاہ کر کے تجدید احیاء کا کام کرتے رہے ہیں"

مولوی صاحب نے جو انقطاع نبوت کے متعلق ارشاد فرمایا درست ہے ہر قرن اور عصر میں مجدد آتے رہے یہ بھی درست ہے اور یہ جو فرمایا کہ رسول پر وحی آتی ہے اور مجدد پر نہیں آتی اس سے ہمیں اختلاف ہے مجدد پر وحی ولایت آتی ہے وحی نبوت نہیں آتی وحی نبوت کا دروازہ مطلق طور پر بند ہے لیکن مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور یہی وہ روحانی قوت ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کی عرفانی روحانی اور اخلاقی جمود کو توڑتی رہے گی چنانچہ اولیائے امت پر وحی ولایت آتی رہی ہے اگر مولوی صاحب موصوف کو اسکے ماننے میں انکار ہو تو ہم اسکے لئے مثالیں پیش کر سکتے ہیں اور نص حدیثی بھی پیش کر سکتے ہیں جس سے اولیائے امت سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ثابت ہو۔ امت محمدیہ کے تمام نظام کی بنیاد چونکہ وحی اور تنزیل پر ہے اسلئے اس نظام میں حرکت اور رفتار پیدا کرنے کیلئے بھی وحی و الہام کی ضرورت ہے نہ کہ فلسفیانہ نظریات کی جن کا تعلق حس خفی کی بجائے حس فکر سے ہوتا ہے جس میں سوائے ٹھوکروں اور تاریکیوں کے کچھ نہیں چنانچہ آجکل کے بدلتے ہوئے نظریات اور یورپ کے پختہ کاروں کی خامیاں اور خطرناک غلطیاں بطور دلیل کے پیش کی جا سکتی ہیں چنانچہ اسی لئے آنحضرت صلعم نے تجدید و احیائے دین کیلئے پیشگوئی فرمائی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اس حدیث میں "یبعث" کا لفظ تعلق باللہ اور روحانی قوت پر زبردست دلیل ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ اسے مبعوث فرماتا ہے اسی حدیث کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی رحمہ نے دعوےٰ فرمایا اور اپنے مقام کے متعلق ارشاد فرمایا:

"وبدانند بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما
مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر"

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنے دعوےٰ مجددیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "کنت فی البستی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتھت بی دورۃ الحکمۃ" ترجمہ:- یعنی جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہنچ چکا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا۔

جہاں تک ہمیں علم ہے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے نہ اس قسم کا دعویٰ کیا ہے اور نہ وہ تعلق باللہ اور روحانی قوت کے مدعی تھے اسلئے وہ مجدد تو ثابت نہیں ہو سکتے تھے اور برگسال سے مستعار لیکر انہوں نے ایک فلسفیانہ "نظریۂ خودی" پیش کیا ہے یہ نظریہ انہیں مجددیت کے مقام پر نہیں پہنچا سکتا، مجدد انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اور جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں

"از انجملہ سب سے اعلیٰ و اشمل طبقہ ان اخص الخواص نفوس زکی کا ہے جن کو قائد توفیق الٰہی و سائق فیضان ربانی عزائم امور کیلئے چن لیتا ہے اور جن کا نور علم و عمل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کا قدم طریق منہاج نبوت پر واقع ہوتا ہے"۔

اور مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

"مجدد نبی نہیں ہوتا مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے" ڈاکٹر اقبال مرحوم میں تو ہمیں مزاج نبوت نظر نہیں آتا اور نہ پیغمبرانہ تیور انکی زندگی کا جزو ہے انکی زندگی کا عملی پہلو اس مقام مجددیت کی نفی کرتا ہے جو کہ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیا کسی دوست میں اتنی قوت ہے کہ وہ انکی زندگی کو مجددیت کے معیار پر پیش کر سکے اگر مولوی صاحب موصوف بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر مقام مجددیت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی طرف منسوب کر رہے ہیں تو انہیں بھی اپنے اس ادعا کا نظر غائر سے مطالعہ کرنا چاہیئے اور ڈاکٹر اقبال مرحوم کی زندگی کے عملی حقائق کو آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

"مجدد کیلئے شریعت اسلامیہ کی رو سے ضروری ہے کہ وہ ایک صدی میں ایک ہی بھیجا جائے گا۔ لیکن مصلح اور ریفارمر کیلئے یہ شرط بھی ضروری نہیں"

یہ محض مغالطہ ہے اسلامی اصطلاح میں مصلح اور مجدد ایک ہی ہے مجدد بھی تو اصلاح اور تجدید دین کیلئے مبعوث ہوتا ہے تو پھر مصلح اور ریفارمر کی کیا ضرورت ہے اندھیرے میں ٹاپ ٹوئیاں مارنے سے کچھ ہاتھ نہیں آسکتا مجدد اور امام عصر وہی ہے جس نے منہاج نبوت پر تجدید احیائے دین کا کام کیا اور ہلاکار کر دنیا کو کہا۔

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

شذرات

کچھ تبلیغی پروگرام کے متعلق

تبلیغی پروگرام کی اہمیت اور اس کی افادی حیثیت کے متعلق ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے تازہ ارشاد میں بھی جماعت احمدیہ کے مجاہد دوستوں کو اس پروگرام کے بروئے کار لانے کی تلقین فرمائی ہے اور محترم سکرٹری صاحب نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پیغام صلح کے کسی گذشتہ شیوع میں ایک منظم طریقہ پیش کیا ہے، تمام سکرٹریان جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں اور بیرونی دوستوں کو اس کام پر لگائیں اور ان سے کام کی رپورٹیں طلب فرمائیں اور ان رپورٹوں کو مرکز میں بھجوائیں امید ہے ہماری یہ گذارش صدا بصحرا نہیں ثابت ہو گی بلکہ ایک فعال جماعت کے مجاہد عہدیداران کے کانوں پر پڑے گی اور بہت جلد اس سلسلہ حقہ کے نظام کی تمام مشینری حرکت میں آ جائے گی۔

قادیانی ملہمین کا شاہکار

۵ر فروری کو الفضل نے ایک قادیانی "ملہم" کا رؤیا اخبار میں درج کیا ہے ہم نے اس قادیانی شاہکار کو اسلئے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ ہم تخریبی آویزش کو ہوا دینا نہیں چاہتے تھے لیکن معاصر الفضل کی موجودہ دلآزار روش سے مجبور ہو گئے ہیں کہ اس کا ذکر کریں چنانچہ اسی شیوع میں ہم نے اس رؤیا کو درج بھی کر دیا ہے، اس "ملہم" کو رؤیا میں نظر آتا ہے "بیان القرآن شیطان اور تفسیر کبیر رحمٰن" اس "ملہم" کی پریشان خوابی کی شکایت نہیں خدا بیچارے کے حال پر رحم کرے لیکن الفضل کی اس حد سے بڑھی ہوئی دلآزاری پر رنج ضرور ہے اور جو کوئی بھی اسے پڑھے گا اسے رنج ہو گا بیان القرآن کے ساتھ شیطان کا لفظ لکھنا کتنا تکلیف دہ ہے اور اسے شیطان کی طرف منسوب کرنا حد سے زیادہ رنجدہ ہے ہماری جماعت سے عداوت ہی سہی لیکن قرآن مجید کی مسلمہ طور پر بلند پایہ تفسیر سے یہ خاش کیا معنی اگر جلے پھپھولے پھوڑنے تھے تو اس کے اور ہزاروں طریق تھے، ہم سوائے اس کے کہ الفضل کی پالیسی اور روش کا ماتم کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تحریک صدقہ

پہلے بھی کسی شیوع میں احباب سلسلہ کو اس طرف توجہ دلائی جا چکی ہے اب مکرر لکھا جاتا ہے کہ جن دوستوں نے تحریک صدقہ کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خواہش ہے کہ جلد یہ رقوم دفتر میں پہنچ جائیں۔

ہمارا سیاسی اندازِ فکر!

از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

افادات حضرت مجدد از مدیر

حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زبردست خواہش تھی کہ ان کے متبعین حضور کا ہی مذہبی نقطہ نگاہ اپنے اندر پیدا کریں اور اسے ترقی دیں اور یہ ایک اور سبب ہے جس کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کے دماغوں سے سیاسی اولوالعزمی کو کمزور کرنے کی کوشش کی جو درحقیقت اپنے بطن میں سوزش قلب کے مترادف تھی جو مسلمانوں کی سیاسی ناکامیوں سے پیدا ہوئی۔ یہ امر ہماری ایک اور سبب کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو حضرت بانئے سلسلہ کے سیاسی نقطۂ نگاہ سے متعلق ہے حضور قومی نفسیات کے ماہر ہونے کی حیثیت سے اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ قومی نفرت اور حقارت ایک حد سے متجاوز ہو کر لوگوں کو کارہائے نمایاں کے ناقابل بنا دیتی ہے ان کے سامنے ہندو مت اور بنی اسرائیل کی تاریخ موجود تھی حضور کو علم تھا کہ

اعلیٰ اقوام کو کھینچ سکتی ہیں گو بظاہر اقوام کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ تھی کہ مغربی اسکی حقیقی وجہ اسلام کی تعلیمات سے لاعلمی ہے وہ اسی گرمجوشی کیساتھ اسلام کی علمبردار اسکی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ صرف تبدیلی رفت گذشت کی پالیسی چاہیئے اور صدق سے ہونا چاہیئے اور یہ اسلام کے بقا کے پاسبان بن سکتے ہیں اور یہ نومسلم یقیناً آج اسلام

دشمن نظر آتی ہیں آپکی ضمنی تشخیص جیسا اقوام کی دشمنی محض دماغ کا نتیجہ نہیں بلکہ اگر ان تک اسلام کی تعلیم پہنچائی جائے تو بن سکتی ہیں جس جوش کیساتھ وہ اب قلب کی ضرورت ہے مسلمانوں کی طرف سے کی پیشکش نہایت خلوص اور رفق و ملاطفت دشمن اسلام کے جانفروش سپاہی اور ان مسلمانوں سے بہتر مسلمان ہونگے جو کے دعویدار ہیں

پیدا کریں کہ انہیں یہ احساس ہو کہ وہ دنیا اور انسانیت کے رہنما ہیں وہ چاہتے تھے کہ انہیں اس امر کا شعور ہو کہ وہ انسانوں کی مقابلہ اور جدال کرنے والی جماعتوں میں سے ایک جماعت نہیں ہیں بلکہ اسکے برعکس وہ دنیا کے جج اور حکیم ہیں اسلئے قلب میں دشمنی کے جذبات نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اعلیٰ اور بلند خیالات دماغوں میں ہونا چاہئیں اور ان لوگوں کے متعلق اس نوعیت کے خیالات اور جذبات ہونا چاہئیں جنہوں نے معاشی اور سیاسی لحاظ سے ہمیں مجروح کیا ہے کیونکہ یہ جماعت احمدیہ کے شایان شان نہیں ہے کہ یہ ان اسفل مقاصد کیلئے لڑنے والوں میں سے کسی ایک کا ساتھ دے ہمیں ان ادنیٰ اور فرومایہ قومی اغراض و مقاصد کے جھگڑوں سے بالکل دامن کش رہنا چاہیئے اور بلند روحانی زندگی کی تعلیم دینا

گزشتہ سے پیوستہ

حد اعتدال سے متجاوز نفرت نے ہندوؤں اور یہودیوں کو دنیا میں بلند بخت قومیں بننے سے محروم رکھا، آپ نے معلوم کیا کہ مسلمان بھی اپنے سیاسی دشمنوں سے اظہار نفرت میں مذکورہ بالا قوموں سے قریب تر ہیں وہ اس انداز اور رجحان کو رد کرنے کے لئے بے چین تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان مغربی اقوام کے مظالم کے متعلق سوچنا چھوڑ دیں اور بجائے نفرت کے ان کی اصلاح پر آمادہ ہوں۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحب کے قلب میں اپنے ہموطن لوگوں کی محبت بدرجہ اتم موجود تھی لیکن اسلام کی محبت مسلمانوں کی موجودہ نسل سے بڑھکر تھی انہیں احساس تھا کہ اسلام کو اب خون تازہ کی ضرورت ہے، اور احساسات اور جذبات کی معمولی قربانی بہتر اور

اس کا سبب کچھ اور ہی کہ حضور کیوں چاہتے تھے کہ مغربی اقوام کے نظام پر چشم پوشی کی جائے یہ ایک پکار تھی کہ ہمیں اپنی دنیوی شکایات کو اسلام کی ترقی کے قربان کر دینا چاہیئے۔ حضرت مرزا صاحب کے پیش نظر مغربی اقوام کے قبول اسلام کا ایک شاندار تصور تھا جو پیش آمدہ مشکلات کو چیرتے ہوئے اشیاء کے پوشیدہ اور مخفی امکانات کے عمق اور بطن البطون میں اتر رہا تھا، شب تار میں حضور نے ایک بعید روشنی کو دیکھا اور آپ چاہتے تھے کہ دوسرے بھی اس روشنی کو دیکھیں انہوں نے یقیناً مغربی عیسائیت کی شرارت کو بھانپ لیا تھا لیکن مسلم کردار کی مفلوج حالت بھی تو آپکے مدنظر تھی، حضور اسلام کے تحفظ اور نفوذ کیلئے نئی فوج چاہتے تھے اور وہ فوج انہیں دشمن کے کیمپ میں نظر آئی، نیز آپ کا مقصد سلطنت برطانیہ کی وفاداری سے یہ تھا کہ آپ مسلمانوں اور خصوصاً

چاہیئے لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر ہم خود ان ادنیٰ جھگڑوں میں الجھ کر رہ جائیں، ہمیں انسانیت کے بہتے اور رستے ہوئے ناسوروں پر مرہم کے پھاہے رکھنا ہے اسلئے اس بلند فرض کو ادا کرنیکے لئے شاندار اور رفیع جذبات پیدا کرنا چاہیئے اور ایسے نقطہ نگاہ سے دامن بچانا چاہیئے جس میں انتقام کی تھوڑی سی جھلک اور شائبہ ہو، حضرت مرزا صاحب کو علم تھا کہ موجودہ دنیا کی سب تفریقیں زاید از ضرورت سیاسیات پر زور دینے اور مذہبی روح کے فقدان سے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ اس کا واحد علاج مذہبی روح پھونکنا ہی اور یہ کام صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خالصتہً صرف اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوں اور اس حقیقت کا بھی انہیں علم تھا کہ موجودہ مادی اور دجالی دنیا میں اس مشکل کام کے راستہ میں ترغیب اور تحریص بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ حضور نے اس امر پر اصرار کیا ہے کہ وہ لوگ جو اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں وہ

اپنے متبعین جنہوں نے ... ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اور اسلام کا احیاء چاہتے ہیں ان کے قلب میں یہ ذوق

حضرت امام موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ عبد صالح کہکر پکارے جاتے تھے، ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اول شب سجدہ میں جاکر عظم الذنب عندی فلیحسن العفو من عندك يا اهل التقوى ويا اهل المغفرة بار بار اسی کہے جاتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

سخی وجواد بہت ہی تھے جب سن لیتے کہ فلاں شخص تنگدست ہے تو ایک تھیلی اس کے پاس بھیجدیتے، عموماً یہ عادت مبارک تھی کہ دو سو تین سو چار سو اشرفیوں کی تھیلیاں بنا لیتے اور مدینہ منورہ کے غربا کو تھیلیاں ہی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام تھا، مہدی خلیفہ بغداد نے بلاکر حبس میں بھیجدیا۔ ایک رات کو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا مہدی کو فرماتے ہیں فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم (ترجمہ) کیا تم اگر والی بن جاؤ تو قریب ہو اس امر کے کہ زمین پر فساد کرنے لگو اور رشتوں کو قطع کر دو۔ ربیع (وزیر مہدی) کہتا ہے کہ رات کو ہی میرے پاس آدمی پہنچا کہ خلیفہ بلاتے ہیں۔ میں ڈر گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا مہدی یہی آیت پڑھ رہا تھا، چونکہ آواز کا اچھا تھا اسلئے عجیب اثر معلوم ہوتا تھا۔ مجھے دیکھکر کہا کہ موسیٰ بن جعفرؓ کو بلاؤ۔ میں ان کو حبس سے لے آیا۔ مہدی نے معانقہ کیا اور ان کو اپنے برابر بٹھلایا اور بیان کیا کہ میں نے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں اس طرح پر دیکھا ہے کیا آپ مجھ کو اطمینان دلا سکتے

ہیں کہ آپ یا آپ کی اولاد مجھ پر خروج نہ کرے گی۔ فرمایا۔ میں نے پہلے کبھی اس کا ارادہ نہیں کیا ... یہ میری شان ہے کہ میں خروج کروں۔ کہا آپ سچ فرماتے ہیں پھر ربیع سے کہا کہ تین ہزار اشرفی آپ کو دو اور مدینہ کو جہاں آپ کے اہل و عیال ہیں بھیجدو۔ ربیع کہتا ہے کہ میں نے صبح کو ان کے سفر کی تیاری کرنی چاہی معلوم ہوا وہ روانہ ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں ہارون الرشید کے زمانہ تک بامن و امان رہے جب ہارون الرشید سنہ ۱۷۹ھ میں عمرۂ رمضان کر کے واپس بغداد کو آنے لگا تو آپ کو ساتھ لے آیا اور یہاں آکر حبس میں بھیجدیا۔ اور حبس میں ہی آپ نے انتقال فرمایا

خطیب کا ہی بیان ہے کہ ہارون الرشید حج کے بعد روضہ نبوی کی زیارت کو گیا۔ روضۂ مبارک پر اعیان قریش و سرداران قبیلہ اور حضرت موسیٰ کاظم بیٹھے تھے۔ ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر جتلانے کے لئے کہا السلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عم (اے رسول خدا اے چچا کے بیٹے آپ پر سلام ہو) !!! حضرت موسیٰ کاظم بولے السلام علیک یا ابت (بابا جان آپ پر سلام ہو) ! ہارون رشید کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور کہا بیشک یہ فخر پورا پورا ہے۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ عبداللہ خزامی ہارون رشید کا کوتوال تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ہارون رشید کا آدمی رات کو ایسے وقت میرے پاس آیا کہ کبھی نہ آیا تھا۔ اور پھر مجھے کپڑے پہننے تک کی مہلت نہ دی اور ساتھ ہی لے لیا۔ مجھے نہایت خوف پیدا ہوا۔ جب میں محل کے قریب پہنچا تو ایک خادم نے دوڑ کر میرے آنے کی اطلاع دی

جب اجازت ہوئی تو میں اندر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ہارون بیٹھا ہوا ہے میں نے

تاریخ اسلام

سلام کیا، ایک گھڑی تک کچھ جواب نہ دیا تب تو میرے ہوش جاتے رہے اور سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ بولا، عبداللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں طلب کیا۔ میں نے عرض کی نہیں یا امیرالمومنین کہا میں نے ابھی ایک حبشی کو خواب میں دیکھا جسکے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے وہ کہتا ہے یا تو اسی وقت موسیٰ کاظم کو چھوڑ دے ورنہ تجھے اسی تلوار کے ساتھ قتل کرتا ہوں۔ پس تو جا اور موسیٰ کو قید سے چھوڑ دے۔ میں نے کہا کیا آپ یہ حکم دیتے ہیں کہ موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دوں۔ کہا ہاں میں نے تین دفعہ اسی طرح کہلایا۔ تیسری دفعہ ہارون رشید نے کہا ہاں اسی وقت جاکر چھوڑ دے اور تیس ہزار درہم بھی ان کو دیدے اور میری طرف سے یہ بھی کہدے کہ اگر آپ یہاں ٹھہرنا پسند کریں تو یہاں ٹھہریں آپکے مصارف اور ضروریات کا میں ذمہ دار ہونگا اگر آپ مدینہ تشریف لیجانا چاہیں تو وہاں تشریف لیجائیں۔ عبداللہ کوتوال کہتا ہے جب میں مجلس میں پہنچا تو امام موسیٰ مجھے دیکھکر کھڑے ہو گئے۔ شاید انہوں نے سمجھا کہ میں ان کیلئے کوئی مکروہ حکم لیکر آیا ہوں، میں نے عرض کی کہ آپ خوف نہ کریں میں تو آپکے چھوڑنے کیلئے آیا ہوں پھر میں نے عرض کیا کہ آپکے معاملہ میں میں نہایت حیران ہوں، فرمایا میں یہاں سویا پڑا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا موسیٰ تو مظلوم ہو کر زندان میں پڑا ہے تو یہ کلمات پڑھ۔ پھر اسی رات یہاں سے رہائی پائے گا۔

میں نے یہی پڑھا اور اس کا یہ نتیجہ ہے جو تو نے دیکھا

میرا تبلیغی دورہ

از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

نوٹ :۔ ماہ فروری ۱۹۴۲ء میں شاہدرہ (دو دفعہ) وزیرآباد (دو دفعہ) سوہدرہ ۔ کالا شاہ کاکو ۔ کالرمن ۔ قلعہ ستار شاہ (ضلع شیخوپورہ) اور گجرات کا دورہ کیا۔ دورہ کی روئیداد درج ذیل ہے ؛

خلاصہ رپورٹ

اس سفر میں مبلغ -/۷۶ روپے چندہ جمع کیا گیا۔ ۶۰ مختلف ٹریکٹ مختلف مذاہب اور عقائد کے احباب میں تقسیم کئے گئے ۵۰ اشخاص کو زبانی تبلیغ کی گئی۔ جن میں سکھ اصحاب، غیراز جماعت مسلمان اور قادیانی احمدی بھی شامل ہیں۔ دو اخبار (ایک لائٹ اور ایک پیغام صلح) جاری کرائے گئے۔ ایک صاحب سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ سلسلہ کے لئے تقویت کا موجب ہوں گے۔

شاہدرہ میں قادیانیوں کو تبلیغ

شاہدرہ میں ہمارے ۳، اصحاب کی مختصر جماعت ہے ایک تو ہمارے مخلص بزرگ مولانا عالم دین صاحب کے فرزند ملک لطیف احمد صاحب۔ ایک اُن کے قابل بھتیجے ملک رشید صاحب بی اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔ یہ ہر دو سعید نوجوان ہمیشہ سلسلہ کی امداد کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ تیسرے صاحب چوہدری اللہ دتہ صاحب انسپکٹر بینک ہیں۔ لیکن وہ عموماً دورہ پر رہتے ہیں، اور ان سے ملاقات کم ہوتی ہے۔ چوہدری صاحب موصوف بھی سلسلہ کی امداد کرتے ہیں اور باوجود مصروفیت کے خدمت اسلام بجالاتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی وہاں بعض غیراز جماعت احباب ایسے ہیں جو سلسلہ کی باتیں سننے کا شوق رکھتے ہیں، جن میں سے منشی عبدالغنی صاحب اور سید محمد شاہ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ بریں مندرجہ ذیل اصحاب زیر تبلیغ ہیں۔ جناب محمد حفیظ الرحمٰن صاحب ایس۔ ڈی۔ او ۔ ملک حبیب احمد صاحب منشی نظام علی صاحب۔ مشتاق احمد صاحب، سردار گیان سنگھ صاحب وغیرہ وغیرہ۔ قادیانی اصحاب میں سے سراج الاطبا حکیم مختار احمد صاحب و مرزا عبدالحق صاحب قابل ذکر ہیں۔ شاہدرہ میں بھی ایک قادیانی نوجوان سے گفتگو کا موقع ملا۔ اور بھی بعض قادیانی اصحاب موجود تھے۔ اور دوران گفتگو میں بہت سے غیراز جماعت اصحاب بھی جمع ہو گئے۔ قادیانی دوست سے مطالبہ کیا گیا کہ جس صورت میں آپ لوگ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوئے نبوت میں تبدیلی کی۔ وہ اشتہار حضرت مسیح موعودؑ کا پیش کرنا چاہیئے جس میں آپ نے اس تبدیلی کا اعلان کیا ہو۔ اور واضح الفاظ میں اعلان کیا ہو۔ پہلے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اعلان ایک غلطی کا ازالہ ہے، لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ اس میں تو حضرت اقدس نے یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو دینی کتب مطالعہ کرنے کا یا کچھ عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا وہ بعض وقت مخالف کے اعتراض کا جواب ایسا دیتے ہیں جو واقعات کے خلاف ہوتا ہے۔ اس تحریر میں تو حضرت اقدس اپنے عقیدہ کی تبدیلی کا ذکر نہیں فرماتے رہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے جو میری جماعت میں ہیں میری کتب بغور مطالعہ نہیں کیں اور اس وجہ سے وہ معترض کے اعتراض کا جواب صحیح نہیں دے سکتے۔ اس حوالہ میں تو حضرت اقدس اپنی پہلی کتب کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں نہ کہ ان کو منسوخ قرار دے رہے ہیں، لیکن آپ حضرت مسیح موعودؑ کی جملہ کتب کی وہ عبارات جو دعوئے نبوت سے تعلق رکھتی ہیں منسوخ قرار دیتے ہیں۔ یہ جواب سنتے ہی وہ فرمانے لگے کہ غلطی کے ازالہ میں تو محض تمہیدی طور پر حضرت نے دعویٰ نبوت کیا ہے لیکن بعد میں دوسری کتب میں دعویٰ نبوت واضح الفاظ میں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ غلطی کے ازالہ میں حضرت نے نبوت کی طرح ڈالی ہے اور پھر آہستہ آہستہ دعویٰ نبوت کر دیا۔ اگرچہ آپ کی جماعت اور آپ کے خلیفہ صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ غلطی کے ازالہ میں حضرت نے نبوت کی تبدیلی کا اعلان کیا ہے۔ لیکن اگر یہ مانا جائے کہ غلطی کے ازالہ میں حضرت نے طرح ڈالی ہے اور بعد میں دعویٰ نبوت کر دیا، تو اس سے تو حضرت نعوذ باللہ ایک چالباز انسان ثابت ہوتے ہیں، پھر کہنے لگے کہ حقیقۃ الوحی میں آپ نے دعوئے نبوت کیا ہے۔ جب اس کے متعلق بھی بتایا گیا، کہ اس میں بھی حضرت نے وہی پرانا عقیدہ جو ازالہ اوہام میں ہے ایک پہلو سے نبی ہوں اور ایک پہلو سے امتی بیان فرمایا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں بیان تو فرمایا ہے، لیکن ازالہ اوہام کی عبارت کے مفہوم اور اس میں فرق ہے۔ میں نے کہا کہ وہ فرق آپ بیان کریں ورنہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ عبارت ایک ہی ہو لیکن وہی عبارت جب ازالہ اوہام میں ہو تو اس کے کچھ اور معنے ہوں اور جب حقیقۃ الوحی میں وہی عبارت آئے تو اس کے کچھ اور معنے ہو جائیں۔ اس پر وہ فرمانے لگے کہ اب وقت نہیں ہے پھر کبھی گفتگو کریں گے۔ بعض غیراز جماعت دوستوں نے کہا کہ فی الواقعہ قادیانی جماعت سے یہ مطالبہ کہ ایسا اعلان پیش کریں جس میں مرزا صاحب نے دعوئے نبوت میں تبدیلی کی ہو ایک ایسا مطالبہ ہے کہ قادیانی جماعت کے لوگ اس کے جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

شاہدرہ میں سکھوں میں تبلیغ

شاہدرہ کالا میں بعض سکھ اصحاب سے بھی گفتگو ہوئی۔ ایک سکھ گریجوایٹ نے اعتراض کیا کہ اسلام کا خدا (نعوذ باللہ) عجیب ہے کہ وہ بار بار اپنے آپ کو غفور الرحیم بیان کرتا ہے بایں ہمہ وہ لوگوں کو عذاب دے گا اور دوزخ میں ڈالے گا۔ انہیں بتایا گیا کہ ظالم کو اسکی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا دینا یہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحیمیت کے خلاف نہیں بلکہ عین رحیمیت ہے۔ کیا ایسا حاکم جو کسی چور کو قید یا جرمانہ کی سزا دے ظالم کہلائے گا ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو جو طرح طرح کے معاصی کے مرتکب ہوں اصلاح کی غرض سے سزا دے یا بالفاظ دیگر ان پر عذاب وارد کرے تو کیا اللہ تعالےٰ کو آپ ظالم بتائیں گے؟ آپ نے اسلامی فلسفہ عذاب و ثواب کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ کی جملہ صفات جو قرآن مجید میں درج ہیں اُن کے متعلق آپ کو علم نہیں اسلئے آپ نے اعتراض کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر انہیں بہ تشریح کے ساتھ مسئلہ زیر بحث سمجھایا گیا جس پر انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ مسئلہ میں نے پہلے بھی بعض مولوی صاحبان کے سامنے رکھا ہے لیکن ان سے میری تسلی نہ ہوئی۔ پھر انہوں نے مسئلہ خیر و شر کے متعلق سوال کیا۔ اس کا جواب بھی حسب تعلیم اسلام انہیں بتایا گیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے اور جب ایک صاحب نے اعتراض کیا تو کہنے لگے کہ یہ جواب بالکل درست ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

وزیرآباد اور سوہدرہ میں تبلیغ

وزیرآباد میں مختلف احباب غیراز جماعت سے ملا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کا شکریہ ہے کہ ہمیشہ تبلیغی کام میں میری وہ امداد فرماتے ہیں۔ جن احباب سے ملاقات ہوئی اور جن کو علاوہ تبلیغ کے ٹریکٹ دیئے گئے ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب ۔ جناب محمد حسین صاحب ۔ شیخ عنایت اللہ صاحب ڈاکٹر غلام محی الدین صاحب ۔ جناب محمد وزیر صاحب پوسٹل انسپکٹر جناب حاجی غلام محی صاحب اہلحدیث ۔ جناب محمد ہاشم صاحب وغیرہ وغیرہ۔ وزیرآباد میں دوبارہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے ہمراہ گیا۔ جس کی رپورٹ قبل ازیں اخبار میں شائع ہو چکی ہے۔ شیخ عزیز احمد صاحب نے -/۵۰ دوبارہ تحریک صدقہ میں مرحمت فرمائے۔

سوہدرہ کالا میں مولوی اللہ دتہ صاحب کے ہمراہ تبلیغ کی گئی۔ مولوی محمد شفیع صاحب بالخصوص قابل ذکر ہیں جنہوں نے شوق سے ہماری باتیں سنیں۔

کالرمن و قلعہ ستار شاہ میں تبلیغ

کالرمن، قلعہ ستار شاہ (ضلع شیخوپورہ) کے دورہ میں بالخصوص سکھوں میں تبلیغ کی گئی۔ اور شیخ محمد یوسف صاحب کی ترجمہ کردہ کتاب رحمۃ اللعالمینؐ تعلیم یافتہ سکھ اصحاب میں تقسیم کی گئی بعض سکھ اصحاب نے اس کے مطالعہ کے لئے ذوق و شوق کا اظہار فرمایا۔ مثلاً سردار جیون سنگھ صاحب بی۔ ٹی ۔ سردار ہربنس سنگھ صاحب وغیرہ۔ اس سفر میں ایک صاحب منشی امیر علی صاحب سے گفتگو کا موقعہ ملا، اُن سے دیر تک مسائل نبوت و کفر و اسلام پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا وہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعوئے اور انکار نبوت کا اقرار سنکر کہنے لگے کہ آپ کی جماعت کے عقائد ایسے ہیں کہ ان سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا، لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کی جماعت کا ایک بڑا حصہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور اس کے ساتھ منکرین کو کافر خارج از دائرہ اسلام۔ اس وجہ سے عام لوگ جو تحقیقات سے کام نہیں لیتے مرزا صاحب کے متعلق غلطی میں مبتلا رہتے ہیں۔

گجرات کا دورہ

گجرات میں حضرت مولانا صدرالدین کی معیت میں گیا حضرت مولانا صاحب کی تحریک پر چوہدری محمد حسین صاحب نے -/۱۲۵ اور چوہدری فتح محمد صاحب وکیل نے مبلغ -/۷۶ منجملہ -/۵۰ حضرت امیر کی جدید تحریک صدقہ قرضہ میں مرحمت فرمائے۔ اس کی مفصل کیفیت بھی درج اخبار ہو چکی ہے ؛

مضامین نگار حضرات

مضامین نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ تاریخی ۔ علمی اور تحریکات جدید کے متعلق پیغام صلح کے لئے مضامین بھجوائیں، مضامین مختصر ہوں امید ہے ہماری اس گذارش کو لائق اعتنا خیال کرتے ہوئے مضمون نگار حضرات جلد اس طرف توجہ منعطف فرمائیں گے۔

(مدیر)

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے اجلاس کی روئداد

از مولوی میاں احمد محمد صاحب جائنٹ سکرٹری

یکم مارچ بروز اتوار بعد از نماز مغرب ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا جلسہ شروع ہوا۔ راقم الحروف نے آیت وما محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پڑھتے ہوئے عرض کیا کہ جب سے انسان کو زندگی کا جامہ پہنایا گیا اس زمانہ سے لیکر آج تک جتنے راہ نمایان دین اور مامورین من اللہ آئے ان کے آپس میں مختلف مدارج تھے لیکن تبلیغ اور اشاعت دین میں ہر ایک نے کامل طور پر حصہ لیا خلق خدا کو کفر و فسق کے تاریک گڑھوں سے نکال کر شمع ہدیٰ کے جلو میں راہ راست پر لاکر کھڑا کیا

حضرت آدمؑ سے لیکر نوحؑ تک انبیاء کا پہلا دور شروع ہوا جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر انسانی زندگی کی ضروریات کو پورا کیا کھیتی باڑی کھانے پینے کے جتنے لوازمات تھے وحی کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دی تاکہ انسانی زندگی کی بنیاد قائم ہوجائے اسلامی اصول اور احکام دین کی وحی ان پر بہت کم کی گئی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ان انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں کا کوئی جھگڑا اور فساد کرنیکا ذکر نہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف آکر تبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے۔

اب نوحؑ سے لیکر بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء کا دوسرا دور شروع ہوا۔ ان کی وحی میں توحید اور رسالت اور احکام دینی پر زور دیا گیا، ان انبیاء نے جس قدر تبلیغ پر زور دیا قوموں نے اتنی ہی دوری اور سرکشی اختیار کی چنانچہ حضرت نوحؑ فرماتے ہیں انی دعوت قومی لیلا و نھارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اسی طرح ہودؑ آئے تو اپنی ہی قوم کی طرف آکر انہوں نے تبلیغ کی والی عاد اخاھم ھودا قال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من اللہ غیرہ۔ اسی طرح صالحؑ والی ثمود اخاھم صالحا قال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من اللہ غیرہ اور شعیبؑ والی مدین اخاھم شعیبا قال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من اللہ غیرہ اور حضرت موسیٰؑ۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمات۔ اسی سنت کی بنا پر عیسیٰؑ بھی بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے۔ الغرض حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک ہر پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف مامور ہو کر آیا جیسا کہ آیت ثم بعثنا من بعدہ رسلا الیٰ قومھم سے معلوم ہوتا ہے ان انبیاء کے سامنے دائرہ تبلیغ محدود اور کتاب سماوی غیر مکمل تھی۔

اب تیسرا دور شروع ہوتا ہے مخلوق خدا کی طرف ایک ایسا مامور آیا جو پہلے انبیاء کی طرح کسی خاص قوم کی طرف یا غیر مکمل کتاب کے ساتھ نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے اور کامل کتاب کے ساتھ آیا اور اس نے سابق انبیاء پر فضیلت حاصل کی اور تمام انبیاء کی نبوتوں کو اپنی نبوت پر ختم کر دیا چنانچہ نص صریح اس بات پر دلالت کرتی ہے ما کان محمد ابا احد۔ الآیۃ اسی طرح اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر تمام غیر مکمل کتابوں کو منسوخ کر کے ایک مکمل کتاب ہماری ہدایت کے لئے پیش کی جیسے رب العزت فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ لیکن یاد رہے کہ قومیں ہمیشہ سے گمراہ ہوتی آئیں اور ان کی رہنمائی کیلئے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے لیکن آنحضرت کے بعد باب نبوت قرآن کریم کی روسے مسدود ہو چکا ہے ہاں ایسے لوگ آتے رہیں گے جن کے متعلق حدیثؐ میں ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ دوسری حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء۔ اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ اور ایسی ہی ہستیاں آتی رہیں گی جن کو محدث اور مجدد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ چنانچہ ان احادیثؐ کی بنا پر آنحضرت سے لیکر آج تک خدا کی طرف سے محدث اور مامور آتے رہے اور حدیث کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوتے لیکن لوگوں نے سنت کے مطابق مخالفت کی اور طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں اور علماء امت نے کفر کے فتوے دیئے۔ اسی طرح آج بھی ایک مرد خدا نے کفر و ضلالت کے طوفان بے تمیزی کو دیکھ کر لوگوں کی راہنمائی کیلئے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا مگر کور چشم لوگوں نے پہلے لوگوں سے بڑھکر مخالفت کی اور تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور زمانہ حاضرہ کے علماء نے کفر کے فتوے دیئے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں غلط اور بے سروپا باتیں بٹھا کر ان کو حق بینی سے باز رکھا تاہم خدا کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کی دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور لوگ آئے دن غلط اعتقادات کو محسوس کرتے ہوئے مسیح موعودؑ کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔

قادیانی صحافت کا سانحۂ ارتحال

بیان القرآن کے متعلق قادیانی رؤیاء

"بروز پیر و منگل کی درمیانی شب تقریباً ڈیڑھ بجے شب ایک رؤیا ہوا جس سے میرا ایمان قوی تر ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ میں بہت غمگین ہوں ایک سفید ریش آدمی قد درمیانہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں دکھائی دیا اور فرمانے لگا کہ آؤ غم مت کرو میرے پیچھے آؤ میں انکے پیچھے ہو لیا راستہ کچھ قلیل سا طے کیا تھا کہ دیکھا مولوی محمد علی صاحب راستہ میں کھڑے ہیں اور انکے ہاتھ میں تفسیر بیان القرآن ہے میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں ان سے یہ خرید لوں اس پر وہ بزرگ فرمانے لگے کہ مت لو۔ میں نے انکے ارشاد پر عمل کیا اور جب انکی تفسیر بیان القرآن پر نظر ڈالتا ہوں تو حد سے زیادہ سیاہ تھی جس کے دیکھنے سے میرا دل گھبرا گیا پھر اس بزرگ نے مجھے آواز دی کہ آجاؤ میں گیا تو ایک جگہ وہ بزرگ کھڑا ہو گیا اور ان کیساتھ دو تفاسیر ہیں، ایک سفید انڈے کی طرح اور ایک سیاہ۔ جو سیاہ ہے وہ بیان القرآن ہے اور سفید تفسیر کبیر ہے میں نے اس بزرگ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا وجہ ہے۔ جواب میں بولے آنکھیں بند کر لو اور آسمان پر نظر کرو جب آسمان پر دیکھتا ہوں تو دو تفاسیر ہیں اور انکی شکل اس طرح ہے

تفسیر کبیر رحمان	بیان القرآن شیطان

بزرگ صاحب بولے کہ بس نتیجہ دیکھ لیا یہ تفسیر کبیر ہے اسے ہر وقت پڑھا کرو۔ یہ تفسیر میں نے لے لی۔ اور شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی یہ تھا خواب کا سچا اور ایمانداری کا واقعہ جس نے میرے ایمان کو بہت قوت دی۔"

الراقم۔ عبدالحق احقر بقلم خود از پشاور (الفضل مورخہ فروری ۵۲ء)

دو سوال

نوٹ:۔ ہماری جماعت کے تمام حلقے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مندرجہ ذیل دو سوالوں کو پیش نظر رکھیں ان میں سے ایک جماعت قادیان سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق غیر احمدی احباب سے ہے، یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب ان دونوں کے پاس نہیں

(ا) جماعت قادیان سے سوال

کیا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ آج جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو نہیں مانتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقاید ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جناب میاں صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے ہوتے ہوئے کیا آج ایک غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھنے سے دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو جناب میاں صاحب کو اپنے اس طرز کے بیانات اور اعلانات کو واپس لینا چاہیئے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ طیبہ عملاً منسوخ ہے اور جماعت قادیان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔

(ب) غیر احمدی دوستوں سے سوال

اس دور کا مجدد کہاں ہے؟

موجودہ دور سے پہلے ساری امت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالےٰ تجدید و احیائے دین کیلئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا رہا لیکن موجودہ دور جو اپنے فسق و فجور الحاد اور مادیت اور مسلمانوں کے جمود تساہل اور تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں یا تو ہمارے غیر احمدی احباب حدیث مجدد کی نفی کریں اور اس کے ساتھ ہی گذشتہ مجددین امت کی بعثت کی نفی کریں اور یا اس دور کے مجدد کو پیش کریں جو اس حدیث مجدد کو پورا کرتا ہو اور اگر وہ پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ ہرگز نہیں کر سکتے تو اس برگزیدہ انسان کے دعوےٰ کو تسلیم کریں جس نے عین وقت پر تجدید اور احیائے دین کا کام کیا۔

نوٹ:۔ قارئین پیغام صلح مندرجہ بالا قادیانی رؤیا کو ملاحظہ فرمائیں اور قادیانی صحافت کا ماتم کریں (مدیر)

ہماری تبلیغی ڈاک

(ا) گوا سے برادر محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں، کہ وہاں کے باشندوں کی قریبًا نصف آبادی ہمارے اسلامی مشن کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے لیکن کئی لوگ ہماری تائید کرتے ہیں اور جب ضرورت ہو ہر قسم کی امداد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس لئے وہ درخواست کرتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ان کے لئے جمعہ میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ انکو استقامت بخشے اور تبلیغ اسلام کے کام میں کامیابی بخشے

$\frac{2}{34}$ ۲۵ - عزیز بخش از بریلی

(ب) قادیانیت سے توبہ

جناب محمد امیر صاحب سرحد سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں :-

مکرمی معظمی جناب حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ اشاعت اسلام - لاہور -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

تقریبًا چار سال ہوئے ہیں کہ میں نے حضرت میاں صاحب کی بیعت کی تھی، اگر مجھ کو اس وقت احمدیت کی حقیقت اور اصلیت سے کچھ واقفیت حاصل نہ تھی - صرف برائے نام بیعت میں شامل ہوا تھا۔ مگر جب میرے باپ سید امیر صاحب اور صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب نے حضرت میاں صاحب کی بیعت کی اور تحقیق کے طور پر لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں بحث مباحثے شروع ہو گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کے اصلی مشن کا پتہ لگ گیا تو مجھ کو اپنی بیعت کی لغویت سمجھ میں آگئی لہٰذا میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور میاں صاحب کی بیعت سے بیزاری ظاہر کر کے حضور کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعودؑ کی

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

بیعت کرتا ہوں اور جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہوتا ہوں حضور اور سب اہل جماعت دعا فرماویں کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ استقامت بخشے اور میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ **میری بیعت کو اخبار پیغام صلح میں شائع فرمادیں۔** جلدی۔ مورخہ $\frac{2}{34}$ ۱۸۔

العبد - محمد امیر ؛

(ج) قبول احمدیت

جناب شیخ حمید صاحب سٹیشن ماسٹر گوا سے تحریر فرماتے ہیں :-

شیخ سلیمان صاحب اور تین اور اصحاب نے احمدیت قبول کرلی ہے اور ان کے بیعت فارم آپ کی خدمت میں روانہ کئے جا چکے ہیں۔ اب ہم سات احمدی گوا میں ہیں اور ان کے علاوہ پانچ اور زیر تبلیغ ہیں، جن میں سے تین قریبًا تسلی پا چکے ہیں اور وہ انشاء اللہ جلد سلسلہ میں شامل ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ ہمارا لٹریچر مطالعہ کرتے ہیں اور اس میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ ؛

معاصر الفضل کا سوقیانہ پن

مکرم محترم جناب سید عبدالمجید صاحب کپور تھلہ اپنے ایک نامہ میں مدیر پیغام صلح کو معاصر الفضل کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

۲۴ر فروری کے پیغام صلح میں شذرات کے نیچے "تفسیر کبیر رحمان بیان القرآن شیطان" کا حوالہ جو آپ نے معاصر الفضل کا عذر لنگ کے نیچے اس عنوان سے لیا ہے اور جو الفضل کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کو دیکھ کر آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگیں تو کیا عجب ہے۔ آہ کیا یہ واقعہ ہے کہ الفضل نے تفسیر کبیر رحمان اور بیان القرآن شیطان کے عنوان سے لاہوری جماعت کے خلاف کچھ لکھا ہے، اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ الفضل نے سوقیانہ پن کے اظہار میں کمال کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس قسم کی خلاف تہذیب اور خلاف اسلام نوٹ وہ نکالتا ہے مگر پھر بھی میں یہ کہونگا کہ واذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلاما پر عمل فرمائیے اور واذا مروا باللغو مروا کراما کو ہمیشہ مدنظر رکھئے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ فرقان نام سے ایک رسالہ خاص طور پر لاہوری جماعت کیخلاف نکالا گیا ہے کچھ بھی ہو ہمیں ان جھگڑوں میں پڑنا ہی نہ چاہیئے اور اسی کام پر اپنی ساری سعی صرف کرنا چاہیئے جو کہ ہمارے مشن کیلئے ممد و معاون ہو۔ معاصر الفضل کا عذر لنگ؛

ایران کے مغل خانان!

۶۵۴ھ ۱۲۵۶ء سے ۷۵۰ھ ۱۳۴۹ء تک

قراقرم میں منگو پسر تولی کا دور خاقانی تھا، کہ ملک ایران میں ہلاکو خاں کی اولاد کو بادشاہی نصیب ہوگئی، اور اس طرح ایران میں مغلوں کی سلطنت قائم ہوگئی۔ ایران کے ان مغل بادشاہوں کو تاریخ میں ایلخان کہا جاتا ہے، ایل خان کے معنی صوبہ کے حاکم کے ہیں اور یہ نام اسلئے رکھا گیا ہے کہ خاقان اعظم سے اس میں تمیز ہو سکے۔ ایل خان خاقان کا مطیع سمجھا جاتا تھا، گو یہ اطاعت بہت ہی خفیف ہوتی تھی، منگو خاقان نے جب ہلاکو اپنے بھائی کو ایران کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا، اور وہ ایران میں آیا تو اس ملک کو مطیع و محکوم کرنے میں اسے زیادہ قباحت نہ ہوئی، وجہ یہ تھی کہ سلطان محمد علاؤالدین خوارزم شاہ نے ایران کے بہترین حصوں کو پہلے سے فتح کر رکھا تھا، اس کی وجہ سے ایران کی قوت بہت کچھ سلب ہو چکی تھی، چنگیز خاں نے جب سلطان محمد خوارزم شاہ کو شکست دے دی تو خوارزم میں وہاں کے سرداروں نے اپنی چھوٹی ریاستیں قائم کرلیں، ہلاکو خاں نے پہلے تو ان خود مختار سرداروں کو محکوم و مطیع کیا، اس کے بعد وہ بغداد آیا، بغداد میں خلفائے بنی عباس کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ سریر خلافت پر متمکن تھا، مگر پہلی سی شان و شوکت اب باقی نہ تھی، ہلاکو سے جو سب سے بڑے ظلم کا کام ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے اس خلیفہ کو بہت اذیت کے ساتھ ہلاک کر دیا، غرض بغداد پر قبضہ کر کے جنوب کی طرف فتوحات کا سلسلہ جاری کیا، مگر ملک شام میں جب پہنچا تو مصر کے سلاطین مملوک نے اس کے بڑھنے کو روک دیا، سلاطین مصر ان دنوں قوت و سطوت میں بہت بڑھے ہوئے تھے، انہوں نے ہلاکو کو اپنے سے دور ہی رکھا اس پر بھی ملک ایران کے تمام حصوں اور ایشیائے کوچک پر یا یہ سمجھیے کہ ہندوستان کی سرحد سے لیکر بحر متوسط تک ہلاکو خاں کا قبضہ ہو گیا

اب مشرق میں ہلاکو کی سلطنت چغتائی خاں کی حکومت سے شمال میں جوجی خاں کی مملکت سے اور جنوب میں سلاطین مصر کے مقبوضات سے جا ملی، ان حدود کے اندر تقریبًا ایک صدی تک ہلاکو خاں کی اولاد نے خود مختار بن کر حکومت کی، گو خفیف طور پر وہ خاقان چین کی اطاعت گذار رہی، بجز چند مواقع کے جبکہ جانشینی کے متعلق کوئی نزاع اٹھا، مغلوں نے بڑے امن و امان کے ساتھ حکومت کی اور تعریف کے قابل طریقوں سے علوم و فنون کی ترقی میں انہوں نے وہی نام پیدا کیا، جو ایلخانوں سے قبل کے شاہان ایران نے پیدا کیا تھا،

آخر کار ہلاکو خان سے نویں ایل خان ابو سعید کے دور حکومت میں اس شاہی خاندان کو بھی وہی اسباب زوال پیش آئے، جنہوں نے اس سے پہلے خلفائے بنی عباس اور سلجوقیوں کو تباہ کیا تھا، اور وہی اسباب زوال سلاطین مصر کو بھی پیش آکر انہیں تباہ کر گئے، وہ اسباب زوال کیا تھے، وزیروں، امیروں، سپہ سالاروں کے آپس کے جھگڑے، متعصب لوگوں کا دربار میں زیادہ رسوخ، غرض ان خرابیوں نے حکومت کی جڑیں کھوکھلی کر دیں، ان کے آپس کے رشک و حسد اور عداوتوں نے ایلخانون کے لئے بڑے بڑے خطرے پیدا کر دیئے، یہاں تک کہ تخت ایران ان کے ہاتھ کا کھیل بن گیا، جس کو چاہا تخت پر بٹھایا، اور جس کو چاہا معزول کیا آج جو تخت پر بیٹھا ہے، اسے بیٹھتے ہی معلوم ہوا کہ تخت تو لوٹ کر گرنے کو ہے، دو امیر ایسے تھے جن کے گھرانوں نے ایلخانون کی حکومت کو غارت کر کے چھوڑا، ان میں ایک گھرانا امیر چوپان کا تھا جو غازان خاں اور اس کے بعد کے ایلخانوں کا منہ چڑھا سپہ سالار تھا، دوسرا گھرانا، امیر حسین جلیر کا تھا، یہ امیر حسین جلیر کے لقب سے پکارا جاتا تھا ان دونوں امیروں میں یعنی امیر چوپان اور امیر حسین جلیر کا ایک ایک فرزند تھا، جس کا ایک ہی نام یعنی حسن تھا - دونوں میں تمیز کرنے کے لئے ایک کو حسن کوچک اور دوسرے کو شیخ حسن بزرگ کہتے تھے، ان دونوں کے اختیارات اتنے بڑھے کہ سب کو وہ محسوس ہونے لگے، ایلخان ابو سعید کے انتقال کے بعد ارپا خان جس کا مورث اعلیٰ ہلاکو نہ تھا بلکہ ہلاکو کا بھائی اریق بوقا تھا تخت ایران پر بٹھا دیا گیا، یہ واقعہ امیر شیخ حسن بزرگ کے باعث پیش آیا تھا، اس پر اس کے حریف حسن کوچک نے ابو سعید کی بہن ساتی بیگ یا ستی بیگ کو تخت نشین کیا، ارپا خان ۷۳۶ھ میں تخت پر بیٹھتے ہی اسی سال معزول کر دیا گیا، اور موسیٰ کو تخت نشین کیا گیا، یہ موسیٰ چھٹے ایلخان بایدو خان کی اولاد سے تھا، اب موسیٰ کو حسن بزرگ کے نامزد شخص کیلئے تخت کو خالی کرنا پڑا، اور حسن کوچک نے ستی بیگ کو تخت نشین کیا، ستی بیگ یا ساتی بیگ بہن تھی ابو سعید کی، پہلے یہ امیر چوپان کی بیوی تھی، پھر ارپا خان سے اس نے عقد نکاح کیا، اور آخر کار سلیمان سے اس نے اپنی شادی کرلی، سلیمان نے ساتی بیگ کے کل اختیارات شاہی سلب کر لئے، اس کے بعد کچھ دنوں کے لئے نوشیرواں تخت پر بیٹھا، اس کا زمانہ بدنظمی کا زمانہ تھا، اور اب ہلاکو کی اولاد بھی ختم ہو چکی تھی، اب ایران کے مالک کبھی جلیر، کبھی مظفری، کبھی سربداری ہوئے، حتیٰ کہ امیر تیمور گورگان کا دور آیا اور اس نے ان سب کو یکلخت معدوم کر دیا،

ہلاکو کی اولاد سے ایلخانان ایران کے نام

ہلاکو یا ہولاگو ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء، اباغا خان ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء، احمد تغلی نام تکودار تھا یہ مسلمان ہو گیا تھا ۶۸۰ھ / ۱۲۸۱ء، ارغون مسلمان نہ تھا، مسلمانوں پر ظلم کئے ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء، کائے خنو ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء، بایدو ۶۹۴ھ / ۱۲۹۵ء، غازان محمود ۶۹۴ھ / ۱۲۹۵ء، الجائیتو مسلمان تھا اور اسلامی نام محمد خدا بندہ تھا ۷۰۳ھ / ۱۳۰۴ء، ابو سعید ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء، ارپا ہلاکو کے بھائی اریق بوقا کی اولاد سے تھا، ۷۳۶ھ / ۱۳۳۵ء، موسیٰ ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء، محمد ۷۳۶ھ، ۷۳۸ھ / ۱۳۳۶ء، ۱۳۳۸ء، تغا تیمور ۷۳۹ھ، ۷۵۰ھ / ۱۳۳۸ء، ۱۳۵۰ء، جہان تیمور ۷۳۹ھ - ۷۴۰ھ / ۱۳۳۸ء، ۱۳۴۰ء، ستی بیگ یا ساتی بیگ ۷۳۹ھ - ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء، سلیمان (ستی بیگ سے نکاح کر لیا تھا) ۷۴۴ھ / ۱۳۴۳ء، نوشیرواں ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء ؛

(معارف)

امرتسر میں مسئلہ نبوت پر مناظرہ!

از جناب مولانا دولت محمد صاحب

۱۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو مقبول فلور مل امرتسر میں مقامی قادیانی جماعت اور جماعت احمدیہ امرتسر کا مناظرہ مسئلہ نبوت پر ہوا، اول الذکر فریق کی طرف سے مولوی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور مؤخر الذکر کی طرف سے مولوی احمد یار صاحب مناظر تھے، مناظرہ تین بجے شروع ہو کر شام کے چھ بجے ختم ہوا، قبل مناظرہ مولوی احمد یار صاحب نے فریق مقابل کے مناظر سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کون کونسی کتابیں دربارۂ مسئلہ نبوت قابل حجت ہیں، بہت سی حیل و حجت اور لیت و لعل کے بعد آخر انہوں نے بتایا کہ ۱۸۹۹ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک کا زمانہ ایسا ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا دعوےٰ تبدیل کیا، اسلئے اس سے پہلے کی کتابوں کے حوالجات قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے بعد کی کتابوں میں حضرت نے اپنے آپ کو جزئی نبی قرار نہیں دیا بلکہ کامل نبی قرار دیا ہے، دوران مناظرہ میں قادیانی مناظر نے اپنے ان مخصوص دلائل پر زیادہ تر زور دیا، جن میں حضرت مسیح موعودؑ کو کامل نبی بنانے کے لئے ظلی، بروزی، امتی نبی وغیرہ کی یہ تشریح کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ صرف ذریعہ حصول نبوت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ نے استعمال کئے ہیں ورنہ نفس نبوت کے لحاظ سے آپ ویسے ہی نبی ہیں جیسے پہلے انبیاء تھے، مولانا احمد یار صاحب نے اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے یہ ثابت کیا، ظلی اور بروزی نبوت کے الفاظ محض فنا فی الرسول کے مقام کو ظاہر کرتے ہیں، اصلی اور حقیقی نبوت یہ نہیں، جیسا کہ ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں:-

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنے فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے، اسلئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے، اس کے یہ معنے ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر، مگر نہ کسی اور کو"

مولوی محمد نذیر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ سیرت صدیقی یا فنا فی الرسول کی کھڑکی کو حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت ملنے کی راہ بتایا ہے، اس راہ سے آپ کو نبوت ملی ہے، اتنا غور نہ کیا کہ اگر اس کو ذریعہ حصول قرار دیا جائے تب بھی جو کچھ آپ کو ملا، وہ تو اپنی علیحدہ نبوت نہیں بلکہ نبوت محمدیہ کی چادر ہے جو ظلی طور پر آپ کو پہنائی گئی، بالفاظ دیگر رسول کریم صلعم کی نبوت کا عکس آپ کے سینہ صافی میں نظر آتا ہے، اور یہ وہی فنا فی الرسول کا مقام ہے،

ایسا ہی امتی نبی کے متعلق مولینا احمد یار صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحب نے ازالہ اوہام میں امتیت اور نبوت کو محدثیت قرار دیا ہے، اور اسی مفہوم میں یہ اصطلاح صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے استعمال کی ہے،

دوران مباحثہ میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ بھی زیر بحث لایا گیا اور مولوی محمد نذیر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس میں اپنے آپ کو دوسرے اولیاء، ابدال، اقطاب کے زمرہ سے الگ کر کے بطور نبی پیش کیا ہے، انہیں بتایا گیا کہ یہ صحیح نہیں، آپ نے اسجگہ صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ اور حدیث میں نبی کا نام آجانے کی وجہ سے اپنے آپ کو نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص قرار دیا ہے اولیائے امت کے زمرہ میں رہتے ہوئے آپ ان میں مخصوص ہیں نہ کہ الگ ہو کر، اس کی تشریح کرتے ہوئے مولینا احمد یار صاحب نے صفحہ ۳۹۱ کی اس عبارت کو پیش کیا، جس میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں کہ

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کے روسے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مرف اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"

آپ نے بتایا کہ اس عبارت میں حضرت مسیح موعود نے (۱) دعویٰ نبوت کو سراسر افتراء قرار دیا ہے۔ (۲) صرف امتی اور نبی اپنے آپ کو قرار دیا ہے (۳) مجدد صاحب سرہندی کا جو حوالہ آپ نے پیش کیا ہے، اس کو یہاں اپنے لفظوں میں لکھا ہے اور "نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ صرف کثرت مکالمہ مخاطبہ کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے روایت باطنی کے طور پر استعمال کئے ہیں ورنہ دوسری جگہ ازالہ اوہام اور تحفہ بغداد میں مجدد صاحب کے اصل الفاظ جو آپ نے مکتوبات جلد ثانی صفحہ ۹۹ سے نقل کئے ہیں ان میں مجدد صاحب نے نبی کہلاتا ہے کی بجائے سمی محدثا (محدث کہلاتا ہے) کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ اسجگہ بھی حضرت صاحب کا مفہوم یہی ہے کہ آپ محدث ہیں مگر دوسرے محدثین سے زیادہ کثرت مکالمہ ہونے کی وجہ سے نبی کا لفظ استعمال کیا ہے یعنے صرف خصوصیت اور شدت یا قلت اور کثرت کا فرق ہے ورنہ محدثیت اور آپ کی نبوت ایک ہی چیز ہے، اگر یہ مفہوم نہ لیا جائے، تو آپ پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ نے مجدد صاحب سرہندی کی عبارت میں تحریف کی اور ان کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا،

اس کے جواب میں قادیانی مناظر نے مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۱۰۹ کا حوالہ پیش کیا جس میں مجدد صاحب نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنا غیب خواص رسولوں پر ظاہر کرتا ہے، کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا اس میں کوئی ذکر نہیں،

مولینا احمد یار صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۸ء کا ایک حوالہ پیش کیا جس میں "کلمات طیبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن" کے زیر عنوان یہ عبارت درج ہے:-

"ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی، اب اسی کی خدمت بذریعہ الہامات و مکالمات و مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے ہمارا دعوےٰ ہے، مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھدیا ہے اس کا مطالعہ کر کے تسلی کرلیں"

اب اس میں وہی مجدد صاحب کا حوالہ حضرت صاحب نے دیا ہے اور یہاں "محدث کہلاتا ہے" کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اور حقیقۃ الوحی کا حوالہ دے کر بتا دیا ہے کہ وہاں بھی آپ کا اشارہ اسی حوالہ کی طرف ہے نہ کہ قادیانی مناظر کے پیش کردہ مکتوب کیطرف

قادیانی مناظر نے اس کے جواب میں یہ کہکر پیچھا چھڑانا چاہا کہ یہ تقریر ہے جو قابل قبول نہیں کیونکہ دوسرے شخص کی نوٹ کی ہوئی ہے، حالانکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقریر نوٹ کرنے والے، اخبار میں درج کرنے والے اور تمام جماعت کا جو اس وقت اس اخبار کو ذوق و شوق سے پڑھتی تھی یہی خیال تھا کہ

(۱) حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی میں "نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ "محدث کہلاتا ہے" کی بجائے استعمال کئے ہیں اور کہ

(۲) آپ کا دعوےٰ محدثیت سے بڑھکر نہیں،

لیکن جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے مولانا احمد یار صاحب نے الحکم ہی کا ایک اور حوالہ پیش کیا جس میں حضرت صاحب فرماتے ہیں

"اصل میں ان کی (غیر احمدیوں کی) اور ہماری نزاع لفظی ہے، مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ بھی اقرار کرتے ہیں مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں"۔ (الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳)

اس حوالہ کو پیش ہونے پر قادیانی مناظر نے صحیح تسلیم کیا، اور یوں اپنے اوپر خود ہی اقبالی ڈگری لے لی۔

الغرض یہ مناظرہ نہایت دلچسپ اور کامیاب ثابت ہوا، اور الحمد للہ کہ وہ دوست جن کی خاطر یہ مناظرہ کرایا گیا تھا قادیانی مغالطوں کی الجھن سے نکل کر اپنے صحیح عقائد پر پہلے سے زیادہ پختہ ہوگئے ؛

اسلام کامل اور آخری مذہب ہے

از جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی

نوٹ :- ۱۶ نومبر اتوار کے دن جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے ایک بہائی محفل میں مندرجہ ذیل پر از معارف تقریر کی۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں :-

مدیر

آج ۱۶ نومبر ۱۹۴۱ء اتوار کا دن ہے اور آج بہائی محفل کو نا میں بولنے کا مجھے موقعہ دیا گیا۔

بہائی تقاریر

پہلے تو الواح مبارکہ میں سے ایک بہائی نے ایک لوح پڑھی پھر ایک نوجوان بہائی نے ایک کتاب میں سے مسلمانوں کے ساتھ بہائیوں کے مناظرہ کا حال پڑھکر سنایا جس میں بہائی مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کے مسلمہ دلائل بہاء اللہ صاحب کے حق پر ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔

اس تقریر کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اس ارادہ سے تو آیا نہیں تھا کہ کچھ اس مجلس میں بیان کروں لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔

تقریر :- جناب بہاء اللہ صاحب کو اگر ایک مستقل مظہر خدا قرار دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جیسا کہ بہائی لوگ کرتے ہیں تو یہ بالکل عیسائیوں کا سا معاملہ ہے، حضرت عیسیٰ نے تو کبھی خدا ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا مگر عیسائی صاحبان تمام دنیا میں یہ منادی کرتے رہے کہ مسیح خدا ہے۔ ان کی اس مفتریانہ ندا کا ذکر اور اس کا رد قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور حضرت مسیح کی زبان مبارک سے ہی عیسائیوں کے اس مشرکانہ خیال کا رد قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے کیا ہے۔ تاکہ عیسائیوں پر اتمام حجت ہو۔ مگر افسوس ہے کہ بہائی لوگ بھی عیسائیوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ مگر حضرت بہاء اللہ صاحب کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں کہ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین آخری دین ہے۔ اور قرآن مجید خدا تعالیٰ کی حجت قائمہ الیٰ یوم القیامہ ہے۔ اور پھر اپنی الواح میں جناب بہاء اللہ صاحب اللہ کی جناب میں بڑے تبتل اور ابتہال سے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا قیامت کے دن تو مجھ کو شفاعت خاتم النبیین سے محروم نہ رکھنا بلکہ آپ کے طفیل مجھے وہ سب کچھ عطا کرنا جو تو نے اپنے نیک بندوں کے لئے مقدر کیا ہے۔

اسلئے میں پسند کرتا ہوں کہ بعض ان اقوال کو جن سے بہائی حضرات ایک نیا مذہب بناتے ہیں ان کی اسی طرح تاویل کی جائے جس طرح بعض ایسے صوفیا کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے جو عالم سکر میں ایسے کلمات کہہ جاتے ہیں جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے خلاف شریعت ہوتے ہیں۔

میں جناب باب و بہاء اللہ صاحبان کے دعاوی کو سچا نہیں مانتا لیکن بایں ہمہ چونکہ جناب بہاء اللہ صاحب کلمہ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے قائل ہیں اسلئے ان کو شیعہ مذہب کے صوفیوں میں سے ایک حد سے بڑھا ہوا صوفی مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔

میں نے اپنی تقریر کے دوران میں بہاء اللہ صاحب کی تحریروں میں سے وہ حصے بڑے زور سے پیش کئے جن میں وہ اسلام اور قرآن اور حضرت خاتم النبیین صلعم کے مقام کو اسی طرح مانتا ہے جیسے کہ ایک سچا مسلمان مانتا ہے۔ اور بتایا کہ جناب بہاء اللہ صاحب کا یہ لکھنا کہ :-

قرآن مجید حجت باقیہ ہے الیٰ یوم القیامہ

اس کے یہی معنے ہیں کہ صرف اور صرف قرآن مجید ہی قیامت تک رہے گا۔ اور کوئی شریعت قرآن کے بعد نہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن مجید خاتم الشرائع ہے۔

اگر کوئی بہائی یہ کہے کہ قیامت سے مراد بہائی اصطلاح میں خدا کی طرف سے ایک مامور یا مظہر الٰہی کا مبعوث ہونا ہے نہ کہ وہ روز جو یوم الجزاء یا یوم الآخر ہے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر جناب بہاء اللہ کے یہ الفاظ کہ قرآن مجید یوم القیامہ تک خدا کی حجت باقیہ ہے بے معنی ہیں کیونکہ ان معنوں کی رو سے

جناب بہاء اللہ صاحب کی شہادت

ہر نبی کا زمانہ یوم القیام ہے، اور ہر کتاب شریعت قیامت تک ہے۔ مثلاً تورات کا دور بہائی نقطۂ نگاہ سے اس قیامت تک ہے جو طلعت عیسوی کے وقت ہوئی اور انجیل کی حجت اسی قیامت تک ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے قائم ہوئی۔ تو اس صورت میں قرآن مجید کے متعلق یہ کہنا کہ وہ قیامت تک حجت باقیہ ہے بالکل بے معنی تعریف ہے۔ اس طرح تو یہودی کہے گا کہ تورات بھی قیامت تک حجت باقیہ ہے۔ اور عیسائی انجیل کے متعلق اسی طرح کہدے گا۔ مگر آپ لوگ جانتے ہیں کہ اہل اسلام کی مراد قیامت سے کیا ہے۔

قیامت

آپ لوگوں کو اہل اسلام کی تعریف یوم القیامہ سے اختلاف ہے مگر جناب بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ :-

قیامت وہ دن ہے جس میں تمام لوگ اپنے
اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اللہ تعالےٰ
کے حضور میں کھڑے کئے جائیں گے اور اس دن
ہر شخص سے اس کے اعمال کے متعلق بازپرس ہوگی

یہ مضمون لوح سلطان میں ہے اگر کسی بہائی صاحب کو کچھ عذر ہو تو وہ باب الحیات میں اس لوح کو پڑھکر دیکھ لے اور ہمارے سامنے کتاب لاؤ ہم ابھی یہ مضمون نکال دیتے ہیں۔ لوح سلطان میں جناب بہاء اللہ صاحب اسی قیامت یا یوم الآخر کے قائل ہیں جو اس دنیا کے بعد ہے جس میں تمام نوع انسان کے اعمال کی جزا دیا سزا کا وقت ہے۔

ہاں ہم اس کے منکر نہیں کہ ماموران الٰہی کا زمانہ بھی ایک قسم کی قیامت ہے۔ کیونکہ اسی دور میں مردہ دلوں کو حیات جاودانی کا پانی پلا کر زندہ کیا جاتا ہے اور یہی وہ بات ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں :-

اذا دعاکم لما یحییکم

میں ہے۔ اور حدیث خیر الوریٰ میں بھی آتا ہے کہ :-

انا حاشر یحشر الاموات علی قدمی

یعنی میں حاشر ہوں مردے میرے قدموں پر زندہ ہوتے ہیں مگر اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ قیامت یہی ہے۔ ہاں یہ بھی ایک قیامت ہے جو حقیقی قیامت کے لئے ایک دلیل ہے۔

روزانہ حشر و نشر

ہم ہر رات مرتے اور ہر صبح زندہ ہوتے ہیں، یہ روزانہ حشر و نشر ہے چنانچہ احادیث میں ہے کہ جب انسان صبح کو موت کی بہن نیند سے اٹھے تو کہے

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد جلایا ہے اور اسی کی طرف ہم جانیوالے ہیں۔

اب بہائیوں کی طرح سندی آدمی یہ کہے کہ بس جناب معلوم ہو گیا یہی قیامت ہے جو روز صبح کو ہوتی ہے۔ تو ہم اسے یہی کہیں گے کہ یہاں بھی ایک نمونہ قیامت ہے تم کو روزانہ یہ درس دیا گیا ہے کہ تا تم اس نمونہ سے موت کے بعد اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہونے کو سمجھ لو۔

متناقض کلام

اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شاید کوئی بہائی صاحب میرے پیش کردہ امور کو تو نظر انداز کر دے اور اپنے لٹریچر میں سے کچھ ایسی متشابہ باتیں پیش کر دے جو میری پیش کردہ باتوں کے مخالف ہوں۔ میں نے کہا کہ جو صاحب جواب دینے کی کوشش کریں وہ مہربانی فرما کر میری پیش کردہ باتوں کا جواب اس طرح نہ دیں کہ فلاں مقام پر اس کے خلاف لکھا ہے۔ کیونکہ ایک طرف یہ کہنا کہ شریعت اسلامی تا قیامت رہنے والی ہے اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں دوسری طرف اسکے خلاف یہ کہنا کہ ایک شریعت جدید آگئی ہے اور فلاں صاحب پیغمبر ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ متکلم اپنی متناقض کلام سے اپنے کذب پر خود مہر لگا رہا ہے۔ ہاں اگر جناب بہاء اللہ صاحب نے یہ لکھدیا ہو کہ میرا آنحضرت صلعم کو آخری نبی لکھنا اور شریعت فرقانیہ کو تا قیامت باقی ماننا میری غلطی تھی تو بلاشبہ ایک بہائی کو حق ہے کہ وہ کہدے کہ احمدی کے پیش کردہ دلائل اسلئے ناقابل التفات نہیں کہ جن بیانات پر وہ مبنی ہیں وہ منسوخ شدہ اور غلط ہیں۔ مگر پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا نص صریح ہے اور قیامت کا ہونا بھی مسلمہ امر ہے، اسلئے ان دونوں باتوں کو غلط اور منسوخ قرار دینا بتلانا کرنیوالے کی اپنی ہی نادانی کا ثبوت ہوگا۔

وصایا کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ضروری ارشاد

"ایک بات جو میں اپنے بزرگ اور دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کے کم ازکم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے، اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے "

رپورٹ جلسۂ خواتین

از محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ سکرٹری

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ ۲۷ فروری بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد مسجد کی گیلری میں ہوا۔ اہلیہ صاحبہ مولوی آفتاب الدین صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی، زبیدہ بنت خواجہ جلال الدین صاحب اور مسعودہ دختر ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے رسول کریم کی حمد میں خوش الحانی سے نعت پڑھی۔ فہمیدہ بیگم ہمشیرہ جناب پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے تقریر کی اور بتایا کہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت کی غرض مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانا اور ان میں زندہ ایمان پیدا کرنا تھا۔ اور انہوں نے لوگوں کے سامنے ایسا اعلیٰ اور بلند ترین نمونہ پیش کیا کہ جو لوگوں کے ترقی ایمان کا باعث ہوا۔ مقررہ نے کہا کہ ہمیں مجدد اعظم کی زندگی کے حالات کو پڑھنا اور قرآن شریف و دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے تا ہم میں وہ زندہ ایمان پیدا ہو کہ ہم صحیح معنوں میں احمدی کہلا سکیں۔

دوسری تقریر زکیہ بیگم صاحبہ دختر جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے کی۔ مقررہ نے بتایا کہ رسول کریم خاتم الانبیاء ہو کر آئے اور تمام قوموں کی طرف مبعوث ہوئے اب کوئی اور نبی تو نہیں آئیگا البتہ حضرت نبی کریم کی امت سے افراد ان کے فیضان نبوت سے فیض یاب ہو کر محدث اور مجدد آتے رہیں گے۔ بتایا کہ اس دور کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب جب مبعوث ہوئے تو اس وقت سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا تھا کہ وہ بھولے بھالے مسلمانوں کو کفارہ کا مسئلہ بتاکر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ موجود ہونے کو منوا کر مذہب اسلام سے منحرف کر رہے تھے چنانچہ اس صدی کے مجدد نے کفارہ اور تثلیث کے عقائد باطلہ کو توڑا اور قرآن مجید سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے اور بتایا کہ ان کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔

اس کے بعد زبیدہ بیگم بنت مولوی دوست محمد صاحب نے تقریر کی اور بتایا کہ اس صدی کے مجدد مسیح اور مہدی ہو کر آئے اور تمام مذاہب باطلہ کا ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ اب صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو تمام مذاہب پر غالب آسکتا ہے۔ مقررہ نے بتایا کہ جہاں حضرت مرزا صاحب نے صلیب کو توڑا اور عیسائیوں کا بڑا زبردست مقابلہ کیا وہاں انہوں نے مسلمانوں کے بعض غلط خیالات کی بھی اصلاح کی چنانچہ انہوں نے الہام اور دعا کی فلاسفی بیان فرمائی اور جناب سر سید مرحوم کے اس غلط خیال کی تردید کی کہ "الہام اندر ہی کی ایک آواز ہے" آپ نے اپنے صوفیانہ تجربہ کی بناء پر ثابت کیا کہ الہام خارج سے خدا کی طرف سے آتا ہے۔ جہاد بالسیف کی بجائے جہاد بالقرآن اور دلائل سے جہاد کرنے کی تلقین فرمائی، کہ فی زمانہ اسی کی ضرورت تھی۔ مقررہ نے بتایا کہ انہوں نے مسلمانوں کی سب سے بڑی مرض تکفیر بازی کو روکنے میں بہت ہی کوشش کی۔

سب سے آخر پر راقمہ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ ہم نوجوان مستورات میں خدمت دین کا وہ جذبہ نہیں جو ہونا چاہیئے اور میرے ناچیز خیال میں یہ کمی علم کی وجہ سے ہے چونکہ ہمیں خود تو اس صدی کے مجدد اور مامور خدا کی صحبت نصیب نہیں ہوئی اسلئے اس امر کی تلافی کے لئے ہمیں بکثرت کتب سلسلہ اور قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے تا ہم میں زندہ ایمان پیدا ہو۔ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے عرصہ ایک سال سے یہ تجویز فرمایا تھا کہ لڑکیاں "مجدد اعظم" حصہ اول کا مطالعہ کر کے امتحان دیں تو میں نے اس پر زور دیا کہ امتحان ضرور دینا چاہیئے۔ تا ہمارا علم بڑھے اور علم کے ساتھ ہی ہم عمل میں بھی ترقی کر سکیں کہ مامورین خدا کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے سے انسان میں زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور زندہ ایمان سے قوت عمل پیدا ہوتی ہے اور علم و عمل ہی ہماری جماعت کے دو مخصوص نشان ہیں۔

ضرورت ہے

مرکزی دفتر میں ایک کارکن کی ضرورت ہے۔ تعلیم کم از کم انٹرنس تک ہو۔ صرف وہی اشخاص درخواست بھیجیں جو خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر سکتے ہوں۔ اور جذبۂ تبلیغ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تمام درخواستیں مقامی سکرٹری یا صدر کی وساطت اور سفارش سے آنی چاہئیں تنخواہ -/۲۵ ماہانہ مستقل ہونے پر ۶۰/۳/۴۰ کا گریڈ دیا جائیگا۔

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری

ارشادات نبویؐ

رنجش کی حالت میں بہتر وہ ہے جو صلح میں سبقت اور سلام علیک کرے۔

ہر نیک بد کے ساتھ نیکی کر اگر وہ نیکی کرنے کے قابل نہیں تو تو تو اس لائق ہے۔

بدوں سے نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے اور نیکوں سے بدی کرنا بدوں کا کام۔

جو کام سب سے زیادہ سبب مغفرت ہوگا وہ کشادہ روئی اور شیریں بیانی ہے۔

جو چیز تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا کسی مسلمان کیلئے بھی پسند نہ کر۔

کوئی مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ پائے۔

تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترک کلام نہ کرو۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی تعظیم کرو۔

حتی المقدور ہر ایک کے ساتھ نیکی کر خواہ نیک ہو یا بد۔

تہمت کی جگہ سے دور رہ کہ کسی کو اپنی نسبت بدگمانی میں ڈالے۔

اگر تو صاحب منزلت ہے تو کسی کیلئے سعی کرنے میں دریغ نہ کر۔

غریبوں کیساتھ دوستی رکھ اور امیروں کی مجلس سے حذر۔

ایسا اشارہ بھی حرام ہے جس سے کسی کو رنج ہو چہ جائیکہ کلام۔

ایسا کوئی کام حلال نہیں جس سے کوئی گھبرائے یا ڈر جائے۔

کوئی صدقہ زبانی صدقہ سے بہتر نہیں۔ زبانی صدقہ یہ ہے کہ تو کسی کی سفارش کر دے یا اذیت مٹا دے یا جان بچا دے۔

جو رزق سے محروم ہوا وہ نیکی سے بالکل محروم رہا۔

زیارت قبور کیلئے جاؤ تو عبرت حاصل کرو اور مغفرت میت کی دعا کرو۔

کیا تم سنتے نہیں کہ سادگی ایمان کی علامت ہے۔

بااخلاق، اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ بھاتا ہے۔

اقوال حضرت ابوبکرؓ

سو درہم میں سے اڑھائی درہم بخیلوں اور دنیا داروں کی زکوٰۃ ہے اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کر دینا ہے۔

صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے بادب پیش کر۔ کیونکہ خوش دلی سے صدقہ دینا قبولیت کی نشانی ہے۔

نہیں حاصل ہوتی دولت ساتھ آرزو کے، نہیں حاصل ہوتی جوانی ساتھ خضاب کے نہیں حاصل ہوتی صحت ساتھ دواؤں کے۔

عبادت ایک پیشہ ہے، دکان اس کی خلوت ہے، راس المال اس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔

عدل و انصاف ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر تر ہے۔

گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، لیکن گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

مصیبت میں صبر کرنا سخت ہے مگر صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا سخت تر ہے۔

زمانہ کی گردش اگرچہ عجیب امر ہے لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے۔

جو امر پیش آتا ہے وہ نزدیک ہے، لیکن موت اس سے بھی نزدیک تر ہے۔

شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔

توبہ بوڑھے سے خوب ہے لیکن جوان سے خوب تر ہے۔

بخشش کرنا امیر سے خوب ہے لیکن محتاج سے خوب تر ہے۔

گناہ جوان کا بھی اگرچہ بد ہے لیکن بوڑھے کا بدتر ہے۔

مشغول ہونا ساتھ دنیا کے جاہل کا بد ہے لیکن عالم کا بدتر ہے۔

اللہ کی عبادت میں سستی عام لوگوں سے بد ہے لیکن عالموں اور طالب علموں سے بدتر ہے۔

اقوال حضرت مجددؒ (الف ثانی)

جمعیت خاطر سے حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے حوالہ کر، اس دشمن کا دفعیہ سخت مشکل ہے جو اطاعت کی راہ سے آوے۔

دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں کہ دنیا کی عارضی مسرت کو دیکھتے ہیں اور دائمی مضرت ان سے پوشیدہ ہے۔

گوشہ نشینی بیفائدہ اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے۔

دنیا کی مصیبتیں بظاہر زخم ہیں مگر درحقیقت ترقیوں کا موجب ہیں۔

حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

خدا کے دشمنوں سے الفت کرنا خدا کے ساتھ دشمنی ہے۔

دسترخوان دنیا کی خوشگوار نعمت الم و مصیبت ہے۔

عجب یہ ہے کہ اپنے اعمال صالحہ اپنی نظر میں پسندیدہ دکھائی دیں۔

دل آنکھ کے تابع ہے، آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کے بگڑ جانیکے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔

عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بدکاری ہے۔

علمائے بے عمل پارس پتھر کی مثل ہیں، جو اوروں کو سونا بناتا ہے مگر خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کی ہو یا کافر کی۔

ناقص پیر آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے۔

نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہتا ہے۔

(بخوالہ ایمان)

میڈم چیانگ کائی شیک!

مئی سنہ ۱۹۳۹ء میں مغربی چین کے شہروں پر جاپانیوں نے ہوائی حملوں اور بم باریوں کا سلسلہ باندھ رکھا تھا۔ ایک دن ایک شہر کے باہر جہاں چار سڑکیں مختلف سمتوں سے آکر ملتی ہیں۔ ایک چینی عورت سرخ جھنڈی ہاتھ میں لئے کھڑی تھی۔ اس کے اردگرد سہمے ہوئے بچے حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ دور سے چند لاریاں آتی دکھائی دیں۔ جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ اس عورت نے سرخ جھنڈی ہلائی۔ لاریاں کھڑی ہوگئیں ان کے ڈرائیوروں سے کہا گیا۔ ان بچوں کو محفوظ علاقوں میں پہنچانا ہے۔ لاری ڈرائیوروں نے تامل کیا۔ ان میں سے ایک نے اس عورت کو پہچان لیا۔ اس نے کہا "میڈم چیانگ کائی شیک"!

تمام ڈرائیور فوراً نیچے اتر پڑے اور ادب سے سر جھکا دیا۔ میڈم نے اپنا حکم دہرایا۔ بچے لاریوں پر سوار کر کے محفوظ علاقوں میں پہنچا دیئے گئے۔

یہ ان چالیس یتیم خانوں میں سے ایک کے بچے تھے۔ جو مغربی چین میں میڈم چیانگ کائی شیک کی براہ راست نگرانی میں چل رہے ہیں۔

اس شہر پر جب بم باری ہوئی۔ اور موصوفہ کو جب پیغام بھیجا گیا۔ کہ شہر سے باہر جانیوالے لوگ ان یتیم بچوں کو اپنے ساتھ محفوظ علاقوں میں لے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور سواری کا کوئی انتظام نہیں۔ تو وہ خود اس شہر میں آئیں۔ بچوں کو لیکر ایک چوک میں کھڑی ہوگئیں۔ اور لاریوں کو کھڑا کر کے ان بچوں کو محفوظ مقامات کو بھیجدیا۔ ڈرائیوران کے حکم کی سرتابی نہ کرسکے۔

حقیقت میں چین میں کوئی ایک مرد یا عورت بھی ایسی نہیں جو مارشل چیانگ کائی شیک یا میڈم چیانگ کائی شیک کے حکم کی تعمیل کرنا فخر نہ سمجھتا ہو۔

چین کی بہادر عورتیں

۷ سو میل لمبی برما روڈ جو اپنی تعمیر کی داستان کے اعتبار سے عجائبات عالم میں شمار کی جاتی ہے۔ چینیوں میں مارشل اور میڈم کی ہردلعزیزی کی ایک زندہ مثال ہے۔ یہ سنتے ہی کہ مارشل کو برما سے چنگ کنگ تک ایک سڑک کی ضرورت ہے ہزاروں چینی مرد اور عورتیں اپنے روزمرہ کے کام کاج چھوڑ کر اس کام پر لگ گئے۔ مرد چٹانوں کو توڑتے تھے، عورتیں اور بچے ان کی روڑی بناتے تھے۔ اور عورتیں اس روڑی کو سڑک پر کوٹتی تھیں، سینکڑوں ان دشوار گذار پہاڑیوں سے گر کر ہلاک ہوگئے۔ مگر ان کی جگہ اور آگئے چین کی جنگ آزادی کے متعلق، جب تاریخ لکھی جائے گی، تو مؤرخ بجا طور پر اس میں چین کی عورتوں کو نمایاں جگہ دے گا۔

کسان عورتوں سے لیکر تعلیمیافتہ لڑکیوں اور اعلےٰ خاندانوں کی خواتین تک میڈم چیانگ کے زیر اثر میدان جنگ میں ادنےٰ اور معمولی درجے کے سپاہیوں کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں جب شنگھائی پر بم برسائے گئے۔ تو شہر میں ممالک غیر کے آباد باشندے یہ دیکھکر حیران رہ گئے۔ کہ سینکڑوں گرل گائیڈز اور بوائے سکاؤٹ زخمیوں کی مرہم پٹی اور انہیں ہسپتالوں میں لے جانے اور دیگر شہریوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کی خدمات انجام دے رہے تھے۔

مارشل چیانگ کائی شیک کی سیاحت ہند کا مقصد

چنگ کنگ ۲ مارچ۔ چین کے اخبار سنٹرل ڈیلی نیوز کے بیان کے مطابق چیانگ کائی شیک کی سیاحت ہند کا مقصد ہندوستان کے باشندوں کو ایشیا کے بارے میں جاپان کی سکیموں اور عزائم سے آگاہ کرنا تھا۔ اور اس میں انہیں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

سنٹرل ڈیلی نیوز نے اس سلسلے میں آگے چل کر لکھا ہے۔ کہ بحرالکاہل کی جنگ کے تازہ واقعات نے جاپانی خطرہ ہندوستان کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ موسم بہار میں محوریوں کے اقدامات کا رُخ ہندوستان کی طرف ہو۔ جہاں جرمن اور جاپانی فوجیں ملنے کی کوشش کریں گی۔ ہندوستان پر جاپان کا حملہ لازمی ہے۔ خواہ اس موسم بہار میں ہو۔ یا اسکے بعد۔

مکتوب فجی!

جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب گرامی

مکرمی جناب سکرٹری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ افسوس ہے کہ عدیم الفرصتی کیوجہ سے آپکی خدمت میں کوئی خط تحریر نہیں کرسکا۔ امید ہے معاف فرماویں گے۔ اس خط میں میں آپکو ایک دو خوشخبریاں سنانا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ اس سال کا نتیجہ امتحانات سکول لیونگ سو فیصدی تھا۔ اور اس کے علاوہ ہمارا ایک طالب علم فجی بھر میں فسٹ نکلا۔ اس طالب علم کا نام محمد اسحاق ہے۔ اور اب وہ سیکنڈری میں ہے۔

دوسری خوشخبری سکول کی نئی عمارت کے تیار ہوجانیکی ہے۔ سکول کی پرانی بلڈنگ میں بڑی مشکل سے گذارا ہوتا تھا اور سکول کے نظم ونسق کے علاوہ تعلیم پر اسکا بڑا اثر پڑتا تھا۔ چالیس فیٹ لمبا اور ۱۹ فیٹ چوڑا ایک ہال تھا۔ جس میں آٹھ جماعتیں تعلیم حاصل کرتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اسکی بجائے ایک خوبصورت اور ہوادار عمارت تیار ہوگئی ہے۔ جس پر پندرہ ہزار روپیہ خرچ آیا ہے یہ عمارت ۷۰ فیٹ لمبی اور ۲۰ فیٹ چوڑی ہے اسکے تین کمرے ہیں سامنے ۸ فیٹ چوڑا برآمدہ ہے۔ اور برآمدے کے دونوں کونوں پر ۱۲ فیٹ لمبے اور ۱۰ فیٹ چوڑے دو کمرے ہیں۔ ایک لائبریری کیلئے، اور دوسرا دفتر کیلئے۔ اس عمارت میں سات دروازے اور ۳۲ شیشے کی کھڑکیاں ہیں۔ سکول کا فوٹو ارسال خدمت ہے۔ جو سکول کے افتتاح کے موقع پر لیا گیا۔ آدھا خرچ گورنمنٹ نے ادا کیا۔ اور آدھا خرچ پبلک کے چندے سے پورا کیا گیا۔

سکول کی بنیاد یوم النبی کے دن رکھی گئی۔ اور یوم النبی سکول کی پرانی عمارت میں منایا گیا۔ سکول کے طلباء کے علاوہ کافی لوگ حاضر تھے۔ رات کو آنحضرت صلعم کی زندگی پر میں نے ایک تقریر براڈکاسٹ کی۔ اور مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ اور جن لوگوں نے سکول کی نئی بلڈنگ کے لئے امداد کی تھی، اُن کا شکریہ ادا کیا گیا۔ تقریر بہت پسند کی گئی۔ اس تقریر میں میں نے ثابت کیا کہ اسلام ہی موجودہ امراض کا علاج ہے۔ ہٹلر مسولینی وغیرہ اسلام کے اصولوں کے خلاف کام کر رہے ہیں اور اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے۔

سکول کی عمارت کو تقریباً چار ماہ بننے میں لگ گئے۔ انجمن ہدایت الاسلام نے یہ کام ایک ٹھیکیدار کے سپرد کردیا تھا جس نے کام نہایت ہی تسلی بخش کیا۔ سکول کا اور بنانے کے قاعدے وغیرہ ہمارے مکرم دوست جناب بابو عبدالرحمٰن ساہوخاں صاحب نے ایک ماہ کی مسلسل محنت شاقہ سے اپنے فارغ وقت میں تیار کئے۔ اور اس طرح سکول کی پچاس ساٹھ پونڈ سے امداد کی۔ خداوند تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ سکول کا افتتاح بروز اتوار مطابق ۱۰ اگست سنہ ۱۹۴۱ء بوقت ۲½ بجے گورنر صاحب بہادر نے اپنے دست مبارک سے کیا۔ اس موقعہ پر سکول کے کمپونڈ کو خاص طور پر آراستہ کیا گیا تھا جلسہ کیلئے سکول گراونڈ میں ایک پنڈال تیار کیا گیا تھا جسمیں پانچ چھ آدمیوں کے بیٹھنے کا بندوبست تھا۔ پنڈال میں معزز مہمانوں کیلئے کرسیوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ گورنر صاحب بہادر ٹھیک وقت پر تشریف لائے انکے علاوہ آنریبل وسکرٹری فار انڈیا افیسرز۔ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن۔ دوکائی بیتی راجے۔ حاکم ضلع۔ جناب مولوی محمد طاہر خان صاحب آف لٹوکا۔ آنریبل کے بی سنگھ ممبر کونسل موجود تھے۔ سکول کے لڑکے صفیں باندھے اپنی سکول کی یونیفارم میں کھڑے تھے۔ گورنر صاحب کے استقبال کیلئے جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب ساہوخاں پریذیڈنٹ استقبالیہ کمیٹی۔ مولوی عبدالکریم صاحب بانئے سکول۔ مولوی حیدر بخش صاحب پریذیڈنٹ انجمن ہدایت الاسلام، مسٹر غلام نبی صاحب مینجر سکول اور خاکسار سکول کے گیٹ پر حاضر تھے۔

جناب گورنر صاحب بہادر کو سب سے پہلے مولوی عبدالکریم صاحب نے پھولوں کا ہار پہنایا۔ اس کے بعد جناب مسٹر عبدالرحمٰن ساہوخان صاحب نے اپنی پُرلطف اور فصیح زبان میں انجمن ہدایت الاسلام لتصوری کی تعلیمی سرگرمیوں۔ سکول کی تاریخ وغیرہ پر انگریزی میں روشنی ڈالی۔ اور جناب گورنر صاحب بہادر کی خدمت میں سوسائٹی کی طرف سے سنہری چابی سکول کے افتتاح کے لئے پیش کی۔ اس کے بعد جناب گورنر صاحب نے سوسائٹی کی تعلیمی خدمات کی تعریف فرمائی اور اعلان فرمایا کہ اب آپ سکول کی نئی عمارت کھولنے کے لئے آگے بڑھیں گے گورنر صاحب بہادر نے سکول کو کھولا، اور پھر سکول کے معائنہ کے بعد جونہی گورنر صاحب بہادر واپس لوٹنے لگے۔ فوراً فوٹو لیا گیا۔ فوٹو کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور کیک سے کی گئی۔ گورنر صاحب مع اپنی پارٹی ۴½ بجے واپس تشریف لے گئے۔

تقریباً ۵ بجے پھر ایک جلسہ سکول کی عمارت میں زیر صدارت مسٹر عبدالرحمٰن ساہوخان صاحب ہوا۔ خاکسار نے رپورٹ سنائی اور تمام چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کیا۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب، جناب مولوی محمد طاہر خان صاحب، لٹوکا آنریبل مسٹر کے۔ بی۔ سنگھ۔ میرزا سلیم بخش صاحب کی تقریریں ہوئیں جنہوں نے انجمن کے اس کارنمایاں پر خراج تحسین ادا کیا۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہونے سے اختتام جلسہ تک چھ سو روپیہ کے قریب چندہ وصول ہوا۔ اختتام جلسہ پر خاکسار نے انجمن کی طرف سے صدر جلسہ کا شکریہ ادا کیا، اور اُن کی خدمات کے صلے میں اُن کو پھولوں کا ہار پہنایا۔ مسٹر عبدالعزیز شمیم نے اپنی تیار کی ہوئی نظم پڑھی جو بہت دلچسپی سے سنی گئی۔

دفتر عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

یکم مارچ۔ رنگون پر جس بمباری کی بڑی مدت سے توقع کی جا رہی تھی وہ شروع ہو گئی

نئی دہلی۔ یکم مارچ۔ برما سے ہندوستانیوں کو نکالنے کے لئے برما سے خشکی کے دو راستے کھول دیئے گئے ایک راستہ پروم سے اکیاب تک اور دوسرا رنگون سے دیمال پور کو۔

لنڈن۔ ۲ مارچ۔ خطرناک حالات کے پیش نظر ڈچ گورنمنٹ بٹاویہ سے بنڈونگ منتقل ہو گئی۔ جاپانیوں نے نئے دارالخلافہ پر وحشتناک بمباری کی ۱۰۳ انسان ہلاک ہوئے متعدد عمارتیں مسمار ہو گئیں۔

چنگ کنگ ۲ مارچ۔ چین کے اخبارات نے ایک دفعہ پھر سوویٹ روس کو انتباہ کیا ہے کہ جاپانی فوجیں موسم بہار میں سائبیریا پر حملہ کرنیوالی ہیں۔ اخبار آئی۔جی پاؤ نے لکھا ہے کہ موسم بہار میں جارحانہ اقدامات کے بارے میں محوریوں نے جو سکیم بنائی ہے اس میں مشرق کی جانب سے سائبیریا پر حملہ بھی شامل ہے۔ روس کو اپنے عقبی دروازے کے بچاؤ کے لئے پہل کرنی چاہیئے۔

طہران۔ ۲ مارچ زاہدان سے اصفہان تک سڑک کی تعمیر اور مرمت کا کام بڑی سرگرمی سے جاری ہے، یہ سڑک بلوچستان کی سرحد زاہدان سے مشہد تک اور وہاں سے کرمان اور بام کی راہ سے سیدھی اصفہان کو جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سارا کام چار مہینے کے اندر اندر ختم کرنیکا فیصلہ کیا گیا ہے۔

نیویارک۔ ۳ مارچ۔ آخری مصدقہ تفصیل کے مطابق بحرالکاہل کی جنگ میں جاپان کے ۱۰۹ جنگی اور تجارتی جہاز غرق اور ۸۶ جنگی اور تجارتی جہاز بیکار کئے جا چکے ہیں۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اب تک جاپانی اپنے جو جہاز مقابلے پر لائے ہیں۔ وہ پرانی وضع کے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے نئے جہازوں کو ابھی تک ریزرو میں رکھا ہوا ہے۔

مانڈلے۔ ۳ مارچ برما میں سیتانگ کے محاذ پر جاپانیوں کی پیش قدمی تیز تر ہو گئی بمباری شدید ہو گئی اور کئی کئی میل سے پانچ پانچ ہزار فٹ اونچے شعلے بلند ہوتے رہے۔

۴ مارچ۔ جاوا میں تمام ضروری اشیاء تباہ کر دی گئیں تاکہ دشمن کے ہاتھ میں نہ پڑ جائیں جاپانیوں کو بھاری جانی نقصان پہنچایا گیا

لنڈن۔ ۴ مارچ۔ ایک کمیونک میں اعلان کیا گیا کہ تین مارچ کو روسی فوجیں دشمن کے ساتھ سخت لڑائی کرتی رہیں، جرمنی فوجوں نے مزاحمت کرنے کے لئے جو مورچے بنائے تھے ان کو گھیر کر تباہ کر دیا گیا محاذ کے کئی حصوں میں روسی فوجیں آگے بڑھ گئیں ۳ مارچ کو دشمن کے آٹھ ہوائی جہاز نیچے گرا لئے گئے اور ۲۵ جہازوں کو اڈوں میں تباہ کیا گیا اور گیارہ روسی جہازوں کا نقصان ہوا۔

لنڈن۔ ۴ مارچ۔ آزاد پولینڈ کی فوجوں کے کمانڈر انچیف سکواسکی نے اخبارات کے نمایندوں کو ایک انٹرویو کے دوران میں یہ رائے پیش کی کہ جرمن فوجیں یوکرین کر لیا اور جنوب مشرقی بلقان کی راہ سے کاکیشیا اور عراق پر اپنا نیا حملہ کریں گی جرمنوں کو تیل کی ضرورت ہے۔ اسلئے وہ ان دونوں جگہوں پر حملہ آور ہوگا۔

۵ مارچ۔ جاوا میں خوفناک جنگ ہو رہی ہے دارالخلافہ کو گھیرنے کے لئے دو طرفہ حملہ ہوا ڈچ فوجیں دلیری سے مقابلہ کر رہی ہیں۔

بٹیویا۔ ۵ مارچ۔ صورت حالات تشویشناک ہے سخت مزاحمت کے باوجود دشمن آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گیا ہے ان صورت حالات میں "جلانے پھونکنے" کی پالیسی پر پورا پورا عمل کیا گیا ہے۔

لنڈن۔ ۵ مارچ۔ مسٹر چرچل پارلیمنٹ کے آیندہ اجلاس میں ہندوستان کے متعلق گورنمنٹ کی نئی تجاویز کا اعلان کریں گے جنگی وزارت نے اس کی اجازت دیدی ہے۔ پارلیمنٹ کے ممبران کا پرزور مطالبہ ہے کہ ہندوستان کو نمایندہ حکومت دے دی جائے مگر درجہ نوآبادیات نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ جنگ کے بعد مکمل درجہ نوآبادیات کے وعدوں کی زیادہ وضاحت سے تشریح کی جائے گی۔

لنڈن۔ ۶ مارچ۔ آسٹریلین کمانڈر انچیف جنرل بینٹ نے ایک اعلان میں کہا ہے کہ جاپانیوں کی فوجیں آسٹریلیا پر بھی بھاری حملہ کرنے والی ہیں۔ یہ حملہ مہینوں میں نہیں بلکہ ہفتوں میں ہونے والا ہے۔ لیکن آسٹریلیا میں اتنی طاقت ہے کہ جاپانیوں کے دانت کھٹے کر سکے۔

ٹوکیو۔ ۶ مارچ۔ جاوا سے ایک سرکاری جاپانی نیوز ایجنسی نے تار ارسال کیا ہے کہ جاپانی فوجیں جاوا کے دارالخلافہ بٹاویہ میں داخل ہو گئیں ہیں، ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی گئی فوجوں کے داخلہ کے بعد شہر میں امن وامان ہے۔

بنڈونگ۔ ۶ مارچ۔ ڈچ ہیڈکوارٹر سے ایک اعلان مظہر ہے کہ مغربی جاوا میں دشمن کا زبردست مقابلہ کرنے کے لئے ہماری فوجوں نے بٹاویہ کو خالی کر دیا ہے۔

۷ مارچ۔ تمام ہندوستان میں چین ڈے منایا گیا۔

میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں (مسیح موعودؑ)

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا:۔

"اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ آرگن نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی اخبار پیغام صلح ہر ایک دست منگا اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں، جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے، اسکا صرف ایک ہی طریق ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

ہر منگلوار کو شائع ہوتا ہے!

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۹ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اہل کتاب کا کھانا } سوال۔ اہل کتاب کے کھانا کھانے پر بابو محمد فضل صاحب کے سوال پر جواب دیا۔ کہ تمدن کے طور پر ہندوؤں کی چیز بھی کھا لیتے ہیں اسی طرح عیسائیوں کا کھانا بھی درست ہے۔ مگر باینہمہ یہ خیال ضروری ہے کہ برتن پاک ہو۔ کوئی ناپاک چیز نہ ہو۔

ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا } اسکے بعد ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا درست ہے؟ فرمایا شریعت نے اسکو مباح رکھا ہے۔ ایسی پابندیوں پر شریعت نے زور نہیں دیا۔ بلکہ شریعت نے تو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا پر زور دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرمینیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے۔ اور بغیر اسکے گذارا بھی تو نہیں ہوتا ہے۔ (الحکم ۱۰ر جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۲)

چھری کانٹے سے کھانا } چھری کانٹے سے کھانے کے متعلق فرمایا۔ کہ اسلام نے منع تو نہیں فرمایا ہاں تکلف سے ایک بات یا ایک فعل پر زور دینے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اس قوم میں مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کانٹے سے گوشت کاٹ کر کھایا۔ اور یہ فعل اسلئے کیا۔ کہ امت کو تکلیف نہ ہو جائز صورتوں پر کھانا جائز ہے مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو ناجائز سمجھنا منع ہے۔ کیونکہ آہستہ آہستہ انسان یہاں تک تتبع کرتا ہے۔ کہ انکی طرح طہارت بھی چھوڑ دیتا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سے یہی مراد ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ کرے۔ ورنہ بعض وقت جائز صورت کے لحاظ کر لینا منع نہیں ہے۔ میں تو بعض وقت میز پر کھانا رکھ لیتا ہوں۔ جب کام کی کثرت ہوتی ہے۔ اور میں لکھتا ہوں۔ ایسا ہی کبھی چٹائی پر کبھی چارپائی پر بھی کھاتا ہوں۔ تشبہ کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لیا جائے۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی پر غیر اقوام نے بھی رشک کھایا ہے۔ اور انگریزوں نے بھی تعریف کی ہے۔ اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر اختیار کئے تھے۔ مگر اب رسم پرستی کے طور پر مجبور ہیں۔ کہ ترک نہیں کر سکتے۔ (البدر ۶ر فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۱)

اخبار احمدیہ!

حضرت امیر قوم کی حیدرآباد سے واپسی } حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حیدرآباد دکن سے نہایت کامیابی اور خیریت کے ساتھ لاہور واپس تشریف لے آئے ہیں سفر کی کوفت کی وجہ سے حضرت ممدوح کی طبیعت کچھ علیل ہے مورخہ ۱۳ر مارچ کو خطبہ جمعہ آپ نے ہی ارشاد فرمایا جس میں آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ اپنے اس تبلیغی سفر کے تاثرات بیان فرمائے۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید انتر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے بھی خیر و عافیت کے ساتھ حیدرآباد سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب } قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کچھ عرصہ سے معدہ کی تکلیف سے بیمار چلے آتے تھے یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی مسرت کیساتھ سنی جائیگی کہ اب انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آرام ہے امید ہے اب حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف اس صحت کی خوشی میں پیغام صلح کے لئے اپنے بلند پایہ مضامین ارسال فرمائیں گے۔

درخواست دعا } مولوی محمد حسین صاحب قریشی ساکن قلعہ دار ضلع گجرات جو پرانے بزرگ ہیں عرصہ تین چار ماہ سے گلے کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں۔ احباب انکی صحت کیلئے دعا فرماویں۔

شکریہ } خاکسار مدیر پیغام صلح کے گھر سے گذشتہ دنوں سخت بیمار ہو گئے تھے۔ اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے آرام ہے، جن بزرگوں اور دوستوں نے نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ خطوط لکھے اور حضور قلب سے دعا فرمائی ان کا تہ دل سے شکر گذار ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔ (مدیر)

سکرٹریان جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ارشاد کو سب احباب سلسلہ کو پڑھکر سنا دیں۔

رسالہ "فرقان" کے ایک مضمون کا جواب

از جناب مولوی دوست محمد صاحب

قادیان سے ایک نئے ماہوار رسالہ "فرقان" کے اجرا کی خبر قبل ازیں پیغام صلح میں درج ہو چکی ہے، اس رسالہ کا تعارف خلیفہ صاحب قادیان نے پہلے ہی نمبر میں ان الفاظ میں کرایا ہے:۔

"میری تحریک پر بعض نوجوانوں نے لاہور کی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کی طرف سے جو ہماری نسبت اور سلسلہ احمدیہ جس کا مرکز قادیان ہے کے عقائد کی نسبت بدظنیاں پھیلائی جاتی ہیں ان کا جواب دینے کے لئے ایک ماہواری رسالہ کا اجرا کیا ہے، اس رسالہ کی پہلی اشاعت کے لئے یہ سطور بطور تعارف لکھ کر دے رہا ہوں۔ اور صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی نیتوں کو نیک کر کے کام کرو، کبر، ریا اور نخوت سے آزاد ہو کر کام کرو، خدا تعالےٰ پر توکل کر کے کام کرو، اس صورت میں خدا تعالےٰ تمہاری مدد کریگا، اور تم اس جنگ سے فاتح لوٹو گے خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے"

بڑی اچھی نصیحت ہے، کاش قادیانی جماعت اور خود خلیفہ صاحب قادیان کا اس پر عمل ہو۔ اب تک تو اس ۲۸، ۲۹ سال کے عرصہ میں جو کچھ انکی طرف سے عمل میں آیا ہے اس سے تو کسی نیک نیتی کا ثبوت نہیں ملتا، وہ قوم جس کا دن رات کا شیوہ جماعت احمدیہ لاہور کو بدنام کرنا انہیں سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے دشمن ظاہر کرنا اور لوگوں کے دلوں میں نفرت و حقارت کے بیج بونا ہو تاکہ اصل متنازعہ فیہ مسائل پر غور کرنے اور ہماری باتیں سننے کا انہیں خیال بھی پیدا نہ ہو کیا وہ اپنی نیتوں کو نیک کر کے کام کر رہی ہے، جو قوم کثرت تعداد اور ظاہری شان و شوکت اور نمود و نمائش سے دوسروں کو مرعوب کرنے کی عادی ہو کیا اسے کبر، ریا، اور نخوت سے آزاد کہا جا سکتا ہے؟۔ اس ۲۸ - ۲۹ سالہ طریق عمل کے بعد اب "فرقان" کے کارپردازوں کو نیک نیتی اور کبر و ریا سے آزاد ہو کر کام کرنے کی نصیحت کرنا کیا اثر پیدا کریگا یہ اس کے مضامین سے ظاہر ہو جائیگا لیکن روزانہ "الفضل" ہفتہ وار "فاروق"، ماہوار "ریویو آف ریلیجنز" اور بیسیوں ٹریکٹوں اور اشتہارات کے ہوتے ہوئے خلیفہ صاحب کی طرف سے اس نئے رسالہ کے اجراء کی تحریک اس امر کا ایک کھلا ثبوت ہے، کہ انہیں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے بہت بڑا خطرہ لاحق ہے، جس کے پیش نظر وہ تمام دوسرے ضروری کاموں حتیٰ کہ اشاعت اسلام اور ترجمۃ القرآن انگریزی کے کام کو معرض التوا میں ڈال کر اس بحث و جدال کا بازار گرم رکھنا چاہتے ہیں، یہی امر ہمارے برسرِ حق ہونے کا ثبوت ہے، صرف ایک اخبار "پیغام صلح" وہ بھی روزانہ نہیں، سہ روزہ نہیں بلکہ ہفتہ وار اور ایک پندرہ روزہ اخبار "ینگ اسلام" جس کا غالب حصہ جماعت کے استحکام اور تنظیم کے لئے وقف ہوتا ہے، اور چند رسائل اور ٹریکٹ، تمام قادیانی جماعت اور خود خلیفہ صاحب کو اس طرح پریشان کئے ہوئے ہیں جس طرح حق اپنی ایک ہی بات سے باطل کی تمام عمارت کو متزلزل اور منہدم کر دیتا ہے۔ ہماری جماعت اسی کوشش میں تھی اور "پیغام صلح" میں کئی مرتبہ یہ اعلان بھی کیا جا چکا ہے کہ اندرونی جھگڑوں پر زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے لیکن اس نئے رسالے کا اجرا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس کے مضامین پر حسب گنجائش تبصرہ ہوتا رہے، اسی خیال سے میں سب سے پہلے مفتی محمد صادق صاحب کے ایک مضمون کے متعلق جو پہلے نمبر میں شائع ہوا ہے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، مفتی صاحب کے اس مضمون کا عنوان ہے "نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور میرا عقیدہ"، اس مضمون میں مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے ثبوت میں سات واقعات پیش کئے ہیں اور ہر واقعہ کو "میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں" کے الفاظ سے مؤکد اور مؤثر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کاش وہ ایسا نہ کرتے کیونکہ اس سے قبل ان کی بعض مؤکد بحلف تحریرات اذا حلف کذب کی مصداق ثابت ہو چکی ہیں۔

مفتی صاحب کی قسمیں

لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اس بات کیلئے قسمیں کھانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت مسیح موعود نے فلاں وقت اپنے آپ کو نبی کہا، اور فلاں تحریر میں اپنے آپ کو نبی لکھا، یا مفتی صاحب نے خود انکو نبی قرار دیا، نبی اور رسول کے الفاظ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق استعمال ہوتے رہے اور آپ نے خود بھی استعمال کئے، لیکن سوال یہ ہے کہ کن معنوں میں یہ الفاظ استعمال ہوئے، اس بات کو نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے آخری صفحات کا ایک ہی فقرہ سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت (مجاز کے طور پر میرا نام نبی رکھا گیا حقیقت کے طور پر نہیں) بلکہ خود مفتی صاحب کی بعض تحریرات بھی اس پر صفائی سے روشنی ڈالتی ہیں کہ یہ الفاظ کبھی ان معنوں میں استعمال نہیں کئے گئے جن معنوں میں آج ان کا استعمال ہو رہا ہے۔

سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے مفتی صاحب کا عقیدہ

اس بارہ میں سب سے پہلے میں مفتی صاحب کے الفاظ پیش کرتا ہوں، جو انہوں نے اخبار بدر میں شبلی مرحوم سے ملاقات کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھے تھے اور جو کئی مرتبہ ان کی خدمت میں پیش کئے جا چکے ہیں:۔

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں نہ نیا نہ پرانا، ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ سے فیضیاب ہو کر اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آیندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنیوالے تھے اور اسکو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں"

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۵/ ۵۲)

اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ، بالخصوص قابل غور ہیں، کیا آج بھی مفتی صاحب ایسا بیان دے سکتے ہیں، کیا آج بھی وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا عقیدہ دربارہ نبوت دوسرے مسلمانوں کی طرح ہے؟ کیا آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے سے انکار کر سکتے ہیں کیا آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال دوسرے ملہمین امت سے دی جا سکتی ہے؟ اور کیا آج بھی آپ کو صرف عربی لغت کے معنوں میں نبی قرار دینے کی وہ جرأت کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں کر سکتے، تو صاف ظاہر ہے، کہ ان کا عقیدہ اب وہ نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ میں تھا، اور اسی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کے ساتھی نبی کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے، جن معنوں میں آج استعمال کیا جاتا ہے،

مفتی صاحب کی ایک اور تحریر اس سے بھی زیادہ صاف ہے، اپنی کتاب تحفہ بنارس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وہ (یعنی حضرت عائشہ رضؓ) جانتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا رتبہ ہے ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس محبوب الٰہی سے فیض پا کر بعض لوگ نبی بن جائیں گے حضرت معین الدین چشتی رحؒ فرماتے ہیں:۔

دمبدم روح القدس اندر مے دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی ستدم

دیکھو وہ بھی عیسےٰ ثانی ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ پھر حدیث میں آیا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے، کوئی عالم موسےٰ کی مانند ہے، کوئی عیسےٰ کی مانند ہے، تم نبوت کے لفظ سے نہ گھبراؤ اپنے نبی کی شان کو دیکھو خدا نے اس کا بڑا درجہ بنایا ہے اس کے فیضان سے ایک کیا سینکڑوں عیسےٰ بن سکتے ہیں۔ تم ان باتوں پر ٹھوکریں نہ کھاؤ..... تم اس حدیث کو کیوں بھول گئے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، امت کے علما تو انبیا کی طرح ہیں پھر اس امت کے اولیا کی کیا شان ہے، تم اپنے نبی کی شان کو کیوں گھٹاتے ہو اسے علماء، اولیا، انبیاء کا سردار کیوں نہیں کہلانے دیتے ..... اسکی آل روحانی کا درجہ تم کیوں گھٹاتے ہو وہ نبیوں کا سردار ہے اور اس کے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار ہے پھر تم کیوں غلام احمد کے پیچھے پڑ گئے اور اس کا انکار کرنے لگے؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(تحفہ بنارس صفحہ ۵۱)

اب فرمائیں جناب مفتی صاحب جب وہ خود لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت وہی رنگ رکھتی ہے اور انہی معنوں میں آپ نبی کہلائے ہیں جن معنوں میں اس امت کے دوسرے اولیا آنحضرت صلعم کے فیض سے نبی ہوئے، جن معنوں میں حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ عیسیٰ ثانی کہلائے اور جن معنوں میں ایک کیا سینکڑوں عیسےٰ بن سکتے ہیں" جب وہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث کو پیش کر کے حضرت مسیح موعود کی نبوت کی توجیہ اسی حدیث سے کرتے رہے ہیں اور کھلے طور پر لوگوں کو یہ تلقین کرتے رہے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار ہے" بالفاظ دیگر جس طرح کے نبی امت کے دوسرے اولیاء مجددین اور محدثین تھے ویسے ہی حضرت مسیح موعود بھی ہیں، تو پھر کس منہ سے آج وہ قسمیں کھا کھا کر یہ یقین دلانا چاہتے ہیں، کہ حضرت مسیح موعودؑ کو وہ اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی مانتے رہے ہیں، ان کی قسمیں کیا کریں گی جب انکی کھلی تحریرات موجود ہیں اور ان سے صاف طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے وہ اور تمام جماعت انہی معنوں میں نبی سمجھتی رہی ہے جن معنوں میں امت کے دوسرے محدثین کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ کیا مفتی صاحب اس پر غور فرمائیں گے اور خلیفہ صاحب اس بات کی شہادت دیں گے؟ کہ ان کی مندرجہ بالا تحریرات اس حقیقت کی کھلے طور پر شاہد نہیں؟

پیغام صلح
جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۲

مشہور معاند ڈاکٹر زویمر کی ایک تصنیف

عیسائیت اسلامی ممالک میں ناکام ہے

اسلام کے مشہور معاند ڈاکٹر زویمر (Zwemer) نے ایک کتاب (The Cross Above the Crescent) لکھی ہے۔ جس میں اسلامی ممالک میں عیسائی مشنوں کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور عیسائی مبلغوں کے طریق کار کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ جنوری ۴۲ء کے مسلم ورلڈ میں ایک صاحب رابرٹ ای سپیر نے اس مذکورہ بالا کتاب پر ریویو بھی کیا ہے جس میں وہ رقمطراز ہیں:-

"ڈاکٹر زویمر نے اس کتاب میں اس امر کی خوب وضاحت کی ہے کہ مذہب عیسوی کو مسلمانوں کے سامنے انتہائی رفق و ملائمت کیساتھ پیش کرنا چاہیئے۔ اور یہ درست نہیں کہ داعیان عیسائیت جو اسلامی ممالک میں تبلیغ کا کام کرتے ہیں وہ اس رفق و ملائمت کو ملحوظ نہیں رکھتے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارا طریق تبلیغ غیر مکمل ہے اور ہماری سعی مختل ہے"

اس کے علاوہ مذکورہ بالا نقاد نے ڈاکٹر زویمر کے پیش کردہ طریق تبلیغ میں ترمیم بھی پیش کی ہے کہ حقیقی تبلیغی طریق کار کیا ہونا چاہیئے۔

جولائی ۳۹ء میں ایک مشہور پادری لے رولینڈ پٹ دے کا ایک مضمون ایک مشہور عیسائی سہ ماہی رسالہ میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے مشرقی افریقہ میں اپنے تبلیغی تجربہ کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا:-

"ہمیں نہایت تحدی اور قطعیت کے ساتھ اسلامی دنیا میں اپنے عقائد کو پیش کرنا چاہیئے اور ڈنکے کی چوٹ سے کہنا چاہیئے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور مسئلہ توحید اور مسئلہ تثلیث میں بنیادی اختلاف ہے"

اصل میں بات یہ ہے کہ قریباً ڈیڑھ سو سال سے عیسائی مبلغ اسلامی ممالک میں تبلیغ اور اشاعت کا کام کر رہے ہیں انہوں نے صرف عیسائیت کی تبلیغ کیلئے سینکڑوں ہسپتال، سکول اور کالج قائم کئے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں بائبل کے ترجمے کر کے اسلامی ممالک میں پھیلائے لیکن اس سرتوڑ تبلیغی مساعی کے باوجود نتائج نہایت مایوس کن ہیں جن سے عیسائی مشنوں کی مشکلات دن بدن بڑھ رہی ہیں اور انہیں اپنی کامیابی بالکل ناممکن نظر آ رہی ہے، عیسائی مبلغوں کے قلوب میں امید پیدا کرنے کیلئے اور مایوسی کو دور کرنے کے لئے مختلف تبلیغی نظریات پیش کئے جا رہے ہیں اور ڈاکٹر زویمر کی مذکورہ بالا کتاب بھی ان نظریات کی ایک کڑی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان پیہم اور متواتر نظریات سے عارضی طور پر مسیحی مبلغوں کے قلوب میں رجائیت اور امید کی ایک لہر تو پیدا ہو سکتی ہے لیکن مقصود یعنی اسلامی ممالک میں تبلیغی کامیابی میسر نہیں آ سکتی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عیسائی مبلغوں کے مختلف طریق کار یعنی جارحانہ اعتراضات ہوں یا صلح کل روش دونوں بری طرح سے ناکام ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کو عیسائیت میں جذب کرنے کی کوشش فیل ہو چکی ہے! اور

زمانہ اور تجربہ اس حقیقت پر مہر ثبت کر چکا ہے کہ اسلامی ممالک میں عیسائیت نہیں پھیل سکتی! نہیں پھیل سکتی!! بت پرست ممالک میں عیسائیت کا پھیلنا یقیناً آسان ہے کیونکہ وہ اقوام جو کئی معبودوں کو ماننے والی تھیں وہ تین معبودوں کے تخیل کو آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی تھیں، لیکن وہ ملت جو صرف ایک خدا کو ماننے والی ہے اور اس کا خدا بھی وہ خدا ہے جس کی تقدیر اور قدرت کائنات کے ذرہ ذرہ پر حاوی ہے، وہ بت پرستی کی طرف کیسے مائل ہو سکتی ہے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے والے اشخاص مسلمانوں کی نگاہوں میں کبھی الوہیت کے پیکر نہیں بن سکتے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلن الطعام انظر کیف نبین لهم الایت ثم انظر انی یوفکون۔

ترجمہ: مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم کس طرح ان کے لئے باتیں بیان کرتے ہیں۔

سو طریق کار کے الٹنے پلٹنے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ سوال تو مسلمانوں کے رجحانات اور مذہبی نقطۂ نگاہ کا ہے، مسلمان حضرت مسیح کو صرف اللہ تعالےٰ کا ایک برگزیدہ رسول مانتا ہے، اسلام میں تو حضرت سرور کائنات کو بھی بشریت سے بلند نہیں سمجھا جاتا تو بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کو کیسے خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے یہ تو ایک غلو ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد پیدا ہوا سو عیسائی مبلغوں کو پیشتر اسکے کہ دوسروں کو اس غلو کی تلقین کریں خود اسکی اصلاح کرنی چاہیئے۔ قل یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق سو حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے روحانی معیار میں اختلاف ہے، یہ زمانہ علم اور سائنس کا زمانہ ہے آج خود عیسائی اقوام اپنے مذہبی توہمات کو خیرباد کہہ رہی ہیں، تو اسلام جو کہ دین فطرت ہے اسکے ماننے والے اس توہمات کے پلندے کو کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ سو اس بنیادی اختلاف کیوجہ سے مسلمان عیسائیت کو قبول نہیں کر سکتے اور نہ عیسائیت اسلامی ممالک میں پھیل سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عیسائی مبلغوں کے طریق کار تبلیغی تشدد اور تبلیغی عدم تشدد دونوں بری طرح سے ناکام ہوئے سو اس تجربہ کے پیش نظر عیسائیوں کو مسلم ممالک میں اپنی کامیابی کی توقعات اٹھا رکھنی چاہئیں۔

شذرات

معاصر "نور" اور جناب میاں صاحب

جناب میاں صاحب اخبارات کے متعلق ریویو کرتے ہوئے معاصر نور کے متعلق فرماتے ہیں:-

"نور سکھوں اور ہندوؤں کیلئے ہے ہماری تبلیغ میں ہندوؤں کا حصہ ہے مگر نور کو چاہیئے کہ اپنے دائرہ کو وسیع کرے اس سے محض غلط فہمیاں ہی دور کرنیکا کام نہ لینا چاہیئے بلکہ اسے تبلیغی اخبار بنانا چاہیئے" (الفضل ۹ جنوری)

میاں صاحب کے اس ارشاد کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے ہمیں اس اظہار میں مطلق باک نہیں ہے کہ میاں صاحب نے نور کے متعلق ریویو کرتے ہوئے تنگدلی کا ثبوت دیا ہے۔ نور کے اس ٹھوس اور خالص تبلیغی کام کا اسلامی اور غیر اسلامی پریس نے کئی دفعہ اعتراف کیا ہے اور محترم مدیر نور نے قرآن مجید کے ہندی اور گورمکھی تراجم کر کے جو تبلیغی کارنامہ کیا ہے وہ کسی تعریف کا منت کش نہیں، اس تبلیغی کارنامہ کی اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی داد دی لیکن اس نمایاں اور بین خدمت پر میاں صاحب خاموش ہیں معلوم نہیں کیوں؟ غالباً انہیں قرآن مجید کے "انگریزی ترجمہ" سے اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ ان تراجم کے متعلق کچھ ارشاد فرماتے اور اب نور کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے محض غلط فہمیاں دور کرنے کا کام نہ لینا چاہیئے بلکہ تبلیغی اخبار بنانا چاہیئے، یعنی نور تبلیغی پرچہ نہیں ہم باوجود نور سے اصولی اختلاف رکھنے کے اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ نور کا دامن تحزبی آویزش کے دھبوں سے پاک ہے اور اسکا مطمح نگاہ صرف تبلیغ رہا ہے کاش میاں صاحب اگر جماعت لاہور کے بلند پایہ تبلیغی کام کا نہیں تو کم از کم اپنوں کے ہی ٹھوس تبلیغی کام کا اعتراف کر لیتے اور ان کا معیار تنقید مصلحت اندیشیوں کے غبار سے آلودہ نہ ہوتا!

وزیر اعظم پنجاب کی تجویز

سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لا رہے ہیں سر سکندر حیات خان، وزیر پنجاب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ "سر سٹیفورڈ کی آمد سے پہلے پہلے ہندوستان کی مختلف پارٹیاں آپس میں سمجھوتہ کریں اور کسی متحدہ فیصلہ پر پہنچ جائیں تاکہ سر سٹیفورڈ کو ہندوستان میں آ کر بہت وقت نہ خرچ کرنا پڑے" (ملاپ ۱۰ مارچ)

تجویز نہایت معقول ہے لیکن ہمارے خیال میں ہندوستان کی مختلف پولٹیکل پارٹیوں میں اتنی اخلاقی قوت نہیں کہ وہ کسی متحدہ فیصلہ پر پہنچ سکیں اگر ان میں یہ قوت موجود ہوتی تو وہ کبھی کی ان الجھیڑوں سے نجات پا چکی ہوتیں خدا ہندوستانیوں کو موجودہ حالات کے سمجھنے اور اپنی بہتری کے لئے متحدہ فیصلہ کرنے کی توفیق دے!

گندم کی قلت

حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ گندم کی آئندہ فصل پر کنٹرول نہیں کرنا چاہتی اس اعلان کے بعد یہ قوی امید ہے کہ نئی فصل آنے پر گندم کی قلت دور ہو جائے گی گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں، موجودہ حالات میں عوام کو صبر اور تحمل سے کام لینا چاہیئے اور وہ لوگ جن کے پاس گندم کے ذخیرے ہیں ان پر اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ وہ ان سے عوام کی مدد کریں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حیدرآباد دکن میں

مرتبہ جناب شیخ محمد انور ...

استقبال، لیکچروں، ملاقاتوں اور دعوتوں کی مختصر کیفیت

الحمدللہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ پروگرام کے مطابق ۲۵ر فروری ۱۹۴۲ء کی صبح کو پہلی مرتبہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد تشریف لائے۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی حضرت ممدوح کی تشریف آوری سے قبل ۱۲ر فروری کو پہنچ چکے تھے سید اختر حسین صاحب بی اے مولوی فاضل اور چودھری سلطان محمود صاحب آپ کے ساتھ آئے۔ قریباً تین ہفتہ کی غیر معمولی مصروفیت اور تھکاوٹ کیوجہ سے مجھے پرسوں سے بخار آرہا ہے اسلئے سردست مختصر کیفیت تحریر کرتا ہوں، مفصل رپورٹ آیندہ ہفتہ بھیجوں گا۔

حیدرآباد کے اکابر و اہل علم کا اشتیاق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد کی خبر محض چند پرائیویٹ گفتگوؤں اور ملاقاتوں کی وجہ سے حیدرآباد کے متعدد علمی ومذہبی حلقوں میں شہرت پاگئی تھی۔ اور بہت سے اکابر و اہل علم وفضل اصحاب حضرت ممدوح کی تشریف آوری کے منتظر اور آپ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔ بار بار مجھ سے استفسار فرماتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر علمی ومذہبی حلقوں سے نکل کر شروع فروری میں اخبارات میں بھی شائع ہوگئی۔ اور بعض اصحاب کی طرف سے تاکیدیں کی جانے لگیں کہ حضرت ممدوح کی آمد کی صحیح تاریخ کی اطلاع ہمیں ضرور دی جلئے۔ چنانچہ اسی وجہ سے تشریف آوری سے چند روز قبل اطلاعی پوسٹر شائع کرنا پڑا کیونکہ فرداً فرداً سبکو اطلاع دینا ناممکن تھا۔

سکندرآباد ریلوے اسٹیشن پر استقبال صبح سات بجے کے قریب گاڑی سکندرآباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ ریلوے اسٹیشن پر حضرت ممدوح کے معزز میزبان عالی جناب خانصاحب عبدالکریم بابو خانصاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم سکندرآباد معہ احباب جناب شیخ عبدالسلام صاحب برادر زادہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم معہ احباب اور مجلس اتحاد و عمل کے اور دیگر پر جوش اراکین استقبال کی خاطر ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے نیاز کیش راقم الحروف بھی وہیں پہنچگیا تھا۔ اچھا خاصہ مجمع ہوگیا۔ جس نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے۔

حیدرآباد (نام پلی) ریلوے اسٹیشن پر استقبال سکندرآباد کے بعد ٹرین نام پلی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ یہاں ہر طبقہ وخیال کے مسلمانوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ گل پوشی۔ تعارف اور مصافحوں میں کافی وقت صرف ہوا۔ دو تین دفعہ فوٹو لیاگیا۔ ریلوے اسٹیشن "نام پلی" سے حضرت ممدوح بذریعہ موٹر اپنی قیامگاہ یعنی جناب خانصاحب عبدالکریم بابو خاں صاحب کے دولتکدہ پر سکندرآباد تشریف لے گئے۔ ناشتہ کے بعد ہی ملاقاتوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا جو سارا دن جاری رہا۔ شام کو حضرت ممدوح نے معزز میزبان کی خواہش پر شہر کے بعض تاریخی اور قابل دید مقامات کا معائنہ فرمایا

۲۶ر فروری ۱۹۴۲ء

ڈنر — ۲۶ر فروری ۱۹۴۲ء کو بھی سارا دن ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا شام کو معزز میزبان نے حضرت ممدوح کے اعزاز میں نہایت اعلےٰ پیمانہ پر ایک پرتکلف ڈنر دیا جس میں حیدرآباد و سکندرآباد کے جیدہ امرا و اکابر علماء اور اعلیٰ عہدیدار کافی تعداد میں مدعو تھے۔ یہ تقریب نہایت کامیاب رہی۔ ڈنر سے قبل اور بعد کافی عرصہ تک تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔

۲۷ر فروری ۱۹۴۲ء

طعام ظہر، نماز جمعہ اور مقامی جماعت کا قیام ۲۷ر فروری کو صبح سے بارہ بجے دوپہر تک قیام گاہ پر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز جمعہ حضرت ممدوح نے جماعت حیدرآباد کے دارالمطالعہ واقع محلہ اعظم پورہ میں پڑھائی جس میں احباب جماعت کے علاوہ متعدد غیر از جماعت اصحاب بھی شریک تھے۔ دوپہر کا کھانا خاکسار راقم الحروف کے ہاں ازراہ کرم تناول فرمایا۔ بعد نماز جمعہ حیدرآباد میں جماعت کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی اور عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

جلسہ اور تقریریں شام کو پانچ بجے انجمن فیض عام سکندرآباد کے زیر اہتمام، سکندرآباد ہی میں بصدارت عالی جناب نواب ناظر یار جنگ بہادر ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے "نسل انسانی کا سب سے بڑا محسن" اور جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے "سورہ فاتحہ کی روشنی میں مسلمانوں کے لئے راہ عمل" کے عنوانات پر تقریریں کیں۔ ان تقریروں سے سامعین بے حد متاثر ہوئے۔ سلسلہ عالیہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا۔ مجمع کافی تھا۔ جلسہ کے انتظامات قابل تعریف و معقول تھے۔ سامعین میں ہر طبقہ وخیال کے مسلمان اور بہت سے غیر مسلم شامل تھے۔

۲۸ر فروری ۱۹۴۲ء

جلسہ اور ملاقاتیں سارا دن ملاقاتیوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا شام کے پانچ بجے مجلس اتحاد و عمل سکندرآباد کے اہتمام سے بصدارت ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ سکندرآباد میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت ممدوح جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین صاحب کی کامیاب تقریریں ہوئیں۔ بعض احباب کی طرف سے جلسہ گاہ میں کچھ شکوک پیش کئے گئے جن کا اسی وقت شافی جواب دیا گیا اس طرح مزید غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا۔

یکم مارچ ۱۹۴۲ء

ملاقاتیں صبح سے بارہ بجے تک۔ ملاقاتیوں سے باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد حضرت ممدوح معہ احباب جناب شیخ عبدالسلام صاحب کے دولتکدہ واقع کاچی گوڑہ میں دوپہر کے کھانے پر تشریف لیگئے شیخ صاحب موصوف کے ہاں متعدد غیر از جماعت معززین بھی مدعو تھے اور انہوں نے دعوت کا انتظام وسیع پیمانہ پر نہایت سیر چشمی سے کیا تھا۔ بعد طعام دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔

عصرانہ (ایٹ ہوم) پانچ بجے شام حضرت ممدوح خاکسار کے ہاں عصرانہ (ایٹ ہوم) پر تشریف لائے۔ اس تقریب پر مختلف عقیدہ وخیال کے قریباً چالیس حضرات مدعو تھے۔ گفتگو کا سلسلہ قریب مغرب تک جاری رہا یکم مارچ کو مدراس سے حضرت ممدوح کی ملاقات کے لئے ملک احمد بادشاہ صاحب بھی تشریف لائے۔

۲ر مارچ ۱۹۴۲ء

طعام ظہر آج ملاقاتوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ آج حضرت ممدوح کے اعزاز میں عالی جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر نے اپنے دولتکدہ واقع عنبر پیٹھ پر ایک پرتکلف ظہرانہ (لنچ) ترتیب دیا جس میں حیدرآباد و سکندرآباد کے متعدد معززین و اکابر مدعو تھے۔

عشائیہ شام کو جناب مولوی عبدالرزاق صاحب، جالندھری اور ان کے صاحبزادوں نے حضرت ممدوح کو عشائیہ (رات کے کھانے) کی دعوت دی تھی۔ اس تقریب پر ساٹھ ستر مہمان مدعو تھے۔ دعوت ونشست کا انتظام نہایت اعلےٰ اور پرتکلف تھا۔

حیدرآباد میں جلسۂ عام شام کو ساڑھے آٹھ بجے جماعت کے اپنے دارالمطالعہ واقع اعظم پورہ میں بصدارت عالی جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں حضرت ممدوح۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین صاحب نے سیرت نبوی اور محاسن قرآن کریم پر تقریریں فرمائیں۔ جن کے بعد صدر محترم نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ حاضری بہت زیادہ تھی۔ جلسہ میں آلہ مکبر الصوت کا انتظام جناب ملک احمد بادشاہ صاحب کی طرف سے تھا۔

۳ر مارچ

ناشتہ کی دعوت صبح آٹھ بجے حضرت ممدوح جناب مولوی ضیاء الدین صاحب انصاری پروفیسر انجینیرنگ کالج حیدرآباد کے ہاں ناشتہ پر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب موصوف کی طرف سے دیگر متعدد اصحاب بھی مدعو تھے۔ دیر تک سلسلہ عالیہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔

طعام ظہر آج دوپہر کا کھانا نواب بہادر یار جنگ بہادر کے ہاں تھا۔ بارہ بجے کے بعد حضرت ممدوح انکی ڈیوڑھی پر تشریف لے گئے۔ کھانے کے بعد قریباً دو بجے وہاں سے قیام گاہ پر واپس آئے۔

روانگی شام کے ساڑھے پانچ بجے سکندرآباد اسٹیشن سے روانگی عمل میں آئی۔ عالی جناب خانصاحب عبدالکریم بابو خانصاحب و دیگر متعدد اصحاب پلیٹ فارم پر موجود تھے۔

حیدرآباد (نام پلی) اسٹیشن پر الوداع

ٹرین سکندرآباد سے حیدرآباد (نام پلی) ریلوے اسٹیشن پر پہنچی یہاں احباب جماعت اور غیر از جماعت اصحاب کافی تعداد میں الوداع کہنے کے لئے جمع تھے۔ جناب مولوی عبدالرزاق صاحب۔ اور ان کے صاحبزادوں نے پھولوں کے ہار پہنائے اور سارے مجمع نے نہایت خلوص اور دلی دعاؤں کے ساتھ حضرت ممدوح اور آپ کے معزز رفقا کو رخصت کیا۔ خاکسار راقم الحروف بیگم پیٹھ ریلوے اسٹیشن تک حضرت ممدوح کے ساتھ گیا۔

یہاں سے حضرت ممدوح بمبئی تشریف لے گئے وہاں سے مانگرول ہوتے ہوئے انشاءاللہ مارچ کے دوسرے ہفتہ میں لاہور پہنچ جائیں گے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی مختصر سوانح حیات

پانچویں صدی ہجری ختم ہونے کو تھی دنیائے معلوم کے ہر مہذب شہر میں عربی تہذیب کا طوطی بول رہا تھا۔ قرطبہ، بغداد اور مصر میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم ہو چکی تھیں۔ یونانی فلسفہ کے چرچے عام تھے۔ اسلام کے سیدھے اور فطرتی اصول ہر غیر فطرتی کیش اور فلسفہ سے برسرِ پیکار تھے۔ لیکن شوئی قسمت سے دین مبین کے محافظ علماء میں وسعت افکار نام کو نہ تھی۔ وہ اسلام کو محض چند لفظوں کا مجموعہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک وہ کوئی ایسا سرچشمہ نہ تھا جس سے ہمیشہ زمان و مکان کے لحاظ سے نہریں بہائی جاسکیں۔ اس دور کی موجودہ روش سے مشابہت قائم ہو سکتی ہے۔ اب بھی مذہب چند قدیم رسومات کا نام ہے ——— حد سے بڑھی ہوئی شوکت نے سوسائٹی کے اخلاق میں دورنگی پیدا کر رکھی تھی۔ خدائے محمدؐ کا تسلط دلوں سے اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ مناظرہ اور فلسفہ عملی زندگی پر فالج گرا رہے تھے ——— سو ایک مصلح کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی، جو ایمان کو از سرِ نو زندہ کرے جس کے نعرۂ بےباک سے علم و تہذیب کے بت پر کپکپی طاری ہو جائے، جو حالات و معتقدات سے خود متاثر نہ ہو، بلکہ انہیں درہم برہم کر کے ایک نیا عالم پیدا کرے یعنی اسلام میں تجدید ہو، اصلاح ہو، ریفارم ہو، دنیا ایک شخص کی منتظر تھی جو علم سے علم کے زہر کو کاٹے، جو ان خرابیوں کا ہر لحاظ سے حریف ہو سکے۔

علمی خدمات

اسلامی دنیا میں حالات کی یہ نوعیت تھی۔ جب ایک اولوالعزم انسان طوس کی خاموش درسگاہ سے بغداد کی طرف بڑھا تحریک کمال ...... کشاں کشاں اسے ان علمی اکھاڑوں میں لے آئی، جہاں دن رات دنگل ہوتے تھے

اس زمانہ میں کسب کمال کا بہترین طریقہ مناظرہ تھا، جو شخص حسن بیان سے حریف کو حیران کر دیتا وہی ممتاز ٹھہرتا، اسی کی عزت ہوتی، اسی کے گھر گھر چرچے ہوتے ——— لیکن جس سوسائٹی میں بحث و مناظرہ کی زیادتی ہوتی ہے۔ وہاں تعمیری نہیں ہوا کرتی۔ اسی طرح اہل بغداد کی زبان پر روشنی تھی لیکن دل تاریک تھے سینوں میں دھڑکن تو ضرور تھی لیکن روحانی فتوحات کے ولولے نہ تھے۔ علماء تھے، فصاحت کے دریا تھے، لیکن علم و محروم عمل اور دریا خشک تھے۔ فضا کی یہ افتاد تھی۔ جب امام غزالی علیہ الرحمۃ بغداد میں وارد ہوئے، ان کے بیتاب تخیل نے طوس کے عالم بے کار دکو پر قناعت نہ کی وہ بے محابا بغداد کی علمی شورشوں میں کود پڑے محفلیں جمیں، مناظرے منعقد ہوئے۔ علمی مجلسوں کو قیام بخشا گیا۔ لیکن اس مجاہد نوجوان نے ہر پہلوان کو علم کے ہر میدان میں پچھاڑا ——— بغداد کے گنبدوں پر تحیر کا سکوت چھا گیا۔ محلوں والے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ علمی اداروں پر رعشہ خوف طاری ہو گیا، ایک غیر معروف فاضل کی اسلامی اداروں پر دھاک بیٹھ گئی۔

نظام الملک نے انہیں نظامیہ کی افسری کے لئے انتخاب کیا۔ نظامیہ کی یونیورسٹی ہر لحاظ سے کیمبرج اور آکسفورڈ سے افضل تھی۔ اس معروف یونیورسٹی نے بڑے بڑے صاحب فضل لوگ پیدا کئے۔ امام غزالی کی عمر صرف ۳۴ برس کی تھی جب انہیں اس منصب پر سرفراز کیا گیا۔ اور امام صاحب کے علاوہ یہ سعادت اور فخر کسی کو حاصل نہ ہوا۔ وہ اپنے علم اور فضل سے دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کی جبینِ پاک پر بل کیا پڑتے تھے اوراق حکومت پر شکن پڑ جاتے تھے۔

لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اسلام کا یہ مایہ ناز فرزند محض علم کے خشک ٹھونٹھ پہ قناعت کرے۔ آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس شخص سے دین کی تجدید کا کام لیا جائے اور فلسفیانہ دور اپنے مجدد کی تلاش میں تھا، اور قدرت امام غزالی کو اس منصب کے لئے منتخب کر چکی تھی ——— یہ طبعی قانون ہے جب کوئی نوع معرض خطر میں ہو تو اس نوع کو حشرات الارض سے زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے، تاکہ اگر قتل عام بھی ہو جائے تو اس کے معدوم ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ بعینہٖ جب ہیبت اخلاق پر موت وارد ہونے لگتی ہے، تو روحانی چشموں کے بند کھول دیئے جاتے ہیں جس سے انسانی اخلاق کی کھیتیاں سرسبز ہو کر فوق تک لہلاتی ہیں۔

از مدیر

قدرت اپنے پر اسرار اور نامحسوس طریقہ پر انہیں اس کام کے لئے تیار کر رہی تھی۔ ان کے قلب سلیم میں دنیا اور دین کا حیرت انگیز تقابل پیدا ہو رہا تھا وہ دن بدن تبدیل ہو رہے تھے۔ ان کی دروں رس نگاہیں مادی شوکت کا تجزیہ کر رہی تھیں۔ اولوالعزمی کے رنگین بلبلے پیدا ہو ہو کر پھوٹ رہے تھے حقیقت کی جستجو آئینہ بردوش تھی۔ جس میں صاف نظر آ رہا تھا کہ درس و تدریس علمی مجادلے اور مناظرے خلوص اور صداقت پر مبنی نہیں ہیں۔ لیکن امام غزالی جیسا بلند اخلاق انسان اس پستی کو کب برداشت کر سکتا تھا۔ طبیعت میں ہمیشہ اس خیال سے وحشت سی رہتی تھی متضاد خیالات دل میں کھٹکتے تھے۔ درس و تدریس سے ایک گھن سی آنے لگی تھی۔ مناظروں سے دل بیزار ہو رہا تھا لیکن ساتھ ہی اس عظیم الشان منصب کو چھوڑنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔

دنیاوی جاہ و حشم سے کنارہ کشی

خیر یونہی دن گذرتے گئے اور ہر روز امام کا دل قندیلِ سوزاں کی مانند سلگتا پھکتا رہا۔ اندر ہی اندر غم جسم کو کھانے لگا۔ قواء میں کمزوری آگئی۔ بڑھاپے کے آثار وقت سے پہلے ہویدا ہو گئے۔ معدہ نے جواب دے دیا۔ زبان گنگ ہو گئی۔ یہ تاریخی واقعات ہیں شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام کے قلب میں خیر و شر کی جنگ کتنی سخت تھی۔ انجام کار انہوں نے اس ناتوانی کو دیکھ کر خدا میں پناہ لی۔ جیسے وہ شخص پناہ لیتا ہے جس کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا ——— معلوم نہیں ایک دن بیٹھے ہی بیٹھے دل میں کیا آئی کہ یہ سربکف انسان کندھے پر کملی ڈال کر شاہی ٹھاٹھ کو خیرباد کہتا ہوا شام کی طرف رخصت ہو گیا۔ اس قربانی اور ایثار کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ مادرِ گیتی نے کیسے کیسے جوانمرد پیدا کئے ہیں۔

مابعد ان کی ساری زندگی ایک طویل مجاہدہ ہے۔ ایک خود فراموشی کی داستان ہے۔ جس کا ذکر ان کی اپنی ہی زبان سے کچھ بھلا معلوم ہوتا ہے "چل چل کر پاؤں کے تلووں میں چھالے پڑ گئے۔ پیاس کے مارے زبان تالو سے چپک گئی گلا سوکھ گیا ——— شکم میں درد کا دورہ تھا انتڑیاں بھوک سے نکلی جاتی تھیں۔ غار میرا وطن تھا، کانٹے میرا بستر اور نوشتہ میری ڈھارس تھی۔"

ان دس سالوں کی سیاحت میں امام غزالی نے بہت صعوبت برداشت کی اور متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً احیاء العلوم رسائل وغیرہ وغیرہ ان کے قلم سے اتنی کتابیں نکلیں کہ اب تک ان میں سے بعض کو شائع ہونے کا بھی موقعہ نہیں ملا۔ مؤرخ ان کی تعداد ۹۹ بتاتے ہیں۔ ان کی اکثر کتابوں کا قریباً یورپ کی معروف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

ان کی خدمات بےنظیر ہیں، انہوں نے ہی سب سے پہلے یونانیوں کے منطق کو اسلامی اصولوں کے ساتھ مخلوط کیا۔ ہیوم سے قریباً سات سو سال پہلے انہوں نے علت و معلول کے سلسلہ کی گرہ کاٹ ڈالی اور ظاہر کیا کہ ہمیں سبب یا نتیجہ کا علم نہیں۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہر شئے دوسری کے بعد آتی ہے، امام غزالی نے علماء کو لفظی مباحثہ سے قرآن اور حدیث کی طرف پھیرا۔ تاکہ وہ ان سے زندہ تعلق رکھیں۔ انہوں نے اخلاق کے باطنی پہلو پر حد سے زیادہ زور دیا ——— فلسفہ کو اتنا آسان کیا کہ عوام بھی سمجھنے لگے۔ فلسفہ کے بنیادی اصولوں کو ظاہر کیا۔ فلسفہ کے خطرہ سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور اپنی تصنیفات میں تشریح کی کہ حقیقی فلسفہ اور اسلامی اصولوں میں ضد نہیں ہے

حرص اور دنیاوی عزت کا مقابلہ

امام کی کتابیں جب شائع ہوئیں تو علمی حلقوں میں ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی اندلسی علماء بہت برہم ہوئے۔ علماء کا علم تو صرف شریعت اور رسوم تک ہی محدود تھا جس مذہب کی تعلیم امام غزالی نے دی اس کی اس شریعت اور رسومات میں مطلق گنجائش نہ تھی۔ جب احیاء العلوم الدین قرطبہ میں پہنچی تو فریسی طبع علماء سیخ پا ہو گئے اور قرطبہ کے قاضی سہدین نے یہ اعلان کیا، کہ جو شخص الغزالی کی کتاب پڑھیگا دوزخ میں پڑیگا۔ وہ کافر ہے اور نیز اس کے حکم سے ساری کتابیں جلا دی گئیں اور حکومت کیطرف سے عام اعلان کر دیا گیا "جس کے پاس وہ کتاب نکلے گی وہ جان سے مارا جائے گا اور اس کی جائداد ضبط ہو گی۔" امام کیخلاف شاہ سنجر سلجوقی کے بھی کان بھرے گئے کہ امام اپنے عقائد کے لحاظ سے زندیق اور ملحد ہے ——— امام صاحب کی دربار میں طلبی ہوئی جہاں انہوں نے بیدھڑک اپنے عقائد کو بیان کیا اور بھرے دربار میں بادشاہ کو ملامت کی۔ "افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت سے ٹوٹ رہی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں کے بار سے"۔ انہیں پے در پے بغداد سے ایسے شاہی مراسلات موصول ہوتے جن میں انہیں اصرار کیا جاتا کہ نظامیہ میں بلایا جاتا رہا، لیکن انہوں نے جواب دیا "میں نہیں آسکتا کیونکہ میں نے عہد کیا ہے کہ میں مباحثہ نہیں کروں گا اور بغداد میں مباحثہ کے بغیر چارہ نہیں۔ دوسرے دربار خلافت میں سلام کیلئے حاضر ہونا پڑے گا اور یہ مجھے گوارا نہیں کر سکتا سب سے بڑھکر میں مشاہرہ اور وظیفہ قبول نہیں کر سکتا اور بغداد میں میری کوئی جائداد نہیں"

یہ ہے مختصر سی داستان اس شخص کی جسے تلوار کا خوف، تمول کا رعب، لشکر کی کثرت اور موت کا ڈر صاف گوئی سے نہیں روک سکتا تھا یہ وہ فاضل ہستی ہے جس نے علم و عمل کے روح پرور فوارے آفاق عالم میں رواں کئے۔ وہ ایک صاحب حشمت مجدد تھا اس نے اپنا پیغام دنیا کو سنایا۔ اپنا مشن دلیری سے درباروں میں پیش کیا کسی نے اسے اس کام کیلئے منتخب کیا تھا اس عظیم الشان طاقت نے جس کی یہ روح قانون انسانی ہی میں نہیں بلکہ قانون قدرت میں بھی برسرِ عمل ہے

ہماری تبلیغی ڈاک

۷ مارچ ۴۲ء کو علی پور میں ایک غیر احمدی عالم سے مناظرہ

مولوی شیر محمد صاحب علی پور سے تحریر فرماتے ہیں:-

۷ مارچ علی پور میں بعد نماز جمعہ جماعت علی والی مسجد واقعہ وسط بازار میں ایک دیوبندی عالم مولوی محمد ظریف سکنہ ریاست بساول پور سے ایک کامیاب مناظرہ صداقت حضرت حجۃ اللہ امام ہمام القائم الزمان مہدی دوران علیہ السلام پر ہوا۔ شروع بحث میں مولوی صاحب یوں گویا ہوئے۔ کہ میرزائی مبلغ دو چار جماعتیں مدرسے کی پڑھ لیتے ہیں اور دیں علوم عربیہ یعنے صرف و نحو منطق معقول فقہ حدیث تفسیر سے بے بہرہ ہوتے ہیں آج یوم میں علی پور مقیم رہتا ہوں کوئی میرزائی مائی کا لال ہر متنازعہ موضوع پر بحث کرنے کے لئے میدان میں آترے ہل من مبارز کا اعلان کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کے اس چیلنج کو منظور کر لیا گیا دو گھنٹہ تک مندرجہ ذیل مابہ النزاع مسائل پر مباحثہ ہوا۔

صداقت مسیح حضرت اقدس قرآن مجید کی روشنی میں۔ امت محمدیہ کے کاملین سے مکالمہ مخاطبہ برنگ وحی ولایت جاری ہے۔ قرآن حدیث و سنت پر قاضی ہے اور قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ حکماً نہ تلاوتاً۔ تکفیر اہل قبلہ بدترین گناہ ہے۔ چند ہزار نفوس جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اسلامی اور بلاد یورپ میں فتح مبین کا علم بلند اس جماعت حقہ کے ذریعہ سے ہونا، اس کے مقابلہ میں ۴۰ یا ۶۱ کروڑ مسلمانان عالم جن میں سلاطین، کروڑپتی، سیٹھ، علماء سجادگان کو ملا لو اور ان سے چند ہزار احمدیوں کے کارنامے اور جذبات اسلامی کا موازنہ کرکے دیکھ لو آپ لوگ اس مہتمم بالشان کام کا عشر عشیر بھی نہیں کرسکے۔

مولوی صاحب آپ تے عربی خواں، عربی داں طلب نے ناخنوں تک زور لگایا اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا آخری دم تک کوئی معقول جواب نہ دے سکے اپنے وقت میں جواب الجواب تردید تنقید کرنے کی لایعنی سعی بلیغ کی اور ہمارے ہر استدلال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور تمام شیخیاں ان کو بھول گئیں، الغرض یہ مناظرہ نہایت دلچسپ اور کامیاب ثابت ہوا، الحمد للہ۔ اس مجلس میں متعصب ملاں یا مولوی زدہ مکذبین کی کثرت تھی پھر بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں فتح مبین عطا فرمائی۔ نماز عصر کے بعد مناظرہ شروع

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

ہوا مغرب کے وقت بحث ختم ہوئی، خدا کے فضل و کرم سے متردین مکذبین متشککین حاضرین مجلس کے شبہات۔ وساوس کا مکمل ازالہ ہو گیا اب ان میں صرف ضد اور وہم باقی ہے جن کا کوئی علاج نہیں، جن کی فطرت نیک ہے وہ اس سلسلہ حقہ میں داخل ہونگے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

"مجدد اعظم" کے متعلق شاندار رائے

جناب خان بہادر محمد شریف صاحب ریٹائرڈ سول سرجن حال سکنہ بٹالہ، حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مجدد اعظم کا بیشتر حصہ پہلی جلد کا پڑھا گیا۔ یہ کتاب ایک مرقع یا البم ہے جس میں حضرت صاحب کی (Full Size) کی تصویریں ہیں جن کے خدوخال آسانی سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی کے حالات کی مکمل تفصیل ہے بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ لکھا گیا ہے اور میں اسکو (Refrence book) کہتا ہوں۔ آپ کی محنت اور تجسس کی داد دیتا ہوں۔ آنیوالوں کے واسطے جو حضرت مرزا صاحب کے حالات کو جاننا چاہیں اس کا پڑھنا لازمی ہوگا۔ اگر دنیا کا مذہبی مذاق بدل گیا تو ممکن ہے یہ درسی کتاب بن جائے"۔

تبلیغی روئدادوں کے متعلق درخواست

جماعت کے مجاہد اور فعال حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تبلیغی پروگرام کو تندہی سے عملی جامہ پہناتے ہوئے اپنے کام کی رپورٹیں اور روئدادیں **پیغام صلح** میں اشاعت کے لئے بھجوائیں۔ ان رپورٹوں کی اشاعت سے جماعت کے تمام حلقوں میں تبلیغی پروگرام کے متعلق ایک شوق اور جوش پیدا ہوگا جو اپنے وقت پر بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔ امید ہے وہ مخلص دوست جن پر ان رپورٹوں کی افادیت واضح ہے وہ ضرور کاوش اور محنت سے بھی ان روئدادوں کو ارسال فرمائیں گے۔ یہ روئدادیں نہایت شکریہ کے ساتھ اخبار پیغام صلح میں درج کی جائیں گی ؛

(مدیر)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ دھلی اور بمبئی میں

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲۱ر فروری کو صبح دہلی تشریف لائے۔ احباب استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے، حضرت امیر نے جناب میاں غلام عباس صاحب کی کوٹھی پر قیام فرمایا اور شام کو بعد از نماز مغرب آپ نے دارالمطالعہ میں احباب جماعت اور متعدد غیر از جماعت اصحاب کو ملاقات کا شرف بخشا۔ دوران گفتگو میں آپ نے جماعت احمدیہ لاہور اور اشاعت اسلام کی اہمیت پر خصوصیت سے، زور دیا۔ ۲۲ر فروری کو ۴ بجے جناب چوہدری محمد سرور صاحب نے اپنے مکان ۱۶ ماتا سندری روڈ پر حضرت ممدوح کو ایک پر تکلف دعوت چائے دی جس میں قریباً تیس معززین مدعو تھے، جنہوں نے نہایت اشتیاق سے حضرت سے ملاقات کی۔ چائے سے فارغ ہو کر دارالمطالعہ میں حضرت ممدوح نے جماعت کو تنظیمی امور کے متعلق ہدایات دیں اور بعد از نماز مغرب ایک پر از معارف تقریر فرمائی۔

جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب نے ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۰ء کے ایک مضمون "انبیائے عالم" میں سے ایک حوالہ پڑھکر سنایا جس میں حضرت مسیح موعود کو زمرۂ انبیاء میں شامل کیا گیا۔ اور دریافت کیا گیا کہ یہ مضمون آپ نے تحریر فرمایا تھا جس پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مضمون ہرگز میرا لکھا ہوا نہیں واقعہ یہ ہے کہ میں ۱۹۰۹ء کے وسط میں عملاً رسالہ کی ادارت سے الگ ہو کر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ اگرچہ میرا نام بطور ایڈیٹر لکھا جاتا رہا لیکن

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل (بی اے)

درحقیقت میرا کوئی تعلق اس رسالہ کے مضامین سے نہ تھا۔ میری ادارت کے زمانہ میں جو جو مضامین چھپے، میں نے سال کے اختتام پر ان کا انڈکس بنا کر ساتھ مضمون نگاروں کے اسماء درج کئے۔ میرے علیحدہ ہونے کے بعد جو انڈکس چھپے ہیں ان کے ساتھ مضمون نگاروں کے اسماء نہیں چھپے، یہ مضمون "انبیائے عالم" مولوی شیر علی صاحب کا ہے۔ یہی حال اکثر ان حوالجات کا ہے جو میری طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں نے جب ۱۹۱۳ء میں یہ محسوس کیا کہ نبی اور رسول کے الفاظ اس طرح استعمال کئے جاتے ہیں تو میں نے ایک نوٹ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں دیا تھا جس میں واضح کیا تھا کہ یہ الفاظ اصطلاح اسلام کے معنوں میں نہیں ہیں۔

۲۳ر کی شام کو حضرت ممدوح گرینڈ ٹرنک ایکسپرس سے عازم حیدرآباد ہوئے۔ حضرت ممدوح کے ہمراہ خاکسار اور چوہدری سلطان محمود صاحب تھے مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی اس سے قبل حیدرآباد پہنچ چکے تھے۔ حیدرآباد کی مصروفیات کا تذکرہ مکرم شیخ انعام الحق صاحب تحریر فرمائیں گے۱؎

۳ر مارچ کو حضرت ممدوح بمعیت رفقاء بمبئی روانہ ہوئے۔ کلیان ریلوے اسٹیشن پر مکرم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس اور دیگر احباب منتظر تھے۔ سب کا قیام میاں صاحب کے پاس تھانہ میں رہا۔ بمبئی قیام کے دوران میں ایک صاحب جماعت میں شامل ہوئے، ۶ر مارچ کو جناب خان عبدالعزیز صاحب نے سب جماعت کو مدعو کیا، دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت ممدوح نے خطبہ جمعہ دیا جس میں خصوصیت سے باطنی پاکیزگی پیدا کرنے اور اسلام کی خاطر قربانی کرنے پر زور دیا۔ بعد از نماز جمعہ جماعت بمبئی کی تنظیم عمل میں آئی اسی شام کو حضرت ممدوح بمعیت رفقاء پشاور ایکسپرس روانہ ہوئے تمام احباب جماعت اسٹیشن پر الوداع کہنے کو موجود تھے، ۸ر مارچ کو صبح دہلی اترے، اور شام کو دارالمطالعہ میں حضرت ممدوح نے اپنے سفر کے نتائج سے جماعت کو آگاہ فرمایا۔ ۹ مارچ کی شام کو آپ بمعیت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور چوہدری سلطان محمود صاحب لاہور کو روانہ ہوئے۔

آٹے کی شدید قلت

پنجاب میں گندم کے ذخیروں کا حال ہی میں جو جائزہ لیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ میں گندم اور گندم کے آٹے کی شدید قلت ہے اور جب تک نئی فصل آئے، موجودہ ذخیروں کے کفیل ہونے میں کافی دقت پیش آئیگی لہذا حکومت پنجاب جملہ طبقات کے اشخاص سے اپیل کرتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ گندم کے آٹے کی کھپت کو محدود کریں اور گندم کے آٹے میں دوسری اجناس کے آٹوں کی ملاوٹ اور گندم کی بجائے دوسرے غلوں کے استعمال سے موجودہ ذخیروں کو زائد عرصہ کیلئے برقرار رکھیں۔ غالباً بہت سے خوشحال اشخاص کے پاس اس وقت تک جبکہ آیندہ بلکہ ختم ہونیکے قریب نئی فصل آئے انکی اصل خانگی ضروریات سے زائد آٹے کا ذخیرہ ہے۔ اگر ایسے اشخاص اپنی ضروریات سے فالتو گندم یا آٹے کو اپنے اپنے ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کے حوالہ کردیں۔ تو وہ غریب لوگوں کی مصیبت کم کرنے میں صحیح طور پر مدد دیں گے۔ جو غلہ یا آٹا اس طرح حوالے کیا جائیگا اسکی متعلقہ ضلع میں مقررہ نرخ کے حساب سے پوری قیمت ادا کی جائیگی ڈپٹی کمشنر ان ذخیروں کو غریب طبقات کیلئے مقررہ شرح پر فروخت کی غرض سے دستیاب ہونیکے واسطے انتظامات کریں گے۔

موجودہ وقت میں غلے یا آٹے کا جمع کرنا سخت معیوب ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ ایک بھاری ذمہ داری اور امن عامہ میں خلل ڈالنے کا سنگین خطرہ اپنے سر لیتا ہے؛

لاہور ۱۱ مارچ ۴۲ء ۱۶۷۵ — نور احمد۔ ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب

۱؎ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے قیام حیدرآباد کی رپورٹ اسی شیوع میں درج ہے (مدیر)

احمدی بچوں کی تربیت

احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ہم احمدی والدین کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اور خصوصاً ان معزز احمدی خواتین کی خدمت میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق چند ایک ضروری باتیں پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے سپرد یہ امانت ہے۔

تاریخ انسانی میں جتنے بڑے بڑے انسان ہوئے ہیں ان کی عظمت اور جبروت کے عقب میں "ماں" کی تعلیم و تربیت ہی کارفرما رہی ہے۔ . . . .

. . . . اور امر واقعہ بھی یہی ہے، ماں کا اثر پیدائش سے لیکر موت تک بچے کے قلب و دماغ پر قائم رہتا ہے، ماں بچے کے قلب و دماغ پر جو ارتسامات چھوڑتی ہے وہ زمان و مکان کے بعد سے مٹ نہیں سکتے۔ ماں کے ہاتھ میں بچہ پگھلی ہوئی موم کی طرح ہوتا ہے وہ جس سانچے میں چاہتی ہے اسے ڈھال لیتی ہے اور محسوس اور غیر محسوس طور پر بچے کے کردار کو تعمیر کرتی ہے،

امید ہے معزز احمدی خواتین کو بھی اپنی اس قوت تعمیر کا خوب علم ہوگا اور وہ اپنی روزمرہ زندگی میں اپنی اس قوت کو کام میں لاتی ہونگی اور اپنے اس اثر سے اپنے ننھے منھے بچوں کی طبیعت کو مختلف سانچوں میں ڈھالتی ہونگی، ان کی تعلیم کا اہتمام کرتی ہونگی انہیں روزمرہ کے اخلاق سکھاتی ہونگی معاشرتی آداب سے واقف کرتی ہونگی لیکن ان سب سے بڑھکر جو فرض ان پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ جہاں دیگر امور کا خیال رکھتی ہیں انہیں اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ وہ بچہ جس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام وہ اس طرح کر رہی ہیں وہ عام انسانی بچوں سے ممتاز ہے۔ وہ ایک "مجاہد" ہے جس کی تربیت ان کے سپرد ہوئی ہے وہ دور حاضر میں حضرت امام عصر حاضر کی فوج کا ایک جانباز سپاہی ہے اس نے دنیا میں اسلام کا بول بالا کرنا ہے اور پیغمبر عربی صلعم کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے اقوام عالم کے قلب پر اپنی اخلاقی، روحانی اور اسلامی برتری کا سکہ جمانا ہے وہ تاریخ اسلام میں ایک جانفروش مجاہد اور نڈر مبلغ کے نام سے یاد کیا جائے گا، وہ زندگی کے خواہ کسی پہلو کو اختیار کرے وہ ایک احمدی مجاہد رہے گا۔

احمدی خواتین کی خدمت میں اپیل

(الف) اس کا سب سے پہلا طریق یہ ہے کہ اسے بہت چھوٹی عمر سے یہ احساس دلایا جائے کہ وہ احمدی بچہ ہے

(ب) پھر اسے یہ بتایا جائے کہ ایک احمدی کی کیا خصوصیتیں ہوتی ہیں ؛

(ج) تیسرے جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فرمایا ہے اور پیغام صلح کے ہر ایک شیوع میں اسے شائع بھی کیا جاتا ہے، ان ہدایات پر بڑی توجہ سے عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن مجید کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

ان مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کرنیکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ بہت چھوٹی عمر سے ہی ایک ذمہ داری محسوس کرنے لگیگا حتیٰ کہ یہ ذمہ داری اس کی فطرت ثانیہ بن جائے گی اور بڑا ہو کر جب وہ اس میدان میں نکلے گا تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے ایک نہایت ہی بلند پایہ انسان ثابت ہوگا۔

یہ دور اسلام کے لئے انتہائی جدوجہد کا دور ہے اور اس دور کیلئے صاحب علم و عمل مجاہد چاہئیں جو اپنی روحانی اور اخلاقی قوت سے اسلام کو منوائیں اس عظیم الشان خدمت کو صرف احمدی نوجوان ہی سرانجام دے سکتے ہیں اور ان نوجوانوں کو صرف ان کی مائیں ہی اس قابل بنا سکتی ہیں کہ وہ یہ خدمت سرانجام دے سکیں جو مائیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اس پیمانہ پر کریں گی یقیناً ان کی اس کاوش کو تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور ان معزز خواتین کو آنیوالی احمدی نسلیں نہایت شکرگذاری اور سپاس کے ساتھ یاد کریں گی،

امید ہے جماعت احمدیہ کی معزز خواتین ہماری اس مندرجہ بالا گذارش کو لائق اعتنا خیال فرماتے ہوئے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مندرجہ بالا امور کو ملحوظ رکھیں گی۔

نوٹ :- اگر بعض خواتین تعلیم و تربیت کے عنوان پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمائیں تو انہیں پیغام صلح میں نہایت شکریہ کے ساتھ درج کیا جائے گا امید ہے ان مضامین کا احمدی نسوانی دنیا پر نہایت خوشگوار اثر پڑے گا؛

(مدیر)

ارشادات نبوی ﷺ

سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دور ہے ؛

بخیل اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے نزدیک ہے ؛

جب تین شخص سفر کو جائیں تو ایک کو اپنا سردار بنا لیں ؛

تین باتوں میں توقف مت کرو۔ نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے جنازہ میں جب تیار ہو۔ اور بیوہ کے نکاح میں جب اس کا جوڑ مل جائے

دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ نقصان اٹھاتے ہیں ایک تندرستی، دوسرے کاروبار سے فراغت ؛

جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی وہ علم و عقل سے خالی رہا۔ جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا ؛

جو امراء کے دروازہ پر آیا وہ فتنے میں پڑا جس قدر کہ ان کے نزدیک ہوا اتنا ہی خدا سے دور ہوا ؛

سب اعضا زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال کرکے خدا سے ڈرنا۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے ؛

یہ ایک گناہ ہی کہ تو ہمیشہ جھگڑتا رہے تیرے عذاب کے لئے کافی ہے ؛

کھاؤ خیرات کرو اور پہنو اس حد تک کہ فضول خرچی اور تکبر نہ کرو ؛

تیرا کسی چیز کو چاہنا تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے ؛

جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھا میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں ؛

اقوال حضرت ابوبکرؓ

تکبر کرنا امیروں کا بد ہے لیکن محتاجوں کا بدتر ہے ؛

تواضع غریبوں سے خوب ہے لیکن امیروں سے خوب تر ہے ؛

پورا کرتا ہے نماز کو سجدہ سہو، پورا کرتا ہے روزہ کو صدقہ فطر، پورا کرتا ہے حج کو فدیہ۔ اور پورا کرتا ہے ایمان کو جہاد ؛

جسے رونے کی طاقت نہ ہو وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے ؛

زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگانی عطا ہوگی ؛

اس دن پر رو جو تیری عمر سے گذر گیا اور اس میں نیکی نہیں کی ؛

ہرگز کوئی شخص موت کی تمنا نہیں کرے گا سوائے اس کے جس کو اپنے عمل پر وثوق ہوگا ؛

مسئول پر سائل کا حق جواب ہے اور عمدہ جواب حسن اخلاق ہے ؛

ہر چیز کے ثواب کا ایک اندازہ ہے سوائے ثواب صبر کے کہ وہ بے اندازہ ہے ؛

شکرگذار مومن عافیت سے زیادہ قریب تر ہے ؛

جہاد کفار جہاد اصغر ہے اور جہاد نفس جہاد اکبر ؛

خوف الٰہی بقدر علم ہوتا ہے اور خدا سے بے خوفی بقدر جہالت ؛

خلقت سے تکلیف دور کرکے خود اٹھا لینا حقیقی سخاوت ہے ؛

اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کیلئے اور آخرت کو اللہ کے لئے چھوڑ دے ؛

تو دنیا کے رہنے کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھ کو اپنے نکالنے میں سرگرم ہے ؛

جس کا سرمایہ دنیا ہی اس کے دین کا نقصان بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں ؛

اقوال حضرت امام غزالیؒ

اپنے تئیں بڑا جاننا گناہ ہے حقیقت میں یہ خدائے پاک سے خصومت ہے۔ کیونکہ در اصل بڑائی اسی کو سزاوار ہے ؛

انسان کی عادات تین قسم کی ہوتی ہیں:۔ (۱) خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا۔ درجہ اولیٰ ترین ہے (۲) نہ کسی کو ضرر پہنچانا نہ فائدہ (۳) حق و ناحق دوسروں کو ستانا اور تکلیف پہنچانا ؛

فسق و فجور سے بچنا تا وقتیکہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے دشوار ہے ؛

تمسخر اکثر قطع دوستی۔ دل شکنی۔ اندوہ کا باعث ہوتا ہے، اس سے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے ؛

بعض لوگ توکل کے معنی یہ لیتے ہیں کہ حصول معاش کی کوشش اور تدبیر نہ کریں۔ مگر یہ خیال جاہلوں کا ہے۔ کیونکہ یہ شریعت میں سراسر حرام ہے ؛

برے کاموں سے بچنے کے لئے صفائی دل ضروری ہے اور صفائی دل کے لئے باطنی تقوےٰ ضرور ہے، اگر دل پاک ہے تو تمام جسم پاک ہے اگر دل صاف نہیں تو تمام جسم میں فساد ہوگا ؛

تین چیزیں خباثت قلب کو ظاہر کرتی ہیں:۔ (۱) حسد (۲) ریا (۳) عجب۔ عقلمند کو ان سے بچنا چاہیئے۔ جو شخص ان سے محفوظ رہے گا۔ وہ دوسری مصیبتوں سے محفوظ رہیگا ؛

اپنے آپ کو عظمت اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا نام عجب ہے۔ نیک نصیحت کے ماننے کی طرف طبیعت کا مائل نہ ہونا اور اپنی باتوں کی تردید سے رنجیدہ ہونا کبر ہے عجب کبر اور فخر نہایت مہلک بیماریاں ہیں ؛

(مخزن اخلاق)

امرتسر میں کفر و اسلام پر مناظرہ

دوسرا مناظرہ جو جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ قادیان کے مابین مقرر ہوا وہ مسئلہ کفر و اسلام پر تھا تاریخ مقررہ پر یعنی مورخہ ۲۴ فروری بروز اتوار دونوں مناظر صاحبان مقبول فلور ملز پر تشریف لانے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ مولوی فاضل و منشی فاضل مناظر تھے اور جماعت قادیان کی طرف سے جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری جناب مولوی محمد یار صاحب عارف سابق مبلغ انگلستان بھی بطور معاون کے قاضی صاحب موصوف کے ہمراہ تھے ہم سب سامعین کا یہ خیال تھا کہ شاید قاضی صاحب اس مسئلہ پر یعنی یہ کہ کیا حضرت اقدس کے دعوے کا منکر کافر ہے؟ حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے معقول دلائل پیش کر کے کافی و شافی روشنی ڈالیں گے۔ مگر افسوس بمصداق بسے آرزو کہ خاک شدہ، جناب قاضی صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضرت اقدس کی تحریرات سے کوئی معقول دلیل نہ پیش کر سکے۔ لے دے کے آپ نے "بدر" ۱۹۰۳ء سے ایک حوالہ پیش کیا کہ مسیح موعود کا منکر اسی طرح کافر ہے جیسا کہ کوئی شخص شراب یا زنا کو حلال قرار دیتا ہے مگر جس وقت یہ ساری عبارت سامعین کو جناب قاضی صاحب نے پڑھ کر سنائی تو سارے حاضرین بیک آواز پکار اٹھے کہ جو مفہوم آپ اس عبارت کا لیتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو مولینا احمد یار صاحب بار بار بیان کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس نے ہرگز نہیں لکھا کہ جو شخص مجھے مسیح موعود نہیں مانتا وہ اس شخص کی طرح ہے جو شراب و زنا کو حلال قرار دیتا ہے بلکہ آپ کا منشا یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور پیشگوئیوں کا جن میں مسیح موعود کی آمد کا ذکر ہے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ارشادات اور پیشگوئیاں صحیح نہیں ہیں، وہ اس شخص کی طرح ہے جو قرآن حکیم کے صحیح حکم کو چھوڑ کر شراب زنا کو حلال قرار دیتا ہے، اگر یہ مفہوم صرف ہماری جماعت کی طرف سے پیش ہوتا تو شاید قادیانی جماعت کے لئے کچھ اعتراض کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ مگر دو غیر از جماعت دوستوں نے جن میں سے ایک اہلحدیث ہیں اور دوسرے سنی، مولانا احمد یار صاحب کے مفہوم کو صحیح قرار دیا اور جماعت قادیان کے مناظر کے مفہوم کو غلط۔ اس کے برعکس مولانا احمد یار صاحب نے تقریر حجۃ اللہ ۱۹۰۴ء سے یہ دکھلایا کہ مسیح موعود کا منکر اسی طرح قابل مواخذہ ہے اگرچہ وہ مسلمان ہے جیسا کہ تارک الصلوٰۃ یا وہ شخص جو حج و زکوٰۃ وغیرہ کو عمداً ترک کرتا ہے۔

قاضی صاحب نے عبدالحکیم کے خط مندرجہ حقیقۃ الوحی کہ "ہر ایک شخص کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے" اور اسی عبارت پر جو حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹ پر مندرج ہے" دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا" پر بڑا زور دیا۔ مولینا احمد یار صاحب نے کئی بار ان حوالوں کا جواب حقیقۃ الوحی ہی کی عبارت سے پیش کیا کہ مسلمان نہیں سے مراد نفی کمال ہے نہ مطلق نفی اور دوسری عبارت میں جو مثلاً کا لفظ آیا ہے وہ خود اس امر کو واضح کرتا ہے کہ یہ کفر جو مسیح موعود کے انکار سے لازم آتا ہے وہ اس قسم کا ہے جو ترک الصلوٰۃ سے ایک مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اگر ان عبارات کا مفہوم اسی طرح سے ہوتا جیسا کہ قادیانی حضرات بیان کرتے ہیں تو حضرت اقدس اسی کتاب حقیقۃ الوحی پر یوں نہ فرماتے" پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا ہے" پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کرنے کے اصرار پر میں نے اسے لکھا کہ کلمہ گو مسلمان کے ساتھ مباہلہ کو میں جائز نہیں سمجھتا۔ پھر اسی کتاب میں ارشاد فرمایا "میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ پھر ۱۹۰۸ء میں میاں فضل حسین صاحب مرحوم کو فرمایا ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہکر خود کافر نہ بن جاوے۔ مولینا صاحب موصوف نے بار بار ان حوالوں کو پیش کر کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر قاضی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا قادیانی عادت کے موافق ضد پر اڑے رہے۔ غیر از جماعت دوستوں نے بھی انہیں جھوٹا قرار دیا مگر پھر بھی نہ مانے۔

ہم سب جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر کے ازحد مشکور رہیں جنہوں نے اس مناظرہ کا اہتمام کر کے ہم کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین

نامہ نگار

ہمیں پیغامی کیوں کہا جاتا ہے؟

از جناب سید عبدالمجید صاحب اکبر بی۔ ایس۔ سی۔ علیگ

اگرچہ میں زیر بحث معاملہ پر بہت دنوں سے کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر لکھ نہ سکا۔ بالآخر ۳ مارچ کے پیغام صلح کے شذرات میں "قادیانی رسالہ الفرقان" کے عنوان کے نیچے میاں صاحب کے جس ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے اس نے تحریک کر ہی دی کہ اس بحث پر اپنے خیالات کا اظہار کر ہی دوں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک رسالہ فرقان نکلا ہے۔ اس کی تمہید میں نے لکھی ہے جو پیغامیوں کے زہر کے ازالہ کے لئے جاری کیا گیا ہے . . . " آہ! ہمیں "پیغامی" تو عرصہ سے کہا جا رہا ہے، اب اس کے ساتھ ان کے "زہر" کا اضافہ کر دیا گیا ہے، اللہ اکبر۔

میں سب سے پہلے "پیغامی" کے لفظ کو لیتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ مذہبی، تمدنی، اخلاقی، غرض کسی پہلو سے بھی ہمارے قادیانی احمدی بھائیوں کو کیا یہ حق ہے کہ وہ لاہوری جماعت کے احمدیوں کو پیغامی کہیں۔ خداوند تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے۔ شاید وہ ان سے بہتر ہوں، اور عورتیں عورتوں پر نہ ہنسیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے لوگوں پر عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ایک دوسرے کی چڑ کے لئے نام دھرو (یعنی برے لقب سے پکارو یا نام دھرو) ایمان کے بعد برا نام رکھنا کیا ہی برا ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ظالم ہے"۔ اس آیت میں اس قسم کے ٹھٹھے اڑانے عیب لگانے اور نام دھرنے کی جو برائی بیان کی گئی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

کیا لاہوری احمدی اپنے آپ کو پیغامی کہتے ہیں۔ اس کا جواب ہے کہ نہیں۔ تو پھر انہیں پیغامی کہنا کیا اس آیت قرآن کی صریح خلاف ورزی نہیں؟ اب "پیغامیوں" کے زہر کا معاملہ رہا۔ کیا ساری دنیا میں محض "پیغامیوں" کا ہی زہر ہے۔ اگر یہ زہر ہے کہ وہ اسلام کے ارکان کو مانتے ہیں تو پھر آب حیات کہاں ان جماعتوں میں پایا جائے گا جو خدا تک کے قائل نہیں ہیں اور خدا اور اس کے رسول کو معاذ اللہ برے الفاظ میں یاد کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارے یہ بھائی ان کے عقاید کو زہر نہیں سمجھتے۔ اس کا جواب وہ یقیناً یہ دیں گے کہ زہر سمجھتے ہیں۔ تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ کیا ان کے زہر کے ازالہ سے وہ فراغت پا چکے ہیں۔ اس کا جواب بھی وہ یقیناً نفی میں دیں گے۔ تو پھر تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر لاہوری احمدی جماعت کے خلاف ایسی ذہنیت اختیار کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ بایں ہمہ کچھ ہو ہمیں اپنے قادیانی بھائی عزیز ہیں۔ ہمیں ان کے لئے انشاء اللہ دعائے خیر کے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا نہ آ سکتا ہے نہ آئے گا۔

آہ!!! لبش آلودۂ دشنام و لبم صرف دعا
دست او تیغ و دلم دست دعا بردارد

راقم "داعی الی الخیر"

خریداران "پیغام صلح" توجہ فرمائیں

مندرجہ ذیل خریداران پیغام صلح سے التماس ہے۔ کہ ان کا چندہ اخبار ختم ہو چکا ہے، جس کی اطلاع ان کو قبل ازیں دی گئی ہے۔ بعد انتظار اب ان کے نام وی۔پی۔پی ارسال ہیں۔ ازراہ مہربانی وی۔پی۔پی۔ وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ وہ دوست جن کے نام وی۔پی۔پی کئے گئے ہیں ان کے چٹ نمبر درج ذیل ہیں:۔

نمبر ۱۲ و نمبر ۴۹ و نمبر ۶۴ و نمبر ۷۰ و نمبر ۱۰۲ و نمبر ۱۰۸ نمبر ۱۱۲ و نمبر ۱۳۳ و نمبر ۱۴۷ و نمبر ۱۶۰ و نمبر ۱۸۳ و نمبر ۱۸۶ نمبر ۲۳۳ و نمبر ۲۴۳ و نمبر ۳۸۵ و نمبر ۳۹۲ و نمبر ۴۰۳ و نمبر ۴۱۵ و نمبر ۵۲۴ نمبر ۵۲۷ و نمبر ۵۴۱ و نمبر ۵۴۸ و نمبر ۵۵۸ و نمبر ۵۶۲ و نمبر ۵۷۵ نمبر ۵۸۱ و نمبر ۵۸۴ و نمبر ۴۳۸

خاکسار۔ مینجر

عورت اور اسلام

عورتوں پر جس درجہ ظلم و ستم ہوا ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس جور سے بڑھکر ظلم کی اور کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے زیادہ ظلم و جور کا تصور بھی ناممکن ہے۔ صدیوں تک عورتیں تختۂ مشق و ستم بنی رہیں۔ ان پر ظلم انتہا کو پہنچا دیا گیا۔ غلاموں کی طرح زندگی گذارنے پر مجبور کیا گیا۔ گویا ان کی حیثیت غلام کی سی قرار دی گئی۔ اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا گیا جو آج جانوروں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جا سکتا۔ . . . گویا ان کی کیفیت چینی کی بے جان مورت کے مانند تھی۔ جیسے ایک معصوم بچہ گھنٹوں اپنی چینی کی گڑیا سے کھیلتا ہے اور جب دل چاہتا ہے پتھر پر پٹک کر اس کے ٹکڑے اڑا دیتا ہے۔ غریب عورتوں کو صدیاں اسی طرح گذر گئیں دنیا میں بارہا انقلاب ہوئے، تہذیب و تمدن میں مد و جزر ہوتا رہا زمانے نے بے شمار کروٹیں بدلیں، بڑی بڑی پرہیبت و جلالت اقوام نے حکومت کی اور فنا ہو گئیں نئے نئے قانون بنے منسوخ ہو گئے، ان کی جگہ دوسروں کے لئے وقف ہوئی غرضیکہ ہر دور اپنے ساتھ نئی نئی رنگینیاں لایا۔ مختلف تہذیبیں رائج ہوئیں مٹ گئیں سب کچھ ہوا لیکن غریب عورت کے مرتبے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا، اس کی وہی مظلومانہ بیکسانہ کیفیت بدستور قائم رہی۔ تاریخ کا ہر باب اس کی مظلومیت و بیکسی سے معمور ہے۔ ہر قوم نے اس کا وجود ایک لعنت و مصیبت سمجھا۔

یہودیوں میں اسے کوئی عزت حاصل نہ تھی۔ اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا تھا۔ خاندان کی تمام خدمت اسی کے سپرد تھی مذہبی حیثیت سے بھی ہمیشہ وہ بدترین ہستی قرار دی گئی۔ اسرائیلیوں میں اسے مذہبی مقدس کتابوں کو چھونے تک کا حکم نہ تھا۔ ذلیل ترین زندگی بسر کرائی جاتی تھی وہ صرف فرائض و اجبات کی ذمہ دار تھی۔ والدین کے اثاثہ میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ہندوں میں معمولی سے قصور پر اسے اتنی سخت سزا دی جاتی تھی کہ کوئی ذی روح اسکا تحمل نہیں ہو سکتا۔ خدمات فرائض یہاں بھی اس کے ذمہ تھے۔ مذہباً اور قانوناً اس کا کوئی حق نہ تھا بلکہ ذلیل برتاؤ کی مستحق تصور کی جاتی تھی۔ ایران، مصر، یونان ہر جگہ اس کا یہی حال تھا۔ اقوام و ملل ترقی کر رہی تھیں مگر عورت کی قسمت کا مطلع ابر آلود تھا۔ اور سیاہ۔ کلدانیوں کا عظیم الشان تمدن فراعنۂ مصر کا شاندار عہد، رومۃ الکبریٰ کے شاندار واقعات اور نوشیروان کا دور ان سب پر نظر ڈالنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے، کہ بے شبہ ان کا سلوک عورت کے ساتھ نہایت وحشیانہ و ظالمانہ تھا

مدبرین عالم نے دنیا کے جتنے دستور حیات محنت و عرق ریزی سے تیار کئے ہیں ممکن ہے وہ نسل انسانی کے لئے بہت سودمند ہوں لیکن عورت کے حقوق کا جہاں تک تعلق ہے، آئین کے یہ مجموعے اس سے خالی ہیں۔ اور ان کے مرتب کرنیوالے اس باب میں خاموش ہیں مگر ستم یہ ہے کہ یہودی، نصرانی آئین میں، ایرانی، رومی قوانین میں، یونانی فلسفوں، ہندو کے مقدس شاستروں میں کسی جگہ بھی عورت کی اعلیٰ حیثیت اور اس کے حقوق کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ اکثر نامور مقدس ہستیوں کے اقوال اس کی برائی سے بھرے ہیں۔ جن سے عورت کی حقارت و ذلت اور اس کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کی تائید ہوتی ہے مثلاً:۔

”عورت بدترین، ذلیل ترین ہستی ہے، اس سے ہمیشہ دور رہو۔“ (گوتم بدھ)

”عورت شیطان کی ماں ہے“ (دیک عیسائی)

”عورت سانپ سے زیادہ زہریلی ہے اور مکر و فریب کی پتلی اس سے بچتے رہو“ (ناصوئی)

”عورت سے اپنا راز چھپاؤ وہ انتہائی نادان ہے“ (ناسٹر)

”سانپ کے کاٹے کا منتر ہے، لیکن عورت کے کاٹے کا منتر نہیں ملتا“ (وید)

اسلام سے پہلے عورت کی ناگفتہ بہ حالت

افسوس قسمت نے عورت کو صدیوں تک قعر مذلت میں ڈالے رکھا۔ اور دنیا اس کے ساتھ بہیمانہ برتاؤ کرتی رہی لیکن آخر اس کی بیکسانہ حالت پر خداتعالےٰ کو رحم آ گیا۔ سرزمین مکہ پر رحمت خداوندی کا نزول ہوا۔ اسلام آیا۔ تو ہادی برحق صلعم نے ان زبوں حالات کا ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ عورت کی مظلومیت و بیکسی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے دنیا بھر کی خدمات و فرائض تو اس کے ذمہ عاید ہیں۔ مگر اس کے حقوق کے متعلق یکسر خاموشی ہے اور صرف خاموشی ہی نہیں بلکہ اسے محروم رکھنے کا قانون نافذ ہے۔ اس زمانہ میں عرب میں لڑکیوں کی ولادت کی خبر سنکر والدین و اعزا کے چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ ان کو زندہ درگور کرنے کی تدبیریں کی جاتی تھیں اور اگر انہیں کسی طرح سے ابتدائی مرحلہ سے نجات مل جاتی تھی (یعنی زندہ دفن ہونے سے) تو پھر ساری زندگی ایسی مصیبتوں عذابوں اور تکلیفوں میں گذرتی تھی کہ موت ایسی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ بات بات پر ظلم ہوتا تھا۔ اور ایسی سختیاں کی جاتی تھیں کہ پناہ بخدا!

ظلم و ستم کے ان حالات میں عورت کو کوئی حیثیت ملنے کی توقع ہی فضول تھی۔ لیکن اسلام اور سرکار دو عالم جو دنیا کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے بھلا اس ظلم و ستم پر کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ آپ نے ببانگ دہل ان رسوم بد کی مخالفت کی۔ عورتوں کو لعنت، قہر سمجھنے والوں کی پرزور ملامت اور برائی فرمائی ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے کی سخت ممانعت کی گئی۔ بلکہ ان ظالموں کو برا کہا گیا جو عورتوں سے اس بری طرح پیش آتے تھے۔ آپ نے عورتوں کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے رہنے کی تاکید فرمائی اللہ تعالےٰ نے مرد و عورت کے حقوق کی وضاحت قرآن محترم میں فرمائی۔ یعنی یہ کہ عورت مرد میں کوئی فرق نہیں، بلکہ وہ دونوں ایک ہی ڈالی کے ثمر ہیں، ایک درخت کی دو شاخیں ہیں۔ جیسے مردوں کا وجود دنیا کے لئے مفید و ضروری ہے اسی طرح عورتوں کی ہستی بھی لازمی و ضروری ہے۔ جس طرح مردوں کے بغیر کارخانہ زندگی کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح عورتوں کے بغیر زندگی کی رونق اور دنیا کی بہار باقی نہیں رہ سکتی۔ ان دونوں کا وجود مخالفت و دشمنی اور عداوت کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اسلئے ہے کہ اتحاد و محبت یگانگت، موانست اور ارتباط مؤدت و اخلاص و زندگی کے شیرازہ کو قائم رکھیں اور دنیا میں امن و چین سے رہیں حضور صلعم نے دنیا کو اس صریح غلطی سے بھی آگاہ فرما دیا۔ جس میں دنیا کے مرد اور عورتیں مبتلا تھے یعنی یہ کہ عورت اور مرد کے مابین غلام و آقا مالک و نوکر کا سا تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی کسی کا محکوم نہیں۔ بلکہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین ہیں۔ اور تکمیل حیات کی کڑیاں ہیں۔ دونوں کے ارتباط سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے درمیان دوستوں رفیقوں کا برتاؤ و سلوک ہونا چاہیئے۔ اسلام سے پہلے دنیا یہ سمجھتی تھی کہ کل حقوق مرد کے حصہ میں آئے ہیں۔ اور عورت صرف اس کا آلۂ کار ہے۔ یا تعمیل فرائض و واجبات کی پتلی لیکن اسلام۔ عورت پر شفقت کرنے والے اسلام نے اس انصاف سوز اصول کی بھی شدت سے مخالفت کی اور اس تقسیم کو غلط قرار دیا گیا۔ حقوق اور تقسیم کار کے بارے میں مساوات کا لحاظ رکھا گیا یعنی ان میں سے ہر ایک کے ذمہ فرائض بھی ہیں اور اسی اعتبار سے ہر ایک کو حقوق حاصل ہیں۔ انسانی حیثیت سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ مساوات کے متعلق قرآن حکیم میں صریح فرمان موجود ہے (جیسے ان پر یعنی عورتوں پر دوسروں کے یعنی مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح انہیں بھی یعنی عورتوں کو دوسروں پر یعنی مردوں پر حقوق حاصل ہیں)“ قرآن کریم“

قربان اس خدائے دو جہان کی رحمتوں کے جس نے محض یہ اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ اسے عملاً بھی نافذ کرا دیا۔ حتیٰ کہ جائیداد املاک منقولہ غیر منقولہ میں بھی غریب و بیکس عورتوں کے حقوق قائم ہو گئے اور مردوں کی طرح ان کو بھی حصہ دلایا گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اسلام کے ان صریح و واضح احکام کے باوجود اس دور میں بھی مسلمانان ہند کا ایک گروہ عہد جہالت کی یاد تازہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ عورت کے ساتھ عام وحشیانہ سلوک کے علاوہ اب سختیوں کی انتہا اس حد تک پہنچ گئی ہے، کہ بعض مسلمان قانون وراثت کو بھی ترک کر چکے ہیں اور عورت کو ان کے شرعی و قانونی حقوق سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ پنجاب سرحد اور ہندوستان کے بعض حصص میں یہ بری رسم مدت سے جاری و ساری ہے لیکن اب کچھ عرصہ سے ہمارے قومی بہن بھائیوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ شدت سے اپنی غلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ وراثت کے متعلق پنجابی بہن بھائیوں کی جدوجہد کے حالات اور شریعت بل کی تفصیل، اخبارات میں آ چکی ہے۔

(از جناب شوکت جہاں بیگم صاحبہ۔ از بھوپال)

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذشتہ بیوع میں بھی درخواست کی جا چکی ہے اب مکرر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تاریخی، عمرانی، اخلاقی، تحریکات جدید اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون بھجوائیں، ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔ امید ہے ہماری درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

(مدیر)

اسلامی پریس

وقتی جوش کے بعد؟

"کچھ شک نہیں کہ مسلمان اپنی پستی کا احساس کر رہے ہیں مگر اس احساس کو ابھی تک صحیح عملی راہ میسر نہیں آئی۔ جو لوگ ملت کے لئے دلی تڑپ رکھتے ہیں، وہ بھی وقتی جوش، جلسوں، جلوسوں، ہنگاموں اور ریزولیوشنوں سے آگے نہیں بڑھتے۔ ہندوؤں میں شاید ہی کوئی لیڈر ایسا ہوگا جس نے وقتی ضروریات میں حصہ لینے کے علاوہ ایک نہ ایک تعمیری کام اپنے ذمہ نہ لے رکھا ہو ہزاروں کالج، سکول اکھاڑے، اخبارات، ہسپتال، بنک، انشورنس کمپنیاں صنعتی تجارتی ادارے ہندو لیڈروں کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف بجز تفریق [illegible] زندگی کا کوئی کام ایسا نہیں جس کے ذمہ دار مسلمانوں کے لیڈر اور شائقین ہوں۔ مسلمان امرا کی حالت اور بھی زیادہ قابل اصلاح ہے۔ ایک سو روپے ماہوار آمدنی کا مسلمان دس روپے ماہوار بھی قومی اور اسلامی کاموں پر خرچ نہیں کرتا۔ اور یہ اسی بخل کا نتیجہ ہے کہ ہندو امراء کے عطیات سے ہندوؤں کے قومی ادارے ہر جگہ شاہانہ شان کے ساتھ چل رہے ہیں، مگر مسلم اداروں کی حالت ہر جگہ ابتر ہے، کہیں مکان نہیں ہے، کہیں ملازموں کو تنخواہ نہیں ملتی، کہیں سامان کے لئے روپیہ نہیں حد ہے کہ مسلمانان ہند جذبات کی رو میں بہ کر فلسطین، طرابلس اور مکہ مدینہ کے نام پر تو لاکھوں روپے جمع کر دیتے ہیں، مگر اپنے گھر کیلئے وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم کی صریح احادیث کے مطابق اپنے محلہ اور شہر کے غریبوں کی امداد کرنا، مکہ مدینہ کے غریبوں کی امداد سے بھی زیادہ مقدم اور اہم ہے، ہر ایک شہر کے ذی حیثیت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقامی حالات کی درستی کا فکر کریں، اپنے مقامی اداروں کو ترقی دیں، اپنے بیکار نوجوانوں کو کام میں لگائیں، اور کوئی ایسی صورت پیدا کریں کہ مسلمانوں کی تعلیمی، کاروباری اور مالی زبوں حالی دور ہو جائے"۔ (ایمان)

فقیہوں کا حالِ زار

"آج فقیہہ وہ ہے جو فضول بکواس گردن کی رگیں پھلا پھلا کر کرے اور اقوالِ فقہا کو بغیر کسی تمیز کے کہ ان میں قوی کون سا ہے اور ضعیف کون سا، زبانی رٹ لے۔ پھر محدث وہ ہے جو احادیث کو خواہ وہ صحیح ہوں یا سقیم جمع کرے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر قصہ کہانی کے غوریان کو نقل کرتا چلا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب کے سب اسی طرح کے ہیں۔ بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں اگرچہ وہ بہت کم ہیں جو خدا کی زمین پر اس کی حجت ہیں اور اس کے بعد جو زمانہ بھی آیا وہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز اور تقلید پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ علم کی امانت لوگوں کے دلوں سے چھین لی گئی اور انہوں نے دین کی باتوں میں سوچنا ہی چھوڑ دیا، اور کہنے لگے انا وجدنا اٰباءنا علیٰ امۃ وانا علیٰ اٰثارھم مقتدون ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستہ پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں"۔ (ایمان جنوری سنہ ۴۲ء)

پیغام صلح:۔ اس جہالت اور اجتہادی جمود کو توڑنے کے لئے اور مسلمانوں میں اخلاقی معاشی اور روحانی توازن پیدا کرنے کے لئے تجدید اور احیاء کی اب بھی ضرورت نہیں؟

سرسید بطور تماشہ کے

"حال میں خواجہ احمد عباس صاحب مشہور جرنلسٹ اور فلمی افسانہ نویس جو علیگڑھ کے اولڈ بوائے بھی ہیں، علی گڑھ تشریف لائے۔ یونین کے ایک جلسہ میں آپ نے تشریف آوری کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان دنوں "سرسید کی زندگی" کے نام سے ایک فلم تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ اس فلم کے دو حصے ہونگے، پہلا حصہ سرسید کی زندگی، مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے آپ کی جدوجہد، اور مدرسۃ العلوم کے قیام سے متعلق ہوگا۔ دوسرے حصہ میں یونیورسٹی کی موجودہ زندگی کے مختلف پہلو دکھائے جائیں گے۔ آپ نے طلباء سے اپیل کی، کہ وہ اس فلم کو اپنا فلم سمجھیں، اور اس کی تیاری میں مدد دیں، امید کی جاتی ہے کہ چار یا پانچ ہفتہ میں فلم مکمل ہو جائے گا اور سب سے پہلے علی گڑھ میں دکھایا جائے گا"۔

(مسلم یونیورسٹی گزٹ)

پیغام صلح:۔ فلم کو ایک اسلامی درسگاہ میں داخل کرنا نتیجہ ہے جناب سرسید کی عقلیت پرستی اور نیچریت کا۔

یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین ؟
پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

دعوائے تجدید کا استقبال

"مولانا مودودی کے آخری پرچہ ترجمان کے بعد اور اس سلسلہ میں حسب ذیل تحریریں مختلف اطراف سے موصول ہوئی ہیں:۔

"آپ نے بھی آخر مولانا مودودی کے خلاف اعلان کر ہی دیا۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ حاشا کہ ہم لوگوں کو بھی اُن سے کوئی پرخاش نہیں۔ لیکن انہوں نے تو اب علانیہ تجدید کا دعوےٰ کر دیا ہے۔ اسی کا ڈر مدت سے تھا"۔

(ایک مشہور عالم و بزرگ قوم)

"مودودی صاحب تو اب کھُل کر آپ کے سامنے آ گئے ہیں تو اب بھی یہی کہوں گا کہ "واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً" پر عمل کیجئے"۔ (ایک نامور عالم) (صدق ۹ فروری)

پیغام صلح:۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ مجدد کے لئے دعوےٰ کرنا ضروری نہیں لیکن مسلمان محسوس کرتے ہیں کہ مودودی صاحب نے خود تجدید کا دعوےٰ کر دیا!

رسالہ معارف اور مودودی صاحب

"ہر زمانہ کے مجدد کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو علم (عقائد) اور عمل (فقہ) کی صحیح صورت کی جس پر جہالت کے پردے پڑ گئے ہوں تلقین کرے اور جہالت کے ان تو بر تو پردوں کو اپنے علم و عمل سے چاک کر دے لیکن اس صدی کے مجدد[1] کا اعلان یہ ہے:۔

"اب کہ میری حیثیت اس جماعت کے امیر کی ہوگئی ہے، میرے لئے یہ صاف کر دینا ضروری ہے کہ فقہ و کلام کے مسائل میں جو کچھ میں نے پہلے لکھا ہے اور جو کچھ آئندہ لکھوں گا یا کہوں گا اس کی حیثیت امیر جماعت اسلامی کے فیصلہ کی نہ ہوگی، بلکہ میری ذاتی رائے کی ہوگی، میں نہ تو یہ چاہتا ہوں کہ ان مسائل میں اپنی رائے کو جماعت کے دوسرے اہل علم و تحقیق پر مسلط کر دوں اور نہ اسکو پسند کرتا ہوں کہ جماعت کی طرف سے مجھ پر ایسی پابندی عائد ہو کہ مجھ سے علمی تحقیق اور اظہار رائے کی آزادی سلب ہو جائے ارکان جماعت کو میں خداوند برتر کا واسطہ دے کر ہدایت کرتا ہوں کہ کوئی شخص فقہی و کلامی مسائل میں میرے اقوال کو دوسروں کے سامنے حجت کے طور پر پیش نہ کرے"۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے مجدد کی شان تجدید کا ظہور نہ عقائد رائجہ کی تصحیح میں ہوگا نہ اعمال فاسدہ کی اصلاح میں، تو پھر اس امیر کی پیروی کس چیز میں ہوگی۔ یہ یاد رہے کہ سیاسیات بھی فقہ سے باہر نہیں، اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عقائد و فقہ میں امام و مجدد کی دو رائیں ہوتی ہیں، ایک ذاتی رائے اور ایک امام کی حیثیت سے، ایک کی تقلید مسلمانوں کے لئے ضروری اور دوسری کی نہیں"۔ (معارف فروری سنہ ۴۲ء)

فسق کی تبلیغ

"اس زمانہ میں خوش قسمتی سے ناچ نے بھی پلٹا کھایا ہے، ایسے ایسے قابل لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے برسوں کی محنت سے اسے پھر اونچے مرتبے پر پہنچا دیا ہے اور جگہ جگہ ایسے اسکول جاری کر دیئے ہیں جہاں شریف لوگ بھی ناچ گانا سیکھ سکتے ہیں.... ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کو اس فن کے سیکھنے میں آسانی تھی کیونکہ ناچ انکے کلچر کا ایک حصہ ہے.. میں اس فن کے اختیار کرنے میں اپنے والد اور ماموں کی احسانمند ہوں جنہوں نے اسے اچھی طرح سمجھا اور ہمیشہ میری مدد کی نہیں تو آج میری زندگی کچھ اور ہوتی"۔

الفاظ کسی غیر مسلمہ کے نہیں، ایسی کے ہیں جو کم از کم نام سے تو ضرور مسلمہ ہے اور ہندوستان کے ایک مشہور غیر مسلم رقاص کے طائفہ میں شریک ہو کر ناچ میں اپنا نام پیدا کر رہی ہے۔ اس کی تقریر، ناچ کے فضائل پر سرکاری محکمۂ ریڈیو نے اپنے ایک اسٹیشن سے کرائی اور اس پر بھی بس نہ کر کے اسے اپنے پندرہ روزہ جریدہ آواز کے ایک پورے صفحہ پر شائع بھی کروایا! — تقریر کا ابتدائی حصہ آپ سُن چکے، دل پر جبر کر کے آخری حصہ بھی سُن لیجئے:۔

"پرانے زمانہ کے رشی منیوں نے بہت سی خوبصورت کہانیاں لکھی ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کے خیالات ہیں اور انکو ہم اپنے ناچ میں آسانی سے استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم کو اس کی کیا فکر کہ لکھنے والا کس فرقہ سے ہے آخر کار ان سب کہانیوں کا نچوڑ یہی ہے، کہ سچائی، انصاف اور بہادری ہمیشہ کمینہ پن، دھوکہ بازی اور مکاری پر فتح پاتی ہے، اور ہر طبقہ کا یہی عقیدہ ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ **تہذیب و اخلاق کو ترقی دی جائے** ہمارے ملک کے بچہ بچہ کو اس بات کا فخر ہونا چاہئے کہ وہ ہندوستانی ہے، میری اس بات سے کہ میں نے پرانے خیال کے خاندان سے ہوتے ہوئے بھی اسٹیج پر ناچنا اختیار کیا۔ اگر دوسروں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور قومی اتفاق کو ذرہ بھر بھی مدد ملتی ہے تو میرے خیال میں میری زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے"۔

جس فقرہ کو جلی کر دیا گیا ہے وہ عبرت کی نظر سے پڑھنے کے قابل ہے، یہ بیسویں صدی کا معجزہ ہے۔ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ایک ذلیل پیشہ یعنی ناچنے گانیوالی عورت دنیا کو "تہذیب اخلاق" کی طرف بلا رہی ہے، اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی کلچریت میں گم اور ضم ہو جانے کی دعوت دے رہی ہے! تہذیب اخلاق! ان الفاظ کی مٹی اس دور سے قبل کبھی کیوں اتنی پلید ہوئی ہوگی؟ (صدق لکھنؤ)

[1] مودودی صاحب کا خطاب ہے (مدیر)

کیا جاپان مشرقی تہذیب کا علمبردار بن سکتا ہے؟

کیا جاپان ایشیائی تہذیب کا علمبردار بن سکتا ہے؟ اس کا جواب اس کے ان مجرمانہ افعال اور اعمال کی فہرست سے مل سکتا ہے۔ جن کا ارتکاب اس نے چین میں کیا اور کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) مقبوضہ چینی علاقوں میں جاپانی فوجوں نے غیر مصافی آبادیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

(۲) ان آبادیوں پر قبضہ کرنے سے قبل ان پر اندھا دھند بم برسائے

(۳) قبضے کے بعد عورتوں اور لڑکیوں کی آبرو ریزی کی گئی۔ اور اس کے بعد انہیں اس طرح اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا گیا کہ جن کے بیان کا قلم کو یارا نہیں۔ مثال کے طور پر ایک چینی لڑکی کو اس کے دائیں ہاتھ درمیانی انگلی سے رسی باندھ کر چھت سے لٹکا دیا اس طرح اس کے جسم کا سارا بوجھ اس کی ایک انگلی پر تھا۔ اس طرح اس بے بس لڑکی نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔

(۴) چین کے باشندوں کے انکار کے باوجود انہیں بزور شمشیر افیون کھانے اور پینے پر مجبور کیا۔ انہیں معفت افیون مہیا کر کے اس کا عادی بنایا گیا۔ اس مقصد کے لئے جاپان اور کوریا کی خوبصورت لڑکیاں ساقی بنا کر بھیجی گئیں پھر چینیوں کی نگرانی کی گئی۔ اور جنہوں نے اس زہر کو ترک کرنے کی کوشش کی۔ انہیں سنگین سزائیں اور سخت اذیتیں دی گئیں مشرقی دماغ اور ایشیائی تہذیب ان واقعات کا اعتبار نہیں کر سکتی۔

مگر ان واقعات سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ مشرقی تہذیب کا علمبردار بننے کے متعلق جاپان کا دعویٰ کہاں تک حق بجانب ہے۔

(۵) جاپان نے چین کو دستی نقصان پہنچایا۔ اور اس طرح کیا جب چین اور تعلقات قائم تجارتی مال اور

کے پردے میں اقتصادی ذلیل قسم کی چوری کا ارتکاب جاپان کے درمیان تھے جاپان نے اپنے قونصل سفیر

چین پر انسانیت سوز مظالم کی مختصر فہرست

کی معرفت چین میں پہنچایا تاکہ چین کو اس مال کا محصول نہ دینا پڑے۔ جو عام طور پر بندرگاہوں میں وصول کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق سفیروں اور قونصلوں کی چیزوں اور سامان پر محصول نہیں دیا جاتا۔

(۶) جاپانیوں نے چین کے سرسبز و شاداب خطوں کو تباہ اور برباد کیا۔

(۷) چینیوں کو جاپانیوں سے اس قدر نفرت ہے۔ کہ جن علاقوں پر جاپانیوں نے قبضہ کیا۔ چینی اپنی جان اور آبرو لے کر وہاں سے بھاگ کر جنوبی علاقے میں آ گئے۔

(۸) جاپانیوں کے منحوس قدموں کے ساتھ چین میں تباہی بربادی قحط اور افلاس کی مصیبتیں اور آفتیں لگی آئیں۔

(۹) جاپانیوں نے چینیوں پر یہ مظالم اس لئے توڑے اور ان کے ساتھ یہ انسانیت سوز سلوک اس لئے کیا گیا کہ ان کے خیال کے مطابق چینی قوم جاپانیوں کے مقابلے میں ذلیل اور خوار ہے۔ اور انسانیت کے پست ترین طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔

(۱۰) شمالی چین میں جاپانیوں نے آج وہی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔ جو اب سے پیشتر چنگیز خاں کی تھی۔ اس نے شمالی چین کو تباہ و برباد اور چینیوں کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی۔ تاکہ تاتاریوں کیلئے نوآبادی بن سکے۔ جاپانی بھی اب اس علاقے میں اپنے آدمیوں کو بسانے اور آباد کرنے کی کوشش میں ہیں وہ اس علاقے میں چینیوں کو جاپانیوں کے غلام اور پیشہ ور ملازم بنانا چاہتے ہیں۔

یہ واقعات ہیں۔ جو ۱۹۳۷ء سے دنیا کی نظروں کے سامنے آ رہے ہیں۔ کیا ایشیائی تہذیب اور مغربی تمدن یہی ہے؟۔ درحقیقت یہ جرمنی کے نئے نظام کا ایک چربہ ہے۔ جسے جاپان مشرق میں اپنے لئے استعمال کر رہا ہے۔ جاپان نے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ وہ بدترین نازی تہذیب کا نقال ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں:

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کیلئے جدوجہد کرنا ہر ایک احمدی احباب کا فرض ہے:

ضرورت ہے

مرکزی دفتر میں ایک کارکن کی ضرورت ہے تعلیم کم از کم انٹرنس تک ہو۔ صرف وہی اشخاص درخواست بھیجیں جو خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر سکتے ہوں اور جذبہ تبلیغ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تمام درخواستیں مقامی سکرٹری یا صدر کی وساطت اور سفارش سے آنی چاہئیں تنخواہ -/۲۵ روپے ماہانہ مستقل ہونے پر ۶۰/۳/۳۰ کا گریڈ دیا جائے گا:

عبد اللہ جنرل سکرٹری

ضرورت ہے

انجمن کے دفاتر میں ایک دو چپڑاسیوں کی ضرورت ہے۔ دیندار اور پابند شریعت نوجوان اپنی درخواستیں مقامی سکرٹری یا صدر کی معرفت بھجوائیں تنخواہ کم از کم دس روپیہ ماہوار ہوگی مستقل ہونے پر حسب کام اضافہ کر دیا جائے گا:

عبد اللہ۔ جنرل سکرٹری

ایک صالح نوجوان کی شمولیت سلسلہ

انہی دنوں میں ایک صالح نوجوان ڈاکٹر عبد العزیز صاحب ہزاروی جو ایم بی۔ بی ایس کے آخری سال کے سٹوڈنٹ ہیں سلسلہ میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ آنکو استقامت عطا فرمائے اور خدمت دین کا جو شوق انکے دل میں موجزن ہے اسکو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ یہ نوجوان پہلے سلسلہ کے سخت مخالف تھے احمدیت کی تردید کے خیال سے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا لیکن جوں جوں حضرت کی کتابیں ان کی نظر سے گذریں یہ حضرت کے عاشق بنتے چلے گئے۔ انہی ایام میں برادر مکرم ڈاکٹر عبد العزیز صاحب نوشہرہ سے ان کے دوستانہ تعلقات ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب کی صحبت سے ان کو فائدہ پہنچا۔ اور انکے خیالات میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ اب بجائے مخالف کے یہ حضرت مسیح موعود کے معتقد ہو گئے۔ وہ عرصہ تقریباً چار ماہ سے خاکسار سے ملاقات کا سلسلہ رکھتے ہیں اور مسلم ٹاؤن میں عموماً تشریف لاتے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے مجھ سے انگریزی کتاب ٹیچنگز آف اسلام لیکر پڑھی۔ عقاید کی رو سے احمدی تو پہلے ہی ہو چکے تھے لیکن اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر بیعت کر لی۔ اور اپنا فارم بیعت پُر کر کے دے دیا۔ ڈاکٹر صاحب محض میڈیسن میں ہی قابل نہیں بلکہ فارسی لٹریچر اور تاریخ عالم کے آپ ایک بہت اچھے سکالر ہیں۔ اور شعبہ مذہب اخلاق تصوف پر آپ نے بہت سی کتب مطالعہ کی ہیں، بہت دیندار اور پرہیزگار ہیں اور مخلوق خدا سے نیک سلوک آپکا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعید نوجوان کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور دینی دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے:

(مرتضیٰ خاں)

اشتہار

بعدالت خان عبد الرحیم خانصاحب بی اے نائب تحصیلدار شجاع آباد

غلام مصطفےٰ شاہ ولد سید محمد شاہ ذات سید گیلانی سکنہ بستی سیداں تحصیل شجاع آباد۔ فریق اول

بنام

علی اکبر شاہ ولد سید حاجی شاہ۔ مبارک شاہ۔ الٰہی بخش شاہ پسران سید غلام نبی شاہ۔ قاسم شاہ ولد سید شمس الدین شاہ۔ حبیب شاہ ولد قادر داد شاہ۔ ذات سید گیلانی سکنائے بستی سیداں تحصیل شجاع آباد الٰہی بخش خان ولد جھنڈو خاں ذات جٹ لنگاہ سکنہ جہان پور، سرفراز شاہ۔ عبد الستار شاہ۔ محمد علی شاہ۔ محمد نواز شاہ۔ اللہ بچایا شاہ پسران سید حیدر چراغ شاہ سید گیلانی سکنائے جال والہ تحصیل مظفرگڑھ۔ فریق ثانی۔

درخواست تقسیم اراضی مندرجہ کھاتہ ۱۵۹ کھتونی ۲۴۴ تا ۲۴۹ برقبہ [illegible] واقع موضع بستی سیداں تحصیل شجاع آباد مقدمہ مندرجہ بالا میں فریق ثانی تعمیل نوٹس سے گریز کر رہے ہیں۔ لہذا ان کو بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ بروئے تحریر بیان بتاریخ ۲۷ [illegible] حاضر عدالت ہذا نہیں آئیں گے تو کارروائی یکطرفہ ان کے برخلاف عمل میں لائی جاوے گی۔ آج بتاریخ ۹ مارچ ۱۹۴۲ء بدستخط ہمارے و بثبت مہر عدالت جاری ہوا۔

(دستخط حاکم)

(مہر عدالت)

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

نیویارک ۷ مارچ نیویارک کی ریڈیو اور ٹیلیفون کمپنیوں نے اعلان کیا ہے کہ جاوا سے ریڈیو اور ٹیلیفون کا تمام سلسلہ منقطع ہوگیا۔

طہران ۷ مارچ۔ مسٹر فروغی نے وزارت بنانے کی کوشش چھوڑ دی ہے اور دارالخلافہ سے چلے گئے ہیں۔ روانگی سے پہلے انہوں نے پارلیمنٹ کے نام ایک خط لکھا جس میں درج ہے کہ ڈیڈلاک کا حل کرنا میرے اختیارات سے باہر ہے میرے لئے وزیراعظم کا عہدہ قبول کرنا اور وزارت بنانا ناممکن ہے۔ مسٹر فروغی نے ایک ہفتہ کے ڈیڈلاک کے بعد یہ فیصلہ کیا۔

قاہرہ آزاد فرانسیسی فوجوں نے دشمن کی ایک چوکی کے سپاہیوں کو پکڑ لیا ایک اور فرانسیسی دستہ نے مغربی لیبیا میں دشمن کی ایک چوکی پر گھمسان کی لڑائی کے بعد قبضہ کر لیا۔

طہران ۸ مارچ ایران چیمبر کا ایک پرائیویٹ اجلاس ہوا جس میں تقریباً تقریباً متفقہ طور پر یہ پاس کیا گیا کہ سابق وزیر خارجہ سوہیل وزیراعظم بنیں سوہیل عنقریب نئی وزارت مرتب کریں گے۔

زیورچ ۸ مارچ۔ ایک مقامی اخبار کے برلن نامہ نگار کا بیان ہے کہ جرمن کے فوجی حلقے اب تسلیم کرتے ہیں کہ روس میں جرمنی کے پندرہ لاکھ اشخاص ہلاک اور گھائل ہوگئے ہیں۔

بنکاک ۸ مارچ۔ سیام کی وزارت نے استعفا دے دیا۔

نئی دہلی ۸ مارچ۔ اعلان کیا گیا ہے کہ رنگون سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ برما میں جاپانیوں نے پگ گو پر قبضہ کر لیا ہے۔

نئی دہلی ۹ مارچ۔ برما سے جو اطلاعات موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوا کہ ۷ مارچ کو فیصلہ کیا گیا تھا کہ کارآمد اشیاء برباد کرنے کے بعد اپنی فوجیں رنگون سے نکال لی جائیں۔

مانڈلے ۹ مارچ۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار نے مانڈلے سے اطلاع دی ہے کہ ۹ مارچ تک برما میں جاپانیوں کے ۱۲۲ جہاز گرائے گئے ۴۳ کے متعلق امکان ہے کہ تباہ ہوئے اور ۲۴ کو نقصان پہنچا ہے پچھلے ہفتہ رنگون کے رقبہ پر ۲۶ جاپانی جہاز گرائے گئے۔

سڈنی ۹ مارچ۔ آسٹریلیا کی وزارت کا اجلاس ہوا۔ جس میں اعلان کیا گیا کہ نئے قواعد کے مطابق کامن ویلتھ کے فوجی حکام کو اختیار دیا گیا ہے کہ جہاں کہیں ضرورت ہو سڑکوں، ریلوں نہروں واٹر ورکس ہوائی اڈے، جہاز سازی کے کارخانوں کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے۔

نئی دہلی ۱۰ مارچ۔ وائسرائے ہند نے ہندوستانی مردوں اور عورتوں کے نام ذیل کا پیغام جاری کیا ہے:-

آیندہ چند ہفتوں کے دوران میں آپ کو دعوت دی جائے گی کہ آپ قومی جنگی محاذ میں اپنے آپ کو بھرتی کرائیں۔ جس سرزمین پر ہم بستے ہیں اسے خطرہ درپیش ہے، یہ ہر شخص کے لئے کام کرنے کی اپیل ہے۔ اپنی صفوں کو باندھ لو۔ اور ظالم کے مقابلہ میں شانہ بشانہ کھڑے ہو جاؤ۔ ہندوستان کے بہت سے سپاہی دنیا کے بہت سے حصوں میں مادر وطن کی حفاظت کے لئے لڑتے رہے ہیں اور لڑ رہے ہیں۔ آج ہم میں سے ہر ایک شخص سپاہی بن سکتا ہے۔ چھپے ہوئے غداروں کی جڑیں اکھیڑ دو آج ملک کا ڈیفنس بہتر بناؤ اور کل فتح کی طرف جاؤ۔ مجھے آپ کی ہمت پر اعتماد ہے۔

کلکتہ ۱۰ مارچ۔ شہری حفاظت کے محکمہ کے وزیر مسٹر سنتوش کمار باسو نے بنگال کی کونسل میں شہری حفاظت کے متعلق بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ کلکتہ کو جبری طور پر خالی نہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور ہے جو لوگ کلکتہ میں اپنے گھروں کی حفاظت کا انتظام کر سکتے ہیں اور شہر سے باہر مناسب رہائش گاہ تلاش کر سکتے ہیں انہیں ہم نہ صرف خوش آمدید ہی کہیں گے بلکہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی ضروری کام نہیں تو وہ شہر سے باہر چلے جائیں۔

نئی دہلی ۱۱ مارچ ہندوستان کے متعلق اعلان ہوگیا پارلیمنٹ میں مسٹر چرچل نے اعلان کر دیا کہ سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان جا کر ہندوؤں سے بات چیت کریں گے۔

لنڈن ۱۲ مارچ۔ روسی فوجوں نے جنوبی محاذ کے سارے مورچوں پر یک وقت حملے شروع کر دیئے۔

لنڈن ۱۳ مارچ۔ سر سٹیفورڈ کرپس چند دنوں میں ہندوستان پہنچکر موجودہ پروگرام کے مطابق ہندوستان میں چھ ہفتے قیام کریں گے۔

لاہور ۱۴ مارچ روشنی پر پابندیوں کا تجربہ ۱۵ مارچ سے سارے صوبہ میں کیا جائے گا یہ تجربہ ۱۸ مارچ کی رات تک رہے گا۔

میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں (مسیح موعود)

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ضروری ارشاد ایک بات جو میں اپنے بزرگ اور دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہی اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائداد کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔

درسی کتب پیش کرنے کی آخری تاریخ

نئے نصاب کے مطابق لکھی ہوئی درسی کتابیں پیش کرنے کی آخری تاریخ حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم نے ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء مقرر کی تھی۔ اب اسے بڑھا کر ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء کر دیا گیا ہے۔

از محکمہ اطلاعات پنجاب۔

لاہور۔ مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۴۲ء۔ نمبر ۳۰۳۳

پنجاب کے ۵۰ جنگی ہوائی جہاز
رائل ایر فورس میں

رائل ایر فورس میں پنجاب کی طرف سے اب تک ۵۰ ہوائی جہاز دیئے جا چکے ہیں۔ پچاسویں جنگی ہوائی جہاز کیلئے ضلع کانگڑہ کی تحصیل ہمیرپور نے رقم دی ہے۔ جس کا نام اس تحصیل کے نام پر رکھا جائے گا۔

اس عطیہ کے اعتراف میں انگلستان میں محکمہ طیارہ سازی کے وزیر نے ہز ایکسیلینسی گورنر پنجاب کو حسب ذیل تار ارسال کیا ہے:-

میں ۴۰۵۰ پونڈ کے فیاضانہ عطیہ کے لئے پرخلوص شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اہل پنجاب ہوائی جہازوں کے لئے اب تک ۲½ لاکھ پونڈ دے چکے ہیں۔ اور ان کی وفادارانہ فیاضی ان سب لوگوں کی ہمت اور حوصلہ بڑھانے کی موجب رہی ہے جو رائل ایر فورس کو ہوائی جہاز مہیا کر کے اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے کام میں مصروف ہیں۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور ۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۶ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۳

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جمعہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے ۔ اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھیرایا ہے۔ اور اس بارے میں خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جمعہ کی بانگ دی جائے، تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کر دو۔ اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ۔ اور نماز جمعہ کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے گا۔ وہ سخت گنہگار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو۔ اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے۔ اس قدر نماز عید کی بھی نہیں۔ اسی غرض سے قدیم سے اور جب سے اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانوں میں چلی آتی ہے۔ (بدر ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ و الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

کیا جماعت جمعہ دو آدمیوں سے ہوسکتی ہے مسئلہ پیش ہوا۔ کہ دو احمدی کسی گاؤں میں ہوں۔ تو وہ بھی نماز جمعہ پڑھ لیا کریں یا نہ۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی محمد احسن صاحب سے خطاب فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ دو سے جماعت ہو جاتی ہے اسلئے جمعہ بھی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں پڑھ لیا کریں۔ فقہاء نے تین آدمی لکھے ہیں۔ اگر کوئی اکیلا ہو تو وہ اپنی بیوی وغیرہ کو پیچھے کھڑا کر کے تعداد پوری کر سکتا ہے۔ (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء)

ایک مسجد میں دو جمعے سوال پیش ہوا۔ کہ بعض مساجد اس قسم کی ہیں۔ کہ وہاں احمدی اور غیر احمدی کو اپنی جماعت اپنے امام کے ساتھ الگ الگ کرا لینے کا اختیار قانوناً یا باہمی مصالحت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو ایسی جگہ جمعہ کے واسطے کیا کیا جائے۔ کیونکہ ایک مسجد میں دو جمعے جائز نہیں ہو سکتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ جو لوگ تم کو کافر کہتے ہیں۔ اور تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ وہ تو بہرحال تمہاری اذان اور تمہاری نماز جمعہ کو اذان اور نماز سمجھتے ہی نہیں۔ اس واسطے وہ تو پڑھ لیں گے۔ اور چونکہ وہ مومن کو کافر کہکر بموجب حدیث نبوی خود کافر ہو چکے ہیں۔ اس واسطے تمہارے نزدیک بھی ان کی اذان اور نماز کا عدم وجود برابر ہے۔ تم اپنی اذان کہو۔ اور اپنے امام کے ساتھ اپنا جمعہ پڑھو۔

(البدر ۲ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ مورخہ ۲۰ مارچ کو خطبہ جمعہ حضرت ممدوح نے ہی ارشاد فرمایا۔

درخواست ہائے دعا

— جناب مولوی سید محمود صاحب بھتیجی برادر مولانا احمد صاحب مرحوم نے مبلغ ۵/۰/۰ روپیہ عطیہ برائے اشاعت اسلام اس خوشی میں دیا ہے کہ سمندر پار سے انکے صاحبزادہ کی خیریت و عافیت کی خبر آئی ہے صاحبزادہ مذکور سمندر پار فوجی ملازمت کے سلسلہ میں گئے ہوئے ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کی عافیت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— جناب قاضی شیر محمد صاحب علی پور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی صاحبزادی بیمار ہیں اور احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ان کی شفایابی کے دعا کی جائے۔

— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی صاحبزادی پھر بعارضہ بخار بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

— جماعت کے بعض اصحاب بیمار اور مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

تحریک صدقہ پہلے بھی اصحاب سلسلہ کو توجہ دلائی جا چکی ہے اب مکرر لکھا جاتا ہے کہ جن دوستوں نے تحریک صدقہ کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے کہ جلدیہ رقوم دفتر میں پہنچ جائیں۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بنا کر تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں

حضرت مسیح علیہ السلام اور عدم تشدد

از مدیر

عدم تشدد کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کی بلند پایہ شخصیت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وہ رجل عظیم ہے، جس نے ایک نو پیام امن اور پیغام محبت دے کر دنیا کا نقشہ بدل دیا، عیسائی کلیسا اور عیسائی نا لیطی کی تاریخ یقیناً انسانی خون سے لتھڑی ہوئی ہے، لیکن ان خونین واقعات کی ذمہ داری بہت حد تک مغربی اقوام کی عمرانی افتاد پر عائد ہوتی ہے۔ نہ کہ حضرت مسیح کی تعلیم اور اسوہ پر۔ یورپ کے عیسائی بادشاہوں کے محاربوں میں انجیل کی تعلیم کارفرما نہیں رہی بلکہ وہ بہیمانہ فطرت کام کر رہی تھی، جو ان بادشاہوں کا امتیاز خصوصی تھا۔ چنانچہ اگر غور سے کام لیا جائے، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ موجودہ جنگ اور اس سے پہلے جنگ عظیم اسی امتیاز کی آئینہ دار ہیں۔ خدا تعالےٰ کی مشیت اپنے انتخاب میں کبھی غلطی نہیں کرتی، غالباً عدم تشدد اور رفق و ملائمت کی سب سے زیادہ ضرورت ان مغربی اقوام کو ہی تھی، جن کا خمیر حد درجہ کی بربریت سے اٹھا تھا۔ اگر ان قوموں میں عیسائیت نہ پہنچتی تو یہ اس درجہ ترقی پذیر بھی نہ ہوتیں۔ ان کی ترقی میں عیسائیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ اور حضرت مسیح کی شخصیت نے ہی ان میں ایک اعلیٰ درجہ کا تمدنی انقلاب پیدا کیا ہے۔ اگر یورپ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم نہ پہنچتی تو آج مغربی اقوام کے مزاج میں درشتی اور سختی کا عنصر کہیں زیادہ ہوتا۔ اور ان کی تاریخ محض ایک تشدد کی تاریخ ہوتی، یورپ کی موجودہ تہذیب کو معرض وجود میں لانے کے لئے عربوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ یورپ کی تمام علمی ترقی عربوں کی ہی رہین احسان ہے۔ لیکن ان کی طبائع اور وجدان پر زیادہ اثر عیسائیت نے ڈالا ہے۔

کلیسا اور اس کی تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم صرف حضرت مسیح اور ان کی تعلیم کا ہی ذکر کریں گے۔ مگر پہلی تین صدیوں میں کلیسا کی روش بھی بعد کی تاریخ سے بالکل مختلف تھی، ابتدائی تین صدیوں میں کلیسا نے ہمیشہ جنگ میں شامل ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر اس کی مفصل روئداد ملنا مشکل ہے لیکن جستہ جستہ واقعات ضرور ملتے ہیں، جس میں عیسائیوں نے جنگ میں شامل ہونے سے انکار کیا اور انہیں اس کی سزا دی گئی۔ لیکن بعد میں رفتہ رفتہ یہ نظریہ بدل گیا اور کلیسا نے جنگ میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ وہ وعظ جو حضرت مسیح نے پہاڑی پر دیا۔ اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے متی اور لوکا دونوں متفق ہیں کہ اس میں حضرت مسیح نے، عدم تشدد کی تعلیم دی چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:۔

"تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے دشمنوں سے محبت کرو، ان سے بھلائی کرو، جو تم سے نفرت کرتے ہیں، ان کے لئے دعا کرو جو تمہیں دکھ دیتے ہیں"۔ اور اسی ضمن میں حضرت نے کہا ہے کہ "اگر تمہارے ایک رخسار پر کوئی چپت رسید کرے تو تم دوسرا پیش کر دو" اس تعلیم میں تشدد ہرگز نہیں پایا جاتا خواہ وہ تشدد دفاعی ہی کیوں نہ ہو بلکہ بدی کے مقابلہ میں تاب مقاومت کی نفی کی گئی ہے، اور "آسمانی باپ" کے تحمل کو انسانوں کے لئے مکمل نمونہ سمجھا گیا ہے چونکہ عادل اور غیر عادل پر اپنی بارش یکساں بھیجتا ہے اور خیر و شر پر اس کا سورج ایک ہی روشنی سے طلوع ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مندرجہ بالا بیان پر انجیل کی اس آیت کو جس میں کہا گیا ہے کہ اپنے آسمانی باپ کی طرح کامل ہو جاؤ۔ سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

مگر کلیسا اور اس کے ارباب حل و عقد نے ہمیشہ اس تعلیم کو پس پشت پھینکنے کی کوشش کی ہے اور اسے ایک ناقابل عمل تصوریت سمجھا گیا ہے جو کہ بعض انفرادی امور میں ہی احاطۂ عمل میں آسکتی ہے، اور اس نظریہ کو تقویت دینے کے لئے مسیح کے دیگر اقوال سے مدد لی گئی ہے۔ حالانکہ مسیح کی تعلیم اور اس جدید نظریہ میں تطبیق دی ہی نہیں جاسکتی۔ آخر تشدد اور عدم تشدد ایک جگہ کہاں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے بڑی مثال جو پیش کی جاتی ہے۔ وہ مسیح کا ایک غیر معروف قول ہے، کہ اس نے اپنے شاگردوں کو تلواریں خریدنے کو کہا تھا اور دوسری مثال وہ درشت کلامی ہے جو اس نے فریسیوں اور گلیلی کے شہریوں کے متعلق کی۔

اصل ... میں
حقیقت ... یوں
ہے ... کہ
حضرت مسیح ... علیہ السلام
نے بدی کے مقابلہ کی تلقین کی ہے، لیکن وہ مقابلہ ایسا مقابلہ ہے کہ جس میں تشدد نہ ہو اور بدی کا قلع قمع بھی ہو جائے، اس لئے انہوں نے شر کے خلاف پر سطوت فقرے تو استعمال کئے لیکن کوئی تیر و تفنگ استعمال نہیں کیا۔ مثلاً لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یروشلم تشریف لے گئے تاکہ وہ سب کو تنبیہ کریں۔ ہر ایک کو خدا تعالےٰ کے عذاب سے ڈرائیں لیکن بغیر تشدد کے انہوں نے ایسا کیا۔ وہ صرف وجدان اور محبت سے بدی کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ اس خاموش اخلاقی اور وجدانی پیکار کی وجہ سے انہیں اپنی جان عزیز تک پیش کرنا پڑی اور اس موت سے گو ظاہر بین آنکھ کو بدی دنیا میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہے، اور اس عالمگیر تاریکی میں صداقت کی شمع منفعل اور ٹمٹماتی ہوئی معلوم دیتی ہے دنیوی اور مادہ پرست شہزادے شاہی تختوں پر جلوہ گر ہیں مگر روحانی شہزادہ تختۂ دار پر لٹکا نظر آتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ دنیا کو بجائے ان شاہی تختوں کے ایک صلیب کے سامنے سر عجز و نیاز خم کرنا پڑتا ہے، تشدد مجبوراً و لرزہ براندام ہو کر عدم تشدد کے قدموں میں گر پڑتا ہے۔ مجبوری اور بیچارگی بڑھتے بڑھتے دنیا پر مسلط ہو جاتی ہے۔ اور دنیا کو آخرکار تسلیم کرنا پڑتا ہے، کہ تشدد کے علاوہ صداقت کو پھیلانے کے اور طریقے بھی ہیں، اور خداوند تعالےٰ کی مشیت ہر زمانہ کے مطابق اس کی خرابیوں کا علاج کرتی ہے۔ کبھی صداقت کا جلال اثر پذیر ہوتا ہے تو کبھی اس کا جمال ہی زود اثر ثابت ہوتا ہے خدا کی قدرت کے ڈھنگ نرالے ہیں، اس کی حکمت انسان کی معاشرتی اور تمدنی گتھیوں پر حاوی ہے۔ اور وہی اس کو سلجھا بھی سکتی ہے۔ آج بھی اگر خدا تعالےٰ کی قدرت نے چاہا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں اسلام کی شان جمالی کا ظہور ہو تو اس میں بعید بات کونسی ہے۔ پہلے مسیح کو اس کے پیروؤں نے بشریت سے اٹھا کر الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا اس دور کے محمدی مسیح کو اس کے ماننے والوں نے مجددیت، اور محدثیت سے اٹھا کر نبوت کے مقام تک پہنچا دیا۔ تو یہ غلو کوئی عجیب نہیں۔ تاریخ انسانی میں پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے غلو کرنے والے کرتے رہیں گے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی مشیت پوری ہو کر رہے گی۔ خدا اور اس کے رسول کا نام اس دور کے مجدد کے ذریعہ جسے مصلحت وقت کی وجہ سے مسیح کا خطاب دیا گیا۔ دنیا کے کونہ کونہ سے بلند ہو کر رہے گا۔ اور دنیا جان لے گی، کہ تشدد کے علاوہ عدم تشدد سے بھی صداقت دنیا میں پھیل سکتی ہے۔

ہو چکا اسلام کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

معلومات

(۱) شہنشاہ اکبر کے شاہی کتب خانے میں چودہ ہزار کتابیں تھیں۔ جن کی قیمت کا اندازہ پچاس لاکھ روپیہ تھا۔

(۲) فرانس کا دارالخلافہ دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے اسکی تمام سڑکیں ربڑ کی بنی ہوئی ہیں۔

(۳) جنگ کی وجہ سے دنیا کے تمام ذمہ دار افسروں وزیروں، اور بادشاہوں کی تنخواہوں میں خاصی کمی کر دی گئی ہے۔ مگر جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر کی تنخواہ میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ اس کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ پونڈ ہے۔

(۴) ہندوستان میں ہر روز ۲۸۸۰، اشخاص ٹی بی بخار کا شکار ہو کر اس دنیا سے سدھار جاتے ہیں۔

(۵) اندازہ کیا گیا ہے، کہ تمام دنیا میں ۶۷۶۰ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے آدھی سے زیادہ مردہ تصور ہو چکی ہیں۔ اور ۲۷۹۶ زبانیں موجودہ زمانے میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ انگریزی زبان سب سے زیادہ بولی جاتی ہے۔ (ماخوذ)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم شنبہ ۶ ربیع الاوّل ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۳

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا نادر موقعہ

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کا پروگرام اس شیوع میں کسی جگہ درج ہے۔ یہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہونگے۔ بیرونی جماعتوں کو ان جلسوں کو ہر لحاظ سے کامیاب بناکر اپنی تبلیغی زندگی اور مذہبی حرارت کا ثبوت دینا چاہیئے اور اوران جلسوں میں زیادہ سے زیادہ غیر از جماعت حضرات کو شامل کرنا چاہیئے، تقریروں کے لئے ایسے موضوع انتخاب کرنے چاہیئے جو زمانہ کے حالات کے مطابق ہوں، فرسودہ اور پامال عنوانات کا انتخاب چنداں مفید ثابت نہیں ہوسکتا موجودہ مشکلات اور مصائب میں جو علاج احمدیت اور اسلام پیش کرتا ہے اسے پیش کرنا چاہیئے اور اس ضمن میں ان غلط فہمیوں کو بھی دور کرنا چاہیئے جو احمدیت کے متعلق ملک کے طول و عرض میں پھیل چکی ہیں۔ ان غلط فہمیوں کی تحلیل اور تجزیہ کرکے دنیا کے منے پیش کرنا چاہیئے تاکہ یہ غلط فہمیاں بالکل دور ہوجائیں اور مسلمانوں پر روشن ہوجائے کہ تحریک احمدیت خالص اسلامی تحریک ہے اور غلط فہمیاں محض چند ایک پولٹیکل حالات اور خود غرض لوگوں کے مغالطوں کا نتیجہ ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ وہ بات نہایت شدت کے ساتھ پیش کرنے کے قابل ہے اور جس کی شدید ضرورت بھی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اس امر کو بالکل واضح کردینا چاہیئے کہ تحریک احمدیت ہی وہ تحریک ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اسلام کے احیاء اور غلبہ کے لئے قائم کیا ہے اور اس دور کے مجدد حضرت امام عصر حاضر ہیں اور مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی صرف اس امر سے متعلق ہے، کہ وہ اس زمانہ کے امام کو پہچانیں اور اس کی جماعت میں شامل ہوں اور متحدہ طور پر غلبۂ اسلام کے لئے کوشش کریں اس کے علاوہ جتنی تحریکیں ہیں اور مساعی ہیں وہ لاحاصل ہیں وہ کبھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتیں کیونکہ وہ موجودہ امراض اور مشکلات کا صحیح علاج اور حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ان سب تحریکات کا متعاقب و توام طور پر منصۂ شہود پر آنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں تجدید اور احیاء کے لئے ایک زبردست تحریک موجود ہے اور یہ مذکورہ بالا تحریکات اس تحریک اور جذبہ سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں اور تحریک احمدیت کے راستہ میں سنگ راہ ہیں، مسلمانوں کو ان اور حباب آسا تحریکات کو خیر آباد کہہ دینا چاہیئے تحریک اور سلسلہ کی طرف توجہ کرنا چاہیئے جو ایک مامور من اللہ کا قائم کردہ ہے اور جس کی بنیاد ایمان اور یقین کی پختہ چٹان پر قائم ہے اور تمام دنیا نے اسلام میں صرف

اور صرف یہی ایک سلسلہ ہے جو تمام سیاسی تحریکات سے قطع نظر کرکے اپنی توجہ کو صرف غلبۂ اسلام کے رفیع پروگرام پر مرکوز کئے ہوئے ہے اور منظم طور پر کوشش کررہا ہے کہ اس دور الحاد کے فساد کو دور کرے اور اسلام کو مشرق اور مغرب میں پھیلائے اور غالب کرے، اس سلسلہ کی کامیابی اور کامرانی کے لئے اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان وعدے ہیں جو پورے ہوکر رہیں گے مسلمانوں کو چاہیئے کہ تحریک احمدیت کا نظر غائر سے مطالعہ کریں اور اس کی خالص روحانی اور اسلامی فطرت کو پہچانیں۔

تبلیغی پروگرام اس کے علاوہ یہ مذکورہ جلسے تبلیغ کا ایک زبردست ذریعہ ہیں۔ ان سے تبلیغی پروگرام کو بہت تقویت پہنچ سکتی ہے، تبلیغی پروگرام کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ارشاد ہم شائع کرچکے ہیں اور جماعت کے ذمہ دار بزرگوں کو ہم اس کی اہمیت کی طرف خاص طور پر توجہ دلا چکے ہیں، امید ہے ہماری گذارشات کو نہایت غور کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہوگا، اب ہم جماعت کے تمام صدر صاحبان اور سکرٹریان کو توجہ دلاتے ہیں کہ جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے تبلیغی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا ایک نادر موقعہ ہیں اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے تبلیغی پروگرام زیادہ تر انفرادی تبلیغ پر مشتمل ہے، لیکن اجتماعی تبلیغ بھی اس پروگرام کا ایک اہم جزو ہے، اجتماعی تبلیغ سے ایک تحرک اور جوش پیدا ہوتا ہے، اس سے انفرادی تبلیغ کو بھی قوت ملتی ہے اور عام پبلک کا رجحان بھی احمدیت کیطرف ہوجاتا ہے، اس رجحان سے بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اسکی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے منظم طور پر تبلیغ کو جاری رکھا جائے۔ امید ہے ہمارے بیرونی احباب ہماری اس بروقت گذارش کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے اور ان جلسوں کا اہتمام کرتے ہوئے تبلیغی پروگرام کو خاص طور پر مدنظر رکھیں گے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

شذرات

آریہ سماج کا کام کچھ عرصہ ہوا ہم نے پیغام صلح میں ایک شذرہ "آریہ سماج کی دس سالہ رفتار" کے عنوان سے لکھا تھا اور بتایا تھا کہ دس سال کے عرصہ میں آریہ سماج نے کتنا کام کیا ہے جس پر محترم معظم سید عبدالمجید صاحب کپورتھلہ نے ایک مکتوب اشاعت کے لئے ارسال کیا تھا جس میں آپنے مسلمانوں کے اختلافات اور حالت زار کا درد بھرے دل کے ساتھ اظہار کیا تھا یہ مکتوب پیغام صلح مورخہ ۱۲ مارچ میں شائع ہوچکا ہے۔

اب حال ہی میں یعنی ۲۳ اور ۲۴ فروری کو آریہ سماج کا ایک جلسہ دکن میں زیر صدارت پنڈت ونائک راؤ ہوا انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا،۔

"سب سے پہلے ۱۸۷۵ء میں سوامی دیانند نے آریہ سماج کی بنیاد بمبئی میں ڈالی آج ہندوستان میں تین ہزار سے زیادہ آریہ سماجیں قائم ہیں۔ . . . . اس وقت ہندوستان بھر میں آریہ سماج کے ۱۲ کالج ہیں ۲۰۲ ہائی و مڈل سکول ۱۹۲ پرائمری سکول اور تقریباً ۷۰۰ گرلز سکول۔ ۵ ۲ گوروکل اور تین کنہیا گوروکل سنگیت پاٹھ شالے کتنے یتیم خانے اس کے علاوہ ہیں ان سب پر آریہ سماج پچیس لاکھ سالانہ سے زائد خرچ کررہا ہے وغیرہ وغیرہ"۔

آریہ سماج ایک حد درجہ کی معاندانہ تحریک ہے اس کی معاندانہ کارروائیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے کام کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مذکورہ بالا اعداد و شمار سے اس کے کام کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے، لیکن اس معاند تحریک کے پہلو بہ پہلو مسلمان بھی تان کر سورہے ہے اور اسے اتنا علم نہیں کہ اغیار تیزگام کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ کیا مسلمانوں کو بھی زمانہ بھر کی ٹھوکریں اور رسوائیوں کے بعد اتنی فرصت ملیگی کہ وہ اپنی میزان عمل کو ٹٹولیں اور اس امر کا اندازہ کریں کہ انکے پڑوس میں کام کرنے والی جماعتیں کیا کررہی ہیں اور انہیں کیا کرنا چاہیئے؟

ترکی پر بم باری سولہ اور سترہ مارچ کی درمیانی شب کو ترکی کی زمین پر کچھ ہوائی جہازوں نے بم گرائے، ان بموں سے کچھ آدمی ہلاک بھی ہوئے اور مجروح بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس ملک کے ہوائی جہاز تھے غالباً یہ غیر جانب دار ترکی کو جنگ میں گھسیٹنے کی کوشش ہے!۔

آریہ سماج اور سلطنت آصفیہ سوامی ستو نند کی حیدرآباد دکن سے متعلقہ روئداد کی دسویں قسط آریہ آرگن پرکاش یکم مارچ میں شائع ہوئی ہے وہ رقمطراز ہیں:۔

"گلبرگہ ضلع میں اس وقت ۱۹ آریہ سماجیں ہیں اور پنڈت ستیا دیو اپدیشک کا کام کرتے ہیں اور گلبرگہ میں مندر کیلئے ایک مکان بھی خریدا گیا ہے"۔

ریاست حیدرآباد کے ایک ضلع میں ۱۹ سماجوں کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ آریہ سماج کو سلطنت آصفیہ میں مکمل تبلیغی آزادی حاصل ہے اور اس آزادی کے ہوتے ہوئے دولت آصفیہ حیدرآباد دکن کے خلاف پروپیگنڈا کرنا حد سے بڑھی ہوئی ناسپاسی ہے، اور پوری آریہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے!

خدا کی ہستی منوانے کیلئے جدوجہد کی ضرورت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا . . . . . . العنکبوت

داعیان اسلام کے لئے کامیابی کا وعدہ

وہ لوگ جو ہمارے لئے ہمارا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم ان کو یقیناً اپنے رستہ پر چلاتے ہوئے کامیاب کردیں گے، اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو دنیا کے محسن ہیں، مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کرنیوالے ہیں، ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں، ہمارا نام پھیلانے، ہماری ہستی منوانے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔

خدا کی ہستی منوانے کیلئے کوشش

عجیب بات ہے کہ وہ خدا جس کی ہستی عیاں ہے ایک غور سے دیکھنے والی نگاہ کے لئے پتے پتے اور ذرے ذرے میں عیاں ہے، اس کی ہستی منوانے کے لئے بھی کوشش درکار ہے جس کے لئے فرمایا جاھدوا فینا لگے رہتے ہیں ہماری ہستی منوانے کی جدوجہد میں، انہی آیات سے ذرا پہلے پڑھیں تو وہاں یہ سوال اٹھایا ہے ولئن سالتھم من خلق السموات والارض وسخر الشمس والقمر اگر ان سے پوچھو کس نے پیدا کئے ہیں آسمان اور زمین، اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگا رکھا ہے لیقولن اللہ کہیں گے اللہ نے، پھر سوال ہوتا ہے ولئن سالتھم من نزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض من بعد موتھا کس نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا لیقولن اللہ کہیں گے اللہ نے ایسا کیا ہے، باایں ضرورت ہے جاھدوا فینا کی ضرورت ہے کہ خدا کی ہستی منوانے کے لئے بڑی زبردست جدوجہد کی جائے، دنیا میں کوئی پھل کوشش کے بغیر نہیں ملتا تو باوجودیکہ خدا کی ہستی اس قدر عیاں ہے کہ کافر و مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے، لیکن پھر بھی جاھدوا فینا کی ضرورت ہے، بڑی زبردست کوشش کرنی پڑتی ہے،

مادی طاقتیں اور خدا کا نام

دیکھ لیجئے بڑی بڑی مادی طاقتوں پر انحصار رکھنے والے جن کے پروگرام میں خدا کا کوئی نام نہیں، ان کو بھی مصیبت کے وقت خدا کا نام لینا پڑتا ہے، مصیبت تمام پردوں کو اٹھانے والی ہے، آرام کی حالت میں انسان خدا سے غافل ہو جاتا اور حجاب پیدا ہو جاتا ہے، دکھ اور تکلیف سے وہ حجاب دور ہو جاتا ہے اور انسان کو خدا نظر آنے لگتا ہے،

اس زمانہ میں خدا کی ہستی کو منوانے کی ضرورت

باایں اگر آپ غور کریں گے تو جتنی اس زمانہ میں خدا کی ہستی کو منوانے کے لئے جدوجہد کی ضرورت ہے ایسی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی باوجود اس کے کہ زبانوں پر خدا کا نام ہے منہ سے خدا کی ہستی کا اقرار کرتے ہیں، لیکن دلوں میں خدا کا نام نہیں، دل خدا کے آگے نہیں جھکتے، خدا کی ہستی منوانے کا یہ مطلب ہے، انبیاء کا یہ کام ہوتا ہے کہ دل خدا کے آگے جھک جائیں، اور انسان کے دماغ پر خیالات پر خدا ہی خدا چھا جائے، اس کا دل اس یقین سے بھر جائے کہ وہ مالک ہے، بادشاہ ہے، اور اسی کے آگے جھکنے سے ساری مصیبتیں ختم ہو سکتی ہیں،

یہ بہت مشکل کام ہے

یہ سب سے زیادہ مشکل بات ہے، دنیا کے تمام کاموں سے یہ مشکل ترین کام ہے، جتنا کوئی کام بلند ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ مشکل ہوتا ہے، اسی لئے خدا کی ہستی کو منوانے کے لئے جتنا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اتنا کسی اور کام میں نہیں کرنا پڑتا دنیا کے اکثر کام سہولت سے ہو جاتے ہیں، لیکن خدا کی ہستی منوانا، خدا کی حکومت قائم کرنا، جس قدر مشکل ہے، کوئی اور کام اتنا مشکل نہیں، اور جس قدر مشکل یہ کام ہے اسی قدر پختہ خدا کا وعدہ ہے کہ لنھدینھم سبلنا، لام تاکید بھی ہے اور نون ثقیلہ بھی جس کے معنے ہیں ضرور ضرور ہم کامیاب کریں گے،

تبلیغی پروگرام کے متعلق تازہ ارشاد!

انبیاء کا کامیابی پر محکم یقین

اس لئے باوجودیکہ انبیاء کو بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑے ہیں لیکن داعی الی اللہ کے دل پر اتنا بھی اثر نہیں ہوتا کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اسے کہا جا سکے، کیونکہ فرمایا ہے لنھدینھم سبلنا اسے یقین ہے کہ خدا کا وعدہ ہے کہ ہم ضرور ضرور کامیاب کریں گے، جتنے رستے خدا کے ہیں ان پر چلائیں گے، اور کامیابی عطا کریں گے،

بعض لوگوں کے شبہات

بعض وقت لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوتے ہیں، ایک دوست نے اگلے دن کہا، کیا بتائیں مرزا صاحب کو ساٹھ سال ہو گئے، اس سلسلہ کو قائم ہوئے کیا بن گیا؟ احمدی جماعت نے کیا کام کیا،

کام کی نوعیت کا اندازہ نہیں کیا

افسوس ہے کہ ایسا کہنے والوں نے اسباب کا موازنہ نہ کیا کہ کام کی حیثیت اور نوعیت کیا ہے، خدا کی ہستی کو منوانا بہت بڑی جدوجہد کو چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کی یہ مثال دی ہے کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار کتنے مرحلے ہوتے ہیں حق کی ترقی کے، ہمیشہ تدریجی ترقی ہوتی ہے،

پیچھے چلنے والوں کی طرف سے روکاٹیں

پھر میں تو یہ بھی سمجھتا ہوں کہ بعض وقت خود وہ جو پیچھے چلنے والے ہوتے ہیں ان کی طرف سے بھی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں

حضرت موسےٰ کا قصہ

کبھی حضرت موسےٰ کے قصہ کو پڑھو، قوم سے کہا یقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا خاسرین، اے قوم اس زمین میں داخل ہو جاؤ، خدا نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے اور پیٹھ نہ پھیرو نقصان اٹھاؤ گے، انہوں نے جواب دیا قالوا یموسیٰ ان فیھا قوما جبارین وانا لن ندخلھا حتیٰ یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانا داخلون اے موسےٰ اس میں بڑے سخت لوگ ہیں ہم تو اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں سے نکل نہ جائیں، اگر وہ نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے، اس پر فرمایا قال رجلان من الذین یخافون انعم اللہ علیھما ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غالبون وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین، دو آدمیوں نے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے اور جن پر اللہ نے انعام کیا تھا ان سے کہا کہ تم ان کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ، جب تم داخل ہو گے تو تم ہی غالب آؤ گے، اور اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو،

کثرت پر ناز کرنے والے کیلئے لمحہ فکریہ

یہ دو آدمیوں نے کہا، کثرت اور قلت پر بحث کرنے والے غور کریں، کثرت کو دیکھ کر بہک جانے والے اسکو دیکھیں کہ دو آدمیوں کا خیال زیادہ صحیح تھا یا کثرت کا، مگر وہ پھر بھی نہیں مانے، قالوا یموسیٰ انا لن ندخلھا ابدا ما داموا فیھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون، انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں کبھی داخل نہ ہوں گے، جب تک وہ اس میں ہیں پس تو اور تیرا رب جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، نتیجہ کیا ہوا قال رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفسقین، موسےٰ نے کہا اے میرے رب میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوائے اور کسی چیز کا مالک نہیں، پس ہمارے اور فاسقوں کی قوم کے درمیان فرق کر دے، پیغمبر ہے، زندہ موجود ہے، امت سامنے ہے اور کثرت ہے کہاں لے جائیں اس کثرت کو، آخر کیا نتیجہ ہوا، قال فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تاس علی القوم الفسقین اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب وہ زمین ان پر چالیس سال کے لئے حرام ہو گئی، بھٹکتے پھریں گے پس فاسقوں کی قوم پر کوئی افسوس نہ کر،

جماعت قادیان نے روک پیدا کر دی

دیکھا آپ نے؟ جماعتیں خود روک پیدا کر دیتی ہیں، قادیان کی جماعت نے بعینہ وہی روک پیدا کر دی ہے جو پہلی تاریخوں میں نظر آتی ہے، جب بلند مقصد انسان کے سامنے ہو، پہاڑ پر چڑھنا ہو تو اسے رستے صاف کرنے پڑیں گے، کانٹے اور جھاڑیاں کاٹنی پڑیں گی، اور یہی کرتے جائیں گے جب تک بلند چوٹی پر نہ پہنچ جائیں، لیکن بعض وقت یہ کم بخت فریب کی زندگی اتنی اچھی معلوم ہوتی ہے کہ بلند مقصد تک پہنچنے سے انسان کو روک دیتی ہے، رستہ بناتے بناتے اور جھاڑیاں وغیرہ کاٹتے ہوئے ایک خوشنما میدان آجاتا ہے، اگر تو اس سے آگے بڑھ کر اور بلندی کی طرف چڑھنے اور رستہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بلندی پر پہنچ جائے گا، لیکن اگر اس کے اوپر

قناعت کرلی تو وہ منتہائے مقصود رہ گیا اور کچھ بھی نہ بنا، ڈیال باغ کا کرشمہ فوراً اتر کر جاتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ دنیا کی آرائش کے سامان ہیں، جن کی طرف لوگوں کے دل خودبخود کھنچے آتے ہیں، اسی طرح قادیانی جماعت پربھی دنیا غالب آجاتی ہے۔ دنیا کے کاموں کی طرف زیادہ توجہ ہے اور خدا کے کام کی طرف کوئی توجہ نہیں

ترجمہ چھپوانے کے لئے عذر

۲۸ سال تک قرآن کے ترجمہ کا مطالبہ ہوتا رہا ۲۸ سال کے بعد ترجمہ مکمل ہوتا ہے تو اس کے چھپوانے کے لئے اب یہ عذر ہوگیا ہے، کہ کاغذ بہت گراں ہے، مجلس شوریٰ میں اس بات کو پیش کریں گے، جس جماعت کے چندے سالانہ لاکھوں تک پہنچتے ہوں، جس کی خاص تحریکات میں بے شمار روپیہ اکٹھا ہو چکا ہو، جس شخص کو جوبلی کے موقعہ پر تین لاکھ روپیہ کی رقم قوم سے ملی ہو، اس کی طرف سے یہ عذر کہ کاغذ مہنگا ہو گیا ہے بہت افسوسناک ہے' تو کیا ہوا ہے؟ رستے صاف کرتے کرتے اصل مقصد رہ گیا،

حضرت مسیح موعودؑ کے کام کا دشمن کو بھی اعتراف ہے

رہا حضرت مرزا صاحب کا کام، اس کا ایک دشمن بھی انکار نہیں کرسکتا، عیسائی بھی انکار نہیں کرسکتا، ذرا غور کرکے دیکھئے کس طرح پر اسلام کی ایک نئی تصویر آپ نے پیش کی اور وہ نقطۂ نگاہ جو سینکڑوں سالوں سے اسلام کے متعلق چلا آتا تھا اس کو بدل دیا، اور اب اسلام کو نہایت اچھی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، بلکہ یہ لفظ بھی منہ سے نکل جاتے ہیں، کہ یورپ کا گذارہ اسلام کے بغیر نہیں، کیا یہ چھوٹی سی کامیابی ہے؟ لیکن خوب یاد رکھئے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** جو ہمارے لئے جہاد کرتے ہیں، ان کو ہم کامیاب کردیتے ہیں،

جہاد کے دو پہلو

اس جہاد کے دو پہلو ہیں، میں نے کہا تھا کہ ایک تو دل کے اندر تڑپ پیدا ہو جانا ضروری ہے اور دوسرے دعا ہونی چاہیئے، جس طرح ہر ایک کام جس کو آپ کرنا چاہتے ہیں تبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے دل کے اندر تڑپ ہو، یہ پہلی ضرورت ہے، جب تک کسی کام کے لئے دل کے اندر تڑپ پیدا نہ ہو، اس کے لئے کوئی کوشش اور جدوجہد نہیں ہوسکتی، پھر جب خدا کے نام کو پھیلانے کے لئے دل کے اندر تڑپ ہوگی تو وہ اس کے آگے گرے گا، اور اس سے کامیابی کا طلبگار ہوگا، جب خدا کے آگے اپنے کاموں کے لئے، مال و دولت کے لئے زر اور زن کے لئے، اولاد اور حکومت کے لئے گرتے ہیں تو وہ ان کو دیتا ہے، تو جب اس کا نام پھیلانے کے لئے، اس کی ہستی منوانے کے لئے اس سے التجا کی جائے تو کیوں وہ نہ دے گا، لیکن یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کو خدا سے تعلق اور لگاؤ ہو،

ہر فرد کے دل میں تڑپ ہو

تو اس کو سب سے پہلے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر چھوٹے اور بڑے کے دل میں یہ تڑپ ہونی چاہیئے کہ خدا کی ہستی کو خدا کی حکومت کو پھیلایا جاسکے، تاکہ دنیا کی مصائب کم ہوں، میں سچ کہتا ہوں، کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے، اور اگر نہیں پڑھتا تو رسم مٹانے کے لئے کبھی پڑھ لیا کرے تو اس وقت بھی جب کہے **ایاک نعبد وایاک نستعین**

اے خدا ہم تیری عبادت کرتے، ایک عبادت تیرے خود خدا کے آگے جھکنا اور ایک عبادت سے دوسروں کو اسکے آگے جھکانا، اس کے لئے اے خدا ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں

خدا تمہاری دعا سُنے گا

تو ایک تو جہاد کو قائم رکھنے کے لئے اس چیز کو اپنے اندر قائم کرو کہ دلوں کے اندر تڑپ ہو، بچے کیا، نوجوان کیا، عورت کیا، مرد کیا، اور وہ جو آگے چلنے کو تیار بیٹھے ہیں، ان سب کے دلوں میں تڑپ ہونی چاہیئے اس کی ہستی کو منوانے کی اور اس کے لئے اسی کے آگے دعا بھی کرنی چاہیئے، وہ سنتا ہے اور ضرور سنتا ہے، قرآن میں ہے **قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللہ**، ایک عورت رسول اللہ صلعم سے اپنے خاوند کے بارہ میں جھگڑا کرتی ہے، خدا اس کی بات کو اس کی شکایت کو آسمان پر سنتا ہے، اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اپنے رسول پر وحی بھیجتا ہے، یہ خدا ہے، جو ایک عورت کی ذاتی تکلیف کو سنتا ہے، تو تمہاری تڑپ کو اور اس دعا کو جو اسی کا نام پھیلانے کے لئے ہو، کیوں نہ سنیگا تو خدا کے ساتھ اس تعلق کو ہر ایک نوجوان کو، ہر ایک بچے کو، ہر ایک بوڑھے کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے،

ارشاد مبارک ایدہ اللہ تعالیٰ

"میں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ وقت آچکا ہے کہ ہماری قلت کو اللہ تعالیٰ کثرت سے بدل دے ہمیں وہ کثرت بکار نہیں جو محض نام کی کثرت ہو اور کوئی کام اس سے تبلیغ اسلام کا نہ ہو بلکہ کام کرنے والے آدمی بکار ہیں اس لئے پہلے اپنے اندر یہ عزم پیدا کرو کہ ہم نے اس کام کو کرنا ہے اور پھر دوسروں کے اندر اس روح کو پھونکو، اس کے ساتھ ہی میں پھر اعادہ کرتا ہوں کہ دعا کے اندر بھی لگے رہو پہلے اپنے دل کے اندر یقین پیدا کرو کہ تبلیغ اسلام ہی صحیح رستہ ہے، پھر دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ اس رستہ پر چلنے اور دوسروں کو شامل کرنے کی توفیق دے، اور پھر کوشش کرو خدا تمہاری کوششوں کو کامیاب کرے گا۔"

تڑپ کے بعد عمل کی ضرورت

اور دوسری چیز جس کو اس سے بڑھکر میں نے کہا وہ عمل ہے، جب تک وہ تڑپ عمل کا رنگ اختیار نہیں کرتی، صادق نہیں کہلا سکتی۔ دیکھئے قرآن میں ہے **انما یومن بایٰتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون** ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کی یاد دلائی جائے تو سجدے میں گرجاتے اور اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے، یہ کون لوگ ہیں فرمایا **تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنٰھم ینفقون**، گرم بستروں کے اندر لیٹے ہوئے ہیں، کوئی چیز ہے جو انہیں بے چین کردیتی ہے' اور ان کی کروٹیں بستر سے الگ ہوجاتی ہیں، یدعون ربھم خوفا وطمعا، اپنے رب کو پکارتے ہیں خوف سے اور امید رکھتے ہوئے، اس وقت، خدا کو پکارتے ہیں جب خدا آسمان سے کہتا ہے **من السائل** کون سائل ہے جو اس وقت سوال کرے اور میں پورا کروں، یہ تو ہوا لیکن ان تہجد

خوانوں سے کہدو جنہوں نے اپنے آرام کو بے آرامی میں بدل دیا ہے، کہ اتنا ہی کافی نہیں، بلکہ **ومما رزقنٰھم ینفقون** جو خدا نے دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں، یہ بڑا مشکل کام ہے، لیکن جس نے خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کیا اس نے کوئی کام نہیں کیا، یہ امراء کے لئے بھی مشکل ہے اور غرباء کے لئے بھی، امراء کے لئے تو مال کی محبت کی وجہ سے مشکل ہے، اور غرباء کے لئے اسلئے مشکل ہے کہ وہ کہاں سے کاٹ کر دیں، پیٹ بھریں، بال بچوں کی ضروریات پوری کریں، یا خدا کے رستہ میں دیں، اور میں اسکو خدا کا فضل سمجھتا ہوں، کہ اس جماعت میں بہت سے غربا اور امراء وہ نہایت فراخدلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں'

بعض آسودہ حال لوگ خرچ نہیں کرتے

لیکن مجھے بعض وقت یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ بعض لوگ آسودہ حال ہونے کے باوجود خدا کے رستہ میں دینے میں تنگدلی سے کام لیتے ہیں۔ اور خود لاہور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دن رات ان باتوں کو سنتے ہیں مگر ان کے دلوں میں وہ تڑپ پیدا نہیں ہوتی کہ اپنے مالوں میں سے اپنی حیثیت کے مطابق خدا کے حصے کو وقت پر الگ کرتے رہیں، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

سرمد گلہ اختصار باید کرد
یک کار ازیں دو کار باید کرد
یا جاں برضائے یار باید داد
یا قطع تعلق زیار باید کرد

دو کاموں میں سے ایک کرو

دو کاموں میں سے ایک کرو، یا تو جان کو بھی حاضر کردو، یا قطع تعلق کرلو، اگر تم نے خدا کا رستہ اختیار کیا ہے اور جہاد کے اندر شامل ہوئے ہو تو اس کو کرو، ورنہ تعلق کاٹ دو، آخر چالیس پچاس کروڑ مسلمان اور بھی تو ہیں، تم ان سے الگ ہوکر بھی اگر ویسے کے ویسے رہے اور کوئی عملی حصہ نہ لیا تو کیا فائدہ؟

لاہور کے دوستوں کو خطاب

میں لاہور کے دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے معاملہ کو خدا کے ساتھ صاف کریں اور بہادر بن کر دو باتوں میں سے ایک پر عمل پیرا ہوجائیں، یا تو دین کی خدمت عملی طور پر کریں اور اس جہاد میں حصہ لیں اور یا پھر اس سلسلہ سے الگ ہوجائیں،

جلسہ سالانہ پر ایک تحریک

میں نے سالانہ جلسہ پر ایک تحریک کی تھی، اور مجھے خوشی تھی، کہ جو احباب اس وقت موجود تھے ان میں سے ۵۰ فیصدی دوستوں نے اس پر لبیک کہی، لیکن جو باہر تھے، اور ان کو تحریک بھیجی گئی انہوں نے اس خوشدلی سے اس پر لبیک نہیں کہا، یہاں آپ نے دیکھا ہوگا اس دن جب میں نے تحریک کی ایک زمیندار اور معمولی حیثیت کے زمیندار نے جو صرف دو اڑھائی مربع کے مالک ہونگے یعنی چودھری نظام الدین صاحب جو اوکاڑہ کے پاس رہتے ہیں، جن سے حیثیت کے مطابق مانگا جاتا تو پچاس روپے بھی بہت تھے، خود اڑھائی سو روپیہ پیش کیا،

اس جمعہ سے پچھلے جمعہ کا ذکر ہے، کہ جمعہ پڑھا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک اور زمیندار دوست چودھری سلطان علی صاحب بدوملہی سے آئے انہوں نے ۱۲۵ روپے اپنی طرف سے دیئے ۵۰ روپے اپنی بیوی مرحومہ کی طرف سے اور دو ہزار روپیہ اور دیئے، انہوں نے کہا، کہ آپ نے کہا تھا اگر کوئی قرض کے طور پر دینا چاہے تو وہ بھی دے سکتا ہے، یہ رقم لڑکی کی شادی

کے لئے رکھی ہوئی تھی، وہ ابھی ملتوی کرنی پڑی ہے، اس لئے انجمن اس رقم کو استعمال کرلے، جب ضرورت ہوگی لے لوں گا، یہ غریبوں کا دل ہے، اور جن کے پاس شائد ہزاروں اور لاکھوں ہونگے نہ نکلے تو ان کے ہاتھوں سے نہ نکلے،

مال دنیا فتنہ ہے

خوب یاد رکھئے، مال اور دنیا، بغض اور عداوت، نفرت اور آگ پیدا کرنیوالی چیزیں ہیں ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمة وما ادرٰک ما الحطمة نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة انھا علیھم مؤصدة فی عمد ممددة۔ ہلاکت ہے اس کے لئے جو مال کو جمع رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا، نہیں وہ حطمہ میں گرایا جائے گا، پتہ ہے! حطمہ کیا چیز ہے؟ وہ آگ ہے جو دلوں پر بھڑکتی ہے، وہ کوئی جلانے والا ایندھن نہیں، وہ تو دلوں کے اندر سے آگ بھڑکتی ہے،

تو یہ مال دنیا آگ بھڑکانے والی چیز ہے، اس کے اوپر خدا کی محبت کا پانی ڈالتے رہو،

تبلیغی پروگرام کے متعلق ارشاد

چونکہ تعداد کا ذکر ہے اس لئے کہدیتا ہوں کہ جس کام کو اختیار کیا ہے اس کو اپنا سمجھ کر کرو اور پہلے ان لوگوں کو جن سے کوئی تعلق ہے چاہے رشتہ داری کا تعلق ہے یا دوستی کا تعلق ہے، ان کو اس نیک کام میں شامل کرنے اور سلسلہ کے اندر لانے کی کوشش کرو، میں نے سال گذشتہ ایک تحریک کی تھی، کہ اس سال دس ہزار آدمیوں کو زیر تبلیغ لاؤ خدا کے فضل سے یہ تحریک ایک حد تک کامیاب ثابت ہوئی، اور گذشتہ سال پہلے سے زیادہ لوگ جماعت میں داخل ہوئے، چاہیئے تھا، کہ اس سال اس تحریک کو بڑھایا جاتا، اور زیادہ آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کی تحریک کی جاتی، لیکن ایک غلطی ہوگئی، جس کا میں ذمہ دار ہوں، چاہیئے تھا، کہ نئے سال کے شروع میں پھر تحریک کرتا، لیکن یہ بات رہ گئی، اب میں سردست اس تحریک کو اسی پر محدود رکھتا ہوں، کہ دس ہزار آدمیوں کو اس سال پھر زیر تبلیغ لایا جائے، لیکن اس میں ایک تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس کو کام کرنیوالوں کی مرضی پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ یہ بات ریکارڈ میں آجائے، کہ زید اتنے آدمیوں کو زیر تبلیغ لانے کا وعدہ کرتا ہے اور بکر اتنے آدمیوں کو، اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی، اور دفتر کے کارکنوں کو خاص طور پر کام کرنا پڑے گا، یہ بھی میں اسی وقت سنا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے کام کارکنوں کی غفلت کی وجہ سے رہ جاتے ہیں اسلئے کارکنوں کو خاص طور پر اس تحریک کو چلانا پڑے گا اور پورا ریکارڈ رکھنا ہوگا یہ امر کہ اس سے کہاں تک کامیابی ہوگی اس کو خدا پر چھوڑو،

وقت آچکا ہے

ویسے میں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ وقت آچکا ہے کہ ہماری قلت کو اللہ تعالےٰ کثرت سے بدل دے، ہمیں وہ کثرت درکار نہیں جو محض نام کی کثرت ہو، اور کوئی کام اس سے تبلیغ اسلام کا نہ ہو بلکہ کام کرنے والے آدمی درکار ہیں اسلئے پہلے اپنے اندر یہ عزم پیدا کرو کہ ہم نے اس کام کو کرنا ہے اور پھر دوسروں کے اندر اس روح کو پھونکو، اس کے ساتھ ہی میں پھر اعادہ کرتا ہوں، کہ دعا کے اندر بھی لگے رہو۔ پہلے اپنے دل کے اندر یقین پیدا کرو کہ تبلیغ اسلام ہی صحیح رستہ ہے، پھر دعائیں کرو کہ اللہ تعالےٰ اس رستہ پر چلنے اور دوسروں کو شامل کرنے کی توفیق دے، اور پھر کوشش کرو، خدا تمہاری کوششوں کو کامیاب کرے گا ؂

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ضروری ارشاد

ایک بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ اپنے مالوں اور جائدادوں کے کم ازکم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے، اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اسکی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کیلئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہوسکتا ہے ؂

ارشادات نبویؐ

ایماندار آدمی کو شایاں نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے یعنی اس بلا میں ہاتھ ڈالے جس کے مقابلہ کی اسے طاقت نہ ہو ؂

ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا ؂

بغیر سختی اٹھانے کے حلیم اور بغیر تجربہ کے حکیم نہیں ہوسکتا ؂

نجات کیا ہے؟ اپنی زبان کو بند رکھنا اپنے گھر میں قیام رکھنا اور گناہوں پر نادم ہونا ؂

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس سے نیکی کی توقع ہو اور بدی کی نسبت اطمینان ہو کہ وہ نہیں کرے گا۔ اور بدتر وہ شخص ہے جس سے نہ نیکی کی توقع ہو۔ نہ ہی بدی نہ کرنے کی نسبت اطمینان ہو ؂

کوئی مرد دوسرے مرد کے مقام ستر کی طرف نہ دیکھے نہ کوئی عورت دوسری عورت کے مقام ستر کی طرف دیکھے، نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ بغلگیر ہوکر ایک ہی کپڑے میں سوئے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ بغلگیر ہوکر ایک ہی کپڑے میں سوئے ؂

زمانہ کو برا نہ کہو کہ اسکا فاعل حقیقی خدا ئے برتر ہے ؂

واضح رہے کہ آپ نے ران سے کمر تک مقام ستر قرار دیا ہے ؂

ایمان دو نصف ہیں، نصف صبر اور نصف شکر ؂

صبر ایمان سے ایسا ملا ہوا ہے کہ جیسا کہ سر جسم سے ؂

جو کوئی قصور کرے گا اسی سے اس کا مواخذہ لیا جائے گا، باپ سے بیٹے کا مواخذہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی بیٹے سے باپ کا ؂

اقوال حضرت عمرؓ

ندامت چار قسم کی ہوتی ہے :۔ (۱) ندامت ایک دن کی جب کوئی شخص گھر سے بلا کھانا کھائے چلا جائے (۲) ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گذر جائے (۳) ندامت عمر بھر کی جب بیوی سے موافقت نہ ہو (۴) ندامت ابدی کہ خدائے برتر ناخوش ہو ؂

آدمی کے نماز روزہ کو نہیں بلکہ اس کی دانائی اور راستبازی کو دیکھنا چاہیئے ؂

آپ اکثر دعا مانگتے کہ خدایا دنیا میں کوئی چیز باقی نہ رہے گی اور نہ کوئی حالت قائم رہے گی، تو مجھے ایسا کر دے کہ میں اس میں علم کے ساتھ بولوں اور علم کے ساتھ خاموش رہوں، اے اللہ تو مجھ کو بہت دنیا نہ دے کیونکہ شاید میں سرکش ہو جاؤں، اور نہ بہت تھوڑی کیونکہ شاید میں تجھے بھول جاؤں۔ پس تھوڑی اور کافی جو بہ نسبت اس کے بہتر ہے۔ کہ زیادہ ہو اور گناہوں میں مبتلا کرے ؂

آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں :۔ کامل۔ کاہل۔ لاشئے۔ کامل وہ ہے جو لوگوں سے مشورہ کرکے اس پر غور کرے۔ کاہل وہ ہے جو اپنی رائے پر چلے اور کسی سے مشورہ نہ کرے۔ لاشئے وہ ہے کہ جو نہ خود صاحب الرائے ہو اور نہ دوسرے سے مشورہ کرے ؂

جب تم کسی صاحب علم کو دنیا کی طرف مائل دیکھو تو سمجھ لو کہ دین کے بارہ میں وہ قابل الزام ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے، اسی کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے ؂

اقوال حضرت علیؓ

صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی ہے ؂

فاسق کی برائیاں بیان کرنا غیبت نہیں ہے ؂

آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے ؂

معافی نہایت اچھا انتقام ہے ؂

ہوشیاری اس کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اس کے مطابق کام کرے

سچائی میں اگرچہ خوف ہے، مگر باعث نجات ہے، اور جھوٹ میں گو اطمینان ہے مگر موجب ہلاکت ہے ؂

دشمن ایک بھی بہت ہے اور دوست زیادہ بھی تھوڑے ہیں ؂

بیقراری بہ نسبت صبر زیادہ تکلیف دہ ہے ؂

غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو ؂

دنیا مسافر خانہ ہے مگر بدبختوں نے اسے اپنا وطن بنا رکھا ہے ؂

علم بے عمل ایک آزار اور عمل بغیر اخلاص بے کار ہے ؂

لوگوں کے پاس عاجزی کرنے سے ان سے ناامید رہنا اچھا ہے

عقلمند وہ ہے جو غیروں سے عبرت حاصل کرے نہ کہ خود دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو ؂

مال فتنوں کا سبب حوادث کا ذریعہ تکلیف کا باعث اور رنج و مصیبت کی سواری ہے ؂

کشادہ روئی ایک ایسی نیکی ہے جو بغیر کسی مشقت و تکلیف کے حاصل ہوتی ہے ؂

تجربہ سے پہلے کسی پر اطمینان کرنا، ہوشیاری کے خلاف ہے ؂

"دُرِّ مکنون"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج پرانے کاغذات کو درست کرتے ہوئے میرے بزرگ دوست قاضی محبوب عالم صاحب مرحوم کا ایک خط نکل آیا۔ ان دنوں کتاب "مجدد اعظم" زیر تالیف تھی اور میں ایک لمبی بیماری سے اُٹھا تھا۔ نقاہت بہت تھی، اور کتاب کی تکمیل محال نظر آتی تھی، قاضی محبوب عالم صاحب مرحوم ایک نہایت برگزیدہ اہلِ صاحب حال بزرگ تھے۔ میں نے انہیں خط لکھا کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اس کتاب کی تکمیل کرسکوں۔ اس پر انہوں نے ۳ راگست ۱۹۳۸ء کو مجھے ایک خط لکھا۔ اس میں سے کچھ حصہ یہاں نقل کر دیتا ہوں، کہ ایک پرانے عزیز دوست کی یادگار ہے۔ اور باعث ازدیادِ ایمان ہے۔ قاضی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

جناب قاضی محبوب عالم صاحب مرحوم کا مکتوب گرامی

"جس دن سے آپ کا نوازش نامہ صادر ہوا خاکسار کو اس شدت سے اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق دی گئی۔ گویا ہر وقت آپ کی بڑی بھاری ذمہ واری جو سوانح حیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ کے ذمہ ڈالی گئی ہے اس ذمہ داری کو یاد کرکے ہر وقت دست بدعا رہتا ہوں۔ الحمدللہ آج رات اسی فکر میں تھا تو قلبی حس میں ڈالا گیا کہ وہ تصنیف "دُرِّ مکنون" ہوگی۔ بعد اس کے آپ کی جانب توجہ سے "عارف باللہ" کی تفہیم ہوئی کیونکہ بہر دو الفاظ آپ کے لئے ایسی خوشخبری ہے، اور نیز آپ کے رستہ سے بہت سی مشکلات کا دُور ہونا اور تحریرات کے ساتھ آیندہ مضامین کے لئے ایک بشارت ہے، اس لئے میں اس خوشخبری کے بعد اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ .... اور یہ تصنیف آپ کی ایک بے نظیر تصنیف ہوگی۔ اور انشاء اللہ آسمان پر آپ کے لئے یہی فیصلہ ہو چکا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خیریت سے اس میں بھی نعمائے بات نظر آتے ہیں۔ آپ کی (یعنی حضرت امیر کی نافل) عمر انشاء اللہ بہت بڑھائی گئی ہے۔ اور آپ سے خدمت دین کا بڑا کام لیا جاوے گا۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ"

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

ضرورت ہے

مرکزی دفتر میں ایک کارکن کی ضرورت ہے تعلیم کم از کم انٹرنس تک ہو۔ صرف ایسے اشخاص درخواست بھیجیں جو خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر سکتے ہوں اور جذبہ تبلیغ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ تمام درخواستیں مقامی سیکرٹری یا صدر کی وساطت اور سفارش سے آنی چاہئیں تنخواہ ۲۵ روپے ماہانہ۔ مستقل ہونے پر ۶۰/۳/۲۰ کا گریڈ دیا جائیگا۔

عبداللہ جنرل سیکرٹری

ضرورت ہے

انجمن کے دفاتر میں ایک دو چپڑاسیوں کی ضرورت ہے۔ دیندار اور پابند شریعت نوجوان اپنی درخواستیں مقامی سکرٹری یا صدر کی معرفت بھجوائیں۔ تنخواہ کم از کم دس روپیہ ماہوار ہوگی۔ مستقل ہونے پر حسب کام اضافہ کر دیا جائے گا۔

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

جماعتہائے احمدیہ کے جلسوں کا پروگرام

ذیل میں مختلف جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کا پروگرام درج کیا جاتا ہے ان جلسوں میں بزرگانِ سلسلہ اور مختلف مبلغین حضرات شمولیت فرماویں گے۔ ہر جماعت میں تشریف لیجانیوالے حضرات کی اطلاع وہاں کی جماعت کو بذریعہ خطوط دی جاچکی ہے۔ تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ ان جلسوں کو پوری طرح کامیاب بنانے کی سعی فرماویں اور انہیں بیش از پیش تبلیغی فوائد کا ذریعہ بنائیں۔

(اسسٹنٹ سکرٹری تبلیغ)

(۱) جموں۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰ مارچ ہفتہ۔ اتوار۔ سوموار۔

(۲) وزیر آباد۔ ۳۱ مارچ۔ منگل۔

(۳) دہلی۔ ۳۔ ۴۔ ۵ اپریل جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار

(۴) امرتسر۔ ۱۲۔ ۱۳ اپریل۔ اتوار۔ سوموار

(۵) جہلم۔ ۱۶۔ ۱۷ اپریل۔ جمعرات۔ جمعہ

(۶) راولپنڈی ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰ اپریل ہفتہ۔ اتوار۔ پیر

(۷) پشاور۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔

(۸) سفید ڈھیری۔ ۲۸ اپریل منگل

حضرت امام غزالیؒ غیروں کی نظروں میں

مسلم ورلڈ بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء میں پرنسٹن یونیورسٹی کے ایک عیسائی اہل قلم کا امام غزالی پر ایک مقالہ شائع ہوا ہے، جس کی تلخیص ذیل میں درج کی جاتی ہے،

علامہ سبکی نے امام غزالی کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے دنیا کی طرف پیٹھ کرلی اور وہ خلوت اور جلوت میں خدا کے لئے وقف ہو گئے" غزالی نے جب دنیا چھوڑی تھی، اس وقت ان کو وہ تمام اعزاز و امتیازات حاصل تھے، جس کا ایک عالم اجل کے لئے حاصل کرنا ممکن تھا، نظام الملک کے دربار میں امام الحرمین کے جانشین ہوئے، مدرسہ نظامیہ میں کوئی اور استاد ان سے زیادہ جلیل القدر تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اور وہ امام خراسان اور امام العراق کے لقب سے مشہور تھے، طلباء کی ایک جماعت اسباق سننے کے لئے جمع رہتی تھی، عمائد ملک ان کی عنایات کے محتاج رہتے تھے، ان کی شہرت اسلامی ممالک کے ہر گوشہ میں پھیل رہی تھی، سلجوقیوں کا دارالسلطنت بغداد[1] گویا انہی کے زیر نگین تھا، لیکن پھر بھی ان کی روح کو چین اور اطمینان حاصل نہ تھا۔ ان کو اپنی صلاحیتوں، غیر معمولی ذہانت اور حیرت انگیز محنت، اور مشقت کی قوت کا احساس تھا، اس احساس برتری میں وہ اپنے ہمعصر علماء، وفضلاء کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، لیکن یکایک انہوں نے دنیا چھوڑدی، اور جاہ و شوکت، دبدبہ و حشمت اور عزت و شہرت سے بے نیاز ہوکر ایک تہی زندگی اختیار کرلی، ان کا خود بیان ہے، کہ ان پر خشیت الٰہی ایسی طاری ہوئی کہ خدا کے سوا ہر چیز ان کے ذہن سے محو ہوگئی، جن اثرات سے ان کی زندگی کا قالب یکایک بدل گیا، ان کو انہوں نے اپنی سوانحعمری المنقذ من الضلال میں قلمبند کیا ہے، وہ لکھتے ہیں میری زندگی کی ابتداء ایک مقلد کی حیثیت سے ہوئی، لیکن طبیعت تحقیقات کی طرف مائل تھی اسلئے تقلید کی بندشوں سے آزاد ہوکر عقلیات کی جانب متوجہ ہوا، مگر عقلیات میں بھی شک ہونے لگا، پھر تشکیک کے بعد تصوف کا دور شروع ہوا جو عقلیات سے ماوراء ہے اور جس میں تمام علوم عالم بالا سے حاصل ہوتے ہیں، اللہ تبارک و تعالےٰ نے میرے ذہن کی ژولیدگی دور کردی اور مجھ میں عقل اور توازن کا ظہور ہونے لگا، مجھ کو سکون منطقی براہین سے حاصل نہیں ہوا، بلکہ ایک ایسے نور کی بدولت جس سے میرا قلب منور ہوگیا۔

احیاء العلوم کی ضخیم شرح کے مصنف سید مرتضیٰ کی روایت ہے کہ ایک دن امام غزالی وعظ کہہ رہے تھے، کہ اتفاق سے وہاں ان کے بھائی احمد غزالیؒ نکلے، اور بھائی کو مخاطب کر کے یہ اشعار پڑھے،

واصبحت تهدی ولا تهتدی ۔ وتسمع وعظا ولا تسمع

تم دوسروں کو ہدایت کرتے ہو لیکن خود ہدایت نہیں پکڑتے

فیا حجر الشحذ حتے متی ۔ تسن الحدید ولا تقطع

اے سنگ فساں کب تک تو لوہے کو تیز کرتا رہیگا لیکن تو خود نہ کاٹیگا

یہ اشعار سنتے ہی امام غزالی دنیا سے کنارہ کش ہو گئے، اس کنارہ کشی میں انہوں نے دنیا سے تو منہ موڑ لیا، لیکن فلسفہ، اخلاق کے ایسے ضوابط اور قوانین بنائے، جن کی تقلید انہوں نے خود سختی سے کی، یہ فلسفہ اخلاق احیاء العلوم کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے، لیکن اس کا خلاصہ غزالیؒ کے ایک مختصر رسالہ القواعد العشرہ میں درج ہے، جس کی تلخیص ذیل میں دی جاتی ہے،

(۱) ارادے ہمیشہ اچھے اور ان میں پائداری ہونی چاہیئے مگر ارادوں میں دنیاوی اغراض وابستہ نہ ہوں، اور جب کسی ارادہ میں دنیاوی غرض نہ ہو تو اس کی تکمیل کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے، لیکن اسکے نتائج کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہمیشہ محتاج رہنا چاہیئے۔

(۲) مقاصد میں اتحاد ہونا چاہیئے، یعنی ہر مقصد کے سامنے خدا ہو، اور حصول مقصد کا ذریعہ ہر حال میں سچائی اور راستبازی ہو، اللہ تبارک و تعالےٰ کی بندگی دنیا سے علیحدگی ہی میں ہو سکتی ہے، یعنی بندہ جسمانی طور سے دنیا میں رہے، لیکن روحانی حیثیت سے ایسی دنیا میں رہے، جہاں بقا ہے، اس دنیا میں اس کا وجود ایک رہرو یا مسافر کا ہونا چاہیئے، یہ گویا توکل کی تعلیم ہے، اس توکل کا معیار یہ ہو کہ اگر کسی کو جو کی روٹی میسر ہو تو اس کو گیہوں کی روٹی کی خواہش نہ ہونی چاہیئے، اور ایک مٹی جو ہو تو سونے کی طرف بھی نظر اٹھاکر نہ دیکھتا ہو، اور اس توکل میں خواہ وہ کیسے ہی آلام و مصائب میں مبتلا ہو جائے لیکن خدا کی ذات پر ہمیشہ اس کا بھروسہ قائم رہنا چاہیئے کسی حال میں بھی اس کی طرف سے اپنے دل میں شک و شبہ کا گذر نہ ہونے دے۔

(۳) سچائی کا دامن ہمیشہ ہاتھ میں رہے، اس کی خاطر عیش و عشرت اور تمام نفسانی لذتوں کو چھوڑ کر مصیبت میں گرفتار ہو جانے سے گریز نہ کرتا ہو، اگر یہ درجہ حاصل ہو جائے تو سچائی کو وہ اصلی حقیقت میں دیکھنے کا عادی ہو جائے گا، اس طرح نیند میں بھی وہ بیدار رہے گا، جلوت میں بھی اس کو خلوت نظر آئے گی۔ اشتہا میں بھی آسودگی محسوس ہوگی، اور اس کو سارے اعلیٰ امتیازات اور ادنےٰ درجہ کے اوصاف معلوم ہوں گے، اس کی تقریر میں بھی خاموشی نظر آئے گی اور زیادتی کمی سے بدل جائے گی،

(۴) کسی شخص کے وہم، تفاخر، اور غرور کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ وہ اپنے عقائد میں راسخ نہیں ہوتا، اس لئے اخلاق کا ایک اہم جزو راسخ العقیدگی ہے۔ بدعت سے عقیدہ میں پختگی پیدا نہیں ہوتی، اس لئے اصول و روایات کی پابندی ضروری ہے، غزالیؒ ایک آزاد مفکر تھے لیکن انہوں نے مقررہ اصول و روایات کی پابندی کی دعوت دی، حالانکہ عملاً وہ خود وہ روایات کی پابندی سے آزاد تھے، لیکن یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ غزالی کا تعلق عوام کی تعلیم سے تھا، اور عوام کی آزادانہ رائے اور فکر پر ان کو اعتماد نہیں تھا، اس لئے وہ رائے کی آزادی کے بجائے مستند روایات کی تقلید کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے،

(۵) غزالیؒ کام میں تعویق و التوا کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے عمل میں عزم کے ساتھ سرگرمی کی تلقین کی،

(۶) بندوں کو ہمیشہ اپنے عجز کا احساس رکھنا چاہیئے یعنی یہ خیال ہمیشہ جاگزین رہنا چاہیئے، کہ وہ محض لاچار اور عاجز بندے ہیں، ان کے ذریعہ سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی عمل میں لاتا ہے، لیکن اس احساس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں، کہ وہ کاہل ہو جائیں۔ اور آزادانہ طور سے کام بجالانے سے غافل رہیں، بلکہ اس احساس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ خاکسار اور متواضع ہوں، اور بنی نوع انسان کی عزت اور عظمت ان کے دلوں میں ہو۔

(۷) بندوں کو اپنی نجات کی امید اپنے عمل سے نہیں، بلکہ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات سے رکھنی چاہیئے نجات اسی کی رحمتوں اور برکتوں سے ملتی ہے، پال[2] نے بھی یہی تعلیم دی، ممکن ہے غزالی نے پال کی تعلیمات سے استفادہ کیا ہو، یا دونوں اپنے مذہبی تجربات سے اسی نتیجہ پر پہنچے ہوں،

(۸) اصلی زندگی وہ ہے جو ریاضت اور عبادت میں گذرتی ہے، ریاضت اور عبادت کے بغیر روحانیت حاصل نہیں ہوتی۔

(۹) مسلسل ریاضت و عبادت سے مراقبہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس سے ایک بندہ پر احوال طاری ہوتے ہیں، اسی طرح اس کے دل میں اللہ تبارک و تعالےٰ کے سوا کوئی اور چیز نہیں رہ جاتی، اور وہ صرف ایک ہی حقیقت دیکھتا ہے، اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے، تو خدا ہی کے ذریعہ سے دیکھتا ہے، اور جو کچھ محسوس کرتا ہے، خدا ہی کے واسطہ سے محسوس کرتا ہے، لیکن ان کیفیات کے باوجود اللہ تبارک و تعالےٰ کے بندوں کے ساتھ بہت ہی اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آتا ہے،

(۱۰) ایک بندہ کے علم کی شان یہ ہے کہ اس میں تقدیس ہو تاکہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکے، اور اس تقدیس کی پابندی ظاہر اور باطن دونوں میں ہو، چنانچہ اعمال حسنہ میں ہر حال میں مداومت و استقلال ہونا چاہیئے اعمال حسنہ کے بغیر ایک بندہ محاسن اخلاق سے بالکل عاری ہے،

"ص۔ ع"

(معارف)

---

[1] معارف: سلجوقیوں کا دارالسلطنت نیشاپور تھا۔

[2] معارف:- پال اور امام غزالی کی تعلیم میں جو اسلام ہی کی تعلیم ہے، آسمان و زمین کا فرق ہے، پال کی تعلیم یہ ہے کہ شریعت گناہ ہے، صرف ایمان کافی ہے، اور یہ کہ کوئی عمل کے ذریعہ سے نجات نہیں پائے گا، بلکہ مسیح پر ایمان لانے سے (رومیوں ۳۔۲۰) اور امام غزالی کی تعلیم یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے، مگر نجات اور فلاح کو اپنے عمل کا نتیجہ نہ سمجھو بلکہ خدا کے فضل کا،

حضرت امام عصر حاضر کی زندگی کا ایک واقعہ

حضرت مسیح موعودؑ کو جو اپنے مخلص احباب سے محبت تھی اس کا کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا "ہمارے لئے راحت کہاں ہے! کبھی کسی دوست کی بیماری کی خبر آجاتی ہے کبھی کسی دوست کے انتقال کی خبر آجاتی ہے" حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس پر خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو آپ پروا نہ فرماتے لیکن جب کبھی کسی دوست کی تکلیف کا حال معلوم ہوتا آپ بیقرار ہو جاتے لیکن آپ کی یہ بے قراری یا اضطراب کسی بے صبری یا ناشکرگذاری پر مبنی نہ تھا بلکہ آپ ہمیشہ ہر تکلیف کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے اور راضی برضا رہتے۔ آپ فی الحقیقت بڑے صابر انسان تھے، اور بڑی بڑی مصائب آنے پر بھی کبھی گھبراہٹ یا بے صبری کا اظہار آپ سے نہیں ہوا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں اپنے احباب کی تکلیف یا ان کی موت سے آپ کو بہت تکلیف پہنچتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفقت علے خلق اللہ اور خدا کے بندوں کے لئے آپ کے دل میں کس قدر ہمدردی اور محبت کے جذبات موجزن تھے۔

مدت کی بات ہے کہ لنگر خانہ میں ایک باورچی کام کرتا تھا اس سے کوئی لغزش صادر ہو گئی حضرت نے ایسے شخص کا وہاں رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اسکو قادیان چھوڑنا پڑا۔ یہ اپنی بیوی کو لے کر غالباً اپنے وطن کو جا رہا تھا کہ رستہ میں اس کی بیوی کو خاص تکلیف شروع ہو گئی۔ یہ لاہور کے سٹیشن پر پہنچے لاہور میں ان دنوں ڈاکٹر عبداللہ نومسلم رہتے تھے۔ یہ سیدھا ان کے مکان پر پہنچا اور اپنی بیوی کی تکلیف کا اظہار کیا۔ انہوں نے بطیب خاطر زچگی کے لئے اس کو اپنا مکان پیش کیا اور اس کی ہر طرح سے امداد کی تا آنکہ اس کی بیوی زچگی کی حالت میں سے فراغت پا کر سفر کے قابل ہو گئی۔ لاہور کے ایک دوست کو معلوم تھا کہ یہ باورچی قادیان سے نکالا ہوا ہے اور حضرت کے زیر عتاب ہے۔ انہوں نے حضرت کو خط لکھا کہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے فلاں باورچی سے بہت خاطر مدارات کا سلوک کیا ہے، حالانکہ وہ حضور کا معتوب ہے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "بے شک باورچی مذکور سے خطا صادر ہوئی ہے، جس سے میں ناراض ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ اگر اس شخص پر کوئی مصیبت آجائے تو اس سے ہمدردی نہ کی جائے میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب سے بہت خوش ہوں کہ انہوں نے مصیبت کے وقت اس سے اچھا سلوک کیا انہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک کام کی جزائے خیر دیگا۔"

اس خط کو پڑھ کر جس صاحب نے شکایت کی تھی وہ تو نادم ہوئے مگر ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی پھولے نہ سماتے اور دوستوں سے کہتے کہ دیکھو خاصان خدا کا یہی حال ہوتا ہے، کہ وہ دشمن کے لئے بھی برائی نہیں چاہتے۔ بلکہ اپنے دشمنوں سے بھی نیک برتاؤ پسند کرتے ہیں ؟

ہندوستان کی آبادی

ذیل کے اعداد و شمار سے ہندوستان کی آبادی کے متعلق اندازہ لگایئے۔ کہ ستر سال کے عرصے میں کس قدر اضافہ ہوا۔

سال	آبادی	اضافہ آبادی فیصدی
۱۸۸۱ء	۲۵½ کروڑ	۲۳ ء ۲
۱۸۹۱ء	۲۸¾ "	۱۳ ء ۲
۱۹۰۱ء	۲۹½ "	۰۲ ء ۳
۱۹۱۱ء	۳۱½ "	۷ ء ۱
۱۹۲۱ء	۳۱¾ "	۱ ء ۲
۱۹۳۱ء	۳۵¼ "	۱۰ ء ۶
۱۹۴۱ء	۳۸¾ "	۱۵ ء ۰

(ماخوذ)

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذشتہ شیوع میں بھی درخواست کی جا چکی ہے، اب مکرر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تاریخی، عمرانی، اخلاقی، تحریکات جدید اور مذاہب مختلف کے عنوانات پر مضمون بھجوائیں ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائینگے۔ امید ہے ہماری درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے ؟

(مدیر)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ کے اجلاس کی روداد

ازعبد القادر صاحب بی اے

ہمارا سترھواں جلسہ زیر صدارت جناب نعمت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ جناب مسعود احمد متعلم جماعت چہارم کی نظم کے بعد جناب رشید احمد صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ پھر شیخ محمد صفدر صاحب نے شاہنامہ اسلام سے ایک نظم خوش الحانی کے ساتھ حاضرین کے سامنے پیش کی۔ اس کے بعد جناب نعمت اللہ صاحب نے اپنا مضمون "**مجدد صد چہار دہم ہونیکا دعویٰ**" پڑھا اور بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا جس طرح تمام مسلمان اس امر کو مسلم مانتے ہیں اسی طرح سے یہ بھی مسلم ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے۔ نبی کریم صلعم کی حدیث موجود ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ اس امت (محمدیہ) کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا جو اس دین کی تجدید کریگا" یہی بزرگ مجدد کہلاتے ہیں۔ تجدید کے معنی اس طرح ہیں کہ جو میل کچیل دین کے کاموں میں پڑ جائے وہ بزرگ اس کو صاف کر دیتا ہے۔ اس امت محمدیہ میں علماء اور آئمہ کرام ہر وقت ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے اور وہ بھی دین کے خادم ہوتے ہیں مگر مجدد وایسا خادم ہوتا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمکلام بھی ہوتا ہے۔ مجدد کو اللہ تعالیٰ کسی خاص غرض کیلئے مامور فرماتا ہے اور اسکے ذریعہ سے ایسی غلطیوں کی اصلاح فرماتا ہے جو دین کو کمزور کرتی اور اسکی شکل بدل دیتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چودھویں صدی کے سر پر یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو چودھویں صدی کا مجدد بنایا ہے عین قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطابق ہے۔ بات تو بہت موٹی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے اگر چودھویں صدی کے سر پر کوئی مجدد نہ آتا تو نہ صرف حدیث شریف کی تکذیب ہوتی بلکہ قرآن مجید کا قائم کردہ اصول [illegible] باطل ہو جاتا (نعوذ باللہ) دعویٰ کے پیشتر اسلام کی تجدید کا وہ زبردست کام کر رہے تھے جو کسی نے بھی نہ کیا تھا دعوے کے بعد آپ کا یہ کام اور بھی زیادہ زور پکڑ گیا یہاں تک کہ آج وہ بیج جو آپ نے لگایا تھا ایک درخت ہے۔ ہر ایک قرآن اور حدیث شریف کے ماننے والے پر یہ فرض ہے کہ وہ غور کرے کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں صدی کے مجدد نہیں تو وہ مجدد کہاں ہے؟ قرآن کریم کا قائم کردہ اصول غلط نہیں ہو سکتا حدیث باطل نہیں ہو سکتی جس کے بل بوتے پر پہلے مجددوں نے دعویٰ کیا اور جنہیں دنیا مانتی ہے۔

اس حدیث شریف کی بنا پر دعویٰ کرنیوالا شخص جھوٹا ہرگز نہیں ہو سکتا اور وہ مجدد سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کوئی نہیں۔

بعض لوگ یونہی کہدیتے ہیں کہ فلاں نے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے، لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ کوئی تحریر دکھلاؤ تو نہیں دکھلا سکتے۔ اگر شریعت اسلام کا احترام کرتے ہوئے اس بات سے چارہ نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو چودھویں صدی کا مجدد مانا جائے تو یہ نہایت ضروری ہے کہ ہر مسلمان آپ کا ساتھ دے۔ ازاں بعد جناب احسان الٰہی صاحب نے اپنا مضمون بعنوان

کیا قرآن شریف کا ترجمہ کرنا چاہیئے؟ حاضرین کو پڑھکر سنایا کہ رسول کریم حضرت محمد صلعم کی وفات کے بعد انکی امت کی روحانی حالت دیر تک درست رہی لیکن اس کے بعد چند اشخاص ایسے پیدا ہو گئے جو کہ ظاہر تو دین کے سردار کہلاتے تھے لیکن حقیقت میں دین کے پوشیدہ دشمن تھے۔ دنیا کو دین کے بھیس میں لوٹنا، یتیم کا مال کھانا، ہمیشہ ان لوگوں کا شیوہ رہا چنانچہ یہودیوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے اور انہوں نے بظاہر تو لمبے لمبے چولے پہن لئے اور دنیا کو بُرا سمجھنے والے کہلانے لگے لیکن رشوت کھانا، عہد شکنی کرنا۔ توریت کی آیتوں کو خلط ملط کرتے رہنا اور زیچ بیچ کرتے رہنا ان کا مقصد حیات بن گیا ہوا تھا۔ اور انہی لوگوں کی شرارتوں سے توریت دنیا سے مفقود ہو گئی، اس کے بعد عیسائیوں میں بھی ایسے احبار اور رھبان پیدا ہو گئے جنہوں نے یہود کی طرح کام کرنے شروع کئے، حضرت عیسیٰ ابن مریم کو ابن اللہ بنا دیا اور کفارہ کا مسئلہ پیدا کر کے عیسائیوں کو دین عیسوی سے بہت دور لے گئے، اور آخر میں مسلمانوں میں بھی ایسے ملا پیدا ہو گئے جو کہ یہود اور نصاریٰ کے رھبان اور احبار کی طرح بہت خطرناک ہیں، ان لوگوں نے دیکھا کہ یہود اور نصاریٰ تو توراۃ اور انجیل کی آیات کو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے غلط بیان کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے، کیونکہ اسلام ایک محفوظ مذہب ہے اور قرآن شریف ایک محفوظ کتاب ہے جو لوگوں کے سینوں پر لکھی جا چکی ہے، تو انہوں نے یہ مسئلہ تراشا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ خدائے قدوس کے کلام کو سمجھ سکے۔ نہ ہی ہمیں اسے سمجھنا چاہیئے اور نہ ہی کسی اور کو سمجھانا چاہیئے کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے، اور سمجھنے کی بجائے اسے صرف غلافوں میں بند کر کے کسی طاقچہ پر رکھ دینا چاہیئے تاکہ بھلا معلوم دے۔ یہ لوگ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر ایک شخص کسی بیماری کے نسخہ کو ہر روز دیکھ چھوڑا کرے اور پھر سنبھال کر کہیں اچھی جگہ رکھ دے تو کیا اسکی بیماری دور ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح قرآن شریف بھی ہماری

قبولِ اسلام

نوٹ:- مندرجہ ذیل افراد جناب مولوی شیر محمد صاحب کے ذریعہ مورخہ ۲۵ تا ۲۸ فروری ۱۹۴۲ء کو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے

نمبر	سابقہ نام	اسلامی نام	ولدیت	سکونت	عمر	زوجیت
۱	رستم	شیخ رستم علی	آسیل	نوروالا	۱۹ سال	×
۲	مانو	محمد بخش	بالو	"	۴۰ سال	
۳	کمالہ	کمالہ بی بی	اسماعیل	"	۲۰ سال	زوجہ محمد بخش
۴	چھٹہ	اللہ دین	کرم	"	۱۸ سال	×
۵	جندو	جندوڈہ	"	"	۱۶ سال	×
۶	قبولا	مقبول احمد	غلامن	"	۳۱ سال	×
۷	غلاما	غلام رسول	ادریس	"	۵۰ سال	×
۸	جانن	جان محمد	خمیہ	"	۵۰ سال	×
۹	بخشن	الہ بخش	کریما	"	۳۴ سال	×
۱۰	کریم بخش	کریم بخش	میرن	"	۱۲ سال	×
۱۱	احمدو	احمد بخش	ہیرو	"	۱۴ سال	×
۱۱	شیرن	شیر محمد	"	"	۱۱ سال	×
۱۲	عظیم	عظیم بخش	شمیر	"	۱۷ سال	×
۱۴	امامن	امام بخش	وسن	بھلہ جیلن	۶۰ سال	×
۱	قادو	قادر بخش	جمعہ	"	۲۱ سال	×
۱	شادو	شریف احمد	"	"	۲۳ سال	×
۱	نازو	محمد نواز	"	"	۲۵ سال	×
۱	چنئر	غلام فاطمہ	"	"	۲۸ سال	زوجہ امامن
۱	بنلا	نبی بخش	جوایا	"	۴۱ سال	"
۱	کالو	کریم حیدر	"	"	۳۸ سال	"
	عظیماں	عظیم خاتون	"	"	۴۲ سال	زوجہ محمدو
۱	سہراب	نظام الدین	"	"	۱۴ سال	"
۱	مسلم	محمد سلیم	فدلو	"	۴۱ سال	×
	حاجی	حاجی احمد	"	"	۳۲ سال	×
	کیمن	کریمہ خاتون	ماہو	"	۲۶ سال	زوجہ دینا
	احمدو	احمد یار	"	"	۲۲ سال	×
	خانو	اللہ وسائی	پیرن	"	۲۸ سال	زوجہ کالو
	حکیم	عبد الحکیم	کالو	"	۵۳ سال	×
	برخور	برخوردار	"	"	۵۴ سال	"
	مریدا	مرید احمد	قادرو	"	۴۲ سال	×

موسم بہار میں روس پر جرمنوں کا حملہ

روسیوں کو اپنی کامیابی اور فتح

کا پورا یقین ہے

لندن ۱۵ مارچ - روس کے ایک محاذ سے نیوز کرانیکل کے فوجی مبصر ولیم فارسٹ کے پیغام کے مطابق موسم بہار میں جرمنوں کا جوابی حملہ لازمی اور لابدی قرار دیا جاتا ہے۔ اور روسی پورے استقلال اور اعتماد کے ساتھ اس حملے کے منتظر ہیں۔ روس کے فوجی حلقوں کا بیان ہے، کہ جرمن اپنے اس حملہ کے لئے ترکی پر چڑھائی نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ جرمنوں کو روس کے سارے محاذ پر اپنی ساری فوجوں کی ضرورت ہوگی۔ روسیوں کا بیان ہے۔ کہ اگر جرمن صرف مدافعت کی لڑائی پر اکتفا کریں، تو اس کے لئے ان کے پاس تیل اور پٹرول کافی ہے لیکن برق رفتار حملوں کے لئے انہیں اپنے محفوظ ذخیروں کو استعمال کرنا پڑے گا۔ جو صرف تین ماہ کے لئے کافی ہے۔

روسیوں کے یقین کے اسباب

روسیوں کے اعتماد اور فتح کے یقین کے اسباب بیان کرتے ہوئے نمایندہ کرانیکل سے ایک روسی فوجی مبصر نے کہا۔ کہ روس کے باشندوں نے انتہائی مصائب اور نقصانات میں بدرجۂ کمال ہمت اور حوصلے کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ جب ماسکو اور لینن گراڈ کے متعلق کہا جاتا تھا، کہ ان کے سر ہو گئے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس وقت بھی روسیوں نے ہمت نہیں ہاری، اور آخر جرمنوں کو ان مقامات سے دور مار بھگایا۔ دوسرا سبب اس نے یہ بیان کیا۔ کہ تو مہینے کی جنگ میں روسی فوجوں نے دشمن کا خوب اچھی طرح سے مطالعہ کر لیا ہے اور اب ہر ایک روسی سپاہی کو یقین ہے کہ وہ جرمن سپاہی سے افضل اور برتر ہے، اس دوران میں جس قدر جرمن روسی فوجوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں ان کی صحیح تعداد برف پگھلنے کے بعد معلوم ہوگی۔ کیونکہ ہزاروں لاشیں اس وقت برف کے نیچے دبی پڑی ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر روسی توپوں کی شدید گولہ باری کی وجہ سے برف ٹوٹی تو نیچے سے سینکڑوں یخ بستہ جرمن لاشیں برآمد ہوئیں۔

روسی مبصر نے کہا۔ ان لڑائیوں میں ثابت ہو گیا ہے کہ روسی سپاہیوں کی طرح روسیوں کے ٹینک توپیں ہوائی جہاز اور دیگر آلہ جنگ بھی جرمنوں سے بہتر ہیں۔ چنانچہ جرمن ہوائی جہاز روسی ہوائی جہازوں کی وجہ سے لینن گراڈ اور روس پر ہوائی حملے نہیں کر سکے۔ راسٹوف میں ان کا بس چلا۔ اور انہوں نے ہزاروں روسی باشندوں کو بموں سے ہلاک کیا مگر لینن گراڈ اور ماسکو کی طرف انہیں آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

چینیوں کی ہمت اور حوصلے کی دلچسپ داستان!

چنگ کنگ ۱۸ مارچ - جاپان سے اپنی پنج سالہ جنگ کے دوران میں چین نے جنگی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنی صنعتی۔ تعلیمی اور مجلسی اصلاح و ترقی کا کام بھی جاری رکھا ہے۔ جاپانیوں کے حملے اور بمباریاں زندگی کے کسی شعبے سے ان کی توجہ کو ہٹا نہیں سکیں۔

ان سرگرمیوں کا ذکر ایک دلچسپ داستان کی صورت میں بیان کرتے ہوئے ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ساحلی علاقوں پر جاپانیوں کے قبضہ سے جب بیرونی دنیا سے چین کا تعلق منقطع ہو گیا۔ تو چینیوں نے اپنی ضروریات کے لئے اپنے ملک میں ہی وسائل کی تلاش شروع کر دی۔ مٹی کا تیل چنگ کنگ کے قریب اور شمال مغربی سرحد کے علاقے میں مل گیا۔ چین میں لوہے اور فولاد کی صنعت کا فقدان تھا۔ اب یہ کام بھی شروع ہے، اور ۱۹۳۹ء میں جتنا لوہا اور فولاد تیار کیا گیا تھا۔ اس سے ۳۰ گنا زیادہ ۱۹۴۲ء میں تیار کیا گیا۔ اس مقدار میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

تعلیمی سرگرمیاں

شمالی چین پر جاپانیوں نے حملہ کیا۔ تو گورنمنٹ کے دفاتر کے ساتھ ہی تعلیمی ادارے بھی مغربی چین میں آ گئے۔ ۱۹۴۱ء میں مغربی چین میں کالجوں اور فنی تعلیم کے اداروں کی تعداد ۱۳۰ تھی جن میں ۲۲۴۴ طلبہ تعلیم پا رہے تھے۔ اس کے مقابلے میں ۱۹۳۷ء میں کی تعداد ۱۱۶۶ ۳ تھی۔ ۱۹۳۷ء میں مڈل سکولوں میں طلبا کی تعداد ۸۰۴۸ ۳۸۹۹ تھی۔ جو ۱۹۴۰ء میں ۸۵ ۷۷۵ ۴ تک پہنچ گئی۔ اس پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس اصول پر کہ ہر گاؤں میں ایک سکول ہو۔ بالغوں کی جبری تعلیم کی سکیم شروع کی گئی۔ تاکہ ۵ سال کی مدت میں چین میں کوئی شخص غیر تعلیم یافتہ نہ رہے۔

بیرونی دنیا سے تعلقات قائم رکھنے کے لئے چینیوں نے پہلے روس اور چین کے درمیان تقریباً ایک ہزار میل لمبی سڑک بنائی۔ اس کے بعد برما روڈ تعمیر کی۔ اور جب اس کے لئے بھی خطرہ پیدا ہونے کا امکان نظر آیا تو ایک اور سڑک آسام روڈ کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ جو اب استعمال کی جا رہی ہے۔ چین نے ان شاہراہوں سے اپنی ضروریات منگوائیں اور اتحادی ملکوں کو ان کی ضروریات کا سامان بھیجا۔

صنعتی کارخانے

رپورٹ میں چینیوں کا ایک اور کارنامہ بیان کیا گیا ہے۔ جس سے بیرونی دنیا غالباً ابھی تک ناآشنا ہے۔ شمالی چین کے صنعتی مرکزوں پر جب جاپانیوں کے حملے شروع ہوئے۔ تو چینیوں نے یہ کارخانے بھی مغربی چین میں منتقل کرنے شروع کر دیئے۔ ۱۹۳۷ء سے ایک لاکھ ۲۰ ہزار ٹن وزن کی مشینری جس کی قیمت ۳۰ کروڑ چینی ڈالر ہے۔ اس علاقے میں منتقل کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مغربی چین میں نئے کارخانے بھی قائم کئے گئے۔ جن کی لاگت ایک ارب ۵ کروڑ ڈالر ہے۔ اس میں ۳۵ کروڑ ڈالر کی مالیت کے کارخانے پرائیویٹ ہیں یہ واقعات اس بات کا ثبوت اور اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ جاپانی چین کو نہ ہرا سکے ہیں نہ ہرا سکیں گے۔

دواسازی کے لئے

ہندوستانی جڑی بوٹیاں

مختلف قسم کے تیل اور رنگ بھی بنائے جا سکیں گے

نئی دھلی ۱۹ مارچ۔ ہندوستان میں ایسی جڑی بوٹیاں بکثرت ہیں جن سے ہندوستان کی ضروریات کے لئے دوائیں تیار کی جا سکتی ہیں ۱۹۴۰-۴۱ء میں نباتات کی تحقیقات کرنیوالے محکمہ نے تجربات سے دریافت کیا ہے۔ کہ سمندری گھاس سے "اگار" "اگار" تیار کی جا سکتی ہے۔ بعض ایسی بوٹیاں بھی دریافت ہوئی ہیں جن سے ادویات میں استعمال کرنیوالے تیل حاصل کئے جا سکتے ہیں یہ چیزیں اس سے قبل ممالک غیر سے درآمد کی جاتی تھیں اب خود ہندوستان میں تیار کی جائینگی۔ جنگ کی وجہ سے ممالک غیر سے رنگ آنے بند ہو گئے۔ اس محکمہ کی تحقیقات کی بدولت اب کئی رنگ ہندوستان میں ہی بنائے جا سکیں گے۔

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

لنڈن ۱۵ مارچ ۔ ہاؤس آف کامنز کے ایک رکن مسٹر شنویل نے سات نکات پر مشتمل بعض مطالبات پیش کئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ ہندوستان کو فوراً آزادی دیدی جائے مزید کہا کہ اگر ہندوستان کو آزادی دیدی جائے تو وہ نہ صرف اپنی ہی حفاظت کرے گا بلکہ جاپان کو بھی آگے بڑھنے سے روک دے گا۔

لنڈن ۔ ۱۵ مارچ ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ معلوم ہوا کہ موجودہ ہنگامی صورت حالات کے پیش نظر حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ جزیرہ سیلون کو کمانڈر انچیف کے کنٹرول میں دے دیا جائے وائس ایڈمرل جافری لٹن کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا۔

نئی دھلی ۔ ۱۵ مارچ امسال حج کے لئے مکہ معظمہ میں قریباً دو لاکھ حاجی دنیا کے مختلف حصوں سے جمع ہوئے۔

لنڈن ۔ ۱۵ مارچ ۔ نائب امیر البحر ایف۔ ڈورمین جو جاوا کی بحری جنگ میں اتحادی بیڑہ کے کمانڈر تھے ہلاک ہوگئے ہیں

نئی دھلی ۔ ۱۶ مارچ ایسوشی ایٹڈ پریس کی اطلاع ہے کہ برما میں برطانوی فوجوں نے شڈین نامی شہر پر دوبارہ قبضہ کرلیا، یہ شہر رنگون سے ایک سو میل شمال مشرق میں واقعہ ہے یہاں سے سڑک اور ریلوے لائن مانڈلے کو جاتی ہے۔

دمشق ۔ ۱۷ مارچ دمشق کی خبریں دینے والی ایجنسی کو انقرہ سے خبر ملی ہے کہ کل رات نامعلوم ہوائی جہازوں نے ترکی کے ساحل پر ضلع میلاس پر ایک درجن بم گرائے، جن سے ۱۰ آدمی مارے گئے اور ۲۰ زخمی ہو گئے اس ایجنسی کا بیان ہے کہ گیارہ ہوائی جہازوں نے ڈیڑھ بجے رات شہر پر پرواز کی اور روشنی کے غبارے پھینکنے کے بعد بم گرائے ۔ میلاس سمرنا سے ۹۰ میل ہے ۔ ترکی گورنمنٹ نے اس بارے میں جانچ پڑتال شروع کردی ہے ؛

ماسکو ۔ ۱۷ مارچ "پروودا" کا بیان ہے کہ ڈونیز کے علاقہ میں ایک گاؤں کے لئے گھمسان کی لڑائی کے دوران میں روسی فوجوں نے دشمن کے مورچوں کو توڑ دیا ؛

۱۹ مارچ ۔ ایراوتی کے محاذ پر جاپانی فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی جاپانی فوجیں کشتیوں کے ذریعہ آگے بڑھ آئیں مگر انہیں پسپا کر دیا گیا ؛

واردھا ۔ ۱۹ مارچ ۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد صدر کانگرس کو وائسرائے کے پرائیوٹ سکرٹری نے ایک تار بھیجا ہے جس میں ان سے درخواست کی گئی ہے کہ سر سٹیفورڈ کرپس ۲۲ مارچ کے بعد چار نمایندوں سے ملنا چاہتے ہیں، اس ضمن میں معلوم ہوا ہے کہ ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ کانگرس کی طرف سے مولانا آزاد ہی سر سٹیفورڈ کرپس سے ملیں۔

الہ آباد ۔ ۱۹ مارچ ۔ سرتیج بہادر سپرو کو وائسرائے کی طرف سے تار ملا ہے کہ سر سٹیفورڈ کرپس نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے، اس لئے ۲۲ مارچ کے بعد ان سے دھلی میں ملاقات کریں ؛

بمبئی ۲۰ مارچ ۔ برما کے برطانوی ہیڈ کوارٹر سے اعلان جاری کیا گیا ہے کہ ٹونگو کے رقبہ میں سخت جنگ جاری ہے ۔ دشمن کے ۷۰ اشخاص کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔

لنڈن ۔ ۲۰ مارچ برما میں سرگرمی زیادہ بڑھ گئی ہے مشرقی سڑک پر چھوٹے پیمانہ پر حملہ کیا گیا جاپانیوں کو برطانوی فوجوں کے نزدیک آنے دیا گیا اور جب وہ نزدیک پہنچ گئے تو ان پر اچانک حملہ کر دیا گیا جس سے دشمن کے بہت سے آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے ؛

لنڈن ۔ ۲۰ مارچ جنرل میکارتھر نے آسٹریلیا میں ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ جاپان پر فی الفور امریکن حملہ ہونیوالا ہے ۔

لاہور ۔ ۲۰ مارچ جمعیتہ العلماء کانفرنس کے تیرھویں اجلاس کے موقعہ پر مولانا حسین احمد مدنی نے اپنی صدارتی تقریر کے دوران میں آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی مقام کے متعلق خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا تو پنڈال میں کچھ لیگی نوجوانوں نے پاکستان کے نعرے لگائے جمعیتہ العلماء کے والنٹیروں نے انہیں روکا تو ان نوجوانوں نے حملہ کر دیا دونوں پارٹیاں گتھم گتھا ہوگئیں، کچھ والنٹیر شدید زخمی ہوئے پولیس موقعہ پر پہنچ گئی ؛

لاہور ۲۰ مارچ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد صدر کانگرس آج صبح فرنٹیر میل سے لاہور تشریف لائے ۔

لنڈن ۔ ۲۱ مارچ ۔ ماسکو ریڈیو سے اعلان کیا گیا ہے کہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جرمن سرگرمیاں بلقان اور ایجین جزائر میں شروع ہوگئی ہیں اور یونان کریٹ اور دیگر مقامات پر جرمنوں نے ہوائی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں ؛

نئی دھلی ۔ ۲۱ مارچ ۔ جنرل ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ ۱۹ مارچ کو برطانوی فوجوں کے ایک دستہ نے تنتاپادان پر حملہ کیا یہاں تقریباً چھ سو جاپانی تھے ؛ جنہیں مار مار کر نواحی دیہات میں بھگا دیا گیا ۔ تقریباً ۷۰ جاپانی ہلاک ہوئے ؛

سیتانگ کے مورچہ پر فوجیں ۱۷ مارچ کو ٹونگو کے شمال میں پیچھے ہٹ گئیں ؛

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا :۔

"اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جسکے پاس یہ آرگن نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بیخبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں ۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی ۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے، اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اسطرف توجہ مبذول فرمائینگے اور حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے ؛

ہر منگلوار کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قُل یٰاَہلَ الکتٰبِ تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الّا نعبدَ الّا اللہ ولا نُشرکَ بہٖ شیئاً ولا یتّخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولّوا فقولوا اشہدوا بانّا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

الصُّلحُ خیرٌ

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۴

احساسِ واقعی

از جناب عبد القدوس صاحب طاہر

جہاں میں چشمِ بصیرت نہیں گوش نہیں
پیا ہی بادۂ غفلت کسی کو ہوش نہیں

عمل کی راہ میں کوئی قدم نہیں اٹھتا
کہ جذبِ عشق نہیں ہے وفا کا جوش نہیں

وفورِ شوق سے جامِ طہور کون پیئے
شراب خوار نہیں پاک بادہ نوش نہیں

جہاں میں گونج اٹھی جبرئیل کی آواز
بلند آج کہاں نغمۂ سروش نہیں

معاوضے کا یہاں ذکر ہو نہیں سکتا
حضورِ ساقیِ کوثر ہیں مے فروش نہیں

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

ایک ضروری اعلان } بعض دوست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں خطوط لکھتے وقت احمدیہ بلڈنگس کا ہی پتہ لکھ دیتے ہیں جس سے خطوط حضرت ممدوح کو دو ایک دن کے وقفہ کے بعد ملتے ہیں اس تاخیر سے کام پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ حضرت ممدوح کو مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں

پتہ:۔ مسلم ٹاؤن اچھرہ۔ لاہور۔

—— جناب مولوی عبد الرشید صاحب عباسی مبلغ سندھ سے لکھتے ہیں:۔

"میں آجکل بسلسلہ دینی خدمات ایک ایسے علاقہ میں ہوں جہاں قتل اور ڈاکہ روزمرہ کے معمولی واقعات میں سے ہو گیا ہے اسلئے احباب سے التماس ہے کہ میرے حق میں خلوص دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تمام حوادث سے محفوظ فرمائے۔ آمین"

—— جناب ڈاکٹر الہٰ بخش صاحب کی صاحبزادی کے لئے احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں، اللہ تعالےٰ صاحبزادی مذکورہ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— بعض احباب سلسلہ بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بنا کر تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں

نسلِ انسانی کا سب سے بڑا محسن صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کی اس عزت یا محبت کا جو دوسرے انسانوں کے دلوں میں وہ حاصل کر سکتا ہے انحصار اس فائدہ پر ہے جو اسکی ذات سے نسل انسانی کو پہنچتا ہے جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا۔ فطرت انسانی کے گہرے مطالعہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ انسانوں کے دل ایسے بنائے گئے ہیں کہ جو شخص بھی ان پر احسان کرے۔ اس کی محبت ان میں جاگزین ہو جاتی ہے۔ جس طرح نیچر یا قدرت کے بعض اٹل قانون ہیں۔ اسی طرح فطرت انسانی کے بھی بعض اٹل قانون ہیں۔ بسا اوقات ہوتا ہے کہ لوگ ایک آنکھ بند کرکے ایک شخص سے عداوت کرنے لگتے ہیں۔ یا آنکھیں بند کرکے ایک شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ مگر فطرت انسانی آخر غالب آتی ہے۔ اور بیجا محبت یا بیجا عداوت قائم نہیں رہتی وہ ایک ایسے درخت کی طرح ہوتی ہے جس کی مثال قرآن کریم نے دی ہے اجتثت من فوق الارض ما لھا من قرار اور وہ محبت جو نسل انسانی کے فائدے کے کاموں پر مبنی ہو وہ ہمیشہ ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء کی مصداق ہوتی ہے اس اٹل قانون کو خدا کے پاک کلام قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں خدائے رحمان ان کے لئے (قلوب انسانی میں) محبت پیدا کر دیتا ہے۔ ان الفاظ کی صداقت ہر قوم کی تاریخ میں جلی حروف میں لکھی ہوئی نظر آئے گی۔ جس قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو آخر محبت اسی کی انسانوں کے دلوں میں رہ گئی ہے جس نے انسانوں کو کوئی بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔

اب غور کیا جائے تو اس بات کے ماننے سے کسی کو چارہ نہیں کہ نسل انسانی پر سب سے بڑھکر احسان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہ عقیدہ کی بات نہیں واقعات کی بات ہے جس سے مسلمان تو کیا ایک ہندو، عیسائی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ نسل انسانی کے سب سے محسن وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو انسانوں کی بہتری کے لئے لگا دیا۔ اور انسانوں کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ایسے محسن ہر قوم کے اندر پائے جاتے ہیں اور ہر قوم کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی انسان نے نسل انسانی کے کسی حصہ کی خدمت کا کوئی نمایاں کام کیا ہو اس انسان کی محبت اور عزت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ حضرت موسٰےؑ ہوں یا مسیحؑ۔ رامچندر جی ہوں یا کرشن جی۔ زرتشت ہوں یا کانفیوشس یا گوتم بدھ یہ سب بزرگ سب قوموں کے لئے یکساں قابل عزت و احترام ہیں۔ اس بنا پر اگر دیکھا جائے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن نظر آتے ہیں اور اسی لحاظ سے سب سے بڑھکر آپ کے لئے قلب انسانی میں محبت اور احترام کا جذبہ ہونا چاہیئے آپ نے جو کچھ عرب کے لئے کیا کوئی دوسرا مصلح کسی قوم یا ملک کے لئے نہیں کر سکا۔ آپ نے تیس سال کے عرصہ میں اس قوم کے اندر سے ہر ایک قسم کے خیالات اور غلط عقائد ہی کو دور نہیں کیا بلکہ ہر قسم کی بدعملیوں اور بدیوں سے بھی انہیں نجات دی جو قوم کی تباہی کا موجب ہو رہی تھیں۔ آپ نے ان لوگوں کے اندر جو تمدن معاشرت وغیرہ کے اصولوں سے قطعاً ناواقف تھے ایسا انقلاب عظیم پیدا کیا جس کی دوسری نظیر عالم میں نہیں ملتی۔ اور اسی لئے یورپ کے عیسائی مؤرخین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ دنیا کے تمام مصلحین اور مذہبی شخصیتوں میں آپ سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں آپ نے ایک توہم پرست اور جاہل قوم کو علم اور روشنی، سائنس اور تہذیب کا علم بردار بنا دیا۔ یہاں تک کہ کل دنیا نے اپنے چراغوں کو اسی مشعل سے روشن کیا۔

آپ نے ایک متفرق اور پراگندہ قوم کو جو اقوام عالم میں سب سے زیادہ گمنام قوم تھی ایک متحد اور فاتح قوم بنا دیا جس نے دنیا میں عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں اور اعلےٰ درجہ کا نظام حکومت قائم کیا جو مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔

ہر ایک قوم ہر ایک ملک اپنے حالات پر غور کرکے دیکھے۔ کیا کسی ہادی یا کسی مصلح نے اس قدر تھوڑے عرصہ میں ایسی گری ہوئی قوم کو ایسے بلند مقام پر پہنچایا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ اس قدر عظیم الشان کام اپنی قوم یا اپنے ملک میں اور کسی نے نہیں کیا تو یہ بھی یقینی ہے کہ نسل انسانی پر جس قدر احسان محمد رسول اللہ صلعم کا ہے اور کسی انسان کا نہیں۔

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لیکن آپ کی ہمت بلند دوسرے مصلحین کی طرح صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود نہ تھی۔ بلکہ آپ نے دوسری اقوام پر بھی وہی احسانات کئے جو اپنی قوم پر کئے اور جس قوم نے آپ کا دامن پکڑا وہی قوم دنیا میں بلند ترین مقام پر پہنچ گئی۔ خواہ وہ عرب تھے یا ایرانی یا ترک یا افغان یا کوئی اور قوم۔ پھر اس سے بڑھکر یہ کہ آپ نے اخوت کا ایک ایسا عالمگیر سلسلہ قائم کیا جس میں عرب اور عجم، سیاہ اور سفید رنگ کی اقوام یکساں حصہ دار تھیں سب کے یکساں حقوق تھے۔ اور جس طرح سفید رنگ کا انسان بلند سے بلند مقام پر پہنچنے کا حق رکھتا تھا۔ سیاہ رنگ کے انسانوں کو بھی یہی حق حاصل تھا۔ اور بیت سے حبشی اور غلام آئمہ مجتہدین اور بادشاہت کے مقام تک پہنچے۔ یہ خیال بھی بجائے خود ایک ایسا خیال ہے کہ آپ سے پیشتر کسی انسان کے دماغ میں نہیں آیا۔ مگر آپ نے نہ صرف اخوت عالمگیر کا خیال پیدا کیا بلکہ اسکو عملی رنگ میں بہتر لباس پہنایا۔ اور قوموں اور رنگوں اور زبانوں کی وجہ سے جو انسان اور انسان میں امتیاز کیا جاتا تھا اسے قطعاً مٹا دیا۔ یقیناً جس شخص کے احسانات نسل انسانی پر ہوں، اس کا نسل انسانی پر یہ حق بھی ہے کہ وہ اسے سب سے بڑا محسن پاکر سب سے زیادہ اپنے دلوں میں محبت اور احترام کا مقام دے۔ اس سے بڑھکر نسل انسانی پر آپ کا ایک اور احسان عظیم ہے، آپ اس وقت آئے جب دنیا پر تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایک ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ وہ مشعل جو مصلحین نے اپنے اپنے ملکوں میں روشن کی تھی۔ اس وقت تک مدھم پڑ چکی تھی بلکہ بجھ ہی چکی تھی۔ یہودی مذہب، ہندو مذہب، بدھ مذہب، کانفیوشش کے مذہب، زرتشت کے مذہب کی صورت تو بظاہر قائم تھی۔ مگر ان کے اندر سے وہ روح نکل چکی تھی جو اپنے پیروؤں پر نیک اثر ڈالتی ہے۔ اپنے بزرگوں کا نیک اثر قبول کرنا تو ایک طرف رہا اب ان بزرگوں کے پیرو ان بزرگوں کی طرف بدترین افعال کو منسوب کرکے بتا رہے تھے کہ ان کی ذہنیت روح مذہب سے کس قدر دور جا پڑی تھی سب سے آخری مذہب عیسائیت تھا جس کے عقائد کو تو ایک طرف رکھو، لیکن اس کی عملی حالت کا نقشہ خود ڈیور جیسے متعصب عیسائی کے الفاظ میں یہ تھا کہ ساتویں صدی کی عیسائیت نہایت گری ہوئی اور ذلیل حالت میں تھی۔ اگر ملک عرب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مشعل نہ جلائی ہوتی تو دنیا میں تاریکی کا ہی دور دورہ رہتا اور تہذیب اور علم دنیا سے مفقود ہو جاتے یہ وہ خیال ہے جسے قرآن کریم نے تیرہ سو سال قبل ظھر الفساد فی البر والبحر میں ظاہر کیا۔ تو آج اس وقت کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہوئے ایک محقق بھی اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ چنانچہ ڈینی سن اپنی کتاب ایموشن ایز دی بیس آف سولیزیشن میں اسلام کے تذکرہ میں لکھتا ہے:۔

”پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا ابتری کے گڑھے کے کنارے پر کھڑی تھی۔ قدیم علمی خیالات جن کی بنیاد جذبات پر تھی اور جنہوں نے تہذیب انسانی کو ممکن بنایا تھا اسلئے کہ انہوں نے لوگوں میں اتحاد کا خیال اور حکام کے لئے عزت و احترام کا خیال پیدا کیا تھا بالکل زائل ہو چکے تھے اور کوئی چیز ان کی جگہ لینے کے لئے پیدا نہ ہوئی تھی۔“

”ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عظیم الشان تہذیب جو چار ہزار سال کے عرصہ میں بنی تھی ابتری کے کنارے پر پہنچ چکی ہے اور کہ نسل انسانی اسی قدیم وحشیانہ پن میں قدم رکھنے کو تیار ہے۔۔۔

۔۔۔تہذیب اس عظیم الشان درخت کی طرح جس کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہوں۔۔۔۔۔۔۔ اب جڑ سے اکھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور اندر تک کھائی جا چکی تھی۔۔۔۔ کیا کوئی ایسی جذباتی تحریک تھی جو ایک دفعہ پھر انسانوں کو متحد کر سکے اور تہذیب کو فنا ہونے سے بچا سکے۔“

اس سوال کے جواب میں مصنف عرب کا ذکر کرتا ہے اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان عظیم کا۔

”یہ وہ لوگ تھے جن میں وہ انسان پیدا ہوتا ہے جس نے مشرق اور جنوب کی تمام معلوم دنیا کو وحدت کی زنجیر میں منسلک کیا۔“

پس یہ بالکل درست ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں تہذیب کو باقی رکھا ورنہ نسل انسانی ہمیشہ کیلئے جہالت کے گڑھے میں گر گئی ہوتی۔ یہ آپ کا وہ احسان عظیم ہے جس سے نسل انسانی کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ افسوس ان لوگوں پر جو اپنے اس سب سے بڑے محسن۔ ہاں اپنی عظمت و احسان کے لحاظ سے واحد محسن سے محبت اور احترام کے بجائے نفرت اور عداوت کو پھیلا رہے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا کا قانون اٹل ہے آخر دنیا اپنے اس محسن کی قدر کو پہچانے گی۔ اور اپنے ان بڑوں کے حق میں جو اس وقت آنکھیں بند کرکے اپنی ترقی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنے میں سمجھ رہے ہیں کوئی کلمہ خیر نہ کہے گی۔ خوش قسمت وہ ہیں جن کی آنکھیں آج کھل جائیں۔ اور بہتیروں کی کھل رہی ہیں۔

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۴

حضرت نبی کریم کی بلند مرتبت شخصیت کے متعلق غلط فہمیاں

حضرت نبی کریم کی سیرت کی وسیع پیمانہ پر اشاعت

اس علم، تہذیب اور روشنی کے زمانہ میں "تعلیمیافتہ انسان کو جس قدر بعد آنحضرت صلعم کی سیرت سے ہے اس کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں مغربی ممالک کے علاوہ ہندوستان میں بھی حضرت نبی کریم کی سیرت طیبہ کے متعلق دلآزار لٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے جو تذہین نتائج اور ہندو مسلم تفریق کا باعث ہوتا ہے لیکن اس لٹریچر کی اشاعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کی اشاعت میں انتہائی غفلت سے کام لیا ہے اگر مسلمان اس مجرمانہ تساہل اور تغافل سے کام نہ لیتے تو شاید حضور سرور کائنات کے متعلق یہ غلط فہمیاں نہ پھیلتیں حیرت کی بات ہے کہ بعض دفعہ یورپ کے بعض پڑھے لکھے انسان بھی آنحضرت صلعم کی سیرت کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے اس قدر جہالت کا ثبوت دے جاتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے سر ولیم میور جیسے متعصب انسان کو چھوڑیئے ڈاکٹر مارگولیتھ جیسے مؤرخ بھی انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن جلد ہشتم صفحہ ۸۷۸ میں لکھتے ہیں اور

"غزوات و سرایا خاص کر سریہ نخلہ اور غزوہ بدر کے واقعات سے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "جبار مدینہ ایک قزاق سردار تھا"۔ نعوذ باللہ ــــــــ تعداد ازدواج سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں "آپ بے روک ٹوک عیش پرست تھے اور چاہتے تھے کہ صحابہ بھی ایسی خواہشات پوری کریں"۔

ــــــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑے عرصہ کی بات ہے مشہور امریکن اخبار "سنڈے نیوز" اپنے ایک مقالہ میں لارڈ لوتھین آنجہانی کی اس مماثلت کا ذکر کرتے ہوئے جو انہوں نے ہٹلر اور آنحضرت صلعم میں قائم کی ہے حضرت نبی کریم کے متعلق رقمطراز ہے:۔

" یہ صاحب (رسول کریم صلعم) کسی جگہ عرب میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے تھے ۲۵ برس کی عمر میں انہوں نے خیال کیا کہ میں خدا کی طرف سے مبعوث ہوں اس وقت وہ اور ان کی پہلی بیوی خدیجہ مکہ میں سبزی کی دوکان کرتے تھے مگر محمد (صلعم) نے خواب دیکھنے شروع کئے اور سبزیوں کے درمیان اکثر انہیں بیخودی کا عالم طاری ہو جاتا تھا اور ان کے ایک بھی ابتدائی دوست نے ان پر اعتبار نہ کیا واقعات بڑھتے رہے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۶۱۶ء میں محمد (صلعم) نے علانیہ طور پر اپنے آپ کو ایک برگزیدہ ہستی جتلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ ایک گروہ ایسا ہو گیا جسے انہوں نے وعدوں اور قسموں کے ذریعہ سے اپنا مرید بنا لیا تھا، ان کا مذہب عیسائیت اور یہودیت کا لب لباب تھا، اور اس پر انہوں نے کچھ اپنی طرف ــــ سے مینا کاری بھی کر دی تھی وغیرہ وغیرہ" (ایمان جنوری ۴۲ء)

اس مندرجہ بالا تاریخی شاہکار کو پڑھئے اور سر دھنئے یورپ اور امریکہ نے اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام کے متعلق کیسے شاندار مؤرخ پیدا کئے ہیں! ان بدبختوں نے علوم حاضرہ میں ترقی تو کرلی اور مادیت کے میدان میں بال کی کھال بھی اتار لی لیکن معلوم نہیں اسلام اور آنحضرت صلعم کے متعلق ان کے تجسس کی قوت کیوں شل ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ایسی بیہودہ باتیں لکھ جاتے ہیں کہ جنہیں بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، یہ جریدہ جس کا اقتباس ہم نے اوپر پیش کیا ہے یہ اس ملک سے تعلق رکھتا ہے جسے ناز ہے کہ وہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے، اور علوم و فنون کا مرکز!

اصل میں حقیقت یہ ہے کہ "غلط بیانی" کے پیچھے صدیوں کا تعصب کام کر رہا ہے مسیحی راہبوں اور پادریوں نے اسلام دشمنی میں اتنا غلط پروپیگنڈا کیا کہ اس زہر کا اثر اب تک یورپ اور امریکہ پر باقی ہے، اس زہریلے اثر کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کو مغربی دنیا میں پھیلانے کی ضرورت ہے اور اتنے وسیع پیمانے پر پھیلانے کی ضرورت ہے، جس سے یہ زہر دور ہو جائے، مسلمانوں کی یہ ذہنی افتاد ہے کہ جونہی کوئی شخص توہین رسول کا مرتکب ہوتا ہے اس کے خلاف ایک جوش پھیل جاتا ہے اور اس کے نتائج اتنے خوں چکاں ہوتے ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کبھی مسلمانوں نے اس امر کا تجزیہ نہیں کیا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے مربی اور محسن کی طرف خود بخود کھنچتا چلا آتا ہے نہ کہ اسے گالیاں دینے پر تیار ہو جائے اگر ان لوگوں کو ایک اور ایک دو کی طرح معلوم ہو جائے کہ حضرت سرور کائنات صلعم بنی نوع انسان کے محسن ہیں اور رحمۃ للعالمین ہیں تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ وہ صداقت کو دیکھتے ہوئے حضور صلعم کے متعلق اس قسم کا پروپیگنڈا کر سکیں یہ تو صرف اس وقت تک ہے کہ جب تک یہ غلط فہمیاں دور نہیں ہوتیں اور صدیوں کا اثر رفع نہیں ہوتا۔ یہ زہریلا اثر اسی طرح دور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کی اشاعت وسیع پیمانہ پر کی جائے، جب تک مسلمان نہایت توجہ کے ساتھ اس طرف غور نہیں کریں گے اس وقت تک یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا حضرت مجدد عصر حاضر کی جماعت اس وقت تک آنحضرت صلعم کی سیرت جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا گیا ہے سترہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کر چکی ہے جن میں سے چند یورپ کی زبانیں ہیں تقریباً پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع کر کے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچائی گئی ہے، یہ اس قلیل جماعت کی تعداد کی نسبت سے ایک بہت بڑا کام ہے اگر مسلمانوں کی مجموعی قوت اس کار خیر پر صرف ہوتی، تو آج ...... سب غلط فہمیاں قریباً دور ہو چکی ہوتیں لیکن مسلمانوں کی مختل ذہنیت پر افسوس ہے کہ انہوں نے اس کام کو لائق اعتنا ہی خیال نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے اگر مسلمان اس طرف توجہ کریں تو یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے عقیدت کے جلسوں سے زیادہ یہ کام ضروری اور اہم ہے، امید ہے اس کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے وہ لوگ جو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور انہیں حضور کی غلامی کا دعوےٰ ہے وہ اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

گذشتہ شیوع میں جماعتہائے احمدیہ کے جلسوں کا پروگرام شائع ہوا ہے۔ مقالہ افتتاحیہ کے ذریعہ بھی ہم نے ان جلسوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، یہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہوں گے اور اپریل ۱۹۴۲ء تک یہ جلسے ہوتے رہیں گے ان جلسوں سے ہمارے تبلیغی پروگرام کو خوب مدد مل سکتی ہے۔ اجتماع اور جلسہ تبلیغ کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ ہماری بیرونی جماعتیں جن کے قلوب میں تبلیغ اسلام کے لئے بیتابانہ جذبات موجود ہیں انہیں ان جلسوں کو ہر لحاظ سے کامیاب بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور جلسوں کے پروگراموں کے لئے ایسے موضوع انتخاب کرنا چاہئیں جن سے احمدیت کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں اور احمدیت اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے عظیم الشان مقام کی وضاحت ہو سکے اور لوگ فوج در فوج اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہوں ہمیں اس نادر موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے امید ہے ان جلسوں کی تبلیغی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہماری جماعتیں اپنی پوری توجہ انہیں کامیاب بنانے میں صرف کریں گی۔

موجودہ شیوع

موجودہ شیوع عید میلاد النبی کی وجہ سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہے امید ہے قارئین پیغام صلح اس کو خود بھی پڑھیں گے اور دوسرے دوستوں تک بھی اسے پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

معذرت

پیغام صلح کے موجودہ شیوع کی اصل تاریخ تو ۳۱ مارچ ہی ہے لیکن پیغام صلح آجکل اصل تاریخ سے ایک دن پہلے شائع کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اصل تاریخ پر خریداران کے پاس پہنچ جائے، لیکن موجودہ شیوع میں ایسا نہیں کیا جا سکا کیونکہ سوموار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۴۲ء کو عید میلاد النبی کی وجہ سے مطبع بند تھا، اس لئے پیغام صلح طبع نہیں ہو سکا اور بجائے ۳۰ مارچ کے اپنی اصلی تاریخ ۳۱ مارچ ۱۹۴۲ء پر شائع ہو رہا ہے۔

شذرات

قابل تعریف نمونہ

جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کے سرگرم ارکان جناب عبداللطیف صاحب، جناب عبدالباسط صاحب اور عبدالسلام صاحب کا نمونہ بہت قابل تعریف ہے ان تینوں بھائیوں نے اشاعت اسلام کے لئے بہت خلوص، جوش اور سرگرمی کا اظہار کیا ہے۔ ابھی حال ہی میں جناب عبدالباسط صاحب کا ایک خط جنرل سکرٹری صاحب کو موصول ہوا ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے :-

" اس خط کے ساتھ پندرہ روپیہ بذریعہ پوسٹ آرڈر ارسال خدمت ہیں، یہ رقم میرے چھوٹے بھائی عزیز عبدالسلام نے اپنے وظیفے میں سے جمع کر کے بھجوائی ہے اس سال یہ ایف اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ ان کی اعلےٰ نمبروں میں کامیابی کیلئے دعا فرمایئے ان کی خواہش ہے کہ یہ رقم اشاعت اسلام کے فنڈ میں جمع کی جائے "

یہ نمونہ قابل تعریف ہی نہیں بلکہ جماعت کے ان نوجوان دوستوں کیلئے جو کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں قابل تقلید ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اس سے بڑھ کر تبلیغ اسلام کے لئے قربانی کرنیکی توفیق دے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

مسلمانوں کی شدھی!

پرکاش مورخہ ۲۲ مارچ رقمطراز ہے :-

" سوامی سندرانند جی نے گرام کوٹھالی ضلع ایٹاہ میں ۱۲ تا ۲۳ کو ۲۰ ملے جاٹ مسلمین کو رگرام سلالپور ضلع بلند شہر میں پنڈت وشنو پرشاد و چودھری ہوس سنگھ جی نے ۱۳۵ عیسائیوں کو ۵۰۰ آدمیوں کی اپستھتی میں بڑے سمارو کے ساتھ ہندو دھرم میں سملت کیا "

یعنی ۱۳۵ عیسائیوں کے علاوہ ۲۰ مسلمانوں کو مرتد بنایا گیا اور دائرہ اسلام سے نکال کر اسلام کا دشمن بنا دیا گیا، آریہ سماج کی اس تبلیغی سرگرمی میں مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ موجود ہے کہ آج اغیار کیا کر رہا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں، آریہ سماج ایک ایسی تحریک ہے جو اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے رد عمل میں پیدا ہوئی ہے ورنہ ہندو مذہب کوئی تبلیغی مذہب نہ تھا بلکہ اس کے برعکس وہ تبلیغ کے سخت خلاف تھا ذات پات اور رنگ و نسل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، لیکن اسلام اور مغرب کے مشنریوں نے جب ہنود پر تبلیغی یورش کی تو اس کے رد عمل میں آریہ سماج پیدا ہوئی۔ اور اس کی تبلیغی سرگرمیاں ملک کے طول و عرض میں کسی نہ کسی صورت میں جاری ہیں اور اسلام کو نقصان پہنچاتی رہتی ہیں، اور شدھی کی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتی ہیں، آج سے ایک عرصہ پہلے ملکانہ میں جو ارتداد کی آگ بھڑکی تھی وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں لیکن ابھی وہ آگ بالکل بجھی نہیں بلکہ سلگ رہی ہے اس وقت اس کا مقابلہ بہت آسان ہے۔ مسلمانوں کو اس ارتداد کے خطرہ سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس کے تدارک کے لئے کوئی منظم کوشش کرنا چاہیئے، ابتدا میں فتنہ کا کچلنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ امید ہے مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں ہماری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوگی؟

گندم کا نرخ پانچ روپے من

" گورنمنٹ ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ ۲۰ مارچ سے گندم کا نرخ پانچ روپے فی من کر دیا جائے اور حکومت کے اس فیصلہ سے تمام صوبجاتی حکومتوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے، اس کے ساتھ عنقریب یہ حکم بھی ہونے والا ہے کہ گندم کے تمام بیوپاری لائسنس لیں اور اپنی صوبجاتی حکومتوں کو اپنی خرید و فروخت کا حساب دکھلایا کریں وغیرہ وغیرہ "

(ملاپ ۱۹ مارچ)

گورنمنٹ کا مذکورہ بالا اقدام موجودہ حالات میں یقیناً پبلک کے لئے مفید ہے گا، ان صورت حالات میں حکومت کا گندم کی خرید و فروخت میں دخل دینا اور بیوپاریوں کو ناجائز منفعت سے روکنا اشد ضروری ہے۔

تحریک صدقہ

پہلے بھی کسی شیوع میں اصحاب سلسلہ کو اس طرف توجہ دلائی جا چکی ہے اب مکرر لکھا جاتا ہے کہ جن دوستوں نے تحریک صدقہ کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خواہش ہے کہ جلد یہ رقوم دفتر میں پہنچ جائیں۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا نہایت کامیاب تبلیغی دورہ

مالیر کوٹلہ } ہز ہائی نس نواب صاحب والئے ریاست مالیر کوٹلہ سے ملاقات :- ۱۳، ۱۴، ۱۵،

۱۲ مارچ کو حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے مالیر کوٹلہ میں قیام کیا۔ آپ کا پبلک لیکچر ہوا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے ۱۵ مارچ کو ہز ہائی نس نواب صاحب والئے ریاست مالیر کوٹلہ نے حضرت مولینا کو اپنے ہاں مدعو فرمایا دو اڑھائی گھنٹے مختلف مذہبی عنوانات پر گفتگو ہوتی رہی اس ملاقات کے وقت انکے دو صاحبزادے جو ولایت کے تعلیم یافتہ ہیں موجود تھے ان کے علاوہ نواب صاحب کے ایڈی کانگ اور چند ایک مصاحب بھی تشریف فرما تھے مجلس برخواست ہونے پر ہز ہائی نس نے اصرار کے ساتھ کہا کہ ایک دن اور اگر آپ قیام فرماتے اور اس قسم کی صحبت نصیب ہوتی تو ٹھیک تھا کیونکہ آج طبیعت میں بھوک باقی رہ گئی اس لئے جناب نواب صاحب کی خاطر ایک دن اور قیام رہا اور دوسرے دن بھی قریباً دو اڑھائی گھنٹے گفتگو ہوئی اور جناب نواب صاحب حضرت مولینا سے بہت مدارات اور عزت سے پیش آئے۔

اسی دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات اصلاحی کا بھی ذکر کیا گیا جس پر ہز ہائی نس نے فرمایا کہ حضرت صاحب کے مجدد ہونے میں کوئی کلام نہیں اور اسی طرح کا اعتراف انکے صاحبزادوں نے بھی کیا، نواب صاحب نے جس خاطر و مدارات اور تعظیم و تکریم کا اظہار کیا وہ انکے اخلاق اور کلچر کی بلندی کا ثبوت ہے۔

راولپنڈی } حضرت مولینا صدر الدین صاحب تبلیغی سلسلہ میں راولپنڈی تشریف لے گئے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ مارچ کو آپ نے ہی ارشاد فرمایا قریباً ساری جماعت جمع ہو گئی نماز جمعہ میں بہت رونق تھی خطبہ جمعہ میں قرآن مجید اور نبی کریم صلعم کے ارشادات تلقین کئے گئے اور حضرت نبی کریم کی سیرت طیبہ سے کچھ واقعات بیان کئے گئے اس کے علاوہ حضرت مجدد زماں کی بلند پایہ خدمات اسلامیہ کا ذکر کیا گیا اور حضور کے دعوے کو پیش کیا

بیعت } نماز جمعہ کے بعد میاں منظور صاحب نے جو وہاں کے کسی دفتر میں ملازم ہیں بیعت کی اور شیخ محمد یعقوب صاحب جو خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب رئیس اعظم راولپنڈی کے صاحبزادہ ہیں نماز جمعہ کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے جمعہ سے واپس آتے ہوئے انہوں نے بھی بیعت کی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان ہر دو صاحبان کو استقامت عطا فرمائے، اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ہماری تبلیغی ڈاک

یوسف غازی صاحب کا مکتوب

یوسف غازی صاحب حضرت جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں گوا سے تحریر فرماتے ہیں :-

" میرے دوست مسٹر عبیداللہ افریقی نے مجھے ایک ٹریکٹ (Islam and the present war) دیا جسے مطالعہ کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا لاہوری فریق ہی تمام دنیا کے سامنے حقیقی اسلام پیش کرنے میں کامیاب ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خدمات سے میں اس سے پہلے بالکل بے خبر تھا، میں آپ کی انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے میرے قلب میں ایک روحانی بیداری پیدا کر دی اور اسلام کے لئے ایک نئی زندگی اور محبت سے مجھے آشنا کیا۔

از راہ مہربانی مجھے اپنا کچھ اردو اور انگریزی لٹریچر بھجوا دیجئے تا کہ میں مزید واقفیت حاصل کر سکوں۔

ہندوؤں میں تقسیم کرنے کے لئے مرہٹی زبان میں لٹریچر بھجوایئے مہربانی کر کے ذرا جلدی بھجوایئے تا کہ میں عید میلاد النبی پر اسے تقسیم کر سکوں۔

خاکسار :- یوسف غازی

حضرت نبی کریمؐ کا ایک خطبہ

مندرجہ ذیل خطبہ حضرت رسول کریمؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات میں دوپہر ڈھلے اپنے ناقہ قصویٰ پر دیا تھا:-

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعًا فی بنی سعد فقتلہ ھذیل وربوا الجاھلیۃ موضوع واول ربوا اضع من ربانا ربوا العباس بن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ فاتقوا اللہ فی النساء

تحقیق تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے اس تمہارے دن کی حرمت ہے اس تمہارے مہینہ میں اس تمہاری بستی میں جان لو کہ حالت جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں قدموں کے نیچے ہے اور جاہلیت کے خون دبا ڈالے گئے اور البتہ اپنے خونوں سے پہلا خون جسے میں دبائے ڈالتا ہوں ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور اسے قوم ہذیل نے مار ڈالا اور جاہلیت کا بیاج دبا ڈالا گیا ہے اور یہاں سب سے پہلا بیاج عباس بن عبد المطلب کا ہے وہ سب دبا ڈالا گیا۔ پس اللہ سے ڈرو عورتوں کے معاملہ میں

فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطین فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربًا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعۃ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکبھا الی الناس اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد۔

(مسلم جزء اول صفحہ ۳۹۶)

کیونکہ تم نے ان کو خدا کی امان سے قابو میں کیا ہے اور خدا کے حکم سے وہ تم پر حلال ہوئیں اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ جسے تم نہ چاہو اُسے گھر میں آنے نہ دیں پس اگر وہ ایسا کریں تو ایسی سزا دو جس سے زیادہ تکلیف نہ ہو اور عورتوں کا تم پر دستور کے موافق کھانا کپڑا دینے کا حق ہے اور مقرر میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اسکے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ کتاب اللہ ہے اور تم سے قیامت میں میری نسبت سوال ہوگا کیا کہوگے لوگ کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا اور خوبی ادا کیا اور نصیحت کی پس آپ نے کلمے کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اور لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا خداوندا گواہ رہیو خداوندا گواہ رہیو خداوندا گواہ رہیو۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت مسیح موعود

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے — میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے — دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی — دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے — وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

جنگِ عظیم کی متحارب قوموں کیلئے

صاحبِ خُلقِ عظیم کا اُسوۂ حسنہ

از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

لیس لک من الامر شیء او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون - (۱۲۷:۳)

اس آیت کے شانِ نزول کی روایات میں اختلاف کے اعتبار سے لیس لک من الامر شیء کا مفہوم ان الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے - اس امر میں یا اس بارہ میں، اس حادثۂ الیمہ میں جو تم پر وارد ہوا، ظالموں کے ہلاک کرنے یا ان کی توبہ قبول کرنے میں میرے بندوں کی مصلحت یا مصالحِ عبادی میں، اے محمد تمہارا کوئی اختیار نہیں -

کہا جاتا ہے کہ بیرِ معونہ والوں نے یا ایک علاقہ کے رہنے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیار صحابہ کو دھوکہ سے بلا کر قتل کر دیا - حضور کو اپنے انصار اور صحابہ کے ساتھ دینِ حق کی حمایت میں ان کی جان نثاریوں کی وجہ سے شدید محبت تھی جس طرح اچھا گڈریا اپنے گلہ کی خاطر جان دیتا ہے اسی طرح ہر ایک قائد اور سچا لیڈر اپنی محبت کا خون اپنے ساتھیوں پر چھڑکتا ہے - حضور کو اپنے عزیز ترین قاریوں کے قتل سے بعید دکھ پہنچا اور خدا کے حضور جزع شدید کی راہ بددعا کی اجازت طلب کی تو آیت لیس لک من الامر شیء الخ نازل ہوئی -

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جنگِ احد میں کفار کے نرغہ کی وجہ سے حضور کے دُرِ دندان کو صدمہ اور چہرہ پر زخم پہنچا سالم مولیٰؓ رُخِ مبارک سے خون پونچھتے تھے اور کہتے تھے اس قوم کا کیا حال ہوگا جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا درآنحالیکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا تھا اس عالمِ درد و رنج میں حضور نے کافروں پر بددعا کا ارادہ کیا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ جواب ملا لیس لک من الامر شیء -

تیسری روایت میں ہے آپؐ کے چچا حمزہؓ کو کافروں نے مثلہ کر دیا اور یہ مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کا ایک شجاع سپاہی تھا اس ناقابلِ برداشت وحشیانہ ... حضور صلعم نے فرمایا کہ میں کفار میں سے اس کے بدلہ میں ... کو مثلہ کر کے چھوڑوں گا اللہ تعالیٰ کو صاحبِ خلقِ عظیم کی یہ ادا پسند نہ آئی اور فرمایا لیس لک من الامر شیء تمہیں یہ اختیار حاصل نہیں -

آیت بالا ان واقعات میں سے کسی کے ساتھ بھی متعلق ہو یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ آپ کے بالمقابل تھے ظالم یقیناً تھے فانھم ظالمون سے یہ امر ثابت ہے -

کفار کا ظلمِ عظیم ایک طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مظلومیت دوسری طرف اس پر اگر حضور نے بتقاضائے ... بددعا کا ارادہ کر لیا ہو اور ایسے المناک حادثہ پر کس ... فریاد کرنے اور بدلہ لینے کو نہیں چاہتا - رسول اللہ ... مسلمانوں کا نقصان عظیم ہوا - کثرت سے قیمتی جانیں شہید ہوئیں مگر نہ تو کفار پر اور نہ غلط کار مسلمانوں پر لعنت اور بددعا کی اجازت ملی - انسانیت کے طبعی تقاضا سے ایسے موقعہ پر اگر غصہ آ جائے تو اللہ تعالےٰ کو رحمۃ اللعالمین سے یہ امر ناپسند ہے کہ حضور اس میں آپے سے باہر ہو جائیں کیونکہ رحمۃ اللعالمین کا لقب اللہ تعالےٰ سے پا لینا آسان نہیں اس کے لئے سینہ فراخ اور دل گردہ وسیع ہونا چاہیئے انسان اپنے اخلاق کی عظمت کے لئے انتہائی درد اور غصہ کی حالت میں ہی آزمایا جاتا ہے -

بالعموم ہر ایک انسان ایک خاص قسم کے خیالات کے عالم میں رہتا ہے جسے وہ آہستہ آہستہ خود ہی تیار کرتا ہے - الوجبل اپنے ہاتھوں سے تعمیر کردہ ایک عالم میں رہتا اور زندگی بسر کرتا تھا - محمد اللہ کا رسول تھا اور اس کا ایک خاص عالمِ اخلاق تھا جس میں سے اس کا گریز محال تھا - علماء نفسیات ہمیں بتاتے ہیں کہ انسانی زندگی میں کبھی کبھی کوئی اتفاقی حادثہ اور کبھی کبھی ایک ناگہانی صدمہ انسان کے اس اپنے تعمیر کردہ عالم کو تہ و بالا کر کے دوسرے عالم میں لے جاتا ہے اور انسانی زندگی کو یکسر پلٹ دیتا ہے - صاحبِ خلقِ عظیم کو بھی اسی قسم کا حادثہ اور ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا اور اللہ تعالےٰ سے بددعا کیلئے اجازت مانگی مگر لیس لک من الامر شیء کی غفلت سے چونکا دینے والی وحی نے خلقِ عظیم کے بارش کو بچایا فانھم ظالمون نے اتنا تو بتا دیا کہ آپ کا غصہ اور رنج بے جا نہ تھا مگر اس غیظ و غضب کے عالم میں اپنے آپ پر حکومت اور ضبطِ نفس ضروری تھا تا آپؐ کے عالمِ اخلاق کو نقصان نہ پہنچ جائے -

اخلاقِ حسنہ کی ہر ایک اینٹ آپس میں ایک دوسرے کی قوت اور مضبوطی کا باعث ہے اور کسی ایک خلق میں کمزوری آ جانا دوسرے اخلاق پر بھی بد اثر ڈالتا ہے ظالموں پر غصہ بے جا نہ سہی مگر یہ بھی تو سوچو نوعِ انسانی سے محبت - صدق - عدل - شجاعت - سخاوت - ایمان - پاکیزگی - پرہیزگاری سب الگ الگ اخلاقِ حسنہ ہیں مگر ان میں سے کسی ایک خلق میں اگر کمزوری آ جائے تو اس کا اثر ساری اخلاقی عمارت پر پڑنا لازمی ہے کوئی عادل شجاعت سے خالی نہیں اور نہ کوئی صدق محبت سے خالی ہو سکتا ہے - اور نہ عدل میں کمزوری دکھانے والا صادق اور پرہیزگار کہلا سکتا ہے اس کے بالمقابل ایک خلق کی تکمیل سے دوسرے اخلاق کی بھی نشو و نما ہوتی ہے -

فانھم ظالمون

بتاتا ہے کہ کفر کا شیوہ ظلم ہے - اس وقت کافر ظالم تھے اور انہوں نے بلاوجہ مسلمانوں پر ستم توڑے اور آج بھی کافر ظالم ہیں کفر ہمیشہ اپنی جسمانی اور مالی قوت اور جتھے کی طاقت کی بنا پر غالب آنا چاہتا ہے اس وقت اسکا نعرۂ جنگ تھا اُعْلُ ھُبَل ھبل کی جے ہو آج اسکا نعرہ ہے Survival of the fittest جس کے معنی "قانونِ جنگل کی کامیابی" سمجھے گئے ہیں مگر صرف مادی برتری اور جسمانی طاقت اصلح نہیں کہلا سکتی - اگر کسی شہر میں جنگل کا قانون نافذ کر دیا جائے یعنی یہ کہ جسمانی طاقت کو اپنی برتری منوانے کا اختیار دے دیا جائے تو ظاہر ہے کہ شہر پر چور ڈاکو اور بدمعاشوں کی حکومت قائم ہو جائے گی اعلیٰ اخلاق - نیکی اور تقویٰ - عدل اور رحم والے اشخاص ہلاک اور برباد ہو جائیں گے موجودہ فاتحین اقوام اخلاقِ حسنہ کے لحاظ سے اعلیٰ اور افضل نہیں ہیں - بلکہ یہ کہا جاتا ہے :-

State need have no concern with morality.

نطشے کہتا ہے :-

Always without exception

The most civilized state is the most aggressive.

اخلاق اور عدل و انصاف کے ساتھ ان حکومتوں کو کوئی واسطہ نہیں فانھم ظالمون کہہ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ کافر ظالم ہیں مگر بُرا ارادہ اور زائد بدلہ لینے یا اعتداء کا ارادہ کر کے تم ظالم نہ بنو -

مندرجہ عنوان آیت جنگ میں متحارب قوموں کو یہ سبق دیتی ہے کہ دشمن کے ظلم پر بھی صبر کرو اور حد سے زیادہ بدلہ لینے کی نیت نہ کرو دشمنوں اور ظالموں کے ارتکابِ ظلم اور انتہائی وحشت اور بربریت پر بھی اپنے اخلاقی معیار کو گرنے نہ دو ایسا نہ ہو ظالموں کے مقابلہ پر تم بھی ظالم بن جاؤ -

بددعا، مباہلہ اور دشمن پر عذاب کی تمنا نہ کرو

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے تقوٰے کے گھمنڈ پر دوسرے لوگوں کو بددعا کرنے کی دعوت دیتے ہیں بلکہ دیتے رہتے ہیں - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل ظالم موجود ہیں اور انہوں نے انتہائی ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کیا ہے بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے یا آپؐ کے چچا کو شہید کیا ہے اسے مثلہ کیا ہے اس کا کلیجہ اپنے دانتوں سے چبایا ہے مگر رحمۃ للعالمین کو ان پر بددعا کی اجازت نہیں دی جاتی لیس لک من الامر شیء، اس میں تمہارا اختیار نہیں، مباہلہ اور بددعا کی اجازت دینا خدا کے اختیار میں ہے او یتوب علیھم بلکہ اس ظلم کے باوجود وہ توبہ کریں ہم چاہیں تو ان کی توبہ قبول کریں گے او یعذبھم اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو بھی عذاب دینا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے چاہے تو عذاب دے چاہے نہ دے - غضب اور غصہ جو انسان کے اخلاقی محل کو آنِ واحد میں جلا کر خاکستر بنا دیتے ہیں اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین کو ایسے موقعہ پر کیونکر اس سے اپنی رحمت کے سایہ تلے پناہ دی وہ اس آیت کے مضمون سے ظاہر ہے ورنہ یہ ایک حق اور باطل کی جنگ تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اس کا بآسانی فیصلہ کر سکتی تھی کہ حق کس طرف ہے اور حق کی تلوار کس قدر تیز ہے مگر خلقِ عظیم کا وہ نمونہ جو اس آیت میں نظر آتا ہے اس کا کہیں نشان نہ ملتا کیونکہ اسلام کے نزدیک حقیقی فتح اعلیٰ اخلاق کی فتح ہے نہ تلوار اور مادی سائنس کی فتح - اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم -

پیغام صلح کی توسیع اشاعت احبابِ سلسلہ کا فرضِ اولین ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اسکے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم کو جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرتے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی۔ کیونکہ انکے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے، اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اسکے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ارشاداتِ نبوی

جس کسی نے ظالم کی مدد کی اس نے گویا غضب الٰہی خود اپنے سر پر لے لیا۔

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اپنے عیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا رہتا ہے۔

چار شخص مرفوع القلم ہیں، لڑکا جب تک بالغ نہ ہو، سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو، دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو۔ وہ بڈھا جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔

جو شخص اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا وہ آگ کو دیکھے گا۔

کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

انسان جب بڈھا ہو جاتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں، ایک مال کی حرص دوسری عمر کی۔

آپس میں سلام کا عام رواج کرو۔ محبت بڑھے گی۔

ہر ایک دین کے واسطے ایک خلق ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔

دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے۔ جس قدر کہ انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص اُس کے دین میں فساد ڈالتے ہیں۔

جس چیز میں فحش ہوگا اس کا انجام سوائے اسکے کچھ نہیں کہ تباہی ہو اور جس میں حیا ہے اُسکا انجام اس کی زینت ہے۔

قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ بدگو بدزبان کو بہت بُرا سمجھتا ہے۔

اگر مرتے دم تک تم حاکم یا منشی یا کاردار نہ ہوئے تو سمجھو کہ مزے میں رہے اور مواخذہ سے بچ گئے۔

حکومت طلب مت کرو۔ کیونکہ اگر وہ تجھے مانگنے سے ملی تو اس کا سب بوجھ تجھ پر پڑ جائے گا۔ اور اگر بن مانگے ملی تو تیری ہر طرح امداد ہوگی۔

مظلوم کی دعا سے ڈرو کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو۔ ایسا اتفاق نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔

اونچی آواز سے تکبیر نہ پڑھو کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے۔ تم اسکو پکار رہے ہو جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے، اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اُسکا فضل طلب کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ مانگا جائے، اور غم کے دور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہے۔

تبلیغی کلاس کا داخلہ!

احباب توجہ فرمائیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے ایک تبلیغی کلاس جاری کر رکھی ہے جس میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے طلباء کو داخل کیا جاتا ہے اور ٹریننگ کے دوران میں اخراجات کے لئے مناسب وظیفہ بھی دیا جاتا ہے اور ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد لائق اور موزوں طلباء کو تبلیغی کام کے لئے ملازم رکھ لیا جاتا ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جہاد بالقرآن کے لئے وقف کریں اور انہیں اس بات کی تلقین کریں کہ وہ اپنی زندگیاں دین کی اشاعت کیلئے وقف کریں

(الف) درخواستیں ۳۰ جون ۱۹۶۲ء تک سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پہنچ جانی چاہئیں۔

(ب) درخواستیں مقامی صدر یا سکرٹری کی تصدیق سے آنی چاہئیں۔

(ج) صرف وہی نوجوان درخواست دیں جنہیں اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کا از حد شوق ہو۔

(د) داخلہ کا فیصلہ اکتوبر میں ہوگا اور پڑھائی نومبر میں شروع ہوگی

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس۔

برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

عید میلاد النبی اور حقیقی عقیدت!

اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کرو

از مدیر

عقیدت کے پھول

عید میلاد النبی کے موقعہ پر پیغام صلح بھی اس مقالۂ افتتاحیہ کے ذریعہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں چند ایک عقیدت کے پھول پیش کرتا ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آفتاب تازہ

آنحضرت صلعم کی ولادت کا دن تاریخ انسانی میں وہ دن ہے جبکہ دنیا میں سب سے بڑے انقلاب کا پیغام آیا اور خداوند قضا و قدر نے حضرت خیر البشر کو پیدا کرکے ارادہ کیا کہ اقوام عالم کی مذہبی تمدنی معاشی ہیئت کو بدل دیا جائے، اور ان مادی اور خیالی اصنام کے پرخچے اڑا دیئے جائیں۔ جن پر ہزاروں سال تک قومیں سر پٹختی رہیں۔ جنہوں نے عرصہ دراز تک انسانی ترقی کو معرض التوا میں ڈالے رکھا۔ یہ کوئی معمولی دن نہیں بلکہ وہ دن ہے جبکہ لیل و نہار کے پیہم اور مسلسل کوششوں کے بعد آفتاب تازہ طلوع ہوا جس سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ اور قوموں کو اپنی قیود سے رستگاری حاصل ہوئی۔ معلوم نہیں اس دن الوہی شان رحمت کے جبال کا کیا عالم تھا جبکہ گنہگار اور بھٹکی ہوئی دنیا پر اس قدر انعام کی بارش ہوئی۔

حضور قلب اور سجدۂ شکر

ایسے عظیم الشان دن کی یاد کو محض زبان اور قلم سے ادا کرنا حقیقی شکر اور سپاس نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ قلب و دماغ کو ان تمام آلائشوں سے پاک کرکے جو انسانی فطرت کو مکدر کرتی ہیں ہر مسلمان کو ایک عمیق اور نہایت ہی پاکیزہ جذبہ کے ساتھ خالق کائنات کے حضور جھک جانا چاہیئے اور پھر حضور قلب کے ساتھ اس عہد کی تجدید کرنا چاہیئے جس میثاق کے لئے آنحضرت صلعم دنیا میں تشریف لائے اور ان ارکان کو ایک جوش اور قوت سے زندہ کرنا چاہیئے جنہیں آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا۔ ورنہ محض جلسوں اور جلوسوں سے ایک عارضی اور روایتی خوشی کا سامان کر لینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا لطف تو جب ہے کہ اس دن کی یاد میں انسانی قلب کا تار تار مرتعش ہو کر رہ جائے۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں سب مظاہرے ہنگامی اور عبث ہیں۔

سرور کائنات اور امام عصر حاضر

امام عصر حاضر نے خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا ہے اور رسمی ایمان کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم سرور کائنات کی ذات سے اس قدر عشق تھا کہ اس سے آپ کی تمام تصنیفات اور صحیفے بھرے پڑے ہیں۔ آپ وجدانی اور روحانی لحاظ سے آنحضرت صلعم کی ذات سے اس قدر قریب ہو گئے تھے کہ اس قرب سے غیروں کو مغالطہ ہوا اور انہوں کو ٹھوکر لگی۔ حالانکہ جب تک آپ کو آنحضرت کی ذات سے اتنا قرب حاصل نہ ہوتا۔ اور حضور صلعم کے فیوض سے آپ اس قدر بہرہ ور نہ ہوتے اس وقت تک دنیا کی اصلاح مشکل تھی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

اقتباس

"بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلعم کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت صلعم کے کمالات سے کچھ نسبت ہو . . . . (خداوند کریم) نے اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات و آیات ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ"

(براہین احمدیہ)

مقام اور مرتبہ کی وضاحت

اس مندرجہ بالا اقتباس سے آنحضرت صلعم کے مرتبہ اور مقام کی خوب وضاحت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ محدثین اور آئمہ کو آنحضرت کی ذات سے کیا نسبت اور کیا رشتہ ہے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور عظمت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کی غلامی میں اتنے عظیم الشان انسان ہیں وہ کس مرتبہ اور مقام کا انسان ہوگا۔

جماعت احمدیہ اور آنحضرت صلعم سے اکتساب نور

جماعت احمدیہ کو آنحضرت صلعم کی عظمت کو اپنے قلوب پر قائم کرکے ان کی حقیقی شان اور سطوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اور حضور کی حقیقی صفات اور فیوض سے اکتساب نور کرنا چاہیئے اور اس نور کو دنیا میں عام کر دینا چاہیئے۔ وہ بصیرت جو اس جماعت کو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا پر خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کریں اور اس سے اسلامی نظام اخلاق کو زندہ کریں اور دنیا میں وہ انقلاب پیدا کریں جو انقلاب خداوند تعالیٰ اسلام کے ذریعہ دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

عید میلاد النبی کے موقعہ پر ہمیں اس انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ دن دنیا کے لئے ایک زبردست پیغام انقلاب کا ہی حامل ہے۔ اور اگر ہم اس مبارک موقعہ پر اپنے قلوب کو ایک سچے اور رفیع جذبہ سے سرشار نہ کریں تو ہم میں اور عام مسلمانوں میں عملی اور ایمانی لحاظ کوئی فرق نہیں۔ حقیقی جذبہ عقیدت سے سرشار ہونا یہی ہے کہ ہم ان اخلاقی اور روحانی اداروں کو دنیا میں زندہ کریں جنہیں آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو استوار کریں جو ہم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اس عقیدت کا اظہار اگر ہم نہیں کرتے تو پھر سب دعوے فضول ہیں۔

عید میلاد النبی اور ہمارا تبلیغی پروگرام

عید میلاد النبی کا دن ایک نہایت ہی مبارک دن ہے تمام احمدی بزرگوں! دوستوں! اور بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس دن اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کریں اور سچے دل سے عہد کریں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں اٹھتے بیٹھتے۔ گرتے سنبھلتے آنحضرت صلعم سے ایک سچی عقیدت کا ثبوت دیں یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو اپنی زندگیوں میں قائم کریں گے اور اقوام عالم میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنی تبلیغی مساعی میں اپنے عملی قوٰی کی سب قوتوں کو بروئے کار لائیں گے اور تبلیغی پروگرام کو جسے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کے سامنے پیش کیا ہے اسے نہایت ذمہ داری کیساتھ اور منظم طور پر بروئے کار لا کر اپنی روحانی اور مذہبی زندگی کا ثبوت دیں گے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سچی عقیدت پیدا کرنے اور اپنے عہدوں کو ہر حالت میں قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وصایا کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ضروری ارشاد

"ایک بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے، اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرن الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی۔ لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ایک بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔"

دنیا کا حقیقی فاتح و حکمران!

از جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہر قوم اپنے اپنے پیغامبر و ہادی کی عزت و تعظیم بجا لاتی ہے جن اصحاب کی عزت و تکریم صدیوں سے مسلم چلی آئی ہو ان کا ذکر خیر کرنا واجب و لازم ہے کیونکہ بجز اس کے کہ کوئی شخص فی الواقع خیر خواہ ہو آئندہ نسلوں میں اس کا نیک شہرہ قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ آیت ترکنا علیہ فی الاخرین یعنی ہم نے ان کا ذکر خیر بعد میں رہنے دیا سے بھی ثابت ہے۔

کیا مسلمان اپنے پیغامبر کی تعظیم بھی اسی اصول حسن ظنی پر بجا لاتے ہیں؟ کیا یہ بات کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سرتاج تھے خوش عقیدگی و خوش فہمی کی بنا پر ہے؟ اپنے نبیؐ کے لئے مسلمان جو اس قسم کے جملے استعمال کرتے ہیں مثلاً لولاک لما خلقت الافلاک خاتم الانبیاء فخر الاولین والاخرین سراج منیر وغیرہ تو کیا یہ تمام الفاظ محض مبالغہ آمیزی کے رنگ میں تعریف و توصیف کے کلمات ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں یا کیا فی الواقع کوئی ایسی عام فہم بات ہے جو آنحضورؐ کو ان کا مصداق ٹھیراتی ہے؟

مذہب کا مقصد کمال

دراصل اگر ایک اصولی رنگ میں آنحضورؐ کی شان و عظمت کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو اس کی عام فہم صورت یہ ہے کہ پہلے ہم مذہب کے مقصد کو سمجھ لیں۔ مذہب کا اصل مقصد بنی نوع انسان کے مابین اتحاد و اخوت کے تعلقات پیدا کرنا ہے۔ فساد، عداوت، منافرت، بے چینی، کے تباہ کن جذبات و تاثرات سے انسان کو نجات دلانا مذہب کا کمال ہے۔ یہ بات کیونکر ممکن ہے؟ بیشتر حصہ فساد و بدامنی کا مادیت کے تصور میں مضمر ہے۔ یہ خیال کہ انسانی خوشحالی و برتری مادی سامانوں سے وابستہ ہے یا یہ عقیدہ کہ مادیت انجام کار غالب و حاکم ہے ہی تمام فساد کا منبع ہے۔ اگر یہ ایمان پیدا ہو جائے کہ روح مادہ پر غالب ہے اور روحانی و اخلاقی برتری آخر کار غلبہ و فتح حاصل کرتی ہے اور یہی امور انسانی خوشحالی و برتری کا باعث ہیں، تو اس ایمان سے انسانی فسادوں اور جھگڑوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ مذہب کا یہ مقصد ہے کہ ایسا ایمان پیدا ہو اور اس کا کمال یہ ہے کہ اس ایمان کے ثمرات دنیا کے سامنے واقعات عالم میں آ جائیں یعنی کوئی قوم جو اس قسم کے ایمان کی حامل ہو گئی ہو وہ دنیا کو مسخر کر لے۔

اتباع نفس سے تسخیر

یہ سوال ہوگا کہ اگر حضرت نبی کریمؐ نے ایک ایسی قوم پیدا کی جس نے ایک عالم کو مسخر کر لیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں دنیا میں بہت سے انسان ہو گذرے ہیں جنہوں نے فتوحات و تسخیر کے میدان میں اپنے جوہر کمال دکھلائے ہیں۔ پھر اس میں آنحضرتؐ کا کیا کمال ہے؟ یہ ایک بھاری غلط فہمی ہے۔ بیشک فتح و تسخیر تو بہتیروں نے کی لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا باعث کبھی ایمان ہوا؟ کیا جذبۂ اطاعت الٰہی پیدا کر کے کسی نے دنیا کو فتح کر کے دکھلایا ہے؟ یہ صحیح ہے کہ انسانوں میں مختلف استعدادیں و قویٰ مخفی ہوتے ہیں اور بعض اوقات کسی خاص استعداد میں مہارت رکھنے والا صاحب کمال پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے صاحب کمال جو پیدائشی طور پر خارق عادت رنگ میں کسی ملکہ کے مالک ہوتے ہیں ہر قوم و ملک میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور یہ شعبہ ہائے کمال بھی مختلف ہوا کرتے ہیں۔ کوئی حکومت و اقتدار میں صاحب کمال ہوتا ہے، تو کوئی فاتحانہ غلبہ اور جوہر سپاہگری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کوئی شعر و ادب میں بے مثل ہوتا ہے تو کوئی سائنس و ملکہ تحقیقات میں یکتائے روزگار ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ اصحاب جو کچھ کمال پیدا کرتے ہیں وہ ان کی اپنی جدت و جولانی طبع کا نتیجہ ہوتا ہے انہیں ایمان و رضاء الٰہی کے امور سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی ان کے اپنے مدنظر خدا تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کا جذبہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے ماحول و تاثرات میں خدا کی رضاجوئی کا کوئی ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ روحانیت و اخلاق کے میدان میں وہ کوئی جد و جہد نہیں کرتے اور نہ اس میں کوئی ترقی ظاہر کرتے ہیں۔ ممکن ہے ایسے اصحاب عمدہ اخلاق کے مالک ہوں مگر بسا اوقات ایسے صاحب کمال انسان اخلاق کے میدان میں کورے ہوتے ہیں۔ ان کے جوہر کمال کو دیکھ کر کسی شخص کو یہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ روح مادہ پر غالب ہے یا یہ کہ روحانی و اخلاقی برتری کا موجب تسخیر مادیت ہے جس کی کنجی اطاعت خداوندی ہے۔ ان صاحب کمال انسانوں کی مثال ایک شیر کی سی سمجھ لینی چاہیے جسے قدرت نے کمال شجاعت و بہادری کے اوصاف سے متصف کیا ہے۔ جس طرح ایک شیر کے کمال سے انسان حیران و متعجب ہوتا ہے اور اس کے دل سے اس کی تعریف و توصیف نکلتی ہے ایسا ہی جو صاحب کمال انسان ہیں ان کی طبعی جدت سے دوسرے لوگ ششدر و مرعوب ہو جاتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ خدا پر ایمان نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات ایسے صاحب کمال کے کارنامے ضعف ایمان کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ ان کے وجود سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں انقلاب پیدا ہوتا ہے وہ تمام انسانی جد و جہد و کاوش اور ذکاوت کا ہی نتیجہ ہوتا ہے اسے خدا تعالیٰ کی رضاجوئی و روحانی برتری سے کوئی تعلق نہیں۔

آنحضرت صلعم کی نظیر نہیں

حضرت نبی کریم صلعم کی بے نظیری اس میں نہیں کہ آپ ایک بڑے فاتح تھے جن کے ذریعہ ایک حکومت کی بناء پڑی یا یہ کہ آپؐ نے ایک قوم کو تہذیب و تمدن کا مالک بنا دیا کیونکہ ایسی مثالیں تو اور بھی موجود ہیں۔ نہ ہی آپ کی بے نظیری یہ ہے کہ آپ ایک مذہب کے بانی ہو گذرے ہیں کیونکہ اور بھی بانیان مذاہب و خداپرست صاحب کمال ہوئے ہیں۔ جس امر میں آپؐ منفرد ہیں وہ یہ ہے کہ کوئی اور انسان دنیا میں نہیں ہوا جس نے خدا تعالےٰ سے تعلق لگانے کی بدولت کمال بے بسی کی حالت سے کمال طاقت کے درجہ تک ترقی حاصل کی ہو۔ جس کے ساتھی انتہائی ضعف سے اٹھ کر تخت و تاج کے مالک بن گئے ہوں درآنحالیکہ ان کے پیش نظر صرف رضاء الٰہی و اطاعت خداوندی ہو۔ اگر دنیا میں کوئی اور مثال ہو جو اس معیار پر پوری اترتی ہو تو اسے پیش کرنا چاہیے۔

مقصد عبودیت و خلق

خدا تعالےٰ کا منشاء و مقصد اس ساری مخلوق کی پیدائش سے کیا ہے؟ یہی کہ اس کے قوانین کے ماتحت ہر شئے اپنے کمال کو پہنچے پس انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کی پیدائش کے نیچے بھی یہی راز مخفی ہے یعنی یہ کہ وہ خدا کی رضاء کے ماتحت اپنے کمال کو پہنچے۔

کہاں ہے کوئی اور مثال جہاں کسی بانی مذہب یا مصلح نے خداجوئی و خداپرستی کا کمال جذبہ پیدا کر کے دنیاوی طاقتوں کو سرنگوں کر لیا ہو؟ اور جب تک یہ امر ظہور میں نہ آئے یعنی جب تک خداپرستی کے ذریعہ دنیا پر فتح حاصل نہ ہو جائے تب تک کیونکر دل اس امر پر یقین پائے کہ واقعی روح مادہ پر غالب و حاکم ہے اور روحانی و اخلاقی امور میں برتری دنیا کو تابع و محکوم بنا دیتی ہے؟ دنیا ظاہر پرست ہے اور جب تک خداپرست قوم ظاہر طاقت و حکومت کی مالک بن جائے گی تب تک عامۃ الناس کو مذہب پر کامل ایمان و یقین کیسے پیدا ہو؟ تب تک کیونکر دل کلی مطمئن ہو کہ فی الواقع روح مادہ پر غالب و حاکم ہے؟ اور جب تک ایسا ایمان پیدا نہ ہو تب تک مذہب کا کمال ثابت نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھو کہ اگر دنیا میں صرف ایک ہی وہ انسان ہوا ہے جس کے ہاتھ پر مذہب کے مقصد کا کمال ثابت ہوا جس نے خداپرستی و اطاعت خداوندی کے جوہروں کے باعث دنیا کی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے جس نے انسانی قلب پر آسمانی بادشاہت قائم کر کے زمینی بادشاہت پر فتح حاصل کی۔ تو کیا ایسے شخص کی شان نرالی و انوکھی نہیں؟ کیا خلق کا مقصد اسی کی ذات میں کمال کو نہ پہنچا؟ پھر کیا ایسا شخص اپنی تعریف و توصیف میں منفرد نہیں؟

حقیقی فاتح

اسلام نے جو ترقی کی اس عروج کا باعث صرف مذہبی روح کا ولولہ ہوا۔ تہذیب و تمدن میں ترقی ہو یا علم و ادب میں کمال پیدا کرنا ہو، حکومت و طاقت کو سرنگوں کرنا ہو خواہ کسی اور شعبہ میں کمال حاصل کرنا ہو ان سب کی کنجی احکام خداوندی کی اطاعت اور جذبۂ رضاء الٰہی ہوا، اور اگر دوبارہ مسلمان کی خواہش ہو کہ وہ پھر کسی میدان میں کمال پیدا کرے تو اسے آنحضرتؐ کی پیروی میں احکام الٰہی کو مقدم کرنے کی روح پیدا کرنا لازم ہے

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست

باز چوں آید باید ہم ازیں رہ بالیقیں

آنحضرتؐ کی مبارک سیرت ایک ہی سبق ہمیں دیتی ہے اور آپؐ کی مبارک زندگی کے واقعات ایک ہی پیغام دیتے ہیں۔ اس ایمان کا کمال کہ مادیت کی سچی و حقیقی تسخیر اس امر میں مضمر ہے کہ انسان اپنے قلب پر آسمانی قوانین کا نفاذ کرے۔ یہی وہ راہ ہے جو اگر ایک طرف فتح و غلبہ کو لانے کا موجب ہے تو دوسری طرف دنیا میں حقیقی محبت و اتحاد کو پیدا کرتی اور انسان کے دل سے جذبات فساد و عداوت کو دور کر کے بنی نوع انسان کے مابین عالمگیر صلح و امن کا موجب ہے۔ سارے فساد کی جڑ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے اور جب انسان مادی سامانوں کو معبود بنا لے تو دنیا میں کیسا فساد عظیم بپا ہو جائے گا! پس رضاء الٰہی سے الگ ہو کر مادی طاقتوں کو فتح کر لینا حقیقی طور پر خود ان کا غلام بن جانا ہے اور یہی غلامی و شیطان کی پیروی فساد و بے امنی کا باعث ہوتی ہے۔ سچا فاتح وہ نہیں جو ظاہر رنگ میں حکومت پر قابض ہو بلکہ وہ ہے جس نے پہلے اپنے دل سے قبضہ کی ہر خواہش کو بکلی نکال دیا ہو۔ جب تک قلب ہوا و ہوس کی ادنیٰ طلب سے آزاد نہ ہو گیا ہو۔ تب تک ظاہر آزادی اسے کیا فائدہ بخش سکتی ہے۔ مذہب کا کمال ہے کہ دنیا کی طلب سے انسان کو چھڑا کر دنیا پر حکمران بنا دے اور یہ وہ کمال ہے جس کا اظہار سوائے حضرت نبی کریمؐ کی حیات والا کے اور دوسری جگہ کہیں نہیں ملتا۔ اللھم صل علیٰ محمد۔

شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب مولینا احمد یار صاحب۔ ایم۔ اے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ہیبت و وقار ٹپکتا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کو چار چیزوں سے مخصوص و ممتاز فرمایا ہے جو اور کسی نبی کو نہیں دی گئیں ان چاروں میں سے ایک یہ ہے " نصرت بالرعب مسیرۃ شہر " یعنی اللہ تعالے نے مجھے اس قدر رعب عطا فرمایا ہے کہ میرا دشمن جب ایک ماہ کے فاصلہ پر مجھ سے دور ہوتا ہے تو وہیں اس کے دل پر میرا خوف مستولی ہو جاتا ہے۔ آپ کا چہرہ نہایت خوبصورت و شگفتہ رنگ تھا۔ دہن مبارک بھی نہایت موزوں اور خوش آیند تھا۔ آپ اس سے نہایت فصیح اور شیریں کلام فرمایا کرتے تھے اور باوجود روانی کے ہر کلمہ علیحدہ علیحدہ یہانتک کہ گننے والا گن بھی سکے بولتے تھے بلکہ بسا اوقات دہرا بھی دیتے تھے تاکہ بات سامعین کو پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ قبائل عرب میں سے ہر ایک قبیلے کے ساتھ ان کی بولی میں گفتگو فرماتے تھے اللہ تعالے نے آپ کو مردم شناسی کا بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا کلم الناس علے قدر عقولھم کو آپ ہمیشہ مدنظر رکھتے تھے۔ آپ کا سر بہت بڑا پیشانی نرم روشن اور کشادہ تھی۔ اور اونچی ناک۔ رخسارے ابھرے ہوئے نہ تھے۔ ریش مبارک گھنی۔ کھلا سینہ۔ کھرے ہوئے اعضا، درمیانہ قد مائل بطوالت بال گھنگریالے نہیں تھے مگر سیدھے بھی نہ تھے، کانوں کی لو تک رکھتے اور بغیر حج یا عمرہ کے کبھی آپ نے سر منڈایا نہیں۔ آپ اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے مگر اس سے مراد اہتمام نہیں کیونکہ کبھی حضور یونہی چھوڑ دیتے یا پیچھے الٹا دیتے۔ جب حضور کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں قریباً بیس بال سفید تھے۔

آواز نہایت سریلی خوش آیند اور بلند دور تک پہنچنے والی تھی۔ آپ قہقہہ نہیں فرماتے تھے، زیادہ سے زیادہ ہنسی یہ تھی کہ باچھیں کھل جائیں اور اکثر تبسم فرماتے جھوٹا اور فحش مذاق آپ کبھی نہ فرماتے۔ مذاق میں بھی حضور سچائی اور تہذیب کو مدنظر رکھتے۔

آپ چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے گویا اوپر سے نیچے کی طرف ڈھل رہے ہیں، اور حضور اپنا پاؤں جما کر چلتے۔ جب آپ کسی سے بات فرماتے یا کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو سارا بدن اس کی طرف موڑ لیتے۔ حضور غریب سے غریب آدمی کی بات کو نہایت توجہ سے سنتے تھے۔ غلام اور بڑھیا عورتیں اس شاہ دو جہان کو اپنی حوائج سنانے کے لئے راستہ میں ٹھہرا لیتیں۔ جب تک کوئی آدمی خود بات کو ختم نہ کرتا آپ اس کی بات کو کبھی نہ کاٹتے بلکہ نہایت توجہ سے سنتے رہتے۔

آپ ہر ایک چیز میں صفائی کو بہت پسند فرماتے حتیٰ کہ آپ نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا النظافۃ من الایمان یعنی صفائی اور پاکیزگی ایمان کا جزو ہے۔ اس کے بغیر انسان کا ایمان غیر مکمل رہتا ہے۔ جب کبھی حضور سو کر اٹھتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے خوشبو کو حضور بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ کے بدن مبارک اور پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ مجلس میں کبھی کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے جس سے اہل مجلس کو تکلیف پہنچے نہ آپ مجلس میں کبھی تھوکتے اور نہ حضور نے کبھی جمائی اور ڈکار لیا۔

آپ کے اخلاق نہایت اعلےٰ تھے جس پر کلام الٰہی کی شہادت موجود ہے وانک لعلی خلق عظیم۔ آپ کی ذات بابرکات انسانی کمالات کی جامع اور آنچہ ہمہ خوباں دارند تو تنہا داری کی مصداق تھی۔ فقراء و غرباء کے محب۔ یتیموں اور بیواؤں کے ملجا بیکسوں اور تھکے ماندے انسانوں کے لئے ماویٰ اور لوگوں پر نہایت مہربان تھے۔ آپ صحیح معنوں میں رؤف رحیم اور رحمۃ اللعالمین تھے۔ نہ آپ نے اپنی کسی بی بی کو کبھی جھڑکا اور نہ حضور نے اپنے کسی غلام کو کبھی یہ کہا کہ ایسا کیوں کیا ہے اور ایسا کیوں نہیں کیا۔ جو لوگ آپ کے پاس آکر بیٹھتے تو ان کا یہی جی چاہتا کہ آپ کی خدمت میں بیٹھے رہیں۔ تکلف آپ میں نام تک کو نہ تھا۔ مجلس میں جب تشریف لاتے بس جہاں جگہ دیکھتے بیٹھ جاتے حضور اپنی تعظیم کے لئے اصحاب کرام کے اٹھنے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ اپنی ذاتی بات کے لئے کسی پر ناراض نہ ہوتے بلکہ عفو اور درگذر سے کام لیتے مگر جب حرمات اللہ کی ہتک کی جائے تو آپ غضب میں آجاتے، اللہ تعالے کی حدوں کو پورا کرنے اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں چھوٹے اور بڑے۔ غلام اور آقا آپ کے نزدیک سب مساوی تھے۔ عدل و انصاف ہر وقت حضور کے مدنظر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی گواہی ہے کہ آپ نے کسی خادم اور بی بی کو کبھی نہیں مارا اور جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی پر آپ کا ہاتھ نہیں اٹھا۔ حضرت انس بن مالک آپ کا خاص غلام فرماتا ہے، کہ حضور درشت زبان نہ تھے نہ کبھی فحش کلمہ زبان پر لاتے اور نہ لعنت بھیجتے زیادہ سے زیادہ ترب جبینہ یا علی رغم فلا فرما دیتے۔

اللہ تعالے کی خشیت آپ کے رونگٹے رونگٹے میں تھی اور باوجود منصب و رفعت مرتبہ اور بشارت عصمت کے آپ اللہ کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔ آپ بڑے شجاع بڑے قوی، بڑے سخی اور بڑے کریم تھے۔ غرضکہ آپ کے اخلاق حمیدہ صفات ستودہ میں سے کس کس کا بیان ہو، ان کے احاطہ سے عقول حیران زبانیں گنگ اور قلمیں کند ہیں۔ آپ کے ہر ایک ثنا خواں اور مدح گو نے بس جامی رح کے قول پر اکتفا کیا ہے

لا یمکن الثنا کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہندوستان کے متعلق برطانوی سکیم شائع ہو گئی

نئی دہلی ۲۹ مارچ۔ برطانوی وزارت نے ہندوستان کے لئے جو تجاویز طے کی ہیں اور جنکی بنا پر سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت کرنے آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ جہانتک اسبات کا تعلق ہے کہ آیا ان پر عمل کیا جائے گا۔ انکا انحصار اس گفت و شنید پر ہوگا جو اب ہو رہی ہے۔

ملک معظم کی گورنمنٹ نے ماضی میں ہندوستان کے مستقبل کے متعلق جو وعدے کئے ہیں انکی تکمیل کیلئے اس ملک میں اور ہندوستان میں جن بیتابی کا اظہار کیا گیا ہے اسکے پیش نظر اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندوستان میں جلد از جلد آزاد گورنمنٹ کے قیام کے لیے جن اقدامات کے کرنیکا وہ ارادہ رکھتی ہے انہیں جامع اور واضح الفاظ میں ظاہر کرے۔ ملک معظم کی حکومت کا مقصد نئی ہندوستانی یونین گورنمنٹ کا قائم کرنا ہے۔ جسکی رو سے ہندوستان کا درجہ نوآبادی کا ہوگا۔ اسکا تعلق حکومت برطانیہ اور دیگر نوآبادیات سے ہوگا اور دیگر نوآبادیات کی طرح یونین گورنمنٹ ملک معظم کی حکومت کی وفادار ہوگی لیکن وہ ہر طرح سے دوسری نوآبادیات کے برابر ہوگی اور گھریلو اور بیرونی معاملات میں کسی طرح سے ماتحت نہیں ہوگی۔ چنانچہ ملک معظم کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ جنگ کے ختم ہونیکے فوراً بعد ہندوستان میں ہندوستان کا آئین بنانے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کرنے کیلئے اقدامات کئے جائیں گے۔ اس آئین ساز کمیٹی میں ہندوستانی ریاستوں کے نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے گا اور یہ کمیٹی جو آئین تیار کریگی ملک معظم کی حکومت اسے ذیل کی شرطوں پر فوراً قبول کرنے اور اس پر عمل کرانے کا عہد کرتی ہے۔ (۱) برطانوی ہند کا اگر کوئی صوبہ نئے آئین میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں اور اپنا موجودہ آئین برقرار رکھنے کا خواہاں ہو تو اسے ایسا کرنیکا حق ہوگا لیکن اگر بعد میں بھی وہ شامل ہونا چاہے تو اس کا بھی انتظام کیا جائیگا۔ صوبے نئے آئین سے باہر رہنے کا فیصلہ کریں تو ملک معظم کی حکومت ان کیلئے بھی ایسا ہی آئین منظور کرے گی۔ (باقی)

کیا جاپان کو روس پر حملہ کرنے کیلئے بہانے کی تلاش ہے؟

نیویارک ۲۴ مارچ۔ کیا جاپان بھی روس پر حملہ کرنے کیلئے کوئی ایسا ہی عذر اور بہانہ تلاش کر رہا ہے۔ جو یورپ میں جرمنی نے یورپین ممالک پر حملہ کرنے کے لئے تلاش کر لئے تھے۔

یہ سوال ٹوکیو ریڈیو کے اس اعلان پر امریکہ کے سیاسی حلقوں میں موضوع بحث ہوا ہے، کہ نیا جاپانی سفیر ساٹو کیوبے شیو پہنچ گیا ہے اور پرانا سفیر ٹاٹے کوا بذریعہ ہوائی جہاز ٹوکیو واپس آ رہا ہے۔ اس سلسلے میں نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے، کہ یورپ میں کسی ملک پر حملہ کرنے سے پیشتر جرمنی نے ہمیشہ یہی کیا۔ کہ یہ ملک جرمنی پر حملہ کرنیوالا تھا۔ ہٹلر کے قول کے مطابق آسٹریا جرمنی پر حملہ کرنیوالا تھا۔ کیونکہ آسٹریا کے چانسلر شنگ استصواب رائے کرنیوالا تھا اور یہ ہٹلر کے نزدیک جرمنی کے لئے بعید خطرناک اقدام تھا کہ کسی مسئلے پر ملک کے باشندوں کی رائے عامہ معلوم کرنا کسی دوسرے ملک کیلئے کیونکر خطرناک ہو سکتی ہے۔ ہٹلر نے یہ حقیقت کبھی واضح نہیں کی۔

اسی طرح چیکوسلواکیہ سے بھی جرمنی کو خطرہ تھا۔ کیونکہ جرمنی اسکا ایک علاقہ لینا چاہتا تھا۔ لہذا جرمنی نے اس پر جارحانہ اقدام کا الزام لگایا۔ پولینڈ نے اپنے حصے بخرے کئے جانیکی سکیم منظور نہ کی تھی۔ لہذا اس کے متعلق بھی کہا گیا کہ پولینڈ جرمنی پر حملہ کرنیکو تھا۔ ڈنمارک ہالینڈ اور بلجیم بھی جرمنی کیلئے خطرناک تھے کیونکہ وہ جرمن فوجوں کی راہ میں تھے۔ اس طرح بحر الکاہل میں امریکہ کی طرف سے جاپان کو حملے کا خطرہ تھا۔ کیونکہ امریکہ کی حکومت جاپان کے دغاباز

مشہور انگریز فلسفی کارلائل اور پیغمبر اسلام صلعم

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شعبدہ باز نہ تھے۔ آپؐ نے کئی مرتبہ یہ اعلان کیا میں شعبدہ باز نہیں ہوں۔ میں محض خدا کا رسول ہوں، پیغمبر ہوں، اور اسلئے بھیجا گیا ہوں تاکہ تمام کائنات کو خدا کا پیغام پہنچاؤں، مگر یہ کائنات بذات خود ان کے لئے بہت بڑا شعبدہ تھی۔ اس دنیا کو دیکھو کیا یہ اللہ کا حیرت انگیز کارنامہ نہیں؟ یہ تمام کائنات تمہارے لئے اللہ کا پیغام ہے۔ کاش تمہاری آنکھیں وا ہوں اور تم اس پیغام کو سمجھ سکو۔ یہ زمین اللہ نے تمہارے لئے بنائی۔ تم اس میں رہتے ہو، چلتے پھرتے ہو، عرب کے صحرا میں بادلوں کا وجود حیران کن تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں" یہ بادل جو فضا پر محیط ہو جاتے ہیں تاکہ پانی برسائیں اور تمہاری مردہ اور خشک زمین کو زندگی بخشیں، کھیت سرسبز ہوں، درخت پھولیں پھلیں، کیا یہ تمہارے خدا کے وجود کی شہادت نہیں؟ چوپائے جنہیں مطیع کر دیا گیا ہے۔ گھاس کھاتے ہیں، یہ گھاس دودھ بن جاتی ہے۔ ان کی اون سے تم کپڑے بناتے ہو۔ سارا دن جنگل میں چرنے کے بعد تم انہیں گھر لے آتے ہو یہ تمہارا سرمایہ ہیں۔ جہازوں کو دیکھو۔ یہ بڑے بڑے جہاز جو اپنے بادبان پھیلائے، سمندر میں ادھر ادھر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، تمہارے خدا کی ہوا جدھر چاہتی ہے لے جاتی ہے اگر ہوا رک جاتی ہے تو یہ جہاز کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں کیا یہ اعجاز خداوندی نہیں؟ اپنی ہی طرف دیکھو۔ خود تمہارا وجود بالکل اعجاز ہے؟ تمہیں ایک حقیر چیز سے پیدا کیا گیا۔ تم کچھ نہ تھے، خدا نے تمہیں نیست سے ہست کیا، تمہارے اعضا میں قوت پیدا کی، انسانی ہمدردی کے جذبات پیدا کئے"۔ یہ جذبات و خیالات اس بات کے شاہد ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نفسیات انسانی کے بہت بڑے ماہر تھے، میں تو انہیں اس حیثیت سے بہت زیادہ کامیاب سمجھتا ہوں۔

دنیا کی حقیقت

یہ مادی دنیا، یہ وسیع کائنات جس طرح اور بڑے بڑے ریفارمروں کے لئے کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی، اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہوں میں بھی فی الحقیقت کوئی چیز نہ سمجھی جاتی تھی، ہاں البتہ انہوں نے اسے خدا کی قدرتوں کا مظہر ٹھہرایا، "یہ بڑے بڑے پہاڑ سب بادلوں کی طرح ہوا ہو جائیں گے۔ زمین دھول بن کر اڑ جائے گی، یہ سب چیزیں فانی ہیں۔ خدا اور اس کی قدرت صرف ایسی چیز ہے جس کو فنا نہیں"۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خیالات میں جس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے، ہمارا نیا فلسفہ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہم نے قدرت کاملہ کا مفہوم سمجھانے کے لئے بہت سے الفاظ وضع کئے ہیں، یہ نئی سائنس جسے ہم معراج سمجھے ہوئے ہیں، کوئی چیز نہیں۔ یہ ایک ایسا درخت ہے جس میں نہ سایہ ہے نہ سبزی"۔

اسلام اور عیسائی علماء

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مذہبی تعلیمات پر تنقید کرتے ہوئے ہمارے علماء نے بہت زیادہ بے انصافی سے کام لیا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کسی قدر سخت ہیں، لیکن کیا دنیا کا کوئی کام ایسا ہے جو بلا تکلیف اٹھائے انجام پا جاتا ہو؟ جب دنیا کے معمولی سے معمولی کاموں میں تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو مذہب جو ایک بہت بڑی چیز ہے، اس کے لئے تکالیف برداشت کرنا کونسی ناممکن بات ہے؟ انسان کی فطرت یہ نہیں کہ اسے تکالیف اور مصائب اٹھانے کیلئے تکلیف ہوتی ہے بلکہ اسے ان تکالیف و مصائب سے دوچار ہونا جو اس کے لئے سکون و اطمینان کا باعث ہیں، بہت زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گھریلو زندگی نہایت سادہ تھی، آپؐ کی مجموعی غذا روٹی اور پانی پر مشتمل ہوتی تھی۔ مہینوں آپؐ کے ہاں چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ مسلمان اس چیز کو بہت فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ اپنے ہاتھ سے کپڑے اور جوتے سیتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ۲۳ سالہ زندگی تھی، جس نے آپؐ کو عربوں میں سرتاپا محبوب بنا دیا۔ عرب اپنی جان و مال سب کچھ آپؐ کی نذر کر چکے تھے اگر محمدؐ میں کوئی خاص بات نہ ہوتی تو یہ عرب آپؐ پر اس طرح فدا نہ ہوتے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ بالکل وحشی تھے۔ ایک دوسرے سے بلاوجہ لڑنا جھگڑنا ان کا کام تھا۔ ان کی رہنمائی کے لئے محمدؐ آئے۔

پیغمبر اسلام کی محبوبیت

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے تو عربوں نے انہیں خدا کا پیغمبر مانا اس لئے کہ وہ ان کے دوبدو تھے۔ آپؐ کی سیرت اور افعال، سب ان کے سامنے تھے۔ ان پر کوئی پردہ نہ تھا۔ آپؐ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، باتیں کرتے اور رہتے سہتے، یہی وجہ تھی کہ عرب آپؐ پر جان دینے لگے دنیا کا کوئی ایسا شہنشاہ نظر نہیں آتا، جس کی رعیت نے اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے زیادہ چاہا ہو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی شاہانہ لباس میں نظر نہیں آتے، وہ اپنے ہاتھ سے سلی عبا پہنتے ہیں جس میں کئی کئی پیوند لگے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی امت انہیں سب سے زیادہ محبوب رکھتی ہے۔

پیغمبر اسلام کا کردار

ہم یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب نے آپؐ کی حیثیت گرا دی، بلکہ آپؐ کی حیثیت بہتر بنا دی حدیث میں آپؐ کی بہت سی اچھی عادات کا ذکر ہے۔ جب آپؐ کی صاحبزادی فوت ہوئیں تو آپؐ نے اس وقت جو کچھ کہا، وہ آپؐ کی پاکیزگی نیک نیتی کی بیّن شہادت ہے۔ آپؐ نے کہا "یہ خدا ہی کی دین تھی، اور اسی نے ہی اسے واپس لے لیا۔ وہی تعریف کا مستحق ہے"۔ اس قسم کے الفاظ آپؐ نے اپنے غلام زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت پر کہے جو جنگ تبوک میں شہید ہوئے آپؐ نے کہا غمگین ہونے کی کوئی بات نہیں، زید نے اپنے آقا کی خدمت کی، اب اس کے آقا نے اس کو واپس اپنے پاس بلا لیا ہے، یہ سب اچھا ہوا ہے، مگر زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں!

"تم ایک دوست کو اپنے دوست کی یاد میں روتا دیکھ رہی ہو"

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات سے دو دن پہلے مسجد نبویؐ میں آئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اگر کسی کا کچھ میرے ذمہ ہے تو مجھ سے اسی وقت کہہ دیا جائے تاکہ میں اسے ادا کر دوں۔ آپؐ نے اس جملہ کو دوبارہ دہرایا تو ایک شخص نے جواب دیا۔ مجھے آپ سے تین درہم لینے ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ تین درہم اسی وقت ادا کر دیئے اور کہا اس دنیا میں شرمندگی اٹھا لینا آسان ہے بہ نسبت قیامت کے دن شرمندہ ہونے کے" آپ کو خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے سلسلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ "واللہ حسین" [?] یاد ہونگے۔

یہ تمام چیزیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بہترین انسان تھے۔ ہم سب کے ہمدرد تھے، غمگسار تھے، یہی وجہ ہے کہ بارہ سو سال کے گذرنے پر بھی وہ اب تک زندہ چلے آتے ہیں۔

کمال انسانیت

مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس لئے محبت ہے کہ آپ میں نمود و نمائش نام کو بھی موجود نہ تھی، وہ نہایت سادہ انسان تھے۔ لوگوں کے سامنے وہی چیز پیش کرتے جو حقیقتاً ان میں موجود تھی وہ مغرور اور متکبر نہ تھے، لیکن وہ اتنے زیادہ منکسر المزاج بھی نہ تھے کہ دنیا کی مادی طاقتوں سے مرعوب ہو جائیں، اپنے ہاتھ سے سلے ہوئے کپڑے اور اپنے ہاتھ سے ٹانکے ہوئے جوتے پہن کر وہ قیصر و کسریٰ کو فرمان دے سکتے ہیں اور ان کی ظاہری شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتے بدوی عربوں سے جو جنگیں ہوئیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں انسانی خون بہا، لیکن کسی پر ظلم نہیں کیا گیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاف گو تھے۔ حق بات کہنے میں انہیں تامل نہ ہوتا۔ جنگ تبوک میں شدت گرمی کی وجہ سے صحابہؓ (رضوان اللہ علیہم) کو جو شکایت پیدا ہوئی آپؐ اس وقت کہتے ہیں، "یہ شدت کی گرمی، یہ دھوپ ایک دن تمہیں [?] رہے گی لیکن وہ دھوپ جو محشر کے دن ہوگی اس کا کیا ہوگا، موسم ناقابل برداشت سہی، لیکن دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہے"۔ (حمایت اسلام)

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

رفتار عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

مانڈلے ۔ ۲۲ر مارچ ۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے خاص نامہ نگار کا بیان ہے کہ جاپانی فوجوں کو ہندوستانی اور برطانی فوجوں کے مقابلہ میں یہ فائدہ حاصل ہے کہ وہ ہلکی حالت میں رہ سکتے ہیں ۔ بخلاف اس کے کہ ہماری فوجوں کو بہت زیادہ مقدار میں بہم رسانی کی ضرورت پڑتی ہے، اس طرح جاپانیوں کو حرکت کرنے میں فائدہ ہوتا ہے! اس سلسلہ میں چینی فوجیں جاپانیوں کا مقابلہ کرتی ہیں ۔ اور انہوں نے جنرل چیانگ کائی شیک کے اعتماد کو صحیح ثابت کرتے ہوئے جاپانیوں پر اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ ان کی قسمت میں کیا لکھا ہے ۔

کراچی ۔ ۲۲ر مارچ ۔ سر سٹیفورڈ کرپس جنہیں برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے متعلق جنگی وزارت کی تجاویز کے سلسلہ میں ہندوستانی لیڈروں سے بات چیت کرنے کے لئے ہندوستان بھیجا ہے ۔ آج شام کو چار بجکر ۵ منٹ پر بذریعہ ہندی ہوائی جہاز کراچی پہنچے ۔ گورنر سر ہگ ڈو نے آپ کا بندرگاہ پر خیر مقدم کیا ۔ جہاں سے آپ کار میں ڈوگ روڈ پر چلے گئے ۔

نئی دھلی ۔ ۲۳ر مارچ ۔ مسکراتے ہوئے سر سٹیفورڈ کرپس آج ایک بجکر ۵ منٹ پر بعد دوپہر ایک سپشل ہوائی جہاز پر کراچی سے دہلی کے ہوائی اڈے پر اترے ان کے ہمراہ ان کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر سپرائی اور کینیڈا کے ایک ماہر اقتصادیات مسٹر اوین تھے ۔ ہوائی اڈہ پر وائسرائے کے فوجی سکرٹری کرنل لوگوڈ ۔ ڈپٹی چیف آف جنرل سٹاف ۔ مسٹر مولزورتھ اور دوسرے افسران نے ان کا خیر مقدم کیا ۔ مسٹر ہڈسن ریفارمز کمشنر اخبار نویس اور فوٹوگرافر بھی موجود تھے ۔

بمبئی ۲۴ر مارچ ۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مسٹر جناح نے سر سٹیفورڈ کرپس سے ملاقات کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے جو نمایندے مقرر کئے ہیں ان میں سر سکندر کو شامل نہیں کیا گیا ۔ مسلم لیگ کی طرف سے سر ناظم الدین چودھری خلیق الزمان نواب زادہ لیاقت حیات خاں اور خود مسٹر جناح ملاقات کریں گے (نامہ نگار)

نئی دہلی ۔ ۲۴ر مارچ ۔ معلوم ہوا ہے کہ سر سٹیفورڈ کرپس سے آج مدراس ۔ بنگال ۔ اور بمبئی کے گورنروں نے ملاقات کی ۔ کل سر کرپس نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے اجلاس میں شمولیت کی جس کے بعد جنرل ویول کمانڈر انچیف نے ان سے ملاقات کی ۔ آج شام آپ پھر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبروں سے ملیں گے ۔

لاہور ۔ ۲۴ر مارچ ۔ سر سٹیفورڈ کرپس کی طرف سے فون آنے پر مولانا آزاد صدر کانگرس نے الہ آباد کو روانگی منسوخ کر دی ۔ اور آج رات پنجاب ایکسپرس پر دہلی روانہ ہو گئے ۔

نئی دہلی ۔ ۲۵ر مارچ ۔ نئی دہلی سے اعلان کیا گیا ہے کہ ۲۳ر مارچ کو جاپانی فوج نے انڈیمان کے جزیروں پر قبضہ کر لیا ۔

اعلان میں مزید لکھا ہے کہ ان جزیروں سے ہماری فوجیں کچھ دن پہلے ہی نکال لی گئیں تھیں ۔ اس کے علاوہ شہری آبادی کے ایک بھاری حصہ کو جس میں عورتیں اور بچے اور کچھ قیدی بھی شامل ہیں نکال لیا گیا تھا (ا ۔ پ)

نئی دھلی ۔ ۲۵ر مارچ ٹھیک تین بجے بعد دوپہر مولانا ابوالکلام آزاد کی کار ونکٹوریہ روڈ کی عالیشان بلڈنگ کے سامنے رکی جہاں دروازے پر سر سٹیفورڈ کرپس ان کا خیر مقدم کرنے کیلئے پہلے ہی کھڑے تھے ۔ مولانا آزاد کے ساتھ مسٹر آصف علی ایم ۔ ایل اے بھی تھے ۔ جب دونوں اصحاب کار سے اترے تو بلڈنگ کے باہر کھڑے ہوئے مسلح پہرہ داروں نے انہیں سلامی دی اور سر سٹیفورڈ کرپس نے آگے بڑھکر مولانا آزاد اور مسٹر آصف علی سے مصافحہ کیا اور مسکراتے ہوئے پوچھا آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اس کے بعد آپ انہیں اپنے کمرے میں لے گئے جہاں ہندوستان کی تاریخ میں فیصلہ کن اہمیت رکھنے والی بات چیت شروع ہوئی ۔

چونکہ بات چیت انگریزی میں ہوئی تھی اسلئے مسٹر آصف علی نے ترجمان کا پارٹ ادا کیا ۔ بات چیت کے دوران میں سر سٹیفورڈ کرپس کے بنگلہ اور مسٹر آصف علی کی جائے رہائش کے باہر ایک بھاری ہجوم بیتابی سے کھڑا رہا ۔

نئی دہلی ۔ ۲۵ر مارچ ۔ مولانا آزاد کی روانگی کے تین منٹ بعد مسٹر جناح کی کار لیگ کا سرخ جھنڈا لہراتی ہوئی آئی ۔ سر سٹیفورڈ کرپس نے اپنے بنگلہ کی سیڑھیوں پر ان کا خیر مقدم کیا ۔ مسٹر جناح نے ان سے ہاتھ ملایا اور اپنے پیچھے ہجوم پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال کر اپنی ٹائی کو ٹھیک کرتے ہوئے اندر روانہ ہو گئے ۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جس وقت مولانا آزاد سر سٹیفورڈ کرپس کی کوٹھی سے باہر نکل رہے تھے مسٹر جناح کی کار کچھ فاصلے پر ٹھہری ہوئی تھی ۔ جب مولانا آزاد کی کار واپس نکل گئی تو مسٹر جناح کی کار سر کرپس کی کوٹھی کو روانہ ہوئی ملاقات کے بعد مسٹر جناح مسکرا رہے تھے ۔

پنجاب میں اجناس کی قیمتوں پر کنٹرول

پنجاب میں اجناس کی قیمتوں کے کنٹرولر نے تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو بذریعہ تار ہدایت کر دی ہے ۔ کہ نخود کی جو اور دیگر موٹے اجناس کے حاصل کردہ ذخیروں کو جو نئی فصل کے آنے تک ان کی ضروریات سے فالتو ہیں واگذار کر دیں ۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے حکام کو ان ہدایات سے مطلع کر دیا گیا ہے ۔ تاکہ وہ پنجاب میں سٹیشن ماسٹروں کو ان سے آگاہ کر دیں ۔ (سرکاری اطلاع) محکمہ اطلاعات پنجاب

لاہور مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۴۲ء

فرانس میں گداگروں کو روٹی دینے کا جرم

گداگر کو قید دکان دار کو جرمانہ

لنڈن ۲۳ر مارچ ۔ وشی کے قریب چارٹرز میں ایک نانبائی اور ایک بھکاری کی گرفتاری نے "وکٹر ہیوگو" کے افسانہ "حرماں نصیب" کے ایام کے فرانس کی یاد تازہ کر دی ہے ۔ جب ایک روٹی چرانے کے الزام میں ایک شخص کو عمر قید کی سزا دی گئی تھی ۔

تازہ واقعہ یہ ہے ۔ کہ چارٹرز میں ایک نانبائی اس الزام میں گرفتار کیا گیا ہے ۔ کہ اس نے گداگر کو بھیک مانگنے پر روٹی دی ۔ اور بھکاری کا جرم یہ قرار دیا گیا ہے ۔ کہ اس نے راشن ٹکٹ کے بغیر روٹی حاصل کی جس کے لئے اس نے کوئی قیمت ادا نہ کی ۔

بھکاری کو سزائے قید دی گئی ۔ اور نانبائی کو دو سو فرانک جرمانہ کیا گیا ۔ اور ایک مہینے کے لئے اسکی دکان بند کر دی گئی ۔

دو سوال

نوٹ ۔ ہماری جماعت کے تمام حلقے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مندرجہ ذیل دو سوالوں کو پیش نظر رکھیں ان میں سے ایک جماعت قادیان سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق غیر احمدی احباب سے ہے یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب دونوں کے پاس نہیں ۔

(ا) جماعت قادیان سے سوال

کیا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ آج جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :-

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جناب میاں صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے ہوتے ہوئے کیا آج ایک غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھنے سے دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو جناب میاں صاحب کو اپنے اس طرز کے بیانات اور اعلانات کو واپس لینا چاہیئے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ طیبہ عملاً منسوخ ہے اور جماعت قادیان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے ۔

(ب) غیر احمدی دوستوں سے سوال

اس دور کا مجدد کہاں ہے؟

موجودہ دور سے پہلے ساری امت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالیٰ تجدید و احیائے دین کیلئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا رہا لیکن موجودہ دور جو اپنے فسق و فجور، الحاد اور مادیت اور مسلمانوں کے جمود اور تساہل اور تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں یا تو ہمارے غیر احمدی احباب حدیث مجدد کی نفی کریں اور اس کے ساتھ ہی گزشتہ مجددین امت کی بعثت کی نفی کریں اور یا اس دور کے [illegible] کو پیش کریں جو اس حدیث مجدد کو پورا کرتا ہو ۔ اور اگر وہ پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ ہرگز نہیں کر سکتے تو اس برگزیدہ انسان کے دعوے کو تسلیم کریں ۔ جس نے عین وقت پر تجدید اور احیائے دین کا کام کیا ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود　ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

الفضل خان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی - اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰　لاہور - یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۴۲ء　نمبر ۱۵

خزاں کا پھول ہوں وقفِ بہار ہو جاؤں

(از جناب مولانا مرتضےٰ خاں صاحب)

تمنا ہے کہ فدائے نگار ہو جاؤں
خوشا نصیب اگر کامگار ہو جاؤں

تری نگاہِ کرم ہو تو دین و دنیا میں
میں بامراد لے کردگار ہو جاؤں

حقیر سمجھے زمانہ مجھے نہیں کچھ غم
قبولِ حضرتِ پروردگار ہو جاؤں

تمہارے عشق کی دولت ہو گر نصیب مجھے
عزیزِ اہلِ جہاں باوقار ہو جاؤں

نہ چاک سینہ ہو یارب کبھی رفو میرا
کمالِ دردسے زار و نزار ہو جاؤں

نہ دردِ عشق سے مجھکو کبھی قرار ملے
خراب و خستہ جگر دلفگار ہو جاؤں

غرض نہیں مجھے دنیا سے جاہِ دنیا سے
تمہاری بزم میں عالی وقار ہو جاؤں

جلا کے خاک کروں جان و دل ترے غم میں
میں تیری راہ میں گرد و غبار ہو جاؤں

یہ چاہتا ہوں کہ تم پر نثار ہو جاؤں
خزاں کا پھول ہوں وقفِ بہار ہو جاؤں

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

پانچسو روپیہ کی پیشکش مکرمی جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور تحریر فرماتے ہیں:-
"مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۲ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی اپیل کے جواب میں مبلغ پانچسو روپیہ کا ایک چیک انہیں ارسال کیا ہے"

درخواستہائے دعا مکرمی شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدرآباد سے اطلاع دی ہے کہ مولانا عبدالرزاق صاحب شدید علیل ہو گئے تھے اب افاقہ ہے ان کے لئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

—— جناب مولوی مرتضےٰ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ چوہدری محمد سرفراز خاں صاحب بدوملہی عیادہ میں احباب سلسلہ کی خدمت میں ہے کہ ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

—— حضرت ارو غذنی بخش صاحب جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے بزرگ ہیں بیمار ہیں احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے۔

ضروری اعلان بعض دوست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں خطوط لکھتے وقت احمدیہ بلڈنگس کا ہی پتہ لکھ دیتے ہیں جس سے خطوط حضرت ممدوح کو دو ایک دن کے وقفہ کے بعد ملتے ہیں اس تاخیر سے کام پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے، احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ حضرت ممدوح کو مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں۔
پتہ :- مسلم ٹاؤن - اچھرہ - لاہور۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بنا کر تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں

چلینہ میں عیدِ میلاد النبیؐ کا جلسہ

تقریر
مرزا معصوم بیگ صاحب بی اے

وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین۔ قل انما یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحدٌ فھل انتم مسلمون

معزز حضرات۔*

حضرت محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن جس کے منانے کے لئے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ تاریخ انسانی میں وہ دن ہے جب سے بڑا انقلاب پیدا کرنے والا پیغام دنیا میں نازل ہوا اور خداوند قضا و قدر نے ارادہ کیا کہ نبی نوع کو پیدا کرکے تمام قوموں کی مذہبی۔ تمدنی اور معاشرتی ہیئت کو بدل دیا جائے۔ حضرات۔ یہ کوئی معمولی دن نہیں، بلکہ وہ دن ہے جبکہ لیل و نہار کی مسلسل گردشوں کے بعد آفتاب عالمتاب کا طلوع ہوا، جس سے تمام کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ معلوم نہیں اس دن خدائے ذوالجلال والاکرام کی شان رحمت کا کیا عالم تھا کہ اس نے اس گنہگار اور بھٹکی ہوئی دنیا پر اس قدر انعام کی بارش کی۔

حضرات۔ صحیفۂ قدرت کا مشاہدہ کرنے سے ہمیں ایک بڑے قانون کا پتہ لگتا ہے۔ جس سے ہماری جسمانی زندگی وابستہ ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ جب بارش ہوئے ایک لمبا عرصہ گذر جاتا ہے تو زمین پر تباہی اور ہلاکت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ عالم نباتات پر مردنی چھا جاتی ہے۔ درخت مرجھا جاتے ہیں۔ اناج۔ پھل اور پھول اوّل تو بہت تھوڑی مقدار میں ہوتے ہیں اور جو ہوتے ہیں وہ بھی بدمزہ۔ بے ذائقہ اور مضر صحت۔ طرح طرح کی امراض اور وبائیں پیدا ہو کر انسان۔ حیوان۔ اور دیگر مخلوقات کو موت تک پہنچاتی ہیں۔ ندی۔ نالے اور کوئیں دن بدن خشک ہوتے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں کیا چرند۔ کیا پرند کیا انسان۔ کیا حیوان۔ سب کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ پھر رحمت الٰہی جوش میں آکر بارش بھیجتی ہے جس سے مردہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے اور پھر ایک مدت تک اس کی سرسبزی بحال رہتی ہے۔ انسان کی زندگی اسی آسمانی پانی پر منحصر ہے۔ جس کا ہر موسم پر کم و بیش آسمان سے اترنا انسان کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہاں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امساک باراں ایک لمبے عرصے تک رہتا ہے جس کے بعد ایک زبردست بارش کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔

ہو بہو یہی حال روحانی عالم کا ہے۔ اس کا انحصار بھی اس خدا کے کلام پر ہے جو انسانی روح کے لئے آب حیات ہے۔ روح کی بقا کے لئے نہایت ضروری ہے کہ آسمان سے خدا کا کلام وقتاً فوقتاً کم و بیش حالت میں اترتا رہے۔ البتہ جب خدا کے کسی زبردست نبی یا اوتار کو جس کا زمانہ ایک روحانی برسات کا زمانہ ہوتا ہے دنیا سے تشریف لے گئے ہوئے ایک مدت گذر جاتی ہے تو وہ گیان و معرفت کا پانی جو اس مقدس انسان کے مبارک زمانہ میں باران رحمت ہو کر برسا تھا وہ دنیا سے آہستہ آہستہ خشک ہو جاتا ہے اور دنیا سے روحانی زندگی کے آثار دن بدن مفقود ہونے لگتے ہیں۔ روحانی درخت اور روحانی پودے مرجھا جاتے ہیں۔ روحانی امراض اور روحانی وبائیں طرح طرح کے گناہوں کی شکل اختیار کرکے انسانی روح کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے عالم اور پنڈت جو بمنزلہ دریا اور نہروں کے تھے ان کے دل و دماغ میں بھی روحانی خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کسی زبردست روحانی برسات کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی ظلمت کے وقت ہی خدا کی رحمت جوش میں آکر اپنے نور کو کسی کامل انسان کی شکل میں اتارا کرتی ہے۔ پھر زمین روحانی بارش سے سیراب ہو کر ایک تازہ زندگی مخلوق کو بخشتی ہے۔

اسی روحانی خشک سالی اور ایسی روحانی بارش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شری کرشن چندر جی مہاراج نے بھاگوت گیتا میں یوں ارشاد فرمایا ہے

جس کا ارتھ یہ ہے۔ او بھرت۔ جب دنیا میں دھرم کی گلانی ہوتی ہے۔ حق و صداقت مغلوب ہو جاتی ہے اور سب طرف ادھرم اور باطل کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں تو اس وقت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہوں۔ میں خیر اور نیکی کی ترقی اور بدی اور دشٹوں کے ناش کرنے کے لئے ہمیشہ وقتاً فوقتاً دنیا میں جلوہ افروزی کرتا ہوں۔

فیضی نے ان شلوکوں کا فارسی نظم میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

چوں بنیاد دیں سست گردد بسے
نمائم خود را بہ شکل کسے

اتنا اصول بیان کر دینے کے بعد کہ ہر تاریکی کے بعد روشنی اور ہر امساک کے بعد بارش کا نزول ہوتا ہے۔

The darkest of nights is followed by a delightful dawn, and the dreadful drought by a lively rain.

میں آپ کو آج سے ڈیڑھ ہزار سال پیشتر کی دنیا کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔

حضرات۔ اس وقت ایران کے آتش پرست اور روم کے عیسائی مشرق اور مغرب کے مالک تھے۔ ہندوستان سے وید مقدس۔ رامائن اور مہا بھارت، جینیوں اور بدھوں کے علمی اور روحانی دور ختم ہو چکے تھے سنہ ۵۰۰ عیسوی سے پرانوں کا زمانہ شروع تھا جس کے متعلق تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ بھارت ورش کے اتہاس میں سب سے برا زمانہ تھا۔ اس دور کے بادشاہ بھی خدا بنے ہوئے تھے۔ امراء بھی خدا بنے ہوئے تھے اور مذہبی پیشوا بھی خدا بنے ہوئے تھے۔ تکبر اور خونریزی ان کا پیشہ تھا۔ بادشاہ وہ لوگ بنتے جو زیادہ سے زیادہ انسانوں کو قتل کر سکتے۔ امراء وہ بنتے جو اخلاق انسانی کو زیادہ سے زیادہ برباد کر سکتے۔ اور مذہبی پیشوا وہ تسلیم کئے جاتے جو زیادہ سے زیادہ عقل انسانی کو معطل اور مفلوج کر سکتے۔ غلامی زوروں پر تھی اور غلاموں سے حیوانات کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ ہندوستان کا مشہور تاریخ دان رمیش چندر دت اپنی کتاب (Ancient India) کی تیسری جلد میں بیان کرتا ہے کہ توحید کی روشنی جو کسی قدر ویدوں کے ذریعہ ہندوستان میں چمکی تھی بالکل نابود ہو چکی تھی اور دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ سے بڑھ کر ۳۳ کروڑ تک پہنچ گئی تھی۔ مندروں کے محافظ بداخلاقی کا سرچشمہ بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کی حالت غلاموں کے برابر تھی اور جوئے میں ہاری جاتی تھیں۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں سمولاس میں بیان کرتے ہیں کہ لوگوں میں ایسے فرقے بھی پیدا ہو گئے تھے جن میں عورتیں مردوں کو اور مرد عورتوں کو ننگا کرکے ان کی پوجا کرتے تھے۔ اچھوت اگر کسی اونچی ذات والے پر دست درازی کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔ اگر گالی دیتا تو اس کی زبان کاٹ لی جاتی۔ اور اگر وعظ و نصیحت کرنے کا دعویٰ کرتا تو اس کے منہ میں کھولتا ہوا تیل ڈالا جاتا۔ ننگا پھرنا قبولیت اور بزرگی کا نشان سمجھا جاتا۔

ملک ایران میں خدائے واحد و شریک کی بجائے آگ کی پوجا ہوتی تھی۔ اہل ایران گناہ میں اس قدر غرق ہو چکے تھے کہ جب وہاں مشہور مذہبی پیشوا مانی پیدا ہوا تو اس نے یہ تعلیم دی کہ دنیا سے بالکل قطع تعلق کرکے اسے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ بیاہ شادی کا رواج موقوف کرکے نسل انسانی کا نام و نشان مٹا دیا جائے کیونکہ اس کے نزدیک بس یہی ایک طریقہ تھا جس سے ایران کی بدی و گناہ کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ مانی کے بعد ایران میں مزدک پیدا ہوا۔ اس نے یہ تعلیم دی کہ زن۔ زر۔ اور زمین کو ہر شخص کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے۔ عورتوں پر سے ہر قسم کی پابندی اٹھا دی جائے تاکہ وہ جو چاہیں کریں۔ قباد اوّل شاہ ایران مزدک کا پیرو بن گیا۔ بس پھر کیا تھا عیش و عشرت کا بازار گرم ہوا اور مزدکی دل کھول کر رنگ رلیاں منانے لگے سنہ ۵۳۰ء میں جب خسرو نوشیرواں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے مزدکیوں کو چن چن کر قتل کروایا۔

رومی سلطنت کے بارے میں یورپ کا مشہور مؤرخ گبن صاحب اپنی مشہور و معروف کتاب (The fall of The Roman Empire) میں لکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی یعنی پیغمبر اسلام کے ظہور کے وقت رومی سلطنت پستی کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ امن و انتظام کی یہ حالت تھی کہ دشمنوں کے خوف سے دارالسلطنت کے تمام کاروبار بند پڑے رہتے۔ اور بازار ہر وقت اجڑے دکھائی دیتے۔ عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ عام لوگوں کو بیاہ شادی کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ مشہور انگریز پادری جارج سیل اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ عیسائیت بیسیوں فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی جو ہمیشہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے تیار رہتے سنہ ۵۱۲ء میں دو عیسائی فرقوں میں مذہبی جنگ ہوئی جس میں ۶۵ ہزار عیسائی قتل اور جلاوطن ہوئے۔ مغربی چرچ میں بشپ کے عہدہ کے لئے دو پادریوں میں انتخابی مقابلہ ہوا اس دن ---------- (صلسنہ ئنعcic) کے گرجا سے ۱۲۰ آدمیوں کے جنازے اٹھے۔ عیسائی بادشاہ (صسسقنسلہ) کا عقیدہ تھا کہ غیر مذاہب والوں کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں۔

باقی دارد

* یہ تمہید مدیر پیغام صلح کے مضمون سے ماخوذ ہے۔

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ م ۷ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۵

جماعت قادیان دو کشتیوں میں!

آیت ولتکن منکم امة ..... کی مصداق صرف جماعت احمدیہ لاہور ہے

"قادیانی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" اپریل ۱۹۴۲ء اپنے اداریہ میں "مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے رقمطراز ہے :۔

"ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کسی امداد کے طالب نہیں ہیں۔ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ اکیلی تبلیغ اسلام کے فرض کو باحسن وجوہ سرانجام دے سکتی ہے۔ ہم ان سے جو کچھ چاہتے ہیں، وہ صرف یہ ہے کہ ہمارے اس کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں، اور جب ہم تبلیغ اسلام کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہوں تو ہماری توجہ کسی دوسری طرف نہ پھیریں اگر مسلمان ہماری اس گذارش کو قبول کریں، تو ہم قرآن مجید کے مندرجہ ذیل ارشاد کو جو فرض کفایہ کا حکم رکھتا ہے۔ ان سب کی طرف سے سرانجام دے سکیں گے! اللہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (آل عمران ۱۱)

اے مسلمانو! چاہیئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں۔

اگر جماعت احمدیہ کا فرہے تو ہمیں کوئی بتائے۔ کہ پھر مسلمانوں میں اور کونسا گروہ اس آیت کا مصداق ہے؟ ظاہر ہے کہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اور کوئی فرقہ بھی اس آیت کا مصداق نہیں ٹھہر سکتا۔ پس تو یہ ماننا پڑیگا کہ اس وقت ساری امت اسلامیہ اس فرض کفایہ کو پورا نہیں کر رہی، اور اس وجہ سے وہ خدا کے ایک صریح حکم کی خلاف ورزی کی مرتکب ہے، اور یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا، کہ دعوت و ارشاد کا جو حکم اس آیت میں دیا گیا ہے، جماعت احمدیہ تمام مسلمانوں کی طرف سے اسکی تعمیل کر رہی ہے۔ اور یہ آخری صورت تبھی مانی جاسکتی ہے، جب تمام دیگر مسلمان جماعت احمدیہ کے ساتھ اس کام میں تعاون کریں، ورنہ مخالفت کی صورت میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششیں تمام مسلمانوں کی طرف سے نہیں سمجھی جاسکتیں"۔

مندرجہ بالا اقتباس میں تین باتیں قابل غور ہیں :۔

(ا) جماعت قادیان کو مسلمان کافر کہتے ہیں۔

(ب) دوسرے جماعت قادیان کو قرآن مجید کی ایک آیت کی رو سے مسلمانوں میں سے ہی ایک گروہ قرار دیا گیا ہے یعنی جماعت قادیان امت مسلمہ کا ایک فرقہ ہے۔

(ج) تیسرے اگر جماعت قادیان اس آیت کی مصداق نہیں تو وہ کونسا گروہ ہے جو اس آیت کا مصداق ہے؟

(ا) اس میں شک نہیں کہ جماعت قادیان کی تکفیر کی جاتی ہے لیکن اسکی وجہ بھی دراصل جماعت قادیان کے عقائد ہیں اور ان عقائد میں سے ایک جماعت قادیان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر وہ کلمہ گو جو حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ جناب میاں صاحب اپنی کتاب آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں :۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"

یہ عقیدہ رکھنے والی جماعت کو باقی مسلمانوں پر شکوہ نہیں ہونا چاہیئے کہ مسلمان اسے کافر کہتے ہیں!

(ب) جماعت قادیان ہرگز ہرگز ایسا گروہ نہیں جو آیت ولتکن منکم امة ..... کا مصداق ہو کیونکہ جماعت قادیان امت محمدیہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اور عملاً امت محمدیہ سے کٹ کر علیحدہ ہو چکی ہے، جب وہ مسلمانوں کا ایک فرقہ اور گروہ نہیں تو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دے! اگر کسی کو اختلاف ہو تو وہ جناب میاں صاحب کے مذکورہ بالا فتوے کے ہوتے ہوئے جماعت قادیان کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ جو بنیادی اور اصولی طور پر امت سے متعلق ہو ثابت کر کے دکھائے جب جماعت قادیان کے علاوہ کوئی مسلمان ہی نہیں تو امت کیسی اور فرقہ کیسا؟

(ج) اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر جماعت قادیان اس آیت کی مصداق نہیں تو وہ کونسا گروہ ہے جو اس آیت کا مصداق ہے؟ جماعت احمدیہ لاہور اس آیت کی مصداق ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کر کے اور کلمہ طیبہ کو عملاً منسوخ کر کے امت محمدیہ سے علیحدہ نہیں ہوئی اسلئے وہ امت ہی کا ایک گروہ ہے اور دوسرے جو خصوصیت اسے اس آیت کا مصداق بناتی ہے وہ اس جماعت کی تبلیغی جدوجہد ہے جسکے مقابلہ میں جماعت قادیان کی تبلیغی مساعی صفر کے برابر ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی کامیابیوں کا اہل یورپ اور مسلم اکابر کو بھی اعتراف ہے۔ مثالیں تو بہت سی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن چونکہ ریویو آف ریلیجنز نے اپنا شذرہ مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" کے ایک اقتباس کے متعلق ہی لکھا ہے اسلئے ہم بھی رسالہ مسلم ورلڈ کے ہی دو بیانات پیش کرتے ہیں :۔

"مسلمانوں میں فرقی جھگڑوں کی جو روح عام طور پر سرایت کر گئی ہے اس میں ایک دلچسپ استثنا احمدی ہیں وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور سیاسیات سے الگ رہتے ہیں"

(مسلم ورلڈ جلد ۲۱ صفحہ ۱۷۰)

"لاہور کی جماعت جو اصل قوم سے الگ ہو گئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ بانئے سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی وہ اسلامی رائے عامہ کو زیادہ پسند ہیں ...... ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو انکی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے ان کے لٹریچر اور حقائق کو بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں"۔ (مسلم ورلڈ ...)

ان بیانات کے علاوہ اب مسلم اکابر کی رائے سنیئے مسٹر شیخ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں : "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایک عرصہ سے اشاعت اسلام کے متعلق بیش بہا خدمات سرانجام دے رہی ہے"

میر غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم ایل اے فرماتے ہیں :۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات مشہور اور مسلم ہیں"

مولانا عبدالمجید صاحب قرشی مدیر ایمان فرماتے ہیں :۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کارنامے مجھ ناچیز کی تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں"

مولانا عبدالماجد دریا بادی فرماتے ہیں :۔

"جو تمام خدمات اسلامی آپکی جماعت ہمت اور سرگرمی جوش انہماک کیساتھ انجام دے رہی ہے انکی داد نہ دینا ظلم ہے اور داد کیا ... مجھے تو بار بار رشک آچکا ہے"

غالباً اس سے زیادہ مثالیں پیش کرنیکی حاجت نہیں سو اس آیت کی کوئی جماعت مصداق ہو سکتی ہے تو وہ صرف جماعت لاہور ہی ہے، اگر جماعت قادیان اس مذکورہ آیت کی مصداق بننا چاہتی ہے تو اسے جماعت احمدیہ لاہور کے مسلک کو اختیار کرنا پڑے گا اس وقت تو جماعت قادیان دو کشتیوں میں سوار ہے اور دونوں کشتیوں کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے دیکھئے غلو کی کشتی ڈوبتی ہے یا حقیقی مسلک کی اسکا فیصلہ وقت اور میاں صاحب کے بعد ہونے والے آپکے جانشین کریں گے۔

ہم ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز سے استفسار کرتے ہیں کہ جب آپ اپنے آپکو امت کا ہی ایک گروہ قرار دیتے ہیں تو امت دائرہ اسلام سے خارج کیسے ہوئی اور اگر امت آپکے مسلک کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہے تو آپ امت کا گروہ کیسے ہوئے۔ امید ہے ہمارے اس استفسار کا جواب کسی آئندہ شیوع میں نہایت معقولیت کے ساتھ دیا جائے گا۔

کشمیر میں ہندی

ملاپ مورخہ ۱۰ اپریل رقمطراز ہے :۔

"مہاراجہ کشمیر و جموں نے عملی طور پر تمام لوگوں کو متحد کرنے کیلئے یہ حکم دیا تھا کہ اُردو کیساتھ ہندی بھی سکولوں اور عدالتوں میں استعمال کی جائے یہ حکم تو ہو چکا ہوا ہے لیکن اب ریاست کے تمام ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کا فرض ہے وہ ہندی (دیوناگری لپی) کو اپنائیں اب جبکہ امتحانات ہو چکے ہیں نئی کلاسیں بننے والی ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ سکولوں میں اپنے بچوں کو ہندی سیکھنے کی پریرنا کریں اور جو پستکیں خریدیں وہ ہندی میں ہوں یہ موقع ہے جب جموں و کشمیر کے لوگ ہندی کے لئے عملی پرچار کا پرکاش کر سکتے ہیں انہیں اس موقعہ سے چوکنا نہیں چاہیئے"

یہ مسلمہ امر ہے کہ ہندوستان کی متحدہ زبان اُردو ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اُردو جیسی فصیح زبان کے ہوتے ہوئے ہندی کی طرف رجوع کرنا بجائے اتحاد کے نفاق کا موجب ہوتا ہے اس اتحاد کی منافقانہ کوششوں کے پیچھے ہندو کی کٹر ذہنیت کارفرما ہے۔ ہندی پر ہندو مسلمان کبھی متحد نہیں ہو سکتے متحد ایسی زبان پر ہو سکتے ہیں جو متحدہ مساعی کا نتیجہ ہے

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

ہم پہلے کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعتوں کے سالانہ جلسے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانیکا بہترین ذریعہ ہیں اور ان جلسوں کے ذریعہ وہ غلط فہمیاں بھی دور ہو سکتی ہیں جو ملک کے طول و عرض میں قادیانی غلو کی وجہ سے پھیلی ہوئی ہیں ان غلط فہمیوں کے دور ہونے سے تبلیغ کے لئے ایک وسیع میدان پیدا ہو سکتا ہے ہماری جماعتوں کو ان جلسوں کی تبلیغی اہمیت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ امید ہے ان جلسوں کے کارکنان [illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زندگی کا بیمہ کرانا منع ہے

سوال - ایک دوست کا ایک خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا جس میں لکھا تھا۔

بحضور جناب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام

مارچ ۱۹۰۰ء میں مَیں نے اپنی زندگی کا بیمہ واسطے دو ہزار روپیہ کے کرایا تھا۔ شرائط یہ تھیں کہ اس تاریخ سے تا مرگ ۶۶ سالانہ بطور چندہ کے ادا کرتا رہونگا تب دو ہزار روپیہ بعد مرگ میرے ورثان کو ملیگا اور زندگی میں یہ روپے لینے کا حقدار نہ ہونگا۔ اب تک تقریباً میں نے مبلغ چھ سو روپے بیمہ کرنیوالی کمپنی کو دئے ہیں۔ اب اگر میں اس بیمہ کو توڑ دوں۔ تو بموجب شرائط اس کمپنی کے صرف تیسرے حصہ کا حقدار ہوں یعنی دوصد روپیہ ملیگا۔ اور باقی چار صد روپیہ ضائع ہو جائیگا مگر چونکہ میں نے آپ کے ہاتھ پر اس شرط کی بیعت کی ہوئی ہے۔ کہ میں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسواسطے بعد اس مسئلہ کے معلوم ہو جانیکے میں ایسی حرکات کا مرتکب ہونا نہیں چاہتا۔ جو خدا و رسول کے احکام کے برخلاف ہو اور آپ حکم اور عدل ہیں۔

اسواسطے نہایت عجز سے ملتجی ہوں۔ کہ جیسا مناسب علم ہو ارشاد فرمایا جاوے تاکہ اس کی تعمیل کی جاوے۔

جواب - اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ زندگی کا بیمہ جس طرح رائج ہے۔ اور سُنا جاتا ہے۔ اسکے جواز کی ہم کوئی صورت بظاہر نہیں دیکھتے کیونکہ یہ ایک قمار بازی ہے۔ اگرچہ وہ بہت سا روپیہ خرچ کر چکے ہیں لیکن اگر وہ جاری رکھیں گے۔ تو یہ روپیہ ان سے اور زیادہ گناہ کرائیگا۔ انکو چاہئے کہ آیندہ زندگی گناہ سے بچنے کیواسطے اسکو ترک کر دیویں اور جتنا روپیہ اب مل سکتا ہے۔ وہ واپس لے لیں۔

(البدر ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء صـ۳)

رشوت

رشوت ہرگز نہیں دینی چاہیئے۔ یہ سخت گناہ ہے۔ مگر میں رشوت کی یہ تعریف کرتا ہوں۔ کہ جس سے گورنمنٹ یا دوسرے لوگوں کے حقوق تلف کئے جاویں۔ میں اس سے سخت منع کرتا ہوں۔ لیکن ایسے طور پر کہ بطور نذرانہ یا ڈالی اگر کسی کو دی جاوے جس سے کسی حقوق کے اتلاف مدنظر نہ ہو۔ بلکہ اپنی حق تلفی اور شر سے بچنا مقصود ہو۔ تو یہ میرے نزدیک منع نہیں۔ اور میں اس کا نام رشوت نہیں رکھتا۔ کسی کے ظلم سے بچنے کو شریعت منع نہیں کرتی۔ بلکہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ فرمایا ہے"

(الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۲ء صـ۹)

مسلم ہائی سکول میں تقسیم انعامات کا جلسہ

چوہدری سر شہاب الدین صاحب نے صدارت فرمائی

مؤرخہ ۱۳ مارچ ۴۱ء کو شام کے ۴ بجے زیر صدارت جناب آنریبل سر چوہدری شہاب الدین صاحب سپیکر پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی۔ مسلم ہائی سکول لاہور کا سالانہ تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا جس میں جماعت احمدیہ کے بزرگوں، لاہور کے عمائد، سکول کے اساتذہ اور طلباء نے شمولیت کی جلسہ نہایت بارونق تھا تلاوت قرآن مجید کے بعد طلباء نے خوش الحانی کے ساتھ نظمیں پڑھیں اور عزیزی محمد اقبال خلف اخی المکرم مولانا آفتاب الدین صاحب نے انگریزی زبان میں جناب چوہدری صاحب ممدوح کو ایک نہایت دلچسپ ایڈریس پیش کیا اس کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی جس میں سکول کے بلند معیار تعلیم تربیت اور اعلیٰ نتائج کا ذکر کیا۔ اسکے بعد طلباء میں انعامات تقسیم کئے گئے ازاں بعد جناب سر چوہدری شہاب الدین صاحب نے حاضرین جلسہ کو پنجابی زبان میں خطاب کیا اور فرمایا "رپورٹ ایسی زبان میں ہونی چاہیئے جسکو لوگ سمجھ سکیں" اور اپنے طالبعلمی کے زمانہ کے واقعات کی روشنی میں طلباء کو تعلیم اور جسمانی صحت کے متعلق چند ہدایات فرمائیں نیز کہا "مجھے ہیڈ ماسٹر صاحب کی رپورٹ سُن کر بہت خوشی ہوئی اساتذہ مسلم ہائی سکول اور خصوصاً ہیڈ ماسٹر صاحب بڑی محنت سے کام کرتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ جناب چوہدری صاحب کے صدارتی ارشادات میں اعلیٰ درجہ کے مزاح کا عنصر بہت زیادہ تھا جس کا سامعین پر نہایت خوشگوار اثر پڑا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ چونکہ ڈلہوزی میں قیام فرما نہیں تھے اسلئے شامل نہ ہو سکے حضرت ممدوح کی غیر حاضری کو بہت محسوس کیا گیا اور سر چوہدری شہاب الدین صاحب نے بھی فرمایا "میں اور جناب مولوی صاحب کالج میں اکٹھے تھے اور دو سال اکٹھے پڑھتے بھی رہے ہیں"۔ قریباً مغرب کے وقت جلسہ ختم ہوا جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

اِرشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت!

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں کسی گذشتہ اشاعت میں بھی درخواست کیجا چکی ہے اب مکرر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تدریجی عمرانی، اخلاقی تحریکات جدید اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون بھجوائیں۔ ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے امید ہے ہماری درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

(مدیر)

جماعت احمدیہ راولپنڈی کا ریزولیوشن

ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ راولپنڈی کا یہ خاص اجلاس جو بعد نماز جمعہ مورخہ ۲۳ ۲ ۴۱ کو منعقد ہوا۔ باتفاق رائے مندرجہ ذیل قرارداد پاس کرتا ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ اس کی نقول چیف سکرٹری پنجاب وزیراعظم و ڈائرکٹر محکمہ زراعت لاہور کو بھجوا کر پرزور استدعا کی جائے کہ مناسب کارروائی جلد از جلد عمل میں لائی جاوے۔

یہ اجلاس سروپ سنگھ قائم مقام ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت راولپنڈی کے اس متعصبانہ سلوک کو جو اس نے گذشتہ جمعہ کو مسلمان اہلکاران محکمہ زراعت کو نماز جمعہ ادا کرنے پر کیا ہے سخت نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے چونکہ گورنمنٹ نے نماز جمعہ ادا کرنے کی کھلی اجازت دے رکھی ہے۔ تو افسر مذکور کا یہ فعل گورنمنٹ کے صریح احکام کیخلاف اور مسلمانوں کے مذہب میں بیجا مداخلت ہے اس کے اس قبیح فعل سے مسلمانوں کے جذبات کی پامالی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ سے استدعا کی جاتی ہے کہ اس افسر کو قرار واقعی سزا دے کر اس فتنہ کی بے چینی کو بروقت روک دیا جائے۔ نیز یہ بھی قرار پایا ہے کہ اس کی ایک نقل اخبار پیغام صلح لاہور میں برائے اشاعت بھیجی جاوے۔

فقط خاکسار

عصمت اللہ پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ شاخ راولپنڈی۔

سر سید احمد خاں مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر [illegible] صاحب

اعتراف

سب سے پہلے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ سر سید احمد خاں مرحوم کی میرے دل میں عزت ہے تعلیمی اور سیاسی رنگ میں جو کچھ خدمت انہوں نے مسلمانان ہندوستان کی کی ہے۔ اسکا اعتراف نہ کرنا سراسر محسن کشی اور ناحق پرستی ہے۔ مجھے اختلاف اگر ہے تو ان کے بعض مذہبی خیالات سے ہے۔ کچھ شک نہیں کہ انہوں نے علمائے زمانہ کی نامعقول منطق سے تنگ آ کر اپنی طرف سے یہ کوشش ضرور کی تھی کہ مذہب کو ایک معقول شکل دی جائے۔ لیکن چونکہ مذہب بعض ایسے باطنی امور پر مبنی ہے۔ جن کی حقیقت جب تک انسان خود اہل حال اور صاحب تجربہ نہ ہو اس میں غلطی لگ جانے کا زبردست احتمال ہے لہذا سر سید مرحوم کا ان امور میں غلطی کھا جانا کوئی بعید امر نہ تھا۔ مگر میں یہاں یہ بحث کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے مذہبی خیالات کیا تھے اور ان میں کہاں کہاں غلطیاں تھیں، اور کیوں انہیں غلطیاں کہنا درست ہے۔

ایک غلط الزام کی تردید

بلکہ مجھے محض یہاں ایک غلط الزام کی تردید مقصود ہے جو بدقسمتی سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر دیا جاتا ہے انہوں نے جب دعوئے مجددیت و مسیحیت کیا۔ اور دنیا میں یہ اعلان کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے۔ اور ان کے بعض معجزات کو اس طریق پر نہ مانا جس طریق پر ہمارے علماء . . . . . یا عام طور پر مسلمان مانتے تھے اور طرز تحریر میں معقولیت اور حکمت سے کام لیا تو ہمارے مولویوں نے جو سر سید احمد خاں مرحوم کو نیچری اور کافر قرار دے چکے تھے ناحق طور پر غل مچا دیا کہ مرزا صاحب نے علیگڈھ کے نیچری کی تقلید کی ہے۔ کیونکہ وہ بھی مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل تھے۔ اور معجزات کے بھی قائل نہ تھے۔ گویا ان لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے کفر کے لئے یہ بھی ایک وجہ مل گئی کہ وہ ان کے زعم میں سر سید احمد نیچری کے ہم خیال بلکہ مقلد تھے۔

رامپور کا ایک واقعہ

چنانچہ ایک دفعہ موجودہ والی رامپور کے والد ماجد کے زمانہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کا مباحثہ رامپور میں ہوا تھا جو وفد احمدیوں کا گیا تھا اس میں خواجہ کمال الدین مرحوم بھی شامل تھے۔ مباحثہ حیات و وفات مسیح پر ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب مرحوم بولے کہ خواجہ صاحب! "سر سید علیگڈھ والے بھی تو وفات مسیح کے قائل تھے"۔ (گویا انہوں نے اپنی طرز حضرت مرزا صاحب پر زد کی کہ یہ عقیدہ ایک ایسے شخص کا ہے جو علماء کے نزدیک گمراہ اور کافر تھا) خواجہ صاحب مرحوم نے فوراً جواب دیا کہ "ہاں حضور ہر ایک عقلمند آدمی یہی عقیدہ رکھے گا"۔ اس پر نواب صاحب مرحوم بہت شرمندہ ہوئے اور کھسیانے سے ہو کر چپ ہو گئے۔

علماء کا خلاف تقویٰ طریق

اور یہی سچ ہے اگر ایک عقیدہ ایسا ہو جس پر دنیا کے بہت سے معقول اور صاحب علم لوگ متفق ہوں تو اس سے اس کی صداقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

چنانچہ آج ہمارے بعض مشہور علماء اپنی تصانیف میں مختلف عقائد مذہبی پر تائیدی رنگ میں بعض یورپین فلاسفروں کے اقوال پیش کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مارا۔ تو اگر کسی مسئلہ پر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اور سر سید احمد خاں مرحوم آپس میں متفق ہو جائیں تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کا مقلد ہے۔ اور اگر ایسا کہنا درست ہے تو پھر ہم بھی حق رکھتے ہیں کہ یوروپین فلاسفروں کی تائیدی آراء کو پیش کرنے والے علماء کی نسبت کہدیں کہ یہ لوگ ان کافر فلسفیوں کے مقلد ہیں، جن میں سے بعض خدا کو بھی نہ مانتے تھے۔ اپنے لئے ناپنے کا پیمانہ اور رکھنا اور دوسرے کے لئے ناپنے کا پیمانہ دوسرا قرار دینا اور قرآن کریم کے وعید ویل للمطففین کو فراموش کر دینا یہ طریق تقویٰ اور حق پرستی نہیں۔

محسن کشی اور کتمان حق کی بدترین مثال

دراصل تعصب اور جہالت یا کبر اور مشیخت یا حسد اور رقابت ایسی چیزیں ہیں جنہوں نے دنیا میں ہمیشہ محسن کشی اور کتمان حق کا ارتکاب بڑے بڑے آدمیوں سے بھی کروایا ہے۔

ایک غلط الزام کی تردید

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ نے مذہبی دنیا میں جو ہلچل ڈالی ہے اور اپنے جدید علم کلام اور اعلےٰ طریق استدلال سے تمام ادیان باطلہ پر اسلام کے غلبہ کو جس شان سے ظاہر کیا ہے اور ہر ایک دقیق سے دقیق مذہبی مسئلہ کو نہایت سادہ اور پر حکمت طریق پر حل فرمایا ہے وہ ایک اہل نظر اور صاحب انصاف سے پوشیدہ نہیں۔ وہی عیسائی اور آریہ۔ فلسفی اور دہریہ جو کل تک اسلام کے منہ آتے تھے آج اس سے کنی کتراتے پھرتے ہیں۔ وہی اسلام جس کی زندگی کے لالے پڑے ہوئے تھے آج دہریت اور کفر کی سرزمین میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہا ہے۔ مذہبی دنیا کے اس انقلاب کی تار دراصل حضرت مرزا صاحب کے قلم کی بیٹری میں ہی اُلجھی ہوئی تھی اور یہی وہ آسمانی بجلی تھی جس نے مذہبی دنیا میں اتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ اتنی بڑی خدمت اسلامی کو نہ صرف نظر انداز کر دینا بلکہ صریحاً اسے مٹانے کی کوشش کرنا کیا محسن کشی اور کتمان حق اور حسد و رقابت کی بدترین مثال نہیں؟ جناب مولانا نذیر احمد دہلوی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ اہل تشیع نے اپنی کسی مجلس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تبرّے بازی کی۔ اہل سنت والجماعت بھی موجود تھے۔ دونوں فریق میں لڑائی ہو گئی۔ اس ہنگامہ میں بہت لوگ مضروب اور مجروح ہوئے۔ مقدمہ ایک انگریز جج کی عدالت میں پیش ہوا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ وہ حیرت سے سنتا تھا کہ حضرت عمرؓ کو گالیاں دی گئیں اور ان پر نعوذ باللہ لعنتیں بھیجی گئیں۔

وہ بولا کہ ہمارے ہاں نیلسن اور ڈیوک آف ولنگٹن نے نپولین کو ایک ایک لڑائی میں شکست دی تھی جس سے انگریز قوم کو نفع پہنچا تو وہ ہمارے ہاں قومی ہیرو گنے جاتے ہیں اور قوم ان کی انتہائی عزت کرتی ہے۔ تو حضرت عمرؓ جنہوں نے ایران، روم، شام، مصر فتح کیا اور وہاں مسلمانوں کی سلطنت قائم کر دی اور اسلام کی جڑیں لگا دیں، ان کو گالیاں دینا یا برا کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر عمرؓ ہماری قوم میں پیدا ہوا ہوتا تو ہم اسے معبود بنا کر پرستش کرتے"۔

یہ محسن کشی کوئی نئی چیز نہیں

الغرض ہماری قوم کی محسن کشی کوئی نئی چیز نہیں سینکڑوں سال سے چلی آتی ہے۔ کونسا خادم اسلام پیدا ہوا اور علمائے زمانہ نے اسے کافر نہ کہا۔ اور اس کی خدمات کا انکار نہ کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب کس طرح اس سے مستثنےٰ رہ سکتے تھے عام طور پر تو علماء نے انہیں کافر کہکر اپنے تعصب اور جہالت اور کبر اور مشیخت کا ثبوت دیا۔ لیکن ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو مولویوں میں معقول پسند گنا جاتا تھا۔ خیال تھا کہ ادھر سے کچھ اعتراف تو ہو گا لیکن حسد اور رقابت نے وہاں بھی کار فرمائیاں کیں۔ اور انہوں نے کہا تو یہ کہا کہ ان سے پہلے مولوی چراغ علی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی اور سر سید احمد خاں بھی یہی کچھ کر چکے ہیں۔ اور اس طرح حضرت مرزا صاحب کی خدمات کی تحقیر اور اسے مٹانے کی قابل افسوس کوشش کی۔ حالانکہ ہر ایک عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ان بزرگوں کی کوششوں اور حضرت مرزا صاحب کی کوشش کی آپس میں نسبت ایسی ہی ہے جیسے چراغوں کے مقابل میں آفتاب۔ اندھیری رات میں فرداً فرداً لوگ چراغ جلاتے اور اپنی اپنی جگہ اس سے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا اثر عالمگیر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک محدود حلقہ میں خفیف سا اثر پیدا کر کے مٹ جاتا ہے۔ لیکن جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس آسمانی روشنی سے وہ تاریکی مٹ جاتی ہے اور تمام عالم اس کی روشنی سے نفع اٹھاتا ہے۔ اسی طرح اگر فرداً فرداً کسی بزرگ نے کسی مسئلہ پر روشنی ڈالی یا کسی پادری یا آریہ کا کوئی جواب دیا تو وہ اس کتاب یا تحریر میں محدود ہو کر رہ گیا۔ اور اس نے ایک عالمگیر تحریک کی شکل اختیار نہ کی لیکن حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی حفاظت و اشاعت اور ادیان باطلہ پر اس کے غلبہ کے کام کو اس شان سے اٹھایا کہ وہ ایک عالمگیر تحریک اور انقلاب کی صورت میں دنیا میں قائم ہو گئی۔ یہ ہوتا ہے خدائی کام! جو خدا کی طرف سے مرد آتا ہے اس کے ہاتھوں سے ایسا عالمگیر انقلاب رونما ہوتا ہے جو اپنے اندر خدائی تصرف کا نشان رکھتا ہے ؎

صادقاں را دست حق باشد نہاں در آستیں

افسوسناک کتمان حق کا ارتکاب

کیا ہمارے حضرت نبی کریم صلعم سے قبل بعض موحد پیدا نہ ہوئے تھے جو حنفا کہلاتے تھے؟ کیا متعصب پادریوں نے نہایت نادانی اور شرارت سے یہ نہیں کہا کہ محمد صاحب نے اسلام پھیلانے میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کی ان سے پہلے عرب میں توحید کے قائل لوگ موجود تھے لیکن ہر ایک انسان سمجھتا ہے کہ اگر دو چار موحد کوئی تھے بھی تو ان کی انفرادی

کوششیں ناکام اور محدود ہو کر مٹ چکی ہیں برخلاف اس کے چونکہ سر یک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اٹھی وہ دنیا پر چھا گئی اور اس کے استحکام اور متمکن ہونے نے خدائی نصرت کی مہر اس پر لگا دی۔ پس حضرت مرزا صاحب کی خدمات کو ریکھ کر مٹانے کی کوشش کرنا کہ اس سے پہلے فلاں فلاں بزرگ نے بھی ایسی کوشش کی تھی ایک افسوسناک کتمان حق کا ارتکاب ہے۔

احمدی محسن کش نہیں ہیں

ہم محسن کش نہیں ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ نہ صرف یہ بزرگ بلکہ اسلام میں ہمیشہ ایسے خادم اسلام ہوتے رہے جو اپنے اپنے وقت میں حالات زمانہ کے مطابق اسلام کی حفاظت و اشاعت کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اور ان سب کی یہ خدمات ہمارے نزدیک قابل قدر اور لائق ستائش اور مستحق صد شکر ہیں۔ البتہ مولویوں کا طبقہ ہر ایک کے زمانہ میں انہیں کافر قرار دیتا رہا۔ اور ان کی بیش قیمت خدمات کا انکار کر کے محسن کشی کا ارتکاب کرتا رہا ہے۔ ہم کسی کی خدمت کا انکار نہیں کرتے بلکہ انکار کرنے والے کو محسن کشی کا مجرم قرار دیتے ہیں حضرت مرزا صاحب سے پہلے کسی شخص نے اگر کسی مسئلہ میں وہی کہا ہے جو حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے تو یہ ہمارے حق پر ہونے کی ایک اور دلیل ہے۔ وفات مسیح کے مسئلہ میں ایک سر سید مرحوم کیا ہم تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے بزرگ تلاش کرتے رہتے ہیں جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ چنانچہ امام مالکؒ امام ابن حزم کا عقیدہ وفات مسیح کا ہم بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کی انی متوفیک کی تفسیر انی ممیتک ہم اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا اس آیت کو پیش کرنا کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم۔ کہ محمد نہیں ہے مگر اللہ کا رسول آپ سے پہلے سب رسول گزر چکے اگر یہ بھی مر جائے یا مارا جائے تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے۔ اور تمام صحابہ کا اس آیت سے استدلال کر کے آنحضرت صلعم سے قبل کے تمام رسولوں کی وفات پر اجماع کرنا ہمارے لئے بیّن صداقت کی ایک دلیل ہے۔

پادریوں کی تقلید

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ حضرت مرزا صاحب نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی ایسا کرنیوالا تو مدعی ہوگا۔ بلکہ ہمارا قول تو یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے وہ تمام صداقتیں جو قرآن اور احادیث صحیحہ میں مخفی تھیں یا امتداد زمانہ سے مستور ہو گئی تھیں اور جن کی جھلک کبھی کبھی کسی بزرگ کے ذریعہ نظر آ جاتی تھی وہ سب صداقتیں باہر نکال کر اور جمع کر کے ہمارے ہاتھوں میں دے دیں۔ البتہ ان سب کا سینکڑوں سال کے مجموعۂ اباطیل میں سے چھانٹ کر باہر نکالنا اور ایک جگہ جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ جب تک خدا کے الہام کی روشنی ان کے قلب پر نہ ہوتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح پادری قرآن کریم کی بعض صداقتیں کتب سابقہ میں سے نکال کر دکھاتے اور بتاتے ہیں۔ کہ قرآن نے فلاں فلاں صداقت فلاں کتاب میں سے لی ہے۔ چنانچہ ایک کتاب ینابیع الاسلام انہوں نے لکھ کر شائع بھی کی۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی ایک جگہ دعوت تھی وہاں ایک عیسائی پادری بھی موجود تھا۔ اس نے ینابیع الاسلام کتاب پڑھنے کے لئے مولانا مرحوم کو دی آپ نے کھانے سے قبل ساری کتاب پڑھ لی اور فرمانے لگے کہ پادری صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں۔ اس کتاب کو پڑھنے سے میرا ایمان تازہ ہو گیا۔ کس طرح کتب سابقہ میں سے جو ہزارہا سال قبل پہلے دنیا میں آئیں اور جن میں ہزارہا غلطیاں اور جھوٹ مل گیا ان تمام تو دہ ہائے اباطیل میں سے جن کا دنیا کے ہر گوشہ میں انبار لگا ہوا تھا۔ حق اور صداقت کو چھانٹ لینا اور اس کا ایک گلدستہ بنا کر اور علاوہ ازیں انہیں تکمیل پر پہنچا کر اہل عالم کے ہاتھ میں دے دینا یہ انسان کا کام نہیں ہو سکتا یہ خدا کا کام تھا۔ اور اس لئے قرآن میں اعلان بھی کر دیا تھا کہ فیہا کتب قیمہ یعنے جتنی ابدی صداقتیں اور محکم باتیں پہلی کتابوں میں مخفی تھیں سب کو قرآن میں جمع کر دیا گیا۔

حضرت مرزا صاحب کا کارنامہ

اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اصل قرآن اور سنت کی طرف لانا چاہا۔ اور ہر ایک غلط عقیدہ اور بگڑے ہوئے مسائل کی اصلاح کر کے اس اصل پر قائم کرنا چاہا جو قرآن اور سنت کی صحیح تعلیم تھی۔ البتہ طرز استدلال کا زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہونا ضروری تھا۔ اس یونانی منطق کی ضرورت اب باقی نہ رہی تھی۔ جو کبھی ہمارے مولویوں کے لئے مایۂ ناز تھی، اور جس کی ایک حد تک لغویت کا پول موجودہ فلسفہ اور سائنس کھول چکے تھے۔ اب تو زمانہ مشاہدہ اور تجربہ سے استدلال کرنے کا تھا لفظی ایچا پیچی اور منطقی مغالطوں سے موجودہ زمانہ کے اہل علم لوگوں کی تشفی نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے آپ نے بھی انہی اصولوں پر اپنے علم کلام کی بنیاد رکھی اور کسی امر پر دلیل دینے میں ہمیشہ قرآن کے پیش کردہ دلائل سے کام لیا۔ یہی وہ بات تھی جس نے پادری عبداللہ آتھم کو مناظرہ میں عاجز کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ آسمانی کتاب کامل نہیں کہلا سکتی جو اپنے پیش کردہ عقائد اور اصولوں کے لئے دلائل خود نہ دے اور اعتراض کے وقت دلیل کے لئے اپنے ماننے والوں کا منہ تکے اور ان سے بھیک مانگے۔ چنانچہ پندرہ دن کے متواتر مناظرہ میں آپ نے اس امر کا خاص اہتمام رکھا۔ کہ تثلیث کے ابطال اور اسلام کی تصدیق کے لئے جس قدر بھی دلائل دیئے سب قرآن سے دیئے۔ اور بالمقابل پادری عبداللہ آتھم ایک دلیل بھی انجیل سے نہ دے سکا۔ حضرت مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ ہر مسئلہ پر قلم اٹھانے سے قبل وہ قرآن کو شروع سے آخر تک ایک مرتبہ پڑھ جاتے تھے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق جس قدر آیات مل سکتی تھیں ان کو جمع کر کے اُن پر نظر ڈالنے کے بعد تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کی تحریر میں وہ زور ہوتا تھا کہ اہل خرد اور صاحب انصاف لوگوں کے دل اُن کے سامنے جھک جاتے تھے۔ اور دشمنوں کے دانت کھٹے ہو جاتے تھے۔ قرآنی حکمت اور دلائل کے نور کے سامنے باطل کی تاریکیاں ٹھہر نہیں سکتیں۔ وہ خود بھی فرماتے ہیں:-

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
مصطفےٰ پر ترا بےحد ہو سلام اور رحمت
ان سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

مجدد زماں کی نمایاں فتح

عقائد و ایمانیات کے معاملہ میں حضرت مرزا صاحب کو جتنی چاہیں مولوی لوگ گالیاں دے لیں مشکل اور متنازعہ فیہ مسائل میں جس قدر چاہیں آپ کو برا کہہ لیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانہ کی رو اسی طرف بے اختیار ان علماء کو بہائے لئے چلی آ رہی ہے۔ جس طرف حضرت مرزا صاحب نے ان کو لانا چاہا تھا وہ جو آپ کو الہام ہوا تھا "کہ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔" خدا کے زور آور حملے کن کن رنگوں میں ہو چکے۔ اس کا صحیح علم تو اللہ تعالےٰ کو ہے، لیکن ایک قسم کے حملے تو عیاں ہیں اور وہ ہیں سائنس و فلسفہ کے حملے جن کی زد پر آ کر پرانے خیالات کے پابند علماء کی تو وہ گت بنتی ہے اور ان سے وہ وہ حرکات مذبوحی صادر ہوتی ہیں کہ ان کی بیکسی اور بےبسی پر رونا آتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا مسیح کی فضیلت اور حیات کے بارے میں دہلی کے اخبار الجمعیۃ اور بجنور کے اخبار "مدینہ" میں مولانا فارقلیط صاحب اور مولانا عزیز بی اے صاحب کی گل افشانیاں جس قدر مضحکہ خیز تھیں ان کے ...... میں کسی قدر پردہ اٹھا چکا ہوں۔ یہ ان کی غلطی تھی جو انہوں نے پرانی لکیر پیٹنی چاہی۔

سمجھدار علماء کی بزدلی

لیکن جو علماء اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ ان امور پر دم بخود ہیں وجہ یہ کہ اندر ہی اندر ان کے دل کھاتے ہوتے ہیں۔ ان میں نہ اتنی اخلاقی جرأت ہے اور نہ انکی مولویت اور کبر و مشیخت اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ وہ حق کا اعلان کریں اور مسیح کی وفات اور ان کے معجزوں کی اصل حقیقت کا اس رنگ میں کھلم کھلا اعتراف کریں جس سے آنحضرت صلعم کی شان اور فضیلت پر حرف نہ آ سکے۔ وجہ یہ کہ اس سے اسی مرزا کی صداقت ظاہر ہوتی ہے جسے وہ اپنی جہالت و تعصب یا حسد و رقابت سے برا کہہ چکے ہیں اور کافر قرار دے چکے ہیں، منہ سے اعتراف نہ کریں لیکن وفات مسیح۔ ملائکہ۔ معجزات۔ معراج نبویؐ۔ حیات بعد الموت۔ جہنم کے ابدی نہ ہونے کا عقیدہ معقول طبقہ علماء میں اسی رنگ میں ڈھل چکا ہے جو آج سے چالیس برس پہلے حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا تھا اور جس پر مولوی لوگ بہت سیخ پا ہوتے تھے اور سچ پوچھو تو زمانہ مار مار کر ہر مسئلہ میں اسی طرف لئے چلا آ رہا ہے جس پر لوگوں نے اس مرد خدا کی توہین کی تھی۔ مرزا کا نام نہ لو اور تمام وہ باتیں لوگوں کو سناؤ جو مرزا نے بتائی ہیں لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہاتھوں کو چوم لیتے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہدو کہ یہ باتیں مرزا نے سکھائی ہیں تو اول تو مانتے ہی نہیں اور اگر یقین دلا دو تو پتھر مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ اس غلط اور نفرت انگیز تصویر کی وجہ سے ہے جو مولویوں نے حضرت مرزا صاحب کی عوام کے دلوں پر نقش کر دی ہے ورنہ جو تعلیم مرزا نے سکھائی اس سے کون انکار کر سکتا ہے اور اس کے سوا آج فلسفہ اور سائنس اور مذاہب باطلہ کے دنگل میں کونسا محفوظ مقام ہے جہاں ایک

مسلمان کا ایمان سلامت رہ سکتا ہے۔ اسی لئے خود بھی حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت و خار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

حضرت مرزا صاحب کا علم کلام قرآن پر مبنی ہے

پس حضرت مرزا صاحب کا علم کلام مبنی ہے قرآن پر اور قرآنی دلائل پر اگر مشاہدات و تجربات یا نیچرل فلاسفی سے آپ استدلال کرتے ہیں تو وہیں تک جہاں تک وہ قرآن سے تطبیق کھاتا ہے، اگر کسی کتب سابقہ یا تاریخ کا کوئی واقعہ یا کوئی فلسفہ یا سائنس کا مسئلہ قرآن سے تطبیق نہ کھاوے تو سر سید مرحوم کی طرح وہ قرآن کی آیت کی تاویل نہیں کرتے بلکہ قرآن کو مقدم کر کے اس پرانے تاریخی یا انجیلی واقعہ یا سائنس و فلسفہ کی غلطی کو واضح کر کے دکھاتے ہیں۔ اور اس خوبصورتی سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک قلب سلیم اس کے آگے بے اختیار جھک جاتا ہے، وہ قرآن کی مخالفت ہر ایک آواز کو رد کر دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ دنیا کی ہر ایک صداقت کو پرکھنے کے لئے قرآن کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ اور جو اس کسوٹی پر صحیح نہ اترے اسے باطل قرار دیتے ہوئے اس طرح پھینک دیتے ہیں گویا وہ کوئی ذلیل ٹھیکری تھی۔ وہ قرآن ہاتھ میں لیکر کسی سائنس اور فلسفہ سے مرعوب نہیں ہوتے ان کے علم کلام پر انہیں کا یہ شعر لفظ بلفظ صادق آتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بکار دیں نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگ ایمان محمد

عقائد میں بعد المشرقین

پس جو شخص اس قدر عظیم الشان علم کلام کا موجد ہو محض کسی فروعی مسئلہ میں اس کا اگر سر سید مرحوم یا کسی بزرگ سے توارد ہو جائے تو اس پر تقلید کا فتوے لگانا پرلے درجہ کی غلطی ہے۔ آپ اس جدید علم کلام کے نہ صرف موجد تھے بلکہ معلم بھی تھے۔ ایک جماعت کی جماعت کو اس علم کلام کی تعلیم دے کر دنیا میں پھیلا دیا۔ اور یہ وہ حربہ تھا جسے لے کر ان کے شاگرد جہاں بھی پہنچے مذاہب باطلہ پر اسلام کی فتح اور غلبہ کا ڈنکا بجاتا چلا گیا۔ جنھوں نے سر سید مرحوم کی تصانیف دیکھی ہیں، اور ان کے مذہبی خیالات پر غور کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے اور سر سید مرحوم کے مذہبی عقائد میں باہم دور کی نسبت نہیں، بلکہ ایک دوسرے سے بعد المشرقین کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر یہ دونوں بزرگ کسی مسئلہ میں متفق نظر آئیں تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اسے ایک اتفاق یا استثنا سمجھا جائے گا ورنہ اصولاً سر سید مرحوم اور حضرت مرزا صاحب ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ایمانیات جیسے اہم مسائل میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ ان لوگوں کے تعصب اور جہل پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب سر سید مرحوم کے مقلد ہیں۔ جو شخص ایمانیات اور اصول میں کسی دوسرے شخص کا ضد واقع ہوا ہو، اس کا بعض فروعی مسائل میں اس سے اتفاق یا توارد تقلید نہیں کہلا سکتا البتہ اس مسئلہ کی صداقت اور بدیہی ہونے میں شک باقی نہیں رہ جاتا۔ جس میں دو متضاد اصول و عقائد کے آدمی باہم متفق پائے جائیں۔ سر سید مرحوم اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا ایمانیات اور بعض اصولی مسائل میں جو فرق ہے اس میں سے چند مشتے نمونہ از خروارے عرض کئے دیتا ہوں مثلاً :۔ **خدا کی صفات اور معرفت دعا۔ سنت اللہ اور معجزہ۔ ملائکہ۔ وحی و نبوت۔ جنت و دوزخ کی کیفیات نجات اور اس کے ذرائع۔ مقام حدیث علم کلام وغیرہ وغیرہ۔** ان مسائل میں جو اختلافات شدید ان دونوں بزرگوں میں ہے اسے مختصر طور پر پیش کر کے میں فیصلہ اہل انصاف اور صاحب نظر افراد پر چھوڑتا ہوں کہ ان حالات اور صورت میں ان دونوں صاحبوں کو ایک دوسرے کا مقلد کہنا چاہیئے یا ایک دوسرے کا ضد کہنا موزوں اور درست ہے ؟

باقی دارد

تحریک صدقہ

پہلے بھی کئی شیوع میں اصحاب سلسلہ کو اس طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اب مکرر لکھا جاتا ہے کہ جن دوستوں نے تحریک صدقہ کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے کہ جلد یہ رقوم دفتر میں پہنچ جائیں۔

اندرونی دفاعی مشق

نصف ماہ تک جاری رہے گی

پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں یکم اپریل سے ۱۵ اپریل تک۔ اندرونی دفاعی مشق کے متعلق انتظامات کئے جائیں گے۔

اس مشق سے یہ مقصود ہے کہ لوگوں کو ایسے حالات میں رہنے سہنے کا عادی بنایا جائے جو اس صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر دشمن ایسے مقام تک پہنچ جائے۔ جہاں سے وہ شمال مغربی ہندوستان پر بمباری کر سکتا ہو۔ تمام سول اور فوجی صیغوں کی جانچ پڑتال کی جائیگی۔ اے۔ آر۔ پی کے مختلف صیغوں کی ٹریننگ اور تنظیم پر خاص توجہ دی جائیگی۔ ایسے حالات میں دشمن کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ زیادہ فاصلے سے اکے دکے بم پھینک کر ہمارے کارخانوں میں سامان کی تیاری اور ہماری دفاعی یونٹوں کی ٹریننگ کے نظام کو ابتر کرے۔ اگر اس سے خائف ہو کر ہم نے اپنے اوقات کار کم کر دیئے تو اسکے حملے کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر دشمنی پر پابندیوں کی وجہ سے تکالیف کے باوجود ہم اپنے روزمرہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور اگر ہم ہوائی حملہ کے خطرہ کے الارم سن کر پناہ گزین ہوتے رہے۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ کم از کم ہم لڑائی کے پہلے چکر میں جیت گئے اور آخر میں فتح حاصل کرنے کے ہم نے راستہ تیار کر لیا۔

اس قسم کی مشقوں کا اس لئے انتظام کیا جاتا ہے کہ آپ کو ان کاموں کا عادی بنایا جائے جو آپ کو کرنے چاہئیں۔

اگرچہ زیادہ تر آپ سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ رہنے سہنے کے حسب معمول طریق کو جاری رکھیں۔ لیکن بعض کام ایسے ضروری ہیں۔ جو آپ کو لازمی طور پر کرنے چاہئیں۔ بعض تو اپنی حفاظت کے لئے اور بعض دوسروں کی حفاظت کی خاطر۔ ان میں سے حسب ذیل خاص طور پر اہم ہیں۔

(۱) اس بات کا پورا اطمینان کر لیجئے کہ روشنی پر جو قیود عائد کی گئی ہیں ان کی آپ پابندی کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ ضروری یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر تاریکی کے وقت ہوائی حملے کا الارم ہو تو آپکے مکان میں مکمل طور پر بلیک آؤٹ ہونا چاہیئے۔ اور جب تک یہ سگنل نہ دیا جائے کہ حملہ کرنیوالے گذر گئے ہیں کوئی روشنی دکھائی نہیں دینی چاہیئے۔ یہ پابندیاں اسلئے عائد کی جاتی ہیں۔ کہ دشمن کو اپنا نشانہ تلاش کرنے میں زیادہ دقت پیش آئے۔ ممکن ہو وہ آپ کے شہر۔ قصبہ یا گاؤں کو نشانہ بنانا چاہتا ہو اور آپکی غفلت سے آپکے ہزاروں شہری بھائیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ یہ ہدایات نہایت سادہ ہیں۔ اور آپکا ایر ریڈ وارڈن ہر قسم کے سوالات کا جواب دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔

(۲) جب ہوائی حملہ کے خطرہ کا الارم سنائی دے اور آپ مکان سے باہر ہوں تو آپکو فوراً پناہ گزین ہو جانا چاہیئے۔ سوائے اس صورت کے جب آپ کو کوئی ایسا اہم فرض انجام دینا ہو جس کی وجہ سے آپکا باہر رہنا ضروری ہو۔ اگر آپ قریب کہیں پناہ نہ لے سکتے ہوں تو آپ کو لیٹ جانا چاہیئے۔

سول آبادی پر ہوائی حملہ کے متعلق جتنی بھی اطلاعات ملی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پہلے چند حملوں میں زخموں اور ہلاک شدگان کی تعداد خاص طور پر زیادہ ہوتی ہے۔ یا تو اسلئے کہ لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیا کریں۔ یا وہ بہت زیادہ گھبرا جاتے ہیں۔ اور سمجھداری سے کام نہیں کر سکتے۔ اب مشق کیجئے اور اس طرح اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کیجئے۔

(۳) اگر آپ کسی گاڑی میں سوار ہوں جسکو کوئی جانور کھینچتا ہو تو الارم سننے پر اسے سڑک سے ہٹا کر ایک طرف کھڑا کر دیجئے۔ جانور یا جانوروں کا ساز وغیرہ اتار دینا چاہیئے اور انہیں مضبوطی کے ساتھ کسی جگہ باندھ دینا چاہیئے۔

موٹر گاڑیوں کے لئے ٹھہرنا ضروری نہیں لیکن جانوروں سے کھینچے والی گاڑیاں حکام کیلئے تکلیف کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ اگر جانور ڈر جائیں تو وہ نہایت آسانی سے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اس طرح وہ راستے بند ہو جائیں۔ جو لازمی کام کرنیوالی جماعتوں کے لئے درکار ہوں۔ جانیں بچانے اور جائدادوں کو نقصان پہنچنے سے روکنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان جماعتوں کی نقل و حرکت میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔ حسب ذیل باتیں یاد رکھئے :۔

روشنی پر جو پابندیاں لگائی جائیں۔ انکی پابندی کرو کسی چیز کے نیچے پناہ لو سڑکوں کو غیر ضروری آمد و رفت سے خالی رکھو۔

(لاہور مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۲ء۔ نمبر ۱۲۷۹۔ محکمہ اطلاعات پنجاب)

جماعت احمدیہ راولپنڈی کی تبلیغی مساعی

از جناب میاں شہادت احمد صاحب بی۔ اے

جماعت احمدیہ راولپنڈی خدا کے فضل و کرم سے اپنے مرکز کی ہدایات کے مطابق بدستور دینی جد وجہد اور تبلیغی مساعی میں مصروف ہے۔ جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے حلقۂ اثر میں سلسلہ کے مسلمات کی تبلیغ کر رہا ہے۔ اور خدا کے گھر سے امید ہے۔ کہ اگر یہی جوش اور اخلاص ان کی مساعی میں کار فرما رہا تو انشاء اللہ کامیابی بھی خداوند تعالےٰ امید سے بڑھ کر دے گا۔ علاوہ ازیں جماعت احباب کو بھی پیغام حق پہنچایا جا رہا ہے۔ اور قادیانی بھائیوں پر بھی ہر پہلو سے اتمام حجت کی جا رہی ہے۔ اپنے ان دوستوں سے تین ماہ کے مختصر سے عرصہ میں قریبًا پانچ یا چھ دفعہ تبادلہ خیال ہوا ہے۔ اگرچہ ہر ایک مناظرہ کی روئداد نہایت ہی دلچسپ اور موجب ازدیاد ایمان ہے۔ تاہم طوالت کے خوف سے صرف ایک مناظرہ کی روئداد اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

یہ بحث مورخہ ۲۵/۳/۶۲ کی رات کو مابین جناب مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل مناظر جماعت قادیان اور جناب خواجہ محمد عبداللہ صاحب مناظر جماعت احمدیہ ہوئی۔ موضوع مناظرہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل منصب تھا۔ قادیانی مناظر نے حضرت بانیٔ سلسلہ کو نبی ثابت کرنے کے لئے تین باتیں بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمائیں (۱) چونکہ خدا کے کلام میں جو حضرت پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا نبی، رسول اور مرسل کے نام سے آپ کو پکارا جاتا تھا۔ جیسا کہ کتاب تذکرہ جو حضور کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس حقیقت کی شاہد ہے۔ اس لئے حضور یقیناً نبی ثابت ہوتے ہیں۔ (۲) حضرت اقدس نے خود بھی بار بار خدا کی قسمیں اٹھا اٹھا کر فرمایا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ اور خود بھی اپنی کتابوں میں اپنی نسبت ہمیشہ نبی و رسول کر کے لکھا۔ لہذا آپ نبی ٹھہرے۔ (۳) رسالتمآب حضرت خاتم الانبیاء نے بھی مسیح موعود کو نبی اللہ کر کے پکارا۔ اسلئے آپ نبی ثابت ہوئے پھر ان دعاوی کے اثبات میں ایک غلطی کا ازالہ اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پیش فرمائے۔

جناب خواجہ صاحب نے ان تینوں تنقیحوں کا جواب سراج منیر کے ایک ہی حوالہ سے دے دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جناب مولوی صاحب کی تینوں باتوں کا جواب اس کتاب کے صفحہ ۲ و ۳ پر موجود ہے۔ خود حضرت امام الزمانؑ کو اقرار بالصواب ہے۔ کہ

(۱) وہ الہام جو خدا نے اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں، کیونکہ "خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یاد کرے۔" جب "عرب کے لوگ اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں تو پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے"

(۲) "بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول، اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں"۔

(۳) اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا یہ وہ علم ہے۔ جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو۔ سمجھ لے"۔ گویا حضرت اقدس اپنے خدائے علیم و خبیر کے عطا کردہ علم کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ "چونکہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے" اور میں بھی محدث ہوں اور پھر مسیح موعود بھی ہوں۔ اسلئے اگر یہ الفاظ خدا نے میری نسبت استعمال فرمائے یا میں نے لکھے تو اس سے یہ لازم نہیں آ جاتا۔ کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ فاضل مناظر نے ایک فیصلہ کن بات یہ بھی پیش فرمائی۔ کہ حضرت اقدسؑ نے امام مسلم کی اس حدیث کو جس کا راوی نواس بن سمعان ہے۔ جس میں مسیح موعود کے لئے نبی اللہ کا نام آتا ہے۔ محض ظنی، ساقط الاعتبار اور قرآن شریعت کے مخالف (ظاہری الفاظ کی رو سے) بیان فرمایا ہے۔ اور امام مسلم پر احسان کر کے اس کی تاویل کر کے قبول کر لیا حالانکہ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر اپنی کتاب میں درج نہ فرمایا تھا۔ (دیکھئے گولڑویہ، ازالہ اوہام) اور صاف صاف اس بات کا اعلان مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں کیا۔ کہ "آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی"۔ توضیح مرام صفحہ ۱۸ پھر آپ نبی کیسے ہو گئے۔ صاف معلوم ہو گیا۔ کہ حضور نبی نہیں ہیں۔ بلکہ محدث ہیں۔ جو من وجہ نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ فنا فی الرسول ہوتا ہے۔ اور نبی، رسول اور مرسل کے نام بطور اعزاز کے پاتا ہے۔ حضور اقدسؑ نے اگر یہ نام مجازی اور بروزی رنگ میں پائے۔ تو اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ آپ حقیقتاً نبی تھے۔ بلکہ یہ نام تو حضرت سرور دوعالم نے اپنے مسیح موعود کو دیا تھا۔ ہاں اسی خاتم الانبیاء نے جس کی زبان مقدس سے بھی نکلا تھا۔ کہ "آنیوالے مسیح کے لئے نبوت شرط نہیں ہوگی" لہذا تیرہ سو برس میں کسی بزرگ نے بظاہر یہ نام نہ پایا۔ حالانکہ تمام بزرگ ظلی اور بروزی نبی تھے۔ کیونکہ اگر وہ بھی نام بظاہر پا لیتے۔ تو پھر حضرت نبی اکرمؐ کی پیشگوئی میں جو روز قیامت تک صرف ایک شخص یعنی مسیح موعود کے لئے ہی مخصوص تھی۔ رخنہ پڑ جانے کا اشد احتمال تھا۔

پھر "ایک غلطی کے ازالہ" کی نسبت جناب خواجہ صاحب نے مولوی صاحب محترم سے دریافت فرمایا۔ کہ ذرا اصابت کو ازراہ کرم بیان کیا جائے۔ کہ کس کی غلطی کا ازالہ ہوا۔ حضرت اقدس نے اپنی غلطی کا ازالہ فرمایا تھا یا اپنے مرید کی۔ اگر مرید کی غلطی کا ازالہ ہوا۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سے پہلے کی تمام کتابیں اور تحریرات حسب سابق قائم و برقرار ہیں۔ ان کو آپ قطعاً منسوخ قرار نہیں دے سکتے۔ اور اگر اپنی غلطی کا ازالہ ہوا۔ تو پھر مرید کو خواہ مخواہ ڈانٹ پلاتی نعوذ باللہ بے معنی پڑتی ہے۔

جناب مولوی صاحب نے ہمارے فاضل مناظر کے اعتراضات اور ان کے دلائل کا جواب اپنی خود ساختہ تاویلات سے دینا شروع کیا۔ افسوس کہ صاحب موصوف نے اپنے قائم کردہ کلیہ کو دوبارہ نہ لیا۔ حالانکہ ان کی تمام بحث اسی کے گرد گھومتی چاہیئے تھی۔ البتہ سراج منیر کے حوالہ کے سلسلہ میں آپ نے ہمارے خواجہ صاحب پر کتر و بیونت کا الزام تراشا۔ اور جن الفاظ کو پڑھکر ہمارے مناظر کی خیانت کو ثابت الزام کرنا چاہا۔ وہ بھی درحقیقت ان کے مسلمہ عقیدہ کا بطلان کر رہے تھے۔ پھر غلطی کے ازالہ کی طرف آپ نے توجہ فرمائی۔ اور نبوت کی تعریف پر جو اس میں درج ہے زور دیا۔ کہ کہ نبی کے معنے لغت کی رو سے یہ ہیں۔ کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا" چونکہ حضرت اقدس پر یہ معنے صادق آتے ہیں۔ اسلئے آپ نبی ثابت ہو گئے۔ اس پر کافی زور دینے کے بعد تنکوں کا سہارا ڈھونڈتے ہوئے بالآخر حقیقۃ الوحی کے حوالہ پر پھر آ گئے۔ فرمانے لگے کہ چونکہ خواجہ صاحب نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ حضرت اقدس ہی یہ نبی اللہ نام پانے کے لئے مخصوص ہیں۔ اس لئے آپ ہی نبی ثابت ہو گئے۔ . . . . غلطی کے ازالہ کی نسبت یوں گوہر افشانی کی۔ کہ چونکہ حضرت اقدس پر حقائق و معارف اور علوم آسمانی روز بروز تازہ بتازہ کھلتے تھے۔ اس لئے مرید نے صحبت مستقلہ سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے غلطی کی۔ جس کا ازالہ کرنا ازبس ضروری تھا۔ پھر باقی وقت میں سامعین کو ادھر ادھر کی لاتعلق رطب و یابس میں الجھانا شروع کیا۔ مگر جناب خواجہ صاحب نے ان الجھنوں کو بطریق احسن سلجھایا۔ اور پھر مولوی صاحب کو نقطۂ مرکزی کی طرف کشاں کشاں لے آئے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میں نے سراج منیر کے حوالہ میں خیانت اور کتر و بیونت سے کام لے کر سامعین کو دھوکا دینا چاہا تھا۔ جس پر اب آپ نے خوب ہوشیار کر دیا ہے اور میری خیانت آشکارا کر دی ہے۔ تو چلئے اگر آپ میں اخلاقی اور ایمانی جرأت ہے۔ تو اس تمام حوالہ کو نقل کر کے آپ بھی دستخط کر دیں اور میں بھی کر دیتا ہوں۔ کہ ہم دونوں فریق کا یہی عقیدہ در بارہ منصب حضرت اقدسؑ ہے۔ جو اسجگہ خدا تعالےٰ سے علم پا کر بیان کیا گیا ہے۔ پھر چشم ما روشن دل ماشاد ہماری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ مگر مولوی صاحب نے اس وقت جرأت ایمانی کا عملی ثبوت نہ دیا۔ بلکہ چپ سادھ لی۔ ایک غلطی کے ازالہ کی نسبت پوچھا گیا۔ کہ یہ بتایا جائے کہ آیا ایک غلطی کا ازالہ پہلی کتابوں کا مصدق ہے یا ناسخ۔ اور آیا یہ اعلان نبوت ہے یا مرید کی غلطی کا ازالہ جس نے سابقہ کتابوں کو بغور نہیں پڑھا تھا۔ اور نہ ایک مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے علم کی تکمیل کی تھی۔ مزید برآں یہ بھی بیان کیا جائے کہ وہ صحبت جو مرید کو پورے طور پر نصیب نہ ہوئی۔ وہ پہلی ہے یا بعد کی۔ اگر سابقہ کتابیں منسوخ نہیں اور وہ صحبت بھی پہلی ہے۔ تو پھر اس رسالہ کو اعلان نبوت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

باقی دارد

تاریخ عالم کی ایک قدیم داستان

ملک مصر کی داستان کی طرح بابل اور اسیریا کی داستان بھی زمانہ قدیم کی داستان ہے۔ یہ دو قدیم سلطنتیں اس عظیم علاقہ کا حصہ تھیں جس کو اب ہم میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) کے نام سے یاد کرتے ہیں جس کا مطلب دریائے دجلہ اور فرات کا درمیانی میدان ہے دنیا کے اس حصہ سے تہذیب نمودار ہوئی بدیں وجہ ہم اس علاقے کو گہوارۂ انسانیت یعنی Cradal of Humanity کہتے ہیں۔

آج سے ہزاروں سال قبل اس میدان میں ایک نامور قوم کے نہایت عظیم الشان شہر آباد تھے جن میں نہایت دلربا دلکش مندر محلات اور باغات تھے۔ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ یہاں گندم انسان سے بھی اونچے قد کی پیدا ہوتی تھی۔ اہالی شہر کی گذران کاشت پر ہی تھی۔ اس زمانے میں یہ علاقہ دنیا کا سب سے گنجان آباد حصہ تھا۔

اس زمانہ قدیم میں اس قدر زرخیزی کا راز ذریعہ آبپاشی میں مخفی تھا۔ شاہان وقت نہروں اور تالابوں کی تعمیر اور مرمت اپنا اہم فرض خیال کرتے تھے۔ پانی کا بندوبست بعینہٖ مصر کی طرح تھا۔ یعنی طوفان کے پانی کو تالابوں میں بھر لیا جاتا تھا۔ اور تمام علاقہ میں حسب ضرورت تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد جب مذکورہ سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں اور فاتح پر فاتح آنے لگے تو ان تالابوں اور نہروں کی مرمت نہ کی جا سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طغیانی نے ملک کو ویران اور ریگستان کر ڈالا اور باغات اور عظیم الشان محلات دنیا سے بالکل معدوم ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنے مینار یادگاریں اور محلات اینٹوں کے بنائے۔ اینٹوں کے لئے مٹی تو بکثرت تھی لیکن پتھر بالکل کمیاب تھے۔ چنانچہ یہ عمارتیں پائیدار نہ تھیں، اب یہ شہر رفتہ رفتہ فاتحین کے ہاتھوں سے تباہ اور برباد ہو گئے اور ان کا نام تک باقی نہ رہا۔ لہذا ان عظیم الشان شہروں کی بابت کچھ معلوم نہ تھا۔ مگر جب انیسویں صدی میں آثار قدیمہ کی کھدائی شروع ہوئی تو وقتاً فوقتاً مٹی کی اینٹیں جن پر کسی نامعلوم زبان میں حرف کندہ تھے دستیاب ہونے لگیں۔ آخرکار بوٹا (Botta) نامی ایک فرانسیسی نے کھدائی کا کام شروع کیا اور بڑے بڑے ٹیلوں کے نیچے جو کہ اس میدان میں واقع تھے عظیم الشان شہروں کے کھنڈر دریافت کئے۔ اس کے بعد اور بھی کئی آدمیوں نے تحقیقات جاری رکھی جن کی بدولت ہمیں بابل اور اسیریا کی قدیم تہذیب اور رسم و رواج کے حالات معلوم ہو گئے ہیں۔

جب محلات کی کھدائی شروع ہوئی تو کھنڈروں میں مٹی کی بنی ہوئی کندہ تختیاں پائی گئیں، اہل مصر کی طرح ان کا طرز تحریر بھی تصاویر کی صورت تھا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ طریقہ انہوں نے ہی ایجاد کیا تھا اور اسی طریقہ سے تختیوں پر لکھا کرتے، بعد ازاں ان تختیوں کو آگ یا دھوپ میں سکھا لیتے۔ چنانچہ کئی دستیاب شدہ تختیوں کی عبارت اسی طرح صاف ہے جیسا کہ وہ لکھنے کے وقت تھی۔

۱۸۴۰ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن سر ہنری راولسن (Sir Henry Rawlinson) جبکہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا تو اس نے (Behistun) کے قریب ایک اونچی چٹان پر کندہ عبارت دیکھی چٹان چونکہ بہت اونچی تھی اور اس پر چڑھنا نہایت مشکل کام تھا لہذا وہ رسوں کی مدد سے چڑھا اور اترا، اور اس خطرناک حالت میں نمدار کاغذات پر اس عبارت کے آثار لئے گئے جو کہ اس نے دنیا کے مشہور عالموں اور فاضلوں کے پاس ارسال کئے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہ عبارتیں دراصل بادشاہوں کے نام ہیں جو تین مختلف زبانوں میں درج کئے گئے ہیں۔ دو زبانیں تو ان کو پہلے سے ہی معلوم تھیں لہذا اس کا مطلب تیسری زبان میں معلوم کرنا نسبتاً آسان تھا۔ چنانچہ یہ تیسری زبان اہل بابل اور اسیریا کی زبان ثابت ہوئی اس طرح سے تختیوں کی عبارت کو پڑھنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ اس سے ہمیں اہل بابل کی طرز معاشرت کا بہت کچھ پتہ لگ گیا کئی تختیوں سے تو صرف بادشاہوں کے نام ملے اور کئی تختیوں سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ علاقہ نہایت زرخیز تھا لوگ فارغ البال تھے، کئی خطوط بھی ملے جو کہ مٹی کے لفافوں میں بند تھے۔

اس زمانے میں ہر ایک آدمی اپنے پاس ایک مہر رکھتا تھا جو کہ ضروری دستاویزات کیلئے استعمال کی جاتی تھی، یہ عموماً پتھر کی بنی ہوئی ہوتی تھی چنانچہ شہنشاہ ہمیرابی (Hammarabi) کے قوانین پتھر کے ستونوں پر اسی طرح سے کندہ ملے ہیں۔ یہ قوانین حضرت عیسیٰ مسیح کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے کے تھے لیکن عبارت اس عمدگی سے کندہ تھی کہ آج تک صاف پڑھی جا سکتی ہے۔

ایک ستون کے سرے پر بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی جس میں کہ وہ سورج دیوتا سے قانون حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان قوانین کی نقلیں مختلف ممالک میں بھیجی گئیں جن میں نہروں اور تالابوں کے متعلق ہدایات تھیں۔ ان قوانین سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ مذکور میں سزائیں نہایت سخت تھیں، کئی جرائم کی سزا موت تھی اور دھوکا بازی کی سزا ہاتھ کاٹ دینا تھی۔ اگر ہم ان سزاؤں کا غور سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قوانین انصاف پسند تھے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں تہذیب نے کتنی ترقی کر لی تھی اس دوران میں اہالی بابل شمال کی طرف بھی آباد ہوتے گئے انجام کار اتنے طاقتور ہو گئے کہ شہنشاہ بابل کی زیر حکومت خود مختار بن بیٹھے اور اس نئے ملک کا نام اسیریا رکھا جس کا مطلب طاقت کے دیوتے اسیر کی حکومت تھی آہستہ آہستہ شاہ ہمیرابی کی وفات کے بعد اہل اسیریا نے بابل کو فتح کر لیا اور ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی نئے بادشاہوں نے بابل میں نہایت خوبصورت اور عظیم الشان مندر تعمیر کرائے اور وہ کھنڈر جو کہ بوٹا (Botta) اور لیرڈ (Layard) نے ٹیلوں کے نیچے دبے ہوئے دریافت کئے انہیں مندروں اور محلات کے تھے اگرچہ عمارات کا زیریں حصہ ہی رہ گیا تھا تاہم تمام نقشہ جات اور تصاویر جو کہ ان عمارتوں پر بنی ہوئی تھیں صاف صاف ظاہر ہوتی ہیں۔ دیواروں پر جنگوں کے عجیب و غریب مناظر کندہ کئے گئے تھے۔

لیرڈ (Layard) نے ٹیلہ نمرود کے نیچے ایک بہت پرانے شہر کالہ (Kalah) کے کھنڈر دریافت کئے ہیں جہاں کہ اسے سات محل ملے جن میں کہ نہایت لغریب اور عجیب و غریب تصاویر منقش تھیں، کئی بت بھی ملے ان میں سب سے عجیب بت ایک جانور کا تھا جس کا جسم تو شیر کی مانند لیکن سر انسان کی مانند تھا۔ اس قسم کے بت عموماً دروازوں پر سنتریوں کے طور پر رکھے جاتے تھے اور انکا عقیدہ تھا کہ یہ بت شاہان وقت کو آفات زمانہ سے بچا سکتے ہیں جب پہلا بت دریافت ہوا تو ہزاروں آدمی گروہ نواح کے دیکھنے کیلئے آئے لیکن اس وقت انکی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب تیس اور بت اسی شکل کے برآمد ہوئے۔ یہ بلندی میں عموماً بارہ فٹ کے تھے اور انکا وزن کئی من تھا۔

اس طرح شاہ سارگن (King Sargon) کا محل بھی کھودا گیا جو کہ پچاس ساٹھ فٹ اونچے پلیٹ فارم پر بنا ہوا تھا اس میں سات سو کمرے تھے یہاں بھی انسان کے سر والے شیروں کے بہت سے ملے جن پر شاہ سارگن کی فتوحات کے حالات کندہ تھے چنانچہ ایک جگہ اس بادشاہ کی عجیب داستان کندہ ملی جو یوں ہے:

"جب شاہ سارگن جو کہ شاہی خاندان سے تھا ابھی بچہ ہی تھا تو کسی مصیبت کا اندیشہ ہوا اسکے بچاؤ کیلئے اسکی والدہ نے اسکو دریائے فرات کے ساحل پر لٹا کر چھوڑ دیا ایک سقے نے اسے دیکھ لیا جو اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا اور اسکی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مگر انجام کار اس کی شناخت ہو گئی اور بادشاہ بنایا گیا لیکن اسکو جنگوں کے بعد بھی چین نصیب نہ ہوا کیونکہ سازشیوں نے اسے محل کے اندر قتل کر دیا"

لیرڈ (Layard) نے ایک اور ٹیلے کے نیچے شاہ سارگن کے مشہور بیٹے سیناکریب (Sennacherib) کے محلات بھی دریافت کئے جن سے کئی ہزار تختیاں دستیاب ہوئیں۔ یہی شاہی لائبریریاں تھیں لیکن سیناکریب کی لائبریری دنیا کی تاریخ میں عظیم الشان لائبریری تھی اس نے دور نزدیک کئی آدمی بھیجے تاکہ وہ محلات اور مندروں سے قدیم کتابیں تلاش کر کے لے آئیں چنانچہ ان کو ترتیب دیا گیا اور ایک فہرست تیار کی گئی۔

اس لائبریری میں اہل بابل اور اسیریا کی تصنیفات جمع تھیں جن میں سے ان دو عظیم الشان سلطنتوں کی تاریخوں کا حال معلوم ہوتا ہے ان میں بادشاہوں کی تاریخیں تھیں اور انکی فتوحات کے حالات درج تھے کئی کتابیں علم نجوم پر مشتمل تھیں زیادہ دلچسپ کتابیں اہل بابل کی تختیوں سے نقل کی گئی تھیں جن میں دنیا کی پیدائش اور آغاز کا حال لکھا گیا تھا۔

دنیا کی پیدائش کا واقعہ اس طرح لکھا گیا تھا کہ ایک راکھش دیوتاؤں کے مقابلہ کیلئے کھڑا ہو گیا اس نے دیوتاؤں سے لڑائی کیلئے اژدہا دیو اور خونخوار جانوروں کی ایک فوج تیار کی، جب ایک دیوتا جنگ کے لئے نکلا تو راکھش نے اسے بھگا دیا اس پر دیوتا بیل نے راکھش کا مقابلہ کیا اور رعد و باران کی مدد سے اسکو مغلوب کر لیا اور انجام کار اسکو قتل کر دیا سردار کے مارے جانے پر فوج بھاگ نکلی مگر دیوتا بیل نے تعاقب کیا اور تمام فوج کو مغلوب کر کے مار ڈالا بایں وجہ دیوتا بیل سب دیوتاؤں سے افضل مانا جانے لگا۔

علاوہ ازیں کئی اور کندہ کتبے بھی ملے ہیں جن پر پرانے زمانہ کے واقعات درج ہیں ایک کہانی دنیا کی سب سے پرانی کہانی شمار کی جاتی ہے اور گلگامش (Gilgamesh) کے واقعات کو بیان کرتی ہے اس سورمانے کئی فتوحات حاصل کیں اور چند ماہ لگاتار مسافت سے کئی غیر ممالک کا سفر کیا وہاں اس نے نہایت عجیب و غریب درخت دیکھے جن پر پھلوں کی بجائے ہیرے جواہرات لگے ہوئے تھے اور جب وہ عمر خضر حاصل کرنے کیلئے چشمہ حیات پر پہنچا تو وہاں اسے حضرت نوح علیہ السلام ملے جنہوں نے اسکے آگے طوفان کی تمام حقیقت بیان کی۔

اس بادشاہ کی باقی داستان فقط فتوحات اور قتل و غارت پر مشتمل ہے اور یہ بادشاہ تمام شاہان زمانہ سے زبردست تھا۔ کندہ عبارات جو کھنڈرات سے دستیاب ہوئیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس شہنشاہ نے مصر کا ایک حصہ بھی فتح کیا تھا اور وہاں مفتوح لوگوں کو بڑی تکلیفیں دیں۔

اس کے مرنے سے پہلے ہی اسیریا کی طاقت کو زوال آنا شروع ہو گیا اور جلد ہی اسیریا کے ایک باغی جرنیل (Medes) نے ایک جرنیل نیبو پلاسر (Nabopolassar) کی مدد سے اسیریا کے دارالخلافہ نینوا (Nineveh) کو فتح کر لیا شہر تو جل کر راکھ ہو گیا اور محلات کے کھنڈر ریت کے نیچے دب گئے شہر بابل نیبو پلاسر کے حصے میں آیا۔ اس نے سلطنت بابل کی پھر بنیاد ڈالی اس کے لڑکے نے شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اور یہ شہر زمانہ قدیم کے عظیم ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔

امرتسر میں ایک قادیانی مبلغ کی گھبراہٹ

ویسے تو ہمیشہ سے جماعت قادیان کا شعار مغالطہ دہی اور غلط بیانی رہا ہے۔ مگر امسال معلوم ہوتا ہے خلافت مآب کی طرف سے انہیں خاص ہدایات ہوئی ہیں کہ ہر ممکن طریق سے خواہ وہ کتنا ہی غیر شرعی اور نامناسب کیوں نہ ہو جماعت لاہور اور اس کے بزرگوں کو بدنام کیا جائے اور جماعت کے بعض ان افراد کو جو سادہ لوح اور حضرت اقدس کی تحریرات سے کم واقفیت رکھتے ہیں جھوٹی باتیں بنا کر جادۂ حق سے منحرف کر کے باطل پرستی میں شامل کیا جائے۔ اگرچہ انشاءاللہ تعالےٰ یہ تاویلات کے شیدائی اپنے ان عزائم میں ہرگز کامیاب نہیں ہونگے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ مگر جماعت کو چاہیئے کہ ہوشیار ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ چوروں کی طرح چپکے چپکے ایمان جیسی قیمتی متاع کو لے اڑیں۔

مورخہ ۱۵ کو بروز اتوار ان کے ساتھ مسئلہ "نبوت مسیح موعود" پر گفتگو مقرر تھی۔ ہماری طرف سے مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ مولوی فاضل مناظر تھے اور ان کی جماعت کی طرف سے قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری مولوی فاضل۔ قاضی صاحب موصوف نے جس رنگ میں حضرت اقدس کی تحریرات کو نظر استخفاف سے دیکھا اور جس طرح حضور کے ارشادات کی درگت بنائی یہ قادیانی قوم کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔ سامعین انگشت بدنداں تھے کہ ایک طرف تو یہ لوگ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور دوسری طرف سے آپ کے واضح اور روشن ارشادات کو پس پشت ڈالتے ہیں جو تحریر اپنے مطلب کی نظر آئی لے لی کہا یہ درست ہے اور اگر اسی صفحہ پر عبارات کو ملا کر مطلب کے خلاف مفہوم نکلا تو جھٹ انکار کر دیا اور بعض اوقات یہ یہاں تک جرأت کرتے ہیں کہ "یہ حضرت اقدس کا ارشاد غلط ہے" کہنے لگ جاتے ہیں۔ اپنا تو یہ حال ہے کہ حضرت اقدس کے ۱۹۰۱ء سے پہلے قریباً بارہ تیرہ سال کی تحریرات کو بزعم خود منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۸ء وغیرہ سے ایسی تحریرات پیش کی جاویں جو اگلی پچھلی تحریرات کے مطابق اور ان کو تطبیق دینے والی ہوں تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تحریرات غلط ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ روایات ہیں۔ چنانچہ امرتسر کے مناظرہ میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس نے نہ تو دعوائے نبوت میں تبدیلی فرمائی اور نہ تعریف نبوت میں۔ آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد صرف یہ تبدیلی کی کہ پہلے اپنی نبوت کو جزوی اور محدثیت والی قرار دیتے تھے مگر بعد میں اسے کامل اور محدثیت سے بڑھ کر بتلایا۔ جب مولانا احمد یار صاحب نے حوالے کا مطالبہ فرمایا تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کی عبارت پڑھ کر سنانے لگے کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں"۔ اس کے جواب میں مولینا نے فرمایا کہ مخصوص کا لفظ خود دلالت کرتا ہے کہ آپ نبی نہ تھے ورنہ انبیاء میں سے نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہوں کے کیا معنے ہیں۔ اور اگر یہ معنیٰ کئے جاویں جیسا کہ حضرت نے خود لکھا ہے کہ اگرچہ میں بھی مجددین اور اولیاء میں ہی شامل ہوں۔ مگر حدیث میں جو مسیح موعود کے لئے لفظ نبی آیا ہے اس کے پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں اور اس کا مصداق میں ہی ہوں جیسا کہ رجل فارس سے مراد جو حدیث میں آیا ہے مسیح موعود ہی ہے نہ کوئی اور۔ حالانکہ ویسے رجل فارس بیشمار رہیں پھر قادیانی اس سے یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ حضرت اقدس مدعی نبوت تھے مگر اس کتاب کے صفحہ ۳۹۰ پر آپ فرماتے ہیں "پھر جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے" اسی طرح آپ تتمہ حقیقۃ الوحی کے بالکل اخیر پر فرماتے ہیں کہ یہ (نام نبی) صرف مجھ کو ہی دیا گیا ہے اور اس کا میں ہی مستحق ہوں۔ اس سے یہ کہنا نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر حماقت کس قدر جہالت اور کس قدر حق سے خروج ہے"۔ پھر حضرت فرماتے ہیں کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک ہے"۔ غرضیکہ مولینا صاحب موصوف نے کئی واضح اور محکم تحریرات سے ثابت کیا کہ حضرت اقدس کا وہی جزوی اور محدثیت والی نبوت کا دعوےٰ ہے جو شروع سے حضور فرماتے رہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ نبی سے مراد "صرف" اس قدر ہے کہ کثرت سے اللہ تعالےٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ جس شخص کو کثرت سے شرف ہمکلامی بخشتا ہے وہ نبی ہے۔ پہلی عبارت میں جو لفظ صرف ہے وہ خود دلالت کرتا ہے کہ آپ کی نبوت جزوی ہے کیونکہ اس سے صاف ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مکالمہ سے بڑھ کر بھی نبی کا کوئی اور مفہوم ہوتا ہے۔ پھر ان تمام عبارات کی تشریح فرماتے ہوئے حضور الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء میں فرماتے ہیں

> مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے۔
>
> غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھدیا ہے، اس کا مطالعہ کر کے اپنی تسلی کر لیں

سرہند مقدس میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

> "خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے اس کا نام نبوت ہے، مگر حقیقی نبوت نہیں۔ . . . . . . مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ ومخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں۔

فرمودہ ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء مندرجہ الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء

جب مولانا موصوف نے جناب قاضی صاحب کے سامنے مذکورہ بالا ہر دو تحریرات کو رکھا اور ان سے جواب کا مطالبہ کیا کہ حضرت اقدس کی نبوت سے مراد صرف کثرت مکالمہ ومخاطبہ ہے اور یہی دوسرے لفظوں میں محدثیت ہے آپ نے جو دعوےٰ کیا تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ نے اپنی نبوت کو محدثیت سے بڑھ کر قرار دیا ہے وہ باطل ہے، اس پر پہلے تو جناب قادیانی مبلغ صاحب عبارت نمبر۲ کے متعلق فرمانے لگے کہ یہ غلط ہے ہم نہیں مانتے، کیونکہ یہ روایت ہے۔ جب انہیں کہا گیا کہ جناب یہ روایت نہیں بلکہ حضرت صاحب کا فرمودہ ہے جو حضرت صاحب کی زندگی میں لکھا اور چھاپا گیا اور تمام جماعت نے اس اخبار کو پڑھا۔ ورنہ اس طرح تو تمام تحریرات سے یقین اٹھ جائے گا۔ اس پر طرفہ یہ کہ خود قاضی صاحب کئی بار ملفوظات مندرجہ اخبار ہذا سے حوالے پیش کر چکے تھے۔ مگر نہ مانے اور حضرت صاحب کے ارشاد کو غلط قرار دینے پر مصر رہے پھر جب انہوں نے اور غیر احمدی صاحبان نے تنبیہ کی تو فرمانے لگے۔ عبارت نمبر۲ کا پہلا پیراگراف تو صحیح ہے مگر دوسرا جس میں حقیقۃ الوحی کتاب کا حوالہ ہے غلط ہے، دوسری تحریر کا بھی یہی حشر کیا۔ غرضیکہ کوئی معقول جواب نہ دیا اور حضرت اقدس کی تحریرات کو غلط اور باطل قرار دینے پر ہی مصر رہے اس کے نہ صرف ہماری جماعت کے لوگ گواہ ہیں بلکہ غیر از جماعت بھی اور جماعت قادیان کے اصحاب سے حلفیہ بیان لیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم فرمائے۔

اخیر میں جناب میاں عطاءاللہ صاحب ساکن مانڈا اوڑنے جن کی مساعی سے یہ مجلس منعقد کی گئی تھی ان سے درخواست کی کہ آپ ان باتوں کا کوئی معقول جواب دیں۔ مگر شور وغوغا میں آپ کی بات کو ٹال دیا گیا۔ اس کے برعکس جناب مولینا احمد یار صاحب نے درجنوں اگلی پچھلی تحریرات سے ثابت کیا کہ حضرت اقدس کا شروع سے جزوی مجازی اور محدثیت والی نبوت کا ہی دعوےٰ تھا اور اخیر تک حضور اسی پر قائم رہے۔ نہ آپ نے دعوئے نبوت میں کوئی تبدیلی کی اور نہ تعریف نبوت میں جیسا کہ جناب خلیفہ صاحب کا خیال ہے اور نہ آپ نے تسمیہ میں کوئی تغیر کیا جیسا کہ جناب قاضی صاحب کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ جناب قاضی صاحب کا خیال جناب خلیفہ صاحب کے خلاف ہے۔ کیونکہ جناب خلیفہ صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس نے تعریف نبوت میں تبدیلی کی۔ مگر جناب قاضی صاحب کے نزدیک جیسا کہ انہوں نے اپنے مسلمات میں لکھکر دیا ہے کہ حضرت صاحب نے تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ صرف تسمیہ میں تبدیلی کی۔ مثل مشہور ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس تبدیلی عقیدہ کے بارہ میں ان کی جماعت کے جتنے افراد ہیں۔ ان کے اتنے ہی مختلف عقیدے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ آمین۔

دورانِ رخصت میں تبلیغی دورہ

مولوی میاں احمد گل صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

۱۲ مارچ ۱۹۴۲ء کو لاہور سے روانہ ہو کر راولپنڈی پہنچا پنڈی گھیپ جانے والی موٹر کے اڈے پر ایک دیرینہ دوست مولوی عبدالکریم صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل جو آجکل چنیوٹ سکول میں ملازم ہیں سے ملاقات ہوئی اتفاق سے انہوں نے بھی اسی موٹر پر پنڈی گھیپ جانا تھا۔ اولاً انہوں نے میرے احمدی ہونے پر افسوس کیا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ میری خیرخواہی کو مدنظر رکھتے ہیں تو مجھے جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد میں جو نقائص ہیں ان سے مطلع کریں تاکہ حق و باطل مجھ پر ظاہر ہو جائے اور کہا کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان سب سے بڑا مختلفیہ مسئلہ ہے وہ حیات و وفات مسیح ہے چنانچہ اسی مسئلہ پر بات چیت شروع ہوئی پہلے تو مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دیتے رہے جب دلائل کا خزانہ ختم ہو گیا تو کہنے لگے کہ یہ مسئلہ حقیقتاً مرزا صاحب کی ایجاد نہیں بلکہ سر سید احمد نے اس کی ابتدا کی ہے اسی کو مرزا صاحب نے لیکر لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس مسئلہ کو سر سید سے کئی سال پہلے امام بخاری امام مالک۔ اور ابن عباس اچھی طرح واضح کر چکے ہیں اسی طرح دیگر اقوال ائمہ اور مفسرین کی کتابوں میں موجود ہیں یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ آج سے تیرہ سو سال قبل سے چلا آ رہا ہے ہاں اس کی تجدید اور اس کو اچھی طرح ظاہر کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے قدم اٹھایا جسکی وجہ سے عیسائی مشنوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ الغرض ساٹھ میل کے سفر میں مختلف پہلوؤں پر بات چیت ہوتی رہی۔

گھر جا کر معلوم ہوا کہ تمام اہل کنبہ اور گاؤں کے لوگ میری تبدیلی عقیدہ پر سخت ناراض ہیں۔ چونکہ وہاں کے مولوی صاحب نے لوگوں کے کانوں میں میرے متعلق بہت کچھ رکھا تھا اسلئے جو بزرگ یا دوست ملتا عقیدہ کے متعلق دریافت کرتا۔ محلہ کی مسجد میں لوگوں کو تسلی اور اطمینان سے سمجھایا اور بتایا کہ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مرزا صاحب کو صرف مسیح موعود اور مجدد مانتی ہے آپ نے کہیں بھی نبوت کا دعوے نہیں کیا آپ کے مسلک کے خلاف جماعت قادیان نے آپ کو نبی بنا رکھا ہے۔ حدیث نزول مسیح کا انطباق حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہوئے اچھی طرح سمجھایا گیا۔ خدا کے فضل و کرم سے بس بارہ دن بندہ گھر رہا پانچوں وقت کی نمازیں خود پڑھاتا رہا اور ہر نماز کے بعد لوگ میری باتیں غور سے سنتے رہے۔ اسی اثنا میں میرا خیال ہوا کہ جامع مسجد میں جمعہ کے دن کچھ تقریر کرنی چاہیئے۔ بعض احباب نے میرے اس خیال کو جمعہ سے ایک دو دن پہلے مولوی سکندرالدین خطیب جامع مسجد فاضل فتح پوری دہلی سے کہدیا اور لوگوں نے مولوی صاحب کو خوب اکسایا کہ مرزائی مولوی کی اچھی طرح خبر لینی ہے لیکن مولوی صاحب جمعہ کی صبح کو کسی کام کے بہانے گاؤں سے باہر چلے گئے۔ بندہ نے نماز جمعہ کے بعد ختم نبوت پر تقریر کی اور بتایا کہ ختم نبوت کا دعویٰ دار یوں تو ہر مسلمان ہے مگر حقیقتاً بغیر جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی نظر نہیں آتا۔ اسلئے کہ جماعت قادیان آنحضرتؐ کے بعد ایک نئے نبی کی قائل ہے اور غیر احمدی ایک پرانے نبی کے آنے کے امیدوار ہیں صرف ایک ہی جماعت احمدیہ لاہور ہے جو آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ پر پوری طرح عمل کرتی ہوئی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آنحضرت کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی پرانا۔

ان ہی دنوں مجھے کوہاٹ جانیکا اتفاق ہوا۔ مولوی سید جلال صاحب جو کہ اپنے رشتہ داروں میں سے ہیں ملاقات ہوئی انہوں نے بھی میرے تبدیلی عقیدہ پر اظہار افسوس کیا۔ مرزا صاحب کے متعلق سنی سنائی باتیں بیان کرتے رہے ان کو ان کے مناسب جوابات دیئے گئے۔

ایام رخصت ختم ہونے کے بعد بسال اسٹیشن پر مسٹر اللہ بخش اور مسٹر سلطان محمد کپتان پنشن۔ جنوں ہر دو قادیانی حضرات ہیں جو کہ خاص محسنین میں سے ہیں ملاقات ہوئی چونکہ کپتان صاحب نے جس ٹرین پر جانا تھا وہ تیار تھی۔ اُن سے گفتگو کا موقعہ ملا۔ باقی مسٹر اللہ بخش صاحب سے قلت وقت کی بنا پر چند ایک باتیں ہوئیں۔ فرمانے لگے کہ تم نے جماعت لاہور میں شامل ہونے میں جلدی کی ہے جماعت قادیان میں شامل ہونا تھا۔ میں نے کہا آپ لوگ حضرت صاحب کو نبی مانتے ہیں اور ہم مجدد مجھے اس جماعت کے عقائد پسند آئے اسلئے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گیا ہوں۔ اس پر جھٹ فرمانے لگے کہ کیا جماعت لاہور ہماری طرح وفات مسیح کی قائل ہے میں نے کہا آپ کو ابھی تک ہماری جماعت کے عقائد بھی معلوم نہیں تو مجھے دعوت کس بنا پر دے رہے ہو۔ ایک موٹی اور دونوں جماعتوں کی متفق علیہ بات آپ کو معلوم نہیں تو ہمارے عقائد آپ کو کس طرح معلوم ہونگے۔ میں نے کہا کہ کاش جس طرح ہمارا ہر فرد آپ کے عقائد اور خیالات سے واقف ہے اسی طرح اگر آپ بھی ہمارے عقائد اور خیالات سے واقف ہوتے تو خلیفہ صاحب کبھی سے اپنی خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

چین میں اسلام کی شمع گذشتہ تیرہ صدیوں سے روشن ہے

خلیفۂ اسلام نے حکومت چین کی امداد کی تھی

ہنگ کنگ۔ ۲۰ مارچ۔ عراق اور ایران سے ہنگ کنگ گورنمنٹ کے دوستانہ معاہدے اور سفارتی تعلقات از سر نو قائم ہونے کے سلسلے میں چین کے اخبارات نے اپنے خاص نمبروں میں اسلام اور چین کے موضوع پر مضامین شائع کئے ہیں۔ اور دکھایا ہے کہ ۶۲۸ء میں پہلے پہل چین اسلام سے آشنا ہوا۔ ۶۵۱ء میں جب چین پر خاندان تنگ کے فرمانروا حکومت کر رہے تھے ہمسایہ اسلامی ریاستوں سے چین کے تعلقات قائم ہوئے اور ۷۵۵ء میں حکومت چین کی درخواست پر خلیفہ ابوجعفر نے ایک زبردست فوج چین میں اندرونی بغاوت کو دبانے کے لئے امداد کے طور پر بھیجی۔ اس عرب فوج کے بیشتر آدمی چین میں ہی رہ گئے۔ ابھی تک چین میں ان کی اولاد موجود ہے۔ انہوں نے اور ان کے بعد ان کے بیٹوں اور پوتوں نے چین میں اسلام کی شمع روشن رکھی۔ اور تیرہ صدیاں گذرنے پر آج چین میں پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں۔

ایک اور اخبار نے چین کی گذشتہ تاریخ کے حوالے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایران اور افغانستان کی راہ سے سنکیانگ میں داخل ہونے کے علاوہ مسلمان اس سے بھی پیشتر سمندر کی راہ سے چین میں آئے تھے۔ یہ مسلمان بحیرہ عرب سے جہازوں پر سوار ہو کر خلیج بنگال اور آبنائے ملاکا میں سے گذرتے ہوئے چین کے ساحلی علاقوں کوانگ تنگ فوکین اور چنکیانگ میں اُترے۔

تیرہ صدیاں گذر جانے اور اسلام کے مرکز عرب سے دور ہونے کے باوجود چین کے مسلمانوں نے اپنے مرکز کو نہیں بھلایا۔ مذہبی معاشرتی اور تعلیمی تعلقات اب بھی اسلامی ممالک اور خاص کر حجاز اور مصر سے قائم ہیں چین کے اکثر نوجوان مسلمان تعلیم و تدریس کے سلسلے میں قاہرہ کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر میں آتے رہے ہیں اسلامی کتب مصر اور حجاز کے علاوہ ترکی اور ہندوستان سے منگوائی جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں شاہ مصر کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی گئی ہے۔ کہ وہ چین میں عربی علوم کی تعلیم دینے کے لئے چند علماء کو چین بھیجیں۔

گندم کے متعلق سرکاری اعلان

حکومت پنجاب کے پاس یہ باور کرنے کی وجہ ہے کہ بعض لوگ جن کے قبضے میں ابھی تک گندم یا گندم ملے آٹے کے ذخیرے ہیں۔ اس خوف سے انہیں پیش نہیں کر رہے ہیں کہ ان کے خلاف اس بنا پر مقدمہ چلایا جائے گا کہ گذشتہ موقعوں پر جب انہیں ذخیرے پیش کرنے کے لئے کہا گیا تھا تو وہ ایسا کرنے سے قاصر رہے تھے۔ چونکہ صوبہ میں گندم کے متعلق صورت حالات نازک ہے اور یہ نہایت ضروری ہے کہ تمام سٹاک عام استعمال کیلئے قابل استفادہ ہوں اسلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس اعلان کی تاریخ سے مزید دس دن کے اندر ایسی خلاف ورزیوں کیلئے کوئی مقدمہ نہیں چلایا جائے گا جن لوگوں کے پاس ذخیرے ہیں انہیں فوراً اپنے فالتو سٹاک اپنے ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کے حوالے کر دینے چاہئیں جتنی جلدی ممکن ہوگا انہیں مقررہ نرخوں کے مطابق قیمت ادا کی جائے گی۔

اگر ذخیرہ رکھنے والے اپنے سٹاک اپنے پاس رکھیں گے۔ اور انہیں اس اعلان کی تاریخ سے دس دن کے اندر حوالے نہیں کریں گے تو قواعد دفاع ہند کے ماتحت مقدمہ چلائے جانیکا خطرہ مول لینگے۔ مزید برآں اس عرصہ کے بعد جو ذخیرے پتہ چلنے پر حاصل کئے جائیں گے اُن کے متعلق مقررہ نرخوں سے کافی کم نرخ کے حساب سے قیمت ادا کی جائیگی۔ تمام ذخیرہ رکھنے والوں کو خود ان کے اور عوام کے مفاد کی خاطر مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے فالتو سٹاک فوراً عام استعمال کے لئے حاضر کر دیں۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

دنیائے عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

چنکنگ ۔ ۳۰ر مارچ ۔ چین کے جنگی اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جاپانی فوجیں ٹونگو کے شہر میں داخل ہو گئی ہیں شہر کے مشرقی حصہ پر فوجیں قابض ہیں ۔ لیکن شہر کا مغربی حصہ جاپانیوں کے ہاتھ میں ہے اعلان میں درج ہے کہ جاپانی فوجیں جب ٹونگو کے شمال مغربی مورچوں پر پہنچیں تو انہیں زبردست کمک مل گئی ۔ انہوں نے چینی فوجوں کی صفوں پر حملے جاری رکھے جس پر چینی فوجیں ریلوے لائن کے ساتھ نئے مورچوں پر پلٹنے کے لئے مجبور ہو گئیں لیکن چینی فوج ابھی تک شہر کے مشرقی حصہ پر قبضہ کئے ہوئے ہے ۲۹ر مارچ کی رات کو چینی اور جاپانی فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی ؛

لنڈن ۔ ۳۰ر مارچ ۔ مسٹر سبھاش چندر بوس کے متعلق جو خبر شائع ہوئی تھی کہ وہ ٹوکیو جاتے ہوئے ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے اسے مشکوک سمجھنا چاہیئے ۔ جاپان سے اس جہاز کے حادثہ کے متعلق جو خبر پہلے شائع ہوئی تھی اس میں سبھاش چندر بوس کا ذکر نہیں تھا ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسٹر سبھاش چندر بوس برلن میں ہیں اور مسٹر راش بہاری بوس ٹوکیو میں ان دونوں ناموں میں اکثر الجھن پیدا ہوتی ہے ۔ خبر ریڈیو کے ذریعہ موصول ہوئی تھی ۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جرمن نیوز ایجنسی اور جرمن براڈکاسٹ میں بھی مسٹر سبھاش چندر بوس کا نام نہیں آیا ۔ سب سے پہلے یہ خبر کہ مسٹر سبھاش چندر بوس اس جہاز میں تھے ۔ فرانسیسی ریڈیو نے براڈکاسٹ کی اور اس نے کہا کہ خبر ٹوکیو سے آئی ہے ۔ اور اسی اطلاع کی بنا پر یہ سمجھا گیا تھا کہ مسٹر سبھاش چندر بوس کی موت واقع ہو گئی ہے ۔

کولمبو ۔ ۳۱ر مارچ ۔ آج صبح کولمبو میں ہوائی حملہ کا الارم دیا گیا یہ الارم نہایت مصروف وقت میں ہوا ۔ اور جب دفاتر بند تھے اور دکانیں بند ہونے کو تھیں ۔ اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ تھی ۔ لوگ نہایت خاموشی سے پناہ گاہوں میں چلے گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی خطرہ ٹل جانے کی گھنٹی دے دی گئی ۔ (اے پ)

نئی دہلی ۔ ۳۱ر مارچ ۔ ملاپ کا خاص نامہ نگار بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ آج صبح آٹھ بجے کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ برلا ہوس میں شروع ہوئی ۔ برطانی تجاویز پر بحث کل جس مرحلہ پر چھوڑی گئی تھی اسکے آگے سے پھر شروع کیا گیا تین گھنٹے کی بحث کے بعد میٹنگ گیارہ بجے سے تین بجے بعد دوپہر تک ملتوی ہوئی اس کے خاتمہ پر مولانا ابوالکلام آزاد سے اخباری نامہ نگار نے ملاقات کی جس کے دوران میں انہوں نے کہا کہ مہاتما گاندھی اور میں نے ان تجاویز کے متعلق اپنے خیالات ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھدیئے ہیں میں کل کانگرس کے فیصلہ کا اعلان کروں گا ۔

مہاتما گاندھی نے اس میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کن خیالات کا اظہار کیا اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی نے سکیم کے تمام پہلوؤں پر رائے زنی کی اور ممبروں نے ان کی تقریر کو مکمل خاموشی اور سنجیدگی سے سُنا ۔ سب سے پہلے گاندھی جی نے اہنسا کی بنا پر اس سکیم کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ اس کے بعد ڈیفنس کا محکمہ ہندوستانیوں کو منتقل نہ کئے جانے اور اس سکیم میں ہندوستان کی تقسیم کے اصول کو تسلیم کئے جانے کا ذکر کیا اور کہا کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں اس سکیم کے کلیتہً خلاف ہوں اور میرا ورکنگ کمیٹی کو یہی مشورہ ہے کہ وہ اس کے متعلق فیصلہ کرنے میں اچھی طرح غور کرے ؛

کلکتہ ۔ ۳۱ر مارچ ۔ دور پورب میں جنگی صورت حالات کے مزید خراب ہو جانیکی وجہ سے کلکتہ یونیورسٹی کے حکام یونیورسٹی کے بہت جلد محکمہ جات کو محفوظ علاقوں میں بھیجنے کے سوال پر غور کر رہے ہیں اس سلسلہ میں کلکتہ یونیورسٹی کی مشکلات میں مدد کرنے کے لئے ایک نواحی صوبہ کی یونیورسٹی نے اپنا نمایندہ کلکتہ بھیجا ہے ؛

لنڈن ۔ ۲ر اپریل ۔ یونائٹڈ پریس کا بیان ہے کہ جرمن سفیر برائے فان پاپن حسب ذیل شرائط پیش کر رہا ہے (۱) ترکی یورپ کے نئے نظام میں حصہ لے (۲) ترکی برطانیہ سے قطع تعلق کرے (۳) درہ دانیال کو جنگی جہازوں کے لئے کھول دیا جائے (۴) جرمنی اس کے عوض وعدہ کرے گا کہ وہ ترکی پر حملہ نہیں کرے گا ۔ اور کہ یونان کے کئی جزیرے ترکی کو دے دیئے جائیں گے ۔ ترکی کی سرزمین پر بحری اور فضائی جنگ نہیں لڑی جائے گی ترکی کو مشرق وسطیٰ کا لیڈر بنایا جائے گا ؛

نئی دہلی ۔ ۳ر اپریل کل سر سٹیفورڈ کرپس نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ میں نے واپس جانیکا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا ہے ۔ مجھے پیر کو یہاں سے چلا جانا تھا لیکن عام صورت حالات کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اگلے ہفتہ تک یہاں کوئی نہ قیام کرونگا ۔

نئی دہلی ۔ ۳ر اپریل ۔ مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کل جنرل ویول سے ملاقات کریں گے ۔ سر کرپس بھی ملاقات کے وقت موجود رہیں گے ؛

دو سوال

نوٹ ہماری جماعت کے تمام حلقے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مندرجہ ذیل دو سوالوں کو پیش نظر رکھیں ان میں سے ایک جماعت قادیان سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق غیر احمدی احباب سے ہے ۔ یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب دونوں کے پاس نہیں ۔

(ا) جماعت قادیان سے سوال

کیا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے ؟

"جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ آج جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے :۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جناب میاں صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے ہوتے ہوئے کیا آج ایک غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھنے سے دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو جناب میاں صاحب کو اپنے اس طرز کے بیانات [illegible] کو واپس لینا چاہیئے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ طیبہ عملاً منسوخ ہے اور جماعت قادیان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے ؛

(ب) غیر احمدی دوستوں سے سوال

اس دَور کا مجدّد کہاں ہے ؟

موجودہ دَور سے پہلے ساری امت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالیٰ تجدید و احیائے دین کے لئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا رہا لیکن موجودہ دور جو اپنے فسق و فجور، الحاد اور مادیت اور مسلمانوں کے جمود اور تساہل اور تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دَور کا مجدّد کہاں ہے ؟ آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں یا تو ہمارے غیر احمدی احباب حدیث مجدّد کی نفی کریں اور اس کے ساتھ ہی گذشتہ مجددین امت کی بعثت کی نفی کریں اور یا اس دَور کے مجدد کو پیش کریں جو اس حدیث مجدد کو پورا کرتا ہو ۔ اور اگر وہ پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ ہرگز نہیں کر سکتے تو اس برگزیدہ انسان کے دعویٰ کو تسلیم کریں جس نے عین وقت پر تجدید اور احیائے دین کا کام کیا ؛

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا ۔

"اس کے بعد میں کہونگا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اسکا آرگن ہے جس کے پاس یہ آرگن نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں ۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی ۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے ۔ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے ، اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی نمایاں خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے ؛

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُل یٰاَہلَ الکِتٰبِ تَعَالَوا اِلیٰ کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَینَنَا وَ بَینَکُم اَلَّا نَعبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشرِکَ بِہٖ شَیئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعضُنَا بَعضًا اَربَابًا مِّن دُونِ اللّٰہِ فَاِن تَوَلَّوا فَقُولُوا اشہَدُوا بِاَنَّا مُسلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ منسوخ ہوگی۔
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۶

محمدؐ باغِ عالم را بہارے

{از جناب مولانا محمد عبد اللہ صاحب مرحوم پٹیالوی}

محمدؐ باغِ عالم را بہارے — بہار اندر بہار اندر بہارے
گرامی گوہرِ اولادِ آدم — کمالِ آدمیت را مدارے
نجابت خانہ زادِ گوہرِ او — شرافت را بذاتش افتخارے
ز فیضش جملگی سیراب گشتہ — منور شد ز نورش ہر دیارے
چہ خوش شد دین و آئین از ترتیب — کز و شد دین و دنیا استوارے
علمبردارِ توحیدِ خداوند — برآوردہ ز غیر اللہ دمارے
ز چین و ہند تا اقصائے مغرب — غلامانش قطار اندر قطارے
بخطِ انقیادش سر نہادہ — ہمہ از جان و دل بروے نثارے

سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیہِ کُلَّ اٰنٍ
بر آلش ہم بر اصحابش کبارے

اخبارِ احمدیہ

— حضرت میر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

درخواستہائے دعا

گذشتہ دنوں جماعت کے مخلص اور محترم بزرگ جناب مولانا عالم دین صاحب شیخوپورہ سخت بیمار ہوگئے تھے چنانچہ ڈاکٹر طفیل حسین صاحب بھی آپ کی بیمار پرسی اور علاج معالجہ میں شیخوپورہ تشریف لے گئے خدا کا شکر ہے اب مولانا موصوف کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے محض کمزوری باقی ہے احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اس مخلص بزرگ کو تادیر سلامت رکھے۔

— جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب کی اہلیہ اور بہن بیمار ہیں اہلیہ کو پھوڑے کی وجہ سے تکلیف ہے اور بہن بلڈ پریشر کی وجہ سے شدید علیل ہیں احباب سلسلہ دونوں کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— جناب قاضی غلام مصطفےٰ صاحب فاروقی ڈاکخانہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ کی اہلیہ محترمہ تین ماہ سے بیمار چلی آتی ہیں ان کی صحت کے لئے حضور رب سے دعا کی جائے۔

— قاضی محمد فضل نادر صاحب کی صاحبزادی ... میں ... جایا کرتی ہے۔ نیز ان کا صاحبزادہ بھی ... کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں بیمار اور کمزور ہیں ان کے لئے دعا کی جانی چاہیئے۔

— قاسم خاں صاحب جنبہ کی صاحبزادی امتحان میں کامیاب ہو گئی ہے اور اپنی کلاس میں اول رہی ہے اور لڑکا بھی ... پر کامیاب ہوا ہے دونوں آٹھویں جماعت میں ہوئے ہیں انہوں نے اس خوشی میں مبلغ چار روپے اشاعت اسلام کیلئے دیئے ہیں ... دعا کے طالب ہیں۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بناکر تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں

سرسید احمد خاں مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از جناب حضرتی قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۲)

چند مثالیں

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مجھے یہاں یہ بحث کرنا منظور نہیں کہ کس کے عقائد ٹھیک ہیں۔ صرف میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سرسید احمد خاں مرحوم اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام میں ایمانیات اور اہم مسائل اسلام میں اس قدر اختلاف ہے کہ درحقیقت وہ ایک دوسرے کے ضد واقع ہوئے ہیں۔ اس کے لئے چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے پیش کرنے لگا ہوں۔

(۱) خدا کی صفات اور معرفت

مذہب کی بنیاد خدا پر ایمان لانا ہے۔ اور کسی مذہب کی عظمت وصداقت کا معیار وہ اعلیٰ معرفت ہوتی ہے جو خدا کی نسبت وہ تعلیم دیتا ہے۔ سرسید احمد مرحوم کا تخیل خدا کی نسبت وہی تھا جو اکثر فلسفیوں کا ہے۔ یعنے اس عالم اسباب و نتائج میں علت اولیٰ۔ اور علت اولیٰ بھی علت اضطراری رنگ میں۔ یعنے مخلوق سے اسے نسبت وہی ہے جو ایک لمپ کو روشنی سے ہے۔ جس طرح لمپ بغیر روشنی کے نہیں ہوتا اور روشنی بغیر لمپ کے نہیں ہوتی۔ اسی طرح خالق بغیر مخلوق کے نہیں ہو سکتا۔ اور مخلوق بغیر خالق کے نہیں ہو سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلوق بھی خدا کی صفت کی طرح ایک غیر متغیر اور لازم و ملزوم چیز بن گئی۔ خدا کا اس میں اپنے ارادے سے دخل دینا یا بدلنا یا مٹانا یا بنانا سب ناممکن ہو گیا۔ اور خدا محض ایک بے ارادہ اور قانون میں مقید ہستی بن کر رہ گیا اور پھر ایسے خدا کا ہونا مخلوق کے واسطے اس کی پیدائش کے لئے تو ضروری بلکہ لازم و ملزوم ہے لیکن اس کے بعد اس کا مخلوق سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ وہ مخلوق کو نہ اپنے ارادے سے کوئی نفع پہنچا سکتا ہے۔ نہ نقصان۔ لہذا ایسے خدا کی عبادت بالکل بے فائدہ۔ اس سے دعا کرنا ایک سعی لاحاصل اس سے استمداد کرنا بالکل لغو۔ بلکہ میرے خیال میں اسے خدا کہنا بھی محض ایک طفل تسلی ہے۔ لمپ کسی روشنی کا خدا نہیں کہلاتا۔ انگاروں کو کسی گرمی کا خدا نہیں کہا جا سکتا۔ تو سلسلۂ پیدائش میں جو پہلی کڑی ہے اسے خدا کہنا بالکل بے معنی ہے۔ اسی لئے فلسفی اسے صرف علت اولیٰ کہتے ہیں خدا نہیں کہتے۔ دہریے دہر کہہ دیتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ اس سے دھوکا نہیں لگتا۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بھی خدا کو علت اولیٰ تو ضرور مانتے ہیں لیکن علت اضطراری کے رنگ میں نہیں بلکہ علت ارادی کے رنگ میں۔ یعنے جس طرح ایک گھڑی ساز اپنے اندر گھڑی سازی کی صفت رکھتا ہے لیکن وہ صفت بالقوۃ اس میں موجود ہے اس کا بالفعل ہونا اس کے ارادہ پر موقوف ہے یا اس کا دل چاہے تو گھڑی بنا سکے اور دل چاہے تو نہ بنائے۔ اسی طرح خدا فعال لما یرید کی شان رکھتا ہے۔ یعنے جو ارادہ کرتا ہے اسے فعل میں لے آتا ہے۔ ایسا خدا اپنے ارادے سے خلق کرتا ہے اور مخلوق پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ دل چاہے تو رکھے دل چاہے تو مٹا دے۔ یا جس طرح کمی بیشی چاہے اس میں کرے۔ اس کا تعلق اپنی مخلوق کے ساتھ ہر وقت خالق و مالک کا ہے۔ ایسے خدا سے جو ہر قسم کا دخل اور اختیار اپنی مخلوق پر رکھتا ہے۔ انسان دعا مدد و استمداد بھی کر سکتا ہے۔ اس کی عبادت اور فرمانبرداری نفع بھی دے سکتی ہے اور نافرمانی نقصان بھی دے سکتی ہے۔ اور یہی وہ خدا ہے جسے قرآن نے پیش کیا ہے۔

(۲) دعا

سرسید احمد خاں مرحوم دعا کی قبولیت کے منکر تھے اور یہ نتیجہ تھا خدا کو علت اضطراری کی شکل میں علت اولیٰ ماننے کا۔ ان کا خیال تھا کہ جب مخلوق خدا کی صفت خلق کے تقاضہ سے بنی تو جو چیز جس طرح بنی اور جس جگہ بنی وہ اپنی جگہ مشین کے ایک پرزے کی طرح کام کر رہی ہے اس میں کمی بیشی ناممکن ہے پس یہ خیال کہ خدا سے دعا کرنے سے ہم پر سے کوئی تکلیف مٹ جائے گی یا کوئی نفع ہمیں ہوگا۔ یہ محض ایک طفل تسلی ہے۔ لیکن میں تو عرض کروں گا کہ مخلوق کو جس خدا سے نہ نفع پہنچ سکتا ہے نہ نقصان اس خدا کو ماننا ہی طفل تسلی ہے۔ اور اگر انسان ایسا ہی ہے جیسے مشین کا ایک پرزہ تو پھر اس کے افعال و اقوال بھی جبری ہوئے۔ اور وہ پھر اپنے اعمال کا ذمہ دار کس طرح ٹھہرے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام دعا کے بے حد قائل تھے۔ ان کا سارا زور ہی دعا پر تھا۔ ان کا قول تھا کہ اگر ہر چیز اپنی اپنی جگہ مشین کے پرزے کی طرح ہے۔ تو پھر انسان کی سعی اور تدبیر بھی لاحاصل ہے۔ مگر انسان سعی اور تدبیر سے اپنی ایک مشکل کو حل کر سکتا ہے۔ اگر ہم ایک بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے اور ایک طاقتور پہلوان سے مدد مانگتے ہیں اور وہ ہمارا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ اگر ہم کو ایک مرض سمجھ میں نہیں آتا اور ایک ڈاکٹر سے ہم مدد طلب کرتے ہیں تو اس کے علم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور مرض دور ہو سکتا ہے۔ اگر ہم ایک حاکم سے مدد طلب کرنے پر دشمن کی شرارت سے بچ سکتے ہیں۔ تو پھر خدا سے جو احکم الحاکمین ہے۔ حکیم علیم ہے۔ سب سے قوی ہے۔ عرض کرکے ہم کیوں اسی طرح نفع نہیں اٹھا سکتے۔ جس طرح اوپر کی مثالوں میں ہم نے اٹھایا ہے۔ اگر ایک حاکم اور ڈاکٹر اور ایک پہلوان کے دخل دینے سے مشین کا پرزہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا تو خدا کے دخل دینے سے کیوں ہٹتا ہے۔ انسان کو مشین کے پرزے کی طرح مجبور ماننا جبریہ عقائد ہیں۔ اس حالت میں وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار کیوں ہو؟ جو کچھ اس سے سرزد ہو رہا ہے۔ بلا اختیار ہو رہا ہے۔ جب کمی بیشی کا امکان ہی نہیں تو پھر سعی و تدبیر بھی لاحاصل ہے اور محض ایک طفل تسلی ہے۔ الغرض حضرت مرزا صاحب کا بڑا زور دعا پر تھا اور سرسید احمد خاں مرحوم کے انکار استجابت دعا کے جواب میں ایک رسالہ "برکات الدعا" بھی لکھا تھا جس کے شروع میں ہی جو اشعار تحریر فرمائے ہیں ان میں سے تین اشعار بطور نمونہ نقل کرتا ہوں۔

از دعا کن چارۂ آزار انکار دعا
چوں علاج مے ز مے وقت خمار و التہاب

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم تراچوں آفتاب

ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق!
قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

ایک صاحب حال شخص کو جو روشنی ملتی ہے وہ ایک فلسفی کو نہیں ملتی۔ فلسفی نتائج سے استدلال کرکے ایک اندھے کی طرح ٹٹولتا ہوا سبب کو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایک صاحب حال شخص بالخصوص اگر وہ خدا کی طرف سے مامور ہو اصل سبب کو اپنے قلب کی آنکھوں سے برملا دیکھتا ہے۔ مثلاً ایک اندھا ٹٹول ٹٹول کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جس چیز کو میں محسوس کر رہا ہوں وہ میز ہونی چاہیئے۔ لیکن ایک آنکھوں والا میز کو برملا دیکھ رہا ہے۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے هل یستوی الاعمٰی والبصیر کیا اندھا اور سوجاکھا برابر ہو سکتا ہے۔ پس یہ تمام روحانی اور باطنی امور جن کو پانے کے لئے ایک فلسفی ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور قیاس سے اس کی نسبت فتوے لگاتا ہے جو ممکن ہے درست ہو یا غلط۔ ایک صاحب حال شخص انہیں اپنی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے اور جو ہوتا یقین سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کے پیش کردہ دلائل میں ایک تحدی اور یقین ہوتا ہے۔ جو فلسفی کے دلائل میں نہیں ہوتا اسی کو حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اے کہ خواندی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

یہی معاملہ معرفت الٰہی اور دعا کا ہے۔ حضرت مرزا صاحب اس میں صاحب تجربہ و اہل حال ہونے کی حیثیت سے جس یقین اور تحدی سے دعوت دیتے ہیں وہ ایک فلسفی کبھی نہیں کر سکتا۔

(۳،۴) سنت اللہ اور معجزہ

قرآن کریم میں ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ تو خدا کی سنت میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا۔ سرسید احمد خاں مرحوم نے جو خدا کا تخیل پیش کیا تھا۔ وہ لمپ اور روشنی کی مثال سے میں واضح کر چکا ہوں۔ اس صورت میں لمپ اور اس کی روشنی کی طرح خالق اور مخلوق دونوں اپنی اپنی جگہ کسی قانون میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو چیز جہاں رکھی ہے وہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکتی ہے نہ خود خدا اسے ہلا سکتا ہے ورنہ ساری مشینری بگڑ جائے۔ اسی لئے سرسید احمد خاں مرحوم کا مذہب یہ تھا کہ نیچر کے قوانین جو ہمیں نظر آ رہے ہیں ان کے خلاف ہم کوئی امر ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اسی لئے وہ معجزے اور خوارق کے قائل نہ تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے ہر ایک معجزے کو جو قرآن میں مذکور ہے ہمیشہ اسی رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی جس سے وہ خوارق کی فہرست سے نکل کر قوانین نیچر کے مطابق نظر آنے لگے۔ خواہ اس میں کتنی ہی تاویلات بعیدہ سے کام لینا پڑے۔ اسی وجہ سے مولوی لوگوں نے ان کا نام نیچری ڈال دیا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بھی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کو مانتے تھے۔ اور ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑتا ہے۔ مگر ان کا مذہب یہ تھا کہ یہ سنت اللہ یعنے قوانین الٰہیہ صرف مخلوق کے لئے

(باقی برصفحہ ...)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۱ھ م ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۶

انجمن اور امیر کا تعلق

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"

اس موضوع پر کافی بحث ہو چکی ہے اس لحاظ سے یہ عنوان پامال ہے لیکن بعض دفعہ چونکہ جماعت قادیان کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی پوزیشن اور اختیارات کے متعلق بے معنی اور فرسودہ اعتراضات کر کے مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے ہم مندرجہ ذیل سطور میں انجمن اور امیر کے اقتدار و اختیار کو واضح کئے دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق "کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" جماعت احمدیہ لاہور انجمن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین اور مقتدر اعلیٰ سمجھتی ہے اس کے علاوہ انجمن کے اختیارات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل ارشاد سے ہوتی ہے:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہ کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں **صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا**۔" والسلام

مرزا غلام احمد۔ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء

حضورؑ کے اس مندرجہ بالا چارٹر کی وجہ سے حقیقی اور مستقل اختیارات صرف اس انجمن کو ہی حاصل ہیں انجمن اگر چاہے تو عارضی طور پر یہ اختیارات کسی امیر کی طرف منتقل کر سکتی ہے جیسا کہ فقرہ "ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" سے ظاہر ہے لیکن وہ اپنے ان اختیارات کو مستقل طور پر کسی مقتدا اور امیر کی طرف منتقل نہیں کر سکتی کیونکہ یہ جانشینی اسے خدا تعالیٰ کے ایک مامور کی تفویض کردہ ہے اور مشیت الٰہی کے ماتحت تفویض کردہ ہے وہ ان اختیارات کو مستقل طور پر کسی کو تفویض کرنے کی مجاز نہیں البتہ عارضی طور پر وہ جتنی مدت تک چاہے اور جس نظام کو سلسلہ کے لئے بہتر سمجھے قائم کر سکتی ہے اور جب چاہے بدل سکتی ہے۔

دوسرا سوال ہے امیر کے اختیارات اور امیر اور انجمن کے تعلقات کا۔ انجمن کے مذکورہ بالا اقتدار و اختیار کے مقابلہ میں امیر کے جو اختیارات ہونگے وہ واضح ہیں وہ انجمن کے تفویض کردہ ہونگے اور عارضی ہونگے انجمن اگر چاہے تو کسی صالح اور بلند مرتبت قائد کو تادم مرگ یہ اختیارات دے سکتی ہے لیکن باوجود ساری زندگی یہ اختیارات رکھنے کے قائد کے یہ اختیارات عارضی ہونگے کیونکہ اس صورت میں بھی درحقیقت مقتدر اعلیٰ انجمن ہی ہے کیونکہ انجمن جب چاہے موجودہ نظام کو تحلیل کر سکتی ہے اور اس کی جگہ کوئی اور نظام قائم کر سکتی ہے یا براہ راست سلسلہ کے انتظامی امور میں دخل دے سکتی ہے اسلئے جانشینی اور اقتدار صرف انجمن کو ہی حاصل ہے۔ انجمن کا امیر سے تعلق آئینی ہے۔ امیر مختار مطلق نہیں، امیر کی اطاعت اسلئے واجب ہے کیونکہ انجمن چاہتی ہے کہ "تمام افراد سلسلہ اس کے اشاروں پر حرکت کریں اور سب کی نگاہیں اس کے ہونٹوں کی جنبش پر ہوں" یہ اطاعت امیر بھی درحقیقت انجمن کی ہی اطاعت ہے اگر کوئی سوال کرے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو جو جماعت احمدیہ لاہور کے موجودہ امیر ہیں یہ آئینی قیادت کب سے اور کب تک حاصل ہے؟ اسکا جواب نہایت مختصر ہے جب سے انجمن نے چاہا اس وقت سے حاصل ہے اور جب تک انجمن چاہے گی اسوقت تک حاصل رہے گی۔ اگر کوئی دوست یا بزرگ یہ سوال کریں کہ ڈیموکریسی ہر سال انتخاب آرا چاہتی ہے اور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کیوں ساری زندگی کے لئے امیر مقرر کئے گئے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انتخاب کردہ نہیں بلکہ انجمن کے مقرر کردہ ہیں اس لئے ان کا تقرر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آئینی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی مثال جناب خلیفہ قادیان سے نہیں دی جا سکتی کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ انجمن کے مقرر کردہ ہیں اور جناب میاں صاحب بزعم خود خدا کے مقرر کردہ ہیں دونوں کی امارت میں بنیادی اختلاف ہے حضرت امیر ایدہ اللہ کی قیادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "الوصیت" اور مذکورہ بالا چارٹر کے مطابق ہے اور جناب میاں صاحب کی خلافت اس کی ضد ہے کیونکہ انہوں نے الوصیت اور مذکورہ بالا چارٹر کو پس پشت پھینک کر ایسا نظام قائم کیا ہے اور ایسے اختیارات اپنی طرف منسوب کر لئے ہیں جو سراسر غیر اسلامی ہیں اور اگر اسکی نظر غائر سے تحلیل کی جائے تو اس کے ڈانڈے بجائے خلافت راشدہ کے پاپائیت سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں ——— امید ہے جو دوست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی قیادت کو اصولی طور پر اپنے اعتراضات کا ہدف بنانا چاہتے ہیں وہ ہماری اس مندرجہ بالا گذارش کو پیش نظر رکھیں گے۔

شذرات

مولوی اور تکفیر بازی

معاصر صدق لکھنو مورخہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء رقمطراز ہے:۔

"مدت ہوئی سیماب صاحب اکبرآبادی کی ایک نظم شیطان پر سرسری نظر سے دیکھنے میں آئی تھی موضوع نظم یہ تھا کہ شیطان گنہگار موحد اعظم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد، کانپور، ڈابھیل، دیوبند، سہارنپور وغیرہ سے علماء کے بکثرت فتوے شاعر کے عقائد کفریہ حاصل ہو چکے ہیں اور عجیب نہیں کہ عنقریب اشاعت بھی پا جائیں"۔

معاصر صدق نے بھی "مفتیان دین متین" کی اس ضد پر اظہار افسوس کیا ہے لیکن سب سے زیادہ قابل افسوس تو ان علماء کا جذبہ تکفیر بازی ہے انہیں چاہیئے تھا کہ شاعر کو رفق و ملائمت کیساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے نہ کہ انہیں تکفیر اور ضد سے اسلام سے ہی خارج کر دیتے خدا ان مفتیوں کے حال پر رحم کرے جو کافروں کو مسلمان نہیں بناتے بلکہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔

نواب سر لیاقت حیات خان صاحب

نواب سر لیاقت حیات خاں صاحب کا تدبر اور دردمندی مسلمہ ہے آپ حال ہی میں بھوپال میں پولٹیکل اینڈ وائز رمقرر ہوئے ہیں۔ ریاست پٹیالہ میں آپ نے جس خوبی کے ساتھ وزارت عظمیٰ کے عہدے کو نباہا وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں امید ہے نواب صاحب مذکور کا تقرر ریاست بھوپال کے لئے مفید ثابت ہوگا اور آپ کے تجربہ اور تدبر سے ریاست کو بہت ہی فائدہ پہنچے گا اور آپ کا عہد بابرکت ثابت ہوگا۔

جاپان اور ہندوستان

ملاپ مورخہ ۱۰ اپریل رقمطراز ہے:۔

"لندن کے اخبار 'ڈیلی ٹیلیگراف' کے مطابق جاپان کے وزیر اعظم ٹوجو نے اپنی ایک براڈ کاسٹ تقریر کے دوران میں ہندوستانیوں کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اپنے دیش سے انگریزوں کو نکالا تو ان پر سخت مصیبتیں نازل ہونگی۔ یہ تقریر کب براڈ کاسٹ کی گئی یہ میں نہیں جانتا لیکن جاپان کے وزیر اعظم نے اگر واقعی ہندوستان کو یہ دھمکی دی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں ہندوستان اگر برطانوی امپیریلزم کے خلاف ہے تو جاپان کے جارحانہ امپیریلزم کا بھی سخت ترین دشمن ہے، وہ جانتا ہے کہ برطانیہ کے تجارتی امپیریلزم سے کبھی نجات مل سکتی ہے لیکن جاپانی فوجی امپیریلزم سے نجات کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

امر واقعہ یہی ہے کہ انگریز کے تجارتی تسلط سے ہندوستان آہستہ آہستہ نکل رہا ہے اور کسی دن جب اس قابل ہوگا کہ اپنے اوپر حکومت کر سکے تو بالکل آزاد ہو جائے گا۔ لیکن جاپان کے فوجی چنگل سے نکلنا محال ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ جماعت لاہور اور قادیانی جماعت کا اختلاف

سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کا پیش کردہ طریقِ فیصلہ

سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب حیدرآباد دکن کی قادیانی جماعت کے ایک معزز رکن ہیں۔ میرے قیام حیدرآباد میں سیٹھ صاحب نے مجھ سے نفرت کا اظہار تو یہاں تک کیا کہ انہوں نے اپنے محترم دوست خانصاحب عبدالکریم بابو خاں صاحب کی اس دعوت میں شامل ہونا بھی پسند نہ کیا جو میرے حیدرآباد دکن کے معززین سے تعارف کے لئے میرے معزز میزبان نے کی تھی اور جس میں سیٹھ صاحب بھی مدعو تھے مگر لیکن اس وقت جب میں حیدرآباد سے روانہ ہو رہا تھا ایک خط مجھے بھیجا جو جماعت قادیان کے آرگن الفضل میں بھی چھپوا دیا گیا ہے جس کا ماحصل یہ تھا کہ جن عقائد کا اظہار میں نے حیدرآباد دکن میں کیا وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔ اور اس اختلاف کا فیصلہ یوں ہو سکتا ہے کہ میں ان الفاظ میں جو انہوں نے تجویز کئے ہیں مؤکد بعذاب حلف اٹھاؤں۔

قبل اس کے کہ میں سیٹھ صاحب کی پیش کردہ تجویز کے متعلق کچھ اظہار خیال کروں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور میں اور قادیانی جماعت میں جو اختلاف ہے اس کو واضح کر کے بیان کر دیا جائے اہم اختلاف جیسا کہ سیٹھ صاحب نے بھی لکھا ہے دو باتوں میں ہے۔

(۱) یہ کہ کیا بانی سلسلۂ احمدیہ نے دعوےٰ نبوت کیا۔
(۲) یہ کہ کیا آپ نے اپنے منکرین کو کافر خارج از اسلام قرار دیا۔

اس اختلاف کے سمجھنے کے لئے پہلے ان باتوں کو دیکھنا ضروری ہے جن پر دونوں جماعتوں کا اتفاق ہے۔ دونوں جماعتوں کو یہ مسلم ہے کہ

(۱) حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۲) ۱۸۹۰ء میں یہ دعوےٰ کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور مسیح موعود کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان کا مصداق میں ہوں۔ اس وقت نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

(۳) ۹۱-۱۸۹۰ء میں جب آپ پر اس بنا پر کفر کا فتوےٰ لگایا گیا کہ آپ دعوےٰ نبوت کرتے ہیں۔ تو آپ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا اور اپنا دعوےٰ صرف محدثیت تک محدود قرار دیا، دعویٰ نبوت کو مخالفین کا افتراء قرار دیا، مدعی نبوت کو کاذب اور کافر قرار دیا، مدعی نبوت پر لعنت بھیجی۔

(۴) اس کے ساتھ ہی ایک حدیث میں جو لفظ نبی آنے والے مسیح کے متعلق آیا ہے یا آپ کے الہامات میں جو یہ لفظ آیا ہے اسے آپ نے مجاز اور استعارہ قرار دیا جس کے معنے محدث ہوتے ہیں۔

(۵) آپ نے کسی بیعت کرنیوالے سے اپنی نبوت کا اقرار کبھی نہیں لیا۔

(۶) آپ نے اپنی وحی کو کبھی وحی نبوت نہیں کہا بلکہ ہمیشہ

یہ چھ امور دونوں جماعتوں کو مسلم ہیں۔ مگر ان مسلمات کے باوجود جماعت قادیان کہتی ہے ۱۹۰۱ء میں آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ فی الواقع نبی ہیں، اور یہ بھی کہتی ہے کہ انکار نبوت کی اس سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں، اور آپ نبوت کا انکار اور مدعی نبوت پر لعنت اسلئے کرتے رہے کہ آپ لفظ نبی کے معنی نہ جانتے تھے نبی آپ ۱۸۹۱ء سے ہی تھے لیکن لفظ نبی کے صحیح معنے آپ پر ۱۹۰۱ء میں کھلے۔ لیکن اس پر حسب ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا آج تک دنیا کی تاریخ میں ایسا ہوا کہ کسی شخص کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہو اور اسے یہ پتہ نہ ہو کہ نبی کسے کہتے ہیں۔

(۲) نبوت کا انکار تو بہرحال کفر ہے چاہے اس کی وجہ کوئی ہو۔ تو جب حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے ایسے دعوے کو اپنے اوپر افترا قرار دیتے تھے، مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے تو کیا آپ نعوذ باللہ اس عرصہ میں کافر ہوئے یا نہ؟ یا کیا صرف دوسرے لوگ نبی کی نبوت کا انکار کرنے سے کافر ہوتے ہیں اور نبی خود انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا؟

(۳) بموجب مسلمہ جماعت قادیان بارہ سال تک مسیح موعود جو حکم و عدل تھا یہ کہتا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں بلکہ مدعی نبوت کو کافر اور کاذب یقین کرتا ہوں، اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور جن علماء نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا تھا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے تو کیا ۱۹۰۱ء میں خدائی فیصلہ یہ ہوا کہ مکفر علماء حق پر تھے اور حکم و عدل غلطی پر تھا؟ یا کیا خود مسیح موعود نے جو حکم و عدل تھا یہ مان لیا کہ بارہ سال تک میں غلطی پر تھا، اور میرے مخالف حق پر تھے؟

(۴) اگر ۱۹۰۱ء میں آپ پر نبی کے صحیح معنے منکشف ہو گئے تھے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی یہی کہتے تھے کہ لفظ نبی میرے لئے بطور مجاز استعمال ہوا ہے اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ لفظ نبی میرے لئے بطور مجاز استعمال ہوا ہے۔ حقیقۃ الوحی آخری کتاب ہے جس میں آپ ضمیمہ صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ میرا نام نبی اللہ کی طرف سے بطور مجاز رکھا گیا ہے نہ بطور حقیقت۔

(۵) اس کی کیا وجہ ہے کہ جس طرح ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنی وحی کو وحی ولایت کہا اور اس کے وحی نبوت ہونے سے انکار کیا اسی طرح ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنی وحی کو وحی ولایت ہی قرار دیا۔

(۶) ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اسی طرح صفائی سے انکار نبوت کیا ہے جس طرح پہلے کرتے تھے مثال کے طور پر مواہب الرحمٰن کی تحریر پیش ہے جو ۱۹۰۳ء کی کتاب ہے جس میں "اندکرہ ذکر درباره عقائد ما" کے ماتحت صفحہ ۶۶ پر لکھتے ہیں :-

" وخدا را مکالمات ومخاطبات است با اولیائے
خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود
و درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت
شریعت را بکمال رسانیدہ است"

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت میں اپنے اولیا کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کرتا ہے اور ان کو نبیوں کا رنگ بھی دیا جاتا ہے اور وہ درحقیقت نبی نہیں اسلئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔

جماعت قادیان اگر درحقیقت حضرت مرزا صاحب کو نبی سمجھتی ہے تو انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک نہیں پہنچایا۔ بالفاظ دیگر قرآن نعوذ باللہ ناقص ہوا۔ یہ تحریر ایک ناقابل تردید شہادت ہے کہ ۱۹۰۳ء میں بھی حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے سے صاف انکار کیا اس کا کوئی جواب آج تک جماعت قادیان نے نہیں دیا کہ آیا یہ تحریر بھی منسوخ ہے؟ اور آیا فی الواقع حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور قرآن ناقص ہے؟

(۷) اور سب سے بڑھکر یہ کہ اگر ۱۸۹۰ء میں محض مسیح موعود کا دعوےٰ کرنے کی وجہ سے اور نبوت کا انکار کرنے کے باوجود آپ پر کفر کا فتوےٰ لگ گیا اور ساری مسلمان دنیا میں ایک شور پڑ گیا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ جب ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا نبی ہونا صراحت سے بیان کر دیا تھا تو مخالفین چھوڑ موافقین کو بھی کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ اتنا بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے کہ جو شخص کل تک دعوےٰ نبوت سے انکار کرتا تھا، مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہتا تھا۔ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا تھا وہ آج خود مدعی نبوت بن بیٹھا ہے۔ اتنا بڑا انقلاب واقع ہو جائے اور کسی شخص کو پتہ نہ لگ سکے!

میں نے خلیفہ صاحب قادیان کے سامنے اپنی جماعت کے ستر آدمیوں کی حلفی شہادت پیش کی تھی جنہوں نے حلف اٹھا کر یہ بیان کیا تھا کہ ہم نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی اور مجدد سمجھ کر کی اور آپ نبوت کا انکار کرتے تھے اور ۱۹۰۱ء میں ہم نے کوئی نیا دعوےٰ آپ کی زندگی میں نہیں دیکھا یہ حلفی بیان حسب ذیل تھا :-

" ہم دستخط کنندگان ذیل حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے جب ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا قرآن کریم کی رو سے ثابت ہے اور حدیثوں میں جس ابن مریم کے امت محمدیہ میں آنے کا ذکر ہے وہ میں ہوں تو اس وقت آپ نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ ہاں بعض علماء نے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالا اور آپ کو مدعی نبوت قرار دے کر آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا جس کے بعد حضرت موصوف نے صاف طور پر کئی مرتبہ اعلان کیا جیسا کہ آپ کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ آپ کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا محض افتراء ہے اور آپ نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر یقین کرتے ہیں۔ اور آپ کے بعض الہامات میں جو مرسل یا رسول یا نبی آیا ہے یا حدیث میں آنے والے مسیح کی نسبت جو لفظ نبی کا آیا ہے۔ تو اس سے مراد فی الحقیقت

نبی نہیں بلکہ مجازی۔ جزوی۔ ظلّی نبی ہے۔ جیسے محدث کہا جاتا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔

" ہم یہ بھی حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ ہم نے نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور میاں محمود احمد صاحب سرگروہ احمدی فریق قادیان نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت میرزا صاحب کا دعوےٰ ابتدا میں نبوت کا نہ تھا مگر نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا دعوےٰ تبدیل کیا اور نبوت کے مدعی بن گئے اور انکار نبوت کی دس گیارہ سال کی لگاتار تحریریں منسوخ ہوگئیں یہ محض غلط اور سراسر خلاف واقعات ہے ہم اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوےٰ میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعوےٰ نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہوگئیں نہ ہم نے اپنے علم میں کبھی ایسے الفاظ کسی ایک شخص کے بھی منہ سے سنے جب تک میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان نہیں کیا۔ واللّٰہ علی ما نقول شہید"

ان ستر اعلان کنندگان نے جماعت قادیان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی جماعت کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے سات سو آدمی کی ورنہ ستر آدمیوں کی ہی یہ حلفی شہادت پیش کریں کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی اور ۱۹۰۱ء میں انہوں نے یہ انقلاب عظیم محسوس کیا کہ جس کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تو صرف مجدد ہونے کا دعوےٰ کرتا تھا اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا تھا، آج وہ خود مدعی نبوت بن گیا ہے۔

مگر ستر آدمی تو ایک طرف رہے ساری جماعت میں سے ایک شخص نے بھی یہ حلفی شہادت نہ دی مجھے یہ تو علم نہیں کہ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی تھی یا نہ لیکن حیدرآباد کی جماعت میں ضرور ایسے اصحاب موجود ہوں گے، جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی ہو وہ حلفی شہادت دیں کہ کیا انہوں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں یہ انقلاب محسوس کیا کہ آپ آج سے مدعی نبوت ہوگئے ہیں اور آپ کی سابقہ تحریریں جن میں انکار نبوت ہے منسوخ ہوگئی ہیں مجھے امید ہے کہ سیٹھ صاحب ایسے حلف اٹھانے والوں کو ضرور انعام دیں گے کیونکہ اس شہادت سے دونوں جماعتوں کے اختلاف میں فیصلہ کی راہ نکل آتی ہے اور وہ فیصلہ ہی چاہتے ہیں۔ میرا مطالبہ تو صرف لاتکتموا الشھادۃ کے حکم خداوندی کے ماتحت ہے۔ ان تینوں باتوں پر غور کیجئے

(۱) جماعت احمدیہ میں ایک دو نہیں ستر آدمی یہ حلفی شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت اس حال میں کی کہ وہ آپ کو مجدد سمجھتے تھے، اور ۱۹۰۱ء میں انہوں نے کوئی تبدیلی دعوےٰ نہیں دیکھی اور نہ یہ خیال ان کے دل میں گذرا کہ آپ کی انکار نبوت کی تحریریں منسوخ ہیں۔

(۲) ساری جماعت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو حلف اٹھائے کہ اس نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مرزا صاحب کو مجدد سمجھ کر بیعت کی تھی اور ۱۹۰۱ء میں آپ کے دعوےٰ میں یہ تبدیلی دیکھی کہ آپ نے مجددیت کی بجائے نبوت کا دعوےٰ کر دیا، اور انکار نبوت کی پہلی تحریریں کو منسوخ کر دیا۔

(۳) سارے احمدیہ لٹریچر میں ایک حوالہ بھی جناب خلیفہ صاحب قادیان کی اس ایجاد سے پہلے کا نہیں دکھایا جاسکتا جس سے یہ معلوم ہو کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی حضرت صاحب کی انکار نبوت کی تحریریں منسوخ ہیں۔

تو وہ فیصلہ جس کی طرف سیٹھ صاحب نے مجھے مہربانی سے بلایا ہے اسی ایک بات سے ہو جاتا ہے۔ میں کسی مؤکد بعذاب حلف نہیں مانگتا۔ اظہار حق کے لئے لاکھوں کی جماعت میں سے چند آدمیوں کا حلفی بیان مانگتا ہوں جو یہ کہہ دیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو مجدد سمجھ کر بیعت کی اور ۱۹۰۱ء میں انہیں یہ پتہ لگ گیا کہ اب آپ دعوےٰ نبوت کرتے ہیں اور انکار نبوت کی تحریریں منسوخ ہوگئی ہیں، سیٹھ صاحب کی خدمت میں میں یہ درخواست کروں گا کہ وہ اپنا گیارہ ہزار روپے کا انعام ایسے حلف اٹھانے والوں کے لئے پیش کریں تو شاید کسی کو یہ ہمت پڑ جائے ہم پچیس سال سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں، کوئی بزرگ نہیں نکلا۔

اور اگر سیٹھ صاحب کو یہ اعتراض ہو کہ پھر لفظ نبی تحریروں میں کیوں آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ نبی ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی استعمال ہوا اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی۔ مگر حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی اس کی یہی تشریح کی کہ یہ لفظ بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوا ہے اس سے مراد فی الحقیقت نبوت نہیں بلکہ محض لغوی معنے مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کو پیشگوئی کرنے والا اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی یہی تشریح کرتے رہے۔ بلکہ وہ بزرگ جن کے لبوں پر اب میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کی وجہ سے خاص اس معاملہ میں مہر سکوت لگ گئی ہے حضرت صاحب کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی یہی کہتے رہے۔ اختصار کے لئے صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں۔

(۱) "شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔۔۔۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اسکو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں" (بدر جلد ۹ نمبر ۱۵-۵۲)

(۲) حیدرآباد دکن کے ایک مرحوم بزرگ کی شہادت ہے جو اس جماعت کے رہنما سمجھے جاتے تھے یعنی میر محمد سعید صاحب، انہوں نے اپنی کتاب انوار اللہ مطبوعہ ۱۹۰۴ء کے (یعنی مزعومہ تاریخ تبدیلی عقیدہ سے تین سال بعد) صفحہ ۲۶۳ پر لکھا ہے۔

" ہاں حضرت مرزا صاحب نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور محدث کی تعریف جو احادیث صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہے وہ ایک قسم کی جزوی نبوت اور ظلی اور طفیلی رنگ کی ہوتی ہے جو ہر ایک محدث امتی کو عطا ہوتی ہے۔"

اور خود خلیفہ صاحب قادیان ۱۹۱۰-۱۱ء تک یہی مذہب رکھتے تھے جو اوپر کے بزرگوں کا بیان ہوا ہے اور جو تمام جماعت احمدیہ لاہور کا مذہب ہے۔ چنانچہ الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں جناب میاں صاحب کا یہ بیان موجود ہے:۔

" اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کردیا"

اور اسی طرح تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۰ء میں جناب میاں صاحب نے خود اپنے قلم سے یہ لکھا۔

" اور آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔۔۔۔ آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہوگیا۔۔۔۔ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہوسکتا ہے کہ آپ کے دعوےٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا پس اسی طرف اشارہ تھا کہ کان اللّٰہ بکل شئی علیما یعنی ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

یہ تو ہے جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان کے اختلاف کی حقیقت جس کے فیصلہ کا ایک آسان طریق میں نے اوپر پیش کر دیا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی میں تو بار بار جناب میاں صاحب کی خدمت میں کئی سالوں سے فیصلہ کی ایک آسان راہ پیش کرتا رہا ہوں معلوم نہیں جناب سیٹھ صاحب کو اس کا علم ہے یا نہیں اور وہ راہ یہ ہے کہ جناب میاں صاحب اور میں اپنے اپنے عقائد کو معہ دلائل کے حضرت مسیح موعود کا مسلک کس کے عقائد کے مطابق تھا ایک جلسہ میں بیان کریں اور اس میں آٹھ آدمی بطور ثالث مان لئے جائیں، چار جماعت قادیان کے آدمی جن کو میں منتخب کروں اور چار جماعت لاہور کے آدمی جنہیں میاں صاحب منتخب کریں اور یہ آٹھ آدمی اپنی رائے اس بارہ میں ظاہر کریں کہ دونوں میں سے کس فریق کے عقائد حضرت مسیح موعود کے عقائد کے مطابق نظر آتے ہیں اور اس رائے کے ساتھ یہ بحث شائع ہو جائے میں یہ نہیں کہتا کہ جناب میاں صاحب اپنے عقائد کو چھوڑ دیں لیکن کم سے کم اتنا تو معلوم ہو جائے گا کہ کس فریق کے دلائل زیادہ وزنی ہیں اور پبلک کو ایک رائے قائم کرنے کا موقعہ مل جائے گا مگر جناب میاں صاحب اس بات کی طرف نہیں آتے۔ آخر اس میں خوف کس بات کا ہے کہ میاں صاحب اس سے سالہا سال سے انکار کر رہے ہیں؟ صرف یہی نہ کہ جناب میاں صاحب یہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے دلائل سے اپنے مریدوں کو بھی قائل نہیں کر سکتے! جناب سیٹھ صاحب نے جو نہایت فیاضی سے میرے لئے انعام مقرر کیا ہے میرا مشورہ ہے کہ وہ گیارہ ہزار روپیہ مع اس روپے کے جس کے لئے اور مریدوں کے دلوں میں ابال اٹھ رہا ہے۔ جناب میاں صاحب کی خدمت میں بطور نذرانہ اس استدعا کے ساتھ پیش کیا جائے کہ وہ اس سادہ طریق فیصلہ کو مان لیں تو روپیہ بھی گھر کا گھر میں ہی رہا اور کام بھی ہو جائے گا یعنی خدا نے چاہا تو خود قادیان کی جماعت یہ شہادت دے دے گی کہ جناب میاں صاحب کا عقیدہ خلاف مسیح موعود ہے

جہاں تک مجھ سے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ ہے میں اس کے لئے صرف ایک بات چاہتا ہوں یعنی یہ کہ سیٹھ صاحب نے جو خدا سے فیصلہ لینے کا طریق ظاہر کیا ہے اس کی کوئی سند خدا کے کلام میں یا اس کے رسول کی حدیث میں ہے؟ آخر ہمارا مذہب بچوں کا کھیل تو نہیں کہ جو شخص جو بات چاہے منہ

...ت نکال دے سیٹھ صاحب نے تو دیا کسی کے کہنے پر یہ الفاظ لکھ دیئے کہ

"آیئے ہم خدا تعالےٰ سے اسکا فیصلہ کرالیں"

لیکن یہ نہ سوچا کہ اگر خدا تعالےٰ سے فیصلہ لینا ہے تو جو طریق فیصلہ لینے کا پیش کرتے ہیں اس کی کوئی سند خدا کے کلام میں ہی ہونی چاہیئے۔ جب سیٹھ صاحب وہ آیت قرآنی یا حدیث پیش فرما دیں گے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص اپنے عقیدہ کے سچا ہونے پر مؤکد بعذاب علف اُٹھائے حالانکہ وہ عقیدہ غلط ہو اس پر ایک سال کے اندر عذاب آ جایا کرتا ہے، اور اگر ایک سال کے اندر عذاب نہ آئے، تو اس کا عقیدہ سچا ثابت ہو جاتا ہے مجھے اس طریق فیصلہ سے بھی کوئی انکار نہ ہوگا، مگر اس کے ساتھ ایک شرط ہوگی کہ اگر عذاب نہ آیا تو جماعت قادیان کے اپنے قرار کے مطابق میرا عقیدہ سچا ثابت ہو جائے گا اس لئے ساری جماعت کو معہ جناب خلیفہ صاحب کے میرے ہاتھ پر بیعت کرنی ہوگی اور یہ اقرار صرف خلیفہ صاحب کر سکتے ہیں۔ پس اس طریق فیصلہ منظور کرنے سے پیشتر ان دو باتوں کی ضرورت ہے۔

اوّل۔ یہ کہ وہ آیت قرآنی یا حدیث پیش کی جائے جس میں خدا سے فیصلہ لینے کا یہ طریق مذکور ہے۔

دوئم۔ یہ کہ خلیفہ صاحب قادیان ایک اعلان کریں کہ اگر اس طریق فیصلہ کو منظور کر لوں، تو مجھ پر عذاب نہ آنے کی صورت میں وہ اور ان کی ساری جماعت اپنے عقائد باطلہ سے بیزاری کا اعلان کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ آج سے ساری جماعت قادیان اس حوالہ کی تلاش میں لگ جائے اور ایک ماہ تک یہ حوالہ نکال کر پیش کرے۔ باقی گیارہ ہزار روپے کا سوال تو میں جناب سیٹھ صاحب اور ان کی نقل کرنے والوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ میرے سچا ثابت ہونے کی صورت میں جب جناب خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کو اس قدر ندامت اُٹھانی پڑے گی تو میری طرف سے یہ اجازت ہے کہ یہ روپیہ جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ البتہ اگر اس طریق فیصلہ کے لئے سیٹھ صاحب کوئی سند قرآن کریم یا حدیث کی پیش نہ کر سکیں تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ یہ گیارہ ہزار روپیہ بطور تاوان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تبلیغ اسلام کے لئے ادا کریں تاکہ آئندہ انہیں یا ان کی جماعت کو یہ جرأت نہ ہو کہ خلاف قرآن و حدیث اپنی طرف سے باتیں کہتے پھریں جن سے لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے۔

خاکسار۔ محمد علی۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ مسلم ٹاؤن۔ (لاہور)

۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء

تحریک صدقہ

پہلے بھی کسی شیوع میں اصحاب سلسلہ کو اس طرف توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اب مکرر لکھا جاتا ہے کہ جن دوستوں نے تحریک صدقہ کے متعلق وعدے کئے ہیں وہ جلد ان وعدوں کو پورا کریں۔ کیونکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خواہش ہے کہ جلد یہ رقوم دفتر میں پہنچ جائیں۔

بقیہ از صفحہ نمبر (۲)

ہے۔ جو ایک حد بندی کے اندر جکڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان قوانین پر حاکم ہے۔ وہ کسی حد کے اندر جکڑا ہوا نہیں وہ جو چاہے رکھے اور جو چاہے مٹا دے۔ اگر لن تجد لسنة اللہ تبدیلا قرآن میں ہے تو یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت اور واللہ غالب علیٰ امرہ بھی تو قرآن کا ہی ارشاد ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جو مخلوق کے لئے قوانین بنائے ہیں وہ مخلوق کے لئے اٹل ہیں۔ وہ قانون تبدیل نہیں ہوا کرتے لیکن اسلئے نہیں کہ خدا مجبور ہے اور وہ ان قوانین کو بدل نہیں سکتا بلکہ اسلئے کہ اس کی مشیت یہی ہے۔ اور ان کا بدلنا اس کی مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے۔ قوانین کے اٹل ہونے میں نہ صرف اس کی حکومت اور طاقت کے کمال کا اظہار ہے بلکہ مخلوق کے لئے ان کی تمام ترقیات سائنس و کمالات علوم اسی ایک امر سے وابستہ ہیں۔ اگر خدا کے قوانین آئے دن بدلتے رہیں تو دنیا کے ہر ایک امر سے امان اُٹھ جاتے اور تمام علوم جن کی بنیاد ہی قوانین الٰہیہ کے اٹل ہونے پر موقوف ہے۔ سب مٹ جائیں۔ دوسرا امر جس کی طرف انہوں نے اس میں معاملہ میں توجہ دلائی وہ یہ تھا کہ قرآن میں جس سنت اللہ کے تبدیل نہ ہونے کا ذکر ہے وہ وہی ہے جس کا ذکر قرآن میں اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کامل سے کیا ہے۔ جن قوانین نیچر کو سائنس نے دریافت کیا ہے۔ چونکہ ان میں غلطی کا امکان بھی باقی ہے یا ممکن ہے کہ اس قانون کے تمام پہلوؤں پر ابھی انسان حاوی نہ ہوا ہو اس لئے یقین کے ساتھ ہم اسے سنت اللہ نہیں کہہ سکتے لیکن وہ قوانین جن کا ذکر قرآن میں آیات محکمات کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کامل سے فرمایا ہے۔ اور جن کی اپنی صفات کے مطابق اپنا فعل اور عہد قرار دیا ہے چونکہ ان میں نہ تو کوئی شک ہو سکتا ہے اور نہ تبدیلی کا امکان ہو سکتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ وہی اور **سنت اللہ کہلا سکتے ہیں** ولا غیر۔ اور اسی لئے ان کے خلاف نہ تو کسی متشابہ آیت کی معنی کئے جا سکتے ہیں۔ اور نہ کسی معجزے اور خارق عادت امر کو مانا جا سکتا ہے۔

چند حوالے

میں اس اہم مسئلہ میں دو تین حوالے خود ان کی تحریروں سے پیش کئے دیتا ہوں تاکہ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے فرماتے ہیں

"کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی **کتاب اور وعدے کے برخلاف ہو**" (کشتی نوح صفحہ ۱۱)

"اپنی صفات قدیمہ اور اپنے عہد اور اپنے وعدے کے برخلاف کوئی بات نہیں کرتا اور سب کچھ کرتا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۶)

"غرض خدا تعالےٰ نے جو قانون باندھا ہے اسے ہم مانتے ہیں۔ اگر اس پر اعتبار نہ کریں اور یقین نہ لائیں تو امان اُٹھ جاتا ہے۔ پس خدا کا قانون قدرت جو کتاب اللہ میں ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی صفات کے خلاف نہیں کرتا"

(الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء بضمن ڈائری)

"ہم اس کو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون قدرت کے خلاف ہو" (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر)

"وہ اپنی صفات قدیمہ کے برخلاف کوئی کام کیوں کرے گا" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۲)

"ہاں جو اس کی ثابت شدہ صفات کے برخلاف ہو یا اس کے ذکر کردہ عہد کے منافی ہو وہی اس کے قانون قدرت کے خلاف سمجھا جائے گا۔ صرف ایسی بات وہ نہیں کرتا جو اس کے عہد یا اس کی صفات کو رد کرتے ہوں"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۳-۲۱۲)

"میری فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ میں ہر ایک بات پر خدا کو قادر جانتا ہوں اور درحقیقت کون اس کی قدرت کا انتہا پا سکتا ہے۔ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں بجز ان امور کے جو اس کے وعدے کے برخلاف یا اس کی پاک شان کے منافی اور اس کی توحید کی ضد ہیں" (حقیقة الوحی صفحہ ۲۴۵)

پس معجزات کے معاملہ میں ہمیشہ یہی مذہب حضرت مرزا صاحب کا رہا کہ آپ **اصولاً معجزات کے قائل تھے** جیسا کہ آنحضرت صلعم کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے خود اپنا مذہب تحریر فرماتے ہیں:-

معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

(آئینہ کمالات)

ارشاد امیر

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

چینیہ میں عید میلاد النبی کا جلسہ

تقریر: مرزا معصوم بیگ صاحب
گزشتہ سے پیوستہ

آؤ اب ہم ملک عرب کا مطالعہ کریں۔ اس ملک کی حالت سب سے بدتر تھی، ہر طرف بت پرستی کا زور تھا۔ خانہ کعبہ میں جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا ۳۶۰ بت جمع تھے۔ سال کے ہر دن کا نیا خدا تھا۔ اہل عرب، شراب، جوا، زناکاری، دختر کشی اور خونریزی میں غرق تھے۔ ایک ایک آدمی سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ اپنی بدکاری اور بے حیائی کے افسانے جلسوں اور بازاروں میں فخریہ بیان کرتے تھے۔ بات بات پر تلوار کھنچتی تھی۔ وحشت اور بے ہودگی کا یہ حال تھا کہ عورتیں دشمنوں کے اعضاء کاٹ کر ان کے ہار پہنتی اور ان کی کھوپڑی میں شراب پیتی تھیں۔ قیدیوں کو درختوں سے باندھ کر تیروں سے چھید جاتا تھا۔ مرد اور عورتیں الف ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے گوشت کی ضرورت ہوتی تو زندہ جانوروں کے جس حصہ جسم سے چاہتے کاٹ لیتے۔ بارش نہ ہوتی تو گائے کی دم میں گھاس باندھ کر آگ لگا دیتے اور اسے پہاڑوں پر چڑھا دیتے کہ شاید بارش ہو جائے۔

الغرض دنیا کے تمام گوشوں میں خدا کے احکام توڑے گئے اور اس کے احکام سے انحراف کیا گیا۔ نیکی کا نام و نشان نظر نہ آتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا خدا تعالے نے زمین کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان اپنی جنبی حکومت قائم کر رہا ہے۔ کوئی مورخ تاریخ عالم میں ساتویں صدی عیسوی سے بدتر زمانہ دکھلا نہیں سکتا جب انسانی سوسائٹی اخلاقی اور روحانی پستی کے ادنےٰ ترین نقطہ پر پہنچی ہوئی تھی انگریزی میں اسی زمانہ کو (Dark age) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اب اگر قانون قدرت میں ہر تاریکی کے بعد روشنی اور ہر ساکت کے بعد بارش لازمی ہے۔ اگر پیغمبر ایسے ہی وقتوں میں آتے ہیں جب گمراہی کی تاریکی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اگر سناتن دھرمی بھگوان کے اوتار آسمان سے اس وقت نازل ہوتے ہیں جب دھرتی زیادہ تر پاپوں کا بوجھ اٹھا نہیں سکتی۔ اور اگر کرشن بھگوان اپنے فرمان مندرجہ گیتا کے پورا کرنے کے لئے ادھرمی زمانہ میں تشریف لایا کرتے ہیں تو ساتویں صدی عیسوی بڑے سے بڑا وقت ان صداقتوں کے پورا ہونے کا تھا۔ حالات زمانہ اس امر کے متقاضی تھے کہ ایک ایسا زبردست انسان پیدا ہو جو کل روئے زمین کی اصلاح کرے اور جس کا پیغام تمام دنیا کے لئے ہو۔ چنانچہ وہ عظیم الشان نبی عرب کی سرزمین میں جو مشرقی دنیا کے مرکز میں واقع ہے ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوا۔ حضور کا اسم مبارک **محمد** تھا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں انسان کی سیرت اور کیرکٹر کی تعمیر کامل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
شان حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ تیرے سر کو جھکایا ہم نے

حضور کی بے نظیر کامیابی

حضرات دنیا میں بہت سے ہادی اور رہنما آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی امور میں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر ممتاز کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات حضور کی حیرتناک کامیابی ہے جس کا اعتراف، دوست اور دشمن دونوں کو یکساں ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے (The most Successful of all prophets and religious personalities) یعنی آنحضرت دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی پیشواؤں میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔ فضیلت درحقیقت وہی ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اقرار کریں۔ آپ کے ظہور سے پہلے اہل عرب کی اصلاح کے لئے یہودی اور عیسائی سینکڑوں برسوں تک اپنا پورا زور صرف کر چکے تھے مگر ناکام رہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ۲۰ سال کے قلیل عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا کہ عرب کے زمین و آسمان بدل گئے اس بت پرست اور توہم پرست قوم کو توحید کے اس بلند ترین مقام پر پہنچایا جس پر آپ سے پہلے نہ کوئی قوم پہنچی تھی اور نہ بعد میں پہنچ سکے گی۔ پھر اس توحید نے ایسا جوش پیدا کیا کہ اہل عرب دنیا میں چاروں طرف نکل گئے اور دور دراز ممالک میں خدائے حق کو بلند کیا۔ عبادت الٰہی میں بھی کوئی ان کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ دنیاوی نقطہ نظر سے بھی اہل عرب اس اعلےٰ مقام پر پہنچے جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گر گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح تھے۔

ایک اور بات تھی جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا۔ وہ علم تھا۔ انہوں نے زہد، تقوےٰ اور فتوحات کے ساتھ علم کو بھی ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ یورپ کا مشہور مورخ جوزف میکیب (Mecabe) اپنی کتاب (Moorish civilization in Spain) میں لکھتا ہے کہ فاضلان اندلس کی سرگرم زندگی سے ہم یورپ کے رہنے والے آج بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور موجودہ ترقی علوم و فنون کے باوجود مسلمانوں کے ذہنی سرمایہ کو دیکھ کر ہمیں انگشت بدندان ہونا پڑتا ہے۔ **ابن الخطیب** نے فلسفہ، تاریخ اور علم طب پر گیارہ سو کتابیں تصنیف کیں۔ **ابن حسن** نے فلسفہ اور قانون پر ۱۰ جلدیں لکھیں۔ ایک ہزار جلدوں کا انسائیکلو پیڈیا مرتب کیا۔ **ابن حزم** نے ... کتابیں۔ **ابن حبیب** ۔ **ابو مروان** ۔ **عبد الملک** نے ہزار ہزار کتابیں لکھیں۔ علی ہذا القیاس۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانوں سے انسان۔ انسان سے با اخلاق اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دیئے۔

حضرات دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج حضور کی تعلیم میں نہ ہو۔ اور جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے اسی طرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جو جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح کرے۔ اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے۔

حضور کا عالمگیر پیغام

دنیا میں ہر ایک نبی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے آیا۔ وہ نور ہدایت لایا مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے جن کی طرف وہ بھیجا گیا تھا۔ جس طرح وہ قوم محدود تھی اسی طرح انکی قوت قدسی کا دائرہ بھی محدود تھا جو ایک مقام پر آکر ختم ہو جاتا اور پھر دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن ساتھ ہی ہر قوم نے تنگ ظرفی سے یہ سمجھ لیا کہ بس ہم ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہوں اور باقی سب تمام مردود اور اس کی رحمت سے خارج ہیں۔ یہود و نصاریٰ آج دن تک یہی رٹ لگاتے ہیں کہ وحی و الہام کی نعمت صرف ان کی قوم سے مختص ہے اور باقی تمام اقوام اس نعمت الٰہیہ سے محروم ہیں، ویدک دھرم کے پیرو اس بات کے مدعی ہیں آج سے ایک ارب ۹۶ کروڑ برس پیشتر بوقت پیدائش دنیا ایشور نے اپنی مرضی صرف چار رشیوں پر ظاہر کی جو ہندوستان میں رہتے تھے اور وہ ایشوری گیان ویدوں کے اوراق میں مرقوم ہے۔ بقول ان کے ایشور نے اپنے اٹل اور انادی گیان کو بخشنے کیلئے صرف آریہ ورت کے مقدس انسانوں کو چنا اور باقی تمام دنیا اس وقت تک جہالت کی تاریکی میں پڑی ہوئی ہے۔ اس طرح سے ایک خوفناک قومی تفریق پیدا ہو گئی اور لوگوں کے دلوں میں غیر اقوام کے لئے جذبۂ نفرت اور حقارت پیدا ہو گیا۔ اس غلطی کو دور کرنے اور تمام نسل انسانی کو ایک متحدہ جماعت بنانے کے لئے اس علیم و حکیم خدا نے عالمگیر رسول بھیجا اور حکم دیا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض۔ اے پیغمبر لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کے لئے اس خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ حضور سے پہلے جو نبی گذرے انہیں ہم آسمانی چراغوں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جنہوں نے ملکوں کو منور کیا۔ انہوں نے اپنے گرد روشنی پھیلائی اور ہر اس چیز کو جو ان کے سامنے آئی منور کر دیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم وہ آفتاب عالمتاب ہیں جنہوں نے عرب کے ریگستان سے طلوع کر کے تمام جہان میں اجالا کر دیا۔ یہ وہ دوسری بات ہے جو حضور کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

عالمگیر صلح کی بنیاد

سب سے بڑی خصوصیت جو حضور کو تمام انبیاء پر ممتاز کرتی ہے اور تمام جہان کے لئے رحمت بناتی ہے حضور کا ایک عظیم الشان صلح کی بنیاد رکھنا ہے۔ حضرات۔ دنیا میں سب سے مشکل کام نہ صرف مختلف انسانوں میں، نہ صرف مختلف قوموں اور قبیلوں میں بلکہ مختلف مذاہب میں صلح کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ ارشاد فرمایا ولکل قوم ھاد دنیا کی تمام قوموں میں ہادی اور رہنما آئے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر اور دنیا کی کوئی قوم نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی نبی یا رسول نہ آیا ہو۔ وانا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسٰے وایوب ویونس وھارون وسلیمان۔ واتینا داؤد زبوراً۔ (۴: ۱۶۳) بیشک ہم نے تیری طرف وحی کی جیسا ہم نے نوح اور اس سے پچھلے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور دی ایک حدیث میں آتا ہے کان فی الھند نبیا اسود اللون

اسلام کا دعویٰ ہے۔ ہندوستان میں بھی ایک سانولے رنگ کا نبی گذرا ہے جس کا نام کاہن تھا۔ حضور ان الفاظ میں شری کرشن جی کی آسدیش کرتے ہیں۔

آنحضرت نے ایک مسلمان کے لئے فرض قرار دیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے رسول پر بلکہ جس قدر بھی دنیا میں رشی اور رسول آئے ان سب پر ایمان لائے۔ مسلمان کو عہد کرنا پڑتا ہے امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ حضور کا یہ فرمان اگر مسلمان کے دل میں حضرت موسےٰ اور جناب عیسےٰ کے لئے محبت و تقدیس کے خیالات پیدا کرتا ہے تو یہی فرمان اسے اس بات پر بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ شری رامچندر جی اور شری کرشن چندر جی کو بھی محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے حضور سے پہلے کسی شخص کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکلا تھا کہ دنیا کی ہر قوم میں خدا کے برگزیدہ بندے آئے۔ ایسی فیاضانہ تعلیم دیکر محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا پر کتنا بڑا احسان کیا۔ جب ہم نے ساری دنیا کے پیشواؤں کو سچا مان لیا تو نسل انسانی میں ایک ایسے اتحاد کی بنیاد رکھی جو کبھی برباد نہیں ہو سکتا۔

تمام انسانوں میں مساوات اور برابری یوں قائم کی کہ سب سے بڑے انسان یعنی خود اپنے بارے میں یہ تعلیم دی قل انما بشر مثلکم۔ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں پھر فرمایا مرد اور عورت۔ نوکر اور آقا۔ جاہل اور عالم۔ بادشاہ اور رعیت سب ایک دوسرے پر حقوق رکھتے ہیں مگر انسانیت کی صف میں سب ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر حاکم مقرر کر کے دکھلا دیا کہ اب دنیا میں بڑائی کا معیار قومیت نہیں بلکہ تقوےٰ اور پرہیزگاری ہے۔ الغرض اگر ایک طرف حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتکریم نے اللہ تعالےٰ کی عزت و جبروت کو دنیا میں قائم کیا اور اس کی توحید کو تمام آلائشوں سے پاک کر دیا۔ تو دوسری طرف مساوات اور وحدت نسل انسانی کو بھی کمال پر پہنچایا اور دنیا میں انسان کی عزت کو بلند کیا۔

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولےٰ کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

فارم آنریری مبلّغین

آنریری مبلغین کی کارگذاریوں کو منظم کرنے اور باقاعدہ ریکارڈ رکھنے کیلئے جو فارم چھپوائے گئے ہیں ان کی کئی کئی کاپیاں مختلف احباب کے نام اس استدعا کیساتھ بھیجی جا چکی ہیں کہ جو دوست آنریری طور پر کام کرنا چاہیں ان کو وہ فارم تقسیم کر دیئے جائیں اور ان کے ناموں کی فہرست دفتر میں بھیجدی جائے تاکہ ان سے براہ راست سلسلہ خط و کتابت جاری کر کے ان کی تبلیغی کوششوں کا پتہ لے لیا جایا کرے اور دفتر ہذا میں اس کا ریکارڈ رہے۔

اب تک ان احباب نے جن کو فارم اس غرض سے بھیجے گئے تھے کوئی اطلاع نہیں دی کہ کن کن دوستوں کو انہوں نے تقسیم کئے اس طرف جلد توجہ کرنیکی ضرورت ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس طرف جلد توجہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ والسلام۔ خاکسار۔ عبداللہ جنرل سکرٹری

احباب توجّہ فرمائیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے ایک تبلیغی کلاس جاری کر رکھی ہے۔ جس میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے طلباء کو داخل کیا جاتا ہے اور ٹریننگ کے دوران میں اخراجات کے لئے مناسب وظیفہ بھی دیا جاتا ہے اور ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد لائق اور موزوں طلباء کو تبلیغی کام کے لئے ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جہاد بالقرآن کے لئے وقف کریں اور انہیں اس بات کی تلقین کریں کہ وہ اپنی زندگیاں دین کی راہ میں صرف کریں۔

مبلغین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے اپنے علاقہ اور حلقہ اثر میں قابل اور موزوں نوجوانوں کو اس خدمت پر آمادہ کریں۔

(ا) درخواستیں ۳۰ جون ۴۳ء تک سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پہنچ جانی چاہئیں۔

(ب) درخواستیں مقامی صدر یا سکرٹری کی تصدیق سے آنی چاہئیں

(ج) صرف وہی نوجوان درخواست کر سکتے ہیں جنہیں اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کا ازحد شوق ہو۔

(د) داخلہ کا فیصلہ اکتوبر میں ہوگا اور پڑھائی نومبر میں شروع ہوگی۔

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد عبداللہ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مقویات کا استعمال اور مسیح موعود

منشی الٰہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں۔ کہ میں بیدمشک و کیوڑہ استعمال کرتا ہوں۔ یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں تعجب ہے کہ حلال و طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اگر وہ غور کر کے دیکھتے۔ اور مولوی عبداللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے۔ تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آجاتی۔ مولوی عبداللہ کو بیویوں کا استغراق تھا۔ اس لئے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ اخیر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے۔ میری شہادت مل سکتی ہے۔ کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کب پڑتی ہے۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں۔ جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے۔ یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔ بیٹھے بیٹھے جب بہت محنت کرتا ہوں۔ تو ایک دفعہ ہی دورہ ہوتا ہے۔ بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے۔ کہ قریب ہے۔ کہ غش آجاوے۔ اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اور اس لئے ہر روز یا ہر سیر کو جاتا ہوں۔

مگر مولوی عبداللہ جو کچھ کرتے تھے یعنی مرغ۔ انگور۔ انڈے وغیرہ جو استعمال کرتے تھے۔ اس کی وجہ کثرت ازدواج تھی۔ اور کوئی سبب نہ تھا۔

انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کو استعمال کرتے تھے۔ مگر خدا کی راہ میں فدا تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی گھبراتے تھے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مار کر کہتے تھے۔ اے عائشہ۔ ہم کو راحت پہنچا۔ آنحضرتؐ کے لئے تو سارا جہان دشمن تھا۔ پھر اگر ان کے لئے کوئی راحت کا سامان نہ ہو تو یہ خدا کی شان کے ہی خلاف ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی حکمت ہوتی ہے۔ کہ جیسے کافور کے ساتھ دو چار مرچیں رکھی جاتی ہیں کہ اُڑ نہ جاوے۔

(الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۳)

فرمایا جو لوگ افیون کھاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں موافق آگئی ہے۔ وہ موافق نہیں آتی۔ دراصل وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ اور قویٰ کو نابود کر دیتی ہے۔ (الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱)

عید میلاد النبی کے جلسے

کیمسر ضلع ملتان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ

آنحضرت صلعم کی سیرت پر تقریر

{از جناب خوشی محمد صاحب از کیمسر}

جماعت کیمسر کی درخواست پر جناب مولینا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ مورخہ ۲۲/۳/۴۶ کو یہاں تشریف لائے۔ آپ نے مورخہ ۲۳/۳/۴۶ کو بوقت شام سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک نہایت مؤثر اور مبسوط تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے مساوات اسلامی پر خاص طور پر زور دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کے اسوۂ حسنہ سے ثابت کیا کہ اچھوتوں کو مساوات اور برابر کا درجہ صرف وہی نبی اُمی ہی دلا سکتا ہے جو رحمۃ للعٰلمین بن کر دنیا میں تشریف لایا۔ پھر آپ نے اس عظیم الشان انقلاب کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب جیسی ان پڑھ اور انواع و اقسام کے گناہوں میں ڈوبی ہوئی قوم میں پیدا کیا۔ خونخوار چوروں اور ڈاکوؤں کو دین و دنیا کا بادشاہ بنا دیا۔ وہ لوگ جو خونریزی اور شراب خوری پر فخر کرتے تھے انہیں بھائی بھائی اور امام المتقین بنا دیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوت قدسیہ کا کمال ہے کہ حضور کے انفاس مقدسہ سے ہزارہا اولیا و ائمہ دین پیدا ہوئے۔ جو اگرچہ نبی نہیں تھے مگر انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ضرور تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی چودھویں صدی کا مجدد اور امام الزمان صداقت اسلام اور اشاعت دین متین کے لئے دنیا میں تشریف لایا ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کو مانتے ہیں اور اس کے مشن کی تکمیل کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اخیر پر آپ نے لوگوں کو نیک زندگی بسر کرنے اور جرائم سے بچنے کی تلقین کی اختتام لیکچر کے بعد بعض اصحاب نے مسائل سلسلہ کے متعلق سوالات کئے انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ان بھائیوں کو راہ راست دکھلائے۔ آمین ثم آمین۔

اس جلسہ کی تمام کامیابی کا سہرا ہمارے محترم بھائی جناب حافظ محمد بخش صاحب کے سر پر ہے جو جماعت کیمسر کے روح رواں ہیں اور اپنے نیک نمونہ اور بلندیٔ اخلاق کی وجہ سے قابل رشک ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں دین و دنیا دونوں میں فائز بالمرام فرما دے۔ آمین۔

ہم جناب محمد حنیف شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ چک ۲۲۷ کیمسر کے بھی از حد ممنون ہیں۔ جنھوں نے اپنے حُسن اخلاق کے ساتھ تمام چک کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے، ہندو مسلم اختلافات کو مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ آپ رواداری اور خوش خلقی کی وجہ سے اپنے ماتحتوں میں بہت ہردلعزیز ہیں۔ اللہ تعالےٰ جناب شاہ صاحب موصوف کو خدمت خلق کی بیش از پیش توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

میاں چنوں میں یوم ولادۃ النبی کا جلسہ

مسلم لیگ میاں چنوں نے گذشتہ سال کی طرح امسال بھی یوم ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم خوب زور شور سے منایا علاوہ مقامی علماء کے باہر سے جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی۔ جناب سید زین العابدین شاہ صاحب میونسپل کمشنر ملتان۔ جناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی، جناب مولینا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ جناب پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب اور جناب نفیس خلیلی صاحب نے شرکت فرمائی۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور جناب مولینا احمد یار صاحب ایم اے نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت موثر اور مبسوط تقاریر فرمائیں جس میں انہوں نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے اور آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ باقی حضرات نے مسلم لیگ میں شمولیت پر زور دیا اور مسئلہ پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے حاضرین کو بتلایا کہ مسلمان پاکستان سے کم کسی چیز کو قبول نہیں کریں گے۔ جو لوگ پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں وہ اصل میں کانگرس اور ہندوؤں کے ایجنٹ ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ہندوؤں کے مقاصد مشومہ کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

مورخہ ۱۳/۳/۴۶ کی شب کے اجلاس میں جو زیر صدارت جناب شیخ میاں عطاء اللہ صاحب سالق ملز اونرز منعقد ہوا نفیس خلیلی صاحب نے اپنی ایک اسلامی نظم سے حاضرین کو گرمایا۔ جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ بعض ملاؤں کے اعتراض پر جو مسلمانوں میں افتراق ڈالنے اور کلمہ گوؤں کی تکفیر کرنے کے خوگر ہو چکے ہیں جناب مولینا احمد یار صاحب نے احمدیہ جماعت لاہور کے عقائد و مقاصد کی وضاحت کی اور ان تمام الزامات کی تردید کی۔ جو اشاعت اسلام کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے تعصب کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ آخر پر آپ نے سامعین کو بتلایا کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کی تکفیر کو چھوڑ دیا جائے۔ سامعین نے آپ کی باتوں کو پسند کیا وہ لوگ جو اس بہانہ سے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتے تھے اپنے مقاصد میں ناکام و خاسر رہے۔ ہم جناب شیخ میاں شریف احمد صاحب ملز اونر میاں چنوں کے از حد مشکور ہیں کہ جنھوں نے نہایت فیاضی اور فراخدلی سے ہماری امداد فرما کر اس جلسہ کو کامیاب بنایا۔ نیز جناب صوفی شبیر محمد صاحب انجنیئر اور مسٹر محمد نذیر صاحب سکرٹری مسلم لیگ چنوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے آرام اور کاروبار کو چھوڑ کر مسلمانان علاقہ میاں چنوں کو بیدار کیا ہے اور شب و روز اس تنظیم میں منہمک رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

(نامہ نگار)

سلسلہ میں شمولیت

حسب ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔

(۴۳) دیوان عبدالرزاق صاحب۔ آسام۔
(۴۴) دیوان محمد عبدالشکور صاحب ”
(۴۵) ڈاکٹر محمد بابر علی صاحب ”
(۴۶) اے۔ ایچ۔ فردوسی صاحب ”
(۴۷) چوہدری خان محمد صاحب ضلع شاہ پور
(۴۸) چوہدری محمد رفیق صاحب ”
(۴۹) شیخ محمد بخش صاحب۔ کلکتہ
(۵۰) پروفیسر سعید اختر صاحب ڈیرہ غازی خاں۔
(۵۱) صلاح الدین کمال صاحب
(۵۲) شیخ اسمٰعیل صاحب۔ گوآ
(۵۳) شیخ سلیمان صاحب گوآ
(۵۴) مسٹر امیر الدین صاحب۔ گوآ
(۵۵) حیدر علی صاحب۔ گوجرانوالہ
(۵۶) عبدالعزیز صاحب۔ لاہور
(۵۷) مولوی فضل حسین شاہ صاحب۔ جھنگ
(۵۸) مسمات جنت زوجہ مولوی محمد حسین صاحب پٹیالہ۔
(۵۹) شیر جنگ صاحب۔ کیمل پور
(۶۰) مسمات غفور بیگم زوجہ نظام دین صاحب پٹیالہ
(۶۱) چوہدری غلام قادر صاحب ضلع سیالکوٹ
(۶۲) محمد زبیر صاحب ضلع ہزارہ
(۶۳) ارشاد اللہ صاحب۔ ڈیرہ دون
(۶۴) غلام محمد صاحب کشمیر ضلع اسلام آباد۔
(۶۵) محمد حسن خانصاحب۔ ایبٹ آباد
(۶۶) محمد امیر خانصاحب۔ ضلع پشاور۔

خاکسار
عزیز بخش۔ آنریری جائنٹ سکرٹری

مکتوب

میں نے خلیفہ قادیان کی بیعت ہرگز نہیں کی

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میرے متعلق پشاور کی قادیانی جماعت نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ میں نے خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ یہ افواہ سراسر غلط ہے نہ میں نے کوئی خط لکھا ہے اور نہ تو جا کر قادیان میں بیعت کی ہے میں اس افواہ کی پرزور تردید کرتا ہوں۔ میرے عقائد وہی ہیں جو احمدیہ جماعت لاہور کے ہیں اور قادیانی جماعت کے عقائد سے میں سخت بیزار ہوں۔ مہربانی کر کے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس مختصر تحریر کو اپنے اخبار میں درج فرما کر مشکور فرماویں۔ والسلام۔

خاکسار
عبدالحکیم بقلم خود ساکنہ بازید خیل۔ ۲۷/۲/۴۶

"قادیانی نظام کی بربریت مظالم اور پراسرار سیاسی چالیں"

از جناب چوہدری فضل الرحمن قمر سامانوی نمبردار محمود پور سابق میر جماعت ہائے قادیانیہ حلقہ سمانہ و آنریری مبلغ دعوۃ و تبلیغ و مجاہد تحریک جدید و جاسوس خاص "دربار خلافت"

دربار خلافت کے ایک ممتاز جاسوس کا سنسنی خیز بیان

عرض حال

برادران محترم سلمکم الرحمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

نیسد وقف زندگی متواتر چار سال قادیان رہائش کے زمانہ میں بعض حالات سامنے آنے کی وجہ سے میرے جذبات عقیدت کو ٹھیس لگی۔ اپنے اطمینان کے لئے ایک عریضہ ۲۸/۴/۴۲ء کو "دربار خلافت" میں پیش کیا۔ جس کا حضور نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا۔ باوجود درخواست کرنے کے کسی عالم سے اطمینان کرانے کی اجازت بھی نہ دی۔ نومبر ۱۹۴۲ء میں وطن آکر اپنا کام شروع کر دیا "مرکز کے نظام روحانی" نے خط پیش کرنے کے بعد اپنے تنخواہ دار نمائندگان اور امیدوار ملازمت نیز کارکنان مقامی کے ذریعہ میرے خلاف خفیہ پروپیگنڈا اور پراسرار ریشہ دوانیاں کر کے اب سب جماعت میں سخت نفرت پھیلا دی اور مجھے منافق، مرتد وغیرہ مشہور کر دیا۔ مجھ پر رکیک اور گندے حملے کئے گئے بھرے مجمع کے اندر فحش کلامی کی گئی۔ میری مرحومہ بیوی غفر اللہ لہا کی وفات پر شادیانے بجا کر عذاب الٰہی بتایا گیا۔ مجھے مصریوں والے اعتراضات کرنے والا بتا کر جماعت کے اندر ہفتہ واری جلسوں میں مجھ پر اعتراضات کئے گئے۔ میں نے ان سب مظالم کو نہایت خاموشی اور صبر کیساتھ برداشت کیا۔ آخرکار اپریل ۱۹۴۴ء میں میرا اخراج اور بائیکاٹ کرنے کے بعد خاکسار کو ہر طرح پیسنے کی سعی کی گئی۔ میرے مزارعان کو کاشت سے منع کیا۔ دوکان تباہ کرنے کے لئے پورا زور لگایا۔ تعمیر مکان کے خلاف مقدمہ چلنے پر خوشیاں منائی گئیں اور میرے رشتہ داروں کو مجھ سے ہر قسم کے تعلقات توڑنے پر مجبور کیا گیا۔ ان مظالم کے انتہا کو پہنچنے کے بعد بحالات مجبوری خاکسار نے انجمن احمدیہ اشاعت لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۹۴۴ء پر ایک مختصر تقریر میں اپنی علیحدگی کی چند وجوہ بیان کیں۔ بوجہ قلت وقت میں اپنی مظلومیت کی مکمل داستان عرض نہ کر سکا۔ نامکمل صورت میں اس تقریر کا شائع ہونا چنداں مفید نہ تھا دوسری طرف نظام کے مظالم کو احباب کے سامنے مکمل صورت میں پیش کرنے سے خاکسار کی کم علمی اور بے سروسامانی سخت مانع تھی۔ آخر یہ جب فرمان ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ اسی قادر مطلق کی ذات پر بھروسہ کر کے میں نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ مذہب اور روحانیت کے پردہ میں ہونیوالے مظالم کے تفصیلی حالات احباب کی خدمت میں رکھوں۔ یہ مضمون اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے بقیہ حصص انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً پیش کرتا رہوں گا وما توفیقی الا باللہ العظیم علیہ توکلت والیہ انیب۔ یہ میں جانتا ہوں کہ آج احباب جماعت احمدیہ اپنے ایک مظلوم بھائی کی فریاد پر کوئی توجہ نہ فرماویں گے۔ مگر انشاء اللہ العزیز وہ وقت آئے گا جبکہ ایک غریب احمدی کی مظلومانہ صدا رنگ لائے گی۔ اگر راستی کی حمایت میں آواز بلند کرتا ہوا میں مٹ جاؤں۔ تو کل اللہ تعالےٰ اپنے کسی اور بندہ کو اس دبی ہوئی آواز کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور یہ آوازیں اٹھتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ نظام موجودہ بربریت۔ مظالم۔ پراسرار سیاسی چالوں کو چھوڑ کر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر نہ آجائے مجھے حضرت امیر المومنین کی ذات گرامی سے کوئی عداوت نہیں بلکہ میں اپنے آقا و ہادی کا فرزند ہونے کے باعث آپ کی عزت کرتا ہوں مجھے اگر شکایت ہے تو اس "روحانی نظام" سے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء مبارک کے خلاف مذہب کے پردہ میں پراسرار سیاسی داؤ پیچ کھیل رہا ہے۔ فقط والسلام

آپ کا ایک مظلوم بھائی قمر سامانوی"

میرا بائیکاٹ کیوں کیا گیا؟

یہ سوال بیسیوں احباب نے "دربار خلافت" میں پیش کیا۔ مگر صدائے برنخاست۔ خاکسار نے خود بھی اپنا جرم دریافت کیا۔ مگر جواب ندارد! دنیا کی ظالم ترین عدالت بھی الزام کی تحقیقات ملزم کے سامنے کر کے اس کو صفائی کا موقعہ دیتی ہے۔ اور الزام ثابت ہونے کے بعد مجرم کو سزا کا حکم سناتی ہے۔ مگر "حضرت امیر المومنین" نے اپنے ایک دیرینہ خادم کو نہ اس کے جرم کی اطلاع بخشی۔ نہ تحقیقات کی۔ اور نہ ہی سزا کا حکم سنایا۔ اور نہ نقل حکم عطا فرمائی۔"

خفیہ کارروائی

خاکسار کے بائیکاٹ کے سلسلہ میں سب کارروائی خفیہ اور پراسرار ہوئی۔ جس کا سبب شاید یہ ہے کہ خاکسار ایک لمبے عرصہ تک "دربار خلافت" کا پراسرار اور خفیہ جاسوس رہ چکا ہے۔ اسلئے خفیہ جاسوس کے لئے "روحانی نظام" کی خفیہ تعزیرات میں یہی خفیہ قانون درج ہو کہ خفیہ جاسوس کے خلاف ہر قسم کی کارروائی خفیہ اور پراسرار رکھنی ضروری ہے۔ اور خفیہ بھی ایسی کہ خود اس خفیہ جاسوس کو بھی یہ علم نہ ہو سکے کہ اس کا جرم کیا ہے؟

میرا جرم

"دربار خلافت" سے مایوس ہو کر بعض احباب مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ تیرا جرم کیا ہے۔ جس کے سبب سے عتاب شاہی نازل ہوا؟ میری طرف سے مختصر جواب یہ ہے۔ کہ ع اس گناہ پہ مجھے مارا کہ کوئی جرم نہ تھا۔ اس سے میرا مدعا صرف یہ ہے۔ کہ جن جرائم کو میرے بائیکاٹ کا سبب بتا کر نفرت پھیلائی جا رہی ہے۔ بفضلہ تعالےٰ ان سے میرا دامن پاک ہے۔ ورنہ اپنی بشری کمزوریوں کا مجھے ہر وقت اعتراف ہے۔ اپنی خطاؤں کی بخشش کے لئے غفور الرحیم معبود برحق کے حضور نہایت عجز سے ملتجی ہوں۔ کہ اے میرے رب میرے گن بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔"

"مصری پارٹی سے سازباز"

نومبر ۱۹۴۰ء کے آخری عشرہ میں حضور نے ایک "فرمان شاہی" اپنے شاہی نقیب جناب مولوی قمر الدین صاحب کو دیگر متعلقہ جماعتوں میں سنانے کے لئے بھیجا۔ آپ نے خاص اہتمام سے مجھ سے پوشیدہ احباب کو وہ فرمان سنایا۔ جس میں "حضور" نے اپنے قلم معجز رقم سے یہ رقم فرمایا تھا۔ کہ فضل الرحمن نے حکیم عبد العزیز سے سازباز کر کے ایک درخواست مولوی ظفر محمد صاحب انچارج کا رخاص سے سفارش کرا کر بدیں مضمون ہمارے پیش کی کہ حکیم عبد العزیز میرا رشتہ دار ہے۔ مجھے اسکو سمجھانے کی اجازت دی جائے۔ میں اس طرح اس کی راز جوئی کر کے حالات کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اور اس کو سمجھاتا بھی رہوں گا۔ یہ فرمان بعض احباب نے سن کر بعض نے پڑھ کر اور بعض نے نوٹ کر کے مجھے بتایا۔ میں نے نقیب صاحب سے نقل حکم مانگی۔ مگر نفی میں جواب ملا۔ دیگر احباب نے عرض کیا کہ حضرت نقل دینی چاہیئے۔ مگر غلط الزام کے متعلق نقل دینے کے لئے بھی دل گردہ کی ضرورت ہے۔ اسلئے اس جعلی الزام کی نقل نہ دی گئی۔"

اخلاص

"حضرت امیر المومنین" کا ایک مقرب کورانہ تقلید کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ "ہائے اخلاص" اس اخلاص نے جماعت کو اندھا کر دیا۔"

اور یہ بالکل صحیح ہے کہ "دربار خلافت" سے ایک حکم صادر ہونے کے بعد اس کے خلاف کتنے ہی معقول اور صحیح دلائل پیش کئے جائیں "اخلاص" میں گرفتار مخلصین اس کو سننا بھی نہیں پسند کرتے چہ جائیکہ "حضور" کے فرمان کو غلط قرار دیں۔ چنانچہ اس فرمان کے چند روز بعد جماعت پٹیالہ کے ایک بہت بڑے بزرگ کے سوال کرنے پر خاکسار نے عرض کیا۔ کہ میں نے تو ایسی کوئی درخواست نہیں دی۔ اور اس کے متعلق میں نے عریضہ بھیجا ہوا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ کہ اگر آپ نے ایسی درخواست نہیں دی تو آپ کی طرف سے کسی اور نے دیدی ہوگی۔ اس کی تصحیح کرا لینی چاہیئے ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا۔ کہ آپ اپنی جگہ سچے ہیں۔ مگر میں تو وہی سچ سمجھوں گا جو "حضرت صاحب" نے فرمایا ہے غرضیکہ "مصلح موعود" بعد از خدا بزرگ توئی" کا مصداق "لا یسئل عما یفعل" کا مورد "حضرت صاحب" کو ماننے والے بزرگوں سے انصاف کی امید رکھنا تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ہاں خدا کا خوف رکھنے والے احباب کی خدمت میں یہ عرض رتا ہوں کہ احباب کی زبانی یہ سنکر نقل حکم سے تحریری انکار ہونے کے بعد خاکسار نے ایک عریضہ ۱۲/۱/۴۱ کو دربار خلافت میں پیش کیا جس کا جواب آنا تھا نہ آیا۔ اس میں اس الزام کے متعلق لکھا تھا۔

"حضور عالی" اگر واقعی یہ بات ہے۔ جو مجھے بتائی گئی۔ تو پھر سوائے اس کے اور کیا عرض کروں وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ حضور عالی کسی اور سے یہ حقیقت پوشیدہ ہو تو ہو۔ مگر حضور عالی سے قطعاً پوشیدہ نہیں کہ مجھ پر ۔۔۔ ایک ظلم عظیم کیا ہے۔ اور مجھ پر وہ ناپاک اور گندہ الزام لگایا ہے۔ جس کا میں ہرگز مرتکب نہیں ہوا۔

باقی دارد

ہر فرد تبلیغ کو اپنے اوپر فرض کرے

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قارئین اخبار پیغام صلح کو یہ تو علم ہو چکا ہوگا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے فرمودہ کے مطابق تمام جماعت کو اس وقت تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ جماعت کے مبلغین حضرات اس کام میں شب و روز منہمک ہیں اور اپنی اپنی استطاعت اور لیاقت کے مطابق اس خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ کام اتنا ضروری اور وسیع ہے کہ تمام جماعت کو۔ اسکے ہر فرد کو۔ ہر مرد و زن کو اور ہر نوجوان کو اس کام کے لئے کچھ نہ کچھ وقت دینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں مبلغین بہت کم تھے۔ ہر احمدی مبلغ تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت نے تھوڑے ہی عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی۔ اب ہم میں وہ روح اور جوش نہیں۔ اسکی کئی ایک وجوہات ہیں لیکن ایک وجہ جس کا ذکر خصوصیت سے اس وقت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ فی زمانہ ہمارے بعض نوجوانان جماعت کو ضروری اور اہم مسائل سے کما حقہ واقفیت نہیں اور پورا پورا علم نہ ہونیکی وجہ سے ان کے اندر یہ ہمت پیدا نہیں ہوتی کہ وہ کسی ایسے آدمی سے جو ہمارا ہم خیال نہ ہو کسی مختلف فیہ مسئلہ پر سلسلہ گفتگو جاری کر سکیں۔

کبھی وہ وقت تھا کہ ہر احمدی کو علم دین سیکھنا تو درکنار سکھانے کا شوق اور جوش تھا۔ حضرت صاحب سلطان القلم تھے اور آپ کے مریدوں کے اندر بھی یہی رنگ پایا جاتا ہے حضرت صاحب نے کیا ہی خوب لکھا ہے
صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ؛ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

جب تک ہم پھر علم دین کو سیکھنے اور سکھانے کا جوش و ولولہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتے خوب یاد رہے ہمیں تبلیغی جدوجہد میں پوری پوری کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ نوجوانان جماعت آجکل سالانہ امتحانوں سے فارغ ہو رہے ہیں۔ اسکے بعد موسم گرما وغیرہ کی تعطیلات ہو رہی ہیں ان کے پاس کچھ اوقات فارغ ہونگے۔ چاہیئے کہ آپ ان اوقات کو ضائع نہ ہونے دیں اور ان ایام میں مذہبی کتب کا مطالعہ جاری کریں۔ مرکزی انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مختصر اور آسان سا نصاب تجویز کر دیا جائے جو کہ جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے عنقریب اخبار میں شائع ہو جائیگا۔ احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ اس نصاب کے مطابق ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ اس تجویز کے مطابق ستمبر اکتوبر میں امتحانات ہونگے۔ ہر احمدی نوجوان کو اس میں حصہ لینا چاہیئے بلکہ ان انجمن کی خدمت میں خاص طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ وہ ان امتحانات میں شامل ہوں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ لاہور میں ایک کلاس جاری کی جائے جس میں ضروری کتب سلسلہ کا درس دیا جائے۔ جماعت لاہور کے نوجوانوں کو خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

یہ چند سطور بطور تمہید کے لکھدی ہیں کورس (نصاب) وغیرہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔ احباب جماعت بالخصوص نوجوان طالب علم توجہ فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

آنریری تبلیغ کو منظم بنانے کی خاطر مرکزی انجمن نے چند فارمیں طبع کروائی ہیں جن کا خاکہ اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے اور اب یہ فارمیں طبع ہو کر بیرونی احباب کی خدمت میں بھی بھیجی جا چکی ہیں۔ گذارش ہے کہ جن جن احباب کو یہ فارمیں ارسال کی گئی ہیں ان کی خانہ پری اور تکمیل کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں۔

بالآخر عرض خدمت ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو اس تبلیغی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیئے۔ ایسے احباب جن کو اللہ تعالیٰ نے علم دین سے مزین کیا ہے وہ مجوزہ فارموں کے مطابق کام شروع کر دیں اور اپنی تبلیغی ڈائری باقاعدہ ارسال کرنی شروع کر دیں۔ جن احباب اور بالخصوص نوجوانان جماعت کے اندر تعلیمی کمزوری کا احساس ہو وہ مندرجہ بالا سکیم کے مطابق امتحان دینیات میں شامل ہونے کا ابھی سے فیصلہ کر لیں اور نصاب شائع ہونے پر اسکی تیاری شروع کر دیں۔ اور پھر ستمبر اکتوبر میں امتحان میں شریک ہو کر کامیابی کی صورت میں سند حاصل کر لیں۔ وباللہ التوفیق۔

امید واثق ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اس طرف توجہ فرما کر مشکریہ کا موقع دیں گے۔

رشتوں کے متعلق اعلان

جماعت میں باہمی رشتے ناطے کرنے کے متعلق مختلف اوقات میں تحریک ہوتی رہی لیکن تاحال اب تک کافی توجہ نہیں ہوئی۔ اسلئے تجویز کی گئی ہے کہ آیندہ مبلغین اپنے اپنے علاقہ کے احباب سے دریافت کر کے لڑکوں اور لڑکیوں کے نام جن کے لئے رشتے مطلوب ہوں فارم ذیل پر فہرست تیار کر کے بعد خانہ پری دفتر جائنٹ سکرٹری میں بھیج دیا کریں وقتاً فوقتاً ضرورت رشتہ کے اعلان اخبار میں نکلا کریں گے اور جواب آنے پر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ فارم کا نمونہ درج ذیل ہے۔ عزیز بخش جائنٹ سکرٹری ۴۲/۴/۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم — یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

درخواست نکاح مسمی / مسمات ____ بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

نمبر شمار	نام	ولدیت	قومیت و ذات	[illegible]	والد یا ولی کا پیشہ	اصل سکونت	موجودہ سکونت	[illegible]	[illegible]	رنڈوہ ہونے کی صورت میں تفصیل سابقہ اولاد	تفصیل جائیداد جو درخواست کنندہ کی ذاتی ہے	کس قدر مہر پر راضی ہے	نام و رشتہ ولی	ضروری کیفیت مثلاً یہ کہ ذات پات کی پابندی ضروری ہے یا اور کوئی خاص شرط

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ جہاں تک ہمارا علم ہے مندرجہ بالا بیان صحیح ہے

(۱) دستخط تصدیق کنندہ (جو انجمن کا معزز ممبر ہو)

(۲) دستخط تصدیق کنندہ (جو انجمن کا معزز ممبر ہو)

مندرجہ بالا بیان بالکل صحیح اور درست ہے

دستخط۔ درخواست کنندہ یا ولی

دنیائے اسلام

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

مدراس ۸ اپریل۔ کل اور آج مدراس شہر سے بھاری تعداد میں لوگ نکلتے رہے۔ جتنی بھی گاڑیاں یہاں سے جا رہی ہیں ان کے ساتھ مزید ڈبے لگے ہوتے ہیں۔ کل مالابار ایکسپریس کو دو انجنوں سے چلایا گیا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کل مرکزی سٹیشن پر نصف لاکھ روپے کے ٹکٹ فروخت ہوئے۔ اس سے پہلے کبھی بھی ایک دن میں اتنی ٹکٹیں فروخت نہیں ہوئیں۔

واشنگٹن ۸ اپریل۔ امریکہ کے محکمہ جنگ نے آج صبح اعلان کیا ہے کہ باتان کی محافظ فوجیں رات کے وقت پہلے سے تیار کردہ حفاظتی مورچہ پر پیچھے ہٹ گئیں۔ اس اعلان میں مزید کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں امریکی فوجوں کے کمانڈر میجر جنرل برٹین نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ اڑنے والی قلعہ بندیوں کے ہوابازوں نے ۲ اپریل کو رنگون کی بندرگاہ پر کامیاب حملہ کیا۔ حملہ کے دوران میں انہوں نے کئی ٹن بم گرائے۔ جن سے بندرگاہ کو زبردست نقصان پہنچا تین جگہ خوفناک آگ لگی۔ دستی کی اطلاع ہے کہ جاپان کی ایک چھوٹی سی فوج نے جزیرہ موس میں لورنیگا ؤ پر قبضہ کر لیا ہے اگرچہ عام تباہی نہیں کی گئی۔ مگر ہوائی اڈہ اور پیر مفید چیز کو تباہ کر دیا گیا۔

نئی دہلی ۸ اپریل۔ اعلان کیا گیا ہے کہ وزیگاپٹم اور کوکناڈا پر ۶ اپریل کو جو ہوائی حملے ہوئے ان کی تفاصیل سے ظاہر ہے کہ وزیگاپٹم میں پانچ اشخاص ہلاک اور دس مجروح ہوئے۔ ہوائی حملوں میں ہلاک شدگان اور مجروحین کی تفاصیل دینے کا عام طریقہ نہیں برتا جائے گا کیونکہ تجربہ سے ظاہر ہے اس طرح دشمن کو مفید اطلاع ملتی ہے۔ موجودہ صورت میں اسلئے یہ تفاصیل دی جا رہی ہیں کہ یہ ہندوستان پر جاپانیوں کا پہلا حملہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ بہت زیادہ اشخاص ہلاک و مجروح ہوئے ہیں۔

مالٹا ۹ اپریل رائٹر کے نامہ نگار سے۔ کابیان ہے کہ کل جرمن ہوائی جہازوں نے جزیرہ مالٹا کی بندرگاہ ویلیٹا پر زبردست ترین برق رفتار حملہ کیا۔ اتنا شدید حملہ اس سے پہلے جزیرہ پر نہیں ہوا۔ شہر کے اوپر بادلوں پر ایسی گرد چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ جس میں اس حملہ سے لگے ہوئے گہرے زخم پوشیدہ ہیں مسمار شدہ محلات، دفاتر کی عمارات، دوکانوں اور گھروں کے کھنڈروں میں ان لوگوں کی تلاش کی جا رہی ہے۔ جو حملوں کا شکار ہوئے۔

نئی دہلی ۹ اپریل۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ حال ہی میں دشمن کے سمندری اور ہوائی جہازوں نے خلیج بنگال میں جو حملے کئے ان میں کئی تجارتی جہاز ڈوب گئے۔ ان جہازوں کے قریباً چار یا پانچسو بچے کھچے ملاح اڑیسہ کے ساحل پر کئی مقامات پر اترے۔ اب ان کے آرام و آسائش کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

نئی دہلی ۱۰ اپریل۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں سر سٹیفورڈ کرپس کو بھیجے جانیوالے سوال پر غور کیا گیا۔ کمیٹی کا اجلاس کل صبح پھر ہوگا۔ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کے بعد مسٹر جناح نے سر کرپس سے ملاقات کی۔

بمبئی ۱۰ اپریل۔ آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا ایک ہنگامی اجلاس ہندو سبھا بھون نئی دہلی میں ۱۴ اپریل کو ہوگا جس میں موجودہ سیاسی صورت حالات پر غور کیا جائے گا۔ ویر ساورکر پردھان ہندو مہاسبھا اتوار کو دہلی روانہ ہو جائیں گے۔

لنڈن ۱۰ اپریل۔ برطانیہ کے محکمہ بحر نے افسوس کیساتھ اعلان کیا ہے کہ طیارہ بردار جہاز ہرمز لنکا کے ساحل کے نزدیک جاپانیوں کے ہوائی حملہ سے غرق ہو گیا۔ اس سلسلہ میں مزید کوئی تفاصیل نہیں ملیں لیکن یہ ممکن ہے کہ جہاز کے بہت جہازی بچ کر ساحل پر پہنچ گئے ہیں۔ کیونکہ اُن سے ساحل صرف دس میل کی دوری پر تھا۔ جتنی بھی جلدی ہو لواحقین کو اطلاع دے دی جائیگی۔ جاپانیوں نے ترنکو ملی کے نزدیک دو جنگی جہازوں کو غرق کرنیکا دعوے کیا ہے مگر وہ بالکل غلط ہے۔

۱۱ اپریل۔ کانگرس اور گورنمنٹ میں کمجھوتہ نہیں ہوا۔ ہندوستان میں قومی گورنمنٹ قائم نہیں ہوگی۔ باٹان میں لڑائی ختم ہو گئی۔

کراچی ۱۲ اپریل۔ سر سٹیفورڈ کرپس اپنی پارٹی کے ہمراہ لنڈن جانے کے لئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ یہاں سے آپ ہوائی جہاز کے ذریعہ کل روانہ ہوں گے۔

میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ (حضرت مسیح موعود)

ہندوستان کے ۸½ کروڑ مسلمان

عرب ممالک کو ہندوستان سے دلچسپی کی وجہ

بغداد ۵ اپریل۔ ہندوستان میں ۸½ کروڑ مسلمانوں کی وجہ سے عرب دنیا کو ہندوستان سے گہری دلچسپی ہے اس لئے اس خبر نے عرب ممالک میں مسرت اور اطمینان کی لہر دوڑا دی ہے کہ برطانیہ نے ہندوستان کے مطالبہ آزادی کو منظور کر لیا ہے اور اس غرض کے لئے جنگی وزارت کا ایک سرکردہ وزیر اس وقت ہندوستان میں موجود ہے۔

ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان گفت وشنید کے موضوع پر مذکورہ بالا تبصرہ اخبار "العراق" نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہندوستان کے ۸½ کروڑ مسلمانوں سے ہمارا مذہبی رشتہ اور خون کا تعلق ہے۔ برطانیہ نے ہمیشہ اسلامی دنیا سے اپنی مخلصانہ دوستی کا عملی ثبوت دیا ہے۔

ہوائی حملہ کی صورت میں

سرکاری طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ جب ہوائی حملہ کا کوئی سگنل جھوٹا الارم ثابت ہوگا تو عام طور پر کوئی اعلان جاری نہیں کئے جائیں گے۔ اسکے برعکس ہوائی حملہ کی صورت میں ہمیشہ اخبارات کے نام ایک سرکاری اعلان شائع کیا جائیگا جس میں ویسی تفاصیل درج ہونگی جو دشمن کو قیمتی اطلاع دیئے بغیر شائع کی جاسکتی ہیں۔

دیکھو مورخہ ۸ اپریل ۱۹۴۲ء۔ نمبر ۲۴۴۷۔ ڈبلیو بی۔ سرکاری اطلاع

دو سوال

نوٹ:۔ ہماری جماعت کے تمام حلقے تبلیغی پروگرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مندرجہ ذیل دو سوالوں کو پیش نظر رکھیں ان میں سے ایک جماعت قادیان سے متعلق ہے اور دوسرے کا تعلق غیر احمدی احباب سے ہے، یہ سوالات ایسے ہیں کہ ان کا جواب دونوں کے پاس نہیں۔

(الف) جماعت قادیان سے سوال

کیا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ آج جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جناب میاں صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے ہوتے ہوئے کیا آج ایک غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھنے سے دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو جناب میاں کو اپنے اس طرز کے بیانات اور اعلانات کو واپس لینا چاہیئے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پھر کلمہ طیبہ عملاً منسوخ ہے، اور جماعت قادیان کو اعلان کرنا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔

(ب) غیر احمدی دوستوں سے سوال

اس دور کا مجدد کہاں ہے؟

موجودہ دور سے پہلے ساری امت محمدیہ کا اس امر پر اتفاق تھا کہ آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالیٰ تجدید و احیائے دین کے لئے مجدد اور محدث مبعوث فرماتا رہا لیکن موجودہ دور اپنے فتن و مفاسد الحاد و مادیت اور مسلمانوں کے جمود اور تساہل و تغافل کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دور کا مجدد کہاں ہے؟ آج اس رحیم و کریم خدا کا فیض کیوں جاری نہیں یا تو ہمارے غیر احمدی احباب حدیث مجدد کی نفی کریں اور اس کے ساتھ ہی گذشتہ مجددین امت کی بعثت کی نفی کریں اور یا اس دور کے مجدد کو پیش کریں جو اس حدیث مجدد کو پورا کرتا ہو۔ اور اگر وہ پیش نہیں کر سکتے جیسا کہ وہ ہرگز نہیں کر سکتے تو اس برگزیدہ انسان کے دعوے کو تسلیم کریں جس نے عین وقت پر تجدید اور احیائے دین کا کام کیا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مکفر علما اور حضرت مسیح موعود

تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے تو ان کا نور قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کی حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوسناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے اگر وہ ایسے کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے تو ان الزاموں سے بری ٹھیرتے جو عنداللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر عائد ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے اس پر یہ بھی منہ مارتی ہے۔ یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علما نے بھی اختیار کر لیا۔ فما اشکوا الا الی اللہ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ ایک مسلمان موحد اہل قبلہ کو کافر کہدینا نہایت نازک امر ہے بالخصوص جبکہ وہ مسلمان بارہا اپنی تحریرات و تقریرات میں ظاہر کرے کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ اور رسول اور اللہ جلشانہ کے ملائک اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور بعث بعد الموت پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جلشانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ ان تمام احکام صوم صلوٰۃ کا پابند بھی ہوں جو اللہ اور رسول صلعم نے بیان فرمائے ہیں تو ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا اور اسکا نام اکفر اور دجال رکھنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کا شعار تقوےٰ اور خدا ترسی سیرت اور نیک ظنی عادت ہو۔ (آئینہ کمالات اسلام)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

درخواستہائے دعا

— چوہدری امیر خاں صاحب کلکتہ کیلئے جملہ احباب نماز تہجد اور دوسری نمازوں میں دعا فرمادیں کہ خداوند کریم انہیں حفاظت سے رکھے دوسرے کلکتہ کے دوستوں کیلئے بھی دعا کریں کیونکہ موجودہ حالات اس دعا کے متقاضی ہیں۔

— حضرت داروغہ نبی بخش صاحب بدستور علیل ہیں احباب سلسلہ انکی صحت کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے۔ آمین

— جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی جو دیر سے بعارضہ بخار بیمار چلی آتی تھیں اب انہیں افاقہ ہے، احباب سلسلہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادی صاحبہ کو صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

— ملک عبدالغنی صاحب کارکن انجمن بعارضہ درد جگر بیمار ہیں احباب سلسلہ انکی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

— چوہدری غضنفر علی صاحب بد دہلی اگرچہ مدت سے کمزور چلے آتے ہیں لیکن آج کل زیادہ بیمار ہو گئے ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو شفا عطا فرمائے۔ بڑے مخلص اور نیک بھائی ہیں۔

— جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں، ان کی صحت اور آسودگی کے لئے اصحاب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کو کامیاب بنا کر تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچائیں!

جماعت احمدیہ راولپنڈی کی تبلیغی مساعی

از جناب میاں بشارت احمد صاحب ایم-اے

نبی کی تعریف کے

بارے میں جو بحوالہ رسالہ مذکور بیان کی گئی تھی دریافت کیا گیا کہ از راہ کرم یہ بتایا جائے کہ آیا اس امت میں جو خیر الامم ہے۔ حضرت اقدس سے قبل ایسے افراد نہیں گذرے جنہوں نے خدا تعالےٰ سے مصفا خبریں پاکر پیشگوئیاں کی ہوں۔ اگر گذرے ہیں۔ اور یقیناً گذرے ہیں۔ تو پھر یہ تعریف ان پر صادق آتی ہے۔ لہٰذا وہ بھی نبی ٹھہرے۔ اس طرح حضرت اقدس کی کیا خصوصیت رہ گئی۔ اس رسالہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ "یعنی فنا فی الرسول کی" اور یہ بھی کہ "میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کی رو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے" اور پھر یہ بھی۔ کہ میں "بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں" تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ جب نبوت کی تمام کھڑکیاں ہی بند ہو چکی ہیں۔ تو پھر کوئی نبی کیونکر ہو سکتا ہے۔ البتہ سیرت صدیقی کا مقام یعنی فنا فی الرسول کی صورت قائم ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق نبی ہونے چاہئیں۔ فنا فی الرسول کا مقام تو امت خیر الورٰی میں سینکڑوں بزرگوں نے پایا۔ بدیں وجہ حضرت بایزید بسطامیؒ موسیٰ، عیسیٰ، اور محمد و احمد علیہم السلام کہلایا۔ نہ حضرت اقدس محمد و احمد اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور نہ ہی رسول اور نبی، کیونکہ آپ کی رسالت و نبوت محمد و احمد کے اعتبار سے ہے۔ ایک چیز کے فقدان سے دوسری چیز کا فقدان لابدی ہے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کا جواب یوں دیا گیا۔ کہ اس جگہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے۔ جسے زبان نبوی نے نبی اللہ کر کے پکارا۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم تو خود نازل نہ ہوئے بلکہ اس کا مثیل آیا۔ اس لئے امام مسلم کی حدیث کے بموجب استعارۃً نبی کہلایا۔ کیونکہ اس کے واسطے ہمارے سید و مولا نے نبوت شرط نہ ٹھہرائی تھی۔ اگرچہ تمام مجددین اور محدثین ظلی و بروزی اور مجازی نبی تھے لیکن نبی اللہ کا ظاہر نام صرف مسیح موعود کے لئے ہی مخصوص تھا۔ اس لئے اُس نے ہی پایا۔ یہ تو صرف نبی کریمؐ کی زبان مقدس کا احترام ہے ورنہ نبوت کے آثار و برکات تو تمام گذشتہ بزرگوں میں موجود تھے۔ اور ان کو نبوت کا درجہ ملا۔ ایک غلطی کے ازالہ والی تعریف نبوت ان سب پر صادق آتی ہے۔ اس لئے وہ بھی نبی اور رسول کہلانے کے حقدار ہیں۔

جناب مولوی عبدالغفور صاحب نے سراج منیر کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنا قائم کردہ قاعدہ کلیہ بھی یکسر چھوڑ دیا۔ غلطی کے ازالہ والی تعریف نبوت سے بھی شاید دلشکنی ہو گئی۔ کہ اسے ترک کر دیا۔ اور کثرت مکالمہ مخاطبہ والی تعریف پر حصر کرنے میں عافیت جانی۔ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہو گئیں" کا جواب ندارد۔ سیرت صدیقی کے متعلق فرمایا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو وہ مقام نہ مل سکا۔ کہ وہ نبی ہو جاتے۔ صرف ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کو ہی وہ مقام ملا۔ گویا مولوی صاحب کے زعم باطل میں حضرت ابوبکرؓ حقیقی اور کامل صدیق نہ تھے۔ یعنی کامل متابعت اور کامل پیروی سے فنا فی الرسول نہ ہوئے ...... افسوس ہمارے قادیانی بھائی غالباً نہ ظلمت میں محبوس ہونے کی وجہ سے بزرگان سلف

کی جنہیں نبی کریمؐ

جیسا عظیم الشان مزکی، فطرت شناس اور کامل و اکمل استاد ملا، نامحسوس طور پر توہین اور تحقیر کرتے ہیں۔ پھر مولوی صاحب نے غلطی کے ازالہ کے متعلق خواجہ صاحب کے سوالات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمانے لگے۔ کہ جو شخص نبی کریمؐ کا مصدق اور مومن ہو وہی صدیق کہلا سکتا ہے۔ "بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں" کو چھوڑ گئے۔ لیکن آخر میں ایک نہایت ہی دلچسپ بات ارشاد فرمائی۔ یعنی محمدؐ اور احمدؐ اسم ذات ہیں۔ اس لئے حضرت اقدس حقیقی محمد و احمد نہیں ہو جاتے۔ لیکن نبی اور رسول اسم صفت ہیں۔ اس لئے یہ نام حقیقی ہوتے ہیں اس لحاظ سے حضرت اقدس نبی اور رسول نبوت و رسالت کے اعتبار سے حقیقی تھے۔ توضیح مرام کا بھی اس بار جواب آیا۔ فرمانے لگے اس جگہ آنے والے مسیح کے لئے تشریعی نبوت کی شرط نہیں ٹھہرائی۔ اور پھر مجاز اور حقیقت کی ایک اچھوتی مثال دی کہ عبدالغفور نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل سے تعلیم پاکر مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ اس لحاظ سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حقیقی مولوی فاضل ہوئے۔ اور عبدالغفور مجازی مولوی فاضل۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ہے وہ علم جو اب قادیان میں رہ گیا ہے افسوس اس بیش قیمت علم کے چشمے ان دوستوں کے ہاتھوں اس پاک سرزمین سے خشک ہو گئے۔ اب قصر خلافت کی چار دیواری میں چار سو مجازی ظلی اور بروزی مولوی فاضل، اعزازی عالم سبز عمامے باندھے اور ہاتھ میں ظلی عصا لئے مجازی اور ظلی تقدس و طہارت کی ظلی و بروزی نمائش کرتے ہیں۔

اب جناب خواجہ صاحب کی آخری باری تھی۔ آپ نے پہلے مولوی صاحب کے اچھوتے نکتہ کو لیا۔ فرمایا کہ جناب مولوی صاحب اس مجاز اور حقیقت کی تاویل رکیکہ کر رہے ہیں۔ اصل مثال یوں ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص بہت دلیر اور بہادر ہوتا ہے۔ اس کو شیر کہدیا جاتا ہے۔ پھر ایک بچہ نہایت ہی حسین و خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کو چودھویں رات کا چاند کہدیا جاتا ہے۔ بہادری اور طاقت جس سے وہ شخص مختص ہوتا ہے۔ بطور حقیقت اُس شخص کے اندر موجود ہوتی ہے اس حقیقت نے تقاضا کیا۔ کہ اُس شخص کو شیر کا نام استعارۃً دیا جائے۔ اسی طرح اس بچہ کے حسن و جمال نے تقاضا کیا۔ کہ اُسے چاند کا نام دیا جائے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب ایک جنس میں کسی دوسری غیر جنس کی کوئی نمایاں خوبی اور صفت پائی جائے (جو فی نفسہٖ ایک حقیقت ہوتی ہے) تو پہلی جنس کو دوسری غیر جنس کا اسم ذات بطور استعارہ دے دیا جاتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے، کہ شیر میں طاقت کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں کوئی انسان کسی طرح بھی ستریک و شامل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارے حضرت اقدس میں نبیوں کی بہت سی خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت کثرت مکالمہ و مخاطبہ پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو مجازی معنوں میں اور بطور استعارہ نبی کہا گیا۔

توضیح مرام صفحہ ۱۸ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب نے عجیب نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ نبوت خواہ

گذشتہ سے پیوستہ

تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی بہر صورت دونوں ہی حقیقت مسلمہ اور متحقق ہیں۔ غیر تشریعی بھی تو نبوت ہے۔ پھر قادیانی مسلمات کی رو سے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام غیر تشریعی نبی تھے۔ پھر یہ تاویل کیونکر درست ہو سکتی ہے اس لئے آنے والے مسیح کیلئے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی کا جواب سوچ کر دیں۔ کیونکہ جب تک مسیح کے لئے نبوت شرط ثابت نہ ہوگی اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ نبی ہرگز ہرگز نہ ثابت ہو سکیں گے۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کیا حضرت ابوبکرؓ نبی کریمؐ کے مصدق اور مومن نہ تھے۔ جب تھے۔ اور اسی وجہ سے صدیق اکبر کہلاتے۔ تو پھر نبی کیوں نہ ہوئے۔ ان کے وجود سے ہی تو سیرت صدیقی کی کھڑکی کھلی تھی۔ کیا الوصیت میں حضرت نے نہیں فرمایا۔ کہ بعض افراد امت، فنا فی الرسول کی حالت کے اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ اور باوجود امتی ہونے کے نبی کہلائے آپ کا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ حضرت اقدس سے پہلے کوئی شخص فنا فی الرسول ہو کر نبی اور رسول نہ بن سکا ——— قصہ مختصر جناب خواجہ صاحب نے نہایت امانت اور دیانت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل منصب محدثیت ثابت کر دیا۔ اور قادیانی دوستوں پر اتمام حجت کر دی۔

مولوی صاحب نے اپنے آخری وقت میں ہمارے فاضل مناظر کے قوی دلائل اور اعتراضات کا کوئی معقول اور مدلل جواب نہ دیا۔ بلکہ یونہی اپنی اور اپنے بھائیوں کی فریب خوردہ ضمیروں کو دام تزویر میں پھنسا کر خدا کے نزدیک مجرم بنتے رہے۔ اور حضرت امام الزمان کے نبی کی حدیثوں کو کترنے کا عملی ثبوت دیا۔ بہرکیف مناظرہ بہت کامیاب رہا۔ کاش ہمارے قادیانی بھائی غور و تدبر سے کام لیں۔ اور شخصی غلامی سے آزاد ہو کر خدائے واحد کی غلامی میں آجائیں۔ فقط والسلام

احباب توجہ فرمائیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے ایک تبلیغی کلاس جاری کر رکھی ہے جس میں تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے طلباء کو داخل کیا جاتا ہے اور ٹریننگ کے دوران میں اخراجات کیلئے مناسب وظیفہ دیا جاتا ہے اور ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد لائق اور موزوں طلباء کو تبلیغی کام کے لئے ملازم رکھ لیا جاتا ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جہاد بالقرآن کیلئے وقف کریں اور انہیں اسبات کی تلقین کریں کہ وہ اپنی زندگیاں دین کی راہ میں صرف کریں۔

مبلغین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے اپنے علاقہ اور حلقۂ اثر میں قابل اور موزوں نوجوانوں کو اس خدمت پر آمادہ کریں۔

(الف) درخواستیں ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء تک سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پہنچ جانی چاہئیں۔
(ب) درخواستیں مقامی صدر یا سکرٹری کی تصدیق سے آنی چاہئیں۔
(ج) صرف وہی نوجوان درخواست دیں جنہیں اشاعت اسلام و تبلیغ احمدیت کا از حد شوق ہو۔
(د) داخلہ کا فیصلہ اکتوبر میں ہوگا اور پڑھائی نومبر میں شروع ہوگی۔

خاکسار (ڈاکٹر) محمد عبداللہ۔ جنرل سکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۷

مسلمانوں کے مرض کا علاج

مسلمانوں کے مرض کا علاج صرف تحریک احمدیت میں ہے

قریباً ڈیڑھ ہزار سال تک عظمت اور شوکت کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد جب مسلمان زوال پذیر ہوئے تو ان کی جگہ مغربی اقوام نے لی جن کا مذہب عیسائیت تھا۔ ان اقوام نے اپنا فوجی اور تجارتی تسلط دنیا پر قائم کیا ان اقوام کے عروج اور طاقت کو دیکھ کر بعض عمرانی وجوہات سے اسلامی دنیا میں مسلمانوں کو زندہ کرنے کے لئے مختلف تحریکات پیدا ہوئیں بعض تحریکات نے فوجی طاقت سے مسلمانوں کے کھوئے ہوئے غلبہ کو حاصل کرنا چاہا جیسے مہدی سوڈانی کی "تحریک جہاد بالسیف"، بعض نے سیاسی احساس اور مسلمانوں کی حکومتوں میں ایک وحدت قائم کرنے کی کوشش کی، جیسے سید جمال الدین افغانی کی تحریک "پین اسلام ازم"، بعض نے علمی اداروں کے قیام سے مسلمانوں میں روشن دماغی پیدا کرنے کی سعی فرمائی، ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب جہالت ہے ان کی قومی زندگی میں ایک جمود پیدا ہو چکا ہے، یہ جمود صرف مغربی علوم رائج ہونے سے دور ہو سکتا ہے، اس تحریک کے سب سے بڑے علمبردار سر سید احمد مرحوم تھے جنہوں نے علیگڈھ میں ایک مسلم یونیورسٹی قائم کی اور مغربی علوم کو رائج کیا۔

زمانہ اور تجربہ شاہد ہے کہ ان تحریکات نے جو مسلمانوں کے مرض کی تشخیص کی وہ غلط نکلی، اور یہ تحریکات مسلمانوں کو زندہ نہ کر سکیں، اور آج مسلمان پکار رہے ہیں کہ مسلمانوں کا علاج تزکیہ نفس میں ہے جب تک مسلمان اپنے نفس پر حکومت نہیں کرے گا اس وقت تک دنیا پر حکومت نہیں کر سکتا، جیسا کہ رسالہ معارف اپنے اپریل ۱۹۴۲ء کے شیوع میں رقمطراز ہے:۔

"زمانہ کے حالات جس تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں خوشی کی بات ہے کہ مسلمان اس سے بے خبر نہیں، معالجوں کی رایوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، مگر مرض کی شدت اور نفس علاج کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں، قوم و ملت کے معالجوں کو دو حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے، ایک وہ جو مسلمان قوم کی سیاسی تنظیم کر کے اس کو برسر عروج لانا چاہتے ہیں، دوسرے وہ جو نام کے مسلمانوں کو پہلے کام کا مسلمان بنانا چاہتے ہیں، اور پھر ان کو استخلاف فی الارض کا مستحق ٹھہراتے ہیں، لیکن اسکے لئے ضرورت یہ ہے کہ اس پیام کے مبلغ اور رہبر پہلے خود کام کے مسلمان بنیں، کہ

خفتہ را خفتہ کے کند ہشیار!

یہ سچ ہے کہ اس سے پہلے کہ ہم دوسروں پر حکومت کریں، ہم کو خود اپنے نفس کے اوپر آپ حکومت کرنا چاہیئے حق کے پیام پر غیر متزلزل ایمان، احکام آلہی پر بے چون و چرا عمل، حق کی راہ میں مجاہدانہ روح، ثبات قدم، عزم راسخ، حق کے لئے ایثار، اور ذاتی خود غرضیوں کا استیصال، کیونکہ دنیا کسی دعوت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتی جب تک داعیوں کی جان و مال کا پورا امتحان نہیں لے لیتی، اور دعوت کے حرفوں کو داعیوں کے خون کی روشنائی میں نہیں پڑھ لیتی، یہ خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے اصول فطری ہیں جو نہ کبھی بدلے ہیں اور نہ بدلیں گے۔"

مسلمان علماء قائدین اور صحیفہ نگار بڑے تلخ تجربہ کے بعد اس طرف آ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے عوارض کا علاج صرف تزکیہ نفس میں ہے، اصلاح یافتہ انسان ہی دوسروں کی اصلاح کر سکتا ہے جیسا کہ رسالہ معارف کے مندرجہ بالا اقتباس سے بخوبی واضح ہوتا ہے، مسلمان تجربہ سے آج اس نتیجہ پر پہنچے ہیں لیکن تحریک احمدیت اور حضرت بانئے سلسلہ مدت سے یہ پیغام قوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں لیکن افسوس ہے مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی بلکہ صرف ان تحریکات کی طرف التفات کیا جو کہنے کو تو احیائی تھیں لیکن درحقیقت ردعمل میں پیدا ہوئی تھیں اور اپنی فطرت میں نہایت سطحی تھیں، اصل میں علاج وہی ہے جس کا ذکر معارف نے کیا ہے ——— احیائے اسلام کیلئے ایک خالص روحانی تحریک کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کے اخلاقی مذہبی اور روحانی معائب کو دور کرے اور ان کے اندر ایسی خصوصیات پیدا کرے جو ان میں پہلے موجود تھیں جن کی وجہ سے وہ دنیا میں سربلند اور ممتاز تھے اور دنیا کے رہنما تھے اور انکے سامنے ساری دنیا سر عجز خم کرتی تھی وہ صرف تحریک احمدیت ہی جس نے یہ روحانی اور اخلاقی تحریک مسلمانوں میں پیدا کیا اس تحریک کے علاوہ کوئی تحریک عالم اسلام میں نظر نہیں آتی جس نے اس طرف توجہ کی ہو ——— صرف یہی تحریک ہے جس میں مسلمانوں کے روحانی عوارض کا علاج ہے یہ تحریک حقیقی اسلام کا احیا ہے، صرف احیا ہی نہیں بلکہ اثر و نفوذ ہے، حضرت بانئے سلسلہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔"

یہی وہ بنیاد ہے جس پر قائم ہو کر مسلمان دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور اسی بنیاد کی طرف انہیں تلخ تجربہ لا رہا ہے خدا انہیں یہ بصیرت بھی دیدے کہ وہ اس زمانہ کے امام کو پہچان سکیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو کر اپنے عوارض کو دور کریں اور دنیا میں وہی غلبہ اور تسلط حاصل کریں جو کہ انہیں کبھی حاصل تھا۔

شذرات

سلطنت کے اضافہ سے اسلام زندہ نہیں ہو سکتا

رسالہ معارف اپریل ۱۹۴۲ء شذرات میں رقمطراز ہے:۔

"فرض کر لیجئے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں مسلمانوں کی ایک سلطنت کا اضافہ ہو گیا تو کیا اس سے اسلام کا پیام زندہ ہو جائیگا اس سے مسلمان پھر مسلمان ہو جائیں گے زیادہ سے زیادہ خوش کن خواب نظر آ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کو ایک طویل و عریض عراق یا شام یا مصر مل جائے تو کیا اس سے اسلام کی بیکسی و غربت میں بھی کمی ہو سکتی ہے۔"

وہ مسلمان جن کا مطمح نگاہ صرف سلطنت کا قیام ہے انہیں ان مندرجہ بالا سطور کو نظر غائر سے مطالعہ فرمانا چاہیئے امید ہے ان پر روشن ہو جائیگا کہ وہ علماء جنہیں اللہ تعالےٰ نے علم دین اور نگاہ کا عمق عطا فرمایا ہے وہ اسلام کے پیام اور صرف سلطنت کے قیام میں کیا فرق سمجھتے ہیں، ان علماء کے نزدیک صرف سلطنت کے قیام سے اور شان و شوکت کے حاصل ہونے سے اسلام کو فائدہ نہیں پہنچتا، اسلام کو اس صورت میں فائدہ پہنچتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی حکومت مسلمانوں کے قلوب پر قائم ہو اور اس حکومت کا اثر انکی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر پڑے اس تزکیہ نفس سے دنیوی حکومتیں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔

قادیانی جماعت اور انگریزی ترجمۃ القرآن

قادیانی مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمۃ القرآن جلد شائع کیا جائے جس پر جناب خلیفہ صاحب نے فرمایا۔

"اگر دوست پندرہ ہزار روپیہ بطور قرض اس شرط پر مہیا کر دیں کہ ترجمہ کے فروخت ہونے پر اپنی رقوم لیں گے اور جو منافع ہوگا وہ بھی حصہ رسدی انکو دیا جائیگا تو قرآن کریم کی طباعت شروع کرا دی جائیگی"

ستائیس سال کے بلند بانگ دعاوی کے بعد آج قادیانی جماعت کی مجلس مشاورت یہ فیصلہ کر رہی ہے کہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمۃ القرآن جلد شائع کیا جائے۔ قادیانی مجلس شوریٰ کی مستعدی قابل داد ہے ۱۹۱۴ء میں ترجمہ کرنے کا اعلان ہوتا ہے اور بلند بانگ دعاوی کئے جاتے ہیں اور ستائیس سال کے بعد یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ جلد شائع ہونا چاہیئے اگر جلدی یہ ہے تو تاخیر معلوم نہیں کسے کہتے ہیں؟ کیا یہی وہ نظام ہے جس پر جماعت قادیان کو اتنا ناز ہے، ایک "ریاستی" نظام میں اور قادیانی نظام میں کیا فرق ہے؟

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں پہلے بھی گذارش کی جا چکی ہے، اب پھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تاریخی، عمرانی، تحریکات جدیدہ اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون بھجوائیں ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے، امید ہے ہماری اس درخواست پر مضمون نگار حضرات فوراً توجہ مبذول فرمائیں گے۔

الیوم اکملت لکم دینکم ...... دیناً

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۸۲ء

دین کامل اور اتمام نعمت

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آج محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ یا نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا، اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا اتمام کو پہنچا دیا اور تمہارے لئے اسلام یں نے دین پسند کیا،

حضرت عمرؓ اور ایک یہودی عالم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک یہودی لم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیرالمومنین ایک یت آپ کی کتاب میں ایسی آئی ہے کہ اگر ہم یہودیوں پر نازل ئی ہوتی، تو ہم اس دن کو عید کا دن مناتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بغیر دریافت کرنے کے کہ وہ کونسی آیت ہے کہا ہاں خوب جانتے ہیں اس دن کو بھی جب وہ آیت نازل ہوئی اور مقام کو بھی جہاں وہ اتری، یہ عرفہ کا دن تھا اور عرفات کے ام پر نازل ہوئی تھی۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ تم خوشی مناتے ہو تو کیا ہم نہیں جانتے کہ یہ آیت کس قدر شان عظمت اپنے اندر رکھتی ہے،

یخ نبوت میں عظیم الشان واقعہ

ساری تاریخ نبوت میں یہ عظیم الشان اور بڑا اہم واقعہ ہے، نبی کریم صلی اللہ یہ وسلم سے پہلے کسی کے وہم میں بھی نہ آسکتا تھا، کہ دین کامل ہو جانا چاہیئے، نبی آتے تھے، ایک کے بعد دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا اور پے در پے آتے چلے جاتے ،، اور خدا تعالےٰ کے نئے نئے احکام ان پر نازل ہوتے ، یہاں تک کہ حضرت عیسے علیہ السلام جو زمانہ کے لحاظ سے ل اللہ صلعم سے سب سے بڑھکر ملتے ہوئے رسول ہیں ں نے حواریوں کو مخاطب کر کے کہا کہ

> "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم کو کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ یعنے روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی (یوحنا باب ۱۶ - آیت ۱۲)

یہ اشارہ حضرت نبی کریمؐ کی طرف تھا

یہ اشارہ ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ کی طرف تھا ین کو وہ کامل کر دے گا، خدا کی طرف سے انسان کو جتنی ہدایت امیں ہیں، جتنی سچائی کی باتیں ہیں سب بتا دی جائیں گی، اور وہ ن کریم نے بتا دیں، اسلئے قرآن کا ہی یہ دعوےٰ ہے کہ الیوم لت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و نیت لکم الاسلام دیناً۔

ربار نبوی میں حضرت عمر کا بیان رضینا باللہ ربا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اور موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ وسلم کے زمانہ میں ہی آپ کے چہرہ پر کچھ لوگوں کے بعض بت کی وجہ سے آثار ناراضی دیکھے تو دوزانو ہو کر بیٹھ گئے ساد رضینا باللہ ربا و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیا ی ہیں اس بات پر کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے نبی ہیں۔ ان تین باتوں کو ان کے کمال کی وجہ سے اکٹھا کیا۔ اللہ ایک ہی رب ہے، اسلام ایک ہی دین ہے، محمد صلعم ایک ہی نبی ہیں

یہ تینوں اکٹھی ہی رہ سکتی ہیں

یہ تینوں باتیں ایک دوسری سے اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ تینوں اکٹھی ہی رہ سکتی ہیں جدا جدا نہیں کی جاسکتیں۔ جس طرح اللہ کے سوائے ہمارا کوئی رب نہیں اور اسلام کے سوائے ہمارا کوئی دین نہیں اسی طرح محمد صلعم کے سوائے ہمارا کوئی نبی نہیں۔ جس طرح یہ صحیح ہے افغیر اللہ ابغی ربا کیا میں خدا کے سوائے کوئی اور رب چاہوں، یقیناً کوئی دوسرا رب نہیں۔ اور جس طرح یہ صحیح ہے من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ جو اسلام کے سوائے دوسرا دین چاہے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ جو محمد رسول اللہ کے بعد آپ کے سوائے دوسرا نبی بنانا چاہے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ پہلے نبیوں پر بھی ہم ایمان لاتے ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی وساطت سے ہم ان کو مانتے ہیں۔ آپ ہی نے ہمیں

جماعت قادیان کی ۲ دو بیماریاں

بتایا کہ پہلے نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

نبوت سازوں کے مغالطے

تو ان تین چیزوں کو الگ الگ نہ ہونے دو، یہ الگ ہو نہیں سکتیں، خود حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مذہب تھا، نبوت سازوں نے بڑے پیچ رکھے ہوئے ہیں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے، موٹی اور سیدھی بات کی طرف وہ کبھی نہیں آئیں گے سنہ ۱۹۰۱ء وہ سنہ جس کی طرف کسی احمدی کا کبھی وہم و گمان بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس سن میں اپنا دعوےٰ تبدیل کر لیا تھا، کسی دماغ میں یہ خیال کبھی پیدا نہیں ہوا سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے جب میاں صاحب نے ایجاد فرمائی کسی احمدی کے دماغ میں یہ بات کبھی نہیں آئی، سلسلہ کی ساری تاریخ میں اس کا چھوٹا سے چھوٹا نشان بھی نہیں ملے گا، مگر نبوت سازی کی دھن میں یہاں تک آنکھیں بند ہیں کہ ایک طرف اگر سنہ ۱۹۰۱ء میں تبدیلی کا دعوےٰ کیا جاتا ہے تو دوسری طرف سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی صریح تحریروں پر اس طرح بیٹھ پھیری جاتی ہے کہ وہ گویا حضرت مسیح موعود کی تحریریں ہی نہیں ایک مثال لے لو اس سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد سنہ ۱۹۰۳ء میں

سنہ ۱۹۰۳ء کا حوالہ

مواہب الرحمٰن میں "اند کے در عقائدنا" (کچھ ہمارے عقائد کے بارہ میں) کے عنوان سے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

> "و خدارا مکالمات است و مخاطبات با اولیائے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود و ایشاں حقیقتاً انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

یعنے اللہ تعالےٰ اس امت میں اپنے اولیا کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے، کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال کو پہنچا دیا ہے۔

دس لاکھ آدمی اس تحریر کو باطل کرنے سے عاجز ہے

قادیان اپنے دس لاکھ آدمی کا زور لگا لے اور حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کو باطل کر کے دکھا دے "ان کو رنگ انبیا دیا جاتا ہے لیکن وہ فی الحقیقت نبی نہیں" یہ سنہ ۱۹۰۳ء میں لکھا کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں تبدیلی دعوے کے عقیدہ والوں کے منہ پر مہر لگے، اس کا کوئی جواب نہیں دیتے، اگر دیتے ہیں تو یہ کہ مسیح موعودؑ مستثنٰے ہے، لیکن وہاں تو لکھا ہے کہ ایشاں درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است، وہ اسلئے فی الحقیقت نبی نہیں کہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہنچا دیا ہے، اگر مسیح موعود مستثنٰے ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ پہلوں کے لئے تو قرآن کامل تھا اس لئے وہ فی الحقیقت نبی نہ ہوئے، لیکن مرزا صاحب کے وقت قرآن کامل نہ رہا، اسلئے وہ نبی بن گئے، غور کرلو سوائے اس کے کوئی اور معنے نہیں بنتے۔

ظلم اور نا انصافی کی انتہاء

ظلم ہے، ناانصافی کی انتہا ہے مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں لیکن ان کے فرمان کو پیٹھ کے پیچھے پھینکتے ہیں، اگر کوئی جوش میں یہ کہدے کہ ان کو یوم عقاب کا خوف نہیں تو حق بجانب ہوگا، دیکھئے جس طرح دین کے کمال کو نبوت کے ختم ہونے کے ساتھ قرآن نے اکٹھا کیا اسی طرح مسیح موعودؑ نے بھی اسکو اکٹھا کیا، آپ قرآن کو سمجھتے تھے، آپ نے بتا دیا کہ قرآن کا کامل ہونا کسی اور نبی کے آنے سے مانع ہے، اور اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا۔

قادیانیوں کی دو بیماریاں

دو بیماریاں قادیانیوں کی مجھے اس سفر میں بھی نظر آئیں ایک بیماری تو یہ ہے کہ جب کبھی ذکر کرو کہ یہ عذاب الٰہی ہے جو آج دنیا پر مسلط ہے، قرآن کی کسی پیشگوئی کی طرف توجہ دلاؤ، کسی مرزا صاحب کی پیشگوئی کا ذکر کرو کہ جس میں اس عذاب کی خبر دی گئی ہے تو فوراً سوال کرتے ہیں "رسول کہاں ہے؟" اس سوال کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ رسول زندہ ہونا چاہیئے تو اس کو نکالیں کہ وہ کونسا زندہ رسول ہے جس کو پیش کرنا چاہتے ہیں اور اگر فوت شدہ ہی کو پیش کرنا ہے تو محمد رسول اللہ نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ کی رسالت کو نہ منوایا جاتا۔

ایک واقعہ

میں ایک واقعہ سناتا ہوں، دہلی میں کچھ دوست جمع تھے کچھ غیر بھی تھے۔ ان میں ایک جوشیلے قادیانی بھی تھے میں نے اس آیت کی طرف توجہ دلائی ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً۔ کوئی بستی ایسی نہیں جس کو قیامت سے پہلے (قیامت کے دن نہیں بلکہ قیامت سے پہلے فرمایا ہے) ہلاک کر دیں

یا اسے سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں، تو وہ قادیانی نوجوان اٹھے اور وہی سوال کیا رسول کہاں ہے؟ اس سے بھی الگ ایک جواب تھا جو **مولوی عزیز بخش صاحب** نے اسی وقت مجھے توجہ دلائی کہ اس سے کہئے اذان دے، میں نے اس سے کہا ذرا اذان دو، کہنے لگا اس کی کیا ضرورت ہے، میں نے کہا، آپ کا ہرج کیا ہے اذان کوئی بری چیز تو ہے نہیں، خیر آخر اس نے اذان دینی شروع کی، جب اس نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ تو میں نے کہا مجھ سے پوچھتے ہو، رسول کہاں ہے اور آپ کہتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ہی اللہ کا رسول ہے۔

سمجھ سے کام نہیں لیتے

غور فرمایئے مجھے ان لوگوں کی سمجھ نہیں آتی، کچھ سمجھ سے کام نہیں لیتے یہ کیوں نہیں کہتے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ ختم ہو گیا اب اور رسول آنا چاہیئے یا یہ کہیں کہ عذاب کے وقت زندہ رسول چاہیئے کیونکہ اگر فوت شدہ کو ہی قبول کرنا ہے . . . . تو محمد رسول اللہ صلعم کو کیوں چھوڑتے ہیں؟ اگر عذاب کے آنے کے وقت زندہ رسول ہونا چاہیئے تو وہ کہاں ہے یا تو کہو کہ تمہارا خلیفہ رسول ہے، ورنہ رسول اسی کہا جائے گا جس کی پیشگوئی ایسے عذاب کے آنے کی ہے، حضرت مرزا صاحب نے بھی رسول اللہ صلعم کے ان پیشگوئیوں کی طرف بھی توجہ دلائی اور آپ کی پیشگوئیاں محمد رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں کا ظل ہی ہیں لیکن دل میں کیا ہے جس کو ظاہر نہیں کرتے، دل میں یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کی رسالت اب معاذ اللہ نکمی ہے جب تک ایک اور رسول پر ایمان نہ لایا جائے یعنی حضرت مرزا صاحب پر اس وقت تک محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانا بیفائدہ ہے اور تعجب ہے کہ پانچ وقت گواہی محمد رسول اللہ کی دیتے ہیں، آج اگر کوئی مسلمان اٹھ کر کہے اشھد ان موسیٰ رسول اللہ، یا اشھد ان عیسیٰ رسول اللہ تو اس کو احمق کہا جائے گا ان کو کیا کہوں کہ منہ سے کہتے ہیں زمانہ اور رسول کا ہے لیکن گواہی محمد رسول اللہ کی دیتے ہیں اسی لئے کہتا ہوں کہ ان کا پاؤں ڈگمگاتیوں میں ہے، بڑی زبردست رسالت ہے محمد رسول اللہ صلعم کی کہ دوسرا نبی بناتے ہوئے بھی گواہی محمد رسول اللہ کی رسالت کی ہی دینی پڑتی ہے

یہ ایک بیماری ہے

بہر حال یہ ایک بیماری ہے جو اس قوم کو لگی ہوئی ہے کہ جب کہو عذاب آیا ہے کہتے ہیں رسول کہاں ہے؟ یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی ہے کہ ایک عذاب آنے والا ہے، لیکن اس سے تیرہ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلعم نے بھی اسی عذاب کی پیشگوئی کی تھی، قرآن نے بھی کھول کھول کر اسکو واضح کیا ہے، **وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض** ان پیشگوئیوں کو نظر انداز کرنا اور یہ کہنا کہ چونکہ حضرت صاحب نے اسی عذاب کی پیشگوئی کی ہے اس لئے اس زمانہ کے نبی وہ ہیں **ما قدروا اللہ حق قدرہ** کا مصداق ہے

الفضل کے ایک سلسلہ مضامین پر تعجب

مجھے تعجب ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ آج ایک سلسلہ مضامین الفضل میں نکل رہا ہے "آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں موجودہ جنگوں کے متعلق" اگر یہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں ہیں جن کے مطابق عذاب آ رہا ہے تو حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانا اور یہ کہنا کہ عذاب ان کے نہ ماننے کی وجہ سے آ رہا ہے، کیسے صحیح ہو سکتا ہے، صاف بات ہے کہ رسول وہی ہے جس کی پیشگوئیاں ہیں اور جس کو منوانے کے لئے حضرت مرزا صاحب آئے تھے۔

دوسری بیماری

تو ایک بیماری تو یہ ہے کہ جب کہا جائے دنیا پر یہ عذاب آ رہا ہے بس جھٹ ایک قادیانی بولے گا رسول لاؤ اور **دوسری بیماری** یہ ہے کہ کسی جلسہ میں محمد رسول اللہ صلعم کی خوبیاں بیان کرو تو کہنے میں یہ منافق ہے، مرزا صاحب کا نام نہیں لیتا، ڈرتا ہے کہ لوگ روپیہ نہیں دینگے گویا رسول اللہ صلعم کا ذکر کرنا آپ کے کمالات بیان کرنا ان لوگوں کو گوارا نہیں، حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تاریخی انسان ہے، جس نے تمام نسل انسانی پر بہت بڑے احسانات کئے ہیں، اس کے برابر کسی نے نسل انسانی پر احسان نہیں کیا، یہ لمبا مضمون ہے، لیکن صرف اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کا احسان نسل انسانی پر نہیں، تو جس شخص کا اتنا بڑا احسان ہو آیا سب سے پہلے اس کا ذکر ہونا چاہیئے یا کسی اور کا؟

یہ بیمار ذہنیت سے اچھی ہے

اس کے ذکر پر بڑا احسان کے ذکر کو مقدم کرنا یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے، کبھی کہتے ہیں یہ شکست خوردہ ذہنیت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہیں کرتے، میں کہتا ہوں یہ ذہنیت کم از کم اس بیمار ذہنیت سے اچھی ہے کہ ایک غلام کو آقا کی جگہ پر بٹھا دیا جائے کیا تم آقا اور مالک کو چھوڑ کر غلام پر سارا انحصار رکھو گے؟

حضرت مرزا صاحب کا عظیم الشان کام

حضرت مرزا صاحب نے اس میں شک نہیں کہ بہت بڑا عظیم الشان کام کیا ہے، مجددین میں آپ کا مقام بہت بلند ہے، بڑا بھاری کام آپ کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے قلوب میں خدا کے اوپر ایمان زندہ کر دیا محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان کو زندہ کر دیا، قرآن پر ایمان کو زندہ کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ **آیا آپ محمد رسول اللہ صلعم کو منوانے آئے تھے یا اپنے آپ کو**، وہ تو یہی فرماتے ہیں کہ میں قرآن کو منوانے آیا ہوں، محمد رسول اللہ کو منوانے آیا ہوں، آپ کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے آیا ہوں، آپ کی عظمت دنیا سے منوانے کے لئے آیا ہوں، تو کیا اب تم یہ چاہتے ہو کہ جس شخص کی عظمت کے اظہار کے لئے وہ آیا تھا اب اسکو چھوڑ کر حضرت مرزا صاحب کی عظمت پر سارا زور دینے لگ جائیں؟ اگر اسی پر رہو کہ اصل محمد رسول اللہ صلعم ہیں، حضرت مرزا صاحب محض خادم ہو کر آئے ہیں، خادم اپنے مخدوم کے سامنے خادم ہو کر رہے تو درست ہے اسے مخدوم کے مقام پر بٹھا دینا نادانی ہے۔ حضرت مرزا صاحب میں کیا بڑائی ہے یہ کہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو قائم کیا، اصل پھر بھی محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت رہی۔

حضرت ابوبکرؓ کا عظیم الشان کام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑا عظیم الشان کام کیا اگر تاریخ میں دیکھا جائے تو اتنا بڑا عظیم الشان کام کسی کا نہیں، محمد رسول اللہ صلعم کی ساری محنت برباد جاتی تھی اگر حضرت ابوبکرؓ امت محمدیہ کو نہ سنبھال لیتے، آپ کی وفات کے بعد تمام عرب مرتد ہو گیا، اگر حضرت ابوبکرؓ نہ ہوتے تو اسلام تو گیا تھا، تو کیا اب یہ کہو گے، کہ اصل ابوبکر تھے جنہوں نے اتنا بڑا عظیم الشان کام کیا؟ نہیں اصل محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں جن کے لئے آپ نے یہ سب کچھ کیا،

حضرت عمر فاروقؓ کا عظیم الشان کام

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے جو عظیم الشان کام کئے ان کی کوئی نظیر نظر آتی ہے؟ ملکوں کے ملک، بادشاہتوں کی بادشاہتیں آپ نے فتح کیں، وہ ملک جن کے خزانوں کی چابیاں محمد رسول اللہ نے اپنے ہاتھ میں دیکھی تھیں، وہ سب حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ آئیں، تو کیا حضرت عمر کو اصل قرار دیا جائے گا، نہیں اصل محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں، جن کی پیشگوئی کے مطابق یہ فتوحات حاصل ہوئیں، اس امت میں بہتیرے مجددین اولیاء گذرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ پر ایمان کو محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو اپنے اپنے وقت میں قائم کیا

حضرت مرزا صاحب کی فتوحات حضرت رسول کریمؐ کی فتوحات ہیں

بعینہ اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب نے کوئی فتوحات حاصل کی ہیں تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کی فتوحات ہیں کبھی اس نسبت کو مت بھلاؤ، جو آقا اور غلام میں ہے۔

الفضل اور قلت کا نقشہ

بعض وقت لوگ قلت سے بہت پریشان ہو جاتے ہیں اور جب الفضل نقشہ کھینچنے والا ہو تو قلت بھی انتہا کو پہنچا دی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:-

"اس وقت جلسہ گاہ میں جب مولوی محمد علی صاحب کی تقریر شروع ہوئی تو کل دو سو کے قریب آدمی موجود تھے اتنی قلیل تعداد سے مولوی صاحب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے" (الفضل مورخہ ۲ جنوری)

کام کرنیوالے دو سو بھی زیادہ ہیں

بہت اچھا! اگر یہی تصویر ہے تو تم کو قائل ہو جانا چاہیئے کہ اس جماعت کے ساتھ خدا کا ہاتھ ہے، صرف دو سو آدمی اتنا بڑا کام کریں یہ خدا کی نصرت کے سوائے نہیں ہو سکتا ضرورت ہے تو کام کرنیوالوں کی، اگر کام کرنے والے ہوں دو سو بھی زیادہ ہیں، چالیس مومن بھی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں اور کام کوئی نہیں تو دس لاکھ بھی کوئی چیز نہیں، بڑا زور ہے کثرت جماعت پر، کیا کریں اس کثرت کو کہتے ہیں، ہم دس لاکھ ہیں، یہ تعداد صحیح نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ دس لاکھ نہیں اگر پچاس کروڑ بھی ہو جائیں تو کیا؟ **پہلے پچاس کروڑ مسلمان موجود نہیں؟**

جماعت قادیان نے کیا کیا ہے

سوال یہ ہے کہ کام انہوں نے کیا کیا ہے، جماعت کی حالت وہی ہوتی ہے، جو طالب علموں کی ہوتی ہے جس طریق پر اسکو چلایا جائے ویسی ہی اس کی تربیت ہوتی ہے تو کیا کام اس دس لاکھ کی جماعت نے کیا گیا ہے، اگر کہا جائے کہ یہ اپنے آپ کو بنائے رکھتی ہے، تو اس سے کیا فائدہ؟ اگرچہ رعب داب بھی اتنا ہی ہے جتنا اور لوگوں کا ہے، جس طرح کسی اور آدمی کو ایک پولیس کا سپاہی پریشان کر سکتا ہے ویسے ہی خلیفہ صاحب کو پریشان کر دیتا ہے، لیکن یہ سب سمجھ بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہ جماعت اپنے آپ کو اور اپنی حیثیت

کو بنانے رکھتی ہے، میں پوچھتا ہوں یہ دس لاکھ کا ہونا کس کام جب وہ چیز نہ رہی جو حضرت صاحب نے پیدا کی تھی،

بڑی جماعت بنا کر کیا کرو گے

اور تم بھی بڑی جماعت بنا کر کیا کرو گے، اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ پہلے جماعت بڑی بنائیں گے پھر کام کریں گے یہ خیال غلط ہے، اگر جماعت سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تو جماعت ایک دھوکہ ہے، کام تو یونہی ہوتا ہے کہ جو لوگ جماعت میں آتے جائیں، وہ ساتھ کے ساتھ اس کام میں بھی حصہ لیں، اور اس میں رنگتے چلے جائیں، اگر یہ نہ ہوگا تو کام کی تربیت ان کو کیسے حاصل ہوگی، یہ خیال کہ ہم اپنے آپ کو بنائیں، لوگ اچھا کمانے والے ہوں، جماعت کی بہت بڑی حیثیت ہو، یہ صحیح نہیں،

سب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو منوانے آئے

کیا حضرت مرزا صاحب اسلئے آئے تھے کہ اپنا جتھہ بنائیں یا محمد رسول اللہ صلعم کو منوانے آئے تھے؟ خوب یاد رکھنے کہ اصل شخصیت جو منوانے والی ہے، وہ محمد رسول اللہ صلعم ہے، اسی کو منوانے کے لئے حضرت مرزا صاحب آئے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام تک جس قدر آئے، سب کے سب محمد رسول اللہ صلعم کو منوانے آئے تھے۔

آنحضرتؐ کی تکذیب کی وجہ سے موجودہ عذاب آیا ہے

وہی ایک ہے جس کے لئے یہ تمام عذاب آیا ہے، اس کی تبلیغ بھی دنیا میں ہوئی اور اس کی تکذیب بھی دنیا میں ہوئی یہاں تک کہ ان عیسائی اقوام نے جو آج دنیا میں ہیں محمد رسول اللہ صلعم کی تکذیب پر سارا زور صرف کیا، آپ کے دین اسلام کو مٹانے پر سارا زور صرف کیا یہ تکذیب ہے جس کی وجہ سے عذاب آیا ہے، اور جس کی وجہ سے لیظهره على الدين كله کی پیشگوئی پوری ہوگی، اسی کو مقدم کرنا پڑے گا یہ نہیں کہ مقدم کرو مرزا صاحب کی شخصیت کو، نہیں لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کوئی تم میں سے ایماندار نہیں جب تک اپنے والدین اپنی اولاد اور سب لوگوں سے مجھے محبوب نہ رکھے والناس کے اندر ابوبکر بھی، مجدد الف ثانی بھی اور حضرت مرزا صاحب بھی شامل ہیں

انسان کی فطرت اور محسن

یہ سب یونہی نہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم نے یونہی اپنے آپ کو منوانے کے لئے کیا، نہیں جبلت القلوب على حب من احسن اليها انسان کی فطرت ہے، کہ جو سب سے زیادہ احسان کرنے والا ہو، اسی کی طرف جھکتا ہے چونکہ محمد رسول صلعم نے نسل انسانی پر سب سے بڑھکر احسان کیا ہے وہ سب سے بڑا محسن ہے اس لئے اس کی محبت سب سے بڑھکر ہونی چاہیئے۔

محمد رسول اللہ سے حضرت مرزا صاحب سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے

یاد رکھئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی محبت حضرت مرزا صاحب سے بڑھکر ہونی چاہیئے، جس کا احسان زیادہ ہوگا اس کے ساتھ محبت بھی زیادہ ہوگی، اگر یہ نہیں کرتے اور خادم کو مخدوم کا مقام دیتے ہو تو دین کا تختہ الٹتے ہو۔ مجھ پر اعتراض ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا ذکر پہلے کیوں لے بیٹھتا ہے، اسلئے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا احسان سب سے زیادہ ہے۔

ہے۔ دیکھئے مرزا صاحب خود فرماتے ہیں "من یک ثمرہ ام از باغ او و یک قطرہ از بارش او، میں اس کے باغ کا ایک پھل ہوں، اور اس کی بارش کا ایک قطرہ ہوں۔ تو خادم کو . . . . خادم ہی کی حیثیت میں رکھو، غلام کی حیثیت میں رکھو، مخدوم اور آقا کی حیثیت نہ دو، محمد رسول اللہ آقا ہے یہی وہ انسان ہے جس کی طرف دنیا جھکے گی، میں پوچھتا ہوں کیا کفرستانوں میں جاکر محمد رسول اللہ کو پیش کریں گے یا مرزا صاحب کو؟ . . . . کیا یہ مطلب ہے پہلے مرزا صاحب کو پیش کریں گے اور اس کی طفیل محمد رسول اللہ صلعم کو منوالیں گے تو یہ نادانی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی طفیل حضرت مرزا صاحب کو منوایا جاسکتا ہے، مرزا صاحب کی طفیل محمد رسول اللہ کو منوانا مخدوم اور خادم کی نسبت کو الٹا دینا ہے۔ پس آقا اور غلام کی نسبت کو مت بھولو، یہی صحیح رستہ ہے جو شخص اس رستہ کو قائم رکھے گا وہی اس اصل راہ پر ہے جو مرزا صاحب نے قائم کی۔

خطبہ ثانی

ایک واقعہ سناتا ہوں، حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ میں ملتان جا رہا تھا، رستہ میں ایک صاحب (غالباً فرزند علی صاحب تھے جو اب قادیانی جماعت میں ہیں) آپ سے ملے انہوں نے سوال کیا کہ حضور ولایت میں اگر تبلیغ کی جائے گی تو وہ کیا کی جائے گی، فرمایا پہلے ایک خدا کو منواؤ، یہ میرے سامنے کی بات ہے اور اصل بات یہی ہے پہلے حق خدا ہی کا ہے محمد رسول اللہ صلعم کا بھی یہی احسان ہے کہ آپ نے خدا کو منوایا لوگ اصل نسبت کو بھول جاتے ہیں کسی نے امام ابوحنیفہ کو مقدم کر لیا، اور کسی نے امام شافعی اور مالک کو حالانکہ یہ سب خادم ہیں اس دین کے جو محمد رسول اللہ صلعم لے کر آئے، میں نے ایک لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ پہلے قرآن ہے پھر حدیث اور پھر فقہ، ایک صاحب بولے، واہ جناب آپ نے ہماری فقہ کو تھرڈ کلاس بنا دیا۔ میں نے کہا آپ نے ہمارے قرآن کو تھرڈ کلاس بنا دیا۔

تو جو شخص مرزا صاحب کو سب سے اوپر رکھنا چاہتا ہے وہ محمد رسول اللہ کی حیثیت کو نہیں سمجھا۔ سب سے اوپر محمد رسول اللہ صلعم ہیں ان کے بعد کسی اور کا مرتبہ ہے۔

وصایا کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا نہایت ضروری ارشاد

ایک بات جو میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں، وہ وصایا کی تحریک کے متعلق ہے، اپنے مالوں کے ایک حصہ کی خدا کی راہ میں وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے، كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ اپنے مالوں اور جائدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے، اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اسکی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اسکی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کیلئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہوسکتا ہے۔

فسخ بیعت کا مکتوب

بخدمت حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے میں آج سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور میاں محمود احمد صاحب کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کو غلط اور غلو و بدعت اور اہل سنت والجماعت اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف سمجھتا ہوں اور آپ کو میں امیر برحق جماعت احمدیہ یعنی مسیح موعود کی جماعت کا رہبر برحق سمجھتا ہوں۔

آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں آپ کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کروں، اور خدا تعالےٰ مجھے استقامت بخشے۔ آمین۔

خاکسار

میر امیر علی . . . .

ضلع ہوڑا۔ بنگال۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب مدیر الفضل کے نام

بخدمت ایڈیٹر صاحب "الفضل"

السلام علیکم

آپ نے خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا مضمون اخبار "الفضل" مورخہ ۱۴؍ اپریل میں شائع کر کے مجھ سے اس کا جواب طلب کیا ہے۔ اس مضمون کے پہلے سوال کے متعلق جس میں میرے کسی بیان کا جو میں نے مولوی کرم دین کے مقدمہ میں دیا ایک ٹکڑا شائع کیا گیا ہے اور بظاہر بیچ میں سے بھی کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ میرا مکمل بیان شائع کر دیں ممکن ہے کہ میرے بیان میں تو وہ بات موجود ہو جس کو حذف کر دینے کی وجہ سے اس سے ایک غلط استدلال کیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں مجھے زیادہ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

محمد علی

سر سید احمد خاں مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۳)

سنت اللہ معجزہ اور حضرت مرزا صاحب

البتہ جو سنت اللہ قرآن شریف کی آیات محکمات میں نظر آتی ہے اس کے خلاف کسی معجزہ کو ماننا وہ قرآن کے خلاف سمجھتے تھے۔ مثلاً حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعض معجزات کو ان معنوں کے ساتھ ماننے سے آپ نے انکار کیا جس طریق پر عوام الناس یا اکثر علما مانتے تھے، تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ قوانین نیچر کے خلاف تھے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ معنے خدا کی صفات قدیمہ اور اس کی بیان کردہ سنت کے جو قرآن میں مذکور ہے خلاف تھے۔ مثلاً حضرت عیسٰی کو خالق طیور ماننے سے اسلئے انکار نہیں کیا کہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ انسان پرندے نہیں پیدا کر سکتا۔ ممکن ہے ہمارا مشاہدہ کامل نہ ہو پس بوجہ کمی علم کے انکار کرنا درست نہیں ہو سکتا بلکہ انہوں نے انکار اس وجہ سے کیا کہ خدا نے قرآن میں بڑی تحدی کیساتھ فرمایا ہے کہ هل من خالق غير الله کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے، یہاں تک کہ خدا کے سوا غیر کو خالق ماننا شرک فی التوحید قرار دیا ہے فرماتے ہیں ام جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم قل الله خالق كل شيء وهو الواحد القهار یا انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھے ہیں کہ اسی کی جیسی مخلوق انہوں نے بھی پیدا کی ہے۔ اور اب ان کو مخلوقات کے بارے میں تشابہ ہو گیا ہے۔ کہدے اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ اکیلا اور غالب ہے"۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے مسیح کے مردے زندہ کرنے کا انکار اس لئے نہیں کیا کہ مردوں کا زندہ ہونا ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے، بلکہ اس لئے انکار کیا کہ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے اسے سنت اللہ کے خلاف بتایا ہے۔ فرماتے ہیں:- حرام على قرية اهلكناها انهم لا يرجعون ٥ (الانبیا) جس بستی کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس پر حرام ہے وہ پھر اس دنیا کو نہیں لوٹتے۔ اسی طرح فرمایا:- الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى الى اجل مسمى (الزمر) اللہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند کے وقت اور پھر جو مر گئے ان کو روکے رکھتا ہے اور دوسروں کو یعنے جو سوئے ہوئے تھے واپس بھیج دیتا ہے وقت مقررہ تک"۔ ان صریح محکم آیات کی موجودگی میں مردوں کا زندہ ہونا ہمیشہ روحانی رنگ میں لیا جائے گا، تاکہ محکم آیات کے خلاف نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت مسیح کا شافی امراض اور عالم الغیب ہونا بھی چونکہ صفات الٰہیہ کی توحید کے برخلاف ہے، جن کا ذکر قرآن میں ہے اسلئے ان کو ظاہری رنگ میں ماننا توحید و معرفت صفات الٰہیہ کے خلاف ہے۔ الغرض جس معجزہ کو آپ نے ظاہری عام رنگ میں ماننے سے انکار کیا ہے وہ سر سید احمد خاں کی طرح خلاف نیچر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خلاف آیات محکمات قرآنی ہونے کیوجہ سے انکار کیا ہے کیونکہ اس طرح صفات الٰہیہ یا قرآن کریم میں بیان کردہ سنت الٰہیہ کی مخالفت لازم آتی تھی۔

(۵) ملائکہ

سر سید احمد خاں مرحوم ملائکہ کو کوئی علیحدہ وجاتی ہستی نہیں مانتے تھے بلکہ قدرت کی قوتوں کا نام ہی ملائکہ بتاتے تھے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب ملائکہ کا علیحدہ وجود مانتے تھے، اور ان کو اس عالم اسباب میں سبب روحانی مانتے تھے۔ جو جناب الٰہی اور اسباب ظاہری کے درمیان میں بطور کڑی کے واقع ہوئے ہیں۔ گویا اللہ تعالےٰ کا اعلیٰ درجے کا تقدس اور تنزیہ اس امر کا متقاضی ہے کہ عالم مادی میں اللہ تعالےٰ کے کسی فعل کے صدور کے وقت ایک روحانی واسطہ درمیان میں ہو جو امر الٰہی کو عالم روحانی سے عالم ظاہر میں منتقل کر دے لہٰذا تمام قوانین مظاہرۂ قدرت اور خواص اور فطری قوتوں کے لئے ملائکہ بمنزلہ ارواح کے ہیں جن کے ذریعہ امر الٰہی کا نفاذ ان قوتوں تک ہوتا ہے اور پھر وہ آگے کام کرتی اور نتائج پیدا کرتی ہیں، مگر اسی فلسفیانہ تشریح پر آپ نے بس نہیں کیا، بلکہ دنیا کے سامنے اعلان بھی کیا کہ میں نے کشفی نگاہ اور قلب کی آنکھ سے ملائکہ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے کلام بھی کیا ہے اور ان کا کلام سنا بھی ہے۔ یہ وہ بات ہے جو اہل حال اور صاحب امر کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی، ایک خشک فلسفی اس یقینی علم سے محروم ہوتا ہے۔

(۶-۷) وحی الٰہی و نبوت

سر سید احمد خاں مرحوم وحی الٰہی کو خدا کا کلام نہیں مانتے تھے۔ ان کے پیش کردہ خیالات یہ تھے کہ شاعری کی طرح نبوت بھی ایک ملکہ فطرت انسانی ہے، جس طرح شاعر کے قلب اور دماغ میں ایک بلند تخیل پیدا ہوتا اور موزوں کلام کے ساتھ شاعر کی زبان پر آتا ہے، اسی طرح نبی کے قلب میں بھی نیک باتیں پیدا ہوتیں اور موزوں کلام کے ساتھ نبی کی زبان پر آتی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ نیک باتیں خدا کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ کوئی الفاظ خدا کی طرف سے بطور کلام کے آتے ہیں بلکہ کچھ خیالات ہوتے ہیں جو دل سے اُٹھتے ہیں اور دل پر ہی پڑتے ہیں۔ خارج سے کچھ نہیں آتا۔ نبی اپنے الفاظ میں ان خیالات کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ قرآن شریف میں جو کچھ ہدایات ہیں وہ محمد رسول اللہ صلعم کے قلب سے ہی اُٹھی تھیں اور تخیل کی شکل میں اُٹھی تھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے الفاظ میں لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ حاصل کلام یہ کہ وحی الٰہی خارج سے لفظوں میں نہیں آتی۔ بلکہ دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور نبی اپنے لفظوں میں اسے پیش کر دیتا ہے۔ صرف وہ خیال جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی خیال کی نسبت یہ کہنا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے محض ایک تکلف یا خوش عقیدگی ہے۔ کسی خیال کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔ اور ماحول کے اثر سے یا کسی اور وجہ سے پیدا نہیں ہوا۔ اور پھر اس طرح تو ہر ایک شخص کے دل میں جو کوئی نیک خیال پیدا ہوتا ہے، وہ کیوں نہ خدا کی طرف سے تسلیم کر لیا جائے۔ اس لئے پھر وحی الٰہی کے لیے نہ کوئی امر عار یا ملامت باقی رہ جاتا ہے اور نہ انکا کوئی ثبوت ہی ہاتھ میں باقی رہتا ہے۔ کہ وحی الٰہی کی کوئی ہستی بھی ہے یا نہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا عقیدہ یہ تھا کہ وحی الٰہی الفاظ کے ساتھ خارج سے قلب پر نازل ہوتی ہے۔ وہ یہ مانتے تھے کہ اس کے نزول کے لئے قلب انسانی میں طہارت اور تقویٰ اور خاص استعداد کی بھی ضرورت ہے۔ جس طرح قوت بصارت اگرچہ انسان کی آنکھ میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن جب تک خارج سے روشنی اور خارج کی چیزوں کا انعکاس آنکھ پر نہ پڑے انسان دیکھ نہیں سکتا اسی طرح نبی یا محدث کا قلب بھی ایک خاص استعداد اپنے اندر اس علم کو حاصل کرنے کی رکھتا ہے جو جناب الٰہی انسان کو دینا چاہتے ہیں لیکن جب تک وہ علم خود خارج سے نہ آوے اس کا قلب اسے محسوس نہیں کرتا۔ آنکھ میں جس طرح دیکھنے کی حس موجود ہے اسی طرح قلب میں وحی کو محسوس کرنے کی حس موجود ہے لیکن جس طرح جب تک خارج سے آنکھ پر انعکاس نہ ہو آنکھ دیکھ نہیں سکتی اسی طرح جب تک خارج سے وحی الٰہی کا الفاظ کے ساتھ نزول نہ ہو قلب محسوس نہیں کر سکتا۔ اور سب سے بڑھکر انہوں نے یہ اعلان کیا کہ میں اس میں خود صاحب تجربہ ہوں۔ مجھ پر وحی ولایت کا نزول ہوتا ہے۔ اور وہ الفاظ کے ساتھ خارج سے آتی ہے۔ بنے بنائے فقرے نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی یہ سلسلہ دیر تک جاری رہتا ہے، اس امر پر تفصیل سے علم حاصل کرنے کے لیے صرف کافی چاہیے براہین احمدیہ پڑھ لے۔ نہایت تشریح اور تفصیل سے اس پر بحث کی ہے۔ غرضکہ وحی الٰہی اور نبوت و رسالت پر حضرت مرزا صاحب نے قالی اور حالی دونوں رنگ میں جو دلائل قائم کئے ہیں وہ گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی نے قائم نہیں کئے۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم نے کس قدر صحیح لکھا تھا جو براہین احمدیہ پر ریویو تحریر کرتے ہوئے رقم فرمایا تھا کہ:-

" ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئیندہ کی خبر نہیں لعل الله يحدث بعد ذالك امرا اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بھی بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب کا پتہ دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ برہمو سماج کا اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنھوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا بھی اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر اس کا مشاہدہ اور تجربہ کر لے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ سنہ ۱۸۸۴ء جون تا نومبر صفحہ ۱۶۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پاکستان اور اسلامی طرزِ حکومت

ہنود اور عیسائی اقوام سے اسلامی سیرت اور اخلاق کا موازنہ

خطبہ جمعہ از حضرت مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۴۷ء

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا ... ان ... ذالک خیر و احسن تاویلا (النساء رکوع ۵)

مذہبی کتاب اور حکومت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر فتح عطا فرمائی اس وقت یہ حکم نازل ہوا کہ حکومت کس طرح کرنی چاہیئے۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے ایک تجویز ہے کہ ان کو شمال مغربی یا شمال مشرقی حصہ میں پاکستان کی شکل میں حکومت دے دی جائے۔ اسی طرح ہندوؤں کے لئے ہندوستان کے وسط میں ایک بہت بڑے علاقہ میں حکومت دینے کی تجویز ہے۔ ایسے موقعہ پر بڑے امتحان کا وقت ہے جو قوم حکومت کرنا چاہتی ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی مذہبی کتاب سے حکومت کا طریق معلوم کرے۔ ہندوؤں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ویدوں سے حکومت کا نقشہ پیش کریں۔ اور مسلمان قرآن میں سے اور عیسائی اناجیل سے حکومت کا نقشہ بنائیں۔

عیسائی مذہب حکومت کا نقشہ نہیں پیش کرسکتا

جہاں تک عیسائی مذہب کا تعلق ہے وہ کوئی اچھا نقشہ پیش نہیں کرسکتا۔ ہم مذہب کا معیار بہت بلند سمجھتے ہیں۔ مذہب وہ ہے جو ہر پہلو میں اپنے پیروؤں کی رہنمائی کرے سب سے مشکل مرحلہ جہاں کسی قوم کے اخلاق ننگے ہوجاتے ہیں، حکومت کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلے کو طے کرنے کیلئے مذہبی کتاب ہی رہنمائی کرسکتی ہے۔ آج کوئی مسلمان اپنے پاس سے حکومت کا نقشہ بنا کر قرآن کیطرف منسوب نہیں کرسکتا اگر ایسا ہوسکتا۔ تو انگریز اور جرمن اور روسی بھی حکومت کے طریق وضع کرکے انجیل کی طرف منسوب کردیتے۔

وید سے حکومت کا نقشہ نہیں پیش کیا جاسکتا

ہندو کبھی کبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہوائی جہاز کا نقشہ وید کے اندر ہے۔ ہوائی جہاز کا نقشہ وید سے بتانا آسان ہے لیکن حکومت کا نقشہ وید سے دکھانا مشکل۔

اللہ تعالیٰ نے عیسائی اقوام سے عہد لیا

قرآن کریم میں ہے ومن الذین قالوا انا نصٰری اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ۔ ان لوگوں میں سے جو عیسائی کہلاتے ہیں ان سے عہد لیا تھا خدا پرستی کا لیکن انھوں نے اس کا بڑا حصہ ترک کردیا۔ اس واسطے عیسائی قوموں کے اندر ہم نے بغض حسد اور کینہ ڈال دیا۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنا محمد رسول اللہ صلعم کے ہاتھ میں نہ تھا لیکن خدا کی بات ان دیکھیئے کہ وہ قومیں جن کا کام دوسروں کے اندر تفرقہ ڈالنا ہے خود انکے اندر قیامت تک تفرقہ بغض اور کینہ ڈالدیا گیا یہی وجہ ہے کہ آج انگلستان جرمنی کا دشمن ہے۔ اور جرمنی انگلستان اور روس وغیرہ کا اور اسطرح سب ایک دوسرے کیساتھ کینہ اور عداوتیں پال رہے ہیں۔ دولت، نفس پرستی، اور مادہ پرستی کو معبود بنا لیا ہے جو تعلیم حضرت عیسیٰ کو دی گئی تھی۔ اس کو چھوڑ دیا خدا کا نام لینا انکے لئے مشکل ہے۔ انکی میز پر دسترخوان پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ غریب امیر کی کھلی تفریق ہے ایک چیز جو دل و دماغ پر مستولی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے دوسری قوموں کو اپنے پنجہ میں جکڑنا ہے۔ اسی کیلئے رات دن ان کی تگ و دو ہے۔ اس رنگ میں مشکل ہے کہ انجیل سے حکومت کا نقشہ دکھا سکیں۔

ہندو قوم کی معاشرتی حالت

دوسری طرف ہندو قوم ہے وہ یقین کرتی ہے کہ ایک پنڈت کبھی ایک چھتری کے برابر نہیں ہوسکتا نہ ہی چھتری ویش کے اور ویش شودر کے برابر ہوسکتا ہے شودر وید نہیں پڑھ سکتا۔ ایک دوسری ذات میں بیاہ شادی نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک شودر کا سایہ بھی اگر پڑ جائے تو برہمن بھرشٹ ہوجاتا ہے۔ یہاں پنجاب میں تو اتنی تنگی نہیں لیکن یوپی میں اور جنوبی ہندوستان میں یہانتک تنگ خیالی بڑھی ہوئی ہے کہ ایک دری کے کونہ پر ایک مسلمان بیٹھا ہو تو دوسرے کونہ پر ہندو بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا یہ لوگ کس طرح حکومت کریں گے۔

اچھوت اقوام کی جائز حقوق سے محرومی

سارے ہندوستان میں کوئی بیس کروڑ ہندو ہونگے اور سات آٹھ کروڑ اچھوت۔ ان سات آٹھ کروڑ کو برابر کے حقوق نہیں مل سکتے۔ اور نہ انکے لئے ترقی کا کوئی دروازہ ہندو مذہب نے کھلا چھوڑا ہے۔

حضرت مسیح اور ایک کنعانی عورت

یہی حال عیسائیوں کا ہے حضرت عیسیٰ کے تو نصیب میں ہی حکومت نہیں ہوئی لیکن وہ لکھ سکتے تھے کہ یوں حکومت کرنی چاہیئے وہ بھی انجیل میں نہیں البتہ ایسے واقعات پائے جاتے ہیں کہ ایک کنعانی عورت جو بنی اسرائیل میں سے نہ تھی۔ آئی اور اس نے اپنی بیٹی کے لئے جو بیمار تھی برکت مانگی۔ اس کے بار بار سوال کرنے پر ساتھیوں نے کہا استاد یہ کیا بک رہی ہے۔ اس کو نکال کیوں نہیں دیتے۔ اور آپ خود یوں فرماتے ہیں کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے کیسے ڈال دوں۔ اس کا جواب اس عورت نے کیا دیا میں نے یورپ میں لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اخلاق کے لحاظ سے اس عورت کا اور اس شخص کا جس کو تم خدا کہتے ہو۔ مقابلہ کرو وہ کہتی ہے کہ بچوں کی میز سے گرے ہوئے ٹکڑے بھی کتے کھا لیتے ہیں کس قدر بلند اخلاق کا اظہار ہے اور بالمقابل یسوع مسیح نے کن اخلاق کا اظہار کیا ہے۔ دونو کا موازنہ کرو۔ کیا وہ قوم جس کو یہ اخلاق سکھائے گئے ہوں، اس قابل ہوسکتی ہے کہ حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی جائے۔

مسلمانوں کو حکم

دونوں قومیں ہندو اور عیسائی حکومت کا کوئی اچھا نقشہ پیش نہیں کرسکتیں ادھر مسلمان ہیں انکو حکم ہوتا ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن اقوام کی حکومت تمہارے سپرد کی جاتی ہے۔ تمہیں انکے حقوق کو مدنظر رکھنا اور ادا کرنا ہے بڑا زبردست حکم ہے۔ انکے اخلاق، ان کی خوراک، انکی آسائش اور سب باتوں کا خیال رکھنا ایک مسلمان حاکم کا سب سے بڑا فرض ہے چھوٹی چھوٹی چیزیں اسکے اندر آجاتی ہیں۔

رسول کریمؐ کا ارشاد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان مسلمان حاکم کا، مسلمان بادشاہ کا۔ مسلمان امیر کا، ثواب کا بڑا مشکل مقام ہے۔ اگر اس نے اپنی رعایا اور ساتھیوں کے حقوق کی پرواہ نہیں کی۔ انکی بڑائی کی کوشش نہ کی انکی خیرخواہی نہیں کی۔ تو وہ انکے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا معلوم ہوا مسلمان بادشاہ کا مقام بڑا مشکل ہے ماتحت قوم کی استعدادوں کو بڑھانا انکے حقوق ادا کرنا ایک مسلمان حاکم کا سب سے بڑا فرض ہے۔

اسلام میں کوئی عہدہ موروثی نہیں

ایک سب سے بڑا کام یہ ہے کہ کسی عہدہ کو موروثی نہ بنایا جائے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ ایک ہی مرد و عورت سے تم کو پیدا کیا ہے۔ اور قبیلے اور ذاتیں محض تعارف کے لئے ہیں۔ سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تقوے میں سب سے بڑھا ہوا ہے تم میں زیادہ خوف خدا ہو۔ اس کا زیادہ اکرام ہو۔ کسی کا مغل ہونا۔ پٹھان ہونا۔ سید ہونا۔ کوئی چیز نہ سمجھا جائے۔ لیکن ہندوؤں کو تو یہ بات نصیب نہیں۔ وہی اتہام جو انگریزوں پر ہے وہی ہندوؤں پر رہیگا۔ کہ تمہاری حکومت میں کوئی مساوات نہیں۔

مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس پر مسلمان فخر کرسکتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے۔ جس کے مطابق ہندوؤں کو بھی اپنی برادری کا نقشہ پیش کرنا ہے مسلمان حاکم قرآن سے نبی کریم صلعم کے نمونہ سے، صحابہ کے نمونہ سے سبق حاصل کرسکتے ہیں کہ انہیں کس طرح ماتحت اقوام کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے کوئی ظلم کی بات سرزد ہوجائے

حضرت نبی کریم کی معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو نصیحت

کس طرح سے نبی کریمؐ نے معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ

اشعری کو جب یمن کا حاکم مقرر کیا تو انہیں سوار کرکے ان کے ساتھ ساتھ کچھ دور گئے تاکہ انہیں بتائیں کہ حکومت کس طرح سے کرنی ہے۔ بازار میں ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اور حکومت کی پالیسی بازار ہی میں بتلائی جا رہی ہے۔ انگریز تو حکومت کی پالیسی کو بڑا خفیہ رکھتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی ماتحت افسر کے ساتھ بادشاہ بھی اسے رخصت کرنے گیا ہو۔ لیکن جیسے ایک رحیم کریم اور شفیق باپ اپنے بڑھتے ہوئے بیٹے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلعم اپنے مقرر کئے ہوئے افسروں اور حکام کو بلند دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آپ معاذ رضؓ اور ابو موسیٰؓ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ دیکھو تم اس قوم پر حکومت کرنے جا رہے ہو۔ جو رقیق القلوب ہیں ان کے دل بڑے نرم ہیں۔ بشرا ولا تنفرا ان کو خوش رکھنا اور متنفر نہ کرنا تمہارا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو وہ تمہاری باتوں کو سن کر خوش ہو جائیں۔ ان سے پوچھا کس طرح حکومت کرو گے۔ معاذؓ نے کہا یا رسول اللہ قرآن سے حکومت کریں گے۔ کس قدر آزاد اور حق پرست ہیں پیر پرست ہوتے تو کہہ دیتے کہ یا رسول اللہ جس طرح آپ فرمائیں گے اسی طرح کریں گے۔ نہیں کہتے ہیں قرآن سے حکومت کریں گے۔ یہ بہت بلند مقام ہے ورنہ کسی پیر کو اگر کہا جائے تو وہ تو چل ڈالے کہ تم کون ہوتے ہو قرآن جاننے والے۔ قرآن کو تو میں جانتا ہوں۔ اسی لئے پیروں کے مرید یونہی کہتے ہیں کہ حضور جس طرح حضور فرمائیں ویسا ہی کریں گے۔ نبی کریم صلعم نے قوم کو اس سے بہت بلند کیا ہے۔ معاذ کے اس جواب پر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بات قرآن سے نہ ملے انہوں نے کہا اس صورت میں آپ کی سنت کو دیکھیں گے۔ فرمایا اگر وہاں سے بھی کوئی بات حسب مطلب نہ ملے؟ تو کہا کہ پھر اپنے اجتہاد سے کام لیں گے۔ فرمایا بس یہی صحیح طریق ہے۔ قرآن سب سے پہلے ہے پھر میری سنت پھر اپنا اجتہاد۔ پھر فرمایا میں نصیحت کرتا ہوں۔ کسی پر ظلم نہ کرنا مظلوم کی آہ سے بچنا۔ کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان حجاب نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کا مال کھانا تمہارا کام نہیں جیلا الحرث النسل کسی مسلمان حاکم کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا معاذ گناہ سے بچنا۔ کیونکہ ایک عہدیدار جس کے اختیارات زیادہ وسیع ہوں۔ گناہ کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے۔ ایک تھانیدار یہی خیال کرتا ہے۔ کہ اس کے لئے لوگوں کا مال کھانا اور رشوت کاری کرنا بالکل جائز ہے۔ ملاں لوگ جب کسی بڑے عہدیدار یا حاکم کے سامنے جاتے ہیں۔ تو ان کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ کہ شراب کوئی ایسی خراب چیز نہیں۔ تھوڑی سی پی لیں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سب گناہ کی باتیں ہیں فرمایا گناہ سے بچنا۔ گناہ سے خدا کا عذاب اترتا ہے۔

مسلمانوں کو حکومت دینے کی تجویز

پس اس وقت جب شمال مغربی یا شمال مشرقی ہندوستان پر مسلمانوں کو حکومت دینے کی تجویز ہے تو مسلمان ایسی حکومت کر سکتا ہے۔ جو دنیا کیلئے امن اور راحت کا موجب ہو۔ ایک مسلمان حاکم جو قرآن اور حدیث سے واقف ہو خدا کا خوف دل میں رکھتا ہو وہ عیسائیوں ہندوؤں اور تمام دوسری قوموں کے حقوق کو ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی ترقی۔ ان کے آرام و آسائش اور ان کی حفاظت کو اپنا لازمی فرض یقین کرتا ہے۔

حقیقی اسلامی حکومت سے کوئی ہندو شاکی نہیں ہو سکتا

اس طرح کی حکومت اگر مسلمان کریں تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ہندو جو اس حصہ پاکستان کے اندر رہتا ہو۔ کس طرح پر اس سے شاکی ہو بلکہ وہ اس کو اپنے لئے رحمت یقین کرے گا۔ اور کبھی اس سے نکلنا پسند نہیں کرے گا۔ اسی لئے فرمایا ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا اللہ حکم دیتا ہے۔ کہ جو جو بھی مستحق ہو ان کی امانتیں ان کے حقوق انہیں دو۔ واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل اور جب فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ مسلمان حاکم اور قاضی عادل کی کرسی پر بیٹھ کر نہیں جانتے تھے۔ کہ بڑا کون ہے اور چھوٹا کون وہ پورے انصاف سے کام لیتے تھے۔

حضرت علیؓ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ حضرت علیؓ کے خلاف ایک یہودی نے حضرت عمرؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ جب فریقین پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا یا ابا الحسن چونکہ آپ اس وقت فریق مقدمہ ہیں۔ اس یہودی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ مقدمہ آپ نے سنا اور چونکہ حضرت علیؓ کے خلاف ثبوت ملتا تھا۔ اس لئے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ بعد میں انہیں بلا کر حضرت عمرؓ نے معافی مانگی کہ عدالت کی وجہ سے مجبور تھا حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے اسلام ایسا ہی چاہتا ہے۔ لیکن اس وقت یا ابا الحسن کرکے پکارنا ٹھیک نہ تھا۔ اس سے ایک فریق کی عزت پائی جاتی ہے۔ یہ تھا مسلمانوں کا عدل اور انصاف۔

مسلمانوں کو ہر قوم کے ساتھ عدل اور انصاف کرنے کا حکم

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلک من کان قبلکم تمہارا یہ کام نہیں کہ یہ دیکھو کہ کوئی مجرم کس قوم سے تعلق رکھتا ہے کوئی ہو تمہیں عدل اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔ فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد (صلعم) بھی چوری کرے تو خدا کی قسم میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں۔ مسلمان کا کام ہی ہے کونوا قوامین بالقسط عدل اور انصاف پر کھڑے رہو۔ اگر اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو دو۔ خدا کے دین کیلئے پیغمبر خدا صلعم کی عظمت قائم کرنے کیلئے ماں باپ کے خلاف بیوی بچوں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو ضرور دینا۔ اور خدا کا ڈر نا ایسا نہ ہو کہ تم عدل قائم نہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہم کبھی کبھی کوئی کارندہ باہر بھیجتے ہیں۔ وہ جب واپس آتا ہے تو کہتا ہے۔ یہ بیت المال کا حصہ ہے۔ اور یہ میرا حصہ ہے کیونکہ ان لوگوں نے مجھے دیا ہے کیوں دیا ہے کیا وہ اگر گھر بیٹھا ہوتا تو اس کو یہ حصہ مل جاتا۔؟ کارندہ ہونے کی حیثیت سے ہی اس کو یہ حصہ ملا ہے اس لئے وہ اس کا حق نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ایک سوئی کے برابر بھی کوئی چیز چرائے وہ بد دیانت ہے۔

اسلامی نمونہ اور پاکستان

اگر یہ نمونہ پاکستان کے اندر مسلمانوں نے دکھایا۔ تو دوسری قومیں بھی اس نمونہ کو لینے کیلئے تیار ہو جائیں گی۔ امتحان کے وقت پتہ لگتا ہے۔ کہ کوئی کہاں تک صحیح راہ پر چلتا ہے۔ کوئی بھی تو مسئلہ نہیں جس کی وضاحت محمد رسول اللہ صلعم نے نہ کی ہو انسانیت فخر کر سکتی ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ قوم محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کی۔ جو دنیا کیلئے امن اور راحت کا موجب ہو۔

ضروری اعلان

بعض دوست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت اقدس میں خطوط لکھتے وقت احمدیہ بلڈنگس کا ہی پتہ لکھ دیتے ہیں جس سے خطوط حضرت ممدوح کو دو ایک دن کے وقفہ کے بعد ملتے ہیں اس تاخیر سے کام پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ حضرت ممدوح کو مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں:۔ پتہ:۔ مسلم ٹاؤن اچھرہ لاہور

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

گذشتہ دنوں مختلف مقامات پر جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے منعقد ہوئے۔ ان کا پروگرام تو پیغام صلح مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء میں شائع ہو چکا تھا۔ ابھی ان جلسوں کی مفصل رپورٹیں ہمیں موصول نہیں ہوئیں انشاء اللہ موصول ہونے پر اخبار میں درج کر دی جائینگی۔ بعض جلسوں کی نہایت مختصر رپورٹ بطور خبر کے درج ذیل ہے۔

جموں ۲۸، ۲۹، ۳۰ مارچ ہفتہ اتوار سوموار کو جماعت احمدیہ جموں کا جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ بارونق اور نہایت کامیاب رہا۔ مرکز سے شمولیت کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ حضرت مولنا صدرالدین صاحب جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب جناب مرزا مسعود بیگ صاحب مولنا احمد یار صاحب ایم اے جناب مولنا آفتاب الدین صاحب اور جناب اکبر نعتی صاحب تشریف لیگئے تھے۔

دہلی۔ ۳، ۴، ۵ اپریل کو جماعت احمدیہ دہلی کا جلسہ منعقد ہوا مرکز سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مولانا صدرالدین صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب تشریف لیگئے۔ ۳ اپریل کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر تھی۔ ۵ کو حضرت مولنا صدرالدین صاحب کی تقریر ہوئی۔ ۴ کی شب کو سید اختر حسین صاحب کی "انقطاع نبوت" پر تقریر ہوئی جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور جناب شیخ عبدالحق صاحب کی تقریریں بھی ہوئیں۔ ایک مذاہب کانفرنس بھی ہوئی جس کی صدارت جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے فرمائی۔ اس کانفرنس کا موضوع تھا "میرا مذہب بین الاقوامی اتحاد کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے" جماعت دہلی کا جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔

جہلم۔ مورخہ ۷ اپریل بروز جمعہ جہلم میں جماعت احمدیہ جہلم کا جلسہ منعقد ہوا۔ مرکز سے حضرت مولنا صدرالدین صاحب مولنا عبدالحق صاحب جناب مرزا مسعود بیگ صاحب تشریف لیگئے حضرت مولینا صدرالدین صاحب کی ۲ تقریریں جناب مولنا عبدالحق صاحب کی ۲ تقریریں اور جناب مرزا مسعود بیگ صاحب کی ایک تقریر ہوئی جلسہ کامیاب رہا۔

بحری ملازمت کیلئے تعلیم و تربیت

۱۴ سال سے ۱۷ سال کی عمر کے لڑکے بھرتی کئے جائینگے

لاہور ۸ اپریل: بحری ملازمت کی تعلیم اور تربیت ۱۴ سال سے ۱۷ سال کی عمر کے لڑکوں کو دلانے کی غرض سے بھرتی کرنے کیلئے بحری ریکروٹنگ افسر مئی اور جون میں پنجاب کا دورہ کرنے والے ہیں۔ ۱۴ سے ۱۵½ سال کی عمر کے لڑکوں کو ایک سال تعلیم و تربیت دی جائے گی۔ اور اس دوران میں انہیں ۱۰ روپے ماہوار تنخواہ وردی اور خوراک کے علاوہ دی جائے گی۔ اور پندرہ سال سے ۱۷ سال کی عمر کے لڑکوں کو اسی طرح پندرہ روپے ماہوار تنخواہ ملا کرے گی۔ جہازی تربیت کے علاوہ ان کی تعلیم کا بھی بندوبست ہوگا۔ جس سے فراغت کے بعد انہیں بحری ملازمت میں لے لیا جائے گا۔

ریکروٹنگ افسروں کے دورے کا پروگرام حسب ذیل ہے
رہتک ۹ مئی۔ گجرات ۱۱ مئی۔ جہلم ۱۲ مئی۔ گوجر خاں ۱۴ مئی۔ کہوٹہ ۱۵ مئی۔ مری ۱۶ مئی۔ تلہ گنگ ۲۵ مئی چکوال ۲۶ مئی۔ پنڈ دادنخاں ۲۷ مئی۔ کھیوڑہ ۲۸ مئی چوہا سیدن شاہ ۲۹ مئی۔ ڈلوال ۳۰ مئی۔ کلر کہار یکم جون خوشاب ۵ جون۔ میانوالی ۶ جون۔ شاہ پور ۸ جون سرگودھا ۹ جون۔ نارووال ۱۰ جون۔ ظفروال ۱۱ جون اور لاہور ۱۲ جون۔

"قادیانی نظام کی پُر ہیبت مظالم اور پُر اسرار سیاسی چالیں"

از جناب چوہدری فضل الرحمن قمر سامانوی نمبردار محمود پور سابق ہیڈ جماعتہائے قادیانیہ علاقہ ساماوانہ آنریری مبلغ دعوۃ و تبلیغ و مجاہد تحریک جدید و جاسوس خاص دربار خلافت

گذشتہ سے پیوستہ

یہ سچ ہے کہ میں نے ایک نہیں ایک زیادہ درخواستیں پیش کیں۔ مگر کب کیں اور کیوں کیں؟ اس کا حضور کو سب علم ہے۔ حضور عالی! روزجوئی یا جاسوسی کے سلسلہ میں جس تاریخ کو خادم کی پہلی رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اس کا حضور کو علم ہے کیونکہ وہ ریکارڈ حضور کے پاس ہے۔ اگر اس ابتدائی رپورٹ پر درج شدہ تاریخ سے کسی پہلی تاریخ میں میری ایسی درخواست اور اس پر انچارج صاحب کار خاص کی سفارش کا ہونا ثابت ہو جائے۔ تو میں خود کو اقراری مجرم کی طرح حضور کے حوالہ کر دوں گا۔ حضور عالی جو سخت سے سخت سزا اس غلام کے لئے تجویز فرمائیں اس کو خوشی قبول کروں گا۔ اور اس کے خلاف کوئی اپیل یا فریاد نہ کروں گا۔ اگر حضور عالی اس بیان کردہ قصہ کے برخلاف میرے یہ کام سپرد ہونے کے بعد ممبران مصری پارٹی کی تحریک پر حضور کے فرمان کے موجب حضور کی اجازت سے ان لوگوں پر اعتماد جمانے اور روزجوئی یا جاسوسی کے نئے میدان صاف کرنے کی خاطر ایک درخواست نہیں بلکہ حسب موقعہ کئی درخواستیں دینا ثابت ہو۔ تو پھر حضور عالی نہایت ادب سے یہ عاجزانہ التجا کروں گا کہ اس دیرینہ خادم کے معاملہ میں نظر ثانی فرما کر انصاف فرمایا جاوے" جو دو ماہ گذرنے کے باوجود میری کوئی ایسی درخواست نہیں دکھائی اگر ہے تو اب بھی اس کا فوٹو شائع کر دیا جائے۔ تاکہ حق و باطل میں فیصلہ ہو جائے۔

صدق نما پاکیزہ جھوٹ

خادم کے مطالبہ پر "حضور" کی لمبی خاموشی کو دیکھ کر اگر کوئی شریعت اسلامیہ کے پابند بزرگ جو ہمارے "روحانی نظام" کی اصطلاح میں شاید "منافق" ہی کہلاتے ہوں۔ یہ پکار اٹھیں کہ یہ الزام سراسر جھوٹ ہے تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جناب آپ کی شریعت میں یہ جھوٹ ہوگا۔ مگر ہمارے "آقا" کی پراسرار تعزیرات میں ایسے معمولی واقعات کا نام جھوٹ ہرگز نہیں۔ کیونکہ "سیدنا فضل عمر" نے مقدمہ بخاری میں جو بیانات عدالت میں دیئے ہیں۔ ان کو منافقین کی پیش کردہ شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چونکہ حضور خدا کے مقرر کردہ "خلیفہ" ہیں اسلئے آپ سے بڑھ کر شریعت پر عمل کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے اس مقدمہ میں جس خوبصورتی کے ساتھ اپنے بیانات کو سچ کے لباس میں ملبوس فرمایا ہے۔ وہ "حضور" کے "خلیفہ برحق" ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ ورنہ اگر کوئی دوسرا شخص یہاں ہوتا تو شاید لغزش کہا جاتا۔ اسلئے اگر کسی "منافق" کی پیش کردہ شریعت اسلامیہ کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر مخلصین کے لئے سخت مشکلات کا سامنا ہوگا۔ وہ ہزار تاویلیں کریں۔ کسی بھی طرح ان کی صداقت ثابت نہیں کر سکتے۔ پس شریعت ہو وہ بھی منافق کی پیش کردہ شریعت، اخلاص کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی (معاذ اللہ) اگر شریعت اور "فرمان سیدنا فضل عمر" میں ٹکراؤ ہو جائے تو اخلاص کے ماتحت "خلیفۂ وقت" کی پالیسی ہی اصل شریعت کہلائے گی چونکہ خدا نے آیت استخلاف میں "خلیفۂ وقت" کی پالیسی کو رواج دینے اور اس کو مضبوط اور پر امن کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اسلئے خلیفۂ وقت کے کسی فرمان کو خلاف شریعت بتانے والا ہلاکت اور سزا سے نہیں بچ سکتا "میرے آقا" تو جب کسی اپنے خادم کا ذرا سا جھوٹ بھی دیکھتے ہیں تو فوراً اس کو پکڑتے ہیں۔ چہ جائیکہ خود ایسے فعل کے مرتکب ہوں۔ جس سے اللہ تعالے نے منع فرمایا ہو۔

چنانچہ میں نے خود "جاسوسی" کے سلسلہ میں اس قسم کی سینکڑوں باتیں کی ہیں۔ "میرے آقا" کو سب کا علم ہے۔ کیونکہ اپنے صدق نما کذب یا پاکیزہ جھوٹ کو اپنی رپورٹ میں اور پھر زبانی ظاہر کر دیا کرتا تھا "حضور" ان پر ناراض ہونے کی بجائے اظہار خوشنودی فرمایا کرتے تھے اور کبھی ان کو خلاف شریعت نہیں فرمایا، ہاں ایک دفعہ میری ایک غلطی پر حضور نے مجھے انشا اور جھوٹ سے بچنے کا صحیح طریق بتایا تھا۔ وہ واقعہ یوں تھا۔ کہ ایک دفعہ مجھے جناب مصری صاحب مکرم سے ملنے کی ہدایت ہوئی۔ جس کے لئے قانون یہ تھا

دربار خلافت کے ایک ممتاز جاسوس کا سنسنی خیز بیان

کہ اکیلا آدمی ان کو نہ ملے دو ملیں اور وہ بھی ناظر صاحب امور عامہ کی اجازت سے۔ چونکہ شیخ صاحب مکرم کے مکان پر "حضور" کے "محکمہ کار خاص" کے لٹھ بند جاسوس ہر وقت پہرہ دیا کرتے تھے اس لئے اندر جانے سے پیشتر ان مسلح جاسوسوں کو شاہی اجازت نامہ دکھانا پڑتا تھا۔ سوالات کو میں نے یہ حکمنامہ سن کر صبح کو ایک درخواست بدیں مضمون پیش کر کے ناظر صاحب سے اجازت لے لی کہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے ذمہ میرا کچھ مطالبہ ہے۔ اس لئے مجھے اور بابو عبدالرحمن صاحب کو ان سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ وہ اجازت نامہ پہرہ داروں کو دکھا کر اندر چلا گیا رات کو رپورٹ پیش کردہ پر حضور نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ آخر مجھ سے پوچھا کہ درخواست کا مضمون کیا لکھا تھا۔ میں نے وہ مضمون عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا یہ تو جھوٹ ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مطالبہ سے مراد علمی مطالبہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور میں نے ایسے کئی مطالبہ ان سے کر بھی لئے۔ باقی اس سے زیادہ احتیاط کوئی جاسوس کر بھی کیا سکتا ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ مضمون درخواست یہ لکھنا چاہیئے تھا۔ کہ میں نے مصری صاحب سے قرضہ کا روپیہ لینا ہے۔ پہلے تو حضور کی اس "پالیسی" کو میں سمجھ نہ سکا۔ مگر حضور نے میرے اس پر یہ فرمایا۔ کہ وہاں جا کر شیخ صاحب سے ایک روپیہ قرض لے لیتے اور پھر واپس دے دیتے۔ تو مجھے فوراً اپنی غلطی پر اظہار ندامت کر کے آئندہ اسی طرح سچائی کے لباس میں لپیٹ کر جھوٹ بولنے کے لئے جرأت ہو گئی۔ کیونکہ یہ "خلیفہ برحق" کی پیش کردہ مقدس یا پاکیزہ پالیسی تھی رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ جب میں نے ان پاکیزہ پالیسیوں سے اظہار نفرت کیا۔ فوراً "دربار خلافت" سے میری "منافقت" کا پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔

انکشاف حقیقت

خلاصہ کلام یہ کہ مخلصین کے نزدیک ایسے معمولی واقعات کا نام جھوٹ رکھنا کھلی منافقت اور "خلیفۂ وقت" سے غداری کرنا ہے۔ ٹھیک وہی ہے۔ جو حضرت "امیر المومنین" فرمائیں۔ اسلئے میری آہ و پکار نے تو اس غلط الزام کے متعلق کوئی اثر نہ کیا اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ مگر خدا ترس دل رکھنے والے احباب کیلئے میں اس حقیقت کو کھول کر رکھنا چاہتا ہوں۔ کہ لٹ ایک معتوب خادم پر مذکورہ بالا الزام کیوں لگایا۔ جب کہ میں نے ایسی کوئی درخواست نہ دی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ جاسوسی کے گندے کام میں میری ڈیوٹی یہ مقرر کی گئی تھی۔ کہ میں مصری پارٹی کی راز جوئی ان پر اپنا کلی اعتماد جما کر اس رنگ میں کروں۔ کہ ان کو میری نسبت قطعاً شبہ نہ ہو سکے۔ اس کے واسطے میں موقعہ کے لحاظ سے حسب ہدایت مختلف پالیسیوں پر عمل کرتا رہا جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ میں ان سے ملاقات کے وقت جاسوسوں سے پکڑے جانے کا خوف ظاہر کرتا۔ کبھی وہ میری اس مشکل کے حل کے لئے یہ طریقہ پیش کر دیتے۔ کہ اگر تم مجھ کو سمجھانے کی اجازت لے لو تو جاسوسوں کی رپورٹ کرنے کا خطرہ کم ہو جائے۔ میں حضور سے اس کا ذکر کرتا۔ تو حضور فرما دیتے کہ ہاں تم اس مضمون کی درخواست اپنے اصلی نام سے لکھ کر رپورٹ کے ساتھ بھیج دینا۔ چنانچہ میں نے "دربار خلافت" کے معتوب حکیم عبدالعزیز صاحب اور دیگر دوستوں کے اصرار پر اس قسم کی متعدد درخواستیں مختلف مواقع پر حضور کی اجازت کے بعد دی ہوئی تھیں۔ اور وہ سب حضور کے پاس موجود تھیں۔ جب حضور کا عتاب مجھ پر نازل ہوا۔ تو میرے اصل جرم کی بجائے یہ الزام مجھ پر لگایا گیا۔ کیونکہ ایسی کئی درخواستیں میری حضور کے پاس پہنچی ہوئی تھیں۔ پس مذکورہ بالا پالیسی کے ماتحت یہ پاکیزہ جھوٹ جھوٹ نہیں۔ بلکہ سچ ہو گیا۔ کیونکہ میری ایسی درخواست ایک نہیں۔ بلکہ کئی تھیں۔ حضور نے کئی مخلصین کو دکھائی بھی ہونگی"۔

اب اس خفیہ راز کا تو کسی کو علم نہیں۔ کہ یہ بات کیا ہے جب میں نے یہ مطالبہ کیا کہ میری پہلی رپورٹ پیش ہونے سے قبل کی درخواست پیش فرماویں۔ تو اس کے لئے حضور نے پہلے ہی انتظام کیا ہوا تھا۔ پانچ پیسے کی بجائے بیس روپے خرچ کر کے ایک "نقیب خاص" اسی لئے تو بھیجا تھا۔ کہ یہ اصل حکم اگر کسی "منافق" کے ہاتھ لگ گیا۔ تو وہ اس کا فوٹو لے لیگا۔ اس لئے مجھ پر اس الزام کو صداقت کے لباس میں لپیٹ کر صحیح کرنا مشکل ہوگا۔ اسلئے نقیب صاحب کو تاکید کر دی گئی۔ کہ اس کی نقل کسی کو نہ دینا۔ اصل حکم سنا کر واپس لے آنا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جو مخلص وہاں جا کر میری وہ درخواستیں جو میں نے حضور کے حکم سے دی تھیں دیکھتا ہوگا۔ وہ تو مجھے پکا غدار سمجھتا ہوگا حضور نے اصل حکم اپنے پاس منگوا کر پھر ایک دوسرا فرضی حکمنامہ لکھکر ناظر صاحبان سے اس پر تصدیق ثبت کرا کر جماعتوں میں بھجوا دیا

پہلے فرمان اور دوسرے حکمنامہ میں کیا فرق ہے۔ یہ کبھی موقعہ آنے پر عرض کروں گا۔ انچارج صاحب کارخاص کی سفارش کے معاملہ کو یوں صاف کر دیا۔ کہ اس غریب کو پولیس اور حکام سے سازباز اور سلسلہ سے غداری کے الزام میں پہلے ہی جلاوطن کرکے بائیکاٹ فرما دیا۔ پریس میں یہ واقعہ آنے کی توقع نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے مخلصین کے اطمینان کے لئے یہ فرمانا کافی ہے۔ کہ یہ دونوں اس سازش میں شریک تھے۔ ایک معتوب احمدی کے متعلق یہ مطالبہ کون کرے۔ کہ حضور اس پر کوئی سفارش تو ہے نہیں۔ اگر کسی نے کر بھی لیا۔ تو کہدیا جائے گا۔ کہ اس نے زبانی سفارش کی تھی۔ نہ ہینگ لگی نہ پھٹکڑی رنگ آیا چوکھا۔ مخلصین آمنا وصدقنا پکار اٹھے، اور منافقوں کا منہ بند کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان تمام کارروائی کو خفیہ سرانجام دیتے اور مجھے نقل حکم سے انکار کرتے اور مجھ سے پوشیدہ دیگر احباب کو یہ فرمان سنانے اور بذریعہ ڈاک یہ حکم نہ بھیجنے میں یہ راز پنہاں تھا۔ جو راز سربستہ ہی رہ گیا۔ نتیجہ یہ نکالا کہ فضل الرحمٰن نے خلیفۂ وقت کے حضور ایسی درخواست دی تھی۔ اسلئے وہ غدار ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے۔

مصریوں کا ہمخیال } تو فرمان شاہی میں دوسرا الزام یہ لگایا ہے کہ اس نے (خاکسار نے) عبدالعزیز کو سمجھانے کی درخواست دے کر اجازت لی۔ مگر سمجھانے کی بجائے ان کا ہمخیال ہو گیا۔ اس الزام کے متعلق بھی خاکسار نے حضور کی خدمت میں اسی وقت لکھا تھا:-

"حضور عالی! میرے لئے یہ اندازہ کرنا سخت مشکل ہے کہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں بیان کیں۔ یا علیحدہ علیحدہ موقعہ پر اور اتنا لمبا عرصہ غور کرنے کے باوجود اب تک یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پہلی بات درست ہے یا دوسری۔ اگر پہلا الزام واقعی درست ہے تو دوسرا صحیح نہیں۔ اگر دوسرا صحیح ہے تو پہلا یقیناً غلط ہے ..... حضور عالی اگر میں نے کام شروع کرنے سے قبل حکیم عبدالعزیز سے سازباز کرکے ایک سازش کے ماتحت انچارج صاحب کارخاص کو اس میں شریک کرکے ان سے سفارش کرا کر درخواست دی تھی۔ تو بعد میں مصریوں کا ہمخیال ہونے کے معنی ہی کیا ہوئے، اور اگر بعد میں مصریوں کا خیال ہوا تو پہلے سازباز کرکے سازش کرنے کا الزام کس طرح درست ہوا۔ حضور عالی خود گواہ ہیں۔ اور حضور سے بڑھکر اللہ تعالےٰ شاہد ہے اور میری ڈیوٹی کا ریکارڈ جو حضور کے پاس ہے۔ اس کا زبردست ثبوت ہے۔ کہ یہ خادم جاسوسی کی ڈیوٹی سپرد ہونے سے قبل مصریوں سے کوئی واسطہ ان کے رازوں کے متعلق نہ رکھتا تھا۔

حضور عالی اگر اس نابکار خادم کے سپرد تجسس اور رازجوئی کا گندہ کام کیا گیا ہو۔ اگر میری ڈیوٹی ہی یہ لگائی گئی ہو، کہ میں ان کی ہاں میں ہاں ملاکر ان کا ہمخیال ہو کر حضور کا مخالف اور بدخواہ اور ان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو کر محض رازجوئی کی خاطر ان پر ثابت کر دوں۔ کہ میں ان کا آدمی ہوں تو اس میں خادم کا کیا قصور ہے،
افسوس ہے کہ حضور نے اس عرضداشت کا بھی پہلے کی طرح کوئی جواب نہ دیا۔"

گندے اعتراض } میری خطا کو مخفی رکھتے ہوئے حضور نے تیسرا الزام یہ لگایا۔ کہ جب ہم کو اس کا مصریوں کے ساتھ ... علم ہوا۔ اور اسے علم ہوا۔ کہ ہمیں اس کی شرارت کا پتہ لگ گیا۔ تو اس نے اپنی منافقت کے نیک خیال سے ایک خط ہمارے پاس بھیجدیا جس میں وہی منہ بولے والے گندے اعتراض کئے اور ہم نے اس خط کا کوئی جواب اسلئے نہیں دیا۔ کہ پہلے ان اعتراضات کے جواب وہ خود مصریوں کو دیتا رہا ہے۔

اس کے متعلق بھی خاکسار نے اسی وقت عرض کیا تھا
"اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور کی گرفت سے بچنے کا بہتر طریق یہی ہے کہ حضور کی خدمت میں کوئی عریضہ پیش کر دیا جائے .....

عالیجاہ! اعتراض کرنا کچھ اور بات ہے اور اپنے اطمینان قلب کے لئے کوئی عریضہ پیش کرنا ... دیگر۔ حضور عالی مصری پارٹی کے ممبران نے جو خطوط اعتراضیہ رنگ میں حضور کی خدمت میں لکھے وہ حضور اور حضور کے خاندان کے دیگر ممبران پر نہایت گندے اعتراضات پر مشتمل ہیں۔ وہ خطوط بھی حضور کے پاس موجود ہونگے۔ اور میرا عریضہ بھی۔ ان سب خطوط کو ایک طرف اور غلام کے عریضہ کو دوسری طرف رکھ لیجئے۔"
اگر میرے عریضے میں کوئی ایک بھی گندہ اعتراض حضور یا حضور کے خاندان کے متعلق درج ہو۔ تو پھر میں ہر سزا بھگتنے کو تیار ہوں گا۔"

مخفی چال } اس الزام کے لگانے سے حضور کا مطلب صرف میرے خلاف جماعت میں نفرت پھیلانا تھا۔ جو پورا ہو گیا۔ ورنہ حقیقت اس میں کوئی بھی نہ تھی۔ اپنے پیش کردہ اعتراض تو آگے بیان کروں گا۔ اس وقت اس مخفی چال کا پردہ اٹھانا ضروری ہے جو یہ اعتراض کرنے میں چلی گئی۔

(باقی ——— باقی)

ہماری تبلیغی ڈاک

مکتوب بغداد } جناب سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے حضرت جائنٹ سکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:-

"پچھلے ہفتہ، مورخہ ۲۳- مارچ کو مبلغ ۲۵/۹ روپیہ کا ڈرافٹ بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کیا تھا۔ امید ہے مل گیا ہوگا۔ اس صدقہ فنڈ میں مزید رقم بصرہ سے اگلے ماہ آنے والی ہے آنے پر ارسال کر دی جاوے گی۔ قبلہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی تحریر میں وہ مقناطیسی اثر ہے جو دلوں کو کھینچے بغیر نہیں رہتا۔ تحریر میں اثر کیوں نہ ہو قلب صافی میں اسلام کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے دل کی گہرائیوں میں سے جو بات نکلتی ہے اپنا رنگ جما لیتی ہے قلم بھی وہ قلم ہے جو سلطان القلم کا عطیہ ہے، سب سے بڑھکر یہ کہ خود پہلے عمل کرتا ہے پھر دوسروں کو دعوت دیتا ہے۔ کاش مخالفین و معاندین سلسلہ و ہمارے قادیانی دوست اس مقدس انسان کے مقام جلیل کو پہچانیں اور وابستگان سلسلہ اس اولوالامر کی قیادت میں حضرت امام ہمام علیہ السلام کی تمنائیں اور آرزوئیں پایۂ تکمیل کو پہنچائیں۔ آمین۔
پیغام صلح سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہیں۔ خداوند کریم حضور کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے۔"

تفسیر از حد پسند آئی } ایک صاحب جو محکمہ نہر میں سنعدار ہیں لکھتے ہیں:-

بخدمت کرمفرمائے اسسٹنٹ سکرٹری صاحب
تبلیغ انجمن احمدیہ لاہور۔
السلام علیکم۔
مزاج شریف۔ خوش قسمتی سے میری دوران سفر میں ایک موٹر لاری میں میاں مولوی عبدالقادر صاحب دیوبندی مبلغ ڈیرہ غازی خاں سے ملاقات ہوئی۔ بندہ ایک ایسی تفسیر کی تلاش میں تھا جس سے کہ تسکین قلب ہو۔ تفسیر مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ، مبلغ صاحب مذکور نے مطالعہ کے لئے دی جو کہ مجھے از حد پسند آئی ہے۔ مبلغ -۱۵ روپے برائے اشاعت اسلام مولوی عبدالقادر صاحب کی خدمت میں دے دیئے گئے ہیں جو کہ قبول فرمائے جاویں۔ نیز استدعا ہے کہ ایک مکمل نسخہ تفسیر مذکور دیا یعنی ہر سہ جلد ہائے ۱/۲ ۱۲ کو بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔

تبلیغی روئیداد کے متعلق درخواست

جماعت کے مجاہد اور فعال حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تبلیغی پروگرام کو تندہی سے عملی جامہ پہناتے ہوئے اپنے کام کی ہفتہ وار روئیدادیں پیغام صلح میں اشاعت کے لئے بھجوائیں۔ امید ہے وہ مخلص دوست جن پر ان رپورٹوں کی افادیت واضح ہے وہ ضرور کاوش اور محنت سے بھی ان روئیدادوں کو ارسال فرمائینگے۔ یہ روئیدادیں نہایت شکریہ کیساتھ اخبار پیغام صلح میں درج کی جائینگی۔ (مدیر)

جماعت چنبہ کیلئے درخواست دعا

جماعت چنبہ ان دنوں شدید مشکلات میں مبتلا ہے۔ دشمنان دین اس کوشش میں ہیں کہ جماعت کو اپنی مسجد سے بھی محروم کر دیں اور احباب جماعت کو گوناگوں مصائب میں مبتلا کریں، تاکہ احمدیت کا پودا یہاں جڑ نہ پکڑنے پائے۔ جماعت چنبہ ان حالات میں تہجد خواں بزرگان سلسلہ کی خدمت میں ملتجی ہے، کہ کم از کم ایک ماہ تک پچھلے پہر کی دعاؤں میں جماعت چنبہ کی مشکلات کو پیش نظر رکھیں۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

لندن - ۱۳ اپریل - مسٹر چرچل نے ایوانِ عام میں کرپس مشن کی ناکامی کا مختصر ذکر کیا۔

واشنگٹن - ۱۳ اپریل - دفتر جنگ کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ جزائر فلپائن میں سے نصف کے قریب جزائر امریکی فوجوں کے قبضہ میں ہیں۔ جاپانی فوجوں نے ان میں سے چھ بڑے جزائر پر چڑھائی کر دی ہے۔ جزیرہ سیبو میں اس وقت بارہ ہزار جاپانی فوج اتر چکی ہے اور ابھی اتر رہی ہے۔ سیبو میں امریکی اور جاپانی فوجوں میں زبردست جنگ جاری ہے۔ جاپانی بم بار اور شکاری طیاروں نے کوریگڈور کی قلعہ بندیوں پر ایک دن میں بارہ حملے کئے۔ لیکن کوریگڈور کی طیارہ شکن توپوں نے ہر بار جاپانی طیاروں کو مار بھگایا۔ امریکی طیاروں نے کوریگڈور میں سات جاپانی شکاری طیاروں کو گرایا اور ۵ کو شدید نقصان پہنچایا۔

لندن - ۱۴ اپریل - فرانس کی سیاسی حالت میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس سے لندن کے حلقوں میں تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ برلن کا بیان ہے کہ مارشل پتیان کی جگہ موسیو لاول فرانس کا ڈکٹیٹر بن جائے گا۔ موسیو ڈارلان کابینہ سے الگ ہو گئے ہیں۔ مگر فوج کا محکمہ ان کے ماتحت رہے گا۔ اس سلسلہ میں وشی کے سرکاری اعلان میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ کل مارشل پتیان، ڈارلان اور لاول میں ملاقات ہوئی۔ اور نئی حکومت بنانے کے سوال پر غور کیا گیا۔ ایک اطلاع کے مطابق لاول نہ صرف نائب ڈکٹیٹر بن جائے گا۔ بلکہ وزیر داخلہ خارجہ بھی ہو گا۔ بہرحال تمام نتیجہ اس ہفتہ کے آخر تک معلوم ہو جائے گا۔ وشی پر گزشتہ کئی ماہ سے جرمنوں کا دباؤ پڑھ رہا تھا۔ اس ماہ کے شروع تک مارشل پتیان نے لاول کو کابینہ میں دوبارہ شامل کرنے میں رضامندی ظاہر نہیں کی تھی۔ اب یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرمنی فرانس کو جنگ میں گھسیٹنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

لندن - ۱۴ اپریل - ایک اطلاع کے مطابق ۱۱ اپریل کو ختم ہونے والے ہفتہ کے دوران میں روس میں دو ہزار جرمن طیارے برباد ہوئے۔ اس کے مقابلے میں ۳۰۲ روسی طیارے کام آئے ہیں۔ اس ماہ کے پہلے دس دنوں میں قریباً ۹ ہزار جرمن ہلاک ہوئے۔

چونگ کنگ - ۱۴ اپریل - ایک جاپانی افسر نے بتایا۔ کہ جاپانی چاہتے ہیں کہ اگلے مہینے بارش شروع ہونے سے پہلے مانڈلے پر قابض ہو جائیں۔ آپ نے کہا کہ ہندوستان پر جاپانی حملہ کا خطرہ بہت بڑھ گیا ہے۔

لندن - ۱۵ اپریل - ایم لاول کے فرانس کے وزیر اعظم بن جانے کا اعلان آج صبح کیا گیا۔ جس کے بعد امریکہ سے اطلاع ملی کہ اس امر کا امکان ہے کہ روز ویلٹ وشی سے اپنے سفیر کو واپس آ جانے کا حکم دیں گے۔ لندن میں کہا جاتا ہے کہ اگرچہ ایم ڈارلان کے ہاتھ سے کچھ کنٹرول چھن گیا ہے مگر تو جوں اور بیڑے پر کنٹرول ان کا ہی ہو گا۔ اس لئے وہ اپنے اس اختیار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ جرمنی کے لئے فرانسیسی بیڑے کو چلانے کے لئے آدمی مہیا کرنا مشکل ہو گا اگرچہ فرانسیسی بیڑے کی مشق کئی بار کی گئی ہے۔ مگر اس بات کا شبہ ہے کہ کیا ان میں موجودہ طرز کی لڑائی لڑنے کی قابلیت بھی ہے۔

لندن - ۱۶ اپریل - پیرس کے جرمن ریڈیو نے اعلان کیا ہے۔ کہ ایم لاول نے اپنی وزارت کے ممبروں کے نام مارشل پتیان کو پیش کر دیئے ہیں۔ آج دوپہر تک وزیروں کے نام جرمنی کو منظوری کے لئے پیش کر دیئے گئے۔ جرمنی سے جنرل امنڈٹ کل آدھی مقبوضہ فرانس کی کمان سنبھالنے پیرس پہنچ گیا۔

نئی دہلی - ۱۷ اپریل - حکومت ہند نے بڑے افسوس سے اعلان کیا ہے کہ ہز مجسٹی انڈین سٹیمر کا جہاز "انڈس" ۶ اپریل کو بمباری سے ڈوب گیا۔ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ دس آدمی زخمی ہوئے ان کے رشتہ داروں کو اطلاع دے دی گئی ہے اس کے زیادہ تر ملاح ہندوستان میں پہنچ چکے ہیں۔

۱۸ - اپریل - ٹوکیو پر پہلا ہوائی حملہ ہوا۔ امریکی ہوائی جہازوں نے جاپان کے کئی بڑے بڑے شہروں پر بم گرائے۔

برلن - ۱۸ اپریل جرمن نیوز ایجنسی کے مطابق ایم لاول نے فرانس کی وزارت بنالی ہے۔ ایم لاول نے وزیر اعظم کے علاوہ وزیر خارجہ، وزیر داخلہ اور وزیر اطلاعات کے عہدے بھی سنبھال لئے ہیں۔ ایڈمرل پلاٹون وزیر نو آبادیات اور ایڈمرل ڈارلان خشکی ہوائی اور سمندری فوجوں کے وزیر مقرر کئے گئے۔

صحرائے حجاز کو شاداب وادی بنانے کی سکیم

واشنگٹن - ۷ اپریل - سلطان ابن سعود کی دعوت پر حکومت امریکہ نے ایک زرعی مشن زراعت کے مشہور بین الاقوامی ماہر کارل ٹوچل کی قیادت میں بھیجا ہے۔ مسٹر کارل نے کیلے فورنیا کے بنجر صحرا کو سرسبز و شاداب وادی بنا دیا ہے۔ وہ ایسے مقامات میں آب پاشی کے لئے گہرے کوئیں کھودنے کے فن کے بھی ماہر ہیں۔

روانگی سے قبل موصوف نے نمایندگان اخبارات کو ایک انٹرویو کے دوران میں کہا۔ کہ میرے علم و یقین کے مطابق کیلے فورنیا کا صحرا حجاز صحرا سے ملتا جلتا ہے۔

حجاز میں خشک دریا اس بات کا نشان ہیں۔ کہ سطح زمین کے نیچے گہرائی پر پانی کی کافی مقدار جمع ہے۔ جسے گہرے کوئیں کھود کر آب پاشی کے لئے نکالا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حجاز کی مٹی بعض ایسی فصلوں کے لئے بھی موزوں ہے جنہیں پانی کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔

انہوں نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ تھوڑی سی کوشش سے مستقبل قریب میں اس سرزمین میں آلو۔ سویا پھلیاں الفلفا اور کسی حد تک گندم کی کاشت بھی کامیابی کے ساتھ ممکن ہو سکے گی۔ نیز روئی اور گنے کے ایسے بیج بھی ہیں جو گرم آب و ہوا میں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ یہ بیج حکومت حجاز کے وزیر مالیات شیخ عبد اللہ سلیمان کو روانہ کئے جا چکے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ مشن خلیج فارس کے علاقے میں بھی جائے گا۔ جہاں سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ زمین کے نیچے اچھے پانی کے کافی ذخیرے موجود ہیں صرف گہرائی سے پانی نکالنے والے خاص کوئیں کھودنے کی ضرورت ہے۔

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

پیغامِ صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

"اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ آرگن نہیں پہنچا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو گئے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے۔ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے، اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۸

رموزِ حقیقت

از جناب عبدالقدوس صاحب طاہر

جہانِ عشق میں جلوہ ہے نورِ مطلق کا	یہاں تو مشرق و مغرب کا امتیاز نہیں
جو آستانۂ محبوب پر نہیں جھکتا	وہ سربلند نہیں ہے وہ سرفراز نہیں
نہیں ہے روح تو نقش و نگار باطل ہیں	جہاں نیاز نہیں ہے وہاں نماز نہیں
وہ محوِ رقص ہوئے ہیں سرودِ مغرب پر	انہیں پسند مگر نغمۂ حجاز نہیں
چراغِ حسنِ حقیقت کا ہوں میں پروانہ	میں عنکبوت نہیں۔ بندۂ مجاز نہیں
اثر نہیں ہے ذرا بھی زبانِ واعظ میں	صدائے نغمۂ بے روح دلنواز نہیں
نہ ساجدوں کی کمی ہے نہ مسجدوں کی کمی	اگر نہیں ہے یہاں تو سرِ نیاز نہیں

فضائے قدس میں پرواز کر نہیں سکتا
جو آسمانِ محبت کا شاہباز نہیں

اخبارِ احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب راولپنڈی ضعف قلب دوروں کی وجہ سے بیمار ہیں ڈاکٹر صاحب موصوف کو دیرسے ہرنیا کی تکلیف چلی آتی ہے اب ضعف قلب کے دورے شروع ہوگئے ہیں جس سے نقاہت بہت بڑھ گئی ہے، احباب سلسلہ دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے آمین

سانحہ ارتحال — یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ جناب مولینا احمد یار صاحب ایم۔اے۔ کی والدہ محترمہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۴۲ء کو بعمر ۸۰ سال انتقال فرما گئیں اناللہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

— حضرت داروغہ نبی بخش صاحب بدستور بیمار ہیں احباب انکی شفایابی کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔ آمین۔

— ماسٹر محمد عالم صاحب چھاونی جہلم سے لکھتے ہیں "بیمار ہوں اور بیمار ہوں" انکی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

— جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں انکی صحت اور آسودگی کے لئے دعا کی جائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون "محمد رسول اللہ صلعم بھی اپنی نبوت کا اقرار لیتے تھے" اسی شمارہ میں شائع ہوا ہے اصحاب سلسلہ اسے خود پڑھیں اور قادیانی اصحاب کو پڑھائیں۔

احمدیوں کے مقابل قادیانیوں کی خاموشی

ہوا - خدا کی تائید بھی تو ساتھ ہی ہے

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

قادیانی مبلغوں میں سے مولوی اللہ دتا صاحب (ابو العطاء) قادیانی نکتہ نگاہ سے ایک اعلیٰ درجہ کے مبلغ اور صاحب علم ہیں اور وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح احمدی جماعت کو جس طرح بھی شکست دی جائے مگر یہ عجیب بات ہے کہ وہ احمدی جماعت کے مبلغوں کے سامنے بھاگنے کا راستہ سوچتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی ان کو فیصلہ کن مناظرہ کے لئے بلایا گیا تو وہ حیلہ و بہانے سے ٹال گئے۔

خاتم النبیین

(۱) چنانچہ ۱۹۳۷ء میں جب خاتم النبیین کی حقیقت پر جناب سید اختر حسین صاحب مولوی فاضل بی اے نے مضامین لکھے اور پیغام صلح میں وہ شائع ہوئے تو وہ مضامین مولوی اللہ دتا صاحب کو بھیجے گئے اور ان سے جواب کا مطالبہ کیا گیا۔ مولوی صاحب نے الفضل میں وعدہ بھی کیا کہ وہ جواب لکھیں گے۔ مگر پانچ سال کے قریب ہو چکے ہیں اور وہ وعدہ ایفا نہیں ہوا۔

(۲) سنہ ۱۹۴۱ء کے آخر میں مولوی اللہ دتا صاحب کو خاتم النبیین کے معنوں کے متعلق سید اختر حسین صاحب گیلانی نے چیلنج کیا اور انعام بھی پانچصد روپے مقرر کیا صرف اسقدر ثبوت طلب کیا گیا تھا کہ کوئی قادیانی اگر یہ دکھا دے کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنیوالا نہیں بلکہ نبیوں کو زینت دینے والا یا نبیوں میں سے اعلیٰ نبی کے ہیں۔ تو ان کو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دیا جائیگا۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے اس چیلنج کو قبول کرنے کی بجائے ٹال مٹول شروع کی اسلئے کھلے اور واضح الفاظ میں چیلنج کو پھر پیش کر کے مولوی اللہ دتا صاحب کو للکارا گیا۔ تو بھی مولوی صاحب نے اس چیلنج کو ایچا پیچی سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اور اپنی طرف سے بظاہر چیلنج کو قبول کرنے کا اظہار کیا۔ لیکن جب ان کی یہ چال بھی طشت ازبام کر کے سید صاحب نے پھر للکارا تو اب ڈیڑھ ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا ہے مولوی اللہ دتا صاحب خاموش ہیں۔ یہ قادیانی ہمت اور مردانگی بہت قابل داد ہے ایمانداری کی بات تو یہ تھی کہ مولوی اللہ دتا صاحب تسلیم کر لیتے کہ واقعی خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی کے ہیں اور یہی اصل معنے ہیں اور یہی معنے خود حضرت خاتم النبیین صلعم نے بار بار مردی ہیں اور اس کے سوا جو معنے کئے جاتے ہیں وہ بطور مجاز ہیں مگر ایمانداری اور قادیانی مناظرہ دو متضاد مفہوم ہو گئے ہیں۔ اور اگر مولوی اللہ دتا صاحب میں ایمانی غیرت باقی ہے تو وہ ذرا سید صاحب کے بالمقابل میدان میں طور پر نکل آئیں اور قدرت حق کا تماشا دیکھیں کہ کس طرح وہ اپنے آخری اور کامل و افضل نبی کے لئے غیرت دکھاتا ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور ان کے ہم نوا۔ ان کے چھوٹے اور ان کے بڑے اگر مل کر بھی یہ ثابت کرنا چاہیں کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے نہیں تو وہ سب کے سب اس معاملہ میں خائب و خاسر ہوں گے۔ اور وہ لوگ بھی اتنی بات خوب سمجھتے ہیں کہ سید اختر حسین صاحب کا پانچ صد روپے کا انعامی چیلنج ایسا چیلنج ہے کہ جو اسے قبول کرے گا۔ وہی شرمندہ ہوگا۔ اسی واسطے مولوی اللہ دتا صاحب نے اصل چیلنج کو آج تک سیدھی طرح قبول ہی نہیں کیا۔ اور نہ وہ ایسا کریں گے۔ اور اس چیلنج کو قبول نہ کرنے میں ہی قادیانیوں کا بھلا ہے۔ اگرچہ معاملہ فہم لوگوں کی نگاہ میں یہ ان کی کھلی گریز ہے جو شکست سے کم نہیں۔

بحث کی اہمیت

خاتم النبیین کی حقیقت اگر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور یہ سچ ہے تو قادیانی بحث نبوت کا خاتمہ ہے۔ حضرت مسیح موعود خود خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کرتے ہیں اس لئے صرف اس ایک حقیقت کو سمجھنے سے نبوت کے متعلق جھگڑوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ قادیانی حضرات باوجود بار بار کے انعامی چیلنجوں کے خاموش ہیں۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

دوسری اصولی بحث اور انعامی مباحثہ کا چیلنج

میں نے آج سے ڈیڑھ سال پہلے کشمیر میں مولوی اللہ دتا صاحب کے ایک ٹریکٹ کی بنا پر ان کو چیلنج کیا کہ وہ مجھ سے اس امر پر بحث کریں کہ "نبی کسے کہتے ہیں" یا یہ کہ نبی کی تعریف کیا ہے۔ اور کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی کی ہے اور یہ بھی لکھا کہ حضرت مسیح موعود پہلے جو نبی کی تعریف کیا کرتے تھے جس کی رو سے ایک نبی کا غیر امتی ہونا ثابت ہوتا ہے اگر مولوی اللہ دتا صاحب اس تعریف کو بدلا ہوا ثابت کر دیں تو میں ان کو مبلغ یک صد روپیہ انعام دوں گا۔ بشرطیکہ تین غیر جانبدار اہل علم مولوی صاحب کے پیش کردہ ثبوت کو صحیح تسلیم کر لیں۔ مولوی صاحب نے لکھا کہ غیر احمدیوں کا فیصلہ تو میں کسی حالت میں ماننے کو تیار نہیں۔ میں نے جناب میاں محمود صاحب قادیانی خلیفہ صاحب کو ثالث مان لیا۔ مگر مولوی صاحب نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ پھر میں نے انکے مجبالوں میں سے ہی

(۱) چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب

(۲) شیخ اعجاز احمد صاحب جج اور

(۳) چودھری نعمت اللہ خانصاحب سیشن جج

کو ثالث مان لیا۔ مگر سوائے چودھری نعمت اللہ خاں صاحب کے پہلے دو صاحبوں نے جج بننا منظور کیا۔ آخر میں نے قادیانیوں میں سے ہی

(۱) چودھری نعمت اللہ خانصاحب سیشن جج

(۲) مولانا غلام حسن خانصاحب پشاوری اور

(۳) جناب ماسٹر محمد دین صاحب قادیانی

کو ثالث مان لیا۔ مجھے بہت سے دوستوں نے کہا کہ تم قادیانیوں سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ کسی طرح آپ کے حق میں فیصلہ دے دیں گے۔ میں نے کہا مجھے امید ہے کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب یا کسی کے رعب میں آ کر سیدھے اور سچے دلائل کو بلا وجہ رد نہ کریں گے۔ اور اگر میرے حق میں وہ فیصلہ نہیں دیں گے تو کیا اسلئے مجھے قطعاً کسی قسم کا ڈر نہیں بلکہ مجھے یقین کامل ہے کہ خدا تعالےٰ ان ثالثوں کے دلوں کو حق کی طرف رہنمائی فرمائے گا۔ مگر ناظرین حیران ہونگے کہ میں تین خط بطور یاد دہانی مولوی اللہ دتا صاحب کو لکھ چکا ہوں مگر مولوی صاحب خاموش ہیں۔ وہ مذکورہ بالا تینوں ثالثوں کو ثالث قبول کر چکے ہیں اور مجھ سے یکصد روپیہ انعام کے جمع کرانے کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں مگر جب میں نے کہا کہ آپ پہلے مجھے ہر سہ ثالثوں کی طرف سے منظوری کے خطوط بھجوا دیں تا کہ پہلے کی طرح یہ نہ ہو کہ سنئے دونوں ثالث بھی ثالث بننے سے انکار کر دیں۔ مگر دو ماہ کے قریب عرصہ گذر چکا ہے۔ یاد دہانی بار بار کرا چکا ہوں مگر مولوی صاحب خاموش ہیں۔ اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ خاموشی بے معنی نہیں بلکہ اس کی وجہ بھی دراصل یہی ہے کہ مولوی اللہ دتا صاحب اپنی کمزوری کو خوب جانتے ہیں۔ اور اپنی کمزوری ہی کی وجہ سے وہ غیر جانبدار علماء میں سے کسی کو ثالث نہیں مانتے اور سمجھتے یہ ہیں کہ اپنے ہی میاں کے مرید جب حکم ہوں گے تو اپنی کمزوری بھی ڈھانپ لی جائے گی۔ مگر جب مقابلہ کا خیال آتا ہے تو مولوی صاحب کا دل کانپنے لگتا ہے اور وہ اس مقابلہ سے بچنے کے لئے مکمل سکوت اختیار کر رہے ہیں۔ مگر مولوی صاحب یاد رکھیں یہ تمام حقیقت جب کبھی کسی کے سامنے آئے گی وہ مولوی صاحب کو شکست خوردہ ہی قرار دیگا۔

آسان بات

یہ کس قدر آسان بات ہے کہ میں اپنی گرہ سے مولوی صاحب کے لئے سو روپیہ انعام بھی مقرر کرتا ہوں۔ فیصلہ کے لئے ثالث بھی انہیں کی جماعت کے تین معزز شخصوں کو چنتا ہوں مگر پھر بھی مولوی صاحب لیت و لعل کر کے پیچھا چھڑا رہے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کے لئے غیر امتی ہونا لازمی ہے اور اس شرط کو حضرت اقدس نے ہمیشہ باقی رکھا ہے تو قادیانی نبوت اڑ جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود امتی تھے اور امتی ہونے پر ان کو فخر تھا۔ مگر نبی کبھی امتی نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔

جس طرح خاتم النبیین کے آخری نبی تسلیم کر لینے کی صورت میں قادیانی اور لاہوری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نہایت آسانی سے یہ تیس سالہ بحث آج ختم ہو جاتی ہے اگر قادیانی یہ تسلیم کر لیں کہ حضرت مسیح موعود کا یہ لکھنا کہ

(۱) نبی بلا واسطہ بغیر استفادہ کسی دوسرے نبی کے خدا سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) نبوت اور امتیت دو متضاد حقیقتیں ہیں

درست ہے اور یہ منسوخ شدہ امر نہیں تو نبوت مسیح موعود پر بحث ختم ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی حضرات اپنی کمزوری کی وجہ سے ادھر بھی آ سکتے ہیں؟

مسئلہ نبوت پر بحث

دو انعامی چیلنج

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم سہ شنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ م ۲۸ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۸

حکومت اور ایمان و عمل

مسلمان یہود کے نقشِ قدم پر

معارف اپریل ۱۹۴۲ء رقمطراز ہے:-

" ناوانی سے ہم لازم کو ملزوم اور ملزوم کو لازم سمجھتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے کسی طرح حقوق حاصل کرنے چاہئیں پھر اس کے ساتھ سلطنت و حکومت کے اوصاف پیدا ہوجائیں گے، یہ خیال قطعی غلط ہے، پہلے اوصاف حاصل کرو پھر اس کے نتیجوں کی امید رکھو، اگر ان اوصاف کے بغیر کوئی چیز ہم کو رعایت سے مل بھی تو وہ ہمارے پاس کبھی رہ نہیں سکتی "

معارف نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل تعلیم اسلام اور قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق لکھا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالے فرماتا ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ ترجمہ۔ اللہ تعالے نے ان لوگوں کیساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔

یعنی خلافت کے لئے ایمان اور عمل شرط ہے اور اسلام نے روحانی اور دنیوی خوش بختی اور بہتری کے لئے ان دو چیزوں کو ہی بنیاد قرار دیا ہے لیکن مسلمان آج حکومت کے حصول میں سیاسیات کے نشہ میں قرآن مجید کے اس ارشاد کو بالکل پس پشت پھینک چکے ہیں لیکن مسلمانوں پر روشن ہوجانا چاہیئے... کہ یہ محض ہوائی قلعے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں خلافت اور حکومت وہی ہے جو اعمال صالحہ کے نتیجہ میں پیدا ہو۔

آجکل مغربی اقوام قومیت اور وطنیت کے اصولوں پر ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں اور انہی اصولوں پر انہوں نے دنیا میں حکومت اور بادشاہت کو حاصل کیا ہے، لیکن ان اصولوں پر عمل پیرا ہوکر جو حکومت اور غلبہ حاصل ہو کیا اسے اسلامی اور قرآنی اصطلاح میں حکومت اور خلافت کہا جاسکتا ہے؟ مسلمان کے اندر بغیر ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے حکومت اور سیاسی غلبہ کیلئے ایک زبردست خواہش پائی جاتی ہے اسکی وجہ محض انحطاط اور احساس زوال ہے انکی تاریخ میں بنی اسرائیل کی تاریخ دھرائی جارہی ہے اور آنحضرت کا یہ قول نہایت صداقت سے پورا ہورہا ہے۔ لتتبعن لسنن من قبلکم یعنیہ حالت بنی اسرائیل کی تھی جب ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہوئے انکے احساس زوال نے انہیں رومی قوم کے تتبع پر مجبور کردیا تھا اور وہ ارض مقدس پر سیاسی غلبہ چاہتے تھے لیکن ان کے اندر اخلاق اور روحانی قوت موجود نہ تھے جس سے یہ غلبہ بھی حاصل ہوجایا کرتا ہے ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جوش آیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح ناصری کو انکے عوارض دور کرنیکے لئے مبعوث فرمایا جو ان سے بیرحمی، خودغرضی، کینہ، ظلم، حسد، اور بے جا جوش جیسے معائب کو دور کریں اور ان کا تعلق از سرنو خدا سے استوار کریں اور انکے قلوب میں زندہ اور زندگی بخش ایمان پیدا کریں لیکن اس ناسپاس قوم نے اپنے اس روحانی بادشاہ اور خلیفہ کو نہ پہچانا اور اس کا انکار جس بیرحمی سے کیا اسکا نشان آج بھی یادگار کے طور پر اکناف عالم کے تمام گرجوں پر استادہ اور اساقفہ کے سینوں پر آویزاں ہے!

آج بھی، جبکہ مسلمان یہود کے نقش قدم پر چل رہے تھے اور بقول معارف اوصاف سے پہلے حکومت کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور لازم کو ملزوم اور ملزوم کو لازم سمجھتے تھے اللہ تعالے نے امت محمدیہ کے ایک عظیم الشان مجدد کو مسیح موعود بناکر مسلمانوں کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں: "میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بعد بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد میں نہایت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی" (فتح اسلام)

لیکن مسلمانوں نے نہایت سنگدلی کیساتھ مسیح محمدی کا انکار کردیا اور لازم کو ملزوم سمجھ کر اوصاف سے پہلے حکومت کے نشہ میں سرشار ہوکر اسے رد کردیا مسلمان اگر واقعی خلافت اور حکومت چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے اپنے اندر اوصاف اور اخلاق پیدا کریں جس سے حکومت حاصل ہوسکتی ہے اور یہ اوصاف آج حضرت امام عصر حاضر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تسلیم کرنے سے ہی پیدا ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ ان اوصاف کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالے کی طرف سے مبعوث ہیں، خدا کرے مسلمان اس طرف توجہ کریں اور اپنے امام کو پہچانیں اور دنیا میں سرفراز ہوں۔

حیدرآباد اور مذہبی آزادی

۵ اپریل کے پرکاش میں ایک آریہ صاحب سوامی سوتنترانند جی اپنی سیاحت حیدرآباد کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

" ہون آپ اپنے گھر میں کریں مندر میں کریں آپ سے کوئی دریافت نہیں کریگا کہ یہ آپ نے کیوں کیا سماجیں بنانے میں کوئی رکاوٹ نہیں جس شہر اور قصبہ میں چاہیں بنائیں...... ہر ایک ضلع میں آریہ سماجیں ہیں کوئی بھی ایسا ضلع نہیں جس میں آریہ سماج نہ ہو "

ریاست حیدرآباد میں کس قدر مذہبی رواداری اور آزادی ہے وہ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے لیکن افسوس کا مقام ہے، کہ اس مذہبی آزادی کے ہوتے ہوئے آریہ بھائی حکومت حیدرآباد پر اعتراض کرتے ہیں اور اسکے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں، یہ حد سے بڑھی ہوئی ناسپاسی ہے۔

میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق وفات پاگئے

قادیانی اخبار فاروق کے ایڈیٹر جناب میر قاسم علی صاحب ۲۰ اپریل کو قادیان میں وفات پاگئے۔ جناب میر صاحب مرحوم جماعت احمدیہ لاہور کے شدید مخالف تھے اور اس اختلاف میں حد سے تجاوز بھی کرجاتے تھے لیکن اس اختلاف کے باوجود ہمیں میر صاحب کی وفات پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ انہیں وفات کے بعد وہ بصیرت عطا فرمائے جو انہیں حیات ارضی میں میسر نہ آئی۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت ہے

ایک معلم کی جو قرآن شریف ترجمہ کے ساتھ پڑھا سکے اور مڈل تک تعلیم دے سکے ضرورت ہے۔ چونکہ بچیوں کو پڑھانا ہے اسلئے معلمہ ہو تو بہتر ہے۔

تنخواہ وغیرہ کے متعلق مندرجہ ذیل پر خط وکتابت کی جائے۔

پتہ:- دفتر شیخ میاں محمد اللہ بخش صاحب احمدی میاں چنوں

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بیوہ کا نکاح کن صورتوں میں ضروری ہے

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کن صورتوں میں فرض ہے۔ نکاح کے وقت عمر، اولاد، موجودہ اسباب، نان و نفقہ کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ یا کہ نہیں یعنی کیا بیوہ باوجود عمر زیادہ ہونیکے یا اولاد بہت ہونے کے یا کافی دولت پاس ہونے کے ہر حالت میں مجبور ہے کہ اس کا نکاح کیا جاوے۔

فرمایا۔ بیوہ کے نکاح کا حکم اس طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلاف عزت خیال کرتی ہیں۔ اور یہ بدرسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا۔ جو نکاح کے لائق ہے۔ اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہوکر بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق حال ہے۔ کہ وہ قابل نکاح ہی نہیں۔ یا ایک بیوہ کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے۔ اس کا دل پسندی نہیں کرسکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں۔ کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جائے۔ ہاں اس بدرسم کو مٹا دینا چاہیئے۔ کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔

(بدر ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

ضالین کی جماعت کونسی ہے؟

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا

سورۃ فاتحہ کا آخری حصہ

یہ ایک مسلم امر ہے کہ سورہ فاتحہ بہترین دعا ہے جو انسانوں کو سکھائی گئی ہے کسی مذہب میں اس سے بہتر دعا نہیں سکھائی گئی، اور خود قرآن کی دعاؤں میں بھی اس وجہ سے کہ یہ خلاصہ ہے تمام قرآن کا یہ بہترین دعا ہے۔ نئے الحمد سے دعا تو اس کی ہر آیت کے ساتھ وابستہ ہے، لیکن جس حصہ کو مخصوص کیا گیا ہے دعا سے وہ آخری حصہ ہے جس میں ہے اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اے خدا ہمیں سیدھا رستہ دکھا، ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہو گئے،

خلوص اور صدق سے نکلی ہوئی دُعا

یہ آواز اگر واقعی انسان کے دل سے پانچ وقت خلوص اور صدق سے نکلے تو انسان میں بہترین صفات پیدا کر سکتی ہے کیونکہ سکھایا یہ ہے کہ ان لوگوں کے رستہ پر چلنے کی دعا کی جائے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، اور ان لوگوں کے رستہ سے بچانے کی دعا کرنی چاہئیے جن پر اس کا غضب نازل ہوا اور جو سیدھے رستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو گئے۔

دل کی تڑپ اور عمل

گویا بلند سے بلند جذبات پیدا کرنے کے لئے اور بلند سے بلند رستہ پر چلانے کے لئے سامان کیا گیا ہے انسان کی فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ جس قسم کی تڑپ اس کے اندر اٹھے اسی کے مطابق عمل بھی ڈھلتا جاتا ہے، تو ایسی تڑپ اگر دن میں پانچ وقت دل کے اندر پیدا ہو اور پھر جیسا کہ حکم ہے کہ سورہ فاتحہ پانچ وقت نماز کی ہر رکعت کے اندر لازماً پڑھی جائے، تو اس سے کس قدر اثر انسان کے اخلاق و اعمال پر پڑ سکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک مسلمان کی ذہنیت کو صحیح رنگ میں ظاہر کرنے والی دعا ہے مسلمان کی خواہش کیا ہے؟ یہی کہ ان لوگوں کے رستہ پر چلے جن پر خدا تعالیٰ کا انعام ہوا اسکے ساتھ ہی اور رستوں سے بچنے کی بھی دعا ہے جہاں سیدھے رستہ پر چلنے انعام یافتہ لوگوں کے رستہ پر گامزن ہونے کی دعا ہے وہاں دو رستوں سے بچنے کی بھی دعا ہے، یعنی ان لوگوں کا رستہ جن پر غضب الٰہی نازل ہوا، اور ان لوگوں کا رستہ جو سیدھے رستے سے گمراہ ہو گئے۔

الفضل کا ایک تازہ مضمون

انہی ایام میں ایک مضمون اخبار الفضل میں شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے، کہ انعمت علیھم تو قادیان کی جماعت ہے اور مغضوب علیھم یعنے تفریط اور انکار کرنے والے غیر احمدی لوگ ہیں اور ضالین ہماری جماعت ہے۔ یہ لوگ ابتداء تو عذر کرتے ہیں، لیکن جب جواب دیا جائے تو پھر چیخ اٹھتے ہیں۔

الہام اخرج منہ الیزیدیون کو ہم پر چسپاں کیا گیا

خود ہی پہلے یہ کہا کہ حضرت صاحب کا الہام ہے اخرج منہ الیزیدیون جس کے معنے یہ کئے کہ یزیدی لوگ قادیان سے نکالے گئے، حالانکہ حضرت صاحب نے اس کے معنے یہ کئے ہیں کہ قادیان میں یزیدی صفت لوگ پیدا ہوں گے۔ لیکن اس الہام کو ہم پر چسپاں کرنے کے لئے حضرت صاحب کے معنے کو پس پشت ڈالا گیا اور اپنی طرف سے غلط معنے کر کے اسے ہم پر لگایا گیا۔ لیکن جب میں نے ایک خطبہ میں یہ کہا کہ

"یزید کون ہے جو تخت خلافت پر متمکن ہے کثرت اس کے ساتھ ہے اور دوسری طرف صرف چند لوگ ہیں جو اسی خلافت کے دعویدار کی بیعت اس لئے نہیں کرتے کہ وہ اسے اس کا اہل نہیں سمجھتے کیونکہ

الفضل کے دو مضامین کا جواب

وہ چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے، قادیان سے نکلنا قبول کر لیتے ہیں مگر بیعت نہیں کرتے۔ اب ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اگر اس الہام کو دونوں جماعتوں میں سے ایک پر لگانا ہے تو کس پر لگے گا۔

(پیغام صلح ۱۰ فروری سنہ ۱۹۷۲ء)

ابتداء کس نے کی اور اب کون کر رہا ہے

اس پر بہت بگڑے ہیں کہ ہمیں (اہل قادیان کو) یزیدی بنا دیا ہے لیکن ابتداء تو خود کی تھی اور حضرت مسیح موعود کے الہام کے غلط معنے کئے تھے، ہم نے صرف جواب دیا اور وہ بات کہی جو حق اور حقیقت ہے، پھر غور کر لو، سوچ لو کہ اگر دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت پر ہی اسے ضرور لگانا ہے اور یہی میرے الفاظ تھے تو اسی جماعت پر لگے گا جو تخت خلافت پر متمکن ہے، نہ اس جماعت پر جو مظلوم ہے جنہیں قادیان سے نکالا گیا۔

اب دیکھئے کہتے ہیں ضالین کا گروہ یہ لاہوری ہیں غور کرنے کی بات ہے،

مغضوب اور ضالین کے معنے

مغضوب کے معنے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا، اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہوئی، دراصل یہ دونوں لفظ نفرت اور محبت دونو کو حد سے بڑھانے پر استعمال ہوئے ہیں، مغضوب، وہ ہوتا ہے جس کی نفرت حد سے تجاوز کر جائے اور ضال اس وقت ہوتا ہے جب محبت حد سے تجاوز کر جائے تو ان آیات میں یہ سکھایا کہ نہ تو تمہاری نفرت انتہا سے بڑھے اور نہ محبت حد سے تجاوز کر جائے،

اسکی ایک مثال

بہت اچھا، اب اس کی مثال دیکھ لیجئے، ایک حدیث میں مغضوب علیھم کے یہ معنے کئے گئے ہیں اور مفسرین نے بھی ابتداء سے آخر تک یہی لکھا ہے یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود نے بھی یہ کہا ہے کہ مغضوب علیھم یہودی ہیں اور ضالین نصاریٰ لیکن یہ تو بطور ایک مثال کے بیان کیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ تفریط اور افراط پر بولے گئے ہیں، یہود اور نصاریٰ کی مثال اسی لئے دی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اپنی نفرت کو انتہا سے بڑھایا، اور نصاریٰ محبت اور غلو میں انتہا سے بڑھ گئے۔

غور طلب بات

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب ان الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے ایک طرف تفریط پکار رہی ہے اور دوسری طرف افراط یا غلو پکار رہا ہے، تو جب قادیان والوں کو مسلم ہے کہ تفریط والے وہ ہیں جنہوں نے کفر کے فتوے دیئے اور مسیح موعود کے ساتھ اپنی نفرت کو حد سے بڑھایا تو افراط والے وہ ہونگے جنہوں نے محبت میں غلو کیا اور حد سے بڑھا دیا، جس طرح مغضوب علیھم میں تفریط کا پہلو پکار رہا ہے اسی طرح ضالین میں افراط کا پہلو پکار رہا ہے

غالی اور ضال کون جماعت ہے

اب ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تفریط تو ٹھیک ہو گئی، جب غیر احمدیوں نے کفر کے فتوے دیئے لیکن افراط کا مصداق لاہور جماعت کس طرح ہو گئی، افراط غلو ہی کا نام ہے یا کچھ اور، مغضوب علیھم اگر وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود پر کفر کے فتوے لگائے تو ضالین یقیناً وہ ہوں گے جنہوں نے غلو کیا۔ اب میں ان سے کہتا ہوں کہ تمہارا غلو تو صریح اور ظاہر ہے مگر ہمیں غلو کا مرتکب کس طرح ٹھہراتے ہو، تمہارے نزدیک ہم نے مرزا صاحب کے مرتبہ کو گھٹایا ہے تم خود کہتے ہو کہ مرزا صاحب نبی تھے اور یہ مجدد مانتے ہیں۔ اسلئے تمہارے نزدیک ہم تفریط کے مرتکب تو ہو سکتے ہیں مگر غلو کے مرتکب قطعاً نہیں ہو سکتے، اور ہمارے نزدیک تم نے مجدد کو نبی بنا دیا، تو صاف بات ہے کہ افراط کی طرف تم جا رہے ہو نہ کہ ہم۔ جب مغضوب علیھم تفریط کے مرتکب ہیں اور ہم دونوں کے نزدیک وہ مکفرین کا گروہ ہے تو ضالین وہی ہو سکتے ہیں جو غلو کے مرتکب ہیں اسلئے ہم تو قطعاً ضالین کے مفہوم کے اندر آ نہیں سکتے اور تمہارا غلو مجدد کو نبی بنانے کی وجہ سے مسلم ہے۔

یہ سب کو مسلم ہے کہ آپ نے مجددیت کا دعویٰ کیا

یہ ایک لمبی بحث ہے کہ آیا حضرت صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا، کم از کم دونوں گروہوں کو یہ مسلم ہے کہ آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا غیر احمدی بھی مانتے ہیں اور قادیانی بھی کہ حضرت صاحب نے ۱۸۸۲ء میں دعوئے مجددیت کیا، جس طرح یہ کھلا اور ظاہر امر ہے کہ آپ نے مجددیت کا دعویٰ کیا اسی طرح یہ بھی بیّن اور ظاہر ہے کہ آپ نے دعوئے نبوت سے انکار کیا اس کے خلاف قسمیں کھائیں، مدعی نبوت کو کافر اور کاذب قرار دیا، مدعی نبوت پر لعنت بھیجی،

(باقی بر صفحہ ۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دلچسپ مکالمہ

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب اور جناب میاں محمود احمد صاحب

"محمد رسول اللہ صلعم بھی اپنی نبوت کا اقرار نہ کرتے تھے"؟

برکاتِ خلافتِ قادیان میں ایک اور اضافہ

یہ مکالمہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ جماعت لاہور کے احباب وقتاً فوقتاً جناب میاں صاحب کی ملاقات کے لئے جاتے رہے۔ میرا خیال ہے اگر جناب میاں صاحب اُن سب مکالموں کو شائع فرما دیا کریں تو ان کے عقائد کا ایک دلچسپ مجموعہ تیار ہو جائے۔ . . . .

. . . . . .

اس مکالمہ کے چند ضروری امور کی طرف میں خود جناب میاں صاحب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، گو مجھے امید کم ہے کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔ اسلئے کہ خلافت کی شان یہ ہے کہ خلیفہ جو کچھ چاہے کہدے۔ اگر سر یحاً بھی قرآن و حدیث یا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے خلاف دکھایا جائے تو وہ بولا نہیں کرتا۔ اور یہی چیز ہے جو آج تک قادیانی عقائد کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اور اصل میں یہی وجہ ہے کہ جناب میاں صاحب مسائل کفر و اسلام اور نبوت پر بحث کرنے سے گھبراتے ہیں جن عقائد کی حالت یہ ہو کہ ایک شخص نیازمندانہ طریق پر جاکر کچھ دریافت کرے تو جناب میاں صاحب گھبرا کر الٹے سیدھے جواب دیدیتے ہیں وہ بحث کے میدان میں کس طرح نکل سکتا ہے۔

میاں محمد صادق صاحب کا پہلا سوال یہ تھا

"**سوال نمبر ۱۔** حضرت مسیح موعودؑ نے شرائط بیعت میں اپنی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری قرار نہیں دیا معلوم ہوا کہ آپ کا دعوے نبوت کا نہ تھا"

اس کا جواب جناب میاں صاحب نے یوں دیا ہے

"شرائط بیعت میں اس ذکر کے نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے یا حضور کا دعوے نبوت کا نہ تھا، دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی شرائط بیان کی ہیں فرمایا ہے **یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنٰت یبایعنک علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم** (الممتحنہ رکوع ۲)

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان تراشی سے اجتناب اور اطاعت در معروف کو شرائط بیعت قرار دیا گیا اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے یا حضور کا دعوے نبوت کا نہ تھا؟ بیعت درحقیقت اقرار اطاعت کے لئے ہوتی ہے اور بیعت کرنے والا تب ہی آتا ہے جب پہلے دعوے اور مقام کو مان لیتا ہے اسلئے شرائط بیعت میں نبوت یا رسالت کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی پھر آپ غور فرمائیں کہ کیا شرائط بیعت میں مسیح موعودؑ ماننے کی شرط ہے اگر نہیں تو کیا یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بھی دعوے نہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں"

اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم لوگوں کو اسلام میں داخل کرتے وقت اپنی نبوت و رسالت کا اقرار نہ لیا کرتے تھے۔ یہ اس قسم کا پہلا واقعہ نہیں ہے کہ جناب میاں صاحب پر خود کوئی زد پڑے تو وہ اسے اٹھا کر ذاتِ رسول خدا صلعم پر ڈال دیتے ہیں بلکہ یہ ایک عادت ہے جو ان میں راسخ ہو چکی ہے۔ جب ان پر یہ اعتراض ہوا کہ آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود بارہ برس تک اپنی نبوت کو نہ سمجھ سکے تو اس کا جواب دیا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی نعوذ باللہ تین یا چھ سال تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھ سکے تھے . . . . اصل میں یہ اعتراض عیسائیوں کا تھا جسے جناب میاں صاحب نے مسیح موعود کی خلافت کا حق ادا کرنے کیلئے اپنا لیا۔

خلافت قادیان کی برکت نمبر ۱

آنحضرت صلعم چھ سال تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھ سکے

قادیانی عجوبوں میں سے یہ پہلا عجوبہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو چھ سال تک اپنی نبوت کی سمجھ نہیں آئی، اور یہ عجوبہ اسلئے ایجاد کیا گیا کہ جناب میاں صاحب کو اس زمانہ کے لئے ایک ایسا نبی بنانا پڑا (خلیفہ کو تو خدا بناتا ہے مگر نبی کو خلیفہ بناتا ہے) جو ان کے اپنے الفاظ میں بارہ سال تک اپنی نبوت کو نہیں سمجھ سکا۔ اور یہ تو درحقیقت پردہ پوشی کے طور پر ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں نہ سمجھ سکنے کا سوال نہیں بلکہ اپنی سمجھ کا سوال ہے۔ یہ نہیں کہ "نبی" اپنی نبوت کو سمجھ نہیں سکا بلکہ وہ خود نبی ہونے کے باوجود مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہتا رہا۔ دعوے نبوت کو افترا کہتا رہا۔ مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتا رہا۔ اسے یہ شک نہ تھا کہ میں نبی ہوں یا نہیں اسے یہ یقین تھا کہ میں نبی نہیں ہوں اور وہ قسمیں کھا کر کہتا رہا کہ میرا اس بات پر محکم ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا اور قسمیں کھا کھا کر نبوت سے انکار کرتا رہا۔ اس لئے اس قادیانی ایجاد کو کہ محمد رسول اللہ صلعم کو بھی چھ سال تک اپنی نبوت کے متعلق شک رہا ابھی ترقی دینے کی گنجائش ہے۔ اور جب تک یہ نہ کہا جائے کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم کو بھی چھ سال تک یہ یقین تھا کہ آپ نبی نہیں ہیں۔ اور آپ بھی دعوے نبوت کو اپنے اوپر افتراء قرار دیا کرتے تھے، اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجا کرتے تھے، تب تک جناب میاں صاحب کی اصل غرض پوری نہیں ہوتی۔ شاید جناب میاں صاحب سے کوئی بڑا خلیفہ آکر یہ کام بھی کر دکھائے۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ ساری جماعت قادیان اس دعا میں لگی رہے کہ یا یہ توفیق موجودہ خلیفہ صاحب کو ہی مل جائے جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہے یا اور کوئی ان سے زیادہ اولوالعزم خلیفہ آجائے۔

خلافتِ قادیان کی برکت نمبر ۲

آنحضرت صلعم نے لفظ رسول اپنے نام سے کاٹ دیا

جب یہ کہا گیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تو ایک مخالف کیساتھ بحث کرتے ہوئے یہ اقرار نامہ کے طور پر لکھدیا تھا کہ میری تحریر میں جہاں جہاں لفظ نبی ہے اسے کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ لفظ محدث سمجھ لو کیونکہ "ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے"

تو اس کا بھی ایک جواب قادیان میں موجود تھا، کہ آنحضرت صلعم نے بھی اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ لکھا ہوا کاٹ دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ صلح حدیبیہ میں جب معاہدہ لکھنے وقت یہ لفظ آئے کہ یہ معاہدہ فلاں فلاں کے مابین ہے اور اس میں لفظ تھے محمد رسول اللہ تو کفار نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو محمد رسول اللہ مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیا اور محمد ابن عبد اللہ لکھوا دیا۔ ظاہر ہے کہ ان دو باتوں میں باہم کوئی نسبت نہیں رسول اللہ صلعم دشمنوں سے ایک ملکی معاہدہ کرتے ہیں اور آپ ان کے اس اعتراض پر کہ معاہدہ تو ہمارے ساتھ ہے اور ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ایک مخالف اس امر پر بحث کرتا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعوے کیا ہے اور وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میرا دعوٰی نبوت کا نہیں اور میں نے لفظ نبی کو صرف مجاز کے طور پر یا لغوی معنے کے لحاظ سے محدث کے معنے میں استعمال کیا ہے۔ اسلئے لفظ نبی میری تحریر میں جہاں جہاں ہو کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ لفظ محدث سمجھ لو۔ اور اس پر مباحثہ ختم ہو جاتا ہے مگر قادیان والوں کو اس سے کیا غرض، وہ تو جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے" حوالے سٹے ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے لفظ نبی کو کٹا ہوا قرار دیا تو کیا ہوا محمد رسول اللہ صلعم نے بھی رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیا تھا۔ گویا جس طرح حضرت مرزا صاحب قادیانیوں کے نزدیک ایک زمانہ تک اپنے آپ نبی نہیں سمجھتے تھے، اسی طرح صلح حدیبیہ کے زمانہ تک نعوذ باللہ رسول خدا صلعم بھی اپنے آپ کو رسول اللہ نہ سمجھتے تھے!

خلافتِ قادیان کی برکت نمبر ۳

نبیوں کے پیروان پر زناکاری کا الزام لگایا کرتے تھے

جب قادیان میں یکے بعد دیگرے ایسے مرید اٹھے بڑے سے بڑے مخلص مرید اٹھے جو اپنی زندگیاں وقف کرکے سالہا سال . . . .

. . . .

. . . .

سے وہاں رہتے تھے۔ بڑے بڑے فدائی آبیٹھے۔ اور جناب میاں صاحب پر وہ الزام لگائے جن کو ایک غیر کے کان بھی برداشت نہیں کر سکتے اور جناب میاں صاحب کو اس اعتراض کے جواب کی ضرورت پیش آئی کہ میرے اپنے مرید مجھ پر ایسے الزام کیوں لگاتے ہیں تو آپ نے جھٹ ایک مضمون لکھ مارا کہ سب انبیاء پر ان کے مرید زنا کا الزام لگاتے ہیں۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلعم پر بھی آپ کے مریدوں نے یہ الزام لگائے۔ حضرت موسےٰ پر بھی لگائے۔ حضرت عیسےٰ پر بھی لگائے اور مرزا صاحب پر بھی لگائے انا للہ وانا الیہ راجعون اور جب کہا گیا کہ اس کی کوئی شہادت پیش کرو تو پھر ایسے خاموش ہوئے جیسے شان خلافت کا تقاضا ہے۔

خلافت قادیان کی برکت نمبر ۹

آنحضرت صلعم اپنی رسالت کا اقرار نہ لیتے تھے

اب یہ قادیان کا چوتھا عجوبہ ہے، کہ اگر حضرت مرزا صاحب لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کرتے وقت" باوجود نبی ہونے کے" اپنی نبوت کا اقرار نہ لیتے تھے تو اس میں حرج کیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم بھی تو اپنی رسالت اور نبوت کا اقرار نہ لیتے تھے۔ اور اس کی سند کیا ہے آیت قرآنی اذا جاءك المؤمنات يبايعنك اس آیت میں جن باتوں پر بیعت لی گئی ہے ان میں رسالت اور نبوت کا ذکر نہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم جب کافروں کو مسلمان کرتے تھے تو اپنی رسالت کا اقرار نہ لیتے تھے۔

جناب میاں صاحب نے حسب عادت ایک بات تو کہدی لیکن کیا اس کا صریح بطلان دیکھ لینے کے بعد وہ رجوع کریں گے؟ یہ شان خلافت سے بعید ہے۔ کیا وہ اس کا جواب دیں گے؟ خلیفہ اعتراضات کا جواب نہیں دیا کرتا۔

محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار تو اتنا بین امر ہے جس پر تیرہ سو سال کی امت کی گواہی کا انکار ایک اندھا بھی نہیں کر سکتا . . . . . . لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ "پیغامیوں" کی ایجاد نہیں۔ نہ ہی کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله "پیغامیوں" نے بنایا ہے۔ ساڑھے تیرہ سو سال سے اسی کلمہ شہادت کی تلقین سے لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے ہیں، البتہ اب خلافت قادیان نے اسے منسوخ قرار دیا ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے اب کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگر جناب میاں صاحب کو جرأت ہے تو وہ میدان میں نکلیں اور اس اکیلے موضوع پر ہی بحث کر لیں کہ کیا محمد رسول اللہ صلعم اپنی رسالت کا اقرار لوگوں سے لیتے تھے یا نہیں۔

محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار تو اتنا زبردست ہے کہ پانچ وقت ہر ایک مسجد کے میناروں سے ہر ایک مسلم آبادی سے پہاڑوں اور جنگلوں کو کاٹتی ہوئی چلی جاتی ہے کہ اشهد ان محمدا رسول الله بلکہ ایک ندا کیا۔ پانچوں نمازوں میں ہر نماز پڑھنے والا جتنی دفعہ التحيات میں بیٹھتا ہے۔ اتنی ہی دفعہ اشهد ان محمداً عبده ورسوله کا اقرار کرتا ہے۔ کہاں یہ رسالت اور کہاں وہ نبوت جو قادیان کے تہ در تہ پردوں میں قصر خلافت میں چھپا کر رکھی ہوئی ہے، جو حضرت مرزا صاحب کی طرف جھوٹ منسوب کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق اتنا بھی کسی قادیانی کو میسر نہیں آتا کہ ایک دفعہ ہی ان میں کسی اذان میں اشهد ان محمداً رسول الله کی جگہ یہ لفظ کہدے اشهد ان مرزا غلام احمد رسول الله۔ حالانکہ وہ لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے کہ اب محمد رسول اللہ کی رسالت پر ایمان لانے سے کچھ حاصل نہیں جب تک مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہ لایا جاوے۔"

اب آیت قرآنی کو لو جو جناب میاں صاحب نے بطور دلیل پیش کی ہے۔ یہ شروع یہاں سے ہوتی ہے اذا جاءك المؤمنات يبايعنك جب مومن عورتیں تجھ سے بیعت کریں۔ مگر تفسیر کبیر جلد ۱ کے بلند پایہ مصنف کو مومنات کا لفظ ہی نظر نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ اس آیت کی شرائط بیعت میں محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا کوئی ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم بھی جب غیر مسلموں کو مسلمان بناتے تھے تو اپنی رسالت کا اقرار نہ لیتے تھے۔ اور اسی طرح حضرت مرزا صاحب بھی اپنی جماعت میں داخل کرتے وقت اپنی نبوت کا اقرار نہ لیتے تھے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ آیت قرآنی میں تو مومنات کا لفظ ہے اور وہاں صرف مومن عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے، یہ اب مومن نہیں ہو رہیں بلکہ پہلے سے مومن ہیں۔ ہاں ان سے چند خاص باتوں کی بیعت لی جاتی ہے۔ کہا جائے گا مومن عورتوں سے بیعت کیوں لی جاتی تھی؟ میں کہتا ہوں کیا مومن مردوں سے ایسی بیعت نہیں لی گئی؛ بیعت رضوان یا بیعت تحت الشجرة کن سے لی گئی تھی ان دفاداروں سے جو مکہ سے ہجرت کر کے ساتھ آئے تھے، یا ان سے جنہوں نے مدینہ میں دین کی نصرت کی تھی۔ اگر اب کل کو کوئی شخص اس بیعت کے الفاظ کو لے کر یہ کہہ دے کہ انہی الفاظ کے ساتھ کفار کو اسلام میں داخل کیا جاتا تھا۔ تو اس سے بڑھکر نادان کون ہوگا۔ اس قسم کی بیعت ایک خاص مقصد کے لئے لی جاتی تھی۔ حدیبیہ میں چودہ سو صحابی کیساتھ آپ حج کرنے کو آئے تھے تلوار کے سوائے ہتھیار کوئی ساتھ نہ تھا۔ دشمن نے روکا تو مقابلہ کی ضرورت پیش آگئی۔ لیکن دشمن اپنے گھر میں موجود اور یہ بغیر ہتھیاروں کے دشمن کے علاقہ میں نہ ہتھیار مل سکتے ہیں نہ مدد پہنچ سکتی ہے اس لئے بیعت لی گئی کہ اب سر کٹوا دیں گے مگر پیچھے نہ ہٹیں گے۔

اسی طرح پر فتح مکہ کے بعد مومن عورتوں سے بیعت لی گئی جس کا ذکر محولہ آیت قرآنی میں ہے۔ کیوں لی گئی؟ فتح مکہ کے بعد کثرت سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اسلام میں داخل ہوئیں۔ مرد تو چونکہ دن رات رسول اللہ صلعم کی مجالس میں آتے اور وعظ و نصیحت سنتے ان کے اندر سے پرانی بد عادات کا دور ہونا آسان امر تھا مگر عورتوں کو ایسا موقعہ کم ملتا تھا، اس لئے ان سے ایسی باتوں کے اجتناب کا اقرار لیا گیا جو عام طور پر زمانۂ جاہلیت میں ان میں مروج تھیں۔ اور جو ایک طرح ان کی عادات میں داخل ہو چکی تھیں۔ شرک، زنا، قتل اولاد، چوری بہتان۔ یہ اخلاقی قبیحہ ان کے اندر راسخ ہو چکے تھے، اس لئے ان سے ان باتوں سے بچنے کا خاص طور پر اقرار لیا، اس خاص اقرار میں رسالت کے اقرار کی ضرورت نہ تھی۔

مگر جناب میاں صاحب کی کمال جرأت کو دیکھئے کہ مومن عورتوں کی بیعت کو جو ایک خاص غرض کے لئے تھی، کافروں کا اسلام میں داخل ہونا قرار دے دیا۔ اور چونکہ یہاں رسالت کا ذکر نہ تھا اس لئے اس سے یہ کلیہ بنا لیا ہے کہ نبی اپنی نبوت کا اقرار نہیں لیا کرتا، اتنے بڑے باطل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت اس کے بغیر بن نہیں سکتی اور اسے بنانا ضرور ہوا۔ اس لئے جس طرح بھی ہوگا بنائیں گے۔

جس طرح جناب میاں صاحب کے مبلغین کہتے ہیں کہ "جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے" جناب میاں صاحب کا عمل بھی یہی ہے کہ جس طرح بھی ہوگا نبوت بنائیں گے، تعجب ہے خلیفہ خود ایک کام جس طرح بھی ہوگا کرے تو حرج نہیں، لیکن غریب مبلغ وہی کام کریں تو ان کے حق میں وہ لفظ بولے جاتے ہیں جو آج تک شاید ہی کسی نے اپنے مریدوں کے حق میں بولے ہوں۔

ہاں ایک اور جواب بھی جناب میاں صاحب نے دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کا بھی اقرار نہ لیا کرتے تھے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ہی بھی نہیں کیا؟

جناب میاں صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود نے مسیح موعود کے دعوےٰ کو مجدد کے دعوےٰ سے بڑھ کر قرار نہیں دیا (مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد ہونے کے دعوے سے کچھ بڑا تعبیر اکیا حضرت صاحب کے قلم کے الفاظ ہیں) تو اصل بات یہاں آ رہتی ہے کہ اگر مجدد اپنی مجددیت کا اقرار لیا کرتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب بھی اپنی مجددیت یا مسیح موعود ہونے کا اقرار لیتے۔ مگر جس طرح نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی نبوت کا اقرار لے مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی مجددیت کے اقرار کو ایمانیات میں داخل نہ کرے بات تو موٹی ہے جسے جناب میاں صاحب سمجھنا چاہیں تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، کہ جس چیز کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اسی کا اقرار لیا جاتا ہے اور جس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اس کا اقرار بھی نہیں لیا جاتا نبوت کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اس لئے اس کا اقرار لینا ضروری ہے، مجددیت کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اس لئے کسی مجدد نے بھی اس کا اقرار نہیں لیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے صراحت سے لکھ بھی دیا ہے کہ

" ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے

دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص
"کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

توجس دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کا اقرار کیوں لیتے -

ہاں اگر آپ نبی تھے جیسا جناب میاں صاحب کا زعم ہے تو ضروری تھا کہ آپ اپنی نبوت کا اقرار ہر اس شخص سے لیتے جسے اپنی جماعت میں (یا امت میں) داخل کرتے - کس قدر موٹی بات ہے کہ آج جناب میاں صاحب کے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لائے لیکن جس کی نبوت پر ایمان لانا جناب میاں صاحب اس قدر ضروری قرار دیتے ہیں وہ خود اس نبوت کا اقرار کسی ایک فرد سے بھی نہیں لیتا نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نہ ۱۹۰۱ء کے بعد - ایمان کس چیز کا نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق - تو جب زبان سے اقرار ہی مدار ہے تو ایمان کا لفظ اس پر کس طرح بولا جا سکتا ہے - اگر حضرت صاحب اپنی نبوت کو ایمانیات میں داخل کرتے تو ضروری تھا کہ ہر بیعت کنندہ سے جب وہ جماعت میں داخل ہونے کے لئے آتا اس کا اقرار لیتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اس لئے آپ کا دعوئے نبوت کا نہ تھا -

خلافت قادیان کی برکت نمبر ۵
انکار نبوت دعوئے نبوت ہے

قادیان میں جو عجائبات ایجاد ہوئے ہیں ان کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جو میں اس وقت گن رہا ہوں، انہی میں سے یہ عجوبہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک انکار نبوت، اصل میں اقرار نبوت ہے - جب جناب میاں صاحب پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں یہ سوال ہوا کہ بانی احمدیت نے کب دعوئے نبوت کیا تو جواب دیا

آپ نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ نبوت کیا

اب ایک شخص حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ ۱۸۹۱ء ہی وہ سال ہے جب آپ نے لگاتار انکار نبوت شروع کیا - اور نہ صرف معمولی الفاظ میں انکار نبوت کرتے ہوئے یہ کہا کہ

"نبوت کا دعوئے نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

بلکہ یہ بھی کہا کہ

"ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"

یہ بھی کہا کہ ختم نبوت کے منکر کو

"بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج"

سمجھتا ہو - یہ بھی کہا کہ

"**یقین کامل** سے جانتا ہوں اور اس بات پر **محکم ایمان** رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا"

یہ بھی کہا کہ

"ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوئے کرتا ہے"

یہ بھی کہا کہ

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

اور یہ سب کچھ ۱۸۹۱ء میں یا اس کے بعد کہا، مگر ان تمام چیزوں کو جناب میاں صاحب دعوئے نبوت قرار دیتے ہیں، واقعی یہ عجوبہ روزگار تاریخ میں لکھا جانے کے قابل ہے کہ اتنا وسیع انکار نبوت بھی دعوے نبوت ہے، دعوئے نبوت کو افتراء کہنا بھی دعوئے نبوت ہے - اس بات پر محکم ایمان اور یقین کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا بھی دعوئے نبوت ہے مدعی نبوت کو کاذب، کافر، بے دین دائرہ اسلام سے خارج، ملعون کہنا بھی دعوئے نبوت ہے، اب ہم کس لغت کے لفظ جناب میاں صاحب کے سامنے لا کر رکھیں جن سے ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود نے دعوئے نبوت نہیں کیا انکار نبوت کیا سوائے اس کے کہ جناب میاں صاحب کی اپنی تحریر کو پیش کریں کہ

"۱۹۰۱ء میں آپ نے (یعنی مسیح موعود نے) اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے"

اگر جناب میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے لفظوں کی عزت نہیں کرتے تو اپنے ہی لفظوں کی عزت کریں اگر ۱۹۰۱ء میں عقیدہ میں تبدیلی کی تو یقیناً ۱۸۹۱ء میں دعوئے نبوت نہیں کیا - اور آپ کا عدالت میں بیان اگر دروغ حلفی نہیں تو جھوٹ تو ضرور ہے -

خلافت قادیان کی برکت نمبر ۶
مدعی نبوت کو کاذب، کافر، ملعون قرار دینے والا خود مدعی نبوت بن گیا

مگر یہی ۱۹۰۱ء کی تبدیلی قادیان کا چھٹا عجوبہ ہے پہلی بات تو یہی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ جناب میاں صاحب کا کیا عقیدہ ہے، کیا حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں تبدیلی کی یا نہیں - حقیقۃ النبوۃ کا حوالہ اوپر درج ہے کہ

"۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے"

مکالمہ میں ہے

"محض نام کا سوال ہے نفس دعوئے میں میں کسی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں"

یعنی عقیدہ میں تبدیلی اور نفس دعوئے میں تبدیلی دو الگ الگ باتیں ہیں ایک مامور نے اپنا عقیدہ اپنے دعوئے کے متعلق تبدیل کر لیا مگر دعوئے تبدیل نہیں ہوا! یہ نفس دعوئے میں تبدیلی نہ ہونا صرف جہلاء کو مغالطہ دینے کے لئے ہے - پھر سوال ہوا کہ تعریف نبوت کی یہ تبدیلی کس سن میں واقع ہوئی جس کا جواب ملا -

"میری تحقیق کے مطابق اس تبدیلی کا پورا اعلان ۱۹۰۱ء کے شروع اور ۱۹۰۰ء کے آخر میں ہوا ہے، اس تبدیلی کی تصریح رسالہ ایک غلطی کا ازالہ میں ہوئی ہے"

اب دیکھئے اس عجوبہ میں کتنے عجوبے ہیں، ایک تو اوپر گذرا دوسرا عجوبہ یہ ہے کہ "**تبدیلی کا پورا اعلان**" ۱۹۰۰ء کے آخر میں یا ۱۹۰۱ء کے شروع میں ہوا مگر پورے اعلان میں تصریح کوئی نہ تھی اسلئے "**تبدیلی کی تصریح**" کے لئے رسالہ ایک غلطی کا ازالہ لکھنا پڑا اور وہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں ہوا - گویا "**تبدیلی کے پورے اعلان**" اور "**تبدیلی کی تصریح**" میں پورے ایک سال کا فرق ہے -

یہ پورا اعلان کیا بلا تھی اور تبدیلی کی تصریح کس جانور کا نام ہے، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی - ممکن ہے خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سمجھ گئے ہوں، کیونکہ اس مکالمہ میں کہیں یہ نوٹ موجود ہے کہ ۱۹۰۱ء کی تبدیلی کے متعلق ان کی تسلی ہو گئی تھی، مگر میں نے سنا ہے کہ وہ تسلی ہونے سے انکار کرتے ہیں - پھر تبدیلی کی تصریح تو غلطی کے ازالہ میں ہے لیکن تبدیلی کا اعلان کس کتاب یا اشتہار میں ہے یہ نہیں بتایا کم سے کم اس پر تو جناب میاں صاحب ضرور روشنی ڈالیں - اور اس کے ساتھ ہی اس کی بھی وضاحت کر دیں کہ حقیقۃ النبوۃ میں جو لکھا ہے

"۱۹۰۰ء ایک درمیانی زمانہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے"

کیا اس سے مراد صرف یہ ہے کہ آپ مذبذب تھے کہ تعریف نبوت میں تبدیلی کریں یا نہ کریں -

لیکن اصل عجوبہ یہ ہے

۱۹۰۱ء میں اول ہو یا آخر - پورا اعلان ہو یا تصریح - جب نبوت کے متعلق یہ تبدیلی فی الواقع ہو گئی کہ پہلے آپ دعوئے نبوت سے انکار کرتے تھے، اپنی طرف دعوئے نبوت کو منسوب کیا جانے کو دشمنوں کا افتراء قرار دیتے تھے - مدعی نبوت کو کاذب، کافر دائرۂ اسلام سے خارج بیدین قرار دیتے تھے، مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اب خود مدعی نبوت بن بیٹھے اور اسی نبوت پر ایمان لانے کو اتنا ضروری قرار دیا کہ اس کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا - پہلے اگر کوئی شخص آپ کو مدعی نبوت قرار دیتا ہے تو وہ مفتری تھا جھوٹا تھا، اب جو آپ کو مدعی نبوت نہ سمجھے وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہوا، اور انکار نبوت سے بھری ہوئی تحریریں اب دیا سلائی دکھانے کے قابل ہو گئیں تو اتنی بڑی تبدیلی کے باوجود مریدوں کو کیوں نہ پتہ لگا کہ آج یہ عظیم الشان انقلاب واقع ہوا ہے، اور اگر پتہ لگا تھا تو کوئی قادیانی یہ حلف کیوں نہیں اٹھاتا جس کا مطالبہ کرتے ہوئے ہمیں ستائیس سال گذر گئے کہ میں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت یہ سمجھ کر کی تھی کہ آپ صرف مجدد ہیں اور مدعی نبوت کو جھوٹا بے ایمان، ملعون سمجھتے ہیں اور دعوئے نبوت کو اپنے اوپر افتراء قرار دیتے ہیں مگر ۱۹۰۱ء میں مجھے یہ محسوس ہو گیا تھا کہ اب آپ نے نبوت کا دعوئے کر دیا ہے، اور آپ کی انکار نبوت کی تحریریں منسوخ ہو گئی ہیں - سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی خدمت میں

درخواست ہے کہ وہ اپنا بارہ ہزار روپیہ کسی عاشق خلافت کی خدمت میں پیش کریں تو شاید وہ حلف اُٹھا لے اور اس طرح جس تودۂ ریت پر خلافت کی بنیاد ہے اس میں ایک اینٹ تو دیکھنے کو نظر آ جائے۔

اتنی بڑی تبدیلی کہ مدعی نبوت کو کاذب کافر، ملعون، بیدین، دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والا خود مدعی نبوت بن بیٹھے چالیس کروڑ مسلمان گھر بیٹھے مسیح موعود کا نام سنے بغیر کافر ہو جائیں۔ پھر ۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے شروع میں اس کا **پورا اعلان** بھی ہو جائے اور ۱۹۰۱ء کے آخر میں اس کی **تصریح** ہو جائے اور نہ کسی مرید کو اعلان کا پتہ لگے نہ تصریح کو کوئی سمجھے ہاں سارے عالم اسلامی میں موافقوں اور مخالفوں میں صرف ایک آدمی تھا جس نے یہ الزام اس وقت دیا کہ جناب مرزا صاحب اب دعوئے نبوت کرتے ہیں جس کے جواب میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے انہیں وجوہات اخبار الحکم میں پیش کی تھیں کہ تبدیلی کوئی نہیں جو عقیدہ پہلے تھا وہی اب ہے اور کسی قسم کا فرق نہیں۔ اور خود حضرت مرزا صاحب نے بھی اس مضمون کو دیکھا اور اس کو غلط نہ کہا۔

خلافت قادیان کی برکت نمبر

"نبی اوّل الکافرین ہوتا ہے"

اس بات کو سمجھانا بیکار تھا کہ ایک شخص کو نبی مانا جاتا ہے جسے یہ معلوم نہیں کہ نبی کسے کہتے ہیں بلکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ محدث کسے کہتے ہیں، اس دلچسپ معاملہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"انکشاف تام میں تدریج سے کوئی حرج نہیں ایک شخص خربوزہ کو چکھتا اور دیکھتا ہے اس کے خواص اور ذائقہ سے آگاہ ہے تو اگر اس کا نام اسے کچھ عرصہ بعد بھی معلوم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"

مگر کیا فرماتے ہیں اس بارہ میں خلیفۂ قادیان کہ ایک شخص خربوزے فروخت کر رہا ہے اور جو خریدار اس کے پاس آتا ہے اسے کہتا ہے کہ میں کدو فروخت کر رہا ہوں لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو خربوزے ہیں کدو نہیں وہ کہتا ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ کدو ہیں۔ اور خربوزے فروخت کرنا تو ایک لعنتی کا کام ہے۔ میں خربوزے کے خواص سے اور ذائقہ سے آگاہ ہوں میں نے انہیں خود چکھ کر دیکھا ہے یہ خربوزے نہیں کدو ہیں۔ کچھ "بیوقوف" اس کی بات پر اعتبار کر کے انہیں کدو سمجھ کر لے لیتے ہیں۔ لیکن بہت سے لوگ کہتے ہیں یہ بیچنے والا دھوکا دیتا ہے، دجال ہے کذاب ہے۔ بیچتا خربوزے ہے اور کہتا انہیں کدو ہے اور جن لوگوں نے اس کی بات کو سچا مان لیا ہے وہ بیوقوف ہیں۔ بارہ سال یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آخر بارہ سال کے بعد ایک دن وہ اپنے "دام افتادوں" کو بتاتا ہے کہ فی الحقیقت مجھے بھی غلطی لگی تم نے بھی غلطی کھائی یہ چیز جو میں تمہارے ہاتھ بیچتا رہا ہوں یہ خربوزے ہیں کدو نہیں اور جو لوگ اس وقت مجھ پر اعتبار نہ کرتے تھے وہ سچے تھے۔

العظمۃ للہ۔ یہ خلافت کے عجائبات ہیں یہ خلافت کی برکات ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ دھوکہ دیتے تھے یا غلطی خوردہ تھے اور ان کے ماننے والے بیوقوف تھے اور مخالف دشمن جو آپ پر کفر کا فتویٰ لگاتے اور آپ کو مدعی نبوت قرار دیتے تھے وہ سچے تھے۔ اور بارہ سال بعد اپنی دھوکہ دہی کا اعلان خود آپ نے اپنے قلم سے کیا۔ گو اس اعلان کا وجود دنیا میں کہیں نہیں، نہ کوئی مرید یہ حلف اُٹھاتا ہے کہ میں نے ۱۹۰۱ء میں اس تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا۔

اور کیا فرماتے ہیں خلیفۂ قادیان اس بارے میں کہ اگر ایک شخص نبی کی نبوت کا انکار اس لئے کرے کہ وہ نبی کے معنے نہیں جانتا تو کیا وہ کافر تو نہیں ہوتا؟ اور اگر نبی کی نبوت کا انکار کرنے والا بہرحال کافر ہے تو جو شخص دعوئے نبوت کو کذب اور افترا قرار دیتا ہو، خود نبی ہو کر اپنے نبی ہونے سے انکار کرتا ہو، مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہو وہ اگر سب سے بڑا کافر نہیں تو کیا ہے؟ نبی کی شان تو ہوتی ہے کہ وہ اوّل المسلمین ہوتا ہے سب سے پہلے وہ خود اپنی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور یہ نبی ایسا ملا جو اپنی نبوت کا اول الکافرین ہے، کچھ حرج نہیں خلافت کی برکات میں ایسے ایسے انقلاب خلیفہ کے کمالات کا ایک معمولی کرشمہ ہیں،

اور کیا فرماتے ہیں خلیفۂ قادیان کہ ۱۹۱۴ء میں بارہ سال بعد خدائی فیصلہ یہی تھا کہ وہ علماء جو آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرتے تھے وہ سچے تھے اور "نبی" جو ان کو جھوٹا کہتا تھا خود جھوٹا تھا۔

اور کیا فرماتے ہیں خلیفۂ قادیان کہ لفظ نبی کے معنے تو علماء کو بھی نہ آتے تھے اور حضرت مرزا صاحب کو بھی نہ آتے تھے مگر یہ کیا معاملہ ہے کہ دونوں نبی کا ایک ہی مفہوم سمجھتے ہیں پھر بھی اس قدر اختلاف ہے کہ علماء کہتے ہیں، تم دعوئے نبوت کرتے ہو۔ "نبی" کہتا ہے تم جھوٹ کہتے ہو۔ اور "نبی" تب لفظ نبی کے ایسے معنے کرتا ہے جو علماء کے نزدیک غلط ہیں تو اسے سمجھ آ جاتی ہے کہ میں مدعی نبوت ہوں یا تھا! اس کی بھی تشریح فرما دی جائے۔

سر دست یہ سات برکات کافی ہیں

اگر ان باتوں کا کوئی جواب جناب میاں صاحب اپنی زبان مبارک سے دیں یا قلم کو جنبش میں لائیں تو ایک دنیا پر احسان ہوگا اور اگر ان کے پاس کوئی جواب نہیں تو ان کا اختیار ہے شان خلافت کو قائم رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کریں اور مریدوں کو چھوڑ دیں کہ **جس طرح چاہو ان "پیغامیوں" کو تبلیغ کرو**

جماعت قادیان سے ایک گذارش

بالآخر میں جماعت قادیان کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ ان کا قدم کس طرف جا رہا ہے۔ گھروں میں بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا یہی تعلیم حضرت مسیح موعود دینے آتے تھے؟ اور آخر اس قدر اخباروں، رسالوں، اور ٹریکٹوں اور مبلغوں کی بھرمار ایک چھوٹی سی بات کو حل کرنے سے قاصر کیوں ہے؟ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کے اصول کو نہ بھولئے۔ آخر ہم میں اور آپ میں کوئی امر مشترک ہے اور وہ امر مشترک یہ ہے کہ آپ بھی مانتے ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوئے شائع کیا اور اسی وقت اس کے ساتھ ہی نبوت کا انکار کیا۔ اور ۱۹۰۱ء تک آپ نبوت کا انکار کرتے رہے۔ یہاں اگر یہ اختلاف ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا **عقیدہ تبدیل کر لیا** ہم کہتے ہیں کہ تبدیل نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ جب اس بات پر اتفاق ہے کہ مسیح موعود کا دعوے کرنے کے بعد آپ انکار نبوت کرتے رہے اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے رہے دعوئے نبوت کو اپنے اوپر افترا قرار دیتے رہے۔ تو اب اس بات کا ثبوت کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا، اور انکار نبوت کی تحریریں منسوخ کر دیں آپ پر ہے اور اس کا مختصر حل یہ ہے کہ آپ میں سے وہ لوگ جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی حلف اٹھا کر یہ کہدیں کہ ۱۹۰۱ء میں ہم نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے اور انکار نبوت کی تحریریں منسوخ کر دی ہیں۔ اور حالانکہ یہ حلف آپ پر تھی مگر ہم میں سے ستر آدمی جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی یہ حلف ۱۹۱۵ء میں اٹھا چکے کہ حضرت صاحب کے دعوے میں ۱۹۰۱ء میں ہم نے کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی اور نہ ہمارے وہم و گمان میں کبھی یہ بات آئی کہ آپ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں انکار نبوت کے بارے میں منسوخ ہیں اور آپ سے ان کے بالمقابل حلف کا مطالبہ کیا مگر **آپ کی ساری جماعت آج ستائیس سال سے اس حلف سے گریز کر رہی ہے**۔ آخر اس کی وجہ؟ خدارا غور کیجئے کہ آیا اس چھوٹی سی بات سے سارے **مسائل اختلافی کا فیصلہ** کس قدر آسانی سے ہو سکتا ہے، مگر آپ کے **خلیفہ صاحب** اور آپ کے علماء آپ کو حلف اٹھانے سے روک رہے ہیں اگر حق آپ کے پاس ہے تو حلف کیوں نہیں اٹھاتے اور کس قدر شرم کی بات ہے کہ آپ ہم سے اس حلف کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے عقائد حضرت مسیح موعود کے عقائد کے مطابق ہیں حالانکہ یہ حلف ایک دو نہیں ہم میں سے ستر آدمی اٹھا چکے ہیں اور آپ اس کے بالمقابل حلف اٹھانے سے انکار کرتے ہیں، سوچ لیجئے کہ آپ کی تحریروں کے ساتھ طومار اور لدے ہوئے تو الے بیکار ہیں جب تک کہ آپ حلف نہیں اٹھاتے کہ واقعی ۱۹۰۱ء میں ہم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے آج اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے اور انکار نبوت کی تحریریں منسوخ کر دی ہیں ہم حلف اٹھا چکے اور ستائیس سال ہوئے اٹھا چکے اب اگر آپ بالمقابل حلف نہیں اٹھاتے تو ہر ایک عقلمند آدمی اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ آپ کے دل اس بات کو محسوس کر رہے ہیں کہ آپ کے عقائد حضرت مسیح موعود کے خلاف ہیں۔

خاکسار

محمد علی

۲۲ر اپریل ۱۹۴۲ء

مسلم ٹاؤن - اچھرہ

(بقیہ خطبہ)

قادیان والے اُٹھیں اور کہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا نہیں کیا لیکن یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جب آپ کی کھلی تحریرات موجود ہیں جن کا اعتراف خود ان کو بھی ہے جو آج آپ کو مدعی نبوت قرار دے رہے ہیں۔

دو کھلی اور بیّن باتیں

تو دو باتیں موٹی اور بیّن ہیں جو ہر ایک تاریخ احمدیت پڑھنے والے کے سامنے آسمان پر سورج کی طرح روشن ہیں۔ (۱) یہ کہ آپ نے دعویٰ مجددیت کیا (۲) یہ کہ دعوے نبوت سے آپ انکار کرتے رہے، یوں بھی ہو سکتا تھا کہ دعوے نبوت آپ نے بعد میں کیا ہو۔ لیکن پھر یہ بتانا ہوگا کہ وہ کونسا وقت ہے، جب آپ نے دعوے نبوت کیا۔ ساری جماعت بلکہ ساری اسلامی دنیا میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جس کو یہ پتہ ہو کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا تھا،

خلیفہ صاحب کے بیان میں اختلاف

خود خلیفہ صاحب قادیان کے بیان میں اس قدر اختلاف ہے کہ وہ ایک تاریخ معین نہیں کر سکے، پہلا بیان ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں آپ نے دعویٰ نبوت کیا، دوسرا بیان ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں کیا، تیسرا بیان ہے کہ سنہ ۱۸۹۱ء میں دعویٰ نبوت کیا، جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس لئے کوئی نہیں بتا سکتا کہ کب دعوے نبوت آپ نے کیا، خود خلیفہ صاحب کی یہ حالت ہو تو اور کوئی کیا بتائے گا۔ اب ایک مرید بھی سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ سنہ ۱۹۰۲ء بھی غلط ہے، کہ اس وقت یہ غلطی سے یہ تاریخ لکھدی گئی، اور سنہ ۱۸۹۱ء بھی غلط ہے کہ عدالت میں شہادت دیتے ہوئے خلیفہ صاحب گھبرا گئے لیکن کیا سنہ ۱۹۰۱ء کی تاریخ صحیح ہے؟ کیا فی الواقعہ سنہ ۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی آپ کے دعوے میں ہوئی؟ یہ عجیب بات ہے کہ سنہ … اور سنہ ۱۸۹۱ء میں آپ کے دعوے مجددیت اور دعوے مسیحیت کا تو عام طور پر لوگوں کو پتہ لگ گیا، جب سنہ ۱۸۸۲ء میں آپ نے دعوے مجددیت کیا تو کل ہندوستان نے آپ کو مجدد مانا یا سنہ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا تو سارے ہندوستان میں بلکہ کل اسلامی دنیا میں شور برپا ہو گیا، لیکن سنہ ۱۹۰۱ء میں اتنا بڑا انقلاب آیا کہ جس دعوے نبوت کو کفر قرار دیتے تھے، وہی دعوے خود کر دیا، اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، اگر دکھا دیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں دعوے نبوت کا بھی عام طور پر پتہ لگ گیا تھا تو ہم مان لیں گے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص دعوے نبوت کرنے والے کو کافر اور کاذب قرار دیتا رہا ہو وہ اس کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ کہدے کہ اب میں نبی ہو گیا ہوں تو کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔

ستر آدمیوں کی حلفیہ شہادت

سنہ ۱۹۱۵ء میں ہم میں سے ستر آدمیوں نے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی تھی یہ حلفی شہادت دی کہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو مجدد مان کر بیعت کی تھی، اور کبھی تمام عمر میں ہم نے یہ محسوس نہیں کیا نہ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ پتہ لگا کہ آپ نے نبوت کا دعوے کر دیا، یہ ستر آدمیوں کی شہادت ہم نے شائع کی، اور بالمقابل قادیانی جماعت سے یہ کہا گیا کہ آپ کی جماعت زیادہ ہے اس لئے آپ میں سے سات سو آدمی کو حلفی شہادت دینی چاہیئے، لیکن اگر سات سو نہیں تو ستر آدمی ہی یہ حلفی شہادت دیدیں کہ انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود کو مجدد سمجھتے ہوئے مانا تھا اور سنہ ۱۹۰۱ء میں ان کو یہ پتہ لگ گیا تھا یا انہوں نے محسوس کیا تھا کہ آپ نے دعوے نبوت کیا ہے۔

حلفیہ شہادت دینے سے جماعت قادیان کا گریز

لیکن ان ایمانداروں سے کوئی کیا کہے کہ دوسروں سے حلفی شہادت مانگتے ہیں، اور خود ایک موٹی بات کے متعلق حلف اٹھانے کے لئے تیار نہیں بلکہ ان کو روک دیا جاتا ہے کہ کوئی شخص شہادت نہ دے، چلو میں ستر آدمیوں کو چھوڑتا ہوں ایک ہی آدمی اُٹھ کر کہہ دے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں اسے یہ پتہ لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے مجددیت کے بجائے نبوت کا دعوے کر دیا ہے، لیکن ایک بھی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس قسم کی شہادت دے سکے اور دیکھئے تماشا یہ ہے کہ پوچھتے ہم سے ہیں کہ تم شہادت دو اور قسم اُٹھاؤ حالانکہ ہم تو قسم اُٹھا چکے ہوئے ہیں،

حضرت صاحب نے بیعت میں اقرار نبوت نہیں لیا

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر دعوے میں کوئی تبدیلی ہوئی تھی اور سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے دعوے نبوت کر دیا تھا تو چاہیئے تھا کہ پھر بیعت میں اقرار نبوت لیتے لیکن نہ پہلے نہ پیچھے آپ نے کبھی اپنی نبوت کا اقرار نہیں لیا، آخر یہ کیا تماشا ہے کہ نبی ہو کر نبوت کا اقرار بیعت میں نہیں لیتے،

عجیب جواب

اس کا کیا عجیب جواب دیا ہے کہ نبوت کا اقرار تو محمد رسول اللہ صلعم بھی نہیں لیتے تھے کیونکہ قرآن شریف میں مومن عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر ہے اور اس میں محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا ذکر نہیں، سوال تو یہ تھا رسول اللہ صلعم کافروں کو اسلام میں داخل کرتے وقت اپنی رسالت کا اقرار لیتے تھے اور جواب یہ ہے کہ مومن عورتوں سے بیعت لیتے وقت آپ نے اپنی رسالت کا اقرار نہیں لیا۔ یوں تو اس قسم کی اور بھی بعض بیعتوں کا ذکر آتا ہے کہ فلاں امر میں آپ نے مسلمانوں سے بیعت لی، مثلاً بیعت رضوان، اس وقت نبوت کا اقرار لینے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ وہ تو مسلمانوں کو خاص خاص امور کا پابند بنانے کے لئے بیعتیں لی گئی تھیں جیسے بیعت رضوان، یا عورتوں کی بیعت

جب کوئی کافر مسلمان ہوتا تھا تو اس سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار لیا جاتا تھا

تو یہ کیسا نبی ہے اپنی نبوت کا اقرار ہی نہیں لیتا، اب کہتے ہیں سب نبیوں پر ایمان لاؤ لیکن اگر حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے تو کافر ہو اور خود وہ شخص جس پر ایمان لانے بغیر ان کے نزدیک ایک مسلمان مسلمان نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے اپنی نبوت کا کسی سے اقرار نہیں لیتا، آخر ایمان کس چیز کا نام ہے۔ **اقرار باللسان وتصدیق بالقلب**، تو جس چیز کا زبان سے اقرار ہی نہ لیا جائے، اس کی تصدیق دل کیسے کرے گا، جو شخص اپنی نبوت پر ایمان مانگتا ہے اس کا فرض ہے کہ اس کا اقرار لے یا تو یہ کہئے کہ اس پر ایمان لانے نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور ایمان نہ لانیوالا بھی مسلمان ہی ہے اور یا پھر بیعت میں نبوت کا اقرار دکھانا پڑے گا، اور یہ دکھایا نہیں جا سکتا،

دعوے مجددیت اور انکار نبوت موجود ہے

تو آپ کا دعوے مجددیت موجود ہے، نبوت کا انکار موجود ہے، نبوت کا دعوے کہیں نہیں، نبوت کا اقرار کہیں نہیں لفظ نبی کو مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کرنے کی صراحت موجود ہے، اور حقیقت کی نفی کرتے ہیں، پھر بھی کہتے چلے جاتے کہ دعوے نبوت کیا ہے، سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

کیا ہے۔ صداق ہے۔

بعض لوگوں کا قدم حق اور صداقت سے پھسل جاتا ہے

ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں، جماعتوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا قدم حق و صداقت سے پھسل جاتا ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعض کا قدم پھسلا آپ کا کاتب وحی مرتد ہو گیا، اور بھی بعض لوگ مرتد ہو جاتے تھے۔ تو حضرت مرزا صاحب کے وقت بعض لوگوں کا قدم پھسلا اور وہ مرتد ہو گئے۔

آج شور مچایا جاتا ہے

یہ کوئی نئی بات نہیں، لیکن آج بڑا شور مچایا جاتا ہے کہ فلاں مولوی غلام حسن صاحب اور ان کی دیکھا دیکھی بعض اور لوگ جماعت قادیان میں شامل ہو گئے، یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کو چنداں اہمیت دی جائے۔

انسانوں پر جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی آتی ہیں

انسانوں پر جس طرح جسمانی بیماریاں آتی ہیں، اسی طرح روحانی بیماریاں بھی ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص تمام عمر جنت کے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس میں اور جنت میں ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ یکایک وہ دوزخ میں جا پڑتا ہے، اور ایک شخص اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس میں اور دوزخ میں ایک بالشت کا فرق رہ جاتا ہے، اور وہ بہشت میں چلا جاتا ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے ہاں کوئی قانون نہیں، اور یونہی وہ ایک جنتی کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیتا ہے یا دوزخی کو اٹھا کر بہشت میں پھینک دیتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اچھے عمل کرتا کرتا ایک مرتبہ اس کی زندگی میں ایک پلٹا آتا ہے اور ایسے کام کرنے لگ جاتا ہے جو تمام عمر کی نیکیوں کو زائل کر دیتے ہیں، ایسا ہی ایک شخص تمام عمر برے کام کرتا رہا [illegible] اس کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ ان برے کاموں کو چھوڑ کر ایسے افعال بجا لاتا ہے، جو اسے جنت میں لے جاتے ہیں، میں نہ تو کسی کو جنت کا سرٹیفکیٹ دینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں نہ دوزخ کا لیکن یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرف چل رہا ہوا یک لخت وہ پلٹا کھا کر اور طرف چلا جائے۔

میاں محمد صادق صاحب کا ایک مضمون

پچھلے دنوں جب صاحبزادہ سیف الرحمٰن نے میاں صاحب کی بیعت کی تو میاں محمد صادق صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک راہ کو ایک شخص بائیس سال تک صحیح سمجھتا رہا ہو، اور پھر ایک ہی دن میں اسے معلوم ہو جائے کہ یہ راہ غلط ہے میں اسکو بھی صحیح نہیں سمجھتا، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو تمام عمر ایک رستہ پر چلتے چلتے اپنی غلطی معلوم ہو جائے اور وہ اس رستہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلا جائے، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس طرح ہوا اور کیونکر ہوا کہ کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب خلیفہ برحق ہیں لیکن عقیدے ان کے باطل ہیں، جب عقیدے باطل ہیں تو خلیفہ برحق کس طرح ہوئے۔

اچھا نظام معیار حق و صداقت نہیں

میں تو یہ جانتا ہوں کہ بعض وقت دنیا کے ساز و سامان انسان کا قدم پھسلا دیتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ دہاں کا نظام اچھا ہے، اس لئے خلیفہ برحق ہے، اگر یہی بات ہے تو دنیا کے نظام کی وجہ سے پھسلنا ہے تو ہلاکو و چنگیز خان کی فرشتہ

نہیں مان لیتے کہ اس کی تنظیم سب سے اچھی ہے، جس نظام کے اوپر قوم کا سارا روپیہ برباد ہوتا ہے، وہ اچھا ہوا تو کونسا کمال ہو گیا، یہ کونسی بات ہے، کہ ایک شخص نے سارا قومی روپیہ برباد کر کے پچیس تیس لاکھ سالانہ کی آمد کو ضائع کر کے نظام اچھا بنایا۔

الفضل نے ایک دوسرا مضمون عبدالواحد کا شائع کیا

ایک اور مضمون الفضل میں شائع ہوا ہے، جس کا عنوان ہے "انجمن اشاعت اسلام لاہور محض سراب اور ڈھونگ ہے" "کوئی نوجوان اس انجمن میں رہ کر احمدی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا" یہ عنوانات قائم کر کے ایک نوجوان عبدالواحد کا جو یہاں طالب علم رہ چکا ہے، ایک خط شائع کیا ہے، میں کہتا ہوں اگر یہ صحیح ہے کہ یہ انجمن محض سراب اور ڈھونگ ہے، اگر یہ سچ ہے کہ یہاں کوئی نوجوان احمدی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا تو کیا دنیا ساری کی ساری اندھی ہو گئی ہے کہ اس کے کام کے آگے لوگوں کے سر جھک گئے، یورپ والوں کو تو پتہ لگ گیا کہ یہ انجمن اشاعت اسلام کا جس قدر کام کرتی ہے، اور اسلام کی جو خدمات اس نے سرانجام دی ہیں، آج کسی نے بھی نہیں دیں لیکن عبدالواحد اور الفضل کے نزدیک یہاں کوئی مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔

کسی خام آدمی کی ٹھوکر سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا

لیکن اس کی کوئی مثال پیش نہ کی، کہ کون کونسا نوجوان اس انجمن میں رہتے ہوئے اسلام چھوڑ گیا، کیا خود عبدالواحد ابھی مسلمان ہے یا نہیں؟ احمدی ہے یا نہیں؟ کسی خام آدمی کو ٹھوکر لگ جائے، اور وہ بے حقیقت باتوں کی بنا پر انجمن سے الگ ہو جائے، تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ اس انجمن میں رہ کر کوئی شخص احمدی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا، جو شخص ایسا کہتا ہے وہ مثال بتائے، کہ فلاں فلاں نوجوان جماعت سے الگ ہو گئے۔

مضمون بے دلیل ہے

وہ مضمون جو شائع ہوا ہے، اس میں دلائل کیا ہیں؟ کیا یہ الزام ہے کہ اس انجمن کے مالک زانی ہیں؟ چور ہیں؟ شراب پیتے ہیں؟ لوگوں کا روپیہ کھا جاتے ہیں، یا ان کے اندر کوئی فسق و فجور کی باتیں ہیں، ان میں سے ایک بھی بات نہیں، اس سارے مضمون میں ایک بھی ایسا الزام نہیں، پھر کس بنا پر یہ کہا جا رہا ہے کہ اس انجمن میں ایک نوجوان احمدی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا، تعجب ہے اس میں کونسی ایسی بات ہے جو کسی کو اسلام اور احمدیت سے پھیرنے والی ہو۔

میاں صاحب پر تو خطرناک الزام لگے ہیں

یہ تو خیر ایک نوجوان ہے، جو کہا جا سکتا ہے، کہ شائد اندرونی حالات سے واقف ہو، لیکن پھر بھی کوئی ایسی بات اس نے نہیں لکھی، جس کو الزام کہا جا سکے، بالمقابل قادیان میں جو کچھ خلیفہ صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے، جو اندرونی الزامات خود مریدوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں، ہم نے کبھی ان کو شائع نہیں کیا مباہلہ والوں نے کس قدر زور و شور سے کئی ناگفتنی باتیں لکھیں، لیکن ہم نے ان کی کبھی تشہیر نہیں کی، اور کئی ایک مریدوں کی طرف سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، کیا کبھی ہم نے اسکو اپنے اخبارات میں جگہ دی؟ لیکن یہ لوگ معمولی معمولی باتوں کو ایسی رنگ آمیزی سے شائع کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، کیا الزامات ہیں جو عبدالواحد نے دئیے ہیں،

بڑا الزام

ایک بڑا الزام یہ ہے، کہ ان کے بڑے لوگوں کے لڑکے اپنے لئے اچھی ملازمتوں کی کوشش کرتے ہیں، یہ ایک بڑا بھاری جرم ہے، کہ اپنی اپنی روٹی کمانے کی کوشش کی جائے لیکن کیا وہ ملازم ہو کر احمدیت، اور اسلام سے برگشتہ ہو جاتے ہیں، اگر نہیں تو پھر اس الزام کا کیا مطلب ہے کہ اس انجمن میں کوئی نوجوان احمدی تو کیا مسلمان بھی نہیں رہ سکتا،

دوسرا الزام صریح جھوٹ ہے

ایک اور الزام یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ چندے نہیں دیتے، یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ تعجب ہے کہ ان کو ایسا صریح جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی، خدا کا ڈر نہیں ہوتا، وہ کونسا بڑا آدمی ہے جو اس انجمن کا ممبر ہے اور چندہ نہیں دیتا، اگر میرے متعلق کہا ہو تو وہ آئے اور ریکارڈ کو دیکھ لے، حالانکہ انجمن نے لکھ دیا ہوا ہے کہ اس کی (یعنے میری) مرضی ہے کہ چندہ دے یا نہ دے، لیکن جو بل یہاں سے حق تصنیف کا بنتا ہے اس میں سے دسواں حصہ کٹ کر مجھے ملتا ہے، یہ الگ امر ہے کہ اب کتابوں کی فروخت کم ہو جانے کی وجہ سے بل میں کمی ہو گئی اور اس وجہ سے چندہ بھی کم ہو گیا، لیکن جتنا بھی بل ہوتا ہے اس کا دسواں حصہ برابر انجمن کو جاتا ہے، اور بھی جتنی تحریکات ہیں ان میں سب سے پہلے میں خود حصہ لیتا ہوں۔

جوبلی کی تحریک میں میں نے دس ہزار روپیہ دیا

جوبلی کی تحریک میں جس میں کل ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہوا، جائداد اور نقدی کی صورت میں دس ہزار روپیہ میں نے دیا، جس کا بہت بڑا حصہ ادا ہو چکا ہے، اب تحریک صدقہ میں پہلے خود دیا ہے، پھر دوسروں کو تحریک کی ہے، اور بھی پچھلی تحریکات کو دیکھ لیا جائے، سب میں میں نے حصہ لیا، اور جتنے بڑے بڑے لوگ ہیں سب برابر حصہ لیتے ہیں،

ایک اور الزام

ایک اور الزام ہے جو سب سے بڑا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ یہ انجمن محض سراب اور ڈھونگ ہے، اس لئے کہ میں وہاں پڑھنے کے لئے آیا لیکن میری تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہ ہوا، درخواست جس کا حوالہ دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ تبلیغی کلاس میں چھ لڑکے ہیں اس لئے چھ ہی استاد ہونے چاہئیں، حالانکہ اس تبلیغی کلاس سے اچھے اچھے طالب علم پڑھ کر نکلے ہیں، مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کو کس نے تیار کیا ہوا، احمدیار صاحب نے کہاں تعلیم پائی، مرزا مظفر بیگ کہاں تیار ہوئے، سید اختر حسین نے کہاں علم حاصل کیا، سب اسی تبلیغی کلاس سے تعلیم حاصل کر کے نکلے ہیں، مان لو کہ تعلیم کا انتظام اچھا نہیں، لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ انجمن سراب اور ڈھونگ ہے دو لفظ مل گئے ہیں، "سراب" اور "ڈھونگ" ان کو استعمال کرنا تھا سو کر لیا، اور الفضل کو بھی خوش کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے

حضرت صاحب ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے، کہ شہر قم میں ایک قاضی تھا، بادشاہ نے اسے موقوفی کا پروانہ لکھا۔ ایھا القاضی فی قم انا عزلناک فقم اے قم کے قاضی ہم نے تجھے موقوف کر دیا سو تو چلا جا کسی نے قاضی سے پوچھا، کہ آپ کا قصور کیا تھا۔ قاضی نے کہا سوائے اس کے کوئی قصور نہیں کہ بادشاہ کو قم کا قافیہ پسند آ گیا۔ سو اگر کوئی شخص ان دو لفظوں "سراب اور ڈھونگ" کے استعمال سے خوش ہو لیتا ہے تو ہمارا کیا بگڑتا ہے۔

اچھا مان لو کہ تعلیم کا انتظام اچھا نہیں، آیا اتنی بات سے انجمن سراب اور ڈھونگ بن گئی، بہت اچھا ہمارے متعلق تو اتنی ہی بات کہی ہے کہ تعلیم کا انتظام اچھا نہیں، اور اس کا کہنے والا ایک ناتجربہ کار نوجوان ہے جس کا قدم دنیا کی کشش کی وجہ سے پھسل گیا حالانکہ یہاں سے اچھے اچھے آدمی بھی نکلے

جامعہ احمدیہ قادیان کے متعلق میاں صاحب کا ارشاد

ذرا اپنے جامعہ احمدیہ کا حال بھی دیکھ لو، خود خلیفہ صاحب اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں، ایک خطبہ میں ارشاد ہوتا ہے:-

"مجھے نہایت افسوس سے معلوم ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں جو طلباء تعلیم پاتے ہیں انہیں کنوؤں کے مینڈکوں کی طرح رکھا گیا ہے، ان میں کوئی وسعت خیالی نہ تھی، ان میں کوئی شاندار امنگیں تھیں، اور ان میں کوئی روشن دماغی نہ تھی، میں نے کرید کرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر چاروں طرف ان کے دماغ کا رستہ بند نظر آیا، اور مجھے معلوم ہوا کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح کی یہ آیتیں رٹ لو، یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو، انہیں اور کوئی بات نہیں سکھلائی جاتی۔۔۔ ۔۔۔ میں نے جس سے بھی سوال کیا معلوم ہوا کہ اس نے اخبار کبھی نہیں پڑھا، اور جب کبھی میں نے ان سے امنگ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تبلیغ کریں گے، اور جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہو گا کریں گے یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے، الفاظ سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والے میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیالی ہے جس طرح ہو گا تو سور کہا کرتا ہے، اگر سور کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا، تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہو گا کروں گا، بس سور کا یہ کام ہوتا ہے کہ جو سامنے آ جائے اس پر حملہ کر دے، اس کے سامنے نیزہ لے کر بیٹھو تو وہ نیزہ پر حملہ کر دیگا، بندوق لیکر بیٹھو تو بندوق کی گولی کی طرف دوڑتا چلا آئے گا، پس یہ تو سوروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا۔"

(الفضل ۲۲ر جنوری ۱۹۳۷ء)

شرم آنی چاہیئے کہ اس اخبار میں ہمارے کام پر اعتراض چھپتے ہیں جن کا اپنا خلیفہ اپنے طلبوں کو سوروں سے مشابہت دیتا ہے

یہ قوم کدھر جا رہی ہے

مجھے تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ قوم کدھر جا رہی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے اس قوم کا خاصہ بن گیا ہے۔ دلیل ہو نہ ہو چند حوالے رٹ لیتے ہیں جن کو دہراتے جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں سکھایا ہی جاتا ہے۔ اور اس حقیقت کو خود خلیفہ صاحب نے ظاہر کیا، البتہ جو سرٹیفکیٹ خلیفہ صاحب نے اپنے مبلغین کو اپنے قلم سے اور اپنی زبان سے عطا فرمایا ہے وہ آج تک کسی جامعہ کے ہیڈ نے اپنے طالب علموں کو نہیں دیا ہو گا۔ یہ ہے جماعت احمدیہ قادیان جن کے مبلغین کے لئے خلیفہ صاحب کا یہ سرٹیفکیٹ ہے، جو انجمن اشاعت اسلام کو محض اس لئے سراب اور ڈھونگ قرار دے رہی ہے، کہ یہاں مبلغین کی تعلیم کا انتظام اچھا نہیں۔

سرسید احمد خاں مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

(۴)

(۸) جنت و دوزخ

جنت و دوزخ کے متعلق جو کچھ سرسید احمد خاں مرحوم نے تحریر فرمایا وہ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ قرآن و حدیث میں جو تشریحات ہیں ان کو اسی تشریح کے ساتھ ماننے والوں کا مذاق اڑا دیا۔ حدیثوں کو تو ظنیات کا مرتبہ دے کر اور اس معاملہ میں انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک کر ان کی تفصیلات سے تو یوں خلاصی حاصل کی۔ رہ گئیں قرآن کی تشریحات انہیں استعارہ اور تمثیلات قرار دے کر اس مشکل سے نکلنے کی راہ نکال لی۔ لیکن اول تو سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن کا جنت کی کیفیات کو جو محض استعارات تھے اس تفصیل کے ساتھ بار بار دہرانا کیا معنی رکھتا ہے۔ دوم استعارہ مان کر بھی اس امر پر ہمارے لئے کوئی دلیل نہیں پیدا ہوتی کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی شکل میں نتائج اعمال کا ملنا برحق ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے سب سے پہلے تو اعمال اور ان کے نتائج پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ ان اعمال کے ذریعہ اسی عالم میں انسان اپنا جنت اور دوزخ خود بناتا ہے اور ان چیزوں کو یہیں سے اگلے عالم میں اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔ اور پھر وہاں اُن کے تمثل کو ظاہری رنگ میں قرآن کی بیان کردہ تشریحات کے مطابق اس قدر خوبصورت اور معقول طریقہ پر مدلل بیان فرمایا ہے کہ روح وجد کر اٹھتی ہے اور عالم آخرت سامنے نظر آنے لگتا ہے جس کو مفصل دیکھنا ہو تو حضرت مرزا صاحب کا جلسہ دھرم مہوتسو کا لکچر جو "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع شدہ ہے۔ پڑھ لے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے انگریزی ترجمہ ٹیچنگز آف اسلام نے یورپ میں بڑے بڑے اہل علم لوگوں سے خراج تحسین حاصل کیا ہے اور سینکڑوں روحوں کی ہدایت اور اسلام میں داخل ہونے کا موجب ہوا ہے۔

ایک غلط الزام کی تردید

(۹) زندہ اسلام اور زندہ خدا

مذہب میں سرسید احمد خاں کی حیثیت ایک خشک فلسفی عالم کی ہے۔ اور فلسفی بھی وہ جو مادیت سے متاثر ہو۔ ہر ایک اہل مذہب اپنے مذہب کے متعلق کوئی فلسفہ رکھتا ہے۔ اور اپنی طرف سے اس کی تائید میں کچھ دلائل بھی دیتا ہے۔ خواہ وہ دلائل معقول ہوں یا غیر معقول۔ پس محض فلسفہ اور اس پر کچھ دلائل کوئی یقینی چیز نہیں اس لئے ایسے لوگوں کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ کل حزب بما لدیھم فرحون ہر ایک مذہبی گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر ناز کرتا اور خوش نظر آتا ہے۔ لیکن یہ اس کی صداقت کی قطعی دلیل نہیں قرار دی جا سکتی۔ ایک فلسفی عالم کی سعی اور تگ و دو یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے اور اس سے ایک طالب حق کسی یقینی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یقینی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فلسفہ کے ماتحت عمل کر کے انسان اُن نتائج کو بھی پا لے جن کا وہ فلسفی مدعی ہے۔ یعنے جب تک مشاہدہ اور تجربہ کسی فلسفی کی تصدیق نہ کرے وہ فلسفہ یقینی طور پر سچا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی حال مذہب کا ہے۔ کوئی مذہبی فلسفہ یقینی طور پر سچا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک مشاہدہ اور تجربہ اس کی تائید نہ کرے۔ اور یہ سہرا اس زمانہ میں فقط حضرت اقدس مرزا صاحب کے سر پر ہے۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر تمام دنیا میں اعلان کیا کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح فقط ایک فلسفہ نہیں پیش کرتا۔ بلکہ وہ ایک زندہ مذہب ہے جس کے اصولوں پر عمل کر کے آج بھی انسان ان تمام نتائج کو پا سکتا ہے جن کا وہ مدعی ہے۔ وہ زندہ خدا پیش کرتا ہے۔ جو اگر پہلے لوگوں سے جو اس کی رضا کے طالب رہے ہیں تعلق رکھتا اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور ان سے ہمکلام ہوتا تھا۔ تو آج بھی اسی طرح وہ اپنے ماننے والوں اور عمل کرنے والوں سے تعلق رکھتا اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ پس اسلام دوسرے مذاہب کی طرح کوئی مردہ مذہب نہیں جس کی برکات زمانۂ ماضی میں پیچھے رہ گئیں۔ بلکہ آج بھی اُس کی برکات تازہ بتازہ انسان کے ایمان میں زندگی کی روح پھونکنے کو موجود ہیں۔ اور جس کا زندہ نمونہ میں موجود ہوں۔ میں نے اسلام پر عمل کر کے اس زندہ خدا کو پا لیا اور ان تمام برکات کو حاصل کر لیا جس کا اسلام وعدہ کرتا ہے۔ جس کا جی چاہے۔ میرے پاس آکر رہے اور اسلام کی زندہ برکات اور کمالات کا نمونہ دیکھ لے۔ اور مجھ پر کیا منحصر ہے اسلام میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر اپنے وجود سے گواہی دیتے رہتے اور آج بھی اسلام پر عمل کر کے انسان ان زندہ برکات کو حاصل کر سکتا ہے۔ جس کا وہ قرآن میں وعدہ کرتا ہے۔ اور اسلام کے سوا کوئی اور مذہب زندہ مذہب نہیں یعنے آج کوئی مذہب نہیں جس پر عامل ہو کر انسان خدا کو پا سکے کیونکہ وہ مذاہب مر چکے

الغرض یہ تھا وہ زندہ خدا۔ زندہ ایمان زندہ اسلام جو حضرت مرزا صاحب نے تمام دنیا اور تمام مذاہب کے بالمقابل پیش کیا جس سے اسلام کی شوکت اور تمام مذاہب پر صریح غلبہ نظر آیا۔ مگر سرسید احمد خاں مرحوم کو ان باتوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ انہوں نے بڑا تیر مارا تو یہ کیا کہ دوسرے مذاہب والوں کی طرح اپنی قیاس آرائیوں کے ماتحت مذہب اسلام کی طرف سے ایک مرا ہوا فلسفہ یا الوجی کے رنگ میں پیش کر دیا جس میں کوئی روح نظر نہیں آتی۔

پس مذہبی خدمات کے لحاظ سے تو ایسا نظر آتا ہے کہ سرسید احمد خاں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو آپس میں کوئی مناسبت نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۱۰) نجات اور اس کے ذرائع

سرسید احمد خاں مرحوم نجات حاصل کرنے کے لئے صرف خدا پر ایمان لانے اور نیک اعمال بجا لانے کو کافی سمجھتے تھے۔ اس کے لئے قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے اور آیت ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من آمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرۃ) (کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور یہودی اور نصاریٰ اور صابی جو بھی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک عمل کیا پس ان کے لئے ان کے رب کے حضور میں اجر ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے) سے بڑی زور سے استدلال کرتے تھے کہ مسلمان، یہودی، عیسائی، صابی غرضکہ کوئی ہو اللہ اور یوم آخر پر جو بھی ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ نجات پا جائے گا۔ اسی لئے وہ تبلیغ اسلام کی بھی چنداں ضرورت نہ سمجھتے تھے، کیونکہ ہر ایک آدمی اپنے اپنے مذہب میں رہ کر بھی خدا پر ایمان رکھ سکتا ہے اور اچھے کام کر سکتا ہے برخلاف اس کے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا اس بات پر بے حد اصرار تھا کہ نجات کے لئے خدا کی توحید اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانا از حد ضروری ہے۔ چنانچہ ان کے ایک مرید ڈاکٹر عبد الحکیم خاں نے جب سر سید مرحوم کے اس عقیدہ کی تصدیق کی تو اول تو اسے سمجھایا جب وہ نہ مانا تو اسے جماعت سے خارج کر دیا اور ایک مستقل کتاب حقیقۃ الوحی اس عقیدہ کی تردید میں لکھی۔ اور بتایا کہ جس آیت کو پیش کیا جاتا ہے وہ مجمل ہے، اس کی تفصیل اور تشریح دوسری آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ جب تک ان کو سامنے رکھا جائے کسی آیت کے معنے کرنا غلط مفہوم پیدا کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے مختلف آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ اللہ اور یوم آخر کے الفاظ در اصل ایک مختصر کلمہ ہے جو اللہ سے لیکر یوم آخر تک کے کل ایمانیات پر حاوی ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ بقر میں ایمان کی تشریح آغاز میں ہی لکھی ہوئی موجود ہے اور وہ ہے الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ یعنے (۱) ایمان بالغیب یعنے ایمان باللہ اور ایمان بالملائکہ (۲) اور اس پر ایمان جو تجھ پر نازل ہوا اور تجھ سے پہلے نازل کیا گیا یعنے ایمان بالکتب و ایمان بالرسل (۳) اور ایمان بالآخرت۔ پس جب اس سورت کے شروع ہی میں ایمان کی تشریح مفصل لکھی ہوئی موجود ہے تو پھر اب جس جگہ بھی مجملاً ایمان کا ذکر آئے گا وہاں اسی تشریح کے بموجب اسے ماننا پڑے گا۔ اور اسلئے وہ مذہب اسلام میں داخل ہونے کے مترادف قرار پائے گا۔ مثلاً اسی سورت کے دوسرے رکوع کے شروع میں ہی آتا ہے ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمومنین اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ اب یہاں اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد تمام ایمانیات پر ایمان لانا یا دوسرے لفظوں میں اسلام میں داخل ہونا ہے۔ وغیرہ

اسی طرح ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات لھم جنت تجری من تحتھا الانھار (جو لوگ ایمان لائے) ہیں سے مراد صاف یہی ہے کہ وہ لوگ جو اسلام میں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ہر سوموار سے شائع ہوتا ہے!

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۹

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عورتوں کے حقوق و معاشرت

عورتوں کے حقوق کی حفاظت جیسی اسلام نے کی ہے۔ ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ۔ ہر ایک قسم کے حقوق بیان فرما دیئے یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے اور پردہ کے طریق کو ایسے ناجائز طریق سے کام میں لاتے ہیں کہ گویا وہ زندہ درگور ہوتی ہیں۔ چاہیئے کہ اپنی عورتوں سے انسان کا دوستانہ طریق اور تعلق ہو۔ اصل انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان سے اس کے تعلقات اچھے نہیں۔ تو پھر خدا سے کس طرح ممکن ہے۔ کہ صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ یعنی اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے والا ہی تم میں سے بہترین ہے۔

درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہمی ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو۔ کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھیرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی اپنی بیویوں کیساتھ نیک سلوک کیساتھ زندگی بسر کرو۔ اور حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے۔ جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ انکے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے۔ جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے۔ اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔ (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳ البدر ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۷)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات میں مصروف ہیں۔ حضرت ممدوح کا ایک مضمون "حلف سے کون گریز کر رہا ہے" اسی شیوع میں درج ہے اسے خود بھی پڑھیں اور قادیانی دوستوں کو بھی پڑھائیں۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آجکل کوئٹہ میں مقیم ہیں ... مئی کو واپس لاہور تشریف لائیں گے جو دوست حضرت ڈاکٹر صاحب کو خط لکھیں اس میں پتہ معرفت حضرت مولوی محمد علی صاحب مسلم ٹاؤن ایجرلاہور لکھیں خط حضرت ڈاکٹر صاحب کو پہنچ جائے گا۔

درخواستہائے دعا

— جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کیلئے گذشتہ پرچہ میں بھی دعا کیلئے لکھا جا چکا ہے ڈاکٹر صاحب موصوف بدستور بیمار ہیں کمزوری بہت بڑھ گئی ہے احباب سلسلہ ڈاکٹر صاحب کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔

— حضرت داروغہ نبی بخش صاحب ابھی تک علیل ہیں ان کیلئے دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— جناب عبدالواحد صاحب راولپنڈی عرصہ چار سال سے بیمار ہیں ان کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے۔

— جناب عبدالجلیل صاحب عبداللہ پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی اور پھوپھی زاد بھائی پر قتل کے مقدمہ میں پھانسی کا حکم سیشن جج پشاور نے دیا ہے۔ جملہ احباب سلسلہ ان کی رہائی کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا مضمون بعنوان "حلف سے کون گریز کر رہا ہے" زائد چھپوایا گیا ہے۔ اسے احباب سلسلہ مرکز سے منگوا کر قادیانی حضرات میں تقسیم کریں

پیغمبرِ اسلام صلعم ایک غیر مسلم کی نظر میں!

نوٹ:- عیدمیلادالنبیؐ کے موقعہ پر زیر صدارت جناب شیخ محبوب عالم صاحب چلینہ میں آل ریلیجنز کانفرنس آنحضرت صلعم کے سوانح حیات پر منعقد ہوئی تھی جس میں مختلف حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور غیر مسلم حضرات میں سے جناب لالہ دولت رام صاحب گپتا رئیس چینبہ خود تشریف نہ لا سکے۔ ان کا مضمون ماسٹر محمد یعقوب صاحب نے پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔ قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کیلئے درج ذیل ہے۔
(مدیر)

پیغمبر اسلام حضرت محمد صاحب رسول اللہ دنیا کے اُن عظیم المرتبہ مہاپرشوں میں سے تھے جو دنیا میں بہت بڑا روحانی و مجلسی انقلاب پیدا کر سکے۔ رسول اللہ کی پیدائش سے پہلے عرب قوم کی روحانی قوت زائل ہو چکی تھی۔ اخلاق اُنسے کوسوں دور جا چکا تھا۔ ترقی سے وہ لوگ بچھڑے ہوئے تھے۔ علم و لیاقت عرب دیش سے تقریباً کوچ کر چکی تھی۔ مجلسی قواعد و اخلاقی امور کی بے قدری ہو رہی تھی صنعت و تجارت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ایک قسم کی لامذہبیت ان لوگوں میں دخل کر چکی تھی۔ مجلسی دفاعی اور کئی قسم کی مذہبی متضاد حالتوں میں ایک طرح کی جنگ چھڑی رہتی تھی۔ بے چینی کی آگ میں وہ لوگ جلا کرتے تھے کہ خدا کی طرف سے عرب قوم کو سب سے پہلے راہ راست پر لانے کیلئے رسول بھیجے گئے۔ جو حضرت محمد صاحب کے نام سے تاریخ عالم میں اپنا نمایاں درجہ رکھتے ہیں جنھوں نے عربوں کی اصلاح کے علاوہ دنیا کو مساوات و اخوت کا پیغام دیا۔

حضرت محمد صاحب واق کے اسلام کا درجہ تاریخ عالم کا ایک اہم جزو ہے۔ اس مہاپرش کا تاریخ سے اتنا گہرا اور نہ مٹنے والا تعلق ہے کہ وہ اس سے الگ نہیں کئے جا سکتے۔ حضرت رسول قومیت کی بنیاد۔ قومی عروج کی جڑ اور سوسائٹی کی نشوونما کے روح رواں تھے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے مہاپرش کسی خاص ملک یا خاص قوم کی میراث نہیں ہوتے، ان پر سب کا یکساں حق ہوتا ہے۔ سارا جہان اُن سے یکساں فیض حاصل کر سکتا ہے۔

انگریز فلاسفر کارلائل کے الفاظ میں کہ:-

"وہ (حضرت محمد) قدرت کی گود سے نکلا ہوا زندگی کا ایک زبردست دمکتا ہوا انگارا تھا۔ جو دنیا کے بنانے والے کے حکم سے دنیا کو روشن کرنے اور جگانے کے لئے آیا تھا!"

حضرت محمد صاحب کی سیاسیات۔ ان کا اخلاق اور ان کی مجلسی تعلیم۔ ان کی دلکش شگفتگی، ایسی چیزیں ہیں جو کسی بھی نسل، کسی بھی قوم کے انسان کو انسانیت سکھلانے میں رہنمائی کریں گی اگر آج مذاہب کے نام پر الگ الگ گروہ بندیاں ہٹ جائیں اور مذہب انسانیت کو ماننا شروع کر دیں تو لوگوں میں حضرت رسول اللہ پیغمبر اسلام کی عزت اور بھی زیادہ بڑھ جائے۔ کیونکہ وہ جتنی بڑی روحانیت کے مالک تھے۔ اتنی ہی بڑی انسانیت کے بھی یعنی نہ صرف مذہبی پیغمبر ہی تھے بلکہ دنیا کے بہت بڑے انسان بھی۔

ذیل کی سطور آنحضرت کی طرف سے خدا کے آگے کی گئی دعا کا ایک حصہ ہے۔ اسے پڑھ پانے لینے کے بعد حضرت محمد صاحب اور ان کی پاک ذات کی بلندی کے متعلق سوچا جا سکتا ہے

"اے اللہ! میرے دل کو پاک کر، اس میں کپٹ نہ رہے! میرے کاموں کو پاک کر، اس میں دکھاوا نہ ہو! میری زبان کو پاک کر، وہ کبھی جھوٹ نہ بولے! میری آنکھوں کو پاک کر ان میں فریب نہ ہو! سچ مچ آنکھوں کے اندر کے فریب کو اور جو کچھ لوگوں کے سینوں میں چھپا رہتا ہے اُس سب کو تو جانتا ہے"

حرص و ہوس کے بندوں کی یہ دعا نہیں یہ دنیا کے بہت بڑے روحانی اور مجلسی انقلاب کے علمبردار اور مہاپرش کی دعا ہے اگر حضرت محمد صاحب ایسی دعا نہ مانگتے تو کون مانگتا۔ آج رسول کی امت کو دیکھکر یہ یقین کرنا پڑے گا کہ خدا نے اس دعا کو سنا اور تسلیم کیا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی بہت بڑی آبادی اس دعا مانگنے والے کو اپنے دلوں کا بادشاہ سمجھتی ہے، اور دیگر مذاہب کے پیرو انہیں عزت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

پیغمبر اسلام نے جو اُپدیش دیئے ہیں وہ اس قدر سادہ اور وسیع معانی رکھنے والے ہیں کہ انہیں روحانیت اور اخلاق کا مرقع کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ "اسلام کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا "زبان کو پاک رکھنا اور مہمان کی خاطر کرنا"، پھر پوچھا گیا "ایمان کیا ہے"؟ تو فرمایا "صبر کرنا اور دوسروں کی بھلائی کرنا"!

مومن کی تعریف کرتے ہوئے آنحضرت نے فرمایا کہ:-
"مومن وہ ہے جس کے ہاتھوں سب آدمی اپنی جان اور مال کو سونپ کر بے خوف رہیں"۔

اسلام، ایمان۔ اور مومن کی جو تعریف حضرت رسول نے فرمائی ہے۔ اس سے بڑھ کر سادہ اور بامطلب تعریف کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تعلیم صرف مسلمان کہلانے والے افراد اپنے ہی لئے نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اپدیش ہیں جو بنی نوع انسان کے لئے ہیں پیغمبر اسلام کی سوانح حیات اور ان کے اپدیش پڑھکر "اسلام" کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اسلام کی تعلیم سے آگاہ ہونا چاہتا ہے ضروری ہے کہ وہ ایک بار غور کے ساتھ آنحضرت کی زندگی کے واقعات پر بغور نظر ڈالے۔ حضرت رسول کی زندگی کا ایک واقعہ مکمل تعلیم ہے جس سے اسلام کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

اس ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم کے دل میں غریبوں اور بیکسوں کیلئے کتنا درد تھا۔ کہ ایک بار حضور سفر سے لوٹ کر مدینہ آئے تو مسجد سے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے ملنے کے لئے اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ مکان میں دو چیزیں نظر آئیں ایک ریشمی پردہ جو دروازہ پر لٹکا ہوا تھا اور حضرت فاطمہ کے ہاتھوں میں چاندی کے کڑے۔ دیکھتے ہی آنحضرت اُلٹے پاؤں لوٹ آئے اور مسجد میں بیٹھ کر رونے لگے۔ ادھر انہیں اس طرح جلدی واپس جاتے دیکھ کر حضرت فاطمہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ اتنی جلدی کیوں لوٹ گئے۔ حسن صاحب نے جاکر اپنے نانا صاحب سے وجہ پوچھی۔ جواب ملا میں یہ دیکھ کر شرما گیا کہ مسجد میں لوگ بھوکے بیٹھے ہیں اور ادھر میری لڑکی چاندی کے کڑے پہنے اور ریشم کام میں لائے حسن صاحب نے اپنی ماں سے جاکر کہہ دیا۔ اس پہ انہوں نے فوراً کڑوں کو توڑ کر اسی ریشمی پردہ میں باندھ کر باپ کے پاس بھیجدیا۔ آپ نے خوش ہوکر انہیں فروخت کرکے روٹیاں منگوائیں اور غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ اور پھر فاطمہ کے پاس جاکر کہا اب تو سچ مچ میری بیٹی ہے"

اس ایک بات سے نہیں بلکہ اس قسم کی کئی ایک باتوں سے حضرت رسول کی مہانتا معلوم پڑتی ہے۔ ایسے مہاپرشوں کے کام بھی تمام لوگوں کی نسبت عجیب خصوصیت لئے ہوئے اور ضمیر کی آواز میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بہت اونچے رہا کرتے ہیں۔ اُن کے کام بڑے تلے ہوتے۔ آزمودہ اور معرکہ کے ہوا کرتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی زندگی جتنی سادگی اور تیاگ کی زندگی تھی اتنی شاید ہی دنیا میں آنے والے کسی مہاپرش کی رہی ہو۔ حضرت کی وفات کے بعد اُن کے حرم سے پتہ چلا تھا کہ آنحضرت کے گھر کئی بار مہینوں تک چولھا گرم نہیں ہوا کرتا تھا۔ اور دنیا کی عظیم ترین شخصیت کا خاندان فقط پانی اور کھجور پر گذارا کیا کرتا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو شاہی شان و شوکت سے رہ سکتے تھے لیکن سرکاری ٹیکس زکوٰۃ یا صدقے سے ایک کوڑی بھی اپنے صرف میں نہ لاتے تھے انکی اپنی ملکیت میں کچھ کھجور کے پیڑ اور کچھ اُونٹ اور بکریاں تھیں۔ اگر رات کو کوئی سامان بچ جاتا تو وہ غرباء میں تقسیم کروا دیا جاتا تھا خود بھوکے رہ کر مہمان کی خاطر کرتے تھے۔ جب ایران روم اور ایتھوپیا کے ایلچی حضرت رسول اللہ کے دربار میں آتے تو دیکھتے کہ عربوں کا یہ انوکھا بادشاہ کسی اونچی مسند پر نہیں بیٹھا کرتا بلکہ زمین پر دوسروں کے ساتھ چٹائی پر بیٹھا کرتا تھا۔

سر ولیم میور نے آنحضرت کی سوانح حیات لکھتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ "محمد صاحب کی ایک خاص عادت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمیوں کیساتھ بڑی محبت اور عزت کا برتاؤ کرنا۔ جھک کر چلنا۔ سب پر رحم کرنا کسی کے کہے یا کیئے کا برا نہ منانا اپنے اوپر قابو رکھنا دل بڑا اور فراخ دل رکھنا یہ محمد صاحب کے سبھاؤ کی باتیں تھیں، جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں اور جن کی وجہ سے آس پاس کے سب لوگ ان سے محبت کرنے لگتے تھے"

کیوں نہ ہو حضرت محمد صاحب ایسا اخلاق۔ اتنی ایثار نفسی کا ثبوت پیش نہ کرتا تو کون کرتا دیکھنے میں یہ سب معمولی باتیں ہیں لیکن انہیں عمل میں وہی شخص لا سکتا ہے جو دنیا میں خاص مشن لیکر آیا ہو۔ ان معمولی باتوں کے پیچھے ایک اتنا بڑا پن ہوتا ہے جو عوام میں نہیں پایا جا سکتا۔

ان کا آخری پیغام جو وفات سے پہلے دیا اور قرآن شریف میں درج ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہی سکھ دیگا جو اس دنیا میں بڑے بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتے اس دنیا کا لطف انہی لوگوں کے لئے ہے جو اس دنیا میں پرہیزگاری سے رہتے ہیں۔

میں دنیا کی اس عظیم المرتبہ شخصیت کے لئے جس کا پیغام دل میں سکون جس کی تعلیم نیکی سکھلاتی ہے۔ جس کی زندگی کے واقعات ایثار نفسی کا سبق دیتے ہیں اپنے دل میں عقیدت رکھتا ہوں اور اسی جذبہ کے تحت آج عید میلاد النبی کے روز اُن کے مقدس قدموں میں اپنی یہ سطور پیش کرتا ہوں۔

دولت رام گپتا

۳۰

پیغام صلح

جلد نمبر ۳۰	یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ م ۵ مئی ۱۹۴۲ء	نمبر ۱۹

چین میں مسلمان فرقہ احمدیہ کے لوگ

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دین واحد"

(الہام حضرت مسیح موعود)

مشہور رسالہ "مرکزی اطلاعات" پرنسپل انفارمیشن آفیسر گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے مہینہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اس کے یکم مئی کے شیوع میں "چینی مسلمان" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں چینی مسلمانوں کے متعلق لکھا ہے:-

"تقریباً تمام مسلمان سُنی ہیں اور صوفی اعتقاد کا ایک چھوٹا سا فرقہ ہے "تہ جیرچ" کے نام سے مشہور ہے بعض نوجوان مسلمان احمدیہ فرقہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور تبلیغی کام انجام دیتے ہیں کافی کامیابی حاصل کر رہے ہیں اس فرقہ کے موجودہ نوجوان افراد پرہیزگار مسلمان ہیں اور چیانگ کائی شیک کے مخلص پیرو ہیں انہوں نے کیونشانگ کے اندر ایک لیگ قائم کی ہے "جونشنل سالویشن ایسوسی ایشن آف چائینز محمڈنس" کے نام سے مشہور ہے انہوں نے پیکنگ میں ایک نارمل سکول قائم کیا ہے جس میں وہ آنے والے زمانہ کے لئے نوجوان اور عملی لیڈر تیار کر رہے ہیں"

یہ حکومت برطانیہ کے ایک سرکاری صحیفہ کا بیان ہے اسلئے بڑی اہمیت رکھتا ہے یہ مضمون دیکھ کر حضرت خانصاحب بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم کی یاد تازہ ہو گئی وہ حضرت امام عصر حاضر کا جرنیل آج ہم میں نہیں ہے لیکن اس کی روح جہاد اقصائے عالم میں غازیانہ انداز سے سرگرم عمل ہے۔ حضرت بابو صاحب مرحوم نے متعدد جگہوں پر جماعتہائے احمدیہ کو قائم کیا جن میں سے بغداد کی جماعت نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور چین کی جماعت بھی ان کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے جہاں تک بیرونی ممالک میں جماعتوں کے قیام کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ بہت کام ہو چکا ہے لیکن ابھی اس کے لئے محنتِ شاقہ کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے "سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دین واحد"۔

(بدر جلد ۱ نمبر ۲۷ صہ ۲)

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام روئے زمین کے مسلمانوں کو دین واحد پر از سر نو متحد اور جمع کرنے پر مامور ہیں اور ان کے اندر وہی خصوصیات پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھیں، یعنی تقویٰ اور تبلیغ اسلام کا جوش انہیں دو خصوصیتوں سے مسلمانوں نے دنیا میں فتح پائی سو جب تک یہ خصوصیات تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں متحدہ طور پر پیدا نہیں ہو جاتیں اس وقت تک یہ کام جاری رہے گا اور اسے بروئے کار لانے کے لئے محنت شاقہ کی ضرورت رہے گی ہمارے بزرگوں نے عجب توفیق حضرت امام عصر حاضر کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لئے بڑی محنت سے کام کیا۔۔۔۔ اب ضرورت ہے حضرت امام عصر حاضر کے خالص اسلامی پیغام کو نوجوان دوست دنیا کے کناروں تک پہنچائیں اور حضرت صاحب کے اس مذکورہ الہام کو جو بہرصورت پورا ہو کر رہے گا پورا کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

ملک چین میں احمدی نوجوانوں کے لئے بڑا میدان ہے اور وہاں کے حالات بھی بہت سازگار معلوم دیتے ہیں اور احمدیت پہلے ہی وہاں ہمارے ایک مجاہد بزرگ کے ذریعہ قبولیت حاصل کر چکی ہے، حکومت کا یہ مذکورہ آرگن لکھتا ہے "بعض نوجوان مسلمان احمدیہ فرقہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور تبلیغی کام سرانجام دینے میں کافی کامیابی حاصل کر رہے ہیں اس فرقہ کے موجودہ نوجوان افراد پرہیزگار مسلمان ہیں" یعنی ان لوگوں میں تبلیغ اسلام کا جوش بھی ہے اور مضبوط کردار بھی ہے چین میں پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں ان سب کو آسانی کے ساتھ احمدیت کے خالص اسلامی مسلک پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ بدھ مت اور کنفیوشس مذہب کے چینیوں تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے معلوم دیتا ہے اس قوم کی فطرت سلیم ہے اور ان میں پیغام حق قبول کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے ہمارے وہ جوان جو تبلیغ اسلام اور تبلیغ احمدیت کا جذبہ اپنے قلوب میں رکھتے ہوں ان کی مساعی اور اولوالعزمی کے لئے ملک چین میں ایک وسیع میدان موجود ہے ہماری جماعت کو مغربی اقوام کے علاوہ مشرقی اقوام کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے مغرب اور مشرق کا رب ایک ہے، جبکہ رب کا بنایا ہوا آفتاب مشرق و مغرب پر ضوفشاں ہے تو کیوں اس کا روحانی سورج یعنی اسلام ان دو بعید خطوں کو ایک ہی طرح منور نہ کرے ہمت والے نوجوان اُٹھیں اور قرآن کو لیکر اس ملک میں نکل جائیں اور حضرت امام عصر حاضر کے فیوض کا اس ملک میں انتشار کریں کیونکہ اس سرزمین میں بڑی کامیابی کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بلند ہمت اور صالحہ نوجوان کو اس مجاہدہ کے لئے زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

درخواستِ دُعا

سلسلہ کے مخلص بزرگ جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب کے ہاتھ کے انگوٹھا پر ایک ایسا پھوڑا نکلا ہے کہ جس کی وجہ سے انہیں سخت تکلیف ہے چنانچہ کئی رات تک آپ سو بھی نہیں سکے۔ اب کسی قدر افاقہ ہے تاہم ابھی تک پوری صحت نہیں ہوئی۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر حسن علی صاحب ایسے مخلص بزرگ کو ۔۔۔۔۔۔ ہر تکلیف سے محفوظ کرے۔ اور سلسلہ کی خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

شذرات

پیغامِ صلح کا مسیح موعود نمبر

پیغام صلح ہر سال قارئین پیغام صلح کی خدمت میں مسیح موعود نمبر پیش کیا کرتا ہے اس دفعہ بھی باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی کے ایک نمبر ۲۹ مئی کو شائع کیا جائے گا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس مقدس انسان کی یاد کو تازہ کیا جائے گا جس کے انفاس طیبہ سے اسلام کو ایک روحانی شوکت اور قوت نصیب ہوئی اور تبلیغ اسلام کی تحریک زندہ ہوئی جسے مسلمان صدیوں سے فراموش کر چکے تھے مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور تبلیغی جدوجہد میں سے کسی ایک پہلو کو لے لیں اور اس کی وضاحت کریں اور اپنے گرانقدر مضامین ۱۵ مئی تک ضرور دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بھجوا دیں اور مضامین میں اختصار کو خاص طور پر مدنظر رکھیں کیونکہ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے نمبر کا حجم کم ہوگا اور لمبے مضامین درج نہیں ہو سکیں گے۔

دینیات کا امتحان

چونکہ ہماری جماعت خالص مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے اسلئے ہر فرد کیلئے دینیات کا علم ہونا نہایت ضروری ہے یہ علم اپنے تزکیہ نفس کے لئے بھی ضروری ہے اور دوسروں تک اسلام کی تعلیم کو پہنچانے کے لئے بھی اس کا حاصل کرنا خاص اہمیت رکھتا ہے انجمن نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے دینیات کے امتحان کا انتظام کیا ہے پہلے یہ امتحان سالانہ ہوا کرتے تھے اب سال میں چار بار ہوا کریں گے پہلی سہ ماہی میں صرف قرآن مجید کا امتحان ہوگا یہ امتحان اگست کے پہلے ہفتہ میں ہوگا امیدوار حضرات اپنے نام حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کو بھجوا دیں اس امتحان کے پانچ درجے ہونگے ہر درجہ کا کورس علیحدہ ہے جو علی الترتیب درج ذیل ہے ہر امیدوار دوست جو درجہ مناسب سمجھیں اپنے لئے مخصوص کر لیں۔

کورس درجہ اوّل	کورس درجہ دوم	کورس درجہ سوئم	کورس درجہ چہارم	کورس درجہ پنجم
قرآن کریم سورہ فاتحہ و بقرہ ترجمہ و تفسیر	سورہ آل عمران نساء مائدہ ترجمہ و تفسیر	سورۂ انعام تا آخر توبہ ترجمہ و تفسیر	سورہ یونس یا آخر عنکبوت ترجمہ و تفسیر	سورہ روم تا ختم قرآن ترجمہ و تفسیر

ایک مبشر کشف

جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی کا مکتوب گرامی

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر از سر نو ایمان تازہ کر دیا۔ اور اپنے بیشمار الہامات و پیشگوئیوں کو پیش کیا جن میں سے بہت سے پورے ہو چکے ہیں۔ اور اس طرح ایک زندہ خدا۔ زندہ نبی اور زندہ کتاب کا ثبوت پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایسے عارف باللہ اور متقی و پرہیزگار مریدین بھی پیدا کئے جن میں سے کئی ایک کو شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہے ان بزرگوں میں سے ایک حضرت صاحب کے پرانے مرید سید اسد اللہ شاہ صاحب ہیں، ہمارے خاندان پر اور خصوصاً اس خاکسار پر شاہ صاحب کی دیرینہ اور بے شمار عنایات ہیں۔ چنانچہ جب کبھی کوئی تکلیف آئی یا دشوار امر درپیش ہوا یا کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئی تو جھٹ شاہ صاحب سے دعا کرانے دوڑ پڑے۔ بہت خوشامد کرنی ہوتی تو ساتھ عمدہ لذیذ حلوا بھی پکا کر کھلا دیا۔ شاہ صاحب کے بہت سے کشوف و الہامات ہیں جو کہ پورے ہو گئے اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے چنانچہ ایک الہام ان کا اس خاکسار کے متعلق تھا جبکہ میں پانچ یا چھ برس کی عمر کا تھا۔ الہام کے الفاظ تھے "اسسٹنٹ انجنیئر" چنانچہ میں نے اس الہام کو اپنی طرف سے پورا کرنے کے لئے کوشش بھی کی۔ مگر ناکامی ہوئی۔ اور بی۔ اے پاس کرنے کے بعد میں لا کالج لاہور میں داخل ہو گیا تین ماہ بعد کس طرح پردۂ غیبی سے میرے امریکہ جا کر انجنیئرنگ کی تعلیم کے لئے وظیفہ ملا۔ اور کس طرح بفضلہ میں نے بالآخر انجنیئرنگ کی ٹریننگ مکمل کی اور بعد میں ہندوستان واپس آکر انڈین اسٹیٹ ریلوے پر اسسٹنٹ انجنیئر کے عہدہ پر فائز ہوا۔ ایک لمبی کہانی ہے۔ مگر اس میں خدا تعالےٰ کی مدد اور عنایت کا بہت کچھ دخل ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

اس مضمون کے لکھنے کی میری غرض اصل میں یہ ہے کہ حال ہی میں شاہ صاحب کو ایک کشف ہوا ہے۔ جس کو میں اپنے احباب کی اطلاع اور ہمت بڑھانے اور ایک خوشخبری کے طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب نے شروع شروع میں جوش عقیدگی اور نیک نیتی کی بنا پر میاں محمود احمد صاحب کی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ مگر جب بعد میں قادیانی جماعت کی اصلی حالت کا علم ہوا۔ اور ان لوگوں میں اصلی تقوےٰ اور راستبازی مفقود اور دنیا داری کا رنگ غالب دیکھا تو ان سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور اب بفضلہ ہماری جماعت کے ممتاز اور جوشیلے ممبروں میں سے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ایک رات نماز تہجد میں حضرت امیر قوم حضرت مولوی محمد علی صاحب کے لئے دعا فرما رہے تھے کہ حالت کشف میں حضرت مسیح موعود کو دیکھا کہ ایک سفید اور نورانی لباس میں ملبوس سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں

"بیٹے شکست پائیں گے"

پھر فرماتے ہیں:۔

"محمد قدرت اللہ"

(حضرت مولوی محمد علی صاحب کی طرف اشارہ ہے)

"ایک لاکھ سپاہی تیار"

اس پر شاہ صاحب نے پوچھا کہ سپاہی کیسے۔ فرمانے لگے سپاہی سے مراد مبلغ ہیں۔ اس پر شاہ صاحب سوچنے لگے کہ اس قدر آدمیوں کا خرچ کیسے پورا ہوگا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا

(چھ سو روپیہ سالانہ فی ذکس)

بڑا مبشر کشف ہے۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی اُن اسلام کے سپاہیوں میں سے ہوں جن کے ہاتھوں پھر اسلام کی فتح مقدر ہے۔ اور جو کہ معلوم ہوتا ہے قریب آگئی ہے۔ اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم وجعلنا منهم۔ (خاکسار ممتاز احمد فاروقی۔ کلکتہ)

ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کا سالانہ جلسہ

از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی

الحمد للہ ثم الحمد للہ امسال دہلی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کا سالانہ جلسہ پریڈ گراؤنڈ متصل جامع مسجد بتاریخ ۳و۴ و ۵ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء نہایت ہی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

مولانا اختر حسین صاحب گیلانی نے اسی سال ایک کمیٹی قائم کر کے جلسہ کی ذوقی اور انتظامی معاملات کی درستگی کے لئے جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب کو بطور صدر مجلس استقبالیہ کے فرائض کی ادائیگی کیلئے منتخب فرمایا۔ اور انتظامی معاملات جناب ڈاکٹر محمود علی صاحب اور خان اکرام اللہ خاں صاحب کے سپرد کر دیئے چنانچہ ان بزرگوں نے اپنی خداداد قابلیت و ذہانت کا نہایت اعلےٰ ثبوت پیش کیا۔ اس لئے اگر یوں کہا جائے کہ جلسہ کی کامیابی درحقیقت انہی بزرگوں کی ان تھک محنت و کوششوں کی مرہون احسان . . . ہے۔ تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔

اس سال حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تشریف آوری اہالیان دہلی پر خاص اثر کا موجب ہوئی۔ چنانچہ جو مسلمانوں نے آپ کے فاضلانہ خطبہ بموضوعہ اسلام اور موجودہ جنگ پر حقائق و معارف قرآنی سنے تو بہت سے مسلمان بھائی کہہ رہے تھے۔ کہ اگر مولینا دعوےٰ مجددیت کرتے تو سب مسلمان آپ کو مجدد تسلیم کر لیتے۔ اور پھر آپ کی خدمات اسلام نے سارے مسلمانوں کی توجہ کو آپ کی طرف بالخصوص پھیر دیا ہے ممکن ہے کہ ایسے مسلمان بھائی بالآخر یہ سمجھ لیں۔ کہ آخر خدمات اسلام کا یہ ولولہ کہاں سے آیا۔ اور ان کو حضرت مسیح موعود کو مان لینے میں کوئی تامل نہ رہے۔ ایسے ہی حضرت مولینا صدر الدین صاحب نے اپنے فاضلانہ لیکچر اسلام۔ بانیٔ اسلام اور پاکستان کی تحریک کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے پاک الفاظ میں حاضرین پر واضح کیا۔ کہ سب حاضرین کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے ایسے خیالات اپنی عمر میں سب سے پہلی دفعہ سنے ہیں، الغرض مسلمان بھائی حضرت مولینا صدر الدین صاحب کے تبحر علمی کی داد دے رہے تھے اور کہتے تھے کہ مجاہدین اسلام میں آپ کا سب سے اول نمبر ہے۔ مولانا اختر حسین صاحب کی تقاریر کو بھی بہت پسند کیا گیا۔ دہلی کی پبلک اب بفضل تعالےٰ آپ سے واقف ہو رہی ہے۔ ایسے ہی جناب میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام اور جناب میرزا مسعود بیگ صاحب کی تقاریر کا نہایت اچھا اثر ہوا۔

الغرض مسلمان بھائی خوش ہیں۔ اور ہماری جماعت کی ترقی کے لئے دست بدعا ہو رہے ہیں۔

مختصر روئیداد جلسہ عنقریب ارسال خدمت ہوگی۔

جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب کا مکتوب گرامی

"جناب میاں محمد صادق صاحب کے مضمون سے میرا کوئی تعلق نہیں"

بخدمت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ذیل کی چند سطور میری طرف سے اخبار پیغام صلح میں شائع کر کے مشکور فرمادیں۔

میں نے سنا ہے کہ اخبار الفضل میں کوئی مضمون مکرمی خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس میں تذکرۃً میرا نام بھی آگیا ہے۔ اور آج کسی نے بتایا کہ وہ مضمون ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع ہوا ہے۔ مجھے بعض دوستوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ بعض اصحاب کا خیال ہے یہ مضمون میرے مشورہ یا اطلاع سے شائع ہوا ہے لہٰذا میں ایسے اصحاب کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی اختلافی مسئلہ میں اپنا نام اخبارات میں آنا پسند نہیں کیا۔ اور نہ متذکرہ صدر مضمون میرے مشورہ یا علم سے لکھا گیا ہے، میں مکرمی خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سے یا اگر کوئی اور صاحب اس قسم کے مضامین کے متعلق قلم اُٹھائیں تو ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ مہربانی کر کے میرا نام خواہ مخواہ اخبارات یا اشتہارات میں نہ لائیں۔ میں اسے سخت ناپسند کرتا ہوں۔ اور میں اپنے تمام دوستوں کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ میرا نہ تو شائع شدہ مضمون سے کوئی تعلق ہے اور نہ اگر آئندہ کوئی ایسا مضمون شائع ہو تو اُس سے تعلق ہوگا۔ والسلام

خاکسار۔ فقیر اللہ

حلف سے کون گریز کر رہا ہے؟

از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

جناب میاں محمود احمد صاحب نے بجا فرمایا تھا کہ انکے مبلغ صرف حوالے رٹنا جانتے ہیں۔ نہ ان میں وسعت خیالی ہے نہ روشن دماغی۔

"میں نے کرید کرید کر ان کے دماغ میں داخل ہونا چاہا مگر چاروں طرف سے انکے دماغ کا رستہ بند نظر آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ سوائے اسکے کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وفات مسیح پر یہ آیتیں رٹ لو یا نبوت کے مسئلہ کی یہ دلیلیں یاد کر لو انہیں اور کوئی بات نہیں سکھلائی جاتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب سوال کیا کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو یہ جواب دیا کہ جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے یہ الفاظ کہنے والوں کی ہمت تو بتاتے ہیں مگر عقل تو نہیں بتاتے الفاظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمت رکھتا ہے مگر یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہنے والوں میں عقل نہیں اور نہ وسعت خیالی ہے جس طرح ہوگا تو سؤر کہا کرتا ہے اگر سؤر کی زبان ہوتی اور اس سے پوچھا جاتا کہ تو کس طرح حملہ کرے گا تو وہ یہی کہتا کہ جس طرح ہوگا کرونگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ تو سؤروں والا حملہ ہے کہ سیدھے چلے گئے اور عواقب کا کوئی خیال نہ کیا" (الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۳۱ء)

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب حیدرآبادی آجکل ایسے ہی مبلغین کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کے مطالبہ کے جواب میں دو باتیں پیش کی تھیں۔

اوّل یہ کہ تم تو ۱۹۱۵ء میں حلف اٹھا چکے اور ان سے اسی وقت سے حلف کا مطالبہ کر رہے ہیں یا وہ حلف اٹھائیں یا وجہ بیان کریں کہ حلف اٹھانے سے وہ کیوں گریز کر رہے ہیں

دوم یہ کہ جس قسم کی حلف کا وہ مطالبہ کرتے ہیں اس کے لئے قرآن وحدیث کی کوئی سند پیش کریں اور اس کے ساتھ ہی خلیفۂ قادیان کا اعلان ہو کہ میں اس طریق فیصلہ کو درست مانتا ہوں اور اگر حلف اٹھانے والے پر کوئی عذاب نہ آیا تو میں اس کے عقائد کو سچا تسلیم کر کے اپنی جماعت سمیت اس کی بیعت کر لوں گا۔

امر اوّل کے جواب میں خاموشی اختیار کی گئی ہے اور امر دوم کے جواب میں قرآن وحدیث کی کوئی سند تو پیش نہیں کی گئی مگر حسب عادت کتر بیونت کر کے اور لمبی تحریروں میں سے اپنے مطلب کے چند فقرے لیکر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے تین حوالے پیش کئے گئے ہیں

سب سے پہلے میں انہی رٹے ہوئے حوالوں کو لیتا ہوں۔

پہلا حوالہ پہلا حوالہ انجام آتھم صفحہ ۳۹ و ۴۰ کا ہے جو صریحاً خود الفاظ نقل کردہ الفضل کے رو سے مباہلہ کی دعوت ہے۔ سیٹھ صاحب نے مجھے مباہلہ کی دعوت نہیں دی اسلئے یہ حوالہ قطعی طور پر غیر متعلق ہے۔ خود حضرت مسیح موعود مباہلہ کو کس حد تک جائز سمجھتے تھے اس کے لئے مولوی عبدالحق غزنوی کے مطالبۂ مباہلہ کو دیکھ لیا جائے کہ آپ نے کیا جواب دیا تھا (مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۴۸۰ تا ۵۱۲)

"مسلمانوں کو جزئی اختلافات* کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں"

*گویا اپنے اور غزنوی صاحب کے اختلاف کو جزئی اختلاف کے دائرہ میں رکھا

"اب اگر فرض کریں کہ ان سب میں اختلافات جزئیہ کی وجہ سے مباہلہ واقع ہو اور خدا تعالے مخطی پر عذاب نازل کرے تو بلاشبہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام متفرق فرقے اسلام کے صفحہ زمین سے یک لخت نابود ہوں"

"ہمیں مباہلہ مسنونہ سے انکار نہیں اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن اور حدیث سے نشان نہیں ملتا"

"اس آیت میں لفظ الکاذبین صاف ہمارے مدعا اور بیان کا شاہد ناطق ہے اسلئے کہ اللہ تعالے لعنۃ اللہ علی الکاذبین فرما کر ظاہر کرتا ہے کہ مباہلہ اسی صورت میں جائز ہے کہ جب فریقین ایک دوسرے کو عمداً دروغ باف یقین کرتے ہوں نہ یہ کہ صرف مخطی خیال کرتے ہوں"

"جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز درست نہیں مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں کہ درحقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری سمجھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ **اجتہادی اختلافات میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں** اور اگر مباہلہ ہوگا تو ہرگز کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوگا، اور ناحق غیر مذاہب والے ہنسی ٹھٹھا کریں گے"

جناب میاں صاحب فرمائیں کہ ان میں اور ہم میں اجتہادی اختلاف ہے یا فریقین ایک دوسرے کو مفتری سمجھتے ہیں۔ کسی حوالے رٹنے والے مبلغ نے یہ جو لکھدیا کہ جناب میاں صاحب نے بھی کبھی ہمیں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ اگر جناب میاں صاحب سمجھتے ہیں کہ اوپر جو حضرت صاحب کے ارشادات نقل کئے گئے ہیں اور جو قرآن وحدیث سے مؤید کئے گئے ہیں ان کے رو سے ان کی درخواست مباہلہ درست ہے تو وہ اس اعلان کے ساتھ اسے پیش کریں کہ میں نے حضرت صاحب کے ان ارشادات کو پڑھ لیا ہے اور کہ ہم یعنی فریق قادیان فریق لاہور کو قطعی طور پر مفتری سمجھتے ہیں نہ کہ خاطی تو میں اس پر ضرور غور کروں گا

دوسرا حوالہ دوسرا رٹا ہوا حوالہ تبلیغ رسالت جلد سوم (مجموعہ اشتہارات) صفحہ ۱۳۹ کا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ پادری عبداللہ آتھم سے حضرت مسیح موعود نے اسی قسم کی قسم کا مطالبہ کیا تھا۔

افسوس ہے کہ یہ ایک دروغگوئی ہے جس کے کرنے میں بہت چالاکی سے کام لیا گیا ہے یعنی ان عبارات کے ان حصوں کو حذف کر دیا گیا ہے جن سے صریحاً نظر آتا ہے کہ اُس قسم میں جو آپ نے پادری عبداللہ آتھم سے چاہی تھی اور اس قسم میں جو سیٹھ صاحب تجویز کرتے ہیں کوئی نسبت نہیں۔

(ا) یہ ایک پیشگوئی تھی اور اللہ تعالے سے الہام کی بنا پر آپ نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ عبداللہ آتھم ایسی قسم کھائے گا تو وہ ایک سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ اور آپ خود اسی سال میں وفات نہ پائیں گے۔

فرماتے ہیں:۔

"بیشک خدائے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ العین میں مار سکتا ہے مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے"

"جب اسی کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اپنی قدرت کے وارد کرنے میں اس نے ایک سال کی مدت کا ارادہ کیا ہے"

جناب میاں صاحب خود اس طرح کا مطالبہ کرتے۔ تو چونکہ وہ اکثر اوقات اپنے آپ کو مامور کی طرح پیش کر دیتے ہیں گو ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میں مامور نہیں اور کچھ الہام اور خوابیں بھی بعد از وقت سنا دیا کرتے ہیں تو اور بات تھی مگر جناب سیٹھ صاحب کو کب سے الہام کا دعوےٰ ہوا؟ اور کیا وہ یہ اعلان کریں گے کہ انہوں نے الہامی تفہیم سے پیشگوئی کی ہے جس طرح حضرت صاحب نے کی تھی۔

(ب) یہ ایک رنگ کا مباہلہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ نے خود بھی بالمقابل قسم کھانے کی آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ اور ایک سال کے اندر عبداللہ آتھم کے ہلاک ہونے اور اپنے ہلاکت سے بچنے کی پیشگوئی کی تھی فرماتے ہیں

"کیا ہم نے عہد نہیں کیا کہ ہمارا خدا اس سال میں ہمیں ضرور مرنے سے بچائے گا اور آتھم صاحب کو اس جہان سے رخصت کر دے گا"

"اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو سب سے پہلے موت دیدے"

"اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لئے قسم کھاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سچا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا"

"جب کہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دنیا پر اتمام ہدایت کے لئے اس جہان سے اٹھا لیا جائیگا"

کیا سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے بھی بالمقابل قسم کی آمادگی کا اظہار کیا ہے جو اس حوالہ کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے؟ ہاں بالمقابل قسم کھانا ہے تو جناب میاں صاحب کو میدان میں نکلنا چاہیئے۔ حضرت صاحب تو مامور ہو کر خود میدان میں نکلتے تھے مگر جناب میاں صاحب دوسروں کے کندھوں پر رکھکر بندوق چلاتا جانتے ہیں۔ باتوں میں تو مامور کی نقل کرتے ہیں مگر کام میں مامور کی نقل کبھی نہ کریں گے۔

تیسرا حوالہ یہ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۸۳ کا ہے اور اس کی حالت بھی قریب قریب وہی ہے جو اوپر کے حوالے کی ہے۔ اس کا تعلق درحقیقت لیکھرام والی پیشگوئی سے ہے۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر بعض لوگوں نے ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ لیکھرام آپ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی سازش سے قتل ہوا ہے یہ ایک خطرناک الزام تھا۔ جس پر آپ نے یہ لکھا

"اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہو سکتا اور میری نسبت یہ یقین رکھتا ہے کہ گویا میں سازش قتل میں شریک ہوں تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھا وے جس کے الفاظ یہ ہوں"

یہ بھی ایک افتراء کی تردید کے لئے فی الحقیقت ایک رنگ کی پیشگوئی تھی جس کا تعلق صرف مامور کی ذات سے ہے چنانچہ آگے چل کر لکھتے ہیں

"یہ کہنا کہ ایک سال کو میں نہیں مانتا بلکہ چاہتا ہوں کہ فوراً زمین میں غرق کیا جاؤں، کہ مہینہ اور تاریخ اور گھنٹہ مقرر ہو کیا

کا ب مجھے بتلایا جائے ، آپ کے پہلے اقرار کے برخلاف ہے جو سماچار ۳ر اپریل ۱۹۴۲ء میں کر چکے ہو علاوہ اس کے میں خدا **تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اس کے حکم سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اور نہ کم** ہاں اگر میعاد کے اندر کوئی زیادہ تشریح خدا تعالیٰ کی طرف سے کی گئی تو میں اس کو شائع کر دونگا۔"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت قادیان کے اندر اس قدر جرأت پیدا ہو گئی ہے کہ ہر ایک اپنے آپ کو جناب میاں صاحب کی دیکھا دیکھی مامور ہی سمجھتا ہے اور بن سوچے سمجھے مامور کی نقالی کرتا ہے، سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے تو غلطی کی تھی مگر ان کی دیکھا دیکھی اور بہتوں کو جوش آگیا کہ چلو ہم بھی انگلی کو سرخ رنگ لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں گویا ان میں سے ہر ایک مامور تھا نہ ان کو کوئی روکنے والا ہے نہ سمجھانے والا اسلئے میرا مطالبہ قائم ہے کہ

اوّل قرآن و حدیث کی سند پیش کرو

ایک مامور امر الٰہی سے جس کام کو کرتا ہے یا پیشگوئی کے رنگ میں اگر کسی بات کو ظاہر کرتا ہے تو غیر مامور کا اسکی نقل کرنا خدا کیساتھ ہنسی اور ٹھٹھول ہے اور یہی وہ بات ہے جو میں نے کہی تھی کہ یہ دین کو بچوں کا کھیل بنانا ہے۔ اور دوسرا مطالبہ یہ کہ

دوم خلیفہ قادیان یہ اعلان کریں کہ میں اس طریق فیصلہ کو جو سیٹھ عبد اللہ الہ دین نے پیش کیا ہے قرآن و حدیث کے رو سے یا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے رو سے درست سمجھتا ہوں اسلئے اگر ایک سال کے عرصہ میں حلف اٹھانے والے پر ہلاکت کا عذاب آئے تو میں اس کے عقاید کو سچا تسلیم کر کے اپنی ساری جماعت سمیت اس کی بیعت کر لوں گا۔ میری بحث تو جماعت قادیان سے اور ان کے خلیفہ سے ہے، مجھے سیٹھ عبد اللہ الہ دین کیساتھ کھیل کی ضرورت نہیں کہ ان کا اطمینان فلاں قسم کا تماشا دیکھ کر ہوتا ہے تو میں بھی وہ تماشا انہیں دکھا دوں اور ایسے لوگوں پر جو دین کو تماشا بنا کر دکھاتے ہیں لعنت بھیجتا ہوں۔

ہاں اگر جماعت قادیان اس طریق کو صحیح مان کر اپنے خلیفہ کے ذریعہ سے یہ اعلان کر دے کہ ان کے نزدیک فیصلہ کا یہ طریق سچا ہے اور خلیفہ صاحب بمع اپنی جماعت کے میری بیعت کر لیں گے تو میں دونوں شرطوں کے پورا ہونے کی صورت میں تیار ہوں بچوں والی باتوں سے کچھ حاصل نہیں کوئی کہتا ہے تم تو پرانے مریدین سے بیعت کی ضرورت نہیں سمجھتے مگر جو لوگ دہ تعلیم سے منحرف ہو چکے ہیں غلو کے مرتکب ہو کر ایک دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں ان سے بیعت میں اب بھی لیتا ہوں جب وہ ان عقائد سے توبہ کر کے میرے ساتھ آکر ملتے ہیں۔

اب یہ کہنا کہ میں نے حلف سے گریز کیا ہے دیانتداری نہیں۔ میں تو جس طرح کی حلف سیٹھ صاحب نے کہا ہے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مگر انہیں شرائط کے ساتھ تاکہ میں بھی دین کو کھیل بنانیوالا نہ بنوں جس طرح جماعت قادیان نے اسے بنا رکھا ہے۔ کیا حضرت مسیح موعود نے جب مولوی عبد الحق غزنوی کیساتھ اس بنا پر مباہلہ سے انکار کیا کہ ہمارا اور تمہارا **اختلاف جزئی** ہے اور اس صورت میں مباہلہ جائز نہیں بلکہ مباہلہ صرف اس وقت جائز ہے جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مفتری قرار دیں اور کہ وہ اس مباہلہ مسنونہ کے سوائے دوسری صورت میں مباہلہ کرنے کو تیار نہیں تو کیا یہ مباہلہ سے گریز تھی؟

رہا حلف کا سوال تو جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں ہم تو ستائیس سال ہوئے حلف اٹھا چکے ہیں اور ایک آدمی نہیں ستر آدمی حلف اٹھا چکے اور ستائیس سال سے ہی آپ کی جماعت سے حلف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ جرأت واقعی قابل داد ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مگر یہاں تو معاملہ اس سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے کہ چور صاحب خانہ کو چور قرار دیتا ہے۔ یعنی ستائیس سال سے قادیان والے حلف اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ اور ان کے خلیفہ صاحب نے یہ کہکر انہیں روک دیا کہ کوئی شخص اس مطالبہ کے جواب میں حلف نہ اٹھائے۔ اور اس جرأت سے جو ایک مسلمان کے شایان شان نہیں لکھا یہ جاتا ہے کہ ہم حلف سے گریز کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کیا تو علماء نے آپ پر اس بنا پر کفر کا فتوےٰ لگایا کہ آپ دعوےٰ نبوت کرتے ہیں جس کے جواب میں آپ نے نبوت کے دعوےٰ کا انکار کر کے اپنا دعوےٰ صرف محدثیت کا بتایا۔ اپنی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنے کو اپنے اوپر افتراء قرار دیا۔ نبوت کے ختم ہو جانے کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اس پر حلف اٹھائی۔ مدعی نبوت پر لعنت بھیجی یہ وہ باتیں ہیں جو روز روشن کی طرح ظاہر ہیں، علمائے قادیان ان کا انکار نہیں کر سکتے، مگر ان کا اقرار کرنا بھی ان کے لئے موت ہے۔ کیوں یہ لوگ یہ نہیں کہتے کہ ٹھیک ہے علماء نے آپ پر دعوےٰ نبوت کی بنیاد پر کفر کا فتوےٰ لگایا تو آپ نے نہ صرف دعوےٰ نبوت کا انکار کر کے اسے دعوےٰ محدثیت قرار دیا جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا تھا بلکہ یہ بھی کہا کہ آپکی طرف ایسا دعوےٰ منسوب کرنا آپ پر افتراء ہے ان جاہلوں کا کام ہے جو نبی اور محدث میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا۔ مدعی نبوت پر لعنت بھیجی

. . . .

. . . . اے رہنمایان قادیان ایک دفعہ تو اس صداقت کا بھی اپنی زبان سے اور قلم سے اعتراف کر لو اور کہدو کہ بیشک یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود نے لکھا مگر آپ غلطی پر تھے۔ اور وہ غلطی آپ کی وفات کے سات سال بعد میاں محمود احمد کو معلوم ہوئی۔ آپکا دعوےٰ نبوت کا تھا مگر غلطی سے کہدیا کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں، آپکا دعوےٰ محدثیت کا نہ تھا مگر یہ جھوٹ کہا کہ میرا دعوےٰ محدثیت کا ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو نبوت کا دعویٰ کرنیکا حکم دیا تھا مگر آپ نے جھوٹ محدثیت کا دعوےٰ اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا۔ آپنے علماء پر یہ جھوٹ الزام لگایا کہ یہ لوگ نبی اور محدث میں فرق نہیں سمجھتے آپ خود نبی اور محدث کے فرق کو نہ جانتے تھے۔ اے علمائے قادیان! پہلے مرد میدان بن کر ان باتوں کا اقرار کرو پھر مرد میدان بن کر یہ کہو کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا اور سابقہ تحریروں کو منسوخ کر دیا۔ باوجود مسیح موعود حکم و عدل ہونے کے بارہ سال تک غلط فیصلے کرتے رہے اور صرف آخری سات سال میں آپ کو سمجھ آئی کہ میں کیا ہوں۔ دیکھئے ہم حلف اٹھا چکے ہیں اور اس حلف کے الفاظ پھر اختصاراً نقل کرتا ہوں۔ سب الفاظ پہلے پیغام صلح ۱۴ر اپریل میں نقل کر چکا ہوں

"ہم اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے
وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں
حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں تبدیلی
کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعوےٰ نبوت
سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں"

اب ہم آپ سے حکم قرآنی **لا تکتموا الشھادۃ** کے ماتحت گواہی مانگ رہے ہیں حلفیہ شہادت مانگ رہے ہیں ہم آپ میں سے ان لوگوں کی حلفی شہادت مانگتے ہیں جنھوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی ان میں سے بہت سے آگے چلے گئے مگر جو زندہ باقی ہیں وہ اب بھی وعید قرآنی **ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ** سے ڈریں اور شہادت حقہ کا اخفا نہ کریں۔ اگر انہوں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب کے عقیدہ میں تبدیلی دیکھی ہے۔ اگر انہوں نے اس وقت اس بات کو محسوس کیا تھا کہ آج حضرت صاحب کا عقیدہ بدل گیا آج آپ مجددین میں سے نکل کر زمرۂ انبیاء میں شامل ہو گئے ہیں اور اپنی انکار نبوت کی سابقہ تحریروں کو منسوخ کر دیا ہے تو اٹھیں اور خدا کے لئے حلف اٹھائیں۔ چالاکیوں سے چند لوگ کچھ دنوں کے لئے دہوکہ کھا سکتے ہیں مگر سارے لوگ ہمیشہ کے لئے دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ اگر ایسے لوگ یہ حلف نہیں اٹھا سکتے تو پھر خدا کے لئے یہی شہادت ادا کریں کہ ہمارے علم میں حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی نہ کبھی اپنی سابقہ تحریروں کو جو انکار نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ کیا۔ ہم نے ۱۹۱۵ء میں حلف اٹھائی اور اس وقت وہ جماعت جس کے پاس نہ کوئی دفتر نہ مکان نہ مبلغ تھا جس کی مثال اس سوئی کی طرح ہے جو زمین سے نکلتی ہے، جس کی پہلے سال کی آمد سات ہزار روپے تھے ایک تناور درخت کی طرح اپنے کام سے روئے زمین پر پھیل گئی۔ قرآن کریم کے یورپ کی تین زبانوں میں ترجمے کر کے ایک عظیم الشان نئی دنیا میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھدی۔ اگر ہماری حلف جھوٹی ہوتی تو اللہ تعالےٰ ہمیں اس طرح سرسبز نہ کرتا۔

قادیان کی جماعت اگر اپنے آپ کو حق پر سمجھتی ہے تو وہ اپنے ان آدمیوں کو اٹھائے جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی اور وہ حلفیہ شہادت ادا کریں کہ ہم نے ۱۹۰۱ء میں ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر یہ محسوس کر لیا تھا کہ

۱۔ حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کر لیا ہے۔

۲۔ اور اپنی سابقہ تحریروں کو جن میں انکار نبوت ہے دعویٰ نبوت کو افتراء کہا گیا ہے۔ مدعی نبوت کو کافر اور کاذب کہا گیا ہے۔ اس پر لعنت بھیجی گئی ہے منسوخ قرار دے دیا ہے۔

مؤکد بعذاب حلف اٹھانے کی ضرورت نہیں وہ صرف حلف اٹھائیں اور پھر خدا تعالےٰ کے ہاتھ کو دیکھیں کہ وہ کس طرح ان پر گرفت فرماتا ہے۔ کاذب اور صادق میں فرق کرنا اس کا کام ہے۔ شاید اسی سے ڈر کر خلیفہ قادیان نے انہیں حلف اٹھانے سے روک رکھا ہے۔ ان لوگوں نے ستائیس سال تک ایسی حلف اٹھانے سے گریز اختیار کر کے اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی ہوئی ہے۔ اور یہ حلف اٹھانا ان کے لئے موت ہے جس سے وہ بھاگ رہے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ یہ موت ان پر وارد ہو چکی اور اب قادیانی عقیدہ ایک لاش ہے جسے وہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ جس کا تعفن اب دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور عنقریب خود ان کے اپنے دماغ اس تعفن کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

خاکسار **محمد علی**۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور
مسلم ٹاؤن۔ ۱۹ر اپریل ۱۹۴۲ء

میرا تبلیغی دورہ

ازجناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء میں مقامات شیخوپورہ۔ بدوملہی۔ سانگلہ۔ میر وڈال۔ گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ مریدکے۔ ہلوکی (ضلع شیخوپورہ) کا دورہ کیا گیا۔

اس ماہ میں مبلغ -/۱۳۴ چندہ وصول ہوا۔ اس رقم میں بعض معاونین کی قلیل رقوم بھی شامل ہیں، ایک صاحب نئے معاون بنے۔ ایک خریدار اخبار لائٹ کا بنایا گیا۔ ۵۰۰ سے زاید ٹریکٹ غیر از جماعت اور قادیانی اور بعض غیر مسلم اصحاب میں تقسیم کئے گئے۔ زبانی تبلیغ زیادہ تر قادیانی اصحاب کو کی گئی۔ بالخصوص شیخوپورہ اور بدوملہی میں۔

مسئلہ خلافت مسیح موعود

شیخوپورہ میں ایک قادیانی دوست کی اس بات کے جواب میں کہ خلافت مسیح موعودؑ کا ماننا جزو ایمان ہے۔ عرض کیا گیا کہ ہمارے ایمانیات کی بنیاد قرآن شریف اور حدیث صحیحہ پر ہے۔ کیا قرآن شریف کی کسی آیت یا کسی حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بعد خلفا کا ایک سلسلہ چلے گا اور ان کا ماننا جزو ایمان ہوگا؟ اور جو شخص ان خلفاء کی بیعت نہیں کرے گا وہ مستوجب سزا ہوگا؟ قرآن و حدیث میں تو کہیں ایسا نہیں۔ اس پر ہمارے دوست نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے خلافت کا ثبوت ملتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ بھی غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہونگے کہ جن کے ہاتھ پر میرے تمام مریدوں کو بیعت کرنا ضروری ہے ورنہ وہ میری جماعت سے خارج متصور ہوں گے۔ ہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کا وعدہ تو قرآن و حدیث میں موجود ہے حضرت مسیح موعود سے تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں فرمایا کہ آپ کے بعد خلفاء ہونگے۔ اگر ایسا ہوتا حضرت مسیح موعود انجمن کو اپنا جانشین کیوں مقرر فرماتے؟ الغرض حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت کا سلسلہ نہ تو قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے اور نہ تحریرات حضرت مسیح موعود سے اسلئے شریعت اسلامیہ میں اس خلافت کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کا بار اس پر ہے۔ حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں صاف الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" اندریں حالات حضرت مسیح موعود کے بعد خلفاء کا ماننا کیونکر جزو ایمان قرار دیا جاسکتا ہے۔

بدوملہی میں

بدوملہی میں گذشتہ فروری میں ہمارے قابل مبلغ مولانا احمد یار صاحب ایم۔اے۔ نے مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مولوی فاضل قادیانی مناظر سے ایک نہایت کامیاب مباحثہ کیا۔ جس میں ہندو مسلمان اور قادیانی اصحاب بھی شریک ہوتے۔ اس مباحثہ کے اثر کو مٹانے کے لئے ہمارے قادیانی دوست سرگرم تبلیغ رہتے ہیں۔ اس کے بالمقابل ہمارے مخلص اور نوجوان دوست ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بی۔اے دلائل قاطعہ سے حق تبلیغ ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ ان کی معیت میں ہی مجھے بھی مولانا عبدالحق صاحب قادیانی بزرگ سے ایک مجمع کے اندر مسائل متنازعہ فیہ پر گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور گفتگو تقریباً چار پانچ گھنٹہ تک رہی۔ اسکی تفصیل تو طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ مولانا عبدالحق صاحب نے امور ذیل پیش کئے:۔

(۱) حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی خلافت پر زور دیا ہے۔ جب خلافت ثابت ہوگئی تو نبوت مسیح موعود خود بخود ثابت ہوگئی۔

(۲) حضرت مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات میں لفظ نبی موجود ہے۔

(۳) خود مولانا محمد علی صاحب نے حضرت کو نبی اپنی تحریروں میں لکھا ہے۔

امر اول کے متعلق وضاحت کے ساتھ عرض کی گئی کہ اصولی بات تو یہ ہے کہ کسی عالم کا قول کوئی حجت شرعی نہیں اس طرح آپ اپنے لئے مشکلات کا دروازہ کھولیں گے کیونکہ حضرت موصوف یعنے مولانا نورالدین صاحب نے موجودہ خلیفہ صاحب کے متعلق اپنے ایک مکتوب میں بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، اگر آپ ان الفاظ کو حجت سمجھتے ہیں تو آپ کو موجودہ خلیفہ کو معزول کرنا پڑے گا وغیرہ وغیرہ اس کے ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی کو اپنی نبوت کا دعویٰ خود کرنا چاہیئے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خود تو نبی خاموش رہے اور اس کے خلفاء کی خلافت کو دعوئے نبوت کی دلیل گردانا جائے کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود واضح الفاظ میں دعوئے نبوت کیا تھا یا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت سے لوگوں نے حضرت صلعم کی نبوت کا استنباط کیا تھا؟

امر دوم ۔ کے متعلق عرض کیا گیا اس سے ہمیں انکار نہیں کہ حضرت کے الہامات میں اور آپ کی تحریرات میں لفظ نبی موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت نے اس لفظ سے مراد کیا لی ہے۔ آپ کے صاف الفاظ ہیں کہ سمیت نبیًا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ آپ کہیں حضرت صاحب کی تحریرات میں سے حقیقی نبوت کا دعوے دکھائیں سب جگہ مجازی نبوت لکھا ہے۔ اور مجازی نبوت کی تشریح آپ ازالہ اوہام میں کر چکے ہیں کہ یہ محدثیت ہے۔

امر سوم ۔ کے متعلق عرض کیا گیا کہ ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی تحریرات میں حضرت مسیح موعود کے متعلق لفظ نبی لکھا ہے لیکن حضرت کئی بار اس کا جواب دے چکے ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح موعود نے یہ لفظ بطور استعارہ اور مجاز کے لکھا ہے آپ نے بھی انہی معنوں میں لکھا ہے۔ جس ریویو میں حضرت امیر نے نبی لکھا ہے اسی ریویو میں آپ نے یہ بھی تو تحریر فرمایا ہے کہ یہ وہ امت ہے کہ اس میں نبی تو نہیں مگر محدث آئیں گے جو انبیاء کے قائمقام ہونگے۔ اصل بات یہ ہے کہ لفظ نبی سب استعمال کرتے رہے ہیں، نیز جب تشریح کا موقعہ آیا تو اس کی تاویل ہی کی گئی۔ اور اسے مجازی نبوت یا محدثیت سے بڑھکر کچھ ظاہر نہیں کیا گیا اکابر جماعت قادیان کی تحریروں کو دیکھ لو، مفتی محمد صادق صاحب نے علامہ شبلی مرحوم کو کیا جواب دیا تھا۔ میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی نے اور مولانا سرور شاہ صاحب نے کیا لکھا تھا۔ غرضیکہ جس قدر امور آپ نے پیش کئے ہیں ان سے تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر دعوئے نبوت کیا ہے۔

بعض متفرق باتیں

ہمارے قادیانی بھائی مسائل نبوت وکفر و اسلام میں اپنا عجز دیکھ کر نہایت بودی باتوں پر اتر آتے ہیں مثلاً اس بات کو بہت بڑی اہمیت دی جارہی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کا باپ مانا ہے۔ اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کے حکم سے لکھا ہے اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے خلاف مذہب حضرت مسیح موعود مسیح کا باپ مانا ہے تو مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے حضرت مسیح موعود کے خلاف کہا۔ علاوہ ازیں کیا مکرم میاں صاحب نے تشحیذ الاذہان میں اس مسئلہ کو ایک اختلافی مسئلہ تسلیم نہیں کیا اور کیا یہ نہیں لکھا کہ بعض لوگوں نے قرآن شریف سے ہی استدلال کرکے مسیح کا باپ بھی مانا ہے۔ مزید برآں حضرت نورالدین علیہ الرحمۃ نے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں کتاب نورالدین تحریر فرمائی اور اس میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا کہ ہم کو تو کسی صحابی یا امام نے تاکید نہیں فرمائی کہ تم مسیح کو بغیر باپ کے مان لو۔ اور اگر حضرت امیر ایدہ اللہ مسیح کا باپ مان کر قابل الزام گردانے جاتے ہیں تو کہا جائے گا "حضرت خلیفۃ المسیح ثانی" کے متعلق جنھوں نے اخبار در اخبار اختلافات حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف کئے ہیں، بلکہ ایک جگہ تو صاف لفظوں میں حضرت مسیح موعودؑ کو نعوذ باللہ **نادان** لکھدیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا ہے کہ بحکم آیت وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنے نبی مطیع نہیں بلکہ مطاع ہوتا ہے۔ اس پر میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ بعض **نادان** یہ کہا کرتے ہیں کہ نبی مطیع نہیں بلکہ مطاع ہوتا ہے اور اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھا آپ نے کس طرح حضرت میاں صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو "نادان" قرار دیدیا۔ اگر حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کی تفسیر کے علاوہ کسی آیت کی تفسیر فرمائی ہے تو آپ کو کہیں "نادان" تو قرار نہیں دیا۔ لیکن میاں صاحب نے تو غضب ہی کر دیا، کہ ایک تو حضرت صاحب کے مذہب کے خلاف لکھا اور ساتھ ہی آپ کو نادان بھی لکھدیا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہم نے بارہا اپنے قادیانی احباب کی خدمت میں پیش کیں اور جن کا کوئی جواب نہ ملا۔

(باقی آئندہ)

سانحہ ارتحال ۔۔ ۳۰ اپریل اور یکم مئی کی درمیانی رات کو حضرت امیر کا پرانا خانساماں مسمی میاں خاں فوت ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون عرصہ آٹھ سال سے بوجہ سل بیمار رہا ہے اس کا جنازہ پڑھا جائے اسکی عمر ۵۴ سال کی تھی اور بہت نیک تھا۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے

ساماں میں جلسہ سیرت النبیؐ

سامانہ ریاست پٹیالہ میں جلسہ سیرت النبی صلعم از ۷ لغایت

۱۰ اپریل ۱۹۴۹ء انجمن اصلاح المسلمین کے زیر انتظام نہایت دھوم دھام سے منایا گیا۔ جس کی مختصر روئیداد حسب ذیل ہے:-

۷ اپریل کی کارروائی

بعد نماز ظہر زیر صدارت جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر احمدی کارروائی جلسہ شروع ہوئی تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد صاحب صدر نے آدھ گھنٹہ افتتاحی تقریر فرمائی اس کے بعد لمبی دعا کی گئی۔ پھر جلوس مرتب کیا گیا، سب سے آگے سانڈنی سوار کا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے عَلَم لئے ہوئے تھے۔ ان کے بعد چابک سواروں کی پارٹی کلمہ طیبہ اور اللہ اکبر کا عَلَم لئے ہوئے تھی پھر مسلم نوجوان گتکا بازی کے جوہر دکھاتے ہوئے جا رہے تھے پھر نعت خواں نوجوانوں کی پارٹیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعت خوانی کر رہی تھیں لیکچرار صاحبان بہلیوں پر سوار تھے جلوس احاطہ پیر قطب صاحب سے مرتب ہو کر لال بازار چوک قصاباں- چوک ملکانہ- صدر بازار موتیا بازار- بازار چوک کلاں سے گشت کرتا ہوا منڈی جدید کے بازاروں سے ہو کر گھڑامی دروازہ- محلہ نجاریاں- [illegible] سے ہوتا ہوا مغرب کے وقت واپس جلسہ گاہ میں پہنچا- راستہ میں مولوی عبدالمجید صاحب- مولوی شریف الرحمٰن صاحب اور چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر کی چھ میں تقریریں ہوئیں۔ میاں [illegible] صاحب و میاں نصیر الدین صاحب کی پارٹیاں نہایت خوش الحانی سے نعت خوانی کرتی رہیں۔ محلہ قصاباں میں تمام جلوس کی شربت سے تواضع کی گئی اور چوک ملکانہ میں جناب صوفی عبدالحکیم صاحب کی طرف سے چائے پلائی گئی فجزاہم اللہ احسن الجزاء- انجمن کے رضاکار تلواروں سے مسلح کر بستہ جلوس کی خدمت کرتے رہے تھے نیز محکمہ پولیس کی طرف سے بھی باوردی گارد دو ہیڈ کنسٹیبل صاحبان کی سرکردگی میں جلوس کے ہمراہ تھی کسی قسم کی کوئی بدامنی راستہ میں نہیں ہوئی- واپس جلسہ گاہ میں پہنچ کر جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس میں جلوس کے پرامن اور کامیابی کے ساتھ واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد سرکار حضور مہاراجہ راجگان والی پٹیالہ دام حشمتہ واقبالہم اور ہز ہائی نس کی گورنمنٹ اور پولیس مقامی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد لیکچرار صاحبان نیز رضاکاروں و سامعین کا شکریہ ادا کیا گیا ان کے بعد جناب سردار سندر سنگھ صاحب ہیڈ کنسٹیبل تھانہ سامانہ نے تمام منتظمین جلسہ کی عموماً اور جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر کے اخلاق اور آپ کی مؤثر تقریروں کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ سامانہ کے بے نظیر اتحاد کو ہم فخر کے ساتھ اپنی رپورٹوں میں حکام بالادست کے پیش کرتے ہیں۔ ایسا اتفاق ہم نے کسی شہر میں نہیں دیکھا- کارروائی جلسہ ختم ہونے کے بعد جناب چوہدری صاحب نے انجمن کی طرف سے پانی وغیرہ کی تواضع کے لئے گارد پولیس کو مجبور کیا مگر جناب سردار صاحب موصوف نے بعد اصرار کے ساتھ شکریہ کے بعد یہ فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پانی وغیرہ پر خرچ کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری طرف سے چندہ میں جمع کریں ایسے موقعہ پر تو ہم اپنی گرہ سے چندہ دینے کے لئے تیار رہیں چہ جائیکہ اپنی ڈیوٹی پر ہوتے ہوئے ہم اسبات کے خواہشمند ہوں کہ ہماری کسی قسم کی تواضع کی جائے۔

۸ اپریل کی کارروائی

۸ اپریل کو بعد نماز ظہر کارروائی جلسہ زیر صدارت جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر احمدی شروع ہوئی تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب مولوی عبدالرحیم صاحب عثمانپوری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے موضوع پر تقریر فرمائی ان کے بعد جناب مولوی شریف الرحمٰن صاحب ساکن . . . نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ" پر تقریر فرمائی انکے بعد جناب مولانا امام الدین صاحب فاضل نے مساوات اسلامی پر عالمانہ تقریر فرمائی-

دوسرا اجلاس رات کو ½ ۸ بجے زیر صدارت جناب سید باقر حسین صاحب بی- اے- ایل- ایل- بی وکیل و ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پٹیالہ منعقد ہوا تلاوت قرآن کریم و نعت خوانی کے بعد جناب مولوی سید محمد رضا صاحب نے ضرورت نبوت پر ایک گھنٹہ تقریر فرمائی انکے بعد جناب محمد یوسف صاحب گرنتھی نے "کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا" پر ایک عالمانہ لیکچر دیا جس میں ہندو و سکھ صاحبان کی کتب مقدسہ کی رو سے اور یورپین و ہندوستانی غیر مسلم لیڈروں کی تحریرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کی۔ انکے بعد جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر نے چند منٹ تقریر کی اور اعلانات فرمائے رات کو ۱۲ بجے کارروائی جلسہ ختم ہوئی

۹ اپریل کی کارروائی

آج شام کو ۴ بجے زیر صدارت جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر کارروائی شروع ہوئی پہلے جناب مولوی عبدالمجید صاحب نے تقریر کی پھر جناب مولوی شریف الرحمٰن صاحب نے تقریر فرمائی ان کے بعد جناب مولوی امام الدین صاحب نے تقریر فرمائی-

دوسرا اجلاس رات کو ½ ۸ بجے منعقد ہوا تلاوت و نظم کے بعد جناب محمد یوسف صاحب گرنتھی نے اپنا کل کا بقیہ مضمون بیان فرمایا جس کی پبلک بہت خواہشمند تھی- فاضل لیکچرار نے باوجود زکام کا شدید حملہ ہونے کے اپنی تقریر کو کمال خوبی کے ساتھ بیان فرمایا- ان کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کتب مقدسہ میں پر دو گھنٹہ عالمانہ لیکچر دیا آج لیکچر گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی فاضل مقرر نے تورات- انجیل وید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات بیان فرمائیں۔ باوجود وقت بہت زیادہ ہو جانے کے سامعین اسبات کے خواہشمند تھے کہ اور کچھ بیان کیا جائے ½ ۱۲ بجے صاحب ممدوح نے اپنی تقریر دلپذیر ختم فرمائی مگر سامعین اپنی جگہ پر بت بنے بیٹھے تھے۔

۱۰ اپریل کی کارروائی

۴ بجے شام جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر احمدی کی زیر صدارت کارروائی شروع ہوئی جناب مولوی شریف الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

دوسرا اجلاس رات کو ۹ بجے منعقد ہوا جس میں سوا گھنٹہ جناب مولوی سید محمد رضا صاحب نے ایک فاضلانہ لیکچر دیا ان کے بعد جناب گرنتھی صاحب نے ہندو- سکھ- مسلم اتحاد پر ایک گھنٹہ لیکچر دیا پھر جناب چوہدری صاحب نے "مسلمانوں کی موجودہ پستی کا علاج" پر تقریر فرمائی اور آخر میں لیکچر گاہ کی تعمیر کے لئے چندہ کی اپیل فرمائی جس پر نقد اور وعدوں کی صورت میں ایک ہزار روپیہ چندہ ہوا اس کے بعد صاحب ممدوح نے گورنمنٹ برطانیہ اور گورنمنٹ پٹیالہ کے احسانات خصوصاً مذہبی آزادی کا تذکرہ کرنے کے بعد گورنمنٹ اور حکام مقامی کا شکریہ ادا کیا اور کامیابی کے لئے دعا کی تحریک کی اور ٹھیک ایک بجے دعا کے ساتھ یہ جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا- جناب شیخ علی حسن صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سب انسپکٹر نے ۲ بیگھہ ۱۱ بسوہ زمین انجمن کو دینے کا اعلان فرمایا- اور یہ جلسہ ہر پہلو سے سالہائے ماقبل کی نسبت کامیاب ہوا فالحمد للہ علی احسانہ- جناب عبدالرحمٰن خان صاحب سب انسپکٹر پنشنر سرپرست انجمن نہایت تندہی سے کام کرتے رہے میاں احمد بخش صاحب- محمد شریف صاحب، مرزا عبدالغنی صاحب، محمد شمیر صاحب- میاں نتھو صاحب، محمد [illegible] صاحب، عبدالستار صاحب سید اختر حسین صاحب- عبدالغفور صاحب اور جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر کی مساعی جمیلہ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں فجزاہم اللہ احسن الجزاء دیگر رضاکاران نے بھی مستعدی سے کام کیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے- (خاکسار رپورٹر)

دھلی میں سیرت النبیؐ کے جلسے

محترم جناب محمود علی صاحب قریشی دھلی

دھلی میں جماعت کا جلسہ سالانہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا جس کی روئیداد الگ ارسال ہو گی جلسہ سالانہ کے علاوہ ہمارے محترم دوست خان اکرام اللہ خان صاحب اور انکے اہل محلہ کی کوشش سے . . . . ۲۹ ۱۰ مارچ کو بعد نماز عشاء سیرت النبیؐ پر جلسے کا انتظام ہو گیا لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام تھا ہر دو یوم محترم مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی- اے مبلغ اسلام کی تقاریر ہوئیں- پہلے دن مولانا نے سیرت النبی کو عام کرنے کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے واضح کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہر پہلو سے مکمل ہے اور دنیا اس سے سبق حاصل کرنے کی محتاج ہے مسلمانوں کا دوبارہ عروج متقاضی ہے کہ امت کا ایک ایک فرد تاریخ اسلام سے واقف ہو اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جس سے تاریخ اسلام کی ابتداء ہوتی ہے سب سے پہلی ضروری چیز ہے جس سے واقفیت کی ضرورت ہے سیرت نبویؐ کے علم کو عام کرنے سے ہماری موجودہ اور آئندہ نسل اسلام کا سچا نمونہ بن سکتی ہے اور اس کے ذریعے اعدائے اسلام کے غلط پروپیگنڈے کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے روز آپ نے سیرت نبویہ کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ کے سامنے سب سے زیادہ جھکنے والے اور مخلوق خدا پر سب سے زیادہ احسان کرنیوالے تھے ان امور کی تفصیل بتا کر صاحب موصوف نے اس احسن پیرائے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات پیش کئے کہ سامعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر ایک تازہ ایمان پیدا ہو گیا- دونوں دن آپ کی تقاریر بے حد مقبول ہوئیں- اس انداز کی تقاریر عامۃ المسلمین نے دسنی تھیں لہذا ہمہ تن شوق بن کر سنتے رہے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے جناب خانصاحب اکرام اللہ خانصاحب سے درخواست کی کہ اس قسم کی بلند پایہ تقاریر کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔

سید احمد خاں مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں حضرت مرزا صاحب

(۵)

(۱۲) جہاد

بظاہر دیکھو تو سر سید احمد خاں مرحوم اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ہندوستان کی حکومت برطانیہ سے تلوار سے جہاد کرنا جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمیں پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ لیکن ذرا غور کی نظر سے دیکھو تو دونو بزرگوں میں اس مسئلہ میں بھی آسمان زمین کا فرق ہے۔ سر سید احمد خان کی نظریات سے آگے نہیں بڑھتی۔ وہ جہاد کو ایک سیاسی مسئلہ سمجھ کر اس زمانہ اور اس ملک میں اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب جہاد کو سیاسی مسئلہ نہیں قرار دیتے، بلکہ اسے ایک دینی مسئلہ قرار دے کر اس کے صحیح مفہوم کو مسلم اور غیر مسلم اقوام کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ جہادِ کبیر دراصل قرآن کریم کے پیغام کو تمام اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے جدوجہد کرنے کا دوسرا نام ہے، جیسا کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے وجاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ کہ اس قرآن کے ساتھ لوگوں کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔ پس جہاد کا صحیح مفہوم خدا کی راہ میں جدوجہد کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جو لوگ ہمارے رستہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنا رستہ دکھا دیتے ہیں۔ پس خدا کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے نفس کے ساتھ جدوجہد ہو (جہادِ صغیر) یا خدا کے پیغام کو تمام عالم میں پہنچانے کے لئے قرآن کریم کو لے کر انسان جدوجہد کرے (جہادِ کبیر) دونوں صورتوں میں یہ جہاد ہر ایک مومن کا دن رات کا مشغلہ اور اس کا سب سے بلند پایہ فرض ہے اس جدوجہد میں تلوار تو فقط وہاں آئے گی جہاں اس جدوجہد میں کفار کی طرف سے تلوار کے ذریعہ روک پیدا کی جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے قاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ کہ ان لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو، یعنے خدا کے دین کی تبلیغ میں جبر و اکراہ اور روک باقی نہ رہے اور پھر فرمایا قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا اور اللہ کے رستہ میں صرف ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھنا پس جب ہندوستان میں تلوار کسی مذہبی تبلیغ کے لئے روک نہیں تو تلوار تو خود بخود ساقط ہو گئی مگر جہاد ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ہر ایک مومن کا پہلا فرض اور اس کا شب و روز کا مشغلہ ہے جس سے وہ کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ ہاں جہاد کا غلط مفہوم لوگوں میں شہرت پا گیا تھا جس کی اصلاح کرنی ایک سچے مصلح کا فرض تھا۔ سر سید مرحوم کی سعی جہاد کے اسی مفہوم تک بس ہو کر رہ گئی جو لوگوں میں مشہور تھا۔ پوری اصلاح نہ کی۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے اس مفہوم کی مکمل اصلاح کی۔ اور آپ کی مکمل اصلاح کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اپنی جماعت کو اس جہاد کبیر پر عملی طور پر لگا دیا۔ ایک جماعت کی جماعت کو تبلیغ قرآن کے لئے مالی و جانی ہر رنگ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ گویا جہاد اسلامی کا حقیقی نمونہ عملی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

(۱۳) علم کلام

کچھ شک نہیں کہ سر سید مرحوم کی مذہبی تحریریں معقولیت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں، مگر مذہبی امور میں بوجہ صاحب حال اور اہل تجربہ نہ ہونے کے مسائل روحانیات و الٰہیات کو سید صاحب زمانۂ حال کے مطابق حل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور مختلف فلسفیوں کی تقلید میں بعض اہم اسلامی مسائل کی ایسی تاویلات کر دیں جن سے ان کی صحیح شکل قائم نہ رہ سکی جیسا کہ مثالوں سے میں

ایک غلط الزام کی تردید

اوپر واضح کر آیا ہوں، ان کا مطمح نظریہ تھا کہ اسلام کی صداقت اور شوکت کو ظاہر کر کے اسے دیگر ادیان باطلہ پر غالب کیا جائے۔ اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، بلکہ اپنی طرف سے نہایت نیک نیتی سے ان کی کوشش یہیں تک محدود تھی کہ کسی طرح اپنے تدرج کی خیر منائی جائے اور اسلام کی طرف سے اپالوجی یعنے معذرت کچھ اس طریق پر کر دی جائے کہ مسلمانوں کا تعلیمیافتہ معقول طبقہ اسلام کو ترک نہ کر دے اور غیر مسلموں کی نگاہ میں اسلام ایک وحشیانہ اور غیر معقول مذہب نہ لگے اس لئے زمانۂ حال کی تحقیقات میں جو کچھ انہیں نظر آیا اسلام کو توڑ مروڑ کر اسی کے مطابق دکھانے کی کوشش کی۔

مجھے اس سے انکار نہیں کہ سید صاحب نے بعض مسائل میں نہایت اعلےٰ تحقیقات سے بھی کام لیا ہے لیکن اکثر جگہ یہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے کہ جب بائبل کی کسی حکایت یا کسی تاریخی واقعہ یا کسی سائنس کے مسئلہ سے قرآن کی آیات کا تطابق نظر نہیں آتا تو سید صاحب فوراً قرآنی الفاظ کو دور از کار تاویلیں کر کے انہیں تطبیق دینے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ اور اس بات کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ممکن ہے تاریخ غلط ہو یا بائبل کا افسانہ بعد کا افتراء یا محرف شدہ ہو، یا سائنس کی تحقیقات میں نقص ہو۔ وہ ان کو بلا تامل صحیح قرار دے کر قرآن کے الفاظ کی تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور اس سارے نقص کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی تحقیقات سائنس و تاریخ سے مرعوب معلوم ہوتے ہیں لہذا انہیں بالکل صحیح سمجھ کر قرآن کو اس کے مطابق دکھانے اور اس معیار پر صحیح اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام قرآن کو قرآن کی صداقت پر اس قدر حق الیقین نظر آتا ہے کہ وہ اس کے مقابل تمام دنیا کی تحقیقات سائنس و حکایات تاریخ کو ایک پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے اور یہ سب محض خوش عقیدگی کے رنگ میں نہیں بلکہ قرآن کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے نہایت دلیری کے ساتھ وہ ان تمام مسائل میں نہایت اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے کام لیتے اور جب تک نہایت معقول طریقہ سے ان کا رد نہیں کر لیتے وہ اپنی کوشش اور تحقیقات کو ختم نہیں کرتے اور جہاں کہیں تاریخی واقعات یا تحقیقات سائنس کو قرآن کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں وہاں کبھی کھینچ تان کرنے اور رکیک تاویلیں کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کی تطبیق میں ایسا نظر آتا ہے کہ تمام سائنس اور فلسفہ قرآن کی خدمت کرنے اور اس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اسی رنگ میں انہوں نے تمام عقائد اسلامی کو نہایت معقول طریق پر ثابت کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور بائیبل کے تاریخی افسانوں کی تو انہوں نے ایسی دھجیاں بکھیریں کہ پادری تو رہے ایک طرف، خود ہمارے دقیانوسی مولوی برداشت نہیں کر سکے حالانکہ انہی افسانوں کے آگے سر سید مرحوم بعض دفعہ بہت بری طرح سپر ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے جس بیٹے کو خدا کی راہ میں ذبح کرنے لگے تھے، وہ حضرت اسمٰعیل تھے۔ حدیث شریف میں بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن بائیبل میں ان سب کے خلاف یہ لکھا ہے کہ وہ بیٹا حضرت اسحاق تھے سر سید مرحوم نے بجائے اس کے کہ بائیبل کے اس واقعہ کو غلط ثابت کرتے۔ حدیث کو تو حسب معمول ظنی قرار دے کر جان چھڑا لی۔ اور قرآن کے متعلق فرما دیا کہ جہاں ذبح کرنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے وہاں چونکہ کسی بیٹے کا نام نہیں لیا گیا اور فقط اتنا ہے کہ فبشرناہ بغلام حلیم ہ کہ ہم نے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دی اور اسی لڑکے کا ذکر کرتے ہوئے اسی کے خدا کی راہ میں ذبح ہونے کا آگے چل کر ذکر کیا ہے، لہذا مسلمانوں کا اسے اسمٰعیل سمجھ لینا غلطی ہے، جبکہ بائیبل میں اسے اسحاق لکھا ہے۔ یعنے جب قرآن میں اس لڑکے کا نام کھلے طور پر اسمٰعیل لکھا ہوا نہیں ہے تو بائیبل کے خلاف اسے اسمٰعیل سمجھنا غلطی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ غلطی نہیں ہے بلکہ ایک صداقت اور حقیقت ہے۔ حدیث شریف میں رسول کریم صلعم نے انا ابن ذبیحین فرما کر خود اس لڑکے کو حضرت اسمٰعیل بتلایا ہے کوئی وجہ نہیں کہ اس صحیح حدیث کو جو قرآن کے مخالف نہیں بلکہ اس کی صحیح تشریح ہے ہم بائیبل سے ڈر کر رد کر دیں۔ قرآن کو پڑھ لو صاف نظر آتا ہے کہ یہ لڑکا اسحاق تو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا فبشرناہ بغلام حلیم کے بعد اسی لڑکے کی قربانی کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور اس تمام ذبح اور قربانی کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ فبشرناہ باسحاق نبیا من الصالحین پھر ہم نے خوشخبری دی اسحاق کی جو نبی تھا اور صالحین میں سے تھا۔ پس معلوم ہوا کہ جس لڑکے کی خوشخبری اس سے قبل دی گئی تھی اور جس کے ذبح کرنے کا ذکر ابھی ہو چکا ہے وہ اسحاق کے علاوہ کوئی اور تھا جو اسمٰعیل

اسحاق سے قبل حضرت ابراہیمؑ کا کوئی بیٹا اسمٰعیلؑ کے سوا اور نہ تھا۔ لہذا قرآن سے بھی اس لڑکے کے اسمٰعیل ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔

رہ گئی بائیبل اور اس میں اسحاقؑ کا ذکر۔ بنی اسمٰعیل سے یہودیوں اور عیسائیوں کے حسد اور تعصب کا کسے علم نہیں، اس حسد اور بغض نے جو کچھ تحریف بائیبل میں کروائی ہے، اس کا راز آج اللہ تعالےٰ خود طشت ازبام کر رہا ہے۔ تحقیقات موجودہ نے بائیبل کے محرف ومبدل ہونے اور اس میں متعدد فرضی اور الحاقی افسانوں کے موجود ہونے میں کوئی شک ہی نہیں باقی رہنے دیا۔ پس ایک عقلمند کے نزدیک ایسی کتاب تاریخی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کے بالمقابل مکہ اور صفا و مروہ اور منا وغیرہ کے مقامات اور بنی اسمٰعیل قوم کی قومی روایات جو نہایت مستند طریق پر چلی آتی تھیں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پر زندہ تاریخی شہادتیں ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔

الغرض سرسید مرحوم اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے علم کلام میں گو بظاہر دونوں کی بنا علم وحکمت اور معقولیت پر نظر آتی ہے لیکن ایک صاحب یعنی سرسید مرحوم معیار صداقت کے لئے تحقیقات زمانہ کو سامنے رکھتے ہیں۔ اور دوسرے صاحب یعنی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام معیار صداقت کیلئے قرآن کریم کی آیات محکمات کو سامنے رکھتے ہیں۔ اب یہ خود اہل خرد اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذہب اور علم دونوں کے نقطۂ نگاہ سے کونسا طریق صحیح اور کونسا راستہ صراط مستقیم قرار دیا جا سکتا ہے؟ آیا انسان کے ناقص علم کو جو سدا محتاج تکمیل رہتا ہے، اور جس میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ معیار صداقت ٹھہرانا یا اللہ تعالےٰ کے کامل علم کو معیار صداقت قرار دینا جو ازل ہے اور جس میں غلطی اور تبدیلی ممکن نہیں۔

(۱۴) فیضِ صحبت

سرسید احمد خاں مرحوم نے جو ماحول پیدا کیا کچھ شک نہیں کہ وہ حُبِ قومی سے سرشار لوگوں کا تھا۔ لیکن مذہب کا نشہ کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا، اس کے بالمقابل حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے جو ماحول پیدا کیا وہ مذہب کے نشہ میں سرمست لوگوں کا تھا لیکن یہ سرمستی وہ تھی، معقولیت جس کے قدم چومتی تھی اور علم وحکمت جس پہ پھول برساتے تھے۔ یہ ایمان پیدا کر دینا کہ اسلام اپنی معقولیت اور دلائل وبراہین کے ذریعہ دنیا میں پھیلے گا۔ اور یورپ وامریکہ کی مادہ پرست قومیں اسلام کے دائرہ میں داخل ہونا اپنا فخر سمجھیں گی۔ بجائے خود کس قدر زبردست ایمان کو چاہتی ہیں۔ جن کا انعکاس ان کے پاس بیٹھنے والوں کے قلوب پر پڑا۔ اور پھر یہ ایمان جن لوگوں کے دماغوں اور دلوں میں بھر دیا وہ پرانے فیشن کے مولوی یا ان پڑھ مسلمان، یا دقیانوسی قسم کے لوگ نہ تھے، بلکہ وہ لوگ تھے جن کے دماغ نئی روشنی کی تعلیم سے تربیت یافتہ تھے اور سائنس وفلسفہ جدید نے جن کے دماغوں میں مذہب کی تحقیر کا بیج بو دیا تھا۔ آپ کے علم کلام اور فیض صحبت اور نشانات آلہیہ نے انکی کایا پلٹ کر دی بہت سے مسلمان کہلانے والے دہریوں کو عارف باللہ بنا دیا جن کے ہاتھ پر سینکڑوں دہریہ وکافر مسلمان ہوئے۔ بہت سے بدعملوں کو تقویٰ وطہارت کی منازل عالیہ طے کرا دیں غرضیکہ اس ربانی انسان سے ایمان اور ہدایت کے نور کی وہ لہریں اور شعاعیں نکلتی تھیں کہ بڑے بڑے دہریوں، مادہ پرستوں اور بیدینوں کی گردنیں اسلام کی خوبیوں اور صداقت کے سامنے جھک گئیں۔ اور اسلام کی تکفیر کرنیوالوں کو اس کا والہ وشیدا بنا دیا۔ اور اسلام کی خدمت اور اسکی حفاظت واشاعت کا وہ ولولہ ان کے سینوں میں پیدا کر دیا کہ وہ اپنا تن من دھن بلکہ سب کچھ اس پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور یہ کوئی جنون نہ تھا بلکہ آنے والے واقعات نے اس کی حقیقت اور صداقت پر مہر لگا دی۔ اس کے فیض یافتہ جہاں بھی گئے، اور اس علم کلام کے حربہ کو استعمال کیا جو اس موردِ عظیم نے ان کے ہاتھوں میں دیا تھا، ہیں اسلام کی فتح ونصرت کا ڈنکا بج گیا۔ مغرب و مشرق میں اس شخص کے اور اس کے شاگردوں کے لٹریچر سے ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ اسلام میں ایک زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مذاہب باطلہ میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اسلام کے متعلق لیظھرہ علی الدین کلہ کا خدائی وعدہ ہر طرف نمایاں نظر آنے لگا۔ خواجہ کمال الدین مرحوم کو ایک دفعہ انگلستان میں دہریوں کے ایک بڑے مجمع میں لیکچر دینا پڑا۔ لیکچر کے بعد سوال وجواب کا وقت تھا دہریوں نے سینکڑوں ہی اعتراض کر ڈالے۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ ان کے جوابات میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی وجہ یہ کہ ان سب کے جوابات میں حضرت مرزا صاحب کی کتب میں پڑھ چکا تھا۔ جس سے دہریئے ششدر رہ گئے۔ اللہ اللہ ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا، ایک شخص جسے باہر کی ہوا تک نہیں لگی انگریزی کا ایک حرف تک نہیں جانتا۔ سالہا سال پہلے وہ تمام علوم اپنی قلم سے لکھ جاتا ہے۔ جس کی ضرورت نئے زمانہ کے دہریوں کے جواب میں ہوتی ہے۔ یہ علم زمین سے تو آیا نہ تھا۔ پھر آسمان ہی اس کا منبع ہو سکتا ہے، تو حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

لینے پر ترا بحد ہو سلام اور رحمت
ان سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

معلومات

بعض نفسیاتی تجربات

یورپ کا ایک ماہر نفسیات پروفیسر سائرل برٹ ( ) عورتوں اور مردوں کا نفسیاتی مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ عورتیں مردوں سے زیادہ ذکی الحس ہوتی ہیں، اس کا خیال ہے کہ اگر ایک عورت کے بازو پر ایک انچ میں دو جگہ سوئی چبھوئی جائے تو وہ اس کے فاصلہ کو محسوس کرے گی۔ اس کے مقابلہ میں اگر مرد کے چبھوئی جائے تو وہ اس وقت تک تمیز نہ کر سکے گا جب تک کہ اس کا فاصلہ دو انچ نہ ہو۔

اس کا یہ بھی تجربہ ہے کہ اگرچہ عورتوں کو کھانا پکانے اور خوشبوؤں کے استعمال کا خاص ذوق ہوتا ہے، مگر مرد کھانے کا ذائقہ اور مختلف خوشبوؤں کی تمیز میں عورتوں سے برتر واقع ہوئے ہیں، مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی نگاہ دور اور نزدیک کی چیز کے دیکھنے میں کمزور ہوتی ہے اور انہیں چشمہ کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن ہزار میں شاید ہی ایک عورت ایسی ہوگی جو رنگوں کی نابینا ہوگی برخلاف اس کے تیس مردوں میں ایک مرد رنگوں کا نابینا ضرور ہوتا ہے۔

جہاں تک ذہانت کا تعلق ہے عورتیں مردوں سے زیادہ ذہین ہوتی ہیں ایسی عورتیں بہت کم نظر آئیں گی، جو احول ہوں، یا ان کی زبان میں لکنت ہو، وہ ہیں ہنٹی بھی شاذ ونادر ہی ہوتی ہیں، اس میں شک نہیں، کہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک ہزار اہم تاریخی شخصیتوں میں مشکل سے پچپن عورتیں نمایاں نکلیں گی، لیکن اگر ملزموں مجنونوں اور ضعیف العقل لوگوں کی تعداد پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں عورتیں کم اور مرد زیادہ ہیں۔

کسولی میں اشیائے خوردنی کی تجربہ گاہ

ان اشخاص کو چھوڑ کر جو اس ادارہ سے اچھی طرح واقف ہیں دوسرے لوگوں کو معلوم نہیں کہ فوجی اشیائے خوردنی کی تجربہ گاہ ان اشیائے خوردنی کا بلند معیار برقرار رکھنے کے سلسلہ میں کس قدر قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے جو فوج کو مہیا کی جاتی ہیں۔ اس تجربہ گاہ کے انچارج افسر کا فرض یہ ہے کہ اسکے پاس جو نمونے بھیجے جائیں وہ انکے طبیعاتی۔ کیمیائی۔ حیاتیاتی اور دوسرے قسم کے معائنے کر کے اسبات کو یقینی بنا دے کہ سپاہیوں کو جو اشیائے خوردنی مہیا کی گئی ہیں وہ سب اول درجہ کی ہیں۔ اس تجربہ گاہ نے جس کے عملہ میں لائق اور ماہر فن اشخاص شامل ہیں سال بھر میں ہر قسم کی رسد کے ہزاروں نمونوں کی جانچ پڑتال اور معائنہ کیا ہے۔

سنہ ۱۹۳۹ء میں جتنے نمونوں کا معائنہ کیا گیا ان کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۴۰ء میں ان نمونوں کی تعداد میں تقریباً ۵۰ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ کام کی اس ترقی کی وجہ سے عملہ بڑھا دیا گیا ہے۔ جو اس وقت صرف اتنا ہے کہ اس کام کو پورا کر سکے۔

عجیب وغریب ہدایات

جرمنی کے اندر ہٹلر جس محل میں رہتا ہے۔ اس کا نام برتش گارڈن ہے۔ اس جگہ جو لوگ جرمن ڈکٹیٹر سے ملاقات کرنے کو جاتے ہیں۔ انہیں پہلے ایک سونے والے کمرہ میں آرام کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اسی کمرہ میں انہیں ایک کارڈ دیا جاتا ہے۔ جس پر ہٹلر سے ملاقات کرنے والوں کے لئے یا اس کے مہمانوں کے لئے ہدایات درج ہوتی ہیں۔ ہدایات یہ ہیں:۔

(۱) سونے کے اس کمرہ کے علاوہ محل کے اور کسی بھی حصہ میں سگریٹ یا پائپ پینا منع ہے۔

(۲) مہمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ملازموں سے نہ تو کوئی بات کریں اور نہ باہر سے ان کے لئے کوئی پارسل، تحفہ یا خط لائیں۔

(۳) جب کبھی انہیں "فیورر" سے بات کرنی ہو۔ تو انہیں صرف لیڈر کے نام سے ہی مخاطب کرنا چاہیئے ہر ہٹلر یا کسی اور کے نام سے نہیں

(۴) جو عورتیں اس محل میں ملاقات کے لئے آئیں، انہیں پاوڈر، سرخی یا لپ سٹک وغیرہ لگانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ نہ ہی وہ اپنے ناخنوں پر رنگ کر سکیں گی۔

(۵) جب کھانے کی گھنٹی بجے تو اس کے دو منٹ کے اندر اندر تمام مہمانوں کو کھانے کے کمرہ کے اندر پہنچ جانا چاہیئے۔ اور تب تک میز پر نہ تو بیٹھنا چاہیئے۔ نہ وہاں سے ہٹنا چاہیئے۔ جب تک محترم لیڈر خود بیٹھ نہ جائے یا میز سے ہٹ نہ جائے۔ (۶) اگر کسی کمرے میں "لیڈر" داخل ہو۔ تو سب کو کھڑے ہو جانا چاہیئے (۷) گیارہ بجے رات کے بعد تمام مہمانوں کو اپنے اپنے کمروں میں پہنچ جانا چاہیئے (۸) مہمانوں کے لئے محل کے اس

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۴ر جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۲۰ر مئی ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۱

آہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم!

اسلام کا ایک مبلغ اور پہلوان چل بسا!

اس خبر کو جماعت کے سب حلقوں میں انتہائی حزن وملال کے ساتھ سُنا جائے گا کہ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام راولپنڈی مؤرخہ ۱۰ر مئی ۱۹۴۲ء کو اس دارفانی سے رحلت فرما کر محبوب حقیقی سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم دیر سے بعارضہ اسہال بیمار چلے آتے تھے اسی مرض سے آپ کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایسے مخلص اور مجاہد بزرگ کی وفات کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔

مرحوم کے متعلق تفصیلی مضمون توکسی آئندہ اشاعت میں نکل جائیگا۔ ہم نہایت اختصار کیساتھ آپکی زندگی کے ایک دو پہلوؤں کے متعلق لکھتے ہیں مرحوم ڈاکٹر صاحب ان مجاہدین اسلام میں سے تھے جنہوں نے نہایت نازک اور آڑے وقت میں اپنے رنگ میں بےنظیر خدمت دین کی ہے، اکثر احباب کو یاد ہوگا کہ ہندوؤں میں ایک شخص "رام مورتی" اس دعوے کے ساتھ اُٹھا کہ وہ انسانی طاقت سے بالا اپنی طاقت کے کرتب دکھاتا ہے موٹر کا روک لینا۔ چھاتی پر کئی من کا وزنی پتھر رکھوا کر ہتھوڑوں سے تڑوانا۔ اپنے اوپر سے آدمیوں کا بھرا ہوا چھکڑا اور ہاتھی گذارنا یہ عجیب اور محیر العقول کرتب اور شعبدے وہ ہندو دھرم کی صداقت کی دلیل میں پیش کرتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں گوشت نہیں کھاتا میں برہمچاری ہوں اسی وجہ سے مجھ میں یہ مافوق العادت طاقت ہے، اس نے تمام مذاہب کے لوگوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ ہندو مردوں اور لڑکیوں کا ایک تانتا تھا جو روزانہ اس کے درشن کے لئے آتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں ہیرو ورشپ کا کس قدر جذبہ موجود ہے۔ اور کس قدر پروپیگنڈا یہ لوگ کرنا جانتے ہیں ایسے نازک وقت میں اللہ تعالےٰ نے ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کو رام مورتی کے مقابلہ کے لئے اُٹھا کھڑا کیا، اور انہوں نے رام مورتی کے چیلنج کو قبول کر کے مقابلہ کی دعوت دی اور رام مورتی کو پنجاب کی سرزمین سے اپنا بوریہ بستر اٹھا کر بھاگنا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی شہزوری کے کرتب لاہور اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں دکھا کر ناموس اسلام کو بچایا۔ جگہ جگہ لوگوں نے ان کو طلائی تمغے اور انعام دیئے۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی یہ پہلی تعریف ہے مگر آپکی دوسری تعریف اس سے کچھ کم شاندار نہیں، وہ شخص جو لاکھوں روپیہ اپنی طاقت کے مظاہروں سے کما سکتا تھا۔ اس نے اس کے کچھ عرصہ بعد جب احمدیت کو قبول کیا تو جسمانی طاقت کے اظہار کے تمام کرتب اور شعبدے چھوڑ کر اپنی روحانیت کی قوت کو بڑھایا قرآن مجید کو حفظ کیا۔ تہجد میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیا۔ اپنی معمولی خوراک کو کم کر کے قرآن مجید اور تفسیر بیان القرآن ان کی روزانہ غذا بن گئی اشاعت اسلام کی خاطر ہزارہا روپیہ انجمن کو بطور چندہ دیا۔

یہ مرد مجاہد افسوس ہے ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔

ہمیں اس وفات پر جس قدر صدمہ ہے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا، اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات سے ایک ایسی جگہ خالی ہوگئی ہے مشکل نظر آتا ہے کہ اسے کوئی پُر کر سکے حضور قلب سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ‌‌‌‌‌‌۔

۲۶ر مئی کو یاد رکھیں

۲۶ر مئی حضرت مسیح الزمان کے وصال کا دن ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ اس دن اپنی اپنی جگہ جلسے منعقد کریں اس میں حضرت صاحب کے عقائد اور دعوے اور کام کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

مرکزی جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۲۶ کو ایک عظیم الشان جلسہ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں شام کے ساڑھے پانچ بجے منعقد ہوگا۔ جس میں مندرجہ ذیل دوست انگریزی میں تقاریر کریں گے۔ جملہ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ضرور تشریف لائیں اور اپنے غیر از جماعت اور غیر مسلم احباب کو بھی ہمراہ لائیں۔

پروگرام جلسہ

نام لیکچرار	موضوع
(۱) جناب مولانا یعقوب خانصاحب بی اے۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور	[H]azrat Mirza Ghulam [A]hmad The Man.
(۲) جناب پروفیسر عماد الدین صاحب	[H]azrat Mirza Ghulam [A]hmad and Islamic [M]illenium.
(۳) جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ۔	[H]azrat Mirza Ghulam [A]hmad as Reviver of [Fa]ith
(۴) مسٹر ایس۔ بی۔ بڑی صاحب بی۔ اے۔	[M]irza Sahib, The Me-[ss]enger of Peace.

شذرات

اغیار تیز گام

۱۳ر۱۹ر اپریل کا آریہ گزٹ رقمطراز ہے۔

"اس وقت ایک لاکھ طالب علم آریہ درسگاہوں میں پڑھ رہے ہیں۔ تین ہزار استاد پڑھا رہے ہیں پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم پر خرچ کیا جارہا ہے اور دو کروڑ روپیہ خرچ آچکا ہے۔"

آجکل اقوام عالم علمی مقابلہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں ہندوستان میں آریہ سماج کی تعلیمی کارکردگی مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے لیکن اس کے پڑوس میں مسلمان خوابیدہ ہے اور اسے علم تک نہیں کہ اغیار تیز گام کہاں سے کہاں پہنچ گیا یہ وہ غافل اور تساہل پسند قوم ہے جس کے آباء نے یورپ کے دور جاہلیہ کو علم وحکمت کی شمعوں سے روشن کیا لیکن آج اس کے گھر کو روشن کرنے کے لئے مٹی کا دیا بھی نہیں جو تھوڑی بہت روشنی ہے وہ بھی مستعار کی ہوئی! مسلمان اگر دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایمان اور اخلاق کے احیاء کے ساتھ اپنی قوم کو علم وحکمت کی دولت سے بھی مالا مال کریں اسکے بغیر آجکل دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرنیکا کوئی قرینہ نہیں

"اسلامی ناموس اور کلچر پر حملہ"

ڈاکٹر خانصاحب سابق وزیر اعظم پشاور کی صاحبزادی نے ایک ہندوستانی ہوا باز لفٹنٹ کنور جسونت سنگھ کو اپنا رفیق حیات منتخب کیا ہے"(شیر پنجاب لاہور)

سرحد میں اسلامی کلچر اور معاشرت اپنی بعض نمایاں خصوصیات کے ساتھ موجود ہے، لیکن افسوس ہے ہندی تمدن کانگرس کی صورت میں اسلامی معاشرت کے اس مضبوط قلعہ پر حملہ آور ہے، اسلام کی عالمگیر اخوت کی بجائے پٹھانوں کو ہندوستانیت کا سبق پڑھایا جارہا ہے، اور اسلامی روایات اور اسلامی احکامات کو تباہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جارہا۔ مذکورہ بالا غیر اسلامی رشتہ کو ایک معمولی واقعہ نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ ان سیاسی اور مذہبی تغیرات کا آئینہ دار ہے جو پس منظر میں تو نمایاں ہو چکے ہیں لیکن آہستہ آہستہ منصۂ شہود پر آ رہے ہیں سرحدی پٹھانوں کو ان رجحانات کو فوراً روکنا چاہیئے اور اس امر کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہندو شاطر اسے کہاں لئے جارہے ہیں خدا سرحدی مسلم کو چشم بصیرت عطا فرمائے ‌۔

سانحۂ ارتحال

انتہائی ملال کیساتھ لکھا جاتا ہے، کہ مولوی محمد حسن صاحب قلعہ دار گجرات مؤرخہ ۱۳ر مئی بروز بدھ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم سلسلہ کے نہایت پرانے اور مخلص بزرگ تھے مسلم ہائی سکول میں بطور ٹیچر بھی کام کرتے رہے اور اب کافی عرصہ ہوا ریٹائر ہو چکے تھے دعا ہے اللہ تعالےٰ اس مرحوم بزرگ کو جنۃ الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ‌۔

اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر

احمدیہ کانفرنس کا فیصلہ اور قادیان سے زبردست پروپیگنڈا

ہم نے جھگڑوں کو عملاً ترک کر دیا تھا لیکن اب مجبوراً جماعت قادیان کے پروپیگنڈا کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

(سورۃ فاتحہ پڑھ کر سنایا)

سورۃ فاتحہ میں مکمل ہدایت

سورۃ فاتحہ ایک مسلمان کے لئے مکمل ہدایت اپنے اندر رکھتی ہے اور اس چھوٹی سی سورت کو چاہئے کہ نہ صرف بار بار اس کو دوہرایا جائے جیسا کہ نمازوں میں دوہرایا جاتا ہے بلکہ اس کے معانی پر بھی بہت غور کرنا چاہئے، کیونکہ یہ سورت اپنے اندر ایک مکمل تعلیم رکھتی ہے۔

الوہیت اور عبودیت کی کامل تصویر

نہایت ہی چھوٹی چھوٹی کوئی دو لفظ کوئی تین لفظ، کوئی چار لفظ کی کل سات آیتیں ہیں مگر کمال یہ ہے کہ پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالےٰ کی صفات کو کمال تک پہنچا دیا ہے، اور ان صفات کو بیان کر کے وہ تصویر کھینچی ہے جو کسی بات کے لئے انسان کو تشنہ نہیں چھوڑتی، یہ پہلی تین آیتوں کا کمال ہے کہ خدا کی صفات کو مکمل طور پر بیان کر دیا اور درمیانی آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین میں خدا اور انسان یا رب اور بندہ کا تعلق بیان فرمایا، اور آخری تین آیتوں میں انسان کو اس کے کمال تک پہنچنے کی راہ بتا دی، الوہیت کی صفات کا کمال بتایا، بندہ اور خدا کے تعلق کو کمال تک پہنچایا اور انسان کے کمال حاصل کرنے کا رستہ بتایا، مذہب سے جو کچھ انسان سیکھنا چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات کاملہ معلوم ہو جائیں۔ انسان کو کمال حاصل کرنے کا رستہ مل جائے، اور خدا اور بندہ کے تعلق کا پتہ لگ جائے،

اھدنا الصراط المستقیم

پچھلے خطبہ میں میں نے اھدنا الصراط المستقیم پر کچھ بیان کیا تھا آج اسی کے متعلق کچھ مزید باتیں بیان کروں گا، جیسا کہ میں نے کہا تھا اھدنا الصراط المستقیم میں یہ تڑپ پیدا کی گئی ہے کہ انسان بہتر سے بہتر رستہ پر چلتا ہوا انسانیت کے کمال کو حاصل کرے۔

منعم علیہ گروہ کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین

صراط الذین انعمت علیھم میں بتایا کہ ان لوگوں کے رستہ پر چلنے کی تڑپ اس کے اندر پیدا ہو جن پر خدا نے انعام بھیجا وہ کون ہیں، اس کی تصریح بھی دوسری جگہ فرمادی اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، یہ چار گروہ ہیں جن کے نقش قدم پر انسان کو چلنے کی کوشش کرنی چاہئے یہ لوگ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں صالح ہیں،

اس گروہ کی امتیازی خصوصیت

ان کا کیا رنگ ہے جو تاریخ عالم میں ہمیں نظر آتا ہے کیا خاص بات ان چار گروہوں میں پائی جاتی ہے، وہ چیز فی الحقیقت اعلائے کلمۃ اللہ ہے، خدا کی بات کو دنیا میں پھیلانا ہے، اللہ تعالےٰ کے آگے لوگوں کو جھکانا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کے لئے وقف کر دینا ہے، یہ وہ چیز ہے جو ان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، تو اس دعا اھدنا الصراط المستقیم کا یہی منشاء ہے کہ ہر ایک مسلمان کے دل میں یہی تڑپ پیدا ہو کہ وہ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کی راہ کے لئے وقف کر دے،

اس بات کو خوب یاد رکھو

یہ تو ایک خاص بات ہے، اس کے ساتھ اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ یوں تو خدا کا نام کثرت سے لوگ پھیلاتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ ہوتے ہیں کہ ان کی زندگیاں اسی کام پر لگ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ۔ ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، برگزیدہ کر لیا، پسند کر لیا، مگر اس پسندیدہ گروہ، اس چنے ہوئے گروہ، اس برگزیدہ امت میں ایسے بھی ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں، یعنی ان کے گناہوں کا پلڑا ان کی نیکیوں سے بھاری ہو جاتا ہے اور وہ بھی ہیں جن کی نیکی بدی ملی جلی رہتی ہے، اور وہ بھی ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں، تو درحقیقت ہم سے اللہ تعالےٰ یہی چاہتا ہے کہ ہم سابق بالخیرات ہوں، نیکیوں کی طرف قدم اٹھتے جانا، سابق ہونا یہی ہمارے دلوں کی تڑپ ہونی چاہئے تو انعمت علیھم میں بتایا کہ ایک تو ہمارا قدم نیکیوں کی طرف اٹھتا چلے اور دوسرے ان لوگوں کے نقش قدم پر اپنے آپ کو وقف کر دیں جو اللہ تعالےٰ کے انعامات کے وارث ہوئے

تبلیغ دین کیلئے پوری توجہ چاہئے

جب تک کلیتًا اپنے آپ کو وقف نہ کیا جائے کام پورے طور پر سرانجام نہیں پا سکتا، دنیا کا ادنےٰ سے ادنےٰ کام ہو، جب تک اس کو ادھورے طور پر کیا جائے وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا، تو دین کو دنیا میں پہنچانا اور اس کے اوپر اپنی پوری توجہ اور طاقت کو لگا دینا یہی رستہ ہے انعمت علیھم کا۔

ان لوگوں کی سوانح حیات پڑھ کر دیکھ لو

بیشک ان لوگوں کی زندگیوں کو پڑھ کر دیکھ لو، حضرت موسیٰ کو کیا فکر تھی، حضرت عیسےٰ کو کیا فکر تھی، حضرت نوح کو کیا فکر تھی حضرت حضرت ابراہیم اور لوط اور صالح کو کیا فکر تھی، یہی کہ خدا کا نام لوگوں کو پہنچ جائے، لوگ خدا کے آگے جھکیں، اسی کام میں، اسی فکر میں انہوں نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں، تم بھی جو کام کرنیوالے ہو جب تک اپنی توجہ کو اسکے اوپر نہ لگا دو، اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی،

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض

فی الحقیقت صراط مستقیم کو حاصل کرنے کے لئے، یہ ضروری ہے کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے ہم اپنی پوری توجہ کو لگائیں، یہ ایسا امر ہے، جو حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اصل غرض ہے، اسی کام کو آپنے اپنا اصل مشن قرار دیا، یہ جو دنیاوی جھگڑے ہوئے اور بحث میں آپ کو الجھنا پڑا اس کو آپ پسند نہ کرتے تھے، اسی لئے آپ اپنے مخالفین سے یہ کہتے تھے کہ تم چند سال کے لئے مجھے چھوڑ دو، پھر دیکھو کہ میں جو کام کرتا ہوں وہ اسلام کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوتا ہے اگر چند سال تک اس کام کی عظمت اور فوائد کو نہ دیکھو تو جس طرح چاہو میری مخالفت کرو۔ سب سے پہلی بات جو آپ کے دعوے کے ساتھ سامنے آئی وہ یہی تھی کہ قرآن کو دنیا میں پہنچایا جائے مگر اللہ تعالےٰ کی مصلحت یہی ہے کہ ہر نیک کام کی مخالفت اور مقابلہ ہوتا ہے اگر مخالفت اور مقابلہ نہ ہو، تو اس کا اثر بھی زیادہ نہیں ہوتا، اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم جو یہاں جمع ہوئے ہیں، تو ہماری نیت بھی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کو دنیا میں پھیلایا جائے

احمدیہ کانفرنس کا فیصلہ اور قادیانی جھگڑا

آپ جانتے ہیں کہ اس پچھلے دسمبر کی احمدیہ کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یہ جو قادیان کے ساتھ جھگڑا لگا ہوا ہے، اس پر زیادہ وقت اب صرف نہ کیا جائے اور اپنی پوری توجہ اشاعت اسلام کی طرف منعطف کی جائے، اور اس فیصلہ کے ساتھ ہی کچھ وقت ایسا بھی گذرا کہ ہم نے چاہا کہ ایسے جھگڑے نہ ہوں، اور عملاً ان کو ترک کر دیا۔

قادیان کی طرف سے زبردست پراپیگنڈا

مگر دوسری طرف سے اتنا زبردست پروپیگنڈا شروع ہوا کہ میں حیران ہوں کہ جماعت قادیان کے سامنے اور کوئی کام رہ گیا ہے یا نہیں، دنیا میں، شرک، باطل پرستی، غلط معتقدات ادیان باطلہ موجود ہیں، ان کی طرف توجہ کوئی نہیں، ایک جماعت

لاہوری کا مقابلہ ان کا اصل مقصد اور مطمع نظر ہے، رسالے ٹریکٹ، اخبار، مبلغ لگے ہوئے ہیں، یہ کرو، وہ کرو، کاش جماعت قادیان کو خیال ہو کہ ہم لوگ بھی دوسروں کی طرح اگر ان جھگڑوں میں رہ گئے تو اصل کام کون کرے گا۔

قادیانی جماعت کو دعوت فکر

ان کو سوچنا چاہیئے کہ جماعت لاہور اگر ان کی نگاہ میں اور کچھ نہیں کر رہی تو کم از کم مرزا صاحب کو بطور مجدد پیش کر کے آپ کی قبولیت کو وسیع کر رہی ہے۔ ان کو یہ خیال ہونا کہ چلو اور نہیں تو کم از کم مجدد ہی منوائیں گے، لیکن اس طرح آنکھیں بند ہوئی ہیں اس جماعت کی کہ اتنی موٹی بات بھی ان کے دماغوں میں نہیں آسکتی۔

قادیان سے مقابلہ کے باوجود شاندار تعمیری کام

ہم کو وقتاً فوقتاً ابتدا سے ہی قادیان کے اس پروپیگنڈا کا جواب دینا پڑا ہے، اور اب بھی ہم مجبور ہیں کہ جواب دیں۔ کیونکہ پراپگنڈا جھوٹا بھی ہو، اور اس کا جواب نہ دیا جائے تو عام طبائع پر اثر کر جاتا ہے۔ اس قدر زبردست پراپیگنڈا کے باوجود اتنا بڑا تعمیری کام جماعت احمدیہ لاہور نے کیا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اتنی بڑی مخالفت کے ہوتے ہوئے بھی ایسا کام نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن کا ترجمہ چار زبانوں میں کر دینا اس کو دنیا میں چاروں طرف پہنچانا، اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانا اور لاکھوں کی تعداد میں رسالے اور ٹریکٹ دنیا میں پہنچا دینا سیرت نبوی کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے دنیا کو واقف کرنا یہ چھوٹا سا تعمیری کام نہیں۔ خوب یاد رکھئے کہ خیالات کے اندر انقلاب پیدا کر دینا، دنیا کو اسلام کی طرف، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راغب کر دینا بہت بڑا اور عظیم الشان تعمیری کام ہے۔

ہم اسلام کو پھیلاتے ہیں

اسلام کیا چاہتا ہے، خدا کی صفات کو پورے طور پر سمجھ کر اس کے ساتھ عبودیت کا تعلق جوڑا جائے۔ تمام انسان خدا کے بندے بن کر دنیا میں رہیں، ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہیں، ہم اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو اس طریق پر لایا جائے۔ یہ بڑا لمبا کام ہے، مگر حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے، جس دن سے اسلام دنیا میں آیا، اس وقت سے آج تک کتنی ترقی کی ہے، دنیا کا کوئی حصہ نہیں جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں پہنچا، اور ان کے ماننے والے موجود نہیں۔ اگر کوشش کی جائے اور مسلسل اور لگاتار اس کام کو کرتے جائیں تو اور بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ اور دنیا میں اسلام کا غلبہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ پہلے بھی اسلام نے قومی منافرتوں کو دور کیا، اب بھی دنیا کے اندر جو قومی منافرتیں موجود ہیں وہ اسلام سے ہی دور ہو سکتی ہیں۔

جماعت قادیان کی توجہ تبلیغ اسلام سے ہٹ گئی

تو یہ اصل کام ہے جس کو مسیح موعودؑ لے کر آئے، افسوس ہے جماعت قادیان کی توجہ اس طرف سے ہٹ چکی ہے۔ تاہم خوشی کی بات ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ جس کے لئے مدتوں سے مطالبہ کیا جا رہا تھا، اب اس کے مکمل ہونے اور چھپوانے کی طرف توجہ ہوئی ہے، ابھی میں نے پڑھا ہے کہ انکی مجلس مشاورت کی کارروائی میں کہ ایک کثیر حصہ کی رائے یہ تھی کہ ترجمہ ابھی نہ چھپوایا جائے اور جنگ کے اختتام تک اس کی اشاعت ملتوی کر دی جائے، لیکن قلیل حصہ اس کے چھپوانے کا حامی تھا۔ جناب میاں صاحب نے اس قلیل حصہ کے حق میں فیصلہ کیا اور پندرہ ہزار روپیہ بطور قرضہ جماعت سے طلب کیا، میں اس جماعت کے لوگوں کی تعریف کرتا ہوں، کہ اتنے چندے ہوتے ہوئے جن کے لئے ان کو بڑی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں، اس مطالبہ کو بھی انہوں نے بڑی حد تک پورا کر دیا اور ایک اکیلے شخص نے دس ہزار روپیہ قرضہ دیا۔

مجھے خوشی ہوئی

مگر جس بات کی خوشی مجھے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ میاں صاحب نے یہ اعلان کیا ہے کہ

"ایک مختصر تعداد ابھی طبع کرائی جائے، تاکہ
جنگ کے دنوں میں انگریزی دان طبقہ میں تبلیغ
کا رستہ کھل جائے" (الفضل ۱۲ اپریل ۴۲ء)

کہتے ہیں اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آجائے، تو اسے بھولا نہیں کہنا چاہیئے، تو خوشی کی بات ہے کہ آج ۲۷، ۲۸ سال کے بعد ہمارے بھولے ہوئے دوست پھر اس بات کی طرف آرہے ہیں کہ تبلیغ اسلام کا رستہ قرآن کی اشاعت سے کھل سکتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو معلوم نہیں گذشتہ ۲۸ سال وہ کیا کرتے رہے، وہ کونسی تبلیغ تھی جو انہوں نے کی،

حضرت مسیح موعودؑ کا کمال

ایک بیماری جس میں ہم میں سے بھی بعض لوگ بعض وقت مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ ہے کہ پہلے بہت بڑی جمعیت ہو، اور پھر کام کریں، میں تو اس شخص کا کمال سمجھتا ہوں جس نے اس وقت جب کوئی جماعت اس کے ساتھ نہ تھی، تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی، اس کی ہمت دیکھئے، ابتداء ہی میں لکھا ہے میری آرزو ہے کہ قرآن اور اسلامی کتابوں کا ترجمہ کر کے یورپ میں بھیجا جائے، پھر جب موقعہ ملتا ہے تو ریویو آف ریلیجنز جاری کر کے تبلیغ اسلام کی بنیاد بھی رکھ دیتا ہے، بغیر اس خیال کے کہ کوئی بڑی جماعت ساتھ ہے یا نہیں، تو یہ ایک بیماری ہے کہ پہلے جماعت بڑی ہو، پھر کام کریں۔

جماعت کی ترقی کیساتھ کام بھی ہونا چاہیئے

کام تو ساتھ ساتھ ہوتے رہنا چاہیئے، جماعت کو ترقی دو، لیکن ساتھ کے ساتھ اس سے کام بھی لیتے جاؤ، یہ خیال کہ پہلے جماعت بڑی ہونی چاہیئے صحیح نہیں، بھلا اس کی کوئی انتہاء ہے کہ کتنی بڑی جماعت ہونی چاہیئے، کوئی گنتی مقرر کی ہے کہ اتنی بڑی جماعت ہو تو تب کام ہوگا؟ خوب یاد رکھو، اگر ایک اکیلا آدمی بھی ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کام کو اپنی استطاعت کے مطابق سر انجام دے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک رؤیا

حضرت مسیح موعود کو تو رؤیا میں بھی کام کرنے والے بہت تھوڑے ہی دکھائے گئے، آپ کہتے ہیں کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک آدمی زمین پر بیٹھا ہے، اور ایک چھت کی طرف، میں نے زمین والے سے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، وہ خاموش رہا، پھر میں نے چھت والے سے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، اس نے کہا ایک لاکھ نہیں پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا، اور ساتھ فرمایا

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَت فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذنِ اللَّهِ

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعداد کی کثرت قلت پر انحصار نہیں، انحصار اس بات پر ہے کہ ان کام کرنیوالوں کا قدم کس قدر مضبوط ہے۔

جماعت پر قبض و بسط کی حالت

جماعت کی ترقی بعض اوقات رک بھی جاتی ہے جس طرح افراد پر قبض و بسط کی حالت ہوتی ہے، جماعتوں پر بھی کبھی قبض کی حالت آتی ہے، کبھی بسط کی، اگر یہ نظر آئے، کہ اس وقت جماعت ترقی نہیں کرتی، تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے یہ نہیں کرنا چاہیئے کہ کام بند کر دیا جائے، اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا، اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا عسر اور یسر دونوں ہی حالتیں آتی رہتی ہیں، ایسی وقتی باتوں کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے، اور اپنے کام تبلیغ اسلام میں لگے رہنا چاہیئے۔

موجودہ عذاب سے بچنے کی صورت صرف اسلام ہے

کاش مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آجائے کہ اس وقت کتنی سخت ضرورت ہے اسلام کو دنیا میں پیش کرنے کی، یہ عذاب جو دنیا پر آرہا ہے، اس سے دنیا کو بچانے کی ایک ہی صورت ہے، کہ اسلام کو پیش کیا جائے، خوب یاد رکھئے، اگر یہ عذاب خدا کا غضب ہے تو یہ دنیا کو تباہ کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ زندہ کرنے کے لئے آیا ہے، جس طرح جہنم ایک ہسپتال ہے، جہاں روحانی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اسی طرح یہ جنگ بھی ایک دوزخ ہے، جو انسانیت کا علاج کرنے کے لئے دنیا میں لایا گیا ہے، اس دوزخ سے بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اسلام کے اصول دنیا کو منوائے جائیں۔

تبلیغ کے لئے سامان پیدا کرنیکا وقت

آج ہمارے ہاتھ رکے ہوئے ہیں کہ کہیں باہر ہم تبلیغ نہیں کر سکتے، لیکن اس کے لئے سامان پیدا کرنے کا وقت ہے، اگر ہماری جد و جہد اس وقت رکی ہوئی نظر آتی ہے، تو یہی اسکو قوت دینے کا وقت ہے، اگر دلوں کے اندر یہ تڑپ پیدا ہو جائے، کہ اس کام کو ہم نے کرنا ہے ہمارے دلوں میں اس کے لئے ایک پریشانی اور گھبراہٹ ہو، ہمارے دلوں میں سکون نہ ہو، رات کی نیند اچاٹ ہو جائے، جس طرح بیوی بچوں کی بیماری کے لئے ہمیں پریشانی لاحق ہوتی ہے اور نیند نہیں آتی، اسی طرح دین کی بیماری کے لئے نیند نہ آئے، اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہم دعا کریں کہ اے خدا، اسلام کو دنیا پر غالب کر، اور اس کے ذریعہ سے دنیا کو عذاب سے بچا۔

محمد رسول اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو

اس کے ساتھ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، خواہ کوئی کتنا بڑا انسان ہو، محمد رسول اللہ صلعم کے برابر نہیں ہو سکتا، حضرت صاحب خادم اسلام ہیں، آپ کے سامنے کوئی کام تھا جس کو لے کر آپ کھڑے ہوئے، خدا اگر آپ کے ساتھ ہم کلام ہوتا تھا تو یہ تائیدی شہادت ہے، آپ کے خدا رسیدہ ہونے کی، مت کرو کہ آپ کو اصل بنا لو، اصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت مرزا صاحب کو ثانوی حیثیت میں پیش کرو، یہ وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دین کی تائید کے لئے آتے ہیں ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، اصل قرآن ہے اصل محمد رسول اللہ صلعم ہے اس کو مت بھلاؤ، اور دین خیال کو قوت دینے کی کوشش کرو،

ایک جوش کیساتھ دعا کرو کہ یہ عذاب ٹل جائے

میں پھر دہراتا ہوں کہ اس عذاب کے وقت تمہارا

(باقی بر صفحہ ۸ کالم نمبر ۳)

قادیانی جماعت اور میاں محمد صادق صاحب کی کھلی چٹھی

{از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز}

میاں محمد صادق صاحب نے مجھ پر کچھ الزامات لگا کر ایک کھلی
ی شائع کی ہے۔ میاں صاحب تئیس چوبیس سال ہمارے
تھ رہے ہیں اور اگر اتنے لمبے عرصہ میں وہ اس بات کے
ل رہے کہ میری ایک دعا سے ان کی بڑی بڑی مشکلات حل
ئیں اور میری تعریف میں انہوں نے وہ باتیں بھی کہیں جن
ں شاید مستحق نہیں تھا تو اس بات پر مجھے رنج نہ ہونا چاہیئے
ب انہوں نے مجھے برا کہکر دل خوش کر لیا ہے۔ لیکن مجھے
ج اس بات کا ہے کہ وہ چٹھی اور اس سے پہلے مضامین بھی
ں نے قادیانیوں کی مدد سے چھپوائے وہی ان کے کرتا دھرتا
ہے اور وہی سب خرچ کرتے رہے۔

قادیانی جماعت ان الزامات کو ہاتھ میں لیکر خوشی سے
... نہیں سماتی۔ گویا کسی شخص کا کسی کے خلاف ... باتیں
ینا اس کو مردود ٹھیرانے کے لئے کافی ہے۔ میاں محمد صادق
حب نے ابھی اتنی باتیں میرے خلاف نہیں کہیں جتنی ڈاکٹر
بد الحکیم نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کی تھیں۔ یہ تو دور
بات ہے، اپنے گھر کی طرف ہی دیکھ لیتے۔ میرے خلاف
جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس قدر خطرناک تو نہیں جو جناب میاں
محمود احمد صاحب کے خلاف ان کے مریدوں نے کہا اور ایک
دو نے نہیں کہا بیسیوں نے کہا جن میں بعض بلند پایہ علماء
، شامل ہیں جو جماعت قادیان کے ستون سمجھے جاتے
تھے۔ خوشی کے مارے پہلے جماعت قادیان نے اس چٹھی کو
ور ٹریکٹ شائع کیا پھر اخبار الفضل میں اسے شائع کیا
ر اب تیسری مرتبہ اس کے اہم اعتراضات کو لے کر پھر
لفضل میں شائع کیا ہے اور ابھی خدا جانے قادیانی مبلغین
وہ چھنڈ جو بقول خلیفہ صاحب "جس طرح بھی ہوگا تبلیغ کریں گے" کی
صفت اپنے اندر رکھتے ہیں ان اعتراضات کو دوہرائیں
، اور اخبار کے اوراق اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے
چلے جائیں گے۔

میں پوچھتا ہوں کہ ایک شخص پر الزام لگانا اور پھر اس
جواب شائع نہ کرنا کیا یہی وہ ایمانداری ہے جو قادیانیت
انہیں سکھائی ہے "خلیفہ صاحب" کے پاس تو ایک جواب
ہے کہ ابھی ان کی جماعت بلوغت کو نہیں پہنچی گویا حضرت
مسیح موعود اس جماعت کو بلوغت کو نہ پہنچا سکے حضرت مولوی
نورالدین صاحب نہ پہنچا سکے خود جناب میاں محمود احمد صاحب
اپنی لمبی خلافت میں نہ پہنچا سکے تو اب اس کا بلوغت کو پہنچنا
ممکن ہے۔ ایمانداری کا تقاضا یہ ہے کہ جب تم الزام شائع
کرتے ہو تو میرا جواب بھی شائع کرو۔ معمولی دنیا داروں کا اصول
صحافت بھی یہی ہے کہ وہ جب کسی پر کوئی الزام لگائیں گے یا
اس سے کوئی سوال کریں گے تو اس کا جواب بھی شائع کر دیں گے

مگر یہ مذہب اور اسلام کے نام کو بدنام کرنیوالی جماعت اپنے آپ
کو کسی بات کی ذمہ دار نہیں سمجھتی۔ انہوں نے خود میاں
محمد صادق صاحب کے چار سوال اپنے اخبار میں شائع کر کے
مجھ سے جواب طلب کیا اور جب میں نے جواب لکھ کر بھیجا
تو اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا تاکہ ان کے دام افتادہ
اصل حقیقت سے آگاہ نہ ہو جائیں یہ ہیں جنت کے ٹھیکیدار
جنہوں نے ایک جنبش قلم سے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر
بنا دیا اور کلمہ کو منسوخ قرار دے دیا۔ اب اس کھلی چٹھی کو بار
بار اخبار میں شائع کیا جا رہا ہے لیکن کیا یہ لوگ جو اپنے آپ
کو ایمانداری کے مجسمے قرار دیتے ہیں میرے جواب کو شائع
کریں گے؟ اور کیا ان کا خلیفہ انہیں راہ راست پر چلنے کی
ہدایت کرے گا؟ جس مذہب میں اخلاق اور انسانیت کچھ
چیز نہیں اور صرف ایک ہی پختہ اصول ہے کہ ایمانداری
ہو یا بے ایمانی "پیغامیوں" کو گراؤ اس سے یہ امید رکھنا بیہودہ ہے

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ الزامات جو
اب میاں محمد صادق صاحب نے کھلی چٹھی میں شائع کئے ہیں
ان میں سے بہت بڑا حصہ وہ ہے جو اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ہماری جنرل
کونسل کے سامنے میاں محمد صادق صاحب کی موجودگی میں
پیش ہوا اور جب جنرل کونسل نے ان کا ثبوت مانگا تو میاں صاحب
نے کہا کہ میں کل پیش کروں گا۔ جس پر جنرل کونسل نے ایک
کمیٹی سات آدمیوں کی مقرر کر دی کہ اس کے سامنے میاں
صاحب اپنے ثبوت پیش کریں۔ چنانچہ اگلے دن میاں
صاحب نے وہ ثبوت پیش کیا۔ اس کا آخری نتیجہ یہ تھا
کہ کمیٹی کے سامنے میاں صاحب نے ان الزامات کو واپس
لینے کا اقرار کیا۔ سو میری صفائی تو خدا کے فضل سے ہو چکی۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں نے خود میاں محمد صادق
صاحب سے کہا کہ وہ دوبارہ چاہیں تو ان باتوں کو انجمن میں
پیش کریں بشرطیکہ انجمن کو وہ اسی طرح حضرت صاحب
کی جانشین سمجھ کر جس طرح چوبیس سال سے سمجھتے آئے ہیں
اس کے کثرت رائے کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیں اور
میں پھر اس بات کو دوہراتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے
ارشاد کے مطابق ہمارے تمام جھگڑوں کا فیصلہ انجمن
کی کثرت رائے ہی ہو سکتا ہے اور میں ہوں یا کوئی دوسرا کارکن
سب انجمن کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اس لئے اگر اب بھی
وہ چاہیں تو اپنا جھگڑا انجمن کے سامنے پیش کر سکتے ہیں
اور اپنے اعتراضات کو جتنا چاہیں دل کھول کر لمبا کر لیں۔ اور اگر
انہیں یہ اعتراض ہو کہ انجمن میں بعض میرے رشتہ دار
بھی ہیں اور انجمن کے بعض کارکن بھی تو میں اس بات کے
لئے بھی تیار ہوں کہ رائے شماری کے وقت میرے رشتہ دار

اور وہ کارکن جن پر انہیں اعتراض ہو کوئی رائے نہ دیں۔
رہا یہ کہ میں قادیانیوں کو قائل کر دوں جو اٹھائیس سال
سے دن رات اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مجھے جھوٹ
بول کر بھی بدنام کریں۔ تو اس کی صرف ایک صورت ہے اور
وہ یہ کہ جناب میاں محمود احمد صاحب پر ان کے مریدوں نے
جو زنا، شراب خوری، سٹہ بازی کے الزام لگائے ہیں اور
ان میں سے کسی نے مباہلہ چاہا مگر جناب میاں صاحب اس
سیدھے طریق فیصلہ کی طرف نہ آئے، اور کسی نے صرف یہ
مطالبہ کیا کہ اسے مجلس شوریٰ میں اپنے ثبوت پیش کرنے کی
اجازت دی جائے اور یہ آسان فیصلہ کی صورت بھی انہوں
نے نہ مانی، اور بالمقابل مجھ پر ایک شخص نے یہ الزامات لگائے
ہیں کہ میں انجمن کو کافی چندہ نہیں دیتا، یا انجمن سے الاؤنس زیادہ
لیتا ہوں، یا انجمن مجھے بطور قرضہ کچھ رقم گذارہ کے لئے
دیتی ہے جس کے عوض میری کوئی جائداد مکفول نہیں یا انجمن نے
مجھے ایک پرسنل اسسٹنٹ اور ایک چپڑاسی دیا ہوا ہے یا دو تین
اخبار جو میرے نام آتے ہیں ان کی قیمت انجمن ادا کرتی ہے تو
اول تو یہ سب باتیں انجمن کے علم اور انجمن کے فیصلوں کے مطابق
ہو رہی ہیں اور دوسرے یہ الزامات انجمن کے سامنے آ چکے اور
انجمن نے مجھے ان میں ہر طرح بری الذمہ قرار دے کر میاں
محمد صادق صاحب سے ان کو واپس لینے کا اقرار بھی لیا۔ مگر باایں
ہمہ قادیانیوں کی مزید تشفی کے لئے میں اس بات پر بھی رضامند
ہوں کہ دونوں جماعتوں کی ایک مشترکہ پنچ بن جائے جس کے
تین ممبران کی جماعت سے میں منتخب کر لوں اور تین ممبر
ہماری جماعت سے "خلیفہ صاحب" منتخب کریں اور ساتواں آدمی
دونوں متفقہ طور پر منتخب کر لیں جس کا تعلق دونوں جماعتوں
سے نہ ہو اور میاں صاحب کے خلاف زنا اور شراب خوری
اور سٹہ بازی کے الزامات کی گواہیاں اور مجھ پر مندرجہ بالا
الزامات کی شہادت پیش ہو کر ان سات آدمیوں کا جو کچھ فیصلہ
کثرت رائے سے ہو اسے دونوں جماعتیں منظور کریں۔

مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ یہ الزامات جو مجھ پر
میاں محمد صادق صاحب نے لگائے ہیں کیا خود خلیفۂ قادیان
پر یہ عائد نہیں ہوتے؟۔ تو کم سے کم قادیانی جماعت اور
قادیانی اخبارات کو ان کے شائع کرتے ہوئے شرم آنی
چاہیئے تھی۔ کیا جناب میاں صاحب انجمن قادیان کے مقروض
نہیں؟ اور اس قرضہ کے عوض جو شاید ڈیڑھ لاکھ سے
کم نہ ہوگا جناب میاں صاحب کی کونسی جائیداد مکفول
ہے؟ میں تو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ دیتا ہوں، جناب
میاں صاحب کے متعلق بھی اعداد شائع کئے جائیں کہ ہزاروں
مربعوں کے مالک ہوتے ہوئے اور تیس پینتیس ہزار روپیہ
سالانہ بطور نذرانہ وصول کرتے ہوئے اور پانچ چھ سو
کی رقم ماہوار انجمن سے لیتے ہوئے وہ کس قدر ماہوار چندہ
ادا کرتے ہیں اور ان بیش بہا رقوم کے علاوہ اور کس کس
قسم کے الاؤنس لے رہے ہیں اور پرائیویٹ سکرٹری
وغیرہ کتنا عملہ ہے جو میاں صاحب کے ساتھ ہے اور جس
کا خرچ میاں صاحب اپنی جیب خاص سے ادا نہیں کرتے
یہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے والے اپنی آنکھ کا شہتیر
کیوں نہیں دیکھتے! اگر ساڑھے تین سو ماہوار کی رقم جس میں
اس وقت بہت بڑا حصہ قرضہ ہے واقعی ایسی چیز ہے کہ
اس کے ساتھ آٹھ بچوں کی تعلیم اور دیگر اخراجات کو برداشت

کرتے ہوئے ایک شخص اپنے اخراجات شاہانہ رکھ سکتا ہے، تو پانچ چھ سو لینے والا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اس سے کچھ بڑھکر ہی ہے، اور جناب میاں محمود احمد صاحب کی چالیس پچاس ہزار روپے سالانہ آمد و اخراجات کا کیا نام رکھا جائے۔

اخبار الفضل کو اس بات سے خوشی ہوئی ہے اور شاید جناب "خلیفہ صاحب" کو بھی ہوئی ہو کہ میاں محمد صادق صاحب نے جو چند ماہ انجمن لاہور کے جنرل سیکرٹری رہ چکے ہیں انہیں یہ راز کی بات بتادی کہ لاہور کی "جماعت روبہ تنزل" ہے مگر یہ راز تو قادیان والوں کو اٹھائیس سال سے معلوم ہے۔ یہ تو محض جماعت احمدیہ لاہور کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لیئے قادیانی پروپاگنڈا کا ایک حصہ ہے کیونکہ اس انجمن کے حیرت انگیز کام کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تو اس کھلی چٹھی سے کسی نئے راز کا انکشاف نہیں ہوا، بلکہ یہی ہمارے باہمی اختلاف اور روبہ تنزل ہونے کے گیت گاتے گاتے قادیانی مبلغوں کی عمریں ختم ہوگئیں۔ ہاں یہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا ایک آدمی بھی ان کا ہمنوا ہوگیا مگر کب سے؟ ان میں سے بہت سی باتیں وہ ہیں جو ہر سال انجمن کے بجٹ میں آکر تمام ممبران جنرل کونسل کے سامنے آتی رہتی ہیں اور میاں محمد صادق صاحب کے سامنے بھی آتی رہی ہیں۔ مگر ان میں انکو بھی اسوقت کوئی عیب نظر نہ آیا۔ یہ اختلاف تو اس دن واقع ہوا جس دن ایک ذاتی معاملہ میں ہم سے کچھ ناراضگی پیدا ہوگئی۔ اسی دن سے میں بھی بُرا بن گیا ہوں اور انجمن بھی گردن زدنی ہوگئی ہم مایوس نہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں پھر پہلی حالت پر لے آئے۔

یہ روبہ تنزل ہونے کی کونسی دلیل ہے، کہ انجمن پر قرضہ ہے۔ کیا قادیان کی انجمن پر قرضہ نہیں؟ اور اس سے بہت بڑھ کر نہیں جو ہم پر ہے؟ اور کیا ابھی باوجود پچیس تیس لاکھ سالانہ کے معمولی چندوں کے اور تحریک جدید کے لاکھوں روپے کے چندے کے اور جوبلی کے تین لاکھ کے چندے کے انگریزی ترجمہ قرآن کے لیئے پچیس ہزار روپیہ قرضہ نہیں لیا گیا؟ یہی بات میں نے اکتوبر ۱۹۴۱ء کی جنرل کونسل کے سامنے پیش کی تھی جس پر میاں محمد صادق صاحب بجائے خوش ہونے کے اور برافروختہ ہوگئے۔ میں نے کہا تھا کہ گو انجمن کو پہلے چودہ سال کے بعد دوسرے چودہ سال میں بہت سی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر انہی چودہ سال میں مصداق

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

اس انجمن کی بنیادیں ہماری امیدوں سے بڑھکر مضبوط ہوگئیں مثلاً انہی چودہ سال میں

(۱) انجمن نے قریباً چھپن مربع زرعی اراضی پیدا کرلی جو اس وقت انجمن کے کارکنوں کی کوشش سے اس قابل ہے کہ نہ صرف اپنی قیمت ادا کررہی ہے بلکہ اس کے علاوہ آٹھ ہزار روپے سالانہ یا اس سے زیادہ منافع پیدا کررہی ہے اور ۶۲ء تک قیمت پوری ہوکر انجمن کے پاس یہ تین لاکھ کی جائیداد ہوگی جس سے خدا چاہے تو اٹھارہ بیس ہزار روپے سالانہ کی آمدنی ہوگی۔

(۲) انہی مصیبت کے ایام کے اندر ہی گذشتہ تین چار سال کے اندر انجمن نے شہر لاہور میں دو سو کنال کے قریب ایک ٹکڑہ اراضی کا پیدا کر لیا ہے، اس کے ساتھ ملتی ہوئی زمین دیال سنگھ کالج نے قریباً پانچسو روپے کنال پر خریدی ہے، اور دو چار سال میں کالج ملے کے باہر آجانے پر یہ دو لاکھ سے کم کی جائیداد نہیں۔

(۳) انہی مشکلات کے ایام میں انجمن نے جوبلی کے موقعہ پر قریباً ½۱ لاکھ روپیہ بصورت جائداد و نقدی حاصل کیا جس جائداد سے قریباً ایک سو روپیہ ماہوار آمد کی توقع ہے اور نقد روپے میں سے بیس ہزار کے قریب جائداد یا مستقل منافع کی صورت میں تبدیل ہوکر ایک سو روپیہ ماہوار کے قریب آمدنی دے رہا ہے۔ گویا علاوہ بہت سا روپیہ توسیع اور استحکام جماعت پر خرچ کرنے کے دو سو روپیہ ماہوار مستقل آمدنی بڑھ گئی ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ انجمن کا قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے یہ محض سُنی سنائی باتوں پر ہے ورنہ انجمن کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ قرضہ دن بدن کم ہورہا ہے۔ میں نے انجمن کے دفتر سے سیکرٹری صاحب سے جو نقشہ انجمن کے قرضہ کا اکتوبر میں بنوایا تھا اس سے معلوم ہوا کہ کچھ اتار چڑھاؤ کے بعد انجمن کا قرضہ جو اکتوبر ۱۹۳۷ء میں ۷۲۰۰۰ روپے تھا ستمبر ۱۹۴۱ء میں وہ کم ہوکر پچپن ہزار روپے ہوگیا یعنی پانچ سال کے عرصہ میں قرضہ کی رقم سترہ ہزار کم ہوگئی ہے۔ اس پچپن ہزار کی رقم میں چوبیس ہزار بیرونی قرضہ ہے اور ۳۱۰۰۰ انجمن کی اپنی مختلف مدات کا ہے"

اور یہ حالت ستمبر ۱۹۴۱ء میں تھی لیکن جلسہ سالانہ پر اپیل سے آج خدا کے فضل سے

انجمن بیرونی قرضہ سے قریباً بکلی آزاد ہوچکی ہے۔

یعنی صرف تین ہزار کے قریب رقم باقی رہ گئی ہے جو خدا نے چاہا تو آخر سال تک اس کے لئے بھی کوئی سامان ہو جائے گا اور انجمن کا قرضہ اب صرف وہی ہے جو اس کی اندرونی مدات کا ہے، اور اس کی ادائیگی کے لئے بھی زمین کے ایک دو ٹکڑے جو شاہ جمال میں ہیں جس وقت فروخت ہوگئے انجمن بکلی قرضہ سے آزاد ہوجائے گی۔

یہ اصل حقیقت ہے جس کو دیکھ کر شاید الفضل اور قادیانی مبلغوں کو بہت تکلیف ہوگی کہ جس عمارت کو وہ ڈھانا چاہتے تھے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسے اس قدر مضبوط کردیا ہے کہ ان کی ساری کوششیں اسکو گرانے کی انشاء اللہ رائگاں جائیں گی۔ اور بالمقابل ذرا اپنی حالت کو بھی دیکھیں کہ دس لاکھ کی جماعت کو ساتھ لیکر اٹھائیس سال کے عرصہ میں کس قدر جائداد ان کی انجمن نے پیدا کرلی ہے۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے کی بنی ہوئی جائداد انجمن کو چھوڑ کر اختلاف کے بعد کیا اتنی جائداد اپنی انجمن کے استحکام کے لئے پیدا کرلی ہے جتنی انجمن لاہور نے اسی عرصہ میں کرلی ہے، اگر الفضل میں جرأت ہے تو وہ . . . . اس بات پر روشنی ڈالے کہ کیا بعد از اختلاف جماعت قادیان نے دس لاکھ آدمی کیساتھ دس لاکھ کی جائداد بھی پیدا کی ہے؟ ہاں جماعت لاہور نے ۱۹۱۴ء میں خالی ہاتھ کام شروع کرکے اٹھائیس سال کے عرصہ میں دس لاکھ سے اوپر جائیداد پیدا کرلی ہے

اور یہ تو محض مالی حالت کے لحاظ سے میں نے ذکر کیا ہے، اگر کام کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ایسی جماعت جو لگاتار حیرت انگیز نئے کام کرتی چلی جاتی ہے اس کو تنزل کی حالت بتانا محض ان دھوکہ خوردہ لوگوں کا کام ہے جو "دس لاکھ" جماعت کا دعوےٰ کرتے ہوئے اتنا بھی کام نہیں کرسکے اس کا نصف یا تہائی بھی نہیں کرسکے۔ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر جناب "خلیفہ صاحب" اس بات کا جواب دیں کہ ہماری جماعت کو وہ اپنا پچاسواں حصہ قرار دیتے ہیں تو

(۱)۔ اگر ہماری جماعت نے ۱۹۱۸ء میں انگریزی ترجمہ قرآن شریف ۱۹۳۵ء میں ڈچ ترجمہ قرآن شریف ۱۹۳۹ء میں جرمن ترجمہ قرآن شریف شائع کیا تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ وہ دس لاکھ کی جماعت کو ساتھ لیکر جس کا چندہ ہر قسم کی تحریکات اور آمدنیوں کو شامل کرکے پچاس لاکھ سالانہ سے کم نہ ہونا چاہیئے آج قرضہ مانگ رہے ہیں کہ انگریزی ترجمہ قرآن شائع ہوجائے تا تبلیغ کے رستے انگریزی دانوں میں کھل جائیں۔

(۲)۔ اگر ہماری جماعت نے اس عرصہ میں دس ہزار ترجمہ بزبان انگریزی اور پندرہ بیس ہزار کاپی سیرت نبویؐ اور پچاس ہزار کاپی تعلیمات اسلام پر ٹریکٹوں کی مفت شائع کی ہے تو جماعت قادیان کے دس لاکھ آدمی نے کس قدر کاپیاں قرآن شریف کی غیر مسلموں کو پہنچائی ہیں۔

(۳)۔ اگر ہماری جماعت نے ایک مسجد وسطی یورپ میں ڈیڑھ لاکھ کے خرچ سے بنوائی ہے، تو اُن کی دس لاکھ کی جماعت نے کتنی مسجدیں ان بلاد میں بنوا دی ہیں۔

(۴)۔ اگر ہماری جماعت نے دو ہائی سکول اس عرصہ میں جاری کئے دونوں کی عمارتیں بھی بنوائیں، دونوں کے بورڈنگ ہوسوں کی عمارتیں بھی بنوائیں، تو جماعت قادیان کے دس لاکھ آدمی ایک نئے بنائے ہائی سکول کو جس کی عمارت مع اس کے بورڈنگ ہوس کے اختلاف سے پہلے بن چکی تھی کالج تک پہنچانے میں کامیاب ہوگئے حالانکہ حضرت مولوی نورالدینؓ کے زمانے میں کالج کی دو جماعتوں کی تعلیم کا انتظام ہوگیا تھا

برادران قادیان ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا کی نصرت اس قلیل جماعت کے ساتھ نظر آتی ہے جس کو تم پہلے دن سے دو چار آدمی کہہ رہے ہو یا اعجبتکم کثرتکم کی مصداق جماعت کے ساتھ نظر آتی ہے؟

خاکسار
محمد علی

ضروری نوٹ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ بالا مضمون زائد چھپوایا گیا ہے اسے مرکز سے منگا کر قادیانی حلقوں میں تقسیم کریں؟

جماعت اور جماعت کے اعلیٰ عملی نمونہ کی ضرورت!

{از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب}

اگر اسلامی تعلیم پر غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اندر اجتماعی زندگی کو اصل چیز قرار دیا ہے اور انفرادی زندگی کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ یہ درست ہے کہ جماعت اور قوم۔ افراد کے مجموعے کا نام ہے اور اس طرح جماعت کی تشکیل بھی قوم کے افراد کا آئینہ ہوگی لیکن مقصود بالذات افراد کی فلاح و بہبود نہیں بلکہ جماعت اور قوم کی اصلاح اور ترقی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک عظیم الشان اور خوبصورت عمارت کی تکمیل۔ یہ درست ہے کہ اس عمارت کے اندر جس قدر مضبوط اور خوبصورت اینٹیں لگائی جائیں گی اسی قدر مضبوط اور خوبصورت، عمدہ عمارت بھی ہوگی لیکن اصل غرض و غایت مضبوط اور خوبصورت اینٹیں یا پتھر نہیں بلکہ وہ عظیم الشان عمارت ہے جو ان سے بنے گی۔ پتھروں اور اینٹوں کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل چیز اور مقصود بالذات وہ عمارت ہے جو ان سے تعمیر کی جاتی ہے۔ اوامر و نواہی صیغہ واحد میں نہیں بلکہ جمع میں بیان ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان جب بالکل تنہائی اور علیحدگی میں نماز تہجد ادا کرتا ہے تو اس وقت بھی اس کے مدنظر اس کی اپنی اصلاح اور بہبود نہیں ہوتی بلکہ تمام جماعت اور قوم کی یہی حال تمام ارکان اسلام کا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کوئی نبی آتا ہے، تو وہ ایک جماعت۔ ایک امت بناتا ہے۔ اس امت کے سامنے اس کے نبی کا نمونہ ہوتا ہے تا پھر اس امت کے نمونہ سے دنیا اصلاح اور ہدایت پائے امت محمدیہ میں چونکہ بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہونے کے نبیوں کا آنا بند ہو گیا لہذا اللہ تعالےٰ نے احیاء اسلام اور تجدید دین کے لئے مجددین کا سلسلہ جاری کیا تاکہ جب دنیا میں فسق و فجور، بدعملی اور بدکاری کا دور دورہ ہو تو آنحضرت صلعم کے انفاس طیبہ سے ایسے کامل انسان پیدا ہوں جو انبیاء تو نہ ہوں لیکن انبیاء کا سا نمونہ دکھلائیں تا ان کے علمی اور عملی کارناموں سے ایک جماعت پیدا ہو، اور اس کے علم و عمل سے دنیا پھر راہ ہدایت پر آجائے۔ حضرت مجدد زماں کا بھی یہی کام تھا۔ اور اسی غرض سے آپ نے ایک جماعت تیار کی۔ اسلام کا نظام یہ چاہتا ہے کہ ایک ایسی سوسائٹی پیدا کی جائے جو احکامات الٰہی کو اپنے اوپر وارد کرے۔ بالفاظ دیگر جو قرآن کی حکومت کو تسلیم کر کے ایک ایسا نظام اور ماحول پیدا کر دے جس کو دیکھ کر مسلمان اور غیر مسلم اسلام کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ جن کی عملی زندگیوں میں اسلام کی جیتی جاگتی تصویر نظر آئے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لئے کشش کا موجب ہو۔ حضرت مسیح الزمان کے زمانہ میں یہی بات تھی جس نے مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کو بھی اسلام کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ حضرت صاحب کا حسن سلوک۔ آپ کی زندگی کا طرز عمل۔ ایسی چیزیں تھیں جو غیر بلکہ دشمنوں پر بھی اپنا اثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ اور ان تمام اعمال صالحہ کی جڑ آپ کا تعلق باللہ تھا۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ایمان یہی وہ چیز تھی جس کو آپ نے پھر از سر نو پیدا کیا اور اسی لئے حدیث شریف "لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس" کے آپ حقیقی مصداق ٹھیرے۔ اور یہ حدیث آپ کے وجود مبارک میں ایسی صفائی سے پوری ہوئی کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طاقتوں اور قدرتوں پر آپ کا ایمان ایسا زبردست تھا کہ بارہا فرماتے کہ کسی کو مال و دولت کی کثرت سے خوشی ہوگی کسی کو اولاد سے خوشی ہوگی۔ کسی کو حکومت اور سلطنت سے خوشی ہوگی۔ مگر ہمیں اس بات سے خوشی ہے کہ ہمارا خدا علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے جو بات بڑی زبردست آپ نے پیش کی وہ زندہ خدا پر ایمان تھا۔ یعنی وہ خدا آج بھی حی و قیوم موجود ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے جو اگلے زمانہ میں نبیوں اور ولیوں سے بولا کرتا تھا۔ خدا پر ایمان فقط اگلے لوگوں کا فسانہ نہیں بلکہ وہ خدا آج بھی زندہ حی و قیوم اپنی تمام ازلی صفات کے ساتھ موجود ہے اور "انا الموجود" کے الفاظ سے اپنی زندگی اور ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ آج اس مادہ پرستی کے زمانہ میں جب مشاہدہ اور تجربہ پر تمام علوم کا دار و مدار ہے محض قیل و قال سے انسان قائل نہیں ہو سکتا۔ اور دل میں یقین اور تسلی پیدا نہیں کر سکتا جب تک کوئی صاحب مشاہدہ و تجربہ اٹھکر اپنے آپ کو بطور اہل حال پیش نہ کرے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے بیشمار پیشگوئیوں اور الہامات کے ذریعہ نہ صرف اپنا سچا ہونا ثابت کر دیا بلکہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک زندہ ثبوت پیش کیا جس کے ذریعہ ہزاروں مردہ قلوب میں اسلام کی صداقت کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ یقین اور ایمان پیدا ہو گیا جس کے سامنے تمام طاقتیں ہیچ ہو گئیں۔ اور وہ دیوانہ وار صداقت قرآن اور اشاعت اسلام کے کام کے پیچھے لگ گئے۔ اور اس کام کو اپنی زندگیوں کا نصب العین قرار دے دیا۔ میں سمجھتا ہوں حضرت صاحب کی بعثت کی اصلی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو جس کے نمونہ سے دنیا ہدایت پائے۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

"چند دن سے ایک خیال میرے دل میں اس زور کے ساتھ پیدا ہوا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے جس کا ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے بلغرض ان دنوں میں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو۔ اور اصلاح اور تقوےٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلےٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعے دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اسکو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل اور براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھائے جا رہا ہے اور یہ اسقدر غالب آ رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا"

ان الفاظ میں حضرت صاحب نے اپنی بعثت کی غرض و غایت کو بڑے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ لہذا میری یہی درخواست ہے کہ ہمارے سامنے بھی یہی غرض و غایت ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے ہماری تمام کوششیں اور جد و جہد ہونی چاہیے جب تک ہم من حیث الجماعت اسلام کا اعلےٰ عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے ہم قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

بقیہ خطبہ

از صفحہ ۵

دلوں کے اندر تڑپ ہونی چاہیئے، اور جوش سے یہ دعا بھی چاہیئے، کہ اے خدا دنیا کو اسلام کی طرف راغب کرا دے اس پاک مذہب کے ذریعہ سے اس دوزخ کی آگ کو بجھا دے اس وقت جب دوسری کوششیں رک گئی ہیں خدا سے دعا کرو کہ اے خدا یہ آگ جو بھڑک رہی ہے اسکو اپنی رحمت کے پانی سے بجھا دے، دعا کرو اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر کرو، یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری دعاؤں سے یہ شعلے دور ہو جائیں اور یہ ملک اس عذاب سے بچ جائے، ورنہ کوئی نہیں جانتا، کہ کیا حالت ہونے والی ہے، جہاں جہاں یہ عذاب پہنچا ہے وہاں شہروں کو کھنڈر بنتے ہوئے دیکھ لو، بچوں کو بلکتے دیکھ لو، عورتوں کو پریشان حال دیکھ لو، اسلئے دعا کرو کہ خدا اس آگ کو بجھائے، اور دین اسلام کو دنیا میں سربلند کرے، گروہ در گروہ لوگ اس کے اندر شامل ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں لگے رہو، اور اصل کام کو بھلا دو، سر دست تو اس کام کو عملاً کرنے کی صورت بھی نہیں ہے اس لئے تم دعاؤں میں لگ جاؤ، کہ اللہ تعالےٰ اس آگ کو دور کر دے۔

روئیداد جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور

از جناب فردوس احمد صاحب

مورخہ ۲۴ اپریل کو تمام شہر میں منادی کرائی گئی۔ پوسٹر چسپاں کئے گئے۔ ۲۵ اپریل کو جلسہ گاہ شامیانوں اور کرسیوں سے سجا کر لاؤڈ اسپیکر نصب کیا گیا۔ عین وقت پر لوگ جلسہ گاہ میں آنے شروع ہو گئے۔ اور پہلے دن کی کارروائی شروع ہو گئی، سب سے پہلے قبلہ میر مدثر شاہ صاحب کی افتتاحی تقریر پشتو زبان میں شروع ہوئی جس میں قبلہ میر صاحب نے احمدی نام کی وضاحت فرمائی۔ اور وہ اشتہار جو حضرت مسیح موعودؑ نے بوقت مردم شماری شائع فرمایا تھا۔ پڑھ کر سنایا۔ کہ چونکہ مردم شماری کے موقعہ پر گورنمنٹ کی طرف سے اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو نام اپنے لئے پسند کرے، کاغذات مردم شماری میں درج کرائے۔ اس لئے اس سلسلہ کے لئے موزوں نام جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ اور یہ نام اسلئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلعم اور دوسرا احمد صلعم۔ اسم محمدؐ جلالی نام تھا۔ اور اسم احمد جمالی نام۔ چونکہ یہ زمانہ اسلام پر غربت اور بیکسی کا زمانہ ہے اور اسلام اس وقت ہم سے صبر اور برداشت کا ذریعہ مانگتا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلعم کے اسم احمد کے ظہور کی وجہ سے احمدی نام زیادہ موزوں ہے۔ لیکن جس وقت اسم محمد کا ظہور ہوگا۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ کا الہام بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند محکم تر افتاد سے ثابت ہوتا ہے۔ اور شاید موجودہ انقلاب کے بعد

الغرض میر صاحب نے زبان پشتو میں بہت ہی موثر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے کی تقریر مسیح موعودؑ کا عشق قرآن کے موضوع پر ہوئی علاوہ بہت سی مفید اور مؤثر باتیں سنانے کے جملہ اردو۔ فارسی عربی۔ نعتیہ کلام حضرت مسیح موعودؑ دربارۂ عشق قرآن پڑھ کر سنائی۔ اور ثابت کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود دربارۂ عشق قرآن یکتائے روزگار ہیں۔ سامعین سے اپیل کی۔ کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق رکھنے والا انسان کافر ہو سکتا ہے؟ آخیر میں مسیح موعودؑ کا یہ شعر پڑھا

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اسکے بعد اپنے قابل قدر مضمون کو ختم کیا* حضرت قبلہ میر صاحب کی تقریر شروع ہوئی فاضل مقرر کو جو خداداد ملکہ مسئلہ نبوت کے حل کے متعلق حاصل ہے۔ وہ دنیا خوب جانتی ہے۔ قائلین اجرائے نبوت تو میر صاحب کا نام سن کر لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔ میر صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وہ اکثر عبارتیں (؟) جسے ہمارے قادیانی بھائیوں کو ٹھوکر لگی ہے۔ گذشتہ مجددین مثل مجدد صاحب سرہندی۔ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی تحریرات سے مطابق کر کے اچھی طرح واضح کیا۔ کہ مجددین فنا فی الرسول کی حالت میں ایسے الفاظ نبی و رسول دیگر مجازاً و استعارۃً استعمال فرماتے ہیں۔ لیکن وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ جیسا کہ الہام حضرت سید امیر کھوٹہ یا ایہا النبی اتق اللہ وغیرہ موجود ہیں حاضرین نے سنا۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے ذہن رسا عطا فرمایا ہو ممکن نہیں کہ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ پر دعوئے نبوت کا غلط الزام لگاوے۔ عین میر صاحب کی تقریر کے دوران میں مکرم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع صاحب تشریف لے آئے۔ میر صاحب کی تقریر ختم ہونے کے بعد مرزا صاحب نے "نجات کا تخیل اسلام اور دیگر مذاہب میں" کے عنوان سے تقریر شروع کی۔ اور فرمایا۔ نجات کا لفظ جو بہت ہی محدود المعنی لفظ ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص ڈوبنے سے نجات پا کر جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔ اور آیندہ اس کی تربیت کا کوئی سامان موجود نہ ہو لیکن فلاح نجات دلا کر سرسبز باغوں میں چھوڑ جانا ہے۔ جو بہت وسیع المعنی لفظ ہے۔ اسلئے اسلام نے نجات کے مقابل فلاح کا لفظ رکھا۔ دوران تقریر میں بائبل۔ وید وغیرہ کتب مقدسہ کا قرآن شریف سے مقابلہ کیا۔ بہت ہی مؤثر تقریر تھی۔ لوگوں نے توجہ سے سنی اور پہلے دن کی کارروائی ختم ہوئی۔

دوسرے دن کی کارروائی

چھ بجے حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب تشریف لے آئے۔ کیونکہ لوگوں کا اشتیاق حد سے زیادہ ان کی تقریر سننے کا تھا۔ جماعت کے لوگوں اور عام پبلک میں ان کے دیکھنے سے ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ لوگ جوق درجوق جلسہ گاہ میں آنے شروع ہوئے پہلی تقریر مرزا مظفر بیگ صاحب کی ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کو بائبل وید اور دیگر کتب سابقہ سے ثابت کیا۔ اس کے بعد حضرت مولینا صدرالدین صاحب کی تقریر اسلام اور موجودہ جنگ کے موضوع پر شروع ہوئی۔ موجودہ جنگ کے متعلق قرآن شریف کی جملہ پیشگوئیاں پبلک کے سامنے رکھیں۔ اور فرمایا کہ کس طرح و نفخ فی الصور فجمعناھم جمعا کا نظارہ . . . . موجودہ جنگ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اور ترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کی تفسیر فرماتے ہوئے یاجوج ماجوج کا ذکر نہایت وضاحت سے کیا . . . . . یہ تقریر بہت ہی پر از معلومات اور دلپذیر تھی سامعین پہ وجد کی سی حالت طاری تھی۔

دوسرا اجلاس ٹھیک ۳½ بجے شروع ہوا سب سے پہلے محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر جزائر بحیرہ سیم حالات پر ہوئی۔ وہاں غیر مذاہب سے جو دنگل ہوئے انکی تفصیل بیان فرمائی۔ اور اس زمانہ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت پر سیر کن بحث کی۔ اسکے بعد حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلعم کے اخلاق حسنہ کا ذکر فرمایا اور پھر موجودہ زمانہ کے مولویوں، پیروں کو اور گدی نشینوں کا ذکر کیا۔ کہ کس طرح آجکل کے پیر اور مولوی رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کے برخلاف جاہل مریدوں کی کمائی ہڑپ کر جاتے ہیں۔ حضرت قبلہ کی تقریر نہایت موثر تھی اور حاضرین بڑے غور سے سن رہے تھے . . . . . ہمارے قادیانی بھائیوں کو یہ بات کب پسند آسکتی تھی۔ کہ پیغامی کی تقریر ایسی کامیاب اور موثر ہو۔ جیسا کہ قدیم سے ان کی عادت ہے۔ اسی عادت سے مجبور ہو کر اور تقریر کے اثر کو زائل کرنے اور اپنی خفت کو مٹانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بڑے بڑے پوسٹر بوسیدہ اعتراضات کے جن کے جوابات کئی دفعہ دندان شکن دیئے گئے ہیں . . . . جلسہ گاہ . . . . میں چسپاں اور تقسیم کئے گئے، لوگوں کو بدظن کرنے کی خوب کوشش کی گئی۔ لیکن ناکام و نامراد ہوئے۔ چونکہ پبلک کو ان کے عقائد باطلہ کا اچھی طرح علم ہو چکا تھا۔ اسلئے اپنی بھڑاس نکالنے کے لئے اپنی مسجد میں رات کو لاؤڈ اسپیکر لگا دیا اور ہکا یک منہ ہماری طرف کر دیا۔ ظلی مولوی فاضل محمد نذیر صاحب نے مسیح موعود کے چند حوالے قطع و برید کر کے اپنے دام افتادوں کے سامنے پیش کئے، حاضری تقریباً آٹھ آدمیوں کی تھی۔ لیکن دل کے جلے پھپھولے خوب پھوڑے۔

اہل تشیع صاحبان و اہل حدیث صاحبان عموماً سب سامعین نے ہمارے جلسے کے متعلق یک زبان ہو کر کہہ دیا۔ کہ احمدی بھائیوں کی قرآن دانی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، جلسہ اسلام کی کامیابی اور سلطنت ترکیہ کی سلامتی کی دعا پر خیر و خوبی سے ختم ہوا۔

* یہاں پہلا اجلاس ختم ہوا اور دوسرے اجلاس کی کارروائی

سلسلہ میں شمولیت

حسب ذیل اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۶۷ - شیخ علی صاحب ولد شیخ ابراہیم ضلع پھونڈا (گوآ)
۶۸ - شیخ یعقوب سالہ کار . . "
۶۹ - میر امیر علی صاحب ضلع ہوڑا . . . بنگال
۷۰ - مسمات زاکیہ سلطانہ . . . . ضلع بنوں
۷۱ - شمس النساء بیگم ضلع بردوان بنگال۔ حال لاہور
۷۲ - محمد قاسم صاحب۔ ضلع مراد آباد
۷۳ - مسمات خانم نور ضلع ہزارہ
۷۴ - مسماۃ زیب النساء "
۷۵ - مہرالنساء بیگم "
۷۶ - H. F. Alam Fedousy Naney
۷۷ - ایم۔ اے۔ شیخ - بمبئی
۷۸ - رفیق احمد جمیل۔ ضلع انبالہ۔

عزیز بخش جائنٹ سیکرٹری

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو ٭ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

احبابِ قادیان کیلئے مقامِ غور

کیا عدالت میں حلف لیکر جھوٹ بولنے والا خلیفہ کسی متقی جماعت کا امام ہو سکتا ہے؟

از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب

بمقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری بعدالت سپیشل مجسٹریٹ ضلع گورداسپور ۲۳ ۳ ۳۵ کو میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے حسب ذیل حلفی بیان دیا۔ جو اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۲۲ مؤرخہ ۲۶ ۳ ۳۵ میں شائع ہو چکا ہے۔

سوال:- محمد حسین جو قتل ہوا۔ کیا وہ عبدالکریم مباہلہ والے کا ضامن تھا؟

جواب:- مجھے معلوم نہیں۔

حالانکہ اس سے پہلے بحوالہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۹ نمبر ۸ مؤرخہ ۱۸ ۷ ۳۱ اپنے خطبہ جمعہ کے دوران میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے صاف طور پر یہ اعلان کیا تھا۔

"اصل واقعہ صرف یہ ہے کہ لڑائی ہوئی اور معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ مارا گیا کیونکہ بظاہر اس کا کوئی اتنا قصور نہیں معلوم ہوتا۔ سوائے اس کے کہ اس نے (یعنی محمد حسین صاحب نے) مستریوں (یعنی مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ) کی ضمانت دی ہوئی تھی۔ پس ہمیں اس کے (یعنی محمد حسین صاحب کے) مارے جانے کا بڑا افسوس ہے"

صاف ظاہر ہے کہ خ[illegible] تے وقت خلیفہ صاحب [illegible] حول) نے مولوی عبدالکریم (مباہلہ والا) کی ضمانت دی تھی، جو اتنا بڑا قصور نہ تھا۔ لیکن جب عدالت میں ایمان کے امتحان کا وقت آیا۔ تو آپ نے صاف اور صریح سوال کے جواب میں کہدیا کہ "مجھے معلوم نہیں"

اس کے علاوہ ایک اعتراض اور پیدا ہوتا ہے کہ گو محمد حسین کا بظاہر کوئی اتنا قصور معلوم نہیں ہوتا تھا۔ یعنی وہ بیچارہ بے قصور مارا گیا۔ اس کے قاتل قاضی محمد علی کے سزائے پھانسی کے ملنے کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اس کے اس فعل (قتل بیگناہ) کی اس طرح تعریف کی:-

"قاضی صاحب مرحوم کے حالات سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوئی ہے، وہ ان کی ایمانی غیرت ہے جو اس فعل (قتل بیگناہ) کی محرک ہوئی، ان کے فعل پر ایسے لوگوں کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ جن میں غیرت نہیں پیدا ہوئی۔ یا اگر پیدا ہوئی تو اس حد تک پیدا نہیں ہوئی جس حد تک قاضی صاحب مرحوم کے دل میں پیدا ہوئی"
(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۱۸ نمبر ۱۴۱ مؤرخہ ۹ رجون ۱۹۳۱ء)

ایک بیگناہ کے قاتل کی بیجا تعریف نامعلوم "خلیفہ" قادیان کے نزدیک شرعاً کہاں تک جائز تھی۔ لیکن یہ ضرور ظاہر ہے کہ وہ کس جذبہ کے ماتحت کی گئی۔ اب ذرا سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ مقدمہ عطاء اللہ شاہ بخاری مندرجہ اخبار الفضل قادیان مؤرخہ ۱۵ ۶ ۳۵ کے ریمارک بھی پڑھ لئے جاویں۔

" جب عدالت میں مرزا محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان کا اس معاملہ کے متعلق بیان لیا گیا۔ تو اس نے بالکل مختلف کہانی بیان کی۔ لیکن دستاویزڈی ریڈ ۱۸۷۲ اس کی تردید کرتی ہے اور مرزا محمود احمد صاحب "خلیفہ" قادیان) کی نیت اور ان کے رویہ کا پتہ اس اظہار خیالات سے بالکل عیاں ہے جو اس نے دستاویز ڈی ریڈ میں کی ہے"

اسی خطبہ میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"تو ہمارے بھائی قاضی محمد علی صاحب کا جو حق ہمارے ذمہ تھا اور جو یہ تھا کہ قانونی پہلو سے ہم ان کے لئے کوشش کرتے خدا کا شکر ہے کہ ہم نے وہ ادا کیا۔ جہاں تک قانون اجازت دیتا تھا۔ انتہائی طور پر ادا کیا۔ باقی جو مقدر تھا وہ خدا کی مصلحت کے باعث پورا ہوا"

اب ذرا ان الفاظ کو اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی روشنی میں پڑھیئے **ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان**۔ کیا ایسے شخص کا جو اس دیدہ دلیری سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرے خدا تعالےٰ پر کوئی ایمان ہو سکتا ہے؟ جس حالت میں کہ وہ مانتا ہے کہ مقتول کا کوئی اتنا بڑا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ اس پر رحم کرے۔

ضرورت ہے

کوئٹہ میں ایک ہوٹل کے لئے کلرک کی ضرورت ہے امیدوار میٹرک ہو۔ دیانتدار اور احمدی دوست درخواست کریں۔ تنخواہ معہ کھانا ہوگی۔
خط و کتابت براہ راست منیجر چلتان ہوٹل کوئٹہ سے کریں۔

"جناب خلیفہ صاحب قادیان کی صفائی کے متعلق جناب سیٹھ عبداللہ دین صاحب

کی خدمت میں ان کے اپنے ہی قائم کردہ معیار کی رُو سے ایک فیصلہ کن گذارش"

مکرمی محترمی سیٹھ صاحب — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ نے اپنے چیلنج بنام حضرت مولوی محمد علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب مندرجہ الفضل مجریہ ۴ ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء میں صداقت اور بطالت کا جو معیار حلف مؤکد بعذاب بمہلت ایک سال پیش کیا ہے گویا یہ آپ کے نزدیک ایسا مسلم امر ہے جس میں شک و شبہ کی کم از کم آپ کے لئے مطلق گنجائش نہیں۔ ویسے تو الفضل میں اس کی اشاعت بھی اس امر کی متقاضی ہے، کہ من حیث الجماعت بھی اسکو تصدیق حاصل ہو۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب، اور مولوی ثناء اللہ صاحب آپ کے اس جدید چیلنج کی بنا پر آپ کے مجوزہ حلف اٹھانیکو تیار ہوں یا نہ ہوں۔ یہ ان صاحبان کا اپنا . . . . . . نقطۂ نگاہ ہے، مگر میرا آپ سے ایک اہم مطالبہ ہے جس کو پورا کر کے آپ احمدیت کی صداقت کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ کو دور کرنیکا موجب بنیں گے (انشاء اللہ) اور جس کی اہمیت مذکورہ بالا چیلنج سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ آپ کی سرگرمی اور اخلاص کے پیش نظر مجھے امید ہے کہ آپ کو اس کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا بالخصوص جبکہ اس کا مقصد بھی اتمام حجت ہی ہو۔ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی ذات گرامی سے متعلق ایسے ایسے سنگین الزامات مصری پارٹی کی طرف سے منسوب کئے جاتے ہیں جن کو تصور میں لانے سے بھی عرق خجالت سے پیشانی تر ہو جاتی ہے میرے خیال ناقص میں یہ بہتر ہوگا کہ آپ ایک چیلنج شیخ عبدالرحمن صاحب مصری اور حکیم عبدالعزیز (مخرجین) کے نام شائع کریں جس کا ماحصل یہ ہو کہ اگر شیخ عبدالرحمن صاحب مصری یا حکیم عبدالعزیز (مخرج) ان الزامات کے صحیح ہونے کے بارے میں جو کہ وہ "خلیفۃ المسیح الثانی" کی ذات گرامی کی طرف منسوب کرتے ہیں حلف مؤکد بعذاب بمہلت ایک سال اٹھا کر عذاب الٰہی سے جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو بچ جائیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان (مخرجین) کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی موجودگی میں "حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہرگز ہرگز خلافت کے اہل نہیں۔ میرے خیال میں حکیم عبدالعزیز صاحب کو کسی انعام وغیرہ کا بھی ہرگز لالچ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ صرف اس امر پہ بصد شوق رضامند ہو جائیں گے۔ کہ اگر فیصلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خلاف ہو جائے، تو جناب سیٹھ صاحب اسی وقت بلا توقف خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہو جائیں گے، اور جماعت احمدیہ کو بھی اس بارے میں اپیل کر کے ان پر اتمام حجت کر دیں گے اور ان کو مشورہ ہی نہیں بلکہ مجبور کریں گے کہ خلیفہ صاحب کو معزول کر دیا جائے۔

اگر کوئی مخلص قادیانی اس طریق فیصلہ کو غلط قرار دے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سیٹھ صاحب نے بھی اپنے چیلنج بنام مولوی محمد علی صاحب میں غلطی کھائی ہے اور ان کو ٹھوکر لگی ہے، اگر آپ کو اس صحیح اور نہایت معقول مطالبہ کے ماننے سے انکار ہو تو، اس کا مطلب صاف یہی ہوگا کہ آپ کا مسلمہ نتیجہ جو کہ آپ نے اپنے مضمون مندرجہ الفضل مجریہ ۴ ۱۲ اپریل ۱۹۴۲ء میں بخلاف حضرت مولوی محمد علی اور مولوی ثناء اللہ صاحبان بصورت عدم آمادگی دربارہ اٹھانے حلف نکالا ہے آپ کے ہی خلاف پڑتا ہے اور قرآن کی وعید **لم تقولون ما لا تفعلون** کا مصداق آپ کو قرار دیتا ہے، آپ کے اخلاص کے پیش نظر امید رکھتا ہوں کہ آپ اس طریق فیصلہ کو منظور فرما کر احمدیت اور حضرت "خلیفۃ المسیح" پر احسان کر کے خدا کے ہاں بھی مقبول ہونگے نیز ان سینکڑوں لوگوں کو جو کہ ان عائد کردہ الزامات کی بنا پر جناب "خلیفۃ المسیح" کی بیعت کرنے سے گریز کر رہے ہیں آپ راستہ صاف کر کے شکر گذاری کا موقعہ دیں گے **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**۔ آپ کا خادم۔ محمد عبدالرحمن احمدی (لاہوری)۔ تاربابو نہر

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ جمادی الاول مطابق ۲۷ مئی ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال

غلط فہمیاں دُور کی جائیں

۲۶ مئی اس عظیم المرتبت شخص کے انتقال کا دن ہے جو دورِ حاضر میں امت مسلمہ کا امام ہے یہ معمولی عظمت کا انسان نہیں بہت بڑا انسان ہے جسکی جگہ تاریخ میں ہے آپکی عظمت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپنے ایسے نازک دور میں جس سے زیادہ نازک دور اسلام اور اسلامی دنیا پر نہیں آیا دین کی تجدید اور احیاء کا شاندار کام کیا اور تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھنے کے لئے اپنے بعد ایک مجاہد اور فعال جماعت کو اپنا جانشین چھوڑا ایک کمال آپکا تحفظ اسلام کے ضمن میں حسن عمل ہے اور دوسرا کمال سلسلہ عالیہ احمدیہ کا قیام ہے جس کے ذریعہ سے یہ کام دنیا کے طول و عرض میں جاری ہے اور جاری رہے گا حتیٰ کہ اسلام کی فتح و نصرت کا وقت آجائے اور یورپ کے مادہ پرستوں کی اکڑی ہوئی گردنیں بھی آستانۂ خداوندی پر جھک جائیں اور اس عہد کی ازسرِنو تجدید ہو جو بندوں نے اپنے خدا سے کیا تھا۔

جب حضور علیہ السلام احیاء اسلام کے لئے مامور ہوئے اس وقت مسلمانوں میں اسلام سے تغافل اور تساہل کے علاوہ وہ اخلاقی اور روحانی بیماریاں پیدا ہوچکی تھیں جو مردہ قوم میں پیدا ہوجایا کرتی ہیں ہر لحاظ سے مسلمانوں کی حالت قابل رحم تھی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کہ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا جس حالت میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اس ارشاد نبوی میں زوال کا وہ نقشہ کھینچا گیا ہے جو آج سے ایک صدی قبل تھا۔ ان عوارض کو دور کرنے کے لئے ایک مصلح کی ضرورت تھی اور اسکی آمد کا مسلمانوں سے وعدہ بھی تھا مگر افسوس ہے کہ ملت نے اپنے موعود امام کو نہیں پہچانا یہ ایک مسلمانوں پر ہی موقوف نہیں بلکہ ہر زوال آمادہ قوم اپنے مصلح اور امام کو نہیں پہچان سکتی اور خصوصاً اس مصلح کو جو اس کے انتہائی زوال پر نمودار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مسیح ناصری کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بحیثیت مجموعی قبول نہیں کیا لیکن آپ کے کام کا اعتراف نامحسوس طور پر کیا جارہا ہے اور حضور کے ارشادات کو اپنایا جارہا ہے عقائد کی فتح ہوچکی ہے مگر آپکی ہادی و پیشوا تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لیکن ایک وقت آنے گا کہ سب مسلمان حضرت نبی کریمؐ کے اس عظیم الشان جرنیل کے ساتھ ہونگے اور اسلام کے جیوش اقصائے عالم پر چھا جائینگے اور دنیا کے کونہ کونہ سے خدا اور اس کے رسول کا نام بلند ہوگا۔ آج مسلمان اپنے عوارض کا غلط علاج کر رہا ہے، وہ اپنے درماں کو نہیں سمجھتا لیکن حوادث زمانہ اس کا رُخ صحیح علاج کی طرف کر رہے ہیں اگر صمیم قلب سے کوشش کی جائے تو مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوسکتی ہے اور تبلیغ اسلام کا ایک حیرت انگیز کام بروئے کار آسکتا ہے۔ مگر مسلمانوں کو اس پر آمادہ کرنے کیلئے ایک روک دُور کرنیکی سخت ضرورت ہے وہ یہ کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جن کا مقصد وحید صرف احیائے اسلام ہے انکی ذات والا صفات کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوچکی ہیں جو اس سلسلہ کی قبولیت کے راستہ میں روک بن رہی ہیں جب تک انہیں دُور نہیں کیا جائے گا اس وقت تک لوگ حضرت امام عصر حاضر کو قبول نہیں کرسکتے **حضرت مسیح موعود کا یوم وصال** ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کا بہترین موقعہ ہے ہمارے احمدی احباب کو چاہیئے کہ جہاں کہیں وہ ہیں اجتماعی اور انفرادی طور پر ان غلط فہمیوں کو دور کریں اور مسلمانوں کو بتائیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ مدعی نبوت نہیں تھے اُن کی ہستی نبی کریمؐ سے علیحدہ ہر کوئی چیز نہیں اور امام زماں کی عظمت حضرت نبی کریمؐ کے فیوض کا ایک کرشمہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں حضرت مسیح موعود کو ماننا اس لئے ضروری ہے کیونکہ حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان اس مسیح اور امام کو تسلیم کریں اس امام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ صرف دین کا احیاء چاہتا ہے، اور ملت کو زندہ کرکے ملت کو ایک عظیم الشان روحانی اور اسلامی فتح کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے یہی مقصد ہے اس بعثت کا مسلمانوں کے قلوب میں اگر ذرا بھی اسلام کا درد ہے اور اس کی ناگفتہ بہ حالت کا احساس ہے، تو انہیں چاہیئے کہ ہمارے ساتھ شامل ہوجائیں اور حضرت امام عصر حاضر کی قیادت کو تسلیم کریں۔

امید ہے ہمارے سب دوست اس دن کو ان مذکورہ بالا غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے مخصوص کریں گے اور حضرت امام عصر حاضر سے خلوص کا اظہار اس مذکورہ کوشش اور سعی سے کریں گے۔

مسیح موعود نمبر

ہرسال یوم وصال کے موقعہ پر قارئین پیغام صلح کی خدمت میں مسیح موعود نمبر پیش کیا جاتا ہے، اس نمبر کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا جاتا ہے اور حضورؑ کے مقاصد کی وضاحت بھی مدنظر ہوتی ہے تاکہ احباب سلسلہ کے قلوب میں اس امام کی یاد تازہ ہوکر اس کام کی اہمیت بڑھ جائے جس کام پر امام وقت نے ہمیں لگایا ہے اس سال بھی باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی کے پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر پیش کیا جارہا ہے۔ گو نمبر کا حجم اس مذکورہ گرانی کی وجہ سے اتنا نہیں جتنا کہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن تاہم کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے مختلف پہلو اس میں آجائیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس نمبر کو خود بھی پڑھیں اور غیر از جماعت حضرات کو بھی پڑھائیں اس نمبر کے مطالعہ سے وہ غلط فہمیاں دور ہوں گی جو حضرت امام عصر حاضر کے متعلق بعض حالات کی وجہ سے پیدا ہوچکی ہیں۔

نوٹ (الف) اس دفعہ کاغذ کی انتہائی گرانی کی وجہ سے مسیح موعود نمبر زیادہ نہیں چھپوایا گیا، صرف خریداران کے لئے چھپوایا گیا ہے، اور آرڈر نہ بھجوائیں۔

(ب) موجودہ شیوع کی اصل تاریخ ۲۷ مئی ہے لیکن یوم وصال کی وجہ سے پرچہ ۲۵ مئی کو یعنی دو دن پہلے شائع ہو رہا ہے۔ آئندہ پرچہ ۳ جون ۱۹۴۲ء کو اپنی اصلی تاریخ پر شائع ہوگا۔ خریداران پیغام صلح مطلع رہیں۔

شکریہ! — وہ بزرگ اور دوست جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر کے لئے پر از معلومات مضامین لکھے ادارۂ پیغام صلح ان کا شکرگذار ہے، اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔۔۔ اور خدمت دین کی توفیق بیش از بیش عطا فرمائے۔ آمین

ایک پیشگوئی خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائیگا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائیگا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کردیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہوجائیگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دیگا اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

الہام حضرت مسیح موعودؑ

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۱)

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ذہنی انقلاب

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

جب بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے تو پانی کا کچھ حصہ تو دریا کی شکل میں بہ نکلتا ہے اور کچھ حصہ زمین میں جذب ہو کر زمین کے نیچے نیچے تہ زمینی رَو کی شکل میں بہتا ہے۔ اسی سے مختلف مقامات پر چشمے پھوٹتے ہیں۔ کنوؤں میں پانی نکلتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ظاہر نظر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ چشموں کا پانی اپنی جگہ علیحدہ ہے اور کنوؤں کا پانی علیحدہ ہے۔ لیکن ایک اہل علم اور حقیقت کا جاننے والا یہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی آسمانی بارش کا ہی نتیجہ ہے۔ جو زمین کے پردہ میں بہتا ہوا مختلف چشموں اور کنوؤں کو پانی مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی رسول یا مامور کے ذریعہ آسمان سے ہدایت روحانی کی بارش کا نزول ہوتا ہے اور دنیا کیلئے شریعت یا ہدایت کے رنگ میں ایک انقلاب بپا ہونے لگتا ہے تو ایک تو وہ ہدایت روحانی تحریر اور لٹریچر اور زبانی وعظ و تلقین کے ذریعہ جس کے حامل اس پر ایمان لانے والے باعمل مخلصین کا گروہ ہوتا ہے۔ دریا کی طرح دنیا میں پھیلتی ہے دوسری طرف تہ زمینی رو کی طرح باطنی رنگ میں تمام عالم میں ایک ذہنی انقلاب ظہور پذیر ہونے لگتا ہے۔ جو بظاہر تو اس آسمانی ہدایت سے براہ راست تعلق رکھتا نظر نہیں آتا لیکن حقیقت میں وہ وہی روحانی بارش ہوتی ہے۔ جو ایک ذہنی انقلاب کے رنگ میں مختلف قلوب پر اثر انداز ہوتی ہے۔

. . . .

. . . .

—— بطبائع بوجہ اپنی غفلت یا تکبر و رعونت کے بظاہر اس رسول یا مامور پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتیں۔ وہ بھی سب کانشس (Subconscious) طور پر ان خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتیں اور اپنی اپنی جگہ وہی بولیاں بولنے لگتی ہیں۔ جو وہ رسول یا مامور بلانا چاہتا ہے اور یہ ایک سچے مذہب کی روحانی فتح ہوتی ہے۔

مثلاً ہمارے نبی کریم صلعم نے جب توحید کے لئے آواز بلند کی۔ تو نہ صرف یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ذریعہ جو دین اسلام تمام دنیا میں پھیلا اس نے بتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ بلکہ ان قوموں نے بھی جو آپ پر ایمان نہ لائیں۔ اس توحید کا یہ اثر لیا کہ مختلف مشرک قوموں میں ایسے آدمی پیدا ہونے لگے جنہوں نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔ مثلاً عیسائیوں میں مارٹن لوتھر ہندوؤں میں گورو بابا نانک۔ رام موہن رائے کیشب چندر سین۔ دیانند سرسوتی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اسی آسمانی بارش کی تہ زمینی رو (Under-Current) تھی جس نے بت پرستی کو فنا کا جام پلایا اور ہر ملک میں اس کی عزت و احترام کو دلوں سے مٹانا شروع کر دیا۔

قومی برتری کے سوال کو مٹا کر عالمگیر اخوت و حریت انسانی کا پیغام بھی آنحضرت صلعم کا لایا ہوا ہے۔ اس کی بنیاد اسلام کے آنے کے ساتھ پڑی اور اس کی تہ زمینی رو کا تقاضا ہے۔ کہ کافر قوموں کے دلوں میں بھی اس کا احترام اور عزت ہے اور آخر مجبور ہو کر دنیا اسی امر کی طرف آ رہی ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں آنحضرت صلعم کی لائی ہوئی روحانی بارش میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ آپ کے خدام میں حضرت مسیح موعود کے ذریعہ جب اسی روحانی بارش کو دوبارہ تازہ کیا گیا تو نہ صرف یہی ہوا کہ اس آسمانی بارش کے دریا لٹریچر اور تصانیف اور آپ کے خدام کے ذریعہ بہ نکلے۔ بلکہ تہ زمینی رو کے رنگ میں وہی بات معاندین اور مخالفین کے مونہوں سے بھی نکلنے لگی۔ جو آپ دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ مثلاً آپ کا بڑا مقصد کسر صلیب تھا۔ وفات مسیح کا مسئلہ نہ صرف مریدین نے مانا بلکہ معاندین کے دلوں میں بھی گھر کر گیا۔ حیات مسیح کے مسئلہ کو جس طرح زوال ہوا ہے۔ وہ قابل صد عبرت ہے۔ اب کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ مسیحیت کی تردید میں آپ نے نہ صرف زبردست لٹریچر پیدا کیا۔ بلکہ ذہنیتوں میں ایسا انقلاب آ گیا کہ عیسائیت خود بخود نظروں سے گر گئی۔ خود عیسائی ممالک میں اس کی کوئی عزت و احترام باقی نہ رہا وہ مذہب مرگیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے تحریر و لٹریچر سے نہ صرف اسلام کے غلبہ کی بشارت دی اور دلائل سے اسے مضبوط اور واضح کیا اور مریدوں کے دلوں میں اس عقیدہ کو راسخ کیا۔ بلکہ ایسا ہوا کہ ایک رو چل گئی۔ اور آپ کے معاندین و مخالفین کے دلوں میں بھی تمام ادیان پر اسلام کی برتری اور فضیلت اور صداقت پر اعتماد پیدا ہو گیا۔ اور وہی لوگ جو کل تک عیسائیت اور آریہ سماج۔ مادیت اور دہریت سے مرعوب تھے۔ آج بغیر کسی دلیل اور وجہ کے مطمئن نظر آتے ہیں کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے جو ان سے ہٹ نہیں سکتا۔ وہ عمل نہیں کرتے۔ جد و جہد نہیں کرتے۔ اسلام کی خدمت و تبلیغ سے بالکل غافل ہیں۔ لیکن دل میں مطمئن ضرور ہیں۔

غرضیکہ ایک ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا۔ جس کا بظاہر اگرچہ احمدیت سے تعلق نظر نہ بھی آتا ہو۔ لیکن ذرا غور و تعمق سے دیکھو تو صاف معلوم ہونے لگتا ہے کہ پس پردہ یہ وہی رو ہے جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ دنیا میں پھیلی اور قلوب کو سب کانشس طور پر متاثر کر رہی ہے۔

آج ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کے اشعار پڑھے جاتے ہیں جن میں وطنیت اور قومیت کو مسلمانوں اور نوع انسان کی حریت و مساوات کے لئے زہر ہلاہل بتایا گیا ہے۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ یہ ڈاکٹر اقبال کا پیدا کردہ تخیل ہے لیکن حقیقت میں اس چشمہ کا منبع بھی وہی قادیانی روحانی بارش ہے۔ آج چالیس برس سے بھی زیادہ ہوا۔ جب میں نے ایک مرتبہ مولانا نور الدین مرحوم سے عرض کی کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسٰی کے تیسرے نزول کے متعلق جو آئینہ کمالات اسلام میں پیشگوئی تحریر فرمائی ہے جس میں ان کی آمد کو ایک جلالی رنگ میں بیان فرمایا ہے وہ کب ہوگا۔ فرمانے لگے۔ اسلام قومیت اور وطنیت کا دشمن ہے۔ وہ تمام قومی تفاخر و تباغض اور مخرد مباہات کو مٹا کر ایک عالمگیر اخوت انسانی کو قائم کرنا چاہتا ہے یورپ میں وطنیت اور قومیت کی پرستش ہوتی ہے۔ اور اسلام اس بت کو توڑتا ہے۔ پس یورپ کی وطنیت و قومیت اسلام کے اس فعل کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے آج سے بہت عرصہ کے بعد وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم کو جب اپنی مادی طاقت سے روکنا چاہے گی۔ تو اس وقت جو بھی آئے گا۔ وہ کوئی مجدد یا مامور ہو یا مسیح یا مصلح موعود ہو اسے جلالی رنگ میں ہی آنا چاہئے۔ تاکہ اسلام سے وطنیت و قومیت کی اس ٹکر کا مقابلہ کرے“۔

یہ وہ پہلی آواز تھی جو میں نے قادیان میں آج سے چالیس برس پہلے سنی کہ اسلام وطنیت و قومی برتری کا دشمن ہے۔ اقبال نے یہ ترانہ اس کے بہت عرصہ بعد گایا۔ درحقیقت یہ اسی آواز کی صدائے بازگشت تھی۔ جو قادیان سے اٹھی تھی۔ اور اسی روحانی بارش کی تہ زمینی رو تھی۔ جس سے اقبال کا قلب متاثر ہوا۔ جو قادیان میں نازل ہوئی۔ ظاہر بینوں کو نظر یہ آیا کہ یہ بات اقبال کو سوجھی۔ لیکن حقیقت آشنا لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ بانی قادیان سے حضرت مسیح موعود اور مولانا نور الدین مرحوم کے طفیل اقبال کو ملا۔ قادیان میں اقبال سے بہت عرصہ پہلے یہ مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ ہاں اس نثر کو نظم کرنے والا ڈاکٹر اقبال تھا۔ عداوت اور تعصب نے نثر کو بھلا دیا اور خوش عقیدگی نے نظم کو یاد کرا دیا۔

احباب توجہ فرمائیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے ایک تبلیغی کلاس جاری کر رکھی ہے۔ جس میں تبلیغ و اشاعت کے لئے طلبا کو داخل کیا جاتا ہے اور ٹریننگ کے دوران میں اخراجات کے لئے مناسب وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اور ٹریننگ سے فارغ ہونے کے بعد لائق اور موزوں طلباء کو تبلیغی کام کے لئے ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جہاد بالقرآن کے لئے وقف کریں۔ اور انہیں اس بات کی تلقین کریں کہ وہ اپنی زندگیاں دین کی راہ میں صرف کریں۔

مبلغین حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے اپنے علاقہ اور حلقہ اثر میں قابل اور موزوں نوجوانوں کو اس خدمت پر آمادہ کریں

(الف) درخواستیں ۳۰ جون ۱۹۴۲ء تک سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام پہنچ جانی چاہئیں۔

(ب) درخواستیں مقامی صدر یا سیکرٹری کی تصدیق سے آنی چاہئیں

(ج) صرف وہی نوجوان درخواستیں دیں جنہیں اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کا از حد شوق ہو۔

(د) داخلہ کا فیصلہ اکتوبر میں ہوگا۔ اور پڑھائی نومبر میں شروع ہوگی۔

خاکسار ڈاکٹر محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے مختلف پہلو

از مدیر

عشق رسول

آنحضرت صلعم کا ذکر کثرت سے حضرت مسیح موعود ورد زبان رہتا۔ چہرہ روحانی سرور کی وجہ سے دمکنے لگتا۔ جیسے سرخ ریشم میں کندن دمکتا ہو یا جیسے ڈوبتے ہوئے سورج کی تنک تابی گلاب کی سرخ پتیوں پر رقص کرتی ہو۔ وفور جذبات سے نیم وا آنکھیں بند ہو جاتیں۔ جیسے وہ اپنے من میں کسی کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ تمام محفل پر ایک سکوت چھا جاتا۔ وہی سکوت جو فاران کی چوٹیوں پر آج بھی طاری ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی طبیعت میں غضب کا عنصر کم تھا۔ آپ دنیا میں ہر چیز کو برداشت کر سکتے تھے لیکن کوئی چیز اگر آپ کی طاقت برداشت سے باہر تھی، تو وہ توہین رسول تھی، جب امہات المومنین جیسی دل آزار کتاب چھپ کر پبلک میں آئی تو آپ کو اس قدر روحانی صدمہ پہنچا کہ راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے "ہمارا آرام تلف ہو گیا ہے"

پنڈت لیکھرام نے جب رسول اکرم کی شان میں بدزبانی کی تو غالباً ریلوے اسٹیشن پر جو اس کے ساتھ سلوک کیا وہ بہت مشہور واقعہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسے یوں بھی مخاطب کیا

الا اے دشمن نادان و بے راہ ؛ بترس از تیغ بران محمد

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ؛ بیا بنگر ز غلمان محمد

اس جلال اور ہیبت کا وہ دشمن اسلام حریف نہ ہو سکا اور جو کچھ اس کا حشر ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے۔ جس طرح آپ نے آنحضرت صلعم کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی، وہ لوگ کہاں ہیں جو ان حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب پر یہ الزام لگاتے ہیں، کہ انہوں نے آنحضرت کی شان کو گھٹایا ہے، اور اپنی شخصیت کو آپ نے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ان کے اپنے ہی بے رحم دماغوں کی ایجاد ہے۔ ورنہ حضرت صاحب نے رسول پاک کی غلامی ہی کو اپنے لئے انتہائی سعادت خیال کیا ہے، بلکہ اکثر اس غلامی پر فخر کیا ہے

در دلم جوشد ثنائے سرورے ؛ آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

پہلوان حضرت رب جلیل ؛ بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

تیر او تیزی بہر میدان نمود ؛ تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے

روشنی از وے بہر قومے رسید ؛ نور او خورشید بر ہر کشورے

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ؛ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

خانگی زندگی

حضور کی خانگی زندگی اس قدر راحتوں سے معمور ہے، کہ اس کے تصور سے روحانی حظ حاصل ہوتا ہے۔ بچوں پر انتہائی شفقت اور بیوی سے حسن سلوک اس بات پر شاہد ہے کہ آپ نہایت وسیع القلب اور شفیق انسان تھے، باوجود تفاوت عمر کے آپ کی خانگی زندگی خوشگوار تھی۔ درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر چھوڑئیے، کبھی ایسا موقعہ پیش نہیں آیا۔ کہ معمولی قسم کی کشیدگی بھی واقع ہوئی ہو۔ آپ کے گرد و پیش رہنے والے اصحاب جو آپ کے ہر فعل کو تنقید کی نگاہ سے، دیکھتے تھے اور جن کی اخلاقی جرأت میری تشریح کی منت کش نہیں، متواتر بیس دس برس تک جو ایک طویل عرصہ ہے اور جس میں انسانی فطرت اپنے آپ کو ننگا کر کے دکھدیتی ہے، انہوں نے بڑے غور اور نکتہ چینی کی نگاہ سے آپ کی زندگی کا مشاہدہ کیا، چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب کا بیان ہے کہ "اس اثنا میں کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو" اس کے علاوہ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ فحشاء کے علاوہ باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورت کی برداشت کرنی چاہئیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی آپ کی محنت شاقہ اور غذا کو دیکھتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آپ عمدہ غذا کے لئے گھر میں کہیں اور ذرا سختی سے کہیں تاکہ سستی نہ ہو۔ آپ نے تبسم سے فرمایا۔ "ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہئے"

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خیرکم خیرکم لاھلہ یہ کسوٹی ہمارے پاس موجود ہے، ہم اس پر نہایت آسانی کے ساتھ آپ کی زندگی کو پرکھ سکتے ہیں۔

بیماری اور مصائب میں آپکی استقامت

انسان کی ذہنی کیفیت اور فطرت کو پرکھنے کے لئے نفسیاتی لحاظ سے سب سے بڑا معیار مصیبت اور بیماری ہے، ان دو حالتوں میں کیسی ہی ہولناک اور پر فریب فطرت کیوں نہ ہو اپنے آپ کو واشگاف کر دیتی ہے، کیونکہ زندگی کے ان نازک لمحات میں انسان کی اعصابی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ اپنے نقائص اور عیوب پر ضبط نہیں رکھ سکتا۔ وہ لوگ جو آپ سے بخوبی واقف ہیں جانتے ہیں اور اس کا آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے، آپ دوران سر اسہال اور ذیابیطس جیسی دشمن اور موذی امراض میں مبتلا تھے۔ دوران سر کے شدید دورے پڑتے تھے کبھی اسہال کی شکایت ہو جاتی تھی جس سے آپ نہایت نحیف ہو جاتے تھے، مگر آپ کو کسی نے حرف شکایت زبان پر لاتے نہیں سنا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو آپ کے ساتھ رہنے کا ایک طویل موقعہ ملا ہے۔ آپ لکھتے ہیں جو طمانیت اور جمعیت آپ کو صحت میں حاصل ہے، وہی سکون حالت بیماری میں بھی ہے اور جب بیماری سے افاقہ ہوا معاً وہی خندہ روئی اور کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں ہیں۔ بسا اوقات عین اس وقت پہنچا ہوں جبکہ ابھی ابھی سر درد کے لمبے دورہ سے آپ کو افاقہ ہوا ہے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا ہے اور فرمایا ہے۔ "اب اللہ تعالےٰ کا فضل ہے"۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ گویا آپ کسی بڑے دلکشا اور زینت افزا باغ کی سیر سے واپس آ رہے ہیں۔ جو یہ چہرہ کی رنگت چمک دمک اور آواز میں خوشی اور لذت ہے۔ میں ابتداء میں ان نظاروں کو دیکھ کر بہت حیران ہوتا تھا"

اقدام قتل کا مقدمہ جس کو پادریوں نے برپا کیا اور جن کی تائید میں چند ناعاقبت اندیش مسلمان بھی تھے، ایک کمزور اور دل گرفتہ انسان کو ہراساں کرنے کے لئے کافی تھا۔ مزید اسی قسم کے واقعات اور مقدمات حضور کو پیش آئے لیکن آپ کو کبھی مرعوب نہ کر سکے۔ یہ بھی تو نہ ہوا کہ آپ کی طبیعت کے پر سکون سمندر میں ایک معمولی سی بے چینی کی لہر اٹھی ہو۔ خندہ جبینی، دینی مشاغل اور روحانی اعمال میں سر مو فرق پیدا ہوا ہو۔ احباب جن کو آپ سے بے حد محبت تھی ان دل ہلا دینے والی آفات کو دیکھ کر روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے لوٹتے تھے"

جس وقت عوام ایک شخص واحد کے خلاف مشتعل ہو کر درپئے آزار ہوں اور نام نہاد مولویوں کے فتوے قتل موجود ہوں، جب مخالفت کی خونیں آندھیاں چل رہی ہوں تو ایسے زہرہ گداز وقت میں اپنے اوسان قائم رکھنا کسی معمولی انسان کا کام نہیں ہے ـــــ ایک دفعہ جب آپ دہلی تشریف لے گئے۔ تو چند دوستوں کے ساتھ جامع مسجد دہلی میں بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں مشتعل مسلمانوں کا ہجوم بھی موجود تھا۔ ہر طرف سے گالیاں سنائی دے رہی تھیں۔ قتل کی دھمکیوں سے فضا غضب آلود ہو رہی تھی۔ قریب تھا کہ مخالفین آپ کے جسد اطہر کی تکا بوٹی کرنے کے لئے جھپٹ پڑیں کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی زبان سے بے اختیار نکل ہی گیا "حضرت اشتعال بہت بڑھ گیا ہے"۔ آپ نے اسی انداز سکون کے ساتھ جواب دیا جو ایسے اوقات میں آپ کی طرف سے ظہور میں آیا کرتا تھا "مولوی صاحب مردے زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"،

اللہ اللہ اس قدر ایمان، یہ وثوق، یہ روح اعتماد یہ کسی دنیادار انسان کا کام نہیں۔ چنانچہ اسی قسم کے تاثرات کا آپ نے یوں اظہار کیا ہے:-

بشنوید اے مردگان من زندہ ام

اے شبان تیرہ! من تابندہ ام

کس ز راز جان من آگاہ نیست

عقل شان را تا در ما راہ نیست

مختصر یہ کہ مصیبت اور امتحان کے وقت آپ کے پائہ استقلال کو ذرا جنبش نہ ہوتی تھی۔ بلکہ عموماً ایسے نازک اوقات میں ان کے چہرہ پر بشاشت کھیلنے لگتی۔ یہ حالت دیکھ کر ان کے دوست اور اقربا حیران ہو جاتے تھے، اور ایک دوسرے کو کہتے "اس شخص کے اعصاب فولاد کے ہیں" جب ہر طرف مصائب اور آلام کی گھنگھور گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہوتیں، اور ان کے ہمنواؤں میں ایک اضطراب اور بیقراری پیدا ہو جاتی، یہ مرد خدا بھی اپنے آرام اور آسائش کو بھول جاتا اور اس کی تمام ذہنی طاقتیں باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہو جاتیں۔ "خدا اپنے بندے کو ذلیل اور ضائع نہیں کرے گا"۔ یہ یقین اور ایمان سے لبریز الفاظ ہر فرد کی رگوں میں گرم گرم خون دوڑا دیتے۔ قلوب فرط انبساط سے جھومنے لگتے اور ہر ایک کو کامیابی دروازہ کھٹکھٹاتی ہوئی معلوم دیتی۔ ہمیشہ حضور کے حسن عمل میں اتنی پختگی اور صداقت ہوتی کہ دنیائے اعدا سے بھی تحسین اور آفرین کے کلمات نکل جاتے۔

آپ ہمیشہ دلائل سے جنگ کرتے۔ یہی آپ کی شخصیت کی امتیازی خصوصیت ہے۔ دلائل میں ایک جوش ہوتا۔ بعض دفعہ تو یوں معلوم دینے لگتا کہ ایک پہلوان ہے جس کی قوی روح ان دلائل کے پیچھے لڑ رہی ہے اور للکار کر ہر ایک انسان سے کہتی ہے، اگر میں درست ہوں تو تمہیں میری بات ماننا ہو گی۔ یاد رکھو میں یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں میں صادق ہوں، میری پشت پر مشیت ایزدی ہے اگر میری بات نہ مانو گے تو تباہ ہو جاؤ گے، اور تمہاری داستان تک بھی نہ ہو گی۔ داستانوں میں صداقت کی وجہ سے چہرہ تمتما اٹھتا جیسے کی ایک ایک رگ میں زندگی دوڑنے لگتی۔ طرز بیان

کا پیغمبرانہ ذوق قلوب کو مرعوب اور مسخر کرنے لگتا۔ جسم کی ایک ایک حرکت اپنی شخصیت کو منصۂ شہود پر لانے کے لئے بیقرار نظر آنے لگتی —— بارہا انہیں لوگوں کے سامنے ہونے کا اتفاق ہوا جو علم وفضل کے جن تھے۔ یہ مشاہیر آپ کی تقریر سے مسخر ہو کر رہ جاتے، لیکن حضور کے قلب حق آگاہ کو جنبش تک نہ ہوتی کیونکہ انہوں نے کبھی جادو بیانی کے لئے تقریر نہ کی۔ بلکہ وہ ہمیشہ قوم کی بھلائی اور فلاح کے لئے بولتے رہے، اس میں آپ کو کتنی فتح ہوئی، اس کے بہترین گواہ مسلمانوں کے موجودہ عقائد ہیں

دنیوی ساز و سامان سے استغناء

اگر انسان کی زندگی کو بحیثیت مجموعی نفسیاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو ہم ضرور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کی تمام کوششیں ایک ہی مرکز کے گرد جمع ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے صوفیوں، پیروں سجادہ نشینوں اور بلند بانگ دعاوی کرنے والے فلیفوں کی تانیں مادی اغراض پر ہی آکر ٹوٹتی ہیں ان لوگوں کی وقعت دانشمند انسان کی نظر میں ایک سوانگ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی فطرت اس مادی تجسس سے بہت زیادہ بلند تھی، آپ اگر چاہتے تو سنگ مرمر کے مکان کھڑے کر سکتے تھے۔ اور دنیا کا وہ کونسا سامان تعیش ہے جو آپ کے لئے مہیا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی ان چیزوں سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ آپ کی پاک فطرت کو اس مایا اور سراب سے دور کی بھی نسبت نہ تھی۔ جب مہمانوں کے لئے مکان کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے بار بار تاکید کی "اینٹوں اور پتھروں پر روپیہ صرف کرنا عبث ہے۔ اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار تختے رندہ سے صاف کرتا تھا روک دیا اور فرمایا "یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے"۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا" اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں، ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کے چند روز گذار لیں"

واقعات اور زمانہ اس بات پر شاہد ہے۔ وہ بزرگ ابھی تک موجود ہیں جنہوں نے آپ کا ساتھ دیا اور وہ بھی موجود ہیں جنہوں نے آپ کی مخالفت کی اور ان مخالفین کے تحریری بیانات موجود ہیں اور اس وقت بھی انہیں شہادت دینے میں مطلق گریز نہ ہوگا۔ اصولی اختلاف اور چیز ہے، دوسرے کی شخصیت کا اعتراف کرنا اور بات۔ اصل میں شخصیت کا اعتراف اس وقت صحیح طور پر کیا جاتا ہے، جب وہ شخصیت دنیا میں باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت صاحب کی وفات پر..... اخبارات میں جو ان کی کوہ وقار شخصیت کا اعتراف چھپا اس میں سے نمونہ کے طور پر ہم یہاں ایک اقتباس دیتے ہیں۔ اخبار وکیل کے فاضل اور معزز ایڈیٹر نے آپ کی وفات پر یوں خون کے آنسو بہائے

> وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا"

حضرت صاحب کی شخصیت اور ان کی سلوت کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ بڑھکر حیرت میں ڈالنے والی ان کی روز مرہ کی زندگی ہے —— ان کی رہائش سادہ تھی۔ ان کی خوراک سادہ تھی۔ ان کا لباس سادہ تھا۔ اور تادم مرگ اچھے سے اچھے حالات سے گذرنے کے باوجود سادگی ہی ان کا شیوہ رہا۔ وہ مکان جو انہیں ورثہ میں ملا۔ انہوں نے جیسے اُسے پایا ویسے ہی چھوڑ دیا۔ آپ نے کوئی جائیداد پیدا نہیں کی۔ کوئی زمینیں نہیں خریدیں۔ آپ کا مکان ہمیشہ مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا تھا۔ تھوڑے حصہ میں حضور خود رہتے تھے۔ اور باقی حصوں میں آپ کے احباب۔ آپ کو دنیا کے ساز و سامان سے واقعی سخت نفرت تھی۔ آپ ایک کنول تھے جو ہمیشہ پانی میں رہتے ہوئے پانی سے بلند رہتا ہو، خواہ پانی کی بوندیں اس کی سفید پتیوں تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو جائیں۔ مگر ان پتیوں کی فطرت انہیں قبول نہ کرتے ہوئے ہوئے آب میں انڈیل دیتی ہو۔

ایک کامیاب مصلح اور مجدد کی زندگی کنول کی زندگی ہے جس کے پیمان وفا اور عزم آہنی کو چند روپہلی بوندیں شکست نہیں دے سکتیں۔ اس کی گرانڈیل روح ہمیشہ افراط اور تفریط سے برسر پیکار رہتی ہے، آپ کی پاک زندگی بھی مادیت کی غلیظ خاردار جھاڑیوں سے بہت فاصلے پر ایک جانفزا معطر پھولوں کی وادی میں بہ رہی تھی۔ جہاں صرف سکون اور نفس مطمئنہ کی حکومت ہو، جہاں پھول ہی پھول ہوں۔ اک جہان رنگ و بو ہو جس سے نکہتیں اٹھکھیلیاں کر رہی ہوں۔ ہر چیز سے نزہت پاکیزگی ٹپک رہی ہو۔ یہی وہ وادی ہے جہاں..... انسان کے جذبات نشو ونما حاصل کر کے بہت حسین ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنے حسن کا احساس ہونے لگتا ہے۔

جس طرح ایک صوفی کا پاک تخیل پیدائش سے موت تک ایک سکون بخش سنہری اور گلابی نقطہ کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے اور باوجود نہ دیکھنے کے محسوس کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس نقطہ کے پیچھے ایک دنیا متحرک ہے اسی طرح یہ پر یقین اور ملہم روح ایک غیر مرئی مگر نہایت منور مرکز کے گرد گھومتی رہی اور خدائے بحر و بر کے پر جلال الفاظ کی ہیبت کو محسوس کرتی رہی اسے کو لمبس سے زیادہ یقین اور ایمان تھا کہ اس مرکز کے قرب و جوار میں ایک نہایت ہی لطیف اور اس دنیا سے کہیں زیادہ مکمل دنیا آباد ہے اور ببانگ دہل اعلان کرتی رہی کہ اس پر آشوب زمانہ میں صرف میں ہی خضر راہ ہوں جو میری پیروی نہ کرے گا ٹھوکر کھائے گا۔

یہ ایک بین حقیقت ہے جب انسان میں الہام کے چشمے پھوٹتے ہیں تو اس کے تمام روحانی قویٰ بیدار ہو کر اپنے رہنے کے لئے ایک نیا جہاں آباد کرتے ہیں کیونکہ عالم رسوم و قیود میں ان کا دم گھٹتا ہے۔ خلوص ہمدردی نیکوکاری کی بیقرار لہریں تمام نوع انسان کو آغوش میں لے لیتی ہیں جب یقین و ایمان کی نہریں خشک ہو چکی ہوں تو اس وقت عین قانون فطرت کے مطابق آسمان سے الہام کی بارش ہوتی ہے، وہ الہام جس میں قوت، جوش زندگی ہیبت اور سرور ہے۔ جس طرح بچے کی بلبلاہٹ سے ماں کی چھاتی سے دودھ پھوٹ نکلتا ہے بالکل اسی طرح انسان کی روحانی پیاس دیکھ کر اس کی روح سوز چیخوں کوشش کر نظام عالم میں ایک تشنج پیدا ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے سیاروں پر جو نیچر کے وسیع خلاء میں حرکت کر رہے ہیں۔ کپکپی طاری ہو جاتی ہے ہر جگہ سے الہام کی نہریں پھوٹ نکلتی ہیں تاکہ اس کج فہم مخلوق کی اندر اور باہر سے رہنمائی کی جائے۔ یہ پست اور کوتاہ بین مخلوق جس کی دماغی پروازیں تمام کوششوں کے باوجود اپنے ہی توہمات کو عبور نہ کر سکیں اسے نور ہدایت بخشا جائے اس کی ذات سے ہی ایک نئی زندگی کا ظہور ہو۔ انسان کے بطن سے ایک نیا انسان پیدا ہو جس کی نگاہیں دھکتی ہوئی سلاخوں کی طرح زمان و مکان میں گڑ جائیں اور لامحدود نشو و نما کا اسے شدت کے ساتھ احساس پیدا ہو۔ ماضی قریب میں بھی سنت اللہ کے مطابق الہام کی بارش ہوئی جس سے بنجر کھیت جو ایک مدت سے تند اور گرم ہواؤں کی وجہ سے بالکل خشک ہو چکے تھے ان میں سبزی بے قرار ہو کر اُبل پڑی اور حد نگاہ تک سرسبز کھیتیاں لہلہانے لگیں —— جس عظیم الشان انسان . . . . . کی شخصیت کو پیش کرنے کی اپنی طرف سے کوشش کی ہے ان کی جگہ تاریخ میں ہے۔ نہ کہ سوانح عمری میں بحیثیت ایک انسان کے ہم ان کے مشاغل پر زیادہ روشنی نہیں ڈال سکتے کیونکہ ان کی تمام زندگی ایک عملی شہادت ہے ان کی سب مساعی جمیلہ قومی ریفارم سے البستہ ہیں، ان کی ساری زندگی ایک داستان عشق ہے، ایک خود فراموشی ہے۔ وہ ہمیشہ کام میں مشغول رہے، صبح سے لیکر شام تک اور شام سے لیکر معلوم نہیں کب تک۔ کیونکہ لوگ سوتے وقت بھی انہیں کام میں مشغول پاتے اور جب بیدار ہوتے تو اس وقت بھی وہ مجاہد فوق البشر کام میں ہمہ تن مصروف ہوتا۔ جس کی بہترین شاہد ان کی تصانیف ہیں، شاید ہی کسی مصنف نے اس تیزی کے ساتھ قلم چلایا ہوگا اور وہ بہت تھوڑے مصنف ہیں جن کے الفاظ یوں تازیانوں کی طرح اپنے ماحول پر برسے ہوں۔ خیر حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کوئی پراسرار شخصیت نہیں ان کی زندگی ہمارے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے، جو پڑھنا چاہتا ہو پڑھ لے اور یہ مندرجہ بالا سطور اس کتاب کی ایک جھلک ہیں جس سے صاحب نظر خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی خانگی زندگی کیسی تھی۔ دوستوں میں ان کی کتنی عزت و توقیر تھی۔ خلق خدا غائبانہ طور پر انہیں کیا خیال کرتی تھی۔ مصیبت اور خطرہ میں، خوشی اور راحت میں، غیظ اور غضب میں ان کے چہرہ کے نقوش میں کیا تغیر و تبدل ہوتا تھا۔ کیسے الفاظ بیساختہ ان کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ کیونکہ یہی الفاظ جو غیر محفوظ اوقات میں ایک انسان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ یہی نقوش جو بیساختہ چہرہ پر نمودار ہوتے ہیں یہی وہ سوراخ ہیں جو انسانی زندگی میں صرف چند لمحات کے لئے کھل کر نفس انسانی کو بالکل واضح کر جاتے ہیں اور ایک نقاد ان اندرونی چشموں کو دیکھ سکتا ہے جہاں سے تمام حرکات مشاغل اور اعمال کی نہریں پھوٹتی ہیں اور جہاں وہ جذبات اور حسیات کو ٹٹول سکتا ہے کہ یہ کس مقصد کے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ ہم اب حضرت مسیح موعود کے متعلق انہی الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں وہ ایک مجدد تھے جن میں مجددیت کمال کو پہنچ گئی وہ ایک محدث تھے جن میں محدثیت بڑھتے بڑھتے بدر کامل ہو گئی۔ وہ ایک متین مفکر تھے جن کی نگاہیں ہمیشہ انجام میں گڑی رہتی تھیں۔ ان کے اخلاق میں پیغمبرانہ خوشبو تھی ان کی شخصیت مونٹ ایورسٹ سے زیادہ بلند اور تاج سے کہیں زیادہ حسین تھی، وہ مادر گیتی کے وہ سپوت تھے جن پر رہتی دنیا تک تحسین کے پھول برسیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا علمی احسان

از جناب شیخ محمد طفیل صاحب متعلم ایم۔اے

علم کلام درحقیقت اس کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت یہ ثابت کیا جائے کہ وہ منزل من اللہ ہے۔" شاہ ولی اللہ صاحب نے "حجۃ البالغہ" میں ایسا طرز استدلال اختیار کیا۔ جس سے اسلام اور قرآن پر عصر حضر کے اعتراضات خود بخود دور ہو سکیں۔ یقیناً شاہ صاحب کی خدمت کا ایک عظیم الشان پہلو ہے۔ ان سے پہلے حکمائے اسلام اور متکلمین نے ان امور کی طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اُس زمانہ کی مشکلات اور بحثیں اور انہی کے مطابق . . . . کے علم کلام کا ڈھانچہ تیار ہوتا گیا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ متکلمین اسلام نے اپنے دلائل کی عمارت قطعی طور پر یونانی فلسفہ پر قائم کی۔ لیکن اس حقیقت سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کے خیالات کا سرچشمہ یونان ہی تھا اور وہ شدت سے ارسطو اور افلاطون کے نظریات سے متاثر ہوئے تھے۔ اور ان متکلمین کا ردعمل بھی اسی یونانی فلسفہ کی مخالفانہ رنگ میں تائید کرنا تھا۔ جب یونانی فلسفہ کی عمارت متزلزل ہوئی۔ تو اس کے ساتھ ان تمام دلائل کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ جو اس کے ساتھ قائم تھے۔ باری تعالےٰ کے وجود پر توحید پر، کائنات کے نظام پر اور اس قسم کی بے شمار خشک بحثیں اپنی طبعی عمر پا کر ختم ہو گئیں۔ خدا کی ہستی پر مختلف قسم کے دلائل اسباب وعلل انسان کا اپنے افعال میں جبر و اختیار عجیب سے عجیب تر شکلیں بدلتے ہوئے یہاں تک بدل گئے کہ یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ سفر کی ابتدا کہاں سے ہوئی تھی۔ نتیجہ کفر کے فتوے اور الحاد کے لئے نئے خطاب تھا۔ اختلاف الرائے رحمت کی بجائے زحمت بن گیا۔ مختلف گروہوں نے عموماً معتزلہ کی پیروی میں ایک ہی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی۔ لیکن دونوں الجھ کر رہ گئے۔ اس کی بڑی وجہ یونانی فلسفہ تھا۔ جو سوائے نظریات پر مبنی تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے جس امر پر زور دیا۔ وہ تزکیہ نفس اور اسلام کا خدا تعالےٰ کی طرف، سے ہونا تھا۔ انہوں نے روح کی حقیقت۔ جزا و سزا اور ایک قرآنی احکام کو عقل کے موافق حل کرنے کی کوشش کی۔ علامہ شبلی اور علامہ اقبال ان تک پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ متکلمین کے گروہ میں سے آخری فرد ہیں۔ آج نظریات کا زمانہ نہیں بدیہیات کا زمانہ ہے۔ اور اس زمانہ میں جس شخص نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت کی اور اسلام کو دشمنوں کے متواتر حملوں سے بچایا۔ اس کا ذکر تک کرنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی خیالات کی تاریخ لکھنے والے اس امر پر تعجب کا اظہار کریں گے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی عظیم الشان خدمات کا سرے سے ہی انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جس کام کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے شروع کیا۔ وہ حضرت مسیح موعود نے انتہا تک پہنچایا۔ اس علم کلام کی بدولت اسلام لوگوں کے قلوب کو مسخر کرتا چلا جاتا ہے۔

امام غزالی علم کلام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "دوسرا علم کافروں سے بحث و مجادلہ کرنا ہے اور اسی سے علم کلام پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مقصود یہ ہے کہ بدعتوں کو رد کیا جائے۔ اور شبہے زائل کئے جائیں" (جواہر القرآن) اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ شبلی اپنی کتاب الکلام حصہ دوم صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ قدیم علم کلام میں صرف عقائد اسلام کے متعلق بحث ہوتی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں مخالفین نے اسلام پر جو اعتراضات کئے تھے۔ عقائد مذہبی کے متعلق تھے۔ لیکن آج کل تاریخی اخلاقی۔ تمدنی ہر حیثیت سے مذہب کو جانچا جاتا ہے۔ یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں۔ جس قدر اس کے قانون اور اخلاقی مسائل ہیں۔ ان کے نزدیک تعدد نکاح، طلاق، غلامی، جہاد کا کسی مذہب میں جائز ہونا اس مذہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی بنا پر علم کلام میں اس قسم کے مسائل سے بحث کرنی ہو گی۔ اور یہ حصہ بالکل نیا علم کلام ہو گا۔"

اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"مذہب کی بڑی ضروری چیز یہ ہے کہ دلائل اور براہین ایسے صاف اور سادہ پیرایہ میں بیان کئے جائیں کہ سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل میں بھی اتر جائیں۔ قدیم طریقہ میں پیچ در پیچ مقدمات منطقی اصطلاحات اور نہایت دقیق خیالات سے کام لیا جاتا تھا۔ اس طریقہ سے مخالف مرعوب ہو کر چپ ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے دل میں یقین اور وجدان کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تھی۔"

کاش علامہ موصوف نے حضرت صاحب کی کتابیں دیکھی ہوتیں۔ وہ جس دُرِ بے بہا کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ وہ ان کے وطن کی خاک میں ہی پوشیدہ ہے۔

اس زمانہ میں جس قسم کے علمی۔ عقلی۔ تاریخی۔ مذہبی اعتراضات کی بوچھاڑ اسلام پر ہوئی اس کی نظیر پچھلے زمانے میں نہیں ملتی۔ مذہب کو روایات اور الہام کو توہم کا درجہ دیا گیا اور اس شدت سے اللہ تعالےٰ کا انکار ہوا کہ علمائے اسلام موجودہ سائنس اور فلسفہ سے مرعوب ہو کر اپنے مذہب کی عجیب عجیب تاویلیں کرنے لگے۔ مسلمانوں کے سیاسی انحطاط کے ساتھ علمی انحطاط کا جو دور شروع ہوا۔ تو پھر اس نے ختم ہونے کا نام نہ لیا۔ سنبھالنے کی تمام کوششیں اکارت گئیں۔ اس علمی اور عملی افلاس کے زمانہ میں ایک مرد حق نے آئینہ اسلام سے تمام دھبوں کو دھو ڈالا۔

جب ہم خصوصیات مسیح موعود کے علم کلام کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تو اس میں ان کی تمام کوششیں آ جاتی ہیں۔ جو انہوں نے اسلام کو اعتراضات سے بچانے کیلئے کیں۔ اور یہیں تک نہیں بلکہ ان کی جماعت کے بھی وہ تمام مشاغل اسی ضمن میں آ جاتے ہیں۔ جن کا تعلق احیائے اسلام سے ہے۔ یہ خیال رہے کہ ہم علم کلام کے صرف اسی حصہ سے بحث کر رہے ہیں۔ جس کا تعلق مذہب سے ہے۔

حضرت صاحب کے علمی احسانات کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے چند امور میں مقابلہ کو پیش نظر رکھیں گے۔

قرآن کے متعلق جو شبہات تھے ان کی بنیاد منفرد و نحوی غلطیوں پر تھی۔ جو تفاسیر تھیں۔ وہ زیادہ تر مسلمانوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر لکھی جاتی تھیں۔ اور اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ملحدین کے اعتراضات تو درج کر دیئے جاتے۔ لیکن ان کے جوابات بالکل ناکافی ہوتے۔ یا کم از کم موجودہ زمانہ میں بالکل ناکافی ہیں۔ خدا کے متعلق بحثیں تو ہوتیں۔ لیکن وہ زیادہ تر علمی تھیں۔ اور صرف اس امر پر کہ خدا مجسم ہے یا نہیں۔ اتنا لٹریچر پیدا ہوا۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ صفات ربی پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ قرآن کے حادث ہونے پر، مخلوق ہونے پر ایک دوسرے کو کافر کہا گیا اور بڑی مدت تک معتزلہ میں یہ بات جاری رہی کہ عقل و نقل میں سے کسے ترجیح دی جائے۔ اور ایسی مسائل میں اختلاف پر حد کفر و اسلام مقرر ہوتی تھیں اور ایک دوسرے کو کافر و زندیق کہا جاتا تھا۔ ایسے تمام لٹریچر کو آپ ایک طرف رکھ دیجئے اور حضرت مسیح موعود کے علم کلام کو ایک طرف۔ آپ کو نمایاں فرق نظر آ جائے گا۔

ایسی بحثوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب خیالات کی کشمکش میں گم ہو کر رہ گیا۔ متکلمین نے تو نیک نیتی سے اس سلسلے کو شروع کیا تھا۔ لیکن یہ اوروں کے لئے لے دے کے یہی سرمایہ حیات باقی رہ گیا۔ خدا کا سمجھنا تو آسان ہے۔ لیکن جو خدا کے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ انہیں سمجھنا مشکل ہو گیا۔ شریعت اور قرآن پر عمل کرنا تو [illegible] نہیں۔ لیکن جنہوں نے یہ باگ ڈور سنبھالی انہوں نے اسے گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیا۔ روایات کی انتہا خرافات میں ہوئی۔ سائنس کے در پے حملے نے مذہب کا رہا سہا وقار بھی کھو دیا اور جب مسلمانوں نے چودھویں صدی کے ابتدا میں آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو عجب مخمصہ میں گرفتار پایا۔

سائنس نے اپنی تمام تحقیقات کی بنیاد تجربات اور مشاہدات پر رکھی۔ انیسویں صدی کے آخر میں مذہب اور سائنس کی یہ کشمکش جو ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں تاریخ برطانیہ میں شروع ہوئی تھی [illegible] کی فتحیابی پر ختم ہوئی اور مذہب کو زندگی سے قطعی طور پر علیحدہ سمجھا جانے لگا۔ عیسائیت نے بچنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سائنس کی دنیا میں رسائی حاصل نہ کر سکی۔ حضرت مسیح [موعود] نے سائنس کے اس چیلنج کو قبول کیا۔ سائنس اگر مذہب کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے تو اسلام حاضر ہے۔ دنیا نے مکالمہ الٰہیہ کو وہم بتلایا تھا۔ حضرت صاحب نے اسے [illegible] کو بحیثیت زندہ ثبوت پیش کیا۔ دنیا نے دعا کو طفل تسلی سمجھا۔ حضرت صاحب نے اس کو بھی بطور تجربہ دنیا کے سامنے رکھا۔ دعا کی قبولیت ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا انکار کرنا یقینی طور پر "ان سائنٹیفک" ہے۔ فلسفہ نفسیات نے خواب کو لاشعور تک پہنچنے کا زینہ بنایا۔ مذہب نے رؤیائے صادقہ کو اللہ تعالےٰ کے پہچاننے کا ذریعہ بنایا۔ حکیم نے کہا یہ عقل کا زمانہ ہے۔ خدا کے مامور نے کہا۔ مذہب کو عقل کے معیار پر پرکھ لو۔ مخالفین نے کہا۔ اسلام نے تلوار سے غلبہ حاصل کیا۔ دلائل سے نہیں۔ حضرت صاحب نے چیلنج کیا کہ چلو میرے دلائل کو توڑ کر دکھلا دو۔ انہوں نے بدعات کے ساتھ سر جھکا دیا۔ حضرت صاحب نے اس کی دھجیاں اڑا دیں۔ دنیا نے مغربی اقوام کی علمی غلامی کا جوا اپنی گردن میں ڈالا۔ مامور نے ان کو دجال کہا۔ ایک عالم نے سائنس کو ترقی کا راز سمجھا۔ ایک مرد حق نے اسے تباہی کا پیش خیمہ بتایا۔ رہنمایان اسلام نے سیاسی زوال کو مسلمانوں کے انحطاط کا سبب جانا۔ اسلام کے ایک شیدا نے ایمان کی کمزوری کی طرف نگاہ کی۔ مسلمان سمجھا کہ حصول سلطنت اس کی تمام بیماریوں کو دور کر دے گی۔ اس کے لئے رحمت کا باعث بنے گی۔ لیکن نتیجہ ظاہر ہے۔ زمانے کا بہاؤ مادی شوکت کی طرف ہے۔ احمدیت اس بہاؤ کو پلٹنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ دنیاوی مفاد اور دینی مفاد میں ٹکر ہو رہی ہے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ [illegible] نے غفلت کے ماروں کو بیدار کرنا چاہا۔ لوگوں کو اس کا پیغام

(باقی بر صفحہ [illegible])

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجاہدانہ زندگی
اور
احیاء و اشاعت دین کا عملی پروگرام

(از جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب)

آج ۲۶ مئی ۱۹۴۲ء کو اس شخص کی وفات پر چونتیس برس گزرتے ہیں۔ جسے خدا تعالیٰ کی مشیت نے اس زمانہ میں حفاظت و تمکنت دین کے لئے اپنی جانب سے مبعوث کیا ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ امت مسلمہ کے لئے خلافت الٰہیہ کا حتمی وعدہ ہے۔ چودھویں صدی کے پرفتن زمانہ میں یہ وعدہ کیوں پورا نہ ہو؟ خلافت الٰہیہ کا ہونا صرف زبانی ادعا ہی نہیں۔ جو بغیر نتائج و نشانات کے ہو۔ کمزوری اور ضعف کو دور کرنا۔ ڈر اور خوف کی بجائے قوت و امن پیدا کرنا الٰہی خلافت کی محکم دلیل ہے۔ آؤ ہم دیکھیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی الٰہی خلافت سے دین کو کیا تقویت و عظمت حاصل ہوئی۔ سائنس و علم کی طرف سے اسلام کی صداقت پر ابتدائے صدی میں ایسے ایسے جارحانہ حملے کئے گئے۔ اور خود مسلمان قوم کے دلوں میں ان حملوں کے باعث ایسا رعب و خوف طاری ہوا کہ ہر طرف مایوسی و ناامیدی کا عالم تھا۔ رسمی و رواجی طور پر مسلمان کہلا لینا اور علانیہ اسلام سے بیزاری اختیار نہ کرنا اس امر پر دلیل نہیں کہ دین پر ایمان و یقین مضبوط ہے۔ قلوب کی حالت واقعی یہ ہو چکی تھی کہ ایک ڈر و خوف طاری تھا۔ باخبر و بیدار طبقہ اس امر کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ اسلام اب چند روزہ مہمان ہے۔ اسلام کی روحانی سلطنت یعنی قلوب میں اس کی حقانیت پر پختہ یقین کھویا جا چکا تھا۔ غیر ادیان کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے۔ مغربی تہذیب و تمدن کی بڑھتی ہوئی لہر کے سامنے سب بے بس ہو رہے تھے۔ یہی امر یقینی طور پر نظر آ رہا تھا کہ مذہب عام طور پر اور دین اسلام خاص طور سے زندگی کے دن ختم کرنے کو ہے۔ قلوب کی اس بے چینی و بے اطمینانی کے وقت اور ایسے نازک موقعہ پر کہ خوف و ہراسانی اپنے انتہا پر تھی۔ خلافت الٰہیہ کا مدعی میدان میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اس کی جد و جہد کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ قلوب کی بے چینی و بے اطمینانی دور ہو کر ایک تسلی و تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ بے خوفی و ہمت خوف و ڈر کی جگہ لے لیتے ہیں۔ - - - بے یقینی کی جگہ محکم ایمان و پختہ یقین گھر بناتے ہیں۔ کہاں یہ حالت کہ غیر ادیان کے حملوں سے ہراسانی و پریشانی ہو رہی ہے۔ اور کہاں یہ انقلاب کہ فرزندان اسلام مخالفوں کی صفوں کو پراگندہ و پریشان کر کے رکھ دیتے ہیں۔ کون مسلمان ہے جو آج اپنے دین سے باخبر ہو کر یہ خیال کرتا ہو کہ اسلام علوم مخالفہ کے حملوں سے کچلا جائے گا۔ کہاں ہیں وہ مخالفین جو بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ اس یقین کے ساتھ کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن کی ناکامی و لیپائی کیا آج مسلمہ امر نہیں؟ کیا مذہب اسلام کی جانب تمام امیدیں نہیں لگ گئیں؟ کیا اسلام کے عالمگیر پیغام اخوت اور اس کے صلح جویانہ و مساویانہ اصولوں کی طرف تمام دنیا توقعات نہیں لگا رہی؟ مادیت و دنیا پرستی کے نشہ سے مخمور انسانیت خودکشی کرنے کو ہے۔ اگر اس ہلاکت سے مخلصی کی کوئی راہ اسے دکھائی دیتی ہے اور تھکے ماندوں کو کوئی آرام کی جگہ نظر آتی ہے۔ تو وہ اسلام کا پیغام جنت مقام ہے۔ کیا عظیم الشان انقلاب رونما ہوا۔ کیونکہ اس دین کے متعلق نقطہ نگاہ تبدیل ہو گیا۔ کیسی باد بہار چلی کہ آثار نمود و تروتازگی ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ خوف و بے اطمینانی یکسر دور ہو گئے!!! اسلام کے پاؤں کیسے مضبوط چٹانوں پر گاڑ دیئے گئے۔ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد" کی پیشگوئی کیسے بے خطا رنگ میں پوری ہوئی۔

مذہب کی اساس

اگر مذہب کی بنیاد فی الواقع اس یقین پر قائم ہے۔ جو قلوب میں اس کے لئے موجزن ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ زندہ ایمان صرف رسمی و رواجی بات نہیں۔ بلکہ علم و دلائل اس کی بنیاد ہیں۔ اگر اسلامی سوسائٹی کا قیام دین کے اصولوں کی حقانیت پر یقین سے وابستہ ہے تو جاؤ تلاش کرو۔ آج دین اسلام پر ایسا روشن و زندہ ایمان تمہیں کہاں سے حاصل ہونا ممکن ہے؟ تم پوچھتے ہو۔ اسلام کی کونسی سلطنت قائم ہو گئی لیکن حکومت کس کام کی۔ اگر حاکموں کے دل نور ایمان سے منور نہیں۔ تم مسلمانوں کی جمعیت و اتحاد دیکھنے کے متمنی ہو لیکن اگر رشتہ اتحاد قلوب میں قائم نہیں۔ تو وہ جمعیت بے سود ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سب سے مقدم امر جس پر دین اور قوم کی بنیادیں استوار ہیں۔ وہ روشن اور محکم یقین ہے۔ جو قرآنی تعلیم اور اصولوں پر ہونا لازم ہے۔ پھر جب یہی شے مفقود ہو۔ تو اس سے دین کو کیا نفع؟ اگر روشن ایمان نہیں تو اتحاد کیا۔ اور کس چیز پر۔ خلافت الٰہیہ کا نفاذ قلوب انسانی سے شروع ہوتا ہے نہ کہ بیرونی حکومت سے۔ جب قلوب ہی منحرف ہوں۔ اس وقت حکومت کی طلب بے معنی شے ہے بے شک حضرت اقدس نے قلوب انسانی پر خلافت الٰہیہ کی بنیادوں کو از سر نو استوار کیا ہے۔ اور لاریب اسی کارنامہ کی بدولت آپ خلیفۃ اللہ فی الارض کے حقیقی مصداق ہیں۔

زندہ جماعت کا وجود

ایمانوں کو روشن و زندہ کر دینا منجانب اللہ ہونے کی محکم دلیل ہے لیکن صرف اسی قدر نہیں کہ حضرت اقدس نے اپنی مجاہدانہ سعی سے وقتی طور پر قلوب میں یقین پیدا کر دکھلایا ہو۔ حوصلوں اور ہمتوں کو بڑھا دیا۔ امیدوں اور امنگوں کو اکسا دیا۔ بلکہ ایک الٰہی کارخانہ حمایت و تائید دین کے لئے جاری کر دیا ہے کہ جو ہمیشہ رواں اور دواں رہیگا۔ گو کیسے طوفان اٹھیں اور گو اندرونی کمزوری کیسی ہی راہ پا جائے مگر یہ تحریک جو جماعت احمدیہ کی شکل میں قائم کی گئی ہے۔ ہمیشہ بڑھتی رہے گی۔ ترقی پائیگی اور ان مقاصد کی تکمیل ہو گی جن کے لئے یہ قائم کی گئی۔ حقیقی طور پر احیاء دین اسی چیز کا نام ہے۔ کہ وہ قلوب جن میں یقین موجزن ہو متحد و متفق ہو کر کھڑے ہوں۔ زندہ دین کتب میں علمی دلائل کے موجود ہونے کا نام نہیں۔ بلکہ اس زندگی کا ثبوت انسانی زندگیوں میں انقلاب کا طالب ہے۔ جس قدر یہ انقلابی تحریک وسیع ہو گی اور جس قدر کثرت سے قلوب میں ایمان کی ضرورت پیدا ہو گی۔ اسی قدر سرعت سے وہ مقاصد تکمیل پذیر ہوں گے جنہیں تجدید یا احیاء دین کے نام سے وابستہ کیا جاتا ہے۔

حضرت اقدس کی مجاہدانہ زندگی دو پہلو ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ اولاً اعلٰے دلائل و علم کے ذریعہ غیر ادیان پر مذہب اسلام کی طرف سے جارحانہ کاروائی۔ اور دوسرے مسلمان قوم میں زندہ جماعت کی ترقی و توسیع کی مسلسل جد و جہد۔ افسوس ہے کہ بعض غیر از جماعت اصحاب اس نکتہ کو سمجھ نہیں سکے۔ کبھی وہ جماعت احمدیہ کی ترقی کو فرقہ بازی کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ اسے تنگدلی و تعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں کبھی وہ اس غلطی کا شکار ہو رہے ہیں کہ جماعت کی ترقی و توسیع پر کوششوں کو صرف کرنا غیر ادیان پر فتح کے مقصد کو اوجھل کر دینا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ عملی رنگ میں اگر کوئی علاج مسلمانوں کے تشتت و انتشار کا ممکن ہے تو وہ صرف یہی کہ ایک ایسی جماعت کا مرکزی وجود قائم ہو۔ جو اپنے معتقدات و عمل کے لحاظ سے اسلام کا نمونہ ہو اور جو اپنے اخلاقی و علمی اثر سے دوسروں کو اپنے اندر جذب کرے۔ ورنہ غور کرو کہ جب تک کوئی عملی قدم اتحاد کے لئے اختیار نہ کیا جائے گا۔ محض اس بات کے اعادہ سے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ سب مسلمان ایک ہیں۔ یکجہتی و یک رنگی کیونکر پیدا ہو جائے گی آہ! قوم کی کیسی بدقسمتی ہے کہ جو اصل علاج ہے۔ اسے مرض سمجھا جا رہا ہے۔ جس میں اشاعت کا راز مضمر ہے اسے اشاعت کے مخالف و متضاد قرار دیا جا رہا ہے۔ جو حقیقی طور پر اور عملی رنگ میں اتحاد و اتفاق کی راہ ہے۔ وہی تفرقہ و فساد کی بات بنائی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ اتحاد اسلام کی عملی راہ ہے

حضرت اقدس پر جب سوال ہوا کہ فرقہ بندیوں سے نجات کی کیا راہ ہے۔ تو آپ نے یوں ارشاد فرمایا۔

"اسلامی فرقوں میں دن بدن پھوٹ پڑتی جاتی ہے پھوٹ اسلام کے لئے سخت مضر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم جب سے اسلام کے اندر پھوٹ پڑی ہے۔ وہ دمبدم تنزل کرتا جاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔ تا لوگ فرقہ بندیوں سے نکل کر اس جماعت میں شامل ہوں۔ جو بیہودہ مخالفتوں سے بالکل محفوظ ہے۔ اور اس سیدھے راستے پر چل رہی ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

فرقہ بندیوں کا علاج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ منجانب اللہ ایک جماعت قائم ہو۔ جو اپنے معتقدات و عمل میں خالصتاً اسلامی ہو۔ اب اگر ایسی جماعت کے وجود

(باقی بر صفحہ [illegible])

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق عالیہ اور احباب سے حسن سلوک

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

اسلام کی سب سے بڑی خوبیوں میں سے ایک خوبی مساوات اور مسلمانوں کا باہمی رشتہ اخوت ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے آپ کے متبع یا مرید نہیں بلکہ آپ کے بھائی اور اصحاب کہلاتے ہیں۔ کتنی بڑی فضیلت اور کیا خوش بختی ہے جو مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ مسلمان تو آنحضرت صلعم کی غلامی میں اور آپ کا ادنٰے چاکر بننے میں ہی اپنی رفعت شان سمجھتا ہے اور حضور صلعم کی جوتیوں کی گرد کے برابر ہوجانا باعث فخر تصور کرتا ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم جو انسانیت کو بلند کرنے اور اپنی قوم کو اونچا کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ایک معمولی سے معمولی انسان کو بھی اپنا بھائی تصور کرتے ہیں۔ اور ہر شخص کو اپنے سینہ سے لگا لیتے ہیں۔ کسی کو یہ محسوس بھی نہیں ہونے دیتے کہ متبع یا مرید ہونے سے کوئی شخص نیچا ہوجاتا ہے۔ یہی وہ خوبصورت اخلاق تھے جنہوں نے ایک دنیا کو آپ کے گرد جمع کر دیا۔ اور لوگ پروانہ وار شمع رسالت پر نثار ہونے لگے۔ ورنہ اگر آپ سخت دل ہوتے اور حسن اخلاق سے کام نہ لیتے۔ تو جیسا کہ آیت مندرجہ عنوان سے ظاہر ہے لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے

اس زمانہ کے امام اور امت محمدیہ کے موعود مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اپنے اخلاق میں یکتائے روزگار تھے جن حضرات کو آپ کے فیض صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ حضرت اقدس کے ہاں بھی پیری مریدی کا سلسلہ نہ تھا۔ بلکہ ایک بھائی چارہ تھا ماننے والے بے شک آپ کے عاشق تھے اور دل وجان سے ہر ارشاد کی تعمیل کے لئے آمادہ اور منتظر رہتے۔ لیکن حضرت اقدس کا رویہ ہر ایک سے دوستانہ اور برادرانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک دوست کو حبی فی اللہ اور اخویم کے لقب سے یاد فرماتے دوستوں کی تواضع اور خاطرداری درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مریدان جاں نثار زیارت کو آتے ہیں تو حضرت بنفس نفیس دوڑ دوڑ کر ان کے لئے شربت، لسّی، چائے اور ضروری اشیائے خوردنی لا رہے ہیں۔ ریل، موٹر یا سواری کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں۔ اس لئے ملاقاتیوں کے آنے کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ وقت بے وقت لوگ قادیان پہنچتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس نے کبھی تکلیف یا بے آرامی محسوس نہیں کی۔ بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور ہر آنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے آنے سے حضرت کو فی الواقعہ دلی راحت پہنچی ہے۔

کھانے کے وقت دسترخوان بچھتا ہے حضرت مسیح موعود اور احباب اکٹھے کھانے پر بیٹھتے ہیں۔ مریدوں کو تو یہ خوشی اور فخر ہے کہ وہ اپنے امام کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت کو یہ خوشی ہے کہ انہیں اپنے احباب کی خاطرداری کا موقع ملا۔ چنانچہ آپ بار بار خود اٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور کبھی چٹنی یا اچار لے آتے ہیں اور کبھی کوئی شیرینی لے آتے ہیں پھر اچھی اچھی چیزیں اٹھا کر دوستوں کے آگے رکھتے ہیں اور اصرار وفرمائش سے دوستوں کو کھلاتے ہیں۔ حضرت خود تو بہت تھوڑی غذا کھاتے تھے۔ بس آپ کو یہی فکر ہوتی تھی کہ دوستوں کی خاطر خواہ طور پر تواضع کی جائے۔ سبحان اللہ یہ عجیب پیری مریدی ہے۔

حد درجہ احترام حفظ مراتب اور جذبہ جاں نثاری کے باوجود ظاہری تکلفات کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا۔ مامور وقت اور آپ کے متبعین جس وقت باہم مل کر بیٹھتے تھے تو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون۔ حضرت اقدس کی مجلس کا وہی رنگ ہوتا تھا۔ جو پہلے سید ومولیٰ حضرت نبی کریم صلعم کی مجلس میں ہوتا تھا۔ وہاں بھی آنے والا نووارد بسا اوقات سوال کرتا تھا کہ تم میں سے محمد کون ہے۔ کوئی امتیازی نشان یا خاص جائے نشست آپ کے لئے مخصوص نہیں تھی۔ اپنے دوستوں میں آپ گھل مل کر بیٹھتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی کئی بار نووارد کو دھوکہ لگ جاتا تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ جب چولا باوا نانک صاحب کی زیارت کے لئے حضرت مسیح موعود اور آپ کے چند دوست ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا شہر کے لوگ حضرت کی آمد کی خبر سن کر جوق درجوق ملاقات کے لئے آئے۔ لیکن ہر شخص جو آتا۔ وہ سب سے اول حضرت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی طرف توجہ کرتا اور پہلے آپ سے ہی مصافحہ کرتا۔ نوواردین کے زعم میں مولوی محمد احسن صاحب ہی مسیح موعود تھے اور اصل مسیح موعود اور خدا کے برگزیدہ مامور مجلس میں ایسی سادگی سے تشریف فرما تھے کہ ناواقف آدمی کا دھیان فوراً اس طرف نہیں جاسکتا تھا۔

گھر میں کئی بار ایسا ہوا کہ آپ کے دوست یعنی جاں نثار مرید چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت خود فرش پر تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا کرنے میں حضور کو لطف آتا تھا۔ اور لذت محسوس ہوتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سوار کر کے آنحضرت صلعم نے ساتھ ساتھ پیدل چلنے میں لذت محسوس فرمائی۔ خدا کے برگزیدہ اور مرسل اپنے اس رویہ سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بھی انسان ہیں بشر مثلکم کے مصداق ہیں۔ اور ان کے ماننے والے اور متبعین بھی انسان ہیں اور انسانیت کو زندہ رکھنا مذہب کا سب سے پہلا کام ہے۔ جس مذہب نے انسانیت کو ختم کر دیا۔ وہ مذہب جھوٹا ہے۔ افسوس ہے آج خود مسلمان پیروں اور گدی نشینوں نے ایسا طریق اختیار کر رکھا ہے جو انسانیت اور اسلامی اخوت کو کچل دینے والا ہے۔ یہ طریق سراسر خلاف سنت رسول اور خلاف منشائے الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

علی الصبح سیر کو جاتے۔ تو بسا اوقات مرید آگے نکل جاتے اور حضرت پیچھے رہ جاتے۔ ایک مرتبہ سیر کے دوران میں جبکہ حضرت اور آپ کے احباب کافی دور نکل گئے تھے۔ واپسی سے قبل کچھ عرصہ قیام فرمانے کا ارادہ ہوا۔ ایک دوست نے چادر بچھادی تاکہ حضور اس پر تشریف رکھیں۔ حضرت اقدس بیٹھ گئے۔ بعض دوست پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی بھی انتظار تھی۔ جونہی کوئی صاحب تشریف لاتے حضرت نے "ادھر آیئے" کی دعوت دی۔ انہیں اپنے پاس چادر پر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی اور آپ تھوڑا سرک گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور صاحب آگئے تو حضرت نے انہیں بھی چادر پر بٹھایا اور خود تھوڑا سا اور سرک گئے۔ اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ چادر تو ساری مریدوں کے نیچے آگئی۔ اور حضرت اقدس خود صاف زمین پر ہو بیٹھے۔ تواضع وایثار دیا کیزگی اخلاق کا کیا عمدہ نمونہ ہے۔

قادیان سے آپ کے مخلص احباب جب واپس روانہ ہوتے تو حضرت اقدس بنفس نفیس ان کو یکہ پر سوار کرانے تشریف لے جاتے اور کئی بار آپ دور تک ساتھ ساتھ پیدل چلے جاتے۔ اور اس طرح اپنے آقا اور مطاع کی سنت کو تازہ کر کے اخلاق محمدی کا نمونہ پیش فرماتے۔ آج کل کے فرعون مزاج پیر ایسا نمونہ کہاں پیش کر سکتے ہیں۔

حضرت اقدس کے احباب میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا تھا کہ حضور کو اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے تمام دوستوں سے یکساں الفت ومروت کا سلوک کرتے تھے۔ امیر وغریب کی تمیز نہ تھی اور کسی امیر سے اس کی امارت کی وجہ سے زیادہ محبت نہ تھی۔ بلکہ اخلاص اور دین کے لئے تڑپ اور جذبہ خدمت ان خصوصیات کا مالک زیادہ قابل قدر سمجھا جاتا تھا۔

طبیب روحانی اور مسیحا ہونے کے علاوہ حضرت اقدس جسمانی عوارض کا بھی علاج فرمایا کرتے تھے قیمتی ادویات کا ذخیرہ آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔ جو عام بندوں کی خدمت کیلئے وقف تھا۔ صرف دوست واحباب ہی استفادہ نہیں کرتے تھے بلکہ ہر کس وناکس بلا امتیاز مذہب وملت آپ کے پاس پہنچ کر اپنے دکھ کا درمان حاصل کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے قلب صافی میں ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اپنے تعلق والوں اور دوستوں کے لئے تو حضرت مسیح موعود کے دل میں بے حد محبت اور درد تھا۔ ان کی تکلیف کو وہ اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے۔ جماعتی تعلقات کو رحمی تعلقات سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ قابل ترجیح خیال کیا جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو آپ اپنا بھائی سمجھتے تھے۔ اور نوجوان مبلغین کو اپنی اولاد کی طرح عزیز تصور فرماتے تھے۔ ذیل میں حضرت اقدس کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے۔ جو حضور نے اپنے ایک مخلص جانثار فرشتہ سیرت مرید اور ایک سچے عاشق مرزا ایوب بیگ صاحب ...

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۳)

ہمارے مسیحا

(از جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ پی سی ایس)

ہمارے مسیحا کے عنوان سے میں نے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا تھا جس کے کئی نمبر پیغام صلح میں شائع ہوئے۔ اس مضمون پر میں نے بہت کچھ لکھنا تھا مگر گذشتہ سال میں بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے یہ سلسلہ بند ہو گیا اور مجھ کو افسوس ہے کہ اچھا ہو جانے کے بعد بھی اس سلسلہ کو جاری نہ کر سکا۔ زمینداری کے کاروبار کی وجہ سے میں اکثر لاہور سے غیر حاضر رہتا ہوں۔ آج ۱۲ مئی کو لاہور پہنچا اور انجمن کے دفتر میں آیا اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح شیخ محمد آصف صاحب سے ملاقات ہوئی۔ شیخ صاحب نے مجھے فرمایا کہ مسیح موعود نمبر کے لئے میں کوئی مضمون لکھوں۔ میں نے آج شام کو ہی جڑانوالہ کو جانا ہے اور میں نے یہی عذر کیا۔ مگر شیخ صاحب نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں۔ شیخ محمد آصف صاحب کی خاطر مجھے بہت عزیز ہے اس واسطے میں ان کے دفتر میں بیٹھ کر حسب ذیل چند سطور لکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے پہلے کہا ہوتا تو میں بہت کچھ لکھ سکتا تھا۔ اگر ضروری کام کیلئے باہر نہ جانا ہوتا تو بھی کافی لمبا مضمون لکھ دیتا۔

میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے متعلق وہ واقعات اپنے مضامین میں مختلف عنوانوں کے ماتحت لکھے ہیں جن کا میں عینی شاہد ہوں۔ سلسلہ مضامین اب میں نے "عشق رسول" پر لکھنا تھا۔ اگر پوری فرصت میں میں اس پر لکھتا تو بہت کچھ لکھتا اور انشاء اللہ اب بھی (جب ذرا فرصت ہوتی ہے) لکھوں گا۔ لیکن سردست شیخ صاحب کے اصرار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکوں گا۔

حضرت مرزا صاحب کے عشق رسول کے متعلق میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ جس قسم کی محبت اور عشق حضور کو ذات نبوی سے تھا اس کی نظیر ملنا بہت مشکل ہے۔ حضرت اقدس کے خلاف بہت اعتراض کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب ہی غلط ہیں مثلاً بعض خبیث اور ظالم طبع لوگ یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے بڑھکر ناپاک اور ذلیل جھوٹ بولا جانا ہی ممکن نہیں ہے۔ جن لوگوں کو حضرت اقدس کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور ممدوح کے کیریکٹر اور طبیعت میں سب سے زیادہ راسخ اور نمایاں جو خصوصیت تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہی تھا۔ حضرت کوئی موقعہ حضرت رسول کریمؐ کی شان کے اظہار کا ہاتھ سے نہ دیتے تھے، اور وہ بات جس کی برداشت آپ کی وہ وقار متحمل طبیعت بھی نہ کر سکتی تھی آنحضرت صلعم کی توہین تھی۔ پنڈت لیکھرام کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ باوجودیکہ یہ شخص اس دقت کی مذہبی دنیا میں کافی شہرت رکھتا تھا حضرت اقدس نے اس کے سلام کا جواب دینا بھی گوارا نہ فرمایا اس نے دو دفعہ سلام کیا اور حضرت نے جواب نہ دیا۔ ایک مرید نے سمجھا کہ شاید حضرت نے دیکھا نہیں اور عرض کیا کہ حضور پنڈت لیکھرام سلام عرض کرتا ہے۔ رنج الود سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ مجھ کو سلام کرنے کے کیا معنے جب میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے۔ میں تو ایسے شخص کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ حضرت اقدس نے جو قصائد حضرت نبی کریمؐ کی مدح میں تحریر فرمائے ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت کا عشق کس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ میرے کالج کے واقفوں میں سے ایک غالی شیعہ تھا پھر وہ وکیل ہو گیا اور ویسے کا ویسا ہی غالی رہا اور حضرت اقدس کا مخالف مگر بارہا اس نے مجھے کہا کہ مرزا صاحب کے دو شعر مجھے کبھی نہیں بھولے اور نہ بھولیں گے، ایک تو وہ جہاں اسلام کی بیکسی کا نقشہ کھینچکر فرماتے ہیں ؎

> ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
> دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اور دوسرا وہ جو آپ نے ایک قصیدہ مدحیہ میں فرمایا ہے ؎

> صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمیں
> ذات خالق را نشانے بس بزرگ استوار

جس قدر مدحیہ کلام حضرت سرور کائناتؐ کی مدح میں تصنیف ہوا ہے کسی اور شخص کی تعریف میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا ہے۔ بے شمار کتب ہیں ایسی ہیں جن میں صرف نعت ہی نعت ہے۔ اور مسلمان شعراء کے لئے "نعت" ایک علیحدہ صنف شاعری کی قرار دی گئی ہے بلکہ مسلمان شعراء تو ایک طرف رہے، کئی غیر مسلم شعراء نے بھی اس مضمون پر طبع آزمائی کی ہے۔ بہت بڑا لٹریچر نعت پر اردو زبان میں بھی موجود ہے لیکن جو نظمیں حضرت مرزا صاحب نے حضرت رسول کریمؐ کی مدح میں تصنیف فرمائی ہیں ان کا رنگ ہی اور ہے، حضرت اقدس کے کلام کے مطالعہ سے صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ کلام محض جذبات کے ماتحت نہیں لکھا گیا۔ تمام کلام شاعرانہ مبالغہ سے مبرا ہے، تعریف اس قدر ہوئی ہے اور اس رنگ میں ہوئی ہے کہ اس کی نظیر نہیں لیکن محض اظہار عشق بصورت تعریف مقصود حال نہیں ہوا بلکہ حضرت رسول کریمؐ کے کمالات کے ثبوت میں نہایت زبردست ثبوت دیئے ہیں اور ایسے رنگ میں آنحضرت کی عظمت اور شان کو ظاہر کیا گیا ہے کہ کلام کو پڑھکر ایک نیک دل اور منصف مزاج انسان بے ساختہ صداقت کا قائل ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس کے دل میں رسول کریمؐ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

> خوبی او دامن دل مے کشد
> ہو کشانم مے برد زور آورے

یعنی یہ تعریف جو میں کر رہا ہوں یہ یونہی نہیں بلکہ حضرت کے کمالات اور احسانات نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں ہر وقت ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہوں۔ اسی قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

> چشم من بسیار گردیدہ و دید
> چشمۂ چوں دین او صافی ترے

یعنی یہ جو عشق اور محبت ہے یہ یونہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جو دین یہ رسول لایا وہ اتنا اعلےٰ اور ایسا کامل ہے کہ باوجود سخت کوشش اور تلاش کے وہ بات کسی اور جگہ نہیں ملی۔ غرض حضرت کا نعتیہ کلام ایسا نہیں جو محض مجالس کی رونق کے کام آوے بلکہ حضرت رسول کریمؐ کی صداقت پر بہت زبردست دلائل دیئے ہیں۔ اردو۔ فارسی۔ عربی، قصائد سب کے سب رسول کریمؐ کی صداقت اور عظمت کے زبردست دلائل اور براہین سے پُر ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ میں مختلف قصائد سے اشعار نقل کر کے اپنے مقصد کو ثابت کرتا مگر فرصت بہت ہی کم ہے اور میں ایک اشد ضروری کام کے لئے جڑانوالہ کو جانے کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ دوسرے لوگوں نے تو کیا کہا جاوے۔ ہمارے احمدی بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ بار بار حضرت اقدس کے اشعار نعتیہ کو پڑھیں تا کہ ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تازہ رہے۔ حضرت اقدس نے عربی میں بھی بہت اعلےٰ درجہ کے قصائد در مدح حضرت رسول کریمؐ تصنیف فرمائے ہیں۔ ایک دفعہ میں قادیان میں تھا کہ مصر سے ایک عرب کا خط آیا جس میں حضرت مرزا صاحب کی طرف ایک بڑے عالم نے لکھا کہ میں نے آپ کا فلاں قصیدہ پڑھا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ سر کے بل رقص کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

میں اس مضمون کو جو بہت وسیع ہے۔ اور جس پر صفحوں کے صفحے لکھے جا سکتے ہیں بوجہ عدم فرصتی میں ایک چشمدید واقعہ کو بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ میں نے بلکہ سب نے یہ دیکھا کہ کئی لوگ حضرت اقدس کو گالیوں سے بھرے ہوئے خط لکھتے اور بھیجتے بلکہ میں نے خود دیکھا کہ کئی بار ایسے آدمی بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے جنہوں نے بالمشافہ برا بھلا کہا مگر حضرت کے چہرہ پر بل نہ پڑا اور نہ ہی کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا، مگر جہاں ذرا سی توہین بھی حضرت رسول کریمؐ کی ہوتی حضرت کی حالت میں ایک غیر معمولی تغیر ہو گیا۔ قادیان میں اس وقت نماز ظہر سے ذرا پہلے ڈاک آیا کرتی تھی۔ حضرت اقدس نماز کو ادا کرنے کے لئے آتے تو مولانا عبدالکریم مرحوم وہ خط سنا دیتے جو باہر سے آتے۔ ایک روز حسب معمول مولوی صاحب خط سنا رہے تھے۔ تھوڑے سے سنائے اور زیادہ زبانی تھے۔ اتنے میں ایک خط میں سے ایک اشتہار طبع شدہ نکل آیا۔ اس اشتہار میں کسی بدزبان آریہ نے حضرت رسول کریمؐ کے متعلق بہت کچھ بکواس کی ہوئی تھی۔ مولوی صاحب نے اس اشتہار کو پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں پڑھتے جاتے حضرت اقدس کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ سب اشتہار مولوی صاحب کو پڑھنے نہ دیا اور ان کے ہاتھ سے اسکو پکڑ لیا اور اندر تشریف لے گئے باقی خط بھی نہ سنے عصر کی نماز کے لئے بھی حضرت اقدس مسجد میں تشریف نہ لائے۔ اور کہلا بھیجا کہ میرا انتظار نہ کرو۔ شام کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے ایک لمبا مضمون لکھا ہوا ہاتھ میں تھا اور حضرت اس قدر خوش تھے کہ تمام دنیا کی خوشی اور فرحت اسی مقدس

(باقی پر صفحہ میں)

حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کا جہاد

از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسلام کی معقولیت اور روحانی قوت پر زبردست ایمان

حضرت مسیح موعود نے جہاد کے اس غلط مفہوم کو جس سے اسلام وحشت اور بربریت کا مذہب ثابت ہوتا تھا۔ دور کرکے اس پاک مذہب کی وہ شاندار خدمت انجام دی ہے جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ آپ نے یہ کہکر کہ اسلام کوئی غیر معقول مذہب نہیں کہ اس کے منوانے کے لئے تلوار کی ضرورت ہو بلکہ وہ ایک معقول اور فطری مذہب ہے۔ جس کی صداقت پر ایسے ایسے براہین نیرہ پیش کئے جا سکتے ہیں، جو دلوں کو مسخر کر لینے والے ہیں، اس پاک مذہب کا حقیقی نقشہ دنیا کے آگے رکھدیا ۔ اور بتا دیا کہ آپ کا ایمان اسلام کی صداقت و معقولیت پر اس قدر زبردست ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہاں ہیں وہ لوگ۔ جو اسلام کے منوانے کے لئے تلوار کی ضرورت اس قدر محسوس کرتے ہیں کہ مہدی اور مسیح جیسے روحانی انسان بھی ان کے نزدیک دلائل و براہین کا نام تک نہیں جانتے ۔ اور اگر کچھ کر سکتے ہیں تو جبر و اکراہ اور تلوار کی مدد سے اور کہاں اس پاک انسان کا ایمان کہ اسلام کے منوانے کے لئے تلوار کا نام تک لینا جایز نہیں سمجھتا۔ اور محض روحانیت، دلائل و براہین کی قوت سے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتا کہ اسلام کی معقولیت اور اس کے دلائل کی قوت کو اس نے علی وجہ البصیرت معلوم کر لیا ہو۔ اور وہ صدق دل سے جانتا ہو کہ ان دلائل کو جب کبھی پیش کیا جائے گا۔ اسلام کی صداقت اپنا اثر کرکے رہے گی ۔ کیا وہ لوگ جو تلوار کی قوت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔ آپ کے اس ایمان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسیح اور مہدی کا دعوے کرکے آپ ان تمام ذمہ واریوں کو اپنے سر پر لیتے ہیں۔ جو ان دو عظیم الشان شخصیتوں سے دنیا نے وابستہ کر رکھی ہیں۔ اور باوجود اس کے اس تلوار کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیتے ہیں، جو ان دونوں کے ہاتھوں میں مسلمانوں نے پکڑا رکھی تھیں۔ کس قدر عظیم الشان ایمان ہے اسلام کی روحانی قوت پر اور کس قدر زبردست طاقت ہے اس شخص کے اندر جو اس روحانی قوت کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کی تائید میں خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہو اور اسلام کی صداقت اور معقولیت کو اس کے لوح قلب کے اندر نقش کر دیا گیا ہو۔

حصول تکمیل نفس کا ذریعہ

صوفیا نے تکمیل نفس کے لئے بعض مجاہدات تجویز کئے ہیں۔ جن میں چلہ کشی۔ دل پر ضرب لگانا اور وظائف وغیرہ پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود سے بھی ایک دن حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور نے سوال کیا کہ حصول تکمیل نفس کے لئے کوئی مجاہدہ بتائیے ۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ عیسائیوں کے رد میں کتاب لکھیں چنانچہ حضرت مولانا مرحوم نے فصل الخطاب تصنیف فرمائی۔ پھر آپ نے کسی موقعہ پر یہی سوال کیا تو حضور نے فرمایا کہ آریوں کے رد میں کتاب لکھیں اور اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا نے تصدیق براہین احمدیہ تصنیف کی۔ اللہ اللہ کیا پاک انسان ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جہاد کا منکر ہے اور کفار سے دوستی رکھتا ہے۔ کیا ان آنکھ کے اندھوں کو نظر نہیں آتا کہ اس کا وظیفہ ہی یہ ہے، کہ کفار کے ساتھ جہاد کیا جائے لیکن تلوار سے نہیں جس کو اٹھانے کی آج خود ان لوگوں کو بھی طاقت نہیں جو آپ پر اعتراض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ نوک قلم کے ساتھ دلائل اور براہین کی قوت سے مذاہب باطلہ کے سینوں میں شگاف کرنا چاہتا ہے ۔ اور ایسے ایسے زبردست شگاف اس نے کئے ہیں۔ کہ جن کو بند کرنے کی آج تک ان مذاہب کو توفیق نہیں ملی ۔ اسی کو وہ حصول تکمیل نفس کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور اسی کو اپنا اور اپنے خاص الخاص مریدوں کا مجاہدہ قرار دیتا ہے، کیا اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ جہاد کا قائل نہیں۔ کیا اسے کفار کا حامی اور دوست قرار دیا جا سکتا ہے ۔ ہاں وہ اس جہاد کا بیشک قائل نہیں جو اسلام جیسے خوبصورت مذہب کو ایک مہیب اور خونی دیو کا لباس پہنا دیتا ہے

مذاہب عالم پر اتمام حجت

حضرت مسیح موعود نے اسی کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور ان میں کس خوبصورتی کے ساتھ اسلام کے پاک چہرہ کو دلائل اور براہین کی روشنی میں دنیا کے آگے رکھا۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر بکار ہے ۔ آپ کی ایک کتاب براہین احمدیہ ہی اسلام کی ایسی شاندار خدمت ہے۔ کہ جس کی نظیر آج تک بڑے بڑے مخالفین بھی پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ آپ کے اشد مخالف رئیس المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی کے قول کے مطابق گذشتہ تیرہ سو سال میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے اس کتاب کے متعلق اس قدر تحدی سے کام لیا۔ کہ جو شخص ان دلائل کے جو اس کے اندر پیش کئے گئے ہیں۔ نصف یا ایک ثلث یا ایک ربع یا ایک خمس کو بھی توڑ دے ۔ اس کو بھی اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قابض و متصرف کر دوں گا یہ چیلنج ظاہر ہے کہ مذاہب عالم پر ایسی اتمام حجت تھا کہ اگر ان کے اندر ذرا بھی طاقت اور قوت ہوتی تو وہ اس کا پورے زور سے مقابلہ کرتے ۔ لیکن یہ قرضہ ابھی تک ان کے ذمہ ہے اور کسی کو آج تک ان دلائل کے توڑنے کی ہمت نہیں پڑی ۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ لکھی لیکن آیا اس میں براہین احمدیہ کی تکذیب ہے ۔ یا ہزیمت خوردہ دشمن کی طرح پنڈت صاحب نے گالیوں اور بدزبانیوں پر اتر کر اپنی شکست اور آپ کے پیش کردہ دلائل کی پختگی اور اسلام کی عظمت کا ثبوت پیش کیا ہے، آیا خود پنڈت صاحب اور آریہ سماج کو اس جواب پر اطمینان حاصل تھا۔ اس کا فیصلہ اس ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ پنڈت صاحب یا آریہ سماج کو آپ کے پیش کردہ انعام کے مطالبہ کی جرأت کبھی نہیں ہوئی ۔

جہاد بالقلم کا ایک اور شاندار منظر

دھرم مہوتسو کے جلسہ میں آپ کا زبردست لیکچر جو اسلامی اصول کی فلاسفی اور ٹیچنگز آف اسلام کے نام سے آج تک کفار کی نظروں کو خیرہ کر رہا ہے۔ آپ کے جہاد بالقلم کا ایک اور روشن ثبوت اور خدمات اسلام کا سنہری باب ہے، ان ہزارہا انسانوں کے جو اس جلسہ کے اندر۔ ہندو۔ عیسائی۔ آریہ اور سکھ وغیرہ مذاہب کی نمایندگی کر رہے تھے۔ دلوں سے کوئی پوچھتا۔ کہ مرزا نے کس طرح لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو جسے مفسرین نے مسیح موعود کی طرف منسوب کیا ہے۔ سچا ثابت کر دکھایا ہے۔ جب تک مسیح موعود کا نام دنیا میں باقی ہے یہ عظیم الشان فتح جو غیر مذاہب پر خدا تعالےٰ نے اسلام کو آپ کے ذریعہ سے دی کبھی بھول نہیں سکتی۔ تعجب ہے کہ ایسے کھلے مجاہدات کے باوجود آپ کو جہاد کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی اپنی عقلیں مسخ ہو چکی ہیں اور اچھے اور برے میں امتیاز کا مادہ بھی ان میں نہیں رہا۔

اسلام اور آنحضرت صلعم کیلئے دلی جوش اور غیرت

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے دل میں کس قدر جوش اور غیرت تھی۔ قوم کی غفلت لاپروائی اور طرح طرح کے مفاسد میں مبتلا ہوتے کا کس قدر درد آپ کے سینہ میں تھا۔ اس کو وہی لوگ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ جن کو آپ کی پاک صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ یا آپ کی کتابوں کو پڑھنے کا انہیں موقعہ ملا ہے ۔ یہی جوش اور غیرت تھی جس کی وجہ سے آپ کسی مخالف اسلام کے منہ سے اسلام یا آنحضرت صلعم کے حق میں کوئی کلمہ سن کر اس وقت تک چین سے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے لیں اس دلی کیفیت کا اظہار آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے اور کس پُر درد طریق پر کیا ہے ۔

درین ہنگام پُر آتش بخواب خوش چساں خسپم
زماں فریاد میدارد کہ بشتابید نصرت را

اس فتنہ و فساد کے وقت میں میں خوشی کی نیند کیسے سو سکتا ہوں، زمانہ زبان حال سے فریاد کر رہا ہے، کہ اسلام کی نصرت کے لئے دوڑ کر آؤ۔

کیا اس شخص کو اسلام کا دشمن کہا جا سکتا ہے جس کا دل اسلام کے درد سے ٹیسیں مار رہا ہے ۔ اور قوم کی حالت پر اس کا دل غم و اندوہ سے پگھل کر بہا رہا ہے۔

شب تاریک و بیم دزد و قوم ما چنیں غافل
کجا زیں غم روم یارب نما خود دست قدرت را

مسلمانوں کی عام حالت اور مجدد وقت

فی الحقیقت مسلمانوں کی حالت اس وقت عجیب تھی تبلیغ اسلام کا کوئی نام بھی ان میں نہ جانتا تھا علماں کے نام نہاد علماء جو عام طور پر مسجدوں کے اندر وعظ کہنے کو فساد کہتے

چند ہنسانے اور رلانے والے قصوں سے اپنے سامعین کا دل خوش کرنا جانتے تھے اور غیر مذاہب کے حملوں کا صرف اس قدر جواب ان کے پاس تھا کہ انکی بات ہی نہ سنو۔ اور کوئی جواب انہیں نہ دو۔ اگر کوئی شخص ان سے کسی اعتراض کا جواب پوچھنے آتا تو کفر کا ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتے اور مار مار کر اسے مسجد سے باہر نکال دیتے۔ نئی روشنی کے لوگ کچھ تھوڑی بہت غیرت اسلام کی رکھتے تھے۔ لیکن وہ بھی اس حقیقی رستہ سے ناواقف اور اس شاہراہ سے دور ہٹے ہوئے تھے جس سے اسلام کی کامیابی مقدر تھی۔ یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام۔ انہیں اس راہ میں بہت سی دشواریاں نظر آتی تھیں۔ اور اسلام پر پختہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ کہ اسی ایک راہ سے اُسے طاقت اور غلبہ نصیب ہو سکتا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کی برائے نام جمعیت کی ترقی کے لئے کوشاں تھے اور مجدد وقت اس جمعیت کے اندر زندگی کی روح پھونکنا چاہتا تھا اور اس کے لئے اس قدر اُس کے دل میں جوش تھا۔ کہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں اس مولا کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھے اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام منجانب اللہ تعالے کچھ بھاری نہیں، اسی کے فضل سے مجھے وہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دُکھ اٹھا کر بھی اس دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا۔ اور نہ نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام کو بنظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں۔ میں ان مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے، جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہو جائے اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو، کہ تمام سامان عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے ممکن ہیں وہ سب عیش اسے حاصل ہوں۔ پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں ملتی ہیں"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵-۳۶)

جماعت احمدیہ کے جہادی کارنامے

اسی ایمانی جوش کی وجہ سے آپ نے نوجوانان قوم کو پکار کر نصیحت کی ہے

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

آپ نے اس غافل قوم کو دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے جھنجھوڑ کر جگایا اور آپ کا یہ ایمانی جوش اور اندوہ آخر کار نصرت الٰہی کا جاذب ہوا۔ اور ایک جماعت آپ کو مل گئی جس کی زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور نشر کے سوائے اور کچھ نہیں۔ آج یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے ممالک احمدیوں کے جہادی کارناموں کے درپوشاہد ہیں۔ ان حجرہ نشین مولویوں اور آرام طلب نویسوں کو جنہوں نے گھروں کے اندر بیٹھ کر اعتراض کرنا ہی غیرت ایمانی سمجھ رکھا ہے کیوں یہ نظر نہیں آتا کہ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی جماعت نے جو اسلام کی نصرت کی ہے۔ وہ موجودہ زمانہ میں کسی اور جماعت سے نہیں ہو سکی۔ کیا کوئی ایسا گروہ وہ پیش کر سکتے ہیں۔ جس کے افراد اسلام کے لئے ایسا درد اور جوش اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کہ رات دن اسلام کی اشاعت کی فکر انہیں لاحق ہو اس کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے عملی طور پر انہوں نے قدم اٹھایا ہو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایسی ایک بھی جماعت مسلمانوں میں موجود نہیں۔ اور جو چھوٹی چھوٹی انجمنیں احمدیوں کی دیکھا دیکھی بنائی گئی ہیں، یا زمانہ کے تھپیڑوں نے زبردستی انکو کھڑا کیا ہے انکی نظر ہندوستان سے پرے نہیں گئی اور خود ہندوستان کے اندر بھی احمدیوں کی مدد کے بغیر غیر مذاہب کے مقابلہ کی طاقت ان میں نہیں۔ آئے دن انہیں اسی غرض سے احمدیوں سے مبلغ مانگنے پڑتے ہیں اور آریہ سماج کے بالمقابل عموماً انہی کو کھڑا کیا جاتا ہے یہ ہم اپنی کسی بڑائی اور فخر یا دوسرے مسلمانوں کے استخفاف کیلئے نہیں کہتے بلکہ ان مخالفین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو آج جماعت احمدیہ کے ان روشن کارناموں سے آنکھیں بند کرکے انکار جہاد کا طعنہ انہیں دیتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جس جہاد کے تم قائل ہو اس کے متعلق تم نے کیا کیا۔ اور دین کی کیا کچھ نصرت کرکے دکھائی محض سیاسی شورشوں میں مبتلا ہو کر قیدیں بھگت لینا دین کی کوئی خدمت نہیں۔ اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو آؤ مجدد وقت کا ساتھ دو اور دلائل و براہین اور حقائق و معارف کیساتھ دین کو پھیلانے میں اس کے ممد و معاون بنو یہی اصلی جہاد ہے۔ ورنہ بقول مسیح موعود تمہاری وہی حالت ہے کہ ؎

بلغانی بسر کردند عمر خود بلا حاصل
ولے از بہر معنی ہائے پابند فرصت را

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آجکل راولپنڈی میں فروکش ہیں آپ کا پتہ درج ذیل ہے:۔

معرفت جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب سینیر سب جج
۲۴۶ چرچ روڈ۔ راولپنڈی چھاؤنی

—— جناب عبدالرحمٰن صاحب احمدی پنشنر ریڈر ساکن جتوئی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں اور بعض مشکلات میں گرفتار ہیں انکی صحت اور آسودگی کے لئے دردِ دل سے دعا کی جائے:۔

—— جمعدار عبدالجلیل صاحب۔ بریلی۔ یو۔ پی سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی اور پھوپھی زاد بھائی دونوں پر قتل کے مقدمہ میں پھانسی کا حکم ہوا ہے۔ اپیل کی مگر نامنظور ہوئی، اب رحم کی درخواست گورنر صاحب بہادر صوبہ سرحد کے پاس کی ہے۔ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی مدد کے سامان پیدا کر دے۔ آمین

—— حضرت داروغہ نبی بخش صاحب ابھی تک علیل ہیں ان کے لئے احباب حضور قلب سے دعا فرمائیں:۔

(بقیہ از صفحہ ۱)

. . . کی شدت علالت کی خبر معلوم کرکے تحریر فرمایا۔ مرحوم کے لئے حضور خود ادویات تیار کرکے بھیجا کرتے تھے اور شب و روز سے مرحوم کی صحت کیلئے دعائیں فرماتے تھے۔ لیکن مرحوم کی موت مقدر تھی۔ اس لئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حضرت اقدس کا مکتوب گرامی حسب ذیل ہے:۔

محبی عزیزی مرزا ایوب بیگ صاحب و محبی عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اس وقت جو میں سردرد اور موسمی تپ سے یکدفعہ بیمار ہو گیا ہوں مجھ کو تار ملا جس قدر میں عزیزی مرزا ایوب بیگ کی دعا میں مشغول ہوں اس کا علم تو خدا تعالیٰ کو ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ میں تو اس بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ میرا دل جلد صدمہ قبول کرتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں۔ جہاں تک انسانی طاقت ہے۔ اب میں اس سے زیادہ کوشش کرونگا۔ مجھے پس اور نزدیک سمجھیں نہ دور۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اس درد دل کو بیان کروں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کیا دور ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کو تندرستی دے جلد تر اس کو دیکھوں اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملی۔ میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ میرے گھر میں بھی ایوب بیگ کیلئے سخت بیقرار ہیں۔ اس وقت میں ان کو بھی اس تار کی خبر نہیں دے سکتا۔ کیونکہ کل سے وہ بھی تپ میں مبتلا ہیں اور ایک عارضہ حلق میں ہو گیا ہے مشکل سے اندر کچھ جاتا ہے۔ اس کے جوش سے تپ بھی ہو گیا ہے۔ وہ نیچے پڑے ہیں اور میں اوپر کے دالان میں ہوں۔ میری حالت تحریر کے لائق نہ تھی لیکن تار کے درد انگیز اثر نے مجھے اسی وقت اٹھا کر بٹھا دیا۔ آپ کا اس میں کیا ہرج ہے کہ اس کی ہر روز مجھ کو اطلاع دیں معلوم نہیں جو میں نے ابھی ایک بوتل میں دوا روانہ کی تھی۔ وہ پہنچی یا نہیں۔ ریل کی معرفت روانہ کی گئی تھی، اور معلوم نہیں کہ بارش ہر روز ہوتی ہے یا نہیں۔ آپ ذرا ذرا حال سے مجھے اطلاع دیں اور خدا سب پر قادر ہے تسلی دیتے رہیں۔ چوزہ کا شوربہ یعنی بچے خورد کا ہر روز دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دستوں کی وجہ یہ ہے کہ کمزوری نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ والسلام

۲۵ اپریل ۱۹۰۰ء

اس خط کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کے دل میں اپنے دوست و احباب کیلئے کیا جذبات تھے اور آپ کا حسن اخلاق کس حد تک پہنچا ہوا تھا۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کی علالت کے دوران میں حضرت مسیح موعود انتہائی درد و کرب محسوس فرماتے تھے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعا کرنے کے علاوہ علاج اور دوا میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ مولانا مرحوم سے حضرت اقدس کو حد درجہ محبت تھی اور مرحوم کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ مولانا عبدالکریم صاحب کی وفات کے وقت بہت کے ڈھیر قادیان میں موجود تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں قادیان میں برف مہیا کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کے قلب مطہر میں اپنے احباب کیلئے کس قدر اخلاق اور درد تھا۔ اور آپ دوستوں کی کس قدر تواضع فرماتے تھے۔

ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم کیلئے تو خدائی شہادت موجود ہے کہ انک لعلیٰ خلق عظیم اور واقعات تاریخ گواہ ہیں کہ

حضرت صاحب نے موجودہ زمانہ کی مشکلات کا کیا حل پیش کیا ہے؟

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب)

یہ طب کا عام اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی مریض کا علاج شروع کرنے سے قبل اس کی تشخیص ازبس ضروری ہے۔ جب تک حکیم یا طبیب کو مریض کے اصل مرض کا علم نہ ہو کوئی علاج تجویز نہیں کیا جا سکتا اور جس وقت مرض کی تشخیص ہو جائے اُس وقت علاج کوئی مشکل امر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ اشد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے ہم موجودہ زمانہ کی مشکلات کا حل تلاش کریں اصل مرض کا پتہ لیا جائے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر دنیا کی معاشیات کا صحیح طور پر حل ہو جائے۔ اگر غریب اور امیر کی تخصیص اُڑ جائے۔ اگر ہر شخص کو رہنے کے لئے مکان۔ تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے روٹی مل جائے تو دنیا میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اگر ہر ایک ملک آزاد ہو جائے۔ اپنی حکومت اور سلطنت قائم ہو جائے تو دنیا کی تمام مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے پھر ایک تیسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ تمام دنیا بھر میں اگر ایک (World Federation) قائم ہو جائے اور تمام ممالک ایک دوسرے کے احساسات۔ حقوق اور جائز ضروریات کا خیال رکھیں تو دنیا میں کبھی جنگ جدال نہ ہو۔ غرضیکہ ہر فرد اپنے خیال اور نقطۂ نگاہ کے مطابق کوئی نہ کوئی حل بتاتا ہے۔ ان تمام تجاویز میں جو دریافت طلب امر ہے وہ یہ ہے کہ آخر معاشیات کا جو بھی حل تجویز ہوگا اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے کونسی طاقت ہوگی۔ World Federation کو صحیح اصولوں پر قائم رکھنے کے لئے کونسی قوت کارگر ہو گی۔ بالعموم اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ایک زبردست حکومت یا سلطنت یا الفاظ دیگر مادی طاقت کے ذریعہ ہم دنیا کے اندر امن اور سلامتی قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دراصل یہی وہ چیز ہے جو اصل مرض ہے یعنی دہریت اور مادہ پرستی۔ ہم اپنی ترقی اور کامیابی کا دارومدار مادی طاقت اور قوت پر سمجھتے ہیں۔ بلکہ عام طور پر مسلمانوں میں بھی یہ خیال راسخ ہو چکا ہے کہ اگر ہماری حکومت اور سلطنت قائم ہو جائے تو ہم اوج ترقی تک پہنچ سکتے ہیں اور بغیر سیاسی غلبہ کے بغیر ہم دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ دین کی فتح و نصرت بھی سیاسی اقتدار اور سیاسی غلبہ پر منحصر ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو اصل مرض تھی اُس کو ہم علاج سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح الزمان نے اصل مرض کی خوب اچھی طرح سے تشخیص کی اور پھر اس کا علاج بھی بتایا اور وہ یہ کہ مادی طاقت خدائی طاقت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت اور طاقت نہیں رکھتی۔ اگر انسانی حکومت صرف انسان کے جسم پر حکمرانی کر سکتی ہے تو ایسی حکومت جس کا دوسرا نام خشیۃ اللہ ہے انسانی قلب اور روح پر اثر پذیر ہو کر انسان کے دل و دماغ کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ اور یہ حالت پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زندہ اور محکم ایمان اور یقین نہ ہو۔ آج کل سائنس کا زمانہ ہے ہم ہر چیز کا مشاہدہ اور تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ صرف دلائل اور فلسفہ سے کام نہیں چلتا۔ سائنس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک Theoretical اور دوسرا Practical تھیوری کی جب تک تجربہ سے تصدیق نہ ہو کوئی تھیوری قابل قبول نہیں سمجھی جاتی۔ حضرت مسیح الزمان نے مذہب کو زمانہ کی مرض دیکھتے ہوئے Practical Science کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ حضرت صاحب اہل حال اور صاحب تجربہ تھے۔ اس لئے آپ نے جہاں اللہ تعالےٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کی صداقت پر بے شمار دلائل اور براہین پیش کئے وہاں ان کی تصدیق کے لئے اپنے تجارب، مشاہدات عقلی اور نقلی دلائل سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دیا۔ وہاں دہریوں۔ مادہ پرستوں اور دیگر مذاہب والوں کو اس قسم کے سینکڑوں چیلنج دیئے جن سے اللہ تعالےٰ کے وجود کا ثبوت اس کی صفت ہمکلامی سے مل سکے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ثبوت ملتا تھا۔ دنیا اس سے نہ صرف ہر مذہب کے پیرو خالی تھے بلکہ حامیان اسلام خود اس کا انکار کر رہے تھے۔ انسان کی سب سے بڑی صفت نطق ہے۔ اور اسی کے ذریعہ انسان کو دیگر مخلوقات پر فوقیت حاصل ہے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کی بھی یہ ایک صفت نطق ہمیشہ سے رہی ہے۔ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اب اللہ تعالےٰ اپنے نیک اور پاک بندوں سے ہمکلام نہیں ہوتا تو نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی صفات میں سے ایک زبردست صفت اب مفقود ہو چکی ہے۔ اور پھر اس صفت سے اللہ تعالےٰ کی ہستی کا زبردست اور زندہ ثبوت ملتا ہے۔ حضرت مجدد زمان نے اس کی ایک مثال دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک مکان کے تمام دروازے اندر سے بند ہوں تو بظاہر یہی امکان ہے کہ اس کے اندر کوئی شخص موجود ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اتفاقیہ طور پر اندر سے دروازہ بند ہو گیا ہو یا کوئی شخص اندر تو تھا لیکن اس نے اندر سے دروازے بند کر کے اپنی زندگی کا اب خاتمہ کر دیا ہو اور اب وہ اس طرح مردہ ہو چکا ہے لیکن اگر باہر سے کوئی شخص آواز دے اور اندر سے اس کا جواب "انا الموجود" کے الفاظ سے آئے تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ اس مکان کے اندر کوئی زندہ انسان موجود ہے۔ یہی مثال الہام اور خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اس اُمت محمدیہ میں ہزارہا ایسے اولیاء اللہ۔ بزرگ اور متقی انسان گذرے ہیں جن کو یہ شرف ہمکلامی حاصل ہوا اور اس طرح اللہ تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ملتا رہا۔ اور اس کو حدیث شریف میں مبشرات کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"لم یبق من النبوۃ الا المبشرات"۔ مبشرات یعنی رویا صالحہ نبوت کا ایک جزو ہیں۔ اسلام نے شریعت کے تمام پہلوؤں کو مکمل کر دیا۔ کسی نئے حکم کی قطعاً حاجت اور ضرورت نہیں البتہ تائید دین کے لئے۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے مبشرات کی ضرورت ہے اور اس کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو حضرت مجدد زماں کو عطا ہوئی۔ اور اسی کا نام جزوی نبوت ہے کیونکہ یہ نبوت کی ایک جزو ہے۔ غرضیکہ یہی وہ چیز ہے جس کی اس زمانہ میں ضرورت تھی کیونکہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر محکم ایمان اور یقین بغیر اس کے پیدا نہیں ہو سکتا اور اس یقین اور ایمان کے بغیر اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے حضرت صاحب نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ تکالیف اور مصائب کا علاج اسی میں ہے کہ کمرہ کا دروازہ بند کرو اور اپنے رب کے حضور گر جاؤ کیونکہ ہمارا خدا "علیٰ کل شیءٍ قدیر" ہے۔ اور یہ رنگ عبادت آپ نے اپنے مریدوں میں بھی پیدا کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی قرأت میں ایک اعجاز تھا اور اس قرأت کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کا تقوےٰ سونے پر سہاگے کا کام کرتا تھا۔ اور سننے والوں پر ایسا خشوع و خضوع اور سوز و گداز طاری ہوتا تھا کہ گویا وہ جناب الٰہی کے آستانہ پر تڑپ رہے ہیں۔ حضرت اقدس کے مریدوں کی نمازیں لوگوں کے استعجاب کا موجب ہوا کرتی تھیں۔ کئی دفعہ کسی احمدی کے لمبے سجدہ کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھنے لگتے تھے کہ گویا وہ سجدہ میں سو گیا ہے اور اسے لوگوں نے نیک نیتی سے جھنجھوڑا۔ ایک مفتری علی اللہ ایسی چیزیں اپنے مریدوں کے اندر قطعاً پیدا نہیں کر سکتا۔ حضرت صاحب کی زندگی میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالےٰ کی ہستی کا کس قدر گہرا عرفان حاصل تھا اور کس قدر زبردست تعلق باللہ قائم ہو چکا تھا۔ مصائب اور تکالیف کے اندر انسان کے ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لئے ذیل میں چند ایک واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس کا اللہ تعالےٰ کی ذات پر کس قدر زبردست ایمان تھا۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنی تصنیف "مجدد اعظم" میں لکھتے ہیں۔

"مختلف مقامات میں آپ کو عدالتوں میں گھسیٹا جاتا ہے۔ نقصان مال کے علاوہ دل و دماغ پر سخت کوفت پڑتی ہے۔ برابر خبریں مل رہی ہیں کہ حکام آپ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور منصوبہ بازیاں ہو رہی ہیں۔ فلاں فلاں آدمی آپ کے خلاف

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم نمبر ۳)

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات

(از جناب مولانا احمد یار صاحب۔ ایم۔ اے)

آپ نے مسیحیت اور مہدویت کا صرف دعوٰے ہی نہیں کیا۔ بلکہ جس غرض کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔ اسے پورا کرکے چھوڑا۔ اسلام کا روشن زمانہ جو علماء زمانہ کی تنگ نظری اور کج فہمی کی وجہ طالبان حق کی آنکھوں سے تقریباً قریباً اوجھل ہو چکا تھا۔ اسے دوبارہ دنیا میں ظاہر و باہر فرمایا۔ قرآن حکیم جو بقول . . . علامہ اقبال مرحوم

با یانش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسیں او آساں بمیری

محض استفاط اور رسموں وغیرہ کے لئے باقی رہ گیا تھا۔ اسے دوبارہ دنیا میں باقی تمام چیزوں پر مقدم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر اسلام اور مسلمانوں کی فتح چاہتے ہو۔ تو خود بھی قرآن حکیم پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اور دوسروں تک بھی اسے پہنچانے کی کوشش کرو۔ آپ نے باوجود بہت سی مخالفتوں اور بڑے بڑے مولویوں کی سر توڑ کوششوں اور امراء کی عداوتوں اور غیر مسلموں کی معاندانہ روکوں کے ایسی جماعت پیدا کر لی جو قرآن مجید و حدیث شریف پر جان نثار کرنے والی اور دین و دنیا میں نہیں اپنا رہبر بنانے والی ہے۔ اس زمانہ میں حضرت اقدس کی دیکھا دیکھی کئی لوگوں نے جماعتیں بنانے کی سعی کی ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ مگر وہ اپنے مقاصد میں ناکام رہے ہیں اور آئندہ بھی ناکام رہیں گے۔ کیونکہ ان کی جماعتوں کی بنیاد فرمان الٰہی پر نہیں ہے۔ مگر اس میں بھی حضرت کی صداقت کا نشان ہے کیونکہ جماعت بندی کا جو اعتراض حضرت اقدس پر کرتے تھے آج خود اس کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آپ کی یہ جماعت جس میں ہر طبقے اور ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ شب و روز اشاعت دین حق میں لگی ہوئی ہے۔ جو آپ کی زندگی کا واحد مشن تھا۔ کسی نبی اور مصلح کے لئے سب سے بڑھ کر یہی کامیابی ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ جائے۔ جو اس کے مقاصد کی تکمیل کرنے والی ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو بموجب ارشاد خداوندی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر مسلمانوں کا شعار خصوصی تھا۔ اسے دوبارہ آپ نے اس جماعت کے قیام سے زندہ کیا۔ جو لوگ آپ پر اس جماعت بندی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ وہ اصل میں قرآن حکیم کی تعلیم سے بےخبر محض ہیں۔

مسئلہ حیات مسیح جس کی بنا پر عیسائی کئی سادہ لوح مسلمانوں کو جادۂ حق سے پھیر چکے تھے۔ آپ نے قرآن حکیم و حدیث شریف و انجیل و تاریخ سے وفات مسیح کو ثابت کرکے صلیب پر وہ حربہ چلایا۔ کہ اس کے کسر میں کچھ شبہ باقی نہیں رہا۔ کیونکہ صلیب پرستی کا اصل الاصول یا روح رواں تو مسیح کی زندگی ہے۔ آپ نے اس مسئلہ کو اس قدر صاف فرمایا۔ کہ آج کوئی مولوی بھولے سے بھی حیات مسیح کا نام نہیں لیتا۔ آج سینکڑوں نہیں۔ بلکہ ہزاروں مسلمان ایسے موجود ہیں جو علی الاعلان وفات مسیح کا اقرار کر رہے ہیں۔ اگر بقول مولوی صاحبان کے حیات مسیح کا مسئلہ ایک ثابت شدہ مسئلہ حقیقت ہوتی۔ تو علامہ اقبال کبھی یہ شعر نہ کہتے

ابن مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے
ہیں صفات حق حق سے جدا یا عین ذات

یاجوج ماجوج اور دجال وغیرہ ایسے پیچیدہ مسائل تھے کہ آج تک مولوی صاحبان سے حل نہیں ہو سکے تھے۔ وہ حل بھی بھلا کیسے کر سکتے۔ جبکہ ان کا انکشاف مسیح موعود پر ہی ہونا تھا۔ اگرچہ آپ کی زندگی میں ان مسائل کے حل پر بعض کوتاہ بین مولویوں نے مضحکہ اڑایا۔ مگر خدا کی شان دیکھئے۔ کہ آج ان میں سے بہت سے جلیل القدر فضلا و علماء انہیں اپنا رہے ہیں۔ سوائے حضرت اقدس کے بتلائے ہوئے حل کے اور کوئی حل انہیں نہیں سوجھتا۔ آپ ہی پہلے شخص ہیں۔ جن پر اللہ تعالےٰ نے یہ کھولا کہ یاجوج و ماجوج سے مراد مغربی اقوام ہیں۔ جو کئی برسوں سے برسرپیکار چلی آئی ہیں پھر اسی خیال کو علامہ اقبال مرحوم نے کئی رنگوں میں منظوم کیا ہے۔ جن میں سے ایک شعر یہ ہے:۔

کھل گئے یاجوج و ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ آپ نے یہ ثابت کیا۔ کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور قرآن ہی ایک زندہ کتاب ہے۔ باقی تمام ادیان اور کتب سماوی مردہ ہیں۔ اب قیامت تک یہی کتاب اور یہی دین مخلوقات کی ہدایت کیلئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ تمام دنیا کی توجہ قرآن مجید کی طرف کیا۔ اور بتلایا کہ تمام مشکلات کا حل یہی کتاب ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ سے آدمی اللہ تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے اور اسی کی تعلیم کی برکت سے انسان صاحب الہام اور مورد وحی خداوند ذوالجلال والاکرام ہوتا ہے۔ چنانچہ بطور ثبوت کے حضور نے خود اپنی ذات کو پیش کیا۔ اور تمام دنیا کو چیلنج کیا کہ اسلام اور قرآن مجید کی زندگی کا میں زندہ ثبوت ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر جس قدر اعتراض غیر مذاہب کی طرف سے ہوئے۔ آپ نے نہ صرف ان کا دندان شکن جواب دیا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات النبی اور خاتم النبیین ثابت کرتے ہوئے حضور صلعم کے معجزات کی تائید اور صداقت میں آپ نے کئی نشانات دکھلائے۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ غیر مسلموں اور دہریوں وغیرہ کو اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت آزمانے کے لئے اپنے پاس رہائش کی دعوت دی اور چیلنج کیا:۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد

بقیہ از صفحہ ۱۳

بقیہ از صفحہ ۱۳

گورنمنٹ میں مخبریاں کر رہا ہے۔ لیکن ان تمام مصائب اور تکالیف میں آپکے شگفتہ چہرہ اور خندہ جبین پر بل تک نہیں پڑتا۔ وہی بشاش بشاش چہرہ۔ لب پر مسکراہٹ۔ ہنستے ہوئے آنا اور روتے ہوؤں کو ہنسا کر چلے جانا۔ آپ کی تصنیف و تالیف وعظ و نصائح نماز اور دعا۔ دوستوں سے ملاقات اور خط و کتابت مہمانداری اور تواضع کسی چیز میں بھی تو فرق نہیں پڑتا۔ جب دیکھو اللہ تعالیٰ کی توحید اور معرفت و محبت پر تقریر ہو رہی ہے۔ بات بات میں زبان اسی کی حمد و تسبیح میں رطب اللسان ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کی طمانیت قلبی ہے کہ جس میں دنیا کی کوئی آفت بھی خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ خواجہ کمال الدین مرحوم روتے ہوئے آتے کہ حضرت مقدمہ میں بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ آپ ہنستے ہوئے فرماتے کہ ”خواجہ صاحب کوئی خانہ خدا کے لئے بھی خالی چھوڑ دو۔ اگر بچنے کی کوئی قانونی صورت موجود ہو تو خدا کی خدائی کہاں سے نظر آئیگی لوگ سمجھیں گے کہ مرید قانون دان تھے۔ مقدمہ فتح ہو گیا“

”مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں بعض حکام نے راضی نامہ کرانا چاہا تو حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ راضی نامہ میں یہ ضرور لکھا جائے کہ ”میرے اور مولوی کرم الدین کے درمیان جو مقدمہ دنیوی عدالت میں دائر ہے ہم دونوں اس سے دستبردار ہوتے ہیں اور اس مقدمہ کو ہم جناب الٰہی کی عدالت میں پیش کرتے ہیں“ کرم دین نے انکار کر دیا۔ کیونکہ کرم دین کو کسی مدبر بالارادہ ہستی پر ایمان نہ تھا اور نہ ہی ایمان تھا کہ خدا کی عدالت میں کوئی انصاف ہے لیکن حضرت صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ”میں خدا کو چھوڑ کر کہاں جاؤں“

اسی طرح جب پادری ہنری کلارک کا مقدمہ ارادہ قتل میں حضرت اقدس کے نام وارنٹ گرفتاری امرتسر سے جاری ہوئے اور آپکے ایک مرید کو اسکا علم ہوا تو نہایت گھبراہٹ کی حالت میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے ہیں آپنے ایک ذرہ برابر بھی گھبراہٹ کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور نہایت اطمینان اور کوہ وقاری سے ارشاد فرمایا کہ

”والدین اپنے بچوں کو سونے اور چاندی کے زیور پہناتے ہیں اگر میرا خدا مجھے لوہے کی کڑیاں پہنائیگا تو میں خوشی سے پہنوں گا“

غرضیکہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے اسکی راہ میں ہر ایک دکھ اور تکلیف سہنے اور اسکی محبت اور عشق میں کڑی سے کڑی مصیبت جھیلنے کو تیار تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا آپ محافظ ہوتا ہے۔ کچھ ایسا زبردست تصرف الٰہیہ ہوا کہ وہ وارنٹ راستہ میں ہی گم ہو گیا اور حضرت اقدس تک نہ پہنچا یہانتک کہ ڈپٹی کمشنر امرتسر نے اپنا وہ وارنٹ منسوخ کر دیا۔

” اسی طرح کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایسے مقدمات میں جن میں آپ ملزم ہیں وکیل جو غیر از جماعت ہیں وہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس قسم کا بیان دینے سے نجات ہو سکتی ہے آپ اس بیان کو رد کر دیتے ہیں کہ اس میں جھوٹ ہے وہ کہتا ہے کہ پھر میری وکالت آپ کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی آپ فرماتے ہیں“ ہم نے آپکو رعایت اسباب کے طور پر وکیل کیا ہے۔ انسان کی وکالت پر بھروسہ کرنا ہم شرک سمجھتے ہیں۔

نعم المولیٰ و نعم الوکیل“

غرضیکہ ایسے بیشمار واقعات ہیں جن سے آپکا تعلق باللہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی چیز آپ نے اپنے مریدوں میں پیدا کی اور اسی چیز سے ہماری تمام مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ آؤ امام وقت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ اب یہی کشتی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے ؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از عاجز عاید باللہ الصمد غلام احمد بخدمت عزیزی اخویم خاں صاحب محمد علی خاں صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عنایت نامہ پہنچکر موجب مسرت و انشراح خاطر ہوا۔ اگرچہ طبیعت اس عاجز کی کسی قدر علیل تھی۔ اور نیز ضعف بہت تھا۔ مگر میں نے چاہا کہ آپ کو بہت انتظار میں نہ رکھوں اسلئے بلحاظ اختصار آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں (۱) جو شخص اس عاجز سے بیعت کرے اس کو قال اللہ وقال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی وغیرہ وغیرہ۔

مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ اللہ جلشانہ کے کلام عزیز پر ایمان لانے اور جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرے اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے۔

(۲) بیعت کرنے والے کے لئے ان عقائد کا پابند ہونا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتاب ہے۔ کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول اب آسکتا ہے۔ مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئیں گے ان کا شمار خاص اللہ جلشانہٗ کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہو گئی۔ مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ سلسلہ آئمہ راشدین اور خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔ کسی کو گذشتہ لوگوں سے بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع فضائل و کمالات میں بمثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ کسی کمال نوع کی خدمت گذاری میں آیندہ اس سے بہتر پیدا ہوں۔ جزئی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ بمثل ٹھہر سکتے ہیں جیسے صحابہ اور اہل بیعت کی یہ فضیلت جو انہوں نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہائی کے وقت میں ایسی وفاداری دکھائی کہ اپنے خونوں کو پانی کی طرح بہا دیا۔ آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک کو دیکھا اور اسی چہرہ سے عاشقانہ زندگی بسر کی اور اسلام پر پہلے پہل مخالفوں کے حملے ہوئے تو جانوں کو ہتھیلی پر رکھکر ان کو روکا اور اسلام کو زمین پر جمایا اور اسلامی ہدایتوں کو زمین پر پھیلایا اور کفر کے زور کو مٹایا اور قرآن شریعت کو دیانت اور امانت سے جمع کرکے تمام ملکوں میں رواج دیا اور اسلام کی صداقت پہ اپنے خون سے مہریں کرکے اس دار فانی سے کوچ کر گئے ...
بلاشبہ ان کی اس فضیلت کو بعد میں آنے والے نہیں پا سکتے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مگر اس کے سوائے ہر ایک کمال کے حاصل کرنے کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ خدا تعالے کے مقبول اور نہایت اعلیٰ درجہ کے پیارے بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی الارض اب بھی ایسے ہی ہو سکتے ہیں۔ جیسے پہلے ہوتے تھے۔ اور اب بھی خدا تعالے کے انعام و اکرام کی وہ راہیں کھلی ہیں۔ جو پہلے کھلی تھیں۔ اور نبوت و رسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں۔ جس قدر سالک کی استعداد ہوگی ضرور پر تو نور کا پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی عقیدہ کا نام ہے۔ مگر جو لوگ امانت و خلافت اور صدیقیت کو پہلے اماموں پر ختم کر چکے ہیں ان کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے۔ یا یوں کہو کہ اسلام کی بے جان تصویر انکے ہاتھ میں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا ہے وہ مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے۔ قرآن شریف کی رو سے انسان کی بھاری دعا یہی ہے کہ وہ روحانی ترقیات کا خواہاں ہو۔ غور سے پڑھنا چاہیئے اس آیت کو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم دوسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ مجرد کسی قسم کے رشتہ سے خواہ کسی رسول سے ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ فقط رشتہ کی فضیلت پر ناز کرنا نامردوں کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ذی القربیٰ میں سے ہر ایک شخص جو قابل تعریف ہے وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔ وقال اللہ تعالے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تیسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ قرآن شریف اب تک ہر ایک قسم کے تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قرآن نہیں جو کوئی شخص اسکو غار میں لے کر اب تک چھپا بیٹھا ہے یہ ان لوگوں کا بہتان ہے جن کو خدا تعالے کا خوف نہیں۔ چوتھے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہٗ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالے عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالے عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔

بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسی قدر محبت اور عشق پیدا کریں گے جس قدر ہم کو ان بزرگوں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا۔ اگر ہم ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھیں تو وہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارے میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جس پیار اور محبت سے سنت جماعت کے لوگ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں اور اس کے بعد حفظ کر لیتے ہیں۔ یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا۔ مگر کوئی اسبابت کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اس ملک میں شیعہ لوگوں میں سے دس پندرہ بھی حافظ ہیں؟ مگر میرے خیال میں ایک حافظ بھی نہیں اس کا کیا سبب ہے؟ وہی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پس اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کو بنظر تخفیف دیکھنے میں سلب ایمان کا گناہ ہے واھاقل تکفیۃ الاشارۃ۔ پانچویں بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے بکلی پرہیز کرے۔ اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جاویں تو بلاشبہ اسکی حالت اچھی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں داخل ہو۔

بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہ راست پر آوے۔ اور خدا تعالے کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق ناانصافی کو چھوڑ دے جو شخص عمداً ناانصافی پر جما رہنا چاہتا ہے وہ درحقیقت حقیقت بیعت سے غافل ہے۔ ہم اس مسافر خانہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کرکے اور حسب مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولا کریم کی رضامندی حاصل کریں۔ سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ کیا ہمارے قول و فعل ظلم اور زیادتی سے خالی ہیں۔ یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ جن بزرگ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعف و ناتوانی اور تنہائی اور غربت کے ایام آنجناب کی رفاقت اختیار کی اور اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں، اپنی ریاستوں اور ملکیت سے بیدخل کئے گئے۔ وطن سے نکالے گئے اور اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے صدہا نے اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا ان کی شان کو بھی نہ سمجھنا سخت درجہ کی ناانصافی ہے۔ درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اعلےٰ درجہ کے مقدس ہیں، ہر ایک شخص کی فضیلت باعتبار اس کے حسن خدمات کے اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے، سو جیسے صحابہ کرام کی فضیلت اس قاعدہ مستمرہ کی رو سے بپایہ ثبوت پہنچتی ہے، کبھی ادھر دوسرے کی فضیلت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آکر کیا وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک نابکار دنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہ کی اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ مگر یہ ایک شخصی ابتلا ہے، جو انہیں پیش آیا، اگر اس کو صدیق اکبرؓ کی ان جانفشانیوں کے ساتھ جانچا جاوے جو انہوں نے تمام عمر محض اعلائے کلمۂ اسلام کے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھیں تو کیا شخصی ابتلاء کو کچھ اس سے کم نسبت ہو سکتی ہے اللہ جلشانہٗ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے جو شخص اعلےٰ درجہ کی وفاداری اور خدمت گذاری کرے گا وہی اس کا مقرب ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا البتہ نواسے زندہ رہے ہیں جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں کی اولاد، سو خدا تعالے کے نزدیک ان کے مدارج ان کے اعمال کے موافق ہیں خواہ مخواہ کا درجہ کسی کو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالے کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے، اس کو چاہیئے کہ خدا تعالے سے خوف کرکے دیکھے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس نے کیا کیا عمدہ کام کیا ہے ناحق فضیلت ان کو نہ دیوے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے خاص کرکے ذرا سے رشتہ سے جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اور آزر حضرت ابراہیمؑ کا باپ۔ پس کیا نہیں

یہ رشتہ کام آیا۔ پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے، بیشک امام حسنؓ حسینؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن لوگوں کو خدا تعالےٰ نے ان کی راستبازی کی وجہ سے کامل کیا ہے نہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیونکہ نواسے تو اور بھی تھے، نواسہ ہونا خدا تعالےٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی و فاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات متنزل ہیں، ان بزرگواروں نے اسلام پر بڑا احسان کیا، اور اسلام کی شوکت کو دنیا میں قائم کیا اور وہ جانفشانی کے کام کئے جو نبی اور رسول کرتے ہیں، جو شخص ان کے احسانات کا منکر ہوئے وہ خدا تعالےٰ کا کافر نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جاویں تو ہرگز راستی کو نہیں چھوڑ سکتے، عوام کا قاعدہ ہے کہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں، یہ سراسر غلط ہے، تمام صحابہ کرام کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شامل ہے صدیق اکبرؓ اور فاروقؓ کے حق میں اس قدر تعریفی کلمات نبوی پائے جاتے ہیں کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے، مگر ہماری نظر میں مجرد مناقب کوئی چیز نہیں۔ صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچے مومنوں کی تعریفیں کی ہیں اور اس بات کا فیصلہ کہ ان میں سے زیادہ بزرگ کون ہے ان بزرگوں کی خدمات سے کرنا چاہیئے۔ اسی طرف اللہ جلشانہٗ ہدایت فرماتا ہے اب اصل کلام یہ ہے کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی ناانصافی سے بکلی دست بردار ہو جاوے کیونکہ راہ راست حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اگر بہرحال اسی راہ پر قائم رہنا ہے جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے، تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے

ہر کجا شمع ہدایت یافتی پروانہ باش
گر خردمندی پے راہ بدی دیوانہ باش

(۴) اگرچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کی رو سے بھی بندگی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے، مالکی بھی شیعوں کی طرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مسنون وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اس قدر اختلاف بیعت کا کچھ ہرج نہیں۔ اگرچہ احادیث صحیحہ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔

(۵) یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ نشانوں کے چاہنے والے دو ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں، یا غایت درجہ کے دوست یا غایت درجہ کے دشمن۔ یعنی جب کوئی انسان مقبول خدا تعالےٰ سے غایت درجہ کی دوستی و محبت اختیار کرے یہاں تک کہ اس کی راہ میں قربان ہو جائے اور اس کی خاکپا ہو جائے تو وہ اپنے حوادث اور مصائب کے وقت یا تکمیل مدارج کے لئے رحمت کے آثار دیکھتا ہے اور اسکی برکت اور محبت سے جذبات نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں اور ذوق اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔ اور دنیا کی محبت کم اور ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے، اور اللہ تعالےٰ اپنے نشانوں کے ذریعہ سے اس پر ظاہر کرتا جاتا ہے کہ یہ شخص محبوبان و مقبولان الٰہی میں سے ہے اور عادت اللہ قدیم سے ایسی ہی ہے کہ جب اس درجہ پر کسی کی ارادت پہنچ جائے، تو اس کا ایمان کامل کرنے کے لئے کسی قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیشتر آزمائش صدق کے محققین حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں۔ عوام جلدی سے کسی کو کافر اور کسی کو بے دین کہہ دیتے ہیں اور محققین اس کی ذرا پروا نہیں کرتے۔ اگر ہم صدیقی اور فاروقی خدمات کو جو اپنی زندگی میں انھوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں کیں، لکھیں تو بلاشبہ وہ ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اگر ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کی وجہ سے کربلا میں روکے گئے اور شہید کئے گئے کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں۔ بیشک یہ کام ایسا عمدہ ہوا کہ ایک فاسق دنیا دار کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت نہیں کی۔ مگر اعتراض تو یہ ہے کہ وہ اپنے باپ بزرگوار کے قدم پر کیوں نہ چلے۔ باپ نے تو بقول شیعوں کے تین فاسق آدمیوں کے ہاتھ پر جو بزعم ان کے مرتد سے بھی بدتر تھے اور بقول ان کے صرف معمولی بادشاہوں میں سے تھے بیعت کر لی اور بیٹے نے تو اپنے باپ کے طریق سے اعراض کر کے ایک فاسق کی بھی بیعت نہیں کی اور انکار ہی میں جان دی۔ بہرحال یہ اتفاقی حادثہ تھا، جو امام صاحب کو پیش آ گیا اور بڑا بھاری ذخیرہ ان کے درجہ کا صرف یہی ایک حادثہ ہے جس کو محض غلو اور ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے، اور وہ بزرگوار صحابہ جو رسولوں کی طرح دنیا میں کام کر گئے، اور ہر میدان میں جان فدا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان سے بقول آپ کے لاپرواہی تو آپ کا طریق ہے۔ یہ فیصلہ تو آسانی سے ہو سکتا ہے۔ چونکہ دنیا دار العمل ہے اور میدان حشر میں مراتب بہ لحاظ اعمال ملیں گے۔ پس جس کے دل میں امام حسین و حسن کی وہ عظمت ہے کہ اب وہ دوسرے صحابہ سے لاپروا ہے، اس کو چاہیئے کہ ان کی خدمات شائستہ دین کی راہ میں پیش کرے، اگر ان کی خدمات کا پلہ بھاری ہے تو بلاشبہ وہ دوسرے صحابہ سے افضل ٹھہریں گے۔ ورنہ ہم اس بات کے تو قائل نہیں ہو سکتے کہ خواہ نخواہ کسی کو افضل ٹھہرایا جاوے۔ اور یہ خیال کرنا کہ ان کی فضیلت یہی کافی ہے کہ وہ نواسے ہیں، یہ خیال کوئی عقلمند نہیں کر سکتا کیونکہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ نواسہ ہونا کچھ بھی چیز نہیں ایک ذرا سا رشتہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی لڑکیاں تھیں اور نواسے بھی کئی تھے کس کس کی ہم پرستش کریں یہ آیت کریمہ ہمارے لئے کافی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (از بدر مورخہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء)

بقیہ از صفحہ

سنانا چاہا۔ اگر وہ اسے قبول نہیں کرتے۔ خدا اسے قبول کریگا۔ اور پھر بڑے زور آور حملوں سے اس کی صداقت کو ظاہر کرے گا۔ اور یہ سب کس لئے؟ **اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔**

اور اسلام کا یہی وہ کمال ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کیا۔ شاہ ولی اللہ نے جس امر کا آغاز کیا تھا۔ حضرت صاحب نے اسے جاری رکھتے ہوئے دنیا سے اسے منوایا اور پھر کیا یہ ضروری تھا۔ کہ ایسے زندہ مذہب اور زندہ خدا کی وکالت کی جائے۔ عیسائی محققین کی کتابیں اٹھا کر دیکھیئے کس طرح انجیل کی آیات کو کھینچ تان کر عقلی ضروریات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا کے متعلق اگر بحث ہو تو سقراط سے لیکر رسل تک اور ، جا سے لیکر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ تک سب کے اقوال نقل کر کے انجیل کے سر منڈھ دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں مذہب سے بیزاری اور بڑھتی ہے۔ اور تو اور خود مسلمانوں کی کتب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے یا تو وہ پرانی روایات کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں۔ یا موجودہ نظریات کی کورانہ تقلید حضرت مسیح موعود نے ایک ایسا اصول بنا دیا جس نے مذہب کو اس تمام کیچڑ سے صاف کر دیا۔ اگر مذہب کی طرف کوئی امر منسوب کیا جائے تو اس کا ماخذ مذہبی کتاب ہی ہونی چاہئے۔ جو خود اس کی وضاحت کو واضح بھی کرے۔ حضرت صاحب کی تمام کتب دیکھ جائیں، ہر امر کو قرآن ہی سے پیش کرتے ہیں۔ اور قرآن ہی سے اس کی وضاحت کرتے ہیں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم جہاں کوئی بات قرآن کے متعلق کہتے ہیں۔ وہیں حاشیہ میں قرآنی آیات کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور یہ سادہ آسان طریق اسلام کو تمام دوسرے مذاہب سے ممتاز کر دیتا ہے قدیم متکلمین کی کوششیں۔ ان کی دقیق بحثیں اپنے آپ کو بچانے میں صرف ہوتی رہیں۔ لیکن حضرت صاحب نے تمام مذاہب کی دکانوں کو چھان مارا۔ اور جس جس کمال سے دیگر مذاہب کے عقائد و احکام کی تردید کی۔ وہ انہیں یقیناً تمام متکلمین سے ممتاز بنا دیتا ہے۔ اور سب سے بڑی ضروری چیز یہ تھی۔ وہ یہ کہ دلائل اور براہین ایسے صاف اور سادہ پیرایہ میں بیان کئے کہ سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل میں اتر جاتے ہیں۔ پیچ در پیچ مقدمات اور منطقی اصطلاحات میں الجھانے کی کوشش نہیں کی۔ اور علامہ شبلی نے جس وجدانی کیفیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ بدرجہ اتم حضرت صاحب کے کلام میں موجود ہے

لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ تاریخ نے پھر اپنے آپ کو ایک دفعہ دہرایا۔ آئندہ نسلیں اس امر پر تعجب کا اظہار کریں گی۔ کہ ان کے آبا و اجداد نے ایسے محسن کی تعلیم کو ٹھکرا دیا۔ اسے کافر کہا گیا۔ اور اسے کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر سمجھا گیا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اور مسیح موعود کے نام کی حقیقت

(از حضرت مولانا عزیز بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کیا تھا:-

"ایک مسلمان جسے تائید اسلام کیلئے خدائے تعالیٰ نے بھیجا" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹)

دوسرے لفظوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے بموجب چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا۔ لست بنبی ولٰکن محدث اللہ وکلیم اللہ لاجدد دین المصطفیٰ (صفحہ ۳۸۳ کتاب مذکور) یعنی میں نبی نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے تاکہ میں دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔ تجدید دین سے کیا مراد ہے۔ دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرنا۔ اور آج کل کے فلسفیانہ الزاموں سے اسلام کا دامن پاک کرنا اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دلانا۔

کیا اس دعوے کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی کیلئے کوئی مشکل امر ہے؟

مسیح موعود کے دعوے کی حقیقت کیا ہے صرف یہ کہ پہلے جو عام طور پر مسلمانوں میں یہ خیال چلا آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر آخری زمانہ میں آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے اور تلوار کے زور سے اسلام پھیلائیں گے۔ اس خیال کا غلط ہونا ثابت کیا گیا اور یہ راز کھولا گیا کہ جس مسیح ابن مریم کے امت محمدیہ میں آنے کی پیشگوئی حدیثوں میں ہے اس سے مراد صرف بموجب احادیث ایک مسلمان ہے جو مسلمانوں کا امام ہوگا۔

"صحیح بخاری میں آنیوالے عیسیٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ اُمامکم منکم یعنی اے امتیو آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک امتی ہے نہ اور کچھ۔ ایسا ہی صحیح مسلم میں بھی اس کی نسبت یہ لفظ ہیں کہ امامکم منکم یعنی وہ عیسیٰ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۲)

اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ نے جو چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اس کا ثبوت کیا پیش کیا۔ اور کون سا کام کر کے دکھایا۔ ثبوت میں تو تائید الٰہی پیش کی جو ہر وقت آپ کے شامل حال رہی۔ آپ پر جھوٹے الزام لگا کر آپ کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا مگر آپ نے ہر موقعہ پر اپنی بریت کا اور مخالفوں کے ناکام رہنے کا اللہ تعالیٰ سے علم پاکر اظہار کیا اور آخر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ یہ خدائی شہادت ہے جو آپ نے پیش کی کیا کوئی خدائی شہادت کو رد کر سکتا ہے۔ اگر کرے گا تو خود ہی ذلیل و خوار ہوگا۔ آپ نے جو کام خدمت اسلام کا کیا ہے اس کو اب دنیا مانتی ہے۔ دین اسلام کی خوبیاں اس طرح پر بیان کی ہیں کہ ان سے آگاہ ہو کر لوگ دین اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اور جہاں پہلے نفرت و عداوت تھی اس کی جگہ اب دلوں میں اسلام کی محبت جاگزین ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ دسمبر ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب کا ہی لیجئے جس میں ہر مذہب کے نمائندوں نے پانچ اہم مذہبی سوالات پر اپنے اپنے مذہب کے نقطہ نگاہ سے تقریریں کیں اور مذہب اسلام کی طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی علماء کی بھی تقریریں ہوئیں مگر جو تقریر حضرت مرزا صاحب کی پڑھی گئی اس نے تمام حاضرین جلسہ کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ اور اس وقت بھی وہ تقریر جو کتاب کی صورت میں کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے ویسی ہی دلکش معلوم ہوتی ہے۔ اس میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ایسے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ غیر مسلم بھی اس میں بیحد دلچسپی لیتے ہیں۔ اس جلسہ میں آپ کی تقریر سنائے جانے کے بعد ایک معزز نمائندہ سکھ مذہب یعنی سردار راجندر سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ بہادر نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وہ قرآن جس کو مرزا صاحب نے کل قابلیت سے بیان کیا اگر مسلمان اس قرآن پر اس طرح چلیں جس طرح مرزا صاحب نے بیان کیا تو پھر ان جیسا کون ہے؟"

جیسی کامیابی آپ کو صحیح تعلیم اسلام کے قائم کرنے میں ہوئی ہے ایسی ہی دیگر مذاہب کے غلط عقائد کی تردید میں بھی ہوئی ہے۔ جن میں سب سے بڑا غالباً عقیدہ الوہیت مسیح کا ہے جو دنیا کی قریباً ایک تہائی آبادی کو خدائے واحد کی عبادت کی بجائے تین خداؤں کے گندے عقیدہ میں آلودہ کر کے ان کے لئے موجب وبال ہو رہا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کی توجہ منصب مجددیت پر مامور ہوتے ہی اس عقیدہ کے استیصال کی طرف مبذول ہوئی۔ چنانچہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق جو اشتہار انگریزی میں ترجمہ کرا کے مغربی ممالک کے نامی گرامی پادری صاحبان و ارکین سلطنت و رؤسائے عظام کو بھیجا تھا

حضرت مسیح موعودؑ کی کامیاب اور بامراد زندگی

(از جناب مولوی احمد گل صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

ایک مامور من اللہ کی زندگی کا ہر پہلو بدیوں اور برائیوں سے منزہ اور اخلاق عالیہ کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ اپنی ابتدائی زندگی کو اپنے مخالفین کے سامنے پیش کر کے ان پر اتمام حجت کرتے ہیں کہ جس حالت میں بچپن اور جوانی کی زندگی خود تمہارے نزدیک بھی بہترین زندگی رہی ہے اور بندوں کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ نہ جھوٹ بولا۔ تو اب آخری عمر میں خدا پر کیسے جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو آنحضرت صلعم نے فقد لبثت فیکم عمرا کے الفاظ میں دہرا کر اپنے مخالفین کو ساکت کیا اور یہی بات حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی۔ جس کا کوئی جواب آج تک ان سے بن نہیں آیا

وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کو بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ یا جو آپ کی ابتدائی زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ اس بات کے معترف ہیں کہ آپ ہر قسم کی دنیوی کششوں کے باوجود کبھی دنیا کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ کسی بدی یا برائی کے مرتکب ہوتے۔ ہمیشہ خدا اور خدا کے احکام آپ کے پیش نظر رہے۔ مخلوق الٰہی کی خیر خواہی اور بھلائی آپ کا مطمح نظر رہی اور دین کی خدمت آپ کا محبوب ترین شغل رہا ہے

۱۸۳۹ء میں مغلیہ خاندان کے نہایت اعلےٰ گھرانے میں آپ پیدا ہوئے۔ آبا و اجداد سے صاحب جائیداد ہونے کے باوجود آپ کی طبیعت ہر قسم کی شان و شوکت اور عیش و آرام سے متنفر تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی۔ خلوت گزینی اور بزرگوں کی محبت آپ کا وظیفہ عمل تھا۔ ابتداءً فارسی و عربی کی معمولی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی جس سے فائدہ اٹھا کر ہر قسم کی مذہبی کتب کا بنظر غائر مطالعہ کرتے رہے۔ اور تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام ہی سب سے زیادہ معقول مذہب ہے۔ جو نسل انسانی کی نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس بات کو لیکر عیسائی۔ آریہ۔ برہمو سماج اور دیگر مذاہب پر آپ نے دلائل قاطعہ کے ساتھ اتمام حجت کی اور قرآن کریم کی پیشگوئی لیظہرہ علی الدین کلہ کو پورا کر کے دکھایا۔ ۱۸۷۶ء کے قریب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مکالمہ کا شرف بخشا۔ اور آپ نے دنیا کو اسلام کی صداقت کا یہ ایک کھلا نشان بتایا۔ کہ اس مذہب کی کامل متابعت سے انسان، اللہ تعالیٰ سے ملتا اور اس سے مکالمہ کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے خدا کی ہستی پر یقین کامل حاصل ہوتا ہے۔ ۱۸۸۴ء میں آپ نے دعویٰ مجددیت کیا جس کو عام طور پر لوگوں نے قبولیت کی نظروں سے دیکھا لیکن ۱۸۹۱ء میں جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ایک عام مخالفت شروع ہو گئی اور وہی لوگ جو آپ کی تصنیف براہین احمدیہ کو ایک شاندار اسلامی خدمت قرار دیتے تھے جس کی نظیر تمام تاریخ اسلام میں نظر نہیں آتی۔ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے اور چاروں طرف پھر کر کفر کے فتوے حاصل کئے اور طرح طرح کے بہتان آپ کے متعلق تراشے۔ غیر مذاہب کے لوگ ویسے ہی دشمن تھے مسلمان بھی خون کے پیاسے بن گئے۔ لیکن اس مرد حق آگاہ نے ایک پہاڑ کی طرح اس مخالفت کا مقابلہ کیا اور تائید الٰہی سے ہر مخالفانہ کوشش کو نیست و نابود کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ آپ کے ساتھ نہ ہوتا تو اتنی بڑی مخالفت بلکہ کل دنیا کی مخالفت کے باوجود آپ کبھی کامیاب نہ ہو سکتے۔ لیکن یہ امر ہر صاحب بصیرت کیلئے قابل غور ہے کہ جس شخص کو کافر و مرتد ٹھہرایا۔ اس کا خون مباح قرار دیا گیا۔ قتل کے فتوے بنائے گئے۔ ہر طرح کی ایذا رسانی بند و بست کیا گیا اور ہر مذہب و ہر قوم نے اس میں حصہ لیا وہ آج زندہ اور کامیاب ہے۔ لیکن مخالفت کرنیوالوں کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ کیا یہ آپ کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے کا کھلا ثبوت نہیں؟

مکفر علماء اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات

{از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب}

حضرت مسیح موعود کی شخصیت ایسی زبردست تھی کہ آپ کے مخالفین بھی کسی نہ کسی رنگ میں آپ کی فضیلت کے معترف تھے۔ آپ کے انتقال پر ہندو مسلم اخبارات نے جن خیالات کا اظہار کیا۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو آپ سے اشد مذہبی اختلافات رکھتے تھے۔ آپ کے دعاوی کے سخت مخالف تھے۔ وہ بھی کسی نہ کسی رنگ میں آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں کسی نے آپ کو اسلام کا فتح نصیب جرنیل کہا کسی نے آپ کو اسلام کا بہت بڑا پہلوان کسی نے بہت بڑا عالم اور کسی نے بہت بڑا اسلام کا منا ظر کہا اور کسی نے آپ کو پکا مسلمان کہا۔ غرضیکہ کسی نہ کسی پہلو سے ہر ایک اخبار نے آپ کی فضیلت کو مشتہر کیا۔ جب حضرت مسیح موعود کا انتقال ہوا۔ میں پٹیالہ کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کالج میں علاوہ دوسرے علما کے دو بڑے پروفیسر تھے۔ ایک تو مولوی سید محمد اسحاق صاحب جو عربی کے سینئر پروفیسر تھے اور دوسرے حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پروفیسر فارسی۔ دونوں حضرت مسیح موعود کے مخالف تھے بلکہ دونوں نے حضرت کے خلاف کفر کا فتوےٰ دے رکھا تھا چنانچہ اول الذکر کو حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت بھی دی تھی۔ یہ دونوں اصحاب مجھے احمدیت کے خلاف تلقین کرتے تھے اور حضرت کے دعاوی اور عقائد کو اسلام کے خلاف بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود کا انتقال ہوا۔ تو ان دونوں اصحاب نے جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ انہوں نے حضرت پر کفر کا فتویٰ دیا۔ دل سے حضرت کی فضیلت کے معترف تھے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت مسیح موعود کے انتقال کی خبر آناً فاناً اطراف ملک میں پھیل گئی لیکن ابھی اخبارات میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن جب میں کالج گیا۔ مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ کل شام ایک خبر سننے میں آئی تھی۔ جس سے بہت افسوس ہوا۔ ایسے فاضل انسان دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ مرزا صاحب قلم کے فی الواقعہ بادشاہ تھے جب تحریر کے لئے قلم اٹھاتے دریا کی روانی سے لکھتے جاتے تھے۔ جب چاہتے بلا تکلف نثر لکھتے اور جب نظم کی طرف توجہ کرتے۔ بلا تکلف نظم کہتے جاتے۔ فارسی اور عربی میں ایسے کاملین کہاں ملتے ہیں۔ پھر جو کچھ لکھتے اس قدر زبردست لکھتے کہ تصویر بنا کر کھڑی کر دیتے۔ جب دشمنان اسلام کے خلاف قلم اٹھاتے اس قدر مضبوط دلائل دیتے کہ انسان کو ماننے کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ یہ تو مولوی محمد اسحاق صاحب کی رائے تھی۔ اسی دن میں جبکہ کالج کی کیاری میں سے گزر رہا تھا۔ مولانا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم نے مجھے آواز دی اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں صحیح ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب نے دل پر ہاتھ رکھا اور آہ مار کر رو دیئے۔ بے اختیار آنسو ٹپک رہے تھے اور ہائے ہائے کے لفظ زبان پر تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میں بھی ضبط نہ کر سکا میں نے کہا کہ اسلام کا بہت بڑا خادم دنیا سے اٹھ گیا۔ کہنے لگے ہاں بے شک اسلام کا بہت بڑا خادم دنیا سے اٹھ گیا۔ ایسا زبردست پہلوان اسلام کا اب کہاں پیدا ہوگا۔ بہت بڑا انسان تھا۔ یہ الفاظ کہتے اور روتے جاتے۔ مجھے ان کی حالت دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ مولوی صاحب تو حضرت کے اس قدر مخالف ہیں مگر باوجود اس کے حضرت کے انتقال پر ان کو اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ شاید کسی مرید کو بھی نہ ہوا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ یہ لوگ مخالف تھے۔ مگر حضرت کی خدمت اسلام حضرت کے زہد و اتقا اور حضرت کے علم و فضل کے معترف تھے۔ اسی دن مولوی غلام مرتضیٰ خانصاحب مرحوم شیخ عباد اللہ صاحب کے مکان پر جو جماعت کا مرکز تھا۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر بھی دیر تک روتے رہے اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کی اور دیر تک دعا کرتے رہے۔ یہ ان دو مولوی صاحبان کی کیفیت تھی جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ جو میرے علم میں تھے۔ خدا جانے ایسے کئی اصحاب ہوں گے۔ جو بظاہر تو حضرت کو برا بھلا کہتے ہوں مگر ان کے دل کے اندر حضور کی کس قدر عزت اور عظمت جاگزین ہوگی۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت مسیح موعود کی اس قدر زبردست شخصیت تھی۔ کہ مکفرین علما بھی آپ کی شخصیت کا کسی نہ کسی رنگ میں اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷)

ن کا ذکر اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۵ پر ان الفاظ میں یا ہے "عرصہ قریباً بیس برس کا گذر گیا ہے کہ جب میں نے سولہ ہزار شتہار دعوت انگریزی میں چھپوا کر اور اس میں اپنے دعوے اور اور دلائل کا ذکر کر کے یورپ اور امریکہ میں تقسیم کیا تھا" یہ اشتہار اردو و نگریزی میں آپ کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے اخیر پر لگا ہوا ہے۔ اس میں پ نے دین اسلام کی سچائی کو بدلائل قویہ و نشانات آسمانی کے ثابت رنیکا وعدہ کر کے اخیر میں ان کے لئے اس طرح دعا کی ہے کہ :-

کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش تا تیرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور تیری کامل اور مقدس کلام قرآن شریف ایمان لاویں اور اسکے حکموں پر چلیں تا ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہان میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہیں بلکہ سچے راستباز اسی دنیا میں اسکو پاتے ہیں بالخصوص وہ انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل ہیں کی فنسئل اللہ تعالیٰ خیرھم فی الدنیا والآخرۃ اللھم اھدھم وایدھم بروح منک واجعل لھم حظاً کثیراً فی دینک واجذبھم بحولک وقوتک لیومنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللہ افواجاً آمین ثم آمین والحمد للہ رب العالمین۔

اسی طرح ایک اشتہار میں جس کا عنوان ہے "الاشتہار مستیقناً بوحی اللہ القہار" جو آپ کی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں شامل ہے آپ فرماتے ہیں :-

"میں ہر دم اسی فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اس سے بڑھکر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مشت خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولا اور میرا قادر و توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ .... وہ دن نزدیک ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا ..... قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جبتک دجالیت کو پاش پاش نہ کرے ..... خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے کون اندھا ہے اور کون بہرا وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان کو با اخلاق انسان بنایا اور پھر با اخلاق انسان کو با خدا ہونے کے الٰہی رنگ میں رنگین کیا ...... سچا ہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مردہ پرستی کم ہوتی جائیگی یہانتک کہ نابود ہو جائیگی ... یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکیگا"۔ ان دعاؤں کی قبولیت کے آثار اب ظاہر ہو رہے ہیں اور یورپ امریکہ کے عقلمند عیسائی اب عیسائیت کے عقائد الوہیت مسیح و کفارہ و رفع جسمانی و حیات بجسد العنصری وغیرہ سے بیزار ہو رہے ہیں اور عیسائی مذہب کو ایک نئے پیرایہ میں پیش کیا جا رہا ہے جس میں یہ ماننا پڑتا ہے کہ

(۱) یسوع مسیح ایک انسان ہم سب انسانوں کی مانند تھا۔

(۲) اس کی پیدائش عام انسانوں کے طور پر ہوئی اور وہ یوسف و مریم کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔

(۳) جو معجزے اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں سب قصے کہانیاں ہیں۔

(۴) اس کا بڑا اہم کام صلیب پر جان دینے کا نہ تھا بلکہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم دینا اس کا مقصد زندگی تھا۔

(۵) [illegible]

بقیہ از صفحہ (۸)

جو تفرقہ مٹانے کے لئے قائم ہے۔ خود تفرقہ قرار دے لیا جائے تو اس کا کیا علاج۔ مریض اگر دوا کو مرض سمجھ بیٹھے اور اس سے پرہیز شروع کر دے۔ تو پھر شفا کی امید کہاں تک رکھی جا سکتی ہے۔

حضرت اقدس کی زندگی۔ ہمارے سامنے عمل کے دو پہلو پیش کرتی ہے۔ غیر ادیان پر دلائل سے یورش اور مسلمان قوم کی اصلاح کا عملی اقدام یعنی جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی۔ یہی ترقی اسلام کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جن سے احیاء دین وابستہ ہے۔ حضرت اقدس نے اپنی قوم سے کس امر پر بگاڑ پیدا کی؟ کیوں اندرونی مسائل کو چھیڑ کر اور ان پر تعدی کر کے مسلمانوں کی مخالفت مول لی۔ کس لئے اپنے ماموریانہ دعوے اور نشانات الٰہیہ کو پبلک میں پیش کیا۔ اگر یہ امور اشاعت و احیاء دین کے لئے ممد و معاون نہیں۔ بلکہ بقول غیر از جماعت احباب اندرونی متنازعہ امور مخالفت کو جگا کر اشاعت و اتحاد کے لئے باعث روک ہیں اور ان سے حتی الوسع بچنا اور پرہیز کرنا لازم ہے۔ تو پھر کوئی اصلاحی اور احیائی تحریک ان حالات میں مسلمانوں کے موجودہ سواد میں نہیں پنپ سکتی ::

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غائت

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"چندون سے ایک خیال میرے دل میں اس زور کے ساتھ پیدا ہوا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے .... ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اسوقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اسکی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے خیال میں محو ہوتا ہوں جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں میں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے وہ یہ ہے کہ میرے آنیکی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اسکے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقوے کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو ہمارا سارا کام رائگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل اور براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اسکے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھائے جا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب آ رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔"

دس شرائط بیعت

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

۲۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

۳۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

۴۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ کسی اور طرح سے۔

۵۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا، اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

۶۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

۸۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اغراض و فوائد نکاح

قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت اور پرہیزگاری دوسرا حفظ صحت تیسرا حفظ نسل۔ اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیهم اللہ من فضلہ (سورۃ النور) یعنی جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں۔ جو پرہیزگار رہنے کا اصل ذریعہ ہے۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس کیلئے پرہیزگار رہنے کیلئے یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ روزے رکھا کرے۔ اور حدیث یہ ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ صحیح مسلم و بخاری یعنی اے جوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو چاہیئے۔ کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے۔ اور شرم کے اعضا کو زنا وغیرہ سے بچاتا ہے۔ ورنہ روزہ رکھو۔ کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔

اب ان آیات اور حدیث اور بہت سی اور آیات سے ثابت ہے۔ کہ نکاح شہوت رانی کی غرض سے نہیں بلکہ بدخیالات اور بدنظری اور بدکاری سے اپنے تئیں بچانا اور نیز حفظ صحت بھی غرض ہے۔ اور پھر نکاح سے ایک اور بھی غرض ہے۔ جس کی طرف قرآن کریم میں یعنی سورۃ الفرقان میں اشارہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ یعنی مومن وہ ہیں۔ جو یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے خدا [illegible] اپنی بیویوں کے بارے میں اور فرزندوں کے بارے میں دل کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ایسا کر کہ ہماری بیویاں اور ہمارے فرزند نیک بخت ہوں اور ہم ان کے پیشرو ہوں۔

(فتاوٰی احمدیہ جلد دوم)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

اعلان نکاح یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی خوشی سے سنی جائے گی کہ مورخہ ۲۰/۵/۴۲ کو بر مکان جناب ملک کرم الٰہی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے نے راجہ فیض محمد خان صاحب کا نکاح عقیلہ زاہدہ بیگم بنت راجہ محبوب علیخان صاحب کے ساتھ بعوض پانچہزار روپیہ حق مہر پڑھا۔ اس تقریب سعید میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بھی شامل تھے۔ اختتام پر ملک صاحب موصوف نے جمیع مہمانوں کی مٹھائی اور شربت سے تواضع فرمائی جناب راجہ فیض محمد خانصاحب نے اس خوشی کی تقریب پر انجمن کو مبلغ سات روپے برائے اشاعت اسلام عنایت فرمائے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رشتہ کو فریقین کے لئے موجب برکت و باعث رحمت بنائے۔ آمین

(ب) مولوی محمد حسین صاحب مبلغ پٹیالہ مطلع فرماتے ہیں کہ مرزا ظفر بیگ صاحب برنالہ کی صاحبزادی کا نکاح ۲۰ مئی ۴۲ء کو محمد یعقوب خان ولد فیض محمد خانصاحب سے بعوض پانچ سو روپیہ مہر پڑھا گیا۔ اس تقریب پر مرزا صاحب نے مبلغ دس روپیہ انجمن کو بطور عطیہ مرحمت فرمائے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

— جماعت کے بعض دوست بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دردِ دل سے دعا کی جائے۔

پیغام صلح کے موجودہ شمارہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون "میرا بیان عدالت میں" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ اسے خود پڑھیں اور اپنے دینی احباب کو بھی پڑھائیں۔

ایک انمول ورثہ

حضرت مجدد زمان کی جماعت کی نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ

{ از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب از حیدر آباد دکن }

نوٹ:- اخویم شیخ محمد انعام الحق صاحب کا مضمون مسیح موعود نمبر شائع ہونے کے بعد ہمیں موصول ہوا اسلئے مسیح موعود نمبر میں درج نہیں ہو سکا۔ اب موجودہ شیوع میں درج کیا جا رہا ہے ۔ (مدیر)

حق و صداقت کے داعی اور نیکی و خدا پرستی کے مبلغ کے لئے معقول و روشن دلائل کیساتھ ساتھ عمدہ نمونہ، بلند و بے داغ کیریکٹر، نیک شہرت اور زبردست اخلاقی ساکھ کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی داعی و مبلغ کو یہ اوصاف میسر نہیں ہیں تو اس کے وزنی سے وزنی دلائل بھی بیکار ہیں۔ ان دلائل کے ذریعے ممکن ہے کہ وہ اپنی علمی اور منطقی برتری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جما لے۔ انہیں خاموش کرا دے لیکن صرف دلائل کے ذریعے وہ حق و صداقت کے متلاشیوں کو مطمئن نہیں کر سکتا اور نہ باطل و عصیاں میں گرفتار فرزندانِ آدم کو نیکی کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ انسانی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ کسی دعوت کے حسن و قبح اور اس کے قبول و رد کے فیصلہ سے قبل وہ داعی کی تعلیمات و دلائل سے زیادہ اس کے عمل و نمونہ کو دیکھتی اور پرکھتی ہے اور بالعموم انہی چیزوں سے متاثر ہو کر کسی نتیجہ پر پہنچتی ہے۔

دوسرے مصلحین سے قطع نظر صرف انبیاء اور مجددین کی مبارک و مقدس زندگیوں کی طرف ہی دیکھئے ان کی نیک شہرت، راستگوئی، بے داغ کیریکٹر اور زبردست اخلاقی ساکھ، ان کی دعوت پر قبول و کامیابی کے دروازے کھولنے میں بے حد معاون ہوئیں۔ ان چیزوں میں ایسی غیر معمولی اور بے پناہ قوت ہے کہ دوست اور ساتھی تو رہے ایک طرف، اشد ترین مخالفوں کو بھی ان کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ترین کیریکٹر ہی کا معجزہ تھا کہ نہایت خطرناک اعدا کے سامنے **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون** (یونس) کی پکار بلند کی گئی لیکن کسی کو حرف گیری کی جرأت نہ ہوئی۔ چاروں طرف اعدا کا ہجوم ہے قتل کے منصوبے باندھے جا رہے ہیں۔ ہر ایک خون کا پیاسا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس دعوے کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا۔

موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مخالفت کے کتنے ہولناک طوفان اٹھے۔ اعتراضات کے کیسے کیسے تیر چلائے گئے اور الزام تراشی کے کیا کیا مظاہرے ہوئے۔ بڑے بڑے علماء ایک گمنام بستی کے گمنام شخص کے خلاف دیوانہ وار فتوے تکفیر لیکر اٹھے۔ اس کو تباہ کر دینے کی مجنونانہ کوششیں کیں۔ انہوں نے جوش مخالفت میں وہ سب کچھ کر ڈالا جس کا تصور بھی کسی خدا پرست انسان کے لئے مشکل ہے لیکن با ایں حضرت صاحب کے پاکیزہ کیریکٹر اور اخلاقی ساکھ کا اعتراف بڑے بڑے مخالفین سلسلہ کو رہا ہے اور اب بھی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اشاعت و حفاظت دین کیلئے ایک باقاعدہ اور مستقل جماعت بنائی۔ اس جماعت کے دلوں میں جہاں تبلیغ اسلام کا زبردست ولولہ پیدا کیا اور غیرت دین کی آگ روشن کی وہاں انکی زندگیوں میں اخلاقی لحاظ سے بھی عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ دعویٰ کیساتھ ہی طوفان مخالفت اٹھا اور اسکی خوفناک موجیں روز بروز بلند ہوتی گئیں۔ تکفیر مقاطعہ کی گرم بازاری ہوئی۔ ایذا رسانی کے لئے نئے نئے طریقے عمل میں لائے گئے۔ کوئی احمدی بازار سے گزرتا تو انگلیاں اٹھتیں اور آوازے کسے جاتے لیکن اسکے ساتھ ہی احمدیوں کی دینداری راستگوئی، نیک چلنی . . . . اور بلند اخلاقی کا سکہ و اعتراف تھا جماعت کی نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔

جماعت احمدیہ کی یہ نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ ایک انمول ورثہ ہے جس کی ہمیں عمل و نمونہ سے حفاظت کرنی چاہیئے۔ یقین جانئے ہماری تبلیغی مساعی اور مقاصد کی کامیابی کیلئے یہ چیز اشد ضروری ہے۔ دلائل کی ضرورت و اہمیت سے میں انکار نہیں کرتا لیکن یاد رکھیئے کہ اچھے نمونے اور زبردست اخلاقی ساکھ کے بغیر دلائل ہمارے لئے خاطر خواہ مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ ہم دلائل کے ذریعے مناظرہ کی مجلسوں اور علمی بحثوں میں جیت سکتے ہیں۔ مخالفوں کے دماغوں کو مرعوب کر کے انہیں چپ کرا سکتے ہیں۔ لیکن دلوں کو مطمئن کر کے انسانوں کی زندگیوں کا رخ نہیں پھیر سکتے۔ باطل پرستوں کو حق پرست نہیں بنا سکتے۔ بدی و گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے انسانوں کو خدا کے آگے نہیں جھکا سکتے۔

حقائق خواہ کس قدر ہی رنجدہ اور باعث تکلیف کیوں نہ ہوں ان سے انکار دانشمندی نہیں ہے ہمیں اس افسوسناک حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ کی نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ اب پہلے جیسی نہیں رہی اسکی سب سے بڑی وجہ جماعت قادیان کا طرز عمل و طریق کار ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے میں جماعت قادیان کے محترم اکابر اور اپنے قادیانی دوستوں پر خواہ مخواہ کوئی الزام نہیں لگاتا نہ ان پر خود ان کے آدمیوں کے لگائے ہوئے الزاموں کی صحت و عدم صحت پر کوئی بحث کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے جس سے کوئی حقائق پسند اور راستگو انکار نہیں کر سکتا کہ گذشتہ دس پندرہ سال کے عرصہ میں بدقسمتی سے کچھ ایسے افسوسناک واقعات رونما ہوتے ہیں کہ غیر از جماعت حلقوں میں قادیان کی نیک شہرت قریباً ختم ہو گئی ہے۔ قادیانی دوستوں کے عقائد میں غلط روی اور غلو کے ساتھ یہ چیز بھی ہمارے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔ قادیان کی اس برباد شدہ نیک شہرت کے سر دست دوبارہ حاصل ہونیکا بظاہر کوئی امکان نہیں۔ سو ہمیں اپنی حد تک اس انمول ورثہ کی حفاظت کی کوشش کے علاوہ اس اخلاقی نقصان کی تلافی کی بھی کوشش کرنی ہوگی جو کہ قادیانی جماعت کے اکابر کی بدولت اس انمول ورثہ کو پہنچ چکا ہے۔ نوجوانان سلسلہ کو اس بارہ میں خاص کر بڑی اور غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے انہیں اپنے بزرگوں کا لائق اور صحیح جانشین بننے کیلئے مسلسل اور انتہائی سعی کرنی چاہیے۔ قوموں کی اچھی خصوصیات دوسروں کی نظروں میں انکا وقار و احترام پیدا کر دیتی ہیں۔ یہاں حیدر آباد دکن میں کئی ہزار عرب آباد ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح ان عربوں پر بہت سی اخلاقی کمزوریاں اور عیوب آ گئے ہیں، لیکن ایک خوبی ان میں اب تک موجود ہے کہ کوئی عرب چوری نہیں کرتا۔ بیسیوں بلکہ صدہا برسوں ریاست کے سرکاری خزانوں اور بعض امراء و تجار کے ہاں ان کا پہرہ رہتا ہے مگر خیانت و سرقہ کا کبھی کوئی عرب مرتکب نہیں ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حیدر آباد میں کسی عرب کے متعلق کوئی شخص چوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میرے ایک دوست کا چشمدید بیان ہے کہ ایک مفلوک الحال عرب جس کے جسم پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے صراف کے ہاں سونے کا ایک قیمتی زیور فروخت کرنے کیلئے گیا صراف نے بلا تامل یہ زیور اس سے خرید لیا سرقہ کے متعلق شبہ نہ کیا اور نہ کسی قسم کی تحقیق کی ضرورت سمجھی۔ میرے دوست کیلئے یہ بات قابل تعجب تھی۔ انکے دریافت کرنے پر صراف نے کہا کہ حیدر آباد میں کوئی عرب چوری نہیں کرتا لہذا عربوں کے متعلق ہمیں تحقیق و دریافت کی کبھی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی —— حیدر آبادی عربوں کی اس ایک ہی خوبی نے اغیار کی نظروں میں ان کا کس قدر وقار و اعتبار پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو صرف ایک پہلو ہے ہمیں چاہیئے کہ اخلاق کے ہر پہلو سے اس قسم کا وقار اور ساکھ پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت مسیح موعودؑ اور بزرگان سلسلہ کی برکت سے اس وقت بھی جماعت احمدیہ کی نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ ملک کے دور دراز گوشوں کے اندر بہت سے دلوں میں موجود ہے۔ چند ماہ کا ذکر ہے یہیں حیدر آباد میں ایک سرکاری ملازم دفعتاً بیمار ہو کر چند روز کے اندر انتقال کر گئے، سات ستر روپے ماہوار تنخواہ تھی لیکن اثاثہ کچھ موجود نہ تھا چار پانچ بچوں اور بیوہ کو بیکسی کی حالت میں چھوڑ گئے۔ سرکاری طور پر کارروائی سے انکی کچھ مدد کچھ مدت کے بعد پیدا ہو سکتی تھی لیکن پیروی کرنیوالا کوئی نہ تھا۔ بیوہ نے اپنے ایک کمسن بچے کو محلہ کی ایک بڑھیا کے ہمراہ ہماری جماعت کے دار المطالعہ میں بھیجا اور کہلایا کہ ہم سنتے آئے ہیں کہ احمدی بیواؤں اور یتیموں کی حتی الامکان خدمت کرتے ہیں میری امداد کرنیوالا اس وقت کوئی نہیں۔ آپ میرا فلاں کام کر دیں۔ چنانچہ انکے لئے جو کچھ ممکن تھا کیا گیا۔ قابل غور بات ہے کہ ایک پردہ نشین بیوہ جو کہ تحریک احمدیت کے مقصد اور غالباً صحیح طور پر نام سے بھی واقف نہیں ہے اس کے دل پر بھی نقش ہے کہ احمدی کار خیر میں حصہ لیتے ہیں اور وہ ایک توقع کیساتھ آپ کی جماعت کے دار المطالعہ میں اپنے کمسن یتیم بچے کو بھیجتی ہے

چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان کے مہینے میں پنجاب کے ایک شہر کے اندر ایک رئیس کے ہاں چند معززین جمع تھے اور یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شہر کے مسلمان وکلا رمضان کا احترام نہیں کرتے۔ بار روم (کمرہ وکلا) میں کھلم کھلا کھاتے پیتے اور سگرٹ نوشی کرتے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ کیا کوئی بھی مسلمان وکیل روزے نہیں رکھتا۔ صاحب خانہ نے فوراً ایک احمدی وکیل کا نام لیا کہ وہ تو روزے رکھتے ہونگے اور غالباً کوئی وکیل نہیں رکھتا۔ اس شہر میں صرف وہی احمدی وکیل تھے۔

کیا اس نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ کو قائم رکھنا ہم میں سے ہر ایک کا فرض نہیں ہے؟ آؤ حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی مبارک تقریب پر ہم سچے دل سے عہد کریں کہ ہم جماعت کی نیک شہرت اور اخلاقی ساکھ کو اپنے عمل و نمونہ کے ذریعہ قائم رکھیں گے، بلکہ حتی الامکان اس میں اضافہ کریں گے۔

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ م ۳ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۳

موجودہ جنگ میں اخلاق کا فقدان

اسلام کی روحانی قوت سے یورپ کی اقوام میں اخلاقی توازن قائم ہو سکتا ہے

موجودہ جنگ کو شروع ہوئے عرصہ گذر چکا ہے اور یہ جنگ ایسی اقوام کے درمیان ہو رہی ہے جو دنیا میں مہذب اور متمدن اقوام کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن تہذیب و تمدن ان اقوام کو جنگ کے مہلک اور تباہ کن اثرات سے بچا نہیں سکتے قومیت اور رنگ و نسل کے تصورات جن پر مغربی تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہے یہی تصورات موجودہ جنگ کے سب سے بڑے عناصر ہیں۔ جرمنی کے نسلی تفوق اور فوجی احساس نے اس جنگ کو برپا کیا ہے۔ اس قوم کے تشدد اور سودائے جہانگیری نے تمام دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈال دیا ہے اور یورپ کی وہ اقوام جنہیں اپنے کلچر اور علم فضل پر فخر ہے اور جنہیں یہ احساس ہے کہ وہ اپنی اخلاقی خصوصیات کی وجہ سے دنیا کی دیگر اقوام سے افضل ہیں آج وہ اقوام اخلاق سے بالکل عاری ہو چکی ہیں اور پھر جنگ کی حالت میں یہ قومیں اخلاق کو بالکل ہی خیرباد کہہ رہی ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے ہاں جنگی اخلاق بالکل مفقود ہے کیونکہ ان کا جنگی تصور اسلام کی طرح للّٰہی نہیں بلکہ مادی اور خالص دنیوی ہے۔ اس لئے اس تصور میں اخلاقی معائب کا پیدا ہونا نہایت ضروری ہے۔ آج یورپ میں بجائے شہری ذہنیت کے دہشت اور خوف ہے۔ بجائے ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ کے ایک دوسرے کے حقوق کو دوز روشن میں پامال کیا جا رہا ہے۔ حلم، رواداری اور اعتدال کا نام مٹایا جا رہا ہے۔ اور بغض و عناد کی فراوانی سے عدل و انصاف کرنے والوں کی آنکھیں مند گئی ہیں۔ اور یورپ کے اندر کوئی اخلاقی تحریک ایسی نہیں جو وہاں اخلاقی توازن قائم رکھ سکے اور فسطائیت کے خون آشام پیکروں کو ظلم و عدوان سے روک سکے۔

یہ تو دنیا میں صرف اسلام ہی ہے جس نے حکم دیا ہے یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرنے والے، انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقوے سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کا تقوے اختیار کرو۔ بیشک اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

یہی اسلام کی اخلاقی قوت، یورپ کی جنگجو اقوام کے اندر ایک اخلاقی توازن قائم کر سکتی ہے کیونکہ یہی اخلاقی اور روحانی قوت ہے جس نے مشرق میں فاتح اور فوجی اقوام کے اندر ایک اخلاقی توازن قائم کیا تھا۔ چنانچہ عربوں کی فوجی تاریخ اس پر ایک زبردست شہادت ہے اور مسلمان ترکوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں جس اخلاقی ضبط کا ثبوت دیا وہ اسلامی تربیت کا ہی نتیجہ ہے۔ یورپ کی مہذب اقوام جنگ کے وقت اخلاق پر قائم نہیں رہ سکتیں۔ اب موجودہ جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ انسانوں سے بھرے ہوئے جہازوں کو جرمن لوگ نہایت بیدردی سے غرق کرتے ہیں، ہوائی جہازوں، گیسوں اور دیگر آلات حرب نے انسانی زندگی کو مخدوش اور اجیرن کر رکھا ہے۔ لوگوں کو ہر طرف تباہی اور بربادی نظر آ رہی ہے۔ دماغ اور اعصاب پر اتنا بوجھ ہے کہ الحفیظ و الامان! سارا یورپ ایک دہکتے ہوئے آگ کے گڑھے پر کھڑا ہے جسمانی اور دماغی قوتیں غلط طریقہ پر خرچ ہو رہی ہیں اور تباہی کو قریب کر رہی ہیں اور وہ قوتیں جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو بقا کے لئے عنایت فرمائی ہیں۔ وہ تباہی اور خرابی پر صرف ہو رہی ہیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کا قانون جرمنی کے آہنی اور آتشیں پنجہ سے زیادہ مضبوط ہے۔ جہاں ایک جماعت فساد کرنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے تو اسکے پہلو سے ہی دوسری جماعت ایسی بھی پیدا ہو جاتی ہے جو غارت گری اور فساد کی مدافعت کرے چنانچہ قرآن میں اس قانون خداوندی کا ذکر یوں ہے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲: ۲۵۱) اور اگر خدا ایک جماعت کو دوسری جماعت کی مدافعت کی قوت نہ دیتا تو دنیا برباد ہو جاتی۔ لیکن خدا تعالیٰ تمام نظام عالم پر فضل کرنے والا ہے۔

یقیناً اگر یہ قانون جس کا اوپر ذکر ہوا ہے کائنات میں موجود نہ ہوتا تو اب دنیا کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ مذہب اور اخلاق ختم ہو چکے ہوتے تمام مقدس مقامات اور معبد جن کے ذریعہ دنیا میں اخلاق قائم ہوا زمین کے برابر کر دیئے جاتے اور صرف درندگی اور وحشت کا ہی دور دورہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (۲۲: ۴۰) یعنی اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں، گرجے اور عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

آج بھی یہ قانون بروئے کار آیا اور اللہ تعالیٰ نے انہی اقوام میں سے بعض . . . . . کو جرمن قوم کے ظلم و استبداد کو روکنے کیلئے آمادہ کر دیا۔ یہ اقوام بھی دنیا کی معمولی اقوام نہیں۔ انکی تاریخ جرمنی سے زیادہ شاندار ہے۔ اس جنگ میں بھی اپنی گذشتہ روایات کو قائم رکھیں گی۔ جرمن کے ظلم و استبداد کو زیادہ پنپنے کا موقعہ نہیں ملے گا اور شاید دنیا کے اندر از سر نو امن قائم ہو جائے۔

لیکن یورپ میں امن، عافیت اور اخلاقی توازن کو مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے کسی ایسے نظام حیات کو اختیار کرنا پڑے گا جس سے ان کی معاشی اور تمدنی زندگی سے وہ مادہ خارج ہو جائے جو ہمیشہ ان کے اندر ایک بے چینی اور بے قراری پیدا کئے رکھتا ہے اور وہ نظام حیات یقیناً ایسا ہونا چاہیئے جس کے اندر اخلاقی اور روحانی قوت بدرجہ اتم موجود ہو۔ ایسا نظام حیات صرف اسلام ہے جس کا تاریخ انسانی میں تجربہ کیا جا چکا ہے اور ایسی اقوام جہانبانی اور جہانگیری جن کی فطرت تھی، انہوں نے اس روحانی نظام حیات کو اختیار کر کے ایک زبردست اخلاقی قوت کا ثبوت دیا۔ کیا آج یورپ کی اقوام اسے اختیار کر کے اپنی روحانی، اخلاقی اور معاشی مشکلات کا علاج نہیں کر سکتیں؟ یقیناً کر سکتی ہیں اور حالات اور کوائف انہیں اس طرف لا رہے ہیں جیسا کہ حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا ہے ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

جناب شیخ محمد جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست مانگرول وفات پاگئے

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب شیخ محمد جہانگیر میاں نواب صاحب آف مانگرول مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء کو وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جناب نواب صاحب ممدوح نہایت قابل صاحب اخلاق اور بلند پایہ والئے ریاست تھے ریاست مانگرول کے لئے آپ کا وجود باعث رحمت تھا آپ کے عہد میں ریاست کے تمام شعبوں نے بہت ترقی کی اور ریاست کی دولت و سطوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا مرحوم و مغفور جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمات اسلامی کے بہت مداح اور قدردان تھے ووکنگ مشن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی معاونت بھی فرماتے رہتے تھے۔ ہمیں جناب نواب صاحب مرحوم کی وفات پر بیحد افسوس ہے، اللہ تعالےٰ نواب صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جناب نواب صاحب کے بعد ان کے جانشین جناب شیخ عبدالخالق میاں صاحب ہیں آپ اپنے قابل اور بزرگ باپ کے قابل اور نیک جانشین ہیں آپ کے اخلاقی محاسن کسی تشریح کے منت کش نہیں نہایت وثوق کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے عہد میں ریاست مانگرول ہر لحاظ سے ترقی کرے گی اور آپ کے اوصاف حمیدہ اور قابلیت بہت شاندار نتائج پیدا کریں گے اللہ تعالیٰ نواب صاحب موصوف کو اپنے مرحوم باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؂

میرا بیان عدالت میں اور جماعت قادیان سے اپیل

{از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ}

ایک مدت سے قادیانی اخبارات میں میرے اس بیان کا ایک حصہ شائع ہو رہا تھا جو میں نے مولوی کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں بطور گواہ دیا تھا۔ گو اس بیان میں جو لفظ نبوت میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے لئے استعمال کیا، اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ تصریح کر چکا ہوں کہ آپ کے منکر کو محض کذاب یا دروغگو قرار دے کر میں نے اس بات کو صاف کر دیا تھا کہ یہاں لفظ نبوت اپنے لغوی معنے میں استعمال ہوا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی یا غیب کی خبریں خدا سے پانا یا پیشگوئی کرنا اور اگر میں اس لفظ کا استعمال اصطلاح شریعت میں کرتا تو آپ کے منکر کو بھی کافر قرار دیتا نہ محض دروغگو تاہم میں نے ایڈیٹر الفضل کو یہ لکھا کہ وہ میرا مکمل بیان شائع کر دیں کیونکہ میرا خیال تھا کہ کچھ اور بھی تشریحی لفظ اس بیان میں موجود ہیں جن کو قادیانی مبلغ شائع نہیں کرتے جس کا جواب ایڈیٹر صاحب کی طرف سے یہ آیا

"کیونکہ یہ بیان فلسکیپ سائز کے ۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور عدالتی بیان کے رنگ میں مختلف امور پر مشتمل ہے۔

اس میں نبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق وہی فقرات ہیں جو بار ہا اخبار وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔"

تب میں نے اسکی نقل مصدقہ حاصل کی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جو قادیان کے وہ مبلغ اور اخبار جو اس بیان کے ایک حصہ کو شائع کرتے رہے ہیں کتنی بڑی خیانت سے کام لیتے رہے ہیں کیونکہ اسی بیان کے آخر میں میرے یہ الفاظ موجود ہیں:۔

مرزا صاحب نبی ہونے کا۔ مینٹ نبی یعنی ولی ہونے کا دعوے کرتے ہیں"

مگر بیان کے اس حصہ کو قادیانی مبلغ اس تمام عرصہ میں پبلک سے اور اپنی جماعت سے چھپاتے رہے حتیٰ کہ جب میں نے سارے بیان کو شائع کرنے کے لئے لکھا تب بھی یہی جواب دیا گیا کہ اس میں نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق اور کوئی فقرہ نہیں سوائے اس کے جو وہ شائع کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں نے ابتدائے بیان میں بھی آپ کی نبوت کے منکر کو کذاب یا محض دروغگو قرار دے کر یہ واضح کر دیا تھا کہ اس سے مراد محض پیشگوئی کرنے والا ہے۔ آخر میں اسکو اور بھی صاف کر دیا کہ آپ کا دعوے نبی بمعنی محدث یا ولی ہونے کا ہے۔ نہ کہ درحقیقت نبی۔ اور میں درحقیقت آپ کو نبی قرار بھی کسطرح دے سکتا تھا جب کہ اسی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اس مقدمہ میں زیر بحث تھی جس کی بناء پر مجھ پر بیسیوں سوال ہوئے کیونکہ اس میں لفظ کذاب وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ حضرت صاحب اپنے عقائد کے عنوان کے نیچے یہ لفظ لکھ چکے تھے کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور انکو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔

"والیشاں درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ"

وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے اسلئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا یعنی قرآن کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اس امت میں فی الحقیقت نبی نہیں ہوتا گو اسے نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے اور یہ ۱۹۰۳ء کی تحریر ہے جس سے قادیانی جماعت کے مبلغ اس طرح بھاگتے ہیں کہ گویا شیر انکے سامنے آگیا۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر میرے بیان میں کوئی نقص یا خامی بھی تھی تو حضرت مسیح موعود کی کتاب مواہب الرحمٰن کی روشنی میں اس بیان کی وہ تشریح کی جاتی جس کو آپ نے صراحت سے بیان کر دیا کہ اس امت میں نبیوں کا رنگ تو مل جاتا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل لیکن فی الحقیقت کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔ یہ تو صحیح طریق عمل تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ قادیانی علماء نے میرے بیان کے ایک حصہ کو جس میں خود میں نے یہ واضح کر دیا تھا کہ حضرت صاحب نبی بمعنی محدث یا ولی ہیں۔ لوگوں سے مخفی رکھا بلکہ میرے دریافت کرنے پر بھی یہی کہا کہ اس میں نبوت کے متعلق اور کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔

میں علماء اور مبلغین سے نہیں کیونکہ انہوں نے دوسرا رنگ اختیار کیا ہوا ہے جس کے خود جناب خلیفہ صاحب شاکی ہیں بلکہ جماعت قادیان کے عام لوگوں سے دریافت کرتا ہوں، خود جناب میاں صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ علماء اب تک میرے بیان کے اس حصہ کو چھپا کر خیانت کے مرتکب نہیں ہوئے؟ اور پھر یہ کہکر کہ اس بیان میں نبوت کے متعلق سوائے انکے شائع کردہ فقرات کے اور کچھ بھی نہیں اس جرم کو کمال تک نہیں پہنچایا؟

اس کے جواب میں شائد یہ کہا جائے کہ میرے اس بیان کے اوپر اخبار ٹروتھ سیکر کا ذکر ہے اور ممکن ہے کہ میرا یہ بیان اخبار ٹروتھ سیکر پر مبنی ہو تو اوّل تو میرے بیان میں یہ نہیں کہ ٹروتھ سیکر میں یوں لکھا ہے بلکہ وہ الگ بیان ہے۔ اور دوسرے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خواہ وہ ٹروتھ سیکر پر مبنی ہے یا نہیں بہرحال وہ میرا بیان ہے، آخر میرے بیان میں بیسیوں لغت اور تفسیر کی کتابوں کے حوالے ہیں حضرت صاحب کی کتابوں کے حوالے ہیں تو اس سے اس بیان حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جب نبوت کے متعلق میرے بیان کا ایک حصہ شائع کیا گیا تو دوسرے حصہ کا اخفا کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ اس میں ولایت اور محدثیت کی تشریح کھلے الفاظ میں موجود تھی اور قادیانی علماء نہ چاہتے تھے کہ یہ حصہ عام لوگوں کے سامنے آئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ میرے بیان کا یہ حصہ وکیل ملزمان کے جواب میں ہے یعنی یہ سوال جن کے جواب میں میں نے یہ لفظ کہے یا اخبار ٹروتھ سیکر پیش کیا حضرت مسیح موعود کی طرف سے مجھ پر ہو رہے تھے جب اخبار ٹروتھ سیکر پیش کیا گیا تو اس کے پیش کرانے والے خود حضرت مسیح موعود تھے۔ ہر ایک وہ شخص جو اس مقدمہ میں گورداسپور میں موجود تھا جانتا ہے کہ مقدمہ روزانہ تین بجے شام کے قریب پیش ہوتا تھا اور ہم سب لوگ اور خود حضرت مسیح موعود کچہری کے احاطہ میں درختوں کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوئے کتابیں اور حوالے تلاش کیا کرتے تھے، اور ہر ایک حوالہ حضرت مسیح موعود کے سامنے پیش ہو کر جسے آپ پسند کرتے تھے وہی عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ عام طور پر بھی وکیل اپنے مؤکل کی ہدایات کا پابند ہوتا ہے اور وکیل کا سوال مؤکل کا سوال ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن جہاں وکیل مؤکل کا مرید ہو ظاہر ہے کہ وہ اس کی ہدایت کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتا پس اگر یہ بیان ٹروتھ سیکر پر بھی مبنی ہے تو حضرت صاحب نے خود اس خبر کو پیش کرا کر یہ تشریح کروائی کہ لفظ نبوت سے جو میرے بیان کے شروع میں استعمال ہوا مراد محض محدثیت یا ولایت ہے نہ کچھ اور۔

خاکسار

محمد علی

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:۔

" اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ آرگن نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے، بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے "

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں، جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے۔

ایک قادیانی خواب بین کا حشر

قادیانی صحافت کیلئے تازیانہ اور مقامِ عبرت

قارئین پیغام صلح کو یاد ہوگا ۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو الفضل میں ایک رؤیا حافظ عبدالحق نامی ایک شخص کا شائع ہوا تھا جو درج ذیل ہے:-

بیان القرآن کے متعلق قادیانی رؤیا

"بروز پیر و منگل کی درمیانی شب تقریباً ڈیڑھ بجے شب ایک رؤیا ہوا جس سے میرا ایمان قوی تر ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ میں بہت غمگین ہوں ایک سفید ریش آدمی قد درمیانہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں دکھائی دیا اور فرمانے لگا کہ آؤ غم مت کرو۔ میرے پیچھے آؤ۔ میں ان کے پیچھے ہولیا راستہ کچھ قلیل سا طے کیا تھا کہ دیکھا مولوی محمد علی صاحب راستہ میں کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھ میں تفسیر بیان القرآن ہے۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں ان سے یہ خرید لوں اس پر وہ بزرگ فرمانے لگے کہ مت لو۔ میں نے ان کے ارشاد پر عمل کیا اور جب ان کی تفسیر بیان القرآن پر نظر ڈالتا ہوں تو حد سے زیادہ سیاہ ہے جس کے دیکھنے سے میرا دل گھبرا گیا پھر اس بزرگ نے مجھے آواز دی کہ آجاؤ میں گیا تو ایک جگہ وہ بزرگ کھڑا ہوگیا اور ان کے ساتھ دو تفاسیر ہیں، ایک سفید انڈے کی طرح اور ایک سیاہ کو سیاہ ہے وہ بیان القرآن ہے اور سفید تفسیر کبیر ہے میں نے اس بزرگ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا وجہ ہے۔ جواب میں بولے آنکھیں بند کرلو اور آسمان پر نظر کرو جب آسمان پر دیکھتا ہوں تو دو تفاسیر ہیں اور ان کی شکل اس طرح ہے۔

بیان القرآن شیطان	تفسیر کبیر رحمان

بزرگ صاحب بولے کہ بس نتیجہ دیکھ لیا۔ لو یہ تفسیر کبیر ہے اسے ہر وقت پڑھا کرو۔ یہ تفسیر میں نے لے لی اور شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی یہ تھا خواب کا سچا اور ایمانداری کا واقعہ جس نے میرے ایمان کو بہت قوت دی"۔

الراقم۔ عبدالحق احقر بقلم خود از پشاور (الفضل مؤرخہ ۵ر فروری ۴۲ء)

معاصر الفضل نے اس مندرجہ بالا رؤیا کو اپنے مذکورہ نشوع میں درج کرکے جہاں اپنے سارے عملہ کے ایمان کو تازہ کیا وہاں اس ایمان کا انتشار جماعت قادیان میں بھی کیا گیا معلوم نہیں اس رؤیا کی اشاعت سے کتنے مخلصین کے ایمان تازہ ہوتے ہوں گے؟ اس "رؤیا" کے متعلق ہم نے پیغام صلح ۱۰ر مارچ ۱۹۴۲ء میں لکھا کہ اس ملہم کی پریشان خوابی کی شکایت نہیں خدا بیچارے کے حال پر رحم کرے لیکن الفضل کی اس حد سے بڑھی ہوئی دلآزاری پر رنج ضرور ہے اور جو کوئی بھی اسے پڑھے گا اسے رنج ہوگا "بیان القرآن" کے ساتھ شیطان کا لفظ لکھنا کتنا تکلیف دہ ہے اور اسے شیطان کی طرف منسوب کرنا حد سے زیادہ رنجدہ ہماری جماعت سے عداوت ہی سہی لیکن قرآن مجید کی مسلمہ طور پر بلند پایہ تفسیر سے پرخاش کیا معنی اگر جلے پھپھولے پھوڑنے تھے تو اس کے اور ہزاروں طریق تھے ہم سوائے اس کے کہ الفضل کی پالیسی اور روش کا ماتم کریں اور کیا کر سکتے ہیں ہمارے اس جائز احتجاج پر الفضل نے ۲۲ر مارچ کے نشوع میں ایک مضمون شائع کیا اور "رؤیا" کی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف کے ساتھ مطابقت ثابت کی اور لکھا گیا کہ اس رؤیا کے ذریعہ اس خواب بین کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب بخشا ہے اور صحیح فیصلہ تک پہنچنے کی توفیق عطا کی ہے اور وہ جماعت قادیان میں بیعت کرکے شامل ہوگیا ہے، یہ رؤیا اللہ تعالیٰ نے ایک سعید روح کو دکھا کر موجب ہدایات بنایا ہے اور پھر یہیں پر بس نہیں کی اس "رؤیا" کے خلاف ہماری جماعت کو حلف اٹھانے کا چیلنج دیا گیا ان دنوں یوں معلوم دے رہا تھا کہ معاصر الفضل اور جماعت قادیان کا ایمان سمٹ کر اس "رؤیا" میں آرہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ حرکت پسند نہ تھی اور باری تعالیٰ کو یہ گوارا نہ تھا کہ اس کے کلام پاک کی بلند پایہ تفسیر کی توہین کی جائے کیونکہ یہ کام خود حضرت مسیح موعودؑ کا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس توہین کو اُٹھا دیا —— ابھی چند ہی مہینے گذرنے پائے تھے کہ قادیانی ایمان کا یہ نازک آبگینہ صداقت کی چٹان سے ٹکرا کر چکنا چور ہوگیا اور اسی شخص حافظ عبدالحق نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس خواب کی وہ تعبیر کی جو ہمیشہ طوق گلو افشار کی طرح قادیانی صحافت کے گلے میں لٹکی رہے گی وہ اشتہار اسی صفحہ پر نیچے درج ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں، معاصر الفضل کے لئے بھی اس میں لمحۂ فکریہ ہے اور مقام عبرت بھی وہ شخص لکھتا ہے:۔ "ناظرین! میرے خلاف یہ غلط افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ شاید میں قادیانی ہوگیا ہوں حالانکہ یہ سراسر لغو اور بے ہودہ پروپیگنڈا ہے۔ (الفضل کے مضامین اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ناقل) دراصل قادیانی جماعت میں میری ایک ملازمت تھی مگر جب شریروں نے پروپیگنڈا شروع کیا تو میرے بزرگوں نے مجھے اس ملازمت سے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا میں نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یکم مئی سے استعفیٰ دے دیا لہذا آج میں بذریعہ اشتہار اعلان کرتا ہوں کہ ملازمت سے پہلے قادیانی جماعت سے میرا کوئی تعلق نہ تھا یہ ایک ملازمت تھی اور وہ ملازمت بھی چھوڑ دی" وغیرہ وغیرہ

یہ عجیب خواب ہے کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ شخص کو رچند ماہ بعد قادیانی اصطلاح کے مطابق مرتد ہو جائے گا؟ کیا قادیانی جماعت میں ایسی ہی سعید روحیں شامل ہوا کرتی ہیں؟ پھر افسوس تو یہ ہے کہ ایسے شخص کی خواب کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کشف سے مطابقت دی گئی۔ جس سختی کے ساتھ اس شخص نے قادیانی عقیدہ کے خلاف اظہار بیزاری کیا ہے وہ بھی قادیانی صحافت کے لئے ایک تازیانہ ہے ہمیں قادیانی امت اور قادیانی صحافت کی توہم پرستی اور موجودہ خفت اور ندامت پر افسوس ہے، اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو چشم بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

یہ اُمت روایات میں کھوگئی
حقیقت خرافات میں کھوگئی

اشتہار

بندہ و جاں بکار محبت حضرت خلیل ؛ خاک پائے غوث اعظم نیز ہر ولی
نسبت خفیہ بر محبت احمد نبی ؛ دوست دار ہم چاریار تا با اولاد علی

عرب والے نبی کے بعد مدعی نبوت لعین ہے
احقر کا یہ عقیدہ ہر چین ہے

ناظرین! میرے خلاف یہ غلط افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ شاید میں قادیانی ہوگیا ہوں حالانکہ یہ سراسر لغو اور بیہودہ پروپیگنڈا ہے۔ دراصل قادیانی جماعت میں میری ایک ملازمت تھی مگر جب شریروں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا تو میرے بزرگوں نے مجھے اس ملازمت سے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یکم مئی استعفیٰ دے دیا لہٰذا آج میں بذریعہ اشتہار ہذا اعلان کرتا ہوں کہ ملازمت سے پہلے قادیانی جماعت سے میرا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ ایک ملازمت تھی اور وہ ملازمت بھی چھوڑ دی لہٰذا میرے متعلق جو غلط پروپیگنڈا کرے گا اس کا پروپیگنڈا غلط ہوگا۔ لہٰذا میں اپنا عقیدہ یہاں درج کرتا ہوں یاد رہے کہ مندرجہ ذیل عقیدہ میرا آج کا نہیں بلکہ دوران ملازمت میں بھی کئی دفعہ اظہار کر چکا ہوں۔ مگر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہاں درج کرتا ہوں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت بند ہے اور جو کوئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت ہو وہ کافر، کاذب، دجال ہے۔ اور جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے وہ بھی کافر کاذب دجال ہے۔ فقط

حافظ عبدالحق احقر محلہ ساربان بازار امداس پشاور شہر

حضرت مسیح موعود کے یوم وصال پر خواتین سلسلہ کا جلسہ

از محترمہ محمودہ عبداللہ صاحبہ سیکرٹری ینگ وومن ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

۲۳ مئی بروز جمعہ نماز جمعہ کے بعد عورتوں کی گیلری میں یوم وصال حضرت مسیح موعود منانے کے لئے احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن نے جلسہ کیا

اہلیہ صاحبہ چودھری ظہور احمد صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی۔

بیگم صاحبہ حضرت امیر نے تقریر فرمائی اور بیان کیا کہ ۲۶ مئی کو حضرت مرزا صاحب کو فوت ہوئے ۴۳ سال ہو جائیں گے اور اس طرح ہوتے ہوتے کئی سال اور صدیاں گذر جائیں گی لیکن حضرت مرزا صاحب مجدد اعظم نے اپنی قوت قدسی سے اسلامی دنیا میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جسے احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی بھی تسلیم کرتے ہیں آپ نے پاس بیٹھنے والوں میں ایک بے پناہ جذبۂ تبلیغ اسلام کا پیدا کیا جیسا کہ ہم اپنے بزرگوں میں اسے پاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں عیسائیت کا زور ہوگا چنانچہ حضرت صاحب نے عیسائیوں میں زبردست تبلیغ اسلام کی اور ان کے غلبہ کو توڑا جس کی وجہ سے وہ مسیح موعود کہلائے اور مسلمانوں کی اصلاح کر کے مہدی معہود کا خطاب پایا۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اس صدی کے مجدد کو پہچانا اور یہ وہ مجدد ہے جس پر حضرت نبی کریم نے سلام بھیجا اور بڑے بڑے ولی اس کو دیکھنے کو ترستے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تین باتیں سامنے رکھنی چاہئیں۔

(۱) ہمیں اپنے آپ کو احمدی کہتے شرمانا نہیں چاہیئے بلکہ اس بات پر فخر ہونا چاہیئے کہ خدا نے ہمیں اس صدی کے مجدد کو پہچاننے کی توفیق عطا کی اور اپنے اندر ایک امتیازی رنگ پیدا کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب مہدی کے آنے کی انتظار مسلمانوں کے دلوں سے ختم ہو رہی ہے گو احمدیت کو قلیل تعداد مسلمانوں نے قبول کیا ہے، لیکن حضرت صاحب کی تعلیم کو تمام مسلمانوں کے دل تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) جہاں ہمیں یہ فخر ہے کہ ہماری جماعت تبلیغ اسلام کر رہی ہے وہاں ہمیں اپنے بچوں کے اندر بھی یہ سپرٹ پیدا کرنی چاہیئے کہ وہ علم و عمل میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل سکیں۔

(۳) آپس میں محبت و رواداری و ہمدردی کے جذبہ کو ترقی دینی چاہیئے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو بھی اپنی جماعت کو مضبوط کرنا چاہیئے۔

ازاں بعد خاکسار راقم الحروف نے ایک مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ حضرت صاحب کے دعوئے مسیحیت و مہدویت میں ایک مصلحت تھی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر ہونے اور دوبارہ جسد عنصری سے واپس آنے کے عقیدہ کو عیسائی حضرت عیسےٰ کو نبیوں سے بڑھ کر سمجھتے اور اس عقیدہ کو حضرت عیسےٰ کی خدائی پر چسپاں کرتے تھے دوسرے مہدی کے آنے اور بزور شمشیر تبلیغ اسلام کرنے کے عقیدہ نے غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے متعلق ایک بھیانک اور خوفناک تصور پیش کیا حضرت مجدد اعظم جن کا واحد مقصد تبلیغ اسلام تھا انہوں نے قرآن مجید سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسےٰ وفات پا گئے اور خاتم النبیین کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا البتہ نبی کریم کے فیضان سے فیضیاب ہو کر کوئی مجدد اور محدث ہی مثیل عیسےٰ ہو کر آ سکتا ہے جس کا میں مدعی ہوں اور یہ بوجہ عیسائیوں میں تبلیغ اسلام کرنے اور غلبۂ عیسائیت کو توڑنے کے لئے ہے۔ دوسرے مہدی اور مسیح موعود کے ایک ہی ہونے کو حدیث سے ثابت کیا۔ جیسا کہ لکھا ہے لا مھدی الا عیسےٰ۔ حضرت صاحب نے اس امر کو واضح کر دیا کہ جہاد بالسیف کی اجازت مشروط ہے لیکن جہاد بالقرآن اصل اسلامی جہاد ہے اور مہدی کے ہاتھ میں جس تلوار کا ذکر ہے وہ مجاز کے رنگ میں دلائل و براہین کی تلوار ہے جس سے وہ تمام مذاہب باطلہ کی جڑ کاٹ دے گا چنانچہ ان ہر دو دعاوی سے حضرت صاحب نے تبلیغ اسلام کی راہ میں جو روکاوٹیں تھیں ان سب کو دور کیا اور اس طرح اسلام کی دعوت عامہ کو قبولیت حاصل ہوئی۔

اس کے بعد اہلیہ صاحبہ نذیر احمد صاحب کی تقریر ہوئی مقررہ نے اس امر کو واضح کیا کہ حضرت صاحب کے علیحدہ جماعت بنانے کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ اسلام میں ایک اور گروہ کا اضافہ کرنا چاہتے تھے نہیں بلکہ وہ تو مسلمانوں کو متحد کرنے اور فروعی اختلافات کو مٹانے آئے تھے۔ البتہ ان کا جماعت بنانا اور ان سے بیعت اور حلف وفاداری لینا اس غرض کے لئے تھا کہ تا جو اس جماعت میں شامل ہوں وہ اپنے عہد کی پابندی کرتے ہوئے جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام میں پوری پوری مدد دیں کہ تبلیغ بغیر جماعت کے ناممکن ہے۔ مقررہ نے بتایا کہ بیعت یا حلف وفاداری شروع سے اسلام میں رائج ہے۔ بیعت یا حلف وفاداری سے انسان چاہے کتنی بھی مشکلات کا سامنا ہو اپنے وعدہ پر قائم رہتا ہے، مقررہ نے کہا کہ ہمیں اس یوم وصال کے جلسہ میں یہ عہد دل میں کر کے جانا چاہیئے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ہمارے مرد اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں جد و جہد کرتے ہیں اسی طرح ہم عورتوں کو بھی اس میں حصہ لینا چاہیئے کہ اگر ہمیں گھر میں مصروفیت ہوتی ہے تو انہیں بھی روزی کمانے میں بہت جد و جہد کرنی پڑتی ہے۔

سب سے آخر پر بیگم صاحبہ حضرت امیر نے مجدد اعظم کتاب سے حضرت صاحب کے اخلاق حسنہ کے متعلق پڑھ کر سنایا کہ کس طرح وہ اپنے نوکروں سے سلوک کرتے اور غریب غرباء کو اپنے پاس سے مفت ادویات دیتے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے ؞

درخواست دعا

ہمارے محترم دوست جناب خانصاحب میاں حیدر صاحب ڈی۔ ایس۔ پی۔ چھ سات دن سے بعارضہ میعادی بخار بیمار ہیں تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ میاں صاحب موصوف کے لئے دردِ دل سے دعا کریں اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب مرزا معصوم بیگ صاحب آف جہلم کے چھوٹے بھائی مرزا محمد اقبال بیگ صاحب تین ماہ بعارضہ بخار بیمار رہ کر وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۲۶ سال تھی یعنی ان کی وفات جواناں مرگ ہے۔ ہمیں اس صدمہ میں اخویم جناب مرزا معصوم بیگ صاحب سے گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نوٹ:۔ سب احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں ؞

ضرورت ہے

(ا) مرکزی انجمن کے دفتر کے لئے ایک قابل۔ ذہین محنتی اور مخلص نوجوان کی بطور کلرک ضرورت ہے کم از کم تعلیم میٹرک فرسٹ ڈویژن ہو مستقل ہونے کی صورت میں ۶۰-۳-۲۴ کا گریڈ دیا جائے گا۔ بی۔ اے۔ پاس اور دفتری کاروبار کا تجربہ رکھنے والے کو ۱۰۰-۴-۶۰ کا گریڈ بھی دیا جا سکے گا۔ صرف ایسے احمدی نوجوان درخواستیں دیں جو مستقل طور پر خدمت دین کیلئے اپنی زندگی وقف کرنیکا ارادہ رکھتے ہوں ؞ درخواست پر مقامی صدر یا سکرٹری یا ممبر جنرل کونسل کی سفارش ضروری ہے۔

جملہ سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقول درخواست کے ہمراہ ارسال کی جائیں اور تمام درخواستیں ۲۰ جون ۱۹۵۲ء تک میرے پاس پہنچ جانی چاہئیں ؞

(ب) دفتر کیلئے ایک دیانتدار اور محنتی چپڑاسی کی ضرورت ہے کم از کم تنخواہ ۱۰/- ماہوار ہوگی مستقل ہونے پر اضافہ کیا جائیگا درخواستیں ۲۰ جون تک آنی چاہئیں ؞

محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اختلافِ سلسلہ پر ایک فیصلہ کُن بحث

جماعت قادیان کی بنیاد تبدیلیٔ عقیدہ پر قائم ہے

از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان کے مابین جو اختلاف چلا آ رہا ہے اس پر بہت بحثیں ہو چکی ہیں۔ جب تک کوئی نئی بات نہ ہو بار بار انہیں امور کا اعادہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ مگر چونکہ آجکل قادیانی احباب خاص جوش سے ان مسائل کی تبلیغ کر رہے ہیں، اس لئے اصولاً ایک دو امور عرض کئے جاتے ہیں جن سے ان لمبی اور پیچیدہ بحثوں کو مختصر کیا جا سکتا ہے، پہلا سوال یہ طے کرنا چاہیئے کہ دونوں جماعتوں کے درمیان اصل مابہ النزاع کیا امر ہے؟ جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو یونہی طول طویل مباحث نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے۔ اکثر جماعت قادیان کا یہ طرزِ عمل دیکھا گیا ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ کی تحریروں میں سے یہ امر دکھلاتے ہیں، کہ آپ نے اپنے لئے الفاظ نبی یا مرسل استعمال کئے یا یہ کہ جماعت احمدیہ کے مختلف افراد آپ کی زندگی میں آپکے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے رہے چنانچہ ان کا مایۂ ناز سوال یہ ہی کہ حضرت امیر قوم مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی متعدد مقامات پر حضرت اقدسؑ کے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا، مولوی کرم دین کی شہادت کے دوران میں بھی حضرت امیر نے حضرت اقدسؑ کو نبی کہا ہے اور اسے بڑے فخر سے پیش کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ سوچنا چاہیئے کہ دونوں جماعتوں میں کیا یہ امر باعث اختلاف ہے کہ آیا حضرت اقدسؑ کے الہامات یا آپ کی تحریرات یا جماعت احمدیہ کے دیگر لٹریچر میں آپ کی نسبت لفظ نبی مستعمل ہوتا رہا اور یہ ناجائز نہیں بشرطیکہ ایک خاص مفہوم اس سے مراد ہو؟ پھر ان مباحث سے کہ یہ لفظ استعمال کیا گیا کوئی فیصلہ یا نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے۔

مابہ النزاع کیا امر ہے؟

دراصل اختلاف اس بارہ میں ہے کہ وہ مفہوم کونسا ہے جس میں اس لفظ کا استعمال جائز و روا ہے اور جس معنے کے لحاظ سے ہی اس کا استعمال ہوتا رہا۔ اگر جماعت قادیان یہ اعلان کر دے کہ وہ نبی بمعنی محدث مانتی ہے تو سارا جھگڑا طے ہو جاتا ہے۔ لیکن مشکل یہی ہے کہ یہ جماعت اس سیدھے سادے مسئلہ کا انکار کرتی ہے۔ اصل اختلاف دونوں جماعتوں میں اس امر پر ہے کہ خود حضرت اقدسؑ اور جماعت احمدیہ نے جو بانیٔ سلسلہ کے لئے نبوت یا رسالت کے الفاظ لکھے وہ کس مفہوم و معنے میں لکھے آیا فی الواقعہ ان سے مراد نبوت حقیقی ہے یا ان کا اطلاق غیر حقیقی طور پر محدثیت کے مترادف معنوں میں ہوتا رہا لہٰذا محض لفظ نبی پر بحث کو محدود کر دینا کوئی نتیجہ خیز امر نہیں۔ اسی لئے دعوے نبوت کی بحث پر اصل روشنی ان دو مسائل سے پڑتی ہے
(۱) آپکے دعوے کی نوعیت کس قسم کی ہے آیا اس پر ایمان نہ لانا موجب اخراج دین ہے یا اس طرح مستوجب سزا ہے جیسے کسی دیگر دینی حکم سے سرتابی؟
(۲) آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی آیا وہ وحی نبوت تھی یا وحی ولایت؟

چنانچہ اگر جماعت قادیان یہ تسلیم کر لے کہ آپ کا دعویٰ جسے وہ نبوت کے نام سے موسوم کرتی ہے اس قسم کا دعوےٰ ہے کہ اس پر ایمان نہ لانے سے کوئی کلمہ گو خارج از اسلام نہیں ہو جاتا اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ از قسم وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوت تو پھر بھی تنازع ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر مطالبہ جس کے تسلیم کر لینے سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے یہ ہے کہ حضرت اقدس کا عقیدہ اپنے دعوے کے متعلق رہا اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی یہ ایسا سوال ہے کہ جس سے تمام بحثوں کا حل ہو جاتا ہے اگر جماعت قادیان یہ تسلیم کر لے کہ ابتداء دعوے ۱۸۸۹ء سے آخر زندگی تک حضرت اقدس کا عقیدہ ایک ہی رہا وہ مفہوم جس میں آپ لفظ نبی اپنے لئے استعمال فرماتے تھے ۱۹۰۱ء سے بعد بھی وہی تھا جو ۱۹۰۱ء سے قبل تھا تو پھر بھی بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

تبدیلیٔ عقیدہ کے مسئلہ کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی

آخر یہ امر غور طلب ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کو تبدیلیٔ عقیدہ کے مسئلہ کی ضرورت کیوں پیش آئی جبکہ اس کی بنیاد موجود نہیں؟ دو امور شاید ... اوّلاً یہ کہ جیسے اوپر عرض کیا جا چکا ہے **اصل نزاع یہ نہیں کہ لفظ نبی بولا گیا بلکہ متنازع فیہ امر یہ ہے کہ وہ مفہوم کونسا ہے جس میں یہ لفظ بولنا جائز نہیں** اسی لئے تو جماعت قادیان اس عقیدہ کی قائل ہے کہ نبوت کے دو مفہوم ہیں ایک وہ غلط معنے جس کی رُو سے آپ ۱۹۰۱ء سے قبل اپنے آپ کو نبی قرار نہ دیتے تھے اور دوسرا صحیح مفہوم جس کے کھل جانے پر آپ ۱۹۰۱ء سے بعد اپنے آپ کو نبی قرار دینے لگ پڑے گویا یہ انہیں بھی مسلم ہے کہ اصل اختلاف لفظ نبی کے استعمال کا نہیں بلکہ اس کے مفہوم کا ہے۔ دوسری بات اس تبدیلیٔ عقیدہ کے مسئلہ سے یہ واضح ہوتی ہے کہ جماعت قادیان کے نزدیک بانی کی جملہ تحریروں کو مسلّم مان کر حضرت اقدسؑ کی وہ پوزیشن جسے وہ قائم کرنا چاہتے ہیں قائم نہیں ہو سکتی تبھی تو ایسے کمزور مسئلہ کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب خلیفہ صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ پر لکھتے ہیں:۔

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ــــ پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"

اس کے مقابل حضرت اقدس کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے کہ:۔

"وہ جس یقین کو نبی کے دل میں اسکی نبوت کے بارہ میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعض دوسری جزئیات میں اگر اجتہادی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی اور رسولوں کو انکے دعوے کے متعلق اور انکی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اسقدر تواتر ہوتا ہے جس سے کچھ شک نہیں رہتا۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۷)

یہ اعتراض بڑا وزنی ہے کہ حضرت اقدس تو یہ تحریر فرماویں کہ دعوے کے متعلق اس قدر نزدیک تواتر سے دکھایا جاتا ہے کہ شک نہیں رہتا اور جماعت قادیان خود مدعی نبوت کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھے کہ اسنے بارہ سال تک اپنے دعوے کو نہ سمجھا اور اس قدر عرصہ کے بعد اپنے دعویٰ یا عقیدہ میں تبدیلی کی تو اسکا جواب یہ ملتا ہے کہ یہ تبدیلی معمولی امر ہے نہ یہ عقیدہ کی تبدیلی ہے نہ دعویٰ کی، صرف مفہوم بدلا نفس دعویٰ وہی رہا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی چنانچہ حال ہی میں رسالہ فرقان میں جو مکالمہ جناب خلیفہ صاحب اور خان بہادر میاں محمد صادق کا چھپا ہے اس میں ہے:۔

سوال ۲:۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ ایک زمانہ تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھے؟
جواب:۔ "حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میں دنیا کی اصلاح کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا گیا ہوں مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے جو مجھ سے الگ رہیگا وہ روحانیت سے محروم ہو جائیگا۔ حضرت اقدسؑ ابتدائے دعوے سے آخر تک اسپر قائم رہے اور اسکے سمجھنے میں آپ کو کسی قسم کی غلطی نہیں لگی صرف اتنی بات ہے کہ پہلے جس مقام کا نام مروجہ تعریف کے مطابق غیر نبوت رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اس کا نام نبوت قرار دیا۔ گویا محض نام کا سوال ہے۔ نفس دعوے میں میں تبدیلی کا قائل نہیں ہوں"۔ (فرقان اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۶)

کیا یہ اختلاف صرف نزاع لفظی ہے؟

اگر یہی بات ہے کہ نفس دعویٰ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا صرف نام میں تبدیلی ہوئی یعنی چیز ایک ہی ہے پہلے اسے محدثیت سمجھتے رہے بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہی چیز درحقیقت نبوت ہے۔ تو یہ تو نزاع لفظی ہوا نہ کچھ اور۔ کیا اس نزاع لفظی پر جماعت احمدیہ کے اختلاف کی بنیاد قائم ہے؟ کیا جماعت احمدیہ لاہور صرف اسلئے مورد عتاب و عذاب ہے کہ وہ چیز کو تو من و عن تسلیم کرتی ہے، مگر اسے بجائے نبوت کا نام دینے کے محدثیت کہدیتی ہے؟ خدارا غور کرو کہ آیا یہی پوزیشن ہے؟ اگر حضرت اقدس نے شروع سے آخر تک ایک ہی بات کہی ایک ہی دعویٰ کیا تبدیلی صرف نام رکھنے میں ہوئی تو یہ تو مسلم ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اس نفس دعویٰ سے جو شروع سے آخر تک ایک رہا انکاری نہیں وہ اس پر ایمان لاتی ہے اگر وہ اسی چیز کو جسے قادیان کی اصطلاح میں نبوت کہا جاتا ہے محدثیت کہدیتی ہے تو اس سے کونسا اندھیر آ گیا؟ آخر چیز تو وہی مانتی ہے نہ کچھ اور۔ سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع جماعت قادیان نفس دعوے میں تبدیلی کی قائل نہیں؟ اگر نہیں تو پھر صاف اعلان ہونا چاہیئے کہ جو نتائج اس دعوے کے انکار سے ۱۹۰۱ء سے قبل مترتب ہوتے تھے وہی بعد میں نکلتے ہیں۔ پھر جبکہ جماعت قادیان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس کے دعوے کا انکار موجب کفر ہے تو کیا یہ مان لیں کہ دعوے کے انکار سے کفر لازم آنا حضرت اقدسؑ شروع سے مانتے رہے؟ یعنی کیا ۱۹۰۱ء سے قبل بھی اپنے دعویٰ کے منکروں کو کافر قرار دیتے تھے؟ نفس دعوے میں تبدیلی نہ ہونے کا لازمًا تقاضا یہ ہے کہ حضرت اقدس اپنے منکر کے متعلق شروع سے آخر تک ایک ہی عندیہ رکھتے ہوں کیا جماعت قادیان اس امر کی قائل ہے کہ شروع سے آخر تک حضرت اقدسؑ اپنے دعوے کے منکر کو کافر سمجھتے تھے؟ یا یہ مانتی ہے کہ شروع سے آخر تک وہ انہیں دائرہ اسلام کے اندر سمجھتے رہے؟ اگر دعوے کے انکار سے

نتیجہ کے بارہ میں تمہارے نزدیک حضرت اقدسؑ کا عقیدہ شروع سے آخر تک ایک نہیں رہا جیسا کہ بالبداہت ظاہر ہے تو پھر یہ کہنا کہ ہم نفس دعوے میں تبدیلی کے قائل نہیں کہاں تک صداقت پر مبنی ہے؟ ایک وقت ایک شخص کا انکار موجب کفر نہیں کسی دوسرے وقت اس کا منکر کافر و بے دین ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نفس دعوے میں تبدیلی نہیں؟

قادیانی لغت بھی ایک نادر عجوبہ ہے ایک طرف تو دھوکہ دہی کا یہ عالم ہے کہ ایک لفظ کی آڑ لیکر اور مفہوم کی پرواہ نکر کے سادہ لوحوں کو دام تزویر میں پھانسا جاتا ہے یعنی دعوے نبوت کے ثبوت میں یہ پیش کر دینا کافی سمجھا جاتا ہے کہ خود حضرت اقدسؑ یا جماعت احمدیہ نے لفظ نبی کا استعمال کیا۔ یہ نہیں بتلایا جاتا کہ یہ لفظ کسی مفہوم میں انہوں نے استعمال کیا اور ہم اب کس مفہوم کے ماتحت اسے استعمال کرتے ہیں دونوں مفہوموں میں کس قدر فرق ہے لفظ کی مشارکت سے ایک ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور دوسری طرف یہ حالت ہے کہ در اصل عقیدہ یہ ہے کہ نفس دعوے میں تبدیلی ہوئی ورنہ اگر فی الواقعہ نہیں ہوئی تو اس دعوے کے انکار کے نتائج میں کیوں ایسا عظیم الشان فرق ڈالتے ہو کہ ایک حالت میں چالیس کروڑ کلمہ گو کافر اور دوسری حالت میں وہ مسلمان ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ نہیں صاحب نفس دعوے میں نہیں صرف نام رکھنے میں غلطی ہوگئی۔ صاف اور سچ کہو کہ کیا اسی نام رکھنے کی غلطی کے باعث ہی جماعت احمدیہ لاہور ملعون و مغضوب ہے؟

باطل کی کھلی علامت

قرآن کریم کا ارشاد ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ باطل کی یہ نشانی ہوا کرتی ہے کہ اس میں اختلاف کثیر پایا جاتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اور ایسا ہونا لازم ہے کیونکہ باطل کو اپنے بچاؤ کی صرف یہی تدبیر نظر آتی ہے کہ اگر ایک جگہ سے بلایا جائے تو کوئی دوسرا رُخ قائم کرے۔ جب وہاں سے نکالا جائے تو کسی اور جگہ سہارا تلاش کرے۔ اب ملاحظہ ہو قادیانی پوزیشن۔ جب کہا جائے کہ آؤ حضرت اقدسؑ کی سب تعلیم و تحریرات کو مسلم مان کر اس کی بنا پر کوئی اعتقاد قائم کیا جائے تو کہیں گے یہ نہیں ہو سکتا، ۱۹۰۱ء سے قبل کے حوالے منسوخ ہیں کیونکہ دعوے میں تبدیلی ہوگئی۔ جب یہ اعتراض ہوا کہ صاحب حضرت اقدس فرماتے ہیں ابتداء سے ہی نبیوں کو ان کے دعوے کے متعلق نزدیک سے دکھایا جاتا ہے تو پھر یہ جواب ملا کہ دعوے میں نہیں عقیدہ میں تبدیلی ہوئی اور اس کی تائید میں حقیقۃ الوحی کا حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ متواتر وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ جب کسی نے تبدیلیٔ عقیدہ کی غیر معقولیت نمایاں کی تو پھر پہلو بدل کر یہ کہہ دیا کہ نہیں یہ تو محض نام رکھنے کی تبدیلی ہے نفس دعوے شروع سے آخر تک ایک ہی رہا۔ اب انتظار ہے کہ اس کا جواب کیا ملے گا کہ نفس دعوے جب ایک ہی ہے صرف نام رکھنے کا فرق ہے تو

(۱) اس نفس دعویٰ کا جو کبھی تبدیل نہیں ہوا انکار مختلف نتائج پیدا کرتا ہے یا یکساں؟

(۲) اس وحی کی کیفیت کیا ہے جو حضرت اقدس پر نازل ہوتی تھی۔ آیا وہ بھی نفس دعوے کی مانند غیر متبدل رہی؟ اگر وحی ایک ہی قسم کی رہی تو وہ کونسی قسم تھی وحی ولایت یا وحی نبوت؟

(۳) آیا یہ لاہور اور قادیان کا سارا ربع صدی کا تنازع صرف لفظی نزاع ہی ہے جس میں ہی نفس دعوے کا قائل فریق لاہور رہے اور اسی کا مومن فریق قادیان۔

تبدیلی کی بات کو جماعت قادیان نہ ترک کرے گی اور نہ ہی اسے ثابت کرے گی۔ تبدیلی کس شئے کے متعلق ہوئی؟ دعوے میں، عقیدہ میں یا نام رکھنے میں؟ اس کا حشر اوپر بیان ہوا۔ اب اس بات کو لو کہ تبدیلی کب ہوئی تو اس امر پر بھی کوئی متفقہ بات کبھی نہیں کہیں گے ۱۹۰۲ء میں جیسے القول الفصل صفحہ ۲۴ پر جناب خلیفہ صاحب لکھتے ہیں:-

"پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا"

اور اوپر حقیقۃ النبوۃ کا حوالہ دیا جا چکا ہے جس میں سن ۱۹۰۱ء تاریخ تبدیلیٔ عقیدہ قرار دی ہے۔ پھر عطاء اللہ شاہ کے مقدمہ میں عدالت میں بیان دیا کہ تاریخ دعوئے نبوت ۱۸۹۰-۹۱ء ہے۔ جس طرح تین بیان اس چیز کے بارہ میں ہیں جس میں تبدیلی قرار دی جاتی ہے اسی طرح کم از کم تین تاریخیں اس تبدیلی کی مقرر کی جاتی ہیں۔ اس سے بڑھکر یہ کہ جب پوچھو کہ اس تبدیلی کا ثبوت کہاں ہے تو اس بارہ میں قطعاً خاموشی سے کام لیا جاتا ہے؛ آخر تبدیلی کا ثبوت دو طرح دیا جا سکتا ہے۔

(۱) حضرت اقدسؑ کی اپنی تحریر تبدیلی کے وقت کی پیش کی جائے جس میں حضرت اقدسؑ یہ فرماتے ہوں کہ آج کے دن سے قبل میں اس دعوے نبوت یا استعمال لفظ نبوت کے بارہ میں غلطی کرتا رہا ہوں اور اب مجھ پر یہ کھل گیا ہے۔ مسلمہ طور پر "ایک غلطی کا ازالہ" حضرت اقدسؑ کی اپنی غلطی کا ازالہ نہیں بلکہ اپنے مرید کی غلطی کا ازالہ ہے تو پھر وہ کونسی اور تحریر اس وقت کی ہے جب آپ کی اپنی غلطی آشکارا ہوئی؟ کیوں آج تک اُسے پیش نہیں کیا گیا؟ کیا اب اسے شائع کیا جائے گا؟

(۲) دوسرا ثبوت غلطی کے بارہ میں جماعت کے افراد کی شہادت تھی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بغیر مطالبہ کے ایسی شہادت حضرات قادیان ادا کرتے خصوصاً جبکہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر حلف اُٹھائی جاتی ہے اگر فی الواقع جماعت نے حضرت اقدس کی زندگی میں کسی ایسی تبدیلی کو محسوس کیا تھا تو اس کی شہادت کیوں نہیں دیتے؟ اور اگر خود نہ دی تھی تو آج مطالبہ کو ربع صدی سے اُوپر عرصہ ہوا کیوں پورا نہ کیا گیا؟

مقابلہ میں نکلنے سے گریز کیوں ہے؟

کیا ایک منصف کے لئے متذکرہ بالا امور فرق کے لئے کافی نہیں؟ کیا خود قرآن کریم میں یہ نہیں لکھا کہ ٹیڑھے دلوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ بعض حصوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ محکم کو چھوڑ کر متشابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ اور کیا یہ نہیں کہا کہ راسخ فی العلم کی علامت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اٰمنا بہ کل من عند ربنا۔

اے حضرات قادیان خدا تعالے آپ پر رحم فرمائے آپ کیوں یک رنگی اختیار کر کے ایک مسلک پر نہیں آ جاتے یعنی یا تو یہ کہدو کہ حضرت اقدس کی جملہ تحریریں ہمیں مسلم و منظور ہیں اور ان کے مطابق ہم فیصلہ پر تیار ہیں اور حق یہی ہے کہ یہی راہ وہ ہے جس سے حضرت اقدس کی عزت و قدر دنیا میں قائم ہوتی ہے ورنہ آپ کی کوئی پوزیشن نہیں بنتی اور اگر بالفرض آپ کو سچے دل سے یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ تبدیلی ہوئی تو پھر خدارا اس تبدیلی کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہو کر مفصلہ ذیل فیصلہ کیجئے۔

(۱) تبدیلی کس شئے میں ہوئی۔ دعوے میں، عقیدہ میں، یا محض نام رکھنے میں؟ اگر صرف نام رکھنے میں ہوئی تو ان مشکلات کا کیا حل ہے جنہیں اوپر بیان کیا گیا

(۲) تبدیلی کب ہوئی؟

(۳) تبدیلی ہونے کے ثبوت کہاں ہیں

جب تک آپ صاحبان اس تبدیلی کی بات کو طے نہیں کر لیتے آپ کی ساری بحثیں بیکار و بے سود ہیں۔ ہاں یہ تو ممکن ہے کہ سادہ لوح دھوکہ میں پھنستے رہیں لیکن خدا تعالے کے نزدیک نیز منصفوں و راسخ فی العلم لوگوں کے نزدیک آپ لوگ جوابدہ ہیں جماعت احمدیہ لاہور کے افراد سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ وہ جماعت قادیان سے بحث کے وقت بجائے غیر متعلق امور میں پڑنے کے صرف اس ایک بات کا حل چاہیں یعنی یہ کہ یہ تبدیلی کا مسئلہ جو اختراع کیا گیا ہے اس کی کیا ضرورت ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے یہ وہ بنیاد ہے جس پر قادیانی عقاید کی عمارت قائم ہے اس بنیادی بات پر بحث کیجئے اور جب تک احباب قادیان اس بات کو ثابت نہ کریں اور طرف جانے کی حاجت نہیں۔ یہ امر روز روشن کی طرح ہے کہ اس تبدیلی کے اعتقاد کی کوئی بنیاد حضرت اقدسؑ یا جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں موجود نہیں۔ جب بنیادی امر ہی ثابت نہیں ہو سکتا تو پھر اور تمام بحث لا حاصل ہے۔ ہاں اگر احباب قادیان مسئلہ تبدیلی کو ترک کر دیں تو پھر بحث آگے چل سکتی ہے۔

کیا یہی وہ روشن دلائل اور علم و اصول کی پختگی نہیں جس کے مقابل جناب خلیفہ صاحب آج تک آنے کی ہمت و جرأت نہیں کرتے؟ آج بہ کوشش دو حال ہونے کو آتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر رنگ میں اس امر پر اتمام حجت کیا جا چکا ہے کہ وہ دونو قائد جن کا وجود اس اختلاف کا باعث ہے میدان میں نکلیں اور احسن رنگ میں ایک فیصلہ کن بحث بالمقابل کریں تا کم از کم آیندہ نسلوں کے لئے رہنمائی آسان ہو کیوں اس طریق کو منظور کرنے میں ہچکچاہٹ ہے؟ اس راہ فرار سے آخر ذی ہوش دنیا کیا نتیجہ نکال رہی ہے؟

۱۹۰۱ء سے بعد دعویٰ محدثیت کا ثبوت

جماعت قادیان کا سارا زور اس امر پر صرف ہو گیا ہے کہ جبکہ حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء سے قبل اپنے آپ کو محدث قرار دیا تو کیوں اس کے بعد کسی جگہ اپنی نبوت کو محدثیت سے موسوم نہیں کیا۔ مفصلہ ذیل دو حوالے اس بحث کے خاتمہ کے لئے کافی ہیں:-

"اصل میں ان کی اور ہماری نزاع لفظی ہے مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ بھی اقرار کرتے ہیں مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں"

(الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء)

"ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اسی کی خدمت بذریعہ الہامات و مکالمات و مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے ہمارا دعویٰ ہے۔ مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کسی کو کثرت سے ہوں تو وہ محدث کہلاتا

ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھ دیا ہے اس کا مطالعہ کر کے تسلی کر لیویں۔"

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء)

متذکرہ بالا حوالہ کے مطابق جب ہم حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں تو جس حوالہ کا ذکر ہے اُسے یوں لکھا ہوا پاتے ہیں

"بات یہ ہے کہ جیسا مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

اب کیا ان حوالوں سے روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اقدس لفظ نبی بمعنی محدث استعمال فرما رہے ہیں؟ اور یہ سب تحریریں آخری ایام کی ہیں پھر ان کی موجودگی میں تبدیلی کا نام لینا کہاں تک درست ہے؟

دعویٰ نبوت سے مراد صرف محدثیت ہے

کرم دین کے مقدمہ میں صرف حضرت امیر ایدہ اللہ[1] تعالیٰ کی ہی شہادت نہیں ہوئی جس میں آپ نے حضرت اقدس کے دعوے کے لئے نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے بلکہ خود حضرت اقدس کی اپنی بھی شہادت ہوئی وہ بھی غور کے قابل ہے۔ آپ اس شہادت کے متعلق حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں

"۱۱۸ نشان

ایک دفعہ گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم دین جہلمی نے مجھ پر دائر کیا تھا) موجود تھا جو الہام ہوا

یسئلونک عن شانک قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے کہہ وہ خدا ہے جس نے یہ مرتبہ مجھے بخشا ہے پھر ان کو اپنے لہو لعب میں چھوڑ دے۔ سو میں نے یہ الہام اپنی جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی جو چالیس آدمی سے کم نہ ہوں گے سنا دیا جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر بھی تھے پھر بعد اس کے جب ہم کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہ مرتبہ ہے۔"

اب جبکہ خود بانی سلسلہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں نہ صرف کتاب تریاق القلوب کو منسوخ قرار نہیں دیتے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ کا مرتبہ و شان وہی ہے جو تریاق القلوب میں درج ہے تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ تریاق القلوب کے حوالے دربارہ دعوے منسوخ ہیں جیسے کہ خود خلیفہ صاحب اپنی کتاب القول الفصل میں صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:-

"غرضیکہ مذکورہ بالا حوالہ سے ثابت ہے کہ کتاب تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا ــــ پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا"

اب کیا یہ صریح تضاد نہیں کہ حضرت اقدس تو عدالت میں اور پھر حقیقۃ الوحی لکھتے وقت یعنی ۱۹۰۷ء میں اس مرتبہ و شان کو جس کا ذکر تریاق القلوب میں کرتے ہیں برقرار رکھتے ہیں اور جناب خلیفہ صاحب اسے منسوخ قرار دے رہے ہیں؟

اگر حضرت مولینا محمد علی صاحب نے مقدمہ میں بانی سلسلہ کے دعوے نبوت کا ذکر کیا تو یقیناً وہ اسی قسم کے دعوے کا ذکر ہے جس قسم کا دعوے تریاق القلوب میں تحریر شدہ موجود ہے کیونکہ اسی مقدمہ کے دوران میں خود بانی سلسلہ نے دریافت پر اپنا مرتبہ اور شان مندرجہ تریاق القلوب بتلایا تو پھر حضرت مولینا اس کے خلاف اور کیونکر بتلا سکتے تھے؟ آئیں حضرات قادیان اور یہ جرأت کر کے کہدیں کہ ہم بھی حضرت اقدس کا مرتبہ و شان وہی تسلیم کرتے ہیں جو تریاق القلوب میں درج ہے اور اسے منسوخ قرار نہیں دیتے کیا وہ یہ ہمت کریں گے؟

دلچسپ معلومات

نئے ہتھیار کا استعمال

جب سے موجودہ جنگ شروع ہے۔ کتنے ہی نئے اور خفیہ ہتھیاروں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ اب تک جو نئے ہتھیار اس جنگ میں استعمال ہو چکے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) جھپٹائی ہوائی جہاز۔ عام ہوائی جہازوں سے مختلف نہیں ہوتے۔ لیکن ان کے ذریعے حملہ کرنے کا طریقہ دوسرے ہوائی جہازوں سے قطعاً مختلف ہوتا ہے، یہ جہاز چیل یا باز کی طرح جھپٹا مار کر نیچے آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب گر پڑیں گے کہ زمین سے چند فیٹ کے فاصلہ تک پہنچنے کے بعد یہ فوراً اوپر اُٹھتے ہیں۔ اور بہت بلندی پر چلے جاتے ہیں اس عرصہ میں جبکہ یہ زمین کے نزدیک ہوتے ہیں بم بھی گرائے جاتے ہیں اور مشین گنوں سے گولیوں کی بارش بھی کی جاتی ہے۔

(۲) جاپانی تارپیڈو ــ یا انسانی تارپیڈو ابھی تک کہیں ظاہر نہیں ہوئے۔ لیکن اندازہ کیا جاتا ہے کہ جاپانی ڈبکنی کشتیوں سے جو تارپیڈو مارے جاتے ہیں ان میں ایک آدمی بیٹھا رہتا ہے جو تارپیڈو کو ٹھیک نشانے کی طرف لے جاتا ہے۔ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ لیکن خود پرزے پرزے ہو جاتا ہے۔

(۳) آتشگیر تارپیڈو۔ حال ہی میں میکسیکو کے نزدیک استعمال کئے گئے۔ ان کے لگنے سے جہاز صرف پھٹتا نہیں بلکہ اس میں آگ بھی لگ جاتی ہے۔ یہ تارپیڈو جہاز کو پھاڑنے کے بعد اس کے اندر داخل ہو کر خود پھٹ جاتا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔

(۴) جاپانی بم۔ حال ہی میں نیوگنی کے محاذ پر استعمال کئے گئے یہ بم کسی چیز سے ٹکرا کر نہیں بلکہ خود بخود فضا میں پھٹ جاتے ہیں۔ تب گولیوں کی طرح ان سے لوہے کے تیز ٹکڑے نکلتے ہیں اور آس پاس کی چیزوں کو جا لگتے ہیں۔ عام طور پر یہ بم ہوائی جہازوں کے ذریعہ ہوائی جہازوں پر پھینکے جاتے ہیں۔

(۵) ہوائی جہازوں کی رہنمائی کرنیوالا آلہ۔ یہ بھی امریکہ کی ایجاد ہے۔ یہ آلہ اس اڈے میں رکھا رہتا ہے جہاں سے حملہ کرنے والے ہوائی جہاز اڑتے ہیں۔ ہوائی جہاز میں ایک وائرلیس ٹرانسمیٹر لگا رہتا ہے۔ اس سے نکلنے والی شعاؤں کی مدد سے اس آلے میں ایک چھوٹی سی بتی جلتی ہے۔ اور جوں جوں ہوائی جہاز آگے بڑھتا ہے، توں توں یہ بتی بھی آلے پر بنے ہوئے نقشہ پر آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اڈے پر بیٹھا ہوا آدمی اس نقشے سے دیکھ سکتا ہے کہ اس کے ہوائی جہاز اب دشمن کے کس شہر میں ہیں۔ جس شہر پر بم گرانا مقصود ہوتا ہے اس کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی اڈے میں بیٹھا ہوا آدمی وائرلیس کے ذریعہ ہوائی جہازوں کو حکم دیتا ہے کہ بم گرانے کے لئے تیار ہو جاؤ، فلاں شہر قریب ہے، جب ہوائی جہاز اس شہر کے اوپر پہنچ جاتا ہے تو یہی اڈے میں بیٹھا ہوا آدمی حکم دیتا ہے "بم گرا دو" بم ٹھیک نشانہ پر جا کر گرتے ہیں اس آلے کی مزید تفاصیل ابھی تک خفیہ ہیں۔

چین کی دولت

دنیا میں سب سے زیادہ چاول چین میں پیدا ہوتے ہیں ۱۹۳۵-۳۶ء کے ایک سال میں چین کے اندر کل ۴۰۸۰۳۹۴۰۰ بورے چاول پیدا ہوئے۔ گندم کی پیداوار کے معاملہ میں چین دنیا کے اندر دوسرے درجہ پر ہے۔ پہلا درجہ روس کا ہے ۱۹۳۵ء کے سال میں چینی گندم کی کل پیداوار ۲۱۳۰۰۰۰۰۰ بورے تھے۔ لیکن اس قدر پیداوار کے باوجود چین ہر سال لاکھوں من گندم اور چاول باہر سے منگواتا ہے۔ اس زرعی پیداوار کے علاوہ چین میں کوئلہ۔ ٹین۔ تانبا، لوہا، انٹی منی، میگنیز اور نمک کی کانیں بھی ہیں۔ سونے چاندی اور ہیرے کی کانیں بھی ہیں لیکن ان آخری تین قسم کی کانوں پر آج تک باقاعدہ کام نہیں ہوا۔ دنیا میں جس قدر "اینٹی منی" کل پیدا ہوتی ہے اس کا اسی فیصدی حصہ چین سے نکلتا ہے۔ لوہے کی کانیں بہت نہیں ہیں لیکن شمال مشرقی صوبجات میں کوئلہ کی جو کانیں ہیں ان میں سرکاری اور سائنٹیفک تحقیقات کے مطابق ۹۹۰۷۰۰۰۰۰۰ ٹن کوئلہ موجود ہے، ان صوبجات کے اکثر حصوں میں آج یا تو جاپان کا قبضہ ہے یا جنگ ہو رہی ہے۔ انہیں صوبجات میں جو لوہے کی کانیں ہیں ان کے متعلق اندازہ ہے کہ ان میں پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن لوہا ہے۔ (ماخوذ)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

[1] حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اصلی شہادت بھی اسی شیوع میں شائع ہو رہی ہے۔

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

لنڈن ۔ ۲۶ مئی ۔ روس اور جرمنی کے سرکاری اعلانوں پر اپنی رائے بتاتے ہوئے رائٹر کے فوجی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خارکوف کے مورچہ پر صورت حال فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچ رہی ہے ۔ حالات بلاشبہ خطرناک ہیں لڑائی کا زور شور بہت بڑھ گیا ہے ۔ لاتعداد فوجیں اور بے انداز سامان جنگ استعمال ہو رہا ہے ۔ ابھی تک ٹاگن روگ یا جھیل المن پر حملہ کا کوئی ثبوت نہیں ملا ۔

الہ آباد ۔ ۲۶ مئی ۔ پولیس کی ایک پارٹی نے آج بعد دوپہر تین بجے سوراج بھون میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے دفتر پر چھاپا مارا ۔ تلاشی کے وارنٹ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ الہ آباد نے زیر دفعہ ۱۲۴ ڈیفنس آف انڈیا رولز جاری کئے تھے ۔ جاتی دفعہ پولیس اپنے ساتھ دوسری چیزوں کے علاوہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی سائیکلوسٹائل مشین ایک ٹائپ رائیٹر اور برما کے متعلق کانگرس ورکنگ کمیٹی کے حال ہی کے منضبط شدہ رزولیوشنوں کی اردو اور ہندی کی نقلیں ۔ مسز سوچیتا کرپلانی سیکرٹری لیڈیز ڈیپارٹمنٹ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے کچھ سرکلر کانگرس ورکنگ کمیٹی کے الہ آباد اجلاس کی کاروائی کی ٹائپ شدہ نقل ۔ سری ونوبا بھاوے اور پنڈت جواہر لال نہرو کے پرانے بیانوں کی کچھ نقلیں ۔ کچھ خط و کتابت اور دوسرے کاغذات لے گئی ۔

ماسکو ۔ ۲۷ مئی سرخ فوج کے نامہ نگار نے میدان جنگ سے اطلاع دی ہے کہ ازویوم بارونیکوف کے محاذ پر جرمنوں کا جوابی حملہ روک دیا گیا ہے ۔ روسی فوجوں نے اپنے مورچے مضبوط کر لئے ہیں ۔ اور ایک کے موڑ پر اپنے پاؤں جما کر اب آگے بڑھ رہے ہیں ۔ سٹاک ہالم میں اطلاع ملی ہے کہ ازوم بارونیکوف کے محاذ پر جرمنوں نے جو شگاف پیدا کر دیا تھا ، اس کے ایک بازو کو کاٹ کر روسی فوجیں آگے بڑھ گئی تھیں ۔ اس طرح سے جو جرمن فوج بڑا ہلہ بول کر آگے نکل آئی تھی اس کے اگلے دستوں کو کاٹ دیا گیا ہے ۔

لنڈن ۔ ۲۸ مئی ۔ شاہ اٹلی نے ابھی ابھی فرانس کی سرحد پر واقع اطالوی صوبہ میں تین لاکھ فوجوں کا معائنہ کیا ۔ دوسری طرف مارشل پٹیاں بھی فرانسیسی فوجوں کا معاینہ کرنے روانہ ہو گئے ہیں ان سرگرمیوں کا مطلب یہ لیا جا رہا ہے کہ اٹلی کارسیکا (فرانسیسی نوآبادی) پر حملہ کرنے والا ہے ۔

کراچی ۲۸ مئی ۔ معاصر ہندو کو اطلاع موصول ہوئی ہے ، کہ شہداد پور سے حروں کے تعاقب میں فوجی لاریاں سانگھڑ کے علاقہ کو روانہ ہو گئی ہیں ، کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس تین ٹینک بھی ہیں ۔

آج سنجوری کے علاقہ میں حروں اور ملٹری میں تصادم ہوا ۔ جس میں ۲۰ حُر گولی کا نشانہ بنا دیئے گئے ۔ دو سرکاری آدمی ہلاک ہوئے ۔ سندھ گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا نے سختی سے حروں کو دبانے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ آج کئی مقامات پر چھاپے مار کر حروں کو گرفتار کیا گیا ہے ۔

بمبئی ۔ ۲۸ مئی ۔ گجراتی کے روزانہ اخبار "جنم بھومی" کو معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی نے پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا آزاد کو "باہم مشورہ" کے لئے واردھا بلوایا ہے ۔ گاندھی جی کے نزدیکی حلقوں کا بیان ہے کہ مہاتما جی تین ماہ کے اندر اندر عدم تشدد پر مبنی اجتماعی سول نافرمانی شروع کرنے والے ہیں اور اس کے لئے آپ مشورہ کرنا چاہتے ہیں ۔ معلوم ہوا ہے کہ مہاتما گاندھی جی "الٹی میٹم" دیں گے کہ تین ماہ کے اندر اندر ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے اور تمام غیر ملکی باشندے ہندوستان سے چلے جائیں ورنہ وہ سول نافرمانی شروع کر دیں گے ۔ گاندھی جی اپنی اس نئی تحریک کے سلسلے میں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھیں گے ۔ ان کی تحریک گذشتہ تمام تحریکوں سے نئی ہوگی ۔

میکسیکو ۔ ۲۸ مئی ۔ آج میکسیکو گورنمنٹ نے جرمنی ، اٹلی اور جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ محوریوں نے میکسیکو کے دو جہاز غرق کر دیئے تھے ۔ اس نے پروٹسٹ کیا تھا لیکن جرمنی نے اس پروٹسٹ کو ٹھکرا دیا ۔

دھلی ۔ ۲۸ مئی ۔ معلوم ہوا ہے کہ چینی فوجوں کا ایک دستہ سرحد کو عبور کر کے برما سے ہندوستان میں آ گیا ہے ، غالباً یہ جنرل الیگزنڈر کی فوجوں کا حصہ ہے ۔

لنڈن ۔ ۲۹ مئی ماسکو کا ایک اعلان مظہر ہے کہ کل رات روسی اور جرمن ٹینکوں میں اور پیدل فوج میں شدید لڑائیاں ہوتی رہیں اس وقت خارکوف کے محاذ پر اس سال کی سب سے بڑی لڑائی لڑی جا رہی ہے ۔ ایک مقام پر جرمنوں نے اچانک حملہ کر دیا ۔ مگر روسیوں نے یہ حملہ ناکام بنا دیا اور ایک ہزار جرمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا خارکوف کے علاقہ میں بارش اور موسم کی خرابی کے باوجود روسی فوجیں دباؤ ڈالتی ہوئی بڑھ رہی ہیں جن مورچوں پر روسیوں کا قبضہ ہو چکا ہے ان کی پوزیشن مضبوط بنا لی گئی ہے خارکوف کے جنوب میں دشمن نے جو حملہ کیا ۔ وہ روک لیا گیا ہے اور مارشل

جنگ بہت طویل ہوگی

جمعہ کے دن ایک پریس کانفرنس میں پریذیڈنٹ روزویلٹ نے اعلان کیا کہ یہ جنگ بہت طویل ہوگی اس لئے ایک ہفتہ حد سے زیادہ پر امید ہونے اور دوسرے ہفتے حد سے زیادہ مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ۔ آخر میں فتح ہماری ہوگی

امریکہ کی اسلحہ سازی اور جہاز سازی کے متعلق اس ہفتے بھی بہت حوصلہ افزا خبریں موصول ہوتی ہیں ۔ ۲۲ مئی کو صدر روزویلٹ نے اعلان کیا کہ حکومت جہاز سازی کے اس قدر وسیع پروگرام پر عمل کرنے والی ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملے گی میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جہاز سازی کے اس پروگرام کو جو معجزہ سے کم نہیں ، ہم پورا کر دکھائیں گے امریکہ کی جہاز سازی کی اہلیت اب پہلے سے پانچ گنا ہو چکی ہے ۔

امریکہ کی ایک مشہور طیارہ ساز کمپنی کے صدر مسٹر کارلٹن وارڈ نے ۲۱ مئی کو نیویارک میں ایک تجارتی ایسوسی ایشن میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت امریکہ میں ۸۶۰۰ طیارے ہر ماہ تیار ہو رہے ہیں ۔ اس کے مقابلہ میں جرمنی اور اس کے مقبوضہ علاقوں میں ۲۶ ۱۲ اٹلی میں ۷۰۰ اور جاپان میں ۵۰۰ طیارے ہر ماہ تیار ہوتے ہیں ، گویا تمام محوری طاقتوں کی مجموعی طیارہ سازی سے اکیلے امریکہ کی طیارہ سازی کی رفتار دوگنی سے بھی زیادہ ہے ۔

(لاہور مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۴۲ء ۔ نمبر ۳۶۰۹ ۔ ڈبلیو ۔ پی)

رجسٹرڈ ایل ۱۳۸۳

رجسٹرڈ ایل ۱۳۸۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تعویذ باندھنا۔ دم کرنا

سوال۔ تعویذ باندھنا یا دم وغیرہ کرنا کیسا ہے۔

جواب۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ آپنے احادیث میں اس کے متعلق کچھ پڑھا ہے۔ عرض کیا۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب کبھی جنگوں میں جایا کرتے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک پگڑی یا ٹوپی میں رکھ لیا کرتے تھے۔ اور آگے کی طرف لٹکا لیتے۔ اور جب ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا۔ تو آدھے سر کے کٹے ہوئے بال ایک شخص کو دیدیئے۔ اور آدھے دوسرے حصہ کے باقی اصحاب کو بانٹ دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات جبہ شریف دھو کر مریضوں کو بھی پلایا کرتے تھے۔ اور وہ شفایاب ہو جایا کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک عورت نے آپ کا پسینہ بھی جمع کیا۔

یہ سب سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ ان تعویذ ودموں کی اصل کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ جو خالی از فائدہ نہیں۔ میرے الہام میں جو ہے۔ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس سے بھی تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ تو ہوگا۔ جو بادشاہ ایسا کریں گے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ ان باتوں کی بناء محبت و اخلاص پر ہے صادقوں کی نکتہ چینی کرنیوالوں کے متعلق فرمایا۔ کہ بزرگوں کے صغائر پر نظر کرنے سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے۔ (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء)

کلام پڑھکر پھونکنا

سوال:۔ ایک دوست نے سوال کیا۔ کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جاوے۔ کہ میں پڑھکر اپنے بیمار کو دم کروں۔ تا اسکو شفا ہو۔

جواب:۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ بیشک قرآن شریف شفا ہے۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے مگر اس طرح کے کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلا ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خدا تعالےٰ سے تم اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو۔ تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔ (البدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ مؤرخہ ۳ جون کو ڈلہوزی تشریف لے گئے۔

— جناب میاں غلام حیدر صاحب ڈی۔ ایس۔ پی جو بعارضہ میعادی بخار بیمار رہیں اب رو بصحت ہیں۔

درخواستہائے دعا

— نمائندہ صاحب میاں رحیم بخش صاحب کے صاحبزادہ میاں فضل الرحیم بعارضہ میعادی بخار بیمار ہیں۔

— ملک عبدالغنی صاحب کارکن انجمن کا لڑکا بعارضہ بخار بیمار ہے اس بیماری کی وجہ سے ملک صاحب موصوف کو بہت تشویش ہے۔

— میاں محمد علی صاحب میاں چنوں سے لکھتے ہیں کہ قریباً چار ماہ سے انکے ہونٹ پر لوکل سور ہے۔

— محمد اسحاق محمد یعقوب صاحب ایولہ ضلع ناسک سے لکھتے ہیں کہ وہ سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔

ان سب کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور کرے اور جو بیمار ہیں انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔

— چودھری نذیر احمد صاحب باجوہ فوجی ملازمت کے سلسلہ میں سمندر پار گئے ہوئے ہیں ان کے لئے خاص طور پر دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

سانحۂ ارتحال

مسٹر غلام رسول صاحب جانباز جو کچھ عرصہ انجمن کے کارکن بھی رہے ہیں اور اخبار پیغام صلح میں ان کی اکثر نظمیں بھی شائع ہوتی رہیں سب دوستوں کو سن کر افسوس ہوگا کہ کچھ عرصہ بعارضہ تپدق بیمار رہ کر اپنے وطن راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخاں میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولوی ابوالعطاء صاحب خاموش کیوں ہیں؟

{از جناب چودھری فضل الرحمن صاحب قسر سامانوی}

خاکسار نے ۱۱ مارچ کو مکرم جناب مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری کی خدمت میں بعض سوالات بعض مسائل اور واقعات کے متعلق صاحب موصوف کے اپنے مسلمات کی بنا پر پیش کئے تھے۔ اگرچہ بعض احباب نے وہ سوالات سنکر مجھے یہ کہدیا تھا کہ مولوی صاحب کی طرف سے ان کا جواب سوائے خاموشی کے کچھ نہ دیا جائے گا مگر مجھے اپنے دوست کی ذات گرامی سے یہ توقع نہ تھی۔ اس کے علاوہ دو احباب "وابستگان دامن خلافت" نے بھی مجھے یہ امید دلائی تھی کہ رسالہ فرقان ماہ اپریل میں آپ کے سوالات کا مدلل جواب شائع ہوگا مگر مجھے بے حد افسوس ہوا جبکہ میں نے رسالہ مذکورہ اپنے مطالبات کے جواب سے خالی پایا۔ اس کے باوجود بھی مجھے سابقہ تعلقات کی وجہ سے مولانا سے حسن ظنی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ شاید بوجہ دیگر اہم خدمات سلسلہ میں مصروفیت کے آپ نے مجھے جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ مگر خاکسار کے سوالات بھی دنیاوی امور کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے، بلکہ بعض اہم دینی مسائل پر مشتمل ہیں اس لئے مولانا کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر خاکسار کے سوالات کا جواب دے کر ممنون فرماویں

چونکہ خاکسار کے سوالات صرف ایک مسئلہ کے متعلق نہیں بلکہ جناب مولانا موصوف کی ایک بہت بڑی غلط بیانی اور "کفر و اسلام" - "مصلح موعود" - "خاموش غیر احمدی کی نماز جنازہ" - "خلافت راشدہ" - "خلیفہ پر کمیشن بیٹھنا جائز ہے یا نہیں" "اکثریت معیار صداقت ہے یا قلیت" وغیرہ مختلف مسائل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، اسلئے اگر مولوی صاحب یکدم سب سوالات کے جوابات بوجہ عدیم الفرصتی کے نہیں دے سکتے تو قسط وار ایک ایک مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے سوالات کے جواب دے دیں۔ اس طرح ایک طرف ان کے دیگر امور دینیہ کے سرانجام دینے میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور دوسری طرف سائل کے جوابات بھی شائع ہوتے رہینگے۔

چونکہ مجھے تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے، کہ جب احباب قادیان سے کوئی ایسا سوال کیا جائے جس سے ان کے معتقدات پر کاری ضرب پڑتی ہو تو پھر وہ اول تو سائل کے سوالات کو نہایت اطمینان کے ساتھ ہضم کر جاتے ہیں اور ایسی خاموشی اختیار کرتے ہیں کہ گویا کسی نے کچھ پوچھا ہی نہیں اور اگر جواب دینے کی تکلیف گوارا فرماتے ہیں تو اپنی کمزوری چھپانے کے لئے اصل سوالات کے جوابات دینے کی بجائے سائل پر غلط الزام لگا کر واقعات کے بالکل خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس سے غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ دام تزویر میں گرفتار احباب سائل کے معقول اور مدلل سوالات کی طرف توجہ ہی نہ کر سکیں اور خود ساختہ "خلافت حقہ" کی خیر اسی میں ہے کہ سادہ لوح مرید حقیقت حال سے واقف نہ ہو سکیں اور اس کا بہترین ذریعہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حلقۂ مریدی کے اندر سائل یا معترض کے خلاف غلط اور سراسر جھوٹا پروپیگنڈا کر کے نفرت پھیلا دی جائے۔

مولوی صاحب کی قابل افسوس غلط بیانی

میرا یہ دعوے بلا دلیل نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں بہت سے واقعات پیش کر سکتا ہوں۔ چنانچہ پرانے واقعات کو چھوڑ کر صرف ایک پرانا واقعہ ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ احباب کرام کو معلوم ہوگا کہ چند ماہ پیشتر مکرمی جناب مولوی محمد حسین صاحب سکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت جماعت پٹیالہ نے قادیانی "نظام سلسلہ" کی پر اسرار سیاسی چالوں کی وجہ سے متعدد خطوط مرکز کو لکھے مگر وہاں سے کوئی جواب موصول نہ ہوا ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ آخر "مخلص مرید" نے مجبور ہو کر اپنے بیشمار شبہات میں سے چند شبہات اخبار پیغام صلح میں شائع کرا دیئے جس سے کیمپ خلافت میں خوب کھلبلی مچی اور یہ فکر دامنگیر ہوا کہ مبادا پر اسرار چال کی بوسیدہ تاریں تار تار ہو کر اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد دیگر مخلصین بھی سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دیں اسلئے جماعت قادیان کے "فاضل مبلغ" اور "حضرت امیر المومنین کے نمایندہ" کی غیرت جوش میں آئی اور فوراً جماعت احمدیہ کی طرف سے اس مکتوب مفتوح کا جواب بنام "غیر مبائعین کے چار شبہات کا ازالہ" شائع فرما دیا اور اس کی ابتدا اپنے سابقہ مجرب نسخہ یعنی بہت بڑی غلط بیانی سے فرمائی چنانچہ آپ نے مکرمی مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ

> "مقام افسوس ہے کہ جونہی آپ کو نظام سلسلہ
> خلاف ورزی کے ارتکاب کے باعث سزا
> دی گئی آپ اہل پیغام کے شبہات کا شکار
> ہونے لگے"

یہ الفاظ مولانا نے اس قدر سادگی سے تحریر فرمائے ہیں کہ جن کو پڑھ کر حالات سے ناواقف احباب ضرور یہ خیال کر لیں گے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے کوئی اتنا بڑا جرم کیا تھا جس کی پاداش میں "نظام سلسلہ" نے ان کو سزا دیدی اور سزا کے بعد مولوی صاحب نے "اہل پیغام کا شکار" ہو کر وہ مکتوب مفتوح لکھا۔ کسی شخص کے متعلق "نظام سلسلہ" کی طرف سے سزا کا ملنا وہ سنگین جرم ہے جس کے بعد مخلص مرید کسی صورت میں بھی اس کے مطالبات کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ اس پروپیگنڈا سے قبل جماعت میں کتنا بڑا آدمی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب نے اسی مجرب نسخہ کو یہاں استعمال فرما کر اپنی کمزوری کو جماعت پر ظاہر ہونے سے بچا لیا۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی کذب بیانی ہے جس کی ایک خشیت اللہ رکھنے والا انسان کسی صورت میں بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں نے اس دروغ کے اظہار کے لئے اپنی مذکورہ بالا چٹھی میں اپنے فاضل دوست سے سات سوالات کئے تھے مگر مولانا خاموشی کے ساتھ اپنی بہت بڑی غلط بیانی کو چھپانا چاہتے ہیں، جہاں تک میرا خیال ہے "نمایندہ حضرت امیر المومنین" نے یہ غلط بیانی اپنی تحقیقات کی بنا پر نہیں فرمائی بلکہ کسی خاص اشارہ کے ماتحت حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے آپ اس کے مرتکب ہو گئے۔ اگر ان کو قبل از وقت یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ مولوی صاحب نے کسی سزا کے حکم یا اطلاع یابی کرنے کے بعد مکتوب مفتوح لکھا ہے تو شاید فاضل جالندھری یہ جرأت نہ کرتے۔

میں اپنے مطالبات بصورت ٹریکٹ عنقریب شائع کرنیوالا ہوں اس لئے اس سے قبل مولوی صاحب کی خدمت میں ان کی اس غلط بیانی کی حقیقت کے اظہار کے لئے بطور اتمام حجت فیصلہ کے مندرجہ ذیل طریق پیش کرتا ہوں ان میں سے کسی ایک پر عمل کر کے وہ اپنی صداقت ثابت کر دیں۔

(۱) اگر یہ سچ ہے کہ جناب مولوی محمد حسین صاحب پٹیالوی کو پہلے کوئی سزا دے دی گئی تھی، جس کے سبب سے وہ "اہل پیغام کے شبہات کا شکار ہو کر" دوسرے احباب کو شکار کرنے لگے تو پھر مولانا ابوالعطاء صاحب کو چاہیئے کہ وہ حکم سزا کا فوٹو بمعہ نمبر و تاریخ مولوی محمد حسین صاحب کی اطلاع یابی کے فوٹو کے ساتھ اخبار میں شائع کرا دیں نظام کے حکم اور مولوی صاحب کی اطلاع یابی کے فوٹو شائع ہونے پر صدق و کذب کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر دونوں تحریرات کے عکس شائع ہونے سے یہ ثابت ہو گیا کہ مولوی محمد حسین صاحب کو پہلے سزا دی گئی اور بعد میں انہوں نے مکتوب لکھا تو مبلغ پچاس روپیہ بطور انعام مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

(۲) اگر وہ تحریرات کسی مصلحت کے باعث شائع کرنا مناسب نہ سمجھیں یا ان کے گم ہونے کا معقول عذر ہو تو پھر اپنے پیش کردہ اور مایۂ ناز طریق پر اپنی صداقت ثابت کر دیں یعنی حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ اپنی صداقت کا ثبوت دے دیں۔ اگر اس کے لئے مولانا تیار ہوں تو تحریر فرما دیں تا کہ الفاظ حلف لکھ کر بھیج دیئے جائیں۔

چونکہ اس طریق فیصلہ پر آجکل احباب قادیان کی طرف سے خاص زور دیا جا رہا ہے اسلئے امید ہے کہ فاضل مبلغ اس سے انکار نہ فرمائیں گے۔

اگر یہ عذر ہو کہ مطالبہ حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ کوئی انعامی وعدہ نہیں تو میں اس کو بھی تسلیم کرتے ہوئے یہ عرض کرتا ہوں کہ جب مولوی صاحب میرے تحریر کردہ الفاظ میں حلف مؤکد بعذاب کریں گے اسی وقت مبلغ یکصد روپیہ ان کی خدمت میں بطور انعام پیش کر دیا جائے گا اور اگر حلف کی تاریخ سے ایک سال کے اندر حالف پر کوئی آسمانی عذاب نہ نازل ہوا تو مبلغ ایک ہزار روپیہ مزید بطور انعام پیش کیا جائیگا۔

(۳) دوسرا طریق میں نے صرف مکرم مولانا کے مسلمات سے ہونے کی وجہ سے پیش کر دیا ہے اگر مولانا کو یہ منظور نہ ہو تو وہ مؤکد بعذاب حلف نہ کریں اپنی مندرجہ بالا تحریر کے

(باقی برصفحہ ۱۲ کالم ۳)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ م ۱۰ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۴

اخبار پرکاش اور حکومت پنجاب کی کاروائی

اخبار مذکور کا ایک نہایت دل آزار مضمون

۱۷ مئی اور ۲۴ مئی اخبار "پرکاش" میں "میں نے اسلام کیوں چھوڑا" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان کے ایک فرضی بھائی ٹھاکر دھرم سنگھ کا فرضی اعلان شائع کیا گیا اور آریہ سماج کی قدیم روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس فرضی قصہ میں حضرت سرور کائنات کی ذات اقدس کی طرف بھی ایک سراسر غلط قصہ منسوب کیا اور جگہ جگہ اسلام پر بھی ناروا حملے کئے اسکے خلاف حکومت پنجاب نے فوراً کاروائی کی ہے یعنی اخبار پرکاش کے پرنٹر اور پبلشر سے ۱۵۰۰ کی ضمانت طلب کی گئی ہے اور دیوان پرنٹنگ پریس کی جہاں یہ اخبار چھپتا تھا ۲۵۰۰ روپے کی سابقہ ضمانت ضبط کیگئی ہے اسکے علاوہ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ متعلقہ اشخاص کے خلاف مقدمہ چلایا جائے اور اخبار پرکاش مورخہ ۱۷ مئی اور ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء کی تمام کاپیاں اور قابل اعتراض مضمون کی نقل ترجمے یا اقتباسات رکھنے والے تمام دیگر کاغذات ضبط شدہ قرار دیئے گئے ہیں۔

موجودہ حالات میں حکومت پنجاب کا یہ حسن تدبر بہت قابل تعریف ہے، آجکل ملک میں امن کی جس قدر ضرورت ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی جو اہمیت ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں ایسے حالات میں اس نوعیت کے مضامین کا شائع ہونا امن عامہ کیلئے زہر قاتل ہے اور ہمارے نزدیک تو حالات خواہ کیسے بھی ہوں ایسے مضامین ہرگز ہرگز شائع نہیں ہونے چاہئیں آخر کسی بھی مذہب و ملت کے متعلق ایسے بے بنیاد قصے شائع کرنا کس شریعت اور اخلاق میں روا ہے گو ایڈیٹر صاحب "پرکاش" نے ایک شذرہ جس کا عنوان ہے "غلط فہمی نہ ہے" میں یہ لکھا ہے "افسوس کہ کم توجہی کے باعث پرکاش میں ایسا گمراہ کن مضمون شائع ہو گیا آریہ جنتا کو اس شدھی اور اس کے اعلان کو کوئی اہمیت نہ دینی چاہیئے" اس کے علاوہ اخبار پرکاش کے ادارہ کے ایک نہایت ذمہ دار شخص نے مدیر پیغام صلح کو یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مضمون غلطی سے چھپ گیا ہے اور اس کے متعلق اظہار افسوس بھی کر دیا گیا ہے لہذا آپ اخبار پیغام صلح میں کچھ نہ لکھیں۔ ہم یقیناً اسکے متعلق کچھ نہ لکھتے لیکن ہمارے امام کی ہمیں یہ ہدایت ہے کہ دنیا کی ہر ایک بے عزتی برداشت کی جاسکتی ہے لیکن حضرت نبی کریم کی توہین کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کی جاسکتی اگر اس فرضی اور فریب دہ مضمون میں حضرت رسول کریم کی طرف غلط واقعہ منسوب نہ کیا گیا ہوتا تو ہم اس کے متعلق کچھ نہ لکھتے لیکن موجودہ حالت میں کچھ نہ لکھنا تو حد سے بڑھی ہوئی بے غیرتی ہے اور امام عصر حاضر کا عدول حکم ہے۔ اخبار پرکاش نے اظہار افسوس کر دیا لیکن اس اظہار افسوس میں اسلامی دنیا کو خطاب نہیں کیا اگر اس شذرہ میں ایڈیٹر پرکاش مسلمانوں سے اس غلطی کی معافی مانگ لیتے تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس مضمون سے قلوب تو مسلمانوں کے مجروح ہوئے ہیں نہ کہ آریہ صاحبان کے معلوم دیتا ہے ایڈیٹر پرکاش نے قانونی گرفت سے بچنے کے لئے یہ شذرہ لکھا ہے نہ کہ کسی اخلاقی تقاضا سے مجبور ہو کر!

اس مضمون کے متعلق ہندو اخبار "ویر بھارت" نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل صد ستائش ہے معاصر مذکور رقمطراز ہے:-

"اس مضمون میں یقیناً پیغمبر اسلام کی توہین ہوئی اور مسلمانوں کی دل شکنی مسلمانوں ہی کی نہیں۔ ان ہندوؤں کی بھی دل شکنی ہوئی۔ جو کسی مذہب کے بانی یا پیغمبر کی توہین نہ خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اجازت دیتے ہیں کہ ایسی حماقت کریں۔ راقم ان ہندوؤں میں سے ایک ہے جن کے نزدیک پیغمبران یا بزرگان مذاہب کی توہین پہلے درجے کا پاپ ہے۔ احترام اور عزت کے ساتھ کسی بھی اصولوں پر اظہار رائے یا نکتہ چینی کرنا ہر ہندو اور مسلمان کا حق ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصلاح انسانیت کے بڑے بڑے علمبرداروں اور پیغمبروں کی توہین کی جائے اور ان کی شان میں گستاخیاں۔ اس اعتبار سے ہم "پرکاش" کے زیر بحث مضمون کی پر زور مذمت کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ہر ہندو ہمارے خیال کی تائید کرے مسلمانوں سے ہمارے مذہبی اور سیاسی اختلافات ہیں، لیکن ان کے پیغمبروں کی عزت کی حفاظت اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی"۔

یہ اخلاقی جرأت اگر سارے ہندوستانی پریس میں پیدا ہو جائے تو آج ہندو مسلم فساد کے تمام باعث بیخ و بن سے اکھڑ سکتے ہیں، اس سے زیادہ بہتر اس دل آزار مضمون کے متعلق اور کیا لکھا جاسکتا ہے اور اس کی مذمت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے، اگر ہندو مسلمانوں دونوں میں یہ روح پیدا ہو جائے تو آج دو پڑوسی قوموں کے تعلقات نہایت خوشگوار ہو سکتے ہیں خدا دیگر آریہ اخبارات کو بھی توفیق دے کہ وہ موجودہ حالات کی نزاکت کو سمجھیں اور دلآزاری سے باز رہیں

اگر ایسا ہو جائے اور ہندو اور مسلمانوں کے قلوب میں ایکدوسرے کے پیشواؤں کے متعلق اعلیٰ درجہ کے جذبات پیدا ہو جائیں اور وہ ایک دوسرے کی روایات کا احترام کریں تو بہت جلد ہندوستان میں ایک نہایت خوشگوار فضا پیدا ہو سکتی ہے اور یہ پسماندہ ملک بھی دنیا کے بلند اور مہذب ممالک کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔

شذرات

مدیر نور کی تحریک اور جماعت قادیان

محترم مدیر نور قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنیوالے ہیں اس کے لئے انہوں نے جماعت قادیان میں تحریک کی ہے چنانچہ نور مورخہ ۳ جون ۱۹۴۲ء میں قمطراز ہیں

"اس ترجمہ پر سات ہزار روپیہ خرچ آئیگا میں اس کار خیر میں اپنے قریبی بھائیوں (یعنی قادیانیوں۔ ناقل) کو ثواب لینے کیلئے کافی مہلت دوں گا۔ اگر میں کامیاب نہ ہو سکا یا بالفاظ دیگر میرے قریبی بھائی خدانخواستہ اس ثواب سے محروم رہے تو پھر مجھے مجبوراً دوسری جانب توجہ دینی پڑیگی اور انشاء اللہ یہ کام تو بہرحال ہو کر رہے گا مگر کیا ہی اچھا ہو اس کا سب ثواب ہمیں ہی ملے"

محترم مدیر نور کی یہ تحریک محض صدا بصحرا ہے پہلے ایڈیشن کیلئے جب انہوں نے تحریک کی تھی نہ اس وقت جماعت قادیان نے اسطرف توجہ کی تھی اور نہ اب اس طرف توجہ کرے گی کیونکہ جماعت قادیان کی توجہ تبلیغ اسلام کے بلند مقصد سے ہٹ چکی ہے وہ قرآن مجید کے تراجم کی تبلیغی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتی مدیر نور زمین شور سے فصل بہار کی توقع رکھتے ہیں کبھی ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ جماعت کی تربیت ہی جناب میاں صاحب نے ایسے رنگ میں کی ہے کہ وہ اس کار خیر میں کبھی حصہ نہیں لے سکتی اس کے لئے مدد کسی اور جگہ سے ہی ملیگی۔ ع

ایں جرس را کاروانِ دیگر است

شہنشاہ اکبر کی رواداری

شیر پنجاب ۱۰ مئی لکھتا ہے کہ "شہنشاہ اکبر دوبارہ شری گورو ارجن دیو کے عہد میں گوئندوال آیا پرگنہ جھبال گرو صاحب کو دیا اور حکم دیا کہ گورو نانک دیو کے سکھوں سے دریا کا ٹیکس نہ لیا جائے اور اس نے گورو ارجن دیو کے ارشاد پر پنجاب کے کسانوں کو فصل کا مالیہ معاف کر دیا"

مسلمان بادشاہوں نے اپنے عہد حکومت میں ہندو رعایا سے بڑی رواداری کا سلوک کیا ہے، ان کے عہد کی تاریخ اس قابل ہے کہ اسے سنہری حروف سے لکھا جائے چنانچہ حقیقی تعریف وہ ہوتی ہے جس کا اعتراف اغیار خود کرے۔ یہ صرف شہنشاہ اکبر پر ہی موقوف نہیں بلکہ بالعموم سارے مسلمان بادشاہ رعایا پرور تھے لیکن ہمارے سکھ اور ہندو دوست شہنشاہ اورنگزیب کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے حالانکہ اس شہنشاہ نے بھی اپنی خاندانی روایات کے مطابق بعض مواقع پر رعایا سے نہایت ہی شاندار سلوک کیا ہے۔ لیکن اس داستان رحم و کرم میں سے ہمارے بھائیوں کو صرف ظلم و عدوان ہی نظر آیا ہے ع

انہیں نے دیکھے ساری داستاں سے یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

خان بہادر جناب میاں محمد صادق صاحب کا اعلان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر گذشتہ دنوں میں میری طرف سے چند ایک تحریرات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کے متعلق شائع ہوئی ہیں جس سے پبلک کو میرے اور انجمن مذکورہ و حضرت مولانا موصوف کے درمیان تعلقات کے متعلق شکوک پیدا ہوئے ہیں اب چونکہ جملہ باتوں کا کما حقہٗ ازالہ ہو چکا ہے اسلئے اب ان جملہ اختلافات کو ختم سمجھا جائے۔ (محمد صادق)

مسلم ٹاؤن لاہور ۔ یکم جون ۱۹۳۲ء

معاصر الفضل غور سے پڑھے ؛

لاہور میں یوم وصال حضرت مسیح موعود کا جلسہ

مورخہ ۲۶ مئی کو جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام وائی ۔ ایم ۔ سی ۔ اے ہال میں شام کے ساڑھے پانچ بجے زیر صدارت حضرت مولینا صدرالدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کا جلسہ منعقد ہوا جس میں جناب مولینا یعقوب خاں صاحب ۔ ایم ۔ اے نے "حضرت مسیح موعود بحیثیت ایک انسان" کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر کی ۔ مولانا آفتاب الدین صاحب نے "حضرت مرزا غلام احمد صاحب بحیثیت ایک مجدد" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔

اور پروفیسر عمادالدین صاحب نے Hazrat Mirza Ghulam Ahmad and Islamic millenium کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ پڑھا ۔ مسٹر ایس ۔ پی ۔ پری کسی خاص وجہ سے جلسہ میں نہ پہنچ سکے اسلئے آپکی تقریر نہ ہو سکی ۔ ان کے وقت میں پروفیسر عبدالمجید صاحب اور پروفیسر صاحب نے حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مقدس شخصیت کے متعلق اپنے پر عقیدت خیالات کا اظہار کیا جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے ۔ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا یہ پہلا موقع ہے کہ یوم مسیح موعود کا جلسہ احمدیہ بلڈنگس سے باہر کیا گیا ۔ اور الحمد للہ کہ جلسہ کامیاب رہا ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر ہندوستانی پریس میں جو مضامین شائع ہوئے تھے ان کے اقتباسات پینڈبل کی

بقیہ از صفحہ ۲

متعلق صرف حلفیہ بیان شائع کر دیں ۔ اس صورت میں بھی حلفیہ بیان شائع ہونے کے بعد مبلغ یکصد روپیہ انعام پیش کر دیا جائے گا ۔

(۴) اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اپنے "سلسلہ کے نظام" کے ریکارڈ سے یہ ثابت کر دیں کہ جناب مولوی محمد حسین صاحب کو مکتوب مفتوح لکھنے اور جناب میاں صاحب کی خدمت میں بھیجنے سے قبل کی کسی تاریخ میں "نظام سلسلہ" نے سزا دے دی تھی اور حکم سزا پر اطلاع پانے کے بعد مکتوب مفتوح لکھا گیا تو صرف یہ ثابت کر دینے پر بھی مبلغ پچاس روپیہ انعام پیش کیا جائے گا ۔

اگر محترم مولوی صاحب نے یہ الزام "پٹیالوی معترض" پر تحقیقات کرنے کے بعد لگایا ہے تو وہ یقیناً اس کی صداقت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مندرجہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر آمادہ ہو جائیں گے ۔ اور اگر انہوں نے پہلے کی طرح خاموشی اختیار فرمائی یا مولویانہ رنگ میں پہلوتہی فرمائی تو پھر احباب سمجھ لیں کہ "نمائندہ حضرت امیرالمومنین" اپنی بہت بڑی غلط بیانی پر نادم ہیں جس کے باعث آپ خاموشی میں ہی بہتری سمجھتے ہیں

فقط والسلام

روئیداد اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ

(از عبدالقادر صاحب بی ۔ اے ۔ سٹوڈنٹ مرے کالج)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سیالکوٹ کا ستائیسواں اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۳۲ء بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب نعمت اللہ صاحب منعقد ہوا ۔ سب سے پہلے پچھلی میٹنگ کی روئیداد حاضرین کو پڑھ کر سنائی گئی اور ازاں بعد جناب نعمت اللہ صاحب نے اپنی تقریر قرآن کریم کے ان الفاظ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۔ سے شروع کی اور بتایا کہ بس ہمارا آیندہ پروگرام یہی ہے کہ قرآن کریم کی اس پیشگوئی کو بہت جلد پورا کیا جائے ۔ ہمارا مقصد حیات یہی ہے کہ اسلام کا غلبہ تمام دینوں پر ہو جائے ۔ اس مقصد کے لئے بڑی ضرورت تھی قوت ایمانی کی اور جہاد قلمی اور لسانی کی ۔ ان ضرورتوں کو حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود و مجدد زمان امام الوقت نے آکر پورا کر دیا ۔ اس وقت جبکہ ایمان ثریا پر جا پہنچا تھا انہوں نے قوت ایمانی کو انتہا تک پہنچا دیا اور مذاہب باطلہ کے رد میں وہ لٹریچر پیدا کیا کہ دشمن کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی ۔ اگر موجودہ زمانہ میں کسی عیسائی مناظر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا حریف احمدی ہے ، تو فوراً میدان سے بھاگ جاتا ہے ۔

سو اب اسلام کی فتح نمایاں نظر آتی ہے ۔ تین زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے اور تفاسیر ہو چکی ہیں ۔ لیکن ابھی بہت سا کام باقی ہے ۔ مخلوق کو خدا کی طرف بلانے سے کوئی بڑا مقصد دنیا میں نہیں ہو سکتا ؂

اب راہ تو کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی
تبلیغ کو کر دیکھ یہ قرآن میں لکھا ہے

سوائے مسلمانوں ، احمدیو اور اس چھوٹی سی مجاہد جماعت کا ساتھ دو جو خدا اور اس کے برگزیدہ رسول کے فرمودہ کے مطابق کام کر رہی ہے اور ہر قسم کی قربانی کرنیکو تیار ہے ۔

ہاں ہمت اسلام ذرا جوش میں آجا
تو ہاتھ بلا ساتھ ترے فضل خدا ہے
اُٹھ مرد مسلمان کہ بس اب وقت عمل ہے
تو بستر نوشیں پہ کیوں لیٹ رہا ہے

(خواجہ کمال الدین مرحوم)

اس کے بعد خاکسار نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مذہب اسلام کو سائنس ثابت کر دکھایا اور ہر ایک کو ڈنکے کی چوٹ کہدیا کہ اسلام ایک نور ہے آؤ کہ یہیں راہ خدا پاؤ گے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق منکروں کو بہ بانگ دہل سنا دیا کہ خدا ہے اور وہ مجیب ہوتا ہے اور جس نے دیکھنا ہو میرے پاس آئے اور وہ میرے رب کے نشان دیکھ لیگا ۔ یہ اشعار پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے اور ساتھ ہی وجد بھی کیجئے

اے مزورگر بیائی سوئے ما
تو زوفا رخت افگنی در کوئے ما
وز سر صدق و ثبات و غمخوری
روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربانی نشان
سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں

(مسیح موعودؑ)

مستری فضل احمد صاحب کو صدمہ

مستری فضل احمد صاحب حاجی پورہ شہر سیالکوٹ کو ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۵ سال کے بعد ایک بچہ دیا تھا ۔ اور وہ عرصہ ۶½ ماہ کا ہو کر بعارضہ بخار ۱۵ دن بیمار رہ کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا ۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مستری صاحب کو اس کا نعم البدل دے ؛

آمین

حضرت نبی کریمؐ کی دو ممتاز خصوصیات

عرفان الٰہی — غریبوں اور یتیموں کی مدد

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۵ جون سنہ ۶۲ء

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب .... ان اللہ غفور رحیم (۲۱۲۲)

سورۃ البقرہ کے مندرجہ بالا رکوع کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا۔

حضرت نبی کریمؐ کی پہلی خصوصیت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں پیشتر اس کے کہ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہمکلام ہو اور شریعت کے احکامات نازل ہوں دو نمایاں باتیں اور خصوصیات نظر آتی ہیں **ایک** حضور صلعم کا عرفان ہے یعنی جس طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جاتی ہے، انہیں اللہ تعالےٰ کے فیوض اور اس کی ہستی کے نشانات نظر آتے ہیں اور ان فیوض اور نشانات سے متاثر ہوکر خدا تعالےٰ کی اس قدر عبادت کرتے کہ کوئی لمحہ اس عبادت اور جذبۂ عبودیت سے خالی نہیں۔ جو کوئی کام بھی کرتے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں، کہیں باہر نکلتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں، سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں، واپس لوٹتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں، گویا کہ ہر لمحہ اور ہر وقت خدا یاد ہے۔

دوسری خصوصیت

دوسری چیز وہ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد، یہ دو خصوصیتیں حضرت نبی کریمؐ کی طبیعت اور فطرت میں موجود ہیں اللہ تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ اسلام دینِ فطرت ہے اس کا نقشہ اگر شریعت کے نازل ہونے سے پیشتر کہیں نظر آتا ہے تو وہ رسول کریم صلعم کی شخصیت ہے جب احکامات شریعت اترے تو یہ دو چیزیں متبرز ہو کر ان احکامات میں موجود ہیں اور حضور صلعم کی فطرت کو آشکارا کرتی ہیں۔

مکی زندگی کا ابتلاء

مکہ معظمہ میں ۱۳ سال رہے بڑی مارپیں کھائیں بڑا ابتلاء تھا لیکن ان مصائب اور مشکلات میں ان کا سہارا صرف خدا پر تھا ہر ایک شخص سے کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ مددگار ہے۔

مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر

جب حضور صلعم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مدینہ کے قریب سب سے پہلے جو کام کیا وہ ایک مسجد بنائی جو مسجد قبا کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی خدا یاد ہے رسول کریمؐ کی طبیعت کا نقشہ اس کے اندر نظر آتا ہے مسجد سے جو خدا کی عبادت کی جگہ ہے بڑی محبت ہے۔ اور اسی کو خیر و برکات کا منبع یقین کرتے ہیں۔ حضرت نے ساری عمر باجماعت نماز پڑھی، حضرت نے فرمایا ان الصلوٰۃ عماد الدین، نماز دین کا ستون ہے اور فرمایا کہ المصلی یناجی ربہ نمازی اپنے خدا سے باتیں کرتا ہے جس طرح چاہے اپنا دل کھول کر خدا تعالےٰ کے حضور میں رکھ دیتا ہے۔ ——— اس کے بعد جب حضرت نبی کریم صلعم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی ایک مسجد بنائی اس مسجد کو مسجد نبویؐ کہتے ہیں بہت بڑا احترام ہے اس مسجد کا۔

مساجد کی کثرت

صحابہ کرام نے جب یہ احترام مسجد کا دیکھا تو جہاں کہیں وہ جاتے تھے مساجد بناتے تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے تمام ممالک میں کثرت سے مساجد ہیں پھر اس زمانہ میں بھی شکاگو میں مسجد بنی پیرس میں مسجد بنی لنڈن میں بنی برلین میں مسجد تعمیر کی گئی، اس کے علاوہ ایشیا اور افریقہ میں تو اس کثرت سے مساجد ہیں کہ جن کا کوئی حد و شمار نہیں چپے چپے پر مسجدیں موجود ہیں جہاں کہیں بھی مسلمان جاتا ہے مسجد بناتا ہے، مغل بادشاہوں نے جہاں اپنے خوبصورت محلات اور قلعے بنائے تو ساتھ ہی مسجدیں بھی بنوائیں اور بڑی خوبصورت اور شاندار مسجدیں بنوائیں، غرضیکہ مسجد کا بڑا مقام ہے مسجد میں اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاتا ہے مسجد میں ہمارا دین ہے مسجد دین کی اشاعت اور عمل کا مرکز ہے۔

اسلامی عبادت میں حقیقت ہے

اقوام عالم میں اس قدر رسومات ہیں اور وہ عبادت کے ساتھ اس طرح مل جل گئی ہیں کہ عبادات کو ان سے نمایاں نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اپنی عبادت کے اندر حقیقت پیدا کرنے کے لئے فرمایا لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو لکن البر من اٰمن باللہ بلکہ بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان ہو اور محکم ایمان ہو کہ وہ میرا محسن اور میرا مولےٰ ہے

آخرت پر ایمان کی اہمیت

والیوم الاٰخر اور خدا کو مان کر اپنے اعمال کو سنوارتا ہو یعنی یقین رکھتا ہو کہ مکافات کا دن آنے والا ہے دیانت دار آدمی کی بڑی عزت ہوتی ہے اس دنیا میں بھی اس کو پھل لگتا ہے اور آئندہ دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑا اجر دیا جاتا ہے بڑے سے بڑا آدمی جو دیانت دار نہ ہو اس کی کوئی عزت نہیں نہ اس کا کوئی پھل اس دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں کوئی اجر ہے والملٰئکۃ اور فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں حضرت نبی کریم پر فرشتے نازل ہوتے تھے۔ فرشتے نیکی کی تحریکات کرتے ہیں والکتٰب اور شریعت پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کے احکامات ہیں، ان احکامات کے مطابق زندگی بسر کرکے خدا کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنا

اس کے بعد آتا ہے واٰتی المال علٰی حبہ ذوی القربٰی خدا کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں رشتہ داروں کے لئے یہ بڑا امتحان ہے، سب سے پہلے ذوی القربٰی کے لئے مال خرچ کرو، اور غریبوں کے لئے مال خرچ کرو والیتٰمٰی اور یتیموں کے لئے اپنا مال خرچ کرو والمساکین اور مساکین کے لئے اپنا مال خرچ کرو مساکین وہ ہوتے ہیں جن کا کام نہ چلتا ہو کام میں سکون آ گیا ہو وابن السبیل مسافر کے لئے خرچ کرو کیونکہ مسافر کو بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور وہ مدد کا محتاج ہوتا ہے۔

والسآئلین سوالیوں کو بھی دینا پڑتا ہے، سوال کرنے والوں نے آجکل پیشہ بنا لیا ہے، لیکن اللہ تعالےٰ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سوال کرنے والے کو دھتکارو وفی الرقاب اور غلاموں کو چھڑاؤ

صلوٰۃ اور زکوٰۃ

واقام الصلوٰۃ اور نماز کو قائم کرو۔ یعنی اچھے عمل کرو اور نماز پڑھو، مسلمان آج نماز کو قائم نہیں کرتا، آج مسلمان نماز کو وہ مقام نہیں دیتا جو حضرت نبی کریم صلعم نے دیا تھا، تو پھر کیوں نہ اس کی طاقت اور عزت میں کمی آ جائے واٰتی الزکوٰۃ اور زکوٰۃ دو۔ زکوٰۃ وہ نظام ہے جو رسول کریم صلعم نے اپنی قوم کی غربت کو دور کرنے کے لئے مقرر فرمایا بہت بڑا انسٹیٹیوشن ہے مسجد بہت بڑا ادارہ ہے، اگر سب مسلمانوں کا زکوٰۃ کا پیسہ جمع ہو جائے تو آج مسلمانوں کی حالت کس قدر بہتر ہو سکتی ہے۔ مگر اس طرف مسلمانوں کی توجہ نہیں مسلمان اس کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔

عہد کی پختگی

والموفون بعھدھم اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی بات کے بڑے پکے ہوں۔ عہد کی پختگی سے اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اور عزت بڑھتی ہے۔ یہ بھی ایک شان مسلمان کی ہونی چاہیئے۔

مشکلات میں صبر

والصابرین فی البأسآء تنگی اگر مشکلات پیدا ہو گئیں مقدمات آ گئے وہ صبر کرتے ہیں اور شکوہ نہیں کرتے صبر کرتے ہیں، آپ جانتے ہیں کس قدر مشکل ہوتا ہے تکلیف اور مصیبت کی حالت میں خدا کا شکر کرنا اور صبر کرنا والضرآء وحین البأس تکلیف میں اور جنگ کے موقعہ پر صبر کرتے ہیں اولٰئک

الذین صدقوا ان لوگوں نے اپنے قول کو سچ کرکے دکھا دیا واولئک ھم المتقون اور یہی متقی ہیں۔ یعنی تقویٰ یہ متقاضی ہے کہ مسلمان ان صفات سے متصف ہوں تاکہ خدا کے افضال ان پر نازل ہوں ـــــــــــ اس تعلیم میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں سکھائی ہیں، کہ رسومات کو مذہب نہ سمجھو بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھو اس کی صحیح روح کو سمجھو اور اس کا اثر تمہارے معاملات میں نظر آئے

مبارک شخص

بڑا مبارک ہے وہ شخص جو ان احکامات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے مستعد ہے۔ اگر مسلمان اس تعلیم پر کاربند نہیں تو اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ شکوہ کریں کہ وہ بے خانماں ہو گئے، ان کی سلطنت مٹ گئی۔ ان کی سطوت اور وقار خاک میں مل گیا اور تمام عروج کے سامان دوسری قوموں کو مل گئے۔ اللہ تعالےٰ ہم میں سے ہر ایک کو توفیق دے کہ وہ اسلام کی حقیقت کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کر سکے۔ آمین ؛

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱)۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو ؛

(۲)۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو

(۳)۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو ؛

محمد علی

یوم وصال حضرت مسیح موعود کا جلسہ راولپنڈی میں

جماعت راولپنڈی نے یوم وصال حضرت مسیح موعود کے سلسلہ میں ایک جلسہ کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ یہ جلسہ ۲۶ مئی ۴۲ء کو شام کے ساڑھے چھ بجے قرار پایا۔ اس جلسہ میں حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضرت اقدس امام الزمان کی خدمات اسلامی پر تقریر کی جلسہ میں احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت و غیر مسلم حضرات بھی تشریف لائے۔ فاضل مقرر نے اپنے مخصوص و موثر انداز میں حضرت صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ تقریر کے بعد حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

حضرت اقدس کی وفات پر جو ریویو کئے گئے تھے ان سب کو ایک ٹریکٹ کی صورت میں طبع کرایا گیا تھا۔ چنانچہ اس روز وہ ٹریکٹ اور "زمانہ کے امام کو پہچانو" غیر از جماعت حضرات میں تقسیم کیا گیا تھا ؛

خاکسار۔ فخرالدین احمد

معلومات

ہائیڈرخ مرگیا

ہائیڈرخ جرمن گستاپو کے حاکم اعلیٰ ہملر کا نائب تھا اور جرمنی میں "ہینکر" (یعنی قصاب) کے نام سے مشہور تھا۔ اسلئے کہ اسکی خونخواری اور دغا کی جنگل کے بدترین درندوں پر بھی سبقت لے گئی تھی۔ آغاز جنگ میں اسے جرمنی کے مفتوحہ ملکوں کے لئے "چیف آف گستاپو" مقرر کیا گیا تھا۔ اور خصوصی طور پر چیکوسلواکیا کا چارج دیا گیا تھا۔ پچھلے دنوں ناروے میں ایک سٹرائیک ہوئی جس کو فرو کرنے کے لئے ہائیڈرخ بھیجا گیا۔ اس نے وہاں جاتے ہی صدہا انسانوں کو گولی کا نشانہ بنا کر اور بے شمار مزدوروں کو جیل جانے کی سخت تکالیف میں مبتلا کر کے اس سٹرائیک کا خاتمہ کر دیا۔ بوہیمیا اور موراویا میں ہزاروں خاندان اپنے بڈھے اور جوان سرپرستوں کے کھو جانے پر ہائیڈرخ کی جان کو رو رہے تھے۔ اس شخص میں رحم و انصاف کا مادہ ودیعت ہی نہیں کیا گیا تھا وہ چھوٹے چھوٹے جرائم بلکہ محض شبہات کی بنا پر موت اور ایذارسانی کی سزائیں بے تکلف دیا کرتا تھا۔

آخر پیالہ لبریز ہوگیا۔ ۲۷ مئی کو پراگ میں ایک نوجوان نے اس بھیڑیئے پر گولی چلا دی۔ جس سے وہ سخت زخمی ہوگیا بہترین نازی ڈاکٹروں نے ہر قسم کے جتن کئے۔ لیکن قدرت اپنے منشا کو پورا کر چکی تھی۔ ۴ جون کو ہائیڈرخ مرگیا۔ اور مظلوموں نے اطمینان کا سانس لیا ؛

پیر پگاڑو

جس کا چرچا کچھ دنوں سے اخبارات میں ہو رہا ہے۔ سندھ کا ایک نہایت بااثر پیر ہے۔ کئی لاکھ مسلمانوں کی پیری اسے حاصل ہے۔ پیر پگاڑو کا نام پہلے پہل ۳۲-۱۹۳۳ء میں منظر عام پر آیا تھا۔ جب اس کے مکان پر چھاپہ مار کر پولیس نے کئی ہزار کارتوس، کئی رائفلیں۔ بندوقیں اور پستول برآمد کئے تھے۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور سزا دی گئی۔ جب سندھ میں نیا آئین نافذ کیا گیا تو اسے رہا کر دیا گیا رہائی کے بعد پیر پگاڑو نے کانگرس میں شمولیت اختیار کر لی اور اپنے مریدوں کے نام فرمان جاری کیا۔ کہ وہ چرخہ کاتیں۔ گوشت کا استعمال نہ کریں اور گائے کو ذبح نہ کریں۔ ان سرگرمیوں سے پیر پگاڑو کی ہردلعزیزی بڑھ گئی۔

دو ماہ ہوئے پیر پگاڑو کو اچانک ہی "ڈیفنس آف انڈیا رولز" کے ماتحت گرفتار کر کے ناگپور جیل میں نظربند کر دیا گیا۔ نظربندی پر اس کے مریدوں نے جو "حر" کہلاتے ہیں ڈاکہ زنی، آگ اور قتلوں کی وارداتیں شروع کر دیں شروع شروع میں یہ حملے پیر پگاڑو کے حریف پیر پرچنڈی کے پیروؤں پر ہوتے رہے۔ کیونکہ "حروں" کو شبہ تھا کہ پیر پرچنڈی کے ایما سے ہی پیر پگاڑو کو گرفتار کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ کا بیان ہے کہ "حر" ڈاکہ اور قتل کی وارداتیں اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ ایسا کر کے گورنمنٹ کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ پیر پگاڑو کو رہا کر دے ؛

آسٹریلیا

آسٹریلیا کہنے کو ایک جزیرہ ہے لیکن اس کا رقبہ ہندوستان سے قریباً دگنا ہے ۲۹۷۴۵۸۱ مربع میل۔ ہندوستان کا رقبہ صرف ۱۸۵۸۰۷۹ مربع میل ہے۔ اس کے برعکس جہاں ہندوستان کی آبادی قریباً چالیس کروڑ ہے۔ وہاں آسٹریلیا کی آبادی کل ۶۹ لاکھ ۴۷ ہزار ہے۔ یعنی پنجاب کی آبادی کا قریباً چھ تہائی۔ کیونکہ پنجاب کی آبادی دو کروڑ ۸۲ لاکھ ہے۔ سارا ملک سات بڑے حصوں میں منقسم ہے ان میں نیو ساؤتھ ویلز کی آبادی ۲۰۲۶۳۱ ہے وکٹوریہ کی ۱۸۲۰۵۹۰ کوینزلینڈ کی ۲۳۵۲۲۰ ساؤتھ آسٹریلیا کی ۴۸۱۹۴ ویسٹرن آسٹریلیا کی ۴۳۲۳۳۱ تسمانیا کی ۲۱۶۲۱۵ شمالی آسٹریلیا کی ۴۷۵۹ اور علاقے کی ۱۹۱۹۔ یعنی دو کے سوائے اور کسی کی بھی صوبے کی آبادی ۱۰ لاکھ کی آبادی سے زیادہ نہیں تین صوبوں کی آبادی تو شہر سے بہت کم ہے اور دو دو پنجاب کے دیہات سے بھی کم۔ پھر بھی وہ صوبے ہیں۔ کیونکہ آسٹریلیا میں زمین بہت ہے آدمی کم ہیں اس یورپین آبادی کے علاوہ آسٹریلیا میں قریباً نوے ہزار اصلی باشندے بھی رہتے ہیں ان میں سے کچھ تو شہروں میں قلیوں کا کام کرتے ہیں۔ باقی سب کے سب جنگلوں میں رہتے ہیں۔ مکان نہیں بناتے اناج نہیں بوتے کپڑے نہیں پہنتے ننگے رہتے ہیں۔ پتھر سے آگ جلاتے ہیں اور شکار پر گذارہ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔

آسٹریلیا کے متعلق یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ برطانوی سلطنت کا یہ اہم ترین حصہ جو آج بذات خود ایک سلطنت ہے۔ شروع شروع میں برطانیہ کا محض کالا پانی تھا۔ جن لوگوں کو لمبی سزائیں ہوتی تھیں انہیں یہاں بھیج دیا جاتا تھا۔ شروع شروع میں جو قیدی یہاں بھیجے گئے ان کے لئے خیمے اور کھانے کا سامان بھی برطانیہ سے بھیجا جاتا تھا۔ سب سے پہلے برطانوی قیدی آسٹریلیا کے مشرقی ساحل پر ایک جگہ اترے۔ اسکا نام سڈنی رکھا گیا۔ چند خیمے گاڑ دیئے گئے اور وہ خیمے ہی اس عظیم الشان شہر کا آغاز تھے جسے آج آسٹریلیا کی سب سے بڑی اور اہم ترین بندرگاہ سمجھا جاتا ہے شروع شروع میں آسٹریلیا کے اندر سونا اور دوسری قیمتی دھاتیں اس طرح ملتی تھیں جیسے زمین پر پتھر پڑے ہوں۔ پہاڑوں پر، دریاؤں کے کنارے اور عام میدانوں میں لاکھوں برس کی بارشوں نے زمین کو اتنا دھو دیا تھا کہ دھاتیں خود بخود باہر نکل آئیں سونے اور چاندی کے ان خزانوں میں رہنے والے آسٹریلیا کے پرانے باشندے نہ صرف اس وقت ننگ دھڑنگ اور لامکان تھے۔ بلکہ اب بھی اسی حالت میں ہیں ؛ (ماخوذ)

میرا تبلیغی دورہ

ماہ اپریل و مئی

از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

(۱)۔ نارووال خاص نارووال میں ہماری جماعت کا کوئی فرد نہیں۔ البتہ معزز طبقہ کے بعض احباب ہم سے تعلقاتِ مودت رکھتے ہیں۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین نے جو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ سے حلف کے متعلق تحریر شائع کی ہے قادیانی جماعت کی طرف سے اس کے جواب کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا شائع شدہ جواب میرے پاس تھا وہ حسب ضرورت احباب قادیان میں تقسیم کیا گیا۔ اسی دن عصر کے وقت ایک دکان پر غیر از جماعت احباب کا مجمع ہو گیا جس میں مولوی عبداللہ صاحب جو نارووال میں جماعت قادیان کے روح رواں ہیں تشریف فرما تھے۔ غیر احمدیوں میں سے کسی نے ان سے سوال کیا کہ مولانا محمد علی صاحب کا جواب آپ نے پڑھ لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس طرح سے قسم اُٹھانے کی سند قرآن و حدیث سے دی جانے اس کے متعلق اب آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ انہوں نے کسی قدر تامل کے بعد فرمایا کہ انجام آتھم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولویوں کو دعوت مباہلہ دی ہے۔ اور یہی سند کافی ہے میں نے عرض کیا کہ مطالبہ تو قرآن و حدیث سے حوالہ کا کیا گیا ہے اور آپ انجام آتھم پیش کر رہے ہیں لیکن انجام آتھم کی دعوت مباہلہ کا اس سے کوئی دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ انجام آتھم میں حضرت صاحب نے ان علماء اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کی دعوت دی ہے جنھوں نے حضرت صاحب پر کفر کا فتوےٰ لگایا اور آپ کو خارج از دائرہ اسلام اور نعوذ باللہ دجال قرار دیا۔ کیا ہماری دونوں جماعتوں میں یہی صورت حالات ہے؟ کیا آپ ہمیں کافر خارج از دائرہ اسلام سمجھتے ہیں؟ کیا کبھی ہم نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا ہے؟ پھر مولویوں کو جو دعوت مباہلہ حضرت صاحب نے دی ہے اس کے بالمقابل اپنی صداقت پر خود قسم کھانے کا دعوےٰ کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر آپ کس طرح سے انجام آتھم والی دعوت مباہلہ بطور سند کے پیش کر رہے ہیں؟ آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کا علم نہیں۔ کیا حضرت صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک دفعہ ایک مولوی نے ان سے کہا کہ میں آپ سے مباہلہ کرنا چاہتا ہوں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ جزئی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کا باہم مباہلہ کرنا خلاف شریعت ہے۔ پس سیٹھ صاحب یا آپ کی جماعت کیوں ایسا مطالبہ کرتی ہے جو عندالشرع جائز نہیں اور جس کے لئے قرآن و حدیث اور تحریرات حضرت مسیح موعود میں کوئی سند نہیں جہاں تک حضرت مسیح موعود کے دعوےٰ نبوت کا سوال ہے یا اس امر کے متعلق کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور ہماری جماعت آپ کو آپکی زندگی میں کیا یقین رکھتی تھی خود حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت کے ستر اکابر نے حلف اٹھائی ہوئی ہے (اصل مطبوعہ تحریر پیش کی گئی) کہ حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ از اوّل تا آخر ایک ہی رہا ہے یعنی محدثیت کا۔ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور ایسا ہی ہم ان کو انکی زندگی میں مانتے رہے اور ہم نے حضرت کی کسی تحریر سے یہ محسوس نہیں کیا کہ آپ نے دعوےٰ محدثیت کو چھوڑ کر نبوت حقیقی کا دعوےٰ کیا ہے اس کے برخلاف جب جماعت قادیان سے حلف کا مطالبہ کیا گیا تو ایک بھی فرد نہ نکلا جس نے قسم کھا کر بیان کیا ہو کہ فی الواقعہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ درباره نبوت تبدیل کر لیا تھا اور ہم نے محسوس کر لیا تھا کہ حضرت صاحب حقیقی نبی بن گئے ہیں۔ ہمارے اس مطالبۂ حلف کو تیس سال گذر گئے اس کا تو کچھ جواب نہ بن پڑا۔ آج سیٹھ صاحب اُٹھے ہیں اور حضرت امیر سے حلف کا مطالبہ کرتے ہیں جو خود حضرت مسیح موعود کے مسلمات کے خلاف اور قرآن و حدیث کی تعلیم کی رُو سے ناجائز اور حرام ہے۔ اور پھر اس کا کیا جواب ہے کہ اگر حضرت امیر پر قسم کھانے کی صورت میں کوئی عذاب نہ آیا تو کیا جناب میاں صاحب اور ان کے سب مرید حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر تیار ہونگے؟

ان باتوں کا تو جواب کیا ہو سکتا تھا۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کثرت و قلت کا سوال چھیڑ دیا۔ عرض کیا گیا کہ کثرت جماعت یا تنظیم پر عموماً بڑا فخر کیا جاتا ہے، حالانکہ دونوں باتیں کوئی صداقت کا معیار نہیں ہیں۔ اور نہ آپ کو ان پر خوش ہونا چاہیئے۔ **اذا عجبتکم کثرتکم** کو یاد رکھئے۔ اور حضرت مسیح موعود نے جو اس بارہ میں فرمایا ہے اس کو بھی نہ بھولئے آپ فرماتے ہیں

> "میں کثرت جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا اب اگرچہ چار لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر حقیقی جماعت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی بلکہ جماعت حقیقی طور پر جماعت کہلانے کی تب ہی مستحق ہوگی کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ ہماری جماعت کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیئے"
>
> (الحکم ۲/۸ ۔۔۔ ۲۸)

باقی آپ کی تنظیم آغاخانیوں کی تنظیم سے بڑھ کر نہیں کہ آپ اس پر فخر کریں۔ یا اسے اپنی صداقت کی دلیل گردانیں ۞

باقی آیندہ

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

> "اس کے بعد میں کہوں گا کہ اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ آرگن نہیں پہنچتا وہ گویا ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق اور بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات و تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا تبلیغی مقاصد کے لئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے۔ بہت سے لوگوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے اس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جماعت میں جو تحریکات پیدا ہوتی رہتی ہیں ان میں حصہ لینا سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے لیکن بغیر واقفیت اور مرکز سے تعلق رکھنے کے کوئی دوست ان تحریکات کے فعال مؤید نہیں بن سکتے اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اخبار پیغام صلح کا خریدار بنا جائے۔ کیونکہ سلسلہ کا صرف یہی اخبار ہے جو جماعتی تحریکات کے متعلق مکمل واقفیت بہم پہنچاتا ہے اور سلسلہ کی ان روایات کو تازہ رکھتا ہے جو سلسلہ کی ممتاز خصوصیات ہیں ہمیں کامل امید ہے کہ سلسلہ کے سرگرم احباب اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد پر لبیک کہیں گے ۞

ضرورت ہے

(الف) مرکزی انجمن کے دفتر کے لئے ایک قابل، ذہین، محنتی اور مخلص نوجوان کی بطور کلرک ضرورت ہے۔ کم از کم تعلیم میٹرک فرسٹ ڈویژن ہو۔ مستقل ہونے کی صورت میں ۷۰۔۔۳۔۔۴۰ کا گریڈ دیا جائے گا۔ بی۔ اے پاس اور دفتری کاروبار کا تجربہ رکھنے والے کو ۱۰۰ ۔۔ ۴۰ کا گریڈ بھی دیا جا سکے گا۔ صرف ایسے احمدی نوجوان درخواستیں دیں جو مستقل طور پر خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ درخواست پر مقامی صدر یا سیکرٹری یا ممبر جنرل کونسل کی سفارش ضروری ہے جملہ سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقول درخواست کے ہمراہ ارسال کی جائیں اور تمام درخواستیں ۲۰ جون ۶۲ء تک میرے پاس پہنچ جانی چاہئیں ۞

(ب) دفتر کیلئے ایک دیانتدار اور محنتی چپڑاسی کی ضرورت ہے کم از کم تنخواہ ۔/۵۰ روپے ماہوار ہوگی مستقل ہونے پر اضافہ کیا جا سکے گا درخواستیں ۲۰ جون تک آنی چاہئیں ۞

محمد عبداللہ جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

چودھویں صدی کا عظیم الشان انسان

دنیا کا دور و تسلسل جب سے شروع ہوا ہے جس وقت سے کہ انسانی ہستی کتم عدم سے عرصۂ شہود میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور اس کے جسمانی نشو و نما کے ساتھ ساتھ خالق اکبر نے روحانی قوا کی حسن تربیت بھی ضروری سمجھی ہے۔ اسی وقت سے بعض ایسے وجود اس دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں جو عالم روحانیت کے علمبردار اور بنی نوع انسان کو نیکی و ہدایت کی طرف دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے کام کے ذمہ دار تھے۔ لیکن ایک خاص وقت تک جب تک کہ دنیا ابھی ترقی و عروج کے ابتدائی مدارج میں تھی جس وقت تک کہ اس کے عقلی و ذہنی قوٰے اس درجہ تکمیل کو نہ پہنچے تھے کہ وہ خدائی قوانین کو اپنی کامل اور مکمل شکل میں سمجھ اور سہار سکیں۔ نہ ہی دنیا کی مختلف اقوام اور ممالک کا رشتہ ابھی آپس میں ایسا قریب کا واقع ہوا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد اور رنج و راحت میں شریک ہو سکیں یا ایک دوسرے کے ساتھ ان کے وہ گہرے تعلقات ہوں، جیسے کہ اب ہیں اس وقت تک جتنے بھی بندگان خدا اصلاح خلق اللہ کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے وہ اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کے حسب ضرورت نئے احکام یا تازہ ہدایات لے کر آتے رہے۔ اور اسی لحاظ سے اصطلاح مذہب میں ان کا نام نبی یا رسول رکھا گیا۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےٰؑ۔ عیسےٰؑ۔ داؤدؑ سلیمانؑ اور ایوبؑ و یوسفؑ اسی پاک گروہ کے چند مقدس اور برگزیدہ افراد کا نام ہے۔ اور انہی میں سے لیکن ان سب سے اعلےٰ و افضل وہ پاک انسان بھی ہوا ہے۔ جو فخر بنی آدم اور سید الکونین کے دلکش القاب سے ملقب اور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے موسوم ہے۔ اس پاک انسان کی بعثت پر دنیا میں تمدنی، اقتصادی اور روحانی اعتبار سے ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوا جس نے انبیائے کرام کے اس دور و تسلسل کی جگہ ایک نیا سلسلہ قائم کیا یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ نبیوں کا سلسلہ ختم ہو کر اب مجددین کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا ایک طرف تو روحانی و اخلاقی اعتبار سے یہاں تک پہنچی تھی۔ کہ اس کو اٹھانے کے لئے کسی کامل معالج اور اعلےٰ درجہ کے ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ کہ ان کے باہمی تعلقات اور میل جول کے ذرائع کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے ایک ہی بین الاقوامی قانون ایسا وضع کیا جائے جو اپنی کامل اور مکمل شکل میں ایک دائمی ضابطہ کا کام دے۔ ایسا ہی دنیا کے قوائے عقلی و ذہنی بھی نشو و نما پا کر اب اس حالت تک پہنچ چکے تھے کہ آخری اور مکمل شریعت کا انہیں پابند بنایا جائے۔ اس ضرورت زمانہ۔ اس اشد تقاضائے وقت اور گذشتہ شریعتوں کے نامربوط و متبدل ہو جانے کے باعث حضرت رحمۃ اللعالمین کی بعثت ظہور میں آئی اور آپ پر وہ کامل و مکمل شریعت نازل ہوئی، جو اسلام کے فطری نام سے موسوم ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

پس اب کوئی ضرورت اس بات کی باقی نہ رہی کہ آئندہ نبیوں کا دور و تسلسل ویسے ہی قائم رہے، اور خواہ مخواہ بے ضرورت نبی مبعوث ہوتے رہیں۔ کیونکہ نبوت کی غرض و غایت اب ختم ہو چکی تھی۔ اور خدا تعالےٰ کے آخری قانون نے کسی نئے احکام الٰہی کی ضرورت باقی نہ چھوڑی تھی نہ ہی اس بات کا کوئی ڈر اور خطرہ باقی رہ گیا تھا کہ کسی زمانہ میں اس پاک اور کامل مجموعہ قوانین (قرآن کریم) میں بھی کوئی تبدیلی یا تحریف واقع ہو سکے گی۔ کیونکہ خود حضرت باری تعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا جو پہلی کسی شریعت کے لئے نہ کیا تھا۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

ہاں صرف ایک ضرورت باقی تھی اور وہ تھی سلسلۂ اصلاح و تجدید امت۔ دنیا پر وقتاً فوقتاً ایسے حالات وارد ہو جایا کرتے ہیں۔ جب وہ بمرور زمانہ.... صداقتوں اور حقائق کو بھلا کر ضلالت کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ اور لوگ بدیوں اور بدعقیدتیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں الا ماشاء اللہ ایسے اوقات میں امت مرحومہ کی اصلاح اور قرآنی صداقتوں اور حقائق کی تجدید کے لئے ضرورت تھی ایک مجدد کی ایک مامور من اللہ کی۔ ایک امام وقت کی۔ جو زمانہ کو پھر سے قرآنی حقائق یاد دلا کر اپنے پاک نمونہ سے اس پر کاربند ہونے کی تلقین کرے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے فرمایا حضرت نبی کریم صلعم نے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث فرمائے گا۔ جو اس کے دین کو تازہ کرتا رہے گا۔

یہ سلسلہ مجددین ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں جاری رہا اور حسب وعدہ ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی روحانی انسان ایسا کھڑا ہو گیا۔ جس نے امت کی روحانی و وقتی بیماریوں کی اصلاح کی اور حقائق دینیہ کو از سر نو تازہ کیا حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ۔ حضرت امام احمد سرہندیؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ حضرت سید احمد بریلویؒ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسی سلسلۂ مجددین کے برگزیدہ افراد تھے، جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں اصلاح و تجدید دین کا کام باحسن وجوہ سرانجام دیا۔

لیکن اسے فدائیان اسلام۔ اے غفلت شعاران امت محمدیہ۔ اے تشنہ کامان بادیۂ ضلالت تمہیں کیا ہو گیا کہ اس چودھویں صدی میں باوجودیکہ ہر ایک قسم کی اخلاقی و روحانی بیماریاں رونما ہو چکی ہیں۔ بیرونی دشمنوں نے اسلام پر یک لخت اس قدر حملے کئے ہیں کہ جو اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہوتا تو اس کے مٹا دینے کے لئے کافی تھے، اندرونی حالت اس قدر زار و نزار ہے کہ کربلا کا ہولناک و مہیب نظارہ اسلام کی اس نازک حالت کے سامنے ہیچ ہی نظر آتا ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

دین کی اصل حقیقت گم ہو چکی ہے۔ اور اسلام کی اصل شکل مخدوش ہو گئی ہے۔ فسق و فجور اور گناہ کبیرہ میں خود مسلمان دوسروں سے بڑھکر حصہ لیتے ہیں اور فخریہ اپنے گناہوں کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر ان سب سے بڑھکر یہ کہ صدی کا سر گذر چکا ہے بلکہ اس پر کئی برس اور بھی گذر گئے۔ لیکن آہ و صد آہ! کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد تمہارے نزدیک پورا نہ ہوا اور کوئی مجدد دنیا میں نہ آیا؟ جو تمہاری اصلاح کر کے دین کو از سر نو تازہ کرے؟ نبی کریم صلعم نے تو فرمایا تھا کہ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس۔ اگر ایمان ثریا پر بھی پہنچ جائے گا۔ تو اہل ابناء فارس میں سے ایک آدمی اسے پھر دنیا میں لے آئے گا لیکن یہ کیا باعث ہے کہ باوجودیکہ ایمان اٹھ چکا ہے۔ اور دین کو بھلایا جا چکا ہے، لیکن پھر بھی وہ ابناء فارس میں سے مبعوث ہونے والا آج تک کھڑا نہ ہوا۔

مگر نہیں رسول اللہ صلعم کے وعدے ٹل نہیں سکتے اور نہ ہی اللہ تعالےٰ امت محمدیہ بلکہ اپنی جملہ مخلوق کو اس کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ سکتا ہے، اس نے اپنا ایک خاص بندہ اس وقت بھی ہم میں مبعوث فرمایا اور اپنے زبردست نشانوں اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کیا۔ وہ آیا بھی اور اپنا پیغام ہمیں دے کر چلا بھی گیا لیکن افسوس کہ تم خواب غفلت سے ابھی تک بیدار نہ ہوئے۔ تم اس مستی کے نشہ میں کچھ ایسے مدہوش رہے کہ اس کے پیغام حق و صداقت کی گونج تمہارے دل و دماغ پر اثر انداز نہ ہوئی جب اس نے تمہیں پکڑ پکڑ کر ہلایا اور اس نشہ سے ہوش میں لانا چاہا۔ تو تم کروٹیں ہی بدل بدل کر رہ گئے۔ اس پر تمسخر و استہزا کرنا شروع کر دیا یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون دیکھو اس کے نشانہائے صداقت ابھی تک تم پر پے در پے وارد ہو رہے ہیں اور اس کے مدارج خصوصی . . . . .

. . . . اس کی اہمیت کو ظاہر کر کے اس کی طرف بزبان حال بلا رہے ہیں ؎

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

درخواست دعا

چودھری دوست محمد صاحب جالندھر شہر سے تحریر فرماتے ہیں:- ان کی اہلیہ سخت بیمار تھیں اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے وہ بالکل تندرست ہو گئی ہیں ان کے برادر خورد چودھری محمد زمان خان صاحب بھی مدت سے بعارضہ اسہال بیمار چلے آتے تھے وہ بھی رو بصحت ہیں چودھری صاحب مذکور احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ان کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہر قسم کی مشکل سے نجات دے اور چودھری خان زمان صاحب کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

قصبہ بدوملہی میں یومِ وصال مسیح موعود کا جلسہ

گذشتہ سال کی طرح پھر اس دفعہ چھبیس مئی رات کے ساڑھے آٹھ بجے احمدیہ جامع مسجد بدوملہی میں جناب خان صاحب محمد اسلم خانصاحب بی۔اے۔بی۔ٹی۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی کی صدارت میں جماعت کیطرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کی یادگار میں جلسہ کیا گیا مختلف خیال وعقیدہ کے لوگ شریک ہوئے۔ توقع سے بہت زیادہ حاضری تھی۔ تلاوت قرآن اور نعت خوانی کے بعد جناب ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بی۔اے۔ ایس۔وی۔ کی بلند آواز میں تقریر شروع ہوئی۔ جناب ماسٹر صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں حدیث ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ الخ اور آیت لیستخلفنھم الخ سے پر زور طریق پر ثابت کیا کہ جناب مرزا صاحب صادق ہیں۔ نیز قادیانی جماعت کی طرف ماسٹر صاحب موصوف نے اشارہ کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے شعر من نیستم رسول الخ کی وضاحت میں فرمایا۔ کہ اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب مجدد وقت تھے نہ کہ نبی۔ اس کے بعد جناب صدر صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے نہایت موثر۔ متین۔ پُردرد اور رقت انگیز لہجہ میں حدیث ان لمھدینا آیتین اور دوسری متعدد حدیثیں اور مختلف آیات قرآنیہ نیز حضرت مسیح موعودؑ کے مختلف عظیم الشان کارناموں سے استدلال کرتے ہوئے مجدد زمان کی صداقت پر نہایت عالمانہ۔ مدلل اور طویل فصیح وبلیغ لیکچر دیا۔ جس سے پبلک پر بہت ہی عمدہ اثر ہوا۔ آپ کے لیکچر کو سب حاضرین نے پورے غور اور توجہ سے سنا۔ ان کے بعد عبدالحمید جماعت ہم نے ذرثمین سے ایک نظم پڑھی۔ سب سے آخر مولوی مسیح زمان صاحب کی تقریر "دعوت عمل" ہوئی۔ آپ نے جماعت میں تموّبت کے لئے پر زور الفاظ میں اپیل کی۔ اور کہا کہ حضرت مرزا صاحب کے دامن سے وابستگی موجب فلاح دارین ہے۔ اور مامور من اللہ سے رُوگردانی باعث زیان وحرمان ہے۔

سیکرٹری ینگ مین ایسوسی ایشن بدوملہی

خط وکتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

قرارداد تعزیت

۲۲ مئی ۱۹۴۲ء کو بعد نماز جمعہ جماعت حیدرآباد دکن نے جناب مولوی عبدالرزاق صاحب کی صدارت میں مندرجہ ذیل قرارداد تعزیت منظور کی۔

(۱) جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کے جملہ ارکان نے جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی وفات کی جانگداز خبر کو نہایت افسوس کے ساتھ سُنا۔ جماعت کے خیال میں یہ ایک قومی نقصان ہے وہ اس صدمہ میں مرکزی انجمن اور مرحوم کے معزز خاندان سے اظہار افسوس وہمدردی کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے اہل وعیال کا حامی وناصر ہو۔ آمین ثم آمین

(۲)۔ اس قرارداد کی نقول حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں اور مرحوم کے پسماندگان اور اخبار پیغام صلح کو بھیجی جائیں۔

محمد انعام الحق

۲۳–۵–۴۲

اِرشاداتِ نبویؐ

لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں۔ تو جلدی خدا ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

بہت بڑا جہاد یہ ہے کہ انصاف کی بات ظالم بادشاہ کے روبرو کہدی جائے۔

لوگو! نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا کرو۔ اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو۔ ورنہ جلدی خدا تم پر عذاب نازل کرے گا۔ پھر اگر دہائی دوگے تو شنوائی نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص کسی ممنوع کام کا عمل میں آنا دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اُس کی بُرائی ظاہر کرکے روک دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اُسے بُرا سمجھے۔ مگر یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے۔

جہاں شبہ کی گنجائش ہو وہاں قبل اس کے کہ کوئی منہ کھولے خود اپنی برأت کا اظہار کر دینا چاہیئے۔

باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس سے بڑھکر نہیں کہ اس کی تعلیم وتربیت اچھی کرے۔

دو شخصوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے۔ کسی کو سہارا دیکر اسکو سواری پر سوار کر دینا یا اس کا مال لدوا دینا بھی صدقہ ہے اچھا کلام صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز یا دیگر کارہائے نیک کے واسطے اٹھایا جائے صدقہ ہے۔ راستہ سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

اَقوالِ حضرت ابوبکرؓ

وہ لوگ بہتر نہیں جو دنیا کو آخرت کیلئے ترک کر دیتے ہیں بلکہ بہتر وہ ہیں جو دنیا وآخرت دونوں کو لیتے ہیں۔

مافات کا تدارک ماآت سے کرو۔ اور پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔

جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے۔

بُعدِ سفر اور قلت زادِ راہ سے ڈرتا رہ۔

مومن کے خوف ورجا کو اگر وزن کریں تو دونو برابر ہونگے۔

شریف جب علم پڑھتا ہے متواضع ہو جاتا ہے۔ اور وضیع جب پڑھتا ہے متکبر ہو جاتا ہے۔

بُروں کی ہمنشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے صحبت صلحا بدرجہا بہتر ہے۔

طالب دین عمل میں زیادتی کرتا ہے اور طالب دنیا علم میں۔ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جانے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔

علم کی قوت جب حد سے بڑھ جائے تو مکاری وبسیار دانی پیدا کرتی ہے، اور جب ناقص ہو تو حماقت وابلہی پیدا کرتی ہے۔

عمل بغیر علم کے سقیم وبیمار اور علم بغیر عمل کے عقیم وبیکار ہے۔

اَقوالِ حضرت عثمانؓ

تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے، اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانیوالی چیز کا غم کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو برحق مانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں۔ وہ ہتھیار جسکو استعمال نہ کیا جائے، وہ مال جس کو کارخیر میں صرف نہ کیا جائے۔ وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔ وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے۔ وہ اچھی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے۔ وہ مصحف جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ وہ زاہد جو خواہش دنیا دل میں رکھے۔ وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے۔

بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو اور زیادہ جری بنا دیتا ہے۔

اسپین عہدِ اسلام میں

جبل طارق جنوبی اندلس میں صوبہ قادس (Cadiz) کے جنوب مشرق میں ایک پہاڑی جزیرہ نما ہے جو شمالاً جنوباً تین میل اور شرقاً غرباً جہاں سب سے زیادہ عریض ہے، ایک میل کی چوڑائی رکھتا ہے۔ اس پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی سطح سمندر سے ۱۴۳۹ فٹ بلند ہے، اس چھوٹے سے جزیرہ نما پر ایک قلعہ، ایک شہر، اور ایک بندرگاہ ہے۔ ان سب کا نام آج کل جبرالٹر (جبل طارق) ہی ہے۔ بندرگاہ کو اہل عرب مرسی الشجرہ کہتے تھے۔ پہاڑ کے مغربی جانب ایک خلیج ہے اس کو آجکل خلیج جبرالٹر یعنی خلیج جبل طارق کہتے ہیں۔ اس خلیج کے کنارے قدیم زمانہ میں ایک منارہ تھا جس کو "ہرکیولیز" کا منارہ (ہرقل کا منارہ) کہتے تھے۔ ہرکیولیز ہرقل خرابی ہے فنیقی لفظ ملک قرت (مالک شہر) کی۔ جس مقام پر یہ منارہ تھا اس کو زمانہ قدیم میں کوہ کالپی کہتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں سمندر پار ۲۵ میل کے فاصلہ پر افریقہ کے کنارے ایک منارہ تھا جس کا نام اسی زمانہ میں "ابیلہ" تھا۔ اس مقام کا نام بعد کو سبتہ ہوا۔ خلیج جبل طارق کے بالکل شمالی ساحل پر ایک پرانا شہر تھا جس کا نام "کاریتہ" تھا۔ اور شام کے بنو کنعان کا بسایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ نام بھی فنیقی زبان کا ہے۔ افریقہ کی سلطنت قرطاجنہ کے زمانہ میں "کاریتہ" کو بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی اہل عرب "کاریتہ" کو قرطاجنہ کہتے تھے (اس کو اندلس کے دوسرے شہر قرطاجنۃ الخلفاء یا افریقہ کے شہر قرطاجنہ سے خلط ملط نہ کرنا چاہیئے) آجکل اس مقام کو "ورڈی روکاڈیلو" سے مطابق بتایا جاتا ہے جہاں چند ٹیلے ہیں۔ جن میں پرانے آثار دبے معلوم ہوتے ہیں۔ جبل طارق ایسا بلند مقام ہے کہ اس کی زد میں وہ کل آبنائے آتی ہے جو اندلس کو افریقہ سے جدا کرتی ہے اور جو بحر محیط کے درمیان واقع ہے اور جس کا عربی نام بحر زقاق ہے۔ $\frac{۹۲}{۷۱۱}$ھ میں طارق بن زیاد جب اس پہاڑ پر آئے تو اس وقت سے اس جگہ کا نام جبل طارق ہو گیا۔ یہاں انہوں نے قلعہ تعمیر کیا۔ اور جب تک مسلمانوں کی حکومت اندلس میں رہی جبل طارق کا قلعہ اور اس کا شہر اور اس کی بندرگاہ بڑے کام کے مقامات رہے۔ جبل طارق کی بندرگاہ (مرسی الشجرہ) جنگی بیڑوں کے لئے بڑا محفوظ مقام تھا۔ بندرگاہ کی مغربی سمت میں سمندر کے کنارے جزیرہ خضرا (Algerica) مشہور شہر تھا۔ عربی حکومت کے زمانے میں یہ بڑا پر رونق مقام تھا۔ طارق بن زیاد نے جو قلعہ پہلی صدی ہجری کے خاتمہ کے قریب یہاں بنوایا تھا اس کے تقریباً ۴۶۵ برس کے بعد $\frac{۵۵۶}{۱۱۶۰}$ھ میں سلطان الموحدین عبدالمومن کو ضرورت ہوئی کہ اس قلعہ کی مرمت کرائیں اور اس میں جدید استحکامات قائم کریں۔ چھ سو برس سے کچھ اوپر اسلامی حکومت رہنے کے بعد $\frac{۷۰۹}{۱۳۰۹}$ھ میں فرڈیننڈ چہارم بادشاہ قشتالیہ کے سپہ سالار گزمان نے جبل طارق پر قبضہ کر لیا لیکن پچیس برس کے بعد $\frac{۷۳۴}{۱۳۳۳}$ھ میں دولت مراکش کے بنی مرین نے عیسائیوں سے پھر اس قلعہ کو چھین لیا $\frac{۸۱۲}{۱۴۰۹}$ھ میں آخری سلاطین غرناطہ میں یوسف ثالث ابوالحجاج نے اس پر قبضہ کیا مگر $\frac{۸۶۷}{۱۴۶۲}$ھ میں اس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کی حکومت یہاں سات سو چالیس برس رہی۔

شہر مجریط (Madrid) یہ شہر وادی ترتبہ (The Tarama) کی ایک شاخ پر جس کو منزانارینز (The Madzanares) کہتے ہیں واقع ہے۔ اسپین کے اکثر علمائے آثار قدیمہ نے اس شہر کو نہایت قدیم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن تاریخ میں اس کا ذکر چوتھی صدی ہجری کے حالات صرف عربی مصنفین کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے۔ پرانا نام میجریتوم (Majoritum) تھا۔ اہل عرب نے اس کو مجریط یا مشریط کہا۔ آجکل اس کا نام میڈرڈ (Madrid) ہے۔ مسلمانوں کے زمانہ میں یہ کوئی بڑا مقام نہ تھا۔ بلکہ مدینہ طلیطلہ کا یہ ایک ماتحت شہر تھا . . . .

اس شہر کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ جبل طلیطلہ کے دامن پر طلیطلہ کا ایک منبر مجریط ہے (منبر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں حاکم رہتا ہو اور وہ مقام سرحدی ہو اور وہاں فوج بھی رہتی ہو) یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اس کا قلعہ مستحکم اور آباد ہے۔ عہد اسلام میں یہاں جامع مسجد بھی تھی۔ اور خطبہ بھی ہوتا تھا۔ $\frac{۹۲}{۷۱۱}$ھ یا $\frac{۹۳}{۷۱۲}$ھ میں یہاں اسلامی حکومت شروع ہوئی۔ $\frac{۳۲۱}{۹۳۲}$ھ میں خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کے زمانہ میں عیسائی "رامیرو" (Ramiro) سردار لیون (Leon) نے مجریط پر کچھ دنوں تک اپنا قبضہ رکھا۔ لیکن اسلامی فوجوں نے بہت جلد یہ قبضہ اٹھا دیا $\frac{۳۶۷}{۹۷۷}$ھ میں جبکہ الحکم ثانی کے مشہور سپہ سالار غالب، جن کو الحکم کے انتقال کے بعد سلطنت کی طرف سے ذوالوزارتین کا خطاب ہوا تھا۔ نواح شمال میں حاکم تھے تو محمد بن ابی عامر صاحب خلیفہ ہشام مؤید نے ان سے مجریط ہی میں ملاقات کی تھی۔ اس کے بعد جب دولت قرطبہ کو زوال ہوا اور ملک میں طوائف الملوکی رو پھیلی تو طلیطلہ اور اس کے وسیع علاقے پر جس میں مجریط بھی شامل تھا بنی ذوالنون بادشاہ ہو گئے۔ جب ان کی حکومت میں بھی ضعف آیا تو اس خاندان کے اخیر فرمانروا یحییٰ بن اسماعیل بن یحییٰ (القادر باللہ) کے زمانہ میں یعنی $\frac{۵۹۳}{۱۱۹۶}$ھ میں جبکہ ملوک موحدین سے یعقوب المنصور طلیطلہ کا محاصرہ کئے تھے تو اس وقت عیسائیوں کے قبضہ میں تھا انہیں اطلاع ملی کہ عیسائی بادشاہ قشتالیہ اور بادشاہ ارغون نے مجریط کا محاصرہ کر لیا ہے اتنا سنتے ہی یعقوب المنصور نے طلیطلہ کا محاصرہ اٹھا کر مجریط کا رخ کیا۔ مجریط تک ابھی فوجیں پہنچی نہ تھیں کہ دونوں عیسائی بادشاہ مجریط سے فرار ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی ذوالنون کی حکومت اٹھ جانے کے بعد بھی کچھ زمانے کے لئے مجریط پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ بہرکیف یہ استشہاد چند سال $\frac{۹۲}{۷۱۱}$ھ سے $\frac{۴۷۶}{۱۰۸۳}$ھ تک مجریط پر مستقل اسلامی حکومت رہنے میں شبہ نہیں۔

شہر کے مغربی جانب دریا کے کنارے عیسائی بادشاہوں کا ایک عالیشان محل ہے جس کی نسبت بیان ہوا ہے کہ یہ محل اسی مقام پر ہے جہاں مسلمانوں کا بنایا ہوا قلعہ یا القصر تھا مسلمانوں کی مستقل حکومت کو اٹھے ہوئے جب چار سو برس سے بھی زائد گذر گئے تو ہنری چہارم بادشاہ قشتالیہ و لیون نے $\frac{۸۵۹}{۱۴۵۴}$ھ - $\frac{۸۹۹}{۱۴۷۴}$ھ مجریط میں ایک شکارگاہ بنوائی۔ چارلس پنجم بادشاہ اسپین نے $\frac{۹۳۹}{۱۵۳۲}$ھ میں اس شکارگاہ کو اور بھی استحکام کے ساتھ تیار کرایا اور یہاں سکونت بھی اختیار کی۔ فلپ ثانی بادشاہ اسپین نے $\frac{۹۶۸}{۱۵۶۰}$ھ میں مجریط کو اسپین کا دارالحکومت قرار دیا۔ جو اب تک چلا آتا ہے اسلامی عہد کے مشاہیر میں ہارون بن موسیٰ بن صالح بن جندل القیسی الادیب القرطبی تھے۔ یہ اصل میں مجریط کے تھے۔ مگر قرطبہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ابو نصر ان کی کنیت تھی۔ ابو علی اللیثی و ابو علی القالی سے ان کو سماع تھا۔ خولانی نے ان سے روایت کی ہے۔ مرد صالح اچھے ادب والے اور ادیب تھے۔ وفات ۲۶ ذیقعد ۴۰۱ھ ابو عثمان سعید بن سالم الثغری۔ ان کی نسبت بیان ہوا ہے کہ گو ان کو ساکن مجریط لکھا گیا ہے۔ لیکن قیاس غالب یہ ہے کہ مجریط کوئی شہر نہ تھا۔ دراصل یہ نام مخریط ہے (اس قیاس سے ہم کو اتفاق نہیں) بہرکیف ان بزرگ نے طلیطلہ میں وہب بن عیسیٰ سے اور وادی الحجارہ میں وہب بن مسرہ وغیرہ سے حدیث سنی۔ فاضل شخص تھے ان کی روایتیں سننے کے لئے دور دور سے لوگ قصد کر کے آتے تھے۔ وفات ۱۰ ربیع الآخر ۳۷۶ھ۔

باقی آئندہ

اخبار "پرکاش" اور حکومتِ پنجاب کی کاروائی

ہفتہ وار اخبار "پرکاش" لاہور کی دو اشاعتوں میں ایک مضمون بعنوان "میں نے اسلام کیوں چھوڑا" بہ خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی کے شدھ بھائی ٹھاکر دہرم سنگھ کا اعلان" کے شائع ہونے کے سلسلے میں حکومت پنجاب نے حسب ذیل کاروائی کی ہے :-

"پرکاش" کے پرنٹر پبلشر سے ۱۵۰۰ کی ضمانت طلب کی گئی ہے۔ دیوان پرنٹنگ پریس کی جہاں یہ اخبار چھپتا تھا ۱۲۵۰ روپے کی سابقہ جمع کردہ ضمانت ضبط کر لی گئی ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اب مناسب طور پر اس جدید ضمانت کی رقم کا تعین کرے گا جو اس پریس کو جمع کروانی پڑے گی۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ متعلقہ اشخاص کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔

ان دو اشاعتوں (مورخہ ۱۷ مئی اور ۲۴ مئی) کی تمام کاپیاں، اور قابل اعتراض مضمون کی نقل، ترجمے یا اقتباسات رکھنے والے تمام دیگر کاغذات ضبط شدہ قرار دیئے گئے ہیں۔

لاہور مورخہ ۲ جون ۱۹۴۲ء

نمبر ۶۹۸۸

(سرکاری اطلاع)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۶۶ سال قبل کی ایک نظم!

نوٹ:۔ حضرت امام عصر حاضر کی مندرجہ ذیل نظم اخبار منشور محمدی ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی یعنی یہ نظم آج سے ۶۶ سال قبل کی ہے، اس نظم سے حضرت کی سیرت طیبہ پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کے قلب اطہر میں تبلیغ اسلام کا شوق کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، یہی جذبہ بعد میں ایک عظیم الشان کام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

(مدیر)

نیاز نامہ متعلقہ جواب الجواب

عزیزو دوستو بھائیو سنو بات
اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
غرض پند و نصیحت ہے نہ جھگڑا
کہ گر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
تو پھر اس پر خدائی کا گماں کیا
کماں کرتی ہے عقل اس کو گوارا
وگر تم خالق اس کو مانتے ہو
بھلا تم خود کہو انصاف سے صاف
کہ کر سکتا نہیں اک جان کو پیدا
نہ اُن بن چل سکے اس کی خدائی
نظر سے اک ہوں محجوب و مکتوم
معاذ اللہ یہ سب باطل گماں ہے
اگر بھولے رہے اس سے کوئی جان
پیارو یہ روا ہرگز نہیں ہے
یہ ایسی بات منہ سے مت نکالو
اگر ہر ذرہ اس بن خود عیاں ہو
اگر خالق نہیں روحوں کی وہ ذات
خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
اگر اس بن بھی ہو سکتی ہیں اشیاء

خدا بخشے تمہیں عالی خیالات
تو اس سے کب ملے بچھڑا ہوا یار
خدا کے واسطے تم خود کرو غور
کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت
وگر قدرت بھی پھر وہ ناتواں کیا
کہ بن قدرت ہوا یہ جگت سارا
تو پھر اب ناتواں کیوں جانتے ہو
کہ ایشر کے یہی لائق ہیں اوصاف
نہ اک ذرہ ہوا اس سے ہویدا
نہ اُن بن کر سکے زور آزمائی
نہ ہو تعداد تک بھی اسکو معلوم
وہ خود ایشر نہیں جو ناتواں ہے
تو پھر ہو جاوے اسکا ملک ویراں
خدا وہ ہے جو رب العالمیں ہے
خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو
تو ہر ذرے کا وہ مالک کہاں ہو
تو پھر کاہے کی ہے قادر وہ ہیہات
اگر ہے دیں یہی پھر کفر کیا ہے
تو پھر اس ذات کی حاجت رہی کیا

اگر سب نئے نہیں اس نے بنائی
اگر اس میں بنانے کا نہیں زور
وہ ناکامل خدا ہوگا کہاں سے
ذرا سوچو کہ وہ کیسا خدا ہے
سدا رہتا ہے ان روحوں کا محتاج
جسے حاجت رہے غیروں کی دن رات
جب اس نے ان کی گنتی بھی نہ جانی
اگر آگے کو پیدائش ہے سب بند
کہ جس دم پا گئی مکتی ہر اک جاں
کہاں سے لائے گا وہ دوسری روح
غرض جب سب نے اس مکتی کو پایا
تناسخ اُڑ گیا آئی قیامت
عزیزو کچھ نہیں اس بات میں جاں
بہت ہم نے بھی اس میں زور مارا
مگر ملتی نہیں کوئی بھی برہان
نہ ہوگا کوئی ایسا مت زمیں پر
دعا کرتے رہو ہر دم پیارو

تو بس پھر ہو چکی اس سے خدائی
تو پھر اتنا خدائی کا ہے کیوں شور
کہ عاجز ہو بنانے جسم و جاں سے
کہ جس سے جگت روحوں کا جدا ہے
انہیں سب کے سہارے پر کرے راج
بھلا اسکو خدا کہنا ہی کیا بات
کہاں من من کا ہو انتر گیانی
تو پھر سوچو ذرا ہو کے خردمند
تو پھر کیا رہ گیا ایشر کا ساماں
کہ نا قدرت کا ہو پھر باب مفتوح
تو ایشر کی ہوئی سب ختم مایا
کرو کچھ فکر اب حضرت سلامت
اگر کچھ ہے تو دکھلاؤ بمیداں
خیالستاں کہ جا بجا ہے سارا
بھلا سچ کس طرح ہو جائے بہتاں
کہ یہ باتیں کہے جاں آفریں پر
ہدایت کے لئے حق کو پکارو

ہمارا کام تھا وعظ و منادی
سو ہم سب کر چکے واللہ ہادی

الراقم مرزا غلام احمد رئیس قادیان
الثامن من الشہر من الشہر المبارک المحرم ۱۲۹۵ھ ہجری المقدس علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہدیۃ اللہ لجمیع المومنین
(الحکم)

ایک غیر احمدی مولوی سے مناظرہ

از جناب قاضی نذیر محمد صاحب مسلم مشنری علی پور

۲۲ مئی۔ برائے تبلیغ احمدیت بعد از فراغت نماز جمعہ شہر گھلواں ضلع مظفر گڑھ میں حاجی مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں پہنچا، مولوی محمد قاسم دیوبندی حاجی صاحب کے ہاں مہمان تھے خاکسار نے حسب دستور و عادت ہر دو علماء تک پیغام حضرت اقدس امام الزمان کا پہنچایا، اور حدیث **من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیہ** وعید مخبر صادق صلعم سنایا سلسلہ بحث بہت طویل ہو گیا، نماز مغرب تک یہ مناظرہ جاری رہا۔ شہر مذکور کے شیعہ سُنی معززین صاحبان معقول تعداد میں جمع ہو گئے۔ مندرجہ ذیل متنازعہ مسائل پر سیر کن بحث سوال و جواب ہوئے **وھن ھذا** خروج دجال۔ ظہور مہدی۔ نزول المہدی ظہور مسیح۔ یاجوج ماجوج وفات مسیح۔ چند الہامات کشوف پیشگوئیاں۔ مولوی محمد قاسم مباحثہ کے لئے منتخب ہوئے، مولوی صاحب کو ہمدردی اور ناصحانہ طریق پر سمجھایا گیا کہ

آریہ عیسائیوں کی طرح نہ بنیں کیونکہ ان قابل رحم لوگوں نے قرآن و حدیث و لائف پیمبر کا بد دیانتی بدظنی نکتہ چینی سے مطالعہ کیا دیانت تقوےٰ کی راہ کو چھوڑ بیٹھے آپ لوگ حضور امام ہمام حجۃ اللہ کی کتب اور تحریرات کو نیک نیتی و دیانت سے بغور مطالعہ کریں اور مخبر صادق علیہ السلام کے اس انذاری وعید ڈریں اور فرماتے ہیں "میری امت بوجہ تکذیب تکفیر تفسیق مسیح موعود کے مشابہ قوم یہود ہو جائے گی اور تمام صفات و عادات میں موافق یہود کے ثابت ہو گی۔"

مولوی صاحب دوران مباحثہ میں اپنے تکبر، فخر، نخوت، تفوق علم کے دعوے کرتے رہے۔ ادھر خاکسار نے علیٰ سبیل تنزل و اتمام حجت مُلاں مذکور کو عرض کیا مولوی صاحب ماشاء اللہ آپ صرف نحو و منطق معقول حدیث تفسیر ادب معانی وغیرہم یا جس علم میں آپ کو مہارت کاملہ تامہ اور غیر معمولی عبور حاصل ہو مباحثہ کر لیں چیلنج دیا گیا کہ بلا دریغ آپ طبع آزمائی کریں آپ کے ہر ایک پیش کردہ معمہ کا معقول مسکت مروجہ درسی کتب سے کافی شافی جواب دیا جائے گا۔ مولوی صاحب پر ہر رنگ میں حجت تمام کی گئی، پس کیا تھا مولوی جی اپنی تمام تعلیاں، شیخیاں بھول گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

مولوی صاحب میں قطع کلام ... اور غیر معقول بولنے کا مرض ہے اور اس کو وہ عالمانہ شان یقین کرتے رہے بالآخر مولوی گلشن شاعر اہل سنت وغیرہم معززین نے اپنے مولوی کو روکا اور شرمندہ و نادم کیا۔

بحیثیت مجموعی موضوع صداقت حضرت امام العصر اور وفات مسیح علی الخصوص اس مکذب کو شکست فاش ہوئی جواب الجواب پر مزید تردید تنقید کی، مُلاں جی کو جرأت ہی نہ ہوئی مغرب کا وقت ہو گیا بحمد للہ یہ بحث بصد کامیابی ختم ہوئی۔

دفتر عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

قاہرہ ۳ جون- برطانوی فوجی ہیڈکوارٹرز سے آج مندرجہ ذیل اعلان جاری کیا گیا ہے:- یکم جون کو ہماری فوجوں نے رائٹڈ اسگینیلی پر قبضہ کر لیا جو بڑے مورچوں سے تقریباً ۳۰ میل مغرب میں واقع ہے۔ ہماری فوجیں دشمن کی باربرداری میں روکاوٹ ڈال رہی ہیں۔ دشمن نے ہمارے سرنگوں کے جال میں شگاف کئے ہیں ان کے علاقہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ کل نائیٹس برج کے مغربی علاقہ میں معرکہ کا رن پڑا۔ دشمن نے بیرالحکیم پر حملہ کیا جو دن بھر جاری رہا۔ یہ حملہ ناکام بنا دیا گیا۔ سخت آندھیوں نے فضائی اور بری سرگرمیوں میں روکاوٹ ڈالی۔ لندن میں آج رات سرکاری طور پر بتایا گیا کہ لیبیا کی لڑائی کا پہلا مرحلہ ختم ہو گیا ہے اور جرمن اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔

واشنگٹن- ۳ جون- امریکہ نے رومانیہ ہنگری اور بلغاریہ کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان جنگ کر دیا ہے۔

برنے - ۳ جون- "ڈائی نیشن" کو معلوم ہوا ہے کہ ہالینڈ کے ایک لاکھ باشندوں کو سفید روس میں جلا وطن کر دیا گیا ہے۔

ماسکو- ۳ جون میدان جنگ سے آمدہ خبروں کے مطابق جنوبی اور جنوب مشرقی مورچوں پر زبردست فضائی لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ روسی ہوا باز نہ صرف اپنی فوجوں اور فوجی ٹھکانوں کی حفاظت کر رہے ہیں بلکہ محوریوں کے ہوائی اڈوں پر کاری ضرب لگا رہے ہیں۔ جنوب میں خشکی کے مورچہ پر حال ہی کی لڑائی کے بعد قدرے خاموشی ہے مگر کالینن اور لینن گراڈ کے محاذ پر بہت سرگرمی پائی جاتی ہے۔ پچھلے کچھ ہفتوں سے روسی تیزی سے لینن گراڈ کے اردگرد اپنے مورچوں کو مضبوط بنا رہے ہیں کئی جرمن فوجیں یہاں پچھلے دو ماہ سے آ رہی ہیں تاکہ اپنی فوجوں کو جنہیں لگاتار نقصان پہنچ رہا ہے مضبوط کریں۔

بمبئی - ۴ جون- گجراتی روزنامہ "جنم بھومی" کے نامہ نگار نے ناگپور سے اطلاع دی ہے کہ مسٹر شنکر راؤ دیو ممبر کانگرس ورکنگ کمیٹی نے مقامی اخبار نویسوں کو مہاتما گاندھی کی مجوزہ تحریک کے متعلق چند اہم باتیں بتائیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تحریک عام جنتا کی تحریک ہو گی اور اسی طرح وسیع پیمانہ پر ہو گی جس طرح کہ ۳۲-۱۹۳۳ء میں شروع کی گئی تھی۔ آپ نے مزید کہا کہ اس تحریک کا مقصد جنگی کوششوں میں روکاوٹ ڈالنا نہیں ہو گا بلکہ یہ تحریک غریبوں کے لئے جو پیٹ بھر کھانے کے محتاج ہیں شروع کی جائے گی۔ تاہم آپ نے ساری سکیم بتانے سے انکار کر دیا۔

برلن - ۴ جون- نازی لیڈر ہر ہیڈرک جس پر پچھلے دنوں پراگ میں قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ آج مر گیا۔

ہر ہیڈرک گسٹاپو کے وزیر ہر ہملر کا اسسٹنٹ تھا اس پر قاتلانہ حملہ کے سلسلہ میں کئی عورتوں اور مردوں کو گولی سے اڑا دیا گیا ہے۔

قاہرہ - ۴ جون- رویٹر کا خاص نامہ نگار رقمطراز ہے کہ مغربی صحرا سے جو تازہ ترین اطلاعات ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اتحادیوں کی غزالہ لائن کے مشرق و مغرب میں ایک سو سے زیادہ درجہ حرارت میں لڑائی انتہا کو پہنچ رہی ہے نئے برطانوی ٹینک میدان جنگ میں پہنچ گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس لڑائی سے ٹورنا اور میکیلی کے مشرقی علاقہ پر دشمن کے قبضہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ برطانوی بمبار ہوائی جہازوں نے لڑائی چھڑنے کے بعد پہلی مرتبہ جرمن اور اطالوی فوجوں پر قیامت خیز بمباری کی لیکن آندھیوں کی وجہ سے مشینی فوجوں کے حملوں میں بھی روکاوٹ پڑی۔ دوپہر کے بعد میدان کارزار میں کچھ اندھیرا سا چھا گیا۔ دوپہر کے وقت صرف بیس گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی چیز نظر آتی تھی۔ لیکن رات ہونے کے وقت کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا تھا۔

بمبئی ۶ جون- گجراتی روزنامہ "جنم بھومی" کو لنڈن سے اطلاع ملی ہے کہ سر کرپس اور لارڈ لنلتھگو میں سخت اختلافات ہو گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سر کرپس یہ الزام لگاتے ہیں کہ لارڈ لنلتھگو کی وجہ سے ہی کانگرس لیڈروں سے انکی بات چیت ناکام رہی اور کرنل جانسن سر کرپس سے اتفاق کرتے ہیں۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ صدر روزویلٹ نے تجویز کی ہے ڈیوک آف ونڈسر کو وائسرائے بنایا جائے۔

لاہور- ۶ جون- گوالمنڈی پولیس نے مسٹر لال چند منشی ایڈیٹر پرکاش کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ ۳۸ کے ماتحت گرفتار کر لیا ہے۔ یہ گرفتاری فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے کسی مضمون کی بنا پر عمل میں لائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے اخبار سے ضمانت طلب کی جا چکی ہے۔

شملہ ۷ جون- آج شام کو شملہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ریاست جنگا میں ایک جنگل میں خوفناک آگ بھڑک اٹھی آگ کے شعلے شملہ اور دوسری پہاڑیوں سے صاف نظر آتے تھے۔ آگ پر ابھی تک قابو نہیں پایا جا سکا۔

پنجاب ٹینری وزیر آباد

صوبہ بھر میں چمڑا رنگنے کی لاثانی فیکٹری

قبل ازیں ہم کسی گذشتہ اشاعت میں اس فیکٹری کے افتتاح کے متعلق ایک مختصر نوٹ شائع کر چکے ہیں۔ آج کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ سلسلہ کے محترم بزرگ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد ہمارے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دینی وجاہت کے ساتھ دنیوی وجاہت سے بھی مبدٔ فیض نے آپ کو حصۂ وافر سے متمتع فرمایا ہے۔ کاروبار میں کامیابی اللہ تعالےٰ کے فضل کے ساتھ آپ کے حسن تدبر ذاتی قابلیت اور خاندانی تجربہ کا نتیجہ ہے۔ آپ پرانے بزرگوں کی طرح قدامت پسند واقع نہیں ہوئے اور آپ کی روشن خیالی کی داد دینی پڑتی ہے کہ آپ نے اپنے سب سے بڑے فرزند محترم شیخ عزیز احمد صاحب کو انگریزی طریق پر چمڑا تیار کرانے اور رنگ دینے کا کام سیکھنے کے لئے لنڈن کے ایک اعلیٰ ادارہ میں بھیجنا پسند فرمایا، چنانچہ شیخ صاحب مذکور نے وہاں دو سال تک ٹریننگ حاصل کی اور ولایت سے واپس آکر اپنے علمی تجربات کو عملی رنگ میں ڈھالنے کے لئے مارچ ۱۹۴۱ء میں [illegible] فیکٹری کی بنیاد رکھی [illegible] حضرت مولانا صدرالدین صاحب مدظلہ اور خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سی-بی-ای ایسے بزرگوں کے ہاتھ سے رکھا گیا، اور خداوند کریم کی درگاہ میں اس فیکٹری کی تکمیل اور اس کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔

چونکہ ایک نہایت [illegible] فیکٹری کا قائم کرنا مدنظر تھا۔ اور اس کے لئے ایک نہایت وسیع عمارت اور ضروری مشینری کی ضرورت تھی اور اس کے ڈیزائن میں وہ تمام امور مدنظر رکھنے تھے جن سے کم وقت پر زیادہ سے زیادہ کام سرانجام پا سکے اسلئے اس کی تکمیل میں تقریباً ایک سال صرف ہو گیا۔ اور بحمد اللہ کا شکر ہے کہ شیخ عزیز احمد صاحب کی محنت اور شب و روز کی تگ و دو بروئے کار آئی اور فیکٹری کی تعمیر اور تشکیل کا اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور اب بجا طور پر اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ صوبہ پنجاب میں بلحاظ عمارت اور مشینری اور کام کے سسٹم کے نہایت اَپ ٹو ڈیٹ فیکٹری ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فروری ۱۹۴۲ء کو فیکٹری کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ و مولانا صدرالدین صاحب کے ہاتھوں سے ہوا۔ راولپنڈی کے محترم بزرگ خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب و دیگر بزرگان سلسلہ اور جماعت وزیر آباد کے تمام اراکین افتتاح کے وقت موجود تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے چمڑا حوض میں پھینکا۔ دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اس فیکٹری کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے حضرت شیخ نیاز احمد صاحب نے غرباء میں کھانا تقسیم کیا۔

اس قسم کے کارخانے درحقیقت قوم کی حیات و بقا کے موجب ہوتے ہیں کہ ان سے سینکڑوں کا رزق وابستہ ہوتا ہے اور ہم شیخ عزیز احمد صاحب کو اس کامیابی پر جو انہیں اس فیکٹری کے جاری کرنے پر ہوئی ہے تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ امید ہے کہ اس کارخانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ شیخ صاحب مکرم قومی ضروریات میں پہلے سے بڑھکر حصہ لیں گے اور علاوہ سابقہ معاونت کے مزید امداد کا سلسلہ جاری فرمائیں گے۔

رجسٹرڈ ایل ۲۰۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ صحابہ ورائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ — لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطابق جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ / جون ۱۹۴۲ء — نمبر ۲۵

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رشوت

سوال۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور ایک سوال اکثر آدمی دریافت کرتے ہیں۔ کہ ان کو بعض وقت ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ کہ جب تک وہ کسی اہلکار وغیرہ کو کچھ نہ دیں کام نہیں ہوتا۔ اور وہ تباہ کر دیتے ہیں۔

جواب۔ فرمایا میرے نزدیک رشوت کی تعریف یہ ہے۔ کہ کسی کے حقوق کو زائل کرنیکے واسطے یا ناجائز طور پر گورنمنٹ کے حقوق دبا لے یا لینے کیلئے کوئی مابہ الاحتظاظ کسی کو دیا جاوے لیکن اگر کوئی صورت ہو کہ کسی دوسرے کا اس سے نقصان نہ ہو اور نہ کسی دوسرے کا کوئی حق ضائع ہو۔ صرف اس لحاظ سے کہ اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کچھ دے دیا جاوے۔ تو کوئی حرج نہیں اور یہ رشوت نہیں۔ بلکہ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ہم راستہ پر چلے جاویں۔ اور راس کے شر سے محفوظ رہیں۔

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کی۔ کہ بعض معاملات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا۔ کہ اصل میں حق پر کون ہے۔

فرمایا۔ ایسی صورتوں میں استفتاء قلب کافی ہے۔ ہمیں شریعت کا حصہ رکھا گیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر اگر زیادہ غور کی جاوے۔ تو امید ہے۔ قرآن شریف سے بھی کوئی نص مل جاوے۔

(الحکم ۱۷/اگست ۱۹۰۲ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی آجکل ڈلہوزی میں تشریف رکھتے ہیں اور آپ کا موجودہ پتہ یہ ہے۔

پرووین - ڈلہوزی

— جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ انکے انگوٹھے کا زخم قریبًا مندمل ہو گیا ہے ابھی پوری طرح آرام نہیں آیا۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کیلئے احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے نہایت قیمتی وجود ہیں

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ مکرمی جناب شیخ محمد حسین صاحب سکرٹری جماعت گوجرانوالہ بعارضہ کاربنکل بیمار ہیں عنقریب انکا اپریشن ہونیوالا ہے۔ سب دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے اس محترم دوست کو شفا عطا فرمائے آمین

— جناب مولوی عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ تحریر فرماتے ہیں کہ انکی اہلیہ صاحبہ کی علالت تشویشناک صورت اختیار کر گئی ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ انکے لئے حضور غائب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

ضروری اعلان } انجمن کے مہمان خانہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں کئی سالوں سے ایک کیمرہ اور دوربین پڑے ہیں۔ اگر جماعت کے کسی دوست کی یہ چیزیں ہوں تو وہ مفصل کوائف لکھ بھیجدیں اور منگوالیں۔

شیخ محمد حسین مہتمم مہمان خانہ،
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

مقررہ شرح اور عین وقت پر چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی دوست کا فرض ہے۔

بیٹے کی باپ سے جنگ

{از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی}

گذارش:- جالندھر کے ایک محمودی نے ایک ٹریکٹ لکھا ہے۔ جو ڈرامہ کی شکل میں ہے۔ ٹریکٹ کا نام ہے "مولوی محمد علی صاحب کا جنگ موعود نبی سے" اُس ٹریکٹ میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امیر جناب مولینا محمد علی صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔ ٹریکٹ کے زیادہ حصہ میں خلافت محمودیہ پر زور دیا گیا ہے۔ اور حضرت مولینا ممدوح اور آپکے رفقاء کو منکرین خلافت اور عدو وان خلیفہ اوّل پیش کیا گیا ہے۔ اس ٹریکٹ میں دو ہی تین باتیں پیش کی گئی ہیں جن کا جواب جناب مولوی دوست محمد صاحب، پیغام صلح میں باقساط شایع فرما چکے ہیں، مضمون ہذا میں ایک اور رنگ میں جواب پیش کیا گیا ہے۔ ایک جگہ چند آدمی ناک کٹے بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک خوبصورت نوجوانوں کا قافلہ آتے دیکھا تو ٹھٹھر شور مچانے لگے کہ ناک والے نکو آ گئے۔ وہی حالت ان محمودیوں کی ہے۔ عقائد خود حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک کے خلاف وضع کئے اور الزام ان کو دیتے ہیں جن کے عقائد اب تک بالکل مسیح موعود کے مسلک پر ہیں۔ حالانکہ خلیفۂ قادیان کو اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام بھی متنبہ کر چکا ہے کہ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ مگر افسوس کہ وہ اس الٰہی آواز کی بھی قدر نہیں کرتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے غلط خیالات پر نظرثانی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ بحث کے لئے بار بار چیلنج دیا جاتا ہے مگر کوئی توجہ نہیں کرتے۔ خیر ان کی مرضی۔ اس مختصر گذارش کے بعد قارئین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس رنگ کا ٹریکٹ جالندھری محمودی نے لکھا ہے میں نے بھی اسی طرز پر ٹریکٹ ہذا کو مرتب کیا ہے اور ہر ایک سین میں اچھی طرح پردہ اُٹھا کر یہ دکھایا گیا ہے کہ خلیفۂ قادیان اور اُن کے رفقاء عقائد[1] کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک کھلا جنگ کر رہے ہیں۔

پہلا سین

کفر و اسلام

حضرت مسیح موعودؑ۔ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا (تریاق القلوب ۱۳۰)

بیٹا۔ نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا۔ مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف ہے۔ کافر قرار دیا گیا ہے۔ (تشحیذ الاذہان ۱۹۱۱ء)

حضرت مسیح موعودؑ۔ اپنے دعوے کے انکار کرنیوالوں کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق ۱۳۰ حاشیہ)

بیٹا اور اسکے رفقاء۔ محکم کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ بلحاظ نفس نبوت یقیناً ایسے نبی جیسے ہمارے آقا حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلعم۔ محکم کیا ہے نبی کا منکر اولٰئک هم الکافرون حقا کے فتوے کے نیچے ہے۔

(الفضل ۴ اپریل ۱۹۱۴ء)

ایضاً۔ ہر ایک شخص جو موسےٰ کو مانتا ہے مگر عیسےٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسےٰ کو مانتا ہے مگر محمد صلعم کو نہیں مانتا یا محمد صلعم کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمۃ الفصل ۱۱۰)

دوسرا سین

ختم نبوت

حضرت مسیح موعودؑ۔ آنحضرت صلعم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ و لکن رسول الله وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴ حاشیہ)

بیٹا۔ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلواریں رکھدی جائیں اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اُسے کہوں گا۔ تو جھوٹا ہے کذاب ہے (انوار خلافت صفحہ ۶۲)

حضرت مسیح موعودؑ۔ رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے (ازالہ صفحہ ۶۱۴)

بیٹا اور اس کے رفقاء۔ یہ کہنا کہ حضرت جبرئیل کا نزول بوحی نبوت کرنا تا قیامت منقطع ہے۔ یہ آل موسیٰ اور فرعون کے عقیدہ کی اتباع ہے۔

(چیلنج انعامی ایک سو روپیہ صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعودؑ۔ صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا بکلی ممتنع ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ صفحہ ۲۸۵)

بیٹا۔ بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من الرسول الا لیطاع باذن الله (حقیقت النبوۃ ۱۰۰)

حضرت مسیح موعودؑ۔ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی وہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اسبات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں اور قرآن پاک خاتم الکتب ہے۔ (الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

بیٹا۔ نادان مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں کچھ منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبوت پائے (حقیقت النبوت صفحہ ۱۳۳)

قرآن کریم اور شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ (مرزا صاحب) حقیقی نبی تھے (حقیقت النبوت صفحہ ۱۷۷)

تیسرا سین

ظلی نبوت

حضرت مسیح موعودؑ۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی ہے۔ اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا (چشمۂ معرفت ۳۲۴ حاشیہ)

بیٹا۔ خدا تعالےٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے (الحکم ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء)

حضرت مسیح موعودؑ۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنیوالے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم النبیین کے بعد نبی کیسا۔

(انجام آتھم صفحہ ۲۸ حاشیہ)

بیٹا۔ آپ کو آنحضرت صلعم نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے نواس بن سمعان کی حدیث میں جو مسلم میں ہے نبی اللہ آپ کو پکارا گیا ہے اب ہم آنحضرت صلعم کی شہادت کس طرح چھوڑ دیں (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۹۰)

چوتھا سین

دعوے کے سمجھنے میں غلطی

حضرت مسیح موعودؑ۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اٹھ جاتا ہے۔ اور شک پڑ جاتا ہے۔ کہ شاید اس نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعوے میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۱۲۴)

جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمکتے ہیں۔ اور

(باقی بر صفحہ ۶)

[1] قادیانی دوست اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور معاصر الفضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال اور جناب میاں صاحب کے اقوال میں تطبیق دے کر دکھائے۔ (مدیر)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۱۷ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۵

اخبار ملاپ کی سازش

سکھوں کو مغالطہ دینے کی کوشش

ملاپ مورخہ ۱۳ جون میں ایک نوٹ "ایک مکروہ سازش" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

"۱۰ جون کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں جس "مسلم نامہ نگار" نے سکھ مسلم تعلقات پر مضمون لکھا وہ کون۔ یہ میں نہیں جانتا۔ لیکن کوئی بھی آدمی ہو جو اس مضمون کو سرسری طور پر بھی پڑھے گا۔ اسے یہ معلوم ہوئے بنا نہیں رہیگا کہ یہ مضمون ایک مکروہ اور قابل نفرت سازش کا نتیجہ ہے۔ مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ سکھ اور مسلمان ایک دوسرے سے اس قدر دُور نہیں۔ جس قدر کہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کوشش اچھی ہے۔ میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ لیکن جس نیت سے یہ کوشش کی گئی ہے وہ نفس مضمون سے ہی عیاں ہے اور وہ نیت یہ ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کو ایک دوسرے کا مخالف بنا دیا جائے۔ اس مکروہ کوشش میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے اس سرپھرے مسلم نامہ نگار نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سکھ دھرم ہندوازم کی بت پرستی، ذات پات، اور متعدد بیہودہ رسموں کے خلاف ایک بغاوت تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا۔ کہ ہندوؤں نے جن لوگوں کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے بغاوت کرکے اسلام کی طرف آنیکی کوشش کی" اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ستگورو شری نانک مہاراج نے ان بیہودہ باتوں کے خلاف جہاد کیا۔ جو اس زمانہ میں ہندوؤں کو کمزور کررہی تھیں۔ ان کا یہ جہاد ہندوؤں کی بہتری اور بھلائی کیلئے تھا لیکن یہ کہنا کہ اس پنیہ ستگورو نے اسلام کی طرف آنیکی کوشش کی نہ صرف غلط اور لغو ہے۔ بلکہ سکھ اتہاس سے لاعلمی بھی ہے۔"

بعض پولیٹیکل اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندو نہایت ہوشیاری کیساتھ سکھوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کررہے ہیں۔ لیکن ان دونوں قوموں میں اصول اور اعتقاد کے لحاظ سے بنیادی اختلاف موجود ہے۔ دُور اندیشی کی بنا پر کسی قوم کو اپنے ساتھ شامل کرنا کوئی بُری بات نہیں ہر ایک کو یہ حق پہنچتا ہے لیکن دوسری قوم کے اس حق کو تلف کرنا بُری بات ہے اگر ہندوؤں کو یہ حق پہنچتا ہے تو مسلمانوں کو یہ حق کیوں نہیں پہنچتا کہ وہ سکھوں کو اپنی طرف مائل کریں جبکہ ان دونوں قوموں میں بعض تفصیلات اور جزئیات کے علاوہ اصولی اتحاد بھی کافی حد تک موجود ہو، نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایک ایسی کوشش کو سازش جیسے نام سے پکارا جائے اگر یہ سازش ہے تو پھر ہندو پریس کی اس ذہنیت کو کیا کہا جائے جو دوسروں کو ان کے جائز حقوق سے محروم رکھنے کی سعی کرتی ہے۔ اس کا فیصلہ ہم ان لوگوں پر ہی چھوڑتے ہیں جو اس ذہنیت سے واقف ہیں ہم یہاں صرف ایک اصُولی اور تاریخی حقیقت کو ہی واشگاف کریں گے ملاپ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:۔ "لیکن یہ کہنا کہ اس پنیہ ستگورو نے اسلام کی طرف آنے کی کوشش کی نہ صرف غلط اور لغو ہے بلکہ سکھ اتہاس سے لاعلمی بھی"

لیکن اب یہ حقیقت تاریخی طور پر واضح ہوچکی ہے اور حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ اوران کے بعد ان کے بعض خدام نے اس حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ حضرت بابا گورونانک دیوجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی طرف آنیکی کوشش کی بلکہ سکھ دھرم کی مقدس کتب کے مطالعہ سے معلوم دیتا ہے کہ آپ کو اسلامی اصولوں سے محبت تھی اور ہندوؤں کے مذہبی عقائد سے بیزاری تھی چنانچہ گروصاحب فرماتے ہیں ؎

نرنکار نرنکار نرلمب ؞ آدانیل انادا سمب

یعنی وہ ذات ایک ہی بغیر سہارا کے بغیر پیدائش کے جو پہلے بھی تھی اب بھی ہے اور آیندہ بھی آئیگی اور وید اسکے بھید کو کیا جانتے۔

اس کے علاوہ فرماتے ہیں :۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس ؞ ہرنام چت نہ آوئی نہ نج گھر ہووے باس

یعنی بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے اور خدا کی خوشنودی کو حاصل نہ کرسکے۔

ویدوں کے بالمقابل قرآن مجید کے متعلق گرنتھ صاحب رام کلی محلا میں یہ لکھا ہے

کل پڑان کتیب قرآن ؞ پوتھی پنڈت رہے پران

نانک ناؤ بھیا رحمان ؞ کر کرتا تو ایکو جان

یعنی اس زمانہ میں جبکہ پاپوں اور گناہوں کی بہتات ہو صرف ایک کتاب قرآن ہی سے نجات ہوسکتی ہے کیونکہ وہ کتاب درجہ قبولیت حاصل کرچکی ہے

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے شری گورو گرنتھ رام کلی محلہ میں یہ لکھا ہے ؎

مہر وان مولا تو ایک ؞ پیر پیغمبر شیخ

دلا کا مالک کرے ہک ؞ قرآن کتیب تے پاک

یعنی خدا تو ایک ہی جسے پیر پیغمبر اور شیخ مانتے ہیں اور اس ایک کتاب کے ماننے کی تعلیم کہاں سے حاصل ہوسکتی ہے اسکی تو آسان راہ ہے یعنی یہ دلوں کا مالک یعنی خدا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس ایک خدا کو آپ قرآن میں پائیں گے جو پاک یعنی مقدس ہے۔

ان چند ایک مثالوں کے علاوہ سکھوں کی مذہبی کتب سے بیشمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت گورونانک دیوجی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسلام کی طرف آنے کی کوشش کی بلکہ انہیں اسلام اور اسلامی اصولوں سے گہری محبت اور عقیدت تھی اوران کے مندرجہ بالا اقوال اسبات کو نہایت خوبی کیساتھ واضح بھی کرتے ہیں ان اقوال کی روشنی میں نہایت وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ سول اینڈ ملٹری کا مسلم نامہ نگار درست ہے اور ملاپ کے نامہ نگار نے ایک زبردست مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور سازش کو مسلمانوں کی طرف منسوب کرکے درامل خود ایک خطرناک سازش کا مرتکب ہوا ہے۔ ہمارے سکھ دوستوں کو ان پروپیگنڈا کرنے والوں کے بھرے میں نہیں آنا چاہیئے۔ سکھ قوم کا اگر اصولی طور پر اتحاد ہوسکتا ہے تو صرف مسلمانوں سے اس کے علاوہ کسی قوم سے نہیں ہوسکتا اور ملاپ نے جو کچھ لکھا ہے "نہ صرف غلط اور لغو ہے بلکہ سکھ اتہاس سے لاعلمی بھی ہے"

شذرات

مسیح موعود نمبر کے متعلق ایک معزز قادیانی دوست کی رائے

مسیح موعود نمبر کے متعلق ایک معزز قادیانی دوست جن کا نام بعض خاص حالات کی وجہ سے ظاہر کرنا درست نہیں خاکسار مدیر پیغام صلح کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود نمبر کی اشاعت مبارک ہو۔ پوسٹ کارڈ کی محدود جگہ کا خیال کرکے مختصراً اتنا ہی کہونگا کہ پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر واقعی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی سیرت کا صحیح آئینہ تھا آپ کا مقالہ باعث صد مبارک ہے، نفسیاتی اعتبار سے جو کچھ آپ منصۂ شہود پر لائے وہ بڑا مشکل حصہ تھا مگر ماشاءاللہ خوب ہی سلاست اور خوبصورتی سے آپ نباہ گئے ہیں فن خطابت اور انشاء کا ایک عالم ہونیکے لحاظ سے کہونگا کہ اس قسم کی قدرت بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔

اللھم زد فزد۔"

اپنے تو کام کی تعریف کرتے ہیں لیکن کام وہ ہے جس کا اعتراف اغیار کریں الحمدللہ پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی کے بہت مقبول ہوا، اس میں خاکسار مدیر پیغام صلح کی کوئی خوبی نہیں یہ محض خدا تعالےٰ کا فضل ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایم-بی-ای کا خطاب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ ملک معظم کے یوم پیدائش کے سلسلہ میں خطابات کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں ہمارے محترم بزرگ خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سول گارڈ جھنگ کو ایم-بی-ای کا اعزازی خطاب دیا گیا ہے۔ ہم اس موقعہ پر محترم بزرگ جناب بہادر میاں غلام رسول صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

پیر پرستی اور اسلام

سب سے پہلے حضرت نبی کریمؐ نے ارباباً من دون اللہ کے خلاف آواز بلند کی

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۲ جون ۱۹۴۲ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب

وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ہ او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا ہ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللہ والملٰئکۃ قبیلا ہ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتٰباً نقرؤہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا ہ (بنی اسرائیل ۹۰-۹۳)

حضرت نبی کریم کے احسانات

سورۃ بنی اسرائیل کی مندرجہ بالا آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا حضرت نبی کریم صلعم کے احسانات نہ صرف مسلمانوں پر ہیں بلکہ تمام دنیا جہان کے لوگوں پر ہیں اور نہ صرف حضرت نے موٹی موٹی نیکیوں کی تلقین فرمائی اور مسلمانوں کو اعلےٰ درجہ کی قوم بنایا اور انہیں اس قابل بنایا کہ اقوام عالم کی رہنمائی کر سکیں بلکہ حضورؐ نے بڑی بڑی مشکل چیزوں کی رہنمائی فرمائی ہے اور ان میں سے ایک چیز کی اصلاح کا ذکر ان آیات میں ہے حضرت رسول کریم صلعم کی آمد سے پہلے انسانی زندگی پنڈتوں اور پروہتوں کے قبضہ میں تھی، بیٹے کی پیدائش سے لیکر انکی موت تک سب کچھ ان کے ہاتھ میں تھا بادشاہ ان کے حکم کے بغیر حکومت نہیں کر سکتے تھے اور اسی طرح یورپ میں پادریوں کی حکومت تھی اور پوپ تو خدا اور حضرت مسیح کا مقدس خلیفہ اس زمین پر سمجھا جاتا تھا اور اسی تقدس مآب کہتے تھے سارے یورپ کے بادشاہ اس کے ماتحت تھے اس سے دعائیں کرائی جاتی تھیں۔

پادری اور قومیں

غرضیکہ روئے زمین کی قومیں ان پنڈتوں اور پادریوں کو خدا سے کم نہ سمجھتی تھیں اور سب یقین کرتے تھے کہ آسمان کی برکت کے ٹھیکیدار یہی ہیں ان لوگوں نے دنیا میں بہت بڑی گمراہی پھیلا رکھی تھی لوگوں کا اتنا تعلق خدا کے ساتھ نہ تھا جتنا ان کی خوشنودی مدنظر تھی حضرت نبی کریم صلعم کے سامنے یہ مرض موجود تھا۔

صفات بشریت اور پیغمبر

جب کبھی حضرت اپنے روزمرہ ارشادات میں فرماتے کہ میں انسان ہوں تو لوگ حیران ہو جاتے وقالوا مال ہذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا۔ (الفرقان ۸) یہ کیا رسول ہے کھاتا پیتا ہے جس طرح ہمیں حاجت بازار میں لے جاتی ہے اسی طرح اسے بھی لے جاتی ہے یہ کوئی پیغمبر نہیں خدا کو چاہیئے تھا کہ ایک فرشتہ اس کے ساتھ اتارتا جو یہ منادی کرتا اور لوگوں کو ڈراتا کہ خدا کا رسول آیا ہے او یلقی الیہ کنز یا اس کے ساتھ خزانہ بھیجا جاتا نہ ان کے پاس کوئی پیسہ ہے اور نہ ان کی قوم کے پاس کوئی پیسہ ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں او تکون لہ جنۃ یاکل منہا یا ان کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس میں بیٹھ کر وہ آرام کرتے اور کھاتے پیتے وقال الظٰلمون ان تتبعون الا رجلا مسحوراً۔ اور لوگ کہتے ہیں تم صرف ایک کھاتے پیتے انسان کی پیروی کرتے ہو۔ اس قسم کی باتیں تھیں جو حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں کی جاتی تھیں، لیکن حضرت کا ارشاد تھا کہ میرے ماننے سے تم امیر نہیں ہو سکتے میں تو انسانیت پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں میں کسی کو نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مجھے علم غیب بھی نہیں اور میرا یہ بھی دعوےٰ نہیں کہ میں فرشتہ ہوں۔

مندرجہ بالا آیات کی تفسیر

ان مندرجہ بالا آیات میں بھی اسی قسم کا مطالبہ ہے وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً۔ اے صاحب ایک چشمہ بہا دیں اس لق و دق صحرا میں اگر یہ نہیں کر سکتے تو کیا فائدہ آپ کا ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا اگر یہ ملک کے فائدہ کے لئے نہیں کر سکتے تو کم ازکم اپنے لئے تو کوئی باغ لگا ہوا ہو اور اس کے اندر نہریں بہتی ہوں اور آپ کو دیکھ کر ہم یقین کریں کہ خدا کا پیارا ہے — او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللہ والملٰئکۃ قبیلا ان کے علاوہ ایک طریقہ ہے اگر یہ باتیں نہیں ہو سکتیں اور ہم آپ کو نہیں مانتے تو اس انکار کی سزا میں آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے یا ایک صف فرشتوں کی ہو اور ان کے درمیان اللہ میاں ہوں اور وہ اعلان کر دیں کہ یہ ہمارا سفیر ہے۔ او یکون لک بیت من زخرف آپ کا دعوےٰ ہے کہ میں خدا کا ایلچی ہوں تو کم ازکم ایک آپ کا مکان سونے چاندی کا ہونا چاہیئے۔ او ترقی فی السماء پھر ایک اور صورت ہم تجویز کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جائیے ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتٰباً نقرؤہ۔ اور یاد رہیں کہ آسمان پر جانے کے یہ معنی ہیں کہ واپسی پر ایک پروانہ آپ کے ہاتھ میں ہو کہ اگر اسے نہ مانوگے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔ میرا اللہ پاک ہے تمام قسم کی کمزوریوں سے وہ پاک ہے اس امر سے کہ اپنا بھیس بدل لے اور انسان کی شکل میں ہو اور یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ میں ایک بشر اور رسول ہوں ایک انسان کو رسالت ملی ہے۔

حضرت نبی کریمؐ نے سب سے پہلے پادریوں اور پنڈتوں کے خلاف آواز بلند کی۔

بشریت اور رسالت کے متعلق اور ارباباً من دون اللہ کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بہت بحث فرمائی ہے۔ اور احادیث نبوی میں بھی بڑی بحث ہے۔ حضرت سرور کائنات سب سے پہلے پیغمبر ہیں کہ جنہوں نے پیروں، پنڈتوں اور پادریوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ یہ طبقہ بڑا گمراہ کن ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اس طبقہ سے اپنی قوم کو نجات دلائی اور اس قوم کے ذریعہ سے اقوام عالم کو نجات دلائی۔ لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔

پادری۔ پنڈت اور مسلمان

عیسائیوں میں پادری ہی صرف انجیل پڑھ سکتا ہے اور ہندوؤں میں پنڈت ہی صرف وید پڑھ سکتا ہے لیکن مسلمان اگر حقیقت میں مسلمان ہو۔ تو دنیا کا رہنما ہے اور ہر ایک مسلمان قرآن پڑھ سکتا ہے۔ نماز پڑھ سکتا ہے۔ نماز پڑھا سکتا ہے۔ اسلام میں پادری اور پیر دستی کچھ نہیں۔ حضرت نبی کریم نے ارباباً من دون اللہ کی بڑی مذمت کی ہے۔

حاتم کا بیٹا حضرت نبی کریمؐ کی خدمت میں

چنانچہ ایک مرتبہ عدی بن حاتم جو عیسائی کا بیٹا اور خود بھی عیسائی تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اسے فرمایا۔ کہ تم خدا کو چھوڑ کر اپنے پادریوں کو خدا نہ بنا لو۔ اس نے کہا۔ حضور ہم ان کی عبادت نہیں کرتے یہ ہماری رہبری کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا یہ لوگ جس کو اللہ تعالےٰ نے حلال کیا۔ اسے حرام قرار نہیں دیتے اور جسے حرام قرار دیا۔ اسے حلال نہیں قرار دیتے۔ اور تم بھی اسے حلال اور حرام قرار دیتے ہو۔ اور یہ ان کی عبادت کرنا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ ایک مدت تک ہم گنہگار رہیں الیسو یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ ویحلون ما حرم اللہ فتحلونہ قال نعم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک عبادتہم

حضرت عمرؓ کو دعا کا ارشاد

دراصل اسلام انسان کو حریت عطا کرنا چاہتا ہے حضرت نبی کریم کی حدیثوں میں پیر اور مرید کا لفظ نہ پاؤ گے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سفر پر جانے لگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے اخی ہمارے لئے دعا کرنا کتنا بڑا یقین اس شخص کو ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ میری دعا کو سنتا ہے۔ اسی طرح میرے بھائی کی بھی سنتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اسی قسم کا کلام ملتا ہے۔

. . . .

واقعہ افک اور حضرت عائشہ کی بریت

واقعہ افک کتنا بڑا ہے۔ حضرت نبی کریم کی بیوی حضرت عائشہؓ کے متعلق لوگوں نے باتیں کیں۔ رسول کریم نے تحقیقات بھی کی۔ اور احتیاطاً حضور نے حضرت عائشہ کو ان کے والدین کے ہاں بھجوا دیا۔ کچھ وقت کے بعد ان کی بریت کی آیت اتری۔ آپ خود حضرت عائشہ کے پاس گئے۔ اور فرمایا اے عائشہ خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بریت کر دی۔ حضرت عائشہ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ اٹھو اور حضرت کا استقبال کرو۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ میں نہیں استقبال کرتی۔ محمدؐ کا مجھ پر کوئی احسان نہیں۔ میرے اللہ کا مجھ پر احسان ہے جس نے بریت نازل فرمائی۔ حضرت عمرؓ بھی مسائل میں آپ سے بحث کرتے تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم اس کو گستاخی نہیں سمجھتے تھے۔

حبشہ کے سیاہ لوگوں کی مدارات

حبشہ سے کچھ آدمی کالے سیاہ رنگ کے حضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ نے سنا اور اٹھے اور فرمایا۔ ہم ان کی خود خاطر تواضع کریں گے۔ صحابہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ ہم جو حاضر ہیں۔ آپ کو تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا میرے دوستوں کی انہوں نے ہجرت کے دوران میں خدمت کی تھی۔ اس لئے میں خود ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں جو لذت خود خاطر تواضع کرنے میں آتی ہے۔ وہ اس طرح نہیں آسکتی۔

فتح مکہ اور درسِ عفو و مساوات

مکہ فتح ہوتا ہے۔ اور اسامہ ایک غلام زادہ آپ کے پیچھے سوار ہے۔ کیا اس کے لئے دوسری سواری نہیں مہیا ہو سکتی تھی۔ یقیناً ہو سکتی تھی۔ لیکن نہیں مساوات کا اعلیٰ نمونہ حضور نے پیش کرنا تھا۔ ایک غلام بھی ایک پیغمبر کے ساتھ سوار ہو سکتا ہے۔ اس عظیم الشان اعلان کے علاوہ دوسری بات لوگوں کو یہ سنانا چاہتے تھے کہ فتح خدا کے فضل سے ہے اور شکریہ میں اونٹنی پر ہی سجدہ میں گر گئے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ الحمد للہ الذی نصر عبدہ وانجز وعدہ وھزم الاحزاب وحدہ اور کعبہ میں تشریف لے گئے۔ تو کعبہ کی چابیاں جس شخص کے پاس تھیں۔ وہ حسب معمول آج بھی آپ سے درشتی سے پیش آیا۔ اور چابیاں دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے زبردستی چابیاں چھین لیں۔ حضور نے وہ چابیاں لے کر پھر اس شخص کو دیدیں۔ اور فرمایا۔ یہ چابیاں ہمیشہ اس کے خاندان کے پاس رہیں گی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اتنے ظلم ڈھائے تھے اور اتنے ستم توڑے تھے انہیں نہایت فراخدلی کے ساتھ لا تثریب علیکم الیوم کہکر معاف کر دیا۔

مہاتما بدھ اور حضرت مسیح کی پرستش

مہاتما بدھ اور حضرت مسیح کی ان کی وفات کے بعد بڑی پرستش ہوئی۔ اور اتنی ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مسیح کی والدہ کی بھی جسے کلیسا کی اصطلاح میں (Madonna) کہتے ہیں بہت پرستش ہوئی۔ لیکن حضرت نبی کریم نے اس قسم کی مردہ پرستی اور آدم پرستی سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ عظیم الشان تعلیم بنی نوع انسان کو دی۔ یعنی ہر ایک مسلمان جب چاہے براہ راست اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے پیدا کرے۔ اور وہ تعلق گناہ کے چھوڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ . . . . .

صحابہ کی شانِ توحید پرستی

حضرت نبی کریم صلعم سے صحابہ کو بڑا عشق تھا۔ اور بڑی محبت تھی کہ جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ لیکن ان صحابہ میں اتنی محبت کے باوجود شرک کو پنپنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ایک درخت جس کے نیچے آنحضرت صلعم بیٹھا کرتے تھے۔ لوگ اکثر اس کی زیارت کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے یہ میلان دیکھ کر اس درخت کو کٹوا دیا۔ تاکہ وہ درخت شرک کا موجب نہ بن جائے ——

حضرت عمر کا حجر اسود سے خطاب

ایک دفعہ حضرت عمر نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تجھے اس لئے بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ حضرت نبی کریم نے تجھے بوسہ دیا ہے۔ ورنہ تم تو ایک پتھر ہو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہو اور نہ نقصان —— کتنی عظیم الشان روایتیں ہیں ہماری۔ کس قدر افسوس ہے کہ اگر مسلمان ان روایات کے ہوتے ہوئے اپنے پیروں کو کو ارباباً من دون اللہ سمجھیں۔

منٹگمری اور پنجاب کی دیگر گدیاں

منٹگمری میں ایک بھاری گدی ہے۔ وہاں ایک دروازہ ہے۔ جسے بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس دروازہ کے اندر سے گذرنا موجب نجات سمجھتے ہیں۔ بہت سے ڈپٹی اور دیگر افسران وہاں جاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کا سجادہ نشین شراب میں مخمور رہتا ہے۔ یہی حال پنجاب اور سندھ کی دوسری گدیوں کا ہے۔ اور ان گدیوں پر بیٹھنے والے لوگوں کے معبود بنے بیٹھے ہیں۔

حضرت امام وقت نے اپنی قوم کو کیسا موحد بنایا

ہمارے زمانہ میں ایک امام آیا۔ اور ہم نے اس امام کو موحد پایا۔ جس طرح حضرت نبی کریم کے زمانہ میں ہر ایک شخص کیسا موحد ہو گیا۔ اسی طرح ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بچے، جوان اور بوڑھے خدا پرست ہو گئے قرآن اور حدیث کے عاشق ہو گئے۔

حضرت صاحب کی زندگی کے دو واقعات

ابھی اگلے دن میں لائل پور گیا۔ تو شیخ صاحب فرمانے لگے۔ کہ وہ ایک دفعہ حضرت صاحب کو ملنے گئے۔ تو حضرت اپنے ہاتھ سے ایک کھٹولا شیخ صاحب کے بیٹھنے کے لئے لے آئے —— ایک دفعہ میں بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مستری فضل الدین صاحب سیالکوٹی بھی ساتھ تھے۔ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بیٹھنے کو جگہ نہیں تھی۔ حضرت صاحب نے مستری صاحب سے فرمایا۔ وہ چارپائی ہے وہاں بیٹھ جائیے۔ آپ حضور نیچے بیٹھے تھے اور مستری صاحب کو چارپائی پر بٹھایا۔ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔

آج امام کی تخت گاہ پر ایک پیر کی گدی ہے

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج اس امام کے تخت گاہ پر بھی ایک اسی قسم کی گدی ہے۔ لیکن اس گدی کی لوگوں اور حکومت کی نظر میں کوئی عزت نہیں۔ اس گدی پر بیٹھنے والا بالکل پوپ کی طرح ہے۔

پوپ کی حالت

پوپ کیا ہے۔ وہ ویٹیکان میں رہتا ہے۔ ویٹیکان پر اس کی حکومت ہے۔ لیکن باہر گرجے میں آکر عبادت نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ عام لوگوں کی نگاہ سے بچنا چاہتا ہے یہ مسیح کا خلیفہ ہے۔ جو کھرلی میں پیدا ہوا۔ اور زمین پر بیٹھتا تھا۔

قادیان کا پیر

قادیان میں بھی ایک پیر ہے، جو اپنے آپ کو مقدس کہتا ہے۔ وہ بڑی شان سے رہتا ہے۔ اللہ کے بندے اس شان سے نہیں رہتے۔ یہ خلیفہ باہر نکلتا ہے تو اس کی حفاظت کیلئے لٹھ بند اور موٹر سائیکلوں والے نکلتے ہیں۔ یاد رکھئے۔ یہ اسلامی طرز نہیں۔

خلیفہ کسے کہتے ہیں

یہ خلیفہ اسلام میں بھی تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک سائنس ہے۔ اس کو بدلا نہیں جا سکتا۔ یہ شخص خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے اسلامی اصطلاح میں تو خلیفہ اسے کہتے ہیں جس کے قبضہ میں مکہ اور مدینہ ہو اور جسے حضرت نبی کریم صلعم کی حکومت ورثہ میں ملی ہو یا خلیفہ اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے لئے مامور کرے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریمؐ کا خلیفہ بنایا لیکن یہ شخص جو اس ٹھاٹھ سے رہتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں خدا کا خلیفہ ہوں نہ اس کے پاس دنیوی خلافت ہے اور نہ روحانی خلافت ہے وہ خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے ——

حضرت امام وقت اصلاح کیلئے تشریف لائے

حضرت امام وقت تو ان باتوں کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے۔ سو ان کی قوم کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ان باتوں کی اصلاح کرے۔ اسلام کے شعار اور اوصاف سے ہمیں اپنے تئیں متصف کرنا چاہئے۔ ہم ایک امام کے ماننے والے ہیں۔ ہم میں اسلامی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہونی چاہئیں جو اخلاقی اور روحانی حالت ہماری قوم کی حضرت امام کے زمانہ میں تھی۔ وہی اب بھی ہونی چاہئے۔ ہماری علامت قرآن دانی اور نیک اعمال تھے۔ کیا ہو گیا اس قوم کو کہ ان اوصاف کی طرف توجہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلمان اور یتامےٰ

یتامے کی پرورش اور حسن تربیت کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہے۔ شاید دنیا کے کسی دوسرے مذہب نے اس پر اس قدر زور نہیں دیا۔ قرآن کریم نے نہایت کھلے کھلے الفاظ میں یتامے کی حفاظت و پرورش اور حسن تربیت کے لئے نہایت اعلےٰ سے اعلےٰ قوانین وضع کئے ہیں اور ان کی طرف سے غفلت و انحراف کو ایک گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ اور درحقیقت اگر ہم غور کریں، تو ہماری قومی زندگی اور اس کا نشو و نما بغیر اس کے ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم قوم کے بچوں کو جو آیندہ نسلوں کے باپ بننے والے ہیں اور بدقسمتی سے اس وقت سایۂ پدری سے محروم ہو کر آوارہ و سرگرداں ہیں اپنے آغوش عاطفت میں لیکر اپنے بچوں کی طرح ان کو تربیت دیں۔ ورنہ ان کی آوارگی ہماری قومی زندگی پر جیسا کچھ بُرا اثر ڈال سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن وا صد آہ مسلمانوں کی کس کس مرض پر حسرت و یاس کے آنسو بہائے جائیں۔ اور کن کن دکھوں کا علاج سوچا جائے۔ ہماری خیرات کے بیجا مصارف نے آج ہماری وہ حالت کر دی ہے۔ کہ جو بالکل ناگفتہ بہ ہے۔ یہی خیرات ہو آئے دن مسلمانوں میں بھک منگوں کی تعداد کو بڑھا کر انہیں اور بھی ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہے، اگر کسی خاص نظام کے ماتحت ایک جگہ جمع ہو کر قرآن کریم کے بتائے ہوئے صحیح مصارف پر صرف کی جائے۔ تو نہ صرف گداگری کا ہی بکلی سد باب ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان سب کے سب اس ذلت و رسوائی سے نکل کر فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہمارے تمام قومی کام جو محض کمی سرمایہ کے باعث معرض التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ یا جن کے لئے آئے دن نئے چندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام پا سکتے ہیں صدقات کے اسی بیجا مصرف کا ایک کھلا کھلا نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑا اور اشد ضروری مصرف جس کو یتامے کے نام سے قرآن کریم نے پکارا ہے دیگر تمام مصارف کی طرح معرض نسیان میں ہے۔ اور مسلمان یتیم بچے اپنی کس مپرسی کے باعث آوارہ و سرگرداں ہو کر غیر مذاہب کے ہاتھوں میں پڑ جاتے ہیں۔ عہد مبارک نبویؐ کے حالات کو ذرا جا کر پڑھو۔ اور اس جد و جہد اور عنایت و شفقت کا اندازہ لگاؤ۔ جو خود رسول کریم صلعم یتامے کے حال پر فرماتے تھے۔ وہ رحمۃ للعالمین جس کے قلب مطہر پر فاما الیتیم فلا تقھر کی آیت کریمہ نازل ہوتی ہے۔ جو لوگوں کی فطرت کو اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام سنا کر کہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعفا خافوا علیھم اپیل کرتا ہے اور ان سے اپنے بیٹوں کی طرح سلوک کرنیکی نصیحت کرتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ یتامے کے مال پر دست اندازی کرنا آگ کھانے کے برابر قرار دیتا ہے۔ اور کھلے طور پر فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ اسی محمد رسول اللہ صلعم کی جو خود بھی یتیم ہے اور اسلئے یتامیٰ کی قدر کو وہ خوب جانتا اور پہچانتا ہے امت کا آج یہ حال ہے کہ باقی دنیا کو تو ایک طرف رہنے دو سارے ہندوستان میں لاوارث یتیم بچوں کی پرورش و حسن تربیت کا کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں ہو سکا۔ کہ وہ کم از کم غیر مذاہب میں جذب ہونے سے بچ جائیں۔

پس اے امت مرحومہ کیا یہ ڈرنے کا مقام نہیں۔ کیا یہ دن ہنسی اور خوشی کے دن ہیں یا رونے اور ماتم کرنیکے۔ کیا ہماری عیدیں ہمارے لئے خوشی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ جب ہمارے بچے نان شبینہ کے محتاج اور ہماری غور و پرداخت سے محروم ہو کر بادیہ ضلالت کی طرف منہ کر رہے ہیں۔ کیا یہ غفلت لاپرواہی یہ نفرت و تحقیر اور ان فرزندان توحید کی طرف سے اس قدر انحراف انتہائی افسوسناک نہیں جس کا آخری نتیجہ قرآن کریم نے ہمیں وسیصلون سعیرا بتایا ہے۔ یہ دوزخ جس سے قرآن کریم نے ہمیں ڈرایا ہے آخرت میں تو خیر ملے گا لیکن اسی دنیا میں اگر تم غور کر کے دیکھو تو اسی دوزخ میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ اور دن بدن اسی طرف لڑھکتے چلے جا رہے ہو۔ کیا ہماری قومی ذلالت و تذلیل اور فرزندان اسلام کا کثیر تعداد میں یوں آئے دن گمراہ ہوتے چلے جانا ہماری قومی ہستی پر گویا تبر چلانا نہیں مسلمانوں کو

(بقیہ از صفحہ ۳)

اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر یقینی ہو جاتا ہے۔

(اعجاز صفحہ ۲۶)

نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے۔ اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے۔ جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ (اعجاز صفحہ ۲۶)

بیٹا۔ حضرت مسیح موعود چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ یا بعض حکم شریعت منسوخ کرے۔ یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اسلئے باوجود اس کے کہ وہ شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں۔ آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور گو اُن ساری باتوں کا دعوے کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط خیال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپکو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔

(حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

پانچواں سبق

غیر احمدی کا جنازہ

حضرت مسیح موعودؑ۔ متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ بیشک پڑھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں۔

(مجموعہ فتویٰ احمدیہ)

بیٹا اور اسکے رفقاء۔ سوال۔ کیا غیر احمدی کے متوفی والدین کے لئے نماز میں دعائے مغفرت جائز ہے؟

جواب۔ دعا تو جنازہ ہے اور جنازہ ناجائز۔ ان کو خدا کے حوالہ کرو (الفضل ۷ مارچ ۱۹۱۵ء)

حضرت مسیح موعودؑ۔ جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اُس کا جنازہ جائز ہے (خط بنام میاں غلام قادر۔ بدر ۱۲ مئی ۱۹۰۴ء)

بیٹا۔ جس طرح ایک عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا (الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۴ء)

حضرت مسیح موعودؑ۔ ہم برادران احمدی موضع بڑھیار ضلع امرتسر اپنا امام بر وقت نماز پنجگانہ جنازہ وغیرہ نہ بنائینگے ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لیں گے (جواب حضرت مرزا صاحب) السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے۔

(دستخط حضرت مرزا غلام احمد) (بدر ۱۳ مئی ۱۹۰۹ء)

بیٹا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ احمدی کی بیوی فوت ہو جائے اور اندیشہ ہے کہ غیر احمدی اس کا جنازہ نہ پڑھیں گے اگر تمام گھر کے آدمی احمدی ہوں اور بیوی مذکورہ نے بیعت نہ کی ہو تو اس کے جنازہ کا کیا حکم ہے۔

(جواب خلیفہ صاحب) جس کا ایمان کامل نہیں اُس کے جنازہ کا کیا فائدہ۔

(الفضل ۴، ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

چھٹا سبق

موعود الانبیاء

حضرت مسیح موعودؑ۔ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئیگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلعم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت صلعم عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل جانیکا بیان کیا گیا ہے (تقریر ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء)

بیٹا۔ یہی بات آج ہم بھی کہتے ہیں۔ جب ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود کہتے ہیں تو لازماً اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کو اللہ تعالےٰ کا نبی مانتے ہیں۔ کیونکہ مسیح موعود کو اگر آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں رسول پکارا گیا ہے تو حدیثوں میں کئی مرتبہ آپ کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ پھر مسیح موعود کو سابقہ انبیاء نے بھی نبی کہا پس مسیح موعود کے ساتھ نبوت لازمی ہے اور نبوت کے بغیر کوئی مدعی نبوت مسیح موعود نہیں کہلا سکتا۔

(الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۳۱ء)

(باقی دارد)

حضرت مسیح موعود اور عصرِ حاضر

تقریر جناب محبوب زبیر صاحب
جمیعہ سٹیٹ

نوٹ: یوم مسیح موعودؑ کے جلسہ جنبہ میں جو تقریریں ہوئیں ان میں سے جناب مرزا معصوم بیگ صاحب کی تقریر ہم پیغام صلح مورخہ ۳۰ جون کے شیوع میں درج کر چکے ہیں اور جناب محبوب زبیر صاحب کی تقریر درج ذیل ہے۔ (مدیر)

مسیح موعودؑ کا زمانہ لیلۃ القدر کا زمانہ ہے جب دنیا پر ظلم و عصیاں کی گھٹا ٹوپ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور زمانہ کی تاریکی کی شدت ایک نورانی چمکار کی منتظر و متقاضی تھی۔ ایسے پُرظلمت اور تاریک وقت میں خدا تعالیٰ کے نور کا ظہور مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوا۔ بقول الشاعر ؎

زمیں پر آسماں کی رحمتیں اتریں صف اندر صف
خدا کے فضل کا لشکر قطار اندر قطار آیا
پرستارانِ خاکِ کعبہ کی قسمت چمک اُٹھی
نئی تقدیر کے سانچے میں ڈھل کر روزگار آیا!

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مرسلین و مامورین کی بعثت کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:-

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما ○ یعنی زمانہ کے تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اور مامور بھیجے جاتے ہیں جو ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی خوشخبری دیتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مواعید سے ڈراتے بھی ہیں۔ اور پورے طور پر اتمام حجت کرتے ہیں تاکہ مامورین و مرسلین کی بعثت کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت یا گلہ باقی نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس امر پر غالب ہے اور وہ اس کی حکمت سے بھی آشنا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس جب چودھویں صدی میں فسق و فجور کے تیرہ و تار سمندر میں ایک طغیانی کا سا عالم تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی حیثیت میں اور آنحضرت کے رنگ میں رنگین ہو کر دنیا کیلئے مبشر اور منذر ہو کر آئے اور آپکی شان یہ ہے کہ آپنے ہر قوم اور طبقہ کے لوگوں پر۔ کیا اہل مشرق اور اہل مغرب، یہود، ہنود اور نصاریٰ سب پر کامل طور پر اتمام حجت کیا۔ حضرت صاحب نے دنیا کو خوشخبری دی کہ محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی اور قرآن کریم کی اتباع میں دنیا جہان کی نجات ہے اور یہ کہ قرآن پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون یعنی دنیا کی خلافت اللہ تعالیٰ کے صالح اور متقی بندوں کو ملا کرتی ہے۔ جو بھی قرآن کریم کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے گا انسانیت کی تکمیل کے مقصد کو پائے گا۔ حضرت صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے متبع اور نائب رسول کی حیثیت میں دنیا جہان کے لوگوں کو ان الفاظ میں یاد دلایا ”اک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر و مرغزار“

جو فرائض ایک امام الوقت پر بغرض تجدید احیائے ملت عائد ہوتے ہیں حضرت مرزا صاحب نے باحسن وجوہ انکو سرانجام دیا اور یقیناً ایسے طور پر ایشیا اور یورپ کے باشندوں پر اتمام حجت کیا کہ آج نہ ایشیا اور نہ یورپ کے لوگ یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ ان تک بشارات و مواعید ربانی نہیں پہنچے۔ اصل میں حضرت مسیح موعودؑ کے اتمام حجت کے بعد آج دنیا کے اکثر لوگوں کی حیثیت مجرموں کی سی ہے جن پر اب اللہ تعالیٰ کی گرفت آرہی ہے اور بڑی سختی کیسا تھ آ رہی ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام من حیث امام الوقت بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ اور انذار کا کام جسکا تقاضا زمانہ شدت کیسا تھ کر رہا تھا اور جسکی سرانجام دہی کے بغیر تجدید دین کا کام ہو سکتا ہی نہیں اسے حضرت صاحب نے بڑی شان کیساتھ سرانجام دیا۔ اور حضرت صاحب کی صداقت پر کیا یہ کوئی کم دلیل ہے کہ اس گرانبار فریضہ کا تمام تر بوجھ حضرت صاحب کے کندھوں نے سنبھالا اور کسی دوسرے شخص کو ہمت نہ پڑی کہ وہ اتنی بڑی ذمہ داری کو سنبھالنے لینے کو۔ سید جمال الدین افغانی۔ سر سید احمد خان۔ اور کمال اتاترک جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں بھی اس میدان (تجدید دین) میں قدم رکھ چکی ہیں ان لوگوں کی نیت نیک تھی اور اسلام کا درد ان کے قلوب میں موجزن تھا لیکن ایک دنیوی لیڈر اور ایک بانی میں مابہ الامتیاز یہ ہوتا ہے کہ آخر الذکر ملت کے مرض کی صحیح تشخیص کے بعد اسکا صحیح علاج تجویز بھی نہیں کرتا بلکہ ملت کے تن مردہ میں زندگی کی روح پھونک دیتا ہے اور یہ کام سوائے اس شخص کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا جو قوتِ قدسی کا مالک ہو اور جو امر فیر مرئی اور فوق العقل باتوں پر بذات خود ایک شاہد ناطق ہو یعنی باری تعالیٰ ملائکہ اور بہشت اور دوزخ کے وجود کو سوائے روحانی کاملین کے اور کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسکے لئے حالی تعلیم کی ضرورت ہے اور جسکو صرف ایک عارف باللہ اپنے تجربہ و اجابت دعا مقبولیت اور الہام و وحی سے سمجھا سکتا ہے۔ ملت کے جسد مردہ میں ایمان و ایقان کی روح پھونکنا

۳۲ صرف ان صادقوں کا منصب ہے جو یزکیھم ویعلمھم الکتاب کے مصداق ہوں دنیا یہ تجربہ بارہا کر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے روحانی تعلق نہ رکھنے والے اور صادقوں سے لاپروا ہونے والے اپنے

ارشاداتِ نبویؐ

قسم سے خرید و فروخت میں زیادتی ہو سکتی۔ مگر کمائی گھٹ جاتی ہے۔

خدا اس شخص پر مہربانی کرتا ہے جو خرید و فروخت اور قیمت وصول کرنے کے تقاضے میں سہولت اور نرمی اختیار کرتا ہے۔

وہ لوگ جو فنا فی المال ہیں وہ راندۂ درگاہ ایزد ہیں۔

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے جس میں کسی نقص کے ہونیکا اس کو علم ہو۔ البتہ اگر خریدار کو اس کے نقص سے مطلع کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

درختوں کے پھل مت بیچا کرو۔ جب تک کہ ان میں صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔

دو خصلتیں کسی ایماندار آدمی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بخل۔ دوسری بدخُلقی۔

اے بنی آدم! تیرا کوئی مال نہیں سوائے اس کے جو تُونے کھا کر فنا کر دیا۔ یا پہن کر گھسا دیا۔ یا کارِ خیر پر صرف کر کے اُسے جاری رکھا۔

غیر پر کوئی صدقہ نہیں جب قریبی رشتہ دار محتاج ہیں۔

کسی کے غضب پر صبر کرنے اور ایذا رسانی سے درگزر کرنے کے رویہ کو جو لوگ اختیار کریں گے۔ تو خدا انہیں محفوظ رکھے گا اور اُن کے مخالف ان سے عاجز آ جائیں گے۔

گنہگار کا دل بُرے عمل کی کثرت کی وجہ سے اسکا عادی ہو جاتا ہے اسے اسکا احساس بہت کم ہوتا ہے اسلئے بلا روک بُرے عمل کئے جاتا ہے۔

اقوالِ حضرت عمرؓ

ایمان اس کا نام ہے کہ خدائے واحد کو دل سے پہچانے اور زبان سے اس کا اقرار کرے اور حکم شرع پر عمل کرے۔

خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے۔

مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہیئے تاکہ دعویٰ کرنیوالا دیر کے سبب سے کہیں اپنے دعوے سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔

احمق کی دوستی سے احتراز لازم ہے کیونکہ اگر وہ بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے تو اس سے برائی سرزد ہو جاتی ہے۔

خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو میرے عیوب سے مجھے مطلع کرتا ہے۔

جب عالم کو لغزش ہوتی ہے تو ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے۔

ایک دن ایک شخص نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرتا ہے۔

میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا مگر اسکے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں۔

اگر میں ایسی حالت میں مر جاؤں کہ اپنی محنت و سعی سے اپنی روزی تلاش کرتا ہوں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی راہ میں غازی ہو کر مروں۔

طالب دنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار بیچنا ہے۔

کسی کے خلق پر اعتماد کرتا تاوقتیکہ غصہ کے وقت اسے دیکھ لیں۔

کسی کی دینداری پر اعتماد نہ کرنا وقتیکہ طمع کے وقت اسے نہ آزما لیو سے۔

اقوالِ حضرت علیؓ

حرص سے کچھ روزی نہیں بڑھ جاتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے۔

عورت اگرچہ شر اور خرابی ہے مگر اس سے بڑھکر خرابی یہ ہے کہ عورت کے بغیر گذارہ بھی نہیں ہو سکتا۔

انسان جو حالت اپنے لئے پسند کرے اسی حالت میں رہتا ہے۔

بُرا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھتا کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔

دنیا اگر آنے لگے تو آتی ہی رہتی ہے اور اگر پیٹھ پھیر جائے تو چلی ہی جاتی ہے۔

علم مال سے بہتر ہے کیونکہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

میزانِ اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔

آدمی اگر عاجز ہو اور نیک کام کرتا رہے تو اس سے اچھا ہے کہ قوت رکھے اور بُرے کام نہ چھوڑے۔

شرافت عقل و ادب سے ہے نہ کہ مال و نسب سے۔

حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر کی دوسری قسم ہے۔

جلد باز آدمی اکثر اپنے کئے پر نادم ہوتا ہے۔ اگر نادم نہ ہو تو سمجھو کہ اس کا جنون مستحکم ہو گیا۔

دنیا ایسی مصیبتوں اور موتوں کا مجموعہ ہے جو سخت تکلیف دہ اور غیر مختتم ہیں۔

اسلام اور سائنس

صدیوں سے اسلام کا حقیقی مذہبی عنصر خودغرض، علمبرداران مذہب کی کوتاہ نظری کی وجہ سے غیرمذہبی عنصر سے ملوث ہوتا چلا آیا ہے یہاں تک کہ زمانہ حال کے رہنمایان مذہب پر اس ناپاک عنصر کا رنگ اس قدر غالب آگیا کہ وہ علوم جدیدہ کے اکتساب کو الحاد و کفر کا پیش خیمہ سمجھنے لگے۔ اور اس تاریخی مسئلہ کو بھول گئے جو اسلام نے خود علوم سائنس کے ایسے ایسے گوہر درخشندہ پیدا کئے ہیں کہ علمی (سائنٹفک) دُنیا آج بھی ان کی درخشانی سے تابندگی حاصل کر رہی ہے۔

اس موضوع پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ہے۔ کہ کیا سائنس نے فی الواقعہ انسان کو ملحد بنا دیا ہے؟۔ اس کا جواب دینے سے پیشتر قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سائنس کا اصل مقصد کیا ہے؟ کیا سائنس یہ چاہتا ہے کہ وہ اس ابدی طاقت کی ماہیت حقیقت کو جو اپنی لامحدود اور ناقابل فہم قدرت سے ارض و سما اور کائنات عالم کو حیرت انگیز ترتیب و تناسب اور تحیر خیز و پر عظمت جلال و جبروت کے ساتھ یوں آسانی سے چلا رہی ہے مادہ کے اجزائے لاتجزی کے اندرونی پردوں میں گھس کر دریافت کرلے۔ یا اپنی بلند پروازی سے حدود آسمان کو چیر پھاڑ کر پس پردہ اسرار پر حاوی ہو جائے۔ کیا وہ علت العلل کو اپنے قبضۂ قدرت میں لانا چاہتا ہے؟ کیا وہ ناممکن کو ممکن بنانے کے درپے ہے؟ ہاں وہ برق اور حدت آفتاب کو مسخر کرکے اُسے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ لیکن کیا وہ کبھی اتنی قدرت حاصل کرسکتا ہے۔ کہ آسمان اور زمین کے درمیان کوندنے والی بجلی کو اپنے زیر فرمان کرے؟ وہ سمندر کی تہ میں غوطہ لگا کر آتش خیز پہاڑ کے رازہائے سربستہ کو طشت از بام کرسکتا ہے؟ لیکن اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئے گی، کہ وہ آتش فشاں پہاڑ کو آتش فشانی سے باز رکھ سکے۔ وہ ایکس ریز کے زور سے انسان کے گوشت پوست، ہڈیوں اور رگ و پے کی ماہیت دریافت کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے پاس وہ شعائیں کہاں سے آئیں گی جن سے وہ جسم انسان میں خدا کی دی ہوئی رُوح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ وہ درختوں اور پودوں کے طریق نشوونما۔ ان کی طبعی ساخت اُن کے اجزائے ترکیبی کو دریافت کرسکتا ہے۔ لیکن کیا روئے زمین کے تمام سائنسدان اپنی تمام دانائی۔ عقل اور تجربہ کے زور سے ایک مردہ پودے کو ازسرنو زندگی بخش سکتے ہیں یا کم از کم پھول کی مرجھائی ہوئی پنکھڑی ہی کو زندہ کرسکتے ہیں؟ جان سٹوارٹ کہتا ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان کی متفقہ کوشش بھی مادہ کو یا اس کی کسی خاص قسم کو نہیں پیدا کرسکتی۔ سائنس کے عجز کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ مادہ کو پیدا کرنا تو درکنار ایک مرجھائی ہوئی پنکھڑی کو بھی زندہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ جب اس کی بے حسی کا یہ عالم ہے۔ تو وہ خدا کی خدائی میں کیا رخنہ اندازی کرسکتا اور اُس کی بنائی ہوئی فطرت میں کیا فتور پیدا کرسکتا ہے۔ پھر آخر سائنس کا مقصد کیا ہے؟ آپ کو یہ سُن کر حیران نہ ہونا چاہیئے۔ کہ سائنس کا مقصد اولیٰ وہی ہے۔ جو مذہب کا اُصول اوّلین ہے۔

انسان سائنس کے زور سے باشندگان مریخ سے نامہ و پیام کرنے کا مدعی ہے۔ وہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بالائی طبقہ کی سیر آسانی کرتا ہے۔ وہ دار ستاروں کی ماہیت دریافت کرنے میں منہمک ہے۔ کُرۂ ارض کے رازہائے درون کو روشنی میں لا رہا ہے۔ لیکن آخر اس تمام طلب و جستجو سے اُسے کیا مقصد پیش نظر ہے۔ اور اس تمام تحقیق و تدقیق سے وہ کونسا عقدہ وا کرنا چاہتا ہے کیا وہ اس قدر عظیم الشان و حیرت انگیز تجربات و مشاہدات سے صرف اسی قدر فائدے کے حصول میں ساعی ہے۔ کہ اس کی عقل کی پیاس بجھ جائے۔ نہیں! سائنس کا مقصد صرف عقل کی پیاس بجھانا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا منشا اپنی کمزور آواز کو بالاتر ہستی کے ساتھ ملانا اور تحیر بی اور حسی بنا پر خدائے قدیر کے قدرت و کمال کو پہچاننا اور اس پر قربان ہونا ہے۔ وہ نہ صرف یہ چاہتا ہے کہ ہر بات پر یقین کرنے سے پہلے اُسے عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے بلکہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے کو خود دیدۂ فہم سے دیکھے۔ اور اس عظیم الشان کارخانۂ قدرت کے جلال و جمال، حکمت و کمال اور رموز نہانی و دقائق و حقائق کی تصویر اپنے آئینہ دل میں اتارلے۔

کتاب "مقدمہ سائنس" میں سائنس کے مقصد کی نسبت لکھا ہے "سائنس کا مقصد اصلی یہ ہے کہ عالم کی جس چیز کا ادراک عقل انسانی کے لئے ممکن ہے اس کی معقول توضیح و تشریح کرے"

اس سائنس کا پیرو تو یقیناً خدائے قدیر کی ہستی سے انکار نہیں کرسکتا؟ بلکہ وہ نسبتاً بہت زیادہ خدا کی ہستی کا قائل اور اس کی لازوال طاقتوں کا معترف ہوگا۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

تم پوچھوگے کہ مذہب کی تعلیم اس بارہ میں کیا ہے۔ کیا مذہب یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ہر بات کو اندھا دھند مان لیا کریں۔ کیا وہ اس بات کے درپے ہے کہ انسان باوجود عقل و ادراک سے بہرہ ور ہونے کے غبی اور کند فہم ہو جائے۔ اور کارخانۂ عالم میں اس کا درجہ عقل حیوانات سے کچھ زیادہ نہ ہو؟

جو چیز انسان اور دوسرے حیوانوں میں مابہ الامتیاز ہے وہ عقل و شعور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودات عالم میں صرف انسان ہی کو مذہب کا بار گراں اُٹھانے کے قابل سمجھا گیا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عقل اور مذہب لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو تمام موجودات میں سے صرف انسان ہی کو اس چشمۂ فیض سے فیضیاب کرنے کی کیا وجہ تھی؟

پس جب عقل اور مذہب کا باہمی تعلق اس قدر گہرا تو سائنس جس کا دارومدار ہی عقل پر ہے مذہب کا مخالف نہیں ہوسکتا۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ

لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حیّ عن بینۃ — جو شخص مرے وہ دلیل سے مرے اور جو زندہ رہے دلیل سے زندہ رہے۔

یعنی اگر تم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو، تو دلیل و عقل سے زندہ رہو۔ اور اگر مرتے ہو۔ تو ایسی موت مرو جو دلیل و عقل کے خلاف نہ ہو۔ یعنی غیر طبعی نہ ہو۔ یہ آیت پاک اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ کارگاہ قدرت میں غور و فکر اور عقل و ادراک سے کام لینا کفر و الحاد کا مرادف نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس کے احکام کی پابندی اسی میں مضمر ہے کہ ہم ایسا کریں

ان فی خلق السموات والارض و اختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً (آل عمران)

آسمان اور زمین کی بناوٹ، رات اور دن کے رد و بدل یا انقلاب میں عقلمندوں کے سمجھنے کیلئے نشانیاں موجود ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور زمین کی ساخت پر غور کرتے اور بے اختیار بول اُٹھتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے اس کارخانۂ عالم کو بیفائدہ نہیں بنایا۔

اس آیت پاک سے ثابت ہے کہ جو لوگ آسمان اور زمین کی ساخت اور رات اور دن کے رد و بدل میں غور سے کام لیتے ہیں انہیں خداوند کریم کی حکمت بالغہ کے قائل ہوئے بغیر چارۂ کار نہیں۔ پس ہمیں مان لینا چاہیئے کہ سائنس جس کا مقصد کارخانہ عالم میں غور و خوض کرنا ہے انسان کو خدا اور اس کی خدائی کا منکر اور ملحد نہیں بناتا۔ بلکہ وہ اس نور حق کی تلاش میں ہے۔ جو ہمیں مذہب کے فیضان و برکت سے نصیب ہوا ہے۔

اسلام نے نہ صرف عقل اور سمجھ سے کام لینے والوں کی تعریف ہی کی ہے۔ بلکہ جو لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے اور بغیر جانے کے ہر بات کے پیچھے ہو لیا کرتے ہیں۔ انہیں جابجا سرزنش بھی کی ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا — ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے کام نہیں لیتے۔

(اعراف)

درخواست دعا

عزیزم فضل الرحیم خلف الرشید مکرم خان صاحب میاں رحیم بخش صاحب جو بعارضہ میعادی بخار بیمار تھے اب اللہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے انہیں افاقہ ہے احباب سلسلہ اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں کہ اللہ تعالےٰ عزیز کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک مشہور غلط بیانی

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟

اسلام پر مشہور اعتراض یہی ہے۔ تاریخ والوں نے جب دیکھا کہ اسلام نے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا۔ دنیا کی تمام قوموں سے اسے جنگ کی ضرورت پڑی تو یہ گمان کیا کہ اسلام کی تمام ترقی کے اندر تلوار چھپی ہوئی تھی۔ آؤ! دیکھیں حقیقت کیا ہے؟

(۱) قرآن شریف کا صاف حکم ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں! کیونکہ جب ہدایت اور گمراہی ظاہر ہو گئی ہے تو پھر زبردستی کی وہاں کیا ضرورت ہے۔ زبردستی وہاں کی جاتی ہے جہاں دلیل نہیں ہوتی۔ جہاں دلیل صاف ہے وہاں دل خود بخود حق کی طرف چلا آتا ہے۔

(۲) پہلے یہ سوال ہونا چاہیئے کہ جن اسلام کے سپاہیوں نے تلوار چلائی ان کو کس نے مسلمان بنایا تھا۔

(۳) اسلام پہلے بیکسی سے شروع ہوا یا زور اور زبردستی سے تیرہ سو برس تک مکہ میں جو تکلیفیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معدودے چند ماننے والوں کو ہوئیں اسکی داستان آدم خور دنیا کی تاریخ میں بھی نہیں نکلے گی۔ آپکے مرید ایک ایک کر کے افریقہ کی طرف، مدینہ کیطرف بھاگ گئے۔ آخر کو آپ کو بھی وطن چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہاں بھی قریش کے لوگ پیچھے پڑے رہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تلوار اسلام کے ہاتھ میں تھی یا اسلام کے مخالف کے ہاتھ میں؟

(۴) چوتھی دلیل حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک ایسا وصف بتاتی ہے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ مکہ والے جو آپکی جان کے لاگو تھے جنہوں نے آپ کے مریدوں کو بیرحمی سے مارا تھا۔ جنہوں نے آپ کے مریدوں کو اونٹ کے پاؤں سے باندھ کر چیرا تھا۔ جنہوں نے ایک نیک عورت کی شرمگاہ میں بھالا مار کر مار دیا تھا۔ جن کے ظلم سے آپ اور آپکے مرید افریقہ اور مدینہ بھاگ جانے پر مجبور ہوئے تھے، جہاں اس تہذیب کے زمانہ میں بھی ریل، تار، ڈاک، پانی تک نہیں ان مکہ والوں پر خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ دیا اور وہ پاکوں کا سردار دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا تو دشمنوں میں کھلبلی پڑ گئی اور سب کو یقین تھا کہ ہم بیدریغ تلوار کے آگے دھر لئے جائیں گے۔ جب کانپتے لرزتے آپ کے سامنے آئے تو آپ نے پوچھا بتاؤ تم سے کیا کیا جائے انہوں نے کہا ہم بیرحمی سے مارے جانے کے قابل ہیں آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا لا تثریب علیکم الیوم میں نہ صرف تم کو معاف کرتا ہوں بلکہ دعا کرتا ہوں کہ خدا بھی وہ قصور معاف کر دے جو تم نے کیا ہو۔ اس واقعہ کو جس تاریخ میں چاہو دیکھ لو۔ چھوٹی بڑی دوست دشمن کی تاریخ میں اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

کیا کسی بڑے آدمی کی زندگی میں ایسا واقعہ مل سکتا ہے کہ اختیار ملنے پر خونخوار دشمن کو چھوڑ دیا جائے اس وقت تو بہت اچھا تھا کہ تلوار سے اسلام کو پھیلایا جاتا۔ کیا تاریخ پڑھنے والے گواہی نہ دینگے؟

(۵) رومن کیتھولک نے اختیار پانے پر پروٹسٹنٹ سے کیا سلوک کیا۔ شری شنکراچارج نے بدھ مذہب والوں سے کیا سلوک کیا پروٹسٹنٹ رومن کیتھولک پر کیسے حاوی ہوئے۔ یورپ میں ۱۴۸۱ء سے ۱۴۹۹ء تک ۱۰۲۲۲ اشخاص ارتداد کے جرم میں جلا دیئے گئے۔ انکویزیشن (محکمہ تادیب) کی مجلس نے ہزاروں آدمیوں پر ارتداد کا جرم لگایا۔

(۶) اسلام کی تمام جنگیں دفاعی ہیں۔ کبھی مسلمانوں نے ابتدا نہیں کی۔ قرآن کریم کہتا ہے ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن حد سے نہ بڑھو۔ خدا حد سے بڑھنے والوں کو نا پسند کرتا ہے۔

(۷) جزیہ لیکر مذہب کو نہ چھیڑنا ثبوت ہے اس بات کا کہ اسلام زبردستی نہیں پھیلا کیونکہ جب غیر مسلم قومیں مسلمانوں کی اس قدر مطیع تھیں کہ ان کو اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے ٹیکس دینا پڑتا تھا تو مسلمان انکو زبردستی سے مسلمان بنا سکتے تھے اور مسلمان بنانے میں ان کا فائدہ بھی بہت تھا۔ کیونکہ مسلمان ہو کر آدمی کو کئی کئی ٹیکس دینے پڑتے تھے پھر غیر مسلم کو مسلم بنانے میں یہ فائدہ ہوتا کہ مسلمانوں کی فوج زیادہ ہو جاتی پس مسلمان اگر زبردستی غیر قوموں کو مسلمان بناتے تو نہ صرف آنکی آمدنی بڑھ جاتی بلکہ انکی فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہو جاتا۔ برخلاف اسکے مسلمان غیر قوموں سے صرف ایک ٹیکس لیتے ہیں اور ان کو جنگی خدمات سے بری کیا جاتا ہے۔ کیا اس سے بڑھکر رعایت انسان کے خیال میں آ سکتی ہے؟

(۸) اگر زبردستی مسلمان بنائے جاتے تھے تو قدرتاً چاہیئے تھا کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی سلطنت تھی وہاں غیر قوموں کی نسبت مسلمان زیادہ رہتے۔ ہندوستان میں چھ سو برس تک مسلمانوں نے حکومت کی، کیا اس چھ سو برس میں اتنے ہندو مسلمان ہوئے جتنے انگریزوں کی ایک صدی حکومت میں عیسائی بنے۔ حالانکہ انگریز بھی زبردستی نہیں کرتے۔ طرابلس اندلس میں آج مسلمان زیادہ ہیں یا غیر قومیں۔

(۹) مسلمانوں کی سلطنت پر جب زوال آیا اور ہلاکو خان (تعجب ہے کہ بعض لوگ ہلاکو اور چنگیز کو مسلمان سمجھتے ہیں) نے بغداد کو تباہ و برباد کر دیا، آگ لگا دی، اور خاک اڑا دی تاتاریوں نے اپنا سکہ بغداد اور اس کی سلطنت پر جما لیا۔ ہلاکو خاں کا پوتا تغلق خاں مسلمان ہو گیا اور اسکے ساتھ بہت تاتاری مسلمان ہو گئے۔ ترک جو اب مسلمان ہیں اس وقت کے ہیں۔ اب بتاؤ کہ کس تلوار نے انکو مسلمان کیا تھا۔ کہ ہم کو اب کسی تاریخی حوالہ کی ضرورت نہیں

(۱۰) اب تو کوئی کسی کو تلوار سے مسلمان نہیں کرتا۔ اسلام اب کیوں یورپ امریکہ کی عیسائی قوموں میں، ہندوستان کے ہندوؤں میں، مارشیس کے بت پرستوں میں، افریقہ کے وحشیوں میں پھیل رہا ہے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعض مسلمان بادشاہوں نے اسلام کے نام پر ظلم کیا ہے۔ اسکا ذمہ دار اسلام نہیں اور پھر متعصب تاریخ نویسوں نے چھوٹی بات کو بڑا بنا کر لکھدیا ہے اسلام کے اصول اور اسکے قانون کو دیکھنا چاہیئے علاوہ اسکے ایک نقطہ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام میں جتنے بادشاہ ہوئے وہ شاید ہزاروں تک ہونگے کیونکہ جس ملک میں انکی حکومت ہی سینکڑوں برس تک رہی ان تمام بادشاہوں میں انصاف سے دیکھا جائیگا کہ پہلے رعایا پرور انصاف پسند علم دوست مہربان بادشاہوں کی تعداد زیادہ تھی یا کہ ظالم بیرحم اور ڈاکوؤں کی۔ مغلوں کی کئی سو برس کی سلطنت میں صرف اورنگ زیب کے طریق حکومت پر اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ اس بزرگ اور نیک بادشاہ کی طرف سے صفائی پیش ہو سکتی ہے۔ اسکے ساتھ اسکی انتظامی قابلیت، پرہیزگاری، علم، خدا ترسی کے سب قائل ہیں۔ پٹھانوں میں بختیار خلجی اور محمد تغلق کو برا کہتے ہیں اور پھر ساتھ ہی محمد تغلق کو بڑا عالم پرہیزگار اور بڑا پابند مذہب بھی کہتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ ظلم اور پابندی مذہب اکٹھے نہیں رہ سکتے تو کہدیتے ہیں کہ دیوانہ تھا۔ ہم کو اس سے سروکار نہیں ؎

مکتوب بیعت

بخدمت حضرت مولانا محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے کچھ عرصہ تحقیقات اور غور کرنے کے بعد یقین ہو گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ زمانہ کے مجدد اور مامور من اللہ ہیں اور اپنے دعاوی مسیحیت اور مہدویت میں سچے ہیں اس لئے میں اس سلسلہ احمدیت میں داخل ہونے کے لئے آپکے دست حق پر بیعت کرتا ہوں۔ میری بیعت قبول فرمائی جاوے۔

دستخط:- سید غلام شبیر بقلم خود

موضع عنایت شاہ۔ ڈاکخانہ گڑھ مہاراج

ضلع جھنگ

امتحان دینیات

امتحان دینیات کا نصاب قبل ازیں اخبار میں متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ نوجوانان جماعت اس طرف فوری توجہ دیں۔ سہ ماہی اول میں صرف قرآن کریم کا امتحان ہوگا جو احباب شامل ہونا چاہیں وہ اپنے نام اخیر جون ۱۹۴۲ء تک جائنٹ سکرٹری صاحب کے دفتر میں بھجوادیں۔ امتحان شروع اگست میں ہوگا مبلغین حضرات۔ سکرٹریان جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے علاقہ سے نوجوانان جماعت کو اس میں شمولیت کی ترغیب دیں۔ اور ان کے نام ماہ جون کے اخیر تک بھجوادیں

جنرل سکرٹری۔ عبداللہ ۱۱/۶/۴۲

کورس درجہ اول	کورس درجہ دوم	کورس درجہ سوم	کورس درجہ چہارم	کورس درجہ پنجم
قرآن کریم سورہ فاتحہ و بقرہ ترجمہ و تفسیر	سورہ آل عمران نساء و مائدہ ترجمہ و تفسیر	سورہ انعام تا آخر توبہ ترجمہ و تفسیر	سورہ یونس تا آخر عنکبوت ترجمہ و تفسیر	سورہ روم تا ختم قرآن ترجمہ و تفسیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ مہمان نوازی

نوٹ:۔ حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب کے اس خطبہ جمعہ کے بعد جو کہ شروع میں "پیر پرستی اور اسلام" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب دفتر پیغام صلح میں تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ آج حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے وہ واقعات بیان فرمائے ایک واقعہ میں بھی تحریر کئے دیتا ہوں اسے بھی شائع کر دیجئے سوان کا تحریر کردہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ مہمان نوازی کے عنوان سے درج ذیل ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں:۔ (مدیر)

میں ایک دفعہ قادیان میں حضرت مولانا امیر جماعت مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ گیا۔ میں اسلامیہ کالج میں پڑھا کرتا تھا اور مولانا ہمارے پروفیسر تھے۔ ریاضی پڑھایا کرتے تھے ہمارے ساتھ چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم جو چوہدری بشیر احمد صاحب کنٹرولر سپلائی کے والد تھے بھی تشریف لے گئے چوہدری صاحب بھی اس وقت طالب علمی کی حالت میں تھے اور وہ بھی حضرت مولانا کے شاگردوں میں سے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ اس وقت مکان کم تھے۔ مہمان خانہ میں بھی کوئی زیادہ وسعت نہ تھی۔ مولانا نے ہمارے لئے حضرت اقدس مسیح موعود کے مکان کے ایک کمرہ میں ٹھہرنے کا انتظام کرایا۔ مولانا تو ہماری طرف سے بےفکر ہو کر کسی اور جگہ جا ٹھہرے۔ بعد میں ایک اور صاحب تھے جو ہمارے کمرہ کے ملحقہ کمرہ میں ٹھہرے ہوتے تھے اور بعض مستورات فروکش تھے ہماری چارپائیاں وہاں سے اٹھوا دیں کیونکہ وہ پردہ کے بہت سخت پابند تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ مستورات کی آواز بھی کسی غیر محرم کے کانوں تک پہنچے۔ چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم اور میں سراسیمگی کی حالت میں تھے کہ ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ حضرت صاحب یاد فرماتے ہیں۔ ہم کو وہ شخص اس چوبارہ میں لے گیا جہاں حضرت اقدس تشریف رکھا کرتے تھے۔ ہم وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب ایک تہبند اور کرتے پہنے لکڑی کے ایک تخت پوش پر تشریف رکھتے ہیں۔ وہ تخت پوش بہت کم اونچا تھا۔ پاس ہی ایک چارپائی تھی حضرت صاحب نے ہمیں حکم دیا کہ چارپائی پر بیٹھیں ہم نے ہر چند عذر کیا کہ حضور نیچے تشریف رکھتے ہیں اور ہم اونچی جگہ کس طرح بیٹھ سکتے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میرا تو فرض ہے کہ جو شخص یہاں آئے اس کی خدمت کروں آپ اگرچہ لڑکے ہیں اور کم عمر ہیں مگر میرے مہمان محترم ہیں ہم نے پھر بھی عذر کیا۔ فرمایا اچھا الامر فوق الادب کے ماتحت ہی بیٹھ جائیں۔ ہم بیٹھ گئے۔ حضرت کے پاس ایک لوٹا اور ایک گلاس تھا۔ لوٹے میں سے دودھ گلاس میں ڈال کر ہم کو پلایا اور پھر فرمایا۔ آپ لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی اور مجھے آپ کی تکلیف کی وجہ سے صدمہ ہوا۔ یہاں جو لوگ رہتے ہیں ابھی اخلاق کے اس درجہ تک نہیں پہنچے جس درجہ تک میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس واسطے ان کے سلوک سے بعض اشخاص کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ثواب بھی حاصل ہوتا ہے خدا کے راستہ میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کے لئے ثواب ملتا ہے یہ ضروری ہے کہ ایسے مقامات پر تکلیف پہنچے۔ اس کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور صحابہ کی تکالیف کا ذکر فرماتے رہے۔ پھر ایک اور چارپائی منگوائی۔ ہمارے بسترے کرائے اور تشریف لے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہی چارپائی وہ تھی جس پر خود حضرت اقدس سونے کے لئے آئے مگر ہماری داستان سن کر وہ چارپائی ہمارے لئے خالی کر دی اور مکان کے کسی دوسرے حصہ میں اپنے لئے انتظام کیا اور ایک اور چارپائی وہاں منگوائی اور جب یہ اطمینان ہو گیا کہ ہمارا انتظام خاطر خواہ ہے اور نیز کافی عذر خواہی کے بعد جس کو ہم نے اس وقت بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک رحمت سمجھا اور اب بھی میں اس کو خدا کا فضل خیال کرتا ہوں۔ تشریف لے گئے۔ اللھم صل علی محمد وعلی خلفاء محمد۔

ضرورت ضلع شیخوپورہ اور منٹگمری میں نئے باغ لگوانے کے لئے دو مالیوں کی ضرورت ہے احمدی درخواست کنندگان کو ترجیح دی جائیگی اگر باغ کے کام کے علاوہ مسجد میں اذان بھی دے سکیں تو بہتر ہے خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کریں تنخواہ کا فیصلہ خط و کتابت کے ذریعہ ہوگا۔ پتہ:۔ چوہدری حفیظ احمد صاحب پسر محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب چک $\frac{92}{12L}$ ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع منٹگمری

روئیداد اجلاس احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس ۷؍جون بروز اتوار بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب مولانا آفتاب الدین صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب صدر ینگ مینز ایسوسی ایشن نے تقریر فرمائی۔ آپ نے آیت الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الایۃ۔ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مذہب خالق اور مخلوق کے مابین ایک ایسا واسطہ پیدا کرتا ہے جو دوسری کسی چیز سے یہ تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ مذہب کسی خاص اور چند عبادات کی تکمیل کا نام نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی تکمیل اس میں مضمر ہوتی ہے۔ اجتماعی، معاشرتی۔ تمدنی زندگی یہ تمام چیزیں صرف اسلام میں ہی موجود ہیں جو کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتیں۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس نے جو سیاسیات کا تخیل ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس کے تمام قوانین بھی ہر فرد کے لئے یکساں ہیں۔ جس چیز کا کوئی اہل سمجھا جاتا ہے وہ چیز اس کے سپرد کی جاتی ہے یہ نہیں کہ ہم بادشاہ کا بیٹا بادشاہت کو آبائی وراثت سمجھ کر خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر حکمران بن بیٹھے، بلکہ قرآن کریم نے وضاحت سے بیان کر دیا ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔

اسلام کی نشر و اشاعت . . . . کے متعلق مخالفین اسلام تو بجائے خود بعض مسلمانوں کا بھی یہ خیال تھا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ مگر موجودہ زمانہ میں صرف مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ تمام معترضین غیر مذاہب کی آنکھیں کھل گئیں کہ قرآن کریم متعدد جگہ اعلان کر چکا ہے لا اکراہ فی الدین۔ اور لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی مشیت بھی یہی ہے۔ انا ھدینہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔ وما انت علیھم بجبار۔ افانت تکرہ الناس جب یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی کہ اسلام میں اکراہ نہیں تو یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اب دعوت اسلام کا طریقہ کونسا ہونا چاہیئے۔ اس کے متعلق خود قرآن مجید نے بیان کر دیا ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الآیت ۔ اور یہ بھی کہا کہ جو لوگ خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں انکے معبودوں کو گالیاں نہ دی جائیں لا الذین یدعون من دون اللہ ۔ الایۃ۔

عموماً آجکل لوگوں میں دو قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ اسلام نے تلوار کے زور سے ترقی کی۔ اس کے متعلق پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اسلامی قوانین اور اوامر و نواہی بغیر حکومت اور سلطنت کے دنیا کے سامنے پیش نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے متعلق صرف اتنا کہنا ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کیساتھ کامل تعلق اور گہرا رشتہ نہ ہو وہاں سلطنتیں بھی کما حقہ کام نہیں دے سکتیں۔ یہ ضروری ہے کہ حکومت، مالی اور مادی طاقت پہنچا سکتی ہے اور اپنے رعب کی وجہ سے اسلام کو تقویت بھی دے سکتی ہے مگر حکومت کے زائل ہو جانے سے بدی پھر لوٹ کر آ جاتی ہے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہو جائے اور اسلام کا سکہ دل پر بیٹھ جائے تو یہ جبر دائمی اور دیرپا ہوگا جسکی وجہ سے بدی پھر لوٹ کر نہیں آ سکتی۔ یہی ایک چیز ہے جس کو مجدد وقت حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا۔ مگر کلیتہً حکومت کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا بعض وقت بدی کے روک تھام کے لئے حکومت کی ضرورت پڑتی ہے اور اسلام نے سزائیں بھی مقرر کی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اگر تم کسی کو بدی کا مرتکب ہوتا ہوا دیکھو تو اس کو ہاتھ سے منع کرو اگر ہاتھ سے روکنے کی قوت نہیں تو زبان سے منع کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو کم از کم اس کو دل میں برا سمجھو۔ الغرض حکومت اور سلطنت اسلام کا نصب العین نہیں بلکہ بدی کے انسداد کے لئے نیکی پھیلانا اسلام کا نصب العین ہے۔ اگر اسلام اور سلطنت اجتماعی صورت اختیار کر لیں تو اس کو سونے پہ سہاگہ کہنا بجا ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب کی تقریر ختم ہونے پر مولانا آفتاب الدین صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب نے مسئلہ بالا پر . . . . . مزید روشنی ڈالی

میاں احمد گل جائنٹ سکرٹری احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسپین عہدِ اسلام میں

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

شہر قرطبہ کی کیفیت

مشرق و مغرب کے عربی مصنفوں نے قرطبہ کی تعریفیں نظم و نثر میں بکثرت لکھی ہیں جن کا خلاصہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہے کہ قرطبہ اندلس کا صدر مقام ہے قدیم زمانہ میں وہ اندلس کے کافر بادشاہوں کا مقام تھا اور پھر سلاطین اسلامیہ کا جو ان کے بعد آئے ۔ یہ جگہ مدینۃ العلم اور مستقرِ سنت و جماعت ہے تابعین اور تبع تابعین یہاں آکر آباد ہوئے ۔ بلکہ بعض لوگ تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہاں تشریف لانا بیان کرتے ہیں ۔ مگر اس آخر قول میں کلام ہے ۔ اس شہر میں قدیم عمارات کثرت سے ہیں ۔ آب و ہوا یہاں کی اچھی ہے ۔ چاروں طرف میووں اور زیتون کے باغات قلعے اور قریات ہیں متعدد نہریں اور چشمے اس کے کھیتوں کو سیراب و شاداب کرتے ہیں یہ سرسبز قطعات بلحاظ وسعت عمدہ کاشت اور کثرت پیداوار کے اپنا مثل دنیا میں نہیں رکھتے ۔ اندلس کے تمام شہروں میں اس شہر کو فضیلت حاصل ہے ۔ تمام بلاد مغرب میں قرطبہ کے مشابہ کوئی شہر نہیں اور اس کے دریا پر جو پل ہے وہ صنعت اور مضبوطی میں دنیا کے عجائبات میں سے ہے ۔ یہاں کی جامع مسجد سے کوئی بڑی مسجد اندلس یا بلادِ اسلام میں نہیں، آبادی کی کثرت، عمارات کی خوبی و وسعت، بازاروں کی کشادگی و صفائی، مسجدوں کی تعداد و آبادی، حماموں اور سراؤں کی کثرت میں سب پر فائق ہے ۔ یہاں کے رہنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ بغداد کے ایک حصے کی مثل ہے ۔ اگر یہ تشبیہ بالکل درست نہ ہو تو اس کے قریب قریب ضرور ہے ۔ یہ شہر قلعہ بند ہے ۔ اس کے چاروں طرف بڑی عریض اور مستحکم فصیل پتھر کی ہے ۔ دولتِ مروانیہ کے زمانہ میں وہ مرکزِ اسلام اور دارالخلافت رہا ہے ۔ معدیہ اور یمانیہ کے بڑے بڑے آدمی یہاں آکر آباد ہو گئے ۔ شعراء یہاں آتے جاتے تھے ۔ کیونکہ فیاض لوگوں کا وہ مرکز تھا اور علماء کا معدنِ علم ۔ اہل علم و اصحاب الکتب کا مرجع تھا ۔ اس کے میدان شہسواروں سے ہمیشہ بھرے رہتے تھے، بلاد اندلس میں یہ شہر ویسا تھا ۔ جیسے انسان کے جسم میں اس کا سر ۔ اور شیر نیستان میں اس کی جرأت ۔ اندلس کے ایک عربی مورخ حجاری لکھتے ہیں کہ جزیرہ اندلس جب سے فتح ہوا ۔ قرطبہ اسی زمانہ سے ہر دل کا مقصود سلطنت کا مرکز ۔ آبادیوں کا سرتاج ۔ اہل فضل و تقویٰ کا مسکن ۔ ارباب دانش و بینش کا وطن ۔ اقالیم عالم کا قلب علوم کا سرچشمہ جس سے ہر طرف سوتیں پھوٹ نکلیں اسلام کا گھر اور امام کی بارگاہ رہا ہے ۔ دنیا بھر کی عقلیں سمٹ کر یہاں جمع ہو گئیں ۔ یہ شہر ثمراتِ خیال کا باغ اور گوہرِ طبیعت کا دریا بن گیا ۔ اسی کے افق سے دنیا کے تارے نکلے مشاہیر روزگار پیدا ہوئے ۔ شہسواران نظم و نثر یکتا نہ ہوئے عمدہ کتابیں یہیں تالیف ہوئیں ، اعلیٰ درجہ کی تصنیفات یہیں تصنیف ہوئیں ۔ ایک مصنف نے قرطبہ کو دلہن سے تشبیہ دی ہے ۔ دلہن جب پورا سنگھار کر چکی ہو تو اس کے واسطے ایک مسند کی ضرورت ہوتی ہے ۔ قرطبہ اگر دلہن ہے تو اس کی مسند خود اس کا محل ہے جو اسی سے مخصوص ہے دلہن کا ایک تاج ہوتا ہے ۔ قرطبہ کا تاج اس کا شاہی اقتدار انتظام ہے ۔ دلہن کے گلے میں ہار ہوتا ہے ۔ یہ ہار اس کے سخن طراز تھے جو نظم و نثر دونوں کے موتی پرو گئے ۔ دلہن کا ایک حلہ (لباس) ہوتا ہے، یہ حلہ قرطبہ کے وہ مشاہیر و علماء و مصنفین تھے جن کی نظم و نثر گو اب موجود نہ ہو ۔ مگر ان کے سوانح حیات کسی طرح فروگذاشت نہیں ہو سکتے ۔ دلہن کا آنچل ہوتا ہے یہ آنچل قرطبہ کے وہ لوگ تھے جو خوش طبعی کے فنون میں اور ان فنون کے ساتھ جو چیزیں مخصوص تھیں ان میں کامل تھے ۔

اہل قرطبہ کے اخلاق اور ذوقِ علم

بیان ہوا ہے کہ اہل قرطبہ بڑے خلیق و شائستہ ہوتے تھے، ان کی خوبیوں میں جو باتیں شمار ہوتی تھیں، وہ ان کے لباس کی عمدگی خوشنمائی و حسن ۔ تراش و خراش ۔ دینداری کا اظہار ۔ نماز کی پابندی ۔ جامع مسجد کی تعظیم تھی ۔ یہاں کے رہنے والے جہاں کہیں شراب کے برتن دیکھتے تھے، تو ان کو توڑ ڈالتے تھے ۔ منکرات اگر کرتے تھے تو چھپا کر کرتے تھے ۔ سپاہیانہ فنون اور علوم میں ان کو فخر حاصل تھا ۔ تمام بلادِ اندلس میں قرطبہ کے شہر میں سب سے زیادہ کتابیں جمع تھیں ۔ کتبخانے رکھنے کو یہاں کے لوگ شانِ ریاست سمجھتے تھے، بہت سے رئیس ایسے تھے جو دولت علم سے محروم تھے لیکن اس پر فخر کرتے تھے کہ ان کے گھر میں کتب خانہ ہے ۔ رئیسوں کا ذکر اس طرح کیا جاتا تھا کہ فلاں صاحب کے ہاں ایسا کتب خانہ ہے، اور فلاں صاحب کے کتب خانہ میں ایسی ایسی کتاب ہے، اور فلاں رئیس کے فلاں خوشنویس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ایسی گراں قیمت پر خریدی ہے ۔ خلیفہ الحکم مستنصر باللہ (۳۵۰ھ/۹۶۱ء سے ۳۶۶ھ/۹۷۶ء) کا کتبخانہ عجائباتِ روزگار سے تھا ۔ اس کتبخانہ کا قصر قرطبہ میں ہونا بیان ہوا ہے جس سے مراد غالباً مدینۃ الزہرا کے قصرِ شاہی سے ہے، جس کو خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے بنوایا تھا ۔ اور جس میں ان کے فرزند الحکم نے بھی سکونت رکھی تھی ۔ اسپین میں کوئی بادشاہ الحکم کی مثل ماہر علوم نہیں گذرا ۔ خصوصاً فنِ رجال اخبار و انساب میں وہ لاثانی مانے جاتے تھے ۔ ان سے پہلے بادشاہ بھی لائق اور علم دوست گذرے تھے جن کو نادر کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا ۔ لیکن جو ذوق و شغف الحکم کو اس بارے میں تھا اس کو کوئی نہیں پہنچا ۔ قاہرہ بغداد، دمشق، اسکندریہ کے شہروں میں اس وقت علوم فنون کا معدن تھے اس کے ملازمین اور گماشتے بڑی بڑی رقمیں ساتھ لئے اس غرض سے موجود رہتے کہ نادر قلمی کتابیں خواہ قدیم ہوں یا جدید اگر مل سکیں تو خرید کر ورنہ نقل کرا کے خلیفہ کی خدمت میں قرطبہ روانہ کریں ۔ کتابیں جو اس کتبخانہ میں تھیں ان کی فہرست میں صرف کتابوں کے نام درج تھے، ۴۴ جلدوں میں تھیں اور ہر جلد میں بیس اور بعض مورخوں کے قول کے مطابق ۵۰ اوراق تھے ۔ کل کتابوں کی تعداد ۴ لاکھ بتائی گئی ہے اور بیان ہوا ہے کہ ان میں کوئی کتاب کسی فن کی ایسی نہ تھی جس کو الحکم نے خود مطالعہ نہ کیا ہو ۔ جس کتاب کو پڑھتے تھے اکثر اس کے شروع یا آخر میں مؤلف کتاب کا نام و پیشہ، تاریخ ولادت و وفات اور مختصر سے حالات اس کی زندگی کے اپنے قلم سے لکھ دیا کرتے تھے ۔ یہ حواشی نہایت قابل قدر تھے ۔ چونکہ تاریخ ادبیات عرب پر خلیفہ کی مثل کسی کو عبور نہ تھا، اسلئے ان کے لکھے ہوئے حواشی کو علمائے اندلس ہمیشہ مستند سمجھتے تھے ۔ کتابیں جو ہزاروں میل کے فاصلہ پر ایران و شام میں تالیف ہوتی تھیں، پیشتر اس سے کہ اہل مشرق کی نظر سے گذریں خلیفہ الحکم کو پتہ چل جاتا تھا ۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ معلوم کر کے کہ عراق میں علامہ ابوالفرج الاصفہانی عرب کے شاعروں اور مغنیوں کے حالات میں ایک کتاب (کتاب الاغانی) لکھ رہے ہیں، فوراً ایک ہزار دینار ان کے پاس اس فرمائش سے بھیجے کہ تالیف ختم ہوتے ہی اس کی ایک نقل اندلس روانہ کی جائے ۔ اصفہانی اس عطیہ سے بہت خوش ہوئے، اور بہت جلد ایک نہایت صحیح نقل اسی تالیف کی مع ایک قصیدے کے مستنصر کی خدمت میں قرطبہ روانہ کی ۔ خلیفہ نے علامہ اصفہانی کو دوبارہ انعام بھیجا ۔ علماء کے ساتھ خواہ وہ اندلس کے ہوں یا باہر کے اس بادشاہ کی فیاضیوں کی انتہا نہ رہی تھی یہی وجہ تھی کہ دربارِ خلافت میں علماء بکثرت جمع ہو گئے بادشاہ ہمیشہ ان کی قدر افزائی فرماتا تھا اور سب کو یہاں تک کہ فلسفہ کے عالموں کو بھی اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دیتا تھا ۔ تاکہ وہ بلا خوفِ جان اپنے مشاغل علمی میں مصروف رہیں ۔ مدینۃ الزہرا کے محل سرائے شاہی میں خلیفہ ہشام ثانی کے زمانہ تک یعنی ۳۹۹ھ/۱۰۰۹ء تک یہ کتبخانہ اپنی اصلی حالت میں رہا ۔ لیکن ہشام کے بعد جب محمد المہدی خلیفہ ہوئے (۳۹۹ھ/۱۰۰۹ء سے ۴۰۰ھ/۱۰۱۰ء) اور واضح العامری ان کے وزیر ہوئے تو اس وزیر کے حکم سے بہت سی کتابیں فروخت کر دی گئیں ۔ مگر جب اسی زمانہ میں بربر نے قرطبہ میں ہنگامہ برپا کیا اور مدینۃ الزہراء لوٹ لیا تو یہ شاہی کتبخانہ بھی برباد ہو گیا ؎

(ماخوذ)

ضرورتِ رشتہ

میرے ایک نوجوان دوست ایم ۔ اے سعید بیگ کے لئے جو اس وقت، گورنمنٹ ملازمت میں مبلغ ۶۵/۰/۰ روپے مشاہرہ لے رہے ہیں جن کا مستقبل بہت شاندار ہے رشتہ مطلوب ہے ۔ لڑکی خوبصورت باسلیقہ کم از کم میٹرک تک تعلیم یافتہ ہو ۔ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جاوے جو راز میں رکھی جائے گی ۔

پتہ :- احمد یار ۔ ایم ۔ اے ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

لنڈن - ۹ رجون - ۳ ستمبر ۱۹۴۰ء سے ستمبر ۱۹۴۱ء تک برطانوی سلطنت کے ۴۳۶۷۵ اشخاص ہلاک ہوئے اور ۵۰۳۴۴۰/۰ اشخاص مجروح ہوئے اور ہسپتالوں میں داخل ہیں یہ اعداد برطانیہ کے نائب وزیر اعظم میجر اٹیلے نے ہاؤس آف کامنز میں بتلائے۔

ان اعداد میں وہ ہلاک شدگان یا مجروحین شامل نہیں جو تجارتی جہازوں میں سمندر میں ہوئے۔

محوری ممالک نے ابھی تک اپنے ہلاک شدگان اور مجروحین کی تعداد شائع نہیں کی۔

پشاور - ۹ رجون - ڈاکٹر خانصاحب سابق وزیر اعظم صوبہ سرحد و ممبر کانگرس ورکنگ کمیٹی کانگرس سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ آپ نے اپنا استعفیٰ خان علی گل خاں صدر فرانٹیر پراونشل کانگرس کمیٹی کو بھیجدیا ہے۔ چند ہفتے ہوئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی لڑکی کی شادی کے معاملہ کی وجہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ پبلک زندگی سے ریٹائر ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر خانصاحب نے استعفےٰ میں لکھا ہے کہ میں نے پہلے جو بیان جاری کیا تھا۔ اس کے مدنظر پبلک کام نہیں کر سکتا مہربانی کر کے میرا استعفےٰ صوبہ کانگرس کی میٹنگ میں پیش کر کے منظور کیا جاوے۔

نئی دہلی - ۱۱ رجون - سرکاری اعلان مظہر ہے کہ لفٹنٹ جنرل ہز رائل ہائی نس گلوسٹر ہندوستان پہنچ گئے ہیں سندھ کے گورنر - وائسرائے کی طرف سے ان کے فوجی سکرٹری - جنرل ویول کی طرف سے جنرل سرایلن ہارٹلے - فضائی فوجوں کے کمانڈر سر رچرڈ پرسی - امریکی فوجوں کے کمانڈر انچیف جنرل نیڈن نے کراچی کے ہوائی اڈہ پر خیر مقدم کیا - ڈیوک اپنے بڑے بھائی (ملک معظم) کی درخواست پر ہندوستان آئے ہیں - آپ نے ابھی مشرق وسطیٰ کا دورہ ختم کیا ہے۔ اگران کی آمد فوجی نوعیت کی ہے لیکن ڈیوک کو سول ڈیفنس میں خاص دلچسپی ہے۔ وہ ہندوستان کی جنگی سرگرمیوں میں (مثلاً ہوائی حملہ سے بچاؤ کے انتظامات اور سوک گارڈ) اور بچاؤ کے زیادہ سے زیادہ انتظامات دیکھنے کی کوشش کریں گے۔

لنڈن - ۱۱ رجون - رائٹر کے فوجی نامہ نگار کو معلوم ہوا ہے کہ جرمنوں نے دعوےٰ کیا ہے کہ بیر الحکیم پر ان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اس کے متعلق لنڈن کے فوجی حلقوں میں کہا جاتا ہے۔ غالباً یہ درست ہے۔ اگرچہ اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔

وشی - ۱۱ رجون - وشی نیوز ایجنسی کو انقرہ سے اطلاع ملی ہے کہ جرمن فوجیں آبنائے کرچ کے مشرق کی طرف سے تمان کے جزیرہ نما میں اُتر پڑی ہیں - بیان کیا جاتا ہے کہ محوری فوجوں نے اناپا پر قبضہ کر لیا ہے۔ تمان کا جزیرہ نما کریمیا کے بالمقابل کی سرزمین پر واقع ہے، اور کاکیشیا کا ایک حصہ ہے۔

لنڈن - ۱۳ رجون - لنڈن کے سرکاری حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ جنرل رومیل نے ۲۷ رمئی کو حملہ شروع کرتے وقت جو سکیم تیار کی تھی اب اس پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جنگ کے پہلے دن دشمن کی مسلح فوجوں نے الادم کی طرف بڑھنے اور وہاں سے شمال میں ضرب لگانے کی کوشش کی تھی اور اب پھر یہی کوشش کر رہا ہے۔ دشمن کا مقصد طبروق پہنچنے کا معلوم ہوتا ہے نائیٹس برج اور غزالہ پر ابھی ہمارا ہی قبضہ ہے۔

واردھا - ۱۳ رجون - آج صبح سیواگرام میں مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد میں پھر بات چیت شروع ہوئی - معلوم ہوا ہے کہ ابھی تینوں وہنما کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے اور مزید بات چیت کرنے کے لئے آج رات پھر ملیں گے۔

سٹاک ہالم - ۱۳ رجون - برلن سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ خارکوف کے شمال اور مشرق میں ٹینکوں کی نئی جنگ زیادہ شدت اختیار کر رہی ہے۔ سیباسٹول کے گرد بھی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے۔

لنڈن - ۱۴ رجون سباسٹول کے بحری اڈہ پر جرمنوں کا حملہ جاری ہے اور ابھی اسبات کی کوئی علامت نہیں کہ دشمن نے کوئی خاص ترقی حاصل کی ہے جرمنوں کے اس دعوے کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی کہ وہ خارکوف کے رقبہ میں ڈونٹس پار کر گئے ہیں۔

قاہرہ - ۱۶ رجون - رائٹر کا خاص نامہ نگار رقمطراز ہے کہ لیبیا میں جنگ نہایت خطرناک ہے مشینی فوجوں کی لڑائیاں انتہائی شدت کو پہنچ گئی ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ فریقین کو بھاری نقصان ہوا ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا جنرل رومیل کو مغرب سے کافی کمک ملی ہے یا نہیں۔

معلومات

سیواسٹپول جزیرہ نما کریمیا کا یہ آخری قلعہ ہے جس پر روسی فوجیں ابھی تک قابض ہیں۔ سرخ فوجوں کو کرچ سے نکال دینے کے بعد جرمن اب انہیں اس قلعہ سے بھی نکال دینا چاہتے ہیں۔ جرمنوں نے پچھلے بارہ مہینوں سے اس قلعہ کو گھیر رکھا ہے۔ یہ کریمیا کا سب سے بڑا بحری اڈہ ہے یہاں ایک زبردست ریڈیو اسٹیشن بھی ہے۔ اناج کی منڈی اور بجلی کے کارخانوں کی وجہ سے اسے خاص شہرت حاصل ہے۔ اس کی آبادی پچھتر ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ دہلی کی طرح یہ شہر بھی کئی بار اُجڑا اور آباد ہوا ہے۔ موجودہ شہر ۱۸۵۵ء کے اُجڑے شہر کے کھنڈروں پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں برطانوی اور فرانسیسی فوجوں نے اس شہر پر گولہ باری کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ گیارہ ماہ تک جاری رہا۔ فرانسیسی فوجوں نے اس لڑائی میں زہریلی گیس بھی استعمال کی۔

۱۸۵۶ء جب پیرس میں انگلستان، ترکی، فرانس اور روس میں صلح ہوئی تو فرانسیسی اور برطانوی فوجوں نے اس شہر کو خالی کر دیا۔ اس صلحنامہ کی رو سے روسیوں نے اسے محض ایک معمولی بندرگاہ اور ایک چھوٹا ریڈیو سٹیشن بنا دیا۔ اور اس شہر کا نام سیواسٹپول کی بجائے "اخیار" رکھ دیا۔

نائیٹس برج لیبیا میں جرمن اور برطانوی فوجوں میں جس مورچہ پر لڑائی ہوئی اس کا نام نائیٹس برج ہے۔ انگریزی میں "برج" لفظ کے معنی "پل" ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہاں کسی ندی کے آر پار لڑائی ہو رہی ہے۔ لیکن نائیٹس برج کسی پل کا نام نہیں یہ ایک چوراہا ہے۔ بیرالگوبی سے الادم اور طبروق سے بیرالحکیم جانیوالی سڑکیں یہاں ملتی ہیں۔ برطانوی سپاہیوں نے ازراہ مذاق اس کا نام نائیٹس برج رکھدیا ہے۔ یہ طبروق سے صرف ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ طبروق کی حفاظتی قلعہ بندیاں نائیٹس برج سے صرف چودہ میل دور ہیں۔

جرمنی کے نئے جاسوس جاسوسوں کے بغیر کبھی زمانہ میں کوئی جنگ لڑی نہیں جا سکی لیکن جرمنی نے جس قسم کے لوگوں سے اس جنگ میں کام لیا ہے اس قسم کے لوگوں سے شاید آج تک یہ کام نہیں لیا گیا تھا۔ گذشتہ سردیوں میں مشرقی محاذ پر روسی فوجوں نے جوابی حملہ کیا۔ کئی علاقوں سے جرمن فوجوں کو پیچھے دھکیل کر وہاں قبضہ کر لیا۔ ان ہی میں سے ایک علاقہ میں روس کے ایک سپاہی کو ایک سات آٹھ سالہ بچہ ملا۔ بچے سے دریافت کیا گیا تو پتہ لگا کہ اس کے ماں باپ سرخ فوج کی پسپائی کے وقت اس علاقہ سے چلے گئے تھے۔ بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نہ جا سکا۔ اس لئے بازاروں میں بھیک مانگ کر گذارا کرتا رہا۔ روسی سپاہی کو اس بچے پر ترس آیا۔ اس نے بہت کوشش کی۔ اس علاقہ میں اس کا کوئی رشتہ دار مل جائے لیکن نہیں ملا۔ تب اسے ایک آدمی کی حفاظت میں دیکر روسی سپاہی اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ کئی دنوں کے بعد جب یہ سپاہی چھٹی پر واپس آیا اور اسی گاؤں سے گذرا تو دیکھا کہ وہ بچہ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسکے مبینہ ماں باپ ابھی تک واپس نہ آئے تھے۔ اور نہ ہی بچے کو یہ معلوم تھا کہ اس گاؤں میں اسکا پورانا مکان کونسا ہے۔ ان باتوں سے روسی سپاہی کو کچھ شک ہوا وہ اس بچے کو لیکر علاقہ کے فوجی کمانڈر کے پاس گیا۔ بچے نے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کی لیکن اس کی باتوں سے، سپاہیوں کو شک زیادہ ہو گیا۔ انہوں نے بچے کی ٹوپی اتار کر دیکھا کہ وہ گنجا ہے۔ تب اسکا ڈاکٹری معائنہ کرایا گیا تو پتہ لگا کہ اس کی عمر سات یا آٹھ سال نہیں بلکہ ۲۸ یا ۲۹ سال ہے اسبات کا پتہ ملتے ہی اسے روسی خفیہ پولیس کے حوالے کر دیا گیا اور دوسرے ہی دن اس نے تسلیم کیا کہ وہ نہ تو بچہ ہے نہ روسی، بلکہ ایک پست قامت جرمن ہے۔ اس نے بتایا کہ اس کی طرح اور بھی کئی پست قامت بچے بنا کر روس میں بھیجے گئے ہیں تا کہ روسی فوجوں کے متعلق ضروری خبریں دے سکیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس قسم کے جاسوسوں میں زیادہ تعداد پست قامت عورتوں کی ہے جو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کی طرح یا تو بازاروں میں کھیلتی رہتی ہیں یا بھیک مانگتی رہتی ہیں اور وقت آنے پر اپنا کام کرتی ہیں ان تمام بچوں کو پہلے جرمنی میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ پھر روسی زبان سکھائی جاتی ہے۔ اور تب فوجی امور کے متعلق جاسوسی کرنا۔ اس راز کا پتہ لگتے ہی روسی فوج اور خفیہ پولیس نے ان بچوں کی تلاش شروع کی۔ اب تک ایسے سینکڑوں بچے گرفتار ہو چکے ہیں۔

قُل یَا اَھلَ الکِتٰبِ تَعَالَوا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنامِ ما باشد

والصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام دست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۶

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

دائمی دورہ کرنیوالے کی نماز

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ جو شخص بسبب ملازمت کے ہمیشہ دورہ میں رہتا ہو۔ اس کو نمازوں میں قصر کرنی جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جو شخص رات دن دورہ پر رہتا ہے۔ اور اسی بات کا ملازم ہے۔ وہ حالت دورہ میں مسافر نہیں کہلا سکتا۔ اسکو پوری نماز پڑھنی چاہئے۔

(الحکم ۲۴ ر اپریل ۱۹۰۳ء)

رفع یدین

فرمایا۔ کہ اس میں چنداں حرج نہیں معلوم ہوتا۔ خواہ کوئی کرے یا نہ کرے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت رفع یدین کیا۔ بعد ازاں ترک کر دیا۔ (بدر ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

سوال:- ایک شخص کا سوال پیش ہوا۔ کہ کیا رفع یدین ضروری ہے۔

جواب:- فرمایا۔ کہ ضروری نہیں۔ اور جو کرے تو جائز ہے۔ (ایضاً)

سفری تاجر کی نماز

ایک شخص کا سوال پیش ہوا۔ کہ میں اور میرے بھائی ہمیشہ تجارت عطریات وغیرہ میں سفر کرتے ہیں۔ نماز ہم دوگانہ پڑھیں یا پوری حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ سفر تو وہ ہے۔ جو ضرورتاً گاہے گاہے ایک شخص کو پیش آوے نہ یہ کہ اس کا پیشہ ہی یہ ہو۔ آج یہاں کل وہاں اپنی تجارت کرتا پھرے۔ یہ تقوےٰ کے خلاف ہے۔ کہ ایسا آدمی اپنے آپ کو مسافروں میں شامل کر کے ساری عمر نماز قصر کرنے میں ہی گذار دے (بدر ۲۸ ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— شیخ یوسف احمد صاحب خلف الرشید ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم نے امسال ایف ایس۔سی کا امتحان اسلامیہ کالج لاہور سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے ۴۷۵ نمبر حاصل کئے ہیں اپنے کالج کے تمام طلبا میں اوّل رہے ہیں اور سرکاری وظیفہ کی قوی امید ہے۔ ...... دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کی اس کامیابی کو آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے آمین

— میاں محمد حنیف صاحب کارکن دفتر پیغام صلح کے گھر میں اللہ تعالےٰ نے بیٹا عطا کیا ہے اس خوشی میں میاں محمد حنیف نے مبلغ دو روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دیئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

— جمعدار عبدالجلیل صاحب بریلی سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے برادر خوردا ور پھوپھی زاد بھائی ایک قتل کے مقدمہ میں زیر حراست ہیں فیصلہ اُن کے خلاف ہو چکا ہے۔ اپیل اور رحم کی درخواست دونوں نامنظور ہوئے ہیں اب وہ پریوی کونسل میں اپیل کرنا چاہتے ہیں جمعدار صاحب مذکور تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ان کے بھائیوں کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انکی اعانت فرمائے اور انہیں اس مصیبت سے نجات دے

— حضرت دارو غہ نبی بخش صاحب ابھی بدستور علیل ہیں ان کی صحت کیلئے احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں

مقررہ شرح اور عین وقت پر چندہ ماہوار ادا کرنا ہر احمدی دوست کا فرض ہے

آہ۔ "اسلام مورتی"

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کی وفات ایک قومی ماتم ہے وہ غیرت وحمیت اسلامی کا ایک مجسمہ تھے۔ مجھے وہ زمانہ خوب یاد ہے جب ایک ہندو صاحب پنجاب میں تشریف لائے۔ اصلی نام تو خدا جانے کیا تھا۔ مگر تماشائی نام انہوں نے "رام مورتی" رکھا ہوا تھا۔ آجکل کے سائنس کے نئے ورزشی طریقوں کو کام میں لا کر وہ نئے نئے تماشے دکھایا کرتے تھے۔ کمر میں رسے باندھ کر موٹر کار میں باندھکر اسے چلایا تو موٹر کار انہیں ہلا نہ سکی۔ سینہ پر کئی من کا پتھر رکھکر ہتوڑے سے اُسے تڑوایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہندو قوم بھی عجیب قوم ہے انہوں نے جو اپنے ایک ہندو بھائی کو یہ کارنامے کرتے دیکھا تو غل مچا دیا کہ "جے جے مہاراج یہ تو ارجن دیو کا روپ ہیں۔ اور یہ ساری کرامات برہمچریہ آشرم کی ہے۔ اور ہندو دھرم کی صداقت اس سے صاف عیاں ہے!" حالانکہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ورزشی شعبدے جو انسانی جسم اور قوتی کی عجیب وغریب طاقتوں کے نئے نئے انکشافات پر مشتمل ہیں محض سائنس کی تحقیقات پر مبنی ہیں نہ کہ کسی مذہبی عقائد اور ایمانیات پر۔ ہندو بھی کرسکتا ہے اور مسلمان بھی۔ عیسائی بھی اور ایک دہریہ بھی۔ جسے خدا نے جسم اور قوتیں عطا فرمائے ہیں وہ ریاضت سے یہ کرتب دکھا سکتا ہے۔ اکثر سرکسوں میں دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی اُلٹا لٹک کر ایک بڑا وزنی پتھر رسی میں باندھ کر دانتوں سے اُٹھا لیتا ہے۔ بہت عرصہ ہوا ایک دفعہ ایک یوروپین سرکس ہندوستان میں آیا۔ ان میں ایک شخص تھا جو اُلٹا لٹک کر ہاتھی کے گرد رسہ لپیٹ کر اس رسہ کو دانتوں سے پکڑ کر ہاتھی کو اُٹھا لیتا تھا۔ اب اس وقت کیا کرتے؟ کیا غل مچا دیتے کہ "جے جے عیسائی دھرم کی جے"۔ یا "دہریت کی جے"۔ یہ مادی طاقتوں کے مظاہرے کسی روحانیت کا نشان نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ لیکن اسے کیا کہا جائے جب ایک قوم کے پاس اپنے مذہب کی صداقت پر کوئی مضبوط روحانی یا عقلی دلیل نہ ہو تو وہ ان مادی وسیلوں پہ اُتر آتی ہے جو پائے چوبیں کی طرح سخت بے تمکین ہوتی ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ رام مورتی جی کو ہندو جاتی نے جے جے کے نعرے لگاتے ہوئے سر پہ اٹھا لیا اور مسلمانوں کو منہ چڑھا چڑھا کر کہنے لگے "کہ کدھر گئے یہ ماس کھانے والے اور شادیاں کرنے والے۔ آویں اور دال کی کرامات دیکھیں اور برہمچریہ کے کمالات ملاحظہ فرمائیں"۔

ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم نے ہندوؤں کا یہ غوغا سنا تو انہیں بڑی غیرت آئی۔ جس طرح حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک سکھ کے مقابلہ میں تیرنے کے لئے کھڑے ہوگئے تھے۔ جب کسی سخت خطرناک پانی میں تیرنے کو اس سکھ نے دعوے کرکے اپنے مذہب کی صداقت کی اسے دلیل ٹھہرایا۔ تو انہوں نے اسے فلسفیانہ دلائل سے سمجھانے کی کوشش نہ کی کہ بھلا تیرنا کسی مذہب کی صداقت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ بلکہ ایمانی غیرت کے تقاضا سے مجبور ہوکر وہ اس کے بالمقابل تیرنے کے لئے تیار ہوگئے مگر وہ سکھ مقابلے سے بھاگ گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم غیرت ایمانی سے مجبور ہوکر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے ملے۔ اور ان سے ذکر کیا کہ جو کچھ رام مورتی دکھاتا ہے یہ سائنس کے جدید انکشافات پر مبنی ریاضتوں کا نتیجہ ہے۔ یہ سب کرشمے میں بھی دکھا سکتا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا پھر سوچتے کیا ہو اعلان کر دو"۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے رام مورتی کے مقابلہ میں "اسلام مورتی" نام رکھ کر ایک اشتہار دے دیا کہ میں رام مورتی کے مقابلہ میں اس سے بڑھکر یہ تمام کرتب دکھاؤں گا۔ میں مسلمان ہوں۔ گوشت کھاتا ہوں۔ برہمچاری نہیں ہوں۔ پبلک آئے اور دیکھے"۔ رام مورتی تو سامنے نہ آیا مگر دنگل رگا۔ پبلک آئی اور اسلام مورتی نے رام مورتی سے بڑھ کر وہی تمام کرشمے دکھائیے۔ اور اب مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے نتیجہ یہ کہ رام مورتی تو پنجاب سے رفوچکر ہوگئے۔ اور اسلام مورتی میدان میں اپنے زوردار چیلنج کے ساتھ قائم رہے۔ ہندو جاتی ادھر ادھر چہ میگوئیاں کرکے خاموش ہوگئی۔ میں اسلام مورتی کی اس غیرت اور حمیت ایمانی سے بہت متاثر ہوا۔ اور میں کیا ان کی عزت ومحبت سب مسلمانوں کے دلوں میں اتر گئی۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد سُنا کہ اسلام مورتی نے مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور وہ احمدی ہوگئے ہیں یہ غالباً ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کے بعد ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اسلام مورتی سچ مچ اسلام مورتی ہیں یعنے یہ فقط تماشائی نام ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ سچ مچ اخلاق اسلامی کی تصویر ہیں۔ دماغ کس قدر معقول اور صاف۔ استدلال کس قدر پختہ اور محکم۔ بات مختصر کرتے مگر سراپا حکمت۔ اس سے بڑھکر یہ کہ دل کس قدر پاک اور مطہر۔ ایمان اور اخلاص سے لبریز۔ ان کے جسم کو اگر موٹر کار اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی تو انکے ایمان کو کبھی شیطانی وساوس اور فتن زمانہ نہ ہلا سکے۔ انکے سینہ پر ہتھوڑوں سے وزنی پتھر ہی نہیں توڑے گئے بلکہ دشمنان دین کے اعتراضات اور سیاسی مخالفوں کے مہلک حملوں کو انہوں نے اپنے سینۂ صافی پر لیا اور کبھی اُف نہ کی۔ وہ حربے ٹوٹ گئے مگر ان کی استقامت میں فرق نہ آیا۔ احمدی ہوکر انہوں نے قرآن کریم کو حفظ کیا۔ اپنے عمل اور ایثار سے وہ نمونہ قائم کیا جو اس زمانہ میں عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ ریاست انب کے زمانہ میں اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ انجمن کو دیتے رہے۔ وہاں سے چلے آنے کے بعد انجمن نے انکو تبلیغ کے کام پر لگایا جسے وہ بوجہ احسن پورا کرتے رہے۔ نام ونمود کی خواہش سے پاک خاموشی سے کام کرنیوالا نہایت صابر وشاکر انسان تھا۔ اللہ اللہ جب رام مورتی کے مقابلہ میں "اسلام مورتی" کے نام سے اشتہار دیا تھا اس وقت کون جانتا تھا کہ یہ اسلامی غیرت اللہ تعالےٰ کو ایسی پسند آئے گی کہ روحانی طور پر بھی "اسلام مورتی" کا لقب ان پر سچ مچ چسپاں اور موزوں حال نظر آئے گا۔ اللہ مغفرت کرے افسوس ہے کہ بہت جلد ہمیں چھوڑ کر اگلے جہان تشریف لے گئے۔ شاید اس دنیا کی نسبت وہاں ان کے لئے راحت اور مسرت کا سامان وافر جمع ہوگیا تھا پس اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ انہیں اس سے محروم رکھا جائے۔ اور دنیا کے حزن میں پڑا رہنے دیا جائے ؛

آہ۔ غلام رسول جانباز

از حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

کل ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کا اخبار پیغام صلح میری نظر سے گذرا۔ اس میں "سانحہ ارتحال" کی سرخی کے نیچے یہ خبر وحشت اثر پڑھکر دل کو سخت رنج ہوا کہ غلام رسول جانباز تپ دق سے بیمار ہوکر اپنے وطن راجن پور میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری نظر کے سامنے انکا وہ ہنستا ہوا خوبصورت چہرہ آگیا اور انکی جوانا مرگی پر دل سے ایک آہ نکل گئی۔ مرحوم کو مجھ سے ابتدا سے ہی بہت اخلاص اور محبت تھی اور مجھے بھی اس مرنیوالے سے بہت انس تھا۔ مجھ سے اور ان سے خط وکتابت بھی ہوا کرتی تھی۔ جہانتک مجھے علم ہے مرحوم ایک نہایت موزوں طبع شاعر اور ہونہار مستعد نوجوان تھا مگر افسوس ہے کہ وہ ایک ایسے ماحول میں پھنس گیا جہاں وہ ترقی نہ کرسکا۔ بلکہ درمیان میں اس غریب پر ایسا ابتلا آیا کہ وہ غلام محمد "مزعومہ مصلح موعود" کی بیعت میں جا شامل ہوا۔ میں نے سنا تو اسے لکھ بھیجا۔ مگر یہ اسکی طبعی شرافت تھی کہ میرے سامنے نہیں آیا عذر یہ تھا کہ میں ان سے آنکھیں چار کرنیکی جرأت نہیں کرسکتا۔ بعد میں سُنا گیا کہ وہ وہاں سے بھی دل برداشتہ ہوکر چلا گیا۔ مجھے اسکا دل رنج تھا کہ وہ ایک غلط رستہ پر پڑ گیا کاشکہ مجھے ملتا تو میں اُسے سمجھاتا۔ شاید اسی راہ سے اللہ تعالیٰ اسکی اصلاح کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اسبات پر کچھ عرصہ گذر گیا کہ گذشتہ سال میں ڈلہوزی میں تھا جو یکایک ہوائی جہاز سے میرے نام ایک خط آیا۔ جو مشرق وسطیٰ غالباً ایران سے آیا تھا۔ کھولا تو خط کا عنوان تھا۔

> "باز آمد بندۂ بگریختہ
> آبروئے خود زعصیاں ریختہ"

نیچے نظر کی تو راقم خط "غلام رسول جانباز" پڑھا۔ خط کا مضمون دیکھا تو انہوں نے لکھا کہ میں محکمہ فوج میں ملازم ہوکر مشرق وسطیٰ آیا ہوا ہوں اور مذہبی رنگ میں جو ان سے غلطی ہوئی تھی اس پر اظہار ندامت کیا ہوا تھا اور توبہ کا اقرار تھا اور لکھا تھا کہ "حضرت امیر کی خدمت میں میری طرف سے معافی کی درخواست کریں اور میرا یہ توبہ نامہ انہیں دکھا دیں۔ مجھے انہیں براہ راست لکھتے ہوئے شرم آتی ہے"۔ چنانچہ میں نے وہ توبہ نامہ حضرت امیر کو دکھا دیا۔ انہوں نے معافی کیساتھ اظہار خوشنودی کیا۔ میں نے اس خط کا جواب لکھا اور انکی اس توبہ پر دلی خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔ جواب میں پھر انکا شکریہ کا محبت بھرا خط آیا۔ اسکا جواب اسی رنگ میں میری طرف سے گیا۔ بعد میں پھر کوئی خط نہیں آیا۔ میں نے سمجھا جنگ کی بلاچلی میں فرصت نہ ہوئی ہوگی۔ کہ اچانک کل میں نے انکی وفات کی خبر سنی۔ دل کو بڑا رنج ہوا۔ میں نے انکے لئے بہت دعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے میں خود کس قابل ہوں جو کسی کیلئے مغفرت مانگنے کی جرأت کروں۔ لیکن اللہ کو سب قدرت ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ اس دوست کی اب جو خدمت میرے ذمہ باقی ہے وہ یہ ہے کہ میں انکے اس توبہ نامہ کی خبر کو شائع کرا دوں تاکہ بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت اگر کسی قسم کی غلط فہمی ہو وہ دور ہو جائے اور وہ دل سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں اور نماز جنازہ پڑھیں کہ یہی خدمت ایک مرحوم بھائی کی ایک مومن کرسکتا ہے ؛

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۲۴ جون ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۶

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر قیود

"بہادر یار جنگ کمیٹی" کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

ریاستوں کی ہندو آبادی کی فلاح و ترقی اور ان کے ہر قسم کے حقوق کے تحفظ کیلئے ریاستوں کے اندر اور باہر برطانی علاقہ میں عرصہ سے ہندوؤں کے متعدد باقاعدہ منظم سیاسی و نیم سیاسی ادارے قائم و مصروف عمل ہیں جنہیں کانگریس، مہاسبھا اور آریہ سماج کی سرپرستی اور ظاہر و پوشیدہ امداد حاصل ہے۔ اس قسم کے اکثر ادارے اپنے بیان کردہ مقاصد حدود سے تجاوز کر کے ریاستی حکومتوں کو مرعوب و پریشان بھی کرتے رہتے ہیں۔ اسلامی ریاستوں میں تو انہوں نے بارہا بدامنی فساد اور اضطراب پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کے خلاف کذب آمیز و بے بنیاد پروپیگنڈا ان کا دن رات کا مشغلہ ہے۔ اسکے مقابل ریاستوں کی مسلم آبادی کا کوئی ذمہ دار با اثر ادارہ نہ تھا جو انکی تنظیم اور ان کے حقوق کے تحفظ کی صحیح طریق پر کوشش کرتا۔ آل انڈیا مسلم لیگ اپنے قواعد و ضوابط کی مجبوری اور غالباً بعض مصلحتوں کیوجہ سے ریاستی معاملات میں براہ راست دخل نہیں دے سکتی۔ اس لحاظ سے ریاستوں کی مسلم آبادی کی حیثیت ہندوستان کی سیاسی دنیا میں لاوارثوں اور یتیموں کی سی تھی۔

خدا بھلا کرے نواب بہادر یار جنگ بہادر اور ان کے دانشمند رفقاء کا جنہوں نے موجودہ حالات اور آنے والے انقلابی طوفانوں کا صحیح اندازہ کیا اور ہمت و دور اندیشی سے کام لے کر آج سے چند سال قبل **"کل ہند ریاستی مسلم لیگ"** کی بنیاد ڈالی اور اپنی ان تھک کوششوں سے اسے ملک کا ایک قابل ذکر سیاسی ادارہ بنا دیا۔ گو یہ ادارہ زندگی کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں اس قدر توانائی آگئی ہے کہ بہت سی وہ متکبر اور گراں گوش طاقتیں بھی کہ جنہیں مسلمانوں میں زندگی و بیداری کا کوئی ولولہ۔ ترقی کی کوئی خواہش اور ان کی طرف سے انصاف و حق طلبی کی کوئی صدا گوارا نہیں ہے اس کی آواز سننے پر مائل و مجبور ہو رہی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ اس ریاستی مسلم لیگ کی طرف سے بہادر یار جنگ کمیٹی کے نام سے ایک دورہ کناں کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ اس کے صدر بھی نواب صاحب ممدوح ہی منتخب ہوئے ہیں۔ یہ کمیٹی ہندوستان کی سرکردہ مشہور ریاستوں کا دورہ کرے گی اور وہاں کے مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی حالت کا مطالعہ کر کے ایک مفصل رپورٹ کل ہند ریاستی مسلم لیگ کے خاص اجلاس میں پیش کرے گی۔ توقع کی جاتی ہے یہ کمیٹی بہت جلد ناگپور میں جمع ہو کر دورہ کا پروگرام، اپنا طریق کار اور دیگر مبادیات طے کر لے گی۔ اس کے بعد کمیٹی کی جانب سے ایک سوالنامہ طبع کر کے اسلامی جماعتوں کے ارکان و کارکنوں اور ریاستی مسائل اور پبلک تحریکات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے پاس بھیجا جائے گا۔

اس بارہ میں کل ہند ریاستی مسلم لیگ کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے جو اعلان اخبارات میں شایع ہوا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اس:-

> "کمیٹی کا نقطۂ نظریہ ہوگا کہ ریاستوں میں مسلمانوں کی صحیح پوزیشن کا اندازہ کرنے کے بعد آئندہ ان کی تنظیم اور فلاح و بہبود کے لئے کوئی قطعی اور واضح لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے اور براہ راست وہ اطلاعات اور معلومات حاصل کی جا سکیں جن پر غور کر کے ریاستی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کوئی مناسب طریقہ کار ریاستوں میں اختیار کر سکے۔ آئندہ اصلاحات و آئینی مجوزات میں مسلمانوں کے مطالبات اور نظام حکومت انکے تناسب حصہ کو متعین کیا جا سکے"

(رہبر دکن حیدرآباد دکن مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ)

یہ بہت ضروری، مفید اور بروقت اقدام ہے۔ اس تجویز کو جلد از جلد عمل میں آنا چاہیئے۔ جیسا کہ محولہ بالا اعلان میں بتایا گیا ہے "بہادر یار جنگ کمیٹی" ریاستی مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی معاملات کے متعلق تو تحقیق و غور کرے گی، لیکن اس کے علاوہ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی ایک ایسا مسئلہ ہے جسے کمیٹی کو اپنے دائرہ تحقیق و غور سے باہر نہیں رکھنا چاہیئے اور ویسے بھی یہ مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کے سیاسی، تعلیمی اور اقتصادی معاملات پر کم و بیش اثر انداز ہوتا ہے لہذا کمیٹی کے پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے بھی یہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کمی کو ہم نے حیرت کے ساتھ محسوس کیا کہ محولہ بالا اعلان میں اس مسئلہ کے متعلق کوئی ذکر و وضاحت موجود نہیں ہے۔ یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ اکثر ہندو ریاستوں میں وہاں کے قوانین و روایات، والئے ریاست یا ذمہ دار وزراء و حکام کے ذاتی رجحانات اور ریاستی و غیر ریاستی ہندو اداروں کے اثرات کی وجہ سے مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر نہایت نامناسب اور ناقابل برداشت قیود عائد ہیں۔ تبلیغ اسلام کے متعلق تو ان ریاستوں میں بہت ہی افسوسناک و انصاف سوز بندشیں اور روکاوٹیں موجود ہیں۔ بعض ریاستوں میں تبلیغ اسلام قریباً حکماً بند ہے۔ حالانکہ انہوں نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کو پرچار کی کھلی اجازت دے رکھی ہے۔ بہت سی ریاستوں میں پولیس اور دوسرے محکمہ جات کے اہلکاروں کی طرف سے ایسی روکاوٹیں پیدا کر دی جاتی ہیں جن کی وجہ سے اسلامی مبلغین کے لئے تبلیغ ممکن نہیں رہتی، جب یہ خلاف قانون روکاوٹیں افران بالا اور دربار کے نوٹس میں لائی جاتی ہیں تو کوئی شنوائی نہیں ہوتی جس سے یقین ہوتا ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے مسلم دشمن اہلکاروں کو ان کی سرپرستی و خوشنودی حاصل ہے۔ اور وہ انہیں کے برتے پر مبلغین اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ کشمیر جیسی بڑی انصاف کی مدعی ہندو ریاست میں اسلام قبول کرنے والے ہندو حقوق وراثت سے قانوناً محروم کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ وہاں کے عیسائی ہونے والے ہندو اس قانون سے محفوظ ہیں۔ کئی ایک ہندو ریاستوں میں متعدد مساجد و مقابر اور اسلامی اوقاف سرکار کی قبضہ میں ہیں بہت سے مقامات پر مسلمانوں کی مذہبی تعلیم پر بھی طرح طرح کی پابندیاں لگی ہیں جنہیں منافقانہ قانونی اصطلاحات و تاویلات اور انتظامی حیلوں بہانوں کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ذبیحہ بقر سے قطع نظر جگہ جگہ مسلمانوں کی حلال و مرغوب غذاؤں پر بندشیں موجود ہیں، اس بارہ میں کاٹھیاواڑ راجپوتانہ اور شمالی ہند کی سکھ اور پہاڑی ریاستیں بہت بدنام ہیں

اس بیسویں صدی میں جبکہ دنیا کے تمام معقول سیاسی ملک اور مہذب نظامہائے حکومت مذہب و ضمیر کی آزادی کے حق کو تسلیم کر کے اس کا احترام کرتے ہیں حکومت برطانیہ کی ماتحت اور باجگزار ہندو ریاستوں میں یہ صورت حالت کسی قیمت پر بھی قابل قبول قرار نہیں دی جا سکتی اور آیندہ کے لئے اس ناقابل برداشت صورت حالات کو ہرگز قائم نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں یہ مقصد پر جوش اور ہنگامہ انگیز تحریکات و مداعی کی بجائے باہمی گفت و شنید اور سمجھوتوں کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو اچھا ہے اور سب سے اول اسی طریق پر کوشش ہونی چاہیئے موجودہ حالات میں کل ہند ریاستی مسلم لیگ کے باتدبر صدر و اکابر اس کام کیلئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔

"بہادر یار جنگ کمیٹی" کے لئے ضروری ہے کہ وہ ریاست جموں و کشمیر کے علاوہ کاٹھیاواڑ راجپوتانہ اور شمالی ہند کی پہاڑی اور سکھ ریاستوں میں ضرور جائے اور جہاں خود نہ پہنچ سکے وہاں کے حالات کی تحقیق کے لئے لایق و قابل اعتماد آدمیوں کو مقرر کرے۔ اس موقع پر اسے تمام ضروری معلومات اور مواد فراہم کر لینا چاہیئے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کل ہند ریاستی مسلم لیگ اور اس کی مقرر کردہ اس کمیٹی کو اپنے نیک مقاصد و عزائم میں کامیابی دے اور مظلوم و پسماندہ ریاستی مسلمانوں کی مفید و گرانقدر خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

(محمد انعام الحق)

مطالعۂ کائنات اور عبادت

اسلام میں فکر اور ذکر ایک دوسرے کی ضد نہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولینا صدرالدین صاحب مورخہ ۱۹ جون سنہ ۱۹۶۲ء

ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب ہ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ج ربنا ما خلقت ھذا باطلاً ج سبحٰنک فقنا عذاب النار ہ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ ط وما للظٰلمین من انصار ہ .... لکن الذین اتقوا ربھم لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا نزلاً من عند اللہ ط وما عند اللہ خیر للابرار۔ (آل عمران ۱۸۹ - ۱۹۷)

عقلمندوں کے لئے کائنات میں دلائل

سورۂ آل عمران کی مندرجہ بالا آیات تلاوت کرکے فرمایا یقینا یقیناً آسمان کی خلقت کے اندر اور زمین کی خلقت کے اندر اور رات اور دن کے آگے اور پیچھے آنے کے اندر بڑے بڑے واضح دلائل ہیں لیکن یہ دلائل عقلمندوں کے لئے ہیں۔ الذین یذکرون اللہ - یہ خدا کے بندے جنہیں آسمان اور زمین کے اندر دلائل نظر آتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق اللہ ہے، جس کی خلق کے اندر کوئی نقص نہیں بلکہ اس میں بڑے بڑے عجائبات ہیں جو خدا کے علم کے وسیع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی زبردست قدرت پر شاہد اور اس کے احسانات اور افضال کے مظہر ہیں۔

مطالعۂ فطرت اور عبادت

اس حقیقت کا مطالعہ کرنے کے بعد خدا تعالےٰ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم جس حالت میں بھی ہوں خدا کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہیں تو خدا کا ذکر ہے بیٹھے ہیں تو خدا کا ذکر ہے ویتفکرون فی خلق السموات والارض اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں اور اس ساری مخلوق کے اندر غور کرتے ہیں اور جتنا بھی کسی نے فکر کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کائنات کا صانع اور موجد سرچشمہ علم و حکمت منبع قدرت و احسانات ہے۔

تفسیر ابن جریر

ایک تفسیر ہے جس کا نام تفسیر ابن جریر ہے اس نے تمام قرآن کی تفسیر کے اندر اسی بات کو خصوصیت سے مدنظر رکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں آیت کے متعلق کیا فرمایا اور کس طرح اس کے مطابق عمل کیا اور کسی صحابی نے اس کے متعلق کیا فرمایا اس تفسیر کی تیس جلدیں ہیں یہ میں نے تین چار دفعہ پڑھی ہیں اس میں لکھا ہے جس وقت یہ آیت اتری تو حضرت نبی کریمؐ دن رات عبادت میں گذارنے لگے حضورؐ کی پہلے ہی ساری زندگی عبادت پر مشتمل تھی لیکن اس آیت کے نزول کے بعد جذبۂ عبودیت فزوں تر ہوگیا

مذکورہ بالا آیت اور حضرت عمرؓ کی ایک روایت

اس تفسیر میں لکھا ہے حضرت عمرؓ اس آیت کے متعلق بیان فرماتے ہیں عن عمرؓ قلت لعائشہ اخبرینی باعجب ما رأیت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فبکت واطالت ثم قالت کل امرہ عجب اتانی ولیلتی فدخل لحافی حتے الصق جلدہ بجلدی ثم قال یا عائشہ ھل لک ان تاذنی لی اللیلۃ فی عبادۃ ربی فقلت یا رسول اللہ انی لاحب قربک ولاحب ھواک قد اذنت لک فقام الیٰ قربۃ ماء فی البیت فتوضاء ولم یکثر صب الماء ثم قام وقرأ من القرآن فجعل یبکی حتی بلغ الدموع الی حقویہ ثم جلس فحمد اللہ واثنی علیہ وجعل یبکی ثم رفع یدیہ فجعل یبکی حتی رایت دموعہ قد بلت الارض فاتاہ بلال یوذنہ صلاۃ الغداۃ فراٰہ یبکی فقال یا رسول اللہ ابکی وقد غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال یا بلال افلا اکون عبداً شکوراً ومالی لا ابکی وقد انزل اللہ علی فی ھذہ اللیلۃ ان فی خلق السموات والارض الخ ثم قال ویل لمن قراھا ولم یتفکر فیھا - یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد میں حضرت عائشہؓ کے ہاں گیا میں نے کہا حضرت نبی کریمؐ تو زندہ نہیں کوئی ایسی بات بتائیے جسے سن کر ایمان تازہ کریں جو سب سے عجیب تر بات ہو وہ سنائیے حضرت عائشہ یہ سن کر رونے لگیں اور بہت دیر تک روتی رہیں اسلئے کہ حضرت کے اخلاق کی یاد تازہ ہوگی اور فرمانے لگیں کیا پوچھتے ہو مجھ سے تمام کے تمام طریقے حضرت نبی کریمؐ کے عجیب تھے سنئے ایک دفعہ حضرت نبی کریمؐ میرے گھر میں تشریف لائے اور میری باری کا دن تھا آپ میرے بستر پر لیٹ گئے اور فرمانے لگے کیا تم یہ اجازت دیتی ہو کہ میں آج تمام رات اپنے مولا کی عبادت میں گزار لوں میں نے عرض کیا کہ یہ تو میں پسند نہیں کرتی کہ آپ مجھ سے الگ ہو جائیں لیکن میں آپ کی خواہش اور منشاء کے پورا ہونے کو بھی پسند کرتی ہوں اس کے بعد حضرت عائشہ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم اٹھے گھر میں ایک مشکیزہ پانی کا تھا اس کے پاس گئے اور وضو کیا بہت پانی انہوں نے استعمال نہیں فرمایا۔ اور پھر اٹھے اور کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھنے لگے اور لگے رونے اور سارا چہرہ اور رخسار مبارک آنسوؤں سے تر کر لئے اور پھر بیٹھ گئے اور لگے رونے اور پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور لگے رونے اور میں نے دیکھا کہ آپ اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی اور حتیٰ کہ روتے روتے سحر ہوگئی اور حضرت بلالؓ آئے اور ان کے پاس چلے گئے اور کہا اب تو وقت ہوگیا ہے اور میں اذان دینے لگا ہوں بلالؓ نے دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں، بلالؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں آپ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر تو حضور نے جواب میں فرمایا مجھ پر خدا تعالےٰ کے احسانات ہیں ان کا شکریہ نہ ادا کروں نیز فرمایا کہ میں کیسے گریہ زاری نہ کروں جبکہ آج رات میرے اوپر یہ آیت نازل ہوئی ہے ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب .... اور میں ان نشانات پر فکر کرتا ہوں افسوس ہے اس شخص پر جو اس کو پڑھتا اور تفکر نہیں کرتا

شانِ عبادت مقام اخلاق

سبحان اللہ کیا عبادت کی شان ہے اور کیا اخلاق ہیں عورتوں کو کتنا بڑا مقام عطا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ سے اجازت لیکر عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اجازت بھی اس وقت طلب کرتے ہیں جب جذبۂ محبت ان کے ساتھ لیٹ کر خوب بھڑک چکا ہے۔ وہی عظیم الشان ہستی اس جذبہ پر غالب آسکتی ہے جس کے اندر جذبۂ عشق الٰہی کمال تک پہنچا ہوا ہو۔ اور حضرت عائشہؓ کے جواب میں بھی کمال تہذیب ہے فرماتی ہیں یہ تو میں پسند نہیں کرتی کہ آپ مجھ سے الگ ہو جائیں لیکن میں آپ کی خواہش و منشاء کے پورا ہونے کو بھی پسند کرتی ہوں"

حضرت عائشہ کا مرتبہ

لکھا ہے آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہؓ سے بڑی محبت تھی اور حضورؐ فرماتے تھے عائشہؓ کے در و دیوار پر صفائی ہے اس کے برتنوں میں پاکیزگی اس کے لحاف میں طہارت ہے۔ اس مکان میں جب آتا ہوں تو مجھ پر زیادہ وحی اترتی ہے لکھا ہے کانت زاہدۃ عالمۃ حقیقۃ عائشہؓ زاہدہ ہیں عالمہ ہیں قرآن دان ہیں" یہ ہے محمد رسول اللہؐ کا کمال اپنی بیوی کو عالمہ اور زاہدہ بنا دیا اس نمونہ کے پیش نظر اسلام یہ چاہتا ہے کہ بیویاں گھروں میں خاوند اور بچوں کے لئے ایک نمونہ ہوں تاکہ تمام خاندان پر اعلیٰ درجے کا اثر ڈال سکیں۔

یورپ کی عیسائی اقوام کا ذکر

آگے ان آیات کے اندر یورپ کے عیسائیوں کا ذکر ہے میں انہیں پڑھ کے حیران ہوتا ہوں گویا یورپ کا فوٹو ہے حضرت کو اس وقت اللہ تعالےٰ نے فرمایا لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد۔ متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم وبئس المھاد وہ کافر جن کی سلطنت کا رشتہ تجارت دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔ عیش و عشرت کی انتہائی منازل کو طے کر چکے ہیں ان کا تصرف تجھے دھوکا میں نہ ڈالے۔ یہ متاع قلیل ہے اور اس کا نتیجہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے یہ میں اپنی طرف سے موجود حالات کی روشنی میں ترجمہ نہیں کر رہا بلکہ تفسیر کے اندر ہی

اب لکھا ہوا ہے کا یغرنک کا ترجمہ یہ ہے کہ اس چمک دمک کو اور تزک و شان کو اگر غور سے دیکھیں تو اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے اسلئے دھوکا نہ کھانا۔

مغربی تہذیب کا اثر

آجکل ہر ایک مرد اور عورت پر مغربی تہذیب کا اثر ہے اور یہ اثر اس طرح مٹ سکتا ہے کہ انسان ان نشانات پر غور کرے جو اللہ تعالےٰ کی قدرت کے متعلق کائنات میں نظر آتے ہیں

نشان کی تشریح

نشان کسے کہتے ہیں جس طرح سمندر کے کنارے پر بلند مینار جہازوں کی راہنمائی کرتے ہیں نشان کہلاتے ہیں یا جس طرح مغل بادشاہوں کے قلعے و مساجد، ان کے دہلی و آگرہ کے محلات یا سپین کی مساجد و محلات ان کی عظمت کا پتہ دیتی ہیں اسی طرح یہ نشان اپنے خالق کی عظمت شان اور جبروت کا پتہ دیتے ہیں کہ ان کا بنانے والا بڑی قدرت کا مالک ہے۔

کائنات اور قرآن مجید مطابقت رکھتے ہیں

جہاں کائنات کے ان عظیم الشان نشانات کے متعلق تدبر اور تفکر کا حکم ہے وہاں کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے متعلق بھی آیات کا لفظ استعمال فرماتا ہے۔ اور حکم دیا ہے ان آیات میں تدبر کرو کائنات کے اندر بھی آیات ہیں اور قرآن کریم کے اندر بھی آیات ہیں۔ دونوں میں توافق و مطابقت ہے، دونوں میں عظمت الٰہی اور اس کے فیوض و برکات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان نشانات اور کلام الٰہی میں کوئی اختلاف نہیں اور مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہے کہ خدا کے کلام اور کائنات عالم کے نشانات میں گہری مطابقت ہے۔ اس تدبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے بڑے بڑے علوم پر قدرت حاصل کی بغداد اور قرطبہ میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں تھیں اور وہاں علوم کے دریا بہتے تھے اسلئے کہ وہ لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ کتاب اور علوم متبائن نہیں۔

عیسائی علوم پڑھ کر مذہب سے بدظن ہو گئے

اس کے بالکل برعکس عیسائیوں نے علوم حاصل کئے اور وہ اپنی کتاب سے بدظن ہو گئے یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں کلیسا نے علوم کی سخت مخالفت کی اور یہ پادری لوگوں کو علوم حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور آج جو ان کی انتہائی کوششوں کے باوجود علوم رائج ہو گئے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ مذہب اور علوم جُداجُدا ہیں۔

اسلام میں ذکر اور فکر پہلو بہ پہلو ہیں

لیکن اسلام میں یہ بات نہیں قرآن مجید اور یہ علوم ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ اسلام میں اعلےٰ درجہ کی عبادت بھی ہے اور فکر بھی ہے یعنی علوم اور مذہب پہلو بہ پہلو ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میری مخلوق کو غور سے دیکھو اور تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اللہ بڑی قدرتوں کا مالک ہے اور وہ بہت بڑے حسن و احسان کا سرچشمہ اور منبع ہے بڑا محسن ہے۔ دنیا کے لوگ چند پیسوں کے لئے تو معمولی افسروں کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور وہ خدا جو اتنا بڑا محسن ہے اس کا عدول حکم کب تک روا ہے۔

خدا سے تعلق اور اخلاق

اسلام چاہتا ہے کہ ہر مسلمان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق ہو، جس قوم کے قلوب میں خدا بستا ہو اس کا دل بہت وسیع ہوتا ہے اس کے اندر بلند خصوصیات اور اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں

عیسائی اقوام کا غلبہ عارضی ہے

لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد
متاع قلیل ثم ماوٰہم جہنم وبئس المھاد۔

اور یہ لوگ جن کے پاس یہ عارضی رعب داب کے سامان ہیں یہ اس قابل نہیں کہ تم ان کے غلام بن جاؤ اور ان کی تقلید کرو ان کا انجام تو جہنم ہے انہیں اطمینان قلب حاصل نہیں کیونکہ اطمینان قلب دولت اور سلطنت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ خدا کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے

ان اقوام کی اخلاقی پستی

کیا نقشہ ان آیات میں عیسائی اقوام کا کھینچا ہے آج کل یہ عیسائی قومیں مال کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے کی دشمن ہو رہی ہیں یوں معلوم دیتا ہے کہ یورپ کی ہر قوم کتے کی طرح مردار پر بیٹھی ہوئی ہے اور کتے کی طرح دوسری قوم کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی۔ اٹلی رومن کیتھولک ہے اور حبشہ بھی رومن کیتھولک ہے، لیکن ہم مذہب ہونے کی وجہ سے آپس میں جذبۂ اخوت و محبت نہیں اٹلی حبشہ کو نگل جاتا ہے اور اس کے بعد انگریز اسے چھین لیتے ہیں۔ ان قوموں کے پیش نظر صرف دنیا ہے اور کتوں کی طرح اس پر گری ہوئی ہیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الدنیا جیفۃ وطلابہا کلاب، دنیا مردار ہے اور دنیادار کتے ہیں۔

ہمیں ان کی تقلید سے بچنا چاہیئے

ہمارے مردوں اور عورتوں کو مغربی اقوام کی تقلید سے بچنا چاہیئے اور اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ ہمیں اسلام نے کس راستہ پر ڈالا ہے اور ہم کس راستہ پر چل رہے، ہمیں تو خاص طور پر اس کا جائزہ لینا چاہیئے کیونکہ ہم نے ایک امام کو دیکھا ہے اس امام کی ساری زندگی اپنے آقا یعنی حضرت نبی کریمؐ کے رنگ میں رنگین تھی نہ دن رات خدا تعالےٰ کے حضور گزارتا تھا اور ہر وقت حفاظت اسلام میں لگا رہتا تھا، کس قدر یقین اور پختہ یقین ہوتا ہے کہ یہ امام واقعی آنحضرت صلعم پر فدا ہے، ان کے نقش قدم پر چلنا زندگی کا مقصد سمجھتا ہے

حضرت امام وقت مناظرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے

آخری دنوں میں حضرت امام وقت نے فرمایا کہ مجادلہ کرنا ہماری اصل غرض نہیں ہے بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ قوم متقی ہو جائے اور یہی تڑپ حضرت رسول کریم صلعم کی تھی جس قدر لوگ حضرت امام وقت کے پاس پہنچے ان کے قلوب میں بھی یہی تڑپ پیدا ہو گئی اور ان کے قلوب میں تقوے پیدا ہو گیا۔

یہود اور مسیحا

کبھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام وقت آئے اور چلے گئے لیکن بنا کیا، ارے بابا حضرت موسےٰ چند دن کے لئے اپنی قوم سے غیر حاضر ہو گئے تو اس قوم کا کیا حال ہوا یہ حالت بھی یہود جیسی ہے۔ ہم نے چند دن کے لئے مسیحا کو دیکھا اور ہمارا خدا پر ایمان محکم ہوا اس کے بعد اگر ہم پر تساہل اور تغافل پیدا ہو گیا ہے تو اس میں امام کا کوئی قصور نہیں وہ برحق ہے، کامیابی حاصل کرنے کیلئے چند اصول ہیں اور وہ اصول حضرت امام وقت نے بتلائے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر کامیابی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے

آمین

اِرشاداتِ نبویؐ

جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت کا امام ہو تو اسے تھوڑا پڑھنا چاہیئے، کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور کام کاج والے ہوں گے اور جب اکیلے پڑھو تو بیشک جتنا جی چاہے پڑھو۔

وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے اس سے اچھا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے۔ اور نہ ان سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے۔

بہتر صدقہ وہ ہے جو صاحب توفیق دے اور اپنے عیال سے شروع کرے۔

ایک روز آپؐ نے صدقہ کا حکم فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو اپنی جان پر صدقہ کر۔ یعنی اپنی جان پر خرچ کر۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کر۔ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنی بیوی پر صدقہ کر۔ کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے اپنے خادم پر صدقہ کر۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اُسے جہاں تو مناسب سمجھے صرف کر۔

بہتر صدقہ وہ ہے جو مقدور کے موافق ہو۔

برائی کے بتانے والا مثل اس کے کرنے والے کے ہے۔

درخواستِ دُعا

ایک شخص نتھو رام ساہوکار ایدال نے بغیر دلوانے شہادت کے اور بغیر تصفیہ تنقیح کے حکیم محمد ظہیر الدین صاحب کے مکان مرہونہ کی عدالت لالہ بسنت لعل سب جج گوجرانوالہ سے [illegible] کی ڈگری حاصل کر لی۔ مکان چار ہزار کی مالیت کا ہے اور یہی رہائشی مکان ہے۔ حکیم محمد ظہیر الدین صاحب نے زیر دفعہ ۴۷۶ ضابطہ فوجداری درخواست دیدی کہ نتھو رام پر مقدمہ زیر دفعہ ۲۰۹/۲۱۰ تعزیرات ہند بنایا جاوے کیونکہ اس نے سراسر غیر واجب الادا روپیہ کیلئے فریب سے ڈگری حاصل کی ہے۔ موضع اروپ کے بعض مخالفین احمدیت نے باہم سازش کر کے جعلی کاغذات نیلامی کے مرتب کر کے مکان ۲۵/۷ میں نیلام کرا لیا اور ۴/۸ کو تشدداً و جبراً دخلت کر کے مکان اور کل سامان پر قبضہ کر لیا اور کچھ سامان کی ایک بیلف نے فہرست سپرداری بنوائی۔ اس کے بعد ۲۸/۱۱ کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گوجرانوالہ نے نیلامی منسوخ کر دی اور از سر نو مکان کی نیلامی کا حکم دیا۔ مگر نیلامی نہ ہوئی اور سامان کا جھگڑا تھانہ صدر گوجرانوالہ میں درپیش ہے احباب دعا فرما دیں کہ اس مصیبت سے حکیم صاحب موصوف باعزت بچ جاویں۔

جوابات اور استفسارات

جوابات

غیر مبایعین اور قادیانی

جون ۱۹۴۲ء کے فرقان میں یہ شکایت کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے میاں محمود احمد صاحب کے مریدین کو "قادیانی" کہکر پکارا جاتا ہے، جو غیر احمدیوں کی طرف سے بطور تحقیر استعمال ہوتا تھا اور سلسلہ کے اخبارات بدر اور، الحکم اور خود حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ اس کو "حقارتی نام" اور ایک "نفسانی خواہش" قرار دیتے رہے ہیں، ان حالات میں مریدین میاں صاحب کے لئے اس نام کا استعمال محض نفسانیت اور غیر احمدیوں کے نقش قدم پر چلنا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا "غیر مبایعین" کا لفظ جو فرقان کے اسی مضمون کے زیب عنوان ہے اور ہر تحریر و تقریر میں اسی نام سے ہمیں پکارا جاتا ہے اسی نفسانیت اور تحقیر پر مبنی نہیں جس کا الزام جماعت احمدیہ لاہور پر دیا گیا ہے؟ کیا "پیغامی" کا لفظ جو ہر قادیانی بچے اور بوڑھے کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اور تحریروں میں بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے، اہل قادیان کی قابل نفرت "نفسانیت" کا نتیجہ نہیں؟

دوسروں پر الزام دینا اور خود اسی جرم کا ارتکاب کرنا کہاں کی شرافت ہے لم تقولون مالا تفعلون "قادیانی" کا لفظ جو ہماری طرف سے استعمال ہوتا ہے تو محض جماعت لاہور سے امتیاز کے لئے اگر ہمارے قادیانی بھائیوں کو یہ نام پسند نہیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بھی "غیر مبایعین" اور پیغامی کے "حقارتی نام" کسی طرح پسند نہیں اسلئے انہیں خلیفہ صاحب کی طرف سے یہ اعلان کرا دینا چاہیئے کہ کوئی قادیانی اپنی کسی تحریر یا تقریر میں ان الفاظ کو ہمارے متعلق استعمال نہ کرے۔ جس دن ان کی طرف سے یہ اعلان ہوگا، ہم بھی غور کریں گے کہ انہیں کس نام سے پکارنا چاہیئے۔ اور دونوں جماعتوں میں امتیاز کی کیا صورت ہونی چاہیئے۔

قادیانی علماء کی سراسیمگی

سیٹھ عبداللہ الہ دین نے مؤکد بعذاب حلف سے خدا سے فیصلہ لینے کا جو طریق تجویز کیا تھا اس کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے سیٹھ صاحب ... قادیانی علماء سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا اس کی کوئی سند خدا کے کلام میں یا اس کے رسول کی حدیث میں ہے؟

اس سوال کو آج دو ماہ سے زائد ہوگئے، لیکن ادھر با لفظ پیر ماننے کے سوائے کوئی ایسی سند قادیانی علماء یا خود سیٹھ صاحب آج تک پیش نہیں کرسکے جس سے یہ ثابت ہو کہ مؤکد بعذاب حلف سے ایک سال کے اندر جھوٹی حلف اٹھانیوالے پر عذاب نازل ہو جاتا۔

اب جون ۴۲ء کے فرقان میں کسی مولوی فاضل صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی بعض تحریرات کو بطور سند پیش کیا ہے مثلاً یہ کہ ڈاکٹر صاحب اپنے رسالہ "کشف العنون عن المراق والجنون" میں لکھتے ہیں:-

"خود مولوی ثناء اللہ امرتسری مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر کہدیں کہ کیا قرآنی مسیح آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری ثابت ہوتا ہے"۔ ص۵۷

ایسا ہی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب مرأۃ الحقیقت میں خلیفہ صاحب قادیان سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ کم سے کم دو ایسے شخصوں کی جو مؤکد بعذاب قسم کھائیں شہادت بہم پہنچائیں جو اس بات کی شہادت دیں کہ مرزا فضل احمد کے جنازہ کے نہ پڑھنے کی حضرت صاحب نے یہ وجہ بیان فرمائی تھی کہ وہ احمدی نہیں تھا" (ص۸۷)

پھر یہ بھی لکھا کہ:-

"میں آپ کی شہادت بھی مؤکد بعذاب ایک شہادت کے طور پر قبول کرلونگا اور یہ بھی اعتراض نہ کرونگا کہ آپ اس وقت سن بلوغت کو نہ پہنچے تھے"

حیرانی ہے کہ مولوی فاضل صاحب ان حوالجات سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا ان میں کہیں لکھا ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یا میاں محمود احمد صاحب نے امر مطلوبہ کے متعلق مؤکد بعذاب حلف اٹھائی تو ان پر ایک سال کے اندر عذاب نازل ہو جائیگا؟ ان میں تو محض مؤکد بعذاب حلف کا مطالبہ کیا گیا ہے جسکو میاں محمود احمد صاحب آج تک پورا نہیں کرسکے ایک سال کے اندر عذاب آنے یا نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو سند قرآن اور حدیث سے طلب کی ہے وہ سیٹھ صاحب کے مجوزہ طریق فیصلہ کے متعلق ہے

سوالات

۱۔ کثرت و قلت

آئے روز الفضل میں جماعت احمدیہ لاہور کی قلت تعداد پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں اور جماعت لاہور کی قلت سے اس کے عقائد کا بطلان کیا جاتا ہے اور جناب میاں صاحب "ڈھائی ٹوٹیاں تے فتو باغبان" جیسے نازیبا محاورات جماعت لاہور کے متعلق استعمال کرچکے ہیں اس کا جواب قرآن و حدیث کی رو سے تو متعدد دفعہ دیا جاچکا ہے کہ کثرت و قلت معیار صداقت نہیں لیکن ہمارے قادیانی دوست اس جواب کو قابل توجہ نہیں سمجھتے لیکن آج ہم اس بارہ میں جناب میاں صاحب کا اپنا عقیدہ پیش کرتے ہیں جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:-

"جس کے نزدیک کامیابی کا معیار آدمیوں کی تعداد ہو میں اسکا قائل نہیں ہوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض انبیاء ایسے گذرے ہیں کہ جن کی وفات پر صرف ایک شخص ان پر ایمان لانے والا تھا پس اگر میرے ساتھ دو آدمی بھی رہ جائیں گے جب بھی میں ان انبیاء سے زیادہ کامیابی حاصل کرنیوالا ہونگا"

(خطبہ جمعہ جناب میاں محمود احمد صاحب مندرجہ اخبار الفضل ۱۷ر جنوری ۱۹۳۰ء)

لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ جب جناب میاں صاحب کا کثرت اور قلت کے متعلق اپنا یہ عقیدہ ہے تو پھر وہ اور ان کے مریدین جماعت قادیان کی کثرت کو معیار صداقت اور جماعت لاہور کی قلت کو نعوذ باللہ اس کے گمراہ ہونے پر بطور دلیل کے کیوں پیش کرتے ہیں کیا معاصر الفضل اس کا جواب دینے کی تکلیف گوارا کرے گا۔

۲۔ کیا جناب میاں صاحب مصلح موعود ہیں؟

جماعت قادیان کے اکثر احباب جناب میاں صاحب کو مصلح موعود سمجھتے ہیں اور میاں صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں جو مصلح موعود کے متعلق ہے لیکن جناب میاں صاحب نے فرمایا تھا:-

> "ہاں میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی اگر مجھے خبر دی گئی تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہوگی میں خود اعلان کردوں گا"

(الفضل مورخہ ۲۲ر ستمبر ۱۹۱۷ء)

لیکن ہم استفسار کرتے ہیں کیا جناب میاں صاحب نے اس کے متعلق اللہ تعالے سے اطلاع پاکر کوئی اعلان کردیا ہے کہ وہ مصلح موعود ہیں اگر کوئی اعلان کیا ہے تو اس کا حوالہ پیش کیا جائے اگر اعلان نہیں کیا تو جماعت قادیان کے وہ افراد اور اخبار جو جناب میاں صاحب کو مصلح موعود سمجھتے ہیں کس بناء پر ایسا سمجھتے ہیں؟

۳۔ وحی نبوت

ہمارے قادیانی دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے نبی تھے کہ جن کی نبوت کا انکار کرکے ایک کلمہ گو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یعنی ان کی نبوت حقیقی نبوت ہے لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب حقیقی نبوت حاصل تھی تو ضروری بات ہے کہ ان پر جو وحی نازل ہوتی ہو وہ وحی نبوت ہو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے ایک حوالہ ایسا پیش کیا جائیگا جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ وحی نبوت کے مدعی تھے امید ہے معاصر الفضل ایک حوالہ ایسا ضرور پیش کرنے کی کوشش کرے گا؟ لیکن ہم وثوق سے عرض کرتے ہیں کہ معاصر الفضل ایسا حوالہ ہرگز ہرگز پیش نہیں کرسکتا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وحی نبوت نازل نہیں ہوتی تھی تو پھر حقیقی نبوت کا دعوے کیا معنی؟

۴۔ کفر کے متعلق سوال

(ا) ایک مسلمان ایک نبی کا انکار کرکے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(ب) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہنے اور وہ کفر اس پر لوٹتا ہے ان دو مذکورہ بالا شخصوں کے کفر میں کیا فرق ہے۔ امید ہے معاصر الفضل اس پر ضرور روشنی ڈالے گا۔

(مدیر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نمازوں کا جمع کرنا

دیکھو ہم بھی نصوص پر عمل کرتے ہیں۔ نمازوں کو جمع کرتے ہوئے کوئی دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں بسبب بیماری کے اور تفسیر سورۃ فاتحہ کے لکھنے کے بہت مصروفیت کے سبب ایسا ہو رہا ہے اور ان نمازوں کے جمع کرنے میں تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کی حدیث بھی پوری ہو رہی ہے کہ مسیح موعود کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود نماز کے وقت پیش امام نہ ہوگا۔ بلکہ کوئی اور ہوگا اور وہ پیش امام مسیح کی خاطر نمازیں جمع کرائیگا۔ سو اب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس دن ہم زیادہ بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں آ سکتے اُس دن نمازیں جمع نہیں ہوتیں۔ اور اس حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار کے طریق سے یہ فرمایا ہے کہ اسکی خاطر ایسا ہوگا۔ چاہیئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی عزت و تکریم کریں اور ان سے بے پروا نہ ہو دیں ورنہ یہ ایک گناہ کبیرہ ہوگا۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو خفت کی نگاہ سے دیکھیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ اتنے عرصہ سے نمازیں جمع ہو رہی ہیں۔ ورنہ ایک دو دن کیلئے یہ بات ہوتی تو کوئی نشان نہ ہوتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تعظیم کرتے ہیں۔

"جمع بین الصلوتین کے متعلق حضرت اقدس نے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۱ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں یہ تقریر فرمائی۔ سب صاحبوں کو معلوم ہو کہ ایک مدت سے خدا جانے قریباً چھ ماہ یا کم و بیش عرصہ سے ظہر و عصر کی نماز جمع کی جاتی ہے میں اسکو مانتا ہوں۔ کہ ایک عرصہ سے جو مسلسل نماز جمع کی جاتی ہے۔ ایک نو وارد یا نو مرید کو جسکو ہمارے اغراض و مقاصد کی کوئی خبر نہیں ہے یہ شبہ گذرتا ہوگا۔ کہ کاہلی کے سبب سے نماز جمع کر لیتے ہونگے جیسے بعض غیر مقلد ذرا ابر ہوا یا کسی عدالت میں جانا ہو۔ تو نماز جمع کر لیتے ہیں اور بلا مطر اور بلا عذر بھی نماز جمع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ ہم کو اس جھگڑے کی حاجت اور ضرورت نہیں اور نہ ہم اس میں پڑنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ میں طبعاً اور فطرتاً اسکو پسند کرتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے۔ اور نماز موقوتہ کے مسئلہ کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں۔ بلکہ سخت مطر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے۔ اگرچہ شیعوں نے اور غیر مقلدوں نے اس پر بڑے بڑے مباحثے کئے ہیں۔ مگر ہمکو ان سے کوئی غرض نہیں۔ وہ صرف نفس کی کاہلی سے کام لیتے ہیں۔ سہل حدیثوں کو اپنے مفید مطلب پا کر اُن سے کام لیتے ہیں۔ اور مشکل کو موضوع اور مجروح ٹھہراتے ہیں۔ ہمارا یہ مدعا نہیں۔ بلکہ ہمارا مسلک ہمیشہ حدیث کے متعلق یہی رہا ہے۔ کہ جو قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو۔ وہ اگر ضعیف بھی ہو تب بھی اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ اس وقت جو ہم نمازیں جمع کرتے ہیں۔ تو اصل بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تفہیم القاء اور الہام کے بدوں نہیں کرتا۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ میں ظاہر نہیں کرتا۔ مگر اکثر ظاہر ہوتے ہیں۔ جہانتک خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس جمع بین الصلوتین کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کی بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی کی تھی۔ جو اب پوری ہو رہی ہے۔ میرا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر کوئی امر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق تو گو علمائے ظواہر و محدثین اسکو موضوع ہی ٹھہراویں۔ مگر میں اس کے مقابل و معارض کی حدیث کو موضوع کہونگا۔ اگر خدا تعالیٰ نے اسکی صحت مجھ پر ظاہر کر دی ہے۔ جیسے لَا مَهْدِیَ إِلَّا عِیسٰی والی حدیث ہے۔ محدثین اسپر کلام کرتے ہیں۔ مگر مجھ پر خدا تعالیٰ نے یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ میرا مذہب میرا ہی ایجاد کردہ نہیں۔ بلکہ خود یہ مسلم مسئلہ ہے کہ اہل کشف و الہام لوگ محدثین کی تنقید حدیث کے محتاج اور پابند نہیں ہوتے۔ (الحکم ۱۹۰۲ء)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے حلقوں میں مسرت سے سُنی جائیگی کہ جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل۔ بی اے کے ہاں اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۴۲ء کو ایک بچی عطا کی ہے زچہ اور بچہ بخیریت ہیں۔ احباب دعائے خیر فرمائیں۔

— گوجرانوالہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۲۴؍۶؍۴۲ کو جناب شیخ محمد حسین صاحب کا اپریشن نہایت کامیابی سے ہوگیا اور وہ خطرہ سے بالکل باہر ہیں دوست دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— جناب محمد خان زمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں۔

— چوہدری محمد عبدالرحمٰن صاحب سگنیلر تریموں ضلع جھنگ آج کل کچھ مشکلات میں گرفتار ہیں ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

— جناب شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور بعارضہ تپ بیمار ہیں ان کے لئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں حزن و ملال سے ساتھ سُنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے محترم بزرگ سید امجد علی شاہ صاحب کی نواسی مورخہ ۲۹ رجون ۱۹۴۲ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل دے اور والدین کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ؛

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۶۱ھ - م - یکم جولائی ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۷

"بزرگانِ دین کی عظمت"

حضرت امام عصر حاضر نے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو صلح کا پیغام دیا

شیر پنجاب مورخہ ۱۴ رجون ۱۹۴۲ء رقمطراز ہے :-

" تمام ملک اور ہر قوم کے بہترین مفاد کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بزرگان دین کی عزت کئے بغیر نہ تو اس ملک میں اتحاد ہو سکتا ہے نہ یہاں سوراجیہ قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہم امن سے رہ سکتے ہیں۔ اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں کہ بزرگان دین کی توہین سے ان کے پیروؤں کی دلآزاری اور اشتعال انگیزی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ آریوں، مسلمانوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں نے ایکدوسرے کے بزرگوں کے خلاف اب تک جو نفرت انگیز و ہتک آمیز کتابیں لکھیں یا مضامین شائع کئے ان کو پڑھ کر کوئی آریہ مسلمان مسلمان آریہ یا ہندو عیسائی نہیں ہو گیا نہ کسی عیسائی یا سکھ نے اپنے بزرگوں کی عزت کرنا چھوڑ دیا۔ ہر قوم کا بزرگی کے متعلق اپنا علیحدہ معیار ہے اور اسی معیار کے مطابق اپنے بزرگوں کی عزت کرتی ہے . . . .

. . . . وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کی تمام قومیں ایک دوسرے کے جذبات کا احترام اور بزرگوں کا ادب کرنا سیکھیں سارے ہندوستان اور ہر ہندوستانی کے لئے کچھ بلند شخصیتوں کو تمام لوگ اعتراض سے بالاتر سمجھیں اپنا بزرگ سمجھیں۔ مثلاً مہاتما بدھ۔ شری رام چندر۔ شری کرشن مہاراج مہاتما عیسےٰ مسیح۔ حضرت محمدؐ صاحب۔ شری گورو نانک دیو اور باقی سکھ گورو صاحبان، حضرت امام علی۔ حضرت امام حسین مہاتما زرتشت۔ مہاتما شنکر آچاریہ وغیرہ ان سب حضرات کو سانجھے بزرگ تسلیم کیا جائے۔ مقدمات چلانے کی نسبت اگر تمام قوموں میں اس مسئلہ پر کوئی باہمی فیصلہ ہو جائے تو مذہبی جھگڑے یک لخت بند ہو جائیں گے۔ اگر ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھیلانا اور اشتعال دلانا بند ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ باہم محبت کرنے لگ جائیں گے۔ ان بزرگوں کے جنم دن یا برسیاں ہندوستان میں عالمگیر طور پر منائی جائیں اور وہ سانجھے تیوہار کے طور پر منائی جایا کریں۔ اس سے باہمی تلخی کم ہوگی۔ تعصب کم ہوگا۔ ایک دوسرے سے نفرت کم ہوگی۔ ہم ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک ہوتے جائیں گے اور ایک دوسرے کو صحیح طور پر سمجھنے لگیں گے۔"

معاصر شیر پنجاب نے جو تجویز اس مذکورہ بالا اقتباس میں پیش کی ہے مسلمانوں کی طرف سے ہم سب سے پہلے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں امر واقعہ یہی ہے جب تک ہندوستان کی مختلف قومیں ایک دوسرے کے بزرگان دین کی عظمت اور عزت نہیں کریں گی اس وقت تک وہ اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا جس سے ہندوستان اخلاقی روحانی معاشی اور سیاسی لحاظ سے ترقی کر سکے یہ خیال کہ کوئی قوم دوسری قوم کو سیاسی اقتدار حاصل کر کے دبا لیگی یا اس ملک سے خارج کر دیگی پست ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے ہم سب نے پڑوسیوں کی طرح ایکدوسرے کے ساتھ رہنا ہے تو کیوں نہ مہذب طریقہ سے رہا جائے۔ ایکدوسرے کی روایات کی عزت کی جائے ایکدوسرے کے بزرگان دین کی عظمت کو قائم کیا جائے آخر دنیا کا کونسا اخلاقی ضابطہ ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ واجب التعظیم بزرگوں کی توہین کرنی چاہیئے جو مذہب اور اخلاق یہ تعلیم دیتا ہے وہ یقیناً دامن انسانیت پر ایک دھبہ ہے جہاں تک ہمارا علم ہے ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب یہ تعلیم نہیں دیتا ———

ہندوستان میں مذہب کا اثر کافی ہے لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس ملک میں مذہب و ملت کے نام پر ایک دوسرے کی پگڑی اچھالی جاتی ہے اور بزرگان دین کی توہین کی جاتی ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ایک طبقہ ایسا ہے جو اس طرز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ معاصر شیر پنجاب کی مندرجہ بالا سطور اس بلند جذبہ کی آئینہ دار ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آج سے بہت عرصہ پہلے ہندوستانیوں کے اس عارضہ کو محسوس کر لیا تھا اور انہیں علم ہو چکا تھا کہ یہ خطرناک عارضہ اس ملک کی ترقی میں سد راہ ہے اور آئے روز کے فسادات کا موجب ہے چنانچہ حضور نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ایک ٹریکٹ "پیغام صلح" کے عنوان سے رقم فرمایا جس نے اپنے اہل وطن کو صلح، آشتی اور محبت کا پیغام دیا اور مختلف پیروؤں کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کی اس رسالہ میں ہے "کیا یہ خیال محال ہو کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے بلکہ ہندو مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آئے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائیگا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور شیخی سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی سے قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اُٹھائیگا"

پھر آپ نہایت درد کیساتھ فرماتے ہیں :-

"اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کر دیتی ہے وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں"

جماعت احمدیہ اپنے امام کی اس تعلیم پر کاربند ہے اور معاصر شیر پنجاب کے اس اقدام پر تحسین و آفرین کہتی ہے امید ہے کہ ملک کے باقی صحیفے جو ہندوستان کے صحیح معنوں میں خیرخواہ ہیں ایسے بلند اور مبارک خیالات کو پھیلانے کی کوشش کریں گے اور اپنی اس سعی سے حقیقی خلوص اور جوش کا ثبوت دیں گے۔

شذرات

حضرت مولینا نورالدین صاحب کا مذہب

حضرت مولینا نورالدین صاحب مرحوم کا فرمودہ خطبہ جو الحکم ۲۸ مارچ - ۷ اپریل ۱۹۱۰ء میں "عقاید احمدیہ" کے عنوان سے درج ہے اس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں :-

" پھر اس کلمہ کیساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ کا جملہ اسلئے لگایا کہ آپنے دیکھ لیا تھا کہ زمانہ گذشتہ میں جو ہادی دنیا کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً آئے ایک زمانہ گذرنے کے بعد انکو معبود بنا لیا گیا اور خدا تعالیٰ کی معبودیت میں انکو شریک کر لیا گیا اس گندے دنیا کو بچانیکے لئے آپنے اس حصہ کو رکھا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عبد سمجھیں اور آئندہ چونکہ اس اُمت میں ولی ہونگے اسلئے انہیں بھی کوئی معبود قرار نہ دے لے"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد نبوت کو جاری نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپکا عقیدہ تھا کہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد اس امت میں ولی ہونگے۔ پس جہاں حضرت مولوی نورالدینؓ کے عقیدہ کی وضاحت ہوتی ہے وہاں اس امر کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ حضرت ممدوح کے زمانہ میں جماعت کا عقیدہ کیا تھا اور اسکے ساتھ مقابلہ کرنے سے جماعت قادیان کا غلو نمایاں ہو جاتا ہے اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ نبوت بعد کی ایجاد ہے اور اسے حقیقی عقاید احمدیہ سے کوئی نسبت نہیں اور حقیقی عقاید صرف جماعت احمدیہ لاہور کے ہیں جو آج بھی حضرت نبی کریمؐ کے بعد ولی ہونگے کے عقیدہ پر قائم ہے۔

معاصر الفضل کا عامیانہ پن

الفضل مورخہ ۱۷ رجون ۱۹۴۲ء کا مقالہ افتتاحیہ "خلافت ثانیہ اور مولوی صدرالدین صاحب" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں معاصر الفضل نے حضرت مولینا صدرالدین صاحب کے متعلق نہایت ادنیٰ درجہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو پایۂ اخلاق سے گرے ہوئے ہیں کسی جماعت کے بزرگ کی توہین کرنا خوبی کی بات نہیں بلکہ ایسی حرکت ہی جسے ہر ایک مہذب اور بااخلاق انسان نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا معاصر مذکور رقمطراز ہے

"عام طور پر ہم انہیں (یعنی حضرت مولینا صدرالدین صاحب۔ ناقل) قابل خطاب نہیں سمجھتے کیونکہ انکی باتیں نہایت سطحی، نہایت مضحکہ خیز اور اسلامی تعلیم سے ناواقفیت اور جہالت کا کھلا کھلا ثبوت پیش کر رہی ہوتی ہیں" اس اظہار نگارش ملاحظہ ہو قلم نے گویا موتی اُگل دیئے ہیں معاصر الفضل کو اگر حضرت مولانا سے کسی امر میں اختلاف تھا تو اسے احسن طور پر بھی لکھا جا سکتا تھا لیکن کیا کیجئے ہم نہیں لکھ سکتے کہ میاں محمود احمد صاحب کا استدلال نہایت بودا ہوتا ہے ان کے ہر مضمون اور خطبہ کی بنیاد مغالطہ پر ہوتی ہے وہ ایک معمولی سی بات کو مبالغہ سے بیان کرتے ہیں اور بعض دفعہ وہ ایسی باتوں کا اظہار کر جاتے ہیں کہ اس اظہار کے ڈانڈے جہالت سے جا ملتے ہیں لیکن ہم ایسا لکھنا پسند نہیں کرتے اور کبھی ہمیں لکھنا پڑا تو اسکی تمام تر ذمہ واری معاصر الفضل پر ہوگی معاصر الفضل کو چاہیئے کہ کچھ بھی حیا کرے

قادیانی بہائیت کے نقش قدم پر

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

مولوی اللہ دتہ صاحب قادیانی جو مجھے خوب جانتے ہیں کہ میں ہرگز ہرگز بہائی نہیں ہوں محض نفسانیت اور عداوت کی وجہ سے فرقان بابت اپریل ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون بعنوان

"پیغامی تحریک بہایت کے نقش قدم پر"

لکھتے ہیں اور شروع میں میرے لفظوں میں بطور سوال لکھتے ہیں:-

کیا غیر مبائع مبلغ مولوی عمر الدین صاحب بہائی ہو گئے ہیں؟ مجھے اس مضمون کا کچھ علم نہ تھا۔ میرے محترم دوست سید محمد امین گیلانی صاحب کی نظر سے جب یہ مضمون گذرا تو انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے مجھے لکھا کہ آپ کو اس مضمون کا جواب دینا چاہیئے۔ میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کو خط لکھا کہ اگر کوئی مضمون میرے متعلق آپ کے "فرقان" رسالہ میں نکلا ہو تو اس کی ایک کاپی مجھے بھیجدیں۔ یہ پرچہ بمع ایک پرچے کے مولوی اللہ دتہ صاحب نے تو مجھے بھجوا دیا ہے جس کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پیغامی تحریک کو بہایت کے نقش قدم پر کہنا یہ قادیانی مولوی صاحب کا ایک کھلا افترا ہے اور یقیناً یہ وہ جانتے ہیں کہ جو قوم حضرت مسیح موعودؑ کو مانتی ہے اور سچے سچے ختم نبوت کی قائل ہے وہ کبھی بہائیوں کے ساتھ مناسبت نہیں رکھ سکتی۔ خود مولوی اللہ دتہ صاحب لکھتے ہیں کہ امیر جماعت حضرت مولانا محمد علی صاحب کا مذہب حسب ذیل ہے:-

"بے شک ختم نبوت کے منکر کو میں بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ باب اور بہائی ختم نبوت کے منکر ہیں میں انہیں خارج از اسلام سمجھتا ہوں"۔ (پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۴۲ء)

اصولی طور پر تو کسی جماعت کے لیڈر کا جو عقیدہ ہوتا ہے وہی اس کی جماعت کا سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ بعض افراد کو لیڈر سے اختلاف بھی ہو مگر اوپر کا عقیدہ تو احمدی جماعت کے ہر فرد کا عقیدہ ہے اس لئے احمدی جماعت تو کسی طرح بہایت کے نقش قدم پر نہیں ہو سکتی۔ البتہ ختم نبوت کے بارے میں قادیانی ضرور بہائیوں کے نقش قدم پر ہیں جس طرح بہائی لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ختم نبوت ہو چکی مگر پھر ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ باب اور بہاء اللہ دو صاحب شریعت مستقلہ مامور تھے اسی طرح قادیانی منہ سے تو یہی کہتے ہیں کہ ختم نبوت حق ہے مگر انبیاء کا آنا بند نہیں ہوا جس طرح بہائی یہ کہتے ہیں کہ یکسو نبوت کے سلسلہ کو بند ماننا تو فرعونی عقیدہ جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ

حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا۔

ٹھیک اسی طرح قادیانی اس آیت قرآنی کو ختم نبوت کے خلاف اجرائے نبوت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ لہذا قادیانیوں نے ۔ ۔ ۔ ۔ بہائیوں سے لی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ قادیانی در اصل بابیوں اور بہائیوں کے نقش قدم پر ہیں۔ اور بہائیوں کا آج تک یہ دعوے ہے کہ قادیانی تحریک بہایت کے انتشار روحانیت کا نتیجہ ہے اور جو شخص میاں محمود احمد اور ان کی جماعت کے حالات سے واقف ہوگا۔ اس کو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ قادیانی جماعت ضرور بہائیت کے نقش قدم پر جا رہی ہے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کا اوپر کا مذہب نقل کر کے میرے ایک مضمون کو اس کے متناقض او متضاد بیان کے طور پر اس طرح درج کرتے ہیں:-

(الف) حضرت بہاء اللہ صاحب کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں کہ "نبوت و رسالت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی"۔

(ب) وہ (بہاء اللہ) اسلام اور قرآن کو حضرت خاتم النبیینؐ کے مقام کو اسی طرح مانتا ہے جیسے کہ ایک سچا مسلمان مانتا ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی عقلمند اس عقدہ کو حل کر سکتا ہے؟ مولوی صاحب حضرت امیر تو بابیوں اور بہائیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور میں نے خاص بہاء اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ختم نبوت کا قائل ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ میرا بیان ایک بہائی محفل میں بہائیوں کو ملزم کرنے کے لئے تھا جس میں میں نے ان کو اس طرح ملزم کیا کہ تم بہاء اللہ کو خدا بنا کر یا صاحب شریعت پیغمبر بنا کر پیش کرتے ہو حالانکہ وہ ختم نبوت کا قائل قرآن کا قائل اور آنحضرت صلعم کے طفیل بخشش کا طالب ہے پس یہ دونوں بیان ہرگز متناقض نہیں۔

اگر عیسائیوں سے مناظرہ میں یہ کہدیا جائے کہ حضرت عیسےٰ کو خدا کیوں بناتے ہو وہ تو حضرت خاتم النبیین کی آمد کی خبر دینے والے ایک رسول تھے اور دوسری طرف لکھا جائے کہ نصارے مشرک ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ وہ حضرت عیسےٰ کو خدا مانتے ہیں تو مولوی اللہ دتہ صاحب کے نزدیک یہ دونوں بیان متناقض ہیں۔ مگر ہر عقلمند مولوی صاحب کے ایسا کہنے پر ہنس پڑیگا۔ کیونکہ عیسےٰؑ نے بلاشبہ خدائی کا دعویٰ نہیں کیا وہ سچے رسول خدا تھے اور یہ بیان نصارے کو مشرک یا کافر کہنے کے کسی طرح متضاد نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت امیر کا بہائیوں کے منکر ختم نبوت قرار دینے اور دوسری طرف میرے بہاء اللہ کو ختم نبوت کا قائل قرار دینے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

میں باب اور بہاء اللہ دونوں کو جھوٹے مدعی ماموریت جانتا ہوں اور اگر ان کی کسی عبارت سے ختم نبوت کا انکار بھی نکال کر دکھا دیا جائے تو کوئی تعجب نہ ہوگا کیونکہ یہ تقیہ باز لوگ تھے موقعہ محل کے مطابق اپنا مطلب نکالنے کی کرنے والے تھے۔ مگر جہانتک مجھے ان کی کتابوں کو پڑھنے کا موقعہ ملا ہے میں نے بہاء اللہ کو ختم نبوت کا قائل پایا ہے اگرچہ وہ قادیانیوں کی طرح جدید مظاہر الٰہیہ کی آمد کا قائل ہے۔ نبی یا رسول کی بجائے مظاہر الٰہیہ کا لفظ لکھتے ہیں تاکہ ختم نبوت کے اعتراض سے بچ سکیں۔ بہائی اور قادیانی در اصل بھائی بھائی ہیں۔ دونوں بظاہر ختم نبوت کے قائل اور حقیقت میں بہائی ختم نبوت کے پورے پورے منکر ہیں اور قادیانی ان سے کچھ کم درجے کے منکر ہیں۔ مگر ہیں دونوں منکر۔

بہائی ہونا

احمدی جماعت کے لوگ خصوصاً وہ جنہوں نے ان کے خلیفہ صاحب کی اصل حقیقت کو جان لیا ہے اور عند الضرورت اس حقیقت کو طشت از بام بھی کرنے سے نہیں ڈرتے بلکہ میاں صاحب کے ساتھ مباہلہ کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ اور میاں صاحب انکے ساتھ مباہلہ کے نام سے بھاگتے ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب ایسے لوگوں کو جس طرح ہو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور انکی یہی خواہش ہے کہ یہ لوگ کسی طرح اسلام سے نکل جائیں تو اچھا ہو یہی وجہ ہو سکتی ہے جو میرے متعلق کھینچ تان کر بہایت کو میرا امدد کی مذہب قرار دینے کی کوشش کی ہے اور ۔ ۔ ۔ عبد الاحد صاحب کشمیری کا مشتنے ثابت کرنا چاہتے ہیں جس نے تو مولوی عبد اللہ صاحب کو بھی دوبارہ مسلمان کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ دیکھیے بہاء اللہ خود ختم نبوت کا قائل قرآن کو تا قیامت جاری رہنے والی کتاب مانتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے طفیل طالب نجات ہے یہ کیا مدعی الوہیت ہے جو محمد رسول اللہ کے قدموں میں پڑا ہے انہیں اس کا کوئی جواب نہ آیا علمی سے پوچھا وہ بھی جواب انہیں نہ دے سکا۔ مگر تعجب ہے جس ہتھیار کو جانا ہے میں بہائیوں کو مسلمان کرنا چاہتا ہوں۔ اسی کی وجہ سے مولوی اللہ دتہ صاحب کے نزدیک میں در پردہ بہائی ہوں حضرت سعدی نے سچ کہا ہے کہ دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آیا کرتا ہے۔

قادیان کے مقدسین کا ایک کارنامہ

از جناب ابن ذلول

خلافت مآب میاں محمود احمد پر مباہلہ والوں نے گندے سے گندے الزامات لگائے اور ان کی صحت کا ثبوت دینے کے لئے مباہلہ تک وہ تیار ہوئے تو میں حقیقۃً ان کے ساتھ نہ تھا۔ مگر یہ ضرور کہتا تھا کہ زنا کے الزام میں مباہلہ جائز ہے۔ مسیح موعودؑ نے یہی لکھا ہے۔ میاں صاحب کو میں نے قائل بھی کر لیا کہ مباہلہ جائز ہے۔ مگر میاں صاحب اس موت کے پیالے کو ہر ممکن طریق سے ٹالنے کی کوشش کرتے تھے۔ آخر وہ جھوٹے الزام لگا کر میاں صاحب نے جماعت کے ساتھ ملکر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا۔ اس پر قادیان کے قریباً تمام کے تمام بڑے بڑے مقدسین نے ایک اشتہار نکالا جس میں لکھا کہ مولوی عمر الدین مالی مدد بصورت الاؤنس یا تنخواہ لینے کے لئے لاہوری جماعت سے جا ملے ہیں حالانکہ یہ سب افترا ہے۔ میں جس طرح بلا کسی تنخواہ یا الاؤنس کے قادیانی جماعت کا مبلغ رہا اسی طرح اب بھی احمدی جماعت لاہور کا آنریری مبلغ ہوں۔ مگر قادیانی حضرات مجھے ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب یہ ثابت کرتے کہ میں نے جو کچھ بہائیوں کی محفل میں کہا تھا اس کو وہ غلط ثابت کرتے اور میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں تو بہاء اللہ بالکل ایک شیعہ صوفی ہو اور بعد میں وہ حد سے متجاوز ہو گیا ہو۔ مگر چونکہ بہائی ایسا نہیں مانتے اسلئے ہمیں حق ہے کہ ہم ان کو اسلام میں لانے کیلئے ایسی تحریروں سے فائدہ اٹھائیں جیسا کہ میں نے بمبئی میں زرتشتیوں میں سے بہائی شدہ پارسیوں کے مقابل کیا لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا اس قسم کی تحریروں سے بہاء اللہ کو مسلمان ثابت کرنے والا خود در پردہ بہائی ہے حد درجہ کی حق پوشی اور جہالت ہے۔

لائل پور میں تبلیغی سرگرمیاں

{از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری}

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ لائل پور کے زیر اہتمام ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء عید بارہ ربیع الاول عید میلاد النبی صلعم کی خوشی میں ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ ہمارے اس جلسہ سے قبل مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن والوں نے عید میلاد النبی صلعم کا جلسہ کیا۔ ان کے بعد جماعت قادیان نے جلسہ کیا۔ اس کے بعد مقامی مولوی صاحبان نے جلسہ کیا۔ سب کے بعد ہمارا جلسہ ہوا۔ یکے بعد دیگرے چار جلسوں نے جہاں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی پر مختلف طریق پر روشنی ڈالی وہاں اس بات کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مسلم اور غیر مسلم پبلک میں صحیح معنوں میں پیش کرنا صرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہی کا کام ہے اور غیروں تک نے ہماری اس فضیلت کا اقرار کیا۔

جلسہ کا اعلان اشتہارات اور منادیوں کے ذریعہ کیا گیا۔ اور باوجود اس کے کہ تین جلسے متواتر قبل ازیں ہو چکے تھے پھر بھی لوگ جوق در جوق شریک جلسہ ہوئے۔

اس عظیم الشان جلسہ کی صدارت کی عزت جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائلپور کو پیش کی گئی۔ اور جلسہ رات کے نو بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد خاکسار راقم الحروف لیکچر کے لئے کھڑا ہوا۔ اس لیکچر میں جہاں حضرت نبی کریم صلعم کی جامع اور مکمل تعلیم۔ اخلاق۔ روحانیت، صداقت، کامیابی اور مصلحین عالم پر فضیلت، پر سیر کن بحث کی گئی، وہاں توریت، زبور، انجیل اور ویدوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیشگوئیوں کا ذکر پیش کر کے کہا گیا کہ اگر آج ایک مذہبی کانفرنس کی جائے اور دنیا بھر کی الہامی کتب کو سامنے رکھ کر ان سے فیصلہ لیا جائے کہ وہ کونسی ہستی ہے جس پر ایمان لانے سے انسان نجات اور فلاح کا وارث بن جاتا ہے تو تمام الہامی کتب مل کر ایک، اور صرف ایک ہستی کی طرف اشارہ کریں گی اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس ہے۔ غرض اس لیکچر کو پبلک نے سوا دو گھنٹے تک کامل سکوت توجہ اور بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور اکثر لوگ جلسہ گاہ سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اس سے قبل بھی تین جلسے سنے مگر جس شان سے آج حضرت نبی کریم صلعم کو پیش کیا گیا ہے ان جلسوں میں نہیں کیا گیا۔ لیکچر کے خاتمہ پر جناب صدر نے مختصر مگر جامع الفاظ میں تقریر فرما کر پبلک کو توجہ دلائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اور بلند حالات صرف سن لینے ہی کافی نہیں بلکہ حضور صلعم کی تعلیم پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

۱۷ مئی کو مقامی جماعت نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ۳۰، ۳۱ مئی کو لائل پور کی جماعت کا سالانہ جلسہ کیا جائے۔ چنانچہ اس جلسہ کا پروپیگنڈا وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔ پوسٹروں، اشتہارات اور متواتر منادیوں کے ذریعہ پبلک کو اطلاع کی گئی۔ مقامی معززین کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ اور ریگل سینما میں چند روز سلائیڈ چلتی رہی۔ لاہور سے حضرت مولانا صدر الدین صاحب جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ جناب مولانا حافظ عبد الرشید صاحب عباسی فاضل دیوبند تشریف لائے۔ اگرچہ احباب کی درخواست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کے لئے بھی تھی۔ مگر مرکز کی طرف سے یہ تین بزرگ تشریف لا سکے۔

۳۰ مئی رات نو بجے جلسہ شروع ہوا۔ کرسی صدارت کو جناب الحاج میاں محمد صاحب رئیس لائل پور نے رونق بخشی تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب حافظ عبد الرشید صاحب عباسی کا لیکچر شروع ہوا۔ آپ کا مضمون تھا "اتحاد بین المسلمین"۔ عباسی صاحب نے اپنے مضمون کو نہایت خوبی کے ساتھ ادا فرمایا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے اس مضمون پر روشنی ڈالی اور مسلمانوں کو متحد ہونے کی تلقین فرمائی۔ لیکچر ایک گھنٹہ جاری رہا۔ اور پبلک نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ عباسی صاحب کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب قبلہ لیکچر کے لئے سٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کا مضمون تھا "دنیا کا نیا نظام قرآن کریم کی بنیادوں پر"۔ حضرت مولانا نے اپنے مخصوص انداز و لہجہ میں اس مضمون کی تمام شاخوں پر سیر کن بحث فرمائی اور نہایت مؤثر طریق پر قرآن کریم کی عالمگیر تعلیم کو پیش کر کے فرمایا کہ اس شور و شر اور بے چینی کے زمانہ میں دنیا عنقریب مجبور ہو گی کہ ایک نئے نظام عالم کو قرآن کریم کی بنیادوں پر قائم کرے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے سایۂ رحمت میں پناہ لے کر اطمینان کا سانس لے۔ حضرت مولانا کا انداز بیان اتنا دلکش اور مؤثر تھا کہ لوگ بُت بنے سُن رہے تھے حاضری اس قدر زیادہ تھی کہ پنڈال سے باہر بھی دور دور تک لوگ بیٹھے تھے۔ رات کی پرسکون فضا میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز بہت دور دور تک سنی گئی۔ لیکچر دو گھنٹے جاری رہا۔

۳۱ مئی صبح آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب قبلہ کو پیش کی گئی، تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے، لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ کا مضمون تھا "دور حاضرہ میں تبلیغ اسلام کی اہمیت"، مولانا ممدوح نے اپنے مضمون کو از بس قابلیت اور خوبی سے ادا فرمایا۔ قرآن کریم کی آیات بینات سے تبلیغ کی اہمیت بیان فرمائی اور مسلمانوں کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی پر شاندار الفاظ میں توجہ دلائی علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے مضمون کی دلچسپی میں نمایاں اضافہ کر کے بتایا کہ کس طرح علامہ مرحوم بھی تبلیغ اسلام کی اہمیت کو محسوس کرتے تھے۔ غرض لیکچر بہت دلچسپ تھا اور پبلک نے بڑی توجہ سے سنا۔ لیکچر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔

مولانا احمد یار صاحب کے بعد خاکسار راقم الحروف کا لیکچر تھا۔ جس کا موضوع تھا "اسلام کا مستقبل ماضی کی روشنی میں"۔ اس موضوع کے ماتحت بیان کیا گیا کہ اس پُر آشوب زمانہ میں اسلام کا مستقبل کیا ہونے والا ہے؟ اسے ہم ماضی کے تاریخی حالات میں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں چنانچہ بہت سے تاریخی حالات جن کا تعلق مضمون سے تھا پیش کر کے نتیجہ نکالا گیا کہ مسلمانوں پر عروج کا زمانہ ہو یا زوال کا۔ اسلام کی ترقی میں کوئی شئے حائل نہیں ہوتی، اور وہ برابر پھیلتا ہی چلا جاتا ہے۔ اگر ایک طرف بغداد کی شاندار عباسی خلافت اور اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کے زمانہ میں اسلام پھیل رہا تھا تو دوسری طرف چنگیز خاں اور ہلاکو خان کی طرف سے مسلمانوں پر تباہی اور بربادی کے دور میں بھی اسلام کا روحانی دریا اس زور سے بہہ رہا تھا کہ فاتح مغلوں کو بھی بہا کر لے گیا اور اسلام کے دشمن اسلام کے پاسبان بن گئے۔ اس کے بعد بیان کیا گیا کہ اس زمانہ میں بھی خدا نے پھر ایک مغل حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے کھڑا کیا اور اس نے اپنی ان تھک کوششوں سے ایک مختصر عرصہ میں ہی اسلام کی عظمت و ہیبت کو ساری دنیا پر قائم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کے اصل مقام۔ قادیانی جماعت اور احمدیہ جماعت میں فرق پر بحث کر کے لوگوں کو احمدیہ جماعت میں شامل ہونے کی کھلے الفاظ میں دعوت دی گئی۔ لیکچر دو گھنٹے جاری رہا۔ گرمی کے باوجود پبلک نے دلچسپی اور توجہ کا اظہار کیا اور آخر دم تک کسی نے ہلنے کا نام نہ لیا۔ خدا کی شان وہ لائل پور جہاں احمدیوں کو پتھر پڑا کرتے تھے ۱۳ سال میں انقلاب کہ لوگ ہمارے جلسوں کا اعلان سنتے ہی جوق در جوق جمع ہوتے اور گھنٹوں بیٹھے ہمارے لیکچر ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

۳۱ مئی رات کو پھر ایک اجلاس ہونا تھا مگر موسم کے یکایک خراب ہو جانے کی وجہ سے جلسہ ختم

آخر پر ان تمام بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے مالی امداد سے اس جلسہ میں حصہ لیا اور جنہوں نے شرکت فرمائی۔ خدا تعالیٰ ان تمام نوجوانوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے جلسہ کے انتظامات میں دلچسپی لی۔

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

۱- بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲- بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳- بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

حضرت مولانا نورالدین اعظم کا ایک واقعہ

از جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی سی ایس

قادیان کا گمنام گاؤں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے نزول اجلال کے باعث رشک جنت بنا ہوا تھا، اگرچہ وہ باقی دنیا سے دور افتادہ تھا لیکن آسمان سے بہت قریب ہو چکا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تختگاہ ہونے کے باعث ملائکہ کی آمد و رفت کی وجہ سے اسی نور کا نظارہ پیش کر رہا تھا جو پوری شان کے ساتھ بطحا کی پہاڑی پر ظاہر ہوا۔ جس طرح بطحا کی پہاڑی پر نور کے ظہور کو صدیق اکبرؓ نے دیکھ لیا اور پہچان لیا اسی طرح قادیان میں نازل ہونے والے نور کی روشنی کی چمک کو بھی سب سے پہلے ایک صدیق نے دیکھا اور پہچانا۔ اس نور کی شناخت کرنے والے کا نام ہی نورالدین تھا۔ ہاں وہی نورالدین جس کے متعلق حضرت مامور ربانی نے فرمایا ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

یہ وحید العصر علامہ اور یکتائے زماں حکیم جو ایک بہت بڑی ملازمت پر لات مار کر اور شاہی دربار کے اعزازات اور انعامات کو چھوڑ کر مامور ربانی کے جوار میں آ کر بسا تھا ایک کچے کوٹھے میں ایک بوریا پر بیٹھا کرتا تھا، نہ صرف مریض گروہ در گروہ وہاں آیا کرتے تھے بلکہ روحانی مریضوں کی بہت بڑی تعداد بھی ہر وقت موجود رہتی۔ دونوں قسم کے مریض شفایابی حاصل کرتے۔ جو لطف اور مزا اس بوریے پر بیٹھنے سے حاصل ہوتا اس کا اندازہ وہی اشخاص کر سکتے ہیں جنہوں نے یہ لطف اٹھایا یا مزا چکھا۔ یہ ناچیز اس وقت طالب علم تھا۔ تعطیلات میں اکثر قادیان جاتا اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی صحبت سے استفادہ کرتا۔ حضرت مولانا اس ناچیز سے نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آتے اور اکثر چوہدری کے نام سے پکارا کرتے۔

ایک دن فرمایا "چوہدری! آج ایک سوال اور اس کا جواب ہم نے سنا ہے بڑا ہی مزا آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو بھی اس مزا میں شریک کروں"۔ میں نے عرض کیا بڑی مہربانی ہے۔ فرمایا "آج مجھے بیوی صاحبہ (حضرت اقدس کی اہلیہ محترمہ کا ذکر حضرت مولانا اسی نام سے کیا کرتے) نے کہا کہ میں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد اگر آپ پر درود اور سلام بھیجنا ہو تو کن الفاظ میں بھیجا جائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ علیحدہ نام لینے کی کیا ضرورت ہے جب کوئی یہ کہے گا کہ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ خلفاء محمد تو میں اس درود میں شریک ہونگا۔ پھر مولانا نے فرمایا "ایسی بیویاں بہت کم ہونگی جو اپنے خاوندوں سے اس قسم کا سوال کریں۔ بیوی صاحبہ نے یہ سوال کر کے کمال کر دیا مگر ان کے مقدس شوہر کو اپنی صداقت پر کس قدر وثوق ہے، اور خلیفہ محمد صلعم ہونے پر کیسا یقین ہے کہ علیحدہ نام لینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی"۔

میں نے مولانا کی زبان مقدس سے یہ سنا اور بطور روایت بیان کرتا ہوں تاکہ محفوظ ہو جائے۔

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ خلفاء محمد

روئیداد اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس بروز اتوار بعد از نماز مغرب مورخہ ۱۴ جون ۱۹۶۲ء زیر صدارت جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کے بعد سید ۔۔۔ صاحب[1] نے (قرآن اور) [illegible] پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے تخلیق عالم سے لیکر آنحضرتؐ کے زمانہ تک مختلف انبیاء مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آدمؑ سے وعدہ کیا تھا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ سلسلہ انبیاء کی انتہا بالآخر حبیب خدا محمد مصطفیٰ پر ہوئی۔ اور تمام عالم کیلئے ہدایت بن کر آئی۔ آپؐ نے دنیا کے سامنے ایک لائحہ عمل (تعلیم قرآن) پیش کیا اور کہا کہ اگر اس پر پورے طور سے عمل پیرا ہوگے تو آخرت کی کامیابی تمہارے قدموں کے نیچے ہوگی ورنہ خسر الدنیا والآخرۃ کا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھوگے۔

شاہ صاحب نے قرآن شریف کی سورتوں کو مکی اور مدنی تقسیم میں منقسم کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں ان میں اکثر حصہ مدنی اور باقی مکی ہیں جو کہ قرآن کا اکثر حصہ ہے۔ مکی زندگی میں جس قدر سورتیں نازل ہوئیں ان میں زیادہ تر توحید، رسالت اور وجود قیامت پر زور دیا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام کفار عرب اپنے معبودان باطل کی پرستش میں منہمک تھے اور قیامت کا سرے سے انکار کر بیٹھے تھے اور رسالت کو بشری جامہ میں بعید از عقل تصور کرتے تھے بلکہ ان کا خیال تھا کہ خدا کا رسول کوئی فرشتہ ہونا چاہیئے جو انسانی لوازمات سے دور اور تمام کمزوریوں سے مبرا ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ان کے قول کو بیان فرمایا۔ قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون۔

توحید کے مقابلہ میں شرک کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ
وحی اور رسالت کے متعلق یوں تشریح کی شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔
کفار کے انکار قیامت کے عقیدے کو اس طرح بیان کیا۔ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین ان ھو الا رجل افتریٰ علی اللہ کذبا وما نحن لہ بمؤمنین۔

آپ نے اپنے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مکی سورتوں میں اکثر گذشتہ امتوں کے قصے اور انکی تباہی کے واقعات مندرج ہیں جو اس بات کیطرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر پہلی امتوں کی طرح اس امت نے بھی انکار کیا تو ان کیساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائیگا جو پہلی قوموں کیساتھ کیا گیا۔

شاہ صاحب کا مضمون ختم ہونے کے بعد راقم الحروف نے (تبلیغ سلسلہ کے ذرائع) پر تقریر کی اور اشاعت اسلام کے متعلق جو ذرائع آنحضرتؐ کے زمانہ اقدس میں اختیار کئے گئے تھے انکو متعدد تاریخی واقعات کے رنگ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے بہت سے ذرائع اختیار کئے گئے تھے مگر ان میں سے اہم اور زود اثر حسب ذیل تین ذرائع ہیں۔

اوّل۔ عرب کے قبیلوں میں جس قدر مسلمان ہو چکے تھے ان کو یہ بات سکھائی جاتی تھی کہ اپنے اپنے قبیلے سے بعض افراد آستانہ رسالت پر آ کر دس بیس دن یا مہینہ رہ کر ضروری مسائل دینی اور عقائد اسلام سیکھ کر اپنے قبیلہ میں واپس جائیں اور اپنی ضروریات اور کام کی ادائیگی کیساتھ ساتھ تبلیغ اسلام بھی ایک فرض منصبی سمجھیں چنانچہ آیت وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ آیت مذکورہ کی مزید تشریح حدیث میں یوں کی گئی ہے۔ کان ینطلق من کل حی من العرب عصابۃ فیاتون النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیسئلونہ عما یریدون ومن امور دینھم ویتفقھوا فی دینھم۔ جب وہ لوگ ضروری مسائل سیکھ لیتے تھے تو دربار رسالت سے حکم ہوتا تھا ارجعوا الیٰ اھلیکم فعلموھم ومروھم فصلوا کما رایتمونی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق ہے کہ بسا اوقات بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت مقداد بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو رفیق اس قدر تنگدست تھے کہ بھوک سے بینائی جاتی رہی۔ سوم۔ اشاعت اسلام کیلئے مختلف علاقوں میں مستقل مبلغ بھیج کر عوام الناس کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا جاتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیہ۔ آخر میں میں نے کہا کہ اگر جماعت احمدیہ ایسی سپرٹ اور لائحہ عمل اپنے لئے اختیار کر لے تو بہت جلد تمام دنیا اسلام کے چشمہ سے سیراب ہو سکتی ہے۔

بعد ازاں صاحب صدر جلسہ نے ہر دو مضامین پر مزید روشنی ڈالی جس کی وجہ سے سامعین پر کافی اثر ہوا۔ دعا کے بعد جلسہ ختم کیا گیا۔ (میاں احمد گل نعمانی جائنٹ سیکرٹری)

[1] ۔۔۔ صاحب اشتہار میں اپنا نام دینا نہیں چاہتے اسلئے انکا نام چھوڑ دیا گیا ہے۔

لائل پور میں تبلیغی سرگرمیاں

{از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری}

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شاخ لائل پور کے زیر اہتمام ۱۳ر مارچ ۱۹۴۲ء عید باغ میں عید میلاد النبی صلعم کی خوشی میں ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ ہمارے اس جلسہ سے قبل مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن والوں نے عید میلاد النبی صلعم کا جلسہ کیا۔ ان کے بعد جماعت قادیان نے جلسہ کیا۔ اس کے بعد مقامی مولوی صاحبان نے جلسہ کیا۔ سب کے بعد ہمارا جلسہ ہوا۔ یکے بعد دیگرے چار جلسوں نے جہاں حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی پر مختلف طریق پر روشنی ڈالی وہاں اس بات کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو مسلم اور غیر مسلم پبلک میں صحیح معنوں میں پیش کرنا صرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہی کا کام ہے اور غیروں تک نے ہماری اس فضیلت کا اقرار کیا۔

جلسہ کا اعلان اشتہارات اور منادیوں کے ذریعہ کیا گیا۔ اور باوجود اس کے کہ تین جلسے متواتر قبل ازیں ہو چکے تھے پھر بھی لوگ جوق در جوق شریک جلسہ ہوئے۔

اس عظیم الشان جلسہ کی صدارت کی عزت جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب رئیس لائلپور کو پیش کی گئی۔ اور جلسہ رات کے نو بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد خاکسار راقم الحروف لیکچر کے لئے کھڑا ہوا۔ اس لیکچر میں جہاں حضرت نبی کریم صلعم کی جامع اور مکمل تعلیم۔ اخلاق۔ روحانیت، صداقت، کامیابی اور مصلحین عالم پر فضیلت پر سیر کن بحث کی گئی، وہاں توریت، زبور، انجیل اور ویدوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیشگوئیوں کا ذکر پیش کر کے کہا گیا کہ اگر آج ایک مذہبی کوانفرنس کر لی جائے اور دنیا بھر کی الہامی کتب کو سامنے رکھ کر ان سے فیصلہ لیا جائے کہ وہ کونسی ہستی ہے جس پر ایمان لانے سے انسان نجات اور فلاح کا وارث بن جاتا ہے تو تمام الہامی کتب مل کر ایک اور صرف ایک ہستی کی طرف اشارہ کریں گی اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس ہے۔ غرض اس لیکچر کو پبلک نے سوا دو گھنٹے تک کامل سکوت توجہ اور بڑی دلچسپی سے سُنا۔ اور اکثر لوگ جلسہ گاہ سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اس سے قبل بھی تین جلسے سُنے مگر جس شان سے آج حضرت نبی کریم صلعم کو پیش کیا گیا ہے ان جلسوں میں نہیں کیا گیا۔ لیکچر کے خاتمہ پر جناب صدر نے مختصر مگر جامع الفاظ میں تقریر فرما کر پبلک کو توجہ دلائی کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اور بلند حالات صرف سن لینے ہی کافی نہیں بلکہ حضور صلعم کی تعلیم پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

۱۰ر مئی کو مقامی جماعت نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ۳۰ر ۳۱ر مئی کو لائل پور کی جماعت کا سالانہ جلسہ کیا جائے۔ چنانچہ اس جلسہ کا پروپیگنڈا وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔ پوسٹروں، اشتہارات اور متواتر منادیوں کے ذریعہ پبلک کو اطلاع کی گئی۔ مقامی معززین کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ اور ریگل سینما میں چند روز سلائیڈ چلتی رہی۔ لاہور سے حضرت مولانا صدر الدین صاحب جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ جناب مولانا حافظ عبد الرشید صاحب عباسی فاضل دیوبند تشریف لائے۔ اگرچہ احباب کی درخواست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کے لئے بھی تھی۔ مگر مرکز کی طرف سے یہ تین بزرگ تشریف لا سکے۔

۳۰ر مئی رات نو بجے جلسہ شروع ہوا۔ کرسی صدارت کو جناب الحاج میاں محمد صاحب رئیس لائل پور نے رونق بخشی تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب حافظ عبد الرشید صاحب عباسی کا لیکچر شروع ہوا۔ آپ کا مضمون تھا "اتحاد بین المسلمین"۔ عباسی صاحب نے اپنے مضمون کو نہایت خوبی کے ساتھ ادا فرمایا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے اس مضمون پر روشنی ڈالی اور مسلمانوں کو متحد ہونے کی تلقین فرمائی۔ لیکچر ایک گھنٹہ جاری رہا۔ اور پبلک نے بڑی دلچسپی سے سُنا۔ عباسی صاحب کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب قبلہ لیکچر کے لئے سٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کا مضمون تھا "دنیا کا نیا نظام قرآن کریم کی بنیادوں پر"۔ حضرت مولانا نے اپنے مخصوص انداز و لہجہ میں اس مضمون کی تمام شاخوں پر سیر کن بحث فرمائی اور نہایت مؤثر طریق پر قرآن کریم کی عالمگیر تعلیم کو پیش کر کے فرمایا کہ اس شور و شر اور بے چینی کے زمانہ میں دنیا عنقریب مجبور ہو گی کہ ایک نئے نظام عالم کو قرآن کریم کی بنیادوں پر قائم کرے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے سایۂ رحمت میں پناہ لے کر اطمینان کا سانس لے۔ حضرت مولانا کا انداز بیان اتنا دلکش اور مؤثر تھا کہ لوگ بُت بنے سُن رہے تھے۔ حاضری اس قدر زیادہ تھی کہ پنڈال سے باہر بھی دور دور تک لوگ بیٹھے تھے۔ رات کی پرسکون فضا میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز بہت دور دور تک سنی گئی۔ لیکچر دو گھنٹے جاری رہا۔

۳۱ر مئی صبح آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب قبلہ کو پیش کی گئی، تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے، لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ کا مضمون تھا "دور حاضرہ میں تبلیغ اسلام کی اہمیت"، مولانا ممدوح نے اپنے مضمون کو از بس قابلیت اور خوبی سے ادا فرمایا۔ قرآن کریم کی آیات بینات سے تبلیغ کی اہمیت بیان فرمائی اور مسلمانوں کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی پر شاندار الفاظ میں توجہ دلائی علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے مضمون کی دلچسپی میں نمایاں اضافہ کر کے بتلایا کہ کس طرح علامہ مرحوم بھی تبلیغ اسلام کی اہمیت کو محسوس کرتے تھے۔ غرض لیکچر بہت دلچسپ تھا اور پبلک نے بڑی توجہ سے سُنا۔ لیکچر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔

مولانا احمد یار صاحب کے بعد خاکسار راقم الحروف کا لیکچر تھا۔ جس کا موضوع تھا "اسلام کا مستقبل ماضی کی روشنی میں"۔ اس موضوع کے ماتحت بیان کیا گیا کہ اس پُر آشوب زمانہ میں اسلام کا مستقبل کیا ہونے والا ہے؟ اسے ہم ماضی کے تاریخی حالات میں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ ماضی کے بہت سے تاریخی حالات جن کا تعلق مضمون سے تھا پیش کر کے نتیجہ نکالا گیا کہ مسلمانوں پر عروج کا زمانہ ہو یا زوال کا۔ اسلام کی ترقی میں کوئی شئے حائل نہیں ہوتی۔ اور وہ برابر پھیلتا ہی چلا جاتا ہے۔ اگر ایک طرف بغداد کی شاندار عباسی خلافت اور اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کے زمانہ میں اسلام پھیل رہا تھا تو دوسری طرف چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی طرف سے مسلمانوں پر تباہی اور بربادی کے دور میں بھی اسلام کا روحانی دریا اس زور سے بہہ رہا تھا۔ آخر فاتح مغلوں کو بھی بہا کر لے گیا اور اسلام کے دشمن اسلام کے پاسبان بن گئے۔ اس کے بعد بیان کیا گیا کہ اس زمانہ میں بھی خدا نے پھر ایک مغل حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے کھڑا کیا اور اس نے اپنی ان تھک کوششوں سے ایک مختصر عرصہ میں ہی اسلام کی عظمت و ہیبت کو ساری دنیا پر قائم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مقام۔ قادیانی جماعت اور احمدی جماعت میں فرق پر بحث کر کے لوگوں کو احمدیہ جماعت میں شامل ہونے کی کھلے الفاظ میں دعوت دی گئی۔ لیکچر دو گھنٹے جاری رہا۔ گرمی کے باوجود پبلک نے دلچسپی و توجہ کا اظہار کیا اور آخر دم تک کسی نے ہلنے کا نام نہ لیا۔ خدا کی شان وہ لائل پور جہاں احمدیوں کو پتھر پڑا کرتے تھے اب یہ انقلاب کہ لوگ ہمارے جلسوں کا اعلان سنتے ہی جوق در جوق جمع ہوتے اور گھنٹوں بیٹھے ہمارے لیکچر نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

۳۱ر مئی رات کو پھر ایک اجلاس ہونا تھا مگر موسم کے یکایک خراب ہو جانے کی وجہ سے جلسہ ختم آخر پر ان تمام بزرگوں اور احباب کا کرنا ضروری ہے جنہوں نے مالی امداد سے اس جلسہ فرمائی۔ خدا تعالیٰ ان تمام نوجوانوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے جلسہ کے انتظامات میں دلچسپی لی۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

گرنتھ صاحب کی تعلیم اور اسلام

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

گرنتھ صاحب میں لکھا ہے :-

گن کاری گن سنگرہ - اَوْرا اُپدیسین
سے وڈ بھاگی جو اوناں مل رہسے - اَن دن نام لئین
گن کی ساجھ سکھ اُدستیے - سچی بھگت کرین

(سوہی محلہ ۳)

ترجمہ :- نیک انسان نیکیاں جمع کرتے ہیں - اور دوسروں کو نیک کاموں کی تلقین کرتے ہیں - اور جو لوگ نیک کاموں میں ان سے "مل ورتن" کرتے ہیں وہ بہت خوش قسمت ہیں - شب و روز یاد الٰہی میں لگے رہتے ہیں - اعمال حسنہ میں تعاون کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے - حقیقی عبادت یہی ہے -

پھر ایک اور مقام پر یوں مرقوم ہے :-

جے گن ہووَن ساجناں مل ساجھ کریجے
ساجھ کریجے گنہہ کیری چھوڈ اوگن چلیجے

(سوہی محلہ ۵)

ترجمہ :- اگر ساجنوں میں نیکیاں ہوں تو اُن سے "مل ورتن" کرنا چاہیئے - "مل ورتن" نیک کاموں میں ہونا چاہیئے - بدی کے کاموں میں نہیں -

بالکل یہی تعلیم قرآن مجید کی ہے - فرمایا

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۝

تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب -

ترجمہ - زمانہ شاہد ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے - سوا اُن کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے - اور جو ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں -

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں باہم تعاون کرو اور گناہ اور فساد کے کاموں میں تعاون نہ کرو -

پس جبکہ ان ہر دو مذہبی کتب کی تعلیم یہ ہے کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے "مل ورتن" کریں تو پھر اُن کے پیرووں کو ایسے امور میں کہ جو مسلمہ فریقین صداقت پر مبنی ہوں باہم تعاون ضرور کرنا چاہیئے -

میں نے ان ہر دو اقوام کی مذہبی کتب کا ایک حد تک مطالعہ کیا ہے - اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس قدر اصول گرنتھ صاحب میں مرقوم ہیں وہ سب بالوضاحت قرآن مجید میں موجود ہیں - اور ہندو کتب کے ساتھ ان کا کوئی جوڑ نہیں ملتا - اور بالخصوص گرنتھ صاحب میں تو ہندو مت کے عقائد - شرک - بت پرستی - اوتار - دیوی - دیوتا - شرادھ - ذات پات - چھوت چھات - زنار - آرتی - سندھیا وغیرہ - پھر آریہ سماج کے مخصوص عقائد روح اور مادہ ازلی ہیں - نجات دوامی نہیں - خدا کو گناہ معاف کرنے کا اختیار نہیں - خدا کو ازمنہ ثلاثہ کا علم نہیں وغیرہ - پھر ان کی مذہبی کتب - وید - پران - سمرتی - شاستر وغیرہ - پھر جین مت کے عقائد - پھر ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے عقائد - بات کیا چوٹی سے ایڑی تک ایک ایک عقیدہ کی صاف اور واضح الفاظ میں تردید کی گئی ہے - بایں ہمہ سکھوں کا ہندو کی بغل میں گھسے رہنا سوا ناسمجھی اور غلط فہمی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے - اب ہم عقائد مذکورۃ الصدر کو فرداً فرداً لیتے ہیں -

صفات اللہ

(۱) اونکار ست نام کرتا پرکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سیبھنگ ، یہ بابا نانک صاحب کا کلام اور سکھ دھرم اصل کا الاصول ہے - جو گرنتھ صاحب کے شروع میں اور پھر آگے ہر ایک راگ (کلام) کے شروع میں مرقوم ہے -

ترجمہ :- اونکار - ھو اللّٰہ احد سب کی حفاظت کرنے والا صرف ایک خدا ہے -

ست نام - قولہ الحق - اس کا نام یا کلام سچا ہے -

کرتا - خالق کل شئی - وہ ہر چیز کا خالق ہے -

پرکھ - وکان اللّٰہ بکل شئی محیطا - وہ ہر جگہ موجود ہے -

نربھو - ھو القاھر فوق عبادہٖ - وہ کسی سے نہیں ڈرتا -

نرویر - لا یظلم ربک احداً - وہ کسی سے دشمنی یا کسی پر ظلم نہیں کرتا -

اکال مورت - الحی الذی لا یموت - غیر فانی وجود ہے -

اجونی - لم یلد ولم یولد - وہ پیدا نہیں ہوتا -

سے بھنگ - ھو الاول والاٰخر - وہ ازلی اور ابدی ہے -

اس تشریح سے قارئین کرام کو علم ہو گیا ہوگا کہ حضرت بابا نانک صاحب کے کلام میں جو معروف صفات الٰہیہ مذکور ہیں وہ وہی ہیں جو قرآن مجید میں بابا صاحب سے ایک ہزار سال قبل بیان کر دی گئی تھیں - مگر یہ رب اللہ کے صفاتی نام ہیں - اس کا ذاتی نام کیا ہے وہ اس شلوک میں مرقوم نہیں -

اسم اعظم یا خدا کا ذاتی نام

بعض سکھ علماء شلوک مذکورہ میں بیان کردہ لفظ "ست" کو خدا کا ذاتی نام بتاتے ہیں اور ثبوت میں گرنتھ صاحب کا یہ شلوک پیش کیا کرتے ہیں ؎

کِرتم نام کتھے تیرے جِھوا
ست نام تیرا پَرا پُورَبلا

ترجمہ :- انسانوں کے تجویز کئے تیرے بہت نام ہیں - "ست" تیرا قدیمی نام ہے -

یہاں لفظ پُوربلا (قدیمی) سے ست کو خدا کا ذاتی نام سمجھ لیا گیا ہے - مگر یہ استدلال صحیح نہیں - وجہ یہ کہ جملہ صفات الٰہیہ قدیمی ہی ہیں - اس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو کسی وقت اس میں موجود نہ تھی - اور پھر بعد میں کسی وقت آ موجود ہوئی - بلکہ جس طرح وہ خود قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں - کیونکہ صفات کا اس سے الگ کوئی وجود نہیں - ورنہ تعدد قدما لازم آئے گا - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک صفت ایک وقت بالقوی اور دوسرے وقت بالفعل ہو - لیکن یہ سمجھنا کہ فلاں صفت قدیم ہے اور فلاں جدید یا عارضی ہے - صحیح نہیں - حاصل کلام یہ کہ اس کی جملہ صفات قدیم ہیں - ست کو کوئی خصوصیت قدم میں نہیں - لہذا ست بھی ایک صفاتی نام ہے - ذاتی نام نہیں اور خود سکھ علماء نے ست کو صفاتی نام تسلیم کیا ہے - چنانچہ سکھ دھرم کے مشہور و معروف اور مسلّم عالم بھائی کاہن سنگھ جی گیانی ساکن نابھہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"خدا نام اور شکل سے مبرا ہے - لیکن علماء نے اس کی صفات سے اپنے فہم و اعتقاد کے مطابق اس کے بیشمار نام تجویز کئے ہیں ، جن میں سے ست ، چت اور آنند معروف نام ہیں" (گورومت پربھاکر صفحہ ۱۷۱)

بھائی صاحب کے اس بیان سے صاف ثابت ہو گیا کہ علماء نے جو نام اپنے فہم اور اعتقاد کے مطابق تجویز کئے ہیں اُن میں سے ست ، چت اور آنند معروف نام ہیں لہذا ست ، ایک معروف صفاتی نام کہا جا سکتا ہے - ذاتی نام نہیں -

بعض لوگ اس شلوک مذکورۃ الصدر میں مستعمل لفظ "ست" سے تعدادی حرف "۷" (سات) مراد لے کر یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ

۱ - اونکار یعنی ایک اوم اکار

ست نام - اس کے سات معروف صفاتی نام ہیں - اور وہ یہ ہیں :-

کرتا - پرکھ - نربھو - نرویر - اکال مورت - اجونی - سے بھنگ -

اور اس طرح وہ اوم کو ذاتی نام قرار دیتے ہیں - مگر یہ بھی صحیح نہیں - کیونکہ اوم ، اَوْ سے مشتق اسم فاعل ہے جس کے معنے ہیں حفاظت کرنے والا - جہاں یہ صفت ہوگی وہیں اس نام کا بھی اطلاق ہو سکے گا - ایک بادشاہ اپنے ملک کی حفاظت کرنے کے باعث ایک چوکیدار ایک دہ کا محافظ ہونے کی وجہ سے اس نام کا مستحق ہوگا

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . . - چونکہ اوم ہر حفاظت کنندہ کو کہا جا سکتا ہے - اس لئے بابا نانک صاحب نے اس نقص کو محسوس کر کے اپنے کلام میں اوم کے ماقبل ایک کا ہندسہ لگا کر اسکو مخصوص کر دیا - چنانچہ گرنتھ صاحب میں اوم کے ماقبل ایک کا ہندسہ مرقوم ہے - یعنی لکھا یوں جاتا ہے اونکار اور پڑھا یوں جاتا ہے - ایک اوم کار -

کیا گرنتھ صاحب میں خدا کا ذاتی نام نہیں؟

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ بابا نانک صاحب کے فرمودہ شلوک مذکورہ میں اوم - ست - وغیرہ جتنے

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن پہلے لائے اور حضرت مسیح موعود غیر تشریعی نبی ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ آپ قرآن پہلے نہیں لائے ورنہ قرآن آپ بھی لاتے ۔ پھر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچدی جاتی ہے ۔ اور کچھ نظر نہیں آتا سوائے آنیوالے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے ۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا ۔ اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے ۔ اور کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جو مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے ۔ اسی طرح رسول کریم صلعم کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھایا جائے ۔ اور اگر کوئی چاہے کہ آپ سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے تو کچھ نظر نہ آئے گا ۔ ایسی صورت میں اگر قرآن کوئی دیکھے گا تو اس کے لئے یھدی من یشاء والا قرآن نہ ہوگا بلکہ یضل من یشاء والا قرآن ہوگا“

(الفضل ۴ر جولائی ۱۹۲۴ء خطبہ جمعہ)

اب اس تحریر کے نتائج ملاحظہ ہوں ۔

(۱) نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں اسلئے حضرت مسیح موعود اور حضرت نبی کریم صلعم ایک ہی مقام پر ہیں ۔

(۲) کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو شریعت نہ لائے ۔ پس ہم جسے بھی نبی کہیں گے وہ یقیناً صاحب شریعت ہوگا ۔ لہذا حضرت مسیح موعود بھی صاحب شریعت نبی ہوئے ۔

(۳) نبی شرعی اور غیر شرعی کی اصطلاح محض اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ایک شریعت پہلے لایا دوسرا پیچھے لایا ۔ پس محمد رسول اللہ صلعم میں اور حضرت مسیح موعود میں جہاں تک نفس شریعت کا سوال ہے دونوں کوئی فرق نہیں ۔ دونو صاحب شریعت ہیں ۔ دونو ان لانے ۔ صرف پہلے اور پیچھے لانے کا فرق ہے ۔

(۴) پیچھے آنیوالا نبی جب آتا ہے تو پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچدی جاتی ہے ۔ لہذا حضرت مسیح موعود کے آنے سے محمد رسول اللہ صلعم کے آگے دیوار کھینچدی گئی ۔ چلو چھٹی ہوئی ۔

(۵) پیچھے آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے ۔ لہذا حضرت مسیح موعود رسول اللہ صلعم کیلئے بمنزلہ سوراخ کے ہیں ۔ اب محمد رسول اللہ صلعم نظر نہیں آتے جب تک حضرت مسیح موعود میں سے ہو کر نہ دیکھا جائے یا جس طرح حضرت مسیح موعود سے قبل آنحضرت صلعم تمام انبیاء کے لئے بمنزلہ سوراخ کے تھے اور آپ کے طفیل ان نبیوں کی نبوت نظر آتی تھی ۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے آنے کے بعد آنحضرت صلعم کی نبوت غائب ہو گئی اور آپ گذشتہ نبیوں کی طرح ریٹائر ہو گئے اب آپ کی نبوت کو دیکھنا ہو تو حضرت مسیح موعود کی نبوت میں دیکھو یہ قصہ ختم ہے ۔

(۶) قرآن بھی اب محمد رسول اللہ صلعم کی کتاب نہیں رہا ۔ نہ وہ اب مسیح موعود کی ملکیت ہے جیسا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں ”اب کوئی قرآن نہیں ہے سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا ۔“ حدیث کا بھی یہی حال بتاتے ہیں ۔

(۷) محمد رسول اللہ صلعم سے قرآن کو چھین کر حضرت مسیح موعود کو دے دینے کے بعد بھی میاں صاحب کو تسلی نہ ہوئی اس سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر اعلان فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا لایا ہوا قرآن اگر کوئی پڑھے گا تو وہ یھدی من یشاء والا قرآن بن کر ہدایت دے گا ۔ اور اگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا لایا ہوا قرآن اب کوئی پڑھے گا تو وہ یضل من یشاء والا قرآن بن کر گمراہ کرے گا ۔ (گویا قرآن بھی انسان کو گمراہ کیا کرتا ہے) سوائے اس کے کہ اسے مسیح موعود کا لایا ہوا سمجھ لیا جائے تو وہی گمراہ کرنے والا قرآن ہدایت دینے والا قرآن بن جائے گا دیکھی محمد رسول اللہ کی عزت افزائی !

میں ان تمام لغویات پر یہاں بحث کرنا نہیں چاہتا میں اپنی کتاب آئینہ غلو و اختلاف میں اس پر مفصل بحث کر چکا ہوں ۔ صرف دکھانا یہ مقصود ہے کہ میاں محمود احمد صاحب ، قرآن کو حضرت مسیح موعود کی کتاب قرار دے چکے ہیں

(۸) لیکن ابھی ایک بات باقی تھی ۔ وہ یہ کہ نبی کی اپنی وحی یعنے وحی نبوت کتاب اللہ کہلاتی ہے ۔ تو حضرت مسیح موعود اگر نبی ہیں تو آپ کی وحی نبوت بھی کتاب اللہ ٹھیری ، اسلئے حضرت مسیح موعود کی بزعم ایشاں وحی نبوت کو میاں محمود احمد صاحب کے حکم سے ایک کتاب کی شکل میں جمع کر کے اس کا نام ”تذکرہ“ رکھا گیا اور شائع کیا گیا ، اب یہ تو صاف بات ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی اللہ کی وحی نبوت کا مجموعہ کتاب اللہ کہلائے گا ۔ جیسا کہ کل نبیوں کی وحی نبوت کا مجموعہ کتاب اللہ کہلاتا ہے ۔ پس تمام امت محمودیہ کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے اور ہے کہ تذکرہ کتاب اللہ ہے ۔ دیکھیں صاف زبان سے کہنے کی بھی جرأت نہ ہو ۔ مگر اندر سے عقیدہ یہی ہے ۔ لیکن خدا بھلا کرے لائلپور کی سرزمین کا ۔ یہ سرزمین بھی عجیب مردم خیز خطہ ہے ۔ یہیں سے ظلی مولوی فاضل ظلی محمد نذیر ظلی لائلپوری اٹھے تھے اور اپنے کمالات کی وجہ سے قادیان بلا لئے گئے ۔ اب اسی ”خطہ یونان“ سے اور محمودی بزرگ بھی نمودار ہوئے ہیں جنہوں نے نہایت جرأت اور صفائی سے مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر ہمارے دوست فضل قادر صاحب کو دے دی ہے ۔ جس میں صاف طور پر مگر احتیاطی الفاظ میں حضرت مسیح موعود کی وحی کو وحی نبوت قرار دیتے ہوئے اس کے مجموعہ کو جو ”تذکرہ“ کے نام سے مشہور ہے کتاب اللہ قرار دے دیا ہے وہ تحریر ملاحظہ ہو :۔

”جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلعم کے بعد آپ جیسے صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ آپ کے ماتحت نبی ہیں ۔ لیکن ہیں فی الواقعہ نبی اسی طرح آپ کے الہامات گو شان اور عظمت کے لحاظ سے قرآن مجید جیسے نہیں اور آپ کی وحی تابع وحی قرآنی ہے لیکن ہے وہ یقینی اور قطعی وحی نبوت اور اگر کتاب اللہ کے معنے صرف یہ ہیں کہ ایسی وحی جو خدا کی طرف سے نبی پر نازل ہو تو ان معنوں میں حضرت اقدس کی وحی بھی کتاب اللہ کہلا سکتی ہے ، لیکن اگر کتاب اللہ سے شریعت والی اور سابقہ کتب کی ناسخ وحی مراد لی جائے تو حضرت اقدس کی وحی ایسی کتاب نہیں ۔“

یہ تحریر ۱۷ر نومبر ۱۹۴۲ء کو جناب محمد عمر صاحب محمودی لائلپوری نے اپنے پریذیڈنٹ اور مولوی فاضل مولوی عبد القادر صاحب محمودی مبلغ سے مشورہ کے بعد لکھ کر دی اس میں جتنی ”اگر مگر“ ہے یہ محض احتیاطی الفاظ ہیں ۔ ورنہ جب میاں محمود احمد صاحب صاف طور پر اعلان فرما چکے ہیں ۔ ”نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں ۔“

اور صاف طور پر فرمایا کہ ”کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو شریعت نہ لائے“ تو پھر یہ شرعی اور غیر شرعی کی تفریق کیسی ۔ اور جب حضرت مسیح موعود کی وحی وحی نبوت ہے تو وہ یقینی طور پر کتاب اللہ ہے مانا کہ وہ قرآن کی ناسخ نہیں ۔ مگر قرآن کی متمم ضرور ٹھیرتی ہے ۔ یعنے قرآن میں ایمان کے آنیسے اضافہ ضرور ہوا ۔ اور قرآن کی تکمیل اس کے ذریعہ ہوئی ۔ اگر قرآن ایک مکمل کتاب ہے اور وہ خاتم الکتب ہے تو اس کے بعد کسی کتاب اللہ کی ضرورت نہیں ۔ اور اگر ضرورت باقی ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں حاجت تکمیل ابھی باقی تھی جسے حضرت مسیح موعود کی وحی نے آکر پورا کیا ۔ اور جبکہ اس گروہ محمودیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وبالاخرۃ ھم یوقنون سے مراد ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وحی نبوت یعنے آپ پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لانا ضروری ہے تو مومن بہ ہونے میں قرآن کریم اور تذکرہ (یعنے وہ کتاب اللہ جو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئی) ایک ہی مقام پر ہوئے ۔ پس ایک طرف تو میاں محمود احمد صاحب نے قرآن کو حضرت محمد رسول اللہ سے چھین کر حضرت مسیح موعود کو دے دیا اور دوسری طرف امت محمودیہ بلکہ عقل سلیم یہ فتوے دیتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وحی نبوت کا مجموعہ کتاب اللہ کہلائے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اس امت محمودیہ کی کتاب اللہ ہوئی قرآن + تذکرہ جس طرح نصاریٰ کی بائیبل پرانا عہدنامہ اور نیا عہدنامہ مجموعہ مل کر کتاب اللہ کہلاتی ہے ۔ اسی طرح غلو میں نصاریٰ کی مثیل امت محمودیہ کی کتاب قرآن اور تذکرہ کا مجموعہ قرار پاتا ہے ۔ چاہیئے کہ آیندہ قادیان کے چھاپہ خانہ سے قرآن اور تذکرہ کو اکٹھا چھاپ کر اپنی کتاب اللہ کو مکمل شکل میں چھاپا کریں تاکہ امت محمودیہ کے ناواقف افراد غلطی سے قرآن کو مکمل خیال کر کے کفر کی موت نہ مریں ۔

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو ۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو ۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو ۔

محمد علی

۲۔ سید مرتضیٰ الزبیدیؒ صاحب تاج العروس ہیں :۔

یقال خاتم بفتح التاء وبکسرھا، وقد قرئ بھما، فالفتح بمعنی الختام، والانتھاء والمعنی انہ انتھاء النبیین۔ (اتحاف السادۃ المتقین جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

کہ خاتم بفتح تاء اور بکسر تا دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، خاتم بمعنی مہر اور انتہا بمعنی ختم ہو جانے پر آتا ہے اور خاتم النبیین کے معنی کہ آپ نبیوں کا انتہا ہیں،

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو کسی قوم کے عقائد میں غلو اختیار کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ بطور سزا اسے علم صحیح سے محروم کر دیتا ہے۔ اور یا پھر جناب مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کا اصول ہی یہ ہے کہ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے ناجائز سے ناجائز طریق کو کمال دلیری سے استعمال کیا جائے، بہرکیف کوئی بھی صورت ہو، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سچا ثابت ہوتا ہے کہ **حبک الشئی یعمی ویصم** ، محبت میں افراط اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے ،

بقول مرزا محمود احمد صاحب خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی نہیں

اصحاب قادیان بعض اوقات مباحثات میں عاجز آکر پہلو بدل لیتے ہیں، اور کہ دیتے ہیں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں، لیکن مراد یہ ہے کہ آپ آخری تشریعی نبی ہیں، یہ انتہائی بے بسی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اتنا کہنے سے ہی ان کے تمام تسلسل نبوت کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ کیونکہ جب ہر نبی احکام وشرایع میں سے کچھ نہ کچھ لاتا ہے، اور ان انبیاء میں سے آخری فرد آچکا تو تسلسل نبوت کہاں باقی رہا، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فراموش نہ ہونا چاہیئے، کہ مرزا محمود احمد صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کسی طرح بھی آخری نبی ممکن نہیں، چاہے تشریعی انبیاء کا آخری ہو یا غیر تشریعی انبیاء کا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹ جون ۱۹۲۲ء کو لالہ کنور بھان بی اے ایل ایل بی۔ سب جج گورداسپور کی عدالت میں بھرے مجمع کے سامنے ایک حلفیہ بیان کے دوران میں کہا کہ

" بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں، (الفضل ۲۶-۲۹ جون ۱۹۲۲ء والفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۴)

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

" اہل عرب کے استعمال کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہوتے "

(الفضل ۲۰ نومبر ۲۲ء صفحہ ۴)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

" خاتم النبیین کے معنی لغت عربی کے مطابق آخری نبی کے نہیں ہوتے "

(الفضل ۲۰ نومبر ۲۲ء صفحہ ۴)

اگر جماعت قادیان ایک واجب الاطاعت امام اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے حلقہ ارادت میں ہے جس کے معتقدات کی اتباع رضائے الٰہی، اور جنت ماوےٰ کے حصول کا باعث ہے، تو جو شخص مرزا محمود احمد صاحب کا مرید ہو کر پھر خاتم النبیین کے معنی آخری تشریعی نبی کرتا ہے، وہ گویا اپنے آپ کو غضب الٰہی کا محل بنا رہا ہے کیونکہ بقول صاحب موصوف، ایسے معنی کا امکان ہی نہیں!

نبیوں کی مہر

مرزا محمود احمد صاحب کے اس خیال کی کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں تردید رسالہ "خاتم النبیین کی حقیقت" میں کافی ہو چکی ہے، یہاں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جب مرزا محمود احمد صاحب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ثابت ہو جانا سخت گراں گذرا تو انہوں نے کون کون سے عجیب عزیب طریق اصل معنی کو بدلنے کے لئے اختراع کئے جب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں تو آخر ہیں کیا؟ فرماتے ہیں :۔

" ہر لغت کی کتاب سے خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر ثابت ہوتے ہیں "

(الفضل ۲۰ نومبر ۲۲ء صفحہ ۱۰)

اور مولوی جلال الدین صاحب شمس "نبیوں کی مہر" کا فلسفہ یہ بیان کرتے ہیں، کہ :۔

" خاتم النبیین کے معنی اس لحاظ سے یہ ہوئے کہ آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں "

(مقدمہ بہاولپور صفحہ ۴۴)

افسوس ہے کہ اس جدت طبع کی داد دینے سے ہم قاصر ہیں، کیونکہ

اوّل تو خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر لینے کے لئے کوئی سند نہیں، محاورۂ عرب میں کسی قوم کے مصدق کو اس کا خاتم نہیں کہا جاتا، بلکہ کسی قوم کے آخری فرد کو ہی اس کا خاتم کہا جاتا ہے (**خاتم القوم آخرھم**) مثال کے طور پر **خاتم المھاجرین** کو لیجئے یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو دیا تھا، تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ آپ آخری مہاجر ہیں، یا یہ کہ آپ مہاجرین کی مہر ہیں، اور ان کی تصدیق کرتے پھرتے ہیں،

دوم اگرچہ یہ سچ ہے کہ مہر تصدیق کے لئے بھی لگائی جاتی ہے، لیکن مہر بند کرنے کے لئے بھی تو لگائی جاتی ہے۔ لہذا اگر بالفرض کوئی شخص ذاتی طور پر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر بھی کرے، تو فیصلہ یہ کرنا ہوگا کہ یہ مہر کس غرض کے لئے لگائی گئی ہے، نبیوں کو بند کرنے کے لئے، یا نبیوں کی تصدیق کرنے کے لئے۔ اس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہکر فرما دیتے ہیں کہ **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی**، کہ یہاں اگر بالفرض مہر والے معنی لیتے ہیں تو یہ ایسی مہر لگی ہے جو آپ کے بعد نبیوں کی آمد کو بند کرتی ہے،

سوم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی، نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں اور نہ نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں۔ بلکہ فرمایا **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی** "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ،"

پانسو روپے کے چیلنج کے باوجود ایک بھی ملاں حتیٰ کہ موضوع حدیث بھی پیش نہیں کی گئی ہے جس سے حضور کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہو کہ آپ نے فرمایا، کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر ہوں، یا ان کی تصدیق کرنے والا ہوں، افسوس کہ اپنے تجویز کردہ معنوں کا ثبوت احادیث نبویہ سے نہ دے سکنے کے باوجود بھی مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کو قبول حق کی توفیق نہ ملی، اور انہوں نے خاتم النبیین کے معنی میں "لا نبی بعدی" کے فیصلہ نبوی کو قبول نہ کیا، تعجب ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد

فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ۔ ۹ع)

ترجمہ :۔ تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لاتے جب تک کہ وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں جو ان میں آپس میں اختلاف ہو پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں، کی موجودگی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کا، (کہ میں خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہوں، نہ بمعنی مہر یا مصدق) صریحاً انکار کر کے کس طرح اپنے آپ کو دعوئے ایمان میں حق بجانب سمجھتے ہیں،

اسی ضمن میں واضح رہے اگر بالفرض خاتم النبیین میں **خاتم** بمعنی مہر ہی ہوتا تو بھی محاورہ قرآن کریم کے مطابق جہاں ہمیشہ **ختم** بند کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے **ختم اللہ علیٰ قلوبھم**، وغیرہ اس سے مراد نبیوں کا بند کرنے والا ہی ہوتا ہے ——— لیکن حق یہی ہے کہ نبیوں کی مہر کے معنی لینا کسی طرح صحیح نہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق النبیین ہونا نہایت وضاحت سے قرآن مجید میں مذکور ہے جیسے فرمایا **مصدق لما معھم** (البقرہ ۱۰ع) کہ آپ تصدیق کرنے والے ہیں اس کی جو ان کے پاس ہے، اس لئے مصدق کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے **خاتم** جیسا دور از کار استعارہ استعمال کرنا شان خداوندی سے بالکل بعید ہے ؛

باقی ——— باقی

بقیہ از صفحہ ۹

طہارت خانے ہیں۔ جن کی صفائی کا اس قدر اچھا اور باقاعدہ انتظام ہے کہ شاید ہندوستان کی کسی دوسری بڑی مسجد میں مشکل سے ہوگا۔ مسجد کی پشت کی دیوار میں سنگ سرخ کا ایک بہت چھوٹا سا ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ باقی ساری عمارت میں اس رنگ کا اور اس قدر چھوٹا کوئی دوسرا ٹکڑا نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق طرح طرح کی روایات مشہور ہیں اور سیاحوں اور زائروں کو خاص طور پر دکھایا جاتا ہے۔

باقی آئندہ

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

انقطاع نبوت پر آیات بینات

{از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔اے}

تفسیر آیہ خاتم النبیین

میں نے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنی ایک تقریر میں ختم نبوت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے، اس حقیقت کو بھی بے نقاب کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی انگوٹھی، زینت، یا نبیوں میں سے افضل مروی نہیں بلکہ لا نبی بعدی مذکور ہیں، اگر مرزا محمود احمد صاحب، یا ان کے کوئی مرید ایک بھی نص حدیثی پیش کر سکیں جس میں خاتم النبیین کے معنے انگوٹھی زینت، اور افضل وغیرہ کئے ہوں تو مبلغ پانسو روپیہ ان کی خدمت میں پیش ہوگا، اس پر ایک مفصل مضمون ۷ار فروری کے پیغام صلح میں لکھا گیا تھا، جس کے بعد اب تک اہل قادیان کی طرف سے کامل سکوت نے ثابت کر دیا کہ ان کے بیان کردہ معانی کی تائید میں ایک بھی نص حدیثی نہیں۔ اسی ایک بات سے عقیدۂ تسلسل نبوت کا تار و پود بکھر جاتا ہے ——— علمی مباحث میں ہمیشہ اہل قادیان کو ایسی ہی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت قادیان کے صحیفہ نگاروں نے علمی مسائل پر محققانہ انداز میں قلم اٹھانے کی بجائے یورپ و امریکہ کے اخباری ضمیموں اور فلمی جرائد کا "ارزان تشہیر" کا فن اختیار کر لیا ہے، جنہیں جاذب نظر بنانے کے لئے ہنگامہ آفریں عنوانات سے مزین کیا جاتا ہے، لیکن بعد از مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت و صداقت قطعاً اس کے برعکس ہے جس کی نمائش کی جا رہی ہے۔ جماعت قادیان میں اس فن صحافت کا تازہ ترین نمونہ "ماہنامہ فرقان" ہے جس کے سطحی مضامین اور انتہائی عامیانہ انداز تحریر و طرز خطاب کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ ماہنامہ کیونکر ایک ایسی جماعت کا آرگن ہو سکتا ہے جو نہ صرف اہل علم ہونے کی مدعی ہو، بلکہ اپنے اخلاق و روحانیت کی بھی منادی کر رہی ہو۔

ذیل کا مضمون اس کتاب کے ایک حصہ کا خلاصہ ہے، جسے میں انقطاع نبوت پر مکمل کر چکا ہوں، لیکن اس کی طباعت کاغذ کی غیر معمولی گرانی کے باعث معرض التواء میں ہے، شائد کہ یہ مضمون اہل قادیان کی توجہ اصولی مباحث کی طرف منعطف کرنے کا موجب ہو۔

سید اختر حسین گیلانی

آیہ خاتم النبیین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ؕ وکان اللہ بکل شئی علیما (الاحزاب ع۵) کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور اس پر مخالفین اسلام نے اعتراض کیا کہ یہ تو زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ اور زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ ہیں لہٰذا یہ نکاح جائز نہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کہ (۱) اسلام متبنیت اور اس کے لوازم کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے ادعیاء (منہ بولے بیٹوں) کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں کہ ایسا نکاح ناجائز ہو،

(۲) پھر فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ آپ مردوں کے باپ نہیں لہٰذا آپ میں شفقت پدری جو لازمہ ابوت کی ہے مفقود ہے۔ بلکہ آپ رسول اللہ ہیں (ولکن رسول اللہ) اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے لہٰذا آپ نسبی باپ سے زیادہ شفیق ہیں اور زیادہ عزت اور مرتبہ کے مالک ہیں، البتہ اس ابوت کے باعث نکاح حرام ہونے کے احکام وارد نہیں ہوتے،

(۳) اس سے بڑھ کر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کا دائرہ دوسرے انبیاء کی طرح مختص الزمان والمکان نہیں بلکہ اب کوئی دوسرا نبی آ کر آپ کی ابوت کے زمانہ اور اثر کو محدود نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ "خاتم النبیین" ہیں۔

پھر فرمایا وکان اللہ بکل شئی علیما یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اس کے باعث آپ کا مرتبہ تمام رسولوں کے مرتبہ سے بڑھ گیا ہے۔ اور آپ کے آخری نبی ہونے سے دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ آپ کی ابوت روحانی کے اثرات اور آپ کا زمانہ تمام رسولوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ——— وکان اللہ بکل شئی علیما اس سوال مقدر کا جواب ہے جس کا کسی ذہن میں پیدا ہونا ممکن ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا تو کوئی ایسا امر نہیں جو اس آیت میں، کہ مقام مدح ہے ذکر کیا جائے، ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا آخری بادشاہ بہادر شاہ تھا، سلسلہ عباسیہ کا آخری خلیفہ المستعصم باللہ (۶۴۰ھ تا ۶۵۶ھ) تھا، لیکن اس کا آخری ہونا اُن کی فضیلت تو کیا اُن کی اور ان کے سلسلوں کی ذلت کا موجب ہوا تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا بھی نعوذ باللہ ایسا ہی ہے ——— اس سوال کے جواب میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے علم کو بطور شہادت پیش فرمایا اور کہا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا آخری ہونا بہت بڑی فضیلت ہے، اور تم دیکھو گے کہ آپ کا زمانہ تمام انبیاء کے زمانوں سے بڑھ جائے گا، اور آپ کے کمالات سب کے کمالات پر فائق ہوں گے۔ ——— آپ وہ آخری بادشاہ ہیں کہ آپ کا سکہ ابد تک جاری رہے گا، اور وہ مزکی ہیں جن کے ذریعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اقوام کا تزکیہ ہوتا رہے گا، ——— آپ وہ آخری نہیں جو اپنے سلسلہ کو نابود کرنے کا موجب ہوں بلکہ وہ آخری ہیں جن کے ذریعہ سلسلۂ انبیاء و رسل کی وہ عزت قائم ہوگی، اس کا اندازہ لگانا بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے، اللہ تعالےٰ ہی کو اس کا پورا پورا اندازہ ہے، وکان اللہ بکل شئی علیما، ——— آپ آخری ہیں اور لیکن وہ آخری سراج منیر (الاحزاب ع۶) ہیں کہ جس کا نور آفاق کو ہمیشہ منور کرتا رہے گا، اور یہاں تک منور کرے گا اور اس وقت تک منور کرے گا کہ خدا ہی کو اس کا صحیح اندازہ ہے ——— وکان اللہ بکل شئی علیما۔

"خاتم بفتح تاء آخر کے معنی نہیں دیتا" - ایک بے بنیاد دعویٰ

خاتم اور خاتم النبیین کے معانی پر رسالہ خاتم النبیین کی حقیقت میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے لہٰذا میں اس بحث کو اس موقعہ پر نظر انداز کرتا ہوں، البتہ اس ضمن میں چند ایک شبہات کی تردید ضروری ہے جو مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کی طرف سے پیش ہوتے رہتے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ

> "کلام عرب میں خاتم بفتح تاء آخر کے معنی نہیں دیتا (مضمون مرزا محمود احمد صاحب بعنوان مولوی محمد علی صاحب کی کھلی چٹھی کا جواب، مندرجہ الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۲۲ء)"

یہاں کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ چونکہ مرزا محمود احمد صاحب کو اپنے مقدس باپ حضرت مسیح موعود کے برعکس علوم عربیہ سے حصہ وافر میسر نہیں آیا، لہٰذا انہوں نے ایسا بے بنیاد دعوےٰ کر دیا، کیونکہ یہ دعوےٰ جماعت قادیان کے عربی دان طبقہ کی طرف سے بھی زور شور سے پیش کیا جا رہا ہے، مولوی جلال الدین صاحب شمس نے جو علاوہ مستند فاضل ہونے کے بلاد عربیہ میں بھی بسلسلہ تبلیغ کچھ وقت گذار آئے ہیں، بہاولپور کے مشہور مقدمہ میں اپنی جماعت کی نمایندگی کرتے ہوئے غیر احمدی علماء کی ایک جماعت کی موجودگی میں نہایت دلیری سے مرزا محمود احمد صاحب کے دعوےٰ کو دہرایا کہ،

"خاتم بکسر التاء کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک ختم کرنے والا دوسرا مہر لگانے والا یا صرف مہر لیکن خاتم بفتح التاء کے عربی زبان میں سوائے انگوٹھی یا مہر کے اور معنی نہیں آئے، (مقدمہ بہاولپور صفحہ ۱۴۱) حیرت ہے کہ اتنا بڑا مغالطہ دینے کی جرأت کس طرح کی جاتی ہے، مستند کتب لغت میں "والخاتم اخر القوم کالخاتم" (تاج العروس) اور "خاتمہم وخاتمہم آخرہم" (لسان العرب) کے الفاظ آتے ہیں، کہ خاتَم اور خاتِم دونوں کے معنی آخری ہیں، ملا علی قاریؒ کی اہل قادیان میں بڑی منزلت ہے ان کے نام کو نہایت احترام سے لکھتے ہیں، کیونکہ وہ ان چند بزرگوں میں سے ہیں جن کی بعض تحریرات کو قطع و برید کرنے سے تسلسل نبوت کا تصور ثابت کیا گیا ہے، آیئے ع

زقاری شنو گر زمن نشنوی ! ——— ہم انہی کی شہادت پیش کرتے ہیں،

> وخاتم النبیین وھو بفتح التاء علی الاسم ای آخرھم، وبالکسر علی الفاعل لانہ ختم النبیین فھو خاتمھم
>
> (شرح شفا قاضی عیاض، الفصل فی اسمائہ صفحہ ۴۹۶ مطبوعہ دار الخلافہ عثمانیہ ۱۳۱۶ھ)

کہ خاتم النبیین دو طرح پڑھا جاتا ہے اسم پر فتح کے ساتھ جس کے معنے آخری ہیں اور فاعل پر کسرہ کے ساتھ جس کے معنی ہیں کہ حضورؐ نے نبیوں کو ختم کیا، اور وہ ان کے خاتم ہو گئے،

بھونگیر میں تین دن

ایک مختصر تبلیغی سفر کے دلچسپ حالات

{ از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب }

بھونگیر دکن کا مشہور و قدیم قصبہ اور سلطنت حیدرآباد کے ضلع نلگنڈہ کا ایک تعلقہ ہے۔ یہاں ایک پرانا پہاڑی قلعہ بھی ہے جو آثار قدیمہ کے شائقین کے لئے قابل دید ہے۔ بلدہ حیدرآباد سے بھونگیر کا فاصلہ ۳۴ میل ہے۔ ریل جاتی ہے اور یہ حیدرآباد، قاضی پیٹھ ریلوے لائن پر واقع ہے۔ حال ہی میں مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس مختصر سفر کی کیفیت قارئین پیغام صلح کے لئے لکھتا ہوں امید ہے دلچسپی سے مطالعہ کی جائے گی۔

از حیدرآباد تا بھونگیر

میں ۱۳ر جولائی ۱۹۴۲ء کو حیدرآباد سے صبح کی گاڑی میں روانہ ہوا۔ آج کل دکن میں برسات کا موسم ہے۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اچھا خوشگوار دن تھا۔ کبھی بوندا باندی شروع ہو جاتی تھی اور کبھی ہلکی دھوپ نکل آتی۔ حیدرآباد سے جبکہ گاڑی چند چھوٹے چھوٹے لوکل اسٹیشنوں پر رکتی ہوئی سکندرآباد پہنچی اور یہاں آدھ گھنٹے سے زیادہ ٹھہری۔ درمیان میں اوّل حیدرآباد کا عظیم الشان شاداب اور بارونق باغ عامہ (پبلک گارڈن) آیا جس میں اعلیٰحضرت حضور نظام تاجدار دکن و برار کی تعمیر کرائی ہوئی جوبلی ہال کی پرشکوہ خوبصورت عمارت ریلوے لائن کے کنارے سے نظر آتی ہے اس کے بعد دکن کا مشہور پانی سے لبریز تالاب "حسین ساگر" دکھائی دیتا ہے۔ یہ تالاب قطب شاہیہ خاندان کے بادشاہ ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ کی یادگار ہے۔ اس کا محیط قریبًا بارہ میل ہے۔ شہر حیدرآباد کے چاروں طرف بڑی بڑی چٹانوں کے خشک اور اچھے خاصے بلند پہاڑ ہیں۔ بڑے بڑے پتھر ایک دوسرے کے اوپر قدرتی طور پر اس طرح رکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ ہوا کے ایک جھونکے سے گر پڑیں گے لیکن وہ صدیوں سے اسی طرح قائم ہیں۔ سکندرآباد جنوبی ہندوستان کی سب سے بڑی انگریزی چھاؤنی ہے۔ یہ مقام اعلیٰحضرت حضور نظام کی ملکیت ہے لیکن قبضہ و انتظام انگریزی ہے۔ یہ نظام ریلوے اسٹیشن کا مشہور جنکشن اور سب سے بڑا اسٹیشن بھی ہے۔

سکندرآباد کے بعد "مولا علی" کا اسٹیشن آتا ہے۔ یہاں ایک بلند دیوپیکر سنگلاخ چٹان پر چند مکانات بنے ہوئے ہیں اور ایک پنجہ نصب ہے۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پنجہ ہے۔ زائر یہاں آتے رہتے ہیں ہر سال ماہ رجب میں بڑی دھوم دھام سے میلہ لگتا ہے۔ جس میں ہندو، مسلمان، اچھوت سب بکثرت شریک ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر مشرکانہ حرکات بھی ہوتی ہیں۔ سابق شاہان آصفیہ کے عہد میں اسے ایک مشہور تفریحی مقام کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ شاہی محلات کے علاوہ امراء کے بنگلے اور ڈیوڑھیاں یہاں موجود ہیں۔ "مولا علی" کے بعد گھٹکیسر (Ghat Kesar) کا ریلوے اسٹیشن آتا ہے۔ یہاں میوہ جات کے باغات بکثرت ہیں۔ آریوں نے یہاں ایک بہت بڑا گروکل کھولا ہے جس کی عمارت اور جھنڈا بہت دُور سے نظر آتے ہیں۔ اس علاقہ کے بعض ہندو پٹیلوں نے جو کہ سرکار نظام کے ملازم، وظیفہ خوار اور نمک پروردہ ہیں، اس آریہ سماجی ادارہ کے لئے بہت سی زمین دی ہے۔ یہ گروکل زبانِ حال سے پکار پکار اعلان کر رہا ہے کہ آریہ سماجی اور مہاسبھائی اخبارات دا کابر دولت آصفیہ پر تعصب اور ہندو کشی کے جو الزامات آئے دن لگاتے رہتے ہیں وہ بالکل جھوٹ اور سراسر بہتان ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیال میں اس گروکل کا وجود دکن کے خوابیدہ مسلمانوں کے لئے ایک انتباہ ہے لیکن وہ تو مزے سے سوئے ہوئے ہیں۔ آریوں اور عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں سے انہیں بیدار ہو جانا چاہیئے تھا لیکن وہ بیدار نہیں ہوئے۔ اس کے ایک دو اسٹیشن بعد گیارہ بجے کے قریب بھونگیر آگیا۔ یہ تمام علاقہ پہاڑی ہے۔ راستہ میں بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں بھی نظر آئیں میدان اور کھیت بھی۔ آج کل چاول کی کاشت ہو رہی ہے۔ تاڑی اور سیندھی کے درخت بکثرت ہیں جن سے ایک نشہ آور مشروب نکالا جاتا ہے۔ دکن کے لوگ اس کے بکثرت عادی ہیں۔

قصبہ بھونگیر کی کیفیت

اس سے قبل میں کبھی بھونگیر نہ آیا تھا اور نہ اس جگہ میرا کوئی ذاتی واقف احمدی دوست تھا۔ یہاں پہنچکر اوّل میں نے قیام کا انتظام کیا۔ مقامی حالات معلوم کئے۔ شہر اور سول لائن کا چکر لگایا۔ اسکول، عیسائی مشن اور آفیسر کلب وغیرہ دیکھے۔ ۱۳ر جولائی کا دن اسی طرح گذر گیا۔ جیسا کہ میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں، بھونگیر ایک قدیم قصبہ ہے چھ سات سو سال قبل آباد ہوا تھا۔ اس نے بہت سی سلطنتوں کے عروج و زوال اور فتح و شکست کے تماشے دیکھے ہیں۔ قصبہ کی آبادی دس بارہ ہزار ہوگی۔ جن میں مسلمان ایک تہائی سے بھی کم ہیں، اچھوتوں کی تعداد کافی ہے ہندو خوشحال ہیں۔ تجارت پر زیادہ تر انہی کا قبضہ ہے لیکن بعض مسلمان تاجر میمن وغیرہ بھی ہیں جن کا کاروبار کامیاب معلوم ہوتا ہے۔ سرکاری عہدہ دار زیادہ تر مسلمان ہیں۔ بھونگیر میں دکن کے علاقہ تلنگانہ کی تمام خصوصیات موجود ہیں یہاں کی آب و ہوا، خوراک، معاشرت اور ماحول ہندوستان سے بہت مختلف ہے۔ شمالی ہندوستان کے مسافر کو اس اختلاف و اجنبیت کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی ہے۔

عیسائیوں اور آریوں کی تبلیغی سرگرمیاں

ضلع نلگنڈہ جس کا قصبہ بھونگیر ایک تعلقہ ہے عیسائی مشنریوں کا خاص تبلیغی میدان ہے، اس ضلع کے مختلف مقامات پر ان کے متعدد مشن، وسیع پیمانہ پر کامیابی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ خود بھونگیر میں بھی ایک امریکن مشن قائم ہے، جس کے پاس کئی امریکن، کینیڈین، یورپین اور ہندوستانی مشنری ہیں۔ یہ زیادہ تر اچھوت اقوام میں تبلیغ کرتے ہیں۔ اونچی ذات کے ہندوؤں میں ان کا کام برائے نام ہے۔ بعض مصلحتوں کی بنا پر مسلمانوں کو تو یہ بظاہر کچھ نہیں کہتے۔ لیکن اندیشہ ہے کہ کافی طور پر قدم جما لینے کے بعد کسی نہ کسی وقت یہ مسلمانوں پر بھی تبلیغی یورش کی کوشش کریں گے۔ اور مسلمانوں پر کچھ ایسی غفلت طاری ہے جو کہ اغیار کے لئے خود بخود حملہ کی دعوت بن جاتی ہے۔ آریہ سماج یہاں باقاعدہ تو قائم نہیں لیکن آریہ سماجیوں کی طرف سے خفیہ طور پر ہندوؤں اور اچھوتوں کے اندر کام ہو رہا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مرکز یہاں کا گنج (غلہ منڈی) ہے۔ جہاں تک میں معلوم کر سکا ہوں کوئی احمدی یا قادیانی آج بھونگیر میں نہیں ہے۔ البتہ چند تعلیمیافتہ مسلمان ہمارے لٹریچر اور خدمات دینی سے کچھ کچھ واقف ہیں۔

تبلیغی ملاقاتیں

۱۴ر جولائی کو دو تین سرکردہ اصحاب کے ہاں گیا۔ ان کے نام حیدرآباد سے تعارفی خطوط لے گیا تھا، لیکن وہ دونوں نہ ملے۔ باہر گئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہاں کے مڈل اسکول (مدرسہ وسطانیہ) کے بعض مدرسین سے ملاقات کی۔ حیدرآباد کے محکمہ تعلیم کی اصطلاح میں پرائمری اسکول کو "مدرسہ تحتانیہ"، مڈل اسکول کو "مدرسہ وسطانیہ" اور ہائی اسکول کو "مدرسہ فوقانیہ" کہتے ہیں۔ یہ مدرسین صاحب احساس اور ذی علم ہیں۔ ایک صاحب کے پاس عرصہ سے حضرت امیر کا انگریزی ترجمہ قرآن موجود ہے۔ ان سب سے خوب باتیں ہوئیں۔ انہیں تبلیغی لٹریچر دیا۔ ان اصحاب نے مجھے یہاں کا قلعہ دکھانے اور اس کے متعلق تاریخی معلومات دینے کا بھی وعدہ کیا۔ سہ پہر کے وقت پھر قصبہ میں گیا چند اصحاب کو لٹریچر دیا۔ بعض مساجد دیکھیں، ایک مشہور بزرگ حضرت جمال بہاؒ کا مزار یہاں ہے وہاں گیا۔ ہر طرف مسلمانوں پر بے عملی، پژمردگی اور بے حسی طاری دیکھی۔ اس ملک کے فاتح مفتوحوں سے ڈر رہے ہیں اور اپنے دینی و تبلیغی فرائض کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔

عیسائی مشن میں

مقامی عیسائی مشن کے وجود کا علم مجھے یہاں آنے کے بعد ہوا۔ یہ امریکن مشن ہے۔ آٹھ نو سال قبل قائم ہوا تھا ریلوے اسٹیشن سے قریبًا تین فرلانگ کے فاصلے پر انہوں نے بڑا احاطہ گھیر رکھا ہے۔ اس کے اندر مکانات اور باولی، کنواں، باغیچہ وغیرہ بنائے ہیں۔ دس بارہ مشنری ہیں جو گاؤں گاؤں گھوم پھر کر اچھوتوں اور ہندوؤں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر کام تلگو زبان بولنے والی آبادی میں ہے۔ اسلئے اکثر مشنری تلگو خوب بولتے ہیں اسی طرح اُردو جاننے والا ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ مشن کے اندر عیسائی بنائے ہوئے اچھوت مرد عورتوں کے قیام اور تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہے۔ اور اس وقت ...

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۲ رجب ۱۳۶۱ھ م ۶ اگست ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۲

عمل اور جہاد قوم کی رُوحِ رواں ہے

جماعت احمدیہ کا مسلک اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک زکوٰۃ

دنیا میں جو قومیں اپنے خیالات اور معتقدات کیلئے جہاد اور سعی نہیں کرتیں انہیں صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا جاتا ہے۔ ہر قوم اپنے نصب العین اور اس سے متعلقہ معتقدات سے زندہ ہے، جب کسی قوم کے تصورات اور معتقدات مرتے ہیں ساتھ ہی وہ قوم بھی زوال پذیر ہو کر ختم ہو جاتی ہے ——— نطشے نے واقعی خوب کہا تھا "کہ انسانی دنیا درحقیقت حسیات اور خیالات کی دنیا ہے آج تک جتنے نظریئے قائم ہوئے ان میں یہی حسیات کارفرما ہیں اور ان خیالات اور حسیات کا واحد مرکز "عزم للقوۃ" ہے" یعنی ہر قوم کے خیالات اور تصورات کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ دنیا پر چھا جائیں اور ان کی روشنی میں باقی تمام نظریئے اور لائحہ عمل ماند پڑ جائیں اور اس قوم کی سطوت اور قوت ہر نظریئے پر اور ہر ادارے پر مسلط ہو جائے۔ مگر ایسا کب ہوا کرتا ہے جب وہ قوم جو ان خیالات اور معتقدات کی حامل ہے غایت درجہ کی محکم اور صالح ہو۔ قومیں صرف عمل اور روح جہاد سے مرعوب ہوا کرتی ہیں اور صرف اس شوق عمل اور جوش جہاد سے زندہ جاوید ہو جایا کرتی ہیں عمل اور جہاد کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تلوار لے کر کھڑا ہو جائے اور کہے یا تو میرے خیالات کو تسلیم کرو ورنہ شمشیر کے معیار پر ہمارا تمہارا فیصلہ ہوگا، یوں نہیں یہ تو بربریت ہے جسے عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی یوں تو محض تلوار کے زور سے ہلاکو اور چنگیز نے بھی اپنا سکہ منوالیا تھا۔ اگر ایسا ہو تو...... ایک مصلح اور پیغمبر ہلاکو اور چنگیز کے مترادف ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ خیالات اور پیغام جو ایک مامور اور پیغمبر دنیا میں لے کر آتا ہے ان کو اگر پھیلنے سے بذریعہ شمشیر روکا جائے تو پھر دفاعی طور پر تلوار اُٹھانا عین تقاضائے حریت اور آئین انسانیت ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تمام مذہبی جنگیں دفاعی جنگیں ہیں، اعلائے کلمۃ اللہ اور دفاعی جنگیں مل جل کر اسلام کی تقویت کا باعث ہوئے ہیں۔ متواتر تیرہ سال تک آنحضرت صلعم نے کونسی تلوار چلائی تھی اور پھر کیا مدینہ میں بیٹھ کر جتنی جنگیں ہوئیں وہ دفاعی جنگیں نہ تھیں؟

چنانچہ خدا اور اس کا رسول جس جہاد کی تلقین اور ہدایت کرتے ہیں وہ صرف ایک بہادرانہ اشاعت اور تبلیغ کا جہاد ہے جس میں اخلاقی جرأت کمال کو پہنچی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ یعنی قرآن مجید کی اشاعت اور دنیا میں پہنچانے ہی کو جہاد ہی کہا گیا ہے بلکہ جہادِ کبیر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور چنانچہ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل اور اس کی اشاعت کو ہی صحیح اسلام تسلیم کیا گیا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

یعنی قرآن مجید کے معیار پر زندہ رہنا اور دوسروں کو زندہ رکھنا ہی حقیقی اسلام ہے اور ایسی جہاد کے متعلق ہی رسول پاک نے فرمایا ہے

الجھاد اربع الامر بالمعروف	جہاد چار چیزیں ہیں اچھی باتوں کا
والنھی عن المنکر والصدق	حکم کرنا بری باتوں سے منع کرنا
فی مواطن الصبر وشنآن	صبر اور آزمائش کے موقعہ پر سچ
الفاسق (رواہ ابو نعیم)	بولنا اور بدکار سے عداوت رکھنا

یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ قرآن مجید کے اخلاق کی دنیا میں اشاعت کرو اور اگر تم ان کی تبلیغ اور اشاعت سے منہ موڑو گے تو یاد رکھو میں تم سے اپنا رشتہ قطع کر لوں گا اور اس وقت تمہاری گریہ زاری کسی کام نہ آئے گی، سو مسلمانوں کی بقا صرف اسی امر میں ہے کہ وہ قرآن مجید کے اخلاق اور رسول کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ کو دنیا میں زندہ رکھیں اور یہی ان کا سب سے بڑا جہاد ہے اور اس پر ہی مسلمانوں کے علماء اور سنجیدہ طبقہ کا ہمیشہ ایمان رہا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:-

"یہ کیسی عالمگیر غلطی ہے کہ اسلام کے جہاد کو صرف جنگ و قتال ہی میں محدود سمجھا جاتا ہے؟ افسوس کہ غیروں کے ساتھ تم بھی اس غلطی میں مبتلا ہو، ——— (حالانکہ) جہاد مقدس صرف اس سعی اور جہد صالح کا نام ہے جو ایثار اور جاں نثاری کے ساتھ راہ حق و صداقت میں ظاہر ہو اور اس کا سب سے بڑا اظہار امر بالمعروف اور دعوت حق و عدل ہے"

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ مجلس احرار کے بھی ایک ممتاز قائد نے مسلمانوں کی بھری مجلس میں اس امر کا اعلان کر دیا:-

"کہ عدم تشدد کی پالیسی غریب گاندھی کی نہیں بلکہ رسول عربی کی تیرہ سو برس کی پالیسی ہے"

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم جہاد کے متعلق یہی نظریہ رکھتے تھے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:- یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

سو جماعت احمدیہ کا یہی مسلک رہا ہے اور بالا بیانات کی تدوین بہت حد تک احمدیت کی مرہون منت ہے احمدیت نے ہی قرآن مجید اور اسوۂ رسول کو اس کی روح کو ازسرنو زندہ کیا ہے اور اس غلط فہمی کو دور کیا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کسی تلوار کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ اس اسلامی اور قرآنی جہاد کی قائل ہے اور ہمیشہ رہے گی اور آج بھی اسی میدان میں گامزن ہے اعلائے کلمۃ اللہ کرنا خدا اور خدا کے رسول کا نام بلند کرنا اخلاق کو قائم کرنا اور معائب کو دور کرنے کی کوشش کرنا جماعت احمدیہ کا روشن نصب العین ہے۔ اور یہی وہ جہاد ہے جس کی وجہ سے وہ صفحہ ہستی پر قائم ہے اور قائم رہے گی اور اس جہاد سے اسے دنیا کی کوئی قوت روک نہیں سکتی اور اس کے قلب میں ماسوا اللہ کے کسی کا خوف نہیں جماعت احمدیہ جہاد کے متعلق یہ قرآنی اور اسلامی فلسفۂ حیات رکھتے ہوئے اسلامی فرائض اور احکامات کو بروئے کار لانے کیلئے نہایت ایثار و خلوص کیساتھ ہر ممکن قربانی پیش کرنے کو تیار ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک زکوٰۃ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی شیعہ میں "ایک اہم فریضۂ اسلامی کے احیاء کیلئے جہاد کی دعوت" کے عنوان سے صاحب نصاب، دوستوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق تلقین فرمائی ہے اور اس نہایت اہم فریضہ کی طرف جو اسلامی ارکان میں بہت اہمیت رکھتا ہے توجہ دلائی ہے حضرت ممدوح نے فرمایا ہے کہ

"ہماری جماعت خدا کے فضل سے نہ صرف ایک نظام کے ماتحت کام کر رہی ہے بلکہ زکوٰۃ کے مصارف کا بھی بہترین مصرف انکے سامنے ہے اور جو آٹھ مصرف قرآن کریم نے اس کے بیان فرمائے ہیں وہ سب کے سب انجمن کے مقاصد میں شامل ہیں پھر خود حضرت مسیح موعود نے زکوٰۃ کے ایک جگہ جمع کرنے اور مرکز میں بھیجنے کی تاکید فرمائی ہے اور یہ جماعت آپ کی سچی جانشین ہونے کی وجہ سے اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اس کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے تعمیری کاموں پر خرچ ہو۔"

سب دوستوں کو چاہیئے کہ حضرت ممدوح کے اس ارشاد گرامی کو مطالعہ کر کے اس فریضہ کو عملی جامہ پہنائیں اور فعال اور مجاہد جماعت ہونے کا ثبوت دیں اس تحریک کو کامیاب بنانا بھی ایک بہت بڑا جہاد ہے، امید ہے سلسلہ کے وہ دوست جن پر یہ جہاد فرض ہے وہ اپنی فوری توجہ اس طرف مبذول فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"پیغام صلح" ہر جمعرات کو شائع ہوا کرے گا

بعض دفتری اور انتظامی امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ارشاد کے مطابق آئندہ "پیغام صلح" ہر جمعرات کو شائع ہوا کرے گا۔ خریدار صاحبان مطلع رہیں۔

دہلی میں تبلیغی جدوجہد کا مختصر خاکہ

درس و مواعظ۔ ملاقاتیں۔ ایک کنبہ کا قبولِ اسلام

{از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے}

ایک ہندو لیڈر کا کلمۂ حق } دہلی میں خطبات، اور درس و مواعظ کا سلسلہ حسبِ سابق جاری ہے۔ اس کے دوش بدوش انفرادی ملاقاتوں سے غیر مسلمین کو اسلام کی طرف، اور مسلمانوں کو حقیقی اسلام اور عملی جدوجہد کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، یعنی اس جدوجہد کی طرف جس کا علم اس دور میں حضرت مجدد زمان نے بلند کیا۔ یہ اللہ تعالے کا خاص فضل تھا کہ ڈیڑھ دو ہفتہ کی ملاقاتوں کے بعد ایک فاضل دوست مسٹر اے۔ وی۔ متھیا پلے سابق انسپکٹر پولیس مدراس۔ ولیڈر غیر براہمن وہندو پارٹی ضلع [illegible] (مدراس) اسلام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے کنبہ میں، اور ہماری مجالس میں صاف طور پر کہدیا کہ میں اسلام کو بہترین مذہب سمجھتا ہوں، اور میں اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ میری درخواست پر انہوں نے ہمارے ہفتہ وار جلسہ میں ایک تقریر سوا گھنٹہ کی کی جس کا موضوع تھا "میں اسلام کو کیا سمجھتا ہوں" ان کی تقریر بہت اثر انگیز تھی، تقریر سے قبل میں نے ان کا تعارف کرایا، تقریر نہایت بلند پایہ تھی، جس میں انہوں نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کو اس عجیب انداز میں بیان کیا کہ سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ تقریر کے بعد خاکسار نے کچھ تقریر کیا، اور ان کے بلند خیالات پر انہیں مبارکباد پیش کی گئی۔ مسٹر متھیا پلے اس وقت [illegible] میں ہیں، لیکن ان کا دینی جوش انہیں ہمارے ساتھ باقی طور پر منسلک کئے ہوئے ہے۔ میرے ساتھ اور [illegible] عبدالرحمان صاحب جالندھری کیساتھ دیوان سے ملاقاتوں میں میرے ساتھ برابر شریک تھے) ان کی خط وکتابت جاری ہے، مسٹر متھیا پلے نے لکھا ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کو بھی خط لکھ رہے ہیں جس میں جنوبی ہند میں تبلیغ کی کامیابی پر اپنی رائے درج کر رہے ہیں۔ انہیں بہت سا لٹریچر بغرض مطالعہ دیا گیا، جناب محمود علی صاحب نے انہیں محمدی پاکٹ بک" بطور ہدیہ دی۔ جزاہ اللہ

[illegible] } میرٹھ کے دورے میں میرے ساتھ اخی العزیز شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے ہمسفر تھے، نماز بکرم رسالدار فضل احمد خاں صاحب کے مکان پر میرٹھ چھاؤنی میں پڑھی گئی، شہر میں مختلف احباب اور معاندین سے ملاقاتیں ہوئیں، اور تبلیغی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، مقامی عربی مدارس میں [illegible] اساتذہ وطلباء کی ذہنیت کو دیکھا گیا۔ [illegible] انہیں دین قیم کی خدمت کے لئے تیار ہونے کی تحریک کی گئی اور بہ دوقت کا پیغام [illegible] قادیانی جماعت کے [illegible] شیخ عبدالرشید صاحب سے بھی ملاقات کی، مگر وہ ارذل العمر کو پہنچ چکے ہیں، اور اپنی روحانیت پر اتنا ناز کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ میرزا محمود احمد صاحب کی بھی میرے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ اس دورہ میں اخی العزیز شیخ محمد طفیل صاحب نے تبلیغی جدوجہد میں بہت حصہ لیا اللہ تعالے ان کا جوشِ تبلیغ اور زیادہ کرے۔

ماہ اگست میں دو مرتبہ سہارنپور جانا پڑا۔ وہاں سلسلۂ تبلیغ اس قدر دلچسپ رہا کہ ہمارے دوست جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب نے جو اگرچہ ہماری جماعت میں نہیں تاہم تعاونوا علی البر والتقویٰ پر ضرور عامل رہتے ہیں دوبارہ تحریر فرمایا کہ وہاں آنے کی ضرورت ہے، الحمدللہ کہ دونوں مواقع پر تبلیغ اسلام کا اچھا موقعہ میسر آیا۔ اس موقعہ پر جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب نے بڑے ایثار سے کام لیا اور بیش قیمت اسلامی لٹریچر اپنے پاس سے خواہشمند اصحاب کو بطور ہدیہ دیا۔ جن میں بیان القرآن۔ اور سیرت خیر البشر جیسی بلند پایہ تصانیف بھی تھیں، اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے۔

معاونت } الحمدللہ کہ دہلی میں ایک بڑے باحیثیت مسلمان نے جو اپنے دل میں اسلام کا بہت درد رکھتے ہیں انجمن کی اعانت کا اقرار کیا ہے بلکہ عملی قدم بھی اٹھا لیا ہے۔ وہ بہت سے پیچیدہ مسائل کے متعلق استفسار کرتے رہتے ہیں اور ان کے متعلق میری گفتگو کے بعد بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہیں، انہیں اس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں اور اس کے اصول پر دن بدن زیادہ یقین ہو رہا ہے اللہ کریم انہیں اس صفِ مجاہدین میں داخل ہونے کی توفیق بخشے۔

قبولِ اسلام } ماہ اگست میں ہی ایک ہندو کنبہ کے [illegible] افراد نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا۔ ان کے ساتھ ابھی چند ایک اور افراد کے قبول اسلام کی توقع ہے، اس سلسلہ میں کوشش جاری ہے اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ مکرم مولانا عبدالرحمان صاحب نے ہماری مقامی جدوجہد میں بہت حصہ لیا ہے، اور میری علالت اور دوروں کے باعث، غیر موجودگی میں انہوں نے درس ومواعظ کا سلسلہ جاری رکھا ہے، جس کے لئے وہ خصوصیت سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالے انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ہم نے ان سے خواہش کی ہے کہ جلسہ سالانہ تک مزید دہلی میں رہ کر ہمارے لئے مزید قوت کا موجب بنیں۔

ہماری تبلیغی ڈاک

(۱) مکرمی ومعظمی جائنٹ سیکرٹری صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

یہ عاجز اب تک اگرچہ جماعت احمدیہ کے مبایعین میں سے نہیں، مگر لاہوری احمدیوں کا ایک مخلص خادم ضرور ہے۔ چنانچہ مکرمی غلام حسن صاحب ٹیلر کی مہربانی سے ایک ٹریکٹ "ایک دردمندانہ اپیل" نظروں سے گذرا سبحان اللہ جناب امیر کی تصنیف ہو اور یہ ذرہ بیمقدار اس کی کیا تعریف کر سکے۔ اللہ تعالے جناب کا سایہ دنیا کے مسلمانوں کے سر پر قائم رکھے اور تمام مسلمین کے ذہنوں میں یہ بات ڈالے کہ واقعی جماعت احمدیہ لاہور ہی اسلام کی سچی جاں نثار اور خادم ہے۔

انشاءاللہ تعالے جہاں تک میرا خیال ہے حسب توفیق میں بھی اس نیک اور بابرکت کام میں حصہ لوں گا زیادہ نیاز۔ جناب مولوی صاحب کی خدمت میں میرا بعد عجز ونیاز السلام علیکم عرض کریں۔ والسلام

منشی حبیب اللہ (کشمیر)

(۲) انجمن درد الاسلام کشمیر کے ایک رکن تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ اسلامی خدمات کو جس خوش اسلوبی سے فرقہ احمدیہ انجام دے رہا ہے اس سے کوئی دنیا کا ذی شعور منکر نہیں مگر افسوس ہماری انجمن ان زرین نصائح اور مباحثہ سے محروم رہتی ہے اور اس کی یہ بدقسمتی باقی لوگوں پر بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی ہے۔

میں انجمن ہذا کے مدرسہ میں ایک نو آمدہ رکن ہوں اور مدرسہ میں ہیڈ ٹیچر مقرر ہوا ہوں۔ میرے دل میں سلسلہ احمدیہ کا بڑا اعتراف ہے، اسلئے آپ کی کتب وغیرہ کو دیکھکر میں نہایت ممنون ہوا صاحب صدر کی اجازت سے عرضداشت کرتا ہوں، کہ آپ براہ کرم کتب وغیرہ کے علاوہ (خواہ مذہبی یا سیاسی) اپنے اخبار کو بھی روانہ کر کے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجدیں، کیونکہ ریڈنگ روم کا مینجر میں ہی مقرر ہوا ہوں۔

خاکسار۔ پیرزادہ محمد طیب شاہ

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ [illegible] ولد ملک شاہ محمد شفیع۔ نذیر احمد۔ بشیر احمد پسران رحمت اللہ ذات [illegible] سکنہ دوانگل تحصیل گورداسپور ضلع گورداسپور نے زیر ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے۔ اور یہ کہ بورڈ نے بمقام [illegible] درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۵ [illegible] مقرر کیا ہے۔ لہذا جائے مذکور پر محمد شفیع وغیرہ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔ مورخہ [illegible]

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ [illegible] ضلع گورداسپور

مولوی عبداللہ صاحب وکیل بہائیت

سے

ایک دلچسپ تبادلہ خیالات

گذشتہ سے پیوستہ

از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

میرا جواب نمبر ۶

مولانا المکرم! آپ غصہ میں وہ کچھ لکھ گئے جو نہیں لکھنا چاہیئے تھا (آپ کی گالیاں پہلے نقل کر چکا ہوں اب مجبور گالیاں دینے کی تہمت لگا کر سلسلہ بند کرنے کا بہانہ بناتے ہیں[۱]) مگر اصل سوال کا جواب نہ دیا سوال یہ ہے مولانا آپ کا بیٹا مشتاق پانی کو شراب بتاتا ہے آسمان کو زمین کہتا ہے نور کو نار بتاتا ہے فرمایئے جھوٹ بولتا ہے یا سچ کہتا ہے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو نعوذ باللہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں یہ کلام حق نہیں ہو سکتا۔

۲ کس دیدہ دلیری سے آپ فرماتے ہیں کہ یہ شرط ہے نہ وقوع ضروری۔ مولانا ایسا نہ کہیئے۔ اس کی تفسیر واقعہ میں آچکی ہے اور میں پیش کر چکا ہوں جس کا آپنے کوئی جواب نہیں دیا کہ اس جھوٹی عصمت کبریٰ پر اعتراض کرنیوالا گردن زدنی قرار دیا گیا۔ نفاتہ یوں تو عرض کر دوں جس امر بہا کو آپنے قبول کیا ہے اس میں جھوٹ اور باطل کی حمایت میں تلوار چلتی ہے۔

۳ اگر آپکے فرضی خدا بہا نے امت مسلمہ کے صلحاء، علماء اور اولیاء کو ملا اور کاذبین کا خطاب دیا ہے تو میرے اللہ نے فرمایا ہے "فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً" اس شخص سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ پر کذب کا افتراء کرتا ہے اور فرمایا لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے وہ اللہ والے لوگ ہرگز نہیں۔

سنئے! مولانا! صاحب عصمت کبریٰ صرف اتنا ہی حکم نہیں لگا سکتا کہ پانی کو شراب مانو آسمان کو زمین تسلیم کرو اور نور کو نار سمجھو یہ تو بطور مثال ہے جس طرح وہ یہ حکم لگا سکتا ہے اور مومنوں کو بغیر چون و چرا اس پر ایمان لانا ہوگا اسی طرح وہ شراب کو پانی کر سکتا ہے زمین کو آسمان کہہ سکتا ہے نار یعنی شیطان کو نور یا خدا کہہ سکتا ہے اسی آپ کی دلیل سے کہ انہٗ لا یسئل عما یفعل۔ فعالٌ لما یرید اسی طرح ہاں اسی طرح مولانا گستاخی معاف صاحب عصمت کبریٰ کسی کی بیوی کے اسکی ماں ہو جانیکا حکم لگا سکتا ہے اور اسکی ماں پر اس کی بیوی ہو جانے کا حکم دے سکتا ہے کیونکہ بقول آپکے انہٗ لا یسئل عما یفعل ہے اور مومن کون؟ جو اعتراض کرے[۲]

آپ فرماتے ہیں میرے سوال کا جواب بار بار دیا گیا ہے بلاشبہ اس وقت تک آپنے میرے سوال کے تین مختلف جواب دیئے ہیں تینوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں غصہ کی حالت میں انسان سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

پہلا جواب:۔ اس فقرہ میں حلال و حرام کا ذکر ہے پانی کی شراب وغیرہ وغیرہ بنانے کا ذکر نہیں (دیکھئے جواب ۳)

دوسرا جواب:۔ خدا تعالیٰ فعالٌ لما یرید ہے وہ آسمان کو زمین بنا سکتا ہے اور ایسا ہی ہو جاتا ہے (جواب ۵)

تیسرا جواب:۔ اس میں صرف شرط ہے اس کا وقوع ضروری نہیں (جواب نمبر ۶)

پہلا جواب یہ ثابت کرتا ہے کہ پانی پر شراب کا حکم آسمان پر زمین کا حکم اور نور پر نار کا حکم دینا ضروری ہے کیونکہ ایک شارع اسی غرض کے لئے آتا ہے چنانچہ امر واقعہ ہے کہ امر بہا میں کئی حرام حلال کئے گئے۔

دوسرا جواب اسلئے غلط ہے کہ اگر فی الواقعی صاحب عصمت کبریٰ نے آسمان کو زمین بنا دیا یا کم از کم پانی کو ہی شراب بنا دیا ہو تو یہ کہنا فضول ہے لیس لاحدٍ ان یعترض علیہ، یہ حکم صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضرت فی الحقیقت آسمان کو زمین نہیں بنا سکے اور بہ جبر منواتے ہیں۔

تیسرا جواب جواب ۱ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط کیونکہ نمبر ۱ کی بنا پر اس کا وقوع ضروری ہے اور لیس لاحدٍ ان یعترض علیہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ اس کا وقوع ضروری ہے ورنہ اعتراض کی ممانعت فضول ہے۔

رہا یہ امر کہ صاحب عصمت کبریٰ کی قدرت ان تین ہی باتوں میں محصور نہیں ہے بلکہ ان تین باتوں کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قدرت تین نوع کی ہے اول پانی پر شراب کا حکم یعنی حرام حلال پر اختیار رکھنا جس میں حرام حلال کی حکمت نہیں بتانا ہے لہذا کسی کو اعتراض کا حق نہیں دوم آسمان پر زمین کا حکم یعنی مشاہدات علمیہ اور عقلیہ کے خلاف حکم دینا اور اس کا منوانا یعنی جبر عقلی، تیسرے نور پر نار کا حکم یعنی روحانیات اور معرفت حقہ پر اس کا کامل تصرف وہ خدا کو شیطان کہے۔ شیطان کو خدا کہے نور کو نار کہے از روئے دلیل مولوی عبداللہ انہٗ لا یسئل عما یفعل۔ پس ایسا شخص الف:۔ حرام کو بلاوجہ حلال کر سکتا ہے ماں کو حلال کر سکتا ہے بیوی کو حرام کر سکتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ماں کے سوا باقی محرمات کی حرمت شریعت بہائیہ میں ثابت نہیں اس پر اعتراض کا حق مولوی عبداللہ کو نہیں صاحب عصمت کبریٰ کی شان یفعل ما یشاء کی ہے۔ ب:۔ ایسا

---

[۱] حاشیہ ملاں حسین کو بیچارہ کہنا گالی نہیں کیونکہ اس نے تو خود اپنے آپ کو خدائے مظلوم اور مسجون (مظلوم اور قیدی خدا) لکھکر واویلا کیا ہے۔

[۲] چنانچہ آپ کی قرۃ العین کہتی ہے ؎

تو کہ غافل از مئی وشاہدی پے مرد عابد زاہدی
چہ کنم کہ کافر جاحدی زخلوص نیت اصفیا

شخص ہماری عقل اور مشاہدات کے خلاف ہم سے یہ منوا سکتا ہے، دریا کو آگ کہے اور آگ کو دریا کہے ہمیں بہر حال اس میں کود نا ہوگا مجال اعتراض نہیں۔ ج:۔ یہ کہے کہ مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے وہ خدا کے پرستار تھے میں خدا نار شیطان کی پوجا کا حکم دیتا ہوں یہ نار ہی خدا برحق ہے لیس لاحدٍ ان یعترض علیہ

مولانا کا آخری اور مسکت جواب:۔ قرآن شریف کا حکم ہے واعرض عن الجاھلین۔ لہذا میں کسی جاہل بدتہذیب کو ہرگز مخاطب نہ کروں گا

ودیارتھی کی آخری گذارش

مکرم مولانا! بزرگانہ خطابات کا شکریہ۔ افسوس ہے کہ اب آپ مجھ جاہل بدتہذیب کو ہرگز مخاطب نہ کریں گے۔

طرقت الباب حتی کلمتنی
فلما کلمتنی کلمتنی

دروازہ کھولا اور مجھ سے باتیں کیں مگر ایسی باتیں جو دل کو زخمی کرنیوالی تھیں۔ آہ افسوس گالیاں دیں اور دروازہ بند کر دیا، مگر میں اب کس سے پوچھوں کہ صاحب عصمت کبریٰ جو پانی کو شراب بلکہ آسمان کو زمین اور نور کو نار بنا دینے پر کامل قدرت رکھتا تھا اور یفعل ما یشاء تھا وہ ایک فرانسیسی دان شخص کو فرانسیسی نہ سکھلا سکا اور اسے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا اور جب اس نے جھوٹ بلوانے کی وجہ پوچھی تو اسے منکر صاحب عصمت کبریٰ ٹھہرا کر اس کے قتل پر آمادہ ہو گیا فعالٌ لما یرید اسے ہی کہتے ہیں مولانا کتنی سیدھی بات ہے مگر افسوس آپ جیسا عالم شخص اسے ایک جاہل کا اعتراض سمجھ کر [illegible] غور نہیں کرے گا سچ ہے المعاصرۃ حجاب [illegible]

اب آخر پر جاہل اور بدتہذیب کی تعریف بھی سن [illegible] جاہل وہ قابل الزام نہیں جسے قدرت نے [illegible] عقل نہیں دی بلکہ جاہل در اصل وہ ہے جو بطالت کبریٰ پر ایمان لا کر اپنی عقل و خرد کو کھو بیٹھتا ہے صاحب بطالت کبریٰ اسے کہتا ہے تمہاری ناک کوا لے اڑا وہ بغیر اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھنے کے کوے کے پیچھے بھاگتا [illegible]

بدتہذیب وہ ہوتا ہے جس سے پوچھو حضور نے نور کو نار کیوں فرمایا تو وہ کہتا ہے لیس لاحدٍ ان یعترض علیہ، چونکہ نور اور نار میں فرق بیّن ہوتا ہے امر بیّن کے خلاف کہنے والے سے وجہ پوچھی [illegible] ہے مگر وہ آگے سے جھلا کر کہتا ہے صرف تمہیں ماننا ہے دل کا اطمینان کرنے کی ضرورت نہیں، اور تم نہیں مانتے تو تم واجب القتل ہو اس سے بڑھ کر بدتہذیب کون؟ فافہم وتدبر!!

نوٹ:۔ اس کے بعد ضروری خبر یہ ہے کہ جب یہ آخری گذارش مولانا کا نقیب خاص ان کے پاس لے [illegible] تو انہوں نے دور سے فرمایا۔ لیجاؤ۔ لیجاؤ میں یہ رقعہ نہ پڑھتا، اس شخص نے میرا جسم بیمار کر دیا ہے، میری روح بیمار کر دی ہے میری مناجات خراب کر دی [illegible] جب میں مناجات کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو اس کی باتیں میرے سامنے آجاتی ہیں۔

کی طرح بہالے جاتی ہے، وہ خدا کی ہستی پر ایمان ہی ہے، اور جس طرح انبیاء نے اپنے اپنے زمانوں میں یہ ایمان دلوں کے اندر پیدا کیا، اس امت کے اولیاء نے بھی یہ ایمان پیدا کیا،

امام عصر حاضر

اس زمانہ میں بھی ایک شخص اٹھا، اس کے اندر بھی یہ قوت موجود تھی، کہ جو شخص اس کے پاس بیٹھا، اس کے اندر بھی وہ نور ایمان پیدا ہو گیا جو دلوں کو روشن اور پاکیزہ بنانے والا تھا، یہ عجائبات ہیں کہ جو باتیں اس امام وقت کے منہ سے نکلیں وہ کس طرح پوری ہو رہی ہیں

حیات مسیح کا باطل عقیدہ

ایک چیز حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کو پکڑا اور ایسا پکڑا کہ اس کی قبر کا نشان بھی بتا دیا، یہ تو ایک آسان کام تھا، مگر انسانی دلوں کے اندر یہ قائم کر دینا کہ حیات مسیح کا عقیدہ غلط ہے اور فی الواقعہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، یہ ایک ایسا کام ہے، جو وہی شخص کر سکتا ہے جو خدا کی طرف سے کھڑا ہوا ہو، اصلاح اسی کو کہا جاتا ہے کہ ایک غلط خیال جو دلوں میں قائم ہو چکا ہو، اور صدیوں سے چلا آتا ہو، اس کو دلوں سے نکال دیا جائے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے صرف احمدیوں ہی کی اصلاح نہیں کی، بلکہ بہت سے دوسرے لوگوں کے بھی خیالات کی اصلاح کی جو اگرچہ آپ کو مانتے نہیں، لیکن وفات مسیح کے قائل ہو چکے ہیں، یہ اس کا فعل تھا یا اس خدا کا فعل تھا جس نے اس کو بھیجا یہ کسی عالم کا کام نہ تھا، کسی معقول پسند انسان کا کام نہ تھا، کسی اور سائنسدان کا کام نہ تھا، بلکہ اس خدا کا کام تھا جس کے قبضۂ قدرت میں انسانی دل ہیں،

دجال کے متعلق غلط خیالات

ایک اور بات لے لیجئے دجال کے متعلق کیا کیا خیالات مسلمانوں کے اندر پائے جاتے تھے، مسلمانوں کے دلوں کے اندر اس طرح یہ بات رچی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ ایک آدمی ہوگا جس کی دائیں آنکھ کانی ہوگی، اور بائیں آنکھ ستارہ کی طرح روشن ہوگی، اس کے ساتھ ایک گدھا ہوگا جو ستر ہاتھ لمبا ہوگا، اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا، وہ اپنے ساتھیوں کو بہشت میں اور مخالفوں کو دوزخ میں ڈالتا جائے گا، یہ ایک تصویر تھی جو مسلمانوں کے دلوں پر نقش ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ کیا تھا،

ہر عقیدہ اپنے اندر ایک اثر رکھتا ہے

خوب یاد رکھو ہر خیال یا عقیدہ کوئی نہ کوئی اثر اپنے اندر رکھتا ہے حضرت عیسٰے کی حیات کا اثر بھی اسلام کی صداقت پر پڑتا ہے، اور اگر حضرت عیسٰی کی وفات ثابت نہ ہوتی تو بیشمار مسلمان عیسائیت کا شکار ہو جاتے،

دجال کا مسئلہ

ایسا ہی یہ دجال کا مسئلہ ہے جس نے اسلام کو ایک غیر معقول مذہب کی صورت دے دی تھی، مرزا صاحب نے اسلام کو ایسی غیر معقول باتوں سے نجات دی، آپ نے بتایا کہ وہ دجال جس کے نشانات حدیثوں میں مذکور ہیں موجودہ زمانہ کی یورپین اقوام ہیں جو عیسائیت کا مظہر ہیں، اور اس کی دائیں آنکھ ان کی روحانیت کے قائم مقام ہے اور اس کے اندر روشنی نہ ہونیکا یہ مطلب ہے کہ ان اقوام میں سے روحانیت

اٹھ گئی، اور بائیں آنکھ سے مراد دنیا کی آنکھ ہے، جو اس قدر روشن ہے، کہ ہر قسم کی دنیوی ترقی وہ کرتے چلے جاتے ہیں، خدا ہو جاتا ہے انسان محمد رسول اللہ صلعم پر کہ آپ نے اس وقت یہ باتیں کہیں جب ان قوموں کا نام و نشان بھی نہ تھا اور اس شخص پر بھی جس نے ان کی یہ تشریح کر کے محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان کو از سر نو زندہ کر دیا

دجال کی حقیقت کو واضح کر کے اسے دلوں میں قائم کیا

پھر میں کہتا ہوں کہ یہ بات بتا دینا نسبتاً ایک آسان کام تھا، اگرچہ یہ ایسی بات ہے، کہ کسی کا وہم بھی اس کی طرف نہ جا سکتا تھا، اس کے لئے خدا کی دی ہوئی فراست بکار تھی اور خدا کی طرف سے روشنی اور نور حاصل ہوئے بغیر اس کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا، کوئی اپنی جگہ غور کرنے والا صرف غور و خوض سے یہ توجیہات پیدا نہیں کر سکتا تھا، مگر دوسری بات جو اس سے بہت زیادہ مشکل تھی وہ یہ تھی کہ آپ نے صرف دجال کی حقیقت ہی کو واضح فرمایا اور ایک ایسا پردہ اٹھایا جو کوئی انسانی کوشش نہ اٹھا سکتی تھی، بلکہ جو تصویر دلوں کے اندر نقش تھی، اس کو بھی دلوں سے اس طرح پر دور کیا، کہ مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ آج اسی بات کا قائل ہو چکا ہے، مسلمانوں کے علمی طبقہ میں یہ بات اب مسلم ہو چکی ہے کہ واقعی دجال وہی ہے جس کا پتہ امت محمدیہ کے موعود مسیح نے دیا ہے، یہ بہت بڑی اصلاح ہے، ایک اصلاح تو حضرت مرزا صاحب نے یہ کی کہ دجال کے متعلق غلط خیال کو دور کیا اور ایک یہ اصلاح کی کہ اس کو دلوں کے اندر بٹھا دیا،

یاجوج ماجوج کی پیشگوئی کا معمہ

ایسا ہی یاجوج ماجوج کے متعلق پیشگوئی ہے، یہ بھی ایک معمہ تھا، جس کو کوئی نہ حل کر سکا لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس کو اس طرح حل کیا کہ ہر شخص کے ذہن میں یہ بات گڑ گئی کہ فی الواقعہ یاجوج ماجوج کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا، وہ لوگ بھی جو آخر عمر تک آپ کی مخالفت کرتے رہے، ان کو بھی آپ کی توجیہ کا قائل ہونا پڑا، ہندوستان کے سب سے بڑے فلسفی اور شاعر علامہ اقبال آخر عمر میں حضرت مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے اور آخر دم تک مخالفت پر اڑے رہے، لیکن وہ بات جو حضرت مرزا صاحب نے کہی وہی ان کے منہ سے نکلی اور علامہ اقبال کے ماننے والوں کے ورد زبان رات دن ان کا یہ شعر ہے

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

یہ خیال کس جگہ سے انہوں نے لیا، یہ اسی چشمہ سے لیا، جو حضرت مرزا صاحب نے جاری کیا تھا،

مسلمان ضرور احمدیت کیطرف آئینگے

اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کو آپ نے لیا اور اس کمال تک پہنچایا کہ دلوں کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا، لوگ بعض وقت کہتے ہیں کہ کیا ایسا ہوگا کہ مسلمان اس طرف آئیں گے؟ میں کہتا ہوں ضرور آئیں گے، اس لئے کہ آپ کے دامن سے وابستگی کے بغیر خدا کی ہستی پر ایمان پیدا نہیں ہو سکتا یوں دنیا کے واقعات ان باتوں کو منوا دیں جو آپ نے کہیں یہ الگ بات ہے، لیکن خدا کی ہستی پر ایمان پورے طور پر پیدا نہیں ہو سکتا جب تک آپ کے قدموں میں نہ آئیں،

حضرت مرزا صاحب کی قبولیت ہو کر رہیگی

تو یہ بات کہ کیا حضرت مرزا صاحب کو لوگ مانیں گے، میں کہتا ہوں کہ آج بھی مانتے ہیں جس طرح یورپ اسلام کے بہت سے اصولوں کو مان چکا ہے، اسی طرح مسلمان حضرت مرزا صاحب کے خیالات اور تعلیمات کو مانتے چلے جا رہے ہیں، اور آخر کار آپ کی صداقت کے قائل ہو کر رہیں گے،

حضرت مسیح موعود کا اپنا ارشاد

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا، ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسٰے ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی، اور ان میں سے بھی کوئی عیسٰے ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی، تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰے اب تک آسمان سے نہ اترا تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰے کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا، میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں اور میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین)

بعد زمانی خدا کے نزدیک کوئی چیز نہیں

حضرت صاحب نے ایسا لکھا ہے ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ خدا تعالٰے نے آپ کو اس کا علم دیا ہے، لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جس چیز کو تین سو سال میں ہونا ہے اس کے لئے ہمت ہار بیٹھیں قرآن کریم میں ہے تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ فاصبر صبرا جمیلا انہم یرونہ بعیدا ونرٰہ قریبا ملائکہ اور روح ایک دن میں چڑھتے ہیں، جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے، تو صبر سے کام لو یہ لوگ اسے دور سمجھتے ہیں ہم تو اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ اس میں پچاس ہزار برس کی مدت کو بھی قریب ہی بتایا،

حضرت نوحؑ کا ذکر

پھر حضرت نوح کے ذکر میں آتا ہے کہ لبث فیہم الف سنۃ ان میں ایک ہزار سال تک رہے اور اس تمام لمبے عرصہ میں دعوت و تبلیغ کا جو نتیجہ نکلا وہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں رو رو کر عرض کرتے ہیں کہ وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصروا واستکبروا استکبارا

یہی نقشہ آج ہے

آج بھی یہی حالت نظر آتی ہے، جتنا ان لوگوں کو بلائیے، ان کے سامنے کھلے کھلے واقعات رکھئے، کہ چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب ہیں، اور تیرہ صدیوں میں مجدد ہوتے رہے ہیں، اس صدی پر حدیث مجدد

[illegible]

(تحریر [illegible] ۶ اگست کے اخبار میں ہیں)

کو پورا کرنے والا حضرت مرزا صاحب کے سوا ئے اور کوئی نہیں؟ تو وہ کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، سننا نہیں چاہتے تکبر سے کھلے واقعات، اور دلائل کو رد کر دیتے ہیں، لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے کہ آج یہ کیوں نہیں ہو گیا، کل یہ کیوں نہیں ہوتا، کہ وہ سب مان لیں، ہمارا فرض ان کو پہنچانا اور کوشش کرنا ہے، اس کو چھوڑنا نہیں چاہیئے اور صبر سے نتائج کی انتظار کرنی چاہیئے

خطبہ میں قادیانیت کا ذکر

کسی نے مجھے کہا ہے جب میں خطبہ میں قادیانیت کا ذکر کرتا ہوں تو بعض غیر احمدی اصحاب جو محض پند و نصائح سننا چاہتے ہیں ناپسند کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی قبولیت کا دروازہ اس وقت کھلے گا، جب قادیانیت کا پردہ ان کے چہرہ سے اٹھا دیا جائے گا، ایک بات جو ہم سے آج تک نہ ہو سکی، وہ یہ ہے کہ سلسلہ کا ۱۹۱۴ء سے پہلے کا لٹریچر پورے طور پر نہیں دیکھا گیا،

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مجھے بتایا

اگلے دن شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مجھے بتایا کہ جب میں ۱۹۱۴ء سے پہلے کا لٹریچر پڑھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو جماعت لاہور کام کر رہی ہے تمام وہی باتیں جو جماعت لاہور کی طرف سے کہی جاتی ہیں، قادیان کے ۱۹۱۴ء سے پہلے کے لٹریچر میں موجود ہیں، آپ کو معلوم ہے اس سے پہلے ہم مفتی محمد صادق صاحب، مولوی سرور شاہ اور بعض قادیانی بزرگوں کے ان بیانات کو شائع کر چکے ہیں جو مسئلہ نبوت کے متعلق ۱۹۱۴ء سے پہلے وہ دیتے رہے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت سے مراد محض لغوی معنے پیشگوئی کرنے والے یا محدث کے ہیں، لیکن اگر تمام لٹریچر کو پڑھا جائے تو بہت سا مواد نکل سکتا ہے،

قاضی اکمل صاحب کی ایک کتاب کا حوالہ

شیخ صاحب نے ایک کتاب دی ہے، عقائد احمدیہ جو ۱۹۱۰ء کی چھپی ہوئی ہے، یہ قاضی ظہور الدین اکمل کی لکھی ہوئی ہے، اس کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے:۔

" نبی کہلانا یہ بھی آپ سے خاص ہے کہ مسلم کی حدیث نواس بن سمعان میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے اور معنی صرف لغوی ہیں یعنی خدا سے خبر پانے والا اور یہ خاتم النبیین کے خلاف نہیں کہ فنافی الرسول کا مقام ہے"

اب فرمائیے یہ جماعت قادیان کا مذہب ہے کہ یہ لغوی نبوت ہے یا جماعت لاہور کا؟ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر کسی نے سوال کیا ہے کہ

" ان پر (مسیح موعود پر) صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں (جواب) غیر نبی پر صلوٰۃ جائز ہے دیکھو صابروں کے لئے خدا نے فرمایا ہے اولئک علیہم صلوات من ربھم۔ البقرۃ (ان پر رب سے درود ہے) اور فرمایا ھوالذی یصلی علیکم۔ الاحزاب ع ۶۔ (خدا تم پر رحمت بھیجتا ہے) اور اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد روز پڑھتے ہو آل محمد نبی نہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنے ہیں اللہ رحمت بھیجے اور سلامتی۔ اس میں کیا کفر ہے"

صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں:۔

(۱) اپنے مخالف کو کیا سمجھتے ہیں؟ جو مومن کو کافر کہے اور اس کے کافر ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے اور کافر کے لغوی معنے ہیں منکر اور فرمایا من کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون (جو اس کے بعد بھی خلیفہ کا انکار کرے وہ نافرمان (باغی) ہے"

پھر سوال لکھا ہے کہ ماننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان فیوض کے وارث ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کی صحبت سے ہوتا ہے"

۱۹۱۴ء سے پہلے کا لٹریچر

کیا آج کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی تحریریں ہیں جو حضرت مسیح موعود کو اولیاء اللہ میں نہیں بلکہ انبیاء میں شمار کرتے ہیں؟ بہت ضرورت ہے کہ اس تمام لٹریچر کو پڑھا جائے، جو ۱۹۱۴ء سے پہلے قادیان سے شائع ہوا، اور غیر احمدی دنیا کو بتا دیا جائے، کہ جس نبوت کو آج اہل قادیان کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے وہ ۱۹۱۴ء سے پہلے خود ان لوگوں کے نزدیک ولایت سے بڑھ کر نہ تھی،

یہ صحیح نہیں

ان لوگوں نے میری تحریروں سے لفظ نبی نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتا تھا، حالانکہ یہ صحیح نہیں، ایک میرا بیان پیش کیا جا رہا ہے جو کرم الدین بھیں کے مقدمہ میں میں نے دیا تھا دیانت و امانت کا تقاضا تھا کہ یا تو سارا بیان نقل کیا جاتا یا کم از کم مسئلہ نبوت کے متعلق تمام فقرات کو نقل کر دیا جاتا، میرے اس بیان میں یہ الفاظ موجود ہیں:۔

" مرزا صاحب نبی ہونے کا یعنی سینٹ یعنی ولی ہونے کا دعوے کرتے ہیں"

حیرانی کی بات

لیکن کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ ان الفاظ کو کبھی نقل نہیں کریں گے، مذہب آخر ایمانداری تو سکھاتا ہے ان کو یہ حق کہاں تھا کہ اس بیان میں سے لفظ نبی کو نکال کر رکھ دیتے اور سینٹ یا ولی کے الفاظ جو صاف طور پر لکھے ہوئے موجود ہیں چھوڑ دیتے،

الحکم ۱۹۱۰ء کا ایک مضمون

ایسا ہی "الحکم" ۱۹۱۰ء میں ایک مضمون "اتحاد المسلمین" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، جو سننے کے قابل ہے مضمون سے یہ قطعاً خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی قادیانی کا لکھا ہوا ہے، اس میں لکھتے ہیں:۔

" ایسے وقت اور ایسی حالت میں ہمارا منتشر ہونا اور اپنے **فروعی اختلافات** میں اڑے رہنا سخت نامناسب ہے، بلکہ یہ وقت ہے کہ باہمی مخالفت کے ہوتے ہوئے بھی دشمنوں کے مقابلہ میں ہم معاویہ اور جناب امیر کے طرز عمل کو مد نظر رکھیں **اور خدا کے لئے مسلمانوں کو مسلمان رہنے دیں**، اور کوشش کریں کہ جزوی اختلافات پر فتوے تکفیر جاری کریں"

. . . .

آج کیوں ایسا نہیں کیا جاتا

مگر آج کیوں مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیتے؟ کیوں جزوی اختلافات پر خود قادیان سے فتاوے تکفیر جاری کئے جا رہے ہیں؟ غور کریں کہ آج جن باتوں کو اصولی اختلاف قرار دیا جا رہا ہے، ۱۹۱۰ء میں وہ اہل قادیان کے نزدیک جزوی اختلافات کی حیثیت رکھتی تھیں، پھر آگے چل کر لکھا ہے:۔

" ایک انجمن اتحاد المسلمین قائم ہوئی جس کے محرک مولوی حشمت علی دہلوی ہیں، میں جب دہلی میں تھا مولوی حشمت علی صاحب سے عموماً اس مضمون پر گفتگو ہوتی اور دہلی کی انجمن خادم المسلمین کی بنا اسی اصل پر قائم کی گئی، اس طریق کو میں نے دہلی کی انجمن ہدایت اسلام کے ارکان کے سامنے بھی رکھا اور عملی طور پر اسے جاری کرنے کی ان سے خواہش کی گئی، مولوی حشمت علی صاحب نے بعد ازاں ایک سفر کیا اور وہ قادیان بھی آئے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے ان کی اس تحریک کو پسند کیا اب یہ تحریک کسی قدر عملی رنگ اختیار کرنے لگی ہے، اور میں اس امر کو خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اسے اپنے اخبار میں شروع کیا ہے اور عملی طور پر انہوں نے میر قاسم علی شاہ صاحب ایڈیٹر الحق کے ساتھ مل کر ناحق میں ایک ہی پلیٹ فارم پر دشمن اسلام پنڈت کھوبدت آریہ کا مقابلہ کیا ہے ایسی نظیریں نہایت قابل قدر اور واجب العمل ہیں میری سمجھ میں مسلمانوں میں اتحاد ہو جانا نہایت آسان ہے

(الحکم جلد ۱۴-۲۱-۲۸ ستمبر و ۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

پھر لکھا ہے:۔

" مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس معاملہ میں ابتدا کی ہے اور محض ان کی سلسلہ کے ساتھ دشمنی اور عداوت اس امر میں ہماری سد راہ نہیں ہونی چاہیئے کہ ان کے نیک کام کی ہم تعریف یا تائید نہ کریں"

(ایضاً)

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ

" مولوی ثناء اللہ صاحب نے چونکہ اس کے لئے پرجوش قدم اٹھایا ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ فتوے تکفیر کے متعلق وہ اپنے حلقہ کے علما کی طرف سے ایک اعلان شائع کرانے کی سعی کریں مختلف فرقوں پر جو کفر کے فتوے محض ضد اور عداوت سے دیئے گئے ہیں انہیں اٹھا دو" (ایضاً)

یہ کوشش بعد میں ہماری جماعت نے کی

یہ وہ کوشش ہے جو بعد میں ہماری جماعت نے کی اور اس کو بہت حد تک کامیابی ہوئی، گو کچھ عرصہ سے یہ تحریک کمزور پڑ گئی ہے۔ ایک دفعہ مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور میں نے مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ ریزولیوشن پیش کیا تھا کہ کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہ دیا جائے، بعد میں یہی ریزولیوشن ندوۃ العلماء نے بھی پاس کیا

قادیان سے صاف لفظوں میں اعلان

لیکن یہ کیا عجیب بات ہے کہ وہ قادیان جہاں سے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیا جا رہا ہے، اور وہاں

(باقی بر صفحہ ۹ کالم نمبر ۲)

قرآن کریم ہر دکھ کیلئے شفا اور تسلی کا پیغام ہے

حضرت ایوب کا ایک واقعہ اور اس میں ایک پیشگوئی اور تسلی

{از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب}

قرآن کریم تسلی کا پیغام ہے ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یوحنا کی انجیل میں ایک پیشین گوئی ہے، جس میں آپ کو "تسلی دہندہ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ نوع انسان کو خدا کی طرف سے جو تسلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ملی ہے اس سے بڑھکر انسانی ذہن تصور نہیں کر سکتا۔ سارا قرآن ایک سرتاپا تسلی کا پیغام ہے۔

شریعت کے معاملات میں تسلی اس سے بڑھکر اور تسلی کیا ہوگی کہ فرمایا

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ہ وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون (الزمر) ترجمہ: تو کہدے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سبھی گناہوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔ بیشک وہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ البتہ قبل اسکے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر تمہیں مدد نہ ملے اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ گویا انسان جب بھی خدا کی طرف رجوع کرے اور اس کی فرمانبرداری شروع کر دے خدا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے تیار ہے انسان خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اس کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ذرا نہ جھجکے اور اس کی رحمت پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کے دروازہ پر آن گرے تو خدا اس کی خطاؤں اور گناہوں کو بخشدے گا۔ اسی طرح کی انسان کو تسلی دینے والی اور دکھیا دل کو تسلی بخشنے والی صدہا آیتیں ہیں جن کا ایک نمونہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں یہ تو شریعت میں فروگذاشت کرنیوالوں کیلئے تسلی ہوئی۔

قضا و قدر کے معاملات میں تسلی اور تقدیر کے دکھوں اور ابتلاؤں کیلئے یوں تسلی دی ہے انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون (یوسف) بیشک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ گویا کیسے ہی مصائب اور مشکلات کا سامنا ہو مومن کو خدا کی رحمت سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ دوسری جگہ یوں فرمایا ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ہ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ قف واولئک ھم المھتدون (البقرہ) اور بیشک ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو یہ لوگ جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے خاص عنایتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہیں جو راہ راست پر ہیں۔ اللہ اللہ مصائب اور ابتلاؤں میں اس آیت میں کس قدر تسلی ہے۔ بایں ہمہ قرآن نے اس عام تسلی پر بس ہی نہیں کیا۔

خاص تسلیاں بلکہ مختلف انبیاء اور برگزیدگان الٰہی کی زندگی کے بعض واقعات کا ذکر کر کے قرآن نے انسان کو ہر ایک دکھ اور پریشانی میں تسلی دی ہے اور اسے نجات کی راہیں بتائی ہیں۔ جس کا لطف اس وقت ہی آتا ہے جب ان مصائب میں انسان خود مبتلا ہو اس وقت وہ آیات قرآنی دل کے زخموں پر مرہم کا کام دیتی اور پریشانیوں کی آگ پر سرد پانی کی طرح پڑ کر دل کو تسلی اور ٹھنڈک سے بھر دیتی ہیں۔ مثلاً ایک ظالم اور جابر بادشاہ کے ماتحت ایک مظلوم شخص اور اس کی قوم کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ کی مثال میں تسلی کا پیغام ہے اور اسے نجات کی راہ دکھائی ہے۔ طاقتور دشمن سے اگر ایک عاجز اور بیکس قوم کو جنگ کرنی پڑ جائے تو حضرت داؤد اور طالوت کا واقعہ بطور ایک تسلی اور راہ نجات ہے۔ ایک بیگناہ قیدی کو حضرت یوسف کے واقعہ میں تسلی ہے۔ وطن سے بھاگے ہوئے دشمن سے خائف بیکس و بے بس غریب الوطن مسافر کے لئے حضرت موسیٰ کے مدین میں نزول والے واقعہ میں کس قدر تسلی ہے۔ نالائق اولاد کے ہاتھوں باپ کے دکھے ہوئے اور غمگین دل کو حضرت نوح اور حضرت سلیمان کے واقعہ میں ایک تسلی ہے۔ اولاد سے مایوس مرد و عورت کے لئے حضرت زکریا اور ان کی بیوی کے واقعہ میں کس قدر تسلی ہے، ایک غریب الوطن بیکس عورت کے لئے جسے جنگل میں درد زہ ہو رہا ہو اور پاس کوئی نہ ہو حضرت مریم کے واقعہ میں ایک تسلی ہے، ایک یکہ و تنہا اعزا و اقربا سے بچھڑے ہوئے بیمار شخص کے لئے حضرت ایوب کے واقعہ میں کس قدر تسلی ہے۔ اسی طرح میں نے کوئی ایسی کرب کی حالت نہیں پائی جس میں قرآن کو پڑھا ہو اور اس کی ایک ایک آیت دل کے زخموں پر مرہم کا نہ کام دیتی ہو۔ اس وقت تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ یہ کلام شاید میری ہی تسلی کے لئے دوبارہ نازل ہو رہا ہے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے جو اسی کتاب سے مخصوص ہے۔ وہ واقعی ہر دکھ اور ہر کرب کے لئے جناب الٰہی کی طرف سے اس کے عاجز بندہ کے لئے تسلی کا پیغام ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ غم کی حالت میں قرآن بہت پڑھا کرو کیونکہ غم کی حالت میں اترا ہے اس میں کیا شک ہے کہ غمگین دل کے لئے قرآن کریم سے بڑھکر اور کوئی تسلی کا پیغام نہیں۔

حضرت ایوب کے واقعہ میں تسلی کا ذکر قرآن کریم میں حضرت ایوب کے واقعہ جو پیشگوئی اور تسلی آنحضرت صلعم اور آپ کے واسطے سے ایک مومن کو دی گئی ہے اس کے متعلق ایک دوست نے تحریر فرمایا کہ تفصیل سے عرض کروں۔ گو میں ایک دفعہ اس سے قبل لکھ چکا ہوں لیکن تعمیل ارشاد کے طور پر دوبارہ عرض کر[تا ہوں]۔ سب سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ آیات یہاں نقل کر[وں] جن میں قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک سورۃ الانبیاء میں ذکر آتا ہے۔

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وا[نت] ارحم الراحمین ہ فاستجبنا لہ فکشفنا ما بہ من ضر و[اتینٰہ] اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ من عندنا وذکری للعٰبدین ہ (الانبیاء) اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے [اپنے] رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنیوال[وں] سے بڑھکر رحم کرنے والا ہے، پھر ہم نے اس کی دعا قبول [کی] جو اسے تکلیف تھی وہ دور کر دی اور ہم نے اس کے اہل [اسے] عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ان کی مثل اور بھی۔ یہ ہماری [طرف] سے رحمت تھی اور عبادت کرنے والوں کے لئے یہ ایک یا[دگار] واقعہ ہے۔

دوسری جگہ سورۃ ص میں اس کا ذکر ہے فرما[تے] ہیں:۔

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مس[نی] الشیطن بنصب وعذاب ہ ارکض برجلک ھذ[ا] مغتسل بارد وشراب ہ ووھبنا لہ اھ[لہ] ومثلھم معھم رحمۃ منا وذکری لاولی الالبا[ب] وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث [انا] وجدنٰہ صابرا نعم العبد انہ اواب۔ (ص)

اور ہمارے بندہ ایوب کو یاد کرو۔ جب اس نے اپنے ر[ب] کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکان اور تکلیف پہنچائی ہے۔ اپ[نے] پاؤں سے ایڑ لگا اور آگے چلا۔ یہ ٹھنڈا پانی نہانے اور پی[نے] کو ہے۔ اور ہم نے اس کے اہل اسے عطا فرمائے اور ان [کے] ساتھ ان کے مثل اور بھی۔ یہ ہماری طرف سے رحمت تھی [اور] دانش والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اور اپنے ہاتھ میں [شاخیں لے اور] جھاڑو سے اور اس سے مار اور قسم نہ توڑ۔ ہم نے اسے صا[بر] پایا۔ کیا ہی اچھا بندہ تھا۔ وہ بار بار اللہ کی طرف رجوع کر[نے] والا تھا (میں نے آخری آیت کا ترجمہ پرانی تفسیروں کے مطا[بق] کر دیا ہے گو مجھے اس سے اختلاف ہے جس کا ذکر انشاء[اللہ] تعالے آگے آتا ہے) پرانی تفسیر تو یوں ہے کہ حضرت ای[وب] بہت بیمار پڑ گئے ان کے جسم میں زخم ہو گئے اور کیڑے پڑ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی بیویاں اور اعزا و اقربا ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے سوائے ایک بیوی کے جو بڑی خدمت کرتی رہ[ی] اس بیچاری کو خدمت کا یہ صلہ ملا۔ کہ کسی بات پر حضرت ایوب جیسے صابر بزرگ اور نبی نے بگڑ کر قسم کھالی کہ میں ذرا اچھا ہوا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ خدا سے اپنی شفا یابی کے لئے دعا کی تو خدا نے فرمایا زمین کو ٹھوکر مار تو ایسا ہوا کہ ٹھوکر مارتے ہی سرد پانی کا چشمہ بہ نکلا جس کے پینے اور اس میں نہا[نے]

ے حضرت ایوب شفایاب ہو گئے۔ اب ان کے سارے بیوی بچے پھر آن موجود ہوئے۔ ان بیوفا بھگوڑوں کو تو حضرت ایوب نے کچھ نہ کہا مگر اس بیچاری وفادار خدمتگذار بی بی کو سو کوڑے مارنے کو تیار ہو گئے۔ خدا کو بڑا رحم آیا ایسی وفادار اور خدمتگذار بیوی ذرا سے قصور پر پٹنے لگی ہے اسلئے خدا نے حضرت ایوب کو یہ حیلہ بتایا کہ سو قمچیوں کا ایک جھاڑو بناؤ اور اسے ایک دفعہ بیوی کو مار لو۔ تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور ہمارے مولویوں کے لئے شرعی حیلوں کا دروازہ کھول دیا گیا۔

یہ تفسیر جس قدر بے معنی اور لغو ہے ظاہر ہے۔ خدا اس واقعہ کو قرآن میں محفوظ کر کے نسل انسانی کو کیا سبق سکھانا تھا؟ کفو کر مار کر تو لوگ پانی نکالنے سے رہے بیماری میں اعزا و اقربا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اچھے ہوئے تو آ گئے۔ سب دنیا دار طوطا چشم رشتہ داروں کا یہی طریق ہوتا ہے اس میں رحمۃ اور ذکرٰی کیا ہوا۔ خدمتگذار اور وفادار بی بی کو کسی خطا پر ایک دم سو کوڑے مارنے کس اخلاق کو ظاہر کرتا ہے؟ ہاں سو قمچیوں کی ایک جھاڑو مار کر مولویوں کے لئے شرعی حیلوں کا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے دین ایک مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم ایسے بے معنی قصوں سے پاک ہے۔

اصل حقیقت اصل بات یہ ہے کہ حضرت ایوب کو شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں سے سخت دکھ پہنچا تھا۔ جس کی وجہ سے خدا کے حکم کے ماتحت ان کو وطن اور گھر بار اہل و عیال چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اس زمانہ میں آج کل کی طرح ریلیں اور کاریں تو چلتی نہ تھیں۔ عراق اور شمالی عرب کے ریگستان بیابان کا سفر کوئی آسان کام نہ تھا۔ بلکہ ایک سخت مصیبت تھی۔ معلوم ہوتا ہے ہجرت میں ہے۔ تو رستہ میں بے آب و گیاہ ریگستان کی وجہ سے سخت تکلیف اٹھائی ہے۔ گرمی اور پیاس اور تکان کیوجہ سے بیمار پڑ گئے ہیں۔ پینے اور نہانے کو پانی نہ ہو تو ریگستان کی گرمی انسان کو تڑپا دیتی ہے۔ طرح طرح کے امراض رونما ہو جاتے ہیں۔ ایسے بیابانوں میں صدہا لوگ بغیر پانی کے تڑپ کر مر گئے ہیں، انبیاء کا کام ایسی تکالیف میں سوائے خدا سے مدد مانگنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ وطن سے تن تنہا نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے ہیں تو بیابان میں جس میں پانی کہیں نظر نہ آتا تھا چل چل کر پیاس اور تکان سے طبیعت بیمار ہو گئی ہے۔ اسی حالت میں خدا کو پکارا ہے اور کیا شکر گذار بندہ ہے کہ اس تکلیف کو خدا کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ شیطان کی طرف منسوب کیا جیسا کہ ہر ایک صاحب معرفت انسان کا طریق ہے کہ وہ ہر ایک تکلیف اور نقصان کو شیطان کی طرف منسوب کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں یوشع بن نون کہتے ہیں کہ وما انسٰنیہ الا الشیطٰن ان اذکرہٗ۔ کہ یہ بات نہیں بھلا دی مگر شیطان نے پس حضرت ایوب نے اس ریگستان بیابان میں جہاں بغیر پانی کے آپ تڑپ اٹھے تھے اور پیاس اور تکان نے بے حال کر رکھا تھا، اور صحت جواب دے چکی تھی خدا کو پکارا۔ تو خدا نے اپنے بندہ کی سنی اور اس ریگستان میں کمال شفقت سے خود رہنمائی فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ ارکض برجلکٖ ھذا مغتسلٌ باردٌ و شراب ہ یعنے گھبراؤ نہیں گھوڑے کو ذرا ایڑ لگاؤ۔ آگے نزدیک ہی ٹھنڈا پانی ہے جو پینے اور نہانے دونوں کے لئے وافر ہے رکض۔ سواری کے دوڑانے اور آگے چلانے کو کہتے ہیں۔ چونکہ سواری کو جب آگے چلانا ہوتا ہے تو پاؤں سے ایڑ لگانی ہوتی ہے۔

اسلئے ایڑ لگانے کا محاورہ ہی سواری کو آگے چلانے کے مترادف ہوتا ہے۔ ارکض برجلک میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جس سے زمین کو ٹھوکر مارنے کا مفہوم پیدا ہوتا ہو۔ پس حاصل مطلب یہ ہے کہ اس پریشانی میں اپنے بندہ کی خود جناب الٰہی نے منزل مقصود کی طرف رہنمائی فرمائی اور ان کی ساری تکالیف اور پریشانیوں کو دُور فرما دیا، پھر اگلی آیت سے یہ پتہ لگتا ہے کہ حضرت ایوب کو اللہ تعالےٰ نے نہ صرف منزل مقصود پر پہنچا دیا بلکہ اس قدر فضل کیا کہ وہاں جا کر انہیں مرفہ الحالی اور کامیابی نصیب ہوئی اور ان کے اہل و عیال جو ان سے بچھڑ گئے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی آن ملے[2]۔ چونکہ اہل کسی شخص کے وہ ہوتے ہیں جن میں اور اس شخص میں اتحاد ہو بوجہ نسب یا دین یا ادحیز کے جو ان دونوں کے قائم مقام ہو جیسے . . . . . گھر یا شہر (دیکھو مفردات امام راغب) اسلئے انبیا کے اہل خاص طور پر وہ ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ دینی اتحاد رکھنے والے ہوتے ہیں خواہ ان کے اپنے عزیز و اقارب ہوں یا غیر ہوں۔ اگر عزیز و اقارب دیندار نہ ہوں تو وہ ان کے اہل نہیں ہو سکتے، جیسا کہ حضرت نوح نے جب اپنے بیٹے کے متعلق ان ابنی من اھلی کہا کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے تو خدا نے لیس من اھلک انہ عملٌ غیرُ صالحٍ فرما کر بیٹے کو نبی کے اہل سے نکال دیا اور اس کی وجہ یہ دی کہ اس کے عمل صالح نہیں ہیں۔ پس حضرت ایوب کے بھی اہل وہی ہو سکتے ہیں جو آپ کے متبعین تھے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ حضرت ایوب جب اللہ تعالےٰ کی رہنمائی کے ماتحت منزل مقصود پر پہنچ گئے تو ان کے متبعین جو پیچھے رہ گئے اور بچھڑ گئے تھے ان سے آن ملے۔ اور اس نئی جگہ میں بھی خدا نے ان کی طرح اور بھی متبعین عطا فرمائے۔ اس میں ذکرٰی اور رحمۃ جس کا ذکر اس آیت میں ہے یہ تھا کہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک واضح پیشگوئی تھی کہ آپ کو بھی مکہ چھوڑنا پڑے گا اور عرب کے ریگستان میں اللہ تعالیٰ آپؐ کی رہنمائی فرما کر اور ہر طرح کے دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دلا کر منزل مقصود پر پہنچا دے گا۔ (چنانچہ مدینہ منورہ جہاں آپ تشریف لے گئے مکہ کی نسبت بہت پانی والا اور شاداب تھا) وہاں آپکے متبعین جو آپ سے بچھڑے ہوئے تھے آپؐ سے آن ملے اور اس جگہ اور لوگ بھی آپؐ کے متبعین میں شامل ہوئے۔ اور آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی کامیابی عطا فرمائی۔ اس واقعہ میں آپؐ کو اور آپ کے متبعین کو بلکہ ہر ایک خدا کے بندہ کو جو اس قسم کی مشکلات میں گھرا ہوا ہو اور بیابان و ریگستان میں پانی کے لئے تڑپتے ہوئے اور تکان اور بیماری میں مبتلا شخص کو تسلی ہے۔ اور نجات کا راستہ بتاتا ہے کہ یہ مشکلات خدا کی طرف رجوع کرنے سے ہی آسان ہوتی ہیں۔

. . . .

[2] اور انہی جیسے اور بھی لوگ ان سے آن ملے۔

اخذ ضغث والا واقعہ جب حضرت ایوب تمام مشکلات میں سے گذر چکے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے انہیں منزل مقصود پر پہنچا دیا اور آپ کے اہل اور ان کے مثل سب آپ سے آن ملے اور آپ پر اللہ تعالےٰ نے ہر طرح کے انعامات نازل فرما دیئے تو حضرت ایوب کو جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ خذ بیدک ضغثًا فاضرب بہ ولا تحنث۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم ان تمام مشکلات سے نکل جانے اور ہر طرح کی کامیابی حاصل ہونے کے بعد نازل ہوتا ہے۔ یہاں نہ کسی بی بی کا ذکر ہے، نہ اسے جھاڑو مارنے کی کوئی ضرورت نظر آتی ہے۔ ہر طرح کی کامیابیوں کے بعد یہ کسی قسم کا حکم ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کو الگ الگ لے لو ضغث۔ اضرب بہ۔ لا تحنث

ضغث مختلف شاخوں کی مٹھی کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو۔ اس لئے جھاڑو کو بھی ضغث کہتے ہیں۔ بلکہ لغت میں تو کوئی چیز جو مٹھی میں آ جائے وہ بھی ضغث کہلاتی ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے فمنھم لاخذ الضغث جس سے مراد ہے منھم من نال من الدنیا شیئًا یعنے ان میں سے وہ بھی ہیں جنہیں دنیا کا کچھ مال مل جائے (دیکھو لسان العرب)

اضرب بہ۔ یہاں اضرب کا کوئی مفعول مذکور نہیں کہ کس کو مارو۔ ضرب کے معنے مارنا مشہور ہیں۔ مگر ضرب کے معنے اسراع فی السیر بھی آتے ہیں یعنے چلنے میں جلدی کرنا۔ جاء فلانٌ یضرب کے معنی ہیں تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ ضرب المجد کے معنے ہیں کسب المجد یعنے بزرگی حاصل کی (دیکھو لسان العرب)

تحنث۔ حنث قسم کی خلاف ورزی کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن حنث کے یہ بھی معنی ہیں کہ انسان حق کو چھوڑ کر کوئی بات کہے۔ حنث بڑے گناہ یا شرک کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ خود قرآن کریم میں ہے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم (الواقعہ) وہ لوگ اصرار کرتے تھے بڑے گناہوں پر۔

علم معانی کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی لفظ مختلف المعانی ہو تو سیاق و سباق اور موقعہ کے لحاظ سے اس کے معنے کرنے چاہیئے۔ یہاں بی بی کو جھاڑو مارنے اور اس پر قسم کھانے کا قصہ فرضی طور پر گھڑ لینا جس کی کوئی اصل نہیں نہایت غیر معقول بات ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم جب مشکلات سے نکل کر کامیابی کا منہ دیکھتی ہے اور دنیا کا مال کثرت سے ان کے پاس آنے لگتا ہے۔ تو وہ دنیا کے دھندوں اور حُبِ مال و دولت میں پڑ کر خدا کو بھول جاتی ہے اور طرح طرح کے کبیرہ گناہوں اور شرک میں مبتلا ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے حضرت ایوب کو تنبیہ کی کہ اب تمہاری قوم میں دنیا کا مال آ رہا ہے تو دانائی اور دور اندیشی اور تقوی کا تقاضا یہ ہے کہ مال دنیا سے جو اللہ تعالےٰ حصہ دیتا ہے وہ اس کا فضل سمجھ کر لے لو، لیکن اس کے ساتھ مجد یعنے بزرگی کماؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کی معصیت نہ کرو یعنے ایسا نہ ہو کہ مال دنیا کو اصل مقصود سمجھ کر اس سے محبت کرنے لگو اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ۔ مومن کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ مال دنیا کو وہ بزرگی

کمانے کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے ۔ نہ کہ اصل مقصود ۔ وہ مال دنیا کے حصول کے لئے خدا کی نافرمانی کبھی نہیں کرتا۔ پس کامیابی پر پہنچی ہوئی قوم کو یہ پیش از وقت تنبیہ تھی کہ مال دنیا جو آرہا ہے اسے بیشک لو۔ مگر اس کو خدا کے حضور بزرگی حاصل کرنے کا ذریعہ بناؤ۔ اس کی محبت میں پڑ کر خدا کی نافرمانی میں نہ پڑ جانا۔ ورنہ تمہارا قدم اس عروج سے نیچے گر جائے گا اور تم تنزل کے گڑھے میں جا گروگے۔ چنانچہ حضرت ایوب نے اس حکم پر جس طرح عمل کیا اس کی گواہی اسی آیت میں ہے۔ فرماتے ہیں:۔ وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب ۔ ہم نے ایوب کو صابر پایا کیا ہی اچھا بندہ تھا۔ بیشک وہ ہر حالت میں خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ یعنے ایوب جیسے دکھوں میں خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے ویسا ہی سکھ میں بھی خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ دنیا کے مختلف حالات ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ وہ واقعی صبر و استقامت کا ایک نمونہ تھے۔ چنانچہ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر حالت میں دکھ ہو یا سکھ صابر و شاکر رہے۔ طرح طرح کے دکھوں اور ابتلاؤں میں جو اخلاق فاضلہ آپ سے سرزد ہوتے تھے۔ کامیابی اور بادشاہت، سکھ اور راحت کی حالت میں بھی ان میں کوئی فرق نہ آیا۔ پس حضرت ایوب سے بھی بڑھکر اگر کوئی صابر بندہ نظر آتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ کیونکہ ابتداء میں آپ کے دکھ اور ابتلا اور بعد میں آپ کی کامیابی اور شان و شوکت حضرت ایوب سے بہت بڑھکر تھی۔ پس آپ کا صبر حضرت ایوب سے بھی بڑھکر تھا اور آپ نے اس حکم پر بدرجہ اولی عمل کرکے دکھایا۔ اور آپ کے خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی طرز عمل یہی تھا کہ ان کے اعمال اور اخلاق میں بادشاہت نے کوئی فرق نہیں ڈالا۔ جو تقوے اور خداپرستی اور اخلاق فاضلہ ان بزرگوں میں ابتلاؤں اور مصائب کے زمانہ میں نظر آتے ہیں، وہی ان کی کامیابی اور امارت اور بادشاہت کے زمانہ میں نظر آتے ہیں۔ لیکن بعد میں اکثر مسلمان بادشاہوں اور امراء سے اس حکم پر عمل نہ ہو سکا اور وہ طرح طرح کی خدا کی نافرمانیوں میں مبتلا ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم تنزل کے گڑھے میں جا گری۔ حضرت عمرؓ نے کیا سچ فرمایا تھا کہ بلینا بالضراء فصبرنا وبلینا بالسراء فلم نصبر۔ کہ ہمیں دکھوں اور مصائب سے آزمایا گیا تو ہم نے صبر سے کام لیا۔ لیکن جب ہمیں سکھ اور خوشحالی سے آزمایا گیا تو ہم صبر نہ کر سکے۔ یہ کمزوری حضرت عمرؓ میں تو نظر نہیں آتی دراصل ہم سے آپ کی مراد مسلمانوں کی قوم تھی جو بعد میں آنے والی تھی۔ غرضیکہ یہ حکم جو حضرت ایوب کو ہوا تھا وہ حکم الٰہی تھا جس پر ہر ایک قوم جو دنیا میں عروج پر آجائے اگر عمل کرے گی تو اس کا عروج زوال سے متبدل نہ ہوگا۔ ورنہ تنزل کے گڑھے میں جا گرے گی۔

(بقیہ از صفحہ ۶)

میں ۱۹۱۰ء میں یہ پرزور تحریک اٹھی ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دیا جائے۔ اور میں تک صاف اور کھلے لفظوں میں اعلان ہوتا ہے کہ

"جو لوگ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید، ملائکہ، کتب سماوی اور اللہ کے رسولوں اور ختم نبوت اور مسئلہ تقدیر اور حشر نشر، جنت و دوزخ قیامت کے قائل اور قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے روزہ رکھتے، قرآن کریم کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام یقین کرتے اور اسی پر عمل کرتے ہوں، انہیں کافر کہنا کہاں کی دیانت اور تقوےٰ ہے"

پھر لکھا ہے:۔

"اس میں کلام نہیں کہ بعض کم ظرف علماء جو اپنی تنگدلی اور کفرسازی کے لئے بدنام ہیں ناراض ہوں گے مگر میری یہی رائے ہے کہ اخلاص اور للہیت کے مقابلہ میں کسی شخص کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے، مبارک ہوگا وہ انسان جو اس تفرقہ کو مٹانے کے لئے میدان میں اترے گا یہ ایک جنگ ہے جو نفس اور انسان پرستی کے خلاف مسلمانوں کو لڑنا پڑیگا"

(ایضاً)

کیا آج اس کی ضرورت نہیں

کیا آج نفس اور انسان پرستی کے خلاف جنگ کی ضرورت نہیں، کیا اس قادیان میں جہاں سے ۱۹۰۸ء میں یہ آواز اٹھی تھی "نفس اور انسان پرستی" تکفیر کی مشین کو حرکت میں لانے کا موجب نہیں ہو رہی؟

قادیانیت کی روک کو دور کرنا چاہیئے

تو میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ بیشک ۱۹۱۴ء

جھٹکا اور ذبیحہ

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی

ان دنوں نئی وزارت کے سلسلہ میں جھٹکا اور ذبیحہ پھر ایک مبحث بنا ہوا ہے۔ بلدیو سنگھ پارٹی کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ جھٹکے کی عام اجازت ہونی چاہیئے۔ فریق ثانی کی طرف سے اس کے بالمقابل ذبیحہ گاؤ کی عام اجازت کا مطالبہ پیش کیا جاتا ہے۔

جہاں تک مذہبی حیثیت کا سوال ہے مسلمان اس مطالبہ میں حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ان کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں اسکی واضح لفظوں میں اجازت موجود ہے۔ لیکن سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں جھٹکے کی کہیں اجازت نہیں بلکہ صاف لکھا ہے کہ

اُن جھٹکا اُن بسمل کینا دیا دو ہاں تے بھاگی

یعنی جھٹکا کرنے والے اور ذبح کرنے والے دونوں بیرحم ہیں۔ اور ذبیحہ گاؤ کے متعلق سارے گرنتھ صاحب میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ اور گورو صاحب بھی گئو پوجا کے خلاف تھے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب میں صاف لکھا ہے کہ

کل جگ اُدھار یا گرُدیو مل موت۔ مورھ رج مگدھ ہوتے۔
سب لگے تیری سیو (آسا محلہ ۵)

اسکا ترجمہ سکھ پنتھ کے مشہور و معروف فاضل بھائی کاہن سنگھ جی ساکن نابھہ یوں کرتے ہیں "گوبر اور پیشاب پی کر شدھی ماننے والے۔ اور خدا کو چھوڑ کر بیجان چیزوں کے ذریعہ سے نجات کے خواہشمند بیوقوف انسان گورونانک دیو کے پندونصائح سے اے خدا تیری عبادت میں لگ گئے۔ پھر گرنتھ صاحب میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:۔

گئو براہمن کو کر لاوہو گوبر ترن نہ جای (وار آسا)

ترجمہ:۔ اے ہندو تم جو گائے اور براہمن کی فضیلت پر زور دیتے ہو۔ سنو۔ گوبر کے ذریعہ نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں گورو گوبند صاحب اپنے کلام میں فرماتے ہیں:۔

راج ساج ہم پر جب آیو ۔ جتھا سکت تب دھرم چلایو
بھانت بھانت بن کھیل شکارا ۔ مارے ریچھ۔ روجھ۔ جھنکھارا

ترجمہ:۔ جب ہمارے اوپر حکومت کا زمانہ آیا یعنی جب ہم حاکم بنے۔ تب حسب استطاعت دھرم کو چلایا جنگلوں میں قسما قسم کے شکار کھیلے اور ریچھ نیل گائے۔ اور ہرنوں کو مارا۔

مذکورہ حوالجات سے ثابت ہے کہ گائے یا براہمن کی تعظیم کو گرنتھ صاحب میں اچھا نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے نیل گائے کا شکار بھی کھیلا۔

پس جبکہ گرنتھ صاحب میں جھٹکے کو ناجائز قرار دیا گیا ہو اور ذبیحہ گاؤ کی کوئی خاص ممانعت نہ ہو تو ایسی حالت میں سکھوں کا جھٹکے کا مطالبہ اتنا اہم نہیں کہ اسکو شرائط میں ایک مبحث بنایا جائے۔

دوسری طرف میں اپنے مسلم بھائیوں سے بھی درخواست کرونگا کہ انکو جھٹکے کے بالمقابل ذبیحہ گاؤ کو نہ لانا چاہیئے۔ یہ انکا مذہبی حق ہے کسی مسئلہ کی ضد نہیں بلکہ بغیر کسی بالمقابل شرط کے ہر مسلمان کو اس کی عام اجازت ہے۔ البتہ اپنے ہموطنوں کی دلجوئی کے لئے اگر مسلمان اپنے اس جائز حق کو قربان کر سکیں تو بہت بڑی قربانی کا صلہ پائیں گے۔ گوشت کھانے کی مسلمان کو اجازت ہے ورنہ اسلام لانے کے لئے کوئی یہ حکم یا شرط نہیں۔ ایک مسلمان جو ساری عمر بالکل گوشت نہیں کھاتا اس کے اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ البتہ حاجیوں کو چارپایوں کی قربانی دینے کا حکم ہے سو وہاں بھی یہ حکم ہے کہ جو جانور آسانی سے مل سکے۔ اور اب تک یہی دیکھا گیا ہے کہ بکرے اور مینڈھے ہی آسانی سے وہاں مل جاتے ہیں۔ گائے مشکل سے ملتی ہے ایسی حالت میں اگر ہندوستان میں بھی قربانی کے دنوں میں بجائے گائے کے بکرے۔ دنبے وغیرہ ذبح کر دیا کریں تو خدا کے حکم کی نافرمانی بھی نہیں اور اہل وطن کی دلجوئی بھی ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک جامع تسویہ ہموطنوں کے سامنے ایک پیغام صلح پیش کیا تھا جس کی یاد میں آج تک لاہور سے پیغام صلح جاری ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہم مسلمان تمہارے رشیوں منیوں کو خدا کا اوتار یعنی نبی تسلیم کرتے ہیں تم بالمقابل حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر لو اس کے عوض میں ہم مزید احسان تمہاری دلجوئی کا کریں گے کہ ذبیحہ گاؤ ترک کر دینگے۔ مگر افسوس کہ اس وقت چند اتحاد کے دشمنوں کی وجہ سے یہ ریزولیوشن پاس ہو سکا۔ آج بھی اگر ہندو مسلم دونوں کا پختہ اتحاد ہو سکتا ہے تو اس مذکورہ اصول پر ہو سکتا ہے۔ والسلام۔

بھدرواہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا دن

{از جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی}

گذشتہ ۲۶ مئی کو میں کشمیر کے ایک دور افتادہ مقام مگر شوجی کی بہشت کوہ کیلاس کے بہت قریب بھدرواہ میں تھا۔ کیلاس شوجی اور کبیر جی کا مقام مالوف کہلاتا ہے شوجو موت اور ہلاکت کا دیوتا ہے کبیر جی جو شوجی کا دوست ہے رُدّر کے نام سے موسوم ہے اس کا کام بھی لوگوں کو مارنا اور رولانا ہے اس مقام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ یوں سمجھئے ایک خاص مناسبت ہے حضور کے الہامات میں ہے

"اے کرشن رُدّر گوپال تیری مہما گیتا میں آئی ہے"

کرشن کی دو صفات ہیں وہ بدوں کے ہلاک کرنے کیلئے رُدّر ہے اور نیکوں کی حفاظت اور پرورش کرنے کیوجہ سے گوپال ہے، درحقیقت شوجی ہوں یا کبیر اور رُدّر یا کرشن اوتار ان کا کام اور صفت ایک ہے کہ وہ بدوں کو ہلاک کرکے نیکوں کی اور نیکی کی حفاظت کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کو کرشن اور شو کی اس صفت کیساتھ جو تعلق ہے وہ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:۔

بھدرواہ میں احمدیت

کم وبیش آج سے بیس برس پیشتر ایک آریہ پرچارک جگدیش چندر نام اپنے سر پر وید مقدس کے بستے اٹھائے ہوئے بھدرواہ کی اگم اور دشوار گذار وادی میں پہنچا اور میدان خالی پاکر اسلام کے خلاف لیکچر بازی شروع کی یہاں کے مسلمانوں نے لاہور، امرتسر، جموں اور سیالکوٹ جو علماء کے قریبی اڈے تھے ہر چند تاریں دیں آدمی دوڑائے مگر بعض مسلمانوں کے ٹھوٹھ مولویوں نے جب یہ سنا کہ مناظرہ رفع یدین۔ طول مسواک۔ جواز وعدم جواز گیارہویں شریف۔ قبروں اور اولیاء سے طلب امداد حتیٰ کہ کوّے کے حلال حرام و مکروہ اور آمین بالجہر پر بھی نہیں بلکہ بحث ہے کفر واسلام یا وید و قرآن کی تو کسی نے بیماری کا بہانہ تراشا کسی نے حجرہ میں چپ کا روزہ رکھ لیا اور کسی نے نہایت دلسوز پیرایہ میں مسلمانوں کو آریہ کے اعتراضات سننے اور ان کے جلسہ میں جانے سے منع کیا علماء کے اس گروہ سے مایوس ہوکر بھدرواہ کے مسلمانوں نے جماعت احمدیہ سے فریاد کی اور یہ اچھی طرح دیکھ لیا کہ آریہ کے کاٹے کا علاج اگر ہوگا تو یہیں سے ہوگا یہ ایک تقریب تھی رفیق سفر حضرت مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم کے بھدرواہ پہنچنے کی اور کسی نے کہا ہے۔

لو آگیا وہ دعوت ایماں لئے ہوئے
ہاتھوں میں وید و گیتا و قرآں لئے ہوئے
رُک جائے جس کے سامنے آریوں کی سانس
موج نفس میں چشمۂ حیواں لئے ہوئے[1]

اس اعلان کے سنتے ہی پنڈت صاحب جو مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے پنڈت جگدیش سے جگدیش ہوگئے بھدرواہ میں اس وقت مسلمان ہی آریہ پنڈت کے زخم خوردہ نہ تھے بلکہ سناتن دھرمی بھی ان سے نالاں تھے ایسی سازگار فضا میں بھدرواہ کے اندر مولوی صاحب مرحوم کے لیکچر ہوئے یوں سمجھئے ہندوؤں اور مسلمانوں کے زخموں پر مرہم عیسےٰ کا پھایا رکھا گیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے سپاہی کی مسیحائی نے وہ رنگ دکھایا کہ امر واقعہ میں مولوی صاحب مرحوم بھدرواہ کے ہندوؤں کے مسجود اور مسلمانوں کے محبوب ہو گئے، ہر روز تمام شہر بلا لحاظ مذہب وملت انکے قیامگاہ کی طرف اُمنڈا آتا تھا اور گھنٹوں باتیں سنتا ہوا نہ تھکتا تھا، اس ایک واقعہ نے کرشن اور گوپال کی دونوں شانیں دکھادیں شریر ہلاک ہوئے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور سلیم الفطرت لوگوں کی حفاظت کی گئی۔ لوگ جوق درجوق احمدیت میں داخل ہوئے جس کی خبر سن کر ملانوں کی چھاتی پر سانپ لوٹنے لگا۔ موسم سرما کے گذرتے ہی ملاّنوں نے بھدرواہ کے احمدیوں پر یورش کی اور لگاتار ہر سال حملے ہونے لگے

سیّد اختر حسین صاحب کا ورود

لاہور سے بالآخر مجبور ہوکر سیّد اختر حسین صاحب گیلانی کو ان ملانوں کی باتوں کا جواب دینے کے لئے بھیجا گیا مناظرہ قرار پایا مگر دوران مناظرہ میں مخالف ملاں سے جب کچھ نہ ہوسکا تو اس نے پبلک کو فساد پر آمادہ کرنا شروع کیا جس کا نتیجہ سوائے مارپیٹ اور مظلوموں کی خونریزی کے اور کچھ نہ ہوا۔ بھدرواہ کے مسلمانوں نے جس قدر ظلم سیّد صاحب پر کیا اس پر نادم اور شرمندہ ہونے کی بجائے مقدمہ میں بھی مظلوم کے بالمقابل ظالمانہ محاذ قائم کرلیا یہاں تک کہ کیلاس پر موکل رُدّر اس ظلم عظیم کو دیکھ نہ سکا اور اس نے وہ طوفان عذاب عظیم بھدرواہ پر بھیجا کہ وہ مسجد جس میں یہ ظلم ناحق ہوا اور وہ تمام لوگ جو ظالم تھے اسی میں غرق ہوگئے ایسا سیلاب رُدّر بھدرواہ پر کبھی نہ آیا تھا جو حضرت مسیح موعود کی ظالمانہ مخالفت کی وجہ سے آیا ایک طرف اگر دنیوی عدالت سے شریروں کو سزا ملی تو خدا کی عدالت نے بھی طوفان نوح کا دوبارہ نظارہ دکھا دیا اور بھدرواہ میں ایک دفعہ پھر

"اے کرشن رُدّر گوپال تیری مہما گیتا میں کی گئی"

کی صداقت دنیا نے دیکھ لی۔

بھدرواہ سنسکرت نام ہے جس کے معنی ہیں "خوشحالی کا وسیلہ" جو اس کی زرخیزی بھی۔ شہد کی سرزمین ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ غرض کچھ ایسی ہی سرزمین میں جو ہندو اعتقاد کے مطابق دیوتاؤں کو بھی زندگی بخشتی ہے میں اپنے تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں پہنچا سفر کی سہولتیں تو یہاں میسر نہیں بلکہ راستہ نہایت دشوار اور اکثر خطرناک ہے البتہ بھدرواہ کے مخلص احمدیوں کو دیکھ کر سفر کی کلفت دور ہوگئی چوہدری عبدالرزاق صاحب گنائی ان کے بھائی بیٹے اور بھتیجے وغیرہ نہایت خوش خلق اور متواضع واقعہ ہوئے ہیں چوہدری عبدالرحمٰن صاحب اور مسٹر آزاد خاں صاحب ایسی ہستیاں ہیں جن کی یاد مدتوں میرے ذہن میں رہے گی۔ عبدالخالق صاحب اور عبدالکبیر صاحب۔ غلام مصطفےٰ صاحب بھی اپنی محبت کے لئے میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ لیکن غلام رسول صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ وہ میری تقاریر میں کرسی صدارت کو قبول کرتے رہے۔

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کا دن تھا اسی روز تقریر کرنے کا اعلان کیا گیا مگر عین مقررہ وقت پر لیکچر گاہ سے متصل ہسپتال میں ایک مسلمان نوجوان کی وفات ہوجانے کی وجہ سے مجبوراً تقریر دوسرے دن پر ملتوی کرنا پڑی۔ ۲۷ تاریخ کو بھدرواہ میں میری پہلی تقریر ہوئی حاضری تین چار سو ہندو مسلمانوں پر مشتمل تھی جو بھدرواہ کی مختصر آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت سمجھی گئی تقریر کا عنوان تھا ہندو مسلم اتحاد، جو وصال حضرت مسیح موعود کے ساتھ اسلئے مناسبت رکھتا ہے کہ حضرت صاحب نے عمر بھر اس نیک مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کتابیں لکھیں تقاریر فرمائیں بلکہ آپ کا آخری پیغام اسی موضوع پر تھا کہ ہندوؤں میں چونکہ واجب الاحترام بزرگ اور نبی مبعوث ہوئے ہیں اسلئے ہم صلح کا ہاتھ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے ان کو دعوت دیتے ہیں کہ جیسے ہم ان کے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان کر انکی عزت کریں۔ اور یوں بھی احمدیت فی الجملہ کل اقوام عالم کے نام اسلام کی عالمگیر صلح کا پیغام ہی ہے۔

تقریر کا خلاصہ

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین۔ یعنی تمہارے لئے چارپایوں میں ایک عبرت ہے۔ عبرۃ عربی زبان میں دلیل بالغ یا علم وعقل کی مضبوط بات کو کہتے ہیں جو دماغی تخیل کو اسجگہ پر نہ رہنے دے جہاں اس دلیل کے سننے سے پیشتر تھا کیونکہ عبرت عبور سے ہے جس کے معنی ہیں دریا یا وادی کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ پر چلے جانا پس عبرت ایک نہایت مضبوط دلیل کا نام ہے مضبوط دلیل منطقیانہ۔ فلسفیانہ اور عالمانہ دلیل بھی ہوسکتی ہے۔ مگر سب سے عمدہ دلیل وہ ہوتی ہے جو مضبوط ہونے کے ساتھ ہی سادہ بھی ہو۔ بالکل قریب کی یا روزمرہ کے مشاہدہ کی دلیل بھی ہو جسے بچہ بوڑھا۔ دیہاتی، شہری، عالم اور جاہل سب سمجھ سکیں سو قرآن مجید نے ایسی ہی ایک دلیل کا ذکر کیا ہے۔

ہندوؤں کی منطق کی کتابوں میں ایسی دلیل کو

"گومے پائسیہ نیائے وت"

دلیل کہا ہے یعنی "گوبر گوبر ہے اور دودھ دودھ" ہر عقل و فہم کا آدمی ان دونوں چیزوں میں فرق سمجھتا ہے اور دونوں میں ایک اندھا بھی دھوکا نہیں کھا سکتا، میری آج کی تقریر بھی ایسی ہی ہوگی کہ آپ کو حق اور باطل ہدایت اور گمراہی دودھ اور گوبر کی طرح الگ الگ نظر آجائے گی کیونکہ خود قرآن مجید نے اس دلیل کو ایسا ہی بیان کیا ہے فرمایا۔

نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و

---

[1] جوش ملیح آبادی کے اشعار ہیں جو کسی قدر تصرف کیساتھ نقل کئے گئے ہیں۔

دم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین جس کا ماحصل یہ ہے دودھ اور گوبر ایک میں آیت کے پہلے حصہ میں فرمایا "چارپایوں کی زندگی تمہارے لئے ایک عبرت کا موقع ہے"۔

چارپائے باوجود اپنے ڈیل ڈول زور اور قوت کے انسان کے محکوم ہیں انسان ان پر حاکم ہے ایک چھوٹا بچہ کمزور عورت اور بوڑھا مرد جب ایک اونٹ کی مہار پکڑ لیتا ہے تو سینکڑوں اونٹوں کی قطار کو اپنے پیچھے چلا لیتا ہے ایک دس سال کا لڑکا اپنے ہاتھ میں چھڑی لیکر پچاسوں گایوں اور بیلوں کو اپنے آگے ہانک لیتا ہے ایک انسان جانوروں سے دودھ اور سینکڑوں فائدہ کی چیزیں نکال لیتا ہے مگر کیا کسی گائے کو بھی یہ خیال آتا ہے کہ وہ بھی بوقت ضرورت کسی سے دودھ حاصل کرلے۔

سوال یہ ہے کہ انسان حاکم کیوں؟ چارپائے محکوم کیوں؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں فرق علم اور عقل کا ہے، علم اور عقل سے حکومت کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ علم کے فقدان اور بے عقلی کی وجہ سے ہمارے ہی جیسی نوع حیوانی ہماری محکوم ہوتی اور عبرۃ کا سامان بنتی ہے۔ جہالت ہی ہے جس سے ایک انسان دوسروں کا غلام ہوجاتا ہے بلکہ کبھی کبھی اس کی وجہ سے جانوروں بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کا پرستار ہوجاتا ہے۔

گائے کو ماتا کہنے کی وجہ

ہندوؤں میں گائے کو ماتا یا ماں کہنے کی ایک وجہ ہے قدیم زمانہ میں جب انسان نے تمام علوم میں اس قدر ترقی نہ کی تھی تو موت ہر وقت اس کے سر پر منڈلاتی رہتی تھی، سردی سے بچنے کے لئے یہ آگ جلانی نہ جانتا تھا گرم کپڑے کا تخیل اس کے دماغ میں نہ تھا مکان بنانے سے ناواقف محض تھا سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ اگر سوءِ اتفاق سے کسی بچہ کی ماں مرجاتی تھی تو باپ کی آنکھوں کے سامنے بچہ بھی بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرجاتا تھا اور وہ اس کی جان بچانے کے لئے کچھ نہ کرسکتا تھا۔ پہلے پہل جب گائے اور بکری کے دودھ سے بچہ کی جان بچانے کا خیال پیدا ہؤا تو اس عجیب دریافت نے انسان کو گائے کا گرویدہ بنادیا آخر یہ بھی تو ماں کی طرح بچہ کی جان بچانے کا وسیلہ ہے پس ہندوؤں میں گئو ماتا اسی وجہ سے کہلائی۔

قرآن مجید اس آیت میں اس مسئلہ پر اور زیادہ روشنی ڈالتا ہے وہ فرماتا ہے وان لکم فی الانعام لعبرۃً تمہارے لئے یعنی تم جو عقلمند ہستی ہو مویشی عبرت کا سامان ہیں وہ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا ذریعہ ہیں انسان نے ان جانوروں کے ذریعہ سے بہت سی علمی اور عقلی ترقی کی ہے انسانی کلچر کی بنیاد بہت حد تک یہ جانور ہیں اور اس کی بیشمار ضروریات ان سے پوری ہوتی ہیں مگر اس کے لئے انسان کو ان جانوروں کا مشکور ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ زمانۂ قدیم میں جب انسان کا بچہ یتیم رہ گیا اگر اس کے پاس گائے جنگل سے چل کر خود بخود آجاتی اور اپنا تھن اس کے منہ میں ڈال کر دودھ پلانے لگ جاتی تو گائے کی اس طبعی یا ارادی ہمدردی اور محبت کے صدقہ میں بیشک وہ ماں ہی کہلاتی تو کچھ حرج نہ تھا لیکن امر واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ سب سے پہلے گائے سے دودھ حاصل کرنے کا خیال انسان کے دماغ میں پیدا ہؤا پھر اس نے اسے جنگل سے بڑی مصیبتوں بلکہ بڑی قربانیوں کے بعد قابو کیا مدتوں اس سے دودھ حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچتا رہا اس کے کھانے پینے رہنے سہنے کا بندوبست کیا پھر ایک عرصہ کے بعد پیار اور محبت اس کے دل میں ڈال کر اس کی وحشت کو دور کیا اور بڑی جان جوکھوں کے بعد اسے رام کیا اور دودھ حاصل کیا اور وہ بھی ایک چلو سے زیادہ نہ تھا اس کے بعد اس کی خوراک اور دودھ کی زیادتی کے تجربے ہوئے اور لگاتار انسان اسکی خوراک کے بدلے بہت قلیل سا دودھ حاصل کرکے نقصان اور گھاٹے میں رہا (اب بھی اقتصادی مشکلات کی وجہ سے باوجود لاکھوں گئوشالاؤں کی کثرت کے گایوں کی تعداد بھینسوں کی نسبت دن بدن کم ہورہی ہے صرف پنجاب کے ۱۹۴۲ء کے اعداد و شمار میں ساڑھے چودہ لاکھ بھینسیں گایوں کی نسبت بڑھ گئی ہیں) اسلئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ سب سے پہلے تو ان مویشیوں کے پیدا کرنیوالے کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے یہ نعمتیں تمہارے لئے پیدا کیں اس کے بعد عقل انسانی کا جو عطیہ خداوند عالم نے ہمیں دیا ہے جس کے ذریعہ ہم نے ان وحشیوں کو رام کیا ان کی ترقی اور افزائش کی فکر کی اس کے لئے بھی اسی خلاق عالم کے شکرگزار رہو۔

باقی آیندہ

احباب کرام سے ایک نہایت ضروری گذارش

آنریری تبلیغ کے کام کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے

گذشتہ مارچ ۱۹۴۲ء میں بعض احباب کے نام کارگذاری آنریری مبلغین کے فارم بھیجے گئے تھے۔ اور ان سے درخواست کی گئی تھی کہ ان فارموں کو ایسے مقامی احباب میں تقسیم کردیں جو اپنے فارغ اوقات میں آنریری طور پر تبلیغ کا کام کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنی تبلیغی . . . کارگذاریوں کا ریکارڈ باقاعدہ رکھ سکیں اور جب کوئی فارم پُر ہوجائے تو مرکزی دفتر میں بھیجدیں جہاں سب ایسے دوستوں کی کارگذاری کا ریکارڈ باقاعدہ رکھا جائیگا اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت انہیں ہدایات یا ضروری معلومات بہم پہنچائی جاتی رہیں گی۔

اس کا کوئی جواب آج تک اکثر احباب کی طرف سے ں آیا جس سے یہ معلوم ہوسکتا کہ انہوں نے فارم مذکورہ ن من دوستوں کو دیئے، اس امر کے معلوم کرنے کیلئے اب پھر ان سب کو فرداً فرداً خطوط لکھے جاتے ہیں امید ہے کہ تمام احباب جن کو وہ خطوط پہنچیں جلد از جلد جواب سے ممنون فرمائیں گے، تاکہ خط و کتابت کے بوجھ سے انجمن کو بچایا جاسکے۔

اس امر پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ آنریری طور پر تبلیغ کا کام کتنا ضروری اور کس قدر مفید ہوسکتا ہے، ہر شخص اپنے روزانہ مشاغل میں کچھ نہ کچھ وقت ایسا بھی رکھتا ہے، جب وہ اپنے دوستوں اور اعزہ کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں اور خوش گپیوں میں وقت صرف کرتا ہے، اگر اس وقت کا کچھ حصہ یا روزانہ نہیں تو دوسرے تیسرے دن یا ہفتہ بھر کے بعد ہی انہی دوستوں اور عزیزوں کو اس سلسلہ کی اہمیت حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام اور اشاعت اسلام کی ضرورت بتانے پر صرف کریں، انہیں سلسلہ کا ضروری لٹریچر بہم پہنچائیں اور باقاعدہ اور مسلسل طور پر انہیں سمجھاتے رہیں، تو یہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا، ابتداء میں اس سلسلہ کی ترقی اسی طریق تبلیغ سے ہوئی۔ جماعت کا ہر فرد بجائے خود مبلغ تھا، اور دلی اخلاص اور سچے جوش کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے وہ ہر دوست، عزیز، بھائی بند اور ملاقاتیوں کو سلسلہ کی دعوت دیتے اور مخالفتیں اور اذیتیں سہتے ہوئے اس کام کو جاری رکھتے تھے، یعنی جوش عمل اس سلسلہ کی ترقی کا موجب ہؤا، آج بھی اسی طریق سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے، اور اگر اس کے ساتھ ہی اپنی ان کارگذاریوں اور زیر تبلیغ احباب کا پورا ریکارڈ رکھا جاسکے، تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا، احباب کرام سے التماس ہے کہ وہ اس کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور اپنی اپنی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان سے فارمہائے آنریری تبلیغ لیکر یا اگر وہاں سے نہ مل سکیں تو مرکز سے منگوا کر باقاعدہ اور مسلسل طور پر اس سلسلہ کی خدمت کو بجا لائیں، تاکہ دوسرے لوگوں میں بھی وہ صدق و انابت، اور روحانیت خدا پرستی پیدا ہو، جو حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس قدسی نے ان کے اندر پیدا کی، اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام میں جو آپ نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ سہولت پیدا ہو۔ والسلام

خاکسار محمد عبداللہ۔ افسر پبلسٹی

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

بمبئی - ۲۴ رجون - واردھا میں مہاتما گاندھی نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نامہ نگار کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا - کہ اگر میری تجاویز منظور نہ ہوئیں تو میں ایسی تحریک چلاؤں گا کہ ساری دنیا محسوس کرے گی - میری خواہش ہے کہ امریکہ برطانیہ پر دباؤ ڈالے کہ وہ ہندوستان کو آزاد کر دے - آزاد ہندوستان جاپان کے حملے کو روک کر چین کی مدد کر کے اس کو بچا سکتا ہے - آزادی کے معاملہ پر اب میں زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتا -

بمبئی - ۲۴ رجون - ایسوسی ایٹڈ پریس کا ایک تار مظہر ہے - کہ آج مسٹر راجگوپال آچاریہ نے مسٹر جناح کیساتھ ملاقات کی جو ۹۰ منٹ تک جاری رہی یہ بھی معلوم ہوا ہے - کہ کل ان میں پھر ملاقات ہوگی - اس سلسلے میں ویر بھارت کے نامہ نگار خصوصی کا بیان ہے - کہ مسٹر راجگوپال آچاریہ کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی کوشش کر رہے ہیں - وہ واردھا میں مہاتما گاندھی سے بھی اس مقصد سے ملے - اور ان سے اجازت چاہی - کہ مسٹر جناح سے مل کر انہیں سمجھوتہ کی راہ نکالنے کی اجازت دے دی جائے -

معلوم ہوا ہے کہ مہاتما جی نے ان سے کہہ دیا کہ آپ اپنی طرف سے جو مرضی میں آئے کریں - فی الحال کانگرس اپنے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں لیتی -

دھلی - ۲۴ رجون - ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ پچھلے چند دنوں میں ۱۵ حر گرفتار کر لئے گئے ہیں ایک حُر لیڈر ملٹری کا مقابلہ کرتا ہوا ہلاک ہو گیا ہے - چند حروں نے افواہیں پھیلائی تھیں کہ فوجی دستوں کا رویہ اچھا نہیں - اور کہ وہ لوگوں کے گھروں میں تلاشی لیکر بد سلوکی کرتے ہیں لیکن سندھی اخبارات نے ان افواہوں کی تردید کی ہے اور ملٹری کے شریفانہ برتاؤ کی تعریف میں لیڈنگ آرٹیکل لکھے ہیں ۱۸ رجون کو تیرہ مسلح ڈاکوؤں نے بالا تعلقہ کے ایک گاؤں میں ڈاکہ ڈال کر دیہاتیوں سے دو گھوڑے اور بہت سا روپیہ بھی چھین لیا -

قاھرہ - ۲۵ رجون - آج کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ہماری موٹر فوجوں نے کل دشمن کا مقابلہ کیا - دشمن کے ہراول دستے کل رات سدی برانی سے جنوب مشرق میں ایک جگہ پہنچ چکے تھے - ہماری فوجوں نے سولم اور سدی عمر کو خالی کر دیا - دشمن کل ہر ایک طریقہ استعمال کر کے آگے بڑھ آیا - برطانوی ہائی کمانڈ کی پالیسی یہ ہے کہ وہ اسبات کا دھیان دیئے بغیر کہ اس سے کوئی علاقہ چھن جائے گا یا مل جائیگا بہت اچھی جگہ پر لڑے گی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اپنی پوری طاقت سے زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے -

واشنگٹن - ۲۵ رجون - امریکہ کے محکمہ جنگ نے اعلان کیا ہے کہ یورپ کے میدان جنگ میں لڑنے کیلئے میجر جنرل ڈی - ویٹ آئزن ہاور کی زیر کمان امریکی فوج مرتب کی جائے گی - مسٹر چرچل نے آج پھر پریذیڈنٹ روزویلٹ سے ملاقات کی -

قاھرہ ۲۵ رجون - وزیر اعظم مصر نحاس پاشا نے اعلان کیا ہے کہ برطانیہ نے مصر سے جنگ میں شامل ہونیکا مطالبہ نہیں کیا - مصر جنگ سے الگ تھلک رہنے کی پالیسی پر عمل کرے گا آپ نے عوام سے اپیل کی کہ وہ افواہوں پر اعتبار نہ کریں

لکھنؤ ۲۵ رجون - ملاپ کے خاص نامہ نگار کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یو - پی سرکار پنڈت جواہر لال نہرو کو گرفتار کرنے کے سوال پر غور کر رہی ہے - کہا جاتا ہے کہ گورنر یو - پی - سر مارس ہیلٹ کے خیال میں کانگرس کی ایجیٹیشن کو دبائے جانے سے ہی صوبہ کی جنگی سرگرمیوں کو بڑھایا جا سکتا ہے - ان کے خیال میں پنڈت جواہر لال نہرو کی گرفتاری کے بعد کانگرس کی طاقت کو کافی دھکا پہنچے گا - صوبہ کانگرس کمیٹی کے بڑے لیڈر یا تو گرفتار کئے جا چکے ہیں یا کئے جا رہے ہیں - سہارن پور کے ایک کانگرسی لیڈر جو کانگرسی وزارت کے دنوں بہت بڑے عہدے پر رہ چکے ہیں کے خلاف مقدمہ کی منظوری دے دی گئی ہے - پتہ چلا ہے کہ پنڈت نہرو کو گرفتار کرنے کے لئے یو - پی گورنمنٹ اور حکومت ہند میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ سختگیری کا دور چلانے سے حالات اور بھی نازک ہو جائیں گے - لیکن گورنر یو - پی ڈٹے ہوئے ہیں اعلیٰ سرکاری حلقوں کی بات چیت سے پتہ چلا ہے کہ لنڈن سے ۱۰ ڈاؤننگ سٹریٹ اور انڈیا ہاؤس نے گورنر یو - پی - کی تائید کر دی ہے -

قاھرہ ۲۷ رجون - برطانوی فوجوں کے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ کل کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی - ہماری حفاظتی فوجیں کل سارا دن دشمن کی آگے بڑھتی ہوئی فوجوں سے لڑتی رہیں - شام تک دشمن کی فوجیں ایک ایسی جگہ پہنچ گئیں تھیں جو مرسا مطروح کے پچھم میں لگ بھگ پندرہ میل کی دوری پر ہے دشمن کی فوج ساحل کے ساتھ مرسا مطروح کی طرف بڑھ رہی ہے - جنوبی مورچہ سے کوئی اطلاع نہیں ملی - دشمن کی رفتار گھٹ گئی ہے - مگر اس نے خندقیں کھودنی شروع نہیں کیں -

قاھرہ ۲۹ رجون مصر کی وزارت داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ آج صبح اسکندریہ پر ہوائی حملہ کیا - کچھ بم گرائے گئے جن سے معمولی نقصان ہوا اور چند ایک اشخاص ہلاک اور زخمی ہوئے -

لنڈن ۲۹ رجون - اس بات کی زبردست افواہ ہے کہ مسٹر چرچل اپنی وزارت میں مزید تبدیلی کرنیوالے ہیں - بعض پارلیمنٹری مبصرین کا خیال ہے مسٹر ایمری کا رویہ پچھلے کچھ عرصہ سے غیر مصالحانہ ہے اسلئے ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۹

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد (مسیح موعود)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۴۲ء

جلد ۳۰ — نمبر ۲۸

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت کو نصیحت

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر شاید تم نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے، پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اسلئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اسکو دیوانہ کر دے اور اسکے بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے، ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی، اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایکدم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے، وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بیخبر ہے کہ ایکدم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اسکو بدتر کر دے اور وہ جسکی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اسکے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں، اور نہ باطل ہوں، کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔

سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے، ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے، اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پوری پوری اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ، خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے، تم اپنے خدا سے ڈرو، پاک دل ہو جاؤ، اور پاک ارادہ، اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو،

(نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ ہمارے دوست جناب محمد شفیع صاحب علوی سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ کو اللہ تعالےٰ نے یکم و ۲ جولائی ۴۲ء کی درمیانی شب کو پوتا عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر دے۔ آمین۔ نیز علوی صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگان سلسلہ کی خدمت میں خاص طور پر دعائے خیر کی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بچہ کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

— عزیز فضل الرحیم پسر جناب خان صاحب میاں رحیم بخش صاحب بعارضہ میعادی بخار بیمار تھے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے انہیں بخار سے آرام ہے صرف کمزوری باقی ہے احباب دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— چوہدری سلطان محمود صاحب مینیجر اخبار پیغام صلح بعارضہ اپنڈیسائٹس بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

— ماسٹر نور حسن صاحب کوئٹہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا بچہ بیمار ہے جس کی وجہ سے انہیں بہت تشویش ہے۔ احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسے شفا دے۔

آمین

بھدرواہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا دن

گذشتہ سے پیوستہ

{از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی}

میرا مضمون تھا ہندو مسلم اتحاد شاید بعض لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا ہوگا کہ اس تقریر کو مضمون کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ دونوں قوموں کے اتحاد میں جو امر کاوٹ ڈالنے والا تھا اس کا ذکر میں نے پہلے کر دیا اور اس کے متعلق دونوں قوموں کا نقطۂ نگاہ واضح کر دیا۔ اب دونوں قوموں میں جو اتحاد کی باتیں ہیں ان کو بھی سن لیجئے جو آیت میں نے شروع میں پڑھی ہے اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کی ہستی اس کی توحید۔ وحی الٰہی کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے بلکہ آخری نبی ہونے پر بھی اس میں بہت سے دلائل موجود ہیں مختصر طور پر ترتیب وار میں انکو بیان کرتا ہوں۔

خدا کی ہستی اس دنیا میں مویشیوں اور انسانوں کے باہمی تعلقات پر غور کرنا۔ سہ Thinking Things in twos یعنی دو دو کرکے اشیاء کائنات کو دیکھنے کی قسم کی دلیل ہے مویشیوں کو قرآن مجید نے انعام کا خطاب دیا ہے اور لفظ انعام نعمت سے ہے انسان کے لئے یہ مویشی کتنی بڑی نعمت ہیں۔ مویشی کیا ہیں دودھ دہی۔ گھی۔ گرم کپڑے۔ خیمے اور جوتے بار برداری سواری۔ انسان کی ہزارہا بیماریوں اور کمزوریوں کا علاج اور بیشمار ضروریات کے ذخائر اور سٹور ہیں کون شخص کہہ سکتا ہے کہ شروع دنیا سے آج تک انہوں نے نسل انسانی کی کتنی بڑی خدمت کی ہے اور کتنے انسانوں کی جان بچائی ہے ایک طرف انسانی ضروریات کی فہرست کو رکھو دوسری طرف مویشیوں کو دیکھو اور پھر ان دونوں کے درمیان انسانی عقل جو ان میں تعلق جوڑتی ہے اسے دیکھو یہ ایک طرف انسانی ضروریات کو نہایت سختی کے ساتھ محسوس کرتی ہے اور دوسری طرف جانوروں میں اس کا مداوا تلاش کرتی ہے یا جانوروں کی پیدائش ایک طرف اور انسانی حاجات دوسری طرف اور درمیان میں عقل کا رشتہ کیا یہ کسی اتفاقی ناگہانی اندھے اور بہرے قانون کا نتیجہ ہو سکتا ہے یا کسی ایک علیم و خبیر ہستی کی یہ تینوں چیزیں مخلوق ہیں اسلئے قرآن مجید فرماتا ہے ہمارے لئے ان مویشیوں کے اندر اگر تم غور کرو تو خدا کی ہستی کی دلیل ہے واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا تمہاری ہر احتیاج کا علاج اسی دنیا میں موجود ہے اور اگر تم ان نعماء الٰہی کو گننے لگو تو نہ گن سکو گے۔ یہ دلیل صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ہندو اور مسلمانوں میں سے کالج کی تعلیم پاکر گمراہ ہو جاتے ہیں یا دہریہ بن جاتے ہیں ورنہ ہم ہندو اور مسلمانوں میں پہلی اتحاد کی چیز خدا کی ہستی پر ایمان ہے۔

توحید الٰہی جہالت کے نظریوں کو ایک طرف رکھ کر ہر ہندو کو یہ یقین ہے کہ جس پرماتما یا خدا نے ہندوؤں کو پیدا کیا ہے اسی نے مسلمانوں کو بھی پیدا کیا ہے اور کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ ہندو کسی دوسرے خدا کی مخلوق ہیں۔ ہمارے جسم اور دماغ کی بناوٹ پکار رہی ہے کہ ہندو و مسلمانوں کے بنانے میں ایک ہی خدا نے یکساں دلچسپی کا اظہار کیا ہے اچھے سے اچھا دماغ اور حسین سے حسین شکل دونوں قوموں میں موجود ہے گویا دونوں ایک خدا کے بیٹے ہیں کیا کوئی باپ اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے بیٹے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر دیں یا باہم فساد کرتے رہیں اپنے بیٹوں کے باہمی فساد سے باپ کو ہمیشہ رنج ہوتا ہے پس پرماتما ہندو مسلم فساد سے راضی نہیں ہو سکتا۔

پیدائش کے لحاظ سے دونوں میں مساوات ہے اس پر غور کرتے ہوئے ذرا اور آگے بڑھ جاؤ وان لکم فی الانعام لعبرۃ ان مویشیوں پر غور کرو کیا خدا نے تمام نسل انسانی کے لئے انہیں یکساں خادم نہیں بنایا۔

کیا یہ گائے جس کے روم روم میں دیوتا بستے ہیں برہمن مسلمان اور انگریز کی یکساں خدمت نہیں کرتی کیا اس نے صرف برہمنوں کو اپنا امرت بھرا دودھ پلایا ہے اور کسی مسلمان کو ویسا دودھ دینے سے انکار کیا ہے کیا ایک گائے کی قیمت منڈی میں کبھی اسلئے زیادہ پڑتی ہے کہ وہ پنڈت کی گائے ہے؟ بلکہ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ برہمن کی دبلی پتلی گائے خام چمڑے کے بھاؤ بک جاتی ہے اور ایک گاؤ بھکشی انگریز یا آسٹریلین کی گائے ہزاروں روپیہ قیمت پاتی ہے اسلئے کہ گائے پنڈت جی کی نسبت انگریز کو زیادہ دودھ دیتی ہے غرض پرماتما کی دی ہوئی یہ دیوی گئو بھگت اور گئو بھکشی میں کوئی فرق نہیں کرتی پس ان لکم فی الانعام لعبرۃ جب پرماتما اور خدا نے ہندو مسلمان کے بنانے میں تعصب نہیں برتا اور خدا کی دی ہوئی نعمتیں بھی کسی سے تعصب نہیں کرتیں تو تم ہندو اور مسلمان کون ہو جو ایک دوسرے کو غیر سمجھ کر آپس میں ایک دوسرے کو دکھ دیتے ہو بائیکاٹ کرتے ہو اور نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے ہو سو قرآن مجید فرماتا ہے وان لکم فی الانعام لعبرۃ اگر تم ایسے ہو تو تم جانوروں سے بھی نیچ اور کمینے ہو اور جانور تمہارے لئے باعث عبرت ہیں۔

وحی الٰہی کی صداقت ہندو اور مسلمانوں میں خدا پر ایمان اور اس کو ایک ماننے کے بعد دوسری اتحاد کی چیز وحی الٰہی کی صداقت ہے اصولاً ہندو اور مسلمان دونوں اسبات کے قائل ہیں کہ خدا کی طرف سے پاک لوگوں کو گیان دیا جاتا ہے مگر حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کی خاطر دودھ کو دودھ اور گوبر کو گوبر دکھانے کے لئے اس کی عقلی اور نقلی دلیل بھی پیش کرتا ہوں قرآن مجید فرماتا ہے خدا کی ہستی اور اس کی توحید کے گن گاتے ہوئے ذرا آگے بڑھ جاؤ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین۔ ہم تمہیں ان کے اندر سے چارہ کی بگڑی ہوئی حالت اور خون میں سے خالص اور خوش ذائقہ دودھ پلاتے ہیں۔ یعنی ان جانوروں کے اور فوائد جانے دو صرف دودھ پر غور کرو وہ کیونکر بنتا ہے گائے جو چارہ کھاتی ہے اس کی بگڑی ہوئی حالت کا نام فرث ہے عربی لغت کہتی ہے لا یقال للسرجین فرثا الا ما دام فی الکرش جانور کے پیٹ سے جو گوبر باہر نکلتا ہے اسے فرث نہیں کہتے بلکہ اسے سرجین کہتے ہیں فرث چارہ کی بگڑی ہوئی حالت کا نام ہے جو معدے

. . . .

. . . .

اندر ہوتی ہے۔ پس جگالی کرنے والے جانوروں کے معدہ کے اندر کا چارہ۔ گویا جانور کے اندر چارہ کا پہلے فرث بنتا ہے پھر فرث کا خون بنتا ہے اس کے بعد اس سے دودھ تیار ہوتا ہے اب اس کی ذرا اور تفصیل بھی سن لو۔

ہر ایک حیوانی جسم کے اندر دو قسم کی مشینری کام کرتی ہے ایک وہ جو حیوان کے اپنے جسم کی پرورش کے مواد تیار کرتی ہے اور دوسری وہ جو خارج میں دوسرے وجود کیلئے خوراک تیار کرتی ہے دودھ بنانے والے گلینڈز (غدود) ان اعضاء میں سے ہیں جن کا کام کسی خارجی وجود کی پرورش ہوتا ہے اس لئے خون جب جسم میں دورہ کرتا ہوا ان غدود کے پاس پہنچتا ہے تو پستان کے یہ غدود خون کو دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں یہ غدود اللہ تعالے کی صفت رحمانیت کا ثبوت ہیں بچہ کی پیدائش سے پیشتر ماں کی چھاتیوں میں دودھ کا تیار ہو جانا بچہ کے کسی فعل یا عمل کا نتیجہ یا اجر نہیں بلکہ محض خدا کی صفت رحمانیت اور بخشش کے تقاضا سے ہے گویا خداوند عالم بچہ کی پرورش کا سامان اپنی صفت رحمانیت سے کرتا ہے اس جسمانی سلسلہ کے عین بالمقابل روحانی سلسلہ ہے کیونکہ انسان صرف جسم کا نام نہیں بلکہ جسم اور روح دونوں کا نام ہے پس وہ خدا جو ماں کے دودھ سے یا حیوانی دودھ سے انسانی پرورش کرتا ہے وہ روحانی طور پر انسانی روح کی پرورش بھی یقیناً کرتا ہے اور یہ روحانی تربیت یا انسان کو گیان بخشنا تمام مذاہب کی الہامی مذاہب کی مجموعی اور مشترکہ شہادت سے ثابت ہے اور ہندوؤں کو بھی اس سے انکار نہیں پس یہ ہمارے اتحاد کی دوسری بنیاد ہے کہ ہم دونوں خدا کی طرف سے انسان کو گیان یا الہام دیئے جانے کے قائل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا آیت کے حصہ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین کو اب اس نکتہ نگاہ سے دیکھو کہ یہ مویشی ساری دنیا کے اندر موجود ہیں کل قوموں اور لوگوں کو یہ دودھ دیتے ہیں اور دودھ انسان کی طبعی اور نیچرل غذا ہے اسی طرح روحانی طور پر ساری دنیا کی اقوام کی پرورش کے لئے روحانی دودھ کی ضرورت ہے دنیا میں بیشک مختلف دودھ دینے والے مویشی موجود رہے ہیں مگر روحانی طور پر ایک اگستیا نہ مارنے کے قابل گائے

(باقی برصفحہ ۱۲)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۸ جولائی ۱۹۴۲ء | نمبر ۲۸

جناب میاں صاحب نے عقیدہ تکفیر ترک کر دیا

صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے اُسے بھولا نہیں کہنا چاہئے

جناب میاں محمود احمد صاحب ۲۶ جون ۱۹۴۲ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"بہرحال اب جنگ ایسے خطرناک مرحلہ پر پہنچ گئی ہے۔ کہ اسلام کے مقدس مقامات اس کی زد میں آگئے ہیں۔ مصری لوگوں کے مذہب سے ہمیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، وہ اسلام کی جو توجیہہ اور تفسیر کرتے ہیں ہم اس کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں، اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ظاہراً طور پر وہ ہمارے خدا ہمارے رسول اور ہماری کتاب کو ماننے والے ہیں۔ ان کی اکثریت اسلام کے خدا کے لئے غیرت رکھتی ہے۔ ان کی اکثریت اسلام کی کتاب کیلئے غیرت رکھتی ہے اور ان کی اکثریت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے غیرت رکھتی ہے اسلامی لٹریچر شائع کرنے اور اسے محفوظ رکھنے میں یہ قوم صف اول میں رہی ہے۔ آج ہم اپنے مدارس میں بخاری اور مسلم وغیرہ احادیث کی جو کتابیں پڑھاتے ہیں۔ وہ مصر کی چھپی ہوئی ہیں۔ اسلام کی نادر کتابیں مصر میں ہی چھپتی ہیں۔ اور

مصری قوم

اسلام کیلئے مفید کام کرتی چلی آئی ہے۔ اس قوم نے اپنی زبان کو بھلا کر عربی زبان کو اپنا لیا۔ اپنی نسل کو فراموش کر کے یہ عربوں کا حصہ بن گئی۔ اور آج دونوں قوموں میں کوئی فرق نہیں مصر میں عربی زبان۔ عربی تمدن اور عربی طریق رائج ہیں۔ اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب رائج ہے۔ پس مصر کی تکلیف اور تباہی

ہر مسلمان کیلئے دکھ کا موجب

ہونی چاہیئے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو۔ اور خواہ مذہبی طور پر اسے مصریوں سے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں؟"

یہ خوشی کی بات ہے کہ جناب میاں صاحب نے اپنے عقیدہ تکفیر کو ترک کرتے ہوئے باوجود اختلافات کے بحیثیت ایک مسلمان کے مصر کی تکلیف اور تباہی پر دکھ کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ مصری قوم خدا رسول اور قرآن مجید کو ماننے والی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی اکثریت اسلام کے خدا کیلئے غیرت رکھتی ہے۔ اسلام کی کتاب کیلئے غیرت رکھتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت رکھتی ہے۔ اور اسلامی لٹریچر شائع کرنے اور اسے محفوظ رکھنے میں یہ قوم صف اول میں رہی ہے

خدا جناب میاں صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے پہلے فتاوئے تکفیر کو فراموش کرتے ہوئے ایک اسلامی فرقہ کا فرد ہونے کی حیثیت سے خدا تعالے کے حضور اسی خطبہ میں مکہ اور مدینہ کے لئے یہ دعا بھی کی ہے:-

"اے اللہ تو خود ان مقدس مقامات کی حفاظت فرما اور ان لوگوں کی اولادوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانیں فدا کر گئے اور ان کے ملک کو ان خطرناک نتائج جنگ سے جو دوسرے مقامات پر پیش آ رہے ہیں بچا لے اور اسلام کے نام لیواؤں کو خواہ وہ کیسی ہی گندی حالت میں ہیں اور خواہ ہم سے ان کے کتنے ہی اختلافات ہیں انکی حفاظت فرما۔"

صاف معلوم دیتا ہے کہ اب میاں صاحب کو مصری اور عرب مسلمانوں سے بنیادی اور اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی اختلاف ہے کیونکہ وہ انہیں اسلام کے نام لیوا ہی سمجھتے ہیں اور مصری مسلمانوں کو خدا رسول اور قرآن کا ماننے والا سمجھتے ہوئے بحیثیت ایک مسلمان کے انکے لئے دکھ کا اظہار کرتے ہیں ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جناب میاں صاحب کا یہ فتوے تھا:- "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں"۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

جو قوم کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو انہیں مسلمان کیا سمجھتے ہوئے اس کے لئے دعائے خیر کرنا ہوا سے اور کچھ نہیں کہ جناب میاں صاحب نے عقیدہ تکفیر کو یکسر ترک کر دیا ہے اور یہ عین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک کے مطابق ہے کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اس کے علاوہ حضور کا ارشاد ہے "خدا سے شرماؤ...... مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۷)

جس وقت بھی غلطی کا احساس ہو جائے اس کا اظہار کر دینا خوبی کی بات ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہنا چاہیئے، ہم صدق دل کے ساتھ جناب میاں صاحب کو اس صحیح مسلک کے اختیار کرنے پر مبارک باد دیتے ہیں۔ جناب میاں صاحب مسلمانوں سے جتنا چاہیں اختلاف رکھیں لیکن انہیں کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھیں۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں یہ اختلاف باعث رحمت ثابت ہوگا امید ہے مسئلہ تکفیر میں ان کی تبدیلی عقیدہ کا اثر مسئلہ نبوت پر بھی پڑے گا۔ اللہ تعالے جناب میاں صاحب کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی زندگی میں جماعت قادیان کو صحیح رستہ پر ڈال جائیں۔ آمین

شذرات

دو بیان

جناب میاں صاحب خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۴۲ء میں ارشاد فرماتے ہیں:- "پھر مصر کے ساتھ ہی وہ مقدس سرزمین شروع ہو جاتی ہے جس کا ذرہ ذرہ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ نہر سویز کے ادھر آتے ہی آجکل کے سفر کے سامانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چند روز کی مسافت کے فاصلہ پر ہی وہ مقدس مقام ہے۔ جہاں ہمارے آقا کا مبارک وجود لیٹا ہے۔ جس کی گلیوں میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک پڑا کرتے تھے۔ جس کے مقبروں میں آپ کے والا و شیدا خدا تعالے کے فضل کے نیچے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اس دن کی انتظار میں کہ جب صور پھونکا جائے گا وہ لبیک کہتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضر ہو جائیں دو اڑھائی سو میل کے فاصلہ پر ہی وہ وادی ہے جس میں وہ گھر ہے۔ جسے ہم خدا کا گھر کہتے ہیں اور جسکی طرف دن میں کم سے کم پانچ بار منہ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اور جس کی زیارت اور حج کیلئے جاتے ہیں۔"

اس سے پہلے بھی مکہ اور مدینہ کے متعلق انکا بیان ہے:-

"قادیان ام القریٰ ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں"

قارئین کرام ان دونوں بیانوں کا مطالعہ کر کے جناب میاں صاحب میں ایک غیر معمولی تغیر کو ملاحظہ فرمائیں۔

فلسفۂ دعا میں تبدیلی

۱۹۴۰ء میں جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کے سراسر خلاف اپنی قبولیت دعا کے متعلق تعلّی کرتے ہوئے ایک تقریر میں کہا تھا "مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ یعنی انگریز سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ انکی فتح کے سامان پیدا کر دیگا" اس پر ہم نے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ یہ تعلّی حضرت مسیح موعود کے مسلک کے سراسر خلاف ہے جس پر جناب میاں صاحب اپنے خطبات میں بہت برہم ہوئے لیکن کوئی معقول جواب نہ دے سکے اب پھر میاں صاحب کو موجودہ جنگ میں ایک نفسیاتی موقعہ نظر آیا ہے جس میں انہیں اپنے تقدس کا سکہ جمنے کی توقع ہے اسلئے پھر جدید دعا میں تحریک کی اور آپکو اپنا ایک بھولا بسرا خواب یاد آ گیا ہے جس میں آپ نے انگریزوں کی حمایت میں بندوق چلائی جس سے انگریزوں کو تقویت حاصل ہوئی اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس کی تعبیر میرے نزدیک یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری دعاؤں سے اللہ انگریزی فوجوں کو آخری دفعہ دشمن کو دھکیلنے کی توفیق دیدے" پھر آپ آگے چل کر فرماتے ہیں "پھر ایک اور بات جو اس میں (یعنی خواب میں۔ ناقل) بتائی گئی یہ ہے کہ اگر میں اور احمدی جماعت دعا کرے تو انگریزوں کو کامیابی ہو سکتی ہے کیونکہ امام جماعت کا بھی تاہم مقام ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے کہ اگر ہماری جماعت دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر سکتا ہے" مانند احمد نے انگریز [illegible]

مخالفت کے مقابلہ کیلئے روحانی حربہ

موجودہ مشکلات کو دور کرنے اور غلبہ اسلام کیلئے دعا کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۴۲ء

وان کادوا لیستفزونک من الارض　　واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً (بنی اسرائیل رکوع ۸)

بعثت نبوی کا چوتھا یا پانچواں سال

بعثت نبوی کا چوتھا یا پانچواں سال ہے، نبی کریم صلعم کی مخالفت انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے اور ابھی کچھ اور بھی زیادہ بڑھنے والی ہے جس کا ذکر اس آیت میں پہلے فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض وہ ارادہ کرچکے ہیں اس بات کا کہ آپ کو زمین میں ملک کے اندر خفیف کر دیا جائے ذلیل کر دیا جائے لیخرجوک منھا یہاں تک خفیف کر دیا جائے کہ آخری نتیجہ یہ ہو کہ اس مقام سے نکال دیں۔

ارشاد خداوندی

مگر فرماتا ہے واذاً لایلبثون خلافک الا قلیلا۔ یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور کر گذریں گے مگر اس صورت میں آپ کے پیچھے یہ بھی زیادہ دن نہیں رہیں گے

دوسرا ارشاد

اس کے بعد فرماتا ہے سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا یہ ہمارا قانون ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ان لوگوں کے حق میں جن کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا کہ ان کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور اس مخالفت کی انتہاء اور انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے، لیکن آخر کار وہ دشمن بھی جو انہیں نکالتے ہیں ناکام و نامراد رہتے ہیں، یہ قانون ہے اور خوب یاد رکھو ولا تجد لسنتنا تحویلا یہ قانون کبھی نہیں بدل سکتا۔

قرآن مجید کا اسلوب بیان

جیسا کہ اس سے پہلے خطبہ میں میں نے بتایا تھا، قرآن کا طرز کلام ایسا ہے کہ کسی طاقتور سے طاقتور انسان کا بھی ایسا زبردست طرز کلام نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ اس شخص کا کلام ہو، جو چاروں طرف سے ماریں کھاتا اور دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہا ہے، یقیناً یہ اس خدائے مقتدر کا کلام ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے فرمایا مخالفت کریں گے، انتہا تک کریں گے، یہاں تک کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو وطن سے نکال دیا جائے گا لیکن اس اخراج کے بعد وہ بھی تھوڑے دنوں میں ہی ذلیل ہو کر رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا آنحضرت صلعم کے مکہ سے نکلنے کے ۱۸، ۱۹ مہینے بعد انہی طاقتور دشمنوں کو ایسی بری طرح شکست اٹھانی پڑتی ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی،

قیام نماز

مخالفت ہوتی ہے اور ہو گی یہ تو نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھوداً، سورج کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک نماز قائم کرو اور فجر کے قرآن کو قائم کرو۔ اس میں بڑا حضور اور بڑا اثر ہے اس سے کچھ بڑھکر بھی ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک وہ تو پانچ نمازوں کا ذکر کیا تھا لیکن فرمایا اس کے علاوہ رات کو نفل بھی پڑھنے ہیں،

پانچ نمازوں کا ذکر

دیکھئے پانچ نمازوں کا ذکر اسی آیت میں کس خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے عجیب بات ہے کہ جب جبرائیل نے نماز سکھائی تو ظہر سے ہی شروع کی، اور یہاں بھی ظہر سے ہی شروع کیا۔ لدلوک الشمس آفتاب کے ڈھلنے کی دو حالتیں ہیں پہلی حالت اس کی تیزی کی ہے، اگرچہ ڈھل جاتا ہے، لیکن ابھی اس میں تیزی ہوتی ہے، وہ ظہر کا وقت ہے، پھر دوسری حالت دلوک وہ ہے جب اتنی زیادہ تیزی نہیں رہتی وہ عصر کا وقت ہے، الیٰ غسق الیل رات کی تاریکی تک اس کی بھی دو حالتیں ہیں پہلی تاریکی کی ابتداء ہوتی ہے جب سورج غروب ہوتا ہے یہ مغرب ہے، اور دوسری تاریکی وہ ہے، جب بالکل اندھیرا ہو جاتا ہے، یہ عشاء ہے۔

صبح کی نماز کو الگ کر دیا

صبح کو الگ کر دیا کیونکہ لمبا وقفہ ہے اور اس کو اس وجہ سے بھی الگ کیا کہ انسان کی مصائب و مشکلات کا آغاز قسمت کے ڈھلنے سے ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ مصائب بڑھتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ بالکل مصائب کی تاریکی میں گھر جاتا ہے۔ قرآن الفجر کو الگ اسلئے کیا کہ اس وقت تاریکی پاش پاش ہوتی اور آفتاب کی روشنی نمودار ہوتی ہے، اگر وہ مصائب و مشکلات کی انتہاء ہے، تو یہ کامیابی کی ابتداء ہے، لیکن بظاہر بتانا تو یوں چاہیئے تھا، کہ دیکھو یہ قوم خوب مخالفت پر تلی ہوئی ہے، تم ذرا اپنے ساتھیوں کو منظم کر لو، ان کو سپاہگری سکھاؤ اور جنگ کے لئے تیار کرو،

حق و باطل میں یقینی جنگ

قرآن کے اندر بار بار فرمایا ہے کہ جنگ ہو گی اور بڑی خطرناک جنگ ہو گی، ام یقولون نحن جمیع منتصر سیھزم الجمع ویولون الدبر کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم بڑی جماعت ہیں اور ہماری امداد پر بہت سے لوگ ہیں، یہ جماعت، یہ اکٹھے ہوئے لوگ بھاگ جائیں گے اور پیٹھیں پھیر لیں گے، ایک جگہ نہیں کئی جگہ مخالفت اور مقابلہ کا ذکر ہے،

باطل کے مقابلہ کیلئے ہتھیار

اسجگہ بھی بتایا ہے کہ تمہاری مخالفت اور مقابلہ ہوگا، لوگ نکال بھی دیں گے، ایسے موقعہ پر تمہارا ہتھیار کیا ہونا چاہیئے، نمازیں قائم کرو، پانچ نمازیں،

تہجد بلند مقام کو حاصل کرنیکا ذریعہ ہے

اور رات کے نفل جس کو تہجد کہتے ہیں، تہجد کے معنے ہیں سو کر اُٹھنے کے بعد نماز پڑھنا یہ فرض نہیں لیکن یہ بڑے بلند مقام کو حاصل کرنیکا ذریعہ ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اور اللہ تعالےٰ اس کے ذریعہ سے آپ کو بلند مقام پر پہنچائے گا

مصائب اور مشکلات کو دور کرنیکا ذریعہ

انسان پر مصائب اور مشکلات آتی ہیں، ان کو دور کرنے کا ذریعہ کیا بتایا، یہی کہ خدا کے آگے گریں، دن کے وقت ہی نہیں، بلکہ رات کو وہ عزیز ترین نیند بھی جو رات کے آرام کا ذریعہ ہے، اس کو بھی ترک کرو، تب خدا تعالےٰ تمہیں اس مقام پر پہنچائے گا کہ یہی مخالف تعریف کریں گے، معلوم ہوا مخالفت اور مشکلات میں سب سے بڑا ہتھیار جو خدا تعالےٰ نے مخالفین پر غالب آنے اور کامیابی حاصل کرنے کا بتایا ہے وہ اقم الصلوٰۃ ہے، صلوٰۃ کے معنے ہیں دعا،

عبادت کا مغز

دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے، نماز کے اندر جو حصہ دعا کا ہے، وہ ایسا ہے جیسے کسی چیز کے اندر ایک حصہ مغز کا ہو اور ایک باہر چھلکا ہو، تو نماز تو ہے ہی دعا، ذرا غور کر کے دیکھئے یہ نماز کیا ہے، سب سے پہلے جو کچھ کھڑا ہو کر پڑھا جاتا ہے وہ سورۃ فاتحہ ہے وہ تو ساری کی ساری ایک دعا ہے،

غیروں کا اعتراف

اس کے متعلق غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ افضل ترین دعا ہے پھر یہ چھوٹے چھوٹے کلمات ہیں کھڑے ہوئے اللہ اکبر، جھکے تو اللہ اکبر اور کہا سبحان ربی العظیم اور زیادہ جھکے تو کہا سبحان ربی الاعلیٰ یہ ساری دعائیں ہیں، دعا کی غرض کیا ہے، خدا تعالیٰ کی عظمت کامل طور پر سامنے آجائے جب تک اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اپنی انتہائی بیکسی کو انسان محسوس نہیں کرتا، اس وقت تک دعا کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی اور اپنی بیکسی کو پورے طور پر بیان کیا گیا ہے، اونچے سے اونچے مقام پر اپنا سر رکھ کر انسان پکارتا ہے کہ اے خدا تیری عظمت کی تیرے علو کی کوئی انتہاء نہیں، اپنی عاجزی ایک طرف اور خدا کی عظمت اور علو دوسری طرف

انتہائی عظمت اور انتہائی بیکسی کا تعلق

مگر باوجود ایک طرف انتہائی عظمت ہونے کے اور دوسری طرف انتہائی بیکسی کے ان دونوں کا باہم تعلق ہے، اور بہت بڑا تعلق ہے۔ ربی۔ وہ میری ربوبیت کرنیوالا ہے وہ انتہائی عظمت کا مالک اسی انتہاء درجہ کے بیکس انسان کی ربوبیت فرماتا ہے سبحان وہ ہر قسم کی کمزوری اور عیب سے پاک ہے وہ اس

کمزور انسان کی ربوبیت فرما کر اس کی کمزوریوں کو دور کرتا اور اس کے عیوب کو ڈھانکتا ہے، العظیم الاعلیٰ وہ عظمت اور علو کا مالک، اس کا پالنے والا ہے اور وہ اسے بیکسی اور عاجزی کی حالت سے اٹھا کر عظمت اور علو کے مقام پر پہنچاتا ہے،

التحیات بھی دعا ہی ہے

پھر بیٹھ کر پڑھنا التحیات للہ والصلوٰت والطیبات یہ ساری کی ساری دعا ہی ہے، خدا تعالیٰ کی عظمت بیان کرتا گویا اپنے لئے دعا کرنا ہے، اس کے بعد کہ، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نبی صلعم پر سلامتی اور رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، آپ کا مقام بلند ہو، انسان آپ کے ذریعہ سے ہدایت پائیں، اور بلندی کے مقام پر پہنچیں، السلام علینا ہم پر بھی سلامتی ہو ہماری جماعت پر بھی اور پھر ہم پر ہی نہیں وعلیٰ عباد اللہ الصالحین خدا تعالیٰ کے سب صالح بندوں پر جہاں کہیں وہ ہوں سلامتی نازل ہو، اس کے بعد درود سکھایا اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید، اے اللہ محمد رسول اللہ اور ان کے متبعین پر اپنی رحمتیں اور برکتیں بھیج، جس طرح حضرت ابراہیم کی قبولیت کو پھیلایا، اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کی قبولیت بھی دنیا میں پھیلا دے، اس طرح سے ان نیک خواہشات کو اور پاک جذبات کو ہمارے دل میں پیدا کر کے خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا اور اس سے دعا کرنا سکھایا ہے، دن کا بھی ایک حصہ دعا کے لئے رکھا اور رات کا بھی بڑا بھاری حصہ دعا کے لئے رکھ دیا،

موجودہ مشکلات کا علاج بھی دعا ہی

آج تو یوں بھی مصائب اور مشکلات دنیا پر ایسے رنگ میں وارد ہو چکی ہیں کہ ان کا علاج خدا کے آگے جھکنے کے سوائے اور کوئی نہیں، خدا خود چاہتا ہے کہ لوگ اس کے آگے جھکیں، جتنا اس کے آگے سر جھکائیں، اتنا ہی وہ انسان کو بلند کرتا ہے، یہ قاعدہ کی بات ہے، کہ جتنے بلند مقام پر انسان پہنچنا چاہے، اتنی ہی جدوجہد اس کی طرف سے درکار ہوتی ہے، ہر کام کے لئے محنت اور کوشش اور جدوجہد ضروری ہے، اور جتنا مشکل کام ہو اتنی ہی زیادہ جدوجہد بھی چاہیئے، یہ بھی ایک قسم کی دعا ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے، محنت اور کوشش کرنیوالا بھی ایک طرح سے دعا ہی کرتا ہے، کہ جس کام کے لئے وہ محنت کرتا ہے، وہ کامیاب ہو جائے، یہ تاریکی کی دعا ہے، اور جو شخص خدا کی عظمت کو پہچانتا ہے، اس کی دعا روشنی کی دعا ہے،

سب سے مؤثر دعا

لیکن اگر کوئی دعا سب سے زیادہ اہم اور مؤثر ہو سکتی ہے تو وہ خدا کے دین کو پھیلانے اور خدا کا نام دنیا میں روشن ہونے کی دعا ہے، خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانا خدا کی راہ میں جدوجہد کرنا اور اس کے لئے دعا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ دعا درحقیقت دل میں تڑپ پیدا ہونے سے ہوتی ہے، جب تک دل کے اندر ایک چیز کے لئے تڑپ نہ ہو نہ اس کے لئے انسان پوری کوشش کرتا ہے اور نہ دعا ہی دل سے ہوتی ہے

غلبۂ اسلام کیلئے دعا درِ قبول تک جلد پہنچا دیتی ہے

خدا کا نام پھیلانے کے لئے دعا سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے اسلئے بھی کہ یہ دعا ہر ایک نفسانی غرض اور خواہش سے پاک ہے اور جس قدر دعا نفسانی غرض اور خواہشات سے پاک ہوگی اسی قدر زیادہ قابل قبول ہوگی اور اسلئے بھی کہ ادھر اگر انسان کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو تو ادھر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارادہ ہے کہ دنیا اس کے آگے جھک کر مصائب سے چھٹکارا حاصل کرے، اور خدا کا دین دنیا میں غالب ہو، پس انسان کی تڑپ خدائی ارادہ کے مطابق ہو جانے سے قبولیت کے مقام پر پہنچ جاتی ہے، پس جو شخص قبولیت دعا کا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ سب سے بڑھ کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور اسلام کے دنیا میں غالب آنے کے لئے دعائیں کرے اور ان دعاؤں کے لئے ایسی تڑپ اس کے دل کے اندر پیدا ہو کہ اس کی رات کی نیند کا کم از کم ایک حصہ حرام ہو جائے۔ اس لئے

تہجد کے لئے اٹھنا ضروری ہے

تہجد کے لئے اٹھنا بھی ضروری ہے، صحابہ کی زندگیوں میں تہجد کے لئے اٹھنا ایک خصوصیت تھی، قرآن میں ہے، ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ۔ صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے ساتھ جو گروہ ہے وہ بھی راتوں کو اٹھتا ہے، اور خدا کے حضور میں تہائی اور آدھی رات تک کھڑا رہتا ہے،

اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے تڑپ کی ضرورت

آج بھی دنیا کو خدا کی طرف لانے باغی انسان کو اپنے رب کے سامنے جھکانے کے لئے آپ لوگ کھڑے ہوئے ہیں، یہ مقصد کمال کو نہیں پہنچ سکتے جب تک دعاؤں سے کام نہیں لیتے، اس کے لئے دلوں کے اندر وہ تڑپ ہونی چاہیئے، جو رات کی نیند اچاٹ کر دے، جب تک یہ نہیں ہوتا، اس وقت تک وہ مقصد حل نہیں ہو سکتا جس کے لئے یہ جماعت کھڑی ہے،

ہر ایک مبلغ اور کارکن کیلئے تہجد کا پابند ہونا ضروری ہے

اس کا کوئی مبلغ کامیاب مبلغ نہیں ہو سکتا جب تک نہ صرف نماز کا پابند ہو، بلکہ تہجد کے لئے بھی باقاعدہ طور پر اٹھنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے آگے دلی تڑپ کے ساتھ دعا نہ کرے کہ وہ اسے اس پاک مقصد میں کامیاب کرے، اس کا کوئی کارکن صحیح کارکن نہیں ہو سکتا جب تک نماز اور دعا کو اور بالخصوص رات کی دعا کو اپنا شعار نہ بنائے، اس کے ہر ایک مبلغ کے لئے ہر ایک کارکن کے لئے نماز اور تہجد کا پابند ہونا ضروری ہے، اگر کوئی ہتھیار ان کے ہاتھ میں ہے جس سے انہیں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، تو وہ یہی نماز اور دعا ہے اور یہی تہجد کی نماز ہے، اسی کے ذریعہ سے بلند سے بلند مقام حاصل ہو سکتا ہے، تو تری تجاویز کوئی چیز نہیں

دعا دنیا کی تاریخ بدل سکتی ہے

خوب یاد رکھو، اگر کوئی بات دنیا کی تاریخ کو بدل سکتی ہے تو وہ یہی دعا ہے، اس کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے اور اگر اپنی سستی اپنے اوپر غالب رہنے دو گے اور لاپرواہی سے کام لو گے تو چالیس کروڑ مسلمان پہلے بھی موجود ہیں جن کو دین کی کوئی پروا نہیں تمہارا ان سے علیحدہ ہونے کا کیا فائدہ ؟

تہجد کے بغیر کامیابی مشکل ہے

میں پھر دہراتا ہوں، بار بار دہراتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص نماز تہجد کے لئے اٹھے گرمیوں میں رات کے پچھلے حصہ کی خنکی میں نیند کو چھوڑنا، اور سردیوں میں گرم بستروں سے اٹھنا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن جب تک تم اپنے آپ کو اس کا پابند نہیں کرتے، جب تک اس مشقت کو برداشت نہیں کرتے اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، اسلئے ہر ایک دوست کو چاہیئے کہ نماز تہجد کی پابندی اپنے اوپر لازم کرے۔

(ا) خدا کی عظمت سے دعا کو شروع کرو

اور خوب یاد رکھو اپنی دعا جب شروع کرو، تو کبھی کسی ذاتی غرض کے لئے اس کی ابتداء نہ کرو، بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور دعا کرو کہ اے خدا تیری عظمت، تیری بلندی، تیرا جاہ و جلال دنیا میں پھیلے، دنیا تیرے جلال کے آگے جھک جائے، تیرا دین دنیا میں پھیلے اور جس طرح تو نے وعدہ کیا ہے وہ دنیا پر غالب آئے، شروع یہاں سے کرو، جب تم اس سے ابتداء کرو گے، تو تمہارے لئے قبولیت کے دروازے کھل جائیں گے،

(ب) جماعت کی ترقی کے لئے دعا

اس کے بعد دوسری دعا جو کرو، وہ اس جماعت کی ترقی، قوت اور استحکام کی دعا ہے جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے کھڑی ہے، یہ دونوں دعائیں ضروری ہیں، وہ خدا کی عظمت اور جلال کے پھیلنے کے لئے اور یہ اس جماعت کے لئے جو اس کی عظمت و جلال کو قائم کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے،

(ج) احباب کے لئے دعا

جب تک اس جماعت کی قوت اور استحکام کی تڑپ تمہارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتی، دین کے غلبہ کی تڑپ بھی کمزور رہے گی۔ اسلئے اگر تمہاری پہلی دعا ہر نماز میں اور بالخصوص تہجد میں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین دنیا پر غالب ہو، خدا کا کام دنیا میں پھیلے، قرآن کے سامنے لوگوں کے سر جھکیں، اسلام کا بول بالا ہو، تو دوسری دعا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کمزور جماعت کو وہ طاقتور فوج بنا دے جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دنیا کو دین سے فتح کرتی جائے، تیسری دعا میں کہوں گا کہ اپنے دوستوں اور اپنے بھائیوں کے لئے کرو، کہ ان کے دکھ درد دور ہوں اور خدا کے دین کے لئے اپنی پوری کوشش سے کام لیں۔

(د) سفارشی دعائیں

مجھے ایک دفعہ ایک لمبے سفر کا اتفاق ہوا، ایک پادری کو میں نے رستے دیکھا، اس کے پاس دعاؤں کی ایک کتاب تھی جس میں ان لوگوں کے حال تھے جو اپنے کسی خاص مقصد کے لئے دعا کرانا چاہتے تھے، تو اس قسم کی سفارشی دعائیں کرنا یہ

یہ بھی بڑا بلند مقام ہے کیونکہ جب انسان اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ دعا بھی اغراض نفسانی سے پاک ہونے کی وجہ سے قبولیت سے بہت قریب ہوتی ہے۔ ہر بھائی کو چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کو اپنے لئے دعا پر مقدم کرے۔

(د) اپنے لئے دعا

اور پھر چوتھے مرتبہ پر اپنے لئے دعا کرو، اپنے بال بچوں کے لئے دعائیں کرو۔ اور اس میں بھی یہ دعا مقدم ہو کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور پھر ذاتی اغراض کے لئے بھی مانگو کہ اس طرح تمہارا سب کچھ خدا کے لئے ہو جائے گا، میں یقین دلاتا ہوں، کہ آپ خدا کی عظمت دین کی نصرت، جماعت کے استحکام اور اپنے بھائیوں کے لئے دعا کریں گے تو اپنے لئے دعا کی ضرورت ہی کم رہے گی۔ اللہ تعالےٰ آپ کی حاجات کو خود پورا کریگا۔

دنیوی غرض کیلئے بھی دعا قبول ہوتی ہے

تو ضرور اپنے بھائیوں کے لئے دعائیں کرو کسی بھائی کی تکلیف کا اگر علم ہو جائے، تو اس کے لئے دعا کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ اگر دنیوی غرض کے لئے دعا کرو تو خدا نہیں سنتا، سنتا ہے اور ضرور سنتا ہے لیکن فرض کرو کہ ایک شخص دعا کرتا ہے، کہ خدا مجھے مال دے یہ بالکل ممکن ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی سُن لی اور اس کو مال مل گیا، عزت مل گئی، لیکن اس کے ساتھ ہی اس مال کی محبت بھی اس کے دل میں جاگزین ہوگئی جو اسے خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے روک کا موجب ہوگی، تو یہ تو کوئی اچھی بات نہ ہوئی، جب تم خدا کے لئے دعا کو مقدم کرتے ہو تو تمہارے دل میں خدا کی محبت ہوگی، نہ کہ مال کی، اور دولت تمہارے دل کے اطمینان کا موجب ہوگی، یہ چند باتیں میں نے کہی ہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے میں یہاں سے جا رہا ہوں، تم ان باتوں کو پلّے باندھو، اور اپنی سستی پر غالب آنے کی کوشش کرو، اگر خدا کیلئے انقلاب پیدا ہو سکتا ہے دنیا خدا کی طرف جھک سکتی ہے، تو اسی ایک ذریعہ سے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔ الخ۔

نماز اور تہجد کی عادت ڈالو

تو اپنی عادت میں ضرور ان باتوں کو رکھنا چاہیئے۔ میں جانتا ہوں کہ شروع میں تکلیف ہوتی ہے لیکن پہلے ہفتہ میں ایک یا دو دن تہجد کے لئے مقرر کرے، پھر آہستہ آہستہ بڑھاتا جائے، پہلے پانچ وقت کی نماز کی عادت ڈالو، باجماعت نماز کی عادت ڈالو، پھر تہجد کو اپنا شعار بناؤ، اور دعا کرو کہ اے خدا تو ہی سارے انسانوں کا اور میرا حاجت روا ہے، تو ہی حاجتوں کو پورا کر، اور اپنے دین کی نصرت فرما، اپنے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر دے، اور اپنی مخلوق کو اپنے آستانۂ الوہیت پر جھکنے کی توفیق عطا فرما۔

اگر ہم دلی جوش کے ساتھ ان دعاؤں میں لگ جائیں، تو کامیابی اور فتح یقیناً حاصل ہو سکتی ہے۔

ارشادِ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

"مجدد اعظم"

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

از جناب ملک گلاب مصطفےٰ خاں صاحب

ہمارے محترم دوست حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اب مجدد اعظم کا دوسرا حصہ شائع کیا ہے۔ صاحب ممدوح نے مجھے حسب معمول یہ حصہ بھی مرحمت فرمایا میں نے اس کو اسی شوق سے پڑھا جس شوق سے پہلا حصہ پڑھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض ضروری امور میں مصروفیت کی وجہ سے اس پر تبصرہ کرنے کی توفیق نہیں ملی، اس عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک دو مرتبہ مجھ سے فرمائش کی، لیکن واقعات کچھ ایسے ہوئے کہ یہ کام ملتوی ہی ہوتا رہا، آج میں ان کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں اور دیر کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب پرانے احمدی ہیں اور ان بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت اقدس کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوئے اس پر مستزاد یہ کہ خدا نے ان کو دماغ بہت صاف دیا ہے۔ وہ کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو نہایت سیر کن بحث کرتے ہیں۔ انداز بیان میں شگفتگی اور شیفتگی ہے، اسلئے ان کا حق تھا کہ حضرت کی مفصل سوانحعمری لکھتے، اور مجھے خوشی ہے کہ اس حق کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

"مجدد اعظم" کا حصہ دوم جو اس وقت پیش نظر ہے قریبا سات سو صفحات کی کتاب ہے، لکھائی، چھپائی کاغذ بہت عمدہ۔ جلد دیدہ زیب۔ قیمت تین روپیہ

مضمون کے لحاظ سے یہ کہنا ہی کافی ہے کہ یہ اس ذات گرامی کی سوانحعمری ہے، جس کا انتظار امت مرحومہ کو مدت سے تھا، اور جس کے دیکھنے کے لئے صلحائے امت ترستے تھے، اس حصہ میں پہلے تو سنہ ۱۹۰۰ء سے وفات تک تمام حالات و واقعات زندگی ہیں جو نہایت سلیس سادہ عبارت میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جہاں تشریح و توضیح کی ضرورت محسوس ہوئی ہے وہاں فاضل مصنف نے ساتھ ساتھ متن یا حواشی میں اپنی طرف سے وضاحت بھی کر دی ہے، مثلاً لو تقول علینا کی آیت کو حضرت اقدس نے اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے اس بحث میں بہاءاللہ کا دعوےٰ پیش کر دیا، اور اس مشعل صداقت کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہا، اس معاملہ کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے حاشیہ میں بہاءاللہ کے دعوےٰ پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ بہاءاللہ کا دعویٰ ملہم من اللہ ہونے کا نہ تھا، بلکہ خود خدا ہونے کا تھا، اسلئے وہ اس آیت کے وعید کے نیچے نہیں آسکتا۔

میرے خیال میں کتاب کا سب سے دلچسپ اور سبق آموز حصہ وہ ہے جو "سیرت" سے متعلق ہے، اس حصہ کو پڑھ کر بار بار زبان پر یہ شعر آتا ہے ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

اس حصہ میں فاضل مصنف نے آپکے شمائل، خصائل، عادات، اطوار، خوراک لباس۔ وضع قطع۔ غرض سب کچھ لکھا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس حصہ کو بار بار پڑھا جائے کہ اس سے ایک خاص روحانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے بندے اس دنیا میں کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس حصہ میں مزید واقعات و حالات کی گنجائش ہو مجھے ایک دو باتیں ایسی یاد ہیں جو اس حصہ میں نہیں آئیں۔ ایسا ہی دوسرے احباب کو بھی بعض باتیں معلوم ہوں گی۔ اگر دوسرے ایڈیشن کے وقت احباب مزید معلومات ڈاکٹر صاحب کو بہم پہنچا دیں، تو یہ حصہ اور بھی دلکش ہو سکتا ہے۔ دوسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ فاضل مصنف نے غالباً اختصار کے خیال سے بعض جگہ سیرت کے واقعات کے راویوں کے نام نہیں لکھے، اس طرح پڑھنے والے کے دل میں یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ کہیں یہ باتیں من گھڑت نہ ہوں کیونکہ دنیا میں مریداں می پرانند کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔ اسلئے متن یا حاشیہ میں اس امر کی توضیح ہونی چاہیئے کہ یہ واقعہ کس طرح یا کس کی زبانی معلوم ہوا، اور اس سے روایت کی ثقاہت ثابت ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ اگر "سیرت" کے حصہ کو علیٰحدہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے تو بہت مفید ثابت ہوگا۔ علی الخصوص یوم وصال کے جلسوں میں "سیرت" کی مفت اشاعت کثرت سے ہونی چاہیئے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اس تصنیف کے لئے مبارکباد پیش کرتے ہوئے احباب کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ ممدوح تمام جماعت کی دعاؤں کے مستحق ہیں کہ آپ نے ایک نہایت عمدہ تصنیف قوم کے ہاتھ میں دی ہے۔

احباب کو چاہیئے کہ اس کتاب کو خود پڑھیں۔ اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔ صاحب استطاعت حضرات کو اس کی جلدیں مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔

اسماء الٰہیہ بیان ہیں وہ سب صفاتی نام ہیں۔ ذاتی نام ان میں کوئی نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گرنتھ صاحب میں خدا کا ذاتی نام ہی موجود نہیں۔ ہے۔ اور ضرور ہے۔ اور وہ اسم اعظم **اللہ** ہے۔ چنانچہ گرنتھ میں بابا صاحب کا ارشاد ہے ؎

کل میں وید اتھرون ہوا ۔ ناؤں خدای اللہ بھیا
نیل بستر لے کپڑے پہرے ۔ ترک پٹھانی عمل کیا
(آسا کی وار محلہ ۱)

ترجمہ:۔ فیج عوج میں اتھروید کا دور دورہ ہے۔ خدا کا اسم اعظم **اللہ** اب ظاہر ہو گیا، زاہدوں نے نیلگوں لباس زیب تن کر لیا اور مسلمانوں اور پٹھانوں کی عملداری ہو گئی۔

اتھرو وید میں خدا کا اسم اعظم اللہ کی اور اسلام کی جو تعریف کی گئی ہے۔ بابا صاحب کا اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اتھرو وید کا ایک حصہ جس میں اللہ اور اس کے رسول محمد صلعم کی ثنا کی گئی ہے۔ وہ اس اسم اعظم اللہ کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی اس حصہ کو عرف عام میں اللہ اپنشد یا الوپنشد کہا جاتا ہے۔ اس الوپنشد میں بار بار لفظ اللہ کو دہرایا گیا ہے۔ اور دو جگہ "اللہُ رسول محمد اکبریہ" یہ جملہ آیا ہے۔ یعنی اللہ بہت بڑا ہے اور اس کا رسول محمد صلعم بھی بہت بڑا انسان ہے۔ حضرت بابا نانک صاحب کے زمانہ میں جو اتھرو وید دنیا میں موجود تھا اس میں یہ اللہ اپنشد موجود تھا۔ بلکہ سوامی دیانند جی کے زمانہ میں بھی اللہ اپنشد اتھرو وید کے اندر شامل تھا۔ مگر سوامی جی اس کو براہمنوں کا ملایا ہوا فرماتے ہے۔ چنانچہ ان کا قول یوں ہے:

"ان دنوں براہمنوں نے خود غرضی میں پڑ کر ویدوں کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ گویا بالکل نشٹ کر دیا ہے۔ وہ از سر نو شروع ہونا چاہیئے۔ اتھرو وید کے اندر الوپنشد کر کے گھسیڑ دیا ہے۔ یہ خود غرض لوگوں نے نئے نئے شلوک بنا کر لوگوں کو بھرم میں ڈالنے کے لئے ڈال رکھے ہیں۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔"

(پدیش منجری اردو صفحہ ۳)

سوامی صاحب کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں **الوپنشد** یا اللہ پنشد اتھرو وید کے اندر موجود تھا۔ مگر سوامی صاحب اس کو خود غرض براہمنوں کا ملایا ہوا بیان کرتے ہیں۔ کسی نے ڈالا کسی نے نکالا بہر صورت وید تو محرف ثابت ہوئے اور حضرت بابا نانک صاحب کا ارشاد بالکل سچ نکلا کہ اتھرو وید میں بطور پیشگوئی جو خدا کا اسم اعظم بتایا گیا تھا وہ کل جگ (فیج اعوج) میں آ کر ظاہر ہو گیا اور وہ **اللہ** ہے۔

اس کے علاوہ بابا صاحب، ایک دوسرے مقام پر بالکل واضح الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

بابا اللہُ اگم اپار۔ پاکی نامی پاک تھائے
سچا پروردگار

ترجمہ:۔ اللہ فہم اور ادراک سے بہت دور ہے۔ تمام پاک نام اس کے ہیں اور تمام مقدس مقامات میں اس کا ورود ہے۔ وہ پروردگار سچا ہے۔

بابا صاحب نے اس شلوک میں قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ لہ الاسمآء الحسنٰہ

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام پاک نام اسی کے ہیں۔ یہی تعریف اسم ذات کی ہے کہ وہ تمام صفاتی ناموں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

باقی ——— باقی

امکان نبوت کی ایک اور قادیانی دلیل

{از جناب مولوی دوست محمد صاحب}

۴ر جولائی ۶۲ء کے الفضل میں "امکان نبوت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل وکیل یادگیر کا ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے "مجلہ نظامیہ کے خصوصی شمارہ" سے "فخر قوم ملا عبد القیوم" کے ایک خط بنام مولوی حبیب الرحمٰن صاحب شروانی سے حسب ذیل الفاظ نقل کر کے ان سے نتیجہ نکالا ہے، کہ ملا عبد القیوم بھی امکان نبوت کے قائل تھے اور اسلئے رسول اللہ صلعم کے بعد نبی آ سکتے ہیں، وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"میرا مسلک تو یہ ہے کہ دنیا کی تمام مجلسیں قابل ہمدردی ہیں، اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیئے، گو بعض امور ان مجالس کے قابل اعتراض بھی ہوں اگر اعتراض ہمدردی کی جہت سے ہو، تو کیا برا ہے کمال مطلق اور محض خیر سوائے ذات باری تعالیٰ کے اور کس میں پایا جا سکتا ہے، دائرۂ امکان نور و ظلمت کا مجموعہ ہے اور اسی وجہ سے خیر و شر ہر وجود امکانی میں ضرور پایا جاتا ہے اور اسی سے بعثت انبیاء و مجددین و حکماء و اولیاء کی ہر وقت ضرورت درپیش رہی ہے اور رہے گی"

آخری جلی کردہ الفاظ سے قادیانی مولوی فاضل نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ملا عبد القیوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امکان نبوت کے قائل تھے، اور ان کے ان الفاظ سے امکان نبوت ثابت ہے"

اگر قادیانی معتقدات کی بنا ایسے ہی استدلالات پر ہے تو اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے، ملا عبد القیوم امت میں کیا درجہ رکھتے ہیں کہ ان کی تحریرات سے استناد کیا جا سکے اور اس تحریر سے امکان نبوت کس طرح ثابت ہو سکتا ہے ملا عبد القیوم نے اگر صرف بعثت انبیاء ہی کا ذکر کیا ہوتا تو بھی ایک بات تھی، لیکن جس حالت میں انبیاء، مجددین و حکماء و اولیاء کی مشترکہ ضرورت کو بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایسی ضرورت رہی ہے اور رہے گی تو یہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ لکھنے والا بعثت انبیاء کی ضرورت کو بھی مجددین و حکماء و اولیاء کی طرح رہیگی میں شامل سمجھتا ہے۔ ایسی تحریرات سے اس قسم کے نتائج اخذ کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو فی الحقیقت الذین فی قلوبہم زیغ کے مصداق ہیں۔

قبول اسلام

مندرجہ ذیل مور قوم کے دس افراد قصبہ شہر سلطان واقعہ تحصیل علی پور جناب قاضی خیر محمد صاحب احمدی مسلم مشنری علی پور مظفر گڑھ کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سابقہ نام معہ ولدیت	اسلامی نام	سکونت
۱۔ پٹھانہ ولد بلہ	الہ بخش	شہر سلطان
۲۔ سجاول ولد پٹھانہ	سردار بخش	〃
۳۔ قدلہ ولد سجاول	شیخ خدا بخش	〃
۴۔ فضلہ 〃 〃	فضل دین	〃
۵۔ بڈھا 〃 〃	یار محمد	〃
۶۔ محمد رمضان ولد سجاول	محمد رمضان	〃
۷۔ فیضا ولد سجاول	فیض محمد	〃
۸۔ سدان 〃 〃	سردار خاتون	〃
۹۔ چنن 〃 〃	کریم خاتون	〃
۱۰۔ جیٔ ولد خدا بخش	شرم خاتون	〃

قادیانی جماعت گوجرانوالہ کا ایک جلسہ

{از جناب ڈاکٹر حسن علی خان صاحب گوجرانوالہ}

مذہبی دنیا جانتی ہے کہ قادیانی جماعت کا عرصہ ۲۸ سال سے زاید یہ مذہب چلا آرہا ہے کہ جو مسلمان حضرت مرزا صاحب غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور جو احمدی حضرت مرزا صاحب کو روزمرہ کی گفتگو میں نبی اللہ نہیں کہتا پھرتا ہے وہ احمدی فاسق ہے۔ کیونکہ وہ خلیفہ محمود احمد صاحب قادیانی کے اس عقیدہ کا مخالف ہے۔ ان ہر دو خطرناک عقیدوں کے متعلق ہماری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے سخت تردید کا سلسلہ برابر ۲۸ سال سے جاری ہے اور ہماری اس جدوجہد کے نتائج بہت حد تک مفید ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ کئی قادیانی دوست خلیفہ محمود احمد صاحب کے عقائد سے عام بیزاری کا اظہار کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ در اصل حق اپنا اثر آخر پر ظاہر کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا۔ مگر باطل ضرور کچلا جاتا ہے۔ چند سالوں کی بات ہے کہ راقم اور عزیز برادر پروفیسر عنایت علی صاحب علی گڑھ جناب خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں ½۱ گھنٹہ تک رہے اور مسئلہ کفر و اسلام پر بھی ان کے ساتھ گفتگو کی۔ جس کے دوران میں راقم نے کہا جناب ہم نے سنا ہے نہ معلوم کس حد تک یہ بات درست ہے کہ جناب نے تکفیر کی رسی کو توڑ دیا ہے[1] اس بات کو سن کر خلیفہ صاحب ہنس پڑے اور کوئی خاص جواب نہ دیا۔

برابر ۲۸ سال تک قادیانی بزرگ۔ علماء اور مبلغین ہمارے ساتھ مسائل کفر و اسلام اور نبوت مسیح موعود پر بڑے دھڑلے سے بحث مباحثہ کرتے چلے آئے چونکہ یہ عقائد قرآن مجید۔ حدیث رسول اللہ اور تعلیم مسیح موعودؑ کے برخلاف تھے۔ بھلا کب تک چل سکتے تھے۔ گوجرانوالہ میں قادیانی جماعت کا دار التبلیغ بالکل میرے نزدیک ہے۔ اکثر احباب قادیان سے اس جگہ تبلیغ کی خاطر آتے ہیں۔ امسال بھی یہاں کی قادیانی جماعت کا جلسہ ۲۹-۳۰ رجون ۱۹۴۲ء کو منعقد ہوا یہاں کی قادیانی جماعت نے اپنے جلسے کو پورا پورا کامیاب کرنے کے لئے بہترین علماء کا بندوبست کیا۔ روپیہ بھی کافی جمع کیا۔ باہر سے بھی قادیانی احباب کو بلوایا اور شہر میں خوب اشتہارات چسپاں کرائے منادی بھی کرائی مگر فائدہ نہ ہوا۔ یہاں کے مسلمان بھائی پہلے ہی سے سخت متعصب ہیں انہوں نے ہر طرح سے اپنے مسلمان بھائیوں کو جلسہ میں شرکت کرنے سے روکا۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ قادیانی بزرگ ان مسلمانوں کو مسیح موعود پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے پہلے کافر کہتے رہے ہیں۔ خیر جلسہ ۲۹ رجون کی رات کو شروع ہوا۔ پہلا لیکچر مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے دیا۔ جو اس گرمی کے موسم میں ایک بڑا جبہ پہنے اور سر پر سبز عمامہ رکھتے تھے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب علیہ الرحمۃ، اور حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی علیہ الرحمۃ، اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے وعظ اور لیکچروں کو سنا تھا۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ نیر صاحب نے اپنے لیکچر میں جو انداز اختیار کیا۔ وہ کوئی قابل ستائش نہ تھا۔ حالانکہ سامعین کی زیادہ تر تعداد ان کی اپنی جماعت ہی کی تھی، بیشک ان کے لیکچر کے دوران میں چند غیر احمدی نوجوانوں نے بشرارت سے خشت باری کی، اور جلسہ کے منتظمین نے صبر سے کام لیا۔ مگر یہ لیکچر کوئی خاص اثر پیدا نہ کر سکا۔ اللہ گواہ ہے نیر صاحب نے غیر احمدی لوگوں کو حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے کی وجہ سے بالکل کافر نہ کہا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو تعلیم اسلام سے ناواقف بار بار کہا اور ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے جدوجہد کو ضروری قرار دیا۔ حضرت صاحب کو اپنے لیکچر کے دوران میں مسیح موعود، امام عصر یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے ناموں سے اکثر یاد فرمایا۔ اور ان کے نبی اللہ ہونے کو بالکل چھوا تک نہیں۔

دوسرا لیکچر ایک قادیانی مبلغ نے دیا۔ جس میں حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کا مفصل ذکر تھا۔ مگر وہ مبلغ صاحب بھی حضرت صاحب، حضرت صاحب یا حضرت مسیح موعود کہتے تھے۔ انہوں نے بھی حضرت صاحب کی نبوت یا نبی اللہ ہونے کا ذکر بالکل نہ کیا۔ دوسرے روز نیر صاحب کے علاوہ سید ولی اللہ شاہ صاحب نے بھی ملک عراق میں اپنے تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا اور حضرت صاحب کو مسیح موعود تک ہی پیش کیا اور ان کی نبوت کے بارے میں کوئی اشارہ تک نہ کیا۔

۳ رجولائی بعد دوپہر دنیا کے مذہب کی ضرورت پر قادیانی جماعت اور غیر مسلم احباب کے درمیان (Debate) تھی۔ پھر رات کو دس بجے عبدالرحمن خادم گجراتی کا لیکچر تھا۔ کہ دنیا کا آیندہ مذہب کونسا ہوگا۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت تک انہوں نے اپنا لیکچر جاری رکھا۔ زندہ مذہب و نشانات میں مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا ضروری ہونا ثابت کیا۔ جہاں گذشتہ صدیوں میں اسلام کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے مجدد دین۔ اولیاء اللہ مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ امام شافعی، امام مالک، امام اعظم سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور دیگر ہزارہا اولیاء کو پیش کیا۔ وہاں اس زمرے میں اس زمانے کے امام یعنی حضرت مسیح موعود کا نام بھی پیش کیا۔ اور اللہ گواہ ہے حضرت صاحب کی نبوت کے بارے میں کوئی خاص اشارہ نہ کیا اور مسلمانوں کو اپنا بھائی ہی ظاہر کیا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قادیانی جماعت نے حالات زمانہ سے متاثر ہو کر تبلیغ کے میدان میں اپنا سابقہ رویہ بدل دیا۔ . . . . . . اور ان کو یہ مسائل حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے برخلاف نظر آئے۔ آخر مامور من اللہ کی باتیں جو جماعت احمدیہ لاہور پیش کرتی ہے۔ اب قادیانی احباب کو بھی وہی پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی پس قادیانی مبلغین کے رویہ میں یہ تبدیلی قابل ستائش ہے۔ خدا کرے تمام قادیانی جماعت، اپنے غلو کو چھوڑ دے اور صحیح مسلک احمدیت پر دوبارہ کھڑی ہو جائے

[1] اب آیت اللہ تکفیر کو جناب میاں صاحب بھی ترک کر چکے ہیں ملاحظہ ہو خطبہ جمعہ [illegible] ۱۹۴۲ء [illegible]

اقوال حضرت عثمان رض

اے انسان خدا نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسرے کا ہونا چاہتا ہے۔

عافیت کے نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہیں اور ایک حصہ خاموشی میں۔

جو شخص مصیبت کے وقت اول اپنی تدبیروں اور پھر خلق خدا کی امداد سے عاجز ہو کر خدا کی جانب رجوع کرتا ہے خدا تعالےٰ بھی اس کی جانب سے منہ پھیر لیتا ہے۔

محب اللہ کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔

تواضع کی کثرت نفاق کی نشانی اور عداوت کا پیش خیمہ ہے مت رکھ امید کسی سے مگر اپنے رب سے اور مت ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے۔

جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا اسی قدر اس سے بے رغبت ہوا۔

دنیائے فانی کی لذتیں لینے سے عالم باقی کے اجر و ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

لوگوں کو جس طرح چاہے آزما دیکھ سانپ بچھوؤں سے کم نہ پائے گا۔

باوجود نعمت و عافیت موجود ہونے کے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔

علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں بخشتا۔

اپنا بوجھ خلقت میں سے کسی پر نہ رکھ خواہ کم ہو یا زیادہ۔

ایک پرہیزگار فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے

. . . .

خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

دوسروں کا بوجھ اٹھانا عابدوں کی غنیمت کا تمہ ہے۔

دنیا خدا کی سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کے لئے وقف ہے، اپنا توشہ لے اور جو کچھ سرائے میں ہے اس کا لالچ نہ کر۔

زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔

فقیر کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے غنی کے لاکھ درم سے۔

اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

اے انسان اگر تو معبود حقیقی کی پرستش نہیں کرنا چاہتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر۔

”مکہ مسجد“ حیدرآباد دکن (گزشتہ سے پیوستہ)

(از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب)

شاہی قبرستان

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے مسجد کی جنوبی طرف ایک طویل دالان میں متعدد سابق شاہان آصفیہ اور شاہی خاندان کے بعض دیگر افراد و متوسلین کے مزار ہیں۔ دالان کی موجودہ، خوبصورت سنگ بستہ عمارت حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے اور قطب شاہی طرز تعمیر کے تتبع کی ایک کامیاب کوشش ہے اس دالان میں طویل چبوترے پر بہت سی قبریں ہیں جن سب پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔

میر محبوب علی خاں مرحوم کا مزار

موجودہ تاجدار دکن و برار کے والد ماجد میر محبوب علی خاں مرحوم کی قبر پر امتیاز کے لئے دستار بھی رکھی ہوئی ہے۔ بہت سے ہندو مسلمان مرحوم کو ان کی بعض عادات و عمدہ خصوصیات کی وجہ سے بزرگ ولی مانتے ہیں اور یہاں آکر دعائیں کرتے اور منتیں مانتے ہیں مسلمانوں سے زیادہ ہندو یہاں آتے ہیں اور پھول، شکر اور شیرینی چڑھاوے کے طور پر لاتے ہیں۔ مزار پر مجاور باقاعدہ حاضر رہتے ہیں۔

ہندو عقیدتمند

ویسے بھی معلوم ہوتا ہے یہاں کے قدامت پسند اور دیہاتی ہندوؤں کو اس مسجد سے خاص عقیدت اور انس ہے، بہت سے مارواڑی بنیئے صبح شام مسجد کے کبوتروں کو ٹوکروں دانہ ڈالتے ہیں۔ مسجد میں کبوتر بکثرت ہیں۔ انہی سے حفاظت کی خاطر مسقف حصے کی بیرونی کمانوں پر جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دیہات سے جو خوش عقیدت ہندو صبح مقدمات کی پیروی یا دیگر کاروباری غرض سے شہر آتے ہیں وہ سب سے اول نہایت ادب و عقیدت سے مسجد میں حاضر ہوتے ہیں اس کے بعد اور کوئی کام کاج کرتے ہیں۔

سنگ سیاہ کی چوکیاں

اس مسجد کی ایک اور بھی قابل ذکر چیز، صحن مسجد میں حوض کے قریب سنگ سیاہ کی بڑی بڑی چوکیاں ہیں۔ یہ بات مشہور ہے کہ باہر کا کوئی آدمی حیدرآباد آکر ان چوکیوں پر تھوڑی دیر بیٹھ جائے یا ان پر دو نفل نماز پڑھ لے تو وہ کسی تعلق کی وجہ سے یہیں رہ جاتا ہے یا پھر دوبارہ حیدرآباد ضرور آتا ہے۔ عوام کے علاوہ حیدرآباد کے بعض اچھے پڑھے لکھے سنجیدہ اصحاب بھی اس ناقابل فہم بات کو صحیح سمجھتے ہیں۔

تاریخ تعمیر و وجہ تسمیہ

مضمون کی ابتداء میں بتایا جا چکا ہے کہ اس مسجد کی بنیاد ۱۰۲۲ھ میں سلطان محمد قطب شاہ سادس نے رکھی تھی تعمیر کا سلسلہ اس کے جانشینوں، سلطان عبداللہ قطب شاہ اور سلطان ابوالحسن قطب شاہ کے زمانہ میں بھی رہا لیکن ابھی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ قطب شاہیوں کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اس عظیم الشان مسجد کو مکمل کرایا۔ مورخین کا بیان ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے اس کا تاریخی نام بیت العتیق (۱۰۲۳ھ م ۱۶۱۴ء) رکھا تھا۔ لیکن عالمگیر کے زمانے میں یہ ”مکہ مسجد“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے سلطان محمد قطب شاہ نے اہتمام کے ساتھ مکہ معظمہ سے مٹی منگائی اور اس کی اینٹیں تیار کرا کے وسطی کمان میں نصب کرائیں۔ صحن مسجد کے ایک حجرے میں چند تبرکات بھی محفوظ ہیں جن کی خاص ایام میں زیارت کرائی جاتی ہے۔

ایک عجیب و دلچسپ روایت

اس مسجد کے آغاز تعمیر کے متعلق تاریخوں میں ایک بڑی دلچسپ روایت مذکور ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے مسجد کی بنا ڈالنے سے قبل شہر حیدرآباد اور اس کے اطراف و اکناف میں منادی کرائی کہ وسط شہر میں چار مینار کے قریب ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی جانے والی ہے اس کا سنگ بنیاد وہی رکھے گا جس کی کوئی نماز بارہ سال کی عمر کے بعد کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ تاریخ و وقت مقررہ پر اجتماع کثیر ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں کا مجمع تھا۔ شاہی نقیبوں نے کئی مرتبہ پکار لگائی، لیکن علماء و فضلاء، مشائخین اور امراء و عوام میں سے کوئی شخص بھی اس شرط کو پورا کرنے والا سامنے نہ آیا۔ اس پر بادشاہ نے قسم کھائی کہ بارہ سال کی عمر سے اس وقت تک میری کوئی نماز حتیٰ کہ نماز تہجد تک قضا نہیں ہوئی اور اپنے ہاتھ سے سنگ بنیاد رکھا۔ تاریخوں میں بھی یہ لکھا ہے کہ جب شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں تعمیر مکمل ہوئی تو مسجد کی مزید آرائش کے لئے شہنشاہ کی خدمت میں عرض کیا گیا جس کے جواب میں ارشاد ہوا۔

> کار دنیا کسے تمام نکرد
>
> ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت سے شعراء نے اس مسجد کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں ایک شاعر کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔

> طواف کعبۂ اشرف میسرت گر نیست
>
> بیا بہ کعبۂ ملک دکن عبادت کن

”جامع مسجد“ حیدرآباد دکن

شہر حیدرآباد کی سب سے بڑی مسجد ہونے کی وجہ سے اسے جامع مسجد کی بھی حیثیت حاصل ہے، لیکن جہاں تک نام کا تعلق ہے ”جامع مسجد“ ایک دوسری مسجد کو کہا جاتا ہے۔ وہ بھی چارمینار کے قریب ہی واقع ہے اور مکہ مسجد سے قدیم ہے۔ جب سلطان محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس وقت چارمینار اور دیگر عمارات کے ساتھ یہ ”جامع مسجد“ بھی تعمیر کرائی۔ شہر کی آبادی بہت جلد ترقی کر گئی جس کے لئے یہ جامع مسجد ناکافی ثابت ہوئی اور ایک بہت بڑی مسجد کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہونے لگی، سلطان محمد قطب شاہ نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہی مکہ مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس مسجد پر کل تیس لاکھ ”ہون“ لاگت آئی تھی۔ ”ہون“ دکن کے ایک قدیم طلائی سکہ کا نام ہے جو کہ ساڑھے چار روپے سکہ مغلیہ کے برابر ہوتا تھا۔

مسجد کا انتظام و نگرانی

آجکل یہ مسجد محکمۂ امور مذہبی سرکار نظام کے زیر انتظام و نگرانی ہے۔ اس کے مصارف سرکاری خزانے سے پورے کئے جاتے ہیں متعدد پیش امام۔ خطیب۔ مؤذن اور خدام مقرر ہیں۔ ماہ رمضان میں افطاری بھی سرکار کی طرف سے تقسیم ہوتی ہے۔ نماز جمعہ میں یہاں بہت بڑا مجمع اور عیدین ہوتی ہے لیکن عام نمازوں میں بہت کم آدمی آتے ہیں حالانکہ شہر کے مرکز اور نہایت آباد حصے میں ہے۔

خاص مواقع و تقریبات کے نظارے

خاص مواقع و تقریبات پر جب کبھی اعلیٰ حضرت حضور نظام دکن و برار مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو وہ کیفیت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ اس وقت شاہجہان و عالمگیر کے زمانے کی اسلامی شان و دبدبہ کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے حیدرآبادی حضرات کی نگاہیں تو شاہی جلوسوں اور تقریبات کے دیکھنے کی عادی ہیں لیکن جب کسی نووارد کی آنکھیں ان نظاروں کو دیکھتی ہیں تو اسے عالم بیداری میں خواب کی سی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے وہ کچھ ایسا محسوس کرنے لگتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا حال، ماضی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ کبھی کسی دوسری صحبت میں بشرط فرصت قارئین ”پیغام صلح“ کو مکہ مسجد کی خاص خاص تقریبات و اجتماعات کا کچھ چشم دید حال سنایا جائے گا۔

(غیر مطبوعہ)

بینگنپنر احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

مورخہ ۱۲ر جولائی ۴۲ء بروز اتوار شام کے چھ بجے مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگز لاہور میں زیر صدارت جناب لالہ یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ بینگنپنر احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس منعقد ہوا جلسہ سے پہلے حاضرین جلسہ کی آموں سے تواضع کی گئی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق قرآن و رسول“ کے عنوان پر ایک نہایت ہی دلچسپ اور پر از معلومات تقریر کی جس میں فاضل مقرر نے بجائے اپنی طرف سے کچھ پیش کرنے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے ایسے حصص پیش کئے جن سے مندرجہ بالا عنوان کی خوب وضاحت ہوئی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصائد اور نظموں سے جستہ جستہ اشعار سنائے جنکی قوت شوکت اور جوش سے معلوم دیتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب اطہر میں عشق قرآن و رسول کا ایک ... بحر بے پایاں موجزن تھا اور آپ کے اندر قرآن مجید اور رسول کریم کیلئے اتنا بے پناہ جذبہ تھا کہ جس کی مثال گذشتہ زمانہ میں بھی نہیں ملتی بیشک آئمہ سلف نے اپنے اپنے وقت پر خوب حمد و ثنا کے ترانے گائے لیکن جو رنگ اور مقام آپکا تھا وہ کسی کو حاصل ہوا وغیرہ وغیرہ تقریر ہر لحاظ سے کامیاب رہی اور حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

تقریر کے اختتام پر فاضل صدر جناب لالہ یعقوب خاں صاحب نے اپنے صدارتی اشارات میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو سمجھنے کیلئے اس زمانہ کے پس منظر کے تجزیہ اور تحلیل کی ضرورت ہے جس زمانہ میں حضور تشریف لائے آپکے زمانہ سے لیکر آج تک غلبۂ اسلام اور احیائے اسلام کے لئے متعدد تحریکات معرض وجود میں آئیں لیکن کوئی تحریک کامیاب نہ ہو سکی، کامیاب صرف الٰہی تحریک ہی ہو سکتی ہے جس کے بانی کا تعلق آسمان سے ہے اور جو غلبۂ اسلام کیلئے مامور ہے یہ مسیح کا زمانہ ہے جو آسمان سے ایمان کو واپس لایا ہے مسلمانوں کی اصل کمزوری ایمان کا فقدان ہے اور یہ کمزوری اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک مسلمان زمانہ کے امام کو نہ پہچانیں میں نے بھی بارہا اس ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو غیر احمدی مسلمانوں تک پہنچایا جائے تاکہ ان کے عوارض دور ہوں اور ان میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جو اسلام کے لئے قوت اور شوکت کا باعث ہو۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

یورپ پر اسلام کے احسانات

از جناب عبدالعزیز صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس فائنل حال ہری پور ہزارہ

تمدن یورپ کی تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یورپ کا یہ دور ترقی اسلام کا مرہون منت ہے۔ اسلام سے پہلے یورپ کی فضائے محیط میں تاریکی ظلمت کے بادل چھا رہے تھے۔ علم و ادب کا نام و نشان نہ تھا۔ یہ ایک مسلم امر ہے کہ جب ایک قوم دوسرے پر حملہ کرتی ہے تو اختلاط و امتزاج کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے فاتح قوم کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مفتوح قوم اس کی تمدنی خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرلے۔ یہی حال یورپ والوں کا ہے۔ جب عربوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے رومۃ الکبریٰ کی عظیم الشان سلطنت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو پھر اس کی توجہ افریقہ کے زرخیز اور بنجر میدانوں کی طرف ہوئی۔ آخر سرزمین افریقہ بھی توحید کے نعروں سے گونج اٹھی مغرب کی طرف بحر ظلمات (بحر اوقیانوس) شمال کی طرف یورپ۔ اسلامی جوش نے بحر اوقیانوس کو بھی فتح کرنا چاہا۔ چنانچہ مسلم افواج کے حاکم اعلیٰ موسےٰ بن نضیر نے بحر اقیانوس میں گھوڑا ڈال کر کہا:۔

"اے خدا اس کے آگے بھی اور ملک ہوتا تو وہاں بھی تیرے مقدس نام کی تقدیس کرتا۔ اور یہ جان خوشی سے اسلام کے قدموں پر نثار ہوتی"۔ بھلا یورپ کے زرخیز میدان اور پہاڑ کب بچ سکتے تھے۔ مشیت ایزدی تھی۔ کہ وہاں بھی توحید کا غلغلہ بلند ہو، اسلام کے وہ نامور فرزند پیدا ہوں، جو بر اعظموں کے طول و عرض پر فتح و ظفر کے پرچم لہرائیں۔ آخر سپین کے ملک کو موسےٰ بن نضیر کے غلام طارق بن زیاد نے فتح کرلیا اور وہاں اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی کہ جس کے چشمۂ فیض سے یورپ صدیوں سیراب ہوتا رہا۔ سٹینلے لین پول لکھتا ہے "کہ اس وقت جیسی ترقی علم و فن میں سپین کے مسلمانوں نے کی تھی کسی دوسرے ملک اور قوم نے نہیں کی۔ فرانس جرمنی۔ انگلستان، وغیرہ سے طلباء چشمۂ علم سے سیراب ہونے کی غرض سے آتے تھے۔ علوم و فنون کے دریا صرف سپین کے شہروں میں بہتے تھے۔ علم ریاضی علم ہیئت علم نباتات، علم تواریخ و فلسفہ۔ علم کیمیا، علم طبعی کی تکمیل کا منبع سپین تھا۔ اس کے علاوہ زراعت آبپاشی۔ قلعہ بندی جہاز سازی وغیرہ میں بھی مسلمان آگے بڑھے ہوئے تھے"۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ یورپ والوں کو اسلام نے کیا کچھ سکھایا ہے۔

ملکی انتظام

اس ملکی انتظام میں بہت سے انتظامی سر رشتے شامل تھے۔ ایک سر رشتہ خزانہ تھا۔ جس میں محاصل آمدن۔ خرچ وغیرہ کا حساب رکھا جاتا تھا۔ اس کو بیت المال کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایک سر رشتہ خاص تھا۔ جس سے خلیفہ کے احکام جاری ہوتے تھے۔ خلیفہ کی طرف سے وزیر اعظم کو تمام اختیارات حاصل تھے۔ بعض خلیفوں نے وزیر اعظم کی مدد کے لئے کونسل بھی بنائی ہوئی تھی۔ ڈاک خانہ کا انتظام الگ تھا۔ ڈاک کا کام تیز رفتار گھوڑوں سے لیا جاتا تھا۔ جس کے ذریعہ سرکاری احکام اور خبریں بہت جلد دوسرے صوبجات میں پہنچ جایا کرتی تھیں۔ ملکوں میں سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ چوروں، ڈاکوؤں کو سخت سزائیں دیجاتی تھیں۔ جس کی وجہ سے چوری کا خطرہ مفقود ہوچکا تھا۔ فوج دو قسم کی ہوتی تھی۔ ایک مستقل یعنی دوامی فوج یہ فوج ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ اور اس فوج کو . . . . . . تنخواہ بیت المال سے ملتی تھی۔ دوسری فوج رضا کاروں کی تھی۔ جو مختلف جگہوں پر اپنا کاروبار کرتے تھے۔ ان کو بیت المال سے کوئی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ بوقت ضرورت ان کو اکٹھا کیا جاسکتا تھا۔ خفیہ پولیس کا بھی مکمل انتظام تھا۔ مختلف سلطنتوں کے فوجی راز معلوم کرنے کے لئے جاسوس مقرر تھے۔ جن کے کارنامے پڑھنے سے حیرت ہوتی ہے انتظام کے متعلق برک (Burke) نے کیا ہی اچھا لکھا ہے "کسی اسلامی سلطنت کا نام لینا۔ ایسی سلطنت کا نام لینا جس کا دارومدار قانون پر ہے اور یہ قانون وہ قانون نہیں ہے جو عام طور پر عیسائی سلطنتوں میں نافذ ہے بلکہ یہ خدائے پاک کا قانون ہے"

طبقۂ نسواں کی حالت

۵۷۲ء سے پہلے اگر یورپ کے طرز معاشرت پر نظر ڈالی جائے۔ تو صاف پتہ لگتا ہے کہ طبقۂ نسواں کی حالت دگرگوں تھی۔ عورتوں کے لئے کوئی حقوق نہ تھے۔ اور نہ ہی یہ ترکہ کا دعوےٰ کرسکتی تھیں۔ نہ کسی چیز کے بیچنے اور خریدنے کی مجاز تھیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ یونانی تہذیب و تمدن نے باوجود اپنے تمام کمالات و اوصاف کے عورتوں کے حقوق کو صحیح تسلیم نہیں کیا سولن کے قانون کی رو سے لڑکی کے باپ کو یہ اختیار حاصل تھا۔ اگر لڑکی باپ کی خلاف مرضی کسی دوسرے شخص سے شادی کرے تو اُسے فوراً قتل کردیا جائے۔ مگر اسلام نے تو لڑکی کی رضامندی کو مقدم رکھا ہے۔ انجیل و توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں بھی عورت کا اتنا احترام نہیں کیا گیا مگر اسلام نے تو بالکل نقشہ ہی بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً . . . . . . الخ۔ یعنی اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں لوگوں سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم آرام اٹھاؤ اور اس نے تمہارے دلوں میں محبت اور رحم دیا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے وعاشروھن بالمعروف ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خیرکم خیرکم لاھلہ . . . .

یعنی تم میں سے سب سے زیادہ نیک وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکی کرے اور تم سب سے زیادہ میں بہتر سلوک کرنے والا ہوں اپنی بیویوں کے ساتھ۔ پھر حضور فرماتے ہیں:۔

اپنی بیویوں کو وہی کھانے کو دو۔ جو خود کھاؤ۔ انہیں وہی پہناؤ جو خود پہنو۔ ان کو کبھی نہ مارو۔ اُن سے کبھی سخت کلامی درشتی سے نہ بولو۔

حضور نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:۔

— — — لوگو اپنی بیویوں کے متعلق خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا تعالےٰ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہودی مذہب کو دیکھئے۔ ان کی دعا یہ ہوتی ہے:۔ اے خدا تو پاک اور برتر ہے تو دنیا کا مالک ہے تیرا شکر ہے کہ مجھے تو نے عورت نہیں بنایا۔ اب عیسائی مذہب کے عالم سینٹ پیٹر کی رائے دیکھئے۔ نکاح کرنا گناہ تو نہیں ہے۔ لیکن نکاح ہزاروں مصیبتوں کا موجب ضرور ہوتا ہے۔

سینٹ پال فرماتے ہیں:۔ عورت کو خاموش رہنا چاہیئے اطاعت اور محکومیت اس کا ازلی حصہ ہے سینٹ گریگیری اعظم کے خیال میں عورت میں بھڑ کا زہر ہے اور اژدھے کا کینہ — عیسائی مذہب کی پیرو عورتیں یورپ امریکہ میں اس وقت کیا کررہی ہیں اور ان میں کیسا ارتقا ہوا ہے خود مسیح مذہب کی تعلیم کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ مسٹر خالد لطیف گابا کی مشہور کتاب "انکل سام" اس مغربی تہذیب کا صحیح نمونہ پیش کرتی ہے۔ میں اس کتاب سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

غلامی

یورپ کے اکثر مؤرخین نے اسلام کو مطعون کیا ہے کہ اسلام میں غلاموں کے لئے سخت قوانین ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان یورپین مؤرخین نے قرآن اور اسلامی تواریخ کا اچھی طرح سے مطالعہ نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے تو وہ احکامات جاری کئے ہیں۔ جن سے مساوات کی بو آتی ہے۔ سولن اور دوسرے ممالک کے قوانین ملاحظہ ہوں۔ قانون روم کی رو سے مالک کو اپنے غلام پر ہر طرح کے اختیارات حاصل تھے۔ یہاں تک کہ غلام کی زندگی اور موت مالک کے ہاتھوں میں تھی۔ غلام اپنے لئے کوئی دولت جمع نہیں کرسکتا تھا۔ اگر غلام مالک سے ذرا بھی سرکشی کرے اس کی سزا موت مقرر تھی۔ گواہی کے لئے وہ پیش نہیں ہوتا تھا۔ ذرا اسلام کی تعلیم دیکھئے:۔ سورہ محمد میں ارشاد ہوتا ہے "کہ غلاموں کو بلا معاوضہ آزاد کردو" سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے "ایسے غلاموں کو جو جزیہ ادا کرنے پر آزاد ہونا چاہیں تم ایک تحریر لکھ دو اور اس دولت سے جو خدا نے تم کو عطا کی ہے انہیں بھی کچھ دو"۔ حدیثوں میں یہاں تک آیا ہے کہ غلاموں کو بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کردو۔ ان سے بھائیوں جیسا سلوک کرو۔ جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے "کہ اسلام میں قیدی یا غلام فوراً اپنے آقا کے برابر اور اس کا دوست بن جاتا تھا"۔ روم کی تواریخ پڑھنے سے یہ بات بخوبی روشن ہوجاتی ہے کہ ہزاروں انسانوں کی ناجائز قربانی

کو روا رکھا جاتا تھا ۔ ڈیڈل لڑنے کی مذموم رسم جاری تھی مگر اسلام نے صاف حکم دیا ۔ و لا تقتلوا انفسکم الخ یعنی خودکشی نہ کرو اور انسان کی جان نہ مارو ۔

علوم و فنون

اس میں شک نہیں روم و یونان کی تہذیب نے بہت کچھ کیا تھا ۔ مگر یہ تہذیب زیادہ دیر تک نہ رہ سکی ۔ زمانہ کے تغیر نے اسکو نیست و نابود کر دیا ۔ مگر اس تہذیب تمدن کے عہد کی کتابیں کہیں نہ کہیں کسی جگہ پوشیدہ تھیں ۔ ان کو عربی فضلاء نے جمع کیا ۔ اور ترجمے کر کے زندہ جاوید بنا دیا ۔ بلکہ اس پر وہ شاندار اضافہ کیا ۔ جس پر آئندہ نسلیں فخر کرتی رہیں گی ۔

مشہور مؤرخ سیل لکھتا ہے :۔

"اس زمانہ میں ابتدائی تعلیم کا انتظام اس قدر اعلیٰ اور قابل ستائش تھا ۔ کہ قلمرو اندلس میں کوئی شخص بے پڑھا لکھا نہیں مل سکتا تھا ۔ درآنحالیکہ اس وقت یورپ کے اور ممالک کی عام آبادی میں شاید ہی کوئی پڑھا لکھا آدمی ملتا ہوگا ۔ مگر اندلس کا ایک معمولی انسان بھی پڑھا لکھا ہوتا تھا"

ابن یونس نے وقت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے آلہ پنڈولم ایجاد کیا ۔ خلیفہ ہارون الرشید نے شاہ فرانس (شارلمین) کو ایک گھڑی بھیجی تھی ۔ جس کو دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران ہو گئے تھے ، کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا ۔ کہ اس گھڑی کو کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ یہ گھڑی ایک عجیب صناعی کا نمونہ تھی ۔ ایک بجے اس کے اندر سے ایک سوار نکلتا ۔ دو بجے دو ۔ تین بجے تین ۔ اسی طرح ایک ایک گھنٹہ کے بعد ایک ایک سوار نکلتا تھا ۔

خلیفہ المستنصر باللہ عباسی نے ایک ایسی گھڑی بنوائی تھی ۔ جس میں لاجورد کا ایک حلقہ آسمان کی صورت پر بنا ہوا تھا اس میں ایک آفتاب تھا ۔ جو برابر حرکت کرتا رہتا تھا ۔

علامہ شبلی نے ایک ایسی گھڑی کا ذکر کیا ہے ۔ جس کو باز اپنی چونچوں سے پیتل کی گولیاں ۔ پیتل کی پلیٹ پر گرا کر وقت معینہ پر بجاتے تھے ،

محمد بن موسےٰ پہلا شخص تھا جس نے کرۂ زمین کی پیمائش کا طریقہ بتایا تھا ۔ اور آلات ایجاد کئے ۔ موسیو رینان پسیان نے تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ اہل عرب ہی بارود دار توپوں کے موجد تھے ۔ علامہ سکاٹ لکھتا ہے :۔

"کہ جہاز سازی میں مسلمانوں نے کچھ کم ترقی نہیں کی تھی ۔ اندلس کے خلیفہ عبدالرحمٰن نے ایک اتنا بڑا جہاز بنایا تھا ۔ کہ اس وقت یورپ میں کوئی جہاز اس پایہ کا نہ تھا "

عربوں نے ہی سب سے پہلے قطب نما کو استعمال کیا تھا ۔ ابوالصلت نے جر ثقیل کے وہ آلے بنائے جن سے غرق شدہ جہاز آسانی سے نکالا جا سکتا تھا ۔ مسلمانوں نے ہی ہوا کا رخ معلوم کرنے کے لئے ایک آلہ بنایا ۔ اگرچہ موجد کا نام معلوم نہیں ۔ ہشام جامع ... کے ایک گنبد کے اوپر ایک مجسمہ تھا جس کی شہادت کی انگلی ہوا کے رخ پر خود بخود ہو جایا کرتی تھی ۔ ہوائی جہاز ... جسم کا ایک جہاز ابوالقاسم عباسی نے بنایا تھا ۔ اور اس پر اس نے سفر بھی کیا تھا ۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا ۔ ابن خلقان لکھتا ہے ۔ کہ ابونصر فارابی نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا ۔ جس کی مثال آج دنیا میں بھی نہیں ۔ اس نے ایک روز سیف الدولہ کی مجلس میں اس آلہ کو بجانا شروع کیا ۔ جس کو سنتے ہی سب ہنسنے لگے ۔ اس نے کھول کر اس آلہ کو دوسری ترکیب سے بجایا ۔ تو سب لوگ رونے لگے ۔ پھر جب اس کی ترکیب بدلی تو سب سو گئے ۔

مسٹر سکاٹ لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے شکر سازی کے کارخانے بنائے ۔ گنا بھی یورپ میں مسلمانوں کے طفیل پہنچا ۔ اس کا رس نکال کر شکر بنانا اہل اندلس نے یورپ کو سکھایا ۔

بقول سکاٹ ۔ اقوام یورپ باوجود اپنی قدیم تہذیب کے صابن سے ناآشنا تھیں ۔ عربوں نے ہی ان کو صابن بنانے کے طریقے سکھائے ۔ اس کے علاوہ الکحل ۔ گندھک ۔ تیزاب وغیرہ کے موجد مسلمان ہی تھے ۔ بقول ڈاکٹر لیبان ۔ مسلمانوں نے چیتھڑوں سے کاغذ کا بنانا ایجاد کیا ۔

عربوں نے فن تعمیر کا ایسا طریقہ اختیار کیا ۔ جس کو بہت سے ممالک یورپ نے اپنا شعار بنا لیا فن تعمیر میں ملک سپین کی مسجدیں اور ان کے محراب گنبد ۔ طویل مینار ۔ عربوں کی عظمت پر شاہد ہیں ۔ عربوں نے یونیورسٹیاں قائم کیں ۔ قرطبہ کی یونیورسٹی میں سینکڑوں عیسائی طلبا تعلیم پاتے تھے ۔ سکاٹ خلیفہ حاکم ثانی کے متعلق لکھتا ہے :۔

علمی و ادبی کارناموں ، فنون و حرفہ کی سرپرستی کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تاریخ میں کوئی ایسا قابل ذکر بادشاہ نہیں گذرا ۔ جو حاکم کی ہمسری کر سکے دنیا کے ہر ایک ملک میں ۔ ہر مہذب و متمدن مقام پر ۔ بڑے بڑے دارالسلطنتوں اور مغرب و مشرق کی تجارتی منڈیوں ۔ یعنی بغداد ۔ قاہرہ ۔ دمشق میں اس بادشاہ کے ایجنٹ موجود تھے ، تاکہ اس کے کتب خانوں کے لئے نایاب و بیش قیمت کتابیں جمع کر کے قرطبہ بھیجتے رہیں اس حاکم کی سرپرستی اور علم پروری کو دیکھ کر ہر مشہور مصنف ، اپنی کتاب کتب خانہ شاہی کی نذر کرتا تھا ۔ اور اس طرح سینکڑوں اعلےٰ دماغ مصنف ، اسکی بدولت پرورش پا رہے تھے ۔

الخوارزمی کی تصانیف سے یورپ والوں نے **الجبرا** اور ریاضی کے نکات حاصل کئے ۔ موجودہ علم کیمیا ابوموسےٰ جعفر کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ۔ دوربین کو گلیلو نے ایجاد نہیں کیا ۔ بلکہ ایک مسلمان ابوالحسن نے ایجاد کیا ۔

پروفیسر ایچ ۔ اے سلمان . . . ایم ۔ اے . . . اپنی کتاب "عرب کا عروج و زوال" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" اس یورپ میں نئی روح پھونکنے کا فخر صرف عربوں کو حاصل ہے ۔ یہ عرب ہی تھے جنھوں نے گمشدہ یونانی مصنفوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا ۔ اہل ہسپانیہ نے علم کی وہ شمع روشن کی ۔ جس نے تاریخ کے سیاہ صفحوں کو چمکا دیا ۔ اور یقیناً کہنا پڑتا ہے اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تاریخ اتنی شاندار نہ ہوتی "

امتحانِ دینیات قریب آرہا ہے

احباب جلد توجہ فرمائیں

قبل ازیں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دینیات کے امتحانات سہ ماہی ہوا کریں اور ہر سہ ماہی صرف ایک مضمون کا امتحان ہوا کرے پہلی سہ ماہی کا امتحان شروع اکتوبر ۱۹۴۲ء میں منعقد ہوگا ، اور صرف قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کا امتحان ہوگا ، جس کے پانچ درجے ہیں ۔

درجہ اوّل ۔ سورۃ فاتحہ و بقرہ

درجہ دوم ۔ سورۃ آل عمران ۔ نساء و مائدہ

درجہ سوم ۔ سورۃ انعام تا آخر سورۃ توبہ

درجہ چہارم ۔ سورہ یونس تا آخر سورۃ عنکبوت

درجہ پنجم ۔ سورۃ روم تا ختم قرآن ۔

اس وقت تک ان امتحانات کے درجہ اوّل کیلئے آٹھ امیدواران کی درخواستیں آئی ہیں اور درجہ دوم کیلئے صرف ایک درخواست موصول ہوئی ہے ۔ امیدواران کے نام حسب ذیل ہیں ۔

امیدواران درجہ اوّل

(۱) شیخ یوسف احمد صاحب وزیرآباد (۵) خواجہ ظہور احمد صاحب راولپنڈی
(۲) سید سکندر شاہ صاحب کوہاٹ (۶) میاں قمرالدین احمد صاحب ، ،
(۳) خواجہ محمد حسین صاحب راولپنڈی (۷) فخرالدین احمد صاحب ، ،
(۴) میاں بشارت احمد صاحب ، ، (۸) بابو عبدالعزیز صاحب آئیڈیل کالونی لاہور

درجہ دوم ۔ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب گوجرانوالہ

یہ صورت حالات بہت ہی افسوسناک اور مایوس کن ہے ۔ احمدی جماعت جو قرآن کریم کے درس و تدریس میں پل کر جوان ہوئی ، جس کو مجدد وقت نے قرآن کی خدمت اور اشاعت کے لئے کھڑا کیا ، جس کے پاس حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے درس قرآن کریم کے نوٹ ، حضرت امیر ایدہ اللہ کا بیان القرآن اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے انوار القرآن موجود ہیں ، اس کی طرف سے قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے امتحان کے لئے ایسی سستی اور لاپرواہی کا اظہار ہو ، تو کس درجہ افسوس کا مقام ہے !

میں اپنے دوستوں اور عزیز نوجوانوں کو بڑے زور سے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس امتحان میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہوں ، دنیوی امتحانات کے لئے جن سے معمولی دنیوی مفاد کی امید ہوتی ہے کس قدر شوق و ذوق کا اظہار کیا جاتا ہے ، اور محنت و مشقت سے کام لیا جاتا ہے ، کیا وہ قوم جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے ۔ قرآن کریم کے (جو ہماری دنیا اور آخرت کا بہترین توشہ ہے اور جس کی اشاعت کا ہم نے مجدد وقت کے ہاتھ پر عہد کر رکھا ہے) امتحان کے لئے چند دن کی محنت برداشت نہیں کر سکتی !

امید ہے ہمارے احباب جلد سے جلد اس طرف توجہ فرمائیں گے ، اور امتحان قرآن کریم کے لئے اپنے نام بھیج کر قرآن کریم سے اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیں گے ؟ والسلام ۔ خاکسار عزیز بخش

آنریری جائنٹ سیکرٹری

دنیائے عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

ماسکو - ١١ جولائی - پندرہ روز ہوئے۔ روس میں جو جرمن حملہ کرسک سے شروع ہو کر بہت ہی جلد بلگراڈ اور ووچنگ تک پھیل گیا تھا۔ اب مسلسل ڈیڑھ سو میل لمبے محاذ پر جاری ہے۔ جرمن اوسوش پر قبضہ کرنے کے لئے، اب شہر کے جنوب میں دو مقامات پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ موجودہ حملہ میں جرمنوں کے جانی اور مالی نقصانات، زبردست ہیں اور وہ اپنے ٹائم ٹیبل سے بہت پیچھے ہیں لیکن ان کی کامیابیاں بھی کافی ہیں۔ ماسکو میں کھلے الفاظ میں یہ اعتراف کیا جاتا ہے کہ صورت حالات بہت نازک ہے، اور اس احساس نے ہی قوم میں پہلے سے زیادہ بڑی قربانیاں دینے کے لئے جوش پیدا کر دیا ہے۔

نئی دھلی - ١١ جولائی - حکومت ہند کو یقین ہو گیا ہے کہ کمیونسٹ جنگ میں اس سے پورا تعاون کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں مختلف صوبوں میں رہا کیا جا رہا ہے اب معلوم ہوا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی سے پابندی ہٹانے کا اعلان بھی جلد ہونے والا ہے۔

کراچی - ١١ جولائی - اطلاع ملی ہے کہ کل شام موضع کھیر میں ضلع تھارپا کے مشہور زمیندار اللہ واد خاں کو حروں نے مار دیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مقتول اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ اپنے گاؤں کو جا رہے تھے۔ جبکہ حروں کے ایک گروہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ اطلاع ملی ہے کہ نواب شاہ میں مزید تیرہ حروں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دریائے سندھ کو پار کرنے میں مدد دینے کے الزام میں کئی حروں کو پکڑا گیا ہے۔

لاہور - ١١ جولائی - مسٹر ہینڈرسن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ایک اعلان کیا ہے۔ کہ جو شخص گندم۔ گندم سے تیار کردہ اشیاء۔ مٹی کا تیل۔ کھانڈ اور ایندھن کی فروخت [illegible] کے آدمیوں سے روکے گا اسے ڈیفنس [illegible] رولز کے ماتحت تین سال تک سزا قید [illegible] دونوں سزائیں ہو سکیں گی۔ یہ حکم سارے ضلع [illegible] ہے۔

لنڈن - ١٢ جولائی - ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ مصر میں برطانوی فوجوں نے جمعہ کو جو حملہ کیا۔ وہ تسلی بخش طور پر ترقی کر رہا ہے۔ کئی سو محوری قید بنائے گئے برطانوی فوجوں نے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی مدد سے الامین کے شمال میں حملہ کر دیا۔ جرمنوں نے جنوب میں حملہ کرتے ہوئے قوارہ کے ڈھلوان کے سرے پر انگریزوں کے ایک حفاظتی مورچہ پر قبضہ کر لیا۔ اس مورچہ میں برطانوی فوجیں نہیں تھیں۔

ماسکو - ١٢ جولائی - ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ دورونیز کے لئے جنگ شدت سے ہو رہی ہے پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ڈون کے مشرقی کنارے کی جنگ کی شدت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ جو جرمن ٹینک اور موٹر دستے دریا کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، ان کی زبردست مزاحمت کی جا رہی ہے۔

سٹاک ہالم - ١٢ جولائی - حکومت سویڈن نے اعلان کیا ہے کہ ایک سویڈش جہاز کو بحیرہ بالٹک میں سویڈن کے پانیوں میں تارپیڈو مار کر ڈبو دیا گیا ہے، اعلان میں درج ہے کہ اس جہاز کا وزن ٥٠٠٠ ٹن تھا۔ اور یہ ایک جہازی قافلہ میں جا رہا تھا کہ دوپہر کے بعد اس پر حملہ کر کے اسے فوراً ڈبو دیا گیا۔ جب جنگی جہازوں اور ہوائی جہازوں نے جو اس قافلہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ حملہ آور آبدوز پر حملے کئے۔

لنڈن - ١٣ جولائی - رائٹر کا فوجی نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ ہٹلر کاکیشیا کی طرف بڑھنے کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا رہا ہے۔ فریقین کی فوجیں جن کی تعداد بیس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ تین سو میل کے مورچے پر خوفناک جنگ میں الجھی ہوئی ہیں۔ جنرل نان بک کی فوجیں عاد ی ڈون کو تسخیر کر لینا چاہتی ہیں۔ جبکہ ان کی اگلی فوجوں کا مقصد سٹالینو گراڈ کے اہم صنعتی شہروں کو فتح کرنا ہے۔ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ دور جنوب میں جرمن فوجوں نے تگن روگ سے اوسلوف کی طرف نیا حملہ کر دیا ہے۔ ممکن ہے کہ گھر جانے کے خطرہ سے بچنے کے لئے مارشل تموشنکو اپنی فوجوں کو تگن روگ کے آس پاس کے مورچوں سے پیچھے ہٹا لیں۔

معلومات

آسام سے مصر تک

آسام سے مصر تک اتحادی فوجوں نے آج کل ایک ہی محاذ بنا رکھا ہے۔ اس محاذ میں ہندوستان ایران۔ عراق۔ فلسطین۔ شام۔ عرب اور مصر شامل ہیں۔ آسام کے مشرق سے مصر کے مغرب تک کا ہوائی فاصلہ قریباً ۷ ہزار میل ہے۔ اور جن ملکوں سے ہو کر محاذ کی یہ لائن گذرتی ہے اُن کی آبادی و رقبہ حسب ذیل ہے۔

ملک	رقبہ مربع میل	آبادی
ہندوستان	۱۸۰۸۶۷۹	۳۹۶۵۰۰۰۰۰
ایران	۶۲۸۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰
عراق	۱۱۶۶۰۰	۳۵۶۰۴۵۶
فلسطین	۱۰۴۲۹	۱۴۱۸۶۱۸
شام	۵۷۹۰۰	۳۶۳۰۰۰۰
عرب	۱۰۸۳۲۰۰	۹۷۷۵۰۰۰
مصر	۳۸۳۰۰۰	۱۶۹۰۴۵۲۵

تھوڑا کھاؤ۔ دیر تک جیو

راک فیلا انسٹی ٹیوٹ کارنل (امریکہ) کے مشہور سائنس دان ڈاکٹر کلائیو میکے نے خوراک اور زندگی کے متعلق ایک نیا انکشاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سفید چوہوں پر خوراک کا وہی اثر ہوتا ہے جو انسانی جسم پر۔ اور وہ خوراک بھی وہی کھاتے ہیں جو عام انسان کھاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سفید چوہے کی زندگی کے دس دن انسانی زندگی کے ایک سال کے برابر ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر کلائیو نے اڑھائی ہزار سفید چوہوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ان پر تجربات کئے۔ کچھ چوہوں کو خوراک کی عام مقدار دی گئی۔ کچھ کو زیادہ اور کچھ کو عام مقدار سے بہت کم۔ جن چوہوں کو عام مقدار میں خوراک ملی۔ ان کی زندگی کے دنوں میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ اتنا ہی جیئے جتنا کہ عام سفید چوہے جیتے ہیں۔ جن کو زیادہ خوراک دی گئی۔ وہ جلدی مر گئے۔ اور جن کو سب سے کم خوراک دی گئی، وہ عام چوہوں سے بہت زیادہ دیر تک جیتے رہے۔ کم خوراک کا فیصلہ اس طرح کیا گیا۔ کہ خوراک کی مقدار کم ہو جائے۔ لیکن طاقت کم نہ ہو۔ ان میں سے بعض چوہے ۱۴۰۰ دن تک زندہ رہے۔ ڈاکٹر کلائیو نے اس سے نتیجہ نکالا کہ اگر عام انسانی خوراک میں بھی اسی طریقہ سے کمی کر دی جائے تو انسان کی عام زندگی ۱۴۴ برس ہو جائے گی۔

سراج اوغلو

سراج اوغلو جسے ترکی کا نیا وزیر اعظم مقرر کیا گیا ہے اس سے پہلے ترکی کا وزیر خارجہ تھا۔ سراج اوغلو کی شخصیت کو اس وقت شہرت حاصل ہوئی۔ جب اس نے برطانیہ سے اس معاہدہ پر دستخط کئے جس میں برطانیہ نے ترکی کو امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔

لڑائی چھڑنے کے چند ماہ بعد سٹالین نے سراج اوغلو کو ماسکو میں بلایا اور اس کے سامنے یہ مطالبہ رکھا کہ اگر روس کو کسی کے خلاف جنگ میں شامل ہونا پڑے تو ترکی درہ دانیال میں سے کسی غیر ملکی جہاز کو گذرنے نہ دے۔ اور بحیرہ اسود کے روسی بیڑے کو درہ دانیال سے گذرنے کی اجازت دے۔

سراج اوغلو نے اس تجویز کو نامنظور کر دیا۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے۔ جب سٹالین لٹویا۔ استھونیا اور لتھوانیا سے اسی قسم کے مطالبات منظور کرا رہا تھا اور جرمنی نے ابھی تک فرانس پر حملہ نہ کیا تھا۔

سراج اوغلو کے اس انکار پر روسی اخبارات نے بُرا منایا۔ خود سٹالین کو بھی مایوسی ہوئی۔ لیکن اسے اندیشہ تھا، کہ جرمنی اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر ترکی کو روس کے خلاف بھڑکائے گا اسلئے جب سراج اوغلو ماسکو سے واپس ترکی روانہ ہوا تو سٹالین نے کہا کہ اگرچہ ترکی نے روس کی تجاویز منظور نہیں کیں مگر اس سے ترکی اور روس کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دونوں ملک ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔

سٹالین نے یہ کہہ تو دیا مگر روس سے ترکی کی بدگمانی دور نہیں ہوئی جرمنی نے اس سے فائدہ اُٹھایا چنانچہ جب جرمنی نے روس پر حملہ کیا۔ تو اسکی وجہ یہ بھی بتائی کہ ام مولوتوف نے برلن میں آکر جرمنی سے مستقل سمجھوتہ کی جو شرطیں پیش کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ترکی درہ دانیال کا کنٹرول روس کے حوالے کر دے۔

تاہم سراج اوغلو بڑا سمجھدار سیاستدان ہے اس نے بار بار غیر جانبدار پالیسی پر عمل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہاں تک کہ عراق سے امداد کا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قُلْ یَا أَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهِ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۸ ماہ رجب ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۰

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

والدہ کی اطاعت

ایک دوست نے خط کے ذریعے اس امر کا استفسار کیا۔ کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے اور مجھے طلاق کیواسطے حکم دیتی ہے۔ مگر مجھے بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا والدہ کا بہت بڑا حق ہے۔ اور اسکی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ بات دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ آیا اس ناراضگی کی تہ میں کوئی اور بات تو نہیں۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔ مثلاً اگر والدہ اس کسی دینی وجہ سے ناراض ہو۔ یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو۔ تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے۔ جب تو وہ خود واجب طلاق ہے۔

اصل میں بعض عورتیں محض شرارت کیوجہ سے ساس کو دکھ دیتی ہیں۔ گالیاں دیتی ہیں ستاتی ہیں۔ بات بات میں اسکو تنگ کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بیوجہ نہیں ہوا کرتی ہے۔ تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آسکتی ہے کہ وہ بے طور سے اپنے بیٹے کی بہو سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ایسے لڑائی جھگڑوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ والدہ حق بجانب ہوتی ہے۔ ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہوتی ہے۔ کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے۔ مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ جب اسکی والدہ ناراض ہے۔ تو وہ کیوں ایسی بے ادبی کے لفاظ بولتا ہے۔ کہ میں ناراض نہیں ہوں۔ یہ کوئی سوکنوں کا معاملہ تو نہیں۔ والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں۔ تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اور ہو تو فوراً اسے دور کرنا چاہیئے۔ خرچ وغیرہ کے معاملے میں اگر والدہ ناراض ہو اور بیوی کے ہاتھ میں خرچ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ماں کے ذریعہ سے خرچ کرائے اور کل انتظام والدہ کے ہاتھ میں دے۔ والدہ کو بیوی کا محتاج اور دست نگر نہ کرے۔ بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہیئے اور جو وجہ ناراضگی ہے اسکو مٹا دینا چاہیئے اور والدہ کو خوش کرنا چاہیئے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں۔ اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے۔ اگر صلح کی جاوے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔ (الحکم ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۳)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب آجکل ٹنگمرگ (کشمیر) میں مقیم ہیں۔

— لفٹنٹ ڈاکٹر مرزا رفیع بیگ صاحب آئی ایم ایس کوئٹہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ انہیں ایک خاص مہم پر بیرون ہند بھیجا جا رہا ہے احباب سلسلہ خاص طور پر انکی عافیت اور کامیابی کے لئے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں حفاظت سے رکھے۔ نیز ان کے وطن میں ان کی سخت مخالفت ہے اور ملاؤں کے بھڑکانے سے عوام سلسلہ کے معاند ہیں اور آجکل ان کے اہل و عیال وہاں مقیم ہیں جہاں انہیں تکالیف پیش آ رہی ہیں اس مشکل کے لئے بھی وہ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

— خان بہادر میاں رحیم بخش صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ جنرل ایکسائز اینڈ سالٹ ۲۴ جولائی سے دہلی سے تبدیل ہو کر سپرنٹنڈنٹ سالٹ لائنز راجپوتانہ جا رہے ہیں احباب خانصاحب موصوف کیلئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو انکے لئے مبارک کرے نیز ان کا صاحبزادہ میاں فضل الرحیم اب بفضلہ تعالیٰ شفا یاب ہو گیا ہے۔

— مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی صاحبزادی ایک عرصہ سے بیمار ہے آجکل حالت زیادہ نازک ہے احباب کرام سے استدعا ہے کہ ان کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

سپاس تعزیت

جناب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ اور بچے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات پر انہیں ہمدردی کے خطوط لکھے فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے اسلئے اخبار کے ذریعہ سپاس تعزیت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان مذکورہ دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین ؟

اسلام کا اثر ہندوستان پر

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان

حسب اجازت

آریوں کا الزام

آریہ صاحبان کبھی کبھی اسلام پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں۔ کہ اسلام یا مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا مگران دوستوں کا یہ کہنا ان کے سطحی خیالات پر مبنی ہے، ورنہ جب ہم غور و خوض اور چھان بین سے کام لیتے ہیں، تو ہندوستان کے لئے ہم اسلام کو سراسر رحمت پاتے ہیں، ہندوستان کو اسلام کے ورود کے قبل حسب ذیل چار مدارج سے گذرنا پڑا (۱) برہمنی مذہب یا ویدک دھرم (دوم) وام مارگ (سوم شومت (چہارم) بدھ اور جین دھرم۔

ویدک دھرم اور ہندوستان

سب سے اوّل ہم برہمنی مذہب یا ویدک دھرم کو لیتے ہیں۔ "قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے فاضل مصنف پنڈت رومیش چندر دت جی۔سی۔آئی۔ای۔ اپنی اس مشہور کتاب کے چھٹے باب میں لکھتے ہیں:۔ کہ اس عہد میں عناصر پرستی اور سوم لتا کا بہت رواج تھا۔ سوم لتا کے متعلق یہی صاحب اپنی اس مایہ ناز کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ ایک نباتات ہے۔ بالعموم دریا وغیرہ کے کناروں پہ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے پتے نوکدار ہوتے ہیں، اور اسے ڈنڈے کو ندے میں رگڑ کر چھان کر دودھ اور میٹھا ملا کر استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ایک سرور آور چیز ہوتی ہے۔

وام مارگ

اس کے بعد وام مارگ کا زمانہ آیا۔ اس مذہب میں علاوہ علامت ...... کی پوجا کے اور کئی ایسے ناگفتنی عقائد تھے کہ جن کے اظہار کا قلم کو یارا نہیں اور پھر لطف یہ کہ۔ اس مذہب میں وہی شخص زیادہ نیکوکار سمجھا جاتا جو ان عقائد کا سختی سے عامل ہوتا تھا۔

شومت

اس کے بعد شومت کا زمانہ آیا۔ اس میں علامت ... ... کی پوجا کا رواج تھا۔ اور اس مذہب میں بھنگ کا بھی بہت احترام تھا۔ چنانچہ ان کے ہاں یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ "بھنگ گنگ دو بہین ہیں رہتی شو کے سنگ" گنگ سے مراد گنگا ہے۔ یعنی گنگا اور بھنگ سے شو جی کو بہت پریم ہے۔

بدھ اور جین مت

اس کے بعد چوتھا درجہ بدھ اور جین مت کا آیا۔ یہ صحیح ہے کہ ان لوگوں نے وام مارگ اور شومت وغیرہ کی قباحتوں کے خلاف بڑی زبردست آواز بلند کی۔ جہاں اس مذہب میں یہ اچھی باتیں تھیں۔ وہاں اس مذہب نے خداوند تعالیٰ کی ہستی کا سرے سے ہی انکار کیا۔ اور ان کے مذہب کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ "آہنسا پرمو دھرما" یعنی کسی کو اذیت نہ دینا۔ یہی سب سے بڑھکر نیکی اور دھرم ہے۔ ہندوستان میں آجکل جینیوں کا مرکز گجرات اور کاٹھیاواڑ ہے۔ جہاں کے جناب گاندھی جی رہنے والے ہیں۔ اور اس آہنسا پرمو دھرما کا جناب گاندھی جی پر بھی غیر معمولی اثر ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا دور

اب آتا ہے ہندوستان میں مسلمانوں کے ورود کا زمانہ ہندوستان میں مسلمانوں کا پہلا داخلہ ۳۹ھ بذریعہ ابوالعاص عامل یمن ہوا۔ دوسرا داخلہ بذریعہ امیر مہلب ۶۴ھ میں ہوا۔ تیسرا داخلہ بذریعہ محمد بن قاسم ۹۳ھ میں ہوا۔

ویدانت مت

ٹھیک آٹھویں صدی میں ملک مالابار میں شنکر آچاریہ جی کا ظہور ہوا۔ اور یہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔ مگر یہ صاحب بدھ مذہب کو شکست دینے کی خاطر اپنی دھن میں اتنے بڑھ گئے، کہ انہوں نے ہر ایک چیز کو خدا کی شکل میں پیش کیا۔ ان کے مت کو ویدانت مت بھی کہتے ہیں۔ ان کی تعلیم یہ ہے کہ "اس جیو میں بھید نہ جانو سادھ چور سب برہم پہچانو"۔ مجھے اس کے اظہار میں خوشی ہے۔ کہ اس توحید کے عقیدہ میں بہت حد تک اسلام نے شری شنکر اچاریہ کی مدد کی۔ بوجہ مالابار کے سمندری کنارہ ہونے کے شروع سے ہی عرب تاجروں کی آمد و رفت مالابار میں تھی۔ نہ صرف آمد و رفت تھی، بلکہ عرب مالابار میں مقیم ہو چکے تھے۔ مسعودی جو آٹھویں صدی میں مالابار میں آیا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ کہ "اس وقت مالابار میں قریباً دس ہزار عرب مسلمان آباد ہیں۔ ان میں بعض مشہور تاجر ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کا رئیس ابوسعید بن زکریا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا۔ کہ شری شنکر آچاریہ کی پیدائش کے وقت مسلمان عرب تاجر مالابار میں آباد تھے۔ اور ان مسلمانوں نے توحید کے معاملہ میں شری شنکر اچاریہ کی بڑی مدد کی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں شری شنکر اچاریہ نے بدھ مت کا بڑے دھڑلے سے کھنڈن کیا۔ وہاں وہ اپنے ہمسایہ مسلمانوں کے متعلق خاموش رہا۔ آٹھویں صدی کے بعد ہندوستان میں جو مذاہب سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:۔ ویدانت مت۔ سکھ دھرم پرنامی مت، برہمو سماج، آریہ سماج وغیرہ۔ ویسے تو اور بھی بہت سے مذاہب ہیں، مگر وہ سب ایک ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویدانت مت کا ذکر تو اوپر آچکا ہے۔

اسلام کا اثر سکھ دھرم پر

اب سکھ دھرم کو لیجئے۔ کہ اسلام نے تمدنی اور روحانی رنگ میں اس مذہب پر کتنا اثر ڈالا۔ اوّل آپ سردار کا لفظ لیجئے۔ یہ ایک فارسی لفظ ہے۔ اور مسلمان اسے اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے۔ مسلمانوں کے آنے سے پہلے سردار کی بجائے مکھیا لفظ کا رواج تھا۔ پھر لباس کو لیجئے۔ لمبا کرتہ اور پاجامہ۔ یہ مسلمانوں کا لباس ہے۔ پھر اکالیوں کا سیاہ لباس جو عباسیوں کا امتیازی نشان تھا۔ پھر ڈاڑھی کا رکھنا۔ جس کی اسلام میں تاکید ہے۔ اکٹھے مل کر سفر کرنا۔ اور اس میں ایک جتھے دار کا انتخاب جو اسلامی رواج ہے۔ جسے میر قافلہ کہا جاتا ہے۔ سفر سے پہلے اردواس یعنی دعا کرکے روانہ ہونا یہ بھی اسلامی طریقہ ہے۔ گوشت کا استعمال کرنا۔ اس کا بھی اسلامی تمدن سے گہرا تعلق ہے۔ گو وہ پرشاد یا حلوہ کا زیادہ چاہنا یہ بھی اسلامی تمدن سے وابستہ ہے کیونکہ مسلمانوں کے ہاں بھی جو حلوہ کی قدر ہے وہ حسب ذیل مقولہ سے صاف ظاہر ہے **المؤمن حلوٌ یحب الحلوا** پھر سکھوں کے ہاں عبادت کے قبل پنج اشنانہ کا رواج ہونا۔ یعنی منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا۔ یہ وضو کی دوسری شکل ہے۔ پھر بوقت پوں سب مل کر اکٹھے کھانا جو سراسر اسلامی رواج ہے۔ پھر بوقت دعا ایک شخص کا دعا کرنا۔ اور باقیوں کا اس کی ہاں میں ہاں ملانا۔ یہ طریقہ دعا کافی حد تک اسلام سے ملتا ہے۔ پھر بیاہ شادی کے معاملہ میں مذہبیوں میں پابندی کا کم ہونا کثرت ازدواج اور نکاح بیوگان جو اسلامی طریقہ ہے۔ اور پھر سؤر کا ان کے ہاں بھی نجس اور پلید ہونا جیسا کہ شری گورو گرنتھ صاحب کے اس قول سے عیاں ہے ؎

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہیں تن

یعنی وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت نہیں۔ وہ کتے اور سؤر سے بھی زیادہ بد اور نجس ہے۔

سکھ دھرم کا ہندو دھرم سے اختلاف

اب لیجئے وید۔ اوتار۔ گئو پوجا۔ جنیئو اور چھوت چھات کے عقیدہ کو۔ اوتار۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب دنیا میں گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ تو خدا بجائے کسی اپنے برگزیدہ کے بھیجنے کے بذات خود انسانی جسم میں حلول کرتا ہے۔ اس کے متعلق گورو صاحب فرماتے ہیں:۔ "سو مکھ جلو جت کہے ٹھاکر جونی" "جو مجھ کو پرمیشور اچرہن تھیں جن نرک کنڈ میں پا میں"۔ یعنی وہ منہ کیوں نہیں جل جاتا جو کہتا ہے کہ خدا پیدا ہوا۔ اور جو مجھ کو اوتار کہیں گے وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں گرائے جائیں گے۔

جنیئو:۔ جنیئو کا عقیدہ ہندوؤں حتیٰ کہ آریوں میں بھی بڑا زبردست ہے۔ اس کے متعلق شری گرنتھ صاحب کا یہ قول ہے ؎

دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھیں ست وٹ
ایہہ جنیئو جیو کا ہئی تاں پانڈے گھت

یعنی مہربانی کی کپاس چاہیئے، صبر کا سوت، تقوے کی گرہیں اور طہارت کا بٹ۔ اے پنڈت اگر یہ جنیئو تمہارے پاس ہے تو میں بخوشی پہننے کے لئے تیار ہوں۔

چھوت چھات

چھوت چھات کا عقیدہ ہندوؤں کے ہاں نہایت زبردست ہے، اور منوسمرتی کا بیشتر حصہ اس سے بھرا پڑا ہے۔ شری گرنتھ صاحب اس کے متعلق یہ کہتا ہے:۔

اوّل اللہ نور پایا قدرت دے سب بندے
اک نور تھیں سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

یعنی اللہ کے نور سے ہی سب مخلوق پیدا ہوئی ہے، پھر پیدائش ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ شودر اور یہ برہمن ہے پھر فرماتے ہیں:۔

خصم وسارے تے کمذات

یعنی جو شخص خدا سے گمراہ ہوا وہی کمینہ ہے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۷ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ م ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۰

عقیدتمندانِ اقبال کیلئے لمحۂ فکریہ

جماعت احمدیہ لاہور کے ایثار و خلوص کا ایک نمونہ

روزنامہ شہباز میں ایک نوٹ "مزار اقبال" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے

"مزار اقبال کو ایک یادگار بنانے کیلئے اس کے اخراجات کا اندازہ ۲۵ ہزار روپیہ لگایا گیا تھا اور فیصلہ ہوا تھا کہ اس رقم کے لئے نہ کوئی اپیل کی جائے نہ عوام سے چندہ لیا جائے اور نہ امرا کے دروازے کھٹکھٹائے جائیں بلکہ حضرت اقبال مرحوم کے عقیدتمند ہی آپس میں مل کر رقم جہیا کر دیں"

اس نوٹ پر ہندو اخبار ملاپ رقمطراز ہے:-

"اقبال کو انتقال کئے چار برس گذر چکے اور تعجب کی بات ہے کہ ابھی تک ان کے عقیدتمند ۲۵ ہزار روپیہ کی رقم جمع نہیں کر سکے، جس دن مرحوم کا جنازہ نکلا تھا اس روز تو جنازہ کیساتھ فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا لیکن آج اقبال کی بے مقبرہ قبر زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ عقیدتمندی کے سب دعوے جھوٹ اگر جنازہ میں شریک ہونیوالے عقیدتمند چار چار آنے بھی دیتے تو ۲۵ ہزار روپیہ کی رقم جمع ہو گئی ہوتی اقبال کے عقیدتمندوں میں ایسے آدمی بھی ہیں جو یہ رقم اکیلے دے سکتے ہیں"

یہ ہے مسلمانوں کے ایثار و قربانی کا نمونہ جس قوم میں روح عمل نہ ہو وہ کیا کر سکتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم سے جو مسلمانوں کو عقیدت ہے اسکے لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں، مرحوم کو مجدد مصلح اور پیغمبر تک تو کہدیا جاتا ہے اور ایسا دیفارمر بتایا جاتا ہے جس نے مسلمانوں کی اصلاح کر کے ان کے قلوب میں ایسی روح پھونکی کہ اب وہ دنیا کی ایسی قوم ہیں جسے اپنی "خودی" کا احساس ہے، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس زندہ اور اصلاح یافتہ قوم سے اتنا نہیں ہو سکا کہ اپنے محسن اور مصلح کے مزار کیلئے چار سال کے اندر صرف پچیس ہزار روپیہ جمع کر سکیں، زندہ اقوام تو دنیا میں ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہیں اور یہ روپیہ جمع کرنا تو ایک معمولی بات تھی معلوم دیتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم قوم کے اندر حقیقی زندگی پیدا نہیں کر سکے جس سے ایثار اور قربانی کی روح پیدا ہوتی ہے ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر ہے

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی یہ تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

یہی حال ان کے عقیدتمندوں کا ہے جو گفتار میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں لیکن ان کے کردار کے خانہ میں صفر ہے اصل میں یہ ایثار و قربانی کا جذبہ فلسفیانہ موشگافیوں اور شاعرانہ تعلیوں سے پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ مسلمانوں کے قلوب میں یہ جذبات عالیہ صرف وہ مجددین پیدا کر سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کے احیاء کے لئے مبعوث فرماتا ہے اور انہیں وہ قوت قدسی عطا کرتا ہے کہ جس کے فیض سے مردے واقعی زندہ ہو جاتے ہیں اور ان کی زندگی کو محسوس کیا جاتا ہے، ہم گذشتہ دسمبر کا ہی ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جو ایثار و خلوص کی بہترین مثال ہے جماعت احمدیہ لاہور کے گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جو دسمبر میں ہوتا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے ایک مٹھی بھر جماعت سے جسے اپنی تعداد کے لحاظ سے ہندوستان کے کروڑ ہا مسلمانوں سے کوئی نسبت نہیں ۲۰ ہزار روپیہ کی اپیل کی جس پر تقریباً پچیس ہزار روپیہ کے وعدے اسی وقت ہو گئے جن میں سے اب تک ۱۲ ہزار کے قریب جمع ہو چکا ہے اُمید ہے کہ سال کے اخیر تک یہ ساری رقم جمع ہو جائے گی، اس ایثار و خلوص کے نمونہ کو ہم عقیدتمندان اقبال کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور انہیں تقابل کی دعوت دے سکتے ہیں کہ یہ فرق ہوتا ہے امام ربانی اور رہنمائے ذہنی میں اول الذکر قوم کے جس حصہ کو اپنے حلقۂ فیض میں لیتا ہے زندہ کر دیتا ہے اور مؤخر الذکر یہ زندگی پیدا نہیں کر سکتا۔ عقیدتمندان اقبال کیلئے اس میں لمحۂ فکریہ ہے۔ خدا تعالے انہیں وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے وہ سمجھ سکیں کہ تجدید اور احیائے دین کا مقصد دراصل کیا ہوتا ہے، اور کس شان کے لوگ اسے بروئے کار لاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں یہ روح ایک امام کی پھونکی ہوئی ہے ورنہ ہم لوگ بھی آپ "عقیدتمندان اقبال" جیسے ہی تھے

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

کالج کے طلباء توجہ کریں

ہماری جماعت کے متعدد نوجوان یونیورسٹی کے امتحانات میں شامل ہوتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں لیکن اخبار کو ان کی کامیابی کا کوئی علم نہیں ہوتا اس لئے اخبار میں اعلان نہیں ہو سکتا ہمارے ایسے نوجوان دوست جو مذکورہ امتحانات میں کامیاب ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی کامیابی کے متعلق کارپردازان اخبار کو مطلع کریں تاکہ ان کے نتائج اخبار میں شائع کئے جا سکیں ⁂

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

شذرات

ایک قابل اعتراض کتاب

بلیکی اینڈ سنز انڈیا لمیٹڈ نے ایک کتاب "برطانیہ اور اس کے پڑوسی" انگریزی میں شائع کی ہے جو بمبئی کے بعض انگلش سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس کے ایک پیرا میں آنحضرت صلعم کے اعلائے کلمۃ الحق کے متعلق ایسے خلاف واقعہ اور دلآزار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو ناقابل برداشت ہیں اس مذکورہ کتاب میں لکھا ہے:-

"مدینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جدید مذہب کو تلوار کی طاقت سے پھیلانے کا ارادہ کیا اور اپنے گرد ایک بڑی فوج جمع کر لی وہ ملک کے طول و عرض میں ان سب لوگوں سے جنگ کرتے رہے جو ان کے مذہب کو تسلیم کرنیسے انکار کرتے تھے، انہوں نے شہروں پر اور قافلوں پر حملے کئے بالآخر کچھ سالوں کے بعد مکہ بھی ان کے ہاتھ آ گیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ خیال تھا کہ انہیں یہود اور عیسائیوں سے بہتر مذہب دیکر بھیجا گیا ہے اور اس مذہب کو ساری دنیا سے طاقت سے منوانا چاہیئے"

ایسے بے بنیاد اور تاریخی لحاظ سے سراسر غلط واقعات کو درسی کتب میں شائع کرنا نہایت ہی افسوسناک ہے اور طلباء کے ذہنوں میں اسلام اور اسکے بانی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے خیالات کو پرورش کرنیکی کوشش ہو جس کی اجازت دنیا کا کوئی اخلاقی اور قانونی ضابطہ نہیں دیتا، ہم بمبئی کی حکومت سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ کتاب میں سے اس پیرا کو نکال دے اور اسکے شائع کرنیکو ممنوع قرار دے کیونکہ یہ واقعہ جہاں جملہ مسلمانوں کے لئے دلآزار ہے وہاں تاریخی لحاظ سے خلاف واقعہ بھی ہے۔

قادیانیوں اور مسلمانوں میں بڑا فرق

الفضل [illegible] رقمطراز ہے:- "احمدیت کسی نئے دین کو پیش نہیں کرتی بلکہ وہی پرانا دین جسکو ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے تھے اور احمدیت آج پھر اصلی شکل میں اسکو قائم کرنا چاہتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد جو خداتعالیٰ کی وحی نے قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یحی الدین ویقیم الشریعۃ ہمارے اور دوسرے مسلمانوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں"

الفضل کے اپنے بیان کے بموجب قادیانیوں اور مسلمانوں میں سب سے بڑا فرق صرف عمل کا ہے کہ مسلمان کہتے ہیں اور کرتے نہیں اور قادیانی حضرات بزعم خود شریعت اسلامیہ پر کاربند ہیں سو اس فرق کے لحاظ سے ہم مسلمانوں کو کمزور مسلمان عمل سے محروم مسلمان تو کہہ سکتے ہیں لیکن کافر تو نہیں کہہ سکتے مگر ہمارے قادیانی دوست دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے اسلئے خارج کرتے ہیں کہ وہ ایک نبی کے منکر ہیں سو ان کے عقیدہ کے رو سے سب سے بڑا فرق اصولی اور بنیادی ہے نہ کہ عملی ہمارے قادیانی دوست کیوں نہیں کھل کر کہتے کہ وہ عقیدۂ تکفیر کو ترک کر چکے ہیں، اور باقی مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود کے انکار کیوجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے بلکہ انہیں عملی لحاظ سے کمزور مسلمان سمجھتے ہیں ⁂

تعمیر قومی کی رموز

قوم سازی میں شفقت و اخلاق کا حصہ حضرت نور الدین اعظم کا ایک خط

از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک خوبصورت گلدستہ تیار کرنے کیلئے گلچین ایک ایک کلی کو بڑی احتیاط اور پوری توجہ سے اپنی جگہ پر لگاتا ہے ایک پتی یا ایک پھول بھی اگر ادھر اُدھر ہو جائے تو گلدستہ کی خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے۔ اینٹوں کے ایک بکھرے ہوئے ڈھیر کو معمار سمنٹ اور چونہ لگا کر ایک خوبصورت عمارت میں تبدیل کر دیتا ہے ایک اینٹ کا اپنی جگہ سے ہل جانا بھی عمارت میں نقص پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح افراد کے ایک منتشر ہجوم سے ایک لیڈر یا قائد ایک مضبوط اور منظم قوم تیار کرتا ہے۔ قوم کا ہر فرد اپنی جگہ وہی حیثیت رکھتا ہے جو گلدستہ کا پھول اور عمارت کی اینٹیں۔ قوم سازی میں جو چیز سمنٹ اور چونہ کا کام کرتی ہے وہ قائد کا حُسن اخلاق، بلند خیالی، وسیع حوصلہ اور اپنے بھائیوں سے مروت و شفقت ہے جس معمار نے عمارت میں مصالحہ اچھا نہیں لگایا اس کی عمارت کمزور ہوگی اور جلد گر جائے گی۔ اسی طرح جس قوم کے سردار نے اپنی قوم سے شفقت اور ہمدردی اور محبت کا سلوک روا نہیں رکھا اس کی قوم مضبوط نہ ہوگی اور عمارت کے گر جانے کی طرح وہ بھی پھر افراد کے ایک منتشر ہجوم میں تبدیل ہو جائے گی۔

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے دنیا میں منفرد اور یگانہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ سا کوئی پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا۔ اپنے بھائی بندوں سے حُسنِ سلوک کا آپ بہترین نمونہ تھے اور بارگاہ ایزدی سے بھی **انك لعلی خلق عظیم** کا سرٹیفکیٹ پا چکے تھے ہر مسلمان سے آپ حد درجہ محبت اور مہربانی کا سلوک کرتے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا، کہ قوم کا ہر شخص بھی دل و جان سے آپ پر فدا تھا۔ اس زمانہ کے امام اور بروز محمدؐ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حسن اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ ہر احمدی یہ سمجھتا تھا کہ حضرت اقدس سب سے زیادہ اسی کیساتھ محبت کرتے ہیں اور قوم کے لوگ بھی سچے دل سے حضورؑ کے فدائی تھے۔ آپ کے اس اعلیٰ اخلاق کا پرتو مریدان باصفا میں بھی موجود تھا اور حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ اور مولینا عبد الکریم علیہ الرحمۃ اور دوسرے بزرگان قوم بھی اپنے مرشد کے رنگ میں رنگین تھے۔

اس مختصر سے مضمون کی تحریک مجھے ایک خط سے ہوئی جو پرانے کاغذات میں میری نظر پڑ گیا۔ یہ خط ستمبر ۱۸۹۳ء میں حضرت مولینا نور الدین صاحبؓ نے راقم کے مرحوم و مغفور چچا حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ان کے برادر خورد حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب کو لکھا تھا۔ خط کا عکس اور مضمون درج ذیل ہے:-

اصل خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عبد اللہ کو اب بحمد اللہ آرام ہے۔ عزیز۔ اور نہایت پیارے بچے۔ ہر روز بغرض عمل کچھ حصہ قرآن کریم کا ضرور پڑھا کریں۔ اور اہدنا الصراط المستقیم پر بڑا زور دیں تاکید ہے۔ گا ہے گا ہے۔ خوش فضا میدان میں۔ جہاں ہوا کے نرم نرم اور دلربا فرحت بخش جھونکے آتے ہوں اور ادھر ادھر بادل کا سماں ہو اور پرند چہچہاتے ہوں میرے لئے بھی دعا مانگ لینا۔ اور ضرور مانگنا۔ پیارے بچو! نمونہ بن کے دکھاؤ۔ والسلام

نور الدین۔ ۳ر ستمبر ۹۳ء

پتہ:- شملہ۔ دفتر جنرل ٹیلیگراف آفس۔ معرفت سید رحمت علی شاہ صاحب کلارک

عزیز یعقوب بیگ و ایوب بیگ

اللہ اللہ! کیا پاکیزہ خط ہے کیسا پیارا لب لہجہ ہے۔ ایک ایک لفظ سے محبت و اخلاص ٹپک رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک شفیق باپ اپنے لخت جگر اور فرزندان حقیقی کو مخاطب کر رہا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت صاحبؑ اور مولینا نور الدین صاحب کا سلوک جماعت کے نوجوانوں سے ایسا ہی تھا جو باپ کا بیٹے سے ہوتا ہے "پیارے بچو۔ عزیز بچو" کے الفاظ دل پر کیا اثر کرتے ہونگے۔ پھر سب سے قابل غور بات جس کا دل پر بیحد اثر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مولینا ان نوجوانوں سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ لکھنے والا کون ہے؟ ایک فاضل اجل، عالم متبحر، علامۂ وقت، جس نے ہندوستان کا کونہ کونہ تحصیل علم میں چھان مارا اور جو سالہا سال حرمین الشریفین کی بڑی بڑی درسگاہوں سے فیض یاب ہوا اور خود بھی وہاں درس دیتا رہا جو مسلمہ طور پر اسلامی دنیا کا سب سے بڑا عالم تھا، جو حد درجہ متقی پرہیزگار، با خدا اور اولیاء اللہ کی صفات کا مالک تھا۔ اس خوبی کا انسان نور الدینؓ دو نوجوانوں کو جن میں سے ایک اٹھارہ سال اور دوسرا اکیس برس کی عمر کا تھا لکھتا ہے کہ نور الدین کے لئے دعا کرو اور ضرور دعا کرو۔ سبحان اللہ العظیم

علم النفس (یا سائیکالوجی) سے واقف لوگ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ کا ان نوجوانوں کے قلوب پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اور انہوں نے اپنی طبیعت میں کتنی بلندی اور کتنا علو محسوس کیا ہوگا۔ **"چھوٹوں کو بڑا کرنا"** قوم سازی کی رموز میں ایک بہت بڑا نکتہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ اس نکتہ سے خوب واقف تھے۔ آپ تصنع یا بناوٹ سے نہیں بلکہ پورے اخلاص سے اور صحیح معنوں میں اس اصول پر کاربند تھے۔ جماعت کے لوگوں کی ہمت بندھانا۔ کمزور کو سہارا دینا۔ گرتے ہوئے کو اوپر اٹھانا۔ خطا پر چشم پوشی کرنا۔ خوبی پر حوصلہ افزائی کرنا۔ طرز خطاب میں شفقت اور ملائمت برتنا اور ہر ایک سے محبت و پیار کرنا یہی وہ جوہر تھے جن سے **اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** کی مصداق ایک جماعت تیار ہو گئی۔

اگر مولینا مرحوم صرف اھدنا الصراط المستقیم کا وعظ کر دیتے اور نمونہ بننے کی محض تلقین فرماتے تو اسکا اتنا اثر نہ ہوتا جتنا اس محبت اور شفقت کیساتھ اور مخاطب کے جذبات میں اس قدر بلندی پیدا کرنیکے ساتھ اس نصیحت میں اثر ہوا۔ چنانچہ ان نوجوانوں نے فی الواقعہ نمونہ بن کے دکھایا اور اھدنا الصراط المستقیم پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے بزرگوں کی خوشنودی حاصل کی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام زادوں کو قوم کا سردار بنا دیا۔ افضل البشر اور خیر الرسل ہونیکے باوجود وہ قوم کے چھوٹے سے چھوٹے آدمی کیساتھ برابر کا سلوک کرتے تھے۔ ہر ایک کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلعم بھی اپنے متبعین سے دعا کی درخواست فرمایا کرتے تھے حج کو جاتے ہوئے ایک شخص سے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے بھی دعا کرنا۔ اللہ اللہ! کیا بے نفسی ہے اور اپنے دوستوں کی کیا قدر دانی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آدھی رات کے وقت اپنے ایک مرید (حضرت مولینا محمد احسن صاحب مرحوم) کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور ایک مقدمہ الہام کے پیش نظر اُن سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ خدا کے مامور ہیں اور سید محمد احسن صاحب اپنے تقویٰ اور علم و فضل کے باوجود ان کے مقابل ہیچ ہیں۔ مگر آپ اُن سے دعا کراتے ہیں۔ جس قوم کا لیڈر اس ذہنیت کا مالک ہو وہ قوم کبھی نہیں ڈوب سکتی اور وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی ہے۔ مرحوم و مغفور مرزا یعقوب بیگ صاحب کے پاس حضرت اقدس کے بھی کئی خطوط محفوظ تھے اور اب بھی محفوظ ہیں جن سے ایسی ہی شفقت اور پدرانہ محبت ٹپک رہی ہے۔ بارہا اپنے کسی جسمانی عارضہ کا ذکر کر کے یا اپنے حرم محترم کیلئے کوئی دوائی طلب کر کے ساتھ ہی لکھا ہے کہ دعا بھی کرنا۔ ایسے الفاظ وہی شخص لکھ سکتا ہے جس کے دل میں اپنے دوستوں کیلئے سچی محبت ہو اور ان کے لئے حد درجہ شفقت ہو۔

مضمون ختم کرنے سے قبل ایک اور واقعہ کا ذکر کر دوں۔ یہ بھی حضرت مولینا نور الدینؓ صاحب کے لطف و پیار کا واقعہ ہے۔ ۱۸۹۲ء میں جب مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بیعت کی تو

(باقی برصفحہ ۵ کالم ۲)

خاتم النبیین کے معنی پر مبلغ پانسو روپیہ انعام کے مقابل
اہلِ قادیان کی عبرت انگیز بے بسی

{از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل - بی - اے}

میں نے پیغام صلح مورخہ ۱۷ر فروری ۱۹۴۲ء میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا، اس مضمون میں میں نے مولوی ابوالعطا اللہ دتا صاحب کے مضمون کو بھی جو انہوں نے میرے انعامی چیلنج کے مقابل شائع کیا تھا، بتمامہ درج کر دیا تھا، اور ان کے تمام مغالطات کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا، میں نے ان سے استدعا کی تھی کہ وہ میرے انعامی چیلنج کو بتمام وکمال اپنے اخبار میں شائع کرا دیں، اور ۱۷ فروری والے مضمون کو بھی اخبار میں شائع کر کے چیلنج کی منظوری دیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ چیلنج کیا ہے، اور منظوری کس طرح کی دی جا رہی ہے، اگرچہ قادیان سے ایک روزانہ اخبار کے علاوہ بھی اخبارات اور مجلات نکلتے ہیں لیکن ۱۷ر فروری ۱۹۴۲ء کو شائع ہونیوالا مضمون کچھ ایسی ضرب کاری ثابت ہوا کہ ساڑھے چار ماہ تک سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی، اب کچھ لوگوں کے مجبور کرنے سے یکم جولائی ۱۹۴۲ء کے الفضل میں مولوی اللہ دتا صاحب نے ایک بیان دیا ہے، جس میں نہ تو میرے چیلنج کو اور میرے مضمون مطبوعہ پیغام صلح ۱۷ر فروری کو شائع کیا ہے اور نہ ہی چیلنج کے الفاظ کو مد نظر رکھکر اس کی منظوری دی ہے بلکہ درحقیقت تغیر لفظی کے ساتھ اسی مضمون کو دہرا دیا ہے جو ۲۸ر جنوری ۴۲ء کے الفضل میں انہوں نے لکھا تھا، اور جسے میں مکمل طور پر قارئین کے سامنے لاکر اس کا جواب دے چکا ہوں مجھے امید ہے کہ اگر اپنے اس مضمون کے مقابل وہ میرے ۱۷ر فروری ۴۲ء کے اخبار پیغام صلح والے مضمون کو بھی اپنے اخبار میں شائع کر دیں تو مولوی صاحب کی تسلی ہو یا نہ ہو، کثیر التعداد حق پسند طبائع کی تسلی ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ مولوی اللہ دتا صاحب جان بوجھ کر راہ حق سے انحراف کر رہے ہیں۔

مولوی صاحب میرے مطالبہ کے مطابق یہ اقرار تو نہیں کرتے کہ وہ کم از کم ایک حدیث نبوی ایسی دکھائیں گے جس میں **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی** کی طرح یہ مذکور ہو گا کہ میں خاتم النبیین ہوں، یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی، یا زینت یا تصدیق کرنے والا یا افضل ہوں — مگر اس کے لئے تیار ہیں کہ مختلف احادیث (مثلاً لو عاش ابراہیم وغیرہ) سے استنباط کر کے دکھائیں کہ نبوت جاری ہے، اور جو کچھ جماعت قادیان مانتی ہے وہ درست ہے۔ حالانکہ اس بحث کا تعلق میرے چیلنج سے نہیں، جیسا کہ میں بالتفصیل ۱۷ر فروری ۴۲ء والے مضمون میں ذکر کر چکا ہوں، — میرا مطالبہ نص حدیثی کا ہے، جس میں لا نبی بعدی کی طرح خاتم النبیین کے معنی مہر، زینت وغیرہ کئے گئے ہوں، — میں اپنے چیلنج کو پھر دہراتا ہوں:-

چیلنج

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں نہ نبیوں کی انگوٹھی کئے ہیں نہ نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں اور نہ نبیوں میں سے افضل کئے ہیں — بلکہ یہ کئے ہیں کہ **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی**، میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقا کو جو خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کی بجائے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت کرتے ہیں میرا یہ چیلنج ہے کہ وہ صرف ایک حدیث نبوی ایسی پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت ہوں یا تصدیق کرنے والا ہوں یا میں خاتم النبیین ہوں یعنی افضل النبیین ہوں ایسی ایک حدیث پیش کرنے پر خواہ وہ ادنےٰ پایہ کی ہو میں مبلغ پانصد روپیہ ان کی خدمت میں پیش کر دونگا — اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں، اور ہرگز ہرگز نہ کر سکیں گے تو یاد رکھیں کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ع)

ترجمہ:- تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لاتے جب تک کہ وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں جو ان میں آپس میں اختلاف ہو، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں۔

(پیغام صلح ۱۷ر جنوری ۱۹۴۲ء)

کیا مرزا محمود احمد صاحب یا ان کے کسی مرید میں اسقدر ایمانی جرأت ہے کہ اس چیلنج کو اخبار الفضل کے صفحات پر شائع کر کے اسی کے مطابق منظوری دیں۔

برادران قادیان! ایک دن خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے، آپ کب تک مرزا محمود احمد صاحب کی غلط منطق کا شکار ہو کر خدا اور رسول کے فیصلہ کو رد کرتے رہیں گے۔ اگر فی الواقع محمد رسول اللہ کی ایک بھی حدیث نہیں جو خاتم النبیین کے معنے بجائے لا نبی بعدی کے کچھ اور کرتی ہو تو پھر آپ حضرات کی پوزیشن سخت عبرتناک ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس فتنہ . . . . . . سے بچائے۔

آخری اعلان

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو علمی مباحث سے کہیں زیادہ انعامی رقم کے حصول کی تسلی بخش صورت کے متعلق فکر ہے اس لئے میں بالآخر ان کے اطمینان قلب کے لئے آج یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ جس طرح مولانا عمرالدین صاحب نے اپنے انعامی مباحثہ کے سلسلہ میں ایک سو روپیہ کی رقم پیشگی مولوی اللہ دتا صاحب کو بھجوا دی ہے اسی طرح جس دن مولوی اللہ دتا صاحب نے میرا مذکورہ انعامی چیلنج مطبوعہ اخبار پیغام صلح ۱۷ر جنوری ۱۹۴۲ء اور میرا مضمون مطبوعہ اخبار پیغام صلح ۱۷ر فروری ۱۹۴۲ء الفضل میں شائع کرا دیا، اور مطلوبہ طریق پر چیلنج کی منظوری دے دی، تو میں بھی پانسو روپے میں سے ایک سو روپیہ پیشگی بطور امانت ان کے پاس بھجوا دونگا۔ بقیہ چار سو روپیہ انہیں اس وقت ملیگا جب وہ اپنی کوشش میں کامیاب ثابت ہو جائیں گے۔

امید ہے یہ اعلان مولوی صاحب کے لئے کافی تسلی کا موجب ثابت ہوگا، لیکن میں اپنے احباب کی خاطر یہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں یہ سب کچھ اتمام حجت کی خاطر لکھ رہا ہوں، ورنہ میرا یقین ہے، زمین و آسمان بدل سکتے ہیں، لیکن خدا کا کلام نہیں بدل سکتا، خاتم النبیین کے معنی نہیں بدل سکتے، اہل قادیان کو میں نے بے انتہا غیرت دلائی، لیکن ابھی تک وہ اخبار میں یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ آخر میرا چیلنج کیا ہے، — کاش کہ ان کو یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا (الاحزاب ع) کا خیال ہوتا — اب بھی آپ دیکھیں گے کہ ان اصول نقد کے مقابل جنہیں میں نے اس چیلنج میں ملحوظ رکھا ہے باطل کس بری طرح بھاگتا ہے — ان الباطل کان زهوقا

بقیہ از صفحہ نمبر ۱۲

ان دنوں حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور ہیرا منڈی کے پاس محبوب رایوں کی حویلی میں قیام فرما تھے۔ حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ بھی ہمراہ تھے۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب جب حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے گئے تو حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ سے بھی پہلی مرتبہ انکا تعارف ہوا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے جب مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو مولینا صاحب نے فرمایا کہ جس طرح مرزا یعقوب آتا گلے ملو۔ چنانچہ آپ نے مرحوم کو بڑی محبت سے بغلگیر کر لیا۔ مرزا صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولینا صاحب سے بغلگیر ہو کر انہیں وہ قدر سرور آیا اور ایسی ایک بجلی کی مانند وسارے جسم میں دوڑ گئی کہ تمام عمر وہ کیفیت انہیں نہیں بھولی۔ مولینا نورالدین صاحب سے یہ پہلی ملاقات ہی ایسی محبت آمیز تھی۔ پھر تو یا بھی محبت بڑھتی گئی۔ مولینا نورالدین صاحب رضؓ مرحوم ڈاکٹر صاحب سے اپنے بچوں کا سا سلوک کرتے۔ کئی بار علی الصبح فجر کی اذان کے وقت مرحوم مرزا صاحب اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ مولینا کی قیامگاہ پر پہنچ جاتے اور مولانا صاحب ابھی بستر ہی پر لیٹے ہوتے تو ان دونوں بھائیوں کو بھی وہ اپنے ساتھ چارپائی پر لٹا لیتے بالکل اسی طرح جس طرح ایک باپ اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے ساتھ لٹا لیتا ہے۔ تمام عمر مولوی نورالدین صاحب ان کو بیٹا ہی کہتے رہے کبھی بیٹا کہتے اور کبھی بھائی بھی کہتے۔ بڑی محبت کا سلوک کرتے۔ کبھی وہ چار رخصتیں کیلئے لاہور سے گذرتے تو بسا اوقات خود میڈیکل کالج میں ملاقات کیلئے تشریف لیجاتے۔ رحمی رشتوں میں وہ اخوت و محبت نہیں ہوتی جو ان خدا کے بندوں کی آپس میں تھی۔

کیا ہی پاکیزہ لوگ تھے جن کی یاد بھی ایسی پاکیزہ ہے۔ اے خدا تو ان کے درجات بلند کر اور ہم عاجز و ناکارہ پسماندگان کو بھی ان کے نور سے کچھ اقتباس کرنیکی توفیق عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

اپنے جواب پر نظر ثانی فرمائیں

{از محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری}

کتاب حقیقۃ النبوۃ میں مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی ایک حلفی شہادت متعلق کتابت وطباعت و اشاعت کتاب "تریاق القلوب" مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ شائع ہوئی تھی، الحکم کے گذشتہ فائلوں کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء کے الحکم میں جناب شیخ صاحب موصوف کی قلم سے ہی لکھا ہوا ایک بیان ملا جو اس حلفی شہادت کے بالکل خلاف تھا، اس پر میں نے ۱۴ فروری ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح میں ان دونوں متضاد بیانوں کو ان کے سامنے رکھ کر ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے تضاد کو دور فرما کر مشکور فرماویں کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ دیانتداری کا یہ تقاضا ہے کہ آخری رائے قائم کرنے سے قبل جناب شیخصاحب کو صفائی کا موقع دیا جائے۔ محترمی شیخصاحب نے ۵ مئی ۱۹۴۲ء کے الفضل میں میرے اس مطالبہ کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں، اصل مطالبہ کا جواب تو جو کچھ ہے سو ہے ہی لیکن مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے اس جواب میں عام مناظروں والی طرز کو اختیار کیا ہے جس کی مجھے مکرمی عرفانی صاحب جیسے وقیع و ثقہ آدمی سے قطعاً امید نہ تھی اس جواب میں کہیں تو خاکسار کو حق ناشناس کا خطاب عطا کیا گیا ہے اور کہیں جوشِ عداوت سے کام کرنے والا ٹھیرایا گیا ہے، اور کہیں حق کو ملتبس کرنے والا قرار دیا گیا ہے، اور کہیں مرتد کہکر اپنے دل کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کہیں طعن و تشنیع سے کام لیا گیا ہے اور کہیں غیر متعلق باتوں میں خاکسار کو الجھانے کی سعی کارفرما نظر آرہی ہے میں مکرمی شیخصاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ عداوت کے جذبات سے میرا دل بالکل پاک وصاف ہے مجھے کسی شخص سے بھی عداوت نہیں چہ جائیکہ اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد سے ہو اور میرا خدا اس پر شاہد ہے، ہاں دل میں یہ تڑپ ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہو جائے، خواہ وہ غلطیاں عقائد کے متعلق ہوں یا اعمال کے متعلق، اور اس کے لئے میں دعائیں بھی کرتا رہتا ہوں اور حتی القدور اس کے لئے تحریر کے ذریعہ بھی کوشش کرتا رہتا ہوں اور یہ کسی پر احسان نہیں بلکہ اسے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں، اور یہ مطالبہ جو جناب شیخصاحب سے کیا گیا ہے، اسی محبت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد اور حضورؑ کی جماعت سے مجھے ہے باقی میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے دل کو حق کی شناخت سے محروم کردے یا مجھے حق کو ملتبس کرنے والا بنائے اللہ تعالیٰ نے آج تک تو مجھے اس سے محفوظ رکھا ہے اور اس کے فضلوں پر مجھے قوی امید ہے کہ وہ آیندہ بھی اس عاجز کو اس فعل قبیح سے محفوظ رکھے گا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین

اس موقعہ پر میں اپنے محترم بھائی کی خدمت میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب کسی مسئلہ میں آراء مختلف ہو جائیں تو اس اختلاف کو خوش اسلوبی سے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیئے، گالیوں کی بجائے دلائل سے کام لینا چاہیئے اپنے بھائی کی نیتِ پر حملہ کرنے کی بجائے حسنِ ظنی کو اپنا مشعل راہ بنانا چاہیئے اور اس معاملہ میں رسول کریم صلعم کا ارشاد ھل شققت قلبہ مدنظر رکھنا چاہیئے معاف رکھیں اگر میں یہ عرض کروں کہ جو طرز آپ نے اختیار کیا ہے وہ جماعتوں کو بنانے والا نہیں بلکہ مٹانے والا طرز ہے، اس سے زیادہ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ افوض امری الی اللہ واللہ بصیرٌ بالعباد۔

اس مختصر سی عرض کے بعد میں اصل معاملہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، میں نے اپنے پہلے مضمون میں صرف جناب شیخصاحب موصوف کے دونوں بیانوں کے تضاد کو ہی پیش کیا تھا، اس سے جو اثر جناب میاں صاحب مکرم کے ایک نظریہ پر پڑتا ہے اس کے ذکر سے میں نے عمداً اجتناب کیا تھا لیکن اب چونکہ جناب شیخصاحب موصوف نے خود اس کا اشارۃً ذکر کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے سخت گھبراہٹ انہیں لاحق ہوئی ہے جس کی وجہ سے جھنجھلا کر وہ سخت کلامی اور طعن و تشنیع پر اتر آئے ہیں، اس لئے میں بھی اب اسے کسی قدر کھول کر بیان کر دیتا ہوں تا احباب کو میرے مطالبہ کی اہمیت کا علم ہو جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم نے جب اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کے متعلق اپنے خیال میں تبدیلی فرمائی اور اس سے قبل کے تمام وہ حوالے جو حضور کی طرف سے دعوئے نبوت کے متعلق انکار پر مشتمل تھے منسوخ ہو گئے۔ تو مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ حضرت اقدس نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں جو ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی اپنے آپ کو غیر نبی ہی کہا ہے، اسلئے ۱۹۰۱ء کی کوئی تحریر جو اس کتاب کی تحریر سے قبل کی ہے اسے کس طرح منسوخ کر سکتی ہے تو جناب میاں صاحب اپنی غلطی پر مطلع ہو کر بجائے اس کو واپس لینے کے اور پر اُسکے مصر ہو گئے، اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے کہ تریاق القلوب کی وہ عبارت جس میں حضرت اقدس نے اپنے آپ کو غیر نبی لکھا ہے درحقیقت ۱۸۹۹ء کے آخر کی ہے گو کتاب ۱۹۰۲ء کے اکتوبر میں شائع ہوئی لیکن وہ حصہ جس میں لفظ غیر نبی موجود ہے ۱۸۹۹ء میں چھپ چکا ہوا تھا، اس اپنے نظریہ کی تائید میں انہوں نے چند ایک شہادتیں بھی اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں درج کی ہیں جن میں سے ایک شہادت مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کی بھی ہے۔ جو ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ تریاق القلوب کا آخری ورق اور ٹائیٹل پیج چھوڑ کر باقی تمام کتاب ۱۸۹۹ء کے آخر میں چھپکر تیار پڑی تھی اور یہ آخری ورق اور ٹائیٹل شہادت ہذا کی رُو سے اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آخر میں طبع ہوئے۔

چونکہ یہ کتاب صرف ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے اسلئے جناب شیخ صاحب موصوف کی شہادت کی رو سے کتاب ہذا کو ۱۵۸ صفحہ تک ۱۸۹۹ء کے آخر تک چھپ کر تیار پڑا رہنا ماننا پڑتا ہے۔ ۱۸۹۹ء کے آخر سے لیکر اکتوبر ۱۹۰۲ء تک حضرت اقدس نے اس کتاب کے مضمون میں ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کیا، اور نہ اس کا کوئی حصہ مطبع میں طبع ہوا، اور حضرت اقدسؑ نے جو اپنے آپ کو غیر نبی لکھا ہے، وہ کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵۷ کے آخر میں لکھا ہے جو شہادت ہذا کی رو سے ۱۸۹۹ء کے آخر تک چھپ چکا ہوا تھا اور ۱۸۹۹ء کے آخر تک اس کتاب کا جو حصہ چھپ چکا تھا اس کا یہ آخری ورق تھا لیکن مکرمی شیخ صاحب عرفانی کا جو بیان ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہوا ہے اس میں ۱۹۰۱ء کے کاموں پر ریویو کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ کتاب تریاق القلوب ۱۹۰۱ء کے آخر تک برابر چھپتی رہی اب اگر یہ درست ہے کہ تریاق القلوب کا کچھ حصہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں ضرور چھپا ہے، اور چونکہ آخری دو صفحوں کو چھوڑ کر جو شہادت ہذا کی رُو سے ۱۹۰۲ء میں چھپے صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ ہی باقی کتاب کا آخری ورق ہے اسلئے مکرمی شیخصاحب کے ۱۹۰۲ء والے بیان کی رو سے یہ دونوں صفحے تو بہرحال ضرور ۱۹۰۱ء کے آخر میں ہی چھپے ہیں، گویا بالفاظ دیگر جناب شیخصاحب مکرم کے اس بیان نے "تریاق القلوب" کے صفحہ ۱۵۷ و صفحہ ۱۵۸ کی تاریخ طباعت ۱۹۰۱ء کا آخر مقرر کر دی اور یہی وہ ورق ہے جس میں حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو "غیر نبی" لکھا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ۱۹۰۱ء کا آخر ہے جس میں حضرت اقدس نے اپنے آپ کو "غیر نبی" لکھا ہے نہ کہ ۱۸۹۹ء کا آخر جیسا کہ جناب میاں صاحب مکرم ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر جناب میاں صاحب مکرم یہ فرما رہے ہیں کہ ۱۹۰۰ء کے آخر یا ۱۹۰۱ء کے شروع میں ہی حضرت اقدسؑ پر یہ منکشف ہو گیا تھا کہ آپ "غیر نبی" نہیں بلکہ "نبی" ہیں لیکن اس خیال کی تردید جناب عرفانی صاحب کا بیان بڑے زور سے کر رہا ہے۔ پس اس سے احباب بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کا وہ بیان جو ۱۹۰۲ء کے الحکم میں اس وقت شائع ہوا جبکہ جماعت میں کوئی اختلاف نمودار نہ ہوا تھا اور جبکہ واقعات اپنی اصلی شکل میں شائع کئے جاتے تھے ان میں تبدیلی کرنے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی کس قدر اہمیت رکھتا ہے اور جناب میاں صاحب مکرم کے نظریہ پر اس کی کس قدر زد پڑتی ہے اور وہ عمارت جو وہ ۲۸ سال سے تیار کرتے چلے آرہے ہیں، اس بیان سے کس طرح ایک منٹ میں مسمار ہو کر زمین کے ساتھ مل جاتی ہے۔ جناب میاں صاحب مکرم کی اس ۲۸ سالہ عمارت

کو مسمار ہوتے دیکھکر ہی جناب عرفانی صاحب کو گھبراہٹ حق ہوئی ہے جس نے ان سے وہ وہ حرکات سرزد کرائی ہیں جو ان کی شان سے بالکل بعید تھیں، اسی گھبراہٹ ہی کا نتیجہ ہے کہ ان کی قلم سے نامناسب الفاظ نکلے اور اسی گھبراہٹ ہی کا نتیجہ ہے کہ ان کی قلم سے بعض ایسی کمزور باتیں نکل گئی ہیں کہ جن پر اگر وہ اب دوبارہ تخلیہ بالطبع ہو کر غور کریں گے تو انہیں ضرور ندامت محسوس ہوگی، مثلاً وہ خاکسار کے متعلق لکھتے ہیں:۔ اس شہادت کی تردید اس طرح پر ہو سکتی تھی کہ جناب شیخصاحب (یعنی یہ خاکسار) واقعات کی روشنی میں اس کو غلط ٹھیراتے میرا شائع شدہ بیان واقعات پر مبنی ہے، اور میں نے جب اس شہادت حقہ کو ادا کیا تھا ان کی اشاعت پر پندرہ سال گذر چکے تھے یہ کسی منصوبہ یا سازش کا نتیجہ نہ ہو سکتا تھا اسلئے وہ فرضی اور خیالی نہ تھے"۔ مکرمی شیخصاحب مجھے افسوس ہے کہ ان الفاظ کے لکھتے وقت آپ نے کافی غور سے کام نہیں لیا، آپ خود ہی سوچیں کہ واقعات اس وقت تو وقوع پذیر نہیں ہو رہے کہ اس کی سچائی پر اس وقت کوئی عینی شہادت یا اس کے ہم پلہ کوئی ثبوت پیش کیا جا سکے جس وقت یہ واقعات ظہور میں آ رہے تھے اس وقت آپ جیسے عینی شاہد موجود تھے جنہوں نے واقعات کو ان کی اصلی شکل میں آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے قلمبند کر دیا میں نے جو کچھ لکھا ہے ان واقعات کی بناء پر ہی لکھا ہے جو اسیوقت جبکہ وہ ظہور میں آئے قلمبند ہو کر حضرت اقدس مسیح موعود کی زندگی میں سلسلہ کے لٹریچر میں شائع ہو چکے ہیں، اگر یہ غلط ہوتے تو خود حضرت اقدس یا سلسلہ کے کسی بزرگ کی طرف سے ضرور ان کی تردید کر دی جاتی کیونکہ یہ کسی مسئلہ کے متعلق اجتہاد تو تھا نہیں کہ اس کے غلط ہونے کی طرف التفات نہ کیا جاتا یہ تو ایک واقعہ تھا جس پر سلسلہ کی تاریخ کی بنیاد رکھی جانی تھی پس اگر وہ غلط طور پر درج ہو گیا تھا تو اس کی اصلاح ضروری تھی اور یہی وجہ تھی کہ میں نے آپ سے اپنے پہلے مضمون میں عرض کیا تھا کہ اگر سنہ ۱۹۰۲ء میں یہ بیان لکھتے ہوئے آپ سے غلطی ہو گئی ہے تو اس کی اصلاح اسی زمانہ میں ہی دکھلائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ کا شائع شدہ بیان واقعات پر مبنی ہے، اگر شائع شدہ بیان سے آپ اپنا حلفیہ بیان مراد لے رہے ہیں اور وہی اسجگہ مراد ہو سکتا ہے تو وہ تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ واقعات پر مبنی نہیں بلکہ واقعات کے خلاف ہے گو میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس حلفیہ شہادت کو تحریر کرتے وقت پوری احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ اور گذشتہ ریکارڈ پر پوری طرح نظر نہیں [illegible] مجھے یقین ہے کہ شہادت کو قلمبند کرتے وقت آپ [illegible] والا بیان آپ کی نظر سے ہرگز نہیں گذرا [illegible] بھی یہ شہادت نہ دیتے، آپ نے حلفیہ شہادت تحریر کرتے وقت جس جلد بازی اور بے احتیاطی سے کام لیا ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر مسودہ حضرت نے دیا تھا وہ لکھا جا کر طبع ہو گیا اور شہادت ہذا کے متعلق آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "چشم دید واقعات کے شائع کرنے کا مجھے جائز فخر حاصل ہے" گویا یہ واقعہ آپ کا چشمدید ہے کہ تمام وہ مسودہ جو کتاب "تریاق القلوب" کے متعلق حضرت اقدس نے دیا تھا وہ سارا کا سارا ۱۸۹۹ء کے آخر تک لکھا بھی گیا اور طبع بھی ہو گیا، لیکن ذرا تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر پیر منظور محمد صاحب کی حلفیہ شہادت کو بھی ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں:۔

"پھر اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں جب اس کتاب کی اشاعت ہونے لگی تو آخری کاپی سے بچا ہوا کچھ مضمون میرے پاس پڑا ہوا تھا، جو قریب ایک صفحہ کے تھا وہ میں نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو دے دیا جو دوسرے کاتب سے لکھوایا گیا"، اب پیر منظور محمد صاحب بھی چشم دید گواہ کی حیثیت سے گواہی دے رہے ہیں، اور آپ بھی چشم دید گواہ کی حیثیت سے گواہی دے رہے ہیں، ایک کہتا ہے کہ جس قدر مسودہ حضرت اقدس نے دیا تھا وہ سب کا سب نہیں لکھا گیا تھا بلکہ اس کا کچھ حصہ بغیر کتابت کے اس کے پاس ہی پڑا رہا جو ۱۹۰۲ء میں کسی اور کاتب سے لکھوایا گیا، اور دوسرا گواہ یہ کہتا ہے کہ میری چشمدید گواہی ہے کہ جتنا مسودہ حضرت اقدس نے دیا وہ سب اُسی وقت لکھا بھی گیا اور طبع بھی ہو گیا، اب آپ ہی بتلائیں کہ ان دونوں چشم دید گواہوں میں سے کس کی چشمدید گواہی کو ہم سچا تسلیم کریں اور کس کی گواہی کو غلط بہرحال یہ امر واقع ہے کہ ان دونوں گواہیوں میں اختلاف موجود ہے، مکرمی شیخصاحب مجھے معاف رکھیں اگر میں یہ عرض کروں کہ ان شہادتوں کو تحریر کرتے وقت تمام گواہوں کے مدنظر صرف ایک ہی بات تھی کہ کسی طرح گواہی میں یہ بات آ جائے کہ تریاق القلوب کا صفحہ ۱۵۷ و صفحہ ۱۵۸ ۱۸۹۹ء کا طبع شدہ ہے اور بس اور باقی امور جیسا جیسا کسی کے خیال میں آئے لکھدیئے گئے

پھر آپ لکھتے ہیں کہ جن واقعات کی بنا پر آپ نے حلفیہ شہادت دی ہے وہ شہادت دینے سے پندرہ سال پہلے کے شائع شدہ تھے اس لئے ان میں کسی منصوبہ کو دخل نہیں ہو سکتا، مکرمی شیخصاحب یہی تو میں عرض کر رہا ہوں کہ پندرہ سال پہلے کے شائع شدہ واقعات میں یہ واقعہ بھی تو شائع شدہ تھا کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر تک کتاب تریاق القلوب برابر چھپتی رہی، اس واقعہ کو کیوں آپ اپنی شہادت میں حذف کر گئے ہیں یہ جو آپ نے اس وقت شائع کیا تھا اس میں بھی تو کسی منصوبہ کا دخل نہ تھا اسلئے میں مجبور ہوں کہ آپ کی شہادت کو اس وقت تک واقعات پر مبنی نہ سمجھوں جب تک کہ آپ کوئی کھلا کھلا ثبوت پیش نہ کریں۔

پھر اسی گھبراہٹ ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ قواعد جرح و تعدیل میں جس فریق کا کوئی گواہ ہو اس کو اپنے گواہ کے بیان کو صاف کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے، مکرمی شیخصاحب آپ جناب میاں صاحب مکرم کے گواہ ہیں، کیا میرے مضمون میں کوئی ایسا لفظ تھا جس کی رو سے میں نے انہیں اس حق سے محروم کر دیا تھا، میں نے تو اپنے مضمون میں صرف تضاد ہی آپ کے سامنے رکھا تھا اس سے کوئی نتیجہ تو ابھی تک نہیں نکالا تھا اور آپ کو ہی موقعہ دیا تھا کہ اگر آپ اسے دور کر سکتے ہیں تو کر دیں، پھر آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ آپ کو صفائی کا موقعہ نہیں دیا گیا، جناب میاں صاحب مکرم کو اختیار ہے کہ وہ آپ پر جرح کر کے اگر آپ سے اپنے مفید مطلب بیان نکلوانا چاہیں تو نکلوا لیں ہم نے تو صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ اس بیان کی صحت کے الفاظ بھی متحمل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ پھر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "کسی تحریر کا مفہوم یا مطلب وہ صحیح قرار دیا جاتا ہے جو لکھنے والا بیان کرے"۔ افسوس میں آپ کے اس کلیہ سے اتفاق نہیں کر سکتا، جہاں اغراض دخل انداز ہو جائیں وہاں یہ ضرور دیکھنا ہوگا کہ گواہ جو مفہوم اپنی گواہی کا اب بیان کر رہا ہے اس کے ان الفاظ سے وہ نکل بھی سکتا ہے یا نہیں جو گواہی دیتے وقت اس نے تحریر کئے تھے، جبکہ اس کا دماغ بعض دیگر اغراض سے خالی تھا، مکرمی شیخصاحب بھلا یہ تو بتلائیں کہ اگر آپ کا یہ اصل صحیح ہے اور آپ اس پر کاربند ہیں تو آپ لوگ کیوں مکرمی مولوی محمد علی صاحب کا وہ مفہوم قبول نہیں کرتے جو وہ لفظ "نبی" کا جو انہوں نے ریویو کے پرانے پرچوں میں حضرت اقدس کے متعلق استعمال کیا ہے بیان کرتے ہیں۔

مکرمی شیخصاحب اب میں اس تاویل کو لیتا ہوں جو آپ نے اپنے سنہ ۱۹۰۲ء والے بیان کی کی ہے آپ فرماتے ہیں " اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ شیخصاحب کو (یعنی خاکسار کو) تالیف و طباعت کا تجربہ نہیں انہیں اسلوب بیان سے مغالطہ ہوا اور وہ اپنے مغالطہ سے دوسروں کو منطقی مغالطہ دینے کی کوشش کرنے لگے تریاق القلوب جب تک شائع نہ ہو جاتی وہ زیر طبع ہی کہلاتی تھی"

یہ تاویل کہاں تک الفاظ کے مطابق ہے، اس کے فیصلہ کے لئے میں احباب کرام کے سامنے پھر وہ الفاظ رکھ دیتا ہوں جو جناب شیخصاحب نے ۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۲ء کے الحکم میں صفحہ ۱۲ پر تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

" حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود کی پہلی تصنیف اسی سال میں (یعنی سنہ ۱۹۰۱ء میں۔ راقم) اعجاز المسیح شائع ہوئی اور تحفہ گولڑویہ تریاق القلوب۔ لجنۃ النور۔ خطبہ الہامیہ سال کے آخیر حصہ تک برابر چھپتے رہے اور اب جلد یہ کتابیں قریباً سب کی سب شائع ہونیوالی ہیں"۔

مکرمی شیخصاحب خاکسار زیر طبع کا مفہوم جانتا ہے یا نہیں، اس کا زیر بحث امر سے کیا تعلق۔ کیا آپ کی تحریر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ تریاق القلوب زیر طبع ہے، جو آپ نے لفظ زیر طبع کی پناہ لینی چاہی ہے، زیر طبع تالیف و طباعت کی کوئی اصلاح ہو تو ہو لیکن یہ قطعاً کوئی اصطلاح نہیں کہ ایک کتاب کا ایک لفظ بھی نہ چھپا ہو اور اس کے متعلق یہ لکھدیا جائے کہ وہ سال کے آخر تک برابر چھپتی رہی کیا برابر چھپتی رہی بھی تالیف و طباعت کی کوئی اصطلاح ہے، اگر ہے تو اس کو واضح طور پر مکرمی شیخصاحب لکھدیں تا اس پر بھی غور کر لیا جائے۔ مجھے افسوس ہے کہ جناب شیخصاحب نے تاویل مندرجہ ذیل کی پناہ لیتے وقت نہ تو اپنی حلفیہ شہادت کو ہی غور سے دیکھا اور نہ ہی سنہ ۱۹۰۲ء والے بیان کے الفاظ کو ہی مدنظر رکھا، اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء والی تحریر انہوں نے کس سلسلہ میں لکھی ہے، مکرمی شیخصاحب آپ نے ۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۲ء کے الحکم میں جو تحریر شائع کی ہے وہ آپ نے حضرت اقدس کے ان کاموں کو شمار کرتے ہوئے لکھی ہے جو حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء میں کئے، اور اس سلسلہ میں آپ نے تصنیفات اور تالیفات کی سرخی باندھ کر حضور کی ان تالیفوں و تصنیفوں کا ذکر کیا ہے جو حضور نے سنہ ۱۹۰۱ء میں تصنیف کیں یا ان کا کوئی حصہ لکھا، اگر حضور نے تریاق القلوب کا ایک لفظ بھی اس سال میں نہیں لکھا تھا تو کیا وہ کام جو حضور سنہ ۱۸۹۹ء میں کر چکے ہوئے تھے اور جس کو ایک دفعہ آپ جنوری سنہ ۱۹۰۰ء میں اُن تصنیفوں پر ریویو کرتے ہوئے

جو حضور نے ۱۸۹۹ء میں لکھی تھیں جیسا کہ آپ کی حلفیہ شہادت سے ظاہر ہے بیان کر چکے ہوئے تھے اسکو پھر آپ نے دہرا دیا اور مطلق دہرایا ہی نہیں بلکہ اب پبلک پر یہ ظاہر کیا کہ حضور نے ۱۹۰۱ء میں اس کام کو کیا ہے، کیا یہ صریح دھوکہ نہیں کہلائے گا جو پبلک کو دیا گیا اور کیا حضرت اقدس کی نعوذ باللہ یہ جھوٹی تعریف نہیں جو حضور کی کی گئی، کیا حضرت اقدس کی طرف صریح ایک غلط بات نہیں منسوب کی گئی، اگر ۱۸۹۹ء کی کتاب کو محض اس بنا پر کہ وہ ابھی چونکہ شائع نہ ہوئی تھی ۱۹۰۱ء کے کاموں میں شمار کرنا جائز تھا تو کیوں آپ نے ۱۹۰۰ء کے کاموں میں اسے شمار نہیں کیا، ۱۹۰۰ء پر ریویو کرتے ہوئے بھی آپکو ۱۹۰۱ء میں لکھنا چاہیئے تھا کہ تریاق القلوب ۱۹۰۰ء کے آخر تک برابر چھپتی رہی مگر وہاں تو آپ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں چونکہ اس کتاب کا کچھ حصہ لکھا گیا ہے اور وہ چھپا بھی سال کے اخیر حصہ میں ہے، اسلئے ۱۹۰۱ء کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے ۱۹۰۲ء میں اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے ورنہ خواہ نخواہ اس کا کیوں ذکر کیا جاتا۔ تعجب ہے کہ آپ نے خود اپنے جواب میں آگے چل کر تسلیم کیا ہے کہ ان کتب میں سے جن کا ذکر ۱۴ر فروری ۱۹۰۲ء کے الحکم میں کیا گیا ہے "خواہ کوئی واقعی زیر طبع ہو" اگر وہ کتب فی الحقیقت طبع ہوتی رہی ہیں تو تریاق القلوب کو جو آپ باہر نکال رہے ہیں کس دلیل سے نکال رہے ہیں، محض آپ کے ایسا کہہ دینے سے کہ وہ نہیں چھپی تھی تو نہیں قبول کیا جا سکتا کہ وہ ۱۹۰۱ء کے اخیر حصہ میں نہیں طبع ہوئی تھی جبکہ الفاظ سب کے لئے ایک ہی ہیں۔

میں آپ کی حلفیہ شہادت کے مندرجہ ذیل الفاظ کی طرف بھی آپکی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں شاید وہ آپ کو اس معاملہ میں اصل حقیقت تک پہنچنے میں مدد دے سکیں آپ فرماتے ہیں "چنانچہ ۹ر ستمبر ۱۸۹۹ء کے الحکم میں اس کے متعلق اطلاع شائع کر دی گئی کہ اشاعت پر اطلاع دی جائے گی" چنانچہ آگے چل کر آپ لکھتے بھی یہی ہیں کہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں جب یہ شائع ہوئی تو اس کی اطلاع دی گئی پس جبکہ آپ کا وعدہ یہ تھا کہ اشاعت پر ہی اطلاع دی جائے گی اور اس سے قبل اس کا ذکر نہیں کیا جائے گا تو ۱۹۰۲ء میں قبل اشاعت اس کے ذکر پر آپ کیوں مجبور ہوئے، اس مجبوری کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ حضرت اقدس نے فی الحقیقت اس کتاب کے متعلق کچھ لکھا اور وہ طبع بھی ہوا جس کی وجہ سے آپ کو ان کتابوں میں اس کا ذکر کرنا پڑا جو سال کے اخیر حصہ تک برابر چھپتی رہیں۔

ان تمام باتوں سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آپ جو تاویل اپنے الفاظ کی اب کر رہے ہیں وہ بالکل درست نہیں تاویل وہ قابل قبول ہو سکتی ہے جس کے متحمل الفاظ ہو سکتے ہوں، الفاظ سے باہر جا کر جو تاویل کی جاتی ہے وہ تاویل کرنے والے کے وقار کو صدمہ پہنچانے کا ہی موجب ہوا کرتی ہے اور ایسی تاویلوں سے مومن کو اجتناب ہی کرنا چاہیئے۔

آخر میں میں ایک بات لکھ کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے کہ میں نے آپکے حوالہ کے پیش کرنے میں کتر و بیونت سے کام لیا ہے درست نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حوالہ پیش کرنے میں نہ کبھی خاکسار نے پہلے خیانت سے کام لیا ہے اور نہ اب لیا ہے اور آیندہ بھی اللہ تعالیٰ اس شنیع فعل سے مجھے محفوظ رکھے آمین۔ آپکے الزام کا خلاصہ یہ ہے کہ آپنے تریاق القلوب کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں آخری ورق اور ٹائیٹل چھوڑ کر اسکا باقی حصہ لکھا گیا اور طبع ہو گیا اور میں نے آپ کی طرف ساری کتاب کا ختم ہونا منسوب کرتا ہوں اس بات کا لکھنا بھی آپ کی گھبراہٹ کی ہی علامت ہے افسوس ہے آپ نے میرے مسلسل بیان کو توڑ کر اس میں سے صرف ایک فقرہ نقل کر دیا ہے، ورنہ میں نے وہی لکھا ہے جو آپ فرماتے ہیں، ثبوت میں میرے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں "آپکی شہادت کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب تریاق القلوب کے ٹائیٹل اور آخری ورق کو چھوڑ کر باقی تمام کی تمام کتاب ستمبر ۱۸۹۹ء تک لکھی بھی گئی اور طبع بھی ہو گئی"۔ تعجب ہے کہ ان واضح الفاظ کی موجودگی میں آپ میری طرف حوالہ پیش کرنے میں خیانت کو منسوب کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کو صدق و صواب کی راہ پر چلائے اور ہر کجی سے محفوظ رکھے آمین۔

میں اسجگہ یہ ذکر کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس کی تبدیلی خیال دربارہ نبوت کے متعلق جو نظریہ جناب میاں صاحب مکرم نے اختیار کیا ہوا ہے اس کے غلط ثابت کرنے کے لئے اسی امر پر انحصار نہیں کہ آپکی حلفیہ شہادت غلط ثابت ہو جائے اگر آپ کی حلفیہ شہادت درست بھی ثابت ہو جائے تب بھی اسے غلط ثابت کیا جا سکتا ہے اس کے غلط ثابت کرنے کیلئے خدا کے فضل و کرم سے میرے پاس اور بہت سے دلائل ہیں، سو آپ اس نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کے خیال کو دل سے نکال کر اس مسئلہ پر غور فرمائیں اور محض سلسلہ کی تاریخ کی صحت کو قائم رکھنے کے خیال سے اس تضاد کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوں اسلئے آپ ۱۹۰۲ء کا الحکم منگوا کر اسے پڑھیں اور اگر کوئی اور معقول دلیل اس تضاد کو دور کرنے کی آپ کی طرف سے پیش ہو گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی توفیق سے میں اسے فوراً قبول کر لوں گا، اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ ہی توفیق عطا فرمائے کہ حق کو فوراً قبول کر لوں، عقاید کے متعلق جو آپ نے بحث چھیڑی ہے اس کے متعلق انشاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر کچھ عرض کروں گا۔

(بقیہ از صفحہ ۲)

اب لیجئے گائے کو، ہندوؤں کے ہاں جو گائے کی عظمت ہے وہ اظہر من الشمس ہے، اتنی عظمت کہ جو بسا اوقات مسلمانوں اور ہندوؤں میں غیر معمولی آزردگی، کشیدگی اور تنفر کا موجب بنتی رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے، کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے، شری گرنتھ صاحب میں لکھا ہے

گوبر تھوٹھا - چونکا جھوٹھا، جوٹھی دینی کارا۔

یعنی گوبر ناپاک اور اس سے جو چونکا دیا جائے وہ ناپاک پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ صاحب میں صاف لکھا ہے کہ اگر باورچی خانہ میں گائے کے گوبر کا چونکا دیا جائے یا گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے جائیں، تو اس سے جو کڑاہ پرشاد تیار کیا جائے گا، اس کی تقدیس میں فرق آ جائے گا۔ اسی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سکھ دھرم اصولاً گائے کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔

اب لیجئے ویدوں کا معاملہ، یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آریہ اور سناتنی ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں، اس کے متعلق شری گرنتھ یہ کہتا ہے:۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آویہی نانج گھر ہوئے واس

یعنی بڑے بڑے پنڈت اور منی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ مگر وہ معرفت الٰہی کے معاملہ میں ......

پرنامی مت اور اسلام

اب لیجئے پرنامی مت کو۔ قریباً پانصد سال کا عرصہ ہوا کہ اس مذہب کا آغاز ہوا، یہ اپنے آپ کو مومن یا پرنامی کہتے ہیں۔ اس مذہب کے بانی شری دیو چند جی مہاراج امرکوٹ علاقہ مارواڑ میں پیدا ہوئے، دوسرے گورو شری پران ناتھ جی جام نگر علاقہ کاٹھیاواڑ میں پیدا ہوئے، جام نگر سورت، آسام، بنگال، مارواڑ گجرات، پٹنہ وغیرہ میں ان کی بڑی بڑی گدیاں ہیں، پنجاب میں بھی ان کے کچھ پیرو ہیں پنجاب میں ان کی گدی ملکہانس ضلع منٹگمری میں ہے، یہ اپنی کتاب کسی غیر کو نہیں دکھاتے اور سناتے بھی بہت ہی کم ہیں، اتفاق حسنہ سے میری ملاقات ایک پرنامی مہنت سے ہوئی اور خدا نے ان کے دل میں تحریک کی، اور انہوں نے اپنی کتاب سے کچھ پڑھ کر مجھے سنایا۔ نوٹ نہیں لینے دیئے، ہاں زبانی جو یاد داشت رہ سکی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ دنیا میں چار بڑی ارواح کو مانتے ہیں۔ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح۔ دوم شری دیو چند جی مہاراج کی روح۔ سوم اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی روح چوتھی روح ان کے نزدیک آنے والی ہے، جس کے منتظر ہیں۔ اس روح کے آنے پر یہ اپنی تعلیم کی لوگوں میں اشاعت کریں گے۔ ان کی مقدس کتاب کا نام کل جمع صاحب ہے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ ایک شاید یہ یا اس کے قریب قریب

ہے ؎

اول خدا دوجا محمد برحق
کافر تس کو آکھئے جو ان میں لائے شک

(باقی دارد)

ماہ رجب اور فراہمی زکوٰۃ

قارئین کرام کو معلوم ہو گا کہ ماہ رجب المرجب کی ابتدا ہو چکی ہے۔ یہ مہینہ ادائیگی زکوٰۃ کیلئے مخصوص ہے ویسے تو جب کسی کا جی چاہے سال بھر کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرے لیکن نظام کو مدنظر رکھتے ہوئے بالعموم اسی مہینہ میں تمام اسلامی دنیا زکوٰۃ ادا کرتی ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت احمدی جماعت کے احباب پر بخوبی روشن ہے اور اسپر زیادہ زور دینا تحصیل حاصل ہے۔ زکوٰۃ کا قومی بیت المال میں جمع ہونا اشد ضروری ہے اس کے بغیر اس کی ادائیگی کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

دفتر تحصیل سے احباب جماعت کے نام فرداً فرداً بھی اور اکثر جماعت کے سکرٹری صاحبان کی معرفت زکوٰۃ کی اپیلیں بھیجی گئی ہیں تمام احباب سے التماس ہے کہ وہ اسی مہینہ کے اندر اندر اپنی زکوٰۃ کی رقم دفتر ہذا کو ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، جماعتہائے کے سکرٹری صاحبان خصوصیت سے فراہمی زکوٰۃ کی طرف توجہ فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں اور اجر عظیم حاصل کریں۔

خاکسار۔ مرزا مسعود بیگ، سکرٹری تحصیل و تبلیغ

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی حزن و ملال سے سنی جائیگی کہ دیوان منصب علی صاحب مالیر کوٹلہ جو ہماری جماعت کے مخلص ممبر اور بزرگ تھے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے تمام احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ

گرنتھ صاحب کی تعلیم اور اسلام

{از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی}

گذشتہ سے پیوستہ

گرنتھ صاحب کی تعلیم میں اور بالخصوص بابا نانک صاحب کے کلام میں توحید پر بہت زور پایا جاتا ہے یہ توحید کی تعلیم ہندو دھرم میں تو موجود نہ تھی - اور بابا صاحب کے وقت آریہ سماج بھی نہیں تھی کہ جو یہ کہیں کہ توحید ویدوں میں بھی موجود ہے، لامحالہ بابا صاحب نے اسلام سے توحید کا سبق لیا ہوگا - اور اس امر کی بھی تائید ہوتی ہے کہ گرنتھ صاحب میں اکثر مقامات پر قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے - جیسا کہ ذیل کے چند حوالجات سے ظاہر ہے :-

گرنتھ صاحب

۱- اکس بن ہور دوجا ناہیں بابا نانک ایہہ مت ساری جیو
(ماجھ محلہ ۵)

ترجمہ:- ایک کے بغیر کوئی اور دوسرا معبود نہیں - بابا نانک کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے ؛

۲- دھر جیئڑے اک ٹیک تو لاہ دوجی آس نانک نام دھیائیے کاج آویں راس
(گوڑی باون اکھری محلہ ۵)

ترجمہ:- اے دل تو صرف ایک کا آسرا رکھ - اور غیر کی اُمید ترک کر دے، اسی کے نام کے ذکر سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں ؛

۳- پاربرہم پربھو ایک ہے دوجا ناہیں کوئے -
(سری راگ محلہ ۵)

ترجمہ:- سب کا مالک خدا ایک ہے - دوسرا کوئی نہیں ؛

۴- تس کا شریک کو نہیں نہ کو کنٹک ویرا ی -
(وار وڈہنس محلہ ۵)

ترجمہ:- اس کا شریک کوئی نہیں - اور نہ کوئی اس سے دشمنی کرکے کامیاب ہو سکتا ہے ؛

۵- جن جنت اپیا جن کیتا آ ذ پیر تس جاپ
ترجمہ:- جس نے تمام مخلوق

قرآن مجید

۱- والٰھکم اللہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم - (۲-۱۶۴)

ترجمہ:- معبود تمہارا صرف ایک ہے - اس کے بغیر کوئی معبود نہیں - وہ رحمٰن اور رحیم ہے ؛

۲- وتوکل علی اللہ و کفیٰ باللہ وکیلا (۴-۸۲)

ترجمہ:- اور اللہ پر بھروسہ رکھ - اللہ کافی کارساز ہے ؛

۳- قل ھو اللہ احد - اللہ الصمد

ترجمہ:- کہہ وہ اللہ ایک ہے - وہ اللہ بے نیاز ہے ؛

۴- لا شریک لہٗ و بذالک امرت وانا اول المسلمین (۶:۱۶۵)

ترجمہ:- اس کا شریک کوئی نہیں - اور مجھے یہی تعلیم دینے کا حکم ہے - اور میں سب سے اول اس حکم کا ماننے والا ہوں ؛

۵- لا الٰہ الا ھو خالق کل شیءٍ فاعبدوہٗ (۶-۱۰۴)

گرنتھ صاحب

کو پیدا کیا - شب و روز اسی کا ذکر کر ؛

۶- جن تم سرجے سرج سوارے تس دھیاوو دن رینا رے
(سورٹھ محلہ ۵)

ترجمہ:- جس نے تم کو پیدا کیا، اور ٹھیک ٹھاک بنایا - شب و روز اس کا ذکر کرو،

۷- تیرا شریک کو نہیں جس نو لوے لائے سنایا
(وار گوری محلہ ۵)

ترجمہ:- اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں ہے، کہ جس کو ہم اپنی دعا سنا سکیں ۔

۸- ہری سیوں ہیرا چھانڈ کے کرے آن کی آس نے نر دوزخ جاہنگے ست کبا کہے رو داس -
(شلوک کبیر)

ترجمہ:- خدا سا ہیرا چھوڑ کر جو اور کی آس تکتے ہیں وہ دوزخ میں جاویں گے ؛

۹- دوجی چھوڈ کوا ڑی اکس سیو چت لائے دوجے بھاوے نانکا وھن لگ ندڑی جائے
(شلوک واراں تو ودھیک محلہ ۵)

ترجمہ:- دوسرا الٹا رستہ ترک کر - ایک خدا سے دل لگا - دوسرے کے ساتھ لگنے سے گمراہ ہو جائے گا ؛

۱۰- دیوی دیوا پوجیئے بھائی کیا مانگوں کیا دے پاہن نیر پکھالئے بھائی جل میں بوڈہ تے -
(سورٹھ محلہ ۱)

ترجمہ:- دیوی دیوتاؤں کی

قرآن مجید

ترجمہ:- اس کے سوا کوئی معبود نہیں - اس نے ہر چیز کو پیدا کیا - پس اسی کی عبادت کرو ؛

۶- یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم (۲-۲۱)

ترجمہ:- اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کیا -

۷- واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہٖ شیئًا - (۴-۳۷)

ترجمہ:- اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ؛

۸- انہٗ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وما للظلمین من انصار (۵-۷۳)

ترجمہ:- جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیگا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کیا - اس کا ٹھکانہ آگ ہے - ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا -

۹- ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلٰلاً بعیدًا (۴-۱۱۶)

ترجمہ:- جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا ؛

۱۰- قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرًا ولا نفعًا واللہ ھو السمیع العلیم (۵-۷۷)

ترجمہ:- کہہ کیا تم اللہ کے سوا ان کی بندگی کرتے ہو جو تم کو نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور

گرنتھ صاحب

کیوں پوجا کریں - ہم ان سے کیا مانگیں، اور وہ ہمیں کیا دے سکتے ہیں - پتھر کو اگر پانی پر تیرایا جاوے تو وہ ساتھی کو بھی لے ڈوبتا ہے

۱۱- جو ہمکو پرمیشر اُچرہے تے سب نرک کنڈ میں پرہے موکو داس توس کا جانو یا میں بھید نہ پچھانو میں ہوں پرم پرکھ کو داسا دیکھن آئیو جگت تماسا
(دسم گرنتھ)

ترجمہ:- جو مجھے خدا کر کے پکاریں گے وہ سب دوزخ میں پڑیں گے - میں خدا کا بندہ ہوں - اس میں ذرہ بھی شک نہیں ہے، میں خدا کا داس ہوں - اس کے حکم سے جگت کا تماشا دیکھنے آیا ہوں ؛

۱۲- ایشر برہما سیو دے انت تنہیں نہ لہیا بید کتیب نرنکار الکھ ہے گور مکھ پر گنہیا
(وار گوجری محلہ ۳)

میں نہ گنیش پرتھم مناؤں کشن بشن کبہوں نہ دھیاؤں
(دسم گرنتھ)

ترجمہ:- جو لوگ شو جی یا برہما وغیرہ دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں، ان دیوتاؤں کو بھی خدا کا انت معلوم نہیں بے خوف ہے جسم غیر مرئی خدا مرشد کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے جس طرح ہندو کسی کام کو شروع کرتے وقت شری گنیش کہتے ہیں اس طرح میں کسی کام کو شروع کرتے وقت گنیش پوجا کو نہیں مانتا کرشن یا وشنو کو میں کبھی نہیں پوجتا ؛

قرآن مجید

نہ نفع اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے

۱۱- قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد - (۱۸-۱۱۰)

ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہٖ فذٰلک نجزیہ جہنم (۲۱-۳۰)

ترجمہ:- کہہ میں ایک بشر ہوں تمہاری مانند میری طرف وحی کی گئی ہے کہ معبود صرف ایک ہے اور پیغمبروں میں سے اگر یہ کہے کہ خدا کے سوا میں بھی معبود ہوں - تو ہم اس کو دوزخ میں ڈال دیں ؛

۱۲- ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السمٰوٰت ولا فی الارض سبحٰنہٗ وتعالیٰ عما یشرکون (۱۰-۱۹)

ترجمہ:- اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ دیوتے خدا کے پاس ہماری فریاد لے جانے والے ہیں - کہہ کیا تم اللہ کو کوئی ایسی بات بتلانا چاہتے ہو جو وہ جانتا نہیں، وہ زمین و آسمان کے بھید وں کو بھی جانتا ہے، اور تمہارے شرک سے وہ پاک ہے ؛

قل یاایھا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عٰبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عٰبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین -

کہہ اے خدا کے منکرو میں اس کی کبھی پوجا نہ کروں گا جس کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم اس کی پوجا کرنے کے قابل ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں، اور نہ میں نے پہلے کبھی اس کی عبادت کی کہ جس کی تم کرتے رہے ہو اور نہ تم سے امید ہو کہ اس کی عبادت کرو کہ جس کی میں کرتا ہوں تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملیگا ہمیں ہمارے اعمال کا ؛

باقی ــــــ باقی

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

لندن - ۱۷ر جولائی - ریوٹر کا سپیشل نامہ نگار ماسکو سے بذریعہ بحری تار اطلاع دیتا ہے - کہ جرمن روسٹوف کے شمال میں بلیرو کے علاقہ میں اپنے حملہ کو وسعت دے رہے ہیں، وہ نئی کمک لا رہے ہیں اور ایک مقام پر کافی تعداد میں جرمن ٹینک اور پیادہ سپاہ گھیرا ڈالنے والی سرگرمیوں کے ذریعہ عقب سے روسی مورچوں کو توڑنے کی کوشش کر رہی ہیں، روسی طے شدہ سکیم کے مطابق پیچھے ہٹ رہے ہیں۔

لندن - ۱۷ر جولائی - رائٹر کے فوجی نامہ نگار نے لکھا ہے - کہ مصر میں تازہ جنگ روئی ٹیلپ کے پہاڑی ٹیلے پر اور ار دگرد ہو رہی ہے - یہ جگہ سمندر سے بارہ میل دور ہے - رومیل نے یہاں اتحادی فوجوں کو پیچھے ہٹا دینے کی زبردست کوشش کی۔ اتحادیوں نے یہاں بدھ وار کو قبضہ کر لیا تھا - رومیل نے اب اس حملے میں زبردست طاقت لگا دی ہے - یہ حملہ پچھلے تمام حملوں سے زیادہ شدید ہے - جرمن فوجوں کو اپنی بکتر بند فوجوں کو برقرار رکھنے میں بہت دقت محسوس ہو رہی ہے ❊

ماسکو - ۱۸ر جولائی - جرمنوں نے روسٹوف اور کاکیشیا جانے والے راستوں کی طرف پیشقدمی کر کے علاقہ میں مزید توسیع حاصل کر لی ہے - کئی دن ہوئے وہ ملیرو کے جنوب تک پہنچ چکے تھے - کل انہوں نے ملیرو کے جنوب میں ایک دراڑ کر دی نتیجہ کے طور پر اب وہ کانتک کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں - کانتک ڈان کی وادی میں ایک اہم شہر ہے جو بڑی ریلوے لائن سے ۸۰ میل جنوب میں تھا - شمال کی طرف سے جرمنوں کے حملے کی راہ میں دریائے ڈونیز بھی رکاوٹ ڈال رہا ہے - سرخ فوجیں جرمنوں کی تازہ دراڑ کے پہلوؤں پر حملے کر رہی ہیں تاکہ دشمن کی پیشقدمی کو دیر تک روکے رکھا جا سکے - ریڈسٹار نے اطلاع دی ہے کہ جرمنوں کو تعداد کے لحاظ سے برتری حاصل ہے، اور کئی محاذوں پر حالت گڑ بڑ ہے - ماسکو ریڈیو نے آج صبح اطلاع دی ہے کہ ماسکو کے جنوب مغرب میں بریانسک کے نواحی علاقہ میں روسی فوجوں نے ایک اہم پہاڑی پر قبضہ کر لیا ہے - جرمنوں نے جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی۔

قاہرہ - ۱۸ر جولائی - آج دوپہر کے کمیونک میں اعلان کیا گیا ہے کہ کل شمالی مورچہ پر برٹش فوجوں نے جنوب کی طرف پیشقدمی کی - بعد میں ان پر دو بار جوابی حملے ہوئے - اور انہیں حاصل کردہ علاقہ سے پیچھے ہٹ آنا پڑا - وسطی علاقہ میں دشمن کا ایک حملہ جس میں لاریوں پر سوار پیادہ فوج حصہ لے رہی تھی - ناکام بنا دیا گیا - جنوبی محاذ پر ہمارے موٹر دستے سرگرم رہے ❊

زیورچ - ۱۹ر جولائی - جرمنی سے یہاں غیر ملکی خبریں ملی ہیں کہ فیلڈ مارشل گوئرنگ کو جرمن ہوائی فوج کی کمان سے ہٹا دیا گیا ہے - اور اس کی جگہ گسٹاپو کے افسر اعلیٰ ہمبلر کو مقرر کیا گیا ہے، مارشل گوئرنگ کو روس بھیجا گیا ہے - جہاں وہ ایک جرمن ہوائی فوج کی کمان کر رہا ہے -

ماسکو - ۱۹ر جولائی - ریڈسٹار کو محاذ جنگ سے اطلاع ملی ہے کہ جرمن حملہ کی تشویش کا مرکز اب شمالی کاکیشیا کا علاقہ ہے جہاں ایک بہت بڑے علاقہ میں اب جنگ ہو رہی ہے - جرمن بھاری تعداد میں کمک لا رہے ہیں، وہ ہمارے مورچوں میں کمزور مقامات کی تلاش میں ہیں - اور وہ ہماری صفوں کو توڑنے اور عقب سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - دشمن کی زبردست تعدادی برتری کے باوجود ہماری فوجیں سخت مزاحمت کر رہی ہیں اور دشمن کی ان کوششوں کو ناکام بنایا جا رہا ہے - جرمنوں کے پاس تنی فوج ہے کہ ہماری فوجیں زبردست جوابی ضربات سے مضبوط ترین مدافعت کے ذریعہ ہی دشمن کی پیشقدمی کو روک سکتی ہیں ❊

نیویارک - ۱۹ر جولائی - نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ واشنگٹن میں مشرق بعید کے بڑے معتبر ذرائع سے یہ خبریں پہنچی ہیں کہ جاپان شمال میں مانچوکیو اور سائبیریا کی سرحد پر مزید آزمودہ فوجیں کھینچ کر رہا ہے۔

ماسکو - ۲۰ر جولائی - ایک ضمنی کمیونک میں اعلان کیا گیا ہے کہ ووروینیز کے محاذ پر جرمن فوجیں اب حفاظتی جنگ پر اتر آئی ہیں - روسی دستے دشمن کا زبردست مقابلہ کر رہے ہیں - ایک گاؤں میں روسی ٹینکوں اور پیادہ دستوں نے دشمن کو سارے دن کی لڑائی کے بعد شکست دی، یہاں گلیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں ۱۵۰۰ جرمن مارے گئے ❊

معلومات

سوویٹ روس میں مسلمانوں کی تنظیم
موجودہ عالمگیر جنگ سے پہلے

سوویٹ روس کے صحیح حالات پردۂ خفا میں تھے، برطانوی روسی اتحاد نے اس پردہ کو اٹھایا اور برطانوی ذرائع ہی سے روس کے حالات کی دلکش تصویریں منظرِ عام پر آنے لگیں خصوصًا عربی زبان کے ذریعہ جو حالات چھپتے رہتے ہیں اُن سے روس میں مسلمانوں کی عام زندگی کا ایک اندازہ ہوتا ہے۔

سوویٹ روس کے زیرِ علم تقریبًا ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں جو پوری روسی آبادی کی تقریبًا ایک چوتھائی ہے، ان میں سے ایک کروڑ ۹۰ لاکھ ترکستان میں ہیں، ایک کروڑ قفقاز میں ۲۰ لاکھ سائبیریا میں، ۳ لاکھ لینن گراڈ کے اطراف میں اور بقیہ اسی طرح روس کے مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے دس لاکھ سے اوپر روس کی سرخ فوج میں بھی داخل ہو چکے ہیں، اور قفقاز کے محاذ پر وہ اس وقت دشمنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں -

روسی مسلمان سوویٹ اتحاد میں مساوی حیثیت سے شریک ہیں، اس کے ساتھ ان کی جداگانہ واخلی تنظیم بھی قائم ہے، روسی علمائے دین کی ایک مجلس مشورت قائم ہے اور مسلمانانِ روس کے عام انتخاب سے ان علمائے دین میں سے ایک مفتی کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کو "شیخ الاسلام" کا مرتبہ حاصل ہے، آج کل اس جلیل القدر منصب پر رسولیعف عبدالرحمٰن فائز ہیں ۱۹۳۶ء میں انہیں مسلمانانِ روس کی نمائندہ انجمنوں نے اس عہدہ کے لئے منتخب کیا تھا، اس عہدہ پر ان کا انتخاب سابق مفتیٔ روس فخرزنیوف رضاالدین کی وفات کے بعد عمل میں آیا تھا - مفتی رسولیعف عبدالرحمٰن جمعیۃ علمائے اسلام روس کی صدارت عظمٰی کے منصب پر بھی فائز ہیں، جمعیۃ علمائے مسلمانانِ روس نے ۸ار جولائی ۱۹۴۱ء کے ایک منشور میں مسلمانانِ روس کو موجودہ جنگ میں شریک ہو کر دشمنوں سے ملک کو بچانے کی دعوت دی تھی۔

مفتی رسولیعف عبدالرحمٰن روس کے ممتاز اہلِ علم میں شمار کئے جاتے ہیں، دینی و علمی موضوعوں پر ان کی قابلِ قدر تصنیفات ہیں - اس وقت ۷۰ سال کی عمر ہے، قد درمیانہ آنکھوں سے ذکاوت و فراست ٹپکتی ہے، چہرہ پر خوبصورت حنائی ڈاڑھی ہے، جسم پر ڈھیلے ڈھالے مشرقی کپڑے اور سر پر ترکی ٹوپی، ان کے کمرے میں عربی، فارسی، ترکی اور تاتاری زبان کی کتابوں کا قیمتی ذخیرہ موجود ہے، جن میں تقریبًا ۷۰۰ نادر قلمی کتابیں ہیں، روس میں اسلامیات پر کتابوں کا یہ نادر ذخیرہ تصور کیا جاتا ہے، سوویٹ روس کے مختلف خطوں میں اس وقت ہزاروں اسلامی مدرسے، مسجدیں اور کتب خانے قائم ہیں جن مسلمانانِ روس کی ہیئت اسلامی کی تنظیم قائم ہے، اس طرح مسلمانانِ روس ایک طرف سیاسی حیثیت سے سوویٹ روس میں مساوی طور پر شریک ہیں اور دوسری طرف اپنی دینی جمعیتوں کے ذریعہ آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی تنظیم بھی قائم کئے ہوئے ہیں ❊

ہرات کے چند آثار

افغانستان کے تاریخی شہروں میں ہرات کو نمایاں امتیاز حاصل ہے خصوصًا سلطان حسین مرزا کے زمانہ میں اس شہر نے مرکزی حیثیت سے بڑی ترقی کی، علماء، ادباء، شعراء اور دیگر اربابِ علم اس دور میں یہاں جمع تھے

تیمور کی وفات کے بعد شاہ رُخ نے ۸۰۸ھ (۱۴۰۵ء) میں ہرات کو اپنا دارالسلطنت بنایا کہا جاتا ہے کہ اس دور میں پورے وسط ایشیا میں سیاسی، اقتصادی، عمرانی حیثیتوں سے تنہا اسی شہر کو مرکزیت حاصل تھی، ۸۵۱ھ (۱۴۴۷ء) میں میر حسین بائیقرا یہاں کا فرمانروا ہوا، اس نے اپنے چالیس سالہ دورِ حکومت میں ہرات کو علمی تمدنی اقتصادی اور عمرانی حیثیتوں سے غیر معمولی ترقی دی، میرخوند کی تاریخی تصنیف جامی کی لطیف غزلیات اور بہزاد کے موئے قلم کے شاہکار اسی تاریخی شہر کی یادگار ہیں

لیکن افسوس ہے کہ ہرات کے آثارِ قدیمہ میں سے بہت کم نوادر زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہ گئے ہیں، بڑا حصہ تو زلزلوں کے ہاتھوں تباہ ہوا اور کچھ چیزیں وحشی حملہ آور سپاہیوں نے تباہ کیں ان میں جوہر شاہ بیگم ملکۂ شاہ رُخ کی ایک تاریخی مسجد بھی تھی، اب اس مسجد کا تھوڑا سا حصہ محفوظ رہ گیا ہے - ان باقیماندہ آثار میں ملکہ جوہر شاہ بیگم کا مقبرہ بھی قابلِ ذکر ہے یہ مقبرہ ایشیا کی خوبصورت بڑی تعمیروں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے - ایک دوسری قابلِ ذکر عمارت قلعۂ اختیار الدین بھی ہے، اس کی تعمیر ۸۱۸ھ (۱۴۱۵ء) میں عمل میں آئی تھی یہ قلعہ ان دنوں سپہ سالارِ عام کی قیامگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، افغانستان میں تشریف لانے والے صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک بھی اسی شہر میں ہے اور اب تک قائم ہے مرجعِ خلائق ہے، سلطان غیاث الدین غوری نے جب اس شہر کو پایۂ تخت بنایا تو ۵۹۶ھ (۱۲۰۰ء) میں یہاں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی وہ بھی ابتک محفوظ کھڑی ہے، پھر ہرات کی شہری آبادی میں بہت سی ایسی قدیم عالیشان عمارات موجود ہیں جن کی دیواروں پر شہری پچی کاری ہے

... دو اسمیر صلوطر ... تاریخی ... اگرچہ ان محلات کیلئے ... دیواریں پچی کاری ہیں، ... نقش و نگار سے آراستہ ... لاجوردی نقش و نگار ... اور مرصع ... سنگ سرخ، سنگ مرمر، سنگ موسیٰ، منقش ہیں ... آثار مات ماک ... ۳ ... نقش و نگار ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغامِ صلح

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۴ رجب ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۴ء | نمبر ۳۱

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے فتاوے

معلق مال کی زکوٰۃ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ جو مال معلق ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہیئے کہ حیلہ بہانہ سے زکوٰۃ کو ٹلل دے آخر اپنی حیثیت کے مطابق اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے، تقویٰ کیساتھ اپنے مال موجودہ اور معلق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰۃ دیکر خدا تعالےٰ کو خوش کرتا ہے۔ بعض لوگ خدا کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔

(الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء۔ البدر ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

زیور کی زکوٰۃ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہوتی ہیں اور بہت سا زیور اُن کے پاس ہوتا ہے، مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتی ہیں۔ جو زیور استعمال میں آتا ہے اس کی زکوٰۃ نہیں ہے اور جو رکھا رہتا ہے اور کبھی پہنا جاتا ہے اسکی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ جو زیور پہنا جاوے اور کبھی کبھی غریب عورتوں کو استعمال کیلئے دیا جاوے۔ بعض کا اس کی نسبت یہ فتوےٰ ہے کہ اس کی زکوٰۃ نہیں اور جو زیور پہنا جاوے اور دوسروں کو استعمال کیلئے نہ دیا جائے اس میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس پر ہمارے گھر میں عمل کرتے ہیں اور ہر سال کے بعد اپنے موجودہ زیور کی زکوٰۃ دیتے ہیں، اور جو زیور روپیہ کی طرح رکھا جائے اسکی زکوٰۃ میں کسی کو اختلاف نہیں۔ الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱)

مکانات و جواہرات پر زکوٰۃ کسی شخص کا خط سے سوال پیش ہوا کہ میرا پانسو روپیہ کا حصہ ایک مکان میں ہے کیا اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا جواہرات و مکانات پر زکوٰۃ نہیں ہے (بدر ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

مکان اور تجارتی مال پر زکوٰۃ ایک شخص کے سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مکان خواہ کتنے ہزار روپیہ کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں، حضرت عمر رضی چھ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی (البدر ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

قرض پر زکوٰۃ ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے کیا اس کو زکوٰۃ دینی لازم ہے۔ فرمایا نہیں۔ (البدر ۱۱ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

اخبارِ احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی میں بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں آپکا ایک گرامی نامہ مکرم معظم جناب داروغہ نبی بخش صاحب کی عیادت کیلئے اخویم چوہدری فضل حق صاحب کو موصول ہوا ہے جو اس غرض سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے کہ تمام احباب جماعت داروغہ صاحب کی صحت کیلئے حضرت امیر کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔

عزیزم چوہدری صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
داروغہ نبی بخش صاحب کے پاس میری طرف سے عیادت کے لئے حاضر ہوں، ان کی پردرد وصیت اخبار میں پڑھی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے اور خدمت دین کے لئے لمبی عمر عطا فرمائے، اس بات پر افسوس کا اظہار کریں کہ میں لاہور سے چلتے وقت ان سے نہ مل سکا میں اسی غرض کے لئے آیا اور مولوی دوست محمد صاحب کو کہا کہ میں نے ان کیساتھ داروغہ صاحب کے پاس جانا ہے مگر فضل رحیم (نواسہ حضرت امیر ایدہ اللہ ایڈیٹر) کی حالت اس دن ایسی خراب تھی کہ دس گیارہ اسی میں ہوگئے اور میں بھول گیا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہیں شفا دے۔ والسلام

خاکسار محمد علی۔ ۴۲/۷/۱۹

— داروغہ صاحب کی طرف سے احباب کرام کی خدمت میں یہ پیغام موصول ہوا ہے، کہ اُن کو آج کل دیگر عوارض کے علاوہ سب سے بڑی شکایت درد سر کی ہے نصف سر میں صبح ہی سے درد شروع ہو جاتی ہے (بقیہ صفحہ)

سلسلہ کے وہ اصحاب جن پر زکوٰۃ فرض ہے انہیں زکوٰۃ جلد ادا کرنی چاہیئے

حضرت بلالؓ کی سوانح حیات

از جناب عبدالعزیز صاحب ہزاروی - ایم - بی - ایس نائل حالی ہری پور ہزارہ

دنیا کے اس نامور فرزند اسلام کے ابتدائی حالات زندگی تاریکی ہیں - حضرت بلال رضؓ - حضور صلعم کے سچے شیدائیوں میں سے تھے - اسلام کی راہ میں جو تکالیف حضرت بلال نے برداشت کی ہیں - جب تک اسلام دنیا پر موجود ہے وہ اسلامی تواریخ میں اظہر من الشمس رہیں گی۔

آپ حبشی النسل تھے - جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

"بلال سابقۃ الحبشہ"

"بلال حبشہ کا پیشرو ہے" آپ کے آباء و اجداد نے حبشہ سے ہجرت کر کے یمن میں سکونت اختیار کی تھی۔

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے اٹھا کر تجھکو حجاز میں لایا

حضرت بلالؓ کے والد کا نام رباح تھا - مگر پورے طور پر شجرۂ نسب پر کسی مؤرخ اسلام نے روشنی نہیں ڈالی - صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ آپ قبیلہ شعم سے تھے۔

مسٹر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت بلالؓ ایک حبشی لونڈی کے بطن سے تھے - اور اس کا نام حمامۃؓ تھا -

بعض مؤرخین نے حضرت حمامۃؓ کا بھی مشرف باسلام ہونا لکھا ہے -

علامہ ازرقی نے اپنی کتاب "اخبار مکہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت بلالؓ بن رباح اور کہیل بن رباح (حضرت بلال کے حقیقی بھائی - مگر بعض تواریخ کی کتب میں ان کا نام خالد بن رباح آیا ہے) کا باپ مر گیا - تو اس نے مرتے وقت وصیت امیہ بن خلف کے بارے میں کی تھی - کہ میری اولاد ان کے قبضے میں رہے - یہی وجہ تھی - کہ آپ بنی کے قبضہ میں رہے -

امیہ بن خلف آنحضرت صلعم کے جانی دشمن تھے - سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے

"امیہ بن خلف بن وہب بن حذاقہ بن جمح نے اپنا یہ طریقہ اختیار کیا تھا - کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آنکھ سے اشارے کرتا اور سخت و سست کہتا - پس اللہ تعالےٰ نے اس کی عداوت کے بیان میں یہ سورت نازل فرمائی۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ن الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ طیعنی خرابی ہے ہر ایک بیہودہ گو آنکھ باز کے لئے جو مال جمع کر کے اس کو گنتا ہے - سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھیگا - ہمزہ وہ شخص ہے جو کسی کو علانیہ سخت و سست کہتا ہے اور آنکھ سے اشارہ کرتا ہے اور لمزہ وہ شخص ہے جو پوشیدہ کسی کی عیب جوئی کرے اور ایذا پہنچائے -

جب امیہ بن خلف کو پتہ لگا - کہ حضرت بلالؓ اسلام لے آئے ہیں تو اس نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں کبھی کانٹوں والی چھڑی (خار دار شاخ) سے مارتا کہ آپ لہولہان ہو جاتے کبھی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کرتا - جو آپ کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر گھسیٹتے پھرتے تھے - حتیٰ کہ آپ کی پیٹھ کا چمڑا بھی چھیلا جاتا تھا۔ مگر رسول اللہ صلعم کی محبت کا نشہ پھر بھی نہ اترتا تھا -

ابن ہشام اپنی کتاب سیرت ہشام میں تحریر فرماتے ہیں - کہ حرّہ کی زمین جو مکہ میں گرمی کے سبب سے مشہور ہے اور مثل لوہے کے دھوپ سے گرم ہو جاتی ہے امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو اس دھوپ والی زمین پر چت لٹا کر آپ کے سینہ پر ایک بہت وزنی پتھر رکھ دیتا تھا - کیونکہ حضرت بلالؓ صدق دل اور کمال یقین اور استحکام کے ساتھ ایمان لے آئے تھے اور آپ کا قلب اسلام اور توحید کے نور سے معمور ہو گیا تھا - پس امیہ ملعون آپ سے کہتا تھا کہ جب تک تو حضرت محمدؐ کو چھوڑ کر لات اور عزیٰ پر ایمان نہ لائے گا - میں تجھ کو اسی عذاب سے ہلاک کروں گا - حضرت بلالؓ اس کے جواب میں فرماتے احد احد - یعنی خدا تعالےٰ تو ایک ہی ہے -

ابن اسحاق کہتے ہیں - کہ ایک روز امیہ مردود حضرت بلال کو تکلیف پہنچا رہا تھا - آپ احد احد فرماتے تھے - ایک دن ورقہ بن نوفل کا ادھر سے گذر ہوا انہوں نے کہا - اے بلال قسم ہے خدا تعالےٰ کی - کہ واقعی خدا واحد ہی واحد ہے - پھر امیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تم لوگ اس کو قتل کرو گے - تو قسم ہے خدا کی میں اس کی قبر کو زیارت گاہ بناؤں گا - جس سے لوگ برکت حاصل کریں گے -

پھر اس کے بعد ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ادھر گذر ہوا - آپ نے اس تکلیف میں حضرت بلالؓ کو دیکھ کر امیہ بن خلف سے فرمایا - کہ تو اس مسکین کے تکلیف دینے میں خدا سے کیوں نہیں خوف کرتا - امیہ نے حضرت صدیقؓ سے کہا - کہ تم ہی نے تو اس کو خراب کیا ہے - حضرت صدیقؓ نے فرمایا - اگر یہی بات ہے تو اسکو مجھے دیدے اور اس کے بدلے فلاں حبشی غلام جو میرا ہے اور نہایت قوی ہیکل اور سخت قلب تیرا ہم مشرب ہے اس کو لے لے - امیہ اسی بات پر راضی ہو گیا - اور حضرت صدیقؓ نے وہ غلام اسکو دے کر حضرت بلال کو آزاد کر دیا -

بعض مؤرخین اسلام ابن ہشام سے اتفاق نہیں رکھتے - کہتے ہیں - کہ حضرت بلال کے بدلے حضرت صدیقؓ نے دینار دیئے تھے - مگر اس میں تمام متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو آخر آزاد کرایا۔

سنن ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے چالیس اوقیہ چاندی اور اپنے ایک رومی غلام نسطاس کے عوض میں حضرت بلالؓ کو آزاد کرایا - آزاد کرنے سے قبل حضرت بلالؓ کی تکالیف کو دیکھ کر ان کو مشورہ دیا - کہ اعتقاد پوشیدہ رکھو -

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد
کز جہوداں خفیہ مے دار اعتقاد

مگر حضرت بلالؓ حضرت صدیقؓ کے اس مشورہ کو کب ماننے والے تھے چنانچہ پھر

روز دیگر از پگہ صدیق تفت
آں طرف از بہر کارے رفت

(مطلب) دوسرے دن کسی ضرورت سے حضرت صدیق کا گذر پھر اسی جانب ہوا -

باز احد بشنید و ضرب زخم خار
بر فروزید از دلش سوز و شرار

حضرت صدیقؓ کے گوش مبارک تک پھر یہی آواز پہنچی کہ ظالم یہودی بلالؓ کو خار دار چھڑیوں سے مار رہا ہے، اور آپ احد احد چلا رہے ہیں - اس المناک کیفیت پر حضرت صدیق اکبر کے دل سے آہ نکلی

باز پندش داد باز او توبہ کرد
عشق آمد توبۂ او را بخورد

حضرت بلال کو پھر انہوں نے سمجھایا مگر حضرت بلال کے دل میں جو شرارۂ عشق بھڑک رہا تھا - اس نے اس اقرار کو خاکستر بنا دیا -

توبہ کردن زیں نمط بسیار شد
عاقبت از توبہ او بیزار شد

حضرت بلال نے کئی مرتبہ کتمان توحید کا وعدہ کیا لیکن ذوق و شوق کے اقرار سے متنفر ہو گئے،

میں نے مندرجہ بالا مثنوی مولانا روم کے اشعار اسلئے نقل کئے - کہ مخالفین مثنوی پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت بلالؓ کو حق کہنے سے کیوں باز رکھنے کی کوشش کی -

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا یہ مشورہ اس بنا پر نہیں تھا کہ مخالفین کی اکثریت میں اپنا مذہب پوشیدہ رکھنا چاہیئے بلکہ اس میں اور راز مضمر تھے (۱) ایک یہ کہ اس زمانہ میں مسلمان ضعیف تھے - دائرہ اسلام میں چند اشخاص داخل ہوتے تھے - توحید الٰہی کی حفاظت کے لئے یہ جانیں آسانی سے قربان کی جا سکتی تھیں، مگر اس وقت مصلحت وقت یہ تھی کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھائی جائے اس وقت مسلمانوں میں قوت مدافعت بھی پوری نہیں تھی اگر حضرت بلال شہید ہو جاتے - تو نتیجہ یہ ہوتا کہ چند اسلامی اشخاص میں سے ایک شخصیت کم ہو جاتی - ابن ہشام لکھتے ہیں۔

آنحضرت نے حضرت بلال کو اذان دینے کے منصب پر فائز کیا - اذان کے متعلق حضرت عبداللہ بن زید کو خواب آئی تھی - اور انہوں نے خواب حضور صلعم سے عرض کیا تھا حضور نے فرمایا یہ خواب تیرا حق اور رحمانی ہے پس اے عبداللہ بلال کیساتھ کھڑے ہو کر تم اسکو بتاتے جاؤ اور بلال پکار کر اذان دیتا جائے - کیونکہ بلال کی آواز تمہاری آواز سے بڑی ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہے کہ میرے گھر کا صحن بہت لمبا اور کشادہ تھا - اور مسجد شریف سے ملا ہوا تھا - پس بلال ہر روز طلوع فجر سے پہلے دیوار پر آن کر بیٹھ جاتے تھے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے تھے - یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہوتی تھی - تو بلال پہلے یہ دعا کرتے - اے اللہ تیری تعریف اور حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں - قریش پر کہ وہ تیرے دین پر قائم ہوں - اور پھر اذان شروع کرتے - وہ عورت کہتی ہے میں نہیں جانتی کہ بلالؓ نے ایک دم

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ - م ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۱

زکوٰۃ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد گرامی

احباب سلسلہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمائیں

ارشاد مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ السلام زکوٰۃ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

زکوٰۃ کیا ہے؟

"زکوٰۃ کیا ہے۔ یوخذ من الامراء و یرد الی الفقراء امراء سے لیکر فقراء کو دی جاتی ہے۔ اس میں اعلیٰ درجہ کی ہمدردی سکھائی گئی ہے۔ اس طرح باہم گرم سرد ملنے سے مسلمان سنبھل جاتے ہیں۔ امراء پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ ادا کریں۔ اگر نہ بھی فرض ہوتی۔ تو بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا تھا۔ کہ غرباء کی مدد کی جائے۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمسایہ اگر فاقہ مرتا ہو۔ تو پروا نہیں۔ اپنے عیش و آرام سے کام ہے۔ جو بات خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ میں اس کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتا۔

انسان میں ہمدردی اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ یعنی تم ہرگز ہرگز اس نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کا نہیں۔ کہ مثلاً کسی ہندو کی گائے بیمار ہو جائے اور وہ کہے کہ اچھا اسے منس دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ باسی اور سڑی ہوئی روٹیاں جو کسی کام نہیں آسکتی ہیں۔ فقیروں کو دیدیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے خیرات کر دی۔ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہیں۔ اور نہ ایسی خیرات مقبول ہو سکتی ہے۔ وہ تو صاف طور پر کہتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ حقیقت میں کوئی نیکی نیکی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے پیارے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کی اشاعت اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کیلئے خرچ نہ کرو۔ اس موقع پر ایک بھائی نے عرض کی۔ کہ حضور بعض فقیر ہی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی باسی روٹی دے دو۔ پھٹا پرانا کپڑا دے دو۔ وہ مانگتے ہی پرانا اور باسی ہیں۔ فرمایا۔ تم نئی دے دو گے۔ وہ کیا کریں۔ جانتے ہیں۔ کہ کوئی نہیں دے گا۔ اس لئے وہ ایسا سوال کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے۔ مخلوق کیساتھ ہمدردی اور شفقت کرو۔"

(بدر ۱۹۰۸ء ۱-۳)

ہماری جماعت غافل نہیں

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جماعت اپنے امام اور مرشد کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے غافل نہیں ہے۔ اور جہاں تک خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کا سوال ہے، اسلامی سواد اعظم میں ایک جماعت کی بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جو اس جماعت کی برابری کا دعوے کر سکے، اس مادی دور میں جبکہ لوگ مادی اشیاء پر کرگس کی طرح گرتے

مسیح محمدی نے اس جماعت کے قلوب میں ایسی روح پھونکی ہے کہ جہاں اعلائے کلمۃ الحق کا سوال پیدا ہو تو احمدیوں کی نگاہ سے جو "مسلماں را مسلماں باز کردند" کے مصداق ہیں اور ایک دور خسروی کے پیشرو ہیں، دولت کی وقعت بالکل گر جاتی ہے۔ یعنی دنیا والے اگر اشیاء کو مادی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو احمدی اشیاء کو روحانی اور تبلیغی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور واقعی وہ اپنی زندگیوں میں اپنے ایثار اور قربانی سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ پیش کرتے ہیں، کتنے چندے ہیں جو یہ جماعت تبلیغ اسلام کیلئے دیتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس ادائیگی کو بار نہیں سمجھا جاتا بلکہ اخراجات کا ایک ضروری حصہ خیال کیا جاتا ہے، لیکن زکوٰۃ کی بڑی اہمیت ہے۔ زیادہ یہ کہ ہر صاحب نصاب پر فرض ہے، زکوٰۃ کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے الزکوٰۃ افضل الخیرات، زکوٰۃ بہترین خیرات ہے حضرت مجدد الف ثانی جن کا درجہ مسلم آئمہ میں بہت بلند ہے فرماتے ہیں "زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔"

جماعت احمدیہ کی فضیلت اور برتری

سو احباب سلسلہ کو کبھی اس فریضہ سے غافل نہ ہونا چاہیئے اور ادائیگی زکوٰۃ کے معاملہ میں بھی اپنی روایات اور برتری کو قائم رکھنا چاہیئے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ تمام مسلمانوں سے افضل اور ان کا رہنما ہے کیونکہ اس نے خداوند تعالیٰ کے ایک عظیم الشان خلیفہ کے ارشادات پر لبیک کہا ہے لیکن صرف منہ سے اقرار کر لینا کافی نہیں، اسکے لئے ضروری ہے کہ قوت فعال اور جوش جہاد سے اس برتری پر شہادت دی جائے ورنہ منہ سے بعض مسلمان بھی دعویٰ کرتے ہیں لیکن کتنے ہیں جو اعلائے کلمۃ الحق کیلئے میدان میں نکلتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ فخر صرف حضرت امام عصر حاضر کی جماعت کو ہی حاصل ہے کہ وہ صرف دعویٰ نہیں کرتی بلکہ عمل کرتی ہے اور خداوند تعالیٰ کے راستہ میں نہایت بہادری سے قدم بڑھاتی ہے اور ہر نیا دن جو آتا ہے اسکے ایثار خلوص اور عمل پہ گواہی دیتا ہے اور اسکی مالی قربانیوں کو دیکھکر ایک دنیا ششدر ہے سو ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اپنے نیک کاموں سے دنیا کو ششدر بدستور ہی رکھے اور یہ فریضہ سامنے ہے اسے نہایت قوت کے ساتھ اسے عمل جامہ پہنائے۔ رجب کا مہینہ نصف کے قریب گذر چکا ہے ہماری جماعت کے ان دوستوں کو جن پر زکوٰۃ فرض ہے انہیں فوراً اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہیئے اور زکوٰۃ ادا کر دینا چاہیئے اور اسے قومی بیت المال میں بھجوا دینا چاہیئے - زکوٰۃ ایک ایسا ادارہ ہے جو اسلام کے اقتصادی نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ ہماری جماعت جو باقی مسلمانوں کی رہنما ہے اسے اس کی ادائیگی میں شاندار نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ باقی مسلمانوں کو بھی اس کی ادائیگی اور اہمیت کی طرف توجہ دلانی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد آصف

شذرات

علمائے ازہر وفات مسیح کے حق میں

معاصر "الفضل" میں قاہرہ کے ایک ادبی پرچہ الرسالۃ مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۴۲ء سے ایک مقالہ نقل ہوا ہے، جو جامع ازہر کی جماعت کبار العلماء کے رکن علامہ محمود شلتوت نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ "کیا قرآن کریم اور سنت نبویہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ثابت ہوتے ہیں یا زندہ؟"

علامہ ممدوح نے اس سوال کے جواب میں لفظ توفی پر بحث کرتے ہوئے صاف طور پر یہ فیصلہ دیا ہے کہ "وکلمۃ توفی قد وردت فی القرآن کثیراً بمعنی الموت حتی صار ھذا المعنی ھو الغالب علیھا المتبادر منھا" المعنی المتبادر یعنی لفظ توفی قرآن مجید میں موت کے معنوں میں بکثرت آیا ہے یہاں تک توفی کے یہ معنے ہی غالب اور متبادر ہو گئے ہیں، پھر لکھا ہے "ومن حق کلمۃ "توفیتنی" فی الآیۃ ان تحمل علی ھذا المعنی المتبادر وھو الاماتۃ العادیۃ التی یعرفھا الناس و یدرکھا من اللفظ و من السیاق الناطقون بالضاد" اور آیت قرآنی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم میں لفظ توفیتنی کا حق ہے کہ اسے مذکورہ بالا متبادر معنوں پر ہی محمول کیا جائے اور وہ یہ کہ توفی کے معنے موت کے ہیں اس لفظ کے اس معنے کو تمام لوگ جانتے ہیں اور خود لفظ توفی سے نیز آیت کے سیاق سے بھی عربی بولنے والے یہی سمجھتے ہیں،

آخری فیصلہ یہ دیا ہے کہ "وا ذن فالآیۃ لو لم یتصل بھا غیرھا فی تقریر نھایۃ عیسیٰ معھوم لما کان ھناک مبرر للقول بان عیسیٰ حی لم یمت ولا سبیل الی القول بان الوفاۃ ھنا مراد بھا وفاۃ عیسیٰ بعد نزولہ من السماء بناء علی زعم من یری انہ حی فی السماء وانہ سینزل منھا آخر الزمان" یعنی اندریں صورت اگر اس آیت فلما توفیتنی میں کچھ اور نہ ملایا جائے جس سے مسیح کے انجام کی وضاحت کیجائے تو یہ کہنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور فوت نہیں ہوئے اس آیت میں اس تاویل کا بھی موقعہ نہیں کہ وفات سے مراد اسجگہ وہ وفات ہے جو آسمان سے اترنے کے بعد واقعہ ہو گی، یہ تاویل وہ لوگ کرتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان میں زندہ ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے"۔ ایسا ہی لفظ رفع کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے کہ اس سے رفع جسمانی مراد نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ کا اعزاز و تکریم مراد ہے، گویا یوں کہنا چاہیئے کہ ازہر کے علماء نے کھلے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استدلالات کی تائید کی ہے، اور بتا دیا ہے کہ آپکے وہ خیالات جن پر علمائے ہند نے کفر کے فتوے دیئے نہایت پختہ، صحیح اور قرآن و حدیث کے مطابق ہیں، کیا ہندوستان کے علماء اس مضمون سے فائدہ حاصل کر کے مامور زمانہ کی صداقت پر ایمان لائیں گے؟

اسلام کا اثر ہندوستان پر

{از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان}

گذشتہ سے پیوستہ

برہمو سماج اور اسلام

اب لیجئے برہمو سماج کو۔ راجہ رام موہن رائے اس مذہب کے بانی ہوئے ہیں۔ آپ ایک بنگالی جنٹلمین تھے۔ فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ قدرتی طور پر فارسی اور عربی کے علم نے ان پر اثر ڈالا۔ یہ ویدوں کو نہیں مانتے تھے۔ تناسخ اور جنیؤ سے انکاری تھے۔ روح اور مادہ کو حادث مانتے تھے اور ذات پات کے بھی قائل نہ تھے۔ یہ عقائد انہوں نے کہاں سے لئے، وید مقدس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ صاحب ویدوں کے قائل ہی نہ تھے لہذا صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ عقائد آپ نے اسلام سے لئے۔

اسلام اور آریہ سماج

اب لیجئے آریہ سماج کو۔ آریہ سماج توحید کا قائل ہے، شدھی یا تبلیغ کا حامی صاف ظاہر ہے کہ اگر ویدک دھرم تبلیغ کا حامی ہوتا۔ تو منو سمرتی میں چار ورن برہمن کشتری، ویش شودر کیوں ہوتے۔ لہذا یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک غیر مذہب سے ہونے والے آریہ کے لئے کوئی ورن نہیں بالفاظ دیگر آریہ سماج اُسے ٹکٹ تو دیتا ہے۔ مگر درجہ کوئی نہیں دیتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک غیر مذہب سے آریہ ہونے والے کے لئے شادی بیاہ کے معاملہ میں بڑے مشکلات پیش آتے ہیں، مطلب یہ کہ ہضم نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ایسی ہیں جو مساوات دے سکتی ہیں، روٹی اور بیٹی کے تعلقات یعنی اکٹھے مل کر کھانا اور باہمی رشتہ داری یہ امر واقعہ ہے کہ یہ دونوں باتیں آریہ سماج میں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو اس کا عدم اور وجود برابر ہے۔ مگر برخلاف اس کے اسلام ان دونوں باتوں کا بڑی شدومد سے حامی ہے۔ ایک بھنگی سے ہونے والا مسلمان نہ صرف یہی کہ وہ ایک مسلم بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں سے مل کر بے تکلف کھا پی بھی سکتا ہے اور اگر وہ اپنے تمدن کو اچھا بنا لے۔ تو کسی اچھے سے اچھے مسلمان کو اس سے رشتہ ناطہ کرنے میں بھی دریغ نہ ہوگا۔

اب لیجئے نکاح بیوگان۔ آریہ سماج اُصولاً نکاح بیوگان کی جگہ نیوگ کا حامی ہے۔ مگر اب فعلاً نیوگ کو ترک کر کے نکاح بیوگان کو اپنا رہا ہے، جو اسلامی عقیدہ ہے۔ عورت کو ویدک دھرم میں نہ تو میکے سے ہی جائیداد کا حصہ ملتا ہے۔ اور نہ سسرال سے۔ اب اسمبلی کے ذریعہ حصہ ملنے کا قانون پاس کروایا جا رہا ہے، جو ایک اچھی بات ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے۔ کہ اس معاملہ میں بھی آریہ سماج اسلامی اصول کو اختیار کر رہا ہے۔ تلسی رامائن میں بیچاری مستورات کیلئے جو ارشاد ہوا ہے وہ آپ رامائن کے اس شعر سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں ؎

ڈھول گنوار شودر پشو ناری
یہ سب تاڑن کے ادھیکاری

میں اس کے ترجمہ کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اسلام ہی ایک پہلا مذہب ہے۔ جس نے عورت کو سوسائٹی میں شاندار درجہ دیا یعنی یہ میکے اور سسرال ہر دو جگہ سے جائیداد میں حصہ دار ہے۔ پھر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے رواداری کی تعلیم پیش کی۔ وان من امة الاخلا فیھا نذیر انما انت منذر ولکل قوم ھاد کہکر ویدک رشیوں اور شری کرشن جی اور شری رامچندر جی کے لئے بھی احترام پیدا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی مسلمان نے شری کرشن یا شری رامچندر جی کی شان میں سوء ادبی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ احترام کیا کاش اس کا عشر عشیر بھی آریہ سماج میں ہوتا۔ تو آج فرقہ وارانہ فضا بہت حد تک سلجھی ہوئی ہوتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا ہندوستان میں بھی کوئی نبی پیدا ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہٗ کاھن۔ ہندوستان میں بھی نبی آئے۔ ان میں سے ایک بزرگ کا نام کاہن ہے۔ جن کا رنگ سیاہ تھا۔ اور پھر خود سوامی دیانندجی سے جو مسلمانوں نے بہتر سلوک کیا۔ تاریخ اس بات کی بہترین گواہ ہے۔

۱۸۷۷ء میں جب پہلی دفعہ سوامی دیانندجی لاہور آئے۔ تو ہندو صاحبان نے سوامی جی کو جگہ دینے اور ٹھہرانے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسے وقت میں کام آئے تو مسلمان چنانچہ ڈاکٹر رحیم یار خاں صاحب مرحوم نے اپنی وسیع کوٹھی اور باغ سوامی صاحب موصوف کے حوالہ کر دیا۔ جہاں سوامی صاحب بڑے دھڑلے سے اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ۲۴ جون کو لاہور کی پہلی آریہ سماج ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی۔

پھر اس کے بعد جب سوامی صاحب پہلی دفعہ امرتسر آئے۔ تو وہاں بھی ہندو صاحبان نے سوامی صاحب موصوف کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ کام آئے تو ایک مسلمان بزرگ۔ میاں محمد جان صاحب رئیس اعظم امرتسر جنہوں نے اپنی کوٹھی اور باغ سوامی صاحب موصوف کے سپرد کر دیا۔ جہاں سوامی صاحب موصوف بے کھٹکے اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے اور امرتسر میں پہلی آریہ سماج ۱۲ اگست ۱۸۷۷ء کو میاں صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی۔ پھر جب سوامی صاحب موصوف ۱۸۷۹ء کو بنارس پہنچے۔ تو وہاں بھی ہندو صاحبان نے سوامی صاحب کو جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ کام آئے تو سر سید مرحوم جو اُن دنوں بنارس میں جج تھے۔ اور انہوں نے اپنی کوٹھی سوامی صاحب موصوف کے حوالے کر دی جہاں صاحب موصوف آزادی سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔ پھر انوپ شہر میں سوامی دیانند کا جو ایک مشہور مباحثہ ہوا۔ اس میں ایک مسلمان تحصیلدار نے سوامی صاحب موصوف کی جو مدد کی۔ تاریخ اس کی بہترین گواہ ہے۔ ریاست حیدرآباد میں سکھوں کا ایک مشہور گوردوارہ ابچل نگر یا حضور صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ حضور نظام کی جانب سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ہے۔ جس کی اس وقت آمدن ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے کم نہ ہوگی۔ اور اس گوردوارے کا انتظام بھی سرکار عالی کی طرف سے ہے۔ کیا مجال کہ کہیں ایک پائی کی بھی کمی بیشی ہو جائے۔ اتنی بڑی جاگیر غالباً کسی سکھ ریاست میں بھی سکھ گوردوارہ کے نام نہ ہوگی۔ آریہ سماج کی مشہور کتاب جو سوامی دیانندجی مہاراج کی مرتب شدہ "سنسکار ودھی" کے نام سے ہے۔ اس کے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے۔ کہ جنہوں نے تجرد گرہست اور فقیری تینوں کو باری باری اختیار نہ کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں یا رخصت ہو جائیں۔ یا ہمارے بس میں ہو کر رہیں۔ برخلاف اس کے اسلام کا یہ ارشاد ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی زیادتی نہیں۔ جس کا دل چاہے مانے جس کا دل چاہے نہ مانے ناواقف لوگوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ اس کے لئے ایک معزز آریہ کی گواہی معاملہ کو صاف کر دے گی، پنڈت رام دیو آنجہانی گورنر گورو کل کانگڑی نے ۱۰ ر نومبر ۱۹۲۰ء کو آریہ سماج لاہور میں لالہ لاجپت رائے کی صدارت میں لیکچر دیا تھا۔ جس میں آپ نے یہ کہا۔ کہ چھٹی صدی میں عرب کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ تھی حضرت محمدؐ صاحب نے اپنے اچار (اسوۂ حسنہ) سے لوگوں میں جادو کی بجلی بھر دی۔ وہ بجلی جو انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے یہ بجلی راجوں مہاراجوں میں نہیں بھری بلکہ عوام میں۔ یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے۔ تو مجھے کوئی پھیلا کر دکھلائے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے اہل عرب میں کس قسم کا دشواش بھر دیا تھا۔ اس کی ایک مثال سنیئے۔ ایک غلام جو مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا آقا دھوپ میں لٹا کر اس کی چھاتی پر پتھر رکھ کر پوچھا کرتا تھا۔ کہ بتا تو محمدؐ کو چھوڑے گا۔ یا نہیں۔ لیکن غلام صاف انکار کر دیتا تھا۔ حضرت محمدؐ پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کیا اور پوچھا کہ بتا اب کون تمہیں بچا سکتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے کہا۔ میرا خدا پھر وہی تلوار حضرت محمدؐ نے حملہ آور سے چھین کر جب اس پر حملہ کرنا چاہا اور پوچھا کہ بتا اب تمہیں کون بچا سکتا ہے تو گڑگڑا کر کہنے لگا۔ کہ حضرت آپ ہی بچائیں تو بچائیں۔ حضرت نے کہا کم بخت اللہ پر بھروسہ رکھ۔ لیکن اس گری ہوئی عرب قوم کو حضرت محمدؐ نے کس قدر بلندی پر پہنچا دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عربوں نے تمام یورپ کو فتح کیا اور اس میں تہذیب پھیلائی نہ صرف یورپ میں بلکہ ہندوستان میں بھی۔

اسلام اور ہندوستان کا تمدن

پروفیسر رام دیو صاحب نے یہ بالکل درست کہا کہ اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے روحانی اور تمدنی دولت سے دنیا کو مالا مال کیا۔ ہم لباس ہی کو لیں۔ یہ شستہ لباس، اچکن، پاجامہ۔ صافہ۔ پیشواز، شلوکہ، قمیص، شلوار یہ مسلمان اپنے ساتھ لائے۔ چنانچہ رائے بہادر چنتامنی ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ مہا بھارت میمانسا میں لکھتے ہیں۔ کہ آج کل ہندوستان میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ جو پوشاک پہنتے ہیں وہ بیرون ہند کی سب سے خاصکر مسلمانوں کی نقل ہے۔

فنِ عمارت

گنبد دار اور محراب دار عمارتیں عرب اور ساسانی

(باقی بر صفحہ ۱۱)

قسط نمبر ۲

انقطاع نبوت پر آیات بینات

تفسیر آیہ خاتم النبیین — اور — قادیانی تاویلات پر ایک نظر

{از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے}

جناب مرزا محمود احمد صاحب کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ کسی طرح خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ثابت نہ ہو جاویں لہذا یہ دعوےٰ کرنے کے بعد کہ

"خاتم النبیین کے معنی لغت عربی کے مطابق آخری نبی کے نہیں ہوتے" (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

عجیب و غریب تاویلات کر دکھائیں کہ ایک عالم محو حیرت رہ گیا ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ان کے دعوےٰ ایمان و اسلام کے وثیق بدوش قرآن مجید سے ان کے اس سلوک کو کس نام سے پکارا جائے، ؎

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے

نبیوں کی انگشتری اور نبیوں کی زینت

خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر بمعنی تصدیق کرنے والا تو ان تاویلات کا صرف ایک حصہ تھا جس پر قسط سابق میں روشنی ڈالی گئی، ایک اور طریق یوں اختیار کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی انگشتری ہیں، اور انگشتری زینت کے لئے پہنی جاتی ہے، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہو کر تمام انبیا کی زینت ہیں، مقدمہ بہاولپور میں قادیانی نمائندہ نے بیان کیا کہ :-

انگوٹھی زینت کے لئے پہنی جاتی ہے ۔۔۔۔۔۔ پس اس وجہ سے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کی زینت ہیں، ۔۔۔۔۔۔ جس طرح انگوٹھی تمام انگلیوں کو گھیرے ہوتی ہے، اسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں۔ یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں وہ سب آپ کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

(مقدمہ بہاولپور صفحہ ۲۴)

اس تاویل سے دو فائدے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ انقطاع نبوت کی روک راستہ سے دور ہو جاتی ہے، اور دوسرے اہل قادیان کو یہ بیان کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے، کہ وہ ختم نبوت کا انکار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی توہین کے مرتکب نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی زینت اور انگشتری ہیں، اور اس طرح کچھ سادہ مزاج ان کے وساوس کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن اہل علم جہاں یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف انبیاء کرام کی بلکہ تمام کائنات کی زینت ہیں، اور آپ میں جمیع کمالات انبیاء مجتمع ہیں، وہاں انہیں یہ بھی خوب معلوم ہے کہ اہل قادیان تسلسل نبوت کے تصور کو فروغ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عزت افزائی کا موجب بن رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کمالات انبیاء کا جامع قرار دینے والی آیات تو اور بھی موجود ہیں، لیکن مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے حاشیہ نشینوں کو یہ علم ہو کر بہت مایوسی ہو گی کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی انگوٹھی لینے کے لئے لغت عرب میں کوئی سند موجود نہیں۔ مثال کے طور پر خاتم المہاجرین کا ہی محاورہ لے لیجئے، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو اس لئے خاتم المہاجرین کا خطاب دیا تھا کہ وہ سب مہاجرین کی زینت تھے" اور جس طرح انگوٹھی تمام انگلیوں کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح وہ تمام مہاجرین پر محیط تھے، یعنی جس قدر کمالات دوسرے مہاجرین میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے۔ وہ سب حضرت عباسؓ کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود تھے"

اگر لغت عرب اجازت دیتی کہ "خاتم المہاجرین" سے مہاجرین کی انگشتری، اور علیٰ ہذا القیاس زینت مراد لیا جائے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین قرار دینے کی بجائے، اپنے آپ کو یا زیادہ سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خاتم المہاجرین قرار دیتے، جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ انبیاء و رسل کے بعد ان کا مقام سب سے بلند ہے، سو معلوم ہوا کہ نہ تو خاتم المہاجرین کے معنی مہاجرین کی انگشتری اور زینت ہو سکتے ہیں اور نہ خاتم النبیین کے معنی انبیاء کی انگشتری اور زینت لینے ممکن ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "خاتم النبیین" کے معنی بیان فرماتے ہوئے نہ تو یہ فرمایا کہ میں نبیوں کی زینت ہوں اور نہ یہ کہ میں نبیوں کی انگشتری ہوں، بلکہ فرمایا کہ

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی"

(ترمذی جلد ۲۔ ابواب الفتن صفحہ ۴۸، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۷۸ و سنن ابی داؤد السجستانی جلد ۲ کتاب الفتن صفحہ ۱۲۷)

کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، یہ ارشاد مبارک آیہ خاتم النبیین" کے معنی میں تمام اختلافات کا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ کو نہ قبول کرنے سے انکار کرنا، اور اپنی طرف سے خاتم النبیین کی نت نئی اور من مانی تاویلات کرتے چلے جانا، ایک مومن کی شان سے بہت بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ع ۹) سو تیرے رب کی قسم اب وہ ایمان ہی نہیں لاتے جب تک کہ وہ تجھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس میں حکم نہ بنا دیں جو ان میں آپس میں اختلاف ہو، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں، ۔۔۔ کاش مرزا محمود احمد صاحب بھی "لا نبی بعدی" کے فیصلہ نبوی کو قبول کر لیتے، اور پھر اس کے متعلق اپنے دل میں کوئی تنگی نہ پاتے،

الغرض اس فیصلہ نبوی کے بعد اگر کوئی شخص اپنے ذوق سے خاتم النبیین کے معنی، نبیوں کی انگشتری کرے تو وہ ان معنی کا خود ذمہ دار ہو گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہم و گمان میں بھی یہ معنی نہ تھے، اس قسم کے ذوقی معنی صرف اسی وقت تحریف معنوی کہلانے سے بچ سکتے ہیں، جبکہ صاحب ذوق ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کرے کہ خاتم النبیین کے اصل معنی "لا نبی بعدی" اور آخری نبی ہیں۔

حق یہی ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کی کوئی اچھی تفسیر نہیں کی، انہیں خاتم النبیین کا لفظ دیکھ کر جس قدر دور کی سوجھی ہے، اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر وہ ذوقیات ہیں جو بعض لوگوں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں "حصور" کا لفظ پا کر سوجھیں، بجائے اس کے کہ "حصور" نے اس وقت تک اطمینان کا سانس نہ لیا جب تک کہ انہیں قوت رجولیت سے قطعاً عاری نہ قرار دے دیا (ملاحظہ ہو معالم التنزیل اور در منثور در تفسیر سورۃ آل عمران) آخر یہ بھی تو مسلمان ہی تھے جنہوں نے "حصور" کے معانی پیدا کرنے میں، اس قدر موشگافیاں کیں۔ تو اگر صاحب فتح البیان کو بھی اسی ذہنیت نے نبیوں کی انگشتری، اور نبیوں کی زینت، کے معنی پیدا کرنے پر مجبور کر دیا ہو، تو کوئی تعجب کی بات نہیں، اگر کوئی شخص موشگافیوں پر ہی کمر باندھ لے، تو "نبیوں کی انگشتری" سے بھی عجیب تر تاویلات کر سکتا ہے، فرق صرف اتنا ہو گا کہ لغت عرب، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ان تمام تاویلات کے خلاف ہو گا، اس لئے یہ تاویلات قطعاً بے سود ہوں گی،

ناانصافی ہو گی اگر یہاں صاحب فتح البیان اور جناب مرزا محمود احمد صاحب میں ایک اصولی فرق کا اعتراف نہ کر لیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی انگشتری لیتے ہوئے "آخری نبی" کے معنی کا قطعاً انکار کرتے ہیں اور تسلسل نبوت کے تصور کی بنیاد رکھتے ہیں لیکن صاحب فتح البیان خاتم النبیین کے حقیقی معنی آخری نبی سمجھتے ہیں، البتہ بطور ذوق، ایک اور معنی یعنی نبیوں کی انگشتری اور زینت بھی پیدا کرتے ہیں اور مؤخر الذکر معنی کے مخالف نہیں سمجھتے، یعنی صاحب فتح البیان کے نزدیک اس سے مراد نبیوں کی زینت ہے سے نبوت جاری نہیں ہوتی، بہر کیف بند ہی ہوتی ہے۔ ۔۔۔ علاوہ ازیں مرزا محمود احمد صاحب کو یہ معنی لینے پر آمادہ کرنے والی چیز اپنے باپ حضرت مسیح موعود کی محبت میں غلو کا جذبہ ہے جنہیں وہ بہر حال زمرۂ انبیاء میں شامل کرنے کے درپے ہیں، لیکن صاحب فتح البیان کسی ایسے جذبہ کا شکار نہیں، ع

فالفرق اجلیٰ و اظہر،

افسوس کہ اہل قادیان نے "نبیوں کی انگشتری" کے معنی وضع کرتے وقت یہ بھی غور نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معنی میں

(باقی بر صفحہ ۔ کالم نمبر ۲)

خاتم النبیین قرار دینا ایک حد درجہ کا مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے، کیونکہ انبیاء سابق نے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تزئین کے لئے انگشتری نہیں پہنی، بلکہ آپ نے مردوں کو تزئین کی خاطر انگشتری پہننے سے باز رہنے کی تلقین فرمائی، انگشتری کو تزئین کی خاطر استعمال کرنا ایک عجمی اور نسوانی طریق ہے ۔۔۔ سو اگر اسی بناء پر انگشتری سے بطور استعارہ زینت کا تصور مراد لینا ہے، تو زینت کی اور بھی بہت سی اشیاء ہیں، مثلاً سرمہ۔ شیشہ، کنگھی، تیل، مہندی، وعلیٰ ہذا القیاس، کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، نبیوں کا سرمہ، شیشہ، کنگھی وغیرہ بھی ہیں، کیونکہ آپ نبیوں کی زینت ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) ہر شخص محسوس کرے گا کہ زینت کے معنی لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو، سرمہ، شیشہ، کنگھی، انگوٹھی وغیرہ قرار دینا آپ کی توصیف نہیں بلکہ ایک ہجو ملیح ہے۔ اور ہجو کا مرتکب وہ شخص ہوتا ہے جو اس قسم کے معنی پیدا کرتا ہے ۔۔۔ بہر صورت جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کا سرمہ وغیرہ قرار دینا حضور کی توہین ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کی انگشتری قرار دینا بھی آپ کی توہین ہے، اللہ تعالےٰ نے ہر مومن کو اس سے محفوظ رکھے۔

خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین

میری رائے ہے کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے مبلغین کو بلا وجہ معتوب کیا ہے کہ ان سے (یعنی مبلغین سے) سوال کیا جاتا ہے کہ کس طرح تبلیغ کرو گے تو جواب دیتے ہیں "جس طرح بھی ہو گا تبلیغ کریں گے" (الفضل ۲۲ جنوری ۲۵ء) کیونکہ اس طریق تبلیغ کو خود جناب مرزا محمود احمد صاحب کے ذریعہ فروغ نصیب ہوا ہے، ان کا بھی طریق یہی ہے کہ جس طرح بھی ہوگا، نبوت کا اجرا کریں گے، یہ جناب مرزا محمود احمد صاحب کا ہی فیض نظر ہے، کہ ان کے مریدین میں یہ جذبہ دن بدن ترقی پذیر ہے، مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل کو اسی جذبہ نے ذیل کے الفاظ لکھنے پر مجبور کیا ہے کہ:۔

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب نبیوں سے افضل اور سید المرسلین ہونے کو لفظ خاتم النبیین میں بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی نص ا[illegible] عقیدہ کے اثبات کے لئے قرآن مجید میں مذکور نہیں (پمفلٹ خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم صفحہ ۲)

ہم بفضلہ تعالیٰ ابھی ثابت کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین ہونا نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ مگر سر دست یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب موصوف نے اگرچہ کوشش کی ہے کہ جس طرح بھی، نبوت کا اجرا کریں، اور میرزا محمود احمد صاحب کو ان کے اس جذبہ کی کما حقہ قدر دانی کرنی چاہیئے لیکن افسوس کہ خاتم النبیین کو افضل النبیین کے معنی میں لینے کے لئے لغت عرب کی کوئی سند موجود نہیں، ہم رسالہ "خاتم النبیین کی حقیقت" میں کتب لغت کے متعدد حوالجات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا چکے ہیں، کہ کسی قوم کا خاتم اس کا آخری فرد ہوتا ہے نہ اس کا افضل ترین شخص، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین بوجہ آخری مہاجر ہونے کے قرار دیا، نہ کہ افضل المہاجرین ہونے کے اعتبار سے، کیونکہ افضل المہاجرین تو ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ تھے، بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، حضرت عباسؓ کو افضل المہاجرین ماننے سے انہیں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت دینی پڑے گی، لہذا خاتم المہاجرین کے ایسے معنے لینا ناممکن ہیں۔

اگرچہ خاتم کسی قوم کی طرف مضاف ہو کر از روئے لغت آخری کے معنے ہی دیتا ہے، لیکن جس طرح ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ لفظ **قمر** کو جو لغت میں ایک روشن سیارے کے لئے وضع ہے بطور مجاز اپنی محبوبہ کے لئے استعمال کرے۔ اسی طرح ہر شخص کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ (اس قیاس پر کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور باوجود آخری ہونے کے افضل النبیین بھی ہیں) کسی قوم کے خاتم سے مراد اس قوم کا بہترین فرد لے لے، لیکن بایں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ تو قمر کے حقیقی معنی محبوبہ ہو سکیں گے، اور نہ خاتم الفقہاء کے حقیقی معنی افضل الفقہاء ہونگے، فی الحقیقت آخری فقیہہ وہی ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا فقیہہ نہ ہو۔

لیکن یہاں یہ اشتباہ نہ ہو کہ۔ کیا عجب ہے کہ خاتم النبیین کا استعمال بھی بطور مجاز ہوا ہو، کیونکہ اگر خاتم النبیین کا استعمال بھی بطور مجاز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر یہ کہکر ہرگز نہ فرماتے کہ "انا خاتم النبین لانبی بعدی" ۔۔۔ بالفرض اگر خاتم کو کسی قوم کی طرف مضاف کر کے اس سے افضل مراد لینا ممکن ہو، تو بھی جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کن معنوں میں خاتم النبیین ہیں، کیا آپ خاتم النبیین کے حقیقی استعمال کے مطابق آخری نبی ہیں، یا "خاتم النبیین" کے مجازی استعمال کے مطابق افضل النبیین ہیں، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آج بھی پکار پکار کر یہی کہتی ہے کہ

"انا خاتم النبیین لانبی بعدی"

۔۔۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کاش کہ میرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کم از کم، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں، اور پھر یہ نہ کہیں کہ "خاتم النبیین کے معنی لغت عربی کے مطابق آخری نبی کے نہیں ہوتے"

اور محمد رسول اللہ صلعم کی آواز کے بالمقابل آواز نہ بلند کریں، کیونکہ یہ صفات مومن کی شان سے بعید ہیں ۔۔۔ **یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** (الحجرات ع) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔

افضل النبیین ہونے پر نصوص قرآنیہ

کس قدر نادانی ہے، کہ یہ کہا جائے کہ لفظ خاتم النبیین کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کے لئے کوئی نص قرآنی موجود نہیں، قرآن مجید میں اس نوع کی آیات بکثرت موجود ہیں، اور علمائے امت نے ہمیشہ ان سے استدلال کیا ہے، کچھ عرصہ ہوا حکیم الملت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ایک رسالہ شائع فرمایا تھا جس میں ثابت کیا تھا کہ مکی سورتوں میں ہی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ انکشاف تام ہو چکا تھا، کہ آپ افضل المرسلین ہیں، اور اس عاجز کے نزدیک تو تمام کا تمام قرآن مجید بحیثیت مجموعی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء والمرسلین ہونے پر نص قطعی ہے، اہل قادیان کا اس پر آیہ خاتم النبیین کے سوا کوئی نص قرآنی نہ دیکھ سکنا اپنی عدم بصیرت کی دلیل ہے،

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

لیکن بجائے اس کے کہ اس طویل بحث میں پڑا جائے، کہ کس، کس آیت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین ہونا ثابت ہوتا ہے، میں مناسب سمجھتا ہوں، کہ حضرت مسیح موعود کی ہی دو تحریرات اہل قادیان کے سامنے پیش کر دوں، تاکہ جلد فیصلہ ہو سکے، حضرت فرماتے ہیں،

(ا) "قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ...."

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں میری جدوجہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کیلئے اور اس کی راہ میں ہے، وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور اول المسلمین ہوں یعنی دنیا کی ابتداء سے اس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلےٰ درجہ کا فنا فی اللہ ہو .... اس آیت میں ان نادان موحدوں کا (یا قادیانیوں کا۔ ناقل) رد ہے، جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں (یا جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کلی سوائے آیت خاتم النبیین کے کسی اور آیت سے ثابت نہیں ۔۔۔ ناقل) (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۴)

(ب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہے، جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا **انک لعلی خلق عظیم** (تو خلق عظیم پر ہے) اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورے میں اس چیز کے انتہائی کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے، ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ اور شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں سو یہ تعریف ایسی اعلےٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا **وکان فضل اللہ علیک عظیما** (یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے) اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک ۔۔۔ نہیں پہنچا (براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۸ حاشیہ در حاشیہ)

ان فی ھذا لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید ۔ لیکن اگر اس کے بعد

(باقی بر صفحہ ۷)

میاں محمود احمد صاحب قادیانی پر الزامات کے متعلق ہمارا طریق عمل

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

فرقان جولائی ۱۹۵۶ء میں جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کا بیان کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور اس کے ساتھیوں کے الزامات محض جھوٹ ہیں" کے عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے۔ اس کا ایک کٹنگ میرے پاس کسی دوست نے جواب کے لئے بھیجا ہے اگر مضمون کو چوہدری صاحب کے بیان تک محدود رکھا جاتا تو مجھے قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس معاملہ میں کچھ لکھتا مگر مجھے خواہ مخواہ درمیان میں لاکر اس مضمون میں یہ لکھا گیا ہے کہ میں ان الزامات کو غلط بھی قرار دیتا ہوں جو بعض میاں صاحب کے مرید ۔۔۔ ان پر لگاتے ہیں اور ان کی تشہیر میں مدد بھی دیتا ہوں حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ میاں صاحب کے نادان دوست ان پر الزامات کی تشہیر خود کر رہے ہیں اور پھر الزام دوسروں پر دیتے ہیں۔ ایسے ناپاک الزامات کے معاملہ میں جن کے لگانے والے میاں صاحب کے اپنے مخلص مرید ہیں۔ جس قدر خاموشی اختیار کی جاتی بہتر تھا اگر اس میں کوئی بولنے کا حق رکھتا تھا تو وہ خود میاں صاحب تھے اور ان کے لئے دو موقعے ایسے آئے تھے کہ وہ پبلک کو مطمئن کر سکتے تھے۔ پہلا موقع وہ تھا جب مولوی عبدالکریم مباہلہ والے نے میاں صاحب سے ان الزامات پر مباہلہ کرنا چاہا تھا اگر وہ اس کو منظور کر لیتے تو ان الزامات کے سچا یا جھوٹا ہونے کا فیصلہ ہو جاتا۔ مگر قادیان کی منطق عجیب ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ میں اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ زنا کے الزام پر مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہ مگر اس بات پر مباہلہ کرنے کیلئے تیار نہیں کہ مجھ پر زنا کا الزام سچا ہے یا جھوٹا حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ کی صاف تحریر موجود ہے کہ زنا کے الزام پر مباہلہ ہو سکتا ہے جناب میاں صاحب نے اس معاملہ میں حضرت مسیح موعود کے جواز مباہلہ کے فیصلہ کے ہوتے ہوئے مباہلہ سے انکار کر کے کوئی اچھا اثر پبلک پر پیدا نہیں کیا۔

اس پر کچھ عرصہ گذر گیا تو ایک جماعت مخلصین کی قادیان سے اٹھی جس نے اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی بدتر الزامات کے متعلق تحقیقات کا مطالبہ کیا اور اپنی ہی جماعت کے کمیشن کے سامنے اپنا ثبوت پیش کرنے کے لئے میاں صاحب سے درخواست کی۔ یہ بات کس قدر معقول تھی۔ مگر میاں صاحب نے اس مطالبہ کو بھی منظور نہ کیا اور تحقیقات کے ذریعہ سے بھی اصل حقیقت کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک پیغمبر، حضرت یوسفؑ، پر جھوٹا الزام لگتا ہے تو وہ قید خانہ سے نکلنے سے انکار کرتے ہیں جب تک کہ ان پر الزام کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ اور وہ تحقیقات بھی ایک غیر بادشاہ کے ذریعے کرائی اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر ہو گیا، مگر میاں صاحب نے خود اپنی جماعت کے کمیشن کے سامنے بھی تحقیقات سے انکار کر دیا۔ مریدوں کا سوال نہیں دنیا اس سے کیا نتیجہ نکالیگی؟

تو میاں صاحب کے مریدوں نے اب ان الزامات کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے جنہیں خود میاں صاحب جھوٹا ثابت کرنے کی جرأت نہیں رکھتے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ لوگوں کے پاس دوڑے پھرتے ہیں کہ تم ان الزامات کو غلط سمجھتے ہو یا صحیح اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ میاں صاحب سے ایسے ناکردنی افعال سرزد ہوئے ہوں گے۔ اگر کہیں بیس میں سے ایک نے کہدیا کہ نہیں تو بس اسی کو لے دوڑے کہ دیکھو یہ ثابت ہو گیا کہ میاں صاحب پر یہ الزامات غلط ہیں اور باقی انیس کا نام تک نہ لیں گے۔ یہ مریدوں نے نرالا طریق پیر کی بریت کا اختیار کیا ہے کسی ایسے مرید سے ہی دریافت کر لیتے جو جج ہو یا جج رہ چکا ہو کہ کیا اس طریق سے کبھی کسی ملزم کی بریت ثابت ہو گئی ہے کہ ملزم خود تو کہے کہ میں نہ الزامات کا جواب دوں گا نہ بریت کا ثبوت پیش کروں گا نہ تحقیقات ہونے دوں گا نہ بالمقابل حلف اٹھاؤں گا اور ایک تیسرا شخص عدالت میں آکر کہدے کہ میں ان الزامات کو غلط سمجھتا ہوں کیونکہ یہ شخص ایک بڑا لیڈر ہے اور اس بلند مقام کے لحاظ سے اس سے یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ ایسے افعال کا ارتکاب کرے۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان جسے بڑے فخر سے شائع کیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ صرف اس قدر کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند ہیں اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا مگر کیا نیکوں کے فرزندوں کے برا کام کرنے کی کوئی مثال نہیں؟ یا یہ کہ میاں صاحب چونکہ قادیان میں رہتے ہیں جہاں حضرت مسیح موعودؑ رہتے تھے اسلئے انہوں نے ایسا کام نہیں کیا تو کیا صلحا کے رہنے کے مقامات پر اور اچھے لوگوں کی گدیوں پر زنا اور شراب خوری اور طرح طرح کی بدکاریاں نہیں ہوتیں؟ یا یہ کہ میاں صاحب چونکہ چار بیویوں کے خاوند ہیں، اسلئے ان کے نزدیک وہ زنا کا ارتکاب نہیں کر سکتے حالانکہ نہ کسی کا مجرد ہونا اس کی زناکاری کی دلیل ہے نہ کسی کا چار چھوڑ چار سو بیویوں کا خاوند ہونا اس کی پاکبازی کی شہادت ہے۔

اگر میاں صاحب کے مرید دنیا کو ان الزامات کے جھوٹا ہونے کا قائل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی اب بھی دو سیدھی راہیں ہیں وہ میاں صاحب کو تیار کریں کہ الزام لگانے والوں کے مقابلہ پر مباہلہ کریں یا جس طرح شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کہا ہے اپنی جماعت کا ایک کمیشن مقرر کر کے الزام لگانے والوں کو موقعہ دیں کہ وہ اپنے ثبوت ان الزامات کی تائید میں پیش کریں اور میاں صاحب ان کا جواب دیں۔

چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کے بیان سے ان الزامات کی تردید نہیں ہو سکتی۔ نہ ایسے ایک سو اور ایسے بیانات سے۔ میاں صاحب میں اگر ان ۔۔۔ کو غلط ثابت کرنے کی جرأت ہے تو یا عام دنیا کے قانون پر چلیں اور اپنی جماعت کے ہی ایک کمیشن کے سامنے اس کی تحقیقات ہونے دیں اور یا جس چیز کو حضرت مسیح موعودؑ نے درست کہا ہے اس پر عمل کر کے مباہلہ کے لئے میدان میں نکلیں بلکہ خود ان سب لوگوں کو جو ان پر بڑے بڑے گندے الزام لگاتے ہیں مباہلہ کی دعوت دیں۔

چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کے بیان میں میرا بھی ذکر ہے چوہدری صاحب کے الفاظ میرے متعلق ایسے نہ تھے کہ ان سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا کہ میں ان الزامات کو یا الزامات لگانے والوں کو جھوٹا جانتا ہوں۔ ان کے الفاظ محتاط ہیں

"ایسے الزامات کے متعلق حضرت مولینا محمد علی صاحب کی زبان سے میں نے کبھی نہیں سنا کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ یہ الزامات ضرور سچے ہی ہیں جب کبھی ایسی گفتگو ہوتی ہے تو وہ ایسے معاملات کو ٹال دیتے ہیں اور حوالہ بخدا کرتے ہیں"

مجھ سے کئی بار یہ سوال کیا گیا اس وقت بھی جب ابھی ابتدا تھی میاں صاحب کے ایک مرید نے یہ سوال کیا کہ کیا میں ان الزام لگانے والوں کو جھوٹا سمجھتا ہوں تو میں نے یہی کہا کہ اگر ایک دشمن کی طرف سے الزام ہوتا میں فوراً کہہ دوں کہ یہ جھوٹ ہے کیونکہ دشمنی میں انسان بسا اوقات بہت دور نکل جاتا ہے لیکن یہ الزام لگانے والے میاں صاحب کے مخلص مرید ہیں ایسے مرید جنہوں نے خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں ایک مرید تو پیر کے ارتکاب معاصی پر حتی الوسع پردہ ڈالتا ہے بلکہ ایسے ایسے مرید بھی ہیں جو یہ کہدیتے ہیں کہ پیر اگر شراب کا پیالہ منہ سے لگائے تو وہ دودھ بن جاتا ہے۔ قادیان کے ایک اچھے بزرگ کے متعلق بھی میں نے یہ روایت سنی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اپنی آنکھوں سے جناب میاں صاحب کو کسی فعل بد کا ارتکاب کرتے دیکھیں تو ہم اپنی آنکھوں کو جھوٹا قرار دیدیں گے اور میاں صاحب کو فعل بد کا مرتکب قرار نہیں دیں گے۔ تو ایسے مخلص مرید جب انہوں نے خدمت دین کے لئے زندگی بھی وقف کر رکھی ہو اپنے پیر پر جان بوجھ کر جھوٹ نہیں باندھ سکتے۔ پھر اس الزام کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت ترین نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کا مقاطعہ کر دیا گیا عرصہ حیات ان پر تنگ کر دیا گیا اور بالآخر ان کا مکان جلا دیا گیا، جھوٹ پر ایک انسان عموماً تب منہ مارتا ہے جب اس کا کچھ دنیوی فائدہ اس میں ہو یا کوئی حد درجہ کا بغض کسی کے متعلق دل میں بیٹھ جائے تو جو لوگ مرید ہیں پھر انہیں نظر آتا ہے کہ فلاں بات منہ سے نکال کر ان کی دنیا برباد ہو جائے گی قیاس یہی ہو گا کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہے پھر میاں صاحب نے ان الزامات کے بارے میں ایک سیدھے طریق فیصلہ سے یعنی دعوت مباہلہ سے انکار

کرکے ان الزامات کو اور بھی قوت پہنچائی اور اس کے مقابل میں ایک صریح جھوٹا عذر پیش کیا کہ ایسی صورت میں مباہلہ جائز نہیں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ کا صریح فیصلہ موجود ہے کہ مباہلہ جائز ہے۔

یہ تو ابتدا کی بات تھی اس کے بعد تو معاملہ حد سے گذر گیا میرے پاس ایسے مخلص مرید میاں صاحب کے آئے کہ جن پر گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ اندر سے اتنے مضرر رسیدہ ہیں یا ایں ہمہ صبر کرکے قادیان میں بیٹھے ہیں۔ ایک مشہور نومسلم جن کی زندگی قادیان میں نہایت خاکساری میں گذری تھی وہ میرے پاس آکر اپنا ماجرا سنا کر زار زار روتے رہے اور پھر ایک دو نہیں بہت زیادہ تعداد میں وہ لوگ تھے جنہوں نے ایک ہی قسم کے الزامات میاں صاحب پر لگائے ایک میاں صاحب کے نہایت مخلص مرید نے جو بہت ہی رازدار تھے اور ایک دفعہ کسی پہاڑ پر میاں صاحب کے ساتھ رہے تھے مجھے یہ خط لکھا کہ میں اندرونی حالات کو دیکھ کر دہریہ ہو گیا تھا مگر بیان القرآن نے میری دستگیری کی اور میرا ایمان خدا اور اس کے رسول پر از سر نو زندہ ہوا۔

پھر اس کے بعد شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری جیسا مخلص بزرگ جو سالہا سال قادیان میں رہے تھے اور میاں صاحب کے بلند پایہ علماء میں سے اور نہایت مخلص احباب میں سے تھے جن کے سپرد بڑے بڑے کام تھے ان کو وہ دھکا لگا کہ انہوں نے اپنی دنیا کو برباد کرنا آسان سمجھا پنشن کے قریب پہنچے ہوئے پنشن کو چھوڑا۔ سخت ترین مخالفت کا مقابلہ کیا مگر جس بات کا قطعی ثبوت ان کو بہم پہنچ گیا تھا اس کے بعد میاں صاحب کی خلافت کا جوا وہ اپنی گردن پر نہ رکھ سکے۔ ہاں یہ ان کی شرافت تھی کہ انہوں نے کوئی بات اخباروں یا اشتہاروں میں شائع نہیں کی۔ بلکہ پرائیویٹ طور پر میاں صاحب سے بار بار یہ التجا کرتے رہے کہ وہ اپنی جماعت کے چیدہ احباب کا ایک کمیشن بنائیں جو ان شہادتوں پر غور کرے جو ان کے ہاتھ میں ہیں یہ کیسا سیدھا طریق تھا مگر میاں صاحب نے اس کو نہ مانا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مجھ سے ملے ہیں بار بار ملتے رہتے ہیں بہت قریب رہتے ہیں اور رہتے ہیں میں نے ان میں اس قدر شرافت دیکھی ہے جس کے نمونے دنیا میں کم نظر آتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں کیا یہ شرافت کم ہے کہ انہوں نے اپنے پاس ایسے ثبوت رکھتے ہوئے جنہیں وہ اپنی جماعت کے کمیشن کے سامنے بطور شہادت پیش کرنا چاہتے تھے اور ہر قسم کی مقاطعت اور ایذا رسانی کی تکلیفوں کو اٹھاتے ہوئے میاں صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا کمال درجہ کی شرافت اور متانت سے لکھا ان کے معتقدات پر بحث کی خیالات پر بحث کی۔ مگر ان کے کیرکٹر پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ اس قدر شریف اور راستباز انسان کو میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا ہاں یہ سچ ہے کہ میں ان الزامات کے معاملہ میں بھی کچھ نہیں کہتا انہیں حوالہ بخدا کرتا ہوں۔

رہی یہ بات کہ میں نے ان الزامات کی تشہیر میں مدد کی ہے۔ میاں صاحب اور ان کے مریدوں کی حالت یہ ہے کہ وہ خود جو چاہیں کرتے چلے جائیں اور ان کو کبھی خیال نہیں آتا کہ یہ بھی کوئی برا کام ہے۔ سنہ ۳۰ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ ایک گمنام خط میرے متعلق الفضل میں چھاپا گیا جس میں میرے متعلق بہت کچھ غلط بیانیاں تھیں اور اصول صحافت کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا کہ گمنام خط اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں بلا تحقیق شائع کر دیا جائے اور اس کے بعد بھی یہی حالت ہی ہے کہ میرے متعلق کوئی غلط سلط جا کر کہدے تو اسے آسمانی وحی کی طرح اخبار الفضل میں شائع کرا دیا جاتا ہے اور پھر میں جو جواب دوں اسے کبھی شائع نہیں کیا جاتا۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے ہمارے ایک دوست کو میرے متعلق کچھ غلط فہمی ہوئی اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ غلط فہمیاں بعض وقت بڑے بڑے مخلص احباب میں ہو جاتی ہیں اس کو لے کر اخبار الفضل میں میاں صاحب نے بڑا بھاری پروپیگنڈا کرایا اور یہ سمجھا کہ گویا اس سے ہماری جماعت کو تباہ ہی کر دیں گے۔ پھر اس کو ایک علیحدہ ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا اور میرے جواب کا انتظار نہ کیا۔ جواب کا انتظار؟ نہیں بلکہ جب میں نے جواب دیا تو اس کو شائع نہ کیا اس سے بڑھکر یہ کہ جب اس دوست کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے اعتراضات چند غلط فہمیوں پر مبنی تھے اور انہوں نے اخبار میں اس کے متعلق اعلان بھی کر دیا تو اس اعلان کو بھی اپنے اخبار میں جگہ نہ دی ان ظالموں سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہیں یہ کہنے کا حق ہے کہ میاں صاحب پر الزامات کی تشہیر میں مدد کرتا ہوں حالانکہ تمہارا اپنا یہ دن رات کا شغل ہے کہ ادنےٰ سے ادنےٰ بات میرے متعلق مل جائے تو اس سے اخباروں اور رسالوں کے اوراق اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے چلے جاتے ہو۔ ایک بڑا کام خود کرتے ہو اور اس کا الزام مجھ پر دیتے ہو ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا کے وعید کو پڑھو۔ انہیں خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ فرماتا ہے لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ اس لئے کہ خدا پسند کرے یا نہ کرے پیر تو پسند کرتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کیا کبھی اخبار پیغام صلح میں کبھی انجمن کے کسی ٹریکٹ میں ان قابل شرم الزامات کو دوہرایا گیا جو میاں صاحب پر ان کے مخلص مریدوں نے لگائے ہیں بلکہ کبھی کسی ایسی شائع شدہ تحریر کو بھی نقل نہیں کیا جس میں میاں صاحب پر نہایت ناپاک اور گندے الزام تھے پھر میرے پاس ایک دو نہیں بہت سے بیانات ہیں حلفی بیانات ہیں جن میں میاں صاحب پر شدید ترین الزامات ہیں، مگر میں نے وہ اپنے کسی دوست کو بھی نہیں دکھائے میں چاہتا تو ان کی اشاعت کر سکتا تھا مگر اس شرافت کا جو ہم نے برتی ہمارے احباب نے برتی ہمارے اخبار نے برتی بدلہ یہ ہے کہ آج میاں صاحب نے اپنے مبلغین کا ایک گروہ ہمارے پیچھے چھوڑا ہوا ہے جو ہم پر حملہ کرنے کے لئے جائز و ناجائز کی پروا بھی نہیں کرتا اور ادنےٰ ادنےٰ باتیں لے کر ان کی تشہیر پر ساری قوت صرف کر دیتا ہے اور یہ ایسا ناسمجھ گروہ ہے کہ انہیں یہ بھی تمیز نہیں کہ اس سے نقصان خود ان کو پہنچتا ہے پرائی شگون کے پیچھے اپنی ناک کٹوا لینے کو تیار ہیں، اسی لئے میاں صاحب نے خود اپنے مبلغین کو خنزیر سے نسبت دی تھی کہ حملہ کرتے وقت سوچتے کچھ نہیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اس ڈھٹائی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ جس بات کو خود خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کسی غلط فہمی کا نتیجہ قرار دے چکے ہیں یہ جان لینے کے بعد بھی کہ وہ ایسا کر چکے ہیں ان کی ایسی تحریر کو پھر بطور دلیل میرے خلاف شائع کیا جاتا ہے اور آنکھیں بند کرکے ماننے والوں کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ ہم میاں صاحب پر الزامات کی تشہیر کرتے ہیں تشہیر کرنے والے خود یہ نادان ہیں جو نہیں جانتے کہ اس معاملہ میں ان کا بولنا ان کی اپنی پردہ دری کا موجب ہے ہم نے تو انتہائی شرافت سے کام لیا کبھی ان گندے الزامات سے بھری ہوئی تحریروں کو شائع نہیں کیا جو میاں صاحب کے مریدوں نے شائع کیں، کبھی ان گندے الزامات سے بھرے ہوئے بیانات کا نام نہیں لیا۔ جو ایک کثیر تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور یہ باوجود اس کے کہ میاں صاحب نے ہمارے خلاف جو کچھ مل سکا ہے اسے شائع کرنے پر اپنے اخباروں کی پیٹھ ٹھونکی۔ میں تو ان باتوں کو بھی لکھنا نہ چاہتا تھا مگر میں مجبور ہوں کہ جب میرے متعلق غلط بیانی کی جاتی ہے تو اس کی تردید کروں۔ اب میاں صاحب کا اختیار ہے کہ اپنے مریدوں کو سمجھائیں یا نہ سمجھائیں کہ ناپاک الزامات کی تشہیر کا موجب وہ خود ہیں۔

خاکسار

محمد علی

ڈلہوزی ۲۹ر جولائی سنہ ۱۹۴۲ء

(بقیہ صفحہ ۲)

چند دنوں تک دعوت کی گئی چونکہ وہ امام العصر کی تلاش میں پھرتا تھا اس نے کہا کہ اب میرا مقصود انشاء اللہ تعالےٰ حل ہو جائیگا۔ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کی ہدایت پر وہ قادیان حضرت صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ ریلوے اسٹیشن بٹالہ پر چونکہ مولوی محمد حسین صاحب خود آکر زائرین قادیان کو منع کراتے تھے لہٰذا اس امر کو اس مصری سیاح پر خوب واضح کر دیا گیا۔ مگر وہ اپنے عزم کا پکا ثابت ہوا۔ وہ حضرت صاحب کی خدمت میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے پہنچ گیا۔ اور ایک ہفتہ کے قیام کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت صاحب کو اس سیاح کے بارے میں دعا کرنے کے لئے تحریک کی۔ چنانچہ ایک دن وہ عصر کی نماز کے بعد احمدی جماعت میں شامل ہونیکے بعد اپنے وطن مولود کو چلا گیا۔

پانچواں واقعہ } حضرت صاحب خود بہ نفس نفیس اپنے معزز مہمانوں کی خاطر و مدارات کے لئے بہت حد تک کوشاں رہتے تھے۔ لوگ ادب کی وجہ سے حضرت صاحب کے پاس کم شکایت کرتے تھے بلکہ حضرت صاحب خود ان ملازموں کے حالات سے پورے واقف تھے۔ شہر گوجرانوالہ کے دو غریب دوست بابو غلام رسول عرف میاں گو مرحوم اور ان کا بیٹا میاں سلطان مرحوم گوجرانوالہ سے پیدل چل کر قادیان پہنچے۔ یہ غریب اپنے ساتھ گھر سے میٹھی اور نمکین روٹیاں چند روز کے لئے پکا کر لے گئے تھے۔ ان دو صحابیوں نے کھانے کے مقابلے پر روحانی دسترخوان پر بیٹھکر حضرت صاحب کی باتوں کو پسند

لوائے ما پنہہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا واد ارگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف - بی - اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۲ رجب ۱۳۶۱ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۲

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عورتوں کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرو

بارہا دیکھا گیا اور تجربہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خفیف عذرات پر عورت سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہے۔ تو آم حضرت مسیح موعود کے ملال کا موجب ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص سفر میں تھا۔ اور اس نے اپنی بیوی کو لکھا۔ کہ اگر وہ بدیدن خط جلدی اسکی طرف روانہ نہ ہوگی۔ تو اسے طلاق دیدی جائیگی سنا گیا ہے۔ کہ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا تھا۔ کہ جو شخص اسقدر جلدی قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ تو ہم کیسے امید کر سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اسکا پکا تعلق ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ اب چند دنوں سے پیش آیا تھا۔ کہ ایک صاحب نے اول بڑے چاہ سے ایک شریف لڑکی کیساتھ نکاح ثانی کیا۔ مگر بعد ازاں . . . خفیف عذر پر دو ماہ کے اندر ہی انہوں نے چاہا۔ کہ اس سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ اس پر حضرت اقدس کو بہت سخت ملال ہوا۔ اور فرمایا کہ مجھے اس قدر غصہ ہے۔ کہ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اور ہماری جماعت میں ہو کر پھر یہ ظالمانہ طریق اختیار کرنا سخت عیب کی بات ہے۔ چنانچہ دوسرے دن پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ وہ صاحب اپنی اس نئی یعنی دوسری بیوی کو علیحدہ مکان میں رکھیں۔ جو کچھ زوجہ اول کو دیویں وہی اسے دیویں۔ ایک شب ادھر رہیں۔ تو ایک شب ادھر رہیں اور دوسری عورت کوئی لونڈی غلام نہیں ہے۔ بلکہ بیوی ہے۔ اسے زوجہ اول کا دست نگر کرکے نہ رکھا جاوے ایسا ہی ایک واقعہ اس سے پیشتر کئی سال ہوئے۔ گذر چکا ہے کہ ایک صاحب نے حصول اولاد کی نیت سے نکاح ثانی کیا اور بعض رقابت کے خیال سے زوجہ اول کو جو صدمہ ہوا۔ اور تنازعات نے ترقی پکڑی تو انہوں نے گھبرا کر زوجہ ثانی کو طلاق دیدی۔ اس پر حضرت اقدس نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اور خاوند نے پھر اس زوجہ کی طرف میلان کرکے اسے اپنے نکاح میں لے لیا اور وہ بیچاری بفضل خدا اس دن سے اب تک اپنے گھر میں آباد ہے۔

(البدر ۲۶ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸۷)

اخبار احمدیہ!

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— حضرت داروغہ نبی بخش صاحب بدستور علیل ہیں دوست سلسلہ کے اس بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی کی صحت کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

—— سلسلہ کے بعض افراد بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے خاص طور پر درد دل سے دعا کی جائے اللہ تعالےٰ ان کی مشکلات کو دور کرے اور صحت دے آمین۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۴۲ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ اخویم ابراہیم آدم صاحب اس وقت کراچی میں ہیں ان کی صحت اور کامیابی کے لئے دعا فرماویں اور حضرت سیدنا امیر قوم و دیگر بزرگوں کو اپنی طرف سے اور وہاں کے جملہ اخوان سلسلہ کی طرف سے السلام علیکم کہتے ہیں، سید صاحب موصوف باقاعدہ چندہ انجمن کی تمام مدات کے متعلق بھیجتے رہتے ہیں اور کتابیں اور لٹریچر منگوا کر اشاعت اسلام و تبلیغ سلسلہ میں سرگرمی سے کام کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔

عزیز بخش
۲-۸-۴۲

رسالہ "فرقان" کے عدالتی بیان نمبر پر ایک نظر

مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی شہادت

حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں بلکہ غیر نبی ثابت کر رہی ہے

از محترم جناب شیخ [illegible] احمد صاحب

اسکو موجودہ نزاع میں قطعی طور پر فیصلہ کن قرار دینا غلطی ہے میں مخزمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی شہادت کو لیتا ہوں جس کو جناب مدیر صاحب فرقان اور ان کے ہمخیال دوست خصوصیت سے اپنی تائید میں سمجھ رہے ہیں احباب یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ جس شہادت کے متعلق جناب مدیر صاحب اپنے قلت تدبر کی وجہ سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت اقدسؑ کو صف انبیاء میں لاکھڑی کرتی ہے وہی شہادت حضور کو صف انبیاء سے نکال کر صف اولیاء میں داخل کر رہی ہے۔ اور نبی نہیں بلکہ غیر نبی ثابت کر رہی ہے، جیسا کہ شہادت کے الفاظ سے ظاہر و باہر ہے، چنانچہ مخترمی حضرت مولوی صاحب کی شہادت کے الفاظ یہ ہیں:۔

"مرزا صاحب دعوےٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں یہ دعوےٰ نبوت اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے"
صفحہ ۱۳

اس شہادت میں جو یہ الفاظ ہیں "میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا" صاف دلالت کر رہے ہیں کہ گواہ حضرت مسیح موعودؑ کو جماعت انبیاء کا فرد نہیں بلکہ جماعت اولیاء کا فرد ہی ظاہر کر رہا ہے اور حضورؑ کی طرف صرف اس جنس کی نبوت منسوب کر رہا ہے جو انبیاء کو نہیں بلکہ اولیاء کو ملتی ہے اور نبوت کی اس جنس کی حضورؑ سے نفی کر رہا ہے جو جنس کہ انبیاء میں پائی جاتی ہے

غیر تشریعی نبوت کا دعوےٰ انبیاء نہیں بلکہ اولیاء کی جماعت میں داخل کرتا ہے

دعویٰ نبوت کے ساتھ غیر تشریعی نبوت کی قید لگانے سے یہ نتیجہ کس طرح نکل آتا ہے کہ اس کا مدعی اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء میں نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء میں داخل کر رہا ہے اس بات کے سمجھنے کیلئے حضرت اقدسؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کرنا چاہیئے، حضور الوصیت صفحہ پر فرماتے ہیں:۔ "اس تک (خدا تک) پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو قرآن مجید نے کھولا ہے اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اسلئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کیلئے ایک انجام بھی ہے" میں اپنے تمام احمدی بھائیوں کی خدمت میں پر درد اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدارا اپنے امام حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا الفاظ کو غور سے پڑھیں کیونکہ انہی الفاظ میں انہیں اس نزاع کا فیصلہ مل جائے گا جو جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کے درمیان حضرت اقدسؑ کے دعوےٰ نبوت کی نوعیت کے متعلق عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے، احباب کرام دیکھ لیں کہ کس صفائی سے حضرت اقدسؑ نے نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے اور ساتھ ہی اس دروازہ نبوت کے بند ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے، حضورؑ فرماتے ہیں کہ نبوت محمدیہ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہو گیا ہے کیوں ہو گیا ہے اسلئے کہ تمام وہ سچائیاں جو خدا تک پہنچانے والی ہیں سچائی کا آنا ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کسی کے لئے یہ ممکن ہے کہ اب کوئی ایسی پہلی نازل شدہ سچائی پیش کر سکے جس کے پیش کرنے سے نبوت محمدیہ قاصر ہو، جس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ نبی کریم صلعم سے قبل نبوت کا دروازہ اسلئے کھلا رکھا ہوا تھا کہ ابھی خدا تک پہنچنے کے لئے مزید سچائیوں کی ضرورت تھی میں اس موقعہ پر اس بحث میں نہیں جاؤں گا کہ ہر نبی کوئی نئی سچائی لایا یا نہیں کیونکہ اس سے ایک نئی بحث کے چھڑ جانے کا اندیشہ ہے ہیں معاملہ کو طول نہ دینے کی خاطر سر دست جناب میاں صاحب مکرم کے اس نظریہ کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ نبی کے لئے نئی سچائی کا لانا ضروری نہیں* اس وقت حضرت اقدسؑ کی تعلیم کی پیروی کرتے ہوئے جس امر کی طرف احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عبارت مندرجہ بالا سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ہمارے امام جن کی پیروی ہم سب پر واجب ہے اپنے عقیدہ کا صاف الفاظ میں اظہار فرما رہے ہیں اور وہ یہ کہ نبوت کے دروازہ کے کھلا رکھنے کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ وہ سچائیاں جن کی دنیا کو ضرورت تھی ابھی مکمل نہ ہوئیں یقیں ہو سکتا ہے کہ ہزاروں برس گذر جائیں اور کوئی نئی سچائی نازل نہ ہو اور اس عرصہ میں لوگ پہلی نازل شدہ سچائیوں سے ہی کام چلاتے رہیں اور وہی ان کی رہنمائی کے لئے کافی ہوں لیکن اس عرصہ میں دروازہ نبوت کو کھلا رکھنا اسلئے ضروری تھا کہ ابھی بعض نئی سچائیوں نے نازل ہونا تھا اور نئی سچائی بجز نبی کے اور کسی پر نازل ہو سکتی نہیں پس جب تک ایک سچائی بھی ایسی باقی ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہے خواہ اس سچائی کا کروڑوں برس کے بعد نازل ہونا مقدر ہو اس وقت تک دروازہ نبوت بند نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسی حالت میں دروازہ نبوت کو بند کر دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس سچائی کو اب دنیا میں لانے والا کوئی نہیں رہا کیونکہ ادھر دروازہ نبوت بند ہونے کی وجہ سے نبی کوئی آ نہیں سکتا اور ادھر نئی سچائی بغیر نبی کے کسی پر نازل نہیں ہو سکتی پس ایسی حالت ...

خلاف انسانوں کو اس طرح ضلالت کے سمندر میں غوطے کھاتا ہوا چھوڑ دے اور ان کے نکالنے کے لئے اپنی مدد کا ہاتھ نہ بڑھائے پس بیان مذکورہ بالا سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبوت کا دروازہ اسی وقت تک کھلا رہ سکتا ہے جب تک کہ خدا تک پہنچانے والی سچائیاں تکمیل کو نہیں پہنچتیں جس وقت وہ تکمیل کو پہنچ گئیں اسی وقت یہ دروازہ بند ہو جائے گا اب حضرت اقدسؑ کے الفاظ کو جب ہم بغور دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ حضورؑ نبی کریم صلعم کے وجود باجود پر تمام نبوتوں کو ختم بتا رہے ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمام وہ سچائیاں جن کی دنیا کو قیامت تک ضرورت پڑے گی وہ سب کی سب نبی کریم صلعم پر نازل ہو گئی ہیں اب چونکہ آیندہ کے لئے کسی نئی سچائی نے نازل نہیں ہونا اور نہ اس کی ضرورت پڑنی ہے اسلئے لازماً نبوت کے دروازہ کو بھی بند تسلیم کرنا پڑے گا اب جبکہ حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ نے ہم پر یہ حقیقت کھول دی کہ نبوت کا ختم ہو جانا سچائیوں کے مکمل ہو جانے کی وجہ سے ہوا ہے تو اب نبی کریم صلعم کے بعد نبوت کے دروازہ کو کھلا رکھنے کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہوں گے کہ قرآن کریم کے بعد ابھی کسی ایسی سچائی نے نازل ہونا ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو گی اور وہ موجودہ قرآن کریم میں موجود نہیں خواہ وہ سچائی قیامت کے قریب ہی جا کر کیوں نہ نازل ہو لیکن نازل ضرور ہو گی اور اس درمیانی عرصہ میں اگر نبی آ جائیں گو وہ قرآن کریم کے خادم ہی ہوں اور کوئی نئی سچائی نہ لائیں مگر ان کا آنا لازماً یہ ثابت کر رہا ہو گا کہ قرآن کریم نے سچائیوں کو مکمل نہیں کیا ابھی کسی اور سچائی کے نازل ہونے کا انتظار باقی ہے اور یہ عقیدہ جیسا کہ ہر ایک احمدی تسلیم کرے گا اسلام کے درخت کی جڑھ پر تبر رکھنے کے مترادف ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۲ پر فرمایا ہے "کہ اگر دین اسلام کی تکمیل کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی ہے جس کے ظہور کی ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی امید کی جا سکتی ہے تو دین کو کامل کرنے اور قرآن کے ذریعہ اس کو کامل کر دینے سے فارغ ہونے کے معنی فاسد ہو جائیں گے اور خدا تعالےٰ کا یہ قول کہ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے جھوٹ اور خلاف واقعہ ہو گا" ہمارے بعض احباب محض لفظوں سے کھیلنے کے عادی ہو چکے ہیں اسلئے ممکن ہے وہ کہدیں کہ الوصیت میں

ایک اہم فریضۂ اسلامی کے احیاء کیلئے

جہاد کی دعوت

{ازقلم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ}

حسب معمول ہماری انجمن نے اس ماہ یعنی رجب میں اپنے احباب سے زکوٰۃ کی اپیل کی ہے۔ اور ایک مطبوعہ ٹریکٹ غالباً ان سب احباب کے پاس بھیج گیا ہوگا جو بظاہر صاحب نصاب معلوم ہوتے ہوں۔ لیکن میں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ زکوٰۃ کی اہمیت کی طرف عام مسلمانوں کی توجہ قطعاً ہے ہی نہیں، اور اگر کچھ مخیر حضرات ہیں تو ان کی زکوٰۃ بجائے قومی تعمیر کے کاموں پر لگنے کے گداگری کے مروج کرنے پر صرف ہو رہی ہے یعنی اس ماہ میں چند لوگ جنہوں نے بجائے خود محنت کر کے کمانے کے لوگوں سے مانگنے کو اپنا پیشہ بنایا ہوا ہے اس ماہ میں شمال سے نکل کر جنوب تک زکوٰۃ مانگتے ہوئے پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ ایک شخص کے لئے دست سوال پھیلانے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ جنگل میں جا کر لکڑی کاٹے اور اس کا گٹھا اٹھا کر اسے لا کر بازار میں فروخت کر کے اپنے لئے روٹی کمائے۔ مگر آج آپ کی امت کا ایک حصہ اگر گداگری کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہے تو دوسرا حصہ جو مخیر حضرات کا ہے اس قومی تخریب میں ان کا معاون ہو رہا ہے اور یوں اسلام کا اہم فریضۂ زکوٰۃ جو اسلام کے دو ستونوں میں سے ایک ستون ہے مسلمانوں کے اندر سے قریباً مر چکا ہے۔ اس کے احیاء کے لئے میں اپنی جماعت کے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے کہ وہ میری اس آواز میں یہ اثر پیدا کرے کہ خدا اور اسکے رسول کے احکام کے سامنے ہمارے دوستوں کی گردنیں جھک جائیں۔

واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی

اسلام کے دو بڑے ستون ہیں نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ قرآن شریف میں بار بار ان دو کا اکٹھا ذکر کر کے سمجھایا ہے کہ اسلام اور اسلامی سوسائٹی کی بنیاد انہی دو پر ہے۔ کافروں کے متعلق بھی فرمایا:

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ اگر وہ بھی زیادتیوں سے توبہ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف نماز، خدا کی عبادت میں مصروف رہنا، خدا کی تسبیح و تحمید، اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرنے، اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں جب تک کہ انسان اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے بالمقابل دنیا کا سب سے بڑا معبود مال دنیا ہے اور جس دل میں دنیا کے مال کی محبت ہے اس میں خدا کی محبت نہیں ہو سکتی اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان دونوں باتوں کو بار بار جمع کیا ہے۔

یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون

کیونکہ خدا کی محبت جو عبادت کا اصل مقصود ہے پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ مال کی محبت کم نہ ہو۔ بلکہ صاف فرمایا اگر مال کی محبت انسان پر اس قدر غالب ہے کہ وہ خیرات نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، تو اس کی نماز بے سود ہے، بلکہ محض ریاکاری ہے، اور ایسے نماز پڑھنے والوں پر ہزار افسوس ہے۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون۔

ماعون کے اصل معنی قلیل شئے کے ہیں اور زکوٰۃ بھی چونکہ جمع شدہ مال کا چالیسواں حصہ خدا کے دیئے ہوئے مال کے مقابل میں بہت تھوڑی چیز ہے اس لئے زکوٰۃ کو ماعون کہا ہے۔ پس اگر ایک شخص یہ خیال کرتا ہے کہ نماز میں خضوع و خشوع سے تہجد خوانی سے، خدا کے آگے گڑگڑاتے رہنے سے، خدا مل جاتا ہے چاہے وہ مال دنیا سے کتنی محبت کیوں نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ خدا کی محبت اور مال کی محبت دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، جس دل میں مال کی محبت اس قدر ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اپنے مال کو خرچ نہیں کر سکتا۔ اس کا معبود مال ہے خدا نہیں۔ چاہے وہ نمازیں پڑھتا ہو۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے سر جھکاتا ہوا اپنے مال کو خرچ کرتا ہے اس کا معبود خدا ہے اور وہی خدا کو پا سکتا ہے۔

جس طرح نماز میں اللہ تعالےٰ نے دو حصے رکھے ہیں ایک حصہ باجماعت ہے اقامت صلوٰۃ کا مفہوم صادق نہیں آتا جب تک باجماعت نماز نہ ہو۔ دو شخص بھی سفر میں نکلے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا دیکھو اذان دو اور اقامت کہو اور جماعت سے نماز پڑھو۔ اور دوسرا حصہ تنہائی کی نماز کا ہے۔ باجماعت حصہ سب لوگوں کی موجودگی میں مسجد میں ہی ادا ہوتا ہے۔ نفل گھر کی کوٹھڑی میں چھپ کر بہترین طریق پر ادا ہو سکتے ہیں اسی طرح انفاق مال کو اللہ تعالےٰ نے دو حصوں پر تقسیم کیا ہے ایک وہ حصہ جو اسلامی جماعت کے ساتھ مشترکہ طور پر ادا ہو سکتا ہے دوسرا وہ حصہ جو چھپ کر خیرات کی جاتی ہے اللہ تعالےٰ نے خود قرآن کریم میں یہ تفریق فرمائی ہے فرمایا ہے:۔

واٰتی المال علیٰ حبہٖ ذوی القربیٰ …… واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ

(البقرہ آیت ۱۷۷)

اللہ تعالےٰ کی محبت کے لئے مال قریبیوں یتیموں مسکینوں وغیرہ کو دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے، اور زکوٰۃ دیتا ہے۔

یہاں مال کا خدا کی محبت کے لئے دینا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا دو الگ الگ باتیں بیان ہوئی ہیں، اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے،

زکوٰۃ حقیقتاً باجماعت ہی ادا ہو سکتی ہے، تو آنحضرت صلعم نے اس کے لئے عامل مقرر کئے ہر ایک کے مال کی تشخیص کرائی کہ کسی کے پاس کس قدر مال ہے اور اس میں سے زکوٰۃ کا حصہ آپ کے تحصیلداروں نے وصول کیا ہو اس کو بیت المال میں لا کر جمع کیا اور وہاں سے اسلامی ضروریات پر صرف ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضہ کے زمانے میں جب بعض قوموں نے جو کلمہ پڑھتی تھیں نماز بھی پڑھتی تھیں اور ان کی مسجدوں میں باجماعت نماز ہوتی تھی، بیت المال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا حالانکہ وہ زکوٰۃ کے منکر نہ تھے ~~[illegible]~~ کہتے تھے کہ ہم اپنی زکوٰۃ خود خرچ کریں گے۔ تو حضرت ابوبکر رضہ نے ان سے جنگ کی۔ پس زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی جب تک وہ بیت المال میں جمع نہ ہو جس طرح اقامت صلوٰۃ بغیر مسجد اور جماعت اور اذان کے نہیں اسی طرح زکوٰۃ بغیر بیت المال کے اور ایک جگہ جمع ہونے کے اور وصولی کرنے والوں کے اور بیت المال کے ذریعہ خرچ ہونے کے نہیں۔ اپنے طور پر جو شخص زکوٰۃ کسی غریب مسکین کی مدد پر خرچ کر لیتا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا خیرات کرتا ہے۔ ہاں ایک تہائی زکوٰۃ کے اپنے طور پر خرچ کرنے کی اجازت آنحضرت صلعم نے دی ہے۔

ہماری جماعت خدا کے فضل سے نہ صرف ایک نظام کے ماتحت کام کر رہی ہے بلکہ زکوٰۃ کے مصارف کا بھی بہترین مصرف اس کے سامنے ہے اور یہ جو آٹھ مصرف قرآن کریم نے زکوٰۃ کے بیان فرمائے ہیں وہ سب کے سب انجمن کے مقاصد میں شامل ہیں۔ پھر خود حضرت مسیح موعود نے زکوٰۃ کے ایک جگہ جمع کرنے کے اور مرکز میں بھیجنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور یہ جماعت آپ کی سچی جانشین ہونے کی وجہ سے اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اس کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے تعمیری کاموں پر خرچ ہو۔

اسی لئے پہلی بات جس کی طرف میں اپنے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے ساتھ ہم نے ایک اسلامی جماعت کی صحیح تصویر بھی پیش کرنی ہے اگر ہم صرف اصول کی تعلیم دیں لیکن کوئی جماعت ان اصول پر عمل پیرا نہ دکھائیں تو اسلام پھیل نہیں سکتا۔ کیونکہ

ا عملی نمونہ کوئی نہیں وہ محض لفظوں سے قائم نہیں رہ
ر اسلئے ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اقامت صلوٰۃ
ایتائے زکوٰۃ کے دو ستونوں کو سب سے پہلے
لیں جو جماعت ان دو اصولوں پر قائم نہیں وہ اسلامی
ت کا صحیح نمونہ نہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ جہاں کسی گھر میں یا
میں دو بھی ہوں تو نماز جمع ہو کر پڑھیں۔ اور اپنے مالوں
سے زکوٰۃ یعنی جمع شدہ مال کا جس پر ایک سال گذر
و چالیسواں حصہ اپنے قومی بیت المال میں ادا کریں۔
ہ اگر اپنے بعض غریب رشتہ داروں کو دینا چاہیں تو ایک
ی حد تک اپنے طور پر دیدیں لیکن باقی ضرور ہے کہ بیت المال
یں جمع ہو اور وہاں سے خرچ ہو۔ تبلیغ اسلام کی کوشش
وئی عظیم الشان نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ اسلامی
ت کا نمونہ ساتھ نہ ہو۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے
ت بنانے پر، اللہ تعالےٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے
جماعت بنانے پر، اس قدر زور دیا ہے۔

دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا ضروری
سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اس فریضہ کا احیاء ایک سخت جد و جہد
چاہتا ہے اور کسی ادھوری کوشش سے کوئی فائدہ نہیں
ملتا۔ اگر میں یہ سمجھ لوں کہ میں نے ایک ٹریکٹ لکھ دیا
کافی ہے یا انجمن کے کارکن یہ سمجھ لیں کہ انہوں نے ایک
ہزار کاپی اس ٹریکٹ کی بھیجکر حق ادا کر دیا۔ اور مبلغ یہ
سمجھ لیں کہ دفتر سے ایک ایک رسالہ آگیا ہے جس نے
ادا کرنی ہوگی وہ کر دے گا تو ہم سب دھوکے میں ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ
اپنے مال کو دیکھے، اپنی بیوی کے مال کو دیکھے اپنے
متعلقین کے مال کو جو اس کے زیر اثر ہیں دیکھے۔ جب
ہمارے اندر اسلامی روح نہ ہو۔ اور اسلامی روح
ہے اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے سر جھکا دینا۔
مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اپنے اپنے مالوں کو دیکھو
اپنے سیفوں اور صندوقوں کو دیکھو، اپنے اپنے
بینک کے حسابوں کو دیکھو، خواتین اپنے اپنے زیورات
دیکھیں۔ خواہ وہ استعمال میں آتے ہیں یا دھرے ہیں۔ اور
سب کے سب خدا کے فرمانبردار بندے بنتے
ہوئے خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دیں
مالوں کا، ان روپوں کا، ان زیورات کا چالیسواں
حصہ نکال دیں۔ جس کے پاس پچاس روپے کا مال یا
زیور ہے وہ سوا روپیہ نکال دے۔ جس کے پاس سو روپے
کا مال یا زیور ہے وہ اڑھائی روپیہ نکال دے جس
کے پاس ہزار روپے کا مال یا زیور ہے وہ پچیس روپے
نکال دے، جس کے پاس لاکھ روپے کا مال یا زیور ہے
اڑھائی ہزار روپے نکال دے۔ اور تمام حیلوں
تمام عذرات کو جو یہ حصہ نکالتے وقت سامنے آئیں
شیطانی وسوسہ سمجھ کر باہر نکال دیں۔ ہاں جس طرح شیطان
پر لعنت بھیجی جاتی ہے، شیطانی وساوس پر بھی لعنت
بھیجی جائے۔ اللہ تعالےٰ نے صاف فرمایا ہے
الشیطان یعدکم الفقر، یہ شیطان ہے جو تمہیں
ڈراتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال دے کر تم تنگدست ہو
جاؤ گے۔ ہاں مالوں کا یہ حصہ نکال دینے سے، مال
پاک ہو جائیں گے اور دل بھی پاک ہو جائیں گے یاں

تمہارا معبود نہ ہو۔ اور تم مال کے غلام نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ
تمہارا معبود ہو اور تم اس کے بندے ہو، بالخصوص خواتین
سے یہ اپیل ہے۔ کیونکہ ان میں سے بہت بڑا حصہ ایسا ہے
جن کے پاس زیور ہوتا ہے

(۲) دوسرے نمبر پر ہر ایک احمدیہ جماعت کا
فرض ہے کہ اپنے ممبروں میں سے فوراً ایک مختصر سا وفد
بنائے جو جماعت کے ہر فرد کے گھر میں پہنچیں جن پر صاحبِ
نصاب ہونے کا گمان ہے اور جماعت کے ہر مرد ممبر سے
اور ہر خاتون سے یہ اپیل کریں کہ قبل اس کے خدا کا دیا
ہوا مال ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس کے نکلنے
کے سامان روز بروز قوی ہو رہے ہیں وہ خدا کے حکم کے
سامنے سر جھکا دیں اور تمام احمدی صاحب نصاب گھرانوں
میں پھرنے کے بعد دوسرے صاحب نصاب مسلمانوں
کے پاس بھی جائیں اور ان کو اللہ تعالےٰ کے اسی حکم
کی طرف توجہ دلائیں اور ان سے اپیل کریں کہ خدا کے حکم
سے انحراف کر کے ہم دنیوی رنگ میں بھی فلاح حاصل نہیں
کر سکتے۔ ہاں وہ چاہیں تو ہمارے بیت المال میں اپنی زکوٰۃ
ادا کریں اور چاہیں تو کسی اور قومی بیت المال میں ادا کریں۔
بشرطیکہ اس بیت المال میں ان سب مقاصد پر خرچ
کرنے کا قابلِ اطمینان انتظام ہو جو اللہ تعالےٰ نے
زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں۔

(۳) پھر ہر ایک مبلغ کو جس کے سپرد کوئی علاقہ ہے
یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے علاقہ کا ذمہ دار ہے اور
ایک دفعہ اپنے علاقہ میں صرف اس غرض کے
لئے دورہ کرے کہ صاحب نصاب احباب کے گھروں
میں پہنچکر ان سے زکوٰۃ وصول کرے، اور جہاں جہاں
جماعتوں نے اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی طرف توجہ
نہیں کی، ان کو توجہ دلاکر ان کے وفد بھی بنائے۔ اور
جہانتک ممکن ہو صاحب ثروت اصحاب کے پاس بھی
جائے اور ان کو اسی طرح توجہ دلائے جس طرح اوپر مذکور
ہے، اگر کوئی مبلغ اپنے آپ کو ایسے بلند مقام پر سمجھتا
ہے کہ وہ زکوٰۃ مانگنے کو اپنی ہتک خیال کرتا ہے۔ تو اسے
یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ جیسے عظیم الشان شخصیت
کے مالک کو بھی رسول کریم صلعم نے ایک دفعہ تحصیل زکوٰۃ
پر مقرر کیا تھا اور اس پر کچھ معاوضہ بھی انہیں دیا تھا، خدا
کے حکم کی تعمیل کرنے میں عار کرنے والا جو شخص ذلت سمجھتا ہے
وہ دھوکا خوردہ ہی نہیں رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ کی تحقیر بھی
کرتا ہے اور خود ان سے بڑا بننا چاہتا ہے۔

(۴) بالآخر انجمن کے معتمدین اور اس کے جملہ کارکنان
کا بالخصوص سیکرٹری صاحب اور ان کے عملہ کا فرض ہے کہ
ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی پوری طاقت
صرف کریں۔ افراد کو اپیل کریں، جماعتوں کو اپیل کریں،
مبلغوں کو توجہ دلائیں، جہاں وہ خود پہنچ سکتے ہیں تو پہنچیں
اور ایک زندہ کام کرنے والی جماعت کا نمونہ دکھائیں
احکام بھی جاری کریں مگر کچھ کام بھی کریں اور نمونہ بھی دکھائیں
صرف کاغذی گھوڑے دوڑا کر مطمئن نہ ہو جائیں کہ ہم
نے اپنا فرض ادا کر دیا، اور نہ ہی اس حیلہ سے کام لیں کہ ہمارے
ذمہ اور کام بہت ہے۔ ہے اس وقت خدا کے فریضہ کے
احیاء کے کام کو سب کاموں پر مقدم کر لیں۔

ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے رجب کیساتھ
شعبان اور رمضان بھی ملالیں۔ بہت لوگ رمضان میں بھی اپنی زکوٰۃ
ادا کرتے ہیں جن جن اصحاب سے زکوٰۃ وصول ہوتی ہے ان کی
ایک الگ فہرست ہر ماہ کے آخر پر مجھے بھجواتے رہیں لیکن
آخری فہرست ۲۰ رمضان کو تیار ہو کر میرے پاس پہنچ جائے
اس کام میں جن جن مبلغین یا جماعتوں کے عہدیداروں، معتمدین
یا دیگر افراد نے جتنی جتنی مدد کی ہے اس کے متعلق بھی ایک
رپورٹ تیار کی جائے کہ مجھے یہ علم ہو سکے کہ کون کون سے
احباب ہیں جو اس جہاد میں حصہ لیتے ہیں؟

خاکسار

محمد علی - دار السلام - ڈلہوزی - ۲۷ جولائی ۴۲ء

خلیفہ قادیان کے ایک مرید کے ۲ سوالات

جواب میں خلیفہ صاحب کا غیظ و غضب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج شریف

میں اس قابل نہ تھا کہ مضمون ہذا اخبار پیغام صلح میں شائع کراتا
لیکن میاں صاحب کی چند غلطیوں کی بناء پر مجھے قادیانی جماعت سے علیحدہ
ہونا پڑا ایک روز بیٹھے بٹھائے میاں صاحب سے سوالاً ذکر ہو گیا کہ

۱۔ جب آپ عورتوں کے جلسہ میں صدر منتخب ہوتے ہیں تو اپنے
اردگرد خوبصورت عورتوں کا پہرہ کیوں رکھتے ہیں؟

۲۔ اس امر کا کس طرح یقین ہو کہ آپ واقعی خدا کے بھیجے ہوئے
خلیفہ ہیں مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ گھڑ کے خلیفہ بنائے گئے
ہیں۔

ان ہر دو سوالات پر جناب میاں صاحب کو بے حد طیش
آیا اور فرمایا آپ بہت ہی گستاخ اور بے ادب ہیں!
میں نے عرض کیا کہ حضور پہلے آپ میرے سوالات کا جواب
دیں بعد ازیں کوئی بات ہوگی کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی پوچھنے
والا ہی نہیں اگر خدا نے مجھے زندگی دی تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ خلافت جو بزیدی خلافت ہے ایک نہ ایک دن ضرور
اس کا بھانڈا پھوڑوں گا چاہے مجھے اپنی جان تک ہی کیوں
نہ دینی پڑے۔ بس یہ بات سنی تھی کہ بورڈ پر لکھ دیا "مقاطعہ"
جب میں باہر نکلا تو بورڈ پر اپنا نام لکھا دیکھ کر حیران رہ گیا وہاں لکھا تھا
کہ یہ شخص اسلام میں فتنہ ڈالنے والا ہے اس واسطے اس سے
قطعاً کوئی کلام نہ کرے اور اسے قادیان سے نکل جانے
کے لئے کہیں) میں نے اسی وقت، بستر بوریا سنبھال اپنے گھر
سرائے عالمگیر (جہلم) آگیا میں میاں صاحب سے سوال کرتا
ہوں کہ انہوں نے یہ مقاطعہ ایکٹ کہاں سے نکال لیا اب بھی
دعا مانگتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ان گھڑ گھڑ کے نبی بنانیوالوں
کی جماعت سے بچائے (آمین) میں مولوی صاحب سے درخواست
کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے سیدھے
راستے پر لائے۔ آپ سے جتنی جلدی ہو سکے اس مضمون کو شائع
کر دیں۔ بدھوار کے پرچہ میں انتظار کروں گا!

نیازمند چوہدری فضل الرحمٰن ٹھیکہ دار
سرائے عالمگیر جہلم عفی عنہ

امر المفضل کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے اور اس مکتوب کا غور سے مطالعہ کر کے میاں صاحب کے ایک مخلص مرید کی تسلی و تشفی کے لئے میاں صاحب کے "حضور" میں درخواست کرنا چاہیئے یا خود ان۔۔۔

سچائیوں کا لفظ آیا ہے شریعت کا لفظ نہیں آیا اسلئے میں اسجگہ چشمۂ معرفت صفحہ ۲۱۱ سے بھی ایک حوالہ نقل کر دیتا ہوں تا انہیں تسلی ہو جائے کہ حضرت اقدسؑ نے اسی مفہوم کو دوسری جگہ لفظ شریعت سے ادا کیا ہے حضورؑ فرماتے ہیں "سو خدا کی وحی حضرت آدم سے تخم ریزی کی طرح شروع ہوئی اور وہ تخم خدا کی شریعت کا قرآن شریف کے زمانہ میں اپنے کمال کو پہنچکر ایک بڑے درخت کی طرح ہو گیا" اسی طرح ایک اور موقعہ پر فرمایا "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۲ پھر تحفہ بغداد صفحہ ۶ اور دیگر بہت سی کتابوں میں فرمایا کہ وحی نبوت اب منقطع ہو گئی کیونکہ اس کی اب ضرورت باقی نہیں رہی اور وہ ضرورت جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہی تھی کہ قرآن کریم سے قبل ابھی کئی سچائیوں نے نازل ہونا تھا پس اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ دروازہ نبوت کا کھلا رہنا اور وحی رسالت کا جاری رہنا محض اس وجہ سے تھا کہ ابھی سچائیاں یا بالفاظ دیگر شریعت ابھی مکمل نہ ہوئی تھی تو تورات کی موجودگی میں بعض انبیاء کا خادم تورات ہو کر آنے کو پیش کر کے اس سے یہ استدلال کرنا کہ قرآن کی خدمت کے لئے بھی نبی آسکتے ہیں قیاس مع الفارق ہے وہاں تو دروازہ کھلا تھا اسلئے نبیوں کا آنا قابل اعتراض نہ ہو سکتا تھا لیکن قرآن کریم پر سچائیوں کے مکمل ہو جانے کی وجہ سے دروازہ ہی کھلا نہیں رہا تو قرآن کریم کے بعد نبی آہی کس طرح سکتا ہے اگر آئے گا تو شریعت محمدیہ کو بھی نعوذ باللہ تورات کی طرح ناقص تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ عقیدہ رکھنا پڑیگا کہ جس طرح تورات کے بعد قرآن کریم کے آنے کی انتظار رہتی جو تورات کی کمیوں کو پورا کرے ۵ خوب غور کر کے دیکھ لو حضرت اقدسؑ کے الفاظ کے بجز اس کے اور کوئی معنی بن ہی نہیں سکتے۔

یہ وہ عقیدہ ہے جو حضرت اقدسؑ اپنی جماعت کے ذہن نشین کرا رہے تھے اور جس کی تعلیم دن رات جماعت کو دی جا رہی تھی اور جماعت نے بھی اچھی طرح سے اس عقیدہ کو سمجھ لیا ہوا تھا کہ نبوت کا دروازہ قرآن کریم کے مکمل ہو جانے کے بعد اب بالکل بند ہو گیا ہے اب کوئی شخص پیدا نہیں ہو سکتا جو زمرۂ انبیاء کا فرد کہلا سکے جس قدر انبیاء پیدا ہونے تھے وہ ہو چکے اس جماعت کا پہلا فرد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور آخری فرد حضرت نبی کریم صلعم تھے

حضرت مولوی صاحب کی شہادت کا اثر حضورؑ کی نبوت پر ﴿ اب جبکہ حضرت اقدس کا مذہب یہ ثابت ہو گیا کہ

حضورؑ نبی کریم صلعم کے بعد دروازہ نبوت کو بکلی بند کر رہے ہیں تو عقل سلیم یہ کس طرح تسلیم کر سکتی ہے کہ مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب جیسا حضرت اقدسؑ کے مذہب سے کما حقہ واقفیت رکھنے والا مرید اپنی شہادت میں ایسا عقیدہ لکھوائیگا جو صریح حضرت اقدسؑ کے مذہب کے خلاف ہو پس حضرت مولوی صاحب کا اپنی شہادت میں حضورؑ کو مدعی نبوت لکھوانا یقیناً اس مفہوم میں نہیں ہو سکتا کہ آپ حضورؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ثابت کر رہے ہوں بلکہ یہ کسی ایسے مفہوم میں ہی ہو سکتا ہے جس کی رو سے مدعی زمرۂ انبیاء کا فرد نہ بن سکے وہ کیا مفہوم ہے یہ میں انشاء اللہ آگے چل کر بیان کرونگا۔

شریعت کا مفہوم ﴿ اسجگہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک جو شریعت کا مفہوم ہے اس کا بیان کر دینا ضروری ہے حضورؑ اس لفظ کو مکمل شریعت یا جزو شریعت کے مفہوم میں استعمال کرنے کے علاوہ ایک اور مفہوم میں بھی استعمال کرتے ہیں ثبوت کیلئے ذیل کے الفاظ پر غور کرو ازالہ اوہام کے از صفحہ ۵۷۵ تا صفحہ ۵۷۹ پر اس بات پر بحث کرتے ہوئے کہ نبی کسی دوسرے نبی کا اپنی نبوت میں تابع نہیں ہوتا اور یہ کہ مسیح دوبارہ نہیں آسکتا لکھتے ہیں کہ اگر مسیح کو وحی کے ذریعہ صرف اتنا ہی کہا جائے "کہ تو قرآن پر عمل کر" تو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہوگا کیونکہ یہ حکم بھی مسیح کو وحی رسالت کے ذریعہ ملیگا اسی طرح فرماتے ہیں کہ قرآنی احکام کی تفاصیل بھی اسے وحی کے ذریعہ سمجھائی جاوینگی تو یہ بھی بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی اسی طرح براہین پنجم صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ پر فرماتے ہیں پہلے انبیاء ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئیں تھیں۔ ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی مکمل شریعت یا جزو شریعت نہیں لاتا انکی وحی میں بھی کم از کم تین باتیں ضرور ہوتی ہیں (۱) کسی سابق نبی کی شریعت پر چلانیکے لئے جو حکم انکو دیا جاتا ہے وہ بھی وحی رسالت کے ذریعہ ہی دیا جاتا ہے (۲) ان کو سابق نبی کی کتاب کی تفاصیل بھی بذریعہ وحی نبوت ہی سکھلائی جاتی ہیں اور اسکا نام کتاب اللہ یا شریعت رکھا جاتا ہے (۳) انکی اپنی ذاتی وحی میں جو وحی نبوۃ کہلاتی ہے لوگوں کو پاک صاف کرنیکی خاصیت ہوتی ہے۔

اگر اس دوسرے مفہوم والے نبی کو بھی حضورؑ صاحب شریعت قرار نہ دیتے ہوتے تو تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ پر کبھی بھی صاحب الشریعت کے مقابل صرف ملہمین و محدثین کو رکھکر صرف صاحب الشریعت کے منکرین کو کافر قرار نہ دیتے

محترمی حضرت مولوی صاحب کی شہادت کا صحیح مفہوم ﴿ حوالہ الوصیت اور مندرجہ بالا امور کی روشنی میں محترمی حضرت مولوی صاحب کے الفاظ "نئی شریعت نہیں لایا" کے معنی یہ ہونگے کہ حضرت اقدسؑ نہ مکمل شریعت اور نہ شریعت کا جزو لائے ہیں اور نہ ہی حضورؑ کو قرآن پر عمل کرنے یا کرانے کیلئے وحی رسالت ہوئی ہے اور نہ ہی حضورؑ کے الہامات کو کتاب اللہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی حضور کی وحی میں ذاتی طور پر لوگوں کو پاک صاف کرنیکی خاصیت ہے ہاں قرآن کریم اور نبی کریم صلعم پر کامل ایمان پیدا کرنیکی اسمیں خاصیت ضرور ہے اور اس ایمان کے ذریعہ لوگوں کو طہارت اور پاکیزگی ملے گی گویا بالفاظ دیگر ان الفاظ کا یہ مطلب ہوا کہ حضور ایسی نبوت کے مدعی نہیں جس کے مدعی کو وحی رسالت ہوتی ہو یعنی وہ زمرۂ انبیاء کا فرد بن سکتا ہو اور جب وہ زمرۂ انبیاء کا فرد نہ

وحی غیر تشریعی کے متعلق حضرت اقدسؑ کا مذہب ﴿ بھی مزید وضاحت کیلئے بیان کر دینا مناسب ہوگا حضرت اقدس براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں" قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے بلکہ صریح معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طرف سے وحی کے دعوے پر تکفیر کا انعام ملے گا اور سب علماء متفق ہو کر درپے ایذا و تکذیب ہو جائیں گے کیونکہ ان کے نزدیک بعد جناب سیدنا جناب ختمی پناہ رسول اللہ صلعم وحی الٰہی پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بالکل غیر ممکن ہے کہ اب کسی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہو اور اب قیامت تک امت مرحومہ اس قسم کے رحم سے بے نصیب کی گئی ہے کہ خدا تعالےٰ ان کو اپنا ہمکلام کر کے ان کی معرفت میں ترقی بخشے اور براہ راست اپنی ہستی پر ان کو مطلع فرمائے بلکہ وہ صرف تقلیدی طور پر گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں اور شہودی طور پر ایک ذرہ معرفت ان کو حاصل نہیں"

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں (۱) وحی غیر تشریعی کا امت میں ایک سلسلہ [illegible] (۲) وہ سلسلہ قیامت تک باقی ہے (۳) افراد امت پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسی کا دوسرا نام وحی غیر تشریعی ہے (۴) موجودہ زمانہ کے علماء اس بات کے بھی قائل نہیں رہے کہ یہ وحی جو افراد کاملین امت کا ورثہ ہے امت کے کسی فرد پر نازل ہو سکتی ہو ان کے نزدیک کسی کا مجرد وحی کا دعوےٰ ہی اسے فتوے کفر کے نیچے لے آتا ہے (۵) ان کے نزدیک وحی الٰہی پر جو وحی غیر تشریعی کا ہی دوسرا نام ہے اب قیامت تک مہر لگ چکی ہے۔ (۶) وحی غیر تشریعی اور امتی کا مکالمہ مخاطبہ مترادف الفاظ ہیں (۷) اس وحی کا کام معرفت الٰہی میں ترقی بخشنا ہے (۸) اس وحی کے بغیر شہودی طور پر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

ان نتائج سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت اقدسؑ تمام اولیاء کو وحی غیر تشریعی پانے والا قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ وحی جو اولیاء اللہ کو ملتی ہے وہ وحی ولایت ہوتی ہے نہ کہ وحی نبوت اور ادھر یہ بھی ظاہر ہے کہ وحی ولایت کا پانے والا ولی ہوتا ہے نہ کہ نبی پس ثابت ہوا کہ وحی غیر تشریعی کا پانے والا ولی ہی ہو سکتا ہے نبی نہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؑ اپنی وحی کو بھی وحی غیر تشریعی ہی قرار دے رہے ہیں پس ثابت ہوا کہ آپ کو جو وحی ہوتی ہے وہ وحی ولایت ہے اور وحی ولایت کا پانے والا چونکہ نبی نہیں ہو سکتا اسلئے حضرت اقدسؑ بوجہ وحی غیر تشریعی پانے کے زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں بن سکتے بلکہ زمرۂ اولیاء کے فرد ہی رہیں گے۔

جماعت کی تشریح ﴿ حضرت اقدسؑ کے بعد اب میں یہ دکھلاتا ہوں کہ جماعت غیر تشریعی نبوۃ سے کیا سمجھتی رہی ہے اخبار بدر ۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء میں سید صادق حسین صاحب مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ کا ایک مضمون شیخ احمد حسین صاحب میرٹھی کی کتاب الامام البرہان کے جواب میں شائع ہوا ہے اس مضمون میں سید صاحب نے لکھا ہے کہ وحی تشریعی ۹ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد اولیاء اللہ کو ملتی رہی ہے پھر اس وحی غیر تشریعی کے امت میں قیامت تک جاری رہنے کے متعلق گذشتہ اکابران امت مثلاً سید عبدالقادر جیلانی رح مجدد الف ثانی و مولینا اسمٰعیل صاحب شہید رح کے اقوال درج کرتے ہیں اور ان اقوال سے ثابت کرتے ہیں کہ اس وحی کا پانے والا محدث کہلاتا ہے پھر وہ صریح طور پر وحی غیر تشریعی کو وحی ولایت قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں" وحی رسالت کے منقطع ہو جانے کے لئے تو بیشک وجہ موجود ہے کہ تکمیل شریعت کے بعد عقلاً اس کی ضرورت نہیں رہی مگر اسرار شریعت سمجھنے کے لئے وحی ولایت کس بناء پر منقطع مانی جائے گی" بدر ۲ مارچ ۱۹۰۸ء اس حوالہ میں بھی دیکھ لو کہ تکمیل شریعت کی وجہ سے ہی وحی رسالت کو منقطع اور وحی ولایت کو جاری تسلیم کیا ہے اور یہی بات حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں پائی جاتی ہے۔

حضرت مولوی صاحب بھی اسی بات کو بیان کر رہے ہیں کہ حضورؑ کی وحی تشریعی نہیں بلکہ غیر تشریعی وحی ہے اور وحی تشریعی کے منقطع ہو جانے کے بعد وحی ولایت ہی باقی رہ جاتی ہے پس حضرت مولوی صاحب کی شہادت کے الفاظ سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ کی طرف صرف اس نبوت کو منسوب کر رہے ہیں جو اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔

مکرمی مولوی محمد احسن صاحبؓ کا حوالہ ﴿ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں مکرمی

غور کر کے دیکھ لو کہ اس مفہوم کے سوا حضرت مولوی صاحب کی شہادت ... [illegible]

مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اس میں وہ کسی شخص کے اعتراض کا کہ "احمدی لٹریچر میں غیر تشریعی نبوت کا بھی ایک نیا مسئلہ ایجاد ہوا ہے" جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں "پس مبشرات کی پیشگوئیاں واسطے تائید اسلام کے نبوت کے ہی ذریعہ سے دی جاویں گی اور یہی نبوت غیر تشریعی ہے یا نبوت جزوی دوسرے لفظوں میں کہو قرآن مجید کی متعدد آیات اس نبوت جزوی مبشرات کو قطعی طور پر ثابت کر رہی ہیں مثلاً دیکھو آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ الخ" اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ جماعت کے نزدیک نبوت غیر تشریعی جزوی نبوت کا ہی دوسرا نام ہے اور یہ بات جناب میاں صاحب مکرم کو بھی مسلم ہے کہ امت محمدیہ میں جزوی نبوت کا حاصل کرنیوالا محدث کہلاتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت مولوی صاحب نے جو شہادت میں حضرت اقدسؑ کی نبوت کو غیر تشریعی نبوت تسلیم کیا ہے تو اس جزوی نبی کے مفہوم میں ہی تسلیم کیا ہے جو جماعت میں مشہور تھا، کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے شہادت دیتے وقت وہی مذہب اور وہی عقیدہ بیان کرنا تھا جو حضرت اقدسؑ اور جماعت کا تھا اور حضورؑ کا اور جماعت کا جو عقیدہ ہے وہ مندرجہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے پس مدیر صاحب فرقان کو چاہیئے کہ وہ حضرت مولوی صاحب کے الفاظ کے وہ معنی نہ کریں جو آج جناب میاں صاحب مکرم نے ان کے ذہنوں میں ڈالے ہوئے ہیں بلکہ وہ معنی کریں جو اس وقت جماعت میں مشہور تھے جس وقت یہ شہادت ادا کی گئی تھی اس وقت کے معنوں کو چھوڑنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آپ غلطیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اس وقت کے معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کی شہادت سے یہ نتیجہ نکالا ہی نہیں جا سکتا کہ آپ کی شہادت میں اس نبوت کو تسلیم کیا گیا ہے جو حضورؑ کو زمرۂ انبیاء میں داخل کرتی ہو۔

حضرت اقدسؑ کی تحریر میں مدعی نبوت کا اطلاق غیر نبی پر

اب جبکہ یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مکرمی حضرت مولوی صاحب نے اپنی شہادت میں حضرت اقدسؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں بلکہ غیر نبی ہی ثابت کیا ہے تو ہر شخص کے دل میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ حضرت مولوی صاحب تو اپنی شہادت میں حضورؑ کو "مدعی نبوت" لکھواتے ہیں اور کہا یہ جا رہا ہے کہ آپ حضورؑ کو غیر نبی قرار دے رہے ہیں کیا کسی غیر نبی کو مدعی نبوت بھی کہا جا سکتا ہے سو مختصر الفاظ میں تو میرا جواب یہی ہے کہ ہاں بعض حالات میں غیر نبی کو بھی مدعی نبوت کہا جا سکتا ہے اور حضرت مولوی صاحب نے ٹھیک انہی معنوں میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے جس معنی میں غیر نبی کو مدعی نبوت کہہ سکتے ہیں پیشتر اس کے کہ میں اس کے فلسفہ پر بحث کروں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر اور قرآن کریم سے دکھلانا چاہتا ہوں کہ مدعی نبوت کا لفظ غیر نبی پر بولا جا سکتا ہے تا اس کے فلسفہ کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

دیکھیں حضرت اقدسؑ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸-۱۹ کے حاشیہ پر الہام "یہ خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں" کی تشریح میں فرماتے ہیں "یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اسجگہ محض لغوی معنی مراد ہیں" اس حوالہ میں حضرت اقدسؑ نے اگر ایک طرف رسول ہونے سے انکار کیا ہے تو دوسری طرف رسول ہونے کا اقرار بھی کیا ہے انکار تو اسلامی اصطلاح میں رسول ہونے سے کیا ہے اور اقرار محض لغوی معنوں میں رسول ہونیکا کیا ہے اور ان دونوں اصطلاحوں کو الگ الگ رکھا ہے جناب میاں صاحب مکرم کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ اسلامی اصطلاح اور لغوی اصطلاح ایک ہی ہیں اب یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص اسلامی اصطلاح میں نبی اور رسول نہیں وہ غیر نبی ہی ہوگا اب اس حوالہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو باوجود لغوی لحاظ سے نبی و رسول کہنے کے غیر نبی ہی قرار دے رہے ہیں اب ایک طرف اس بات کو مدنظر رکھیں اور دوسری طرف حضورؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ کو جو اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲ پر درج ہیں بغور پڑھیں "اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مجلس میں جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں میری جماعت کے بعض لوگوں نے حافظ صاحب کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک شمشیر برہنہ کی طرح یہ حکم فرمایا ہے کہ یہ نبی اگر میرے پر جھوٹ بولتا اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگ جان کاٹ دیتا اور اس مدت دراز تک وہ زندہ نہ رہ سکتا تو اب جب ہم اپنے اس مسیح موعود کو اس پیمانہ سے ناپتے ہیں تو براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ منجانب اللہ ہونے اور مکالمات الٰہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے اور اکیس برس سے براہین احمدیہ شائع ہے پھر اگر اس مدت تک اس مسیح کا ہلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کا ۲۳ برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ جبکہ خدا نے اسجگہ ایک جھوٹے مدعی رسالت کو ۳۰ برس تک مہلت دی اور لو تقول علینا کے وعدہ کا کچھ خیال نہ کیا" الخ

مکرم مدیر صاحب اس حوالہ کو پڑھکر آپ اور آپ کے ہمخیال خدارا غور فرمائیں کہ کس طرح جماعت حضرت حضرت اقدسؑ کو باوجود جزوی ناقص، مجازی لغوی رسول مانتی ہوئی یعنی غیر نبی، غیر ابتدائی ہوئی مدعی رسالت کے طور پر دوسروں کے سامنے پیش کیا کرتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھ لیں کہ کس طرح دعوے غیر نبی ہونیکو اور دعویٰ رسول ہونے کو ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیا ہے پس اگر مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب نے عدالت میں حضرت اقدسؑ کو مدعی رسالت کے طور پر پیش کیا تو کیا غضب ہو گیا انہوں نے بھی تو اسی جزوی ناقص مجازی لغوی وغیرہ رسالت کے مفہوم میں ہی پیش کیا جس مفہوم میں جماعت پیش کیا کرتی تھی پس آپ ہی بتلائیں کہ شہادت میں لفظ مدعی نبوت کی موجودگی کس طرح آپ کے مفید مطلب ہو سکتی ہے اور اربعین اس وقت کی کتاب ہے جس وقت کے متعلق جناب میاں صاحب مکرم بھی مانتے ہیں کہ اس وقت تک حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو غیر نبی ہی سمجھا کرتے تھے پس غیر نبی سمجھتے ہوئے مدعی رسالت لکھنا مدیر صاحب فرقان اور ان کے ہمخیالوں کے لئے قابل غور ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا حوالہ جس میں غیر نبیوں کو رسول کہا گیا ہے

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۸-۱۲۹ پر حضورؑ فرماتے ہیں "اور پھر یہ سوال اس کے ... بعد سورۃ ... میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حد بست ہو جائے یعنی سلسلہ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے واذا الرسل اقتت یعنی وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائیگی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضا و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائیگا...... اسجگہ خلفاء سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے ... پس یہی معنی آیت واذا الرسل اقتت کے ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا اور یہ آیت اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا مسیح موعود ہے ۔۔۔ گویا یوں فرمایا اذا الخلفاء بیّن تعدادھم وحدّ وعددھم بخلیفۃ ھو اٰخر الخلفاء الذی ھو المسیح الموعود فان اٰخر کل شیئ یعین مقدار ذالک الشیئ وتعدادہ فھذا ھو معنی واذا الرسل اقتت۔

اب اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ امت محمدیہ کے تمام خلفاء یعنی مجددین کو رسول کے لفظ سے پکار رہے ہیں اور پہلے تمام مجددین کے متعلق تو آپکو بھی مسلم ہی ہے کہ وہ سب کے سب غیر نبی ہی تھے پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر نبی پر بھی رسول کا لفظ بولا جا سکتا ہے تو حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو بھی اسی جنس میں ہی داخل کیا ہے کیونکہ اپنے آپ کو ان کا آخری فرد قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ آیت کے یہ معنی خدا نے مجھ پر ظاہر کئے ہیں وہ دوست جو دوسرے مجددین پر لفظ رسول کا بولنا ناجائز سمجھتے ہیں وہ حضرت اقدسؑ کے اس حوالہ پر غور کریں۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ نے شہادت القرآن کے صفحہ ۲۲-۲۳ پر لکھا ہے کہ رسل کا لفظ غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے اسی طرح تریاق القلوب صفحہ ۱۲۱ پر لفظ رسول کی تشریح کامل طور سے کی ہے

قرآن کریم سے ثبوت کہ غیر نبی پر لفظ رسول بولا جاتا ہے

اب جب ہم قرآن شریف پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی جہاں غیر نبی پر رسول کا اطلاق ملتا ہے چنانچہ ایک طرف تو قرآن شریف نے مائدہ ع ۳ میں نبی کریم صلعم کے متعلق یہ فرمایا یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل یہ ظاہر کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و نبی کریم صلعم کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا اور دوسری طرف سورۃ یٰس ع ۲ میں حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں کی نسبت مرسلون کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بعض غیر نبی ایسے ہوتے ہیں جن پر کسی نہ کسی وجہ سے لفظ رسول کا اطلاق جائز ہے۔ اسی طرح سورۃ بقرہ ع ۱۱ میں فرمایا ولقد اٰتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل یہاں رسولوں میں محدثین کو بھی شامل کیا ہے جن کے غیر نبی ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اب میں جناب مدیر صاحب فرقان سے دریافت کرنیکا حق رکھتا ہوں کہ وہ خشیۃ اللہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلائیں کہ کونسا قانون انہیں یہ حق دیتا ہے کہ وہ مندرجہ بالا تحریروں اور آیتوں کی موجودگی میں حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں لفظ "مدعی نبوت" سے وہ مفہوم مراد لیں جو ان کے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ مفہوم مراد نہ لیں جو قرآن کریم اور حضرت اقدسؑ کی تحریروں سے ظاہر ہو رہا ہے تمام حوالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کم از کم اتنا تو ماننا پڑے گا کہ لفظ "مدعی نبوت" ہی قطعی فیصلہ کن نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے انشاء اللہ آئندہ قسط میں اس امر پر روشنی ڈالی جائے گی کہ مجددین کو جبکہ وہ غیر نبی ہوتے ہیں رسول کیوں کہا جاتا ہے نیز یہ بتایا جائے گا کہ اس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنیوالا بھی قرآن شریف کی رو سے کذاب کہا تا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

دنیا[illegible]عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

ماسکو۔ یکم اگست روس کے دوپہر کے ضمنی سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کلیٹیا کے رقبہ میں گھمسان کی جنگ جاری ہے۔ ایک ٹینک دستہ کو جو کم از کم پندرہ سو سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ تباہ کر دیا گیا۔ ہماری فوجوں نے ایک سو چھکڑوں اور جنگی سامان پر قبضہ کر لیا۔ بٹیاسیک کے جنوب میں ہماری فوجیں دشمن کی موٹروں سے مسلح پیدل فوجوں اور ٹینکوں سے سخت لڑائی لڑیں۔ دشمن بہت سی نئی فوجیں میدان میں لے آیا ہے خونریز دست بدست لڑائی ہو رہی ہے۔ ہمارے ایک دستہ نے دشمن کے سات سو ٹینکوں کو آگ لگا دی اور ۱۱۰۰ جرمنوں کا صفایا کر دیا۔ لیکن دشمن ہماری فوجوں کے مورچوں میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا، لڑائی کی آگ ہمارے مورچوں میں پھیل گئی، ایک دوسرے مقام پر روسی فوجیں پیچھے ہٹ کر نئے مورچوں پر آ گئیں۔

قاہرہ۔ یکم اگست سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کل رات جب قاہرہ کے علاقہ میں حملہ ہوا تو پانچ اشخاص ہلاک ہو گئے اور ۲۱ گھائل ہو گئے۔ کئی بم گرائے گئے۔ لیکن ان سے بہت کم نقصان ہوا۔ اسکندریہ نہر سویز کے رقبہ اور شمالی اور جنوبی مصر کے کئی اضلاع میں ہوائی حملہ کے الارم دیئے گئے۔

برلن یکم اگست۔ آج صبح ۴ بجکر ۱۵ منٹ سے ۵ بجے تک برلن میں ہوائی حملہ کا الارم رہا۔

انگریزی ہوائی جہازوں کی بھاری تعداد نے ڈسلڈروف پر ہوائی حملہ کیا۔ حملہ ایک گھنٹہ تک جاری رہا ۴ ہزار پونڈ کے ۵۰ بم گرائے گئے یہ حملہ سب سے بڑا تھا۔ انگریزی ہوائی جہازوں نے کل رات جرمنی کے شمالی ساحل کے علاقوں پر بھی پرواز کی۔

واردھا۔ یکم اگست۔ ۱۳ اگست کو مسٹر لینے ممبر اگزکٹو کونسل گاندھی جی سے ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اور دوسرے روز ہی وہاں سے چلے جائیں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ وائسرائے کی طرف سے کوئی پیغام گاندھی جی کے پاس لائیں گے اور یہ تجویزیں کانگرس نے منظور نہ کیں تو گاندھی جی اور دوسرے سرکردہ لیڈر گرفتار کر لئے جائیں گے۔

چنگکنگ۔ یکم اگست۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ کے خاص ایلچی مسٹر لچلین کیوری اس وقت چنگکنگ میں ہیں۔ اور جنرل چیانگ کائی شیک سے بات چیت کر رہے ہیں۔ اس بات چیت کے متعلق بہت دلچسپی پائی جاتی ہے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایک ماہ تک وہاں ٹھہریں گے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ چین میں امریکی فوجوں کے کمانڈر انچیف جنرل سٹل ویل کے ساتھ ہندوستان آئیں گے۔

ماسکو۔ ۲ اگست۔ رائٹر کا سپیشل نامہ نگار لکھتا ہے کہ مارشل وان باک کی فوجیں سٹالنگ کے جنوب سے آگے بڑھتی ہوئی روسٹوف سے تقریباً پچاس میل جنوب میں کشچو سکایا کے نزدیک پہنچ گئی ہیں۔ جہاں اب روسی فوجیں ان کی شدید مزاحمت کر رہی ہیں۔ کل تمام روسی حفاظتی لائنوں پر روسیوں کا قبضہ رہا اور مختلف حصوں میں بہت سے جرمن ٹینکوں کے حملے پسپا کر دیئے گئے۔

ماسکو۔ ۲ اگست۔ سارے روسی دیہات میں بلیک آؤٹ اور گیس کے حملوں سے بچنے کیلئے پیش بندیاں شروع ہو گئی ہیں۔ کسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دشمن ہوائی حملے کرے گا۔ اور پیراشوٹوں سے فوجیں اتارنے کی کوشش کرے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عین ممکن ہے دشمن روس کے کھیتوں اور اناج گھروں کو آگ لگانے کی کوشش کرے مویشیوں کو زہر دینے کی کوشش کرے اور کنوؤں کے پانیوں میں زہر ملا دے اور فصل کاٹنے والی مشینوں کو تباہ کرے۔ شہروں سے عورتیں اور بچے دیہات میں بھیجے گئے ہیں، جو فصل اکٹھی کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔

لاہور۔ ۳ اگست۔ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے اطلاع دی ہے کہ کل گیارہ بجکر چالیس منٹ پر نوان شہر دوآبہ اور گڑھ شنکر کے درمیان سیلاب کی وجہ سے ۲۹ میل پر ریلوے لائن کٹ گئی۔ منگل کی دوپہر تک لائن پر آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ تازہ اطلاع کے مطابق لائن درست ہو گئی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

معلومات

تین تموشنکو

مارشل تموشنکو جو اس وقت کاکیشیا میں روسی فوجوں کا کمانڈر انچیف ہے۔ اور جس نے روسی فوجوں کو گھیر ڈالنے والی تمام جرمن چالوں کو ناکام کر کے اپنی فوج کو قائم رکھنے کے علاوہ اس کی قوت مزاحمت کو برقرار رکھا ہوا ہے کسی وقت زار کی فوج میں معمولی پوزیشن کا مالک تھا۔ کئی سال ہوئے یہ بسربیا کے ایک گاؤں فرنکا میں ایک کسان کے ہاں پیدا ہوا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ بسربیا ابھی روس کے قبضہ میں ہی تھا۔ اور رومانیہ نے اسے ابھی اپنے ساتھ نہیں ملایا تھا (اب پھر یہ روس کے قبضہ میں ہی ہے) یہ تین بھائی تھے اور اکٹھے ہی کھیلو میں کھیلا کرتے تھے۔ تینوں بڑے شور بیلے، شرارتی اور خوش طبع تھے۔ ان کے والدین پچھلی کئی صدیوں سے وہاں کاشتکاری کیا کرتے تھے۔

ان تین تموشنکو لڑکوں سے سب سے بڑے کا نام سیمائن تھا۔ جو اب مارشل تموشنکو کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا آرتھر اور تیسرا الفریم تھا۔ اکٹھے ہی ان کی پرورش ہوئی۔ اور اکٹھے ہی سکول میں پڑھے تعلیم حاصل کرنے کے بعد الفریم تو جہاں تھا وہیں رہا۔ سیمائن ماسکو چلا گیا۔ اور آرتھر کے پاس جو کچھ اساسہ تھا اکٹھا کر کے اس نے کنیڈا کی ٹکٹ خریدی۔ اور وہاں جا کر کاروبار شروع کر دیا۔ کینیڈین تموشنکو کی عمر اس وقت پچاس سال کی ہے اور اب برطانوی رعایا ہے۔ ۲۸ سال ہوئے یہ اپنے مشہور بھائی مارشل تموشنکو کو ملا تھا۔ اس وقت بھی بسربیا روس ہی کے پاس تھا۔ اور ابھی روس کا انقلاب رونما نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں یہ آپس میں جدا ہوئے اور پھر آپس میں نہیں ملے۔ آرتھر واپس کینیڈا چلا گیا اور سیمائن ۱۹۱۴ء میں جب جرمنی نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ تو روس کی امپیریل فوج میں بھرتی ہو گیا۔

کاکیشیا کی آہنی دیوار
کوہ قاف ایک قسم

کی دیوار ہے جسے قدرت نے دکھن کو اتر سے جدا کرنے کیلئے تعمیر کیا ہے قدیم تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کوئی حملہ آور جو مغربی ایشیا کے میدانوں کی طرف آنا چاہتا تھا۔ اس قدرتی دیوار کے دروازے کو عبور کئے بغیر نہیں آ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جس کی بنا پر چوتھی صدی قبل مسیح میں یہ کوشش کی گئی کہ انسانی صنعت کے ذریعہ اس دروازے کو بند کر دیا جائے تاکہ کوئی حملہ آور مغربی ایشیا کی طرف قدم نہ بڑھا سکے کوہ قاف کے مشرق میں بحیرہ کیسپین اور مغرب میں بحیرہ اسود ہے اور یہ کوہستانی سلسلہ ایک سمندر کے ساحل تک اسی طرح پھیلا ہوا ہے جیسے قدرت کو یہ منظور تھا کہ ان دونوں سمندروں کا درمیانی حصہ ایک ٹھوس دیوار سے بند کر دیا جائے۔

قدیم زمانہ میں اس پہاڑ کو عبور کرنے کیلئے صرف دو راستے تھے ایک راستہ تقریباً پہاڑ کے وسط سے گذرتا ہے جو بعد کو درہ داریال کے نام سے مشہور ہوا۔ جدید نقشوں میں اس راستے کو ولادی قفقاز اور تفلس کے درمیان دکھلایا گیا ہے مصنف ہیروڈٹس اس کا تعین قوموں کے جن حملوں کا ذکر کیا ہے وہ غالباً اسی راستہ سے کئے گئے تھے۔ دوسرا راستہ کاکیشیا کے مشرقی حصہ کی طرف سے گذرتا ہے اور بحیرہ کیسپین کے اس حصہ کی طرف آتا ہے جسے بعد میں آذربائی جان کا نام دیا گیا۔ ساسانیوں کے زمانہ میں وحشی قومیں اس سرحد، علاقہ پر حملہ آور ہوتی تھیں۔ (ماخوذ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی زندگی میں بعض واقعات

{جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ}

جن دوستوں نے حضرت صاحب علیہ السلام اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمت کا زمانہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ بڑے ہی خوش قسمت انسان تھے۔ جن میں سے اکثر تو اس دنیائے ناپائیدار سے چل بسے اور اپنے مولا کو جا ملے۔ باقی جو بچے ہیں۔ وہ بھی مالک حقیقی کے حضور میں اپنے وقت پر انشاءاللہ العزیز حاضر ہونے والے ہیں۔ زندہ احباب کو اسلام اور احمدیت کی کامیابی کا چہرہ مزید دیکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ ان کی ہمت۔ عزم اور عمر میں برکت دیوے۔ آمین۔

پہلا واقعہ } بھی ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب علیہ الرحمۃ ایک بزرگ احمدیہ سلسلہ میں ہو گذرے ہیں۔ جو حضرت قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم لدھیانوی جو ۳۱۳ صحابی مسیح موعودؑ میں سے تھے۔ کے داماد تھے۔ قاضی خواجہ علی صاحب مرحوم نے جو خدمات کی تھیں۔ وہ قابل یادگار ہیں۔ مگر ان سے بڑھکر جو خدمات حضرت صاحب کے سلسلے کی مرحوم ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے کیں۔ وہ احمدی قوم کے اندر تا قیامت یادگار رہیں گی۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی بنا پر اہل اسلام کی کتب میں جو امام مہدی کے ظہور کے متعلق عقیدہ تھا۔ اس سے سراسر انحراف کیا۔ پس مولوی محمد حسین صاحب کی اس دیدہ دلیری اور جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے جناب ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے ہندوستان کا ایک بڑا لمبا سفر کیا اور جہاں تک ہو سکا گردو پیش تر گیا۔ ۲ علماء سے ایسے منکر عقیدہ ظہور امام مہدی کے متعلق فتاوے حاصل کرنے میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب ایک سیدھی وضع کے احمدی مسلمان تھے۔ کوئی ٹھاٹھ وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت صاحب کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے بات کرتے تھے۔ اور حضرت صاحب کو بھی ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔

ایک سالانہ جلسہ پر ڈاکٹر صاحب اپنے ساتھ ایک مسلمان یکہ بان کو حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کے لئے لائے۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت صاحب میں اب کی دفعہ جناب والا کی خدمت میں ایک ایسا تحفہ لایا ہوں جس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ حاضرین اور حضرت صاحب کو بھی حیرانی ہوئی۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اس مسلمان بھائی کو پیش کیا اور کہا۔ حضور یہ ایک غریب یکہ بان ہے۔ یکہ بانوں کی زبان میں ہر دم گالی کا ورد رہتا ہے۔ بڑی بے اصولی قوم ہوتی ہے۔ سواریوں کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ غریب حیوان کو اس قدر گالیاں عورت اور مرد مسافروں کی موجودگی میں دیتے ہیں۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ اس یکہ بان کے یکے میں ایک دفعہ سفر کر رہا تھا۔ کہ اس نے راستے میں حسب عادت اپنے گھوڑے کو گالیاں نکالنی شروع کیں۔ میں نے اس کو منع کیا جس سے وہ بڑا متاثر ہوا۔ اس یکہ والے نے کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب آپ ایک پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے اس بری عادت کو چھوڑنے کے لئے نصیحت فرمائی ہے میں کئی بار اس یکہ والے کے یکہ کے ذریعہ سفر کرتا رہا۔ آخر کار اس نے مجھ سے پوچھا۔ حضرت آپ کن بزرگوں کے مرید ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ میں تو حضرت صاحب قادیانی کا ادنےٰ مرید ہوں۔ اس پر یکہ والے نے کہا۔ جو خود اس قدر نیک اور حقیقی پرہیزگار ہے۔ اس کا مرشد ضرور سچا اور خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوگا۔ اب کے بار یہ یکہ والا میرے ساتھ قادیان میں حضور کے دیدار حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے۔ یکہ والا مسلمان اندر ہی اندر اس الٰہی نور کے قربان ہونے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا۔ آخر کار اس غریب یکے والا نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل ہو کر صحابہ مسیح موعود کا درجہ حاصل کیا۔

دوسرا واقعہ } حضرت صاحب علیہ السلام زندہ تھے۔ حضور کے زمانے میں حکیم الامت کی خدمت میں دور دور سے لوگ علاج جسمانی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ گجرات کے ایک بابو صاحب ملک برکت علی جو یرقان سے سخت علیل تھے۔ ایک دفعہ دوا۔ خدمتگاروں کے ہمراہ قادیان پہنچے۔ سالانہ جلسہ کا موقعہ تھا۔ سینکڑوں احمدی لوگ قادیان میں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے ہوئے تھے۔ کسی احمدی نے بابو برکت علی صاحب کے خدمتگاروں کو بیعت کرنے کے لئے رہنمائی کی جس سے ان لوگوں کو سخت غصہ آیا۔ وہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔ بغیر ہماری منشاء آپ کے بعض دوست ہم کو احمدی جماعت میں داخل ہونے کے لئے ناحق تنگ کر رہے ہیں۔ ہم لوگ تو اپنے بابو برکت علی کے علاج کے لئے یہاں قادیان آئے ہیں ہم نے احمدی جماعت میں داخل نہیں ہونا۔ [illegible] اس بات کو سن کر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔

> جن احمدیوں نے آپ لوگوں کو بغیر خواہش یا تحقیقات کے احمدی جماعت میں داخل ہونے کے لئے کہا انہوں نے سخت غلطی کی۔ حضرت صاحب ایسی باتوں کو خود برا جانتے ہیں۔ اور میں بھی ایسے لوگوں کے رویہ کو نفرت سے دیکھتا ہوں۔ ہمارا دستور نہیں ہے۔ کہ لوگوں کو خواہ مخواہ ان کی مرضی کے بغیر جماعت میں شمولیت کے لئے ترغیب دیں یا دلاویں۔ آپ تسلی رکھیں۔

مولانا صاحب مرحوم کے الفاظ سے ان لوگوں کو بہت اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بالآخر بابو برکت علی مولوی صاحب سے ضروری نسخہ لیکر وطن کو . . . . قادیان سے بعد اجازت واپس ہوئے۔ مگر ان لوگوں کے دلوں پر اس وقت احمدی لوگوں کی نماز اور حضرت صاحب کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے جو نورانیاں ان کو حاصل ہوا تھا۔ بڑا نیک اثر ہوا۔ راستے میں لاہور پہنچ جانے پر خاکسار نے بابو صاحب کو رات آرام کرنے کے لئے درخواست کی۔ دوسرے روز وہ چند ساعت قیام کے بعد اپنے وطن کو روانہ ہو گئے دوسرے سال یا اس کے قریب یہ بابو برکت علی صاحب گجراتی حضرت صاحب کی جماعت میں داخل ہو گئے۔

تیسرا واقعہ } بابو محمد بخش صاحب مرحوم جو محکمہ انہار میں چیف کلرک تھے۔ یہ بزرگ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت صاحب نے ازالہ اوہام جیسی پر نور کتاب کو تصنیف کیا۔ غالباً ان ایام میں جناب بابو صاحب نے حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔ یہ بزرگ بھی حضرت صاحب کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے باتیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اولین میں سے تھے۔ کسی طرح سے ہمارے اس بزرگ دوست کو پتہ لگ گیا۔ کہ حضرت صاحب نے دین کے امور کی خاطر کسی بنیا سے کچھ رقم بطور قرضہ لی تھی اور اپنی کوئی تحریر اس کو دی ہوئی تھی۔ یہ بزرگ حضرت صاحب کی اجازت کے بغیر ہی اس قرضخواہ کے پاس پہنچے۔ روپیہ ادا کر کے حضرت صاحب کی تحریر کو واپس لیا اور حضرت صاحب کو قطعی خبر نہ کی۔ یہ بزرگ حضرت صاحب کے سلسلہ کی خدمت کرنا بڑا ضروری سمجھتے تھے۔ بڑی سیدھی وضع کے تھے۔ بڑے متقی پرہیزگار تھے، اور حلال کی کمائی پر گذارہ کرنے والے مرد خدا تھے۔ جب رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری ہوا اس کی امداد کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں ایک سالانہ جلسہ کے موقعہ پر انہوں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ باہر سے آنے والوں سے چندہ وصول کرنے کی ایک صندوقچی بڑا نے مہمان خانہ کی بیرونی دیوار پر نصب کی جاوے اس وقت حضرت صاحب نے اس بزرگ دوست کی اس تجویز کو رد نہ کیا۔ مگر جب عملاً اس کے متعلق کاروائی کی گئی اور ایک صندوقچی چندہ جمع کرنے کے لئے مہمانخانہ کی دیوار پر لگائی گئی۔ زائرین جو آتے۔ وہ حسب ہدایت اس میں کچھ رقم ڈالتے رہے مگر حضرت صاحب نے اس صندوقچی کو نہ دیکھا۔ حضور ایک دن مہمانخانہ کو دیکھنے کے لئے آئے حضور کی نظر اس چندہ والی صندوقچی پر پڑ گئی جس صاحب ہنس پڑے اور اس صندوقچی کو اتار دیا اور فرمایا۔ مہمانوں سے چندہ جمع کرنا اس صورت میں اچھا نہیں۔

چوتھا واقعہ } ایک بار ایک مصری سیاح جن کا نام محمد تھا سفر کرتا ہوا ہمارے شہر گوجرانوالہ میں وارد ہوا۔ ہمارے شہر میں غیر ملکی مسافروں کو ٹھہرنے کی اجازت ان ایام میں نہ تھی۔ یہ غریب مسافر اتفاقاً ہم احمدی لوگوں کے پاس آ گیا۔ اس غریب

(باقی صفحہ ۶ پر)

معرکۂ حق و باطل

حضرت مسیح موعود نے عقاید باطلہ کو رد کر کے صحیح عقاید کو قائم کیا

مسلمانوں کے قلوب میں اس وقت تک خدا کی ہستی پر محکم ایمان پیدا نہیں ہوگا جب تک وہ حضرت مسیح موعود سے وابستہ نہیں ہونگے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۲۲؍مئی سنہ ۱۹۴۲ء

وقل جاء الحق وزهق الباطل .... سبیلا

یہ سورۂ بنی اسرائیل کی چند آیات ہیں۔ پہلی آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا ہے کہ کہدو حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، باطل چیز ہی ایسی ہے جو حق کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتی، یہ اسی وقت کا کلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جب باطل غالب ہے، اور حق مغلوب، باطل کے حامی چاروں طرف بھرے پڑے ہیں اور حق کے لئے کوئی آواز اتنی بڑی بستی میں مشکل سے اٹھتی ہے اور اگر اٹھتی ہے تو اسکو اس طرح پر دبا دیا جاتا ہے کہ اس ملک سے بھی باہر لوگ بھاگ جاتے ہیں، اور جو وہاں رہ جاتے ہیں ان کو طرح طرح کی ایذائیں دی جاتی ہیں، یہ تو ہے واقعات کی رو سے جو کچھ ہو رہا ہے۔

قرآن مجید کا اسلوب بیان

اس کے مقابل دیکھئے فرماتا ہے قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا، بھاگے جا رہے ہیں مسلمان ملک عرب سے اور کہا جاتا ہے باطل بھاگ گیا، یہ قرآن کا اسلوب کلام ہے، ایک وہ کلام ہوتا ہے کہ جب کسی کو کامل یقین ہو کسی بات کا تو کہدیا جاتا ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا لیکن قرآن کا عجیب اسلوب کلام ہے یہ نہیں فرمایا کہ حق آیا باطل بھاگ جائے گا۔ بلکہ فرمایا کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا یہ اس ہستی کا کلام ہے کہ جس کے سامنے آیندہ کے واقعات اسی طرح کھلے پڑے ہیں جیسے حال یا گذشتہ کے، وہ جو سالوں کے بعد ہونیوالا تھا اس کو محمد رسول اللہ صلعم کی زبان سے کہلوا دیا اور ایسی طرح سے کہلوایا کہ گویا وہ واقعہ ہو چکا۔ دوسری جگہ فرمایا بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق۔ ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں پھر وہ حق اس کے دماغ کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

قرآن کریم کا کمال

یہ تو میں نے ایک دو مثالیں دی ہیں، قرآن کریم کے اندر بڑا کمال ہی ہے، اور اس کے پڑھنے سے لذت اسی لئے آتی ہے کہ وہ سخت ترین مخالفت حالات میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے پورا ہونیکا بظاہر کوئی امکان نہیں، بڑی زبردست طاقت اس کلام میں ہے کہ عرب کے اکھڑ لوگ جو کسی کا کہنا نہ ماننے والے تھے اس زبردست کلام کے سامنے ایسے مطیع ہوئے کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔

حق کیا ہے؟

جاء الحق۔ حق کیا چیز ہے جو انبیاء دنیا میں لاتے ہیں جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں، ایک ہوتا ہے بعض باتوں کی اصلاح کر دینا، فلاں کام کرنا ہے، فلاں چھوڑ دینا ہے، فلاں باتوں سے بچنا ہے، فلاں باتوں پر عمل پیرا ہونا ہے، یہ تو ہے اصلاح کا کام جو انبیاء علیہم السلام لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں، اور انہیں بتاتے ہیں، کہ کچھ کام کرنے ہیں، اور کچھ کام نہیں کرنے،

انبیاء اصلاح سے بڑھکر ایک چیز لاتے ہیں

اس سے زبردست ایک اور چیز ہے جو انبیاء لیکر آتے ہیں، اصلاح کے کام میں تو اور لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں، اور اپنی اپنی طاقت اور امکان کے مطابق اصلاح خلق کا کام کرتے ہیں، کم ہو یا زیادہ، زبردست ہو یا کمزور بہرحال اصلاح کے کام میں دوسرے لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ چیز جو انبیاء لیکر آتے ہیں وہ کچھ اور ہے، وہ قلوب انسانی میں ایسی قوت کو پیدا کر دیتے ہیں، جس سے لوگ کرنیوالے کاموں کو کر سکیں اور جن کاموں سے روکا جائے ان کو چھوڑ دیں۔ بسا اوقات انسان ایک کام کو برا سمجھتا ہے اور اس کو چھوڑنا چاہتا ہے، لیکن چھوڑ نہیں سکتا، ایک کام کو انسان اچھا سمجھتا ہے اور اسے کرنا چاہتا ہے لیکن کر نہیں سکتا، تو انبیاء وہ چیز لاتے ہیں جس سے انسانوں کے اندر ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی رستہ میں نظر آئیں تو انسان ان کی پرواہ نہیں کرتا۔

خدا کی ہستی پر ایمان

وہ کیا چیز ہے وہ۔ ہے خدا کی ہستی پر ایمان کو پیدا کرنا اصل میں یہی چیز ہے جو انبیاء لاتے ہیں۔ اسی ایمان کی وجہ سے ان کے ساتھ رہنے والے نہ صرف اپنی اصلاح کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں کی اصلاح پر قادر ہو جاتے ہیں، قرآن کریم کی یہ خصوصیت پاؤ گے کہ خدا کی ہستی کو سب سے پہلے دلوں میں راسخ کر دیا اس کے بعد بتایا کہ یہ کام کرو اور یہ چھوڑ دو، کوئی تفصیلی احکام ابتداء میں نازل نہیں ہوئے سوائے چند باتوں کے جو نماز وغیرہ سے تعلق رکھتی تھیں ابتداء میں صرف خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کیا گیا، جزا و سزا پر ایمان پیدا کیا گیا۔ تفصیلی احکام اس وقت آئے جب ان لوگوں کے اندر یہ طاقت پیدا کر دی گئی کہ کرنے والے کاموں کو کر سکیں اور جن باتوں سے بچنا ہے ان کو چھوڑنے پر قادر ہوں،

آنحضرت صلعم کی بےنظیر کامیابی

یہی وجہ ہے کہ ایک چیز جو صدیوں سے دلوں کے اندر راسخ ہو چکی تھی اس کے خلاف حکم آنے پر فوراً اس کو چھوڑ دیا۔ اس کی نظیر دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی، کوئی دوسرا انسان دنیا میں ایسا نظر نہیں آتا جس نے بدیوں کے چھڑانے اور نیکی دلوں میں پیدا کرنے میں ایسی کامیابی حاصل کی ہو، جیسی محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل ہوئی، کبھی کسی فلسفی، کسی منطقی، کسی سائنسدان کو وہ کامیابی نہیں ملی اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ دلوں کے اندر اصلاح کی قوت پیدا کرنا، اچھے کاموں کو کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی قوت پیدا کرنا یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا کام ہے۔

حق کا آجانا کیا ہے

تو فرمایا جاء الحق۔ حق آگیا۔ حق کیا ہے؟ ان تمام بری باتوں کو جو انسانی دلوں میں راسخ ہو چکی ہوں دور کرنا، دلوں سے نکال دینا، اور ان تمام نیک کاموں کو جو اعلیٰ مدارج پر پہنچانے والے ہوں ان کو اختیار کر لینا یہ حق کا آجانا ہے، دنیا کی تاریخ میں اس قسم کا دوسرا نظارہ نظر نہ آئے گا کہ ایک مصلح کی زندگی میں اس ملک کے اندر جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بت پرستی، شرک، توہم پرستی دلوں کے اندر رچی ہوئی تھی، شراب خوری، جوئے بازی، زناکاری، اور ہر قسم کی برائیاں ان کے اندر راسخ ہو چکی تھیں، وہ سب زائل ہو کر ان کی بجائے ایک خدا پر ایمان، اور نیکی اور راستبازی قائم ہو جائے۔

ایک دشمن اسلام کا اعتراف

یہ وہ بات ہے جس کا ایک دشمن اسلام نے بھی اعتراف کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے یہودیوں نے عرب کی اصلاح کی کوشش کی، لیکن ناکام ہوئے، عیسائیوں نے اصلاح کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے، ملک کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے جو حنفی کہلاتے تھے انہوں نے بھی بہت زور مارا مگر ناکام ہی ہوئے۔ بیرونی لوگوں نے بھی کوششیں کیں اور اندرونی طور پر بھی اصلاح کی کوشش کی گئی، لیکن ناکامی کے سوائے کچھ نہ بنا، مگر محمد رسول اللہ صلعم کی روح کو ہلا دینے والی آواز جب اٹھی تو اس نے ایک نئی زندگی اور نیا ایمان دلوں کے اندر پیدا کر دیا، اور یاد رکھو یہ ایمان تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا،

امت کے اولیاء نے بھی ایمان کو زندہ کیا

اس امت میں بھی بڑے بڑے لوگ اٹھے، وہ جو آنحضرت صلعم نے کہا تھا علماء امتی كانبياء بنی اسرائيل تو تھی جو کام انبیاء کیا کرتے تھے، وہ ان لوگوں نے کیا، انہوں نے اپنے اپنے وقت میں خدا کی ہستی پر زبردست ایمان دلوں کے اندر پیدا کیا، اور مخلوق خدا کی وہ اصلاح کی، جو انبیاء کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آئی، میں پھر دہراتا ہوں کہ خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا، انبیاء کا کام ہے، یا اولیاء، و محدثین و مجددین کا، جو اسی چشمے سے پیتے ہیں، جس سے انبیاء پیتے ہیں، اسی نعمت سے حصہ لیتے ہیں جس سے انبیاء کو حصہ ملتا ہے، اور خدا کی ہستی پر ایمان کے بغیر کوئی اصلاح ممکن نہیں، وہ چیز جو بدیوں اور برائیوں کو آگ کی طرح جلا دیتی اور خس و خاشاک

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلْحُ خَیْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے

جانشاں ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۹ رجب ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زمانہ کے موجودہ گدی نشین و پیرزادوں کا حال

اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی بدعات میں ایسے دن رات مشغول ہیں۔ کہ ان کو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ خبر نہیں۔ ان کی مجالس میں اگر جاؤ۔ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے طنبورے اور سارنگیاں اور ڈھولکیاں اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئیں گے۔ اور پھر باوجود اس کے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعوےٰ اور اتباع نبویؐ کی لاف زنی اور بعض ان میں سے عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور ہاتھوں میں مہندی لگاتے ہیں۔ چوڑیاں پہنتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پرانے زنگار ہیں۔ جو خیال میں نہیں آسکتا۔ کہ دور ہوسکیں تاہم خدا تعالےٰ اپنی قدرتیں دکھائے گا اور اسلام کا حامی ہوگا۔ (فتاوےٰ احمدیہ صـ۱۳۱)

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے پہلے مشائخ کی بیعت ٹوٹ جاتی ہے

سوال۔ حضورؑ کی بیعت کرنیکے بعد پہلی بیعت اگر کسی کی ہو۔ وہ قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے۔ تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ انسان دو کشتیوں میں کبھی پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ اگر کسی کا مرشد اب زندہ بھی ہو۔ تب بھی وہ حقائق اور معارف ظاہر نہ کریگا۔ جو خدا تعالیٰ یہاں ظاہر کر رہا ہے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے ساری بیعتوں کو توڑ ڈالا ہے صرف مسیح موعودؑ ہی کی بیعت کو قائم رکھا ہے۔ جو خاتم الخلفاء ہو کر آیا ہے۔ ہندوستان میں جسقدر گدیاں اور مشائخ اور مرشد ہیں۔ سب سے ہمارا اختلاف ہے۔ بیعت دینی سلسلوں میں ہوتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ قائم کرتا ہے۔ ان لوگوں کا ہمارے مسائل میں اختلاف ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو شک ہو۔ کہ وہ حق پر ہیں۔ تو ہمارے ساتھ فیصلہ کرلیں۔ قرآن شریف کو حکم ٹھیرائیں۔

اصل یہ ہے کہ اس وقت سب گدیاں ایک مردہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور زندگی صرف اسی سلسلہ میں ہے جو خدا نے میرے ہاتھ پر قائم کیا ہے۔ اب کیسا نادان ہوگا وہ شخص جو زندوں کو چھوڑ کر مردوں میں زندگی طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی چاہا تھا۔ کہ ایک زمانہ فیج اعوج کا ہو۔ اور اس کے بعد ہدایت کا بہت بڑا زمانہ آئے۔ چنانچہ ہدایت کے دو ہی بڑے زمانے ہیں۔ جو دراصل ایک ہی ہیں۔ مگر ان کے درمیان ایک وقفہ ہے۔ اسلئے دو سمجھے جاتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی دوسرے کی بیعت کب جائز ہوسکتی ہے۔ اور قائم رہ سکتی ہے۔ یہ اس شخص کا زمانہ ہے۔ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ اب اس کی بیعت کے سوا سب بیعتیں ٹوٹ گئیں۔

(الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء صـ۷)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولنا صدرالدین صاحب ۷ اگست کو فورٹ کشمیر سے وزیرآباد تشریف لے گئے جمعہ کی نماز وزیرآباد میں ادا کی اور ہفتہ کے روز حضرت مولنا لاہور تشریف لے آئے۔ ہفتہ کی شام کو مرکزی مسجد میں درس قرآن مجید شروع کردیا۔

— جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ ای۔ اے۔ سی آج کل احمدیہ بلڈنگس میں مقیم ہیں آپ کی سعی اور کوشش سے مرکزی مسجد میں نماز میں خوب رونق رہتی ہے۔

— مرزا مظفر بیگ صاحب لائلپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ پروفیسر چوہدری سلطان علی صاحب کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں اس خوشی میں ۵ روپیہ عطیہ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ یہ کامیابی مبارک کرے۔

— یہ خبر احباب سلسلہ کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مخلص دوست خان عبدالرحیم خاں صاحب نائب تحصیلدار کے ہاں فرزند عطا فرمایا ہے خانصاحب نے اس خوشی میں پانچ روپیہ عطیہ اشاعت اسلام کے لئے مرحمت فرمایا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو دین اسلام کا سچا خادم کرے اور والدین کے لئے باعث راحت ثابت ہو۔

انتقال پُرملال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت ملال کیساتھ سُنی جائے گی کہ جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے کی بچی سخت علیل رہ کر بروز جمعہ مورخہ ۷ اگست کو وفات پاگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں جناب سید صاحب موصوف سے گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سید صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جلد نعم البدل عطا فرمائے۔

آمین

کھلی چٹھی

بنام

مولوی تاج الدین صاحب مولوی فاضل قادیانی

از جناب چوہدری فضل الرحمان صاحب فہیم سامانوی سابق جاسوس شاہی" دربار خلافت قادیان

مکرمی اخویم جناب مولوی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاکسار نے ایک عریضہ ۳/۴/۴۲ ء کو پیش خدمت کیا تھا پھر بذریعہ ٹریکٹ "مطالبات احمدیہ" یاددہانی کرائی گئی مگر آپکے جواب تو درکنار رسید تک بھی نہ بھیجی۔ اگرچہ آنجناب نے اس دیرینہ نیاز مند کو فراموش کر دیا مگر آپکے احسانات آپکا تقوی، آپکی نیکی، آپکا علم و فضل آپکے مشاہدات آپکے کشوف رؤیا، ایسی چیزیں نہیں جو مجھ سا زیر بار احسان خادم کبھی انکو بھلا سکے آپکے انہی اوصاف حمیدہ اور گذشتہ صحبتوں کی یاد نے مجھے یہ عریضہ لکھنے پر مجبور کیا۔ تاکہ جناب کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے بعد زمانہ ماضی کی صحبتوں کا نقشہ ایک دفعہ پھر زمانہ حال میں کھینچوں۔ اسلئے سب سے پہلے میں آپ کے احسانات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالے آپ کو ان کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے بعدہ عرض ہے کہ آپ کو **جماعت قادیان کے بطلان** پر **ایک کشف** اچھی طرح یاد ہوگا جو آپ مجھے اور مولوی محمد ظفر صاحب کو سنایا کرتے تھے۔ وہ کشف آپ سنہ ۱۹۲۴ء کا بتایا کرتے تھے سنہ ۱۹۳۸ء تک وہ آپکو اچھی طرح یاد تھا اب اگر کسی خاص وجہ سے بھول گئے ہوں تو میں یاد دلائے دیتا ہوں۔

آپ سنایا کرتے تھے کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں کشفی حالت میں ایک کاغذ میرے سامنے لایا گیا جس پر جلی حروف میں یہ عبارت لکھی تھی کہ "یہ قادیان میں وہ لوگ یا اشخاص ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں" اس کے نیچے چالیس بزرگوں کے نام درج تھے جن میں سب سے پہلے جناب میاں محمود احمد صاحب کا نام نامی درج تھا اور دوسرے نمبر پر مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کا نام، باقی اڑتیس نام اور درج تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد میری حالت بیداری کی طرف منتقل ہوگئی جس پر میں سخت پریشان ہوا، تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی کشفی حالت طاری ہوئی اور وہی کاغذ پھر میرے سامنے لایا گیا اس پر تمام نام اور عبارت وہی درج تھی مگر اس دفعہ چالیس کی بجائے انتالیس نام لکھے ہوئے تھے۔ **محترمی**! اس کشف کے منجانب اللہ ہونے کے مندرجہ ذیل دلائل آپ دیا کرتے تھے۔

(۱) یہ کشف سنہ ۱۹۲۴ء میں مجھے دکھایا گیا جبکہ میں پورے طور پر اخلاص میں رنگین تھا اگر اس وقت میری موجودہ حالت ہوتی تو خیال کیا جاسکتا تھا کہ ان خیالات کی وجہ سے یہ نظارہ دکھایا گیا ہے۔

(۲) دوسری دلیل آپ یہ دیا کرتے تھے کہ مسئلہ اسلام احمدیہ کفر و اسلام۔ خلافت۔ مصلح موعود۔ خاموشی غیر احمدی کی نماز جنازہ وغیرہ کے متعلق واقعی یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں اور ان سب مسائل کے متعلق آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف حضرت میاں صاحب کی تحریرات دکھایا کرتے تھے۔

(۳) آپ سب سے زبردست دلیل یہ دیا کرتے تھے کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں ان واقعات میں سے کوئی ایک بھی سامنے نہ تھا مگر آج دیکھ لو کہ "خلیفۃ المسیح" کے بعد "بیوقوف چیلا"[1] دوسرا خلیفۃ المسیح بنا ہوا ہے اور "حضرت صاحب" نے اس کو اپنا آلہ کار بنایا ہوا ہے۔ یہ "بیوقوف" بات کو سمجھتا ہی نہیں۔ گراموفون کے ریکارڈ کی طرح جو آواز "حضرت صاحب" اس میں بھر دیتے ہیں وہی اس کے اندر سے نکلتی ہے۔ جو غلط عقیدہ جماعت کے اندر پھیلانا ہوتا ہے اس کے متعلق "حضرت صاحب" اس کو بلا کر ذرا بہکا دیتے ہیں یہ "بیوقوف" اتنے میں ہی پھولا نہیں سماتا فوراً اس کی تائید میں مضمون لکھنا شروع کر دیتا ہے اب آپ کے اس کشف کے متعلق میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ (۱) کیا آپ نے یہ کشف ہمیں سنایا تھا یا نہیں (۲) اگر سنایا تھا تو کیا رحمانی سمجھ کر سنایا تھا یا شیطانی سمجھ کر سنایا تھا؟ (۳) اس کشف کی تائید میں جو باتیں آپ بیان فرمایا کرتے تھے وہ آج بھی اسی طرح قائم ہیں پھر خدائی شہادت اور واقعات کی صداقت کے باوجود آپ آجکل اسکے خلاف عمل کر کے خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف عمل کرنے والے ہیں یا نہیں؟ مکرم مولوی صاحب! اپنے اس کشف کے علاوہ اور رؤیاء بھی سنایا کرتے تھے جن میں سے **مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کے ارتداد کے متعلق رؤیاء** کا اس وقت یاد دلانا مقصود ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رؤیاء میں دیکھا کہ مولوی اللہ دتا صاحب مرتد ہو گئے ہیں اور یہ رؤیاء بھی ان دنوں کا نہیں تھا بلکہ بہت پرانا تھا اور اپنے رؤیاء کی تائید میں آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب موصوف کے ارتداد کے متعلق مولوی محمد یار صاحب عارف۔ مولوی محمد نذیر صاحب ملتانی۔ مولوی عبدالغفور صاحب کو بھی رؤیاء ہوئے ہیں اور سب نے یہ رؤیاء حضرت صاحب کو لکھکر بھیجے ہوئے ہیں۔ جن دنوں میں محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی مخالفت کی وجہ سے ایک برائے نام انجمن "انصار خلافت" جناب مولوی اللہ دتہ صاحب کی صدارت میں نہایت سرگرمی سے کام کر رہی تھی اسوقت آپ نے ہمیں فرمایا تھا کہ اس کو صدارت سے علیحدہ کر کے دکھاؤں میں نے پوچھا کہ کس طرح! آپ نے فرمایا کہ میں مولوی عبدالغفور صاحب و مولوی محمد نذیر صاحب و عارف صاحب کو کہکر پھر وہ رؤیاء حضرت صاحب کو بھجواتا ہوں، اس پر فوراً وہ اس کو صدارت سے علیحدہ کر دیں گے چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ انجمن واقعی بے نام و نشان ہوگئی جس پر آپ نے ہنسکر فرمایا تھا کہ میں نے وہ رؤیاء لکھوا دیئے تھے، اگر مولوی اللہ دتا صاحب کو صدارت سے علیحدہ کیا جاتا تو احتمال ہو سکتا تھا کہ کہیں وہ علانیہ مخالفت پر کھڑا نہ ہو جائے اسلئے اس حکمت سے کام لیا ہے کہ وہ انجمن ہی توڑ دی تاکہ مولوی صاحب کو یہ شبہ نہ ہو کہ مجھے "حضرت صاحب" مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

یہ تو بالکل درست ہے کہ آپکے ارشاد کے موجب وہ انجمن چند دنوں بعد بری طرح ملیا میٹ ہوگئی تھی جس کا علم آپ کو ہوگا کہ وہی درست تھی جو آپنے فرمائی تھی یا اس میں کوئی اور حکمت مخفی تھی۔ اس سے مجھے غرض نہیں میرا مدعا صرف یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنے علاوہ مذکورہ بالا تینوں مولوی فاضل صاحبان کے رؤیاء درباره مولوی اللہ دتا صاحب سنائے تھے یا نہیں؟

(۲) واقعی یہ رؤیاء ان کو اور آپ کو ہوئے تھے یا آپ نے افترا کیا تھا؟

(۳) کیا آپ مولوی اللہ دتا صاحب کی سنہ ۳۸/۱۹۳۷ء کی غلط بیانیوں کو جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف کیا کرتے تھے ان کے ارتداد پر محمول کر کے مذکورہ بالا رؤیاء کی صداقت کے لئے بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے یا نہیں؟

(۴) اگر کیا کرتے تھے تو کیا آج جناب مولوی اللہ دتا صاحب نے ان غلط عقائد کی اشاعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف لوگوں کو تعلیم دینے سے رجوع کر لیا ہے؟ اگر ارشاد ہو کہ رجوع کر لیا ہے تو یہ واقعات کے خلاف ہے اور اگر یہ فرمائیں کہ آپ نے اس وقت یہ چاروں رؤیاء نہیں سنائے اور مولوی صاحب کے متعلق یہ الفاظ نہیں کہے تو کیا آپ حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

(۵) جب بقول آپ کے مولوی اللہ دتہ صاحب بدستور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف لوگوں کو تعلیم دینے پر ڈٹے ہوئے بلکہ پہلے سے زیادہ مصر ہیں تو کیا آپ اس پر روشنی ڈالیں گے کہ آج آپ اسی خلاف تعلیم کو صحیح سمجھتے ہیں یا غلط؟

(۶) اگر صحیح سمجھتے ہیں تو جو عقائد یا تعلیم سنہ ۱۹۳۸ء میں آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل نفرت تھی وہ آج کن دلائل کی رو سے واجب التسلیم ہوگئی؟

(۷) اگر آپ فرمائیں کہ آج بھی ان کو غلط سمجھتا ہوں تو کیا یہ مومن کی شان ہے کہ ایک تعلیم کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط بھی سمجھے اور پھر اس کے خلاف لب کشائی کرنے کی بھی جرأت نہ ہو؟

امید ہے کہ آپ سوچ سمجھ کر ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں گے؟

خاکسار چوہدری فضل الرحمن

باقی آئندہ

---

[1] مراد مولوی اللہ دتہ صاحب سے ہے

پیغامِ صلح

جلد ۳۰	یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۶۱ھ م ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء	نمبر ۳۳

معاصر ایمان اور جنگ عظیم کی پیشگوئی

دجال اور یاجوج ماجوج سے متعلقہ احادیث کو سب سے پہلے اقوام یورپ پر کس نے چسپاں کیا

معاصر ایمان اپنے ۱۵ جولائی کے شیوع میں "احادیث نبویؐ میں جنگ عظیم کی پیشگوئی" کے عنوان سے رقمطراز ہے:-

"لیکن وہ حدیث جسے ہم لوگ جنگ عظیم کے سلسلے میں بیان کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف ایک شخص نہیں۔ بلکہ تیس دجال پیدا ہونگے، دجال کے معنی ہیں مکار، فریب کار۔ چالباز، جھوٹا، دغاباز۔ خواہ کچھ بھی ہو، اب مسلمان زیادہ دیر تک اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ کہ اگر کوئی جماعت صحیح معنوں میں "دجال" کہلانے کی حقدار ہے تو وہ صرف مغربی تہذیب کے مدبرین سیاسی ہیں اور نہیں۔ یہی "دجال" ہیں۔ جنھوں نے اسلامی سلطنتوں کو تباہ کیا ہے یہی دجال ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں الحاد پھیلایا۔ اور انہیں اسلامی تہذیب و شرافت سے بیگانہ بنا کر تباہی اور بربادی کے غار میں دھکیلا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سچی نکلی اور وہ پوری ہو گئی۔

جنگ عظیم نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کو جن تیس کے قریب "دجالوں" کا انتظار تھا اب وہ ننگے ہو کر سامنے آ گئے ہیں۔ بیشک! چند سال پہلے ان دجالوں نے اپنے مظالم کو علم و تہذیب کے برقعوں میں چھپا رکھا تھا۔ مگر اب جنگ عظیم نے ان کے یہ سب برقعے تار تار کر دیئے ہیں، اور اب دنیا کا ہر ایک مظلوم اور امن پسند انسان صرف ایک نظر دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا مستحق مغربی تہذیب کے مدبرین سیاسی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔"

اس کے بعد معاصر موصوف نے موجودہ زمانہ کے فتن کے متعلق حدیث پیش کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس زمانہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نقشہ بعینہٖ حدیث میں موجود ہے اور موجودہ زمانہ کے فتنوں اور خطرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو راہ نجات بتایا ہے جس کی چھ دفعات ہیں جو درج ذیل ہیں:-

"ہر جگہ چھ باتوں پر عمل کرنا چاہیئے

۱۔ ہر شخص بارگاہ الٰہی میں توبہ کرے اور صدق دل سے اسلامی تعلیمات پر عامل ہو جائے۔

۲۔ ہر مسلمان اپنے جسم مضبوط بنائے اور آئندہ مشکلات کے مقابلے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

۳۔ ہر مسلمان اپنے دل میں جذبہ جہاد پیدا کرے اور خدا کے سوا کسی بھی غیر طاقت کا ڈر اپنے دل میں نہ رکھے۔ اس یقین کیساتھ اگر ہم مسلمان حرمت اسلام پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہو جائیں تو پھر کوئی طاقت نہیں جو ہمارا بال بیکا کر سکے۔

۴۔ ہر مسجد میں روزانہ دعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو حدیث نبویؐ کے مطابق اپنے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے

۵۔ مسلمان ہر قسم کے نفاق سے تائب ہو جائیں، مذہبی نفاق سے، سیاسی نفاق سے، قبائلی نفاق سے، آج صرف ایک ہی اور ایک امت کا احساس ہی مسلمانوں کو آنیوالے خطرات سے بچا سکتا ہے۔

۶۔ تمام اسلامی محلوں کی مسجد وار تنظیم کرنی چاہیئے، اس تنظیم کا بنیادی اصول ہو کہ صرف ایک اذان کے بگل پر تمام اہل محلہ اپنی مسجد میں جمع ہو جائیں۔ اے اللہ مسلمانوں کو توفیق عمل عطا فرما۔"

معاصر ایمان نے جو مغربی اقوام اور ان کے قایدین کو دجال قرار دیا ہے یہ بالکل درست ہے اور حالات اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ احادیث نبویؐ میں دجال کی جو علامات بتائی گئی ہیں وہ سب ان اقوام میں پائی جاتی ہیں لیکن اس حقیقت کا انکشاف سب سے پہلے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے کیا اور اسلامی دنیا میں اس امر کا اعلان کیا کہ یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے کیا تھا آپ کا یہ انکشاف بھی ایک پیشگوئی ہے معلوم نہیں اسکا ذکر معاصر ایمان نے کیوں نہیں کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا "کہ مومنوں سے ایک خاص آدمی ہوگا وہ اس دجال کو پہچان لیگا اور لوگوں میں اعلان کریگا کہ واقعی یہی دجال ہے جس سے آنحضرت صلعم نے ڈرایا وہ کہیگا یا ایھا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد یہ بھی فرمایا ثم نادی فی الناس اور پھر لوگوں میں اسکے دجال ہونے کی منادی کرے گا" ہمیں بہت افسوس ہے کہ مسلمان علماء اور صحیفہ نگار آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے بعض حصص کو مجبوراً پیش کرتے ہیں اور دوسرے حصوں کو چھپا دیتے ہیں اور پھر خود ہی مسلمانوں کیلئے راہ نجات بھی تجویز کرتے ہیں اور اس راہ نجات کی مختلف دفعات پر عمل پیرا ہونے کی مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں حالانکہ مذہبی دنیا جانتی ہے کہ یہ آواز سب سے پہلے حضرت امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بلند کی اور اس آواز کی ابتداء میں شدید مخالفت ہوئی لیکن اب اسے اپنایا جا رہا ہے کچھ عرصہ پہلے معاصر صدق لکھنؤ میں ایک سلسلہ مضامین چھپتا رہا ہے جس میں لکھا جاتا رہا ہے کہ یاجوج ماجوج مغربی اقوام ہیں آخر ہمارے مسلم معاصرین پوری پیشگوئیوں کو کیوں نہیں شائع کرتے اور آنحضرت صلعم کی احادیث کو چوں چوں کا مربہ بنانا کیوں پسند کرتے ہیں یہ خصلت تو یہود کی ہے آخر یہ صداقتیں چھپانے سے چھپ نہیں سکتیں جس طرح پیشگوئیوں کا ایک حصہ بالکل نمایاں ہو رہا ہے دوسرا حصہ بھی روشن اور واضح ہو کر رہیگا اور وہ مسیح موعود جس نے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ دجال مغربی اقوام ہیں اسے بھی آخر تسلیم کرنا پڑیگا اور اسکے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرنا پڑیگا یہی وہ مسیح ہے جس کے ہاتھوں دجال کا قتل ہونا لکھا ہے اسی امام العصر کے ذریعہ ان اقوام پر اتمام حجت ہوئی اور مغرب میں نہایت وسیع اور اعلیٰ پیمانہ پر اشاعت اسلام کے مرکز قائم کئے گئے لیکن آج اسلامی صحیفہ نگار خود مسلمانوں کو راہ نجات بتاتے ہیں لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ اس ایمان کو مسلمانوں میں زندہ کون کریگا جو دجال کے فلسفہ حیات سے مردہ ہو چکا ہے جبتک ایمان نہ ہو اس وقت تک محض عمل کیا کر سکتا ہے مسلمانوں کی اصل کمزوری ایمان کا نقدان ہے اور یہ ایمان ہی امام پیدا کر سکتا ہے جو اس ایمان کو پیدا کرنے پر مامور ہے اور جو اس ایمان کو حدیث نبویؐ کے بموجب ثریا سے واپس لایا ہم مسلمان صحیفہ نگاروں کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ جہاں انہوں نے دجال اور یاجوج ماجوج سے متعلقہ احادیث کو اہم قرار دیا ہے اور انکی تشریح کو اپنایا ہے وہاں انہیں مسیح موعود والی احادیث پر بھی غور کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے اور ان احادیث میں ہی انکی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے خدا مسلمانوں کو ان پر غور کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

احمدیت اور لائلپور

لائلپور میں کچھ عرصہ پہلے احمدیت کی بہت مخالفت تھی اور وہاں کے رہنے والے احمدیت اور قادیانیت میں فرق نہیں کر سکتے تھے لیکن قریباً ایک سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے لائلپور میں ایک تبلیغی مرکز قائم کر رکھا ہے اور جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو اس تبلیغی مرکز کا انچارج بنایا۔ الحمدللہ کہ جناب مرزا صاحب موصوف نے نہایت کامیابی کیساتھ احمدیت کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا اب لائلپور میں احمدیت کی مخالفت کا زور ٹوٹ چکا ہے وہاں کے لوگ جناب مرزا صاحب کی مساعی کی وجہ سے ہماری باتوں کو نہایت غور سے سنتے ہیں کئی ایک دوست سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل بھی ہو چکے ہیں حال ہی میں چار اصحاب سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں جن کے اسماء یہ ہیں (۱) میاں فیروز الدین صاحب (۲) مسٹر محمد شفیع صاحب ادیب فاضل . . . . میاں عبدالرحمٰن صاحب میاں فضل الٰہی صاحب توقع ہے ان حضرات کی شمولیت سلسلہ کیلئے ترقی اور استحکام کا باعث ہوگی اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ امید ہے لائلپور کے مخلص احباب اور انکے فعال اور پر جوش صاحبزادگان کے بلند نمونہ اور مساعی جمیلہ سے وہاں کے مشن کو مزید تقویت حاصل ہوگی اور احمدیت لائلپور میں نہایت مضبوطی سے اپنے قدم جمائیگی اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور دوستوں کو جزائے خیر دے جو اس جہاد میں حصہ لیتے ہیں۔ آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک زکوٰۃ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون "ایک اہم فریضہ اسلامی کے احیاء کیلئے جہاد کی دعوت" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے صاحب نصاب حضرات کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق تلقین فرمائی ہے ہماری جماعت کے پرخلوص اور فعال حضرات کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو فوراً عملی جامہ پہنانا چاہیئے امید ہے جماعت کے سب حلقوں میں اس تحریک کو بروئے کار لانے کیلئے عملی قدم اٹھ چکا ہوگا اور بہت جلد زکوٰۃ کی رقوم مرکزی بیت المال میں بھجوا دی جائیں گی اس سلسلہ میں جناب مولوی عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ کی مثال بہت شاندار ہے جنھوں نے مبلغ -/۸/۲۳۶ جمع کر کے زکوٰۃ فنڈ کے سلسلہ میں مرکز میں بھجوا دیئے ہیں باقی احباب سیکرٹریان جماعتہائے اور مبلغین سلسلہ کو اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرمانا چاہیئے۔

ضروری اعلان

بعض احباب ایسے خطوط وغیرہ جن کا تعلق دفتری امور سے ہوتا ہے، میرے نام پر بھیجدیتے ہیں۔ بعض اوقات میں لاہور سے باہر ہوتا ہوں تو ایسے خطوط کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے، اب میں ایک مہینہ کیلئے باہر جا رہا ہوں لہذا احباب سے درخواست ہے کہ جملہ خطوط وغیرہ جنکا تعلق دفتری امور سے ہو میرے نام ارسال نہ کیا کریں بلکہ بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال کریں تاکہ فوری تعمیل ہو سکے۔

شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کیا جناب میاں صاحب مکرم کے موجودہ عقائد حضرت مسیح موعود اور جماعت کے عقائد ہیں؟

نبوۃ حضرت مسیح موعود کے متعلق جماعت کا ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک کا مذہب

از محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

نوٹ:- اگرچہ یہ مضمون مکرمی عرفانی صاحب کے مطالبہ کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن ایڈیٹر صاحب فرقان کو محترمی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے بیان میں لفظ "نبی" کا صحیح مفہوم سمجھنے میں یہ حوالے بھی انشاء اللہ مدد دیں گے کیونکہ حضرت مولوی صاحب نے بھی آخر اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کرنا تھا جس میں جماعت ہمیشہ استعمال کرتی رہی انہوں نے کسی الگ مفہوم میں تو اس لفظ کو استعمال نہیں کرنا تھا۔ . . . . . . مکرمی عرفانی صاحب سے میرا صرف یہ مطالبہ تھا کہ ان کی حلفی شہادت اور الحکم ۱۴ رفروری سنہ ۱۹۰۲ء والے بیان میں جو تضاد ہے اُسے دُور فرما کر سلسلہ کی تاریخ سے ایک بدنما دھبہ کو دھو ڈالیں لیکن جیسا کہ احباب پر میرے گذشتہ مضمون کے مطالعہ سے واضح ہو چکا ہے اس مطالبہ کو تو وہ پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور نہ انشاء اللہ ہو سکیں گے لیکن اپنے جواب میں آپ بالکل بے محل جناب میاں صاحب مکرم کے متعلق فرماتے ہیں:-

"عقائد جو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بلکہ صاف اور واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کے ہیں"

ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب عرفانی صاحب کا یہ خیال ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کے موجودہ عقائد وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود اور حضور کی جماعت کے تھے لیکن افسوس کہ واقعات نے جس طرح جناب عرفانی صاحب کے اس خیال کی تردید کر دی ہے کہ کتاب تریاق القلوب کا صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸ سنہ ۱۸۹۹ء کے آخر میں طبع ہوا تھا اسی طرح واقعات ان کے اس خیال کی بھی تردید کر رہے ہیں کہ جناب میاں صاحب مکرم کے عقائد حضرت اقدسؑ اور جماعت کے عقائد ہیں، مکرمی شیخ صاحب میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم کے عقائد نہ تو حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کے مطابق ہیں اور نہ ہی جماعت کے عقائد کے مطابق ہیں اور یہ دعویٰ میرا بلا دلیل نہیں بلکہ حضرت اقدسؑ کی تمام کتب اور سلسلہ کا لٹریچر میرے اس دعوے کی پرزور تائید کر رہا ہے دیکھیں حضرت مسیح موعودؑ تو فرماتے ہیں "وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے" تحفہ بغداد صفحہ ۔ اور اپنی وحی کے متعلق فرماتے ہیں:-

"وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگا دے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے" تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۲۰۳۔ عبارت محولہ بالا سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ وحی کو دو قسموں میں تقسیم فرماتے ہیں ایک وحی ولایت اور ایک وحی نبوت، جو وحی حضور پر نازل ہو رہی ہے اس کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ میری وحی وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہاں تک فرما دیا کہ یہ وہ وحی ہے جو تمام اولیاء کو ملتی ہے گویا بالفاظ دیگر اس امر کو بھی صاف کر دیا کہ دیگر اولیاء امت اور آپ کی وحی ایک ہی جنس سے ہے، چنانچہ ۱۹۰۱ء سے قبل بھی اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی حضور ہمیشہ اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء کا ہی فرد قرار دیتے رہے ہیں، دیکھو مواہب الرحمٰن - الہدیٰ - سیرۃ الابدال، چشمہ معرفت جو سب ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابیں ہیں اور ساری عمر میں ایک دفعہ بھی حضور نے اپنے آپکو زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں قرار دیا، پس مکرمی شیخ صاحب آپ خود ہی انصاف سے بتائیں کہ کیا جناب میاں صاحب مکرم کا بھی حضرت اقدسؑ کی طرح یہی عقیدہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کی وحی وحی ولایت تھی وحی نبوت نہ تھی اور یہ کہ حضرت اقدسؑ اولیاء امت کے ہی ایک فرد تھے زمرۂ انبیاء کے فرد نہ تھے۔ ہاں یہ درست ہے کہ آپ کا مقام تمام اولیاء امت سے بالا تھا کیونکہ آپ خاتم الاولیاء یعنی ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرنے والے تھے لیکن اس سے آپ جنس اولیاء سے باہر نہیں نکل سکتے اگر تو جناب میاں صاحب مکرم کا بھی یہی مذہب ہے تو بیشک حضرت اقدسؑ کے مذہب کے عین مطابق ہے اور اگر نہیں تو پھر آپ خود ہی سوچیں کہ ان کے عقائد کو حضرت اقدسؑ کے عقائد سے کیا تعلق حضرت اقدسؑ اپنی وحی کو وحی ولایت سمجھتے اور جناب میاں صاحب مکرم حضور کی وحی کو وحی نبوت یقین کرتے اور اسی عقیدہ کو جماعت میں پھیلا رہے ہیں حضرت اقدسؑ زمرۂ اولیاء میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں اور جناب میاں صاحب مکرم حضور کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرتے ہیں باوجود اس کھلے کھلے تضاد کے ان دونوں عقیدوں کو ایک قرار دینا اگر ظلم نہیں تو کیا ہے اور اگر آپ یہ سمجھیں کہ میں نے حضرت اقدسؑ کے مذہب کو صحیح طور پر پیش نہیں کیا تو آپ حضرت اقدسؑ کی کتب سے ایک ہی حوالہ پیش فرما دیں جس میں حضور نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہو یا اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء کا فرد قرار دیا ہو حوالہ پیش کرتے وقت اس امر کو ضرور مدنظر رکھیں کہ جس طرح حضرت اقدسؑ کا اپنی وحی کے متعلق وحی نبوت ہونے سے بصراحت انکار موجود ہے اسی طرح بالصراحت اقرار بھی دکھلایا جائے نص کے مقابلہ میں محض استدلال اور قیاس کافی نہیں ہو سکتا ہاں اگر آپ صاف الفاظ میں تسلیم کر لیں کہ حضرت اقدسؑ کا بالصراحت ایسا کوئی اقرار موجود نہیں تو پھر آپ کے پیش کردہ استدلال پر بھی غور کر لیا جائے گا یوں تو جناب میاں صاحب مکرم کے قریباً تمام کے تمام عقائد ہی حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کے برخلاف ہیں لیکن میں نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف نبوت کو ہی فی الحال لیا ہے اور اس کے متعلق ان دو امور کے بیان پر ہی اکتفا کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصولی باتیں ہیں اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو جہاں تک مسئلہ نبوت کا تعلق ہے اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور ممکن ہے اس کے فیصلہ کے ساتھ ہی دیگر مسائل کا بھی فیصلہ ہو جائے۔

جماعت کا مذہب حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب دکھلانے کے بعد اب میں یہ دکھلاتا ہوں کہ جماعت حضرت اقدسؑ کے مقام کو حضرت اقدسؑ کی زندگی میں کیا سمجھتی رہی ہے۔ آیا حضور کو زمرۂ اولیاء کا فرد مانتی رہی ہے یا زمرۂ انبیاء کا مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ جماعت حضرت اقدسؑ کے لئے لفظ نبی کا استعمال کرتی رہی ہے لیکن اس لفظ نبی سے مراد ہمیشہ محدث اور ولی ہی لیتی رہی ہے ایسا کیوں ہوتا رہا اس کی حکمت پر انشاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر روشنی ڈالوں گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب جماعت کو لفظ نبی کی تشریح کرنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ تشریح میں حضرت اقدسؑ کو ہمیشہ جزوی نبی یعنی جماعت اولیاء کا ایک فرد ہی ثابت کرتی رہی ہے جیسا کہ ذیل میں پیش کردہ حوالے اس پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال رہے ہیں سب سے پہلے میں الحکم سے ہی جس کی ایڈیٹری کا آپ کو فخر رہا ہے اور جو ہمیشہ حضرت اقدسؑ کے مذہب کی صحیح ترجمانی کرنے اور پبلک تک حضور کے صحیح عقائد پہنچانے کا بلند اور مدعی رہا ہے چند حوالے پیش کرتا ہوں اگر ان حوالوں کو آپ اور دیگر احباب خصوصاً مدیر صاحب فرقان جن کا خیال ہے کہ کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ اختلاف سے قبل جماعت کا مذہب جناب میاں صاحب مکرم کے مذہب کے خلاف تھا غور سے پڑھیں گے تو آپ سب دوستوں پر روشن ہو جائے گا کہ جس طرح جناب میاں صاحب مکرم کا مذہب حضرت مسیح موعودؑ کے مذہب کے صریح خلاف ہے اسی طرح جماعت کے مذہب کے بھی صریح خلاف ہے جناب میاں صاحب مکرم کے مذہب کی بنیاد اس امر پر ہے کہ حضرت اقدسؑ سنہ ۱۹۰۱ء یا سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل تو لفظ نبی کی تعبیر لفظ محدث سے ہی کیا کرتے تھے اور اپنی نبوت کو جزوی نبوت قرار دیا کرتے تھے اور اپنی وحی کو وحی ولایت ہی ظاہر کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنا عقیدہ یہ ظاہر فرمایا کرتے تھے کہ نبی نبوت کے حاصل کرنے میں کسی دوسرے نبی کا مطیع نہیں ہوتا لیکن اس کے بعد حضور نے ان تمام باتوں کو منسوخ کر دیا گو حضرت اقدسؑ کی کتب میں مجھے تو ان باتوں کی منسوخی کا کوئی اعلان نظر نہیں آتا اگر آپ کے علم میں کوئی ایسا اعلان موجود ہو تو براہ مہربانی پیش فرما دیں اس پر غور کر لیا جائے گا بہرحال اس وقت تو ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا جماعت نے بھی کبھی ان باتوں کو منسوخ سمجھا، اس کے لئے میں جناب کی توجہ مندرجہ ذیل حوالوں کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔

پہلا حوالہ سنہ ۱۹۰۲ء میں جماعت کا مذہب ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۰۲ء کے

الحکم میں بابو شاہدین صاحب مرحوم کا ایک خط بنام حضرت اقدسؑ درج ہے اور ساتھ ہی جماعت کی اطلاع کے لئے اس خط کو الحکم میں شائع کر دینے کی درخواست بھی ہے جس میں انہوں نے ایک شخص کے ساتھ حضورؑ کے دعاوی کے متعلق اپنی گفتگو درج کی ہے، اس خط میں مخالف کے ایک اعتراض کا جو جواب انہوں نے دیا وہ قابل غور ہے اور وہ یہ ہے:-

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

یہ الفاظ جو بابو شاہدین صاحب کے خط میں مندرج ہیں بعینہٖ حضرت اقدسؑ کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۹، ۵۷۰ پر درج ہیں اور وہیں سے لئے گئے ہیں جس کے معنی یہ ہوئے "ایک غلطی کا ازالہ" شائع ہونے سے قبل جس طرح جماعت ایمان رکھتی تھی کہ نبی کسی دوسرے نبی کا مطیع اور تابع نہیں ہو سکتا اسی طرح اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد بھی جماعت کا یہی مذہب رہا اور اسی مذہب کو وہ مخالفین کے سامنے پیش کرتی رہی اگر اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے بعد حضرت اقدسؑ اپنے اس مذہب کو منسوخ کر چکے ہوتے تو حضورؑ بابو صاحب کو ضرور ڈانٹتے لیکن یہاں تو ڈانٹنے کی بجائے ان کے خط کو خود الحکم میں جماعت کی اطلاع کے لئے چھپواتے ہیں اور نہ ایڈیٹر صاحب الحکم اور نہ جماعت کا کوئی اور بزرگ بابو شاہدین صاحب کے اس استدلال کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے لیکن جناب میاں صاحب مکرم ۱۹۱۴ء میں خلافت کی زمام ہاتھ میں لیتے ہی اس پر خط نسخ کھینچ دیتے ہیں اور اس کے قائل کو نادان بتانے لگ جاتے ہیں کیا اس صورت میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا مذہب حضرت اقدسؑ اور جماعت کے مذہب کے مطابق ہے۔

دوسرا حوالہ پھر ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء کے الحکم میں مولوی محمد فضل خاں صاحب چنگوی مرحوم کا ایک مضمون درج ہے جس کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں "فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول ای و نبی وولی مقبول پھر سید عبدالقادر جیلانی رح کا یہ شعر نقل کر کے

و تجبرنی بما یاتی و یجری و تعلمنی فاقصر عن جدالی لکھتے ہیں کیا یہ دعوے رسالت نہیں تو اور کیا ہے اگر وہ رسول نہ ہوتے تو یہ دعوے کیوں کرتے کیونکہ ان کو خبر تھی کہ اس امر میں نص قطعی الدلالۃ آ چکی ہے۔ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول چونکہ ان کو یقین تھا کہ ماۃ رابعہ کا میں مجدد ہوں، خدا کا رسول ہوں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں "پس جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جاوے اس کو رسول نہ کہا جاوے تو کیا کہا جاوے خدا تعالیٰ کا فرستادہ رسول ہی ہوتا ہے اور ہر مجدد ماۃ کو خدا تعالیٰ خود اپنا رسول فرماتا ہے" جو مجدد ہر صدی کے سر پر خداوند تعالےٰ کی طرف سے رسول ہو کر آتے ہیں "چنانچہ مجدد صدی چہاردہم حضرت مسیح موعودؑ" قیامت تک نبی و رسول آتے رہیں گے مگر احکام و نواہی وغیرہ میں سب محمد رسول اللہ صلعم کے تابع ہوں گے پس یہی معنی ختم نبوت کے ہیں"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء کے بعد ۱۹۰۲ء میں بھی جماعت کا یہی مذہب تھا کہ حضرت اقدسؑ انہی معنوں میں رسول ہیں جن معنوں میں امت کے تمام مجدد رسول تھے اور یہ کہ ایسا رسول ولی مقبول کا ہی حکم رکھتا ہے یعنی جماعت اولیاء کا ہی ایک فرد ہوتا ہے جناب میاں صاحب مکرم کا موجودہ مذہب اس کے بالکل خلاف ہے پس وہ جماعت کے مذہب کے مطابق کس طرح کہلا سکتا ہے

تیسرا حوالہ پھر الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے "جس طرح اصل ابن مریم کو نہیں پہچانا تھا یہ مثیل یہود بھی جن سے مراد علماء ہیں مثیل ابن مریم کو نہیں پہچان سکتے، اگر انبیاء کو لوگ آتے ہی قبول کر لیتے اور پہچان لیتے تو اللہ تعالےٰ کا یہ قول معاذ اللہ غلط ٹھہرتا ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن اولیاء انبیاء کے اظلال ہوتے ہیں ان کو بھی پہچاننا مشکل ہوتا ہے، اسی سبب سے اس امت کے تمام اولیاء نے علماء او جہلاء کے ہاتھوں سے بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔"

اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ جماعت حضرت اقدسؑ کو جماعت اولیاء کا ہی فرد یقین کرتی تھی اور نبیوں کے اظلال کو نبی نہیں بلکہ ولی ہی سمجھتی تھی، کیا جناب میاں صاحب مکرم بھی اسی کے قائل ہیں؟

۱۹۰۳ء میں جماعت کا مذہب

چوتھا حوالہ پھر ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء کے الحکم میں ایک شخص محمد سعید صاحب مصری کا ایک خط درج ہے جو انہوں نے ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا اس خط میں وہ حضرت اقدس کو محدث الوقت کہکر مخاطب کرتے ہیں اس خط پر جناب مولوی غلام نبی صاحب لکھتے ہیں

"یہ ایک دلیر آدمی ہے کسی کی ملامت اور تشنیع وغیرہ کا کوئی خوف نہیں مسائل حمامۃ وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں"

مکرمی مولوی صاحب کے الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ۱۹۰۳ء میں بھی جماعت حمامۃ البشریٰ میں مندرجہ انکار نبوت کو ہی درست سمجھتی تھی اور اسی مذہب کو غیر احمدیوں کے سامنے پیش کرتی اور تبلیغ میں اسی کو سامنے رکھتی تھی لیکن جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک ۱۹۰۱ء کے بعد یہ مذہب منسوخ ہو چکا ہوا تھا پس یہ دونو مذہب کس طرح متحد ہو سکتے ہیں۔

پانچواں حوالہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء کے الحکم میں "لاجواب خط" کی سرخی کے ماتحت مولوی نور احمد صاحب مرحوم لودھی ننگل والے کا ایک خط شائع ہوا ہے جو انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو لکھا ہے اس میں لفظ نبی کی تشریح میں وہ لکھتے ہیں

"خدا نے جو اُن کو نبی کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے (یعنی مسیح موعودؑ نے) کسی جگہ نہیں کہا کہ میں نبی ہو کر آیا ہوں اس نے جو کہا ہے آنجناب اس سے ناواقف نہیں وہ کہتا ہے:-

"کہ محدث ایک معنی سے نبی ہوتا ہے"

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت ۱۹۰۳ء میں بھی یہی ایمان رکھتی تھی کہ حضرت اقدسؑ انہی معنوں میں نبی ہیں جن معنوں میں ایک محدث نبی ہو سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر و باہر ہے کہ محدث کی نبوت جزوی نبوت ہوتی ہے پس جماعت کا عقیدہ جو ۱۹۰۳ء میں بھی ہمیں نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت اقدسؑ جزوی نبی تھے لیکن جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدس کی جزوی نبوت کے منکر ہیں اس لئے وہ اب حضرت اقدسؑ کو نبی ہونے کی وجہ سے نبی مانتے ہیں نہ محدث ہونے کی وجہ سے پس ان کا عقیدہ جماعت کا عقیدہ کس طرح کہلا سکتا ہے۔

۱۹۰۴ء میں جماعت کا مذہب

چھٹا حوالہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۴ء کے الحکم میں جناب ایڈیٹر صاحب الحکم نے خود اپنی قلم سے حضرت اقدسؑ کی فضیلت کو جزوی فضیلت لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو دافع البلاء میں مسیح ناصریؑ سے افضل لکھا جماعت اسے جزوی فضیلت ہی سمجھتی رہی یہ بات کسی کے وہم میں بھی نہیں آئی کہ حضورؑ نے کلی فضیلت کا دعوےٰ کیا ہے لیکن جناب میاں صاحب مکرم کلی فضیلت کے قائل ہیں، پھر بھی ان کے عقیدہ کو جماعت کا عقیدہ لکھ... محکم نہیں تو اور کیا ہے

۱۹۰۵ء میں جماعت کا مذہب

ساتواں حوالہ پھر اگست ۱۹۰۵ء کے الحکم میں مولوی غلام امام صاحب کی قلم سے ۱۳ سوالوں کے جوابات شائع ہوئے ہیں جن میں سے دوسرا سوال اور اس کا جواب قابل غور ہے

سوال دوم۔ کیا نبی یا رسول کا لفظ کسی دوسرے شخص پر بول سکتے ہیں جو مجدد یا محدث ہو یا امام مہدی ہو کیا حکم ہے بموجب قرآن و حدیث کے۔

اس کا جواب جناب میاں صاحب مکرم کے موجودہ مذہب کے لحاظ سے تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ مجدد یا محدث کو نبی نہیں کہا گیا بلکہ نبی کو نبی ہی کہا گیا ہے لیکن جماعت چونکہ اس وقت جناب میاں صاحب مکرم کے علوم سے مستفیض نہیں ہوئی تھی اسلئے مولوی غلام امام صاحب نے وہی جواب دیا جو اس وقت حضرت اقدسؑ اور جماعت کا مذہب تھا بہر حال وہ جواب یہ ہے:-

جواب:- دیکھو قرآن کریم میں نبی اور رسول کا لفظ آیت وارسلنا الریاح - انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین اور دیکھو حضرت عیسےٰ کے شاگردوں کو قرآن کریم میں مرسلوں کا خطاب خدا نے فرمایا اور نبی کا لفظ نباء سے نکلا ہے دیکھو آیت عم یتساءلون عن النباء العظیم پس دیکھو نبا سے نبی بنا ہے اور خدا اپنے کامل بندوں کو غیب کی خبر دیتا ہے اس سبب سے وہ نبی رسول کے لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں دیکھو حدیث ... الانبیاء علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس سے بھی نبی کا لفظ عام بھی ہے خاص بھی ہے" کیا

اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کا وہی مذہب ہے جو جماعت کا تھا۔ مولوی غلام امام صاحب کے متعلق جناب ایڈیٹر صاحب کا نوٹ بھی قابل ملاحظہ ہے آپ فرماتے ہیں :۔ "مولانا مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور نے تیرہ سوالوں کا جواب لکھا ہے جس کو میں ناظرین الحکم کے فائدہ کے لئے درج کرتا ہوں۔ مولانا ممدوح ایک مخلص اور سرگرم صاحب حال احمدی ہیں اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسا اخلاص عطا فرمائے آمین"

آٹھواں حوالہ الحکم ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۱۱ پر ایک مضمون میاں عبدالعزیز صاحب کا بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب نتیجہ ...... میں" شائع ہوا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں" دوم یہ اس کے معنی میں کہا یعنی جس طرح تم حضرت محمد علیہ السلام کی رسالت کا یقین رکھتے ہو میری (مرزا کی) رسالت کا بھی یقین رکھو، یہ بھی غلط ہے کیونکہ آنحضرت کی تحریر و تقریر سے کہیں ثابت نہیں کہ میری رسالت کا ایسا یقین رکھو جیسا کہ حضرت محمد صلعم کی رسالت کا یقین رکھتے ہو چہ جائیکہ آپ مجدد دین رسول اللہ ہیں آنحضرت کو متبوع اور اپنے آپ کو تابع وخادم رسول یقین کرتے ہیں اور اگر آنحضرت صلعم کی برابری کا دعوےٰ مضمون رسالت میں مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرہ رسالہ دافع البلاء یا معیار الاخیار وغیرہ سے نکال دیں تو میں اب اپنے آپ کو مبلغ پانچسو روپے انعام دینے پر آمادہ ہوں، باقی رہا دعوے رسالت سو اکابران امت جیسے شیخ اکبر وغیرہ فرماتے ہیں کہ رسالت مطلقہ سے کچھ حصہ باقی ہے جو **اولیاء امت کو دیا جاتا ہے** اور حدیث میں ہے کہ رویاء صالحہ کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ باقی ہے" اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ جماعت ۱۹۰۵ء میں بھی یہی مانتی رہی ہے کہ حضرت اقدسؑ کی نبوت وہی جزدی نبوت ہے جو اکابران امت کو ملتی رہی ہے جناب میاں صاحب مکرم کا موجودہ مذہب اس کے بالکل متضاد ہے پھر وہ جماعت کا مذہب کس طرح کہلا سکتا ہے

۱۹۰۸ء میں جماعت کا مذہب

نواں حوالہ الحکم ۳۰ر مارچ ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون از کرم داد احمدی بعنوان "حضرت مرزا صاحب کی نبوت سے کیا مراد ہے ہمارے مکفرین غور کریں" شائع ہوا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں" اب اگر کوئی متعصب بیخوف جاہل آدمی اپنے تعصب بے خوفی اور جہالت کی وجہ سے حدیث لانبی بعدی سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ امت محمدیہ میں جزئی نبوت کا مدعی اور قائل دونوں کافر ہیں" الخ پھر آگے چل کر لکھا ہے" میں ان متعصب ملاؤں پر حیران ہوں کہ کس منہ سے حدیث لانبی بعدی کو پیش کرکے ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کرتے ہیں حالانکہ حدیثوں سے ہر مومن صالح کا جزئی نبی ہونا ثابت ہے" پھر لکھا ہے "شارح طیبی نے لکھا ہے المراد بالمحدث الملهم البالغ فی ذالک مبلغ النبی صلعم ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ خواب مومن نبوت کا ٹکڑا ہے اور مبشرات عالم وحی سے ہے اور بعض نبوت سے یہ نوع باقی ہے اور اس امت میں جو خیر الامم ہے ہمیشہ محدث آتے رہیں گے مگر یہ ظالم اور دشمن اسلام مولوی محض ضد اور تعصب سے مومنوں کو کافر اور اسلام کو بدنام کر رہے ہیں" اس حوالہ میں بھی نہایت صفائی کے ساتھ حضرت اقدسؑ کی نبوت کو جزوی نبوت تسلیم کیا گیا ہے اور مخالفین پر اتمام حجت کے لئے حضرت اقدسؑ کو جزوی نبوت کا مدعی اور جماعت کو جزوی نبوت کا ہی قائل ثابت کیا گیا ہے اور حضور کے درجہ کو محدث تک ہی محدود رکھا گیا ہے، جناب میاں صاحب مکرم کے موجودہ مذہب کو جماعت کے اس مذہب سے کیا تعلق جو حضرت اقدسؑ کی زندگی کے آخری ایام تک شائع ہوتا رہا ہے،

خاکسار حضرت اقدسؑ کے مذہب پر ہی قائم ہے مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب! حوالے تو بہت ہیں لیکن خوف طوالت ان سب کو درج کرنے سے مانع ہے سردست انہی چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں انشاء اللہ کسی مناسب وقت پر ایک ٹریکٹ میں ان تمام حوالوں کو شائع کیا جائے گا مکرمی شیخ صاحب اگر ...... آپ ان تمام حوالوں کو جو آپ کے ہی شائع کردہ ہیں اور جن کا زمانہ اشاعت اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کی اشاعت کے معًا بعد یعنی ۱۹۰۲ء سے لیکر حضرت اقدسؑ کی زندگی کے آخری ایام تک پھیلا ہوا ہے خالی بالطبع ہوکر غور سے پڑھیں گے تو جہاں آپ پر یہ روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا کہ جناب میاں صاحب مکرم کا مذہب حضرت اقدسؑ اور جماعت کے مذہب کے بالکل ضد پڑا ہوا ہے وہاں آپ پر یہ بھی روشن ہوجائے گا کہ خاکسار نے حضرت اقدسؑ کے مذہب کو نہیں ترک کیا بلکہ آپ نے خود اسے ترک کردیا ہے خاکسار تو انہی عقائد پر قائم ہے جن پر جماعت حضرت اقدسؑ کی زندگی میں قائم تھی۔

الحکم کی اہم اور نازک ذمہ داری مکرمی شیخ صاحب! اس ضمن میں میں آپ کو الحکم کی اس اہم اور نازک ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کا ذکر خود آپ نے اپنی قلم سے ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۴ء کے الحکم میں کیا ہے آپ فرماتے ہیں" چونکہ حیات مستعار کا کوئی اعتبار نہیں اور الحکم ایسے اخبار کی ایڈیٹری کی نازک خدمت میرے سپرد ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو ہمیشہ تک انشاء اللہ یادگار زمانہ رہے گی، اسلئے نہیں کہ فی نفسہٖ کوئی چیز ہے بلکہ محض اسلئے کہ خدا تعالےٰ کے مامور کے جری اللہ اور مرسل کے کلمات طیبات اور اس کی پاک تاریخ اس میں ہے اور وہ آنیوالی نسلوں کے واسطے ایک حجت اور قابل سند ہوگا اور عدم علم کے ایسا چھپ گیا تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مطلع ہوجانے پر اس کی تردید شائع کردوں اور اس طرح پر اس ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش ہوجاؤں جو عدم تردید کی صورت میں مجھ پر رہتی ہے۔

۱۹۱۰ء میں جماعت کا مذہب

دین الحق یا ہمارا مذہب پھر میں آپ سے یہ بھی دریافت کرتا ہوں کہ جناب میر قاسم علی صاحب مرحوم نے جو "دین الحق یا ہمارا مذہب" کے نام سے ایک کتاب ۱۹۱۰ء میں شائع کی تھی اس کے متعلق آپ نے ۱۴ر فروری ۱۹۱۰ء کے الحکم میں اسکے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں" اس کتاب میں انہوں نے دراصل احمدیت کے درخشاں چہرے کو دکھایا ہے، یہ کتاب اس قابل ہے کہ غیر قوموں غیر احمدیوں میں اسکو کثرت سے شائع کیا جائے" کیا اب بھی آپ ان الفاظ پر قائم ہیں؟

مکرمی حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی رائے پھر آپ نے ۸ر مارچ و ۱ر اپریل ۱۹۱۰ء کے الحکم میں حضرت خلیفۃ المسیح مکرمی حضرت مولوی نورالدین صاحب اعظم رضؓ کا ریویو بھی اسی کتاب دین الحق ہی کے متعلق شائع کیا ہے جو آپ کے لئے بہت ہی قابل غور ہے حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں" میں نے اس کتاب کو بہت ہی پسند کیا ہے اور میں نے اسکی پچاس جلدیں فی الحال خرید کیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ لوگ اسے پڑھیں اور اسکی اشاعت کریں" پھر جناب میر قاسم علی صاحب مرحوم کو مخاطب کرکے حضرت مولوی صاحب نے فرمایا" میں اس کتاب کو پڑھ کر بہت ہی خوش ہوا ہوں اور میں نے قریب قریب اسی قرآن سے اسے پڑھا جس طرح پر خدا تعالےٰ کے کلام کو پڑھتا ہوں اسلئے کہ یہ اس کلام کی عظمت اور آنحضرت صلعم کی تائید کے لئے لکھی گئی ہے" پھر حضرت مولوی صاحب نے تیسری دفعہ اس کتاب کے متعلق فرمایا" پھر ایک کتاب ہے دین الحق یا ہمارا مذہب" میں نے اس کو بہت غور سے پڑھا اور بہت ہی غور سے پڑھا اور میں نے اسکے پچاس نسخے آپ خرید کئے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ اس کی بہت بڑی اشاعت ہو اور بہت بڑی اشاعت ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو سمجھ اور توفیق دے اور اسمیں کوئی کمزوری ہو تو مجھے اطلاع دے میری عقل وفکر جہانتک پہنچتی ہے میں اسکو مفید پاتا ہوں" اب ان مذکورہ بالا الفاظ کو سامنے رکھ کر بتلائیں کہ اگر کتاب "دین الحق" میں کوئی منسوخ شدہ عقیدہ درج تھا تو کیوں جناب میاں صاحب مکرم نے اور آپ نے خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر کہ اگر اسمیں کوئی کمزوری ہو تو مجھے اطلاع دی جائے پر عمل کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں اطلاع نہ دی کہ اس کتاب میں تو لکھا ہے کہ حقیقی نبوت اب قیامت تک بند ہے صرف وحی ولایت جاری ہے اور یہ کہ حضرت اقدسؑ کی نبوت جزدی نبوت ہے اور یہ دونوں عقیدے اب بوجہ منسوخ ہونیکے غلط ہیں کیونکہ نبوت اور نبوت تامہ دونوں جاری ہیں چنانچہ حضرت اقدسؑ میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں اگر یہ اطلاع دی گئی تھی تو آپ ہی بتلائیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے اس اطلاع پر کیا کاروائی کی اور اگر اسوقت خاموشی اختیار کی گئی تھی تو کیا یہ قابل افسوس امر نہ ہوگا کہ حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی میں تو باوجود موقعہ ملنے کے خاموشی اختیار کی گئی اور ان کی وفات کے معًا بعد ان عقائد کی منسوخی کا اعلان کردیا گیا۔ مکرمی شیخ صاحب خدارا تقوی اللہ سے کام لیتے ہوئے بتائیں کہ کیا آپ انہی غلط عقائد کو غیر احمدیوں میں پھیلانا چاہتے تھے کہ آپ نے لکھا کہ اس کتاب کو غیر احمدیوں میں کثرت سے شائع کیا جائے اور پھر کیا حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین اعظم رضؓ بھی انہی غلط عقائد کو پھیلانے کے حق میں تھے جو انہوں نے فرمایا کہ اس کی بہت بڑی اشاعت ہو اور بہت بڑی اشاعت ہو" مکرمی شیخ صاحب یہ تو میں نے صرف آپ کے اپنے اخبار الحکم سے چند حوالے نقل کئے ہیں، انشاء اللہ دوسرے اخبار یا کتب سے بعض حوالے اگلی قسط میں شائع کئے جائیں گے۔

باقی آئندہ

میری حسنِ ظنی کا صلہ

رسالہ "فرقان" کے "عدالتی بیان نمبر" کے عجائبات

{از جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی}

نوٹ:- محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کے بیان کے عنوانات قائم کرنے میں اور اس مذکورہ بیان کو پیش کرنے کی طرز میں قادیانی رسالہ فرقان نے نہایت پست صحافتی کا ثبوت دیا ہے جس سے چند ایک غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں جنہیں دور کرنے کے لئے چوہدری صاحب موصوف نے یہ مضمون لکھا ہے۔ احباب سلسلہ کو چاہئے کہ وہ خود بھی اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور قادیانی احباب کو بھی پڑھائیں (مدیر)

کچھ عرصے سے قادیان سے ایک رسالہ فرقان نامی نکل رہا ہے۔ اس رسالہ کے جولائی ۱۹۵۶ء کے نمبر کو "عدالتی بیان نمبر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں میرا ایک بیان بھی چھپا ہے۔ اس بیان کو اس قسم کی اہمیت دی گئی ہے کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا کیا جائے گا اگر معمولی طور پر اس بیان کو چھاپ دیا جاتا تو مجھے اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن اس کی اشاعت ایسے طریق سے کی گئی ہے کہ میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اس پر کچھ لکھوں کیونکہ میرے اس بیان کی آڑ میں اس رسالہ کے ناعاقبت اندیش مولوی فاضل ایڈیٹر نے عصرِ حاضر کے مفسرِ اعظم اور موجودہ اسلامی دنیا کے بے نظیر الٰہی خادم کے متعلق نہایت ناپاک ریمارک دیا ہے۔

سب سے پہلے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس بیان کے لکھنے کی کیا وجہ ہوئی؟ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب جو میاں صاحب کے مریدوں میں سے ہیں۔ آج کل احمدیہ بلڈنگس لاہور میں رہائش رکھتے ہیں۔ ان سے میری واقفیت پرانی ہے۔ اور ایک قسم کی بے تکلفی ہو گئی ہوئی ہے۔ کئی دفعہ جماعت احمدیہ کے باہمی اختلافات پر بھی گفتگو ہوئی۔ کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ لاہور میں موچی دروازہ کے باہر میری ان سے ملاقات ہو گئی۔

میں اس گفتگو کو مکالمہ کی شکل میں درج کرتا ہوں:-

ڈاکٹر صاحب:- اب تو بیعت کر لو۔

بندہ:- کیوں ڈاکٹر صاحب! اب کونسی خاص وجہ ہو گئی ہے؟

ڈاکٹر صاحب:- اب یہ جماعت ہی نہیں رہی۔

بندہ:- کہاں گئی۔

ڈاکٹر صاحب:- صرف چند ایک آدمی رہ گئے ہیں۔ باقی چھوڑ بیٹھے ہیں۔

بندہ:- جو چھوڑ گئے ہیں مہربانی کر کے ان کے نام بتائیں

ڈاکٹر صاحب:- آپ بتائیں کہ نماز کے وقت مسجد میں کتنے آدمی ہوتے ہیں؟

بندہ:- میں عام طور پر لاہور سے باہر رہتا ہوں جب کبھی یہاں آتا ہوں اور جمعہ میں جاتا ہوں تو مسجد کو آدمیوں سے بھری ہوئی پاتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب:- پنجوقتہ نمازوں میں کتنے آدمی ہوتے ہیں

بندہ:- جیساکہ میں نے پہلے کہا میں لاہور میں بہت کم رہتا ہوں، جب موقعہ ملتا ہے تو مولانا صدرالدین صاحب کے درس میں شامل ہوتا ہوں اس وقت تو مسجد میں بہت رونق ہوتی ہے۔ ہاں تو مجھے یہ بتاؤ وہ کونسے آدمی ہیں جو جماعت کو چھوڑ گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب:- سب چھوڑ رہے جا رہے ہیں میاں محمد صادق کہاں ہیں؟

بندہ:- آپ نے صرف ایک نام لیا ہے۔ باقی کون ہیں جو چھوڑ گئے ہیں؟ مہربانی کر کے سب کے نام بتاویں تاکہ میں نے جو کچھ کہنا ہو ایک دفعہ ہی عرض کر دوں۔

ڈاکٹر صاحب:- میاں محمد صادق آپ کی انجمن کے سکرٹری تھے وہ چلے گئے تو اور کون رہے گا؟

بندہ:- جنرل سکرٹری ضرور تھے۔ مگر یہ نتیجہ آپ نے کس طرح نکالا کہ اگر جنرل سکرٹری چھوڑ دے تو سب چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! بہت افسوس ہے کہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں جو معقولیت سے دور ہیں۔ میاں محمد صادق صاحب کے اعتراضات میں نے پڑھے ہیں اس قسم کے اعتراضات پہلے بھی محمد نصیب وغیرہ نے کئے ہیں اور مولوی صاحب نے ہمیشہ اپنے متعلق ہر ایک قسم کی تحقیقات کا موقعہ بہم پہنچایا ہے اور اعتراضات کرنے والوں کو ہمیشہ نادم ہونا پڑا ہے۔ میاں محمد صادق صاحب بیشک اس وقت روٹھے ہوئے ہیں۔ مگر مولانا محمد علی صاحب ہر ایک طرح سے ان کا اطمینان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میاں صاحب کئی دفعہ مجھے بھی ملے ہیں۔ ہم لوگ ان سے اسی طرح ملتے جلتے ہیں۔ نہایت خندہ پیشانی سے بات چیت کرتے ہیں۔ میاں صاحب کو اگر کوئی غلط فہمی ہوگی تو وہ دور ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ہم میں واپس نہ آئیں گے تو بھی ہم ان سے عداوت پیدا نہیں کریں گے کیونکہ اگر وہ دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ غلطی پر ہیں تو ان کا حق ہے کہ ہم سے علیحدہ ہو جائیں اور اگر وہ کسی ذاتی رنجش کی بنا پر جماعت سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں تو اس کے لئے بھی وہی خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ ہم کبھی ان سے بائیکاٹ نہ کریں گے کیونکہ ہمارے نزدیک ایسا کرنا خلاف شریعت ہے۔ میں نے سنا ہے کہ میاں محمد صادق صاحب قادیان بھی گئے اور ان کی کھلی چٹھی بھی الفضل میں شائع ہوئی۔ مگر مولوی صاحب نے جو جواب بھیجا وہ الفضل نے شائع نہ کیا۔ چاہئے تھا کہ جیسے اعتراضات شائع کئے جاتے ہیں تو ان کے جوابات بھی شائع کر دیئے جائیں۔ آخر مولوی صاحب نے پیغام صلح میں ان کا جواب دیدیا اور بہت معقول جواب دیا۔ آپ لوگوں کے ساتھ بھی اعتراضات کے متعلق ہمیشہ کے لئے فیصلہ کرنے کے لئے ایک راہ نکال دی یعنی لکھدیا کہ تحقیقات کے لئے ایک بورڈ بٹھا دیا جائے اور ان کے خلاف اور خلیفہ صاحب کے خلاف جو اعتراضات ہیں ان سب کے متعلق تحقیقات کرا لی جائے۔ یہ تجویز بہت مناسب ہے۔ اس قسم کے اعتراضات کی وجہ سے احمدیت پر بہت زد پڑ رہی ہے۔ اگر باقاعدہ تحقیقات ہو جائے، تو پھر یہ آئے دن کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب:- مولوی محمد علی ضرور ان تشیع الفاحشۃ والی آیت کے ماتحت سزا پائے گا۔ کیونکہ اس نے حضرت صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے خلاف زنا، شراب خوری اور نشہ بازی کے الزام ہیں۔

بندہ:- ڈاکٹر صاحب! دیکھئے کیسے ادب کیساتھ میں آپ کے خلیفہ صاحب کا نام لے رہا ہوں مہربانی کر کے کم از کم میرے روبرو ہمارے امیر کے خلاف ایسے کلمات آپ بھی نہ کہیں۔

ڈاکٹر صاحب:- کیا قرآن میں ایسے فحش معاملات کی اشاعت سے روکا نہیں گیا۔

بندہ:- ضرور روکا گیا ہے، مگر مولانا نے ہرگز اشاعت نہیں کی بلکہ ایک طرح سے اشاعت کو قطعی طور پر بند کرنے کی تجویز کی ہے۔ اس میں تو شک نہیں ہے کہ الزامات لگائے گئے ہیں اور یہ الزامات خود خلیفہ صاحب کے مریدوں نے لگائے ہیں۔ اگر تحقیقات کرا دی جاتی یا کم از کم کسی اور طرح سے معترضین کی تسلی کر دی جاتی تو یہ اشاعت وہاں ہی رک جاتی، مگر ایک نہیں دو نہیں کم از کم بیسیوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کے اعتراضات کر رہے ہیں، اور ان کا جواب بائیکاٹ سے ہی دیا جا رہا ہے اور پھر ان اعتراض کرنے والوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے اپنے اعتراضات کو واپس لیا ہو۔ وہ سب کے سب اشاعت کر رہے ہیں۔ مولانا نے جو تجویز کی ہے، وہ بہت ہی مناسب اور درست ہے۔ یہی بہتر ہوگا کہ اس کے مطابق تحقیقات ہو جائے۔ آپ لوگوں کو کوئی نہ کوئی ایسی تجویز کرنی چاہیئے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ اعتراضات غلط ہیں۔ مولانا کے خلاف جو اعتراضات میاں محمد صادق نے کئے ہیں ان کی تحقیقات بھی ہو جائے بلکہ آپ لوگوں کو اختیار ہے کہ اور اعتراضات بھی جہاں کہیں سے مل سکیں جمع کر لیں، مولانا یقیناً ہر ایک اعتراض کے متعلق تحقیقات کے لئے تیار ہیں۔ اگر جناب میاں صاحب بھی تحقیقات کرانے کا موقعہ بہم پہنچا دیں تو کیا ہرج ہے۔ میرے خیال میں تو بہت اچھا ہے بلکہ ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب:- خلیفہ کے خلاف کس طرح تحقیقات ہو سکتی ہے۔

بندہ:- پھر معاملہ ہی ختم ہے۔ اگر خلیفہ کے خلاف تحقیقات نہیں ہو سکتی تو مدعی نبوت کے خلاف کسی حالت میں بھی تحقیقات نہیں ہو سکے گی۔ اگر یہ حالت ہے تو پھر کہ لبثت فیکم میں جو چیلنج ہے اس کے کیا معنے ہوں گے؟

ڈاکٹر صاحب:- یہ چیلنج انبیاء نے کسی کو دیا ہے؟ خلافت یا رسالت کے عطا ہونے سے پہلے پہلے تھا

ہے۔ جب رسالت یا خلافت مل گئی پھر کوئی تحقیقات نہیں ہو سکتی۔

بندہ:۔ یہ اُصول اسلام کا نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ رومن کیتھولک لوگوں کے پوپ کے متعلق ایسا ہو۔ اسلام یقیناً ایسے اُصول کی تائید نہیں کرتا۔ یہ تو ایک قسم کی عام چھٹی دینے کے مترادف ہے۔ سچا رسول تو خبر خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے، خلیفہ کو ایسی حفاظت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اسلامی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ "امیر المومنین خلیفۃ المسلمین" کہلانے والے کس کس قسم کے شرمناک افعال کے مرتکب ہوتے رہے، مگر انہوں نے اپنے افعال قبیحہ پر اپنی طاقت اور زور کے ذریعہ پردہ ڈالے رکھا، خلفائے راشدین کا نمونہ قطعاً آپ کی رائے کے خلاف ہے۔ ان کے خلاف مقدمات دائر ہوئے اور انہوں نے بالکل اسی طریق سے جوابدہی کی جس طریق سے عوام الناس کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے علاوہ اور بہت سے سلاطین اسلام گذرے ہیں جنہوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا۔ خلیفہ منصور عباسی چند ایک بڑے زبردست خلفاء میں سے ایک تھا۔ اُس کے خلاف مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں دعویٰ ہوا اور وہ بغداد سے جوابدہی کے لئے گیا اور اپنے لاؤ لشکر کو عدالت کے مقام سے کئی میل دُور چھوڑ کر تنہا قاضی کی عدالت میں پیش ہوا۔

ہمارے حضرت مسیح موعودؑ آخری وقت تک لوگوں کو چیلنج دیتے رہے کہ آؤ میرے چال چلن کی تحقیقات کرو اور اگر کوئی نقص پاؤ تو ظاہر کرو۔ کیا یہ چیلنج یونہی تھا؟

ڈاکٹر صاحب:۔ جو لوگ حضرت صاحب کے خلاف اعتراض کرتے ہیں ان کو کہا گیا کہ چار گواہ پیش کرو، مگر وہ پیش نہیں کر سکے۔

بندہ:۔ کس نے کہا اور کب کہا؟ جب ان کا استغاثہ ہی نہیں لیا جاتا۔ کوئی عدالت ان کا مقدمہ سننے کے لئے ہی تیار نہیں ہوتی تو وہ گواہ کہاں پیش کریں۔ یہ بات بھی قابل بحث ہے کہ بغیر چار گواہوں کی شہادت کے زنا ثابت نہیں ہو سکتا لیکن یہ بات کہ الزام دہندہ چار گواہ پیش نہیں کر سکا اُسی وقت ہی کہی جا سکتی ہے جب اس کو پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے لیکن جب الزام کو سنتے ہی اس کا بائیکاٹ ہو جائے تو وہ کیا کرے۔ جج تو ایک طرف رہا عوام الناس سے بھی اس کا میل جول بند کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ چار گواہ پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جناب میاں صاحب کے متعلق تحقیقات کا حکم دیدیا تھا اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ پہلے چار گواہ پیش کئے جائیں اور پھر یہ چار گواہوں کی بحث تو زنا کے الزام کے متعلق ہے، باقی الزامات کے متعلق تو یہ شرط بھی نہیں پیش کی جاتی، پھر کیوں نہ تحقیقات ہو کر ہر روز کے اس جھگڑے کو بند کر دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب! یہ معاملہ معمولی نہیں، اس سے پہلے دو قتل ہو چکے ہیں اور دو آدمی ان قتلوں کی وجہ سے پھانسی پر لٹکائے جا چکے ہیں۔ اور معلوم نہیں آیندہ کیا کیا ہونے والا ہے۔ ایسے اعتراض کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آجکل بھی اسی قسم کے دو آدمی لاہور میں ادھر اُدھر پھر رہے ہیں یہ دو کی الزام دہندگی ابھی زندگی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کے ایک بھائی جن کو وہ ماسٹر صاحب کہتے تھے۔ تشریف لے آئے اور ہمارے معاملہ زیر بحث سے مطلع ہو کر فرمانے لگے کہ اس کا جواب مجھ سے سُنو میں نے عرض کی کہ اگر آپ کوئی ایسا جواب دے دیں گے جس سے میرا اطمینان ہو جائے تو میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا کیونکہ جناب میاں صاحب کے خلاف جو اعتراضات ہیں ان کی وجہ سے مجھے روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ماسٹر صاحب نے مجھے فرمایا "میں آپ کا پورا اطمینان کردوں گا" میں نے عرض کیا "فرمایئے"۔ انہوں نے فرمایا "ہم کو اس بات پر پورا یقین ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ جب تمام دنیا کا مذہب احمدیت ہوگا۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ آپ لوگوں کا ایمان ایسا نہیں ہے لیکن ہمارا ایمان یقیناً ایسا ہی ہے۔ جب یہ ہو جائے گا اور تمام دنیا کا مذہب احمدیت ہی ہو جائے گا تو بادشاہ بھی احمدی ہونگے اس وقت اگر کوئی بدمعاش یہ کہدے گا کہ فلاں بادشاہ کی لڑکی بدچلن ہے تو اس کا کیا ہوگا اگر اس وقت حضرت امیر المومنین یہ اجازت دے دیں کہ اُن کے چال چلن کے متعلق تحقیقات ہو جائے تو پھر یہ ایک مثال قائم ہو جائے گی۔ ان آیندہ احمدی شاہی خاندانوں کی مستورات کی عزت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ حضرت صاحب ایسی مثال قائم کریں کہ ان پر کوئی حملہ نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب اپنے متعلق تحقیقات کی اجازت نہیں دیتے"

ماسٹر صاحب کی آواز بھی اونچی ہے اور وہ بہت رعب سے بول رہے تھے۔ وہاں کئی غیر احمدی جمع ہو گئے۔ اور ان کی یہ انوکھی دلیل سُن کر استہزاءً ہنسنے لگے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ وہاں زیادہ دیر ٹھہریں اور مجھے یہ دلیل سن کر بہت رنج بھی ہوا۔ میں نے ان صاحبوں کی خدمت میں عرض کی کہ اب یہاں سے چلیں اور لوگوں کو اپنا تماشا نہ دکھائیں۔ ہم وہاں سے احمدیہ بلڈنگس میں آ گئے۔ یہاں ماسٹر صاحب اور مولوی احمدیار صاحب میں کچھ گفتگو ہوئی اور مجلس برخواست ہو گئی۔

احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کا مکان احمدیہ مسجد کے بالکل قریب ہے۔ مکالمہ مذکورہ بالا کے کچھ عرصہ کے بعد مسجد کے سامنے گلی میں ڈاکٹر صاحب سے پھر میری ملاقات ہو گئی۔ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب اپنے اعتراضات چھوڑ چکے ہوئے تھے اور ہر طرح سے مطمئن ہو چکے تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ "دیکھ لو جو کچھ میں نے کہا تھا درست نکلا۔ میاں محمد صادق صاحب پھر ہم میں آ ملے۔ بہتر ہوگا کہ جن لوگوں سے آپ نے بائیکاٹ کیا ہوا ہے اُن سے راہ و رسم پیدا کریں، ان کا اطمینان کرا دیں کہ الزام درست نہیں ہیں۔ مباہلہ والے مستری احمدیت کو چھوڑ کر احمدیت کے خلاف پروپاگنڈہ کر رہے ہیں ممکن ہے کہ باقی الزام دہندگان میں سے بھی کوئی احمدیت ترک کر دے"

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اگر ان کو کوئی اعتراض تھا تو وہ قاضی کے پاس استغاثہ کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ انتظام کر دیں کہ کوئی قاضی ان کا مقدمہ سننے کے لئے تیار ہے تو میں ان لوگوں سے کہوں گا کہ وہ استغاثہ دائر کریں اور اگر وہ نہ کریں گے تو میں سمجھوں گا کہ ان کے الزامات درست نہیں ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب میعاد گذر گئی ہے اب ان کی کون سنتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور میں گفتگو کر رہے تھے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی تشریف لے آئے میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اتفاق سے شیخصاحب بھی آ گئے ہیں اب فیصلہ کے متعلق جو کچھ کہنا ہو کہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا "فیصلہ کیا کرنا ہے کوئی بات فیصلہ کے لئے ہے ہی نہیں" میں نے اُن کی توجہ ایک دو واقعات کی طرف دلائی مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔

ایک روز پھر ڈاکٹر صاحب ملے اور پھر ویسی گفتگو ہوتی رہی میں نے ان سے کہا کہ اختلافی مسائل کے علاوہ اب وہ الزامات جو جناب میاں صاحب کے خلاف لوگ لگاتے ہیں اوروں کو آپ کی جماعت کی طرف مائل ہونے سے روک رہے ہیں جس طرح ہو سکے کوئی تجویز کریں کہ یہ الزامات غلط ثابت ہو جائیں انہوں نے فرمایا "کہ یہ الزام تو خود بخود ہی غلط ثابت ہو رہے ہیں، سب الزام دہندگان کو سزا مل رہی ہے۔ مستری احمدیت چھوڑ گئے ہیں کیا یہ کم سزا ہے؟ باقی سب بھی خراب و خستہ ہو رہے ہیں"۔ میں نے کہا "یہ تو کوئی ایسی سزا نہیں جس پر فخر کیا جائے۔ جیسا کہ آپ لوگ قسم کھانے کو تیار ہیں کہ جناب میاں صاحب کے چلن میں کوئی نقص نہیں ہے تو پھر کیوں ان کو موقعہ نہ دیا گیا تا کہ وہ احمدیت کو نہ چھوڑتے۔ آپ لوگوں پر بھی تو ذمہ داری ہے۔ ان کو موقعہ ملنا چاہیئے تھا، اگر بیگناہی کے ثبوت کے بعد بھی وہ الزام لگاتے رہتے تو پھر اور بات تھی"۔

جو کچھ میں نے اُوپر لکھا ہے وہ لفظاً لفظاً درست نہیں ہے لیکن مطلب بالکل درست ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے کئی دفعہ ملاقات ہوئی اور اب جبکہ میں بھی احمدیہ بلڈنگس میں ہی ٹھہرا ہوا ہوں۔ تقریباً ہر روز ہی ملتے ہیں۔ ابھی چند منٹ گذرے ہیں میں اپنے مکان سے باہر نکل کر گلی میں کھڑا تھا اور ایک شخص سے گفتگو کر رہا تھا میری آواز سُن کر ڈاکٹر صاحب بھی مکان سے باہر تشریف لے آئے اور پھر وہی قصہ شروع کر دیا کہ یہ جماعت اب جماعت کہلانے کے قابل نہیں ہے۔ سب چھوڑ کر چلے گئے" میں نے عرض کیا کہ "آپ اُن لوگوں کے نام بتائیں جو چھوڑ کر چلے گئے" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "نام کیا بتاؤں یہاں رہا ہی کوئی نہیں" میں نے کہا "اگر آپ کا دل اس خیال سے خوش ہو سکتا ہے تو بیشک اس خیال کو یقین کی حد تک پہنچا لیں۔ مگر قادیان کو چھوڑ کر دو آدمی کل بھی یہاں آئے ہیں اور اس وقت وہ مہمانخانہ میں موجود ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی ملاقات آپ سے کرا سکتا ہوں" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "جو آدمی وہاں سے نکالے جاتے ہیں وہ یہاں آ جاتے ہیں۔ میں ان کو جانتا ہوں۔ یہ دونوں بدمعاش ہیں" میں نے عرض کی "بہرصورت آج کم از کم دو آدمیوں کی بیشی اس جماعت میں ہوئی ہے اور آپ کی جماعت میں کمی۔ آپ ایک آدمی کا نام نہیں بتا سکتے جو ہماری جماعت کو چھوڑ کر آپ کی جماعت میں داخل ہوا۔ مگر باوجود اس کے آپ کہتے چلے جاتے ہیں کہ سب چھوڑ کر چلے گئے آپ کا منہ کوئی بند نہیں کر سکتا" غرض اسی قسم کا سلسلہ ڈاکٹر صاحب سے جاری رہتا ہے۔

ﮯ میں نے ان دو کے نام بھی ڈاکٹر صاحب کو بتا دیئے تھے مگر انہوں نے فرمایا یہ دونوں بدمعاش ہیں۔

انہوں نے ہمارے خلاف "یہ جماعت نہیں رہی" کی مہم اسی طرح سے شروع کر رکھی ہے۔ جس طرح مسٹر گاندھی نے انگریزوں کے خلاف "ہندوستان چھوڑ دو" کی مہم۔ اس تمہید کے بعد اب میں اصل معاملہ یعنی اپنے بیان کی طرف آتا ہوں ۲۵۔ جون کو میں نے ایک اشتہار دیکھا جس میں درج تھا کہ قادیانی احمدی جنگ کے متعلق ایک جلسہ کرنا چاہتے ہیں اس خیال سے کہ احمدیوں کا جلسہ ہے میرے جانے سے ایک آدمی کی بیٹھی سے جلسہ کی رونق میں کچھ تو اضافہ ہوگا، میں وہاں چلا گیا۔ اختتام جلسہ کے بعد دونوں لیکچرار یعنی مولوی محمد یار صاحب اور مولوی اللہ دتہ صاحب سے اور چوہدری اسداللہ خاں صاحب مسٹر غلام محمد اختر وغیرہ اصحاب سے ملاقات ہوئی۔ میرے دوست ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب جلسہ کے انتظامات میں نمایاں حصہ لیتے رہے تھے اُن سے بھی ملاقات ہوئی ان صاحبان کے حکم کی تعمیل میں مسجد میں جو جلسہ گاہ سے قریب ہی ہے چلا گیا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب مختلف مضامین پر مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔

جب یہ گفتگو ہو رہی تھی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب نے وہی چالیس والا سوال پیش کر دیا۔ اس پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کی گفتگو کا مطلب یہ تھا کہ گویا یہ الزام احمدیہ جماعت لاہور کے ممبر (بقول ان کے پیغامی) لگا رہے ہیں ورنہ کوئی الزام نہیں ہے۔ میں نے مختلف الزام دہندگان کے نام لے کر بتایا کہ ان لوگوں سے پیغامیوں کا کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ہم لوگ تو الزامات کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور ہم میں سے شاید ہی کوئی آدمی ہو جو یہ یقین رکھتا ہو کہ یہ الزام درست ہیں ہمارا علم سب سماعی ہے۔ ہاں ہم الزام لگانے والوں کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ افترا کر رہے ہیں۔ اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے وہی جانتا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ لیکن ہمیں ایسے الزامات سُن کر تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کیا تمہارے امیر بھی ان الزامات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان الزامات کو غلط تو وہی شخص قرار دے سکتا ہے جس نے تحقیقات کی ہو اور اس کی تسلی ہو گئی ہو کہ الزامات غلط ہیں یا جسکو ان الزامات کے متعلق ذاتی علم ہو، ہاں یہ درست ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے جناب مولانا نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ الزام ضرور سچے ہیں۔ پھر مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ "آپ کا خیال کیا ہے" میں نے کہا "میں تو جناب میاں صاحب کی بہت عزت کرتا ہوں اور مجھے ان کی ذات سے خاص اُنس ہے۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ یہ الزام غلط ثابت ہوں" مولوی صاحب نے فرمایا "آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟" میں نے کہا "میری ذاتی رائے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے" انہوں نے پھر اصرار کیا تو میں نے کہا "میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد ہیں اور جہاں حضرت اقدس تشریف رکھتے تھے وہاں ہی رہتے ہیں۔ ان کی چار بیویاں بھی ہیں اور ایک جماعت کے خلیفہ بھی ہیں۔ ان ظاہری حالات کے لحاظ سے تو یہ الزامات غلط ہونے چاہئیں مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ الزام لگانے والے جھوٹ ضرور جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے طریق سے جو ہر ایک قسم کے شک و شبہ سے بالا تر ہو یہ ثابت کر دیں کہ الزامات غلط ہیں کیونکہ ابھی تک کوئی تسلی بخش طریق ان الزامات کو غلط ثابت کرنے کا اختیار نہیں کیا گیا وغیرہ وغیرہ"

غرض اسی قسم کی باتیں ہوئیں، آخر مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب (حضرت امیر) کے متعلق جو بیان آپ نے دیا ہے اس کو تحریر کرانے کو آپ تیار ہیں میں نے کہا "ہاں۔ جو سچی بات ہے اس کے تحریر کرانے میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے" اس کے بعد میں نے وہ بیان تحریر کرایا جو فرقان میں درج ہے۔ میں نے اپنے بیان کے اخیر میں یہ درج کرایا تھا "یہ الزامات . . . . غلط ہونے چاہئیں" مگر مولوی اللہ دتہ صاحب و دیگر اصحاب نے جو موجود تھے کہا کہ "غلط ہونے چاہئیں" کی بجائے ہم "غلط ہیں" لکھیں گے۔ میں نے کہا "آپ اگر "ہیں" لکھیں گے تو میں اس کے معنے یہی "ہونے چاہئیں" ہی لوں گا اور جب الفاظ "ظاہری حالات کے لحاظ سے" موجود ہیں تو اس "ہیں" کے معنے "ہونے چاہئیں" ہی ہو سکتا ہے"

یہ ہیں وہ حالات جن کے ماتحت یہ بیان دیا گیا اگر معمولی طور پر اس بیان کو چھاپ دیا جاتا تو مجھے اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی میں نے یہ بیان محض اس وجہ سے دیا تھا کہ ان لوگوں کو جو ہر وقت اور ہر جگہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ یہ الزامات ہماری جماعت کی وجہ سے لگ رہے ہیں اور ہماری جماعت کا اس میں ہاتھ ہے اس کی تردید ہو جائے گی اور خود مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان جیسے دیگر مولوی فاضل صاحبان پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو کچھ وہ خیال کرتے ہیں غلط ہے مگر افسوس ہے کہ نتیجہ بالکل اس کے برعکس ہؤا۔ جس طریق سے مولوی اللہ دتہ صاحب نے میرے بیان کو استعمال کیا ہے اس نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں ان مولوی صاحب کے متعلق کسی قسم کی حسن ظنی نہ رکھوں۔ ان کو حق طلبی یا صداقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ ایک خاص مقصد رکھتے تھے یعنی ہماری جماعت کو بدنام کرنا اور ہمارے متعلق اپنی جماعت میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرنا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ حضرت امیر کے متعلق جو ریمارک دیا ہے اس نے تو قطعًا ثابت کر دیا ہے کہ یہ صاحب شرافت سے بہت دُور ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے اس بیان کی اشاعت میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے وہی طریق اختیار کیا ہے جو سینما والے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ کسی تماشا کے پردۂ سیمیں پر لانے سے پہلے مختلف طریق سے اشتہار دیئے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں کو عجیب غریب سرخیوں سے شائع کیا جاتا ہے معاملہ بالکل کچھ اور ہوتا ہے اور عنوان اور سرخی کو پڑھ کر تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑا واقعہ ظہور پذیر ہونے لگا ہے۔ جب اشتہار کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تماشا آ رہا ہے، مولوی اللہ دتہ صاحب نے بھی الفضل میں متواتر میرے بیان کے متعلق اشتہار دیا۔ اور پھر وہ بیان ایک بالکل ہی غلط سرخی سے شائع کیا، میں نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور میں صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا بیان اس عنوان کا جو اس کو دیا گیا ہے ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا اول تو میں نے اپنے بیان میں کسی الزام دہندہ کا نام نہیں لکھوایا۔ خط وحدانی میں جو نام لکھے گئے ہیں وہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے خود لکھے ہیں اور میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اپنا نام نہیں لکھا اور ایسے طریق سے لکھے ہیں کہ یہ ثابت ہو گویا یہ تمام نام میں نے لکھوائے حالانکہ یہ قطعًا غلط ہے۔ مولوی صاحب اصرار کرتے رہے کہ نام لکھاؤ مگر میں انکار کرتا رہا اور اب عنوان میں بھی اور خط وحدانی میں بھی نام لکھ دیئے۔

مختلف اشخاص جو جناب میاں صاحب کے خلاف الزام لگاتے رہے ان میں سے میں شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو جانتا ہوں۔ آج خواہ کچھ ہی کہا جائے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ شیخ صاحب قادیان کے علماء میں نہ صرف بلحاظ اپنے علم و فضل کے بلکہ بلحاظ زہد و اتقاء کے بھی خاص پوزیشن رکھتے تھے۔ قادیان کو چھوڑنے کے بعد بھی کم از کم میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں آئی کہ میں ان کے متعلق یہ کہہ سکوں کہ وہ "محض جھوٹ" کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ دوسرے الزام دینے والوں کے خلاف بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا، ان سب کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے جو عالم الغیب ہے۔ ہاں خدا گواہ ہے کہ میں دل سے چاہتا ہوں کہ جناب میاں صاحب کے خلاف جو الزامات ہیں وہ غلط ثابت ہوں لیکن ابھی تک کوئی ایسی تجویز یا تدبیر نہیں ہوئی کہ ان الزامات کی غلطی ظاہر ہو جائے۔ محض جذباتی بیان دیئے جاتے ہیں، بار بار انہیں باتوں پر زور دیا جاتا ہے جو میرے بیان میں درج ہیں۔ آخر یہ سب تیاسی باتیں ہیں اور الزامات کی سنگینی اور تواتر اور تسلسل زور سے اسبات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ ان الزامات کے غلط ہونے کے بارہ میں ایسے ثبوت دیئے جائیں جن کے ماننے سے غیروں کو بھی چارہ نہ ہو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کے متعلق جو بیان میں نے دیا ہے وہ میرے علم کے مطابق بالکل درست ہے۔ حضرت ممدوح نے ان الزامات کے بارے میں ہمیشہ وہی طریق اختیار کیا ہے، جو ایک اوّل درجہ کے متقی انسان کو اختیار کرنا چاہیئے، یعنی باوجود مختلف ذرائع سے بیشمار رپورٹیں ملنے کے الزامات کو یقینی طور پر سچا نہیں سمجھتے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مولانا کے اس طرز کی تعریف کی جاتی، اور میرا یہی خیال تھا کہ میرا یہ بیان بدظنی کو دور کرنے میں امداد دے گا۔ ایک دفعہ ان الزامات کے متعلق جماعت لاہور کے صحیح صحیح رویہ کا ذکر میں نے ایک ایسے شخص سے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہا ہوا تھا، کیا تو وہ آبدیدہ ہو گیا، اور کہا کہ مجھے تو یقین نہیں آتا تھا کہ الزام لگانے میں مولوی محمد علی صاحب کا ہاتھ ہوگا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا خیال درست تھا۔ بھلا مولوی صاحب کیونکر ایسا کر سکتے تھے"۔ کئی اور لوگوں سے بھی اس معاملہ پر گفتگو ہوئی اور سب پر اچھا ہی اثر پڑتا رہا۔ مگر مجھے مولوی اللہ دتہ صاحب کا تجربہ نہ تھا اور یہ خیال نہ تھا کہ وہ میرے اس بیان سے وہ نتیجہ نکالیں گے جو انہوں نے نکالا ہے۔ فرماتے ہیں "مولوی محمد علی صاحب کا رویہ سخت دلآزار ہے۔ وہ الزامات کو جھوٹا جانتے ہیں مگر الزام تراشوں کی ہر طرح امداد کرتے ہیں

کیا اب بھی کسی کو شبہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا سارا کاروبار عداوت محمود پر مبنی ہے؟"

میں نے ہرگز نہیں کہا کہ مولانا الزامات کو جھوٹا جانتے ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے کہا مولانا اور ہم سب کی خواہش ہے کہ الزامات جھوٹے ثابت ہوں، ہمیں ایسا موقعہ ملے کہ ہم زور سے کہہ سکیں کہ یہ قطعًا غلط ہیں مگر ایسا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ الزام لگانے والوں کی نسبت کیونکر کہا جاسکے کہ یہ سب جھوٹ ہی کہتے ہیں جب تک ان کا جھوٹ ثابت نہ کیا جائے۔ اب تک ان الزامات کی تردید میں جو کچھ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ محض مریدوں نے حلفیہ بیان شائع کیا ہے کہ یہ الزامات غلط ہیں۔ اگر تحقیقات کے بعد ایسا بیان دیا جاتا تو اس کی وقعت ہوتی، لیکن یہ بیان صرف حسن ظنی کی بنا پر ہے سو ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کے لئے یہ بیان حجت نہیں ہو سکتا بلکہ ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پیرپرستی کی حد ہوگئی۔ خود تو جناب میاں صاحب خاموش ہیں اور دوسرے لوگ اُن کی جگہ قسمیں کھا رہے ہیں

میرا اپنا خیال تو یہ ہے کہ میرا بیان شائع کر کے مولوی اللہ دتہ صاحب نے جناب میاں صاحب کی توہین کی ہے گویا یہ ثابت کر دیا ہے کہ صاحب ممدوح کے خلاف جو کچھ الزامات ہیں ان کی تردید کے لئے ایسے قیاسی کمزور بیان بھی مل جائیں تو بہت غنیمت ہے اور پھر اس بیان کو اس قدر اہمیت دے کر اور زیادہ توہین کی گئی ہے۔ چار گواہوں کے دستخط کرائے گئے ہیں تاکہ اگر میں انکار کردوں تو شہادت پیش کی جائے۔ یہ دستخط میرے روبرو نہیں ہوئے بعد میں کرائے گئے۔ پھر اخبار الفضل میں کئی دفعہ اعلان کیا گیا کہ اس قسم کا ایک بیان آرہا ہے۔ میں نے اپنا بیان محض حسن ظنی پر دیا ہے اور اب بھی اصل معاملہ میں حسن ظنی سے ہی کام لوں گا۔ یہ بیان پڑھ کر ایک الزام دینے والے نے مجھے خاص طور پر پیغام بھیجا ہے کہ اگر وہ یہ ثابت کردے کہ یہ الزامات درست ہیں تو کیا وہی وجوہات جن کی بنا پر تم نے حسن ظنی کی ہے جرم کو زیادہ سنگین نہ بنائیں گی اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ آؤ مجھ سے ثبوت لو۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنی وفاداری اور جوش اظہار میں ایک ایسی بات چھیڑ دی ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ اس کے متعلق ایسا لٹریچر نکلیگا جو احمدیت کی شان کے بالکل منافی ہوگا۔

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ "کیا اب بھی کسی کو شبہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا سارا کاروبار عداوت محمود پر مبنی ہے"؟ یہ ایک عجیب فقرہ ہے، اور مولوی اللہ دتہ صاحب جیسا مولوی ہی اس قسم کے فقرے لکھ سکتا ہے۔ گویا مولوی صاحب نے مکمل طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا سارا کاروبار عداوت محمود پر ہی مبنی ہے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح یہ فقرہ درست ہو سکتا ہے۔ مولانا کا کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا، سونا جاگنا، گویا ہر ایک فعل کی بناء جناب میاں صاحب کی دشمنی پر ہی ہے، اور اصل کام مولانا کا جو تمام عمر وہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں وہ تو سب کو معلوم ہی ہے یعنی قرآن اور اسلام کی اشاعت قرآن شریف کا انگریزی اور اُردو ترجمہ اور تفسیر جو مولوی اللہ دتہ صاحب جیسے لوگوں کے لئے ... وہاں روح ہو رہی ہے۔ صحیح بخاری کا ترجمہ۔ انگریزی اور اردو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شاندار سوانح عمری جس نے ہر ایک سے خراج تحسین حاصل کی۔ قرآن شریف اور حدیث کے متعلق تمام اعتراضات کا مدلل جواب مختلف کتابوں میں انگریزی اور اُردو میں دیا۔ خلفاء راشدین کی سوانح عمری ایسے جدید طرز میں لکھی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں لکھی گئی تھی۔ احمدیت پر نہایت مدلل کتابیں لکھی گئیں اور حضرت مسیح موعود کی سوانح عمری انگریزی اُردو میں تصنیف کی۔ ایک کتاب انگریزی میں رسول کریم اور حضرت مسیح کا مقابلہ کر کے حضرت رسول کریم کی فضیلت کو روز روشن کی طرح ثابت کیا۔ بانی مذہب کی مفصل تاریخ لکھ کر اس کی تردید کی۔ دجال اور یاجوج ماجوج پر ایک کتاب ایسے مدلل طور پر لکھی کہ اس کو پڑھ کر حضرت اقدس مسیح موعود کی صداقت سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ ۴۸۰ صفحے کی ایک کتاب ریلیجن آف اسلام کے نام سے انگریزی میں لکھی جس کے متعلق تمام بڑے بڑے مسلمان اکابر نے جنہیں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب بھی شامل ہیں یہ لکھا کہ ایسی کوئی کتاب پہلے موجود نہیں ہے اور اس کی تصنیف سے بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا گیا۔ غرض اس قسم کا لٹریچر اسلام سے متعلق لکھا ہے کہ بڑے بڑے مصنفین کو ماننا پڑا ہے کہ جس قدر تجدید دین کا کام مولانا نے کیا ہے کسی اور ایسے مسلمان نے جو اس وقت زندہ ہو نہیں کیا۔ ان مشہور اور بڑی کتابوں کے علاوہ ہزارہا چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اسلام اور احمدیت کی تائید میں لکھے۔ اگر جملہ تصانیف کے صفحات کی میزان کی جاوے تو ممکن ہے کہ تیس ۳۰ ہزار صفحے تک پہنچ جاوے۔ یہ ہے کاروبار جو مولانا نے اپنی زندگی میں کیا اور جواب تک کر رہے ہیں اس کے علاوہ تمام ارکان اسلامی کو نہایت پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ اگر مولوی اللہ دتہ صاحب کا یہ بیان درست ہے کہ مولانا کا تمام کاروبار عداوت محمود پر مبنی ہے، تو پھر تو عداوت محمود اچھی چیز ہے، لیکن میں مولوی اللہ دتہ صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بغض۔ یہ کینہ۔ یہ جھوٹ یہ افتراء پردازی جو مولوی صاحب کی قلم اور زبان سے سرزد ہو رہی ہے۔ یہ کس بات کا نتیجہ ہے؟

اس مضمون کو بہت لمبا کیا جا سکتا ہے، مگر میں اب زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ صرف مولوی فاضل مولوی اللہ دتہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جو طرز اور طریق آپ نے اپنی تحریروں میں اختیار کیا ہے یہ نہ صرف تقوے سے دور ہے بلکہ شرافت سے بھی بعید ہے آپ اس سے احمدیت کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ اس سے عداوت کر رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر مخدومی و محترمی جناب میاں صاحب بھی غور سے اس لٹریچر کو پڑھیں گے تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آپ کی تحریرات کوئی نیک نتیجہ نہیں پیدا کر سکیں گی۔ میں نے نہایت غور سے اس رسالہ کو پڑھا ہے اور میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ آپ کے ہر ایک مضمون سے کج فہمی۔ بداندیشی اور فتنہ پردازی ٹپک رہی ہے۔ یہ الفاظ آپ کو ناگوار معلوم ہوں گے، لیکن اگر آپ بغض اور کینہ سے علیحدہ ہو کر اس تقویٰ اور خشیت الٰہی کا خیال کر کے غور کریں گے جو کہ احمدی عالم میں ہونا چاہیئے تو آپ پر روشن ہو جائیگا کہ آپ سیدھی سادی بات کو بھی صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور ہر ایک امر میں بُرا پہلو ہی آپ دیکھ سکتے ہیں اور آپ کا مطلب سوائے اپنی بڑائی اور خودستائی کے کچھ بھی نہیں۔ آپ پر میں اچھی طرح سے ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی تحریرات اس جماعت پر جس کو آپ "پیغامی" کے نام سے پکارتے ہیں، اچھا اثر پیدا نہیں کر رہیں کیونکہ آپ اور آپ کے اکثر رفقاء کار کی تحریروں سے عیاں اور واضح ہو رہا ہے کہ حق پوشی کی کوشش ہو رہی ہے اور ہر ایک قسم کی مغالطہ دہی سے کام لیا جا رہا ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

سِلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں دعا ہے خدا تعالےٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۹۷ - غلام قادر صاحب ولد احمد و ملک صاحب سرینگر
۹۸ - رمضان خانصاحب ولد بخش خانصاحب بلوچ ضلع ڈیرہ غازی خان
۹۹ - خدا بخش خانصاحب ولد شیر و خانصاحب بلوچ ضلع ڈیرہ غازی خاں۔
۱۰۰ - شیخ محمد ابراہیم صاحب ..... گوآ
۱۰۱ - شیخ محمد عمر صاحب .. "
۱۰۲ مسٹر امین الدین صاحب "
۱۰۳ مستری منور حسین صاحب جموں
۱۰۴ فیروز الدین صاحب لائلپور
۱۰۵ محمد شفیع صاحب "
۱۰۶ شیخ عبدالرحمٰن صاحب "
۱۰۷ فضل الٰہی صاحب "
۱۰۸ عبدالمناف صاحب درانی "
۱۰۹ حافظ اللہ یار خاں بنارس۔

عزیز بخش آنریری جائنٹ سکرٹری

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین

پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ مجلہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ غلام محمد ولد خیر الدین ذات گوجر سکنہ قاضی پور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے۔ اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۱۰/۱۲/۴۲ مقرر کیا ہے۔ لہذا جملہ مذکور یہ غلام محمد کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۸/۲/۴۲

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع گورداسپور

بھونگیر میں تین دن

ایک مختصر تبلیغی سفر کے دلچسپ حالات

از جناب شیخ محمد نعمت الحق صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

پادری صاحب سے گفتگو

پادری صاحب میرا ملاقاتی کارڈ دیکھتے ہی تشریف لے آئے اور بہ گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ تعارف و مزاج پرسی کے بعد سلسلۂ کلام شروع ہوا۔ سب سے اوّل میں نے ان کے مشن کے حالات دریافت کئے، اور باتوں باتوں میں ان کا طریق کار معلوم کر لیا۔ چند اور امریکن اور کینیڈین مشنری بھی جو اس وقت موجود تھے آ گئے۔ مشن کی ایک یورپین خاتون بھی آئیں اور تھوڑی دیر باتیں سن کر چلی گئیں، یہ بھی خوب تلگو بولتی ہیں۔ ان کی چھوٹی سی بچی ساڑھی باندھے ادھر ادھر کھیلتی پھر رہی تھی۔

رسمی اور ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے پادری صاحب اور ان کے رفقاء سے پوچھا کہ آپ نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے؟ اس سوال پر وہ ذرا چونکے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان کے ۲۸ سالہ قیام کے دوران میں پہلی مرتبہ ان پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ پادری صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ اسلام دنیا کے مشہور اور وسیع ترین مذاہب میں سے ہے۔ دنیا کے مختلف براعظموں اور ملکوں میں مسلمان چالیس پچاس کروڑ کی تعداد میں آباد ہیں۔ خود ہندوستان میں ان کی تعداد دس کروڑ کے قریب ہے۔ دنیا کے کئی ممالک اور کئی حکومتوں کا مذہب اسلام ہے۔ آپ کا یہ مشن بھی ایک اسلامی ریاست کے اندر قائم ہے، کیا بحیثیت ایک مشنری اور عالم کے آپ کا یہ اخلاقی و علمی فرض نہیں کہ آپ اسلام جیسے وسیع اور مشہور مذہب کا مطالعہ اور اس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کریں۔ آپ سات سمندر پار نئی دنیا (امریکہ) سے آکر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ کیا خود بھی اس کے لئے تیار ہیں کہ اگر مناسب آسانیاں مہیا کر دی جائیں تو آپ اسلام کا نیک نیتی اور ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں گے؟ یہ سن کر وہ فرمانے لگے چونکہ ہمارا کام مسلمانوں میں نہیں ہے اسلئے ہم اسلام کے مطالعہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ آپ اگر اپنے طور پر اسلام کے مطالعہ کی ضرورت نہیں سمجھتے (حالانکہ یہ آپ کا ایک اخلاقی و علمی فرض ہے) تو نہ سمجھیں مگر میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ آپ کو مطالعۂ اسلام کی دعوت دوں، اور یہ دعوت آپ کو اسی فراخدلی اور خندہ جبینی اور نیک نیتی کے ساتھ قبول کرنی چاہیئے جس طرح کہ آپ دوسروں کو عیسائیت کے مطالعہ کی دعوت دیکر ان سے اس کے قبول کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ اگر آپ میری اس دعوت کو رد کر دیں گے تو آپ کو کم از کم ان لوگوں میں تبلیغ عیسائیت کا کوئی حق نہیں رہے گا جو خود عیسائیت کے متعلق کچھ سننا اور معلوم کرنا چاہتے

یہ باتیں سن کر پادری صاحب کچھ لاجواب سے ہو گئے اور فرمانے لگے چونکہ ہم لوگ اُردو نہیں جانتے اسلئے اسلام کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ آپ ۲۸ سال سے ہندوستان میں ہیں۔ اس ریاست میں بھی آپ کو عرصہ ہو گیا ہے۔ اردو ہندوستان کی مشترکہ اور ریاست حیدرآباد کی سرکاری و قومی زبان ہے اس کا سیکھنا بھی آپ کا اخلاقی فرض ہے ——

خیر آپ اُردو نہیں جانتے اور نہ سیکھنا چاہتے ہیں تو نہ سہی آپ کی قومی زبان انگریزی میں اسلام کے متعلق ضرورت کے لائق لٹریچر موجود ہے۔ اس پر پادری صاحب کچھ شش و پنج میں پڑ گئے۔ اور پوچھنے لگے آپ کون ہیں؟ میں نے اپنے ملاقاتی کارڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو کہ پادری صاحب کے ہاتھ ہی میں تھا کہا میں ایک مسلمان اور جماعت احمدیہ کا فرد ہوں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ تعلق سن کر انہوں نے اپنے دماغ پر زور ڈالا اور فرمایا کہ میں نے ڈاکٹر زویمر کے رسالہ میں آپ لوگوں کا ذکر پڑھا ہے۔ آپ اسلام کے مشنری ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے اسلامی لٹریچر کی کچھ تفصیل بتائی اور ان سے پوچھا کہ آپ کے ہاں کوئی لائبریری ہو تو میں کچھ اسلامی لٹریچر بلا قیمت پیش کر سکتا ہوں۔ پادری صاحب نے کہا کہ ہمارے ہاں لائبریری تو کوئی نہیں ہے۔ خدا جانے ان کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے، کہ عرصہ ہوا میں نے ایک عیسائی مترجم کے ترجمہ قرآن کا کچھ حصہ مطالعہ کیا تھا۔ اتنے میں ان کی چائے کا وقت ہو گیا، اور میرے اصرار پر وہ چائے نوشی کے لئے تشریف لے گئے۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ چائے سے قبل ان سب نے مل کر ایک انگریزی گیت گایا۔

چائے کے بعد کی گفتگو

چائے کے بعد پادری صاحب اور ان کے سفید فام ساتھی تشریف لائے اور اسی احاطہ کے چند "نوگرفتار" عیسائی اچھوت بھی آ گئے جن میں سے بعض مشن کے تنخواہ دار کارکن اور باقی غالباً وظیفہ خوار ہیں۔ پادری صاحب نے گفتگو کا رُخ بدل کر پوچھا کہ آپ نے انجیل پڑھی ہے۔ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے اور میں آپ کے مقدس مذہب۔ آپ کے اعلیٰ جذبات اور آپ کی قابل قدر مشنری سپرٹ کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے اس حقیقت کے اظہار کی مؤدبانہ اجازت چاہتا ہوں کہ قرآن کی تعلیمات انجیل کی تعلیمات سے بہت زیادہ بلند، مفید، اعلیٰ اور قابل عمل ہیں، عیسائیت اپنے مقصد میں کلی طور پر ناکام ثابت ہو چکی ہے۔

عیسائیت کی ناکامی

پادری صاحب نے پوچھا یہ کس طرح؟ اس مرحلہ پر میں نے ان سے درخواست کی کہ اگر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو آپ کے مشن کے بعض اچھوت اور دوسرے ہندوستانی عیسائیوں کو بھی اس گفتگو میں شریک کروں؟ قدرے تامل کے بعد پادری صاحب نے میری یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کے چند اور "نوگرفتار" بلائے گئے۔ حسن اتفاق سے اس مشن میں مختصر پیمانہ پر مشنریوں کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہونے والی تھی اس میں شرکت کے لئے چند ہندوستانی مشنری ریاست حیدرآباد، صوبہ مدراس و سی۔پی کے مختلف مقامات سے آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر لوگ اُردو انگریزی نہ جانتے تھے۔ پادری صاحب بھی اُردو سے ناواقف تھے۔ ان کے امریکن لہجے کی انگریزی سمجھنے میں مجھے قدرے دقت پیش آ رہی تھی اسلئے بہار شاہ کے ایک ہندوستانی عیسائی مشنری جو ہندو سے عیسائی ہوئے تھے ترجمان بنے۔ میں نے ان سب لوگوں کے سامنے گذشتہ گفتگو کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ان سے کہا کہ مذہب عیسائیت جس کی تبلیغ کے لئے یہ محترم پادری صاحبان امریکہ سے تشریف لائے ہیں اور جس مذہب کو ان لوگوں نے آپ کے سامنے پیش کیا اور جس مذہب کو آپ نے اپنا آبائی دھرم ترک کر کے قبول کیا اس کے متعلق میرا دعوٰی ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام۔ اپنی تعلیمات میں ناقص اور موجودہ زمانہ اور اپنی موجودہ شکل میں نوع انسانی کے لئے بالکل غیر مفید اور ناقابل عمل ہے۔ میرا یہ دعوٰی حقائق و دلائل پر مبنی ہے۔ آپ لوگوں کے آبائی دھرم کو چھوڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں مساوات نہیں ہے۔ لیکن عیسائیت بھی تو اس بارہ میں ناکام و ناکارہ ہے۔ عیسائی دنیا میں رنگ و نسل کی تفریق شدید ترین شکل اور ہولناک درجہ میں موجود ہے۔ عیسائیت اپنی دو ہزار سالہ تاریخ کے کسی دور میں اور کسی جگہ بھی اس تفریق کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

امریکہ میں عیسائی حبشیوں کیساتھ سلوک

میں نے کہا کہ خود پادری صاحبان کے ملک امریکہ میں حبشیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے وہ ہر ایک اخبار بین شخص کو معلوم ہے۔ وہاں حبشیوں کے محلے۔ ہوٹل۔ کلب اور سب سے زیادہ یہ کہ گرجے بھی علیٰحدہ ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں بھی عیسائی یورپینوں کے ایسے گرجے، ہوٹل اور کلب کافی تعداد میں موجود ہیں جہاں ہندوستانی عیسائی نہیں جا سکتے۔ آج تک کسی بڑے یورپین گورے پادری نے کسی کالے ہندوستانی عیسائی خاندان میں بخوشی اپنے لڑکے لڑکی کا رشتہ نہیں کیا۔ روما میں پوپ کی گدی ہزاروں سالوں سے قائم ہے۔ لیکن آج تک کوئی ایشیائی یا افریقی پوپ منتخب نہیں ہوا۔ اس مشن کے اندر بھی تم کالوں اور ان گورے پادریوں کے درمیان عظیم فرق ہے۔ بخلاف اس کے اسلام نہ صرف مساوات انسانی کی اعلیٰ تعلیم دیتا ہے بلکہ اسلامی دنیا کا عمل بھی اس تعلیم مساوات کے مطابق ہے (اس کی میں نے بہت سی مثالیں دیں) میں نے کہا اس زمانہ میں اسی حیدرآباد کے اندر ایک معمولی سے معمولی مسلمان جو کہ دنیوی حیثیت سے محل شاہی کی دیوار کے قریب بھی

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

بمبئی ۸ راگست۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا تاریخی اجلاس آج علات دس بجے ختم ہوگیا کمیٹی نے ورکنگ کمیٹی کا بڑا ریزولیوشن بھاری کثرت رائے سے پاس کر دیا۔ صرف تیرہ ممبروں نے رزولیوشن کے خلاف رائیں دیں۔

نئی دھلی۔ ۸ راگست کانگرس ورکنگ کمیٹی کے رزولیوشن کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں منظور کئے جانے پر گورنر جنرل اور ان کی ایگزیکٹو کونسل کے ایک رزولیوشن کو آج شائع کیا گیا جس میں کانگرس کے ریزولیوشن پر اظہار افسوس اور کانگرس کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا۔ ریزولیوشن میں اعلان کیا گیا ہے کہ اس قسم کے چیلنج کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے خیال میں ہندوستان کے عوام کے متعلق ذمہ داریوں اور اتحادیوں کے متعلق فرائض سے یہ کوتاہی ہوگی اگر اس مطالبہ پر بحث کی جائے۔ جس کی منظوری سے ہندوستان کے اندر گڑبڑ اور انارکی پھیل جائے گی اور انسانیت کی آزادی کے مشترکہ کاز کی سرگرمیوں پر بُرا اثر پڑے گا۔

بمبئی۔ ۸ راگست۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے مہاتما گاندھی نے ہندوستانیوں سے کہا کہ وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھنے لگ جائیں۔ آپ نے ہندوستان کے والیان ریاست سے کہا کہ وہ اپنے آپ مطلق العنان نہیں اپنے لوگوں کا ٹرسٹی تصور کریں۔ ان کے تبدیل ہونے کا وقت آگیا ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ میرے جیتے جی دانشمندی سے کام لیں۔ اور میرے مر جانے کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو ان کے لئے صبر نہیں کریں گے۔

میں تمام اخباروں سے کہتا ہوں کہ وہ اخبارات بند کر دیں۔ جب ہندوستان کو آزادی حاصل ہو جائے گی اخبارات کو جاری کیا جا سکے گا۔ سرکاری ملازمین کا ذکر کرتے ہوئے مہاتما گاندھی نے کہا۔ ان کے فوراً مستعفی ہونے کی ابھی ضرورت نہیں لیکن انہیں حکومت کو لکھ دینا چاہئے کہ وہ کانگرس کے ساتھ ہیں

مہاتما گاندھی نے استادوں اور طالب علموں سے کہا کہ وہ سکول چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

نئی دھلی۔ ۸ راگست حکومت ہند نے ایک حکم جاری کیا جس میں اخباروں کے ایڈیٹروں۔ پرنٹروں۔ پبلشروں پر پابندی لگائی گئی ہے، کہ وہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی اجتماعی تحریک یا اس کے خلاف گورنمنٹ کی طرف سے کئے گئے اقدامات کی رپورٹیں شائع نہیں کر سکتے۔ بشرطیکہ یہ خبریں سرکاری ذرائع سے حاصل کی جائیں۔ یا ایسوسی ایٹڈ پریس۔ یونائٹڈ پریس اور اورینٹ پریس کی طرف سے مہیا کی جائیں۔ یا ایسے نامہ نگار رپورٹ مہیا کریں جو اخبار نے ملازم رکھے ہوئے ہوں۔ اور ضلع مجسٹریٹ کے پاس ان کا نام رجسٹرڈ کر دیا گیا ہو۔

بمبئی ۹ راگست۔ آج صبح پانچ بجے پولیس نے مہاتما گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو۔ مولانا آزاد۔ کرپلانی۔ سردار پٹیل۔ مسز سروجنی نیڈو اور کانگرس ورکنگ کمیٹی کے دوسرے ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ مسٹر بی۔ جی۔ کھیر سابق وزیر اعظم بمبئی۔ بمبئی پراونشل کانگرس کمیٹی کے پریزیڈنٹ اور جنرل سکرٹری اور کئی دوسرے سرکردہ کارکن بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اول الذکر کو سپیشل ٹرین پر سوار کر کے پونہ لے جایا گیا۔ جہاں انہیں آغا خاں محل میں نظربند کر دیا گیا ہے۔ گرفتار شدگان میں مسٹر یوسف ملی میئر بمبئی کارپوریشن بھی شامل ہیں۔

بمبئی ۹۔ اگست۔ شہر کے چھ حصوں میں پولیس نے لگ بھگ ایک درجن مرتبہ گولی چلائی جس سے پانچ اشخاص مارے گئے اور بیس زخمی ہوئے۔ ۳۵ دوسرے اشخاص کو جن میں ۱۵ پولیس کانسٹیبل بھی ہیں پتھر پھینکنے سے زخمی ہوئے۔

لاھور۔ ۹ راگست ایک بجے بعد دوپہر کے قریب پولیس نے لاجپت رائے ہال سے چند کانگرس کارکنوں کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ ۱۲۹ کے ماتحت گرفتار کیا۔ اس کے علاوہ اور گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں۔

بمبئی۔ ۱۰ راگست۔ نمایندہ یونائیٹڈ پریس کی تازہ ترین اطلاع کے مطابق آج بمبئی میں ہجوم کو جو اکٹھا ہو گیا تھا اور نعرے لگا رہا تھا منتشر کرنے کیلئے چھ مقامات پر گولی چلائی۔ ایک آدمی ہلاک ہو گیا جبکہ کئی دوسرے آدمی کم و بیش شدید زخمی ہوئے کل کے برعکس آج آنسو لانے والی گیس استعمال نہیں کی گئی بلکہ پولیس نے مخالفانہ مظاہرہ کرنیوالوں کو وارننگ دینے کے بعد گولی چلائی ۔

بقیہ صفحہ ۱۱

نہیں پہنک سکتا وہ مسجد کے اندر اعلیحضرت حضور نظام کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ میں نے خود پڑھی ہے۔ ان باتوں کو سنکر اکثر حاضرین متاثر ہوئے اور ایک دو نے نہایت دبی زبان میں ان کی صحت و معقولیت کا اعتراف بھی کیا۔ لیکن پادری صاحب فرمانے لگے کہ امریکہ کے متعلق آپ کو کسی نے غلط باتیں باور کرا دی ہیں۔ میں خود امریکہ میں حبشیوں سے ملتا ہوں وہ وہاں ہمارے گرجے میں آ سکتے ہیں۔ میں نے خود ان کے ساتھ چائے پی ہے، میں نے اس کے جواب میں پادری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میری باتیں بالکل صحیح ہیں۔ میرے بعض عزیز اور دوست امریکہ ہو آئے ہیں۔ ہماری جماعت کے بعض آدمی وہاں موجود ہیں۔ میں خود اخبار نویس ہوں آپ سچائی کی تبلیغ اور اس کی حمایت کو اپنا مقصد حیات بیان کرتے ہیں میں سچائی کی عظمت کا واسطہ دے کر ہی آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا امریکہ کے اندر حبشیوں کے ساتھ اچھوتوں کی طرح سلوک نہیں کیا جاتا۔ کیا ان کے محلے، ہوٹل اور گرجے علیحدہ نہیں ہیں کیا امریکہ کی بعض ریاستوں میں ریلوے ٹرینوں کے اندر ان کے لئے ادنے درجے کے ڈبے مخصوص نہیں ہیں؟ کیا جب سابق صدر امریکہ نے ایک حبشی عورت کو چائے پر مدعو کیا تھا تو امریکہ کا سارا گورا پریس سراپا احتجاج نہیں بن گیا تھا حتیٰ کہ یہاں تک لکھا گیا اور کہا گیا کہ صدر کو اس جرم عظیم کی سزا میں پھانسی پر لٹکا دینا چاہیئے۔ اس پر پادری صاحب کچھ کھسیانے ہو کر فرمانے لگے کہ امریکہ میں گوروں اور حبشیوں کے مشترکہ گرجے بھی ہیں۔ میں نے کہا ممکن ہے چند ہوں لیکن عام حالت کیا ہے؟ اسلامی مساوات کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد میں نے عیسائیت کی ایک دوسری خامی کو پیش کیا کہ عیسائیت کی مایۂ ناز تعلیم ہے کہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری بھی اس کے آگے کر دو۔ اس پر پادری یہ عذر کر کے کہ مجلس مشاورت کی وجہ سے ہمیں بہت زیادہ مصروفیت ہے، برآمدے سے کمرے کے اندر تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوئے۔ میں نے بعد شکریہ ان کی خدمت میں Ahmadiyya Movement اور Call of Islam as West sees it. اور دوسروں کو تلگو ٹریکٹ دیکر واپس چلا آیا۔ شام تک بعض دیگر لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں جو قابل ذکر نہیں ہے

مزید ملاقاتیں، قلعہ کی سیر اور واپسی

۱۵ ر جولائی کو صبح اٹھ کر سب سے پہلے پادری ول کے ہاں گیا۔ کل میں انہیں رسالہ "اسلام اور موجودہ جنگ" (انگریزی) دینا چاہتا تھا لیکن اس وقت میرے پاس موجود نہ تھا۔ آج یہ اور چند دیگر ٹریکٹ چھوڑ کر چلا آیا۔ بلہار شاہ کے مشنری کا پتہ نوٹ کر لیا۔ انہوں نے مجھ سے ہندی لٹریچر کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد متعدد اصحاب سے۔ ملاقاتیں اور تبلیغی گفتگو ہوتی رہی جن میں بعض مقامی اعلیٰ عہدہ دار بھی شامل ہیں۔ بعد ازاں اسکول کے ایک ماسٹر صاحب کے ساتھ قلعہ دیکھنے گیا۔

جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ یہ قلعہ دکن کے مشہور اور قدیم ترین قلعوں میں سے ہے۔ جس کی ساخت سیکڑوں سال قبل ایک ہندو راجہ کے عہد میں اس کی ابتدائی تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد مسلمان بادشاہوں، بالخصوص قطب شاہیوں نے اس میں اس قدر ترمیم و اضافے کئے کہ اسے عہد اسلامی کا قلعہ کہا جا سکتا ہے۔ ہندو زمانے کی صرف چند دیواریں اور منارے باقی ہیں۔ ویسے بھی اس کی اکثر عمارتیں مسمار ہو گئیں ہیں۔ یہ قلعہ پانچسو فٹ بلند ایک ہی پتھر کی چٹان پر تعمیر ہوا ہے۔ سوائے جنوب مشرقی جانب کے کہ جدھر قلعہ کا راستہ ہے ہر طرف خطرناک ڈھلوان ہے۔ دکن بھر میں اور بعض لوگوں کے بیان کے مطابق تو سارے ہندوستان میں، ایک پتھر کی اس قدر بلند و عظیم اور کوئی چٹان نہیں ہے۔ قلعہ کے حالات ایک علیحدہ مضمون میں ہی بیان کئے جا سکتے ہیں۔ یہ قلعہ مسلمانوں کی گذشتہ نسلوں کی اولوالعزمیوں اور تمدن کا ثبوت ہے اور اس کے در و دیوار مسلمانوں کی موجودہ پست ہمتی اور غفلت پر رو رہے ہیں۔ اس سیر کو بھی میں نے تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور اپنے رہنما سے تفصیلی گفتگو کی اسی روز شام کے ساڑھے پانچ بجے "ڈیزل کار" میں بھونگیر سے سوار ہو کر آٹھ بجے شب کے قریب حیدرآباد پہنچ گیا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسا انتظام ہو گیا ہے کہ ہمارا تبلیغی لٹریچر بھونگیر پہنچا دینے پر وہاں تقسیم ہوتا رہے گا۔ اس سفر میں مختلف طبقات میں مختلف قسم کے ۵۵ تبلیغی ٹریکٹ تقسیم کئے۔ پچیس تیس آدمیوں سے ملاقات ہوئی ۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لوگوں کے خود تراشیدہ وظائف و سرود و رقص

لوگوں نے اپنے شامت اعمال کو نہیں سوچا۔ ان اعمال خیر کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ ترک کر دیا۔ اور ان کے بجائے خود تراشیدہ ورد وظائف داخل کر لئے۔ اور چند کافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ بلھے شاہ کی کافیوں پر وجد میں آتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو۔ وہاں بہت ہی کم لوگ جمع ہوتے ہیں لیکن اس قسم کے جہاں مجمعے ہوں۔ وہاں ایک گروہ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے۔ کہ لذت روح اور لذت نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔ دیکھا گیا۔ کہ بعض ان رقص و سرود کی مجلسوں میں دانستہ پگڑیاں اتار لیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ میاں صاحب کی مجلس میں بیٹھتے ہی وجد ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی بدعتیں اور اختراعی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے نماز سے لذت نہیں اٹھائی۔ اور اس ذوق سے محروم ہیں۔ وہ روح کی تسلی اور اطمینان کی حالت ہی کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور نہیں جانتے۔ کہ وہ سرور کیا ہوتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں۔ اگر روح کی خوشی اور لذت کا سامان اس میں تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو عارف ترین اور کامل ترین انسان دنیا میں تھے۔ وہ بھی اس قسم کی کوئی تعلیم دیتے۔ یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ میں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدی نشین اور صاحب سلسلہ ہیں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ورد وظائف اور چلہ کشیاں الٹے سیدھے لٹکنا بھول گئے تھے۔ اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی ذریعہ اصل تھے۔ مجھے بہت ہی تعجب آتا ہے۔ کہ ایک طرف قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ . . . .

. . . . . . ایک طرف تو یہ ظالم طبع لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں۔ کہ گویا میں ایسی مستقل نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ جو صاحب شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا الگ نبوت ہے۔ مگر دوسری طرف یہ لوگ اپنے اعمال کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ کہ جھوٹی نبوت کا دعوے تو خود کر رہے ہیں۔ جبکہ خلاف رسول اور خلاف قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے۔ تو کوئی مجھے بتائے۔ کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں۔ جبکہ اسی قرآن شریف کے موجب ہم تعلیم دیتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا امام اور حکم مانتے ہیں۔

(فتاوے احمدیہ ص۹۱)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائیگی کہ خواجہ محمد عبداللہ صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت راولپنڈی کو اللہ تعالیٰ نے پچھلے ہفتہ بیٹا عطا فرمایا ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔

— جناب چوہدری محمد خان زمان صاحب بی۔کام عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں وہ تندرست ہو گئے تھے مگر پھر بیمار ہو گئے ہیں احباب دعاؤں میں انہیں یاد رکھیں

— جناب چوہدری عبدالمجید صاحب بی اے بی۔ٹی کی اہلیہ بیمار ہیں اور ٹنگمرگ (کشمیر) سینٹوریم میں زیر علاج ہیں احباب انکی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— جناب شیر محمد صاحب اختر کارکن انجمن کی بچی بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہے احباب سلسلہ بچی کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— چوہدری غفور احمد صاحب کارکن انجمن کے برادر کلاں چوہدری نذیر احمد صاحب فوجی ملازمت کے سلسلہ میں سمندر پار گئے ہوئے ہیں ان کی عافیت اور خیریت سے واپسی کے لئے دعا کی جائے نیز چوہدری غفور احمد صاحب کی والدہ صاحبہ بھی بیمار ہیں ان کی صحت کیلئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

انتقال پر ملال

(ا) یہ خبر جماعت کے سب حلقوں میں افسوس سے سنی جائیگی کہ ہمارے محترم بزرگ حضرت شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم مغفور کی نواسی جس کی عمر ۱۹ سال تھی اور جس نے اس سال ایف اے پاس کیا تھا۔ مؤرخہ ۱۹ اگست ۴۲ء کو انتقال کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نماز جنازہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے پڑھائی جن کی اقتدا میں سارے مجمع نے نماز ادا کی لیکن قادیانی حضرات نے شرکت نہ کی اور انکے آٹھ نو آدمیوں نے علیحدہ نماز جنازہ پڑھی معلوم نہیں کس مسلک کے مطابق ایسا کیا گیا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حال پر رحم فرمائے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ہمیں اس صدمہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کے سارے خاندان سے گہری ہمدردی ہے

(ب) جناب ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ صاحب کی والدہ محترمہ پچھلے دنوں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر

جناب صاحبزادہ صاحب میاں محمود احمد صاحب و دیگر احباب قادیان سے تبادلہ خیالات

از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی

کچھ عرصہ سے اخی المکرم ڈاکٹر چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب کی توجہ خاص سے جس کے لئے اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے مجھے یہ فخر و عزت حاصل رہی ہے کہ جناب خلیفہ صاحب . . . مولوی اللہ دتہ صاحب، مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی سید سرور شاہ صاحب سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملتا رہا ہے، سب سے پہلے میں ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر جناب "خلیفہ صاحب" کی خدمت میں بمقام قادیان حاضر ہوا، اس وقت ماسٹر فقیر اللہ صاحب بھی میرے ساتھ تھے، جناب خلیفہ صاحب نے ازراہ کرم تبادلۂ خیالات کے لئے موقعہ دیا، جو مکالمہ فرقان میں شائع ہو چکا ہے، اگرچہ جناب خلیفہ صاحب قادیان اور دیگر احباب نے مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق میرے اطمینان کی بہت کوشش فرمائی جس کے لئے میں جزاکم اللہ احسن الجزا کہتا ہوں لیکن میرا اطمینان نہیں ہوا، چنانچہ میں نے اس کی اطلاع جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں اسی وقت بذریعہ عریضہ پہنچا دی تھی، فرقان میں جو کچھ شائع ہوا، وہ مجھ سے دریافت کے بعد شائع ہوا اس کے لئے . . . . مولوی اللہ دتہ صاحب کا ایک خاص نامہ بر کے ہاتھ رقعہ پہنچا، جس پر میں نے لکھ دیا کہ اگر تمام سوال و جواب کو دیانتداری کیساتھ شائع کر دیا جاوے، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن جب فرقان کو بھی دیکھا تو اس وقت بھی میرا اطمینان نہ ہوا، کیونکہ میرا پہلا سوال یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف حقیقۃ الوحی مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء کے صہ ۱۱۱ پر تحریر فرمایا ہے:۔

" اور اگر خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو واحدہٗ لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ۔ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو واجب تھا کہ ہر ایک بیعت کنندہ سے اپنی رسالت پر بھی بیعت لیتے مگر شرائط بیعت جو حضرت صاحب کے وقت میں شائع ہوئیں اور سنہ ۱۹۱۴ء تک بغیر کسی تغیر کے رہیں سنہ ۱۹۱۰ء میں دین الحق یا ہماری جماعت کا مذہب نامی کتاب مؤلفہ اخی المکرم جناب میر قاسم علی صاحب مرحوم و مغفور میں بھی درج ہوئیں، اس اہم اقرار سے خالی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنی نبوت و رسالت پر بیعت کو ضروری نہ سمجھتے تھے، فرقان میں اس سوال کو اس طرح شائع کیا گیا ہے، کیا بیعت میں رسالت و نبوت پر اقرار کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کے ثبوت کے لئے سورۃ الممتحنۃ کی ایک آیت سے استدلال کیا گیا ہے، اس پر لاہور اور قادیان کے درمیان کافی خط و کتابت ہو چکی ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا، کہ بیعت میں رسالت و نبوت کے اقرار کی ضرورت کے سوال کو چھوڑ کر میرا سوال صرف یہ تھا، کہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقت الوحی صہ ۱۱۱ پر ایک اصول قائم کیا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تو اس کی پابندی انہوں نے خود کیوں نہیں کی، میرا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت و رسالت ایسی نہ تھی جس کی بیعت کے وقت اقرار کی ضرورت ہے، اور آپ مدعی نبوت نہ تھے، اس کا یہ جواب کہ بیعت میں ایسے اقرار کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، سوال دیگر جواب دیگر کا مصداق ہوگا،

اس کے بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا، اور علاوہ دیگر دلائل فریقین کے اسبات پر گفتگو کا خاتمہ ہوا کہ اگر مشاہیر قادیان مثلاً خلیفہ صاحب مفتی محمد صادق صاحب۔ شیخ یعقوب علی تراب صاحب۔ اور خود سید صاحب کے سنہ ۱۹۰۴ء سے پہلے کے نبوت کے متعلق ارشادات اور ہیں اور بعد کے کچھ اور، اقوال فریقین سے حجت پکڑنے کے بجائے حضرت مسیح موعود کی تحریرات حکم متصور ہوں گی، اور حضرت نے کبھی کسی وقت اپنی نبوت کو مجرد لفظ نبوت نہیں لکھا بلکہ ہر جگہ مجازی، ظلی، بروزی وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ الفاظ پہلی تصنیف سے لیکر آخری تصنیف تک برابر استعمال ہوئے ہیں، حضرت مسیح موعودؑ سے پہلے کسی نبی نے اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کئے جس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت سابق انبیاء علیہم السلام والی نبوت نہ تھی، اور اسی لئے آپ کے مجرد انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا،

ان کے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی اللہ دتہ صاحب سے تبادلۂ خیالات ہوا اور سلسلۂ گفتگو اسبات پر ختم ہوا کہ امت محمدیہ کے اسوقت کون رسول ہیں جواب ملا کہ حضرت محمد صلعم۔ بس اس کے بعد کسی اور رسالت پر ایمان کی ضرورت نہیں رہ سکتی۔

انہی ایام میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقت الوحی کو برابر پڑھتا رہا اور اس دوران میں میں نے ایک اور عریضہ جناب خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں بھیجا جس کا مضمون بحوالہ صفحہ ۱۰ فرقان بابت جولائی سنہ ۱۹۴۲ء حسب ذیل ہے:۔

" اس حوالہ (نشان نمبر ۱۱۸ صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶ حقیقۃ الوحی) کو نقل کرنے کے بعد میاں محمد صادق صاحب نے استفسار کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۳ء (جو مولوی کرم الدین جہلمی کے مقدمہ کا زمانہ ہے بلکہ سنہ ۱۹۰۷ء تک (جو حقیقت الوحی کی طباعت کا سنہ ہے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وہی شان سمجھتے تھے جو حضور نے تریاق القلوب میں تحریر فرمائی ہے یعنی حضور نبی ہونے سے منکر تھے اور اپنے مقام محدثیت تک محدود قرار دیتے تھے، لہٰذا تبدیلی عقیدہ کا مسئلہ درست نہیں"

" میاں محمد صادق صاحب کے استدلال کا انحصار اس امر پر ہے کہ عدالتی بیان کے موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کتاب تریاق القلوب کو پیش کر کے سوال کیا گیا تھا اور یہ اس صورت میں بجا طور پر سوال پیدا ہوتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عدالت میں حضرت مسیح موعودؑ سے تریاق القلوب کے متعلق سوال نہیں ہوا بلکہ تحفہ گولڑویہ کے بارے میں ایک خاص سوال کیا گیا تھا. . . . . . . پس یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تحفہ گولڑویہ کے متعلق ہی سوال ہوا تھا، اسلئے نبوت سے انکار اور اپنے مقام کو محدثیت تک محدود قرار دینے کا کوئی موقعہ ہی نہ تھا اور نہ ہی یہ سوال پیدا ہوا تھا، لہٰذا میاں محمد صادق صاحب اور دوسرے غیر مبائعین کا مندرجہ بالا استدلال درست نہیں ہے،،

اس پر مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ تحفہ گولڑویہ کو پھر غور سے پڑھوں، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے صفحات ۱۶، ۱۸-۲۴-۲۵-۵۱-۶۱ دیکھنے سے میرے استدلال کو ابھی تقویت ہوئی۔

صفحہ ۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:۔

" اور اسجگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزون نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے"

اس حوالہ میں باوصف الفاظ" براہ راست وحی کے مجازی اور مستعار نبوت کا دعوےٰ ہے۔

صفحہ ۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

" لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں"

پھر صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے:۔

ایسا ہی پھر ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو با نبوت

(باقی بر صفحہ نمبر ۵)

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مؤرخہ ۷ شعبان ۱۳۶۱ھ م ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۴

کلچر اور سینٹ

سر رادھا کرشنا کا ایک تازہ بیان

تھوڑا عرصہ ہوا مسئلہ ثقافت پر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس میں اے جے آیا سامی۔ سر عبدالقادر صاحب۔ آر۔ پی۔ ماسانی۔ سر رادھا کرشنا اور سر جوگندر سنگھ صاحب کے مقالات درج ہیں جنمیں ہندوستان کے موجودہ ثقافتی اختلافات کے پیش نظر ہندوستان کے اتحاد کے ذرائع پر بحث کی گئی ہے۔

اس پمفلٹ کا چوتھا مقالہ سر رادھا کرشنا وائس چانسلر بنارس ہندو یونیورسٹی کا ہے جس میں آپ مسئلہ ثقافت پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"ثقافت کی قوت حیات اس امر سے مستحکم ہوجاتی ہے کہ اس سے گاہے گاہے ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ان صداقتوں کی تصحیح اور توثیق کرتے ہیں جنہیں اُن کے پیشرو بطور دعوے کے پیش کر چکے ہوں جب تجربہ کے سرچشمے خشک ہوجاتے ہیں تو کلچر محض تصنع رہ جاتا ہے اور ایمان تحکم اور ادعا میں بدل جاتا ہے اور کردار صرف ایک عادت ہو جاتی ہے، ہندو کلچر کے تسلسل کی توضیح سینٹس (یعنی ولیوں) کے باقاعدہ تسلسل سے ہوتی رہتی ہے جو نہایت وثوق سے کہتے ہیں کہ وہ تجربہ سے بولتے ہیں وغیرہ وغیرہ"

سر رادھا کرشنا ثقافت کے استحکام کے لئے سینٹس کی آمد کو نہایت ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ان صداقتوں یعنی روحانی حقائق اور مذہبی قوانین کی توثیق کرتے ہیں جو ان کے پیشرو بطور دعوے کے پیش کر چکے ہیں معلوم دیتا ہے کہ سر رادھا کرشنا نے جو مذاہب مختلفہ سے کافی واقفیت رکھتے ہیں اپنے اس تصور کو آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث مجدد سے مستعار لیا ہے ورنہ جہاں تک ہمیں علم ہے ہندو مذہب میں اوتار کا تصور تو ہے لیکن ایسے اولیاء جو تجدید اور احیاء کے لئے مبعوث ہوں ان کا کوئی تصور موجود نہیں حضرت نبی کریم کا ارشاد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد) یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اسکے دین کی تجدید کرے گا۔

اسلام تاریخ عالم میں ایک زبردست ثقافتی قوت ہے اور یہ قوت عالمگیر ہے مرور زمانہ سے اس قوت میں اضمحلال پیدا ہونا ناگزیر تھا اسی لئے آنحضرت صلعم نے امت مسلمہ کو بشارت دی کہ دین اسلام کے احیاء اور تجدید کے لئے اولیاء اور مجددین مبعوث ہوتے رہیں گے، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان آج اس احیاء اور تجدید کا انکار کرتے ہیں اور ایسے مجددین کا وجود تسلیم نہیں کرتے جو اپنے روحانی تجربہ کی بنا پر اسلام کو زندہ کریں، اس زمانہ میں جو مادیت اور دہریت کا زمانہ ہے روحانی تجربہ کی اشد ضرورت تھی، کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر جو کے روحانی تصور اور تجربہ پر اسلامی ثقافت کی بنیاد ہے ایک زندہ شہادت کی ضرورت تھی اس زمانہ میں روحانی تجربہ کے سرچشمے خشک ہو چکے تھے اور اسلامی کلچر محض ایک تصنع رہ گیا تھا اور ایمان ایک فرسودہ تحکم اور ادعا میں بدل چکا تھا اور اسلامی کردار ملا کی مسواک اور ڈھیلوں میں سمٹ کر آ رہا تھا ایک عظیم الشان احیائی قوت درکار ... تھی لیکن کس قدر افسوسناک امر ہے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق صریح اور واضح ارشاد موجود ہے، وہ تجدید اور احیاء کے مصنوعی طریقے اختیار کرتے ہیں لیکن حقیقی سرچشمہ کی طرف توجہ نہیں کرتے اور حضرت امام عصر حاضر کے پیغام کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے خود احیاء دین کے لئے مبعوث فرمایا لائق اعتناء نہیں خیال کرتے لیکن آج اغیار اپنے کلچر کے احیاء کے لئے سینٹس یعنی ولیوں کے باقاعدہ تسلسل کو ضروری قرار دیتا ہے جس پر سر رادھا کرشنا کے بیان کا مندرجہ بالا اقتباس بطور شہادت کے پیش کیا جا سکتا ہے مسلمانوں کے لئے اس اقتباس میں لمحۂ فکریہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غور و فکر کی سعادت عطا فرمائے اور وہ احیاء اور تجدید کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت امام عصر حاضر کو تسلیم کریں اور اسلام کے لئے تقویت اور استحکام کا باعث بنیں۔

قادیانی مبلغ مولوی اللہ دتہ صاحب سے چھوٹی سی گذارش

(از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ ای۔ اے سی)

مولوی صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپنے میرا مضمون پیغام صلح میں پڑھا ہوگا اسکے مطالعہ کے بعد اگر آپ ناراض ہوگئے ہوں تو مجھے افسوس ہے۔ میرا ارادہ آپ کو ناراض کرنیکا نہیں تھا لیکن آپ پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ آپ کی طرزِ تحریر جس میں کتمان حق کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے اور ہم "پیغامیوں" کے خلاف اپنی جماعت میں نفرت پھیلانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا جاتا، کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر رہی۔ آپکے رسالہ کے دیگر مضامین کا جواب بھی میں نے اسی مضمون کیساتھ ہی رسالہ فرقان کے عدالتی بیان نمبر کے "عجائبات" کے عنوان سے ایک مضمون لکھ کر پیغام صلح کے دفتر میں دیدیا تھا مگر عدم گنجائش کی وجہ سے وہ نہ چھپ سکا اور اگلے پرچہ میں بھی نہیں چھپ سکا۔ آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ شائع ہوگا۔

آپکے مضامین کے مطالعہ نے مجھے جبراً اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ آپکا طریق ایک عالم کی شان سے بہت ہی بعید ہے، جیسا کہ میرے اُن جوابات سے جو اگلے پرچے میں شائع ہونگے آپ پر ظاہر ہوجائیگا اگر آپ پر ظاہر نہ ہوگا تو دیگر ایسے اصحاب پر ضرور ظاہر ہوجائیگا جو حق پسند اور منصف مزاج ہیں۔

پیغام صلح کے ۱۲ اگست کے پرچے میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب سامانوی کا ایک مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ اُسکو پڑھکر مجھے آپکے ایمان کی فکر ہوگئی ہے۔ مولوی تاج الدین صاحب، مولوی عبدالغفور صاحب مولوی محمد نذیر صاحب۔ مولوی محمد یار صاحب نے آپکے ارتداد کے متعلق کشف یا خواب دیکھے ہیں لیکن مجھے اپنی فراست سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رفتار آپکی ہے وہ غالباً آپ کو ارتداد تک پہنچا دیگی۔ اگرچہ ہمارے نزدیک آپکے عقائد متعلقہ حضرت جری اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام درست نہیں ہیں لیکن تاہم آپ حضرت اقدس کو مانتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ مباہلہ والوں کی طرح کسی روز آپ مخالفت پر نہ اتر آئیں آپ کو فکر کرنی چاہیے میں آپکو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے قادیان سے خاص انسیت ہے اور میرے بہت سے دوست وہاں رہتے ہیں جن کیساتھ تعلقات میں باوجود اختلاف کے کوئی فرق نہیں آیا۔ اگر میں کوئی معقول بات سُن لوں تو مجھے دوسرے کے دلائل کو مان لینے میں بھی کوئی عذر نہیں ہوتا۔ مکرمی میر محمد اسحاق صاحب سے ایک دفعہ اختلافی مسائل پر گفتگو ہوئی تھی اور انہوں نے ایک دلیل دی تھی جس کو میں نے فوراً تسلیم کر لیا تھا۔ آپ اُنسے دریافت کر سکتے ہیں۔ اور بھی کئی اصحاب سے میں نے کئی دفعہ گفتگو کی ہے۔ وہ اصحاب آپ کو بتا سکتے ہیں کہ ضد کرنا میرے مسلک میں داخل نہیں لیکن آپکو سچے دل سے یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی تحریر اور تقریر کا مجھ پر وہی اثر ہوا ہے جو میں اپنے مضمون میں عرض کر چکا ہوں اور اب بھی اوپر عرض کر دیا ہے۔

ہاں۔ اسی پرچہ پیغام صلح میں مصری صاحب کا ایک مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ اخبار الحکم سے جو حوالے انہوں نے دیئے ہیں اُنسے تو روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ احمدی جماعت حضرت اقدس مسیح موعود کے آخری ایام تک اور پھر حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے وقت حضرت صاحب کو مجدد ہی سمجھتی رہی اور انکی نبوت سے محدثیت کی نبوت ہی مراد لیتی رہی خاص طور پر میر قاسم علی صاحب مرحوم کی کتاب "دین الحق" کے متعلق حضرت مولانا کے ریمارکس نے جن کا اظہار آپنے تین دفعہ فرمایا معاملہ بالکل ہی صاف کر دیا ہے کہ یہ ریمارک ایسے ہیں کہ جو ہمارے عقائد کے زبردست مؤید ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے عقائد میں ایسی ترمیم کریں گے کہ جس سے آپکو احمدیت سے ارتداد کا راستہ

انجمن کا قرضہ

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

۲۸ء یا ۲۹ء سے ہماری انجمن مقروض ہونا شروع ہوئی اور مختلف وجوہات سے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ایک وقت یہ قرضہ اندرونی اور بیرونی رقوم قرضہ کو ملا کر ایک لاکھ سے بھی اوپر پہنچ گیا۔ اندرونی رقوم قرضہ سے مراد وہ رقوم ہیں جو ایک صیغہ سے دوسرے صیغہ نے قرض لیں۔ اس وقت منتظمین کو بڑی فکر ہوئی اخراجات میں تخفیف کے اور آمدنی میں اضافہ کے ہر پہلو پر غور کیا گیا یہانتک کہ وقتاً فوقتاً جرمن مشن کو یا کسی سکول کو یا کسی اخبار کو بند کرنے کی تجاویز پر بھی بحث ہوتی رہی مگر اللہ تعالےٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ مقاصد انجمن میں سے کسی اہم مقصد کو نقصان پہنچائے بغیر یہ قرضہ سال گذشتہ کے آخر پر پچپن ہزار کے قریب رہ گیا جس میں اندرونی اور بیرونی رقوم قریب نصف نصف تھیں۔

یہ بھی ایک غریب جماعت پر بڑا بوجھ تھا اور چونکہ آیندہ اس جنگ کے اختتام پر تحریک تبلیغ اسلام کو اور بھی زیادہ قوت دینے کی ضرورت تھی اسلئے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ میں جماعت سے ہی اپیل کروں کہ وہ اس قرضہ کے بوجھ کو انجمن سے اتار دے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس گرانی اور مشکلات کے زمانہ میں جب جنگ کی وجہ سے لوگوں کو اپنے گذارے چلانے مشکل ہیں جماعت نے میری آواز پر اس خوشدلی سے لبیک کہا کہ بیرونی قرضہ کا بوجھ ایک ہی قدم سے بہت ہلکا ہوگیا اور اس کے بکلی اترنے میں صرف چند احباب کی توجہ بکار ہے جنہوں نے اب تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔

ایک ماہ کا عرصہ ہوا دفتر نے مجھے ایسے احباب کی ایک فہرست بھیجی جس میں اگرچہ گروہ کثیر کے نام تھے جنہوں نے اس رقم کو جو میں نے ان کے نام ڈالی تھی پورا پورا ادا کر دیا بلکہ بعض نے اس سے بھی بڑھکر دیا جیسے چوہدری نظام الدین صاحب اوکاڑہ۔ چوہدری سلطان علی صاحب بد وملہی۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ تو کچھ نام ایسے بھی تھے جنہوں نے اس نیک تحریک کی اعانت کی طرف ابھی تک توجہ نہیں کی حالانکہ میں ان کو اپنے اخلاص میں ان دوسرے احباب سے کسی طرح کم نہیں سمجھتا تھا اور اب بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں میرا ارادہ ان سب احباب کو علیحدہ علیحدہ خط لکھنے کا تھا لیکن بہت دعا کے بعد میں نے ان احباب میں سے دو احباب کو منتخب کیا جن میں سے ایک کے ذمہ ایک ہزار کی رقم ڈالی گئی تھی اور ایک کے پانچسو کی۔ ان میں سے اول الذکر شیخ نیاز احمد صاحب تھے جنہوں نے فوراً اپنی یہ رقم بلکہ اس کے ساتھ کچھ مزید صدقہ کی رقم ملا کر ایک ہزار کی بجائے گیارہ سو روپے صدقہ ادا کیا اور اس کے علاوہ تین سو روپیہ زکوٰۃ کا بھی دیا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ دوسرے دوست کی طرف سے ابھی تک جواب نہیں ملا۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ علیحدہ علیحدہ خطوط لکھنے سے قبل پھر ایک دفعہ اپنے سب احباب سے بذریعہ اخبار ہی اپیل کروں شاید بہت سے دوست ایسے نکل آئیں کہ مجھے علیحدہ علیحدہ خطوط لکھنے کی زحمت سے اور انجمن کو اس کے اخراجات سے بچالیں۔ جو دوست جماعت کے اندر شامل ہیں وہ محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اس کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور یہ کام ان سے عظیم الشان قربانیاں چاہتا ہے انہوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں اور کرتے رہتے ہیں اس لئے میں یہی توقع رکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب اس تحریک میں بھی حصہ لیں گے جو تبلیغ اسلام کے کام کو زیادہ مستحکم کرنے کے لئے کی گئی ہے اگر تو ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے آج تک اس کام کے لئے کوئی قربانی نہیں کی اپنا مال خرچ نہیں کیا اپنی طاقت خرچ نہیں کی تو وہ میرا مخاطب نہیں کیونکہ نہ یہ انجمن اس کی ہے اور نہ وہ اس انجمن کا ممبر ہے لیکن اگر وہ اس کے لئے خرچ کرتا رہا ہے اور کرتا رہتا ہے تو پھر اس کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ قدم اُٹھائے اور جو کام اس کے دوسرے بھائیوں نے کیا ہے وہ بھی کرے۔

جماعت اسی صورت میں جماعت کہلانے کی مستحق ہے جب اس کا قدم اکٹھا اٹھے اگر قدم اکٹھا نہیں اُٹھتا تو وہ جماعت نہیں۔ میدان جنگ میں وہی فوج کامیاب ہوسکتی ہے جو سب ایک حکم کے ماتحت ایک طرح پر قدم اُٹھاتی ہے۔ اگر ایک سو کی فوج میں دس بھی ایسے سپاہی ہیں جو حکم ملنے پر کھڑے رہتے ہیں اور قدم آگے نہیں بڑھاتے یا پیچھے بھاگتے ہیں تو وہ ساری فوج کو ناکام رکھنے کا موجب ہوں گے۔ لیکن اگر سو کا سو ایک آہنی دیوار کی طرح اکٹھا قدم اٹھاتا ہے تو اس فوج کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا۔ اسلئے جو دوست ابھی سوچ رہے ہیں کہ قدم اُٹھائیں یا نہ اُٹھائیں وہ ساری جماعت کی کمزوری کا موجب ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ انہوں نے سینکڑوں موقعوں پر خرچ کر کے اس قوت اور استحکام کی حالت تک پہنچایا ہے اب اس کو چھوڑ کر وہ اس کو کمزور کرنے کا موجب ہو رہے ہیں گویا اپنے کئے کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔ میری درخواست اپنے دوستوں سے انہی الفاظ میں ہے جو ہمارے ایک عظیم المرتبت پیشوا نے کہے تھے ان زغت فقومونی وان احسنت فاعینونی۔ اگر میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو مجھے سیدھا کرو، برا کام کرنے کو کہوں تو میرے مقابلہ پر کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ مجھے سیدھا کردو اور اگر اچھا کام کرنے کو کہوں تو میری مدد کرو۔ اگر آپ کی انجمن ہاں آپ کی بنائی ہوئی عمارت کو میری اس تحریک سے کہ قرضہ کا بوجھ اس سے اُتر جائے فائدہ پہنچتا ہے تو سب کا ہاتھ میری پیٹھ پر ہونا چاہیئے اگر یہ اس عمارت کے نقصان کا موجب ہے تو میرے منہ پر اسے مارو۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس نقصان سے بچاؤ جس سے خود بچنا چاہتے ہو۔

میں اپنے دوستوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ خدائی ارادہ تھا جس نے میری رہنمائی فرمائی کہ میں نے اس تحریک کو جماعت کے سامنے رکھا یہ اس انجمن میں ایک نئی قوت پیدا کرنے کا موجب ہوئی اور ہوگی، تا کہ جنگ کے بعد جو حالات پیدا ہونے والے ہیں ان میں ہم پیغام اسلام کو اور زیادہ قوت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ ایک طرف اگر اس تحریک نے بیرونی قرضوں کے بہت بڑے حصہ سے انجمن کو آزاد کر دیا اور جو تھوڑا حصہ رہ گیا ہے وہ ان احباب کے قدم اُٹھانے سے دور ہوسکتا ہے . . . . . .

. . . .

جو ابھی کھڑے سوچ رہے ہیں کہ قدم اُٹھائیں یا نہ اُٹھائیں تو دوسری طرف اللہ تعالےٰ نے وہ سامان پیدا کر دیا کہ جو زمین انجمن نے کسی وقت پندرہ روپے کنال پر خریدی تھی، اس کا ایک حصہ پانچسو روپے کنال پر بک کر انجمن کو اندرونی قرضوں کے بڑا حصہ سے بھی نجات مل گئی ہے تو یہ صاف خدائی ارادہ نظر آتا ہے کہ وہ اس انجمن کے پاؤں کو مضبوط کر دے تا کہ خدمت اسلام کے اس کام کو جو اس چھوٹی سی جماعت کے سوائے کسی کے مدنظر نہیں یعنی قرآن کو دنیا میں پہنچانا قوت پہنچے۔ اے میرے دوستو! جنہوں نے اس انجمن کو بنایا اس کو اس قدر استحکام کی حالت کو پہنچایا اس کے لئے اپنی قوت اور اپنے مالوں کو خرچ کیا۔ اس وقت آپ اس کی کمزوری کا موجب نہ بنیں۔ میرے یہ وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر آپ کی خاموشی کا مفہوم اس کے سوائے کچھ نہیں لیا جائے گا۔ آپ کی نیتوں کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ جو رقم میں نے لکھی ہے ضرور پورا کردو چاہے آپ میں توفیق ہو یا نہ ہو میں نے ظاہر حالات کو دیکھ ایک تحریک کی۔ پوشیدہ حالات کو جاننے والی خدا کی ذات ہے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ توفیق دے تو اس سے بھی بڑھکر دیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں جو ہمارے مُرشد نے ہمیں اس سیدھی راہ پر ڈالنے والے نے کہا۔ لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست۔ میں نے ایک شخص کو ایک ہزار دینے کے لئے کہا ہے تو کیا اگر اس میں ایک ہزار کی طاقت نہیں تو وہ سوچ لے کہ کیا اس میں پانچسو کی بھی طاقت نہیں دوسرے کو میں نے پانچسو کے لئے کہا تو وہ سوچ لے کہ کیا اس میں اڑھائی سو کی بھی طاقت نہیں۔ تیسرے کو میں نے اڑھائی سو کے لئے کہا تو وہ سوچ لے کیا اس میں سوا سو کی طاقت بھی نہیں۔ چوتھے کو میں نے سوا سو کے لئے کہا تو وہ سوچ لے کہ کیا اس میں پچاس کی بھی طاقت نہیں۔ پانچویں کو میں نے پچاس کے لئے کہا تو وہ سوچ لے کہ اس میں پچیس کی طاقت بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ہزار ہزار کا مطالبہ بھی کیا ہے، پانچ پانچ سو کا بھی کیا ہے اڑھائی اڑھائی سو کا بھی کیا ہے۔ سوا سوا سو کا بھی کیا ہے اگر میرا ایک دوست اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ مجھ میں صرف ایک روپیہ دینے کی گنجائش ہے تو میں اپنا سر اس کے سامنے جھکا دوں گا ہاں اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے کہ وہ سچ کہتا ہے یا نہیں۔ لیکن جو خود اندر نہیں آنا چاہتا میں اسے کس طرح اندر لاؤں، ہاں اس کے لئے میرے دل میں اتنا ہی غم ہے جتنا اس کے لئے جو خود عمارت بنا کر اسے گرانا شروع کر دیتا ہے۔ کالتی نقضت غزلہا من

بعد قوۃ انکاثاً

میرے دوستو! آپ کی انجمن کا قرضہ ایسی چیز ہے کہ آپ کے دلوں میں یہ احساس ہونا چاہیئے تھا کہ یہ ہم میں سے ہر ایک پر قرضہ ہے اور یہ کتنی بڑی بات تھی کہ اگر پچیس ہزار کے بیرونی قرضے کے لئے آپ لوگوں نے تھوڑا تھوڑا حصہ لیکر بہت سا بوجھ اتار دیا تو دوسرا نصف خدا کے فضل سے قریباً قریباً خود بخود اتر گیا، اتنی چھوٹی جماعت سے پچاس پچپن ہزار کا قرضہ بغیر کام کو نقصان پہنچانے کے ایک ہی سال کے اندر اندر اتر جانا نصرت الٰہی کا ایک زبردست کرشمہ ہے یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ہاتھ کس طرح اس قوم کی تائید میں کام کر رہا ہے جو اس کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے بڑی بڑی جماعتیں بعض وقت ایسے بوجھوں کے نیچے دب کر عاجز آجاتی ہیں۔ آیئے ہم اللہ تعالےٰ کے اس احسان عظیم کے کہ اس نے ہماری چھوٹی سی جماعت کو کس طرح محض اپنے فضل سے اس بوجھ سے آزاد کر دیا۔ شکرانے کے طور پر۔ ہاں آنے والی بلاؤں سے بچنے کے لئے صدقہ کے طور پر۔ اپنی جماعت کو قوت دینے کے لئے اپنا اپنا حصہ عاجزی سے اپنے مولا کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس انجمن کے خزانہ میں داخل کر دیں تاکہ اللہ تعالےٰ ہم پر اپنی نعمتوں کو اور زیادہ کرے اور ہمیں اپنی راہ میں بڑے بڑے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آنے والی مصائب میں ہمارا محافظ ہو۔

میں تو ایک ناچیز انسان ہوں آپ میں سے بہت سے اخلاص میں، قربانیوں میں، علم میں مجھ سے بڑھ کر ہونگے لیکن ایک بوجھ آپ نے مجھ پر ڈالا ہوا ہے اور وہ اس جماعت کو جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے کھڑی ہوئی ہے آگے لے جانا ہے یہ بہت بڑا بوجھ ہے میں اگر اسے اٹھا سکتا ہوں تو محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے، اس کے کرم سے، اس کے لطف سے، اس کی غریب نوازی سے اٹھا سکتا ہوں اگر آپ اس میں میری مدد کرنا نہیں چاہتے تو اس سے بہتر ہے کہ اس بوجھ سے مجھے آزاد کر دیں مگر یہ سلوک میرے ساتھ نہ کریں کہ آپ نے خود مجھے آگے کیا اور اب آپ خود ہی مجھے پیچھے ہٹائیں کیونکہ اگر آپ عملاً میرے ساتھ قدم نہیں اٹھاتے تو آپ مجھے پیچھے ہٹاتے ہیں میں آپ سب کو ساتھ لے کر آگے چل سکتا ہوں، اور اگر آپ آگے نہیں چلتے تو مجھے بھی پیچھے ہٹنا پڑے گا مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ کا قدم یا میرا قدم پیچھے ہٹے اس لئے پھر کہتا ہوں کہ یا آپ میرے ساتھ چلیں اور یا مجھے آگے چلانے کے بوجھ سے آزاد کر دیں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہی آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جو اسلام کی قوت اور شوکت اور اس کمزور جماعت کے استحکام کا موجب ہے ❁

والسلام

خاکسار محمد علی

(بقیہ از صفحہ ۲)

اور وحی نبوت کے ساتھ زمین پر اتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے"

ان ہر دو حوالجات کو ملا کر پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی نسبت ختم نبوت پر اقرار اور وحی نبوت سے انکار ہے جس سے آپ کی وحی ولایت رہ جاتی ہے چنانچہ صفحہ ۶۱ پر پہنچکر حضرت صاحب ایک مثال دیکر معاملہ کو اور بھی واضح کر دیتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:۔

"ایسا ہی اس پیشگوئی سے جو مسیح موعود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں مشترک ہے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر بھی کی جائے گی اور ان کے مخالف ان کے **مرتبہ ولایت** سے انکار کریں گے"

میں نے یہ تمام حوالجات معہ استدلال خود خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں لکھ بھیجے، اور ساتھ ہی عرض کیا کہ

(۱) اگرچہ آپ نے اپنے جواب میں تحریر کیا ہے کہ مقدمہ کرم الدین میں نبوت سے انکار اور اپنے مقام کو محدثیت تک محدود قرار دینے کا کوئی موقعہ ہی نہ تھا، لیکن اسی رسالہ فرقان بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے اسی مسل سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے بارہ میں بعض اقتباسات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ ۱۹۰۳ء میں حضرت مولوی محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے تھے، اور انہوں نے اس مقدمہ میں دفاع کی لائن یہی اختیار کی، اس کا جواب تو حضرت مولوی محمد علی صاحب ہی دیں گے میں تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پیش کرتا ہوں۔

(۲) جبکہ آپ کے ہاں مسئلہ نبوت کے متعلق اختلاف رائے رکھتے ہوئے بھی بیعت جائز ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ آپکے نزدیک مسئلہ نبوت مسیح موعود اتنا اہم نہیں، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نبوت کا منکر آپ کے نزدیک مسلمان کیونکر ہو سکتا ہے اور بیعت کے لائق کس طرح سمجھا جا سکتا ہے

(۳) نشان ۱۱۸ میں تریاق القلوب مقصود ہو یا تحفہ گولڑویہ میرے استدلال کی کوئی تردید اس سے نہیں ہوتی بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود نے اس نشان کو حقیقۃ الوحی میں لکھا، حضور کے ذہن میں تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ کے مضامین میں کوئی فرق دربارہ مسئلہ نبوت نہیں تھا"

کئی ہفتہ گذر چکے ہیں میرے اس عریضہ کا جواب اب تک صادر نہیں ہوا میں امید رکھتا ہوں کہ ضرور جواب دیا جاوے گا۔

اس عریضہ کے بھیجنے کے بعد میری درخواست پر ایک شام کو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب معہ مولوی محمد یار صاحب وجناب غلام محمد صاحب اختر میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، میں نے تحفہ گولڑویہ کے تمام حوالجات ان کی خدمت میں عرض کئے، مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا، حوالہ صفحہ ۱۱۱ کی نسبت مولوی محمد یار صاحب نے صاف اقرار کیا کہ اس کا اس وقت کوئی جواب نہیں۔

جناب غلام محمد اختر صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ مجھ کو اس قدر نشانات دیئے گئے ہیں کہ ان کو اگر دس ہزار نبیوں پر تقسیم کیا جائے تو ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے، تو خود حضرت مسیح موعود کی نبوت کیوں ثابت نہیں ہو سکتی، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اول تو نشانات بذات خود نبوت کے قائمقام نہیں ہوتے، مویدات نبوت ہوتے ہیں، دوم ضروری نہیں کہ اگر کسی یورپ کے شائیلاک یا پنجاب کے بلاقی مل کی دولت مستعار لیکر یورپ کے بادشاہ یا ہندوستان کے راجے، مہاراجے، اپنی شان قائم کئے ہوئے ہوں، تو خود شائیلاک اور بلاقی مل کو بھی سلطان اور مہاراجہ سمجھا جائے، کیونکہ محض دولت سلطنت نہیں اسی طرح محض نشانات نبوت نہیں ہاں جس طرح دولت سلطنت کی ضروریات میں سے ہے نشانات بھی نبوت کی مویدات میں سے ہیں، جس طرح دولت کی ضرورت بادشاہ اور غیر بادشاہ کی بادشاہت اسی دولت اور روپیہ سے قائم اور برقرار رہ سکتی ہے، جو ایک امیر آدمی کی امارت کو قائم رکھنے کے لئے بکار ہے، اسی طرح ایک نبی کی نبوت اور ایک ولی کی ولایت کے ثبوت کے لئے ایک ہی قسم کے نشانات کام آسکتے ہیں، جن نشانات سے نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے، انہی نشانات سے ولی کی ولایت ثابت ہو سکتی ہے، اسلئے حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد سے کہ میرے نشانات سے ہزار نبیوں کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے، آپ خود نبی نہیں بن جاتے، خدا کرے اختر صاحب کو اس کی سمجھ آ جائے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ صرف اس قدر ہوگا:۔

(۱) حضرت مسیح موعود نے کبھی صاحب حامل وحی نبوت ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ ان کی "براہ راست وحی" وحی نبوت ہے۔ اسلئے آپ کے دعوےٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت نے آغاز دعوےٰ میں لکھا کہ جبرئیل کا بپیرایہ وحی نبوت و رسالت آنا تا قیامت ممتنع ہے اس پر ہمیشہ قائم رہے اس کی تردید کبھی نہیں کی۔

(۳) حضرت نے اپنے اصول مندرجہ صفحہ ۱۱۱ حقیقۃ الوحی کی مطابقت میں اپنی نبوت کا اقرار بیعت میں نہیں لیا

(۴) ۱۹۱۴ء سے پہلے یا بعد میاں محمود احمد صاحب یا کسی اور بزرگ نے حضرت مسیح موعود کو نبی لکھا ہے وہ پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند کا مصداق ہوگا حضرت مسیح موعود خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء ہیں نہ کہ نبی

میں یہ مختصر حالات اسلئے قلمبند کر رہا ہوں کہ شاید کسی بھائی کے لئے مفید ثابت ہوں ❁

سنہ ہجری کی ابتداء

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ تر مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیۃ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی۔ کہ حساب وکتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات، مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لیتے اور اسی وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیۃ کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابہ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ہی سورہ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی، جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۲:۴۰) اسلئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے سنہ اذن سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت میں کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ برأۃ کے نزول کے بعد سنہ برأۃ کا بھی بول چال میں رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ سنۃ الوداع یعنی آنحضرت (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور ہجرت کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص۔ سنۃ الترفئۃ۔ سنۃ الزلزال سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرت (صلعم) کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیا جائے چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا، اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اس وقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتداء واقعۂ ہجرت سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ "ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا، جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپ نے سرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہو گئے ہیں اور جو کچھ تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہو جاتا اسلئے ضروری ہے کہ حساب وکتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جاوے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہو سکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ اُن کے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو بلایا اس نے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روز" کہتے ہیں اسی ماہ روز کو عربی میں مؤرخ بنا لیا گیا ہے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اس کی ابتداء کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرت کے برس سے کی جائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا۔

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اس میں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا، اس نے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینہ میں ہوئی۔ اس پر حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کر دیں پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرت سے سنہ کا تقرر ہو"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:-

"ابو موسےٰ اشعری نے حضرت عمر کو لکھا کہ آپ کی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں۔ مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی۔ اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کر دیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے اور اسلئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں، لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انہیں اختیار کریں۔ ابو موسےٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہو گئی۔ صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرت کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی نے دی تھی وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا اس دن سے جس دن آنحضرت صلعم نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔

یعقوبی نے بھی منجملہ امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علیؓ کی رائے سے قرار پائے ۱۶ھ سنہ کے میں لکھتا ہے:-

اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے انھیں خیال ہوا کہ آنحضرتؐ کی ولادت سے شروع کریں۔ پھر خیال آیا کہ آپؐ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے لیکن حضرت علیؓ نے رائے دی کہ ہجرت سے شروع کرنا چاہیئے۔

قومی سنہ کی ضرورت واہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے۔

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے۔ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت تو محسوس کر رہے تھے۔ لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس میں ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ حضرت عمر کی مجلس شورےٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے (بلاذری طبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا۔ انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کر لیا جائے لیکن حضرت عمرؓ اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث آئے اور بعض نے اسے اختیار کرنے کی رائے بھی دی۔ لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ اپنا سنہ مقرر کیا جائے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب وکتاب کے دفاتر تھے۔ اور حضرت عمر نے باتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کر لی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں، ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی وبلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کر لی گئی تھیں تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کر لینا تھا جو ان زبانوں کے حساب کتاب میں رائج تھا اور اس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا ایران و روم اور مصر کی زبانیں اختیار کر لیں مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہیئے اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

(باقی آئندہ) (ماخوذ)

شہادت القرآن پر نوٹ

از جناب مولوی دوست محمد صاحب

قادیان کی مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح موعود کی کتاب شہادت القرآن کے امتحان کا اعلان ہوا جو ۲۴ جولائی ۱۹۴۳ء کو بروز اتوار منعقد ہوا لیکن اعلان کیسا تھ ہی یہ نوٹ بھی لکھا گیا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کتاب چونکہ ابتدائی زمانہ اور تبدیلی عقیدہ سے پہلے کی ہے اسلئے کتاب شہادت القرآن کے ایک حوالہ مندرجہ صفحہ ۲۳ (پرانے ایڈیشن کے صفحہ ۲۷) کے متعلق حسب ذیل نوٹ شائع کیا جا رہا ہے، تمام امیدواران امتحان کو اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے کیونکہ یہ نوٹ بھی امتحان میں شامل ہے تمام قائدین کرام اور پریذیڈنٹ صاحبان کو چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر اس نوٹ کے سنانے کا انتظام کریں"۔

شہادت القرآن کے جس حوالہ کا ذکر منقولہ بالا عبارت میں کیا گیا ہے اس کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:-

"جس طرح مسیح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریباً چودہ سو برس بعد آئے تھے اس مسیح موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا اور مجدد سلسلہ موسوی سلسلہ سے انطباق کلی پاگیا، اور اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کے لئے نبی آتے تھے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و مولیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے"

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود نے اپنا جو عقیدہ بیان کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ اسکو آپ نے بعد میں بدل دیا اور اس کے ثبوت میں حقیقۃ الوحی، نزول المسیح، ایک غلطی کا ازالہ، تجلیات الٰہیہ، چشمہ معرفت وغیرہ کتابوں کی بعض وہ عبارات نقل کی گئی ہیں، جن میں آپ نے اپنے آپ کو لغوی معنوں میں نبی، غیر صاحب شریعت نبی، ظلی نبی وغیرہ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ تمام اصطلاحات محدثیت ہی کے مختلف نام ہیں، اور کبھی آپ نے یہ نہیں لکھا کہ پہلے میں اپنے آپکو محدث سمجھتا تھا اور مرسل نبی نبی رسول اور محدث کو ایک منصب پر خیال کرتا تھا لیکن اب اس عقیدہ کو میں نے بدل دیا ہے اور محدث کو اب مرسلوں میں سے نہیں مانتا، نہ میں محدث کے مقام پر ہوں بلکہ نبی ہوں جیسے اور انبیاء گذرے۔

کیا مجلس خدام الاحمدیہ اس قسم کا کوئی اعلان پیش کرسکتی ہے، اگر نہیں اور ہرگز نہیں دکھایا جاسکتا تو دوسری کتابوں کی غیر متعلقہ عبارات کو پیش کرکے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیح موعود نے اس عقیدہ کو جو شہادت القرآن کی مندرجہ بالا عبارت میں بیان کیا گیا ہے بدل دیا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

اور پھر صرف یہی ایک عبارت نہیں، شہادت القرآن میں تو بہت سی ایسی عبارات ہیں جن میں رسول اللہ صلعم کے بعد امکان نبوت کی صریح نفی کی گئی ہے، ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:-

(۱) اس جگہ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون میں) حفاظت ظاہری، حفاظت، فوائد تاثیرات، قرآنی مراد ہے اور وہ موافق سنت کے تبھی ہو سکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں، جن میں ظلی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں، اور جن کو وہ تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہیں" (شہادت القرآن)

(۲) خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا، اور خلیفہ کے لفظ کو اسی اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے، کہ وہ نبی کے جانشین ہوں گے، اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے" (صفحہ ۲۸)

(۳) پس یہی وجہ ہے کہ قرآن نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا، تا وہ ظلی طور پر انوار نبوت پاکر دنیا کو ملزم کریں، (صفحہ ۱۰)

(۴) بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ ہم پر اولیاء کا ماننا فرض نہیں، سو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہے اور ان سے مخالفت کرنے والے فاسق ہیں، اگر مخالفت پر ہی مریں" (صفحہ ۲۸)

(۵) انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں، اور خدا تعالےٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت میں اپنے کسی بندہ کو ان کی نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو انبیاء کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے اور اسی ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم (صفحہ ۳۶)

(۶) پس اس آیت (اھدنا الصراط المستقیم الخ) سے بھی کھلے کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھیراتا ہے، تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے اور دنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ رہے (صفحہ ۳۶-۳۷)

(۷) آیت استخلاف کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو .... سو اسی غرض سے خدا تعالےٰ نے خلافت کو تجویز کیا کہ تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے" (صفحہ ۳۷)

(۸) .... اب اگر خلفاء نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے (صفحہ ۳۹)

(۹) "اب جبکہ قرآن شریف کی رو سے یہی ثابت ہوا کہ اسی امت مرحومہ میں سلسلہ خلافت دائمی اسی پیرایہ کی مانند قائم کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ کی شریعت میں قائم کیا گیا تھا، اور صرف اسی قدر لفظ فرق رہا کہ اس وقت تائید دین موسوی کے لئے نبی آتے تھے، اور اب محدث آتے ہیں"

اسی قسم کی کئی اور عبارات ہیں جن کو بخوف طوالت نقل نہیں کیا گیا، کیا مجلس خدام الاحمدیہ ان عبارات کو بھی امتحان میں لائی ہے، کیا قادیانی عقیدہ نبوت کی ان سے صریح طور پر تغلیط نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے اور یقیناً ہوتی ہے تو ان پر نوٹ لکھنے اور خط تنسیخ کھینچنے کی زحمت کیوں نہیں اٹھائی گئی، بہتر ہوتا شہادت القرآن کے بجائے جو قادیانی عقیدہ نبوت کے ابطال کی ایک کھلی شہادت ہے، صرف اس نوٹ ہی کا امتحان لے لیا جاتا جو صفحہ ۲۳ کے متعلق لکھا گیا ہے۔

صرف ایک منصب رکھنے تک اور جب کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ہے تو محدث نبی اور محدث

جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کا دورہ

جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کے تبلیغی دورہ کا پروگرام درج ذیل ہے جن جماعتوں میں جناب گرنتھی صاحب تشریف لے جائیں وہاں کے احباب کو چاہیئے کہ وہ ان کی ہر طرح امداد کریں اور بقایاجات جلد ادا کریں۔

۱۸-۱۹ اگست	بٹالہ
۲۰-۲۱ اگست	ویرم کوٹ بگا
۲۲-۲۳	فیض اللہ چک
۲۴-۲۵	گورداسپور
۲۶-۲۷	پٹھانکوٹ
۲۸-۲۹	دیرم سالہ

سانحۂ ارتحال

احباب جماعت میں یہ خبر نہایت رنج و ملال سے سنی جائیگی کہ بابو عبدالاحد صاحب خلف ارشد میاں غلام قادر صاحب مرحوم راولپنڈی ۲ ماہ اگست ۱۹۴۳ء کو دن کے بارہ بجے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم عرصہ سے بیمار تھے اور ان کی طرف سے وقتاً فوقتاً درخواستہائے دعا اخبار میں شائع ہوتی رہی تھیں۔ میاں غلام قادر صاحب مرحوم کے یہ صاحبزادے بھی مخلص احمدی تھے بابو صاحب مرحوم نے اپنی نشانی تین کمسن بچے چھوڑے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بیوہ اور اعزہ واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جماعت سے جنازہ غائبانہ پڑھنے کی درخواست ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت حکیم الامت کی زندگی میں بعض واقعات

از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ

دوسری قسط

جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت کے ...، عمر رسیدہ احباب کے لئے بڑی شفقت تھی۔ اسی ... اپنی جماعت کے نوجوانوں کے لئے حضرت صاحب ... مولانا علیہ الرحمت کو بڑا خیال رہتا تھا یہی ایک وجہ تھی کہ ... قادیان میں حضرت صاحب کی زندگی میں مدرسہ تعلیم الاسلام ... ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حکیم الامت کی توجہ ... مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کی طرف زیادہ تھی دنیاوی ... کے علاوہ اس مدرسہ کے بچے نمازوں میں حاضر ہوتے ... اور حضرت مولانا درس قرآن میں موجود ہوتے تھے۔ ... خاص توجہ کی صرف یہ غرض تھی کہ یہ موجودہ نسل کے ... بچے نوجوان بن کر قوم کی آیندہ نسل کے لئے ... بہترین نمونہ ہوں۔ اس زمانے کے نیک استادوں کی موجودگی ... علاوہ حضرت صاحب خود اور مولانا مرحوم اس مدرسہ ... پڑھنے والے طالب علموں کے واسطے بڑی دعائیں ... کرتے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں ۱۹۰۲ء میں ... میڈیکل کالج کی ہاسپیٹل اسسٹنٹ کلاس میں داخل ... ان ایام میں حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب ... میڈیکل کالج لاہور میں ملازم تھے۔ میر محمد اسمٰعیل ... صاحب جو بعد میں بفضل خدا اسسٹنٹ سرجن ہو کر سول ... سرجن بنے۔ وہ بھی ہمارے زمانے کے طالب علم تھے ... طرح مولوی صدرالدین صاحب بھی مشن کالج لاہور میں تعلیم ... پاتے تھے۔ اس زمانے میں احمدی طالب علموں میں یہ ... خصوصیت تھی۔ کہ وہ نمازوں کے بڑے پابند تھے، اور ... ان کے اخلاقی چال چلن مسلمان طالب علموں کے علاوہ ہندو ... عیسائی استادوں اور شاگردوں کے واسطے بھی ایک ... عزت اور رحمت کا موجب تھے۔ احمدی طلباء کے اس ... مضبوط کیرکٹر کا اثر عوام الناس پر بھی پڑا تھا۔ جب خاکسار ... ۱۹۰۲ء میں لاہور آیا۔ ان ایام میں مسلمان طالب علموں ... کی کوئی منظم جماعت نہ تھی۔ جو لاہور کے مختلف کالجوں ... میں تعلیم پاتے تھے۔ اس کمی کو محسوس کر کے میں نے اپنے ... رفیق مولوی غلام دستگیر صاحب جو بعد میں ڈاکٹر بن کر اس ... جہان سے جلدی چل دیئے۔ ایک انجمن اتحاد الاسلام قائم ... کی۔ اس مجلس میں مسلمان طالب علم۔ احمدی غیر احمدی سنی ... شیعہ۔ اہل حدیث وغیرہ سب اتوار کے روز بعد نماز ظہر ایک ... مکان پر جمع ہو کر مختلف اسلامی مضامین پر اپنے خیالات ... پاکیزہ بیان فرماتے۔ گویا اس وقت دراصل یہ ایک احمدی ... دار التبلیغ تھا جو ایک ادنےٰ پیمانے پر مذہب کی ضروریات ... پیش کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر میں نے

قادیان جا کر حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز سے طالب علموں کے لئے اس رسالہ کو رعایتی قیمت پر دینے کے لئے عرض کی۔ جس کو فوراً منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ اس رعایتی قیمت کی وجہ سے بہت سے خریدار پیدا ہو گئے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کو جب غریب طالب علموں کی ان مذہبی سرگرمیوں کی خبر پہنچی تو آپ بڑے خوش ہوئے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم اور حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب علیہ الرحمت ہماری مجلس کے مربی بن گئے۔ اسی طرح میر محمد اسمٰعیل صاحب ڈاکٹری کا اخیری امتحان پاس کرنے کے بعد جب لاہور میں معین ہو گئے تو انہوں نے احمدی طلباء کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب علیہ الرحمۃ نے ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ مرحوم ہم طالب علموں کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے۔ ہمارے زمانے کے طالب علموں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ اور حضرت مولوی عبدالکریم علیہ الرحمت کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت موقعہ ملتا تھا۔ رات کی گھڑیوں میں موسم گرما کے ایام میں ہم طالب علم نماز تہجد کے لئے اس مقام پر کھڑے ہوتے تھے جہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم نے اس مقام پر نماز ادا کر کے بہت ہی روحانی فیض اٹھایا ہے جس کی ہمارے دل میں اب تک یاد قائم ہے۔ اور روحانی سرور کی وجہ سے ہم اپنے بخت کو بہت عمدہ خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب اور ان کے رفقاء کار پر بہت رحمت فرمادے جو طالب علموں کیساتھ بہت شفقت فرماتے تھے۔ حضرت صاحب کے مقدمات سے فراغت پانے کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بھی پشاور سے اپنا کاروبار منتقل کر کے لاہور پہنچ گئے اور پیسہ اخبار سٹریٹ میں ایک عمدہ مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان کا کچھ زیریں حصہ ہم طالب علموں نے صرف روپیہ ماہوار کرایہ پر خواجہ صاحب مرحوم سے لیا۔ بہت دنوں تک دینی اور دنیوی کاروبار کی وجہ سے مرحوم خواجہ صاحب کو ہماری ان مذہبی سرگرمیوں کا پتہ نہ چلا۔ بعد میں کسی طرح ان کو پتہ لگ گیا کہ یہ نوجوان . . . . . ایسا مفید کام کرتے ہیں۔ جو قابل ستائش ہے۔ خیر ایک موقعہ پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے ہم طالب علموں کو دعوت دی اور انہوں نے ہماری ممبری منظور کی۔ گویا ۱۹۰۷ء تک میں لاہور میں رہا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مشورہ سے اس مجلس کا نام انجمن اخوان الصفا رکھا گیا۔ میں نومبر ۱۹۰۷ء میں لاہور سے رخصت ہو گیا۔ بعد میں آنیوالے احمدی طالب علم کچھ مدت تک اس مجلس کو چلاتے رہے جب ۱۹۰۷ء میں خاکسار نے ہاسپیٹل اسسٹنٹ کا آخری امتحان پاس کیا تو میں قادیان شریف حضرت صاحب علیہ السلام اور مولانا حکیم الامت کی زیارت کے لئے گیا۔ یکہ سے اتر کر سیدھا حکیم الامت کے مطب میں پہنچا بعد سلام علیکم عرض کرنے کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ مولانا مرحوم نے پوچھا بتائیے آپکے امتحان کا نتیجہ کیا رہا۔ میں نے عرض کیا حضور کا شکر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے آپ بزرگوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور میں ہاسپیٹل اسسٹنٹ بن گیا۔ جس پر مولانا بہت خوش ہوئے۔ پھر آپنے کہا حضرت صاحب کو ملے ہو۔ میں نے عرض کیا یکہ سے اتر کر سیدھا آپکے ہاں پہنچا ہوں۔ اس پر فرمایا آپ جلدی حضرت صاحب کے مکان پر زیارت کے لئے جاویں۔ حسب ارشاد مولانا میں حضرت صاحب علیہ السلام کے دولت کدہ پر فوراً پہنچا اور ایک مرحومہ ملازمہ کی معرفت اپنے لاہور سے قادیان آنے کی خبر پہنچائی۔ اس وقت حضرت صاحب مہندی لگائے ہوئے تھے۔ حضور نے ملازمہ کو کہا۔ کہدو ہم آتے ہیں۔ اس وقت نئے مہمانخانہ کے راستہ مریدوں کو حضرت صاحب ملا کرتے تھے لکڑی کے زینہ کے پاس میں کھڑا تھا کہ دفعتاً حضرت صاحب نے اپنے مکان سے تشریف لا کر زینے پر چند ایک قدم رکھے۔ کہ میں بھی موقعہ کو غنیمت ... زینہ کے درمیان جا پہنچا بعد سلام علیکم عرض کیا۔ کہ میں اب ڈاکٹر بن گیا ہوں جس پر حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ میں نے ایک روپیہ بطور نذر خدمت حضور میں پیش کیا۔ حضرت نے اسکو قبول فرمایا اور دعا کیساتھ رخصت فرمایا حضرت سے رخصت ہو کر میں پھر مطب حضرت حکیم الامت واپس پہنچا۔ میرے جیب میں ایک ڈائری نئی تھی۔ جو میں لاہور سے خرید کر کے ساتھ لے گیا تھا۔ کہ حضرت حکیم الامت سے نصائح ضروری حاصل کروں گا۔ میرے جیب سے حضرت مولانا نے اتار کر خود لیا اور مجھے چند ضروری نصائح فرمائیں اور لکھ بھی دیں جن کا خلاصہ یہ تھا۔ پانچوقت نماز پڑھنا۔ تہجد پڑھنا۔ بہت استغفار کرنا۔ الحمد شریف پڑھنا۔ درود شریف پڑھنا۔ جماعت کے لوگوں سے ہمیشہ ملتے رہنا۔ خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا۔ نیک اعمال کرنا۔ طیب مال سے کھانا کمانا۔ بیماروں کے حق میں بہت دعائیں کرنا۔ کسی بات کا فخر نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ہر دم ڈرنا۔ اپنے حکام کی اطاعت کرنا۔ غرضیکہ میں دو دن رہ کر بعد اجازت حضرت صاحب علیہ السلام لاہور پہنچا اور اپنا بوریا بستر سنبھال گوجرانوالہ پہنچ گیا جہاں میری اپنی تعیناتی اکتوبر ۱۹۰۷ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک رہی۔ حضرت صاحب کے وصال سے ۴ ہفتے قبل میں گوجرانوالہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ چنانچہ میری علالت کی خبر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی۔ حضور نے بہت الحاح سے دعا فرمائی جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور مجھے ایک خطرناک اپریشن کے ذریعہ سے شفا بخشی۔ مجھے ہاسپیٹل سے ڈسچارج ہوتے ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں اپنے مکان پر موجود تھا کہ میرے بڑے بھائی خان نواب خان ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس جو ان ایام میں محکمہ چونگی گوجرانوالہ میں داروغہ تھے۔ حیران۔ غمزدہ گھر پہنچے اور حضرت صاحب کی وفات کی خبر سنائی۔ شفاخانہ کی چابیاں تھیں وہ میں نے کسی آدمی کے ہاتھ اسسٹنٹ سرجن انچارج کو بھیج دیا اور خود بعد حصول رخصت لاہور پہنچ گیا۔ یہاں سے پتہ چلا کہ حضرت صاحب کی میت کو قادیان لیجایا گیا ہے۔ لاہور سے بٹالہ تک کا ٹکٹ خرید کر جلدی گاڑی میں بیٹھ گیا اور چند ساعت بعد بٹالہ پہنچ کر اس گروہ کیساتھ ... میں شامل ہو گیا جو حضرت مسیح موعود کا جنازہ قادیان لے جا رہا تھا

رسالہ "فرقان" کے عدالتی بیان نمبر پر ایک نظر

مکرمی محترمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی شہادت کا ایک اور پہلو

لفظ "نبی" کی تشریح لفظ "ولی" سے

از محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

قسط سوم

مدیر صاحب فرقان سے ایک اہم سوال

میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے گذشتہ قسط میں یہ ثابت کردیا ہے کہ مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی شہادت میں جو یہ قید ہے کہ ایسا نبی جو نئی شریعت نہیں لایا وہ حضرت اقدسؑ کو زمرۂ انبیاء میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیتی بلکہ زمرۂ اولیا کا ہی ایک فرد ثابت کررہی ہے۔ اب اس قسط میں میں اللہ تعالےٰ کی مدد اور توفیق سے اس حقیقت پر ایک اور پہلو سے روشنی ڈالتا ہوں، میں جناب مدیر فرقان سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب نے جو شہادت مولوی کرم دین کے مقدمہ میں عدالت میں دی تھی وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضورؑ کی جماعت کے مذہب کے خلاف تھی یا موافق۔ خلاف تو ہو نہیں سکتی، کیونکہ اول تو آپ کا ایسی شہادت کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کرنا ہی مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے دوسرے اگر خلاف ہوتی تو حضرت اقدسؑ ضرور اس کی تردید فرما دیتے پس جب اس شہادت کا حضورؑ کے مذہب کے موافق ہونا مسلم ہے تو میں آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ مہربانی فرماکر اس شہادت کے ان الفاظ سے جو آپ نے "فرقان" میں درج فرمائے ہیں اس شہادت کا حضرت اقدسؑ کے مذہب کے موافق ہونا ثابت کردیں میں ذیل میں حضرت اقدسؑ کا مذہب بھی لکھدیتا ہوں تا آپ کو جواب دینے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

حضرت اقدسؑ کا مذہب

حضرت اقدسؑ کا مذہب حضورؑ کے ہی الفاظ میں حسب ذیل ہے: "محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے صرف آنحضرت صلعم کے انعکاس سے جو نبوت ہے وہ جائز ہے" مناظرہ راولپنڈی صفحہ ۱۵۱-۱۵۳

مکرم مدیر صاحب! اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی نبوت بند ہے، پس آپ فرمائیں کہ حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں کونسا لفظ ہے جو ان دونوں قسم کی نبوت کو بند قرار دیتا ہو، پھر اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف اس نبوت کا دعوےٰ جائز ہے جو آنحضرتؐ کے انعکاس سے ملے، پس کیا حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ انعکاسی نبوت کے مدعی تھے مکرم مدیر صاحب! آپ تو حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں صرف لفظ "نبی" کو دیکھ کر اور پھر نئی شریعت کے لانے سے انکار کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور فوراً یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت مولوی صاحب اس مفہوم کے مطابق جو آپ کے ذہن میں بیٹھا ہوا ہے تشریعی نبوت کو بند اور غیر تشریعی نبوت کو جاری سمجھتے ہیں، لیکن اس خوشی میں آپ نے یہ نہ سوچا کہ حضرت اقدسؑ تو جیسے تشریعی نبوت کا دروازہ بند فرمارہے ہیں ویسے ہی غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بند کررہے ہیں۔ پس اگر اس تشریح کو ملحوظ رکھا جائے جو تشریعی اور غیر تشریعی کی آپ کرتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ شہادت ہی حضرت اقدسؑ کے مذہب کے خلاف ہے لیکن یہ فریقین کو مسلم ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی شہادت حضورؑ کے مذہب کے مطابق ہے نہ کہ مخالف تو اب آپ کے لئے بجز اس امر کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ گو اس شہادت میں لفظ "نبی" استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ انعکاسی کا مفہوم مقدر ہے اور اس کے مقدر رکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں حضرت اقدسؑ کی نبوت انعکاسی نبوت کے مفہوم میں ہی استعمال ہوتی رہی ہے اور مخالفین بھی اس سے ناواقف نہیں تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انعکاسی نبوت اصلی نبوت نہیں ہوسکتی انعکاسی نبوت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ولایت جس میں نبوت محمدیہ کا عکس پڑ رہا ہو، یہ نبوت ولایت سے اوپر جا ہی نہیں سکتی بہرحال اس بحث کو فی الحال چھوڑتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ حضرت اقدسؑ کی کتب کی روشنی میں ہمیں حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں لفظ نبی کے ساتھ انعکاسی وغیرہ کا لفظ ضرور زائد کرنا پڑے گا اور جب ہمیں بعض قیود اپنے پاس سے لگانی پڑیں تو اس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی شہادت اپنی ذات میں ہمیں کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچا سکتی۔ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لئے ہمیں لازماً حضرت اقدسؑ کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر کی طرف رجوع کرکے دیکھنا پڑے گا کہ وہاں یہ لفظ کس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے،

پس ایسی حالت میں اس شہادت کو موجودہ نزاع میں قطعی فیصلہ کردینے والا قرار دینا کسی عقلمند کے نزدیک بھی درست نہیں ہوسکتا، اس نزاع کا قطعی فیصلہ تو حضرت اقدسؑ کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر سے ہی ہوگا خصوصاً کہ ان شہادتوں سے جہاں کہ مفہوموں کے مشہور اور مسلم ہونے کی وجہ سے ہر جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

نبی اور ولی میں کھلا کھلا امتیاز

اب جب ہم حضرت اقدسؑ کی کتب پر غور کرتے ہیں تو ہمیں وہاں صاف نظر آتا ہے کہ حضورؑ اپنے لئے جب لفظ نبی کا استعمال فرماتے ہیں تو اس سے ہمیشہ محدث اور ولی ہی مراد لیتے ہیں اور ایسا کرنے پر آپ مجبور ہیں کیونکہ جو امتیاز قرآن شریف نے "نبی" اور "ولی" کے درمیان رکھا ہے اور جس کو حضرت اقدسؑ نے تسلیم کیا ہے اس کا یہی تقاضا ہے کہ حضورؑ لفظ "نبی" کی تشریح ولی اور محدث سے کریں۔ نبی اور ولی کے درمیان جو امتیاز قرآن شریف کی اتباع میں حضورؑ نے قائم کیا ہے اسکو اگر مدنظر رکھا جائے تو نبوت کے متعلق جو نزاع احمدیہ جماعت کے دونوں فریق کے درمیان چلا آتا ہے اس کا ایک منٹ میں فیصلہ ہوجائے۔ بہرحال وہ امتیاز یہ ہے حضور اپنی کتاب ست بچن صفحہ ۱۴۵-۱۴۶ پر فرماتے ہیں: "چونکہ خدا نے ابتدا سے یہی چاہا کہ اس کی مخلوقات یعنی نباتات وجمادات۔ حیوانات میں اور کیا بلحاظ اجرام علوی میں بھی تفاوت مراتب پایا جائے اور بعض مفیض اور بعض مستفیض ہوں اسلئے اس نے نوع انسان میں بھی یہی قانون رکھا اور اسی لحاظ سے دو طبقے کے انسان پیدا کئے۔ اول وہ جو اعلےٰ استعداد کے لوگ ہیں، جن کو آفتاب کی طرح بلاواسطہ روشنی عطا کی گئی ہے۔ دوسرے وہ درجہ دوئم کے آدمی ہیں جو اس آفتاب کے واسطے سے نور حاصل کرتے ہیں اور خود بخود حاصل نہیں کرسکتے، ان دونوں طبقوں کے لئے آفتاب اور مہتاب نہایت عمدہ نمونے ہیں جس کی طرف قرآن شریف میں ان لفظوں میں اشارہ فرمایا گیا ہے والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا جیسا کہ اگر آفتاب نہ ہو تو مہتاب کا وجود بھی ناممکن ہے اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوں جو نفوس کاملہ ہیں تو اولیاء کا وجود بھی حیز امکان سے خارج ہے اور یہ قانون قدرت ہے جو آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے، چونکہ خدا واحد ہے اسلئے اس نے اپنے کاموں میں بھی وحدت سے محبت کی اور کیا جسمانی اور کیا روحانی طور پر ایک وجود سے ہزاروں کو وجود بخشتا رہا۔ سو انبیاء جو افراد کاملہ ہیں وہ اولیاء اور صلحا کے روحانی باپ ٹھہرے جیسا کہ دوسرے لوگ ان کے جسمانی باپ ہوتے ہیں اور اس انتظام سے خداتعالےٰ نے اپنے تئیں مخلوق پر ظاہر کیا تا اس کے کام وحدت سے باہر نہ جائیں اور تاکہ آپ ہدایت وحدت کی اپنی معرفت کا آپ موجب ہوا"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ روحانی انسان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو بلا کسی واسطہ کے خدا سے نور حاصل کرتے اور [illegible]بت پاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو "نبی" کہا جاتا ہے اور دوسرے وہ جو ان بلاواسطہ خدا سے نور اور ہدایت حاصل کرنے والوں سے نور اور ہدایت لیتے ہیں ایسے لوگوں کو **ولی** کہا جاتا ہے اب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت اقدسؑ پہلے طبقہ میں شامل نہیں یعنی ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے بلاواسطہ خدا سے نور اور ہدایت حاصل کی ہو بلکہ ان میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلعم سے نور اور ہدایت حاصل کی ہے پس آپ صرف **ولی** ہی ہوسکتے ہیں گو آپ کی شان کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی آپ بوجہ آنحضرت صلعم کے واسطہ سے نور وہدایت حاصل کرنے کے اولیاء کی جماعت کے فرد ہی رہیں گے، یہ حوالہ حضرت اقدسؑ کے جماعت اولیاء کے فرد ہونے پر نص صریح ہے جس کی قطعاً کوئی تاویل نہیں ہوسکتی مکرم مدیر صاحب! ایسی نصوص صریحہ

ہوتی ہیں جو نزاعوں کا قطعی طور پر فیصلہ کرنیوالی کہلا سکتی ہیں بشرطیکہ خشیۃ اللہ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کی خواہش ہو۔ نہ وہ مجمل بیانات جن کو آپ قطعی قرار دے رہے ہیں۔

ولی کو نبی کہنے کی وجوہ

میں اس جگہ بخوف طوالت کیوجہ سے اس موضوع پر مفصل بحث تو نہیں کر سکتا کہ ولی کو نبی کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا فلسفہ بیان کر سکتا ہوں، ہاں میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق اور مدد سے نبوت پر ایک سلسلہ مضامین شروع کروں سو انشاء اللہ اس میں یہ سب بحثیں مفصل آجائیں گی فی الحال اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف چند ایک وجوہ بیان کر دیتا ہوں جن کی بناء پر "ولی" پر بھی لفظ نبی بول دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ

سب سے پہلی تو یہ ہے کہ چونکہ ولی کے وجود سے اس کے متبوع نبی کی نبوت کا ظہور ہوتا ہے اس لئے بروزی اور مجازی طور پر ولی پر بھی لفظ نبی کا اطلاق کر دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت اقدسؑ نے نشان آسمانی صـ پر اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے فرماتے ہیں:-

"انبیاء در اولیاء جلوہ دہند
ہر زمان آیند در رنگے دیگر

یعنی انبیاء علیہم السلام اولیاء کے وجود میں اپنا جلوہ دکھلاتے رہتے ہیں، ہر زمانہ میں یہ لوگ دنیا میں آتے رہتے ہیں مگر ہر دفعہ نئے رنگ میں، پس اولیاء کو مجازاً انبیاء اسی لئے کہہ لیتے ہیں کہ انبیاء اپنا جلوہ ان کے وجود میں دکھلاتے رہتے ہیں۔

دوسری وجہ

یہ ہے کہ جس طرح لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ و روپ اختیار کر لیتا ہے اور اس کے خواص کا ظہور بھی اس سے ہونے لگ پڑتا ہے اسی طرح ولی بھی اپنے نبی متبوع کی محبت و اطاعت میں فنا ہو جانے کی وجہ سے اس حد تک رنگین ہو جاتا ہے کہ اس سے بھی نبیوں کے بعض خواص مثلاً کرامات کا ظہور و دعاؤں کی قبولیت وغیرہ ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں اس وجہ سے جس طرح لوہے کو مجازاً و استعارۃً آگ کہہ لیتے ہیں اسی طرح مجازاً و استعارۃً ولی کو بھی نبی کہہ لیتے ہیں۔

تیسری وجہ

ولی کے مجازاً نبی کہلانے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مامور ولیوں یا محدثوں سے نبیوں والے کام لیتا ہے یعنی لوگوں کو حق کی طرف دعوت دینا حق کو دنیا میں قائم کرنا، باطل کو مٹانا اپنے نبی متبوع پر ایمان پیدا کرنا یا اسے مضبوط کرکے لوگوں کا تزکیہ نفوس کرنا وغیرہ۔

چوتھی وجہ

یہ ہے کہ مامور ولیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے جو وہ نبیوں کیساتھ کرتا ہے، اس لئے اس معاملہ میں اشتراک کی وجہ سے ولیوں پر بھی مجازاً نبی کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔

پانچویں وجہ

یہ ہے کہ نبی اپنے دل کو صیقل کرتے کرتے اس حد تک صاف کر دیتا ہے جب وہ آفتاب نبوت کے سامنے اسے لے آتا ہے نہایت صفائی کے ساتھ نبی متبوع کی نبوت کی شعاعوں کا عکس اس میں پڑنا شروع ہو جاتا ہے، پس اس عکس یا ظل نبوت کی وجہ سے جو اس کے صاف دل پر پڑ رہا ہوتا ہے اس پر بھی ظلی اور مجازاً نبی کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔ اس بات کو خوب اسی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدسؑ کو جو کچھ ملا ہے وہ نبوت نہیں بلکہ نبوت محمدیہ کا عکس اور ظل ہے جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کو نبی کریم صلعم کی پیروی میں نبوت ملی نبوت نہیں بلکہ ظل نبوت محمدیہ ملا ہے، اور یہی ایک بڑا انعام ہے جو حسب مراتب امتیوں کو مل سکتا ہے نبوت تو امتی کو مل ہی نہیں سکتی کیونکہ ان دونوں کا مفہوم متباین ہے امتی اور نبی کا ایک جگہ جمع ہونا بالکل محال ہے۔

چھٹی وجہ

یہ ہے کہ ایسا ولی جو نبوت محمدیہ کے عکس کو اپنے اندر لیتا ہے دیگر نبیوں کے ساتھ ایک مشابہت پیدا کر لیتا ہے اسلئے اس مشابہت کی وجہ سے اس پر تشبیہاً یا استعارۃً نبی کا لفظ بولنا جائز ہوتا ہے۔

ساتویں وجہ

یہ ہے کہ ایسے ولی کو چونکہ اپنے نبی متبوع کے تمام کمالات تو مل نہیں سکتے جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلعم ایسے بلند مقام پر ہیں جہاں تک میں پہنچ ہی نہیں سکتا، پس وہ اپنے نبی متبوع کے بعض کمالات کے وارث ہونے کی وجہ سے ناقص یا جزوی نبی کہلاتا ہے، دوسرے اسلئے بھی وہ جزوی نبی کہلاتا ہے کہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد جو مبشرات کا انعام امت میں ظلی طور پر باقی رہا ہے، اس کو وہ پانے والا ہوتا ہے۔

آٹھویں وجہ

یہ ہے کہ مامور ولی چونکہ خدا کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا جاتا ہے اور لغت میں جو بھیجا جاوے اسے رسول کہتے ہیں اور اسی طرح گو ظلی طور پر ہی سہی مگر وہ خدا سے غیب کی خبریں پاتا ہے اور جو خدا کی طرف سے غیب کی خبر پاوے اسے لغت میں نبی کہتے ہیں اسلئے لغوی طور پر اس پر رسول اور نبی کا لفظ بولنا جائز ہوتا ہے لغت کو اس بات سے تعلق نہیں کہ غیب کی خبر بتانے والے نے براہ راست خدا سے وہ خبر حاصل کی ہے یا کسی نبی کی وحی کے ظل کے طور پر حاصل کی ہے وہ تو ہر اس شخص پر جو خدا سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دے لفظ نبی کا اطلاق کر دے گی۔

میں اس جگہ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی کی ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اپنی کامل اتباع کرنے والوں کو نور ہدایت سے مالامال کر دے اور انہیں نبیوں سے مشابہ بنا دے اسی لئے تو نبی کریم صلعم نے فرمایا **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں اور جتنا کسی نبی کی قوت قدسیہ زیادہ ہوگی اتنا ہی وہ نبی اپنی امت میں دوسروں کے مقابلہ میں، ایسے لوگوں کے پیدا کرنے میں سبقت لے جائے گا نبی کریم صلعم جو خاتم النبیین ہیں ان کی ختم نبوت کی شان کا یہ تقاضا ہے کہ آنحضور صلعم سب نبیوں سے بڑھکر اپنی قوت قدسیہ کی تاثیر سے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں پیدا کریں اور قیامت تک کرتے رہیں جو اپنی حقیقت کے لحاظ سے تو محدث اور ولی کہلائیں لیکن اپنے وجود میں نبی کریم صلعم کی نبوت کے جلوہ کے ظہور کیوجہ سے اور دیگر نبیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لینے کی وجہ سے ظلی بروزی مجازی نبی بھی کہلائیں، نبی کریم صلعم سے قبل ہر نبی کی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں اسی لئے تمام نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے لوگ بھی انبیاء کی امتوں میں ہوتے ہیں جو گو نبی نہیں لیکن نبیوں کے رنگ میں رنگین ہونے کی وجہ سے ان پر مجازاً و بروزاً نبی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

نبوت کی دو جنسیں

مذکورہ بالا بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبوت کی دو جنسیں ہیں ایک جنس وہ جو درحقیقت نبیوں کو ملتی ہے اور اسی کو حاصل کرنے والے ہی درحقیقت لفظ نبی کے حقیقی مصداق ہوتے ہیں، دوسری جنس نبوت کی وہ ہے جو مجددین۔ محدثین اور اولیاء اللہ کو ملتی ہے یہ حقیقی اور اصلی نبوت نہیں ہوتی بلکہ اصلی نبوت کا ظل اور عکس ہوتی ہے اور یہ جنس نبوت ہر مجدد و محدث و ولی میں کم و بیش پائی جاتی ہے حضرت اقدسؑ کی نبوت اسی جنس کی نبوت تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدسؑ ہمیشہ انہی معنوں میں اپنے آپ کو رسول اور نبی کہتے رہے جن معنوں میں آپ امت کے دیگر مجددین و محدثین و اولیاء کو نبی کہتے رہے اور ہمیشہ اس معنی سے نبوت کا انکار کرتے رہے جس معنی کی رو سے حقیقی نبی نبی کہلایا کرتے تھے اور یہ اقرار و انکار حضورؑ کا شروع دعویٰ سے آخر عمر تک برابر چلا گیا ہے چنانچہ میں حضورؑ کی کتب سے اس وقت صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں ایک شروع دعویٰ کا اور دوسرا عمر کے آخری ایام کا جن سے ثابت ہو جائے گا کہ حضورؑ اپنی طرف اسی نبوت کو منسوب کیا کرتے تھے جو محدثین کو ملتی ہے نہ وہ جو نبیوں کو ملتی ہے۔

۱۸۹۳ء کا حوالہ

۵؍مئی ۱۸۹۳ء کو حضورؑ کا ایک اشتہار شائع ہوا جس کا عنوان تھا "**قد افلح من ذکّٰها**" اس اشتہار میں حضورؑ فرماتے ہیں "پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر ان پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ان کی دعائیں جو ظاہری امیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دے دیتا ہے تب ان کے دل تسلی پکڑ جاتے ہیں کہ ہمارا قادر خدا جو ہماری دعائیں سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالےٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے یہ خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرب انسان دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کیساتھ اس پر تجلی فرماتا ہے اور اپنی روح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اسکو قبول دعا کی بشارت دیتا ہے **اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا محدث کہتے ہیں** اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے ہیں جو محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اول نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالےٰ ہم کلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ **تتنزل علیهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا** سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ

یہ نور صرف اسلام میں ہے"

آخری ایام کا حوالہ

حضرت اقدسؑ کی ایک تقریر جو حضورؑ نے ۱۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور فرمائی اور جس کو بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے جو تقریروں کو مرتب کرنے میں خاصی مہارت رکھتے ہیں مرتب کیا اور الحکم ۱۴ رجولائی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اس میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اصل میں ان کی اور ہماری تو نزاع لفظی ہے مکالمہ مخاطبہ کا تو یہ لوگ خود بھی اقرار کرتے ہیں مجدد صاحب بھی اس کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جن اولیاء اللہ کو کثرت سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے **وہ محدث اور نبی کہلاتے ہیں**" اب دیکھ لو ان دونوں حوالوں میں جن میں ایک بالکل ابتدا کا ہے اور دوسرا وفات سے ۹ دن قبل کا ہے کس صفائی کے ساتھ اپنے آپ کو اولیاء اللہ اور محدثین کی جماعت میں ہی رکھا اور ساتھ ہی دونوں جگہ لفظ نبی کا بھی اپنے لئے استعمال کیا ہے اور اسی مفہوم میں کیا ہے جس مفہوم میں ہر محدث اور ہر ولی کیلئے کیا ہے۔

جماعت بھی مجددین والی جنس نبوۃ ہی حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کرتی تھی

اگرچہ پیغام صلح کے گزشتہ نمبر میں دس حوالوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جماعت ہمیشہ مجددوں والی نبوت ہی حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کرتی رہی ہے۔ مگر اس وقت حضرت اقدس کی کتب سے یہ دکھلانے کے بعد کہ حضورؑ ہمیشہ مجددین والی نبوت ہی اپنی طرف منسوب کرتے رہے ہیں موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے اسجگہ بھی ایک دو حوالے جماعت کے لٹریچر سے دینا نامناسب نہ ہوگا۔

پہلا حوالہ

الحکم ۲۴ رمئی ۱۹۰۲ء میں چند سوالات مع جوابات شائع ہوئے ہیں ان میں سے چوتھا سوال مع جواب قابل غور ہے (سوال چہارم) کیا وحی اور رسول کے الفاظ کی تعبیر بالفاظ الہام وملہم یا محدث ومجدد درست نہیں تھے جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا رہا (الجواب) یہ سب الفاظ قریب قریب مترادفہ ہیں دونوں طرح تعبیر کرنا درست ہے ہر دو تعبیر کتاب اور سنت صحیحہ میں موجود ہیں" تبدیلیٔ عقیدہ کے شیدائی اس جواب پر غور کی نظر ڈالیں۔

دوسرا حوالہ

۲۳ رجنوری ۱۹۰۸ء کے بدر میں ایک مکالمہ جو مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری و سید غلام حسین شاہ صاحب کے درمیان ہوا شائع ہوا ہے اس مکالمہ کے دوران میں سید صاحب نے مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری کو کہا "آپ کے اس بیان سے تو سب مجدد رسول ٹھہرے تو اس میں مرزا صاحب کی خصوصیت کیا باقی رہی" جناب مولوی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا "ہمیں کب انکار ہے کہ مجدد **کمالات رسالت یا بروزی رسالت سے عاری تھے**" اسی طرح ایک موقع پر جناب مولوی صاحب نے فرمایا "جو اصحاب آنحضرت صلعم کو ملے تھے وہ انبیاء بنی اسرائیل سے جو موسیٰ کے بعد **وقفینا من بعدہ بالرسل** سے ظاہر ہے کم نہ تھے ان کو اللہ تعالےٰ نے آیت استخلاف میں خلفاء کے نام سے موسوم کیا جو اس لفظ رسل کے ہم معنی ہے اب دیکھو کس صفائی سے جو بروزی نبوت تمام مجددین کی طرف منسوب کی ہے وہی حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کی ہے اور تمام خلفاء امت محمدیہ کو رسل قرار دیا ہے۔ اس مکالمہ کو قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے شائع کروایا ہے اور انہوں نے اس کے شائع کروانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھاوے کاش! آج وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائیں آمین۔

حضرت مولوی صاحب کی شہادت میں "نبی" کی تشریح لفظ "ولی" سے

اگرچہ میں مختلف پہلوؤں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ مکرمی حضرت مولوی محمد علی صاحب کی شہادت میں جو لفظ "نبی" آیا ہے وہ بمعنی **ولی** ہی ہے اور انہوں نے جو نئی شریعت نہ لانے کی قید لگائی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضرت اقدسؑ جماعت اولیاء کے ہی فرد ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے کسی کے لئے قیاس کی گنجائش نہیں چھوڑی انہوں نے خود اپنی شہادت میں ہی اس امر کی تعیین کر دی ہے کہ ان کے بیان میں جو لفظ "نبی" مستعمل ہوا ہے وہ بمعنی "ولی" ہے۔ ۱۶ رمئی ۱۹۰۴ء کو جو ان کی شہادت ہوئی اس کے الفاظ یہ ہیں "مرزا صاحب کا کیریکٹر پبلک کیریکٹر ہے امریکہ کے اخبار ٹروتھ سیکر" مورخہ ۱۲ راپریل ۱۹۰۴ء پھر ۹ ۱راپریل ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب کے متعلق نوٹ نکلے ہوئے ہیں مرزا صاحب نبی ہونیکا سینٹ یعنی **ولی** ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی جماعت کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے

اس بیان پر مدیر صاحب فرقان کے نہایت ہی کمزور دو عذر

جناب مدیر صاحب کیلئے حضرت مولوی صاحب کا یہ بیان بہت تکلیف کا موجب ہوا ہے کیونکہ یہ اُن کی تمام اُمیدوں پہ پانی پھیر دیتا ہے اور حضرت اقدسؑ کی نبوت کے متعلق جو عمارت ۲۸ سال سے تیار کر رہے ہیں اسے ایک لمحہ میں مسمار کر دیتا ہے کیونکہ یہ بیان حضرت اقدسؑ کے سامنے ہوا اور حضرت اقدسؑ نے نبی کی تشریح "ولی" کے لفظ سے سنی مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے حضرت اقدسؑ کے مذہب کی وضاحت ہوجاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم نے جو نبوت حضرت اقدسؑ کی طرف منسوب کی ہے وہ بعد کی ایجاد ہے اسلئے جناب مدیر صاحب اس واضح حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اس بیان کے متعلق مندرجہ ذیل دو عذر پیش کرتے ہیں

عذر اول

یہ اخبار ٹروتھ سیکر کا حوالہ ہے اور محض پبلک کیریکٹر ثابت کرنے کیلئے پیش کیا گیا ہے میں حیران ہوں کہ ٹروتھ سیکر کا حوالہ ہونے اور پبلک کیریکٹر ثابت کرنیکی غرض سے اسے پیش کرنے سے یہ امر کس طرح غلط ثابت ہوگیا کہ اس میں نبی کی تشریح ولی سے کی گئی ہے بھلا کوئی مدیر صاحب سے پوچھے کہ کیا حضور کا پبلک کیریکٹر بجز ایسے اخبار کو پیش کئے ثابت نہیں ہو سکتا تھا جس میں پوزیشن کو بقول آپکے گرا کر پیش کیا گیا تھا اور جو حضورؑ کی پوزیشن کے متعلق کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا تھا اس اخبار کو خواہ

رش کیلئے پیش کیا گیا لیکن یہ پیش کیا نہیں جاسکتا تھا جب تک کہ جماعت
سکے بیان کیساتھ متفق نہ ہوتی پس اس کا پیش کرنا دلیل ہے اسبات
کہ جماعت کو اس تشریح کیساتھ اتفاق تھا جو اس میں لفظ "نبی" کی سینٹ
بساتھ کی گئی تھی، پھر میں مدیر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ٹروتھ سیکر نے تو
فظ نبی کی تشریح سینٹ سے کی اس نے تو ولی کا لفظ استعمال نہیں
یا تھا سینٹ کے معنی ولی تو حضرت مولوی صاحب نے خود کئے اگر حضرت
لوی صاحب حضرت اقدس کی نبوت کو ولایت کے ہی مترادف نہیں
سمجھتے تھے تو ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ اپنی طرف سے سینٹ
ترجمہ ولی کرتے پس حضرت مولوی صاحب کا سینٹ کا ترجمہ ولی
ے کرنا بھی اس بات پر دلیل ہے کہ اس وقت حضرت اقدس اور
اعت کا یہی مذہب تھا کہ حضور زمرۂ اولیاء کے ہی فرد ہیں۔

پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ حضرت اقدس
پبلک کیرکٹر کو ثابت کرنے کے لئے بجز اس اخبار کے دنیا میں
م ذرائع مفقود ہو چکے تھے اور جماعت کیلئے بجز اس اخبار کو پیش
لے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا تو کیا یہ بھی جماعت کے اختیار میں نہ تھا
واسطے جرح کے ذریعہ اس غلط بیان کی تصحیح کروالیتی اور عدالت اور
س پر واضح کر دیتی کہ حضرت اقدس کے لئے جو ولایت کا مقام اس
ابتلایا گیا ہے وہ درست نہیں، اس اخبار کے ایڈیٹر کو یہ غلطی لگی
کہ اس نے نبوت کو ولایت سمجھا ہے پس جماعت کا اس سے
اجتناب کرنا دلیل ہے کہ جماعت اس بیان کو درست تسلیم کرتی تھی

دوسرا عذر دوسرا عذر جناب مدیر صاحب "فرقان" نے حضرت
مولوی صاحب کے بیان کے متعلق یہ پیش کیا ہے کہ اگر لفظ
کی تشریح لفظ "ولی" سے کر دی گئی تھی تو اس کے کال ایک مابعد، پھر حضرت
ی صاحب نے اپنی شہادت میں لفظ "نبی" کیوں استعمال کیا جناب مدیر صاحب
عجیب و غریب منطق پر جتنا بھی حیرت کا اظہار کیا جائے کم ہے تمام
دکا تو اسی پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی مصنف یا مقرر وغیرہ کسی لفظ کی
تشریح ایک جگہ کر دے تو پھر جہاں کہیں بھی وہ اس لفظ کو استعمال
تو اس سے اس کی وہی مراد سمجھی جائے گی جو اپنی تشریح میں وہ
کا ہے اور تشریح کے بعد اس لفظ کے استعمال میں وہ آزاد ہو
ہے کیونکہ اس تشریح کی موجودگی میں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونیکا
ل ہی باقی نہیں رہتا لیکن جناب مدیر صاحب فرقان اب تمام
کے خلاف یہ فرماتے ہیں کہ تشریح کر دینے کے بعد اس لفظ
حال ہی حرام ہو جاتا ہے کیوں ہو جاتا ہے اسکی وجہ خود جناب
صاحب فرقان کو ہی معلوم ہو گی اپنے مضمون میں تو انہوں نے کوئی
بتائی نہیں۔ مکرم مدیر صاحب بعض الفاظ ایسے ہوتے
ہ انکا استعمال کسی خاص حکمت کی بناء پر لابدی ہوتا ہے اگر
ں استعمال نہ کیا جائے تو وہ حکمت ہی فوت ہو جاتی ہے لیکن
سے بعض غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اسلئے ان غلط فہمیوں
رکرنے کے لئے وہ مفہوم بھی ساتھ ہی بتانا پڑتا ہے جس خاص
میں وہ استعمال کئے جاتے ہیں لفظ "نبی" بھی انہی الفاظ میں سے
س مفہوم کی موجودگی میں اگر کوئی شخص خود غلط فہمی میں مبتلا ہوتا یا
رے کو کرتا ہے تو وہ حق طلب نہیں کہلا سکتا پس حضرت
صاحب نے جب ایک دفعہ لفظ نبی کی تشریح ولی سے کر دی
وہ لفظ "نبی" کے استعمال میں آزاد تھے لیکن جب بھی وہ لفظ "نبی"
ال کریں گے تو اس سے ان کا مقصود انکی تشریح کے مطابق "ولی"
ا جائیگا، خواہ وہ اس تشریح کا دوبارہ ذکر کریں یا نہ کریں پس
بلکہ جناب مدیر صاحب کے دونوں عذر باطل ثابت ہو گئے ہیں
انا پڑے گا کہ شہادت میں لفظ نبی کی تشریح جو "ولی" سے کی
ے وہ حضرت مولوی صاحب کی ہی تشریح ہے اور اسوقت جماعت

کا یہی مذہب تھا۔

رفتارِ عالم

مدراس ۱۳ اگست۔ آج یہاں سرکاری ذرائع سے جو خبریں پہنچی ہیں انکے مطابق پولیس نے
ایک ہجوم پر جس نے ریلوے اسٹیشن پر حملہ کر کے اسکی عمارت کو
آگ لگا دی تھی۔ گولی چلا دی جس سے چار اشخاص مارے گئے اور دس
زخمی ہو گئے۔ اب صورت حال قابو میں ہے۔

لاہور - ۱۳ اگست آج ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو چوہدری کرشن گوپال
دت ڈپٹی لیڈر پنجاب کانگرس اسمبلی پارٹی لاہور ریلوے اسٹیشن پر گرفتار
کر لئے گئے۔ آپ بمبئی سے واپس آ رہے تھے۔ ان کا ارادہ سیالکوٹ
جانیکا تھا۔ مگر جب فرنٹیئر میل لاہور پہنچی تو پولیس نے چوہدری صاحب
کو گرفتار کر لیا۔ اور انہیں ان کے سامان سمیت ریلوے پولیس سٹیشن
میں بھیجا گیا۔

الہ آباد - الہ آباد ۱۳ اگست۔ ایک بے قابو ہجوم پر جس کا رویہ
تشدد آمیز ہو گیا تھا اور جس نے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔
فوج کو تین راؤنڈ چلانے پڑے جس سے ایک آدمی ہلاک
ہو گیا اور ایک شدید زخمی۔ تمام منڈیاں بدستور بند ہیں۔

لاہور - ۱۴ اگست، آج گوالمنڈی پولیس نے مہاشہ کرشن
مالک روزنامہ "پرتاپ" لاہور کو زیر قاعدہ ۱۲۹ ڈیفنس آف انڈیا رولز
گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد آپ کو جیل پہنچا یا گیا۔

مدراس - ۱۴ اگست ہندو کے نامہ نگار مقیم چنکنگ کی اطلاع
کے مطابق چین کے ایک فوجی مبصر نے کہا کہ مجھے یہ اطلاع
ملی ہے کہ جاپان موسم خزاں میں ہندوستان پر حملہ کی تیاریاں کر
رہا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ سمندر کے راستہ ہندوستان
پر حملہ کے لئے سیام اور برما میں فوجی کمک بھیجی گئی ہے۔

ریویو کے دو حوالوں کا حل جناب مدیر صاحب فرقان نے رسالہ
ریویو سے بھی حضرت مولوی صاحب کے
دو حوالے نقل کئے ہیں چونکہ اس موقعہ پر تو اتنی گنجائش نہیں کہ ان حوالوں
پر تفصیلی بحث کی جائے اسلئے سر دست ان تمام حوالوں کا جو ریویو سے
پیش کئے جاتے ہیں ایک اصولی جواب دینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں مدیر صاحب
فرقان کو چاہیئے کہ وہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا ۱۹۰۶ء کا فائل پڑھیں
اسکے صفحہ ۱۸۶ میں حضرت مولوی صاحب نے صاف الفاظ میں فرمایا ہوا ہے کہ نبی
کریم صلعم کے بعد مراد بروزی نبوت جاری ہے اور نئی شریعت لانیکی قید سے
بھی بروزی نبوت ہی مراد ہوئی ہے اور بروزی نبوت کے متعلق میں بالوضاحت
ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر میں اس جنس
نبوت کو کہتے ہیں جو اولیاء، محدثین و مجددین کو ملتی ہے نہ کہ حقیقی انبیاء کو پس
حضرت مولوی صاحب کی تشریح کے مطابق ان تمام حوالوں میں جو انکے خلاف
پیش کئے جاتے ہیں بجز اس جنس نبوت کے جو اولیاء اللہ کو ملتی ہے اور
کوئی جنس مراد لی ہی نہیں جا سکتی۔ عاقل را اشارہ کافی است۔ والسلام۔
علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ (باقی آئندہ)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ مدد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مساۃ مہر کور بیوہ شام سنگھ ذات سنار
سکنہ کاہنوان تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست
دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے
یوم مورخہ ۲ ۱۱/۴۲ مقرر کیا ہے۔ لہذا جائے مذکور پر مساۃ مہر کور کے
جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً
پیش ہوں ۔ مورخہ ۱۰ ۸/۴۲

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکر گڑھ گورداسپور ضلع گورداسپور۔

کلکتہ - ۱۳ اگست۔ یونیورسٹی بلڈنگس میں کالجوں کے پرنسپلوں
کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کلکتہ میں تمام
سرکاری کالج اور سکول ۱۴۔ ۱۵۔ اگست کو بند رہیں۔

لندن - ۱۵ اگست۔ روس سے آمدہ تازہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ
روسیوں نے جرمنوں کو سٹالن گراڈ سے کافی دور روک رکھا ہے۔
ادھر قفقاز کے محاذ پر دشمن کی پیشقدمی کی رفتار مدھم پڑ گئی ہے
مزید معلوم ہوا ہے کہ اب جرمنوں نے کوئل میکوف سے ہٹ کر استراخان
کی طرف پیشقدمی شروع کر دی ہے۔

بمبئی - ۱۵۔ اگست کل سے چونکہ شہر کی صورت حالات بہتر
ہے اسلئے اس کے اندرونی حصہ میں سرگرمیاں معقول پیمانہ پر جاری ہیں
بمبئی - ۱۵ اگست۔ حکومت بمبئی نے اپنے ایک پریس کمیونک
میں افسوس کیساتھ اعلان کیا ہے کہ مسٹر گاندھی کے سیکرٹری مسٹر مہادیو
ڈیسائی جیل میں فوت ہو گئے ہیں۔

ماسکو ۱۷۔ اگست۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مسٹر چرچل اور ایم
سٹالین میں بدھوار سے ہفتہ تک کانفرنس ہوتی۔ اس کانفرنس
میں پریذیڈنٹ روز ویلٹ کے ایلچی مسٹر ہارین۔ سر ایلن براڈ وے
جنرل ویول اور سر الیگزینڈر کیڈوگن بھی موجود تھے۔ روس گورنمنٹ
کی طرف سے ایم سٹالین کے علاوہ ایم مولوٹوف اور مارشل
اور شلاف بھی شامل ہوئے۔

نئی دہلی ۱۷ اگست۔ کرفیو آرڈر میں دونوں کیلئے توسیع کر دی گئی ہے
یعنی اب یہ ۱۹ اگست تک جاری رہے گا پانچ آدمیوں کے مجمع
اور جلسوں و جلوسوں کی ممانعت کے حکم میں بھی ۲۰ اگست ۸ بجے شام
تک توسیع کر دی گئی ہے۔

اقوالِ حضرت عمرؓ

جو عیب سے واقف کرے وہ دوست ہے۔
منہ پر تعریف کرنا ذبح کرنا ہے۔
ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے۔ رعب و داب جاتا رہتا
ہے اور موت سے غافل کا نشان ہے۔
طمع کرنا مفلسی اور بے غرض ہونا امیری ہے۔ بدلہ نہ
چاہنا صبر ہے۔
نیکی کے عوض نیکی تو ادائیگی ہے اور بدی کے عوض
نیکی احسان ہے۔
کم بولنا حکمت ہے۔ کم کھانا صحت، کم سونا عبادت
اور عوام سے کم ملنا عافیت۔
بڑھاپے سے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپا غنیمت جانو۔
سخی حبیب خدا ہے اگرچہ فاسق ہو۔ بخیل دشمن خدا
ہے اگرچہ زاہد ہو۔
ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔
جب جمع ہوں حلال و حرام تو غالب ہوتا ہے حرام۔
نہیں دوستی رکھتے مومن مخالفین خدا و رسول سے اگرچہ
ماں باپ ہوں۔
بدترین آوازیں دو ہیں راگ کی اور نوحہ کی۔
عزت دنیا مال سے ہے اور عزت آخرت اعمال سے۔
سلامتی گمنامی میں ہے یا خلوت میں۔
ہم حرام کے خوف سے نو حصہ حلال ہی ترک کر دیتے ہیں۔

مَلْفُوظَات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ختم نبوت اور حضرت امام عصر حاضر

یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا ۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے ۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپ کو خاتم النبیین نہیں مانتا سعدی نے کیا اچھا کہا ہے ۔ بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ۔ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ ہمارا مدعا جس کے لئے خدا تعالےٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے ۔ یہی ہے ۔ کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جاوے ۔ جو ابدالآباد کے لئے خدا نے قائم کی ہے ۔ اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جاوے ۔ جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ قائم کی ہیں ۔ ان ساری گدیوں کو دیکھ لو ۔ اور عملی طور پر مشاہدہ کرو ۔ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان لائے ہیں یا یہ لوگ ، یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے ۔ کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جاوے کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو ۔ اور کرتوتیں وہی کرو ۔ جو تم خود پسند کرو ۔ اور اپنی ایک الگ شریعت بنالو ۔ بغدادی نماز معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں ۔ کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اسکا کہیں پتا لگتا ہے ۔ اور ایسا ہی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ کہنا اسکا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وجود بھی نہ تھا ۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا ۔ شرم کرو ۔ کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے ۔ اب خود ہی فیصلہ کرو ۔ کیا ان باتوں کو مان کر اور ایسے عمل رکھکر تم اس قابل ہو ، کہ مجھے الزام دو ۔ کہ میں نے خاتم النبیین کی مہر کو توڑا ہے ۔ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لاکر آپ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے ۔ تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت ہوتی ۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی خدا تعالےٰ کی غیرت کو تحریک دی ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے ۔ جو ان جھوٹی نبوتوں کے بت کو توڑ کر نیست و نابود کر دے ۔ پس اسی کام کے لئے خدا نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے ۔ میں نے سنا ہے ۔ کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر رکھا ہوا ہے ۔ جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے ۔

ان گدی نشینوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا یہ بالکل ان بدعتیوں کی معمولی اور عام باتیں ہیں ۔

اللہ تعالےٰ نے ہماری اس جماعت کو اسلئے قائم کیا ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں ۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے ۔ اگر اس جیسے ہزاروں بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں ۔ جیسا کہ یہ دعوےٰ کرتے ہیں ۔ تو یہ کیا بات ہے ۔ کہ ہزاروں قبروں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں ۔

(فتاوےٰ احمدیہ صفحہ ۱۹)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں ۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب خان عبدالعزیز خان صاحب انسپکٹر پولیس بمبئی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بنا دیئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ خانصاحب موصوف کو یہ ترقی مبارک کرے اور انہیں پہلے سے بڑھ کر خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

— مولٰنا احمد یار صاحب رخصت پر تھے آپ واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ تبلیغی کلاس کی پڑھائی باقاعدہ شروع ہو گئی ہے جو اصحاب اس کلاس میں داخل ہونا چاہیں وہ فوراً اپنی درخواستیں ، جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کی خدمت میں ارسال کریں ۔

— پہلے بھی یہ خبر درج ہو چکی ہے کہ محترم چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی ۔ سی ۔ ایس مرکزی مسجد کی رونق بڑھانے میں خاص توجہ دے رہے ہیں اس کام میں چوہدری صاحب موصوف کو بہت کامیابی ہوئی ہے ۔ اس سلسلہ میں چوہدری صاحب نے ۱۴ اگست بروز جمعہ بعد از نماز عصر ٹی پارٹی مسجد میں دی جس میں ستر اصحاب نے شمولیت فرمائی ۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے نہایت موثر پیرایہ میں نماز باجماعت کی ادائیگی پر تقریر فرمائی ۔

سانحۂ ارتحال

جموں سے خبر موصول ہوئی ہے کہ سلسلہ کے مخلص اور پرانے بزرگ جناب مستری شہاب الدین صاحب انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہ بزرگ حضرت مجدد زمان کے پرانے اور مخلص مریدین میں سے تھے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

تحریک صدقہ میں حصہ لے کر اپنی انجمن کو مضبوط بنائیں ۔

سنہ ہجری کی ابتداء

(قسط دوم)

یہ علت تو قطعی نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کرام محض قومی تعصب اور تنگدلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اس عہد کے بیشمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ وہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرت عمر نے بیشمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی و تمدنی اصول معلوم کئے اور ان میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر آئیں، بلاتامل اختیار کر لی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا وہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کو بااصرار طلب کرتے اور ان سے مشورہ لیتے، دفاتر حکومت کی تقسیم خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام حساب و کتاب کے اصول و قواعد اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے۔ یعنی ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے اسلئے حضرت عمر نے چاہا اس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ہر ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طبری کے فرمان میں والیٔ شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں "ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک رومی کو بھیجدو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب استوار کر دے (مراۃ مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کر لینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب و تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری علت ہی ہونی چاہیئے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دیئے اور ایک سنہ از سر نو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابہ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجے کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلحہ لفظوں میں نہ ادا کر سکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے لیکن ان کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے، تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں لیکن دماغ جاتا اسی طرف، تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہو سکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام "تزکیہ" کے کہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ (۲:۱۲۹)

یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا بن جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی وہ قبول ہی نہیں کرے گا صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اس میں سما سکتی ہیں۔

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی، قومی زندگی کی بنیاد جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کر سکیں۔ جب حضرت عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے۔ لیکن ان کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہو سکی اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھو دینا تھی

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے۔ اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا۔

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کر لینے کے ان کا سنہ قبول نہ کر سکے۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ اور ایسا ہونا چاہیئے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انہوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی۔ ان کے حساب کتاب کے قواعد قبول کر لئے۔ ان کے حساب کی مصطلحات و اشارات سے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی۔ اسلئے یہ ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو۔ اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا [illegible] اسے یہی کرنا تھا۔

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اوّل کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھو چکا ہے ہر عہد کا مؤرخ دراصل اسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے اس لئے سابق کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کر سکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہ کرام کے عہد پر ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اوّل کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو و نما پا چکی تھی۔ اسلئے ان مصنفوں نے جب اس عہد کے حالات پر قلم اٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کر کے اس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیداشدہ ذوق کے رنگ میں اس کی ہر بات رنگ ڈالی، تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے ہر گوشہ تک اس معاشرے کے اثرات پہنچے۔ حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جا سکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اوّل کے واقعات و معاملات کے بعد ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں۔ اور ان کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے، مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم انگلی رکھ کر بتا سکتے کہ صدر اوّل کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب التاریخات القدیم" یعنی حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ ان کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے۔ لیکن بعد کے مؤرخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کر دیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی۔ نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بینظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی، رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا (یعنی دورہ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند برسوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کر دی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسی" سے روکا تھا اور کبیسہ پر نسی کا شبہ ہو سکتا تھا اسلئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا مؤرخ موصوف کو یہ دور از کار دقیقہ سنجی اسلئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے ان کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اسلئے "ناچار نسی" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں۔ اول تو یہ ان روایات کے خلاف

(باقی بر صفحہ ۵)

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۴ شعبان ۱۳۶۱ھ م ۲۷ اگست ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۵

مسیح موعود کہاں ہے؟

دجال اور یاجوج ماجوج سے متعلقہ احادیثِ نبوی کو اقوامِ یورپ پر چسپاں کرنیوالے اسکا جواب دیں

پیغام صلح مورخہ ۱۳ اگست میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "معاصر ایمان اور جنگ عظیم کی پیشگوئی" کے عنوان سے لکھا تھا۔ جس میں ہم نے اس امر کی وضاحت کی تھی کہ دجال اور یاجوج ماجوج سے متعلقہ احادیث کو سب سے پہلے اقوام یورپ پر حضرت امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے چسپاں کیا اور دنیا میں اس امر کا اعلان کیا کہ دجال اور یاجوج ماجوج یہی مغربی اقوام ہیں اور حضور کے اس اقدام سے آنحضرت صلعم کی وہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا "کہ مومنوں میں سے ایک خاص آدمی ہوگا وہ اس دجال کو پہچان لے گا اور لوگوں میں اعلان کرے گا کہ واقعی یہی دجال ہے جس سے آنحضرت صلعم نے ڈرایا" آج مسلمان اس امر کو تو تسلیم کر چکے ہیں کہ اقوام مغرب ہی دجال اور یاجوج ماجوج ہیں لیکن اس شخص کا نام لیتے ہوئے ڈرتے ہیں جس نے سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق اس حقیقت کو واشگاف کیا؟ اس کے علاوہ مسلمان صحیفہ نگار ان پیشگوئیوں کے ایک حصہ کو تو پیش کرتے ہیں جیسا کہ معاصر صدق لکھنؤ اور معاصر ایمان پٹی میں یاجوج ماجوج اور دجال پر بحث کی گئی ہے، اور آنحضرت صلعم کی ان پیشگوئیوں کو اقوام مغرب پر چسپاں کیا گیا ہے، لیکن مسیح موعود کی آمد سے متعلقہ پیشگوئیوں کو پیش کرنے سے گریز کیا جاتا ہے اور بعض لوگ تو ان سب احادیث کے صحیح ہونے سے ہی انکار کر جاتے ہیں اور انہیں کوئی وقعت نہیں دیتے۔ لیکن ہم ان دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں سوال کرتے ہیں جو یاجوج ماجوج اور دجال ان مغربی اقوام کو قرار دیتے ہیں کہ وہ مسیح موعود کہاں ہے؟ جو دجال کو قتل کرے گا، اور جس کی آمد کا ذکر احادیث نبوی میں ہے؟

ہمارے نزدیک وہ مسیح موعود آچکا اور چودھویں صدی کے مجدد کو ہی تقاضاء وقت کی وجہ سے مسیح موعود بنا کر بھیجا گیا جیسا کہ حضرت ممدوح خود فرماتے ہیں:۔

"اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت ہے"

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مغربی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی آوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴)

ہم اس دعوے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو صادق تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ مسلمان اور صحیفہ نگار جو یاجوج ماجوج اور دجال کی پیشگوئیوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس دعوے کو ماننے سے کیوں گریز کرتے ہیں؟ امید ہے معاصر ایمان اور معاصر صدق ضرور اس کا جواب دینے کی تکلیف گوارہ فرمائیں گے اور ان پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کا جواب دیں۔

دوسرا سوال ہمارا یہ ہے کہ قتل دجال سے ان معاصرین کے نزدیک کیا مراد ہے؟

ہمارے نزدیک قتل سے مراد کسی فرد واحد کا قتل نہیں، بلکہ اس مادی اور محدانہ فلسفۂ حیات کا ابطال ہے جو یہ اقوام پیش کرتی ہیں، اور ان وساوس کو دور کرنا ہے جو اس فلسفہ سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اگر قتل دجال سے متعلقہ احادیث پر غور کیا جائے، تو نتیجہ یہی نکلتا ہے اور متعدد احادیث میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔

ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ وان یخرج ولست فیکم فامرء حجیج نفسہ

(کنز العمال)

"اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان ہوں تو میں اس سے بحث کر کے اسے مغلوب کروں گا اور اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان نہ ہوں تو ہر شخص اپنی ذات سے اس سے بحث کرے۔"

ہم نے ان مذکورہ سوالات کے متعلق اپنے مسلک کی وضاحت کر دی ہے امید ہے ہمارے معاصرین ان مذکورہ سوالات کا جواب دے کر اپنے مسلک پر روشنی ڈالیں گے۔

شذرات

خلافت کیلئے مشق

میاں ناصر احمد صاحب جو جناب خلیفہ صاحب قادیان کے سب سے بڑے لڑکے ہیں اور جن کے متعلق سنا گیا ہے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کے بعد انہیں "خلیفہ" بنایا جائے، ان کی طرف سے الفضل مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۴۲ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے نام ایک حکم صادر ہوا ہے جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:۔

"اپنے سائق زعیم قائد اور دیگر عہدہ داروں کے احکام کی شوق سے تعمیل کرنا ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے خواہ یہ احکام ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں"

احکامات صادر کرنیکا لپکا بھی عجیب ہوتا ہے جس میں ذہنی توازن قائم نہیں رہتا حضرت ابوبکر جیسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت انسان تو کہے ان زغت فقوموني وان احسنت فاعینوني یعنی اگر میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو مجھے سیدھا کر دو اور اگر اچھا کام کرنیکو کہوں تو میری مدد کرو لیکن قادیان کے چھوٹے میاں فرماتے ہیں کہ احکام خواہ سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں تعمیل ضروری ہے، خلافت کے لئے مشق کرتے ہوئے اسلامی روایات سے اتنا بعد پیدا ہو گیا جن احکامات کی ابتداء یہ ہے معلوم نہیں انکی انتہا کیا ہو گی

انجمن کا قرضہ

پیغام صلح کے گذشتہ تیسوع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے "انجمن کا قرضہ" کے عنوان سے جماعت سے ایک اپیل کی ہے اور وہ دوست جنہوں نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا انہیں اس تحریک میں حصہ لینے کی تلقین فرمائی ہے اور حضرت ممدوح نے جس درد بھرے دل کیساتھ یہ اپیل کی وہ میری تشریح کی منت کش نہیں وہ دوست جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا انہیں فوراً اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہیئے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جماعت اور انجمن کو مضبوط بنانے کے لئے یہ قدم اٹھانا چاہیئے اور انہیں اپنے اس عمل سے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ دنیا میں ایک زندہ اور فعال جماعت کے افراد ہیں۔

قرآن مجید اور حدیث کا درس

احمدیہ بلڈنگس لاہور کی مسجد میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب ہر روز نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید اور نماز مغرب کے بعد درس حدیث اپنے مخصوص اور پر تاثیر انداز میں دیتے ہیں ان درس کا جو اثر قوم کی تعمیر پر پڑ سکتا ہے وہ واضح ہے، مرکزی جماعت کے احباب کو چاہیئے کہ باقاعدگی سے اس درس میں شامل ہوں، درس کا ایسا اعلیٰ انتظام ہونا خدا تعالےٰ کا ایک خاص فضل ہے اور اس فضل سے مستفیض ہونا ایک نعمت ہے امید ہے ہمارے دوست سلسلہ کی گذشتہ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت باقاعدگی کیساتھ اس درس میں شامل ہوں گے ہاں جو دوست بعد مکانی کی وجہ سے شمولیت نہ کر سکتے ہوں وہ معذور ہیں لیکن جو دوست آسانی سے شامل ہو سکتے ہوں انہیں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کے جوابات

از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

نوٹ :- کچھ عرصہ ہوا ایک غیر از جماعت دیو بندی مولوی صاحب نے دوران خط و کتابت میں حضرت مسیح موعودؑ پر بہت سے اعتراضات لکھکر بھیجے تھے، جن کے جوابات خاکسار نے لکھے، اس قسم کے اعتراضات چونکہ عام طور پر کئے جاتے ہیں اور ان کے جوابات کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، اسلئے اخبار میں ان کی اشاعت فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہوگی، یہ سلسلہ طویل ہے امید ہے کہ قارئین پیغام صلح اسکو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھیں گے۔ خاکسار دوست محمد

اعتراض نمبر ۱ } مرزا صاحب نے تحفۃ الندوہ صـ۵ میں لکھا ہے کہ "اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں" یہ جھوٹ ہے۔

الجواب } اس میں کوئی جھوٹ نہیں، قرآن کریم کی سورۃ تحریم کی آخری آیات کو پڑھ لیجئے، جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال دو عورتوں سے دی ہے فرمایا ضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امرأت فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتاً فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربھا وکتبہ وکانت من القنتین یعنے اللہ تعالےٰ نے مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی سے دی ہے جب اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے قریب جنت میں گھر بنا اور فرعون اور اس کے عمل سے مجھے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے، اور مریم بنت عمران سے مثال دی ہے جس نے اپنی فروج کی پوری حفاظت کی، پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور وہ خدا کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی ہوئی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

اس آیہ کریمہ میں یہ قابل غور امر ہے، حضرت مریم کا ذکر کرتے ہوئے اور مومنوں کو ان سے تشبیہ دیتے ہوئے جہاں ان پر نفخ روح یا کلام الٰہی کے نزول کا ذکر ہے، وہاں ضمیر مونث کی بجائے مذکر ہے، اور فرمایا فنفخنا فیہ من روحنا یعنی اس مومن مرد میں ہم نے اپنی روح پھونکی، اس میں یہ بتایا ہے کہ جہاں اعلےٰ درجہ کے مومنوں کی حالت مریمی حالت ہے، وہاں وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوتے اور اس سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کرتے ہیں ان کی حالت ابن مریم کی ہوتی ہے۔ پس چونکہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ اللہ تعالےٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل کرنے اور ابن مریم کی حالت پر پہنچنے کا ہے، اسلئے آپ نے فرمایا قرآن کریم میں میرا نام ابن مریم رکھا گیا، اسی بات کو آپ نے دوسری جگہ ذیل کے اشعار میں بیان فرمایا ہے :-

مدتے بودم برنگ مریمی — دست نا دادہ بہ پیرانِ ہمی
بعد ازاں قادر و رب مجید — روح عیسیٰ اندراں عیسیٰ دمید
پس بنقش رنگ دیگر شد عیاں — زاد زاں مریم مسیح ابن فلاں

فرمائیے اس میں کونسا استبعاد ہے، اور جھوٹ اس کو کیسے کہا جا سکتا ہے؟ آپ خود ہی فرمائیے کہ قرآن کریم نے مومنوں کی مثال مریم سے دی ہے یا نہیں؟ اگر دی ہے تو مریم کا ذکر کرتے ہوئے فنفخنا فیہ من روحنا میں ضمیر مذکر کیوں استعمال کیا اس میں کھلے طور پر مریمی حالت کو کلام الٰہی کے نزول کے موقعہ پر ابن مریمی حالت قرار دینا مقصود نہیں؟ بات تو صاف ہے، جس کو اہل تصوف نے بھی مانا ہے جیسے کہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

جان کل، جان جز آسیب کرد ؎ عقل از وے سند در جیب کرد
ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب ؎ حاملہ شد از مسیح دلفریب
آں مسیح نے کو بر خشک و تر است ؎ آں مسیح کز مساحت برتر است
پس ز جاں جاں چو حامل گشت جاں ؎ از چنیں جاں شود حامل جہاں
پس جہاں زاید جہانے دیگرے ؎ ایں حشر را وا نماید محشرے

(مثنوی مولانا روم دفتر دوم صـ۲۵ مطبع کریمی)

حضرت مولانا رومؒ نے کس لطافت بیان اور خوبصورتی کے ساتھ ایک مومن کی دو حالتوں کو ان اشعار میں بیان کیا ہے ایک حالت مریمی اور دوسری حالت عیسوی یا ابن مریمی، اور اس میں بتایا ہے، کہ کلام الٰہی کے ذریعہ سے ایک مومن حالت مریمی سے نکل کر ابن مریم کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دنیا میں ایک محشر اور انقلاب عظیم برپا کر دیتا ہے، یہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت ہی کی تفسیر ہے اور اسی کیطرف حضرت مرزا صاحب نے تحفۃ الندوہ کے مندرجہ بالا فقرہ میں اشارہ کیا ہے، اسکو اگر آپ اپنی ظاہر پرستی اور قشر برداری کی وجہ سے نہ سمجھ سکیں تو کسی کا کیا قصور؟ ؎

گر بروز نہ بیند شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اعتراض نمبر ۲ } ازالہ اوہام صـ۷۷ و البشریٰ جلد اول حصہ دوم صـ۱۹۔ میں نے کہا کہ تین شہروں کے نام اعزاز کیساتھ قرآن کریم میں درج ہیں، مکہ، مدینہ، قادیان" دوسرا جھوٹ۔

الجواب } یہ حضرت مرزا صاحب کا جھوٹ نہیں بلکہ آپ کا افترا ہے، اگر آپ نے ازالہ اوہام اور البشریٰ کو کبھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پڑھا ہوتا تو منقولہ بالا فقرہ کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی آپ کو ان میں لکھے ہوئے نظر آ جاتے :-

"یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا"

فرمائیے ایک کشفی بات کو حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ قرار دے کر اور ان پر خواہ مخواہ جھوٹ کا الزام لگا کر آپ نے خود ہی اس نجاست پر منہ نہیں مارا جس کو اس مقدس انسان کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی؟ سچ ہے چاند پر تھوکا تھوا اپنے ہی منہ پر آتا ہے۔

اعتراض نمبر ۳ } شہادت القرآن صـ۴۱ - ھذا خلیفۃ اللہ المھدی بخاری کی حدیث ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے - یہ بھی جھوٹ ہے، بتلائیں بخاری میں یہ حدیث ہے؟

الجواب } سہو و نسیان انسان کا خاصہ ہے، خواہ وہ کتنا بھی بلند مرتبہ رکھتا ہو، حضرت آدم کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے نسی آدم، آدم بھول گیا حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا نسیا حوتھما اور تو اور خود افضل البشر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق فرماتے ہیں اخطی واصیب، (نبراس شرح الشرح عقائد نسفی صـ۳۹۲) یہی حال حضرت مرزا صاحب کا ہے ان کو بھی سہو و نسیان ہو جاتا تھا، اس کو جھوٹ قرار دینا پرلے درجہ کی حق ناشناسی اور کمینگی ہے۔

اگر کسی کتاب کا حوالہ سہواً دے دینا جھوٹ قرار دیا جا سکتا ہے تو پیا ور کھنا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب ایسا غلط حوالہ دینے میں منفرد نہیں اس سے قبل بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے غلطی سے بعض حدیثیں بخاری کی طرف منسوب کی ہیں حالانکہ وہ بخاری میں نہیں لیکن ان کو کسی نے جھوٹا قرار نہیں دیا، مثلاً۔

(۱) علامہ سعد الدین تفتازانی، ملا خسرو، ملا عبد الحکیم تینوں نے لکھا ہے کہ حدیث یکثر لکم الاحادیث بعدی بخاری میں ہے، حالانکہ بخاری میں نہیں۔

(توضیح شرح تلویح جلد ۱ - صفحہ ۲۶۱)

(۲) موضوعات کبیر میں ملا علی قاری لکھتے ہیں :- حدیث خیر السودان ثلاثۃ لقمان وبلال ومھجع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری فی صحیحہ عن واثلۃ ابن الاسقع مرفوعاً کذا ذکرہ ابن الربیع لکن قول البخاری سھو قلم اما من الناقل او من المصنف فان الحدیث لیس فی البخاری (موضوعات کبیر صـ۴۳)

یہ حدیث کہ بہترین سیاہ آدمی تین ہیں، لقمان، بلال، اور مہجع جو آنحضرت صلعم کے غلام تھے اس کو بخاری نے واثلہ بن الاسقع سے مرفوعاً روایت کیا ہے ابن الربیع نے بھی ایسا ذکر کیا ہے لیکن بخاری کا حوالہ یا تو ناقل کا سہو قلم ہے یا مصنف کا کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں،

(۳) بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں لکھا ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم من السماء وامامکم منکم رواہ البخاری حالانکہ بخاری میں من السماء کے الفاظ موجود نہیں۔

اب فرمائیے کیا ان سب بزرگوں کو آپ کاذب قرار دینے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو آپ کا کیا حق ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر کذب بیانی کا الزام لگائیں، جرم وہی ہے جو ان بزرگوں سے سرزد ہوا۔ اگر وہ اس جرم کے باوجود جھوٹے قرار نہیں دیئے جا سکتے تو حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کہنا کیا آپ کی کور باطنی کا بین ثبوت نہیں؟ سنیئے ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کے متعلق

ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اذ کرہ السیوطی و
فی زوائد ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات
و رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی
شرط الشیخین (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ حاشیہ مطبوعہ مصر)
یعنی اس حدیث کو امام سیوطی نے بھی ذکر کیا ہے اور زوائد
میں ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی
ثقہ ہیں اس کو امام حاکم نے مستدرک میں درج کیا ہے اور کہا
ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے،
پس اگرچہ حدیث بخاری میں نہیں لیکن بخاری کی
احادیث کے پایہ کی ہے، اور اس بات پر حضرت
مرزا صاحب نے خود بڑا زور دیا ہے، کہ مہدی کے متعلق
بخاری مسلم نے کسی حدیث کو نہیں لیا (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۵)
پس اس حدیث بخاری کی طرف منسوب کرنا سہو اور سبقت
قلم کے سوائے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپکا مطلب سوائے
لیکن آپ لوگوں کو تو جھوٹ اسقدر پیارا ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو ایک طرف
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی جنہیں قرآن نے
صدیقًا نبیًا کہا ہے، تین جھوٹ منسوب کرنے
سے دریغ نہیں کرتے، حضرت مرزا صاحب نے تو اس کو بہت
بڑی لعنت قرار دیا ہے، اور حضرت ابراہیم اور تمام انبیائے
کرام اور دیگر اولیاء اللہ اور راستبازوں کا دامن اس سے
پاک ٹھہرایا ہے، ان کو جھوٹ سے کیسے لگاؤ ہو سکتا
ہے۔

اعتراض نمبر ۴ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰۔ حضرت مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات
میں لکھا ہے جس پر بکثرت امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں وہ نبی
کہلاتا ہے یہ بھی جھوٹ بتلایئے کہاں لکھا ہے۔

الجواب حضرت مجدد صاحب سرہندی کے اصل الفاظ حضرت مرزا صاحب نے دو تین جگہ اپنی کتابوں میں
نقل کئے ہیں جو یہ ہیں:۔

"جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی
کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں"
(ازالہ اوہام صفحہ ۹۰۷)

ایسا ہی تحفہ بغداد میں بھی محدث ہی لکھا ہے لیکن چونکہ محدث
کو لغوی معنوں میں نبی بھی کہا جا سکتا ہے، اسلئے حقیقۃ الوحی
میں حضرت مجدد صاحب کے اصل الفاظ نقل کئے بغیر روایت
بالمعنی کے طور پر "نبی کہلاتا ہے" کے الفاظ لکھ دیئے گئے
حقیقت میں اس سے محدث ہی مراد ہے، نبی حقیقی مراد نہیں،
کیونکہ اس سے ایک دو سطریں پہلے اپنے آپ کو امتی
نبی قرار دیا ہے، جس کے معنے ازالہ اوہام میں محدث
ہی کے کئے ہیں (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲) "اسلئے نبی کہلاتا
ہے" سے وہی "امتی نبی کہلاتا ہے" مراد ہے جس کا ذکر چند
سطریں پہلے ہے اور اس کے معنے "محدث" کے سوائے
اور کچھ نہیں، اسکو جھوٹ قرار دینا روایت بالمعنی کے اس
طریق کو غلط ٹھہرانا ہے، جو احادیث میں عام طور پر ملحوظ رکھا
گیا ہے، کیا آپ دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ
احادیث کی کتابوں میں جس قدر روایات حضرت نبی کریم
صلعم کی طرف منسوب ہیں وہ آپ کے اصل الفاظ میں ہیں؟
اگر نہیں اور کئی روایات ایسی ہیں جو صحیح ہونے کے باوجود
حضرت نبی کریم صلعم کے الفاظ میں نہیں بلکہ راویوں نے اپنے الفاظ میں
انکو روایت کیا ہے اور پھر بھی نہیں جھوٹا نہیں قرار دیا جا سکتا تو
حضرت مرزا صاحب پر محض اس بنا پر کہ انہوں نے حضرت مجدد
الف ثانی کے ایک قول کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا جھوٹ
کا الزام کس طرح عاید ہو سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۵ کشتی نوح صفحہ ۵ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی یہ بھی جھوٹ

الجواب تعجب ہے قرآن شریف کا علم تو آپ کو ہے نہیں اور حضرت مرزا صاحب کو ملزم قرار دینے میں اسقدر بے باکی کا
اظہار کر رہے ہیں، اگر آپ کو معلوم نہیں تو سن لیجئے، قرآن کریم فرماتا ہے،
واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض
تکلمھم ان الناس کانوا بآیاتنا لا یوقنون (النمل رکوع ۶)
اس آیہ کریمہ میں دابۃ من الارض اور تکلمھم کے الفاظ قابل غور
ہیں۔ مؤخر الذکر کے معنے بروئے لغت کاٹنے کے ہی ہیں
جیسا کہ المنجد میں ہے کلمہ تکلیمًا جرحہ (صفحہ ۵۰۰) یعنی کلم کے معنے
ہیں اسکو زخم لگایا پس آیت کے معنے صاف ہیں کہ جب ان پر
حجت تمام ہو جائے گی تو ہم زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو
انہیں کاٹے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے، یہ زمینی
کیڑا کونسا ہے جو لوگوں کو آیات الٰہی پر یقین نہ رکھنے کے سبب کاٹتا
ہے ظاہر ہے کہ یہ وہی طاعونی کیڑا ہے، جو اس زمانہ میں مسیح موعود کی
تکذیب کی وجہ سے پیدا ہوا اور جسکا ذکر حدیث میں ان الفاظ میں موجود ہے
فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ فیرسل اللہ علیھم النغف
فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ (مسلم جلد ۲
کتاب الفتن صفحہ ۴۰۱ مصری باب ذکر صفت الدجال) پس خدا کا نبی مسیح موعود اور اس کے صحابی متوجہ ہونگے، اور خدا تعالیٰ ان کے
مخالفوں کے گلوں میں ایک پھوڑا ظاہر کریگا پس ایک چیرے پھاڑے
ہوئے شخص کی موت کی طرح ہو جائیں گے۔

کیوں مولوی صاحب! اب تو آپ کو قرآن بلکہ حدیث میں بھی
مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑنے کی خبر معلوم ہو گئی، کیا اب
بھی آپ مسیح موعود کی صداقت اور اپنی جہالت اور لاعلمی کا اعتراف
نہ کریں گے؟ (باقی دارد)

بقیہ از صفحہ ۲

ہے جو اوپر گذر چکیں۔ کیونکہ ان میں تمام قدیم تقویموں کی اُلٹ پلٹ کا ذکر ہے، نہ کسی خاص تقویم کا، ثانیاً "نسی" "مصطلحہ جاہلیۃ" اور کبیسہ "مصطلحہ حساب" قطعًا دو مختلف چیزیں ہیں جس "نسی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا وہ یقینًا قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان محرم بن جاتا تھا اور کبھی رمضان ذوالحج قرار پا جاتا تھا اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات اُلٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور ان کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن کبیسہ بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اس کا مقصد دوسرا ہے۔ اور اس کے اجراء کے نتائج دوسرے ہیں، اس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا، وہ محض اسلئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہے اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جاتا ہے تاکہ زیادہ مدت گذرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ بن جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ حضرت عمرؓ اور اکابر صحابہ "نسی" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی نسی سمجھ لیتے یا انہیں کبیسہ پر "نسی" کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی ہزارویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام نے رومی
اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اسلئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے انہیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں"۔ اب غور کرو بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہے!

حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کر دی، اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت بیشمار معاملات میں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اُٹھانا کیوں جائز رکھتے۔ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا۔ مگر باتیں دوسری ہیں، ان کا محل دوسرا ہے، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں اس معاملہ سے اُسے کیا تعلق؟

واقعہ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دور دراز توجیہ کے وضاحت کئے، یہ بات سامنے آ جاتی ہے، کہ حضرت عمرؓ اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ قومی زندگی کی تنظیم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اسلئے چاہیئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے۔ اندر

قادیانیت سے توبہ

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نیازمند نے قریبًا بارہ تیرہ سال سے جناب میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت شمولیت سلسلہ کی ہوئی تھی لیکن مسئلہ کفر و اسلام و نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق شروع سے ہی میرا وہی عقیدہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ لاہور کا ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے میں میاں صاحب کی بیعت پر اصولًا رہ نہیں سکتا۔ کیونکہ میرے عقیدہ کی رو سے میاں صاحب موصوف مسلمانوں کے مکفر ہیں اور انکے عقیدہ کی رُو سے میں کافروں کو گویا مسلمان سمجھتا ہوں مجھے اس بات پر انشراح ہے، کہ جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود کے عقیدہ کے بالکل مطابق ہے لہذا میں آج کی تاریخ سے جناب میاں صاحب کی بیعت سے الگ ہو کر آپ کے دست حق پرست پر شمولیت سلسلہ کی بیعت کرتا ہوں میرے حق میں دعا استقامت فرمائی جائے۔ تحریر ۲۲ ساون ۱۹۹۹ء
بقلم خود فتح محمد خاں محرر زمینداراں چک ۔۔۔

بہائیت اور شیعیت

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

شیعہ ازم کا مرکز ایران ہے۔ اور یہ مذہب اگرچہ اسلام کی ایک شاخ ہے مگر ان کے اعتقادات اکثر ملحدانہ اور غالیانہ ہیں۔ اور ایرانی لوگ اسلام میں داخل ہو کر بھی اکثر اسلام سے دشمنی کرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں لوگوں میں سے بابیت اور پھر بہائیت نکلی ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شیعوں کے بہت سے اعتقادات اسلام کے اصل عقاید سے ایسے مخالف ہیں جیسے تاریکی روشنی کے مخالف ہے۔ اور ان کا ایسے ہی شیعوں میں سے جو بابی اور بہائی نکلے وہ پرلے درجے کے ملحد و بیدین نکلے۔ مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ کہنے کو تو باب اور بہاء اللہ "اسلام کو منسوخ کر کے اس سے بہتر مذہب بحیثیت مظہر خدا ظاہر ہوئے مگر درحقیقت یہ دونوں شیطان کے مظہر تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان لوگوں کے اکثر عقائد شیطانی ہیں۔ اور ان لوگوں کو اسلام کے ساتھ اس قدر بغض ہے کہ خدا کی پناہ۔ اگرچہ ایک طرف ان کو اسلام کی صداقت کا اعتراف ہے مگر شیعوں سے بڑھکر غالی اور دشمن اسلام ہیں۔ حتےٰ کہ شریعت اسلام کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے کا سبب بھی بقول بہاء اللہ کوئی ضرورت حقہ نہیں بلکہ اہل اسلام کی باب سے علیحدگی اور اس کے بیہودہ عقائد پر نکتہ چینی اس کا باعث ہے اور اگر باب سے اعتراض نہ کیا جاتا تو وہ شریعت اسلام کو منسوخ نہ کرتا۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ باب اور بہاء اللہ نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر شریعت جدید پیش کی۔ نہ کسی ضرورت حقہ کے لئے۔

باب اور بہاء اللہ سے کیا سلوک ہوا

اگرچہ یہ شیعوں میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید جو مابین دفتین اس وقت موجود ہے یہ اصل قرآن نہیں ہے بلکہ بیاض عثمانی ہے۔ اور اصل قرآن امام مہدی کے پاس ہے جو کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں اور جب کبھی وہ نکلیں گے تو اس وقت اصل قرآن ظاہر ہوگا۔ جس میں شیعہ مذہب کے غالیانہ عقاید ہوں گے۔ شیعوں میں ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ امام مہدی صاحب شریعت جدید ہوگا۔ لیکن باایں ہمہ باب نے جب دعوے کیا کہ میں ہی قائم آل محمد ہوں تو بوجہ اس کے جھوٹے دعوے کے اس کو شیعوں نے قتل کروا دیا۔ اور جب بہاء اللہ نے بابی مذہب کو رواج دینے کی کوشش کی تو اسے قید کروایا اور جلاوطن کروایا یہاں تک کہ اس جلاوطنی اور قید ہی کی حالت میں ناکامی کے ساتھ بہاء اللہ بھی مر گیا۔ یہ اس قدر سخت مخالفت کیوں ہوئی۔ اسلئے نہیں کہ باب یا بہاء اللہ کی ذات سے کوئی دشمنی تھی۔ بلکہ اسلئے کہ باب نے اپنی کتاب کے سوا باقی تمام کتابوں کو جلانے کا حکم دیا اور ہر غیر بابی کو ناپاک قرار دیا اور ان کے اموال کو لوٹ لینا جائز قرار دیا۔ اور ان کا خون گرا دینا باعث ثواب ٹھہرایا یہ تمام امور ایسے تھے کہ ان کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ حتےٰ کہ جب بابیوں نے بغاوت کی اور سلطنت ایران نے ان کو سزائیں دیں اور بابی جگہ بجگہ مارے گئے تو بالآخر بہاء اللہ کو باب کے ان حکموں کو منسوخ قرار دینا پڑا۔

بابیوں اور بہائیوں کا ایک جھوٹا الزام

جب بہائیوں کے سامنے ان کے جھوٹے مدعیوں کی یہ حقیقت پیش کی جاتی ہے تو کبھی کبھی بعض نادان بہائی کہہ دیتے ہیں کہ اسلام میں بھی تو مشرکوں کو نجس اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ نادان محض جذبۂ انتقام کی وجہ سے ایسا کہہ گذرتے ہیں ورنہ قرآن پاک میں کہیں ایسا حکم نہیں کہ جو شخص شرک کرتا ہے وہ واجب القتل ہے۔ بیشک شرک ایک نجاست ہے جو روح کو ناپاک کر دیتی ہے۔ مشرکوں کو ناپاک قرار دیا گیا ہے جس طرح وہ عورت جو اپنے شوہر کے حق میں کسی غیر مرد کو شریک کرتی ہے اور زانیہ کہلاتی ہے اور اسے کوئی بھلا آدمی سوائے کسی مشرک یا زانی کے پسند نہیں کرتا اسی طرح وہ شخص جو مالک حقیقی کے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے وہ زانیہ عورت سے بھی بدتر اور ناپاک روح ہے۔ مگر باایں ہمہ بوجہ اس نجاست کے قتل مشرک کا کوئی حکم اسلام میں نہیں ہے۔ جن لوگوں کے قتل کی اجازت قرآن مجید میں ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جو توحید خداوندی کے علمبردار مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے مادی ہتھیاروں سے حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ بھی صرف اسلئے کہ وہ اللہ کو واحد لا شریک خدا مانتے تھے اور حضرت محمد صلعم کو اس کا رسول مانتے تھے۔ تب ایسے ظالم اور ناپاک لوگوں کے مقابل تلوار کے جواب میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی۔ اور جو شخص اس حقیقت سے واقف ہوگا کبھی یہ بیہودہ اعتراض منہ پر نہ لائے گا کہ اسلام نے کسی کے قتل کی اسلئے اجازت دی کہ وہ مسلمان نہیں یا وہ مشرک ہے۔

ممکن ہے کہ بابی اور بہائی میرے بیان کو جھوٹ قرار دیں کیونکہ یہ قوم تقیہ باز ہے اور اسے انہوں نے شیعوں سے بطور ورثہ لیا ہے۔ اسلئے میں اپنے بیان کی تائید میں بعض حوالے پیش کرتا ہوں۔

تاریخی شہادت } (۱) "ایشاں کسانیکہ مومن بباب نہ بودند نجس و واجب القتل می داشتند" (نقطۃ الکاف ص۴)

بابی لوگ ان لوگوں کو جو باب کو نہ ماننے والے تھے انکو ناپاک اور ....

عبد البہاء کی گواہی } (۲) "در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان حزب اعناق و حرق کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتل عام الا من آمن و صدق بود"

(مکاتیب عبد البہاء جلد ۲ ص۲۶۶)

یعنی باب کے زمانہ میں بیان کا حکم صریح گردنوں کے مارنے کتابوں اور اوراق کے جلانے اور گھروں کو گرانے اور قتل عام کا حکم تھا سوائے ان لوگوں کے جو باب پر ایمان لے آویں۔

بہاء اللہ کا اقرار } (۳) "معرضین و منکرین بچہار کلمہ متمسک اول کلمہ ضرب الرقاب و ثانی حرق کتب و ثالث اجتناب از ملل اخرٰی ۔ و رابع فنائے احزاب ۔ حالی از فضل و اقتدار کلمۂ الٰہی این چہار سد عظیم از میان برداشتہ شد و این چہار امر مبین از لوح محو گشت و صفات سبعی را بصفات روحانی تبدیل نمود"

(الواح مبارکہ صفحہ ۲۹۴ - ۲۹۵)

یعنی اعتراض کرنے والے اور منکریں چار باتوں کو پکڑتے ہیں۔ اوّل گردنوں کے مارنے کا حکم۔ دوم کتابوں کو جلانے کا حکم تیسرے دوسرے مذاہب سے علیحدگی کا حکم، چہارم نہ ماننے والے گروہوں کو فنا کرنے کا حکم اب خدا کے کلمہ نے فضل اور اقتدار سے ان چاروں بڑی روکوں کو درمیان سے اٹھا دیا ہے اور ان چاروں کلموں کو مٹا دیا گیا ہے۔ اور ان درندگی کے صفات کو صفات روحانی سے بدل دیا ہے۔

الواح مبارکہ کا حوالہ جو بہاء اللہ کی اپنی قلم سے ہے وہ بابیوں کی درندگی کا اعتراف ہے باقی بہاء اللہ کا ان درندانہ احکام کو مٹا دینا ایک مذاق ہے کیونکہ ان احکام کو چلانے والوں کو تو مخالفین نے ہی مٹا دیا تھا۔ اور قید خانہ میں درماندہ بہائی معبود کا محو کرنا یا نہ کرنا تو بے معنی سی بات ہے کیونکہ وہ خود ہی درماندہ ہے۔ اور اس نے اپنی جان کو بھی بڑے مکروں سے بچایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ درندگی فنا کا باعث ہے۔ اور ناممکن ہے کہ یہ ظالمانہ حکم جو اس کے مرشد حضرت اعلےٰ کا ہے کبھی چل سکے۔ ... اور اس بہائی فضل یا اقتدار نے کیا مٹانا تھا بلکہ مخالفین کی زبردست پکڑ نے ہوش ٹھکانے لگا دیئے اور بہاء اللہ کو مجبور کر دیا کہ باب کی وحشیانہ تعلیم سے دستبرداری کا اعلان کر لے۔ چنانچہ اسی لوح میں آگے چل کر بہاء اللہ خود لکھتا ہے کہ

"آنچہ سبب اختلاف و فساد و نفاق است از کتاب محو نمودیم" (الواح ص۲۹۶)

یعنی جو اختلاف اور فساد اور نفاق کا باعث ہے اسے ہم نے کتاب سے مٹا دیا ہے مگر یہ فساد و نفاق کا تخم تو بہاء اللہ کے حضرت اعلےٰ نے ہی بویا تھا جس کا پودا مسلمانوں نے جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا اب اس کو کتاب سے محو کرنے کا کام تو مرے کو مارے شاہ مدار والی بات ہے۔ بہرحال یہ تو ماننا پڑے گا کہ یہ باعث فساد و نفاق احکام خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اور باب کے مدعی کاذب ہونے کی یہ ایک دلیل ہے۔

بہائی فضل و اقتدار

خدا کا فضل اور اقتدار جو خدا کے سچے مظاہر انبیاء اللہ سے ہوا وہ تو یہ ہے کہ جب لوگ سود کی لعنت میں مبتلا تھے۔ شراب و زنا روزمرہ کی عادت تھی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ عورتوں کو ان کے حقوق سے بکلی محروم رکھا ہوا تھا۔ تو حضرت خاتم النبیین کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ان تمام بدیوں کو عملاً دور کرا دیا۔ مگر بہائیوں کے معبود باطل کا فضل و اقتدار یہ ہے کہ لوگ سود خواری کی وجہ سے تباہ ہو رہے تھے مگر سود خور اس حرام کو نہ چھوڑ سکتے تھے تو کہہ دیا کہ جاؤ ہم نے سود کو تمہارے لئے حلال کر دیا

کھاؤ خوب کھاؤ یہ ہمارا فضل ہے۔ زنا کی مرض بہت ترقی پر دیکھی اور علاج نہ ہو سکا تو چند درہموں کا جرمانہ مقرر کر کے زنا کا دروازہ کھول دیا، چار بیویوں کا حکم منسوخ کر کے دو بیویوں کا حکم دیا مگر ساتھ ہی جوان یا باکرہ لڑکیاں رکھنے کی اجازت دیکر زناکاری کا راستہ کھول دیا۔ حرام خوری کو روکنے کی بجائے حرام خوری کو جائز قرار دے دیا، کوئی سور کھائے اسکی مرضی یہ ہے بہائی فضل واقتدار، مگر اس فضل واقتدار سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ بانی مذہب خدا کی طرف سے نہ تھا کیونکہ خدا تعالےٰ اس سے پاک ہے کہ وہ ایسے احکام نازل فرمائے جو باعث فساد ونفاق ہوں۔

البیان کے نزول کا باعث

بہائی لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے بیان کو نازل کر کے قرآن پاک کو منسوخ کر دیا۔ قرآن پاک ایک کامل وجامع ومانع شریعت کی کتاب اس کے نسخ کا دعویٰ کرنا یہ تو حمق اور پرلے درجے کی جہالت کا ثبوت دینا ہے کیونکہ جب ضرورت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا گیا۔ اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہی نہیں۔ تو اس کی بجائے دوسری شریعت کا نزول بے معنی بات ہے۔ لیکن جب کوئی انتقامی جذبہ کارفرما ہو تو انسان ایسے موقعہ پر ٹھوکر کھا جاتا ہے اور ایسی بات کہہ جاتا ہے جو بداہتاً غلط ہوتی ہے۔ چنانچہ نسخ قرآن یا شریعت اسلام کی جو وجہ بہاءاللہ صاحب نے بیان کی ہے وہ کوئی ضرورت حقہ نہیں بلکہ باب کی مخالفت اس کا باعث ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

" اگر اعتراض واعراض اہل فرقان نہ بودے۔ ہر آئینہ شریعت فرقان دریں ظہور نسخ نمے شد"

(اقتدار صفحہ ۴۷-۴۸)

یعنی اگر مسلمانوں کی طرف سے باب اور بہاءاللہ کا انکار نہ کیا جاتا۔ اور نہ ان سے منہ پھیرا جاتا۔ تو قرآن کی شریعت ہرگز ہرگز منسوخ نہ ہوتی۔

گویا بہاءاللہ اور باب کے دعاوی پر جو مسلمانوں نے اعتراضات کئے اور ان کو جھوٹا سمجھ کر ان سے منہ پھیر لیا یہ باعث ہے نزول شریعت بابیہ وبہائیہ کا۔ اور یقیناً اس کے یہ معنے ہیں کہ مسلمانوں سے اپنی مخالفت کا بدلہ لینے کے لئے۔ باب اور بہاءاللہ نے شریعت اسلام کو منسوخ ٹھہرایا۔ ہر عقلمند ان الفاظ بہائیہ کو پڑھ کر یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ البیان باب اور الاقدس بہاءاللہ محض مسلمانوں سے انتقام کے جذبہ کے تحت لکھی گئی ہیں۔ اور یہی امر ان دونوں کتابوں کے القاء شیطانی یا نفسانی ہونے کا بدیہی ثبوت ہے۔

بگڑے ہوئے شیعہ

باب اور بہاءاللہ کے بگڑے ہوئے شیعہ ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ شیعوں کی طرح یہ بھی امام کے منصب کو جملہ انبیاء سے افضل اور ولایت کو نبوت سے بہتر یقین کرتے ہیں۔ اور آئمہ کے متعلق جس طرح شیعہ یہ مانتے ہیں کہ ان کو علم ما کان وما یکون ہوتا ہے۔ اسی طرح باب اور بہاءاللہ بھی مانتے ہیں اور اور جو کچھ بہاءاللہ نے اپنے زیارت نامہ میں لکھا ہے اس میں، اپنے متعلق جو کچھ لکھا وہ کچھ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ چنانچہ امام حسینؓ کی شان میں مندرجہ ذیل امور بہاءاللہ کی قلم سے نکلے ہیں۔ (۱) مالك الغيب والشهود (الواح ص۲۰۴)

(۲) لولاك ما ظهر حكم الكاف والنون (الواح ص۲۰۵)

(۳) مشرق وحي الله۔ (الواح ص۲۰۶)

(۴) لولاك ما تجلى الرحمن لابن عمران (الواح ص۲۰۶)

(۵) انت نقطة التي بها فصل علم ما كان وما يكون۔ (الواح ص۲۰۷)

(۶) مصدر اوامره المحكمة النافذة (الواح ص۲۰۸)

(۷) انت اللوح الاعظم الذي فيه رقم اسرار ما كان وما يكون (الواح ص۲۰۹)

(۸) انت القلم الاعلى الذي بحركته تحركت الارض والسماء (الواح ص۲۰۹)

(۹) سيد الشهداء وسلطانهم (الواح ص۲۰۴)

(۱۰) لولاك ما ظهر الكنز المخزون وامره المحكم المحتوم (الواح ص۲۰۵) وغیرہ وغیرہ

زیارت نامہ میں اوپر کے حد سے بڑھے ہوئے مبالغات جو جھوٹ کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ

لولاك ما ارتفع النداء من الافق الاعلى وما ظهرت لالي الحكمة والبيان من خزائن القلم الابهى۔

یعنی اے امام حسینؓ اگر آپ نہ ہوتے تو افق اعلیٰ سے آواز بلند نہ ہوتی اور نہ حکمت وبیان کے موتی قلم ابہیٰ کے خزانوں سے ظاہر ہوتے۔

باقی آئندہ

ارشادات نبویؐ

مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے اور قرابتی کو صدقہ دینا دو صدقے ہیں۔ ایک تو اصل صدقہ دوسرے رشتہ داری کی نگہداشت کا:

اگر میں حکم دیتا کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے:

اگر کوئی عورت مرجائے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی:

جو شخص کسی برائی میں حاضر ہوا اور راضی ہو تو گویا اس نے خود برائی کی:

ایماندار آدمی اپنی بیوی سے ناراض نہ رہا کرے کیونکہ اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہو تو کوئی قابل پسند بھی ہوگی

لوگوں کو اپنی منزل پر اتارو۔ یعنی حفظ مراتب کا خیال رکھو بدظنی سے پرہیز کرو کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔ عیب جوئی مت کرو۔ چھپ کر باتیں نہ سنو، فخر نہ کرو، حسد اور کینہ نہ رکھو، منہ نہ موڑو۔ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بنے رہو:

اگر کوئی بندہ مشرق میں مارا جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اس کے قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اس کے قتل میں شریک ہوگا:

مومن کا چہرہ بشاش رہتا ہے اور دل غمگین:

اقوال حضرت ابوبکرؓ

آنکھ کا کاسہ دل کا دروازہ ہے کہ قلب کی تمام آفتیں اسی راستے آتی ہیں اور شہوات ولذات پیدا ہوتی ہیں۔ آنکھ بند کر لے تمام آفتوں سے محفوظ ہو جائے گا:

بذلِ نوال قبل سوال کے بجالا۔ اگر سائل کے سوال کرنے پر تو نے دیا تو جتنا تو نے دیا اس سے دگنی اسکی آبرو تو نے لے لی:

حالت کفر میں بھی آپ سخی تھے۔ جس قدر آمدنی ہوتی غرباء مساکین کو دے دیتے۔ بعد از قبول اسلام کسی نے پوچھا اے ابوبکرؓ کیا تم نے جاہلیت میں شراب پی تھی۔ آپ نے فرمایا میں ہمیشہ اپنی عزت وانسانیت کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ اسلئے کہ جس نے شراب پی اس نے اپنی عزت وانسانیت کو ضائع کر دیا۔ شراب نوشی۔ قمار بازی، زنا اور بت پرستی قبل از اسلام عرب میں اس قدر عام تھی کہ اس سے بچے رہنا محالات بلکہ غیر ممکنات سے تھا۔ لیکن آپ نے زمانہ کفر میں بھی ان تمام برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا، ایک روز سرور کائناتؐ کی خدمت میں مہاجرین وانصار کا اجتماع تھا۔ جناب ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یا حضرتؐ بخدا میں نے جاہلیت میں بھی کبھی بت کو سجدا نہیں کیا بلکہ موقع پا کر ان کو توڑ دیتا تھا:

اقوال حضرت عمرؓ

بہتر ہے کہ دنیا تجھ کو گنہگار جانے بہ نسبت اس کے کہ تو خدا کے نزدیک ریاکار ہو:

تونگروں کے ساتھ عالموں اور زاہدوں کی دوستی ریاکاری کی دلیل ہے:

ظالموں اور ان کے متعلقین سے معاملہ مت کرو:

جنت کے اندر رونا عجیب ہے اور دنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے:

جس خوشبو کا تجھے حق نہیں ہے اس سے ناک بند کر لے کہ اس کی خوشبو ہی اسکی منفعت ہے:

اگر آنکھیں روشن ہوں تو ہر روز روزِ حشر ہے:

حیادار کے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں:

امراء کی تعریف کرنے سے بچ کہ ظالم کی تعریف سے غضب الٰہی نازل ہوتا ہے:

ترغیب دلانے کی نیت سے علانیہ صدقہ دینا خفیہ سے بہتر ہے:

اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے:

متواضع دنیا وآخرت میں جو چیز چاہے گا پوری ہوگی:

جو لوگ خدا سے صدق اور خلوص کیساتھ معاملہ کرتے ہیں وہ اس کے ماسوا سے ہر حالت میں نفرت کرتے ہیں

جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خدا کو نہیں پہچانتا:

ہے۔ اور ہر ایک نئی مردم شماری مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اپنے ساتھ لاتی ہے۔ یہ سب برکات اسلام کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے اندر بہترین قوتِ جاذبہ رکھتا ہے۔ بُرا ماننے کی بات نہیں آریہ سماج کی تشکیل کیا ہے۔ اسلام کی تبلیغ کی ریس یا نقل۔ خدا ایک ہے۔ یہ بھی اسلام سے لیا گیا ہے۔ ورنہ رگوید کا پہلا منتر تو "اگنی میئرڑے پروہیتم" ہی ہے۔ آریہ سماج نے نکاح بیوگان کی جگہ اسلام کے برخلاف جا کر نیوگ کا سہارا لیا۔ مگر واقعات نے بتلا دیا کہ انسانی فطرت عقیدۂ نیوگ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور آخر کار آریہ سماج کو اسلامی عقیدہ نکاح بیوگان کی ہی پناہ لینی پڑی۔ مجھے خوشی ہے کہ آریہ سماج نے اس ضمن میں اپنا قدم سیدھی راہ کی طرف اٹھایا میں یہ تو ہرگز نہیں کہوں گا ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں

ہاں میں یہ ضرور کہوں گا۔ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اُسے بھولا نہ کہنا چاہیئے۔ بنگال کے مشہور لیڈر بابو بپن چندر پال آنجہانی نے اپنے ایک لیکچر میں ایک دفعہ یہ درست کہا تھا کہ آریہ سماج اسلام کا شاگرد ہے۔ گو اس وقت یہ گستاخ شاگرد ہے۔ مگر میں بے امید نہیں ہو سکتا کہ وہ وقت بھی آ جائے۔ جب یہ شاگرد رشید بن سکے۔

وید اور ہندو بزرگ

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان ضلع گورداسپور

عام ہندو جن میں آریہ سماج اور سناتن دھرمی آگے آگے ہیں۔ اس بات پر بہت زور دے رہے ہیں کہ وید مقدس الہامی کتاب ہے۔ اور اس پر ایمان لانے سے ہی دین و دنیا کی فلاح وابستہ ہے اور اس ضمن میں آریہ سماج بہت پیش پیش ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دیکھا دیکھی آریہ سماج نے بھی شدھی کا ڈھنڈورا رچایا۔ اُس اڈمبر میں اسے کہاں تک کامیابی ہو رہی ہے۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ جس پر کسی اور موقعہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ سناتن دھرمی گو ویدوں کو الہامی کتاب تو مانتے ہیں۔ مگر وہ چنداں تبلیغ کے حق میں نہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آریہ صاحبان جو دوسروں کو ویدوں کی طرف بلاتے ہیں خود اکابران ہندو مذہب ویدوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ گوسائیں تلسی داس جی ہندو مذہب میں اچھے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ تلسی رامائن کو ہندو صبح شام بڑے ذوق شوق سے پڑھتے اور بڑے بڑے پنڈت لطف لے لے کر رامائن کی کتھا کرتے ہیں اور ہندو پبلک نہایت شردھا اور عقیدت سے ان کی کتھا کو سنتی ہے۔ اب یہ قابل غور ہے کہ اس پایہ کے بزرگ وید مقدس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تلسی رامائن بالکانڈ میں صاحب موصوف فرماتے ہیں ؎

چرت سندھ گرجا رمن وید نہ پاویں پار
برنوں تلسی داس کم اتِ مت مند گوار

مطلب:- شوجی اور پاربتی تک کی تو وید تعریف نہیں کر سکتے پھر میں شوجی اور پاربتی کی تعریف کروں تو کیسے۔

سری کرشن جی مہاراج کا درجہ ویدک دھرمیوں میں جو عظمت رکھتا ہے، وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں، ہندوؤں کا ¾ حصہ تو سری کرشن جی کو اوتار مانتا ہے، وہ ویدوں کے متعلق اپنی مشہور تصنیف گیتا میں ارجن کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

"اے ارجن! تو تینوں ویدوں سے الگ ہو کر میری طرف آ۔" اب ان ہر دو ہندو دھرم کے بزرگان کرام کے اقوال کسی تشریح سے بے نیاز ہیں۔ گوسائیں تلسی داس جی تو یہ کہتے ہیں، کہ وید شوجی اور پاربتی کی بھی تعریف نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ شوجی اور پاربتی کی پوزیشن بہت ہی ارفع ہے۔ اور شری کرشن جی مہاراج ارجن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو تینوں ویدوں سے الگ ہو کر میری طرف آ۔ مطلب یہ کہ مجھے یعنی سری کرشن جی مہاراج کو ویدوں سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ شری گورو نانک دیو جی مہاراج کی پوزیشن اور آپ کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ شری گورو گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چت نہ آوئی نہ نج گھر ہووے واس

مطلب:- بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ کر تھک گئے۔ مگر خدا کی محبت اور قرب ایک علیحدہ چیز ہے۔

شری گورو صاحب کا یہ قول ویدوں کے متعلق کسی تشریح کا محتاج نہیں ہو سکتا کہ آریہ صاحبان یہ کہیں۔ کہ یہ سب باتیں سوامی دیانند صاحب کے آنے سے قبل کی ہیں اور سوامی صاحب موصوف نے ویدوں کے متعلق ہندو نقطۂ نگاہ کو بالکل بدل دیا ہے۔ اب میں اس کی بھی پڑتال کرتا ہوں کہ اور تو اور خود آریہ کہلانے والوں کی عقیدت کا ویدوں کے متعلق کیا حال ہے۔ سوامی شردھانند آنجہانی نے اپنے اخبار "ست دھرم پرچارک" کے ۹ مارچ ۱۹۱۹ء کے اشو میں یہ لکھا تھا۔ کہ:-

"ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنیوالوں سے واقف ہیں۔ جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ ویدوں پر بیوقوف یقین کرتے ہیں۔ دانوں اور عالموں کے لئے وید کوئی چیز نہیں ویدوں کا ماننا عام لوگوں کے لئے ہے۔ ہم تو آریہ سماج کو کام کرنے والی سوسائٹی سمجھ کر اس کے ممبر ہوئے ہیں۔"

یہ اقتباس اس امر کی منہ بولتی تصویر ہے کہ اور تو اور خود آریہ سماج کے بڑے بڑے تعلیمیافتہ ممبر ویدوں کو الہامی نہیں مانتے۔ اور ویدوں کے لئے ان کے دل میں کوئی عظمت نہیں۔ آگے اور سنیئے۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۲۷ء کے آریہ گزٹ میں ایک بنگالی نامہ نگار لکھتے ہیں:-

"بنگالی اس لئے زیادہ تعداد میں آریہ نہیں ہوتے۔ کہ وہ زیادہ تعلیمیافتہ ہیں۔ اور آریہ سماج کا پیغام ہے۔ پھر ویدوں کی طرف اور بنگالی اس قدر تعلیمیافتہ ہیں۔ کہ وہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ پیچھے جانا نہیں"

انہی دنوں ڈاکٹر مونجے نے اخبارات میں یہ افسوس ظاہر کیا تھا۔ کہ بنگال اس تیزی سے مسلمان ہو رہا ہے۔ کہ اگر یہی رفتار رہی۔ تو پھر بنگال بھی دوسرا کشمیر بن جائیگا۔"

اب اس سے دو نتیجے اخذ ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ تعلیمیافتہ لوگوں پر وید کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ مگر برخلاف اس کے قرآن مجید انہیں اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔ دوم بعض متعصب لوگوں کی طرف سے اسلام پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلا۔ بنگال صریح اس کی تکذیب کر رہا ہے۔ بتلایئے اس وقت بنگال پر کس جابر و قاہر مسلمان بادشاہ کی حکومت ہے۔ جس کی برہنہ شمشیر سے خائف ہو کر بنگال جیسا روشن خیال اور تعلیمیافتہ خطہ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہا ہے۔ دراصل کیا پہلے اور کیا اب اسلام اپنی بہترین روحانیت۔ بہترین شریعت کی وجہ سے پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ باوجودیکہ اس وقت کیا آریوں کی طرف سے اور کیا عیسائیوں کی طرف سے لوگوں کو اسلام کے متعلق بدظن کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ مگر پھر بھی دنیا گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو رہی

اشتہار

بعدالت خان عبدالرحیم خانصاحب بی۔ اے
اسسٹنٹ کلکٹر۔ درجہ دوم شجاع آباد

مسماۃ پٹھیری دختر ولی ذات بھٹہ سکنہ وہوندن تحصیل شجاع آباد فریق اول۔

بنام مسماۃ جند وڈی و مسماۃ ٹھڑاں دختران مسماۃ بکھو ذات کھٹر۔ امام بخش ولد فتح دین۔ گامنو ولد محمد بخش۔ کریم خاتون زوجہ عیسیٰ احمد بخش۔ قادر بخش۔ پیر بخش پسران بہاول ذات سنگیڑا۔ سندر داس نابالغ پسر تراتن داس۔ گنگا مل۔ جند ومل پسران فتو مل متوفی ذات بھاٹیہ مسماۃ فتح خاتون۔ مسماۃ بختاں دختران حسین۔ غلام رسول نابالغ پسر اللہ وسایا بولایت مسماۃ جیئی والدہ خود۔ کریم بخش ولد خدا بخش۔ نور محمد۔ غلام قادر بالغان۔ فیض بخش۔ فرید نابالغان بولایت نور محمد برادران خود پسران عیسیٰ متوفی۔ اللہ وسایا۔ نور محمد پسران امام بخش۔ علی۔ ملی الٰہی بخش۔ رحیم بخش معروف کالا پسران منٹھو۔ وسایا ولد خدا بخش ذات جٹ سنگیڑا ساکنان موضع سکندر آباد تحصیل شجاع آباد۔ باقی فریق ثانی سکنہ وہوندن تحصیل شجاع آباد۔ فریق ثانی

تقسیم اراضی مندرجہ کھیوٹ نمبر ۹ کھتونی نمبر ۱۳۵ نمبرہائے خسرہ ۴/۷-۶-۷ برقبہ ... اراضی غیر متعلق سیلاب واقع وہوندن

مقدمہ مندرجہ بالا میں فریق ثانی تعمیل نوٹس سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ نوٹس ہذا انکو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۹/۲۴ ۳ حاضر عدالت ہذا ہو کر بیان تحریر کرا دیں ورنہ انکے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

مورخہ ۸/۲۴ ۱

آج بجائے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

(مہر عدالت)

نقد و تبصرہ

رسالہ فرقان کے عدالتی بیان نمبر کے عجائبات

از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی سی ایس

جو کچھ میں نے پہلے لکھا تھا وہ میرے اپنے بیان کے متعلق تھا رسالہ فرقان کے دو تین نمبر میرے پاس پہلے بھی آئے۔ میں نے کبھی خاص توجہ سے اس کے مضامین کو نہیں پڑھا ہے۔ لیکن اس رسالہ کو جس میں میرا بیان درج کیا گیا ہے، میں نے پڑھا ہے۔ اور میں پڑھکر حیران ہو گیا ہوں۔ اس میں تو قطعاً کوئی شک نہیں ہے، کہ اس رسالہ کی علت غائی اور مقصد صرف یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کو بالعموم اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کو بالخصوص ایسے رنگ میں جناب میاں صاحب کے مریدوں کے سامنے پیش کیا جاوے کہ وہ ان سے کلی طور پر متنفر ہو جائیں اور ان کے دلائل و براہین کو نہ سنیں۔ لیکن بہت ہی افسوس ہے کہ حق و صداقت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی جاتی، بلکہ اس رسالہ میں ہر جگہ حق پوشی نظر آ رہی ہے۔ اس رسالہ کو پڑھکر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ صحیح طور پر اُس ریمارک کا مصداق ہے جو ہمارے فاضل نوجوان سید اختر حسین صاحب نے اپنے مضمون مندرجہ پیغام صلح ۸ جولائی ۱۹۴۲ء میں اس کے متعلق دیا ہے اور وہ یہ ہے:-

"جماعت قادیان کے صحیفہ نگاروں نے علمی مسائل پر محققانہ انداز میں قلم اٹھانے کی بجائے یورپ اور امریکہ کے اخباری ضمیموں اور فلمی جرائد کا "ازالہ تشہیر" کا فن اختیار کر لیا ہے۔ جنہیں جاذب نظر بنانے کے لئے ہنگامہ آفریں عنوانات سے مزین کیا جاتا ہے، لیکن بعد از مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت و صداقت قطعاً اس کے برعکس ہے جس کی نمائش کی جا رہی ہے، جماعت قادیان میں اس فن صحافت کا تازہ ترین نمونہ ماہانہ "فرقان" ہے جس کے سطحی مضامین اور انتہائی عامیانہ انداز تحریر و طرز خطاب کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ ماہانہ کیونکر ایک ایسی جماعت کا آرگن ہو سکتا ہے جو نہ صرف اہل علم ہونے کی مدعی ہو، بلکہ اپنے اخلاق و روحانیت کی بھی منادی کر رہی ہو"

اب میں اس رسالہ کے مضامین پر مختلف ریمارک کرتا ہوں اور یہ ثابت کروں گا کہ کس طرح سے مندرجہ بالا ریمارک ان مضامین پر صادق آتا ہے، میں ہر ایک مضمون پر مختصر ریمارک کروں گا۔

اس رسالہ میں پہلا مضمون جناب میاں صاحب کے قلم سے ہے اور مجھے اسبات کے اظہار میں تامل نہیں ہو سکتا کہ اس مضمون پر یہ ریمارک عائد نہیں ہو سکتا۔ طرز تحریر میں متانت اور معقولیت ہے اور اگر کوئی خاص بات اور نہ ہو تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اعتراض کا جواب درست طور پر دیا گیا ہے۔ کتاب تریاق القلوب میں حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے آپ کو صاف طور پر صرف مجدد لکھا ہے اور نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اس کتاب کے ٹائیٹل پیج سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں چھپی ہے۔

جناب میاں صاحب کا یہ دعوےٰ ہے کہ حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء کے شروع میں سمجھ لیا تھا کہ نبی ہونے سے انکار کرنا درست نہیں اور ۱۹۰۱ء سے آپ اپنے آپ کو نبی ظاہر کرتے رہے۔ تریاق القلوب کی عبارت جناب میاں صاحب کے اس دعوےٰ کی تردید کرتی ہے اسواسطے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی وغیرہ کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا کہ دراصل تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں ہی چھپ چکی تھی، اور اس کا آخری ورق اور ٹائیٹل پیج ۱۹۰۲ء میں چھپا تھا مگر باوجود اس کے حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵ نشان نمبر ۱۱۸ پر فرمایا ہے کہ مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں حضرت اقدس سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی وہی شان ہے جو تریاق القلوب میں درج ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہی شان ہے۔ اس سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس ۱۹۰۳-۴ء تک بلکہ ۱۹۰۷ء تک بھی جب حقیقت الوحی چھپی اپنے آپ کو مجدد ہی سمجھتے تھے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جناب میاں صاحب نے عدالت کے ریکارڈ کی نقل سے ثابت کیا ہے کہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق سوال ہوا تھا تریاق القلوب کے متعلق یہ سوال نہیں تھا۔ عدالت کے ریکارڈ کی نقل سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق ہی سوال ہوا تھا اور اس واسطے اس جواب کے خلاف کچھ نہیں کہا جا سکتا، اگرچہ نبوت کے مسئلہ میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی لیکن جو کچھ لکھا گیا ہے اگر اس کے برخلاف کوئی اور بات نہ ہو تو مان لینا پڑے گا کہ سوال تحفہ گولڑویہ کے متعلق ہوا تھا اور تریاق القلوب کا نام غلطی سے لکھا گیا ہے۔

لیکن اب تریاق القلوب کے متعلق بحث نے ایک اور رُخ اختیار کر لیا ہے۔ شیخ عبدالرحمان صاحب مصری نے خود شیخ یعقوب علی صاحب کی ۱۹۰۲ء کی تحریرات مندرجہ الحکم فروری ۱۹۰۲ء سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں نہیں چھپی بلکہ ۱۹۰۱ء کے اخیر تک چھپتی رہی اور ٹائیٹل پیج اور آخری صفحہ ۱۹۰۲ء میں چھپا ہے اور حضرت اقدس کا انکار از دعوےٰ نبوت صفحہ ۱۵۷ پر ہے اس کتاب کے کل صفحات ۱۵۸ ہیں۔ اس سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ صفحہ ۱۵۷ ضرور ۱۹۰۱ء کے اخیر میں طبع ہوا لہذا قطعی طور پر ثابت ہوا کہ کم از کم ۱۹۰۱ء کے اخیر تک حضرت اقدس اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے۔ پس جناب میاں صاحب کا جواب اگر درست بھی ہو تو اب کارآمد نہیں ہو سکتا۔

جناب میاں صاحب کے اس مضمون کے بعد ایڈیٹر صاحب یعنی مولوی اللہ دتہ صاحب کا وہ مضمون ہے جس کی طرف اس رسالہ کو منسوب کیا گیا ہے۔ مولوی کرم الدین ساکن بھین ضلع جہلم نے حضرت اقدس کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعوےٰ زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند کیا تھا، کیونکہ حضرت اقدس نے اپنی کسی تحریر میں اس شخص کو "کذاب اور لئیم" کہا تھا۔ اس مقدمہ میں ڈیفنس یہ لیا گیا تھا کہ چونکہ حضرت اقدس نبوت کے مدعی تھے، اس واسطے وہ اس شخص کو جو ان کو دعوےٰ میں جھوٹا سمجھتا تھا بروئے قرآن کریم کذاب کہہ سکتے تھے، اور یہ ڈیفنس بالکل درست بھی تھا، حضرت اقدس ظلی نبوت کے مدعی تھے۔ چنانچہ ایسی ہی شہادت پیش کی گئی۔ اس سے مولوی اللہ دتہ صاحب نتیجہ نکالتے ہیں کہ ۱۹۰۳-۴ء میں جب مقدمہ چل رہا تھا گویا حضرت اقدس صاف طور پر نبوت کا دعوےٰ کرتے تھے اور ان کی اپنی جماعت بھی ان کو نبوت کا مدعی ہی سمجھتی تھی۔

مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے اس انکشاف پر اس قدر نازاں ہیں کہ کپڑوں سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اب دو ہی رستے ہیں (۱) اول یا تو ۱۹۱۴ء کے بعد کی مولوی محمد علی صاحب کی غلطی سے رجوع کر کے پھر حضرت مسیح موعود کو نبی اور رسول تسلیم کریں (۲) یا پھر صاف اقرار کریں کہ بیشک پہلے ہم لوگ حضرت اقدس کو نبی اور رسول مانتے تھے مگر اب ہمارا عقیدہ بدل گیا ہے اور ہم پہلے عقیدہ پر قائم نہیں رہے۔ ان دو رستوں کے سوائے اب غیر مبائعین کے لئے تیسرا کوئی رستہ نہیں"

اب مولوی اللہ دتہ صاحب نے اور رستے بند کر دیئے ہیں اور غیر "مبائعین" کو کوئی انتظام ضرور کرنا چاہیئے۔ واہ مولوی صاحب! آپ ایسی لن ترانیوں سے اپنی جماعت سے خراج تحسین حاصل کریں گے مگر ہم لوگوں پر ان باتوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس مضمون کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مولوی صاحب کے مضمون کے اندر ہی خدا نے ہمارے لئے راستہ بنایا ہوا ہے۔ اور مولوی اللہ دتہ صاحب کے خیالات کی صریح تردید موجود ہے۔ حضرت اقدس کو ہم لوگ ظلی رسول مانتے ہیں اور ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حضرت صاحب اپنے آپ کو ظلی رسول نہیں کہتے تھے اور اسی ظلی رسالت کا اس مقدمہ میں اقرار ہے۔ بلکہ حضرت اقدس نے صاف طور پر اپنا مرتبہ مسیح موعود۔ مہدی مسعود امام زماں اور مجدد وقت بیان کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے "اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں" ہم تو ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ حضرت صاحب ظلی رسول اور ظلی نبی ہیں اور حضرت اقدس نے اس بیان میں بجائے "ظلی رسول اور نبی" کہنے کے "ظلی طور پر رسول اور نبی" کہکر معاملہ کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ اہل علم

سمجھ سکتے ہیں کہ ظلی طور پر رسول" کے الفاظ "ظلی رسول" سے بھی کم مشہور ہیں۔ اور مدعی میں رسالت کی ایک شان اور کیفیت پایا جانے کے سوائے اور کسی بات کو ظاہر نہیں کرتے۔ باقی رہا گواہوں کا بیان سو اُن کی شہادت ڈیفنس کی تھیوری کے مطابق تھی۔ اور درست تھی۔ مجسٹریٹ لالہ آتمارام تھا اس کو یہ سمجھانے کی ضرورت نہ تھی کہ کس قسم کی نبوت کا دعوے ہے کیونکہ نہ اُس نے نبوت کے دعوے کے متعلق اعتراض کیا تھا اور نہ اُس وقت اس کو تبلیغ کی جا رہی تھی نبوت کا مدعی بروئے شریعت اسلامیہ اپنے جھٹلانے والے کو کذاب کہہ سکتا ہے۔ یہی بات ثابت کرنی تھی اس کی ضرورت نہ تھی کہ کس قسم کی نبوت کا مدعی ہونا چاہیئے اور نہ ہی ایسی تشریح مجسٹریٹ یا مستغیث نے کرائی۔ ط

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ یہ دعوے اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ حضرت کے جھٹلانے والے کو مولانا نے "کذاب کہا کافر" نہیں کہا اور اس سے بھی ثابت ہے کہ مولانا نے کس قسم کی نبوت حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب فرمائی یعنی وہی محدثیت والی نبوت۔

اس کے علاوہ ایک اور صاف اور صریح ثبوت اس بات کا کہ حضرت اقدس اس قسم کی نبوت کا دعوے ۱۹۰۴ء میں نہیں کرتے تھے جس قسم کی نبوت مولوی اللہ دتہ صاحب کی پارٹی ان کی طرف منسوب کرتی ہے خود اس مضمون میں موجود ہے اور یہ ایک ایسی شہادت ہے جس سے مولوی اللہ دتہ صاحب کو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اگرچہ ان سے یہ امید رکھنا فضول ہے کہ وہ اپنے خلاف کسی صداقت کو تسلیم کریں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مخالف مولوی ہمیشہ یہی کہتے رہے اور اسی بناء پر کفر کا فتوے لگایا کہ حضرت اقدس نبی ہونے کا دعوے کرتے تھے اور خود حضرت اقدس اور ان کی جماعت انکار کرتے رہے۔ اب اس مقدمہ میں جب وہ شہادتیں ہوئیں، جو مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مضمون میں درج کی ہیں ان چھوٹی سرخیوں میں سے جو مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مضمون میں قائم کی ہیں ایک سُرخی یہ ہے "حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے رسالت پر غیر احمدیوں کا شور" اس سرخی سے ہی ثابت ہے کہ اس سے پہلے حضرت اقدس نے نبوت کا دعوے نہیں کیا تھا یعنی یہ دعوے ۱۹۰۴ء میں ہوا چنانچہ اس سرخی کے ماتحت جو نقل رسالہ "مرزا قادیانی کا مقدمہ" سے لی گئی ہے اس میں صاف درج ہے:۔

"اب دیکھئے اس موقعہ پر دعوے رسالت کا بلا کسی قید کے بالصراحت اعتراف کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسی وجہ سے کہ وہ نبی رسول ہے اپنے جھٹلانے والے کو کذاب کہنے کا حق رکھتا ہے"

پھر لکھا ہے وہ "اب اگر مرزا جی یا ان کے مرید جو ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں کہ جب ان کو کہا جاوے کہ مرزا رسالت و نبوت کا مدعی ہے تو وہ صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور مرزا جی کا یہ یہ مصرع پیش کر دیا کرتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

لیکن اب اس مقدمہ میں بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مرزا رسالت و نبوت کا کھلے طور پر مدعی ہے، جیسا کہ فہرست عقائد تحریری بحث۔ مولوی محمد علی صاحب کی شہادت سے ثابت ہوگیا"

اس اقتباس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ اس سے پہلے یعنی ۱۹۰۴ء تک حضرت اقدس اور ان کے متبعین نبوت کے دعوے سے صاف انکار کیا کرتے تھے، بلکہ اس زور سے انکار کیا کرتے تھے کہ مخالفین نے اس انکار کو "صاف کانوں پر ہاتھ دھرنا" سے بیان کیا ہے۔ اب بھی انکار ہی تھا۔ حضرت اقدس نے تو اپنے بیان میں صاف لفظوں میں اپنے عہدہ کا نام مجدد رکھا اور ظلی طور پر اپنے آپ کو رسول اور نبی کہا جیسا کہ ہر ایک مجدد ہوتا ہے . . .

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

ایک وقت تھا کہ جناب میاں صاحب نے ظاہر فرمایا تھا کہ مصلحت وقت ان کو مجبور کرتی ہے کہ عارضی طور پر حضرت صاحب کو نبی کہا جائے اور اسکو "چند روزہ بات بطور علاج" کے بتایا تھا اس وقت تو کوئی ایسی خاص ضرورت نہ تھی یہاں تو فوجداری مقدمہ تھا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ غیر احمدیوں کے اس بیان کی تردید احمدیوں کی طرف سے نہ ہوئی۔ یعنی جو ڈیفنس لیا گیا تھا اسکو خراب کیوں نہ کیا گیا۔

اب غیر احمدیوں کی شہادت سے جس کو بالکل غیر جانبدارانہ شہادت سمجھنا چاہیئے قطعاً یہ ثابت ہے کہ حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کم از کم ۱۹۰۴ء تک دعوے نبوت سے انکار کرتے رہے۔ اگر اس سے پہلے کبھی اقرار کیا ہوتا تو غیر احمدی اپنے رسالہ میں یہ نہ لکھتے کہ دعوے نبوت پر صاف، کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ غیر احمدی مولوی شروع سے ہی حضرت صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے رہے اور اسی بناء پر کفر کا فتوے تیار ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح سے کوئی بات ایسی ہاتھ آئے کہ خود حضرت اقدس یا ان کی جماعت کے اعتراف سے ثابت کر سکیں کہ نبوت کا دعوے کیا جا رہا ہے۔ ان کے اس بیان سے جو اوپر درج ہوا صاف ظاہر ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسی تقریر یا تحریر اُن کے ہاتھ میں نہ تھی جس میں دعوے نبوت کا اقرار ہو۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ان کے زعم میں دعوے نبوت کا اقرار کیا۔ اگرچہ اقرار اب بھی نہ تھا۔ خود حضرت اقدس نے اپنا وہی دعوے مجددیت کا ظاہر کیا۔ اور ظلی طور پر اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ حضرت اقدس کے اپنے بیان میں پہلے اعلانات سے ذرا بھر بھی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے بیان میں ولی کا لفظ بھی آگیا ہے لیکن غیر تشریعی نبوت سے بھی ان کی مراد ولایت اور محدثیت ہی ہے . . . . .

. . . .

. . . .

یہی . . . میں شک نہیں کہ غیر احمدیوں نے اس وقت سمجھا کہ اب صاف طور پر نبوت کے دعوے کا اظہار ہوا ہے۔ اس واسطے اگر مولوی اللہ دتہ صاحب یہ کہہ دیں کہ ۱۹۰۴ء میں نبوت کا دعوے کیا گیا اس حد تک درست ہوگا کہ غیر احمدیوں نے اس سال یہ سمجھ لیا کہ اب صاف طور پر نبوت کا دعوے بلا کسی قید اور صراحت کے کر دیا گیا۔ گویا تین مرحلے ہوں گے۔

۱۔ ۱۹۰۱ء تک نبوت سے صاف انکار

۲۔ ۱۹۰۱ء میں یعنی اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" سے دعویٰ نبوت اشارات اور کنایات میں۔

۳۔ ۱۹۰۴ء میں صاف طور پر دعوے۔

مولوی صاحب نے اپنے زعم میں ہم پر تمام راستے بند کر دیئے تھے مگر ہم تو خدا کے فضل سے صاف نکل گئے ہیں لیکن مولوی صاحب۔ ایک غیر جانبدار فریق کی صریح شہادت سے ایسے پھنسے ہیں کہ ان کے لئے کوئی مفر نہیں۔ غیر جانبدار ہی نہیں بلکہ ان کے خلاف ان لوگوں کی زبردست شہادت ہے جن کا مفاد (انٹرسٹ) ان کے مفاد کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ پہلے نبوت کے دعوے کی تاریخ ۱۹۰۱ء مقرر ہوئی تھی اور یہ تقرر اس بناء پر ہوا تھا کہ شیخ یعقوب علی صاحب نے شہادت دی تھی کہ کتاب تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں چھپ چکی تھی اور ۱۹۰۲ء میں اس کا ٹائٹل پیج اور آخری ورق چھپا تھا۔ یہ شہادت تو شیخ صاحب موصوف نے اب دی لیکن خود ان کی ۱۹۰۲ء کی تحریر سے اب ثابت ہوگیا ہے کہ تریاق القلوب ۱۹۰۱ء کے اخیر تک چھپتی رہی اور ممکن ہے کہ ۱۹۰۲ء میں کچھ حصہ چھپا ہو۔ اس واسطے جس بنیاد پر نبوت کے دعوے کو کھڑا کیا گیا تھا وہ گر چکی اور غیر احمدی مولویوں کے بیان نے اس حقیقت کو صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ ۱۹۰۴ء تک حضرت اقدس نے نبوت کا دعوے نہیں کیا تھا۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مضمون میں ریویو آف ریلیجنز کے دو حوالے درج کئے ہیں اور اُن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں گویا حضرت مولانا محمد علی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود کو نبی سمجھتے تھے۔ مولانا نے اس کے متعلق کئی دفعہ لکھا ہے، اور اپنی اس وقت کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ وہ اس قسم کا نبی سمجھتے تھے جس قسم کا اب سمجھتے ہیں۔ لیکن مولوی اللہ دتہ صاحب کے غور اور فکر کے لئے میں جناب میاں صاحب کی دو تحریریں ایک اپریل ۱۹۱۰ء کی اور دوسری مارچ ۱۹۱۱ء کی پیش کرتا ہوں۔ ان دونوں تحریروں میں صاف طور پر درج ہے کہ تیرہ سو برس میں کسی نے نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی اور پھر جناب میاں صاحب ممدوح درست طور پر مخالفین اسلام کو چیلنج دیتے ہیں اور اُن سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا کامیاب نہیں ہوا"۔ اور خود ہی نہایت درست فرماتے ہیں:۔

"پس ایک طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیءٍ علیما۔ یعنی ہم نے خاتم النبیین بنایا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں"

پھر دوسری تحریر میں جناب میاں صاحب ممدوح الشان فرماتے ہیں کہ آپ (رسول کریم) پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"۔

"سو اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین

ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔ اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دیکھیں بلکہ کوئی صدی نہیں معلوم ہوتی کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو۔ چنانچہ کرشن۔ رامچندر۔ کنفیوشس زرتشت ہوئے۔ عیسیٰ تو ایسے ہیں کہ جن کے پیرو اب تک دنیا میں موجود ہیں اور بڑے زور سے اپنا کام کرتے ہیں، اور ہر ایک اپنی ہی سچائی کا دعوےٰ پیش کرتا ہے۔ مگر آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوےٰ کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے کامیاب ہوئے جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس کی طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیٴ علیما۔ یعنی آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعوےٰ کیا ہو۔ اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں، بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت صلعم سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی نظیر پیش کر سکے۔

تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۰ء نمبر ۴ جلد نمبر ۵ صفحہ ۱۵۱

مضمون نجات

مولوی اللہ دتہ صاحب کے بیشمار ہمخیال اصحاب کی عبارات نقل کر کے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے سب کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت اقدس نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا مگر ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں کی ضرب المثل کے مطابق جناب میاں صاحب کی مفصلہ بالا تحریرات پر ہی غور فرما دیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے دعوےٰ نبوت کا عقیدہ نکلتا ہے تو مہربانی فرما کر سمجھائیں کہ کیونکر۔

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسل مدت سے تلف ہو جانی چاہیئے تھی لیکن یہ اب تک تلف نہیں ہوئی اور وہ اس امر کو غیر مبایعین پر اتمام حجت کے لئے "خدائی سامان" سمجھتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود مولوی اللہ دتہ صاحب کو نادم کرنے کے لئے یہ سامان کیا گیا، مگر بات یہ ہے کہ حضرت اقدس کی متعلقہ مسلوں کو خاص طور پر محفوظ رکھا گیا ہوا ہے۔ ان کے دعوےٰ مہدیت اور مسیحیت گورنمنٹ کی نظروں میں کھٹکتے تھے اسی واسطے آپ کے متعلقہ کاغذات محفوظ رکھے جاتے تھے۔

اس رسالہ میں سب سے معرکۃ الآرا تو وہی مضمون ہے جس کا ذکر میں نے اوپر کیا۔ اس کے بعد ایک اور مضمون ہے جس میں جناب میاں صاحب کے متعلق ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ اور وہ اعتراض جناب میاں صاحب ممدوح کے دو متضاد بیانات کے متعلق ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جناب ممدوح کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت کے مسئلہ کا انکشاف حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر ۱۹۰۱ء میں ہوا اور اسی وقت ہی دعوےٰ نبوت کا کیا۔ اسی وجہ سے جناب ممدوح نے ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ قرار دیا۔ لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں اپنے حلفی بیان میں جناب ممدوح نے فرمایا کہ

"حضرت مرزا صاحب نے دعوےٰ نبوت ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں کیا"

اس مضمون میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ ان دلائل کو جو اس مضمون میں دی گئی ہیں مضمون نگار خود ہی سمجھ سکتے ہوں گے یا کم از کم مجھے اعتراف کر دینا چاہیئے کہ میری سمجھ سے وہ دلائل بالاتر ہیں۔ خلاصہ مضمون کا یہ ہے کہ

"حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے یہ ہر دو قول اپنی اپنی جگہ پر بالکل درست اور واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی تناقض اور تخالف نہیں۔ تناقض یا تخالف نہ ہونے کے حق میں دلیل حسب ذیل ہے

"عدالت کا بیان اس لحاظ سے درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معناً وحقیقتاً شروع دعوےٰ مسیحیت سے ہی مدعی نبوت ہیں (گو لفظاً آپ اپنی نبوت کی ایک وقت تک تاویل فرماتے رہے کہ اس سے مراد جزوی نبوت یا محدثیت ہے) اور دوسرا قول اس لحاظ سے درست ہے کہ نفس نبوت کے لحاظ سے پہلے انبیاء کی طرح کا نبی آپ نے اپنے تئیں لفظاً انکشاف تام ہونے پر پیش فرمایا"

دوسرے لفظوں میں اس مضمون نگار صاحب کی رائے کے مطابق جب کوئی شخص یہ کہے کہ "میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" یا یہ کہے کہ "ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے" یا یہ کہے کہ "افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات کے منکر ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں" یا یہ کہے کہ "مجھے کب حق پہنچتا ہے کہ نبوت کا دعوےٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں" اور اسی قسم کے فقرات دس بارہ سال تک بولتا چلا جاوے تو اس وقت وہ نبوت کا دعوےٰ معناً وحقیقتاً کر رہا ہوتا ہے اور جس وقت وہ یہ کہے کہ "سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" تو اس وقت وہ نبوت کا دعوےٰ لفظاً کر رہا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے صرف لفظاً لکھا ہے۔ میرے خیال میں لفظاً اور مجازاً ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ معناً وحقیقتاً کے مقابلہ میں یہی لفظ بولے جاتے ہیں اور علاوہ اس کے حضرت اقدس اپنے قول مذکورہ بالا میں حقیقتاً نبی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور مجازاً نبی ہونیکو تسلیم کرتے ہیں۔

مضمون نگار مولوی صاحب نے جو انکشاف فرمایا ہے وہ اس قابل ہے کہ آئندہ نسلوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے اور جب کوئی شخص قسمیں کھا کر کسی قسم کے دعوےٰ سے انکار کرے تو ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ دعوےٰ معناً اور حقیقتاً ہے۔ جماعت احمدیہ قادیان کے اعتقاد کے مطابق نبوت قیامت تک جاری رہے گی اس واسطے اس اصول کا یاد رکھنا ضروری ہے تاکہ آنیوالے لوگوں کو مغالطہ نہ رہے اور خود مدعی کو مغالطہ ہو تو اس کو سمجھا دیا جائے۔

تعجب یہ ہے کہ خود جناب میاں صاحب اسی رسالہ (فرقان) کے اسی نمبر میں جس میں یہ مضمون درج ہے تریاق القلوب کے زمانہ کو وہ زمانہ قرار دیتے ہیں جب "حضور نبی ہونے سے منکر تھے اور اپنا مقام محدثیت تک قرار دیتے تھے"۔ جناب میاں صاحب کی اس عبارت میں جو لفظ "منکر" آگیا ہے غالباً اس کے معنے بھی "معناً اور حقیقتاً مدعی" لئے جائیں گے۔

اس مضمون کے لکھنے والا کوئی عام مبلغ نہیں ہے بلکہ "جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری مولوی فاضل منشی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ" ہیں۔ سبحان اللہ دو فضیلتیں جمع ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عربی کی لغت اور اردو کی عام بول چال اور روزمرہ میں تبدیلی کرنے کا ان کو حق حاصل ہے ورنہ معمولی لیاقت کا آدمی تو دعوےٰ کے معنے وہ نہیں کر سکتا جو جناب فاضل مذکور نے کئے ہیں۔

اس مضمون کے بعد ایک نہایت مختصر مضمون مولوی اللہ دتہ صاحب کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں "مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں (۱) ہمارے نزدیک انجمن حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی جانشین ہے اور وہ امیر یا خلیفہ کو مقرر بھی کر سکتی ہے اور اسے معزول بھی کر سکتی ہے" اس سے مولوی صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب غیر مبایعین کے نزدیک انجمن کسی کو ساری عمر کے لئے خلیفہ مقرر کر سکتی ہے تو معلوم ہوا جماعت احمدیہ میں خلافت جاری رہے گی"۔

حضرت مولانا نے یہ الفاظ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھے تھے۔ یہ اعتراض الفضل میں بعد دیگر اعتراضات کے شائع ہوا تھا مگر الفضل نے مولانا کے جوابات درج کرنے سے انکار کیا، اس واسطے پیغام صلح میں جوابات لکھے گئے۔ یہ جواب بہت مفصل ہے اور ایسا مکمل ہے کہ میاں محمد صادق صاحب کو اپنا اعتراض واپس لینا پڑا۔ مکمل جواب کے درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مولوی اللہ دتہ صاحب کی ہوشیاری اور چالاکی قابل داد ہے، ان الفاظ سے جو انہوں نے نقل کئے ہیں پہلے حضرت مولانا کے حسب ذیل الفاظ ہیں "امارت اور خلافت کے الفاظ کی بحث تو الگ رہی" ان الفاظ کو مولوی صاحب نے نقل نہیں کیا۔ حضرت مولانا نے میاں محمد صادق صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینا کہ وہ ۱۹۱۴ء سے امیر چلے آتے ہیں اور میاں صاحب اسی وقت سے اپنے آپ کو خلیفہ کہتے ہیں تو ان کی امارت اور خلافت میں کیا فرق ہے؟ اس اعتراض کا جواب ان الفاظ سے شروع کیا۔

"امارت اور خلافت کے الفاظ کی بحث تو الگ رہی" اور پھر آگے ایک مسکت جواب دیا ہے مگر ان الفاظ کو

دنیائے عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

لکھنؤ-۲۱راگست - یو-پی- گورنمنٹ نے ذیل کا اعلان کیا ہے۔

یو-پی- میں اب بعض مشرقی رقبوں کے سوا باقی صوبہ میں حالات عملی طور پر نارمل ہیں۔ ان رقبوں میں حالات حکام کے قابو میں ہیں - اور تیزی سے امن بحال کیا جارہا ہے۔ ان رقبوں میں واقعات کی مزید تفاصیل اب ملی ہیں - اور گورنر کو یہ اعلان کرتے ہوئے افسوس ہے کہ ہجوم کے تشدد کے نتیجہ کے طور پر کئی سرکاری ملازم جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں - ضلع غازی پور میں دھونا پور پولیس سٹیشن پر حملہ کر کے سات پولیس افسر قتل کر دیئے گئے۔ اس ضلع میں دو اور پولیس سٹیشنوں پر حملہ کر کے انہیں جلا دیا گیا - اندیشہ ہے کہ دو یا تین پولیس افسروں کی جانیں تلف ہو گئیں ضلع پیلی بھیت میں ایک پولیس کانسٹیبل کو ہلاک کر دیا گیا -

بمبئی- ۲۲راگست - گورنمنٹ آف بمبئی نے حسب ذیل اعلان جاری کیا ہے ۱۰ - ۱۷راگست کو ایک فسادی ہجوم کو جونیپانی (ضلع بلگام) پولیس سٹیشن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھ رہا تھا - پولیس نے تھوڑی طاقت استعمال کر کے تتر بتر کر دیا لیکن مظاہرین نے وارننگ سننے اور رکنے سے انکار کیا - جس پر سب انسپکٹر نے اپنے آدمیوں کو گولی چلانے کا حکم دے دیا - مظاہرین زخمی ہو گئے اور دو اشخاص ہلاک ہو گئے، پانچ کو معمولی زخم آئے ؛

ڈھاکہ- ۲۲راگست - کل سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں موجودہ شورش کے پہلے مقدمہ کی سماعت ہوئی سچیندر ناتھ سین اور لچھمن پرشاد کو پندرہ پندرہ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی انہوں نے ۱۵راگست کو ایک سب انسپکٹر سے ریوالور چھیننے کی کوشش کی اور ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس پر پتھر پھینکے - جس سے وہ زخمی ہو گیا ؛

پٹنہ- ۲۲راگست - حکومت بہار نے مندرجہ ذیل پریس نوٹ جاری کیا ہے ؛ کہ پٹنہ شہر میں حالات معمول پر آگئے ہیں - سڑکیں کھل گئیں ہیں ٹیلیفون کے کئی سلسلے دوبارہ جاری ہو گئے ہیں - فوجی دستوں کا ایک قافلہ سڑک کی راہ پہنچ گیا ہے ۱۹۱ غنڈے گرفتار کئے جا چکے ہیں ؛

لاہور- ۲۲راگست - دریائے راوی میں سیلاب بڑھ گیا ہے - دریا کا پانی لاہور میں ایک طرف دیا یام اور دوسری طرف (موہنی روڈ) کے نزدیک ارائین بلڈنگ کی دیوار کے ساتھ اور تیسری طرف کرشن نگر کے نزدیک کھیتوں میں آگیا ہے - چوتھی طرف پانی نواں کوٹ کی طرف بڑھ رہا ہے - قلعہ لچھمن سنگھ میں گلیوں میں پانی پھر رہا ہے - اور ایک سے دوسرے مکان میں جانے کے لئے کشتیاں استعمال ہو رہی ہیں ؛

واشنگٹن- ۲۲راگست - برازیل کے سفیر مقیم امریکہ نے امریکی گورنمنٹ کو اطلاع دی ہے کہ برازیل، جرمنی اور اٹلی کے خلاف برسر جنگ ہے ؛

لنڈن- ۲۳راگست - رپوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ برلن نے ہفتے کے روز دعویٰ کیا ہے کہ جرمن فوجیں بحیرہ اسود کے اہم روسی بحری اڈہ نوار سک سے تیس میل کے فاصلہ پر ریلوے کے ساتھ کریمسکایا کے شہر پر قابض ہو گئی ہیں، کہا جاتا ہے کہ جرمن اور رومانوی فوجوں نے اس اور اس کے نواحی شہر کو پانسکایا پر روسیوں کی زبردست مزاحمت کے باوجود قبضہ کر لیا۔

کانپور- ۲۳راگست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کانپور نے ذیل کا اعلان جاری کیا ہے - آج بعد دوپہر کو کانپور شہر کے چوک صرافہ میں جلسے کرنے کی کوشش کی گئی - ہجوم نے پولیس پر اینٹیں پھینکیں - جس نے دو بار گولی چلائی - بندوقوں سے مجروح ہونیوالے چار اشخاص کو ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے - آج شام کو رام نرائن بازار کے رقبہ میں بھی کچھ اینٹیں پھینکی گئیں - پولیس نے فوراً ہجوم کو منتشر کر دیا - پولیس آفیسر کو اسپنے ریوالور سے فائرنگ کرنی پڑی ؛

نئی دہلی- ۲۴راگست - یہاں کے باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ گاندھی جی نے وائسرائے کو ایک خط لکھا ہے - جس میں انہوں نے کانگریس کے نظریہ کی وضاحت کی ہے اور گورنر جنرل کی اگزکٹو کونسل کے اعلان میں درج شدہ چند اعلانات کی تردید کی ہے جن میں تمام ستیاگرہ کی دھمکی کے خلاف سخت کاروائی کرنے کے حق میں پیش کئے گئے تھے معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے جلد ہی گاندھی جی کو جواب بھیجدیں گے - سیاسی حلقوں میں اسبات کا شبہ ہے کہ اس خط وکتابت سے کوئی اچھا نتیجہ نکلے گا - تاہم سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت جبکہ تشدد آمیز کاروائیوں پر قابو پا لیا گیا ہے - آئندہ ہونیوالے واقعات کو دیکھنا ہے!

حُروں کے دلچسپ حالات

مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد کے سالانہ اجلاس میں نواب بہادر یار جنگ بہادر نے اپنے سفر بلوچستان کا تذکرہ کرتے ہوئے حروں کے حالات بھی بیان کئے جنہوں نے سندھ میں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے نواب صاحب نے فرمایا :- حروں کا مرکز خیر پور ریاست کے پاس ہے - یہ جو پیر پگاڑو ہیں ان کی بستی خیر پور سے تین چار میل کے فاصلہ پر ہے ان سے ملنے کیلئے باوجود اپنے ساتھیوں کی مخالفت کے تحقیق کیلئے گیا اس سلسلہ میں جو واقعات معلوم ہوئے وہ دلچسپ ہیں - "حُر" ایک مذہبی فرقہ کا نام ہے کسی نسل یا جماعت کا نام نہیں، یہ محمد بن قاسم یا محمود غزنوی کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور سندھ میں آباد ہو گئے - ان کے موجودہ پیر کا نام صبغت اللہ راشدی ہے - ان کو پیر پگاڑو اسلئے کہا جاتا ہے، کہ انکے سر پہ سرداری کی پگڑی ہے - ان کی عمر ۳۵ برس کی ہے، یہ تعلیم یافتہ ہیں - حروں کا عقیدہ ہے کہ انکے پیر میں خدا حلول کر جاتا ہے وہ اپنے پیر کو خدا سمجھتے ہیں - یہ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان سب کے باوجود وہ اپنے پیر کو خدا سمجھتے ہیں ان پیر نے چار پانچ سال پہلے حج بھی کیا تھا - اس فرقہ کے تین طبقے ہیں یعنی عام مرید، حُر اور غازی، حُر وہ طبقہ ہے جو جاں نثار سمجھا جاتا ہے - جب پیر پگاڑو شکار کھیلنے نکلتے ہیں، اور بدقسمتی سے ان کو کوئی شکار نہیں ملتا تو ان حروں میں سے کوئی شیر یا گیدڑ بن کر پیر کے سامنے آتا ہے - اور پیر صاحب اس کے شکار سے دریغ بھی نہیں فرماتے - حروں میں غازی کو بڑا درجہ حاصل ہے - یہ غازی بن جانے کے بعد پیر صاحب نے منظم کرنا شروع کر دیا ہے، درجہ اوّل کے حروں کو لیکر غازی بنایا گیا - اور اُن سے کہا گیا کہ وہ خود کو مردہ تصور کریں اور میدان میں اپنی چادریں اوڑھ کر چت لیٹ جائیں تو پیر پگاڑو نے اپنے باقی مریدوں کو لیکر ان پر نماز جنازہ پڑھی، اس طرح غازیوں کے دلوں میں موت کا خوف بالکل نہیں ہے - پیر صاحب کو اپنے خدام کے انتخاب میں بڑا دخل ہے وہ اسکا اہتمام کرتے ہیں کہ بدرو اور کریہہ منظر کوئی خادم ان کے پاس نہ ہو، پیر صاحب بہت مالدار ہیں - ان کے تاج میں جو اُلٹے کنٹوپ کی طرح ہوتا ہے - جواہرات اور موتی لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، وہ سونے چاندی کی اشیاء استعمال کرتے ہیں - انکی گرفتاری کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ بخش کی حکومت سندھ نے پیر صاحب سے برضامندی باہمی یہ طے کر لیا تھا - کہ پیر صاحب گرفتار نہ کئے جائیں گے لیکن گورنمنٹ آف انڈیا نے انہیں گرفتار کر لیا -

مسلمانوں کے تنزل و انحطاط کے جہاں اور متعدد اسباب ہیں ان میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جاہل و گمراہ پیروں کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے جو مسلمانوں کی شامت اعمال سے ایک بلائے بے درماں کی طرح اُن پر مسلط ہو گئے ہیں اور انکا خون چوس رہے ہیں - یہ خود ساختہ پیر جو "توکل" کے مدعی ہیں مسلمانوں کی پُر مشقت کمائی سے نہ صرف پرورش پا رہے ہیں بلکہ امیرانہ وشاہانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اگر یہ لوگ صرف مسلمانوں کے مال پر تصرف کرتے (حالانکہ شرعاً و قانوناً انہیں اسکا کوئی حق نہیں) جب بھی صبر کیا جا سکتا تھا - لیکن یہ شیطنیت کس طرح برداشت کی جا سکتی ہے کہ وہ خود اسلام کی بیخ کنی کر رہے ہیں اور باوجود دعائے اسلام اسکے تمام مسلمہ عقائد خصوصاً عقیدہ توحید کو پامال کر کے نعوذ باللہ خالق کائنات کی ہمسری کے مدعی ہیں - اسلئے ان کا وجود اسلام کے لئے ان لوگوں سے زیادہ خطرناک ہے جو اسلام کے منکر ہو کر کھلے ہوئے دشمن ہیں +

دو نئے ٹریکٹ

قادیانیوں اور غیر احمدی اصحاب میں تبلیغ کا نہایت عمدہ موقعہ

ہمارے احباب یہ سُن کر خوش ہونگے، کہ انجمن کی پبلسٹی کمیٹی نے دو نئے ٹریکٹ شائع کئے ہیں ایک اُردو اور دوسرا انگریزی، اُردو ٹریکٹ جو قادیانی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، ہمارے محترم دوست ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا تصنیف کردہ ہے، اسکا عنوان ہے :- "اختلاف سلسلہ پر ایک فیصلہ کن بحث" یہ مضمون ڈاکٹر صاحب نے پہلے پیغام اسلام میں لکھا تھا جس کو عام طور پر بہت پسند کیا گیا، پبلسٹی کمیٹی نے ڈاکٹر صاحب ممدوح کی نظر ثانی اور کچھ اضافہ کے ساتھ اسکو بصورت ٹریکٹ شائع کیا ہے، تاکہ عام طور پر قادیانی اصحاب تک پہنچایا جا سکے دوسرا ٹریکٹ جو انگریزی میں ہے اسکا عنوان ہے :-

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Founder of The Ahmadiyya Movement and Renaissance of Islam.

یہ ایک نہایت ہی قابل احمدی نوجوان کا لکھا ہوا ہے، اور اس میں اقتباسات و شواہد سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے اسلام کو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی ہے - یہ دونوں ٹریکٹ اس قابل ہیں کہ قادیانی اور انگریزی خواں غیر احمدی اصحاب میں کثرت سے تقسیم کئے جائیں بیرونی جماعتوں میں ان کی متعدد کاپیاں اسی غرض سے بھیجی جارہی ہیں جن احباب کو موصول ہوں انکا فرض ہے کہ خود یا دوسرے دوستوں کے توسط سے ان کو تقسیم کر دیں اور اگر ضرورت ہو تو اور منگا لیں اپنے پاس نہ رکھ چھوڑیں - جن احباب کو یہ ٹریکٹ نہ پہنچیں اور وہ تقسیم کرنا چاہیں وہ ایک کارڈ بھیجکر طلب کر سکتے ہیں، امید ہے احباب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸۰۲ — ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا دارالحکن

ایڈیٹر: ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر: محمد انعام الحق ہوشیار پوری

جلد ۳۰ — لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۱ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء — نمبر ۳۶

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

نماز کے بعد دعا بدعت ہے

آج کل لوگ جلدی جلدی نماز کو ختم کر لیتے ہیں۔ اور پیچھے لمبی دعائیں مانگنے بیٹھتے ہیں۔ یہ بدعت ہے جس نماز میں تضرع نہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں۔ خدا تعالیٰ سے رقت کیا تو دعا نہیں۔ وہ نماز تو خود ہی لوٹی ہوئی ہے۔ نماز وہ ہے جس کا مزا آجائے۔ خدا کی حضوری میں ایسی توجہ سے کھڑے ہو جاؤ کہ رقت طاری ہو جاوے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی خوفناک مقدمہ میں گرفتار ہوتا ہے۔ اور اس کے واسطے قید یا پھانسی کا فتوے لگنے والا ہوتا ہے اس کی حالت حاکم کے سامنے کیا ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوفزدہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ جب نماز میں دل کہیں ہے۔ اور خیال کسی طرف ہے۔ اور منہ سے کچھ نکلتا ہے وہ ایک لعنت ہے۔ جو آدمی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ اور قبول نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نماز وہی اصلی ہے جس میں مزا آجاوے۔ ایسی ہی نماز کے ذریعہ سے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی وہ نماز ہے جس کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ نماز مومن کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ دیکھو بخیل سے بھی انسان مانگتا رہتا ہے۔ تو وہ بھی کسی نہ کسی وقت کچھ دے دیتا ہے۔ اور رحم کھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو خود حکم دیتا ہے۔ کہ مجھ سے مانگو۔ اور میں تمہیں دوں گا۔

(بدر یکم مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۴)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ابھی تک مری میں ہیں اور بدستور رضا مندی میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب ڈاکٹر ... صاحب قریشی ... کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی خوشی میں جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے انجمن کو مبلغ ... چندہ اشاعت اسلام کی مد میں عطا فرمائے ہیں ...

— جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے تحریر فرماتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں یو۔ پی ایک مشہور ہندو کنبے نے عاجز کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے بعض وجوہ سے نام اور مقام کا ذکر سردست مناسب نہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان نو مسلمین کو استقامت عطا فرمائے آمین۔

— جناب شیر محمد صاحب اختر کارکن انجمن ... بیمار ہیں اور احباب سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— چوہدری غفور احمد صاحب کارکن انجمن کی والدہ صاحبہ بیمار ہیں، احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

— جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں، ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دل سے دعا کی جائے۔

اس شمارہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک کھلی چٹھی جناب میاں محمود احمد صاحب کے نام شائع ہو رہی ہے احباب سلسلہ خود بھی اس چٹھی کو پڑھیں اور قادیانی حضرات کو بھی مطالعہ کرائیں۔

بہائیت اور شیعیت

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

گزشتہ سے پیوستہ

یہ افق اعلےٰ کی ہے اور یہ قلم ابھیٰ کونسی ہے اس کے لئے زیارۃ نامہ کے شروع میں لکھا ہے کہ :۔

”ھذا زیارت نزلت من قلمی الابھیٰ فی الافق الاعلیٰ“

یہ زیارت نامہ ہے جو افق اعلیٰ میں میری قلم ابھیٰ سے امام حسین کی شان میں نازل ہوا ہے، اس زیارت نامہ کی رُو سے بہاء اللہ امام حسین کے خادموں میں سے ثابت ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی شیعیت کو بہت مبالغہ سے پیش کیا ہے۔

باب اور بہاء اللہ کے دعوے کی نوعیت

چونکہ باب اور بہاء اللہ شیعوں میں سے تھے اور شیعوں میں حضرت علی کو خدا بھی مانا جاتا ہے چنانچہ ان کی کتابوں میں اس کا بالصراحت ذکر موجود ہے۔ بلکہ دوسرے آئمہ اہل بیت کو بھی صاحب علم ما کان وما یکون مانتے ہیں اور انہیں مظاہر خدا اور خدا سب کچھ کہہ دیتے ہیں چنانچہ حضرت علیؓ کی شان میں لکھا ہے کہ :۔

(۱) حضرت علی خدا ہیں اور محمد رسول اللہ اس کے بندے ہیں۔ (توضیح المقال صفحہ ۴)

ان کی خدائی کے ثبوت میں یہ شعر لکھے ہیں :۔

ہم اوّل وہم آخر ہم ظاہر وہم باطن
ہم عابد وہم معبود علی بود

خدا ——— پنجتن

شیعوں کے اعتقادات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلعم حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسنین میں خدا نے حلول کیا تھا اور یہ پانچوں خدا ہیں۔ (تذکرۃ الائمہ)

اب چونکہ باب اور بہاء اللہ ان بے ہودہ قسم کے خیالات میں پلے تھے اس لئے انہوں نے بھی شیعانہ رنگ میں خدائی کا دعوےٰ کیا۔ بہاء اللہ نے تو صاف لکھا ہے کہ

(۱) اذیراہ احد فی الظاہر یجدہ علےٰ ھیکل الانسان بین ایادی اھل الطغیان واذا یتفکر فی الباطن یراہ مھیمنًا علی من فی السموات والارضین۔ (اقتدار صفحہ ۱۱۴)

یعنی ظاہر میں تو انسان ہوں مگر باطن میں خدا ہوں۔

(۲) باب لکھتا ہے :۔

”اس کی (بہاء اللہ کی) عزت کی قسم وہ حق ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ سب اسی کے حکم سے قائم ہیں“

(یہ ابیان میں ہے جسے بہاء اللہ نے لوح ابن ذئب میں نقل کیا ہے)

(۳) باب نے محمد حسن نجفی کو لکھا کہ :۔

”از حرف اول تو محمد رسول اللہ را مبعوث مے فرمودیم“

یعنی میں نے باب نے محمد رسول اللہ کو مبعوث کر دیا۔ (الواح صفحہ ۱۹۱)

(۴) دیوان نوش میں بہاء اللہ کی قبر کو لکھا ہے کہ

اے معبد ومعبود جہاں روضہ ابہیٰ

جس طرح شیعوں نے حضرت علی کو معبد ومعبود لکھا ہے بہائی بہاء اللہ کو معبد ومعبود قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کے روضہ کو بھی معبد ومعبود قرار دیا ہے شیعوں نے حضرت علی کو خدا اور محمد صلعم کو علی کا بھیجا ہوا قرار دیا ہے اسی طرح بہاء اللہ اپنے آپ کو خدا اور کل انبیاء کو اپنے رسول قرار دیا ہے، چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے :۔

انہ لا الہ الا انا المھیمن القیوم قد ارسلنا الرسل وانزلنا الکتب (اقدس صفحہ ۵۸)

یعنی کوئی معبود نہیں بجز میرے جو مھیمن القیوم ہوں میں نے تمام رسول بھیجے اور تمام کتابیں نازل کیں۔

بہاء اللہ کو اس قسم کے الفاظ لکھنے کی کیوں سوجھی اس لئے کہ شیعوں میں اس قسم کی بے ہودہ روایات موجود ہیں چنانچہ بحر العرفان کا بہائی مصنف لکھتا ہے :۔

”امیر المومنین در خطبہ اشارہ مے فرماید باینکہ منتظر باشید بظہور یکہ بدعوے الوہیت ظاہر گردد“ (بحر العرفان صفحہ ۲۵)

شیعہ مذہب میں آئمہ اہل بیت کو رسولوں سے بڑھکر مانا جاتا ہے، اور ان کو الوہیت کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اسی تعلیم کے اثر کے ماتحت شیعوں کے غالی فرقوں میں ہمیشہ مدعیان الوہیت پیدا ہوتے رہے۔ اور باب کے اپنے زمانے میں بیت سے بابی الوہیت اور ربوبیت کے مدعی ہو گئے۔

بہائی اور تقیہ

شیعہ مذہب میں تقیہ بہت ثواب کی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کمزوری ایمان کی اور بزدلی کی دلیل ہے۔ اور جھوٹ ہے۔ مگر باب اور بہاء اللہ دونوں نے تقیہ کی تعلیم دی۔ باب نے تو اپنے قتل کئے جانے کے وقت بھی ہمراہیوں کو کہا کہ اگر تم سے میرے متعلق سوال ہو تو لعنت اور انکار سے جواب دینا۔ اور بہاء اللہ کا تو حکم ہی یہ ہے کہ

”استر ذھبک وذھابک ومذھبک“

(بہجۃ الصدور صفحہ ۸۳)

یعنی اپنے مال و دولت کو چھپا رکھ اور اپنے جانے کی جگہ کا کسی کو پتہ نہ دو اور اپنا مذہب ہمیشہ چھپائے رکھو۔

بہاء اللہ کا یہ تقیہ کرنے کا حکم دراصل پرانی شیعیت ہے جس کی رو سے ۹/۱۰ حصہ دین اکیلے تقیہ کرنے میں ہے چنانچہ اصول کافی میں لکھا ہے :۔

”ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ“

(اصول کافی صفحہ ۴۸۲)

جس مذہب کا ۹/۱۰ حصہ تقیہ بازی ہو وہ کیا مذہب ہے، اور پھر اس میں سے پیدا ہونے والا بہائی مذہب جو اس جھوٹ کی تعلیم پر فخر کرے وہ کیا مذہب ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لطیفہ

مرزا حیدر علی بہائی نے تقیہ کے بہت سے دلچسپ واقعات لکھے ہیں جن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک سفر میں دو بہائی جو ایک دوسرے کو شناخت نہ کرتے تھے اگرچہ وہ مرزا حیدر علی بہائی اور ابو الفضائل بہائی جیسی دو ہستیاں تھیں دونوں نے ایک دوسرے سے تقیہ بازی شروع کی گویا کہ دونوں باب اور بہاء اللہ اور عبد البہاء سے بالکل ناآشنا تھے۔ اور ایک دوسرے کو بہائیت میں لانے کے لئے غیر جانبدارانہ رنگ میں باتیں شروع کیں آخر پر جب دونوں کو عبد البہاء کے پاس پہنچکر علم ہوا کہ ہم دونوں پکے بہائی ہیں تو دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوئے۔

بہاء اللہ کے دعوے الوہیت کی تاویل

مسلمانوں کے سامنے جب کبھی گفتگو ہوتی ہے تو بہائی لوگ تقیہ بازی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح بعض اکابر اہل تصوف کے منہ سے کبھی انی انا اللہ اور کبھی انا وجہ اللہ اور کبھی انا الحق یا کبھی ما فی جبتی الا اللہ کے الفاظ نکلے ہیں اسی طرح بہاء اللہ کے کلمات کو سمجھ لیا جائے۔

ہم ایسا بھی سمجھ لیتے مگر افسوس یہ ہے کہ بہاء اللہ کے الفاظ اس تاویل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جن بزرگوں کے منہ سے ایسے کلمات نکلے وہ ان الفاظ کو حالت سُکر میں کہنے والے تھے اور یہ ان کا دعوےٰ نہ تھا لیکن بہاء اللہ تو ان الفاظ کو حالت صحو میں کہتا اور لکھتا ہے۔ پھر ان الفاظ میں جو بہاء اللہ نے اپنی قلم سے لکھے ہیں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کی یہ تاویل ہو ہی نہیں سکتی۔ مثلاً

”الذی ینطق فی السجن الاعظم انہ الخالق الاشیاء وموجدھا حمل البلایا لاحیاء العالم“ (اقدس صفحہ ۲۵۵)

یعنی وہ جو بڑے جیل خانہ سے کلام کر رہا ہے وہ تمام اشیاء کا خالق اور موجد ہے اس نے اہل عالم کے زندہ کرنے کے لئے بلاؤں کو اٹھایا ہے۔

اب ان الفاظ کی یہ تاویل کہ خدا نے بہاء اللہ کی زبان سے اپنی شان میں یہ کہا ہے بالکل باطل ہے، وہ جو جیل خانہ میں ہو اور بلاؤں کو اٹھائے وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ یہ الفاظ مجاز کے طور پر بولے گئے ہیں نہ کہ حقیقتاً اور یہ الفاظ اسی طرح کے ہیں جیسے احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن خدا کہیگا میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا، میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ اور جب بندے یہ پوچھیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا اور ننگا تھا تو خدا کہے گا کہ میرے بھوکے اور ننگے بندے جو تھے وہ میں ہی تھا۔

مگر یہ تاویل بھی یہاں نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس کے یہ معنی تو نہیں کہ ہم ننگوں اور بھوکوں کو خدا مان لیں یا ننگے اور بھوکے آکر یہ دعوے کریں کہ ہم خدا ہیں۔ اس کے خلاف بہاء اللہ تو اپنے آپ کو سجدہ کا حکم دیتا ہے اور اپنی ہی عبادت کراتا ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کے

(باقی بر صفحہ ۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب میاں محمود احمد صاحب کے نام کھلی چٹھی!

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مکرم معظم میاں صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج میں پھر کوشش کرتا ہوں کہ اس کھلی چٹھی کے ذریعہ سے آپ کی توجہ ایک اہم امر کی طرف پھیروں آپ بھی اس بات کے قائل ہیں اور ہم بھی۔ کہ خروج دجّال ویاجوج وماجوج ہو چکا اور وہ وقت آگیا جو کسر صلیب اور غلبۂ اسلام کے لئے مقدر تھا اس پر بھی ہم دونوں کا اتفاق ہے کہ جس مردِ خدا کے ذریعہ سے یہ غلبہ مقدر تھا جس کے ظہور کے ساتھ آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہونا تھا وہ آچکا۔ اس پر بھی ہم دونوں کا اتفاق ہے کہ یہ غلبہ تلوار سے نہیں، جنگ و جدال سے نہیں بلکہ صداقت اسلام کے نشانات سے۔ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے سے، اسلام کی صحیح تعلیم کو پیش کرنے سے، اور جو غلط خیالات دلوں میں اسلام کے متعلق بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو دُور کرنے سے ہوگا، اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اس جنگ کے بعد جس طرح بھی اس کا خاتمہ ہو دونوں فریق کے تھک جانے یا ایک کے غالب آجانے سے۔ اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کا ایک زریں موقعہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر آج سے ہم اسکے لئے تیاری نہ کریں تو ہماری تنگ نظری پر آنے والی نسلیں ماتم کریں گی۔ آج وہ قومیں بھی جو جنگ میں اپنی پوری قوت خرچ کر رہی ہیں ساتھ ساتھ اس فکر میں بھی ہیں کہ اس جنگ کے بعد انہیں کیا کرنا ہے مگر ہمارے سامنے تو کام ہی ایک ہے اسلئے ہمیں اس وقت ساری توجہ اس بات پر صرف کرنی چاہیئے کہ اپنی تمام قوت کو اس لٹریچر کے تیار کرنے میں لگا دیں جس سے اسلام کا دلکش چہرہ ظاہر ہو کر لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے ایسے مبلغوں کے تیار کرنے میں لگا دیں جو یورپ کے الحاد و دہریت اور مادہ پرستی کا مقابلہ کر سکیں اور اس کے سر کو اسلام کی وحدت کے سامنے جھکا سکیں، ایسا سامان جمع کرنے میں لگا دیں جو کل کو ہمارے کام آسکے۔ اس سے بھی کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ مغرب میں تبلیغ اسلام ایک اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لئے چاہیئے تو یہ تھا کہ سب اہل اسلام مل کر اس کام کو کرتے اور یہی آرزو بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے عام مسلمانوں کے اندر سے یہ جذبہ قریبًا قریبًا مفقود ہو چکا ہے اسلئے اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہماری دونوں جماعتوں کی طاقت ساری کی ساری اس کام پر خرچ ہو اس کے لئے مبلغ تیار ہوں، اسکے لئے لٹریچر تیار ہو، اس کے لئے سامان جمع ہو تا کہ اس جنگ کے ختم ہوتے ہی ہم پوری قوت سے دنیا کی توجہ کو اس طرف پھیر سکیں۔ کہ مادی تہذیب دنیا کو آگ کے گڑھے کے اندر دھکیلتی چلی جا رہی ہے اور وہ نظام جو اب دنیا کو اس آگ سے بچا سکتا ہے، اسلام کا آسمانی نظام ہے۔

مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ آپ کے ساتھ جماعت احمدیہ کا بہت بڑا حصہ ہے اور تعداد کے لحاظ سے ہماری جماعت کو آپ کی جماعت سے کوئی نسبت نہیں۔ اور آپ کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تبلیغ واشاعت اسلام کے کام کے لحاظ سے ہماری جماعت آپ کی جماعت سے بہت آگے نکل گئی ہے۔ یہ دونوں واقعات ہیں جن سے آنکھیں بند کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ ہماری جماعت نے تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کر کے پچاس ہزار کے قریب قریب انہیں دنیا میں پہنچا بھی دیا ہے، اور آپ ابھی پہلے ترجمہ کو چھپوانے کی فکر میں ہیں جس کی ابتداء ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی یعنی آج سے اٹھائیس سال پیشتر، اس ایک واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہی کیا یہ صاف نظر نہیں آتا، کہ آپ نے اتنی بڑی جماعت کو ساتھ لیکر جہاں تک اشاعت اسلام کا سوال تھا صدی کا چوتھا حصہ کھو دیا۔ سیرت نبویؐ کے تراجم ہماری طرف سے چھ یورپین زبانوں میں اور گیارہ ایشیائی زبانوں میں ہو چکے آپ کے لئے ابھی روز اوّل ہے کیوں؟ اس لئے کہ آپکی جماعت کی توجہ تبلیغ اسلام کی نسبت دوسرے کاموں کی طرف زیادہ رہی ہے ورنہ جس عرصہ میں ہماری چھوٹی سی جماعت نے تین زبانوں میں قرآن شریف کے ترجمے کر دیئے آپ کی کثیر جماعت کی توجہ بھی اگر اتنی ہی ہوتی تو آج تک ساٹھ ستر زبانوں میں تو ترجمے ہو گئے ہوتے۔

آپ بیشک تنہائی میں سوچ لیں آپ کی توجہ اس مقصد عظیم کی طرف نہیں رہی ورنہ آج آپکا کام ہم سے کم سے کم بیس گنا تو ہونا چاہیئے تھا یہی بات ہے جس کی طرف میں آپ کو اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں جس رستے پر آپ کی جماعت پڑی ہوئی ہے اس میں آپ کی بہت سی طاقت تبلیغ اسلام کے کام پر نہیں دوسرے کاموں پر خرچ ہو رہی ہے اور شاید ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا ساتھ تبلیغ اسلام کو دور کا واسطہ بھی نہیں، اسلئے میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ابھی وقت ہے آپ کوشش کر کے جماعت کی توجہ کو اس مقصد عظیم کی طرف پھیریں ورنہ آہستہ آہستہ یہ جماعت اس مقصد کو بالکل بھول جائے گی اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی کیونکہ جماعت جدھر آپ اس کا رُخ پھیریں پھرنے کو تیار رہتی ہے۔

آپ بُرا نہ مانیں آپنے جماعت کو نبوت کی بھول بھلیوں میں ڈال کر ان کی علمی قوتوں کو ناکارہ کر دیا ہے وہ دن رات نبوت کے متعلق حوالوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قادیان سے کوئی بلند پایہ علمی تصانیف نکلنے کی بجائے جن سے دنیا میں اسلام کا نام روشن ہو (یا احمدیت کا ہی ہو) وہ رسالے اور مضامین نکلتے رہتے ہیں جو ایک صاحب علم کے نزدیک مضحکہ خیز ہیں، ہمارا اور آپ کا اختلاف دو باتوں میں ہے آپ کہتے ہیں کہ اس وقت سارے کلمہ گو سوائے ان کے جو مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لائیں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور آج کوئی کافر جسے مسیح موعودؑ کے نام کی بھی خبر نہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے دائرۂ اسلام میں داخل ہے مسلمان ہو جاتا ہے چاہے اس میں کتنی کمزوریاں ہوں چاہے وہ بعض صحابہ کا انکار کرے بعض آئمہ کا انکار کرے بعض مجددین کا انکار کر دے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں نبوت پانے کا اصطلاح شریعت کی رو سے نبی ہونے کا یعنی حقیقی طور پر نبی ہونے کا دعوے کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ نے لفظ نبی اور نبوت اپنے لئے بیشک استعمال فرمایا مگر اپنے لغوی معنے کے لحاظ سے خدا سے ہمکلام ہونے والے کے معنی میں۔ خدا سے غیب کی خبر پاکر پیشگوئی کرنیوالے کے معنی میں۔ محدث کے معنی میں حقیقی طور پر نہیں بلکہ مجازی رنگ میں۔ بروز اور ظل کے طور پر اس لفظ کو استعمال فرمایا۔ مجھے یہ شکایت ہی کہ آپ ان دونوں میں سے کسی بحث کو صاف کر کے دونوں جماعتوں کے سامنے نہیں آنے دیتے آپ یہ کہدیں کہ میں نے ان میں سے کوئی عقیدہ آپ کی طرف منسوب کرنے میں غلطی کی ہے میں اسے واپس لے لوں گا اور اس حد تک اختلاف صاف ہو جائیگا۔ مگر آپنے آج تک ایسا بھی نہیں کیا۔ میں نے بار بار آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ دونوں جماعتوں کے ایک جلسہ میں انہی جماعتوں کے چند منتخب افراد کو ثالث ٹھہرا کر میرے ساتھ بحث کر لیں۔ اس طرح کہ میں آپ کی جماعت کے چند افراد منتخب کر لوں آپ میری جماعت کے اسی قدر افراد منتخب کر لیں۔ مگر آپ اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کبھی آپ اسے یوں ٹالتے ہیں کہ کوئی ثالث کسی بھی عقیدہ کا فیصلہ نہیں کر سکتے حالانکہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ ثالث عقیدہ کا فیصلہ کر دیں اور آپ یا میں اس عقیدہ کو مان لینے کے لئے مجبور ہو جائے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ وہ ثالث یہ فیصلہ دیں کہ ہم میں سے کس فریق کا عقیدہ قرآنؐ حدیث کے مطابق یا حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے مطابق ہے وہ صرف ایک فیصلہ ہوگا جس سے دونوں جماعتوں کے علاوہ عام مسلمان پبلک کو بھی پتہ لگ جائیگا کہ کون فریق حق پر ہے لیکن کوئی فریق مجبور نہ ہوگا کہ اپنا عقیدہ اسکے مطابق کرے۔ کبھی آپ اسے یوں ٹالتے ہیں کہ میں آپکی جماعت میں سے منافقوں کا انتخاب کر لوں گا حالانکہ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں جن آدمیوں کا انتخاب کروں آپ اگر یہ کہدیں کہ ان میں سے فلاں فلاں منافق ہیں تو میں انکی بجائے دوسرے آدمی منتخب کر لوں گا اور اس طرح ہوتا رہے گا جب تک کہ آپ یہ نہ کہدیں کہ میرے منتخب کردہ آدمیوں میں کوئی منافق نہیں۔ تو کونسی بات ہے جو [illegible] ہے سوائے اس کے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ آپکے دلائل اسقدر کمزور ہیں کہ آپکی اپنی جماعت کے آدمی بھی بطور ثالث حلف اٹھا کر انہیں صحیح قرار نہیں دے سکتے۔ حالانکہ آپ انکے پیر ہیں اور وہ آپکے مرید اور میرا تعلق اپنی جماعت سے پیری مریدی کا نہیں۔ آپ اپنے مریدوں سے ڈرتے ہیں مگر میں اپنے بھائیوں سے نہیں ڈرتا یہ فرق کیوں ہے؟ اسلئے کہ میں اپنے قدم کو مضبوط سمجھتا ہوں آپ اپنے آپ کو کمزور جانتے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمارے سالانہ جلسہ پر اپنے عقائد کی صحت پر دلائل پیش کریں اور مجھے جرح کا حق دیں اور میں آپکے سالانہ جلسہ پر اپنے عقائد کی صحت کے دلائل پیش کروں اور آپکو جرح کا حق ہوگا۔ مگر آپنے اسے بھی نہ مانا اور یہ عذر پیش کیا کہ آپکی جماعت کے لوگ سالانہ جلسہ پر آپکے مواعظ اور نصائح کو سننے آتے ہیں وہ میری بات کو کیوں سنیں گے۔ حالانکہ آپکے اخبار اور رسالوں کا بہت بڑا حصہ انہی باتوں پر صرف ہوتا ہے [illegible] ہوں مگر آپکو یہ گوارا ہے کہ آپکی جماعت کی ساری طاقت نبوت کے حوالوں کی تلاش پر ضائع ہو اور یہ گوارا نہیں کہ وہ میرے مونہہ سے بھی ان کے متعلق کچھ سُن لیں۔ بالآخر میں نے یہاں تک بھی کہا کہ آپ اپنی سالانہ جلسہ کو اپنے مواعظ کے لئے مخصوص کر لیں اور مجھے وہاں بولنے کی اجازت نہ دیں مگر آپ ہمارے سالانہ جلسہ پر آکر اپنے عقائد کی صحت کے دلائل سنا دیں تو آپ کا وہ روپیہ اور وقت جو آپکے مبلغین ان باتوں پر ضائع کرتے ہیں بچ رہے گا اور آپ اسے تبلیغ اسلام کے کام میں لگا سکیں گے، مگر آپنے اس کو بھی نہ مانا اور جواب میں لکھدیا یا لکھوا دیا کہ اس سے ہمارے جلسہ کی رونق بڑھ جائیگی یعنی آپکے کچھ مرید بھی وہاں آجائیں گے یہ ایک ایسا پست خیال ہے کہ ایک مذہبی پیشوا کے دل میں یہ نہ آنا چاہیئے تھا مگر بات [illegible] جس بات سے گھبراتے ہیں وہ صرف اسقدر ہے کہ آپکو سوال کر کے اسکا جواب دینا پڑیگا اور وہ جواب آپکے پاس نہیں۔

پھر میں نے یہ بھی کہا کہ جو اعتراضات آپکے عقائد پر وارد ہوتے ہیں انکو چند سوالوں کی صورت میں میں لکھدوں اور جو اعتراضات میرے عقائد پر وارد ہوتے ہیں انکو اسی قدر سوالوں کی صورت میں آپ لکھدیں اور پہلے یہ دونوں سوالات دونوں اخبارات میں شائع ہو جائیں پھر میرے ایک ایک سوال کا جواب آپکے اخبار میں اور آپکے ایک ایک سوال کا جواب اسی قدر تعداد الفاظ میں ہمارے اخبار میں شائع ہوتا رہے اس سے بھی ہمارا اختلاف دونوں جماعتوں کے سامنے صاف طور پر آ جائیگا مگر آپنے ان صاف اور سیدھے طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنیکی بجائے جن سے ہر دو مسائل صاف ہو جاتے یہ بہتر سمجھا کہ پہلے اخبارات پر اضافہ کر کے ایک اور رسالہ نکال دیا اور کچھ اور مبلغین کو جو بہتر کام کر سکتے تھے ایک لمبی بحث پر لگا دیا تاکہ انکے لئے بھی ایک شغل رہے اور جماعت بھی یہ سمجھتی رہے کہ آپکے پاس اپنے عقائد کی کوئی دلائل ہیں، کم سے کم ان کے دلوں کو یہ اطمینان تو ہو کہ ہمارے پاس بھی کچھ جواب ہے۔

سیدھا طریق یہ تھا کہ آپ بھی مانتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء تک حضرت مسیح موعودؑ کا وہی مذہب تھا جو اب ہمارا یعنی جماعت لاہور کا مذہب ہے تو ہمارے مطالبہ پر آپ اپنی جماعت میں سے ستر آدمی لاتے جو حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ۱۹۰۱ء میں ہمیں یہ علم ہو گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آج اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے یا کم سے کم یہی کہ آپنے آج سے لفظ نبی کا مفہوم تبدیل کر دیا ہے۔ مگر آپ یا آپکے مبلغ اس سیدھے سوال کا جواب قیامت تک نہ دیں گے حالانکہ ہم اسکے خلاف ستر آدمیوں کی حلفی شہادت چھبیس سال ہوئے پیش کر چکے ہیں۔

سیدھا طریق یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تو صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ میری وحی وحی نبوت نہیں وحی ولایت ہے آپ کہیں یہ بھی دکھا دیں کہ آپنے یہ لکھا ہو کہ یہ میری وحی وحی نبوت ہے صرف ایک حوالہ سے سارا جھگڑا طے ہو جاتا ہے۔ سیدھا طریق یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تو لکھا ہے کہ میں نے لفظ نبی اپنے لئے اصطلاح شریعت میں استعمال نہیں کیا، اصطلاح لغت میں استعمال کیا ہے جس طرح پہلے بھی صوفیا نے استعمال کیا ہے۔ پیشگوئی کرنیوالے کے معنے میں استعمال کیا ہے آپ یا آپکے مبلغ یہ دکھا دیتے کہ حضرت مسیح موعود نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں اصطلاح شریعت کے رُو سے نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔

مگر بجائے اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے آپ خود اس بات کو صاف کرتے۔ کیونکہ عقیدہ آپنے وضع کیا تھا آپنے اپنے مبلغوں کو اب حوالوں کی تلاش میں لگا دیا ہے اس مذموم طریق پر جس کی مذمت آپ خود بھی کر چکے ہیں اور اسی وجہ سے آپ ان کو ایک ناپاک جانور سے مشابہت دے چکے ہیں اور وہ حوالے کیا ہیں کہ زید نے حضرت مسیح موعود کو نبی کہا بکر نے نبی کہا، فلاں نے نبی کہا۔ کبھی خدا کے خوف سے کام لیکر نہیں سوچتے کہ اگر کسی نے نبی کہا تو اسی معنی میں کہا ہوگا جس معنی کی وضاحت حضرت مسیح موعود نے خود کر دی ہے وہ آپکے خلاف نہ کہہ سکتے تھے اور اگر آپکے خلاف کہا ہے تو غلط کہا ہے خواہ وہ حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم ہوں خواہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ہوں۔ خواہ مولوی سید محمد احسن مرحوم ہوں، خواہ محمد علی ہو۔ خواہ مفتی محمد صادق ہوں خواہ مولوی سید سرور شاہ ہوں۔ اور فلاں نے آپ کو نبی کہا۔ کیا اس سے کوئی مقصد امکانی طور پر حاصل ہوتا ہے؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ نہیں۔ پھر یہ لوگ کس کو دھوکہ دیتے ہیں۔ سوال یہ نہیں کہ کسی شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کیلئے لفظ نبی استعمال کیا سوال یہ ہے کہ اس نے کس معنے میں استعمال کیا۔ یہ تفریق کہ میں اصطلاح شریعت میں نبی نہیں ہوں لغوی معنے کی رو سے نبی ہوں۔ حقیقت میں نبی نہیں مجاز کے طور پر نبی ہوں میری نبوت اصلی نہیں بلکہ ظلی ہے، میری نبوت تامہ نہیں بلکہ جزوی ہے میری وحی وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے۔ خود حضرت مسیح موعود نے کی ہے اور پہلے دن سے لیکر آخر وقت تک کی ہے اور یہی میرا اور میری جماعت کا مذہب ہے تو آپ اگر حضرت مسیح موعود کی ان تحریروں کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے مبلغوں کو یہ ہدایت کیجئے کہ وہ حوالے نکالیں جن میں کسی احمدی کہلانیوالے نے بڑا ہو یا چھوٹا۔ خود آپ ہی کیوں نہ ہوں ۱۹۱۴ء سے پہلے یہ کہا ہو کہ حضرت مسیح موعود اصطلاح لغت میں نبی نہیں اصطلاح شریعت میں نبی ہیں مجاز اور استعارہ کے طور پر نبی نہیں حقیقت کے طور پر نبی ہیں آپکی وحی وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت ہے آپ کی نبوت جزوی نہیں بلکہ تامہ کاملہ ہے جس دن وہ یہ حوالے نکال کر پیش کریں گے اس دن ان کا قدم اصل مسئلہ کی طرف اٹھے گا اور میں اس دن ان سے یہ دریافت کروں گا کہ:-

دونوں میں سے غلطی پر کون ہے؟ مسیح موعود یا مرید؟

پھر آپنے ایک حصہ مبلغین کو اس کام کیلئے وقف کر دیا کہ وہ میری تحریروں میں سے یہ دکھا دیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو نبی کہا ہے حالانکہ آج نہیں بیس سال ہوئے ہونگے یا کم و بیش جب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے گوجرانوالہ کی عدالت میں مجھ سے بعض قادیانیوں کے اصرار پر یہ سوال کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے لئے لفظ نبی استعمال کیا ہے تو میں نے اسکا جواب یہ دیا تھا کہ کیا ہے مگر اصطلاح شریعت میں نہیں بلکہ اصطلاح لغت میں اور میں اپنی کتابوں میں ٹریکٹوں میں اشتہاروں میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ میں نے لفظ نبی حضرت مسیح موعود کیلئے استعمال کیا ہے مگر اس معنی میں جس میں حضرت مسیح موعود نے کیا۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں حضرت مسیح موعود کو حقیقت کے طور پر نبی مانتا ہوں مجاز کے طور پر نہیں۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو نبوت تامہ مانتا ہوں جزوی نہیں۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی وحی کو وحی نبوت مانتا ہوں وحی ولایت نہیں مانتا۔

اس کے برخلاف آپکے موجودہ سرکردہ مریدوں میں سے ایک ایک کے حوالے میں نے پیش کئے کہ انہوں نے ۱۹۱۴ء سے پہلے لکھا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کو صرف لغت کے معنے کی رُو سے نبی کہتے ہیں شریعت کی رُو سے نہیں، اس معنے سے نبی کہتے ہیں جس معنے میں دیگر مجددین کو نبی کہتے ہیں، جزوی طور پر نبوت پانیوالا کہتے ہیں جسے اصطلاح شریعت میں محدث کہا جاتا ہے نبوت تامہ پانیوالا نہیں۔ اور یہ حوالے ۱۹۰۴ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک پھیلے ہوئے ہیں، میرے پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ میں انکو حوالوں کی تلاش میں لگا دیتا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو کہ انہوں نے اب اس مضمون کو خوب صاف کر دیا ہے اور صاف طور پر دکھا دیا ہے کہ ۱۹۱۴ء تک ساری جماعت کا مذہب حضرت مسیح موعود کی نبوت کے بارے میں وہی تھا جو اب جماعت لاہور کا ہے قادیانی مذہب کہ حضرت مسیح موعود اصطلاح شریعت میں نبی ہیں مجازی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر نبی ہیں۔ آپ کی نبوت جزوی نہیں بلکہ تامہ ہے آپ کی وحی وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت ہے ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی حضرت مسیح موعود نہیں بلکہ آپ ہیں، تو آپکے ذمے یہ ایک اور مطالبہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے جو اب تک زندہ ہیں

مولوی سید سرور شاہ صاحب سے، مفتی محمد صادق صاحب سے

قاضی اکمل صاحب سے، مولوی غلام نبی صاحب سے

یہ اعلان کرائیں کہ جو تحریریں انکی طرف منسوب ہو رہی ہیں جن کی رُو سے حضرت مسیح موعود لغوی معنی کی رو سے نبی ٹھیرتے ہیں اصطلاح شریعت کی رو سے نہیں۔ جزوی نبوت یا محدثیت پانیوالے ہیں نبوت کے نہیں۔ اولیاء اللہ کی صف میں ہیں انبیاء کی صف میں نہیں وہ تحریریں ان کی نہیں بلکہ اس کے خلاف ان کی ۱۹۱۴ء سے پہلے کی فلاں فلاں تحریریں ایسی ہیں جن میں انہوں نے حضرت مسیح موعود کو اصطلاح شریعت میں نبی قرار دیا وحی نبوت کے پانیوالے قرار دیا حقیقی طور پر نبی قرار دیا اور جو وفات پا چکے ہیں جیسے میر قاسم علی اور میر محمد سعید حیدرآبادی صاحب ان کے نمایندہ آپ خود بن کر یہ اعلان کریں کہ کتاب "دین الحق" میر قاسم علی صاحب کی کتاب نہیں یہ جماعت احمدیہ لاہور کا افترا ہے اور نہ کتاب "انوار احمدیہ" جس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود جزوی نبوت کے پانے والے تھے اور کہ آپ کی نبوت وہی تھی جس کو شریعت میں محدثیت کے نام سے پکارا جاتا ہے، میر محمد سعید حیدرآبادی کی کتاب نہیں۔

اور آپ خود بھی یہ اعلان کریں کہ میں نے ۱۹۱۰ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں یہ نہیں لکھا کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آجتک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی"

یا یہ کہ میں نے یہ لکھا تو ضرور تھا مگر حضرت مسیح موعود کو ایسا نبی مانتا ہوں جس نے آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ تو کیا مگر ناکام رہے۔

آپنے میری تحریروں سے ایک بات پیش کی کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو نبی لکھا ہے میں نے اسکو تسلیم کر کے بار بار اسکا جواب دیا ہم آپ کی تحریروں سے ایک بات پیش کرتے ہیں تو آپ کیوں اسکو تسلیم نہیں کرتے اور سکوت عن الحق اختیار کر رہے ہیں۔

میرا مطلب ان باتوں کے لکھنے سے صرف اس قدر ہے کہ نبوت کی بحث جس میں آپنے مبلغین کو لگا کر اپنی جماعت کے لاکھوں روپے بھی برباد کئے ہیں اور انکی علمی استعدادوں کو بھی برباد کیا ہی نہایت مختصر ہے اگر آپ یا آپکے مرید اسے حل کرنا چاہیں تو ذیل کی تین باتوں سے یہ حل ہو سکتی ہے اسکے بعد مسئلہ کفر کو لے لیا جاویگا۔

(۱) حضرت مسیح موعود نے یہ تفریق کرنیکے بعد کہ میری نبوت تامہ نہیں جزوی ہے، میں اصطلاح شریعت میں نبی نہیں اصطلاح لغت میں نبی ہوں جس کے معنی ہیں خدا سے غیب کی خبر پانیوالا۔ میں حقیقت میں نبی نہیں مجاز اور استعارہ کے طور پر نبی کہلا سکتا ہوں، میری وحی وحی نبوت نہیں وحی ولایت ہے۔ کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ میری نبوت تامہ ہے جزوی نہیں میں مجاز کے طور پر نبی نہیں حقیقی طور پر نبی ہوں، میں لغت کی اصطلاح میں نہیں شریعت کی اصطلاح میں نبی ہوں۔ میری وحی وحی ولایت نہیں وحی نبوت ہے،

(۲) آپ اور آپکے ستر مرید یہ حلف اٹھا کر کہدیں کہ ۱۹۰۱ء میں ہمیں یہ علم ہو گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آج اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے یا مفہوم نبوت تبدیل کر لیا ہے۔

(۳) اپنے زندہ مریدوں سے اعلان کرا دیں اور وفات یافتہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے خود اعلان کر دیں کہ ان کی وہ تحریریں جن میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے لئے جو ہم لفظ نبی استعمال کرتے ہیں، اس سے مراد جزوی نبوت ہے، محدثیت والی نبوت یا محض اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ہے، جیسے پہلے اولیائے امت سے ہوتی رہی ہے، اصطلاح شریعت میں نبوت نہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی دعوائے نبوت کر کے کامیاب نہیں ہوا یہ ہماری تحریریں نہیں۔

خاکسار

محمد علی

دار السلام۔ ڈلہوزی۔ ۳۰؍اگست ۱۹۴۲ء

حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کے جوابات

از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمد بلڈنگز لاہور

قسط دوئم

اعتراض نمبر ۶ } اربعین ۳ مولوی غلام دستگیر صاحب، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے مرجائیگا یہ بھی جھوٹ۔

الجواب } کیا آپ نے مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کی کتاب فتح رحمانی کو پڑھا ہے؟ کیا اس کے صفحہ ۲۶-۲۷ کی یہ عبارت خود آپ کی کذب بیانی کا اعلان نہیں کرتی؟

"اللھم یا ذوالجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسی ہی دعا اور التجا اس فقیر قصوری کی ہے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر تبارک و تعالیٰ"

کیا ان کھلے الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا صحیح ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری کے متعلق جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے لکھا، وہ جھوٹ ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا کہنے والا خود اپنی کذب بیانی پر مہر کرتا ہے،

رہا مولوی محمد اسمٰعیل علیگڈھی کا معاملہ یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے، کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی آج ہمارے سامنے نہیں، کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسمٰعیل مرگیا، اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا، اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لئے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے، انہیں کتاب میں سے نکال دیا، اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا، جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ

"مولوی محمد اسمٰعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی پھر بعد اس بددعا کے جلد مرگیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی"

اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیئے تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا لیکن اس وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا، اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔

اعتراض نمبر ۷ } قادیانی اخبار البدر مورخہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۰۷ء آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس کے لوگوں کو چاہیئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں یہ بھی جھوٹ۔

الجواب } افسوس ہے کہ جہالت اور بے علمی نے آپ کو اس قدر گھیر رکھا ہے کہ ہر بات کو جھوٹ ہی جھوٹ قرار دیتے جارہے ہیں، حالانکہ اس کے کھلے کھلے ثبوت موجود ہیں، ذیل کی احادیث کو پڑھیئے اور اپنی جہالت پر آٹھ آٹھ آنسو بہایئے۔

(۱) فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ مجذوم سے اس طرح بھاگ جس طرح تو شیر سے بھاگتا ہے۔

(ترمذی حاشیہ باب الطب)

(۲) جب بنی ثقیف کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لئے حاضر ہوا تو ان کے درمیان ایک شخص جذامی بھی تھا مگر بجائے اس کے کہ آپ دست مبارک سے اس کی بیعت لیتے آپ نے کہلا بھیجا کہ تیری بیعت ہم نے قبول کی اور تو یہاں سے واپس چلا جا۔

(۳) ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا لا یورد ممرض علی مصح یعنے بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے حوض پر پانی نہ پلایا جائے۔

(۴) بنی عکل اور بنی عرینہ کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آپ نے حکم دیا کہ سرکاری شتر خانہ میں چلے جائیں جو حوالی مدینہ میں تھا۔

(۵) جب فروہ بن مسیک نے عرض کی ہماری زمین وبا زدہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس زمین کو چھوڑ دے کیونکہ وبا آلودہ مقامات کے نزدیک رہنے میں تباہی ہے اس کے متعلق امام خطابی لکھتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا علاج ہے کیونکہ اچھی ہواؤں کا حاصل کرنا صحت بدن کے لئے سب سے مفید چیز ہے خراب ہوائیں صحت کے لئے مضر ہیں

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سپہ سالار نے آپ کو خبر بھیجی کہ جس شہر میں ہم وارد ہوئے ہیں وہاں طاعون پھیل گئی ہے۔ امیر المومنین جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجدیا کہ فی الفور اپنی فوج کو لیکر کسی میدان یا پہاڑ پر چلے جاؤ، ایک شخص نے اپنے فہم کے مطابق اس حکم پر اعتراض کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں، تو آپ نے فرمایا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ، اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے بھاگ کر دوسری تقدیر کی طرف جاتے ہیں

پھر یہ بھی فرمایا کہ وادی کے ایک طرف سبزہ زار ہو اور دوسری طرف خشک زمین ہو تو ان ہر دو مقامات سے جہاں تو اپنے اونٹ چرائے، داخل تقدیر ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ نے تجھے جوہر عقل بخشا ہے اسلئے تو اپنے اونٹوں کو سبزہ زار ہی میں چرائیگا

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور اسی طرز کا فیصلہ کتاب خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں بذیل لفظ جفرہ یوں لکھا ہے

وشکا قوم من اہلھا الی عمرؓ وباء ارضھم فقال لو ترکتموھا فقالوا معاشنا و معاش اباءنا و وطننا فقال الحارث بن کلدۃ ما عندک فی ھذا فقال البلاد الوبئۃ ذات الادغال والبعوض وھی عش الوباء ولکن لیخرج اھلھا الی ما یقاربھا من الارض العذبۃ الی مرتفع النجم ولیأکلوا الکراث والسمن ولیأکل والسمن العربی فیغربوہ ولیمسکوا الطیب ولا یمشوا حفاۃ ولا یناموا بالنھار فامرھم عمر بہ۔ یعنے موضع جفرہ کی ایک قوم نے حضرت عمرؓ کے پاس اپنی زمین کے وبا زدہ ہونے کی شکایت کی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش تم اس زمین کو چھوڑ دیتے ان لوگوں نے کہا وہ تو ہماری اور ہمارے بزرگوں کی جائے معاش اور وطن ہے پھر حضرت عمرؓ نے حارث بن کلدہ سے پوچھا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا کہ وبائی مقامات میں گنجان درخت اور مچھر بکثرت ہوتے ہیں یہی وباء کا مسکن ہیں لیکن وہاں کے باشندوں کو چاہیئے کہ اس کے متصل کسی ایسی زمین میں چلے جاویں جہاں کی آب و ہوا خوشگوار ہو اور جہاں سبزہ زار بھی ہوں، مناسب ہے کہ یہ لوگ گندنا اور گھی کھادیں اور صبح کو عربی گھی چکھیں، خوشبو سونگھیں، ننگے پاؤں نہ چلیں اور دن کے وقت نہ سویا کریں پس حضرت عمرؓ نے ان کو ان باتوں کا حکم دیا۔

(۸) یا ایھا الناس ان ھذا الطاعون رجس فتفرقوا عنہ فی الشعاب اے لوگو! یہ طاعون نہایت خبیث چیز ہے پس گھاٹیوں اور میدانوں میں پھیل جاؤ۔

(قول عمرو بن عتبہ) کنز العمال جلد ۲ ص ۲۴۴)

فرمایئے مولوی صاحب! اس قدر احادیث کے ہوتے ہوئے آپ نے یہ کیسے لکھدیا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ حدیث میں وبا زدہ مقام کو فوراً چھوڑنے کا حکم نہیں ہے یہ جھوٹ ہے؟ جھوٹ اب کس کا ثابت ہوا؟ حضرت مرزا صاحب کا ارشاد تو صحیح ثابت ہوا آپ خود ہی جھوٹے ٹھیر گئے اور اس کے ساتھ آپ کی علمی حیثیت کا پردہ بھی چاک ہوگیا سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اعتراض نمبر ۸ } البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵ الہام منجانب ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ، جھوٹ۔

الجواب } اس الہام کی تشریح خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں کردی ہے:-

"یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" اس کے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی، جیسا کہ وہاں کے دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری

نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے، دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہو گی خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے"

(البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

فرمایئے اس میں جھوٹ کیا ہوا؟ یہ کس نے آپ سے کہدیا کہ مکہ اور مدینہ سے یہ مکہ اور مدینہ شہر مراد ہیں؟ مہربان من! اعتراض کرنے سے پہلے اسباب کو بھی دیکھ لیا کریں کہ جو نتیجہ آپ کسی کلام یا کسی تحریر سے پیدا کرنا چاہتے ہیں آیا خود حضرت مرزا صاحب بھی اس کے داعی ہیں؟ اگر نہیں تو ظاہر ہے کہ آپ تو بہ لا توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے مرتکب ہیں اور یہ کسی صداقت شعار انسان کا کام نہیں۔

اعتراض نمبر ۹ } مرزا صاحب نے اپنا مراقی ہونا تسلیم کیا ہے اور ایک احمدی نے یہ شہادت دی ہے کہ جو مراقی ہو وہ نبی یا ملہم نہیں ہو سکتا۔

الجواب } اگر حضرت مرزا صاحب کو مراق کا مرض ہوتا تو وہ عظیم الشان کام جو آپ نے خدمت دین کے سلسلہ میں سرانجام دیئے، اسلام کی صداقت جن دلائل قاطعہ کیسا تھ ثابت کی اور دیگر مذاہب پر اس کی فضیلت کا اظہار کیا، اور غیروں کے حملوں کے جو دندان شکن جواب دیئے، اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے جو رستہ تجویز کیا اور اس پر ایک جماعت کو لگا دیا جو آج تک اس طرح خدمت اسلام کر رہی ہے کہ تمام دنیا اس کی معترف ہے یہ کسی مراقی یا مجنون آدمی کا کام نہیں ہو سکتا اور اگر مراقی آدمی ایسے ہی کام کیا کرتے ہیں تو میری دعا ہے کہ آپ کو اور تمام دنیا کے علماء کو بھی مراق ہو جائے تا کہ باہمی نزاعات اور تکفیر کو چھوڑ کر اسلام کی خدمت میں لگ جائیں، آپ فرماتے ہیں مرزا صاحب نے خود اپنا مراقی ہونا تسلیم کیا ہے، اس کا کیا ثبوت آپ کے پاس ہے؟ زیادہ سے زیادہ ایک اخبار کی ڈائری اس بارہ میں پیش کی جاتی ہے جو مرزا صاحب کی دستخطی تحریر نہیں اور اسلئے قابل اعتناء نہیں، معلوم نہیں کس شخص نے اخبار میں "دوران سر" کے عارضہ کو جو حضرت مرزا صاحب کو لاحق تھا "مراق" قرار دے دیا کم از کم حضرت مرزا صاحب نے اپنی کسی تحریر میں ایسا نہیں لکھا، بلکہ ہر جگہ یہی لکھا ہے کہ آنیوالے مسیح کی ایک علامت یہ بھی لکھی ہے کہ وہ دو زرد چادریں پہنے ہوئے ہوگا جس سے دو بیماریاں مراد ہیں جو مجھے لاحق ہیں یعنی ایک "کثرت بول" اور دوسری "دوران سر" مؤخر الذکر بیماری کو مراق قرار دینا انتہائی جہالت کا ثبوت دینا ہے، اس کے متعلق انگریزی علم طب کی یہ شہادت ہے:۔

"The subjects of migraine [illegible] nearly always of an [illegible] capable and intelligent type"

(Price's text book of medicine)
Page 1202

یعنی دوران سر کے مریض تقریباً ہمیشہ قابل اور عالی دماغ ہوتے ہیں اس کھلی شہادت کے ہوتے ہوئے بھی اگر آپ حضرت مرزا صاحب کے عالی دماغ ہونے سے انکار کریں تو آپ کی جہالت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰ } مرزا صاحب کو ایسی زبانوں میں الہام ہوئے جن کو وہ نہ جانتے تھے۔

الجواب } اس پر کیا اعتراض ہے، یہ تو مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت ہے، ایک مفتری تو اس زبان میں الہام نہیں بنا سکتا جس کو وہ نہیں جانتا، جس زبان کو حضرت مرزا صاحب جانتے نہیں اگر اس میں آپ کلام کریں اور کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے القا ہوا ہے۔ تو اس کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے

اعتراض نمبر ۱۱ } خود مرزا صاحب نے غیر زبان میں الہام کو غیر معقول اور بیہودہ امر کہا،

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۹)

الجواب } اس کا مفصل جواب "آئینہ احمدیت" میں دیکھئے مختصراً یہ بتا دینا کافی ہے، کہ چشمہ معرفت میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ آریوں کے اس خیال کی تردید میں ہے کہ الہامی کتاب انسانوں کی زبان میں نہیں بلکہ ایشری زبان میں ہونی چاہیئے کہ کوئی انسان اسے نہیں بولتا اور نہیں سمجھتا تو اس الہام کا فائدہ کیا؟ اس کے غیر معقول اور بیہودہ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے کسی بھی غیر زبان میں الہام کو غیر معقول قرار دیا ہے جو انسانوں کے کسی طبقہ یا کسی ملک میں بولی جاتی ہے۔

اعتراض } مرزا صاحب کے کلام میں تضاد ہے، اور آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن اور حدیث میں تضاد ہے وہ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض نہیں کر سکتے بالخصوص جبکہ آپ بشر ہیں اور سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے، جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے، الحمد للہ آپ نے مرزا صاحب کے کلام میں تضاد و تناقض تسلیم کر لیا اور مرزا صاحب کے پاگل اور منافق ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

الجواب } یہ غلط ہے کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کے کلام میں تضاد و تناقض تسلیم کیا ہے، بلکہ ایک الزامی رنگ کا جواب میں نے دیا تھا کہ آپ لوگ جب خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی تناقض اور ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں تو حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کس منہ سے کرتے ہیں۔

باقی یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب کے کلام میں تناقض ہے یا نہیں جہاں تک اصولی باتوں کا تعلق ہے، کوئی تناقض آپ کے کلام میں نہیں، لیکن ایسے اجتہادی امور جن میں انسان خطا و صواب ہر دو کا مرتکب ہو سکتا ہے، کونسا بشر ہے جس کا کلام اس سے خالی ہو، حضرت نبی کریم صلعم نے ایک مرتبہ دیکھا کہ لوگ کھجور کو پیوند کرتے ہیں آپ نے اس سے منع فرمایا لیکن بعد میں جب اس کا نقصان معلوم ہوا تو فرمایا بیشک پیوند کرو، کیا ان دونوں باتوں میں تناقض نہیں، پھر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی وہی فتوے آپ صادر کرنے کے لئے تیار ہیں، جو حضرت مرزا صاحب پر لگاتے ہیں؟ بیشک حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ایک دل سے دو باتیں نہیں نکل سکتیں ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق (ست بچن صفحہ ۳۱) لیکن اس کا مطلب وہ نہیں جو آپ پیدا کرتے ہیں، بلکہ مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک دل سے دو متضاد باتیں نہیں نکل سکتیں، ایک وقت میں اگر ایک شخص یہ کہے کہ خدا ایک ہے اور پھر کہے کہ خدا دو یا تین ہیں، تو اس کے پاگل یا منافق ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، ایسا ہی اگر ایک ہی وقت میں ایک شخص مسیح کو زندہ بھی قرار دے اور مردہ بھی تو اس کو کون عقلمند کہہ سکتا ہے، ہاں اگر ایک وقت میں ایک عقیدہ یا خیال ہو اور دوسرے وقت وہ خیال بدل جائے تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہو سکتی نہ حضرت مرزا صاحب نے اس کو قابل اعتراض ٹھہرایا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ سوچ سمجھ کر ایسی باتیں کریں خواہ مخواہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر انہیں زبردستی مخالف کا عقیدہ قرار دینا اور دوسروں کو خواہ مخواہ پاگل اور منافق بناتے پھرنا اپنے احمق ہونے کا ثبوت دینا ہے اسی بنا پر میں نے ان اشعار کی طرف آپ کو توجہ دلائی تھی ؎

گر کنی تف سوئے روئے خود کنی ‏ ‏ ‏ ‏ ور زنی بر آئینہ بر خود زنی

ور ببینی روئے زشت آنہم توئی ‏ ‏ ‏ ‏ ور ببینی عیسیٰ مریم توئی

باقی دارد

(بہائیت اور شیعیت بقیہ صفحہ ۳)

بعد اپنی قبر کو سجدہ کا حکم دیتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بہاء اللہ کا دعوےٰ الوہیت بالکل اسی طرح کا ہے جیسے فرعون کا دعوےٰ تھا۔ جس کی سزا بجز جہنم کے، اور کچھ نہیں۔

ایک پٹھان } کہتے ہیں کہ ایک پٹھان پنجاب کے کسی شہر کی مسجد میں مسافرانہ ٹھہر گیا۔ اور اس نے کسی مولوی صاحب سے یہ سنا ہوا تھا کہ خدا کے بھوکے بندوں کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہے گویا یہ خدا کو کھانا کھلانا ہے۔ ایک دن جو اسے فاقہ آ گیا اور بھوک نے بہت ستایا تو صبح کی نماز کے بعد جب سب نمازی جمع تھے وہ بھوکا پٹھان اٹھا اور بولا:۔

"او نمازی مسلمانوں تمہارا خدا بھوکا مر رہا ہے، لوگ کچھ نہ سمجھے اسے بولنے سے بند کیا مگر وہ پھر چلایا کہ خو تمہارا خدا بھوکا مر گیا"

تب لوگوں نے اسکی خوب مرمت کی اور خان صاحب کو مار مار کر مردہ سا کر دیا۔ جب کچھ عرصہ بعد ہوش آئی تو خان صاحب نے پوچھا کہ مجھے کیوں مارا۔ لوگوں نے بتایا کہ تو کہتا تھا کہ خدا بھوکا مر گیا اسلئے۔ اس نے کہا کہ میرا تو یہ مطلب تھا کہ میں بھوکا مر گیا میں نے ایک مولوی صاحب سے سنا تھا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا حدیث کی رو سے خدا کو کھلانا ہے، اسلئے میں نے کہا کہ خدا بھوک سے مر رہا ہے۔ تب اسے لوگوں نے سمجھایا کہ خدا کے بندوں سے جو نیک سلوک بھی کیا جاتا ہے وہ خدا کے لئے ہی کیا جاتا ہے کیونکہ یہ اسکا حکم ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ بھوکا جو ہو وہ کہے کہ خدا بھوکا ہے۔ تب پٹھان کو بات سمجھ آ گئی، مگر افسوس ہے کہ بہائی بابی اور بہائی اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔ خدا ہی ان لوگوں کی آنکھوں اور کانوں کو کھول دے اور ان کے دلوں کو سچائی کے نور سے بھر دے تا یہ سیدھے طور پر اسلام داخل ہو جاویں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

لائلپور میں جلسہ اور تبلیغی مساعی

از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری

۷ر جولائی۔ لائل پور کالونی فلور ملز میں ایک خوشی کا دن تھا۔ معمولی مزدور سے لیکر مالکان مل تک شاد و فرحاں تھے۔ یعنی آج کالونی فلور ملز کامیابی سے سال ختم کر کے نئے سال میں قدم رکھ رہی تھی۔ اس خوشی میں ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا جلسہ ٹھیک تمام کے ۶ بجے شروع ہوا۔ پھولوں۔ جھنڈیوں اور بجلی کے قمقموں سے کارخانہ کو خوب سجایا گیا۔ کارخانہ کے تمام وابستگان کے علاوہ شہر کے دیگر مسلم و غیر مسلم معززین و رؤسا کو بھی مدعو کیا گیا جلسہ کی کاروائی شروع کرنے سے پہلے تمام حاضرین کی تواضع پھلوں، مٹھائیوں برف، لیمونیڈ سے وسیع پیمانہ پر کی گئی۔ اس کے بعد جلسہ زیر صدارت اخویم مکرم جناب شیخ میاں عزیز احمد صاحب شروع ہوا۔ صدر محترم کے گلے میں کارکنان مل نے پھولوں کے ہار ڈالے۔ قرآن پاک کی تلاوت کی گئی۔ نعت خوانی ہوئی۔ ازاں بعد خاکسار راقم الحروف کا لیکچر ہوا۔ اس لیکچر میں آقا و غلام، مالک و مزدور کے فرائض پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی گئی۔ یہ لیکچر ایک گھنٹہ تک جاری رہا اور حاضرین نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ جلسہ کے خاتمہ پر بہت سے غیر مسلم معززین نے بھی لیکچر کی تعریف کی۔ خاکسار راقم الحروف کے بعد اخویم مکرم جناب شیخ میاں نصیر احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں سرمایہ دار اور مزدور کے عنوان سے ایک بہترین مضمون ادا کیا اس کے زور بیان اور زیادہ، حاضرین کو اس لیکچر سے بہت خوشی ہوئی۔ اخویم مکرم کے بعد کارخانہ کے مز صاحب کی ایک مختصر سی تقریر ہوئی جو اپنے مالکوں سے عقیدت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بعد ازیں صدر محترم کی تقریر ہوئی، جس میں کارخانہ سے وابستگان کو چند قیمتی نصائح تھیں۔ اور پھر صدر محترم نے کارکنان کو ان کی حیثیت اور خدمات کے لحاظ سے نقد انعامات۔ سندات سنہری روپہلی تمغہ جات تقسیم کئے۔ نقد انعامات کی مجموعی رقم پانچہزار روپیہ تھی ایک عجیب نظارہ تھا، غریب مزدوروں کے چہرے مارے خوشی کے تمتما رہے تھے، اور اپنے نیک دل مالکوں کو دل کی گہرائیوں سے دعائیں دے رہے تھے۔ نقد انعامات سندات، تمغہ جات حاصل کرنیوالوں میں مسلمان۔ ہندو سکھ۔ عیسائی غرض ہر طبقہ کے کارکن تھے۔ تقسیم انعامات کے بعد خاکسار نے پھر ایک مختصر سی تقریر اور دعا کی اور یوں یہ دلچسپ محفل رات ۹½ بجے ختم ہوگئی۔

مالکان کالونی فلور ملز نے موجودہ نازک دور اور قحط سالی کے پیش نظر اپنے وابستگان کی سہولت کے لئے روزمرہ کی ضروریات کا ذخیرہ اپنے روپیہ سے مہیا کیا ہے وابستگان کارخانہ کو ہر چیز قیمت خرید پر دی جائے گی اور ان سے کوئی نفع نہ لیا جائے گا۔ چنانچہ ذخیرہ مہیا ہونے کے بعد ۹ ماگست کو اس مبارک کام کی رسم افتتاح تھی تمام وابستگان جمع تھے۔ دعا کی گئی اور خاکسار راقم الحروف نے ایک مختصر تقریر کی اس کے بعد ضروریات زندگی کے ذخیرہ کی رسم افتتاح اس گنہگار کے ہاتھ سے کرائی گئی۔ غریب اور بال بچہ دار لوگ ضروریات زندگی بازار سے کہیں ارزاں پاکر نہال ہو رہے تھے اور اپنے محسن مالکان کو دعائیں دے رہے تھے۔ قرار پایا کہ مہینہ میں دو بار ہر کارکن کو اس ذخیرہ سے اس کی ضروریات مہیا کی جائیں اور یوں ہر شخص پندرہ روز کے لئے سامان بیک وقت خرید کرنے کا مجاز ہو سکے گا۔ غریبوں سے اس ہمدردی کے لئے جناب الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب اور ان کے نیک دل صاحبزادگان اخویم میاں نصیر احمد صاحب و اخویم میاں عزیز احمد صاحب قابل صد مبارکباد ہیں۔

مجھے لائلپور کام کرتے ایک سال گذر گیا ہے۔ لائلپور کی پبلک کا نقطۂ نگاہ احمدیت کے متعلق بہت حد تک بدل چکا ہے اور احمدیوں سے وہ نفرت اب نہیں رہی لوگ ہمارے جلسوں میں شوق سے شریک ہوتے اور ہمارے خیالات سے مستفید ہوتے ہیں۔ پبلک لیکچروں کے علاوہ میں نے ایک دینیات کی کلاس جاری کر رکھی ہے جس میں شیخ صاحبان کے اعلیٰ تعلیمیافتہ صاحبزادگان علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ اور میری کوشش یہ ہے کہ یہ حضرات خود مبلغ کا کام کر سکیں، جمعہ کے خطبات پڑھ سکیں درس دے سکیں۔ پبلک لیکچر اور تقریریں کر سکیں۔ چنانچہ آٹھ ماہ کی متواتر مساعی کے بعد خدا تعالےٰ نے میری حقیر محنت کا پھل دیا اور وہ یہ کہ میرے شاگردوں میں سے اخویم مکرم شیخ میاں فضل احمد صاحب بی۔ اے نے ۷ر اگست کو پہلا جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ اور بہت کامیاب اترے تمام احباب کو بیحد خوشی ہوئی اور ہم سب نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ۱۴ر اگست کو اخویم موصوف نے دوسرا خطبہ جمعہ پڑھا اور پہلے سے کہیں زیادہ کامیاب رہے تمام احباب کو اخویم موصوف کی اس کامیابی پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد ۲۱ر اگست کو میرے دوسرے شاگرد اخویم مکرم شیخ میاں ظہور احمد صاحب بی۔ اے نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ اور اس خوبی سے اپنے مضمون کو ادا کیا کہ تمام احباب کو لطف آ گیا اور میری روح خدا کے حضور جذبۂ شکر میں ڈوب گئی۔ نماز کے بعد میری تقریر ہوئی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر اڑانے سے یہی مراد ہے کہ زمین سے لگے ہوئے اور گرے ہوئے لوگوں کو خدمت دین کے لئے تیار کر دیا۔ آج حضرت مسیح موعودؑ نے بھی انگریزی خواں طبقہ کو (جسے دین سے کوئی تعلق نہ تھا) دین کی خدمت کے لئے تیار کر دیا۔ مولوی صاحبان جس طبقہ پر طعنہ زن تھے مثیل مسیح نے اسی طبقہ کو اپنی مسیحائی سے بلند پروازی سکھلا دی اور دنیا نے دیکھا کہ مولوی صاحبان کا رد کردہ طبقہ تو خدا نے خدمت دین کے لئے چن لیا اور مولوی صاحبان اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئے۔

بزرگوں اور احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ تنہائی کی دعاؤں میں اپنے لائلپور کے مشن کی کامیابی کے دردِ دل سے دعا فرماویں۔ خدا ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

انشاء اللہ اگلے جمعہ کا خطبہ بھی اخویم میاں ظہور احمد صاحب بی۔ اے پڑھیں گے اس کے بعد اخویم مکرم شیخ میاں نصیر احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی کی باری ہے خدا ان تمام نوجوانوں کو خدمت دین کی اعلےٰ سے اعلیٰ توفیق بخشے اور وہ اپنے بلند پایہ بزرگوں کے بہترین جانشین بن سکیں آمین۔

ہماری تبلیغی ڈاک

بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ ۹ر اگست میں اطلاع دیتے ہیں کہ ان کو جو تین پارسل ضخیم کتابوں کے ۲۲ر جولائی کو انجمن نے بھیجے تھے وہ ان کو مل گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کتب مفت اشاعت کے لئے تھیں۔ اب انہوں نے اور بھی لٹریچر اردو و انگریزی طلب کیا ہے جو ان کو بھیجا گیا ہے۔ سید صاحب بڑے استقلال اور ہمت سے اشاعت اسلام کی خدمت آنریری طور پر سرانجام دے رہے ہیں اور عراق کی جماعت کا چندہ فراہم کر کے بھیجتے رہتے ہیں۔ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں السلام علیکم اور دعا کی درخواست کے واسطے عرض کرتے ہیں اور تمام اخوان سلسلہ کی جانب سے ساری جماعت کے احباب کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

گوا

پرتگالی ہند سے عبید اللہ صاحب قریشی لکھتے ہیں کہ یہاں احمدی جماعت کی مخالفت زوروں پر ہے اور حضرت امیر اور احباب سلسلہ کی خدمت میں دعا کے واسطے درخواست کرتے ہیں۔ یہ بھی کتابیں اور لٹریچر منگوا کر تبلیغ سلسلہ و اشاعت اسلام کے کام میں سرگرمی سے معروف رہتے ہیں۔

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

لنڈن۔ ۲۵ اگست دشمن کی خبررساں ایجنسی نے اعلان کیا ہے، کہ جرمنوں نے سٹالین گراڈ پر سامنے سے حملہ شروع کر دیا ہے۔ ان کی فوجیں دریائے ڈون کی کوہنی کی جانب سے کلاچ کے دونوں کناروں پر پیشقدمی کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نازی ہائی کمانڈ سٹالن گراڈ کا محاصرہ کرنا چاہتا ہے، اور اس مقصد کے لئے پیادہ فوجوں کا ایک حصہ شمال مغربی سمت سے بھیجا جا رہا ہے، اور دوسرا جنوب مغربی سمت سے، ان سکیموں سے حملہ کے خطرہ میں اضافہ ہو گیا ہے۔

بمبئی۔ ۲۵ اگست۔ حکومت بمبئی نے مندرجہ ذیل اعلان جاری کیا ہے:۔ گورنمنٹ افسوس کیساتھ یہ اعلان کرتی ہے کہ ۲۴ اگست کو ضلع سورت کے شہر منڈوی میں پولیس اور مظاہرین کے تصادم کے نتیجہ کے طور پر ایک کانسٹیبل چل بسا ہے، چار اور کانسٹیبل شدید طور پر مجروح ہوئے مکمل تفاصیل موصول نہیں ہوئیں۔ تاہم معلوم ہوا ہے، کہ پولیس کی ایک چھوٹی سی گارد نے تین ہزار اشخاص کے ایک ہجوم کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا۔ ہجوم نے منتشر ہونے کی بجائے پولیس پر حملہ کر دیا۔ جس پر گولی چلائی گئی دو مظاہرین ہلاک ہو گئے۔ اور کئی زخمی ہو گئے۔ کئی گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں، اور اب صورتحال حالات پر قابو پا لیا گیا ہے۔

دھلی۔ ۲۶ اگست ایک پریس نوٹ میں کہا گیا ہے، کہ آج پنیلٹیز آرڈیننس ۱۹۴۲ء میں تیسری ترمیم کر دی گئی ہے جس کے ماتحت جائیدادوں کو نقصان پہنچانے والوں یا پہنچانے کی کوشش کرنیوالوں کو سزائے موت یا بیدزنی دی جائے گی۔ یہ سزائیں ہر اس جائداد کو نقصان پہنچانے والوں کو دی جائیں گی، جو کسی لوکل اتھارٹی کی ملکیت ہو۔

لنڈن۔ ۲۶ اگست سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ڈیوک آف کینٹ ہوائی جہاز کے ذریعہ آئیس لینڈ کو جا رہے تھے، کہ سکاٹ لینڈ کے قریب ان کے ہوائی جہاز کو حادثہ پیش آیا نہ صرف ہز رائل ہائینس بلکہ ان کے تمام ساتھی اس حادثہ کا شکار ہو گئے، آپ رائل ایر فورس میں انسپکٹر جنرل کے عہدہ پر متعینات تھے، ڈیوک آف کینٹ بادشاہ کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ ابھی چار مہینے ہوئے جبکہ پریزیڈنٹ روزویلٹ ان کے چار سالہ بچے کے بپتسمہ کے وقت اس کے منہ بولے باپ بنے تھے، آپ نے شہزادہ یونان کی صاحبزادی سارینا سے شادی کی تھی، ابھی تک ڈیوک آف کینٹ کے سرکاری طور پر ماتم کرنے کا اعلان نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ڈیوک آف کناٹ کے ماتم کے وقت ۱۵ روز کا اعلان کیا گیا تھا، . . . .

. . . .

. . . .

بمبئی ۲۸ اگست۔ سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ صوبہ بمبئی میں صورت حالات اچھی ہے۔ حکومت نے ضلع خاندیش کے مشرقی حصہ کے گاؤں اسودا پر سرکاری جائدادوں کو نقصان پہنچانے

کے الزام میں تین ہزار کا مجموعی جرمانہ کیا ہے، تمام مسلمان۔ تمام سرکاری ملازم اور باقی وہ تمام لوگ جنہوں نے پولیس کو تحقیقات میں مدد دی تھی مستثنےٰ کر دئے گئے ہیں۔

ماسکو۔ ۲۸ اگست۔ ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ آج سٹالن گراڈ کے رہائشی حصّہ پر وسیع پیمانہ پر ہوائی حملہ کیا گیا۔ جرمن ہوائی جہازوں نے زور سے پھٹنے والے سینکڑوں بم پھینکے، جرمن ہوائی جہازوں نے بڑی باقاعدگی سے رہائشی رقبہ کو مربعوں میں تقسیم کر دیا اور ان پر یکے بعد دیگرے لگاتار قطاروں کی صورت میں بم برسائے۔ اشتہار بھی پھینکے گئے۔

لنڈن۔ ۲۸ اگست۔ برطانیہ کے امیر البحر مسٹر الیگزنڈر نے آج ریڈ کراس کی نمائش میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس جنگ کے انتہائی نازک ترین مرحلہ میں سے گذر رہے ہیں، اگر روس اتحادیوں کی مکمل پروڈکشن طاقت تک محاذ پر ڈٹے رہنے کے قابل ہو، جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ ہے تو یہ نازک وقت فتح اور آزادی کے لئے کایا پلٹ دینے والا ہوگا۔

لکھنؤ۔ ۳۰ اگست۔ یو۔ پی گورنمنٹ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ۲۸ اور ۲۹ اگست کی درمیانی شب کو بھترس اور ٹنڈلا کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن پر پولیس کو ایک ہجوم پر جو ۲ سو اشخاص پر مشتمل تھا۔ گولی چلانا پڑی، جبکہ اس نے ریلوے اسٹیشن پر حملہ کرنے کی کوشش کی، ۹۔ آدمی گولی چلنے سے ہلاک ہو گئے اور باقی مظاہرین بھاگ گئے، اضلاع بستی اور آگرہ کے بعض دیہات پر اجتماعی جرمانہ کیا گیا۔ باقی صوبہ میں حالات اطمینان بخش ہیں۔

قاھرہ۔ ۳۱ اگست مشرق وسطیٰ کے مشترکہ جنگی اعلان میں کہا گیا ہے کہ مصر کے وزرا عت کو بمباروں اور تارپیڈو چلانے والے ہوائی جہازوں نے سرے نیکا کے ساحل پر دشمن کے جہازوں پر حملہ کیا، دو کو آگ لگا دی گئی۔ ال العالمین کے علاقہ پر فضائی لڑائیاں ہوئیں۔ دشمن کے تین جہاز گرا دئے گئے بحیرہ روم میں دشمن کے بہت بڑے تیل کے جہاز پر حملہ کیا گیا جس سے آگ لگ گئی۔

قُل یٰاَہلَ الکِتٰبِ تَعَالَوا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَینَنَا وَبَینَکُم اَلَّا نَعبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشرِکَ بِہٖ شَیئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعضُنَا بَعضًا اَربَابًا مِّن دُونِ اللّٰہِ فَاِن تَوَلَّوا فَقُولُوا اشہَدُوا بِاَنَّا مُسلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف - بی - اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ — لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۸ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء — نمبر ۳۷

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وجہ تسمیہ رمضان

فرمایا۔ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اسلئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے انزل فیہ القراٰن میں یہی اشارہ ہے۔ بیشک روزہ کا حکم اجر عظیم ہے۔ مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے ان تصوموا خیر لکم یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے۔ (فتاوی احمدیہ صفحہ ۱۲۵)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— یہ خبر احباب جماعت کی خوشی کا باعث ہوگی کہ ہمارے مکرم دوست پروفیسر شیخ محمد فاضل صاحب ایم ایس سی (اسلامیہ کالج پشاور) کے بڑے صاحبزادہ شیخ نیاز احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی کی تقریب ۹ ۲/ اگست بروز سعتہ عمل میں آئی۔ برات جہلم سے امرتسر گئی اور خان کرامت اللہ خانصاحب امرتسری کی صاحبزادی سے شیخ نیاز احمد صاحب کا نکاح ہوا۔ خطبہ نکاح نہایت موثر پیرایہ میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے پڑھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے باعث مودت و برکت بنائے۔ آمین۔ پروفیسر شیخ محمد فاضل صاحب نے اس خوشی میں مبلغ -/۱۰ عطیہ انجمن کو عطا فرمایا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

—— شیخ محمد یوسف صاحب گرنفی کے دانتوں میں سخت تکلیف ہے احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— جناب بشیر محمد صاحب کارکن انجمن لکھتے ہیں "میری بچی کو اب افاقہ ہے جن احباب نے بیمار پرسی کے خطوط لکھے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے"۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر نہایت حزن و ملال کیساتھ سنی جائے گی کہ جناب شیخ کریم اللہ صاحب پنشنر ہال بازار امرتسر کے داماد محمد حسین صاحب شمیم چند روز بعارضہ بخار بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون "دعوۃ الی الاسلام کا کام در ماہ رمضان المبارک" کے عنوان سے اسی شیوع میں شائع ہو رہا ہے احباب سلسلہ لطف قارئے سے مطالعہ فرمائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کے جوابات

از جناب مولوی دوست محمد صاحب [illegible]

(قسط سوم)

اعتراض نمبر ۱۲ } مرزا صاحب کا الہام ہے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

الجواب } اس پر کیا اعتراض ہے، کیا دوسرے اولیاء اللہ اپنی ہوا و ہوس سے کلام کیا کرتے تھے؟ یا ان کے دعوے خدا کی طرف سے نہ تھے؟ ظاہر ہے کہ ہر راستباز اور خدا رسیدہ انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہی کلام کرتا ہے خواہ وہ منشاء خود اس کے اوپر القا ہوا ہو یا قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہو وہ وحی یوحی ہی کی حیثیت رکھتا ہے، اسلئے یہ الہام قابل اعتراض نہیں،

اعتراض نمبر ۱۳ } توضیح مرام ص۸۶۵ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، پھر عیسائیوں سے کیا اختلاف۔

الجواب } کیا عیسائی جناب مسیح علیہ السلام کو استعارہ کے طور پر ابن اللہ مانتے ہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو قرآن ہرگز نہ کہتا تکاد السموات یتفطرن وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا، جو چیز "استعارہ کے طور پر" قرار دی جائے اس کو حقیقت بنانا آپ جیسے ہی "فاضلوں" کا کام ہے، کوئی عقلمند استعارہ کو حقیقت نہیں قرار دے سکتا،

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ توضیح مرام کل ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اور آپ ص۸۶۵ کا حوالہ دے رہے ہیں ایسے ہی اور بھی حوالے دیئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود توضیح مرام یا حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب کو نہیں پڑھا دوسروں سے سنے سنائے اعتراض کر دیئے، یہ کسی محقق انسان کا کام نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳ } توضیح مرام ص۸۶۶ (اصل صفحہ ۲۱ ہے) "پاک تثلیث" خوب کہاں تثلیث کا لعنتی عقیدہ اور اس کے ساتھ لفظ پاک۔

الجواب } اگر آپ نے خود توضیح مرام کو پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ تثلیث کے لعنتی عقیدہ کو پاک نہیں کہا بلکہ فرمایا ہے

"اس مقام اور مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت سے بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھیرایا ہے" (توضیح مرام ص۱۱)

فرمایئے اس میں کونسی بات ہے جس کو تثلیث کے لعنتی عقیدہ سے دور کی بھی مناسبت ہو سکتی ہے، ایک استعارہ کا کلام ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت، انسانی روح کی محبت الٰہی اور اس سے انسان کے قلب میں پیدا ہونے والی روح القدس کو استعارہ کے طور پر پاک تثلیث کہدیا تو کونسا اندھیر آ گیا، اور اس میں لعنتی ہونے کی کونسی بات پیدا ہو گئی، خدا جانے آپ لوگوں کو سب کچھ پڑھ پڑھا کر علم سے اس قدر بعد کیوں ہو چکا ہے کہ استعارہ اور حقیقت کے درمیان فرق بھی نہیں کر سکتے، اللہ ہی رحم کرے،

اعتراض نمبر ۱۴ } اللہ تعالیٰ کے بیشمار ہاتھ پیر ہیں طول و عرض بھی ہے لیس کمثلہ شئی کہاں رہا؟۔

الجواب } پھر وہی غلط بیانی، کاش توضیح مرام کو آپ نے اٹھا کر پڑھا ہوتا، اگر محض ہاتھ پیر کے لفظوں پر آپ کو اعتراض ہے، تو وہ قرآن کریم بھی فرماتا ہے بل یداہ مبسوطتٰن، اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، فرمایئے یہاں آپ کیا کریں گے؟ حدیث میں بھی آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے جسم میں سرایت کر گئی کیا یہ لیس کمثلہ شئی کے منافی نہیں؟ صرف ان لفظوں کا اشتراک کوئی چیز نہیں نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پیر اسی قسم کے ہیں جیسے اور چیزوں کے ہیں، نہ حضرت مرزا صاحب نے ایسا لکھا ہے، آپ کی اصل عبارت کو پڑھ لیجئے:۔

"حکیم مطلق نے مجھ پر یہ راز سربستہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنے جمیع اجزاء کے اس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اس کے اعضاء کی طرح واقعہ ہے جو خود بخود قائم نہیں بلکہ ہر وقت اسی روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتیں جان کی طفیل ہی ہوتی ہیں اور یہ عالم جو اس وجود اعظم کے لئے قائم مقام اعضاء کا ہے بعض چیزیں اس میں ایسی ہیں کہ گویا اس کے چہرہ کا نور ہیں، جو ظاہری یا باطنی طور پر اس کے ارادہ کے موافق روشنی کا کام دیتی ہیں، اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ گویا اس کے ہاتھ ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ گویا اس کے پیر ہیں، اور بعض اس کے سانس کی طرح ہیں، غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام کے واقعہ ہے اور تمام آب و تاب اس اندام کی اور ساری زندگی اس کی اس روح اعظم سے ہے جو اس کی قیوم ہے اور جو کچھ اس قیوم کی ذات میں ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت اس اندام کے کل اعضاء یا بعض میں یا جیسا کہ اس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے"

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کیلئے تمثیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بیشمار ہاتھ بیشمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض اور طول رکھتا ہے" (توضیح مرام ص۴۴)

کیا اس میں جن چیزوں کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیر قرار دیا گیا ہے وہ دوسری چیزوں کے ہاتھ پاؤں کے مشابہ ہیں؟ اگر نہیں تو لیس کمثلہ شئی کے منافی کیسے ہوا؟

اعتراض نمبر ۱۵ } براہین احمدیہ ص۵۵۵۔ ربنا عاج ہمارا رب عاج یعنی ہاتھی دانت ہے۔

الجواب } یہ ترجمہ آپ نے کہاں سے لیا؟ کیا یہ بھی براہین احمدیہ میں درج ہے؟ کچھ خوف خدا سے کام لو، اپنے پاس سے جو جی چاہے ترجمہ کر کے حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کر دیتے ہو گویا کہ انہیں کا کہا ہوا ہے، کیا یہ کسی نیک دل راستباز کا کام ہو سکتا ہے۔

اصل لفظ جس کا ترجمہ آپ نے ہاتھی دانت کیا ہے عاج بمعنے ہاتھی دانت نہیں، بلکہ عاجّ بتشدید جیم جس کا ترجمہ ہے پکارنے والا آواز دینے والا یہ لفظ عجّ سے مشتق ہے، لغت میں ہے عجّ عجاً و عجیجاً ومنہ الحدیث افضل الحج، العجّ والثجّ برداشتن آواز بہ تلبیہ و قربان کردن ہدیہ را (منتہی العرب و الفرائد الدریہ) یعنے عجّ عجاً و عجیجاً کے معنے آواز دینے اور پکارنے کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حج میں افضل ترین آواز دینا یعنی تلبیہ اور لبیک کہنا اور قربانی کرنا ہے پس الہام کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خدا دنیا کو اپنی طرف بلاتا ہے اس کو معرض اعتراض بنانا اپنی کج فطرتی کا ثبوت دینا ہے،

اعتراض نمبر ۱۶ } حقیقۃ الوحی سطر ۲۵ خدا کی تصویر۔

الجواب } معلوم نہیں اس پر اعتراض کیا ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے وجود کا کوئی فوٹو یا عکسی تصویر کھینچنے کا دعوے کیا ہے، تو اصل عبارت کو پڑھ لو، وہاں ایسا کوئی دعوے نہیں بلکہ فرمایا ہے۔

"پس روحانی طور پر انسان کے لئے اس سے بڑھکر کوئی کمال نہیں کہ وہ اس قدر صفائی حاصل کرے کہ خدا تعالیٰ کی تصویر اس میں کھینچی جائے"

کیا انسان کوئی کیمرہ ہے کہ اس کے اندر خدا تعالیٰ کے وجود کی تصویر کھینچی جا سکے؟ صاف ظاہر ہے کہ انسان کے اندر

(باقی بر ص۶)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۸ شعبان ۱۳۶۱ھ م ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۷

روزہ اور اسلام

دنیا کے تمام مذہبی نظاموں میں روزہ بحیثیت ایک مذہبی پابندی کے پایا جاتا ہے۔ ایک مغربی فاضل لکھتا ہے کہ "روزہ کے مقاصد اور انداز مرزہ بوم کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن کسی ایسے مذہب و ملت کا نام لینا بہت مشکل ہے جس میں کسی نہ کسی رنگ میں اس کا اعتراف اور اقرار موجود نہ ہو۔ کنفیوشیت اور زرتشتیوں کو اس سے مستثنے خیال کیا جاتا ہے لیکن موخرالذکر میں بھی کم ازکم پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ دور حاضر میں گو عیسائی روزہ کو اہمیت نہ دیں لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ حضرت مسیح روزہ کو زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔ انہوں نے خود چالیس دن کا روزہ رکھا اور اپنے شاگردوں کو روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ انجیل مقدس میں ایک جگہ انکا ارشاد موجود ہے "اس کے علاوہ جب تم روزہ رکھو تو منافقت کیساتھ چہرہ کو مغموم مت بناؤ۔ جب تم روزہ رکھو تو سر کو تیل لگاؤ اور چہرہ کو دھو کر صاف کرو" چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس حکم کے بموجب ابتدا میں عیسائی لوگ نہایت اہتمام سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ پہلے عیسائیوں کے ذکر کو تو رہنے دیجئے سینٹ پال جو موجودہ عیسائیت کا بانی ہے اس نے روزہ رکھا ہے

اسلام کے علاوہ تمام اقوام قدیمہ میں روزہ کو غم دکھ اور مصیبت کے اظہار کا طریقہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہودی خاص طور پر اس اظہار کیلئے روزہ رکھتے تھے ..... حضرت داؤد کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ننھے بچے کی بیماری کے دوران میں سات دن کا روزہ رکھا چنانچہ پہلے سام میں روزہ کو ماتمی نشان بتایا گیا ہے۔

غالباً روزہ کو غم واندوہ کے اظہار کا ذریعہ سمجھنا اسلئے تھا کیونکہ روزہ کو خود اذیتی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اسلئے لوگ خیال کرتے تھے کہ اپنے آپ کو دکھ دینے سے خداوندان قضا و قدر خوش ہو جاتے ہیں اور انسان کی مصائب کو کم کر دیتے ہیں۔ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزے ایسے ہیں جنکی نوعیت پہلوں سے مختلف ہے جو محض خداوند تعالیٰ کی وحی حاصل کرنے سے پہلے تیاری کے طور پر رکھے گئے اور جنکی بعد میں حضرت مسیح نے پیروی کی۔ عیسائیت نے کوئی جدید معنی روزہ کے مفہوم میں پیدا نہیں کئے۔ اور حضرت مسیح کے وہ الفاظ جنکا مطلب یہ ہے کہ ان کے شاگردان کے رفع کے بعد روزے رکھیں۔ صرف روزہ کا اسرائیلی تصور ہے جسکا قومی ماتم اور آشوب سے تعلق ہے۔

لیکن اسلام نے روزہ کا مفہوم بالکل بدل ڈالا اسلام کے ہاں روزہ ایک اپنی مرضی سے اختیار کی ہوئی اذیت نہیں ایک ایسی قربانی نہیں جو کسی مغلوب الغضب دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کی گئی ہو بلکہ ایک عبادت ہے جس سے انسان کے روحانی قوا کی تربیت کا کام لیا گیا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ قرآن مجید میں ایسے روزوں کا بھی ذکر ہے جنہیں ہم مکافات کے ضمن میں لا سکتے ہیں، مثلاً کوئی شخص اگر خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے مکافات کے طور پر چند روزے رکھنے ہونگے۔ لیکن ان کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو مقصد تادیب نفس ہے لیکن وہ روزے جو مسلمانوں پر فرض کئے گئے ہیں ان کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ ان کی حیثیت ایک اخلاقی ادارے کی ہے۔ وہ صرف اسلئے رکھے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا روحانی اخلاق اور جسمانی انضباط اور تزکیہ عمل میں لایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلامی ارکان کے اندر روزہ کی حیثیت ایک مستقل عبادت کی حیثیت ہے اور اگر اسلام میں بھی روزے محض تادیبی سزا اور تنبیہہ کے لئے ہوتے تو انہیں ایک مستقل عبادت کی شکل نہ دی جاتی۔ روزہ اسلام میں صرف تقوےٰ پیدا کرنے کیلئے ہے اور تقویٰ کے معنی بدی سے حفاظت اور اجتناب کے ہیں یعنی انسان روحانی اور اخلاقی لحاظ سے یہاں تک بلند ہو کہ اسے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ سورۃ توبہ اور التحریم میں روزہ رکھنے والوں کو السائحون کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو کہ سائح سے عبارت ہے جس کے معنے سیاحت کرنیوالے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ روزہ دار ایک روحانی راہ رو ہے یعنی ایک ایسا مسافر ہے جو روحانی منازل کو نہایت ہمت اور استقلال سے طے کر رہا ہے۔ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید خدا کے قرب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۲۲ میں رمضان کے متعلق احکامات دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبولی ولیومنوابی لعلھم یرشدون

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق دریافت کریں تو بیشک میں قریب ہوں میں دعا کرنیوالے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

اس کے علاوہ حدیث شریف میں بھی اس امر پر خاص زور دیا گیا ہے کہ روزہ محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کیلئے رکھنا چاہیئے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

"جو کوئی رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھتا ہے وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری خوشنودی حاصل کرتا ہے"

اور آخر خدا اور خدا کے رسول کی خوشنودی اور قرب کیوں حاصل نہ کرے جب کہ ایک انسان اپنے گھر میں دنیا کی تمام نعمتوں کو رکھتے ہوئے صرف اسلئے ایک لمبے وقفے کے لئے ان کے استعمال سے رکا رہتا ہے کہ یہ ارشاد خداوندی ہے ورنہ گھر کی تنہائیوں میں وہ جب چاہے اپنی پیاس اور بھوک کم کر سکتا ہے۔ مگر صرف ایک خیال اسے ایسا کرنے سے روک دیتا ہے اور وہ خیال خدا تعالیٰ کی موجودگی کا ہے یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور اس کی انسان کے ہر فعل پر نگاہ ہے اسلئے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب کرتا ہے یعنی اسکے قلب میں خدا تعالیٰ کی موجودگی کا خیال اتنا قوی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ اس بلند و برتر ہستی کو اپنے قریب پاتا ہے اور جوں جوں رمضان کے دن گذرتے ہیں یہ خیال ایمان میں بدل کر محکم ہو جاتا ہے اتنا محکم کہ دنیا کی کوئی طاقت سے متزلزل نہیں کر سکتی یعنی مسلمان روزہ کی ارضی زندگی کے بطن سے ایک نہایت شاندار روحانی زندگی پیدا کر لیتا ہے، دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں نہیں رہتا دنیوی نعمتوں کا مالک ہوتے ہوئے جب چاہے اپنے خدا اور رسول کے لئے ان سے مجتنب ہو سکتا ہے سوا اسلام

قادیان کا سکھا شاہی نظام

ایڈیٹر صاحب نور کیساتھ کیا گذری؟

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

قادیانی جماعت کو اپنے اندرونی نظام اور باہمی ہمدردی و مساوات پر بہت بڑا فخر ہے، لیکن نظام میں کئی ایک ایسے واقعات پیش آ چکے ہیں اور آئے دن پیش آتے رہتے ہیں جن کی مثال سکھا شاہی زمانہ سے آگے ملنی مشکل ہے، ایک تازہ ترین واقعہ حال ہی میں جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو پیش آیا ہے جس کی داستان انہوں نے ۱۰ ستمبر ۴۲ء کے اخبار نور میں بعنوان "میرے ساتھ کیا گذری" خود رقم فرمائی ہے،

خلاصہ واقعات یہ ہے کہ ۱۷ اگست ۴۲ء کو شیخ محمد یوسف صاحب کی بھینس ایک چھوٹے لڑکے سے جو اسے نہلانے کیلئے جا رہا تھا بے قابو ہو کر ایک چری کے کھیت میں جو چند دن پہلے اسی کیلئے خریدا گیا تھا گھس گئی، اس پر مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال کے نوکر شیرا کے لڑکے نے اس بھینس کو چھین کر اپنے گھر لے جا کر باندھ لیا، خود شیخ محمد یوسف صاحب لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان کے دو لڑکے محمد ادریس صاحب اور بشیر احمد صاحب شیرا کے مکان پر گئے اور بھینس کھولنے لگے، جس پر شیرا کے لڑکے نے ان پر بے تحاشا لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں، ایک لاٹھی سے چھوٹا لڑکا بشیر احمد چکر کھا کر گرا اور بیہوش ہو گیا اس پر محمد ادریس صاحب نے شیرا کے لڑکے کو پکڑ لیا اور دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک اور لڑکا جو مولوی فرزند علی صاحب کا بھانجا ہے بیچ بچاؤ کیلئے آیا، شیرا اور اس کے لڑکے نے اسے بھی شیخ محمد یوسف ہی کا لڑکا سمجھا اور لڑ بھڑ کر پھر مولوی فرزند علی صاحب کے پاس جا شکایت کی، جنہوں نے نہ تو فریق ثانی کو طلب کیا اور نہ ہی شیخ محمد یوسف صاحب کی انتظار کی اور یکطرفہ بیان سن کر ہی نور ہسپتال سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا اور ناظر امور عامہ کے ایما پر مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ جنرل پریذیڈنٹ کے ذریعہ معاملہ پولیس کے حوالہ کر دیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ فوراً ہی ایڈیٹر نور کے چاروں لڑکوں کے خلاف پرچہ چاک کر کے انہیں ہتھکڑیاں لگائی جائیں، دوراندیش شخصوں نے جن میں ایک ہندو جنٹلمین اور ایک مسلمان صاحب تھے، یہ کہا کہ لڑکوں کا والد یہاں نہیں، کوئی لڑکا بی اے میں پڑھ رہا ہے اور کوئی گریجوایٹ ہے آپ انکی زندگیوں کو کیوں خراب کرتے ہیں، کم ازکم ان کے والد کی تو انتظار کر لیجئے، لیکن مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ نے کہا کہ انتظار کی کوئی ضرورت نہیں ہم دنیا میں مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں، ایڈیٹر صاحب نور لکھتے ہیں کہ "اگر میرے چاروں نہیں بلکہ نو بچوں کی قربانی کے بعد بھی مساوات قائم ہو سکتی تو کم ازکم میرے لئے یہ سودا مہنگا نہ تھا لیکن جب انچارج صاحب پولیس چوکی قادیان پرچہ چاک کرنے لگے تو انہوں نے مدعی سے پوچھا کہ کس لڑکے نے تم پر وار کیا تو انہوں نے اس بیچ بچاؤ یا مدد کرنیوالے لڑکے کا حوالہ دیدیا اسی وقت اس لڑکے کو بلایا گیا اور مدعی نے اس لڑکے کو پہچان کر کہا کہ ہاں اسی لڑکے نے مجھ پر وار کیا کیونکہ مدعی غلطی سے اسے شیخ محمد یوسف صاحب کا لڑکا سمجھ رہا تھا، مگر اتفاق سے وہ لڑکا نکل آیا مولوی فرزند علی صاحب کا حقیقی بھانجا (ہمشیرزادہ) بس پھر کیا تھا اسی وقت کانٹا بدل گیا اور مساوات کا بل فوراً ہی

(باقی بر صفحہ نمبر ۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دعوۃ الی الاسلام کا کام اور ماہِ رمضان المبارک

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر .... و اولٰئک ھم المفلحون

اور چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی طرف بلائیں .... اور یہی کامیاب ہوں گے۔

قرآن کریم جب مسلمانوں کو مخاطب فرماتا ہے تو صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب نہیں فرماتا بلکہ بعد میں آنیوالی نسلوں کو بھی مخاطب فرماتا ہے بلکہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ ان میں خطاب کسی پچھلے زمانہ کے لوگوں کو ہی ہے، مثلاً سورۃ حدید میں فرماتا ہے الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ کیا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور اس حق کے سامنے جو آسمان سے اترا ہے جھک جائیں۔ حالانکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت کے مسلمان تو ذکر اللہ اور حق کے سامنے ایسے جھکے ہوئے تھے کہ جس کی نظیر تلاش کرنے سے نہیں ملتی تو معلوم ہوا کہ یہ خطاب کسی بعد کے زمانے کے مسلمانوں کے لئے ہے جب باوجود دعوے ایمان کے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اور اس حق سے جو آسمان سے اترا ہے یعنی قرآن سے غافل ہونگے چنانچہ اس کے بعد اسکو خود ہی واضح بھی کر دیا ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی اور ان پر ایک لمبا زمانہ گذر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ الم یأن میں اس زمانے کا ذکر ہے جب ایک لمبا زمانہ گذر کر مسلمانوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور وہ ذکر اللہ اور قرآن سے غافل ہو جائیں گے تب ان پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونگے، تو اس زمانہ کے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ اتنے امتحانوں اور مصائب کے بعد اور قرآن کریم کی صداقت کے نشانوں کے ظہور کے بعد بھی کیا تم پر وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر اور قرآن کے سامنے جھک جاؤ۔

اسی طرح آیت مندرجہ عنوان سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا سب کے سب اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ مت کرو۔ تو جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں میں کوئی تفرقہ نہ تھا۔ اور سب کے سب نے قرآن کریم کو مضبوط پکڑا ہوا تھا۔ پس اس میں خطاب ایسے زمانہ کے مسلمانوں کے لئے ہے جب ایک طرف وہ تفرقوں میں مبتلا ہوں گے اور دوسری طرف قرآن کریم کو انہوں نے چھوڑ رکھا ہوگا وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجورا رسول بھی بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرے گا کہ اے میرے رب میری اپنی قوم نے ہی قرآن کو ترک کر رکھا ہے تو اس وقت کے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ قرآن کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ مت کرو

اسی طرح اس آیت ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر میں خطاب کسی بعد کے زمانہ کے مسلمانوں کو ہے، کیونکہ ابتدائی زمانہ .... تو وہ تھا جب سب کے سب مسلمان دعوت الی الخیر کے کام میں سرشار تھے اور ہر ایک مسلمان تبلیغ اسلام کو اپنی پیدائشی ذمہ داری سمجھتا تھا ان کو اس قدر یقین تھا کہ اسلام میں ہی دنیا کی بھلائی ہے اور ان کے سینے لوگوں کی خیر خواہی سے اس طرح بھرے ہوئے تھے کہ وہ دیوانہ وار چاروں طرف دنیا میں نکل گئے کہ پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں، نہ سمندر ان کے لئے روک تھے نہ پہاڑ، یہاں تک کہ دنیا نے تسلیم کر لیا کہ ایک مسلمان پیدائشی مبلغ (Born Missionary) ہوتا ہے، مگر اسکے بعد جب حکومت، بادشاہت، ریاست، دولت اور ان کے لوازمات آسانی آسائش وغیرہ نے مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ لیا، تو آج ان پر وہ زمانہ بھی آ گیا کہ ان کے سامنے عیسائی مبلغ ساری دنیا پر پھیل گئے، سات سو سے اوپر زبانوں میں بائبل کے ترجمے کر کے ہر ملک میں، ہر قوم میں اسے پہنچا دیا۔ ان کے سامنے ہندو مذہب جو دو ہزار سال سے تبلیغ کا نام نہ جانتا تھا ایک تبلیغی مذہب بن گیا اور مسلمانوں کو مرتد کرنا شروع کر دیا مگر وہ پھر بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو اسی زمانہ کے مسلمانوں کو خطاب ہے کہ ایک جماعت تم میں سے اٹھے جو دعوت الی الخیر کے کام کو اپنے ہاتھ میں لے جس کا واحد مقصد اسلام کو اور قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہو اور اس جماعت کو یہ بشارت دی کہ وہ مسلمانوں کی بے حسی سے اور تمام دنیا کے اسلام کے مقابلہ پر کھڑا ہونے سے گھبرائیں نہیں وہ ضرور ضرور کامیاب ہوں گے اور دین حق کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کا ذریعہ بن جائیں گے لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی دین اسلام کل دنیا پر غالب آ جائے گا۔

اس آیت میں تین لفظ قابل غور ہیں امۃ، خیر، مفلحون، امۃ لفظ اَمّ سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں ایک چیز کا قصد کیا۔ اور امۃ اس جماعت کو بھی کہا جاتا ہے جس کا مقصد ایک ہو اور وہ ایک غرض کے لئے جمع ہوں۔ خیر بھلائی کو کہتے ہیں اور یہ شر کے مقابل پر ہے، یہاں یدعون الی الحق یا یدعون الی الاسلام کے بجائے یدعون الی الخیر فرمایا شاید اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت اسلام کی طرف بلانا ایک عظیم الشان شر سے بچانے کے لئے ہوگا جو دنیا پر محیط ہوگی، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت جو عذاب الیم دنیا پر نازل ہوا ہے اس سے بچاؤ صرف اسلام میں ہی ہو سکتا ہے۔ فلاح یا کامیابی کی بشارت بھی ساتھ دی تا کہ ایک جماعت محض اپنی قلت کی وجہ سے یہ خیال نہ کرے کہ وہ اتنے عظیم الشان مقصد میں جس میں ساری دنیا مقابل پر ہے کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے۔ پس اس آیت میں ایک ارشاد بھی ہے اور ایک بشارت بھی۔ ارشاد تو یہ ہے کہ جب مسلمان عام طور پر دعوت الی الاسلام کے کام سے غافل ہو جائیں تو ایک جماعت کھڑی ہو جائے، جس کا مقصد واحد صرف یہی ہو کہ وہ دنیا کو اس شر سے بچانے کے لئے جو دنیا پر محیط ہو گئی ہو دعوت الی الاسلام کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور بشارت یہ ہے کہ وہ جماعت باوجود اپنی قلت کے کامیاب ہو جائے گی۔

چنانچہ اس صدی کے سر پر جس مجدد کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا۔ اس کی سب سے بڑھکر توجہ اس طرف ہوئی کہ پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے ۱۸۸۲ء کا زمانہ تھا یعنی آج سے ساٹھ سال پیشتر جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مجددیت کے مقام پر کھڑا کیا گیا، اس کے ساتھ ہی صداقت اسلام پر وہ بلند پایہ کتاب نکلی۔ براہین احمدیہ جس کی نظیر تیرہ سو سال میں نہ لکھی گئی تھی۔ اور یہ وہ بات تھی جس کا اقرار اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم (اور بعد میں اس مسلہ کے سب سے بڑے مخالف) مولوی محمد حسین بٹالوی نے کیا۔ اور اس کتاب میں سب مذاہب پر اتمام حجت کر کے ساری قوموں کے اندر دعوت اسلام کی بنیاد رکھی گئی ۱۸۹۱ء میں اس مجدد پر یہ ظاہر کیا گیا کہ آپ ہی مسیح ہیں جس کے آنے کی خوشخبری اس امت کو دی گئی تھی جو کسر صلیب کرے گا یعنی جس کے آنے سے عیسائی مذہب کی قوت ٹوٹ جائے گی اور اس کے ساتھ ہی آپ کی توجہ کو عیسائیت کے مرکز یعنی مغرب کی طرف پھیر گیا جہاں آج تک اسلام نہ پہنچا تھا نہ صرف یہ بلکہ یہی مغربی دنیا اسلام کو سیاسی اور مذہبی دونوں رنگوں میں مٹانے کا کامل تہیہ کر چکی تھی اور گو ان میں اختلافات تھے مگر اسلام کو مٹانے کے لئے وہ سب ایک تھے۔ مسیح موعود کے دعوے کے ساتھ ہی آپ پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ دجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور انہی مغربی اقوام میں ہے اور انہی میں اسلام کا پہنچانا مسیح موعود کا خاص کام ہے۔ لیکن اس وقت تمام عالم اسلامی آپ کے خلاف ہو گیا، دوسری قومیں پہلے ہی خلاف تھیں۔ مگر دنیا کے آپ کی مخالفت پر جمع ہو جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک داعی الی الاسلام جماعت کے بنانے میں کامیاب کر دیا اور نہ صرف وہ جماعت بن گئی بلکہ دعوت الی الاسلام کی بنیاد بھی آپ کی زندگی میں رکھی گئی جب خود مسلمانوں کی سخت ترین مخالفت کے باوجود اور جماعت کی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود ۱۹۰۲ء میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی میں شروع کیا گیا۔ جس کو نہ صرف مسلمانوں میں قبولیت حاصل ہوئی بلکہ عیسائی دنیا سے بھی اس نے خراج تحسین وصول کیا۔ آپ کی وفات کے معاً بعد انگریزی ترجمۃ القرآن کی بنیاد رکھی گئی۔ اور داعی الی الاسلام جماعت کے یہ دونوں بنیادی کام، اللہ تعالیٰ کا محض احسان تھا، اس عاجز کے کمزور کندھوں پر ڈالے گئے۔ اور محض اس کا فضل تھا، یقیناً میرے اندر کوئی ایسی قابلیت نہ تھی، ایسے طریق پر ہوئے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہ گیا کہ وہ داعی الی الاسلام جماعت جس کا ذکر آیت قرآنی مندرجہ عنوان میں ہے یہی جماعت ہے جو مسلمانوں کے اندر ایسے وقت میں اٹھی جب وہ سخت ترین جمود کی حالت کو پہنچ چکے تھے اور جب ان کے اندر سے تبلیغ اسلام کا جوش قریباً قریباً مٹ چکا تھا۔

پھر اس جماعت کا قدم اور ترقی کی طرف اٹھا اور یورپ میں پہلے اسلامی مشن کی بنیاد خواجہ کمال الدین مرحوم

مغفور کے ہاتھوں سے اسی جماعت کی تائید سے رکھی گئی یہ ایک ایسے زمانہ میں ہوا کہ جب کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ یورپ میں اسلام پھیل سکتا ہے، پھر ۱۹۱۴ء میں اس جماعت میں اختلاف رونما ہوا اور محض خدائی ارادہ سے جس قدر لوگ تبلیغ اسلام کا خاص جوش اپنے سینوں میں رکھتے تھے۔ خواجہ کمال الدین مرحوم، شیخ رحمت اللہ مرحوم، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم، مولینا صدرالدین، مولینا محمد یعقوب خان اور دیگر کئی ایک احباب جن کے نام لینا موجب طوالت ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے اور بے سروسامانی کی حالت میں از سر نو تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے لاہور میں رکھی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی جو ہمارے وہم و گمان سے بڑھکر تھی۔ دوکنگ کے بعد وسط یورپ میں برلن میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی گئی وہاں ایک مشن قائم ہو گیا۔ ایک عظیم الشان مسجد بن گئی ایک سہ ماہی رسالہ نکلنا شروع ہو گیا۔ دو ہی قومیں اصل میں اس وقت برسر پیکار ہیں، انگریز اور جرمن اور دونوں میں اس جماعت کے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کی زبردست بنیادیں رکھی جا چکی ہیں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس جماعت کے ہاتھوں سے وہ بلند پایہ لٹریچر اسلام پر پیدا ہوا، قرآن کریم پر، سیرت نبوی پر، تاریخ اسلامی پر، حدیث پر جس کی وجہ سے لوگوں نے یہ اعتراف کیا کہ وہ علمی چشمے جو حضرت مسیح موعود کی بدولت قادیان میں پھوٹے تھے وہ لاہور میں آ نکلے اور دنیا کی سیرابی کا موجب ہوئے۔

دعوت الی الاسلام کے کام کو رمضان کے مہینے سے خاص مناسبت ہے کیونکہ اس مبارک کام کی بنیاد اسی مہینے میں رکھی گئی۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اور رمضان کا مہینہ مسلمانوں کے مجاہدہ کے تیس دن ہیں۔ یہ مجاہدہ صرف بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے کا مجاہدہ نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بھوک اور پیاس کی برداشت کا مجاہدہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے، اور معدہ کے خالی ہونے کو قلب کی صفائی سے ایک خاص مناسبت ہے، اور ہر قوم میں کم و بیش بھوک کو قلب کی صفائی کا ذریعہ مانا گیا ہے، مگر اسلام نے روزہ کے خیال کو بھی دوسرے تمام خیالات کی طرح کمال تک پہنچایا ہے اور مجاہدہ رمضان کو بھوک اور پیاس کے علاوہ تین اور رنگوں کا مجاہدہ قرار دیا ہے جن میں سب سے زیادہ اہم شب بیداری اور عبادت الٰہی کا مجاہدہ ہے، باقی دو کو میں پھر بیان کروں گا۔ انسان کا کمال صرف قوائے حیوانی کے مغلوب کرنے میں نہیں بلکہ وہ ابتدائی مرحلہ ہے اور اس کا اصل کمال قوائے روحانی کی ترقی میں ہے۔ اور اس ترقی کا راز رات کے جاگنے میں ہے، رمضان میں یہ دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں، یعنی دن کے وقت انسان کو یہ سبق سکھایا جاتا ہے کہ قوائے حیوانی کو کس طرح مغلوب کیا جائے اور رات کے وقت یہ کہ قوائے روحانی کو کس طرح ترقی دی جائے۔ اس دوسرے حصہ کو عام طور پر مسلمانوں نے اول شب میں بیداری کا رنگ دیا ہے، یعنی نماز تراویح کے ذریعہ سے جس میں جماعت کے رنگ میں کچھ حصہ رات جاگ کر خدا کے کلام کو سنا جاتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بھی ایک اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ ہے اور صفائی قلب کا ذریعہ مگر نبی کریم صلعم کی سنت آخر شب کی بیداری اور تنہائی کی نماز ہے جس میں قرآن شریف کا کوئی حصہ جو یاد ہو پڑھا جاتا ہے اور اسی طریق پر حضرت مسیح موعود بھی عامل تھے، اور حدیث میں آتا ہے کہ رات کے پچھلے حصہ میں اللہ تعالیٰ سمائے اول پر نزول فرماتا ہے اور اس وقت رحمت الٰہی کا دریا اس قدر جوش مارتا ہے کہ سننے والے اس کی آواز (من السائل (کوئی ہے جو مجھ سے مانگے) کو سنتے ہیں۔ اور نیند کو چھوڑ کر اس کے دروازے کی طرف بھاگتے ہیں۔ اسلئے میں اپنی جماعت کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک کثیر حصہ کو چاہیئے کہ وہ

رمضان کے مہینے میں نماز تہجد کو اپنے اوپر لازم کر لیں

مخلوق خدا کی ہدایت اس کی صحیح رہنمائی سب سے بڑی دولت ہے جو انسان حاصل کر سکتا ہے لان یھدی بک رجل خیرلک من حمر النعم ایک آدمی بھی تمہارے ذریعے سے ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ مگر اس سب سے قیمتی دولت کو حاصل کرنا بھی سب سے مشکل کام اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ جس قدر زیادہ قیمتی کوئی دولت ہو اسی قدر زیادہ مشکل سے وہ میسر آتی ہے اور اسی قدر کمیاب بھی ہوتی ہے، تانبے سے بڑھکر چاندی قیمتی ہے اور چاندی سے بڑھکر سونا اور سونے سے بڑھکر جواہرات۔ اسی ترتیب سے ان کا حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے کام انسان اپنی خداداد طاقتوں سے کر لیتا ہے، ہواؤں اور پانیوں اور بجلیوں کو مسخر کر لیتا ہے، دریاؤں کے رخ بدل لیتا ہے پہاڑوں کو اڑا دیتا ہے، ملکوں کو فتح کر لیتا ہے، حکومتوں کے تختے الٹ دیتا ہے، مگر انسانی قلوب کی حالت کو بدلنا ان کے اندر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا پیدا کرنا۔ بدی سے نفرت اور نیکی سے محبت کا پیدا کرنا یہ اپنی قوت سے نہیں کر سکتا اس کے لئے ایک اور رنگ کی خدائی طاقت کی ضرورت ہے اور یہ خدا کے حضور گرنے سے ملتی ہے۔ خدا کے حضور گر کر طاقت کا ملنا یہ صرف لفظ نہیں یہ حقیقت عظمیٰ ہے۔ سب سے بڑی سچائی ہے دنیا کا سب سے بڑا واقعہ ہے کہ جو شخص خدا کے سامنے گرا دنیا اس کے سامنے گر جاتی ہے۔ اور وہ وہ کام کر سکتا ہے جو دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ پس جو جماعت دعوت الی اللہ کے کام میں لگی ہے مخلوق خدا کی ہدایت کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا ہے اس کی کامیابی کی پہلی شرط یہی ہے کہ وہ پوری قوت سے خدا کے آگے گرے اور اس سرچشمہ قوت سے قوت حاصل کرے ایاک نعبد و ایاک نستعین اس کے سینوں کے اندر سے اس طرح جوش مار کر نکلے جس طرح ایک پہاڑ کے دامن میں پانی پھوٹ کر نکلتا ہے اور ایسے چند چشمے جب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ایک دریا بن کر دنیا کی سیرابی کا موجب بن جاتے ہیں، تو کیا انسانوں کے دلوں سے اگر روحانیت کے چشمے پھوٹیں گے اور وہ اکٹھے ہو کر ایک دریا کی صورت اختیار کریں گے تو دنیا ان سے سیراب نہ ہوگی؟ ہاں اکیلا اکیلا چشمہ بعض وقت زمین کے اندر ہی خشک ہو جاتا ہے۔ اسلئے جماعت کی دعاؤں کی ضرورت ہے تاکہ یہ چھوٹے چھوٹے چشمے اکٹھے ہو کر دریا بن سکیں تو میری اپنے احباب سے یہ التجا ہے کہ ان میں سے جس قدر زیادہ تعداد میں ممکن ہے اٹھیں اور اس مجاہدہ کے مہینہ میں رات کے اوقات میں پچھلی رات کی نیند کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنی دعاؤں سے اپنی گریہ وزاری سے اپنی آہوں سے جو آسمان کی طرف اٹھیں اللہ تعالیٰ کی نصرت کو کھینچیں، تاکہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں بیشک اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے کہ وہ داعی الی الاسلام جماعت کو کامیاب کریگا، مگر اس کامیابی کی راہ بھی اس نے خود ہی بتائی ہے۔ اسی راہ پر خدا کے سب برگزیدہ بندے چلے۔ اسی راہ پر ہمارے لئے چلنا ضروری ہے ورنہ ہم اس کامیابی کے وارث بھی نہیں ہو سکتے جس کا وعدہ داعی الی الخیر جماعت کے لئے ہے۔ ہم سب کے دلوں سے ایک ہی تڑپ اٹھے اور وہ تڑپ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنے دین حق کی طرف، اسلام اور قرآن اور محمد رسول اللہ کی طرف رہنمائی فرمائے، تاکہ دنیا اس عذاب الیم سے نجات پائے جس میں وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گرفتار ہو چکی ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اس دعا کے لئے اپنے آپ کو بھی بھلا دینے کی ضرورت ہے، اپنی تکلیفوں کو اپنے دکھوں کو بھلا دینے کی ضرورت ہے، اپنے آرام اپنی آسائش اپنی بہتری کو بھی بھلا دینے کی ضرورت ہے، ہم سب کے دلوں میں ایک ہی تکلیف ہو اور وہ دنیا کی گمراہی کی تکلیف ہو، اور ہم سب کے اندر ایک ہی بہتری کی تڑپ ہو اور وہ قرآن اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے ہو کے سے پیچھے آکر دنیا کی بہتری کی تڑپ ہو۔ میں غالب ہوں۔ میری قوم غالب ہو، میرا ملک غالب ہو، ان سب باتوں کو ہم بھول جائیں اور ایک ہی بات خدا کے حضور گرتے وقت ہمیں یاد رہ جائے کہ خدا کا دین غالب ہو۔ اسلام غالب ہو قرآن غالب ہو، محمد رسول اللہ صلعم غالب ہوں۔ ہاں ایک فرد واحد کا غلبہ بھی عارضی شئے ہے، آج ہے تو کل نہیں ایک قوم کا غلبہ بھی عارضی شئے ہے ایک ملک کا غلبہ بھی عارضی شئے ہے تلک الایام نداولھا بین الناس مگر حق کا غلبہ اسلام کا غلبہ ایک دائمی چیز ہے اسی کو مانگو اسی کے لئے تڑپو۔ اسی کے لئے روؤ۔ اور پھر اس چیز کو مانگو جو ہو کر رہنے والی ہے، اسلام غالب ہو کر رہنے والا ہے قرآن غالب ہو کر رہنے والا ہے، محمد رسول اللہ صلعم غالب ہو کر رہنے والے ہیں ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا وعدہ بھی حق ہے اٹل ہے ہو کر رہنے والا ہے۔ اس کے لئے دعا کرو تو تمہاری دعائیں یقیناً سنی جائیں گی۔ بلکہ یہی دعائیں تمہیں خدا تعالیٰ کے قرب کے اس مقام پر پہنچا دیں گی جہاں انسان کی ہر دعا سنی جاتی ہے۔ ہاں دلوں کی ہدایت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ پس اسی سے دعا کرو کہ وہ اسلام اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی قبولیت کی ایک زبردست ہوا دنیا میں چلا دے اور اس اندھی دنیا کو نظر آ جائے کہ حقیقی آسائش دولت میں نہیں، دلوں کی راحت دولت میں بھی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ

کے آگے جھکتے ہیں ہے۔ اس وقت دنیا پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ابتدائے آفرینش سے آجتک نازل نہیں ہوئی مشرق سے لیکر مغرب تک تمام دنیا مبتلائے مصیبت ہے آباد شہر ایک دو نہیں دس بیس نہیں شہروں کے شہر کھنڈرین گئے، لہلہاتے کھیت بنجر بن گئے، ایک دو نہیں ہزاروں میلوں میں وہ زمینیں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی تھیں آج ان میں خاکستر کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا، دنیا کا محنت سے کمایا ہوا مال وہ مال جس کی دنیا پرستش کرتی تھی اسی کو اپنا محبوب اپنا مقصود اپنا مطلوب خیال کرتی تھی اپنا اللہ سمجھتی تھی اپنا معبود جانتی تھی، انباروں کے انبار، پہاڑوں کے برابر انبار۔ یا سمندر کی تہ میں ہمیشہ کیلئے گل سڑ گیا یا آگ کی نذر ہو گیا، جہنم دنیا پر آگیا اور اس کی آگ صرف زمین کی خشکی پر نہیں بلکہ سمندروں کے پانیوں میں بھی شعلے مارتی ہے ہوا کی بلندیوں میں بھی اسکا دھواں پھیل گیا ہے اس آگ سے نجات کسی، انسانی صلح سے نہیں ہو سکتی کیونکہ انسانی صلح بقول صادق مصدوق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم هدنة على دخن کی مصداق ہے اوپر سے صلح ہوگی اس کے نیچے فساد ہوگا اس سے نجات صرف اس آسمانی صلح سے ہو سکتی ہے جس کا نام آج سے تیرہ سو سال پیشتر اسلام رکھکر اسے دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا صرف ایک۔ صرف یہی اس کا علاج ہے اور کوئی نہیں اس لئے جب تم یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس مصیبت سے نجات دے تو یہی دعا کرو کہ اے خدا تو اس جنگ کا اس مصیبت کا خاتمہ ایسے رنگ میں فرما کہ دنیا کا اس سے چھٹکارا عارضی نہ ہو بلکہ ہمیشہ کے لئے ہو، ایسے رنگ میں فرما کہ تیری صلح کا پیغام۔ اسلام۔ دنیا میں غالب ہو۔ ایسے رنگ میں فرما کہ دنیا کی آنکھیں حق کے دیکھنے کیلئے کھل جائیں اور حق کی آواز سننے کے لئے اس کے کانوں کے پردے دور ہو جائیں۔ ہاں اور یہ بھی دعا کریں کہ اے خدا تو اس آگ کو ہم سے دور رکھیو، ہمارے ملک سے بھی دور رکھیو تا کہ یہ کمزور جماعت جو تیرے دین کو دنیا میں پہنچانے کیلئے کھڑی ہوئی ہے اس آگ سے بچی رہے۔

ہاں جہاں اسلام کے غلبہ کیلئے دعا کریں اس جماعت کے لئے بھی جو نہایت کمزور حالت میں ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی طاقتور فوج بنا دے جو دنیا کو اس کے دین کیلئے فتح کرتی چلی جائے اس کی بنیادوں پر وہ عمارت کھڑی ہو جو قیامت تک بلند ہوتی چلی جائے اس کے لئے وہ سامان میسر فرما جس سے یہ تیرے قرآن کو ساری دنیا میں پہنچا دے، اسکو ان ہتھیاروں سے مسلح فرما جس سے یہ دلوں کو فتح کرے، اسکو مال بھی عطا فرما تا کہ یہ تیرے پیغام کو لوگوں تک پہنچا سکے اسے وہ علم بھی عطا فرما جس سے یہ تیرے دین کو اس دلکش پیرائے میں پیش کر سکے جو اسکی اصل صورت ہے۔ اسکے دلوں پر صرف اپنے خوف کو غالب فرما تا کہ یہ دوسرے خوفوں سے آزاد ہو جائے اسکے دلوں میں صرف اپنی محبت پیدا کر تا کہ یہ غیر کی محبت سے آزاد ہو جائے اور امت محمدیہ کیلئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دے کہ وہ بھی اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے میں ایک ہو جائیں

ہاں اس جماعت کے افراد کیلئے بھی دعا کریں کیونکہ انہی کی دعاؤں سے یہ جماعت اس حالت تک پہنچی ہے انہی کی قربانیوں سے اس نے وہ کام کیا ہے جو دنیا کی اور کسی قوم کو میسر نہیں آیا۔ انکے لئے بھی دعا کریں جنکو آپ جانتے ہیں، اور انکے لئے بھی دعا کریں جنکو آپ نہیں جانتے اور بالآخر اس عاجز کیلئے بھی دعا کریں جنکو آپنے خود ہی آگے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر سے وہ نقص دور فرمائے جو میرے بعض احباب کی ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں اور ان نقصوں کو بھی دور فرمائے جن کی وجہ سے میرے بعض معذرت میری آواز پر لبیک نہیں کہتے حالانکہ وہ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(بقیہ از صفحہ ۲)

خدا کی تصویر کھینچے جانے سے مراد اس کے اخلاق کی تصویر کھینچی جانا ہے، جیسا کہ حدیث میں تخلقوا باخلاق الله اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں رنگین ہو جاؤ

اعتراض نمبر ۱۷ خدا تعالیٰ قلم دوات سے لکھتا اور روشنائی مرزا صاحب کے کپڑوں پر چھڑکتا ہے۔

الجواب یہ ایک خواب کا واقعہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی زیارت، تمثلی طور پر حضرت مرزا صاحب کو ہوئی، اور اسی عالم میں آپ نے بعض پیشگوئیاں ایک کاغذ پر لکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے سرخی کے قلم سے اس پر دستخط کئے اور دستخط کرنے سے پیشتر قلم کو چھڑکا جس سے اسی سرخی کے قطرے غیب سے حقیقت کا رنگ اختیار کر کے عالم ظاہر میں حضرت مرزا صاحب کے کپڑوں پر آپڑے۔

یہ کوئی مستبعد بات نہیں، نہ اللہ تعالیٰ کا تمثلی طور پر نظر آنا کوئی انوکھی چیز ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا

رایت ربی فی صورة شهاب امرد وقلانه دفرة من شعر وفی جلیه نعلان من ذهب

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کو ایک نوجوان بے ریش لڑکے کی صورت میں دیکھا اور اس کے لمبے لمبے گھنے بال ہیں اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔

(الیواقیت والجواہر جلد اول طبرانی وموضوعات کبیر ص۳۳)

دیکھا آپ نے؟ اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کی شکل بھی بن گیا اور اس کے پاؤں بھی آگئے، جس میں سونے کی جوتیاں پڑ گئیں، یہ سب تمثلات ہیں، ورنہ حقیقت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رایت رب العزة فی المنام علی صورة امی (دیوان المعانی ص۲۶) میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں اپنی والدہ کی صورت میں دیکھا۔

خود آپ کے دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایام طفلی میں یہ خواب دیکھا کہ گویا میں اللہ جلشانہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں"

(سوانحعمری مولانا محمد قاسم مولفہ مولوی محمد یعقوب نانوتوی ص۳)

رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قلم دوات سے دستخط کئے سو اگر اللہ تعالیٰ تمثلی طور پر انسانی شکل اختیار کر سکتا ہے، تو تمثلی طور پر ہی قلم دوات سے دستخط کرنے میں کونسا استبعاد ہے؟ حقیقت تو اس میں ہے نہیں، خواب ہی کا معاملہ ہے، جو ہمیشہ تعبیر طلب ہوتا ہے، ورنہ نہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور نہ وہ قلم دوات سے لکھتا ہے۔

رہ گیا سرخی کے قطرات کا حضرت مرزا صاحب کے کپڑوں پر گرنا، اس کی مثالیں بھی سن لیجئے:۔

(۱) تذکرۃ الاولیاء میں حضرت حسن بصری کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کا ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا۔ حضرت حسن نے سنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب المرگ ہے آپ نے اسے تبلیغ کی اور وہ اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسنؓ اسے جنت کا پروانہ لکھدیں اور اس پر اپنے اور بزرگان بصرہ کے دستخط ثبت کر کے شمعون کی قبر میں اس کے ہاتھ میں دیدیں تا کہ اگلے جہان میں گواہ ہے چنانچہ حضرت حسنؓ نے ایسا ہی کیا، مگر بعد میں خیال آیا کہ میں نے یہ کیا کیا؟ اس کو جنت کا پروانہ کیونکر لکھ دیا؟ لکھا ہے اسی خیال میں سو گئے شمعون کو دیکھا کہ شمع کی طرح تاج سر پر اور مکلف لباس تن پر پہنے ہوئے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے . . . . . . اس نے حضرت حسن سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے محل میں اتارا ہے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا . . . . اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہیں اور آپ سبکدوش ہو گئے، لیجئے یہ اپنا اقرار نامہ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں، جب حضرت حسن بیدار ہوئے تو اس خط کو اپنے ہاتھ میں دیکھا، (انوار الاذکیا اردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء ص۴۲)

(۲) قال عبد الله ابن الجلاء دخلت مدينة رسول الله وبی فاقة فتقدمت الى قبر رسول الله صلعم وسلمت عليه وعلى صاحبيه ثم قلت يا رسول الله بی فاقة وانا ضيفك ثم تنحيت ونمت دون القبر فرايت النبی صلعم وجاء الی فقسمت نرغفا فاكلت بعضه وانتبهت وفی يدی بعض الله عنيف

(منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام مولفہ ابن سیرین وقشیریہ مصری ص۳۱)

حضرت شیخ فریدالدین عطار نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

حضرت عبداللہ بن جلا فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینۃ النبی میں گیا اور مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی آنحضرت صلعم کی قبر مبارک پر میں گیا اور حضور اور حضور کے دونوں ساتھیوں کو السلام علیکم کہا اور عرض کیا کہ حضرت! میں سخت بھوکا ہوں اور آپ ہی کا مہمان ہوں یہ کہکر میں قبر سے پیچھے ہٹ کر سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم میری طرف تشریف لائے ہیں میں کھڑا ہو گیا ہوں آنحضرت صلعم نے مجھے ایک نان دیا، میں نے اس میں سے آدھا کھا لیا۔ جب بیدار ہوا تو نان کا باقی نصف حصہ میرے ہاتھ میں تھا (تذکرۃ الاولیاء ذکر عبداللہ بن جلا ص۹۵)

حضرت اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے متعلق لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم را درمنام دیدند و آنجناب سرخرما بدست مبارک خود ایشان را خورانیدند . . . . . . وبعدازاں کہ بیدار شدند درنفس خود ذائقہ ازاں رؤیائے حقہ ظاہر وباہر یافتند

(صراط مستقیم مجتبائی ص۱۷۵)

پس اتنی مثالوں کے ہوتے ہوئے جن میں عالم غیب کی چیزیں بعض وقت عالم ظاہر میں بھی اصلی صورت میں منتقل ہو گئی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو واضح کرنے کے لئے سرخی کے چھینٹے جو عالم غیب میں تمثل کا رنگ رکھتے تھے، عالم ظاہر میں آپ کے کپڑوں پر ڈال دئے تو اس سے کیا خرابی پیدا ہو گئی، کہ آپ نے اس کو اعتراض کی صورت میں پیش کیا؟

باقی دارد

مولوی عبد اللہ صاحب وکیل بہائیت

سے

ایک دلچسپ تبادلۂ خیالات

از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

میں قریباً دو ماہ سے سری نگر میں مقیم ہوں[1]۔ دوران میں مولوی عبد اللہ صاحب وکیل بہائیت، نے احمدیت کے خلاف تین چار اشتہار شائع کئے حضرت مسیح موعودؑ جن کی طفیل انہیں بات کرنے اور دین سمجھنے کا سلیقہ نصیب ہوا کی شان میں گستاخی کرکے ان کو معاذ اللہ جھوٹا مسیح موعود لکھا اور احمدیوں کو بہائیت پر مناظرہ کا ۵۰۰۰ روپیہ کا انعامی چیلنج دیا۔ اپنے مکان میں وہ غیر احمدیوں کو جمع کرکے احمدیت کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اس جوش میں انہوں نے مجھے پے در پے دو تین آدمیوں کی معرفت پیغام پہنچایا کہ میں ان سے تبادلۂ خیالات کیوں نہیں کرتا؟ میں نے ان کا یہ پیغام سن کر ہر مرتبہ خاموشی اختیار کی کیونکہ "انکے گھر کے لوگ تو کہتے ہیں کہ مولوی صاحب دماغی بیماری میں مبتلا ہیں ان سے اگر گفتگو کی جائے تو فوراً ہی ڈاکٹر کی ضرورت پیش آجاتی ہے" مگر مولوی صاحب کے دل میں جو مجھ سے تبادلۂ خیالات کا ولولہ تھا وہ میری خاموشی سے تیز تر ہوتا گیا اسی اثنا میں یہ بھی سنا گیا کہ آج مولوی صاحب عید کے دن تبلیغ کے لئے گئے ہیں آج نشاط باغ کے میلہ میں بہائیت پر تقریر کرنے گئے ہیں گویا دن رات جو ش تبلیغ ہے کہ سیلاب کی طرح امڈا چلا آرہا ہے۔ اس جوش کا ایک ریلا تھا جو ایک دن میری جانب بھی بہ نکلا انہوں نے مجھے ایک رقعہ لکھا کہ آپ کے پاس بہائیت کی تردید میں کوئی اصولی بات ہو تو لکھ بھیجئے میں اس پر غور کروں گا میں نے سرسری طور پر اس رقعہ کی پشت پر لکھ دیا کہ جس دین کا انتہائی مقام یعنی عصمت کبریٰ جھوٹ بولنا اور جھوٹ منوانا اپنا حق سمجھتا ہو اس کے حق ہونے میں مجھے شبہ ہی نہیں بلکہ اسکے باطل ہونے کا یقین ہے۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے از راہ کرم مجھے اپنے آدمی کے ہاتھ ایک پیسہ بھیجا کہ آپ کے پاس شائد کاغذ نہیں آپ کاغذ خرید لیں اور اس پر جواب لکھیں جسے میں نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

مولوی صاحب کا رقعہ نمبر ۲

میرے نزدیک عصمت کبریٰ کا یہ مفہوم نہیں جو آپ نے سمجھا ہے (اور لگے ہاتھوں قرآن مجید کی دو تین آیتیں لکھ کر غیر متعلق بحث شروع کر دی مگر آخر پر فرمایا۔ عبد الحق) "تاہم بحث کو مختصر کرنے کے لئے میں فرض کرتا ہوں کہ آپ کا اعتراض درست ہی نتیجہ یہ ہے کہ بوجہ عصمت کبریٰ دین بہائی سچا نہیں" وجہ اپنے اعتراض کے حضرت بہاء اللہ کو کاذب مان کر کس معیار پر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا ہوا ہے"

میرا جواب نمبر ۲

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا معیار جو حضرت ابوبکرؓ کا معیار اور در حقیقت قرآن مجید کا معیار ہے (فقد لبثت فیکم عمراً) .... "ہمیشہ حضور کا سچ بولنا ہے" (جس نے کسی انسان پر جھوٹ نہیں بولا وہ خدا پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے قول ابوبکرؓ) اس کے خلاف جس امر (بہائی مذہب) نے باطل کو عصمت کبریٰ کا حق قرار دیا اس امر کے باطل ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ اب آپ فرمایئے کہ ایسا مدعی اس قابل بھی ہے کہ اس کی بات سنکر اس کے دعوے پر غور کیا جائے، جو خدا کی بنائی ہوئی زمین کو جو ہمارے مشاہدہ میں زمین ہی ہے بہ جبر آسمان منوانا چاہتا ہو اور روشن کو جو حق ہے باطل کی شب تار منوانا چاہتا ہے اور رات کو جو تاریک ہے ہم سے دن منواتا ہے یہ جبر عقلی ہے جو "لا اکراہ فی الدین" کے خلاف ہے جس دین میں جبر عقلی موجود ہو اسے دین حق کہنا ظلم عظیم ہے اگر آپ یہ کہیں کہ صاحب عصمت کبریٰ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے آسمان کو زمین بتاتا ہے وغیرہ تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آسمان جو خدا کا فعل ہے اس کے خلاف وہ کیسے کہ تم اسے زمین مانو اس کا یہ قول اس کے فعل کے خلاف ہوگا باقی سوالات کا جواب۔

خضر کیا بتائے کیوں بتائے
اگر یہی کہے دریا کماں ہے

مولوی صاحب کا جواب نمبر ۳

آپ نے امر بہائی کو بخلاف اس کے مسلمات اقرار اور اصول کے ملزم بنایا اور اپنے فرضی خیالات ایجاد کرکے مسئلہ عصمت کبریٰ کو بدترین صورت میں پیش کیا۔ حضرت بہاء اللہ نے ہرگز ہرگز باطل کو عصمت کبریٰ کا حق نہیں قرار دیا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ اگر وہ زمین کو آسمان کہے تو مرید کو یہ بات ماننی پڑے گی۔ یا خدا کی بنائی ہوئی زمین جو ہمارے مشاہدہ میں زمین ہی ہے بہ جبر آسمان ماننا پڑے گا۔ الغرض یہ تمام باتیں جو آپ نے لکھی ہیں نہ تو حضرت بہاء اللہ کا ارشاد ہے نہ دین بہائی میں اس کا نام و نشان اور نہ اہل بہا کا ایسا کوئی عقیدہ ہے۔

البتہ حضرت بہاء اللہ نے عصمت کبریٰ کے معنوں میں منجانب اللہ جو ارشاد فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لو یحکم علی الماء حکم الخمر و علی السماء حکم الارض و علی النور حکم النار حق لاریب فیہ لیس لاحد ان یعترض علیہ (اگر وہ پانی پر شراب کا حکم لگائے اور آسمان پر زمین کا حکم کرے اور نور پر آگ ہونے کا فیصلہ دیوے تو حق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کسی کو اس پر اعتراض کی اجازت نہیں) اس کی تفسیر حضرت عبد البہاء نے جسے خود حضرت بہاء اللہ نے مرکز میثاق اور مفسر کلام اللہ مقرر فرمایا ہے یہ کی ہے دیکھو مفاوضات عبد البہاء ص ۱۳۱ اگر بعضے نفوس با سرار خفیہ حکمے از احکام و یا عملے از اعمال حق پے نبرند نباید اعتراض کنند چہ کہ مظہر کلی یفعل ما یشاء است ...... و ہم چنیں طبیب حاذق در معالجہ مریض یفعل ما یشاء است و مریض را حق اعتراض نہ (اگر بعض اشخاص بعض خفیہ وجوہات کی بناء پر کسی حکم حق اور عمل حق کی پیروی نہ کریں اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کیونکہ مظہر کلی جو چاہے کر سکتا ہے ...... اور اسی طرح طبیب حاذق مریض کے علاج میں یفعل ما یشاء یعنی جو چاہے کرے کا اختیار رکھتا ہے اور مریض کو اعتراض کی اجازت نہیں) پس جبکہ حضرت عبد البہاء کی تفسیر واضح ہے اور کتاب اقدس میں لو یحکم علی الماء حکم الخمر کو بالفاظ یفعل ما یشاء بیان کیا گیا ہے تو کسی خصم خود کو خلاف منشاء متکلم بات بنانے کی گنجائش نہیں ہے چونکہ عصمت کبریٰ کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب کوئی شارع یا پیغمبر حکم لے کر آتا ہے تو اگر وہ کوئی حکم صادر کرے یا کوئی ایسا کام کرے جس کی حکمت کو لوگ نہ جانیں تو مومنوں کو جائز نہیں کہ وہ اعتراض کریں۔ آپ نے فرمایا کہ باطل کو قرار دینا اور منوانا جبر عقلی ہے جو بمنشاء لا اکراہ فی الدین کسی دین میں جائز نہیں جس دین میں جبر عقلی موجود ہو اس کو دین حق کہنا ہی ظلم ہے۔ مجھے آپ کے ساتھ اس مضمون میں پورا اتفاق ہے (نوٹ: اس کے علاوہ مولوی صاحب نے اپنے اس طویل پرچہ میں ایک درجن کے قریب اور بھی مجھے مغالطے دئے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ عبد الحق)

میری گذارش نمبر ۳

سنئے مولانا آپ کے نزدیک بہاء اللہ خدا ہوگا یا مظہر خدا ہوگا عبد البہاء اپنے باپ کا سچا پرستار ہوگا میں ان دونوں کو ایسا نہیں مانتا اس امر کو مدنظر رکھ کر آپ اصل متنازعہ فیہ فقرہ کسی عقلمند کے سامنے رکھئے جو یہ ہے۔

(ا) لو یحکم علی الماء حکم الخمر۔ اگر وہ حکم کرے پانی پر شراب کا

(ب) و علی السماء حکم الارض۔ اور آسمان پر زمین کا

(ج) و علی النور حکم النار۔ اور نور پر آگ کا۔

(۱) حق لاریب فیہ۔ یہ سب سچ ہے۔

(۲) لیس لاحد ان یعترض علیہ۔ کسی کو اس پر اعتراض کی اجازت نہیں۔

یعنی آپ کے فرضی صاحب عصمت کبریٰ ایک شئے محسوس اور مشہود پانی کو غیر محسوس اور غیر مشہود شراب بتاتے ہیں آسمان پر جو بالبداہت آسمان ہے زمین ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور نور کو جسے میں اپنی عقل اور بصیرت سے نور دیکھ رہا ہوں اسے وہ فرماتے ہیں یہ آگ ہے اور مجھ پر یہ جبر کہ تمہیں جو ہم کہتے ہیں وہ حق ماننا پڑے گا۔ میرے دل میں جو اس فرضی صاحب عصمت کبریٰ کے جھوٹے ہونے کے دلائل ہیں وہ پیش کرنا چاہتا ہوں مگر وہ فرماتے ہیں "لیس لاحد ان یعترض علیہ" تم اعتراض نہیں کر سکتے۔ میں عرض کرتا ہوں پہلے اس بات کا فیصلہ کر لو کہ آپ کا باپ بیمار ہے یا میں بیمار ہوں کیونکہ جو شخص آسمان کو زمین اور نور کو نار بتاتا ہے اس کی بینائی اور بصیرت یعنی ظاہری آنکھیں

---

[1] اب مولانا واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

دونوں میں بڑا بھاری فتور ہے وہ مجھے ڈانٹ کر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا قول ہے یفعل ما یشاء اور انہ لایسئل عما یفعل کی شان رکھتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں خدا نے کبھی نہیں فرمایا کہ پانی کو شراب مان لو آسمان کو زمین تسلیم کر لو اور نور کو نار سمجھو یہ کسی بڑے جھوٹے کا کلام ہے واللہ یقول الحق۔ اللہ ہمیشہ سچ بولتا ہے (ومن اصدق من اللہ قیلا)

مولانا کا جواب نمبر ۴

میں یہ متنازعہ فقرہ کسی عقلمند کے سامنے رکھوں سو یہ امر پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ آج تک جتنے اہل عقل و علم دین بہائی میں داخل ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں وہ سب صاحبان عقل و فہم و خرد ہیں اور احمدی جماعت کے ... بھی اہل عقل و ہوش ہی مانے جاتے ہیں جنہوں ... بہائی کو قبول کیا الغرض ماننے والوں اور نہ ماننے ... میں عقلمند موجود ہیں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ بعض لوگ فرشتوں کی طرح عقلمند ہوتے ہیں جو امر الٰہی کے آگے سربسجود ہوتے ہیں اور بعض عقلمند ابلیس کی طرح خدا تعالیٰ کے حضور ہی مناظرہ کر کے انکار کرتے ہیں۔

میری گذارش نمبر ۴

مکرم مولانا! (۱) قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومن (۲) صرف بہاءاللہ کے منکر کو دہریہ کا خطاب (۳) خصم ممنوع (۴) جھوٹے الزام لگانے والا مبلغ اسلام (۵) نادان بچہ سے زیادہ کم سمجھ (۵) مکذبین اسلام کے ساتھ اسے تشبیہ دینا (۶) سادہ لوح دشمن اسلام کے برابر ٹھہرانا (۷) بازاری گالیاں دینے والا لکھنا (۸) اگر بہاءاللہ کو نہ مانو تو نہ تم احمدی ہو نہ مسلمان (۹) تمام مسلمان اولیاء اللہ صلحاء اور علماء کو ملاء الکاذبین کا خطاب دینا (۱۰) بہاءاللہ کے آگے سربسجود نہ ہونے والے کو ابلیس کی طرح انکار کرنے والا لکھنا۔ یہ ہیں وہ آپ کی نیازمندانہ باتیں جنہیں سن کر بقول آپ کے کسی کو کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ مولانا اسلام اور بہائیت کے اخلاق میں یہی تو فرق ہے کہ ان کے ہاں ایسی باتیں نیازمندانہ باتیں کہلاتی ہیں۔ مولانا اگر انا ربکم الاعلیٰ اور ما علمت لکم من الٰہ غیری کہنے والے پر اعتراض کرنے والا معاذاللہ ابلیس ہے اور اس کے آگے سربسجود ہونے والے فرشتے ہیں تو ان کا یہ خدا ہی ان فرضی فرشتوں کو دوزخ کے گھاٹ تک رہنمائی کرے گا یہ قرآن شریف کا فرمان ہے یہ تو آپ کی تعریف کا جواب تھا اصل مسئلہ پر تو اب دلچسپ بحث شروع ہونے والی تھی کہ آپ نے بند کر دی بہرحال غور کیجئے

الف:۔ لو یحکم علی الماء حکم الخمر

(ب) وعلی السماء حکم الارض

(ج) وعلی النور حکم النار

اس میں فرضی صاحب عصمت کبریٰ یا بقول آپ کے مظہر رب اعلیٰ نے اعلیٰ چیز پر ادنیٰ چیز کا حکم لگایا ہے پانی سے شراب ادنیٰ آسمان کی نسبت زمین ادنیٰ اور نور سے نار ادنیٰ ہے یہ ہے حکم ارتقاء کا عکس جو رب حقیقی کے مفہوم کی ضد ہے پس ایسا حکم لگانے والا ابلیس کو تو کہہ سکتے ہیں رب نہیں ہو سکتا نور پر نار کا حکم لگا کر یا خدا کو جو نور ہے شیطان جو نار ہے منوانے والا صادق نہیں ہو سکتا۔

مولانا کا جواب نمبر ۵

اگر کسی شخص کے مسلمات سے کوئی بات لازم آتی ہو تو مخاطب کو آگاہ کرنا ناگزیر ہوتا ہے مگر با وجود اس کے ہیں آپ سے معافی کا خواستگار ہوا یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ من دون اللہ انا ربکم الاعلیٰ کہنے والا فرعون ہے اور ابلیس ہے لیکن من عند اللہ انا ربکم الاعلیٰ کہنے والا جب اسی خدا کا مظہر ہو جو سینا شعیر اور فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا ... مقابلہ کرنے والا ضرور ابلیس اور ملعون ہے شارع رسول ... سے کچھ نہیں کہتا ان ھو الا وحی یوحیٰ ... اور اسلام اور قرآن کا خدا وہی ہے جس نے قرآن میں فرمایا انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون انہ لا یسئل عما یفعل۔ فعال لما یرید۔ ان اللہ یفعل ما یرید۔ ان اللہ یفعل ما یشاء۔ انہی آیات مبارکہ سے مظہر ... لیس لمظہرہ الامر شریک فی العصر ... انہ لمظہر یفعل ما یشاء اور لو یحکم علی الماء حکم الخمر (یعنی مظہر کی شان یفعل ما یشاء ہے "جو جی چاہے کرسکتا ہے" کہ وہ پانی پر شراب کا حکم لگا سکتا ہے) پس جو شخص ہمارے خدا کو گالیاں دیتا ہے وہ اسی خدا کو گالیاں دیتا ہے جس نے قرآن نازل کیا۔

گذارش نمبر ۵

مولانا! جب مجھے اور تمام مسلمان علماء صلحاء اور اولیاء کو گالی دینا ناگزیر تھا تو معافی کس بات کی؟ کیا معافی کی یہی شرائط ہیں کہ ایک شخص اپنے آپ کو گالیاں دینے میں حق پر سمجھے اور اپنے فعل اور الفاظ کو واپس لئے بغیر معافی مانگے مولانا آپ، تو ماشاءاللہ وکیل بھی ہیں۔

نمبر ۲ میں نے بہاءاللہ کو گالی نہیں دی ہاں جھوٹ بولنے جھوٹ سکھانے اور جھوٹ منوانے والے پر قرآن مجید لعنت اللہ علی الکاذبین فرماتا ہے اور اس امر میں آپ بھی مجھ سے متفق ہیں۔

نمبر ۳ جزاک اللہ آپ نے خوب لکھا "سینا۔ شعیر اور فاران کی چوٹیوں پر سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہونے والے کا مقابلہ کرنے والا ضرور ابلیس اور ملعون ہے" ملاں حسین بیچارے کو دس ہزار قدوسی تو کہاں اتنے جھوٹ بولنے والے بھی نصیب نہ ہوئے۔

نمبر ۴ مولانا! رسول کی پہلی شناخت یہ ہے کہ وہ نہ جھوٹ بولے نہ جھوٹ بلوائے نہ جھوٹ منوائے ورنہ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کتاب تو وہ بناتے ہیں اور منسوب خدا کی طرف کرتے ہیں کے مثیل تو بہت ہوئے۔

نمبر ۵ انما امرہ اذا اراد شیئا وغیرھا آیات جو آپ نے لکھی ہیں ان کا مفہوم تو آپ کے مقصد کے سخت خلاف ہے ان کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے وہ اپنی صفات کے خلاف کبھی نہیں کرتا نہ وہ مر سکتا ہے نہ قبر میں دفن ہو سکتا ہے نہ جھوٹ بول سکتا ہے اور نہ ایک شخص کو خاتم النبیین ٹھہرا کر اس کے بعد نبی رسول اور ہادی شریعت نو بنا کر بھیج سکتا ہے ورنہ اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔

نمبر ۶۔ قرآن کا خدا واللہ یقول الحق کی شان رکھتا ہے وہ کبھی شراب پر پانی کا حکم نہیں لگاتا نہ کبھی آسمان کو زمین کہتا ہے اور نہ نور کو کبھی اپنے آپ کو نار اور شیطان کہہ سکتا ہے۔

نمبر ۷ خود بہاءاللہ کے الفاظ لیس لاحد ان یعترض علیہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ قائل کا یہ کلام قائل کا سیاہ جھوٹ ہے نہ پانی شراب بنے نہ آسمان زمین بنے نہ نور نار بنے مگر معترض کو حق بیان کرنے کی اجازت نہیں بلا چون و چرا ایمان لینا چاہیئے کہ سب کچھ ہو گیا یہ ظلم عظیم اور جبر عقلی ہے اور امر حق نہیں۔ عقل سے اس قدر دشمنی بھی اچھی نہیں عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرنے کا محاورہ تو ہم نے سنا ہوا ہے مگر یہاں تو عیاذ باللہ صاحب عصمت کبریٰ۔ مرکز میثاق اور مفسر کلام اللہ حق اور عقل کے پیچھے تلوار لئے پھرتے ہیں مرید سے کہا کہ صاحب سے ملاقات کے وقت کہدینا میں تو انہیں نہیں جانتا اور جب مرید نے پوچھا کہ آپ نے مجھے جھوٹ کیوں سکھایا تو اسے اپنا صاحب عصمت کبریٰ ہونے کا رعب دکھایا جب وہ بھاگ گیا تو اس کے قتل کے درپے ہوئے۔ یہ ہے بہاءاللہ کے قول کی عملی تفسیر جس پر آپ پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور جواب تک نہیں دیتے۔

مولانا کا جواب نمبر ۶

ایک مدعی وحی الٰہی اگر بحکم الٰہی اپنے منکروں یعنی علماء اسلام صلحاء اور اولیاء امت کو ملاء الکاذبین کا خطاب دیتا ہے تو یہ سوال (گالی دینے کا) ذرہ بھی نہیں آسکتا۔ بیشک رسول جھوٹا نہیں ہوتا نہ جھوٹ سکھاتا ہے مگر کافروں نے ہر ایک رسول کو کاذب ہی کہا ہے اگر کوئی بات قابل اعتراض ہوتی ہے تو اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔

آیات کا مفہوم آپ اپنی جگہ جو جی چاہے بناتے رہیں حضرت بہاءاللہ کے شرطیہ کلام میں وہ بات ہرگز نہیں جس کو آپ بار بار دہراتے ہیں جس کا جواب بار بار دیا گیا، اگر بفرض محال وہی مفہوم درست ہو تو آپ ضد سے بیان کر رہے ہیں تاہم وہ شرط ہے نہ وقوع شرط، کیا آپ کو کوئی ایسا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر الآیۃ اسی طرح خدا کے غیر محدود ارادے کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ خدا اگر آسمان کو زمین کہے وہی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے کوئی غیر معقول بات نہیں، قرآن شریف کا فلسفہ ہے۔ خدا کو اپنی محدود عقل سے محدود کرنا ہی دہریہ پن ہے۔

عاشقاں خستہ جاں را در درونہ ذوق دل
عاقلان تیرہ جاں را در درون انکار ہا

مجھے دکھ دینے کیلئے حضرت بہاءاللہ کو جن کو میں اسی طرح خدا کا مظہر یقین کرتا ہوں جس طرح محمد رسول اللہ کو ملاں حسین بیچارہ کہنا ایسا ہی ہے کہ آپ کے سامنے کوئی بدفطرت رسول کریم کو نعوذ باللہ سکھرام کی طرح کوسنا شروع کر دے اگر آپ نے صرف گالیاں سنانی ہیں کیونکہ جواب آپ کے پاس کوئی نہیں ہے اسلئے یہ سلسلہ ہی ختم کریں میں اس سے زیادہ گالی گلوچ سننے کے لئے تیار نہیں۔ آپ نے خود ہی فلعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھا ہے اس کو مدنظر رکھ کر سوچیں کہ کیا بہاءاللہ زمین کو آسمان کہتا ہے نور کو نار کہتا ہے نہیں یہ کہتا ہے کہ ایک عالم دین جو نور کا علم رکھتا ہے جب وہ حق کا مقابلہ کرے شیطان ہوتا ہے

(باقی دارد)

فرعون موسیٰ کے متعلق جدید انکشاف

تحوتمس اعظم قرآن حکیم کی روشنی میں!

از جناب عبدالرحمٰن صاحب شبلی بی کام ایڈیٹر رسالہ عالمگیر و سفیر و دار خیام

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جس فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی اس کا نام رعمسیس تھا۔ اور جو فرعون آپ کے تعاقب میں غرقِ دریا ہو کر ہلاک ہوا وہ اس کا بیٹا منفتاح تھا یہ نظریہ عموماً بائبل اور خصوصاً علماء اسلام کے بعض بیانات پر مبنی ہے۔ لیکن پچھلے دنوں حکیم اسماعیل حسن صاحب عیش صدر جمعیۃ علماء رنگون کا ایک کتابچہ نظر سے گذرا جس میں انہوں نے ڈونلڈ میکنزی کی تصنیف "مصر کے قصص و روایات" اور ہمرٹن کی ہسٹری آف دی ورلڈ (تاریخ عالم) کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ فرعون موسےٰ رعمسیس یا منفتاح نہیں بلکہ تحوتمس ثالث تھا جس کی حنوط شدہ لاش ۱۸۷۹ء میں دیر البحری سے دستیاب ہوئی۔ ان محققین کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ رعمسیس اور منفتاح حضرت موسےٰ کے عہد سے ڈیڑھ دو سو برس قبل ہو گذرے ہیں، لہذا وہ موسیٰ کے فرعون نہیں ہو سکتے۔ اس کے مقابلہ میں تحوتمس ثالث کی تاریخ وفات اُس کے تابوت پر ۱۰ مارچ ۱۴۴۷ء ثبت ہے اور یہی وہ تاریخ ہے جس کو حضرت موسےٰ کی قیادت میں بنی اسرائیل نے مصر سے خروج کیا۔ چنانچہ سلاطین (بائبل) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر بنی اسرائیل کے خروج سے ۴۸۰ برس بعد شروع ہوئی حضرت سلیمان چونکہ ۹۷۰ء ق م میں فلسطین کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور بیت المقدس آپ کے عہد کے چوتھے سال تیار ہونا شروع ہوا، لہذا بنی اسرائیل کے خروج کی صحیح تاریخ ۹۶۷ + ۴۸۰ = ۱۴۴۷ء ق م۔ ہے۔ اس زمانہ میں مصر کے تخت پر تحوتمس ثالث متمکن تھا۔ حضرت موسیٰ ۱۵۲۷ء ق م۔ میں اس فرعون کے دادا (یا بعض محققین کی رائے میں باپ) تحوتمس اول کے زمانہ میں پیدا ہوئے اس بادشاہ کی بیوی (امن ہوتپ کی بیٹی) اولاد سے محروم تھی، اس نے حضرت موسیٰ کو متبنیٰ بنا لیا۔ جب حضرت موسےٰ چالیس برس کے ہوئے اور تحوتمس ثالث سریر آرائے سلطنت ہوا تو وہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہجرت کر کے مدین تشریف لے گئے۔ جب آپ نبوت کے مقام پر فائز ہوئے تو مصر میں دوبارہ ورود فرمایا اور فرعون کو پیغام خداوندی سے آگاہ کیا۔ لیکن اُس نے پروا نہ کی۔ اور بنی اسرائیل پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ پہلے تو انہیں خالی اینٹیں تیار کرنے کا حکم تھا۔ اب ان سے کہا گیا کہ اینٹوں میں بھُس بھی شامل کرو۔ بنی اسرائیل اس قسم کے مظالم کی تاب نہ لا سکے اور آخر ۱۷ مارچ ۱۴۴۷ء کو مصر چھوڑ کر چلے گئے۔ فرعون نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن اسی روز دریا کی لہروں کی نذر ہو گیا۔ تاہم اس کا مردہ جسم اب بھی قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید نے فرعون موسیٰ کی کیا نشانیاں بتائی ہیں اور آیا وہ تحوتمس ثالث میں پائی جاتی ہیں؟ (۱) فرعون موسیٰ کی پہلی صفت ذمیمہ قرآن حکیم نے یہ بیان کی ہے کہ وہ متکبر اور مسرف تھا۔ چنانچہ فرمایا وان فرعون لعال فی الارض وانہ لمن المسرفین یعنی فرعون نے زمین میں کبر و غرور کا اظہار کیا اور وہ فضول خرچوں میں سے تھا۔

(۲) اس کے پاس بڑے بڑے لشکر تھے چنانچہ قال اللہ تعالےٰ واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق وظنوا انھم الینا لا یرجعون۔ یعنی فرعون اور اس کے لشکروں نے زمین میں بلا وجہ تکبر کیا۔ اور سمجھا کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

(۳) وہ عام طور سے سفر پر رہتا تھا اور خیمے گاڑنے کے لئے بڑی بڑی میخیں استعمال کرتا تھا۔ چنانچہ ایک جگہ قرآن مجید نے اسے ذی الاوتاد (میخوں والا) کہہ کر پکارا ہے۔

(۴) وہ بہت بڑا شہنشاہی پرست اور سرمایہ دار تھا چنانچہ سورۂ یونس میں آیا ہے۔ وقال موسیٰ ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک (پ ۱۱ ع ۱۴) یعنی موسےٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیاوی اموال اور زینت کے سامان دیئے ہیں تاکہ وہ تیرے رستے سے بھٹک جائیں۔

(۵) وہ اپنے آپ کو لوگوں کا معبود سمجھتا تھا چنانچہ قولہ تعالیٰ قال فرعون یا ایھا الملا ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ یعنی فرعون نے کہا اے سردارو! میں اپنے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود نہیں مانتا۔

(۶) وہ ڈپلومیٹ تھا۔ اور غالباً اسی نے پہلی مرتبہ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے اصول کو عملی جامہ پہنایا۔ قولہ تعالےٰ ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انہ کان من المفسدین۔ یعنی فرعون نے زمین میں تکبر کیا۔ اور اس کے باشندوں کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا۔ اور ان میں سے ایک جماعت (بنی اسرائیل) کو کمزور کر دیا اور وہ اس طرح کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔

(۷) اس کی لاش عبرت کے لئے اب تک محفوظ ہے۔ قولہ تعالےٰ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ۔ آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ تیرے بعد دوسروں کی عبرت کا باعث ہو سکے۔

آپ مصر کی تمام تاریخ پڑھ جایئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ تحوتمس ثالث ہی وہ جابر و قاہر فرعون تھا جس نے مصر میں ایک بہت بڑی شہنشاہی قائم کی جس نے نخوت و غرور سے کام لیا۔ جس نے بڑے بڑے لشکر تیار کئے۔ ہمسایہ علاقوں پر چھاپہ مارا اور بنی اسرائیل کو کمزور کرنے کے علاوہ مصریوں کو متعدد گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ تاکہ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے نظریہ کے ماتحت اس کا اقتدار قائم رہے۔ وہ رعب داب قائم رکھنے کے لئے اکثر سفر پر رہتا اور بڑے بڑے خیمے استعمال کرتا تھا۔ تحوتمس کی لاش بھی دستیاب ہو چکی ہے اور دوسرے فراعنہ کے مقابلے میں اُس کے چہرے پر لعنت کی سیاہی زیادہ غالب ہے۔ اس کے جبڑے کھلے رہ گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتے وقت اس کے پاس کوئی بھی نہ تھا۔ ناک کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے جس کو حنوط کرنے والوں نے ٹانکے لگائے ہیں غالباً وہ دریا میں گرتے ہی کسی چٹان سے ٹکرایا۔ چنانچہ اس کا جسم تین حصوں میں ٹوٹا ہوا ہے (ڈونلڈ میکنزی "مصری قصص و روایات")

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا کام

ایک اسلامی مشن کی نظر میں!

جنرل سکرٹری صاحب تبلیغ الاسلام مشن سانگلی حال بمبئی اپنے خط مورخہ ۲۹ اگست ۴۲ء میں جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"باوجود اختلاف عقائد و مسلک کے ہم اس بات کو کہنے سے رک نہیں سکتے کہ اس دور لامذہبیت اور مادہ زدہ زمانے میں تبلیغی کام جو آپ کی انجمن کر رہی ہے۔ وہ نہ تو سواد اعظم کرتی ہے اور نہ اس میں اس اہم فریضہ کی توفیق ہے۔ خدا ہمارے حال پر رحم کرے آمین۔"

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ ۱۷ اگست میں اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

"اخویم سید عابد علی صاحب کے فرزند عزیز سید زاہد علی امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں اس خوشی میں انہوں نے مبلغ ۱۴ دینار تعلیمی دینیات کی مد میں عطیہ دیا ہے اب بچہ کو ڈاکٹری میں داخل کرنیکا ارادہ ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ کامیابی دے۔"

نیز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور سب برادران سلسلہ کی خدمت میں السلام علیکم کہتے ہیں اور اپنے لئے اور وہاں کی جماعت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

سید صاحب موصوف نے وہاں کے احباب سے چندہ کر کے محمد اسحاق محمد یعقوب صاحب ریولہ والے کی امداد کیلئے بیس روپے کی رقم بھجوائی ہے جو یہاں سے پیشگی روانہ کر دی گئی ہے۔

عزیز بخش ۲/۹/۴۲

نقد و تبصرہ

رسالہ فرقان کے عدالتی بیان نمبر کے عجائبات

(از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی۔ سی۔ ایس)

گذشتہ سے پیوستہ

اس کے بعد ایک مضمون بعنوان "کیا امیر غیر مبایعین حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر قائم ہیں" آتا ہے۔ اس کے لکھنے والے کوئی صاحب خورشید احمد ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی کسی تحریر کا ایک ٹکڑہ کاٹ چھانٹ کر ایک طرف لکھا ہے، اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کا ایک اقتباس دوسری طرف دیا ہے۔ مولانا کی وہ تحریر جس سے یہ چھوٹا سا ٹکڑہ لیا گیا ہے ۵ مارچ ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں چھپی ہے جیسا کہ مضمون نگار کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر اس اقتباس کو نقاط ڈال کر نہایت مشتبہ کر دیا گیا ہے۔ مضمون نگار نے حسب ذیل اقتباس مولانا کے کسی مضمون سے دیا ہے: "جو شخص توحید الٰہی پر ایمان لاتا ہے...... بے شک وہ اسلام کے اندر داخل ہو گیا"۔ نقاط مضمون نگار کے ہیں۔ پھر مسٹر خورشید صاحب ہم لوگوں یعنی غیر مبایعین سے درد بھرے دل سے اپیل کرتے ہیں کہ تمہارا امیر حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی پارٹی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کریں۔ یعنی ہم سے احمدی کہلانے کا حق چھیننا چاہتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح کے فائل کو دیکھنے کی تو کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی، مولانا کا اقتباس بھی نامکمل دیا گیا ہے اور ہم جو مولانا کو بمقابلہ مضمون نگار صاحب کے بہت زیادہ جانتے ہیں، خوب جانتے ہیں کہ آپ کس قدر حضرت مسیح موعودؑ کے وفادار اور خادم ہیں۔ لیکن اگر اسی قسم کے مسائل کا مضمون نگار یا مولوی اللہ دتہ صاحب کو شوق ہو تو مہربانی فرما کر ان مضامین کو ملاحظہ فرمائیں جو "بیٹے کی باپ سے جنگ" کے عنوان سے پیغام صلح میں چھپ چکے ہیں۔ سید مدثر شاہ صاحب نے بھی اپنی کتاب عقائد محمدیہ متعلق نبوت محمدیہ میں بہت سے ایسے حوالے دیئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب میاں صاحب نے اہم اور ضروری مسائل میں حضرت اقدس مسیح موعود سے بہت اختلاف کیا ہے اور بعض جگہ نہایت خطرناک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کا بھی جواب دیتے ورنہ یہ ایک کھیل ہے اسکو شروع کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اس کے بعد میرا بیان آتا ہے جس کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اور میرے بیان کے بعد ایک نہایت ہی معرکۃ الآرا مضمون آتا ہے۔ عنوان ہے "ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والے غیر مبایعین" یہ واقعی بہت شاندار عنوان ہے، اور ہم غیر مبایعین کے حسب حال۔ اس مضمون میں مولانا محمد احسن صاحب مرحوم و مغفور کی کتاب شمس بازغہ سے حسب ذیل عبارت نقل کی گئی ہے:۔

"ویصلی علیہ المسلمون۔ نماز جنازہ تو ہر ایک مسلمان کی پڑھی جاتی ہے۔ مسیح موعود کی نماز جنازہ پڑھنے سے کیا غرض خاص ہے۔ جو اس پیشگوئی میں مخبر صادق صلعم نے بیان فرمائی ہے پس واضح ہو کہ مراد اس جملہ سے کہ یصلی علیہ المسلمون بطور مفہوم مخالف کے یہ ہے کہ جو لوگ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے، وہ مسلمان نہیں رہیں گے۔ کیونکہ نماز جنازہ تو ہر ایک میت مسلمان کی پڑھنی فرض کفایہ ہے چہ جائیکہ مجدد دین اسلام کی نماز جنازہ۔ پس جو لوگ ایسے مجدد دین اسلام کی نماز جنازہ پڑھنا درست نہ جانیں تو وہ گویا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے" (رسالہ شمس بازغہ صفحہ ۹۶-۹۷ مطبوعہ اگست ۱۹۱۰ء)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے "اس اقتباس سے عیاں ہے کہ جملہ غیر مبائعین کے فتوے کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے علاوہ سب کلمہ گو مسلمان نہیں رہے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں"۔ میں بھی "غیر مبائع" ہوں مگر میں نے تو کبھی ایسا فتوے نہیں دیا مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "جملہ غیر مبائعین" ایسا فتوے دے چکے ہیں۔

یہ مضمون نگار عجیب و غریب ذہانت اور قابلیت کے مالک معلوم ہوتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں "غیر مبایعین بڑی تاویلیں کیا کرتے ہیں ذرا مولانا محمد احسن صاحب کے فقرات صریحہ کی تاویل کر کے دکھائیں تو بات ہے"۔ اس کے جواب میں میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ "بابا ہم ہارے" کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص عقل و فہم سے محض کورا ہے۔ اول تو ہم نے کب اس بات کا ٹھیکہ لیا تھا کہ مولانا محمد احسن صاحب کی ہر ایک عبارت کی تاویل کریں گے۔ دوسرے اس عبارت میں کونسی بات ہے جس کی تاویل کی ضرورت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جس شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کا جنازہ نہیں پڑھا وہ کافر ہو گیا تو بہت سے احمدی بھی ہوں گے جنہوں نے حضرت اقدس کا جنازہ نہیں پڑھا ہوگا اور یہ کب ثابت ہوگا کہ تمام ۴ کروڑ مسلمان حضرت مسیح موعودؑ کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ہماری اور جماعت احمدیہ قادیان کی بحث تو اس امر پر ہے کہ حضرت اقدس نبی ہیں یا مجدد اور اس تھوڑی سی عبارت میں دو دفعہ حضرت اقدس کو مجدد کہا گیا ہے، پس بحث ہمارے حق میں ختم ہو گئی۔ اب ہم سے کیا مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟

میں ناظرین کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس مضمون کے لکھنے والے بھی مولوی فاضل ہیں یعنی شیخ احمد علی سیالکوٹی "مولوی فاضل" یہ مولوی صاحب اپنے نام کے ساتھ "سیالکوٹی" بھی لکھتے ہیں۔ گویا آپ بجائے مرحوم و مغفور مولانا عبدالکریم صاحب کے آپ ضلع سیالکوٹ کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اللہ! تیری شان۔

اس مضمون کے بعد "شذرات" ہیں جو جناب ایڈیٹر صاحب کے اپنے قلم سے لکھے گئے ہیں۔ پہلے شذرہ کا عنوان ہے "مولوی محمد علی صاحب کا عجیب عجائب"۔ حضرت مولانا نے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ یہ لوگ ان کی تحریروں سے "نبی" کا لفظ نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا مولانا حضرت مسیح موعودؑ کو نبی سمجھتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "یہ صحیح نہیں" اور پھر اس کے صحیح نہ ہونے کی وجہ بھی درج کی ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے وہ وجہ تو درج نہیں کی۔ ہاں "صحیح نہیں" پر تمسخر اڑایا ہے۔ یہ شیوہ حق پسند لوگوں کا نہیں ہے۔

اس کے بعد کے شذرہ کا عنوان ہے "۱۹۱۴ء سے پہلے کا لٹریچر اور غیر مبایعین"۔ حضرت مولانا امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے خطبہ میں قاضی اکمل صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کی پانچ چھ تحریرات کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے کا لٹریچر صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ اس سے پہلے جماعت احمدیہ حضرت اقدس کو مجدد ہی سمجھتی تھی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان تحریروں سے یہ ثابت کیا جاتا کہ ان میں مجددیت کے دعوے کی تصدیق نہیں ہے بلکہ نبوت کا ہی دعوے ہے مگر بجائے ایسا کرنے کے اپنے کسی پہلے مضمون کا حوالہ دیکر یہ کہدیا کہ وہ مضمون لاجواب ہے، "مولوی صاحب اور شیخ صاحب (شیخ عبدالرحمن مصری۔ ناقل) مل کر بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے"۔ واہ خوب جواب ہے۔ قاضی اکمل صاحب کی کتاب "عقائد احمدیہ" مطبوعہ ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۹ پر حسب ذیل عبارت ہے "نبی کہلانا یہ بھی آپ سے خاص ہے کہ مسلم کی حدیث نواس بن سمعان میں آنیوالے مسیح کو نبی کہا گیا ہے اور معنی صرف لغوی ہیں یعنی خدا سے خبر پانے والا اور یہ خاتم النبیین کے خلاف نہیں کہ فنا فی الرسول کا مقام ہے"۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ کی عبارت نقل کی گئی ہے جس میں یہ درج ہے کہ آیا حضرت اقدس پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور اس کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور بھی بہت سے حوالے دیئے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت جماعت کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ رسول اور نبی نہیں ہیں۔ اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی تحریرات سے ۱۹۱۰ء کے حوالے ہیں جن سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت جماعت کا مذہب ہی تھا جو آج احمدیہ جماعت لاہور کا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کے لئے مناسب تھا کہ بجائے تمسخرانہ طرز اختیار کرنے کے وہ ان تحریرات سے یہ ثابت کرتے کہ جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ غلط ہے۔ اب بھی ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مہربانی فرما کر ان تمام تحریرات پر جو حضرت امیر کے خطبہ جمعہ میں درج ہیں، غور فرمادیں اور ان کے ساتھ ان دو اقتباسات پر بھی جو جناب میاں صاحب کی تحریرات ۱۹۱۰ء سے لئے گئے ہیں۔ اگر مولوی صاحب نے ایسا نہ کیا تو میں بھی کہدوں گا کہ "میرا مضمون لاجواب ہے"۔

یہاں ایک لطیفہ بھی قابل ذکر ہے۔ مولوی اللہ دتہ

صاحب نے شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو "شیخ لاہوری" درس فرمایا ہے۔ معلوم نہیں اس سے کیا مطلب ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے شیخ صاحب موصوف کو مصری قومیت کا حق تو نہیں ملا ہوا جس کے چھیننے کی کوشش ہوتی ہو۔ یہ محض چھچھورا پن ہے جو کم از کم ایک ایسے شخص سے سرزد نہیں ہونا چاہیئے جو عالم دین ہونے کا دعوے کرتا ہے۔

اس کے بعد مسئلہ فضیلت کے متعلق "غیر مبائعین کا وعدہ" پر چند نوٹ ہیں اور "ینگ اسلام" کو اس کا کوئی وعدہ یاد دلایا گیا ہے۔ مگر بالکل اسی طرح جو مولوی اللہ دتہ صاحب کا دستور ہے۔ یعنی سرِ عنوان نرالی۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد پیغام صلح میں ایک مضمون شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کا شائع ہوا ہے اور شیخ صاحب موصوف نے فضیلت کے متعلق آئندہ اشاعت میں لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے نہیں اس مضمون پر کچھ نہیں لکھنا۔

چوتھے شذرے کا عنوان ہے "غیر مبائعین دشمنان احمدیت کے نقش قدم پر" اس میں لفظ "قادیانی" پر بحث ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور سے جناب میاں صاحب کی جماعت کو تمیز کرنے کے لئے لاہوری جماعت کے لٹریچر میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی پرانی تحریر کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی ایک حقارتی نام ہے۔ بیشک جب ایک احمدی کو قادیانی کہا جائے گا یا احمدیت کو قادیانیت کہا جائے گا تو یہ لفظ حقارتی ہوگا، لیکن "قادیانی" لفظ تو ایسا نہیں ہے کہ جو بذات خود حقارتی ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے نام کے ساتھ قادیانی تحریر فرماتے رہے اور احمدیہ جماعت اس وقت بھی اور اب بھی حضور کے اسم گرامی کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کرتی ہے۔ حقارتی یا غیر حقارتی ہونا طرز تحریر اور محل استعمال سے ہی پتہ لگ سکتا ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ احمدیہ جماعت دو حصوں میں منقسم ہے ایک کا مرکز قادیان ہے اور دوسری کا مرکز لاہور ہے۔ اگر اس لحاظ سے ایک کو قادیانی احمدیہ جماعت اور دوسرے حصہ کو لاہوری احمدیہ جماعت کہدیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اور ایسے موقعہ پہ یہ استعمال بطور حقارت ہرگز نہیں سمجھا جا سکتا۔ دونوں فریق کو ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی الفاظ تو ہونے چاہئیں۔ "غیر مبائعین" کا نام جو لاہوری جماعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو ہم قبول نہیں کر سکتے ممکن ہے کہ ہم غلطی پر ہوں مگر جب تک ہمارے یہی عقائد ہیں جواب میں ہم کو اپنے لئے اس لفظ کا استعمال بہت برا لگتا ہے تو جس لفظ کو ہم پسند نہیں کرتے اس کو کیوں ہمارے متعلق استعمال کیا جائے۔ غیر احمدی بھی دونوں جماعتوں میں تمیز کرنے کے لئے لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت ہی کہتے ہیں۔

پانچویں شذرہ کا عنوان "لفظ پیغامی اور حضرت علیؓ کا فیصلہ" اس عنوان کو پڑھکر تو میں حیران رہ گیا کہ کیونکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لفظ پیغامی کا فیصلہ ... ۱۳۰۰ سال پہلے کر دیا۔ جب اصل مضمون کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ حروراء مقام پر دو ہزار خوارج نے حضرت علیؓ کے ساتھ رجوع کیا تو آپ نے ان کا نام الحروریہ رکھا اور فرمایا کہ چونکہ تم حروراء مقام پر اکٹھے ہوئے ہو اس واسطے تمہارا نام

الحروریہ ہو"۔ حیرانی ہے کہ یہ فیصلہ صریح طور پر ہمارے حق میں ہے، ہم لوگ بھی لاہور کے مقام پر جمع ہوئے اس واسطے ہماری جماعت کا نام بھی جماعت احمدیہ لاہور ہونا چاہیئے۔ "پیغام" کسی مقام کا نام نہیں ہے کہ ہم کو پیغامی کہا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب محض اپنی واقفیت اور علم کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور یہ خواہش انہیں اس قدر زبردست ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتے کہ یہ حوالہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف۔ یہ حوالہ نقل کرنے سے ان کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ ظاہر کریں کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور خود اپنے قلم سے اپنے برخلاف لکھ گئے۔

اس کے بعد دو فضول اور بے معنی باتیں مولوی عمرالدین صاحب کے متعلق لکھی ہیں، بات یہ ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے ایک مضمون بعنوان "پیغامی تحریک بہائیت کے نقش قدم پر" لکھا اور شروع میں یہ الفاظ لکھا "کیا غیر مبائع مبلغ مولوی عمرالدین صاحب بہائی ہو گئے ہیں؟" اس کے جواب میں مولوی عمرالدین صاحب نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "قادیانیت بہائیت کے نقش قدم پر۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔ اس مضمون میں مولانا عمرالدین صاحب نے نہایت زور سے اس مضمون کی تردید کی اور صاف طور پر لکھدیا کہ میں باب اور بہاء اللہ دونوں کو جھوٹے مدعیان ماموریت جانتا ہوں"۔ پہلے بھی مولوی صاحب کی جانب سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی تھی کہ جس سے معلوم ہو کہ ان کا کسی قسم کا رجحان بہائیت کی طرف ہے مگر اب جبکہ انہوں نے زور سے تردید کر دی تھی تو مولوی اللہ دتہ صاحب کو مزید چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی چاہیئے تھی لیکن وہ کب ایسا کر سکتے تھے۔ ان کی مولویت کیسے ظاہر ہوتی۔ ان شذرات میں دو عنوان مولوی عمرالدین صاحب کے لئے وقف کئے ہیں۔ ایک تو ہے "مولوی عمرالدین صاحب کی غیر مبائعین میں شمولیت کی اصل وجہ"۔ اس عنوان کے ماتحت مولوی عمرالدین صاحب کی ایک عبارت نقل کی گئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے "آخر دو جھوٹے الزام لگا کر میاں صاحب نے مجھے جماعت سے الگ کر دیا۔ میں نے احمدی جماعت کیساتھ مل کر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا"

اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا مولوی عمرالدین صاحب بلحاظ عقائد جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے۔ اور پھر یہ سوال کیا ہے "کیا غیر مبائعین ایسے موقعوں پر فخر کر سکتے ہیں؟" مولوی اللہ دتہ صاحب کو خوب معلوم ہے کہ مولوی عمرالدین صاحب کلی طور پر جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ عقائد میں متفق ہیں اور بہت زبردست مضامین ان کے قلم سے ان عقائد کی تائید میں نکلے ہیں مگر باوجود اسکے وہ فرماتے ہیں کہ وہ عقائد میں جماعت لاہور کیساتھ متفق نہیں ہیں۔ یہ تو جناب میاں صاحب کا اصول ہے کہ باوجود اختلاف عقائد کے ان کی بیعت کی جا سکتی ہے۔ لاہوری جماعت کی طرف سے کبھی ایسا اعلان نہیں ہوا۔ دراصل مولوی اللہ دتہ صاحب کا یہ اعتراض ان کے مرشد اور خلیفہ صاحب پر پڑتا ہے اور اس سوال کا جواب بھی صاحب ممدوح سے ہی لینا چاہیئے۔

اس کے بعد مولوی اللہ دتہ صاحب پھر ایک عنوان قائم کرتے ہیں اور وہ عنوان یہ ہے "کیا مولوی عمرالدین صاحب ابھی تک بہائی نہیں ہوئے؟" گویا ان مولوی صاحب کو بہت تعجب ہوا ہے کہ کیوں اب تک بہائی نہیں ہوئے۔ یہ ہے مولویت کی شان۔ افسوس۔ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں ایک شخص صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ میں بہاء اللہ کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور باوجود اس کے اس کے بہائی ہونے پر دلائل دیئے جاتے ہیں۔

پھر ایک عبارت کو کب ہند، ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۸ء سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے "اہل بہاء دور نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ امت محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے" پھر اسکے بعد لکھتے ہیں "فرمایئے کیا ختم نبوت کے متعلق یہی عقیدہ لفظاً و معناً غیر مبائعین کا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً ہے تو یہ کیا بات ہے کہ بہائی ختم نبوت کے منکر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پائیں اور پیغامی اس عقیدہ کے باوجود پکے مومن بلکہ دائرہ اسلام کے واحد اجارہ دار مانے جائیں۔ کیا کوئی پیغامی بھائی اس عقدہ کو حل کرے گا؟" اس کا کیا جواب دیا جائے سوائے اس کے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ مولانا جیسا منشاء عالی ہو کر یہ چاہیں تو دائرہ اسلام میں رہنے دیں اور چاہیں تو نکال دیں۔ بیالیس کروڑ مسلمانوں کو پہلے جناب نے نکال دیا ہے۔ ہم چند ہزار ہیں۔ ہمیں بھی نکال دیجئے۔ ہمارا کیا عذر ہے۔ لیکن ذرا فرما کر اس کا بھی خیال رکھیں جو فرمایا گیا ہے "اور اس بات پہ محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا، نیا ہو یا پرانا" اور ارشاد "آپ نے (حضرت رسول کریم صلعم) لانبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنیوالے نبی کا دروازہ قطعاً بند کر دیا" ایسا نہ ہو کہ جس طرح بہاء اللہ نے محمد علی باب کو میدان سے نکال دیا، یہاں بھی کوئی ایسا ہی واقعہ پیش آ جائے عنوان تو ایسے ہی نظر آتے ہیں"

جناب میاں صاحب نے اپنے مولوی فاضلوں کا جو تبلیغ کے لئے تیار کئے گئے تھے امتحان لیا تھا۔ ان سے دریافت فرمایا کس طرح تبلیغ کرو گے سب نے یہی جواب دیا کہ جس طرح ... تبلیغ کریں گے تو صاحب ممدوح نے ان مولوی صاحبان کو ایک ناپاک جانور سے جو ہر حالت میں سیدھا ہی جاتا ہے، تشبیہ دی۔ رسالہ فرقان کے اس نمبر کے مطالعہ سے تو روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تشبیہ بالکل ہی درست اور حسب حال تھی نہ صداقت کا خیال کیا گیا ہے، نہ اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ بات معقول بھی ہے یا نہیں۔ بے محل اعتراضات لایعنی استدلال، استہزاء، کتمان حق ان تحریروں کی خصوصیات ہیں۔

رفتارِ عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

لنڈن۔ ۲ ستمبر۔ سٹاک ہالم سے ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ برلن نے آج دعوےٰ کیا ہے کہ سٹالن گراڈ کے جنوب میں روسی مورچوں میں شگاف کو چوڑا کر دیا گیا۔

نئی دہلی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دشمن ریڈیو کی اس کہانی میں کوئی صداقت نہیں کہ ایک دو دن ہوئے وائسرائے پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ وائسرائے نے آج صبح حسب معمول ایگزیکٹو کونسل کی میٹنگ کی صدارت کی۔

نئی دہلی۔ ۲ ستمبر آج سے جنگ کا چوتھا سال شروع ہو رہا ہے، اور عین ممکن ہے کہ ہندوستان اس سال جاپانیوں کے خلاف حملہ کا اہم اڈہ بنے۔ ہندوستان آدمیوں اور سامان دونوں لحاظ سے زیادہ طیار ہے ۵۰ ہزار اشخاص ہر ماہ فوج میں بھرتی کئے جاتے ہیں، آج کل ہندوستان کے جنگی اخراجات ۲۰ لاکھ روپیہ روزانہ ہیں۔

ماسکو۔ ۲ ستمبر۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار رقمطراز ہے کہ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں جنوب مغرب کی طرف سے سٹالن گراڈ کے لئے مزید خطرہ بڑھ گیا ہے۔ جنوب مغرب میں جرمنی کی گھیرا ڈالنے والی فوجوں نے روسی صفوں میں شگاف کر دیا۔ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں جہاں کے جرمنوں نے منگل وار کو دوبارہ حملہ شروع کیا تھا۔ روسی فوجیں مضبوطی سے اپنے مورچوں پر قائم ہیں۔ اگرچہ محاذ جنگ سے آمدہ اطلاعات کے مطابق حالت نازک ہے۔ ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ سٹالن گراڈ پر حملہ کرنے کے لئے جرمن اپنے ریزرو ہوائی بازوں، ٹینکوں اور پیدل فوجوں کو دور عقب سے لا رہے ہیں، اس کے ساتھ ہی رومانیہ ہنگری کی تازہ دم ڈویژنیں بھی لائی جا رہی ہیں۔ سٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں دشمن مضبوط ٹینکوں کے ساتھ حملے کر رہا ہے، اور اس اثنا میں درجنوں بمبار اور جنگی جہازوں کو جھونک رہا ہے۔

قاہرہ۔ ۳ ستمبر۔ یہاں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ فیلڈ مارشل رومیل نے سوموار کے حملہ میں ہٹلر کی ساری کی ساری مشہور افریقن فوج جھونک دی۔ اس حملہ میں تمام جرمن کالموں کو استعمال کیا گیا۔ جبکہ وہ العلمام کے شمال میں اور اس کے اردگرد کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ جرمنی کے موٹر دستے سرنگوں والے علاقہ میں سے نکل گئے تاکہ شمال مشرق کی طرف پیشقدمی کی جائے۔ پانچ بجے کے قریب جرمن مسلح دستے اتحادی صفوں میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سوموار کی رات کو اتحادی ہوائی جہازوں نے جرمنی کے مسلح اجتماعات پر بمباری کی۔ منگلوار کو دشمن نے افریقی فوج کے ذریعہ پوری طاقت کے ساتھ اتحادیوں کے جنوبی مورچوں میں گھسنے کی کوشش کی۔ بعد دوپہر دکھائی دیا کہ دشمن جنوبی بازو پر حملہ کر رہا ہے، اور وہ تین مقامات پر آگے آیا۔ ہم نے حملہ کیا جس پر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے رات کے حملے کے لئے پھر کیمپ لگائے شمالی یا جنوبی علاقوں میں منگلوار کی رات کو خشکی کی کوئی لڑائی نہ ہوئی۔

پٹنہ ۶ ستمبر۔ بہار گورنمنٹ نے کل رات اعلان کیا کہ بیرو پور ضلع مظفر پور میں فوجیوں پر ہجوم نے تین ستمبر کو حملہ کر دیا۔ فوجوں نے جواباً گولی چلا دی۔ جس سے آٹھ اشخاص مارے گئے۔ ایک ہجوم نے بھاگلپور کے شمال میں سہرسہ میں سب ڈویژنل افسر کے دفتر پر ۲۹ اگست کو حملہ کر دیا۔ ہجوم نے چار گولیاں چلائیں۔ جن کے جواب میں گولی چلائی گئی، تین اشخاص ہلاک اور سات مجروح ہو گئے۔ ہجوم بندوقوں کے علاوہ چاقوؤں، نیزوں، کلہاڑیوں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح تھا۔

ماسکو ۶ ستمبر۔ روس کے ضمنی سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں روسی فوج نے دشمن کے ایک حملہ کو روک دیا۔ سٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں روسی فوجیں دشمن کے ٹینکوں اور پیدل فوجوں کا جو شہر میں گھسنے کے لئے سخت کوشش کر رہی ہیں جم کر مقابلہ کر رہی ہیں۔ دشمن کے تمام حملوں کا منہ توڑ جواب دیا گیا۔

ضرورت ہے مسلم ہائی سکول لاہور کیلئے مندرجہ ذیل اساتذہ کی ضرورت ہے۔

ایس وی (سینیر ورنیکلر)

او ٹی سرٹیفکیٹڈ منشی فاضل

گریجوایٹ (۱۹۴۱ء یا ۱۹۴۲ء کا پاس شدہ)

درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۴۲ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

معلومات

ہندوستان میں پٹرول کا کارخانہ

موٹر، ہوائی جہاز، ٹینک اور دوسرے جنگی آلات کے علاوہ اکثر مشینوں کا دارومدار بڑی حد تک پٹرول کے اوپر ہے۔ اسلئے موجودہ جنگ میں پٹرول کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس وقت دنیا کے پٹرول کے بڑے بڑے مخزن جن سے ۲۷۰ ملین ٹن سالانہ پٹرول نکلتا ہے، اتحادیوں کے قبضہ میں ہیں۔ ۱۹۶ ملین ٹن ممالک متحدہ امریکہ سے نکلتا ہے۔ ۴۰ ملین ٹن سوویٹ روس سے (اب سویٹ کا مخزن سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے) اس کے مقابلہ میں محوری طاقتوں کے قبضہ میں صرف رومانیہ کا مخزن ہے جس سے کل ۱۲ ملین ٹن سالانہ پٹرول نکلتا ہے۔ ہالینڈ نے جاوہ کے تمام مخزن برباد کر دیئے ہندوستان میں کچھ دنوں پہلے پٹرول کے کارخانوں کا کوئی نشان نہ تھا، اب آسام اور شمالی ہند کے بعض حصوں میں اس کے کنوئیں نکلے ہیں، جہاں پٹرول نکالنے کے کارخانے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے پٹرول خام صورت میں نکلتا ہے، جسے پکا کر صاف کیا جاتا ہے، اس کے لئے بڑے بڑے مینار نما حوض ہوتے ہیں، ان میں نیچے اوپر کئی درجے ہوتے ہیں، خام پٹرول پکنے کے دوران میں ان تمام درجوں سے گذرتا ہے، اوپر کے آخری درجہ کا صاف شدہ پٹرول سب سے بہتر ہوتا ہے، یہی ہوائی جہازوں میں استعمال ہوتا ہے، دوسرے درجہ کا موٹروں کے لئے اور تیسرے درجے کا روشنی کی گیس کے کام میں آتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے اول ۱۹۰۵ء میں پٹرول کے کنوؤں کا انکشاف ہوا، اور ۱۹۱۲ء میں اس کو نکالنے اور صاف کرنے کے لئے چھوٹا سا کارخانہ قائم کیا گیا۔ لیکن ۱۹۲۹ء سے اسکو بڑے پیمانہ پر وسیع کر دیا گیا۔ اور اس کے لئے جدید قسم کے سامان مہیا کئے گئے۔

حبشہ میں اسلامی عدالتوں کا قیام

حبشہ میں قدیم زمانہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ اور یہاں ان کو ہر قسم کی مذہبی سہولتیں حاصل ہیں، ہیلا سلاسی بادشاہ حبش کی مسلمانوں پر بڑی نظر توجہ ہے، اور ان کے مذہبی امور سے خاص دلچسپی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں انہوں نے مسلمانوں کی مذہبی عدالتوں کے قیام اور ان کے لئے قاضیوں کے تقرر کا حکم دیا ہے، مسلمانوں کے نکاح وطلاق، وراثت وقف وغیرہ کے جملہ مذہبی مسائل ان عدالتوں کے سامنے پیش ہوا کریں گے، ابتدائی عدالت کے فیصلوں کی اپیل کے لئے عنقریب ایک عدالت العالیہ بھی قائم ہونیوالی ہے۔

(ماخوذ)

(بقیہ از صفحہ ۳)

دیئے گیا اور مولوی عبدالرحمن صاحب ایک منٹ بھی پولیس چوکی میں نہ ٹھہر سکے۔

اس داستان کو لکھنے کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب نے بجا طور پر اپنے رنج اور تکلیف کا اظہار پورے آٹھ کالموں میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ ارباب قادیان کا یہ غیر مساوی سلوک انکے لڑکوں کیلئے اور خود انکے لئے کسقدر دکھ کا موجب ہوا ہے اور کیا اثر ان کی طبائع پر ہے انہوں نے یہ بھی لکھا [illegible] سے پیشتر نومبر ۱۹۳۶ء میں ایک لڑکے نے میرے لڑکے پر چاقو سے حملہ کیا، سر پر خاصہ زخم آیا، اور میں نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھی حاصل کی۔ اگست ۱۹۳۹ء میں ایک اور شخص نے میرے لڑکے پر حملہ کیا اور اسے قریباً سات زخم آئے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کیا گیا پھر ۱۹۴۲ء میں ایک اور شخص نے میرے لڑکے پر حملہ کیا قریباً نو نشان نمایاں تھے، مگر مجھے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ لینے سے روکا گیا میں نے بطور احتیاط نیم ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کر لیا مگر مجھے تینوں بار ہی اس بنا پر سرکاری عدالتوں میں جانے سے روکا گیا کہ اس قوم کی بدنامی ہے۔ یہ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ جب میرے لڑکوں پر کوئی وار کرے تو قوم کی بدنامی کا سوال روک ہو جائے اور جب کوئی دوسرا کہے کہ ایڈیٹر نور کے لڑکے نے وار کیا تو بغیر تحقیقات یعنی بغیر میرے لڑکوں سے دریافت کئے میرے لڑکوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگوانا اور انہیں جیل میں ڈلوانا اسلئے ضروری سمجھا جائے کہ اس سے مساوات قائم ہوتی ہے اور پھر جب یہ بارکسی اور پر آپڑے تو مساوات کا پلہ لمبا ہو جائے ایں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا“

اسی ضمن میں شیخ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ دیر سے میرے کانوں میں یہ بھنک پڑ رہی تھی کہ مجھ پر دیر یا سویر ابر کرم کی بارش ہونیوالی ہے مگر میں نے کبھی اس بات کو وقعت نہ دی کیونکہ میں ایک گوشہ نشین ہوں مجھ پر عنایات ہو تو کیوں؟ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ پاتا تھا مگر فارسی کی یہ مشہور ضرب المثل بے معنی نہ تھی ”تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا“

کیا یہ واقعات اس قابل ہیں کہ اہل قادیان ان پر فخر کا اظہار کر سکیں؟ دعا ہے اللہ تعالیٰ پھر ایسے حالات پیدا کر دے کہ قادیان کی بستی پھر دیہی دارالامن بن جائے جسکا شرف اسے مامور الٰہی کے زمانہ میں حاصل تھا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تاثیرات روزہ و حضرت مسیح موعودؑ کا التزام صوم

ایک مرتبہ ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر ملک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کیلئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے، اسبات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں میں نے رؤیا مذکورہ بالا کے موافق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا التزام کیا۔ اس اثنا میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے، بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی، ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی، غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے، جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے، انکو دل سے ایسا تعلق تھا کہ انکو دیکھکر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اسکو دیکھکر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا، جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی، یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں، لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھ سے ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے، مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے آپ پر شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے، اور خدا کی شفقت جنت، ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے، اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے۔ کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں خود لگتے تو واللہ یعصمک من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی حفاظت الٰہی کا یہی سر ہے۔

(فتاوےٰ احمدیہ)

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائیگی کہ خانصاحب جمعدار آزاد خانصاحب کو ترقی دیکر پولیٹیکل تحصیلدار بتہ خیل نارتھ وزیرستان لگایا گیا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس ترقی کو خانصاحب موصوف کے لئے آیندہ ترقیوں کا پیش خیمہ بنائے اور انہیں بیش از پیش خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

— جناب سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم صاحب کے فرزند کا ختنہ مورخہ ۲۸ اگست کو کیا گیا اس خوشی میں مبلغ دس روپیہ میری طرف سے اور مبلغ پانچ روپے اسکی والدہ کی جانب سے بطور عطیہ اشاعت کے حساب میں دیے گئے دعا کریں اللہ تعالیٰ بچہ کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

— جناب سراج الدین صاحب خلف الرشید جناب شیخ احمد علی صاحب پونچھ روڈ لاہور نے پانچ روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام دیئے ہیں فجزاہ اللہ احسن الجزا، نیز شیخ صاحب موصوف ہندوستان سے باہر ہیں ادھر ان کی طبیعت علیل ہے احباب ان کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— جناب پروفیسر عنایت علی صاحب علیگڑھ اور انکی اہلیہ محترمہ بیمار ہیں انکی صحت کیلئے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں۔

— جناب مولانا آفتاب الدین صاحب ممبر یہ بلانگس لائن بعارضہ بخار بیمار ہیں انکی صحت کیلئے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

— میاں عبدالشکور صاحب کارکن انجمن بعارضہ خارش بیمار ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— میاں محمد حنیف کارکن دفتر پیغام صلح کا بچہ بیمار ہے اسکی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

غزوات اسلامیہ کی یادگاریں!

سیلاب آتا ہے تو اس کی سطح پر سر بفلک عمارتیں حباب کی طرح تیرتی پھرتی ہیں۔ زلزلہ آتا ہے تو فقیروں کی جھونپڑی کے ساتھ قصر شاہی کے ستون بھی متزلزل ہو جاتے ہیں آندھی چلتی ہے تو سب سے عظیم الشان محلوں کے کنگرے ہی ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے۔

جنگ بھی ایک سیلاب ہے جو تمدن کے آثار کو بہا کر لے جاتا ہے، لڑائی بھی ایک زلزلہ ہے جو نظام انسانیت کی بنیادوں کو دفعتہً ہلا دیتا ہے، معرکہ کارزار بھی ایک آندھی ہے جو علم و تہذیب کے ایک پیشنے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔

دنیا کی تاریخ نے ہر زمانہ میں اس کی دردناک مثالیں بکثرت پیش کی ہیں۔ بخت نصر آیا اور بیت المقدس کو برباد کر دیا، ایرانی آئے اور بابل کے قدیم تمدن کو تاراج کر کے چلے گئے۔ رومی نکلے اور کارتھیج کی زمین کو آگ لگا دی اور خون سے بھر دیا۔ سکندر یونان سے نکلا اور ایران کے در و دیوار کے ایک ایک نقش کو مٹا آیا۔ تاتاری ابھرے اور بغداد کے قدیم آثار تہذیب کو دجلہ میں ڈبو دیا۔

اس قسم کے حملوں نے مادی یادگاروں کے ساتھ ہمیشہ روحانی یادگاروں کو بھی فنا کر دیا۔ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے کا ایک ایک حرف دجلہ کے بہتے ہوئے پانی سے دھو دیا۔ اسکندریہ کا عظیم الشان کتب خانہ آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا۔ ایران کے تاج شاہی نے موتیوں کے ساتھ اپنے علمی جواہر بھی غارتگروں کے پاؤں پر نثار کر دیئے، سینکڑوں بت خانے منہدم ہو گئے، سینکڑوں مسجدیں ویران ہو گئیں۔ ہزاروں گرجے گرا دیئے، لاکھوں مدارس برباد ہو گئے۔

لیکن کبھی کبھی وہی پانی جو طوفان کی موجیں مارتا تھا ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابر کرم کا چھینٹا بن جاتا ہے، کبھی کبھی زمین کی وہی حرکت جو زلزلہ بن جاتی ہے ایسا بھی انقلاب ہوتا ہے کہ سبزہ کی لہک اور بوئے گل کی موج ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی ہوا کا وہی تند جھونکا جو آندھی بن کے چلتا تھا ایسا بھی ہوا ہے کہ نسیم خوشگوار بن کر چلنے لگا ہے۔

اسلام اسی ابر کرم کا چھینٹا، اسی بوئے گل کا قافلہ، اسی نسیم سحر کی موج حیات تھا۔ بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کر دیا تھا۔ ایرانیوں کے حملے سے بابل کا تمدن منہدم ہو گیا تھا۔ ایران کے در و دیوار سکندر کے حملوں سے چور چور ہو گئے تھے، تاتاری بغداد میں اینٹ پتھر کا ڈھیر چھوڑ کر چلے آئے تھے، لیکن فرزندان اسلام نے خدا کی راہ میں جان و مال برباد کیا، تا دنیا کو آباد کریں، انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا کہ دنیا کی مٹی ہوئی یادگاریں پھر زندہ ہو جائیں، انہوں نے اپنے خون کو بہایا تاکہ دنیا کے چہرے کا وہ آب و رنگ پھر عود کر آئے۔ جس کو وحشیانہ حملوں کے سیلاب بہا لے گئے تھے۔

انہوں نے اس پاک مقصد کے لئے تلوار اٹھائی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو چیز سررشتہ حیات کو پہلے کاٹ دیتی تھی۔ وہ اب تمدن کے بکھرے ہوئے اجزا کو کیونکر جوڑ رہی ہے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب کے جن میدانوں میں خاک اڑ رہی تھی اس میں نسیم خوشگوار کے جھونکے چلنے لگے۔ ایران کے مٹے ہوئے نقش و نگار پھر ابھر آئے یونان کی برہم شدہ مجلس علم پھر گرم ہو گئی مصر و شام کا کاروان رفتہ پھر لوٹ آیا۔ بیت المقدس پھر تمدن کا قبلہ مقصود بن گیا۔ پہلوں نے جو کچھ لوٹا تھا انہوں نے وہ سب کچھ واپس دلا دیا۔ پہلوں نے برباد کیا تھا۔ انہوں نے زندگی بخشی۔ ٹیٹس رومی یروشلم آیا تاکہ برباد کرے۔ لیکن اعراب حجاز یروشلم گئے تاکہ اس کے لٹے ہوئے باغوں کو سرسبز شاداب کریں۔ رومیوں کی فوجیں افریقہ اور ایران سے گذریں لیکن ان کی راہوں میں ہلاکت اور بدحالی تھی۔ ٹھیک انہیں زمینوں پر سے مسلمان بھی گذرے مگر ان کے ساتھ ساتھ تمدن و آزادی اور امن و نظام کے فرشتے سایہ فگن تھے۔

دنیا کی موجودہ اور گذشتہ جنگوں کے نتائج ہمارے سامنے ہیں قتل، آتشزدگی، سلب و نہب، بربادی علم، ہلاکت عمران و تمدن کے سوا انہیں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اب آؤ اس قوم کی جنگوں کی یادگاروں کی جستجو میں نکلیں جس نے اپنا مقصد ظہور قیام صلوٰۃ الٰہی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ بتلایا۔ اور اس کے دشمنوں نے اول روز ہی سے اسے مسلح ہو جانے پر مجبور کر دیا ہم ڈھونڈیں گے کہ جنگ کے میدانوں میں وہ اپنے مقصد کی حفاظت کر سکی یا نہیں اور جب خون اور مٹی کے کیچڑ پر سے گذری تو جنگ کی کیا کیا یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئی۔

اس سفر جستجو میں متعدد منزلیں پیش آئیں گی سب سے پہلے ہم روحانی یادگاروں کو جمع کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گا کہ مسلمانوں کے غزوات کی سب سے پہلی یادگار عبادت الٰہی ہے۔ عبادت اسلامی کے ارکان عظیم نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد۔ ان میں سے کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس کے لئے غزوات اسلامیہ کی یادگاریں سامنے نہ آجاتی ہوں۔ سب سے پہلے نماز سے شروع کیجئے۔

عبادت الٰہی روحانیت کا سرچشمہ، ہدایت قلبی کا منبع، نیکی کا مرکز، برکات الٰہیہ کا محیط اور انسان کو تمام بہیمی قوتوں اور نفسانی جوشوں سے بچانے والی ہے۔ نماز انسان کو تمام برائیوں سے روک دیتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ہمیشہ خدا کے تعلق کا تصور قائم رہتا ہے۔

پس وہ ایک قلعہ ہے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا لیکن اس قلعہ کے ستونوں کو اس قوم کے سفر جہاد و غزوات ہی نے قائم کیا تھا۔ آنحضرت اور مجاہدین کی فوجیں جب پہاڑیوں کے اوپر چڑھتی تھیں تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتی تھیں اور جب اوپر کی طرف سے نیچے کی طرف اترتی تھیں تو سبحان اللہ کا نعرہ بلند کرتی تھیں۔ پس نماز میں قیام و قعود، رکوع و سجود اور تکبیر تسبیح کو اسی قالب میں ڈھالا گیا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ نماز کے ارکان لڑائی ہی کی بدولت وجود میں آئے اسلئے نماز مسلمانوں کی لڑائیوں کی ایک اہم یادگار ہے۔ تمام نمازوں میں صلوٰۃ الخوف جہاد کے ساتھ مخصوص ہے جس کے احکام اور نمازوں سے مختلف ہیں۔

"اور جب تم مجاہدین کی صف میں نماز پڑھنا چاہو تو پہلے ایک گروہ تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیکر شریک نماز ہو جائے۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں تاکہ حفاظت کرتے رہیں اور دوسرا گروہ آئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی اور چاہیئے کہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کریں۔ کیونکہ کفار موقع ڈھونڈ رہے ہیں کہ تم اپنے ہتھیار اور اپنے مال و متاع سے غافل ہو جاؤ تو دفعتہً تم پر ٹوٹ پڑیں۔"

مجاہدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعہ دنیا کو دکھا دیا کہ خدا کی صداقت کی محافظ قوم دشمن کے مقابلہ میں اپنی روحانی یادگاروں کو کیونکر قائم رکھ سکتی ہے جبکہ میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو ستانے اور کھانے پینے میں خرچ کرتی ہیں تو مسلمان تلواروں کے سائے کے نیچے اپنی عبادت کی گھڑیاں صرف اللہ کی عبادت میں صرف کیا کرتے تھے۔

غرضیکہ صلوٰۃ الخوف بھی اسلامی غزوات کی ایک یادگار ہے۔

اسلام میں دو رکعت کی ایک نماز بھی بطور یادگار کے قائم رکھی گئی ہے جو ایک مظلوم مجاہد کے جوش مذہبی کی یادگار ہے۔ اسلام صبر و استقلال، تقویٰ و طہارت اور خشوع خضوع کا ایک قلعہ تھا جس کو میدان جنگ میں کھڑا کیا گیا تھا۔

"خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں استقلال کیساتھ صف بستہ لڑتے ہیں گویا ایک دیوار ہیں جس کے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا ہے۔"

اسلئے اسلام نے سخت مصیبت کی حالت میں بھی عزم و استقلال کی زندہ امثال یادگاریں چھوڑی ہیں اس نے فساد کی لڑائیوں کو روکنے کے لئے عدالت کی جتنی لڑائیاں لڑیں ان کی یادگاروں میں اس کے سوا کچھ بھی ہیت

(باقی دارد)

مولوی اللہ دتا صاحب ایبندلکی کی کارگزاری ماہ اگست ۱۹۴۲ء پر ایک نظر

مذکورہ بالا عنوان پر محترم جناب چوہدری محمد اسمعیل صاحب ریٹائرڈ بی سی ایس نے ایک نہایت دلچسپ اور مبسوط مضمون لکھا ہے جس میں فرقان ماہ اگست پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے اور براہین اور دلائل سے قادیانی مغالطوں کا ابطلان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون نہایت دلچسپ ہے، یہ مضمون آئندہ شیوع میں ضرور شائع ہوگا۔ قارئین پیغام صلح انتظار کریں اور جناب چوہدری صاحب موصوف کے لئے دعائے خیر کریں جو ایسے بلند پایہ مضامین پیغام صلح کے لئے لکھتے ہیں۔

مدیر

پیغام صلح
جلد نمبر ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۵ رمضان ۱۳۶۱ھ - م - ۱۷ ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۸

معاصر الفضل کا ایک تازہ مضمون

"استعارات کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جاسکتا"

الفضل مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون "استعارات کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جاسکتا" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کی تمہید یوں اٹھائی گئی ہے:-

"دنیا کی ہر زبان میں استعارات کا استعمال نظر آتا ہے اور درحقیقت استعارات زبان کی فصاحت اور عمدگی کا ایک نشان ہوتے ہیں، مگر وہ لوگ جو ظاہر بین ہوتے ہیں، جو حقیقت کی بجائے الفاظ کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کرتے ہیں، وہ بسا اوقات استعارات کو بھی ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کلام کا اصل مفہوم ان پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور وہ دھوکا کھا کر عجیب وغریب خیالات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا کی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ جو استعارہ اور مجاز کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی ایک ایسا عنصر پایا جاتا ہے۔ جو اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتا اور وہ معانی تک پہنچنے کی بجائے ظاہری الفاظ تک اپنی نظر کو محدود رکھتا ہے جس کا طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ صحیح بات کے سمجھنے سے محروم رہتا ہے۔"

اس کے بعد قرآن مجید کے اس ارشاد جس میں حضرت مسیح ناصری فرماتے ہیں واحی الموتی باذن اللہ کہ میں اللہ تعالے کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"اس کی ایک موٹی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایک جگہ حضرت مسیح ناصری کے یہ الفاظ درج ہیں کہ واحی الموتی باذن اللہ (آل عمران پ ۳) میں اللہ تعالے کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ دوسری جگہ اللہ تعالے حضرت مسیح سے فرماتا ہے واذ تخرج الموتی باذنی (مائدہ آخر) تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا اور قبروں سے نکالتا تھا۔ ان الفاظ سے وہ لوگ جو استعارہ کو حقیقت پر محمول کر لینے کے عادی ہیں یہ استدلال کر لیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح جسمانی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر چونکہ احیاء اور اموات کے الفاظ انہیں نظر آ گئے اسلئے انہوں نے حقیقت سے آنکھیں بند کر کے ان الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رفتہ رفتہ اسلام کے ضعف اور عیسائیت کی تقویت کا باعث بن گئے"

معلوم نہیں ہمارے قادیانی دوستوں کو جو وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں استعارات کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جاسکتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی تشریح کرتے ہوئے کیا ہو جاتا ہے، حضرت صاحب کی تحریروں میں شروع سے آخر تک بغیر کسی ابہام کے یہ اقرار موجود ہے کہ لفظ نبی جو حضور کے لئے پیشگوئیوں میں ہے یا الہامات میں آیا ہے اس سے مراد حقیقی نبوت نہیں بلکہ یہ لفظ بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوا ہے، لیکن ہمارے غالی دوست روز روشن میں مجاز کو حقیقت بنا رہے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کئے جاتے ہیں اور ساتھ یہ بھی جلی عنوانات لکھتے جا رہے ہیں کہ "استعارات کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا"۔ اس بیسویں صدی کے بہت سے عجائبات تاریخ انسانی میں محفوظ رہیں گے لیکن علم و سائنس کے زمانہ کا یہ عجوبہ بھی بطور یادگار کے رہے گا کہ اس دور میں جبکہ انسان کے قوائے عقلیہ اپنے پورے جوبن پر تھے تو اس وقت ایک غالی اور تنہا دینی فرقہ ایسا بھی تھا جس نے انتہائی اور صریح مغالطہ کو اپنا اصول اور بنیاد قرار دیا۔

بیسویں صدی کے اس عجوبہ کے بانی جناب میاں محمود احمد صاحب ہیں، حضرت مسیح ناصری اور حضرت بدھ کے متعلق مشہور ہے کہ یہ دونوں عظیم المرتبت انسان تمثیل اور استعارات اور اخلاقی حکایات کے ذریعہ اپنے افکار عالیہ کو بیان فرماتے تھے لیکن اس علم و فلسفہ کے دور کا "قادیانی مفکر" جس کے انداز بیان پر ساری قادیانی دنیا کو ناز ہے تناقض اور مغالطہ جذباتی سے اپنے کلام کو آراستہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور لطف یہ کہ اس علم و روشنی کے زمانہ میں ایسا کرتا ہے۔ واقعی جناب میاں صاحب کے اس اقدام کو اور مسلمات کیخلاف تعلیم دینے کو دنیا کے عجائبات ہفتگانہ کے ساتھ شامل کر لینا چاہیئے کیونکہ اس دور میں اتنی بڑی جرأت کرنا ایک بہت بڑا عجوبہ ہے، اور پھر عقیدہ بھی ایک عمارت ہی ہے خواہ قلب اور دماغ کے اندر ہی سہی۔

جناب میاں محمود احمد صاحب اپنے شاہکار "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۶۷ پر فرماتے ہیں:-

"عوام اپنی نادانی سے نبی کی جو حقیقت بتاتے ہیں اس کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ پر نبی کا لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے مگر اس کے معنے صرف یہ ہوں گے، کہ آپ عوام کی اصطلاح کی رو سے نبی نہ تھے یعنی شریعت جدیدہ نہ لائے تھے اور یہ معنی نہ ہونگے کہ آپ شریعت کے معنوں سے بھی مجازی نبی تھے"

ذرا اس اقتباس کا موازنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل ارشاد سے کیجئے جو آپ نے اللہ تعالے سے علم پاکر لکھا اور اس علم کو سمجھنے کی سب لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے"

لیکن جناب میاں صاحب فرماتے ہیں "عوام اپنی نادانی سے نبی کی جو حقیقت بتاتے ہیں، اس کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود پر نبی کا لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے، ذرا فن تناقض و مغالطہ کا کمال ملاحظہ ہو کہ ایک ہی جنبش قلم سے مسیح موعودؑ اور اللہ تعالیٰ کو بھی جس نے یہ علم دیا "نادان عوام" بنا کر رکھ دیا اور کس ایچا پیچی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شریعت کی رو سے حقیقی نبی ثابت کرنے کی کوشش کی اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے انتہائی مذہب کے خلاف کیا اور اس پر تعجب یہ ہے کہ روز روشن میں کیا!

اس کے علاوہ حضرت صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں الاستفتاء کے صفحہ ۶۱ پر فرمایا "سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" میرا نام نبی اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر رکھا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر لیکن جناب میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ آپ نادان عوام کی اصطلاح کی رو سے مجازی نبی تھے یہ کتنا بڑا مغالطہ ہے جو جناب میاں صاحب دنیا کو دے رہے ہیں اور مجاز کو حقیقت پر محمول کر رہے ہیں لیکن آج قادیانی جماعت کے مرکزی آرگن الفضل میں یہ شائع ہوتا ہے کہ استعارات کو حقیقت پر محمول نہیں کرنا چاہیئے اور اس عنوان کے ماتحت "واحی الموتی باذن اللہ" کی تفسیر کی جاتی ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ قرآن سے قرآن مجید کا یہ ارشاد استعارہ اور مجاز ثابت ہوتا ہے لیکن حیرت کا مقام ہے کہ جو شخص کھلے الفاظ میں اپنے لئے لفظ نبی کو استعارہ اور مجاز قرار دیتا ہے اس کے الفاظ کو کس طرح پس پشت پھینک کر اسے نبی بنایا جاتا ہے اور اس تناقض اور مغالطہ کی ریت پر ایک محل تعمیر کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور ایک جماعت ہے جو اس قصر بالو پر فخر کر رہی ہے اینٹھ رہی ہے

اس مذکورہ بالا مضمون میں جس کے اقتباسات ہم نے درج کئے ہیں لکھا گیا ہے وہ لوگ جو استعارہ کو حقیقت پر محمول کر لینے کے عادی ہوتے ہیں ...... انہوں نے حقیقت سے آنکھیں بند کر کے ان الفاظ کو (یعنی واحی الموتی باذن اللہ کے الفاظ کو) ظاہر پر محمول کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رفتہ رفتہ اسلام کے ضعف اور عیسائیت کی تقویت کا باعث بن گئے

اس معیار پر اگر جماعت قادیان کو پرکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ قادیانی دوست استعارہ اور مجاز کو حقیقت پر محمول کر لینے کے عادی ہیں اسلئے انہوں نے رسول، مرسل، اور نبی کی اصطلاحات کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجازاً اور استعارہ کے طور پر اپنے لئے استعمال کی ہیں ظاہر پر محمول کرنا شروع کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صحیح بات کو سمجھنے سے محروم ہو گئے اور رفتہ رفتہ تحریک احمدیہ جو احیاء اسلام کی سب سے بڑی تحریک تھی کے ضعف کا باعث ہوئے اور ان لوگوں کی تقویت کا باعث بن گئے جو اس تحریک کے دشمن تھے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے قادیانی دوستوں کو وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے وہ اپنے ہی قائم کئے ہوئے معیار پر اپنی غلطی کا احساس کر سکیں اور اس مغالطہ کو سمجھ سکیں جو جناب میاں صاحب نے جماعت کو دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رمضان کا تیسرا مجاہدہ

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میں نے پچھلے مضمون میں یہ ذکر کیا تھا کہ رمضان کے ایک مجاہدہ کو تو ہر ایک مسلمان جانتا ہے یعنی دن کے وقت بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کرنا اور قوائے حیوانی اور شہوانی کو مغلوب کرنا، مگر جہاں تک دوسرے مجاہدہ کا سوال ہے جس کا تعلق رات سے ہے یعنی شب بیداری - عبادت اور دعا، اس کی بہترین صورت وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پائی جاتی ہے۔ یعنی پچھلی رات اُٹھنا اور تنہائی میں تہجد کی نماز پڑھنا۔ اور ایک داعی الی الاسلام جماعت کے لئے بالخصوص اسکی ضرورت ہے اسلئے کہ دعا جو اس کی اصل غرض ہے اسکا بہترین وقت پچھلی رات ہے - اور اس کی بہترین صورت تنہائی ہے۔ گو عامۃ المسلمین کے لئے نماز تراویح اور قرآن کریم کا سننا ایک حد تک اس مجاہدہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اس مضمون میں میں ایک تیسرے مجاہدہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق انسان کی زبان سے ہے۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے زبان کو اپنے قابو میں رکھنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا قوائے حیوانی اور شہوانی کو قابو میں رکھنا، اور جو انسان ان دو چیزوں پر حکومت حاصل کرلے وہ فی الحقیقت اسی دنیا میں جنت میں ہوتا ہے، جیسا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من یضمن لی ما بین لحییه وما بین رجلیه اضمنت له الجنة جو شخص مجھے اپنی زبان اور قوائے شہوانی کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں، حقیقت یہ ہے کہ زبان کے ناجائز استعمال سے جس قدر فساد دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اس سے کم نہیں جو قوائے شہوانی کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوتا ہے، لیکن جہاں بہت لوگ زنا کے عیب سے صرف اسلئے محفوظ رہ جاتے ہیں کہ اسے عام طور پر ایک بھاری گناہ سمجھا جاتا ہے، بعض وقت بڑے بڑے لوگ بھی زبان کے ناجائز استعمال سے نہیں بچ سکتے اور جھوٹ غیبت اور افتراء کا ارتکاب ان سے اسلئے ہوتا رہتا ہے کہ اسے نہ وہ تو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ان سے اسی قدر نفرت کریں جس قدر نفرت ایک زنا کا ارتکاب کرنے والے سے کرتے ہیں، حالانکہ شارع علیہ السلام نے ان دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

رمضان میں زبان کے ناجائز استعمال سے بچنے کی اسی قدر تاکید ہے جس قدر کھانے اور پینے سے بچنے کے لئے۔ صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ان الفاظ میں موجود ہے من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه جو شخص جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانے اور پینے کو چھوڑے تو جس قدر یہ ضروری ہے کہ انسان روزہ رکھ کر کھاتے نہیں پیتے نہیں اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے، اگر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یقیناً جھوٹ بولنے سے بھی وہ باقی نہیں رہ سکتا اور روزہ فی الحقیقت اسی کا ہوتا ہے جو جھوٹ بولنے سے اسی طرح بچتا ہے جس طرح کھانے پینے سے جس طرح وہ نہایت جوانمردی سے ایک قطرہ پانی کا اپنے حلق سے نیچے گذرنے نہیں دیتا خواہ کتنی ہی سخت پیاس اسے کیوں نہ لگی ہو، اسی طرح چاہیئے کہ ایک لفظ جھوٹ کا اس کی زبان پر نہ آئے خواہ اس سے اسے کتنی ہی دولت ملتی ہو، مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ بعض وقت جھوٹ بولنے کا اپنے آپ کو اس قدر عادی کر لیتے ہیں کہ بلا ضرورت بھی جھوٹ بول دیتے ہیں۔

جس طرح روزے میں جھوٹ بولنے سے بچنے کی تاکید ہے اسی طرح غیبت سے بچنے کی بھی تاکید ہے گو غیبت میں انسان صحیح طور پر اپنے بھائی کی کمزوریوں کا ذکر کرے۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ غیبت اتنا ہی قبیح فعل ہے جتنا جھوٹ بولنا، گو عام طور پر اچھے اچھے لوگ جو جھوٹ سے نفرت کرتے ہیں غیبت کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں اور اپنے دل کو یوں تسلی دے لیتے ہیں کہ ہم نے جھوٹ تو نہیں بولا۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اس قدر قابل نفرت فعل قرار دیا ہے کہ اسے اپنے بھائی کا مردہ گوشت کھانے کے برابر کہا ہے تو کیا روزہ دار مردار کھا سکتا ہے اور وہ بھی انسانی مردار اگر نہیں تو یقیناً غیبت سے اسی طرح بچنا ضروری ہے جس طرح مردار کھانے سے۔

پھر ایک حدیث میں فرمایا الصیام جنة فلا یرفث ولا یجهل روزہ ڈھال ہے یعنی ایسا ہتھیار ہے جس سے انسان اپنے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔ پس روزہ دار کو نہ چاہیئے کہ فحش کلامی کرے یا جہالت کی باتیں کرے۔ تو علاوہ جھوٹ افتراء غیبت وغیرہ کے ایسی باتوں سے بھی بچنا چاہیئے جن میں شہوانی امور کا ذکر ہو، اور ہنسی مذاق بے ہودہ یا لغو باتوں سے بھی بچنا چاہیئے کیونکہ یہ جہالت کی باتیں ہیں، اسلام ان کو پسند نہیں کرتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں زبان کو پورے طور پر اپنے قابو میں رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا بھی کرے یا گالی دے تو بھی روزہ دار اپنے غصہ کو دبائے اور اشتعال کی حالت میں بھی زبان سے کوئی بُرا لفظ نہ نکالے، نبی کریم صلعم نے فرمایا ان امرؤا قاتله او شاتمه فلیقل انی صائم مرتین اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا اسے گالی دے تو وہ دو دفعہ اسے ضرور یہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں یہ کس قدر بلند مقام ہے جس پر اسلام روزہ دار کو پہنچانا چاہتا ہے اور یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ روزہ میں صرف بھوک اور پیاس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ روزہ میں ہر ایک شہوانی خیال ہر ایک لغو بات ہر قسم کے ہنسی ٹھٹھے، ہر قسم کی گالی گلوچ ہر قسم کے جھگڑے سے بچنا ضروری ہے۔ ایسے ہی روزہ دار کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا لخلوف فم الصائم اطیب عند الله تعالیٰ من ریح المسک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ فی الحقیقت یہ وہی خوشبو ہے جو ہر قسم کے جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، ناپاک باتوں ہنسی ٹھٹھے کی باتوں سے بچنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر روزہ میں زبان کا جہاد صرف اسی حد تک محدود نہیں کہ انسان ہر قسم کی بُری باتوں سے بچے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ان ایام میں ذکر الٰہی میں زیادہ مصروف رکھا جائے کیونکہ روزہ کی اصل غرض اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا حصول ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے اور ہر قسم کی ناپاک باتوں کو چھوڑنا صرف پہلا مرحلہ ہے یوں کہنا چاہیئے کہ صرف ایک زمین کو بیج کے لئے تیار کرنے اور اس کو جھاڑیوں وغیرہ سے صاف کرنے سے مشابہ ہے اور ذکر الٰہی وہ بیج ہے جس سے نفس انسانی کی نشو ونما ہوتی ہے، تو روزہ کی تکمیل ذکر الٰہی سے ہوتی ہے۔ ذکر الٰہی کی سب سے بہتر صورت نماز ہے اور رمضان میں چاہیئے کہ ہر شخص اپنے آپ کو نماز کا پورا پورا پابند کرے اور حتی الوسع نماز باجماعت ادا کرے۔ نماز میں خضوع خشوع کی حالت پیدا کرے، تہجد کی عادت ڈالے۔ پھر قرآن کریم کی تلاوت اور بالخصوص اس کے مفہوم کو سمجھ کر تلاوت بہترین ذکر الٰہی ہے جسے میسر ہو احادیث نبوی کو بھی پڑھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی طفیل یہ خوبی کی باتیں انسان کو میسر آئی ہیں درود بھیجنا بھی ذکر الٰہی میں شامل ہے کیونکہ درود دراصل نبی کریم صلعم کی اور آپ کے دین کی قبولیت کے لئے دعا ہے درود شریف کو اس کے اس مفہوم کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کی قبولیت کو دنیا میں پھیلائے اور دنیا ان فیوض سے متمتع ہو جو آپ کے دامن سے وابستہ ہیں، پھر جہاں آپ کی قبولیت کے پھیلانے کے لئے انسان دعا کرتا ہے۔ چاہیئے کہ اس کے لئے اس بابرکت مہینے میں بالخصوص کوشش بھی کرے۔ یعنی اسلام کی طرف بلائے، جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں دعوت الی الاسلام کی بنیاد اسی ماہ میں رکھی گئی کیونکہ اسی میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور تبلیغ اسلام کے جس کام کی بنیاد اس مہینے میں رکھی جائیگی اللہ تعالیٰ اسے ضرور بابرکت فرمائیگا۔

خاکسار :- محمد علی

اِرشادِ امیر

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو

(محمد علی)

علماء سوء

از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ڈراتے ہوئے فرمایا لتتبعن سنن من قبلکم یعنی تم بھی پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ ہیں، تو آپ نے فرمایا ہاں یہی لوگ ہیں۔ عوام کو چھوڑ کر اگر اس گروہ کو دیکھا جاوے جو اپنے آپ کو انبیاء کا وارث اور رسول کا جانشین تبلاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورۃ الصدر ارشاد کی صداقت میں ذرہ بھر شک نہیں رہتا۔ دوسری جگہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انہیں (یعنی علماء) سے فتنے اُٹھیں گے اور انہیں کے اندر واپس لوٹیں گے۔ اس وقت جتنے چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اس کے ذمہ دار یہی علماء ہیں۔ کہیں علم غیب رسول پر جھگڑا ہے، تو کہیں حاضر و ناظر پر جنگ ہو رہی ہے۔ اگر ایک گروہ آمین بالجہر کا قائل ہے تو دوسرا اس کی گردن مارنے کے لئے تیار ہے۔ غرضیکہ عوام کو آپس میں لڑا کر یہ خوب اپنے حلوے مانڈے اڑا رہے ہیں۔ بزرگان دین نے بھی لکھا ہے کہ زمانہ مسیح موعود کے علماء کی حالت بہت خراب ہو گی۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب حجج الکرامہ میں فرماتے ہیں کہ جب مسیح موعود آئے گا تو علماء اس پر کفر کا فتوے لگائیں گے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی باتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے علماء اس کی تکذیب کریں گے آج تک سنت الٰہی یہی چلی آئی ہے (ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا) کہ کوئی نبی و رسول اور ولی و مجدد دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے اس کو بُرا بھلا نہ کہا ہو اور اس پر طعن و تشنیع نہ کی ہو اس وقت تک علماء کا جو گروہ سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کی مخالفت میں پیش پیش رہا ہے وہ دیوبندی کہلانے والے علماء کا گروہ ہے۔ ان لوگوں نے جان بوجھ کر حضرت مسیح موعود پر کفر کے فتوے لگائے ہیں بار بار ان کی تجدید کی ہے۔ آپ کو اور آپ کی جماعت کو جھوٹے اعتراضات سے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔ مگر جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ تکفیر کی بلا الٹی انکے گلے میں ڈال دی ہے۔ جماعت احمدیہ کا تو ان فتوؤں سے کچھ نہ بگڑا مگر ان کی آئے دن درگت بنتی رہتی ہے۔ یہ بیچارے چلا چلا کر کہتے رہتے ہیں ہم حنفی ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کے قائل ہیں۔ مگر دوسرا فریق کہتا ہے نہیں تم اصل میں در پردہ وہابی ہو، صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے اپنے آپ کو حنفی تبلاتے ہو۔ یہ ہزار ہزار قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ مگر ایک نہیں سنی جاتی۔ اصل میں "خود کردہ را علاجے نیست"۔ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں انہوں نے یہی ہتھیار برتا۔ امام برحق کے علم کلام اور جماعت احمدیہ کے دلائل سے عاجز آ کر محض مرزائیت مرزائیت پکار کر لوگوں کو جادۂ حق سے منحرف کیا۔ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں ان لوگوں نے کبھی معقولیت کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ ہمیشہ تاویلات رکیکہ اور اعتراضات واہیہ سے کام لیا بقول ان کے بدعتی علماء جب "وہابی" کا لقب دے کر ان سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں تو یہ انصاف انصاف پکارتے ہوئے آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔ جب وہ ان کی تکفیر کرتے ہوئے اپنے سادہ مریدوں کو ان سے متنفر کرتے ہیں تو کلمہ توحید کلمہ شہادت پڑھ کر لوگوں کو اپنے اسلام کا یقین دلاتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ انہیں کے لئے مخصوص ہے۔ اگر جماعت احمدیہ کا کوئی فرد کلمہ توحید و کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا یقین دلانا چاہے تو یہ لوگ کبھی اس کے اسلام کا اقرار نہیں کرتے تلک اذا قسمۃ ضیزی اگر کوئی شخص انہیں وہابی کہدے تو یہ علمائے حق کا مخالف گردانتے ہوئے علماء سوء کے زمرہ میں شامل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک قرآن و حدیث کا تعلق ہے وہابی بہت سی باتوں میں ان سے بہتر مسلمان ہیں۔ لیکن جب جماعت احمدیہ کی باری آتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں آخری نبی مانتی ہے۔ آپؐ کے بعد نہ کسی پُرانے نبی کی نبوت کی ضرورت سمجھتی ہے اور نہ کسی نئے نبی کی نبوت کی تو یہ لوگ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ محض اپنے مریدوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی خادم اسلام جماعت کی تکفیر کرنے لگ جاتے ہیں، بقول ان کے علماء سوء کی طرح مرزائی لقب دیکر لوگوں کو انسے متنفر کرتے ہیں۔

آج ہی ہمارے محترم بزرگ جناب حاجی شیخ الہ دین صاحب نے جو باوجود کافی عمر رسیدہ ہونے کے جوش عمل میں جوانوں سے بھی بڑھ کر ہیں انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ کا ایک مطبوعہ رسالہ دیا ہے۔ جس کے مؤلف جناب مولوی احمد علی صاحب صدر انجمن ہذا ہیں جس میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کی گئی ہے، اس میں مولوی صاحب موصوف نے چند باتیں ایسی لکھی ہیں جو قابل قدر ہیں۔ واقعی علماء کی شان متانت و سنجیدگی ہونا چاہیئے۔ اگر کسی کی تردید کرنا مقصود ہو تو معقول اور منصفانہ رنگ میں کی جاوے نہ یہ کہ وہابی اور مرزائی کا لقب دے کر جہال کو متنفر کر دیا جائے۔ میں مولوی صاحب موصوف اور ان جیسے دیگر علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ بقول خود وہ بھی حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق انصاف سے کام لیں اور خدارا غور کریں کہ جس طرح بدعت پسند علماء لوگوں کو غلط راستہ پر ڈال رہے ہیں اسی طرح کہیں یہ بھی امام برحق حضرت مرزا صاحب کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کر کے مخلوقات خدا کو صراط مستقیم سے منحرف نہیں کر رہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان کا وہابی"

ہندوستان میں وہابی کا لفظ استعمال کے لحاظ سے ایک جنس قرار پا گیا ہے جس کے تحت دو نوع ہیں، ایک وہ وہابی جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہمخیال و ہم مشرب و ہم مذہب ہوئے دوسرے وہ لوگ جو آئمہ اربعہ ما دام اسلام میں سے کسی کے فروعات میں متبع ہوں، لیکن اسلام محمدی علیہ السلام کے روشن و منور چہرے سے بدعات کا سیاہ نقاب چاک کر کے دکھانا چاہتے ہیں، تو یہ بھی علماء سوء کے ہاں وہابی کہلاتے ہیں۔ مقلدین آئمہ اربعہ ہزاروں دفعہ پکاریں کہ ہم کتاب و سنت کے بعد بقیہ خیالات فروعات مسائل میں محمد بن عبدالوہاب کے متبع نہیں ہیں بلکہ آئمہ اربعہ میں سے فلاں امام کے متبع ہیں، لیکن بدعت پسند علماء ایک نہیں سنتے "

کیا جناب مولوی صاحب موصوف اور دیگر ان کے ہمخیال علماء کا جماعت احمدیہ کیساتھ وہی سلوک نہیں ہے جس کا خود رونا رو رہے ہیں کیا یہ لوگ جماعت احمدیہ کی ایک سنتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ مرزائی اور کافر کا لقب دے کر لوگوں کو ان سے متنفر کر دیتے ہیں لِمَ تقولون ما لا تفعلون پر آگے لکھتے ہیں:

لاپرواہی کا باعث

بدعت پسند علماء کی لاپرواہی کا باعث اصلی یہ ہے کہ جہال کو فرقہ وہابیہ کے متعلق صحیح و غلط الزامات سنا سنا کر اسقدر متنفر کیا ہوا ہے کہ اس فرقہ سے بدتر دنیا میں کوئی چیز ہی نہیں اسلئے اب بدعت پسند علماء جس وقت کسی شخص پر وہابی کا لقب لگا دیتے ہیں تو جاہل اس شخص سے اس قدر متنفر ہو جاتے ہیں کہ شاید خنزیر اور پاخانے سے بھی اتنے متنفر نہ ہوتے ہوں ایسے شخص کی ہر بات کو گمراہی سمجھا جاتا ہے خواہ وہ کتاب و سنت ہی سے کہے اور اس تنفر کے باعث علماء سوء کی خوب شکم پروری جہال کے دروازوں سے ہوتی رہتی ہے"

کیا جناب مولوی صاحب موصوف اور دیگر دیوبندی علماء نے حضرت امام زمان اور ان کی جماعت کے متعلق جھوٹے اعتراضات اور غلط الزامات سنا سنا کر لوگوں کو ان سے متنفر نہیں کیا ہوا ہے۔ جس طرح بقول ان کے علماء سوء اور شکم پرور مولوی غلط الزامات ان کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہ حضرت بھی بے سر و پا باتیں بنا کر جماعت احمدیہ سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کر دنی خویش آمدنی پیش والا معاملہ ہے سارا جھگڑا پیری مریدی کا ہے نہ دیوبندی علماء مخالفین کے بارہ میں انصاف کرتے ہیں اور نہ بدعت پسند علماء حق کے طالب ہیں دونوں اھوا اور خودساختہ مسائل کے متبع ہیں، پھر اس رسالہ کے اخیر پر فرماتے ہیں!۔

"الٹی کھوپڑی"

موجودہ زمانہ کے جاہل عجیب الٹی کھوپڑی کے واقع ہوئے ہیں بحکم خدا تعالےٰ اطاعت و اتباع سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ کی تو پرواہ نہیں کرتے اور اپنی خودساختہ بدعات ایجادات خوب زور دے کر کرتے ہیں۔ جو روکے اس پر جھٹ وہابی کا فتوے لگا دیتے ہیں۔ اور بعض کمزور ایمان والے یا جاہل ملا جو شکم پروری کے لئے ان جاہلوں کے امام بنے ہوئے ہیں وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں جس سے ان جہال کو سند مل جاتی ہے۔

کیا دیوبندی علماء کا یہی طریق نہیں ہے کہ جب کوئی شخص قرآن و سنت کیخلاف عقائد کی تردید کرتا ہے یا لوگوں کو جمود و سکون سے نکلنے اور خدمت اسلام و اشاعت دین حق کرنے کی طرف بلاتا ہے تو جھٹ اس پر مرزائی کا فتوے لگا دیتے ہیں۔ مرزائی تو اس میں سے کوئی بھی ... لئے انصاف کا پیمانہ ایک ہونا چاہیئے، آنچہ بر خود پسندی

... تو انصاف کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے ... ذمہ دار علماء سوء ہیں

رفتار عالم

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں!

قاہرہ۔ ۹۔اگست۔ مسٹر وینڈل ولکی نے حکومت ترکیہ کے وزیر امور خارجہ سے قاہرہ میں کل ملاقات کی۔ آپ کل صدر جمہوریہ ترکیہ غازی عصمت انونو سے بھی شرف ملاقات حاصل کرنے والے ہیں۔ آپ اس موقع پر صدر روزویلٹ کا ایک ذاتی پیغام بھی پیش کریں گے۔ آج آپ نے کمال اتاترک کے مزار پر پھولوں کا ہار چڑھایا ؛

نئی دہلی ۹ ستمبر۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ برطانوی طیاروں نے اکیاب پر پھر حملہ کیا۔ تمام بم نشانہ کے علاقے میں گرتے ہوئے دیکھے گئے۔ ہمارے سب طیارے واپس آ گئے۔

لنڈن ۱۰ ستمبر۔ آج دارالعوام میں مسٹر چرچل نے ہندوستان کے موضوع پر اپنا وہ بیان دیا جس کا نہایت بے چینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ مسٹر چرچل نے اعلان کیا کہ سر کرپس جو مشن لیکر ہندوستان گئے تھے، وہ تاج برطانیہ اور پارلیمنٹ کی پالیسی کا آئینہ دار تھا۔ ہم اس پالیسی پر اب بھی قائم ہیں۔ اس میں نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے نہ کسی قسم کی کمی کی جا سکتی ہے۔

آج دارالعوام میں سوالات کے وقت مسٹر ایمری نے اعلان کیا کہ مسٹر گاندھی سے صلح کی بات چیت نہیں ہو سکتی کیونکہ انہوں نے کھلی بغاوت شروع کر رکھی ہے ؛

قاہرہ ۱۰ ستمبر۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ منگل کی رات کو ہمارے گشتی دستوں نے سرگرمی جاری رکھی۔ کل جنوب میں ہمارے متحرک دستوں نے دشمن کے ٹینکوں کو مصروف رکھا۔ کل فضائی سرگرمی بھی کم ہوئی۔ سیدی برانی اور مرسے مطروح کی سڑک پر حملہ کیا گیا۔ ایک اطالوی طیارہ گرایا گیا۔ دو طیارے مالٹا پر گرائے گئے۔

لنڈن ۱۱ ستمبر۔ روس سے آمدہ تازہ اطلاعات کے مطابق سٹالن گراڈ کے روسی محافظوں کو حکم دیا گیا کہ وہ سٹالن گراڈ کو ہاتھ سے نکلنے نہ دیں۔ اور آخر دم تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں رہا کہ وہ سٹالن گراڈ کے لئے کٹ مریں۔ کیونکہ فوج کے لئے باہر جانے کے تمام راستے منقطع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اخبار "ریڈ سٹار" کا بیان ہے کہ والگا پار کرنے کے تمام راستے برباد کئے جا چکے ہیں۔

مزید اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے سٹالن گراڈ کے مغرب میں تازہ دم اطالوی اور رومانوی ڈویژن جھونک دیئے ہیں۔ دشمن کو فضا میں فوقیت حاصل ہے، وہ روسی مورچوں پر مسلسل حملے کر رہا ہے۔ کل روسیوں کو مغرب میں مزید تین گاؤں خالی کرنے پڑے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن اسبات پر تلے ہوئے ہیں کہ بارش شروع ہونے سے پہلے سٹالن گراڈ پر قبضہ کر لیں۔ کیونکہ اس وقت دلدل کی وجہ سے مشینی دستوں کی نقل و حرکت ناممکن ہو جائے گی۔ سٹالن گراڈ کے جنوب مغرب میں جرمن حملوں کا منہ توڑ جواب دیا جا رہا ہے ؛

ماسکو ۱۳ ستمبر۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ سٹالن گراڈ کے محاذ میں دونوں فوجیں ایک لمحہ بھی آرام کئے بغیر لڑ رہی ہیں ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی درجنوں لڑائیاں ہو رہی ہیں اور جرمن کمزور مقامات کی ٹوہ لگا رہے ہیں۔ ہر ایک پہاڑی اور ہر ایک گھاٹی کی خاطر روسی فوجیں جان توڑ کر مزاحمت کر رہی ہیں جرمن ایک تنگ سے مورچہ پر اپنی فوجیں اکٹھی کر رہے ہیں غالباً وہ روسی مورچوں کو توڑ پھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ جرمنوں کے نقصانات بہت زیادہ ہیں، لیکن ان کے حملے جاری ہیں۔ جرمن ہوائی بیڑہ کی طاقت اس قدر نقصانات کے باوجود بہت زیادہ ہے ؛

پشاور ۱۲ ستمبر۔ کل گورنمنٹ ہائی سکول چارسدہ کے سامنے پولیس نے ایک مشتعل ہجوم پر خفیف سا لاٹھی چارج کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چار اشخاص زخمی ہوئے ہیں۔ پولیس مین بھی زخمی ہوئے ؛

نیو یارک ۱۴ ستمبر۔ امریکہ کے انڈیا لیگ کے پریذیڈنٹ سردار جے جے سنگھ نے ایک بیان میں کہا کہ مجھے یقین ہے کہ جاپان تقریباً پیشتر ازیں ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہے اور کہ یہ تین چار ہفتوں کے اندر ہو جائیگا مسٹر چرچل کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا موجودہ قابل افسوس صورت حالات سے ہندوستان کی جنگ جیتنے میں اتحادی اقوام کی مدد ملے گی یا ہمارے دشمن جاپان کو۔ سردار جے جے سنگھ نے مزید کہا کہ مجھے یقین ہے کہ

معلومات

تحت البحر! آجکل تحت البحر یا ڈبکنی کشتی کو بڑی جنگی اہمیت حاصل ہے، گو یہ بھی ایک قسم کی کشتی ہی ہے لیکن اس کی ساخت اور شکل و صورت سطح سمندر پر چلنے والے جہازوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے چونکہ پانی کی سطح کا اس پر بڑا دباؤ پڑتا ہے، اسلئے وہ نہایت ٹھوس اور مضبوط دھات کی بنائی جاتی ہے، اور سگار کی طرح نیچے اوپر اس کے کئی پرت لپٹے ہوتے ہیں، غوطہ زنی کے وقت اس کے تمام منفذ جنہیں اصطلاح میں دہانہ یا کھڑکی کہا جاتا ہے مضبوطی کیساتھ بند کر دیئے جاتے ہیں، نئی طرز کی تحت البحر میں تین دہانے ہوتے ہیں، پانی کی سطح کے اوپر لاتے وقت آگے پیچھے کے دو دہانے بند کر دیئے جاتے ہیں، اوپر لانے کے لئے صرف درمیانی دہانہ کھلا رہتا ہے، غوطہ لگاتے وقت کشتی کو بھاری کرنے کے لئے اس کی ٹنکی میں ۲۰۰ ٹن سمندر کا پانی بھرا جاتا ہے جس کے بوجھ سے کشتی اندر بیٹھ جاتی ہے نئی طرز کی تحت البحر صرف بجلی کے پنکھوں کے ذریعہ چلائی جاتی ہے، اس میں اتنی کثرت سے اور اتنے باریک آلات ہوتے ہیں کہ ساری جگہ گھیر لیتے ہیں۔ اسلئے اس کا اندرونی حصہ بہت تنگ ہوتا ہے، کپتان کے چلنے پھرنے کے لئے صرف تنگ راستے ہوتے ہیں، تاہم اس کے سونے کھانے پکانے اور نہانے وغیرہ کی جگہوں کا معقول انتظام ہوتا ہے، کپتان کے لئے سطح سمندر کے اوپر کی چیزوں کی نقل و حرکت کی نگرانی ضروری ہوتی ہے، ان کو دیکھنے کے لئے ایک خاص قسم کی دوربین ہوتی ہے، اس میں اوپر نکلی ہوئی نلکی میں شیشے لگے ہوتے ہیں، اس سے اوپر کے جہازوں کی نقل و حرکت صاف نظر آتی ہے صرف کپتان دشمن کے جہازوں کا اندازہ کر سکتا ہے، اور جہاز رانوں کو تحت البحر کا رخ ان کی طرف پھیرنے اور ان پر تارپیڈو مارنے کا حکم دیتا ہے، ہر تحت البحر میں عموماً اوسط درجے کے بارہ تارپیڈو ہوتے ہیں اور ایک بڑی مار کی توپ ہوتی ہے، جب تحت البحر کو پانی کی سطح کے اوپر لانا مقصود ہوتا ہے، تو کپتان پانی نکالنے کا آلہ دبانے کا حکم دیتا ہے، پانی نکلنے کے بعد تحت البحر ہلکی ہو کر اوپر آ جاتی ہے ؛

لندن میں ایک نئی مسجد کی تعمیر!

لندن میں ووکنگ کی مسجد عرصہ سے موجود ہے اب مغربی لندن "ویسٹ اینڈ" میں ایک بڑی اور وسیع مسجد اور اس سے متعلق ایک جلسہ گاہ اور کتب خانہ کی تعمیر کا مسئلہ زیر تجویز ہے، اور اس کی ابتدائی کارروائی شروع ہو گئی ہے، حکومت نے مسجد کی تعمیر کے لئے ایک زمین جس کی قیمت ایک لاکھ ہے تعمیر کی کمیٹی کے حوالے کر دی ہے۔ اصل عمارت کے مصارف کا تخمینہ کئی لاکھ کا ہے، تمام اسلامی ممالک کو اس کارخیر میں حصہ لینے کی دعوت دی جائے گی۔ لندن کے مصری سفیر . . . . نے اس کام کو شروع کر دیا ہے ؛ (ماخوذ)

ضرورت رشتہ

ہماری جماعت کے ایک مبلغ کو جو ایک جید عالم ہیں کسی غریب معزز خاندان کی کنواری لڑکی یا بیوہ کیساتھ جس کے پہلے اولاد نہ ہو نکاح کی ضرورت ہے۔ اپنی جماعت کے احباب میں سے کسی کی نظر میں ایسا رشتہ ہو تو خاکسار کیساتھ خط و کتابت کریں۔ یہ معلوم رہے کہ انکی عمر اس وقت ۳۴/۳۵ سال کی ہے اور پہلی بیوی سے جو کچھ بیمار چلی آتی ہے اولاد بھی ہے جن کے گذارہ کیلئے انکی کافی زرعی سکنی جائداد موجود ہے اور زوجہ ثانیہ کیلئے وہ بموجب حکم شرع شریف اپنی تنخواہ و آمد جائیداد سے گذارہ کی صورت کر سکتے ہیں ؛

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۲

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱ مجموعہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ اللہ بخش ذات ترکھان سکنہ بھوپورہ تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام گورداسپور درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۱۱/۱۰/۴۲ مقرر کیا ہے، لہذا جائے مذکور پر مسماۃ غلام فاطمہ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۸/۹/۴۲

(مہر بورڈ) دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکرگڑھ گورداسپور ضلع گورداسپور

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کیا سفر میں روزہ رکھیں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے دریافت کیا گیا کہ سفر کیلئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو نہ رکھے میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنا چاہیئے اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں اسلئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں مگر عدۃ من ایام اخر کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہیئے، سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے ۔ (الحکم ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء)

بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جو شخص مریض اور مسافر ہونیکی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے، خدا تعالےٰ نے صاف فرمایا ہے کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے، کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا ۔ (بدر ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء صـ)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ٹوٹ کشمیر تشریف لے گئے ہیں۔

— مرکز میں نماز تراویح باقاعدہ ہوتی ہے اور مولوی خلیفہ رشید صاحب مبلغ سندھ نماز تراویح پڑھاتے ہیں۔

— محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی۔ سی ایس کے صاحبزادہ خورشید احمد صاحب پچھلے سال بطور سیکنڈ لفٹنٹ فوج میں بھرتی ہوئے تھے حسن کارکردگی کی وجہ سے صاحبزادہ موصوف کو ترقی دیکر کپتان کر دیا گیا ہے اس خوشی میں چوہدری صاحب موصوف کی اہلیہ محترمہ نے مبلغ دس روپیہ بطور عطیہ انجمن کو دئیے ہیں اور محترمہ کی خواہش ہے کہ جماعت کے بزرگ ان کے بچے کی صحت و عافیت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں ۔

— جناب مستری محمد عبداللہ صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد امین صاحب راولپنڈی میں ملازم ہو گئے ہیں مستری صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ تین روپیہ انجمن کو بطور عطیہ اشاعت اسلام میں بھیجے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزا دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تقرر کو ڈاکٹر صاحب کے لئے آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔

سانحہ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت ملال سے سنی جائیگی کہ جناب ماسٹر کرم الٰہی صاحب میلہ ماسٹر راولپنڈی کا بڑا صاحبزادہ جو ۲۸ سال کا تھا مورخہ ۹ بروز اتوار انتقال کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون لڑکا بڑا شریف نوجوان تھا۔ ایسے بچہ کی وفات کا والدین کو جو صدمہ ہوتا ہے اس صدمہ جانکاہ میں ہمیں لواحقین سے گہری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت جگہ دے۔ آمین ۔

غزوات اسلامیہ کی یادگاریں — گذشتہ سے پیوستہ

ایک بار آنحضرت صلعم نے فوج کے دس دستے روانہ کئے اور عاصم بن ثابت الانصاری کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ مقام ہدات میں پہنچے تو قبیلہ بنو لحیان کو ان کا پتہ چل گیا اور انہوں نے دو سو تیر اندازوں کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروہ کو دیکھا تو پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور امان دے کر پہاڑ سے اترنے کی خواہش کی لیکن عاصم نے کہا "میں کسی کافر کی امان سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا" اس پر ان لوگوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی اور وہ سات آدمیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

مگر فوج کے تین دستے عہد و میثاق لیکر اتر آئے ان میں حبیب انصاری اور ابن دثنہ بھی تھے۔ کفار نے کمانوں کی زہ اتار لی اور اس سے ان لوگوں کو باندھ لیا ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی تھا۔ اس نے کہا "یہ پہلی بد عہدی ہے جس سے مجھے قتل و خون کی بو آتی ہے۔ میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا"۔ ان لوگوں نے جبراً ساتھ لے جانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ وہ حبیب اور ابن دثنہ کو ساتھ لے آئے اور مکہ میں غلام بنا کر بیچ دیا۔ قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے حبیب کو خرید لیا اور چونکہ وہی حبیب تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کر دیا تھا اسلئے ان لوگوں نے اس خون کا انتقام لینا چاہا اور ان کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لئے لے گئے کیونکہ دار الامن میں قتل ناجائز تھا۔

لیکن حضرت حبیب کے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحانی یادگار قائم کر دی۔ انھوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی۔ کفار نے اجازت دے دی تو انھوں نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی، اور کہا کہ تم لوگ اگر اس کو جزع و فزع کے نتیجہ و عمل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگمانی نہ ہوتی کہ میں موت کے وقت میں تاخیر ڈالنے کے لئے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور زیادہ طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور رہتا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے ؎

" جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر جان دوں گا"

میرا قتل صرف خدا کی راہ میں ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو کاٹے ہوئے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے"

کفار نے ان کو نہایت بیدردی کے ساتھ باندھ کر قتل کر دیا۔ اور انہوں نے دو رکعتوں کو ہر اس شخص کے لئے بطور ایک زندہ سنت صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو ایسے ظالمانہ طریقے سے قتل کیا جائے۔

اسلامی غزوات کی ایک یادگار یہ تھی۔

عبادات اسلامیہ کی آسانیوں میں تیمم خدا کی دی ہوئی ایک یادگار آسانی ہے۔ اس کے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر ہی میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا سفر اکثر جہاد ہی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اسلئے سفر ہی میں مسلمانوں کو یہ عطیہ آلہی بھی دیا گیا۔ چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھ تھیں۔ سوء اتفاق سے راستے میں ان کا ہار کہیں گم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کے ساتھ اس کے ڈھونڈنے کے لئے ٹھہر گئے لیکن منزل پر دور تک کہیں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ صحابہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے حضرت عائشہ پر ناراضی ظاہر کی کہ تمہاری غفلت نے تمام قوم کو اس مصیبت میں ڈال رکھا ہے چنانچہ اس موقعہ پر آیت تیمم نازل ہوئی اور تمام صحابہ مسرت کے لہجہ میں پکار اٹھے۔ "اے آل ابی بکر یہ کچھ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے"

اس بنا پر تیمم بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے۔

حالت سفر میں قصر اور رمضان میں افطار صوم کی اجازت بھی جہاد ہی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے دی گئی۔ قرآن کریم کی آیات قصر میں صاف طور پر جہاد کے مواقع کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حکم قصر در اصل جہاد کے لئے ہوا تھا (بخاری)

عبادات اسلامیہ میں حج مختلف یادگاروں کا مجموعہ ہے۔ وہ جس گھر میں ادا کیا جاتا ہے۔ خدا کے سب سے برگزیدہ بندے کے ہاتھ کی قائم کی ہوئی یادگار ہے۔ جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں چن رہے تھے تو اس وقت یہ دعا ان کی زبانوں پر تھی کہ خدایا ہمارے اس عمل کو قبول کرے۔ تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے"

بلکہ دنیا کی مذہبی یادگاروں میں سب سے قدیم یادگار وہی ہے"

پہلا گھر جو انسان کی پرستش گاہ بنایا گیا وہی گھر ہے جو مکہ میں تمام دنیا کی برکت و ہدایت کے لئے تعمیر کیا گیا"

ان بندوں نے خدا کی وحدانیت کی ایک زندہ رہنے والی یادگار قائم کی تھی۔ خدا نے بھی ان کی یادگار قائم کر دی

" اس گھر میں مقام ابراہیم ایک نمایاں یادگار مقدس ہے"

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ کی سراسیمگی کا منظر تازہ کرتی ہے جب وہ پانی کی جستجو اور بچے کی محبت میں پریشان حال تھیں۔ چاہ زمزم قدرت آلہی کی اس کرشمہ سازی کو یاد دلاتا ہے۔ جس نے وادی غیر ذی زرع (بنجر اور خشک زمین) میں خدا کی رحمت کے دبے ہوئے چشمے کا منہ کھول دیا تھا۔ قربانی حقیقت اسلامیہ کی اس جاں فروشی اور فدویت کے سر روحانی کو محسوس و ممثل کر دکھاتی ہے جس کا حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کے ہاتھ سے ظہور کیا تھا۔ رمی جمار ان بہیمی و ابلیسی قوتوں سے دنیا کو روکتا ہے جو اس پاک مقصد کی تکمیل میں سنگ راہ ہوتے ہیں۔

لیکن غزوات اسلامیہ نے ان یادگاروں میں ایک یادگار کا اضافہ بھی کر دیا۔ فتح مکہ سے ایک سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کا سے صلح کر لی تھی۔ جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کیسا تھ عمرہ کیلئے تشریف لائے تو صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا نے چور چور کر دیا تھا اور بخار کے عام ابتلاء نے ان کی طاقت رفتار سلب کر لی تھی۔ اس ضعف کا نظارہ کی حالت میں بھی صاف نمایاں ہوتا تھا اور مکہ والے دیکھتے تھے۔ اس پر کفار نے جو اسلام کی فوجی طاقت کا ہر موقع پر امتحان لیتے رہتے تھے طنز آمیز لہجہ میں کہا۔ "مدینہ کے بخار نے تو ان کو چور چور کر دیا ہے" اگرچہ ابھی تک عملاً ان کو یہ یقین نہیں دلایا جا سکتا تھا کہ یہی ناتوان ہستیاں، یہی ضعیف بندے ایک دن ان کی قوت کے سر پر غرور کو کچل دیں گے۔ تاہم علامات و آثار دکھلائے جا سکتے تھے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تندرستوں کی طرح اکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ روح کی ایمانی قوت کو جسم ضعیف کے پردے میں نمایاں کریں۔ یہ یادگار اب تک قائم ہے اور اس کو فقہا کی اصطلاح میں "رمل" کہا جاتا ہے جس کے معنی اکڑنے کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو موقوف کر دینا چاہا۔ کیونکہ بظاہر یہ ایک وقتی حکم تھا لیکن پھر رک گئے کیونکہ ان کی نظر دقیقہ سنج نے محسوس کیا کہ یہ یادگار مسلمانوں کے لئے ہمیشہ درس شجاعت و تحریک عزائم کا وسیلہ ہے اور ہر سال یاد دلاتی ہے کہ اس کے اسلاف کرام نے ضعف جسمانی کی حالت میں بھی کس طرح اپنی سطوت اسلامی کو قائم رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ افک بھی جو ایک سفر جہاد میں پیش آیا تھا اسی سلسلے کی روحانی یادگار ہے۔ یہ یادگار اگرچہ ابتدا میں نہایت درد انگیز معلوم ہوئی لیکن درحقیقت خدا کی رحمت کا بیش بہا خزانہ اسکے اندر مستور تھا۔ قرآن مجید میں عورتوں کے تمدنی حقوق کی حفاظت کیلئے ایک خاص سورۃ سورۃ نساء نازل ہوئی جس کو عورتوں کیلئے مخصوص یادگار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کی وضع و لباس طرز معاشرت، حقوق منزلی وغیرہ کی عام اصلاح کے متعلق اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس واقعہ کے بعد ہی سورۃ نور نازل ہوئی جو زیادہ تر انہی احکام سے مملو ہے۔

چھٹی صدی عیسوی میں انسانیت کا یہ شریف ترین حصہ انتہا درجہ کی بیکسی و ذلت میں ڈال دیا گیا۔ تمدن اور مذہب دونوں نے اس کیساتھ بیرحمی کی تھی۔ اسلام نے سب سے پہلی مرتبہ عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا اور انکے معاشرتی درجہ کو خاندان میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ دی لیکن اس انقلاب کا بڑا حصہ سورۂ نور کے نزول سے وجود میں آیا اور سورۂ نور ایک سفر جنگ کو یاد دلاتی ہے۔ پس عورتوں کے حقوق کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی اصلاح بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے۔ حد قذف اور حد زنا کے متعلق بھی اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی لیکن اس واقعہ کے بعد ہی ان حدود کی تعیین کیلئے آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت عائشہ کی فضیلت اگرچہ عام طور پر مسلم تھی لیکن قرآن مجید کی براءت نے اسکو اور بھی قطعی کر دیا۔ پس یہ واقعہ ان احکام کی روحانی یادگاروں کا ایک مجموعہ ہے جن کو حدود واشہ کے جامع مختصر لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ ازواج مطہرہ کے فضائل مخصوصہ کا ایک باب ہے جس کو کفار نے کھول دیا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کو مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کہا گیا ہے

" اس واقعہ کو برا نہ سمجھو۔ وہ تو تمہارے موجب خیر و برکت ہوا"

دنیا کی دوسری قوموں نے اپنے نمایاں کارناموں کی مادی یادگاریں قائم کی ہیں۔ خاص خاص لڑائیوں کو مختلف محسوس طریقوں سے نمایاں کیا ہے عجائب خانوں میں سلاطین قدیم اور جانباز بہادروں کے آلات جنگ محفوظ رکھے ہیں۔ ان کی یادگاریں مجلسیں مقرر ہوئی ہیں اور شادی و غم کی قومی ملکی تقریبیں قائم کی جاتی ہیں۔

پیغامِ صلح

جلد نمبر ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ م ۲۴ ستمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۳۹

مسلمانوں کے تبلیغی ادارے اور تحریک احمدیت

جناب راجہ صاحب محمود آباد متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ایک تازہ ارشاد

الواعظ لکھنؤ اگست ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون جناب امیر احمد خاں صاحب راجہ محمود آباد۔ قیصر باغ لکھنؤ کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "اعلائے کلمۃ الحق میں ایثار کی ضرورت" یہ مضمون دراصل مدرسۃ الواعظین کے لئے امداد کی ایک اپیل ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ کے دل میں اسلام کا درد ہے اگر آپ کے دل میں تبلیغی کام کی اہمیت ہے، اگر آپ ہندوستان کے اچھوتوں یا دیگر ممالک ایشیا کی خدانا شناس قوموں یا یورپ اور امریکہ کے مادہ پرست ملکوں کو اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں تو جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس ادارہ کی ہر ممکن امداد سے دریغ نہ کیجئے وغیرہ وغیرہ"

اس مندرجہ بالا اقتباس میں اشاعت اسلام کا جذبہ اور پھر مشرق سے گذر کر مغربی اقوام تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا درد واقعی قابل تعریف ہے اگر تمام اسلامی دنیا میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے اور اس جذبہ کے ساتھ وہ قوت عمل بھی پیدا ہو جائے جو اس رفیع الشان جذبہ کو عملی جامہ پہنا دے تو آج اقوام عالم میں وہ روحانی اخلاقی معاشی توازن قائم ہو جائے جس سے یہ جہنم زار فردوس میں بدل سکتا ہے، اور موجودہ فتنہ اور جنگ کی بجائے صلح آشتی اور رفق و ملائمت پیدا ہو سکتی ہے۔

لیکن اعلائے کلمۃ الحق کا یہ عظیم الشان پروگرام یوں علیحدہ علیحدہ ادارے قائم کرنے اور ان کے لئے امداد کی اپیلیں کرنے سے بروئے کار نہیں آ سکتا یہ کام تو اس امام ربانی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے بروئے کار آئے گا جس سے ان اداروں نے یہ اعلائے کلمۃ الحق کی روح لی ہے۔

اٹھارویں صدی میں اسلامی دنیا زوال و انحطاط کے انتہائی درجہ تک پہنچ چکی تھی، اور یہ حالت انیسویں صدی کے پہلے نصف تک قائم رہی۔ لیکن دوسرے نصف میں عالم اسلام میں بعض احیائی تحریکات اسلام کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے پیدا ہوئیں عسکری تحریکات سیاسی تحریکات اور علمی تحریکات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں سے سید جمال الدین افغانی، مہدی سوڈانی اور سر سید احمد خاں کی تحریکات خصوصاً ممتاز ہیں، ان تحریکات کے علاوہ اس زمانہ میں تمام عالم اسلامی میں صرف ایک تحریک ہمیں ایسی نظر آتی ہے جو عسکریت، سیاست اور مغربی علوم و فنون کے ذریعہ اسلام کی عظمت کو واپس لانا نہیں چاہتی بلکہ اعلائے کلمۃ الحق کے ذریعہ سے اس عظمت اور شوکت کو قائم کرنا چاہتی ہے اور وہ تحریک **تحریک احمدیت** ہے، یہی تحریک ہے جس نے تمام مذکورہ بالا مشاغل سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایمان، تزکیہ نفس اور اعلائے کلمۃ الحق کو بطور بنیاد اور اصول کے تسلیم کر کے احیائے اسلام کی ایک عظیم الشان کوشش کی اور اس تحریک کے تبلیغی مشن تمام دنیا کے طول و عرض میں آج کل پھیلے ہوئے ہیں ان کے علاوہ یورپین زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم دنیا کی مختلف السنہ میں سیرت نبوی کی پیشکش اور اسلامی تعلیمات پر متعدد مبسوط کتابیں اور رسالے بھی کثرت سے لکھ کر پھیلائے گئے ہیں۔ تحریک احمدیت کی کامیابی پر اس کا کام بہترین شاہد ہے، یہ تحریک بہت ہی کامیاب ہوتی اگر تمام مسلمان اس کے ساتھ عملی تعاون کرتے مسلمانوں نے بجائے اس تحریک سے عملی تعاون کرنے کے اس تحریک کی روح سے اثر پذیر ہو کر علیحدہ علیحدہ تبلیغی ادارے قائم کر لئے جن میں سے جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ، سیرت کمیٹی پٹی اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان اداروں کے خلوص اور ایثار میں شبہ نہیں لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ یہ ادارے کسی اور تحریک سے اثر پذیر ہیں اور ان کے اندر وہ روح موجود نہیں جو اصل تحریک میں ہے، اصل تحریک ایک مامور من اللہ کی قائم کردہ ہے اس لئے وہ زیادہ کامیاب ہے اور اس کے اندر قوت فعال بدرجۂ اتم موجود ہے، ہم مسلمانوں کے ان تبلیغی اداروں کے منتظمین اور کارکنان کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ ازراہ مہربانی دور حاضر کے اس امام ربانی کی طرف رجوع کریں جس نے اعلائے کلمۃ الحق کی یہ روح پیدا کی اور ایک ایسی فعال جماعت بھی تیار کی جو اس تبلیغی لائحہ عمل کو بروئے کار لا رہی ہے اور یہی وہ جماعت ہے اور تحریک ہے جس کے کارہائے نمایاں سے یہ مذکورہ بالا ادارے اثر پذیر ہیں سو ان اداروں کو اس امام اور اس تحریک سے ایک زندہ تعلق پیدا کرنا چاہیئے تاکہ یہ منتشر قوت مجتمع ہو جائے اور اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آ جائے۔ اور قرآن مجید کا یہ ارشاد پورا ہو

هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره الکٰفرون ؂

شذرات

قادیانی غلو اور اخبار ایمان

معاصر ایمان ستمبر ۱۹۴۲ء "ایک بڑی گستاخی" کے عنوان سے رقمطراز ہے:۔

"قرآن پاک میں ارشاد ہے "جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمکو کتاب و حکمت دوں، اور پھر تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہاری تصدیق کریں تو تم ان پر ایمان لانا اور انکی امداد کرنا"

(حضرت) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود اس آیت کے یہ معنے کئے ہیں:۔ "تمام مسلمانوں کے اتفاق سے اسلام تمام نہیں ہوتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان نہ لایا جائے اسی وجہ سے قرآن شریف فرماتا ہے، کہ ہر ایک امت سے بذریعہ ان کے نبی کے یہ عہد لیا گیا ہے کہ جب حضرت خاتم الانبیاء پیدا ہوں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ کا حاشیہ صفحہ ۱۳۱)

مگر اب خلیفہ قادیانی اس آیت کے یہ معنی بیان کرتے ہیں:۔

"پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے۔۔۔ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا فرض ہو تو ہم کون ہیں کہ نہ مانیں؟" (اخبار الفضل قادیان ۱۹، ۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء)

باپ جو خود مسیح موعود ہے "کہتا ہے کہ رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیٹا جو خلیفۂ مسیح کہلاتا ہے، کہتا ہے کہ رسول سے مراد خود مسیح موعود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کا (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کو مستقل نبی بنانے کی طرف کس قدر رجحان ہے؟ [illegible] اس کی پروا بھی نہیں رہی کہ مرزا صاحب کی اپنی تحریریں رد ہوئی جاتی ہیں، انہیں صرف یہ مطلوب ہے کہ کسی طرح انہیں نبی بنا دیا جائے"

قادیانی حضرات کس مقام غلو تک پہنچ چکے ہیں اور اپنے غالیانہ [illegible]

ع میری صدا درد پہ کوئی ندا نہیں!

پیغام صلح مورخہ ۲۷ر اگست میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ "مسیح موعود کہاں ہے؟" کے عنوان سے لکھا تھا جس میں ہم نے اخبار ایمان پٹی اور اخبار صدق لکھنؤ سے یہ استفسار کیا تھا کہ جب انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یاجوج ماجوج یورپ کی اقوام ہیں تو پھر وہ مسیح موعود کہاں ہے؟ جس کی آمد کا ذکر احادیث نبوی میں ہے۔ اس استفسار کے متعلق یہ دونوں معاصرین خاموش ہیں اس خاموشی کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ انکے پاس ہمارے اس سوال کا کوئی جواب نہیں البتہ اہلحدیث ۱۱ ستمبر ۱۹۴۲ء رقمطراز ہے:۔

"اس سوال کا معقول جواب تو یہ اخبارات ہی دیں گے مگر اہلحدیث اس سوال کا جواب ملتوی رکھ کر پوچھتا ہے کہ یاجوج ماجوج کہاں بستے ہیں؟"

اس سوال کا جواب ہم بارہا عرض کر چکے ہیں اور سلسلہ کے لٹریچر میں نہایت وضاحت کیساتھ یہ لکھا جا چکا ہے کہ یورپ کی اقوام ہی یاجوج ماجوج ہیں ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی اس امر میں ہمارے ساتھ اتفاق کر چکے تھے کہ واقعی یہی اقوام یاجوج ماجوج ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

اور اب صدق اور ایمان نے بھی ہمارے ساتھ اتفاق کر لیا ہے

"مجدّدِ اعظم حصّہ سوم"

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

میں نے کتاب "مجدد اعظم" ہر دو حصہ علامہ ابوالاعلیٰ مودودی
حب کی خدمت میں بھیجی تھی کہ وہ اس پر غور فرمائیں گے
ن انہوں نے انہیں پڑھے بغیر ہی مجھے خط لکھا کہ ہم
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مجدد بھی نہیں مانتے
ب نے مجدد اعظم کیسے لکھدیا ساتھ ہی اپنا ایک رسالہ
ان القرآن) دسمبر ۱۹۴۱ء وجنوری ۱۹۴۲ء بھیجدیا اس میں
مضمون تھا جس میں انہوں نے نبیوں اور مجددوں
کام گنوائے تھے۔ اور لطف یہ کہ اس رسالہ کا نام تو
جمان القرآن لیکن جو کچھ اس میں مودودی صاحب نے
یاء اور مجددین کے کام گنوائے تھے ان میں سے
ی کی بناء بھی قرآن کریم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا تخیل اور ہوائے
س تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس میں مجددوں اور نبیوں
سب سے بڑا کام انہوں نے سلطنت قائم کرنا بتایا
۔ یہانتک کہ جس نبی نے سلطنت نہیں قائم کی اُسکی
مت کو انہوں نے جزئی بتایا۔ جس کے رُو سے سوائے
ضرت نبی کریم صلعم کے یا حضرت داؤد کے ہر ایک نبی
ئی نبی ہی قرار پاتا ہے۔ کیونکہ سلطنت تو حضرت
سے بھی قائم نہ ہوسکی، اور حضرت سلیمان کو سلطنت
تہ میں مل گئی تھی۔ باقی انبیاء بیچارے تو کسی حساب میں بھی
یں آتے، اور اگر سلطنت نبوت کا ایسا جزو اعظم ہے
بغیر اس کو قائم کئے نبوت ہی کامل نہیں ہوتی۔ تو چنگیز خاں
ر سکندر اعظم۔ نپولین بوناپارٹ۔ ہٹلر وغیرہ
ن کم سے کم جزئی نبی تو ضرور ہوئے، جنہوں نے سلطنتیں
لم کرکے اس جزئی نبوت کو بڑی شان سے حاصل کیا
پھر پادریوں کا اعتراض بالکل درست ماننا پڑتا ہے
ضرت محمد رسول اللہ صلعم کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح پہلے
لطنت قائم کرلوں پھر حکومت کے زور سے مذہب
منوالوں گا۔ اور اسلام حکومت کے زور سے پھیلا
عوذ باللہ من ھذہ الہفوات۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے اس مضمون
پڑھکر مجھے بہت مایوسی ہوئی اور ان کی نسبت میرے
ن ظن کو بہت صدمہ پہنچا۔ آخر یہی سمجھ میں آیا کہ جب
ان اپنے تخیل وہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے، تو
بڑا خاصہ سمجھدار آدمی بھی ایسی ٹھوکر کھاتا ہے۔ کہ پاتال
پہنچکر دم لیتا ہے، نبوت اور مجددوں کے یہ کام
حض ان کے دماغ کا تخیل تھا۔ ایک آیت قرآنی بھی بطور
یاد کے وہ پیش نہ کرسکے، اور اپنے ان دماغی تخیلات
ے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ اسلامی مسلمات میں سے
ہے اسلئے کسی قرآنی آیت کی سند کی ضرورت نہیں۔
یا علامہ موصوف جو کچھ لکھدیں وہ مسلمات اسلامی ہیں
مجھے علامہ مودودی صاحب معاف کریں گے اس امر کے
لئے کہ اپنے دماغی تخیلات کو جو شخص مسلمات اسلامی کہکر
ن کے لئے کسی قرآنی آیت کو پیش کرنیکی ضرورت

نہیں سمجھتا، اُسے کبر نفس نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے
اور جن اصولوں کی تائید میں ایک بھی آیت قرآنی
پیش نہ کی جاسکے اُسے ہوائے نفس نہ کہا جائے
تو اور کیا کہا جائے۔

خیر میں نے علامہ مودودی صاحب کو جواب میں
لکھ بھیجا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مجدد
اعظم ہونیکا فیصلہ خود یہ کتاب کرے گی۔ آپ کتاب
کے ہر دو حصوں کو پڑھ جائیں۔ پھر اندازہ کریں۔ اور انصاف
سے اندازہ کریں کہ تجدید دین کا عظیم الشان کام جو حضرت
اقدس مرزا صاحب کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا عشر
عشیر بھی دوسرے مجددین کے کاموں میں ہمیں نظر نہیں
آتا۔ ہر ایک مجدد نے اپنی جگہ بڑی بڑی خدمات دینیہ
کی ہیں۔ مگر جس شان کی خدمات دینیہ اس دجالی زمانہ میں
حضرت اقدس مرزا صاحب کے ہاتھوں ظہور میں آئی ہیں
اس کا نقشہ کسی دوسرے مجدد کے کاموں میں ہمیں نظر
نہیں آتا۔ تو ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدد اعظم نہ کہیں
تو کیا کہیں۔

خدا جانے علامہ موصوف نے کتاب مجدد اعظم
پڑھی بھی یا نہیں۔ اس کا مجھے علم نہیں۔ کیونکہ انہوں نے
میرے خط کا جواب کوئی نہیں دیا، آخر میرے دل کی غیرت
نے چاہا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے متعلق ایک مختصر
مگر مبسوط مضمون لکھکر شائع کیا جائے کہ آپ کس طرح مجددین
میں مجدد اعظم ٹھیرتے ہیں۔ جب لکھنے بیٹھا تو محسوس ہوا کہ
ایک مضمون اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ خیال ہوا کہ "بہت
اچھا۔ کئی اقساط میں مضمون نکل جائے گا"۔ کہ اتنے میں
میرے دوست انعام اللہ خاں سالاری صاحب نے
فورٹ سنڈیمن سے مجھے خط لکھا کہ آپ "مجدد اعظم حصہ
سوم" کیوں نہیں لکھتے۔ میں نے لکھا کہ انجمن اور دوسرے
احباب شاید جنگ کی وجہ سے کاغذ کی گرانی جو ہو رہی
ہے کتاب کی طباعت نہ کرسکیں تو انہوں نے لکھا کہ "سلف
صالحین نے جو تصنیفات کیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کی
تھیں۔ آپ بھی خدا پر بھروسہ کرکے کام شروع کردیں۔
طباعت کا وہ خود انتظام کردے گا"۔ میں نے بھی سوچا
کہ مجدد اعظم حصہ سوم بھی تو یہی ہے جو
میں لکھ رہا ہوں۔ گویا اللہ تعالے اپنے فضل سے لکھوا
رہا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں مجدد اعظم حصہ سوم
لکھ رہا ہوں۔ شاید مصلحت ربی یہ تھی کہ بوجہ ضعف اور
تقاضۂ عمر کے کتاب شروع کرنے سے گھبراتا تھا کہ معمولی
کے بہانہ سے لکھنا شروع کردیا تو وہ مضمون لمبا ہوتا گیا
اور کتاب کی شکل اختیار کرتا گیا، مجھے حضرت مولانا
روم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آگیا کہ انہوں نے اپنے
مرید ضیاء الحق حسام الدین صاحب کے اصرار سے مثنوی
لکھنی شروع کردی۔ ایک دفتر سے زیادہ لکھنے کا

ارادہ نہ تھا۔ لیکن جب لکھنا شروع کیا تو چھ دفتر لکھے گئے
اور اگر وفات نہ ہوجاتی تو خدا جانے کتنے دفتر لکھے جاتے۔

خیر تو وہ کتاب لکھنی شروع ہوگئی، دو تہائی کے
قریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے لکھی بھی گئی۔ گو اتنی تفصیل
کے ساتھ تو نہیں جتنی میں چاہتا تھا لیکن اس میں مجھے یہ حکمت
نظر آتی ہے کہ تاریخی حالات تو طویل بھی پڑھ لئے جاتے
ہیں لیکن فلسفہ و دلائل اور براہین کا مجموعہ پڑھنا مشکل ہوتا
ہے۔ اسلئے مجمل ہی بہتر ہے۔ پھر بھی امید ہے انشاء اللہ
تین سو صفحات پر مشتمل ہوگی۔ لیکن اب مشکل یہ آپڑی ہے
کہ اپنی کمزوری اور بے بضاعتی پر نظر ڈال کر کمر ہمت ٹوٹ
جاتی ہے۔ بعض دفعہ نہایت مشکل مسئلہ سامنے آجاتا ہے
تو قلم پکڑنے کو دل نہیں کرتا کیونکہ بہت دماغ سوزی چاہتا
ہے۔ اسلئے رمضان کے مہینہ میں اپنے دوستوں کی خدمت
میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تہجد کی نماز میں خاص توجہ سے
دعا کریں کہ اللہ تعالے اپنے فضل اور روح القدس کی تائید
سے یہ کتاب مکمل کروادے۔ اور اسے دنیا کے لئے نافع
بنادے۔

نیز اس کے بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ انوار القرآن
کی جلد سوم یعنے پارہ ۲۸ و ۲۹ کی تفسیر لکھنا چاہتا ہوں
اس کے لئے بھی ہمت نہیں پڑتی، پس احباب دعا فرمادیں
کہ اللہ مجھے عمر اور صحت اور توفیق عطا فرمائے، کہ میرے
ہاتھوں یہ خدمات دینیہ سرانجام پاجائیں۔ اور اگر میری
شامت اعمال باعث روک ہے تو اللہ اسے مغفرت
فرمائے اور رحم فرمائے بندہ عاجز اور گنہگار ہے۔
اور اللہ کو سب قدرت اور اس کی صفت غفور الرحیم ہے۔

خاکسار۔ بشارت احمد

رمضان المبارک میں ادائیگی زکوٰۃ

ادائیگی زکوٰۃ کے متعلق اس سے قبل ایک چٹھی حضرت امیر قوم
ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۲۹ اگست ۴۲ء کے "پیغام صلح" میں شائع
ہوچکی ہے جس میں آپ نے فریضہ زکوٰۃ کے لئے اپنی جماعت کو جہاد کی
دعوت دی تھی، اور ماہ رجب کیساتھ جسے عام طور پر زکوٰۃ کا مہینہ
سمجھا جاتا ہے، شعبان اور رمضان کو بھی ملاکر وصولی زکوٰۃ کی تحریک
کی تھی اور لکھا تھا کہ ان لوگوں کی جو اس جہاد میں حصہ لیں مکمل فہرست
آپ کی خدمت میں ۲۰ رمضان تک پیش کی جائے آج رمضان کی دس
تاریخ ہے اور ۱۳ اور ۱۴ تاریخ تک یہ تحریر احباب کے ہاتھوں میں پہنچے
گی، یعنی صرف ۶، ۷ دن حضرت امیر کی خدمت میں فہرستیں بھیجنے
کے رہ جائیں گے، میں ان احباب کرام کی خدمت میں جنہوں
نے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی، اور ان صاحب نصاب
حضرات کی خدمت میں جنہوں نے اپنی زکوٰۃ اب تک ادا نہیں
کی بڑے زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جلد از جلد اس طرف متوجہ
ہوں، ماہ رمضان ویسے بھی صدقہ وخیرات کا مہینہ ہے اور حضرت
نبی کریم صلعم کے متعلق لکھا ہے کان رسول اللہ صلعم اجود
الناس واجود ما یکون فی رمضان رسول اللہ صلعم سب سے
بڑھکر سخی تھے اور رمضان میں آپکی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی، اسلئے اس
مہینہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی اور بھی زیادہ ثواب کا موجب ہوگی، امید ہے ہمارے
احباب ان چند دنوں میں نہ صرف اپنی زکوٰۃ کو ادا کرنے بلکہ دوسروں سے بھی
وصولی کی کوشش کرنے کی خاص طور پر سعی فرمائیں گے اور اسکی اطلاع مرکز میں
بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام۔ خاکسار۔ اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجاہدات رمضان میں

قلب کی پاکیزگی کا چوتھا اور سب سے مشکل مرحلہ

از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

کس قدر احسان ہے اسلام کا دنیا پر کہ قلب کی پاکیزگی، خدا کی رضا کے حصول، خدا سے تعلق پیدا کرنے، کی وہ راہیں جو لوگ جنگلوں اور پہاڑوں کی تنہائیوں میں یا دنیا سے بکلی منقطع ہو کر اور دن رات عبادت میں مصروف رہ کر یا طرح طرح کی ریاضتوں کی مشقتیں اٹھا کر تلاش کرتے تھے ان رحمت کے دریاؤں کو اس طرح بہا دیا کہ ہر گھر کے دروازے پر اس کی نہریں چلنے لگیں، ایک عام دنیا دار اپنے کام کاج میں مصروف، بیوی بچوں کی ذمہ داریوں کو سر پر لئے ہوئے تھوڑی سی کوشش سے ان نعمتوں کو حاصل کر سکتا ہے، اور جو شخص ایک ماہ کے لئے رمضان کے مجاہدات میں سے گذرتا ہے بھوک پیاس کی شدت کو برداشت کرنا سیکھ لیتا ہے، شہوات کو حد اعتدال کے اندر لے آتا ہے، زبان کو اپنے قابو میں رکھنے کی مشق کر لیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے رات کی تاریکی اور تنہائی میں الگ ہو کر گوشہ نشین زاہد بن جاتا ہے ہر سائل کی آواز کو سن لیتا، عظمت اور جلال والے بادشاہ کو دیکھ لیتا اور اس کے آستانہ پر گر جاتا ہے، اس کا دل یقیناً ہر زنگ سے صاف ہو کر ایک مصقل آئینہ کی طرح انوار الٰہی کو اپنے اندر لے لیتا ہے، لیکن مجاہدات رمضان کی یہ تصویر نامکمل رہتی اگر اس کے ساتھ ایک چوتھے مجاہدہ کو شامل نہ کر دیا جاتا جو درحقیقت انسانی مجاہدات کا انتہائی مرحلہ ہے یعنی اپنے مال کو خدا کی راہ میں خدا کی رضا کے لئے خرچ کرنا اور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بہترین گواہ ہے کان اجود ما یکون فی رمضان مال کو خدا کی راہ میں دینا کس قدر پاکیزگی قلب کا ذریعہ ہے خود اسی بات سے ظاہر ہے کہ اپنے جمع شدہ مال میں سے چالیسویں حصہ کی ادائیگی کا نام ہی زکوٰۃ رکھا ہے جو تزکیہ سے ہے اور یہ انتہائی مقام ہے جس پر پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجتا ہے وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ پھر صفائی سے مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ہی انسان کی تطہیر اور تزکیہ کا موجب قرار دیا ہے۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان اپنے مال کو خدا کی راہ میں نہیں دیتا۔

جس شخص نے نماز پڑھ کر، مال کا خرچ کرنا نہیں سیکھا اس کو نماز کی حقیقت سے بے خبر اور اس کی نماز کو ریاکاری قرار دیا ہے۔ فویل للمصلین الذین

اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ اس مال کے خرچ کرنے کو وہ نور قرار دیا ہے جو قیامت کے دن مومنوں کے آگے ہوگا۔ اور جس کے بغیر ظلمت ہی ظلمت ہوگی۔

رمضان کا آخری عشرہ خاص طور پر برکات اور انوار کے حاصل کرنے کا وقت ہے جس کے لئے احادیث نبویؐ میں بھی تاکید پائی جاتی ہے اور جس کا ذکر قرآنی شریعت میں بھی ہے انتم عاکفون فی المساجد لیکن جو شخص مال کی محبت کو دل میں لیکر مسجد میں جا بیٹھتا ہے وہ یقیناً اعتکاف کی غرض سے بہت دور ہے کاروبار اور علائق دنیوی کو چھوڑ کر مسجد میں بیٹھنے کی غرض تو یہ تھی کہ ان علائق پر اللہ تعالیٰ کا تعلق غالب آ جائے مگر اللہ تعالیٰ کا تعلق اس قلب کے ساتھ نہیں جس میں مال کی محبت ہے۔ تو میں نے رمضان کے آخری ایام کو اس تحریک کے لئے اسی غرض سے چنا ہے یوں بھی جب انسان کچھ روزے رکھ لیتا ہے تو اس کے قلب میں ایک چنگاری محبت الٰہی کی سلگ اٹھتی ہے جو تھوڑی سی کوشش سے اس شعلے کا رنگ اختیار کر سکتی ہے جو بوالہوس اور خواہشات کو جلا دینے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی دو تحریکات اپنے احباب کے سامنے رکھ چکا ہوں، جن میں ... جماعت کا ایک بڑا حصہ، حصہ لے چکا ہے مگر کوئی جماعت جماعت کہلانے کی مستحق نہیں جب تک اس کے کل افراد اس میں حصہ نہیں لیتے، میں چاہتا ہوں کہ رمضان کے ان بابرکت ایام میں ایک اور کوشش کر دیکھوں کہ ساری کی ساری جماعت ان دو تحریکات میں شامل ہو، ایک تحریک زکوٰۃ کی ہے جو فریضہ اسلامی ہے، یا اسلام کا مقررہ ٹیکس ہے جس طرح ایک حکومت کی رعایا میں سے جو شخص مقررہ ٹیکس کو ادا نہیں کرتا وہ اس حکومت کی رعیت کہلانے کا مستحق نہیں اسی طرح جو شخص قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کے مقرر کردہ ٹیکس یا زکوٰۃ کو ادا نہیں کرتا وہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کا نافرمان ہے اور اسلام کی رعایا میں شامل نہیں۔ بعض احمدیوں کا خیال ہے کہ ہم احمدی ہو جانے کی وجہ سے حقیقت اسلام کو پا گئے ہیں، لیکن حقیقت اسلام تو نام ہی احکام اسلام کے سامنے گردن جھکانے کا ہے اگر محمد رسول اللہ صلعم پر زبان سے ایمان لانے سے وہ حقیقت نہیں مل سکتی تو آپ کے ایک غلام کو زبان سے مان لینے سے کس طرح مل سکتی ہے اپنے آپ کو دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہیئے۔

دوسری تحریک صدقہ کی تھی، جس میں جماعت کا ایک حصہ ابھی تک شامل نہیں ہوا۔ یہ تحریک سالانہ جلسہ پر جماعت کے استحکام کے لئے کی گئی تھی تاکہ انجمن قرضہ سے آزاد ہو جائے، اور آئندہ آنیوالے حالات میں تبلیغ اسلام کے کام کو ایک نئی قوت کے ساتھ شروع کر سکے، ظاہر ہے کہ اگر انجمن مقروض رہے تو اس کی توجہ کا بیشتر حصہ اسی قرضہ کی ادائیگی پر صرف ہوتا رہے گا۔ اور جنگ کے بعد جو ضرورت تبلیغ اسلام کی ہوگی، اس کو پورا کرنے کے قابل یہ نہ ہوگی، بلکہ پہلے ہی مقروض ہونے کی وجہ سے کسی نئے کام کو ہاتھ ڈالنے کی ہمت اس میں نہ ہوگی۔ جماعت کے ایک بڑے حصہ نے اس موقعہ پر خدا کی راہ میں وہ قربانیاں کیں جن کی نظیر اس زمانہ میں کم ملتی ہے، مگر ایک حصہ ابھی تک تذبذب کی حالت میں ہے اس کی وجہ میں نہیں سمجھ سکتا، اس میں کچھ حصہ ان احباب کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت دیا ہے اور کچھ متوسط الحال احباب بھی ہیں اسلئے یہ وجہ تو ہو نہیں سکتی کہ ان میں دینے کی طاقت نہیں میں نے اندازاً دس دس دن کی آمدنی کا مطالبہ کیا تھا، بعض سے کچھ زیادہ بھی۔ اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر اندازہ میں کچھ غلطی ہو گئی ہو تو اس کا آسان علاج یہ تھا کہ وہ اپنی دس یوم کی آمد بھیجدیتے اور باقی کے متعلق لکھ دیتے یا شاید کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ صدقہ تو ایک اختیاری بات ہے، انسان اپنی خوشی سے چاہے کرے اور جب چاہے کرے۔ جس کو چاہے دے، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے دوست اس بات سے بے خبر ہیں کہ ہمارے صدقات میں بھی جہاد کا رنگ ہے اور جہاد میں سب کو اکٹھے ہو کر چلنا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں جو جہاد کے لئے اموال اکٹھے ہوتے تھے وہ صدقات بھی کہلاتے تھے وہ اپنی اپنی خوشی سے جہاں کسی کا دل چاہے نہ دیئے جاتے تھے، بلکہ ایک قومی دینی غرض کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر خرچ ہوتے تھے، ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض احباب کو انجمن پر بعض اعتراضات ہوں یا میری ذات میں بعض کمزوریاں نظر آتی ہوں جن کی وجہ سے وہ اس تحریک میں شامل نہیں ہوئے مگر حدیث کی صراحت کی رو سے جہاد تو ایک فاجر امیر کے ماتحت بھی واجب ہے اور حضرت مسیح موعود کی کھلی تحریر کی رو سے جو فیصلہ انجمن کا کثرت رائے سے ہو وہی قطعی اور واجب التعمیل ہے۔ اور اگر کسی کے نزدیک انجمن کا مصرف درست نہیں تو وہ اپنی رقم کو جس شرط کے ساتھ چاہے مشروط کر سکتا ہے اور جس مد میں چاہے خرچ کر سکتا ہے۔

سو ان احباب سے جنہوں نے اب تک اس میں حصہ نہیں لیا میری یہ درخواست ہے کہ وہ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد اپنے دلوں کو ٹٹولیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی وجہ مال کی محبت ہے۔ تو یہ ایک بیماری ہے۔ اور بیماری بھی ایسی بڑی جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں داخل ہونے سے روکتی ہے اس کے علاج کی فکر آج ہی کریں۔ اس کے لئے اول تو میری خود ان احباب سے

رخواست ہے کہ وہ اپنے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان
دلوں سے مال کی محبت کو دور کر کے ان کو اس جہاد میں غا(لی)
ں توفیق دے۔ اور یہ رمضان کے مبارک ایام ہیں اور بالخصوص
ں کے بعد دو چار دن میں اس کا آخری بابرکت عشرہ شروع ہونے
ہے اس میں دوسرے احباب بھی جہاں اور باتوں کے لئے
اکریں یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہماری ساری جماعت
پنی محبت کے رنگ میں ایسا رنگین کرے کہ ان میں مال کی
ت کی کوئی آلائش باقی نہ رہ جائے۔ اور یہ جماعت اس
تِ کریمہ کی مصداق ہو۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین
فسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ اور جب یہ
اکریں واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا
فانصرنا علی القوم الکافرین۔ تو اپنے ساتھ اپنی
اری جماعت کو بھی سامنے رکھیں کہ ہم سب کی ہر قسم
کمزوریاں دور فرما دے۔ اور ہم پر رحم فرما کر ہمیں وہ سامان
بتر فرمائے جن سے ہم اس کے قرآن کو دنیا میں پہنچانے او
ں کے دین کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے نام کو دنیا
ں بلند کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مال جہاں اللہ تعالےٰ کی ایک
نعمت ہے ایک ابتلا بھی ہے اسلئے جس کو اللہ تعالیٰ
کے فضل سے یہ مال ملے وہ نبی کریم صلعم کے ارشادات کو
ی بہت زیادہ اپنے سامنے رکھے الاکثرون ھم

الاقلون بہت مال والے ہی زیادہ تنگدست ہیں سوائے
ان کے جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں دیتے جائیں۔
رجل اتاہ اللہ المال فسلطہ علی ھلکتہ
فی الحق۔ قابل رشک وہ مالدار ہے جس کو اللہ تعالےٰ
مال دے تو اسے حق کی خاطر خرچ کرنے کی توفیق بھی
دے۔ ومن یاخذہ باشراف نفس کان کالذی
یاکل ولا یشبع جو اس مال کو مال کی محبت کے ساتھ لیتا
ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا چلا جاتا ہے اور سیر
نہیں ہوتا۔ لا یملاء جوف ابن آدم الا التراب
دنیا دار کے پیٹ کو دنیا کا مال نہیں بھرتا قبر کی مٹی بھرتی ہے
غرباء کا دل کیسا ہوتا ہے چند فقرات ایک خط کے
نقل کرتا ہوں۔ ”آپ کا ارشاد دربارہ قرضہ انجمن پیغام صلح
کے ذریعہ خاکسار تک پہنچا۔ دل میں ایک جوش تھا اور ساتھ ہی
پشیمانی بھی تھی کہ کیا کروں یہ رقم کہاں سے برداشت کروں طبیعت
پر ایک بوجھ تھا کہ اب کیا کیا جائے بارگاہ ایزدی میں دعا
بھی کی کہ کوئی رستہ نکل آئے۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ احسان
ہے کہ کل 9/42 ۱۲ کو میں حسن اتفاق سے بذات خود ڈاکخانہ میں جا
نکلا ڈاک دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مبلغ تیس روپے
کا منی آرڈر میرے نام پر ہے حیران ہوا کہ یہ کہاں سے آگیا
معلوم ہوا کہ بقایا مہنگائی الاؤنس ہے اس کو فضل ربی خیال
کیا اور اسی وقت بیس روپے کا منی آرڈر بنام محاسب احمدیہ

انجمن لاہور کو کر دیا، میرے دل میں ایک سرور پیدا ہوا خوشی سے
آنسو نکل آئے بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکر ادا کیا کہ میرے
دل کی تمنا پوری ہوئی۔“ ×

اس خط کو پڑھکر میں کتنی دیر تک یہ دعا کرتا رہا کہ اے
خدا تو امرا کو غربا کا دل عطا فرما تاکہ چند زائد پیسے جن کو وہ
بالآخر ساتھ نہیں لیجائیں گے خدا کی راہ میں پھینک کر ان کے سینوں
میں بھی وہی سرور اور ٹھنڈک پیدا ہو جو ایک غریب کے
دل میں اپنا پیٹ کاٹ کر پیدا ہو سکتی ہے، اور غربا کو امرا کا
مال عطا فرما تا کہ تیرے دین کو قوت پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا
ہے کہ اس کے دین کی بیکسی کس طرح دور ہوگی اور اس کے دین کو
دنیا میں پھیلانے والوں کے دلوں کی تڑپ کب پوری ہوگی
مگر یہ دونوں باتیں ہو کر رہیں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس
کا دین غالب ہوگا اور قرآن کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں
کی گردنیں جھک جائیں گی، اگر وہ پہاڑوں کی طرح بھی ہیں تو قرآن
کی عظمت کے سامنے کھڑے نہیں رہ سکتے۔ لو انزلنا
ھذا القراٰن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا
من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس
لعلھم یتفکرون۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی دار السلام ڈلہوزی۔ ۸ رمضان۔ ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء

× یہ خط ایک غریب بھائی ساٹھ روپے ماہوار ملازم کا ہے جنکا نام چوہدری [illegible]

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن لاہور کا جلسہ

از محترمہ محمودہ عبد اللہ صاحبہ سکرٹری احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن۔ لاہور

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن لاہور کا جلسہ ۱۸ ستمبر بروز
نماز جمعہ کے بعد احمدیہ مسجد کی گیلری میں منعقد ہوا، جس
ماہ رمضان کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں ہوئیں۔

جلسہ کا افتتاح اہلیہ صاحبہ شیخ کرم الٰہی صاحب نے
ت قرآن مجید سے کیا۔ زبیدہ رحمت اللہ دختر مولوی
ت محمد صاحب نے ماہ رمضان کی فضیلت پر نہایت
تقریر کی اور ماہ رمضان کی تین فضیلتوں کی طرف توجہ
ئی۔ سب سے اول یہ کہ ماہ رمضان انسان کو ہر سال
نے اور بلندی اخلاق حاصل کرنے کا موقع عطا کرتا ہے
سرا یہ کہ ماہ رمضان المبارک میں قرآن پاک جیسی عظیم الشان
ب کا نزول شروع ہوا۔ تیسرا ماہ رمضان میں قبولیت دعا
بہترین موقعہ ہوتا ہے، اور اس کو قرآن و حدیث سے
بت کیا۔

دوسری تقریر رشیدہ بنت غلام محمد صاحب نے
ہ رمضان کے فوائد پر کی۔ مقررہ نے بتایا کہ ماہ رمضان
مہینہ مسلمانوں کے لئے نہایت مبارک ہے۔ روزوں
ے انسان میں صبر و استقلال پیدا ہوتا ہے، اور یہ مسلمانوں
ں مساوات پیدا کرتے ہیں۔ اگر ایک طرف روزے
ہ کو آرام دینے کا موجب ہوتے ہیں تو دوسری
ف جھوٹ غیبت اور ہر قسم کی برائی سے روکتے ہیں
لاصہ۔۔ یہ روزہ رکھنے والا خدا کے زیادہ قریب ہوتا

ہے، اور اس کی بیشمار رحمتیں روزہ دار پر نازل ہوتی ہیں

ازاں بعد راقم الحروف نے روزوں کے مقاصد
پر مختصر سی تقریر کی اور بتایا کہ روزے اگرچہ سب مذہبوں
میں پائے جاتے ہیں، لیکن اسلام میں روزے دیگر
مذہبوں کی طرح کسی ڈر یا خوف یا قومی ماتم کی یادگار کے طور
پر نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ اسلام میں روزوں کا مقصد
یہ ہے کہ انسان میں تقوےٰ و طہارت پیدا ہو۔ اسلامی روزہ
میں جہاں ایک طرف بھوک پیاس برداشت کرنی ہوتی اور
ایک قطرہ پانی بھی حلق سے نہیں اتارنا چاہیئے اسی طرح
جھوٹ غیبت اور ہر قسم کی برائی سے بچنا بھی اتنا ہی ضروری
ہے۔ غرض اس طرح انسان اپنی جسمانی ضروریات بھوک
پیاس کو روک کر اپنے میں ایک روحانی زندگی محسوس
کرتا اور خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے جو اصل غرض روزہ کی
ہے، نیز سب سے آخر پر میں نے بیگم صاحبہ حضرت امیر
کی اس خواہش کی طرف توجہ دلائی کہ سب بہنیں اس مبارک
مہینہ میں دستکاری بنانے کی طرف خاص توجہ دیں۔
اور اس طرح خدا کی راہ میں کام کر کے خدا کی خوشنودی حاصل
کریں۔ میں نے بطور مثال گھوڑا گلی کی ایک نمائش کی
طرف توجہ دلائی جو لارنس کالج کے پروفیسروں کی بیویوں
اور دیگر اساتذہ کی کوششوں سے ۱۴ اگست کو کوہ مری
میں ہوئی، یہ لڑائی کی امداد کے لئے وہاں کی یورپین عورتوں

نے صرف دو ماہ کی تیاری کے بعد کی۔ اس نمائش کو مجھے
دیکھنے کا موقعہ ملا اور حیرانی یہ کہ اس نمائش کے لئے ایک
ایک عورت نے دو ماہ میں اتنی چیزیں بنائیں کہ جتنی ہم
سال بھر میں بھی نہ بنا سکیں۔ نمائش کی نوعیت یہ تھی کہ ہر
عورت نے بیشمار چیزیں بنائیں لیکن ان کی لاگت بعد
میں نمائش کی آمد سے وضع کر لی اور ہر عورت نے اپنی
اپنی علیحدہ دکان لگائی۔ اس نمائش کے لئے عورتوں نے
خیراتی طور پر لوگوں کے باغوں سے سبزیاں فروٹ پھول
مفت لیکر فروخت کئے۔ نیز کسی نے چینی مفت دی
کسی نے کچھ مٹھائی بنا دی۔ غرض نمائش کرنیوالوں کی اپنی
لاگت صرف پانچ چھ سو تھی، لیکن اس کی آمد تین ہزار ہوئی،
گویا کہ قریباً ۲½ ہزار منافع رہا، اسلئے ہم سب احمدی
بہنوں کو بھی جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد
کیا ہوا ہے ہماری سالانہ نمائش دستکاری کو جو محض خدا
کی رضا کے لئے ہر طرح کامیاب بنانے کا عہد کرنا اور
اس کے لئے ابھی سے تیاری کرنی چاہیئے اور اس
بابرکت مہینہ میں ضرور اس کام کو شروع کر دینا چاہیئے۔
سب سے آخر پر بیگم صاحبہ کرم الٰہی صاحب نے ہماری
استدعا پر نمائش دستکاری کے متعلق اپنے قیمتی خیالات
کا اظہار فرمایا۔ لائق مقررہ نے بتایا کہ یہ ماہ خدا
تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے
اور خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں خود
بتایا کہ کس طرح انسان خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرتا اور
متقی بن سکتا ہے۔ مقررہ نے بتایا کہ خدا تعالےٰ کا قرب
حاصل کرنیکا راز اسمیں ہے کہ جہاں انسان خدا تعالیٰ پر غیب پر ایمان
لائے، نماز پڑھے تو ساتھ ہی جو کچھ کہ اس کے رب نے اسے
دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرنے کا لفظ بہت وسیع ہے

درخواست بنام ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

سال گذشتہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نوجوانان جماعت نے جابجا ایسوسی ایشنز بنا کر اپنی زندگی اور جذبہ تبلیغ کا ثبوت دیا تھا۔ اور مندرجہ ذیل مقامات پر ایسوسی ایشنز قائم ہوئیں اور ان کے سکرٹریان و صدر صاحبان نے رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو خدمت کی اس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں :- لاہور۔ راولپنڈی۔ لائلپور۔ جہلم۔ امرتسر۔ دہلی۔ پشاور۔ وزیر آباد۔ جموں۔ بدوملہی وغیرہ

اشاعت اسلام اور خدمت دین کا کام کوئی ہنگامی کام نہیں ہے کہ کسی خاص حالات یا جذبہ کے ماتحت اس کو شروع کیا جائے اور چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور کام بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا اور ہم نے سمجھ لیا کہ بس اپنا فرض ادا ہو گیا۔ یا بعض مشکلات کے باعث کمر ہمت توڑ کر بیٹھ گئے۔ کام کی نوعیت اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کے اندر استقلال اور مداومت ہو اور باوجود مشکلات اور تکالیف کے ہمارا قدم ہرگز نہ ڈگمگائے، بلکہ ترقی کی طرف بڑھے۔ اسلام نے ہی دنیا میں کامیاب ہونا ہے اور احمدیت کے ذریعہ اشاعت اسلام کا کام ہو سکتا ہے تو ہمیں دیوانہ وار اس کے پیچھے لگا رہنا چاہیئے۔

قرآن کریم نے کامیابی کے لئے ہمیں دو گر بتائے ہیں

استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق اس کی استعانت اور اس کے فضل و کرم کا ہر وقت طالب رہنا۔ اور دوسرے صبر۔ استقلال۔ مداومت سے کام لینا۔ اول الذکر کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے اور بالخصوص نماز تہجد۔ آجکل رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے۔ لہٰذا جیسا کہ حضرت امیر اپنے پر از معارف مضامین کے ذریعہ سے احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلا چکے ہیں میں نوجوانان جماعت سے عرض کرونگا کہ ان مضامین کا بنظر غور مطالعہ کریں اور اس مبارک مہینہ کی بدولت اپنے مالک حقیقی سے ایک زبردست تعلق بذریعہ نماز اور بالخصوص بذریعہ نماز تہجد قائم کریں۔ قرآن کریم فرماتا ہے ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطاً واقوم قیلا۔ یعنی رات کا اٹھنا قیام میں مضبوط تر اور قول میں درست تر ہے۔

آجکل شاید ماہ رمضان کے مجاہدہ کی وجہ سے ہم اپنے پروگرام مثلاً لیکچروں اور تقاریر کا سلسلہ تبلیغ بذریعہ ذاتی میل ملاقات وغیرہ کما حقہ جاری نہ رکھ سکیں لیکن اس کے عوض ہمیں اس مبارک مہینہ کے ذریعہ اپنی روحانیت اور تعلق باللہ کو ترقی اور مضبوطی دینی چاہیئے۔ تعلق باللہ سے جو روحانی طاقت انسانی قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ بڑی جسمانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکتی ہے ہماری جماعت کا یہی بنیادی اور اساسی اصول ہے کہ محض روحانی اور اخلاقی قوت، اور طاقت کا اس وقت انکار ہی بالآخر ہی کامیاب ثابت ہوگی اور اسی کے ذریعہ دنیا میں ایک انقلاب عظیم مقدر ہے۔ آج دنیا مادہ پرستی اور دہریت کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے اور اسی لئے ہر براعظم، ہر ملک بلکہ ہر شہر اور گاؤں کے اندر مصائب اور تکالیف کا دور دورہ ہے۔ اطمینان قلبی اور دلی سکون جس کے اندر حقیقی اور اصلی زندگی اور خوشی اور مسرت کا راز مضمر ہے ہر جگہ مفقود نظر آتا ہے۔ اور یہ چیز بجز مذہب یا تعلق باللہ کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اس مبارک اور پر از انوار مہینہ میں اس تعلق کو پیدا کرنے کی جس قدر سعی وجہد جلد ممکن ہو کریں اور اس طرح اپنے اندر روحانی اور اخلاقی قوت کا ایک زبردست خزانہ جمع کر لیں اور پھر اس مبارک مہینہ کے بعد اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے قابل ہو جائیں۔

لہٰذا میں جملہ نوجوانان جماعت سے پرزور درخواست کرونگا کہ (۱) نماز اور نماز تہجد کا خاص طور پر التزام کریں اور اس کو نہایت خشوع و خضوع۔ عجز و انکساری سے ادا کریں (۲) قول الزور سے اجتناب کرتے ہوئے خدا کی خوشنودی حاصل کریں (۳) ماہ رمضان کے اختتام پر عملی جہاد یعنی تبلیغ احمدیت و اشاعت اسلام کے کام کو فوراً جاری کر دیں۔ اپنی اپنی جگہ نوجوانوں کو جمع کر کے نئے سال کے انتخابات کریں اور مجھے بھی اطلاع دیں تاکہ یہاں رجسٹرات میں اندراج کر لیا جائے اور اخبار میں بھی شائع کر دیا جائے (۴) اپنی کارگذاری کی ماہانہ رپورٹ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت بھیجتے رہیں تاکہ آپکے کام اور خدمت کا دوسرے نوجوانان کو علم ہوتا رہے اور اس طرح جو دوست سست ہیں ان کے اندر بھی اس کام کی ترغیب پیدا ہو۔ بالآخر یہ عرض کرونگا کہ ماہ رمضان المبارک کے بعد تعلق باللہ اور اپنی روحانی اور اخلاقی طاقت کو کمزور نہ ہونے دیں کیونکہ احمدیت کی کامیابی کیلئے یہی سب سے زبردست حربہ ہے، کہ

ادائیگی زکوٰۃ اور ہمارے دوستوں کا ایثار

از جناب مولوی عبدالرشید صاحب

مذہب اسلام کوئی خیالی مذہب نہیں بلکہ سراسر عمل ہے جمود و تعطل اس کے یہاں جرم عظیم ہے۔ وہ یاس و قنوط کو کفر قرار دیتا ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں سے پورے زور سے عمل اور حق کے لئے ہدایت اور قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور جس کسی میں جو صلاحیت قدرت نے ودیعت رکھی ہے اس کا اسے مکلف اور مسئول قرار دیتا ہے، مثلاً اگر کسی کو علم شریعت کی دولت حاصل ہو تو اس کا فرض ہے کہ بندگان الٰہی میں زیادہ سے زیادہ اس کی نشر و اشاعت کرے اور اس میں ذرہ بھی تساہل و تغافل نہ برتے اور ایک ایک گلی کوچہ میں پھر کر بندوں تک خدا کا پیغام پہنچائے۔ اور اگر کسی میں سیاست، مدن و تدبیر منزل کی صلاحیت و قابلیت ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کو سوسائٹی کی اصلاح و تعمیر میں لگائے۔ اور اگر کوئی سرمایہ دار ہو تو اسلام اسے یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کو خدا کی امانت سمجھے اور خدا اور اس کے دین کی طلب پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ بلکہ اس طرح کے مواقع کا منتظر رہے اور جب اس طرح کا کوئی موقع ملے نہایت جوش اور خلوص دل سے اپنی دولت کو خرچ کرے ذرہ بھی دل تنگی نہ کرے۔

الغرض جس کو بھی خدا تعالےٰ نے کسی فضیلت سے نوازا ہے۔ وہ اس کے بارہ میں مسئول ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدا کی عدالت میں محض نماز، روزہ۔ حج، زکوٰۃ وغیرہ کی بابت مسئولیت ہوگی اور جس نے یہ فرائض پابندی سے انجام دیئے وہ کامیاب ہے، کیونکہ یہ تو وہ فرائض ہیں جن کا ہر ایک مکلف مسئول ہے، بلکہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں کہتا ہوں کہ خدا کی بارگاہ میں ان فرائض کے علاوہ ہر اس خوبی اور کمال کی بابت مسئولیت ہوگی جو کسی کو بخشی گئی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا نے کسی کو دولت دی ہو اور خدا اور اس کے دین کو اس کی ضرورت ہو اور اس نے خرچ کرنے سے جی چرایا ہو یا آدھے دل سے دیا ہو، خدا کی عدالت میں وہ پکڑا نہ جائے۔ گو نماز روزہ وغیرہ فرائض کی ادائیگی میں چست ہو۔

اس اصل عظیم کے معلوم کرنے کے بعد معلوم رہے کہ یوں تو ہماری قلیل جماعت کے تمام افراد اپنی اپنی جگہ ایک مجسمہ ایثار و قربانی ہیں۔ لیکن مجھے اس سفر فراہمی زکوٰۃ کے سلسلہ میں اللہ کے دو نیک بندوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

(۱) شیخ محمود احمد صاحب مالک ہیملٹن ہوٹل کوئٹہ جنہوں نے ایک صد روپیہ کی معقول رقم زکوٰۃ فنڈ میں عنایت فرما کر وقت کی پکار کا صحیح اندازہ لگایا ہے۔ اگرچہ بقول شیخ صاحب زکوٰۃ کا تمام حساب کتاب ہمارے ہیڈ آفس سیالکوٹ ہی سے طے پاتا ہے، مگر اشاعت اسلام کے لئے ہم ہر وقت حاضر ہیں۔

اسی طرح محترمہ مسز شیخ محمود احمد صاحب نے مبلغ -/۸۰ روپیہ زکوٰۃ زیورات عنایت فرما کر خواتین کے لئے ایک نیک مثال قائم فرمائی۔ کیا ہی خوش قسمت ہے وہ جماعت جن کے نونہال ایثار و قربانی کے جذبات سے لبریز ہیں، کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ بزرگ جن کے یہ برخوردار ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان اور محترم خواتین اس مثال کو سامنے رکھکر فاستبقوا الخیرات کا پورا عملی نمونہ پیش کریں گے۔

آخر میں میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کار خیر میں میری امداد فرمائی ہے۔ ملتانی احباب میں سے قاضی سمیع اللہ صاحب و خان عبدالعزیز خاں صاحب و محمد حسین خاں صاحب کے اسماء گرامی قابل قدر ہیں، کوئٹہ میں تمام احباب نے نہایت ہی خلوص سے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔ مسٹر عبدالرحمن صاحب غوری چونکہ میرے محترم میزبان رہے ہیں ان کی تکلیف کا بھی مجھے احساس ہے اللہ تعالےٰ ان سب احباب پر اپنی برکات نازل فرمائے اور تمام مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

آمین

برادران گذشتہ کی ایسوسی ایشن کا یہ انتخاب ہو چکا ہے اور اس کی روئداد گذشتہ شمارہ میں شائع ہو چکی ہے ٭

کیا تعریف نبوّت میں تبدیلی ہوئی؟

قادیانی جماعت کی خاموشی

از جناب مولانا عمرالدین صاحب شملوی

احمدی جماعت لاہور اور قادیانی جماعت کے درمیان حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق قریباً تیس سال سے بحث ہو رہی ہے۔ آج تک اس بحث کا خاتمہ نہیں ہوا کیونکہ قادیانی جماعت اصولی بحث پر آتی ہی نہیں۔ میں نے بارہا قادیانی مبلغوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ بجائے ظلی بروزی مجازی امتی نبوت کے متعلق حوالوں پر حوالے پیش کرنے کے آپ لوگ اس امر پر بحث کریں کہ نبی کی تعریف کیا ہے تاکہ اس کے مطابق ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو سکے۔ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے بحث کی بنیاد تبدیلی تعریف نبوت پر رکھی ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود نے تعریف نبوت میں تبدیلی کی تھی۔ تو قادیانی حق پر ہوں گے ورنہ احمدی جماعت لاہور حق پر ہے۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی صرف نام میں تبدیلی کی کیونکہ تعریف نبوت میں خدا سے علم پا کر آپ نے تبدیلی کر دی تھی۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کو انعامی چیلنج کیا جسے مولوی صاحب موصوف نے منظور کر لیا۔ شرائط مباحثہ طے ہو گئیں۔ ثالثوں کے تقرر کا سوال باقی تھا آخر کار تین ثالثوں کا انتخاب ہو گیا۔ مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری نے حَکم بننے سے انکار کر دیا۔ ان کی بجائے مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری غیر جانبدار ثالث تسلیم کر لئے گئے۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے چاہا کہ ایک ثالث قادیان کے علماء میں سے ہو، میں نے منظوری دے دی بشرطیکہ وہ اس کے مقابل میری طرف سے شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو ایک ثالث مان لیں۔ مگر مولوی اللہ دتا صاحب شیخ مصری صاحب کا نام آتے ہی علماء قادیان میں سے کسی کو ثالث بنانے کے خیال کو چھوڑ بیٹھے اور لکھا کہ جناب چودھری نعمت اللہ خاں صاحب ریٹائرڈ سیشن جج صاحب اور جناب ہیڈ ماسٹر محمد دین صاحب (ہر دو قادیانی) ثالثوں کو جن کا تقرر پہلے ہو چکا ہے رہنے دیا جائے۔ میں نے لکھا کہ بہت اچھا میں اس طرح بھی بحث کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر آپ قادیانی علماء میں سے جناب میر محمد اسحاق صاحب یا جناب سید سرور شاہ صاحب کو ایک منصف مقرر کر لیں اور ادھر سے میں جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو منصف مقرر کر لوں تو اس طرح تین مختلف علماء کے ذریعہ جو فیصلہ ہو گا وہ بہت ہی بہتر ہو گا۔ اب اس تجویز پر ایک ماہ کے قریب گذر چکا اور میں نے مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب کو دو بار یاد دہانی بھی کرائی ہے، مگر چونکہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسلئے بذریعہ اخبار پیغام صلح میں مولوی صاحب موصوف کو مخاطب کرتا ہوا اور پوچھتا ہوں کہ وہ اب خاموش کیوں ہیں۔ وہ اگر بوجہ اپنی کمزوری کے یہی چاہتے ہیں کہ مباحثہ ٹل جائے یا وہ ثالث انہیں کی جماعت کے ہوں تاکہ غیر جانبدار ثالث اگر ان کے خلاف بھی فیصلہ دے تو ان کو انعامی رقم اپنے ہمخیال ثالثوں کی کثرت رائے سے مل جائے۔ تو وہ صاف کہدیں کہ میں تو بحث نہیں کروں گا اور اگر کروں گا تو صرف اس صورت میں کہ جب ان کے ہمخیال منصف جو ان کی جماعت سے ہیں برقرار رکھے جائیں تو میں پھر بھی بحث کر لوں گا۔

انعامی رقم جمع کرائی جا چکی ہے

مولوی اللہ دتا کے اصرار پر میں انعامی رقم بھی ان کے پاس جمع کرا چکا ہوں۔ تاکہ کسی طرح مولانا صاحب میدان میں نکل آویں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ میرے خطوط کے جواب بھی نہیں دیتے۔ خدا جانے اب مولوی صاحب کیا سوچ رہے ہیں۔

پانچصد روپیہ انعام

ہم نے مولوی اللہ دتا صاحب کو سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے۔ مولوی فاضل صاحب کے پانصد روپیہ انعامی چیلنج کی طرف بھی توجہ دلائی اور لکھا کہ سید اختر حسین شاہ صاحب کا چیلنج صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی قادیانی صرف ایک حدیث نبوی ایسی پیش کر دے جس میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کے یا نبیوں کی مہر یا نبیوں کی زینت کے ہیں تو اسے پانصد روپیہ انعام دیا جائے گا۔ یہ لکھکر میں نے مولوی اللہ دتا صاحب کو غیرت دلانے والے الفاظ میں لکھا کہ آپ اب خاموش کیوں ہیں سید صاحب تو بار بار آپ کو مقابلے کے لئے بلاتے ہیں اور آپ خاموشی سے بات کو ٹال رہے ہیں۔ مگر کچھ کہ مولوی صاحب نے اپنی پناہ اس ایک خاموشی میں ہی پائی ہے۔ سید صاحب یکصد روپیہ پیشگی جمع کرانے کو بھی تیار ہیں، مگر ان کے چیلنج سے قادیانی کیمپ میں سکتہ کا عالم طاری ہو چکا ہے۔

کیا اب بھی کوئی قادیانی سید صاحب کے چیلنج کا جواب دے گا۔ میرا تو یقین ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی یہ طاقت نہیں کہ سید صاحب کے مطالبہ کو پورا کرے۔

میرے قادیانی دوستو بتاؤ۔

الیس منکم رجل رشید

عمرالدین۔ احمدی۔

ع۔ا۔ یہ مضمون ۹ ستمبر کو موصول ہوا تھا کچھ تعویق سے شائع ہو رہا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

روزنامہ "احسان" لاہور اور ارباب قادیان

احسان ۱۱ ستمبر ۴۲ء محترم جناب ایڈیٹر صاحب نور کے ایک بیان پر جس کا خلاصہ پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے رقمطراز ہے:۔

قادیان کے دارالامان میں نہ صرف ان لوگوں کی زندگی ہی اجیرن ہے، جو قادیانی نہیں، بلکہ اب تو قادیانیوں کو بھی شکایتیں پیدا ہو چکی ہیں، وہ لوگ جو جماعت سے نکل کر قادیانیوں پر الزام لگاتے تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ انہیں ذاتی مخاصمت ہے اور یہ انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن ایڈیٹر نور کے متعلق تو اس قسم کا عذر بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ ان کے عقائد میں "خرابی" آگئی ہے یا انہیں جماعت سے کوئی اختلاف پیدا ہو گیا ہے بلکہ یہ سب کچھ محض اسلئے ہوا کہ ناظر امور عامہ اور ناظر بیت المال چونکہ صاحبان اختیار و اقتدار ہیں اور ان کے مقابلے میں خدمات کے لحاظ سے اگرچہ بہت بلند سہی، لیکن طاقت کے اعتبار سے ایڈیٹر نور کمزور ہیں۔ اسلئے اس کمزوری کا نقصان انہیں پہنچ رہا ہے۔ جہاں تک ان کے عقائد کا تعلق ہے وہ تمام مصیبتیں سہنے کے بعد بھی کہتے ہیں:۔

"میں یہ بھی کہدوں کہ ناظر امور عامہ یا ناظر بیت المال کا کوئی فعل خدا کے فضل سے میرے مضبوط ارادہ میں جنبش پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں نے صداقت کو صداقت کی خاطر قبول کیا ہے۔ نہ کہ ناظر امور عامہ یا ناظر بیت المال وغیرہ کی خاطر"

ناظر امور عامہ اور ناظر بیت المال کسی جماعت کے نہایت ہی ذمہ دار عہدہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ان کے اخلاق کا یہی حال ہے جو ایڈیٹر نور نے تفصیل کے ساتھ اخبار نور ۳ ستمبر میں بیان کیا ہے۔ تو پھر اس جماعت کے انجام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ دوسروں کے ساتھ جماعتی تعصب یا جماعتی تنظیم کا پاس اگر انہیں ایسے سلوک پر ابھارے تو خیر ایک بات بھی ہے۔ لیکن اب تو اپنوں نے پناہ مانگنی شروع کر دی ہے اور اس "روحانی خلافت" میں "دنیاوی وجاہت" کا رنگ جھلکنے لگا ہے، قادیانیوں کا اخبار "الفضل" دوسری جماعتوں پر زبان طعن دراز کرنے میں بہت ہی بیباک ہے، اسے دوسروں کے زوال پر مسرت بھی اس قدر ہوتی ہے کہ وہ پھولا نہیں سماتا اور اس انداز میں ذکر کرتا ہے، گویا دوسروں کے زوال ہی پر وہ زندہ رہ سکتا ہے، پھر ظواہر پر ہی نہیں بلکہ نیتوں پر حملہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگذری
شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رسد

لیکن اصول مکافات اپنا کام کر رہا ہے اور دوسروں کی جن باتوں پر الفضل ہنسی اڑانے کا عادی ہے، وہ اب اس کے اپنے گھر میں پیدا ہو رہی ہیں اور وہ خاموش ہے لیکن اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی خاموشی سے ان واقعات پر پردہ نہیں پڑ سکتا ع

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا!

مولوی اللہ دتہ صاحب اینڈ کو کی رگذی ماہ اگست ۱۹۴۲ء پر ایک نظر

{ از محترم جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب پی۔سی۔ایس }

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری اور ان کے رفقاء کی طرف سے قادیان سے ایک ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اگرچہ اُن مضامین کو جو اس رسالہ میں چھپتے ہیں اس کے نام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ مگر تاہم انہوں نے اس کو فرقان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ بعض خاص وجوہات کی بناء پر اس رسالہ کے ماہ جولائی کے مضامین پر مجھے اپنے خیالات کا اظہار کرنا پڑا ہے۔ یہ مضامین اخبار پیغام صلح میں چھپ چکے ہیں۔ میرا ارادہ نہ تھا کہ آئندہ اس رسالے پر کچھ لکھوں۔ مگر میں نے اس رسالہ کا نمبر بابت ماہ اگست دیکھا۔ اور مجھے افسوس سے معلوم ہوا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب اور دیگر مضمون نگاروں نے اس دفعہ بھی اسی چالاکی، اُسی کتر و بیونت اور اسی حق پوشی کا اظہار کیا ہے، چونکہ ایسے مضامین سے احمدیت کے لٹریچر میں بہت بُرا اضافہ ہو رہا ہے۔ اور بہت بُری مثال قائم ہو رہی ہے۔ اس واسطے میں نے ان مضامین پر ریویو کرنا مناسب سمجھا۔ ممکن ہے کہ میری یہ ناچیز کوشش کوئی مفید نتیجہ پیدا کر سکے۔ اختلاف رائے معمولی بات ہے اور ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنے عقیدہ یا خیال یا رائے کے حق میں دلائل پیش کرے مگر یہ برداشت نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے مباحثات میں عمداً تحریف یا کتمان حق کیا جاوے خاصکر جبکہ ایک مذہبی معاملہ پر تحقیقات ہو رہی ہو۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کو ضرور یہ الفاظ ناگوار معلوم ہوں گے مگر جیسا کہ میں اپنے پہلے مضمون میں عرض کر چکا ہوں ان کا رویہ اور ان کا طریق کار اور طرز خطاب بہت نامناسب ہے اور اسلام اور احمدیت کی شان کے منافی ہے۔ اس رسالہ کے اجراء سے ان کا مقصد تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ہم لوگوں کو اپنے ساتھ دلائل دے کر عقائد میں متفق کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر جیسا کہ میں پہلے مضمون میں بھی عرض کر چکا ہوں اُن کے طرز تحریر اور طریق کا اثر ہم لوگوں پر اُلٹا ہو رہا ہے۔ اور ہم لوگ اب یہ خیال کرتے ہیں کہ مولوی صاحب اور اُن کے رفقاء کے پاس کوئی معقول دلیل اپنے عقائد کے حق میں نہیں ہے، اس تمہیدی ریمارک کے بعد میں اُن کے رسالہ بابت ماہ اگست کے مضامین پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

تحفہ گولڑویہ اور دعوے نبوت

اس رسالہ میں سب سے زیادہ اہم مضمون وہ ہے جس کا عنوان مولوی اللہ دتہ صاحب نے حسب ذیل قائم کیا ہے "کیا تحفہ گولڑویہ میں دعوےٰ نبوت سے انکار ہے؟" اخویم مکرم خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے مکرمی و محترمی جناب میاں محمود احمد صاحب سے حقیقۃ الوحی نشان نمبر ۱۱۸ کے متعلق سوال کیا تھا۔ حضرت اقدس سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ مولوی کرم دین کے مقدمہ میں عدالت میں آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے، جیسا تریاق القلوب میں لکھا تو حضرت صاحب نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ اب چونکہ حضرت اقدس نے تریاق القلوب میں صادر پر اپنی شان اور اپنا مرتبہ مجددیت بیان فرمایا۔ یہ سوال اُٹھ سکتا تھا کہ گویا ۱۹۰۴ء میں جب یہ سوالات میں کیا گیا تھا بلکہ ۱۹۰۷ء میں بھی جبکہ حقیقۃ الوحی طبع ہوئی حضرت اقدس اپنی وہی شان سمجھتے، جو تریاق القلوب میں درج ہے یعنی نبوت سے انکار اور محدثیت کا دعوےٰ یہ سوال بڑا وزنی ہے اور جناب میاں صاحب نے بھی اس کا جواب لکھتے ہوئے فرمایا ہے "کہ اس صورت میں بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے" لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ حضرت اقدس سے تریاق القلوب کے متعلق نہیں دریافت کیا گیا تھا بلکہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق اور مسل کے ریکارڈ کی نقل سے بھی اس بات کو ثابت کیا کہ گولڑویہ کے متعلق ہی سوال تھا اس پر میاں محمد صادق صاحب نے پھر ایک خط جناب میاں صاحب کی خدمت میں لکھا "کہ نشان نمبر ۱۱۸ میں خواہ تریاق القلوب کا ذکر ہو یا گولڑویہ کا حضرت صاحب کے دعوے ولایت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اور حوالہ کی غلطی کو مانتے ہوئے کہنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذہن میں نشان نمبر ۱۱۸ حقیقۃ الوحی لکھتے وقت جہاں تک ان کے مرتبہ ولایت کا تعلق ہے تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ میں کوئی فرق نہ تھا، پس میرا سوال اب مزید توضیح کا محتاج ہو گیا ہے، اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ جناب ازراہ کرم مزید توجہ فرما کر مشکور فرماویں گے" میاں محمد صادق صاحب نے تحفہ گولڑویہ کی چھ عبارتوں کا حوالہ دے کر اور ان میں سے دو عبارتوں کو نقل کر کے یہ ثابت کیا کہ تحفہ گولڑویہ میں بھی حضرت صاحب نے دعوےٰ نبوت سے انکار کیا ہے، اور محدثیت کا دعوےٰ کیا ہے۔

جناب میاں صاحب نے اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، مگر اب اس رسالہ میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی طرف سے اس کا جواب چھپا ہے۔ اس جواب کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

جناب میاں صاحب کے اس جواب کا حوالہ دیتے ہوئے جو ماہ جولائی میں چھپا ہے مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس جواب پر غیر مبائعین کے دوسرے اکابر اور ان کے اخبار پیغام صلح تو بالکل خاموش ہیں، البتہ جناب خان بہادر میاں محمد صادق نے ایک مکتوب سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور بھیجا ہے، جسے ہم بجنسہ درج ذیل کر کے جواب لکھتے ہیں"!

جناب میاں صاحب نے میاں محمد صادق صاحب کے سوال کا جواب مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ جولائی نمبر میں دیا، یہ رسالہ دس جولائی کو شائع ہوتا ہے، ۲۰ اگست کے پیغام صلح میں میاں محمد صادق صاحب کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے تحفہ گولڑویہ کی عبارات نقل کر کے یہ ثابت کیا کہ اس میں بھی نبوت کا دعوےٰ نہیں ہے بلکہ محدثیت کا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس مضمون کا ایک خط میں نے جناب خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں بھیجا اور اس مضمون میں یہ بھی لکھا "کئی ہفتے گذر چکے میرے اس عریضہ کا جواب اب تک صادر نہیں ہوا میں امید رکھتا ہوں کہ جواب دیا جاوے گا، میاں صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ جولائی کے بعد جلد ہی انہوں نے جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں خط ارسال کر دیا تھا۔ مگر باوجود اس کے مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ جناب خلیفہ صاحب کے جواب پر غیر مبائعین کے دوسرے اکابر اور ان کا اخبار پیغام صلح نہ صرف خاموش بلکہ بالکل خاموش ہے۔ یہ ہیں مولوی اللہ دتہ صاحب کی لن ترانیاں۔ میاں محمد صادق صاحب کے عقائد کو تبدیل کرنے کے لئے جس قدر کوشش ممکن تھی کی گئی جناب خلیفہ صاحب سے بھی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد تمام اکابر علماء قادیان مولوی سید سرور شاہ صاحب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مولوی محمد یار صاحب اور خود مولوی اللہ دتہ صاحب نے مختلف موقعوں پر لاہور آکر میاں محمد صادق صاحب سے تبادلہ خیالات کیا، اور جو دلائل اُن کے پاس تھے دیئے۔ مگر میاں محمد صادق کو کوئی بھی قائل نہ کر سکا بلکہ بعض نے صاف طور پر کہا کہ ان کے اعتراض کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں، میاں صاحب نے اپنے مضمون میں جو مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء میں چھپا ہے ان سب مباحثات کا ذکر کیا ہے اور یہ مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب ان تمام حالات سے آگاہ ہیں بلکہ میاں محمد صادق صاحب کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں بہت زیادہ حصہ لیتے رہے ہیں، مگر باوجود اس کے ہم لوگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ بالکل خاموش رہے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہمیں بجائے خاموش رہنے کے اور کیا کرنا چاہیئے تھا، کیا ہم سب شور مچانا شروع کر دیتے ہم تو ان مباحثات و تبادلہ خیالات کا ذکر سنتے رہے اور ہم نے مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے رفقاء کو پورا موقعہ دیا کہ وہ میاں صاحب کو عقائد میں اپنے ساتھ متفق کر لیں لیکن اگر وہ نہیں کر سکے تو یہ ان کا اپنا قصور ہے اور ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے دلائل بہت کمزور ہیں۔

میرے جواب لکھنے کی وجہ

بہتر تو یہ تھا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کے اس مضمون کا جواب خود جناب میاں محمد صادق صاحب تحریر فرماتے لیکن وہ چند دنوں سے دوبارہ سرکاری ڈیوٹی پر تعینات ہو گئے ہیں اور ان کے فرائض منصبی ایسے ہیں کہ اُن کو

بہت کم فرصت ہوگی۔ ایسی حالت میں میں جواب لکھتا ہوں اگرچہ جیسا جواب میاں محمد صادق صاحب لکھتے ہیں ویسا نہ لکھ سکوں گا مگر اس خیال سے کہ ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب پھر لکھیں کہ ہم لوگ ان کے مضمون کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق جواب لکھتا ہوں وباللہ التوفیق۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے چار پیروں میں جواب دیا ہے۔ پہلے پیرے میں تو صرف یہ لکھا ہے کہ جس مقدمہ میں حضرت اقدس نے یہ بیان دیا ہے یہ وہ مقدمہ نہ تھا جو میاں محمد صادق صاحب نے سمجھا ہے، جب ہم حضرت اقدس کی تحریر مندرجہ صفحہ ۵۶۵ و صفحہ ۲۶۶ حقیقۃ الوحی پڑھتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ استغاثہ اسی مقدمہ میں ہوا جو کرم دین جہلمی نے حضرت اقدس کے خلاف دائر کیا ہوا تھا لیکن ہے مولوی اللہ دتہ صاحب جو کچھ کہتے ہیں وہ درست ہو اور حضرت اقدس نے یہ بیان بطور گواہ کے دیا ہو، مگر جہانتک اصل مسئلہ کا تعلق ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہوسکتا کیونکہ جن دنوں وہ مقدمہ جو کرم دین نے حضرت اقدس کے خلاف دائر کیا ہوا تھا چل رہا تھا انہیں دنوں یہ دوسرا مقدمہ جو حکیم فضل الدین صاحب مرحوم نے کرم دین مذکور کے خلاف دائر کیا ہوا تھا چل رہا تھا۔ یعنی ۱۹۰۳ء۔ دوسرے لفظوں میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس مقدمہ میں جو بیان دیا، اس میں حضرت اقدس کا دعویٰ مجددیت ہی ثابت ہوتا ہے تو جو عمارت مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ کے "عدالتی بیان نمبر" میں کھڑی کی ہے وہ خود بخود ہی گر جائے گی۔ بہرصورت اگر میاں محمد صادق صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ یہ بیان دوسرے مقدمہ میں ہوا تو نہ صرف یہ ایک معمولی بات تھی، بلکہ حضرت اقدس کی تحریر پر مبنی تھی۔ اگر حضرت اقدس کو سہو ہو گیا ہو کہ نشان ۱۸۱ میں بجائے مقدمہ خلاف کرم دین کے اپنے خلاف مقدمہ لکھدیا اور بجائے کتاب تحفہ گولڑویہ کے تریاق القلوب کا نام لکھدیا ہے تو میاں محمد صادق صاحب کو غلطی لگنا ایک معمولی بات تھی۔ مولوی اللہ دتہ صاحب بھی معمولی طور پر اس غلطی کا ذکر کر دیتے تو حرج نہ تھا، مگر انہوں نے ایسے الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ گویا انہوں نے بڑا بھاری انکشاف کیا ہے اور میاں صاحب کی دلائل کو صرف اسی انکشاف سے تعثّادر کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں: "پس میاں محمد صادق صاحب کا یہ تمسک بالکل بیجا اور بے محل ہے" اس مطلب کو وہ یہ کہکر ہی ادا کر سکتے تھے کہ میاں صاحب کو غلطی لگ گئی ہے" مگر وہ اپنی ہر ایک بات کو بڑھا چڑھا کر ہی لکھتے ہیں۔ مبالغہ آمیزی ان کے لئے ایک معمولی بات ہے۔

اگر ہم چاہیں تو اب بھی اسبات پر زور دے سکتے ہیں کہ جو کچھ میاں محمد صادق صاحب نے لکھا ہے وہی درست ہے کیونکہ وہ حضرت اقدس کی اپنی تحریر کے مطابق ہے اور ممکن ہے کہ اس قسم کا کوئی بیان اس مقدمہ میں بھی ہوا ہو جو کرم دین نے حضرت صاحب کے خلاف دائر کیا ہوا تھا مگر ہم مولوی اللہ دتہ صاحب کے مسلمات پر ہی گفتگو کریں گے اور ہم سردست تسلیم کر لیتے ہیں کہ جو کتاب حضرت اقدس کی پیش ہوئی وہ تحفہ گولڑویہ ہی تھی۔

میاں محمد صادق صاحب نے خط میں تحفہ گولڑویہ کی چھ عبارتوں کا حوالہ دیا تھا۔ دو عبارتیں نقل کر دیں اور دوسری عبارتوں کے صفحات لکھ دیئے مولوی اللہ دتہ صاحب کو چاہیئے تھا کہ تمام عبارات پر توجہ فرماتے مگر ایسا کرنے کی بجائے انہوں نے دو عبارتوں کے متعلق تو ایک بے معنی سا جواب دے دیا اور دوسرے حوالوں کا ذکر تک نہیں کیا۔

میاں محمد صادق صاحب نے تحفہ گولڑویہ سے حسب ذیل عبارت نقل کی تھی

"وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل وحی لیکر نازل ہوتا رہے گا، اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت باقی رہا"

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں "اس عبارت میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت علیہ السلام مستقل نبی ہیں وہ امت محمدیہ میں نہیں آسکتے، ان کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے اور یہ بات جماعت احمدیہ کے مسلمات میں سے ہے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد ایسے نبی کے آنے کا کوئی امکان نہیں جو مستقل طور پر براہ راست بدون ظلّ محمدی کے نبوت حاصل کرنے والا یا نئی شریعت لانے والا ہو۔ اس لئے ثابت ہوا کہ پہلی عبارت محل نزاع نہیں"۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کے نزدیک یہ عبارت محل نزاع نہیں رہتی ان عبارت سے جو مطلب مولوی اللہ دتہ صاحب نے لیا ہے وہ حضرت اقدس کی عبارت سے کسی طرح نہیں لیا جا سکتا۔ جو عبارت میاں محمد صادق صاحب نے نقل کی ہے اس سے پہلے تحفہ گولڑویہ کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، قرآن شریف صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

اس عبارت کے بعد وہ عبارت پڑھو جو میاں محمد صادق صاحب نے نقل کی ہے، اور پھر دیکھو کہ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس کے ذہن میں حضرت کی مراد ہر نبوت کو ختم کرتا ہے، اور اس کی دو وجوہات بھی دی ہیں ایک تکمیل شریعت دوسرا خاتم النبیین بمعنی نبوت ختم کرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا۔ اس عبارت کے معاً بعد حضرت صاحب لکھتے ہیں

"بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں"

اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مسیح اس وجہ سے نہیں آسکتا کہ اس پر وحی نبوت نازل ہوگی اور پھر فرماتے ہیں "سوچو اور فکر کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنا کوئی دین میں تھوڑا فساد نہیں ڈالتا" اور پھر فرماتے ہیں "ایسا ہی پھر ان کو (حضرت مسیح) نبوت اور وحی نبوت کے ساتھ زمین پر اتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے

تو پھر افسوس ہزار افسوس کہ اس لغو حرکت سے کیا فائدہ ہوا کہ محض اپنی حکومت سے مسیح کو آسمان پر چڑھا دیا اور اپنے ہی خیال سے کسی وقت اترنا بھی مان لیا۔ اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوگا تو ایسے عقیدے سے دین اسلام باقی رہ جائیگا اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا"

ان تمام عبارتوں سے جو نقل کی گئی ہیں یہ ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ اپنی نبوت کے ساتھ واپس آ گئے تو ضروری ہے کہ ان پر جو وحی نازل ہو وہ وحی نبوت ہو اس واسطے نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء رہ سکتے ہیں اور نہ قرآن خاتم الکتاب اس میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ نیا نبی آسکتا ہے یا نہیں اسلئے کہ اگر نیا نبی بھی آیا تو اس پر بھی جو وحی نازل ہوگی وہ وحی نبوت کہلائے گی اور حضرت اقدس نے کسی جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ میری وحی وحی نبوت ہے اور اگر حضور ایسا لکھتے یا ایسا دعوے کرتے تو اس قاعدہ کلیہ کے خلاف ہوتا جو ان عبارات میں حضور نے بیان فرمایا ہے۔ اس وقت بحث تحفہ گولڑویہ کے دلائل کے متعلق ہو رہی ہے اور مولوی اللہ دتہ صاحب کے لئے قطعاً ناممکن ہے کہ وہ اس کتاب سے جو ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی ثابت کر سکیں کہ اس کتاب میں کسی قسم کی نبوت حضرت اقدس نے اپنی طرف منسوب کی ہے۔

دوسری عبارت جسے میاں محمد صادق صاحب نے نقل کیا ہے حسب ذیل ہے:۔

"جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر بھی کی جاوے گی اور ان کے مخالف ان کے مرتبہ ولایت سے انکار کریں گے، کیونکہ اس پیشگوئی کے آخر میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون اور اس آیت کے معنے جیسا کہ روافض عملی کی حالت سے کھلتے ہیں یہی ہیں کہ بعض گمراہ حضرت ابوبکر رض کے مقام بلند سے منکر ہو جائیں گے اور ان کی تکفیر کریں گے پس اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی، کیونکہ وہ خلافت کے اس آخری نقطہ پر ہے جو خلافت کے پہلے نقطہ سے ملا ہوا ہے"

اسی کے متعلق مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"دوسری عبارت میں لفظ "مرتبہ ولایت" ضرور قابل غور ہے، لیکن مرتبہ ولایت کے ذکر سے نبوت کا انکار کیسے لازم آگیا۔ جبکہ اسی کتاب کے دوسرے مقامات پر صاف طور پر نبوت و رسالت کا دعوےٰ موجود ہے؟ کیا نبی ولی نہیں ہوتا۔" اس عبارت میں تو صرف حضرت ابوبکر سے اپنی مشابہت کا تذکرہ ہے اپنی نبوت کا اقرار یا انکار مدنظر نہیں ہے۔ کسی نبی کے متعلق یہ کہدینے سے کہ وہ صدیق۔ ولی۔ اور نیک وصالح ہے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ وہ اب نبی نہیں ہے ورنہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشعار

موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہوگیا
قرآں میں جو خضر نے کیا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار

تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

میں حضرت موسےٰ کو خدا کے بندوں میں شامل کر کے ان کی نبوت سے انکار کر دیا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "لفظ ولایت ضرور قابل غور ہے" یہ فقرہ مولوی صاحب موصوف نے اس واسطے نہیں لکھا کہ وہ اس پر کوئی غور کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس واسطے کہ قارئین پر ثابت ہو جائے کہ انہوں نے غور کیا ہے حالانکہ انہوں نے قطعاً اس عبارت پر غور نہیں کیا، اور اگر وہ غور کرتے اور دیانت داری سے غور کرتے تو وہ الفاظ ہرگز نہ لکھ سکتے۔ جو انہوں نے لکھے ہیں حضرت اقدس آیت استخلاف کے ماتحت اپنے آپ کو خلافت محمدیہ کا آخری خلیفہ ظاہر فرماتے ہیں۔ میاں محمد صادق صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اسکو دوسری عبارت کے ساتھ ملا کر ہم نقل کرتے ہیں یہ عبارت تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۸ اور صفحہ ۹۹ کے حاشیہ پر ہے

"ایسا ہی اس پیشگوئی سے جو مسیح موعود اور حضرت ابوبکرؓ میں مشترک ہے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعودؑ کی تکفیر کی جائے گی اور ان کے مخالف ان کے مرتبہ ولایت سے انکار کریں گے کیونکہ اس پیشگوئی کے اخیر میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون اور اس آیت کے معنے جیسا کہ روافض کی عملی حالت سے کھلے ہیں یہی ہیں کہ بعض گمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بلند مقام سے منکر ہو جائیں گے اور ان کی تکفیر کریں گے پس اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی تکفیر بھی ہوگی کیونکہ وہ خلافت کے آخری نقطہ پر ہے جو خلافت کے پہلے نقطہ سے ملا ہوا ہے۔ یہ بات بہت ضروری اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک دائرہ کا عام قاعدہ یہی ہے کہ اس کا آخری نقطہ پہلے نقطہ سے اتصال رکھتا ہے لہذا اس عام قاعدہ کے موافق خلافت محمدیہ کے دائرہ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے یعنے یہ لازمی امر ہے کہ آخری نقطہ اس دائرہ کا جس سے مراد مسیح موعود ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا خاتم ہے وہ اس دائرہ کے پہلے نقطہ سے جو خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ جو ابوبکر ہے وہ اس دائرہ کے انتہائی نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصال تام رکھتا ہے جیسا کہ مشاہدہ اسباب پر گواہ ہے کہ آخری نقطہ ہر ایک دائرہ کا اس کے پہلے نقطہ سے جا ملتا ہے اب جبکہ اول اور آخر کے دونوں نقطوں کا اتصال ماننا پڑا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو قرآنی پیشگوئیاں خلافت کے پہلے نقطہ کے حق میں ہیں یعنے حضرت ابوبکرؓ کے حق میں ہیں وہی خلافت کے آخری نقطہ کے حق میں بھی ہیں یعنے مسیح موعود کے حق میں اور یہی ثابت کرنا تھا۔"

تحفہ گولڑویہ کے اس مقام پر حضرت اقدسؑ خلافت محمدیہ کی مشابہت خلافت موسوی سے دیتے ہیں اور پوری تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں کہ خلافت محمدیہ کے خلفاء کو سلسلہ موسویہ کے خلفاء سے شدید مشابہت ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی مشابہت حضرت یوشع بن نون سے ثابت کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے بہت زیادہ محامد بیان فرماتے ہیں بتاتے ہیں کہ انہوں نے صرف اس وقت کی نہایت مشکل پوزیشن کو صاف کیا، مشکلات کو بھی حل کر دیا جو خاتم الخلفاء یعنی خود حضرت کو پیش آنے والی تھیں۔ غرض مجددین کی مشابہت انبیاء بنی اسرائیل سے ظاہر فرماتے ہیں، چنانچہ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی رح کو جنکا سر بقول حضرت اقدس ایک قوم کے لئے کاٹا گیا۔ حضرت یحییٰ نبی کا شبیہ بیان فرمایا ہے۔

جو عبارت میں نے اوپر نقل کی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت اقدس خلافت محمدیہ کو ایک دائرہ فرمایا اور اس دائرہ کا پہلا نقطہ حضرت ابوبکرؓ کو بیان فرمایا اور آخری نقطہ اپنی ذات مقدس کو۔ باقی خلفاء ان دونوں کے درمیان ہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو خلفاء اسلامیہ اور مجددین میں رکھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ باقی خلفاء نبی نہیں اور حضرت اقدس اپنے آپ کو اسی دائرہ میں اُن کے شریک بیان فرماتے ہیں پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو اس دائرہ میں دوسرے مجددین کے ساتھ منسلک ہو اور پھر نبی ہوں۔ حالانکہ باقی شرکاء دائرہ ولی ہیں۔ یقیناً ولی ہیں نہ کہ نبی، مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ ولی نہیں ہوتا یہ عجیب مضحکہ خیز فقرہ ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ بزرگی سے منکر ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر کی جاوے گی۔ اور ان کے مخالف ان کے مرتبہ ولایت سے انکار کریں گے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب مہربانی کر کے یہ بتائیں کہ حضرت صاحب نے یہاں کیوں نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے مرتبہ نبوت سے انکار کیا جاوے گا اگر حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی سمجھتے تو یقیناً وہ یہ لکھتے کہ ان کے (مسیح موعودؑ) مرتبہ نبوت سے انکار کیا جاوے گا کیا وہ یہ ماننے کو تیار ہیں کہ حضرت اقدسؑ خدا کے بندہ بھی ہیں اور ولی بھی ہیں مگر عبودیت کوئی منصب نہیں ہے ولایت یا مجددیت اور نبوت منصب ہیں، ڈپٹی کمشنر کے عہدہ میں تحصیلدار کا عہدہ بھی شامل ہے، لیکن اگر کوئی ڈپٹی کمشنر یہ کہے کہ فلاں آدمی میرے عہدہ تحصیلداری سے انکار کرتا ہے تو ایسے ڈپٹی کمشنر کو بیوقوف سمجھا جائیگا۔ ایک نبی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے منصب ولایت سے انکار کیا جا رہا ہے وہ تو یہی کہے گا کہ میرے منصب نبوت سے انکار کیا جاتا ہے"

مولوی اللہ دتہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے شعر نقل کر کے اپنی ذہانت کی خوب داد دی ہے اور پھر اخیر پر "العیاذ باللہ" لکھ کر اپنے علم اور فہم کی بھی خوب رسوائی کی ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ مسلمان یہ تو کہتے ہیں اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو عبد ظاہر کیا ہے کیا کبھی کسی سے یہ بھی سنا کہ وہ کہتا ہو کہ اشھد ان محمداً ولیہٗ ونبیہٗ یا خود آنحضرتؐ نے کبھی کہا ہو کہ انا ولیہٗ ونبیہٗ

مولوی اللہ دتہ صاحب نے میاں محمد صادق کے دونوں حوالوں کا جواب دیا ہے وہ جواب ہی خود ثابت کر رہا ہے کہ ان کے پاس کوئی جواب نہیں، ایسے جواب دینے کے بعد جن سے کوئی شخص مطمئن نہیں ہو سکتا مولوی صاحب دوسری طرف دوڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "دوسرے مقامات پر صاف طور پر نبوت و رسالت کا دعوےٰ موجود ہے"۔ اپنے اس دعوے کے اثبات میں مولوی صاحب نے حسب ذیل اقتباسات درج فرمائے ہیں:۔

"(الف) یہ بات کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ آیت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور پھر مسیح موعود بھی اسی آیت کا مصداق ہو، بلکہ قرآن شریف جو ذوالوجوہ ہے اس کا محاورہ اسی طرز پر واقع ہو گیا ہے کہ ایک آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد اور مصداق ہوتے ہیں اور اسی آیت کا مصداق مسیح موعود بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ سے ظاہر ہے اور رسول سے مراد اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳ ایڈیشن سوم)

(ب) "یہ آیت (واذا الرسل اقتت) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنیوالا مسیح موعود ہے اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک سلسلہ کا آخر ظاہر ہو جاتا ہے، تو عند العقل اس سلسلہ کی پیمائش ہو جاتی ہے" (صفحہ ۱۲۹)

(ج) "جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں" (صفحہ ۱۵۰)

(د) غرض اسلام میں یہی دو جماعتیں منعم علیہم کی جماعتیں ہیں اور انہی کی طرف اشارہ ہے آیت صراط الذین انعمت علیھم میں۔ کیونکہ تمام قرآن پڑھ کر دیکھو جماعتیں دو ہی ہیں ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت دوسری واٰخرین منھم کی جماعت جو صحابہ کے رنگ میں ہے اور وہ مسیح موعود کی جماعت ہے" (صفحہ ۱۲۳)

پیشتر اس کے کہ میں ان اقتباسات کے متعلق کچھ لکھوں میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی توجہ کے لئے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۴ سے حسب ذیل عبارت نقل کرتا ہوں:۔

"اور اس جگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے، کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسے کہ نبیوں سے کیا اور اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا موزوں نہیں ہے، بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے، اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانی ایل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔"

(باقی دارد)

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

ماسکو ۱۷ ستمبر۔ شالن گراڈ کی شمالی مغربی بستیوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ جرمن طوفانی دستے کل ان بستیوں میں داخل ہو گئے تھے، لڑائی گویا شہر کی چار دیواری کے اندر ہو رہی ہے۔ اس وقت جرمن فوج کے بیس ڈویژن دو ہزار ٹینک اور ایک ہزار ہوائی جہاز شہر پر حملے کر رہے ہیں۔ روسی فوجوں کو بھی ہوائی جہازوں کی کمک آ رہی ہے، مگر پھر بھی ان کی تعداد بہت کم ہے۔

ماسکو ۱۸ ستمبر۔ منگل کی رات کو شالن گراڈ میں دشمن کے ہراول دستوں کو روسیوں نے بنوک سنگیں باہر نکال دیا ہے، اور ایک ایک گز زمین ان سے خالی کرالی، مگر اس کے باوجود ابھی تک حالت نازک ہے، کاکیشیا کے محاذ پر موزڈاف کے علاقہ میں دشمن کی پیشقدمی کو روسیوں نے کامیابی سے روکا ہوا ہے، بلکہ کئی اہم گاؤں اس سے خالی بھی کرا لئے ہیں، درونیش کے محاذ پر بھی ایک اہم گاؤں جرمنوں سے واپس لے لیا گیا ہے۔

لنڈن ۲۰ ستمبر۔ ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ شالین گراڈ کی گلیوں میں جنگ کی شدت بڑھ رہی ہے، ہفتہ کو جرمن ایک حصہ میں سی ٹینکوں کے ساتھ داخل ہو گئے، اور انہوں نے کئی بار بازاروں پر قبضہ کر لیا، لیکن شام کو روسیوں نے کچھ بازار واپس لے لئے۔ درونیز کے محاذ پر بھی ایک نامعلوم شہر کے بازاروں میں جنگ ہو رہی ہے، جرمن اپنی فوج کو فارغ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کا صفایا کیا ہے۔ جرمنوں نے ہفتہ کو روسیوں کے ہاتھ پہل چھیننے کی کوشش میں رزونی کے محاذ پر حملہ کیا وہاں روسی پندرہ روز سے ان پر سخت دباؤ ڈال رہے تھے۔

بردوان ۲۰ ستمبر۔ اطلاع ملی ہے کہ کل مظاہرین نے جمال پور کے پولیس تھانہ، ریلوے سٹیشن، ایک منشی دکان اور پوسٹ آفس پر حملہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مظاہرین نے تھانہ کے کاغذوں کو جلا دیا اور ریلوے اسٹیشن اور منشی کی دوکان سے نقدی لوٹ لے گئے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ہمراہ کل مسلح دستہ کے روانہ ہو گئے۔ زبردست تفتیش جاری ہے۔

لنڈن ۲۱ ستمبر۔ ریوٹر کا سپیشل نامہ نگار بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے کہ سٹالن گراڈ کی جنگ شدت ہی کے لحاظ سے اپنی آخری حد تک پہنچ گئی ہے، خشکی کی اور ہوائی فوجیں شہر کے شمالی کونے میں لڑ رہی ہیں، جرمن ایک ایک مکان اور ایک ایک بازار سے نکالا جا رہا ہے، دریائے والگا کے مشرقی کنارے پر شالن گراڈ کو جانیوالی سڑک کے ذریعہ ... کمک تیزی سے آ رہی ہے۔

نئی دہلی ۲۱ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے پادری نے جو مختصر سی سیاحت پر یہاں آئے ہوئے ہیں گاندھی جی سے ملاقات کی اجازت مانگی۔ جو نامنظور کر دی گئی۔

نئی دہلی ۲۱ ستمبر۔ ڈپٹی کمانڈر انچیف نے آج کونسل آف سٹیٹ میں مسٹر ایم این دلال کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ سندھ میں حروں کے خلاف فوجی کارروائی جاری ہے، غالباً اس وقت ۵۴ حُر ہلاک اور ۳۰ زخمی ہوئے، پچاس حروں کو پھانسی کی سزا دی گئی، اس کے علاوہ تین ہزار حروں کو پکڑا گیا۔ آپ نے انکشاف کیا کہ حروں کے خلاف کارروائی میں کوئی زبردست دھماکہ سے پھٹنے والا بم نہیں پھینکا گیا۔ البتہ بعض صحرائی علاقوں میں آتشگیر بموں کو حروں کے کیمپوں اور حروں کی جھونپڑیوں کو تباہ کرنے کے لئے گرایا گیا۔

ماسکو ۲۲ ستمبر۔ ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ سٹالین گراڈ کے محافظ مجموعی طور پر سارے محاذ پر جارحانہ رجحان ظاہر کر رہے ہیں۔ اور کچھ حصوں میں وہ آگے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جرمنوں نے پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں کہیں بھی پیشقدمی نہیں کی۔ جرمنوں نے چالیس ٹینکوں اور ایک ہزار طوفانی دستوں کی مدد سے جلتے ہوئے بازاروں میں سے بلہ بول کر آگے بڑھنے اور شہر کی گلیوں عمارتوں پر قبضہ کرنے کی جو کوشش کی تھی اسے روسیوں نے ناکام کر دیا۔ روس کے ایک ضمنی سرکاری اعلان میں درج ہے کہ جرمنوں کے پے در پے حملے پسپا کر دیئے گئے۔ کچھ حصوں میں ہماری فوجیں آگے بڑھیں۔ صرف ایک بڑے دستے نے ایک سو سے زیادہ جرمنوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

معلومات

چاند کا کرہ اور زندگی

تمام سیاروں میں سب سے چھوٹا چاند ہے اور سورج سے تو بہت ہی چھوٹا ہے، ہم کو اتنا بڑا اس لئے دکھائی دیتا ہے کہ زمین سے سب سے قریب یہی سیارہ ہے اس کا فاصلہ زمین سے کل ۳۵۸۶۰۰ کیلومیٹر ہے، جو دوسرے سیاروں کے فاصلہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے، لیکن اس قربت کے باوجود ہم کو اس کے اندرونی حالات سے بہت کم واقفیت ہے، بڑی اور طاقتور دوربینوں سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں خشک زمین اور بے آب و گیاہ صحرا موجود ہیں، لیکن زندگی کا کوئی سراغ نہیں ملتا، ممکن ہے اس میں نباتات اور حیوانات کا وجود ہو، لیکن موجودہ دوربینیں اسکے بتانے سے قاصر ہیں، چاند کے اندر جو سب سے چھوٹی چیز دکھائی دیتی ہے وہ ایک عمارت کے حجم کے برابر ہے، اس سے چھوٹی کوئی چیز نظر نہیں آتی، اسلئے اگر وہاں زندگی ہے تو اس کا دیکھنا ممکن نہیں ہے اور ہمارے پاس قیاسات و قرائن کے علاوہ اس کے علم کا کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے۔ نباتی اور حیوانی زندگی کیلئے سب سے ضروری چیز پانی ہے، جس کے بغیر ان کا وجود ممکن نہیں ہے، اور پانی کا مشاہدہ دوربین کے ذریعہ آسانی سے ہو سکتا ہے، مثلاً اگر چاند کے کرہ سے کرۂ زمین کو دوربین سے دیکھا جائے تو اس کے سمندر اور پانی کے بادل نظر آئیں گے، لیکن زمین سے چاند میں پانی اور اس کے بخارات کا کوئی نشان نہیں ملتا، اس سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چاند کا کرہ بے آب و گیاہ بیابان ہے، جس میں زندگی ممکن نہیں ہے، زندگی کا دوسرا ضروری عنصر ہوا بھی اس میں موجود نہیں ہے، ممکن ہے کچھ بہت گیس پائی جاتی ہو، لیکن وہ ہوا نہیں ہے، اسلئے وہاں زندگی کا کوئی امکان نہیں معلوم ہوتا زمین میں ہوا، جنگل اور برف کے عوامل ہمیشہ پہاڑوں سے پانی برسا رہتے ہیں، لیکن چاند میں سرے سے یہ عوامل موجود نہیں ہیں چاند کے اس پار بسنا ہم کرتے ہیں، لیکن اس کا علم کہ وہ آباد ہیں یا ویران ممکن نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں گھاس جو زندگی کا ادنیٰ ترین مظہر ہے موجود ہے لیکن چاند کا کرہ ہوا اور پانی دونوں سے خالی ہے، اسلئے اس میں کسی قسم کی نباتی اور حیوانی زندگی کا امکان نہیں ہے۔

ترکی میں پارچہ بافی کی ترقی

ٹرکی میں جمہوریت کے قیام سے پہلے روئی اور سوت کی کوئی قابل ذکر صنعت نہ تھی، اور اس میں وہ دوسرے ملکوں کی محتاج تھی، لیکن اب روئی کی کاشت اور سوت کے کارخانوں میں غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے، سب سے پہلے ترکی نے روئی کے بیج ہندوستان سے حاصل کئے تھے، جمہوریہ ترکی کی روئی کی کاشت اور سوت کے کارخانوں کی ترقی کی انتہائی کوشش کر رہی ہے، تاکہ مستقبل قریب میں کپڑوں کے لئے وہ دوسرے ملکوں کی محتاج نہ رہ جائے، ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۲۳ء سے لیکر ۱۹۲۱ء کے درمیان روئی کی کاشت تگنی ہو گئی ہے، چنانچہ اب ۱۰۰،۰۰۰ سے لیکر ۳۰۰،۰۰۰ بالہ (ایک بالہ ۲۰۰ کیلوگرام کا ہوتا ہے) تک روئی پیدا ہوتی ہے، عصمت انونو نے اپنی وزارت کے زمانہ میں ایک پروگرام بنایا تھا، جس کے مطابق روئی کی کاشت کا رقبہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ جائے گا اور اسکی پیداوار ۵۰۰،۰۰۰ بالہ تک پہنچ جائیگی۔ ازمیر کے علاقہ میں امریکی روئی کی کاشت کے جو تجربے کئے گئے ہیں، وہ بڑے کامیاب ہوئے ہیں، امید ہے کہ اس علاقہ میں بڑے ریشہ کی اعلیٰ قسم کی روئی سے بہتر ہوگی، ان علاقوں کے علاوہ ٹرکی اور روس کے سرحدی علاقے اور سقاریا کے نواح میں بھی روئی کی کاشت شروع ہو گئی ہے، وزیر زراعت نے ابتدائی تجربوں کیلئے بہت سے نئے کھیت تیار کرائے اور روئی کی قسموں کے مطالعہ کیلئے تعلیم گاہیں قائم کی ہیں، اس سے پہلے ٹرکی میں معمولی قسم کا موٹا کپڑا بھی تیار نہ ہوتا تھا لیکن اب ہر قسم کے کپڑوں کے لئے استنبول اور ازمیر میں جدید ترین کارخانے قائم ہو گئے ہیں، جن میں ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب ہر چند برسوں کے اندر ترکی میں بیرونی کپڑوں کی آمد کل دس سے پندرہ ہزار ٹن تک رہ گئی ہے، یہ کارخانے اپنے ملک کی روئی سے ہر قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے تیار کرتے ہیں، اگرچہ جمہوریہ ترکیہ کے قیام سے اب تک اس کے سامنے مختلف قسم کی مشکلات رہی ہیں، لیکن اسکے باوجود ملک کی ترقی کا قدم برابر آگے بڑھتا رہا، پارچہ بافی کے علاوہ اور بھی بہت سی مصنوعات کے کارخانے جن کیلئے ترکی دوسرے ممالک کی محتاج تھی قائم ہو گئے ہیں، اس سے ملک کی ضروریات زندگی کی فراہمی اور اسکی اقتصادی حالات کی مضبوطی کے بارہ میں حکومت کی بیدار مغزی

ملفوظات حضرتِ مسیح موعود علیہ السلام

سفیدی میں نیت روزہ

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا، اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی، اب میں کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی۔ اور نیت میں فرق نہیں۔ (بدر ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۸)

روزہ دار کو آئینہ دیکھنا

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جائز ہے۔ (بدر ۷ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۴)

حالت روزہ میں سر و داڑھی کو تیل لگانا

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے۔

آنکھ کے بیمار کا روزہ

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں فرمایا یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔ (بدر ۷ فروری ۱۹۰۷ء صہ ۴)

غیر مستطیع الصوم کا فدیہ

اسی شخص کا یہ سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے اس کے کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس نے فرمایا ایک ہی بات ہے خواہ وہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیجدے۔ ایضاً

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ آپ ۸ ستمبر کی شام کو چین کے مشہور و معروف مسلمان لیڈر مسٹر عثمان وُو سے ملنے کے لئے لاہور تشریف لائے اور ۳۰ ستمبر کی صبح کو واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ مسٹر عثمان فری چین کی مسلم فیڈریشن کے نمائندہ ہیں اور آجکل ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے دورہ کر رہے ہیں۔ لاہور میں نواب صاحب ممدوٹ کے مہمان ہیں، انکو ہماری جماعت اور اسکے عظیم الشان کارناموں سے گہری دلچسپی ہے، جماعت کے بعض سرکردہ احباب ان سے ملنے کے لئے گئے تو انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملنے کی بڑی تڑپ ظاہر کی، ۲۸ ستمبر کی شام کو انہیں احمدیہ بلڈنگس میں دعوت طعام دی گئی جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ تار شمولیت کی درخواست کی گئی، جس کی بنا پر آپ لاہور تشریف لائے۔ مسٹر عثمان آپ سے نہایت محبت و تپاک سے بغلگیر ہوئے اور نہ صرف ۲۸ ستمبر کی شام کو کھانے کی میز پر بلکہ دوسرے دن بھی دیر تک مذہبی گفتگو کرتے رہے (مفصل آئندہ)۔

—— بمبئی سے سید محمود صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا لڑکا محمد یعقوب فوجی خدمات کے سلسلہ میں مصر گیا ہوا ہے اس کی صحت اور سلامتی سے واپسی کے لئے دعا کی جائے۔

—— لورالائی سے مرزا ظفر بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد مرزا ظفر بیگ صاحب احمدی اردو سینی ٹیشن بنڈیالہ ریاست پٹیالہ بعارضہ بخار و درد سخت بیمار ہیں میں یہاں جنگ میں بیٹھا ہوں پیچھے کوئی بھائی نہیں جو انکی تیمارداری کر سکے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا کرے میرے لئے بھی دعا کریں کہ خداوند کریم اپنا فضل رکھے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(باقی پر [illegible])

کھلی چٹھی بنام مولوی تاج الدین صاحب مولوی فاضل قادیانی

قسط نمبر (۳)

از جناب چودھری فضل الرحمٰن صاحب قمر سابق مانوی سنابق جاسوس شاہی دربار خلافت قادیان

"مصلح موعود"

مکرم مولوی صاحب! ابھی چند سال کی بات ہے جب آپ "مصلح موعود" کی پیشگوئی پر مولوی محمد ابراہیم صاحب مولوی فاضل و مکرمی مولوی ظفر محمد صاحب مولوی فاضل کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ اس گفتگو میں آپ کبھی یہ بھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے فلاں حوالہ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے سامنے پیش کیا اور وہ لاجواب ہو گئے اس وقت آپ یقینی طور پر یہ ثابت کیا کرتے تھے کہ "حضور" وہ مصلح موعود ہرگز نہیں جس کی پیشگوئی ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمائی ہے۔ جس زمانہ میں مباحثہ راولپنڈی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اس وقت آپ نے ایک روز یہ فرمایا تھا کہ میں نے آج جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل سے پوچھا تھا کہ آپ راولپنڈی کب تشریف لے جائیں گے، انہوں نے امروز فردا میں جانے کا وعدہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے غلطی کی جو اس مسئلہ پر مناظرہ منظور کیا، حالانکہ یہ مسئلہ خود ہماری جماعت میں مابہ النزاع ہے ان کو اس پر مناظرہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ پھر جب وہ مباحثہ شائع ہوا تو آپ نے مولوی اللہ دتہ صاحب کی غلطیاں اور کمزوریاں کھول کر بتائی تھیں اور فریق مخالف کے جو دلائل غالب تھے ان کی وضاحت فرمائی تھی۔ اب سنہ ۱۹۳۸ء کے واقعات کو سنہ ۱۹۴۲ء میں آپ کے سامنے لا کر یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ:

(۱) کیا سب واقعات مندرجہ بالا درست ہیں؟ اگر درست ہیں تو پھر یہ بتایئے کہ

(۲) آجکل آپ "حضور" کو ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء کا مصداق "مصلح موعود" مانتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اگر مانتے ہیں تو اس وقت اس کے خلاف آپ جو دلائل دیا کرتے تھے وہ صحیح تھے یا غلط؟

(۴) اگر صحیح تھے تو آج اُن کے غلط ہونے کے متعلق کونسے دلائل آپ کو مل گئے؟

(۵) اگر اس کے خلاف کوئی دلیل آپ کو نہیں ملی تو پھر آپ "حضور" کو بغیر دلیل ہی مصلح موعود ماننے میں حق پر کیونکر ہو سکتے ہیں؟

(۶) کیا "حضور" نے کسی جگہ پیشگوئی محولہ بالا کا مصداق ہونیکا دعوےٰ کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو کہاں مفصل حوالہ دیں۔

(۷) اگر "حضور" نے کہیں بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا تو پھر آپ کا ان کو اس پیشگوئی کا مصداق ماننا مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے یا نہیں؟

(۸) کیا مصلح موعود مامور ہوگا یا غیر مامور؟ اگر مامور ہوگا تو کیا حضور نے کہیں مامور ہونیکا دعوےٰ کیا ہے اگر کیا ہے تو کہاں؟

(۹) اگر ارشاد ہو کہ "مصلح موعود" غیر مامور ہوگا؟ تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کس تحریر سے ثابت ہے؟

(۱۰) کیا آج تک کبھی کوئی موعود مصلح غیر مامور ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو کون مفصل حوالہ تحریر فرما دیں؟ تلک عشرۃ کاملۃ

"خلافت احمدیہ"

مکرم مولانا! آپ بھولے نہ ہوں گے کہ آپ سنہ ۱۹۳۸ء میں خلافت احمدیہ کی حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں کیا بیان فرمایا کرتے تھے؟ "حضور" کے جو خطبات خلافت کے متعلق ہوا کرتے تھے ان کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات آپ ہم کو دکھلایا کرتے تھے اور جناب مولوی اللہ دتہ صاحب کے مضامین بجواب محترم شیخ مصری صاحب پر آپ تبصرہ فرما کر اپنے معمول کے موافق انکو بیوقوف ثابت کرتے تھے؟ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک تحریرات کے ساتھ "حضور" کا تمسخر کرنا، اور ان کو نظر استخفاف سے دیکھنا اور حضور علیہ السلام کی پاک تحریر کو شیعہ والا قرطاس کا نمونہ بتانا آپ چشم پُرآب ہو کر ہم کو سنایا کرتے تھے میرے پاس آپ کے دست مبارک کی وہ نشانیاں اب تک موجود ہیں، جو آپ اپنی پنسل سے ایسی تحریرات پر یادداشت کی خاطر دیا کرتے تھے۔ جب وہ تحریرات میرے سامنے آتی ہیں تو بے اختیار آپ کے لئے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جرأت ایمانی عطا فرمائے تا کہ آپ حق کا اظہار کر سکیں۔ ان واقعات کا سرسری تذکرہ کرنے کے بعد مؤدبانہ التماس ہے کہ

(۱) کیا معروضہ بالا واقعات درست ہیں یا غلط؟ اگر ارشاد ہو کہ غلط ہیں تو کیا آپ ان کے غلط ہونے کا اقرار حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ کر سکتے ہیں؟

(۲) اگر آپ فرمائیں کہ یہ واقعات صحیح ہیں پھر میرا سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں آپ "حضور" کو خلیفہ راشد مانتے ہیں یا اس کے خلاف؟

(۳) اگر خلیفہ راشد مانتے ہیں تو اس وقت یعنی سنہ ۱۹۳۸ء میں جو دلائل آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی رو سے اس کے خلاف دیا کرتے تھے وہ صحیح سمجھ کر دیا کرتے تھے یا ہم کو بہکانے کی غرض سے دیا کرتے تھے؟

(۴) اگر صحیح سمجھ کر دیا کرتے تھے تو آج وہ کونسے دلائل ہیں جن کی بنا پر آپ نے یہ سمجھا کہ پہلے دلائل غلط تھے؟

(۵) اگر اس وقت بھی آپ ان دلائل کو غلط سمجھ کر اور ہمیں اپنے سے کم علم سمجھ کر صرف ہم کو بہکانے کی نیت سے وہ دلائل دیا کرتے تھے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے کس نـ[ـیکـ]ـی کو پورا کیا؟

(۶) کیا خلیفۂ راشد کے کیریکٹر کا پاک ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۷) کیا کبھی آپ نے ایک دو نہیں بلکہ بہت سے واقعات حضرت میاں صاحب کے کیریکٹر کو مشتبہ ثابت کرنے کے لئے مجھے سنائے تھے یا نہیں، اگر سنائے تھے تو کیا وہ آپ نے افترا کیا تھا یا واقعی وہ باتیں آپ نے جس طرح سنی یا دیکھیں تھیں اسی طرح مجھ کو سنائی تھیں؟

(۸) جب یہ حالات سن کر میں نے آپ کو کہا تھا کہ ان کی موجودگی میں "حضور" خلیفہ راشد کیونکر ہو سکتے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ نے کیا جواب دیا تھا؟

(۹) کیا آپ خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ نہیں بلکہ بیسیوں دفعہ یہ فرمایا تھا کہ "جس طرح یزید خلیفہ یا امیر المومنین تھا میں تو اسی طرح حضرت میاں صاحب کو خلیفہ یا امیر المومنین سمجھتا ہوں کیونکہ اس وقت بھی اکابر صحابہ مثلاً ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ وغیرہ یزید کے خلاف نہ تھے بلکہ امام حسین علیہ السلام کو اس کی مخالفت کرنے سے روکتے تھے، اسی طرح اگر نظام جماعت کو قائم رکھنے کی خاطر ہم بھی "حضور" کی خلافت کو مانیں تو یہ صحابہ کرام کی سنت ہے"

الفاظ میں تغیر ممکن ہے مگر مفہوم یہی تھا اب میرا سوال یہ ہے کہ آپ آجکل "حضور" میاں صاحب کو ویسا ہی خلیفہ مانتے ہیں جیسا کہ فرمایا کرتے تھے یا اس نظریہ میں کچھ تبدیلی ہو گئی ہے؟

(۱۰) اگر تبدیلی ہوئی ہے تو اس تبدیلی کے وجوہات کیا ہیں کیا آج آپ کو اپنی زبانی سنائے ہوئے سنسنی خیز واقعات کے خلاف کوئی ایسے دلائل مل گئے ہیں جن سے "حضور" کا تقدس آپ پر ثابت ہو گیا ہے؟ اگر یہی بات ہے تو پھر خدا کے لئے عاجز کو بھی وہ دلائل سمجھا دیں تا کہ میں آپکا ہمخیال ہو جاؤں۔ تلک عشرۃ کاملۃ ؛

احباب جماعت سے ایک گذارش

سکول اور کالج اسی ماہ کے آخر میں کھل رہے ہیں اس لئے احباب جماعت سے استدعا ہے کہ جن کے بچے لاہور کسی سکول یا کالج میں پڑھتے ہوں ان کے ناموں، کلاس یا سکول جماعت اور پتے سے مجھے اطلاع دیں۔ ملکی حالات کے پیش نظر یہ ضروری ہے، کہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھا جائے اور انہیں مرکز سے منسلک کرنے کیلئے ضروری انتظام کیا جائے۔

امید ہے احباب اپنے اور اپنے بچوں کی خاطر اس عرضداشت پر توجہ فرمائیں گے، اور مجھے قومی فرض کی سرانجام دہی میں مدد دیں گے۔ والسلام

عبداللہ جنرل سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور۔

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۰

لیلۃ القدر اور رمضان المبارک

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

(۱)

رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے، وہ اس مہینہ میں قرآن کریم کا نزول ہے فرمایا شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن رمضان کا مہینہ وہ ہے۔ جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔

یہ چشمہ نور و ہدیٰ جو وادی غیر ذی زرع کی جہالت آمیز سرزمین پر برق خاطف بن کر نمودار ہوا۔ اور تمام اس جہل و تعصب کو جو صدیوں سے اس سرزمین پر پھیل رہا تھا تودۂ خاکستر بنا کر آب توحید سے اسے اور پھر کل دنیا کو سیراب کرنے کا موجب ہوا۔ رمضان المبارک کی جس خاص رات کو نازل ہونا شروع ہوا، قرآن کریم نے اسے لیلۃ القدر کہکر پکارا ہے۔ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنی ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا، بالفاظ دیگر لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔

(۲)

سنت اللہ ابتداء سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص رہی ہے کہ جب انہیں منازل قرب و سلوک کو طے کر کے اس خاص مقام پر پہنچنا ہوتا ہے، جہاں انہیں مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے پیغامبر بنایا جائے تو وہ ایک خاص مقررہ میعاد تک بالخصوص روزے رکھتے ہیں، یعنی دنیا و مافیہا اور اس کے لذائذ سے عملی طور پر منقطع ہو کر روح کے ساتھ جسم کو بھی آستانۂ الٰہی پر جا گرا دیتے ہیں، کہ گویا ان کا دنیا کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں مثلاً حضرت موسےٰ علیہ السلام کو تورات کے نزول سے پہلے چالیس رات تک کنج تنہائی کو اختیار کرنا پڑا واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ میں خود قرآن کریم نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے، اور تاریخ سے ثابت ہے، کہ ان چالیس دنوں میں آپ کو روزے رکھنے پڑے۔ ایسا ہی انجیل میں صاف طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے جنگل میں چالیس دن اور رات تک فاقہ کرنے کا بیان ہے اور لکھا ہے کہ

"اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گئی
تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے، اور چالیس
دن اور چالیس رات فاقہ کر کے آخر کو اسے
بھوک لگی"

یہ آزمائش گو انجیل میں ایسے رنگ میں بیان کی گئی ہے، جو انبیاء علیہم السلام کی شان کے منافی ہے، مسیح علیہ السلام کا شیطان سے آزمایا جانا یہ اس عالیشان منصب کے شایاں نہیں جس پر آپ فائز تھے، تاہم "روح" کا لفظ یہاں صاف ثابت کرتا ہے، کہ جنگل میں آپ کو لے جانے۔ اور فاقہ کرانا لاشیطان نہیں۔ بلکہ یہ تو خاص رحمان کے حکم سے آپ نے کیا، اور یہی وہ آزمائش تھی، جس کے بعد آپ کو انجیل مقدس دی گئی۔ یہ دو مثالیں ہیں جن سے اس سنت مبارکہ کا اظہار ہوتا ہے۔ جو نزول پیغام خداوندی سے پہلے اس کے استقبال کے لئے انہیں اختیار کرنی پڑتی ہے۔

(۳)

آنحضرت صلعم اگرچہ اپنی بعثت سے ایک مدت پہلے روزے رکھنے کے علاوہ اپنی زندگی کا اکثر حصہ غار حرا کی کنج تنہائی میں بسر فرمایا کرتے تھے، لیکن قرآن کریم جیسے چشمہ رحمت کے نزول سے پہلے، اس سنت کا اعادہ آپ کو بھی خاص طور پر کرنا پڑا اور رمضان کا مہینہ اسی سنت پیغمبری کا مظہر ہے۔ اگرچہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اسلام میں عام طور پر روزوں کا حکم ہجرت نبوی کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ لیکن قرآن کریم کے نزول سے پیشتر بھی ان خاص ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر روزے رکھے۔ جن کے دوران میں ہی وہ مبارک رات بھی نمودار ہوئی جب شریعت حقہ کا نزول شروع ہوا۔

(۴)

یہ کس قدر عالیشان اور مبارک کام تھا جو اس رات میں ہوا، اس کی تصریح ان صاف اور کھلے الفاظ کے علاوہ جو قرآن کریم نے لیلۃ القدر خیر من الف شھر اور ایسے الفاظ میں اس شب مبارک کی فضیلت میں بیان فرمائے ہیں خود لفظ انا سے بھی ہوتی ہے، جو ضمیر جمع متکلم تعظیمی کے لئے آیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ ایک پیرایہ ہے کہ جہاں کسی چیز کی عظمت و بزرگی یا کسی وعید کا ذکر ہوتا ہے تو وہاں خدا تعالےٰ کے لئے ضمیر جمع متکلم تعظیمی لائی گئی ہے۔ بالخصوص اس پیغام قدس ہدایت کے لئے جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا یا خود انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ذکر کرنے کے لئے تو انہی الفاظ کو اختیار کیا ہے انا ارسلنا نوحًا الٰی قومہ انا نحن نزلنا الذکر انا اعطینٰک الکوثر۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ انا کنا مرسلین۔ وغیرہ وغیرہ آیات اس پر صاف طور پر شاہد ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے جو پیغام اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئے اور جو کچھ سامان اس بارہ میں ہو وہ دوسری تمام چیزوں سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے جسمانیات کو بارگاہ الٰہی میں وہ قدر اور مرتبہ نہیں دیا گیا جو روحانیت کو حاصل ہے اور فی الحقیقت جو زندگی ایک عارضی وقت کے لئے اور فانی ہو اس کو ابدی اور نجات یافتہ زندگی سے نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔

(۵)

اسلام کوئی شب پرستی ہمیں نہیں سکھاتا، ہر ایک رات اور دن بلکہ ہر لمحہ جو اس نے مقدس ٹھہرایا ہے وہ اس کی کسی ذاتی خاصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان پاک اور مبارک تقریبات کی وجہ سے ہے جو اس کے اندر ظہور پذیر ہوئیں، اور کسی نہ کسی صورت میں خدائے واحد کی عبادت و پرستش کی طرف باعث رجوع ہوئیں۔ لیلۃ القدر کیوں ایک مبارک رات ہے۔ کیا اسلئے کہ اس رات کے اندر بذات خود کوئی ایسا وصف پایا جاتا ہے جو اسے دوسری راتوں سے مبارک اور ممتاز کرے۔ نہیں بلکہ اسلئے کہ اس پاک رات کے اندر عرب کی پتھریلی اور سنگلاخ زمین میں سے وہ چشمہ نور ہدیٰ پھوٹا۔ جو بالآخر دنیا کے لئے ہدایت و رحمت اور سلامتی کا موجب ہوا۔ پس یہ قدر نا انصافی اور غیر موزوں بات ہوگی کہ ہم اس خاص رات کی تو عزت و توقیر کریں۔ جب یہ مبارک پیغام دنیا میں آیا۔ لیکن اس عالیشان پیغام کی عزت و تکریم کے لئے ہمارے دل میں کوئی جگہ نہ ہو، جس کی وجہ سے یہ رات بابرکت ٹھہری، یا جس نے اپنے قدس و فیضان کے ذریعہ سے اس رات کو بھی برکت دی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ تمام دنیا کے اندر اس کی برکات اور فیضان کا وہ دریا بہا، کہ جس نے مشرق و مغرب تک دنیا کو سیراب کیا۔ اور آج تک ایک عالم اس کے فیضان سے سیراب ہو کر امن اور سلامتی کا گہوارہ بن رہا ہے۔

(۶)

افسوس ہے کہ ظاہر پرستی نے مسلمانوں کو آج بہت سے پاک علوم اور حقائق و معارف سے محروم کر رکھا ہے، ورنہ اسلام کی ایک ایک بات میں وہ نور اور اسرار پوشیدہ ہیں کہ جن کے معلوم ہونے پر انسان ہدایت کی راہ کو بہت جلد پا سکتا اور ضلالت کی بہت سی گمراہیوں سے بچ سکتا ہے۔ آج علماء ظاہر نے حضرت جری اللہ اور مامور ربانی کی اس تفسیر کو جو آپ نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی انکار لیلۃ القدر پر محمول کر کے لوگوں کو ایک حق امر کی قبولیت سے روکا ہے حالانکہ جو بات آپ نے بیان کی، وہ اس حقیقت باطنی سے تعلق رکھتی ہے، جو لیلۃ القدر کے اندر پوشیدہ ہے۔ آپ نے بتایا کہ جب زمانہ جہل و ظلمت سے بھر جاتا ہے تو اس وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نور نازل ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسے وقت میں جب کل زمانہ ظلمت کی طرف ہی چلا جا رہا ہو۔ اس نور اور ہدایت کو پانا۔ اور قبول کرنا ایک بہت بڑا عظیم الشان کام ہے، اسلئے وہ وقت ایک لیلۃ القدر بن جاتا ہے۔ وہ ایسی رات ہوتی ہے جس وقت ہدایت کو قبول کرنا بہت ہی قدر و منزلت رکھتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جو حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوے مسیحیت سے پہلے بھی براہین احمدیہ کے اندر بیان کی اور قرآن کریم کے صدق کے دلائل میں سے اسے ایک دلیل کے طور پر لکھا اور بتایا کہ

"کبھی بامر اللہ تعالےٰ انسانوں کے دلوں میں ایک

صورت انقباض اور محجوبیت کی پیدا ہو جاتی ہے، اور دنیا کی آرائش ان کو عزیز معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور تمام ہمتیں ان کی اپنی دنیا کو درست کرنے اور ان کے عیش حاصل کرنے کی طرف مشغول ہو جاتی ہیں۔ یہ ظلمت کا زمانہ ہے، جس کے انتہائی نقطہ کی رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے مگر یہ کامل طور پر اس وقت آئی تھی۔ کہ جب آنحضرت صلعم کے ظہور کا دن آپہنچا تھا۔ کیونکہ اس وقت تمام دنیا پر ایسی کامل گہرائی کی تاریکی پھیل چکی تھی جس کی مانند کبھی نہیں پھیلی تھی۔ اور نہ آیندہ کبھی پھیلے گی، جب تک قیامت نہ آوے۔ غرض جب یہ ظلمت اپنے اس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے، کہ جو اس کے لئے مقدر ہے تو عنایت الٰہیہ تنویر عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کوئی صاحب نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے اور جب وہ آتا ہے تو اس کی طرف سعید روحیں کھنچی چلی آتی ہیں اور پاک نظریں خود بخود رو بحق ہوتی چلی جاتی ہیں (براہین احمدیہ ص۲۳۹)

لیلۃ القدر کی یہی حقیقت باطنیہ تھی جس کو آپ نے بعد میں صدی کے سر پر مجدد دین کی بعثت کے مرادف ٹھیرایا اور علماء ظاہر نے بوجہ شقاوت باطنی کے اس کو انکار لیلۃ القدر پر محمول کر کے شور و غل مچانا شروع کیا۔ حالانکہ آپ قسمیں کھا کھا کر کہتے رہے کہ میں لیلۃ القدر کا منکر نہیں۔ لیکن وہی لوگ جنہوں نے براہین احمدیہ کے اندر مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھ کر آپ کو آسمان علم و فضل کا آفتاب اور مجدد کہہ کر پکارا تھا۔ یہاں تک اندھے ہوئے کہ ان صریح قسموں کے باوجود لوگوں کو ورغلانا ہی اپنا شعار بنائے رکھا۔ بات اصل یہ تھی کہ جس حقیقت باطنی کا ذکر حضرت اقدس نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے، اس کی رو سے اس فسق و فجور اور سخت تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں کسی نہ کسی مامور ربانی اور صاحب نور کی ضرورت متحقق ہو جاتی ہے اور اس کو پورا کرنے والا خود حضرت مسیح موعود کے سوائے اور کوئی نہیں، اگر علماء کو تو آپ سے مخالفت ہی مقصود تھی، جو انہوں نے کی اور لوگوں کو حق و صداقت کے پانے سے باز رکھا۔

(۷)

تاریکی کے فرزندو! آب رواں کو چھوڑ کر خشک ندیوں کی راہ لینے والو! دیکھو کہ اپنے اس انکار سے تم ہدایت و نور اور اس سرچشمہ علوم سے کس قدر محروم رہ گئے۔ جو وہ مامور ربانی لے کر آیا تھا۔ تم شب پرست ہو اور ایک خاص رات کے پیچھے پڑ کر اصل حقیقت سے دور ہو گئے ہو حالانکہ چاہیئے تھا کہ تم ان فضائل کے سرچشمہ اور اس اصل منبع کے پیچھے دوڑتے جو اس رات کو ظاہر ہوا۔ پس آؤ ہم تمہیں قرآن کریم کی دعوت دیں۔ اس قرآن کریم کی۔ جو آیتوالی خاص رات کو نازل ہوا۔ اور جس نے دنیا کو روشنی و نور سے بھر دیا۔ تمہیں اس کی حقیقت باطنی کو پانے کے لئے اس مامور ربانی کا چہرہ دکھلائیں جو اس زمانہ کی روحانی لیلۃ القدر کو مبعوث ہوا۔ یہ وہ راہ ہے جس سے تم حقیقی طور پر فلاح پا سکتے ہو۔ ورنہ یاد رکھو اسلام کسی شب پرستی کی طرف نہیں بلاتا، بلکہ ان

مولینا محمد علی مرحوم کا تبصرہ انگریزی ترجمۃ القرآن پر

یہ ترجمہ انگریز مترجمین کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق اور صحیح اور مفید معلومات سے لبریز ہے

مولینا محمد علی مرحوم جن کی زندگی کا بیشتر حصہ ایک ملکی لیڈر کی حیثیت سے گذرا مذہب اور بالخصوص اسلام کی ان وسیع تعلیمات سے کس قدر آشنا تھے، جو قومیت کی تنگ حدود سے بالاتر ایک عالمگیر اور پر امن برادری پیدا کرنے والی ہیں اور سب سے بڑھ کر حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو وہ کس عزت و عظمت کی نظروں سے دیکھتے تھے، اور اس سے ان کے دل میں تبلیغ اسلام کا کس قدر جوش پیدا ہوا، اس کی کیفیت ذیل کی چند سطور سے معلوم ہو سکتی ہے جو ان کی خود نوشت سوانح حیات سے جو حال ہی میں انگریزی زبان میں شائع ہوئی ہے، ترجمہ کی گئی ہے۔

قریباً یہی وہ وقت تھا جب ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں بھیجا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز قابل قبول نہیں ہو سکتی، یہ قرآن کریم کا ایک نسخہ تھا جو میرے بھائی کے لئے اور میرے لئے بھیجا گیا، یہ قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کے بلاکوں سے جو بہترین کتابت کا عکس لیکر تیار کئے گئے تھے چھپوایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی انگریزی زبان میں نہایت صحیح ترجمہ اور معلومات سے بھرے ہوئے حواشی اس میں درج ہیں جو قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود و نصاریٰ سے جن سے اس آسمانی کتاب پر روشنی پڑ سکتی ہے، گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں یہ میرے فاضل ہمنام مولینا محمد علی صاحب لاہوری کا کارنامہ ہے، جو ایک بہت بڑی مذہبی جماعت کے لیڈر ہیں اس جماعت کے کچھ ممبر انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے ہیں، اور انہوں نے مسجد ووکنگ (سرے) میں مشن قائم رکھا ہے۔ یہ ترجمہ اور اس کے حواشی جو اس زہر کا نہایت ضروری تریاق ہے۔ جو سیل، راڈویل اور پامر جیسے انگریزی مترجمین قرآن کے فٹ نوٹوں میں پایا جاتا ہے، اس کی انگریزی اور عربی دونوں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی چھپائی۔ اس کا انڈیا پیپر اور سبز مراکو چمڑے کی نہایت اعلیٰ لچکدار جلد جو مشرقی طرز کے مخصوص سنہری طغرا سے مزین ہے۔ یہ سب چیزیں بظاہر بہت سے کارکنوں کی محبت سے بھری ہوئی۔ محنت و مشقت اور مخلصانہ جوش کا اظہار کر رہی ہیں، اس خوبصورت کتاب نے میرے دماغ پر فارسی ضرب المثل کے مطابق سرود بمستان کا کام کیا اور اس ذہنی کیفیت میں جس میں میں اس وقت مبتلا تھا میں نے اس دوست کو جس نے قرآن کریم کے یہ نسخے بھیجے تھے، یہ لکھا، کہ میرے لئے اس سے بڑھکر کوئی چیز دل خوش کن نہیں ہو سکتی کہ جونہی میں ان قیود سے جو نظربندی کی حالت میں مجھ پر عائد ہیں آزاد ہو جاؤں یورپ چلا جاؤں، اور ان لوگوں کو جن کے دماغ جنگ کے اثر سے پاگل ہو چکے ہیں ہر ایک پارک سے اور ہر بازار کے چوک سے (اگر ہر پبلک ہوس کے ناپاک احاطوں میں سے نہ ہو سکے) اس پاک مذہب کی تلقین کروں جو ان جنگ کرنیوالی قوموں کے شور و غل کو اسلام کے متحد کر دینے والے امن و امان میں خاموش کرا دیتا ہے، جیسا کہ آگے چل کر میں واضح کروں گا، اسلام کی خدائی حکومت نے اس تنگدلانہ بغض و تعصب کی مذمت کی ہے، جو قومیت کی پیدائش اور انسانیت کی تباہی کا موجب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جو تمام جہانوں کا خدا ہے، عرب و عجم، آریائی اور سامی اینگلوسیکسن اور ٹیوٹن کے امتیازات کوئی چیز نہیں، اور اس تباہ کن جنگ میں قومیت کے طبعی نتائج اور اس کا عروج مجھے شروع ہی سے نظر آ رہا ہے۔

ا ۔ دسمبر ۱۹۱۸ء۔ جب مولینا معہ اپنے بھائی مولینا شوکت علی کے ساتھ نظربند تھے۔

درخواست دعا

چوہدری تاج الدین صاحب سفید پوش دیروالہ ضلع سیالکوٹ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص ممبر ہیں، اپنی تمام زندگی میں انہوں نے احمدیت کے لئے بہت بڑی مشکلات اور مصائب برداشت کئے ہیں، اب بھی وہ اور ان کا نوجوان فرزند کئی ایک مشکلات میں مبتلا ہیں، اور دشمنوں کے نرغہ میں ہیں۔ احباب کرام سے التماس ہے، کہ ان کے لئے نہایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائیں، کہ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو، اور تمام بلیات سے نجات عطا فرمائے۔

ضروری گذارش

مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن کچھ عرصہ کے لئے رخصت پر تشریف لے گئے ہیں، اس لئے ایسے خطوط جو انجمن سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے نام پر نہ بھیجے جائیں۔ بلکہ صرف سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا پتہ لکھ دینا کافی ہوگا۔

مرزا صاحب کے ذاتی خطوط جن کا تعلق انجمن سے نہ ہو ان کے نام پر احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجے جائیں۔

رمضان اور زکوٰۃ

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میں جملہ برادران و خواہران سلسلہ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک منظم اور زبردست کوشش کی جائے کہ ہمارے مالوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔ جن مردوں کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ اپنے تعلق والی خواتین کو اگر وہ خواندہ ہیں تو یہ مضمون پڑھنے کے لئے دیدیں اور اگر خواندہ نہیں تو انہیں پڑھ کر سنا دیں۔

زکوٰۃ کیا چیز ہے۔ جن لوگوں کے پاس ان کے روزمرہ ضرورتوں سے زائد کوئی مال ہے اور اس مال پر ایک سال گذر چکا ہے، اس میں سے چالیسواں حصہ غربا کے فائدہ کے لئے دے دینا۔ فرض کیجئے ایک شخص کے پاس دس روٹیاں ہیں اور اس کے ہمسائے کے بچے بھوک سے بیتاب ہیں، تو کیا یہ انسانیت ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق روٹی کھا کر باقی اپنے ہمسایہ کے بچوں کی جان بچانے کے لئے نہ دے۔ یقیناً ایسا انسان سنگدل کہلائے گا۔ زکوٰۃ کا منشاء بھی اسی قدر ہے کہ جن لوگوں کے پاس ان کی روزمرہ ضرورت سے زیادہ مال ہے وہ اس کا چالیسواں حصہ ہر سال کے سال اپنے غریب بھائیوں کو فاقوں سے بچانے کے لئے دیدیں۔ حدیث نبوی میں زکوٰۃ کی یہی تعریف دی ہے۔ **توخذ من اغنیائھم وترد الی الفقرائھم**۔ غنی وہ ہے جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ کچھ ہے۔ فرض کرو ایک شخص کے پاس ایک سو روپیہ یا اس قدر مال جمع ہے اور اس پر ایک سال گذر چکا ہے تو یہ اس کی ضرورت سے زائد چیز ہے، یا ایک خاتون کے پاس ایک سو روپے کا زیور ہے اور اس پر ایک سال گذر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ ادا کر دیئے جائیں۔ تاکہ اس سے اس کے غریب بھائیوں اور بہنوں کی پرورش ہو سکے۔

پھر دیکھئے کہ چالیسواں حصہ نکال لینے سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے اسلئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا ہے یعنی یہ جمع شدہ مال کو پاک کرنیوالی چیز ہے۔ جمع شدہ مال جو انسان کے پاس پڑا ہے اس کو گویا ایک طرح پر غلاظت قرار دیا ہے، اسی لئے رؤیا میں غلاظت کی تعبیر مال سے کی جاتی ہے، یہ ایک حقیقت ہے، اسلئے کہ جب مال انسان کے پاس جمع ہونا شروع ہو تو اس کا دل اسکی محبت میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے اور مال کی محبت سے یقیناً انسان کا دل ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو جو چیز انسان کے دل کو ناپاک کر دے وہ خود ناپاک ہے۔ اسی لئے مال کے جمع کرنے والوں کو آخرت میں عذاب کی خبر دی ہے **یوم تکوی بھا جباھھم وجنوبھم** مگر جب اس مال کا چالیسواں حصہ نکال دیا جائے تو وہی مال پاک ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسے صاحب مال نے یہ ثبوت دے دیا کہ اسے دل سے محبت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ماتحت وہ اپنے مال کو الگ بھی کر سکتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر خاص احسان ہے کہ اسے کتنی آسانی دی ہے کہ صرف چالیسواں حصہ نکال دینے سے گویا اس نے کل مال ہی خدا کی راہ میں دے دیا۔ مال کا جمع کرنا یا سرمایہ داری ایک بیماری ہے، اس بیماری کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہایت آسان تجویز کیا ہے، یعنی کہ صرف چالیسواں حصہ ہر سال کے بعد دے دینے سے وہ بیماری کا زنگ باقی نہیں رہتا۔ انسانوں نے جب سرمایہ داری کا علاج تجویز کیا تو انہوں نے یہ قرار دیا کہ کسی کے پاس مال جمع ہی نہ ہو، بلکہ ہر کمانے والے کا سارا مال لے لے۔ یہ وہ علاج ہے جو بالشوزم نے تجویز کیا ہے اور دنیا کے ایک بڑے ملک میں جو آجکل گرفتار بلا ہے یہ اصول مروج بھی ہو گیا گو اپنے مضرات کی وجہ سے وہ قائم نہیں رہ سکتا لیکن خدائی علاج اور انسانی علاج میں کس قدر فرق ہے دونوں نے مال کے جمع کرنے کو ایک بیماری قرار دیا اللہ تعالیٰ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے (اور تحقیقت ہر نبی کے ذریعہ سے) یہ بتا دیا تھا کہ مال کا انسان کے پاس جمع ہوتے جانا ایک بیماری ہے آخر انسانوں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لیا لیکن خدائی علاج کتنا سہل ہے صرف چالیسواں حصہ دے دو تو یہ بیماری دور ہو جاتی ہے انسانی علاج مشکلات سے پر ہے اور قابل عملدرآمد نہیں

اب ہماری قوم جو دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے کھڑی ہوئی ہے، جو دنیا کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ دنیا کی بیماریوں کا علاج قرآن میں ہے **شفاء لما فی الصدور** تو کیا وہ دنیا کو یہ بتائے گی کہ آپ کی فلاں بیماری کی یہ دوا ہے مگر ہم اسے کبھی استعمال نہیں کرتے پھر اس علاج کو کون درست مانے گا اسلئے ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ منہ سے تو تبلیغ اسلام کریں اور دلوں سے اسلام کو ہی جھٹلائیں۔ ایسے لوگوں کے کام میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی، اس لئے ہماری جماعت پر یہ فرض دیگر مسلمانوں سے بھی بڑھکر عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے اموال کی زکوٰۃ ٹھیک چالیسواں حصہ حساب کر کے فوراً نکال دیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں اس کا ثواب اس قدر ہوگا کہ گویا ہم نے سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف چالیسواں حصہ کا تھا اور وہ ہم نے پورا کر دیا۔

میں اس جگہ اس غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی زکوٰۃ کو جس طرح چاہیں خرچ کر لیں، چاہیں تو اسی میں سے چندے بھی دیدیں اور برائے نام مجاہد بن جائیں، چاہیں تو اسی میں سے دوستوں یاروں کو بھی کھلا دیں، چاہیں تو اسی سے سرکار کو بھی خوش کر لیں، رشتہ داروں کو بھی خوش کر لیں۔ کسی بھیک منگتے پر بھی احسان کر دیں۔ چندے ضروری ہیں وہ آپ دیں اور ضرور دیں یہ ہماری جماعت کا جہاد ہے، زکوٰۃ اور چیز ہے اور جہاد اور چیز ہے دونوں کو ایک مت ٹھیرائیں۔ یہ خدا کے احکام سے ہنسی ہوگی اسلئے زکوٰۃ میں سے چندہ نہ دیں، رشتہ داروں، دوستوں کو خوش کریں مگر اپنے اموال کو خرچ کر کے نہ کہ زکوٰۃ کو جو فی الحقیقت ایک غلاظت ہے، اور بیت المال میں جمع ہو کر یہ پاک مال بنتا ہے۔ ہاں اس میں سے تیسرا حصہ بیشک اس غرض کے لئے رکھ لیں یہ رسول خدا کی اجازت ہے، اس سے بڑھکر نہیں۔ بھیک منگتوں پر ضرور احسان کریں مگر وہ بھی اسی شرط کے ساتھ۔

ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں دوسرے لوگ اپنے طور پر زکوٰۃ خرچ کر لیں تو شاید ان پر چنداں گرفت نہیں کیونکہ ان کے ہاں نظام کوئی نہیں مگر آپ کی جماعت خدا کے فضل سے منظم ہے، آپ کو کوئی حق نہیں کہ زکوٰۃ کو اپنے طور پر خرچ کریں، پھر منظم جماعت ہی نہیں یہ مجاہد جماعت ہے، یہ تبلیغ کا عظیم الشان جہاد کر رہی ہے جس سے اس وقت دوسری سب جماعتیں اور دوسرے لوگ لاپرواہ ہیں، اور زکوٰۃ کے مال میں ایک خرچ جہاد فی سبیل اللہ کا بھی ہے یہی نہیں یہ جماعت اس زمانہ کے امام کی، مجدد کی، مسیح موعود کی بھی جانشین ہے، اس لئے آپ کی زکوٰۃ اس کے بیت المال میں جمع ہونی ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ یہ جماعت بھی مضبوط ہو اور دین کو دنیا میں پوری قوت سے پہنچا سکے اس کے غریب بھی اپنی روٹی کمانے اور خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے قابل ہوں اور ویسے بھی زائد زکوٰۃ تبلیغ دین پر خرچ ہو۔ مسلمانوں میں بھیک منگتے اس قدر ہو گئے ہیں کہ ان کا پیٹ کسی بادشاہ کے خزانوں سے بھی نہیں بھر سکتا۔ اس لئے امام وقت کی جانشین جماعت کو اپنی اپنی زکوٰۃ سپرد کر دو اور خدا اور اس کے رسول اور امام وقت کے حکم کے سامنے سر جھکا دو۔

ہاں رمضان کے آخری عشرہ میں اس مجاہدہ کو سامنے رکھکر جماعت کے اندر پاکیزگی قلب کی ایک زبردست رو پیدا کر دو۔ زکوٰۃ کے نکالنے کے بغیر ہمارے تمام مجاہدات بیکار ہیں۔ زکوٰۃ ادا کر کے ہم رمضان کے مجاہدہ کو کس قدر زیادہ قوی کر سکتے ہیں۔ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائیں گے۔ ہمارے تبلیغ کے کام میں برکت ہوگی، اور ہمارے مالوں کے ساتھ ہمارے دل بھی پاک ہو جائیں گے، بلکہ خود ہمارے اموال میں بھی اس سے برکت ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے **ومن اصدق من اللہ قیلا**۔ والسلام۔

خاکسار محمد علی

دار السلام ڈلہوزی۔ ۱۳ رمضان۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

ابطال بہائیت پر بہائی دلائل

{از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی}

دو تین روز متواتر مجھے بہائی ہال بمبئی میں جانے کا موقعہ ملا ان کے سکرٹری صاحب ایک اچھے خاصے واقف آدمی ہیں۔ اسلئے ان سے مجھے بات چیت کرنے کا موقعہ ملا۔ دوسرے بہائی لوگ بھی کبھی کبھی بات کرتے رہتے۔ میں تمام گفتگو کا خلاصہ مکالمہ کے رنگ میں درج ذیل کرتا ہوں۔

بہائی۔ آپ کو یاد ہے کہ آپ ایک دفعہ میرے مکان پر آئے تھے اور میری اور آپ کی گفتگو ہوئی تھی۔ مگر آپ پھر کبھی تشریف نہیں لائے۔

احمدی۔ سچ ہے۔ اگر میں اپنے نہ آنے کا صحیح سبب بیان کروں گا تو آپ کی دلشکنی ہوگی۔

بہائی۔ دل شکنی کا کیا ہے آپ کہہ دیجئے۔

احمدی۔ میں اسلئے گیا تھا کہ آپ کو کچھ بہائی مذہب کی زیادہ واقفیت ہوگی، تو میں آپ سے کچھ پوچھوں گا مگر بات چیت کرنے سے پتہ لگا کہ آپ کو یہ بھی علم نہیں کہ بہاء اللہ کا اصل دعوےٰ کیا ہے۔ آپ نے بہت بات چیت کے بعد یہ بتایا کہ مرزا حسین علی صاحب کا دعوےٰ بہاء اللہ ہونے کا تھا۔

بہائی۔ یہ گفتگو آپ کی دولت خانم سے ہوئی تھی مجھ سے نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ دعوےٰ "بہاء اللہ" ہونے کا ہی تھا۔

احمدی۔ آپ بھول گئے ہیں دولت خانم سے علیحدہ گفتگو ہوئی تھی اور آپ سے ملنے کے بعد میں نے انہیں کہا تھا کہ افسوس ہے آپ کے پیش کردہ مبلغ بہائیت کو کچھ بھی خبر نہیں وہ مجھے کہتے ہیں کہ دعوےٰ بہاء اللہ ہونے کا ہے۔ حالانکہ یہ خطاب یا لقب اسے اس کے پیر و مرشد باب صاحب نے دیا تھا جس طرح صبح ازل کا خطاب مرزا یحیٰ کو دیا تھا۔ نہ صبح ازل کوئی مرتبہ یا مقام ہے، اور نہ ہی بہاء اللہ کوئی مرتبہ یا مقام ہے۔

بہائی۔ باب کی تحریروں میں بہاء اللہ کا ذکر ہے اور یہ پیشگوئی تھی کہ من یظھرہ اللہ اس نام سے دعوےٰ کرے گا یا من یظھرہ اللہ کا مقام بہاء اللہ کا ہے۔ اور مرزا حسین علی صاحب نے جب مظہر ظہور ہونے کا دعوےٰ کیا تو اپنے آپ کو بہاء اللہ کے نام سے ظاہر کیا۔

احمدی۔ یہ امر اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ باب کی زندگی میں اور اپنے دعوے سے پہلے مرزا حسین علی صاحب بہاء اللہ کہلاتے تھے۔ اور اپنے آپ کو ایسا ہی لکھتے تھے۔ مثلاً ایقان کو جب مرزا حسین علی صاحب نے لکھ دیا تو اس کے خاتمہ پر لکھا:۔

"المنزول من الباء والھاء والسلام علی من سمع نغمۃ الورقاء فی سدرۃ المنتھیٰ فسبحان ربنا الاعلیٰ تمام شد فقط

یعنی یہ کتاب نازل شدہ ہے الباء والھاء (بہاء اللہ) کی طرف سے اور سلام اس پر جس نے سدرۃ المنتھیٰ میں کا نغمہ سنا، پس ہمارا رب جو سب سے اعلیٰ ہے اس کی ستائش ہو۔

(اگر کسی بہائی کو سدرۃ المنتھیٰ کا مطلب نہ سمجھ آوے تو وہ بہائی اصطلاحات کا مطالعہ کرے۔ بہاء اللہ جب جیل خانہ عکہ میں تھے، تو اس جیلخانہ کو عرش قرار دیتے تھے

پھر ہم حشمت اللہ آگرہ کے بہائی کی کتاب بہائی تعلیمات میں لکھا پاتے ہیں :۔

کہ جب بابیوں میں گڑبڑ شروع ہوئی کہ آیا باب کا مذہب وہی اسلامی مذہب ہے یا کوئی نیا مذہب ہے اور بہت سے بابی اس طرف تھے کہ علماء اسلام اور مجتہدین کی تعلیم کے مطابق چلنا چاہیئے۔ . . . .

. . . باب کا مذہب کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اور ایک جماعت اس کے خلاف تھی جس کا نتیجہ فساد تھا۔ لہٰذا

"اس مصیبت کے وقت جو کہ سر پر آ وردہ تھے انہوں نے مشورہ کر کے ایک عام مجلس شوریٰ منعقد کی۔ تاکہ کوئی فیصلہ کریں۔ اور اس موقعہ پر ایک **بابی مرزا حسین علی نوری جن کو حضرت باب نے بہاء اللہ کا لقب دیا تھا** ۔ خاص طور کامیدہ ثابت ہوئے۔ اور ان کی اور قرۃ العین وغیرہ کی کوشش سے یہ قریب قریب فیصلہ ہوگیا کہ نئے اصولوں پر چلا جاوے"

(بہاء اللہ کی تعلیمات ص۱۵/۱۶)

(نقطۃ الکاف کے مصنف نے جو ایک بابی تھا اس مجلس کا حال لکھا ہے، اور بتایا ہے کہ بڑے بڑے بابی پرانے مذہب پر تھے اور قرۃ العین نے اس موقعہ پر پردہ وغیرہ اپنا دور کر دیا، اور ایسے قبیح امور پیش آئے کہ باب الباب صاحب نے ان لوگوں پہ شرعی حد لگانے کا فیصلہ کر دیا)

اس حوالہ سے جہاں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بہاء اللہ کوئی مرتبہ یا مقام نہیں جو خدا تعالےٰ نے مرزا حسین علی کو عطا کیا ہو بلکہ یہ ایک خطاب تھا جو اسے باب نے دے رکھا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود بابی یہ سمجھتے تھے کہ باب کا کوئی نیا مذہب نہیں ہے، یہ صرف بعض نے بعد میں بات بنائی ہے۔ ورنہ یہ لوگ سخت غالی شیعہ ہیں جو ملحدانہ روش پر چل رہے ہیں۔

بہائی۔ باب نے اپنی تحریروں میں بہاء کی خبر دی تھی اس لحاظ سے یہ لکھا ہے کہ :۔

"ایک بابی جس کو حضرت باب نے بہاء اللہ کا لقب دیا تھا"

یعنی اپنی تحریروں میں آنے والے موعود کو بہاء اللہ کا نام دیا تھا، سو جب وہ ظاہر ہوئے تو اسی نام سے دعویٰ کیا۔

احمدی۔ نہ تو عبارت پیش کردہ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے اور نہ بہاء اللہ نے کبھی ایسا لکھا ہے کہ میں اسلئے بہاء اللہ ہوں۔ بلکہ اس کی تحریر جو ایقان کے خاتمہ پر ہے وہ صاف بتا رہی ہے کہ قبل از ظہور ہی وہ اپنے آپ کو بہاء اللہ لکھا کرتے تھے۔

بہائی۔ اچھا اس بحث کو پھر کریں گے۔ یہ بہت اہم ہے۔

احمدی۔ بہت اچھا یہ تو فرمایئے کہ بہاء اللہ جس کے معنے خدا کا نور یا روشنی کے ہیں، اس کا تعلق براہ راست فیض پہنچانے کے مقام سے ہے یا کسی واسطہ سے فیض پا کر فیض رسانی کے مقام کا نام ہے۔

بہائی۔ بات کو ذرا واضح کیجئے۔

احمدی۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو انبیاء کی طرح براہ راست ذات باری تعالےٰ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور مخلوق کو فیض الٰہی پہنچانے کا واسطہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اسلامی اصطلاح میں رسول اور نبی کہتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو انبیاء و رسل سے فیض حاصل کر کے فیض رساں بنتے ہیں ان کا تعلق براہ راست خدا سے نہیں ہوتا۔ ان کو اسلامی اصطلاح میں اولیاء کہتے ہیں یا یوں کہہ دیجئے کہ انبیاء مذکر ہوتے ہیں اور اولیاء مونث جس طرح ایک عورت بلا شوہر کے حاملہ نہیں ہوتی اسی طرح بغیر استفادہ کسی نبی کے ولی نہیں ہو سکتا۔ مولانا روم نے کہا ہے :۔

اے مخنث نے تو مردی نے تو زن

اب غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔ پس بتایئے بہاء اللہ کس قسم کے لوگوں میں سے ہے۔

قادیانیوں سے ایک سوال

اگر کسی قادیانی مبلغ مثل مولوی اللہ دتہ صاحب یا مولانا غلام رسول صاحب، فاضل راجیکی یا مولوی فضل الدین صاحب ذونی کی نظر اس مضمون پر پڑے تو میرے اس سوال کو وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق سمجھ کر جواب دیں۔ آیا مرزا صاحب براہ راست فیض پانیوالے ہیں یا بواسطہ حضرت خاتم النبیین صلعم وہ فیض پانے والے تھے۔ اگر یہ سچ ہے جو مسیح موعود نے کہا ہے :۔

جو کچھ کہ ہم نے پایا اس یار سے ہے پایا

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

تو پھر حضرت، قدس تو اولیاء میں سے ہوئے جن کو نبی کا خطاب مجازاً دیا گیا ہے، ایسے لوگوں کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "انبیاء الاولیاء" کہتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ قادیانی جماعت مجازی نبوت کو حقیقی نبوت نہ بنائے، بلکہ آپ کے اصل مقام کو جو خاتم الاولیاء کا مقام ہے مانیں، خاتم الاولیاء ولی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ایک نبی۔

بہائی۔ وہ انبیاء و رسل کی قسم سے ہے مگر سب سے افضل و اعلیٰ۔

احمدی۔ قرآن میں اگرچہ ختم نبوت کا ذکر بالصراحت ہے اور حدیث نبوی میں اس کی تشریح لا نبی بعدی کے الفاظ میں موجود ہے۔ مگر میں بہائی حیلہ و بہانہ کا راستہ بند کرنے کے لئے بتاتا ہوں کہ خود بہاء اللہ صاحب نے اپنی کتاب فرودس میں خاتم النبیین کے معنے کئے ہیں :۔

"الصلوٰۃ والسلام علی سید العالم

ومربی الامم الذی بہ انتہت
الرسالت والنبوۃ وعلی آلہٖ
اصحابہ دائماً ابداً سرمداً"

اس حقیقت کو منافرات دینیہ صفحہ ۳۸ پر اس طرح بیان کیا ہے۔

"این اسم وسمت بوجود مقدس حضرت محمد
ختم شد وشروع بدورہ ولایت شد"

پس نبوت ورسالت ختم ہو چکی اور خود بہائی دورہ ولایت کے شروع ہونے کے قائل ہیں - یہ دوسری بات ہے کہ وہ جہالت سے ولایت کو نبوت سے افضل مانتے ہیں، جو صراحۃً غلط ہے، کیونکہ ہر نبی خدا سے براہ راست فیض پانے کی وجہ سے مقام عروج میں مقرب اور ولی ہے، اور مخلوق کو پیغام پہنچانے کے لحاظ سے مقام نزول میں رسول یا نبی ہے۔

پس نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل کہی جائے جیسا کہ بعض اہل تصوف کا خیال ہے تو درست ہے۔ لیکن مطلق ولایت کو نبوت ورسالت پر افضل کہنا غلطی ہے، اور ایسے قائل کو نہ مقام نبوت ورسالت کی حقیقت کا علم ہے نہ ولایت کی حقیقت وہ سمجھتا ہے۔ اور بہائیوں کو بوجہ شیعہ میں سے ہونے کے یہ غلطی لگی ہوئی ہے۔

(قادیانی بھی قائل ہیں کہ ولی کو نبی پر کلی فضیلت نہیں ہو سکتی - اسلئے وہ حضرت مسیح موعود کو جہاں غلطی سے حضرت عیسےٰ پر کلی فضیلت دیتے ہیں وہاں وہ ساتھ ہی حضرت اقدس کو صحیح نبی مان کر ایسا کہتے ہیں۔ حالانکہ تو حضرت مسیح موعود نے بھی فرمایا ہے کہ ختم نبوت کے معنے یہی ہیں کہ سلسلہ نبوت ورسالت آپ کی ذات پر منقطع ہو گیا ہے

اور آپ کے بعد نبی یا رسول نہیں آسکتا۔

(حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۶۴)

مگر بار بار قادیانی کہے جاتے ہیں کہ نبوت منقطع نہیں ہوئی حالانکہ حضرت اقدس نے علیہ لقطعت سلسلۃ المرسلین کے لکھے ہیں)

بہائی - اتو بند ہو گئی مگر رسالت بند نہیں۔ کیونکہ رسالت اگر جائے تو دنیا پر اندھیرا چھا جائے آج ضرورت سے زیادہ رسالت کی ہے۔ پھر رسالت بند کیسے ہے۔

احمدی - آپ اب مجھ پر اعتراض نہیں کر رہے بلکہ اپنے "اللہ" پر ہی کر رہے ہیں وہ تو صاف فرماتے ہیں۔

"بلغت الرسالۃ والنبوۃ"

یعنی آنحضرت صلعم کے ساتھ نبوت اور رسالت ختم ہو چکی

بہائی - آپ لوگوں کی عادت ہے کہ عبارت کو بگاڑ کر دیتے ہیں اس لئے مجھے یہ حوالہ دیکھنا ہوگا۔

احمدی - آپ ابھی کتاب فردوس لائیے میں فوراً پیش کر کے نکال دوں گا۔ علاوہ ازیں الواح مبارکہ میں بھی یہی لکھا ہے۔

بہائی - ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑ کر بحث کہاں ختم ہوتی ہے۔ آپ معیار صداقت رسل پر آجائیے۔

احمدی - ختم نبوت اور رسالت کے بعد اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی، لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو سُن لیجئے نبوت کا دعویٰ مثل زہر کے ہے اس کے کھانے والا ضرور ہلاک ہوتا ہے۔ اور صادق کی خدا خود حفاظت کرتا ہے۔ اس کے وجود کو بھی بچاتا ہے اور دین کو بھی۔

بہائی - حضرت بہاء اللہ کو تو خدا نے بچایا۔ پس وہ سچے ہیں ان کی کتاب اقدس ناسخ کتب سابقہ موجود ہے۔

احمدی - پہلے حضرت بہاء اللہ کے پیر و مرشد حضرت باب کا فیصلہ کر لو، کیا وہ ہلاک ہوا یا نہیں، اور اس کی شریعت کا کہیں نام ونشان بھی نہیں، وہ ہر طرح سے ہلاک ہوا۔ بیان کو نامکمل ہی چھوڑ گیا۔ اور وہ نامکمل بیان بھی دنیا میں وجود پانے سے پہلے ہی کچے حمل کی طرح ساقط ہو جاتا ہے۔ برباد ہو گیا ہے۔ کیا قدرت کے زبردست ہاتھ سے یہ کٹ الوتین ہے یا نہیں۔

بہائی - آپ اقدس اور بہاء اللہ کو کیا کہیں گے۔

احمدی - کسی جھوٹے مدعی کے گواہ کو آپ کیا کہیں گے جب وہ گواہ جھوٹے مدعی کو سچا قرار دے۔

بہائی - جھوٹے مدعی کو سچا قرار دینے والا گواہ بھی جھوٹا ہے۔

احمدی - تو آپ مسلمہ معیار کی رو سے باب اور بیان کے متعلق خود فیصلہ کیجئے کہ وہ کیا ہیں۔ پھر میں کہدوں گا کہ ان کا گواہ بہاء اللہ اور اقدس کیا تھے۔

یاد رہے خود بہاء اللہ بھی ناکام ہی رہا ہے۔ اور اسکی اقدس بھی ابتک پردۂ اخفا میں ہے! اور اقدس کا دنیا میں رواج پانا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دنیا میں بہائی سلطنت قائم نہ ہو، اور بیت العدل تمام دنیا کے لئے قائم نہ ہو جائے۔ کیونکہ اقدس کے اندر اکثر احکام کو بیت العدل کے ہی سپرد کر دیا گیا ہے اور بیت العدل کے فرائض بلا حکومت کے ادا نہیں ہو سکتے۔

(باقی دارد)

موجودہ عالمگیر فتنہ کا علاج صرف اسلام ہے

از جناب مولوی عبدالرشید صاحب

جنگ کا زمانہ ہے اضطراب کا دور ہے۔ بربادی اور تباہی کا وقت ہے۔ ہر طرف الغیاث کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں انسانیت خونی مناظر کا تماشا دیکھتے دیکھتے چلا اٹھی ہے۔ اور خدا کی یہ سرزمین جسے امن وسلامتی کا گہوارہ، محبت والفت کا سرچشمہ ہونا چاہیئے تھا جہنم کا نمونہ بنی ہوئی ہے آسمان بھی آگ برسا رہا ہے زمین سے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ سمندر بھی سطح سے لیکر تہ تک انسانی عظمت کا گورستان بن چکا ہے، اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں کا ایک انسان بھی جنگ کی آفات سے محفوظ ہو اور کوئی سلطنت نہیں جہاں کی طاقت بید کی طرح نہ لرز رہی ہو۔

یورپ کے بڑے انسان دوسروں کو تہذیب شرافت آئین وقانون کا سبق دیتے دیتے یک بیک سب کچھ فراموش کر بیٹھے اور اس قابل ہو گئے کہ دوسروں سے سبق سیکھیں۔ وہ مغربی قومیں جنہیں اپنے علوم وفنون [illegible] پر ناز تھا اور جنہیں پندار تھا کہ کائنات کی تمام طاقت انہوں نے مسخر کر لی ہے۔ وہی علوم وفنون ان کے گلے کا [illegible] گئے ہیں اور ان کی دانش فروشی، بے دانشی اور جنون میں تبدیل ہو گئی ہے اب ان کا یہ حال ہے کہ نہ انکی طاقت کام آتی ہے نہ ان کی حکمت انکا ساتھ دیتی ہے اور نہ ہی تدبیریں ترکیبیں انکی دستگیری کرتی ہیں یہاں اتحاد واتفاق واسلحہ سب بیہودہ ثابت ہو رہے ہیں۔ تدبیر والے بے تدبیر ہیں۔ طاقت والے بے بس اور لاچار ہیں ملکوں کی تسخیر کرنیوالے جنون وحماقت میں مبتلا ہیں۔ وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون

اور یہ آپ ظلم کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔

اسلام کی کتاب حکمت نے ایسی ہی قوموں کے ایسے ہی حالات پر فاعتبروا یا اولی الابصار بار بار تاکید کی ہے اور یہ وقت ہے کہ ایشیا کی ہر قوم ان حالات سے عبرت حاصل کرے۔

یورپ جو اسلام کو بدنام کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے اب بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لے۔ کہ اسلام کے سوا ہر قسم کا نظام حکومت دنیا کے لئے ایک مستقل عذاب ہے اور دنیا حقیقی امن وسلامتی سے اس وقت ہمکنار ہو سکتی ہے جب معمورہ ارض پر اسلام کا دستور العمل نافذ ہو، اور اس دستور پر ایمان رکھنے والے خدا کی زمین پر حکمران ہوں۔

اسلام ہر قسم کی طاقت ظالموں سے چھین لینا اور انہیں بے دست وپا بنا دینا چاہتا ہے تاکہ دنیا میں کوئی مظلوم باقی نہ رہے۔ اور فضائے عالم پرامن وعدل کے شادیانے بج جائیں۔ یورپ کے نظام قرآن حکیم کی نظر میں ظالمانہ ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد رنگ ونسل و وطن وقوم پر ہے، اور اسلام ان تمام بتوں کو پاش پاش کر دینا چاہتا ہے۔

یورپ اگر چاہتا ہے کہ دنیا کو جنگ اور خونریزی سے بچایا جاوے، تو اسلام کے پیغام کو تسلیم کر لے۔ اور اسلام کا قانون جنگ ہر قسم کی جنگوں کا آسانی کیساتھ خاتمہ کر سکتا ہے۔

یورپ سُن لے اور مغرب اچھی طرح سمجھ لے، کہ اسلام کا نظام اجتماعی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ اس کی پہلی بنیاد عدل ہے۔ اور دوسری بنیاد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(ا) اسلام نے عدل کی میزان قائم کر کے ہر قسم کے فتنہ وفساد کا سدباب کر دیا ہے، عدل کی موجودگی میں جنگ کے امکانات کو نشو ونما حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ جہاں عدل اور انصاف ہوگا وہاں اخوت ومحبت ہوگی جہاں ظلم ہوگا وہاں رنگ ونسل وجغرافیت عداوت ونفرت ہوگی اور جنگ جدال وستمگری کا دور دورہ ہوگا۔

اسلام عدل کا مینار روشن کر کے دنیا کو صلح وامن کا پیغام سناتا ہے اور یورپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ وہ اب بھی زمین پر خدا کی بادشاہت تسلیم کر لے۔

اسلام کا قانون عدل کہتا ہے کہ اگر وہ صرف دوسرے لوگ تم پر زیادتی کریں تو بھی تم کو آپے سے باہر نہ ہونا چاہیئے جوش انتقام میں انسانی حدود کا خیال رکھو اور ہر حال میں عدل کو پیش نظر رکھو۔ ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا۔ الخ ترجمہ: اور انہوں نے جو تمہیں

(باقی بر صفحہ ۱۲)

مولوی اللہ دتہ صاحب اینڈ کو کی کارگذاری ماہ اگست ۱۹۴۲ء پر ایک نظر

گذشتہ سے پیوستہ

{از محترم جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی سی ایس}

جب مولوی اللہ دتہ صاحب نے میاں محمد صادق صاحب کے اعتراضات کا جواب لکھا اس وقت وہ اس عبارت سے بے خبر تھے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تحفہ گولڑویہ کو اچھی طرح سے پڑھا ہے اور اس سے یہ اقتباسات لئے ہیں مگر اس وقت پڑھنے کے وقت یہ عبارت نظر نہ آسکی ہو تو پیغام صلح میں جو مضمون میاں محمد صادق صاحب کا چھپا ہے اس کو پڑھکر تو مولوی صاحب بے خبر نہیں رہ سکتے تھے، کیونکہ اس میں یہ عبارت موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ مولوی محمد یار صاحب نے صاف اقرار کیا "کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے، اس عبارت کے بعد ضرورت نہیں رہتی کہ اگر کسی جگہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو نبی یا رسول کہا ہے تو اس پر کچھ لکھا جاوے کیونکہ جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا وہ استعارہ کے رنگ میں ہی ہوگا، حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ "بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے"! یہی استعارہ کا لفظ نبوت کے متعلق حضرت صاحب نے استعمال کیا ہے مولوی اللہ دتہ صاحب اور اس کے ہمخیال اصحاب نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حضرت اقدسؑ آدمی نہیں ہیں بلکہ فرشتہ ہیں لہٰذا اب ان کو آدمی کہنا جائز نہیں ہے۔ ہاں یہ تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ معصوم ہونے کی وجہ سے استعارۃً فرشتہ بھی کہا جا سکتا ہے، اور پھر حضرت اقدسؑ لکھتے ہیں کہ دانیال نبی نے آپ کو میکائیل یعنی خدا کی مانند لکھا ہے، یہ بھی استعارہ ہے۔ ثابت ہوا کہ جس طرح ہم حضرت اقدسؑ کو فرشتہ یا خدا ان الفاظ کے اصلی معنوں میں نہیں کہہ سکتے اسی طرح نبی یا رسول بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس عبارت میں حضرت اقدسؑ نے لفظ مجازاً کے گویا معنے بھی بیان فرما دیئے ہیں اور یہ خیال کرنا درست نہیں ہے کہ مجاز سے مراد سوائے استعارہ کے کچھ اور بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد اب میں مولوی اللہ دتہ صاحب کے اقتباسات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور مولوی صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غور فرماویں۔ ایسی غور نہیں جیسی اپنے جواب میں فرمائی ہے بلکہ اصلی اور حقیقی غور جس کی ان سے بہت کم امید ہے، مگر کیا عجب کہ خدا تعالےٰ ان کو اس بات کی سمجھ عطا فرما دے کہ صداقت کو مان لینے میں ہی سعادت ہے۔

مولوی صاحب کے اقتباسات میں سے پہلے میں حرف (ب) کو لوں گا۔ وہ اس اقتباس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ رسولوں کی میزان پوری ہوگی مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدسؑ کی اپنی عبارت جس سے مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مطلب کے دو تین فقرے لکھے ہیں حسب ذیل ہے:۔

اور پھر ما سوا اس کے سورہ مرسلات میں یہ آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حد بست ہو جائے یعنے سلسلہ استخلاف کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظہور میں آجائے اور وہ آیت یہ ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ یعنی آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضا و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا یہ آیت بھی اس بات پر نص صریح ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا کیونکہ اگر پہلا مسیح ہی دوبارہ آجاوے تو وہ افادہ تعیین عدد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک رسول ہے جو فوت ہو چکا بلکہ خلفائے سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے اور اگر یہ سوال ہو کہ اُقِّتَتْ کے یہ معنے یعنے معین کرنا جو اراده کیا گیا ہے کہاں سے معلوم ہوا تو اس کا یہ جواب ہے کہ کتب لغت لسان العرب وغیرہ میں لکھا ہے کہ قد یجئ التوقیت بمعنی تبیین الحد والمقدار کما جاء فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ لم یقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدا ای لم یقدر ولم یحدہ بعدد مخصوص۔ یعنے لفظ توقیت جس سے اُقِّتَتْ نکلا کبھی حد اور شمار اور مقدار کے بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی کچھ توقیت نہیں کی یعنے خمر کی حد کی کوئی تعداد اور مقدار بیان نہیں کی اور تعیین عدد بیان نہیں فرمائی۔ پس یہی معنے آیۃ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک سلسلہ کا آخر ظاہر ہو جاتا ہے تو عند العقل اس سلسلہ کی پیمائش ہو جاتی ہے اور جب تک کہ کوئی خط ممتد کسی نقطہ پر ختم نہ ہوا ہو ایسے خط کی پیمائش ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ اس کی دوسری طرف غیر معلوم اور غیر معین ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور سے دونوں طرف سلسلہ خلافت محمدیہ کے معین اور مشخص ہو جائیں گے، گویا یوں فرماتا ہے وَاِذَا الْخُلَفَاءُ بُیِّنَ تَعْدَادُھُمْ وَحُدِّدَ عَدَدُھُمْ بِخَلِیْفَۃٍ ھُوَ اٰخِرُ الْخُلَفَاءِ الَّذِیْ ھُوَ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ فَاِنَّ اٰخِرَ کُلِّ شَیْئٍ یُعَیِّنُ مِقْدَارَ ذَالِکَ الشَّیْئِ وَ یُعَدِّلُ دَعْوٰہُ فَھٰذَا ھُوَ مَعْنَی وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ"۔

اس عبارت کے پڑھنے سے ایک معمولی لیاقت کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے رسل سے اس جگہ خلفاء محمدیہ مراد لی ہے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لیکر خود حضرت اقدسؑ تک جس قدر خلفاء ہوئے ہیں ان کو رسول کے نام سے پکارا گیا ہے۔ میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی جرأت پر حیران ہوں، اپنی طرف سے تو وہ چالاکی کرتے ہیں مگر یہ اس قسم کی چالاکی ہے کہ کوئی بہت بڑا بیوقوف آدمی ہی کر سکتا ہے۔ چونکہ ان کو اپنے دعوے کی تائید میں کوئی بات تحفہ گولڑویہ سے نہ ملی۔ انہوں نے کانٹ چھانٹ کر مغالطہ دہی کے لئے ایسے فقرات اپنے مضمون میں لکھ دیئے ہیں جو اگر ساری عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھے جائیں تو اُن کے دعاوی کی تردید کرتے ہیں۔ دراصل ان کا مطلب یہ نہیں کہ صداقت کی تلاش کریں یا صداقت کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں ان کا مطلب صرف اپنے آقایان نعمت کو خوش کرنا ہے اور چونکہ ان کے اس رسالہ کی طرف ہماری جماعت نے توجہ نہ کی، اور اس کو فضول سمجھ کر ناقابل التفات سمجھا اس واسطے مولوی صاحب نے یہ سمجھ لیا کہ میں جو کچھ لکھوں گا اس کی تردید تو کسی نے کرنی نہیں اور میرے ہمخیال خوش ہو جائیں گے، کہ کس قدر اعلیٰ دلائل دیئے جا رہے ہیں اس واسطے غلط سلط سب کچھ کہہ جاتے ہیں، اس قسم کی چالاکیاں عدالتوں میں نہایت ادنےٰ درجہ کے وکیل کیا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اسی اقتباس کو لو۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ اصل کتاب کو کون دیکھے گا جو کچھ میں لکھوں گا اس کو درست سمجھ لیا جائے گا اور اگر سچ مچ ہی وہ اس عبارت کے وہی مطلب سمجھتے ہیں جو انہوں نے ظاہر کیا ہے، تو پھر ان کے ساتھ کسی قسم کی بحث میں پڑنا فضول اور بے معنی ہے۔

بہرصورت حضرت اقدسؑ کی تحریر سے یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور مجددین کو بھی رسول کا نام دیا گیا ہے، حضرت اقدسؑ کی اس عبارت کو اور ضمیمہ کے صفحہ ۲۴ کی عبارت کو جو اوپر درج کی گئی ہے ملا کر پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ خلفاء اور مجددین کو خدا تعالیٰ رسول کے نام سے پکارتا ہے اور یہ محض استعارہ کے رنگ میں ہوتا ہے، میرے خیال میں یہاں ہی بحث ختم ہو جاتی ہے۔

اب ضمن (ج) کو لو۔ یہاں بھی وہی چالاکی وہی دھوکا ہے اور وہی غلط بیانی ہے، میں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تمام عبارت کو درج کرتا ہوں جس کا صرف اخیری فقرہ لکھ کر مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنا کام نکالنا چاہا ہے۔

" غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنے یہ بعث اوّل جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے

یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنے یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں اور اس پر نادان مولوی نے جیسا کہ ان کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے، ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مبعث ہیں۔"

اب یہاں بھی حضرت اقدس نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ اسمہ احمد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر اسم احمد کے مصداق ہیں اور اپنے آپ کو مجازی طور پر اسم احمد میں شریک بیان کرتے ہیں اور یہ وہی شرکت ہے جس کا دعوےٰ ازالہ اوہام میں ہوا تھا یعنی اس وقت جب بقول مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے ہمخیال اصحاب کے حضرت اقدس نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا تھا یا دعوےٰ کیا تھا مگر نہیں جانتے تھے کہ دعوےٰ کیا ہے۔

اب ہم ضمن (د) کو لیتے ہیں۔ جو عبارت حضرت اقدس کی درج کی گئی ہے اس میں تو یہ درج ہے کہ مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہے، مگر جہاں یہ عبارت نقل کی ہے اس سے ٹھیک تیسری سطر میں مولوی اللہ دتہ صاحب ان الفاظ کی بجائے یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"مسیح موعود کی جماعت صحابہ کی جماعت ہے"

یعنی رنگ کو اڑا دیا ہے، خدا کا خوف تو الگ رہا مجھے اس بات سے حیرانی ہوتی ہے کہ ان مولوی صاحب کو اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ ایسی تحریف کر رہا ہوں اگر یہ ظاہر ہو گئی تو کس قدر ندامت اٹھانی پڑے گی۔ مباحثے کرنا ان کا کام ہے اس واسطے حضرت اقدس کی تحریرات کی ان کو واقفیت ہونی چاہیئے، اور اب یہ مضمون لکھتے ہوئے بھی انہوں نے یقیناً تمام تحفہ گولڑویہ پڑھا ہے۔ اس کتاب میں بھی آخرین منہم والی آیت کے ماتحت حضرت اقدس اپنے آپ کو صحابہ میں داخل کرتے ہیں اور یہاں اپنی جماعت کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ کے رنگ میں ہوگی، کیونکہ ان کی تربیت ایک صحابی (خود حضرت اقدس) کے ماتحت ہوئی ہے۔ اور مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ جہاں حضرت اقدس لفظ رنگ کا استعمال فرماتے ہیں اس سے ان کی کیا مراد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مواہب الرحمٰن میں فرماتے ہیں:

"خدا را مکالمات و مخاطبات است با ولیائے
خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء داده میشود
و در حقیقت انبیاء نیستند"

یعنی اس امت کے اولیاء کو مخاطبہ و مکالمہ ہوتا ہے اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔ اسی طرح سے یہاں بھی حضرت مسیح موعود کا یہی مطلب ہے کہ ان کی جماعت کو صحابہ کا رنگ دیا جائے گا، مگر وہ صحابہ نہیں کہلا سکتے۔ ہم وہ عبارت جس میں حضرت اقدس نے اپنے آپ کو صحابہ رسول کریم صلعم میں داخل کیا ہے صفحہ ۲۷، تحفہ گولڑویہ سے نقل کرتے ہیں:۔

"منجملہ دلائل کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو آنے والا مسیح جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا بخاری اور مسلم کی حدیث ہے جس میں امامکم منکم اور امکم منکم لکھا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام اور تم ہی میں سے ہوگا۔ چونکہ یہ حدیث آنے والے عیسیٰ کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں اس حدیث میں حکم اور عدل کا لفظ بطور صفت موجود۔ اس فقرہ سے پہلے ہے اسلئے امام کا لفظ بھی اسی حق میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس جگہ منکم کے لفظ سے صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا اسلئے منکم کے لفظ کوئی ایسا شخص مراد ہے جو خدا تعالےٰ کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جس کو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائم مقام صحابہ کیا گیا ہے یعنے یہ کہ واخرین منہم لما یلحقوا بہم کیونکہ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے اور اسی معنے کے رو سے صحابہ میں داخل ہے اور اس آیت کی تشریح میں یہ حدیث ہے لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس"

اس کے علاوہ اسی کتاب کے ضمیمہ کے صفحہ اس کے حاشیہ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"اور چونکہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں اسلئے خدا تعالےٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اور صفت جمالی کو مسیح موعود اور اس کے گروہ کے ذریعہ کمال تک پہنچایا۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم"

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے، رسول کریم صلعم کی ایک صفت کا اظہار بذریعہ صحابہ ہوا اور دوسری کا بذریعہ مسیح موعود۔ اگر عبارت کو غور سے دیکھا جائے تو حضرت صاحب کی مراد اس سے یہ ہے کہ صفت جمالی کا اظہار بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہوا مگر چونکہ اس وقت وسائل مہیا نہ تھے اس واسطے تکمیل ان کی حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ہوئی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے دوسرے مقامات پر حضرت اقدس نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ جن بزرگوں کے ذریعہ صفت جلالی کا مکمل اظہار ہوا اور صفت جمالی کا اظہار بھی بہت بڑی حد تک ہو گیا وہ نبی نہیں تھے اس واسطے حضرت مسیح موعود بھی جنہوں نے دوسری صفت کے اظہار میں حصہ لیا نبی نہیں تھے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے، اس کے بعد ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ اب مولوی اللہ دتہ صاحب کے اقتباس | الف کے متعلق کچھ لکھا جاوے۔ اسی کتاب تحفہ گولڑویہ سے حضرت اقدس مسیح موعود کی اپنی تحریرات سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جہاں کہیں لفظ رسول یا لفظ نبی حضرت اقدس کے متعلق آیا ہے، وہ اصلی معنوں میں نہیں، بلکہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔

اور یہ بھی ہم خود مولوی اللہ دتہ صاحب کے اقتباس سے ثابت کر چکے ہیں کہ تمام خلفاء محمدیہ کو حسب تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسل کہا گیا ہے اور خود حضرت اقدس نے اپنے آپ کو ان خلفاء میں شامل کیا ہے۔ ہم یہ بھی خود حضرت اقدس کی تحریر سے دکھا چکے ہیں کہ جب حضرت اقدس اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ ... کے ساتھ کسی نام میں شریک سمجھتے ہیں تو وہ محض استعارۃً اور مجازاً ہوتا ہے۔ اور یہ شراکت حضرت اقدس نے شروع سے بیان کی ہے نہ کہ سنہ ۱۹۰۱ء یا اس کے بعد جبکہ بقول مولوی اللہ دتہ صاحب "اپنا عقیدہ تبدیل کیا" اور ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم سے حضرت اقدس کی مراد یہ ہے کہ رسول کریم کی حقیقت جمالی کی تکمیل حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوگی۔ جو کہ روحانی تربیت کے لحاظ سے اپنے آپ کو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں شامل سمجھتے ہیں۔

ضمن الف میں جو اقتباس مولوی اللہ دتہ صاحب نے درج کیا ہے اس سے صرف یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت اقدس آیت ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں رسول سے آنحضرت صلعم مراد لیتے ہیں۔ آنحضرت صلعم سے استفاضہ کی وجہ سے مجازی طور پر حضرت اقدس مسیح موعود بھی مراد ہیں۔ یہ رسول کا لفظ وہی ہے جو تمام خلفاء محمدیہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس معاملہ کو اسی کتاب میں خود حضرت اقدس نے کئی مقامات پر اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔ مثلاً ضمیمہ صفحہ ۳۱ پر فرماتے ہیں:۔

"اور جیسا کہ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ہوگا، گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا"

اسی صفحہ ۳۱ پر اسی معاملہ کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے جیسا کہ خدا تعالےٰ کے دو ہاتھ جلالی و جمالی ہیں چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلشانہ کے مظہر اتم ہیں۔ لہذا خدا تعالےٰ نے آپ کو بھی وہ دونوں ہاتھ رحمت اور شوکت کے عطا فرمائے۔ جمالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے (وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین) یعنی ہم نے تمام دنیا پر رحمت کر کے تجھے بھیجا ہے۔ اور جلالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں

اشارہ ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ"

ان دونوں عبارتوں سے جو ہم نے تحفہ گولڑویہ سے نقل کی ہیں صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ظاہر کرتے ہیں۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کا نہ صرف مظہر بلکہ مظہر اتم۔ تو ثابت ہوا کہ مظہر خواہ مظہر اتم ہی کیوں نہ ہو وہ اصل کے برابر نہیں ہوتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ عین اصل ہے۔ ورنہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا کہنا پڑے گا کیونکہ وہ خدا کے نہ صرف مظہر بلکہ مظہر اتم ہیں۔ استعارہ اور مجاز کے الفاظ کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ہم حضرت مسیح موعود کی تصانیف سے چند ایک اور اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۶۴ و صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بباعث اس نقصان کے جو ان میں باقی رہ گیا ہے، کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں ہے، بلکہ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، برخلاف حقیقت محمدیہ کے وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے جس کا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے، جو ابن کے لئے بجائے اَب ہے"

پھر فتح اسلام کے حاشیہ صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے۔ اور طبع خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے، جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے، وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ابراہیم ہے، اور جو عمر فاروق کا دل رکھتا ہے، وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔"

توضیح مرام کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:۔

"مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے، بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے، اسی وجہ سے خدا تعالےٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلام ہے جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے، اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیفہ نہیں ہے"

پھر حاشیہ صفحہ ۱۳، ۱۴ توضیح مرام پر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے سید و مولےٰ جناب مقدس خاتم الانبیاء کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب کا دنیا میں دوبارہ تشریف لانا درحقیقت خدا تعالےٰ کا ظہور فرمانا ہے، بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے، اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالےٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد زبور میں لکھا ہے۔ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی، اس خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی تو خاتم الانبیاء) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہ دشمنوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں، تیرے سامنے گر جاتے ہیں، اے خدا تیرا تخت ابد الآباد ہے، تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی اس لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے، خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔ زبور ۴۵ ... پھر یسعیاہ نبی کی کتاب میں ایسا ہی ہے دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ .... تنبیہ کہ جو بزرگ ترین مراتب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا ہے یہ میری طرف سے اجتہادی خیال نہیں، بلکہ الہامی طور پر خدا تعالےٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے۔"

اور بھی بہت سی عبارات نقل کی جا سکتی ہیں لیکن جو کچھ ہے وہ سمجھنے والے کے لئے کافی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ استعارہ اور مجاز میں مراد اصل نہیں لیا جاتا، اور اگر یہ جائز ہے تو معاذ اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقۃً خدا کہنا پڑے گا جیسا کہ قادیانی حضرات حضرت اقدس کو حقیقی نبی کہتے ہیں۔

اب ہم مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے ہمخیال اصحاب کی خاص توجہ حضرت اقدس کے اس بیان کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ جو حضور نے عدالت میں دیا ہے، مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ جولائی ۱۹۴۲ء کے صفحہ ۳ پر اس بیان کی نقل درج ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت اقدس سے یہ سوال ہوا کہ جن لوگوں کا ذکر اس کتاب (تحفہ گولڑویہ) میں صفحہ ۸۴ لغایت صفحہ ۸۵ پر کیا گیا ہے آپ بھی اس کا مصداق ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ خدا کے فضل اور رحمت سے میں اس کا مصداق ہوں، مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ اگست ۱۹۴۲ء میں جو عبارت درج کی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"مردان خدا جو خدا تعالےٰ سے محبت اور مودت کا تعلق رکھتے ہیں، وہ صرف پیشگوئیوں تک اپنے کمالات کو محدود نہیں رکھتے، ان پر حقائق اور معارف کھلتے ہیں اور دقائق و اسرار شریعت اور دلائل لطیفہ حقانیت ملت ان کو عطا ہوتے ہیں، اور عجائب طور پر ان کے دل پر دقیق در دقیق علوم قرآنی اور لطائف کتاب ربانی اتارے جاتے ہیں اور وہ ان فوق العادت اسرار سماوی علوم کے وارث کئے جاتے ہیں جو بلا واسطہ موہبت کے طور پر محبوبین کو ملتے ہیں اور خاص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے، اور ابراہیمی صدق و صفا ان کو دیا جاتا ہے۔ اور روح القدس کا سایہ ان کے دلوں پر ہوتا ہے وہ خدا کے ہو جاتے ہیں، اور خدا ان کا ہو جاتا ہے ان کی دعائیں خارق عادت طور پر آثار دکھاتی ہیں ان کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے، وہ ہر میدان میں اپنے مخالفوں پر فتح پاتے ہیں، ان کے چہرہ پر محبت الٰہی کا نور چمکتا ہے، ان کے در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں ہوتے ہیں، خدا ان کے لئے اس شیر مادہ سے زیادہ غصہ ظاہر کرتا ہے جس کے بچے کو کوئی لینے کا ارادہ کرے۔ وہ گناہ سے معصوم وہ دشمنوں کے حملوں سے معصوم، وہ تعلیم کی غلطیوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں وہ آسمان کے بادشاہ ہوتے ہیں، خدا عجیب طور پر ان کی دعائیں سنتا ہے اور عجیب طور پر ان کی قبولیت ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وقت کے بادشاہ ان کے دروازوں پر آتے ہیں۔"

یہ عبارت مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ سے لی گئی ہے اور مجھے یہاں بھی حیرت ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو کیوں نقل کیا۔ یہ عبارت صریحاً ان کے خلاف ہے۔ اگر وہ عبارت کے اس ٹکڑے کو جو جلی قلم سے لکھا گیا ہے غور سے دیکھتے تو کبھی اس اقتباس کے آخر پر یہ ریمارک نہ لکھتے کہ:۔

"کیا اس قدر صراحت کی موجودگی میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت سے انکار فرمایا ہے"

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں صاف طور پر نبوت سے انکار ہے۔ حضرت اقدس نے اپنے آپ کو اُن لوگوں میں شامل کیا ہے، جن پر علوم قرآنی اور لطائف کلام ربانی کھلتے ہیں اور کھلتے رہے ہیں، مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے ہمخیالوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امت محمدیہ میں حضرت اقدس مسیح موعود سے پہلے کسی کو نبوت کا منصب حاصل نہیں ہوا۔ پس اس عبارت سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو اس امت کے مجددین اور اولیاء کرام میں شامل کرتے ہیں۔ کیونکہ علوم قرآنی انہیں لوگوں پر کھل چکے تھے اور کھلتے رہے ہیں۔ اگر قرآن کے دقائق کے متعلق اس میں ذکر نہ ہوتا۔ تو مولوی اللہ دتہ صاحب یقیناً کہہ دیتے کہ یہ صفات پہلے انبیاء سے متعلق ہیں اور انہیں میں حضرت اقدس اپنے آپ کو شامل کرتے ہیں۔

اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن شریف انسان کو اولیاء اللہ میں داخل کر دیتا ہے، ہم حضرت صاحب کی تصانیف سے بیشمار حوالجات پیش کر سکتے ہیں۔ مگر اسجگہ میں صرف ایک ایسی کتاب سے حوالہ پیش کرتا ہوں جو حضرت اقدس کی وفات سے صرف بارہ تیرہ دن پہلے چھپی ہے یعنی چشمہ معرفت جو کہ پندرہ مئی کو طبع ہوئی، اس کتاب کے حصہ دوم کے صفحہ ۲ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح خدا تعالےٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے، اور اسکے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے، چنانچہ اس نے ہزارہا عاشق بنائے اور میں بھی ان میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں۔"

امیدوارانِ امتحان دینیات کو ضروری اطلاع

آیندہ امتحان دینیات

جو بت قرآن کریم کے مضمون کا ہوگا اس کی تاریخ ۱۸ اکتوبر یکشنبہ مقرر کی گئی ہے۔

درجہ اوّل کے لئے سورہ فاتحہ و بقرہ کے ترجمہ و تفسیر پر سوالات ہوں گے۔ اور درجہ دوم کے لئے سورہ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ کے ترجمہ و تفسیر پر۔ لاہور میں جو صاحب امتحان دینا چاہیں، وہ ابھی سے خاکسار کو اطلاع تحریری بھیجیں اور پھر تاریخ مقررہ پر دس بجے صبح کے وقت جامع مسجد احمدیہ بلڈنگس میں حاضر ہو جاویں اور قلم دوات اور سفید کاغذ پرچہ سوالات کے جواب لکھنے کے لئے ساتھ لیتے آویں۔

بیرونجات میں امتحان دینے والے اپنے اپنے متعلق لکھ بھیجیں کہ کس کی معرفت ان کو سوالات کے پرچے بھیجے جاویں ایسی اطلاع خاکسار کے پاس ۷ اکتوبر تک آجانی چاہیئے۔

خاکسار: عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری۔ ۲۳/۹/۴۲

بقیہ اخبار احمدیہ

— فرید آباد ضلع شیخوپورہ سے ماسٹر سراج الحق صاحب خوشدل لکھتے ہیں کہ میری اہلیہ ڈیڑھ سال سے بیمار ہے ڈاکٹروں اور حکماء نے تپدق و سل قرار دیا ہے۔ دوستوں سے درخواست ہے کہ صدق دل سے مریضہ کے حق میں دعا فرمائیں۔

— شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر "پیغام صلح" موسمی بخار کی وجہ سے تین چار یوم کے لئے رخصت پر ہیں، ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جاوے۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب بخیر و عافیت ہیں

بعض روزناموں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو کشمیر جاتے ہوئے لاری کے گرنے کا حادثہ پیش آیا ہے، اس خبر نے احباب میں بہت سی تشویش پیدا کر دی، ہم تمام دوستوں کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا کو یہ حادثہ بیشک کشمیر جاتے ہوئے پیش آیا لیکن آپ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بال بال بچ گئے اور گذشتہ اتوار معہ عیال بخیریت لاہور واپس آ گئے ہیں

فالحمد للہ علیٰ ذالک

سانحۂ ارتحال یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے سنی جائے گی، کہ ہمارے محترم دوست ماسٹر انعام اللہ صاحب سالاری کی ہفت سالہ بیٹی ممتاز انور دو دن معمولی بخار میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئی، انا للہ و انا الیہ راجعون، ہمیں ماسٹر صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اور آپکی اہلیہ محترمہ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمادے۔

سرکاری اطلاع

آیندہ: ڈھائی مہینوں کے دوران میں صوبے میں کافی سرعت کیساتھ ملیریا کی وبا پھیلے گی اور ایک معتدل اندازے کے مطابق قریباً تیس لاکھ افراد کی آبادی اس کا شکار ہوگی، اس امر کا انکشاف محکمہ حفظان صحت پنجاب کے جاری کردہ سرکاری تخمینہ میں کیا گیا ہے۔

اس صورت حالات کا جلد اور موثر انداز میں مقابلہ کرنے کے لئے انتظامات کئے جا رہے ہیں، کہ دیہاتی علاقوں میں ان تمام اشخاص کو طبی امداد مہیا کی جائے۔ جو شفا خانے تک پہنچنے کے ناقابل ہوں۔ اُن علاقوں میں جہاں وبا پھیلنے کا خدشہ ہے۔ احتیاطی تدابیر کے طور پر کونین مفت تقسیم کرنے کے بھی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ (محکمہ اطلاعات پنجاب)

لاہور مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۲ء نمبر ۱۰۹۹۷

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

لاہور - ۲۸ ستمبر۔ پنجاب گورنمنٹ کے ایک غیر معمولی گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے کہ چونکہ گورنر پنجاب کے خیال میں سارے پنجاب کی ٹاؤن اور دیہات میں کانگرس کمیٹیاں امن اور قانون کی قائمی میں مداخلت کرتی ہیں اور ان سے امن عامہ کو خطرہ ہے اسلئے گورنر پنجاب نے زیر دفعہ ۱۶، انڈین کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے، ان تمام جماعتوں کو خلاف قانون انجنیں قرار دے دیا ہے۔

ماسکو - ۲۸ ستمبر۔ ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ سٹالین گراڈ کے ۳۵ میل کے سارے محاذ پر بموں اور گولوں کی بارش ہو رہی ہے، ادھر ادھر جنگ ہو رہی ہے جن میں دونوں فریقوں کو کامیابیاں ہو رہی ہیں۔ جرمنوں کے ہاتھ سے دو اور بازار چھین لئے گئے۔ جرمن مسلح دستے تازہ طوفانی دستوں کی مدد سے جنہیں ہفتہ کے روز لا دو ہوائی جہازوں کے ذریعہ لایا گیا ہے متوازی دستوں کی شکل میں اور شہر کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کی تازہ کوشش میں آج سٹالین گراڈ کی طرف پیشقدمی کر رہی ہیں۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں شدید لڑائیوں کے نتیجہ کے طور پر ایک ٹیڑھے ترچھے محاذ پر روسی کچھ مورچوں میں آگے بڑھے۔ دوسرے مورچوں میں رومنیوں نے مغرب میں نئے مورچے بنائے ہیں۔

نئی دہلی - ۲۸ ستمبر۔ آج کونسل آف سٹیٹ میں پنڈت ہردے ناتھ کنزرو پریس پر پابندیوں کے متعلق رزولیشن پیش کرتے ہوئے کہا کہ دو امریکن نامہ نگاروں نے ہندوستان کے حقیقی حالات امریکہ پہنچانے کے لئے ہندوستان سے باہر جا کر خبریں بھیجیں۔ بدیشی نامہ نگاروں نے وائسرائے سے بھی پروٹسٹ کیا تھا۔ ہندوستان حمایت کرنیوالے تبصرے یہاں آنے سے روک دیئے۔ اس سلسلہ میں آپ نے پردھان روزویلٹ کے ایک بیان کی مثال دی جس میں اطلانتک چارٹر کو تمام ملکوں پر عادی کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ آپ نے مزید کہا کہ ہندو یونیورسٹی کے خلاف کی گئی کاروائی کا ایک لفظ بھی پبلک تک پہنچنے دیا گیا۔

لنڈن - ۲۸ ستمبر۔ جرمن ہوائی جہازوں نے آج قاہرہ کے ایک ٹھکانہ پر کم بلندی پر بمباری کی۔ مشین گنوں سے گولیاں چلائیں۔ ایک جگہ معمولی سی آگ لگی اس پر فوراً قابو پا لیا گیا۔ صرف ایک سپاہی معمولی زخمی ہوا بم کے ٹکڑوں سے کچھ نقصان ہوا۔ ان ٹکڑوں سے ایک کوٹھی کی بلڈنگ میں شگاف ہو گیا۔ دشمن نے تھوڑی سی تعداد میں ہوائی جہاز استعمال کئے۔ طیارہ شکن توپوں نے زبردست گولہ باری کی۔ حملہ ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ بموں کے گرنے سے زخمی ہو جانے کے خطرہ کے باوجود بازار اور گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ جو آگ کو دیکھ رہے تھے۔ ہوائی جہازوں نے کل رات پھر طبروق پر زبردست بمباری کی۔

لنڈن - ۲۹ ستمبر۔ آج ہٹلر غیر متوقع طور پر برلن آیا اور اس نے جرمنی کی بحری۔ بری۔ اور فضائی فوجوں کے بارہ ہزار افسروں اور سپاہیوں کے جلسہ میں تقریر کی۔ فیلڈ مارشل گورنگ نے ان کا تعارف کرایا۔ ہٹلر کی تقریر براڈ کاسٹ نہیں کی گئی۔ صرف جرمن نیوز ایجنسی نے اس کا خلاصہ چھاپا ہے۔ ریوٹر کے خاص نامہ نگاروں نے لکھا ہے کہ سرخ فوج کو اس بات کی کوئی امید نہیں کہ سٹالن گراڈ پر جرمنوں کے دباؤ میں فوری کمی واقع ہونیوالی ہے۔ کیونکہ جرمن اس حقیقت سے کما حقہ واقف ہیں کہ اگر وہ سٹالین گراڈ پر قبضہ کرنے میں ناکام رہے تو جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا۔ سٹالن گراڈ میں لڑائی انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ آج جس قدر سپاہی ہلاک و مجروح ہوئے ان سے سابقہ ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔

کٹک - حکومت اڑیسہ نے اعلان کیا کہ پبلک کو یہ بات معلوم ہی ہے کہ ڈیفنس رولز کے ماتحت حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ فوجی اغراض کے لئے زمینوں اور گھروں کو اپنے قبضہ میں لے لے، چند حالات میں یہ اختیارات استعمال بھی کئے گئے ہیں اور جنگ کی تیزی کے ساتھ ان اختیارات کا مزید استعمال کرنا ہوگا۔ گورنمنٹ پبلک کو یقین دلانا چاہتی ہے کہ وہ اس بات کا پورا خیال رکھے گی کہ جب پرائیویٹ جائداد کو فوجی اغراض کے لئے حاصل کیا جائے گا۔ تو مالکوں کو مناسب معاوضہ دیا جائے گا۔

معلومات

اسلامی ممالک کی بعض تعلیمی خبریں

عراق کی وزارت تعلیم نے حال میں نوجوانوں کے وطنی فرائض کی تعلیم کے لئے بغداد میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، عنقریب موصل میں بھی اس کی تقلید ہوگی، یہ حکومت کی جانب سے نظام تعلیم کی اصلاح کا پہلا قدم ہے۔ اس مدرسہ میں اب تک صرف بغداد کے تین سو طالب علم داخل ہو چکے ہیں، طلبہ کے موجودہ رجحان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو سب سے زیادہ ذوق شہسواری، تیراکی اور امداد عامہ (ریلیف) کی تعلیم سے ہے، عنقریب فوجی افسر، نوجوانوں کے سامنے ان کی ان ذمہ داریوں پر جو جنگ کے دوران پر عاید ہونگی لکچر دیں گے۔

برطانوی مشرقی افریقہ میں جمعیتہ انجمن اسلام کی جانب سے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بہت سے مدارس قائم ہیں، حال میں اس انجمن نے مصر کی وزارت تعلیم سے ان مدارس کو اپنی نگرانی میں لینے کی درخواست کی ہے، اور اس کے شرائط دریافت کئے ہیں۔

سیال شکر

حال میں ایک امریکن ماہر کیمیا نے فلسطین میں سیال شکر بنانے کا تجربہ کیا ہے، یہ شکر سیب اور کیلہ وغیرہ ترمیوں سے بنتی ہے، یہ بازار میں بھی آگئی ہے، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں شکر [illegible] بڑی سختی سے عمل ہو رہا ہے، چنانچہ خریداروں کو قہوہ وغیرہ بغیر شکر کے دیا جاتا ہے یہ لوگ تھوڑی سی شکر خود اپنے ساتھ رکھتے ہیں جسے کا مزہ بدلنے کے لئے ڈال لیتے ہیں۔

زمین کی موجودہ آبادی

دنیا کی اقتصادی حالت کے سلسلہ میں جمعیتہ اقوام کی جانب سے جو تازہ بیان شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۹ء کے آخر میں دنیا کی آبادی دو ارب، ۱۷۰ ملین تک پہنچ گئی ہے، اس میں ۴۵۰ ملین چین ۳۸۹ ملین ہندوستان اور ۷۳ ملین جاپان کی آبادی ہے مختلف ملکوں کے اموات کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے مقتولین کی تعداد کے علاوہ جو ابھی صحیح نہیں معلوم ہو سکی ہے ۱۹۴۰ء میں عام طور سے یورپ کے اکثر حصوں میں اموات کی شرح بڑھ گئی ہے۔ (ماخوذ)

موجودہ عالمگیر فتنہ کا علاج محض اسلام ہے

(بقیہ از صفحہ)

مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا۔ تو یہ عداوت تم کو ان پر زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے۔ تم نیکی کے کاموں میں تعاون کرو۔ اور برے کاموں میں تعاون مت کرو۔ اللہ سے ہر حالت میں ڈرتے رہو۔

یورپ کے آئمہ ضلالت اور محارب قوموں کے لیڈروں سے پوچھو کہ کیا وہ بھی اپنے دشمنوں کیساتھ اس طرز کا انصاف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہٹلر دعوے کر سکتا ہے کہ اس نے اتحادیوں پر اور مقبوضہ ممالک پر کوئی زیادتی نہیں کی۔

کیا جمہوریتیں زبان کھول کر کہہ سکتی ہیں کہ انہوں نے اپنے حریفوں کیساتھ عدل و انصاف کا ثبوت دیا۔

اگر یورپی نظام کی بنیاد عدل پر ہوتی تو نہ گذشتہ جنگ برپا ہوتی اور نہ موجودہ جنگ کے شرارے اکناف عالم میں بلند ہوتے۔ یہ نا انصافی اور زیادتی ہی کا صدقہ ہے کہ کروڑوں انسان ہلاک اور خون میں تڑپائے جا رہے ہیں بے شمار متعدد مقامات کو محاذ جنگ بنا لیا گیا ہے۔

باقی آیندہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ — لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۶۱ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء — نمبر ۴۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مسلمان کون ہے؟

یہ خیال مت کرو کہ ہم مسلمان ہیں اور بس اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو۔ اسکے اندر فلاسفی ہے جو زبان سے کہدینے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آجانے کا نام ہے۔ اور اسکا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدوں کسی امید پاداش کے من اسلم وجھہ للہ وھو محسن۔ یعنی مسلمان وہی ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیکے لئے وقف کردے۔ اور اپنے آپ کو اسکے سپرد کردے اور اعتقادی اور عملی طور پر اسکا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ مشقت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور حلاوت کی کشش ہو جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کردے حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ وہ میرا محبوب اور مولا پیدا کرنیوالا محسن ہے اس لئے اسکے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے، ایک سچے مسلمان کو اگر کہا جائے کہ ان اعمال کے بدلے اسے کچھ نہ ملیگا اور نہ کوئی بہشت ہے نہ دوزخ نہ آرام نہ لذت تب بھی وہ اپنے اعمال صالحات اور محبت الٰہی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ اسکی عبادت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اسکی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی اجر یا ثواب کی بنا اور امید پر نہیں بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی شناخت اور اسکی محبت اور اطاعت کیلئے بنائی گئی ہے اور بجز اسکے اسکا کوئی مقصد اور غرض ہے ہی نہیں اسلئے اپنی تمام خداداد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد کے لئے صرف کرتا ہے تو اسے اپنے محبوب حقیقی کا چہرہ نظر آتا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں حضرت ممدوح مورخہ ۸ اکتوبر کو ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئیں گے اور مورخہ ۹ اکتوبر کو نماز جمعہ حضرت ہی احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھائیں گے۔

— ہمارے دوست جمعدار ڈاکٹر محمد امین بٹ آئی ایم ڈی۔ راولپنڈی سے آسام میں تبدیل ہو کر چلے گئے ہیں احباب سلسلہ سے ان کی سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کیجاتی ہے۔

افسوسناک خبریں

(ا) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ جناب میاں محمد سعید صاحب ریٹائرڈ ای اے سی۔ جموں بتاریخ ۲۷ ستمبر بوقت ساڑھے دس بجے صبح وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکا جنازہ غائبانہ مورخہ ۲ اکتوبر کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پڑھا گیا۔

(ب) یہ پرملال خبر موصول ہوئی ہے کہ بازید خیل کے ایک نہایت متقی اور نیک دوست جنکا نام زین العابدین تھا اور انہوں نے خدا کے رستے میں اور سلسلہ کی خاطر بہت سے مصائب اور مشکلات بھی برداشت کئے تھے بعارضہ درد گردہ بیمار رہ کر وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ج) جناب فضل کریم صاحب لکھنؤ سے یہ اندوہناک اطلاع دیتے ہیں کہ انکے بھائی عبدالواحد صاحب جو گوجر خان تحصیل راولپنڈی میں عرصہ چار سال سے بیمار تھے وہ مورخہ ۲ اگست کو رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (د) ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ سلسلہ کے ایک پرانے بزرگ مولوی نور الحق صاحب ساکن سیدالہ ضلع شیخوپورہ وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم ۳۱۳ میں سے ایک بزرگ صحابی کے صاحبزادے تھے۔ مغفرت کیلئے دعا کی جائے اور جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔

سب احباب سلسلہ اپنے ان فوت شدہ بھائیوں کیلئے حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کارکنان پیغام صلح کی طرف سے قارئین پیغام صلح کو عید مبارک ہو۔

ایک مہمان گرامی

قارئین پیغام صلح نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ چینی مسلمانوں کے ایک مشہور لیڈر جناب عثمان وو اپنے ملک کی اسلامی انجمن کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلامی دنیا کی سیاحت کے لئے نکلے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ صاحب موصوف حیدرآباد دکن بمبئی۔ علیگڈھ وغیرہ مقامات سے ہو کر لاہور تشریف لائے۔ نواب صاحب ممدوٹ کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب، اور مولانا یعقوب خانصاحب ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ ملاقات پر معلوم ہوا کہ صاحب موصوف کو ہماری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے متعلق کافی واقفیت ہے اور خاص طور پر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات گرامی کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ممدوح کی کئی ایک تصانیف کا ترجمہ چینی زبان میں ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ ہماری تصانیف چین تک پہنچ چکی ہیں اور وہاں ان کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرحوم و مغفور بابو منظور الٰہی صاحب کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ ممالک غیر سے خط و کتابت کیا کرتے تھے، اور اس خط و کتابت کے ذریعہ سے دنیا کے دور دراز ممالک میں اپنا لٹریچر بھیجتے رہتے تھے۔

غرض جناب عثمان وو صاحب نے بڑے زور سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اور اس قدر اصرار فرمایا کہ یہ ضروری سمجھا گیا کہ حضرت ممدوح سے بذریعہ تار لاہور تشریف لانے کی درخواست کی جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی، کہ عثمان وو صاحب کے پروگرام کے مطابق ان کا لاہور میں قیام تھوڑا تھا اور انکو بہت مایوسی ہوئی جب معلوم ہوا کہ حضرت امیر ڈلہوزی میں ہیں اور وہاں جانے کے لئے ان کے پاس وقت نہ تھا۔ ۲۸ ستمبر کی شام کو عثمان صاحب کو دعوت طعام دی گئی جو انہوں نے منظور فرمائی دعوت کا وقت ½ ۷ مقرر تھا۔ مگر عثمان صاحب ۲ بجے کے قریب ہی احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے اور بہت دیر تک مولانا صدرالدین صاحب وغیرہ اصحاب سے گفتگو فرماتے رہے اور ہمارے سلسلہ کے حالات دریافت کرتے رہے اور پھر تشریف لے گئے، افطاری کے قریب پھر تشریف لائے اور بعد افطاری ہمارے ہمراہ نماز باجماعت ادا کی۔ پھر کھانے کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں حضرت امیر بھی تشریف لے آئے۔ عثمان صاحب نہایت اشتیاق سے حضرت امیر کو ملے اور بغلگیر ہوئے اور کہا کہ میں اپنے لئے بہت بڑی عزت سمجھتا ہوں کہ میں نے اتنے بڑے مصنف اسلام کی زیارت کر لی۔ کھانا تناول فرمانے کے دوران میں بھی حضرت مولانا سے گفتگو فرماتے رہے

اور پھر نماز عشاء تک مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی حضرت امیر اور مولانا صدرالدین صاحب کی گفتگو سے عثمان صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ اگلے روز ملاقات کرنا چاہی چنانچہ ۲۹ ستمبر کی صبح کو تشریف لے آئے اور مولانا صدرالدین صاحب کے دفتر میں اڑھائی گھنٹہ حضرت امیر و دیگر اصحاب مولانا صدرالدین صاحب فصاحب محمد یعقوب خانصاحب۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اور مولانا عزیز بخش صاحب سے گفتگو ہوتی رہی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ متعلق مفصل اور صحیح واقفیت صاحب موصوف کو ہوئی اور وہ ہر طرح سے مطمئن ہو گئے اور اعتراف کیا کہ جس قدر تڑپ اور ولولہ مذہب اسلام کے متعلق یہاں دیکھا کسی اور جگہ نہیں دیکھا اور کہا کہ وہ جہاں کہیں جائیں گے اس سلسلہ کے متعلق شکوک اور شبہات دور کرنے کی کوشش کریں گے

جب یہ گفتگو ہو رہی تھی، مولانا عزیز بخش صاحب چینی زبان کے کئی ایک رسالہ جات دے گئے۔ وہ کتابیں عثمان صاحب کو دکھائیں۔ انہوں نے ان کو دیکھکر اور پڑھکر فرمایا کہ یہی ہیں وہ کتابیں کہ جن کا ذکر انہوں نے کیا اور یہ حضرت امیر کی کئی ایک تصانیف انگریزی سے چینی زبان میں ترجمے تھے انگریزی ترجمہ قرآن شریف کا دیباچہ

Ml of Islam.

Muhammad the Prophet.

Islam the Religion of Humanity

کے تراجم اس میں شامل تھے

خدا تعالے حضرت بابو منظور الٰہی صاحب پر بیشمار رحمت اور برکت نازل فرماوے، ان کے دل میں بہت بڑی تڑپ تھی کہ وہ اپنے لٹریچر کو ہر جگہ پہنچائیں۔ ان کی خط و کتابت گویا تمام دنیا سے تھی اخبارات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اور مسلمان اور سوسائٹیوں سے ہمیشہ خط و کتابت رہتی مرحوم کے ہاتھ کی بنی ہوئی قریباً ایک سو فائل ہر ایک ملک کے لئے علیحدہ فائل ہے اور ملک کے متعدد اشخاص کے ساتھ خط و کتابت بار بار بابو صاحب کے لئے دعا نکلتی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی۔ عثمان وو صاحب اس قدر محظوظ ہوئے کہ پیارہ باہر ہے اور کہا کہ اگر مولانا چین میں تشریف لیجاویں تو مسلمان ان کے قدم چومیں۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی گفتگو سے نہایت درجہ متاثر ہوئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے اس کی نظیر انہوں نے کہیں نہیں دیکھی اور اس امر کو انہوں نے برملا طور پر ظاہر فرمایا۔

ایک دلچسپ بات بھی قابل ذکر ہے۔ عثمان صاحب نے نماز حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی اقتدا میں ادا کی اور نماز کے بعد مسجد میں ہی فرمایا کہ مولانا کی قرأت ایسی ہے جیسے چینی علماء کی۔ اس ریمارک کو سن کر حاضرین بہت خوش ہوئے، اس خیال سے کہ اسلام کیسا ۔ ۔ ۔ اعلیٰ درجہ کا مذہب ہے جہاں جاؤ وہی عبادات وہی ارکان، ہر چیز وہی ہے، اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ساری دنیا کا مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے ؞

ماہ اکتوبر انجمن کے مالی سال کا آخری مہینہ ہے

ہر احمدی مرد عورت۔ نوجوان، بوڑھے کو چاہیئے کہ اس ماہ کی ۱۵ تاریخ تک اپنا تمام چندہ مقررہ شرح کے حساب سے ادا کر دے۔ اسی طرح صاحب نصاب حضرات کو چاہیئے، کہ اپنی زکوٰۃ ماہ رمضان المبارک کے اندر اندر قومی بیت المال میں داخل کر کے دوہرے ثواب کو حاصل کریں۔ نیز جن احباب نے "صدقہ فطرانہ" تا حال ادا نہیں کیا۔ وہ بھی فوراً توجہ فرمائیں۔ وباللہ التوفیق۔

اب ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے۔ حضرت رسول کریم کے متعلق لکھا ہے کہ

کان النبی صلعم اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی رمضان۔

یعنی آنحضرت صلعم سب سے بڑھکر سخی تھے۔ اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احباب جماعت کو چاہیئے کہ اپنے ہر قسم کے بقایا جات مثلاً چندہ ماہوار زکوٰۃ۔ صدقہ فطرانہ وغیرہ اسی ماہ مبارک میں ادا کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

جماعت کے مبلغین، محصلین حضرات۔ سکرٹریان صدر صاحبان سے بالخصوص درخواست ہے کہ اپنے اپنے علاقہ میں احباب کو اس طرف توجہ دلائیں اور ان رقومات کو جمع کر کے عید الفطر کے معاً بعد عید فنڈ و مساجد فنڈ کے ہمراہ مرکز میں بھجواویں۔ جیسا کہ اوپر عرض کر آیا ہوں ماہ اکتوبر انجمن کے مالی سال کا آخری مہینہ ہے لہذا اشد ضروری ہے کہ سال رواں کے تمام قسم کے بقایا جات اس ماہ رمضان المبارک کے اندر اندر داخل خزانہ ہو جائیں۔ اگر احباب ماہ رمضان المبارک کے اندر اندر ادا کر دیں گے تو دوہرے ثواب کے مستحق ہونگے۔

دعا ہے اللہ تعالے ہماری حقیر قربانیاں قبول فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے دین کی خدمت اور اشاعت کر سکیں۔

آمین۔ والسلام

خاکسار: عبداللہ جنرل سکرٹری

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مؤرخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ م ۸ ر اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۱

عید الفطر کا حقیقی مفہوم

احباب سلسلہ صدقہ عید الفطر ادا کریں اور "عید فنڈ" اور "مسجد فنڈ" میں دل کھول کر حصہ لیں

رمضان کے مبارک مجاہدہ کے بعد عید الفطر ایک انتہائی روحانی انبساط اور خوشی کا دن ہے اسلامی نقطۂ نگاہ سے حقیقی خوشی وہی ہے جو کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کر کے حاصل کرتے۔ اس میں سبق ہے کہ دنیا میں وہی قوم بامِ عروج تک پہنچتی ہے جو صعوبت کش ہو، جو دشواریوں کو دعوت مقابلہ دے اور نازِ بستر اٹھانا جس کا شیوہ نہ ہو، اور یہ صالح قوم جب انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنے دینی اور دنیوی معراج کو حاصل کرتی ہے، تو اس وقت اس کے اپنے قلب کے اندر جو خوشی کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی خوشی کے آئینہ دار ہیں، اور وہ حقیقی خوشی ہی درحقیقت عید ہے، سو عید الفطر درحقیقت مردِ مومن کے قلب کی اس کیفیت کو واضح اور واشگاف کرتی ہے، جو اسے مجاہدہ کے بعد محسوس ہوتی ہے، عید مسلم کے راستہ میں وہ مقام ہے جہاں وہ خدا اور عالمِ روحانی کو ایک زندہ حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے، سو رمضان اور عید الفطر میں ایک زبردست تمثیل بیان کی گئی ہے، اور ایک فلسفۂ حیات پیش کیا گیا ہے جس کے بغیر انسان کبھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا، اور نہ کبھی رستگاری حاصل کر سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ ابھی مجاہدہ کے دور میں ہے۔ وہ نہایت جفاکشی کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہی ہے، اور اس راستہ میں ہر قسم کا ایثار کر رہی ہے، لیکن، اس کی عید اس وقت ہوگی جبکہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہوگا، اور دنیا کے ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارہ تک خدا اور خدا کے رسول کا نام گونج رہا ہوگا۔ مادیت اور قومیت کے بت پاش پاش ہو جائیں گے، اور دنیا ایک روحانی معیارِ اشیاء اور فلسفۂ حیات کو اختیار کرے گی، اور گذشتہ نظامِ حیات کو خیرباد کہے گی، جس کی وجہ سے دنیا میں اس قدر بربادی اور تباہی ہو رہی ہے سو اس رمضان اور عید میں غلبۂ اسلام اور اس کے لئے مجاہدات کو متشکل کر کے دکھایا گیا ہے یعنی اس وقت تک دنیا میں غلبۂ اسلام نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس راستہ میں ہم پسینہ کی جگہ خون نہ بہائیں اور روپیہ کو خدا تعالےٰ کے راستہ میں بیدریغ خرچ نہ کریں۔ عید ہمیں اس دن کی یاد دلاتی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی کا دن ہوگا، سو ہمیں عید کو مناتے ہوئے اس عید کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے جو کہ ہر ایک احمدی کا حقیقی نصب العین ہے۔ ایسے خوشی کے ہمیں جماعت کی ان تحریکات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے

. . . . جو اس

دن سے مخصوص ہیں۔

صدقہ عید الفطر

ان تحریکات میں سب سے پہلے صدقہ عید الفطر ہے جو کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صدقۃ الفطر من رمضان علی الذکر والانثی والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر۔ نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا ہے ایک صاع کھجور اور احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس صدقہ الفطر کو کس قدر ضروری اور اہم خیال فرماتے تھے۔ عام مسلمانوں کے ہاں اس صدقہ کو جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسا بیت المال نہیں جو مشترکہ ہو۔ جس میں قومی مال جمع رہے، لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو خالص اسلامی جماعت ہے اور جسے حضرت مجدد عصر حاضر نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا۔ اس کے ہاں ایک بیت المال ہے۔ سب احباب سلسلہ کو صدقہ عید الفطر ادا کرنا چاہیئے، اور جماعتوں کو اسے مرکزی بیت المال میں بھجوانا چاہیئے، صدقہ فطر موجودہ گرانی نرخ کے حساب سے انجمن نے ۵/ فی کس مقرر کیا ہے۔ سب ہی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں۔ کیونکہ اس ذمہ داری میں ان کی قوم کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔

عید فنڈ

فطرانہ کے علاوہ ہمارے ہاں ایک روپیہ فی کس عید فنڈ مقرر ہے۔ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرر کردہ ہے۔ یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے۔ جہاں ہمارے دوست اس دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں، ایک روپیہ اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق اشاعت اسلام پر بھی دینا چاہیئے، اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کے لئے بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے، ہمارے دوستوں کو اس اہمیت کو سمجھنا چاہیئے، اور اسے ضرور ادا کرنا چاہیئے

مسجد فنڈ

بیرونی جماعتوں میں مرکزیت اور تنظیم پیدا کرنے کے لئے مسجد کی سخت ضرورت ہے، بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کے لئے قائم کیا ہے تا کہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عیدین کے موقع پر ایک رقم جمع ہو جائے، جسے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہو چکی ہیں۔ عید کے موقع پر اس فنڈ کی ادائیگی کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اپنے بیرونی مراکز کو مضبوط کرنے کے لئے اس فنڈ کو ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ امید ہے جماعت کے سب دوست عید کے موقعہ پر صدقہ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ نہایت فراخدلی سے ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؏

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں پہلے بھی گذارش کی جا چکی ہے۔ اب پھر توجہ دلائی جاتی ہے، کہ وہ تاریخی، عمرانی، تحریکات جدید اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون بھجوائیں، ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیارِ صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔ امید ہے ہماری اس درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے ؏

یہ افترا ہے

فرقان ستمبر ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب خلیفۂ قادیان نے محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کو لکھا "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ آپ کا خط افتراؤں بہتانوں و تکذیب سے پُر ہے" جناب شیخ صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ "مجھے کوئی ایسا خط جس کا یہ اقتباس ہو میاں محمود احمد صاحب نے نہیں لکھا یہ سراسر افترا ہے اور جھوٹ ہے، اگر کوئی ایسا خط میاں صاحب نے مجھے لکھا تھا تو کار پردازان فرقان کو چاہیئے کہ اسے شائع کریں ورنہ یوں دنیا کو مغالطہ اور دھوکہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز ایسا خط شائع نہیں کر سکتے کیونکہ میاں صاحب نے مجھے کوئی ایسا خط نہیں لکھا جس کا یہ اقتباس ہو"

جناب شیخ صاحب موصوف بعارضہ بخار بیمار رہے ہیں آپ نے بیماری کی حالت میں یہ بیان دیا ہے اب فرقان کو چاہیئے کہ جناب میاں صاحب کا وہ خط شائع کرے جس کا اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے اور اگر وہ کوئی ایسا خط شائع نہیں کر سکتا، اور اس نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے تو آئندہ اسے ایسے اقدامات سے مجتنب رہنا چاہیئے کیونکہ ایسی صحافت سے کوئی خوشگوار نتائج نہیں پیدا ہو سکتے اور نہ پیدا ہو رہے ہیں۔

درخواستِ دعا

جیسا کہ پہلے بھی اخبار میں لکھا گیا تھا محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری بعارضہ بخار بیمار ہیں احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

البتہ ضرور ان کے حالات میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
کا ایک تیس سال پہلے کا مضمون

مسیحی معترضین کو قرآنی تذکروں کے بارے میں ایک سخت غلطی لگی ہے۔ ان تذکروں کے متعلق قرآن شریف انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں اور اسی قسم کے اور الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور نیز ان کو آیات یعنی نشان کہکر پکارتا ہے مسیحی صاحبان نے ان الفاظ کے سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ ان کا خیال ہے قرآن شریف میں گذشتہ انبیاء اور گذشتہ اقوام کے حالات کو اسلئے انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں کہکر پکارا گیا ہے تا اس سے یہ ظاہر ہو کہ ان حالات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خبر نہ تھی اور آپ کا ان غیر معلوم قصوں کو بیان کرنا گویا غیب کی باتوں کا بیان کرنا تھا، اور اسبات کا ایک ثبوت تھا کہ یہ سب باتیں آپ کو بذریعہ وحی بتلائی گئی ہیں اگرچہ یہ بات درست ہے کہ جس تفصیل کے ساتھ یہ حالات قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں آپ کو پہلے ان تفاصیل کی خبر نہ تھی اور نہ آپ نے یہ تفاصیل کسی یہودی۔ مسیحی یا مجوسی سے حاصل کیں، بلکہ جو کچھ آپ نے بیان کیا خدا تعالےٰ سے الہام پاکر بیان کیا اور اس میں کچھ شک شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف خالص وحی الٰہی کے پاک سرچشمہ سے نکلا ہوا ہے۔ مگر جب قرآن شریف ان حالات کو انباء الغیب اور آیات کہکر پکارتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ قصے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے اس لئے یہ غیب کی خبریں ہیں اور آپ کا ان قصوں کو بیان کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ خدائے تعالیٰ کے نبی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کہیں بھی یہ نہیں فرماتا کہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسلئے سچا نبی سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایسی ایسی کہانیاں سناتا ہے جن کا اس کو پہلے علم نہ تھا۔ بیشک قرآن مجید ان حالات کو جو قرآن مجید میں مذکور ہیں آیات کہتا ہے مگر جو شخص اس سے یہ خیال کرے کہ ان حالات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے علم نہ تھا، اسلئے یہ حالات آپ کی نبوت کے آیات ہیں۔ وہ قرآن شریف کے مطالب سے بے خبر ہے۔ راڈویل مترجم قرآن سورۂ یوسف کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنے ایک نوٹ میں لکھتا ہے کہ "میور کا خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس زمانہ میں یقیناً عمداً دھوکہ دینا شروع کر دیا تھا یہ ظاہر کر کے کہ یہ واقعات مجھے خدا کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہوتے ہیں۔"[1] مسیحی معترضین کو شرم نہیں آتی کہ کیسی جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوکا دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ عربی میں یہ مثال سچی ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ ہر ایک شخص اپنے نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے لئے دوسرے کو فریب و دھوکہ دینا جائز سمجھتا ہے تو دوسروں کی نسبت بھی ایسی ہی رائے لگاتا ہے۔ مگر جو شریف انسان ہوتا ہے وہ دوسرے شریف لوگوں کے بارے میں بری رائے قائم نہیں کرتا۔ مسیحی معترضین بڑے سلسند ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں۔ مگر جب اسلام پر حملہ کرنیکا وقت آتا ہے تو معلوم نہیں کیوں ان کی عقل پر وہ پڑ جاتا ہے۔ اسبات کے سمجھنے کے لئے کہ قرآن مجید گذشتہ اُمتوں اور نبیوں کے حالات کو کیوں آیات قرار دیتا ہے کسی بڑے فکر اور تدبر کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حالات کو بطور پیشگوئیوں کے بیان کرتا ہے اور اسی لئے ان کا نام آیات رکھتا ہے۔

یہ امر کہ خدا تعالےٰ کس غرض سے گذشتہ رسولوں اور ان کے نبیوں کے حالات قرآن شریف میں بیان کرتا ہے مندرجہ ذیل آیات قرآنی سے ہویدا ہے:

(ا) وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم من اهل القرى افلم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم ولدار الاخرة خير للذين اتقوا افلا تعقلون ۝ حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا فنجي من نشاء ولا يرد باسنا عن القوم المجرمين ۝ لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب ۝ (یوسف۔ ۱۲)

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد وحی بھیجی تھی ہم نے ان کی طرف بستیوں کے رہنے والوں میں سے۔ کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلی امتوں کا کیسا انجام ہوا۔ اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے اور بھی بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے، اور انہوں نے خیال کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا (ایسی حالت میں) ان کے پاس ہماری مدد پہنچی۔ پس جس کو ہم چاہتے تھے نجات دی گئی۔ اور ہمارا عذاب مجرموں کے گروہ سے نہیں ٹلتا۔ ان کے حالات میں عقلمندوں کے لئے یقیناً ایک سبق ہے۔

(ب) الم ياتكم نبؤا الذين من قبلكم قوم نوح وعاد وثمود والذين من بعدهم لا يعلمهم الا الله جاءتهم رسلهم بالبينت فردوا ايديهم في افواههم وقالوا انا كفرنا بما ارسلتم به وانا لفي شك مما تدعوننا اليه مريب ۝ ...... وقال الذين كفروا لرسلهم لنخرجنكم من ارضنا او لتعودن في ملتنا فاوحى اليهم ربهم لنهلكن الظلمين ۝ ولنسكننكم الارض من بعدهم ذلك لمن خاف مقامي وخاف وعيد ۝ واستفتحوا وخاب كل جبار عنيد ۝ (ابراہیم۔ ۲-۳)

ترجمہ:۔ کیا تمہارے پاس ان قوموں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھیں۔ یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود کی قومیں اور وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئے۔ ان کو اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی دلیلیں لیکر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھکر کہا کہ جو کچھ تم لیکر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کی طرف سے ہم شبہ اور شک میں ہیں ...... اور منکرین نے اپنے رسولوں کو کہا کہ اگر تم لوٹکر ہمارے مذہب میں نہ آوگے تو ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے، اس وقت ان کے رب نے ان کی طرف (یعنی رسولوں کی طرف) یہ وحی نازل کی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو (یعنی انبیاء اور ان کی جماعت کو) اس ملک میں آباد کریں گے۔ یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو میرے حضور حاضر ہونے اور میرے وعید سے ڈرتے ہیں۔ اور انبیاء نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ سچ کا فیصلہ ہوا اور ہر ایک جبار دشمنی کرنے والا نامراد مرا:

(ج) قد نعلم انه ليحزنك الذي يقولون فانهم لا يكذبونك ولكن الظلمين بايت الله يجحدون ۝ ولقد كذبت رسل من قبلك فصبروا على ما كذبوا واوذوا حتى اتهم نصرنا ولا مبدل لكلمت الله ولقد جاءك من نباى المرسلين ۝ (انعام۔ ۴)

ترجمہ:۔ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ (تیرے دشمن) کہتے ہیں اس سے تو دلگیر ہوتا ہے، یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالےٰ کے نشانوں کا انکار کرتے ہیں۔ تجھ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب کی گئی۔ اور انہوں نے مخالفوں کی تکذیب اور ایذا پر صبر سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ہماری نصرت ان کے پاس آگئی اور خدا تعالےٰ کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور ان رسولوں کی خبریں تجھے (اس قرآن مجید کے ذریعے سے) پہنچ چکی ہیں:

(د) وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك۔ (ہود۔ ۱۰)

ترجمہ:۔ اور ہر ایک بات جو ہم رسولوں کی خبروں میں سے تیرے پاس بیان کرتے ہیں، اس کی غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو مضبوط کریں:

مندرجہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف

---

[1] بحوالہ کتاب ینابیع الاسلام

میں جو گذشتہ نبیوں اور پچھلی قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ اس غرض سے بیان نہیں کئے گئے کہ ان سے یہ ثابت کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ کہانیاں اور مخفی قصے بیان کر سکتے ہیں اور اس طرح آپ کا نبی ہونا ثابت ہو، بلکہ ان کے بیان کرنے سے اور ہی غرض مقصود ہے۔ یہ حالات کہانیوں اور قصوں کے رنگ میں بیان نہیں کئے گئے بلکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب یعنی ان انبیاء کے حالات میں عقلمندوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے، پھر فرمایا نثبت بہ فؤادک یعنی قرآن شریف میں جو انبیاء سابقین کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تیرا دل مضبوط ہو۔ یعنی جیسا اس وقت تو کمزور ہے اور دشمن تیری کمزوری اور اپنی قوت اور کثرت کو دیکھ کر اتراتا اور تجھے دکھ دیتا ہے۔ اور بظاہر تیری کامیابی کا کوئی سامان موجود نہیں ایسا ہی گذشتہ انبیاء کا حال تھا، جیسا اس وقت دشمن اپنی طاقت اور جتھے کے گھمنڈ میں تجھے دھمکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنے نئے مذہب کو چھوڑ کر ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں اس قدر ستائیں گے کہ آخر تمہیں اس شہر سے بھاگ کر اپنی جان بچانی پڑے گی۔ ایسا ہی تجھ سے پہلے جو نبی آئے ان کو کہا گیا۔ لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا یعنی اگر تم ہمارے مذہب میں واپس نہیں آ جاؤ گے تو ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ مگر ایسی حالت میں خدا نے اپنے رسولوں کو یہ تسلی دی کہ دشمن تمہیں نابود نہیں کر سکیں گے بلکہ بجائے اس کے کہ تمہیں نابود کریں وہ خود نابود کئے جائیں گے اور جس ملک سے وہ تمہیں نکال کر خود امن سے رہنا چاہتے ہیں ایک زمانہ آئے گا کہ تمہارے مخالفین کا اس ملک میں پتہ و نشان نہ ملے گا، اور ان کی جگہ تم ہی آباد ہوگے لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم۔ یعنی خدا تعالےٰ نے ان نبیوں کی طرف یہ وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمہیں اس زمین میں آباد کریں گے۔ جس شخص کو کچھ بھی بصارت سے حصہ دیا گیا ہے وہ صاف دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت میں یہ پیشگوئی ہے کہ جیسا کہ تجھ سے پہلے نبیوں کے دشمنوں کو خدا تعالےٰ نے نابود کر دیا اور ان کی جگہ انبیاء کے پیرؤں کو اس ملک میں آباد کیا ایسا ہی اب ہوگا یعنی تیرے دشمن ہلاک کئے جائیں گے، اور ملک عرب میں تیرے پیرو آباد ہونگے۔ تب خدا تعالےٰ نے فرمایا ولقد جاءک من نبای المرسلین ۰ یعنی تیرے پاس رسولوں کی خبر پہنچ چکی ہے تو ایسا کہنے سے خدا تعالیٰ کا یہ ہرگز منشا نہیں تھا کہ تجھے ہم نے ایسے قصے اور کہانیاں سنائی ہیں جو تو نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں، بلکہ اس سے یہ منشاء ہے کہ جیسا گذشتہ نبیوں اور ان کی قوموں کا حال ہوا وہی تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتیٰ اتٰھم نصرنا ولا مبدل لکلمٰت اللہ۔ یعنی جیسا اب تیری قوم تجھے جھوٹا کہتی ہے اور تجھے ایذا دیتی ہے ایسا ہی جو رسول تجھ سے پہلے آئے ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو بھی اسی طرح دکھ دیا گیا، مگر انہوں نے صبر کیا یہانتک کہ ہماری مدد آ گئی۔ اور خدا کی باتوں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ناظرین بتلائیں کہ اس آخری فقرہ کا کیا مطلب ہے۔ اور خدا تعالےٰ کیوں فرماتا ہے کہ خدا کی کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا یوں نے صبر کیا اور آخر ہماری مدد آ پہنچی ایسا ہی بھی ہوگا، یہ خدا کی بات ہے اور خدا تعالےٰ کی باتیں کرتیں۔ غرض قرآن مجید میں جو حالات گذشتہ قوموں اور گذشتہ انبیاء کے لکھے ہیں، وہ کہانیاں بلکہ ان میں ان واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کو پیش آنیوالے تھے یہ حالات آنیوالے واقعات کی زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات کو خدا تعالےٰ انباء الغیب کہکر پکارتا ہے، اور یہ خیال کرنا بالکل بیہودہ ہے کہ چونکہ یہ کہانیاں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھیں اسلئے ان کو غیب کی خبریں کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ہے کہ یہ واقعات بھی اس تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے، مگر جیسا ان حالات کو اسلئے غیب کی خبریں کہتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں آیندہ کے واقعات کی خبر دی گئی ہے [illegible] قصے اور کہانیاں بیان کی گئی ہیں، یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد گذشتہ امتوں اور [illegible] کے حالات بیان کرنے سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ ایسی کہانیاں بیان کر سکتے ہیں جن کی آپ کو خبر نہ [illegible] اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف [illegible] نبیوں اور قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں بعض [illegible] اور ایسے لوگ بھی ہیں جن کے حالات سے ملک کے لوگ بے خبر تھے، اور جن کی نسبت آنحضرت [صلی اللہ] علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ پوشیدہ کہانیاں [illegible] نے تمہارے پاس بیان کی ہیں۔ مثلاً حضرت [ہود کے] حالات اور قوم عاد کا بیان، حضرت صالح کے [حالا]ت اور قوم ثمود کا بیان۔ مگر قرآن شریف میں حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسےٰ علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات بیان کئے ہیں ایسا ہی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کے حالات بیان کئے گئے ہیں بلکہ جیسا دیگر انبیاء علیہم السلام کے حالات کو آیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے، ایسا ہی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کے حالات کو بھی بطور آیات کے پیش کیا گیا ہے (دیکھو سورہ شعرا)، اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات کو اسلئے آیات نہیں کہا کہ وہ پوشیدہ کہانیاں تھیں بلکہ اسلئے آیات کہا ہے کہ ان میں آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں جن کا پورا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان تھا۔

قرآن مجید میں گذشتہ نبیوں اور ان کی امتوں کے تذکرے کس غرض سے بیان کئے گئے ہیں، یہ امر اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ گذشتہ امتوں اور ان کے انبیاء کے حالات سے سبق حاصل کریں ورنہ ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو گذشتہ انبیاء کے دشمنوں کا ہوا۔ ناظرین مندرجہ ذیل آیات قرآنی کو غور سے پڑھیں۔

(ا) ولقد استھزئ برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزءون ۰ قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ۰
(انعام-۱-۲)

تجھ سے پہلے جو رسول گذرے ہیں ان پر بھی ہنسی کی گئی، مگر جس چیز پر ہنسی کرتے تھے، اسی نے آخر ہنسی کرنیوالوں کو گھیر لیا۔ تو اپنے جھٹلانے والوں کو کہہ کہ زمین میں پھر کر دیکھو پہلے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (پس ایسا ہی تمہارا بھی انجام ہوگا)

(ب) وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم اشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد ھل من محیص ۰ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید
(ق-۳)

ان (مکہ والوں) سے پہلے ہم نے کتنی نسلیں ہلاک کیں جو ان مکہ والوں سے طاقت میں زیادہ زبردست تھے۔ پس انہوں نے زمین میں چھیدا ڈالے کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔ اس میں نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جس کا دل ہو اور جو کان لگا کر سنے۔ اور وہ دل سے حاضر ہو۔

(ج) کذب الذین من قبلھم فاتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون ۰ فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ۰ ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون (زمر-۳)

ان (مکہ والوں) سے پہلے بھی لوگوں نے (انبیاء کی) تکذیب کی پس ان پر عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں کہ ان کو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ اس ورلی زندگی میں خدا تعالےٰ نے ان کو ذلت کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھکر ہے۔ کاش کہ وہ جانتے اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں۔

(د) فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد و ثمود ۰ (فصلت-۲)

اگر (مکہ والے) منہ پھیر لیں تو ان کو کہدے کہ میں تم کو ایسے ہی عذاب سے ڈراتا ہوں، جیسا کہ عاد اور ثمود کا عذاب تھا۔

باقی دارد

آریہ ہندو دنیا پر ایک نظر

"غیر ہندو آریہ سماج" کی تجویز۔ تحریک اشدھی کی ناکامی۔ گاندھی جی کے عقیدہ عدم تشدد کا دنیائے عمل و حقیقت میں

{از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب}

پیغام صلح کے صفحات میں اس حقیقت کو کئی مرتبہ واضح کیا جا چکا ہے کہ ہندو آریہ دہرم کے تنگ دائرہ کے اندر دیگر مذاہب، اقوام کے افراد کے لئے مطلق گنجائش نہیں ہے۔ اس دہرم کے احکام و قوانین غیر اقوام میں تبلیغ کے سخت خلاف ہیں۔ ہندو آریہ قوم کی ہزارہا سال کی روایات اس کا پراسرار تمدن اور نظام معاشرت باہر کے آدمیوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت سے قطعی محروم ہے۔ اشدھی کا موجودہ ہنگامہ محض بعض سیاسی اغراض کی خاطر برپا کیا گیا ہے۔ اس ہنگامہ کے نتائج مذکورہ بالا حقیقت کی زبردست تائید کرتے ہیں۔ آریہ سماج نے جن غیر ہندوؤں کو اشدھ کیا انہیں اپنے اندر جذب نہیں کر سکا۔ راسخ العقیدہ سناتن دھرمی تو رہے ایک طرف آزاد خیال آریہ سماجیوں میں بھی ان کی حیثیت اچھوتوں سے بہتر نہیں، اور اس کی وجہ سے آئے دن ہندو اور آریہ سماجی حلقوں میں طرح طرح کی الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

انہی الجھنوں اور پیچیدگیوں کے سبب اشدھ شدہ غیر ہندوؤں کا مسئلہ آریہ سماجی اکابر کے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ آریوں کی زبردست اکثریت اپنی قدیم روایات اور ذہنیت کے زیر اثر نئے آدمیوں کو اپنی سوسائٹی کے اندر مساوی حقوق دینے کے عملاً سخت خلاف ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خوشنما الفاظ اور ظاہر داری کے ذریعہ بدنصیب نوگرفتاروں کو طفل تسلیاں دیتے رہیں لیکن یہ بات زیادہ دیر تک چل نہیں سکتی۔ اور جو چند آریہ سماجی مصلحتاً نئے آدمیوں کو کسی قدر حقوق دینا چاہتے ہیں ان کے لئے اپنے دہرم کے احکام و قوانین اور اپنی قوم کی روایات و جذبات زبردست روک ثابت ہو رہے ہیں۔ جب تک ان چیزوں میں بنیادی تبدیلی اور زبردست انقلاب پیدا نہ ہو یہ روک دور نہیں ہو سکتی۔ لیکن اول تو اس قسم کی تبدیلی و انقلاب کا پیدا کرنا ہی ناممکن ہے۔ اگر بفرض محال یہ کسی طرح عمل میں آ بھی جائے تو اس سے ہندو آریہ دھرم اور تمدن کی شکل اس قدر تبدیل ہو جائے گی کہ وہ اپنی تمام قابل ذکر خصوصیات سے محروم ہو جائیں گے۔

اس پریشانی کے زیر اثر آریہ سماجی اکابر و اخبارات اس گتھی کو سلجھانے کے لئے عجیب و غریب تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں، جن میں سے اکثر مضحکہ خیز ہوتی ہیں، اور ان کی وجہ سے تحریک اشدھی پر زبردست ضرب پڑتی ہے۔ چند ہفتے ہوئے آریہ سماج کی ہم کے اخبار "آریہ گزٹ" میں اشدھی اور غیر ہندو آریہ کے موضوع پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں پہلے کی غرض و غایت کے متعلق یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

"ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات کرنے رواجاً مجبور ہیں، کوئی غیر ہندو اگر ویدک دہ کی سچائیوں کو قبول بھی کرے تو بنا شدھ ہوئے اس کا اچھوت پن دور نہیں ہوتا۔ دراصل شدھی رواج محض اس چھوت چھات کو دور کرنے کی خا اور غیر ہندوؤں کو ہندوؤں میں داخل کرنے کی خا ہی ڈالا گیا ہے۔ ورنہ سچائی کو قبول کرنے کے لئے کسی شدھی کی ضرورت نہیں ہے۔"

(آریہ گزٹ ۱۹ر جولائی ۱۹۴۲ء)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اشدھی آریہ سماج کا کوئی مذہبی حکم یا مذہبی رسم و ضرورت نہیں، محض چھوت چھات کے "رواج" کی مجبوری سے یہ رسم ادا کر لی جاتی ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے، کہ آریہ سماجیوں نے غیر ہندوؤں کی اشدھی کو اپنے مذہبی احکام کے مطابق ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں جو دلائل اور اپنی مذہبی کتب سے جو دم بدم حوالے وقتاً فوقتاً پیش کئے ہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟ ایک طرف کہا جاتا کہ اشدھی یعنی غیر ہندوؤں کو اپنے اندر شریک کرنا ہمارے دھرم کا حکم اور ہمارا مذہبی شعار ہے، دوسری طرف اس کو محض ایک معمولی رواج قرار دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کس بات کو صحیح سمجھا جائے؟

اس کے بعد محولہ بالا مضمون میں ایک "غیر ہندو آریہ سماج" کی ضرورت کے متعلق یوں لکھا ہے:۔

"ایک غیر ہندو (آریہ) سماج کی موجودگی میں ویدک سچائیوں کو قبول کر کے ایک غیر ہندو بھی اپنے اہل و عیال اور خاندان اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں اسی آزادی اور بےفکری کے ساتھ رہ سکتا ہے جیسے ایک ہندو آریہ سماج کی ممبری اختیار کرنے کے بعد رہتا ہے۔ اس لئے غیر ہندو آریہ سماج کی ضرورت ہے جس میں شدھی کا اڑنگا کسی غیر ہندو کے راستہ میں نہ کھڑا کیا جائے ...... اگر کوئی ہندوؤں میں شامل نہ ہونا چاہے تو اس کو مجبور کیوں کیا جائے آریہ سماج ہندوؤں کے اندر سے ان خرابیوں کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہوا جن سے تمام ہندوستانی قوم نالاں ہے۔ ذات پات۔ اچھوت پنا۔ فرقہ بندیاں عورتوں کی زبوں حالت بدستور موجود ہے۔ اسلئے غیر ہندوؤں کو ان کے اندر شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" (آریہ گزٹ ۱۹ر جولائی ۱۹۴۲ء)

مضمون ہذا میں اس امر کو صاف نہیں کیا گیا کہ جو شخص "ویدک سچائیوں" کو قبول کر کے اشدھ ہونے کی بجائے اپنے اہل و عیال اور غیر ہندو سوسائٹی ہی میں رہے گا ویدک دھرم کی رو سے اس کی حیثیت آریہ کی ہوگی یا غیر آریہ کی؟

اگر اس کی حیثیت ان ویدک سچائیوں کے تسلیم کرنے کے بعد غیر آریہ کی ہے تو پھر وہ "منو سمرتی" اور "ستیارتھ پرکاش" کی رو سے بدستور ملیچھ ہی رہا۔ اگر اس کی حیثیت آریہ کی ہے تو پھر سوال یہ ہے وہ ویدک دھرم کے ضروری احکام و عبادات کی پابندی کے بغیر سچا اور پکا آریہ کس اصول کے مطابق کہلا سکتا ہے؟ سوامی دیانند جی نے "ستیارتھ پرکاش" میں آریوں کے لئے خاص عبادات و رسوم لازمی قرار دی ہیں انہیں ایک خاص تمدن اور نظام معاشرت کا پابند کرنا چاہا ہے۔ ایک "غیر ہندو آریہ" اپنی غیر ہندو سوسائٹی اور غیر ہندو عزیز و احباب اور اہل و عیال میں رہتے ہوئے ان کی پابندی کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ بات تو بہت مشکل ہے کہ ایک مسلمان یا عیسائی اپنی سوسائٹی میں رہتا ہوا، زنار پہنے، چوٹی رکھے، ہون اور سندھیا کا پابند ہو، شادی، مرگ اور نیوگ کی رسوم ویدک ریتی کے مطابق ادا کرے۔ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے گروکل بنائے اور صرف ویدک دھرمیوں کی سی خوراک کھائے۔ بفرض محال وہ ایسا کرنا بھی چاہے تو اس کے لئے اشدھ ہونے کی حالت سے بھی زیادہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اور ویدک دھرم کے اندر تو یہ گنجائش نہیں اور نہ ہونی چاہیئے کہ کسی آریہ کو ویدک دھرم کے احکام۔ عبادات اور رسوم سے مستقل طور پر آزاد کر دیا جائے ـــــ تو پھر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ غیر ہندو آریہ سماج کی حیثیت از روئے ویدک دھرم کیا ہوگی اور اس کے ممبروں کو کس وان میں شمار کیا جائیگا؟

آریہ گزٹ کے مضمون نگار کا ارشاد ہے چونکہ آریہ سماج ہندوؤں کے اندر سے ذات پات۔ چھوت چھات وغیرہ خرابیاں دور نہیں کر سکا اسلئے اسے غیر ہندوؤں کو اندر شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ غیر ہندوؤں میں سے جو لوگ ویدک دھرم کی سچائیوں کو قبول کر لیں، ان کی علیحدہ "غیر ہندو آریہ سماج" بنا دیا جائے۔ اگر مضمون نگار موجودہ ہندوؤں کی زبوں حالی کی وجہ سے ہی غیر ہندوؤں کو "آریہ سماج" کے اندر شامل نہیں کرنا چاہتے ہیں تو پھر ان غریب اچھوتوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑے ہیں اور ان پر اشدھی کے ڈورے کیوں ڈالے جاتے ہیں۔ اچھوتوں کا ایک بنا بنایا سماج اور سوسائٹی موجود ہے ان کی خواہش کے مطابق، ایک جداگانہ قوم کی حیثیت سے گزر کرنے دی جائے۔ زیادہ سے زیادہ صرف ویدک دھرم کی سچائیاں سنا دی جائیں۔ کسی اچھوت کو اشدھ کیا جائے ـــــ اور اگر اچھوت آریہ سماجیوں کے نزدیک بھی ہیں تو پھر آریہ سماج میں شرکت کے وقت ان کی شدھی کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ اعلیٰ ذات کے ہندو اشدھی کے بغیر ہی آریہ سماج کا ممبر بنا لیا جاتا ہے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ آریہ سماجیوں کی تحریک اشدھی محض ایک ڈھونگ ہے جو محض چند پست قسم کی سیاسی اغراض کی خاطر رچایا گیا ہے۔ اس تحریک کی حیثیت بھونڈی نقل سے زیادہ نہیں ہے، جو کہ خلوص و نیک نیتی سے یکسر مبرا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں ہندو آریہ دھرم غیر ہندوؤں کی اشدھی کی اجازت دیتا ہے تو ان کے لئے اس کے اندر کوئی جگہ ہے۔ یہ خوبی اسلام ہی کی ہے کہ ایک غیر مسلم خواہ وہ کسی رنگ نسل اور کسی مذہب و ملک کا ہو کلمہ پڑھ لینے کے بعد وسیع اسلامی برادری کا صحیح معنوں میں فرد بن جاتا ہے، اور اسے آن الحد میں بیس بیس پشت کے مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔

آریہ سماجی تحریک اشدھی کی ناکامی و غیر معقولیت پر پردہ ڈالنے کی خاطر "غیر ہندو آریہ سماج کی نوعیت کی غیر معقول تجاویز پیش کرتے اور ان کی تائید میں اس قسم کے مضامین لکھتے رہتے ہیں، جو غلط بیانی اور صداقت کش استدلال کا بدترین نمونہ ہوتے ہیں ـــــ حیرت ہے، کہ آریہ سماجیوں کا ضمیر، مذہب کے نام پر اس قسم کی نازیبا حرکات کو کس طرح گوارا کر لیتا ہے۔

گاندھی جی کے عقیدہ "عدم تشدد" پر بے شمار ہندوؤں کو بہت ناز ہے۔ اس ناقابل عمل عقیدہ کو وہ گاندھی جی کے غور و فکر اور روحانیت کے نتیجہ کے علاوہ ہندو دھرم ہندو فلسفہ اور ہندو تصوف کا بھی ایک زبردست شاہکار سمجھتے ہیں۔ لیکن عمل و حقیقت کی دنیا میں عدم تشدد کو جو ناکامی و رسوائی نصیب ہوئی ہے وہ بے حد ہی عبرت انگیز ہے۔ گاندھی جی اپنے بہت ہی قریبی اور مخلص ترین رفقاء کو بھی اس عقیدہ کا قائل و پابند نہ بنا سکے۔ چند سال قبل جب گاندھی جی کے بڑے بڑے بھگتوں کو ایوان حکومت میں جگہ ملی اور سات صوبوں میں کانگرسی وزارتیں قائم ہو گئیں تو انہوں نے عدم تشدد کو بالائے طاق رکھ کر تشدد کے ایسے بے پناہ دہولناک مظاہرے کئے کہ ساری دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ آجکل ملک بھر میں گاندھی جی کے عقیدتمند اور کانگرس کے مقلد جو افسوسناک حرکتیں کر رہے ہیں، وہ بھی سب کے سامنے ہیں۔ ہم اس معاملے کے سیاسی پہلو کے متعلق کچھ نہیں کہتے، ہمارے مخاطب وہ ہندو آریہ سماجی ہیں جو عقیدہ عدم تشدد کو ایک اخلاقی و روحانی شاہکار کے طور پر پیش کیا کرتے تھے اور ان کے بعد ہمارا روئے سخن ان کانگرسی مسلمانوں، بالخصوص کانگرسی مولویوں کی طرف ہے جنہوں نے گاندھی ازم سے متاثر و مرعوب ہو کر عدم تشدد کو قریب قریب ایک مذہبی عقیدے کی حیثیت دے دی ہے، اور ایک لحاظ سے اسے جزو ایمان بنا لیا ہے ـــــ کیا واقعات و نتائج کی روشنی میں گاندھی جی کے عدم تشدد کی ناکامی اور اپنے طرز عمل پر غور کریں گے؟

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو حکم و عدل ماننے کی مدعی جماعت کے لئے ایک لمحۂ فکریہ

{از چودھری غفور احمد صاحب بدملہی}

قادیانی جماعت کا سب سے بڑا کام جوان کا نصب العین ہو چکا ہے۔ حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب۔ ایم اے۔ ایل۔ بی۔ کو نیچا دکھانا ہے خواہ اس سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ہی ہتک کیوں نہ ہو جائے، اپنی طرف سے طرح طرح کے اعتراض کر کے پبلک کو دھوکہ میں ڈالنا ان کا وطیرہ ہو گیا ہے حالانکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو رتبہ تحریک احمدیت میں ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے ظاہر ہے۔

(۱) "میں انہیں ایک جوان صالح۔ نیک چلن۔ دیندار پرہیزگار۔ مہذب۔ خوش خلق وغیرہ وغیرہ خیال کرتا ہوں۔ مجھے اس جوان ایم۔ اے پر نہایت نیک ظن ہے" (اشتہار نمبر ۱۹۴، ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۸ء)

یہاں اپنی ہٹ دھرمی اور عادت کے مطابق ضرور کہہ دیں گے ظن ہی تو تھا، لیکن ذرا حضرت کے مزید ارشادات ملاحظہ ہوں جن میں نہایت صراحت کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

(۲) "ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں۔ جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے اخلاق دین اور شرافت کو دیکھتا رہا ہوں اور تجسس کرتا رہا ہوں، سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ان کو ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون۔ پرہیزگار پایا ہے، اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے"

(اشتہار ۱۹ اگست ۱۸۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۴۷)

(۳) فرماتے ہیں:۔

" اور مجھے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے یعنی جبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر میں ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں، اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیاوی کاروبار کا حرج کر کے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے حقائق و معارف قرآن کریم سن رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا، اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائیگا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے اے خدا ایسا ہی کر آمین ثم آمین"

(تبلیغ رسالت جلد نمبر ۸ صفحہ ۶۸)

یہاں فراست کے متعلق بھی تھوڑا سا عرض کر دوں، حدیث شریف میں آتا ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله۔

کیا جماعت قادیان جرأت سے کام لیکر ایسے حوالے میاں صاحب کے متعلق دکھلا سکتی ہے؟

ہرگز نہیں بلکہ جب میاں صاحب پر الزام لگا تو حضرت اقدسؑ نے کمیشن بٹھا دیا تھا یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرا لڑکا بچپن میں سے ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، خبردار اگر اعتراض کیا تو سیدھے جہنم میں جاؤ گے، اور تم سے اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابل پر حضرت مولوی محمد علی صاحب کا وہ واقعہ یاد کر لیں جب آپ کو طاعون کے دنوں میں بخار ہو جاتا ہے۔ حضرت اقدس تشریف لاتے ہیں اور آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔ "اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوئے الہام غلط ہے"

اللہ اکبر کس قدر ایمان ہے، اور کس قدر حضرت امیر کے ایمان کا یقین ہے۔

قادیانی دوست اس الہام کو اعتراض کی شکل دیکر پیش کرتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں دیکھا اور فرمایا "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"، اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے صالح تھے لیکن میاں صاحب کی بیعت نہ کرنے سے یہ سزا ملی ہے"

دوسرا اعتراض یہ کہ بیٹھے نہیں سو واضح ہو کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ بیٹھے نہیں بلکہ یہ اس طرح کا کلام ہے جس طرح قرآن مجید میں آتا ہے کہ بہشتیوں (جنت والوں) کو کہا جائیگا كلوا واشربوا هنيئا بما كنتم تعملون۔ یعنی کھاؤ اور پیو کہ تم اچھے عمل کرتے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف کہا جائیگا اور وہ نہ کھائیں گے نہ پیئینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کہہ دینا ہی کافی ہوتا ہے اور کہا بھی اسی وقت جاتا ہے جب یہ یقین ہو جائے، کہ اس پر عمل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر پہلے صالح تھے اب (نعوذ باللہ) نہ رہے تو پھر حضرت اقدسؑ کو یہ نہ کہنا چاہیئے تھا کہ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ، بلکہ فرماتے ہمارے پاس مت بیٹھو۔ واقعات بتلا رہے ہیں کہ نیک کام جو حضرت امیر کر رہے ہیں ان کی وجہ سے وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ہی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ ان مذکورہ بالا ارشادات عالیہ میں ہمارے خالی

ہم دوستوں کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے کاش کہ ہمارے دوست کبھی خدا کا خوف کرتے ہوئے اس امر پر غور کریں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے مقام کو سمجھیں اور اس مرد صالح کی مخالفت سے باز آئیں جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے اتنی محبت کا اظہار فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارے قادیانی دوستوں کو چشم بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

مولوی اللہ دتہ صاحب ایڈووکیٹ کی کارگذاری ماہ اگست ۱۹۴۲ء پر ایک نظر

{ از محترم جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی سی ایس }

قسط نمبر ۳

اسی کتاب کے حصہ دوئم کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:

" میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے، جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں، اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اسکو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے، بلکہ اپنے فعل سے اسکو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین اور آسمان پیدا کیا ہے، اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے، چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں، خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے، اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اخیر وقت تک حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو اولیاء امت سے شمار کرتے رہے اور آنجناب کا یہ عقیدہ تھا کہ انتہائی مقام جہاں اس امت کے افراد پہنچ سکتے ہیں وہ ولایت ہی ہے، خواہ یہ ولایت شان میں کتنی بڑی ہو۔ بہرصورت ۱۹۰۴ء میں جو عدالتی بیان انہوں نے دیا اُس میں صاف طور پر کہدیا کہ وہ اولیائے امت میں شامل ہیں۔ جس عبارت کا حوالہ دیکر عدالت میں اُن سے دریافت کیا گیا اور جس کا ایک حصہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے، وہ قطعًا اور یقینًا علماء امت محمدیہ سے متعلق ہے دور نہ جاؤ اسی ملک ہندوستان میں بہت سے ایسے مردان خدا مدفون ہیں جن کے دروازوں پر شاہان وقت حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی نسبت سب کو معلوم ہے کہ جہانگیر جیسے زبردست شہنشاہ کو بھی ان کے سامنے جھکنا پڑا اور اس شہنشاہ کا ولی عہد جو بعد میں باپ سے بھی زیادہ صاحب جاہ وحشمت شہنشاہ ہوا، یعنی شاہجہان ہمیشہ جناب مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ بگوش خادم بنا رہا اور پھر اورنگ زیب جیسا متشرع اور صالح امام صاحب کے جانشین کا ہمیشہ تابعدار رہا ہے، اور شیخ محمد معصوم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کرتا رہا شاہان کابل کو جو عقیدت امام صاحب سے رہی اور اب تک ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ بعض افغان بادشاہ اور بڑے بڑے جلیل القدر افغان افسر امام صاحب کے مزار کے قرب میں اپنی وصیتوں کے مطابق مدفون ہوئے۔ جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے اس سے ہر ایک صاحب انصاف کو معلوم ہو جائے گا کہ تحفہ گولڑویہ میں حضرت اقدسؑ نے صاف طور پر اپنے آپ کو ایک از اولیاء امت اور مجدد وقت ظاہر فرمایا ہے۔ اور نبوت سے قطعًا انکار کیا ہے۔ قارئین پر یہ بھی صاف ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جو حوالجات اس بات کو ثابت کرنے کے لئے دیئے ہیں کہ حضرت نے تحفہ گولڑویہ میں نبوت کا دعوٰے کیا ہے، ان حوالجات میں بھی صاحب نے حد درجہ کی تحریف کی ہے، اور اگر وہ صاحب ناراض نہ ہوں تو میں یہ کہہ سکتا ہوں اور ہر ایک اہل فہم اور انصاف میرے ساتھ یہ بات کہنے میں متفق ہوگا کہ مولوی صاحب موصوف نے اول درجہ کی بد دیانتی سے کام لیا ہے۔

میں نے اوپر ثابت کر دیا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جو جواب میاں محمد صادق صاحب کے خط کا دیا ہے وہ ہر طرح سے ناتسلی بخش بلکہ محض غلط ہے، مولوی صاحب نے قارئین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی لیکن میاں صاحب کے اعتراض اس قدر معقول اور وزنی ہیں کہ مولوی اللہ دتہ باوجود چالاکی اور دھوکہ دہی کے فن میں مشاق اور ماہر کے حق اور صداقت کو چھپا نہیں سکے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ جو جدید حوالجات دعوٰے نبوت کے ثبوت میں، مولوی صاحب نے دیئے ہیں۔ ان میں بھی گری ہوئی صحافتی بد دیانتی سے کام لیا ہے ان حالات میں ضرورت نہیں کہ میں کچھ اور لکھوں۔ لیکن چند ایک حوالجات تحفہ گولڑویہ سے ایسے دینا چاہتا ہوں جن کا ذکر اوپر نہیں آیا۔

(۱) صفحہ ۸ تحفہ گولڑویہ میں حضرت صاحب فرماتے ہیں:

" اس عقیدے سے باز نہیں آتے کہ زندہ رسول فقط عیسٰے ہے، جو آسمان کے تخت پر بیٹھا ہوا دوبارہ آنے سے محمدی ختم نبوت کو داغ لگانا چاہتا ہے"

(۲) صفحہ ۳۵ تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں:۔

ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرسکتی کہ جس امت کے ربانی علماء کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء اسرائیلی پیغمبروں کی طرح ہیں۔ اخیر پر ان کی یہ ذلت ہو کہ دجال جو خدائے عظیم القدرت کی نظر میں کچھ بھی چیز نہیں اس کے فتنہ کے دور کرنے کے لئے ان میں مادہ لیاقت نہ پایا جائے"

اس عبارت سے اور اس کی ملحقہ عبارت جو میں نے نقل نہیں کی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو اس امت کے علمائے ربانی میں شامل کرتے ہیں

(۳) صفحہ ۳ تحفہ گولڑویہ میں اپنے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد ظاہر فرمایا ہے۔

(۴) صفحہ ۳۹ تحفہ گولڑویہ پر حضرت اقدس فرماتے ہیں

" پس اگر فرض کرلیں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے عیسٰیؑ کے مقابل پر واقع ہوا ہے جس کی نسبت یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ اس اُمت کا خاتم الاولیا ہے۔ جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسٰے خاتم الانبیاء ہیں، اگر درحقیقت وہی عیسٰی ہے جو دوبارہ آنے والا ہے، تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے"

یہاں بھی اپنے آپ کو اولیاء اللہ میں داخل کیا ہے۔

(۵) صفحہ ۸۱ پر خوارق میں محدثوں کو نبیوں کے ساتھ رکھتے ہیں اور عبارت کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اپنے آپ کو محدثین میں شامل کرتے ہیں۔

(۶) صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں:۔

" اور پھر عیسٰےؑ پینتالیس سال برابر دنیا میں رہے، حالانکہ نہ وہ امتی ہے اور نہ قرآنی وحی کا پیرو ہے بلکہ اس پر آپ وحی نبوت نازل ہوتی ہے، سو سوچو اور غور کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنا دین میں کچھ تھوڑا فساد نہیں ڈالتا۔"

چند سطریں آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

" اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اتریں اور چالیس برس تک جبرئیلؑ وحی نبوت لے کر حاضر ہوتے رہیں تو کیا ایسے عقیدے سے دین اسلام باقی رہ جاوے گا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا"

(۷) صفحہ ۹۱ پر فرماتے ہیں:۔

پہلی دلیل اسبات پر کہ میں مسیح موعودؑ اور مہدی معہود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعوٰے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ یعنی قرآن شریف اپنے نصوص قطعیہ سے واجب کرتا ہے کہ حضرت عیسٰی کے مقابل پر جو موسوی خلیفوں کے خاتم الانبیاء ہیں اس امت میں سے بھی ایک آخری خلیفہ پیدا ہوگا تاکہ اسی طرح محمدیؐ سلسلہ خلافت کا خاتم الاولیا ہو، اور مجددانہ حیثیت اور لوازم میں حضرت عیسٰے کے مانند ہو۔ اور اسی پر سلسلہ خلافت محمدیہ ختم ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر سلسلہ خلافت موسویہ ختم ہو گیا ہے۔"

(۸) صفحہ ۱۶۹ پر فرماتے ہیں:۔

" اب تم آپ ہی بتلاؤ کہ صلیب پر فتح پانے کے لئے یا حسب اصطلاح قدیم صلیب کے کسر کے لئے جو اس صدی پر مجدد آتا اس کا نام کیا چاہیئے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

کاسر الصلیب کا کیا نام رکھا ہے، کیا کاسر الصلیب کا نام مسیح موعود اور عیسے بن مریم نہیں ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس صدی کے سر پر بجز مسیح موعود کے کوئی اور مجدد آ سکتا "

یہاں بھی اپنا منصب صاف طور پر مجدد بیان کیا ہے۔

(۹) صفحہ ۲۰۵ پر فرماتے ہیں:-

" اس جگہ سے طالب حق کے لئے حق الیقین تک یہ نوبت پہنچ جاتی ہے کہ آنیوالا مسیح موعود امت محمدیہ میں سے ہے نہ کہ وہی عیسیٰ نبی اللہ دوبارہ دنیا میں آ کر رسالت محمدیہ کی ختمیت کے مسئلہ کو مشتبہ کر دے گا "

اس عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی امتہ نہیں آسکتا۔ غرض اس کتاب میں جہاں دیکھو حضرت اقدس اپنے آپ کو مجدد ہی ظاہر فرماتے ہیں، اور نبوت کا دعوےٰ تو ایک طرف رہا۔ ہر جگہ یہ لکھ رہے ہیں کہ اگر کوئی نبی آ جائے تو اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ پھر کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ پرانا نبی نہیں آسکتا اور نیا آسکتا ہے۔ صفحہ ۹۱ سے اس کتاب کو پڑھنا شروع کرو اور دیکھو کہ کس طرح حضرت اقدس تمام خلفائے محمدیہ کو انبیائے بنی اسرائیل کے شبیہ بیان فرماتے ہیں۔ خاص طور پر ان محامد کو پڑھو جو حضرت اقدس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیان فرمائے ہیں اپنی شان کو بیان فرمایا ہے مگر پڑھنے والے پر صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کو اپنے سے افضل بیان کرتے ہیں۔ سب عبارت یہاں نقل کرنا مشکل ہے اسی جگہ صفحہ ۹۰ پر فرماتے ہیں۔

خدا نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت ابوبکر رضؓ کے کاموں میں برکت دی اور نبیوں کی طرح اس کا اقبال چمکا، اس نے مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا سے قدرت اور جلال پا کر قتل کیا تاکہ اصحاب رضی اللہ عنہم جانیں کہ جس طرح خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ان کے بھی ساتھ ہے "

حاصل کلام

جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے، اس سے قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ کتاب تحفہ گولڑویہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوےٰ کو مجددیت اور محدثیت تک محدود رکھا ہوا ہے اور نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا، بلکہ ایسے دعوےٰ سے صریح انکار موجود ہے۔ اسی کتاب تحفہ گولڑویہ سے ایک دو اور حوالے دیکر ہم اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

صفحہ ۴۴ کے حاشیہ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں:

" پس اس سورۃ (فاتحہ) میں بطور اشارات مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنیوالے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں، اور حیلہ بازی کے فتوے تیار نہ کریں، اور اس کا نام لعنتی نہ رکھیں ورنہ وہی لعنت الٹ کر ان پر پڑے گی۔ ایسا ہی عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں پس بلاشبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت یہ ایک پیشگوئی ہے "

پھر صفحہ ۱۱۱ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:-

ضالین وہ ہیں جنہوں نے افراط محبت سے حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا اور المغضوب علیہم وہ یہودی ہیں جنہوں نے افراط عداوت سے خدا کے مسیح کو کافر قرار دیا اسلئے مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ میں ڈرایا گیا اور اشارہ کیا گیا کہ تمہیں یہ دونوں امتحان پیش آئیں گے "

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف نے شروع ہی میں یہ پیشگوئی کر دی کہ جہاں ایسے لوگ ہونگے جو مسیح موعود کی تکفیر اور تکذیب کریں گے، وہاں ایسے بھی ہونگے جو ناجائز صفات اس کی طرف منسوب کریں گے بلکہ حضرت اقدسؑ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ضلالت کے یہ معنی ہیں کہ افراط محبت سے ایک شخص کو ایسا اختیار کیا جائے کہ دوسرے کا عزت کے ساتھ نام سننے کی بھی برداشت نہ رہے۔ اب ہمارے قادیانی دوست خود ہی اپنے دل میں خیال کریں کہ کیا حضرت اقدس کی یہ تحریر ان کے حال کے مطابق ہے یا نہیں۔ افسوس ان میں سے بعض نے حضرت مسیح موعود کو حضرت سرور کائنات سے بھی بڑھا دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شاعر کہتا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھکر اپنی شاں میں

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ایک فقرہ ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بولا گیا اور اب جہاں میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے، یہی سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت کے متعلق ہی ہے۔ مگر اب ایک شخص یہی فقرہ خلیفہ صاحب کی شان میں کہتا ہے۔ اسلامی اخبارات احتجاج کرتے ہیں اور جناب خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ شخص درست کہتا ہے۔ غرض غلو کو اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے، کہ دوسرے مسلمان ایسی ناجائز صفات کو سن بھی نہیں سکتے اور آئے دن جھگڑا اور فساد رہتا ہے۔

اب مولوی اللہ دتہ صاحب ہی مہربانی کر کے بتائیں کہ یہ غالی گروہ کون ہے، کیا ان کے سوائے کوئی اور بھی ہے۔ حضرت امام کا فرمانا بالکل درست ثابت ہوا، اور قرآن شریف کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ یہودی صفت مولویوں نے عداوت میں حد کر دی اور خود ماننے والوں کے ایک گروہ نے بھی حد کر دی۔ پہلے مسیح کو تو ان کے مریدوں کی کثرت نے خدا بنایا اور اس مسیح کے مریدوں کی کثرت نے اس کو نبی بنا دیا۔ یہ ہے وہ کثرت جس پر فخر کیا جا رہا ہے۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم غالی نہیں ہیں۔ حضرت اقدس عیسائیوں کو بوجہ ان کے غلو کے ضالین قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں جو یہ لفظ نصاریٰ کے لئے آیا ہے ان کے غلو کی وجہ سے ہی ہے۔

بہرصورت ہر دو کتب تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے **سنہ ۱۹۰۲ء تک دعوےٰ نبوت نہیں کیا** اور اپنے آپ کو مجدد ہی ظاہر کیا اور دعوےٰ نبوت سے انکار فرماتے رہے۔ پھر اس شہادت سے جو آپ نے سنہ ۱۹۰۴ء میں عدالت میں دی قطعاً ثابت ہے کہ سنہ ۱۹۰۴ء میں بھی دعوےٰ تھا۔ پھر اس شہادت کو بطور نشان کے سنہ ۱۹۰۷ء میں کتاب حقیقۃ الوحی میں درج فرمایا گویا سنہ ۱۹۰۷ء تک بھی یہی عقیدہ تھا۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ شہادت جس میں آپ نے اپنا منصب مجددیت ظاہر فرمایا، اللہ تعالےٰ کے ایک الہام پر مبنی تھی یعنی شہادت کے متعلق یہ الہام ہوا تھا کہ تیرے منصب کے متعلق دریافت کیا جائیگا اور تو نے یہ جواب دینا ہوگا کہ یہ منصب خدا نے ہی دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں خدا کے الہام کے ماتحت سنہ ۱۹۰۴ء میں اپنا منصب مجددیت ظاہر فرمایا اگر یہ کہو کہ حضرت اقدس نے یونہی یہ بات کہدی تو پھر تم صریح طور پر خدا کے کلام سے جو اس نے اپنے مسیح پر نازل فرمایا استہزاء کرنیوالے ٹھہرو گے۔ دیکھو کس طرح سے تم پر حجت پوری کرنے کے لئے (تمہارے اپنے قول کے مطابق) خدا نے اپنے پاک بندے کے منہ سے کہلوا دیا کہ وہ مجددین میں شامل ہے۔ دانشمندو! سوچو اور غور کرو۔ حضرت اقدس اسی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کی تصنیف سے ۳۰ سال پہلے سے خدا کا کلام آپ پر نازل ہو رہا تھا۔ گویا ۳۰ سال مکالمات الٰہیہ کی بنا پر مجددیت کا دعوےٰ اور نبوت حقیقی سے انکار رہا ہے۔

اخیر پر

میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی خدمت میں ہمدردی اور خیر خواہی سے بھرے ہوئے دل سے عرض کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر ضد کو چھوڑیں۔ اور ٹھنڈے دل سے ان حقائق پر غور کریں اور سوچیں۔ میں نے اس مضمون میں بعض جگہ سچے اور سخت الفاظ سے کام لیا ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ نامناسب ہے تو میں بڑی خوشی سے معافی مانگ لوں گا۔

فرضاً اگر

مولوی صاحب اسبات پر اڑے رہے کہ تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ میں نبوت کا دعوےٰ ہے تو میں ان کے ساتھ ثالثوں کے ذریعہ سے بھی فیصلہ کرنے کو تیار ہوں تین ثالث ہوں گے اگر ان میں سے دو یہ کہدیں کہ ان کتابوں میں نبوت کا دعوےٰ موجود ہے تو میں مولوی صاحب کی خدمت میں سو روپے بطور انعام پیش کروں گا لیکن اگر وہ میرے حق میں فیصلہ کر دیں تو میں مولوی صاحب سے کسی قسم کے انعام کا طلبگار نہ ہونگا۔ میرے لئے یہ خوشی کافی ہوگی کہ میں نے صداقت کی تائید کی۔ اس معاملہ میں یہاں تک جانے کو تیار ہوں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کے ہمخیال اصحاب میں سے ہی تین کو ثالث تسلیم کر لوں گا۔ اس شرط پر کہ وہ اپنا فیصلہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر دیں۔ میں مولوی صاحب سے ضرور یہ عرض کروں گا کہ اگر وہ اس مضمون کا جواب لکھنے کی کوشش کریں تو مہربانی فرما کر حسب معمول ناجائز کانٹ چھانٹ نہ کریں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کی کتر بیونت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں، انہوں نے اپنی طرف سے بہت زور لگایا کہ کرم دین والے مقدمہ کی روئداد سے یہ ثابت کریں

کہ حضرت اقدس کا دعوےٰ نبوت کا تھا۔ اس کے جواب میں میں نے پیغام صلح میں ایک مضمون لکھا جس میں دو باتوں کے علاوہ میں نے یہ بھی لکھا :-

" اب غیر احمدیوں کی شہادت سے جن کو بالکل غیر جانبدارانہ شہادت سمجھنا چاہیئے، قطعاً یہ ثابت ہے کہ حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کم از کم ۱۹۰۴ء تک دعوےٰ نبوت سے انکار کرتے رہے اگر اس سے پہلے کبھی اقرار کیا ہوتا تو غیر احمدی اپنے رسالہ میں یہ نہ لکھتے کہ دعوےٰ نبوت پر صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ غیر احمدی مولوی شروع سے ہی حضرت صاحب کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرتے رہے اور اسی بناء پر کفر کا فتوےٰ تیار ہوا تھا وہ ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگے رہتے تھے، کہ کسی طرح سے کوئی بات ایسی ہاتھ آئے کہ خود حضرت اقدس یا ان کی جماعت کے اعتراف سے ثابت کر سکیں کہ نبوت کا دعوےٰ کیا جا رہا ہے، ان کے اس بیان سے جو اوپر درج ہوا صاف ظاہر ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسی تقریر یا تحریر ان کے ہاتھ میں نہ تھی جس میں دعوےٰ نبوت کا اقرار ہو یہ پہلا موقعہ تھا، کہ ان کے زعم میں دعوےٰ نبوت کا اقرار کیا۔ اگرچہ اقرار اب بھی نہ تھا خود حضرت اقدس نے اپنا وہی دعوےٰ مجددیت کا ظاہر کیا۔ اور ظلی طور پر اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ حضرت اقدس کے اپنے بیان میں پہلے اعلانات سے ذرا بھر بھی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے بیان میں ولی کا لفظ بھی آگیا ہے لیکن غیر تشریعی نبوت سے بھی ان کی مراد ولایت اور محدثیت ہی ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ غیر احمدیوں نے اس وقت سمجھا کہ اب صاف طور پر نبوت کے دعوے کا اظہار ہوا ہے۔ اس واسطے اگر مولوی اللہ دتہ صاحب یہ کہدیں کہ ۱۹۰۴ء میں نبوت کا دعوےٰ کیا گیا تو یہ اس حد تک درست ہے کہ غیر احمدیوں نے اس سال یہ سمجھ لیا کہ اب صاف طور پر نبوت کا دعوےٰ بلا کسی قید اور صراحت کے کر دیا گیا۔

(۱) ۱۹۰۱ء تک نبوت سے صاف انکار

(۲) ۱۹۰۱ء میں یعنی اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے دعوےٰ نبوت اشارات اور کنایات ہیں۔

(۳) ۱۹۰۴ء میں صاف طور پر دعوےٰ۔"

اپنے جواب میں مولوی صاحب موصوف نے اس عبارت میں سے صرف حسب ذیل فقرہ کا ذکر فرمایا ہے :-

"اس میں شک نہیں کہ غیر احمدیوں نے اس وقت سمجھا کہ اب صاف طور پر نبوت کا اظہار ہوا ہے"

اور "نبوت کے دعوے" کے الفاظ کو جلی قلم سے لکھا ہے۔ اور گویا میرے اپنے بیان سے ہی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دعوےٰ نبوت کا تھا۔ باقی تمام عبارت کو حذف کیا گیا ہے۔ اور میرے دلائل کا ذکر تک نہیں کیا۔ اب بتائیے ایسے فعل کا نام کیا رکھا جائے، ہر ایک تحریر میں مولوی صاحب کا یہی عمل ہے ان مولوی صاحب کی تحریر میں عام صحافتی اخلاق کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔

بہر حال مولوی صاحب سے التماس ہے کہ مہربانی فرما کر اپنے جواب میں میرے دلائل کو (خواہ ان کی نظر میں وہ کیسے ہی کمزور ہوں) لیں اور ان پر جو چاہیں لکھیں۔ یہ بامنطقی قابل گذارش ہے کہ اگر مولوی صاحب دیگر تصانیف اور ڈائریوں وغیرہ سے عبارتیں نقل کریں گے تو وہ محض خلط مبحث ہوگا۔ اس وقت تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ ہی زیر بحث ہیں۔ سردست جو کچھ لکھنا ہو انہیں دونوں کتابوں کے مضامین سے ہی لکھیں، جب یہ معاملہ طے ہو جائے گا تو دوسری تحریروں کے متعلق بھی غور کیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

نوٹ :- مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ بابت ماہ اگست میں سب سے اہم مضمون یہی تھا۔ باقی چند ایک ایسے نوٹ اور ریمارک ہیں کہ جن پر لکھنا محض تضیع اوقات ہے۔ لیکن اگر میں ان کے متعلق کچھ نہ لکھوں تو مولوی صاحب کہیں گے کہ وہ لا جواب ہیں، میں ان کو یہ موقعہ نہیں دینا چاہتا۔ اور اگلی اشاعت میں مختصر ریمارک ان فضول نوٹوں پر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ ؛

عید الفطر کے مسائل

(۱) :- عید الفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲) :- عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۳) :- عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے۔ خواہ غلہ کی شکل میں ہو، خواہ نقدی کی صورت میں، جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا، وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا، حدیث شریف میں ہے صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے، جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے صدقہ عید الفطر ہر فرد پر واجب ہے، خواہ وہ عید کی صبح ہی کو پیدا ہوا ہے، عورتوں اور بچوں کا اور نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل [illegible] فی کس تقریباً ۲ سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ لاہور کی جماعت نے فی کس ۵ آنے مقرر کیا ہے۔

(۴) :- عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے، اس میں اذان و تکبیر و اقامت کوئی نہیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں، اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں، تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں، قرأت جہری ہوتی ہے۔

(۵) :- نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ ہندوستان میں چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اسلئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے، کاغذ کا ایک رول لیکر مولوی لوگ جو پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں، نہایت لایعنی چیز ہے۔ اسلئے لوگ سنتے سناتے خاک نہیں آپس میں معانقہ کرنے اور سینہ سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعض خطیب کے سامنے غلہ پھینکتے رہتے ہیں۔ بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں، یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے خلاف ہے، خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو نماز سے قبل دیدو یا خطبہ کے بعد صدقہ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دیدینا چاہیئے۔

(۶) :- عید کے خطبہ کے درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

(۷) خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے۔ اس لئے جس راستے سے آئے ہیں اس راستے کی بجائے کسی دوسرے راستہ سے جانا مستحسن ہے۔

(۸) عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔ عید کا دن ایسی [illegible] میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مردگی کی علامت ہے۔

(۹) چونکہ آجکل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ اسلئے احباب کو [illegible] عمل کرنا چاہیئے، نماز عید سے قبل [illegible] ادا کر دیں۔

(۱۰) عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے

ہفتہ بھر کی ضروری خبریں

لنڈن ۲۰ر اکتوبر۔ اخبار "کانومنٹ" "امریکا اور ہندوستان" کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ، امریکہ میں بہت سے لوگ روایتاً برطانوی سلطنت اور خاصکر ہندوستان کے متعلق معاملات کو شکوک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہندوستان کے متعلق امریکنوں کی رائے نازک ہوتی جارہی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کانگرس کئی سال سے وہاں پراپیگنڈا کرتی رہی ہے اور برطانیہ کو پیش کرنے کی کوشش کسی نے نہیں کی ؛

چنگ کنگ ۳ر اکتوبر۔ مسٹر وِنڈل وِلکی کی، آج یہاں رسمی طور پر مارشل چیانگ کائی شیک، ڈاکٹر کونگ اور چینی جنرل سٹاف کے افسروں سے ملاقاتیں ہوئیں آج ان کے اعزاز میں امریکن سفارت خانہ میں ایک دعوت عصرانہ دی گئی۔ آج رات مارشل، اور مادام چیانگ کائی شیک نے انہیں مدعو کیا۔ چینی اخبارات نے مسٹر ولکی کا خیر مقدم کرتے ہوئے لکھا، کہ امریکہ اور چین کے درمیان سچی دوستی قائم ہے، اور موجودہ جنگ میں دونوں کی رائے ایک ہے۔ سب اخبارات نے اس بات پر زور دیا ہے، کہ یہ اتحاد و یگانگت جنگ کے بعد بھی قائم رہنی چاہیئے۔

امرتسر ۳ر اکتوبر۔ کل جب تین درجن کالج کی لڑکیوں کے جلوس کو پولیس نے روکا، تو لوگوں نے جو ہزاروں کی تعداد میں بازاروں میں جمع ہو گئے پولیس پر گنڈہ آبلوالیہ میں پتھر پھینکے۔ جس سے چودھری روشن لال ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ مباحث قریشی سٹی مجسٹریٹ اور تین درجن سے کچھ زیادہ پولیس آدمیوں کو معمولی زخم آئے ؛

لنڈن ۳ر اکتوبر۔ اتحادیوں نے نیو گنی میں مینلہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ جاپانیوں نے اس پر قبضہ برقرار رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ سولومن میں کئی جگہ امریکی جہازوں نے بمباری کی۔ ایک ترجمان نے کہا۔ تعجب یہ ہے کہ کسی جہازوں نے کہیں بھی مقابلہ نہیں کیا سوال یہ ہے کہ کہاں ہیں کیا وہ اپنے جہاز کسی نئے حملے کے لئے رکھ رہے ہیں یا ہماری بمباری سے تباہ ہو گئے ہیں

ماسکو ۴ر اکتوبر۔ آج ایک روسی کمیونک میں اعلان کیا گیا ہے کہ سٹالن گراڈ کے علاقہ میں شدت سے جنگ جاری ہے۔ ایک روسی دستہ نے دشمن کے دو سپاہی قتل کر دیئے۔ جرمنوں نے تین بار حملے کئے۔ لیکن انہیں پسپا کر دیا گیا۔ ایک پیادہ کمپنی کو تباہ کر دیا گیا۔ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں روسی دستوں نے دشمن کے ایک مورچہ پر زبردست گولہ باری کی، جس سے بھاری نقصان ہوا روزداک کے علاقہ میں دشمن نے ٹینکوں اور پیادہ دستوں کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن اسے پسپا کر دیا گیا۔ ۸ ٹینک تباہ ہو گئے۔ اور دشمن کی ایک پیادہ کمپنی کو برباد کر دیا گیا۔ ایک اور محاذ پر جرمنوں نے لگاتار کئی حملے کئے۔ لیکن انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔

کلکتہ ۴ر اکتوبر۔ سر محمد ظفر اللہ خان جو چین میں ہندوستان کے پہلے ایجنٹ جنرل تھے چنکیانگ سے یہاں پہنچے ہیں انہوں نے ایسوشی ایٹڈ پریس کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ ہندوستان کی سیاسی خواہشات کے متعلق چینیوں کا رویہ مکمل طور پر ہمدردانہ اور دوستانہ ہے، اور چینی عوام کو اس بات کا یقین ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتیں اس معاملہ میں مداخلت کریں گی۔ تاکہ برطانوی حکومت سے کہا جائے، کہ وہ اپنے وعدوں کا پاس رکھے، اور انہیں نبھائے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ چینی حکومت برطانوی حکومت پر ہندوستان کے متعلق دباؤ ڈالے گی۔ تو سر ظفر اللہ نے کہا مجھے کوئی ایسی اطلاع نہیں ؛

لنڈن ۵ر اکتوبر۔ روس سے آمدہ تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ گذشتہ بارہ گھنٹوں کے اندر دشمن نے جس قدر حملے کئے ان سب کو پسپا کر دیا گیا صرف کارخانہ کے علاقہ کے ایک حصہ میں دشمن شدید نقصان اٹھا کر آگے بڑھنے میں کامیاب ہو سکا۔ مارشل تموشنکو کی جو فوجیں شمال مغرب اور جنوب مغرب میں دشمن کے میسرہ اور میمنہ پر حملے کر رہی ہیں وہ کئی جگہ شہر کے پاس پہنچ گئی ہیں۔ روسیوں کے ان حملوں کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ دشمن اب پہلی سی تیزی کے ساتھ رسد اور کمک نہیں لا سکتا۔

احباب جماعت سے ایک گذارش

سکول اور کالج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کھل گئے ہیں اسلیئے احباب جماعت سے استدعا ہے کہ جن کے بچے لاہور کسی سکول یا کالج میں پڑھتے ہوں۔ ان کے ناموں۔ کالج یا سکول جماعت اور پتے سے مجھے اطلاع دیں۔ ملکی حالات کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھا جائے اور انہیں مرکز سے منسلک کرنے کیلئے ضروری انتظام کیا جائے۔ امید ہے احباب اپنے بچوں کی خاطر اس عرضداشت پر توجہ فرمائیں گے، اور مجھے قومی فرض کی سرانجام دہی میں مدد دیں گے۔ والسلام

عبداللہ جنرل سکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ضرورت ہے

بک کیپنگ و اکاؤنٹ کلرکوں۔ خزانچی سٹور کلرکوں کی اسامیاں خالی ہیں۔ احمدی نوجوانوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درخواستیں میسرز شیخ میاں محمد اللہ بخش صاحبان ملز اونر لائل پور کے نام آنی چاہئیں ؛

قیدیان جنگ کا خط انجمن کے نام

انجمن کی طرف سے ایک حمائل شریف اور ایک کاپی اسلامی اصول کی فلاسفی بھجوائی گئی

"السلام علیکم۔ مزاج شریف

ہم چند آدمی جنگ کے قیدی ملک اٹلی میں قید ہیں۔ یہاں کوئی اسلامی کتاب نہیں مل سکتی۔ ہم کو ایک قرآن مجید ایک صرف کی کتاب اور ایک تعلیم الدین کے متعلق کوئی کتاب فی سبیل اللہ روانہ کر دیں تو اللہ آپ کو اجر دے گا۔ کار ثواب ہے۔ آپ اس پتہ پر روانہ کر دیں تو ریڈ کراس سوسائٹی ہم کو پہنچا دے گی وہ ذمہ دار ہوتی ہے ہم یہاں اس کیمپ میں چند ہندوستانی ہیں باقی تمام آسٹریلیا کے گورے ہیں کوئی مسلمان نہیں۔ آداب والسلام۔"

انجمن کی طرف سے ایک حمائل شریف اور ایک کاپی "اسلامی اصول کی فلاسفی" بھجوائی گئی۔ اللہ تعالےٰ ان قیدیان جنگ کے سینہ کو کھولے اور انہیں بصیرت عطا فرمائے کہ وہ قید سے رہا ہو کر اس سلسلہ میں شامل ہوں۔

ضروری گذارش

مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن کچھ عرصہ کے لئے رخصت پر تشریف لیگئے ہیں۔ اس لئے ایسے خطوط جو انجمن سے تعلق رکھتے ہوں ان کے نام پر نہ بھیجے جائیں۔ بلکہ صرف سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا پتہ لکھدینا کافی ہوگا۔

مرزا صاحب کے ذاتی خطوط جن کا تعلق انجمن سے نہ ہو ان کے نام پر احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجے جائیں

عیدیاں تقسیم کرتے وقت اپنے قومی اخبار

"پیغام صلح"

دیا در کھیں یہ سلسلہ کا پرانا خادم اور تقریباً تیس برس سے بلسل خدمت میں مصروف ہے۔ موجودہ زمانہ میں قوم کی ترقی کیلئے اخبار لازمی چیز ہے اگر آپ قوم کو طاقتور اور کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو اخبار کی ترقی کے سامان پیدا کیجیئے ہمارے پاس اکثر نادار اشخاص، طلباء اور اسلامی درسگاہوں وغیرہ کی طرف سے بلاقیمت پرچہ جاری کرنے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں کیا ذی استطاعت ناظرین پیغام صلح عید کی خوشی میں ان درخواستوں کی تعمیل کا بندوبست نہیں کر سکتے ؟

ابطال بہائیت پر بہائی دلائل

{از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی}

گذشتہ سے پیوستہ

قطع الوتین کی بحث

نیم بہائی - ایک صاحب جو شیعہ معلوم ہوتے ہیں اور در اصل بہائی ہیں مگر ابھی تقیہ کے پردہ میں معلوم ہوتے ہیں بول اُٹھے کہ مولوی صاحب آپ بہاءاللہ کے متعلق دانستہ پہلوتہی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ شریعت کی کتاب اقدس پیش کرتے ہیں اور وہ چالیس سال کے قریب برابر قید و بند میں بھی اپنی تعلیم کو پھیلاتے رہے۔ اگر قطع الوتین کی دلیل درست ہے تو پھر بہاءاللہ کو سچا ماننا ہی ہوگا۔

احمدی - مگر آپ پہلے باب کو کاذب مدعی مان لیں پھر بہاءاللہ کے متعلق میں جواب دوں گا۔

ایک آیت قرآنی جب ایک ہی قسم کے دو مدعیوں میں سے ایک مدعی کو کاذب قرار دے رہی ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ویسے ہی دوسرے مدعی کو صادق قرار دے جو اس کاذب مدعی کو صادق قرار دے رہا ہے اور اسی کا وہ موعود بھی ہے۔

نیم بہائی - مجھے باب کے دعوے سے کوئی بحث نہیں ہے تو بہاءاللہ کو مستقل مدعی کے طور پر پیش کرتا ہوں پس آپ بتائیے کیوں وہ صادق نہیں جبکہ آپ ۲۳ سال تک مہلت پانا صادق کا نشان صحیح مانتے ہیں۔

احمدی - سنیئے میں آپ کو یہاں قریب ہی حیدرآباد دکن میں مولانا محمد عبداللہ صاحب تیماپوری کا پتہ دیتا ہوں وہ سنہ ۱۹۰۸ء سے اپنے آپ کو مامور و مرسل ربانی کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ شخص نیک انسان ہے اور مفتری علی اللہ بھی نہیں۔ اور اس مرسل ربانی نے ایک نہیں بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سے ان کی انجیل قدسیہ بہاءاللہ کی اقدس کے مقابلہ کی کتاب سمجھنی چاہیئے کیونکہ اس میں بعض احکام شریعت بھی ہیں۔ اور ان کے ہمخیال اور ماننے والے بھی اب تک موجود ہیں۔ یہ صاحب حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرتے ہیں، لیکن اپنے آپ کو حضرت مرزا صاحب سے بڑا خیال کرتے ہیں۔ اب اس شخص کا دعوے شائع شدہ بمع انجیل قدسی قریبا چالیس سال سے ہے۔

کیا آپ ان کو سچا رسول صاحب شریعت ماننے کو تیار ہیں۔ اگر بہاءاللہ قطع الوتین کی رو سے سچے مانے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تیماپوری قائم آل محمدؐ یا مہدی جا... کو سچا نہ مانا جائے۔ اور ان کی سچائی بھی حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل قرار پائے گی۔

نیم بہائی - تو کیا آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل میں جو مفتری علی اللہ کی رگ جان کاٹنے کا ذکر ہے وہ بے معنی ہے

احمدی - نعوذ باللہ وہ تو ایک سچا معیار ہے اسی طرح اسلام کی تعلیم کی رو سے کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ جو قتل ہو جائے وہ مرفوع الی اللہ ہی نہیں۔ اور میں باب کو قتل ہو جانے کی وجہ سے مرفوع الی اللہ کی ضد یعنی ... سے دور سمجھتا ہوں۔

نیم بہائی - آپ بات کو بڑھاتے جا رہے ہیں ... سوال کے اندر دوسرا سوال لے آتے ہیں، مہربانی کر کے آپ بہاءاللہ کے متعلق بتائیں کہ وہ کیوں صادق ... جبکہ وہ چالیس برس کے قریب بعد از دعویٰ زندہ رہے۔

احمدی - بات اصل یہ ہے کہ آیت قطع الوتین صرف ... لوگوں کے متعلق ہلاکت کی خبر ہے جو دیدہ دانستہ ... پر اس طرح افترا کریں کہ بات تو کہیں اپنے دل سے ... اور جان بوجھ کر اسے اللہ کی طرف سے وحی قرار ... یں۔ ایسے عیار شخص کے متعلق جو وحی و الہام کو اصطلاحی ... حقیقت سے پھیر کر محض گفتہ او گفتہ اللہ بود کا اصول ... مانے اور کہے کہ میں جو بولتا ہوں یہ اللہ ہی کا بولنا ہے ... آیت قطع الوتین کا اصول نہیں لگتا۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن مجید میں جہنم کی سزا کا وعید ہے۔ اور اس آیت ... کی زد میں دھوکہ خوردہ ملہم بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ انسانی ... دماغ کے عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ جس طرح انسان ... سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پیچھے لگا چلا جاتا ہے اسی طرح حدیث النفس کو بھی بعض لوگ کمزوری کی وجہ سے الہام اور وحی سمجھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مفتری علی اللہ نہیں ہوتے، اسلئے اس قسم کے لوگ اس آیت کی زد سے باہر ہوتے ہیں خواہ وہ پچاس نہیں سو برس بھی زندہ رہیں وہ مجنون کے حق میں ہیں، جن پر کوئی گرفت نہیں اور ایسے لوگوں کا یہ نشان ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی دنیا بھی مخالفت نہیں کرتی اور وہ ناکام چلے جاتے ہیں۔ بہاءاللہ کے متعلق وحی نبوت و رسالت کا دعویٰ کون دکھا سکتا ہے۔ وہ تو نبوت یا رسالت کا مدعی ہی نہیں۔ وہ تو وحی ولایت کا بھی دعوے نہیں رکھتا اب اس کی قطع الوتین کا سوال آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل کے ماتحت کیسے لایا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد عبداللہ تیماپوری بھی معذور ہیں جس پر ان کی تحریریں گواہ ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ شروع میں انہوں نے فرمایا کہ چونکہ مرزا صاحب میری خلافت کا فیصلہ نہیں کرسکتے تھے اسلئے خدا نے انہیں قبل از وقت یعنی ان کی مقررہ عمر پوری کرنے سے پہلے ہی بلا لیا تاکہ میری خلافت کا وہاں فیصلہ کیا جائے۔ آپ خود سمجھ لیں کہ یہ کیا بات ہوئی باایں ہمہ میں مولانا کا ادب کرتا ہوں اور ان کو نیک اور بزرگ انسان جانتا ہوں۔

نیم بہائی - بہاءاللہ نے تو وحی کا دعوٰے کیا ہے۔ اور آپ کی متعدد تحریروں میں یہ دعوٰے موجود ہے پس قطع الوتین کا اصول یہاں بھی لگے گا۔

احمدی - مگر اس کی وحی کی تعریف یہ ہے کہ جو کچھ وہ لکھتا ہے یا بولتا ہے وہ سب کچھ خدا کا بولنا ہے اور آج تک بہائی لوگ بہاءاللہ کے اس کلام میں جو غیر الہامی ہو اور اس کلام میں جو الہامی ہو کوئی فرق نہیں کرسکتے اور نہ کریں گے۔

فنا اور بقا - بہائیوں کے نزدیک انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جبکہ انسان کامل طور پر فنا کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور ایک وہ حالت ہے جبکہ انسان کو انسانیت کا احساس موجود ہوتا ہے یہ فنا ناقص ہے۔ جب انسان فناء کامل کی حالت میں بولتا یا لکھتا ہے تو الوہیت غالب ہوتی ہے اور بولنے والا خود خدا ہی ہوتا ہے اور جب انسان اپنی ہستی انسانی کا احساس رکھتا ہے تو اس وقت کا اس کا کلام اس قسم کا نہیں ہوتا جو فناء تام کی حالت کا کلام ہوتا ہے۔ اور یہ کہ بہاءاللہ کا بیشتر کلام جس میں وہ

انی انا اللہ - یا - لا الہ الا انا

کہتا ہے در اصل یہ خدا کا کلام ہے، جو اس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

اب آپ جانتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو سن لیں اس حالت کا کلام اس فنا ہونے والے کا دعوے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو معذور ہے اسلئے کہتے ہیں

قم باذنی اور انا الحق کہتے ان کی کیا مجال
شمس اور تبریز کے منہ میں زبان تو ہی تھا

اور اگر بہائی بہاءاللہ کے اس قسم کے کلمات سے اس کا دعوٰے الوہیت ثابت کرتے ہیں تو ان کی غلطی ہے مگر یہ یاد رہے، بہاءاللہ کے اس قسم کے کلمات بھی بہت عیارانہ ہیں۔ مثلاً اس کا یہ کلام

هذا كتاب نزل بالحق من لدن عزيز حكيم ينطق بانى انا المسجون فى هذا السجن العظيم. مبین ص ۲۲۳

یعنی عزیز و حکیم خدا جو کہتا ہے کہ میں اس بڑے جیلخانہ میں مقید ہوں کی طرف یہ کتاب مبین حق کیساتھ نازل ہوئی، بہاءاللہ صاحب کا وجود انسانی تو فنا تام کے مقام میں ہے۔ (جیسا کہ بہائیوں کا قول ہے) اور ذات باری کا یہ اپنا کلام ہے۔ لیکن یہ کون سمجھے کہ مقید تو انانیت تھی نہ کہ الوہیت پھر خدا نے یہ کس طرح جیلخانہ میں کہا کہ میں اس جیلخانہ میں مقید ہوں

یہ میں (انانیت) تو مرزا حسین علی نوری کی ہے جو جیلخانہ میں ہے خدا کی ذات تو نہ کبھی مقید ہوئی نہ ہوگی کیونکہ وہ لا محدود ذات ہے اسلئے یہ کلمات در اصل نفس حسین علی کے ہیں، خدا نے اس پر نازل نہیں کئے۔ مگر باایں ہمہ اسکو بہائی وحی الٰہی کہتے ہیں جس کے صاف یہ معنے ہیں کہ وہ بہاءاللہ کے ہر کلمہ کو الہام سمجھتے ہیں اور اس طرح بہاءاللہ کا کلام

قال اوحى الى ولم يوح اليه شئ

کی ذیل میں نہیں آتا اسلئے اس کو آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل کی معیار پر نہیں پرکھ سکتے۔ اور کبھی کسی مسلمان نے صوفیاء کرام کے اس قسم کے کلام کی بنا پر ۲

۲ انہیں مامور یا مرسل کبھی سمجھا ہے۔ نہ آیت لو تقول کی رو سے ان کے صدق و کذب پر بحث کی۔ پس بہاءاللہ جو غالی شیعہ ہے اس کے اس قسم کے کلام کی بنا پر اسے مامور و ملہم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ در آئمہ قابل احترام ہیں
عب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور - یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۸ شوال ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجددیت کا دعوےٰ

اللہ جلشانہ خوب جانتا ہے۔ کہ میں اپنے دعوےٰ میں صادق ہوں، نہ مفتری ہوں نہ دجال نہ کذاب اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا تعالےٰ صدی کے سر پر بھی بجائے ایک مجدد کے جو اس کی طرف سے مبعوث ہو ایک دجال کو قائم کرکے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں میں ان کا کیا علاج کروں میں اس تیمار دار کی طرح جو اپنے عزیز بیمار کے غم میں مبتلا ہوتا ہے اس ناشناس قوم کے لئے سخت اندوہگین ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا۔ اے ہادی و راہنما ان لوگوں کی آنکھیں کھول۔ اور آپ ان کو بصیرت بخش اور آپ ان کے دلوں کو سچائی اور راستی کا الہام بخش۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں خطا نہیں جائیں گی۔ کیونکہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اس کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ سچ ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے نہیں ہوں۔ اور ایک مفتری ہوں تو وہ بڑے عذاب سے مجھ کو ہلاک کرے گا۔ کیونکہ وہ مفتری کو کبھی وہ عزت نہیں دیتا۔ کہ جو صادق کو دی جاتی ہے ۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں

مسلمانوں میں تفرقہ اور فتنہ ڈالنا تو آپ ہی کا شیوہ ہے۔ یہی تو آپ کا مذہب اور طریق ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے ایک مسلمان کو کافر اور بے ایمان اور دجال قرار دیا۔ اور علماء کو دھوکے دے کر فتوے لکھوائے اور اپنے استاد نذیر حسین پر موت کے دنوں کے قریب یہ احسان کیا کہ اس کے منہ سے کلمہ تکفیر کہلوایا اور اس کی پیرانہ سالی کے تقوے پر خاک ڈالی۔ آفرین بادبریں ہمت مردانہ تو۔ نذیر حسین تو ارذل عمر میں مبتلا اور بچوں کی طرح ہوش و حواس سے فارغ تھا۔ یہ آپ ہی نے شاگردی کا حق ادا کیا کہ اس کے اخیر وقت اور لب بام ہونے کی حالت میں ایسی مکروہ سیاہی اس کے منہ پر مل دی۔ کہ اب غالباً وہ گور میں ہی اس سیاہی کو لے جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی درگاہ خالہ جی کا گھر نہیں ہے جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے اس کو وہی نتائج بھگتنے پڑیں گے جن کا ناحق کے مکفرین کے لئے اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ دے رکھا ہے۔ جو ایسا عدل دوست تھا۔ جس نے ایک چور کی سفارش کے وقت سخت ناراض ہو کر فرمایا تھا۔ کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

آئینہ کمالات اسلام

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— شیخ یوسف احمد صاحب خلف الرشید جناب شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئے اور مسلم طلباء میں ساتویں نمبر پر آئے ہیں اور ان کو سرکاری وظیفہ بھی ملا ہے اللہ تعالیٰ اس علمی ترقی کو انکی آیندہ دینی اور دنیوی ترقیات کا پیش خیمہ بنا کے آمین۔ شیخ صاحب مذکور نے اس خوشی میں مبلغ ایک روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام انجمن کو دیا ہے۔

— یہ خبر خوشی سے سُنی جائیگی کہ پرزت ہفتہ مورخہ ۱۰/۴ کو اللہ تعالیٰ نے جناب چوہدری غضنفر علی صاحب کے ہاں لڑکا عطا فرمایا ہے اس خوشی میں مولود مسعود کے برادر کلاں چوہدری غفور احمد صاحب کارکن انجمن نے مبلغ پانچ روپیہ عطیہ اشاعت [illegible] دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود کو عمر دراز [illegible] پر مقدم کرنے کی توفیق دے [illegible]

— چوہدری خال [illegible] مسعود و خو [illegible] دعا کے لئے تحریک [illegible] موصوف ابھی تک بیمار [illegible] کی خدمت میں درخواست ہے کہ [illegible] حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] فرمائے۔ آمین۔

— [illegible] پسر جناب عبدالعزیز صاحب [illegible] گارڈ بعارضہ ٹائیفائڈ ڈیڑھ ماہ سے بیمار ہے اور اب عزیز کو ڈبل نمونیہ بھی ہوگیا ہے جس سے والدین کو بہت تشویش اور پریشانی ہے، احباب سلسلہ درد دل سے بچہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔

شملہ کے چند دن!

{از جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے}

آج ان بکھرے ہوئے ایام کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جن کا تھوڑا سا وقت اللہ تعالیٰ کے دین کا پیغام پہنچانے میں صرف ہوا۔

اگست کا ایک اتوار } ماسٹر گنگا دھر صاحب سے شملہ خورد ملنے گیا۔ آپ وحدت الوجود کے مسئلے کے قائل تھے۔ مزید اپنے آپ کو دنیا میں بالکل مجبور سمجھتے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ان سے انہیں مسائل پر گفتگو ہوتی رہی، میں نے انہیں یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ کائنات گو مصور کا شاہکار ہے، لیکن اسکو مصور سمجھ لینا غلطی ہے۔ دوسرے مسئلے پر میں نے کہا کہ انسان اپنے آپ کو خدا دیکھنا چاہتا ہے۔ اور خدا کے مقابل پر بھی وہ اپنے آپ کو مجبور و لاچار سمجھتا ہے۔ یہ حسد کا جذبہ ہی اس کی عملی قوتوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔

اسی دن ایک غیر احمدی دوست سے ملاقات ہوئی۔ آپ ایم اے ہسٹری میں ہیں۔ ان سے اور ان کے ایک اور دوست سے کوئی دو تین گھنٹہ تک احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ ان کے کوئی اور دوست بھی احمدی تھے۔ اور دو تین سال ہوئے کہ وہ انہیں ہمارا لٹریچر دیا کرتے تھے۔ اور جب میں نے بھی انہی مسائل پر گفتگو کی تو احمدیت کے اثرات ان پر غالب ہو گئے۔ خدا کرے کہ وہ جلد حق کو شناخت کر لیں۔

ہمیں ہر وقت خدا کا پیغام پہنچانے کی کوشش میں لگا رہنا چاہیئے۔ اس کا اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ آیندہ کے لئے ہم سے نہ سہی کسی اور خدا کے بندے سے لوگ دین کے زیادہ نزدیک آ جاتے ہیں۔ مجھے اس کا شدت سے احساس ہوا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور سے اس پر مزید روشنی پڑے گی۔

اگست کی ایک شام } وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرے ایک دوست محمد محسن نے مسز پیرسن —————— سے تعارف کرایا۔ میں نے ان سے اسلام کے متعلق گفتگو کی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کی دو کتابیں انہیں پڑھنے کے لئے دیں۔ کہنے لگیں لنڈن میں ایک دفعہ ہائیڈ پارک میں ووکنگ والے لیکچر دینے کے لئے آئے تھے، میری ایک سہیلی نے سننے کے لئے کہا بھی لیکن میں نے کوئی توجہ نہ دی۔ انہوں نے ووکنگ کا صرف نام سنا ہوا تھا۔ لیکن خواجہ صاحب کی کتابوں سے، وہ یاد پھر تازہ ہو گئی اور گفتگو میں بڑی دلچسپی لینے لگیں، ان کے ساتھ مس موریٹل کو بھی انگریزی میں "اسلام اور غیر مذاہب" خواجہ صاحب کی کتاب دی۔ لیکن بعد میں مسز پیرسن نے بتایا کہ اس کے والد نے کتاب خود پڑھ کر اپنی لڑکی کو پڑھنے سے منع کر دیا۔ مسز پیرسن کا خاوند فری میسنٹ ہے، شاید اس سے بھی کبھی گفتگو کا موقعہ ملے۔ اس گفتگو کے دوران میں ایک اور خاتون سے گفتگو شروع ہو چکی تھی۔ وہ کئی دفعہ ووکنگ جا چکی تھیں۔ اور غالباً خواجہ کمال الدین مرحوم کو جانتی تھیں، گو ان کی شادی مسلمان گھرانے میں ہوئی تھی، لیکن وہ ابھی تک عیسائی تھیں اور مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ان کی اولاد بھی عیسائی ہے، شاید اسی لئے قرآن نے مشرک عورتوں سے شادی کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ یا اہل کتاب سے شادی کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

اپنے ایک اور عزیز مسٹر مقبول سے جو غیر احمدی ہیں کئی مرتبہ احمدیت کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ ملا انہیں حضرت صاحبؑ کی "اسلامی اصول کی فلاسفی" پڑھنے کے لئے دی جسے انہوں نے بہت پسند کیا۔ اسی طرح اور مختلف ٹریکٹ دیئے۔ جس سے وہ احمدیت میں اچھی خاصی دلچسپی لینے لگ ہیں۔

ایک اور غیر احمدی دوست سے اخلاقیات پر اکثر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ اب وہ کچھ کچھ اسلام سے دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔ مغربی تہذیب کی حقیقت آشکار کرنے کے لئے اور اس سے نفرت دلانے کے لئے مختلف عقلی دلائل دیتے گئے اور اب ان میں اپنے موجودہ مغربی ماحول کے خلاف ردعمل شروع ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعید نوجوان کو ہدایت دے۔

اور اس عرصہ میں اپنے قادیانی دوستوں سے بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ قادیانیوں سے گفتگو کرتے وقت مجھے دولت عباسیہ کا زمانہ یاد آ جاتا ہے۔ یا متکلمین کی وہ بحثیں جنہوں نے مسلمانوں کو عملی دنیا سے بہت دور کر دیا تھا۔ عقائد کی موشگافیاں ہر روز نئے فرقے پیدا کرتی چلی گئیں۔ بات بات پر حد کفر و اسلام مقرر ہو جاتی تھی۔ مناظروں کے اس بے جا شوق نے مسلمانوں کی ذہنیت پر بہت برا اثر ڈالا۔ احمدی جماعت نے (میرا مطلب دونوں جماعتوں سے ہے) نے مناظروں کو اتنی اہمیت دے دی ہے کہ وہ احمدیت کی اصل روح کو بھولتے جا رہے ہیں۔ اور بقول حضرت امیر قادیانی جماعت تو رات دن نبوت کے حوالوں کی تلاش میں لگی رہتی ہے۔ شاید علامہ اقبال نے انہی حالات کا جائزہ لیکر احمدیت کے خلاف یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو زندگی سے گریز سکھاتی ہے۔ میرے خیال میں اب ایسی نکمی بحثوں کو ختم کر دینے کا وقت آ گیا ہے۔ ورنہ آیندہ نسلوں میں جو اس کا ردعمل ہوگا اس کے ہم ذمہ دار ہوں گے۔ ان مناظروں۔ بحثوں کا دور ختم ہونے کے بعد مذہب سے نفرت اور بیزاری بہت بڑھ جاتی ہے۔

خیر میں اپنے قادیانی دوستوں کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا مرزا عبداللطیف صاحب زعیم مجلس خدام الاحمدیہ نے مجھے اپنی دو تین مجلسوں میں تقریر کرنے کی بھی اجازت دی۔ پہلی تقریر میں میں نے حضرت مسیح موعود کے اس لائحہ عمل کو پیش کیا جو مسلمانوں کی مشکلات کا واحد حل ہے۔ انہوں نے اس عقلی اور سائینٹیفک دور میں۔ مذہب کے بیزار طبیعتوں کی کس طرح سے تسلی کرنے کی کوشش کی۔ دوسری تقریر میں ان نظریات کا ذکر کیا جو مغربی دنیا میں آج مذہب اور خدا کے متعلق قائم ہیں۔ چونکہ وقت کم تھا اس لئے اسی دن ان کی تردید نہ کر سکا۔ بلکہ اپنے قادیانی دوستوں کو کہا کہ اگر وہ مجھے کبھی اور وقت دیں گے تو میں حضرت مسیح موعود نے جو ان مسائل کا حل پیش کیا ہے اس پر گفتگو کرونگا۔ تیسری تقریر میں حضرت صاحب کے اس احسان کا ذکر کیا جو انہوں نے علمی طور پر مسلمانوں پر کیا ہے اور اپنی دوسری تقریر کے چند اعتراضات کا جواب بھی دیا جو دہریت کی طرف سے مذہب پر کئے گئے تھے۔ ان تقریروں کی اجازت کیلئے میں انجمن احمدیہ شملہ کا عموماً اور مرزا عبداللطیف صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ستمبر کی ایک شام مرزا صاحب موصوف فرقان کا تازہ پرچہ لیکر خوش خوش آئے۔ نبوت کے متعلق شہادتیں پیش کیں۔ اکثر حضرات کو تو استعارا اور مجاز کا کبھی وہم بھی نہیں ہوا تھا۔ ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سب اسی پر زور دے رہے ہیں۔ سوال تو یہ تھا کیا حضرت صاحب ممدوح نے ۱۹۰۰ء میں اپنے عقیدے میں، تعریف نبوت میں یا مفہوم نبوت میں تبدیلی کی جس کا ثبوت ہمیں واضح طور پر کسی شہادت سے نہیں ملتا۔

پھر لطف یہ کہ ایک دو شہادتوں میں حضرت صاحب کو اس وقت نبی تسلیم کیا گیا ہے جب حضرت صاحب مدعی ... پر لعنتیں بھیجتے تھے منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی فرماتے ہیں:۔

"میں نے اشتہار بیعت کے دوسرے دن بیعت کی تھی"۔ غالباً اشتہار بیعت کی تاریخ ۱۸۸۸ء ہے استعارہ اور مجاز کا رنگ میرے اہمہ میں بھی نہیں آیا تھا۔ مجازی، بروزی، ظلی، مستقل، غیر مستقل حضرت صاحب کے اپنے اصطلاحات جہلا اور سفہا، کے سمجھانے کے لئے تھیں" مجھے تعجب ہے کہ حضرت صاحب نعوذ باللہ اس عرصہ میں خود جاہل بن کر کیوں مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ اور سنئے:۔

"ورنہ آپ دراصل اور حقیقی نبی تھے اور یہ شرف آپ نے رسول صلعم کی پیروی سے حاصل کیا تھا"۔ یہیں تک بس نہیں ایک صاحب سے حضرت صاحب کی بحث ہوئی تو فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کہا۔ "مجھ پر وحی نبوت نازل ہوتی ہے۔ وہ رسالہ مطبوعہ دستیاب نہیں ہوا"

حضرت کو اشتہار بیعت کے وقت بقول قادیانی حضرات مفہوم نبوت کی سمجھ نہیں تھی۔ لیکن اس شہادت کا آخری فقرہ ملاحظہ فرمائیں۔

"بہرحال میرا ایمان کامل آپ کے حقیقی معنوں میں نبی اور رسول ہونے کا **بیعت کرنے سے بھی پہلے کا تھا**" (فرقان ستمبر ۱۹۴۲ء)

یعنی اشتہار بیعت سے بھی بہت پہلے منشی صاحب حضرت اقدس کو نبی تسلیم کرتے تھے **بہت پہلے** کے الفاظ قابل غور ہیں۔

رمضان کا مہینہ اپنے ساتھ کئی برکات لایا۔ صبح کی نماز کے بعد میں نے گھر میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اس عرصہ میں سب سے زیادہ توجہ اپنے نفس پر رہی۔ پہلے کسی بیکار عادت کے خلاف احساس ہوتا ہے پھر بھی احساس شدید ہوکر اس عادت کے خلاف جلد جلد

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۴ شوال ۱۳۶۱ھ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۲

مولوی مودودی صاحب اور مسئلہ جہاد

ایک بزرگ کے اعتراضات اور انکا غیر معقول جواب

مولوی مودودی صاحب اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں "وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین للہ فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظالمین (رکوع ۲۴) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ باز آجانے سے مراد کافروں کا اپنے کفر و شرک سے باز آجانا نہیں بلکہ فتنہ سے باز آجانا ہے۔ کافر، مشرک، دہریے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنا جو عقیدہ رکھتا ہے رکھے اور جس کی چاہے عبادت کرے یا کسی کی نہ کرے۔ اس گمراہی سے اس کو نکالنے کے لئے ہم اسے فہمائش اور نصیحت کریں گے مگر اس سے لڑیں گے نہیں لیکن اسے یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کے قانون کے بجائے اپنے باطل قوانین جاری کرے اور خدا کے بندوں کو غیر از خدا کسی کا بندہ بنائے۔ یہ فتنہ بزور شمشیر مٹایا جائے گا اور مومن کی تلوار اس وقت تک نیام میں نہ جائے گی جب تک کفار اپنی اس روش سے باز نہ آجائیں۔"

مولوی صاحب کی اس انوکھی تفسیر کو دیکھ کر کسی صاحب علم بزرگ نے انہیں لکھا:-

(الف) "اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام جو امن اور سلامتی کا حامی اور مؤید ہے، دوسروں کے مذہب میں مداخلت اور اس بناء پر لڑائی روا رکھتا ہے حالانکہ یہ امر لا اکراہ فی الدین کے مخالف ہے۔"

(ب) "مخالفین کو اپنے اپنے مذہب اور عقائد پر قائم رہنے کی آزادی لکم دینکم ولی دین سے بھی ظاہر ہے۔ جو کوئی اپنے عقائد میں آزاد ہوگا اسے ان کی اشاعت اور تبلیغ میں بھی آزادی ہونی چاہیئے کیونکہ وہ انہی عقائد کو برحق سمجھتا ہے۔ قرآنی مفہوم سے اسی آزادی کا پتہ چلتا ہے، اور باہمی مناظرات کا ثبوت بھی ملتا ہے، مثلاً لا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن۔ غیر مذاہب کے عبادت خانے اور طریق عبادت اسلامی مداخلت سے محفوظ رہے ہیں، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں اہل کتاب کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی ملازمت اختیار کی، جس کا عقیدہ اور عمل مشرکانہ تھا، ہاں طور پر امن کیساتھ تبلیغ کرتے رہے جیسا کہ یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القهار سے ظا

اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے خیالات اور عقائد کی اشاعت کا حق پہنچتا ہے۔

(ج) زیر خط عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمان کہیں بھی مخلوط آبادی میں امن سے زندگی نہیں گذار سکتے غیر مسلم تمدنی اور معاشرتی امور میں بھی کیوں ان کے ساتھ تعاون باہمی اور رواداری سے کام لیں جبکہ ان کا سیاسی اور اساسی عقیدہ ہی سد راہ ہو؟ ایسے مسلمان گو ترکی اور ایران میں بھی آباد ہوں تو بقول آپ کے وہاں بھی انہیں علم جہاد بلند کرنا ہوگا کیونکہ ان ممالک میں حدود اور قوانین اسلامی نافذ نہیں۔ اس زمانہ میں عالمگیر سیاست اس نہج پر مدون ہے کہ کوئی جماعت غیر معروف طریقوں سے غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و تعامل باہمی سے کام نہیں لے سکتی کیونکہ آپ کا فرمودہ استدلال کسی اشتراک عمل کے مانع ہوگا۔ اگر اسلامی جماعت اپنے عقائد کی اشاعت کا حق رکھتی ہے، تو اسے غیر مسلموں کو بھی خصوصاً جبکہ وہ حکمران ہوں وہی حق دینا ہوگا۔ ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔ رسول اکرم صلعم نے مدینہ منورہ کے اہل کتاب کے ساتھ جو تعامل باہمی کے معاہدے کئے تھے کیا وہ معاہدے ایسی شرائط پر مبنی تھے؟ مکی زندگی کے ابتدائی مراحل آپ کے استدلال کے مؤید نہیں۔ بالفاظ دیگر ایسی جماعت کا وجود کسی غیر مسلم حکومت کے لئے کھلا چیلنج ہے کہ جونہی اسے قوت ملی وہ اس کے قوانین اور اس کے نظام حکومت کو مٹانے کے لئے تلوار ہاتھ میں لے لے گی۔ کون اس کو برداشت کرے گا؟"

اس کا جواب دیتے ہوئے مولوی مودودی صاحب ترجمان القرآن ستمبر میں لکھتے ہیں:-

"ہمارے وجود کو ہر غیر اسلامی حکومت کے لئے کھلا چیلنج ہونا چاہیئے، کوئی اس کو برداشت کرے یا نہ کرے غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و تعامل ہو سکے یا نہ ہو سکے بہرحال اگر ہم اپنے ایمان میں صادق ہیں تو ہمارا کام یہی ہے کہ جہاں بھی خدا کا قانون شرعی نافذ نہیں ہے وہاں اس کے نفاذ کے لئے علم جہاد بلند کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رہا لا اکراہ فی الدین تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسلام اپنے عقائد زبردستی کسی سے نہیں منواتا کیونکہ یہ منوانے کی چیز نہیں ہے اسی طرح وہ اپنی عبادات بھی جن کا لازمی تعلق ان کے عقائد سے ہے زبردستی کسی پر مسلط نہیں کرتا کیونکہ ایمان صحیح کے بغیر وہ بے معنی ہو جاتی ہے ان دونوں امور میں وہ ہر ایک کو آزادی دینے کے لئے تیار ہے لیکن وہ اسکے لئے تیار نہیں ہے کہ قوانین تمدن جن پر اسٹیٹ کا نظام قائم ہوتا ہے خدا کے سوا کسی اور کے بنائے ہوئے ہوں اور خدا کے باغی ان کو نافذ کریں اس معاملہ میں بہرحال ایک فریق کو دوسرے فریق کے مذہب میں مداخلت کرنی پڑے گی۔"

مودودی صاحب نے ان مذکورہ بالا اعتراضات کا جواب قرآن مجید حدیث اور حضرت رسول کریم کے زمانہ کے واقعات سے نہیں دیا بلکہ محض اپنے تخیل سے جہاد بالسیف کے جواز میں چند ایک گرم اور پرجوش فقرات لکھ دیئے ہیں اور اخیر میں لا اکراہ فی الدین کی تشریح کرتے ہوئے وہ فقرات لکھے ہیں جو ہم نے اوپر درج کئے ہیں اور ان فقرات میں تضاد پیدا کیا ہے اور مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے پہلے فرماتے ہیں کہ اسلام اپنے عقائد زبردستی نہیں منواتا اور اسی پیرایہ میں لکھتے ہیں کہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے مذہب میں مداخلت کرنی ہی پڑیگی اور یہ سب کچھ انہیں اس لئے کرنا پڑا ہے کیونکہ انہوں نے آیت وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة کی تشریح اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں کی اسی لئے انہیں اپنے دلائل کی تقویت کیلئے قرآن مجید اور حدیث سے دلائل نہیں مل سکے حالانکہ وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة سے مراد صرف یہ ہے کہ ان سے جنگ کرو یہانتک کہ مسلمانوں کو دین کی وجہ سے دکھ نہ دیا جائے، معلوم نہیں مودودی صاحب نے یہ نتیجہ کہاں سے نکالا ہے کہ کافر اور مشرک کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کے قانون کی بجائے اپنے باطل قوانین جاری کرے یہ فتنہ بزور شمشیر مٹایا جائیگا لیکن ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب خدا کی زمین پر کافر اور مشرک کو عقائد فاسدہ اور عبادات باطلہ کا حق کیوں دیتے ہیں آخر وہ قوانین تمدن جن پر کفار کا اسٹیٹ کا نظام قائم ہوتا ہے وہ بھی انہیں عقائد فاسدہ کا نتیجہ ہوتے ہیں مودودی صاحب اگر درخت کو کاٹنا روا سمجھتے ہیں تو پھر جڑ کو کاٹنا کیوں درست نہیں سمجھتے حقیقت یہی ہے کہ مودودی صاحب کا نظریہ جہاد بالکل تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول کے خلاف ہے اسلامی جنگ کی غرض دنیا میں محض مذہبی آزادی کا قائم کرنا ہے ورنہ اسلام کو اپنے قوانین کے نفاذ کیلئے خواہ وہ قوانین کسی نوعیت کے ہوں کسی تیر و تفنگ کی ضرورت نہیں اسلام کے اصولوں میں خود اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ اپنی صداقت اور افادیت سے دنیا پر غالب آسکتا ہے جب لوگ اسلام قبول کر لیں گے تو خود بخود اسلامی قوانین تمدن پر اپنی سٹیٹ کی بنیاد بھی رکھ لیں گے اور وہ فتنہ بھی نہ رہیگا جو اسلام کے راستہ میں روک ہے جو مذہبی آزادی کو کچلتے ہوئے اسلام کو پھیلنے نہیں دیتا جیسا کہ ابن عمر سے بخاری میں روایت ہے کان الاسلام قلیلا فکان الرجل یفتن فی دینه اما قتلوه واما یعذبوه حتی کثر الاسلام فلم تکن فتنة اسلام حالت غربت میں تھا اس وقت ایک شخص کو اسکے دین کی وجہ سے دکھ دیا جاتا تھا یا اسکو قتل کر دیتے یا عذاب دیتے یہانتک کہ اسلام بڑھ گیا پھر فتنہ نہ رہا۔ چنانچہ اسلام کی ہر ایک جنگ اور صلح صرف اس مقصد کیلئے ہے کہ دنیا سے مذہبی آزادی کچلنے کا فتنہ دور ہو اسکے علاوہ جس طریق سے مودودی صاحب جہاد بالسیف کا جواز نکالتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کیخلاف ہے اگر ایسا نہیں تو مودودی صاحب کو ان اعتراضات کا جواب قرآن و حدیث اور اسوہ رسول سے دینا چاہیئے اور انہیں ثابت کرنا چاہیئے کہ انکا نظریہ درست ہے ورنہ اپنے نظریہ کو وحی الٰہی سمجھنا کوئی اچھی بات نہیں۔

ضرورت نہیں جس سے مسلمانوں کی اصلاح ہو بلکہ ہے مودودی صاحب اس بزرگ مذکور کے اعتراضات کا جواب قرآن و حدیث سے دینگے اور دلائل کی تقویت کے لئے رسول کریم کی زندگی سے

شذرات

{از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدرآباد دکن}

روسیوں کی بہادری و استقلال

روسی متعدد و مدافعات مشکلات کے باوجود نہایت بہادری و جانفروشی سے اپنے ملک کی مدافعت کر رہے ہیں، بالخصوص سٹالن گراڈ پر انہوں نے قربانی و استقلال کا جو مظاہرہ کیا ہے اس نے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ دوستوں کے علاوہ دشمن بھی ان کی بہادری و استقلال کا اعتراف کرتے ہیں۔ صدر امریکہ مسٹر روزویلٹ کے خاص ایلچی مسٹر وِنڈل وِلکی چند روز قبل روس گئے تھے وہاں انہوں نے ذمہ دار ارکان سلطنت سے ملاقات کے علاوہ محاذ جنگ و بعض دیگر مقامات کا دورہ بھی کیا۔ ان کے مشاہدات و تاثرات کا خلاصہ خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:-

"اسلحہ کے کارخانوں میں آٹھ سے دس سال کے بچوں کے ساتھ کئی لاکھ عورتیں کام کر رہی ہیں۔ ہر تنومند آدمی فوج میں ہے یا کارخانوں میں زیادہ سے زیادہ کام کر رہا ہے۔ نازیوں سے جنگ میں روسیوں کے پچاس لاکھ سپاہیوں کا نقصان ہوا جن میں ہلاک زخمی، لاپتہ سب شامل ہیں۔ جرمنوں کے مقبوضہ روسی علاقہ میں تقریباً چھ کروڑ روسی ہیں اس موسم سرما میں اغذیا کی کمی ہو جائے گی۔ کئی لاکھ گھروں میں ایندھن نہ ہوگا اور کپڑے کی کمی محسوس ہوگی۔"

اس قدر شدید نقصانات، مشکلات اور آنیوالی صبر آزما نکالیف کے باوجود روسیوں کے جذبات و عزائم کی کیا کیفیت ہے؟ اس کا جواب مسٹر وِنڈل وِلکی نے یہ دیا کہ:-

"روسیوں کی اپنی فتح کے اعتماد میں اب تک کوئی کمی واقع نہیں ہوئی"

ان لوگوں کے طرز حکومت، عقائد اور گذشتہ اعمال سے کسی کو خواہ کس قدر اختلاف کیوں نہ ہو۔ مگر اس وقت ان کے پیش نظر ایک اچھا اور شریفانہ مقصد یعنی اپنے ملک و آزادی کا تحفظ ہے۔ اس لحاظ سے ہر ایک انصاف پسند شخص ان کی تعریف کرے گا۔

لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے سامنے تو اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ، بلند اور مقدس مقصد ہے۔ تمام وابستگان سلسلہ کو ذرا ایمانداری اور ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے، کہ بہادر روسیوں نے اپنے ملک کے لئے جس قدر ایثار و قربانی کی ہے، ہم اپنے وسائل کے مطابق اس سے زیادہ نہیں کم از کم اسی قدر ایثار و قربانی اپنے دین کے لئے کر سکتے ہیں؟ مقاصد جس قدر زیادہ بلند ہوں اُن کے لئے اسی قدر زیادہ قربانیوں اور کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر ہمارے سامنے دنیا کا بلند ترین مقصد ہے، تو حسب ضرورت زیادہ سے زیادہ قربانیوں کے لئے بھی . . . . ہمیں تیار رہنا چاہیئے۔

قادیانی اصحاب سے ایک سوال؟

آجکل جناب میاں محمود احمد صاحب کی انجمن کے "صیغہ تالیف و تصنیف" کے زیر اہتمام "ذکر حبیب" کے عنوان سے قادیانی بزرگوں کی روایات فراہم و شائع کی جا رہی ہیں۔ سید محمود عالم صاحب کی روایت ہے ۲۹ ملاحظہ ہو:-

"لاہور میں چند لوگ حضور کے سامنے آئے اور اسلام کا سوال پوچھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے نہ کسی کو کافر کہا اور نہ کافر بنایا ہے۔ وہ اپنے کردار و افعال سے کافر بن گئے اور مومن کو کافر کہہ کر کفر خود ان پر لوٹ پڑا اور دوسرے ان کے ساتھ ہو گئے۔ آپ دوسروں سے کفر کا فتوے دینے والوں کے خلاف کفر کا فتوے شائع کرا دیں انہیں مومن مان لوں گا (الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۴۲ء)

اس "روایت" کی نوعیت و حیثیت سے قطع نظر ہم قادیانی دوستوں سے صرف اس قدر پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ اس روایت سے اپنے خلیفہ صاحب کے مندرجہ ذیل ارشادات کی کوئی مطابقت دکھا سکتے ہیں؟

"ہر ایک ایسا شخص جو . . . . . مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ (کلمۃ الفصل مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز صلا)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں" (انوار الخلافت ص۹۰)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں" (آئینہ صداقت ص۳۵)

"پس نہ صرف اس کو جو آپ (حضرت مسیح موعود) کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے" (رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء)

جواب بالکل صاف، واضح اور ایچ پیچ سے بغیر ہونا چاہیئے۔

مولوی عبد الباسط صاحب حیدرآباد دکن

حیدرآباد دکن میں ہماری جماعت کے باقاعدہ قیام کو صرف چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ اسکے ممبروں کی تعداد بھی تھوڑی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس قلیل تعداد میں ایسی ایسی قابل قدر ہستیاں موجود ہیں جن کے مقابلہ میں نمائش کرنے والے دکھاوے کی کثرت کوئی چیز نہیں۔ بالخصوص جماعت کے صدر صاحب مولانا عبد الرزاق صاحب کا وجود محترم بہت باعث برکت ہے۔ آپ نہایت متقی، دیندار اور اسلام و سلسلہ عالیہ کی خدمت کا سچا جوش رکھنے والے بزرگ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے اور اکثر افراد خاندان بھی اسی رنگ میں رنگین ہیں اس وقت آپ کے ایک لائق صاحبزادے مولوی عبد الباسط صاحب انجنیئر کا ذکر خصوصیت سے کرنا چاہتے ہیں۔

مولوی عبد الباسط صاحب ایک نہایت صالح نوجوان، اور اپنی دینداری، جذبۂ اسلامی، بے نظیر کیرکٹر، حسن اخلاق پسندیدہ اطوار، اطاعت والدین اور اعلےٰ قابلیت، کے لحاظ سے واقعی نوجوانان جماعت کے لئے ایک احسن و قابل تقلید نمونہ ہیں۔ دینی کاموں میں نہایت شوق اور انکسار سے حصہ لیتے ہیں۔ چند ماہ قبل ان کی تنخواہ میں اضافہ ہوا تو انہوں نے بلاتحریک اپنا چندہ ماہوار ڈیوڑھا کر دیا۔ احباب جماعت ان کی مزید دینی و دنیوی ترقیوں کے لئے دعا کریں۔ یہ محض فضل خداوندی اور جناب مولانا عبد الرزاق صاحب کے حسن عمل کا پھل ہے کہ انہیں ایسی صالح اولاد عطا ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے خادم دین خاندان کو فروغ دے اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

ان سطور کا مقصد ایک اچھی اور قابل تقلید مثال قوم کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اگر جماعت کے بزرگ تربیت اولاد کی طرف پوری توجہ دیں تو ان کی اولاد انشاء اللہ اسی طرح صالح اور خادم دین بن سکتی ہے اور اگر ہمارے تمام نوجوان اچھے اطوار و اخلاق اور اعلیٰ قابلیت پیدا کریں اور خدمت دین کو اپنا شعار بنائیں تو وہ مولوی عبد الباسط صاحب ہی کی طرح کامیاب، مفید اور ہر دلعزیز ہو سکتے ہیں بزرگوں اور نوجوانوں کی ان مشترکہ مساعی و عمل صحیح کا نتیجہ سلسلہ عالیہ کی شاندار ترقی و نیک نامی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

تعلیمی امداد میں مسلمانوں کی حق تلفی

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہت زبون ہے۔ برادران وطن کے غلبہ و تعصب کے علاوہ اس کی ایک بہت بڑی وجہ حکومت کا عدم احساس و بے انصافی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی پر جس طرح آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور مسلمانوں کے حقوق جس بیدردی سے پامال کئے جا رہے ہیں، اس کی کیفیت اخبار بین حضرات کو بخوبی معلوم ہے۔ افسوس اس بارہ میں ہمارے صوبے کے محکمہ تعلیم کی حالت بھی یونیورسٹی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

پنجاب کے پرائیویٹ سکولوں کو حکومت کی طرف سے جو نقد امداد (گرانٹ ایڈ) ملتی ہے اس کے گذشتہ چند سال کے اعداد و شمار ہمارے سامنے ہیں جن کی رو سے اس امداد کی تقسیم کا فرقہ وارانہ تناسب حسب ذیل ہے۔

ہندو ۳۵ فیصدی، سکھ ۲ فیصدی اور مسلمان صرف ۲۱ فیصدی۔

گویا مسلمانوں کو صوبہ کی تمام قابل ذکر اقوام میں سب سے کم امداد مل رہی ہے۔ حالانکہ اکثریت اور تعلیم میں پسماندہ ہونے کی وجہ سے وہ کم از کم ستر، اسی فیصدی امداد کے مستحق ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مدارس کی تعداد کم ہے اور سرمایہ دار ہندو، سکھ، عیسائیوں کی درسگاہیں زیادہ ہیں اسلئے مسلمانوں کے حصے میں زر امداد

(باقی بر صفحہ ۱۲)

"درد صاحب" کی پیش کردہ "علمی غلطیوں" کی حقیقت

اور

دوستوں کے لئے درسِ عبرت

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

درد صاحب کے ناجائز حملے

ایک بزرگ نے الفضل مجریہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۲ء کے ایک مضمون کی نسبت مجھے توجہ دلائی جو عبدالرحیم درد صاحب کا ہے۔ اور "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نسب کے متعلق کتاب مجدد اعظم میں علمی غلطیاں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مجھے عنوان پڑھکر اس بات سے تو تعجب نہیں ہوا کہ کتاب "مجدد اعظم" میں کوئی غلطی بھی ہیں۔ خدا کی کتاب کے سوا اور کس کتاب کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس میں غلطیاں نہیں ہیں۔ انسان خدا کی طرح قدوس تو نہیں کہ اس سے کوئی غلطی ہی نہ ہو سکے۔ البتہ حیرانی یہ ہوئی کہ میں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایرانی النسل ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اسی سلسلہ میں دسمبر ۱۹۳۴ء کے اردو ریویو آف ریلیجنز میں عبدالرحیم درد صاحب کے شائع شدہ مضمون سے جو اس تحقیقات پر مشتمل تھا جو انہوں نے تیمور اور مغلین قوم کے ایرانی الاصل ہونے کے بارے میں قیام لندن کے زمانہ میں کی تھی بعض اقتباسات لیکر مجدد اعظم میں درج کئے تھے، اور میں نے فٹ نوٹ میں اس کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ ان اقتباسات میں موسومہ علمی غلطیوں سے مجھے یہ وہم ہوا کہ مبادا میں نے ایسے حوالے درج کر دیئے ہوں جن سے آپ ایرانی النسل ثابت نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس نتائج نکلتے ہوں۔ یا حوالے غلط درج کر دیئے ہوں۔ یا خدا جانے کیا ہوا جو اس آب و تاب سے الفضل میں ایسے مبالغہ آمیز عنوان کے ساتھ ان "علمی غلطیوں" کو افشا کیا گیا۔ مضمون کے اندر میری دیانتداری پر بھی حملہ کیا گیا اور میری بے علمی پر بھی آوازے کسے گئے مگر مجھے تو کبھی بھی عالم فاضل ہونے کا دعوے نہیں ہوا اور نہ اب ہے۔ جو کچھ بھی تھوڑی بہت خدمت دین میرے ہاتھوں سرزد ہوئی ہے۔ میں اسے محض فضل ربی اور فیضان احمدی سمجھتا ہوں جو میرے مرشد حضرت مسیح موعود کی وساطت سے مجھ جیسے گنہگار اور ہیچمدان کو پہنچتا رہتا ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ رہ گئی میری دیانتداری۔ سو میں بڑا عاجز اور گنہگار انسان ہوں لیکن اس معاملہ میں میری دیانتداری اور معترضین کی دیانتداری کی اصل حقیقت تو اس دن کھلیگی جو یوم تبلی السرائر کا مصداق ہوگا جس دن سب پردے اٹھ کر دلوں کی نیتیں اور ارادے تک ظاہر ہو جائیں گے لیکن ان دیانتداریوں کی تھوڑی سی کیفیت ان اعتراضوں پر نظر ڈالنے سے بھی پتہ لگ جاتی ہے جن سے "علمی غلطیوں" کے عنوان سے الفضل کے اوراق کو مزین کیا گیا ہے۔

پہلی غلطی تلفظ کا اختلاف

(۱) میری پہلی علمی غلطی یہ بتائی گئی ہے کہ میں نے ایک انگریز مصنف کے نام کا تلفظ اردو میں غلط لکھدیا۔ ان کا نام ہے **Erskine**۔ میں نے اسے اردو میں لکھا ارسکن۔ درد صاحب کے نزدیک اس کا صحیح تلفظ ہے **ارسکائن**۔ اب ہر ایک انگریزی دان جانتا ہے کہ انگریزی میں جن الفاظ کے پیچھے **ine** آتا ہے تو اس کا تلفظ تین طرح ہوتا ہے۔ آئن جیسے **Confine**۔ اِن جیسے **ravine**۔ اِن جیسے **Famine** سب فیمن بولتے ہیں فیمائن نہیں کہتے۔ تو **Erskine** کا تین طرح تلفظ ہو سکتا ہے۔ ارسکائن۔ ارسکین۔ ارسکن۔ انگریزی میں بالخصوص نام اس قدر بے معنی اور ان کا تلفظ اس قدر مختلف ہوتا ہے کہ جب تک خود وہ شخص جس کا نام ہے خود ہی نہ بتلائے کہ میرے نام کے ہجے کیا اور تلفظ کیا ہے پتہ ہی نہیں لگتا کہ کس طرح لکھیں اس طرح بلائیں۔ گورنر مدراس **Erskine** تھا لوگ عام طور پر لارڈ ارسکن ہی کہتے رہے۔ ممکن ہے تلفظ ارسکائن ہی ہو یا ارسکن ہی صحیح ہو۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے سوائے اس کے کہ خود اسی نام والے ہی سے پوچھا جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ درد صاحب کو اس سے ذاتی واقفیت ہو اور اس کو ارسکائن کے تلفظ سے بلاتے سنا ہو۔ لیکن اس اختلاف تلفظ کا نام کیا کوئی صاحب انصاف علمی غلطی رکھ سکتا ہے؟ لیکن جب محض پروپاگنڈا کرنا مقصود ہو تو پھر یہ اختلاف تلفظ کو ہی علمی غلطی کا قائم مقام نہ بنالیں تو اور کیا کریں۔

دوسری غلطی ریویو کے کاتب کی

میری دوسری علمی غلطی یہ بتائی گئی ہے کہ میں نے ایک یورپین مصنف کو جس کا اصلی نام **گب** تھا اردو میں گبل لکھدیا۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور جب دسمبر ۱۹۳۴ء کے اردو ریویو آف ریلیجنز میں چار جگہ یہی نام انگریزی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ صفحہ ۳۱ پر ایک جگہ صفحہ ۳۴ پر دو جگہ صفحہ ۳۵ پر ایک جگہ۔ اور چاروں جگہ انگریزی میں گبل ہی لکھا ہوا ہے۔ اس طرح لکھا ہے **Gibble** اگر ایک جگہ کاتب نے غلطی کی تھی تو باقی تین جگہ کیا ہوگیا۔ درد صاحب کا بیان ہے وہ انگلستان میں تھے اسلئے مضمون کی کاپی خود نہیں پڑھ سکے لیکن ریویو آف ریلیجنز کا فاضل ایڈیٹر تو سر پر موجود تھا۔ انہوں نے کاپی پڑھی ہوگی۔ اگر وہ اسے غلطی سمجھتے تو ایسے صریح غلط ہجے کو وہ کیوں رہنے دیتے۔ اگر ایک جگہ یہ غلطی ہوتی تو کہہ سکتے تھے کہ نظر سے اوجھل رہ گئی۔ لیکن یہ کیا کہ چار جگہ وہی غلطی ہو اور ایڈیٹر صاحب نے ذرا بھی توجہ نہیں فرمائی۔ [illegible] مجھ پر خفا ہیں کہ تم نے اس کے پہلے حروف مقطعات **H.A.R.** کیوں نہ لکھے۔ لیکن انہوں [illegible] کی تین جگہ پر یہ حروف تحریر نہیں فرمائے [illegible] میں نے حوالہ لیا ہے وہاں فقط [illegible] درد صاحب اس کو یورپین مستشرقین [illegible] علمی کمالات بتاتے ہیں۔ سو مجھے تو اعتراف ہے کہ یورپین مستشرقین کی [illegible]۔ اور نہ میں نے ان کے متعلق کوئی [illegible] پڑھی ہے جس سے مجھے تمام یورپین [illegible] ناموں سے واقفیت ہو جائے۔ [illegible] صاحب کے مضمون کا کاتب یا ایڈیٹر گب کو [illegible] تو میں اس کی تصحیح کرکے گب کر دوں۔ مجھے تو [illegible] کی طرح اپنے علم پر اس قدر ناز اور فخر نہیں کہ میں [illegible] سے کہدوں کہ نہ اس نام کا کوئی پروفیسر [illegible]" گویا جس کا درد صاحب کو علم نہیں [illegible] ہمہ دانی ملاحظہ ہو۔ [illegible] نہیں۔ اور یہ لفظ گب [illegible] ریویو کے [illegible] ایڈیٹر نے گبل بنا کر [illegible] جو تھا دیانتی صحیفہ میں دیکھا اسی کو نقل کیا۔ [illegible] ہیچمدان کو اگر تمام یورپین مستشرقین کے ناموں کا علم نہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں تعجب تو اس بات کا ہے کہ ریویو آف ریلیجنز کے فاضل ایڈیٹر کو جو تمام دنیا کے مذاہب پر ریویو کرنے کے مقام عالی پر بیٹھا ہوا ہے، اسے بھی یورپین مستشرقین کا علم نہ تھا وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اصلی نام گب ہے گبل نہیں ہے ورنہ وہ درست نہ کر دیتا؟ اور اس سے بھی بڑھکر تعجب کا مقام یہ ہے کہ ریویو آف ریلیجنز میں چار جگہ درد صاحب کے مضمون میں **Gibble** (گبل) لکھا ہوا ہے اور درد صاحب نہایت دیدہ دلیری سے فرماتے ہیں کہ میرے مضمون میں تو **Gibbon** لکھا ہوا ہے۔ میرے پاس رسالہ موجود ہے۔ بیشک جس کا دل چاہے آکر دیکھ لے۔ درد صاحب کا یہ ادعا بالکل غلط ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ **درد صاحب** نے ریویو آف ریلیجنز میں اپنا مضمون دیکھا نہ ہو۔ ضرور دیکھا ہوگا اور پھر غلط بیان دیا۔ اسے اہل انصاف کے نزدیک کیا کہا جائیگا! بات یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ الفضل میں نکل جائیگا قوم اسے صحیح تسلیم کرے گی اصل امر کی کس نے تحقیق کرنی ہے۔ بدنام کرنیکا ہمارا پروپاگنڈا چل جائیگا۔ قصور ریویو کے کاتب اور ایڈیٹر کا اور مورد الزام مجدد اعظم کا مؤلف۔ اس کا نام تقوے ہے یا دھڑے بازی اور زیادتی؟

تیسری غلطی کاتب سے نقطہ رہ گیا

(۳) میری تیسری غلطی یہ بتائی گئی جو کہ میں نے ایک یورپین مصنف ہیٹنگز کو ہسٹنگر لکھدیا اور اس نام کا کوئی مصنف نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میں نے نہیں لکھا کاتب سے ڑ پر نقطہ دینا رہ گیا اور وہ ڑ کا ر بن کر رہ گیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ریویو میں یہ نام انگریزی میں اس طرح لکھا ہوا ہے **Hastings**۔

تو میں اسے ہیسٹنگز کے سوا اور کچھ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پس یہ کتابت کی غلطی ہے جو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ مگر جہاں حسن ظن اور انصاف پاس نہ پھٹکا ہو اور پروپاگنڈا مقصود خاطر ہو وہاں کاتب سے ایک نقطہ کا رہ جانا دل کی آگ بجھانے کے لئے غنیمت ہے۔

چوتھی غلطی۔ درد صاحب کی فروگذاشت

(۴) میری چوتھی غلطی یہ بتائی گئی ہے کہ میں نے اپنی کتاب مجدد اعظم میں یہ لکھدیا کہ "ہیسٹنگز صاحب انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس میں ترک کے ماتحت لکھتے ہیں" درد صاحب الفضل میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصلی نام J. Hastings ہے مگر ریویو میں وہ J. Hastings لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے ریویو کے کاتب یا ایڈیٹر کی غلطی ہو یا الفضل کے ایڈیٹر یا کاتب کی غلطی ہو۔ اس اختلاف کا [illegible] درد صاحب خود ہی کریں گے لیکن بڑی غلطی جو میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے ترک کے مضمون کو ہیسٹنگز صاحب کا لکھا ہوا بتلایا ہے۔ حالانکہ اس کی تصنیف کردہ انسائیکلوپیڈیا میں وہ [illegible] ہے۔ مگر وہ لکھا ہوا M. M. Zabicka زیبلکا کا ہے۔ مجھے [illegible] ایسا ہی ہوگا لیکن مجھے غیب کا کیا علم ہو سکتا تھا۔ ریویو آف ریلیجنز میں جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے "(انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس مصنفہ آئی ہیسٹنگز) میں Turk (ترک) کے ماتحت لکھا ہے"۔ وہاں قطعاً نہیں لکھا ہے کہ اس انسائیکلوپیڈیا میں فلاں شخص نے لکھا ہے۔ میں نے اس فقرہ سے یہی سمجھا کہ اس انسائیکلوپیڈیا میں جو ہیسٹنگز صاحب کی تصنیف کردہ ہے یہ مضمون مصنف نے ہی لکھا ہوگا کیونکہ اگر کسی اور نے لکھا ہوتا تو درد صاحب ضرور اس کا نام لکھدیتے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے اسی مضمون میں دوسری جگہ یہی طریق اختیار کیا ہے۔ وہ حوالہ ملاحظہ ہو۔ درد صاحب تحریر فرماتے ہیں:" انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں Scythia پر جو مضمون ہے وہ Ellis Howel Minns (ایلس ہاول منز کا) لکھا ہوا ہے۔ جو کیمرج یونیورسٹی میں ایک پروفیسر ہے وہ لکھتا ہے:" یعنے انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں سے جب ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہیں تو اس کے لکھنے والے کا نام بھی درد صاحب تحریر فرما دیتے ہیں۔ لیکن جب ایک دوسری انسائیکلوپیڈیا میں سے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہیں تو وہاں اس انسائیکلوپیڈیا کے مصنف کا نام تو لیتے ہیں مگر مضمون لکھنے والے کا نام نہیں لیتے تو قدرتاً یہی گمان ہوا کہ وہ مضمون مصنف ہی کا ہوگا، مثلاً کوئی شخص یوں لکھے کہ "المامون مصنفہ علامہ شبلی میں یوں لکھا ہے"۔ تو جب تک یوں نہ لکھا جائے کہ المامون مصنفہ علامہ شبلی میں فلاں شخص کی تحریر اس طرح لکھی ہوئی ہے۔ تب تک یہی سمجھا جائیگا کہ المامون مصنفہ علامہ شبلی میں جو کچھ لکھا ہے وہ علامہ شبلی کا ہی لکھا ہوا ہے۔ اب مجھے غیب کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ میں نے تو ہیسٹنگز کی تصنیف کردہ انسائیکلوپیڈیا نہیں پڑھی۔ درد صاحب نے پڑھی ہوگی۔ انہوں نے اس میں سے حوالہ نقل کرتے وقت یہ تو لکھدیا کہ ہیسٹنگز کی تصنیف کردہ انسائیکلوپیڈیا میں یوں لکھا ہے مگر اس لکھنے والے کا نام نہیں بتایا جس کی تحریر ہیسٹنگز نے اپنی تصنیف میں درج کی۔ اس فروگذاشت کے ملزم درد صاحب ہیں یا میں ہیں! اگر کسی مصنف کی کتاب کا حوالہ دیا جائے گا اور اس میں کسی خاص لکھنے والے کا نام نہ لیا جائے گا تو طبعاً وہ مصنف کی ہی سمجھی جائیگی۔ پس میں اس کے لئے مورد الزام کیسے ہوا؟ یہ درد صاحب کا فرض تھا کہ کسی کتاب سے حوالہ تھا تو اس کا ماخذ پوری طرح سے ظاہر کرتے تا لوگوں کو غلط فہمی نہ ہوتی اپنی غلطی اور فروگذاشت کو دوسرے کے سر تھوپنا کہاں کا انصاف اور تقوےٰ ہے؟ درد صاحب کا یہ مضمون دسمبر ۱۹۳۲ء کے ریویو آف ریلیجنز شائع ہوا تھا۔ جسے قریباً آٹھ برس ہو گئے۔ کیا تقوےٰ اور انصاف کا تقاضہ یہ نہ تھا کہ درد صاحب خود شائع فرما دیتے، کہ "اس رسالہ میں گب کی جگہ گبل چھپ گیا ہے۔ اور ہیسٹنگز کی انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ دیتے ہوئے زیبلکا کا نام رہ گیا ہے"۔ لیکن برس تک اہل علم کے سامنے انہیں شرمندگی کا احساس نہ ہوا۔ اور اپنے علم کے متعلق رگ حمیت جنبش نہ آئی لیکن مجدد اعظم میں جب ان کا حوالہ نقل کیا گیا اور وہ لازماً وہاں بھی منتقل ہوئی تو یکدم درد صاحب کی رگ غیرت پھڑک اٹھی اور بڑے بڑے عنوانوں سے مجدد اعظم کی علمی غلطیوں کا اشتہار نکالا گیا۔

انہیں علمی غلطیاں کہنا ہی جہالت ہے

اور مجدد کی علمی غلطیاں کیا ہیں (۱) ایک تو کسی انگریز مصنف کے تلفظ کا اختلاف۔ (۲) دوسری خود ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اور کاتب کی غلطی جنہوں نے گب کو گبل لکھدیا۔ (۳) تیسری مجدد اعظم کے کاتب سے ز کا نقطہ دینا رہ گیا (۴) چوتھے خود درد صاحب سے کسی تصنیف کا حوالہ دیتے ہوئے کسی تحریر کے لکھنے والے کا نام رہ گیا جس سے غلط فہمی واقع ہوئی۔ یہ ہیں وہ علمی غلطیاں جنہیں بڑی آب و تاب سے الفضل میں شائع کیا گیا۔ صاف نظر آتا ہے کہ انہیں علمی غلطیاں کہنا ہی جہالت ہے۔ فقط دل کے حسد نے مجبور کیا کہ مجدد اعظم کی حیثیت کو گرایا جائے لیکن درد صاحب اور ایڈیٹر الفضل اور ان کے دیگر ہمنوا یاد رکھیں کہ بفضلہ تعالےٰ میں نے یہ کتاب ایک دینی خدمت سمجھ کر محض رضائے الٰہی کے لئے تالیف کی ہے۔ اگر یہ کتاب خدا کی رضا کا موجب اور اس کی جناب میں مقبول ہے تو مجھے کسی کے بدنام کن پروپاگنڈے کی کوئی پروا نہیں۔ اور اگر وہاں مقبول نہیں تو اس کے خلاف کسی کے پروپاگنڈا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود مٹ جائیگی جو چیز خدا کو پسند نہ ہو اس کے وجود کی ضرورت بھی نہیں

مجھے خدا تعالیٰ کی جناب میں قبولیت درکار ہے

مجھے فقط ایک ہی بات کی فکر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کتاب خدا کی رضا کا موجب اور اس کے ہاں مقبول ہو۔ جب مولانا محمد علی صاحب نے انگریزی ترجمۃ القرآن اور اردو تفسیر (جو بعد میں بیان القرآن کے نام سے شائع ہوئی) لکھنی شروع کی تو خواجہ کمال الدین مرحوم ہندوستان کے دورہ سے واپس قادیان آئے اور مولوی محمد علی صاحب سے ذکر کیا کہ "ندوۃ العلماء سید حسین بلگرامی سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کروا رہی ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد قرآن کریم کی اردو تفسیر لکھ رہے ہیں۔ تمہارے انگریزی ترجمہ اور اردو تفسیر کو کس نے پوچھنا ہے"؟ تو مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں یہ سارا ماجرا عرض کیا۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ "مولوی صاحب! انہیں جو وہ لکھتے ہیں لکھنے دو۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ قبولیت خدا داد ہوتی ہے۔ جناب الٰہی میں جس کا ترجمہ مقبول ہوگا وہی ترجمہ دنیا میں عزت پائے گا۔ امام مالک کے زمانہ میں ساٹھ مؤطا لکھی گئیں۔ لیکن قبولیت صرف امام مالک کی مؤطا کو ہی نصیب ہوئی۔ آج باقی کی مؤطا کا نام و نشاں ہی دنیا سے مٹ گیا۔ امام مالک کی مؤطا کے بعد امام محمد کی مؤطا کو تو لوگ جانتے ہیں باقی کا نام تک معلوم نہیں" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو قبولیت مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن اور اردو بیان القرآن کو نصیب ہوئی وہ اور کسی ترجمہ اور تفسیر کو نصیب نہ ہوئی۔ نہ کسی انگریز یا انگریزی دان کی قابلیت کام آئی۔ اور نہ کسی کی مولویت یا حکومت کا زور کام آیا۔ حاسدوں نے ترجمہ کے خلاف بڑا بڑا پروپاگنڈا کیا، مگر اللہ نے ناکام و نامراد ہی رکھا۔ حسد کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ ایسا انسان جو خود جس خدمت دینی سے بے نصیب ہوتا ہے، اس پر ناحق کی نکتہ چینیاں اور اعتراض کرتا رہتا ہے۔ خواجہ کمال الدین مرحوم نے جب ووکنگ مشن قائم کیا اور رسالہ اسلامک ریویو شائع کرنا شروع کیا تو لاہور میں بھاٹی دروازہ کے پیر بخش نے ایک انجمن بنائی جس کا مقصد یہ تھا کہ خواجہ صاحب کے رسالہ کی غلطیاں نکالے اور بتاوے کہ اس میں جو کچھ نکلتا ہے وہ خلاف اسلام ہے" لیکن خواجہ صاحب کا رسالہ دنیا میں مقبول ہوا۔ اور اس نے بفضلہ تعالیٰ اسلام کے متعلق یورپ کے نقطۂ نظر کو بدل دیا اور صدہا انگریزوں کو مشرف باسلام کیا۔ اور پیر بخش اور اس کی انجمن خدا جانے کہاں ناپید ہو گئے۔ پس قبولیت خدا کی جناب میں ہونی چاہیے غیر اللہ سے کسی قسم کی توقع رکھنا سخت غلطی ہے۔

دوستوں کیلئے درس عبرت

آخر میں میں اپنے دوستوں کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں کہ آپ نے مجدد اعظم کی غلطیاں جو محض بعض مصنفین کے نام کے تلفظ اور ہجے وغیرہ کی غلطیاں ہیں ملاحظہ فرمالیں۔ انہیں اپنی اپنی کتابوں میں درست کریں۔ مگر میری ایک غلطی کو کبھی نہ بھولیں اور وہ یہ ہے کہ میں نے ایک قادیانی صحیفہ کی شائع شدہ تحریر پر اعتبار کیا اور اس سے استفادہ کیا اور جب طبعاً اس کی بعض غلطیاں میری تحریر میں منتقل ہوئیں تو وہی قادیانی جو غلطی کے مرتکب تھے اعتراض کرنے کھڑے ہو گئے، اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہ دیکھا کہ اس کی زد خود اپنے گھر پر پڑتی ہے بلکہ نہایت مبالغہ آمیز اور مغالطہ انگیز عنوان کیساتھ اسے میری ہی غلطیاں قرار دیں حالانکہ وہ نہ تو علمی غلطیاں تھیں اور نہ میری غلطیاں تھیں بلکہ خود انکی اپنی غلطیاں تھیں پس آپ لوگ اس مثال سے عبرت پکڑیں اور ان لوگوں کی تحریروں پر ہرگز اعتبار نہ کیا کریں میں نے ان کے غلط حوالوں کی بعض مثالیں تو دیکھی ہیں مگر اپنی غلطیوں کو دوسرے کے سر تھوپنے کی ادا جو انکے نظر آئی، وہ نرالی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

گذشتہ سے پیوستہ

(ھ) واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم فلما جاءھم نذیر ما زادھم الا نفورا ۝ استکبارا فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ فھل ینظرون الا سنت الاولین فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ولن تجد لسنت اللہ تحویلا او لم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم وکانوا اشد منھم قوۃ وما کان اللہ لیعجزہ من شیئ فی السموات ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرا ۝ (فاطر - ۵)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس نذیر آیا تو وہ ہر ایک امت سے زیادہ راہ پانے والے ہوں گے۔ مگر جب ان کے پاس نذیر آیا تو اس کے آنے سے انہوں نے صرف بیزاری اور نفرت میں ترقی کی۔ بہ سبب اس کے کہ انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور بری تدبیریں کیں۔ اور بری تدبیریں تو صرف کرنیوالے کو گھیرتی ہیں۔ پس یہ لوگ صرف اسی سلوک کا انتظار کرتے ہیں جو پہلی قوموں کے ساتھ کیا گیا۔ اور خدا کی اس سنت میں جو نبیوں کے دشمنوں کے متعلق ہے تو ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا اور خدا تعالیٰ کی سنت نہیں ٹلے گی۔ کیا تیرے دشمنوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ جو قومیں ان سے پہلے گذری ہیں (یعنی جنہوں نے ان کی طرح نبیوں سے عداوت کی) ان کا کیا انجام ہوا اور وہ ان سے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے) طاقت اور قوت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور کوئی چیز نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکے۔ وہ علیم بھی ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے۔

(و) ذلک من انباء القری نقصہ علیک منھا قائم وحصید ۝ ...... وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید ۝ ان فی ذلک لایۃ لمن خاف عذاب الاخرۃ (ہود - ۹)

یہ ہیں بعض خبریں بستیوں کی جو ہم تیرے پاس بیان کرتے ہیں۔ بعض ان میں سے ابھی موجود ہیں اور بعض بالکل جڑھ سے کاٹی گئیں اور ان کا اب نام و نشان بھی باقی نہیں ...... تیرا رب جب ظالم بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اسی طرح پکڑتا ہے۔ اس کا پکڑنا بڑا دردناک اور سخت ہے۔ اس میں نشان ہے ایسے شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

(ز) ولقد استھزئ برسل من قبلک فاملیت للذین کفروا ثم اخذتھم فکیف کان عقاب ۝ (رعد - ۵)

(جیسا تجھ پر تیرے دشمن ہنسی کرتے ہیں ایسا ہی) تجھ سے پہلے بھی رسولوں پر ہنسی کی گئی ہے۔ ہم نے منکروں کو ایک عرصہ تک مہلت دی اس کے بعد میں نے ان کو پکڑا اور میرا عذاب کیسا سخت تھا۔

(ح) اھم خیر ام قوم تبع والذین من قبلھم اھلکنھم انھم کانوا مجرمین ۝ (دخان - ۲)

کیا یہ (تیرے مخالف) اچھے ہیں یا قوم تبع اور قومیں جو ان سے پہلے گذری ہیں۔ ہم نے ان کو ہلاک کیا تحقیق وہ مجرم لوگ تھے۔

(ط) وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک اھلکنھم فلا ناصر لھم (محمد - ۲)

اور بہت بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے جس نے تجھے نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ ہم نے ان کو ہلاک کیا، اور کوئی ان کی مدد نہ کر سکا۔

(ی) ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا ایت بینت وللکفرین عذاب مھین ۝ (مجادلہ - ۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کرتے ہیں وہ ہلاک کئے جائیں گے جیسا کہ وہ قومیں ہلاک کی گئیں جو ان سے پہلے تھیں، اور کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

(ک) او لم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اشد منھم قوۃ واثاروا الارض وعمروھا اکثر مما عمروھا وجاءتھم رسلھم بالبینت فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ۝ ثم کان عاقبۃ الذین اساءوا السوای ان کذبوا بایت اللہ وکانوا بھا یستھزءون ۝ (روم - ۱)

کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ قومیں ان سے پہلے گذریں ان کا کیا انجام ہوا، وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو پھاڑا اور مکہ والوں کی نسبت زیادہ زمین کو آباد کیا۔ اور ان کے رسول ان کے پاس کھلے دلائل لیکر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پھر بدی کرنیوالوں کا انجام برا ہوا اسلئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی تکذیب کی اور وہ ان پر ہنسی کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات کافی طور سے اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن شریف میں گذشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات کس غرض سے بیان کئے گئے ہیں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسا ہی نذیر ہے جیسا کہ اس سے پہلے دنیا میں نذیر آئے۔ اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے پاک بندوں کو ان کے ستانے والوں پر فتح مبین عطا فرماتا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا اٹل قانون ہے اور چونکہ یہ نبی بھی ایک سچا نبی ہے اس کے دشمنوں سے بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا جو پہلے نبیوں کے دشمنوں سے برتاؤ کیا گیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین ۝ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز ۝ (مجادلہ - ۳)

جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں وہی نیچا دیکھیں گے، خدا تعالیٰ نے یہ بات لکھ رکھی ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب آیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ طاقتور اور زبردست ہے۔

اسی قانون کی تشریح کے لئے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات کثرت سے بار بار بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان حالات کے بیان کرنے کی غرض خود انہی حالات میں واضح طور پہ بیان کیگئی ہے۔ اور جب ہم ان حالات کو پڑھتے ہیں تو یہ امر صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ ان حالات کے بیان کرنیوالے کی غرض یہ نہیں کہ ایک قصہ ہمیں سناتے بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ سننے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے میں بعض انبیاء کے حالات کو جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں، بطور مثال کے پیش کرتا ہوں:۔

حضرت نوح علیہ السلام کے حالات

پہلے میں حضرت نوح علیہ السلام کے حالات کو پیش کرتا ہوں ناظرین اس عظیم الشان نبی کے حالات کو سورۂ یونس میں ملاحظہ فرماویں اس سورہ شریف میں آپ کے حالات ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوتے ہیں واتل علیھم نبا نوح یعنی ان لوگوں کو نوح (علیہ السلام) کی خبر پڑھکر سناؤ۔ خود یہی لفظ جن کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے بیان کو شروع کیا گیا ہے۔ صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ اس بیان سے بیان کرنیوالے کی غرض کیا ہے۔ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہے کہ تم اپنی قوم کو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال سناؤ۔ یہ حکم کیوں دیا گیا ہے۔ اسلئے کہ اس بیان میں آپ کی قوم کے لئے ایک عبرت اور ایک سبق ہے۔ اس کے بعد حضرت

نوح علیہ السلام کے وہ الفاظ درج ہیں جو آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے فرمائے۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں:-

يٰقوم ان كان كبر عليكم مقامي وتذكيري بآيٰت الله فعلى الله توكلت فاجمعوا امركم وشركاءكم ثم لا يكن امركم عليكم غمة ثم اقضوا الي ولا تنظرون ٥

یعنی اے میری قوم۔ اگر میرا کھڑا ہونا اور میرا اللہ تعالےٰ کی آیات کے ساتھ نصیحت کرنا تمہیں دوبھر معلوم ہوتا ہے تو میرا بھروسہ اللہ تعالےٰ پر ہے، پس تم اپنے کام کو مقرر کر لو اور اپنے شرکاء کو جمع کر دو پھر تمہاری بات تم پر پوشیدہ نہ رہے۔ پھر تم مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے مہلت نہ دو۔ کیا ناظرین یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف کہانی کے الفاظ ہیں۔ یہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نہیں تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا بلکہ یہ آپ کے ذاتی واقعات تھے، جو آپ نے اپنی قوم کو سنائے۔ اور اسلئے جو کچھ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سنایا وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے سنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح آپ نے اپنی قوم کو کہا کہ میرا بھروسہ خدائے تعالےٰ پر ہے۔ تم اپنی تدبیروں کو جمع کر دو۔ اور اپنے سب معبودوں کو بھی اپنی مدد کے لئے بلاؤ اور اپنے شرکاء کو بھی اکٹھا کرو اور چھپ کر میری دشمنی نہ کرو بلکہ کھلم کھلا زور لگاؤ۔ اور سب کے سب مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے مہلت نہ دو ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو کھلا کھلا چیلنج دیا کہ میرے تباہ کرنے کے لئے تم جتنا زور لگا سکتے ہو لگاؤ اور میرے سلسلہ کی بیخکنی کے لئے تم کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو۔ میرا خدا میری مدد کرے گا۔ اور بجائے اس کے کہ تم مجھے تباہ کرسکو خود تباہ کئے جاؤ گے، جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم تم سے پہلے تباہ کی گئی۔ اس کے بعد قرآن شریف یہ بیان کرنے کے بعد کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کو بچایا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کیا اس بیان کو مندرجہ ذیل پرمعنی الفاظ میں ختم کرتا ہے:-

فانظر كيف كان عاقبة المنذرين

پس دیکھ کہ ان لوگوں کا جن کو پہلے ڈرایا گیا تھا کیسا انجام ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو ان الفاظ پر ختم کرنے سے صاف یہ غرض ہے کہ جیسا حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفوں کا انجام ہلاکت ہوا، ایسا ہی اس وقت کے مخالفین کا حال ہوگا بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کریں؛

سورۂ ہود میں خدائے تعالےٰ ان الفاظ کو نقل کرتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کو کہے اور وہ الفاظ یہ ہیں:-

فقال الملا الذين كفروا من قومه ما نرٰك الا بشرا مثلنا وما نرٰك اتبعك الا الذين هم اراذلنا بادي الراي وما نرٰى لكم علينا من فضل بل نظنكم كٰذبين ٥

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے انکار کرنے والے سرداروں نے حضرت نوح کو کہا، ہم دیکھتے ہیں کہ تو صرف ہمارے جیسا ایک انسان ہے اور تیرے تابعدار بھی ہم میں نہایت ہی چھوٹے درجہ کے لوگ ہیں اور ہم تم میں کوئی فضیلت کی بات نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں کاذب خیال کرتے ہیں۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے منکر سرداروں کی طرح قریش کے متکبر سردار ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کے بارہ میں اس قسم کے الفاظ کہا کرتے تھے، اور اسلئے حضرت نوح کے قصہ میں ان کے لئے ایک عبرت اور ایک پیشگوئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے اتباع کو آپ کی قوم کے منکر سردار کمزور سمجھتے تھے اور نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر خدا تعالےٰ نے اپنے نبی اور اس کے کمزور اتباع کی نصرت فرمائی اور ان کے مغرور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ اور خدا تعالےٰ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متکبر دشمنوں کا یہ قصہ مکہ کے سرکش سرداروں کو سنا کر یہ بتلاتا ہے کہ یہی حال تمہارا ہوگا۔ اس سورہ یعنی سورۂ ہود میں بھی جن الفاظ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ختم ہوتا ہے، وہ بھی نہایت قابل غور ہیں۔ اس قصہ کو ختم کرکے خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-

تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هٰذا فاصبر ان العاقبة للمتقين

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ نہ تجھے معلوم تھیں اور نہ تیری قوم کو پس تو صبر کر۔ اور اس بات پر یقین رکھ کہ انجام متقیوں کے لئے ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو انباء الغیب کیوں کہا گیا اس کو غیب کی خبر اسلئے نہیں کہا گیا کہ طوفان نوح کی خبر کبھی پہلے کسی کو معلوم نہ تھی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ آپ کی قوم سے کسی فرد کو بلکہ اس قصہ کو اسلئے انباء الغیب کہا گیا ہے کہ اس میں آپ کے اور آپ کی قوم کے آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی ہے جو خدائے تعالےٰ فرماتا ہے، کہ تو ان غیب کی خبروں کو پہلے نہیں جانتا تھا اور نہ تیری قوم ان خبروں کو پہلے جانتی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو اور آپ کے زمانہ کے لوگوں کو طوفان نوح وغیرہ کی کچھ بھی خبر نہ تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن آنیوالے واقعات کی اس قصہ کے ذریعہ خبر دی گئی ہے ان کی خبر نہ تجھے پہلے تھی اور تیری قوم کو۔ مکہ کے سردار نہیں جانتے تھے کہ ہمارے لئے بدر کے میدان میں غرق ہونا مقدر ہے جب حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ماجرا ان کو سنایا گیا تو اس وقت اُن کو اپنی طاقت کا اس قدر گھمنڈ تھا کہ اُن کے وہم و گمان میں کبھی یہ امر نہیں آسکتا کہ ہمارا انجام ہلاکت ہے، اور وہ مسلمانوں کی ضعفاء کی جماعت کو جو ان کے شہر کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے سامنے تیار کر رہا تھا ایسی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ان کے واہمہ میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا، کہ انہی ضعفاء کے ہاتھوں سے وہ نابود کئے جاویں گے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کی کشتی کو دیکھ کر ہنستی تھی ایسے ہی مکہ کے صنادید اس چھوٹی سی اسلامی جماعت کو دیکھ ہنستے تھے، اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا، کہ یہی کشتی اسلام کی نجات کا ذریعہ ٹھہرے گی۔ اور اسی کشتی کے سامنے وہ صنادید خشک بیابان میں غرق ہونگے، یہ عجیب و غریب خبریں تھیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ان کو پیش از وقت سنائی گئی تھیں۔ اور انہی کا نام انباء الغیب رکھا گیا۔ کیونکہ یہ واقعات ابھی غیب کے پردہ میں مخفی تھے۔ اسی لئے تو قرآن شریف حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو ختم کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:-

فاصبر ان العاقبة للمتقين ٥

پس صبر کر اور یقیناً یاد رکھو کہ انجام متقیوں کے لئے ہے۔ ان الفاظ سے خدا تعالےٰ اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے، کہ جیسا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال ہوا ویسا ہی اب ہوگا۔ پس تم مت گھبراؤ اور دشمن کی طاقت اور ان کی تعدیوں کو دیکھکر حوصلہ نہ ہارو کیونکہ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں متقیوں کا گروہ آخرکار کامیاب ہوا، اور ان کے دشمن غرق کئے گئے ایسا ہی اب بھی خدا تعالےٰ متقیوں کی جماعت کی مدد کرے گا۔ اور ان کے دشمنوں کا نام و نشان مٹا دے گا۔ غرض قرآن شریف کے پڑھنے سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں صرف کہانی کے طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں آنے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے، اور یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ جیسا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے دشمن ہلاک ہوئے ایسا ہی اب بھی شہر مکہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کامیاب ہوگا، اور اس کے دشمن صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-

تلك من انباء الغيب.

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں۔ اور پھر سورہ مومنون میں اسی قصہ کے بارے میں فرمایا ہے:-

ان في ذٰلك لاٰيٰت

یعنی اس بیان میں نشانات ہیں؛

(مومنون ۳)

باقی دارد

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔
(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔
(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو؛

(محمد علی)

مولوی اللہ دتہ صاحب کے متفرقات پر چند ریمارک

(از محترم جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب بالوڈی بی ایس)

مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کے رسالہ الموسوم بہ فی قرآن بابت ماہ اگست کے اہم مضمون متعلقہ شہادت حضرت مسیح موعودؑ و دعوئے نبوت پر میں ایک مقالہ تحریر کر چکا ہوں جو تین اقساط میں شائع ہو چکا ہے۔ اب میں مولوی صاحب موصوف کے جواب کا منتظر ہوں، لیکن اس رسالہ میں محض اور باتیں ہی درج ہیں جن کو نہ میں بلکہ ہر ایک صاحب انصاف فضول اور بے معنی ہی سمجھیگا، لیکن اس خیال سے کہ مولوی صاحب یہ نہ سمجھیں ان کا کوئی جواب نہیں ہے میں مختصراً کچھ لکھتا ہوں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب سے ایک گذارش

میں مولوی صاحب کی خدمت میں ایک عرض کرتا ہوں اگر وہ قبول فرمالیں گے تو بہت اچھا ہوگا۔ مولوی صاحب ہر ایک بات میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کو ہی مخاطب کرتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات کے لئے اُن سے جواب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ بہت ناروا اور ناواجب الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً اپنے رسالہ ستمبر کے صفحہ ۷ پر میرے بیان کے متعلق ہی فرماتے ہیں:۔

"ہم نے شریف مبائعین کی خاطر اسے شائع کر دیا۔ مولوی محمد علی صاحب یونہی ناراض ہو رہے ہیں"

مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے دل میں خوش ہوتے ہوں گے کہ کیسی باریک گالی دی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے ریمارکوں سے ہماری جماعت کے لوگوں کو اشتعال دے رہے ہیں اور ایک طرح سے دعوت دے رہے ہیں کہ ادھر سے بھی جناب میاں صاحب کے متعلق ناروا الفاظ استعمال کئے جائیں۔ میں تو ایسا ہرگز نہیں کروں گا لیکن اگر کسی اور نے کچھ کہدیا تو اس کا باعث مولوی اللہ دتہ صاحب کی بدزبانی اور تلخ کلامی ہی ہوگی۔

اس کے علاوہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے، کہ حضرت امیر کا وقت بہت قیمتی ہے اور آپ ہر وقت نہایت اعلےٰ درجہ کی ایسی تصانیف میں معروف رہتے ہیں کہ آپ مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ کو سوائے ایسی صورت کے کہ خاص طور پر ان کی توجہ دلائی جائے نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو تو معلوم ہی نہیں ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کیا لکھ رہے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگ مولوی اللہ دتہ صاحب کی تحریرات کو قابل التفات نہیں سمجھتے۔ ان حالات میں ہر ایک بات حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے مطالبہ کرنا نہ صرف بے معنی ہے بلکہ فضول ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کو چاہیئے، کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں۔ آگے ان کی مرضی ہے۔ ہاں اگر خالی جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کسی معاملہ میں مولانا کو طلب فرمائیں گے تو یقیناً اس کا جواب مولانا ہی دیں گے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ سردست مجھ سے ہی نپٹیں۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ ہر طرح سے ان کی تسلی کروں گا۔ دراصل مولوی اللہ دتہ صاحب نے جو روش اختیار کی ہے وہ اس قابل بھی نہیں کہ ہمارا کوئی معمولی مبلغ بھی اس کا جواب دے۔ اسواسطے اپنے اصحاب کا جو جماعت کے لئے مفید کام کر رہے ہیں وقت بچانے کے لئے یہ کام خود بخود میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

شاید مولوی اللہ دتہ صاحب کو معلوم ہوگا کہ میرے والد صاحب قبلہ اور میرے بھائی اور دیگر رشتہ دار قادیانی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قدرتاً میری یہ خواہش ہے کہ تم سب رشتہ دار ہمخیال ہو جائیں۔ ایسی حالت میں مولوی اللہ دتہ صاحب کو مجھ سے زیادہ موزوں آدمی اپنی تبلیغ کے لئے ملنا مشکل ہے لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہی صاحب موصوف کا لٹریچر مجھ پہ اُلٹا اثر کر رہا ہے۔ خاصکر ان کی حوالوں میں کتر بیونت یا غلط بیانی جن سے ان کی کوئی تحریر خالی نہیں ہے اگر مولوی صاحب کو اس سے انکار ہو تو میں تیار ہوں کہ اس معاملہ کا فیصلہ بذریعہ ثالث کراؤں، اور اگر مولوی صاحب تیار ہوں تو مجھے اطلاع دیں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کے ایک نہایت اہم سوال کا مختصر سا جواب

مولوی اللہ دتہ صاحب نے پانچ اقتباسات پرانی اشاعت سے دیتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق یہ اقتباسات حضرت مولانا مولوی نورالدین رحمت اللہ علیہ کی تقریروں سے لیئے گئے ہیں۔ ان سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا حضرت مولانا علیہ الرحمۃ حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے تھے۔ اور ان اقتباسات کو وہ حضرت ممدوح مولانا کا ناطق فیصلہ تصور فرماتے ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کا ہر ایک فیصلہ "ناطق" "قطعی" اور "یقینی" ہی ہوتا ہے اور ہر ایک مقالہ لاجواب، ان مولوی صاحب کے حوالوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان اقتباسات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قسم کا نبی سمجھتے تھے جیسا کہ اب مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے ہمخیال اصحاب سمجھتے ہیں۔ لیکن ان پر بحث کرنا اس وقت تک فضول ہے جب تک مولوی اللہ دتہ صاحب تسلیم نہ کر لیں کہ حضرت مولانا کی تحریرات سے وہ اس مسئلہ کا حل کرنا چاہتے ہیں تو میں بھی تیار ہوں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس حضرت مولانا کی ایسی تحریرات ہیں جن سے قطعی طور پر ثابت کیا جائیگا کہ حضرت ممدوح کا عقیدہ اس بارہ میں وہی تھا جو ہمارا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب جواب دیں کہ وہ اس طرح سے فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

تخت گاہ رسول

ایک مولوی فاضل صاحب نے ۱۲ر جون ۱۹۴۰ء کے پیغام صلح سے ایک اقتباس درج کیا ہے یہ نہیں لکھا کہ کس مضمون سے یہ اقتباس لیا ہے اور اس کا لکھنے والا کون ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ گویا ہم لوگ قادیان کی عزت نہیں کرتے یہ الزام قطعاً غلط ہے۔ ہمارے دل میں قادیان کا بڑا احترام ہے۔ لیکن اگر کسی ایسے تعقید کے خلاف کچھ لکھا جائے جس کو ہم غلط سمجھتے ہیں تو اس سے یہ نہیں نتیجہ نکالا جا سکتا۔ کہ ہم قادیان کی توہین کرتے ہیں مکہ معظمہ کو خدا تعالےٰ نے تمام دنیا کا مرکز اور ہمیشہ کے لئے مبارک اور تمام جہان کے لئے ہدایت کی جگہ بیان فرمایا ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ برکت اور ہدایت جو بیت اللہ میں ہے وہ ہمیشہ رہے گی۔ مگر ہمارے قادیانی دوستوں کے نزدیک اس مبارک بیت اللہ میں جو دنیا میں سب سے پہلا خدا کا گھر ہے کوئی بھی مسلمان نہیں رہا اور اس گھر میں نماز پڑھنے والے نماز پڑھانے والے سب کافر و بیدین ہیں ہم تو قادیان کے رہنے والوں کو ایسا نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی توہین کرنیوالوں میں سے ہیں اور جو لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں وہ گویا افضل الرسل کے تخت گاہ کی توہین نہیں کرتے اور نہ ہی حضرت خلیل اللہ کی جو اس بیت اللہ کے معمار تھے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے رفقاء اس قسم کی باتیں ہمارے برخلاف اس غرض کے لئے لکھتے ہیں کہ ہم ان کے ہمخیال لوگوں کی نظروں میں بدنام ہوں، لیکن آخرکار حق ظاہر ہوگا اور چھپائے نہیں چھپے گا۔

مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے رفقاء یاد رکھیں کہ صداقت میں اس قسم کا زور ہے کہ ایک دن تمام باطل کے پردوں کو پھاڑ کر باہر نکل آئے گی۔

مسیح ناصری کے متعلق غلو کیا گیا اور بہت دیر تک اس پر پردہ پڑا رہا لیکن یہ مسیح محمدی ہے اس کے متعلق غلو زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکیگا۔

لفظ نبی کا استعمال

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کی پرانی تحریروں سے نامکمل اقتباسات دے کر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ثابت کریں کہ حضرت مولانا مسیح موعود کو نبی سمجھتے رہے ہیں۔ اس کے متعلق بار بار لکھا جا چکا ہے مگر وہی باتیں پھر دوہرائی جاتی ہیں۔ بہتر تو یہ تھا۔ کہ مولوی اللہ دتہ صاحب عالی جناب میاں صاحب کو آمادہ کرتے کہ وہ جناب مولانا محمد علی صاحب سے مباحثہ کر لیتے اور پھر مسئلہ نبوت اور تکفیر اہل قبلہ پر مزید بحث نہ کی جاتی۔ اور دونوں جماعتوں کے مبلغین کا بہت سا وقت بچ جاتا اور خواہ مخواہ بار بار انہیں باتوں کو نہ دہرایا جاتا مگر ایسا کرنے کی بجائے بار بار وہی باتیں کہی جا رہی ہیں ان سب کا ایک ہی جواب ہے

کو حضرت مولانا نے جہاں کہیں نبی کے الفاظ استعمال فرمائے وہاں محدثیت والی نبوت مراد تھی نہ کچھ اور۔

مطالبہ حلف

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ قسم کھائیں کہ ۱۹۱۴ء تک درباره نبوت ان کے یہی عقائد تھے۔ جواب میں یہ مطالبہ ہر دو طرف سے ہونا چاہیئے۔ جناب میاں صاحب کا عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنا عقیدہ درباره نبوت تبدیل کر لیا تھا۔ اس کے متعلق حلف کا مطالبہ ان سے اور ان کے مریدوں سے کئی دفعہ ہو چکا ہے کہ وہ حلف اٹھائیں کہ فلاں وقت انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ عقیدہ تبدیل ہو گیا ہے۔ کئی اور معاملات میں بھی حلف کی ضرورت ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب مہربانی فرما کر ایک دفعہ سب معاملہ طے کرا دیں۔

ایک نظم

قاضی ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی نے ایک نظم ہمارے عقاید کی گویا تردید میں لکھی ہے۔ ان صاحب کو ۱۷ر جولائی ۱۹۰۷ء کے الحکم میں اپنی تحریر دیکھنی چاہیئے۔ یہ خود بھی حضرت اقدس کو ولی اللہ ہی مانا کرتے تھے اب غالباً قسم کھائیں گے کہ وہ ہمیشہ نبی اللہ ہی مانتے رہے ہیں یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے جماعت میں اختلاف ہونے کے وقت مولوی محمد احسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا تھا کہ اب آپ اپنا عقیدہ تبدیل کریں، کیونکہ مباحثہ رامپور میں (مولانا) محمد علی کے مذہب کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا کیا اعتبار ہے۔ میرا خیال ہے اب بھی دل میں وہی عقائد رکھتے ہیں جو ہم دل میں اور ظاہراً طور پر رکھتے ہیں۔ اللہ رحم کرے

مولوی اللہ دتہ صاحب کی آہ

اس کے بعد ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے "آہ! غیر مبائعین کہاں سے کہاں جا پہنچے"۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام مجدد کامل لکھی ہے۔ اس کتاب میں نہایت زبردست دلائل حضرت مسیح موعود کی صداقت کے متعلق دیئے ہیں

مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کی پارٹی کا نہایت مرغوب شغل یہ ہے کہ ان لوگوں کو جنہوں نے جناب میاں صاحب کی بیعت نہیں کی ایسی شکل میں پیش کریں کہ اُن کے ہمخیال اصحاب کو کسی طور پر اُن سے نفرت ہو جائے۔ میرا خیال تھا کہ اپنی منافرت انگیزی کی کوششوں کو ان لوگوں تک ہی محدود رکھیں گے جو ابھی تک بقید حیات ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں پر بھی حملے ہو رہے ہیں جو کئی سال ہوئے ہیں اپنے خدا سے جا ملے۔ بیدین اور لامذہب آدمی بھی ان لوگوں کی نسبت کوئی بُرا کلمہ کہنا نہیں چاہتے جو اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جو اپنے آپ کو اسلام اور احمدیت کا نمائندہ سمجھتے ہیں، اس جلیل القدر انسان کی نسبت بھی ناروا کلمات کہتے ہیں جن کی اسلامی خدمات کو ان لوگوں نے بھی جو احمدیہ جماعت میں شامل نہیں ہیں تسلیم کیا ہے، خواجہ کمال الدین وہ شخص تھا جو یکہ و تنہا یورپ کے کفرستان کے بحر ظلمات میں کود پڑا اور جس کو خدا نے وہ کامیابی دی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ صرف اپنے تبلیغی مشن میں کامیاب ہوا۔ بلکہ اپنے آقا حضرت مسیح موعود کی ہدایت کے مطابق ایسا اعلےٰ درجہ کا لٹریچر انگریزی زبان میں چھوڑ گیا جو یورپ اور امریکہ کے مبلغین کے لئے مشعل راہ ہے اور رہے گا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب خواجہ صاحب کی تصنیف مجدد کامل کو پڑھا۔ اور اس حضرت خواجہ صاحب کے ایک فقرے کو پڑھ کر ٹھنڈی آہ کھینچی ہے وہ فقرہ حسب ذیل ہے۔

"اگر مجھ پر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے تو میرا ان سے کیا تعلق ہے۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں"

اس فقرے کے بالکل بعد حسب ذیل فقرہ آتا ہے:

"اور ان کے بعد بقول حضرت مرزا صاحب ہر مدعی نبوت کو دجال اور کافر جانتا ہوں"

اس فقرے کا مولوی اللہ دتہ صاحب نے ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

تعجب ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ مرحوم کے بجائے مولوی صاحب نے موصوف لکھا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے زعم میں گویا بہشت کے داروغہ بنے ہوئے ہیں اور اس خیال میں ہیں کہ اگر خواجہ صاحب کے نام کے ساتھ مرحوم لکھا یا تو ان کا لکھنا خواجہ صاحب کے بہشت میں داخلہ کا موجب ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس گری ہوئی ذہنیت پر افسوس ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی تصنیفات سے دکھایا جا سکتا ہے کہ آپ نے کئی مخالفوں کو مرنے کے بعد مرحوم لکھا ہے۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب نے یہ لفظ ایسے شخص کے لئے لکھنا گوارا نہیں کیا جس نے اپنی تمام زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کی اور مرتے دم تک مسیح موعود کا وفادار خادم رہا۔

اسی عنوان کے ماتحت مولوی اللہ دتہ صاحب نے سید اختر حسین صاحب گیلانی کی ایک تحریر کو نقل کیا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گویا جماعت احمدیہ لاہور حضرت اقدس کو حکم اور عدل نہیں سمجھتی، سید اختر حسین صاحب کی عبارت سے ضرور اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس سے سہو ممکن ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب حضرت صاحب کی جانب بیشمار سہو بلکہ غلطیاں منسوب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اسی رسالہ فرقان میں حضرت صاحب کی تحریر مندرجہ نشان ۱۸ حقیقۃ الوحی کے متعلق بحث ہے۔ حضرت صاحب نے لکھا ہے، کہ مجھ سے تریاق القلوب کی نسبت اس مقدمے میں جو کرم الدین جہلمی نے میرے خلاف دائر کیا ہوا تھا دریافت کیا گیا مگر مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں، وہ کتاب جس کے متعلق دریافت کیا گیا تریاق القلوب نہیں تھی بلکہ تحفہ گولڑویہ تھی اور مقدمہ وہ نہ تھا جو کہ کرم الدین نے حضرت صاحب کے خلاف دائر کیا ہوا تھا بلکہ وہ مقدمہ تھا جو حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے کرم دین کے خلاف دائر کیا ہوا تھا گویا اس جگہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے دو سہو خود تسلیم کئے ہیں ایک جگہ حضرت اقدس نے یہ بھی لکھا ہے کہ قادیان لاہور سے شمال مغرب کی طرف ہے۔ اب مولوی صاحب ہی بتائیں کہ اگر اس کو سہو نہ کہا جاوے تو کیا کہا جاوے۔ ہاں ایک طرح یہ درست ہوتا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بلحاظ تعلیم و عقائد حضرت مسیح موعود لاہور قادیان بن گیا ہے اور قادیان لاہور۔

سید اختر حسین صاحب اگر یہ کہیں کہ حضرت مسیح موعود سے سہو ہو سکتا ہے تو وہ بقول مولوی اللہ دتہ صاحب حضرت صاحب کے حکم اور عدل ہونے سے انکار کرنے والے ٹھہرتے ہیں لیکن خود مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے ہمخیال حضرت اقدس کی طرف وہ باتیں منسوب کرتے ہیں کہ کیا کہا جائے۔ ایک ہی بات لے لو۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ ۱۹۰۱ء تک حضرت اقدس کو اپنے دعوےٰ کی سمجھ نہیں آئی ہے، اور کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ اب ان تحریروں میں وہ تحریریں بھی ہیں جن میں حضرت صاحب نے سخت سے سخت قسمیں کھائی ہوئی ہیں کہ میں نبوت کا دعوےٰ نہیں کرتا اور ایسے دعوےٰ کرنیوالے کو کافر دجال اور بے ایمان سمجھتا ہوں قرآن شریف کی آیات درج کر کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کر کے بار بار لکھا ہے کہ قرآن اور حدیث کے رو سے کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ میں خدا کے کلام سے اور الہام کی بناء پر یہ کہتا ہوں کہ میں نبوت کا دعوےٰ نہیں کرتا اور محدثیت کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ سے مشرف بہ الہام ہونے کے پورے ۲۸-۲۹ سال تک یہی کہتے رہے اور پھر بقول مولوی اللہ دتہ صاحب سمجھ آئی کہ میں نبی ہوں اور جو کچھ پہلے کہا تھا وہ غلط تھا۔ بتاؤ یہ شان ہے حکم اور عدل کی۔ مولوی اللہ دتہ صاحب! خدا کا خوف کرو۔ حضرت اقدس کے حکم اور عدل ہونے سے آپ انکار کرتے ہیں یا ہم

"مولوی محمد علی صاحب کا بنی اسرائیل کے صدہا نبیوں کی نبوت سے انکار"

اگست کے فرقان کا ایک عنوان یہ ہے جو اوپر درج ہے۔ اب اس کے متعلق کیا کہا جاوے۔ کیا مولوی اللہ دتہ صاحب یا ان کے نامہ نگار صاحب حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ کبھی حضرت مولانا صدہا چھوڑ ایک ہی بنی اسرائیلی نبی کا انکار کرتے ہیں؟ - یقیناً وہ قسم نہیں کھائیں گے۔ تو کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسی فضول باتوں میں وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔

اس مضمون کے لکھنے والے میرے ہی ضلع کے مولوی فاضل صاحب سید احمد علی صاحب ہیں۔ اس سے پہلے رسالہ میں انہوں نے لکھا تھا کہ ہم لوگ یعنی اہل جماعت کے احمدی ۶۰ کروڑ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صدہا بنی اسرائیلی

نبیوں کا انکار کرتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے یہ مذہبی تحقیقات ہے یا کھیل۔

حضرت مولانا کی کتاب النبوت فی الاسلام کے ایک ہی پیرا سے تین فقرے حسب ذیل نقل کئے ہیں۔

(۱) ہر نبی کے لئے کتاب لانا ضروری ہے۔

(۲) کتاب نبی کے لئے لازمی ہے اس کے بغیر نبی نبی نہیں۔

(۳) جس کے پاس کتاب نہ ہو وہ نبی نہیں۔

یہ تین فقرے الگ الگ لکھے ہیں۔ مولانا کی کتاب کی اصل عبارت یہ ہے :۔

" درحقیقت بات یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے کتاب کا لانا ضروری ہے . . . . پس کتاب نبی کے لئے لازمی ہے، اس کے بغیر نبی نہیں **کیونکہ وحی نبوت ہی درحقیقت کتاب ہے اور جس کو وحی نبوت نہ ملی ہو وہ نبی نہیں**، پس جس کے پاس کتاب نہ ہو وہ نبی نہیں"

یہ عبارت ہے جس میں سے معترضین نے یہ تین فقرے لکھے ہیں۔ اور ایک فقرہ جس سے سب مطلب حل ہو جاتا تھا، چھوڑ دیا اس عبارت سے اوپر حضرت اقدسؑ کی تصانیف سے اقتباس دے کر ثابت کیا گیا تھا کہ تمام نبی اپنی اپنی کتابیں لاتے رہے ہیں۔ ازالہ اوہام اور دیگر کتابوں کے کئی ایک حوالوں سے حضرت مولانا نے ثابت کیا ہے کہ ان کی اپنی رائے نہیں ہے، بلکہ حضرت اقدس مسیح موعود کا یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۹۲ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں :۔

" ان (نبیوں) کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت کی تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے"

پھر فرماتے ہیں :۔

" وہ (نبی) ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئیں تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی"

ازالہ اوہام میں بہت جگہ اس مضمون کی تائید حضرت اقدس نے فرمائی ہے۔ صفحہ ۵۷۹ پر لکھتے ہیں :۔

" اگر وحی نبوت سے ان کو یہ علم دیا جائے گا تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ سے یہ تمام تفصیلات ان کو معلوم ہوں گی وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی"

مضمون نویس صاحب نے بہت محنت کر کے حضرت اقدس کی تحریرات اور ڈائریوں سے چھ حوالے نقل کئے ہیں جن میں سے چار کا تو کوئی تعلق اس مضمون سے نہیں ہے اور دو ایسے حوالے ہیں کہ ان سے بھی کسی قسم کی تردید حضرت مولانا کی تحریر کی نہیں ہوتی۔ اخبار بدر کے مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا :۔

"بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔"

النبوت فی الاسلام سے جو حوالے ان مولوی صاحب نے درج کئے ہیں اُن سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حوالہ دیئے ہیں ان پر کسی قسم کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر یہ حوالہ درست بھی ہو تو اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ان نبیوں پر بھی نبوت نہیں ہوا کرتی تھی اور وحی نبوت کو حضرت مولانا نے کتاب کہا ہے۔ پھر سنہ ۱۹۰۲ء کے الحکم کا ایک حوالہ دیا ہے اور صرف یہ فقرہ نقل کیا ہے " انجیل کوئی کتاب نہ تھی" بس صرف یہی فقرہ نقل کیا ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر صرف اسی قدر فقرہ ہو تو یہ صریحاً غلط ہے اور حضرت اقدس کی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ انجیل انیس سو سال سے بطور کتاب موجود ہے۔ اس کے کتاب ہونے سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے؟ حضرت اقدس ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۸۵ پر فرماتے ہیں :۔

" اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرائیل نازل ہوا کرتا تھا" یہاں صاف طور پر حضرت مسیح کو صاحب کتاب کہا گیا ہے اور قرآن شریف میں ہی آتینہ الانجیل۔ پس بتاؤ یہ انجیل کتاب نہیں تو کیا ہے، حضرت اقدس مسیح موعود کی تصانیف سے اور بہت سے حوالے دیئے جا سکتے ہیں مگر ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ایسی طعنہ زنیوں اور چھیڑ خانیوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں ہمارے قادیانی بھائیوں نے کیوں ایسا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ النبوت فی الاسلام کے جس مقام سے تین فقرے نقل کئے گئے ہیں وہاں ہی مفصل بحث اس مضمون پر موجود ہے مگر مولوی احمد علی صاحب کو صرف یہی تین فقرے نظر آئے ہیں۔ حالانکہ انہیں تین فقروں کے درمیان جڑا ہوا یہ فقرہ تھا " کیونکہ وحی نبوت ہی درحقیقت کتاب ہے اور جسکو وحی نبوت نہ ملی وہ نبی نہیں"، خدا کی قدرت ہے کہ یہ فقرہ نظر سے اوجھل ہو گیا اس سے پہلا فقرہ بھی نظر آ گیا اور اس کے بعد کا بھی۔ ایسی ایسی تحریر دیکر یہ لوگ یہی ثابت کر رہے ہیں کہ کہیں بھی حضرت اقدس کی تحریروں میں تطابق نہیں، کیا اس سے بڑھ کر بھی حضرت مسیح موعودؑ سے عداوت کی جا سکتی ہے؟

رفتارِ عالم

ضروری خبریں

لنڈن۔ ۱۰ اراکتوبر۔ یارک "شائر پوسٹ" کے فوجی نامہ نگار کا بیان ہے کہ سٹالن گراڈ میں اس وقت خونی ڈرامہ ہو رہا ہے۔ اس کے تازہ ترین مراحل کی رہنمائی کرنے کے لئے ہٹلر اور سٹالین دونوں نے اپنے اپنے جنگی ہیڈ کوارٹر سے براہ راست ٹیلیفون کے ذریعے ربط قائم کر رکھا ہے

کراچی۔ ۱۰ اکتوبر۔ مسٹر اللہ بخش آج صبح سے سندھ کے وزیر اعظم نہیں رہے۔ آج بعد دوپہر کو جب وہ سکرٹریٹ سے باہر نکلے تو اخباری نامہ نگاروں نے ان سے دریافت کیا کیا یہ درست ہے کہ آپ اب وزیر اعظم نہیں رہے؟ مسٹر اللہ بخش نے جواب میں کہا کہ جی ہاں۔ آج سے میں وزیر اعظم نہیں رہا۔ اس سے زیادہ آپ مجھ سے نہ پوچھیں۔

واردھا گنج۔ ۱۰ اراکتوبر کل شام ۹ اراکتوبر کا دن منانے کے سلسلہ میں جلوس نکالنے کے الزام میں ۱۲۔ آدمیوں کو گرفتار کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بُت جس کی شکل مسٹر چرچل سے ملتی جلتی تھی۔ بازار میں جلا دیا گیا۔ پتہ چلا ہے کہ چاندا کی پولیس نے سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پولیس اور مال افسروں کے قتل اور آتشزدگی کی وارداتوں کے سلسلہ میں ملزموں کے خلاف تین درخواستیں دی ہیں۔

نئی دھلی ۱۱ اکتوبر۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ نئی دہلی اور دہلی میں سرکاری دفتروں اور سرکاری رہائشی کوارٹروں میں بڑی طور پر خاکی رنگ کیا جائے گا۔ پرائیویٹ مکانوں والوں کو بھی مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ مکان خاکی کریں۔

جب مسٹر اللہ بخش نے خطابات چھوڑنے کا اعلان کیا تو گورنر سندھ نے انہیں بلا کر کہا کہ آپ نے حق وفاداری کی خلاف ورزی کی ہے۔ خطابات چھوڑنا تاج کی توہین ہے مگر مسٹر اللہ بخش نے اپنا فیصلہ بدلنے سے انکار کر دیا۔

پشاور۔ ۱۱ اکتوبر۔ کل مردان میں پولیس نے حفاظت خود اختیاری میں ایک ہجوم پر گولی چلادی جس میں تین اشخاص ہلاک اور چند دیگر اشخاص زخمی ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سو سرخپوشوں کا ایک جتھا کچہری کی طرف گیا لیکن اسے روک کر منتشر کر دیا گیا۔ اس پر باہر کھڑے ہجوم میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور انھوں نے پولیس پر اینٹیں برسانی شروع کیں۔ چنانچہ پولیس نے گولی چلادی۔

ماسکو۔ ۱۱ اراکتوبر۔ ریوٹر کے سپیشل نامہ نگار کا بیان ہے کہ جرمن فوج اور ٹینکوں کے چار ڈویژنوں نے زبردست ہوائی امداد سے کل سٹالن گراڈ کے شمال مغربی صنعتی علاقہ کے خلاف حملہ کا دباؤ جاری رکھتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ پچاس ٹینکوں نے سارے دن میں ایک تنگ رقبہ پر حملہ کیا۔ مگر پیش قدمی کرنے میں ناکام رہے ۱۸ ٹینک ناکارہ ہو گئے۔

ماسکو ۱۳ اراکتوبر۔ موزواک کے محاذ سے روسی خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ دشمن تازہ دم فوجی ڈویژنوں اور ٹینک دستوں کی مدد سے سخت ڈھٹائی سے پیشقدمی کرنے کی کوشش کر رہا ہے، روسی مورچوں پر ہر روز پانچ سے آٹھ حملے کئے جا سکتے ہیں۔ جرمنوں نے پچھلے دس روز میں موزواک کے ارد گرد ہوائی جہازوں کی بہت بڑی تعداد جمع کر لی ہے۔

چنکنگ ۱۳ اراکتوبر ایک چینی فوجی ترجمان نے آج انکشاف کیا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا جاپانی بحری بیڑے کو جس میں چار طیارہ بردار جہاز اور سات جنگی جہاز تھے جنوبی بحرالکاہل کی طرف جاتا دیکھا گیا۔ اس ترجمان کا کہنا ہے کہ یہ زبردست جاپانی بحری بیڑہ تھا، اس میں کئی جنگی گشتی جہاز بھی تھے۔ امریکہ کے بحری محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ سولومن میں دو جاپانی گشتی جہازوں کو نقصان پہنچا ہے، گوڈال کنال میں امریکی فوجوں نے شمالی ساحل کے مغرب میں اپنے مورچوں میں توسیع کر دی ہے۔ ریکٹا اور گوڈال کنال میں چھاپہ میں دو امریکی ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا۔ دشمن کے پندرہ ہوائی جہازوں کو نیچے گرایا گیا ہے۔ امریکی فوجوں کے کمانڈر انچیف حال ہی میں مغربی گوڈال کنال میں گئے۔

سان فرانسسکو۔ ۱۳ اراکتوبر۔ گذشتہ روز سولومن میں امریکہ کا ایک بہت بڑا جنگی گشتی جہاز اسٹوریا غرق ہوا تھا۔ اس سے بچکر ایک ملاح یہاں پہنچا ہے، اس کا کہنا ہے کہ جہاں جاپانی ہوائی جہازوں نے فوارے پھینکے پانی کے پار سے چلتی جنگ میں جاپانی فضائی شعاعیں بھی چھوڑی گئیں۔

(بقیہ شذرات)

کم آتا ہے، لیکن اس عذر میں قطعاً کوئی معقولیت نہیں . . .

ہے۔ اگر مسلمان افلاس کی وجہ سے زیادہ تعداد میں اپنے مدارس قائم نہیں کر سکتے تو حکومت کا فرض تھا کہ وہ سرمایہ دار اقوام کو نظر انداز کر کے زیادہ سے زیادہ امداد مسلمان قوم کو دیتی تاکہ وہ کافی تعداد میں درسگاہیں قائم کر کے اپنی تعلیمی کمی کو پورا کرنے کے قابل ہو جاتے۔

ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ حکومت نے ۱۹۳۲ء کے بعد سے نئے اسکولوں کو گرانٹ دینی بند کر دی ہے جس کے سبب مسلمان جو نئے مدارس قائم کرتے ہیں وہ حکومت کی تعلیمی امداد سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اس طرح تو ہمیشہ کے لئے ہندو، سکھوں اور عیسائیوں کی اجارہ داری قائم رہے گی کیونکہ نئے اسلامی مدارس کو امداد مل نہیں سکتی قدیم میں سے غیر مسلموں کی مدارس کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کے اصول تقسیم اور پالیسی کو تبدیل کرائے بغیر اس اجارہ داری کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئیے

پنجاب یونیورسٹی اور محکمہ تعلیم کے اس نامناسب طرز عمل کے خلاف صاحب احساس حضرات و اخبارات وقتاً فوقتاً آواز بلند کرتے رہتے ہیں۔ چند مرتبہ بعض اسلامی اداروں کی طرف سے بھی احتجاج کیا گیا۔ چونکہ اس قسم کی آوازوں میں کوئی تنظیم و تسلسل اور ان کی پشت پر کوئی طاقت نہیں ہوتی لہذا یہ صدا بصحرا ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہ کام باقاعدگی استقلال اور قوت چاہتا ہے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ صوبہ کا کوئی بااثر تعلیمی ادارہ مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور یا انجمن ترقی تعلیم امرتسر اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے اسکے لئے ایک علیحدہ مجلس مقرر کر دی جائے جس میں صوبے کی تمام معقول و تعمیری کام کرنیوالی اسلامی انجمنوں اور مڈل ہائی اسکولوں کے نمایندے تعلیمی امور میں دلچسپی رکھنے والے معزز حضرات، با اثر اکابر و رؤسا اور مسلمان ممبران اسمبلی شریک ہوں۔ غور و فکر اور باہمی مشورہ کے بعد ایک لائحہ عمل تجویز کر کے تقسیم کار کے اصول پر باقاعدہ پر امن آئینی جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ اخبارات اپنے اپنے طریق و استطاعت کے مطابق رائے عامہ کو بیدار کریں۔ انجمنوں اور اداروں کی طرف سے جلسے منعقد کئے جائیں۔ ممبران اسمبلی، ایوان اسمبلی میں سوالات پوچھیں اور قراردادیں پیش کریں۔ اکابر و رؤسا سرکاری حلقوں پر اثر ڈالیں۔ اعلیٰ حکام کے پاس باقاعدہ نمایندے وفود جائیں ۔۔۔۔ اسکے بغیر کامیابی مشکل ہے۔

خدا کے حضور التجا

(از جناب چودھری سلطان علی صاحب برہ ملتی)

نکما آدمی ہوں اے خدا ۔ تو نکمے کو بنا دے کام کا
یہ گنہ فرائض جو کبھی ۔ بیوقوفی سے بیا میں نے اٹھا
فرائض کو کوئی اک فرض بھی ۔ ہو نہیں سکتا ہے اب مجھ سے ادا
ندر غفلت بھی بڑھتی گئی ۔ جس قدر میں عمر میں بڑھتا گیا
بڑھاپے میں ہوا آ ناخراب ۔ اس خرابی کا مجھے ہے دکھ بڑا
افسوس ہے حالت مری ۔ خود ہی خود کو ہوں ملامت کر رہا
مانی آیت قرآں یہ ہے ۔ لیس للانسان الا ما سعے
کرنی کا اٹل قانون ہے ۔ میرے آگے آ گیا میرا کیا
جانا تیری رحمت ہے وسیع ۔ تو نے ہی لاتقنطو فرما دیا
ذعان ہے میرے لئے ۔ تیرے فرمانوں سے یہ فرماں ترا
بڑھکے سے دبا تیرا غضب ۔ تجھ سے میں ڈرتا نہیں کرتے دعا
رحمت پہ میری اے رحیم ۔ نابکاری پر مری جاتا ہے کیا
ہوں بندہ ترا گندہ سہی ۔ التجا کس سے کروں تیرے سوا
ناظر ہوں کبھی میرے لئے ۔ دست بدعا ہوں سے از بہر خدا
میں کروں گا انکی ہمدردی کا شکر
ورخدا دے گا انہیں اسکی جزا

مرا بندہ ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سرسید کی طبیعت پر فلسفہ جدیدہ نے اثر کیا

تعجب پر تعجب یہ کہ سرسید احمد خانصاحب کیوں بینات قرآنیہ کے برخلاف نہایت مجہول اور منکرانہ اظہار کر رہے ہیں اسکا باعث ایک ناگہانی ابتلا معلوم ہوتا ہے جسمیں وہ پھنس گئے اور یہ کہ قبل اسکے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات میں تدبر کرتے اور اسکے تسلی بخش دلائل سے اطلاع پاتے کسی منحوس وقت میں ان کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو اس زمانہ کے یورپ کے فلاسفروں نے جو دہریہ کے قریب قریب ہیں تالیف کی ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ معلوم ہوتا ہے ایسی ملحد طبع نو تعلیمیافتہ لوگوں کی باتیں بھی سنتے رہے۔ جنکی طبیعتوں میں یورپ کے طبعی اور فلسفہ پھنس گیا تھا۔ سو جیسا کہ ایسے خیالات کے سننے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے وہی نتیجہ سید صاحب کو بھی بھگتنا پڑا۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف سے تو بیخبر ہی تھے اسلئے فلاسفروں کی تقریروں کے ساحرانہ اثر نے سید صاحب کے دل پر وہ کام کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور طینت کی پاکیزگی جو اسی کے فضل سے انکو نہ تھامتی تو معلوم نہیں کہ انکی یہ سرگردانی اب تک کہاں تک انکو پہنچاتی۔ سید صاحب کی یہ نیک منشی درحقیقت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے بہرحال قرآن شریف کا دامن نہیں چھوڑا۔ گو سہواً اس منشا اور اسکی تعلیم اور اسکی ہدایتوں سے ایسی دور جا پڑے کہ ایسی تاویلیں قرآن کریم کی نہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھیں نہ اسکے رسول کے علم میں نہ صحابہؓ کے علم میں نہ اولیا اور قطبوں اور غوثوں اور ابدال کے علم میں اور نہ ان پر دلالت النص یا اشارۃ النص دلالت کرتی ہے۔ سید صاحب کو سوجھیں۔ زیادہ تر افسوس کا یہ مقام ہے کہ سید صاحب نے قرآن شریف کی ان تعلیموں پر جو اصل اصول اسلام اور روحِ الٰہی کا لب لباب تھیں یا یوں کہو کہ جنکا نام اسلام تھا خیر خواہی کی نیت سے پھیر دیا اور اپنی تفسیر میں آیات بینات قرآن کریم کی ایسی بعید از صدق و انصاف تاویلیں کیں کہ جنکو ہم کسی طرح سے تاویل نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ ایک پیرایہ میں قرآن کریم کی پاک تعلیمات کا رد ہے۔ سید صاحب کے ہر ایک فقرہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نئے فلسفہ نے جو یورپ نے پیش کیا ہے انکا دل کانپتا اور لرزتا ہے اور انکی روح اسکو سجدہ کر رہی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینی میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے چوہدری سلطان محمود صاحب منیجر پیغام صلح کے ہاں لڑکی عطا فرمائی ہے۔ چوہدری صاحب موصوف نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام انجمن کو دیئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بچی کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

درخواست استمداد دعا

(ا) جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی بحکم۔ بخار رہنے بخار بیمار ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم شیخصاحب کے لئے عید کے موقعہ پر خاص طور پر دعا کی تحریک فرمائی تھی سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ شیخصاحب موصوف کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شیخصاحب کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ب) جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی صاحبزادی عرصہ دراز سے بیمار چلی آتی ہیں صاحبزادی مذکور کیلئے حضور قلب سے دعا فرمائیں ۔ (ج) شیخ اسماعیل امام صاحب گوا سے اپنے خسر شیخ آدم صاحب جو بعض مشکلات میں مبتلا ہیں اور اپنے لڑکے کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے۔ جو کم از کم میٹرک پاس ہو۔ درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ و سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل فی الفور آنی چاہئیں۔ تقرر یکم نومبر ۱۹۴۲ء سے ہوگا چونکہ سردست امتحاناً ہوگا تنخواہ ۲۵ روپے ہوگی، جنگ الاؤنس ۵ روپے ہوگا۔ تجربہ کار آدمی کو تنخواہ ۵۔۱۔۶۰ تک مل سکے گی۔

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری

ریڈکراس سوسائٹی

یہ سوسائٹی کیسے وجود میں آئی ؟

ریڈکراس سوسائٹی ایک ایسا ادارہ ہے جس کی شہرت اوراثر عالمگیر ہے اوراس وقت جبکہ مغربی دنیا میں جنگ ہورہی ہے یہ سوسائٹی نہایت قیمتی خدمات سرانجام دے رہی ہے

اس سوسائٹی کی تاریخ مختصر طور پر یہ ہے کہ ۱۸۵۹ء میں جو لڑائی فرانس اورآسٹریا کے درمیان ہوئی اس کے نتیجہ میں یہ تحریک پیدا ہوئی۔ اس کے بعد جتنی تحریکیں اس نوع کی اٹھیں ہیں ان سب سے یہ تحریک کامیاب اور ممتاز ہے۔ اس سوسائٹی کی ابتدا اس جذبہ سے ہوئی جو بعض دفعہ انسانی قلب کے اندر بنی نوع انسان کی رفاہ اور بہبود کے لئے پیدا ہوا کرتا ہے۔ انسانوں کی فطرت بھی عجیب ہے بعض دفعہ وہ قومیں جو ایک دوسرے کو نابود کرنے کے لئے کوشاں ہوتی ہیں، اور جن کی تلواروں اور برچھیوں سے انسانی جسم خاک و خون میں لوٹتے ہیں۔ انہی قوموں کی صفوں سے ایسے وسیع الخیال اور نیک دل انسان بھی پیدا ہوتے ہیں جو رستے ہوئے زخموں کے منہ بند کرتے ہیں اور ان پر مرہم کے پھاہے رکھتے ہیں۔

۱۸۵۹ء کی لڑائی جو فرانسیسیوں اورآسٹریا والوں کے درمیان ہوئی ہمیں آسٹریا والوں کو . . . . سولفرینو کے مقام پر شکست ہوئی۔ اس جنگ میں بیشمار سپاہی مجروح ہوئے۔ ایک شخص جس کا نام . . . . ہنری ڈیونانٹ تھا وہ جنیوا کا رہنے والا تھا۔ اور مجروح سپاہیوں کی دیکھ بھال پر متعین تھا اس شخص کے سینہ میں ایک ایسا قلب تھا جس میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، وہ مجروح سپاہیوں کی حالت زار سے بہت متاثر ہوا۔ تین سال کے بعد اس نے اس مذکورہ بالا جنگ کے متعلق ایک کتاب لکھی جو ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب سے ریڈکراس کی بین الاقوامی تحریک جنم لیتی ہے۔ ہنری ڈیونانٹ نے سب سے پہلے ایسی تحریکات کے متعلق تجاویز پیش کیں جو دوران جنگ میں مجروحین کی مرہم پٹی کریں۔

جنیوا سے ابتدا

ڈیونانٹ کی اس چھوٹی سی کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ ۱۸۶۳ء میں جنیوا کے مقام پر یورپ کی سولہ حکومتوں کے نمائندے جمع ہوئے اورانہوں نے ایک کانفرنس کی۔ اس کانفرنس نے ریڈکراس سوسائٹی کے بنیادی اصول وضع کئے اور یہ تجویز کی کہ ہر ملک میں فوج کیساتھ اس نوع کی ریلیف سوسائٹیاں ملحق کی جائیں۔

اس کانفرنس کے ایک سال بعد سوئٹزرلینڈ کی فیڈرل کونسل کی طرف سے ایک اورسیاسی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جن حکومتوں کے نمائندے وہاں موجود تھے انہوں نے اس میثاق پر دستخط کئے کہ اس قسم کی ریلیف سوسائٹیاں بنائی جائیں گی اور مجروحین اوران کی نگہداشت کرنیوالے عملہ کو جنگ کے دوران میں غیرجانبدار خیال کیا جائیگا اور انہیں فوجیوں کی طرف سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا۔

اس کانفرنس میں سب سے پہلے کپڑے یا سفیدہ پر سرخ صلیب کا نشان اس سوسائٹی کی علامت مقرر ہوا۔ یہ نشان صرف ہسپتالوں پر ہی نہیں لگایا جاتا۔ بلکہ اجول پر بھی لگایا جاتا ہے جو اس سوسائٹی کی عملی طور پر مدد کرتے ہیں۔ قریبًا اسی وقت سے ترکی اور مصر نے بھی سرخ صلیب کی جگہ سرخ ہلال کا نشان استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ایران نے سرخ شیر اور سورج کا نشان اس سوسائٹی کے لئے مقرر کیا۔

دوکروڑ ارکان

۱۸۶۴ء کے اخیر تک یورپ کی سب حکومتوں نے اس معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ امریکہ کی ریاستہائے متحدہ نے ۱۸۸۲ء میں اس معاہدہ کو قبول کیا اوراس معاہدے کی وجہ سے امریکہ کی خانہ جنگی ہوئی، ۱۹۳۰ء میں ستاون کے قریب سوسائٹیاں دنیا میں قائم تھیں، جن کے ارکان کی مجموعی تعداد . . . . ۲ کروڑ پر مشتمل تھی، گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں اس سوسائٹی نے بڑی جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں، جس سے اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ مجروح سپاہیوں کی اس سوسائٹی کی طرف سے خوب مدد کی گئی۔ میدان کارزار میں جبکہ ہر طرف تباہی اور بربادی کا منظر تھا، صرف یہ سوسائٹی تھی جو قومیت اور رنگ و نسل کے امتیازات کو بالائے طاق رکھکر مجروح اور دکھی انسانوں کی خلوص دل سے مدد کر رہی تھی۔ جب گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہو۔ بم پھٹنے کے ہولناک دھماکے ہر طرف خوف ڈر اور لرزہ پیدا کر رہے ہوں۔ ایسے وقت میں انسان کی چارہ سازی کرنا جوئے شیر کا لانا ہے اور ایسے نازک وقت میں بنی نوع انسان کی خدمت بجالانا بہت بڑی بات ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں بین الاقوامی ریڈکراس سوسائٹی پر بہت بڑی بڑی ذمہ داریوں کی حیثیت ہوئی ہے۔ جنگی قیدیوں کے معاملات کو اس سوسائٹی نے سلجھایا ہے۔ قیدیوں کو اوران کے خاندان کو مناسب امداد بہم پہنچائی ہے ۔ قوموں اور ملکوں کی اعانت کی ہے ہوائی اور بحری جنگوں میں ممکن سہولتیں بہم پہنچائی ہیں۔ سمندر کے بڑے بڑے حادثے تو کلیتًا اس سوسائٹی کے زیر نگرانی تھے ریڈکراس سوسائٹی نے صبح شام محنت شاقہ کے ساتھ انسانوں کی رفاہ کے لئے کام کیا ہے۔ اوراس کا کام تمامتر ان تحریکات پر فوقیت رکھتا ہے جو انہی اصولوں پر قائم ہیں، جن پر یہ سوسائٹی چل کر کارہائے نمایاں کر رہی ہے۔ اس کی کامیابی کا راز نظام میں ہے۔ اس کے مقاصد بالکل غیر سیاسی ہیں۔ اس کے پیش نظر صرف نوع انسان کی خدمت ہے جو کہ جغرافیائی حدود اور قومیت کے قید و بند سے آزاد ہے۔

زمانہ امن میں سوسائٹی کی خدمات

جنگ کے زمانہ میں ریڈکراس کی خدمات اور کارہائے نمایاں کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اب ہم اس امر پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ کہ زمانۂ امن میں یہ سوسائٹی کیا کیا کرتی ہے۔ جنگ کی خون آشامیوں سے جو لوگ خانماں برباد ہو جاتے ہیں۔ وہ عورتیں جن کے سہاگ لٹ جاتے ہیں۔ وہ بچے جو یتیم ہو جاتے یہ سوسائٹی وسیع پیمانہ پر حتی الامکان ان کے دکھوں کا درماں کرتی ہے۔

جنگ عظیم کے بعد ہنری پی ڈیوسن . . . . جو جنگ کے دوران میں امریکی ریڈکراس سوسائٹی کی جنگی کمیٹی کے صدر تھے ان کی تحریک پر برطانیہ فرانس اور جاپان کی ریڈکراس سوسائٹیوں کے نمایندوں سے ۱۹۱۹ء میں ایک لیگ بنائی گئی جو ایک عالمگیر انسانی نظام کی مرکزیت کا کام دے اورامن کے زمانہ میں دنیا کی بہتری اور بہبودی کے مشاغل کو جاری رکھے

یہ لیگ بین الاقوامی ریڈکراس کمیٹی سے رفاہ اور بہبود کے کاموں میں تعاون رکھتی ہے اور دیگر فلاحی کاموں میں بھی کافی حصہ لیتی ہے لیگ آف نیشنز نے اسکے ذریعہ تقریبًا چھ لاکھ پچاس ہزار قیدیوں کو نجات دلاکر انہیں اپنے اوطان میں آباد کیا۔

قحطوں، وباؤں، سیلابوں اور زلزلوں کے دوران میں ریڈکراس سوسائٹی کی امداد نہایت مفید ثابت ہوئی ہے یہانتک کہ یہ امداد اور چارہ سازی اس سوسائٹی کے مستقل شعبوں میں سے ہے۔

ایسی مفید اور انسان دوست سوسائٹی کا تمام دنیا میں مقبول ہو جانا کوئی بعید بات نہ تھی چنانچہ ۱۹۲۹ء میں جنیوا کے مقام پر ایک بین الاقوامی معاہدہ کے ذریعہ یہ تسلیم کیا گیا کہ ریڈکراس ایک عالمگیر باضابطہ سوسائٹی ہے اور دنیا کے قریبًا ۴۰ ملکوں نے اس معاہدہ کی توثیق کی اور لطف یہ ہے کہ اس معاہدہ کی دفعات اس صورت میں بھی برقرار رہتی ہیں جبکہ ایک ایسا ملک جس نے اس معاہدے کو تسلیم کیا ہو کسی ایسے ملک سے برسرپیکار ہو جس نے اس معاہدہ کی تصدیق نہ کی ہو۔

کروڑوں روپیہ جمع ہوا

ریڈکراس کے لئے فنڈ یا تو باقاعدہ ممبروں سے وصول کئے جاتے ہیں۔ یا عام جلسوں اور مجمعوں سے بھی یہ فنڈ جمع کر لئے جاتے ہیں۔ جنگ یا کسی اور تباہی کے موقعہ پر تو عام پبلک سے چندہ لیا جاتا ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم کے زمانہ میں امریکہ کے باقاعدہ ممبروں کے علاوہ جو مستقل طور پر چندہ دیتے ہیں دو اپیلیں کی گئیں پہلی ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ اس میں صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر قریبًا تیس کروڑ روپیہ جمع ہوا۔ دوسری اپیل ۱۹۱۸ء میں ہوئی جس میں ۱۵ کروڑ روپیہ جمع ہوا، اس کے علاوہ باقاعدہ ممبروں اور چھوٹی چھوٹی اپیلوں سے جو روپیہ جمع ہوا اس کی میزان ۱۲۰ کروڑ روپیہ پر جاکر بیٹھتی ہے۔

انگلستان سے قریبًا ۲۷ کروڑ روپیہ جمع ہوا جس میں حکومت کے علاوہ دیگر عطیے بھی شامل ہیں۔

(مدیر)

خط وکتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۶۱ھ م ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۳

اشتراکیت اور مذہب

اشتراکیت کا مقابلہ نرمی اور معقولیت سے کرنا چاہیئے

دور حاضر میں مادی نقطہ نگاہ سے انسان کیلئے بہت سے اصول حیات وضع کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اشتراکیت ہی جو بہت اہمیت حاصل کر گئی ہے اور روس کی تو اس نے ہیئت اجتماعی اور ہیئت سیاسی کو بالکل بدل دیا ہے، روس اس اصول حیات کا سب سے بڑا علمبردار ہے ہندوستان میں بھی اشتراکیت کیطرف سے خطرہ محسوس کیا جاتا ہے دیگر ممالک بھی اس سے خدشہ محسوس کرتے ہیں چنانچہ جرمن نے تو اس اصول حیات کو مٹانے کے لئے اپنی ساری قوت کا رخ روس کی طرف کر دیا ہے اور نہایت جبر اور تشدد سے اسکو مٹانا چاہتا ہے چنانچہ ایک دفعہ ہٹلر نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ دو ملکوں کی جنگ نہیں بلکہ یہ دو اصولوں کا مقابلہ ہے۔ اور امر واقع بھی یہی ہے لیکن دنیا کے کسی اصول کو جبر و تشدد اور لوہے اور آگ سے نہیں مٹایا جا سکتا اور نہ ہی اشتراکیت اس طرح مٹے گی بلکہ اسکا مقابلہ رفق و ملائمت اور دلائل و معقولیت سے کرنا چاہیئے۔ اشتراکی لوگ اپنی طرف سے انسانوں کی بہتری کے لئے ایک ایسا معاشی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جو سرمایہ داری کے الٹ معاشی مساوات پر قائم ہو اس میں بھی شک نہیں کہ اشتراکیت مذہب کی بھی دشمن ہے، لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو وہ ہر ایک مذہب کی دشمن نہیں وہ اس مذہبی سرمایہ داری کی دشمن ہے جو عیسائی کلیسا نے پیدا کی اس کے علاوہ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مذہب انسانوں کو آخرت کی جھوٹی امیدیں دلا کر دولت اور ثروت کے متعلق غربا اور مزدوروں کی توقعات کو اس دنیا میں ختم کر دیتا ہے ان کے قلوب میں لینے جائز معاشی اور سیاسی حقوق کی امنگیں پیدا نہیں ہوتیں اور وہ سرمایہ داری کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتے بلکہ اپنی ناگفتہ بہ حالت پر ہی قناعت کر لیتے ہیں، سو اس لحاظ سے مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے جسے خیر باد کہہ دینا چاہیئے"۔

اس میں شک نہیں کہ اشتراکیت کا مذکورہ بالا دعوےٰ بہت وحشت خیز اور انقلاب انگیز ہے لیکن اس کے باوجود بہت سطحی ہے اس لئے اس سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس کی سطحیت کو واشگاف کرنا چاہیئے، اس کی وسعت خود بخود انسان کی نگاہوں سے گر جائے گی اور لوگ اس اصول حیات کو قبول کرنے سے گریز کریں گے۔ اشتراکیت کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے، کہ وہ انسان کو صرف ایک معاشی جانور تصور کرتی ہے اور علمبرداران اشتراکیت کے نزدیک انسان کی تمام ضروریات مادی ہیں، ایسا خیال کرنے میں وہ انسانی روح کے تقاضوں کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں، انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں ہے ... شکم سیری صرف اس کی تقویت کا باعث نہیں ہو سکتی بلکہ نیکی، تقوےٰ اخلاق بہت عظیم الشان محرکات ہیں جن سے انسان کے کردار اور شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ ۱۸ر اکتوبر کا شیر پنجاب اپنے مقالہ افتتاحیہ میں رقمطراز ہے:۔

"کمیونسٹ کہتے ہیں کہ ہمیں روٹی کپڑا اور رہنے کے لئے جگہ چاہیئے یہ نہایت پست ادنےٰ اور ذلت آفریں ذہنیت مغرب کی خشک مادہ پرستی نے لوگوں کو بخشی ہے ورنہ ہماری زندگی کا منتہائے مقصود یہی کچھ نہیں . . . . پیٹ تو حیوانات بھی بھر لیتے ہیں اور پرند بھی، ہمیں کیرکٹر کی ضرورت ہے ہمیں علم کی ضرورت ہے ہمیں انسانیت کی ضرورت ہے روحانیت کی ضرورت ہے اعلیٰ سوسائٹی کی ضرورت ہے آزادی کی ضرورت ہے انصاف کی ضرورت ہے، مساوات کی ضرورت ہے۔ مینڈک کی طرح کمیونسٹ اور ناستک کیچڑ میں مٹی مچھر اور چھوٹے موٹے کیڑوں کو ہی نعمت غیر مترقبہ سمجھے بیٹھے ہیں وہ بلند ہونے کا احساس بھی نہیں رکھتے۔"

واقعی اس میں کچھ شک نہیں جیسا کہ معاصر شیر پنجاب نے لکھا ہے یہ لوگ انسانی زندگی کو بہت محدود اور پست کر دیتے ہیں اور ان حقائق گرامی کا انکار کر دیتے ہیں جن کی انسان کے ترفع اور تعزز کے لئے اشد ضرورت ہے۔ اور وہ تمام روحانی اور اخلاقی خصوصیات جو انسان کو معزز اور اشرف بناتی ہیں وہ مذہب کی پیدا کردہ ہیں، مذہب کے عظیم المرتبت قائدین یقیناً سرمایہ دار نہیں تھے، سردار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم حضرت بودھ، حضرت مسیح سرمایہ داری کے مؤید تو نہ تھے یہ لوگ جن پر انسانیت کو ناز ہے نیکی اور تقوےٰ کے پیکر اور اخلاق حسنہ کے حامل تھے ان محسنوں نے انسانوں کے اندر ایسی اخلاقی قوت پیدا کی جو انسانوں کی بقا اور عزت کا باعث ہے اور آج تہذیب و تمدن اسی اخلاقی قوت پر قائم ہیں، اگر اشتراکی مذہب کو مٹائیں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس تصور سے وہ اخلاقی بنیادیں بھی منہدم ہو جائیں گی جن پر انسانی سوسائٹی کی بنیاد ہے، اگر وہ مذہب کو بالکل خیر باد کہنا چاہتے ہیں تو انہیں اس اخلاق کو بھی ترک کرنا پڑے گا جو مذہب نے پیدا کیا ہے، اور اس ترک سے جو نتائج پیدا ہونگے غالباً ان نتائج کی بھیانک نوعیت سے یہ لوگ غافل نہیں ہوں گے، دنیا کی کوئی تہذیب بغیر اخلاقی قوت کے قائم نہیں رہ سکتی سو اشتراکیت کی سب سے بڑی سطحیت یہ ہے کہ وہ مذہب کو مٹانے کے ساتھ ہی اخلاق کو بھی مٹانا چاہتے ہیں جن کے بغیر ان کی اپنی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

دوسری کمزوری اشتراکیت میں یہ ہے کہ وہ تمام انسانی مشکلات کو صرف معاشی ہی خیال کرتی ہے جس کا علاج قانون سے ہو سکتا ہے، لیکن اگر قلوب اور دماغ کے اندر ایک فساد پیدا ہو جائے تو کیا اس کا علاج بھی مجلس قانون ساز کر سکتی ہے یقیناً قلب و دماغ کی اصلاح اور تزکیہ صرف مذہب ہی کر سکتا ہے، قانون سازی نہیں کر سکتی، البتہ نیک ارادوں اور بلند اخلاق سے اچھی قانون سازی کی توقع ہو سکتی ہے۔

تیسری سطحیت اشتراکیت کی یہ ہے کہ مذہب جب مزدور کو آخرت کی امید دلاتا ہے تو سرمایہ دار کو بھی عذاب جہنم سے ڈراتا ہے اور دولت دنیا اور عیش و عشرت کی بے ثباتی کے متعلق قلوب میں ایک اعلےٰ درجہ کی تحریک ترک بھی تو پیدا کرتا ہے آخر کمیونسٹ اور اشتراکی اس حقیقت کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں، انہیں مذہب کے اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے حضرت مسیح نے فرمایا کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گذر سکتا ہے لیکن ایک امیر آدمی کا جنت میں داخل ہونا سخت مشکل ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی ساری زندگی سرمایہ داری کے خلاف ایک زبردست جہاد ہے اور حضور صلعم نے جو دین اور مذہب دنیا کو دیا اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ نے اسے قبول کیا وہ سرمایہ کی مرکزیت کا سخت دشمن ہے اور اس میں ایک اعلےٰ درجہ کی معاشی مساوات بھی ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اس میں ایک بلند اخلاقی اور روحانی نظام بھی موجود ہے جو سرمایہ دار کا پشت پناہ نہیں بلکہ اسکے افعال کا نگران ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اب تک اسلامی ممالک میں مغربی طرز کی سرمایہ داری پنپ نہیں سکی سو کارل مارکس کی اشتراکیت کا سب سے بڑا جواب اسلام ہے اور اس جواب کو نہایت معقولیت سے پیش کرنا چاہیئے معقولیت کے سامنے کوئی باطل قوت نہیں ٹھہر سکتی الغرض اشتراکیت کا مقابلہ جبر اور تشدد سے نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ رفق و ملائمت اور معقولیت اور دلائل سے کرنا چاہیئے اور یہی حقیقی کامیابی کا راستہ ہے، ورنہ تشدد سے دنیا کی کوئی تحریک دب نہیں سکتی۔

ضروری اطلاع حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بغرض آرام کے لئے راولپنڈی تشریف لے گئے ہیں وہاں انکا پتہ حسب ذیل ہوگا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب معرفت شیخ عبدالرحمن صاحب سینئر سب جج ۲۲ ہیچ روڈ۔ راولپنڈی چھاؤنی۔

آریہ ہندو دنیا پر ایک نظر!

از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب

حال ہی میں حکومت حیدر آباد نے اعلیحضرت نظام دکن وبرار کے فرمان کی تعمیل میں مذہبی امور پر غور کرنے کے لئے ایک مستقل قانونی مشاورتی کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا ہے اسبارہ میں عملی کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ یہ کمیٹی مذہبی معاملات کے متعلق رعایا کی شکایات پر غور کرنے کے علاوہ حکومت کو علاج مشورہ بھی دیا کرے گی۔ اس کے ممبروں کی تعداد کم از کم چوبیس اور زیادہ سے زیادہ تیس ہوگی نصف ممبر مسلمان اور نصف ہندو لئے جائیں گے۔ ہندو اراکان میں ایک اچھوت لازمی ہوگا۔ اہم مذہبی معاملات پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بھی مرتب کی جائے گی۔ یہ حقیقت تو اکثر اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگی کہ سلطنت حیدر آباد کے محکمہ امور مذہبی کی طرف سے بیشمار ہندو مندروں، مٹھوں، درگاہوں اور مذہبی پیشواؤں کو لاکھوں روپیہ سالانہ کی امداد ملتی ہے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور معافیاں ان کے نام موجود ہیں۔ یہ اسلامی سلطنت کا عمل وسلوک ہے جس پر ہندو مہا سبھائی آریہ سماجی اور کانگریسی ہندو ہمیشہ مذہبی تعصب، ہندو کشی، اور مسلمانوں کی بے جا طرفداری کے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔

جنوبی ہندوستان کی اس اسلامی سلطنت کی رواداری ہندو نوازی کا مقابلہ ذرا شمالی ہندوستان کی ہندو ریاست جموں وکشمیر کے طرز عمل سے کیجئے۔ وہاں بھی دھرم ارتھ کا ایک محکمہ قائم ہے۔ جس پر ریاست کی اسی فیصدی مسلمان آبادی کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے لاکھوں روپیہ سالانہ صرف کئے جاتے ہیں لیکن کیا حکومت جموں کشمیر اور اس کے قصیدہ خواں بتا سکتے ہیں کہ یہ محکمہ ہندو معابد، مندر اور ہندو ادارات کے مقابلہ میں مساجد اور اسلامی مقابر و ادارات پر کس قدر روپیہ صرف کرتا ہے؟ اور اس محکمہ کے نظم ونسق میں مسلمانوں کو کس حد تک دخل حاصل ہے؟ اگر اسبارہ میں صحیح اعداد وشمار شائع کر دیئے جائیں تو ہندوؤں کی تنگدلی وبے انصافی کی ایک عبرت انگیز وسبق آموز تصویر دنیا کے سامنے آجائے۔ اس محکمہ "دھرم ارتھ" میں ہندو مندروں، ٹھاکر دواروں، دھرم سالوں، پاٹھ شالاؤں کی امداد بیکار سے سادھو، سنتوں اور پُرخور مہنتوں، اپاہج بے مصرف گائیوں، مست ومردم آزار سانڈوں کی پرورش تحریک اشدھی وسنگھٹن کی تقویت اور ہندی زبان کی ترویج اور اسی قسم کے دوسرے کاموں کے لئے روپیہ ہے لیکن مسلمانوں کا حصہ بمنزلہ صفر ہے۔ اس کے باوجود حیدر آباد انصاف کش وظالم اور جموں کشمیر منصف مزاج ومسلم نواز ہے حیدر آباد کے خلاف شدید زہریلا پروپیگنڈا کرنا چاہیئے اور جموں کشمیر کے گن گانے چاہئیں ــــ یہ ہے ہمارے مہا سبھائی اور آریہ سماجی ہم وطنوں کی اصول پسندی وشرافت؟

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانہ میں سلطنت حیدر آباد کی طرف سے مذکورہ بالا مشاورتی کمیٹی کا اعلان ہوا ہے ہن اسی زمانہ میں جموں کے ایک پر رونق بازار میں دن دہاڑے ہندو راجپوتوں نے خطرناک سازش کر کے ایک شریف بیکس نومسلمہ کو نہایت ظالمانہ طریق پر اغوا کر لیا۔ اس حادثہ نہ صرف ریاست بلکہ سارے شمالی ہندوستان کے مسلمان مضطرب ہیں لیکن جموں کی ہندو حکومت مظلومہ کا سراغ لگانے اور ظالموں کو عبرتناک سزا دینے کی بجائے ان کی پشت پناہی وپردہ پوشی کر رہی ہے۔ اس نازک معاملہ میں وہ تقاضائے انصاف وامن سے بالکل غافل ہو چکی ہے۔ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کی طرف سے اس کے کان بند ہیں۔

موجودہ اسلامی حکومتوں کے علاوہ سابق مسلمان بادشاہوں اور حکومتوں کے خلاف، بہتان طرازی آریہ سماجیوں اور مہا سبھائیوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ دیگر بے بنیاد الزامات کے ساتھ ساتھ وہ یہ جھوٹ بھی بڑی کثرت سے بولتے ہیں کہ ہندوستان کے اسلامی عہد حکومت میں ہندوؤں کے کلچر اور زبان وادب کو نقصان پہنچانے اور مٹانے کی باقاعدہ وسیع پیمانہ پر کوشش کی گئی حالانکہ اس میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں ہے، ہندو مؤرخ ومحقق بھی جب ذرا صداقت شعاری اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہیں تو انہیں اس اعتراف پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ہندو کلچر اور زبان وادب کو نقصان پہنچانے اور تباہ کرنے کی بجائے نہایت روادارانہ طریق پر ان کی سرپرستی کی اور ان کے بقاوترقی کے لئے ہر قسم کی فیاضانہ امداد دی۔

مشہور انگریزی ہندو ماہنامہ "ماڈرن ریویو" (جو ایک علمی ادبی پرچہ ہونے کے باوجود پالیسی کے لحاظ سے بہت بڑی حد تک مہا سبھائی ہے) کے ماہ اگست ۱۹۴۲ء کے نمبر میں ایک مشہور بنگالی فاضل پروفیسر ڈاکٹر جتندر بمل چودہری کا مضمون "مسلمان سنسکرت کے سرپرست" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جو ہمارے مندرجہ بالا دعوے کا ایک روشن وتازہ ثبوت ہے۔ اس مضمون کے شروع میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

"سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان حکمران علم وادب اور فنون لطیفہ کے بہت بڑے سرپرست اور حامی تھے۔ مگر اس واقعہ سے لوگ عموماً واقف نہیں کہ انہوں نے سنسکرت ادب وکلچر کی بھی بہت سرپرستی کی ہے۔ بہت سے سنسکرت کے نامی عالم اور مصنف مسلمان سرکاروں اور درباروں کی زینت تھے۔ اور انہیں ان شاہی سرکاروں سے ہر قسم کی ترغیب اور مالی امداد ملتی تھی۔ ان عالموں اور شاعروں کے کارنامے اب اکثر دستیاب نہیں ہیں، کچھ مخطوطات ہی ملتے ہیں۔ پھر بھی جو لٹریچر اس بارہ میں ملتا ہے وہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ زبان اور مذہب کے اختلافوں کے باوجود ہندوستان کے مسلمان حکمران کس طرح ہندو کلچر اور تہذیب کو بہترین امداد وحمایت سے پھیلاتے تھے۔ آپس کی رواداری۔ اور ایک دوسرے کے مذہب وملت کے احترام کا یہ جذبہ وہ مضبوط رشتہ تھا جس سے ہندوستان کی یہ دو بڑی جماعتیں باہمی اخلاص وترقی کے کام میں وابستہ تھیں۔ اس وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ سنسکرت کی ترقی پر نظر ڈالنا نہایت ضروری ہے"

اس کے بعد مضمون نگار نے اسلامی عہد کے متعدد سنسکرت شاعروں، ادیبوں اور ان کے سرپرست مسلمان بادشاہوں اور امیروں کے نام گنوائے ہیں، بعض کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں اور اپنے مضمون کو مندرجہ ذیل الفاظ پر ختم کیا ہے:-

"آخر میں یہ کہنا ہے کہ بہت سے مسلمان حکمران یہی نہیں کہ سنسکرت علماء کی کھلے دل سے سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرتے تھے بلکہ ان میں بعض مثل شائستہ خاں وغیرہ ہندوستان کے ادب میں عموماً اور سنسکرت اور بنگالی میں خصوصاً اضافہ بھی کرتے تھے"

ہر ایک انصاف پسند شخص جو ان حقائق واعترافات کی روشنی میں مہا سبھائی وآریہ سماجی بہتانوں کا اندازہ کرے گا وہ ان لوگوں کی ذہنیت اور مشاغل کو ہندوستان کی سب سے بڑی بدنصیبی اور مصیبت قرار دینے پر اپنے تئیں مجبور پائے گا۔

آجکل بھی جبکہ تحریک اشدھی کا شور وہنگامہ بظاہر کم معلوم ہوتا ہے آریہ سماجیوں کی بہت سی جماعتیں خاموشی تندہی اور نہایت باقاعدگی سے اس کام میں مصروف ہیں انکے بیسیوں نہیں سینکڑوں کارکنوں نے اپنی زندگیاں اسکے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ترغیب تحریص۔ غلط بیانی۔ زر۔ زور۔ اغوا غرض جس طرح سے بھی بن پڑتا ہے وہ غیر ہندوؤں بالخصوص مسلمان اور اچھوتوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں جہانتک ہندو قوم کی تعداد میں اضافہ کا تعلق ہے، ان کی یہ کوشش بہت بڑی حد تک کامیاب ہے۔ دیانند سالویشن مشن ہوشیار پور۔ آریوں کی ایک مشہور اور مخصوص کام کرنیوالی جماعت ہے۔ اسکی تازہ رپورٹ کارگذاری مظہر ہے، کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اس نے یکم جنوری ۱۹۴۲ء سے ۳۱۔ جولائی ۱۹۴۲ء یعنی سات ماہ کی قلیل مدت میں ۴۳۴۴ غیر ہندوؤں کو اشدھ کیا۔ اوسط ایک ہزار ماہوار سے بھی زیادہ ہے۔ ان اشدھ ہونیوالوں میں معقول تعداد یقیناً مسلمانوں کی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ ارتداد وکفر کے ان حملوں کے مقابلہ میں مسلمان کیا کر رہے ہیں؟ اس کا جواب نفی یا خاموشی کے سوا مسلمانوں کے پاس اور کیا ہے؟ ان پر غفلت، بے حسی، اور خود فراموشی کی تاریکیاں اس بری طرح مسلط ہیں کہ ان خطرات کا مقابلہ تو ایک طرف ان خطرات کا علم واحساس بھی نہیں ہے؟

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

گذشتہ سے پیوستہ

جیسا قرآن شریف میں حضرت نوح علیہ السلام کے حالات { حضرت شعیب۔ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیا علیہم السلام

کے پڑھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالات بطور قصہ کے بیان نہیں کئے گئے۔ بلکہ بطور پیشگوئی کے بیان کئے گئے ہیں۔ یہی امر دوسرے انبیاء کے حالات کے مطالعہ سے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ثابت ہوتا ہے۔ ان حالات کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ ہر ایک بات میں جو انبیائے سابقین کے متعلق بیان کی گئی ہے۔ سوچنے والوں کے لئے ایک نشان اور ایک سبق ہے۔ جو جو باتیں پہلے نبیوں نے اپنی قوموں کو کہیں وہی باتیں مکی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم پر چسپاں ہوتی ہیں۔ مثلاً سورہ ہود میں وہ اقوال درج کئے گئے ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اپنے نبی کو کہے اور نیز وہ اقوال درج ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے اور یہ اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم پر بھی ایسے ہی زور کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم پر چسپاں ہوتے تھے۔ مثلاً خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قالوا یشعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول وانا لنرٰک فینا ضعیفا ولولا رھطک لرجمنٰک وما انت علینا بعزیز ۰ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا اے شعیب تیری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تجھے اپنی جماعت میں بہت ضعیف دیکھتے ہیں اور اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالتے اور تو ہم پر قدرت نہیں رکھتا۔ اب ہو بہو یہی بات مکہ والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے تھے۔ اسلئے جو جواب حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے ان کی قوم کو دیا گیا وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ والوں کے قول کا جواب تھا اور وہ جواب یہ ہے یٰقوم ارھطی اعز علیکم من اللہ واتخذتموہ وراءکم ظھریا ان ربی بما تعملون محیط ۰ ویٰقوم اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل سوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ ومن ھو کاذب وارتقبوا انی معکم رقیب ۰

اے میری قوم کیا میری برادری کی عزت تمہارے دل میں اللہ تعالےٰ کی نسبت زیادہ ہے اور تم نے اللہ تعالےٰ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے۔ میرا رب تمہارے کاموں کا احاطہ کرنیوالا ہے۔ اور اے میری قوم (تم میری برادری کا ہرگز لحاظ نہ کرو بلکہ) جہاں تک تمہارا بس چلتا ہے اپنا زور لگا لو۔ میں بھی کام کئے جاتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کس کو رسوا کرنیوالا عذاب پہنچتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی (خدا کے فیصلہ کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ ان الفاظ میں مکہ والوں کو یہ بتلایا گیا کہ جہاں تک تم میں طاقت ہے تم میرے نابود کرنے کے لئے زور لگاؤ۔ تمہاری کوششیں کچھ کارگر نہ ہونگی کیونکہ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ اور تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس فریق کو خداتعالےٰ عذاب دیکر ذلت اور ناکامی کا مزہ چکھاکر کس کی سچائی کی گواہی دیتا ہے۔ اور مکہ والوں کو کہا گیا کہ تم بھی اس الٰہی فیصلہ کا انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

میں بوجہ خوف طوالت زیادہ مثالیں اسبات کی پیش نہیں کرسکتا کہ قرآن مجید میں جو کچھ گذشتہ انبیاء کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ کہانیاں نہیں بلکہ پیشگوئیاں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی تباہی اور دیگر آنے والے واقعات کی قبل از وقت خبر دی گئی ہے۔ میں صرف چند اور آیات قرآنی یہاں نقل کرتا ہوں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام کو بار بار متنبہ کیا گیا کہ وہ ان انبیاء اور امم کے نمونے سے سبق حاصل کریں جن کے حالات قرآن شریف میں اسی غرض سے بیان کئے گئے ہیں۔ ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل آیات کریمہ غور سے پڑھیں تا ان کو معلوم ہو کہ گذشتہ انبیاء کے حالات کس غرض سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

(ا) كذبت قبلهم قوم نوح وعاد وفرعون ذو الاوتاد ۰ وثمود وقوم لوط واصحٰب لئيكة اولٰئك الاحزاب ان كل الا كذب الرسل فحق عقاب ۰ (ص - ۱)

ان سے پہلے (یعنی تیرے مخالفین سے پہلے) نوح (علیہ السلام) کی قوم نے اور عاد اور فرعون ذوالاوتاد نے اور ثمود اور قوم لوط (علیہ السلام) اور بن والوں (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم) نے نبیوں کی تکذیب کی۔ یہ بھی بڑی جماعتیں۔ ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی پس ان پر میرا عذاب ثابت ہوا:

(ب) ولقد جاء آل فرعون النذر ۰ كذبوا بآياتنا كلها فاخذنٰهم اخذ عزيز مقتدر ۰ اكفاركم خير من اولٰئكم ام لكم براءة في الزبر ۰ ام يقولون نحن جميع منتصر ۰ سيهزم الجمع ويولون الدبر ۰ (قمر - ۳)

فرعون کی قوم کے پاس ڈرانے والے آئے۔ انہوں نے (یعنی اس قوم کے لوگوں نے) ہمارے سارے نشانوں کی تکذیب کی۔ پس ہم نے ان کو پکڑا جیسا ایک طاقتور قدرت والا پکڑتا ہے (بھلا اے مکہ والو بتاؤ) کیا تمہارے کفار ان کفار سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آلٰہی کتابوں میں بریت آچکی ہے کیا وہ (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ ہم ایک بدلہ لینے والی جماعت ہیں۔ یہ جماعت (کفار) ہزیمت اٹھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

(ج) انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا عليكم كما ارسلنا الى فرعون رسولا ۰ فعصى فرعون الرسول فاخذنٰه اخذا وبيلا ۰ فكيف تتقون ان كفرتم يوما يجعل الولدان شيبا ۰ (مزمل - ۱)

ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی اس لئے ہم نے سخت عذاب کے ساتھ پکڑا پس تم کس طرح کفر کرکے اس دن سے بچ سکتے ہو جو (سخت عذاب کی وجہ سے) بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔

(د) كداب آل فرعون والذين من قبلهم ۰ كفروا بآيٰت الله فاخذهم الله بذنوبهم ۰ ان الله قوي شديد العقاب ۰ ... ... كداب آل فرعون والذين من قبلهم ۰ كذبوا بآيٰت ربهم فاهلكنٰهم بذنوبهم واغرقنا آل فرعون وكل كانوا ظٰلمين ۰ (انفال - ۷)

ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور ان قوموں کا جو ان سے بھی پہلے تھے۔ انہوں نے خداتعالیٰ کے نشانوں کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔ اللہ تعالےٰ طاقتور اور عذاب دینے میں سخت ہے..... ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور ان قوموں کا جو ان سے پہلے تھے۔ انہوں نے اپنے رب کے نشانوں کی تکذیب کی سو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور سب ظالم تھے۔

(ھ) انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحيٰوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد ۰ (مومن - ۶)

اس ورلی زندگی میں بھی ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی نصرت کرتے ہیں اور اس دن بھی جبکہ گواہ کھڑے ہونگے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن شریف میں جو قصص پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کے بیان کئے گئے ہیں وہ یونہی کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کئے گئے بلکہ وہ ایک غرض اور مدعا

رکھتے ہیں۔ یعنی اُن میں سے ہر ایک ایک پیشگوئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ذلت اور ہلاکت اور دیگر امور متعلقہ کی خبر دی گئی ہے۔ ان قصوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تسلی اور بشارت تھی۔ اور آپ کے دشمنوں کے لئے ہلاکت کی خبر تھی۔ اور نہ صرف عام طور پر مومنوں کی کامیابی اور دشمنوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی بلکہ ان قصوں میں سے بعض میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آنے والے واقعات کو بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا گیا تھا۔ میں اوپر قرآن شریف کی وہ آیات درج کر چکا ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہم السلام سے مشابہت دی گئی ہے اور آپ کے دشمنوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ ایسی ہی سزا کے منتظر رہیں جو فرعون کو دی گئی تھی (دیکھو آیات نمبر ج اور د) چنانچہ ہم انہی آیات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ایک گہری مشابہت پاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مشابہت کی طرف اشارہ کیا جب آپ نے مکہ کے بدقسمت انسان ابوجہل کو فرعون هٰذه الامة کا خطاب دیا۔ دیکھو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ہمراہیوں سمیت ملک مصر سے بھاگے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو شہر مکہ سے ہجرت کرنی پڑی اور جیسا فرعون نے طیش میں آکر بھاگنے والے اسرائیلیوں کا اپنے لشکر سمیت تعاقب کیا ایسا ہی مکہ کے فرعون نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضہ پر ہجرت کے بعد چڑھائی کی مگر اس کا وہی انجام ہوا جو فرعون کا ہوا تھا۔ یعنی جیسا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ہمراہیوں کی آنکھ کے سامنے غرق ہوا ایسا ہی ملک عرب کا فرعون اپنے ہمرکاب سرداروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فرعون مصر اور اس کے ہمراہیوں کے غرق ہونے کے لئے تو دریا کی ضرورت پڑی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن فرعون عرب اور اس کے ساتھیوں کو خدا کی غیرت نے خشکی ہی میں غرق کر دیا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کا وہ کلام پورا ہوا جو کئی سال پہلے شہر مکہ میں نازل ہوا تھا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔

كدأب آل فرعون والذين من قبلهم كذبوا بآيٰت ربهم فأهلكنٰهم بذنوبهم وأغرقنا آل فرعون وكل كانوا ظٰلمين ۝

حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات

قرآن مجید میں سب سے لمبا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے، اور اسلئے مناسب ہے کہ دیکھا جائے کہ آیا اس قدر لمبے حالات صرف دل لگی کے طور پر بیان کئے گئے ہیں یا ان کے بیان کرنے میں اسی قسم کے اغراض مدنظر ہیں جیسے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے میں مدنظر ہیں۔ راڈویل، مترجم قرآن کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اسباط کا ایک صریح ثبوت ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عالم یہودیوں کے ساتھ خفیہ تعلقات رکھتے تھے۔" اور میور لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیوں سے سنے ہوئے قصوں کا نام وحی الٰہی رکھکر لوگوں کو عمداً دھوکہ اور فریب دینا شروع کر دیا تھا۔ غرض ان ہر دو مسیحی بزرگوں کی رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات مخفی طور پر یہودی علماء سے سیکھے اور پھر ان کا نام وحی الٰہی رکھ کر ان کو اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا۔ یہ ایسے کمینہ اعتراضات ہیں کہ ان سے خود معترضین کا کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے۔

ایک طرف قرآن شریف میں سورۂ یوسف کا مطالعہ کرو اور دوسری طرف بائبل کی کتاب پیدائش کا وہ حصہ پڑھو جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات درج ہیں۔ آپ پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ قرآن شریف میں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ وحی الٰہی کے پاک سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہیں اور پیدائش کی کتاب کا قصہ انسانی ہاتھوں کی تحریر ہے جو الہام الٰہی کے نور سے بالکل خالی ہے۔ اور جس کی بنا صرف قومی روایات پر ہے اور بس۔ کتاب پیدائش کا مصنف ہمیں صرف ایک داستان سناتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی غرض نہیں۔ وہ اس قصہ کو صرف قصہ کی خاطر بیان کرتا ہے اس ساری کہانی کو کتاب پیدائش میں اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ اور تمہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ کہانی بیان کرنیوالے کی غرض کہانی بیان کرنے کے سوا کچھ اور بھی تھی۔ اس کی غرض یہ نہیں کہ اس کہانی سے کوئی سبق حاصل کیا جاوے یا کوئی نتیجہ نکالا جاوے بلکہ وہ صرف ہمیں ایک کہانی سناتا ہے تاکہ ہم اس کہانی کو سن کر خوش ہوں۔ اگر کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ غرض ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ایک تاریخی واقعہ کو قومی روایات میں سے جمع کر کے قلمبند کیا جاوے اس سے بڑھکر کوئی غرض کتاب پیدائش کے مصنف کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اپنے طور پر مسیحی صاحبان خواہ ہزار نتیجے اس داستان سے نکالیں مگر اس کہانی کا لکھنے والا کسی نتیجہ کی طرف اشارہ نہیں کرتا اور کہیں ناظرین کی توجہ کو اس طرف نہیں پھیرتا تاکہ اس داستان سے کوئی سبق حاصل کیا جاوے اگر مسیحی صاحبان اس سے کوئی نتیجہ نکالیں تو ایسا ہی وہ راماین اور مہابھارت کے افسانوں سے بھی کئی ایک سبق حاصل کر سکتے ہیں اور کئی نتیجے اخذ کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود افسانہ گو کی بھی یہ غرض تھی کہ اس قصہ کے ذریعہ لوگوں کو کوئی سبق سکھائے یا کوئی صداقت اُن کے ذہن نشین کرے۔ برخلاف اس کے کہانی کے پڑھنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ اس کی غرض صرف ایک کہانی بیان کرنا ہے، اور بس۔ مگر جو حالات حضرت یوسف علیہ السلام کے قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کا یہ حال نہیں۔ قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بطور قصہ اور کہانی کے بیان نہیں کئے گئے۔ اور نہ یہ ثابت کرنے کیلئے بیان کئے گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی اور پوشیدہ کہانیوں کو بھی بیان کر سکتے ہیں۔ قرآن شریف میں یہ حالات اسلئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم اُن سے بڑے بڑے عظیم الشان نتائج اخذ کریں اور جا بجا ان نتائج کی طرف صریح الفاظ میں توجہ بھی دلائی گئی ہے۔ مثلاً انہی الفاظ پر غور کرو جن کے ساتھ یہ بیان شروع کیا گیا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں لقد كان في يوسف وإخوته آيٰت للسائلين ۝ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں (جو قرآن شریف میں بیان کئے جاتے ہیں) حق کی تحقیق کرنے والوں کے لئے ایک نشان نہیں بلکہ کئی نشانات ہیں۔ اس طرح ابتداء میں ہی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ جو حالات اب بیان کئے جاتے ہیں اس میں حق کی جستجو کرنے والوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں جن کے ذریعہ وہ حق کی شناخت کر سکیں گے۔ پھر ان الفاظ پر غور کرو جن کے ساتھ یہ بیان ختم ہوتا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں ذٰلك من أنباء الغيب نوحيه إليك یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ پس قرآن شریف حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کو بطور انباء الغیب یعنی غیب کی خبروں کے پیش کرتا ہے۔ یعنی قرآن شریف کے نزدیک ان حالات میں آنیوالے پوشیدہ واقعات کی خبریں قبل از وقت بیان کی گئی ہیں۔ یہی امر اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اور وہ یہ ہے وما كنت لديهم إذ أجمعوا أمرهم وهم يمكرون ۝ یعنی تو ان کے پاس نہ تھا جب انہوں نے (حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) اپنی بات پر اتفاق کیا درحالیکہ وہ مخفی تدبیریں کر رہے تھے اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے برخلاف مشورہ کیا ایسا ہی تیرے بھائی (قریش کے سردار) تیرے برخلاف آنے والے زمانہ میں مخفی طور پر سازش کریں گے کہ تجھے نابود کر دیں۔ اس سے اگلی عبارت میں ہے کہ گو تیرے بھائیوں کی سازشوں سے تیری نجات بھی دیکھیں گے مگر۔

وما أكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين۔

اکثر ان لوگوں میں سے تجھ پر اس نشان کو دیکھکر ایمان نہیں لائیں گے، اگرچہ تیری بڑی خواہش ہے کہ ایمان لاکر عذاب الٰہی سے بچ جاویں۔

باقی دارد

ارشاد امیر

ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) سات سال کی عمر سے تبلیغ کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع۔

(محمد علی)

مولوی اللہ دتہ صاحب کے متفرقات پر چند ریمارک

از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ۔ پی سی ایس

گذشتہ سے پیوستہ

قطعی غلط بیانی اور کلام اللہ کا استخفاف

مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے رسالہ کو ایک ایسے شذرہ پر ختم کرتے ہیں کہ جس کے لئے میں نے بادلِ ناخواستہ "قطعی غلط بیانی" کا عنوان تجویز کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب نور نے قرآن کریم کا ہندی اور گورمکھی میں ترجمہ کیا ہے اور یہ کام واقعی قابل تحسین ہے اور اس کے متعلق پیغام صلح میں ایک تعریفی نوٹ چھپا۔ یہ نوٹ پڑھکر مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے امثال کو ندامت میں ڈوب جانا چاہیئے۔ کہ باوجود ان لوگوں کے اس قدر عداوت اور بغض رکھنے کے ہمارے اخبار میں ان میں سے ایک آدمی کے اچھے اور مفید کام کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حسب عادت مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس نوٹ کو پڑھکر بھی حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے اس اعلیٰ درجہ کے تاریخی اور بے نظیر کارنامہ کے متعلق جس کو تمام اہل الرائے ایک اعلیٰ درجہ کی تاریخی اور قابل یادگار تصنیف قرار دیتے ہیں۔ نیش زنی کا موقعہ نکالا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"مولوی محمد علی صاحب نے اپنے عقائد اور اعمال کی صحت کے لئے اپنے انگریزی ترجمہ کو ہمیشہ بطور دلیل پیش کیا حالانکہ اول تو تراجم غیر مسلموں، غیر احمدیوں اور بعض احمدیوں نے بھی کئے ہیں یہ بات عقائد کی صحت پر دلیل کیسے بن سکتی ہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

"اگر غیر مبائعین جناب ایڈیٹر صاحب نور قادیان کے اس شاندار کام کو جماعت احمدیہ قادیان کے عقائد کی صحت کی دلیل تسلیم نہیں کرتے بلکہ محض تبلیغی کارنامہ قرار دیتے ہیں تو ان کا کیا حق ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ کو ان کے عقائد کی صحت کی دلیل گردانیں"

میں حیران ہوں کہ یہ مولوی صاحب کس قسم کی باتیں کرتے اور کیسی فضول باتوں میں اپنے وقت کو ضائع کرتے ہیں اگر ان کی قسمت میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کو ایسا غیر معتبر اور نقصان دہ باتوں میں خرچ کریں تو کم از کم اس بات کا تو خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی زبان اور قلم کو جھوٹ جیسی غلاظت سے تو پاک رکھیں۔ میں کو زور سے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ دکھائیں کہ کبھی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے اپنے عقائد کی صحت کے لئے اپنے ترجمہ انگریزی کو بطور دلیل پیش کیا۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ہمیشہ مولانا اس ترجمہ کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب حضرت مولانا کی کسی ایک تحریر یا تقریر میں یہ دکھا دیں کہ حضرت ممدوح نے لکھا یا کہا ہو کہ میرے عقائد اس واسطے صحیح ہیں کہ میں نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ مولوی صاحب ہرگز نہیں دکھا سکیں گے۔ وہ یہ بھی نہیں دکھا سکیں گے کہ اس جماعت کے کسی مبلغ یا مصنف نے کبھی ایسا کیا ہو یا لکھا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب سمجھتے ہیں کہ ان کی ان تحریروں کی کس نے پڑتال کرنی ہے اور اپنی پارٹی کے لوگوں میں شہرت ہو رہی ہے، لیکن کاش! وہ اس شہرت طلبی کے بجائے خدا تعالےٰ کے خوف سے ڈرتے اور اس قسم کی دروغگوئیاں اور دروغ بافیاں نہ کرتے۔ میں پھر ان سے زبردست طریق سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس بیان کی تائید میں کوئی ثبوت پیش کریں کہ کس نے اور کہاں یہ کہا ہے کہ ہمارے عقائد اس وجہ سے درست ہیں کہ ہم نے قرآن شریف کا ترجمہ شائع کیا ہے

ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ ......

ہم بطور تحدیث بالنعمۃ اس ترجمہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ہم سے اپنے پاک کلام کی خدمت لی ہے۔ اور اس کا یہ احسان ہے کہ ہم کو اس کام کے لئے چن لیا ہم کمزور اور تھوڑے تھے مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح کی خواہش کو ہمارے ہاتھوں پورا کرایا۔ خدا تعالیٰ کا یہ احسان اتنا بڑا ہے کہ ہم اس کی شکر گذاری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ہمارے قادیانی بھائیوں کو موقعہ دیا گیا کہ وہ قرآن کی اشاعت میں حصہ لیں مگر انہوں نے اس موقعہ کو کھو دیا اور اس ترجمۃ القرآن کی توہین کی اور تحقیر کی اور کہا کہ یہ جلانے کے قابل ہے اور اس قابل ہے کہ اس کو انگیٹھی میں پھینک کر خاک سیاہ کر دیا جائے۔ خدا تعالےٰ نے اس ترجمۃ القرآن کو وہ مقبولیت دی کہ آج دنیا میں یہی ایک ترجمہ ہے جس کو مستند سمجھا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کی برکت سے یہ سب کچھ ہوا ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا۔ ہمارے قادیانی دوستوں نے اسکو بنظر استخفاف دیکھا اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ باوجود بڑی جماعت ہونے کے اور بہت وسائل و ذرائع رکھنے کے اور بلند بانگ دعاوی کے اب تک قرآن کریم کا ترجمہ شائع نہیں ہو سکا بلکہ حضرت اقدس کی اس خواہش کی تعمیل میں بھی کچھ نہیں کر سکے کہ غیر زبانوں میں تصانیف ہوں، اور "اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶۳-۱۶۴) میں نے اب تک نہیں سنا کہ ہمارے کسی قادیانی دوست نے کوئی اعلےٰ درجہ کی کتاب انگریزی یا کسی اور غیر زبان میں تصنیف کی ہو۔ حضرت مولانا امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ترجمۃ القرآن اور دیگر بے نظیر تصنیفات کے حسد کی وجہ سے ہمارے قادیانی دوستوں کی حالت اس حالت تک پہنچ گئی ہے کہ اب قرآن کریم کے دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کے فعل کو بھی بطور استہزاء بیان کرتے ہیں۔ اور میرے اس بیان پر مولوی اللہ دتہ صاحب کی وہ عبارت جو اوپر نقل کی گئی ہے شاہد ہے۔ ازالہ اوہام اور دوسری کتابوں میں وہ پڑھتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ زبردست خواہش تھی کہ قرآن شریف کی تفسیر انگریزی زبان میں کی جائے اور عمدہ تصانیف بھی یورپ اور امریکہ میں بھیجی جائیں اور اس کام کے لئے حضرت ممدوح نے مسلمان قوم سے مدد بھی طلب کی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ حضرت امیر کے ترجمۃ القرآن اور دیگر تصانیف اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تصانیف کا ذکر ہمیشہ حقارت سے کرتے ہیں حالانکہ آج ان کے پاس بھی انگریزی زبان بولنے والے لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ ترجمہ اور یہی کتابیں ہیں۔ انہیں ہتھیاروں سے وہ کام لے رہے ہیں مگر ہتھیار تیار کرنیوالوں کو وہ گالیاں دیتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا مخدومی محترمی جناب میاں صاحب نے قرآن شریف کے ترجمہ انگریزی کے چندہ کے لئے اپیل کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ترجمہ چھپنے سے تبلیغ کی راہ بھی نکل آئے گی۔ گویا جناب میاں صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ بغیر ترجمہ انگریزی کے انگلستان وغیرہ ممالک میں تبلیغ نہیں ہو سکتی مگر حیرانی ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو ترجمہ قرآن سے اس قدر عداوت کیوں ہے۔ ترجمہ تو موجود ہے۔ اب اور ترجمہ جو ہوگا وہ اسی ترجمہ کی کانٹ چھانٹ ہوگا۔ اول تو جو بات ۲۸ سال میں نہیں ہو سکی اب کیا ہوگی۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اسی ماہ اگست کے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب علیہ الرحمت کے کچھ غلط سلط حوالے دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا حضرت ممدوح حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے تھے۔ میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب سے عرض کی کہ اگر وہ مسئلہ نبوت کا فیصلہ حضرت مولانا علیہ الرحمت کی تحریروں پر کرنا چاہتے ہیں تو میں بالکل تیار ہوں لیکن پہلے وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ حضرت مولانا کو حکم مان لیں گے اور اس امر کے فیصلہ کے لئے کہ مولانا کی تحریروں سے کیا ثابت ہوتا ہے ثالثوں کا فیصلہ تسلیم کرنے کو تیار ہوجائیں گے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے حضرت مولانا صاحب کے محامد بیان فرمائے ہیں۔ مولوی صاحب نے تو شاید ان کو نہیں دیکھا میں نے دیکھا ہے۔ مولانا نور الدین بہت بڑا انسان تھا اتنا بڑا کہ آجکل کے زمانہ کے لوگوں کو دیکھکر اس کی بڑائی کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ بہرحال مولوی اللہ دتہ صاحب کی توجہ میں حضرت مولانا کی اس رائے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ رائے جو آپ نے انگریزی ترجمۃ القرآن کی نسبت ظاہر فرمائی۔

۴ر مارچ کو حضرت صاحب (حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ

. . . . . . نے فرمایا

"ہمارا انگریزی ترجمہ اللہ کے ہاں مقبول ہو گیا ہے الہامًا بشارت آگئی ہے"

"قرآن کریم کا ختم مبارک ہو۔ اس کا انکار نہ کرو"

جب مولانا نے ختم قرآن کریم کے متعلق یہ الہامی بشارت ان لوگوں کو سنائی جو اس وقت آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو سب کے سب سوائے ایک شخص کے سجدہ میں گر پڑے۔

پھر حضرت مولانا نے حسب ذیل اعلان برائے چندہ ترجمہ قرآن کریم بزبان انگریزی ۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو شائع فرمایا:۔

"میں اپنے احباب کو اس اعلان کے ذریعہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے چندہ کے لئے متوجہ کرتا ہوں۔ میں نے تین چوتھائی سے زیادہ یعنی تئیس سپاروں کے نوٹ آج تک سن لئے ہیں اور چھ سپاروں کا اردو ترجمہ بھی دیکھ لیا ہے۔ . . . . . میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری کوشش کو جو اس کی کلام کی خدمت کے لئے میں نے کی ہے ضائع نہیں کریگا . . . . . . مجھے اپنے سب احباب سے امید ہے کہ وہ قرآن کریم کی اس عظیم الشان خدمت کے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے . . . .

یہ ترجمہ یورپ، افریقہ، چین جاپان آسٹریلیا وغیرہ ممالک میں انشاء اللہ تعالےٰ مفید ہوگا۔ کوشش کرو کہ اس کی اشاعت میری زندگی میں ہو جائے . . . . . میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس ترجمہ کو مفید اور بابرکت بنائے۔" آمین (نورالدین)

الہام کا پہلا حصہ متعلق مبارک ہونے قرآن کے بھی پورا ہوا اور حضرت مولانا کی دعا بھی اس کے متعلق . . . . . منظور ہوگئی۔ یہ سب کچھ معجزانہ طور پر ہوا۔ ظاہری حالات ایسے تھے کہ قرآن شریف کے چھپنے کی بھی کوئی امید نہ رہ گئی تھی۔ جماعت احمدیہ کے بڑے حصہ نے تو اس سے بے تعلقی ظاہر کی بلکہ اس کے چھپنے میں رکاوٹیں ڈالیں۔ تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو کھول دیا اور ہزارہا روپے کے خرچ سے نہایت اعلےٰ درجہ کی کتابت طباعت کے ساتھ خدا تعالےٰ کا کلام یورپ اور امریکہ کی زبان میں ظاہر ہوگیا۔ پھر اس کی مقبولیت بھی ایسی ہوئی جو وہم وگمان سے بڑھکر تھی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے مختلف تحریروں سے ثابت ہوتا ہے اور نیز احادیث رسول صلعم سے ثابت ہوتا ہے حضور کی بعثت کی بڑی غرض قرآن کریم کی یورپ اور امریکہ کے ممالک میں اشاعت تھی اور ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے بندے کی درد بھری دعائیں سنتا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

بینم کہ ہر یکے بہ غم نفس مبتلاست
کس را غم اشاعت فرقاں بجاں نماند

یوسف شنیدہ ام کہ شدش کارواں معین
ایں یوسفے کہ ہیچکسش کارواں نماند

جانم کباب شد ز غم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

یارب چہ بہر من غم فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند

یہ محض حضرت اقدسؑ کی دلی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ یہ انگریزی ترجمہ اس قدر مقبول ہوا اور پھر انہیں دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اب جرمن زبان میں اور ڈچ زبان میں بھی ہو گئے ہیں حضرت صاحب نے فرمایا تھا ؎

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

یقینًا حضرت کی پاک روح قرآن کریم کے ان ترجموں سے بہشت میں رقص کر رہی ہوگی مگر ہم مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کی طرح کے ایک شخص سے حضرت مسیح موعود کی زبان میں ہی پوچھتے ہیں ؎

ترا چہ شد کہ بماتم نشستہ نالاں
کہ موسمے ست کہ ہم مرغ در نوا باشد

ارادۂ ازلی ایں زمان و وقت آورد
تو چیستی کہ ز تو رد ایں قضا باشد

دوستو تم سے کہا گیا تھا کہ اس قرآن کا انکار نہ کرو مگر تم نے انکار کیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کی خدمت کی توفیق ہی نہ رہی ایک بڑی جماعت کے لئے جس نے لاکھوں روپے چندہ کے جمع کئے ہوں کیا مشکل تھا کہ قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی یا کسی اور زبان میں چھپوا دیتے مگر ۴۰ سال میں کچھ نہیں ہو سکا۔ اپنی کثرت پر فخر کرتے ہو۔ ایسی کثرت کا کیا فائدہ جو آپ لوگوں کے اس فخر کی وجہ سے ہی مامور ربانی نے شائد یہ کہا ہو ؎

در خادماں نشینی و صد ناز مے کنی
آنرا کہ سید است کسے از خادماں نماند

جناب ایڈیٹر صاحب نور نے واقعی قابل ستائش کام کیا ہے کہ ہندوستان کی دو زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیا ہے، خدا تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے کام میں برکت دے ہم خوش ہیں اور دل سے خوش ہیں کہ ان زبانوں میں ترجمہ ہوگیا مگر کیا مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے امثال نے بھی اس ترجمہ میں کسی قسم کی مدد دی؟ اس کا جواب تو خود مترجم ہی سے سنئے اور جو کچھ انہوں نے آپ بیتی اپنے اخبار میں درج کی ہے اس کو پڑھیئے اور دیکھئے کہ دو زبانوں میں ترجمہ کرنیوالے سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور باوجود اس کے مولوی اللہ دتہ صاحب ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ شیخ محمد یوسف صاحب کے ان ترجموں کی وجہ سے جن میں قادیانی جماعت نے کسی قسم کی امداد نہیں دی بلکہ ان کے موجودہ رویہ سے تو یہ غیر اغلب نہیں کہ اس خدمت قرآن کی وجہ سے شائد ان پر کوئی مصیبت ہی آجائے مگر ہم ان کے عقائد کی صحت کے قائل ہوجائیں۔ حال میں ان کے بچوں پر بلا وجہ بہت ظلم کیا گیا اور قانونی شکنجہ میں دینے کی پوری تیاری بھی ہوگئی تھی مگر صرف اس وجہ سے بچ گئے کہ ایک صاحب اثر واقتدار کے رشتہ دار کے پھنس جانے کا بھی احتمال ہوگیا تھا۔ خدا جانے یہ کیا بات ہے کہ ہر ایک قرآن کی خدمت کرنیوالے کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جا رہا ہے۔

ہم مولوی اللہ دتہ صاحب سے ان کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک شعر کی طرف دلا کر رخصت ہوتے ہیں ؎

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

مسلمانانِ عالم کی صحیح تعداد

لیگ اقوام نے تازہ مردم شماری کی روشنی میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی آبادی ۶۰۳ ملین یعنی ساٹھ کروڑ ۳۰ لاکھ قرار دی ہے مسلم آبادی کی ملک وار آبادی یہ ہے:

شمالی افریقہ ۲۹ کروڑ ۴۶ لاکھ ۸۰ ہزار۔
وسطی اور جنوبی افریقہ۔ ۸۰ ہزار ۹۲ لاکھ
مشرقی افریقہ۔ ۹۲ لاکھ ۷۵ ہزار
مشرقی یورپ۔ ۷۱ لاکھ ۳ ہزار
سویٹ روس۔ ا کروڑ ۳۲ لاکھ ۲۵ ہزار
وسطی اور مشرقی ایشیا۔ ۳ کروڑ ۱۲ لاکھ ۱۵ ہزار
ہندوستان۔ ۸ کروڑ ۹۱ لاکھ ۸۰۰ ہزار ۴۰۴ ۵
ملایا۔ ۳۰ لاکھ ۴۳ ہزار ۹۲۔
چین۔ ۴ کروڑ ۸۰۹ لاکھ۔
جاوا، یورنیو اور اس کے قرب وجوار کے ممالک ۵۹ لاکھ ۸۵ ہزار . . . . .
دوسرے ممالک ۱۰ ہزار ۸۰۳
مجموعی آبادی ۶۰ کروڑ ۳۳ لاکھ ۲۲ ہزار ۳۲۹۔
مسلمانوں کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کی تہائی ہے۔

روشنی پر پابندیوں کی تاریخ میں تبدیلی

حکومت پنجاب نے ایک سابقہ اعلان کو منسوخ کرتے ہوئے مشتہر کیا ہے۔ کہ روشنی پر پابندیوں اور نقل وحرکت کی ایذا دینے کے قواعد جو سارے صوبہ پنجاب میں نافذ کئے جائیں گے۔ اور ان کی تاریخ نفاذ ۲۵ اکتوبر سے ۲۸ اکتوبر کی بجائے ۲۹ اکتوبر کے غروب آفتاب سے لیکر یکم نومبر کے طلوع آفتاب تک مقرر کی گئی ہیں۔

احباب جماعت سے ایک گذارش

احباب جماعت سے استدعا ہے کہ جن کے بچے لاہور کسی سکول یا کالج میں پڑھتے ہوں۔ ان کے ناموں مع کالج یا سکول کلاس اور پتے سے مجھے اطلاع دیں ملکی حالات کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اپنے بچوں کا خاص خیال رکھا جائے اور انہیں مرکز سے منسلک کرنے کیلئے ضرور انتظام کیا جائے۔ سکول اور کالج کھل گئے ہیں۔

امید ہے احباب اپنے بچوں کی خاطر اس عرضداشت پر توجہ فرمائیں گے اور مجھے قومی فرض کی سرانجام دہی میں مدد دیں گے۔ والسلام۔ عبدالستار جنرل سکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خاتم النبیین کے معنوں پر مبلغ پانچسو روپے انعام

اور قادیانی حضرات کا عبرت انگیز فرار

{از جناب مولوی عبدالرحمن صاحب جالندھری}

تمام احباب جماعت کو یاد ہوگا کہ مکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ختم نبوت اور اجرائے نبوت کے سلسلے میں ایک فیصلہ کن چیلنج دیا تھا۔ بعد میں یہ چیلنج اخبار پیغام صلح میں شائع ہوگیا تھا۔

عام طور پر قادیانی جماعت میں اور جماعت احمدیہ لاہور میں یا قادیانی جماعت میں اور عام مسلمانوں میں یہ بحث ہوتی رہتی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں یا نبیوں کی تصدیق کرنے والے یا نبیوں میں سے افضل یا نبیوں کی زینت یا مہر۔ جناب مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے چند شاعروں کے کلام سے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ خاتم الشعراء وغیرہ الفاظ شاعروں میں سے افضل وغیرہ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی بھی افضل النبیین وغیرہ ہیں۔ مکرم سید صاحب نے اپنی تقریر میں اور اپنے سلسلہ مضامین میں جو اخبار پیغام صلح میں "آیہ خاتم النبیین کی تفسیر" کے عنوان سے گذشتہ دنوں شائع ہو چکا ہے یہ واضح کر دیا ہے، کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے سوا کچھ اور کرنے ممکن ہی نہیں۔ لیکن اگر بالفرض اس کے کچھ اور معنے بھی ہو سکتے ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان معانی کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے ملتا ہے یا نہیں جو قرآن کریم کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ سید صاحب کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتے۔ سید صاحب اپنے مضمون متعلقہ انعامی چیلنج مطبوعہ پیغام صلح ۱۷ر فروری ۱۹۴۲ء میں لکھتے ہیں کہ جس طرح "صلوٰۃ" اور "زکوٰۃ" کے الفاظ کئی ایک معانی میں استعمال ہوتے ہیں، مگر جب شارع علیہ السلام نے ان کے معنی متعین کر دیئے تو ان معانی کو چھوڑ کر دوسرے معانی پیدا کرنا صریح الحاد ہے۔ ایسے ہی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہ کرنا اور مرزا محمود احمد صاحب کی طرح کہنا کہ "ان کے معنی آخری نبی کرنا کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ

"ہر لغت کی کتاب سے خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر ثابت ہوتے ہیں"

(الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۰)

صریح طور پر فیصلۂ رسول کا انکار ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (النساء ع) تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لاتے جب تک کہ وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں جو ان کے آپس میں اختلاف ہو پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں۔

سید صاحب نے بار بار کہا اور بار بار غیرت دلائی کہ اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ پایہ کی ہی حدیث دکھا دو جس میں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کی بجائے یہ معنے کئے گئے ہوں کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر ہوں یا میں نبیوں میں سے افضل ہوں یا میں نبیوں کی زینت ہوں یا میں نبیوں کا مصدق ہوں تو صرف ایک ایسی حدیث پیش کرنے پر چاہے وہ کتب حدیث میں ہو یا اسلامی لٹریچر میں کسی اور جگہ مذکور ہو مبلغ پانسو روپیہ انعام دوں گا۔ جناب مرزا محمود احمد صاحب اجرائے نبوت کے نئے عقیدے کے بانی اور ان نئے معنوں کے پیدا کرنے والے ہیں خاموش رہے لیکن ان کے ایک مرید مبلغ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری نے چیلنج منظور کیا مگر یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ایسی احادیث پیش کریں گے جن سے نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔

سید صاحب نے جب یہ کہا کہ ایسی حدیثیں مثلاً لو عاش ابراهيم اور ایک قول جسے قادیانی حضرات غلطی سے حدیث سمجھ کر پیش کرتے ہیں یعنی قولوا خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده وغیرہ تو آپ لوگ پیش کرتے ہی رہتے ہیں۔ ان پر اگر مباحثہ کرنا ہے تو اس کے لئے بھی ہم انعام تجویز کر دیں گے اور یہ الگ مباحثہ ہوگا۔ سردست چیلنج صرف لفظ "خاتم النبیین" کے معنوں پر ہے یہ کوئی مباحثہ نہیں ایک مطالبہ ہے اگر آپ ایسی حدیث دکھا دیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی بیان فرمائے ہوں اور آخری نبی کے سوا کچھ اور معنی کئے ہوں تو ثالث آپ کے سپرد انعامی رقم کر دیں گے۔ (ملاحظہ ہو مضمون مندرجہ پیغام صلح ۱۷ر فروری ۱۹۴۲ء)

قادیانی حضرات پر افسوس ہے کہ انہوں نے سید صاحب کے چیلنج کو بتمام وکمال اپنے اخبار میں شائع تک نہیں کیا تا لوگوں کو حقیقت کا علم ہو سکے۔ اس کے برعکس سید صاحب نے ان کے پورے مضمون کو اخبار میں شائع کر کے جواب دیا۔ اس سلسلہ میں آخری اتمام حجت سید صاحب نے ۲۲ر جولائی ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح میں کی اور لکھ دیا کہ اگر کوئی قادیانی دوست صرف اتنا ہی کر دے کہ یہ چیلنج بتمام وکمال اخبار الفضل میں شائع کرا دے اور مضمون مطبوعہ پیغام صلح ۱۷ر فروری جس میں مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کے مغالطوں کو طشت از بام کر دیا گیا ہے اخبار میں درج کر کے پھر مطلوبہ طریق پر چیلنج کی منظوری دے تو سید صاحب فوراً مبلغ یکصد روپیہ اس شخص کو روانہ کر دیں گے جو بطور امانت رہے گا۔ بقیہ رقم یعنی -/۴۰۰ روپیہ اس وقت ادا کئے جائیں گے جب کہ ثالثوں کے نزدیک قادیانی حضرات اس مطالبہ کو پورا کر دیں گے۔

یہ کتنا اچھا اور فیصلہ کن طریق تھا لیکن افسوس کہ جولائی کے بعد بھی اب تیسرا مہینہ جا رہا ہے کہ کسی قادیانی بزرگ یا خلیفہ صاحب نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ قادیانی اخباروں میں جو مضمون نکلتے ہیں ان کے عنوانات ملاحظہ کیجئے "شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ہیں یا لاہوری" "پیغامی کہنا گالی ہے یا نہیں" "قادیانی کا لفظ گالی ہے" وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن حرام ہے جو یہ حضرات کبھی اصولی مباحث کی طرف توجہ کریں اور اصولی امور کا جواب دیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اصولی رنگ میں مباحثہ کے لئے چیلنج دیا کچھ مطالبات کئے مقر خلافت سے کوئی آواز نہ اٹھی۔ مولوی عمر الدین صاحب نے یا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے اصولاً انہیں پکڑا لیکن کسی نے ادھر توجہ نہ کی۔ اخباروں کے صفحوں کے صفحے سیاہ ہو رہے ہیں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ "قادیانی" اور "پیغامی" دونوں لفظوں میں سے کونسا فی الواقع گالی ہے اور کونسا نہیں۔ اسی طرح یہ حضرات اہل علم اصحاب کے نزدیک اپنے باطل ہونے کا خود اعلان کر رہے ہیں۔

اسی ضمن میں میری عاجزانہ درخواست اپنے محترم دوستوں سے ہے کہ وہ قادیانی حضرات کے فن پروپیگنڈا کو اچھی طرح سمجھیں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ قادیانی حضرات کے پروپیگنڈا کا فن یہ ہے کہ فریق مخالف کی اصولی بات کو تو چھوتے تک نہیں لیکن اسے غیر ضروری مباحثہ میں الجھا دیا یہانتک کہ وہ خود اصولی مباحث کو بھول جائیں بس پھر ہماری فتح ہی فتح ہے۔ اسلئے قادیانی حضرات سے بحث کرتے وقت یا ان کے متعلق مضمون لکھتے وقت ان کی اس ذہنیت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ غیر ضروری بحثوں کے جھگڑے میں پڑیں، وہ امور جو ہمارے تبلیغی مقاصد سے تعلق نہیں رکھتے ضرورت نہیں انہیں چھیڑا جائے اصولی امور کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے ضمنی بحثوں کو کاٹتے چلے جانا چاہیئے۔ یہی ایک طریق ہے جس سے ہم حق کو غالب کر سکتے ہیں۔

میں جناب مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے مرید مبلغین اور اخبار نویسوں سے درخواست کرونگا کہ خاتم النبیین کے سلسلہ میں پانچسو روپے کا انعامی چیلنج کوئی معمولی بات نہیں میری دانست میں اس چیلنج اور اس کے مقابل آپ اصحاب کی خاموشی نے آپ کا غلطی پر ہونا عیاں کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی محبت محمد رسول اللہ صلعم کی محبت اور اسلام کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ خاموشی اختیار نہ کی جاوے بلکہ حق بات کو قبول کیا جاوے اور خود ساختہ غلط عقائد کو ترک کر دیا جاوے ورنہ کوئی ایسی حدیث دکھائیں جس میں خاتم النبیین کے معنی "لا نبی بعدی" کے سوا کچھ اور بیان ہوئے ہوں۔ خضمت کا واغ ضمنی بحثوں

خلفائے عباسیہ اور فریضۂ اشاعت اسلام

ہمارے مؤرخین نے خلفائے عباسیہ کے شبستان عیش کے پراسرار واقعات کا راز اس بلند آہنگی کے ساتھ طشت از بام کیا کہ ان کی صدائے بازگشت نے ان کے بہت سے شاندار کارناموں کو گوش آشنائے عالم نہ ہونے دیا۔ مامون کے کارنامہائے زندگی میں یونانی تراجم اور فلسفہ کی اشاعت و ترویج کا ذکر بے شبہ نمایاں طریق سے کیا گیا ہے لیکن ان واقعات نے خلفائے عباسیہ کے حقیقی کارناموں کے چہرے پر ایک اور نقاب ڈال دی۔ اور دنیا کی نگاہوں سے ان کی اصلی حیثیت مخفی رہ گئی۔

خلفائے عباسیہ نے علوم و فنون کی اشاعت میں جن شاہانہ فیاضیوں سے کام لیا وہ اگرچہ دنیا کی علمی تاریخ کا ایک نمایاں واقعہ ہے لیکن ان کی حقیقی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کے محافظ بیت اللہ کے کلید بردار اور ایوان اسلام کے دربان تھے۔ اس بنا پر ہم کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے، کہ انہوں نے مذہب اسلام کی کیا خدمت کی اور خلافت الٰہیہ کا کیا حق ادا کیا؟

اسلامی خدمات کی فہرست نہایت طویل ہے اور خلفائے عباسیہ نے یہ تمام خدمتیں نہایت سرگرمی سے ادا کی ہیں۔ انہوں نے احادیث نبوی کی جمع و ترتیب کا مقدس کام انجام دیا ہے، مسجد حرام کو نئے آب و رنگ کے ساتھ تعمیر کیا ہے، دنیائے اسلام کو زنادقہ و ملاحدہ کی مذہبی شورش سے بچایا ہے۔ غرض جو کچھ ایک اسلامی بادشاہ کو کرنا چاہیئے، وہ سب کچھ کیا ہے۔ لیکن ان سب سے مقدم ایک اور اسلامی خدمت ہے جسے امام عصر حاضر کی جماعت نہایت سرگرمی سے سرانجام دے رہی ہے۔ اسلئے ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ خلفائے عباسیہ کی مذہبی سرگرمیوں نے اشاعت اسلام میں کس قدر حصہ لیا۔ مسٹر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں:-

"مذکورہ بالا واقعات جو ہجرت کی پہلی دو صدیوں سے بیان ہوئے بہت قلیل ہیں۔ ان سے فقط اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام میں کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن کوئی معین واقعہ ترویج اسلام کے بارہ میں ان سے تحقیق نہیں ہوتا۔ ایسے واقعہ کی پہلی دستاویز جو بین سطور پر تبلیغی حیثیت رکھتی ہے اس کا زمانہ مامون الرشید (۸۱۳ء۔۸۳۳ء) کے عہد خلافت میں دریافت ہوتا ہے۔ یہ دستاویز خط کی شکل میں ہے جس کو مامون کے ایک عزیز (الہاشمی) نے اپنے عیسائی دوست کے نام لکھا۔ جو شریف النسب عرب تھا۔ اور دربار مامونی میں بڑا اعزاز رکھتا تھا۔ اور خود خلیفہ اسکی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس خط میں الہاشمی نے نہایت محبت سے اور ایسے الفاظ میں جو شاہد ہیں کہ مسلمانوں کا مذہبی کلیسا کے ساتھ کیسا مذہبی آزادی کا طریق تھا اپنے دوست سے درخواست کی کہ اسلام قبول کر لے اسی نامہ میں ایک تقریر نقل ہے جو خلیفہ مامون الرشید نے اہل دربار کے سامنے کی اور جس میں ان لوگوں کا سخت تحقیر سے ذکر کیا جنہوں نے دنیا کے نفع اور خود غرضی سے اسلام قبول کیا۔ اور ان کی مثال ان منافقین سے قائم کی جنہوں نے یہ ظاہر کر کے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دوست ہیں آپ کی ہلاکت کے لیئے سازش کی۔ خلیفہ وقت کی زبان سے ایسی شکایت کا بیان ہونا قابل وقعت ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نومسلموں کی نسبت یہ خیال تھا اور جستجو بھی کی جاتی تھی کہ لوگ خلوص ایمان سے اسلام قبول کریں۔ اگر یہ دریافت ہو جاتا تھا کہ اغراض ناجائز یا نازیبا اغراض سے وہ مسلمان ہوتے ہیں تو ان پر سخت ملامت ہوتی تھی۔ مامون الرشید خود اشاعت اسلام میں بہت سرگرم تھا اور قلمرو خلافت کے دور دراز صوبجات، دہر اور فرغانہ میں ان لوگوں کو جو مسلمان نہ تھے مراحمہ خسروانہ سے اسلام پر مدعو کیا۔ لیکن اپنی شاہانہ سطوت کا ناجائز استعمال اس طرح نہیں کیا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان کرے۔ جبکہ یزدان بخت فرقہ مانویہ کا سردار بغداد میں آیا۔ اور علما سے مناظرہ قرار دیا۔ جس میں وہ بالکل خاموش کر دیا گیا۔ مامون نے کوشش کی کہ یزدان بخت مسلمان ہو جائے، مگر یزدان بخت نے یہ کہکر انکار کیا کہ "امیر المومنین تمہاری نصیحت گوش گذار ہوئی اور تمہاری بات سنی۔ لیکن تم ان میں نہیں ہو جو لوگوں کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں" خلیفہ مامون نے بجائے اس کے اپنی ناکامی پر غصہ کرتا یزدان بخت کی حفاظت کے لیئے سپاہ ساتھ کر دی تاکہ رعایا میں جو لوگ متعصب ہوں انکی گزند سے سردار محفوظ رہے تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں بیت جارمی کے نسطوری بشپ تھیوڈ نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے لئے کسی طرح کا جبر و تشدد اس پر نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عیسائی مؤرخ (ابوالفرج ملطی) جس نے بشپ کے مسلمان ہونے کا حال لکھا ہے، جبر و اکراہ کا ذکر بھی ضرور کرتا۔ اس واقعہ کے سو برس بعد ۱۰۱۶ء میں اگناتیس تکریت کا یعقوبی المذہب مطران جو اس عہدے پر کلیس برس تک مامور تھا بغداد کو روانہ ہوا اور خلیفہ قادر باللہ کے سامنے اسلام قبول کیا اور ابو مسلم نام رکھا۔

مسٹر آرنلڈ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اگرچہ ایک طویل مطالعہ کا نتیجہ ہے لیکن افسوس ہے کہ انکی نگاہ سے اس قسم کے اور بہت سے واقعات مخفی رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خلفائے عباسیہ کی تبلیغی خدمات کا زمانہ مامون الرشید کے عہد سے شروع ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کا زمانہ مامون سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ خلیفہ منصور جس کا زمانہ مامون سے بہت پہلے تھا وہ بھی اسی فیاضی اور بے تعصبی کے ساتھ اسلام کی اشاعت کرتا تھا جس کا سہرا مسٹر آرنلڈ نے مامون کے سر پر باندھا ہے۔ جیورجیس بن بختیشوع جو منصور کا طبیب خاص تھا منصور اس کی اور اس کے مذہب کی نہایت احترام کرتا تھا ایک بار منصور نے اس کے پاس بدیہ تین رومی لونڈیاں اور ۳ ہزار اشرفیاں بھیجیں۔ جیورجیس نے انکو فوراً واپس کر دیا منصور نے وجہ پوچھی تو کہا کہ "ہم عیسائی لوگ ایک عورت سے زیادہ نہیں رکھ سکتے" اس مذہبی پابندی سے منصور کے دل میں جیورجیس کی وقعت اور زیادہ ہو گئی اور جیسا کہ علامہ جمال الدین قفطی نے لکھا ہے اسکو اپنے حرم میں آنے کی اجازت دے دی۔ جیورجیس بیمار ہوا تو منصور نے اس کو دار العامہ میں اٹھوا منگوایا۔ اور پا پیادہ اس کی عیادت کو گیا۔ جیورجیس نے کہا کہ "اگر امیر المومنین اجازت عنایت فرماتے تو میں اپنے وطن کو جاتا اپنے اہل و عیال کو دیکھتا اور اپنے باپ دادا کے ساتھ دفن ہوتا" منصور نے کہا خدا سے ڈر اور اسلام قبول کر میں تیرے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں" جیورجیس نے کہا میں اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں چاہے جنت ہو یا دوزخ اس پر منصور نے اختیار ہنس پڑا منصور کے بعد اسکا بیٹا مہدی اشاعت اسلام میں نہایت نامور ہوا اسکے ہاتھ پر بڑے بڑے امرا و سلاطین اسلام لائے اور قوم کی قوم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئی۔ جیغویہ خرلخی جو ایک ترکی بادشاہ تھا اسی کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ چنانچہ مؤرخ یعقوبی ایک ضمنی موقع پر لکھتا ہے وکان جیغویہ هنا قد اسلم علی ید المهدی اور یہ جیغویہ مہدی کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ قنسرین میں ابتدا ہی سے عرب کا ایک قبیلہ تنوخ آباد ہو گیا تھا حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے قنسرین کو فتح کیا تو اس قبیلہ کے بہت سے لوگ اپنے قدیم عیسائی مذہب پر قائم رہے لیکن ان لوگوں میں بھی ایک جماعت نے مہدی کے زمانۂ خلافت میں اسلام قبول کیا اور مہدی نے ان کے ہاتھوں پر سبز رنگ سے "قنسرین" کا لفظ لکھدیا۔ تاریخ یعقوبی میں ہے کہ مہدی جب بیت المقدس کی واپسی کے بعد قنسرین میں آیا۔ قبیلہ تنوخ نے اس کے سامنے ہدیئے پیش کئے اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم آپکے مامون ہیں۔ مہدی نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قبیلہ تنوخ کے لوگ ہیں انکا سلسلہ نسب نعامہ کیساتھ ملتا ہے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ان سب کے سب عیسائی ہیں مہدی نے کہا کہ اب تمہارے رشتہ کو پسند نہیں کرتا۔

لاہور چھاؤنی میں نماز عید

لاہور چھاؤنی میں نماز عید جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے پڑھائی۔ آپنے ایک نہایت بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے قربانی اور حصول رضائے الٰہی پر زور دیا جو اصل میں روزہ کی روح ہے۔ رمضان شریف سے جو ہمیں سب سے بڑا سبق ملتا ہے وہ خدا کے راستہ میں سب کچھ قربان کرنا ہے۔ رمضان کی آمد ہر سال ہمیں یہی پرانا سبق یاد دلاتی ہے جس کی تجدید کے لئے امام الزمان آیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنا سیکھیں اور جس قدر ممکن ہو قرآن حکیم اور دین حق کو دنیا میں پہنچا دیں تاکہ یہ دنیا مصائب و شدائد سے نجات حاصل کرے اور یہ مخلوق اپنے حقیقی معبود کو پہچانے۔

نماز کھلے میدان میں ادا کی گئی مستورات کے لئے بھی نماز کا انتظام تھا۔ بعض احباب کافی دور دور سے تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ احباب نے عید فطرانہ کے مساجد و عید فنڈ میں کھلے دل سے حصہ لیا۔ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب کے ہم بہت مشکور ہیں جنہوں نے یہ انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور باقی تمام احباب کو دین کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(نامہ نگار)

ایڈیٹر صاحب "الحق" راولپنڈی کے نام کھلی چٹھی!

مکرمی

میں آپ کے بارے میں کچھ لکھنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن مجبوراً قلم اُٹھانا پڑا۔ آپ کا اخبار "الحق" گاہے گاہے میری نظر سے گذرتا رہتا ہے میں اسے ڈھول کے پول سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ مجھے پتہ ہے کہ آپ سوائے ڈینگ مارنے کے اور کچھ نہیں جانتے دس پندرہ عربی کے فقرات رٹے ہوئے ہیں جن کو اپنی تقریر میں بے موقع و محل استعمال کر کے مسکین بھیڑوں کو فریب دیتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ریاست چمبہ میں کیا۔ خود مناظرہ کی تاریخیں مقرر کیں لیکن جب موقع آیا تو سیالکوٹ کو تشریف لے گئے وہاں سے آپ نے اور پادری اسلم خاں صاحب نے لکھ بھیجا کہ لڑکی بیمار ہے لڑکا بیمار ہے اور کچھ مشکل سا نظر آتا ہے۔ جب جماعت چمبہ نے اپنے مرکز یعنی لاہور کو تار دے دی کہ کوئی مبلغ نہ بھیجیں شائد تاریخیں تبدیل کرنی پڑیں۔ ایک خط پادری اسلم خان صاحب کے نام روانہ کیا کہ تاریخ مناظرہ تبدیل کریں آپ اس خط کو بھی پی گئے۔ کس لئے صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور بادِ جواب دینے کے .... آپ نے موقع کو غنیمت جانا اور رات کے دس بجے چمبہ پہنچے صرف دکھاوے کے لئے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ آپ مناظرہ سے پس وپیش کر رہے ہیں۔ اور دوسرے دن پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ جماعت احمدیہ مناظرہ سے فرار ہو گئی۔ ہم نے سب کچھ ٹھنڈے دل سے سنا۔ اور دوبارہ تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی۔ جب آپ نے سُنا کہ جماعت احمدیہ کے مشہور و معروف مبلغ جناب مولانا عبد الحق صاحب تشریف لا رہے ہیں پھر آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ اب تو ہوائی قلعے مسمار ہو جائیں گے۔ آپ مستری غلام نبی صاحب کی دوکان میں بیٹھے ہوئے تھے جب میں اور محبوب عالم صاحب مولنا صاحب موصوف کو لینے کے لئے شام کے پانچ بجے ڈلہوزی کو روانہ ہوئے۔ آپ نے مستری غلام نبی صاحب کو کہا کہ "میں خود جاتا ہوں۔ اور راستہ میں ہی مناظرہ کروں گا"

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ یا تو مناظرہ سے بھاگ رہے تھے یا آپ نے کوئی اور سازش کی ہوئی تھی۔ دوسرے دن مولنا صاحب چمبہ پہنچ گئے۔ اس دن آپ کی تقریر گرجہ گھر میں تھی وہ محض اسلئے رکھی گئی کہ کوئی آئے گا تو نہیں تو ہم خوب احمدیوں کی درگت بنائیں گے۔ جب مولنا صاحب تشریف لے آئے تو آپ کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور تقریر بند کی گئی وہ کیوں؟ رات کو مسٹر اسلم خانصاحب چھڑی ہاتھ میں لئے ہوئے حکام بالا کے پاس گئے تا مناظرہ روکا جائے۔ خدا خدا کر کے آپ کی امید بر آئی اور مناظرہ روکا گیا۔ دوسرے دن مولنا صاحب کی تقریر "الوہیت مسیح ناصری" پر تھی۔ پھر آپ کو سوچ پڑی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ پادری اسلم خاں نے کہا گھبرانے کی کیا بات ہے ابھی وہ بھی بند ہوتی ہے۔ پولیس سے کہکر کام کرانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کرتب۔ اسی وقت ایک درخواست بنام سپرنٹنڈنٹ پولیس کو لکھ دی۔ — اور تقریر پر سنسر لگا دیا گیا۔ اگر آپ بہادر تھے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ جس طرح ہم نے آپ کی تقریر .... سنی تھی جو کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کی تھی آپ بھی ہماری سنتے لیکن آپ میں اتنی طاقت کہاں؟ آپ کے اس .... رویہ نے تو تقریر بند کرا دی لیکن چمبہ کے بچے بچے کو معلوم ہے کہ آپ کی وہاں کیا قدر ہوئی۔ آپ یہاں کے لوگوں کو تو دھوکہ میں رکھ سکتے ہیں لیکن چمبہ کا ہر ایک آدمی یہی کہے گا۔ کہ آپ نے خصوصاً مناظرہ کے معاملہ میں بڑی ہی بزدلی اور حماقت کا ثبوت دیا۔ اور زیادہ میں آپ کی بابت لکھنا نہیں چاہتا

"عاقل را اشارہ کافی است"

نذیر دآت چمبہ)

احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

رفتار عالم

ضروری خبریں

کراچی ۔ ۱۵ اکتوبر۔ کل رات سکھر مین بازار کے نزدیک ایک دھماکہ ہوا۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ چار کانگرسی ورکروں کو بدیشی کپڑے کی دوکان پر پکٹنگ کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ ٹنڈو آدم میں ریزیڈنٹ مجسٹریٹ کی عدالت پر کانگرس کا جھنڈا لہرایا گیا۔ حکام نے فوراً جھنڈا اتار دیا پچھلے ہفتہ ۹ گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔

سرینگر۔ ۱۵ اکتوبر۔ دس مزید اشخاص کو سرینگر میں مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں فساد کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اس طرح سے اب تک ۳۵ گرفتاریاں ہو چکی ہیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ایم کے وار اور سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کرنل بلدیو سنگھ پٹھانیہ نے آج صبح شہر کے ان رقبوں کا ملاحظہ کیا جہاں گڑبڑ ہوئی تھی، کرنل بلدیو سنگھ نے نمائندہ یونائیٹڈ پریس کو بتایا کہ رات کو کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا۔ اور جن اشخاص نے لوٹ مار کی ہے انہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ تازہ ترین حالات کے مطابق صورت حالات پر اب قابو پا لیا گیا ہے۔

لنڈن ۱۶ اکتوبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ بحیرہ روم میں محوریوں کے تین سپلائی جہاز غرق کر دیئے گئے ہیں۔ برطانوی ڈبکنی کشتیوں نے چار اور جہازوں پر تارپیڈو سے حملہ کیا۔

لنڈن ۱۶ اکتوبر۔ الاسکا کی ڈیفنس کمانڈ کے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ امریکن فوجوں نے جزائر الیوشن کے انڈرنیرف گروپ میں ایک جزیرہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

احمد آباد۔ ۱۶ اکتوبر۔ ٹیلیفون کی پانچ تاریں کاٹ دی گئیں۔ سنگاڈی شئی میں میونسپل کمیٹی کے قلیوں سے چند لڑکوں نے اوزار وغیرہ چھین لئے۔

لنڈن کے ذمہ دار حلقوں کا بیان ہے کہ سٹالن گراڈ پر موجودہ حملہ لازمی طور پر وہی ہے جس کا ہٹلر نے وعدہ کیا تھا اور جس کے متعلق ہٹلر نے جرمنوں کو کہا تھا کہ اس حملہ سے شہر پر جرمن فوجوں کا قبضہ ہو جائیگا

ماسکو ۱۷ اکتوبر۔ ریوٹر کے خاص نامہ نگار نے لکھا ہے کہ جرمنوں کا لشکر جرار سٹالن گراڈ کی شمال مغربی بستیوں پر حملہ کر رہا ہے۔ اخبار ریڈ سٹار نے خبر دی ہے کہ جرمنوں نے مزدوروں کی ایک بستی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اب وہ روسی فوجوں کے بازوؤں پر حملہ کر کے شمال اور جنوب میں گھس جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جرمن مزید آگے بڑھنے میں ناکام رہنے پر اپنی فوجوں کو پھر سے تنظیم دے رہے ہیں۔

ماسکو ۱۷ اکتوبر۔ ینگ کمیونسٹ آرگن کومسومول پرودا" میں آج سٹالن گراڈ کا ایک پیغام بڑے بڑے جلی حروف میں شائع ہوا ہے۔ جس میں درج ہے کہ پوری طرح سے نفرت سیکھے بغیر دشمن کو شکست دینا ناممکن ہے۔ سٹالن گراڈ کی لڑائی شروع ہوئے یقیناً تین ماہ ہو چکے ہیں اور یہ پیغام اس لڑائی کے بے حد نازک دن پر شائع ہوا ہے۔ اس پیغام کے نیچے اس اخبار نے متعدد نوجوانوں کمیونسٹوں کا ایک خط شائع کیا ہے ان نوجوانوں نے حلف لیا ہے کہ ہم مر جائیں گے اور اپنے سٹالن گراڈ کی حفاظت کریں گے۔

لاہور ۱۷ اکتوبر۔ چوہدری سادھو سنگھ سب انسپکٹر پولیس نولکھا اور چوہدری عبدالوحید اسسٹنٹ سب انسپکٹر نے چوروں کے ایک خطرناک گروہ کا انکشاف کیا ہے فیروز، گاماں، فقیر وغیرہ وغیرہ اس گروہ کے چار ممبر گرفتار ہو چکے ہیں ۲۸ ممبر ابھی باقی ہیں۔ اس گروہ سے تیس وارداتوں کا انکشاف ہوا ہے۔ ان تمام چوریوں کے مال کی مالیت ایک لاکھ سے زائد روپیہ ہوتی ہے

ماسکو۔ ۱۹ اکتوبر۔ بھاری تعداد میں آدمیوں اور سامان جنگ کا نقصان اٹھانے کے بعد جرمن فوجوں نے سٹالن گراڈ کے صنعتی رقبہ میں مزید مزدوروں کی ایک قطار پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ رقبہ دریائے والگا کے کناروں کے ساتھ ساتھ کئی میل تک پھیلا ہوا ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ۲۴ گھنٹوں میں جرمنوں کے ۴۰ ٹینک تباہ ہوئے اور ۵ ہزار آدمی ہلاک ۔

ہندو مہاسبھا کا صدر اور عثمان وو

پچھلے دنوں چین کے ایک دو فوجی افسروں نے ہندو مہاسبھا کے پردھان ویر ساورکر جی سے ملاقات کی۔ تو سبھا کے اس چغلخور ریڈر نے ان سے مسلمانان چین کے نمائندے شیخ عثمان وو کی چغلی کھائی، کہ وہ یہاں کے مسلمانوں سے "اتحاد اسلامی" کی بات چیت کرتے رہے۔ اور یہ امر چینیوں کے اتحاد پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ کیونکہ چین کے مسلمان بھی بیرونی مسلمانوں سے تعلقات پیدا کر لیں گے اور اپنے ملک کے مفاد سے غافل ہو جائیں گے۔

جہاں تک "اتحاد اسلامی" کا تعلق ہے حکومت چین نے تو عثمان وو کو بھیجا ہی اسلئے ہے کہ وہ مسلمانان چین کے تعلقات تمام اسلامی دنیا کے ساتھ استوار کریں۔ چنانچہ عثمان وو ہندوستان میں پانچ مہینے بسر کرنے کے بعد اب افغانستان چلے گئے، اور وہاں سے دوسرے ممالک اسلامی میں جائیں گے اگر حکومت چین کے نزدیک مسلمانان چین کا اتحاد دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے ساتھ مضر ہوتا۔ تو وہ عثمان وو کو ہرگز اسلامی دنیا کی سیاحت کے لئے نہ بھیجتی۔

لیکن ساورکر جی کے سینے پر تو یہ دیکھ کر سانپ لوٹ رہا تھا۔ کہ ایک ملک کے مسلمانوں کا نمائندہ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندوں سے بھائی چارہ قائم کر رہا ہے اور بیچارے ہندو دنیا کے کسی ملک سے بھی ایسی اخوت قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہندوستان کے سوا کسی دوسرے ملک میں ہندو رہتے ہی نہیں ہیں لیکن اس میں مسلمانوں کا کیا قصور ہے۔

ہندوؤں کی کیفیت تو یہ ہے۔ کہ جواہر لال جی چینیوں سے دوستی پیدا کر رہے ہیں۔ سبھاش بوس جرمنوں کے خیر خواہ بنے ہوئے ہیں۔ اور گاندھی پٹیل اور ساورکر جاپانیوں سے ساز باز کرتے رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان ملکوں کے لوگ ہندوؤں کو اپنا بھائی نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ ان سب کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو چغلخوری اور فتنہ پردازی کی عادت نہیں۔ اس قسم کی کمینہ حرکتیں کچھ ہندو سبھائیوں ہی کو زیب دیتی ہیں۔ لیکن اگر چین کے ان فوجی افسروں کو کوئی یہ بتا دیتا۔ کہ ساورکر جی تو جاپانیوں کے شیدائی ہیں۔ اور ہندو سبھا کے کئی جلسوں میں "جاپان ہمارا بھائی ہے" کے نعرے لگائے جا چکے ہیں تو وہ فوجی افسر ساورکر جی سے اس طرح بھاگتے

جس طرح لوگ کوڑھیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ وہ چینی افسر حقیقت حال سے باخبر ہوں گے۔ کیونکہ ایک اندھا بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں پچھلے چند ہفتوں سے جو فساد ہوئے اور قتل و خونریزی اور لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کا ہنگامہ برپا ہے۔ وہ صرف ان ہندوؤں کی کارستانی ہے۔ جو جاپان کے ففتھ کالم ہیں۔ ان کے مقصد صرف دو ہیں۔ اول ہندوستان میں جنگی مساعی کو نقصان پہنچانا۔ دوم جاپان کو اس ملک پر حملہ کرنے میں سہولت مہیا کرنا۔

کیا چینی ایسی قوم سے تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔

ایک ہندو نے عثمان وو سے پوچھا۔ کہ چین کے مسلمان اپنے ملک میں علیحدہ حقوق اور "پاکستان" کیوں مانگتے۔ عثمان وو نے برجستہ جواب دیا۔ "کیونکہ چین میں ہندو نہیں ہیں"

شرم والا ہوتا۔ تو یہ جواب سن کر ڈوب مرتا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم | رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

لوائے ما بنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصُّلحُ خَیرٌ

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور ۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۸ شوال ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۴

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور موجودہ مسلمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو بشارت دی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے اور بہت سے متضاد خیالات پیدا ہوں گے۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر ٹھہرائے گا۔ اور اگرچہ نالوے وجوہ اسلام کے موجود ہوں تو بھی ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھہرایا جائیگا سو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض و عداوت باہم پیدا ہو جائے گی بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کا رنگ دکھا رہی ہے! اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پر ہوتی ہے بکلی تم میں سے دور ہو جائے گی! اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھ لے گا جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے کی کوشش کرے جیسا کہ مسیح ابن مریم کی بعثت کے وقت یہی حال یہود کا ہو رہا تھا۔ اور اس اندرونی تفرقہ اور بغض اور حسد اور عداوت کی وجہ سے دوسری قوموں کی نظر میں نہایت درجہ کے ذلیل اور حقیر اور کمزور ہو جائیں گے اور اس معکوس ترقی کی وجہ سے جو اندرونی جھگڑوں کی طفیل سے کمال کو پہنچیں گے۔ فنا کے قریب ہو جائیں گی اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا جانے کا قصد کریں گے اور بیرونی حملوں کو اپنے وار کرنے کا موقع دیں گے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ ہوا۔ جو اندرونی نفاق کی وجہ سے ان کی ریاست بھی گئی اور قیصر کے تحت میں غلاموں کی طرح بسر کرنے لگے۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلعم معرفت فرمایا۔ کہ آخری زمانہ میں تمہارا ایسا ہی حال ہوگا۔ تمہاری مذہبی عداوتیں اپنے ہی بھائیوں سے انتہا تک پہنچ جائیں گی۔ اور حسد اور کینہ سے بھر جاؤ گے اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہیگی نہ دین کی نہ انسانی اخلاق کی خدا ترسی رہے گی نہ حق شناسی اور پورے وحشی اور ظالم اور جاہل ہو جاؤ گے۔ اور وہ علم جو دلوں پر نیک اثر ڈالتا ہے تم میں باقی نہ رہے گا اور یہ تمام بیدینی اور ناخدا ترسی اور بے مہری پہلے ممالک مشرقیہ میں ہی پیدا ہوگی اور دجال اور یاجوج ماجوج انہیں ممالک سے خروج کریں گے یعنی اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ دکھلائی دیں گے ممالک مشرقیہ سے مراد ملک روس اور نجد اور ملک ہندوستان ہے کیونکہ یہ سب ممالک حجاز سے مشرق کی طرف ہی واقع ہیں۔ اور رہنا یہ کہ حسب پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر اور کافری اپنی جگہوں سے قوت کے ساتھ اپنا جلوہ دکھا دے انہیں ممالک میں سے کسی جگہ دجال خروج کرے اور کسی جگہ مسیح پیدا ہو۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

اخبار احمدیہ

— حضرت میر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ اور بدستور مصروفیات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— یہ خبر سنکر ہمارے احباب خوش ہوں گے۔ کہ ہمارے مکرم بزرگ مولانا عالم الدین صاحب وکیل شیخوپورہ کے صاحبزادہ سعید احمد صاحب بی اے ایل ایل۔ بی بہت سے امیدواروں میں سے منتخب ہو کر شیخوپورہ میونسپل کمیٹی کی سیکرٹری شپ کے معزز عہدہ پر سرفراز کئے گئے ہیں۔

درخواستہائے دعا

(الف) جناب بابو عبدالحق صاحب ریٹائرڈ جہلم کچھ عرصہ سے معدہ کے عارضہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ بابو صاحب موصوف سلسلہ کے بہت پرانے بزرگ ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

(ب) اخویم مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ عزیزی ایاز احمد جو جناب شیخ محمد جان صاحب مرحوم وزیرآبادی کا نواسہ ہے قریباً دو ماہ سے میعادی بخار میں مبتلا ہے اس کی والدہ سخت پریشان ہیں اس کی شفایابی کے لئے سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

(ج) ملک غلام سرور صاحب کنجاہ والے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جاوے۔

(د) شیر زمان خاں ملازم انڈسٹریز ناگپور محکمانہ امتحان دے رہے ہیں۔ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(ہ) منٹگمری ریاست میسور میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مابین قبرستان کے متعلق مقدمہ چل رہا ہے دعا کی ضرورت ہے۔

(و) میں چوہدری تاج الدین صاحب بڑیالہ ضلع سیالکوٹ بعض مشکلات

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

(از جناب مولٰنا احمد یار صاحب ایم - اے)

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء وسید الجن والانس ہیں۔ اسی طرح حضور کے عادات واخلاق بھی ایسے ہیں۔ جو نہ آپ سے قبل کسی انسان میں ہوئے۔ اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے۔ کہ کوئی انسان ایسے صفات حسنہ وفضائل جمیلہ سے آراستہ وپیراستہ ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وانک لعلیٰ خلق عظیم کا سرٹیفکیٹ عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ ہی آخری نبی ہیں۔ کیونکہ آپ ہی کامل واکمل انسان ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاق وخصائل حسنہ کے وہ وہ معجزات دکھائے ہیں جو آپ کی صداقت ورسالت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر آپ ان کے علاوہ اور کوئی معجزہ بھی نہ دکھلاتے۔ تو یہ محیر العقول باتیں حضور کو سید ولد آدم ثابت کرنے کے لئے مکتفی تھیں۔

آپ نے علم وحلم، صبر واستقلال، تواضع وایثار، صدق واخلاص کے وہ وہ معجزات دکھائے جن سے اہل عرب دنگ اور ساکنان عجم انگشت بدندان رہ گئے۔

مطابق حدیث شریف حضور نے بہت سے خارق عادت امور دکھائے مثلاً کنکریوں کا آپ کے دست مبارک میں تسبیح کرنا۔ درخت کا چلنا۔ اور پتھروں کا موم ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ باتیں ایسی نہیں تھیں۔ جن کا اثر دیرپا اور دائمی ہوتا۔ جس طرح دیگر انبیاء نے معجزے دکھائے۔ اور وہ اس وقت کے اختتام کے ساتھ ختم ہو گئے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کمالات نہ ہوتے اور صرف اسی قسم کی خارق عادت باتوں پر ہی اکتفا ہوتا۔ تو کبھی حضور صلعم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر افراد امت میں وہ تبدیلی اور اثر پیدا نہ کر سکتے۔ جو آپ کے انفاس قدسیہ اور کمالات انسانی نے پیدا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک

باوجودیکہ حضور نے معارضہ قرآن کریم کے لئے دنیا کو للکارا۔ ایسی خوبصورت تعلیم اور فطری دین کا مقابل لانے کے لئے تمام انسانوں کو چیلنج دیا۔ اس کی تائید میں بہت سی قبل از وقت باتیں بھی بتلائیں۔ جو من وعن سچی نکلیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ خوش خلق اور رحیم وکریم نہ ہوتے۔ تو یقیناً یہ لوگ آپ کے ارد گرد سے بھاگ جاتے۔ یہ حضور کی خوش خلقی اور قوت قدسی کے ہی کرشمے تھے۔ کہ جو ایک دفعہ حضور کے پاس آ گیا۔ وہی ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کا گرویدہ اور جاں نثار بن گیا

بہادری

ہر خطرے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام ساتھیوں سے پیش پیش ہوتے۔ اگر جنگ کا موقع ہوتا۔ تو آپ صف اول میں ہوتے۔ اگرچہ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی انسان کو قتل نہیں کیا۔ مگر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ تمام سپاہیوں سے آگے نکلتے۔ اس سے نہ جانا اور کیا بہادری ہو سکتی ہے۔ کہ آپ نے ایسی قوم کے درمیان تن تنہا علم توحید بلند کیا۔ جس کی سختی اور درشتی جفا اور ظلم، نخوت اور تکبر، دینی حمیت اور تفاخر سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ حضور صلعم اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ جب میں نے انہیں بتوں کی عبادت اور دیگر مشرکانہ رسومات اور رواج قبیحہ سے منع کیا۔ تو یہ لوگ میرے خون کے پیاسے اور جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ مگر آپ نے کسی بات کی پرواہ نہ کی۔ پیغام خداوندی کو ڈنکے کی چوٹ کے ساتھ ان میں پہنچایا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو لوگوں کی تھوڑی سی ایذا رسانی سے ڈر کر حق کو چھپاتے ہیں۔ ذرا سے مالی فائدہ کو دیکھ کر حق سے اعراض کرنے لگ جاتے ہیں۔

کامیابی پر یقین

آپ کی جس قدر مخالفت ہوئی۔ اور کسی نبی اور رشی کی نہیں ہوئی۔ آپ کی تعلیم کو سن کر نہ صرف قریش اور مشرکین عرب دشمن ہو گئے۔ بلکہ یہود ونصاریٰ بھی جو اپنے آپ کو اہل کتاب واتباع انبیاء ورسل مانتے تھے آپ کے اشد ترین معاند ومخالف ہو گئے۔ جب آپ اپنے مشن کی تبلیغ فرماتے۔ تو قریش استہزاء اور تمسخر کے ساتھ آپ کی باتوں کو ٹال دیتے۔ کبھی شور وغوغا کر کے آپ کی آواز کو دبا دیتے کبھی تالیاں اور سیٹیاں بجا بجا کر آپ کو خاموش کرانے کی کوشش کرتے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی جواب ہوتا۔

یا معشر قریش واللہ لا یاتی علیکم غیر قلیل حتی تعرفوا ما تنکرون وتحبوا ما انتم له کارهون ۵

یعنی اے قبیلہ قریش لمبا عرصہ نہیں گزرے گا۔ کہ تم اسے ماننے لگ جاؤ گے۔ جس کا اب انکار کر رہے ہو۔ اسے محبوب اور جان سے عزیز جانو گے۔ جسے ناپسند کر رہے ہو

آپکا حلم اور وسعت قلبی

مشرکین مکہ طرح طرح کی تکالیف آپ کو پہنچاتے آپ کا استخفاف کرتے۔ نہایت قابل نفرت اور حقارت آمیز سلوک کے ساتھ پیش آتے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے۔ تو آپ کے سر مبارک پر مٹی پھینک دیتے۔ کبھی گوبر سے آپ کے کپڑے ناپاک کر دیتے شریر لوگ اپنے بچوں کو حضور کو پتھر مارتے۔ جب آپ نماز میں مصروف ہوتے۔ تو ذبح شدہ جانوروں کی انتڑیاں وغیرہ آپ کی پشت مبارک پر رکھ دیتے۔ یہ نظارہ دیکھ کر پھر خوب ہنستے۔ مگر رحمۃ للعالمین ان کی ان کرتوتوں سے کبھی ناراض نہ ہوتے۔ اور نہ حضور نے ان تکالیف کی وجہ سے کبھی ان کے لئے بددعا کی۔ بلکہ ہمیشہ یہی فرمایا

اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون ۵

یعنی اے اللہ میری قوم کے قصوروں کو معاف کر دے کیونکہ وہ ابھی ناواقف ہیں۔

آپ کا استقلال

آپ اس قدر عالی حوصلہ اور بلند ہمت تھے۔ کہ آپ قریباً ۱۳ برس مکہ میں رہے۔ شب وروز قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر آپ کی اس تبلیغ کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کبھی کبھی کوئی اکا دکا اسلام میں داخل ہوتا۔ حتیٰ کہ اتنے لمبے عرصے میں بہت ہی معدودے آدمی آپ پر ایمان لائے۔ مگر آپ اس سے گھبرائے نہیں۔ آپ کے پائے استقلال اور عزم بالجزم میں ذرا بھر فرق نہ آیا۔ یاس وناامیدی آپ کے پاس تک نہ پھٹک سکے۔ بلکہ سرداران قریش کی ترغیب وترہیب کے جواب میں آپ ہمیشہ یہی فرماتے۔

واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی شمالی علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ

اللہ کی قسم اگر سورج تو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں پر تاکہ میں دین حق کی تبلیغ کو چھوڑ دوں۔ تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جب تک اللہ ذوالجلال اس دین کو غالب نہ کر دے۔ یا میں اس میں فنا ہو جاؤں۔ (باقی)

دنیا کا سب سے بھاری بمبار

دنیا کا سب سے بھاری بمبار ہوائی جہاز "سٹرلنگ" نام برطانیہ کی جدید ترین ایجاد ہے اپنے اڈے پر پڑے ہوئے اس کا حجم اتنا بڑا ہے ۶ فٹ قد کا آدمی اس کے برابر کھڑے ہو کے بھی اسکے پہیوں کے بالائی حصے تک ہی پہنچ سکتا ہے یہ بمبار وں کا بادشاہ آٹھ ٹن بم اٹھا کر تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر سکتا ہے اتنے بوجھ کے باوجود یہ بمبار دور دور تک مار کر سکتا ہے۔ انگلستان کے ہوائی اڈوں سے اڑ کر سٹرلنگ بار ہا برلن شہر اور کیل کی نہر ایسے دور مقامات پر سخت بمباری کر چکا ہے۔ اس جہاز کے بازوؤں کا پھیلاؤ ۹۹ فٹ سے کچھ اوپر ہی ہے۔ اور اسکی لمبائی ۸۷ فٹ۔ اسے چار انجن (خواہ وہ برطانوی "ہرکولیز" ہوں یا امریکن "سائیکلون") چلاتے ہیں۔ ان کی مجموعی طاقت ۶۰۰۰ گھوڑوں کی ہے۔

"سٹرلنگ" دشمن کے چھاپہ مار اور لڑاکے ہوائی جہازوں کے مقابلہ میں بہت کامیاب رہا ہے۔ اور جس سرعت اور سکبکی سے اسکی مشین ہوائی لڑائی کی چالوں کی ممد ومعاون ہے۔ وہ یقیناً حیرت انگیز ہے

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب۔)

ریاست حیدر آباد سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ وہاں خاص مٹی کے تیل کے ایک تبادل کے متعلق کامیاب تجربات کئے گئے ہیں یہ متبادل ستر فیصدی مونگ پھلی کے تیل میں تیس فیصدی مٹی کا تیل ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ اور اس میں تھوڑا سا سلفیوریٹیڈ ارنڈی کا تیل شامل کر دیا جاتا ہے۔ معلوم کیا جاتا ہے۔ کہ اس محلول سے ویسے ہی اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں جیسا کہ خالص مٹی کے تیل کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں۔

اس متبادل کے متعلق تجربات غالباً پنجاب میں ان اشخاص کے لئے ممد ثابت ہوں گے۔ جو خالص مٹی کے تیل کی کھپت میں کفایت شعاری کے مسئلہ سے دوچار ہیں

لاہور
مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء
نمبر ۵۴۸۸۲۱۰ ڈبلیو پی

پیغام صلح

جلد ۳ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۸ شوال المکرم سنہ ۱۳۶۱ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۴

ہماری انجمن کا عظیم الشان کام

ہمارا نظام مامور من اللہ کے ارشادات پر مبنی ہے

دنیا میں کوئی قوم بغیر ایک اعلیٰ درجہ کے نظام کے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بزرگ اور بلند پایہ قائد کی اطاعت میں ہی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ہماری قوم کے سامنے ایک مقصد ہے ایک شاندار مقصد ہے۔ اور اس مقصد میں جو کامیابی ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ وہ ایک نظام کی برکت سے ہوئی ہے۔ بغیر اس نظام کے ہم اس کامیابی کا عشر عشیر بھی حاصل نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس نظام کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور اس چارٹر پر ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"میری رائے تو یہی ہے۔ کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی سمجھنا چاہیئے لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں۔ کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہ کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے۔ کہ شائد وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام"

مرزا غلام احمد ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

اس مذکورہ بالا چارٹر کے بموجب انجمن جو کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے حقیقی اور مستقل اختیارات صرف اسی انجمن کو حاصل ہیں انجمن اگر چاہے تو عارضی طور پر یہ اختیارات کسی امیر کو منتقل کر سکتی ہے۔ جیسا کہ فقرہ "ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" سے ظاہر ہے۔ ہمارے ہاں یہ اختیارات انجمن کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کے آئینی قائد ہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی اطاعت دراصل انجمن کی ہی اطاعت ہے۔

ہماری جماعت نے آج تک جو کام کیا ہے وہ انجمن حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بدولت اطاعت کی ہی کیا ہے۔ نظام میں برکت ہے۔ اور پھر ہمارا نظام تو ایک عظیم المرتبت مامور من اللہ کے ارشادات پر مبنی ہے۔ اس لئے اس میں بہت برکت ہے اور جماعت کا قائد وہ انسان ہے جس سے بڑھ کر مجاہد تمام اسلامی دنیا میں نہیں۔ جس کا قلم گزشتہ ربع صدی سے اسلام کے محاسن کو اجاگر کر رہا ہے۔ اور دنیا کے دور افتادہ کونوں کو نور قرآن سے منور کر رہا ہے۔ ایک بزرگ نے آپ کی شان میں کہا تھا۔

بر درِ تو بامت بہ بینم نورِ حق تابندہ ہے
زانکہ تاباں علمے از نورِ قرآں کردہ
رشحِ کلکِ تو بہ بخشد چشمۂ آبِ حیات
فیض رسانم کہ از آں آب حیواں کردہ

بالکل واقع ہے کہ اس میں کسی قسم کا انشائی مبالغہ نہیں۔ آپ کا ایثار اور مساعی جمیلہ کسی تعارف اور تشریح کی منت کش نہیں وہ روز روشن کی طرح واضح ہے سو جس جماعت کا کام اتنا شاندار ہو نظام اتنا اعلیٰ ہو اور امیر اتنا بلند پایہ انسان ہو۔ وہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

قادیانی پریس دن رات جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہے۔ اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ۔۔۔۔۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انجمن نے آخر کام کیا کیا ہے۔ اور انجمن کیا کر رہی ہے۔ یہ نہایت ہی غیر معقول اور لغو اعتراضات ہیں۔ کیونکہ جو کچھ انجمن نے کیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے اور انجمن کی کارکردگی اتنے شاندار کاموں پر مشتمل ہے۔ کہ انہیں دیکھ کر کسی شخص کو اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری انجمن کا کام اتنا عظیم الشان ہے۔ کہ اسلامی تاریخ اسے ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔ انجمن نے پچیس سال کے عرصہ میں جو کام کیا ہے ۔۔۔۔۔ دنیا کی کوئی اسلامی انجمن نہیں جو اتنے عرصہ میں اپنی فرد عمل میں ایسا شاندار کام دکھا سکے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری انجمن نے تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے اس کی قریباً پچاس ہزار کاپی دنیا میں شائع کی۔ انگریزی ترجمہ کی قریباً دس ہزار کاپی مفت تقسیم کی ہے۔ دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچا کر لاکھوں انسانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا۔ سیرت نبوی جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا ہے ستر مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ جن میں چھ یورپ کی زبانیں ہیں۔ قریباً پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع ہو کر دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچائی گئی۔ اسلامی تعلیم پر کتابیں اور رسالے قریباً تیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور مختلف زبانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کئے ہیں۔ دو مشن یورپ میں کھولے گئے ایک مشن دار الخلافہ جرمنی میں اور دوسرا انگلینڈ میں۔ اس کے علاوہ اسٹریلیا، ٹرینیڈاڈ، فجی اور امریکہ میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلئے انجمن کے مشن کام کرتے رہے اور ہسپانیہ میں ایک مشن کھولنے کا فیصلہ ہو چکا ہے جس میں صرف اس جنگ کی وجہ سے تعویق ہو رہی ہے۔ برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی گئی ہندوستان کے مختلف مقامات پر اسلامی مشن قائم کئے گئے جن کے ذریعہ چار پانچ ہزار کے درمیان غیر مسلم داخل اسلام ہو چکے ہیں اس کے علاوہ ایک عظیم الشان کام انجمن کے پیش نظر ہے۔ جب وہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ تو انجمن کی روداد عمل میں ایک عظیم الشان کام کا اضافہ ہوگا۔ ان تبلیغی کاموں کے علاوہ انجمن نے دو ہائی سکول قائم کئے ہیں جن کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہیں۔ ان شاندار کاموں کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ انجمن نے کیا کام کیا ہے اور انجمن کیا کر رہی ہے انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ کہ ان بلند پایہ خدمات کے ہوتے ہوئے یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں اگر ان لوگوں کو ابتداً امت تربیہ کر کے جاتے ہیں جو اس جماعت حقہ کے سخت دشمن ہیں اور ان کی آنکھوں میں یہ جماعت خار کی طرح کھٹکتی ہے

ہم فخر کے طور پر نہیں بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتے ہیں کہ جائیے اسلامی دنیا کا کونہ کونہ چھان مارئیے اور کوئی ایسی اسلامی انجمن اور تبلیغی ادارہ کھوج لیجئے جس نے اس مختصر عرصہ میں اتنا بڑا کام کیا ہو جتنا انجمن تبلیغ اسلام کا کام کر چکی ہے ان کا مقابلہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کاموں سے کیجئے تو پھر یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ انجمن جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ کیا کام کر رہی ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے۔ کہ عمان و دمشق مسلمانوں کے مشہور لیڈر یہاں تشریف لائے اور انہوں نے صاف الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ جس قدر ٹریکٹ اور دولہ مذہب اسلام کا انہوں نے یہاں دیکھا کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔

سو جس قوم کا کام ایسا ہو کہ اُس کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا ہو اور اُس کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی دی ہو اُس کے کام پر اعتراض کرنا نکمی اور فضول بات ہے خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس مجاہد جماعت کے مفید اور فعال ارکان بنیں۔

خواتین سلسلہ توجہ فرمائیں

ہماری جماعت کے سالانہ اجتماع پر ایک زنانہ دستکاری کی نمائش منعقد ہوا کرتی ہے جس میں مرکز اور بیرونی جماعتوں سے احمدی خواتین اور بچیاں اپنی لاگت پر گھر کے استعمال اور آرائش کی چیزیں تیار کر کے بھیجتی ہیں جنہیں سالانہ جلسہ پر بذریعہ نمائش فروخت کر دیا جاتا ہے جس سے ہر سال اشاعت اسلام کے لئے ایک معقول رقم جمع ہو جاتی ہے اور خواتین سلسلہ میں جو اپنے ایثار و خلوص کی وجہ سے دنیا کی بہترین خواتین ہیں خدمت دین اور اشاعت اسلام کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔ اب جلسہ سالانہ میں قریباً دو ماہ رہ گئے ہیں۔ لہٰذا ہر ایک احمدی گھر میں تیاری شروع ہو جانی چاہیئے۔ ان اشیاء کو تیار کرنے کے لئے احمدی خواتین کو ابھی سے اہتمام کرنا چاہیئے۔ یہ ایک صدقہ ہے جو بہت بڑے ثواب کا موجب ہے۔

خواتین سلسلہ کو چاہیئے کہ نمائش دستکاری کے لئے جملہ اشیاء دسمبر کے پہلے ہفتہ میں مرکز میں بھجوا دیں۔ تمام اشیاء پر نام اور لاگت کی چٹ ضرور لگی ہونی چاہیئے۔ تاکہ قیمتوں کے تعین میں آسانی رہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خواتین سلسلہ اس ضروری کام کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں گی۔ احباب جماعت کو بھی اس کار خیر کے لئے اپنے گھروں میں اس کے متعلق تحریک کرنی چاہیئے

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

ازقلم حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

جو آیات اس کے بعد آتی ہیں ان سے بھی اس نتیجہ کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بطور قصہ کے بیان نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان میں عقلمندوں کے لئے سبق ہیں۔ ان آیات میں گذشتہ انبیاؑ کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ط یعنی ان انبیاؑ کے بیان میں عقلمندوں کے لئے ایک عبرت ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان بھی اسی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی گذشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی ہیں۔

مگر پیشتر اس کے کہ میں بیان کروں۔ کہ وہ کون کون سی غیب کی خبریں ہیں۔ جو سورۂ یوسف میں قبل از وقت بیان کی گئیں اور وہ کون کون سی آیات ہیں۔ جن کی طرف اس سورۃ کے ابتدا میں اشارہ کیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کی توجہ بعض ان خصوصیات کی طرف پھیروں۔ جو سورۃ یوسف میں پائی جاتی ہیں۔ اور کتاب پیدائش اُن سے خالی ہے۔

سو پہلی خصوصیت تو وہ الفاظ ہیں۔ جن سے حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان سورۂ مذکورہ میں شروع کیا گیا ہے۔ یعنی لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں حق تلاش کرنے والوں کے لئے کئی نشانات ہیں۔ ان الفاظ کے ذریعہ شروع میں ہی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ یہ حالات قصہ کے رنگ میں بیان نہیں کئے جاتے۔ اور نہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ کہانیاں بیان کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ حالات اس وجہ سے بیان کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں حق کے طالبوں کے لئے ایک نہیں بلکہ کئی نشانات ہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے نام کے ساتھ إِخْوَتِهِ یعنی آپ کے بھائیوں کے نام بھی شامل کرنا بلاوجہ نہیں۔ بلکہ اپنے اندر ایک معنی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں حق کے طالبوں کے لئے کئی نشانات ہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ جو انبار الغیب یعنی غیب کی خبریں ان حالات کے ذریعہ قبل از وقت بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف اس زمانہ کے یوسف یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ آپ کے بھائیوں یعنی قریش سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اس سورۃ کی تیسری آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جن آنے والے واقعات کی اس سورۃ میں خبر دی گئی ہے وہ ایسے پوشیدہ ہیں۔ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دی گئی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ہم تیرے پر بیان کرتے ہیں بہت اچھی طرح بیان کرنا اس طرح سے کہ وحی کیا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو ان باتوں سے جن کی اس سورہ میں خبر دی گئی ہے پہلے بے خبر تھا۔

قرآنی بیان کی دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے حالات ایسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا احساس نہایت ہی محکم طور پر پڑھنے والے کے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو لڑکپن کے زمانہ میں آپ کے بھائیوں نے ایک تاریک اور گہرے کنوئیں میں پھینک دیا تو ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف سے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آتی تھی۔ خدا تعالیٰ کا تسلی بخش پیغام آپ پر نازل ہوا جس میں ایک عجیب و عظیم الشان آنے والے واقعہ کی خبر دی گئی۔ اور جو نظارے اور واقعات آئندہ پیش آنے والے تھے۔ ان کے حیرت انگیز خاتمہ سے اس کنوئیں میں گرے ہوئے بچہ کو آگاہی دی گئی۔ اور جو ڈراما اس بچہ کو پیش آنے والا تھا۔ اس کے آخری سین کا حصہ اس کے سامنے کھینچا گیا۔ وہ کلام الٰہی جو کنوئیں کی تہ میں اس بے کس بچہ پر نازل ہوا۔ وہ یہ تھا۔ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ یعنی جب حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت اس کے بھائیوں نے یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ اس کو کنوئیں میں پھینک دیا جاوے اور اس وقت اس کو اس کے خونخوار بھائیوں کے ہاتھوں سے کوئی چھڑانے والا موجود نہ تھا۔ تو ایسی بے بسی اور بے کسی کی حالت میں اس ویرانہ میں اس بچہ کے کانوں میں ایک تسلی دینے والے کی آواز پہنچی۔ اور وہ آواز یہ تھی۔ کہ گو اس وقت تیرے باپ کے بیٹے تیرے خونی دشمن ہیں۔ اور وہ غالب اور تو مغلوب نظر آتا ہے۔ مگر بہت سے تغیراتِ زمانہ کے بعد خدا تعالیٰ ایک ایسا وقت لائے گا۔ کہ یہی تیرے بھائی تیرے حضور میں پیش ہوں گے۔ اور تو ان سے سوال کرے گا۔ کہ تم نے اپنے بھائی یوسف سے کیا سلوک کیا اور اس وقت تیرا جاہ و جلال اور تیری عظمت اور شان اس قسم کے ہوں گے۔ کہ وہ تجھے پہچان نہ سکیں گے۔ کہ یہ ہمارا بھائی یوسف ہے۔

اور صرف قرآن شریف اسی بشارت کا ذکر نہیں کرتا۔ جو بیابان میں کنوئیں کے اندر حضرت یوسف علیہ السلام کو دی گئی۔ بلکہ جو کچھ وہ اس کے بعد ذکر کرتا ہے۔ اس میں بھی اس کو یہی دکھلانا مقصود ہے۔ کہ کس طریق اور کس راہ سے خدا تعالیٰ کی یہ عجیب بشارت آخرکار پوری ہوئی۔ چنانچہ آئندہ کے بیان میں ہر ایک ضروری موقعہ پر قاری کی توجہ اس طرف پھیرتا ہے۔ اور دکھلاتا ہے۔ کہ کن کن پر حکمت اور لطیف راہوں سے خدا تعالیٰ اپنے ارادوں کو پورا کرتا ہے۔ اور جس شخص کو اس کے بھائیوں نے نابود کرنا چاہا تھا۔ کس طریق سے وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جس بے کس انسان کو اس کے بھائیوں نے اپنے وطن سے نکال دیا تھا۔ کن راہوں سے خدا تعالیٰ اس کو ایک غیر ملک میں اجنبی لوگوں کے درمیان عزت بخشتا ہے۔ چنانچہ اس بیان کے بعد کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس تاریک اور مہیب کوئیں سے نکال کر مصر میں ایک رئیس کے گھر میں ایک عزت کی جگہ پہنچایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ دی۔ تاکہ ہم اس کو باتوں کی حقیقت سمجھائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بات پر قادر ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسی طرح جب آخر حضرت یوسف علیہ السلام ملک مصر میں ایک ہی معزز عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ تو اس امر کا ذکر کرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہماری توجہ کو اپنے کاموں اور اپنی حیرت انگیز قدرتوں کی طرف پھیر کر فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ اس طرح ہم نے یوسف کو جسے بھائیوں نے کوئیں میں پھینک دیا تھا۔ اور جس کو ہم نے مدد کی بشارت دی تھی۔ زمین میں جگہ دی۔ اور اس کو اس قسم کی آزادی بخشی کہ وہ جہاں چاہتا تھا۔ اپنا مقام کرتا۔ جس کو ہم چاہتے ہیں۔ اسی طرح اپنی رحمت پہنچاتے ہیں۔ اور ہم کسی محسن کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور آخرت کا اجر مومنوں متقیوں کے لئے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

یہ تو درمیانی مرحلے ہیں۔ جن کو بیان کر کے خدا تعالیٰ ہمیں دکھاتا ہے۔ کہ کن راہوں سے اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ اس رقت آمیز نظارہ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ جب کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر کے [illegible] شہزادے کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور وہ قحط کی مصیبت میں گرفتار اور قریباً تہیدست اس شہزادے سے یہ التجا کرتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ یعنی اے عزیز ہم اور ہمارے گھر والے قحط کے دکھ میں مبتلا ہیں۔ ہم ایک حقیر پونجی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ ہمیں پورا تول مرحمت فرمائیں۔ اور ہم پر خیرات کریں۔ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے۔ اس پر وہ شاہزادہ خیرات مانگنے والے اجنبیوں سے پوچھتا ہے۔ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝ [illegible] جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے جہالت کے دنوں میں کیا کیا۔ اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ یہ شاہزادہ جس سے وہ خیرات مانگ رہے ہیں۔ یہ ان کا چھوٹا بھائی یوسف ہے۔ جس کو انہوں نے نہیں پہچانا تھا اور جس کو وہ اس کی شان و شوکت کی وجہ سے اب پہچان نہیں سکے حیرت میں ہو کر بول اٹھے أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ کیا آپ

یوسف ہیں۔ اور جب اس شاہزادے نے جواب دیا کہ میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اور جو شخص تقویٰ کرے اور صبر کرے۔ تو اس کو ایسا ہی اجر ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی محسن کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ تو اس وقت ان بھائیوں نے سخت شرمندگی کے ساتھ اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہنے لگے۔ تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین ہ اللہ تعالیٰ کی قسم خدا تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی اور ہم خطا وار تھے۔ مگر اس رحیم و کریم انسان نے پسند نہ کیا کہ اپنے بھائیوں کو ملامت کرکے اُن کو رنجیدہ خاطر کرے۔ وہ لطف کے ساتھ اُن سے پیش آیا اور اُن کے قصوروں کی معافی دے کر نہایت کرم سے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین خدا تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا وہ سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے۔ اس طرح وہ وعدہ پورا ہوا جو خدا تعالیٰ نے اس بیکس بچے سے نہایت بے بسی کی حالت میں کیا جب ان کے اندر ایک تنہا اور تاریک کنوئیں میں کیا تھا۔

اس کے بعد وہ نظارہ ہے جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا باپ اور ماں اور بھائی خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہ اس قدر لمبی جدائی کے بعد اور اس قدر تغیرات اور حوادث کے گذرنے کے بعد اس نے بچھڑے ہوؤں کو پھر ملا دیا اور غم کو خوشی سے بدل دیا زمین پر سجدہ میں گر پڑے۔ اُس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بول اُٹھے۔ یٰاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا ط وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ط اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ہ میرے ابا جان! یہ ہے نتیجہ میرے اس رؤیا کا جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور اس نے میرے پر احسان کیا کہ مجھ قید سے نکال لایا اور تمہیں بیابان سے لایا بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ میرا رب جو چاہتا ہے اُس کو لطیف طریق سے پورا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وہ خواب یاد دلایا جو بچپن میں انہوں نے دیکھا تھا اور جو سورۃ یوسف کے ابتدا میں مذکور ہے۔ یہ خواب کیسے عجیب طریق کے ساتھ آخر پورا ہوا۔

غرض قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک حیرت انگیز بشارت اور ایک عجیب پیشگوئی کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اور اس بیان کے اثناء میں جا بجا اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ کو پورا کیا۔ اور سورہ شریف کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرنے والے کی غرض یہ نہیں کہ صرف ایک کہانی سنائے بلکہ یہ دکھلانا مقصود ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے آخر اپنے کلام کو پورا کیا جو اس نے بیابان میں کنوئیں میں گرے ہوئے پر بالکل بے کسی اور بے بسی کی حالت میں نازل فرمایا تھا۔ مگر کتاب میں اس قسم کی کوئی غرض مد نظر نہیں بلکہ اس کتاب کے مصنف کی اتنی ہی غرض ہے کہ ایک کہانی کو لکھ دے۔ پادری صاحبان اپنے طور پر خواہ کتنے ہی مطالب اس کہانی سے اخذ کریں مگر نہ اس کہانی میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ ملتا ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہو کہ کہانی بیان کرنے والے کی اس غرض قصہ گوئی کے سوا کچھ اور تھی۔

ایک اور امر جس سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی غرض کہانی بیان کرنا نہیں مگر مصنف کتاب پیدائش کی غرض صرف قصہ گوئی ہے۔ یہ ہے کہ قرآن شریف غیر ضروری تفصیل کو بغیر بیان کرنے کے چھوڑ دیتا ہے مگر کتاب پیدائش کا مصنف چھوٹی چھوٹی بیہودہ تفاصیل پر بڑا زور دیتا ہے۔ بلکہ ایسی لچر باتوں کو جن سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بڑی تفصیل اور تطویل سے بیان کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن شریف ایک حکیم کا کلام ہے۔ کیونکہ اس نے لغو اور غیر ضروری تفاصیل سے اعراض کیا ہے اور صرف انہی امور کو خوبصورت اور پیارے پیارے دلربا پیرایہ میں بیان کیا ہے جو اصلی اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ ناظرین۔ اس امر کو مد نظر رکھ کر دونوں جگہ یعنی قرآن شریف میں اور کتاب پیدائش میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کو پڑھیں تا اُن کو اس فرق بیّن کا پورا پورا لطف حاصل ہو۔

ایک اور بڑا بھاری فرق جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ وحی الٰہی کے ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہیں اور کتاب پیدائش کا بیان ایک انسان کا کلام ہے جس کی قصہ گوئی کے سوا اور کوئی غرض نہ تھی یہ ہے کہ سورہ یوسف میں خدا تعالیٰ کے علیم اور خبیر ہونے کا ایک زبردست ثبوت دیا گیا ہے۔ مگر کتاب پیدائش کا بیان اس وصف سے خالی ہے۔ سورہ یوسف کو پڑھو اور تمہیں معلوم ہوگا کہ شروع سے آخر تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا یقین ہے کہ میرا بیٹا ابھی زندہ ہے۔ کئی سال گذر گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی پتہ و نشان نہیں ملا۔ سب اُس کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اُن کے بیٹے یہ کہکر ملامت بھی کرتے ہیں۔ تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھٰلِکِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہمیشہ یوسف کو یاد ہی کرتا رہے گا یہانتک کہ تو مضمحل ہو جاوے یا (اسی غم میں) گذر جاوے۔ اس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں اِنَّمَاۤ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط میں تو اپنی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا۔ ایسا ہی جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کی قمیص کو بطور نشان کے لئے ہوئے مصر سے روانہ ہوتے ہیں تو ادھر کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ط مجھے تو اس وقت یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو غرض اول سے آخر تک حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا یقین ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ بار بار اپنے اس یقین کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے مجھے وہ علم دیا گیا ہے جو تمہیں نہیں دیا گیا چنانچہ جو علم خدا تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا وہ سچ ثابت ہوا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن آپ کے سامنے رکھا گیا اور آپ کا علم الیقین بصیرت اور رویت سے بدل گیا تو آپ فرماتے ہیں۔ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم دیا گیا ہے جو تمہیں حاصل نہیں۔ آپ اپنے پاس رہنے والوں کو یہ جتلاتے ہیں کہ دیکھو جو بات میں تمہیں کہتا تھا۔ وہ آخر پوری ہوئی۔ اور خدا کا کلام سچا ثابت ہوا۔ غرض قرآن شریف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات میں اپنے علیم و خبیر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اور دکھایا ہے۔ کہ کس طرح وہ اپنے برگزیدوں پر غیب کی خبریں ظاہر کرتا ہے اور کس طرح اس کی بتائی ہوئی باتیں جو لوگوں کی نظروں میں اَن ہونی معلوم ہوتی ہیں۔ پوری ہو کر رہتی ہیں۔ غرض یہ علیم و خبیر اور قدیر ہونے کا ثبوت جو سورۂ یوسف میں دیا گیا ہے۔ کتاب پیدائش اس خصوصیت سے بالکل بے بہرہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتاب پیدائش کا لکھنے والا ایک انسان تھا جس نے واقعات کو صرف روایات سے اخذ کرکے جمع کر دیا۔ اور اس کا کلام الہام الٰہی کے رنگ میں رنگین نہیں۔ اور سورہ یوسف کا طرز بیان بتا رہا ہے۔ کہ وہ علیم و حکیم کا کلام ہے۔

ایک اور امتیاز جو سورۂ یوسف کو حاصل ہے اور جس سے پیدائش کی کتاب محروم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اس تہمت سے بری کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ مگر پیدائش کی کہانی میں آپ کو اس اتہام سے بری نہیں کیا گیا جو آپ کے آقا کی بیوی نے آپ پر لگایا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ پیدائش کی کتاب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک پاک انسان ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسی بات نہیں کی گئی جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ کے ہمعصروں کی نظروں میں بھی آپ کا معصوم ہونا اور تہمت معلومہ سے بری ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ وہ الزام جس پر آپ کو قید خانہ میں داخل کیا گیا۔ سب کو معلوم تھا۔ مگر کتاب پیدائش کی کہانی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی موقعہ پر آپ نے اپنے تئیں اس الزام سے بری کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ خاموشی اختیار کی۔ جس سے شبہ کرنے والوں کو اور بھی شک کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ مگر یہ امر وہم میں بھی نہیں آسکتا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیسا بزرگ نبی ایک ناشائستہ فعل کے ساتھ متہم کیا جاوے۔ اور وہ ذرا بھی اپنی بریت کے لئے کوشش نہ کرے۔ اس نے ضرور اس داغ کو اپنے مقدس نام سے دور کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ چنانچہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب مصر کے بادشاہ نے آپ کے پاس اپنا خاص قاصد اس غرض کے لئے بھیجا۔ کہ وہ آپ کو قید خانہ سے نکال کر دربار شاہی میں لائے۔ آپ نے پسند نہ کیا کہ اس طرح رعایتی طور پر قید خانہ سے باہر قدم بھی رکھیں۔ چنانچہ آپ نے شاہی قاصد کو کہا۔ کہ تم واپس بادشاہ کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ میں اس جگہ سے باہر نہیں آسکتا جب تک کہ اس مقدمہ کی بادشاہ بنفس خود تحقیقات کرکے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ نہ کرے جس کی وجہ سے مجھے جیلخانہ میں بھیجا گیا تھا۔ اور جب تک تحقیقات کے بعد آپ کا گناہ سے بکلی پاک ہونا ثابت نہ ہوا آپ نے قید خانہ سے قدم باہر نہ رکھا۔

(باقی دارد)

دنیا کو ایک نظام جدید کی ضرورت ہے

باوجود مخالفت کے اسلام غلبہ حاصل کریگا

خطبہ جمعۃ الوداع فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(مورخہ ۹ راکتوبر ۱۹۴۲ء)

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین .... الخ

(آل عمران رکوع ۹)

امم اور میثاق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمام نبیوں سے یا ان کی امتوں سے ان نبیوں کے ذریعہ سے ایک بڑا مضبوط عہد لیا۔ یہ کہ کر کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ پھر کسی قدر بارادہ الٰہی کے ماتحت جو ازل سے ہو چکا ہے تمہارے پاس ایک رسول آئیگا۔ جو تمام نبیوں کی تصدیق کرے گا۔ اور اقرار یہ لیا کہ تم نے اس پر ایمان ضرور لانا ہوگا اور ضرور اس کی نصرت کرنی ہوگی۔ اور پھر اس عہد کو اور مضبوط کیا۔ یہ کہکر کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور میرے عہد کا بوجھ اٹھاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ رہوں گا۔ اور جو شخص اس کے بعد پھر جائیگا وہ فاسق ہے۔ نافرمان ہے۔

حضرت نبی کریم سے پہلے

پھر فرماتا ہے۔ افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون خدا کا دین جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے تھے یہی تھا کہ کہیں موسیٰ آ گئے۔ کہیں عیسیٰ کہیں داؤد۔ کہیں شعیب۔ یہ سب اللہ کے قائم کردہ دین تھے۔ مگر جب محمد رسول اللہ صلعم آ گئے۔ تو دین اللہ ایک ہی رہ گیا۔ اور یہ عہد لیا گیا تھا "کہ جب وہ نبی آجائے گا۔ تو تم سب نے اس کو ماننا ہوگا۔"

اب دنیا کا واحد دین اسلام ہے۔

اب جو شخص اللہ کے دین کے سوا لئے۔ اسلام کے سوائے محمد رسول اللہ صلعم کے دین کے سوائے اور کسی دین کو اختیار کریگا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اب اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہوگا۔ یہی وہ نظام ہوگا۔ جسے سب کو قبول کرنا ہوگا۔ بار ہا کچھ لوگ طوعاً قبول کریں گے۔ یعنی اپنی خوشی سے اور کچھ کرھاً قبول کریں گے۔ یعنی مجبور ہو کر۔ قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ۰ پھر فرمایا کہ اس موقع پر یہ اعلان کر دو۔ کہ اس دین اللہ کے اندر دنیا کے سارے دین آ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس پر جو ہم پر نازل ہوا۔ اور جو ابراہیم پر اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا۔ یہ ایک قسم کے نبیوں کے نام گنے تھے۔

ہم سب پہلے نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا۔ پھر اور ترقی کر کے فرمایا کہ جو کچھ نبیوں کو خواہ وہ کسی ملک کسی قوم میں ہوئے ہوں دیا گیا ہم اس سب پر ایمان لاتے ہیں یہ ہم دنیا کے نبیوں میں کسی قسم کی تفریق کے روادار نہیں۔ یونہی وہ تصدیق بھی ہو گئی جس کا آیت کے شروع میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ آخری رسول جس کا دین ساری روئے زمین پر ایک ہی دین اللہ ہوگا اس کی یہ نشانی ہے۔ کہ وہ سب نبیوں کی تصدیق کرے گا اور سارے کے سارے الٰہی دینوں کو ایک دین میں جمع بھی کر دیا کیونکہ اس میں سب انبیائے عالم پر ایمان ضروری قرار پایا۔ تاکہ اس دین اللہ پر ایمان لانے کے بعد کسی اور دین پر علیحدہ ایمان لانے کی ضرورت نہ رہے۔

ایک اور اعلان

پھر ایک اور اعلان کیا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۰ جو شخص اسلام کے سوائے کسی دوسرے دین کو کسی دوسرے نظام کو قبول کرے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور انجام کار وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

ایک جدید نظام کی ضرورت ہے

یہ تھا ایک اعلان ہے۔ آج ہم دنیا میں کیا حالات دیکھتے ہیں۔ تمام دنیا کے ہر ملک سے ہر گوشہ سے ایک آواز آ رہی ہے خواہ اس کے پیچھے مقاصد الگ الگ ہوں۔ لیکن آواز ایک ہے۔ کہ دنیا کے پرانے نظام اب سب کے سب ناکارہ ہو گئے ہیں اور ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ آج حالات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ نہ ہندو دین دنیا کو بچا سکتا ہے نہ عیسیٰ کا دین بچا سکتا ہے نہ وہ مادی تہذیب دنیا کو بچا سکتی ہے جس پر ان لوگوں کو اس قدر ناز تھا کہ ایک نئے نظام اور نئی تہذیب کی ضرورت ہے یہ زمین کی آواز ہے لئے آسمان کی صدائے بازگشت سمجھو کہ کسی نے کہا ہے

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

تیرہ سو سال پہلے کی آواز

وہ آواز جو آج سے تیرہ سو سال پہلے آئی تھی آج پھر وہی ہمارے کانوں میں پہنچ رہی ہے خدا کا قانون بڑا زبردست قانون ہے۔ انسان اس سے بچنا ہے مگر خدا کا ارادہ ایک ایسی زبردست چیز ہے کہ جب اس کو نہ مانیں تو دکھ اور تکلیف اٹھا کر بھی اس کی طرف آنا پڑتا ہے۔ دنیا نے اسلام کو قبول نہ کیا۔ تو آج انہیں انتہا درجہ کے دکھوں میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ دنیا کو اس طرف لا رہا ہے۔ طوعاً وکرھاً کا یہی مفہوم ہے۔

اسلام ایک نظام ہے۔

ایک بات پہلے بتا دوں۔ کہ اسلام صرف مذہب نہیں جس رنگ میں پہلے مذاہب تھے۔ بلکہ اسلام ایک نظام ہے اور بڑا اعلیٰ درجہ کا زبردست نظام ہے۔ کیونکہ یہ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ اور کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔ اسلام سے پہلے نرا مذہب تھا۔ انبیاء بیشک آئے۔ مگر ان کی بڑی غرض صرف خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق پیدا کرنا تھا۔ اسلام خدا تعالیٰ سے تعلق بھی پیدا کرتا ہے۔ اور نظام زندگی بھی قائم کرتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم عرب کے رہنے والے امی آدمی، امی ملک ایک نظام آپ اس ملک کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کو دیتے ہیں۔ جو زندگی کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑتا۔ مذہب ہم اسے کس لئے کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے خدا پر ایمان ہے۔ جو اس نظام کو زندہ رکھتا ہے۔ اسلام ایک نظام بھی ہے۔ اور مذہب بھی، یہ نظام مذہب کی طاقت سے زندہ ہے۔ تو بتایا کہ جتنے پہلے نظام ہیں سب بدل جائیں گے۔ سب دینوں کی جگہ ایک دین لے لیگا۔ وہی دین اللہ کہلانے کا مستحق ہوگا۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت۔ یہ ایسا نظام ہوگا۔ کہ زمین اور آسمان بدل جائیں گے۔

اسلام کی مخالفت

اس نظام کی بڑی سخت مخالفت ہوئی۔ اہل کتاب نے بھی اس کی بڑی سخت مخالفت کی۔ زرتشتیوں نے بھی اور خود اپنے ملک کے کفار و مشرکین نے بھی۔ مگر خدا کی طاقت بڑی زبردست ہے۔ ایک انسان اٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں دنیا کے نظام کو بدل دوں گا۔ ساری دنیا مخالف ہے۔ خدا کی ہستی پر ایمان لانے والے اور نہ ماننے والے بت پرست اور اہل کتاب سب کے سب مخالف ہیں۔ مگر ایک اکیلا انسان اٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں سارے نظاموں کو بدل دوں گا۔ یہ طاقت اس کے اندر خدا پر ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ ساری دنیا مخالفت کرتی ہے۔ اس کو مٹانے اور تباہ کرنے کے لئے پورا زور لگاتی ہے پوری طاقت صرف کرتی ہے۔ پہلے معمولی تکالیف سے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچا کر اس سے روکنے کی کوشش کی ہے۔ پھر تلوار اٹھائی گئی۔ [illegible] کا کیا مقابلہ ......

...... چند آدمی کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ فی الواقع تاریخ پڑھ کر دیکھو کہ ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ آتے ہیں کچلنے کے لئے مٹھی بھر انسانوں کو ساتھ لے کر آپ مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں خیال ہوتا ہے کہ کفار ان سب کو کچل دیں گے۔ خدا کی نصرت آتی ہے اور آخر کار جس دین کو وہ نہیں مانتے تھے۔ اسی کو قبول کرتے ہیں۔ مدینہ میں عرب کے کونوں طرف سے وفد پر وفد آتا ہے۔ اور اسلام قبول کر کے واپس جاتا ہے۔ حتیٰ کہ عرب سارے کا سارا مسلمان ہو جاتا ہے۔

اسلام کی قوت اور فتوحات

یہ اسلام کی پہلی مخالفت تھی۔ اس کے بعد اسلام قوت پکڑتا ہے۔ بادشاہت قائم ہو جاتی ہے۔ ملکوں کے ملک فتح ہو گئے۔ مخالفت کرنے والا نہ رہا۔ یہ اسلام کی قوت اور شوکت کا زمانہ ہے۔ اس کے اندر ایک اور رو پیدا ہوتی ہے۔

عیسائیت کا اسلام پر حملہ

یورپ کے اندر عیسائیت کی ایک تحریک اٹھتی ہے۔ کہ اسلام کو تباہ و برباد کر دیا جائیگا۔ یہ تحریک بڑے زور سے اٹھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان دونوں تحریکوں میں

(باقی بر صفحہ ۹)

کیرکٹر پیدا کرو اور اپنے حقیقی مقصد کو نہ بھولو

ماحول تمہیں متاثر نہ کرے بلکہ تم ماحول کو متاثر کرو

جماعت احمدیہ لاہور کی برتری پر عثمان وو کی شہادت

خطبہ عید الفطر فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

عید کا خطبہ عبادت میں شامل ہے۔

عید کا خطبہ فی الحقیقت عبادت میں شامل ہے مگر لوگ دو رکعت نماز کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور خطبہ کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔ یہ ابتدائی زمانہ سے چلا آتا ہے۔ مجھے نام یاد نہیں رہا ایک بزرگ عید کی نماز پڑھانے سے پہلے ہی خطبہ کے لئے کھڑے ہو گئے کسی نے کہا کہ یہ تو سنت نہیں انہوں نے کہا کیا کیا جائے نماز کے بعد لوگ خطبہ سننے کے لئے ٹھہرتے نہیں۔

اسلامی تہوار اور خدا کا نام

یہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کے تہوار خوشی کے دن نہیں کہلا سکتے جب تک خدا کا نام ان میں نہ آجائے فی الحقیقت دنیا کو اس طرف آنا پڑے گا۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ چونکہ آج کل کی تہذیب سے متاثر لوگ نماز روزہ کو بوجھ سمجھتے ہیں اس لئے دنیا کو اب خدا کے آگے سر جھکانے کی ضرورت نہیں رہی ہے اور ضرور ہے۔

دنیا اسلامی اصولوں کی طرف آئیگی

اسلام کے اصول چونکہ بہترین اصول ہیں اور ان کا مقصد یہی ہے کہ انسانی زندگی کو بہتر بنایا جائے اس لئے دنیا کو اپنی زندگی بہتر بنانے کے لئے بالآخر ان کی طرف آنا پڑے گا۔ اسلام خوشی منانے میں روک نہیں ڈالتا۔ عید کا دن خوشی کا دن ہے۔ اس دن کو آدمی بیٹھک میں ملاقات، کھیل تماشہ اور خوشی کے کاموں میں صرف کرے لیکن تھوڑا سا وقت خدا کے ذکر میں بھی صرف کرے عام طور پر خوشی میں انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ اسلام نے سب سے بڑی خوشی کے وقت بھی خدا کے ذکر کو ضروری قرار دیا۔

رمضان میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ رمضان کے مہینہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس سے منشا صرف یہ ہے۔ کہ لوگوں کے دل خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔ صرف ایک دو چار آدمی نہیں۔ بلکہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام مسلمانوں کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

خدا کی رضا کیلئے ایک عام رو

یہ کتنی بڑی روحانی برادری اور ماسس موومنٹ ہے جو رمضان نے پیدا کی ہے۔ رمضان میں سب لوگ اپنے اپنے کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات بدل دیتے ہیں۔ خدا کی رضا کے لئے ایک عام رو پیدا ہوتی ہے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے ایک عام جد و جہد شروع ہو جاتی ہے۔ یہی مطلب ہے حدیث کے کہ رمضان میں بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہی بہشت ہے۔

مشقت اور خوشی

تیس دنوں کی مشقت کے بعد ایک خوشی کا دن آتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو حقیقی راحت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ مشقت اٹھانے کے بعد خوشی کا دن آئے۔ ایک طالب علم ایک تاجر۔ ایک زمیندار اپنی زندگی پر غور کرے۔ محنت اور مشقت کا نتیجہ ہی راحت ہوتا ہے۔ یہی سبق اسلام نے دیا ہے۔ پھر اس موقعہ پر یہ بھی سکھایا کہ راحت کے وقت خدا کو نہ بھولو۔ دکھ اور مصیبت کے وقت ایک دہریہ کو بھی خدا یاد آ جاتا ہے مصیبت کی حالت میں خدا اور انسان کے درمیان سے پردے اٹھ جاتے ہیں لیکن خوشی کے وقت آسائش کی حالت میں آرام کے اندر انسان خدا کو بھول جاتا ہے اس لئے عین خوشی کی انتہا عید کے دن خدا کے ذکر کو ضروری قرار دینا ایک سبق ہے کہ خوشی کے وقت خدا کو نہ بھولو۔

رنج و راحت اور انسان

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا۔ واذا مسہ الخیر منوعا یہ عام انسانوں کا ذکر ہے کہ انسان کچھ تھوڑا دلا جلد باز واقع ہوا ہے۔ جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے فریاد کرنے لگتا ہے۔ کوئی دکھ پہنچ گیا۔ کوئی تکلیف ہو گئی۔ بھوک برداشت کرنی پڑی۔ تو چیخنے لگتا ہے واذا مسہ الخیر منوعا جب بھلائی پہنچتی ہے دولت ملتی ہے۔ مرتبہ ملتا ہے۔ فتح آتی ہے اس وقت ہاتھ کو روک لیتا ہے متکبر انہ انداز میں منہ پھیر لیتا ہے۔ لوگوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تو فرمایا۔ انسان بڑا بے صبر واقع ہوا ہے۔ ذرا دکھ آتا ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور ذرا خوشی آئے تو کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ خدا کی نہ انسانوں کی۔ فرمایا اس بے صبری سے الا المصلین الذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون اس بے صبری سے باہر اسی طرح نکل سکتا ہے۔ کہ ذرا خدا کے سامنے جھکتا ہے۔ نماز پڑھے۔ انسان وہی اچھا بنتا ہے جس کی گردن خدا کے سامنے ہمیشہ جھکی رہے۔

وہی شخص اچھا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کیرکٹر کے لحاظ سے وہ شخص اچھا ہے کہ جس کو عید کے دن کسی نے کہا کہ آج تو چل کر نماز پڑھ لو۔ تو اس نے کہا کہ ساری عمر تو نماز کا نام نہیں لیا اب عید کی نماز پڑھ کر کیا ہوگا تو وہ شخص نمازی نہیں کہلا سکتا جس نے کبھی کسی کے لحاظ سے نماز پڑھ لی کبھی فرصت مل گئی تو پڑھ لی۔ ھم علیٰ صلاتھم دائمون۔ نماز میں دوام اختیار کرنے والا ہی نمازی کہلا سکتا ہے مداومت انسان کے کیرکٹر کو بناتی ہے کچھ بگڑتا نہیں کچھ بنتا ہی ہے۔

مذہب اور کیرکٹر

اگر ایک انسان بے صبر ہے یا ساری دنیا بے صبر ہے تو خدا کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان نہ وہ اچھا ہو۔ اس کا کیرکٹر اچھا ہو۔ دکھ اور سکھ، مال اور افلاس یہ سب عارضی چیزیں ہیں ان سب حالات کے اندر مذہب انسان کے کیرکٹر کو بہتر بناتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کیرکٹر

ذرا غور کر کے دیکھو کہ کتنا بلند کیرکٹر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آتا ہے۔ یتیمی اور بے کسی کی حالت میں بھی اور بادشاہت کی حالت میں بھی وہ خدا کے آگے یکساں طور پر جھکتے ہیں۔ انسانوں سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور کوئی فرق دونوں حالتوں میں نظر نہیں آتا۔

کیرکٹر پیدا کرو

یہی کیرکٹر اپنے اندر پیدا کرو سکھ پہنچے تو بھی خدا کو یاد رکھو دکھ پہنچے تو بھی اس کے آگے جھکو امتحان دونوں طرح ہوتا ہے تکلیف سے بھی اور راحت سے بھی۔ اگر مفلسی کی حالت ہے بیماری ہے۔ کوئی اور تکلیف درپیش ہے تو بھی خدا کے ہی آگے سر جھکاؤ اور اگر کوئی مال مل گیا یا کوئی اور راحت حاصل ہو گئی۔ تو بھی اسی کے آگے سر بسجود ہو۔ ماحول تم پر کوئی اثر نہ ڈالے بلکہ تم اپنے ماحول پر اپنا اثر ڈالو۔ وہ شخص بادشاہ نہیں گو وہ تخت پر بیٹھا ہو جس پر ماحول کا اثر پڑ چکا ہے۔ حقیقی بادشاہ وہ ہے جو اپنے ماحول پر حاکم ہے۔ وہ انسان ہی کیا ہے۔ جو ہر خواہشات کا غلام بنا رہتا ہے۔ انسان وہ ہے جو ہر حالت میں ایک جیسا رہتا ہے۔ ایک رنگ آتا ہے۔ تب بھی وہی ہے۔ دوسرا رنگ آتا ہے۔ تب بھی وہی ہے۔

دوسری بات

دوسری بات جس کی میں عید کے موقع پر یاد دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے جس کو کوئی جنون کہہ لے دیوانہ پن کہہ لے لیکن ہم اس کو صحیح سمجھتے ہیں۔ یہ عید صرف ظاہری خوشی ہے۔ حقیقی راحت اس مقصد کے حصول میں ہے جس کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ اور جو حقیقت میں راحت پیدا کرنے والی چیز ہے۔

دنیا کی اصلاح اور مسلمانوں کی غفلت

آج دوسرے لوگ غور کر رہے ہیں کہ اس جنگ کے بعد کیا ہوگا۔ ایک مسلمان ہیں کہ ان کی توجہ کبھی اس طرف نہیں جاتی کہ ہم نے بھی کچھ کام کرنا ہے۔ دنیا آج ایک ماتم کدہ ہے۔ اس کو اس کی حقیقی راحت کی طرف لانا مسلمانوں ہی کا کام تھا مگر وہ خود خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ وہ اسلام کے صلح اور امن کے پیغام کو دنیا میں پہنچائے اس لئے اپنے حقیقی مقصد کو نہ بھولو اسلام جس کا مقصد صلح اور امن ہے۔ وہ جنگ کے مقابل پر ہے۔

نسلی امتیازات کا علاج صرف اسلام ہے

فی الواقع جن چیزوں سے یہ جنگ پیدا ہوتی ہے ان کا علاج سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں۔ مثلاً منجملہ اور باتوں کے

یہ اس جنگ کا موجب ہوئی ہیں۔ ایک بات ہے نسلی اور قومی امتیازات اس کا علاج اسلام کے سوائے اور کوئی نہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کے نسلی اور قومی اختلافات کو دور کیا۔ یورپ کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف کو دور کرنے کا موجب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ کے دامن میں پناہ لئے بغیر اسے چارہ نہ ہوگا۔ خوب یاد رکھیئے یہ نسلی اور قومی امتیازات مٹ نہیں سکتے جب تک اسلام کے اندر نہ آجائیں نہ عیسائیت ان امتیازات کو مٹا سکتی ہے نہ دہریت مٹا سکتی ہے نہ فلسفہ کے اختیار میں ہے کہ یہ امتیازات مٹ جائیں۔

اسی خوشی کے موقعہ پر اپنے مقصد کو نہ بھولئے

یہی نہیں اور بیسیوں باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا امن و راحت اسلام ہی سے وابستہ ہے۔ اور جن وجوہات سے یہ جنگ شروع ہوئی ہے۔ ان کا علاج سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں اس لئے اس عید کے موقع پر میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے کام کو نہ بھول لئے۔ آپ ہی کی جماعت ہے جو اس مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے۔

چین کے ایک بزرگ کی آمد

دس پندرہ دن ہوئے چین سے ایک بزرگ آئے ہوئے تھے ان سے یہاں یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے کوئی جماعت ہندوستان بھر میں ایسی دیکھی ہے۔ جو اشاعت اسلام کا کام اس پیمانے پر کر رہی ہو انہوں نے ان الفاظ میں جواب دیا۔

"آپ ہندوستان کا ذکر کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ساری دنیا میں ایسی کوئی جماعت نہیں"

اس اپنی خصوصیت کو قائم رکھو آئندہ نسلوں کو اس قابل بناؤ کہ اس خصوصیت کو قائم رکھیں۔ اس وقت ہمارا کام کمزور حالت میں ہے اس کو قوت دو۔ یہ خدا کا فضل ہے نتیجہ ہے مجدد کے دامن سے وابستہ رہنے کا اس مقصد کو نہ چھوڑو جن لوگوں نے غلو کیا ہے وہ اس مقصد کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دعا سے قلوب کو پاک کرو

نبی کریم صلعم نے فرمایا حلال اور حرام تو ظاہر ہیں کھلی ہیں ان کے درمیان مشتبہات ہیں جو شخص مشتبہات میں پڑتا ہے وہ خطرہ میں ہے کہ حرام تک پہنچ جائے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے یہ دل ہے یہ تمام دعائیں جو سکھائی گئی ہیں اس لئے ہیں کہ ہمارا دل پاک ہو جائے۔ کوئی جماعت یا کوئی شخص پاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دنیا کی محبت دل سے نہ نکل جائے دنیا کی محبت رہیں ہے جب تک یہ رہیں دل کے اندر رہتا ہے دل پاک نہیں ہوتا اسی لئے تمام دعاؤں کا جو ہمیں سکھائی گئی ہیں مقصد یہی ہے کہ دل پاک ہو جائیں۔ میں تو ہمیشہ یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کی اصلاح کر دے یہ آسان نہیں بار بار دعا کرو۔ کہ دل پاک ہو جائیں اور اس کام کو جن کو لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں زیادہ قوت دے سکیں ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

بقیہ صفحہ ۶

کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ایک عرب قوم کا تہیہ ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹا دیں گے۔ اور دوسرا عیسائیت کا تہیہ ہے کہ ہم اس رسول اور اس کے دین کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اور اس غرض کے لئے عیسائیوں نے بھی اپنی افواج چاروں طرف پھیلا دیں۔ مال و جان اور ہر چیز جو ان کے ہاتھ میں تھی اس پر خرچ کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت تھی لیکن اسی قدر عیسائی دنیا کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اس لئے یہ تہیہ بھی عرب قوم کے تہیہ کی طرح کم نہ تھا۔

عیسائی اقوام میں بغض و عداوت کا پھیلنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ ہم ان لوگوں کے درمیان بغض اور عداوت ڈال دیں گے۔ یہ کس چیز کا بدلہ ہے؟ یہ ان کے اسلام کو مٹانے کا جو تہیہ تھا۔ اس کو ناکام کرنے کے لئے ہے۔ اس قدر مخالفت کی طاقت کو توڑنے کے لئے آپس میں پھوٹ پیدا کر دی۔ اسی پھوٹ کا نتیجہ وہ جنگ بھی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ خوب یاد رکھو۔ یہ خدا کا ارشاد ہے خدا کی طرف سے اعلان ہے بلاشبہ یہ اسلام کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب کے انتقام کے لئے زمین پر اترا ہے۔ اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کا مفہوم بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

بعثت ثانی کا مفہوم

فی الحقیقت بعثت ثانی کا مطلب و مفہوم یہی ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلے میں پہلوں نے عزم کر لیا تھا۔ اسی طرح پچھلوں نے آپ کے مقابلے پر اسلام کو مٹانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اسلام کو مٹانے کا تہیہ پہلوں نے کیا۔ خدا نے اس مخالفت کو جس طرح چاہا توڑا۔ آنحضرت صلعم کو اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کا نظارہ دکھایا۔ ایسا ہی اسلام کو مٹانے کا تہیہ اب مغربی دنیا نے کیا۔ اور پہلے سے وسیع پیمانے پر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مخالفت کو ناکام اور نامراد کرنے کے لئے ان لوگوں میں آپس میں پھوٹ ڈلوا دی جو اسلام کو مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس زمانے میں اسلام کی مخالفت کو ناکام کیا جب یہ مخالفت کلی طور پر ناکام و نامراد ہو جائے گی۔ تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی ہر ملک اور ہر قوم کے ہزارہا لوگ گروہ در گروہ اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں گے یہ خدا کی باتیں ہیں اور ہو کر رہیں گی۔ اسلام دنیا میں غالب ہوگا۔ اور یہ جنگ رک نہیں سکتی۔ آج رک گئی تو کل پھر ہوگی۔ جب تک اسلام کی مخالفت کو ترک کر کے اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں وہی قوم غالب آسکتی ہے۔ جس کے دل سے اسلام کی مخالفت کا خیال نکل جائے۔ ہماری دعا یہی ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ کا خاتمہ ایسے رنگ میں کرے۔ کہ اسلام کی قبولیت کے راستے کھل جائیں۔

آپ کو مبارکباد دیتا ہوں

میں تو آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے اس مخالفت کا مقابلہ پورے طور پر کیا یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ کروڑ در کروڑ انسانوں نے اسلام کے مقابلہ کا تہیہ کیا۔ اور آپ نے اس کے مقابلہ میں اسلام کو دنیا میں پھیلانے کا تہیہ کیا۔ یہ بڑی بھاری جنگ ہے اس جنگ میں ایک طرف آپ چند لوگ کھڑے ہو جاویں ایک طرف کروڑہا انسان جن کے پاس ہر قسم کا سامان موجود ہے آپ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود جس طرح اسلام کو پیش کیا ہے۔ وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اب جب کہ اسلام کی بعض خوبیاں ان پر کھل گئی ہیں۔ تو ان کے عزم میں فرق آرہا ہے خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ وہ بڑے بڑے کمزوروں سے کام لے لیتا ہے

دعا سے قوت حاصل کرو

اس لئے یہ گمان مت کرو کہ تم کمزور ہو۔ اتنا بڑا انقلاب دنیا میں کس طرح پیدا کر سکتے ہو خدا کے دروازے پر جھکو اس سے طاقت اور قوت طلب کرو۔ اس سے تعلق پیدا کرو۔ تم نے ایسی راہ اختیار کی ہے۔ جس کی طرف مسلمانوں کو کوئی چیز نہیں لا سکتی اور باوجود اسلام کے دعوے کے اسلام کو پھیلانے کا ولولہ ان کے دلوں سے مفقود ہے اس لئے تمہیں کھڑا کیا گیا ہے۔ پس تم خدا کے دروازہ پر گر کر اس سے قوت اور طاقت طلب کرو۔ یہی حق ہے آخرین منہم کہلانے کا۔ اسی وجہ سے ہم ایسا کہلا سکتے ہیں کہ وہ کام جو ان بزرگوں نے کیا تھا ہم بھی کر دکھائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گرو اس کے آگے جھکو اور دعا کرو کہ وہ ہم سے کام لے یہ کام تو بلاشبہ ہو کر رہے گا۔ لیکن ہم سے اگر یہ خدمت لی جائے تو بڑی خوش قسمتی ہوگی۔

ولتکن منکم امۃ کا مفہوم

قرآن کریم میں جو فرمایا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ تو یہ حکم ان لوگوں کے لئے تو نہیں ہو سکتا جن کا ایک ایک متنفس داعی اسلام تھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حکم اسی زمانہ کے لئے ہے۔ جب مسلمان تمام طور پر دوسرے کاموں میں منہمک ہو کر تبلیغ کو چھوڑ دیں گے اس زمانہ کے لئے فرمایا کہ ایک جماعت دعوت الی الخیر کے لئے کر کھڑی ہو جائے یہ اسی زمانہ کے لئے حکم ہے اور فرماتا ہے۔ اولئک ھم المفلحون مت گمان کرو کہ ہم تھوڑے ہیں اتنا بڑا کام کس طرح کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو جماعت دعوت الی الخیر کے کام کو لے کر کھڑی ہوگی وہ کامیاب ہوگی۔ یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے ہماری کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ قرآن کریم میں ہے۔ دعوت الی الخیر کے کام کو لیکر تم کھڑے ہو جاؤ خدا تمہیں کامیاب و غالب کر دے گا۔

ارشاد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم پڑھانا شروع کرو۔

محمد علی

میرا تبلیغی دورہ

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب)

خلاصہ رپورٹ

ماہ ستمبر میں جہلم، راولپنڈی اور پشاور کا دورہ کیا گیا۔ وصولی ۔/۸۶ روپے ہوئی۔ تھوڑی تھوڑی ماہوار رقم دینے والے تین معاون بنائے گئے۔ ایک اخبار جاری کرایا گیا۔ چندوں میں مبلغ ۔/۱۶۱ روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوا۔ انگریزی اردو لٹریچر مناسب طریق پر مختلف مذاہب اور مختلف خیالات کے اصحاب میں تقسیم کیا گیا۔ اور حسب ضرورت زیادہ تر احمدیت کی تبلیغ کی گئی۔ جماعت ہائے جہلم اور راولپنڈی میں جمعہ کے اجتماع میں ادائے زکوٰۃ وبقایاجات کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور توسیع استحکام جماعت کے لئے خاص طور پر تاکید کی گئی۔ صاحب نصاب اصحاب میں سے بعض نے اسی وقت زکوٰۃ ادا کر دی اور بعض نے وعدے کئے۔

جماعتوں کی عام کیفیت

جہلم میں بابو عبدالرحمٰن صاحب مسجد میں امامت کراتے ہیں۔ اور بابو عبدالحق صاحب تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک انگریز کو آپ نے تبلیغ کی اور لٹریچر دیا۔ جس سے وہ اسلام کی صداقت کا قائل ہو گیا۔ ماسٹر خدا بخش صاحب وصولی چندہ کا کام کرتے ہیں۔ بہ نسبت سابقہ تھا یا ہوا کم ہی۔ رجسٹر حساب چیک کیا گیا۔ درست پایا گیا۔ بعض اصحاب بوجہ ناداری چندہ دینے سے معذور ہیں۔ تاہم کم کبھی حسب حیثیت کم از کم دے دیتے ہیں۔

جمعہ کے روز اکثر اصحاب شامل نماز ہوئے۔

ایک صاحب سردار عبدالرحمٰن صاحب ابھی سرحد سے تبدیل ہو کر آئے ہیں۔ انہوں نے لٹریچر خریدا اور چندہ کا وعدہ فرمایا۔ اور اخبار کی خریداری بھی قبول فرمائی لیکن مجموعی اسٹیشن کی رفتار ترقی بہت کم ہے۔ نوجوانوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جہلم پہنچ کر جناب شیخ قمر الدین صاحب مرحوم مغفور کی وفات معلوم ہوئی۔ شیخ صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد پر اپنا فضل و کرم کرے۔ اور انہیں اسلام کی خدمت کی توفیق عطا کرے۔

ایک سعید نوجوان

ہماری جماعت کے نوجوانوں کے متعلق عام طور پر شکایت ہے۔ کہ وہ دین سے بالکل غافل ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ ان میں ایسے سعید نوجوان بھی ہیں۔ کہ بڑے بوڑھے بھی ان پر بجا طور پر رشک کرتے ہیں۔ چنانچہ جہلم کے ایک سعید نوجوان کا ذکر ہے۔ کہ وہ کسی کام کیلئے لاہور آئے۔ یہاں جمعہ میں انہوں نے مولانا صدر الدین صاحب کا خطبہ سنا جس میں آپ نے لن تنالوا البر حتی تنفقوا الخ کی تفسیر بیان کی۔ نوجوان

اس خطبہ سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ اس نے گھر اپنے والد کو خط لکھا۔ کہ میں نے خطبہ میں حضرت مولانا صاحب سے سنا ہے۔ کہ انسان جب تک اپنی محبوب ترین چیز خدا کے راستہ میں نہ دے۔ انسان نیکی حاصل نہیں کر سکتا۔ تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز چیز میرا کیمرا اور بندوق ہے۔ یہ دونوں چیزیں مجھے یہاں بلا توقف بھیجدیں تاکہ میں ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت خدا کے رستہ میں دے دوں نیکی کا یہ جذبہ کتنا قابل تعریف ہے۔ خدا کرے کہ سب نوجوانوں کے سینوں کے اندر اس قسم کے جذبات موج زن ہوں۔

راولپنڈی میں بہت قابل نوجوان بابو فخر الدین صاحب اور ان کے نیک دل والد بزرگوار بابو شکر دین صاحب وصولی چندہ کا کام کرتے ہیں۔ مرزا غلام ربانی صاحب نے حلقہ احباب میں تبلیغی سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد چند دن کی وصولی میں کچھ وقفہ ہو گیا تھا لیکن میرے جانے سے قبل بابو فخر الدین صاحب نے بہت کچھ کام کر لیا تھا اور میرے جانے پر بابو شکر الدین صاحب نے میرے ہمراہ تقریباً سارے شہر کا دورہ کیا جس کیلئے میں ان کا شکر گزار رہوں گا۔ تین اصحاب نئے چندہ دہندگان میں شامل کئے گئے جن کی سالانہ رقم ۔/۷۲ روپیہ ہوگی۔ راولپنڈی میں ہمارے بعض پرجوش نوجوان ہیں مثلاً ... صاحب اور ... صاحب۔ امید ہے کہ یہ حضرات علاوہ اپنے دنیوی فرائض کے توسیع جماعت کی طرف بھی توجہ کریں گے جیسا کہ اخبار میں پہلے شائع ہو چکا ہے۔ کہ راولپنڈی کے ایک دوست ماسٹر کرم الٰہی صاحب کا نوجوان صاحبزادہ گذشتہ دنوں سے داغ مفارقت دے گیا ہے۔ یہ نہ صرف ماسٹر صاحب موصوف اور ان کے خاندان کے لئے ہی سخت صدمہ کا سبب ہے۔ بلکہ تمام جماعت کے لئے رنج کا موجب ہے۔ ماسٹر صاحب کو خدا اور ان کی بیوی کو صبر کی توفیق عطا کرے۔ اس صدمہ میں ہم سب ان کے شریک ہیں۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم کے انتقال سے جماعت کو بہت نقصان پہنچا ہے لیکن مشیت ایزدی کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ مرحوم کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی تھی۔ ... صاحب کو خدا جزائے خیر دے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی کم و بیش خود پرداخت کرتے ہیں۔

رجسٹر حساب چیک کیا گیا اور درست پایا گیا۔ بقایا جات میں سے صرف ۵ روپیہ وصول ہوئے۔ پشاور کے مختصر قیام میں حسابات کی پڑتال کی گئی۔ خان دلاور خان وصولی کا کام کرتے ہیں۔ حساب باقاعدہ تھا۔ خانصاحب موصوف بقایاجات کیلئے خاص احتیاط کرتے ہیں اور حتی الامکان بغیر وصولی نہیں چھوڑتے۔ آپ مسجد میں امامت بھی کراتے ہیں۔ جناب حکیم میر مدثر شاہ صاحب باوجود ضعف کے حسب طاقت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ اور اپنے علاقہ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان بزرگ اصحاب کو اور محترم عبداللہ خان کو عمر دراز عطا فرمائے۔ یہ اصحاب جماعت کی روح رواں ہیں۔ حال ہی میں میر صاحب نے ایک جدید کتاب "قادیانی جماعت سے ..." تحریر کی ہے

جو عنقریب شائع ہوگی۔ صاحب نصاب اصحاب میں سے بعض نے زکوٰۃ ادا کر دی مثلاً ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اور بعض سے ابھی تک وصولی نہیں ہوئی۔ میں میر مدثر شاہ صاحب کا شکر گزار رہوں گا۔ کہ مجھے ساتھ لیکر مختلف اصحاب سے ملاقات کرائی۔ علی ہذا القیاس میں ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اور ان کے صاحبزادوں کی محبت اور خاطر داری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مولانا غلام حسن خان صاحب

مولانا صاحب سے ملنے کے لئے کوشش کی لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور میں بھی زیادہ ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بزرگ کی زبانی معلوم ہوا کہ مولانا صاحب کو جناب خلیفہ صاحب کی تفسیر کبیر کے بعض مقامات سے شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ مولانا صاحب نے یہ تمام اختلافات قلمبند فرما کر جناب میاں صاحب کی خدمت میں ارسال کئے۔ اور ان سے خواہش کی۔ کہ ان کو اخبار میں شائع کر دیا جائے۔ لیکن میاں صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ ان کو اخبار میں شائع نہیں کرایا جا سکتا کیونکہ اس سے جماعت میں انتشار کا اندیشہ ہے علاوہ ازیں آپ کی تحریر خلاف مذہب حضرت مسیح موعود ہے۔ اس پر مولانا صاحب نے ان کو دوبارہ لکھا کہ جو میں نے تنقید میاں صاحب کی تفسیر پر کی ہے وہ ہرگز حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف نہیں ہے برعکس اس کے میاں صاحب کی تفسیر نہ صرف حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف ہے۔ بلکہ خود قرآن مجید کے دوسرے مقامات کے صریح مخالف ہے سنتے ہیں۔ کہ ابھی تک اس تحریر کا قادیان سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

بعض دوسرے قادیانی اصحاب

یہ تو مولانا غلام حسن صاحب کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بھی سنا جاتا ہے۔ کہ جماعت قادیان کے بعض بڑے بڑے اصحاب جن میں بعض علماء بھی شامل ہیں۔ میاں صاحب سے شدید اختلاف رکھتے ہیں ہمارے احباب نے اخبار پیغام صلح میں چوہدری فضل الرحمٰن صاحب ساسانوی کے وہ خطوط ملاحظہ کئے ہوں گے۔ جو انہوں نے مولوی تاج الدین صاحب کے جو جماعت قادیان کے ایک سربرآوردہ رکن ہیں، تحریر کئے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی تاج الدین صاحب کو جناب میاں صاحب سے کس قدر اختلاف ہے لیکن وہ ان اختلافات کو میاں صاحب کے سامنے بیان کرنے کی جرأت نہیں رکھتے ان اپنے تکلفات دوستوں سے بہا اوقات ان کا اظہار کر دیتے ہیں گذشتہ دنوں ہری پور ضلع شیخوپورہ کے ایک قادیانی دوست سے ملاقات ہوئی۔ سلسلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس دوست نے کہا۔ کہ سچ بات تو یہ ہے۔ کہ مولانا محمد علی صاحب نے معاملہ بالکل صاف کر دیا عقائد متنازعہ کے تصفیہ کے لئے اس سے بہتر کوئی تجویز نہ تھی جو مولانا صاحب نے پیش کی تھی۔ میاں صاحب اپنی جماعت دیں۔ کہ یہ قادیان کے جلسہ کے موقع پر اپنے عقائد کا اظہار کریں۔ اور یا خود میاں صاحب تشریف لے آئیں اور دونوں جانبین کی تقریریں ہو جائیں۔ یہ تجویز نہایت معقول اور منصفانہ تھی۔ لیکن میاں صاحب نے اس کو تسلیم نہ کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب اپنی کمزوری محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ تصفیہ سے گریز کرتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس جماعت میں بھی بعض ایسے وجود ہیں جو حق بات کہنے میں جرأت سے کام لیتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ضلع گجرات کے ایک قادیانی بزرگ سے ملاقات ہوئی جو حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ دوران گفتگو میں کہنے لگے حضرت مسیح موعود کی نبوۃ تو فنا فی الرسول کے رنگ میں تھی لیکن اب قادیان میں ایک الگ نبوت قائم کی جا رہی ہے۔ جو سراسر حضرت مسیح موعود کے مذہب کے خلاف ہے۔ ہماری جماعت کو نہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیمات اور حضرت مسیح موعود سے ... ان کی گفتگو کا محور اب خلیفہ ہی خلیفہ رہ گیا ہے۔ الفضل میں ہر خطبہ چھپا کرتا ہے۔ وہی الحکم بھی چھاپ دیتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت نہیں ہوتی۔

مولوی اللہ دتہ صاحب ماہ ستمبر میں

(از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی)

اپنے نام نہاد رسالہ فرقان بابت ماہ ستمبر میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی کھلی چٹھی کا جواب اور میرے جوابات کے جواب الجواب دینے کی کوشش کی ہے۔ سب قارئین کرام کی آگاہی اور واقفیت کے لئے چند نوٹ لکھتا ہوں جن سے معلوم ہوگا۔ کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے کس ڈھنگ اور طریق سے جواب دیئے ہیں اور ان کی کیا حقیقت ہے۔

کھلی چٹھی

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ایک درد مندانہ اپیل جناب صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کی خدمت میں کی تھی۔ اصل غرض حضرت مولانا صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل تھی۔

"چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ سب اہل اسلام مل کر اس کام (تبلیغ اسلام) کو کرتے اور یہی آرزو بانی سلسلہ احمدیہ کی تھی لیکن بدقسمتی سے عام مسلمانوں کے اندر سے یہ جذبہ قریباً مفقود ہو چکا ہے۔ جماعتوں کی طاقت ساری کی ساری اس کام پر خرچ ہو۔ اس کے لئے مبلغ تیار ہوں۔ اس کے لئے لٹریچر تیار ہو اس کے سامان تیار ہوں تاکہ جنگ ختم ہوتے ہی ہم پوری قوت سے دنیا کی توجہ کو اس طرف پھیر سکیں۔ کہ مادی تہذیب دنیا کو آگ کے گڑھے میں دھکیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور وہ نظام جو اب دنیا کو بچا سکتا ہے۔ اسلام کا آسمانی نظام ہے۔"

اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مقصد بہت ہی اعلیٰ ہے اور احمدیت کا حقیقی مقصد یہی ہے۔ ہر دو احمدی جماعت کا بہت سا وقت اور قابلیت باہمی اختلافات کے متعلق بحث اور مباحثہ میں خرچ ہوا ہے۔ یہ کام ایسا ہے جس کا کوئی مفید نتیجہ آج تک برآمد نہیں ہوا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اختلافات ہیں اگر خدا چاہے۔ تو یہ اختلافات دور بھی ہو سکتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو سکے تو ممکن ہے۔ کہ دونوں جماعتیں کوئی ایسی تجویز کر سکتی ہیں۔ کہ وہ تبلیغ کا کام مل کر کر سکیں لیکن جب تک یہ آئے دن کی تو تو میں میں بند نہ ہو۔ تبلیغ کے کام میں تعاون نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا نے اس اپیل میں جناب صاحبزادہ صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ عقائد کے متعلق ایک دفعہ بحث ہو جائے یعنی دونوں جماعتوں کے لیڈر مباحثہ کریں اور ثالث مقرر کئے جائیں۔ جو اپنی رائے ظاہر کر دیں۔ ہر ایک لیڈر دوسری جماعت سے ثالث منتخب کرے۔ مباحثہ کے متعلق پہلے بھی خط و کتابت ہوئی تھی۔ لیکن جناب صاحبزادہ صاحب نے یہ فرمایا تھا۔ کہ ممکن ہے کہ مولانا ان کی جماعت میں سے منافقوں کا انتخاب کریں۔ اس پر مولانا نے لکھ دیا ہے۔ کہ وہ صاحبزادہ صاحب کی جماعت سے ایسے آدمیوں کا انتخاب کریں گے جن کے متعلق صاحبزادہ صاحب یہ کہ دیں کہ یہ منافق نہیں تھا۔

اس کے علاوہ مولانا نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کو (مولانا کو) سالانہ جلسہ پر قادیان میں تقریر کرنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے عقائد قادیانی جماعت کے سامنے پیش کریں۔ اور پھر صاحبزادہ صاحب جرح کریں اور اسی طرح سے جناب صاحبزادہ صاحب سالانہ جلسے پر لاہوری جماعت کے سامنے اپنے عقائد پیش کریں۔ اور مولانا کو اپنی تقریر پر جرح کرنے کا موقع دیں۔

مولانا کی یہ تجویز بھی نامنظور ہوئی۔ پھر انہوں نے یہ تجویز کی۔ کہ ان کو قادیانی جماعت کے سامنے بولنے کی اجازت نہ بھی ہو تو بھی صاحبزادہ صاحب لاہوری جماعت کے سامنے لاہور تشریف لا کر تقریر کریں یہ تجویز بھی نامنظور ہوئی اور کہا گیا کہ اس سے لاہوری جماعت کے جلسے کی رونق بڑھ جائے گی۔

پھر مولانا نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ جو اعتراضات قادیانی جماعت کے عقائد پر وارد ہوتے ہیں۔ وہ مولانا "الفضل" اور "پیغام صلح" میں چھپوا دیں اور اسی طرح سے جو اعتراضات لاہوری جماعت کے عقائد پر وارد ہوتے ہیں۔ وہ جناب صاحبزادہ صاحب کریں۔ اور ہر دو اخبارات میں شائع کئے جائیں اور پھر ہر دو صاحبان ان ہر دو اعتراضات کا جواب لکھیں اور وہ بھی اخبارات میں شائع کئے جائیں۔

غرض اس طرح کئی تجاویز جناب مولانا نے اس کھلی چٹھی میں درج کیں۔ اور آخر پر حسب ذیل عبارت میں تین امور کی طرف توجہ دلائی۔

"میرا مطلب ان باتوں کے لکھنے کا صرف اس قدر ہے کہ نبوت کی بحث جس میں آپ نے مبلغین کو لگا کر اپنی جماعت کے لاکھوں روپے برباد کئے ہیں۔ اور ان کی علمی استعداد کو بھی برباد کیا ہے نہایت مختصر ہے۔ اگر آپ یا آپ کے مرید اسے حل کرنا چاہیں تو ذیل کی تین باتوں سے یہ حل ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد مسئلہ کفر کو لے لیا جائے گا۔

(۱) حضرت مسیح موعود نے یہ تفریق کرنے کے بعد کہ میری نبوت تامہ نہیں جزوی ہے۔ میں اصطلاح شریعت میں نہیں بلکہ اصطلاح لغت میں نبی ہوں۔ جس کے معنے ہیں خدا سے غیب کی خبر پانے والا حقیقت میں نبی نہیں۔ مجاز اور استعارہ کے طور پر نبی کہلا سکتا ہوں میری وحی وحی نبوت نہیں وحی ولایت ہے کبھی یہ بھی لکھا ہے کہ میری نبوت ناقصہ ہے جزوی نبی ہوں مجاز کے طور پر نبی نہیں حقیقی طور پر نبی ہوں۔ میں لغت کی اصطلاح میں نبی نہیں میری وحی وحی ولایت نہیں وحی نبوت ہے۔

(۲) آپ اور آپ کے ستر مرید حلف اٹھا کر کہ دیں۔ کہ ۱۹۰۱ء میں ہمیں یہ علم ہو گیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ یا مفہوم نبوت تبدیل کر لیا ہے۔

(۳) اپنے زندہ مریدوں سے اعلان کرا دیں اور وفات یافتہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے خود اعلان کر دیں کہ ان کی وہ تحریریں جن میں انہوں نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے لئے جو ہم لفظ نبی استعمال کرتے ہیں اس سے مراد ظلی نبوت ہے۔ محدثیت والی نبوت یا محض اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے جیسے پہلے اولیاء امت سے ہوتی رہی ہے۔ اصطلاح شریعت میں نبوت نہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی دعوای کر کے کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ہماری تحریریں نہیں۔"

مولانا کی جو چٹھی ہے۔ وہ بہت مفصل ہے میں نے بہت ہی مختصر طور پر سے لکھا ہے امید تھی۔ کہ ایسے درد دل سے لکھی ہوئی چٹھی کا جواب جناب صاحبزادہ صاحب ضرور دیں گے۔ مگر صاحب موصوف نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے اس رسالے کو جو محض جماعت احمدیہ کو گالیاں دینے کے لئے نکالا جا رہا ہے تین صفحے سیاہ کر دیئے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس میں حضرت مولانا صاحب کو برا بھلا کہنے کے سوا کچھ نہیں لکھا نہ تو کوئی جواب دیا اور نہ ہی کوئی معقول بات لکھی ہے۔ ویسے تو مولوی صاحب کی ہر ایک تحریر ثقاہت اور متانت سے گری ہوئی ہوتی ہے لیکن اس تحریر میں سوائے برا بھلا کہنے کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ صرف یہ لکھا ہے۔ کہ ہم مذہبی عقائد کے تصفیہ کے لئے ثالثوں کے قائل نہیں معلوم نہیں کس نے کہا ہے۔ کہ مذہبی عقائد کا فیصلہ ثالثوں کے ذریعہ ہوگا خود اس کھلی چٹھی کے الفاظ حسب ذیل ہیں!

"میں نے کبھی نہیں کہا کہ جو ثالث فیصلہ کر دیں۔ آپ یا میں اس عقیدہ کو مان لینے کے لئے مجبور ہوں گے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے۔ کہ وہ ثالث یہ فیصلہ دیں کہ ہم میں سے کس فریق کا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق یا حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے مطابق ہے۔ وہ صرف ایک اظہار رائے ہوگا۔ جس سے دونوں جماعتوں کے علاوہ تمام ان جماعتوں کو بھی پتہ لگ جائے گا۔ کہ کون فریق حق پر ہے لیکن کوئی فریق مجبور نہ ہوگا۔ کہ اپنا عقیدہ اس کے مطابق کرے" بتائیے اس میں کہاں لکھا ہے۔ کہ ثالثوں کے ذریعہ سے تصفیہ ہو مولانا نے صرف یہ لکھا ہے۔ کہ چند افراد قادیانی جماعت سے خود مولانا انتخاب کریں اسی قدر صاحبزادہ صاحب لاہوری جماعت سے انتخاب کریں۔ مگر مولوی اللہ دتہ نے یہ لکھ دیا ہے۔ کہ چار ثالث غیر احمدیوں میں سے ہوں گے حالانکہ غیر احمدیوں کا . . . . . ذکر تک نہیں۔ ہے کئی ایک تجاویز حضرت مولانا نے پیش کی تھیں لیکن مولوی اللہ دتہ نے کسی کا ذکر نہیں کیا بہتر ہوتا کہ بجائے غیر سنجیدہ اور بازاری طعنوں اور گالیوں کے معقولیت سے بحث کرتے مگر ان مولوی صاحب سے ایسی توقع ہی نہیں ہو سکتی وہ بار بار لکھتے ہیں۔

"اصل بات یہ ہے۔ کہ آپ ہماری موثر تبلیغ سے گھبرا کر اس قسم کی گفت گو کیا کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ مباحثہ کریں۔ تاکہ لوگ دلائل اور براہین کے بجائے آپ کے اس خالی خولی دعوی کی طرف متوجہ ہو جائیں ورنہ آپ بھی جانتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں کو بخوبی معلوم ہے کہ نہ تو آپ تحقیق اور فیصلہ

پر آمادہ ہیں۔ اور نہ اس کے اہل ہیں"

یہ ایک نمونہ ہے۔ اس تحریر کا جو مولوی اللہ دتہ صاحب کی شریفانہ مہذبانہ طرز تحریر کا ایک نمونہ ہے۔ پھر ایک جگہ لکھتے ہیں :

"آپ کے قول اور عمل میں کہاں تک تطابق ہے اس کا فیصلہ تو آپ کے ساتھی کریں گے"

مولوی اللہ دتہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم لوگ جو اس جماعت میں ہیں۔ پورے وثوق و یقین کے ساتھ جانتے ہیں۔ اور اپنے تجربہ کی بناء پر کہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کے قول و عمل میں پورا پورا تطابق ہے۔ اور ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے۔ کہ مذہبی معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے ان سے ... بہتر آدمی ملنا بہت مشکل ہے اس میں مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ مولانا اسلامی دنیا میں مذہبی دقائق اور حقائق کے بیان کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ یہ صرف میری رائے نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک مجھے علم ہے۔ ہماری تمام جماعت کے لوگوں کی یہی رائے ہے۔ نہ ہم پر کسی کا جبر ہے نہ ہم کو مولینا کے ساتھ ہونے سے کوئی دنیاوی فائدہ ہے۔ سب سے زیادہ خوبی ان میں یہ ہے کہ اگر ذرا بھی ان کے خلاف اعتراض ہو۔ تو وہ ہر طرح سے اس کو صاف کر دیتے ہیں۔ اور سب کو آزادی ہے۔ کہ وہ اپنے ہر طرح کے اعتراضات رفع کر لے۔ اگر مولوی اللہ دتہ صاحب نے لکھا ہے کہ

"مولینا کے مخاطبین کو خوب معلوم ہے کہ مولینا نہ تحقیق اور فیصلہ کن مباحثہ پر آمادہ ہیں۔ اور نہ ہی مولینا اس کے اہل ہیں"

معلوم نہیں کہ وہ کس طرح سارے متعلقین کے متعلق اس قسم کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میں نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ تمام جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کا یہ بیان صریح کذب ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ بالکل ممکن تھا کہ تصفیہ کی صورت نکل آتی۔ مگر ہمیشہ مولوی اللہ دتہ صاحب جیسے لوگ رو بنتے رہے۔ اور ایسے ہی لوگوں نے اپنی خود غرضی کے لئے کوئی فیصلہ نہ ہونے دیا اور نہ کوئی ایسا مباحثہ ہونے دیا جس کے بعد ہر روز کی چھیڑ چھاڑ کم از کم مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق بند ہو جاتی

یہ چیلنج جناب صاحبزادہ صاحب کی طرف سے بھی اور مولوی اللہ دتہ صاحب کے لئے مناسب نہ تھا وہ خواہ مخواہ اس کا لکھنا شروع کر دیتے۔ بلکہ خود جناب صاحبزادہ صاحب کو لکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن اگر جب کہ صاحبزادہ صاحب موصوف کا ایسا رویہ ہو رہا ہے پھر میں کیا کہوں۔ سوائے اس کے کہ چوہدری فضل الرحمٰن صاحب سامانوی نے جو کچھ اپنی کھلی چٹھی بنام مولوی تاج الدین صاحب میں لکھا ہے۔ وہ درست ہے۔ یہ چٹھی ۲ اگست کے "پیغام صلح" میں چھپی ہوئی ہے اور اس کا کوئی جواب مولوی تاج الدین صاحب نے ابھی تک نہیں دیا۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ مولوی اللہ دتہ صاحب اپنی لاعلمی کی وجہ سے جناب صاحبزادہ صاحب کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

بہر صورت میں اپنی طرف سے بلکہ اپنی جماعت کے کل لوگوں کی طرف سے اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب دل سے چاہتے ہیں کہ اختلافی مسائل کے تصفیہ کی کوئی راہ نکالنی چاہیئے اور مولوی اللہ دتہ صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر مولینا محمد علی صاحب کوئی غیر معقول بہانہ بنا کر مباحثہ سے گریز کریں گے تو ہم پر اس کا اثر ضرور ہی ہوگا بلکہ ہونا چاہیئے اگر مولوی اللہ دتہ صاحب چاہیں تو میں اپنی جماعت کے کئی ممبران کے دستخط کرا کے بھیج سکتا ہوں اگر وہ یہ وعدہ کریں۔ کہ وہ جناب صاحبزادہ صاحب کو مباحثہ کے لئے آمادہ کر سکیں گے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم دل سے چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ جس سے مسائل پر واضح بحث ہو جائے اور جس سے ہر ایک فیصلہ کر سکے اگر مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کے رفقاء کے پاس کوئی صداقت ہے تو وہ پورے زور کے ساتھ اس کا اظہار کرائیں۔ اور وہ اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ خود صاحبزادہ صاحب مباحثہ کے لئے نکل آئیں۔ ورنہ جس قسم کا لٹریچر مولوی اللہ دتہ صاحب شائع کر رہے ہیں اس کی تو کوئی پرواہ نہیں کی جا رہی ہے بلکہ مولوی اللہ دتہ صاحب ایک قسم کی نفرت پیدا کر رہے ہیں اور یہاں ان کی ہر ایک تحریر سے یہی نتیجہ نکالا جا رہا ہے کہ وہ ہر ایک بات میں صداقت کو چھپاتے ہیں۔

میرا بیان

اس کے بعد مولوی اللہ دتہ صاحب نے پانچ صفحے اس بیان کے متعلق لکھے ہیں۔ جو مولوی صاحب موصوف نے جناب میاں صاحب کے چال چلن کے متعلق مجھ سے لکھوایا تھا۔ بہتر تھا۔ کہ مولوی اللہ دتہ صاحب اس معاملے کو اب نہ چھیڑتے لیکن معلوم نہیں وہ کیوں بار بار اس معاملہ کو پبلک کے سامنے لاتے ہیں۔ پانچ صفحے اس رسالے کے بھر دیئے ہیں۔ مگر اس میں سوائے حضرت امیر قوم کو برا بھلا کہنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۲ء کے "پیغام صلح" میں حضرت امیر قوم کا مضمون اس بارے میں چھپا ہے۔ اگر مولوی اللہ دتہ صاحب کو کچھ لکھنا ہی تھا۔ تو وہ ان باتوں کا جواب دیتے۔ جو اس میں درج تھیں۔

مولینا کے مضمون کے بعد میں نے بھی ۱۲ اگست کے "پیغام صلح" میں کچھ لکھا تھا۔ اگر میری تسلی کے لئے ہی مولوی صاحب میرے اعتراضات کے جواب میں جو میرے اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے مکالمہ میں درج ہیں لکھ دیتے تو میں بڑے فخر سے رفقاء اور اگر ان میں کوئی معقولیت ہوتی تو میں مولوی صاحب کا احسان مند بھی ہوتا مگر پانچ صفحے جو اس مضمون کے لئے مولوی اللہ دتہ صاحب نے وقف کئے ہیں۔ صرف ایک ہی بات تھی جو قابل توجہ ہو سکتی تھی اور وہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ "حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حلف اٹھا کر ان الزامات کو بہتان اور کذب قرار دیا ہے۔ حضور نے شیخ مصری صاحب کو لکھا۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ آپ کا خط افتراؤں، بہتانوں اور کذب سے پر ہے"۔ جو عبارت میاں صاحب کی طرف سے نقل کی گئی ہے ان میں ان الزامات کا ذکر نہیں ہے البتہ یہ ضرور لکھا ہے کہ شیخ مصری کا خط افتراؤں بہتانوں اور کذب سے پر ہے نہ ان الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مصری صاحب کے خط میں ضرور ان الزامات کا بھی ذکر تھا۔ مگر تاہم اگر یہ بات درست ہے۔ تو ضرور کوئی بات تھی لیکن افسوس ہے کہ مصری صاحب نے مولوی اللہ دتہ صاحب کے اس بیان کو افترا قرار دیا ہے چنانچہ "پیغام صلح" مورخہ اکتوبر میں ان کا حسب ذیل بیان درج ہوا ہے۔

"مجھے کوئی ایسا خط جس کا یہ اقتباس ہو میاں محمود احمد صاحب نے نہیں لکھا۔ یہ سراسر افترا اور جھوٹ ہے۔ اگر کوئی خط میاں صاحب نے مجھے لکھا تھا تو کارپردازان قادیان کو چاہیئے کہ اسے شائع کریں ورنہ یوں دنیا کو مغالطہ اور دھوکا دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ لوگ ہرگز ہرگز ایسا خط شائع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ میاں صاحب نے مجھے کوئی ایسا خط نہیں لکھا جس کا یہ اقتباس ہو"

اب مولوی اللہ دتہ صاحب کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں۔ کہ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا۔ وہ درست تھا۔ ورنہ وہ خود بخود ہی افترا پرداز ثابت ہو جائیں گے اور اس قابل نہیں رہیں گے کہ ان سے کسی قسم کا تبادلہ خیالات کیا جائے کیونکہ جب وہ اس قدر جھوٹ بول سکتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار رہے۔ مجھے کم از کم یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ جناب میاں صاحب اپنے خلاف الزاموں کے متعلق قسم کھانے کو تیار ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب بہت احسان کریں گے اگر جملہ الزامات کے متعلق حلف پر میاں صاحب کو آمادہ کریں اس سے بہت سی باتوں کا تصفیہ ہو جائیگا

اس معاملہ میں میں مزید کچھ نہ کہوں گا میرے مضمون کو جناب مولوی اللہ دتہ صاحب خود پڑھیں۔ اور جو میرے اعتراض ہیں۔ ان کے متعلق مجھے کوئی تسلی بخش جواب دے دیں۔ تو میں ان کا ممنون ہوں گا۔ اور میں بہت خوش ہوں گا۔ اگر کسی رسالے میں لکھنے یا اخبار میں شائع کرنے کے بجائے مولوی صاحب اس معاملہ میں میرے ساتھ پرائیویٹ طور پر خط و کتابت معرفت احمدیہ فارمیسی پرانی انارکلی لاہور پر۔ یہ میرا پتہ ہے کریں اگر وہ اس پتہ پر خط ڈالیں گے۔ تو مجھے جلدی مل جائے گا۔ اور میں اس بات کا ممنون ہوں گا۔ کہ وہ میرے شکوک رفع کر دیں۔ (باقی دارد)

ضروری خبریں

نئی دہلی ۲۳ اکتوبر معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے میاں افتخار الدین کو روس جانے والے غیر سرکاری سرکاری ہندوستانی مشن کے لیڈر کے طور پر پاسپورٹ کی سہولیات دینے سے انکار کر دیا ہے۔ گورنمنٹ نے مشن کو سفر کے لئے خاص ہوائی جہاز بھی دینے سے انکار کر دیا ہے۔ (پی۔پ)

لنڈن:۔ ۲۳ اکتوبر جرمن ریڈیو نے آج اعلان کیا ہے۔ کہ جنگ کے بعد یورپ کے "چارٹر" میں برطانیہ کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ مسٹر چرچل کے دور حکومت میں برطانیہ نے . . . . . یورپ سے بیگانگی اختیار کر لی ہے۔ (رائٹر)

لنڈن ۲۳ اکتوبر مسز روزویلٹ انگلینڈ پہنچ گئی ہیں۔

لنڈن ۲۳ اکتوبر رپورٹر کے بحری نامہ نگار کو معلوم ہوا ہے۔ کہ امیر البحر جیمز سومرویلے کی زیر کمان ایک مضبوط برطانوی بحری بیڑا اب بحر ہند اور افریقہ کے مشرقی ساحل پر سرگرم کار ہے۔ اس میں جنگی جہاز "ایلیزبیتھ" (۳۰۶۰۰ ٹن) "رائل ساورن" اور "ریزولیوشن" (دونوں ۲۹۱۵۰ ٹن) اور ہوائی جہاز بردار جہاز "السٹریس" (۲۳۰۰۰ ٹن ہے) بحری بیڑے کے دوسرے جنگی جہازوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ مگر ان زبردست دشمن کش جنگی جہازوں کے ساتھ تباہ کن جہاز اور بیڑے کے امدادی جہاز بھی شامل ہوں گے۔

سٹالن گراڈ ۲۴ اکتوبر کل پھر سٹالن گراڈ میں وسیع پیمانہ پر لڑائی شروع ہو گئی۔ جرمنوں نے توپوں سے زبردست گولہ باری کی اور ہوائی حملہ کرنے کے بعد ۶ ہزار سپاہیوں اور بھاری ٹینکوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ ڈیڑھ ہزار روسی مورچوں پر گرائے گئے۔

قاہرہ ۲۴ اکتوبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ آٹھویں فوج نے کل رات حملہ کر دیا۔ لڑائی پھیل رہی ہے۔

سکندریہ سے ایک اعلان کے مطابق اتحادی ساحلی فوج نے مرسا مطروح کے نزدیک دشمن کے ساحلی مورچوں پر حملہ کیا ہے۔

ماسکو ۵ اکتوبر روس کے سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ کل جرمن پیادہ فوج سٹالن گراڈ کی ایک فیکٹری کو جانے والی سڑکوں پر پہنچ گئی تھی۔ اسے اب پسپا کر دیا گیا ہے۔ سٹالن گراڈ کے جنوب میں روسی دستے جرمن لائنوں میں گھس گئے۔ ۱۲۰ جرمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بہت سا سامان جنگ بھی چھینا گیا۔ شمال مغرب جرمنوں نے ان مورچوں کو واپس لینے کی کوشش کی تھی جو ان سے لئے گئے تھے۔

قاہرہ ۶ اکتوبر آج مشترکہ جنگی اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ کل بھی لڑائی جاری رہی۔ دونوں طرف سے معمولی جھڑپیں ہوئیں جن میں دونوں طرف اسلحہ بھی استعمال کیا گیا۔ ہمارے دستے جن علاقوں پر قابض ہو چکے ہیں وہاں سے ہٹانے کے لئے دشمن نے کوششیں کیں مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ کل شام کے بجے تک ۱۵۰۰ اطالوی اور جرمنی سپاہی قید ہی نیا گئے۔ جنگی مورچہ پر اتحادی ہوائی جہازوں نے بھاری پیمانہ پر سرگرمیاں دکھائیں دشمن کی ہوائی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہو گیا بلکہ از کم ۲ جرمن ہوائی جہاز گرائے گئے۔ جنگی مورچہ پر کئی ہوائی جہازوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ طبرق سے پرے دشمن کے ایک تجارتی جہاز پر بمباری کی گئی جو تباہ ہو گیا

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا

سالانہ انتخاب

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں کافی نوجوانوں نے دلچسپی سے حصہ لیا۔ جناب شیخ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے سال رواں کے عہدہ داروں کے ناموں کی فہرست پڑھ کر سنائی چنانچہ مندرجہ ذیل حضرات متفقہ رائے سے منتخب ہوئے۔

(۱) سرپرست حضرت مولانا صدر الدین صاحب

(۲) نائب حضرت مولانا عزیز بخش صاحب۔

(۳) صدر جناب شیخ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب

(۴) نائب صدر جناب مولانا مولوی آفتاب الدین صاحب

(۵) سیکرٹری جناب محمد طفیل صاحب۔

(۶) جائنٹ سیکرٹری جناب مولوی ابوبکر صاحب۔

(۷) فنانشل سیکرٹری جناب مولوی محمد نبیار صاحب۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کو اپنے اپنے حلقہ میں فروغ دینے کے لئے منتخب کئے گئے۔

(۱) جناب چوہدری فضل رب صاحب۔

(۲) جناب چوہدری غفور احمد صاحب۔

(۳) شیخ یوسف احمد صاحب

(۴) جناب شیخ میر احمد صاحب۔

میٹنگ نے متفقہ رائے سے پاس کیا۔ کہ کبھی کبھی احمدیہ بلڈنگس سے باہر بیرونی حلقوں میں بھی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس ہونا چاہیئے۔ تاکہ عوام الناس بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(احمدیہ بلڈنگس ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۲ء لاہور)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا واحد ارگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۵ شوال ۱۳۶۱ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۵

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت و نصیحت

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشائند راہے را ۔ مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو۔ اور ایک ابتلا کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کیموافق جو قدیم سے جاری ہے ہر ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ۔ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑینگی۔ اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دیگا وہ خیال کریگا کہ وہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانیکی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی۔ جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے۔ اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اسکا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے ہو۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ یکم نومبر بروز اتوار جناب شیخ فضل الرحمن صاحب گورداسپوری کی صاحبزادی آمنہ بیگم صاحبہ کی تقریب شادی تھی اس تقریب میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے شمولیت فرمائی اور خطبہ نکاح بھی حضرت مولانا صاحب نے پڑھا دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے مبارک کرے۔ آمین۔ اس خوشی کے موقعہ پر جناب شیخ فضل الرحمن صاحب نے مبلغ بیس روپے اشاعت اسلام کیلئے عطا فرمائے اور دولہا کے والد جناب شیخ فضل کریم صاحب نے مبلغ دس روپیہ اشاعت اسلام کیلئے دیئے اور ایک معلوم الاسم بزرگ نے مبلغ چار روپے یتامیٰ پر خرچ کرنیکے لئے دیئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

—— جناب مولوی عبد اللطیف صاحب حیدرآباد دکن کی طبیعت کچھ علیل ہے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے مولوی صاحب موصوف نے یکصد روپیہ اپنی ترقی کی خوشی میں انجمن کو عطا کیا ہے اور آئندہ سے چندہ ماہوار -/۱ کی بجائے -/۱۵ کر دیا ہے خداوند کریم مولوی صاحب موصوف کو مزید ترقی عطا فرمائے اور کامل صحت عطا کرے۔ آمین۔

جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ دورہ فرما رہی ہیں

خواتین سلسلہ کو دستکاری کی تحریک فرمانے کیلئے جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جناب محمودہ عبد اللہ صاحبہ سکرٹری احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن لاہور کی معیت میں مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ فرما رہی ہیں خواتین سلسلہ مطلع رہیں۔ جمعہ ۶ نومبر ۔ وزیر آباد ہفتہ اتوار ۷، ۸ نومبر سیالکوٹ ۔ سوموار ۹ نومبر جموں

تریاق القلوب اور قادیانی جماعت

از بابو فضل رب صاحب جہلم

ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء کے فرقان میں چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کے نام کھلی چٹھی" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کتاب تریاق القلوب سے نہایت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے جناب چوہدری صاحب کو بھی کوسا ہے کہ میرے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے "خواہ مخواہ تریاق القلوب کو کیوں داخل کر لیا ہے" مجھے یہ عبارت پڑھکر مولوی صاحب موصوف کی بدحواسی کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے عرض کرتا ہوں:-

ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف جہلم تشریف لائے۔ میں بھی ان دنوں محمودی شکنجے میں پھنسا ہوا تھا۔ اور ان کی ایچا پیچیوں سے بالکل ناواقف تھا تو ایک دن ایک شبہ کا ازالہ کرنے کی غرض سے میں نے نہایت ادب سے مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ محمد حسین بٹالوی کو کیا سمجھتے ہیں تو فرمانے لگے کہ کافر۔ میں نے دوبارہ عرض کی کہ حضرت صاحب تو یہ اقرار لکھکر دے آئے تھے کہ میں محمد حسین کو کافر نہیں کہونگا۔ اور اس کا اعلان تریاق القلوب میں نہایت وضاحت سے فرما گئے ہیں۔ بس تریاق القلوب کا نام سننا تھا کہ مولوی صاحب . . . .

. . . . نہایت بدحواسی کی حالت میں فرمانے لگے کہ حضرت صاحب نے یہ کہاں لکھا ہے کہ میں ان کو "**کافر سمجھونگا بھی نہیں**" پہلے تو میں نے خیال کیا کہ گھبراہٹ میں شاید ان کے منہ سے سہواً یہ لفظ نکل گئے ہیں۔ مگر جب ان کا اصرار دیکھا تو ان کی عقل پر ماتم کئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس جواب سے جو حضرت صاحب کی پوزیشن رہ جاتی ہے اس سے مولوی صاحب موصوف کو کوئی سروکار نہیں۔ انہوں نے تو گلے پڑا ڈھول بجانا ہے اس سے تو بہتر تھا یہ کہہ دیتے کہ یہ حضرت صاحب کا بقول خلیفہ صاحب "**نہ جانتے تھے**" کا زمانہ تھا۔ تب بھی حضرت صاحب پر کم ضرب پڑتی مگر یہ جواب دیکر تو صداقت کا خون ہی کر دیا۔ گویا حضرت صاحب کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے۔ مولوی صاحب موصوف محمودی گھروں میں حضرت صاحب کو نبی منوانے میں بڑے مایۂ ناز سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں غلو ہی غلو اور دھوکا ہی دھوکا ہے۔ انہوں نے یہاں تک تر قی کی ہے کہ خلیفہ صاحب کو بھی مات کر دیا ہے۔ خلیفہ صاحب نے تو حضرت صاحب کو نادان اور ناسمجھ ہی بنایا تھا مگر مایۂ ناز مبلغ نے نعوذ باللہ منافق بنا کر دم لیا۔ حضرت صاحب کی روح کو ان الوالعطائی نکات سے سخت رنج پہنچا ہوگا۔ خلافت اُس وقت تک سچی ثابت نہیں ہوتی جب تک حضرت صاحب کو نعوذ باللہ نادان۔ ناسمجھ اور منافق نہ بنا لیویں۔ ہمارے تو تصور میں بھی یہ کبھی نہیں آ سکتا کہ حضرت صاحب کہتے کچھ تھے اور سمجھتے کچھ تھے۔ بلکہ اس قسم کے خیال فاسد کو دل میں لانا گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اس کفر و اسلام کے مسئلہ کو نہایت وضاحت سے حل کیا ہے اور ایک اصول قائم کر دیا کہ:-

"**یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں**"۔ اور ساتھ ہی اپنے عقیدہ کی وضاحت بھی فرما دی "**کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے اور اس معاملہ میں سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے**" اور آگے چل کر فرمایا کہ میرا یہ عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے"

یہ اس کتاب کا حوالہ ہے جس سے مولوی اللہ دتہ صاحب کو ضد ہے۔ مگر اس کا علاج ہم کیا کریں جبکہ حضرت صاحب خود ۱۹۰۸ء میں ڈنکے کی چوٹ اپنے اس عقیدہ کو پھر دہراتے ہیں کہ:-

"**پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے حالانکہ ہماری طرف سے کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب و ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں**"۔ اور ساتھ ہی ایک چیلنج بھی دیتے ہیں۔

"**کیا کوئی مولوی یا سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی کاغذ یا رسالہ یا اشتہار ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوئے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس سے ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں**"

اب یہ چیلنج بھی اسی کتاب حقیقۃ الوحی میں ہے جس پر محمودیوں کی نبوت کی ساری عمارت کھڑی ہے اور یہی چیلنج میں ان لوگوں کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ ان میں مولوی بھی ہیں اور سجادہ نشین بھی اور مطالبہ کرتا ہوں کہ کوئی کاغذ یا رسالہ یا اشتہار حضرت صاحب کی طرف سے ان لوگوں کے فتوئے کفر سے پہلے شائع ہوا ہو جس سے حضرت صاحب نے انہیں کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔

اب چاہیئے کہ ساری امت محمودیہ اس تلاش میں لگ جاوے اور اگر نہ نکال سکیں تو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام وعید تو صاد ہو رہی ہے:-

"**خود سوچ لیویں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور ہم (حضرت صاحب۔ ناقل) پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم (حضرت صاحب۔ ناقل) نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقع تہمت کس قدر دل آزار ہے**"

اب ہر اہل انصاف کو سوچنا چاہیئے کہ ایسے لوگ جو اس امام کے متعلق جسے وہ بزعم خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر کھڑا کرتے ہیں یہ فتوے دے رہے ہیں کہ "**وہ سمجھتا کچھ اور کہتا کچھ تھا**" ان کی قلبی حالت کیا ہوگی اور ایسے خطرناک منافقانہ اعتقادات رکھنے والوں کی عملی حالت کیا ہونی چاہیئے بات دراصل یہی ہے کہ یہ لوگ خود "**سمجھتے کچھ ہیں اور کہتے کچھ اور ہیں**" اور اسی وجہ سے ان کے خلیفہ صاحب ہمیشہ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ میری جماعت میں منافق بہت ہیں۔ پس اے محمودیو! خدارا اپنی حالت پر رحم کرو۔ اور دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے تا آپ کو آئینہ میں اپنا عکس مومنانہ نظر آوے نہ کہ منافقانہ۔ کیونکہ اب جو کچھ بھی آپ کو نظر آ رہا ہے وہ منافقت ہی منافقت ہے۔ اور اسی وجہ سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی "کہتے کچھ اور سمجھتے کچھ تھے" کا خوفناک فتوے دے رہے ہیں۔

باجلاس

خان محمد سرفراز خان ایم ایس سی ایل ایل بی

سب جج صاحب بہادر ژوب لورالائی

مقدمہ جیٹھانند ولد نامعلوم دلال بازار فورٹ سنڈیمن۔ مدعی

بنام سرز مکندلال منوہر لعل واقع کاٹی گرم ساؤتھ وزیرستان ایجنسی این ڈبلیو۔ پراونس مدعا علیہ

دعوے ۱۰-۱۵۷

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا اسلیئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ صدر بتاریخ ۱۱ نومبر ۱۹۴۲ء بوقت ۹ بجے صبح بمقام فورٹ سنڈیمن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو بموجب آرڈر ۹ قاعدہ ۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۲۵ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء جاری ہوا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

پیغام صلح
جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۵ شوال ۱۳۶۱ھ - ۵ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۵

ہمارا قومی اجتماع

وہ لوگ جنہوں نے مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ابتدا سے ہی ہر مذہبی تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے اجتماع ایک زبردست قوت رہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور مہاتما بدھ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماع کو ہی خطاب کیا ہے اور اجتماع کی ہی اصلاح کی ہے اور اجتماعی قوت سے تاریخ انسانی کا رُخ بربریت سے انسانیت کی طرف بدلا ہے۔

موجودہ دور کی سب سے بڑی روحانی شخصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آنحضرت صلعم کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں انہوں نے بھی اجتماعی قوت کی اہمیت کو محسوس کر کے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک جماعت تیار کی اور سال میں تین دن ایسے مقرر فرمائے جن میں یہ جماعت ایک جگہ جمع ہو۔ جیسا کہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:-

"چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے اجتماع کے لئے مقرر کئے جاویں جن میں تمام مخلصین اگر خدا تعالے چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں ...... اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالے اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد و منافع ہوں گے، جو انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجائے گا۔ اور یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔"

اس ارشاد میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ پہلے حقائق و معارف سنانے کا شغل جو ایمان اور یقین کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہے دوسرے دعائیں اور توجہ جس سے روحانی ترفع پیدا ہو۔ تاکہ خدا تعالے کی کشش اس اجتماع کے قلوب میں پیدا ہو۔ تیسرے جماعت میں نئے شامل ہونے والے احباب ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور رشتۂ اخوت مضبوط ہو۔ یعنی خلاصہ یہ ہوا۔ **علم**، **روحانیت** اور **اخوت**، یہی تین اس سلسلہ حقہ کی خصوصیات ہیں اور انہی کی قوت سے یہ سلسلہ دنیا میں غلبۂ اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور اسلام کے لئے ایک نیا دور اور ایک نئی کشور تسخیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ دوست جو اس سلسلہ کے افراد ہیں اور صدق دل اور خلوص نیت سے اس میں شامل ہوئے ہیں ان کا فرض ہے کہ ان خصوصیات کو روشن کریں اور دور حاضر کی تاریک مادہ پرستیوں میں عرفان اور معرفت کا نور پیدا کریں۔ تاکہ وہ اقوام جو دنیا کی طرف زیادہ راغب ہونے کی وجہ سے جادۂ اعتدال سے بھٹک چکی ہیں اور ان کی وجہ سے تمام دنیا کا دماغی، روحانی اور معاشی توازن بگڑ چکا ہے۔ راہ راست پر آجائیں اور خالق کائنات کے آستانہ پر جھک جائیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قیادت کو تسلیم کر کے موجودہ آشوب اور دکھ سے رستگاری حاصل کریں۔ لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس اجتماعی ادارہ کو مضبوط نہ کیا جائے جو جماعت کے اندر علم، معرفت اور اخوت، پیدا کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے

ابھی اس اجتماع میں پونے دو ماہ باقی ہیں احباب سلسلہ کو اس جلسہ میں شمولیت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ نوجوانوں بوڑھوں اور عورتوں سب کو اس میں شمولیت کرنا چاہیئے اور اپنے اس اجتماع کو بارونق بنانا چاہیئے، یہ حضرت امام وقت کا ارشاد ہے کہ احباب اس جلسہ میں شامل ہو کر اس کے فوائد سے مستفید ہوں سو احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ اپنے امام کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اس موقعہ پر سب کے سب آنے کی کوشش کریں۔ دسمبر کے اس عشرہ میں جس میں ہمارا سالانہ جلسہ ہوتا ہے کرسمس کی تعطیلات کی وجہ سے تمام سرکاری فاتر سکول اور کالج وغیرہ بند ہوتے ہیں اور ریلوے کے واپسی رعایتی ٹکٹ بھی ایک لمبے عرصے کے لئے مل جاتے ہیں۔ یعنی قریباً قریباً وہ تمام سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو کہ اس زمانہ میں ایک اجتماع کو کامیاب بنا سکتی ہیں۔ سو جبکہ یہ سہولتیں بھی مہیا ہیں اور اس اجتماع سے ... کے کام اور ہمارے مقصد کو ایک بہت بڑی تقویت پہنچتی ہے تو نہایت ضروری ہے کہ ہر احمدی اس جلسہ میں شریک ہو اور نہ صرف خود شریک ہو بلکہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں کو بھی لانے کی کوشش کرے۔ اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ابھی سے جماعت کے تمام حلقوں میں ایک تحرک پیدا ہو جانا چاہیئے اور ہماری جماعت کے ہر بچے سے لیکر بوڑھے تک کو شامل ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ دنیا میں ہماری جماعت زندہ رہے اور وہ بلند مقاصد زندہ رہیں جو اس جماعت سے وابستہ ہیں۔ ابھی کافی وقت ہے ...... اگر ہم سب مل کر کوشش کریں، تو اس اجتماع کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر کامیاب بنایا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کوئی بڑی جدوجہد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ خدا تعالے ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت امام عصر حاضر کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین

دستکاری اور جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ

جناب بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ محمودہ عبداللہ صاحبہ سکرٹری احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کی معیت میں بعض جماعتوں کا دورہ فرما رہی ہیں، دورہ کا پروگرام صفحہ اول پر اخبار احمدیہ کے کالم میں درج کیا گیا ہے۔ جناب بیگم صاحب موصوفہ خواتین سلسلہ کو دستکاری کی تحریک فرمائیں گی ہر سال خواتین سلسلہ دستکاری کی اشیاء تیار کر کے مرکز میں بھجواتی ہیں جن کی فروخت سے اشاعت اسلام کے لئے ایک معقول رقم جمع ہو جاتی ہے اس کار خیر کو وسیع پیمانہ پر سرانجام دینے کے لئے خواتین سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ جناب بیگم صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو توجہ سے سنیں اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے جس میں حصہ لینا ہر احمدی بہن کا فرض ہے امید ہے ہماری جماعت کی مجاہد اور مخلص خواتین اس تحریک کو کامیاب بنانے میں اپنی گذشتہ شاندار روایات کو زندہ رکھیں گی۔

ضروری اعلان

تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ رقوم جناب محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوائیں اور دفتر سے متعلقہ خطوط جناب جنرل سکرٹری صاحب کی خدمت میں ارسال کریں۔ امید ہے احباب سلسلہ اس طرف آیندہ خاص توجہ فرمائیں گے کیونکہ اس سے انتظامی امور میں بہت سہولت رہتی ہے۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

گذشتہ سے پیوستہ

اس عورت نے جس نے جھوٹا الزام لگا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کروایا تھا یہ کہکر اپنے قصور کا اقرار کیا الئن حصحص الحق انا راودته عن نفسه وانه لمن الصدقین اب سچ ظاہر ہو گیا ہے۔ میں نے ہی اسکو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا اور وہ سچا ہے۔ یہ اقرار اس نے اسوقت کیا جبکہ ساتھ والی عورتوں نے جو اس سازش میں شریک تھیں، بادشاہ مصر کے آگے یہ بیان دیا حاش لله ما علمنا عليه من سوء ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی غرض جب بادشاہ نے کل عورتوں کو اپنے پاس بلا کر ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں دریافت کیا اور بادشاہ کی تحقیق سے یہ امر کھل گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بالکل بے قصور ہیں۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنا منظور کیا۔ آپ نے نہ چاہا کہ آپ کی حالت مشتبہ رہے بلکہ آپ نے اپنے دامن کو بالکل پاک اور صاف دکھا کر لوگوں کو اپنا چہرہ دکھایا۔ چنانچہ آپ خود ہی اسباب کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ تحقیقات کیوں کرائی آپ فرماتے ہیں:۔ ذالك ليعلم اني لم اخنه بالغيب وان الله لا يهدي كيد الخائنين میں نے یہ تحقیقات اسلئے کرائی ہے تاکہ میرے سابق آقا پر یہ بات ظاہر ہو جاوے کہ میں نے اس کے گھر میں کر اس کی پیٹھ کے پیچھے کسی قسم کی خیانت نہیں کی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کی تدبیر کو کامیاب نہیں کرتا۔ کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا کہ اس پر ایسا سخت الزام بلا وجہ لگایا جاوے اور وہ اپنی بریت کے لئے اور اپنے چال چلن کی صفائی کے لئے ذرا بھی کوشش نہ کرے۔ ضرور ہر ایک معزز آدمی جو علاوہ معزز ہونے کے بے قصور بھی ہے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ کہ جو قابل شرم الزام اس پر لگایا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ جب ایک معمولی درجہ کا شریف آدمی بھی پسند نہیں کرتا کہ ناجائز طور پر اس پر خطرناک بہتان باندھے جائیں تو ایک نبی جو دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے کس طرح پسند کر سکتا ہے کہ اسکا چال چلن مشتبہ حالت میں رہے۔ اس پر نہایت ہی گندے الزامات لگائے جائیں اور وہ ذرا بھی اپنی بریت کی کوشش نہ کرے اس کو جھوٹے الزام لگا کر قید خانہ میں بھی ڈالا جائے اور پھر بھی وہ خاموش رہے اور اس طرح اپنی خاموشی سے لوگوں کے شبہ کو اور بھی مضبوط کرے اور جب اس کو اپنی بریت کا موقعہ بھی میسر آ جائے اس وقت بھی وہ خاموشی ہی اختیار کرے۔ اور باوجود عوام الناس کا انگشت نما بن جانے کے اپنے ہونٹوں پر سے خاموشی کی مہر کو نہ توڑے۔ ان لوگوں کو اس قدر اپنی عزت کا فکر نہیں ہوتا جتنا کہ اس بات کا فکر ہوتا ہے کہ لوگ ان کی نسبت کوئی شبہ اپنے دل میں رکھکر اپنے تئیں ہلاک نہ کر دیں۔ اسلئے وہ اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے کہ لوگ ان کی نسبت کوئی بدگمان اپنے دل میں رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت احادیث میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جب آپؐ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ کی بی بی حضرت صفیہ رضؓ آپؐ کے پاس تشریف لائیں اور آپؐ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر گفتگو کرتی رہیں۔ اور جب پھر اٹھکر چلنے لگیں تو آپؐ بھی ان کے ساتھ مسجد کے دروازہ تک تشریف لے گئے۔ وہاں انصار میں سے دو آدمی آپؐ کے پاس سے گذرے انہوں نے آپ کی طرف دیکھا اور آپ کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کیا۔ آپ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اور دیکھ لو کہ یہ میری بی بی صفیہ رضؓ ہے۔ انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ یا رسول اللہ۔ یعنی ہم کب آپ کی نسبت کوئی بُرا گمان کر سکتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم واني خشيت ان يلقي في انفسكما شيئا۔ یعنی شیطان انسان کے اندر اس طرح چلتا ہے جیسا کہ خون انسان کی رگوں کے اندر چلتا ہے اور میں نے خوف کیا کہ شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے (اسلئے میں نے تمہیں بتلا دیا کہ یہ میری بی بی صفیہ رضؓ ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کہاں تک محتاط ہوتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت کوئی بدظنی پیدا نہ ہو تا وہ بدظنی ان کی ہلاکت کا موجب نہ ہو۔

غرض حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ ان پر الزام تو ایسا خطرناک لگایا جاتا اور وہ اپنی بریت کے لئے کچھ سعی نہ فرماتے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ آپ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ موقعہ خدا تعالیٰ نے اپنی بریت ثابت کرنے کا دے دیا تھا۔ خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کے بارے میں سخت غیرت رکھتا ہے۔ اور کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ غیور خدا اپنے ایک پاک نبی اور مطہر انسان کے روشن نام سے وہ سیاہ دھبہ دُور نہ کرتا جو ایک عورت اور اس کے مددگاروں کی شرارت سے آ گیا تھا۔ ضرور خدا تعالیٰ نے ایسا کیا۔ مگر کتاب پیدائش میں کسی ایسی بریت کا ذکر تک نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو قصہ اس کتاب میں کسی لکھنے والے نے درج کیا ہے وہ ایک ناقص اور نامکمل اور ناقابل اعتماد قصہ ہے۔ دیکھو تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ بعض بداندیش لوگوں نے ہمارے معظم شہنشاہ کنگ جارج پنجم قیصر ہند کی نسبت یہ الزام شائع کیا کہ آپ نے شہزادگی کے زمانہ میں ایک جزیرہ افسر کی لڑکی سے شادی کی تھی اور بعد میں اس کو ترک کرکے موجودہ شہزادی سے نکاح کیا اور اس لئے یہ نکاح مسیحی قانون کی رو سے ناجائز ہے۔ اگرچہ اکثر اخباروں نے اس الزام کی تردید شائع کی اور اس کو بے بنیاد بیان کیا اور عام طور پر اس کو ایک غلط اور نہایت ہی کمینہ بہتان سمجھا جاتا تھا اور اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور لوگ خوب سمجھتے تھے کہ اس الزام کے شائع کرنیوالے صرف بداندیشی اور حسد کی وجہ سے ایسے اتہامات پھیلا رہے ہیں پھر بھی ہمارے معظم شہنشاہ کی غیرت نے پسند نہ کیا کہ ایسے بے بنیاد الزاموں سے وہ اپنی پوری بریت ثابت کرکے اپنے شاہی دامن کو ہمیشہ کے لئے اس بہتان سے پاک نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے خود اپنا مقدمہ اپنی سلطنت کے ایک جج کے پاس بھیجا تا عدالت کے ذریعہ باقاعدہ طور پر تحقیق کی جاوے کہ یہ الزام کہاں تک درست ہے اور یہ بھی لکھا کہ اگر قوانین سلطنت مجھے اجازت دیتے تو میں خود عدالت میں حاضر ہو کر بیان دیتا۔ چنانچہ اس مقدمہ کی پوری تحقیق بہ پابندی قوانین سلطنت کی گئی۔ اور جو اس الزام کا بانی مبانی تھا اس سے برسر اجلاس ثبوت طلب کیا گیا مگر وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا بلکہ شہادتوں سے یہ ثابت ہوا کہ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے[1] اس تازہ مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی ایک لحہ کے لئے بھی یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اسے خطرناک اتہامات سے متہم کیا جاوے اور اسے اپنی بریت ثابت کرنے کا موقعہ بھی ملے مگر وہ اپنی بریت کے لئے کچھ بھی سعی نہ کرے۔ جب ایک شریف ایسا نہیں کر سکتا تو یوسف علیہ السلام جیسا راستباز اور مقدس اور مطہر انسان جو نبی بھی تھا کس طرح پسند کر سکتا تھا کہ وہ اپنی حالت کو لوگوں کی نظروں میں مشتبہ رہنے دے اور لوگوں کو موقعہ دے کہ وہ نہایت ہی خطرناک بہتان آپ کی طرف منسوب کریں اور آپ کچھ بھی کوشش نہ فرماویں کہ اپنا بری ہونا ثابت کریں۔ مگر کتاب پیدائش سے . . . . ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی کوشش نہ کی جس سے عیاں ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش ناقص اور ناقابل اعتبار ہے اور جو کچھ قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے ہر ایک سلیم الفطرت انسان کی فطرت اس کے سچا ہونے کی گواہی دیتی ہے۔

اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے کتاب پیدائش کی کہانی کا ادھورا پن ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ ان امور پر بحث کرنا موجب تطویل ہوگا۔ اسلئے اب میں ان پیشگوئیوں کی طرف رجوع کرتا ہوں جو اس سورۃ کریمہ میں پائی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سورۃ کریمہ میں بہت سی غیب کی خبریں (انباء الغیب) قرآن شریف کے اس حصہ میں بیان کی گئی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کے واقف کرنے کے لئے کسی بڑی سعی کی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے لقد كان في يوسف واخوته ايت للسائلين ٥ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں تو ان سوں بیان کئے گئے ہیں سچ کی تلاش کرنیوالوں کے لئے نشانات ہیں۔ جس زمانہ میں یہ سورۃ شریفہ نازل ہوئی اس وقت بھی ایک یوسف تھا اور اس وقت بھی یوسف کے بد اندیش بھائی موجود تھے جو اس سے

---

[1] یہ سن ۱۹۱۱ء کا واقعہ ہے۔ دنیا بھر کے [illegible] اس پر غور فرمائیں ان میں ان کے لئے کافی سامان بصیرت موجود ہے۔ (مدیر)

عداوت رکھتے تھے اور اسے نابود کرنا چاہتے تھے۔ وہ یوسف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مقابل میں یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بنو قریش تھے۔ اور جو واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کو پیش آئے اور ایسا ہی جو سلوک آپ کے بھائیوں قریش کی طرف سے آپ کے ساتھ ہوا اور پھر آخر میں جو سلوک آپ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا جب ان سب پر نظر کی جاوے اور پھر ان کا واقعات کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے جو حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کو پیش آئے۔ تو اس میں کچھ بھی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ کونسے آنیوالے واقعات تھے جن کی اس سورہ کریمہ میں قبل از وقت خبر دی گئی۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ **یوسف واخوته** کے الفاظ اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جن آنیوالے واقعات کی اس سورۂ کریمہ میں خبر دی گئی ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہی تعلق نہیں رکھتے بلکہ آپ کے بھائیوں قریش کا بھی ان میں بڑا دخل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے حالات کو حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائیوں کے تعلقات سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز مشابہت ہے اور وہ مشابہت اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ یہ کہنا بھی کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو بہو وہی واقعات پیش آئے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئے تھے۔ اور جن کو بطور پیشگوئی کے سورہ یوسف میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورۂ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک رؤیاء دیکھا جس کی تعبیر آپ کے باپ نے یہ بیان کی وکذالک **يجتبيك ربك ويعلمك من تاويل الاحاديث ويتم نعمته عليك وعلى ال يعقوب كما اتمها على ابويك من قبل ابراهيم واسحق** یعنی تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا۔ اور تجھے باتوں کی حقیقت سکھائیگا۔ اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا کرے گا۔ جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو بزرگوں حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام پر اپنی نعمت کو پورا کیا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جس میں آپ کو بشارت دی گئی کہ ہم تیرے ذکر اور تیری شان کو بلند کریں گے اور اپنی نعمتوں کو تیرے پر ایسا ہی پورا کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے تیرے دو بزرگوں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام پر پورا کیا تھا اور جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ دیکھ کر حسد بھڑکا کہ ان کا باپ اپنے اس بیٹے سے زیادہ محبت کرتا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی رؤیاء سن کر ان کو یہ نصیحت کی کہ **لا تقصص رؤياك على اخوتك فيكيدوا لك كيدا** یعنی اس رؤیاء کو سن کر جس میں تجھے بڑے بڑے انعاموں کا وعدہ دیا گیا ہے تیرے بھائی تیرے خلاف سازش کریں گے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب آپ کے بھائیوں قریش نے دیکھا کہ ان کا آسمانی باپ ان کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیار کرتا ہے اور اپنی نصرت اور تائید سے اُس کو روز افزوں ترقی دے رہا ہے تو اُن کا حسد بھڑکا ان میں یہ تاب نہ تھی کہ آپ کے سلسلہ کو ترقی کرتے ہوئے دیکھیں جوں جوں آپ کا سلسلہ ان کو بڑھتا ہوا نظر آتا تھا۔ ان کے حسد کی آگ زیادہ اور زیادہ بھڑکتی تھی۔ آخر جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے آپ کو نابود کرنے پر اتفاق کر لیا تھا، ایسا ہی قریش نے بھی اسی حسد کی وجہ سے یہ ارادہ کر لیا کہ اپنے بھائی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں۔

پھر جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی سازش کا آخر یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں ایک تاریک کوئیں کے اندر رہنا پڑا ایسا ہی اس مثیل یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں کی سازشوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کو بھی جنگل میں ایک تنگ و تار غار کے اندر رہنا پڑا اور پھر جیسا کہ اس کوئیں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خدا تعالے نے اپنی نصرت کا وعدہ دے کر تسلی دی ایسا ہی اُس غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالے کی نصرت کے وعدوں پر پورا یقین تھا اور جب آپ کے یار غار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دشمنوں کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر گھبرائے تو آپ نے فرمایا **لا تحزن ان الله معنا**۔ یعنی کچھ غم نہ کھاؤ۔ اللہ تعالے ہمارے ساتھ ہے۔

اور پھر جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کوئیں سے نکل کر ایک غیر ملک کو گئے تو وہاں خدا تعالے نے آپ کو ایک عزت کا مقام بخشا چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے **وقال الذي اشتراه من مصر لامرأته اكرمي مثواه عسى ان ينفعنا او نتخذه ولدا وكذالك مكنا ليوسف في الارض ولنعلمه من تاويل الاحاديث والله غالب على امره ولكن اكثر الناس لا يعلمون** ۰ اور جس شخص نے مصر والوں سے اسے خریدا اس نے اپنی جورو سے کہا کہ اسکو اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھنا شاید یہ کسی دن ہمارے کام آوے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں۔ اور اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو مصر کے ملک میں جمایا اور غرض یہ تھی کہ اسکو باتوں کی حقیقت سکھائیں، یعنی اس کو اسباب کا تجربہ ہو کہ خدا تعالے کی باتیں کس طرح پوری ہوتی ہیں اور اللہ تعالے زبردست ہے جو کام چاہتا ہے پورا کرتا ہے۔ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غار سے نکل کر اپنے وطن کے پیارے بھائیوں سے ایک اجنبی شہر میں جا کر پناہ لی۔ تو وہاں خدا تعالے نے آپ کو عزت کے مقام پر پہنچایا۔

سورۂ یوسف میں خدا تعالے قحط کے واقعہ کو بڑی بسط کے ساتھ بیان کرتا ہے جو ملک مصر میں واقعہ ہوا نیز بیان کرتا ہے کہ کس طرح لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آکر امداد طلب کرتے۔ یہ واقعہ بھی جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا۔ صحیح بخاری میں اس شدید قحط کا حال لکھا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں واقع ہوا۔ عبداللہ کہتا ہے ان **النبي صلى الله عليه وسلم لما رأى من الناس ادبارا قال اللهم سبعا كسبع يوسف فاخذتهم سنة حصت كل شئ حتى اكلوا الجلود والميتة والجيف وينظر احدهم ..... الى السماء فيرى الدخان من الجوع**۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگوں نے حق کی طرف پیٹھ پھیر دی ہے اور آپ نے چاہا کہ لوگوں میں تضرع اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع پیدا ہو تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تو اسی قسم کے قحط کے سال بھیج جیسے کہ یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ میں تو نے بھیجے تھے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور ایسا سخت قحط پڑا جو ہر ایک چیز کو کھا گیا یہاں تک کہ لوگوں نے چمڑے اور مردار اور لاشیں کھا کھا کر اپنا پیٹ بھرا۔ اور جب ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کے مارے آسمان دھوآں دھار نظر آتا۔" (دیکھو صحیح بخاری جز اول۔ ابواب الاستسقاء) یہ قحط مدنی زمانہ میں واقع ہوا۔ مگر اس کی خبر بطور پیشگوئی کے مندرجہ ذیل کی آیت میں موجود تھی۔ **فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين ۰ يغشى الناس هذا عذاب اليم** ۰ یعنی اس دن کا منتظر رہ جب کہ آسمان ایک کھلا کھلا دھوآں لائے گا یہ دھوآں لوگوں کو ڈھانپ لیگا (وہ دھوآں نہ ہوگا بلکہ) ایک دردناک عذاب ہوگا۔ چنانچہ جب اس شدید قحط کے دنوں میں لوگوں کو مارے بھوک کے آسمان دھوآں دھار نظر آنے لگا اس وقت لوگوں کو یہ آیت یاد آگئی اور مومنوں کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی عذاب الیم ہے جس کی خبر سورہ دخان میں دی گئی تھی۔

اور جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط زدہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے اور آپ کے ذریعہ اس مصیبت سے آرام حاصل کرتے تھے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے لوگ اس مصیبت کی فریاد آپ کے پاس لاتے تھے۔ ہاں اتنا فرق تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک زمینی بادشاہ کے خزانوں سے غلہ دے کر لوگوں کی امداد کرتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زمینی چیز کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ آپ نے اس بادشاہ کی طرف رجوع کیا جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ جس طریق سے آپ نے قحط زدہ لوگوں کی امداد کی وہ مندرجہ بیان سے ظاہر ہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ ان **رجلا دخل يوم الجمعة من باب كان وجاه المنبر ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب. فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما فقال يارسول الله هلكت المواشي وانقطعت السبل فادع الله يغيثنا فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه فقال اللهم اسقنا اللهم اسقنا اللهم اسقنا قال انس ولا والله مانرى في السماء من سحاب ولا قزعة ولا شيئا وما بيننا وبين سلع من بيت ولا دار قال فطلعت من**

(باقی برصفحہ ۸ کالم ۲)

ایک عظیم الشان پیشگوئی

یاجوج ماجوج کا غلبہ اور دین حق کی بیکسی

اسلام کے غالب آنیکا وقت بالکل قریب ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء

وایوب اذ نادیٰ ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین . . . .
. . . . وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ (سورہ الانبیاء رکوع ۶، ۷)

مذکورہ بالا آیات میں ایک ہی مضمون ہے

میں نے اس وقت معمول سے زیادہ آیات پڑھی ہیں اور بظاہر وہ مختلف مضامین پر حاوی ہیں ابتدائی حصہ وہ ہے جس میں کچھ اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کی بیکسی کا نقشہ کھینچا ہے اور اس بیکسی کی حالت میں اللہ تعالےٰ کے ان پر رحم فرمانے کا ذکر کیا ہے دوسرا حصہ ان آیات کا وہ ہے جس میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور ان کے غلبہ کا بیان ہے تیسرا حصہ ان آیات کا وہ ہے جس میں کچھ ذکر اللہ تعالےٰ کے کسی وعدۂ حق کے پورا ہونے کا ہے یہ بظاہر مختلف مضامین نظر آتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ایک مسلسل مضمون ہے۔

یاجوج ماجوج کا غلبہ اور دین حق کی بیکسی

ان آیات کا مرکزی حصہ یاجوج ماجوج کے غلبہ سے متعلق ہے اور غلبہ بھی ایسا زبردست کہ جس کی مثال نہ ہو فرمایا من کل حدب ینسلون کوئی بلندی ایسی نہ رہ جائے گی جس سے وہ نکل نہ پڑیں ابتدائی حصہ جس میں برگزیدگان الٰہی کی بیکسی کا ذکر ہے ان کو دکھ اور تکلیفیں پہنچنے کا نقشہ کھینچا ہے وہ یاجوج اور ماجوج کے ذکر کیلئے بطور تمہید کے ہے۔ یعنی یاجوج اور ماجوج کے غلبہ کے وقت اللہ تعالےٰ کے دین کی حالت بہت بیکسی کی ہو گی کیونکہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت ایوب کا قصہ

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اگر پڑھو تو بڑا دردناک قصہ ہے کوئی تکلیف نہیں جو ان پر وارد نہ ہوئی ہو ان تکالیف کے علاوہ ان کے سب دوستوں اور رشتہ داروں نے بھی انہیں چھوڑ دیا پھر بھی ان کے منہ سے کیا نکلتا ہے مسنی الضر وانت ارحم الراحمین مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

مسلمان کا ایمان

یہی ایک مسلمان کا ایمان ہونا چاہیئے کتنا بھی دکھ اور تکلیف آئے مگر اس کا خدا ارحم الراحمین ہے اسلئے اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔ پھر ایک اور نبی کا ذکر کر کے فرمایا کہ سخت مصائب کے وقت وہ یوں عرض پرداز ہوتا ہے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین تیرے سوائے کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں اپنے اوپر ظلم کرنیوالوں میں سے ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ اور صالح بندے کمزوری کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور شکایت کا حرف منہ پر نہیں لاتے اور نہ اللہ تعالےٰ پر ان کا ایمان کبھی متزلزل ہوتا ہے

موجودہ واقعات اور خدا کی ہستی پر ایمان

یہ تمہید ہے اس مضمون کی جو آگے آتا ہے حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ یہانتک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل پڑیں گے کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ان الفاظ کے اندر ہے اگر آج موجودہ واقعات کو قلمبند کرو تو کتابیں کی کتابیں لکھی جائیں مجھے افسوس ہوتا ہے مسلمانوں پر کہ آج ان میں وہ ایمان نہیں ایمان تب پیدا ہو کہ آج ان واقعات پر غور کریں جو رونما ہو رہے ہیں اور قرآنی الفاظ کو ان واقعات پر منطبق کریں تو پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر کس قدر ایمان پیدا ہوتا ہے جو انسان کے قلب میں نور بھر دے

عظیم الشان پیشگوئی

کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ مسلمانوں کی انتہائی بیکسی کو ایوب اور یونس وغیرہما انبیاء کے ذکر میں بیان فرمایا پھر یاجوج ماجوج کے زبردست غلبہ کا ذکر کیا یہانتک کہ وہ تمام دنیا میں غالب ہو کر پھر نکلیں گے۔ پھر اس کے بعد فرمایا واقترب الوعد الحق کہ جب یاجوج ماجوج کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کو کوئی امید کی جھلک نظر نہ آئے تو یہ وہ وقت ہے کہ وعدۂ حق قریب آ گیا ان الفاظ کی شوکت پر غور کیجئے یہ آج سے تیرہ سو سال پہلے کا کلام ہے یہ محمد رسول اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا یہ مکی سورت ہے اس وقت کی نازل شدہ جب محمد رسول اللہ صلعم کی مشکلات انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں اس میں حضور صلعم کے لئے بھی تسلی ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی مسلمانوں کے لئے بھی تسلی کا سامان موجود ہے۔ جب یاجوج ماجوج تمام دنیا پر غالب آ جائیں اور مسلمان انتہائی بیکسی کی حالت کو پہنچ جائیں تو سمجھو کہ وعدۂ حق کا وقت قریب آ گیا۔ حق دراصل اسلام کا ہی نام ہے وہ وعدہ جس کا یہاں ذکر ہے وہی وعدہ ہے جس کا ذکر دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی یاجوج ماجوج کا دنیا پر غلبہ دیکھو تو یقین کر رکھو اب دنیا پر اسلام کے غالب ہونے کا وقت آ گیا۔ یہ وہ چیز تھی جس کا شعور سب سے پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ہوا بڑی تیز آنکھ تھی ہم میں سے کون اسے دیکھ سکتا تھا اور کسے اس کا شعور ہو سکتا تھا۔

حضرت مرزا صاحب کی کامیابی

لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کیا کامیابی حاصل کی میں کہتا ہوں کہ اس ایک بات کو ہی دیکھ لو وہ بات جس کا انکشاف آپ کے قلب مبارک پر ہوا آج کوئی نہیں جو اس سے انکار کر سکے۔ ہمارا قومی شاعر بھی جس نے مخالفت بھی کی اسی بات کی صداقت کا اعلان کر گیا جو حضرت مرزا صاحب نے کہی تھی ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

باطل کی قوت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے

میں جس بات کی طرف آپکی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس غلبۂ یاجوج ماجوج کو دیکھ کر کمزوری نہیں پیدا ہونی چاہیئے بلکہ ہمارے قلوب ایمان سے بھر جانے چاہئیں کہ اسلام کے غالب آنے کا وقت آ گیا خدا تعالےٰ رحمتیں نازل کرے حضرت مرزا غلام احمد کی روح پر جس نے ہمیں اس غلبہ کے راستہ پر ڈالا لوگ کام کرتے ہیں کامیاب بھی ہوتے ہیں ناکام بھی ہوتے ہیں لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ جس راستہ پر حضرت صاحب نے آپ کو ڈال دیا اگر اس میں آپ ناکام بھی رہیں تو بھی آپ کامیاب ہیں آپ مسلمانوں کے ایمان کو زندہ کر سکتے ہیں ان کے سامنے ان واقعات کو رکھیئے کسی کی آنکھیں آج کھلیں گی اور کسی کی کل کھلیں گی

مسیح موعود ہونیکا دعویٰ اور مخالفت

غور کیجئے ۱۸۹۰ء میں جب حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور ایک آگ لگ جاتی ہے اور بڑے سے بڑے مداح شدید مخالف ہو جاتے ہیں مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا۔

" یہ اس کتاب[1] کا خلاصہ مطلب ہے اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ سماج و برہمو سماج کا اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ

[1] براہین احمدیہ

حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ کا مردانہ تحدی کے ساتھ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر رہے اور اسکے تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"

اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۴ء

شدید مخالفت میں یورپ میں اشاعت اسلام کا عزم

۱۸۹۰ء میں یہی مولوی محمد حسین تھے کہ حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتوےٰ حاصل کرنے کے لئے ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک پھر گئے۔ انتہا ہو گئی مخالفت کی لیکن عین اس وقت جب مداح بھی دشمن بن گئے اور دوسری طرف تو غیر مسلم بھی، عیسائی اور آریہ جو پہلے ہی دشمن تھے۔ ایسے وقت میں حضرت صاحب کو کیا دکھایا جاتا ہے اور انہیں کیا خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا اور یورپ کے اندر تبلیغ اسلام ہونی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا"

کیا یہ کسی دجال، کسی دشمن اسلام کے دل میں خیال پیدا ہو سکتا ہے؟۔ یہ تو اتنا عظیم الشان خیال ہے سوائے اس کے کسی کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا جس کا یقین اور ایمان سے بھرا ہوا ہو۔

کشف کی تعبیر

اور پھر اس کشف کی تعبیر بھی فرماتے ہیں:۔

"سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵، ۵۱۶)

کتنا بلند خیال اور کتنا عظیم الشان کشف۔ ایک طرف شدید مخالفت ہو رہی ہے اور دوسری طرف یہ عزم اور امید یہ کہ میں مغربی دنیا کو فتح کروں گا اسلام کو دنیا میں غالب کر دوں گا۔ ذرا اس چھوٹی سی بات پر غور کرو تو مرزا صاحب کی عظمت تو خود نظر آ جاتی۔

مغرب سے طلوع آفتاب

مغرب سے طلوع آفتاب ہوگا لوگ کے منتظر تھے لیکن آپ نے کیا لطیف تشریح کی:۔

"طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے کہ جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

یہ دو باتیں دل پر نقش ہو جانی چاہئیں

سو میں نے کہا یہ دو باتیں جو قرآن مجید نے بیان کی ہیں ہم میں سے ہر ایک کے دل پر نقش ہو جانی چاہئیں۔ پہلی فتحت یاجوج وماجوج اور دوسری واقترب الوعد الحق یعنی جس وقت غلبۂ یاجوج ماجوج کو دیکھو تو اس وقت خیال کر لو کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا۔ اس کے بعد بھی آیات اسی مضمون کی ہیں کفار افسوس کریں گے کہ اتنی بڑی صداقت ہماری نظروں سے اوجھل رہی یویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا بل کنا ظلمین

مغربی مصنفین کی آراء

آجکل کے مغربی مصنفین کی آراء کو دیکھ لو تو وہ مان رہے ہیں کہ غلبۂ اسلام کا وقت قریب ہے۔ برنارڈ شا جو مغرب کا ایک بہت بڑا ماہر معاشیات اور افسانہ نگار ہے اس کی رائے ہے کہ یورپ کا غالب مذہب ایک سو سال کے اندر اندر اسلام ہوگا۔ افسوس کہ غیر اس روشنی کی جھلک کو دیکھنے لگے، پر مسلمانوں کو نظر نہیں آتی

اس کے بعد کا مضمون

یہی مضمون آگے چلتا ہے کہ بالآخر یہ زمین صالح بندوں سے بھر جائے گی ان الارض یرثھا عبادی الصلحون زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ان فی ھذا لبلغا لقوم عبدین یقیناً اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے پیغام ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین اے محمد رسول اللہ ہم نے تمہیں دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور بالآخر دنیا کی تمام قومیں اس رحمت سے بہرہ ور ہوں گی۔

نتیجہ امتحان دینیات

مندرجہ ذیل طلباء امتحان دینیات میں کامیاب ہوئے جو ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوا

درجہ اول

(۱) خواجہ محمد عبید اللہ صاحب	۸۹/۱۰۰
(۲) بابو محمد رمضان صاحب	۷۸/۱۰۰
(۳) میاں فخر الدین صاحب	۶۱/۱۰۰
(۴) میاں بشارت احمد صاحب بقاؔ	۵۷/۱۰۰
(۵) منشی الہ بخش صاحب	۵۶/۱۰۰
(۶) شیخ یوسف احمد صاحب	۵۵/۱۰۰
(۷) خواجہ منظور احمد صاحب بٹ	۶۷/۱۰۰

درجہ دوم

(۱) ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب	۶۵/۱۰۰

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری ۴۲/۱۱/۲

فرقان کا چیلنج

مولوی اللہ دتہ صاحب کی خدمت میں میں کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے چیلنج کی منظوری کی بابت جو دراصل چیلنج سے فرار ہے میں نے فرقان میں پڑھ لیا ہے میں سر دست لاہور سے باہر جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ واپسی پر مفصل جواب دوں گا۔ اکتوبر کے فرقان میں جو غلط بیانیاں متعلق درس القرآن انہوں نے کی ہیں وہ نہایت ہی قابل افسوس ہیں۔ جناب مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے کلام کو حضرت مولانا نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ کا کلام ظاہر کیا ہے باوجود اس کے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جانتے تھے کہ یہ کلام حضرت مولانا کا نہیں ہے۔ کمزوری یادداشت سے ہی صاف پتہ چلتا ہے کہ عمداً غلط بیانی کی گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خاکسار۔ محمد اسمٰعیل ۴۲/۱۱/۴

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

مورخہ یکم نومبر ۴۲ء بروز اتوار بعد نماز مغرب ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس زیر صدارت جناب مولانا مولوی مصطفٰے خاں صاحب مسجد احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا جس میں ذیل کے دو مقررین نے اپنے خیالات سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔

مولوی محمد حسین صاحب آف بالاکوٹ نے قادیانی مغالطے کے موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا کہ قادیانی مغالطہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اب قادیانی حضرات بزور بھی سچ نہیں کہہ سکتے آپ نے قادیانی غلط بیانی کا ذکر کرتے ہوئے (فرقان) بابت ماہ اکتوبر ۴۲ء میں سے وہ حوالجات دکھائے جو خلیفہ اول مرحوم کے بتائے گئے ہیں حالانکہ وہ مولوی سرور شاہ صاحب کے ہیں۔

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنف کی حیثیت میں" کے موضوع پر تقریر کی جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور حاضرین آپ کے خیالات سے مستفید ہوئے اور صاحب صدر اور حاضرین نے آپ سے درخواست بھی کی کہ آپ کی تقریر اس قابل ہے کہ اسکو ایک ٹریکٹ کے رنگ میں شائع کیا جائے۔

جائنٹ سکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن۔ لاہور

بزرگانِ دین کی خیالی تصاویر

اسلام صورت گری کا دشمن ہے۔ یہی مذہب ہے جس نے بت پرستی کے خلاف دنیا میں سب سے زبردست اور موثر آواز بلند کی۔ اور اس مقابلہ میں اس حزم اور احتیاط سے کام لیا کہ اپنے حلقہ بگوشوں پر تصویر بنانا اور رکھنا دونوں حرام کر دیئے۔ فلسفۂ اسلام اسبابت کا حامی ہے کہ دنیا میں انسان کی صورت یا اس کے اعضاء کی بناوٹ اس قدر اہمیت نہیں رکھتی جس قدر کہ اس کے خیالات و اعمال رکھتے ہیں۔ ہم کسی فیلسوف کی توقیر یا تحقیر اس بناء پر نہیں کرتے کہ وہ خوبصورت یا بدصورت ہے۔ بلکہ اس کی عزت و ذلت کا واحد معیار صرف اس کے خیالات و افعال ہی ہو سکتے ہیں۔ لقمان سیاہ فام تھے۔ لیکن ان کی نصائح ایسی بیش قیمت اور قابل قدر ہیں کہ ہزاروں خوبصورتیوں کو ان پر قربان کر دینا چاہیئے۔ پس حسن وجہ اعمال کے مقابلہ میں ہیچ محض ہے۔ اور جب امریکہ کا ایک بدصورت لنگڑا اہل عالم کے قلوب میں صدہا خوبصورتوں سے زیادہ توقیر حاصل کر سکتا ہے تو صورت گری سے صرف یہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں کہ یا تو خوش اعتقاد اور کمزور طبائع کو بزرگ پرستی پر مائل کرے اور یا بعض صورتوں میں جذبات حیوانی کی ممد ہو۔ دین الفطرت نے اسی بنا پر اس کے خلاف جنگ کی ہے۔

مگر زمانہ بدل چکا ہے۔ اب دنیا میں مغرب برسرِ اقتدار ہے اور وہ فن تصویر کا حامی ہے۔ مغرب کی تقلید نے مشرق میں تصویر سازی کو اور بھی تقویت دی ہے۔ اور اس وقت دنیا میں ان بے جان نقوش کو وہ قوت حاصل ہے کہ متحرک جانداروں کی مخالفت ان کے مقابلہ میں بحالت موجودہ کارگر ہوتی نظر نہیں آتی۔ لیکن حامیان صورت گری سے ہم اس قدر عرض کرنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ انہیں ہمارے حقوق میں دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے اور وہ اپنی روایات کے مطابق اپنے ہم مذہبوں کی جس طرح چاہیں تصویریں کھینچیں لیکن ہمارے بزرگان دین کی تصاویر بنا کر ان کی پاک ارواح کو اور ہمارے دینی جذبات کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرنا سراسر انصاف کا خون کرنا ہے۔ ہمارے آئمہ دین اور جملہ علمائے امت تصویر سازی کے خلاف رہے ہیں۔ اور یہ یقیناً مرتکب ظلم ہے کہ بعض لوگ انہی حضرات کو اس نفرت انگیز حرکت کا تختۂ مشق بنا رہے ہیں مغربی مصنفین کی کتابوں میں پیغمبر اسلام صلعم اور صحابہ کرام کی تصاویر اکثر دیکھنے میں آئی ہیں لیکن ان کی صحت و واقفیت پر شاید کوئی فاترالعقل بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جو بزرگ تصویروں کے اس قدر دشمن تھے۔ اور جنہوں نے کبھی اس امر کی اجازت نہیں دی کہ ان کی کوئی بڑی یا چھوٹی تصویر کھینچی جائے۔ ان کا عکسی فوٹو دنیا میں کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا۔ اور آج تیرہ سو برس کے بعد اگر کوئی شخص ان کی سچی تصویر پیش کرنے کا مدعی ہے تو اس کی جہالت

. . . .

نادانی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ نے جہاں عکسی تصویر سازی کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے۔ وہاں خیالی صورت گری میں بھی لاجواب ترقی کی ہے۔ اہل یورپ نے دنیا کے سامنے ہزاروں تصویریں ایسی پیش کی ہیں جن کا اصل دنیا میں کبھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔ دراصل اس قسم کی تصاویر مصوروں کے غیر مرئی تخیل کا محض مرئی نمونہ ہوتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت مریمؑ اور جناب مسیحؑ کے متعلق ایک ہی منظر کو مختلف مصوروں نے بالکل جداگانہ صورتوں میں پیش کیا ہے۔ جس کا سبب اختلاف تخیل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہمارے رہنما روحی فداہ کی جس قدر تصویریں دنیا میں اشاعت پذیر ہیں۔ محض تخیل کی مدد سے وجود میں آئی ہیں۔ وہ یا تو سراسر لاعلمی و بیخبری پر مبنی ہیں اور یا ان میں ان روایات کا کسی قدر لحاظ رکھا گیا ہے جو احادیث میں آنجنابؐ کے حلیہ مبارک کے متعلق موجود ہیں لیکن دونوں صورتوں میں اعتبار سے گری ہوئی ہیں۔

یورپ . . . . . . میں پیغمبر اسلام صلعم کی سوانحعمریاں لکھی جاتی ہیں جن . . . کے لئے مہرت بڑے پیمانے پر تصویریں بنائی جاتی ہیں . . . . ان تصویروں میں رسول پاک اور صحابہ کرام کی تصاویر بھی غالباً شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ یقینی ہے کہ وہ قطعاً غیر معتبر ہونے کے علاوہ مسلمانان عالم کے لئے موجب دلآزاری ہوتی ہیں۔ یورپ تصویر سازی کا عادی ہے، اور مغربی مصنفین اسکو ایک بزرگ کی توہین کے برابر خیال کرتے ہیں کہ اس کے حالات زندگی کے ساتھ اس کی تصویر نہ دی جائے۔ لیکن اسلامی اخلاق کا نقطۂ نگاہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ پیروانِ اسلام تو دوسروں کی تصاویر دیکھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں چہ جائیکہ خود انہیں کے بزرگوں کی کاغذی صورتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں۔

مغربی سوانح نویسوں کی کوششوں سے بھی زیادہ دل آزار وہ دستی مرقع تھا جو کبھی ریاست بڑودہ کے عجائب خانہ کے مشرقی حصہ میں آویزاں تھا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز عبا پہنائی ہے اور سر مبارک پر مرصع تاج رکھا ہے۔ آپ گھوڑے پر سوار ہیں۔ گھوڑے کو ہوا میں چار فرشتے اڑا رہے ہیں۔ اور اس کے آگے اور پیچھے دو فرشتے عزرائیل و جبرائیل ہیں۔ نیچے کعبہ کی تصویر ہے جس میں مسجد الحرام کا پورا نقشہ دیا ہے۔ اور جس کے نیچے فارسی الفاظ میں یہ تحریر ہے کہ "رسول اللہ کا سینہ اس مکان میں شق کیا گیا" اس سے کچھ فاصلے پر بیت المقدس کا نقشہ بنا ہے اور آسمان پر چند طبقے دکھا کر ان کے دروازوں پر مختلف پیغمبروں کی تصویریں بنائی ہیں جن میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:۔ حضرت آدمؑ، حضرت عیسےٰ، حضرت یحییٰ اور حضرت یوسف علیہم السلام وغیرہ۔ اس تصویر کے نیچے لکھا ہے "حضرت محمدؐ کا سفر بہشت"۔ اس کے قریب ایک دوسری تصویر جنت کی بنائی ہے جس میں چند پیغمبروں کی تصویریں ہیں۔ جنت کے اوپر عرش کی تصویر ہے جس کو فرشتے معلق کئے ہوئے ہیں۔ سیڑھی کے قریب ایک مرغ کھڑا ہوا ہے جس کے پروں پر کلمہ طیبہ تحریر ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور تصویر تھی۔ جس کے نیچے یوسف و زلیخا تحریر تھا۔ اس میں یوسف علیہ السلام زلیخا کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان کے بالمقابل بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں جنہوں نے چھریوں سے اپنی انگلیاں کاٹ لی ہیں ہمارے خیال میں تلاش سے اس قسم کی اور بھی بہت سی تصویریں دریافت ہو سکتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر اہل مذاہب اس معاملہ میں مسلمانوں کے مذہبی حسیات کو بے انصافی سے نظر انداز کر رہے ہیں، لیکن قصور خود مسلمانوں کا ہے۔ جنہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی کسی شئے کے خلاف آواز نہ اٹھائیں گے۔ ہمیں صاف طور اقوام عالم کو جتا دینا چاہیئے کہ ہمارے مذہب میں تصویر کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر دیگر مذاہب کے پیرو اس کے مجاز ہیں تو ان کا فرض ہے کہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے بزرگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ اور اپنے فن کو اپنے ہی بزرگوں تک محدود رکھیں۔

مسلمانوں کی مذہبی بے حسی اور مردہ دلی کے مقابلہ میں جب ہندوستان کی دوسری قوموں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کی مذہبی زندگی میں عجیب جوش و ولولہ دکھائی دیتا ہے۔ ہولی کے موقعہ پر ضلع امرتسر کے ایک گاؤں میں بعض ہندوؤں نے گورونانک، گورو گوبند سنگھ اور دیگر سکھ بزرگوں کے سوانگ نکالے تھے۔ اور بظاہر کسی بری نیت سے یا برے رنگ میں نہیں نکالے تھے۔ تاہم سکھوں نے بڑے زور سے اعتراض کیا اور فوجداری استغاثہ دائر کرنے کی دھمکی دی۔ قوم سے چندہ کے لئے اپیل کی گئی اور روپیہ فاناً فاناً جمع ہو گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ سوانگ نکالنے والوں کو معافی مانگنے کے علاوہ تاوان بھی ادا کرنا پڑا۔ یہ ہیں زندہ قوموں کا زمانہ ہے۔ جو قومیں دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ تمام سے اپنے حقوق کو پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتیں اگر مسلمانوں کو کوئی دن اور دنیا میں زندہ رہنا ہے تو انہیں دوسرے مثالوں سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ (ماخوذ)

(بقیہ از صفحہ ۵)

ثم رائیٔ سحابہ مثل الترس فلما توسطت السماء انتشرت ثم امطرت قال واللہ ما رأینا الشمس ستا ثم دخل رجل من ذالک الباب فی الجمعۃ المقبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم یخطب فاستقبلہ قائما فقال یا رسول اللہ ہلکت الاموال وانقطعت السبل فادع اللہ یمسکہا عنا فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ثم قال اللہم حوالینا ولا علینا اللہم علی الاکام والجبال والظراب والاودیۃ ومنابت الشجر قال فانقطعت وخرجنا نمشی فی الشمس (صحیح بخاری جزو اول ابواب الاستسقاء)

(باقی آئندہ)

مولوی اللہ دتّہ صاحب ماہ ستمبر میں!

{از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی}

گذشتہ سے پیوستہ

حلفیہ شہادتیں

ہماری جماعت کی طرف سے بہت پرانا مطالبہ ہو رہا ہے کہ جناب میاں صاحب خود اور ان کے مرید اسبات پر حلف اُٹھائیں کہ انھوں نے کب یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کے متعلق اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ کیونکہ جناب میاں صاحب کے دلائل کی بنا اسی بات پر ہے۔ وہ اسبات کو تسلیم کر چکے ہیں ۱۹۰۱ء میں عقیدہ تبدیل ہوا۔ بجائے اس قسم کی حلفیہ شہادتیں لینے کے ایک مطبوعہ فارم پر جناب میاں صاحب کے مریدوں نے لکھا ہے کہ وہ حضرت اقدس کو ہمیشہ نبی سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن یہ تمام شہادتیں خود جناب میاں صاحب کے عقیدہ کی مخالفت کر رہی ہیں۔ کیونکہ جناب ممدوح اس بات کو مانتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اور مجازی اور ظلی نبوت سے مراد محدثیت لیا کرتے تھے۔ جن اصحاب نے حلف اُٹھائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے ہی حضرت اقدس کو نبی سمجھتے تھے۔ گویا جس بات کی سمجھ حضرت اقدس کو نہیں آئی انہوں نے اس کو سمجھ لیا۔ اب اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ ایک صاحب تو یہاں تک گئے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بھی حضرت اقدس کو نبی سمجھتا تھا جس وقت حضرت صاحب نے ابھی دعویٰ مجددیت ہی نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ بیعت لیتے تھے۔ اب اس کے متعلق کیا کہا جائے یہ سب مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "استعارہ اور مجاز کا رنگ بھی ان کے وہم میں بھی نہیں آیا۔ مجازی۔ بروزی، ظلی، مستقل، غیر مستقل حضرت صاحب کی اپنی اصطلاحات جو جہلا دسفہا کے سمجھانے کے لئے ہیں"۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت صاحب تو ہمیشہ اپنے کو مجازی نبی سمجھتے رہے چنانچہ ہم اپنے مضمون متعلقہ گولڑویہ میں درج کر چکے ہیں، اور پھر حقیقۃ الوحی بھی یہی مجاز اور استعارہ ہے۔ میر قاسم علی صاحب فوت ہو چکے ہیں خدا ان پر رحم کرے انہوں نے اپنی کتاب "الحق" میں صاف طور پر لکھا کہ حضرت اقدس مجدد تھے نبی نہیں تھے۔ مگر اس شہادت میں وہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ نبی سمجھتے تھے۔ یہ کتاب حضرت مولینا نورالدین صاحب کے وقت میں لکھی گئی۔ اور حضرت ممدوح نے اس کو نہایت پسند فرمایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اسے غور سے پڑھ کر کوئی اعتراض ہو تو پیش کرو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں آیا میں اسے درست سمجھتا ہوں۔ . . . .

. . . .

خودستائی اور خوشامد

میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ موسومہ بہ "عدالتی بیان نمبر" پر مختصر سا تبصرہ کیا تھا۔ جو پیغام صلح میں چھپا۔ مولوی صاحب نے اس سے خودستائی کا موقعہ لیا ہے۔ وہ اس رسالہ کو کامیاب سمجھتے ہیں، خیر یہ ان کا اپنا اختیار ہے جو چاہیں سمجھیں۔

اس رسالہ میں محترمی و مکرمی جناب میاں صاحب کا ایک مضمون تھا۔ میاں محمد صادق صاحب نے اس پر اعتراض کیا تھا کہ حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک شہادت میں اپنا درجہ اور مرتبہ نبی بیان کیا جو تریاق القلوب میں درج ہے اور یہ مسلّمہ بات ہے کہ تریاق القلوب میں صاف طور پر اپنا مرتبہ مجدد بیان کیا ہے اور نبوت سے انکار ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں جناب میاں صاحب نے لکھا اور اس کیساتھ عدالت کے ریکارڈ کی نقل بھی دی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ تریاق القلوب نہیں بلکہ تحفہ گولڑویہ کو عدالت میں دکھایا گیا تھا مجھے تو ضد نہیں ہے میں نے اس کے متعلق لکھ دیا کہ یہ جواب ٹھیک اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ عدالت میں تحفہ گولڑویہ کے متعلق سوال کیا گیا یہ ایک معمولی بات تھی کوئی بڑا معمہ نہیں جس کو حل کیا گیا۔ مگر میرے الفاظ کو مولوی اللہ دتا صاحب نے جناب میاں صاحب کی خوشامد کے لئے استعمال کیا، میاں صاحب کے جواب کو "لاجواب مقالہ" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بالکل معمولی بات تھی لیکن میاں محمد صادق صاحب نے تحفہ گولڑویہ کو پڑھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اس کتاب میں بھی مجددیت کا ہی دعوےٰ ہے۔ اس کا جواب جناب میاں صاحب نے نہیں دیا اور کئی ہفتوں تک میاں محمد صادق صاحب کے خط کو اپنے پاس رکھ کر مولوی اللہ دتہ صاحب کے سپرد کر دیا۔ دراصل اسکا جواب کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جناب میاں صاحب وہ جواب دے ہی نہیں سکتے تھے جو مولوی اللہ دتہ صاحب نے دیا ہے۔ کیونکہ ان کی پوزیشن ایسی تحریف اور غلط بیانی کی جیسی مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس کا جواب دینے میں کی ہے اجازت نہیں دے سکتی ہے۔ یہ مولوی اللہ دتہ صاحب کی بدقسمتی ہے کہ ان کو اس اعتراض کا جواب دینا پڑا۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ کسی صورت میں بھی اس دلدل سے نہیں نکل سکتے جس میں وہ پھنسا دیئے گئے ہیں مطابق بیان چوہدری فضل الرحمٰن صاحب بقول مولوی تاج الدین صاحب مندرجہ پیغام صلح ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء مولوی اللہ دتہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:-

"حضرت صاحب نے اسکو (مولوی اللہ دتہ صاحب) اپنا آلہ کار بنایا ہوا ہے یہ بیوقوف بات کو سمجھتا ہی نہیں گراموفون کے ریکارڈ کی طرح جو آواز اس میں حضرت صاحب بھرتے ہیں وہی اس کے اندر سے نکلتی ہے۔ جو غلط عقیدہ جماعت کے اندر پھیلانا ہوتا ہے اس کے متعلق حضرت صاحب اسکو بلا کر ذرا پھیلا دیتے ہیں یہ بیوقوف اتنے میں ہی پھولا نہیں سماتا فوراً اس کی تائید میں مضمون لکھنا شروع کر دیتا ہے۔"

مولوی اللہ دتہ صاحب بُرا نہ مانیں یہ الفاظ ان کے ایک رازدار اور واقف کار کے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسنے رقابت کی وجہ سے ایسا کہا ہو لیکن تحفہ گولڑویہ کے متعلق جو مضمون مولوی اللہ دتہ صاحب نے لکھا ہے اس نے قطعی طور پر اس بیان کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔

خودستائی

پنجابی میں ایک مثل مشہور ہے:-

"آپے میں رجی پُجی آپے میرے بچے جیون"

بالکل یہی حال مولوی اللہ دتہ صاحب کا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ عدالتی بیان نمبر لکھ کر انھوں نے بڑا تیر مارا ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس کا اثر بڑا ہوا ہے نعوذ باللہ من ذالک اگر مولوی اللہ دتہ صاحب کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آیندہ عدالتی بیان نمبر کے مضامین کا ذکر تک نہ کرتا مگر مولوی صاحب اس کو اپنا شاہکار سمجھتے ہیں۔ "عدالتی بیان نمبر" میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کی تردید ایسے زبردست دلائل سے کی گئی تھی کہ اسمیں شک شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ افسوس یہ ہے کہ جو دلائل میں نے اس مضمون کی تردید میں دیئے تھے اُن کو مولوی اللہ دتہ صاحب نے چھوا تک بھی نہیں، اور جس قسم کی کتر بیونت کر کے میری عبارت کو پیش کر کے اپنے قارئین سے داد حاصل کرنے کی کوشش ہے وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ میں اپنے دلائل کو پھر یہاں نقل کرنا نہیں چاہتا کیونکہ بہت تضیع اوقات ہے اور مولوی صاحب پھر وہی کریں گے۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ میرے مضمون کو پھر پڑھیں اور میرے دلائل کا جواب دیں مجھے ان سے کوئی امید نہیں ہے لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ ایک دفعہ ان سے عرض کر دوں۔

ہاں البتہ ایک بات کہنے سے میں نہیں رک سکتا اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۹ کے اخیر پر دکیں کی تحریری بحث پر سے چند فقرے لکھ کر مولوی اللہ دتہ صاحب نے ان کو حضرت مسیح موعود کے فقرات ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے [illegible] کی بحث انگریزی میں تھی اس میں سے چند فقرے نقل کر کے حضرت صاحب کیطرف منسوب کئے گئے ہیں افسوس یہ جو میں نے لکھا ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے میرے دلائل کا جواب نہ دیا اگر اس کے متعلق وہ فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو میں ثالثی کے ذریعہ فیصلہ کرانے کو تیار ہوں اگر ثالث یہ کہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جائز طریقہ اختیار کیا ہے نہ کہ کتر بیونت کر کے ٹال دیا ہے تو میں مناسب ہرجانہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر میں وثوق سے کہتا ہوں کہ مولوی

اللہ دتہ صاحب ہرگز ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔

میں نے صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت اقدس نے اپنے بیان میں اپنے آپ کو ظلی طور پر نبی اور رسول کہہ کر معاملہ کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے اور اپنا اصلی عہدہ مجدد اور مسیح موعود بیان فرمایا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کے ہمخیال لوگوں میں سے اگر سب کا نہیں تو اکثر کا یہی عقیدہ ہے، کہ ظلی بروزی کا لفظ یونہی آتا رہا ہے۔ اور جو شہادتیں فرقان، ماہ ستمبر میں ہوئی ہیں اس میں ان لوگوں نے بھی یہی ظاہر کیا ہے اور ایک صاحب نے بیان تک کر دیا ہے کہ یہ اصطلاحات جہلا اور سفہا کے سمجھانے کے لئے ہیں۔ اب بتائیں کہ یہاں صرف رسول اور نبی نہیں کہا بلکہ ظلی طور پر ظلی نبی اور رسول کہا تھا کیا یہ قطعی ثبوت اس بات کا نہیں ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو حقیقی رسول نہیں سمجھتے تھے۔

پھر میں نے یہ بھی لکھا کہ غیر احمدی مولوی حضرت صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے تھے اور ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگے رہتے تھے مگر ان کے ہاتھ کوئی بات نہ آئی تھی، جیسا کہ خود ان کے بیان سے ظاہر ہے۔ "اگر مرزا جی یا ان کے مرید جو ہمیشہ کرتے ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ مرزا رسالت و نبوت کا مدعی ہے تو وہ صاف کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور مرزا جی کا یہ مصرع پیش کر دیا کرتے ہیں:-

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

کیا اس سے یہ صاف ظاہر نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت صاحب کے نبوت کے دعوے سے ہمیشہ انکار کرتی رہی اور یہ غیر جانبدارانہ شہادت ہے، اور ایسے لوگوں کی شہادت ہے جو ہمیشہ اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کوئی ایسا ثبوت ہاتھ آئے جس سے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کر سکیں لیکن اس قسم کا کوئی ثبوت ان کو نہیں ملا۔ مگر باوجود اس کے مولوی اللہ دتہ صاحب کہتے ہیں "جماعت احمدیہ حضرت صاحب کے دعوے نبوت کا ذکر تحریر و تقریر میں پبلک میں اور عدالت کے کمروں میں ہر جگہ کرتی تھی"۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کا یہ بیان قطعاً غلط ہے اور غیر احمدیوں کا یہ بیان جس کو مولوی اللہ دتہ صاحب نے "غیر احمدیوں کے شور" کے نام سے یاد کیا ہے خود اس بات پر بین دلیل ہے کہ مولوی صاحب کا یہ بیان بے بنیاد ہے۔ ڈیفنس کی جو لائن تجویز ہوئی اور جس میں ظلی نبوت کا ذکر کیا گیا اس سے غیر احمدی دشمن اس قدر خوش ہوئے کہ بقول مولوی اللہ دتہ صاحب انہوں نے شور مچا دیا۔ گویا اس مقدمے سے پہلے ان کے ہاتھ میں کوئی بات نہ تھی۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے میری کسی بھی دلیل کو نہیں توڑا ہے اور نہ ہی وہ توڑ سکتے ہیں لیکن مبالغہ آمیز باتیں کرنے کی ان کو عادت ہے۔ ایک اقتباس ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۴ء سے مولوی صاحب نے دیا ہے جس میں یہ الفاظ درج ہیں:-

" ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی"

اور ان الفاظ کو وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک نوٹ میں یہ لفظ آئے ہیں لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نوٹ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ فہرست مضامین میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد سوم ۱۹۰۴ء میں وہ مضامین جو ایڈیٹر یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے لکھے ہیں۔ علیحدہ درج ہیں۔ ان میں یہ نوٹ نہیں ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ مولانا نے ہی یہ لکھا ہے تو سیاق و سباق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنے وہ نہیں لئے جا سکتے جو مولوی اللہ دتہ صاحب اور ان کی پارٹی سمجھتی ہے۔ خود حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا اپنا مذہب ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز میں صاف طور پر درج ہے مگر افسوس ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو ایسی باتیں نظر نہیں آتیں۔ وہ مہربانی کر کے اپریل ۱۹۰۴ء کا ریویو آف ریلیجنز نکال لیں اور صفحہ نمبر ۱۳۱ پر حسب ذیل الفاظ پڑھیں۔

" اب غور کر کے دیکھ لو کہ روحانی زندگی کے تمام جاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دنیا میں آئے ہیں یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالےٰ کے روشن نشان ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور روحانی زندگی کے دریا اس میں بہتے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے"

اسی مضمون یعنی احیائے موتے کو غور سے پڑھیں گے تو ان پر مولینا محمد علی صاحب کا اس وقت کا مذہب صاف طور پر ظاہر ہو جائیگا اس مضمون میں حضرت مسیح کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور اسی مقابلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود نبی اور رسول نہ ہونے کے آنحضرت کی امت میں ایسے لوگ ہیں جو نبی جیسے کلام کر سکتے ہیں بلکہ ان سے بڑھکر بھی۔ حضرت مسیح موعود کا بھی اس میں ذکر ہے۔ اگر حضرت مولینا حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے تو ہرگز یہ الفاظ نہ لکھتے جن کی نقل اوپر کی گئی ہے۔ ان فقروں میں مولوی اللہ دتہ صاحب کے تمام حوالہ جات کا جواب آ گیا ہے جو وہ بار بار مولینا کی تحریر سے پیش کرتے ہیں انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب اب تسلیم کر لیں کہ حضرت مولینا صاحب جہاں کہیں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کرتے ہیں ان کی مراد ظلی اور بروزی نبوت یعنی محدثیت والی نبوت ہی ہوتی ہے۔ یہ حوالہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرنے کے لئے کافی ہے لیکن ان کے حالات سے بہت کم امید ہے کہ وہ خاموش ہوں اگرچہ ان کے اطمینان کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہر جگہ سامان رکھا ہوا ہے یہی حوالہ ہے جس میں "ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد" کے نام سے حضرت مسیح موعود کا ذکر ہے یہ نوٹ حضرت اقدس کے لیکچر سیالکوٹ کے متعلق ہے جو اسی نمبر میں درج ہے جس میں یہ نوٹ ہے۔ اس لیکچر میں جو یکم نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں پڑھا گیا حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

" اور ختم نبوت آپ پر نہ زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اسلئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ وجمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کے لئے ہے"

اب اس عبارت میں حضرت اقدس صاف اور صریح طور پر نبوت کو حضرت رسول کریم پر ختم فرماتے ہیں جب یہ بات ہے تو پھر حضرت مولوی محمد علی صاحب یا کوئی اور کس طرح اس مضمون پر نوٹ لکھتے ہوئے حضرت صاحب کے لئے نبی کا لفظ ان معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں جن معنوں میں حقیقی نبیوں پر استعمال ہوتا رہا ہے یہاں نبی سے مراد صرف پیشگوئی کرنیوالا ہی ہو سکتا ہے لیکن اگر مولوی اللہ دتہ صاحب ان معنوں کو نہیں مانتے تو پھر ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت اقدس نے ختم نبوت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔ جو اقتباس اوپر دیا گیا ہے وہ نومبر ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز کے صفحہ ۴۰۷ پر ہے، صفحہ ۴۲۸ پر حضرت اقدس اپنے آپ کو امام آخر الزمان مجدد صدی و مجدد الف آخر قرار دیتے ہیں اور جس طریق سے آپ کی پیدائش ہوئی ہے اس کو ختم ولایت کی طرف اشارہ بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح اس لیکچر میں جابجا اپنے آپ کو امام اور مجدد ظاہر کرتے ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ یہ لیکچر بمقام سیالکوٹ نومبر ۱۹۰۴ء کو ہوا تھا دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ ۱۹۰۴ء کے اخیر تک حضرت اقدس ختم نبوت کے اس طرح قائل تھے جس طرح آج ہم لوگ ہیں۔

اسی سال ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز کے ... ہی کے نمبر میں حضرت صاحب کا ایک مضمون چھپا ہے اس میں فرماتے ہیں:-

"وہ کل انسانوں کے کمالات بہ حیثیت مجموعی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں اور اسی لئے آپ کل دنیا کے لئے مبعوث ہوئے اور رحمۃ للعالمین کہلائے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم میں بھی اسی مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے اسی صورت میں عظمت اخلاق محمدی کی نسبت غور ہو سکتا ہے اور وہی وجہ ہے کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے۔ ایک مسلم بات ہے کہ کسی چیز کا خاتمہ اس کی علت غائی کے اختتام پر ہوتا ہے جیسے کتاب کے جب کل مطالب بیان ہو جاتے ہیں تو اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اسی طرح پر رسالت اور نبوت کی علت غائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور یہی ختم نبوت کے معنے ہیں کیونکہ یہ ایک سلسلہ ہے جو چلا آتا ہے ہر کامل انسان پر آ کر اس کا خاتمہ ہو گیا"

اس اقتباس کا مضمون وہی ہے جو لیکچر سیالکوٹ والے اقتباس کا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب بتائیں کہ اب اس سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونے کی کونسی دلیل وہ چاہتے ہیں۔ اور سنیئے اسی مضمون میں جس میں سے مندرجہ بالا اقتباس دیا گیا ہے حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلی طور پر قیامت تک رہتا ہے صوفی کہتے ہیں کہ مجددین کے اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی ہوتے ہیں یعنی ظلی طور پر وہی نام اُن کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے شیعہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ولایت کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گیا محض غلط ہے اللہ تعالےٰ نے جو کمالات سلسلۂ نبوت میں رکھے ہیں مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے اپنا پرتو ڈالتا رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ کو قائم رکھے گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت بھی خدا نے دنیا کو محروم نہیں چھوڑا اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہاں اپنے ہاتھ سے اس نے ایک بندہ کو کھڑا کیا ہے اور وہ وہی ہے جو تم میں بیٹھا ہوا بول رہا ہے۔"

مولوی اللہ دتہ صاحب مہربانی کر کے انصاف فرمائیں اور بتائیں کہ کیا حضرت صاحب نے نبوت کا خاتمہ رسول کریم پر مان کر اپنے آپ کو مجددین میں شامل کیا ہے یا نہیں۔ آپ عام طور سے ایسے موقعہ پر کہدیتے ہیں کہ کیا نبی مجدد نہیں ہوتا۔ ان اقتباسات نے کے لئے ایسا کہنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑنی۔ ہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ یہی لفظ ظلی طور پر نبی اور رسول کا حضرت صاحب نے اپنے اس بیان میں جو کہ ہم دیباچہ مقدمہ میں دیا، لکھا ہے۔ اس اقتباس نے ظلی رنگ نبوت کے معنے بھی صاف کر دیئے یعنی وہی محدثیت والی نبوت۔

اس کے علاوہ اپریل ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز میں حضرت اقدس مسیح موعود کا ایک مضمون موسومہ "اسلام کی برکات" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں صفحہ ۱۱ پر اولیاء اللہ کے صفات بیان کرتے ہوئے حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ گئی تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہو جاتا ہے اور وہ ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر پا لیتا ہے جو اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء اور رسل کا وارث اور نائب ہو جاتا ہے۔ وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے۔ حقیقت ایک ہے لیکن باعث شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، اسلئے آنحضرت صلعم کے ملفوظات مبارکہ اشارات فرما رہے ہیں کہ محدث نبی بالقوۃ ہوتا ہے، اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی ...... اور اسی حمل کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہٗ نے اس قرأت کو جو وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث ہے مختصر کر کے قرأت ثانی میں صرف یہ الفاظ کافی قرار دیئے۔ کہ وما ارسلنا من رسول ونبی"

یہ مضمون اپریل ۱۹۰۴ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہوا ہے۔ اب توضیح مرام سے اقتباس دیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ دونوں مضمون ایک ہی ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی ہے۔ بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ وہ صرف ایک جزوی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موصوف ہے۔ جو انسان کامل کی اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنی ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولینا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فاعلم ارشدک اللہ تعالیٰ ان النبی محدث والمحدث نبی الخ"

اب مولوی اللہ دتہ صاحب بتائیں کہ ان کی یہ تھیوری کہ ۱۹۰۱ء کے بعد عقیدہ تبدیل ہوا یا نبوت کی تعریف میں تبدیلی ہوئی، کہاں گئی۔ یہ دو تحریریں ہیں ایک تو شروع دعوے کے وقت کی ہے اور دوسری ۱۹۰۴ء کی ہے دیکھو! ان میں کیسا تطابق ہے۔ کیا ان کے مقابلہ سے تبدیلی عقیدہ یا تبدیلی تعریف نبوت کی کہیں تھوڑی سی بو بھی آتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ غرض اسی رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۴ء سے جس میں ایک جگہ نبی کا لفظ لکھا ہوا دیکھ کر مولوی اللہ دتہ صاحب سمجھتے ہیں کہ اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور بار بار اس کو لکھتے ہیں کئی ایک اور حوالے دیئے جا سکتے ہیں جن سے صاف طور پر نبوت کا خاتمہ اور محدثیت یا مجددیت کا دعوے ثابت ہوتا ہے۔

۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو حیدر آباد دکن کے کئی آدمیوں نے بیعت کی اور حضرت اقدس نے ایک تقریر میں ان پر اپنے دعوے کی صداقت ثابت کی۔ اس تقریر میں بھی مجددیت کا دعوے ہی پیش کیا۔ نبوت کا ذکر تک نہیں حالانکہ ابتک تو بقول مولوی اللہ دتہ صاحب صاف طور پر کھل چکا تھا کہ آپ نبی ہیں۔

میں تو ۱۹۰۴ء ریویو آف ریلیجنز کو جہاں سے دیکھتا ہوں وہاں ہی محدثیت کا دعوےٰ ہے اور نبوت کے دعوے سے انکار نظر آتا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۰ پر حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک نئی صدی جو آتی ہے تو گویا ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے، اسلئے اسلام کا خدا سچا خدا ہے ہر ایک نئی دنیا کے لئے نئے نشان دکھاتا ہے اور ہر ایک صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینۂ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے"

اس کے بعد مجددین کے کمالات کا ذکر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں:۔

"اس کمال کا آدمی ہمیشہ مکالمہ الٰہیہ کی خلعت پاکر آتا ہے۔"

اس سے آگے صفحہ ۱۲۱ پر اپنے آپ کو بطور مجدد صدی چہار دہم پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ضرور تھا کہ اس صدی کا مجدد مسیح کے نام سے آوے۔ اس طولی مجددیت کا ثبوت دیکر مضمون کو ختم کرتے ہیں اور نبوت کا ذکر تک بھی نہیں مجددین کے اوصاف و کمالات بیان فرما کر اپنے آپ کو اس میں شامل کرتے ہیں۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۴ء کے ریویو میں حضرت اقدس کا وہ لیکچر شائع ہوا ہے جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ میں دیا گیا جس میں ہر مذہب و ملت کے ہزار ہا لوگ موجود تھے لاہور پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور جب یہاں ایک لیکچر کا بندوبست کیا گیا تھا جس میں اسلام کا اس ملک کے دوسرے مذاہب سے مقابلہ کیا گیا تھا اور پھر اپنے دعوے مسیح موعود کا ثبوت بھی دیا گیا تھا تو ضرور تھا کہ حضرت اقدس اپنے دعوے کو بیان صاف طور پر ظاہر فرماتے بلکہ خود انکے اپنے قول کے مطابق ان کا فرض تھا کہ ایسا کرتے مگر یہاں بھی مجددیت کا دعوےٰ ہی پیش کیا ہے اسی لیکچر میں آیت ان الذین قالو ربنا الخ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:۔ "اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ افسانے محض نہیں کہ پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزا چکھ چکے ہیں، درحقیقت اسلام وہ مذہب ہی جسکے سچے پیروؤں کو خدا تعالےٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھیرایا ہے اور انکی متفرق نعمتیں اُمت مرحومہ کو عطا کر دی ہیں اور اس نے اس دعا کو قبول کر لیا ہے جو قرآن شریف میں آپ کو سکھلائی تھی اور وہ یہ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" میں نے پہلے بہت سے حوالے درج کئے ہیں اور اس حوالہ کی ضرورت نہ تھی مگر ہمارے قادیانی بھائی اس دعا کو جو سورہ فاتحہ میں ہے حوالہ دیکر کہا کرتے ہیں کہ گویا ابھی تک یعنی مسیح موعود کے آنے سے پہلے تک یہ دعا کامل طور پر منظور نہیں ہوئی تھی مگر حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کامل طور پر منظور ہو چکی ہوئی ہے اور ہزاروں اہل دل ایسے ہو ہیں جن کے حق میں یہ قبولیت ہوئی ہے اور وہ تمام گذشتہ راستبازوں کے وارث ٹھہر چکے ہیں۔ (باقی آیندہ)

رفتار عالم

ضروری خبریں

...ادق حسین اور مسٹر محمد امین، یونینسٹ ممبران اسمبلی پر مشتمل ایک ڈیپوٹیشن نے سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب سے ملاقات کی ور انہیں کانگرسی اسیروں کو سہولتیں پہنچانے کی استدعا کی۔

وزیر اعظم نے ان کی درخواست پر ہمدردانہ غور کا وعدہ ...یا۔ وفد نے ان تکلیفات کو واضح طور پر بیان کیا جن کا کانگرسی ...سیروں کو جیل میں سامنا کرنا پڑتا ہے اور وزیر اعظم نے اس پر زور دیا کہ انہیں فلاں فلاں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

قاهره ۳۱ اکتوبر۔ آٹھویں فوج نے مصر میں تمام نوری جوابی حملے ناکام بنا دیئے اور دشمن کو سخت نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا۔ دشمن کی فضائی سرگرمی اگرچہ بڑھ گئی ہے۔ مگر فضا ...بنا بھی ابھی تک اتحادیوں کا پلہ بھاری ہے۔

لندن ۳۱ اکتوبر۔ روس سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں سٹالن گراڈ کی لڑائی کا زور کم ہو گیا۔ روسیوں نے دشمن کے نئے حملے کو بھی ناکام بنا دیا ہے۔ یہ حملہ سابقہ ...وں سے مقابلہ میں کم شدید تھا۔ ماسکو کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کارخانوں کے علاقہ میں روسی بچاؤ کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے دشمن کے تمام حملوں کو روک دیا اور کم از کم تین ٹینک برباد کر دیئے پچھلے ۴۸ گھنٹوں میں دشمن کسی جگہ بھی نہیں بڑھ سکا۔ شمال مغرب میں مارشل تموشنکو کی فوجیں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی آ رہی ہیں اور دشمن کو پیچھے دھکیل رہی ہیں۔ جرمنوں کی کئی مورچہ بندیوں کو توڑ دیا گیا ہے۔

واشنگٹن ۳۱ اکتوبر۔ واشنگٹن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جاپان کی بحری افواج سپلائی کے جہازوں سمیت جزائر سلیمان سے واپس چلی گئی ہیں۔ کرنل ناکس نے بیان کیا کہ جزائر سلیمان کی لڑائی کا پہلا دور ختم ہو گیا۔ اب امریکہ کی سپلائی جزیرہ میں بلا روک ٹوک پہنچ رہی ہے اور ان کے خطوط رسل و رسائل میں اب کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی ہے۔ ممالک متحدہ کی فوجیں اپنی جگہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں، صرف زمین پر کہیں کہیں جھڑپیں ہوتی ہیں۔ خلیج ریکا میں ایک فضائی جھڑپ کے دوران میں جاپان کے دو بحری جہاز برباد ہوئے۔ دشمن کا ایک تباہ کن جہاز نشانہ بنا اور اس کو بے حس و حرکت کھڑا دیکھا گیا۔ اتحادی طیاروں نے بوئن پر بھی حملہ کیا۔ حملہ کے دوران میں ۲۷ ٹن بم گرائے گئے۔ دشمن کا ایک کروزر تباہ ہوا اور دوسرے کو جلتا چھوڑ دیا گیا۔ ایک طیارہ بردار جہاز کے قریب بم پھٹا جس سے امید ہے کہ اسے سخت نقصان پہنچایا گیا۔ سارے اتحادی طیارے واپس آ گئے۔

انقرہ ۳۱ اکتوبر۔ صدر جمہوریہ ترکیہ غازی عصمت انونو نے ایوان نمایندگان میں جمہوریہ ترکیہ کی سالانہ تقریب کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ترکی قوم آگ کے شعلوں میں گھری ہوئی دنیا کے سامنے اس حالت میں کھڑی ہے کہ اس کا سر بلند اور قومی سپرٹ ناقابل شکست ہے۔ ہم کو اپنے آپ پر اعتماد ہے۔ اور ترکی قوم ہماری جدوجہد کے ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے سارے ذرائع و وسائل کو اسباب کا پتہ لگانے میں صرف کر دیں کہ ہمارے اتحاد کے درمیان کوئی رکاوٹ تو حائل نہیں ہے؟ دنیا کی کسی قوم کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں کہ اس میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہو جائے۔

نئی دہلی یکم نومبر۔ چین برما اور ہندوستان کی امریکی فوجوں کے برانچ ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ ۲۸ اکتوبر کو کافی تعداد میں دشمن کے ہوائی جہازوں اور بمباروں نے آسام کے رقبہ میں ہمارے ہوائی اڈوں پر حملہ کیا ہمارے لڑاکے ہوائی جہازوں کا دشمن سے تصادم ہوا اور انہوں نے دشمن کے دو جہازوں کو یقینی اور ایک کو غالباً تباہ کر دیا۔ چھ اور کو بھی نقصان پہنچایا۔ دشمن کے جہازوں نے خشکی کے ٹھکانوں کو معمولی نقصان پہنچایا ہمارے ہوائی جہازوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

ماسکو ۱ نومبر۔ سٹالین

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ برکت علی و امیر علی جعفر علی پسران نبی بخش ذات راجپوت سکنہ دھمرائی تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دیدی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام دینانگر درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۸/۱۲/۴۲ مقرر کیا ہے لہذا جائے مذکور پر برکت علی امیر علی جعفر علی یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۲۹/۱۰/۴۲

دستخط چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکرگڑھ گورداسپور ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جانشین ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

جلد ۳۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۹ ذیقعد ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۷

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

فضل خدا
...م و پیشوا
...خیر الانام
...اختتام
...نام و ست
...دوست
...کن کتاب
...تاب

The Paigham-i-Sulh, Lahore
Subscriber No. 2
To
M. Abdul Qadir
c/o Ghulam Nabi Tailor,
NAUSORI
(Fiji Islands)
xxx

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سچائی اختیار کرو

سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اسکو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے۔ اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

قرآن شریف انجیل کی طرح تمہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح محل شہوت ہو سکتے ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ اس کی کامل تعلیم کا منشاء یہ ہے کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر مت اٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت۔ بلکہ چاہیئے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچاوے تا تیری دلی پاکیزگی میں کچھ فرق نہ آوے سو تم اپنے مولا کے اس حکم کو خوب یاد رکھو اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ اور اس ذات کے غضب سے ڈرو جس کا غضب ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کانوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ذکر سے بچا اور ایسا ہی ہر ایک ناجائز ذکر سے۔

مجھے اس وقت اس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق کے خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے۔ اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ۔ اور سچی گواہی دو جیسا کہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہارے راہ میں بت ہے سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو چاہیئے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو

باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّ اسمہٗ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی اور ان حکموں کو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں اور وہ آیت کریمہ یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ پہلے طور پر اس کے معنے ہیں کہ تم اپنے خالق کیساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ بنو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں کوئی بھی محبت کے لائق نہیں کوئی بھی توکل کے لائق نہیں۔ کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر ایک حق اسی کا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں اور اس کی محبت میں اور اس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اس قدر کر لیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تم پر فرض تھی۔

(ازالہ اوہام)

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں حضرت حضور ۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء سے ۲ ہفتے کیلئے لاہور سے باہر تشریف لیجا رہے ہیں۔

شادی خانہ آبادی میاں محمد افضل صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ساکن حضرو اسسٹنٹ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز کا لائلپور کا نکاح راشدہ بیگم دختر شیخ نور احمد صاحب ٹھیکیدار مرحوم سے بمقام ایبٹ آباد ۷ نومبر ۱۹۴۲ء کو بوقت ۸ بجے شب منعقد ہوا۔ اور پانچ ہزار روپے حق مہر قرار پایا۔ میاں محمد افضل صاحب نے اس خوشی کی تقریب پر مبلغ ایک صد روپے اشاعت اسلام کیلئے عطیہ عنایت فرمایا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ہم میاں صاحب موصوف اور ان کے چچا زاد بھائی میاں فضل کریم صاحب اور ان کے والد اور برادران اور بیگم شیخ نور احمد صاحب مرحوم اور ان کے صاحبزادگان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو بابرکت اور سرسبز کرے۔ آمین۔

—— مسلم ہائی سکول لاہور کے چند ایک طلباء نے تعطیلات موسم گرما میں سکول کیلئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور دو صد کے قریب روپے جمع کیا

—— مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے مسلم ہائی سکول لاہور میں دو تعطیلات کا اضافہ کیا گیا ہے ایک دن دسہرہ کے لئے اور ایک دن گرو نانک صاحب کے یوم ولادت کے لئے۔ چنانچہ گذشتہ دسہرہ کے موقع پر سکول ایک دن کے لئے بند کیا گیا۔

—— مسلم ہائی سکول لاہور میں اساتذہ اور طلباء کے لئے جو ملیریا سے بیمار رہتے ہیں مفت کونین کا انتظام کیا گیا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

پیغام صلح

پیغام صلح

جلد | یوم پنجشنبہ مورخہ ۹ ذیقعد ۱۳۶۱ھ م ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۷

قوم اور نصب العین

نوجوان دوست چند خصوصیات کو پیدا کریں اور بعض پیچیدگیوں کو دور کریں

دنیا کی ہر قوم اپنے سامنے کوئی مقصد رکھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہیں اشتراکیت مقصد ہے تو کہیں نازی ازم اور دلیت ہی نصب العین ہے یعنی وہ سیاسی پولٹیکل نظامات اور تحریکات جن کی بنیاد مادیت پر ہے۔ ان کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے ایک عظیم الشان اجتماعی قوت اور کوشش درکار ہے۔ اجتماعی قوت کے بغیر کوئی نظام دنیا میں رائج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح روحانی تحریکات جو انسان کی بہبودی کیلئے وجود میں آتی ہیں ان کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بہت بڑا اجتماعی قوت درکار ہوا کرتی ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ روحانی اجتماع کی بنیاد اخلاق اور تقوے پر ہوتی ہے اور مادی اجتماع کی بنیادیں صرف مادی ساز و سامان پر ہوتی ہیں لیکن دونوں میں جو مشترک بات ہوتی ہے وہ اجتماعی تنظیم اور قوت ہوتی ہے۔ یہ اجتماعی تنظیم اور قوت چند ایک خصوصیات کا مجموعہ ہوتی ہے یعنی وہ قوم جو دنیا میں ممتاز ہونا چاہتی ہے وہ اپنے اندر چند ایک متحدہ خصوصیات پیدا کر لیتی ہے اور وہ متحدہ خصوصیات قوم کے ہر فرد پر اس طرح حاوی ہوتی ہیں کہ وہ ساری قوم ایک پیکر اور ایک فرد معلوم دیتی ہے قوم کے سب طبقات ایک دوسرے سے اس طرح مربوط و متعلق ہو جاتے ہیں کہ ان کی مثال نفس واحدہ کی ہو جاتی ہے اور اس "نفس واحدہ" کے اندر وہ اجتماعی خصوصیات قومی اخلاق کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں جو اس قوم کو دوسری قوم کے بالمقابل منفرد کرتی ہیں یہ انفرادیت اجتماعی خصوصیات اور اخلاق ہی اس قوم کی زندگی ہوا کرتی ہیں۔ جس قوم کے اندر وہ اجتماعی قوت اور خصوصیات موجود نہ ہوں وہ قوم زندہ نہیں کہلا سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مادیت کے زمانہ میں ایک خالص مذہبی اور روحانی جماعت تیار کی جو اسلام کی حقیقی تعلیم کی حامل ہے جن کے نزدیک اسلام ایک روحانی قوت کا نام ہے اور اس قوم کا مقصد اسلام کے روحانی نظام کو دنیا میں پھیلانا ہے یعنی جماعت احمدیہ جو ایک خالص اسلامی اور مذہبی جماعت ہے اسے امام وقت نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اسلئے بنایا تاکہ اس کے ذریعہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور دنیا کے کونہ کونہ میں خدا اور رسول کا نام پہنچے یعنی جماعت احمدیہ کا مقصد وحید اور نصب العین صرف اشاعت اسلام ہے۔

اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چند ایک خصوصیات پیدا کی گئیں اور انہیں خصوصیات کی برکت سے ہمارے بزرگوں نے اسلام کی اتنی خدمت کی۔ ہم نوجوانوں کو اپنے بزرگوں سے جو چیز ورثہ میں ملی ہے وہ یہی اشاعت اسلام اور اسکو بروئے کار لانے کے لئے چند ایک خصوصیات ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے صحیح وارث تبھی کہلا سکتے ہیں اگر ہمارے پیش نظر وہی نصب العین ہو یعنی اشاعت اسلام ہمارا منتہائے مقصود ہو اور ان خصوصیات کے ہم ہر رنگ میں حامل ہوں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہیں۔

پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمات اور معتقدات میں راسخ ہوں۔ ہمیں ان کا اچھی طرح سے علم ہو اور ان پر ہمارا یقین اس درجہ بڑھا ہوا ہو کہ دنیا کی کوئی قوت اس یقین کو مضمحل نہ کر سکے۔

دوسری خصوصیت نیکی اور تقوے ہے عیوب سے پاک صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان کمزور ہے اس میں عیوب کا ہونا تقاضۂ بشریت ہے اور پھر نفس لوامہ تو نام ہی ایک خیر و شر کی کشمکش کا ہے لیکن جو ضروری چیز ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے اندر نیکی اور تقوے کے لئے رجحانات اور تحریکات موجود ہوں یعنی ہمارا میلان نیکی کی طرف ہو اور بدی سے نفرت ہو اور وہ جذبات ایسے ہوں جو ہمیں خدا کے قریب تر کریں اسی کا نام روحانیت ہے

تیسری خصوصیت ایک مرکزیت کی ہوتا ہے یعنی مرکز کے ساتھ سارے افراد کا تعلق ایسے ہو جیسا کہ نبض کا دل سے ہوتا ہے اور ہمارے ارادے اور قوتیں صرف مرکز کے ہاتھ میں ہوں وہ جس طرف چاہے انہیں لگائے ہم صرف لبیک کہیں اس کے علاوہ دوسرا جواب ہمیں یاد نہ ہو۔

چوتھی خصوصیت اجتماعیت ہے یعنی جماعت کے مقابلہ میں ہماری انفرادی رائے کوئی چیز نہ ہو جہاں تک انتظامی امور کا تعلق ہے تنقید و تبصرہ کو بالکل خیرباد کہدیا جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انتظامی امور کے متعلق ہماری جماعت میں کوئی ایسی صورت پائی جاتی ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ یہ امر ایک اصول کے طور پر ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے۔ ہماری جماعت ایک جمہوری جماعت ہے اس کے افراد میں انفرادیت زیادہ ہے اس انفرادیت کے دائرہ کو کسی حد تک محدود کر لینا چاہیئے تاکہ اجتماعی تحریکات ہمارے اندر زیادہ پنپ سکیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے جس کا نوجوانوں کے اندر ہونا نہایت ضروری ہے کہ انہیں اپنے اجتماعی مشاغل کو زیادہ بارونق بنانا چاہیئے اور ان مشاغل کے کارپردازان کیساتھ مکمل تعاون کرنا چاہیئے تاکہ ان کے اندر ایک اجتماعی تعاون اور عمل کی روح پیدا ہو۔ ان پر یہ امر خوب روشن ہونا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہے وہ اجتماع ہے جس کے بالمقابل فرد کوئی چیز نہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے بھی جہاں کہیں قرآن مجید میں انسان کو مخاطب کیا ہے تو اجتماع کو ہی کیا ہے اور جتنی دعائیں سکھائی ہیں وہ اجتماع کی ہی صورت میں سکھائی ہیں۔

خیر ان خصوصیات کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن یہاں ان کی تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں یہاں اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہمارے سامنے ایک مقصد ہے اور وہ کوئی معمولی مقصد نہیں بلکہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے عقب میں تائید ایزدی اور ایک مامور من اللہ کی فہم فراست کار فرما ہے اور اس مقصد کو ہم تبھی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے اندر ایک اجتماعی قوت اور اخلاق موجود ہو۔

لیکن اب تو چند سالوں سے چند پیچیدگیوں کے پیدا ہو جانے سے ہمارا راستہ اور کٹھن ہو گیا ہے اور ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں **پہلی پیچیدگی** قادیانیت ہے جس نے احمدیت کو اپنے طریق کار سے بہت مشتبہ کر دیا ہے کیونکہ قادیانیت بتدریج اسلامی سواد اعظم سے خروج کر رہی ہے سو ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ قادیانیت کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے کیونکہ قادیانیت اشاعت اسلام کے راستہ میں ایک سنگ گراں ہے جو شدت کے ساتھ ہماری کوششوں پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

دوسری پیچیدگی یہ ہے کہ عام اسلامی حلقوں میں قادیانیت کے رد عمل میں ایک نقطۂ نگاہ پیدا ہوا ہے جس کو پیش کرنیوالے ڈاکٹر اقبال مرحوم ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ کی تائید کرنے والوں کے نزدیک احمدیت خالص اسلامی تعلیم کا احیاء نہیں بلکہ مجوسی اور آریہ تصوف کے امتزاج کا دوسرا نام ہے اور مسیح و مہدی کا تخیل اور مسئلہ بروز مجوسیت سے عبارت ہیں، چونکہ حیدر آباد، یوپی اور پنجاب کے علمی حلقے ڈاکٹر اقبال کے اس نقطۂ نگاہ سے بہت متاثر ہیں اسلئے نہایت ضروری ہے کہ معقول اور علمی رنگ میں اس نقطۂ نگاہ کا ابطال کیا جائے۔

آجکل مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن میں ایک حرکت نظر آ رہی ہے اور نوجوانوں میں کام کرنے کا جوش بھی ہے خدا اس جوش عملی حرکت کو استقامت بخشے ہم مرکزی نوجوانوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ اپنے اندر وہ خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کریں جن سے ان کی اجتماعی زندگی اور مقصد کو تقویت حاصل ہو، نوجوانوں میں اگر یکجہتی اور ہمت ہو اور انہیں اعلیٰ درجہ کی راہنمائی حاصل ہو تو وہ بہت بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ اب ہمارے نوجوانوں نے جب ایک عملی قدم اٹھایا ہے تو وہ لازماً نہایت مضبوطی کے ساتھ اٹھائیں گے اور اپنے اس عمل کے دائرہ کو ساری جماعت پر وسیع کریں گے اور تمام جماعت کے نوجوانوں کو تیار کر کے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ماحول اور نئے حالات میں تحریک اشاعت اسلام کیلئے ایک شاندار راستہ پیدا کریں۔

دستکاری اور خواتین سلسلہ

دستکاری کے متعلق پہلے خواتین سلسلہ کو توجہ دلائی جا چکی ہے اب پھر خواتین کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ اس کار خیر کو وسیع پیمانہ پر سرانجام دیں اور اشاعت اسلام کے نہایت اہم فریضہ کو تقویت پہنچائیں یہ سب بڑے ثواب کا کام ہے جس میں ہر ایک احمدی بہن کو حصہ لینا چاہیئے۔ امید ہے خواتین سلسلہ اس کار خیر کو نہایت محنت کے ساتھ سرانجام دیں گی۔

ضروری اعلان

احباب جلسہ کے موقعہ پر تقریر کرنا یا نظم پڑھنا چاہتے ہوں وہ مہتمم کو ایک ہفتہ تک مطلع فرمائیں تاکہ پروگرام مرتب کیا جا سکے تقریر کا عنوان اور یہ کہ کس قدر وقت درکار ہو گا اس کی بھی وضاحت کر دینا چاہیئے۔

مرتضےٰ خان۔ مہتمم جلسہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

تبلیغ کے معنی کیا ہیں؟

مبلغ کیلئے ضروری ہے کہ مخلوقِ خدا کی خدمت کرے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۶ رنومبر ۱۹۴۲ء

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ والله یعصمک من الناس ان الله لا یھدی القوم الکفرین۔ (المائدہ ۶۷)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرماتا ہے اے رسول پورا پورا پہنچا دو کامل طور پر پہنچا دو ان باتوں کو جو تمہاری طرف اتاری گئی ہیں اگر اس سارے پیغام کو تم نہیں پہنچاؤ گے ان جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ نے تم پر نازل کی ہیں تو تم نے خدا کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تعالےٰ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا اللہ کافر قوم کی ہدایت نہیں کرتا انہیں منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا اس آیت میں حضرت رسول کریمؐ کو سب سے پہلے حکم دیا جاتا ہے تبلیغ کرنے کا۔

تبلیغ کے معنی

بلغ تبلیغ کرو اس لفظ تبلیغ کا مادہ بَلَغَ ہے اور بَلَغَ یا بلوغ نام ہے انتہائے مقصد کو پا لینے کا۔ ہماری زبان میں بھی کہتے ہیں فلاں بالغ ہو گیا۔ جسمانی رنگ میں بالغ وہ ہے جو اس کمال کو پہنچ جاتا ہے جو جسمانی رنگ میں انسان کا کمال ہے اور ایک روحانی رنگ کا کمال ہے جسمانی رنگ کے کمال کو انسان ۱۸، ۲۰ سال میں حاصل کر لیتا ہے اور روحانی کمال کو کب پہنچتا ہے اس کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ یعنی وہ اپنے روحانی کمال کو کب پہنچتا ہے جب چالیس سال کا ہوتا ہے اسی طرح اسی مادہ سے قول بلیغ ہے، قرآن مجید میں آتا ہے لوگوں کو قول بلیغ کہو موثر کلام کو قول بلیغ کہتے ہیں تو اسی مادہ سے یہ لفظ تبلیغ بھی ہے تو تبلیغ اصل میں کیا چیز ہے، ان باتوں کو پہنچا دینا جو انسانیت کا انتہائی مقصد ہیں اور مبلغ کے کیا معنی ہوئے جو ان باتوں کو لوگوں تک پہنچاتا ہے جو انسانیت کا انتہائی مقصد ہیں بلغ ما انزل الیک سے کیا ظاہر ہوا کہ سب سے پہلے مبلغ رسول کریمؐ ہیں۔

یہ لفظ مبلغ بدنام ہو گیا ہے

لفظ مبلغ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ مبلغ اور تبلیغ کے الفاظ بہت بدنام ہو گئے ہیں اکثر لوگ مبلغ کہلانا بھی پسند نہیں کرتے حالانکہ مبلغ کا لفظ ایک عظیم الشان لفظ ہے جب رسول کریمؐ سب سے پہلے مبلغ ہوئے تو اس لفظ کو حقارت سے دیکھنا ایک بے ادبی ہے بعض دفعہ اچھے اچھے الفاظ بدنام ہو جاتے ہیں اور بُرے معنوں میں استعمال ہونے لگتے ہیں اسی طرح لفظ مبلغ بھی بدنام ہو گیا ہے، حالانکہ مبلغ ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے جو انسانیت کا منتہائے مقصود ہے۔

رسولِ کریمؐ کے نقشِ قدم پر چلو

آپ جانتے ہیں کہ ہم دن رات آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں وعظوں، خطبوں اور کتابوں میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک احمدی کو مبلغ بننا چاہیئے اس کا منشاء یہ ہے کہ رسول خداؐ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے جس طرح حضورؐ سرکار دو عالم تبلیغ کو اپنا سب سے بلند مقصد اور اولین فرض سمجھتے تھے اسی طرح فی الحقیقت ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے اور کسی زمانہ میں مسلمان اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے بہت ممتاز قوم تھی کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اسے بغیر خوف کے دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔

رسول اللہؐ کے ہر ایک پیرو کا فرض

جو احکام رسول اللہؐ کو دیئے گئے ہیں وہ ایسے احکام نہیں ہیں جو رسول اللہؐ کی ذات تک ہی مخصوص تھے بلکہ رسول اللہؐ کا ہر ایک پیرو بھی ان احکام کے اندر شامل ہے جو بات رسول کریمؐ کی طرف نازل کی گئی ہے ہر ایک تم میں سے سمجھے میں بھی اسی حکم کے نیچے ہوں ہر ایک شخص جو احمدی ہے اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ان باتوں کو جو رسول اللہؐ پر نازل ہوئیں دوسروں تک پہنچائے۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت کا مقصد

ہر ایک احمدی مبلغ ہے ہر ایک شخص جو حضرت مرزا صاحب کو مانتا ہے اسے چاہیئے کہ ہر وقت اس مقصد کو پیش نظر رکھے جس مقصد کے لئے حضرت مرزا صاحب تشریف لائے، حضرت مرزا صاحب اس لئے تشریف لائے کہ اس فرض کو جسے مسلمانوں نے بھلایا ہوا ہے اسے پھر زندہ کیا جائے اور تبلیغ کے فریضہ کا از سر نو احیاء ہو۔

مبلغ کی عزت کو بڑھاؤ

خواہ ایسا مبلغ ہے کہ اپنی روزی خود کماتا ہے اور خواہ ایسا مبلغ ہے کہ نظام سلسلہ کی طرف سے اسے کچھ گذارہ کے لئے دیا جاتا ہے اسے چاہیئے کہ مبلغ کی عزت کو بڑھائے اور اس لفظ کو بعض لوگوں نے اپنی ذاتی اغراض اور منفعت کے لئے بدنام کر دیا جو تبلیغ کے بہانہ سے لوگوں سے پیسے مانگتے تھے لیکن خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے لوگوں کو تلقین کرنا بری بات نہیں

چالیس سال کی عمر سے پہلے حضرت نبی کریمؐ کے مشاغل

ایک اور بات کی طرف میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں یہ حکم کہ بلغ ما انزل الیک من ربک چالیس سال کی عمر کے بعد حضرت نبی کریمؐ پر نازل ہوا، چالیس سال کی عمر سے پہلے آپؐ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، چالیس سال کی عمر تک آپ کیا کرتے تھے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ چالیس سال پہلے کی زندگی میں آپ کیا کرتے تھے تو اس کام کو اشاعت اسلام کے لئے بطور تمہید کے سمجھنا چاہیئے وہ کیا ہے مخلوق خدا کی خدمت آپؐ کی ساری زندگی چالیس سال تک یتیموں بیواؤں اور غریبوں کی خدمت پر صرف ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضؓ کی شہادت

جب یہ کلام آپ پر نازل ہوا تو آپؐ نے خیال فرمایا نہ جانے میں اس کام کو کر سکوں گا تو اس وقت حضرت خدیجہ رضؓ نے کہا جو قریباً پندرہ برس سے آپ کی محرم راز تھیں

> "آپ تو عزیزوں، بیکسوں کے ہمدرد مصیبت میں لوگوں کے کام آنے والے، مہمان نواز قریبیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنیوالے ہیں۔ ایسے بلند اخلاق انسان کو اللہ تعالےٰ ناکام نہیں رکھے گا"۔

ابوطالبؓ کی شہادت

یہ تو حضرت خدیجہ رضؓ کے الفاظ ہیں اس وقت تک جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوتی ہے حضرت خدیجہ رضؓ کی یہ شہادت ہے۔ اور جب ابوطالبؓ سے آکر لوگ بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ کو ہمارے سپرد کر دو کیونکہ یہ قوم کے معبودوں کو بُرا کہتا ہے تو اس وقت ابوطالب کی طرف چند اشعار منسوب ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے

> وابیض یستقی الغمام بوجھہ
> ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

وہ پاکیزہ ہے بادل اس کے چہرہ سے پانی پیتے ہیں یتیموں کا مددگار ہے اور بیواؤں کی پشت پناہ ہے۔

ملک عرب کے اندر ایک سوسائٹی

اسی طرح آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت نبی کریمؐ نے ملک عرب کے اندر ایک سوسائٹی بنائی تھی، مظلوموں اور غریبوں کی مدد کرنا اس سوسائٹی کا مقصد تھا اور حضرت نبی کریمؐ اس سوسائٹی کی روح رواں تھے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے یہ چالیس سال کی زندگی مخلوق خدا کی ہمدردی پر صرف ہوئی۔

کامیاب مبلغ اور خدمتِ خلق

مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے انسان دیوانہ وار کام کرے۔ اگر آپ اس کام کو نہیں سیکھنا چاہتے تو خوب یاد رکھیئے آپ کامیاب مبلغ نہیں ہو سکتے جب تک آپ مخلوق خدا کی خدمت سے اس کام کو شروع نہیں کرتے جو کہلاتا ہے (Social Service) کیا ہے؟ بیماروں اور غریبوں کی مدد۔ یہ ہے تبلیغ میں کامیابی کی اصل راہ اگر ہم رسول اللہؐ سے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے دائرہ عمل میں اس خوبی کو اپنے اندر پیدا کرو جو شخص مخلوق خدا کی مدد کرتا ہے روٹی اپنی وہ بھی کما لیتا ہے اس کی زندگی میں حرکت ہوتی ہے، یہ چیز لوگوں کو کھینچنے کا پہلا ذریعہ ہے جب ایک شخص مخلوقِ خدا کی ہمدردی کرتا ہے تو قلوب خود بخود اس کی طرف مائل ہوتے ہیں جبلت القلوب

(باقی برصفحہ ۸ کالم نمبر ۳)

شذرات

{از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن}

ایک اولوالعزم قوم کا کارنامہ

بحری مواصلات کو موجودہ جنگ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے سامان حرب و ضرب اور رسد کی بہت بڑی مقدار سمندری جہازوں کے ذریعہ ہی ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل کی جاتی ہے اتحادی طاقتوں، بالخصوص برطانیہ و امریکہ کے لئے یہ ذریعہ حمل و نقل بہت زیادہ اہم ہے۔ کچھ عرصہ سے محوری طاقتوں نے اس مقصد کی خاطر کہ جنگی سامان، امریکہ سے برطانیہ نہ پہنچنے پائے وسیع پیمانہ پر ایک خطرناک آبدوزی مہم شروع کی تھی جس کی وجہ سے بہت سے جہاز اور سامان جنگ و رسد ضائع ہوا ——

لیکن اس کے باوجود یہ آبدوزی مہم اپنے مقصد میں ناکام و نامراد رہی۔ برطانیہ کو امریکہ سے جنگی امداد بدستور مل رہی ہے۔ اس کی تفصیل بڑی سبق آموز ہے۔

اتحادیوں نے ایک تو محوری آبدوزوں کو ناکام و ناکارہ کرنے کے لئے بڑی عجلت اور جرات سے موثر ذرائع اختیار کئے۔ دوسرے امریکہ نے ۱۹۴۲ء کے لئے جہاز سازی کا مندرجہ ذیل عظیم الشان و محیر العقول پروگرام مرتب کیا۔

مدت	جہازوں کی تعداد	جہازوں کا وزن
پہلی سہ ماہی	۹۰	۱۰ لاکھ ٹن
دوسری سہ ماہی	۱۴۶	۱۴ "
تیسری	۱۵۴	۱۶ "
چوتھی	۱۸۴	۲۰ "

اس پروگرام کو جامۂ عمل پہنانے میں بیشمار حوصلہ فرسا دشواریاں حائل تھیں چنانچہ امریکہ انتہائی کوشش اور کثیر ذرائع رکھنے کے باوجود پہلی سہ ماہی میں نوے کی بجائے صرف ستر جہاز تیار کر سکا جو مقررہ تعداد سے کافی کم تھے۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی جد و جہد کو مسلسل جاری رکھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس نے دوسری سہ ماہی میں ۱۷ لاکھ ۶۲ ہزار ٹن کے ۱۴۱ جہاز اور تیسری سہ ماہی میں ۲۵ لاکھ ۱۳ ہزار سات ٹن کے ۲۳۲ جہاز تیار کر کے (جو کہ مقررہ تعداد سے بہت زیادہ ہیں) دنیا کو محو حیرت کر دیا ہے۔ جہاز سازی کی اس سرعت کی بدولت امریکن جہازوں کی تعداد میں کمی ہونے کی بجائے معقول اضافہ ہو گیا ہے اور وہ اپنے فرائض حمل و نقل کو پہلے سے زیادہ وسعت و خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

کیا امریکہ کی اس اولوالعزمی میں ہماری جماعت، بالخصوص احمدی نوجوانوں کے لئے کوئی سبق نہیں ہے؟

حکومت بمبئی کا قابل تعریف اقدام

حال ہی میں مندرجہ ذیل اطلاع ملک کے متعدد اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ:۔

بمبئی ۲۴ اکتوبر۔ حکومت بمبئی نے پسماندہ اقوام کی فلاح و بہبود کے لئے ۲۵ لاکھ روپے کی رقم وقف کی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بھی مقرر کی گئی ہے جو پسماندہ اقوام کی ضروریات کا جایزہ لیکر اس رقم کا بہترین مصرف بتائیگی"

ہمارے نزدیک حکومت بمبئی کا یہ اقدام مفید و قابل تعریف ہے جس کی حتی الامکان دوسری صوبائی حکومتوں کو بھی تقلید کرنی چاہیے لیکن اس رقم کا پسماندہ اقوام کی صحیح و حقیقی ضروریات پر صرف ہونا اسی صورت میں ممکن ہے کہ ضروریات کا جایزہ لینے اور اخراجات کی سفارش کرنے والی کمیٹی کے ممبر اچھوتوں کے ہمدرد اور فرض شناس ہوں۔ کیونکہ ہندوؤں اور آریہ سماجیوں نے اچھوتوں کے مستقل قومی وجود کو مٹانے اور انہیں بدستور ذلیل اور اپنا غلام بنائے رکھنے کے لئے جو اچھوت ادھار کی نمائشی تحریک شروع کر رکھی ہے (جس میں کہ ان کے زرخرید چند قوم فروش اچھوت بھی شامل ہیں) وہ اچھوتوں کے لئے کسی لحاظ سے بھی مفید نہیں ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی مرکزی یا کوئی صوبائی حکومت اچھوتوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس قسم کی کوئی تجویز کرتی ہے تو اس نمائشی تحریک کے . . . . . لیڈر اور ان کے زرخرید افراد پروپیگنڈا اور اندرونی اثرات کے ذریعہ اپنے ڈھب کی تجاویز منظور کرا لیتے ہیں۔ اچھوتوں کے حقیقی نمایندوں کی آواز ان کے منافقانہ شور و غوغا میں دب کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح منظور شدہ رقوم یا کم از کم ان کا کثیر حصہ اچھوت اقوام کی ضروریات و اصلاح پر صرف ہونے کی بجائے مہاسبھائی اور آریہ سماجی مقاصد کی تقویت پر خرچ ہو جاتا ہے۔ لازم ہے کہ یہ امور حکومت بمبئی اور اس کی مقرر کردہ کمیٹی کے پیش نظر رہیں۔

صوبہ بمبئی کے اچھوتوں کو بھی اپنی ضروریات و مطالبات پوری تنظیم و جرات کیساتھ اس کمیٹی کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔

مولوی عبد اللطیف صاحب حیدر آباد دکن

چار پانچ ہفتے ہوئے جماعت حیدر آباد دکن کے محترم بزرگ جناب مولانا عبد الرزاق صاحب کے ایک قابل و سعید فرزند مولوی عبد الباسط صاحب انجینئر کے متعلق ان کالموں میں چند سطور لکھی گئی تھیں، اب مولانا کے دوسرے لائق صاحبزادے مولوی عبد اللطیف صاحب نے ایک احسن اور قابل تقلید مثال پیش کی ہے جس کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مولوی عبد اللطیف صاحب کا تعلق حیدر آباد سلطنت کے محکمہ تعلیمات سے ہے۔ حال ہی میں انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بصلہ حسن خدمت نمایاں ترقی ملی اور ان کا نام گزیٹیڈ عہدہ داروں کی فہرست پر آگیا ہے۔ اب وہ شہر حیدر آباد سے باہر اضلاع کے ایک ہائی اسکول کی ہیڈ ماسٹری پر تشریف لے جا رہے ہیں۔

اس خوشی میں موصوف نے انجمن کو اشاعت اسلام فنڈ کے لئے ایک سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ دینے کے علاوہ اپنا چندہ ماہوار بھی سہ گنا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی اس ترقی کو آیندہ بیشمار دینی و دنیوی کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔ انشاء اللہ وہ اپنے جدید عہدہ کے فرائض پہلے سے بھی زیادہ کامیابی و نیک نامی کے ساتھ انجام دیں گے۔ اس طرح یہ نیا عہدہ اور نیا ماحول ان کے لئے بہت زیادہ بابرکت و مبارک ثابت ہوگا۔

مولوی عبد اللطیف صاحب خدمت دین کا سچا جذبہ رکھنے اور اس لحاظ سے اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلنے کے علاوہ ماشاء اللہ نہایت عمدہ اخلاق و اعلیٰ قابلیت کے بھی مالک ہیں۔ ان کا شمار حیدر آباد کے مشہور ریاضی دانوں میں ہوتا ہے۔ اطاعت والدین۔ اعزہ و احباب کی امداد و خدمت ان کا شعار ہے۔ اپنے فرائض منصبی کو وہ ہمیشہ نہایت محنت دیانت اور کامل پابندیٔ اصول و ضابطہ کیساتھ انجام دیتے ہیں اور انہیں اس بارہ میں تندرستی تک کی بھی پروا نہیں۔ ان اوصاف کی وجہ سے گھر اور خاندان کے باہر بھی اپنے افسروں، ماتحتوں شاگردوں اور وسیع حلقہ احباب میں یکساں ہر دلعزیز ہیں۔ تعلیمی حلقوں میں انہیں بجا طور پر ایک نمونہ کا معلم تسلیم کیا جاتا ہے۔

احراری لیڈر کا اندازِ ناصحانہ

احراری لیڈروں کی موجودہ پُراسرار روش ان کے بہت سے سابق ساتھیوں اور مداحوں کی نظروں میں بھی مشکوک قرار پا گئی ہے۔ کیونکہ انہیں احراری لیڈروں کے گذشتہ اقوال و دعاوی اور موجودہ بے معنی طرز عمل میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اب ان کے پرانے عقیدتمندوں کی طرف سے ان پر اعتراضات و الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ اخبار "مدینہ" ۹ ستمبر میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں احرار پر برٹش حکومت سے ملی بھگت اور سازباز اور قوم فروشی کے الزامات بر لگائے گئے ہیں اور یہاں تک لکھا ہے کہ:۔

"شاید احرار دوستوں نے سمجھ لیا ہے کہ ان کی مجلس کے اندرونی حالات کو معلوم نہیں ہیں۔ احرار دوستوں کو یہ غلط فہمی دور کر دینی چاہیئے"۔

یہ الزامات کہاں صحیح ہیں؟ اس کے متعلق ہم قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن یہ ضرور ہے کہ انہیں سنکر احراری لیڈر خوب تلملا گئے ہیں اور لاجواب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مولوی مظہر علی صاحب نے مدینہ والے مضمون کا جو جواب لکھا ہے وہ بہت ہی کمزور ہے اور اس میں کھسیانہ پن بالکل نمایاں ہے۔ مولوی صاحب انتہائی غم و غصہ کیساتھ مضمون نگار کے الزام کو بلا دلیل بتا قرار دینے کے بعد ناصحانہ انداز میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض یہی ہے کہ وہ ہر اختلاف رائے کو مخصوص ذرائع" پول کر کے بازی جیتنا چاہتے ہیں۔ میں تو یہی کہونگا کہ خدا ہمیں اور ہمارے کرم فرماؤں کو اس بارہ میں ہدایت دے اور دوسروں کے اختلاف رائے کو نیک نیتی پر محمول کر کے غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے"

(زمزم ۱۵ ستمبر ۱۹۴۲ء)

کیا مولوی مظہر علی صاحب اور ان کے رفقاء اپنی اس نصیحت کی روشنی میں اس افسوسناک اور خلاف اخلاق طرز عمل پر غور کی زحمت گوارا فرمائیں گے جو انہوں نے گذشتہ سالوں میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کے متعلق اختیار کر رکھا تھا۔ آج وہ جس چیز کو سب سے بڑا مرض قرار دے رہے ہیں کل تک وہ خود ہی دیوانہ وار اس میں مبتلا تھے وہ ذرا سوچیں کہ انہوں نے بہتان طرازی میں کیا کسر اٹھا رکھی تھی اور دوسروں کے اختلاف رائے کو "مخصوص ذرائع" فاذ ذہنیت اور انگریز پرستی وغیرہ پر خواہ مخواہ محمول کر کے بازی جیتنے میں کونسا دقیقہ فروگذاشت کیا تھا؟ یہ مکافات عمل ہے احراریوں نے جو حربہ ناکامی و نامرادی کیساتھ جماعت احمدیہ پر چلائے تھے وہی حربے ان کے پرانے دوست، نئے دشمن بن کر کامیابی کے ساتھ ان پر چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دے اور دوسروں کو ان سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

قادیانی جماعت اور سیاسیات

جناب میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

از قلم جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن

جناب خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء میں ہندوستان کی موجودہ سیاسی کشمکش کے متعلق اظہار رائے فرمایا ہے۔ یہ خطبہ کافی طویل ہے اور اس میں موصوف کے انداز فکر و کلام کی اکثر خصوصیات موجود ہیں۔ ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کو اس روایتی کبڑی بڑھیا سے تشبیہ دیتے ہوئے جس نے اپنا کبڑاپن دور ہو جانے کی بجائے ساری دنیا کو کبڑا دیکھنے کی تمنا ظاہر کی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ۔

"یہی حالت اس وقت ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کی ہو گئی ہے۔ وہ منہ سے کہیں یا نہ کہیں۔ اور در حقیقت سیاسی آدمیوں کا اعتبار بھی کوئی نہیں ہوتا۔ وہ منہ سے کچھ کہتے ہیں اور ان کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے" (الفضل ۵ ستمبر ۱۹۴۲ء)

جناب خلیفہ صاحب نے جس شدت اور قطعیت کے ساتھ بلا استثنا تمام سیاسی آدمیوں کو منافق و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اس سے ہم کامل طور پر متفق نہیں ہیں لیکن ایک حقیقت ہے کہ دور حاضر کی سیاسی دنیا میں ہندوستان کے اندر اور باہر ہر جگہ اخلاقی اصول بڑی کثرت اور دیدہ دلیری کے ساتھ پامال کئے جا رہے ہیں، عہد شکنی، خود غرضی، انسانیت سوزی اور فریب کاری، بہت سے سیاسی آدمیوں کا شیوہ عام ہے۔ آجکل سیاسی دنیا کے ضابطہ اخلاق کے لحاظ سے یہ باتیں عموماً معیوب نہیں سمجھی جاتیں بلکہ بعض حلقوں میں تو انہیں حکمت عملی اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی مخلص، دیندار اور پابند اصول جماعتوں کے لئے جو کہ حقیقی معنوں میں صحیح طریق پر مذہب و بلند اخلاق کی تبلیغ کرنا چاہتی ہیں موجودہ سیاسیات کا پر فریب اور اخلاق سوز ماحول کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور نے سیاسیات میں کبھی عملی حصہ نہیں لیا کیونکہ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا مقدس کام جو کہ اس جماعت کا مقصد وحید ہے سیاسی مشاغل کے ساتھ ساتھ پوری قوت و یکسوئی اور خاطر خواہ دیانت و اصول اور دیانت کیساتھ انجام نہیں دیا جا سکتا۔

جو شخص سیاسیات میں کافی دلچسپی رکھتا ہو اور سیاسی امور میں نمایاں عملی حصہ لے وہ یقیناً سیاسی آدمی ہے۔ ورنہ ماں کے پیٹ سے کوئی سیاسی آدمی بن کر پیدا نہیں ہوتا نہ کسی کی پیشانی پر "سیاسی آدمی" کے الفاظ قدرتی طور پر لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اتنی صاف، واضح اور سیدھی سادھی بات ہے کہ کسی منطقی موشگافیوں اور لفظی ایچا پیچیوں کے ذریعہ تردید کی جا سکتی ہے۔ اس لحاظ سے جناب خلیفہ قادیان اور مریدوں نے "ہز ہولی نس" کہلانے کے باوجود ایک سیاسی آدمی ہیں ——— نہ صرف وہ خود بلکہ انکی پوری جماعت از کم اسکا کافی حصہ بھی سیاسی ہے۔

بعض لوگوں کے بیانات اور متعدد واقعات و قرائن سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب موصوف ابتدا ہی سے سیاسی ذہنیت و عزائم رکھتے تھے۔ انکی بعض غیر سیاسی امور کے متعلق سیاسی انداز کی سرگرمیوں اور کوششوں سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے لیکن اس سے قطع نظر یہ تو بالکل عیاں ہے کہ انہوں نے گذشتہ دس پندرہ سال کے اندر اندر ہندوستان کی سیاسیات میں مختلف طریقوں اور حیثیتوں سے حصہ لیا اور حصہ لینے کی کوشش کی متعدد مواقع پر وہ ایک سیاستدان کے روپ میں پبلک کے سامنے نمودار ہوئے اور ہونا چاہا ——— یہ ایسے واضح واقعات ہیں جن سے انکار کی جرأت غالباً جناب خلیفہ صاحب اور ان کے مرید بھی نہ کر سکیں گے ——— اگر وہ ایسا کریں بھی تو حقائق بہر حال حقائق ہیں۔

باقی یہ بالکل علیحدہ امر ہے کہ حالات کی رفتار جناب خلیفہ صاحب کے عزائم کا ساتھ نہ دے سکی۔ اور موصوف کو ہندوستان کی سیاسی دنیا میں اپنی اور اپنے مریدوں کی خواہش کے مطابق کوئی قابل ذکر مقام حاصل نہ ہو سکا۔ ان کی کوششیں قادیانی حلقوں سے باہر، ہندوستانی یا بین الاقوامی سیاسیات میں کوئی نتیجہ و اثر پیدا نہ کر سکیں۔ جناب خلیفہ صاحب نے جن توقعات پر بار بار اپنے بوقلموں سیاسی خیالات کا اظہار فرمایا اور عجیب و غریب اسکیمیں پیش فرمائیں افسوس وہ ایک مرتبہ بھی پوری نہ ہوئیں۔ بلکہ بعض حلقوں میں انہیں دخل در معقولات قرار دیکر ان کا مضحکہ اڑایا گیا۔ اسکا سبب "سیاسی آدمیوں" کی ناقدردانی یا خلیفہ صاحب کے سیاسی افکار اور مساعی میں پختگی تدبر، معقولیت اور علم و تجربہ کا فقدان ہے؟ اس بارہ میں ہمیں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سیاسی عزائم و توقعات میں پے در پے ناکامیوں کے باوجود جناب خلیفہ صاحب سیاسیات میں حصہ لیتے رہے اور اب تک لے رہے ہیں پہلے انہوں نے حکومت کی حمایت میں، کانگرس کی ظاہر و خفیہ مخالفت کی اور "کار خاص" کے فرائض انجام دیئے۔ اس پرجوش حمایت میں تبلیغ کے نام پر جمع کیا ہوا ہزاروں لاکھوں روپیہ برباد کر دیا۔ برسوں قادیانی مبلغ اور کارکن اس کام کے لئے سرگرم و وقف رہے۔ اس کے بعد بعض امور کی بنا پر مجلس احرار سے رقابت پیدا ہوئی۔ اس سے جو گل کھلے انہیں ساری دنیا نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور ان میں سے اکثر قادیان کے دامن تقدس پر داغ بن چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں جناب خلیفہ صاحب کو حکومت سے طرح طرح کی شکایات پیدا ہوئیں۔ رفتہ رفتہ معاملہ عرض معروض اور نیاز مندانہ گلہ شکوہ کی حد سے گذر گیا۔ بعض مصلحتوں یا عافیت پسندی کی وجہ سے مروجہ سیاسی طریق کے مطابق حکومت سے مقابلہ اور اسکے خلاف اظہار ناراضگی تو نہ کیا جاسکا لیکن گورنمنٹ برطانیہ کے لئے بد دعائیں زور شور سے ہوتی رہیں اور جوش انتقام میں بقول خلیفہ صاحب گورنمنٹ کی غلطیوں اور قادیانی مقدسین کی بددعاؤں میں توازن بھی قائم نہ رہا۔ پھر کانگریس کی طرف رغبت اور اسمیں شرکت کا رجحان بھی ظاہر کیا گیا اور مسلم لیگ کی طرف بھی توجہ ہوئی غرضیکہ ان دونوں جماعتوں کے لئے "نیلام گھر" بنانے کی کوشش کی گئی لیکن کسی نے بولی نہ دی۔ کانگریس سے قادیانی جماعت کا کوئی خفیہ سمجھوتہ بھی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے غالباً کوئی نہیں ہے۔

احرار اور حکومت کیساتھ اسی رقابت اور چپقلش کے دوران میں مقدمہ بازی کا بازار گرم اور طرح طرح کے مقامی ہنگامے برپا ہوئے جس کے نتیجہ میں صرف تبلیغ کے کام سے قادیانی جماعت کی توجہ ہٹ گئی بلکہ اسکی شہرت و نیک نامی کو بھی زبردست دھکا لگا۔ ہم نے اوپر جو باتیں بیان کی ہیں ان میں سے اکثر کا اعتراف خود جناب خلیفہ صاحب کو بھی ہے۔ جناب موصوف اپنے اس خطبہ میں تمام سیاسی آدمیوں کو بلا استثنا منافق و زمانہ ساز قرار دیا ہے جیسا کہ ابتدا میں کہا جا چکا ہے ہم ان کی اس رائے سے پوری طرح متفق نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری ایماندارانہ رائے ہے کہ جناب خلیفہ صاحب اپنے سیاسی مشاغل و رجحانات کیوجہ سے یقیناً ایک سیاسی آدمی ہیں قطع نظر اس کے وہ میدان سیاست میں کامیاب ہیں یا ناکام ——— بیشک آپ انہیں ناکام سیاسی آدمی کہہ لیجئے لیکن ہیں وہ سیاسی آدمی ضرور اسی سیاسی ذوق اور مصروفیات ہی کیوجہ سے قادیانی جماعت کی توجہ تبلیغ اسلام اور خدمت دین کی طرف سے ہٹ رہی ہے اور اسکی طاقت کا بہت بڑا حصہ بیفائدہ سیاسی کاموں پر ضائع ہو رہا ہے۔ ہم نے بارہا اس غلط روی کی طرف جناب خلیفہ صاحب اور انکی جماعت کو دوستانہ طریق پر توجہ دلائی ہے جس کی وجہ سے ہمیں قادیانی اکابر و اخبارات کی گالیاں بھی سننی پڑیں۔ حیرت ہے کہ جناب خلیفہ صاحب موصوف سیاسی آدمیوں کے متعلق اس قدر شدید رائے رکھنے کے باوجود سیاسیات میں نمایاں حصہ لیکر خود سیاسی آدمی کی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہیں ایک زمانہ میں وہ سیاسی امور میں دخل دینے اور حصہ لینے کے سخت مخالف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ۔

"آجکل اسلام پر جو نازک وقت آیا ہوا ہے اس سے پہلے اس پر کبھی نہیں آیا۔ اسلئے اس وقت اسلام کو جتنے بھی ہاتھ کام کے لئے مل سکیں اور جس قدر بھی سپاہی اسلام کی حفاظت کے لئے مل جائیں اتنے ہی کم ہیں۔ اسلئے آج مسلمانوں کے لئے سیاست کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے کہ جسے کھا کر ان کا بچنا محال بلکہ ناممکن ہے"

(برکات خلافت صلاح)

"تم اللہ تعالیٰ کی خدمت نصیب ہوتے ہوئے اور کیا چاہتے ہو۔ اسی میں لگے رہو۔ اور دنیا کی پیشین دنیا کے کیڑوں کے حوالے کرو۔ اور تم شیطان کے مقابلہ پر اپنی طمیش کرو"

(برکات خلافت صفحہ ۶۸)

"سیاست بھی ایسی چیزوں میں سے ہے جن کے فوائد جلد تر حاصل ہوتے ہیں۔ پس جب لوگ دیکھتے ہیں کہ سیاست کی وجہ سے جلدی دولت، حکومت اور رتبہ مل جاتا ہے تو اسکی طرف دوڑنے لگ پڑتے ہیں۔۔۔۔ سیاست کا خون جس کسی کے منہ کو لگ جاتا ہے پھر وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا اور اس کے اندر ہی اندر گھستا چلا جاتا ہے"

(برکات خلافت صفحہ ۵۹)

"اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں ریاست کو چھوڑنے کی وجہ سے (باقی بر صفحہ ۷)

مولوی اللہ دتہ صاحب ماہ ستمبر میں!

از محترم جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ماسٹر ڈی اے سی

گذشتہ سے پیوستہ

مولوی اللہ دتہ صاحب مہربانی فرما کر ان تمام حوالجات کو جو گذشتہ نمبروں میں درج ہو چکے ہیں غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ کیا یہ درست نہیں کہ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے تھے اگر ایسا نہیں ہے تو مہربانی فرما کر ان حوالجات میں سے ہر ایک کا مفہوم سمجھائیں کہ یہ ختم نبوت پر مضامین اور لیکچر اور یہ مجددیت اور محدثیت کے دعوے سنہ ۱۹۱۴ء میں اس رسالہ میں شائع ہوئے ہیں جس میں ایک جگہ کسی اسسٹنٹ ایڈیٹر کے قلم سے لکھا ہوا نبی کا لفظ دیکھ کر مولوی صاحب موصوف سمجھے ہیں کہ گویا اس مسئلہ نبوت کو اسے پورے طور پر حل کر دیا ہے۔ یہ حوالہ بھی اوپر آچکا ہے کہ ایڈیٹر صاحب یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب اس امت میں نبوت کو جاری نہیں سمجھتے تھے اگر کسی جگہ کسی ترجمہ کرنیوالے نے انگریزی کے لفظ (P2mhet) کا ترجمہ نبی کر دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مولانا نبوت کے اجرا کو مانتے تھے انگریزی زبان میں یہ لفظ ہر ایک شخص کے حق میں بول دیا جاتا ہے جو کوئی پیشگوئی کرے۔ اصطلاح شریعت میں نبوت کا جو مفہوم ہے اس سے لفظ پرافٹ کو کوئی تعلق نہیں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں احمدیہ جماعت حضرت صاحب کے دعوے نبوت کا ذکر تحریر و تقریر میں نہ پبلک میں اور عدالت کے کمروں میں ہر جگہ کرتی تھی" حضرت اقدس نے اس زمانہ میں اپنے مضامین میں اپنے لیکچروں میں، اپنے نصائح میں نبوت کو حضرت رسول کریم صلعم پر ختم مانتے ہیں اور ہر جگہ اپنے آپ کو بطور مجدد پیش کرتے ہیں۔ دشمنان احمدیت جو حضرت اقدس کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے تھے کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے کہا جائے کہ نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے تو کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب جو شاید اس وقت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں ہر طرف سے "نبوت نبوت" کی آوازیں سنتے تھے۔

اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۱ کے شروع میں جو عبارت مولوی صاحب نے لکھی ہے یہ ایسی ہے کہ جو ایک مولوی کہلانیوالے کو نہیں چاہیئے۔ اس قسم کی فضول باتیں ہر ایک آدمی لکھ سکتا ہے اور ہر ایک شخص بڑے سے بڑے آدمی پر تمسخر اڑا سکتا ہے۔ حضرت مولانا کے حق میں اس قسم کے فقرات مولوی اللہ دتہ صاحب کے قلم سے ہر وقت نکلتے ہیں اور وہ بار بار دل آزاری کے لئے اس قسم کے نوٹ لکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اس طریق کو چھوڑ دیں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ بابت ماہ ستمبر میں ہی ایک مضمون تھا جس پر کچھ لکھنے کی ضرورت تھی اور میں خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں وہ حوالے پیش کرنے کے قابل ہو گیا کہ جن کی تردید مولوی اللہ دتہ صاحب یا ان کے کسی ہمخیال سے قطعاً ناممکن ہے۔ باقی حوالہ جات سے قطعاً ثابت ہو گیا کہ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک حضرت اقدس نبوت کو سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو بطور مجدد پیش کرتے تھے۔

خدا شاہد ہے

کہ میری نیت یہ نہیں ہے کہ میں مولوی اللہ دتہ صاحب یا کسی اور کو شکست دوں یہ تو پیشہ ور مناظروں کا کام ہوتا ہے مگر میں حیران ہوتا ہوں کہ کس کس قسم کے ثبوت نبوت کے متعلق مہیا ہوئے ہیں اور یہ ایک طرح سے مولوی اللہ دتہ صاحب کی مہربانی ہے کہ انہوں نے ایک حوالہ ریویو آف ریلیجنز کا پیش کیا اور مجھے اسکے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے کیوں ایسا حوالہ پیش کیا۔ انہوں نے ساری کتاب کو پڑھا ہو گا اور ضرور ہے کہ ختم نبوت کے حوالے ان کے نوٹس میں آئے ہوں مگر انہوں نے یہ خیال کیا کہ کون اس ساری کتاب کو پڑھے گا۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ حق کی تائید ایسے طریق سے ہی کر دیتا ہے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب سے تبادلہ خیالات کا موقعہ یونہی آگیا ورنہ میرا کبھی ایسا ارادہ ہوا ہی نہ تھا۔ نہ وہ میرا بیان ایک دلآزارانہ طریق سے شائع کرتے نہ میں اس بحث میں پڑتا۔ مگر اب تو ان حوالہ جات کو پڑھکر میرا عقیدہ اس قدر پختہ ہو گیا ہے کہ پہلے کبھی ایسا پختہ نہیں ہوا تھا۔ ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات مگر مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا خود خدا تعالےٰ مجھے یہ مضامین سمجھا رہا ہے۔ کیا عجب ان مضامین سے حق اور صداقت ظاہر ہو جائیں اور مولوی اللہ دتہ صاحب کی سمجھ میں آجاوے کہ . . . . . .

سید الاولین والآخرین۔ رحمۃ للعالمین۔ جامع جمیع کمالات سرور کائنات۔ اشرف المخلوقات کے بعد کسی شخص کو کسی رنگ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں کھڑا کرنا نہ صرف جرم عظیم ہے بلکہ سخت گستاخانہ فعل ہے۔ اور اس کے علاوہ اس مقدس انسان کی پاک روح کو تکلیف پہنچانا ہے جو یہ کہہ گیا ہو۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

ہاں وہی جس نے کہا ہے

ہر نبوت را بروشد اختتام

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

میں نے اپنے مضمون میں جو کہ پیغام صلح ۲۷ راگست سنہ ۱۹۴۲ء میں درج ہوا تھا۔ جناب میاں صاحب کی تحریرات سنہ ۱۹۱۰ء کے دو اقتباس دیئے تھے ایک تو اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کی ہے اور دوسری مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کی ہے۔ ان دونوں تحریرات سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ جناب میاں صاحب سنہ ۱۹۱۰ء و سنہ ۱۹۱۱ء میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی معنوں میں خاتم النبیین مانتے تھے جن معنوں میں ہم مانتے ہیں۔ ان دونوں تحریروں میں میاں صاحب نے بڑے زور سے تحدی کی ہے کہ تیرہ سو برس میں کسی نے بھی نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی اور مخالفین اسلام کو میاں صاحب نے چیلنج دیا اور کہا کہ اس سے بڑھکر کیا نشان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا کامیاب نہ ہو سکا۔

مجھ کو امید تھی کہ مولوی اللہ دتہ صاحب ان دونوں تحریرات پر کچھ روشنی ڈالیں گے مگر افسوس ہے کہ انہوں نے کچھ نہیں لکھا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ کچھ لکھ ہی نہیں سکتے اور انہوں نے اس طریق سے ٹالا ہے کہ میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ فرماتے ہیں "جن انہوں نے (یعنی میں نے ناقل) حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے سنہ ۱۹۱۰ء، سنہ ۱۹۱۱ء کے جن دو اقتباسات کا جواب طلب کیا ہے ان کا تفصیلی جواب فرقان بابت فروری سنہ ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۱ پر شائع ہو چکا ہے۔" چوہدری صاحب ملاحظہ فرما کر مولوی محمد علی صاحب کو اسکے جواب کے لئے آمادہ کریں"

میرے پاس فرقان بابت ماہ فروری نہیں تھا۔ بڑی کوشش سے کہیں سے حاصل کیا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے اس رسالہ کا صفحہ ۲۱ دیکھا۔ تو اس مضمون میں جو اس صفحے پر ہے میرے اقتباسات کا حوالہ بھی نہیں تھا اور نہ ان کا جواب تھا۔ ہاں حضرت امیرہ اللہ تعالےٰ کے ایک ٹریکٹ موسومہ بہ "خلیفہ قادیان کا سنہ ۱۹۱۱ء سے پہلے کا مذہب" کے جواب دینے کی سعی ناکام کوشش کی ہے۔ اس ٹریکٹ میں تین اقتباس جناب میاں صاحب کے مضامین سے تھے۔ ایک تو الحکم سے اور دو تشحیذ الاذہان سے۔ میں نے بھی تشحیذ الاذہان والے اقتباس ہی دیئے تھے۔ الحکم سے جو اقتباس اس ٹریکٹ میں درج ہے اس کا حوالہ میں نے نہیں دیا تھا۔ اگرچہ آگے جا کر ایک جگہ اس کا بھی میں نے ذکر کیا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ جناب میاں صاحب کے مضمون کو جو مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کے الحکم میں شائع ہوا تھا "معارف مضمون" کا نام دے کر کر دیا ہے۔ دوسرے دونوں تشحیذ الاذہان والے اقتباسات کو مولوی اللہ دتہ صاحب نے چھوا تک بھی نہیں اور نہ ان کا ذکر کیا ہے۔ مگر مجھے ارشاد ہوتا ہے کہ اس مضمون پڑھوں میں نے اس کو پڑھا ہے اس میں میرے سوال کا جواب ہی نہیں۔ ہے اور نہ تشحیذ الاذہان والے اقتباس بابت لکھا ہوا ہے۔ صرف مجھے پڑھنے کا ارشاد نہیں بلکہ یہ بھی ارشاد ہوتا ہے۔ "چوہدری صاحب ملاحظہ فرما کر مولوی محمد علی صاحب کو اس کے جواب کے لئے آمادہ کریں" مولوی اللہ دتہ صاحب جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں ہر جگہ مولانا محمد علی صاحب سے ہی جواب طلب کرتے ہیں گویا مولوی اللہ دتہ صاحب کے پایہ کا آدمی یہاں کوئی نہیں۔ اور ہر جگہ نہایت گستاخانہ اور غیر شریفانہ طور سے امیر کا ذکر کرتے ہیں میں حیران ہوں کہ

لاسے کہ مولانا صاحب اس مضمون کا کیا جواب دیں۔ کیونکہ جس مضمون کی طرف مولوی اللہ دتہ صاحب اشارہ کرتے ہیں اس میں تو کوئی بات جواب دینے والی ہے نہیں۔ اس میں تو صاف درج ہے "اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبے پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" جب ہر ایک قسم کی نبوت ختم ہو چکی تو بتاؤ باقی کیا رہا اور اس کی اور مزید تشریح اس طرح کر دی کہ آپ کی اتباع میں ایسے آدمی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ جنہوں نے بڑے انبیاء کا درجہ پایا علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل کے فرمان نبوی کے ماتحت ہوئے ہیں گویا یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ بڑی سے بڑی نعمت جو کسی کو مل سکتی ہے وہ اولیاء اور مجددین سابق کو مل چکی ہے اور اس سے لامحالہ یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ حضرت اقدس مسیح موعود بھی ان علماء امت میں سے ایک ہیں۔ اگر جناب میاں صاحب اس وقت حضرت اقدس کی نبوت میں کوئی خاص امتیاز سمجھتے تو یقیناً بیان کرتے۔ جو اقتباس میں نے دیئے تھے ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا نہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دیا جائے گا ہاں مولوی اللہ دتہ صاحب جیسی کہ ان کی عادت ہے ادھر ادھر کی باتیں ضرور کر دیں گے۔

مولوی دتہ صاحب کے . . . . رسالہ ماہ ستمبر میں جو مضمون قابل غور تھا اس کے متعلق میں نے کچھ لکھ دیا ہے مولوی صاحب سے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس کا مفصل جواب دیں۔

ماہ ستمبر کے رسالہ فرقان میں جو شذرات وغیرہ درج ہیں وہ میرے جواب کا جواب الجواب ہیں۔ میں پہلے جواب دے چکا ہوں۔ اب جواب الجواب اصل مضامین سے بھی زیادہ فضول ہے۔ ایسی باتوں پر میں اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس کے لئے تیار ہوں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جیسا کہ انہوں نے صفحہ ۲۱ کے آخر سے پہلی سطر میں لکھا ہے کسی مناسب

(بقیہ از صفحہ ۵)

سے نقصان اٹھانا پڑا ہے .... تو وہ سمجھ لے اس کے چھوڑنے سے خدا ملتا ہے اور نہ چھوڑو۔ دنیا میں اگر تمہیں خدا پیارا ہے تو سیاست کو ترک دو"

(برکات خلافت صفحہ ۶۱)

لیکن افسوس آج خلیفہ صاحب مریدوں سمیت خود اسی دلدل میں پھنس گئے۔ اپنی جماعت کے دل و دماغ کو ایسی زہر سے مسموم کیا اور وہی خون اس کے منہ کو لگا دیا جس سے بچنے کی وہ کسی زمانہ میں تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اگر موصوف نے اپنے مندرجہ بالا خیالات خلوص نیت سے ظاہر کئے تھے اور سیاست سے مجتنب رہنے کی تاکیدیں اور ہدایتیں کسی سیاسی پالیسی پر مبنی نہ تھیں تو ہم ان سے پھر ایک مرتبہ درخواست کریں گے کہ وہ اپنے سیاسی آمال کے متعلق جدید ارشاد اور سیاست کے متعلق قدیم ارشادات کی روشنی میں اپنی اور اپنی جماعت کی موجودہ روش و مشاغل پر غور فرمائیں ہماری دلی تمنا ہے کہ خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت سیاسی تحریکات اور علائق سے آزاد ہو کر تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے اپنی تمام طاقتیں اور ذرائع وقف کر دے کیونکہ حضرت مسیح موعود کا یہی مشن تھا۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامة

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے)

(۱) اوصانی ربی بتسع اوصیکم بها۔ اوصانی بالاخلاص فی السر والعلانیه۔ والعدل فی الرضاء والغضب والقصد فی الغنی والفقر۔ وان اعفو عمن ظلمنی۔ واعطی من حرمنی واصل من قطعنی وان یکون صمتی فکراً۔ ونطقی ذکراً۔ ونظری عبراً۔ یعنی میرے رب نے مجھے نو باتوں کے کرنے کا ارشاد فرمایا ہے جن کا میں اپنی امت کو بھی حکم دیتا ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ ظاہر و باطن خلوت و جلوت دونوں حالتوں میں خلوص دل سے کام لوں۔ خوشی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں عدل کروں۔ دولت اور غربت دونوں حالتوں میں میانہ روی پر قائم رہوں۔ جو مجھ پر زیادتی کرے اسے معاف کر دوں۔ جو مجھے محروم رکھے اسے اپنی عطا دوں۔ جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کروں۔ میری خاموشی اللہ کی مخلوقات میں غور کرنے کے لئے ہو۔ میرا بولنا اللہ تعالےٰ کی یاد کے لئے ہو۔ اور میرا دیکھنا عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو۔

(۲) قال صلی اللہ علیہ وسلم حصنوا اموالکم بالزکوٰة وداووا مرضاکم بالصدقة۔ واستقبلوا البلاء بالدعا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰة کے ذریعہ اپنے مالوں کی حفاظت کرو۔ صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو۔ دعا کے ذریعہ مصیبت سے چھٹکارا مانگو۔

مرکزی احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا ہفتہ وار اجلاس ۸ نومبر بروز اتوار نماز مغرب کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں زیر صدارت جناب سید امجد علی صاحب منعقد ہوا۔ امیر علی صاحب نے بڑی خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ سکرٹری کی رپورٹ کے بعد امیر علی صاحب نے "اسلام کا دیگر مذاہب پر احسان" پر تقریر فرمائی۔ جناب مولوی ابوبکر صاحب ایم اے نے ایک قادیانی دوست سے نبوت کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی اسے بیان فرمایا۔ دونو تقریریں کامیاب تھیں۔ جناب سید صاحب کے صدارتی ریمارک کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

ہر اتوار کو باقاعدہ ایسے اجلاس ہوتے ہیں۔ مرکزی دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ ان میں ضرور شامل ہوا کریں۔ آئندہ آنیوالے اتوار کو صحت کے متعلق مسلسل تقریروں کا سلسلہ شروع ہوگا۔

۱۰ اکتوبر کو احمدیہ بلڈنگس میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر محمود الحسن تشریف لائے۔ آپ نے قریباً ایک گھنٹہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ، حضرت مولانا صدر الدین صاحب، حضرت مولانا عزیز بخش صاحب۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب، جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سے ملاقات فرمائی۔ گفتگو بہت دلچسپ رہی۔ وائس چانسلر ممدوح نے سلسلہ کے تبلیغی مشاغل کی عظمت کا اعتراف کیا۔ ساڑھے پانچ بجے انہوں نے چائے پی اور اس کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی۔

(شیخ محمد طفیل ایم اے۔ سکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور)

مکتوب بغداد

محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے مضامین کی مقبولیت

مجھے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ محترمی خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور معاملہ صاف ہو گیا الحمد للہ۔ محترمی مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری کے وہ معرکہ آرا مضامین جو ان دنوں پیغام صلح میں شائع ہو رہے ہیں اس قابل ہیں اور نہایت ضروری ہے کہ انہیں پمفلٹ کی صورت میں چھپوایا ہے۔

۲۹ جولائی کے پیغام صلح میں شذرات میں علمائے ازہر اور وفات مسیح کے عنوان کے ماتحت علامہ محمود شلتوت کے مقالہ کا ذکر درج ہے۔ جولائی ۱۹۴۲ء کے "الرسالہ" میں شائع ہوا ہے آپ یہ سن کر خوش ہونگے کہ علامہ موصوف کو آج سے تین سال قبل میں نے مندرجہ ذیل پمفلٹ بھجوائے تھے بہت ممکن ہے کہ علامہ موصوف ان پمفلٹوں سے اثر پذیر ہوئے ہوں

(۱) Call of Islam. (۲) The Ahmadiyya Doctrine الرسالة الاحمدیہ۔
(۳) Islam The Religion of Humanity.
(۴) Islamic Brotherhood
(۵) Prophet of Islam.

باقی ہر طرح خیریت ہے امید ہے کہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی سے تشریف لے آئے ہونگے ان کی خدمت میں سلام علیکم اور درخواست دعا۔ جملہ احباب کی طرف سے سلام علیکم۔ والسلام

سید تصدق حسین قادری ۲۲/۱۱/۴۲

جاوا کی آگ

امام مہدی کے ظہور کے لئے جو علامات بطور ارہاص احادیث میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ مشرق میں ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی۔ (حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۰۹ و اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۷) یہ علامت ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ظاہر ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اس آگ کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں اس آگ کی کیفیت ایک انگریزی رسالہ سے درج کی جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ آگ ایک غیر معمولی نشان کا رنگ اپنے اندر رکھتی تھی۔

جاوا اور سماٹرا کے درمیان جو پانی کا ٹکڑا ہے اسکو آبنائے سنڈا کہتے ہیں۔ اس آبنائے میں بعض چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی ہیں، ان میں سے ایک کا نام کراکاٹو آ ہے۔ اس میں ایک آتش فشاں پہاڑ ہے جو اس جزیرے کے نام پر موسوم ہے۔ دو سو سال تک یہ آتش فشاں پہاڑ ایسا خاموش رہا، گویا اس میں اب آتش فشاں مادہ ختم ہو چکا ہے۔ مگر ۲۶ راگست ۱۸۸۳ء کو دوپہر کے وقت ایک بجے کے قریب وہ یک بیک پھوٹ پڑا۔ اس وقت ایک انگریزی جہاز چارلسٹن بل قریباً دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس کے ملاحوں نے ایک دہشتناک آواز سُنی، اور ساتھ ہی وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کراکاٹو آ کا سارا رقبہ جو قریباً ۹ میل وسیع تھا آسمان کی طرف اُڑا اور اس تیزی کے ساتھ گیا جس طرح کہ ہوائی آسمان میں جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑے فوارے کی دھار کی صورت میں زمین سے آسمان کی طرف بہت بڑی بڑی چٹانوں کے ٹکڑے اُڑنے شروع ہوئے، جن کے ساتھ آگ کی بڑی بڑی لپٹوں والے شعلے اور لہردار دھوئیں کی گھٹائیں تھیں۔ ان پتھروں، شعلوں اور دھوئیں کی اُونچائی ۱۷ میل تک اندازہ کی گئی۔ تمام مشرقی آسمان پر گھٹا ٹوپ دھواں چھا گیا۔ جس میں بجلی دم بدم کوندتی ہوئی نظر آتی تھی اس کے چند لحظہ بعد کسی چیز کے پھٹنے کی آواز آئی، جو نہایت مہیب اور کانوں کو پھاڑنے والی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہزارہا بڑی توپیں بیک وقت داغی جا رہی ہیں۔ یہ خوفناک آوازیں ایک خاصے لمبے عرصہ تک جاری رہیں۔ اس کے بعد اس انگریزی جہاز پر جو ۱۰ میل کے فاصلہ پر تھا پتھروں کی بارش شروع ہو گئی یہ پتھر جو بارش کی صورت میں گر رہے تھے، انسانی سر کے برابر تھے۔ پھر جھانواں پتھر کی ایک تہ ۵ فٹ گہری پانی کی سطح پر جم گئی، جس میں جہاز چلانا مشکل ہو گیا۔

یہ بمباری دمبدم بڑھتی جا رہی تھی، یہانتک کہ ۵ بجے کے قریب جاوا اور سماٹرا میں ہر انسان یوں محسوس کرنے لگا کہ گویا ان کے کان کا پردہ شق ہونے کو ہے۔ مغربی آسٹریلیا وہاں سے ...۲ میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں توپوں کے مسلسل داغنے کی آواز سُن کر لوگ متحیر تھے۔

تین ہزار میل کے فاصلہ پر ایک جزیرہ راڈ ریگس نامی تھا وہاں کے پولیس افسر نے رپورٹ کی کہ گولہ باری کی آواز سنی گئی ہے، یہ جزیرہ اتنے فاصلہ پر ہے کہ وہاں آواز پہنچنے میں چار گھنٹے کا وقفہ درکار ہے۔ مگر یہ آواز وہاں تک جا پہنچی۔ یہ مہیب آواز دوسری صبح تک جاری رہی، جس کے ساتھ ایک بہت بڑی گراوند تھی۔ اور آخر کو چار بڑے جھٹکے دار رعد کی کڑکوں کے ساتھ یہ ختم ہوئی جہاں تک انسانی تاریخ میں آتش فشاں پہاڑیا کسی اور کڑک اور مہیب آواز کا ذکر ہے اس میں اس دھماکے کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی طرح جس قدر راکھ یا اور مادہ اس آتش فشاں پہاڑ نے اُگلا، وہ بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ مثلاً اس دھماکے کی وجہ سے جوار بھاٹے کی جو صورت ہیں ارد گرد کے سمندری علاقہ میں پیدا ہوئی، اس کا صرف اسی امر سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ پانی کی لہر ۷۲ فٹ اُونچی ساحلی علاقہ پر یکایک آگری جس کی وجہ سے ۳۶ ہزار صرف انسانی جانیں تلف ہوئیں۔ اور اس تندی اور طوفانی کیفیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے، کہ ۵ ہزار میل سے کچھ زائد فاصلہ پر افریقہ کے جنوب میں کیپ ٹاؤن کے پاس بھی اس لہر کا دھکا پہنچا، لیکن وہاں وہ ۷۲ فٹ کی بجائے صرف ڈیڑھ فٹ اونچی رہ گئی تھی۔ علاوہ ازیں جو مٹی اور راکھ اس پہاڑ سے نکل کر آسمان تک پہنچی اس کی اونچائی کا اندازہ ۲۰ میل تک کیا جاتا ہے۔ مگر چوڑائی کے لحاظ سے یہ دنیا کے بہت وسیع حصہ تک پھیل گئی یہاں تک سردی کے موسم میں صبح و شام تمام دنیا میں طلوع و غروب آفتاب کے وقت ایک خاص قسم کی روشنی کا نظارہ دکھائی دیتا رہا۔ بلکہ بعض دفعہ لندن اور امریکہ کے بعض علاقوں میں اور یورپ کے بعض حصوں میں لوگوں کو شبہ ہوا کہ ان کے قرب جوار میں کہیں بہت بڑی آگ لگ گئی ہے اور آگ بجھانے والے انجن اس دھوکہ میں ادھر ادھر دوڑتے رہے۔ یہ حالت سات آٹھ ماہ تک جاری رہی اور جب تک نیا موسم بہار شروع نہ ہوا۔ آسمان کی صورت ایک غیر معمولی حالت میں رہی۔ (ماخوذ)

مولوی ثناء اللہ صاحب کا نیا فکر

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

۳۰ راکتوبر ۱۹۴۲ء کے "اہل حدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے ایک فکر کا اظہار کیا ہے جو آجکل انہیں خاص طور پر پریشان کر رہا ہے، فرماتے ہیں:

"مجھے کئی دنوں سے ایک خیال پریشان کر رہا ہے کہ یورپ کی جنگ میں جتنا وقت لگیگا اس میں شک نہیں کہ یہ مصیبت کا زمانہ ہوگا۔ اس مصیبت اور بے چینی میں زن و مرد کا ملاپ کیسے ہوگا کیونکہ ملاپ مذکور خاص فرحت اور مسرت پر مبنی ہے۔ پس اتنے لمبے عرصے تک نسل انسانی کی ترقی رکنے سے یورپ کی آیندہ مردم شماری پر کیا اثر ہوگا کچھ قتل سے کچھ عدم ولادت سے فاعتبروا یا اولی الابصار۔"

(ابوالوفاء)

ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب کی اس پریشانی کا کیا نام رکھا جائے، جس شخص کا دماغ اہل یورپ کی دہریت والحاد اور فسق و فجور پر کبھی پریشان نہیں ہوتا جس کو اس بات کی رلاحق نہیں ہوتی کہ ان لوگوں کو کس طرح اللہ تعالے کے آگے جھکایا جائے اور جنگ یورپ کو ان کی بد اعمالیوں کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے اس بات پر پریشان ہو کہ ان میں زن و مرد کا ملاپ کس طرح ہو سکتا ہے اس کی دماغی کیفیت اور بوالہوسی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

ایک وہ خدا کے بندے ہیں جو رات دن اسی فکر میں غلطان ہیں کہ کسی طرح ان قوموں کو خدا کے آگے جھکایا جائے۔ کسی طرح انہیں اسلام کا حلقہ بگوش بنایا جائے تا ان کی بدیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے جیسا کہ جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور اعمال و افعال سے ظاہر ہے۔ اور ایک یہ مولوی ہیں جن کو زن و مرد کے ملاپ کے سوائے اور کوئی فکر ہی نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اعزہ! جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنیکی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنیکی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

ضرورت ہے

انجمن کے دفتر کے لئے ایک نوجوان دیانتدار آدمی کی ضرورت ہے جو چپڑاسی کا کام کر سکتا ہو۔ تنخواہ ۱۲/-/- روپے ماہوار ہوگی۔ اس کے علاوہ ۱/-/- ماہوار قحط الاونس دیا جائیگا۔ جماعت کے آدمی کو ترجیح دی جائے گی۔

درخواست پر سکرٹری یا صدر جماعت یا کسی ممبر جنرل کونسل کی سفارش ہونی چاہیئے۔ درخواستیں فوراً بنام جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجی جائیں۔

عبداللہ جنرل سکرٹری

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

گذشتہ سے پیوستہ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ان شدید قحط کے دنوں میں) ایک دن مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص سامنے کے دروازہ سے مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے رسول خدا (قحط کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اور راستے (بسبب قزاقوں اور رہزنوں کے) چھوٹ گئے ہیں پس آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ خدائے تعالےٰ بارش نازل فرماوے۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور تین دفعہ دعا کی کہ اے اللہ ہمیں پانی پہنچا۔ انس کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس وقت آسمان پر بادل کا ٹکڑا تو کجا کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی تھی اور ہمارے اور سلع پہاڑی کے درمیان کوئی گھر نہیں تھا (جو اس پہاڑی کو ہماری نظروں سے چھپا) اسی وقت ہمارے دیکھتے دیکھتے اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اٹھا جو شکل میں ایک ڈھال کی طرح تھا اور جب وہ آسمان کے وسط میں آیا تو سارے آسمان پر پھیل گیا۔ اور پھر بارش برسنی شروع ہوئی اور برابر چھ دن یعنی دوسرے جمعہ تک برستی رہی خدا کی قسم ہم نے اس عرصہ میں سورج کو بالکل نہیں دیکھا جب دوسرے جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے تو ایک شخص (وہی یا کوئی اور) پھر سامنے کے دروازہ سے داخل ہوا اور آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول۔ مویشی (بسبب بارش کے) ہلاک ہو رہے ہیں اور راستے (بسبب پانی کے سیلابوں کے) متروک ہو چکے ہیں۔ آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ اس بارش کو تھام لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دونوں ہاتھ اٹھا کے (اور ایک روایت میں ہے کہ آپ یہ سنکر مسکرائے اور ہاتھ اٹھائے) دعا کی کہ اے اللہ یہ بارش ہمارے اردگرد ہو اور ہم پر نہ ہو۔ اے اللہ اس بارش کو پہاڑیوں اور ٹیلوں اور وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ پر برسا (ہم پر نہ برسا) انس کہتا ہے کہ بارش فی الفور تھم گئی اور جب ہم جمعہ نماز ادا کر کے باہر نکلے تو بجائے بارش کے دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ صحیح بخاری کی دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ بارش کے لئے دعا فرمائی تو ابھی آپ منبر پر ہی تھے کہ بارش شروع ہو گئی چنانچہ جب آپ منبر پر سے اترے تو آپ کی ریش مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور لکھا ہے کہ جب آپ نے دوسرے جمعہ کو یہ دعا کی اللھم حوالینا ولا علینا تو بارش مدینہ پر تو تھم گئی اور گرد و نواح کی وادیوں پر برابر برستی رہی چنانچہ بعض وادیاں ایک مہینہ تک دریاؤں کی طرح بہتی رہیں اور ہر ایک آدمی جو بیرونجات سے مدینہ میں آتا وہ بارش ہی کا ذکر کرتا تھا۔ اور مدینہ ایک گول دائرہ کی طرح نظر آتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے نشانات کثرت سے دیکھے گئے کہ ابو طالب کا مندرجہ ذیل شعر اپنے لفظی معنوں میں آپ پر لگایا جاتا تھا ابو طالب نے اپنے نامی بھتیجے کی تعریف میں چند شعر کہے تھے اور یہ شعر بھی انہیں اشعار میں سے ایک ہے۔ وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

وہ پاکیزہ ہے بادل اس کے چہرہ سے پانی پیتے ہیں وہ یتیموں کا مددگار اور بیواؤں کی پشت پناہ ہے۔ ابو طالب نے تو استعارہ کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا تھا کہ بادل اسکے چہرہ سے پانی پیتے ہیں مگر صحابہؓ نے دیکھا کہ واقعی آپؐ کی دعائیں ایسی جلدی مستجاب ہوتی ہیں کہ آپؐ ابھی منبر پر ہی تشریف رکھے ہوتے ہیں کہ بارش کے ساتھ پرنالے بہنے لگتے ہیں تو انکو ابو طالب کا یہ شعر یاد آیا اور وہ آپکی تعریف میں یہ شعر پڑھا کرتے اور حقیقی معنوں میں آپ پر چسپاں کرتے۔ (دیکھو صحیح بخاری ابواب الاستسقاء)

پھر ایک اور بڑی عجیب مشابہت یہ ہے کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے قحط کے دنوں میں اپنے بھائی کی طرف رجوع کیا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا ایھا العزیز مسنا و اھلنا الضر وجئنا ببضاعۃ مزجٰۃ فاوف لنا الکیل وتصدق علینا۔ ان اللہ یجزی المتصدقین۔ اے عزیز ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر قحط کی مصیبت پڑی ہے اور ہم تھوڑی سی پونجی لیکر آئے ہیں۔ آپ ہم کو پوری ماپ غلہ مرحمت فرماویں اور ہم پر خیرات کریں۔ اللہ تعالیٰ خیرات کرنیوالوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے۔ اسی طرح شدید قحط کے مصائب سے تنگ آ کر ابو سفیان جو اس وقت قریش کا سردار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یا محمد جئت تامر بصلۃ الرحم وان قومک ھلکوا فادع اللہ تعالےٰ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لوگوں کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم کرتا ہے اور تیری قوم قحط کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہے۔ پس آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس مصیبت کو دور کرے (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء) غرض ملک میں قحط کا پڑنا اور لوگوں کا اور خود قریش کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا اور آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرنا اور پھر آپ کی دعا کی برکت سے قحط کی مصیبت کا دور ہونا یہ ایسے امور ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات سے سخت مشابہت رکھتے ہیں۔

پھر جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ملک مصر میں جاکر جہاں وہ بطور غلام کے بیچے گئے تھے آخرکار ایک نہایت ہی اعلیٰ اور معزز عہدہ پر سرفراز ہوئے چنانچہ خود ان کے بھائی ان کو یا ایھا العزیز یعنی اے عزیز مصر کہکر پکارتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد خدائے تعالےٰ نے کل عرب کا بادشاہ بنا دیا چنانچہ جب آپ دس ہزار قدوسیوں کی فوج کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچے تو قریش کا سردار ابو سفیان آپؐ کے جاہ و حشم کو دیکھ کر ششدر رہ گیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ لقد اصبح ملک ابن اخیک ملکا عظیما (مواہب زرقانی جلد ثانی صفحہ ۲۸۲) تیرے بھتیجے کی سلطنت ایک نہایت عظیم الشان سلطنت ہے

سب سے بڑی عظیم الشان مشابہت جو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے درمیان ہے وہ اس وقت پوری ہوئی جبکہ آپ فاتح ہو کر شہر مکہ میں داخل ہوئے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے سامنے طرح طرح کی مخالفتوں اور ناکامیوں کے آخر شرمندگی کے ساتھ اپنے قصور کا اقرار کیا اور کہا تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔ اللہ تعالےٰ کی قسم اللہ تعالےٰ نے تجھے ہم پر برگزیدہ کر لیا ہے اور ہم خطا کار تھے۔ ایسا ہی جب قریش قریباً ۲۱ سال کی لگاتار اور جان توڑ کوششوں کے بعد آخر عاجز ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے دس ہزار مقدس ہمراہیوں کے شہر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اُن قریش سے جو اب تک آپ کے خون کے پیاسے رہے تھے یہ سوال کیا یا معشر قریش ما ترون انی فاعل فیکم اے قریش اب تم مجھ سے کیسے سلوک کی امید کرسکتے ہو انہوں نے جواب دیا خیرا اخ کریم وابن اخ کریم ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے کیونکہ آپ ہمارے رحیم کریم بھائی ہیں اور ہمارے شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا انی اقول کما قال اخی یوسف لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین ٥ اذھبوا فانتم الطلقاء۔ اب میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالےٰ تمہیں معاف کرے۔ وہ بہت رحم کرنیوالا ہے۔ تم چلے جاؤ میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں۔ یعنی اگرچہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح تم نے مجھے نابود کرنا چاہا مگر خدا تعالےٰ نے میری مدد کی اور تم اپنے بد ارادوں میں ناکام رہے۔ لیکن میں آج تمہیں معاف کرتا ہوں اور تمہارے ظلموں سے درگذر کرتا ہوں اور اگرچہ تم اپنے مظالم کی وجہ سے سزائے قتل کے مستحق ہو مگر میں تمہیں آزاد کرتا ہوں اور جیسا میں تمہارے قصوروں کو معاف کرتا ہوں ایسا ہی میرا خدا بھی معاف کر دے گا کیونکہ وہ سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے اور اگر اُس نے جنگ کا حکم دیا تھا تو وہ اس لئے دیا تھا کہ تم نے خود پیشدستی کی اور تم نے چاہا کہ تلوار سے مسلمانوں کو نابود کر دیا جائے مگر اب چونکہ تم

میں تاب مقابلہ نہیں رہی اسلئے اب تمہیں معاف کیا جاتا ہے اور تمہارے قصوروں سے درگذر کیا جاتا ہے۔ اس معافی سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ زیادتی کس فریق کی طرف سے ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جیسا میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا ایسا ہی میں تمہیں معاف کرتا ہوں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قصوروار تھے کیونکہ انہوں نے تلوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو نابود کرنا چاہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حالت کو حضرت یوسفؑ کی حالت سے مشابہ کرتے ہیں اور قریش کے حالات کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حالات سے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے تئیں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح مظلوم سمجھتے تھے اور قریش کو ظالم۔

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ سورۂ یوسف کے نازل ہونے کے بعد جو واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے وہ بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کے مشابہ ہیں گویا سورۂ یوسف کیا ہے آپؐ کے آنے والے واقعات کا نقشہ ہے۔ اسی واسطے اس سورہ کے آغاز میں یہ بیان کیا گیا ہے لقد کان فی یوسف و اخوته ایٰت للسائلین ٥ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور آپؑ کے بھائیوں کے حالات میں حق کے طالبوں کے لئے کئی نشانات ہیں۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان حالات کو کیوں نشانات کہا گیا۔ ان کو اسلئے نشانات کہا گیا کہ یہ آنیوالے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جس قسم کے واقعات حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئے اور جس طرح ان کو آخرکار کامیابی حاصل ہوئی اور ان کے بھائی ان کے آگے ذلیل و ناکام ہوئے اسی طرح اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بھائیوں قریش کا حال ہوگا۔ چنانچہ آنیوالے واقعات نے اس امر کی تصدیق کی۔ اسلئے ہر ایک بات جو اس سورہ شریفہ میں بیان کی گئی ہے وہ ایک پیشگوئی اور ایک نشان ہے اسلئے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کے دشمنوں کا کاذب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کی بحث کو ختم کروں میں ناظرین کی توجہ کو ایک اور مماثلت کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں اور وہ مماثلت یہ ہے کہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر جھوٹا الزام لگایا تھا مگر آخرکار خدا تعالےٰ نے ان کا اس الزام سے بری ہونا ثابت کر دیا۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک جھوٹا الزام لگایا گیا تھا اور وہ الزام یہ تھا کہ آپ اپنے دعوے میں نعوذ باللہ کاذب ہیں مگر خدا تعالےٰ نے آپ کی نصرت پر نصرت کر کے اور آپ کی صداقت کے بہت سے نشانات ظاہر کر کے آپ کا اس جھوٹے الزام سے بری ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ اگر آپ نعوذ باللہ اپنے دعوے میں صادق نہ ہوتے تو آپؐ کا وہی انجام ہوتا جو کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے جب سے کہ انبیاء کا سلسلہ قائم کیا ہے اس کا یہ اٹل قانون چلا آیا ہے کہ وہ

کرتا ہے۔ مگر جو جھوٹے طور پر دعوئے نبوت کرتے ہیں اور جو جھوٹے طور پر کہتے ہیں کہ ہم پر خدا تعالےٰ اپنی وحی نازل کرتا ہے حالانکہ خدائے تعالےٰ ان پر کوئی وحی نازل نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کو خدائے تعالےٰ ناکام کرتا ہے۔ وہ ناکامی اور حسرت کی موت مرتے ہیں۔ اور ان کا خاتمہ دنیا کے لئے ایک عبرت کا مقام ہوتا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ اسلئے کرتا ہے تا سچوں اور جھوٹوں میں تمیز ہو جائے۔

پس اسی قانون کے مطابق خدائے تعالےٰ نے اول سے آخر تک آپ کی تائید فرمائی آپؐ کے دشمن باوجود قوت اور طاقت کے آخرکار عاجز آ گئے اور آپؐ غالب اور کامیاب ہوئے۔ اور اس طرح خدائے تعالےٰ نے آپ کے صادق ہونے کی خود گواہی دی اور اپنی گواہی آپ کا سچا ہونا ثابت کیا اور آپؐ کو اس جھوٹے الزام سے بری ثابت کر دیا۔ آپ کی کامیابی کی آخری سیڑھی فتح مکہ تھی جبکہ خدائے تعالےٰ نے آپ کے زبردست اور خونی دشمنوں کو ذلیل کر کے آپ کے پاؤں میں گرا دیا اور اپنی کامل تائید اور نصرت سے آپؐ کا سچا ہونا ثابت کر دیا۔ اور ان تمام الزامات سے آپ کو بری کر دیا جو آپ پر جھوٹے طور پر لگائے جاتے تھے۔ اسی واسطے جب آپ نے دیکھا کہ اب خدائے تعالےٰ نے اپنی نصرت میں کمال کر دیا ہے تو آپؐ مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اونٹ پر ہی سجدہ میں گر پڑے اور اپنے اس خدا کا شکریہ ادا کیا جس نے اس دن پورے طور پر آپ کو کامیابی کی آخری سیڑھی پر پہنچا کر اور آپؐ کے دشمنوں کو کلی طور پر عاجز کر کے آپ کی صداقت کا ایک بے نظیر معجزہ دکھا دیا اور اس طرح ان تمام فرضی گناہوں کو اپنی نصرت کے پانی سے دھو دیا جو اب تک آپ کی طرف منسوب کئے جا چکے تھے یا آئندہ آپ کے بدطینت دشمنوں نے آپ کی طرف منسوب کرنے تھے۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ اس فتح کا ذکر کر کے فرماتا ہے انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ویتم نعمته علیك (سورۂ فتح) یعنی ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس قدر عیب تیری طرف منسوب کئے گئے ہیں یا آئندہ منسوب کئے جاویں گے وہ سب دھل گئے ہیں کیونکہ ایسا شخص جس کو خدائے تعالےٰ اس طریق سے اپنی نصرت کے ساتھ مؤید کرے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا اور اس کی طرف کوئی ایسا عیب منسوب نہیں ہو سکتا جو جھوٹوں میں پایا جاتا ہے اور اس فتح کے ذریعہ خدائے تعالیٰ نے تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے۔

اب میں ان آیات یعنی نشانات میں سے بعض کا ذکر کر چکا ہوں جو سورۂ یوسف میں پائے جاتے ہیں اور جن کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لقد کان فی یوسف و اخوته ایٰت للسائلین ٥ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے حالات میں بہت سے نشانات ہیں جن سے حق کے طالب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور جن کی نسبت اس سورہ کریمہ کی ابتدائی آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اس سورہ میں ایسے واقعات ہیں جن سے

بے خبر تھے کیونکہ وہ آنے والے واقعات تھے جن کی خبر دی گئی۔ اب ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ کیوں اس سورہ کریمہ کے مضامین کی نسبت آخر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ذالك من انباء الغیب نوحیه الیك یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم بذریعہ وحی قبل از وقت تجھ پر اس سورہ شریفہ کے ذریعہ ظاہر کرتے ہیں۔

اصحاب کہف

اب میں ایک اور تذکرہ کی طرف رجوع کرتا ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں بطور پیشگوئی کے بیان فرمایا ہے اور وہ اصحاب کہف کا تذکرہ ہے جو سورہ کہف کے ابتدائی حصہ میں مذکور ہے اس سورہ کے پڑھنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی بطور پیشگوئی کے نازل ہوئی اصحاب کہف کا تذکرہ ان الفاظ کیساتھ شروع ہوتا ہے ام حسبت ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من ایٰتنا عجبا ٥ کیا تو گمان کرتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ہمارے نشانوں میں سے کوئی عجیب نشان ہیں۔ ان الفاظ میں صریح طور پر اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اصحاب کہف کا ایک کہف میں پناہ گزین ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ آپ کے لئے بھی مقدر ہے کہ آپ بھی اصحاب کہف کی طرح ایک غار میں پناہ گزین ہونگے۔ اصحاب کہف کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے انھم فتیة امنوا بربھم وزدنٰھم ھدًی ٥ وربطنا علیٰ قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوات والارض لن ندعوا من دونه الٰھا لقد قلنا اذا شططا ٥ ھٰؤلاء قومنا اتخذوا من دونه الھة لولا یاتون علیھم بسلطٰن بیّن فمن اظلم ممن افتریٰ علی الله کذبا ٥ یہ لوگ (اصحاب کہف) چند جوان شخص تھے جو اپنے مالک پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کیا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا مالک تو وہی ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے ہم تو ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے خدا کو پکارنے والے نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم نے بڑی کفر کی بات کہی۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کے معبود ہونے پر کوئی کھلی سند کیوں نہیں لاتے۔ پھر اس سے بڑھکر کوئی ظالم ہوگا جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھے

بعینہ یہی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اصحاب کہف کی طرح کہا کہ خدائے تعالےٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ آپ نے بھی ان کی طرح جھوٹے معبودوں کی مذمت

باقی دارد

پیغام صلح میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھاویں۔

رفع الی اللہ کے معنے

از مولانا عمرالدین صاحب شملوی

آج تک جس قدر مباحثے حیات و ممات حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ہوئے ہیں ان میں علماء مخالفین کی طرف سے حضرت عیسیٰ کی حیات کا ثبوت آیت فرقان مجید کے الفاظ بل رفعہ اللّٰہ الیہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے احمدی جماعت کے دلائل کے سامنے اکثر علماء کا بل نکل گیا اور وہ سیدھے ہو گئے۔ اور حتی المقدور وہ اس مسئلہ پر بحث نہیں کرتے اور بعض تو اب دل سے قائل ہیں کہ وفات مسیح یقیناً ہو چکی مگر وہ لوگوں کے ڈر کے مارے جو اپنی وجاہت کے ضائع ہو جانے کے خیال سے ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ صاف طور پر اعلان نہیں کرتے۔

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب } یہ مولانا آجکل تو سیلو خاقہ میں کانگریس کے پریذیڈنٹ ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ اور علمی قابلیت کے لحاظ سے بھی آپ بہت قابل ہیں اور اپنے استاد مولانا شبلی نعمانی صاحب مرحوم کی طرح دل سے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔

ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب } یہ مولانا صاحب گو سلسلہ احمدیہ کے اشد مخالف ہیں مگر قائل ہیں کہ بہت سے عالی مرتبہ مؤمنین میں سے وفات عیسےٰ کے قائل ہیں اور خود انکا اپنا حال ہے کہ ان کے لئے ہزار ہزار روپیہ انعام رکھکر بھی یہ کہا گیا کہ مولوی صاحب آپ حلفاً کہئیے کہ قرآن مجید سے حیات عیسیٰ ثابت ہوتی ہے نہ کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام تو مولانا نے ہمیشہ اس حلف اٹھانے سے گریز کیا ہے۔

یہ دو نام تو میں نے محض مثال کے طور پر پیش کئے ہیں ورنہ اب خود بخود لوگ کیا علما اور کیا دوسرے وفات عیسیٰ کے قائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر کسی دیوبندی یا بریلوی یا دہلوی کو یہ دعوے ہو کہ وفات عیسیٰ قرآن مجید سے ثابت نہیں تو وہ ذرا احمدی جماعت کے مقابل آکر دیکھ لے۔ تحریراً جس طرح دل چاہے بحث کر کے دیکھ لے۔

عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اکثر مولوی لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ دیکھو قرآن مجید میں صاف لکھا ہے کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ بلکہ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ پس عیسیٰ زندہ ہیں۔ اسلئے ایسے لوگوں کو غلطی سے بچانے کے لئے میں رفعہ اللّٰہ الیہ کے معانی کو واضح کرنے کے لئے اس کا استعمال زبان عرب سے پیش کرتا ہوں۔

ترفع الی الملک الاکبر } حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مرید سالک مقام فنا ہو تو وہاں ٹھیرا رہے یہاں تک کہ فنا کامل حاصل ہو جائے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

" ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین "

(فتوح الغیب مقالہ ۲۸)

یعنی اے مرید فنا تام کے حصول کے ساتھ تجھے خدا تعالیٰ ملک الاکبر کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اور تب تجھے خدا کی طرف سے خطاب ہوگا کہ آج تو ہمارے حضور میں معزز اور امین ہے۔

ظاہر ہے کہ یہاں ملک الاکبر کی طرف رفع سے مراد مرتبہ کی بلندی یا خدا کے حضور میں شرف و عزت کا پانا ہے۔

رفعہ الیہ } آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق لکھا ہے:۔

" حتیٰ اذا دعا اللّٰہ عزوجل نبیہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و رفعہ الیہ "

(ص۱۴ کتاب الروضہ فروع کافی)

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کو بلا لیا اور آپ کو اپنی طرف رفعت عطا کی۔

اب اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی طرف رفع ہونا صاف طور پر مذکور ہے اور تمام مسلمان اس کے یہی معنے سمجھتے ہیں کہ حضور کو اللہ تعالےٰ نے بلند سے بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

رفعہ اللّٰہ الیہ } تفسیر صافی میں زیر آیت والسماء رفعہا " حضرت امام رضا سے السماء کے معنوں میں لکھا ہے۔ السماء رسول اللّٰہ رفعہ الیہ۔ یعنی السماء سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے اپنی طرف اٹھایا۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب رفعہ الیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عربی زبان میں بارہا لکھا گیا ہے اور اس کے معنے شرف و بزرگی بجناب الٰہی کے ہیں تو پھر حضرت عیسےٰ کے لئے انہیں الفاظ کے معنے زندہ آسمان پر لے جانا کیسے ہو سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں بھی رفع الی اللّٰہ کو رفعت مرتبہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور احادیث میں تو بکثرت یہ لفظ استعمال ہوا ہے یہانتک کہ رفعت کے ساتھ آسمان کا لفظ بھی لکھا ہے مگر مراد پھر بھی رفعت روحانی ہے مثلاً فرمایا:۔

اذا تواضع العبد رفعہ اللّٰہ الی السماء السابعۃ (کنزالعمال)

(ایک دوسری حدیث میں السماء السابعۃ کی بجائے السماء الثانیہ بھی آیا ہے۔)

یعنی جب بندہ اللہ تعالےٰ کے لئے جھکتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے ساتویں آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔

بندہ کا جھکنا بھی اس کی قلبی روحانی کیفیت ہے اور ساتویں آسمان کی طرف بلند کیا جانا بھی روحانی مرتبہ ہے۔

پس حضرت عیسیٰ کا رفع الی اللّٰہ بجز رفعت روحانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

اعجاز القرآن } یہاں پر ایک عجیب کمال ہے جسے عوام الناس تو ایک طرف بہت سے علماء بھی نہیں سمجھتے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کے لئے رفعت الی اللّٰہ کو لعنت کے مقابل لایا گیا ہے۔ لعنت چونکہ خدا سے جسمانی دوری کا نام نہیں اور نہ ہی جسمانی بعد کسی طرح ممکن ہے کیونکہ وہ تو شاہرگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اسکے لئے لعنت خدا تعالےٰ سے روحانی بعد کا نام ہے۔ اور اس کے مقابل رفعت روحانی قرب کا نام ہے۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ بڑی بڑی لمبی بحثوں کو چند الفاظ میں ختم کر دیتا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں جو جھگڑا یہود و نصاریٰ کے درمیان تھا وہ یہ نہ تھا کہ عیسیٰ زندہ بجسد عنصری آسمان پر گئے ہیں یا نہیں گئے بلکہ وہ جھگڑا یہ تھا کہ یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بزعم خود مقتول بالصلیب ہونیکی وجہ سے ملعون قرار دیتے تھے اور لعنت کا مفہوم ہے خدا سے دوری اور نصاریٰ اپنی لاعلمی کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کو مقتول بالصلیب تو مانتے تھے مگر کہتے تھے کہ وہ خدا کا قدوس ہمارے لئے ملعون ہوا۔ گویا دوست دشمن دونوں گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ملعون قرار دیتے تھے، تب خدا تعالیٰ نے حسب وعدہ خود جو انی متوفیک و رافعک و مطہرک میں ہے حضرت عیسیٰ کو داغ لعنت سے پاک ٹھیرانے کے لئے حضرت خاتم الانبیاء کے ذریعہ سے جس کے آنے اور عدالت کرنیکی پیشگوئی خود مسیح نے کی تھی فرمایا:۔

" وما قتلوہ وما صلبوہ ..... وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ " یعنی مسیح کو نہ قتل کیا نہ صلیب سے مارا ..... اور یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی جناب میں رفعت عطا کی۔

اب صاف ظاہر ہے کہ یہاں یہود و نصاریٰ کے جھگڑے کا فیصلہ ہے اور چونکہ ان کا جھگڑا یہی کہ وہ مسیح کو ملعون ٹھیراتے ہیں اسلئے قتل و صلیب کی نفی سے مقصد یہی ہے کہ مسیح اس داغ لعنت سے پاک ہے پھر بل اضرابیہ کیساتھ رفعہ اللّٰہ الیہ سے لعنت کے برعکس قرب الٰہی کا اثبات کر دیا۔ تاکہ نہ صرف لعنت کی نفی ہو بلکہ قرب و وجاہت عیسوی کا اثبات ہو۔

قتل انبیاء ناممکن ہے } قرآن مجید کے اوپر کے بیان سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ تورات شریف کا جو یہ مذہب ہے کہ جو مدعی نبوت قتل ہو جائے وہ جھوٹا ہے جس پر خدا کی لعنت ہے بالکل درست ہے اور اسی وجہ سے یہود نے مسیح کو بزعم خود قتل کر کے ملعون قرار دیا۔ اگر تورات شریف کا یہ مذہب صحیح نہ ہوتا تو یہود کبھی شوخی و شیخی کی راہ سے یہ نہ کہتے کہ انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ۔ یہاں یہود مسیح کو قتل کے باعث جھوٹا رسول قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کا مذہب ہے۔ اور آج تک یہود مسیح کو بوجہ قتل کاذب قرار دیتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت مسلمہ امر ہے قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ یہود کا یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ یہ کہا کہ یہود کا یہ خیال کہ مسیح کو ہم نے صلیب کے ذریعہ قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے اسلئے اسکا نتیجہ بھی غلط ہے اسلئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تورات شریف کی طرح قرآن مجید کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایک نبی یا مومن کا قتل ہو جانا اس کے ملعون ہونیکا مترادف ہے

ضروری خبریں!

قاہرہ ۴ نومبر۔ مشرق وسطی کا مشترکہ جنگی اعلان مظہر ہے کہ ۲ و ۳ نومبر کی رات کو آٹھویں فوج پھر آگے بڑھ گئی۔ شمال میں سوائے ساحلی علاقہ کے دشمن کو سیدی عبدالرحمن کے مغرب میں دھکیل دیا گیا۔ جنوبی محاذ پر دشمن تین چوکیوں سے پیچھے ہٹ گیا۔ ہماری فوجوں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے جنرل منٹگمری نے ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ میں پانچسو ٹینکوں کو جھونک دیا۔ ہماری فوجوں نے جرمن اور اطالوی فوجوں کے مورچوں میں پیشقدمی جاری رکھی۔

ماسکو ۵ نومبر۔ کل جرمن فوجوں نے سٹالن گراڈ کے صنعتی علاقہ میں پھر حملہ شروع کیا لیکن وہ اس میں ناکام رہے کئی جگہ انہیں نقصان اٹھانا پڑا۔ جرمنوں نے اس علاقہ میں چار تازہ دم ڈویژن بھی بھیجے اب چڑھائی کا رخ اڈھوسی کی طرف ہے۔

قاہرہ ۵ نومبر۔ کل آٹھویں فوج تمام محاذ پر پیشقدمی کرتی رہی۔ جرمن ٹینک بڑھتی ہوئی اتحادی فوج کے سامنے ہٹتے جا رہے ہیں محوری فوج ساحلی سڑک سے پسپا ہو رہی ہے اور بسرعت پیچھے ہٹ رہی ہے نو ہزار محوری سپاہی گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ مارشل رومیل کی غیر حاضری میں جس جنرل نے افریقی فوج کی کمان کی تھی وہ ہلاک ہو گیا ہے۔

ماسکو ۵ نومبر۔ سٹالن گراڈ میں روسی فوج کل دن بھر جرمنوں کے حملوں کو رفع کرتی رہی۔ والگا کے کنارے روسی فوجوں کے ایک پڑاؤ پر جرمن توپوں نے کافی دیر تک گولہ باری کی تا کہ اسکو روسی سپاہیوں سے صاف کر دیا جائے۔ اس کوشش میں ایک ہزار جرمن ہلاک یا مجروح ہوئے۔

قاہرہ ۷ نومبر۔ مصر کی لڑائی کے بارے میں تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ آٹھویں فوج مرسے مطروح کے جنوب میں پہنچ گئی ہے۔ جنرل الگزنڈر نے آج مسٹر چرچل کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جس میں بتایا ہے کہ ہم نے ۲۰ ہزار محوری گرفتار کئے ہیں۔ نیز ۳۰۰ توپیں، ۲۵۰ ٹینک اور ہزاروں لاریاں گرفتار یا برباد کر دی گئی ہیں۔ آٹھویں فوج اب بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

لاہور ۷ نومبر۔ صوبہ مسلم لیگ کونسل کا اجلاس زیر صدارت شیخ صادق حسن شروع ہوا۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد سید خلیل الرحمن سکرٹری نے رپورٹ پڑھی۔ اس کے بعد صدارت کے لئے نواب آف ممدوٹ کا نام تجویز ہوا اور متفقہ طور پر منظور ہوا۔ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے اس انتخاب پر نواب صاحب آف ممدوٹ کو مبارکباد دی۔ سر سکندر نے اپنی تقریر میں کہا کہ آجکل ایک پیپر کا بہت ذکر ہو رہا ہے اور وہ ہے سکندر فارمولا۔ میں صاف عرض کر دوں کہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے مسلمانوں کا صرف ایک ہی فارمولا ہے۔ اور جو شخص مسلمان رہا ہے کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ آپ یقین رکھیں کہ سر سکندر جب تک مسلم لیگ سے وابستہ ہے وہ مسلمانوں کے نصب العین سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ اب تک میری تمام کوششیں اسی نصب العین کے لئے رہی ہیں اور اب بھی اسی نصب العین کے لئے رہیں گی آپ بدظن سے کام نہ لیں کہ میں کوئی کام مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کروں گا۔ میں مسلمانوں کے متحدہ نصب العین کے حصول کے لئے ہی سب کچھ کر رہا ہوں۔ اور آخری فیصلہ میرا نہیں۔ تصدیق تو جمہور کریں گے۔ اور جمہور آپ لوگ ہیں جو مسلم لیگ کہلاتے ہیں۔

ماسکو ۷ نومبر۔ روس کے دوپہر کے ایک اعلان میں درج ہے کہ سٹالن گراڈ کے کارخانوں کے رقبہ میں ہمارے ایک دستے نے جرمنوں کو مضبوط مورچوں سے نکال دیا اور ایکے ایک دستہ کا صفایا کر دیا سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں آٹھ جرمن قلعوں کو تباہ کر دیا گیا پیدل فوج کے ایک دستہ کا صفایا کر دیا گیا نالچک کے جنوب مشرق میں دشمن نے ٹینکوں کی مدد سے حملہ کیا اور بھاری نقصان اٹھا۔ تواپسی کے شمال مشرق میں دشمن کے ایک گھرتے ہوئے دستہ کا صفایا کر دیا گیا۔ یوکرین میں ہمارے گوریلا دستوں نے ایک فوجی ٹرین برباد کر دیا۔

لنڈن ۹ نومبر۔ برلن ریڈیو سے اعلان کیا گیا ہے کہ امیر البحر ڈارلان کہاں ہے۔ اس کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی اس نے کل وشی کو ایک تار بھیجا تھا جس میں کہا کہ یہ میرا آخری تار ہے۔ برلن ریڈیو نے مزید کہا ممکن ہے کہ امیر البحر ڈارلان کو قیدی بنا لیا گیا ہو۔

لنڈن ۹ نومبر۔ امریکی فوجوں نے فرانسیسی شمالی افریقہ پر حملہ کیا اور تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار امریکی فوجیں یونس، الجزائر اور کاسابلانکا کے جنوب میں اتر پڑی ہیں یہ فوجیں ہفتہ اور اتوار کی آدھی رات کے فوراً بعد کئی مقامات پر اچانک اتار دی گئیں۔ حملہ بالکل اچانک کیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ لیبیا کی محوری فوج کو ایک طرف حملہ اور دوسری طرف شمالی فرانسیسی افریقہ سے گھیر لیا جائے مارشل پٹیان نے مقابلہ کا اعلان کر دیا ہے۔

قاہرہ ۹ نومبر۔ وسط مشرق کے سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ کل بھی جرمنوں کی مشینی فوج کے بچے کھچے حصوں کا لیبیا میں پیچھا کیا جاتا رہا مرسے مطروح میں دشمن کے چند دستوں نے جو ابھی تک مقابلہ کرتے چلے آ رہے تھے کل ہتھیار ڈال دیئے۔ کل مزید قیدی بنائے گئے۔ جن پاویا ڈویژن کا کمانڈر بھی شامل ہے۔

برلن ۹ نومبر۔ میونخ میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے جنگ کے واقعات پر تبصرہ کیا۔ اس نے کہا کہ شمالی افریقہ میں برطانیہ کی فوجیں آگے بڑھ آئی ہیں اور ہماری فوجیں پیچھے ہٹ آئی ہیں مگر اہمیت اس بات کی ہے کہ قطعی نتیجہ کیا ہو گا۔ ہم سود سمیت بدلہ لیں گے۔

لنڈن ۱۰ نومبر۔ فرانسیسی سرحد سے اطلاع ملی ہے کہ وشی میں مسٹر لاول کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ بوئنس آئرز کے ریڈیو سٹیشن نے میڈرڈ کی اطلاع کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ایم لاول ان گیا ہے۔ جہاں وہ شمالی افریقہ میں فرانسیسی مزاحمت کی نئی وجوہات بتائے گا۔

لنڈن ۱۰ نومبر۔ مسٹر چرچل نے آج صبح لنڈن کے لارڈ میئر کی سالانہ دعوت پنشن ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ سے خون، محنت اور پسینہ کا وعدہ کیا تھا لیکن اب ہمارے سامنے فیصلہ کرنے کا نیا تجربہ آ رہا ہے۔ رومیل کی فوج تباہ کر دی گئی ہے۔ یہ جنگ اسی مقصد کو لیکر لڑی گئی ہے کہ دشمن کی مسلح فوجوں کو تباہ کیا جائے۔

بوئے ما چوں ہر سعید خواہد بود ... در جہاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر میں محمد آصف

جائنٹ ایڈیٹر ... انعام ...

جلد ۳۰ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲ ذیقعد ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۶

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں پرانا نہ نیا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب ...

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انکساری، اخلاص، پاک خیالات اور پاک جذبات پیدا کرو

سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی۔ اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو۔ اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اسکو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اسکے کوشش کرو۔ اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں۔ کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں۔ اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کیساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائیگا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائیگا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کیلئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اسلئے اسکی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے کہ پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کیلئے مصیبتوں کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے۔ اسکے حاصل کرنے کیلئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بیقدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچہ کی طرح بن کر اسکے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے۔ بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینی میں مصروف ہیں۔

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ خطبہ جمعہ موجودہ پرچہ میں شائع ہو رہا ہے۔ سب احباب جماعت اسے غور سے مطالعہ فرمائیں اور اسے عملی جامہ پہنائیں حضرت ممدوح کی خواہش ہے کہ خطبہ جمعہ میں مذکورہ ہدایات پر فوراً عمل شروع ہو جائے۔

— مورخہ ۷ نومبر کو جناب چوہدری فضل حق صاحب نے نماز عصر کے بعد کارکنان انجمن کو چائے کی دعوت دی جس میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب، جناب سید امجد علی شاہ صاحب، جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے شمولیت فرمائی۔

— ہماری جماعت کے ایک دوست بابو محمد صدیق صاحب ایم۔ ای۔ سی فوج میں عراق گئے ہوئے ہیں سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بخیریت انہیں واپس لائے۔ آمین

— ملک عزیز احمد صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ دفتر کمشنر صاحب بہادر انبالہ چھاؤنی کیلئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سازگار حالات پیدا کر دے کہ انہیں مستقل ترقی مل جائے۔

— میاں محمد حنیف کارکن انجمن کا چھوٹا بچہ بیمار ہے اس کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے۔

— جماعت کے بعض دوست بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے حضور قلب سے دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور ان کی مشکلات دور فرمائے۔ آمین

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲ ذیقعد ۱۳۶۱ھ م ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۶

تبلیغ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ارشاد

جلسہ سالانہ پر آتے ہوئے ہر ایک دوست ایک غیر احمدی کو اپنے ہمراہ ضرور لائے

گذشتہ سال حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک تبلیغی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا تھا جسے جماعت کے متعدد حلقوں نے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی اور پیغام صلح نے بھی تبلیغی پروگرام کی اہمیت کی طرف بار بار توجہ دلائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریباً دوسو اشخاص سلسلہ میں شامل ہوئے انفرادی کوششوں کے ذریعہ دوسو اشخاص کی شمولیت اچھی کامیابی تھی اگر یہ کام مستقل طور پر جماعت کے سامنے رہے تو اس سے بہت کامیابی ہوسکتی ہے۔ گذشتہ دو خطبوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پھر جماعت کی توجہ تبلیغ کی طرف مبذول فرمائی ہے۔ ایک خطبہ اسی شیوع میں شائع ہو رہا ہے دوسرا خطبہ بھی آیندہ شیوع میں دوستوں کے سامنے آجائیگا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (الف) ہر ایک احمدی کو ایک مبلغ ہونا چاہیئے (ب) تبلیغی کوششوں سے لوگوں کو سلسلہ میں شامل کریں (ج) کام کریں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں کام سے قوٰے مضبوط ہوتے ہیں۔ حضرت ممدوح نے تبلیغ پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر ایک احمدی کو اپنے دائرہ میں ایک مجاہد اور سرگرم مبلغ ہونا چاہیئے۔ ہر ایک دوست کو چاہیئے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں نہایت محبت کے ساتھ احمدیت کا پیغام پہنچائے سو ہر ایک دوست کو چاہیئے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ماتحت چند ایک سعید الفطرت اشخاص کو اپنے پیش نظر رکھے اور ان تک احمدیت کے اغراض و مقاصد رکھے اور دلائل سے ان کے ذہن نشین کرالے کہ صرف احمدیت کے ذریعہ ہی از سر نو غلبۂ اسلام ہوسکتا ہے۔ جماعت کے سب دوستوں کو چاہیئے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس تازہ ارشاد کو بڑی محنت اور جوش کیساتھ عملی جامہ پہنائیں اور ہمیشہ اسے پیش نظر رکھیں۔ انفرادی تبلیغ کو تقویت دینے اور کامیاب بنانے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ وہ احباب سلسلہ جو جلسہ سالانہ پر تشریف لانیکا ارادہ رکھتے ہیں اپنے ہمراہ کم از کم ایک غیر احمدی دوست کو ضرور لائیں اس جلسہ سالانہ میں بہت برکت ہے اس سے جہاں اپنی جماعت کے دوست علم حاصل کرنے میں روحانیت پیدا کرتے ہیں اور جذبۂ اخوت کو مضبوط کرنے ہیں وہاں اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غیر از جماعت دوست ہماری مساعی کو دیکھیں اور ہمارے مرکز میں آکر ہمارے خیالات اور عقائد کو سنیں تو اس سے ان کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں اور وہ سلسلہ کے بہت قریب ہو جائیں اور بعض حالات میں تو ایسے بلند پایہ اجتماع کا فوری اثر بھی ہوتا ہے اور مخلص لوگ کسی واقعہ اور کیفیت سے متاثر ہو کر فوراً سلسلہ میں داخل ہوسکتے ہیں اگر ایسا نہ بھی ہو کم از کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ انفرادی تبلیغ کے لئے ایک نہایت خوشگوار فضا پیدا ہو جائے جس کا پیدا ہونا تبلیغ کے لئے از بس ضروری ہے۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے دائرہ اور حلقہ میں ابھی سے ایسے غیر احمدی احباب کو جلسہ میں شمولیت کیلئے کہیں جن کے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ حق کو جلدی قبول کرسکتے ہیں اور ان کے قلوب میں اسلام کا صحیح درد ہے انہیں ضرور اپنے ہمراہ لائیں غیر احمدی دوستوں کی شمولیت سے ہمارا جلسہ بھی بارونق ہوگا اور تبلیغ کا بھی ایک غیر معمولی موقعہ پیدا ہو جائے گا کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ اجتماع سے بہت متاثر ہوتی ہے خیال ہے کہ اس ضمن میں مرکزی دفتر سے بھی جماعت کے ذمہ دار حضرات کو بعض ہدایات عنقریب پہنچ جائیں احباب سلسلہ کو اس کا ابھی سے اہتمام کرنا چاہیئے اور تبلیغ کے اس غیر معمولی موقعہ کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے امید ہے بیرونی جماعتوں کے دوست ہماری اس گذارش پر ضرور توجہ مبذول فرمائیں گے۔

علامہ مشرقی کا تازہ بیان

تھوڑا عرصہ ہوا پنجاب اسمبلی میں سر سکندر حیات خاں نے خاکساروں کے متعلق ایک بیان دیا تھا۔ اس کے جواب میں علامہ مشرقی نے مدراس سے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں خاکسار لیڈر کی حیثیت سے واضح طور پر اعلان کرتا ہوں کہ جنگ کے دوران میں سر سکندر کی شرائط پر پورا عمل کیا جائے گا، اور پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے پابندیاں ہٹائے جانے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر سر سکندر کی شرائط پر پورے طور پر عمل شروع ہو جائے گا۔

موجودہ حالات کے پیش نظر علامہ مشرقی نے نہایت دانشمندی سے یہ بیان دیا ہے حکومت پنجاب کو بھی چاہیئے کہ اس بیان کے پیش نظر خاکساروں پر سے پابندیاں اٹھا دے اور حکومت ہند سے سفارش کرے کہ اس جماعت کو عائد شدہ قیود سے آزاد کر دیا جائے۔ آزادی ملنے پر یقیناً خاکسار ایسی روش اختیار کریں گے جس سے تلافی مافات ہو جائے اور حکومت اور خاکساروں کے درمیان نہایت خوشگوار اور اعلےٰ درجہ کی تفہیم پیدا ہو جائے اور مسلمانوں کی اس جماعت کو پنپنے کا موقعہ مل سکے جو یقیناً ایک مفید جماعت ہے۔

شذرات

مسلمان فرقہ احمدیہ

ریویو آف ریلیجنز نومبر ۴۲ء میں جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کے خود نوشت حالات زندگی شائع ہوئے ہیں جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"۱۹۰۰ء کے آغاز میں حضرت صاحب کا نوادشنامہ ملا کہ اس سال مردم شماری کے خانہ میں مذہب احمدی مسلمان لکھا جائے چنانچہ میں نے اس خانہ میں جہاں ہندو عیسائی۔ یہودی وغیرہ کا خانہ تھا مسلمان لکھوایا اور مذہب کا خانہ جہاں شیعہ سنی وغیرہ لکھا جاتا تھا فرقہ احمدیہ لکھوایا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں احمدیوں کو حضرت صاحب کی طرف سے تلقین ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو احمدی مسلمان لکھا کریں اور جناب سیٹھ صاحب مذکور نے اپنے نام کے ساتھ سنی فرقہ احمدیہ لکھوایا اور گذشتہ مردم شماری کے موقعہ پر ہر ایک قادیانی دوست کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ مسلمان فرقہ احمدیہ لکھائے ہم نے ۱۹۴۱ء میں بھی سوال کیا تھا کہ مسلمان فرقہ احمدیہ سے کیا مطلب ہے اور یہ سنی احمدیہ فرقہ کونسے سواد کا جزو ہے اگر یہ فرقہ اسلامی سواد اعظم کا جزو ہے تو ہمارے قادیانی دوست اپنے آپ کو اسلامی سواد اعظم کی طرف منسوب کیسے کرسکتے ہیں جبکہ وہ تمام مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تسلیم نہیں کیا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں کیا اس پر کوئی قادیانی صحیفہ روشنی ڈالے گا؟

دستکاری اور خواتین سلسلہ

دستکاری کے متعلق پہلے بھی خواتین سلسلہ کو توجہ دلائی جاچکی ہے اب پھر خواتین کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ اس کار خیر کو وسیع پیمانہ پر سرانجام دیں اور اشاعت اسلام کے نہایت اہم فریضہ کو تقویت پہنچائیں یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے جس میں ہر ایک احمدی بہن کو حصہ لینا چاہیئے امید ہے خواتین سلسلہ اس کار خیر کو نہایت محنت کے ساتھ سرانجام دینگی۔

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں پہلے بھی گذارش کی جاچکی ہے۔ اب پھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تاریخی، عمرانی تحریکات جدید اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون بھیجا ئیں ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔ امید ہے ہماری درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

ہر ایک احمدی مبلغ ہے

تبلیغی کوششوں سے لوگوں کو سلسلہ میں شامل کرو

کام کرو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو کام سے قوےٰ مضبوط ہوتے ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء

کھیعص۔ ذکر رحمت ربک عبدہ ذکریا . . . . ویوم یبعث حیا (سورہ مریم رکوع اوّل)

حضرت ذکریا اور حضرت یحیےٰ کا ذکر

اس سورہ مریم کے پہلے رکوع میں حضرت ذکریا اور یحییٰ کا ذکر ہے، باپ اور بیٹے کا، دونوں ذکروں میں ہمارے لئے کچھ سبق ہیں، اور قرآن کریم کا پڑھنا تو ہی مفید ہوسکتا ہے کہ ہم ان باتوں سے جو اس کے اندر مذکور ہیں کچھ فائدہ اُٹھائیں، حضرت ذکریا کے ذکر میں تو یہ بات قابل غور ہے ہمارے لئے ایک نصیحت اور سبق کا حکم رکھتی ہے کہ اس وقت جب وہ کمال درجہ کے بڑھاپے کی حالت کو پہنچ گئے وہ بڑھاپا جس کے متعلق عرض کرتے ہیں بارگاہ الٰہی میں رب انی وھن العظم منی و اشتعل الراس شیبا میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں، طاقت ان میں نہیں رہی، سر ہے وہ سفیدی سے شعلے مار رہا ہے، مگر اس حالت میں بھی خدا کے فضل اس کی نصرت کی امید نہیں چھوڑی، گویا اسباب خائب ہیں، امید نہیں چھوڑی ولم اکن بدعائک رب شقیا تجھے پکار کر میں ناکام تو نہیں ہوا، جو کچھ مانگا مل گیا اور اب بھی امید ہے جو کچھ مانگوں کا مل جائے گا۔

بلند آرزو

آرزو کیا ہے؛ انی خفت الموالی من وراءی وکانت امراتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا میرے اردگرد برادری کے بھائی بندوں میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو اس حق کو قائم رکھے جس کی طرف میں بلاتا ہوں، ان لوگوں کے حالات اور اخلاق ایسے ہیں کہ خوف ہے کہ جو کام تیرے نام کو بلند کرنے کا میں نے کیا ہے وہ میرے ساتھ ختم نہ ہو جائے اسلئے مجھے وارث عطا فرمائیے یرثنی ویرث من ال یعقوب جو اس علم کو بھی ورثہ میں لے جو مجھے ملا ہے، اور آلِ یعقوب کی نیک باتوں اور علوم کو بھی حاصل کرے۔

دو سبق

یہ دو سبق ہیں۔ اسباب بالکل مخالف ہوں تو خدا پر ایمان رکھنے والا مایوس نہیں ہوتا، ہڈیاں کمزور ہوچکی ہیں لیکن دل ویسا ہی مضبوط ہے اور خدا پر پورا ایمان ہے کہ وہ اسباب بھی پیدا کردے گا، دوسری بات یہ ہے کہ ایک وہ کام ہوتے ہیں جو ہم اس دنیا کی زندگی کے لئے کرتے ہیں، ان کے لئے خود دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی سنبھالنے والا چاہیئے کہ ان کاموں کے سنبھالنے کے لئے کسی وارث کی آرزو پیدا ہونا ایک فطری بات ہے، لیکن خدا کا نام بلند کرنیوالوں کو مال و جائداد کی فکر نہیں ہوتی، ان کو یہی فکر ہوتی ہے، کہ خدا کا نام بلند کرنیوالا کوئی پیدا ہو، جو ان کے اس کام کو جاری رکھے، یہی آرزو حضرت ذکریا کے دل میں بھی تھی کہ اب جبکہ میں سفر آخرت کرنیوالا ہوں اور اس دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے، اس کام کو سنبھالنے اور چلانے والا کوئی ہونا چاہیئے،

اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ہمیشہ جاری ہے

خدا کا نام بلند کرنے کا کام تو جب تک دنیا باقی ہے جوں جوں قدم بڑھاتے جائیں اور زیادہ ضرورت محسوس ہوگی، کبھی ختم نہیں ہوسکتا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ختم نہیں ہوا، بڑے بڑے خدام اسلام پیدا ہوئے اور انہوں نے اس سلسلہ میں بڑے بڑے کام کئے لیکن یہ کام ختم نہ ہوا، مسیح موعودؑ آئے پھر بھی ختم نہ ہوا بلکہ جتنا آگے قدم رکھو اتنا ہی آگے وسیع میدان طے کرنے والا نظر آتا ہے۔

مایوس نہیں ہونا چاہیئے

اسلئے ہمارے سامنے اگر ایسے حالات ہوں کہ لوگ اس پیغام کو ماننے کے لئے تیار نہیں جو محمد رسول اللہ صلعم لیکر آئے تو مایوس نہ ہونا چاہیئے، ہاں یہ تڑپ دل میں ہونی چاہیئے فھب لی من لدنک ولیا اس کام کو سنبھالنے والا کوئی ہو، یہی حضرت ذکریا کی تڑپ تھی، خیر ان کو بشارت ملتی ہے کہ ایک لڑکا ملیگا جو اپنے زمانہ میں ایک بینظیر انسان ہوگا لم نجعل له من قبل سمیا

دوسرا سبق اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے کے معنی

پھر جب وہ لڑکا اس عمر کو پہنچتا ہے جب انسان کوئی بڑا کام کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، اس وقت کہا جاتا ہے اور یہی وہ دوسرا سبق ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں یٰیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ اے یحیٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو، کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے کا کیا مطلب ہے کیا ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑنا مراد ہے، بات یہ ہے کہ یہ کتابیں جو خدا کی طرف سے ہدایت کے لئے آتی ہیں ان کا پکڑنا ان پر عامل ہونا، اور ان پر پوری قوت اور طاقت خرچ کردینا ہے، اور

یحاسب حسابا یسیرا وینقلب الی اھله مسرورا۔ واما من اوتی کتابه وراء ظھرہ فسوف یدعوا ثبورا جس کو کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے اس سے سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے اہل کی طرف خوشی سے لوٹے گا۔ اور جس کی کتاب پیٹھ کے پیچھے ہوگی وہ ہلاکت کی طرف جائے گا، اور کہیں وراء ظھرہ کی جگہ لشماله بھی آتا ہے تو بائیں ہاتھ میں لینے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کچے طور پر کتاب کو پکڑا، اور وراء ظھرہ کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کی پرواہی انہوں نے نہ کی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا، دائیں ہاتھ میں کتاب پکڑنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان مضبوطی سے کتاب کو لے، اس پر عمل کرنے اسکو دنیا میں پہنچانے میں پوری طاقت خرچ کرے، اس کے ساتھ پورا عشق اور محبت ہو، فی الحقیقت انسان کی پوری طاقت وہاں ہی خرچ ہوتی ہے جہاں عشق و محبت ہو، جس چیز کے ساتھ انسان کو عشق و محبت ہو جائے اس کے لئے پورا زور لگاتا ہے۔

کام کرنے سے قوےٰ مضبوط ہوتے ہیں

انسان کو خدا نے ایسے قوےٰ دیئے ہیں کہ جتنا چاہے ان کو مضبوط کرتا چلا جائے۔ جتنا ان قوےٰ کو کام میں لائے گا وہ مضبوط ہوتے جائیں گے، انسان سمجھتا ہے کہ آرام کرنے سے اس کے قوےٰ مضبوط ہونگے حالانکہ آرام کرنے سے قوےٰ کمزور ہوتے ہیں اور جتنا ان سے کام لیں اتنا ہی وہ مضبوط ہوتے ہیں، ایک پہلوان اور عام انسانوں میں کیا فرق ہے، ایک پہلوان اتنی محنت اور ورزش کرتا ہے، اپنے قوےٰ کو اس قدر استعمال میں لاتا ہے کہ اس کے بازو فولاد کی طرح مضبوط ہوجاتے ہیں یہی حالت انسان کے قوےٰ کی ہے، کام کرنے سے انسان کے اندر بے حد قوت پیدا ہوتی ہے، انسان میں کام کرنے کی بے انتہا طاقت ہے وہ وہ کام کر گذرتا ہے کہ وہم میں بھی نہیں آسکتے، وہی قوےٰ اگر استعمال نہ کئے جائیں ان کو آرام دیا جائے تو کمزور ہوجاتے ہیں۔

ہمارے اندر کیا تڑپ ہونی چاہیئے

تو جیسا کہ میں نے کہا حضرت ذکریا کے ذکر سے ہم یہ سبق لیتے ہیں کہ کبھی ہم پر مایوسی طاری نہ ہوگی، اور جو قوم خدا کا نام لیتی ہے، خدا کا ذکر کرتی ہے، وہ ناکام نہیں ہوگی، اس مقصد عالی کو جو ہمارے سامنے ہے دل میں رکھتے ہوئے یہ تڑپ ہمارے اندر ہونی چاہیئے کہ ہماری جگہ لینے والے اور بڑھ چڑھ کر کام کرنے والے لوگ پیدا ہوں، دنیا کا مال رکھنے والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا مال کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہ آئے۔ کوئی ان کی جائداد پر متصرف نہ ہو، لیکن خدا کا نام لینے والوں کے دلوں میں کوئی بغض کوئی حسد نہیں ہوتا وہ دل سے چاہتے ہیں کہ کوئی اور لوگ خدا کا نام لینے والے پیدا ہوں۔ اور حضرت یحیٰ کے ذکر میں خذ الکتاب بقوۃ، یہ سبق دیتا ہے کہ کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کیا جائے، اسکو دنیا میں پھیلایا جائے۔

مسلمانوں کے زوال کی وجہ

یہی بات مسلمانوں کے گرنے کا موجب ہوئی،

نے کتاب کو مضبوط پکڑے رکھا، طاقت میں ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکتا تھا، ملکوں کے ملک ان کے زیر نگیں تھے، قوموں کی قومیں ان کا لوہا مانتی تھیں۔ جب کتاب کے لینے میں کمزوری آگئی، تو وہ گر گئے، اسلئے کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو

محمد رسول اللہ کی قوت عمل

یہ خیال کہ زیادہ کام کرنے سے انسان کمزور ہوجاتا ہے، بالکل غلط ہے جتنا زیادہ کام کریں گے اتنی ہی طاقت آئے گی، کام کو دیکھنا ہے تو محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی کو دیکھو، ہم تو حیران رہجاتے ہیں کہ ایک شخص جس کے ذمہ پانچ وقت نماز پڑھانا ہو، وہ کہتا ہے یہی بڑا کام ہے کہ میں پانچ وقت نماز پڑھاتا ہوں اور آئمہ مساجد صرف اسی کام کے لئے رکھے جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے قوٰے بیکار ہوجاتے ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلعم کو دیکھو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں، لوگوں کے چھوٹے چھوٹے معاملات کا تصفیہ بھی کرتے ہیں، یہ نہیں کہتے کہ میں بادشاہ ہوں میں چھوٹے چھوٹے لوگوں کے معاملات میں نہیں پڑتا پھر قانون بھی بناتے ہیں، دشمن کا مقابلہ بھی کرتے ہیں، دشمن کے حالات سے پورے طور پر باخبر رہتے ہیں۔ کہاں کوئی قوم سر اٹھاتی ہے، کہاں کوئی اٹھنے والا ہے۔ یہ خبر آپ کو ہے یہ نہ سمجھنا کہ یہ اطلاع آپ کو خدا کی طرف سے ملتی تھی، نہیں آپ خود ہی تمام خبریں حاصل کرنے کا انتظام رکھتے ہیں۔ جہاں کوئی شبہ ہوتا ہے خود ہی اٹھ دوڑتے ہیں۔ پھر گھر کے کام بھی کر لیتے ہیں، اپنے کپڑے بھی دھو لیتے ہیں، کپڑوں کو پیوند بھی لگا لیتے ہیں، جوتی کی بھی مرمت کر لیتے ہیں، بکری کا دودھ بھی دوہ لیتے ہیں، گھر کے برتن بھی صاف کر لیتے ہیں، کسی کام میں عار نہیں، قوم کی جنگی تربیت ایک طرف ہو رہی ہے اور اخلاقی اور روحانی تربیت دوسری طرف ہو رہی ہے، یہ سب کام بلکہ اور بھی کئی کام ایک اکیلا انسان روزانہ کرتا ہے۔ تو یہ نمونہ ہے ہر ایک

دس گنا کام ہو سکتا ہے

وہ انسان اپنے آپ کو برباد کر لیتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مجھ میں قوت نہیں حالانکہ قوت ہوتی ہے، اب اپنی عام حالت کو دیکھو۔ بلاشبہ بحیثیت جماعت ہم نے بڑا کام کیا ہے، لیکن افراد کو دیکھا جائے تو اتنی گنجائش ہے ترقی کی کہ اگر ہر ایک شخص اپنے آپ کو پورا ذمہ دار سمجھے اور اپنے قوائے خداداد سے پورا کام لے تو انہی آدمیوں سے اس سے دس گنا کام ہو سکتا ہے۔

پوری سرگرمی سے کام کریں

خذ الکتاب بقوۃ تم میں سے خواہ کوئی آنریری کام کرنیوالا ہو یا گذارہ لیکر کام کرتا ہو ایک ہی بات ہے، چاہیئے کہ پوری سرگرمی سے کام کریں، اگر تم اپنے آپ کو پوری قوت سے حرکت میں لاؤ گے تو کام بھی زیادہ ہوگا اور تم میں قوت بھی آئے گی، مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں دکھا دیا کہ اگر کوئی خداداد قوٰے کو استعمال کرے تو کتنا انقلاب پیدا کر سکتا ہے، یہ نہیں کہ وہ کسی خاص زمانہ کے لئے تھا، آج بھی خذ الکتاب بقوۃ کا مصداق اپنے آپ کو بنا لے تو بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن بعض لوگ دیوار پر بیٹھے تماش بین کی حیثیت سے خدا کے کام کو دیکھتے رہتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے۔ کیا کبھی تمہارے دلوں میں تڑپ پیدا ہوتی ہے، کبھی تمہارے اندر درد اٹھتا ہے، کہ دنیا سے فسق و فجور دور ہو جائے، کبھی سربسجود ہو کر اللہ تعالٰے سے دعا کی ہے، کہ الٰہی دنیا کو بدکرداریوں سے نکال اور اس عذاب کو دور کر جو اس وقت مسلط ہے اور اسلام کی طرف جھکا دے۔

ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو

پس جو طاقت تمہیں اللہ تعالٰے نے دی ہے اسکو ضائع نہ کرو اور اپنے آپ کو پوری قوت سے خدا کا نام دنیا میں پھیلانے میں لگا دو۔ تھکان کا خیال نہ کرو بھوک اور پیاس کا خیال نہ کرو، بلاشبہ انسان کو بھوک لگتی ہے، لیکن بعض وقت کئی کئی دن بھوک برداشت کر لیتا اور غالب آجاتا ہے، کئی کئی دن گرمیوں کے اندر پیاس پر غالب آجاتا ہے، اندر کے قوٰے بھوک اور پیاس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح تھکان کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے یہ خیال کبھی دل میں نہ لاؤ کہ یہ اس سے زیادہ کام نہیں کر سکتے بلکہ ہر شخص کو چاہیئے کہ ایک ایک لمحہ کو جو اسے ملا ہے اسے ضائع ہونے سے بچائے اور اسے مفید کام میں لگا

تبلیغ اسلام میں نقصان کا خطرہ نہیں

تبلیغ اسلام کا کام تو ایسا تھا کہ چاہیئے تھا کہ تمام مسلمان آنکھیں بند کر کے اس میں کود پڑتے، دنیا کے ہر کام میں ناکامی کا اندیشہ لگا ہوا ہے تجارتیں ہیں ان میں ناکامی اور نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، عمارت اور جائداد ہے اس کے گرنے اور تباہ ہونے کا خطرہ ہے، اور کوئی کام دنیا کا لے لو اس میں نفع کے ساتھ نقصان کا خطرہ لگا ہوا ہے لیکن تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ایسا ہے کہ اس میں نقصان کا خطرہ کوئی نہیں ہر طرح انسان کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

یہ بہت اعلٰی درجہ کا کام ہے

میں نے کہا کہ یہ ایسا کام تھا کہ آنکھیں بند کر کے اس میں کود پڑتے، لیکن لوگوں کے اپنے اندر وساوس ہیں اسلئے اس طرف توجہ نہیں، کام اتنا بلند ہے کہ اس کی نظیر نہیں، خدا کا نام بلند کرنا، محمد رسول اللہ صلعم کے جھنڈے کے نیچے لوگوں کو جمع کرنا، دنیا میں صلح و آشتی پیدا کرنا، محبت و اتحاد بڑھانا جس سے جنگوں کی آگ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے، اتنا بڑا اور اتنا اعلٰی درجہ کا کام پورے انہماک اور شوق کو چاہتا ہے، سوچ لو، ابھی وقت ہے کہ پوری قوت کے ساتھ قرآن کو پکڑ لیں قبل اس کے کہ وہ وقت آجائے کہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت باقی نہ ہو۔

دو باتوں کی طرف توجہ کی ضرورت

میں دو باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں، میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے نام کے ساتھ لوگوں کو اتنا بغض ہے کہ ہمارے کام کی تعریف کرتے اور جماعت کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن اگر آپ کا نام آجائے تو بگڑ جاتے ہیں، لیکن یہ بھی میں کہتا ہوں کہ سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں ایسے لوگ ہیں کہ ان تک اگر پہنچو اور صحیح طور پر آپ کی باتیں انہیں سناؤ تو ماننے کے لئے تیار ہیں، اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے نظام کو ذرا ایسا رنگ دے دیا جائے کہ ہم سب کے سب کام میں لگ جائیں۔

ہر احمدی مبلغ ہے

کیا ہر ایک احمدی مبلغ نہیں؟ ہر ایک تم میں سے مبلغ ہے، خواہ کوئی گذارہ لیتا ہے یا نہیں، ہر ایک کا فرض ہے کہ اس کام کو کرے، لیکن بعض کام کو تو اچھا جانتے ہیں مگر انہیں شرم آتی ہے کہ تبلیغ کریں یا جماعت میں شمولیت کی کسی کو دعوت دیں، جس طرح مادہ پرستوں کو شرم آتی ہے کہ خدا کا نام مجلس کے اندر لیں، یہ اچھا طریق نہیں، ہٹا دو ان حجابوں کو۔ دور کرو اس شرم کو۔ اور جس کام کو تمہارے سپرد کیا گیا ہے اسے پورے انہماک سے سرانجام دو۔ میں کہتا ہوں لاکھوں انسان ہیں جو آسکتے ہیں، ان تک پہنچنا شرط ہے

مبلغین کو ہدایت

میں تو اپنے مبلغوں کو بھی کہتا ہوں کہ گھر کے اندر بیٹھ کر کام کرنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ اپنے کام کو وسعت دیں ایک ایک آدمی کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں۔ ایک ایک آدمی کے پیچھے لگنے کی کوشش کریں یہاں تک کہ وہ اس جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی قوت کا موجب بنے۔ ان پر ہی انحصار نہیں کیوں تم میں سے ہر ایک مبلغ نہیں بنتا۔

یہ چھوٹی سی جماعت پھر انقلاب پیدا کر سکتی ہے

پہلی جنگ آئی اور ختم ہوگئی، اگر اس وقت مسلمان سب کے سب کر تبلیغ اسلام کے کام میں لگ گئے ہوتے تو بالکل ممکن تھا کہ اسلام کی برکت سے ان لوگوں کے باہمی کینے مٹ گئے ہوتے اور یہ دوسری جنگ نہ ہوتی، اب یہ جنگ بھی اگر ختم ہوگئی تو ہم نے گویا ایک اور موقعہ ہاتھ سے کھو دیا اسلئے میں کہتا ہوں کہ ضرورت ہے بڑی زبردست جدوجہد کی اسلام کا پیغام محبت ان لوگوں تک پہنچانے کی، تاکہ آئندہ کے لئے ان خطرناک جنگوں کے عذاب سے بچ جائے۔ تم ایک چھوٹی سی جماعت ہو مگر ایک چھوٹی سی جماعت بھی بہت بڑا انقلاب پیدا کر سکتی ہے تم اٹھو اور خدا کے نام کو دنیا میں پہنچا دو، قرآن کو ان لوگوں تک پہنچا دو دوسرے مسلمانوں کو اس طرف لانے کی کوشش کرو۔ ان سے میں کہ اگر کوئی ہمارے اندر عیب یا نقص نظر آتا ہے ہمارے منہ پر آکر کہیں، اور اگر یہ اچھا کام ہے، تو آئیں اور اس میں شمولیت اختیار کریں، وقت نکل رہا ہے، اگر کوئی ذکر بیچ بوڑھا ہے تو وہ بھی آئے اور تمام مایوسیوں کو چھوڑ کر کام لگ جائے اور دعاؤں سے بھی مدد کرے اور اگر کوئی کسی طرح نوجوان ہے تو وہ بھی آئے اور اس قرآن کو پوری قوت سے لے اور اسے دنیا میں پہنچا دے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مرزا محمود احمد صاحب کو خاتم النبیین کے معنوں پر

مبلغ ۵۰۰ + ۱۰۰ روپیہ کے انعامات

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً (احزاب) ترجمہ :- اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے معاملے میں اپنی پسندیدگی چاہیں، اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا

از جناب سید اختر حسن صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

پہلا مطالبہ اور انعام مرزا محمود احمد صاحب نے ایک عدالت میں ایک حلفیہ بیان کے دوران میں کہا تھا کہ :-

"بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں مگر ہم اس کے معنی آخری نبی کے نہیں"

(الفضل ۲۷-۲۹ جون سنہ ۱۹۲۲ء والفضل ۲۰ نومبر)

پھر فرمایا :- "اہل عرب کے استعمال کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں ہوتے" (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء)

جب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں تو آخر ہیں کیا مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کے نزدیک اس کے معنی نبیوں کی مہر، نبیوں کی انگشتری، نبیوں کی زینت، نبیوں کی تصدیق کرنیوالا، اور نبیوں میں سے افضل ہیں اور وہ اس معنی کا استنباط کبھی تو قرآن مجید کی کسی آیت مثلاً ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم الخ سے کبھی کسی موضوع حدیث مثلاً لو عاش ابراھیم، ایسی بے سند قول، مثلاً قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وغیرہ سے کرتے رہتے ہیں۔ درحقیقت ان آیات، احادیث اور اقوال کے بھی وہ معانی نہیں ہوتے ہیں اور ان کی حالت اس آیت کی مصداق ہے کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران ع) جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اسباب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو ان میں متشابہ ہے، اور ان کا مقصد ہوتا ہے کہ فتنہ پیدا کریں اور اپنی تاویلیں کریں ـــ یہ ذہنیت ایسی ہے کہ اسے بعض عیسائی اصحاب قرآن مجید سے مسیح علیہ السلام کی الوہیت ثابت نکال لیتے ہیں، بہائی لوگ بہاء اللہ کی خدائی پر اس کرتے ہیں اور نئی شریعت آنے کا جواز بھی نکال لیتے ہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ جب مرزا محمود احمد صاحب اس طرح کی بات کر رہے ہیں تو ان کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کا طریق کیا ہے۔ یہ طریق فیصلہ بھی قرآن مجید نے بتایا ہے کہ محکمات کو بطور بنیاد پکڑ لیا جائے اور ان کے ذریعہ فیصلہ کر لیا جائے۔ جو شخص محکمات کے مقابل متشابہ پیش کر کے کچھ اور مفہوم نکالتا ہے اس کے متعلق ثابت ہو گا کہ وہ فتنہ پرور ہے، اور زیغ قلب سے من مانی تاویلیں کرنا چاہتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق میں نے کہا کہ خاتم النبیین کے معنی "لا نبی بعدی" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں، مگر نبیوں کی زینت، مہر، انگشتری یا نبیوں کی تصدیق کرنے والا اور نبیوں میں سے افضل نہیں کئے۔ اگر کئے ہوں تو صرف ایک حدیث دکھائی جائے، مبلغ پانسو روپیہ انعام دیا جائیگا۔

قادیانی مبلغوں کا غیر شریفانہ رویہ قارئین مجھے معذور سمجھیں اگر میں یہ کہدوں کہ اس صاف اور سیدھے چیلنج کے مقابل قادیانی مبلغوں نے نہایت غیر شریفانہ رویہ اختیار کیا ـــ مولوی اللہ دتہ صاحب نے پہلے تو جلسہ لاہور کی ایک روئداد کی بناء پر جس میں کچھ مضمون رہ گیا اور جس کے بعد تصحیح بھی شائع ہو گئی تھی ہمیں الزام دیا کہ ہم نے اپنا چیلنج بدل دیا۔ جب اس کی کماحقہ وضاحت کی گئی تو مولوی اللہ دتہ صاحب کو اس کی تردید کی تو جرأت نہ ہوئی لیکن اپنے الزام کو ضرور دہراتے چلے گئے میں نے لکھا کہ میرے جواب کو تو کم از کم اخبار میں جگہ دیدیں اور پھر اس پر کچھ لکھیں، مگر ان سے ایسا نہ ہو سکا، اس کے مقابل میں نے ان کے پورے مضمون کو پیغام صلح میں شائع کر کے اس پر تبصرہ کیا تھا، یہ تو خیر ایک ضمنی بات تھی، اب اصل بات لیجئے۔

اگرچہ میرے چیلنج کے متعلق بار بار وضاحت ہو چکی تھی۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب نے بجائے اس کے چیلنج کو منظور کر کے یہ لکھتے کہ وہ کم از کم ایک ایسی نص حدیثی دکھائیں گے جس میں خاتم النبیین کے معنی "لا نبی بعدی" کی طرح "نبیوں کی مہر" "نبیوں کی زینت" نبیوں کی انگشتری، نبیوں کی تصدیق کرنیوالا یا نبیوں میں افضل کئے گئے ہوں، یہ جواب دیا کہ :-

اسبات کے لئے پورے طور پر آمادہ ہوں کہ جماعت احمدیہ قادیان جو معنے خاتم النبیین کے کرتی ہے وہ معنے احادیث نبویہ سے بوضاحت ثابت کر دوں (الفضل ۲۸ جنوری سنہ ۵۱ء)

اس پر میں نے اسلئے کہ بات صاف ہونی چاہیئے تاکہ بحث کے دوران میں ثالثوں کو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ لکھا کہ :-

"اگر ان کا یہ مطلب ہے کہ وہ لو عاش ابراھیم اور اسی قسم احادیث سے اپنے معنوں کی صحت پر استدلال کریں گے تو اس کا بھی مطالبہ نہیں، مطالبہ صرف ایک حدیث نبوی کا ہے جس میں خاتم النبیین کے معنی بجائے لا نبی بعدی کے زینۃ النبیین افضل النبیین یا مصدق النبیین وغیرہ کئے گئے ہوں، .... مولوی صاحب کو اعلان کرنا چاہیئے کہ وہ کم از کم ایک ایسی نص حدیثی دکھائیں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی زینت یا انگوٹھی وغیرہ کئے ہوں، لیکن اگر ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ ایسی کوئی نص حدیثی موجود نہیں تو انہیں چاہیئے کہ اسکا صفائی سے اعتراف فرمالیں"

(پیغام صلح ۱۷ فروری سنہ ۱۹۵۱ء)

افسوس کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو نہ یہ چیلنج صحیح طریق پر منظور کرنے کی اور نہ صداقت کا اعتراف کرنے کی توفیق ملی، سچ ہے ـــ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم (الحشر)

اب انہوں نے (بقول مکرم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب) اپنی تازہ کارگذاری (فرقان) ۱۵ اکتوبر سنہ ۵۱ء میں لکھا ہے کہ :-

"خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین ہیں، اس کا ثبوت آیات قرآنیہ سے بھی ملتا ہے، احادیث نبویہ سے بھی ملتا ہے، اسلامی لٹریچر سے بھی ملتا ہے، بلکہ خود حدیث لا نبی بعدی سے بھی ملتا ہے، کیا کوئی غیر مبائع اس بارے میں تحقیقی مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہے"

جب انسان کا شیوہ ہی "ہر دو نخ بافی" ہو جائے تو وہ اپنے فن میں کمال دیدہ دلیری پر اتر آتا ہے، للہ کوئی انصاف کرے کہ میرے مطالبہ سے اس بیان کا کیا تعلق ہے اور میرے چیلنج کے جواب میں اس جواب کی بناء پر اگر تحقیقی مقابلہ شروع بھی ہو جائے تو ثالث کیا سمجھیں گے کہ ثابت کیا کیا جا رہا ہے۔ سوائے اس کے کیا ہو گا کہ میں اپنی طرف سے کہتا چلا جاؤں گا کہ صرف ایک حدیث پیش کرو جس میں لا نبی بعدی کی طرح افضل النبیین، زینۃ النبیین وغیرہ معنی لکھے ہوں اور مولوی اللہ دتہ صاحب آیت من یطع اللہ ـــ اور حدیث لو عاش ابراھیم وغیرہ سے اپنا تانا بانا تیار کرتے رہیں، کسی کی سمجھ میں نہ آئے گا کہ معاملہ کیا ہے میں پھر واضح کرتا ہوں کہ آیات و احادیث سے بطور استنباط چاہے کوئی تسلسل نبوت ثابت کرے یا تسلسل شریعت بہاء اللہ کی خدائی پر دلائل تراشے یا مسیح کی خدائی پر ـــ خاتم النبیین کے معنی بطور استنباط کچھ اور کرے یا الیوم اکملت لکم دینکم کی من مانی تاویل کرے۔ یہ سب متشابہات پرستی ہے۔ ہمارے سامنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک محکم اور قطعی ارشاد ہے کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ـــ اس کے مقابل استنباط سے کام نہ لو قطعی ارشاد پیش کرو کہ "انا خاتم النبیین" اعنی انا افضل النبیین" ـــ کیا کوئی ایسا ارشاد نبوی موجود ہے؟ ـــ اگر ہے تو کہو کم از کم ایک ارشاد نبوی ایسا دکھا سکتے ہو، تاکہ معلوم ہو کہ چیلنج منظور کر لیا گیا ہے۔

لا نبی بعدی کے معنی مولوی اللہ دتہ صاحب نے دوسری دروغ بافی یہ کی کہ کہتے ہیں خود حدیث لا نبی بعدی سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین ہیں۔ گویا نہ تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں نہ لا نبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ـــ تو کیوں نہ سمجھا جائے کہ وہ لغت جس کو حضرت مسیح موعود نے ام الالسنہ قرار دیا اس قدر تہی دامن ہے کہ اس میں کوئی بھی لفظ نہیں جو آخری کے معنی دیتا

ہو ــــــ اگر یہ الفاظ بھی ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتے تو اہل قادیان کا فرض ہے کہ وہ ایسے الفاظ پیش کریں جن سے یہ مفہوم لیا جا سکتا ہو، مثلاً اگر اللہ تعالےٰ کہنا چاہتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو کن الفاظ میں بیان کرتا ــــــ اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرنا چاہتے کہ میرے بعد . . . . کوئی نبی نہیں تو کونسے الفاظ میں بیان کرتے۔ اگر ایسے الفاظ اہل قادیان نے تجویز کر دیئے تو انشاء اللہ تعالےٰ ہم ایسے الفاظ بھی دکھا سکیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسے الفاظ بھی تجویز نہ کر سکیں، اور ان الفاظ کے بھی وہ معنی نہ لیں، تو سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ حق کی دشمنی نے ان کے دلوں سے خدا کا خوف چھین لیا ہے۔

بنیئے صاحب! ہم "لانبی بعدی" کے معنی کرتے ہیں "میرے بعد کوئی نبی نہیں" آپ کرتے ہونگے "میرے بعد نبی ہونگے" شاید یہ بھی آپ کہتے ہوں کہ بعد کے معنی بعد نہیں کچھ اور ہیں مگر ان سب امور کا فیصلہ بعد میں ہوگا، سردست آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا کوئی ایسی حدیث نبوی ہے، جس میں "لانبی بعدی" کی طرح خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین وغیرہ کئے گئے ہوں۔ اگر نہیں تو صاف اقرار کیجئے، پھر ہم آپ کے ان دلائل کا موازنہ بھی کریں گے جو آپ بعد، بمعنی قبل، منفی بمعنی مثبت، ختم بمعنی جاری، زمین بمعنی آسمان، دوزخ بمعنی جنت کے سلسلہ میں دیں گے۔ مگر پہلے ذرا ہماری بات کو ایچا پیچی کے بغیر قبول تو کیجئے، تا واقف لوگوں کو دھوکہ تو نہ دیتے کیجئے۔

دوسرا مطالبہ اور انعام

مولوی اللہ دتہ صاحب کی انہی مذبوحی حرکات کے مقابل میں نے لکھا تھا کہ:۔

"اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ مختلف احادیث سے بطور استنباط اپنے مفہوم کو واضح کریں تو اسکو بھی بیان فرمائیں اگرچہ اس قسم کی بحث کا تعلق ہمارے چیلنج سے کچھ نہ ہوگا لیکن ہم اس کے لئے بھی تیار ہوں گے کہ اس امر کو بھی ان سے مباحثہ کریں۔ اور چونکہ مولوی صاحب موصوف کی طرف سے یہ ایک جدید دعوت مباحثہ ہوگی اسلئے انہی کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اسے انعامی رقم سے مشروط کریں لیکن اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور ساتھ ہی مذکورہ بالا چیلنج کے مطابق کوئی نص حدیثی پیش کرنے سے بھی اظہار عجز کر دیا تو ہم اپنی طرف سے موخر الذکر مباحثہ کے لئے بھی کچھ انعام تجویز کر دیں گے" (پیغام صلح ۱۷ فروری ۱۹۴۲ء)

اب میں اعلان کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اگر ہمارے چیلنج کے مقابل اظہار عاجزی کر دیں اور کہدیں کہ ایک بھی حدیث نہیں جو افضل النبیین کے معنی کرتی ہو، تو اس جدید چیلنج کے لئے آمادہ ہو جائیں، اور منجملہ دیگر احادیث کے "لانبی بعدی" والی حدیث سے بھی ثابت کریں کہ کس طرح اس کے معنی "میرے بعد کوئی نبی نہیں" کی بجائے "افضل النبیین" ہیں؟

لیکن ۱۷ فروری سے لیکر آج تک اس چیلنج کا مولوی اللہ دتہ صاحب نے نام تک نہیں لیا، اب بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ انہیں ہرگز ہرگز جرأت نہ ہوگی کہ ہمارے چیلنجوں کو اپنے اخبار میں شائع کرائیں اور انہیں منظور کر کے حق طلبی پر آمادہ ہوں،

تیسرا مطالبہ اور انعام

تیسرا مطالبہ ہم نے اپنے مضمون "انقطاع نبوت پر آیات بینات" کے سلسلہ میں کیا تھا، جو ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح میں چھپا ہے ــــــ مولوی اللہ دتہ صاحب نے لکھا تھا کہ:۔

"قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب نبیوں سے افضل اور سید المرسلین ہونے کو لفظ خاتم النبیین میں بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوئی نص اس عقیدہ کے اثبات کے لئے قرآن مجید میں مذکور نہیں"

(پمفلٹ خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم صفحہ ۲)

اس پر میں نے آیات انا اول المسلمین (انعام ع ۲۰) اور انک لعلی خلق عظیم (القلم ع ۱) اور کان فضل اللہ علیک عظیما (نساء ع ۱۷) پیش کر کے لکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے پر یہ نصوص قطعیہ ہیں، اور حضرت مسیح موعود کے حوالجات پیش کئے تھے۔ اور پھر لکھا تھا:۔

"اگر اس کے بعد بھی یقین نہ آئے کہ قرآن مجید میں ایسی نصوص موجود ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل النبیین ثابت کرتی ہیں تو ہم میرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کو اپنے گذشتہ انعامی چیلنج کے علاوہ ایک سو روپیہ کا انعامی چیلنج دیتے ہیں کہ وہ ثابت کر دکھائیں کہ مذکورہ بالا نصوص . . . . . سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی" (پیغام صلح ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء)

اس چیلنج کے بعد بھی اہل قادیان دم بخود ہیں اپنے اخبار میں ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی مطالبہ ہوا بھی ہے ــــ اور ایک مرتبہ پھر آیہ کریمہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی اپنے عمل سے تصدیق کر دی۔ ان کے اخباروں میں دنیا جہان کے لایعنی مضمون شائع ہوتے ہیں مگر وہ کسی اصولی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کے طرز عمل سے مایوس ہو کر اب میں براہ راست مرزا محمود احمد صاحب کو خطاب کر رہا ہوں، اور تینوں مطالبات کا جواب ان سے طلب کر رہا ہوں، خاتم النبیین کے معنوں کے سلسلہ میں یہ وہ مطالبات ہیں کہ جن کے مقابل ان کی خاموشی بڑھتی جائے گی اتنا ہی دنیا کو ان کے باطل پر ہونے کا یقین بڑھتا جائے گا، اسلئے ہمارے لئے نہیں تو اپنے لئے ہی اس طرف متوجہ ہو کر ثابت کریں کہ اللہ اور رسول کے فیصلوں کی ان کے دل میں عزت ہے ــــ ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "خاتم النبیین" کے متعلق فیصلہ کرنا چاہا تو اسی سورہ احزاب میں جس میں آیہ خاتم النبیین کا ذکر آتا ہے، آیہ خاتم النبیین سے پہلے یہ تمہید بیان کی کہ کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ شایان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے معاملے میں اپنے اختیار سے کچھ اور بات پیدا کرنا چاہیں جیسا کہ اس مضمون کے عنوان پر درج ہے ــــــ کیا مرزا محمود احمد صاحب ایماندار ہیں؟ ــــــ کیا انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی منظور ہے؟ ــــ کیا کہیں ایسا فیصلہ ہے کہ "انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین"؟ ــــــ کیا مرزا محمود احمد صاحب کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کی اتنی عزت ہے کہ وہ ان مطالبات کا جواب دیں؟ ــــ ان سب امور کا علم اس طرز عمل سے ہو جائے گا جو مرزا محمود احمد صاحب اختیار فرمائیں گے

یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ ان مطالبات کا جواب خود دیتے ہیں یا کسی مبلغ کے سپرد کرتے ہیں۔ جن کے متعلق ان کی اپنی فراست یہ ہے، "ان مبلغین کی مثال ایک ناپاک جانور سے ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھتے کچھ نہیں بس یہ کہتے ہیں کہ جیسے ہوگا تبلیغ کریں گے۔ اگر اس ناپاک جانور کی بھی زبان ہوتی تو یہی کہتا کہ جیسے ہوگا حملہ کروں گا" (الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۴۲ء)

ہمارے مطالبات کے مقابلہ میں جو طریق مولوی اللہ دتہ صاحب نے اختیار کیا ہے اس سے ہم بھی اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی یہ تحلیل نفسی بالکل صحیح ہے۔ ہمارے مطالبات کا کچھ خیال نہیں کرتے بس تبلیغ حملہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

جمعیتہ العلماء ہند کی خدمت میں ایک گذارش

گذشتہ موسم گرما میں جمعیتہ العلماء ہند کا ایک جلسہ جو دہلی دروازہ شہر میں منعقد ہوا تھا اس جلسہ میں ایک ریزولیوشن نائب صدر مولانا احمد سعید صاحب نے پیش کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ جس عقیدہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہل اسلام کو قائم کرنا چاہتے تھے بالآخر علماء اسلام اسی پر گامزن ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برار

پھر ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۷ پر حضرت فرماتے ہیں "خدا سے شرماؤ اپنے منہ اپنی بات اور تفرقہ کا منہ دکھلاؤ۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان لوگوں کو اور بھی گھٹا کر کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ اگر ہمارے کہنے کا اثر نہیں تو اپنی ہی تحریرات مطبوعہ کو شرم سے دیکھو اور تکفیر تفریق سے باز آؤ" اب جمعیتہ کے ارکان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس قرارداد کی ایک نقل اخبار پیغام صلح میں شائع کرنے کیلئے بھیجدیں اور مختلف اخباروں میں بھی شائع کر دیں تاکہ اہل اسلام کے کل فرقے اس کفر بازی سے باز آ جائیں اور جو مسلمان لاالہ الااللہ محمد رسول کا قائل ہے وہ ایکدوسرے کی تکفیر سے باز آ جائے۔ شاید بعض احباب کے دل میں خیال ہو کہ اس قرارداد میں احمدیہ جماعت شامل نہیں تو انکی تسلی کے لئے میری یہ گزارش ہے کہ جس وقت یہ قرارداد کھلے اجلاس میں پاس ہو گئی اور جاری ہوا تو جناب مولانا احمد سعید صاحب سے دریافت کیا گیا کہ کیا احمدی جماعت بھی اس قرارداد کے مطابق مسلمان ہی سمجھی جانی چاہیئے تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ وہ کس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس پر میں نے ان کو کلمہ طیبہ سنایا جو احمدیہ جماعت پڑھتی ہے تو مولانا فرمانے لگے کہ پھر جماعت بھی جب رسول کریم صلعم کا کلمہ ہی پڑھتی ہے تو ان کو کس طرح اس قرارداد سے باہر رکھ سکتے ہیں وہ بھی مسلمان ہی ہیں میرے ساتھ دو معزز غیر از جماعت اصحاب بھی تھے جو حلفیہ گواہی دینے کیلئے تیار ہیں کہ مولانا صاحب نے جماعت احمدیہ کو بھی بوجہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے مسلمان ہی قرار دیا۔ مکرر عرض ہے کہ اس قرارداد کی اخباروں میں شائع کرنے کے لئے جمعیتہ العلماء کے اراکین بھیجدیں۔ تاکہ ہمارے اخبار میں یہ قرارداد شائع ہو جائے۔

خاکسار (قاضی) ثناء اللہ ۔ صدر بازار
چھاؤنی مہو

مولوی اللہ دتہ صاحب کی صریح غلط بیانی

اور

مولوی سید سرور شاہ صاحب سے ایک استفسار

{از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے}

کہنے کو تو قادیانی حضرات اپنے آپ کو اسلام کے واحد ٹھیکیدار اور دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً الفضل اپنے مصنوعی تقدس اور بناوٹی تقوے کا ڈھول بھی پیٹتا رہتا ہے۔ مگر عملاً ان کے علماء و فضلا کی حالت اس گروہ سے بھی بدتر ہے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرّ من تحت ادیم السماء اور قردۃ و خنازیر فرمایا ہے۔ قرآن حکیم کی آیات بینات کو اپنی اھواء و خواہشات کے مطابق ڈھالنا۔ احادیث نبویہ کو جو ہوں کی طرح کترنا، حضرت حکم و عدل کو ناسمجھ اور کمزور حافظے والا قرار دینا اور بزرگان سلسلہ کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا ان لوگوں کا شیوہ و وطیرہ بن گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کچھ لوگ تھے جو چند دنیاوی فوائد کے حصول اور خلیفہ صاحب کی خوشنودی کے لئے ایسی بے سروپا باتیں لکھکر مشتہر کیا کرتے تھے مگر پھر جو ان کا خلافت کی طرف سے انجام ہوا وہ مولوی اللہ دتہ صاحب سے مخفی نہیں ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو اللہ کی گرفت سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ اس طرح غلط باتیں پیش کر کے وہ کبھی خدا اور رسول کی رضاء حاصل نہیں کر سکتے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب اپنے رسالہ "فرقان" بابت ماہ اکتوبر ۴۲ء میں مندرجہ ذیل عنوان باندھتے ہیں۔

"نبوت کے جاری ہونے پر ایک محکم ترین دلیل"
"حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا صریح ارشاد"

جس کے تحت ذیل کی عبارت تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہم غیر مبائع بھائیوں کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا صریح ارشاد پیش کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل سورۃ القمر ع كذبت ثمود کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں"

(۲) "اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہ آنا ہوتا تو پھر انبیاء اور ان کے مخالفین کے ذکر کی کیا ضرورت تھی، کوئی بھی سورۃ خالی جاتی ہے جس میں انبیاء اور ان کے مخالفین کی ہلاکت کا بیان نہ ہو، اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے صرف فرق یہ ہے کہ اب نبی آپ کی مہر سے بطور آپ کے ظل کے آئے گا" ضمیمہ اخبار بدر ۲۰ر جون ۱۹۱۱ء

اب میں تمام منصف لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بتلائیں کہ عبارت نمبر ۱ سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آیا یہ کہ عبارت نمبر ۲ حضرت نورالدین اعظم کی فرمودہ ہے یا کسی اور کی۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے عبارت بالا کو حضرت نورالدین اعظم کا ارشاد قرار دے کر خوب خوش ہوئے ہونگے کہ کس طرح دنیا کو دھوکہ دے رہا ہوں قادیانی حضرات پڑھکر عش عش کر اٹھیں گے کہ مولوی صاحب کیسے کیسے عجیب دلائل پیش کر رہا ہے، ان بیچاروں کو کیا معلوم کہ مولوی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی بنیاد ہی اسی جھوٹ اور من گھڑت باتوں پر ہے۔ کس دیدہ دلیری کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عبارت نمبر ۲ فرمودہ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب موصوف نے مولوی سید سرور شاہ صاحب کے درس کے نوٹوں میں سے یہ عبارت لی ہے۔ جہاں سے یہ عبارت لی گئی ہے اس کے شروع میں سرورق پر جلی قلم کیساتھ ذیل کی عبارت لکھی ہوئی ہے:۔

حضرت مولینا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ۔

کیا اس کا نام امانت دیانت اور صداقت ہے جس کا الفضل آئے دن ڈھنڈورا پیٹتا رہتا ہے۔ اسپر طرفہ یہ ہے کہ رسالہ مذکور کے ٹائیٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر حاشیہ میں ایک ضروری یادداشت کے عنوان کیساتھ نوٹ دیا گیا ہے، مگر اس ضروری نوٹ کے لئے جو جگہ منتخب کی گئی ہے وہ اکثر قارئین کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ ملخص اس نوٹ کا یہ ہے کہ جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ حضرت نورالدین اعظم کی زندگی میں ہی شائع ہو چکے تھے اور یہ کہ جناب مولوی محمد سرور شاہ صاحب بھی کبھی کبھی درس دیتے تھے۔ لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ عبارت نمبر ۲ حضرت مولینا نورالدینؓ کی فرمودہ ہے۔ کیا قادیانی حضرات میں سے کسی ایک کی تحریر یا تقریر جناب خلیفہ صاحب کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے ہرگز نہیں۔ ورنہ اس طرح دنیا سے امن اٹھ جائے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے عبارت نمبر ۲ پیش کر کے بزعم خود نبوت کے اجراء کی بڑی کوشش کی ہے۔ مگر وائے باطل پرستی! قادیانی حضرات نہ حضرت اقدس کی کوئی تحریر اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں اور نہ حضرت مولانا نورالدین رح کے زمانہ کی مگر اسی تحریر میں ان کا رد بھی موجود ہوتا ہے۔ اس عبارت کو لے لیجئے۔ اس میں یہ جملہ "صرف فرق یہ ہے کہ اب نبی آپ کی مہر سے بطور آپ کے ظل کے آئیگا" قابل غور ہے حضرت اقدس کے فرمان بموجب ظل نبی ولی ہوتا ہے نہ نبی۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس ایک زبردست شہادت موجود ہے کہ جناب شاہ صاحب موصوف کی اس نبوت سے مراد وہی مجددیت اور محدثیت والی نبوت ہے نہ کچھ اور چنانچہ اسی اخبار بدر مورخہ ۱۶ر فروری ۱۹۱۱ء میں حضرت مولینا نورالدینؓ کے زمانہ میں ہی آپ فرماتے ہیں:۔

(۳) لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانیوالا دوم عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اسی رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔

کیوں جناب مولوی اللہ دتہ صاحب! آپ اس تحریر کو بھی مانتے ہیں یا نہ۔ ہم تو خدا کے فضل سے دونوں تحریروں کو تسلیم کرتے ہیں ہمارے نزدیک مجددیت و محدثیت والی نبوت کے دروازے تاقیامت کھلے ہوئے ہیں۔ اگر آپ میں تخم دیانت ہے تو آپ بھی اپنی اخبار میں اعلان کر دیں کہ ہم ان ہر دو عبارات کو مانتے ہیں جو حضرت نورالدین اعظم کے زمانہ میں شائع ہوئیں اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ آپ یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہیں۔ بینوا و توجروا

جناب مولوی سید سرور شاہ صاحب سے ایک سوال

کیا آپ کا اب بھی وہی عقیدہ ہے جو عبارت نمبر ۳ سے ظاہر ہے یا آپ نے بقول بعض قادیانی حضرات کے اپنے عقائد میں ترمیم کر لی ہے۔ اگر ترمیم کی ہے تو کن وجوہات کی بنا پر۔ اور اگر آپکے وہی عقائد ہیں جن کا آپ نے حضرت نورالدین اعظم کے زمانہ میں اظہار فرمایا ہے تو پھر جناب خلیفہ صاحب کے عقائد کو آپ کس طرح صحیح تسلیم کئے ہوتے ہیں جبکہ وہ حضرت اقدس کے علاوہ اور کسی مجدد پر لفظ نبی کے اطلاق کو جائز نہیں سمجھتے۔ امید ہے آپ ضرور اس بات پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں گے تاکہ مولوی اللہ دتہ صاحب جیسے لوگوں میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ "فرقان" کے اسی نمبر میں اور کئی بیت سے حوالے حضرت مولینا نورالدینؓ کی طرف منسوب کئے ہیں جو آپ کے نہیں ہیں بلکہ مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس القرآن کے نوٹوں میں سے لئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ اشاعت میں عرض کروں گا۔

مرکزی نوجوانوں کی مصروفیات

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس حسب معمول بروز اتوار ۱۵ نومبر بعد از نماز مغرب زیر صدارت حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب منعقد ہوا ہمارے نوجوان بنگالی دوست مولوی امیر علی صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس نے آنکھوں کی حفاظت پر ایک پر از معلومات تقریر فرمائی ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی گئی کہ آیندہ بھی ایسی تقریروں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ قادیانی عقیدہ نبوت پر محترم چوہدری فضل الرب صاحب نے ایک پیپر پڑھا۔

ہماری ایسوسی ایشن نے حال ہی میں "جلد سازی" کی ایک کلاس شروع کی ہے بروز ہفتہ ۱۴ نومبر کو اسکا افتتاح ہوا اس میں مندرجہ ذیل احباب نے شرکت کی۔ جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جناب ڈاکٹر آفتاب الدین احمد صاحب جناب شیخ محمد حسین صاحب، جناب مولوی ضیاء صاحب جناب نذیرالدین صاحب۔ جناب امیر علی صاحب اور خاکسار۔

اس کلاس کی غرض و غایت نوجوانوں میں خود اعتمادی اور وقار پیدا کرنا اور ان میں نوع خلق سے ہمدردی کے جذبہ کو قوت بخشنا ہے امید ہے کہ دوسری جماعتوں کے نوجوان بھی مرکزی ایسوسی ایشن کی پیروی کریں گے اسکے متعلق "سکرٹری" سے خط و کتابت کی جا سکتی ہے آیندہ اوقات مقررہ پر نوجوانوں کا اجلاس ہوگا تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ اس میں ضرور شامل ہوں۔

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے سکرٹری احمدیہ ینگمینز ایسوسی ایشن لاہور۔

ایک معزز شیعہ دوست اور جماعت احمدیہ کی خدمات

"میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اشاعت اسلام کی بے نظیر خدمات کی ہیں"

میر مدثر شاہ صاحب گیلانی ڈبگری دروازہ پشاور اپنے خط مورخہ ۵ / ۱۱ / ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ "سید جعفر حسین شاہ صاحب پرسنل اسسٹنٹ محکمہ تعلیم کے مکان پر گیا۔ بعد از ملاقات ان کو آپ کا کارڈ دربارہ چندہ پیغام صلح دیا گیا انہوں نے کہا کہ میں احمدی نہیں آباؤ اجداد سے اہل تشیع چلا آتا ہوں مگر اس قسم کا شیعہ نہیں جس قسم کے عموماً شیعہ ہیں۔ میں مردان میں انسپکٹر تھا مولوی محمد فردوس مرحوم میرے ماتحت ایک مدرس تھا وہ احمدی اور بڑا نیک انسان تھا اس نے میرے نام اخبار جاری کرایا تھا۔ میں نے کوئی درخواست نہ کی تھی۔ مرحوم کی زندگی میں مجھ سے کوئی مطالبہ نہیں ہوا پیغام صلح کے بعض مضامین اس قدر اعلیٰ پایہ کے اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ان کے کٹنگ میں نے محفوظ رکھے ہیں۔ اخبار لائیٹ کا میں مستقل خریدار ہوں اور برابر چندہ ادا کرتا ہوں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اشاعت اسلام کی بے نظیر خدمات کی ہیں اور اعلیٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا ہے امیر قوم کا انگریزی ترجمہ قرآن کریم میرے پاس ہے اور میں نے صاحب ممدوح کے اور مرزا صاحب کے لٹریچر کو پڑھا ہے۔ اور میں ایسی جماعت کی مالی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں چنانچہ میں نے ستمبر ۱۹۴۲ء میں جب مبلغ -/-/۱۰ تھے مکھو بھیجا تو -/-/۵۰ روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیجا .... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس وجہ سے بھی پسند ہے کہ وہ اسلامی فرقہ کی خصوصاً اہل تشیع کی تکفیر نہیں کرتی۔ امیر جماعت نے قرآن شریف کی ایسی تفسیر کی ہے اور ایسا لٹریچر مہیا کیا ہے وہ زمانہ حاضرہ کی ضروریات کو پورا کرتا ہے"

میاں صاحب کے معلومات

جناب میاں صاحب نے مختلف حاسوں کی تربیت کے ضمن میں خدام الاحمدیہ کو خطاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل معلومات پیش کیں ان معلومات کی نفسیاتی تحلیل کیجئے اور سر دھنیئے نوجوانوں کی تربیت میں ان مثالوں کی آمیزش کیا معنی؟

الف۔ ولایت میں شراب کے جو کارخانے ہیں ان میں بعض دفعہ پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر ایسے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں جو شراب کو چکھ کر یہ بتا دیتے ہیں کہ شراب فلاں سن کی شراب کے مطابق ہے۔ اور فلاں شراب کا ذائقہ فلاں سن کی شراب سے ملتا ہے۔ ہمارے ملک کی شراب تو لسی دودھ اور شربت ہے۔ اور ہمارے ملک نے اس میں کوئی خاص ترقی نہیں کی چالیس سال کے پرانے برتن میں ہی لسی کیوں نہ ہو وہ لے کے پی جاتے ہیں۔ اور انہیں ذائقہ میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ مگر ولایت میں پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر ایسے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں جو شرابوں کو چکھتے رہتے ہیں۔ اور چکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس شراب کا مزہ فلاں سن کی شراب سے ملتا ہے۔ بلکہ پانچ پانچ ہزار روپیہ تنخواہ کا بھی میں نے کم حساب لگایا ہے۔ میں نے پانچ پانچ ہزار پونڈ سالانہ ان کی تنخواہ پڑھی ہے اور اس لحاظ سے انہیں پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ ماہوار ملتا ہے ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ سارا دن بیٹھے شرابیں چکھتے رہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اسکا انگور فلاں سن کے انگور سے مشابہ ہے اور یہ شراب فلاں سن کی شراب سے مشابہ ہے اور یہ شراب فلاں سن کی شراب کے مطابق ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شراب تو پانچ روپے بوتل کے حساب سے فروخت ہوتی ہے اور [illegible] ویسی ہی شراب صرف ذائقہ کے تغیر کی وجہ سے دو سو روپے [illegible] حساب سے فروخت ہوتی ہے۔ الفضل ۸ ر نومبر ۱۹۴۲ء

(ب) امریکہ میں [illegible] حکومت نے جوئے کے خلاف قانون جاری کر دیا۔ پولیس [illegible] گاڑیوں میں گھس جاتی اور جب لوگوں کو جوا کھیلتے دیکھتی تو انہیں گرفتار کر لیتی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ان کی دلچسپی کا سامان جاتا رہا ہے تو انہوں نے اپنی دلچسپی کے لیئے ایک اور راہ نکال لی۔ چنانچہ ایک اخبار نے لکھا کہ آخر لوگوں نے اس قانون کا توڑ سوچ ہی لیا اور وہ اس طرح کہ جب انہوں نے دیکھا کہ پولیس جوا وغیرہ نہیں کھیلنے دیتی تو ایک شخص نے ایک دن مصری کی ڈلی نکال کر سامنے رکھ دی اور دوسرے کو کہا کہ وہ بھی مصری کی ایک ڈلی نکال کر رکھ دے اور پھر فیصلہ یہ کیا کہ جس کی ڈلی پر سب سے پہلے مکھی بیٹھے گی وہ جیت جائیگا اور اسے دوسرا شخص اتنے ڈالر انعام دے گا۔ غرض اس طرح انہوں نے کھیل کھیلنا شروع کر دیا کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ جوا کھیلا جا رہا ہے وہ یہی دیکھتا کہ مصری کی دو ڈلیاں پڑی ہوئی ہیں مگر درحقیقت ان مصری کی ڈلیوں سے ہی جوا کھیلا جا رہا ہوتا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں لگتا تھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر کبھی شور پیدا ہوا تو ہم آرام سے مصری کی ڈلی اٹھا لیں گے اور منہ میں ڈال لیں گے جوئے کا کوئی نشان باقی نہ رہے گا، لیکن اس معمولی سی بات نے انہیں غیر معمولی دلچسپی پیدا کر دی کیونکہ اب خالی مصری کی ڈلی کا سوال نہیں رہا تھا بلکہ اس کیساتھ جوئے کو لگا دیا گیا تھا۔ اور چانس اور عقل ہی وہ مقابلے انسانی زندگی کو دلچسپ بناتے ہیں۔ اب دیکھ لو وہی مکھی جو پہلے گذرتی تو کسی کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا اس مقابلے کے بعد کیسی دلچسپ چیز بن گئی اور کس طرح ہر شخص بیتابی اور اضطراب کے ساتھ مکھی کا انتظار کرتا ہوگا۔ کبھی کہتا ہوگا لو مکھی قریب آگئی لو اب تو بیٹھنے ہی لگی اور کبھی افسوس کیساتھ کہتا ہوگا مکھی آئی تو تھی مگر چلی گئی۔ گویا یہ بھی ویسا ہی دلچسپ مقابلہ ہو گیا جیسے کشتیوں کا مقابلہ ہوتا ہے، کیونکہ دلچسپی خون کے جوش سے پیدا ہوتی ہے اور جس مقابلہ میں انسانی خون کے اندر جوش پیدا ہو جائے اسی مقابلہ میں انسان کو لذت آنی شروع ہو جاتی۔ الفضل ۸ر نومبر ۱۹۴۲ء

(بقیہ خطبہ از صفحہ ۳)

علی حب من احسن الیھا۔

مبلغین میں مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ

تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ محبت کے ساتھ انہیں بلایئے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک فرد اور انجمن بھی اگر ہم نے کوئی کمی کی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کمی کو پورا نہ کریں جب ہم لوگوں کو قرآن مجید، حدیث اور حضرت مرزا صاحب کا علم الکلام سکھاتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم ان میں مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ بھی پیدا کریں جو لوگ بطور مبلغ تیار ہوں وہ پہلے مخلوق خدا کی خدمت کا کام سیکھیں میں سب کو کہہ رہا ہوں خواہ کوئی کلرک ہے یا سکول میں ہے یا قاعدہ مبلغ ہے اور پھر یہ دائرہ وسیع ہو کر ہر ایک احمدی پر محیط ہو جاتا ہے۔

ایک مثال

میں ایک مثال آپ کو بتاتا ہوں۔ مرزا مظفر بیگ کو اللہ تعالیٰ نے لائل پور میں بڑی کامیابی دی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے صرف یہ کہ مرزا صاحب مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے بھی دیوانہ وار کام کرتے ہیں سو جب لوگوں کو ایک دفعہ علم ہو جائے کہ ان لوگوں میں مخلوق خدا کی ہمدردی ہے تو پھر ان کے قلوب خود جھک جاتے ہیں اور وہ ہر بات کو بھی غور سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تبلیغ کی اور اسکے ساتھ ہی مخلوق خدا کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۔

سلسلہ میں شمولیت

از ۶ ر ستمبر تا ۱۱ ر نومبر ۱۹۴۲ء

۱۱۸ ملک حافظ غلام حسن صاحب سپاہی ڈرائیور مدراس۔
۱۱۹۔ شیخ فضل دین صاحب نظامی۔ فتح آباد ضلع امرتسر۔
۱۲۰۔ محمد حفیظ الحق صاحب۔ پونا۔
۱۲۱۔ عبداللطیف صاحب گوا۔
۱۲۲۔ جمیل الرحمان صاحب۔ پٹیالہ۔
۱۲۳۔ فضل کریم خانصاحب۔ پٹیالہ
۱۲۴۔ چوہدری احمد مالک صاحب۔ بدوملی
۱۲۵۔ معراج الدین صاحب اجنالہ ضلع امرتسر۔
۱۲۶۔ اصغر مراد صاحب۔ سیالکوٹ۔
۱۲۷۔ شیخ ادریس صاحب۔ گوا۔
۱۲۸۔ } ان دوستوں کے نام ایک مصلحت کی وجہ سے اخبار
۱۲۹۔ } میں شائع نہیں کئے جا رہے۔
۱۳۰۔ بابو محمد اکرام صاحب ضلع ہزارہ
۱۳۱۔ ماسٹر قربان علی صاحب ضلع میرپور ریاست جموں و کشمیر۔
۱۳۲۔ محمد نواز صاحب ساکن لکھن سیال ضلع مظفر گڑھ۔
۱۳۳۔ طالب حسین صاحب۔ چھاؤنی پشاور۔
۱۳۴۔ امۃ الحفیظ صاحبہ سیالکوٹ۔
۱۳۵۔ شیخ آدم صاحب۔ گوا
۱۳۶۔ دادا بھائی لکتوم صاحب۔ گوا۔
۱۳۷۔ محمد ابراہیم صاحب برار۔ ریاست کپورتھلہ۔
۱۳۸۔ خیر اللہ بخش صاحب۔ لگھیانہ
۱۳۹۔ میرزادہ غلام حسن صاحب عثمانی ساکن لوپہ ریاست کشمیر۔ حال امرتسر۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

گذشتہ سے پیوستہ

مگر سب سے بڑی مشابہت جو اصحاب کہف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اصحاب کہف نے ایک کہف میں پناہ لی۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وفادار ہمراہی کے ساتھ غار ثور میں پناہ لی مگر آپ میں اور اصحاب کہف میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ آپ نے کوئی بہت لمبا عرصہ اس غار میں نہیں رہنا تھا، جیسا اصحاب کہف کی نسبت مشہور ہے۔ اس تذکرے کے آخر میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولن لشایءٍ انی فاعلٌ ذالک غداً الا ان یشاء اللہ واذکر ربک اذا نسیت وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشداً یعنی تو کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہہ کہ یہ کام میں کل کروں گا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ چاہے اور جب تو بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر۔ اور کہہ کہ قریب ہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے (اصحاب کہف کی نسبت) زیادہ قریب راہ پر چلا دے۔ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی کام کرنیوالے تھے اور وہ کام اسی قسم کا تھا جیسا کہ اصحاب کہف نے کیا۔ یعنی جیسا کہ اصحاب کہف نے بھاگ کر ایک کہف میں پناہ لی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرنیوالے تھے۔ لیکن یہ کہ وہ بھاگنا اور اصحاب کہف کی طرح ایک ہولناک اور ڈراؤنی غار میں پناہ لینا کب ہوگا اس امر کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ کوئی وعدہ نہ کریں بلکہ ہر ایک بات خدائے تعالےٰ کے منشا پر چھوڑ دیں جس طرح اور جب خدائے تعالےٰ چاہے گا اسباب کو پورا کر دے گا۔ مگر یہ بتلا دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عرصہ غار میں نہیں رہنا پڑے گا جس قدر کہ اصحاب کہف کی نسبت مشہور ہے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشداً یعنی تو کہہ کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے (اصحاب کہف کی نسبت) زیادہ قریب راہ پر چلائے۔ یعنی مجھے خدائے تعالیٰ اس سے بچائے گا کہ مجھے بہت عرصہ تک غار میں رہنا پڑے جیسا کہ اصحاب کہف کی نسبت کہا جاتا ہے بلکہ میرا رب بہت جلدی مجھے اس غار سے نکال لے گا۔ اور مجھے ایسی راہ پر چلائے گا جس سے کہ میں جلدی کامیابی کی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔ خدائے تعالےٰ نے یہ نہیں بتلایا کہ اصحاب کہف تعداد میں کتنے تھے یا کتنا عرصہ وہ غار میں چھپے رہے بلکہ فرماتا ہے قل ربی اعلم بعدتھم یعنی کہہ کہ میرا رب بہتر جانتا ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی اور فرماتا ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا یعنی کہہ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ وہاں ٹھہرے رہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف کا ذکر کرنے سے خدا تعالےٰ کی غرض کوئی کہانی بیان کرنا نہیں۔ بلکہ یہ تذکرہ بطور پیشگوئی کے بیان کیا گیا ہے اور خدائے تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ میں ان غار میں پناہ لینے والوں کی تعداد اور مدت قیام کو بہتر جانتا ہوں، یہ اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ ان آدمیوں کی تعداد جو ایک غار میں پناہ لیں گے اور ان کا غار میں رہنے کا عرصہ یہ ایسی غیب کی باتیں ہیں جن کو اس وقت سوائے خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

غرض جس عظیم الشان واقعہ کی اصحاب کہف کے تذکرے کے ذریعہ خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مع اپنے یار غار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں پناہ گزین ہونے کا واقعہ ہے۔ اس وقت اگرچہ غار کے اندر دو ہی آدمی تھے اور ان کے ساتھ تیسرا خدا تھا مگر ان کے علاوہ بعض آدمی اور بھی تھے جن کا اس عرصہ میں اس غار کے ساتھ تعلق رہا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھا جو سارا دن بکریاں چراتا اور شام کے بعد بکریوں کو ہانکتا ہانکتا غار ثور کے پاس لاتا اور ان کا دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلاتا۔ دوسرا شخص جس کا تعلق غار ثور سے رہا ہے وہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ سارا دن شہر مکہ میں رہتے اور شام کے بعد اپنی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کھانا پکوا کر لاتے اور شہر کے حالات اور قریش کے خیالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کرتے لکھا ہے کہ کھانا لانے کے بعد یہ غار میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے اور پچھلی رات کو اٹھکر چلے جاتے۔ ایسا ہی لکھا ہے کہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی غار ثور میں تشریف لائیں۔ چنانچہ جب غار ثور سے روانگی کا وقت آیا تو وہ جلدی جلدی سفر کے لئے کھانا تیار کر کے شام کے بعد غار ثور میں تشریف لائیں مگر جلدی کی وجہ سے وہ تسمہ لانا بھول گئیں جس سے کہ اس کیسہ کا منہ بند کرتیں یا اسکو اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ باندھتیں۔ اسلئے اپنے ہی کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک کیساتھ کیسے کا منہ بند کیا اور دوسرے ٹکڑے کے ساتھ اسکو اونٹ کے کجاوہ سے باندھ دیا۔ اسی وجہ سے وہ تاریخ اسلام میں ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہیں۔ چوتھا شخص جس کو غار ثور سے تعلق تھا اور جو اس معاملہ میں رازدار تھا وہ عبد اللہ بن اریقط تھا۔ یہ شخص مشرکین میں سے تھا مگر وہ راستے سے خوب واقف تھا۔ اسلئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسکو اس کام کے لئے پہلے سے مقرر کر رکھا تھا چنانچہ وہ دو اونٹنیاں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے وہ اسی عبد اللہ بن اریقط یا اریقد یا ارقد کے سپرد تھیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں چھپے ہوئے تھے اس وقت یہ شخص اونٹنیوں کو غار ثور کے منہ کے پاس ادہر ادہر چرانا رہا اور جب روانگی کا وقت آیا تو اس نے دونوں اونٹنیوں کو لاکر حاضر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بطور رہنما کے روانہ ہوا۔ اس مشرک لیکن وفادار خادم کو اگر اصحاب کہف کے وفادار کتے سے تشبیہہ دیجاوے تو بے جا نہ ہوگا۔ جیسا اصحاب کہف نے کھانا لانے کے لئے اپنا آدمی شہر میں بھیجا ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی کھانا لانے کے لئے شہر میں جایا کرتا تھا اور جیسا کہ اصحاب کہف نے مشرکوں کی اذیت کے خوف سے اپنے ساتھی کو تاکید کی کہ ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا اور کسی سے جھگڑا نہ کرنا تا ایسا نہ ہو کہ ہمارے دشمنوں کو ہماری اس پناہ گاہ کی خبر ہو جائے اور وہ ہمیں مار ڈالیں ایسا ہی اصحاب غار ثور کیطرف سے ان کے ساتھی عبد اللہ بن ابی بکر رض کو تاکید تھی کہ وہ کسی طرح شہر کے رہنے والوں کو خبر نہ ہونے دے کہ وہ توحید کے حامی کس جگہ پناہ گزین ہیں۔ چنانچہ وہ دن کو چوکنا ہو کر شہر میں پھرتا اور دشمن کے حالات کی خبر رکھتا اور ایسے وقت میں کھانا لاتا جب کوئی اسکو دیکھنے والا نہ ہوتا تھا۔ چونکہ اصحاب غار ثور کی نسبت پہلے وعدہ ہو چکا تھا کہ اصحاب کہف کی نسبت خدا تعالےٰ ان کو زیادہ قریب راہ پر چلائے گا اسلیئے اصحاب کہف کی جائے پناہ کی تو دشمنوں کو خبر ہوگئی مگر غار ثور کا پتہ نہ لگا جبتک کہ اصحاب غار ثور وہاں سے نکل نہ گئے۔ غار ثور کے اصحاب نے اپنی غار کو چھوڑ کر ایک زیادہ محفوظ جگہ یعنی مدینہ میں جا کر پناہ لی۔ اب کل مشرکان عرب کو خبر ہوگئی کہ وہ موحدوں کی جماعت جو مشرکان مکہ کی اذیت سے تنگ آکر بھاگی تھی اس نے مدینہ میں آکر پناہ لی ہے اور وہ اس جماعت کے نابود کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ اسلئے ہوا تا کہ ان کو معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے اور موعودہ گھڑی میں کوئی شک نہیں یعنی خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو کہ لا الہ الا اللہ کہنے والی جماعت غالب آئے گی اور ان کے دشمن جو ان کو نابود کرنا چاہتے تھے وہ خود نابود کئے جائیں اور تا کہ حق اور باطل کے فیصلہ کی گھڑی ظاہر ہو جائے (وکذالک اعثرنا علیھم لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا۔ اسی طرح ہم نے ان کی خبر کھولدی تا ان کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ (نصرت الٰہی کا) سچا ہے۔ اور جس گھڑی کی خبر دی گئی تھی اس میں شک نہیں) یہ وعدہ بدر کے میدان میں پورا ہوا اور اس دن کا نام خدا تعالےٰ نے یوم الفرقان رکھا ہے (انفال۔ ۵) یہی وہ موعود گھڑی تھی جس کی نسبت خدا تعالےٰ نے بطور پیشگوئی کے فرمایا تھا قل لکم میعاد یوم (سورۂ سبا) اگرچہ قریبًا سارا عرب ان موحدوں کی جماعت کا جانی دشمن تھا لیکن اس ملک میں ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوگئی جو ان کی طرفدار ہوگئی اس جماعت کا نام انصار کی جماعت ہے جب موحدوں کی جماعت کو انہوں نے اپنے ہاں پناہ دی تو انہوں نے ان کے لئے ایک مسجد تیار کی اور یہ مسجد جو غریب مہاجرین کی جائے پناہ میں تیار کی گئی۔ اب تک موجود ہے۔ نہیں بلکہ جس جگہ اصحاب غار ثور نے پہلے پہل آکر مدینہ سے باہر راستہ کی تکلیف اور تھکان سے آرام کیا وہاں بھی انصار نے ایک مسجد بنائی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور مسجد اس غار ثور میں پناہ لینے والے موحد کا ایک ایسا نشان ہے کہ جہاں جہاں اس کی تعلیم پھیلی ہے وہاں یہ نشان بھی موجود ہے وقال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم

مسجد گاں) اصحاب کہف کے انصار نے تو ایک مسجد بنائی مگر اصحاب غار ثور کے خدام نے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں بلکہ بیشمار مسجدیں بنائیں۔ غرض اصحاب کہف کا واقعہ خدا تعالےٰ نے بطور قصہ کے بیان نہیں کیا بلکہ یہ ایک پیشگوئی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعات کی خبر دیتی تھی اور اس کے علاوہ بعض قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اور بھی آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی ہے مگر جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے وہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اصحاب کہف کے حالات کہانی کے رنگ میں بیان نہیں کئے گئے بلکہ جیسا دوسرے حالات بطور پیشگوئیوں کے بیان کئے گئے ہیں۔ ایسا ہی یہ بھی بطور پیشگوئی کے بیان کئے گئے ہیں۔

میں نے گذشتہ مضامین میں (بتوفیق ایزدی) یہ دکھایا ہے کہ قرآن شریف میں جو گذشتہ انبیاء اور گذشتہ قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ بطور قصہ کے بیان نہیں کئے گئے بلکہ ان میں آنے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ یہ امر اوّل تو ان حالات کے پڑھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے دوسرا اس سے کہ ان کی نسبت صراحتہً یہ لکھا ہے کہ یہ انباء الغیب یعنی آنیوالے واقعات کی خبریں ہیں۔ ایک اور بڑی بھاری دلیل ان کے پیشگوئیاں ہونے کی یہ ہے کہ یہ سب کے سب حالات مکی زمانہ میں نازل ہوئے۔ اسلام مکہ میں پیدا ہوا اور مکہ کے مسلمان نہ صرف ضعیف و کمزور تھے بلکہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے ناقابل بیان اذیت اٹھا رہے تھے۔ ایسے حالات میں جبکہ اسلام ابھی ابتدائی حالت میں تھا اور مسلمان طرح طرح کے دکھ دیئے جاتے تھے اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس مذہب کا انجام کیا ہوگا ایسے وقت میں خدائے تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء اور گذشتہ امتوں کے حالات کے ذریعہ اور نیز دوسری پیشگوئیوں کے ذریعہ اپنے نبی کو رفداہ امی و ابی) خبر دی کہ تو مظفر و بامراد ہوگا اور تیرے دشمن ذلیل و ناکام ہونگے اور یہ کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ ملک میں صرف تیرے ہی پیرو ہوں گے اور تیرے دشمنوں کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ یہ سب پیشگوئیاں ایسے وقت میں مشتہر کی گئیں جبکہ انکے پورا ہونے کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ دشمن طاقتور اور زور آور تھے اور اسلام کے پیرو نہایت کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے مسلمان مارے مارے پھرتے تھے اور ان کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ جیسے عظیم الشان انسان کو مکہ سے بھاگنا پڑا اور آخر ایک قوم کے رئیس کی سفارش سے آپ کو مکہ میں بعض شرائط کے ماتحت رہنے کی اجازت دی گئی۔ ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کی گئی کہ یہ طاقتور دشمن سب کے سب یا تو ہلاک ہو جائیں گے یا اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور یہ ملک جو اب بت پرستی کا گھر ہے اس میں اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔ جن واقعات کی انبیاء کے حالات کے ذریعہ خبر دی گئی وہ ایک عرصہ کے بعد ہو بہو پورے ہو گئے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو دیکھو۔ جن عظیم الشان واقعات کی اس میں خبر دی گئی ہے کیا کوئی انسان اس وقت ان واقعات کو قبل از وقت بیان کر سکتا تھا۔ کیا اس وقت کوئی شخص کہہ سکتا تھا کہ یہ نبی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح جنگل کے ایک گڑھے میں رہکر ایک غیر شہر میں جائے گا اور وہاں جاکر خدا تعالیٰ اس کو ایسی عزت اور جلال بخشے گا کہ آخر مغرور قریش حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح آپ سے نہایت عاجزی کے ساتھ طالب معافی ہوں گے۔ کون ان واقعات کو اس وقت بیان کر سکتا تھا۔ یہی حال ان پیشگوئیوں کا ہے جو دوسرے انبیاء کے تذکروں میں پائی جاتی ہیں۔ ان تذکروں کا ایسے وقت میں نازل ہونا جب ان واقعات کا ابھی نام و نشان بھی نہ تھا جن کی ان میں خبر دی گئی تھی اور پھر ان واقعات کا ہو بہو واقع ہونا اس بات کا ایک صریح ثبوت ہے کہ یہ تذکرے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے بیان نہیں کئے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ کہانیاں بیان کر سکتے ہیں بلکہ ان کو بطور پیشگوئیوں کے بیان کیا گیا ہے۔

ان تذکروں کا پیشگوئیاں ہونا اس جواب سے بھی ظاہر ہے جو خدائے تعالےٰ نے ان مشرکوں کو دیا ہے جو حقارت سے قرآن شریف کا نام اساطیر الاوّلین رکھتے تھے، خدائے تعالےٰ فرماتا ہے قل انزله الذی یعلم السر فی السموات والارض۔ کہہ کہ اسکو اس خدا نے نازل کیا ہے جو ہر ایک پوشیدہ بات کو جو آسمان اور زمین میں ہے جانتا ہے یعنی یہ کہانیاں نہیں ہیں بلکہ یہ آسمان اور زمین کے اسرار ہیں یعنی وہ غیب کی خبریں جن کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے اور جو زمین پر ظاہر ہونے والی ہیں۔

اب اس بات کا جانچنا کہ آیا یہ تذکرے خدائے تعالےٰ کا کلام ہیں یا کسی انسان کی بناوٹ ہیں بالکل آسان ہے۔ اگر یہ صرف بطور کہانیوں کے بیان کئے جاتے تو شائد اس امر کا فیصلہ کرنا مشکل ہوتا مگر اب چونکہ قرآن شریف ان کو بطور پیشگوئیوں کے بیان کرتا ہے اور مخالفین اسلام کو ان سے سبق حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے اسلئے ہمارے ہاتھ میں اب ایک پختہ معیار آگیا ہے جس سے ہم ان کا الہامی یا غیر الہامی ہونا آسانی سے جانچ سکتے ہیں اب امور تنقیح طلب یہ ہیں (اوّل) آیا یہ تذکرے جو آیندہ واقعات کو ظاہر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں واقعی ان واقعات کے ظہور سے پہلے نازل ہوئے یا بعد (دوم) آیا ان واقعات کی اس وقت خبر دینا جبکہ یہ سورتیں نازل ہوئیں انسان کی طاقت میں تھا (سوم) آیا جن واقعات کی ان میں خبر دی گئی ہے وہ پورے ہو گئے یا نہ (چہارم) کیا ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا ایک نبی کی سچائی کا نشان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ان سوالات کے جواب صاف ہیں جن سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ سورتیں ان واقعات کے ظہور سے بہت عرصہ پہلے نازل ہوئیں جن کی ان میں خبر دی گئی ہے۔ اور ایسے وقت میں نازل ہوئیں جبکہ کسی انسانی طاقت میں یہ نہ تھا کہ ان واقعات کی خبر دے سکے۔ اور کوئی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ واقعات جن کی ان سورتوں میں خبر دی گئی تھی ہو بہو واقع ہو گئے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ باتیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور جس پر یہ خبریں نازل ہوئیں وہ ایک سچا نبی تھا۔

ان پیشگوئیوں کی حقیقت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے کے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اس وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی ایک طرف ان زبردست پیشگوئیوں کو پڑھو اور دوسری طرف اس زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو کہ مسلمان کیسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ کیسی زبردست پیشگوئیاں ہیں جن سے نہ صرف خدائے تعالےٰ کا علم ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کی قدرت اور طاقت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کاش کہ دنیا ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے اور پھر ساتھ اس کے اس زمانہ کا نقشہ اپنے سامنے رکھے جس زمانہ میں یہ پیشگوئیاں نازل ہوئیں۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدائے تعالےٰ کا چہرہ صاف صاف نظر آجاتا ہے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے ؛

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خط کا جواب

شیخ مقبول الٰہی صاحب ایم اے کامرس ڈیپارٹمنٹ شملہ نے حضرت امیر کی خدمت میں ایک خط تحریر فرمایا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ احمدیہ جماعت کہاں تک کسی ایسے فرد یا جماعت سے تعاون کر سکتی ہے جس کا مقصد بھی اشاعت اسلام ہو۔ مسٹر مقبول کسی زمانہ میں مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے لیکن اب خدا کے فضل و کرم سے وہ اس رٹ سے نکل آئے ہیں اس کے علاوہ ان کے دل میں اسلام کیلئے بھی تڑپ پیدا ہو چکی ہے۔ لیکن وہ اس بات پر معترض ہیں کہ احمدیہ جماعت کو فرقی رنگ کیوں دیا جاتا ہے اور حضرت صاحب کی شخصیت کو درمیان سے نکال کیوں نہیں دیا جاتا۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اس سعید نوجوان کیلئے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں حق کی شناخت کی توفیق دے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا جواب

اخویم مکرم معظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازشنامہ ملا کسی نیک کام کیلئے بھی قدم اٹھایا جائے ہماری جماعت اسکی مخالف نہیں ہو سکتی لیکن اسکا کام بحیثیت جماعت اسی طریق پر ہوگا جس پر اسے اس زمانہ کے مجدد نے ڈالا ہے اور وہ ہے مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کام۔

مجھے امید ہے کہ مجوزہ حلفنامہ کے مطابق آپ بھی یہ غور فرمادیں کہ آنحضرت صلعم نے جو مجددین کے آنیکی خبر دی ہے اسکے سامنے ہر مسلمان کو سر جھکانا چاہیئے یا نہ۔ ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا صحاح ستہ میں ایک کتاب کی حدیث ہے اور اسکے متعلق لکھا ہے حدیث کے حافظ حدیث مجدد کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں اور تیرہ صدیاں امت کا تعامل ہے کہ مجدد ہوتے رہے اور دعویٰ بھی کرتے رہے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نام تو بہت مشہور ہے تو کیا بجائے اپنی جانب سے ایک حلف نامہ تجویز کرنے کے بہتر نہ ہوگا کہ نبی کریم صلعم کی حدیث کے ماتحت مجدد کا ساتھ دیا جائے۔ اس حلفنامہ کی بھی ایک نقل ملفوف ہے جس میں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان کوئی قابل اعتراض بات بتا سکتا ہے۔

مجھے صرف ایک ڈر ہے کہ مسلمانوں میں تشتت کی بیماری ترقی کرتی چلی جارہی ہے کتنے لوگوں نے بجائے امام وقت کا ساتھ دینے کے اور مجدد صدی یقیناً امام وقت ہے کسی نہ کسی پیرایہ میں الگ جماعت بنانے کی کوشش کی لیکن اگر آپ واقعات کو دیکھیں گے تو کام ایک ہی جماعت کا ایسا ممتاز نظر آتا ہے کہ کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ تعمیری کام ہے۔ خدمت اسلام کا کام ہے کفرستان میں اسلام کی بنیادیں رکھی جاچکی ہیں۔ اب صرف ان بنیادوں پر عمارت اٹھانے والوں کی ضرورت ہے مجھے امید ہے آپ اس پر غور فرمادیں گے اور کم از کم یہ کہ اسدفعہ ہمارے جلسہ سالانہ پر (۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر) تشریف لاکر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ جماعت اپنے عقائد اور عمل کے لحاظ سے کس رستہ پر چل رہی ہے اور اپنی شرکت کسی نقصان کا موجب نہیں ہوگی سوائے اسکے کہ چند دن لوگ خواہ مخواہ کہیں گے اور یہ بھی حقیقت میں نقصان نہیں نفع ہی کا

مسیح کا رفع الی اللہ

بہائیوں کا غلط عقیدہ

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

میں پہلے مضمون میں بتا چکا ہوں کہ رفع الی اللہ کے معنے رفع روحانی یا قرب الی اللہ کے ہیں . . . . . .

اور چونکہ قتل کی نفی کر کے بل رفعه الله اليه لا کر رفعت الی اللہ کا اثبات کیا گیا ہے اسلئے انبیاء کے لئے قتل ہو جانا ان کے مرفوع الی اللہ ہونے کے خلاف ہے لہذا انبیاء و رسل کا قتل ہو جانا ناممکن ہے۔ اور میں نے جب کبھی اس حقیقت کو مولوی صاحبان کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتائیے جبکہ حضرت عیسٰی کا مرفوع الی اللہ ہونا ان کے غیر مقتول و مصلوب ہونے پر مبنی ہے تو کوئی دوسرا نبی اگر قتل ہو جائے تو وہ کیونکر مرفوع الی اللہ ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام داغ لعنت سے پاک ہیں اور مرفوع الی اللہ ہیں اسلئے یقیناً کوئی نبی کبھی قتل نہیں ہوا میں نے دیکھا ہے کہ علماء عاجز آ جاتے ہیں اور ان کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کا قتل غیر ممکن ہے۔ میں نے ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ سوال لکھکر جواب کے لئے دیا اور زبانی بھی بتایا وہ چپ رہ گئے۔ بعد میں جواب دینے کا وعدہ کیا مگر باوجود یاد دہانی وہ آج تک خاموش ہیں۔ لاہور کی شاہی مسجد کے امام صاحب سے میں نے یہی سوال کیا تو انہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا مگر لکھکر دینے سے انکار کر دیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں ان کی تحریر کو شائع کر دوں تو خواہ مخواہ ایک اور بحث چھڑ جائے۔

میں نے دیوبند کے علماء سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صرف اتنا لکھا کہ بلاشبہ افان مات او قتل سے امکان قتل کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ باقی تمام پہلو سوال کے بلا جواب ہی چھوڑ دیئے۔ اپنا عقیدہ یہ لکھدیا کہ قرآن مجید کی نص صریح سے قتل انبیاء ثابت ہے۔ لیکن جب میں نے دوبارہ پوچھا کہ وہ کونسی نص ہے تو آج تک خاموش ہیں۔

غالباً دیوبندی حضرات کے نزدیک نص صریح سے مراد یقتلون النبیین" والی آیات ہوں گی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ یہود نے بعض انبیاء کے قتل کے لئے وہ اسباب جن سے قتل واقع ہوتا ہے اپنی طرف سے استعمال کئے۔ اسلئے ان کے ایسا کرنے کو عربی زبان میں "یقتلون" ہی کہیں گے۔ یہ الگ امر ہے کہ ان کے فعل قتل سے وہ انبیاء علیہ السلام واقعی قتل نہیں ہوئے۔ پس ایسے الفاظ کو نص صریح قرار دینا درست نہیں بلکہ محض رسمی اور پرانے عقیدہ کی بنا پر ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔

اگر علماء دیوبند یا ان کی نیابت میں بولنے والے مولوی ثناء اللہ صاحب میں لیاقت ہے کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ انبیاء میں سے کوئی نبی واقعی قتل ہوا ہے تو بسم اللہ وہ ذرا میدان میں نکلیں۔ اور قدرت حق کا تماشہ دیکھیں۔ مگر میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ وہ اس میدان میں بھی ہمارے مقابل نہ آئیں گے۔ کیونکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔

بابی اور بہائی } چونکہ باب اپنے دعوے کے چھٹے سال قتل کر دیا گیا اور یہ اس کے غیر مرفوع ہونے کی صریح دلیل ہے اسلئے انہوں نے یہ مذہب بنا رکھا ہے کہ انبیاء قتل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید تو صراحت سے حضرت عیسٰی کی شان میں وما قتلوه يقينا کے الفاظ میں قتل کی نفی کرتا ہے مگر بہائیوں کا مذہب یہ ہے کہ:-

" بر دار کشیده شد و مرد" (یہ عبدالبہا کے الفاظ ہیں) یعنی حضرت عیسٰی صلیب پر کھینچے گئے۔ لیکن خدا کی قدرت ہے کہ جس کا عبد ہونے پر عبدالبہاء کو فخر ہے وہ یعنی عبدالبہاء کے والد ماجد مرزا حسین علی المعروف به بہاء اللہ فرماتے ہیں:

(۱) "شمس جمال عیسٰی از میان قوم غائب شد و بفلک چہارم ارتقا فرمود"۔ یعنی حضرت عیسٰی قوم کے درمیان سے گم ہو گئے اور چوتھے آسمان پر چڑھ گئے (ایقان صفحہ ۹)

(۲) بالآخر چناں در صدد ایذاء و قتل آنحضرت افتادند کہ بفلک چہارم فرار نمود" (ایقان صفحہ ۱۳۴) یعنی آخر کار یہود حضرت عیسٰی کو دکھ دینے اور قتل کرنے کے ایسا پیچھے پڑے کہ حضرت عیسٰی چوتھے آسمان پر بھاگ گئے، ایقان کے انگریزی ترجمہ میں یہاں فرار نمود کا ترجمہ Took flight کیا گیا ہے۔

(۳) "وارد شد بر آں جمال اقدس آنچہ کہ اہل فردوس نوحہ نمودند و لقضی بر آنحضرت امر صعب شد کہ حق جل جلالہ باراده عالیہ بسماء چہارم صعودش داد (الواح مبارکہ صفحہ ۲۷۹)

یعنی حضرت عیسٰی پر وہ مصیبت وارد ہوئی کہ اہل فردوس رو پڑے اور ان پر اس قسم سے معاملہ دشوار ہو گیا کہ خدا تعالٰے نے اپنے ارادہ خاص سے اس کو چوتھے آسمان پر چڑھا دیا۔

بہاء اللہ کے کلام سے پیش کردہ حوالے صراحتاً یہ بتاتے ہیں کہ جس طرح عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب حضرت عیسٰی کو یہود قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور انہیں گھیر لیا تو خدا تعالٰے نے حضرت عیسٰی کو چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔ بعینہ بہاء اللہ کا بھی عقیدہ ہے۔ جو در اصل غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں رفع الی اللہ سے پہلے حضرت عیسٰی کے وفات دیئے جانے کا بصراحت ذکر ہے۔ مگر یہ غلط عقیدہ بھی بہائیوں کے اس عقیدہ سے کہ "بر دار کشیده و مرد" بہت بہتر ہے کیونکہ دار پر چڑھایا کر دیا جانا ملعون ہونے کے برابر ہے۔ اور یہی یہود کا مقصد تھا۔ معلوم نہیں کہ کیوں بہاء اللہ کے خلاف عبدالبہاء کی خلاف عبدالبہاء کے غلط عقیدہ کو بہائیوں نے اختیار کیا ہے۔ میں نے قریباً کل کی کل کتابیں جو بہاء اللہ کی ہیں اور شائع شدہ ہیں پڑھ لی ہیں۔ ان میں سے ایک جگہ بھی وہ اس امر کے قائل نہیں کہ عیسٰی قتل ہو گئے بلکہ وہ فرماتے ہیں:-

" لولا حفظ ربك لتقتل العلماء في اول يوم نطق باسم ربه العزيز الكريم" الواح مبارکہ صفحہ ۲۳۲

یعنی اگر اللہ تعالٰے مسیح کی حفاظت نہ کرتا تو یہود و علماء تو اسے پہلے ہی روز قتل کر ڈالتے جبکہ مسیح نے اپنے رب عزیز و کریم کے نام سے کلام کیا۔

اب ظاہر ہے کہ رب کی حفاظت حضرت عیسٰی کی بچانے والی تھی اور یہ حفاظت کیسے ہوتی ہے وہ بھی سن لیجئے۔

"دیکھو ان ایام کو یاد کرو جب حضرت عیسٰی تشریف لائے اور آپ پر ہیرودیس نے حکم لگایا۔ خدا نے غیبی لشکروں سے حضرت عیسٰی کی مدد کی اور برحق طور پر اس کی حفاظت فرمائی اور اسے اپنے وعدے کے مطابق دوسری سرزمین کی طرف بھیجدیا۔ بیشک وہ اپنے ارادے کا حاکم ہے۔ بیشک تیرا پروردگار جس کی چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے اگرچہ وہ نیچے سمندر یا اژدھے کے منہ میں ہو یا ظالموں کی تلوار کے نیچے ہو

(الواح ابن ذئب صفحہ ۲۱)

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں تو حضرت عیسٰی کے دوسری سرزمین کی طرف بھیجے جانے کا ذکر ہے نہ کہ آسمان پر جانے کا تو میں پہلے تین حوالے صریح ایسے پیش کر چکا ہوں جن سے آسمان پر جانا ثابت ہے اور میں ایسے بہت سے حوالے پیش کر سکتا ہوں بہرحال بطور مثال ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں تاکہ اس دوسری سرزمین کا بھی پتہ چل جائے۔

" در عیسٰی ابن مریم تفکر کن ظلم بمقامے رسید کہ حق جل جلالہ او را بآسمان چہارم برد"

یعنی حضرت عیسٰی ابن مریم کے معاملہ میں غور کرو کہ اس قدر ان پر ظلم کیا گیا کہ حق جل جلالہ ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا"

انعام } ان تمام حوالوں سے ظاہر ہے کہ بہاء اللہ کا عقیدہ حضرت عیسٰی کو زندہ چرخ چہارم پر لے جانے کا ویسا ہی ہے جیسا عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ رفعه الله اليه کا یہ ترجمہ کرنا کہ خدا نے اسے آسمان پر زندہ اٹھا لیا بالکل غلط ہے اور کوئی شخص عربی زبان میں سے ایک بھی مثال ایسی نہیں پیش کر سکتا کہ کسی اور کے حق میں اللہ تعالٰے نے اپنی طرف رفعت دینے کا ذکر کیا ہو اور وہاں سے زندہ آسمان پر لیجانے کے ہوں۔ برخلاف اس کے قرآن کریم اور لغت عرب میں صدہا مثالیں رفع الیہ کے معنوں کو بیان کرنے والی ملتی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رفعت الی اللہ سے مراد جسمانی رفعت نہیں بلکہ قرب روحانی مراد ہے۔ اور اس کے خلاف ایک بھی مثال موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی مولوی صاحب یا عیسائی صاحب ایسی مثال پیش کر دیں تو انہیں ہم مبلغ یکصد روپیہ انعام دیں گے۔

کیا کوئی بہائی عالم (صاحب علم) ہیں جو اپنے خدا یا مظہر خدا یا مشیت اولیہ کی اس غلطی کو جو رفع الی اللہ کے معنوں میں ان سے ہوئی ہے صحیح ثابت کر کے دکھا سکیں۔ الیس منهم رجل رشید؟

ضروری خبریں

لنڈن - ۱۳ نومبر - کولمبیا براڈکاسٹنگ سسٹم کے نامہ نگار نے آج ایک بجے بعد دوپہر قاہرہ ریڈیو سے اعلان کیا کہ آج صبح ۹ بجکر ۳۳ منٹ پر طبروق پر برطانوی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔

جرمن ریڈیو نے ایک بجے بعد دوپہر اعلان کیا کہ محوری فوجوں نے طبروق کو خالی کر دیا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے ایک خاص سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ آج صبح طبروق پر ہم نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح آٹھویں فوج نے ۹ دن میں تین سو میل پیشقدمی کی۔

واشنگٹن - ۱۳ نومبر یہاں معلوم ہوا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ نے شمالی افریقہ کے علاوہ دوسرے محاذوں پر حملہ کا جو اعلان کیا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ یورپ پر بھی حملہ کیا جائیگا۔

نئی دہلی - ۱۳ نومبر - ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا واضح کر دینا چاہتی ہے کہ مسٹر راجگوپال آچاریہ نے گاندھی جی سے ملاقات کے لئے جو درخواست کی تھی اس پر حکومت ہند کا فیصلہ اس کی قطعی پالیسی کا اظہار ہے۔

جالندھر - ۱۵ نومبر آج گیارہ بجے آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا اجلاس زیر صدارت قائداعظم منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی حسب معمول قرآن کریم کی تلاوت سے شروع کی گئی جسے تمام حاضرین نے احتراماً کھڑے ہو کر سنا۔

الہ آباد - ۱۵ نومبر آج راجگوپال آچاریہ نے سہ پہر کو سر سپرو سے ۳ گھنٹہ تک ملاقات کی۔ شام کے وقت آپ کو اخبار نویسوں کی طرف سے دعوت دی گئی۔

لنڈن ۱۵ نومبر۔ مسٹر چرچل کے ہیڈکوارٹرز سے اعلان کیا گیا ہے کہ مصر کی برطانوی فوجوں کے کمانڈر انچیف جنرل الیگزینڈر کا اندازہ ہے کہ آج تک جرمن اور اطالوی ۵۷ ہزار آدمی کھو چکے ہیں ان میں قیدی بھی شامل ہیں۔

شمالی افریقہ کے ساحل پر جنگ میں ۱۳ ڈبکنی کشتیاں تباہ کر دی گئیں۔ ان میں سے پانچ کو پچھلے دنوں میں تباہ کیا گیا۔

ماسکو ۱۵ نومبر سٹالن گراڈ سے آج صبح جو اطلاعات آئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کارخانوں کے رقبہ کے دو سو سے تین سو گز چوڑے علاقہ میں انتہائی شدت کی جنگ ہوئی۔

قاہرہ ۱۶ نومبر۔ آٹھویں فوج نے مرطوبہ پر بھی قبضہ کر لیا جو تمیمی سے ۲۵ میل آگے ہے۔ آخر الذکر مقام پر ۱۵ نومبر کو قبضہ ہوا تھا۔ مرطوبہ اگرچہ ایک معمولی سا شہر ہے مگر چونکہ لیبیا کے فضائی اڈوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس پر قبضہ ہو جانا بہت بڑی جنگی اہمیت رکھتا ہے۔ اب ہمارے طیارے نہ صرف سیرینیکا کے انتہائی مغربی سرے تک مار کر سکتے ہیں بلکہ کریٹ بھی ہماری زد میں آگیا ہے۔ اب مشرقی بحیرہ روم میں ہر جگہ ہمارے جہازوں کو مؤثر فضائی حفاظت مل سکے گی۔

لنڈن ۱۶ نومبر۔ مراکو ریڈیو کا بیان ہے کہ ہٹلر نے ٹیونس میں جرمن فوجوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اپنے مورچوں پر ڈٹے رہیں۔ ربت ریڈیو نے اتحادی فوجوں کے ہیڈکوارٹرز کی ایک خبر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اتحادیوں کی ہراول فوجیں ٹیونس میں زیادہ سے زیادہ تیزی سے مشرق کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

لاہور - ۱۶ نومبر - پنجاب گورنمنٹ نے لاہور بجلی کمپنی کے سیکرٹری کو نوٹس دیا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۵۷ ڈیفنس آف انڈیا رولز کمپنی کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۱۶ نومبر۔ روس کا سرکاری اعلان مظہر ہے کہ سٹالن گراڈ میں ہماری فوجوں نے دشمن کے چھوٹے چھوٹے حملوں کو ناکام بنا دیا ہے ایک رقبہ میں شہر کے مختلف محافظوں نے دشمن کے ایک حملہ کو پسپا کر دیا۔ روسی توپخانہ نے دشمن کی بڑی توپوں اور فوجوں سے بھری ہوئی تین لاریوں کو تباہ کر دیا۔ اور پٹرول کے کئی ذخیروں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں دشمن کے آٹھ قلعوں کا ستیاناس کر دیا گیا نالچک کے جنوب مشرق میں ہماری فوجوں نے دشمن سے سخت لڑائیاں لڑیں۔ ہماری فوجیں کچھ آگے بڑھ گئیں۔

نئی دہلی - ۱۷ نومبر۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مسٹر فضل حق اور مسٹر جناح میں سمجھوتہ کی خط و کتابت کئی دنوں سے ہو رہی ہے اور فضل الحق نے اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے مسٹر جناح کو یقین دلایا ہے کہ وہ آیندہ مسلم لیگ کے ڈسپلن میں رہیں گے اور مسٹر جناح نے انہیں دوبارہ لیگ میں شامل کرنا منظور کر لیا ہے۔

مراعات جو پنجاب میں موجودہ اور سابق سپاہیوں اور ان کے کنبوں کے لئے منظور کی گئی ہیں

حکومت پنجاب نے موجودہ اور سابق سپاہیوں اور ان کے کنبوں کے لئے متعدد مراعات منظور کی ہیں بڑی بڑی رعایتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں :-

جاگیریں

فیصلہ کیا گیا ہے کہ موجودہ جنگ میں سپاہیوں کے لئے ان کی خدمات کے صلے میں قریباً ۷ ہزار ایکڑ زمین مخصوص کی جائے۔ اس میں سے ۱۵۰۰ ایکڑ نیلی بار آبادی میں۔ بیس ہزار سے تیس ہزار ایکڑ تک حویلی پراجیکٹ کے رقبہ میں اور بیس ہزار ایکڑ ضرور جناب ال والی توسیع کے علاقہ میں ہوگی۔

سول ملازمت

سول ملازمت کی اغراض کے لئے ذاتی فوجوں میں کام کرنے والے افراد اسبات کے حقدار ہوں گے کہ اپنی اصلی عمر میں سے وہ مدت منہا کر دیں جو انہوں نے بطور مصافی صرف کی ہو۔ اس طرح مسلح افواج کے افراد کو اپنی حب الوطنی کی بنا پر صوبائی حکومت کے ماتحت سول ملازمت کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئیگی۔

یہ عام اصول تسلیم کیا گیا ہے کہ سول ملازمتوں کی بھرتی میں جہاں تک ممکن ہو ان افراد کو ترجیح دی جائے جو قومی خدمات سرانجام دے چکے ہوں۔ اور خاص خاص ملازمتوں یا اسامیوں کے لئے تعلیمی قابلیتوں کے متعلق جو قواعد مقرر ہیں انہیں خاص تحفظات کے ماتحت اس حد تک نرم کر دیا جائے گا۔ کہ وہ لوگ بھرتی ہو سکیں جو مسلح افواج میں اپنی خدمات کے باعث ایسی قابلیتیں حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ فوجی خدمات والے امیدواروں کے لئے جہاں تک ممکن ہوگا زیادہ سے زیادہ ملازمتیں مہیا کی جائیں گی، قریباً تمام محکموں نے ایسی بہت سی آسامیاں مخصوص کر رکھی ہیں۔ جنہیں ایسے اشخاص سے پُر کیا جائے گا۔ جنہوں نے فوجی خدمات سرانجام دی ہوں۔

پنجاب کی سول سروس کے متعلق جو عام طور پر جزواً براہ راست بھرتی سے اور جزواً دوسری ملازمتوں سے ترقی کے ذریعے پوری کی جاتی ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ انتخاب اور کھلے امتحان کے ذریعے براہ راست بھرتی کو فی الحال بند رکھا جائے۔ اور غالباً تمام دوران جنگ میں بند رکھا جائے گا۔ اس طرح جو اسامیاں خالی ہوں گی وہ ان افراد کے لئے مخصوص کی گئی ہیں جو فوجی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دریں اثنا اسامیاں خالی رہنے کی وجہ سے کام میں کسی قسم کی روکاوٹ کو دور کرنے کی غرض سے تجویز کیا گیا ہے کہ کچھ ریٹائرڈ افسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۸

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

جماعت کو ہدایات

پھر اگر اس پر ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے ایسے قائل ہو جاؤ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متادب بن جاؤ۔ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اس کی عظمت اور جلال اور اس کے حسن لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

بعد اس کے ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنع دور ہو جائے اور تم اسکو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی ماں سے محبت رکھتا ہے۔

اور دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ ان سے کچھ تعرض نہ کرو۔ اور انصاف پر قائم ہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنا چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے اور اسکے آزار کے عوض میں تو اسکو راحت پہنچاوے اور مروت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔

پھر بعد اس کے ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیرخواہی بجا لاوے۔ اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے۔ کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کے شکرگذاری یا دعا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے باستثناء اس شخص کے کہ بعد اسکے خدائیتعالیٰ اسکو رد کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اسکو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا یا وضع و حرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کیوجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے اسکی پروا نہ کرو چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدائیتعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولےٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

اخبارِ احمدیہ

—— جیسا کہ گزشتہ پرچہ میں لکھا گیا تھا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۲۴ نومبر کی شام کو دو ہفتہ کے لئے باہر تشریف لے گئے سب دوست حضرت ممدوح کی خیریت سے واپسی کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

—— جناب مرزا معصوم بیگ صاحب چنبہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ انکے صاحبزادہ محمد شفیع بیگ صاحب سب انسپکٹر پولیس ہو گئے ہیں چھ امیدوار تھے جن میں وہ سب سے اول رہے اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی کیساتھ سنی جائیگی کہ ملک فضل الٰہی صاحب سکنہ سرائے عالمگیر جو سلسلہ کے نہایت مخلص رکن ہیں ان کے ہاں اللہ تعالیٰ نے جڑواں لڑکے عطا کئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ بچوں کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین اس خوشی میں [illegible] صاحب موصوف نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔

—— محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ابھی تک بعارضہ بخار بیمار ہیں احباب سلسلہ محترم شیخ صاحب کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت عطا فرمائے آمین۔

—— جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا صاحبزادہ عزیز ناصر احمد بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہے احباب سلسلہ صحت کیلئے دعا فرمائیں

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس کیساتھ سنی جائے گی کہ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو رحیم بخش صاحب ٹیلر ماسٹر سامانہ کی بیوی انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ تین خورد سال بچے اپنے پیچھے چھوڑ گئی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

پیغامِ صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۶۱ھ م ۲۶ نومبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۸

احمدی نوجوانوں کے مقاصد بلند ہونے چاہئیں

مدافعت، تبلیغی اقدامات اور تعمیرِ جماعت کا شاندار پروگرام

آج کل نوجوانوں کی توجہ کو صرف وطنیت اور مادیت نے جذب کر رکھا ہے۔ یہ اوطان کا فرنگی تخیل، یہ مغرب کے مسموم نظریئے جس حد تک اسلام اور اس کے استحکام کے لئے خطرناک ہیں وہ میری تحریر کے منت کش نہیں۔ شیطان کی اس مزخرفات اور دجال کی ان ریشہ دوانیوں نے اسلام کے بین الملّی تخیل کو جو صدمہ پہنچایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تخیلات کے پیچھے ایک سازش کام کر رہی ہے، جو محض مسلمانوں کی وحدت ملی کو توڑنے کے لئے وجود میں آئی۔ یہ فرنگی دانش کی ایجا پیچیاں محض اس لئے کار فرما ہیں کہ اسلامی دنیا کو جغرافیائی حدود میں تقسیم کر کے مسلم ریاستوں کی اس تقسیم میں ابدی تفریق کا بیج بو دیا جائے، تاکہ ملتِ بیضا کا شیرازہ پریشان ہو اور اسلام کی عالمگیر ہیئت اجتماعیہ اوطان کی چکی میں پس کر خاک ہو جائے۔ کیونکہ مغربی مفکر اور مدبر یہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ وطنیت اور ملحدانہ مادیت کا سب سے بڑا دشمن صرف اسلام ہے۔ میرے خیال میں احمدی نوجوان چونکہ امت محمدیہ کا مسلح اور سربکف سپاہی ہے، جس نے اپنی رضامندی سے تحفظ ملت کو اپنے اوپر وارد کیا ہے۔ اسے نہایت شدت و قطعیت کے ساتھ ان مسموم نظریوں کا ابطال کرنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ ایک فتنہ اور بھی ہے جس کی ہمیں اصلاح کرنا ہے وہ ہے قادیانیت کے غلو کا استیصال۔ جو گذشتہ چند سالوں سے ہندی مسلمان کے اساسی اصولوں کے لئے ایک مستقل خطرہ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس بیّن حقیقت سے کون احمدی نوجوان واقف نہیں کہ ملت بیضا کی تمام قوت کا انحصار صرف دو عقائد پر ہے۔ اول توحید اور دوم ختم نبوت، توحید کے عقیدہ سے مسلمان کا دل سکون قلب اور بہادرانہ جذبات سے لبریز ہے اور یہ تخیل تمام بتوں کے لئے پیغام موت اور ایک ابدی رعشہ، خوف کے مترادف ہے اور دوسری طرف ختم نبوت سے مسلمان کی حیات ملی کو ثبات ہے۔ اس عقیدہ میں کمزوری پیدا ہونے سے ملت اسلامیہ کی بلند عمارت کے منہدم ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس عقیدہ کو جو صدمہ قادیانی غلو سے پہنچا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اس غلو کی حقیقی وجوہات کیا ہیں۔ اس کا تجزیہ ان چند سطور میں نہیں کیا جا سکتا۔ احمدیت کے چہرہ سے جو خالص اسلامی تحریک ہے اس بدنما داغ کو دور کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الزامات سے پاک کرنا ہے۔ جو بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں نوجوانوں کا فرض ہے۔

تیسرا اقبالی فتنہ ہے اس کے علمبردار کہتے ہیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ محض اسلام کے عمرانی انحطاط کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی تھے اور احمدیت سامی اور آریہ تصوف کے امتزاج کا دوسرا نام ہے۔ جسے عوام کے احمقانہ انتظار کی تشفی کے لئے استعمال کیا گیا (انتظار سے مراد کسی مسیح اور مہدی کا انتظار ہے) مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ درپردہ ایک مجوسی خیال کے انسان تھے چنانچہ بروز کا مسئلہ مجوسیت سے ہی عبارت ہے۔ گو گہری نظر سے دیکھنے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے نظریئے قادیانیت کا شدید ردعمل ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو ہم جو حضرت مسیح موعود کو مجدد تسلیم کرتے ہیں ہم پر فرض ہے کہ ہم بانیٔ سلسلہ کی ذات کو ان اعتراضات سے پاک کریں اور دنیا کو بتائیں کہ حضرت مسیح موعود نے جماعت بندی صرف اسلئے کی تاکہ وہ خدمت اسلام احسن طور پر کر سکیں۔ کیونکہ کوئی تحریک بغیر جماعت کے پروان نہیں چڑھ سکتی۔

دنیا کی کسی سوسائٹی میں انتشار بغیر وجہ کے پیدا نہیں ہوتا ضرور پس پردہ بعض ایسے محرکات موجود ہوتے ہیں جو اس انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ ایک عظیم الشان اجتماع سے لیکر سالمات کے معمولی انجماد تک ہمیں فطرت کا یہ قانون کام کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ جب ان میں پریشانی کی علامات ظاہر ہوتی ہیں تو ان کی پہلی ہیئت اور تشکیل باقی نہیں رہا کرتی۔ سو انتشار ہر تعمیر کے لئے ایک خطرہ کی گھنٹی ہے۔ ہمیں غور سے دیکھنا چاہیئے احمدی نوجوانوں میں ذہنی انتشار تو نہیں کیا جماعت احمدیہ کے نوجوان واقعی جماعت سے وابستہ ہیں؟ کیا واقعی ان کے ارادے جماعت کے ارادوں سے مغلوب ہیں۔ اگر کہیں خلا ہو یا کمی ہو، نوجوانوں میں سے ہوشمند افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شفیق بزرگوں کے تعاون سے تمام بھائیوں کو ایک علمی مرکز پر جمع کریں اور وہ مرکز کونسا ہے: وہ یقیناً وہی مرکز ہے جس کا تعین بانیٔ سلسلہ نے کیا تھا۔ اگر سب احمدی نوجوانوں میں مقصد کی وحدت اور شاندار مرکزیت پیدا ہو جائے تو یہ یقیناً بہت بڑا کام ہے۔

ان سب فتنوں کو دور کرنے اور اپنے آپ کو مستحکم کرنے کے بعد تحریک احمدیت کے خالص اسلامی پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے جسکے پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مجدد اور عظیم المرتبت محدث کو مبعوث فرمایا سو ہمارے دوست جو کچھ کام کرنا چاہتے ہیں انہیں حالات کا تجزیہ کرنا چاہیئے اور تحریک احمدیت کی حقیقی فطرت کو سمجھنا چاہیئے اور اس کے مطابق عملی قدم اٹھانا چاہیئے اور مقاصد کو بہت بلند رکھنا چاہیئے مقصد بلند ہو اور قوت عمل ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے حالات کا جائزہ لینے اور ان کے مطابق قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ::

شذرات

قرآن پاک کا چینی زبان میں ترجمہ

لنگھانی کے مسٹر ایچ اے ملیچنگ قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں صاحب موصوف چنگنگ میں مقیم ہیں آپ قرآن مجید کے دو ترجمے کریں گے ایک کلاسک شائل میں دوسرا چینی زبان میں۔

آج جبکہ صحیفوں کی نشر و اشاعت کا دور ہے قرآن مجید کے تراجم کی جسقدر آج ضرورت ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے ایک شاندار میدان موجود ہے لیکن مسلمانوں کی غفلت کو دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فرائض اور وقت کے تقاضوں کا احساس تک نہیں، بہت خوشی کی بات ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ چینی زبان میں ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ مترجم کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس خدمت کو احسن طور پر سرانجام دے سکیں اور باقی مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے کہ وہ قرآن مجید کے تراجم کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کام کو خود کریں اور اگر خود نہیں کر سکتے تو اس جماعت کیساتھ عملی تعاون کریں جو اس کام کو نہایت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہے۔ آمین ::

یہ افترا پر افترا ہے

فرقان ستمبر ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا تھا کہ میاں محمود احمد صاحب نے محترم جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو لکھا۔

"میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ آپ کا خط افتراؤں بہتانوں اور کذب سے پُر ہے"

اس کے جواب میں جناب مصری صاحب نے فرمایا کہ یہ سراسر افترا ہے اسکے جواب میں مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ کہا کی بجائے لکھا غلطی سے درج ہو گیا اس کے جواب میں جناب مصری صاحب فرماتے ہیں الیہ افترا پر افترا ہے جناب میاں صاحب نے [illegible] نہیں کہا اور الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء کا جو حوالہ دیا گیا ہے اُس سے بھی تو صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب مجھے ایسا لکھنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے لکھا نہیں تو اس سے کہا یا لکھا کا مفہوم کس طرح نکل سکتا ہے یہ سراسر مولوی اللہ دتہ صاحب کا جھوٹ اور افترا ہے ہمیں مولوی صاحب کی جسارت پر حیرت ہے کہ کتنی غلط بیانی کرتے ہیں اور روز روشن میں کرتے ہیں اور پھر اسے تبلیغ کا نام دیتے ہیں ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

انتقال پُر ملال

نہایت افسوس کیساتھ لکھا جاتا ہے کہ ہمارے مرحوم و مغفور بزرگ شیخ رحمت اللہ صاحب کے صاحبزادے شیخ عبدالمجید مرحوم کی زوجہ محترمہ جو شیخ عبدالرحمان صاحب کی صاحبزادی تھیں مورخہ ۹ نومبر بوقت ۵ بجے صبح قلب کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ مولانا صدرالدین صاحب نے پڑھایا۔ ہمیں شیخ عبدالرشید صاحب اور ان کے افراد خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ::

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادر مکرم معظم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں ان ایام میں سفر کی مشکلات کو جانتا ہوا آپ کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں، سردی کے ایام میں گھر سے نکلنا اور پھر آجکل بھیڑ بھاڑ میں سفر کرنا جس میں شاید رات کو جاگ کر اور بعض وقت کھڑے ہو کر بھی سفر کرنا پڑتا ہے آسان کام نہیں۔ مگر اس جلسہ کی غرض اور آپ کی اس میں شمولیت کی غرض جماعت کی روحانی ترقی اور نصرت الٰہی کے حصول کے لئے جد و جہد کے سوا اور کچھ نہیں اور صعوبتیں اٹھانے کے بغیر نہ نصرت الٰہی ملتی ہے نہ روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے بلکہ جب تک ایسی جد و جہد کے لئے اور مشقت اٹھانے کے لئے انسان دیوانہ وار کام نہیں کرتا نصرت نہیں ملتی۔ میں خود اسی نصرت کی طلب میں پندرہ دن کے لئے ایک لمبا سفر اختیار کر رہا ہوں۔ حالانکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کس رستے سے آنیوالی ہے لیکن جس غرض کے لئے میں آپ کو بلاتا ہوں اس رستے سے نصرت کا ملنا یقینی ہے۔ کیونکہ اس جلسہ سالانہ کی بنیاد خدا کے مامور نے رکھی ہے۔ اور ادھر دعوے کے ساتھ ہی دنیا میں تبلیغ اسلام کے کام کو لے کھڑے ہوئے اور ادھر اسی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں انہی دسمبر کے ایام میں پہلا سالانہ جلسہ بھی منعقد فرمایا اور اس کے ساتھ ہی یہ تحریر فرمایا کہ جماعت کی روحانی تربیت کے لئے یہ جلسہ ہر سال ہونا ضروری ہے میں حضرت صاحب کے الفاظ میں ہی آج آپکو دعوت دیتا ہوں اسلئے یہ دعوت میری طرف سے نہیں خدا کے برگزیدہ مسیح کی طرف سے ہے

> "سال میں تین روز ایسے جلسے کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے بشرط صحت و فرصت عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ ..... تو الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں کی جائیں گی اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالےٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے ..... اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے دور کرنے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے"

ہر ایک دوست جو اس جماعت میں شامل ہے وہ یاد رکھے کہ جس تربیت کو حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری روحانی ترقی اور نصرت الٰہی کے جذب کرنے کا صحیح ذریعہ سمجھا ہے اس کو ہمیں استخفاف کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے، اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ایک میں شامل نہ ہوا تو کیا ہرج ہے۔ ہر شخص جو مامور من اللہ کے اس مقرر کردہ طریق پر عمل پیرا نہیں ہوتا وہ خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور جماعت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ بار بار تمام مخلصین اور تمام دوستوں کے آنا ضروری قرار دیتے ہیں اور صرف آسودہ حال حضرات کو نہیں بلکہ کم استطاعت اصحاب کے لئے بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں

> "کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں ....."

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے قویٰ یا اپنے مال کو کام میں لگانے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ آخر کم استطاعت اصحاب اپنے دنیوی فوائد کے لئے خرچ کرتے ہی رہتے ہیں۔ تو روحانی فائدہ کے لئے اور دین کو قوت پہنچانے کے لئے اگر کچھ خرچ کرنا پڑے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور حتی الوسع سب احباب کو شامل ہونے کے لئے مضبوط قدم اٹھانا چاہیئے۔ ہماری جماعت تعداد میں تھوڑی ہے اور گو قربانیوں میں اس کا قدم کسی دوسری جماعت سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہی ہوگا لیکن جلسہ سالانہ پر شمولیت کے بارے میں بیشتر حصہ میں سستی پائی جاتی ہے اور یہ سستی بالآخر نقصان کا موجب ثابت ہوگی دہلی اور پشاور جو لاہور سے صرف قریب قریب بارہ گھنٹہ کا سفر ہیں اور جہاں سے آمد و رفت پر بھی دس بارہ روپیہ سے گذارہ چل جاتا ہے وہاں تک کے احباب بھی غیر معمولی سستی دکھاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم چندہ دیتے ہیں تو ایک جلسہ سالانہ میں نہ شامل ہوئے تو کیا ہرج ہے۔ مگر میں اس بات کو اگر سو بار بھی دوہراؤں تو کم ہے کہ ہر قربانی الگ قسم کے نتائج پیدا کرتی ہے۔ اور کوئی قربانی بھی سالانہ اجتماع سے غیر حاضر رہنے کا کفارہ نہیں ہو سکتی۔ اچھے اچھے ذی استطاعت اصحاب اور نئے اور نئے عذر پر رہ جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس قدر تکلیف سے کسی چیز کی خوشنودی کی سند نہیں ملتی اور نہ اس کے حضور میں آپ کا نام پیش ہوتا ہے مگر عالم الغیب والشہادۃ کی رضا ضرور حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی کو بھولتا نہیں۔ اگر دلوں کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کا پورا احترام اور جلسہ میں شمولیت کے لئے سچی تڑپ موجود ہو تو اللہ تعالےٰ سامان بھی کر دیتا ہے زمیندار، تجارت پیشہ یا دیگر کاروبار کرنے والے اصحاب تو ہر طرح سے آزاد ہوتے ہیں ملازمین سرکار کے دلوں میں بھی اگر تڑپ موجود ہو تو رخصت بھی مل جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ دوسرے سامان بھی کر دیتا ہے۔ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر جلسہ ہے اور ان ایام جنگ میں بھی یہ تینوں تعطیل کے دن ہیں اور جو کوشش کرے وہ ڈیوٹی پر لگایا جانے کے باوجود بھی رخصت حاصل کر سکتا ہے، صحت کے عذر میں بھی اس حد تک غلو نہ ہونا چاہیئے کہ اگر ہم سفر کریں گے تو بیمار ہو جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ پر توکل کر کے جو کام اس کی خوشنودی کا ہے اسے کرنا چاہیئے۔ ہاں جس کے دل میں درد اور تڑپ موجود ہو کہ مجھے اس اجتماع میں بہرحال پہنچنا چاہیئے جس کے لئے امام زماں نے بلایا ہے اس کے سامنے اگر کوئی موانع قویہ ہوں تو اس کے دل کی حالت وہی ہوگی جو بعض جہاد میں شامل نہ ہو سکنے والوں کی تھی

> اعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون

ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے، کہ آج ہم اس روحانی اجتماع سے جہاں سے سال بھر کے لئے قوت روحانی مل سکتی تھی محروم رہ گئے اور خدا کے دین کی خدمت کے کام کو ہماری وجہ سے نقصان پہنچا

ایک لفظ ان احباب کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں جن کی رواداری اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح پورے تین دن جلسے میں شامل نہیں ہوتے اور اپنے لئے دو دن یا ایک دن یا ایک آدھ لیکچر کا سُن لینا کافی سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود نے تین دن ضروری ٹھیرائے ہیں، یہ جلسہ جمعہ کی نماز سے شروع ہوتا ہے اور جو جمعہ کی نماز سے محروم رہ جائے گا اس کی محرومی ہی بہت بڑی ہے کون جانتا ہے کہ جن حالات میں سے ہمارا ملک گذر رہا ہے ان حالات میں اگلے سال ہم اس نعمت سے متمتع ہو سکیں گے یا نہیں اور کون انکار کر سکتا ہے کہ جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے ہیں ان کے اجتماعی دعاؤں سے خدا کے غضب کی آگ پر جو آج دنیا میں اپنے فسق و فجور کی وجہ سے بھڑکی ہوئی ہے رحمت کا بادل برس کر اسے ٹھنڈا کر سکتا ہے اور خدا کا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے رستے کھل سکتے ہیں۔

والسلام

خاکسار محمد علی

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

خواتین سلسلہ کے نام مکتوب

از بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمہ بہن صاحبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دستکاری کی تحریک سے آپ ناواقف نہیں ہیں کئی سال سے ہمارے سالانہ جلسے پر دستکاری کی نمائش ہوتی ہے اور اس کی آمدنی خدمت دین کے لئے وقف ہے تین سال ہوئے کہ ہم نے اپنے جلسے میں یہ فیصلہ کیا کہ دستکاری نمائش کی آمد یتیم خانے پر صرف کی جائیگی گویا اس ذریعہ سے ہم اپنی قوم کے یتیم بچوں کی خدمت کر سکیں گی۔

عزیز خواہران۔ غور کیجئے کہ سال بھر کے طویل عرصے میں سے چند گھنٹے ہیں جو آپ سے خدمت اسلام کیلئے طلب کئے جاتے ہیں۔ دنیا کے دھندے اور جھمیلے جو آپ سے کبھی ختم نہیں ہوتے مگر مبارک ہیں وہ بہنیں جو ان مصروفیت کے لمحوں میں اپنے اس دینی کام کو نہیں بھولتیں اور اپنی قوم کے یتیم بچوں کے لئے بھی کچھ کر لیتی ہیں آپ اس تحریک کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ یہی چھوٹی چھوٹی قربانیاں بہت بڑے کام کر سکتی ہیں۔ موجودہ جنگ نے دنیا کے امن وامان کو خطرے میں ڈال دیا ہے کچھ معلوم نہیں کہ کس وقت کونسا ملک اس لپیٹ میں آجائے۔ اسلیئے جو وقت ملتا ہے اسے غنیمت سمجھکر نیکی کے لئے کمربستہ ہو جائیے سالانہ جلسہ قریب آگیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ کوئی احمدی بہن . . . . اس نیک کام سے محروم نہ رہیں۔ اور نہ صرف خود حصہ لیں بلکہ اپنی سہیلیوں اور دیگر رشتے دار بہنوں کو بھی ترغیب دیں کہ وہ اس کار خیر میں شامل ہوں۔

جو دستکاری جسے آتی ہو وہ بناکر بھیجدیں۔ چرخے پر کاتا ہوا سوت۔ کھیس۔ آزاربند۔ اون سے بنائی ہوئی سویٹر، ٹوپیاں موزے۔ کڑھے ہوئے دوپٹے۔ ٹیبل کلاتھ . . . غیرہ یہ ضرور خیال رکھا جائے کہ تمام اشیاء صفائی سے تیار کی جائیں اور پندرہ دسمبر تک مرکز میں بھیجدی جائیں۔ ہر ایک چیز کیساتھ اسکی لاگت کی پرچی لگادی جائے تاکہ قیمت مقرر کرنے میں آسانی ہو۔

خاکسار۔ اہلیہ مولانا محمد علی

نوٹ:۔ دستکاری کے متعلق ہماری زنانہ انجمن نے چند انعام بھی مقرر کئے ہیں جو اخبار میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔

ضروری گذارشات

(الف) اس سال نمائش دستکاری کے لئے احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن نے تین انعامات مقرر کئے ہیں۔ **پہلا انعام** اس کو دیا جائے گا جو کوئی نہایت عجیب وغریب چیز تیار کرے۔

دوسرا انعام جس کی دستکاری اپنی نوعیت میں بڑی صاف ستھری اور خوبصورت ہو۔

تیسرا انعام وہ بہن پائے گی جو اپنی کوشش سے سب سے زیادہ سلائی اکٹھی کر کے بھیجے۔ اس تیسرے درجہ کے انعام کی مستحق وہ بہن ہوگی جو اپنے واقف کاروں رشتہ داروں سے بہت سی سلائی بنوا کر بھیجے۔

سیکریٹری ینگ وومن ایسوسی ایشن

(ب) دفتر تحصیل کی طرف سے مختلف جماعتوں کے نام اور بعض صورتوں میں فرداً فرداً احباب سلسلہ کی خدمت میں جلسہ فنڈ کے لئے مطبوعہ اپیل ارسال کی جا رہی ہے۔ جملہ احباب سلسلہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس ضروری فنڈ کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ آج کل چیزیں نہایت گراں ہو رہی ہیں اور اس صورت میں اخراجات جلسہ کے لئے پہلے سالوں کی نسبت زیادہ رقم درکار ہوگی۔ لہذا ہر ایک احمدی بھائی بلا استثناء اس ضروری فنڈ میں حصہ لے اور عنداللہ ماجور ہو۔ ایسی تمام رقوم دسمبر کے پہلے ہفتے میں دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں تاکہ جلسہ کے کام میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔

(ج) یہ تجویز کہ جلسہ کے موقعہ پر ہر ایک احمدی بھائی ایک غیر از جماعت کو اپنے ہمراہ لائے نہایت ہی مستحسن اور مفید ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا سلسلہ کی قوت کا باعث ہے۔ اس تجویز کی اہمیت اور اس کے مفید ہونے پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے احباب سے توقع ہے کہ وہ جلسہ کے موقعہ پر کم از کم ایک غیر احمدی کو اپنے ہمراہ لانے کا اہتمام کریں گے۔ حضرات مبلغین کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ وہ بھی اپنے طور پر غیر از جماعت اصحاب کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دیں۔ ایک تھوڑی سی کوشش سے انشاء اللہ بہت بڑا قومی فائدہ حاصل ہو سکے گا۔

(د) خواتین کا جلسہ اور دستکاری کی نمائش انشاء اللہ تعالیٰ ۲۸ دسمبر کو منعقد ہوگی بیرونجات سے تشریف لانے والی خواتین کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی آمد سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے دفتر کو مطلع فرمائیں تاکہ ایسے مہمانوں کی صحیح تعداد کا علم ہو سکے اور ان کی رہائش کا انتظام کیا جا سکے عام طور پر تجربہ میں آیا ہے کہ بعض احباب جو مع عیال کے تشریف لاتے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اور ان کے عیال کیلئے ایک ہی جگہ الگ مکان میں رہائش کا انتظام کیا جائے لیکن افسوس کہ مکانات کی اس قدر قلت ہے کہ ہم اپنے معزز دوستوں کے جائز مطالبہ سے عہدہ برآ ہونے سے معذور ہیں اگرچہ اسکے لئے اس سال بھی پوری کوشش کی جائے گی کہ ہر کنبہ کے لئے الگ ہی مکان ہو جس میں احباب مع اپنے عیال کے ٹھہر سکیں لیکن اگر کوشش میں کامیابی نہ ہوئی تو تمام ایسے دوستوں کی خدمت میں جو اپنے عیال کے ساتھ تشریف لاتے ہیں مؤدبانہ گذارش ہے کہ براہ مہربانی دو چار روز کے لئے یہ تکلیف گوارا فرمالیں کہ بجائے فرداً فرداً الگ مکان میں رہائش رکھنے کے تمام خواتین ایک ہی جگہ قیام فرمائیں۔ امید ہے کہ کارکنوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے دوست اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔

(مرتضیٰ خان برائے مہتمم جلسہ)

مولوی اللہ دتہ صاحب مبلغ قادیان کی مقابلہ سے فرار کی تیاریاں

{از محترم جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی۔سی۔ایس}

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ موسومہ بہ فرقان کے اکتوبر کے نمبر میں میرے نام ایک کھلی چٹھی کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے۔ اگرچہ عنوان کھلی چٹھی ہے مگر متن میں مولوی صاحب نے اپنے ناظرین کو مخاطب کیا ہے۔ بہرصورت میں اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے حقیقۃ الوحی میں مندرجہ نشان نمبر ۱۱۱ کا حوالہ دے کر جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب سے سوال کیا کہ جبکہ ۱۹۰۴ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ کا مرتبہ وہی ہے جو تریاق القلوب میں درج ہے تو حضرت نے اثبات میں جواب دیا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۹۰۴ء میں جب یہ سوال ہوا اور ۱۹۰۷ء میں جب اس واقعہ کو بطور ایک نشان کے حقیقۃ الوحی میں درج کیا گیا، حضرت اقدس اپنا مرتبہ وہی سمجھتے تھے جو تریاق القلوب میں درج ہے اور تریاق القلوب میں دعوٰے مجددیت ہے اور دعوٰے نبوت سے قطعی انکار ہے۔ اس کے جواب میں جناب میاں صاحب نے سوال کو بجا اور درست تسلیم کر کے یہ جواب دیا کہ حضرت اقدس سے عدالت میں جو سوال ہوا وہ تریاق القلوب کے متعلق نہیں تھا بلکہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق تھا۔ اس پر میاں محمد صادق صاحب نے پھر ایک خط جناب میاں صاحب کی خدمت میں ارسال کیا اور لکھا کہ یہ نشان تحریر کرتے وقت حضرت اقدس کے ذہن میں کتاب تریاق القلوب ہی تھی اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق سوال ہوا تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ تحفہ گولڑویہ میں بھی دعوٰے محدثیت کا ہے اور اس کے ثبوت میں تحفہ گولڑویہ کی چھ عبارتوں کا حوالہ دیا۔ اس خط کا جواب جناب میاں صاحب نے تو کچھ نہ دیا مگر ماہ اگست کے فرقان میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے جواب دیا۔ اس دوران میں میاں محمد صادق صاحب سرکاری ڈیوٹی پر لنگ گئے اور تحقیق حق کے لئے میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کے مضمون کا جواب پیغام صلح ۲۴ ستمبر، یکم اکتوبر و ۸ اکتوبر میں شائع کیا ہے اور اخیر پر میں نے لکھا کہ اگر مولوی اللہ دتہ صاحب اس بات پر اڑے رہے کہ تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ میں نبوت کا دعوٰے ہے تو میں ان کے ساتھ ثالثوں کے ذریعہ سے بھی فیصلہ کرنے کو تیار ہوں اور اگر ثالثوں نے مولوی صاحب موصوف کے حق میں فیصلہ کیا تو میں ان کو ایک سو روپے بطور انعام پیش کروں گا اور اگر میرے حق میں فیصلہ ہوا تو میں مولوی صاحب سے کسی قسم کا مطالبہ نہ کرونگا۔

مولوی صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان رکھا ہے "تحفہ گولڑویہ میں دعوٰے نبوت کے متعلق انعامی چیلنج منظور" لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو طرز انہوں نے اختیار کی ہے اسکو چیلنج کی منظوری نہیں کہا جا سکتا بلکہ مقابلہ سے فرار کی ایک راہ کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے سوال تریاق القلوب کے متعلق ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے نشان نمبر ۱۱۱ میں تریاق القلوب کا نام ہی درج فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت جب وہ عبارت آپ لکھ رہے تھے آپ کے ذہن میں وہی دعوٰے تھا جو تریاق القلوب میں درج ہے۔ میاں محمد صادق صاحب نے اپنے سوال میں تریاق القلوب کا نام ہی لکھا اور جب ان کی توجہ تحفہ گولڑویہ کی طرف دلائی گئی تو پھر بھی انہوں نے تریاق القلوب کو تحفہ گولڑویہ کے ساتھ رکھا۔ ان حالات میں یہ نہیں ہو سکتا کہ تریاق القلوب کو چھوڑ دیا جائے۔ جماعت احمدیہ میں مسئلہ نبوت کے متعلق جو اختلاف ہے اس کی بنیاد اب یہ بات قرار پا گئی ہے کہ دعوٰے نبوت ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ حضرت اقدس نے تریاق القلوب کے اخیر پر جو تاریخ دی ہے وہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء ہے لیکن جناب میاں صاحب کی جانب سے یہ شہادت پیش کی گئی ہے کہ دراصل تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں چھپ چکی تھی اور آخری ورق ۱۹۰۲ء میں چھپا۔ ہماری جماعت اس بات کو نہیں مانتی اور ہمارے پاس زبردست ثبوت اس بات کا ہے کہ یہ کتاب اور خاص کر کتاب کا وہ حصہ جس میں نبی ہونے سے انکار ہے یقیناً یا تو ۱۹۰۱ء کے اخیر میں یا ۱۹۰۲ء میں چھپا۔ بہرصورت "ایک غلطی کے ازالہ" سے جس کو تبدیلیٔ عقیدہ کی بنیاد بتایا جاتا ہے کے بعد چھپا۔ ان حالات میں اس مسئلہ نبوت میں یہ بہت ضروری ہے کہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ تریاق القلوب کب طبع اور شائع ہوئی اور نیز بوجہ حضرت اقدس کے نشان نمبر ۱۱۱ میں اس کتاب کا ذکر کرنے کے اس کو کسی صورت میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب اس بات کا اعتراف کر لیں کہ تریاق القلوب اشتہار "ایک غلطی کے ازالہ" کے بعد طبع اور شائع ہوئی اور نیز اس بات کا بھی اعتراف کر لیں کہ اس کتاب میں دعوٰے نبوت سے انکار ہے۔ اس اعتراف کے بعد ہمارا موضوع بحث صرف کتاب تحفہ گولڑویہ رہ جائے گی۔

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ناظرین حیران ہوں گے کہ چوہدری صاحب نے تحفہ گولڑویہ کی بحث میں تریاق القلوب کو کیوں داخل کر دیا ہے حالانکہ فرقان میں تریاق القلوب میں دعوٰے نبوت ہونے کا نہ ذکر ہے اور نہ تحدی"۔ مولوی صاحب ناظرین تو حیران ہوں یا نہ ہوں مگر آپ نے چیلنج سے بچنے کے لئے ایک طریق اختیار کیا ہے۔ کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہمارا یہ تبادلہ خیالات تریاق القلوب سے ہی شروع ہوا تھا اور حضرت اقدس نے ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی میں فرمایا کہ ۱۹۰۴ء میں آپ سے تریاق القلوب کے متعلق عدالت میں سوال ہوا اور آپ نے اپنا مرتبہ اور منصب وہی ظاہر فرمایا جو تریاق القلوب میں درج ہے۔ آپ نے کہا کہ تریاق القلوب نہیں بلکہ تحفہ گولڑویہ کے متعلق سوال تھا۔ ہم نے قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تحفہ گولڑویہ میں بھی نبوت کا اقرار یا دعوٰے نہیں ہے بلکہ مجددیت کا دعوٰے ہے اب آپ کے پاس ہمارے دلائل کی تردید کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ . . . . تریاق القلوب کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ وہ کب طبع اور شائع ہوئی۔ اگر آپ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے اس بات کا اعتراف کریں کہ تریاق القلوب "ایک غلطی کے ازالہ" کے بعد کی تصنیف ہے اور اس میں دعوٰے نبوت سے انکار ہے تو پھر صرف تحفہ گولڑویہ کے متعلق ہی بحث ہو گی۔ تریاق القلوب کے علاوہ مولوی صاحب نے چیلنج سے فرار کی ایک اور صورت بھی رکھ لی ہے اور وہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں "کہ اصطلاحات کی تعیین کے لئے دوسری جگہ سے تعریف لی جائے گی"۔ اصطلاحات کی تعیین کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ تحفہ گولڑویہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صاف اور واضح ہے۔ اس میں کوئی ایسی پیچیدگی نہیں کہ جس کے حل کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت ہو۔ ہماری طرف سے اعتراض ہوا تھا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس جواب کا میں نے جواب دیا۔ اب میرے جواب کا جواب دیں اور اس کے بعد میں آپ کے جواب کا تردیدی جواب دوں گا۔ پس بحث ختم ہو جائے گی اور پھر یہ سب کچھ ثالثوں کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اب نئے سرے سے پرچے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ تو مولوی اللہ دتہ صاحب کے استصواب متعلقہ چیلنج کا جواب ہے۔ مولوی صاحب موصوف میری متانت، سنجیدگی اور تہذیب کی بھی شکایت کرتے ہیں۔ میں دعوٰے سے کہتا ہوں کہ مولوی صاحب ہرگز ثابت نہیں کر سکیں گے کہ میری کوئی تحریر "متانت، سنجیدگی اور تہذیب" سے گری ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض جگہ میں نے مولوی صاحب کے متعلق "کتمان حق" "دھوکا" وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ جس موقعہ پر میں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں وہاں ان سے نرم الفاظ استعمال ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ اگر مولوی صاحب چاہیں تو اس امر کا فیصلہ بھی ثالثوں کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے کہ میری تحریر متانت اور تہذیب سے گری ہوئی ہے یا ان کی۔ کیا مولوی صاحب اس فیصلہ کے لئے تیار ہیں؟ وہ ہرگز ہرگز تیار نہیں ہو سکتے۔ میری تمام تحریروں میں وہ ایک جگہ بھی نہ دکھا سکیں گے کہ میں نے اصل بات کو چھپانے کی کوشش کی اور عبارات کو ایسے ڈھنگ میں توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اقتباسات کو ایسے رنگ اور طریق سے درج کیا کہ جس سے اصل مضمون یا اصل بات قارئین پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے برخلاف مولوی اللہ دتہ صاحب ہر ایک مضمون اور ہر ایک تحریر میں یہی کچھ کرتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ بحث والا معاملہ پبلک میں آ گیا تو مولوی اللہ دتہ صاحب کے ہمخیال خود ہی فیصلہ کریں گے۔

اب ذرا مولوی اللہ دتہ صاحب کی تہذیب اور متانت بھی ملاحظہ فرمایئے۔ یہ کھلی چٹھی جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے رسالہ فرقان کے دو صفحوں پر ہے۔ اس کے عنوان میں مولوی صاحب نے میرا نام لکھا ہے اور اس کے ساتھ "غیر مبائع" کا لفظ لکھا۔ مولوی صاحب کو معلوم ہے کہ میں اپنے لئے اس لفظ کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا اور پھر یہ موقعہ ایسا نہ تھا کہ بغیر "غیر مبائع" کی ایزادی کے میری تشخیص یا تعیین نہ ہو سکتی۔ میں نے کبھی مولوی صاحب کے نام کے ساتھ ایسا لفظ نہیں لکھا ورنہ میں بھی کئی قسم کے الفاظ لکھ سکتا تھا۔ اس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں "میں جانتا ہوں کہ چوہدری صاحب کا جو بیان "عدالتی بیان نمبر" میں شائع ہوا ہے۔ اس پر اُن کے

حلقۂ احباب میں بے چینی سی تھی۔ اسی کے کفارہ کے لئے چوہدری صاحب تمام دیرینہ وقار کو چھوڑ کر پیغام صلح کے صفحات پر اس طرح نمودار ہوئے ہیں۔" میں نے اپنے حلقۂ احباب میں کوئی بے چینی محسوس نہیں کی تھی معلوم نہیں مولوی اللہ دتہ صاحب کو اس بے چینی کا کہاں سے پتہ چلا اور کس نے ان کو بتایا۔ میں نے پہلے بھی لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہوں کہ بیان مذکورہ بالا میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کی درخواست پر دیا تھا۔ اور میں نے اس نیت سے دیا تھا کہ شاید اس سے غلط فہمیوں کے دور کرنے میں مدد ملے مگر افسوس ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس بیان کو ایسے طریق سے استعمال کیا اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے متعلق بلا ضرورت اور بغیر کسی قسم کے مناسب موقعہ کے ایسے الفاظ لکھے کہ میں نے محض صداقت کے اظہار کے ...... لئے ایک مضمون لکھا۔ پہلے رسالہ فرقان میرے پاس آیا کرتا تھا مگر میں نے اس کو کبھی غور سے نہیں پڑھا تھا۔ اس کے بعد جب میں نے اس رسالہ کو بغور پڑھا تو میں نے اسکو ایسے ذلیل اور رسوا کن علم کلام سے بھرا ہوا پایا کہ میں نے ضروری سمجھا کہ اس کی اصلاح کے لئے کچھ کروں۔ یہ میرے مضامین اسی مقصد کے لئے ہیں۔ ورنہ مجھے نہ کسی قسم کے کفارہ کی ضرورت تھی نہ مجھے کوئی ایسا شوق تھا کہ ضرور اخبارات میں مضامین شائع کراؤں۔ جو کچھ میں نے لکھا اور جو کچھ اب لکھ رہا ہوں وہ محض احمدیت کے نام سے ایسے فضول لٹریچر کا دھبہ دور کرنے کے لئے لکھا یا لکھ رہا ہوں۔ میں اسجگہ پھر مولوی اللہ دتہ صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ یہ بات ثالثوں کے ذریعہ سے فیصلہ کرالیں کہ کیا فرقان میں جو مضامین چھپتے ہیں ان پر یہ ریمارک عائد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں" اگر مجھے گالیاں دینے سے چوہدری صاحب کا بھلا ہوتا ہے تو وہ اس شوق کو پورا کریں"۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس "بھلا" سے مولوی صاحب کی کیا مراد ہے۔ مولوی صاحب ہرگز ثابت نہیں کر سکیں گے کہ مجھے ان مضامین لکھنے یا بقول اُن کے ان کو گالیاں دینے سے کوئی دنیاوی فائدہ ہو سکتا ہے یا اس قسم کا فائدہ میرے مدنظر ہے۔ یہ الزام جو انہوں نے مجھ پر لگایا ہے تقوے سے بہت بعید ہے۔ یہ ایک نمونہ ہے مولوی اللہ دتہ صاحب کی معذبانہ تحریر کا۔

میں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ "شاید مولوی اللہ دتہ صاحب کو معلوم ہوگا کہ میرے والد صاحب قبلہ اور میرے بھائی اور دیگر بہت سے رشتہ دار قادیانی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قدرتاً میری یہ خواہش ہے کہ ہم سب رشتہ دار ہمخیال ہو جاویں ایسی حالت میں مولوی اللہ دتہ صاحب کو مجھ سے زیادہ موزوں آدمی اپنی تبلیغ کے لئے ملنا مشکل ہے۔ لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا لٹریچر مجھ پر الٹا اثر کر رہا ہے خاصکر ان کے جوابوں میں کتر بیونت اور غلط بیانی جن سے ان کی کوئی تحریر خالی نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب کو اس سے انکار ہو تو میں تیار ہوں کہ اس معاملہ کا فیصلہ بذریعہ ثالث کراؤں۔ اگر مولوی صاحب تیار ہوں تو مجھے اطلاع دیں"۔ میری اس عبارت کا استعمال مولوی صاحب نے اپنے اس مضمون میں اس طرح فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں "ہمیں تو چوہدری صاحب اور دیگر غیر مبائع بھائیوں کا پہلے ہی احترام مدنظر ہے اور اب چوہدری صاحب نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "میرے والد صاحب قبلہ اور میرے بھائی اور دیگر بہت سے رشتہ دار قادیانی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں"۔ اس سے آگے جو میری عبارت تھی اس کو حذف کر دیا ہے۔ گویا میں نے اپنے رشتہ داروں کا قادیان کی جماعت سے تعلق رکھنے کا اظہار اس واسطے کیا ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب مجھ پر نظر کرم رکھیں۔

مولوی اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں "تحفہ گولڑویہ کی بحث میں تریاق القلوب کا شامل کر لینا یا تو چوہدری صاحب کی انتہائی سادگی ہے کہ وہ ابھی تک موضوع زیر بحث کو ہی ... نہیں سمجھے اور یا پھر ان کی انتہائی چالاکی ہے کہ وہ تریاق القلوب کی آڑ میں چیلنج سے بچنا چاہتے ہیں"۔ یہ ہے ایک نمونہ مولوی صاحب کی تہذیب اور متانت کا۔ ان کی رائے عالی کے مطابق میں یا تو انتہائی بیوقوف ہوں یا انتہائی چالاک ہوں۔ میرے لئے مولوی صاحب کے خیال میں دونوں طرف انتہائی نقطہ ہے درمیان میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس قسم کے الفاظ میرے متعلق مولوی صاحب نے پہلی دفعہ استعمال نہیں کئے، میرا کیا ذکر ہے وہ ہر ایک شخص کے ساتھ جو اُن سے مختلف رائے یا عقیدہ رکھتا ہو ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ضرور یہ الفاظ لکھے ہیں کہ مولوی صاحب غلط بیانی، تحریف اور دہوکا دہی کرتے ہیں، اور جہاں جہاں میں نے ایسا کہا ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ غلط بیانی کی عادت مولوی اللہ دتہ صاحب میں اس قدر سرایت کر گئی ہے کہ وہ اس کے سوائے رہ نہیں سکتے۔ خود یہ رسالہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء غلط بیانیوں سے پُر ہے۔ شروع ہی غلط بیانی سے ہوتا ہے۔ پہلا عنوان ہے "نبوت کے جاری ہونے پر ایک محکم ترین دلیل"۔ "حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا صریح ارشاد" اس عنوان کے تحت ایک عبارت نقل کی گئی ہے اور اس کو حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کا ارشاد ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ وہ عبارت بھی ہمارے ہی عقیدہ کی تائید کرتی ہے مگر ایک انسان حیران رہ جاتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ عبارت حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی نہیں ہے۔ درس قرآن سے لی گئی ہے۔ اور اس جگہ صاف اور موٹے الفاظ میں اوپر عنوان درج ہے کہ یہ نوٹ مولانا سرور شاہ صاحب کے درس کے نوٹ ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان دہوکہ کھا سکے۔ اس کے بعد پھر "حضرت خلیفہ اول کے درس القرآن کے حوالجات" کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کا قول ایک فیصلہ کن ہے" اس کے بعد سات حوالے نقل کئے ہیں جن میں سے بعض حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے ہیں مگر زیادہ مولانا سرور شاہ صاحب کے ہیں۔ ان تمام حوالجات میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ جس سے ہمارے عقائد کی تردید ہوتی ہو۔ مگر میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے صریحاً اور عمداً غلط بیانی کی ہے اور دہوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے ایک ضروری یادداشت ٹائیٹل پیج کی پشت پر لکھی ہے یعنی ایسی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے اور جب کوئی اعتراض کرے تو کہہ دیا جاوے کہ میں نے لکھدیا تھا کہ "بعض دفعہ حضرت خلیفہ اول کی علالت کے باعث حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بھی درس دیا کرتے تھے"۔ یہی یادداشت صاف طور پر ظاہر کر رہی ہے کہ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ وہ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے نوٹوں کو بطور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے نوٹوں کے پیش کر رہے ہیں۔ پھر اور دیکھو۔ فرقان بابت ماہ ستمبر میں مولوی صاحب نے لکھا "حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حلفاً تھا کہ ان الزامات کو بہتان اور کذب قرار دیا ہے۔ حضرت نے شیخ مصری صاحب کو لکھا "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ آپ کا خط افتراؤں، بہتانوں، اور کذب سے پُر ہے"۔ اس پر شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے یہ بیان چھپوایا کہ جناب میاں صاحب نے انہیں کوئی ایسا خط نہیں لکھا جس کا یہ اقتباس ہو اور کہ یہ افترا ہے۔

اب مولوی اللہ دتہ صاحب اکتوبر کے رسالہ میں "ایڈیٹر پیغام صلح کا افترا" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں "اس میں کہا کی بجائے لکھا درج ہو گیا ہے" اور شیخ صاحب کے بیان کو ان کی عبارت قلبی پر محمول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے اس اقتباس کے بعد ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء کے الفضل کا حوالہ دیا تھا اب اسے افترا قرار دینا اپنی افترا پردازی پر مہر کرنا ہے۔ ناظرین مہربانی فرما کر عبارت کو پڑھیں اور فیصلہ دیں کہ کیا یہ درست ہے کہ غلطی سے "کہا" کی بجائے لکھا درج ہوا ہے۔ اگر "لکھا" کی جگہ پر "کہا" رکھا جائے، تو فقرہ بنے گا "حضور نے شیخ مصری صاحب کو کہا" اور یہ صریحاً غلط ہے۔ مصری صاحب کو کبھی ایسا نہیں کہا گیا اور نہ مصری صاحب اُس جگہ تھے جہاں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جناب میاں صاحب نے ایسا کہا۔ پانچ چھ سال پہلے کے اخبار الفضل کا حوالہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ مغالطہ دہی کا ارتکاب نہیں کیا گیا۔ کوئی اخباروں کے فائل دیکھتا پھرتا ہے اور سوائے چند ایک مخصوص اشخاص کے کس کے پاس یہ فائل ہوتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ مولوی صاحب اس انکشاف پر ندامت محسوس کرتے اور آئندہ ایسی باتوں سے باز آجاتے الٹا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کو قسی القلب اور افترا پرداز بتاتے ہیں اور اپنا یہ حال ہے کہ باوجود اس قسم کی کئی دفعہ پردہ دری ہونے کے مغالطہ دہی اور دہوکا دہی سے باز نہیں آتے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

مولوی صاحب کو میں مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ..... ان کے ساتھ مخاطبات ...... میں مجھے فارجیت کا خیال ہی نہیں ہے صرف اظہار حق و صداقت کا خیال ہے، میں اپنے عقائد کو دل سے درست اور صحیح سمجھتا ہوں لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ درست نہیں ہیں تو مجھے تبدیل کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو آپ کے مضمون کا جو جواب میں نے لکھا ہے اُس کا جواب الجواب لکھیں اور پھر میں اسکا جواب لکھدوں گا۔ ہاں میرا یہ دعویٰ ہے کہ کتاب تریاق القلوب، اشتہار "غلطی کا ازالہ" کے بعد تالیف و طبع ہوئی اور اس میں صریح طور پر نبوت کے دعوے سے انکار ہے۔ اور جو تعلق اس کتاب کو ہمارے اس مباحثہ سے ہے اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ آپ اپنے جواب میں اس کے متعلق جو کچھ لکھنا چاہیں لکھیں اور اگر آپ کچھ نہیں لکھیں گے تو میں ثالثوں کی توجہ اس نتیجہ کی طرف دلاؤں گا جو آپ کی خاموشی سے مرتب ہو سکتا ہے ان کی خدمت میں وہ ثبوت بھی پیش کر دوں گا جو میرے پاس اسکی تصنیف، طبع اور اشاعت بعد از اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کے متعلق ہے۔ نئے سرے سے پرچے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے جواب الجواب لکھیں اور میں اس کا جواب لکھونگا اور پھر یہ سب کچھ چھپوا دیا جائے گا۔ نصف خرچ آپ ادا کریں گے اور نصف میں۔ اگر آپ کو یہ منظور ہے تو لکھدیں۔ اس کے بعد ثالثوں کا تعین کر لیا جائے گا۔ آپ مہربانی کر کے مجھے اپنے ارادے سے جلد ہی اطلاع دیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

آج نہیں تو کل سہی۔

از جناب مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

یارِ ازل سے دل لگا۔ چھوڑ دے فکرِ ماسوی
دولتِ وصل پائے گا۔ آج نہیں تو کل سہی۔
دستِ دعا دراز کر۔ ہو کے رہے گا غم نہ کر
نخلِ مراد بار ور۔ آج نہیں تو کل سہی۔
بڑھنے دے اضطرارِ دل۔ ہونے دے حالِ زارِ دل
آئے گا یوں قرارِ دل۔ آج نہیں تو کل سہی۔
تجھ پہ خدا کے اے نبی۔ ختم ہوئی پیمبری
مانے گی خلق سب یہی۔ آج نہیں تو کل سہی۔
نعتِ جنابِ مصطفےٰ۔ نغمۂ مدحِ میرزا
ایک زمانہ گائے گا۔ آج نہیں تو کل سہی۔
فرشِ زمیں پہ سر بسر۔ نورِ غدائے بحر و بر
ہوگا ضرور جلوہ گر۔ آج نہیں تو کل سہی۔
آتی ہے غیب سے صدا۔ گلشنِ دینِ مصطفےٰ
خوب ہی لہلہائے گا۔ آج نہیں تو کل سہی
زخمِ جگر کا ماجرا۔ اُن کو ذرا سنائے جا
دیں گے وہ مرہمِ شفا۔ آج نہیں تو کل سہی
عمر فراق میں کٹی۔ کہتا ہیں دل میں نفا ہی
آئے گی وصل کی گھڑی۔ آج نہیں تو کل سہی۔
حسن کی بے نیازیاں، عشق کی بے قراریاں
لے کے رہیں گی میری جاں۔ آج نہیں تو کل سہی
تجھ کو یہ ڈر ہے ہم نشیں۔ میری یہ آہِ آتشیں
آگ لگا دے گی کہیں۔ آج نہیں تو کل سہی
میں نے کہا بچشمِ تر۔ ہوگی کرم کی کب نظر
کہنے لگے کہ صبر کر۔ آج نہیں تو کل سہی

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامّتہ

از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے

(۱) قد قال صلی اللہ علیہ وسلم نھٰنیکم عن قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تمہیں تین باتوں سے منع کرتا ہوں۔ ایک بے فائدہ گفتگو سے دوسرے بے جا مال صرف کرنے سے، تیسرے ہر بات میں سوال کرنے سے۔

(۲) قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تقعدوا علےٰ ظھور الطرق فان ابیتم نغضوا الابصار وافشوا السلام واھدوا الضلال واعینوا الضعیف۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شارع عام پر مت بیٹھو۔ اگر ضرورت کے ماتحت بیٹھنا پڑ جائے تو پھر مندرجہ ذیل چار باتیں ضرور کرو۔ جب کوئی عورت گذرے تو آنکھیں نیچی کر لو۔ السلام علیکم کہنے والے کو سلام کا جواب دو۔ بھولے ہوئے آدمی کو راستہ بتلاؤ اور کمزور آدمی کی مدد کرو۔

(۳) قال صلی اللہ علیہ وسلم اوکئوا السقاء واکفئوا الاناء واغلقوا الباب واطفئوا المصباح فان الشیطان لا یفتح غلقا ولا وکیئا ولا یکشف الاناء

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے کھانے اور پینے کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھا کرو۔ سونے سے پہلے گھر کے دروازوں کو بند کر دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان (مثلاً بلی کتا۔ چور وغیرہ) نہ تو بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ڈھکے ہوئے برتن کو۔

(۴) قال صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بشر الناس قالوا بلی یا رسول اللہ قال من اکل وحدہ ومنع رفدہ وجلد عبدہ ثم قال الا انبئکم بشر الناس قالوا بلی یا رسول اللہ قال من یبغض الناس ویبغضونہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو اکیلا کھاتا ہے یعنی اپنے کھانے پینے اور عطا میں دوسرے بھائی اور ہمسائے وغیرہ کو شریک نہیں کرتا۔ دوسرے وہ جو اپنے خادم کو مارتا اور گالی دیتا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ برا وہ آدمی ہے جو لوگوں سے نفرت کرتا ہے اور لوگ اُس سے نفرت کرتے ہیں۔

دستکاری کے متعلق ضروری گذارش

اس سے قبل دستکاری کے متعلق اخبار میں تحریک کی جا چکی ہے بنظر احتیاط پھر لکھا جاتا ہے کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اس لئے احباب اپنے اپنے گھروں میں دستکاری کی تیاری کے لئے فوراً تاکید فرماویں اور یہ تمام دستکاری پندرہ دسمبر تک یہاں پہنچ جانی چاہیئے۔ بعض دوست جلسہ کے موقعہ پر دستکاری اپنے ساتھ لاتے ہیں لیکن یہ طریق کارکنوں کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے اور دستکاری کی ترتیب اور تعین قیمت کے لئے کافی وقت نہیں ملتا۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ پندرہ دسمبر تک تمام دستکاری مرکز میں پہنچ جائے۔ مکرر عرض ہے کہ اگر ابھی گھروں میں دستکاری کی تحریک نہ کی گئی ہو تو مزید توقف نہیں ہونا چاہیئے اور کام شروع کر کے اس کے ختم کرنے کا جلدی فکر کرنا چاہیے۔

ہر ایک احمدی دوست کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر اپنے ہمراہ کم از کم ایک غیر احمدی دوست کو ضرور لائیں

سیرت عمر رضی اللہ عنہ کے چند پہلو

درویشی اور پادشاہی کا مرقع

(از جناب میرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ لاہور)

والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابدا، ذالك الفوز العظیم

(القرآن)

لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک من امتی احد منهم فعمر۔ (صحیح بخاری)

جہاں ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداتعالےٰ نے وہ نرالی شان بخشی کہ دنیا کے کسی اور انسان کو وہ شان نصیب نہ ہوئی آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و خصائص بھی ایسے عدیم المثال تھے کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی نظیر ڈھونڈنا بیسود ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام سے کون مسلمان واقف نہیں؟ آپ کے کارہائے نمایاں نے کس مسلمان کو قوت ایمان نہیں بخشی؟ آپ کے عدل و انصاف، ایمان و اخلاص، تدبر و حکمت اور عقل و ذہانت نے کس بڑے سے بڑے دشمن سے خراج تحسین وصول نہیں کیا؟ اور آپ کے زمانہ کی تاریخ لکھتے ہوئے کون مورخ ایسا ہے، مسلم یا غیر مسلم منصف یا متعصب جس نے آپ کو سیاہی نہ بنایا ہو؟ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اسلام اور مسلمانوں کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دیں اور دین محمدی کی شان کو ایسا بلند کیا کہ ہم قیامت تک نہ ان کو فراموش کر سکتے ہیں اور نہ ان کی نظیر لا سکتے ہیں۔ وہ ایسی خدمات تھیں کہ اگر دنیا میں ایک اور عمر پیدا ہو جاتا تو اس وقت صفحۂ ہستی پر صرف اسلام ہی ایک مذہب ہوتا، اور مسلمان ہی ایک قوم۔

سیرت عمرؓ کی داستان کے تمام اخبار کے چند اوراق نہیں ہو سکتے کہ اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں ہم صرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے اور وہ بھی بڑے ایجاز و اختصار کے ساتھ اس وقت ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چار پہلو قارئین کرام کو دکھائیں گے (۱) عمرؓ بحیثیت ناظم ملک (۲) عمرؓ بحیثیت کمانڈر انچیف یا قائد اعظم (۳) عمرؓ بحیثیت امیر المومنین۔ اور (۴) عمرؓ بحیثیت ایک مسلمان۔

ملکی انتظام

خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مسلمان اتنی وسیع مملکت کے مالک ہو چکے تھے کہ اس کا انتظام بڑی طاقت اور قابلیت کا محتاج تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اس وسیع سلطنت کے انتظام کو احسن طریق پر انجام دیا بلکہ ایسی ایسی باتیں ایجاد کیں اور انتظام کے سلسلہ میں ایسی تجاویز کو رواج دیا جن سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم حکومتیں بھی اس سے قبل ناآشنا تھیں۔ خلافت ثانیہ میں جو باتیں اور نئی ایجادیں مختلف صیغوں میں رائج ہوئیں مورخین کے نزدیک اولیت سے تعبیر کی جاتی ہیں اور اس اولیت اور قابلیت کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ ذیل میں ان تمام باتوں کو نقل کیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائج کیں۔

ممالک مفتوحہ کے صوبوں میں تقسیم۔ بیت المال یا خزانہ کا قیام۔ عدالتوں اور قاضیوں کا تقرر۔ فوجی دفتر کی باقاعدہ ترتیب والنٹیئر کور یعنی ٹیریٹوریل فورس کا قیام۔ پیمائش کا جاری کرنا یا مردم شماری۔ نہریں کھدوانا۔ شہروں کا آباد کرنا۔ صیغہ محاصل اور دفتر مال کا قیام۔ پبلک ورک ڈیپارٹمنٹ یا نظارت نافعہ کا قائم کرنا۔ پولیس کا قیام اور صیغہ تعلیم اور صیغہ مذہبی کا قائم کرنا۔

افسران ملکی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ ممالک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا یعنے مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ فلسطین اور مصر۔ ایران کی سلطنت پہلے ہی تین صوبوں میں منقسم تھی یعنے فارس۔ خراسان اور آذربائیجان۔ چنانچہ یہ تقسیم بدستور رہی ملک کے انتظام کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر صوبہ کے اندر جو افسران مقرر کئے ان کی تفصیل یہ ہے (۱) والی یا گورنر (۲) کاتب یا میر منشی (۳) کاتب دیوان یا فوجی دفتر کا میر منشی (۴) صاحب الخراج یا کلکٹر (جس کے ماتحت ہر پرگنہ میں تحصیلدار وغیرہ کام کرتے ہیں (۵) صاحب الاحداث یا انسپکٹر جنرل پولیس (۶) صاحب بیت المال یا افسر خزانہ (۷) اور صدر الصدور یا قاضی منصف وغیرہ۔

افسروں اور عاملوں کو ہدایات

اس بات کی تو تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ہر طرف امن و امان تھا، رعایا خوشحال تھی، تہذیب تمدن ہیں دن بدن ترقی ہو رہی تھی، اس تمام ترقی و خوشحالی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے افسر مقرر فرماتے تھے جنہیں اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو جو عادل اور منصف مزاج ہوں اور جنہیں اس بات پر یقین ہو کہ ان سے ان کے افعال کی بازپرس ہوگی۔ حضرت عمر اگر کسی عامل یا افسر کے خلاف شکایت سن پاتے تو فوراً اس کی تحقیق کرتے اور اگر افسر مجرم ہوتا تو اس کو قرار واقعی سزا دیتے۔ حضرت عمر کا عاملین پر اس قدر رعب تھا کہ کوئی اپنے فرائض میں کوتاہی کی جرأت نہ کرتا۔ جب کسی کو گورنر یا افسر مقرر فرماتے تو یہ ہدایت دیتے

> "یاد رکھو کہ میں نے تم کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا، بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہاری تقلید کریں تم لوگ مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ ان کو زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں۔ ان کی بیجا تعریف نہ کرو کہ غلطی میں پڑیں۔ ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ کرو کہ زبردست کمزور کو کھا جائیں ان سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے"
>
> (الفاروق جلد دوم صفحہ ۲۰)

اس کے علاوہ ہر عامل سے عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑا نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازہ پر دربان نہ رکھے گا اور اہل حاجت کی ہمیشہ حاجت روائی کریگا تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے موقعہ پر حاضر ہوں۔ حج کی تقریب پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوتے تھے اور حضرت عمرؓ عام اعلان فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو اپنے عمال کے خلاف شکایت ہے تو وہ پیش کرے۔ اور پھر لوگوں کی شکایات پر عمال سے بازپرس کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ فلاں عامل نے مجھے بے قصور سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہیں مجمع عام میں عامل کے سو کوڑے لگائے۔ حضرت عمرو بن العاص نے فاروق اعظم کو سمجھایا کہ یہ بات عاملوں پر گراں گزرے گی لیکن عدل فاروقی کے سامنے ان کی پیش نہ گئی۔ اور بالآخر عمرو بن العاص نے اس شخص کو دو سو دینار دیکر اس عامل کا قصور معاف کرایا۔

عیاض بن غنم گورنر مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتا ہے اور دروازے پر دربان بٹھاتا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو تحقیق کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر یہ باتیں صحیح ہوں تو عیاض کو میرے سامنے پکڑ لاؤ۔ چنانچہ عیاض پکڑے ہوئے مدینہ حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا باریک کرتا اتروا کر اونٹ کے بالوں کا چوغہ پہنا دیا۔ اور کچھ بکریاں منگا کر اس کے حوالے کیں کہ جاؤ جنگل میں جا کر انہیں چراؤ کہ یہی تمہارے باپ دادا کا پیشہ تھا۔ سعد بن ابی وقاص کی نسبت جب معلوم ہوا کہ انہوں نے کوفہ میں اپنے مکان کے آگے ڈیوڑھی بنوائی ہے تو ایک شخص کو لکھ بھیجا کہ سعد سے پوچھے بغیر اس کی ڈیوڑھی جلا دو۔ چنانچہ ڈیوڑھی جلا دی گئی اور سعد نے اُف تک نہ کی۔

ملکی انتظام اور مجلس شوریٰ

اس امر کے باوجود کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالےٰ نے معاملہ فہمی اور مردم شناسی کا خاص جوہر عطا کیا تھا وہ ایسے صائب الرائے تھے کہ بسا اوقات ان کی رائے کے مطابق ہی رسول اکرمؐ پر وحی نازل ہوتی۔ آپ سلطنت کے تمام ضروری امور میں مسلمانوں سے مشورہ لیتے اور مجلس شوریٰ اتفاق رائے سے جو بات طے کرتی اسی کو اختیار فرماتے۔ جب روز کوئی مشورہ طلب امر سامنے آ جاتا آپ نقیب کو منادی کا حکم دیتے وہ الصلوۃ جامعۃ کی منادی کرتا۔ لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے اور نماز کے بعد امر مشورہ طلب پر بحث و تمحیص ہوتی اور کثرت رائے سے جو فیصلہ ہوتا خواہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منشا کے خلاف ہی کیوں نہ ہوتا اختیار کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ کے رعب اور وجاہت کے باوجود آپ نے لوگوں میں آزادی رائے کا مادہ اس قدر پیدا کیا تھا کہ ایک معمولی سے معمولی شخص آپ کی تردید کر سکتا تھا۔ بلکہ سخت سست الفاظ بھی کہہ لیتا اور آپ برداشت کرتے . . . .

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہم ایک دوسرے کے کس قدر قریب ہیں

از محترم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور"

ہر شخص بھی خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرے گا اس کے لئے یہ ایک معمہ ہوگا کہ سکھوں اور مسلمانوں میں جھگڑے کیوں ہیں؟ حالانکہ کیا روحانی جہت سے اور کیا تاریخی نوعیت سے کیا تمدنی نقطۂ خیال سے اور کیا سیاسی پہلو سے ان ہر دو اقوام کو ایک دوسرے سے بہت قریب ہونا چاہیئے تھا (۱) توحید کے عقیدہ پر مسلمانوں کو ناز ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ توحید کے اس بھولے ہوئے سبق کو سب سے پہلے اسلام نے ہی دنیا کے سامنے رکھا۔ تو یہ عین مناسب ہوگا۔ مگر سکھوں کے ہاں بھی توحید یا ایکتا کو بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ شری گورو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے

دوسرے کاہے سمریئے جمے تے مرجا

ایکو سمر و نانکا جو جل تھل رہیا سما

یعنی ایسی ہستی کے پوجنے کا کیا فائدہ جو آج پیدا ہوتی ہے اور کل فنا ہو جاتی ہے۔ اس ہستی کو پوجنا چاہیئے جو پیدائش اور فنا سے بالاتر ہے اور جس کا جلوہ بحر و بر میں ہے۔

(۲) مذہبی طہارت

مسلمانوں کے ہاں مذہبی طہارت کیلئے وضو ضروری ہے جس سے مراد منہ۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا نہایت ضروری ہے۔ اس سے ملتی جلتی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے جنہیں وہ اپنی اصطلاح میں "پنج اشنانہ" کہتے ہیں جس سے مراد منہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کا اور اس وغیرہ کے پاٹھ کے قبل دھونا ضروری ہے۔

(۳) طریق دعا

مسلمانوں میں جس طرح ایک بزرگ ہستی ہاتھ اٹھاتی اور دوسرے لوگ بھی ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے جاتے ہیں۔ اسی طرح سکھ صاحبان کے ہاں بھی ایک واجب الاحترام شخصیت کھڑی ہو کر خدا کے حضور ہاتھ جوڑ کر بآواز بلند دعا کرتی ہے۔ جسے وہ اپنی اصطلاح میں ارداس جو عرضداشت کا مخفف ہے کہتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو کر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے جاتے ہیں۔ غور کیجئے کہ طریق دعا میں کتنی مناسبت اور مشابہت ہے۔

(۴) سفر پر روانگی سے قبل دعا

جس طرح مسلمانوں کے ہاں یہ ضروری ہے کہ جب وہ گھر سے سفر پر روانہ ہوں تو دعا کر کے نکلیں۔ بعینہٖ یہ صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے۔ وہ بھی سفر پر روانگی سے پہلے ارداس کا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر جس طرح مسلمانوں کے ہاں یہ دستور ہے کہ وہ جب ایک سے زیادہ سفر پر روانہ ہوں۔ تو اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کریں۔ ٹھیک یہی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے۔ جنہیں وہ اپنی اصطلاح میں جتھے دار کہتے ہیں۔

(۵) قومی نعرہ

جس طرح مسلمانوں کا قومی نعرہ اللہ اکبر ہے اسی طرح سکھوں کا نعرہ ست سری اکال ہے۔ اللہ اکبر اور ست سری اکال میں کوئی فرق نہیں۔ ہے ایک ہی ہستی کے دو مختلف نام ہیں۔

(۶) داڑھی

اسلام میں بھی داڑھی رکھنے کی تاکید ہے۔ اور سکھ مذہب بھی بزور اس کا حامی ہے۔ بنگال وغیرہ میں چلے جاؤ۔ وہاں مسلمانوں کی نمایاں نشانی داڑھی پاؤ گے۔

(۷) تمباکو نوشی

اسلام میں بھی تمباکو نوشی کو مکروہ کہا گیا ہے اور سکھ مذہب میں تو اس کی سخت ممانعت ہے۔

(۸) ہتھیاروں کا رکھنا

سکھوں میں جس طرح ہتھیار یعنی کرپان کا رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے۔ خذوا اسلحتھم (رکھو اپنے ہتھیار اپنے پاس) (پارہ پانچ رکوع ۱۱)

(۹) اکٹھے بیٹھ کر کھانا

جس طرح مسلمانوں کے ہاں ملی جذبہ اور مساواتی روح کو تیز کرنے کے لئے یہ رواج ہے کہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔ یہی دستور خاص اوقات میں سکھوں میں بھی ہے۔ جب ان کے ہاں پوہل یعنی امرت پان کرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ تو جس قدر امرت چھکنے والے ہوتے ہیں ان سب کو ایک ہی باٹا (برتن) میں کڑاہ پرشاد (متبرک حلوہ) کھلایا جاتا ہے۔ اور انہیں اس وقت یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ تم آج سے بھائی بھائی ہو۔

(۱۰) قومی امتیاز کا اُٹھ جانا

جس طرح اصولاً مسلمانوں میں کوئی خاص قوم یا قومی امتیاز نہیں بجنسہٖ یہی صورت اصولاً سکھوں میں بھی رائج ہے جس وقت مختلف اقوام کے لوگ ایک ہی وقت میں امرت پان کرتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ تمہارا سابقہ ونش (قومیت) آج سے جاتی رہی۔ اب تم سوڈھی ونش یعنی شری گورو گوبند سنگھ کی قومیت میں داخل ہو۔ تمہارا پتا شری گورو گوبند سنگھ جی مائی شریمتی صاحب دیوان جی۔ باقی رہا یہ سوال کہ عملی رنگ میں مسلمان یا سکھ اس پر کہاں تک کاربند ہیں اس وقت عمل کا سوال نہیں بلکہ اصول کا سوال ہے۔ اصولی رنگ میں دونوں اقوام ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتی ہیں۔

(۱۱) طرز لباس

جس طرح مسلمان صوفیائے کرام کے ہاں سیاہ پگڑی اور لمبا کرتہ پہننے کا رواج ہے۔ یہی صورت سکھوں میں بھی موجود ہے۔

(۱۲) تعدد ازدواج

جس طرح مسلمانوں کے ہاں ایک سے زیادہ شادیاں جائز ہیں یہی صورت سکھ صاحبان کے ہاں بھی ہے۔ شری گورو ہرگوبند جی مہاراج کی تین اور شری گورو ہررائے جی کی آٹھ اور شری گورو گوبند سنگھ جی کی دو بیویاں تھیں۔

(۱۳) جس طرح مسلمانوں کے ہاں نکاح بیوگاں جائز ہے ٹھیک ایسے ہی سکھوں میں بھی اس کا رواج ہے۔

(۱۴) جس طرح مسلمانوں کے ہاں گوشت حلال ہے اسی طرح سکھوں میں بھی گوشت خوری روا ہے۔ حالانکہ ہندوؤں کے دوسرے فرقے اس کے روادار نہیں۔ میں اس وقت جھٹکہ اور ذبیحہ کی بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ میں ایک اصولی بات بیان کر رہا ہوں۔

(۱۵) سُؤر کی نجاست

جس طرح مسلمانوں کے ہاں سؤر کو نجس اور خبیث سمجھا گیا ہے۔ یہی صورت سکھ صاحبان کے ہاں بھی ہے جیسا کہ شری گورو گرنتھ صاحب کے اس شلوک سے عیاں ہے ؎

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من

جیسے سوکر سوان نانک جانو تا ہیں تن

یعنی جس شخص کے دل میں خداوند قدوس کے لئے جگہ نہیں وہ ایسا ہی نجس۔ چنڈال اور خبیث ہے۔ جیسا کہ کتا اور سؤر

(۱۶) حلوا

سکھوں کے ہاں جو کڑاہ پرشاد یعنی حلوا کی قدر ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے مگر یہ مسلمانوں کے ہاں بھی کچھ کم پیاری چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے ہاں یہ ایک مشہور و معروف مقولہ ہے المومن حلو یحب الحلوا یعنی مسلمان سبھاؤ سے میٹھا ہے اسلئے حلوے کے ساتھ بھی اسے محبت ہے۔ غرضیکہ جس جہت سے بھی دیکھیں سکھوں کو مسلمانوں کے قریب پائیں گے۔ پھر تعجب ہے کہ ان میں باہمی یہ لڑائی جھگڑے اور کشمکش کیوں ہو۔

نوجوانانِ جماعت لاہور کے مشاغل

اس دفعہ اتوار ۲۲ر نومبر کو احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کی ایک میٹنگ بعد از نماز مغرب زیر صدارت حضرت مولینا مولوی عزیز بخش صاحب منعقد ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔

سکرٹری نے جماعت کے نوجوانوں کو تین امور کی طرف توجہ دلائی۔ پہلا امر سالانہ جلسہ پر مہمانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا۔ اس کے ساتھ خدمت خلق پر زور دیا گیا۔ تجویز یہ ہوئی کہ آئندہ سے اپنے نوجوان دوست اس امر پر خاص توجہ دیں اور اس کا ایک غیر رسمی سا ریکارڈ بھی رکھیں۔ تیسرا امر جلد سازی کی کلاس کو باقاعدگی کے ساتھ جاری رکھنا تھا۔ جلد سازی کی کلاس میں مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل دوست شریک ہو سکتے ہیں۔ صبح:۔ جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب اور نذیر الدین صاحب۔ شام:۔ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی۔ مولوی محمد ضیا رضا نصاحب۔ مولوی امیر علی صاحب اور خاکسار سکرٹری۔

حال ہی میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے بھی اس کلاس میں شرکت فرمائی ہے۔ جو ہم نوجوانوں کے لئے خوشی اور فخر کا مقام ہے۔ [illegible] نے انجمن کے دفتر کو دو الماریاں بنا کر دیئے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب شیخ محمد حسین صاحب، چوہدری علی احمد صاحب قمر الزمان صاحب اور خاکسار سکرٹری۔

سکرٹری کی اس رپورٹ کے بعد جناب مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی نے "اسلامی جنگ کے اصول" پر ایک نہایت کامیاب تقریر کی تقریر کے بعد اسی موضوع پر ایک نہایت دلچسپ بحث چھڑ گئی جس میں جناب میاں بشیر صاحب، جناب مصطفےٰ خانصاحب۔ مرزا مسعود بیگ صاحب جناب شیخ محمد یوسف گرنتھی صاحب اور جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ دعا پر میٹنگ ختم ہوئی۔ آئندہ اتوار کو مولوی محمد ضیا رضا نصاحب "پردہ" کے عنوان پر تقریر فرمائیں گے تمام احباب سے شمولیت کی درخواست ہے۔ شیخ محمد طفیل ایم اے۔ سکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور

اسلام میں عورت کا درجہ اور موجودہ مسلمان

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم ترجمہ اور جو وقت ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اسکا چہرا سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے

عرب جاہلیت میں منجملہ دیگر بے شمار قبیح خیالات و رواجات کے ایک یہ مذموم خیال بھی رائج تھا کہ عورتوں کو وہ بالکل قابل نفرت چیز سمجھتے تھے۔ ان میں یہ دستور تھا۔ کہ جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو پس وہ نفرت وحقارت کا پُتلا بن گیا۔ غصے میں آ آکر وہ غریب مستورات پر حد سے زیادہ سختی کرتے اور انہیں کشتی و گردن زدنی ٹھہراتے تھے۔ حالانکہ یہ ظاہر بات ہے کہ تخلیق مرد۔ عورت میں ان کا کوئی دخل نہیں نہ کوئی عورت اس بارہ میں قصور وار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بطن سے لڑکی کو پیدا کیا اور لڑکے کو نہیں۔ لیکن عرب جیسی جاہل اور اجڈ قوم کو ان عقلی استدلالات سے کیا کام۔ وہ تو صرف لڑنا اور ذرا ذرا سی بے حقیقت بات پر دوسروں کو ستانا اور دکھ دینا جانتے تھے۔ اور بس۔

وہ مشرکانہ خیالات اور توہمات میں ڈوبے ہوئے تھے اور ان کی رگ رگ میں شرک رچا ہوا تھا۔ لڑکیوں کے بارہ میں اظہار نفرت بھی ان کے مشرکانہ خیالات و رسومات کا ہی نتیجہ تھی انہیں ایک تو کسی کو اپنا داماد بنانے سے عار تھی دوسرے وہ اس سے اپنی عزت و عظمت کے لئے باعث نقصان سمجھ کر اس کی موجودگی کو بدشگونی پر محمول کرتے تھے۔ انہیں خیال تھا۔ اور یہ خیال ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ کہ عورت کو کوئی حق نہیں کہ انسانی سوسائٹی میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اسی لئے وہ اسے کسی وراثت کا حقدار نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے خود وراثت میں شامل سمجھ کر ویسا ہی سلوک روا رکھتے تھے۔ جیساکہ دیگر بے جان اشیاء یا حیوانات کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

اس ایسے ملک میں جہاں کے لوگوں کے خیالات اس درجہ گرے ہوئے تھے۔ اور وہ جہالت و خصائل رذیہ میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ جس سے باہر نکلنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ قرآن حکیم نے نازل ہو کر ان میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ جو اسلام کی اہم ترین خصوصیات میں سے ہے۔ اس نے عورت کی جائز اور واجبی عزت و منزلت کو قائم کیا اور بتایا کہ وہ بھی انسانی سوسائٹی میں بحیثیت انسان ہونے کے ویسی ہی حقدار ہیں جیسے کہ مرد۔ عورت و مرد کے درمیان بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں۔ اور ان دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق واجب اور قابل ادا ہیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ عظمت و رفعت جو قرآن کریم نے عورت کو دی۔ دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ ہر ایک مذہب میں اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عورت کے حق میں بہت ہی بے رغبتی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اسے تمام دکھوں اور مصائب کا تختۂ مشق ٹھہرایا گیا ہے۔ ہاں قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے۔ جس نے فوق العادت طور پر عورت کو اس کے واجبی حقوق عطا فرمائے۔ اور ان حقوق کے غصب کرنے پر طرح طرح کے وعید نازل کئے۔ یہی سبب ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی قوت قدسی کا اثر۔ کہ ایک طرف تو ہم عرب کی جاہلیت میں وہ حالت دیکھتے ہیں۔ جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون (ترجمہ) جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ تو اس کا چہرہ ماند پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ قوم سے وہ اس خبر کو برائی سمجھ کر عار کرتا اور چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا بیٹی کی ذلت کو سہارے اور اسے رہنے دے یا اسے مٹی میں گاڑ دے خبردار نہایت برا ہے۔ جو کہ وہ رائے لگاتے ہیں۔ پھر صرف منصوبے سوچنا ہی نہیں۔ بلکہ جیساکہ تاریخ ہمیں شہادت دیتی ہے۔ وہ اپنی جوان جوان لڑکیوں کو بھی لیجا کر زندہ گاڑ آتے تھے۔ اور ان کی آہ و زاری۔ ان کی چیخ و پکار اور اس معصوم جان کا باپ کو اس بے رحمی سے رجوع کرنے کے لئے پکارنا ان کی ناجائز غیرت و حمیت کے بالمقابل کچھ چیز نہ تھا لیکن دوسری طرف وہ وقت بھی ان پر آیا۔ کہ پھر وہی عرب۔ وہی ظالم و وحشی انسان وہی کندہ ناتراش لوگ۔ کچھ ایسے خدا پرست۔ ایسے رحیم و کریم اور انسانیت کے ایسے خوگر ہوئے کہ یہ حیوانی اور مجنونانہ کام گویا کبھی ان کے سامنے ہوئے ہی نہیں تھے۔ کس قدر بڑا معجزہ ہے۔ اور قرآن کریم کا کیسا زبردست اثر ہے۔ رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی کا اس کے مقابلہ میں اور کسی دلیل صداقت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ آج حکومت انگریزی کو ہندوستان میں قائم ہوئے سو برس گذر گئے۔ اس عرصہ میں ستی جیسی خوفناک رسم کو اڑانے اور اسے نیست و نابود کرنے کے لئے کسقدر زور لگایا گیا۔ اور قانونی شکنجوں سے لوگوں کو ڈرایا گیا۔ بیشک اس کا بہت کچھ اثر ہوا۔ اور موجودہ اور گذشتہ واقعات کا مقابلہ کرنے سے یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ رسم بالآخر مٹ گئی اور کالعدم ہو گئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ پھر بھی آئے دن ملک کے کسی نہ کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی ایسی صدا اٹھی جاتی ہے۔ جس میں اس مذموم رسم کے ارتکاب کے واقعات کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف محمد رسول اللہ کے پاس نہ حکومت کا زور نہ تلوار کا رعب اور نہ دولت کا اثر۔ اگر پاس کچھ ہے تو صرف ایک قرآن کریم۔ اسی پر آپ خود بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور اپنے پیرووں کو بھی چلنے کی تلقین کرتے ہیں پھر دیکھو کہ اس قرآن کے پاک الفاظ میں کسقدر تاثیر ہے کہ جو کسی دوسرے وعظ میں نہیں پائی جاتی وہ کس قدر رعب ہے کہ کوئی دوسرا قانون اس کا لگا نہیں کھا سکتا۔ یہ کیسا زبردست ہتھیار ہے۔ کہ دنیا کی کوئی تیز سے تیز تلوار اس کے بالمقابل کاٹ کرتی ہی نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی رسم جو عرب کے ملک میں عام طور پر پھیلی ہوئی تھی۔ قرآن کریم کے نزول کے بعد کچھ ایسی معدوم ہوئی کہ اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

موجودہ مسلمان

لیکن وائے برحال ما۔ ایک تو وہ تھے۔ جنہوں نے اسقدر خراب حالات سے نکل کر صراط مستقیم کا رستہ لیا۔ اپنی بد رسومات سے کنارہ کش ہو کر ہدایت کے رستہ پر چلے۔ لیکن اب ہم ہیں کہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر اسی جہالت کی طرف عود کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ اور ہدایت سے بے نصیب ہو کر ضلالت کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ عرب جاہلیت کی رسومات ہم میں پھر عود کر آئی ہیں۔ اور بات بات میں وہ جہالت پائی جاتی ہے کہ جس کا اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے استیصال کر دیا تھا۔ بے شک ابھی تک مسلمانوں نے عورت کے درجہ کو اس قدر نہیں گرایا۔ کہ اسے جا کر زندہ گاڑ دیا کریں۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ بھی کچھ قانون کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ باقی امور میں عورت کے حقوق کو سلب کرنے میں کون سی کسر اٹھا رکھی ہے۔ رواج کی آڑ لے کر اور شریعت سے صاف طور پر منکر ہو کر جائداد سے انہیں لاوارث کیا جاتا ہے۔ جس کا یہ صاف اور کھلا نتیجہ ہے کہ وہ صنف نازک میں شامل ہونے کے ناداری اور فلاکت کی زندگی بسر کریں۔ پھر سب سے اول تو اس کی پیدائش پر ہی ایسی نفرت و حقارت کو روا رکھا جاتا ہے کہ جس کا کوئی انتہا نہیں۔ زبان سے نہ کہیں اور نہ ہاتھ سے کوئی ایسی حرکت کریں کہ جو اس نفرت کو ظاہر کرے لیکن وہ فرق جو لڑکا اور لڑکی کی پیدائش پر بالعموم روا رکھا جاتا ہے۔ اول الذکر کے پیدا ہونے پر جتنی کچھ خوشیاں منائی جاتی ہیں اور موخر الذکر کے متعلق ایک ٹھنڈا سانس بھر کر محض ظاہرداری کے طور پر کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ خدا مبارک کرے۔ یہ بھی ذرا شائستہ اور بڑے عقلمند طبقوں کا حال ہے ورنہ اس سے اتر کر اگر دیکھو تو بس ناگفتہ امور ہی سرزد ہوتے ہیں۔ اور بیچاری عورتوں کو ہی طرح طرح سے کوسا جاتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ دل سے انہوں نے بھی عورت کو ویسا ہی ذلیل سمجھ رکھا ہے۔ جیساکہ عرب جاہلیت کے زمانہ میں سمجھا کرتے تھے۔ ویسے تو بیسوں اور بھی ایسی جاہلانہ باتیں ہیں جو مسلمانوں میں انہی عربوں کی طرح اس وقت پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان سب میں سے عورت کے حق میں ان کا رویہ قابل نفرین ہے۔ آخر کتنے ہیں کہ جن کے چہرے لڑکی کی پیدائش پر مرجھا نہیں جاتے۔ اور یک لخت ان کے اوپر ایک غم کی کیفیت طاری نہیں ہو جاتی۔ کتنے ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ محبت اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور ذرا ذرا سی بات پر بگڑ کر لاٹھیوں سے کام نہیں لیتے کتنے ہیں جو عورتوں کو کھانے میں نمک کی کمی پر مستحق سزا ٹھیرانے کے بجائے نماز کی پابندی کی تلقین کرنا اور دیگر دینی امور کی ترغیب دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ عورتوں کو ترغیب دلانا تو کجا یہاں تو خود مردوں کو ہی دین کی کوئی پرواہ نہیں۔ افسوس نبی کریم صلعم تو فرمائیں :- خیرکم خیرکم لاھلہ گویا آپ بھلائی کا معیار ہی اپنے اہل سے بھلائی کرنا ٹھیرائیں۔ ہم اس پر خلاف ظلم کرنیکو ہی موجب بھلائی گردان لیں

(باقی برصفحہ ۱۱)

(۲) بحیثیت حضرت عمرؓ بحیثیت کمانڈر انچیف

گو اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرؓ بنفس نفیس کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لیکن آپ نے افواج کے انتظام میں ایسی قابلیت کا ثبوت دیا کہ آج تک باوجود تہذیب و تمدن کی ترقی کے اس سے بہتر فوجی نظام کسی حکومت نے قائم نہیں کیا۔ حکومت اسلامی کے قیام سے قبل دو بڑی سلطنتیں موجود تھیں جن کی طاقت کا دور تک اثر تھا۔ ایک رومن ایمپائر اور دوسرے حکومت ایران۔ رومۃ الکبریٰ کا فوجی نظام یہ تھا کہ بڑے بڑے امراء اور روساء کو جاگیریں دی جاتی تھیں اور اس کے عوض میں بوقت ضرورت ان سے فوجی سپاہی لئے جاتے تھے یہ طریق فیوڈل سسٹم کہلاتا ہے۔ اب آج سے چند صدیاں قبل یورپ میں یہی رائج تھا۔ لیکن اس کے نقصان اور خرابیوں کو محسوس کرتے ہوئے بالآخر یورپین اقوام کو یہ طریق ترک کرنا پڑا۔ اور حضرت عمرؓ کا جاری کردہ طریق اختیار کیا گیا۔ ایران میں بھی اسی قسم کا طریق رائج تھا کہ بڑے بڑے زمیندار جو مرزبان اور دھقان کہلاتے تھے حصول اراضی کے عوض حکومت کی سپاہیوں سے امداد کیا کرتے تھے۔ یہ طریق جس میں بغاوت کا خطرہ رہتا تھا اور طرح طرح کی خرابیاں تھیں، حضرت عمرؓ نے شروع ہی سے اختیار نہیں کیا۔ آپ نے باقاعدہ فوج کی بھرتی کا طریق اختیار کیا اور ایک رجسٹر دیوان تیار کیا جس میں تمام فوجیوں کے نام اور ان کی تنخواہوں وغیرہ کا حساب ہوتا تھا۔ تمام افواج براہ راست مرکزی حکومت کے ماتحت ہوتیں۔ ان کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتیں اور مال غنیمت سے بھی حصہ ملتا۔ سپاہیوں کو رسد وغیرہ بھی حکومت کی طرف سے ملتی۔ اور لباس بھی سرکاری ہوتا۔ سپاہیوں کو خوش رکھنے کے لئے حضرت عمرؓ نے انہیں طرح طرح کی سہولتیں دے رکھی تھیں۔ ہر سپاہی کو سال میں ایک دو مرتبہ رخصت دی جاتی تھی۔ ان کی شکایات کو بغور سنا جاتا تھا اور اگر کوئی جرنیل یا کمانڈر سختی اور تشدد کرتا ہوا پایا جاتا تو اسے سزا دے کر سپاہیوں کی شکایات کو رفع کیا جاتا اور مسلمان سپاہی یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ اور ان کے افسر اور جرنیل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حضرت عمرؓ کی ذہانت اور فوجی قابلیت

خلافت کے بار اور کثیر الاشغال ہونے کے باعث حضرت عمرؓ مدینہ سے باہر تشریف نہیں لے جا سکتے تھے لیکن مدینہ کے اندر بیٹھے بیٹھے بھی آپ ایسی عمدہ تجاویز اپنے جرنیلوں کو لکھا کرتے تھے کہ ان پر عمل کرنے سے ہمیشہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ ممبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ حالت کشف میں معاذ بن جبل کو شام کی سرحد پر لڑتے دیکھا اور معاذ کی پوزیشن کو کمزور دیکھتے ہوئے باواز بلند پکارا کہ "پہاڑ کی پناہ لو" لکھا ہے کہ مدینہ کی فضا سے گونجتی ہوئی یہ آواز معاذ کے کانوں تک بھی جا پہنچی اور فاروق اعظمؓ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اس نے فتح پائی۔ جرنیلوں کے تقرر، افواج کی نقل و حرکت، سرحدوں کی مضبوطی، طریق جنگ، قلعوں کے محاصرے اور اس قسم کے تمام امور میں حضرت عمرؓ کی رائے بہترین رائے ثابت ہوتی اور آپ کی تجویز پر عمل کرنے کے باعث مسلمانوں نے کبھی ہزیمت نہیں اٹھائی۔

فوج کی رہائش کے لئے حضرت عمرؓ نے موزوں مقامات پر چھاؤنیاں قائم کیں نئے شہر آباد کئے جیسے کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط وغیرہ اپنی سرحدوں کو مضبوط کیا اور ہر طرح سلطنت اسلامیہ کو مضبوط کیا۔

مفتوح رعایا سے سلوک

اسی جگہ یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ آپ نے مفتوح رعایا کو جو ذمی کہلاتی تھی ہر طرح کی آزادی اور مراعات بخشیں یہود و نصاریٰ یکساں طور پر مسلمانوں کی غلامی کو اپنی پہلی آزادی پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ مسلمانوں کے زیر سایہ وہ محفوظ ہونے کے علاوہ اپنے مذہبی امور میں بالکل آزاد تھے۔ اور ان پر کوئی پابندی عائد نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی فتوحات اس سرعت سے ترقی کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلم رعایا سے نہایت ہی فیاضانہ سلوک کیا جس کے دوست دشمن سب گواہ ہیں اور آپ کے عدل و انصاف کی داستانیں اتنی کثیر ہیں کہ ان کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ بحیثیت امیر المومنین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں غصہ اور شدت ہونے کے سبب بعض صحابہ کا خیال تھا کہ اگر خلافت ان کے سپرد ہوئی تو یہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے قبل جب اکابر صحابہ سے مشورہ کیا تو بعض نے اسی رائے کا اظہار کیا۔ لیکن ابوبکرؓ کی نگاہ دوربین نے صحیح اندازہ کیا کہ جب بار خلافت ان کے کاندھوں پر رکھا جائے گا تو خود بخود ان کی طبیعت میں ملائمت آ جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ دعا کی اللھم انی غلیظ فلیّنی اللھم انی ضعیف فقوّنی (ترجمہ) اے خدا میں سخت ہوں مجھے نرم کر۔ میں کمزور ہوں مجھے قوت بخش۔ خلافت کے فرائض اور ذمہ داریوں نے حضرت عمرؓ کی طبیعت میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی اور آپ ہر موقعہ پر حضرت نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے رہے۔ (باقی آئندہ)

{بقیہ: اسلام میں عورت کا درجہ}

پھر لڑکیوں کے متعلق ایک بڑا عذر جو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے جہیز وغیرہ پر کچھ صرف کرنا پڑتا ہے اور مسلمان اس قدر نادار ہیں کہ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اسلام کا حکم ہے اسلام نے تو جس چیز کا نام نکاح رکھا ہے اس میں تو جہیز وغیرہ کا کوئی نام نہیں۔ پھر کیوں خواہ مخواہ ایک تکلیف مالا یطاق اپنے اوپر ڈال کر بیچاری مستورات کو مورد مصائب و آلام ٹھہرایا جائے۔ آہ! اس جہیز نے بھی دنیا میں کیا کیا مصائب برپا کئے۔ بنگال کی ہندو لڑکیوں نے تو اپنے والدین کو اس مصیبت میں گرفتار دیکھ کر اس سے نجات پانے کی یہی تجویز سوچی کہ خودکشی کر لیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن وہاں ایسی ہی خودکشیاں ہوتی رہتی ہیں خدا خیر کرے وہی مصیبت مسلمانوں پر بھی وارد نہ ہو جائے اور ایک اور بلا ان پر نازل نہ ہو جائے۔ لیکن جب ان خیالات کی بناء پر بیچاری لڑکیوں سے نفرت کی جاتی ہے۔ جب بیواؤں کے نکاح ثانی کرنے کے بجائے انہیں گھروں میں بٹھا کر ان سے ذلت کا برتاؤ کیا جاتا ہے تو کیا یہ خود تمہارا اپنے ہاتھوں ان کو قتل کرنا نہیں۔ کیا لڑکیوں کو تعلیم سے محروم رکھنا اور روحانیت سے انہیں بے بہرہ محض رہنے دینا ان کو عاقبت میں ذلیل و خوار کرنا نہیں۔ اور کیا یہی وہ حالت نہیں جس کے متعلق قرآن کریم میں ذکر آیا ہے . . . .

. . . . قرآن کریم کا یہ مطالبہ جس طرح نزول سے تھا ویسے ہی آج مسلمانوں سے بھی ہے۔ باقی دنیا سے تو خیر ہے ہی لیکن مسلمان بالخصوص اس کے جوابدہ ہیں اور ہم وہ وجوہات سننا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے

ارشادات نبویؐ

دوست کے ساتھ محبت اعتدال کے ساتھ رکھو کیونکہ ممکن ہے کہ کبھی تمہارا بگاڑ ہو جائے۔ اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی بھی حد سے زیادہ نہ کر کیونکہ ممکن ہے کہ کبھی تمہاری محبت ہو جائے۔

سوار پیدل کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو، اور تھوڑے لوگ بہتوں کو سلام کریں۔

جس شخص کے دونوں دن یعنی آج اور گذشتہ کل برابر ہو جائیں وہ نقصان زدہ ہے اور جس کا گذشتہ کل آج سے اچھا تھا وہ محروم ہے۔

جو خود رائے ہوا گمراہ ہوا۔

گوشہ نشینی کو لازم پکڑ وہ عبادت ہے۔ اور تم سے پہلے نیکوں کاروں کا طریقہ ہے۔

خدا کی عبادت اس طرح سے کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اپنے آپ کو تمنا سے بچا کر وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔

مومن کو ایذا پہنچانا خدا کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور گرانے سے پندرہ گنا برا ہے۔

لوگ خدا کی عیال ہیں۔ اور خدا کے نزدیک زیادہ پیارا اس کے عیال کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔

علم عمل کو آواز دیتا ہے پس اگر وہ جواب دے تو ٹھہرتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے۔

جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور جب تو شام کرے تو اپنے نفس سے صبح کا ذکر نہ کر۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا انجام ہوگا۔

جس نے جہالت سے اللہ کی عبادت کی اس کا فساد اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔

ضروری خبریں

نئی دھلی۔ ۱۹ر نومبر کل رات برطانوی طیاروں نے ہندوستان سے اُڑ کر مرکزی برما میں مکٹیلا کے جاپانی اڈوں پر بمباری کی جس سے پٹڑیوں میں آگ لگ گئی۔ منگل کو رنگون کے پاس منگلاڈاؤں کے ہوائی اڈہ پر شدید حملہ کر کے کئی بم گرائے گئے۔ اسی رات مگوئے پر بھی کامیاب حملہ کیا گیا۔ ہمارے تمام طیارے واپس آگئے ؛

پشاور۔ ۱۹ر نومبر۔ آج یہاں سرخپوشوں نے عدالت میں گھسنا چاہا مگر پولیس ان کو محصور کر کے تھانہ لے گئی ؛

نیویارک۔ ۲۰ر نومبر۔ باخبر یورپین حلقوں کے بیان کے مطابق سپین کے جرمن سفیر نے جنرل فرانکو سے تین بار ملاقات کی جس کے دوران میں اُس نے فرانکو سے کہا کہ جب تک کوئی فریق اس پر حملہ نہ کرے وہ غیر جانبدار رہے۔ فرانکو نے کہا جس نے سپین پر حملہ کیا وہ اس کے دشمن کی مدد طلب کرے گا ؛

قاھرہ۔ ۲۱ر نومبر آج کے سرکاری اعلان میں درج ہے کہ کل صبح ہماری فوجوں نے بنغازی پر قبضہ کر لیا۔ آٹھویں فوج کے اگلے دستوں نے اجیدبیا کے گرد و نواح میں دشمن سے ڈبھیڑ کی۔ کل پھر موسم خراب ہونے کی وجہ سے سرنیکا پر ہماری ہوائی سرگرمیوں میں رکاوٹ ہوئی ۱۹ ۔ ۲۰ر نومبر کی رات سسلی کے ہوائی اڈہ پر کامیاب بمباری کی گئی۔ قریباً دو ہزار ٹن کے ایک جہاز پر بم گرائے گئے۔ یہ جہاز ٹیونس کے ساحل کے نزدیک تھا۔ بمباری سے اُسے آگ لگا دی گئی۔ ایک اور جہاز پر بھی حملہ کیا گیا۔ دشمن کے دو بمباز جہاز گرا لئے گئے۔ ان حملوں سے ہمارا ایک جہاز واپس نہیں آیا۔

کلکتہ۔ ۲۲ر نومبر۔ ۸ر نومبر کو کالی پوجا کی تقریب کے موقعہ پر پنڈال میں تباہ کن آگ لگ گئی۔ جس کی وجہ سے بہت سے اشخاص ہلاک و مجروح ہوئے تھے۔ مجروحین کو ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے چند اشخاص بعد میں جان بحق ہو گئے تھے۔ آج بھی ہسپتال میں ایک شخص جان بحق ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۴۸ اب تک پہنچ گئی ہے ؛

نئی دھلی ۲۳ر نومبر۔ لنڈن سے یہ اطلاع ملنے پر کہ سر سٹیفورڈ کرپس جنگی وزارت سے الگ ہو گئے ہیں یہاں یہ کہا جاتا ہے، کہ لارڈ لنلتھگو کی میعاد عہدہ بڑھائی جانے والی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگی وزارت میں سر سٹیفورڈ کرپس کا اثر و رسوخ یقینی طور پر لارڈ لنلتھگو کے خلاف کام کر رہا تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ لارڈ لنلتھگو جنگی وزارت کی اس سکیم کے حق میں نہیں تھے جو سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان میں لائے تھے ؛

لنڈن ۲۳ر نومبر۔ مراکو ریڈیو کا بیان ہے کہ پہلی برطانوی فوج نے اتحادیوں اور فرانسیسیوں کی مدد سے بیزرٹا اور ٹیونس کے ارد گرد جرمنوں کے سارے مورچوں پر زبردست حملہ کیا اور کچھ قیدی بنائے۔

اتحادیوں کے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ اتحادی فوجوں نے ٹیونس اور بیزرٹا کے ارد گرد خندقیں کھود لی ہیں۔ کچھ قیدیوں کو عقب میں لایا گیا ہے ؛

لنڈن۔ ۲۳ر نومبر۔ مراکو ریڈیو سے ایڈمرل ڈارلان کی ایک تقریر براڈکاسٹ کی ہے۔ ڈارلان نے کہا ہے۔ کہ امریکہ نے کسی ذریعہ سے فرانسیسی حکام سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ درحقیقت فرانسیسی حکام نے جرمنی اور اٹلی کے اقتدار سے آزادی حاصل کی ہے جو ہماری پالیسی کو بدلنا چاہتے تھے۔ فی الحال طاقت سے جرمنی اور اٹلی سے اپنی آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر رکھا ہے ؛

اوٹاوا۔ ۲۴ر نومبر۔ ڈاکر ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ڈاکر کے فرانسیسی گورنر جنرل ایڈمرل ڈارلان سے مل گیا ہے۔ جو اتحادیوں سے تعاون کر رہے ہیں ؛

ماسکو ریڈیو کے بیان کے مطابق روسی فوجوں نے سٹالنگراڈ کے شمال مغرب میں بڑھتے ہوئے ایک اہم کلیدی مقام دو اہم ٹیلوں اور کئی جرمن مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ کئی جرمن قیدی بنا لئے گئے۔ روسیوں کا حملہ جاری ہے ؛

مدراس۔ ۲۴ر نومبر۔ ہندو کے نامہ نگار نے نئی دہلی سے اطلاع دی ہے کہ حال ہی میں گورنر بمبئی پونا میں آغاخاں کے محل میں گاندھی جی سے ملنے گئے ؛

نئی دھلی ۲۴ر نومبر۔ باخبر حلقوں کا بیان ہے کہ مصر کے سابق کمانڈر انچیف سر آچنلاک کو بمبئی کا گورنر مقرر کیا جانے والا ہے ؛

نئی دھلی۔ ۲۴ر نومبر۔ آج دسویں امریکن ایر فورس کے کمانڈر جنرل بیل نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ جاپانی دوسرے علاقوں میں بہت معروف ہیں اسلئے وہ ہندوستان کی طرف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے۔ یہ پوچھنے پر کہ آیا برما میں جاپانیوں کی مزید کمک پہنچنے کے کوئی آثار

اکبر اعظم کی چہار صد سالہ سالگرہ

لندن میں منائی جائے گی

لندن ۱۴ر نومبر۔ ہندوستان کے مغل شہنشاہ اکبر اعظم کی چہار صد سالہ سالگرہ ۲۳ر نومبر کو لندن میں منائی جائیگی اس تقریب پر رائل سوسائٹی کے ہال میں مسٹر ایمرے وزیر ہند کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوگا ؛

آبیانہ اور مالیہ میں معافیاں

خریف کی فصلوں کے متعلق میزان ۱۵۲۷۷۷۸ روپیہ تک پہنچ گئی

حکومت پنجاب نے ۱۹۴۱ء کی فصل خریف کے متعلق آبیانہ اور مالیہ میں جو معافیاں دی ہیں۔ ان کے متعلق اب اعداد و شمار دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی مجموعی رقم ۱۵۲۷۷۷۸ روپیہ ہے اس میں سے ۱۰۱۵۹۴۵ روپیہ صرف آبیانہ میں معافیوں سے متعلق ہے۔

۱۹۴۱ء میں نہری آبپاش شدہ خریف کی فصلیں اچھی طرح پختہ ہوئیں لیکن ژالہ باری اور کیڑوں وغیرہ کی وجہ سے کچھ نقصان پہنچا۔ جس کی بنا پر مذکورہ بالا معافیاں دی گئیں۔

الاہور مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۴۲ء ص ۲

۹۲ سال کی عمر میں شوق سپاہ گری

مدراس ۲۲۔ نومبر۔ ۹۲ سال کی عمر میں جمعدار اسمٰعیل خان کو سپاہگری کا شوق پیدا ہوا۔ جب اسے تیسری مدراس رجمنٹ کی از سر نو ترتیب کی تقریب میں شمولیت کا دعوت نامہ ملا۔ اس نے اپنی وردی پہنی اور تیس میل کا سفر پا پیادہ طے کر کے وہ رجمنٹ کے ٹریننگ سنٹر میں پہنچا تیسری مدراس رجمنٹ ۱۵ برس کے بعد از سر نو منظم کی گئی ہے۔ اس تقریب پر گورنر مدراس بھی موجود تھے رجمنٹ کے پرانے سپاہیوں اور افسروں کو بلایا گیا تھا۔

اس تقریب کا موثر نظارہ وہ تھا۔ جب پرانی رجمنٹ کا جھنڈا نئی رجمنٹ کے سپرد کیا گیا۔ جس کے ساتھ اس رجمنٹ نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کی تھیں۔ یہ تقریب بھی رجمنٹ کی ایک شاندار فتح کی سالگرہ کے موقعہ پر منعقد ہوئی ؛

زمین کی موجودہ آبادی

جمعیت الاقوام کی تازہ رپورٹ شائع ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۹ء کے آخر میں دنیا کی کل آباد ۲۔۱ ارب ۱۷ کروڑ تھی جس میں سے ۴۵ کروڑ چین، ۳۸ کروڑ ۹۰ لاکھ ہندوستان اور ۷ کروڑ ۳۰ لاکھ جاپان میں بستے تھے۔ جنگ کے علاوہ یورپ کے اکثر ممالک میں شرح اموات بہت بڑھ گئی۔

قرآن پاک کا ترجمہ چینی

چینی قومی وفاق نے قرآن پاک کا ترجمہ چینی زبان میں کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وفاق نے مسلمانوں میں تعلیم کی ترقی، اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت اور تعمیر جدید کے لئے قرار دادیں منظور کی ہیں۔ اور ممالک اسلامیہ اور ہندوستان کی مسلم لیگ کے نام یادداشت میں لکھا ہے کہ ۲۰ لاکھ سے زیادہ چینی مسلمان مذہبی اور سیاسی تعلیم اور دوسرے دائروں میں جاپانی اقدام کے خلاف قوم کے مقصد کی عملی تائید کر رہے ہیں۔ چین کی مسلم آبادی اندازاً ۴½ کروڑ ہے۔ قومی حکومت کے ۱۵ ارکان کونسل میں دو مسلمان ہیں کومنٹانگ کی مجلس منتظمہ میں ۵ مسلمان مقننین دو اور عوامی سیاسی کونسل میں ایک مسلمان شامل ہے ؛

خاکساروں کی پابندیاں

مرکزی اسمبلی نے مشرقی صاحب کی رہائی کی قرارداد منظور کی ہے۔ سر رضا علی نے کونسل آف اسٹیٹ میں تحریک کی تھی کہ خاکسار تحریک پر سے پابندیاں ہٹالی جائیں اور خاکسار قیدیوں کو فوراً رہا کر دیا جائے۔ سر محمد عثمان نے جواب دیا کہ پابندیاں اس وقت تک جاری رہیں گی۔ جب تک مفاد عامہ کا تقاضا ہے حکومت خاکساروں اور ان کے لیڈر کے متعلق اپنی پالیسی پر غور کر رہی ہے ؛

پوپ کی حکومت

پوپ کا صدر مقام ایک ریاست کا درجہ رکھتا ہے۔ پوپ اس ریاست کا خود مختار بادشاہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو اطالوی سفیر کو بھی نکال دے۔ ۳۵ کروڑ رومن کیتھولک عیسائی پوپ کو اپنا مذہبی حکمران سمجھتے ہیں ۷۰ سال تک اٹلی کی حکومت سے پوپ کے تعلقات بگڑے رہے۔ مگر گذشتہ پوپ کے زمانہ میں شاہ اٹلی اور مسولینی دونوں اس سے ملنے گئے جاپان میں بھی پوپ کا نمائندہ موجود ہے، امریکہ اور برطانیہ کے سفیر جو پوپ کے یہاں جانا چاہیں حکومت اٹلی انہیں گرفتار نہیں کر سکتی ؛ (ملخوذ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رشتہ تودد و تعارف اور جلسہ سالانہ

تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو۔ اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق و شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے۔ اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے باعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے۔ بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ آیندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجائے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کیلئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدابیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں یا الگ رکھتے جائیں تو بلا تکلف سرمایہ سفر میسر آجائے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔

(آسمانی فیصلہ)

ہر ایک احمدی دوست کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر اپنے ہمراہ کم از کم ایک غیر احمدی دوست کو ضرور لائیں

پیغام صلح

جلد | یوم پنجشنبہ مؤرخہ ۲۳ ذیقعد ۱۳۶۱ھ م ۳ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۴۹

مسیح ناصریؑ اور مولانا ابوالکلام آزاد

اس صدی کا مجدد کہاں ہے؟

الہلال ۱۹۱۳ء میں قصص القرآن کے ماتحت انبیائے بنی اسرائیل کے حالات شائع ہوئے تھے۔ اس ضمن میں سلسلہ ابراہیمی کے متعلق لکھتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد الہلال مؤرخہ ستمبر ۱۹۱۳ء میں رقمطراز ہیں:-

"سلسلہ ابراہیمی میں دراصل صرف دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی اور محکومی غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و مطلوب اور بنی اسماعیل کا نبی امی۔ مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا۔ وہ کوئی صاحب شریعت نہ تھا۔ اس کی مثال ان مجددین [illegible] اسلامیہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صادق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور ہوتا رہا۔"

اس مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا نے حضرت مسیحؑ کو صرف بنی اسرائیل کا ایک مصلح تسلیم کیا ہے اور امت محمدیہ کے مجددین کے ساتھ ان کی مماثلت کو قائم کیا ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد کی مماثلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قائم کرنا کیوں گناہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب بھی کوئی شریعت اور قانون نہیں لائے وہ بھی شریعت محمدیہ کے پابند ہیں اور مسلمانوں کو اس شریعت کے اوپر عمل کراتے آئے ہیں۔ جب بنی اسرائیل کے روحانی قوٰے زوال آمادہ ہوئے تو ان کے احیاء کے لئے ان میں مسیح ناصری کا ظہور ہوا تاکہ ان کے قلوب میں ایمان کو از سر نو زندہ کیا جائے۔ اسی طرح جب امت محمدیہ کی وہ شوکت زوال پذیر ہوئی جو محض قوت ایمان سے مسلمانوں نے حاصل کی تھی تو ایمان کو از سر نو تازہ کرنے کے لئے ایک مجدد اعظم کا ظہور ہوا تاکہ مسلمانوں کے مردہ قلوب کے اندر ایمان کا احیا کیا جائے اور اسی احیاء کی وجہ سے اس مجدد کو مسیح کا خطاب دیا گیا کیونکہ اسلام کے مقاصد عالمگیر ہیں اس لئے اس کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے جو مجدد اور مسیح آیا اس کے مقاصد بھی عالمگیر تھے اور وہ تمام دنیا کے لئے زندگی کا پیغام تھا۔ اور چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اسی مرد کامل کے ذریعہ اسلام کا احیاء ہوا۔ معلوم نہیں عام مسلمانوں کو اسے قبول کرنے میں کیا تامل ہے۔ اگر آنحضرت صلعم کا ارشاد جس کا مولانا نے ذکر کیا ہے درست ہے تو چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے اور اگر وہ مجدد آچکا ہے تو اس کی مماثلت کیونکر حضرت مسیح کے ساتھ قائم نہیں کی جا سکتی۔ اگر وہ مجدد اور مماثلت دونوں موجود ہوں تو اسے قبول [illegible] کرنا چاہیئے اور گوش برآواز ہونا چاہیئے کہ دنیا کے کسی کونہ سے یہ آواز تو نہیں آرہی

منم مسیح بیانگ بلند می گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

ایک عقلیت پرست کی جہالت

کوئی صاحب رسالہ ساقی دہلی نومبر میں رقمطراز ہیں:-

"کرشن، بدھ، زرتشت، موسےٰ، عیسےٰ، محمد، یہ سب پیغمبر سیاسی باغی تھے اور غور کرو تو یہ سب کے سب لامذہب تھے"

بعض دفعہ مغرب زدہ لوگ عقلیت پرستی کے نشہ میں سرشار ہوکر ایسی جہالت کا ثبوت دے جاتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ مذکورہ بالا پیغمبروں میں سے بعض کو دنیا میں اخلاق اور مذہب قائم کرنے کے لئے مجبوراً اور مدافعت کے طور پر جہاد بالسیف کرنا پڑا۔ سیاسی اغراض و مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے انہوں نے کبھی جنگ نہیں کی اور نہ یہ کوئی ثابت کرسکتا ہے اور دوسرے یہ دعوےٰ کرنا کہ یہ سب پیغمبر لامذہب تھے یہ اتنی بڑی جہالت ہے کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے یہ سب پیغمبر بانیان مذاہب ہیں اور ان کی تعلیمات جو نفس مذہبی اور اخلاقی تعلیمات ہیں موجود ہیں ان تعلیمات اور تاریخی شواہد کے ہوتے ہوئے انہیں لامذہب کہنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک مسلمان مدبر کا انتقال

آقائے محمد علی فروغی مملکت ایران کے سیاسی مدبر تھے انتقال فرما گئے اس نازک زمانہ میں کسی مدبر اور ملک و ملت کے خیرخواہ اور دانشمند کا وفات پا جانا یقیناً افسوسناک امر ہے۔ مرحوم متعدد دفعہ ایران کی وزارت اور سفارت پر فائز رہے اور موجودہ جنگ کے شروع میں وزارت عظمےٰ کے رتبہ کو پہنچ گئے تھے لیکن بعد میں اندرونی پیچیدگیوں کی وجہ سے آپ مستعفی ہو گئے تھے۔

اللہ تعالےٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ دے۔

جلسہ سالانہ سے متعلق ضروری تحریکات

ہمارے محترم بزرگ مولانا مرتضےٰ خان صاحب برائے مہتمم جلسہ سالانہ ضروری گذارشات جماعت کے سامنے پیش کر رہے ہیں جو نہایت ضروری تحریکات ہیں جن میں حصہ لینا ہر ایک احمدی بزرگ، نوجوان اور خاتون کا فرض ہے۔

ایک تحریک جلسہ فنڈ کی اپیل ہے، موجودہ گرانی کے زمانہ میں اس تحریک کی طرف فوری توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔ اور دوسری تحریک دستکاری ہے، احمدی خواتین کوشش فرمائیں کہ ۱۵ دسمبر تک دستکاری کی اشیاء مرکز میں بھجوا دیں تیسری تحریک یہ ہے کہ ہر ایک احمدی دوست اپنے ہمراہ کم از کم ایک غیر احمدی دوست کو ضرور لائیں اس سے جلسہ کی رونق بڑھے گی اور تبلیغ کا موقعہ بھی میسر آجائے گا، امید ہے جماعت کے تمام حلقے نہایت جوش اور خلوص کے ساتھ ان تحریکات کو بروئے کار لائیں گے۔

ضروری درخواست

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں پہلے بھی گذارش کی جا چکی ہے اب پھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ تاریخی، عمرانی، تحریکات جدید اور مذاہب مختلفہ کے عنوانات پر مضمون لکھوائیں ان کے بلند پایہ مضامین جو پیغام صلح کے معیار صحافت پر پورے اتریں گے نہایت شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے امید ہے ہماری اس درخواست پر مضمون نگار حضرات فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

ضرورت کارکن

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو۔ درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ و سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل آنی چاہئیں۔

تنخواہ ۲۵ روپے ماہوار ہوگی۔ قحط الاؤنس ۵ روپے۔ درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجیں:- جناب محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

مکتوب بغداد

بغداد سے سید تصدق حسین صاحب قادری اپنے خط مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"۵۸۱/۱۱ کا چیک ارسال ہے اسمیں بیس روپے وہ بھی شامل ہیں جو انجمن نے محمد اسحاق و محمد یعقوب ایلو والے کو بھیجے۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی نے پیغام صلح میں حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل دربارہ ادائیگی فرضہ انجمن دیکھ کر مبلغ دو صد روپیہ عنایت فرمایا جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ سیدنا امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اطلاع کر دیں۔ تعلیمی وظائف کی مد میں مبلغ سات روپیہ تو میری جانب سے ہیں باقی مبلغ چھ روپے گیارہ آنے فرزند سید زاہد علی خلف الرشید اخویم سید عابد علی صاحب نے دیئے۔ وہ ہر ماہ اس مد میں تین روپے ساڑھے پانچ آنے دیا کریں گے۔ دعا کریں خداوند کریم بچے کی عمر دراز کرے اور اس کے ارادوں میں اسے کامیاب کرے۔"

شذرات

ازجناب شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدرآباد دکن

جناب خلیفہ قادیان کا ایک تازہ خط

"خدام الاحمدیہ" کے چوتھے سالانہ اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے جناب میاں صاحب نے فرمایا۔

" اسباب کا نہایت سختی سے انتظام کرنا چاہیئے کہ انتخاب کے موقعہ پر کسی قسم کا پروپیگنڈا نہ ہو۔ یہ اسلامی ہدایت ہے اور جو شخص اس ہدایت کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ مجرم ہے ہر شخص کی جو ذاتی رائے ہو وہی اسے پیش کرنی چاہیئے۔ جو شخص دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ میرے حق میں ووٹ دو یا کسی دوسرے کی رائے کو کسی دوسرے کے حق میں بدلنے کی کوشش کرتا ہے وہ قوم کا مجرم ہے اور ایسے شخص کو سخت سزا دینی چاہیئے تاکہ آیندہ جماعت کے قلوب میں یہ امر راسخ ہو جائے کہ ہم نے ایسے انتخابات میں کبھی ایک دوسرے کی رائے کے پیچھے نہیں چلنا بلکہ جو ذاتی رائے ہو اسی کو پیش کرنا ہے۔ ہاں جیسا کہ صحابہ رضہ کے طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ عین مجلس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا حق حاصل ہے ...... مجلس میں دلائل دیئے جا سکتے ہیں مگر یہ جائز نہیں کہ الگ اور مخفی طور پر دوسروں کو تحریک کی جائے کہ فلاں کے حق میں رائے دی جائے اس قسم کا پروپیگنڈا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ ہاں جیسا کہ میں نے بتایا ہے مجلس میں آ کر اپنے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں "

(الفضل ۷ نومبر ۱۹۴۲ء)

اپنی جماعت کے نوجوانوں کے سامنے مندرجہ بالا وعظ کہتے وقت خدا جانے جناب میاں صاحب کو یہ یاد تھا یا نہیں کہ قریباً اٹھائیس سال قبل وہ خود اسی طریق پر "خلیفہ" منتخب ہوئے تھے جسے کہ انہوں نے اس وعظ میں خلاف اسلام قرار دیا ہے۔ "تخت خلافت" حاصل کرنے کے لئے جناب میاں صاحب اور ان کے حامیوں نے پروپیگنڈا وغیرہ کے بالکل وہی ذرائع اختیار فرمائے تھے جن کے ارتکاب کو آج وہ "قومی جرم" فرما رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ اس وعظ کے وقت تاریخ احمدیت کا ایک ایسا ناقابل فراموش باب ان کے حافظہ سے کس طرح محو ہو گیا جو کہ ان کی زندگی اور ان کی "خلافت" سے بیحد گہرا تعلق رکھتا ہے اور تمام تر ان کی حصول خلافت کی افسوسناک مساعی پر مشتمل ہے ـــــ اور اگر انہیں محولہ بالا تقریر کے وقت یہ سب کچھ یاد تھا تو پھر ان کی لم تقولون ما لا تفعلون کے ارشاد قرآنی کو فراموش کرنے کی جسارت واقعی "قابل داد" ہے۔

کیا محمودی "خلافت" خلاف اسلام نہیں؟

جناب میاں صاحب یاد رکھیں یا نہ رکھیں لیکن تاریخ سلسلہ کبھی ان واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جب حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کا انتخاب ہوا تو اس پر جناب میاں صاحب کی والدہ صاحبہ محترمہ نے انتہائی اظہار ناراضگی و اضطراب فرمایا تھا اور اسی زمانہ سے میاں صاحب کو "خلیفہ" بنانے کی مہم کا آغاز کر کے پروپیگنڈا کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔ پہلے موصوف کے نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اسی غرض کے ماتحت مختلف بہانوں سے دورے شروع کئے پھر اسی مقصد کی خاطر انصار اللہ پارٹی کا قیام اور اخبار "الفضل" کا اجرا عمل میں آیا اور غیر المبین کا اتحاد سوز فتنہ شروع کیا گیا۔ میاں صاحب کی نام نہاد انصار اللہ پارٹی نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی زندگی کے چند آخری سانسوں اور مرض الموت میں اور وفات پر جو افسوسناک۔ دیانت کش اور اخلاق سوز حرکتیں کیں انہیں سلسلہ کا کوئی بھی انصاف پسند اور غیر جانبدار مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آج میاں صاحب فرما رہے ہیں کہ انتخاب کے موقعہ پر کسی قسم کا پروپیگنڈا نہ ہو یہ اسلامی ہدایت ہے جو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ قومی مجرم اور مستحق سزا ہے لیکن اُس زمانہ میں ان کو خلیفہ بنانے کے لئے خود ان کی خواہش کے مطابق اور ان کی قیادت میں انصار اللہ نے جو پروپیگنڈا کیا اسے جرم اور مستحق سزا قرار دینے کی بجائے قابل تحسین اور لائق انعام ہی سمجھا گیا۔ یہی پروپیگنڈا ان کی خلافت کے قصر کا سنگ بنیاد ہے۔

اب ۱۹۴۲ء میں ان کا ارشاد ہوتا ہے کہ عین مجلس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا حق ہے صحابہ کرام رضہ کا یہی طریق معلوم ہوتا ہے لیکن ۱۹۱۴ء میں جبکہ مسجد نور کے اجتماع میں میاں صاحب کا نام پیش ہونے پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے کچھ کہنا چاہا تو انہیں بولنے نہ دیا گیا۔ ان کے دلائل سننے کے بجائے انصار اللہ پارٹی نے طے شدہ منصوبہ کے مطابق ہلڑ مچا دیا اسی طوفان بے تمیزی کے دوران میں ان لوگوں نے میاں صاحب کی بیعت کی۔ یہ واقعات ہیں جن کے چشم دید گواہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ابتک موجود ہیں۔

مسئلہ خلافت کے متعلق جماعت لاہور کا مسلک بالکل واضح ہے۔ "محمودی خلافت" تعلیمات قرآن وحدیث اور وصیت حضرت مسیح موعودؑ کے بالکل خلاف ہے اسکے متعلق بارہا ان صفحات میں مسکت دلائل پیش کئے جا چکے ہیں اور اب تو یہ نام نہاد "خلافت" بدترین قسم کی ڈکٹیٹر شپ اور پوپ ازم کی شکل اختیار کر چکی ہے جسے اسلام سے دور کی بھی نسبت نہیں ہے لیکن ان تمام امور و حقائق سے قطع نظر اگر میاں صاحب کے اس تازہ وعظ اور محولہ بالا واقعات کی روشنی ہی میں دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ میاں صاحب کا انتخاب بالکل غلط اور غیر اسلامی طریق پر ہوا۔ جب خلیفہ کا انتخاب ہی غیر اسلامی طریق پر عمل میں آئے تو اس کی خلافت کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔ لہذا محمودی خلافت اس لحاظ سے بھی خلاف اسلام اور ناقابل قبول ہے۔

اخوت اسلامی کا ایک مؤثر منظر

مشہور اینگلو انڈین روزنامہ "اسٹیٹسمین" اپنی ۱۶ اکتوبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:۔

" عیدالفطر سارے ہندوستان میں مؤثر سنجیدگی اور وقار کے ساتھ منائی گئی اور اتحاد المسلمین کا پر اثر منظر پیش کر چکی ہے ...... یہ دن (یوم عید) انسانوں سے ان کے بہترین احساسات کا مطالبہ کرتا ہے جس کسی نے بھی ایک بڑے مسلمان مجمع کو نماز باجماعت ادا کرتے دیکھا ہے اسے نہ صرف اس جماعت کے پرخلوص ہونے میں شک ہو سکتا ہے اور نہ اسلام کی جمہوریت کے حقیقی ہونے میں، جہاں سب نمازی کی حیثیت سے مساوی ہوتے ہیں۔ عیدالفطر کے موقعہ پر اخوت انسانی کا قومی احساس ہوتا ہے "

ابتک مشرق و مغرب کے بیسیوں نہیں سینکڑوں بلند پایہ۔ ذی حیثیت اور اعلیٰ تعلیمیافتہ غیر مسلم محض اسلامی عبادات اور تہواروں کے مشاہدہ ہی سے متاثر ہو کر اس قسم کے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اسلام کے بہت اشد ترین مخالفین کو اسلامی مساجد کی سیر اور جمعہ و عیدین کی نمازوں کے منظر دیکھ کر اسلام کی جمہوریت کے حقیقی ہونے کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ ذرا سوچئے اگر مسلمان پوری پابندی اور خشوع و خضوع سے نماز باجماعت ادا کریں اور ان کی مسجدیں حقیقی معنوں میں آباد ہو جائیں۔ اور اپنے اس عمل کے ساتھ وہ اسلام و قرآن کے محاسن کو پوری کوشش کے ساتھ غیر مسلموں کو سنائیں تو غیر مسلم کس درجہ اسلام سے متاثر ہو سکتے ہیں ـــــ لیکن افسوس مسلمان اپنے تبلیغی فرائض سے غافل ہیں۔ کاش وہ اس طرف توجہ کریں تو پھر چند سال میں دنیا کے اندر ایک زبردست انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔

برطانیہ کے مصارف جنگ

اپنے مقصد کی خاطر برطانیہ مصارف جنگ کی شکل میں جو مالی قربانیاں مسلسل کر رہا ہے اس کی کیفیت متعدد مرتبہ ان کالموں میں پیش کی جا چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور خبر ملاحظہ فرمایئے۔

" لندن ۱۳ اکتوبر۔ وزیر مالیہ نے آج دارالعوام سے مصارف جنگ کے لئے مزید ایک ارب پونڈ کی خواہش کی۔ انھوں نے ایوان سے کہا کہ اس سے مجموعی رقم آغاز جنگ کے بعد سے اب تک بارہ ارب پانچ کروڑ پونڈ ہو جائے گی۔ برطانیہ کے روزانہ مصارف جنگ ایک کروڑ ستائیس لاکھ پچاس ہزار پونڈ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ مجموعی مصارف جنگ اب تک اس سے ڈھائی گنا زیادہ ہو چکے ہیں، جتنے کہ گذشتہ جنگ کے پہلے تین سالوں میں تھے "

جنگ کی وجہ سے اہل برطانیہ کو بیشمار مصائب کا سامنا ہے۔ اس کے لاکھوں افراد ہلاک، زخمی اور قید ہو چکے ہیں۔ لاکھوں نوجوان مختلف محاذوں پر شدید خطرات کے اندر مصروف پیکار ہیں اور لاکھوں ہی جنگی ضروریات کے کارخانوں میں دن رات کام کر رہے ہیں ہوائی حملوں کا شب و روز خطرہ رہتا ہے ٹیکسوں میں بیحد اضافہ ہو چکا ہے۔ اکثر ضروریات زندگی پر راشن کی تینگی ہوئی ہے ـــــ لیکن اس کے باوجود اہل برطانیہ کی پیشانی پر شکن نہیں آیا۔ وہ اپنے مقصد کی خاطر خوشدلی کے ساتھ قربانی پر قربانی کرتے چلے جاتے ہیں مختلف پارٹیاں ہونے کے باوجود پارلیمنٹ میں کروڑوں، اربوں پونڈ کے مطالبات زر چند گھنٹوں بلکہ بعض اوقات چند منٹوں میں منظور ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ چند ہفتوں کے اندر تو جنگ کا پانسہ پلٹ چکا ہے اور اتحادیوں کی فتح کے امکانات کافی روشن ہو چکے ہیں لیکن ان قربانیوں کا سلسلہ تو تین چار سال سے جاری ہے ـــــ کون ہے جو ان کی داد نہ دے گا؟

جو قومیں عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہنا اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتی ہیں انہیں یقیناً اسی طرح پر قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ باعزت زندگی اور کامرانی کی اولین شرط یہی

باقی بر صفحہ

حضرات مبلغین و محصلین کی خدمت میں ضروری گذارشات

جملہ حضرات مبلغین و محصلین کی خدمت میں گذارش ہے:-

(۱) اپنے اپنے علاقہ میں دورہ فرما کر احباب سلسلہ کو بالخصوص اور دیگر اصحاب غیر از جماعت کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دیں۔ اس کے متعلق ایک الگ خط بھی حضرات مبلغین کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے۔

(۲) جلسہ فنڈ کی طرف احباب کو توجہ دلائیں۔ دفتر تحصیل سے اس کے متعلق تمام بڑی بڑی جماعتوں اور بعض جگہ فرداً فرداً اپیل بھیجی جا چکی ہے۔ جلسہ فنڈ بہت جلد مرکز میں آجانا چاہیئے جلسہ کی کامیابی بہت کچھ اس فنڈ کی فراہمی پر منحصر ہے۔

(۳) دستکاری کی تحریک تقریباً ہر گھر میں کرنا چاہیئے۔ سکرٹری صاحبان کی خدمت میں عرض کیا گیا ہے کہ اپنی اپنی جماعت کی دستکاری فراہم کر کے جس قدر جلد ممکن ہو سکے بھیجدیں۔ حضرات مبلغین و محصلین اس ضروری تحریک کو فروغ دینے میں سعی فرمائیں:

دستکاری

بڑی بڑی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کے نام دفتر سے ایک مطبوعہ چٹھی ارسال کی گئی ہے کہ جملہ سکرٹری صاحبان اپنی اپنی جماعت کی دستکاری جمع کر کے جس قدر جلد ممکن ہو سکتا ہے مرکز میں بھجوادیں امید ہے کہ سکرٹری صاحبان یہ تکلیف گوارا فرما کر ایک قومی کام کو بطیب خاطر سرانجام دیں گے۔ جہاں جماعتیں نہیں ہیں وہاں بھی بعض بعض اصحاب کے نام پر چٹھی بھیجی گئی ہے۔ ان کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ اپنے گھر کی دستکاری اور دوسرے گھروں کی دستکاری فراہم کر کے مرکز میں بھیجنے کی تکلیف گوارا فرمائیں اللہ تعالےٰ اجر دے گا:

جلسہ فنڈ

ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے جلسہ فنڈ ادا کر دیا ہے۔ اس میں جماعت لاہور کے بعض بزرگ خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ بیرونجات کے بعض اصحاب نے بھی فوری توجہ اس ضروری فنڈ کی طرف مبذول فرمائی ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء، لیکن ابھی کثرت سے ایسے اصحاب باقی ہیں جن کی طرف سے رقم وصول نہیں ہوئی۔ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ جلسہ فنڈ کا جلسہ کے انعقاد سے پہلے وصول ہونا ضروری ہے، اب مکرر عرض ہے کہ تمام احباب جن کے پاس جلسہ فنڈ کی اپیل پہنچی ہے یا نہیں پہنچی اس ضروری فنڈ کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور حتی الامکان جلد از جلد رقم یا جنس جو اصحاب کے ذمہ لگائی گئی ہے ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں:

جلسہ میں تشریف لانے والی خواتین

چونکہ مکانات کا سوال بہت کچھ دقت طلب ہوتا ہے اس لئے جلسہ میں شرکت فرمانے والی خواتین جلسہ سے قبل جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنی تشریف آوری سے مطلع فرمائیں۔

احباب لاہور کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

یہ تجویز کہ ہر ایک احمدی کم از کم ایک غیر از جماعت کو جلسہ میں اپنے ساتھ لائے، نہایت مفید اور مبارک ہے۔ سالانہ جلسہ تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے۔ جو صاحب اسمیں شرکت کریں گے وہ لازماً نیک اثر لیکر جائیں گے۔ اگرچہ بیرونی جماعتوں میں بھی یہ تحریک بذریعہ خطوط و اخبار پیغام صلح جاری ہے۔ لیکن ہماری مقامی جماعت کے بزرگوں کو بھی اس طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ بیرونجات سے ہمارے دوست اور حضرات مبلغین ایسے اصحاب کو تو ساتھ لائیں گے ہی مگر احباب لاہور کی خدمت میں گذارش ہے کہ ان کے لئے لاہور میں سے بلکہ اپنے اپنے محلہ میں سے ایسے احباب کا لانا کچھ مشکل امر نہیں ہے۔ امید ہے کہ ہمارے جملہ احباب اس ضروری مگر مفید تجویز پر عمل پیرا ہو کر ثواب حاصل کریں گے۔

(مرتضےٰ خاں۔ برائے مہتم جلسہ)

امتحان دینیات کے متعلق ضروری اعلان!

آئندہ امتحان ۱۷ جنوری ۴۳ء کو ہوگا۔

گذشتہ امتحان دینیات کے نتائج قبل ازیں شائع ہو چکے ہیں، اس امتحان میں جو اصحاب کامیاب ہوئے ان کو اب ذیل کے مضامین کا امتحان دینا ہوگا جو ۱۷ جنوری ۴۳ء کو منعقد ہوگا:-

(۱) جن اصحاب نے قرآن کریم درجہ اول کا امتحان پاس کیا ان کو اب تاریخ درجہ اوّل کا امتحان دینا ہوگا۔ جس کا کورس سیرت خیر البشر (مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ) ہے۔

(۲) جو اصحاب قرآن کریم درجہ دوم کا امتحان پاس کر چکے ہیں وہ تاریخ درجہ دوم کا امتحان دیں گے جس کا کورس تاریخ خلافت راشدہ (مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ) ہے۔

ان کے علاوہ نئے امیدوار جو امتحان میں شریک ہونا چاہتے ہوں، قرآن کریم درجہ اول کا امتحان دیں گے۔ اس درجہ میں سورہ فاتحہ و بقرہ کا ترجمہ و تفسیر کا امتحان ہوگا، نصاب کے لئے بیان القرآن مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس سلسلہ امتحان کے کل پانچ درجے ہیں، اور ہر درجہ میں چار مضامین ہیں:-

(۱) قرآن کریم (۲) تاریخ (۳) مسائل دینیات یا حدیث (۴) کتب سلسلہ۔

ان میں سے ہر درجہ کے ایک نہ ایک مضمون کا امتحان ہر تین ماہ کے بعد لیا جاتا ہے، اس ترتیب سے کہ جو اصحاب درجہ اوّل کا ایک امتحان دے چکے ہیں وہ دوسری سہ ماہی پر اسی درجہ کے دوسرے اور تیسری سہ ماہی پر تیسرے اور چوتھی پر چوتھے مضمون کا امتحان دیں گے، اور اس کے بعد اسی ترتیب سے درجہ دوم کے مضامین کا اور پھر درجہ سوم اور پھر چہارم اور پنجم کے مضامین کا امتحان دے کر پانچ سال میں تمام امتحانات پاس کریں گے، اور ان سب پاس کرنے والوں کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے دستخطوں سے سند فضیلت عطا کی جائے گی یہ کس قدر آسان ذریعہ علم دین حاصل کرنے کا ہے، پہلے زمانوں میں تحصیل علم دین کے لئے شہر بشہر اور گاؤں بہ گاؤں پھرتے تھے، اور اسی میں عمریں بسر کر دیتے تھے۔ لیکن آج آپ کو گھر بیٹھے ہوئے علمی خزانوں سے مالا مال کیا جا رہا ہے اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے فضیلت علمی سے آپ کو ممتاز کرنے کا سامان کیا جا رہا ہے۔ صرف پانچ سال تک اپنے فارغ اوقات کا کچھ حصہ اس دینی مطالعہ پر صرف کرنے کی ضرورت ہے، جس کے بعد آپ کو علوم دینیہ میں اتنی معلومات حاصل ہو جائیں گی، کہ دوسروں کو آسانی سے اسلام کی تبلیغ کر سکیں، غیروں کے اعتراضات کے جوابات دے سکیں اپنے گھروں کو دین کی روشنی سے منور کر سکیں۔

احمدی نوجوان جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے اور جنہیں تبلیغ دین کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے انہیں ان امتحانات میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ اور ابھی سے اپنے نام اور جن جن مضامین کے امتحان دینے ہوں ان سے ذیل کے پتہ پر اطلاع بھیجدینی چاہیئے:

والسلام۔ خاکسار عزیز بخش

جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

تتمہ نتیجہ امتحان دینیات

جو ۱۸؍۱۰؍۴۲ کو ہوا

نام	مضمون	درجہ	حاصل کردہ نمبر
سید سکندر شاہ صاحب	قرآن کریم	اوّل	۱۰۰/۵۱

جوابات کا پرچہ ۱۹؍۱۱؍۴۲ کو ملا گیا۔

عزیز بخش۔ ۲۸؍۱۱؍۴۲

سیرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے چند پہلو

درویشی و پادشاہی کا مرقع

از جناب میرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔اے۔ لاہور

گذشتہ سے پیوستہ

عدل وانصاف

حضرت عمرؓ فاروق کے عدل وانصاف کی داستانوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم رعایا بھی آپکے عہد خلافت میں بیفکری، خوشحالی، امن اور چین کی زندگی بسر کرتی تھی، ہر روز صبح کی نماز کے بعد آپکا معمول تھا کہ مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے جس کسی کو کوئی شکایت ہوتی وہ بلا روک ٹوک پیش کرتا۔ کوئی دربان نہیں تھا۔ نہ کوئی سکرٹری انصاف طلبی اور دادرسی کے لئے کسی کورٹ فیس یا لاگت کی حاجت نہ تھی ہر کس وناکس خود امیرالمومنین کے دربار میں حاضر ہو کر فریاد کرسکتا تھا اور ہر شخص کی شکایت رفع کرنے کے لئے خود خلیفۂ وقت موجود تھے۔

رعایا کی خبرگیری

تمام دن ہی امیرالمومنین رعایا کی خدمت، نگہبانی اور امور خلافت کی انجام دہی میں گذارتے۔ اور اگر شب کو مکمل آرام فرمایا کرتے تو ایسا کرنے میں حق بجانب تھے۔ مگر عمرؓ کو ایسا کرنا بھی گوارا نہ تھا۔ تمام رات مدینہ کی گلیوں میں چکر لگاتے اور شب بھر گشت میں گذرتی کہ کہیں رعایا کے کسی آدمی پر ظلم نہ ہو رہا ہو۔ کوئی محتاج اور مظلوم ایسا نہ ہو جس کی شکایت آپ تک نہ پہنچی ہو اور قیامت کے دن خدا اس کی نسبت باز پرس کرے۔ یہی ایک خیال تھا جو ہر وقت آپ کو بیتاب رکھتا تھا اور آپ دن رات لوگوں کو آرام پہنچانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ایک رات عشاء کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اس بیوقت تشریف آوری کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مدینہ کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھیرا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ان کے مال واسباب کا نقصان کرے چلو ان کی خبرگیری کریں۔ عبدالرحمٰن کو ہمراہ لے گئے لیکن انہیں وہاں پہنچ کر سلادیا اور خود رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

ایک دفعہ حسب معمول گشت کر رہے تھے کہ کسی خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک عورت چولھے کے آگے بیٹھی ہے اور ارد گرد ننگے بچے بیٹھے رو رہے تھے حضرت عمرؓ نے وجہ دریافت کی تو عورت نے کہا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں اور بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ حضرت عمر اسی وقت واپس آئے اور بیت المال سے کچھ کھجوریں ایک آٹے کی بوری اور دیگر ضروری چیزیں باندھ کر پیٹھ پر اٹھائیں۔ آپ کا غلام جاگتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا کہ بوری اس کی پیٹھ پر رکھی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا "تم اس دنیا میں تو میرا بوجھ اٹھا لو گے لیکن خدا کے حضور میرا بوجھ کون اٹھائے گا اپنے فرض تو میں خود ہی ادا کروں گا" یہ کہتے ہوئے آپ نے وہ چیزیں اٹھائیں اور اس غریب عورت کے سامنے لا حاضر کیں۔

ایک رات کسی خیمہ سے کراہنے کی آواز آئی آپ نے پکارا تو اندر سے ایک بدو نکلا جس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بدوی کی حاملہ بیوی درد زہ میں مبتلا ہے اور کوئی اس کی خبرگیری کرنے والا نہیں۔ حضرت عمر جلدی جلدی واپس گھر تشریف لائے اور اپنی بی بی ام کلثوم سے فرمایا کہ تمہاری ایک بہن تکلیف میں ہے اس کی مدد کرو۔ تھوڑی دیر بعد بدو کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو خیمہ کے اندر سے ام کلثوم نے پکارا:۔ امیرالمومنین اپنے بھائی کو مبارکباد دیجئے" امیرالمومنین کے الفاظ سنکر بدو سناٹے میں آگیا اس کو یقین نہیں آتا تھا کہ آدھی رات کے وقت اس کی خبرگیری کرنیوالا خود عمر فاروقؓ تھا اور اس کی غریب بیوی کی دایہ بننے والی عورت عرب وعجم کی ملکہ ام کلثوم تھی۔

امانت داری

ایک روز دوپہر کے وقت کچھ لوگ سائے میں بیٹھے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ دور صحرا میں دھوپ کے اندر اور جلتی ریت کے اوپر ایک کملی پوش شخص بھاگا چلا جا رہا ہے۔ سب لوگ حیران تھے کہ اس دوپہر اور شدت کی گرمی میں کون شخص دیوانہ وار بھاگ رہا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص قریب آیا تو اسے پہچان کر سب لوگ تصویر حیرت بن گئے۔ یہ کوئی دیوانہ، مجنون یا معمولی انسان نہیں بلکہ امیرالمومنین عمر فاروقؓ تھا لوگ پوچھنے لگے کہ امیرالمومنین اس وقت کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ آپ اس سخت گرمی میں آگ سی تپتی ریت پر بھاگ رہے تھے۔ فرمایا کہ بیت المال کا ایک اونٹ رسی ٹوٹ جانے کے باعث بھاگ گیا تھا اور آپ اس کی تلاش میں اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ یہ تھا آپ کی امانتداری کا حال۔ بیت المال کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کی حفاظت اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ اور قوم کی کوئی چیز خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو قوم کی اجازت کے بغیر کہیں خرچ نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے حکیم نے شہد استعمال کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ کے ہاں شہد موجود نہ تھا گو بیت المال میں شہد کافی تھا لیکن آپ اسے استعمال کرنے کے مجاز نہ تھے۔ ایک روز جب زیادہ تکلیف ہوگئی تو آہستہ آہستہ مسجد میں تشریف لائے۔ لوگ صحن میں بیٹھے تھے آپ نے فرمایا بھائی میں بیمار ہوں مجھے شہد کھانے کی ضرورت ہے۔ بیت المال میں شہد موجود ہے۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو تھوڑا سا لے لوں۔ جب لوگوں نے بخوشی اجازت دیدی تب آپ نے اسکو استعمال کرنا جائز سمجھا۔

ایک دفعہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ام کلثوم نے قیصر روم کی ملکہ کو چند عطر کی شیشیاں بطور تحفہ بھیجیں۔ ملکہ روم نے تحفہ کے عوض میں وہی شیشیاں جواہرات سے پُر کرکے ام کلثوم کی خدمت میں ارسال کیں۔ حضرت عمرؓ کو جب پتہ چلا تو آپ نے وہ جواہرات لیکر بیت المال میں داخل کردیئے۔ اور ام کلثومؓ سے فرمایا کہ چونکہ قاصد سرکاری آدمی تھا اور اسکو تنخواہ قومی خزانہ سے ملتی ہے اسلئے یہ جواہرات تمہارا مال نہیں ہوسکتے۔ انہیں تھوڑا سا معاوضہ دے کر جواہرات قومی خزانہ میں داخل کردیئے

سادگی اور بےنفسی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک عرب کے علاوہ شام، ایران، مصر، کرمان، خوزستان، آذربائیجان اور کئی وسیع ملکوں کے والی اور بادشاہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے ایک معمولی مزدور کے گھر کا اثاثہ اور زر و مال، امیرالمومنین کے اثاثہ سے کہیں زیادہ تھے۔ عرب وعجم کا یہ عظیم القدر بادشاہ صرف دو درہم یعنی قریباً دس آنے یومیہ پر گذر اوقات کرتا تھا۔ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ ہر سال بیت المال میں آتا لیکن وہ سب مسلمانوں میں تقسیم ہوجاتا اور حضرت عمرؓ کی ذات پر بہت کم خرچ ہوتا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ بڑی بڑی حکومتوں کی دولت اور زر و مال، جواہرات اور اشرفیاں اسلامی خزانہ میں جمع ہوئیں اور سب کی سب قوم کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوئیں اور امیرالمومنین نے عیش و عشرت تو کیا آسودہ حالی کے لئے بھی قوم کا روپیہ خرچ نہ کیا۔ ایک طرف تو روم اور شام پر فوجیں بھیجی جا رہی ہیں اور قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے معاملہ درپیش ہے۔ کہیں خالدؓ اور معاویہؓ سے باز پرس ہو رہی ہے اور کہیں سعدؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام احکام لکھے جا رہے ہیں اور دوسری طرف یہ حالت ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ سر پر پھٹا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی جوتی اور کاندھے پر مشک اٹھائی ہے کہ بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے آئیں

تقسیم اموال

علامہ ابوالحسن بلاذری نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تقسیم اموال پر ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ اس کو پڑھنے سے حضرت فاروق اعظم کے اخلاق، وسعت قلب، بےغرضی، عالی حوصلگی، عدل وانصاف اور بلند کیرکٹر کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب مدینہ میں بیشمار دولت جمع ہونا شروع ہوئی تو حضرت عمر نے اس کی تقسیم کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے یکزبان ہو کر کہا کہ پہلے حضور اپنی ذات سے پھر اپنے خویش واقارب سے اور پھر دوسرے مسلمانوں سے تقسیم شروع کریں اور ہر ایک کو اس کا حصہ عنایت کریں۔ ہر ایک شخص خواہ وہ کتنا ہی بےنفس ہوتا اسی رائے پر عمل کرتا لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا "لا ولکنی اضع نفسی حیث وضعها الله وابدا بآل رسول الله صلی الله علیه وسلم" ترجمہ:۔ نہیں! میں اپنی ذات کو مقدم نہیں کرسکتا بلکہ اپنی ذات کو میں اسی مقام پر رکھوں گا جس مقام کی وہ اہل ہے۔ اور تقسیم اموال میں سب سے مقدم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کا حق سمجھوں گا۔ چنانچہ سب سے اول آپ نے امہات المومنین کے وظائف مقرر کئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر قریبیوں کے پھر اصحاب بدر کے۔ پھر مہاجرین وانصار کے اور اسی طرح درجہ بدرجہ تمام مسلمانوں کے لیکن نبی کریم صلعم کے عزیز داروں اور تعلق والوں کو ان کے تعلق کے سبب دوسرے لوگوں پر ترجیح دی حضرت عائشہؓ کا دیگر ازواج سے قدرے زیادہ وظیفہ مقرر کیا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کو زیادہ عزیز تھیں، اصحاب بدر کا آپ نے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور ان کے بیٹوں کا دو ہزار سالانہ، لیکن امام حسن اور حسین علیہم السلام کا بھی دو ہزار سالانہ کی بجائے

انچ یا پانچ ہزار مقرر کیا اسلئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اور نواسے تھے۔ ان لوگوں کو شرم آنی چاہیئے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ کو اہل بیت رسولؐ سے حسد اور بغض تھا۔ اور نعوذ باللہ آپ ان کے حقوق کے غاصب تھے۔ یہ مثال ان کو شرمندہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت عمر اہل بیت رسولؐ کے ساتھ نہیں بلکہ رسول کریم سے ان کا تعلق اور لگاؤ ہونے کی وجہ سے ان کے عاشق اور فدائی تھے۔ رسول کریمؐ کے تعلق کو ترجیح دینے کی ایک اور مثال عرض کرتا ہوں اسی تقسیم اموال کے دوران میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار درہم سالانہ مقرر کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو ایک غلام زادے تھے ان کا چار ہزار سالانہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی اور کہا کہ اسامہ نے تو وہ معرکے جھیلے ہیں اور ان جنگوں میں شریک ہوا ہوں جن میں اسامہؓ شریک ہی نہیں ہوئے اور میری خدمات ہر حالت میں ان سے زیادہ ہیں۔ پھر مجھے آپ نے کیوں کم وظیفہ دیا ہے اور ان کو کیوں زیادہ دیا ہے؟ کیا ہی عجیب جواب تھا جو حضرت عمرؓ نے بیٹے کو دیا۔ فرمایا زدتہ لانہ کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک و کان ابوہ احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابیک۔" (فتوح البلدان صفحہ ۴۳۷)

ترجمہ: "میں نے اسکو زیادہ روزینہ دیا ہے اسلئے کہ وہ رسول اکرمؐ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھا اور اس کا باپ رسول مقبول صلعم کو تیرے باپ سے زیادہ عزیز تھا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساڑھے دس سال خلافت کی اور تقوے وطہارت، عدل و انصاف، حکمت و دانشمندی کی وہ مثالیں پیدا کیں اور ایسی شاندار روایات چھوڑیں کہ بعد میں آنے والے مسلمان ان کی تقلید نہ کر سکے۔

عمر بحیثیت ایک مسلمان

خلافت سے قبل بھی حضرت عمرؓ کی زندگی غیر معمولی ایمان و اخلاص سے لبریز نظر آتی ہے۔ بحیثیت ایک عام مسلمان کے آپ کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو علاوہ ان معتقدات اور خصوصیات کے جن کا ایک مسلمان میں موجود ہونا ضروری ہے آپ کی زندگی میں بعض خوبیاں ایسی نمایاں نظر آتی ہیں جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر سے مفقود ہو چکی ہیں۔

نبی کریم صلعم سے عشق

سب سے بڑی خوبی جو ہمیں حضرت عمرؓ کی زندگی میں نظر آتی ہے وہ آپ کا اسلام اور نبی کریم صلعم سے عشق تھا اور یہ وہ خوبی ہے جو ہر مسلمان میں پیدا ہونی چاہیئے۔ کیونکہ تکمیل ایمان کا یہی نشان ہے جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ (بخاری کتاب الایمان)

صداقت اسلام پر یقین اور عشق نبی کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ نبی کریم صلعم سے جھگڑا شروع کر دیتے جیسا کہ صلح حدیبیہ پر ہوا۔ غیرت اسلامی کا یہ عالم تھا کہ جہاں کسی نے اسلام یا نبی کریم صلعم کے خلاف کوئی سخت بات کہی آپ اس کا سر اڑا دینے پر تیار ہو گئے اور رسول کریمؐ کو آپ کی کوئی بات کبھی ناگوار نہیں ہوئی کیونکہ وہ نیک نیتی اور محبت پر مبنی ہوتی تھی۔ تمام عمر نبی کریم صلعم کے عشق کا دم بھرتے رہے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو فرط محبت نے آپ کو ایسا دیوانہ کیا کہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی نے کہا کہ محمدؐ فوت ہو گئے تو میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ ساری عمر رسول اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھا اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کو ہی دین و ایمان سمجھا۔ موت سے کچھ عرصہ قبل جب عمرؓ کو پتہ چلا کہ اب دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آ گیا تو اس وقت اگر کوئی خواہش پیدا ہوئی تو یہی کہ محمد صلعم کے پہلو میں دفن ہونے کو جگہ مل جائے۔ بغرض یہ کہ عمر فاروقؓ شمع رسالت کا ایک پروانہ تھے، جس نے تمام عمر دیوانہ وار عشق نبی میں بسر کی۔

اخلاق و عادات

حضرت عمرؓ کی طبیعت میں تواضع، سادگی اور بے تکلفی بہت تھی۔ بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غذا معمولی ہوتی۔ اکثر روٹی اور روغن زیتون اور کبھی کبھی دودھ، ترکاری اور سرکہ دسترخوان پر ہوتا۔ لباس بھی بالکل معمولی۔ اکثر ایک لمبی سی قمیص پہنا کرتے تھے جس میں جابجا پیوند لگے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ دیر تک گھر میں گھسے رہے اور لوگ باہر انتظار کرتے رہے۔ تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے اسی لئے انہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے ڈال دیا تاکہ جب خشک ہو جائیں تو پہن کر باہر نکلیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حضرت عمرؓ رہبانیت اور تقشف کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ بڑے زندہ دل اور خوش مذاق واقع ہوئے تھے،

خدائی سرٹیفکیٹ

کہاں تک انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خوبیاں بیان کرے اور کہاں تک ان کے اوصاف و فضائل کی داستان کو طول دے۔ ان کی خوبیوں اور قربانیوں کا خود جناب باری نے اعتراف کیا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور عمرؓ کے ایمان و اخلاص اور اس کی صفات کا خدا کے رسولؐ نے بھی اعتراف کیا اور صاف فرمایا کہ میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایڈیٹر نور تاجدار بھوپال کے حضور میں

سیرت طیبہ ہندی زبان میں

۲۸ نومبر کو ساڑھے ۱۲ بجے دوپہر اعلیٰ حضرت تاجدار بھوپال نے گورنمنٹ ہوس لاہور میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور (قادیان) کو شرف باریابی بخشا جنہوں نے اپنے ترجمہ قرآن مجید گورمکھی ہندی کی دو جلدیں حضور کی خدمت میں پیش کیں حضور نے بعض مقامات کو سن کر بے حد پسند فرمایا۔

ایڈیٹر صاحب نور نے بے حد محنت و عرق ریزی اور صرف زر کثیر سے قرآن مجید کا ترجمہ ہندی اور گورمکھی میں کر دیا ہے اور بہت سلیقے سے دونوں کتابیں چھپوائی ہیں۔ دونوں زبانوں کے ترجمے کی قیمت درجہ اول ۵ روپے درجہ دوم ۳ روپے۔ حال ہی میں سردار محمد یوسف صاحب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بھی ہندی زبان میں مرتب کر کے شائع کر دی ہے۔ کتابت بہت عمدہ ہے مجلد قیمت دو روپے۔

ایڈیٹر نور کے یہ تبلیغی کارنامے مسلمانوں سے بے حد حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ (انقلاب ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء)

بقیہ شذرات

ہے — ہم احمدیوں کے سامنے بھی دنیا کا عظیم ترین مقصد ہے۔ ہم سے ہر ایک کو انصاف و ایمانداری کیساتھ اپنے اپنے اندوختہ عمل اور دین کے لئے قربانی کی اہمیت کا جائزہ لینا چاہیئے۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی حکیمانہ نصیحت

موجودہ تاجدار دکن و برار، اعلیٰحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ ایک نہایت بالغ نظر اور نمونہ کے حکمران ہیں۔ ممدوح اپنی رعایا کو بلا امتیاز مذہب و ملت اپنی اولاد کی مثل عزیز رکھتے اور ہیں ایک شفیق باپ کی طرح ہر لحاظ سے اس کی بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اس بارہ میں حضور والا کی حکیمانہ و دقیقہ رس نگاہ ان امور کا بھی برابر جائزہ لیتی رہتی ہے جنہیں کہ اکثر اچھے اچھے فرض شناس حکمران بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ گذشتہ دنوں جب اعلیٰ حضرت ممدوح نے محسوس فرمایا کہ دکن کے معاشرہ میں بات بات پر دعوتوں اور گلپوشیوں کا رواج بہت بڑھ رہا ہے اور موجودہ ہوشربا گرانی کے زمانہ میں رعایا کا یہ رجحان بہت نامناسب مضر ہے تو فوراً حسب ذیل فرمان شرف صدور لایا۔

"ایک عرصہ سے دیکھا جا رہا ہے کہ صبح اور شام، عصرانہ، ظہرانہ، عشائیہ کا سلسلہ لامتناہی علاوہ گلپوشی و تصویر کشی یا مشاعرہ و بیت بازی وغیرہ برابر چل رہا ہے اور ذرا ذرا سی بات کے لئے ان امور کا خیال لوگوں کے دل و دماغ پر ایسا چھا گیا کہ وہ سمجھتے ہیں (یا ان کا خیال ہے) کہ ان کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے کچھ نہیں ... ان امور کو خاص حالات کے لئے مختص کر ... رہنا چاہیئے کہ اس سے فائدہ بھی حاصل ہو سکے ... بعض رسم و رواج کے چکر میں مقید ہو کر رہ گئے ہیں (لا یعنی و بیہودہ ہو کر) دوسری طرف گرانی اشیاء و ضرورت ما یحتاج سر پر مثل بلا آن کھڑی ہیں لہذا ان مستحقین کی امداد ضروری ہے جو نان شبینہ کو محتاج ہیں یا ان کا جسم جامہ کا رہین منت نہیں ہے۔ لہذا اگر ایسے گروہ کی دستگیری فضولیات کو ترک کر کے کی جائے (باضابطہ قاعدہ کے تحت) تو یقیناً یہ فعل مستحسن سمجھا جائے گا اور ساتھ ہی کرنیوالوں کے لئے باعث اجر دارین ورنہ اندھا دھند کام کرنے سے تضیع اوقات کار بے ثمر ہوگا۔"

مسلمانان ہند میں اقتصادی زبوں حالی کے باوجود اس قسم کی مسرفانہ تقریبوں کا رواج ترقی پر ہے۔ ہمارے خیال میں رعایائے دکن سے زیادہ انہیں شاہ ذیجاہ کی اس حکیمانہ نصیحت پر عمل کرنے کی ضرورت ہے خدا انہیں اس کی توفیق دے۔ اس کے ساتھ ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت ممدوح کو تا دیر سلامت رکھے جو اتنی بڑی سلطنت کے تاجدار اور دنیا کے متمول ترین انسان ہونے کے باوجود اپنے ارشادات عالیہ اور عملی نمونہ سے بندگان خدا کو مسرفانہ رسم و رواج ترک کر کے سادہ و کم خرچ زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔

خط کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

قتل مرتد اور اسلام

کشمیر کے ایک ہندو اخبار کا علمائے اسلام سے سوال

علماء کی معنی خیز خاموشی سے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا جواب

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

ریاست کشمیر میں تبدیل مذہب بالخصوص ہندوؤں کے مسلمان ہونے میں جو روکاوٹیں پیدا کی گئی ہیں ان کے پیش نظر مسلم کانفرنس کشمیر نے پچھلے یوم آزادی مذہب منانے کا اعلان کیا تھا۔ جو ریاست کے بعض حصوں میں منایا گیا۔ اور اس میں ہندو قانون وراثت اور دیگر اس قسم کے قوانین میں ترمیم و تنسیخ کا مطالبہ کیا گیا کشمیر کے ہندو اخبار "مارتنڈ" نے اس جائز مطالبہ سے برافروختہ ہو کر اپنی ۱۶ر اکتوبر ۳۸ء کی اشاعت میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں اس مطالبہ کا جواب دینے کے بجائے یہ سوال ہے کہ

"اگر مسلم کانفرنس ہندو دھرم شاستروں کے اس قانون میں ترمیم و تنسیخ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ تو کیا علمائے اسلام عموماً اور مسلمانوں کے مذہبی پیشوا خصوصاً اس بات کے لئے تیار ہیں کہ وہ اپنے حق میں بھی اس قسم کی پابندی ہٹانے کو تیار ہونگے۔ شاید یہ بھی یہاں کے لوگوں کو علم نہیں کہ اس معاملہ میں مسلمان اور ہندو کا ایک ہی قانون ہے۔ اور جہاں تک اس تعلق میں مسلمانوں کے قانون کا تعلق ہے اس میں بھی کوئی مسلمان چاہے وہ مذہبی پیشوا ہو یا مفتی ... اس اسلامی قانون میں ترمیم نہیں کر سکتا۔ اگر ایک مسلمان اپنے مذہب سے منحرف ہو جائے۔ تو اسلامی رو سے اس کے متعلق یہ ہدایت ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے۔ تاکہ وہ اپنا ارادہ ترک کرے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے متعلق حکم یہ ہے۔ کہ اس کی گردن ماری جانی چاہیئے چہ جائیکہ وہ اسلام سے منحرف ہو اور پھر کسی جائداد کے حصول کا مستحق ہو سکے۔ ہم یہاں کے مفتی اعظم مولانا قوام الدین صاحب سے اور مولانا محمد یوسف صاحب میر واعظ کشمیر سے جواب مستفسر ہیں۔ کہ وہ بمہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ آیا کوئی مسلمان چاہے اس کی وقعت کچھ کیوں نہ ہو۔ اس اسلامی قانون میں ترمیم کرنے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جس وقت اس بات کا جواب ہمیں موصول ہوگا۔ پھر ہم اس مسئلہ پر بحث شروع کریں گے۔"

سوال بجا اور اس کا مطالبہ معقول ہے لیکن حیرت ہے۔ کہ علمائے اسلام نے اس کے جواب میں ایسی مایوسی اختیار کی ہے۔ کہ بار بار مطالبہ کرنے کے باوجود ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ہاں اگر غیرت آئی تو اس قوم کو جوان کی ستان تکفیر سے گھائل ہیں اسلام کے مدعی رسول اللہ صلعم کی گدی کے اجارہ دار خاموش ہیں اور ایک کافر کے سوال کا جواب دینے سے عاجز۔ لیکن وہ جو ان کی نظروں میں مرتد ہیں اور فتوائے قتل کے مستوجب قرار پا چکے ہیں وہ اٹھتے ہیں اور ان مسلمان کہلانے والے کافر گروہ کی جماعت میں کھڑے ہو کر حفاظت اسلام کا فرض بجا لاتے ہیں۔

ہمارے نوجوان بھائی عبدالعزیز صاحب شورہ سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ کہ انہوں نے نام نہاد علمائے اسلام کے جواب کا انتظار کئے بغیر اسی وقت "مارتنڈ" کو اس کے سوال کا جواب لکھ بھیجا۔ جس میں آیۃ کریمہ لا اکراہ فی الدین سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اسلام نے پوری پوری مذہبی آزادی دنیا کو عطا کی ہے۔

اس کا جواب وہی ملا جس کی توقع تھی "تم اسلام کے نمائندہ نہیں۔ علمائے اسلام نے تم کو کافر اور مرتد قرار دے رکھا ہے اور ہمارے دعوے کا یہ ایک کھلا ثبوت ہے کہ کابل میں کچھ عرصہ ہوا۔ احمدیوں کو مرتد قرار دیکر سنگسار کر دیا گیا تھا ہمارا سوال علمائے اسلام سے ہے۔ تم نے اگر جواب دینا ہے تو علمائے اسلام کا فتوے لاؤ علماء کا فتویٰ تو یہ ہے۔ کہ اسلام ایک بادشاہت ہے اس کو چھوڑنے والا باغی ہے اور باغی کی سزا قتل ہے۔ رہ گیا لا اکراہ فی الدین اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام چھوڑنے میں جبر کوئی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے اندر داخل ہونے میں جبر کوئی نہیں۔"

اس کے جواب میں سکرٹری صاحب ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کشمیر نے پھر لکھا۔ کہ آپ چاہے کسی سے سوال کریں داعی اسلام ہونے کی حیثیت سے احمدیہ جماعت کا سب سے پہلا فرض ہے کہ مخالفین اور دشمنان اسلام کے اعتراضات کا جواب دیں۔ وہ چاہے کچھ کہیں قرآن مجید کے آگے ان کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی قرآن نے لا اکراہ فی الدین کا اعلان کیا ہے اگر یہ اسلام سے نکلنے والے کے لئے نہیں تو ایڈیٹر "مارتنڈ" بھی کچھ دن کسی غرض سے مسلمان رہ کر پھر مرتد ہو گیا تھا۔ اس کی گردن کس نے ماری تھی؟

اس جواب کو افسوس ہے۔ کہ ایڈیٹر "مارتنڈ" نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جواب ایسوسی ایشن کے لیٹر فارم پر نہیں۔ آخر اس کے سوائے مخلص کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ لیکن کشمیر کے دوسرے مسلمان اخبارات "اصلاح" اور "البرق" نے اسے شائع کر کے ایڈیٹر "مارتنڈ" کی "معقولیت" کو الم نشرح کر دیا۔ جو معلوم نہیں اس کے لئے کس قدر سوہان روح کا موجب ہوا ہوگا۔

ہمیں خوشی ہے کہ کشمیر کے نوجوان دوستوں اور ان کے پرجوش سکرٹری عبدالعزیز صاحب شورہ نے اپنے فرض کو بطریق احسن سرانجام دیا جس کے لئے ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ایڈیٹر صاحب "مارتنڈ" سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ علمائے اسلام سے اگر ان کی مراد صرف کشمیر کے وہ نام نہاد علماء ہیں جن کا نام انہوں نے اپنے مضامین میں لیا ہے یعنی مفتی اعظم مولانا قوام الدین صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب میر واعظ تو ان کا اختیار ہے کہ انہیں جو بھی چاہیں کہیں۔ اور ان کے مخصوص معتقدات پر جس قدر مرضی ہو جرح قدح کرتے رہیں۔ لیکن خدا کے لئے اسلام پر حملہ آور نہ ہوں اسلام کسی ... کے مخصوص معتقدات کا جو خلاف قرآن ہوں ذمہ دار نہیں اگر وہ اپنے ایسے خیالات و اعتقادات کا نام اسلام رکھے گا۔ تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اور دنیا میں اور بھی ایسے علماء موجود ہیں جو اس قسم کے معتقدات کو خلاف قرآن اور خلاف دین اسلام قرار دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں ہم قتل مرتد کے بارہ میں علمائے اسلام کے خیالات پیش کرتے ہیں

۱۔ مقبول احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد لکھتے ہیں:۔

"میں نے پہلے تحصیل عربی کی ہے۔ اور اس کے بعد انگریزی میں مولوی بن چکا ہوں اور اس کے بعد مسٹر بنا ہوں تبحر علمی کا مجھے دعویٰ نہیں مگر میں یہ کہلا سکتا ہوں۔ کہ میں علوم عربیہ دینیہ کو اگر کسی ہندوستانی مولوی سے زیادہ نہیں تو اس سے کم نہیں جانتا۔ شاید ان کو عربی بولنا بھی نہ آتی ہو۔ اور میں عربوں کا ترجمان رہا ہوں میں نے علوم دین کی تمام کتابیں عربی میں دیکھی ہیں۔ میں نے صحاح ستہ کو حرف بحرف پڑھا ہے جن میں سے صحیح بخاری کو سبقاً سبقاً قاضی احمد بن علی قرا داغی سے جب کہ وہ بحیثیت قاضی جم جمال میرے ساتھ عراق کام کرتے تھے دو سال میں پڑھی ہے میں انگریزی جاننے کے سبب علمائے یورپ کی گرانمایہ تحقیقات سے مستفید ہوا ہوں جن کا جاننا اسلام کو دین فطرت سمجھنے کے لئے اس سے زیادہ ضروری ہے۔ ملا جلال، شرح چغمینی اور شمس بازغہ پڑھنا اور میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ قتل مرتد منافی اصول اسلام ہے۔"

(۲) علامہ ابوالفضل مولانا احسان اللہ عباسی رقمطراز ہیں:۔

"میں جانتا ہوں کہ ارتداد کی سزا قتل گو قرآن میں مذکور نہیں ہے اور نہ آنحضرت محمد صلعم نے محض جرم ارتداد پر کسی کے قتل کا حکم کبھی دیا لیکن اس کے ساتھ ہی ایسی مثالیں بھی عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ کی موجود ہیں کہ مرتد جرم ارتداد قتل کئے گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اس جرم کو ایمان اور اسلام سے الگ کر کے جرم بغاوت میں لے جاؤں۔ اور یہ ثابت کروں۔ کہ جب تک اسلام میں توحید، رسالت، عبادات، معاملات سیاسیات ... کی امامت خلافت کے متعلق رہی تب تک ارتداد کی سزا قتل اسلام کا ایک مسئلہ تھا۔ اور جب امام سیاسیات ...

مسیح موعودؑ حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت کا ایک اہم نشان ہے

از جناب میر محبوب عالم صاحب زبیر رحیمیہ

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا :-

اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون (اور اس کی قوم) کی طرف ایک رسول بھیجا تھا فرعون اور اس کی قوم کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا فرعون نے جب اس رسول کی نافرمانی کی تو بالآخر عذاب الٰہی نے طوفان دریا کی صورت اختیار کی۔ فرعون جب غرقاب ہونے لگا تو اس نے کہا کہ میں موسیٰ کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ لیکن حضور باری تعالیٰ کی جناب سے ارشاد ہوا۔ اے فرعون! اب جبکہ کامل طور پر اتمام حجت ہو چکی ہے اور توبہ کی میعاد ختم ہو گئی ہے تو ہماری طرف رجوع کرنے لگا ہے اور اس سے قبل تو بیڑا انکار کرتا رہا۔ ہم صرف تیرے بدن کو باقی رکھیں گے تاکہ تیرے جیسے نافرمان کا بے جان قالب آنے والی نسلوں کے لئے آیات ربانی کا کام دے۔

اللہ تعالیٰ نے جب محمد عربی صلعم کو مبعوث فرمایا تو لوگوں کے شکوک شبہات رفع کرنے کے لئے اور نیز تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ اے لوگو! اس رسول کو ہم نے بھیجا ہے اور جو کچھ یہ کہتا ہے ہماری وحی سے اطلاع پا کر کہتا ہے اگر تم نے اس رسول کیساتھ ایسا ہی سلوک کیا جیسا کہ فرعون اور آل فرعون نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کیا تھا یعنی اگر تم نے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرعونیوں کی طرح ساحر قرار دیا تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو منکرین موسیٰ کا ہوا تھا۔ کیونکہ محمد مصطفیٰؐ سرور دو عالم جناب الٰہی میں ایسی ہی شان رکھتے ہیں اور ایسے ہی صاحب شریعت اور صاحب جلال رسول ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ تھے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلعم کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ مماثلت تامہ وکاملہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودہ سو برس تک ان کے خلفاء آتے رہے اور ان کے اختتام پر حضرت مسیح تشریف لائے مماثلت تامہ اس بات کی متقاضی ہے کہ بعینہٖ حضرت نبی کریم صلعم کے پورے چودہ سو سال بعد مثیل عیسیٰ مبعوث ہوں۔ ورنہ حضرت صلعم کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ "کما ارسلنا الی فرعون رسولا" کیا معنے رکھتا ہے "کما" کا لفظ اس امر کی صراحت کر رہا ہے کہ وہ رسول صلعم نہ صرف بذاتہٖ حضرت موسیٰ کا مثیل ہوگا بلکہ اس رسول صلعم کے خلفاء کا سلسلہ بھی موسوی سلسلہ خلفاء سے مشابہت تامہ رکھے گا چونکہ مماثلت تامہ وکاملہ نے والے رسول صلعم کی صداقت کا ایک بین نشان رکھی گئی ہے اس لئے چودہ سو سال تمام ہونے کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا مدعی مسیح موعود ہونا مثیل موسیٰ سید سرور دو عالم صلعم کی صداقت کا ایک کھلا نشان ہے پھر دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب نے تجدید و احیائے دین مصطفویؐ کے لئے اس قدر سامان کیا لٹریچر اور کیا جماعت بندی کی صورت میں ... کہ مجددین و محدثین کی صف میں آپ کا درجہ مجدد اعظم کا ہے آپ کے وجود کو سلسلہ محمدیہ کا خلیفہ بحیثیت مسیح موعود تسلیم کرنا گویا اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے کہ سیدنا حضرت نبی کریم کامل اور مکمل طور پر حضرت موسیٰ کے مثیل ہیں۔

علاوہ بریں آنحضرت صلعم اسی صورت میں ابدالآباد تک اس دنیا پر شاہد اور گواہ ٹھہر سکتے ہیں جس صورت میں کہ حضرت کے روحانی خلفاء مبعوث ہوتے رہیں۔ تا ان لوگوں کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم دنیا پر شاہد ناطق ٹھہر سکیں۔ جنہیں فنا فی الرسول کا مقام حاصل ہو۔ حضرت موسیٰ (جن کے مثیل حضرت خیر الرسل ہیں) کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل وقفینا علیٰ اٰثارھم بعیسی ابن مریم ....

کس قدر صراحت کے ساتھ آیت کریمہ اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ خلفائے موسوی کا سلسلہ حضرت مسیح علیہ السلام پہ جا کر ختم ہوتا ہے۔ لازماً حضرت محمد عربی صلعم کے خلفاء کا سلسلہ بھی بروز عیسیٰ پر جا کر ختم ہونا چاہیئے ؎

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حضرت نبیصلعم اسی مماثلت کے پیش نظر یہ فرمایا علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل" حدیث اس بات کی گواہی دے رہی ہے۔ کہ خلفائے دین محمدیؐ اسرائیلی انبیاء کی صفات کے وارث ہوں گے۔ پھر کس قدر افسوس ہے امت مسلمہ کے اس طبقہ علماء پر جو دعویٰ مسیح موعودؑ کو کلمۂ کفر قرار دے رہے ہیں۔ یہ لوگ جن کو زبان مقدس نبوی نے علماء سوء کے نام سے یاد کیا ہے۔ کسی ایسی بات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں جس سے حضرت رسول کریم صلعم کے اقوال کی تصدیق ہوتی ہو اور نہ کسی ایسے مسئلہ پر یقین کریں گے جس سے آنحضرت صلعم کی حضرت موسیٰ کے ساتھ مماثلت کاملہ وتامہ ثابت ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعودؑ تسلیم کرنا پڑتا ہے کس قدر بغض اور تعصب ہے۔ زمانہ حال کے علمائے اسلام کو مقدسین اسلام کے ساتھ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ کسی قوم (یا فرد) کی دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ عدل و انصاف سے ہی ہاتھ دھو بیٹھو۔ عدل کرو حق کی رعایت کرو۔ کہ یہی ایمانداری اور تقویٰ سے قریب تر ہے۔

اخبارِ احمدیہ

— بیرونجات میں سے سب سے پہلے جو دستکاری وصول ہوئی ہے وہ محترمہ جناب بیگم صاحبہ میاں شریف احمد صاحب مالک ملز میاں چنوں کی طرف سے ہے جس کے لئے ہم محترمہ موصوفہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں یہ دستکاری ہمارے محترم دوست مولانا احمد یار صاحب ایم اے کی معرفت وصول ہوئی ہے۔ امید ہے کہ دوسری بہنیں بھی حتی الامکان جلد دستکاری بھیجکر مشکور فرمائیں گی۔

— وائی۔ ایم۔ سی اے کے زیر اہتمام باکسنگ ٹورنامنٹ میں مسلم ہائی سکول لاہور کے سات لڑکوں نے حصہ لیا جن میں سے چھ نے بازی جیت لی۔ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے طلبا نے ماہ نومبر کے اندر ایک ہزار کے قریب چندہ سکول کے لئے جمع کیا۔

— چوہدری دوست محمد خانصاحب ایم اے۔ جالندھر کا لڑکا اعجاز احمد قریباً دو ہفتہ سے بعارضہ بخار سخت بیمار ہے۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ اس کی صحت کاملہ کے لئے بذوق دل دعا فرمائیں۔

— ایم ایف۔ رحمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ صاحبہ بنارس میں علیل ہیں اور ان کے دو بچے بھی علیل رہتے ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

— اہلیہ صاحبہ چوہدری رحمت خانصاحب بدر مرحوم اوران کے بچے بعارضہ بخار مدت سے بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔

سانحۂ ارتحال یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ الٰہی بخش صاحب کارکن انجمن کی بچی فوت ہو گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالےٰ

پادری اسلم خاں گاندھی فرنٹ کی فکر میں

ذیل میں ہم ایک مذہبی پادری کی سیاسی تقریر کا لب لباب درج کرتے ہیں جو گرجا گھر چنبہ بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء بروز اتوار ہوئی "میں عیسائی کیوں ہوا" موضوع تقریر تھا۔ اپنی داستان ارتداد مختصر بیان کرنے کے بعد پادری صاحب نے فرمایا کہ خداوند یسوع کی یہ تعلیم ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے دائیں گال پر چپت رسید کرے تو بایاں بھی اس کی جانب پھیر دو یہی مہاتما گاندھی کی تعلیم ہے گاندھی جی غریبوں کے ایسے ہی ہمدرد اور غمخوار ہیں جیسے کہ ہمارے یسوع مسیح تھے۔ چنانچہ جب مہاتما جی ولائیت گئے تو صرف ایک لنگوٹی زیب تن تھی۔ ان کی خدمت میں شاہانہ لباس پیش ہوا تو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا "کہ میں اس قوم کا نمائندہ ہوں جسے تن ڈھانپنے کو کپڑا نصیب نہیں اور جس کے افراد نانِ شبینہ کو ترستے ہیں۔ پس یہ لباس مجھے قبول نہیں" آج یورپ کی تمام قومیں اگرچہ عیسائی ہیں لیکن خداوند یسوع کی تعلیم کو چھوڑ کر درندوں کی طرح لڑ رہی ہیں صرف مہاتما گاندھی آج خلوص نیت سے خداوند مسیح کی تعلیم پر چل رہے ہیں گاندھی جی دنیا کی بہت بڑی شخصیت ہیں جن پر ہندوستان کو ناز کرنا چاہیئے۔

اور اہالیان ریاست چنبہ کو پادری صاحب مکرم کے وجود باجود پر ناز کرنا چاہیئے اس لئے دربار چنبہ تو اس نازک دور میں نیشنل وار فرنٹ کے استحکام میں مصروف ہیں۔ اور پادری اسلم خاں گاندھی فرنٹ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ کیا پادری صاحب کے ان تازہ ارشادات کا یہ مقصد ہے۔ کہ ریاست چنبہ کے باشندے نیشنل وار فرنٹ کے مفادات کے برخلاف ایک ایسے شخص کا ساتھ دیں۔ جو اتحادیوں کی حیات و موت کی کشمکش کے دوران میں گورنمنٹ کی کھلم کھلا مخالفت کر رہا ہے۔ اور نہ صرف مہاتما جی بلکہ ان کی تمام کانگرسی پارٹی حکومت برطانیہ اور ہندوستان کی جنگی مساعی کے راستے میں ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کر رہی ہے یقیناً ایک مذہبی مشنری کا ایک ایسے شخص کے حق میں فتوے دیدینا۔ جو علے الاعلان ہز مجسٹی کی حکومت کی خلاف ورزی کر رہا ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ مشنری نہیں ہے بلکہ مشنری کے جامہ میں وہ اس شخص اور اس پارٹی کا ففتھ کالمسٹ ہے جس کی مدح سرائی وہ ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء کی شام کو گرجا میں کر چکے ہیں۔ (نامہ نگار)

نبوت اور ارتقاء انسانی

ختم نبوت کیا ہے؟

جس طرح قطرے سمندر اور ذرے صحرا کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جیسے خاندان قبیلہ اور قبیلے قوم اور قومیں ایک عالمگیر برادری کا خواب دیکھتی ہیں۔ بالکل اسی طرح نبوت کی ابتدائی حالتیں وہ اجزاء تھیں جو ایک کل کی طرف دوڑ رہی تھیں۔ ہر بستی میں نبی بھیجا گیا۔ ہر قبیلے میں نبی بھیجا گیا اور ہر قوم میں نبی بھیجا گیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا ارسلنک بالحق بشیراً و نذیراً وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ یہ بشیر اور نذیر کیوں آتے رہے تاکہ وہ انسان کے اندر ایک ضمیر پیدا کریں تاکہ وہ ان قوانین کا شعور دیں جو اس کی فنا اور بقا کا موجب ہوتے ہیں اور اس میں ایسے اخلاقی محاسن پیدا کریں جو اس کی جدوجہد میں ایک عظیم الشان فرشتہ درخشاں کا باعث ہوں ——— ابتدا میں انسان نوزائیدہ تھا۔ اس کے شعور نے جلا حاصل نہ کی تھی ابھی اس کے دماغ کو ایک طویل نشو و نما درکار تھا تو ایسی کمزور حالت میں جب انسان کی تقدیر تار عنکبوت کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ ایک شفیق رہنما کی ضرورت تھی ایک ہمدم اور رفیق کی ضرورت تھی جو مصیبتوں میں اس کی اشک شوئی کر سکے جو اس لڑکھڑا کے گرنے والی مخلوق کا بازو تھام سکے۔ یہ شفیق رہنما یہ ہمدم اور رفیق ہی نبوت ہے۔

نبوت کیا ہے؟

سو نبوت کو ایسی مشعل راہ اور تحریک طبعی خیال کرنا چاہیئے جو انسان کی تقویت اور حفاظت کے لئے اس میں ودیعت کی گئی۔ جن اشخاص میں اس کا بدرجہ اتم ظہور ہوا وہ نبی کہلائے ایسے لوگوں کی الہامی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ان پر آنے والے واقعات پیش از وقت اپنا پرتو ڈال دیتے تھے۔ ان کا خداوند تعالیٰ سے اس قدر قوی تعلق پیدا ہو جاتا تھا کہ وہ اس سے تباہ کن حادثات کی اطلاع پا کر اپنی قوموں کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ وہ قوموں کو ایسے راستوں پر قدم مارنے کی ترغیب اور تعلیم دیتے تھے جن پر چلنے سے قوموں کو حقیقی زندگی عطا ہوتی ہے۔ ان مبارک نفوس میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی توازن ہوتا تھا جس کی پیروی سے قومیں اپنی اصلاح کرتی تھیں۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سامنے ایک نمونہ تصور کر کے اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ سو قومیں جادۂ اعتدال پر قائم رہنے کے لئے ان رجال عظیم کے نقش قدم پر چلتی تھیں اور بہت سی لغزشوں اور گناہوں سے نجات پا جاتی تھیں۔

وحی اور وحی نبوت میں فرق

خداوند تعالیٰ نے ہر جاندار کو وحی سے حصہ دیا ہے لیکن اس میں مدارج کے لحاظ سے بہت امتیاز اور فرق پایا جاتا ہے۔ حیوانات کی طرف بھی وحی کی جاتی ہے۔ جب حیوانات میں اس کا ظہور ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حیوانات خالق کائنات کی طرف سے ایسا نامحسوس اور تحت الشعور پیغام وصول کرتے رہتے ہیں جو ان کی حیات کے استحکام کے لئے مفید ہوتا ہے اور وہ اس کی تعمیل کرنے میں یوں مستعد رہتے ہیں جیسے نبض حرکات قلب کی تال پر رقصاں رہتی ہے لیکن یہی تحریک انسان میں پہنچ کر مختلف شکلیں اختیار کر لیتی ہے۔ یہ الوہی قوت اور تحریک جب انسان کے انفرادی امور پر روشنی ڈالے تو اسے رؤیا صادقہ الہام اور کشف کہتے ہیں لیکن جب انسان کی اجتماعی زندگی پر اثر پذیر ہو تو یہ وحی نبوت یا روح القدس سے اطلاع پانا کہلاتی ہے اور اس کا تعلق براہ راست انسان کی ہیئت اجتماعیہ سے ہوتا ہے۔ جماعت کی کیفیت اور نوعیت ہمیشہ بدلتی رہی ہے کبھی خاندان ہی اجتماع تھا کبھی قبیلہ یا نسل اجتماع کے مترادف قرار پائی، سو اسی ہیئت کے اختلاف کے مطابق انبیاء کا ظہور ہوتا رہا۔ لیکن اب قریباً تیرہ سو سال سے انسان کی اجتماعی حیثیت اور اس کا نصب العین ایک عالمگیر صورت اختیار کر چکا ہے سو اس عالمگیر اور مکمل نصب العین کے مطابق جس نبوت کا ظہور ہوا اسے ختم نبوت کہتے ہیں اس ختم نبوت میں کیا حکمت ہے۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس سے پہلے ضروری ہے کہ ہم انسانی تاریخ اور اس کی عمرانی کیفیات کا قرون مظلمہ تک تعاقب کریں۔

ارتقاء انسانی

وہ چھوٹے چھوٹے قبیلے جو زمانہ تاریخ سے پہلے معلوم نہیں کس طرح وجود میں آ کر اور کس مخرج سے نکل کر اکناف عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔ جب وہ دور شکار سے وشکار میں داخل ہوئے تو ان میں بیرونی پیکار سے ارادہ اور عقل کا ظہور ہوا۔ انسان کی عناصر فاسدہ سے جنگ اور آپس کی پیکار ہی تھی جس نے اسے حیوانات کی صف سے نکال کر خلیفۃ اللہ بنا دیا ——— انسان اس دنیا کی تمام انواع میں سے ایک ممتاز نوع تھی جس کے قوتیں، قرن ہا قرن تک بنتے اور سنورتے رہے آب ہوا اور گرد و پیش کے حالات اس کے ضمیر میں مل کر ایک نامحسوس سا تغیر پیدا کرتے رہے۔ وہ بڑھتا گیا اور نشو و نما حاصل کرتا گیا۔ توریث نے اس کے خواص جسمانی خواص نفسانی میں چند غیر المعقول تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ اور ایسا معلوم دینے لگا کہ بحیثیت مجموعی انسان میں ایک حیرت انگیز دائمی انقلاب ہو رہا ہے۔ اس انقلاب کے پہلو بہ پہلو مختلف عمرانی ادوار پیدا ہوئے جن کے لحاظ سے ہم انسان کی ارتقائی حالتوں کو ترتیب دیتے ہیں انہیں ادوار میں سے ایک دور ایسا آیا جب انسان پر وحی نبوت کا نزول ہوا

وحی نبوت کی ضرورت کیوں پیش آئی

خداوند تعالیٰ نے جب اپنی صفت رحمانیت سے عالم سے لیکر پہاڑ تک اور معمولی چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک کو قانون دیا اور ایسی معین تحریکات دیں جو ان کی تنازع بقا میں ممد و معاون ہوں کیونکہ انواع کا قیام عناصر اور اپنے گرد و پیش سے حقیقی مناسبت پیدا کرنے میں ہے تو ضرور تھا کہ انسان کو جسے احسن تقویم میں پیدا کیا گیا تھا اور جسے حیوانات سے ممتاز کرتے ہوئے عقل اور ارادہ بطور امتیاز خصوصی کے دیئے گئے تھے۔ تو اسے ارتقاء کی ان تاریک اور کٹھن منزلوں میں ایسی روشنی عطا ہو جو اس کے فرائض کو روشن کرے اور طاغوت کی شیطانی قوتوں سے محفوظ رکھے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (۱۶-۳۶) قرون مظلمہ میں ضعیف انسان بزدل اور توہم پرست تھا اور اس کے لئے شجر حجر اور تمام اونے اشیاء کے سامنے لرزہ براندام تھے۔ وہ نبوت ہی تھی جس نے اس کے مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر کے اسے اس قابل بنایا کہ وہ اپنے گرد و پیش کو مسخر کر سکے ———

تاریخ کے صفحات خونین کو الٹ دیجئے تو اس کے بوسیدہ اوراق اور ان پر لکھے ہوئے ایک ایک لفظ سے خون کی بو آنے گی ہر سطر میں ایک پیکار دکھائی دے گی۔ تاریخ کیا ہے ایک خون کا بحر نا پیدا کنار ہے جہاں بڑے بڑے شفی القلب اور جابر انسانوں کے سفینے غرق ہوتے رہے۔ جن کی چیخوں کی صدائے بازگشت اب بھی یہ اعلان کر رہی ہے کہ بارہا یہ خود غلط رجال عظیم انسانیت کے راستہ میں پتھر بن کر گرے اور ان پتھروں سے ایسے بت تراشے گئے جن پر شہ صبائے دراز تک قومیں سر بسجدہ رہیں۔ اور ان بتوں کے مجاوروں نے ان بیوند زمین اور بے زبان مرشدوں کی آڑ لیکر قوموں کو ایسی لوریاں دیں کہ ان میں سے بعض اب تک غفلت کی نیند سو رہی ہیں، سو خداوند تعالیٰ اس دیرینہ اصنام پرستی اور ارباباً من دون اللہ کے خلاف جہاد کرنے کے لئے انبیاء کو مبعوث کرتا رہا۔

اس کے علاوہ دنیا کے تمام قبائل اور اقوام ایک وحدت انسانی کی طرف کھچے چلے آ رہے تھے۔ اسلئے ضروری تھا کہ وحدت سے پہلے ان میں ایک مشترک اخلاقی ضمیر پیدا کیا جائے سو انسان کی اخلاقی تربیت کے لئے بھی وقتاً فوقتاً انبیاء دنیا میں تشریف لاتے رہے تاکہ وہ اخلاق کی ایسی بنیادیں قائم کریں جن پر آئندہ عالمگیر اخلاق کی رفیع الشان عمارت کھڑی کی جا سکے۔

مختلف اقوام میں انبیاء کا ظہور

ویدوں کے رشی برہمنی مت کے اوتار اور مہاتما بدھ ایک ہی اخلاق کی تعلیم دیتے رہے جس کی دنیا کے ہر الہامی صحیفے سے مشابہت قائم کی جا سکتی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر ہادیان مذاہب جن کا وجود صحف اولیٰ میں ملتا ہے۔ اس سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جسے مذہبی اصطلاح میں سلسلہ نبوت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

یونان و روم کے صوفی پیغمبر انبیائے بنی اسرائیل اہل ہنود کے اوتار تقریباً ایک ہی طرح کے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ان کے اخلاقی نظامات میں گو بالکل قریب کی مشابہت نہ قائم ہو سکے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان میں ایک مشابہت بعیدہ ضرور پائی جاتی ہے۔ باوجود ایک ہی طرح کے ہمہ گیر اخلاق کی تعلیم دینے کے انہوں نے اپنے دائرہ عمل کو قوم و نسل تک ہی محدود رکھا چنانچہ ہم ان کے اس رفیع نصب العین پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں ——— یونان قدیم کا نیکی اور بدی کے امتیاز میں کبھی نہ دھوکا کھانے والا حکیم جو ہمیشہ اپنی قوم کو اخلاق حسنہ اور ضبط کی تعلیم دیتا رہا جب اسے سزائے موت کا حکم ملتا ہے۔ تو اپنی قوم اور اہل وطن کو یہی مخاطب کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تقریر کے آخری الفاظ ہیں:۔

"اچھا اے اہل وطن رخصت! میں اپنا راستہ لوں اور تم

اپنا راستہ لو۔ میرا راستہ موت کا ہے اور تمہارا حیات کا۔ ان دونوں راستوں میں کون بہتر ہے اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

وہ نبی جس کی کشتی حیات متواتر چالیس دن تک سیلاب کے تھپیڑوں پر ہچکولے لیتی رہی وہ بھی صرف اپنی ہی قوم کے لئے آیا اس نبی کو نوح یعنی آدم ثانی اور اس کی قوم کو قوم نوح کہتے ہیں

جب فراعنہ مصر کے مظالم حد سے گذر گئے اور ان کے جور نے بنی اسرائیل کو مٹانے کی ٹھان لی تو اس مٹتی ہوئی غریب قوم کو استبداویت کے خونخوار پنجوں سے کھینچ کر نکالنے والا ایک اسرائیلی نبی تھا جو اپنی قوم کو ہمراہ لئے تمام عمر جنگلوں میں گھوما کیا

دونبیوں کی تعلیم رنگ و نسل کی قیود توڑ کر باہر کیوں نکلی؟

اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسٰیؑ اور مہاتما بدھ کی تعلیم رنگ و نسل کی قیود توڑ کر دوسری قوموں اور ملکوں میں پھیلی لیکن ان مذکورہ بانیان مذاہب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کا مذہب ایک عالمگیر مذہب بنے جس کے دروازے تمام اقوام کے لئے کھلے ہوں اور نہ ہی کبھی انہوں نے یہ دعوٰے کیا کہ وہ دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث کئے گئے ہیں ــــ جب ہم ان مذاہب کی تبلیغی سرگرمیوں کو نظر غائر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا اس نتیجہ پر پہنچنا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ زندگی جو عرصہ دراز سے قوم اور قبائل کی چاردیواری میں قید تھی وہ رنگ و نسل اور دیگر مقامی بندھنوں کو توڑ کر آزاد ہونا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی یہ سعی اسلئے ناتمام رہی کیونکہ وہ بہت پیش از وقت تھی۔ ہاں ہم اسے ایک آنیوالی عالمگیر برادری کا پیش خیمہ ضرور تصور کر سکتے ہیں۔

مرور زمانہ

زمانہ یونہی گذرتا رہا۔ بابل، مصر، یونان، روم وغیرہ میں مختلف تمدن پیدا ہوئے۔ یہ قومیں کبھی فاتح اور کبھی مفتوح بنتی رہیں۔ ان کے معاشی اور مدنی اخلاق گو کافی حد تک ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن ایک دوسرے سے اخلاط اور باہمی توالد و تناسل سے ان کی انفرادیت اور خصوصیت فنا ہو گئی۔ وراثت نے وراثت کو شکست دی اور ایک نیا عالمگیر قانون اخلاق ظہور میں آنے لگا۔ گویا اس سے بہت پہلے نبوت اس مشترکہ ضمیر کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی ــــ یہ تمام امم باری باری منصہ شہود پر آئیں۔ ان کی خصائص بڑھیں۔ پھولیں پھلیں اور مرجھا کر شاخ ہستی سے گر گئیں۔ یعنی ان کے قوائے حیات میں انحطاط پیدا ہو گیا وہ تھک گئیں اور ان پر ایک نیند سی طاری ہو گئی ــــ لیکن ان اقوام کے پہلو بہ پہلو ایک قوم ایسی تھی جس میں کوئی انقلاب پیدا نہ ہوا تھا۔ وہ رومیوں، یونانیوں اور مصریوں سے اثر پذیر ہوتی رہی اور ان اقوام کے تاثرات اور تغیرات اس کے خمیر میں مل کر ایک ہمہ گیر اخلاق کو نمو دیتے رہے۔ دنیائے معلوم میں صرف یہی قوم باقی تھی جس کی تمام قوت محفوظ پڑی تھی۔ قدرت نے اس سے ابھی کوئی عظیم الشان کام نہ لیا تھا۔ وہ وقت آپہنچا جب اس کی خصائص سن بلوغ کو پہنچ گئیں اور اس کے بیقرار اعضاء حرکت کے لئے ایک وسیع فضا مانگنے لگے ــــ اور یوں بھی یہ اس کے لئے ایک نادر موقعہ تھا کیونکہ باقی تمام اقوام کشمکش حیات سے تھک کر اونگھ رہی تھیں

نبوت کا بدر کمال

جب سارے سامان مہیا ہو گئے، جب دنیا ایک عالمگیر رابطہ و اتحاد کے لئے تیار ہو گئی، جب عقل انسانی میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی کہ وہ قوانین فطرت کے ساتھ مکمل مناسبت پیدا کر سکے تو یکایک خالق کائنات کی صفت ربوبیت کو بھی جنبش ہوئی۔ ابر رحمت جبل بوقبیس کی طرف بڑھا اور جہالت کی تیرہ و تار گھٹاؤں میں سے رسالت اور نبوت کا بدر کامل طلوع ہو گیا۔ انسان کی اجتماعی حس نہاں کے اندر ایک آخری ارتعاش پیدا ہوا اور اس کے اندر جتنے الوہی نغمات پوشیدہ تھے وہ اس نے اگل کر رکھ دیئے۔ نبوت کے تمام اجزائے پریشان جو زمان و مکان کی پہنائیوں میں پھیلے ہوئے تھے وہ ایک ہستی میں ملکر کمال کو پہنچ گئے ــــ موج کوثر کے بکھرے ہوئے قطرے مل کر ایک نور کوثر کی دھارا بہنے لگی۔ دنیا کے تمام الہامی صحیفوں کے اوراق پریشاں شیرازہ بند ہو کر قرآن حکیم میں مربوط ہو گئے ــــ دعائے خلیل کے دو ہزار برس بعد جب تمدن کی عمارت متزلزل ہو چکی تھی، جب انسان کی جہالت اور بربریت کا شکار شروع ہونے کو تھا۔ عین اسی وقت تائید غیبی کا ظہور ہوا۔ نبوت بدر کمال بن کر پردۂ غیب سے نمودار ہوئی جس سے اس زمین کا ذرہ ذرہ کندن کی طرح دمکنے لگا۔ عالم بقعۂ نور ہو گیا۔ روٹھی ہوئی قومیں اٹھ کر بغلگیر ہونے لگیں۔ مذہب کے خشک چشموں میں موج پیدا ہو گئی۔ گنگا۔ فرات۔ نیل اور وادی کبیر اچھل کر کنارہ بن گئے۔ انسان کے سامنے قدرت نے وہ پوشیدہ اصول جن سے امم اثر پذیر ہوتی ہیں ہمیشہ کے لئے کھول کر رکھ دیئے گئے **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** جب نامحسوس طور پر انسان کے سامنے ایک عالمگیر ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا نصب العین پیدا ہوا تو اس وقت نبوت نے بھی ماہ تمام کی مانند کامل ہو کر ظہور کیا۔ اور کمال کے اس درجہ پر پہنچکر ہمیشہ کے لئے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئی۔ معمولی سا تفکر کرنے سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ نبوت کا یوں کامل ہو کے اس کا پھر زوال آمادہ ہو جانا کوئی معقول بات نہیں ایک بین الاقوامی وحدت ملی کو قائم کر کے اسکے حصے بخرے کرنے پر تیار ہو جانا چنداں عقلمندی نہیں بلکہ سراسر ایک تخریب ہے جس کا اظہار خداوند حکیم کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اس کی شان کے بعید ہے کہ وہ دنیا اور اسکے مظاہر کو محض بازیچۂ اطفال بنائے رکھے جبکہ ایک واضح بات ہے کہ دور حاضر میں جب انسان کی اجتماعی صورت کمال کو پہنچ چکی ہے تو یہ بھی عین فطرت کے متوازی ہے کہ وہ نبوت جس کا تعلق صرف انسان کی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ ہو۔ وہ بھی کمال کو پہنچ جائے اسی کمال ہی کو ختم نبوت کہتے ہیں۔ ــــ ہاں انفرادی حیثیت میں انسان کے ذاتی تزکیہ نفس کے لئے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہمیشہ جاری رہے گا اور اس کا براہ راست انسان کی اجتماعی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ وہ نبوت جس کا تعلق انسانی اجتماع کے ساتھ تھا وہ کمال کو پہنچ گئی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

ہر نبوت را برشد اختتام

اب اس کے بعد کسی اور نبوت کا ڈھونگ رچانا اور دنیا کو اسکے قبول کرنے پر مجبور کرنا یقیناً ختم نبوت کی نفی کرنا ہے اور ملت اسلامیہ کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کی بغاوت کا ارتکاب کرنا ہے اس خطرناک بغاوت اور تخیل کو ہر طریق سے نسیاً منسیاً کر دینا چاہیئے کیونکہ جو ختم نبوت کا دشمن ہے وہ اسلام کی وحدت ملی کا دشمن ہے ہر وہ انسان جو اسلام کی وحدت ملی کے منہ آتا ہے اس کے واسطے اسلام کے ہاں کوئی رواداری اور رعایت نہیں ؛

مرکزی نوجوانوں کا

ہفت روزہ اجتماع

حسب دستور۔ احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور کی ایک میٹنگ بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب احمدیہ مسجد میں منعقد ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب مولوی محمد ضیا خانصاحب نے پردہ کے متعلق ایک تقریر فرمائی۔ ان کی تقریر کے بعد خاکسار سکرٹری نے، مولوی امیر علی صاحب نے اور جناب صاحب صدر نے ام التبشیر جلسہ سالانہ کے لئے نوجوان دوستوں کو اپنے اپنے نام پیش کرنے کے لئے فرمایا جس پر نوجوان دوستوں نے فی الفور لبیک کہا۔ پروفیسر سعد اختر صاحب نے اس امر میں سبقت کی۔ نوجوانان جماعت کا یہ جوش اور خلوص دیکھکر اللہ تعالیٰ کے فضل کے آگے گردن جھک جاتی ہے۔ جس قوم میں ایسے باہمت نوجوان ہوں اسکی کامیابی یقینی ہے۔

آیندہ کا پروگرام — صدر جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب۔ جناب محمد صدیق صاحب بی اے (آنرز) متعلم ایم اے۔ (انگلش) گورنمنٹ کالج لاہور (تقریر) "کیا زندگی کو مذہب کی ضرورت ہے"

عزیزی اقبال احمد جماعت ہشتم (خلف الرشید مولینا آفتاب الدین احمد) (تقریر) "حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے چند واقعات"

تمام دوستوں سے شمولیت کی درخواست ہے۔

شیخ محمد طفیل۔ ایم اے۔ سکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لاہور۔

آداب النبی

صلی اللہ علیہ وسلم کلامتہ

(از جناب مولانا احمد یار صاحب۔ ایم۔ اے)

(۱) وقال صلی اللہ علیہ وسلم ماقل وکفی خیر مما کثر والھی۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تھوڑا مال جو گذارہ کے لئے کافی ہو اس مال سے بہتر ہے جو بہت ہو مگر انسان کو خدا سے غافل کردے

(۲) وقال صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون تتکافأ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم وھم ید علی من سواھم۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم کے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی سعی کرے اور سارے کے سارے مسلمان اپنے مخالفین کے مقابلہ میں مثل ایک ہاتھ کے ہیں،

(۳) وقال صلی اللہ علیہ وسلم افصلوا بین حدیثکم بالاستغفار واستعینوا علی قضاء حوائجکم بالکتمان

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات کرتے وقت کچھ عرصہ کے بعد استغفار کیا کرو اور اپنے مقاصد کی تکمیل میں اخفاء و پوشیدگی سے مدد لو۔

(۴) وقال صلی اللہ علیہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور اپنا صدقہ و خیرات اس شخص سے شروع کرو جو تم پر انحصار رکھتے ہیں۔

رفعت الی اللہ اور قتلِ انبیاء

(قادیانی علماء وفضلاء سے ایک سوال)

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

تمام وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کو ماننے والے ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ

رفع الی اللہ کے معنے بجز رفع روحانی یا تقرب الی اللہ کے اور کچھ نہیں. اور یہ امر واقعہ ہے کہ لغت عرب میں رفع الی اللہ سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنے نہیں رکھتا اور اگر غیر احمدی علماء اس کا ظلماً انکار کریں۔ تو کریں ورنہ وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ رفع الی اللہ سے مراد سوائے جناب الٰہی میں عزت و شرف پانے کے اور کچھ معنے نہیں ہیں۔ خود قرآن مجید میں احادیث میں اور لغت عرب میں جب اور جہاں کہیں اللہ تعالےٰ فاعل اور رفع فعل اور انسان مفعول ہے وہاں سوائے رفع درجات کے اور کوئی معنے ہی نہیں۔ اور اس کے خلاف اگر کوئی صاحب ایک مثال بھی لغت عرب سے پیش کر دیں تو ہم ایسے فاضل شخص کے لئے مبلغ یکصد روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔

چونکہ قادیانی حضرات کو یہ تسلیم ہے کہ رفعہ اللہ الیہ کے معنے یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو اپنے حضور شرف و قرب عطا فرمایا۔ اس لئے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ اس شرف و قرب میں اور قتل میں باہم کیا تعلق ہے اگر حضرت عیسیٰ واقعی قتل ہو جاتے تو پھر بھی ان کو یہ رفعت نصیب ہوتی یا نہیں۔ اگر کہو کہ ہاں ضرور ان کو رفعت عطا ہوتی خواہ وہ مصلوب و مقتول ہی ہو جاتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے **ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**"۔ میں قتل کی نفی کے ساتھ رفعت الی اللہ کا اثبات کیا ہے جس کے سیدھے اور صاف یہ معنے ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام کا رفعت الی اللہ ہرگز نہ ہوتی اگر وہ قتل ہو جاتے ورنہ خدا کو اس عدم قتل پر اسقدر زور دینے کی ضرورت کیا تھی اگر انبیاء کا قتل ان کی عدم رفعت کا باعث نہیں ہوتا تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی رفعت الی اللہ کے ثبوت کے لئے ان کے عدم قتل پر اس قدر زور دینا بے فائدہ تھا۔

حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی رفعت الی اللہ کے اثبات کے لئے ان کے غیر مقتول و غیر مصلوب ہونیکا قرآن مجید نے بڑی شدت سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ تورات شریف کا مذہب یہ ہے کہ مقتول و مصلوب مدعی رسالت کاذب و ملعون ہے۔ اور اگر تورات کا یہ مذہب نہ ہوتا تو مسیح علیہ السلام کے غیر مقتول یا غیر مصلوب ہونے کا ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱ کا حاشیہ تمام کا تمام اسی بحث کے متعلق ہے)

اگر قادیانی حضرت حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ اصول کو جو خدا کی کتاب تورات شریف پر مبنی ہے صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جناب خلیفہ صاحب بیان محمود احمد صاحب کے غلط عقیدہ کی خاطر وہ مسیح موعود کے بیان کو رد نہیں کرتے تو پھر بتائیں کہ جب ایک اللہ کے رسول کی رفعت روحانی کا مدار اس کے عدم قتل پر ہے تو کوئی دوسرا اللہ کا رسول کیونکر مرفوع الی اللہ ہو سکتا ہے۔

اگر وہ فی الواقعہ مقتول ہو

تمام مسلمانوں کو مسلم ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین لعنت کے داغ سے پاک ہیں اور وہ سب کے سب بارگاہ ربانی کے اعلےٰ درجہ کے مقربین ہیں اس لئے یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ تمام مقربین الٰہی قتل و صلیب سے محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ عیسےٰ کو خدا تعالےٰ نے محفوظ رکھا پر وہ شخص جو یہ تسلیم کرے کہ حضرت عیسیٰ کی رفعت الی اللہ ان کے عدم قتل پر مبنی ہے جیسا کہ قرآن مجید کے کئے الفاظ سے ظاہر ہے وہ مجبور ہوگا کہ تسلیم کرے کہ تمام کے تمام انبیاء جو مرفوع الی اللہ ہیں قتل سے یقیناً محفوظ رہے ہیں اور وہ کہانیاں جو بعض انبیاء کے قتل کی مشہور ہیں بالکل بے حقیقت ہیں

ایک واقعہ

میں نے ایک دفعہ قادیان میں میر محمد اسحٰق صاحب سے جو بہت ہی قابل اور ذی فہم آدمی ہیں۔ پوچھا کہ اگر عیسےٰ یہود کے خیال کے مطابق واقعی قتل ہو گئے ہوں یا قتل ہو جاتے تو وہ مرفوع الی اللہ ہوتے یا نہیں۔ تو میر صاحب نے فرمایا کہ اگر مسیحؑ واقعی مصلوب ہو جاتے تو مرفوع الی اللہ نہ ہوتے۔ تب میں نے پوچھا کہ اگر کوئی اور نبی مقتول ہو تو وہ کس طرح مرفوع الی اللہ ہو سکتا ہے تو میر صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ صلیب سے قتل ہو گیا ہو تو وہ بھی مرفوع الی اللہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اسے ہم صادق نبی نہیں مان سکتے مگر محض قتل ہونا عدم رفعت الی اللہ کا باعث ہے۔ تب میں نے کہا کہ میر صاحب قرآن مجید میں تو قتل و صلب دونوں کی نفی کے بعد بل اضرابیہ کے ساتھ رفعت الی اللہ کا اثبات کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر صلیب سے قتل عدم رفعت کا باعث ہے تو دوسرے ذرائع سے قتل بھی یقیناً عدم رفعت کا ثبوت ہوگا۔ قتل بہر حال قتل ہے اگر وہ تلوار سے ہو تو کیا اور اگر زہر سے ہو تو کیا۔

یہ واقعہ ہے جو میں نے اس لئے بیان کیا ہے ناظرین کو علم ہو جائے کہ قادیان کے چوٹی کے علماء میں سے ایک عالم کس طرح سے قتل انبیاء کا قائل ہونے کے باعث ایک رکیک تاویل کرنے پر مجبور ہوا۔ ورنہ قادیان کے علماء کی اکثریت تو قتل انبیاء کی منکر ہے اور یہ تو تمام قادیانی علماء کا متفقہ مذہب ہے کہ کوئی نبی اپنے مشن کی تکمیل سے پہلے قتل نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ ہے

اب مختصر لفظوں میں میرا یہ سوال ہے کہ جب خدا کے ایک نبی کی رفعت الی اللہ کا مدار اس کے عدم قتل پر ہے اور اس کے لئے قتل اور رفع کو باہم متضاد قرار دیا گیا ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام انبیاء جو مرفوع الی اللہ ہیں ان میں سے کوئی مقتول یا مصلوب ہوا ہو۔

مولانا سید سرور شاہ صاحب اور فاضل راجیکی اور جناب میر محمد اسحٰق صاحب خاص طور پر مخاطب ہیں۔ اگر یہ لوگ اس مضمون پر کچھ لکھیں تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا

غیر از جماعت لوگوں پر اتمام حجت

ممکن ہے بلکہ اغلب

احمدی تو چونکہ رفعت الی اللہ کے معنے تقرب الی اللہ یا رفع روحانی کرتے ہی ہیں اس لئے وہ مجبور ہیں۔ کہ تسلیم کریں کہ قتل اور رفع روحانی باہم متضاد ہیں کیونکہ ما قتلوہُ یقیناً اور رفعہ الی اللہ کے درمیان بل اضرابیہ ہے

لیکن ہم چونکہ رفع الی اللہ کے معنے رفع جسمانی مانتے ہیں اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلا شبہ بل اضرابیہ ہے اور اس کا ماقبل اس کے مابعد کے متضاد ہے اور یہ سچ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام قتل ہو جاتے تو پھر وہ زندہ آسمان پر اٹھائے نہ جاتے اس لئے ما قتلوہُ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو قتل ہو جائے وہ نبی سچا نہیں کیونکہ وہ مرفوع الی اللہ نہیں ہو سکتا ہرگز درست نہیں۔

جواب

مگر میں کہتا ہوں کہ جب وہ بل کو اس جگہ اضرابیہ مان چکے جس کے لئے ماقبل اور مابعد کا متناقض ہونا ضروری ہے تو اب وہ قائل ہو گئے کہ قتل ہو جانا رفع الی اللہ کی ضد ہے۔ اس لئے جو مرفوع الی اللہ ہے وہ مقتول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب وہ بتائیں کہ اگر رفع الی اللہ کے معنے رفع روحانی کے ہی ہوں تو پھر وہ یہ مان لیں گے یا نہیں۔ کہ انبیاء کیلئے قتل ہو جانا ممکن نہیں کیونکہ وہ سب کے سب مرفوع الی اللہ ہیں جب کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر مسیح قتل ہو جاتے تو زندہ آسمان پر اٹھائے نہ جاتے تو ان کو یہ بھی مان لینا ہوگا کہ جو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا ہو وہ مقتول نہیں ہو سکتا۔

علی ھٰذا القیاس جب رفع الی اللہ کے معنے یہی ہوں کہ مسیح کو خدا نے اپنے حضور میں عزت و مرتبہ عطا کیا تو یہ مان لینا لازمی ہوگا کہ اگر مسیحؑ قتل ہو جاتے تو ان کو خدا تعالےٰ کے حضور میں بلند مرتبہ نہ ملتی یا وہ خدا کے مقربین انبیاء میں داخل نہ ہو سکتے اگر کوئی یہودی قرآن مجید کی آیت رفع الی اللہ کو الٹ کر یوں کہدے کہ:۔ "**ما رفعہ اللہ الیہ بل قتلناہ یقیناً**" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہرگز مسیح کو اپنی طرف نہیں اٹھایا بلکہ ہم نے اسے یقیناً قتل کر دیا تو یہود کے اس فقرہ کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک مدعی نبوت و رسالت کے قتل ہو جانے کو اس کے کاذب اور ملعون ہونے کی دلیل ٹھیرتے ہیں اور ان کے نزدیک ہر شخص جو مدعی رسالت ہو اگر وہ قتل ہو جائے تو ملعون ہے اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عیسےٰؑ کو ملعون قرار دیا لھٰذا خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ:۔ "**ما قتلوہُ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**"۔ یقیناً مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا یعنی اسے اپنے مقربین خاص میں عزت بخشی۔

خلاصہ کلام یہ کہ غیر احمدی علماء جو حیات عیسےٰ کے قائل ہیں وہ بآسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک نبی کے لئے قتل ہو جانا رفع الی اللہ کے منافی ہے۔ اور ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔

اگر کوئی صاحب ہمارے ساتھ اس لئے متفق نہ ہوں کیونکہ قرآن مجید میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں افان مات او قتل کے الفاظ نظر آتے ہیں جن سے وہ سمجھتے ہیں کہ نبی کا قتل ممکن ہے ورنہ خدا تعالےٰ مات کے ساتھ قتل کا اضافہ نہ کرتا۔

سب سے بڑے اعتراض کا جواب

میرے نزدیک قائلین قتل انبیاء

(باقی بر صفحہ نمبر ۱۲)

رفتار عالم

لاهور - ۲۹ر نومبر۔ ... منبع میں دوپہرا علیٰ حضرت سکندر دولت افتخار الملک نواب حمید اللہ خان بہادر فرمانروائے بھوپال کے زیر صدارت انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مسلمان اکابر کے علاوہ دو پندرہ ہزار کے قریب اشخاص شامل ہوئے ۔ . . . .

. . . .

قاهره - ۳۰ر نومبر۔ شمالی افریقہ میں سب سے اہم خبر یہ آئی کہ اتحادی طیاروں نے مصر سے آ کر نیپلز کے پیلانی کے سب سے بڑے اڈے یعنی طرابلس پر قیامت خیز بمباری کی جس کے دوران میں کئی ٹن بم گرائے گئے برطانوی طیاروں نے بندرگاہ اور بجلی گھر کی خبر لی تو امریکن طیاروں نے تجارتی جہازوں اور توپخانوں کو نشانہ بنایا۔ دوسری طرف شمالی افریقہ کے اڈوں سے اڑ کر اتحادی طیاروں نے بیزرتہ اور ٹیونس پر شدید بمباری کی اسی طرح دیگر محوری اڈوں پر بھی حملے کئے گئے سسلی میں بھی ایک اڈہ پر بم برسائے گئے۔ دشمن کے کئی جہاز اور طیارے برباد کر دیئے گئے ہیں

ماسکو - ۳۰ر نومبر۔ مرکزی روس اور سٹالن گراڈ کے محاذ پر روسیوں کی کامیاب پیشقدمی جاری ہے۔ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں کل رات ایک ہزار جرمن ہلاک ہوئے۔ ڈان کے مشرقی کنارے پر جرمنوں کی ڈیفنس کو توڑ کر روسی فوج سخت مزاحمت کے باوجود آگے بڑھ گئی ہے۔ دشمن طیاروں کے ذریعہ کمک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر روسی طیارے اس کوشش کو ناکام بنا رہے ہیں جنوب مغرب میں روسی فوجیں کٹیلنیکوو کی طرف بڑھتی ہوئی ۳ مزید مقامات پر قابض ہو گئی ہیں۔ اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا گیا ہے۔ شہر کے اندر بھی دشمن پر سخت دباؤ ڈالا جا رہا ہے والگا اور ڈان کے درمیان جرمنوں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی ہے

کلکتہ - ۳ر نومبر۔ حکومت بنگال نے صوبہ میں کونین تقسیم کرنے کی غرض سے سال رواں کے لئے ۳½ لاکھ روپیہ منظور کیا

نیویارک - ۳۰ نومبر۔ نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار نے برن سے نیم سرکاری اطالوی ذرائع سے موصول شدہ اطلاع دی ہے کہ ہٹلر نے برچیسگیڈن میں اپنے اعلیٰ جرنیلوں کی ایک کانفرنس بلائی جس میں شمالی افریقہ میں آئندہ لڑائی کے متعلق غور کیا گیا اسی وقت روم میں بھی جرنیلوں کی ایک کانفرنس بلائی گئی جس میں جنرل جیلرنگ اور مارشل کیسلرنگ نے جو ٹیونس جرمن فوج اور جرمن ہوائی فورس کے کمانڈر ہیں شامل ہیں۔ روم کے جن باخبر حلقوں کا پہلے یہ یقین تھا کہ سکندریہ پر محوری فوجوں کا جلدی قبضہ ہونے والا ہے اب وہ کھلم کھلا پیشگوئی کرتے ہیں کہ آئندہ چھ دن میں ٹیونس اور ٹریپولی سے تمام محوری فوجوں کو نکال دیا جائے گا۔

ماسکو یکم دسمبر۔ رائٹر کے خصوصی نامہ نگار نے سٹاک ہالم سے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ برلن کے ایک فوجی ترجمان نے سویڈن کے نامہ نگاروں کو بتایا کہ روس کے وسطی محاذ پر موجودہ لڑائی کی ٹینکوں کی سب سے خوفناک جنگ ہو رہی ہے کالینن اور مارو ہینس کے درمیان جرمن سپاہی سخت آزمائش سے گذر رہے ہیں روسی ٹینکوں کی ایک فولادی دیوار ہماری فوجوں پر دباؤ ڈال رہی ہے روسیوں کو نقصان ہو رہا

(بقیہ صفحہ ...) کا یہ سب سے بڑا اعتراض ہے۔ لیکن یہ بہت ہی کمزور اعتراض ہے کیونکہ افان مات اوقتل شرطیہ ہے۔ جس میں مقدم کا امکان بھی لازمی نہیں ہے چہ جائیکہ مقدم کا وقوع اس سے ثابت کیا جاسکے میں نے ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے دریافت کیا کہ کیا **افان مات** اوقتل سے امکان قتل انبیاء ثابت کرنا درست ہے تو انہوں نے لکھ دیا کہ

قضیہ شرطیہ میں مقدم کا امکان بھی ضروری نہیں بلکہ شرط و جزاء کا تلازم ضروری ہے جیسے "ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین اسلئے افان مات اوقتل

. . . . . . سے قتل نبی کا ثبوت دینا ... نہیں"

ابوالوفا ثناء اللہ ۳۰ ۳/الہم

مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب بالکل صحیح ہے کیونکہ اس سے امکان قتل ثابت ہو تو آنحضرت صلعم کا قتل بھی ممکن ہوگا حالانکہ قرآن مجید میں آپ کو قتل سے بچانے کا زبردست وعدہ موجود ہے مگر میں نے احتیاطاً مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر کو نقل کر کے دار الافتاء دیوبند میں بھیج دیا تاکہ غیر احمدیوں کی پوری اتمام حجت ہو سکے علماء دیوبند کا جواب جو ہے وہ بھی سن لیجئے:-

"آیت قرآنی **افان مات اوقتل** کے متعلق مولانا ثناء اللہ کا جواب صحیح ہے کہ اس جملہ سے امکان قتل ثابت نہیں ہو سکتا کہ قاعدہ مسلمہ ہے اور آیت قرآنی ان کان للرحمٰن ولد اس پر شاہد ہے اگر غور کریں گے تو کوئی شبہ نہ رہیگا"

فتویٰ نمبر ۳۳۵ ۳

۲۷-۱۲-۶۰ھ

مولوی ثناء اللہ صاحب اور دیوبند کے دار العلوم کا جو آیت **افان مات اوقتل** کے متعلق ہے اس کے ہوتے ہوئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر
ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیارپوری

عقائد احمدیہ کی تعلیم کی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۰ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۵۰

ہم پہ لازم ہے شریک جلسہ سالانہ ہوں!

از جناب مولینا مرتضیٰ خان صاحب حسن

اُٹھو پھر اے عاشقانِ ملتِ بیضا اُٹھو
دیں کی خدمت کیلئے باندھو کمر مردانہ وار

پھر خدا سے نصرت و تائید کے طالب بنو
پھر کرو مل کر دعائیں با دو چشم اشکبار

سر بسجدہ ہوں اگر ہم درگہِ باری میں آج
ہونگے ہم فضلِ خدا سے کامیاب و کامگار

ہم پہ لازم ہے شریکِ جلسۂ سالانہ ہوں
رکھ گئے جس کی بنا ہیں مہدئ عالی وقار

ہم مجاہد ہیں خدا کے فضل سے قاعد نہیں
گھر میں ہم بیٹھے رہیں کاہل نہیں اپنا شعار

بے زری کا کیا ہے شکوہ ہمتِ عالی تو ہے
عزم مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار

ہاتھ سے جانے نہ پائے خدمت دیں کا یہ وقت
پھر خدا جانے کہ کب آئینگے یہ لیل و نہار

ہم تو جیتے ہیں خدا کے دیں کی خدمت کیلئے
حکم ہم کو دے گئے ہیں یوں مسیح نامدار

"دوستاں خود را نثارِ حضرت جاناں کنید
در رہِ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید

آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی
از پئے دینِ محمد کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا برول آئید اے مردانِ حق
خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید"

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مؤرخہ یکم ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ م ۱۰ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۵۰

جلسہ سالانہ کا ایک اہم مقصد

زمانہ کی ضروریات کے مطابق ایک اجتماعی غور و فکر کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

"یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے ہر ایک وقت اور زمانہ انتظام جدید کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی۔ ۔ . . . . . . کوئی ایسا کام تو اس عاجز نے نہیں کیا صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا"

کسی گذشتہ شذرہ میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ارشاد کو پیش کر کے سالانہ جلسہ کی اہمیت کو بیان کیا تھا لیکن مندرجہ بالا ارشاد سے ایک اور مقصد بھی حضور کا ثابت ہوتا ہے یعنی اس سالانہ جلسہ کی ایک غرض یہ ہے کہ اخوت، علم و معرفت کو ترقی دی جائے وہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بدلتے ہوئے حالات اور تغیرات میں ہم اکٹھے ہو کر ضروریات دین کا جائزہ لیں۔ یہ پہلو اتنا ضروری اور اہم ہے کہ اس کی اہمیت کو کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو قوموں کے زوال و عروج کے حقیقی اسباب کو سمجھتے ہیں اور اس حقیقت کا علم رکھتے ہیں کہ جمود اور تحریک قوموں کے انحطاط اور ترقی پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں یعنی جو قوم زمانہ کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے حرکت کرتی رہتی ہے وہ زندہ رہتی ہے اور جس میں یہ حرکت ختم ہو جاتی ہے وہ قوم صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی ہے تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اقوام کے تغیرات کی ایک طویل داستان ہے زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور وہ قوم جو زمانہ کی اس تلون کیشی کو نہیں سمجھتی اور زمانہ کے تغیرات کی صحیح تفہیم نہیں رکھتی اور اس کے اندر وہ جوہر نہیں ہوتا کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ چل سکے اس قوم کو ایک خرچ شدہ طاقت سمجھنا چاہیئے اس کے قلب میں تحرک نہیں بلکہ جمود ہے ـــــــ تاریخ عالم میں بے شمار قومیں بام عروج تک پہنچیں اور ایک وقت آنے پر زمانہ کے تقاضوں کو نہ سمجھتے ہوئے معدوم ہو گئیں چنانچہ اسی اصول زوال و عروج پر مصریوں کلدانیوں یونانیوں اور رومیوں کی تاریخ شاہد ہے۔

روحانی مصلحین اور راہنما جو قوموں کی اصلاح اور روحانی ترقی کے لئے مبعوث ہوتے ہیں وہ ان عمرانی اور تاریخی حقائق سے اپنے عمیق وجدان کی وجہ سے بخوبی واقف ہوتے ہیں جن پر قوموں کی فلاح اور بہبود کا انحصار ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضور اس اصول سے اپنی مومنانہ فراست کی وجہ سے واقف تھے اسلئے آپ نے اس جلسہ کی ایک غرض یہ رکھی کہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کے استحکام کی تدابیر سوچی جائیں اور اجتماعی فکر اور قوت سے اسلام کے قالب میں حرکت کو جو ہر ایک مذہب و ملت کی روح رواں ہے قائم رکھا جائے۔

سو ہمارے جماعت کے مخلص احباب کو جلسہ سالانہ کے اس پہلو کی اہمیت کو خوب سمجھنا چاہیئے اور اپنے امام و مرشد کے ارشاد کا احترام کرتے ہوئے اس جلسہ میں ضرور شریک ہونا چاہیئے تاکہ زمانہ اور وقت کے لحاظ سے وہ دین کی موجودہ ضروریات اور تقاضوں کو سمجھیں اور ایسی تدابیر سوچیں کہ جن سے تبلیغ اسلام کے لئے نئے راستے کھلیں اور دین کو استحکام حاصل ہو اور ان کے اس جہاد سے عروق اسلام میں گرم گرم خون دوڑے اور مسلمانوں کا قدم جادۂ حیات پر آگے کی طرف بڑھے، اللہ تعالے ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے فرائض کو سمجھیں اور انہیں عملی جامہ پہنائیں۔ آمین

کاغذ نایاب ہے

کاغذ پہلے ہی بہت گراں تھا اور اس گرانی کی وجہ سے اخبارات کے لئے جو مشکلات پیدا ہو چکی تھیں انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا لیکن اب حکومت نے ہندوستانی کارخانوں کی کل پیداوار کا نوے فیصدی حصہ سرکاری ضروریات کے لئے خریدنے کا فیصلہ کیا ہے جس سے کاغذ کی گرانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اس گرانی کے علاوہ کاغذ نایاب ہو رہا ہے اگر یہی صورت رہی تو اخبارات پر بہت ہی بُرا اثر پڑے گا اور بعید نہیں کہ متعدد اخبارات بند ہو جائیں۔ اخبارات کے بند ہونے سے حکومت کو بھی نقصان رہے گا اور جنگی حالات و کوائف کی اشاعت نہ ہو سکے گی ایسے حالات کے پیش نظر حکومت کو چاہیئے کہ کاغذ کی درآمد کا خاطر خواہ بندوبست کرے تاکہ ملکی پریس اس خطرہ سے بچ جائے۔

جلسہ نمبر شائع نہیں ہوگا

ہم مندرجہ بالا شذرہ میں لکھ چکے ہیں کہ کاغذ بہت گراں ہو چکا ہے بلکہ نایاب ہو رہا ہے۔ سو کاغذ کی اس گرانی اور نایابی کی وجہ سے جلسہ نمبر شائع نہیں کیا جا سکتا، اسلئے خریداران پیغام صلح کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ وہ جلسہ نمبر کا انتظار نہ کریں اس دفعہ جلسہ نمبر شائع نہیں ہوگا۔

احمدی نام رکھنے کی وجہ

الفضل مؤرخہ ۵ دسمبر میں ایک غیر احمدی کا استفسار اور جناب خلیفۂ قادیان کا جواب شائع ہوا ہے سوال ہے "آپ کے پاس فرقۂ احمدی نام رکھنے کی از روئے شریعت حقہ قرآن و سنت کیا حجت و دلیل ہے قرآن مجید میں اللہ تعالے نے ملة ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین اور ان الدین عند اللہ الاسلام فرما کر مسلمانوں کو مذہبی طور پر اپنے تئیں مسلم اور صرف مسلم کہلانے کے بغیر باقی کسی لفظ نبی، رسول، امام یا اور ائمہ دین وغیرہ کی طرف منسوب کرنے کو بدعت اور ایجاد فی الدین قرار دیا ہے" جناب میاں صاحب جواب دیتے ہیں "یہ تو وہی پرانا جھگڑا الویوں والا اعتراض ہے نیا نہیں اگر ان کا نام رکھنا جائز ہے تو دوسروں سے فرق رکھنے کے لئے امتیازی نام رکھنا کیوں جائز نہیں اعتراض تب ہو اگر کوئی یہ کہے کہ دوسرے مسلمان نہیں وہ جب یہ کہتا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے میں احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتا ہوں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے"

جناب میاں صاحب کو جواب بجا اور درست لیکن حضرت یہ تو فرمائیے کہ آپ تو سوائے قادیانی احمدیوں کے تمام مسلمانوں کو ایک نبی کا انکار کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج اور کافر سمجھتے ہیں تو پھر آپ یا آپ کا کوئی پیرو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے میں احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتا ہوں"۔ ہمارے نزدیک آپ کا جواب محض ایک مغالطہ ہے جس میں صداقت کا شائبہ تک نہیں نہ آپ مسلمان کہلانے والوں میں اپنے آپ کو ایک سمجھتے ہیں اور نہ آپ کے غلط مسلک کی تقلید کی وجہ سے آپکی جماعت ایسا سمجھتی ہے آپنے احمدی نام کسی امتیاز کیلئے نہیں رکھا بلکہ ایک علیحدہ مذہب کی بنیاد مضبوط کرنے کے لئے رکھا ہے آپ نے چونکہ اعتراض کرنیکی دعوت دی ہے اسلئے امید ہے کہ آپ ہمارے اس اعتراض کا جواب ضرور دیں گے۔

قوائے کا صحیح استعمال اور احمدی نوجوان

سب نوجوانوں کے رجحانات یکساں نہیں ہوتے زندہ قوموں کے نوجوان رجحانات کے اس تنوع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے قویٰ سے انکی جبلی مناسبت کے مطابق کام لیتے ہیں۔ وہ احمدی نوجوان جن کے اندر اعلیٰ تعلیم کے لئے رجحان موجود نہ ہو انہیں صنعت و حرفت کا کام سیکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے بیکاری بھی دور ہوگی اور جماعت کی معاشی حالت پر بھی نہایت خوشگوار اثر پڑے گا اسی طرح جو دوست اچھی قابلیت رکھتے ہیں اور مضبوط قوائے عقلیہ رکھتے ہیں انہیں اپنی اس اعلیٰ استعداد کو معمولی کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے اور محض قلبی تعیش کے طور پر ایسے معمولی کام نہیں کرنے چاہئیں جس سے انکی اعلیٰ استعداد ضائع ہو جائے۔ حضرت امام وقت نے جماعت کے سامنے نہایت بلند اور رفیع مقصد رکھا ہے یعنی اعلائے کلمۃ الحق سو اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنا چاہیئے جو دوست اپنے جسمانی قوائے کو استعمال کر کے اس مقصد کو پورا کر سکتے ہیں کریں اور جو اپنے دماغی قوائے سے اس پروگرام کو قوت دے سکتے ہیں دیں ہر حال میں یہ عظیم الشان لائحہ عمل پیش نظر رہنا چاہیئے

شذرات

از جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن

محمودی جماعت کا "چھوٹا خدا"

مندرجہ بالا عنوان محمودی اصحاب کے علاوہ شاید ہماری جماعت کے بعض بزرگوں اور دوستوں کی نظر میں بھی کھٹکے، لیکن ہم انکی خدمت میں معذرت کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ یہ جناب خلیفہ قادیان کے، ان کی اپنی جماعت کے متعلق ایک تازہ ارشاد ہی سے ماخوذ ہے۔ موصوف نے ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کو درس قرآن دیتے ہوئے فرمایا:

"میری زندگی میں وہ گھڑی بہت سخت ہوتی ہے جب کوئی احمدی (محمودی) مجھ سے آکر کہتا ہے کہ چوہدری ظفراللہ خاں سے سفارش کرا دیں۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ظفراللہ خاں کو بھی چھوٹا خدا بنا لیا گیا ہے۔ ایک تو ان کا بڑا خدا ہے اور چھوٹا خدا ظفراللہ خان ہے۔ جب بھی کوئی میرے سامنے یہ سوال لیکر آتا ہے تو میرا دل گھٹنے لگتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص اپنا ایمان بیچنے آیا ہے میں ایسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں . . . ایسے لوگ بار بار سمجھنے پر آخر کہا کرتے ہیں بہت اچھا ٹھیک بات ہے آپ ہی دعا کریں اور اس کے بعد ایک آہ بھر کر تھوڑے سے وقفہ کے بعد پھر کہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو ظفراللہ خاں سے بھی سفارش کرا دیں۔"

(الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء)

اس سے قبل بھی جناب خلیفہ صاحب موصوف اپنے مریدوں کو اس قسم کے بہت سے صحیح اور مبنی برحقیقت سرٹیفکیٹ عطا فرما چکے ہیں۔ اپنی جماعت کے مبلغوں کے متعلق موصوف کا وہ ارشاد تو، جس میں انہیں ایک نجس جانور سے تشبیہ دی گئی ہے گویا تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ خلیفہ صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کے ذریعہ ان سرٹیفکیٹوں میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا۔

غور کیجئے کہ خلافت کی برکات کا جو پروپیگنڈا محمودیوں کی طرف سے آئے دن بہت بلند آہنگی کیساتھ ہوتا رہتا ہے اسے محمودی جماعت کی ان سرٹیفکیٹوں کی روشنی میں نظر آنے والی حالت سے کوئی ذرہ بھر بھی مطابقت ہے؟ جناب میاں صاحب اور ان کے مریدوں کا معیار شناخت خواہ کچھ ہو لیکن دنیا تو درخت کے متعلق اس کے پھلوں ہی کو دیکھ کر فیصلہ کرے گی ——— میاں صاحب کے شجر خلافت کے پھل ان کے مرید ہیں۔

طلبہ اور عملی سیاسیات

گذشتہ ماہ . . . . مسٹر محمد علی جناح نے اپنے قیام پنجاب کے دوران میں متعدد مواقع پر مسلمان طلبہ کو عملی سیاسیات سے مجتنب رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مثلاً ۱۴ نومبر کی شام کو اسلامیہ کالج جالندھر کی رسم افتتاح انجام دیتے ہوئے مسلمان طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ:-

"آپ اپنا کام مبلغ کی حیثیت میں جاری رکھیں اور ملک کی کسی سیاسی تحریک سے اپنے دامن کو ملوث نہ کریں اس طرح بھی آپ مسلمانوں میں مجلسی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں"

۱۵ نومبر کو آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے دوسرے کھلے اجلاس میں مندرجہ ذیل الفاظ میں طلبہ سے اپیل کی کہ:

"آپ موجودہ (سیاسی) تحریکات سے علیحدہ رہیں مسلمانوں کے تعمیری پروگرام کے وسیع میدان میں آپ کو ضرور کوشاں رہنا چاہیئے، لیکن آپ کا سب سے پہلا اور ضروری کام تعلیم اور مفید مطالعہ ہے"

۲۰ نومبر کو لاہور میں پنجاب کے مسلم طلبا کے نمایندوں سے ملاقات کے وقت ممدوح نے پھر انہیں مشورہ دیا کہ:-

"تم اپنے تعلیمی مشاغل سے بے اعتنائی کرکے سیاسیات میں ہرگز کوئی حصہ نہ لو۔ تمہارا سب سے پہلا کام حصول علم ہے۔ مسائل کا مطالعہ کرو اور مسلم عوام کو اس سے واقف کراؤ"

اس سے قبل بھی بیشمار مسلم وغیر مسلم سیاسی رہنما اور مشرقی و مغربی ماہرین تعلیم عملی سیاسیات میں طلبا کی شرکت کو نامناسب اور شدید نقصان قرار دے چکے ہیں۔ ان سب نے طلباء کو ہمیشہ عملی سیاسیات سے کنارہ کش رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ دراصل یہ ایک ایسا واضح اور طے شدہ مسئلہ ہے جس کے متعلق ذمہ دار، پختہ کار، سنجیدہ مزاج اور مخلص اصحاب کی دو رائیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس کے باوجود جو غرضمند لوگ طلبہ کو عملی سیاسیات میں شرکت کی دعوت دیتے اور اس بارہ میں ان خام عقل ناتجربہ کار جوشیلے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں وہ ملک وقوم اور اس کی آیندہ نسلوں کے خیرخواہ نہیں بلکہ دشمن ہیں۔

مسلمان طلبہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کے سب سے بڑے سیاسی رہنما کی اس زریں نصیحت کو گوش ہوش سے سنیں اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ عمل کریں۔

چینی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ

کچھ عرصہ ہوا ملک کے بہت سے اردو انگریزی روزناموں میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی تھی کہ:

"چینی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کا تاریخی کام کچھ عرصہ ہوا انگھائی میں شروع ہوا تھا۔ علامہ اتچ اے رٹیہ چنگ نے اس مہم کا بیڑا اٹھایا ہے۔ چین کے محکمہ اطلاعات کا ایک رسمی اعلان مظہر ہے کہ علامہ موصوف چین کن میں تشریف فرما ہیں اور بہت جلد تن گنگ تشریف لے جائیں گے۔ آپ دو ترجمے مرتب کریں گے ایک سادہ ہوگا اور دوسرا کسی قدر مشرح"

اس سے قبل بھی چند مرتبہ چینی زبان میں قرآن کریم کے متعلق اخبارات میں سرسری و مجمل اطلاعات شائع ہو چکی ہیں۔ یہ خبر بھی تشنۂ تفصیل ہے علامہ اتچ اے رٹیہ چنگ کی شخصیت سے بھی ہندوستانی مسلمان بالعموم اور متعارف نہیں ہیں۔ لیکن بہرحال یہ اطلاع مسلمانان ہند کیلئے باعث مسرت ہے چینی دنیا کی ایک قدیم وسیع اور زندہ زبان ہونے کے علاوہ چین کے کروڑوں مسلمانوں کی مادری زبان بھی ہے اس میں قرآن کریم کے کسی اچھے، صحیح اور مستند ترجمہ کا موجود نہ ہونا ایک بہت بڑی کمی ہے ——— ہماری دعا ہے کہ یہ ترجمہ صحت و خوبی کیساتھ جلد شائع ہو کر اس کمی کو پورا کر دے۔

زندہ قوموں کے نابینا افراد

زندہ اور ترقی یافتہ اقوام کا یہ بھی ایک وصف ہے کہ وہ اپنے کسی طبقہ کو بیکار و ناکارہ نہیں رہنے دیتیں، بلکہ اپنے تمام افراد کو کسی نہ کسی کام کے قابل بنا کر ان سے کوئی نہ کوئی خدمت لینے کی کوشش کرتی ہیں، چنانچہ ان کے نابینا افراد بھی، مردہ قوموں کے اکثر بینا اشخاص سے بہتر ذاتی و قومی کام سرانجام دیتے ہیں۔ امریکہ، جرمنی اور اٹلی کے نابینا افراد آجکل جس طرح ساعی جنگ میں مفید حصہ لے رہے ہیں اسکی کیفیت بڑی سبق آموز ہے۔

(۱) امریکہ کے نابینا ریڈ کراس کے لئے چندہ جمع کرتے ہیں، اپنا خون زخمیوں کے لئے دیتے ہیں۔ ٹیلی فون پر استفسارات کرنے والوں کو جواب دیتے اور ان کے لئے مطلوبہ معلومات مہیا کرتے ہیں۔ فوجیوں کے لئے کپڑے سیتے اور کاڑھتے ہیں، زخموں پر باندھنے کے لئے پٹیاں لپیٹتے ہیں۔ نشرگاہوں سے پیغامات نشر کرتے ہیں

(۲) وہ ڈیفنس بانڈ اور ڈیفنس سٹمپ خریدنے کے علاوہ انہیں کثیر تعداد میں فروخت بھی کرتے ہیں حتی الامکان ان اسامیوں کو پر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بینا اشخاص کے فوج میں چلے جانے کی وجہ سے خالی ہو گئی ہیں۔

(۳) وہ اپنے گھروں میں خوراک کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں اور ایسی معمولی چیزوں کو محفوظ رکھنے اور جمع کرنے میں امداد دیتے ہیں جن کی سامان حرب کی تیاری کے لئے اشد ضرورت ہے۔ مثلاً رسیاں، کاغذ، چیتھڑے، مختلف دھاتیں وغیرہ۔

(۴) اس وقت امریکہ کے ۸۰ کارخانوں میں آٹھ ہزار نابینا مزدور کام کر رہے ہیں۔

(۵) جرمنی اور اٹلی میں نابینا اشخاص کو بعض دیگر مفید کاموں کے علاوہ دشمن کے ہوائی جہازوں کا پتہ لگانے کی تربیت دی گئی ہے۔ بہت سے جرمن اور اٹالین اندھے اس فرض کو انجام دے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ بھی کفر و الحاد اور غلو و گمراہی سے ایک بہت بڑی اور فیصلہ کن روحانی جنگ میں مصروف ہے۔ اسلئے مندرجہ بالا حقائق جماعت کے بزرگوں اور خوردوں سب کے لئے قابل غور اور لائق توجہ ہیں۔ ہمارا مقصد بہت بلند و عظیم الشان اور ہماری تعداد تھوڑی ہے۔ ہمیں اپنی تعداد بڑھانے کے ساتھ ساتھ قوم کے ہر ایک فرد کو مفید کار آمد بنانے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے ہمارے ماحول اور نظام کی یہ ایک لازمی خصوصیت ہونی چاہیئے کہ اس سے وابستہ ہونے کے بعد کوئی شخص بیکار و نکما نہ رہے بلکہ تمام افراد جماعت اپنی اپنی حیثیت طاقت۔ استعداد اور حالات کے مطابق خدمات دینی میں لگ جائیں ——— کسی مفکر نے سچ کہا ہے کہ بیکار اور نکمے شخص کی حیثیت قوم میں چور کی ہے۔

بچی کی وفات

یہ خبر نہایت ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کی چھوٹی بچی جس کی عمر ۲½ سال تھی مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۲ء کو وفات پا گئی انا للہ و انا الیہ راجعون ہمیں جناب شیخ صاحب موصوف سے اس سانحۂ ارتحال میں گہری ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالٰے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

سالانہ جلسہ کا پروگرام

ہمارا سالانہ اجتماع بالکل قریب آگیا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکی ہے ۲۴ دسمبر کو خواتین کا جلسہ ہوگا۔ اور ۲۵ تا ۲۷ دسمبر عام جلسہ۔ تفصیلی پروگرام مرتب ہو رہا ہے۔ جو انشاءاللہ آئندہ پرچہ میں درج ہو جائے گا۔ سردست اسی قدر عرض خدمت ہے کہ

خواتین کا جلسہ

حسب معمول ۲۴ دسمبر ۱۹۴۲ء بروز جمعرات بوقت گیارہ بجے صبح مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا جس میں متعدد لائق و قابل خواتین تقریریں فرمائیں گی۔ موجودہ حالت و زمانہ میں ایک مسلمان بی بی کے فرائض پر گذشتہ سال کی طرح پس پردہ ایک وعظ بھی ہوگا۔ اس کے علاوہ حسب سابق گھریلو دستکاری کی

ایک عمدہ نمائش

ہوگی جس میں سب قسم کی دستکاری بغرض فروخت رکھی جائیگی۔ کڑھے ہوئے خوبصورت دوپٹے۔ لیڈیز رومال۔ بچوں کے اونی گرم سوٹ سویٹر، فراک، موزے، نفیس سلی کلاہ، قمیص، کشن۔ ٹی کوزیاں قطعے اور گڑیاں وغیرہ واجبی قیمت پر مل سکیں گی۔ نمائش کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی زنانہ دوکانیں ہوں گی، تمام خواہران اسلام سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لا کر اس اسلامی اجتماع کو کامیاب بنائیں اور ثواب حاصل کریں۔

نوٹ۔ جلسہ ٹھیک وقت پر شروع کر کے دو بجے ختم کر دیا جائیگا اسلئے سب بہنیں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں اور مہربانی کر کے ناسمجھ بچوں کو ہمراہ نہ لائیں۔

عام جلسہ جس میں خواتین کے لئے بھی پردہ کا انتظام ہوگا بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء بوقت دس بجے خطبہ جمعہ سے شروع ہوگا۔ تمام حضرات و احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ جمعہ کی صبح تک لاہور پہنچ جائیں تاکہ خطبہ جمعہ و نماز جمعہ میں شریک ہو سکیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ افتتاحیہ اور خطبہ جمعہ سے مستفیض ہو سکیں۔

خواتین کو ۲۴ کی صبح تک ضرور پہنچ جانا چاہیے

علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی روح پرور اور پراز معارف تقاریر کے مندرجہ ذیل احباب مندرجہ ذیل موضوعات پر تقاریر فرمائیں۔

سید اختر حسین صاحب
مرزا مظفر بیگ صاحب
مولانا احمد صاحب۔
مولانا احمد یار صاحب۔
الحاج حافظ محمد حسن صاحب۔
مولانا آفتاب الدین احمد صاحب۔
ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔
مولانا عبدالرحمان صاحب مصری۔
مرزا مسعود بیگ صاحب۔
آغا میر مدثر شاہ صاحب۔

مضامین

تعلیم اسلامی اور موجودہ مشکلات کا حل۔
موجودہ جنگ اور پیغام اسلام۔
فلسفۂ اقبال، و تحریک احمدیت۔
قرآن اور وید۔
اسلام اور جنگ۔
تبلیغ اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت۔
حضرت مسیح موعودؑ کی علمی برکات۔
حضرت امام الزماں کا عشق قرآن و عشق رسولؐ۔
حضرت مسیح موعودؑ کا نبی کا نام پانا اور اس کی حقیقت۔

احباب ابھی سے جلسہ میں شمولیت کے لئے تیاری شروع کر دیں۔ اور اپنی آمد سے خاکسار کو اطلاع دیں۔ نیز ہر شخص کم از کم ایک۔ غیر احمدی یا قادیانی دوست کو ہمراہ لانے کی کوشش کرے۔

مفصل پروگرام آئندہ پرچہ میں شائع ہوگا۔

الداعی
محمد عبداللہ
مہتمم جلسہ

احمدیہ ینگ مینز لاہور کا ہفت روزہ اجلاس

نوجوانان جماعت لاہور کی ایک میٹنگ بروز اتوار ۵ دسمبر ۱۹۴۲ء کو بعد از نماز مغرب مسجد احمدیہ بلڈنگس میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب منعقد ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد عزیزی اقبال احمد جماعت ششم مسلم ہائی سکول لاہور نے ایک کامیاب تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے چند واقعات سناتے ہوئے کہا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر ایمان تھا کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی وہ بالکل نہیں گھبرائے محمد صدیق صاحب بی اے آنرز کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے تھے۔ اس لئے موضوع مقررہ "کیا زندگی کو مذہب کی ضرورت ہے" پر خاکسار نے تقریر کی۔ میں نے یورپ میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کی تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح مغرب نے رفتہ رفتہ مذہب کے متعلق ایک غلط نظریہ قائم کر کے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ زندگی کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں؟ اس نظریہ کے بداثرات بیسویں صدی میں ظاہر ہوئے اب اسلام ہی ان کی مشکلات کا حل پیش کر سکتا ہے کیونکہ یہ انسانی جذبات۔ خواہشات۔ احساسات اور میلانات میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔ میری اس تقریر کے بعد مولوی حسین صاحب ہزاروی نے اسلام کو ایک فطری مذہب ثابت کرتے ہوئے اسے زندگی کے لئے ضروری قرار دیا۔ پھر مولوی امیر علی صاحب نے مذہب کے اس پہلو پر زور دیا جس میں وہ افراد اور سوسائٹی میں ایک تنظیم قائم کرتا ہے۔ مرزا مسعود بیگ صاحب نے فرمایا کہ مذہب کے معنی ہیں ایک طریق پر چلنا۔ لامذہب بھی اس حیثیت سے کسی مذہب پر چلتا ہے۔ زندگی کے لئے ضروری ہے کہ اسے ایک راستہ پر چلایا جائے۔ اور وہ احسن طریق مذہب پیش کرتا ہے۔ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ سوشلزم کے حامیوں کے غریبوں سے ہمدردی اور رحم کے جذبات کی بنا مذہب ہے آخر مزدوروں مفلسوں کی کیوں مدد کی جائے؟ اس کا جواب مذہب کے سوا کہیں سے نہیں ملتا۔ مذہب ہی انسان میں محبت اور شفقت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ اشتراکی مزدوروں سے ہمدردی کے دعاوی تو کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے یہ جذبات مذہب کے تصور سے قائم ہیں۔ دعا پر یہ کامیاب میٹنگ ختم ہوئی۔

آئندہ کا پروگرام

آئندہ میٹنگ بروز اتوار ۱۲ دسمبر ۱۹۴۲ء بمقام مسجد احمدیہ بلڈنگس بعد از نماز مغرب منعقد ہوگی۔

صدر۔ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

تقریر۔ اسلام میں عورت کا درجہ۔ جناب چوہدری فضل الرب صاحب

" " اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی منشی عالم مولوی

شیخ محمد طفیل ایم۔ اے سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔ لاہور

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت و عافیت کیساتھ مورخہ ۷ دسمبر کو سفر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

— مورخہ ۳ دسمبر کو مسلم ہائی سکول لاہور کا معائنہ ہوا ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس تشریف لائے اور صرف ایک گھنٹہ سکول کا معائنہ فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کیساتھ سنی جائیگی کہ محترم جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری خدا تعالیٰ کے فضل سے بخار کے طویل عارضہ سے شفایاب ہو گئے ہیں صرف معمولی کمزوری باقی ہے، احباب سلسلہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ شیخ صاحب محترم کو کامل صحت عطا فرمائے۔ آمین

— اخویم چوہدری فضل الرحمان صاحب قمر پٹیالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ مستری جمیل الرحمان صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو دراز عمر عطا فرمائے اور نیک صالح بنائے آمین۔ اس خوشی میں مستری صاحب نے مبلغ دس روپے مقامی انجمن کو بطور عطیہ عنایت فرمائے ہیں جزاک اللہ احسن الجزاء۔

— جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کے صاحبزادہ کو اب نسبتاً افاقہ ہے احباب سلسلہ صاحبزادہ مذکور کی صحت کاملہ کیلئے دعا کریں۔

سانحۂ ارتحال

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ جناب حکیم محمد حیات صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب میں سے تھے بمقام پیرکوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ مورخہ ۶/۱۱/۴۲ کو وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حق کی آواز

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ٹریکٹ "نیا نظام عالم" پر تبصرہ

{ایک مسلمان مبصر کے قلم سے}

موجودہ ہولناک اور تباہ کن جنگ کو شروع ہوئے تین سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ ابھی تک بظاہر اس کے جلد ختم ہو جانے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس طویل عرصہ کے دوران میں متحارب فریقوں نے جس بیدردی کے ساتھ روپیہ اور انسانی خون پانی کی طرح بہایا ہے اور ادعائے تہذیب کے باوجود جس وحشیانہ جوش اور انتقام کے ناپاک جذبات کے ماتحت لاکھوں انسان روز مرہ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے جا رہے ہیں اس کا تصور لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم کے بعد عوام میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب دنیا کو کم سے کم پچاس سال تک امن کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اور جنگ کے ہوشربا مناظر کی داستان ایک قصۂ پارینہ ہو کر رہ جائے گی۔ مگر بیس سال کے بعد جنگ کی جس راکھ کو ہم ٹھنڈا سمجھتے تھے اس سے دفعۃً اس شدت کے ساتھ آگ کی دبی ہوئی چنگاریوں نے دیکھتے دیکھتے خوفناک اور ہلاکت بار شعلوں کی صورت اختیار کر لی کہ دنیا حقیقی معنوں میں جہنم کا نمونہ بن گئی ہے۔ جس ناقابل قیاس اور عظیم الشان پیمانے پر قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے اس کے لحاظ سے گذشتہ جنگ عظیم موجودہ جنگ کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اور اگر یہ سلسلہ دو تین سال تک اسی طرح جاری رہا تو خود یورپ کے مفکرین کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی تہذیب جس کی بنیاد مادی ترقی اور رنگ اور نسل کے غرور و تفاخر پر ہے دنیا کے امن کے لئے سب سے بڑی لعنت ثابت ہوئی ہے۔ اور جب تک اس لعنت کے وجود کو حرف غلط کی طرح نہیں مٹایا جائے گا دنیا کو امن اور چین نصیب نہیں ہوگا۔

یورپ کے مادہ پرستوں نے مذہب یا دوسرے الفاظ میں اخلاق اور روحانیت سے بے نیاز ہو کر علمی ایجادوں کو اپنی دنیاوی مشکلات کا بہترین حل سمجھ رکھا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے علوم و فنون کو حیرت انگیز فروغ دیا۔ اور انہوں نے اپنی غیر معمولی ذہنی ترقی کی بدولت دنیا کو اپنی مٹھی میں لے لیا لیکن یہ عقلی قوتوں کا ناجائز استعمال ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ بتا رہا ہے اور تاریخ بھی اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ جن قوموں نے قدرت کے اسرار کو بے نقاب کر کے اس کے لامتناہی خزائن کو قادر مطلق کی منشاء کے خلاف استعمال کیا وہ زود یا بدیر ہلاک ہو گئیں۔ یہ خزائن صرف اسی صورت میں دنیا کے لئے رحمت و برکت کا باعث ہو سکتے ہیں کہ ان سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا جائے اور دنیا میں انسانیت کا درجہ بلند کیا جائے

مثلاً دنیا میں پٹرول کے تیل کی اصلی غایت یہی ہے کہ یہ اس قدر ارزاں ہو کہ غریب سے غریب آدمی بھی رات کے وقت اپنے جھونپڑے میں دیا جلا سکے لیکن جب اسی تیل کو ہلاکت آفریں کلوں کے چلانے کے لئے اس کثرت سے استعمال کیا جائے کہ خدا کی غریب مخلوق اس کے گراں ہو جانے کے باعث اس نعمت سے محروم ہو جائے تو یہ صریح کفران نعمت ہے۔ یورپ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی کفران نعمت کا نتیجہ ہے۔

آج یورپ کے ہر ملک اور ہر قوم کی طرف سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ دنیا کی تباہی اور بربادی کو دور کرنے کے لئے ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں برادران اسلام کو مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے "نیا نظام عالم" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جس میں ممدوح نے ایک سلیس اور دلنشیں پیرائے میں قرآنی آیات کی رو سے یہ آواز بلند کی ہے کہ اگر دنیا میں کوئی نظام امن اور سلامتی کی بنیادوں کو استوار کر سکتا ہے اور جس کی وجہ سے بنی نوع انسان کے دکھ ہمیشہ تک قائم رہنے والے سکھ میں بدل سکتے ہیں تو وہ اسلام کا نظام ہے۔ اسلام کے معنے ہی صلح محبت اور امن ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:۔

اس نظام کی اساس دو باتوں پر رکھی گئی خدا ایک ہے اور سب قومیں ایک کنبہ ہیں یہی دو بنیادی باتیں ہیں جن سے دنیا میں صلح اور محبت قائم ہو سکتی ہے۔ انہی دو بنیادوں پر اسلام کی بنیاد اٹھائی گئی اور ایک عظیم الشان نظام قائم کیا گیا جو انسانوں کی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی تھا۔

اگر یورپ کی سفید فام قومیں اس نظام پر کاربند ہوتیں تو وہ نسلی غرور اور اس کے تباہ کن نتائج سے محفوظ رہتیں اور دنیا ایک عالمگیر اخوت کی سلک میں منسلک ہوتی۔ خداوند کریم ایسے غرور کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اس نے غرور کرنے والوں کو متنبہ کر دیا

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔

اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب بھیجے یا تمہیں گروہ گروہ بنا کر ابتری میں ڈالے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔

موجودہ جنگ پر یہ آیت کس قدر صاف اور واضح طور پر منطبق ہوتی ہے۔ "اوپر سے" بمبار طیارے اور "نیچے سے" جہازوں کو غرق کرنے والی آبدوزیں۔ "تمہیں گروہ گروہ بنا کر" یعنی جرمنی اٹلی، جاپان کو برطانیہ امریکہ اور روس کا مدمقابل قرار دے کر انہیں لڑائی کا مزہ چکھایا۔

جیسا کہ مولانا نے تحریر فرمایا ہے قومی تفریق اور نسلی امتیاز کی تباہ کاریوں کا سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ نسل انسانی کی وحدت کو قائم کیا جائے اور ساری نسل انسانی کو ایک کنبہ قرار دیا جائے۔ کان الناس امۃ واحدۃ (البقرہ-۲۱۳) سب انسان ایک جماعت ہیں اسلام نے کسی قوم کو قومیت کے لحاظ سے دوسری قوم پر کوئی فضیلت نہیں دی بلکہ اس کی بڑائی اعمال حسنہ پر ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں بڑا وہ ہے جو خدا کے نزدیک نیکوکار یعنی اس کے احکام بجا لانے والا ہے کالے گورے سانولے اور پیلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سب اسی کے بندے ہیں۔

اسلام اور صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو نہ صرف نسل کی وحدت کو قائم بلکہ تمام بنی نوع انسان کو محبت اخوت اور امن کی روحانی سلک میں منسلک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب تک یہ صورت پیدا نہیں ہوگی دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہوگا۔ اس بارے میں عیسائی مذہب کی تعلیم بالکل بیہودہ اور ناکام ثابت ہوئی ہے۔ عیسائیت نے اپنی دو ہزار سال کی زندگی میں کسی ملک کے اندر انسانی اخوت اور مساوات کی زندہ مثال قائم نہیں کی اور وہ کیسے قائم کر سکتی ہے جب خود اس کے گرجوں میں نسلی امتیاز روا رکھا جاتا ہے جس گرجے میں انگلستان کا بادشاہ یا وائسرائے نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں وہاں رعایا کے عام افراد کو جو سانولے یا کالے رنگ کے ہوں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ مسجد یعنی خدا کے گھر میں شاہ و گدا ایک ہی صف میں سربسجود نظر آتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز (اقبال)

ہندو مذہب میں اچھوتوں کو اس قدر ذلیل پست اور ناپاک سمجھا جاتا ہے کہ اعلےٰ ذات کے ہندو ان کے سائے تک سے پرہیز کرتے ہیں انہیں سڑک پر چلنے کی اجازت نہیں جن پر برہمن اور دوسرے ہندو گذرتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب بھی انسانی اخوت اور مساوات کے اعتبار سے اس معیار پر پورے نہیں اترتے جو اسلام نے قائم کر رکھا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس لئے اس کا یہ دعوٰے بالکل صحیح ہے کہ اسلام غیر مسلموں تک کے حقوق کا بھی ویسا ہی محافظ ہے جیسا مسلمانوں کے حقوق کا۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے تاجدار اپنی عیسائی رعایا سے ایسا فیاضانہ اور ہمدردانہ سلوک کرتے تھے کہ ان کے دوسرے ہم مذہب بھی اپنے عیسائی حکمرانوں کے علاقوں سے نکل کر سلطان کی رعایا بن جاتے۔ کیونکہ اسلامی حکومت میں ان کو معاشری اقتصادی اور تجارتی پہلو سے ایسی رعائتیں دی جاتی تھیں جو عیسائی حکومت میں انہیں قطعاً حاصل نہ تھیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کا حسن سلوک جس کی تفصیل سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں مذکورہ بالا دعوٰے کا ایک روشن ثبوت ہے۔

میں اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندوستان میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک فعال جماعت ہے جو اپنے تبلیغی فرائض کو پوری سرگرمی اور خلوص سے بجا لا رہی ہے۔ "نیا نظام عالم" کے متعلق جو آواز اس کے فرض شناس امیر نے اٹھائی ہے وہ صرف اسی صورت میں مطلوبہ نتائج پیدا کر سکتی ہے کہ یہ ان کانوں تک پہنچائی جائے جو موجودہ جنگ کے بعد دنیا میں ایک نیا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نظام ایک بہت بڑا انقلاب ہوگا۔ کیا اچھا ہو اگر ہندوستان کی تمام تبلیغی انجمنیں اس انقلاب کی تشکیل کے لئے مشترکہ کوشش اور اتحاد عمل سے کام لیں تاکہ جو آواز اٹھائی گئی ہے اس کی گونج کا سلسلہ برابر جاری رہے اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "نیا نظام عالم" کا ترجمہ نہ صرف انگریزی بلکہ جہاں تک ہو سکے دوسری زبانوں میں بھی کیا جائے تاکہ دنیا کو اپنی نجات کا رستہ معلوم ہو جائے ؛

امم سابقہ میں پردہ

اسلامی پردہ عورت کی عزت قائم کرنے کیلئے ہے

خدا کا شکر ہے کہ اسلام کی متمدنی اصلاحوں کی بابت متعصب اور دشمن عیسائی مصنفوں نے جو غلط بیانی اختیار کی ہے۔ وہ اب دن بدن دور ہو رہی ہے اور اسلام کے آفتاب کی کرنیں اب گمراہی کی گھٹا دور کر کے روشنی کی شعاؤں کو پھیلا رہی ہیں۔ کثیر الازدواجی اسلام کا کوئی ضروری اور خاص اصول نہیں۔ اور اجازت طلاق کے محاسن کو تو خود اہل یورپ نے تسلیم کر لیا ہے اور باوجودیکہ ان کا مذہب اس ضرورت انسانی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا تاہم انہوں نے خود ساختہ قانون ملکی کی رو سے اجازت طلاق سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔

. . . .

جس طرح کثیر الازدواجی کو ایک خاص اسلامی اصول سمجھنا غلطی پر مبنی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ عورتوں کی خلوت خالص اسلامی حکم ہے۔ زمانہ قدیم کے مہذب یونانی اور اہل روما اپنی عورتوں کو مردوں سے حجاب کراتے تھے۔ اور کون شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ ان دنوں یونان تہذیب اور علم میں ساری دنیا کا سرتاج تھا۔ فلسفہ اور ہر قسم کی صنعت کا گھر تھا۔ اس میں افلاطون اور سقراط جیسے جلیل القدر انسان پیدا ہوئے۔ لیکن ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ عورت کو وہ چنداں قابل وقعت نہ سمجھتے تھے۔ پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یورپ کی تاریخ اگسٹس سے چارلی میگن کے زمانہ تک میں لکھتے ہیں۔ کہ یونانی قوانین کے رو سے عورتوں کو گھر کے اندر پردے میں رکھا جاتا تھا۔ اور سوائے خاص ضرورت کے ان کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

اہل یونان عورت کے لئے کوئی حقوق تسلیم نہ کرتے تھے اور ان کو وراثت سے بھی محروم سمجھتے تھے۔ کوئی یونانی لڑکی اپنی مرضی کے مطابق شادی نہ کر سکتی تھی۔ اس کو اپنے باپ کے حکم کے تحت پردہ میں رہنا پڑتا تھا۔ اور اگر کوئی لڑکی اپنے والدین کی ذرا بھی نافرمانی کرتی تو اس کے باپ کو اختیار تھا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالے۔ حرم کا رواج یونانیوں میں عام تھا۔ اور شہر ایتھنز میں زنانخانوں پر پہرہ رہتا تھا۔ روم میں بھی مردوں کو بحیثیت باپ یا خاوند عورت پر پورا اختیار تھا۔ اور ان سے لونڈیوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا اور اکثر اوقات مرد عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا ہتک سمجھتے تھے۔

براعظم ایشیا میں تمدنی تہذیب کے لحاظ سے اہل فارس سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان دنوں دربار فارس مابعد کے دربار پیرس کی طرح بارونق تھا۔ لیکن باوجود اس ترقی اور روشنی کے اہل فارس عورتوں کے بارے میں بڑے سخت تھے اور ان کو زیر حراست رکھتے تھے۔ چین اور کوریا میں بھی عورتوں کو مستور اور محجوب رکھا جاتا تھا ہندوستان میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پردہ تو نہ تھا۔ لیکن ذاتوں کی حد بندی اور رسموں کی کثرت کی وجہ سے عورتوں کا تو کیا ذکر مرد بھی کھلی طرح آپس میں مل نہ سکتے تھے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر تاریخ مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوگا، کہ مرد عورت کا میل ملاپ سوائے ستر کی حدود و طرز کے کبھی کسی حصہ دنیا میں نہیں ہوا۔ اور موجودہ ملاپ کی تحریک بیسویں صدی عیسوی کے ابتدا میں امریکہ سے شروع ہوئی۔ خود انگلستان میں آج سے دو نسل پہلے عورتیں الگ تھلگ زندگی بسر کرتی تھیں اور بہ نسبت آجکل کے مردوں سے بہت پرہیز اور حجاب کرتی تھیں۔ کوئی شریف زادی بغیر کسی محافظ عورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ کرایہ کی گاڑی کی چھت پر اکیلے بیٹھنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آج کل کا مروجہ انگریزی لباس باعث ننگ سمجھا جاتا تھا۔ ناچ اور فوری شادی یہ سب اس قسم کی باتیں ہیں کہ اگر ان دنوں ان کا ذکر کیا جاتا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے جس طرح ہندوستان میں ذات پات کی قیود تھیں۔ اسی طرح یورپ میں مراتب اور طبقات کی حدود تھیں۔ اور اس طرح مرد اور عورتوں کو کھلے بندوں ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کا پردہ میں الگ رہنا باعث عزت اور فخر ہے نہ کہ ننگ و عار۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس متبرک امر کے رواج دینے والے عورت کی بے حد عزت کرتے تھے۔ طرز معاشرت حیوانی زندگی سے بہت بہتر اور عمدہ ہے۔ اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ پردہ کے معنی عورتوں پر بے اعتباری اور شک کرنا ہے۔ برخلاف اس کے اس میں تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک مرد عورت کی پاک اور متبرک صحبت کے لائق نہیں۔ جب عورتیں نقاب ڈال کر نکلیں تو وہ سب کو دیکھ سکتی ہیں۔ لیکن مرد ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ گویا کہ مرد کی نسبت عورت پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

پردہ اور حجاب وغیرہ کا رواج ایشیا اور یورپ سب ملکوں میں رائج معلوم ہوتا ہے۔ جب انسان کے دل میں عزت کا خیال بڑھ گیا اور عورت کی عفت و عصمت کا معیار زیادہ بلند ہو گیا۔ تو عورتوں کو بعض بدمعاشوں کی پر شہوت نگاہوں سے بچانے کا خیال آیا۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانوں میں مرد و عورت دیگر حیوانوں کی طرح یکجا رہتے تھے۔ لیکن جوں جوں تہذیب بڑھتی گئی۔ مردوں کو یقین ہو گیا کہ مرد کی نسبت عورت زیادہ متبرک اور پاک ہے۔ اس کی گود میں آنیوالی نسل کی قسمت کا فیصلہ ہے اس واسطے مرد و عورت کو مختلف کام اور فرائض تفویض ہونے چاہئیں۔ مرد محنت۔ مشقت کا کام کریں اور عورتیں آسان اور نرم فرائض انجام دیں۔ قدرتی طور پر انسان قیمتی اور عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے اور جس قدر قیمتی کوئی موتی ہو اسی قدر زیادہ حفاظت سے اسکو مضبوط ترین صندوقچوں میں رکھا جاتا ہے انسائیکلوپیڈیا میں "حرم" کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں:۔

"مشرق میں مرد و عورت کی تمیز کے لئے عورت کا محجوب اور مستور رہنا بہت قدیم زمانے سے مروج ہے اور اس واسطے اس کی ابتدا قرآن سے پہلے زمانے میں تلاش کرنی چاہیئے قرآن تو صرف ایک عالمگیر رواج کے قواعد بنا کر اس کو ترتیب دیتا ہے"

مندرجہ بالا الفاظ کا لکھنے والا اگر یہ بھی لکھ دیتا کہ حرم یا پردہ کا رواج مشرق کے ساتھ مخصوص نہیں تو راستی سے بعید نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ دنیا کے ہر حصے میں عورتیں مردوں سے حجاب کرتی تھیں۔ اور عوام الناس کا خیال تھا کہ عورت ایک پاک اور متبرک چیز ہے۔ اور اس کی حفاظت اور منزلت لازمی ہے۔ ان دنوں لوگوں کا مال و متاع یا عزت اس قدر محفوظ نہ ہوتی تھی جس قدر کہ آج ہے جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا زمانہ تھا۔ اور ایک طاقتور آدمی یا قوم اپنے کمزور بھائی کی گھر بار و عورتوں پر قبضہ کرنا کوئی جرم نہ سمجھتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک خوبصورت عورت پر قبضہ پانے کے لئے نہ صرف فرد واحد بلکہ قبیلے اور قومیں آپس میں لڑ مرتی تھیں، ہندوستان میں سیتا جی کی خوبصورتی اور مصر میں کلوپیٹرا کی عشوہ گری نے اپنے اپنے ملک کی تاریخ میں بڑے بڑے جنگ کرائے، بہت سے قبیلوں کے مل کر ایک قوم بننے اور بین الاقوامی قوانین کے مرتب ہونے سے کہیں پہلے عورت کا حسن تباہی اور تکلیف کا باعث ہوا ہے۔ مرد عورت کے لئے ایک دوسرے سے اس طرح لڑتے تھے جس طرح دو وحشی جانور مادہ کے لئے لڑتے ہیں۔ اس عالمگیر خطرے سے بچنے اور عورتوں کی عزت اور عفت کی حفاظت کرنے کے لئے عورتوں کو جو کہ قدرتی طور سے کمزور اور ناقابل حفاظت خود واقع ہوئی ہیں ان کو پردہ میں رکھنے کا رواج دنیا میں پھیل گیا۔

اہل یورپ میں مادہ پرستی کا میلان شروع سے اس قدر رہا ہے کہ آج تک اس جگہ نہ کوئی نبی مبعوث ہوا ہے اور نہ ہی کسی مذہب کی بنیاد رکھنے کا اسکو فخر حاصل ہوا ہے۔ اور آج بھی باوجود اس قدر ترقی کے مشرق ہی کے ایک نبی اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس اجنبی پیغمبر کے کلام کا مفہوم وہ ٹھیک طور پر نہیں سمجھے اور ایک عاجز انسان کو مسند الوہیت پر بٹھانے کی غلطی کے مرتکب ہوئے جس طرح ان میں روحانیت کبھی نہیں آئی اسی طرح عورت کی عزت اور وقعت کا خیال بھی ان کے وہم میں نہیں گذرا وہ عورت کو اپنے جیسا گنہگار سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایشیا میں جسقدر شریف یا معزز کوئی خاندان ہے اسی قدر زیادہ عورت کو متبرک اور پاک سمجھتا ہے اور اگر کوئی اوباش آدمی کسی کی بہو بیٹی یا بیوی کو نظر بد سے دیکھے یا ان کی حرمت میں خلل انداز ہو تو وہ فوراً اس کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، جب تمدن نے اور بھی ترقی کی اور عورت کا رتبہ اور بھی بلند ہو گیا تو عورتوں کا غیر مردوں کے ساتھ ملنا معیوب خیال کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اس بات کا خیال ہوا کہ کسی مرد کو عورت کی بے حرمتی کا موقعہ ہی نہ دیا جائے اور اس کا واحد ذریعہ پردہ اور حجاب سمجھا گیا۔ غالب سب سے سخت پردہ ہندوستان میں کیا جاتا تھا۔ خود اہل ہنود میں پردہ بالکل رائج نہ تھا جب غیر ملک کے باشندوں نے ان کو مغلوب اور مفتوح کر لیا تو وہ اپنی عورتوں کو سخت پردہ کرانے لگ گئے۔ مسلم ممالک میں عورتیں منہ پر نقاب ڈال کر بازاروں میں جاتیں اور مردوں سے گفتگو کر سکتی تھیں لیکن ہندوستان میں آکر انہوں نے یہ آزادی بھی محدود کر دی اور ہر ہندو مسلم شریف زادی بالکل چاردیواری میں رہنے لگی۔ پردہ کی بنیاد عورت کی عزت اور وقعت کے خیال پر ہے اور اس کا ایک کافی ثبوت یہی بات ہے کہ جس قدر معزز اور اعلیٰ خاندان ہوتا تھا اس گھر کی عورتیں اسی قدر زیادہ پردہ کرتی تھیں یا بالفاظ دیگر پردہ شرافت اور عزت کا معیار بن گیا ہے اور سوائے عام اور کم حیثیت عورتوں کے کوئی عورت بازار میں نظر نہیں آ سکتی۔

ایک زمانہ تھا کہ ایک یورپین میم صاحبہ کو بھی زنانہ میں جانے کی اجازت نہ ملتی تھی کیونکہ ان کے خلاف اہل ہند کے لئے یہ کافی شہادت تھی کہ وہ کھلم کھلا مردوں سے ملتی ہیں اور اس واسطے وہ کوئی اعلیٰ پایہ کی خاتون نہیں ہو سکتیں۔ عیسائی مشنری عورتوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کیلئے بہت زور لگایا۔ لیکن اس سے زنانخانے میں آنے کی اجازت ان کے لئے بند ہو گئی۔ ایشیائی لوگ فطرتی طور پر زود حس اور اعلیٰ خیالات والے ہیں ان کی تہذیب اور ترقی بھی یورپ سے قدیم تر ہے۔ جب انہوں نے عورتوں کو پردہ کرانا شروع کیا تو ان کا مدعا عورتوں پر بدظنی یا بے اعتباری نہ تھا۔ برخلاف اس کے پردہ کی وجہ عفت اور عصمت کے معیار کا بہت بلند ہونا تھا۔ انہوں نے عورت کا بار بھی خود اٹھانا گوارا کیا۔ اور ان کی حفاظت اور خوراک وغیرہ سب اپنے ذمہ لے لیا۔ آج بھی مشرق میں مرد ہی پسینہ بہا کر عورت کی ضروریات بہم پہنچایا کرتا ہے۔ عورت کو آرام اور راحت میں رکھنے اور محنت مشقت سے بچانے کے لئے مرد خود محنت مزدوری کرتے ہیں اور اکثر دفعہ اپنے عیال کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے بیچارے مرد کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ عورتوں کی خوشنودی اور راحت کے لئے ایشیائی مرد یورپین مردوں سے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایشیائی مردوں نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً جو قدر و منزلت عورت کی کی۔ اس کا نتیجہ ان قوانین اور رسموں کا بنتا ہوا۔ جو مسلمان بادشاہوں کے ماتحت غیر مسلموں میں رائج تھیں۔ مسلمانوں کا مذہب ان کو حکم دیتا ہے کہ غیر مسلم رعایا سے احسن سلوک کریں۔ اور قول اور فعل کی کامل آزادی دیں اور ان کی راہ و رسم میں مانع نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان فاتحین نے یورپ کے عیسائیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے ہی قوانین اور کچہریاں جاری رکھیں۔ لیکن انجامکار یہی آزادی مسلمان سلطنتوں کے زوال کا باعث ہوئی۔ بعض نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور بعض نے اسقدر حقوق اور وثوق حاصل کر لئے کہ ان کو قابو میں رکھنا ناممکن ہو گیا۔ اسی طرح مسلمان مردوں کو عورت کی عزت اور وقعت کا از حد خیال تھا۔ وہ اسکو ایک پاک اور متبرک خزانہ سمجھتے تھے اور عوام کی نظروں سے اسکو محفوظ کرنے کے لئے انہوں نے حرم اور پردہ کو رواج دیا۔

پردہ اور حرم کے مقدس رواج سے بھی بعض شہوت پرست امراء نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اسلام ہرگز غلامی کی اجازت نہیں دیتا اسلام نے تمام نسل انسانی کو آزادی مساوات اور برادری کی مسند پر بٹھا دیا۔ اور غلاموں کو آزادی حاصل کرنے کی تمام سہولتیں پیدا کر دیں۔ نسل انسانی کی ابتدا سے عورتوں کو لونڈیوں کی طرح قید رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے ان کو مرد کا ہمسر اور ہم پایہ بنا دیا اور انسانی حقوق میں مراتب یا تذکیر و تانیث کے فرق کو دور کر دیا۔ اگر بعض نام نہاد مسلمان بادشاہوں یا امیروں نے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بعض اصولوں کا ناجائز استعمال کیا تو اسمیں مذہب کا کیا قصور۔ ترکی بادشاہوں یا ہندی نوابوں کے حرم سرا اور زنانخانے ضروری طور پر اسلامی تمدنِ زندگی کے مطابق نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی عورتیں شریعت کے احکام پر وعظ کیا کرتی تھیں۔ میدان جنگ میں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اگر ضرورت پڑے تو دشمن سے مقابلہ کرنا بھی فخر سمجھتی تھیں۔ ترکی اور ہندوستان میں جو حرم سرا اور زنانخانے ہیں وہ ایرانی تہذیب کا نتیجہ ہیں۔ لیکن یہ بھی بہت سے دیگر درباروں سے بدرجہا بہتر اور قابل ترجیح ہیں ؛ (باقی آئندہ)

شکریہ احباب

جن احباب نے جلسہ فنڈ کی اپیل پر فوری عمل درآمد کر کے جلسہ فنڈ کی رقم ارسال کر دی ان سب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، ایسے احباب میں سے بعض کے نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ دوسرے احباب بھی جلد توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

۱۔ جناب شیخ میاں محمد صاحب لائل پور۔
۲۔ چوہدری عبدالحق صاحب
۳۔ سید عبدالجبار شاہ صاحب
۴۔ خانصاحب سید عبدالمجید صاحب
۵۔ جماعت کوسم سر۔
۶۔ بیگم صاحبہ محمد صفدر صاحب
۷۔ جماعت گوجرانوالہ۔
۸۔ شیخ محمد حسین صاحب گورنمنٹ کنٹرکٹر۔
۹۔ مسٹر حمید اصغر صاحب۔
۱۰۔ خواجہ محمد اصغر صاحب۔
۱۱۔ بابو غلام قادر صاحب۔
۱۲۔ میاں عبدالغنی صاحب۔
۱۳۔ ملک لال خاں صاحب۔
۱۴۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب۔
۱۵۔ عملہ دفاتر انجمن
۱۶۔ ملک امیر بخش صاحب
۱۷۔ قاضی نذیر الاسلام صاحب
۱۸۔ مولوی محمد فاضل صاحب
۱۹۔ مولوی فقیر اللہ صاحب
۲۰۔ حاجی الہ دین صاحب
۲۱۔ خان بہادر میاں غلام رسول صاحب۔
۲۲۔ مرزا جمال الدین صاحب
۲۳۔ ڈاکٹر محمد جمال صاحب
۲۴۔ میاں فضل دین صاحب
۲۵۔ مرزا حمید الدین صاحب
۲۶۔ میاں عصمت اللہ صاحب
۲۷۔ مولانا آفتاب الدین صاحب
۲۸۔ خان بہادر میاں محمد صادق صاحب
۲۹۔ شیخ محمد طفیل صاحب۔
۳۰۔ پروفیسر سعد اختر صاحب
۳۱۔ چوہدری علی احمد صاحب
۳۲۔ سید امجد علی شاہ صاحب
۳۳۔ حکیم محمد محسن صاحب
۳۴۔ بابو فضل رب صاحب
۳۵۔ حکیم محمد حسن صاحب
۳۶۔ بابو عبدالحق صاحب
۳۷۔ ایم اے فاروقی صاحب
۳۸۔ شیخ محمد بخش صاحب
۳۹۔ مسٹر شریف احمد صاحب
۴۰۔ این۔ اے۔ فاروقی صاحب
۴۱۔ مسٹر محمد عباس صاحب۔
۴۲۔ چوہدری معراج دین صاحب
۴۳۔ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب
۴۴۔ خان بہادر چوہدری روشن دین صاحب
۴۵۔ بابو عبدالحمید صاحب۔

خواتین کو دعوت جلسہ

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ خواتین کا جلسہ ۲۸ دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے اس جلسہ میں شرکت کی دعوت کے لئے مطبوعہ اشتہار احباب کے نام بھیجے جا رہے ہیں۔ احباب سے گذارش ہے کہ ان اشتہارات کو بھی اپنے حلقۂ احباب میں اور مختلف گھروں میں تقسیم فرما دیں۔ اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آج کل کاغذ کی گرانی کی وجہ سے اشتہارات وغیرہ پر بہت لاگت آتی ہے اسلئے کوئی اشتہار ضائع نہیں ہونا چاہیئے ؛

جلسہ کے متعلق خط و کتابت

بعض احباب جلسہ کے متعلق خط و کتابت میرے نام پر کرتے ہیں اس کے متعلق میں اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جلسہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مہتمم صاحب جلسہ کے نام ہونی چاہیئے جو ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ہیں۔ میرے نام پر نہیں ہونی چاہیئے۔ میں محض چند روز کے لئے مہتمم صاحب کی برتری بھی امداد کر رہا ہوں۔

جلسہ فنڈ

حضرات مبلغین میں سے سب سے پہلے جنھوں نے احباب سے جلسہ فنڈ فراہم کر کے ارسال کیا ہے وہ حافظ عبدالرشید صاحب ہیں جو آج کل ڈیرہ غازی خاں کا دورہ کر رہے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے کہ ہمارے دوسرے مبلغین کرام بھی اس ضروری فنڈ کی فراہمی کی طرف توجہ مبذول فرما کر اپنے فرض منصبی کو ادا کریں گے۔

بعض جماعتوں کے سکرٹری صاحبان نے بھی اپنی اپنی جماعت کا جلسہ فنڈ ارسال کر دیا ہے۔ مثلاً جماعت گوجرانوالہ۔ جماعت کوسم سر۔ جماعت ملتان امید ہے کہ ہماری دوسری جماعتیں بھی جلد توجہ فرمائیں گی۔ جلسہ فنڈ کا جلسہ کے انعقاد سے پہلے آجانا نہایت ضروری ہے تاکہ اجناس وغیرہ خریدنے میں آسانی ہو۔

(مرتضیٰ خاں۔ برائے مہتمم جلسہ سالانہ)

نیا نظام عالم

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تازہ تصنیف

حال ہی میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک تازہ ٹریکٹ زیب رقم فرمایا ہے جس کا نام "نیا نظام عالم" ہے ٹریکٹ کا مضمون نام سے ظاہر ہے۔ اس ٹریکٹ کی ... کاپیاں مفت اشاعت کے لئے مختلف احباب کے نام ارسال کی جا رہی ہیں۔ احباب ان کو نہایت احتیاط سے مناسب طریق پر تقسیم فرمائیں ؛

جمعیۃ العلماء ہند کی خدمت میں دوبارہ گذارش

از جناب قاضی ثناء اللہ صاحب

اخبار پیغام صلح مؤرخہ ۱۹ ... نومبر ۱۹۴۲ء میں ایک مضمون بعنوان "جمعیۃ العلماء ہند کی خدمت میں ایک گذارش" چھپا تھا۔ جس میں انجمن جمعیۃ العلماء ہند کے ایک ریزولیوشن کی طرف کارکنان انجمن کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ ایک نقل اُس ریزولیوشن کی اخبار پیغام صلح میں برائے اشاعت ارسال فرما کر ممنون فرمادیں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کارکنان جمعیۃ العلماء ہند نے بالکل صاف انکار کر دیا ہے۔ جریدہ شہباز مؤرخہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۲ء میں مولانا احمد سعید صاحب نائب صدر جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے ایک بیان جناب محمد وحید الدین صاحب قاسمی نے شائع کیا ہے۔ اس تردیدی بیان میں نائب صدر تحریر فرماتے ہیں کہ نہ تو جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس میں کوئی ایسی تجویز کی گئی اور نہ ہی کوئی اس قسم کی گفتگو ہوئی جس میں یہ ذکر آیا ہو کہ احمدیہ جماعت بھی چونکہ کلمہ طیبہ پڑھتی ہے اس لئے مسلمان ہے۔ اب اس مضمون کو دیکھ کر میرے لئے دو ہی رستے کھلتے ہیں یا تو میں اقرار کروں کہ جو مضمون میری طرف سے شائع ہوا ہے وہ کسی غلط فہمی پر مبنی ہے یا دو معزز غیر از جماعت احباب کی طرف سے حلفیہ بیان شائع کروں تاکہ میری بریت ہو جائے۔ اسلئے دوسری صورت یعنی دو معزز احباب کی حلفیہ گواہی پیش کرتا ہوں۔

گواہ اول صوبیدار شمس الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر ممبر مجلس عاملہ انجمن اسلامیہ چھاؤنی لاہور۔

"میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس میں جو لاہور میں منعقد ہوا ایک ریزولیوشن بدیں مضمون پیش ہوا کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ چنانچہ جب ریزولیشن کھلے اجلاس میں پاس ہو گیا اور جلسہ منتشر ہوا تو ہم تین اشخاص جلسہ گاہ سے باہر سڑک پر پہنچے اتفاقاً وہاں حضرت مولانا احمد سعید صاحب بھی کھڑے تھے۔ آغا مظفر علی خانصاحب نے مولانا صاحب سے دریافت فرمایا کہ کفر کے متعلق جو ریزولیوشن پاس ہوا ہے کیا وہ احمدیہ جماعت پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا کہ وہ کلمہ کو پڑھتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب جو ہمارے ساتھ تھے انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر سنایا۔ سن کر مولانا فرمانے لگے کہ جب احمدیہ جماعت بھی کلمہ طیبہ ہی پڑھتی ہے تو پھر وہ اس قرارداد کے مطابق مسلمان ہی ہے۔ پھر مولانا صاحب تانگے پر سوار ہو کر برکت علی محمڈن ہال کی طرف تشریف لے گئے۔" (شمس الدین صوبیدار بقلم خود)

گواہ دوئم:۔ آغا مظفر علی خانصاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ گرلز سکول چھاؤنی لاہور۔

"میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ صوبیدار صاحب کا بیان بالکل درست ہے۔" (مظفر علی بقلم خود)

اب میں اخیر میں گذارش کرتا ہوں کہ حضرت مولانا صاحب پھر ایک دفعہ اپنے حافظے پر زور دیں۔ ممکن ہے کہ ان کو یاد آجائے آخر دو معزز گواہ اور تیسرا یہ خاکسار عمداً خلاف واقعہ بیان نہیں دے سکتے۔ مجھے تو وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں ...... مگر دوسرے احباب جو غیر از جماعت ہیں کس طرح حق کو چھپا سکتے ہیں۔ اور پھر جمعیۃ العلماء کا اسبات کے مان لینے میں بگڑتا ہی کیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مولوی صاحبان فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک اسلامی اس کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ اور اگر جناب نائب صدر صاحب فرمائیں کہ چودھویں صدی میں یہ باتیں نہیں چل سکتیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر شیعہ صاحبان پر بھی کفر کا فتوےٰ عائد کر دیں گے اور پھر اور ترقی کر کے مصطفےٰ کمال پاشا مرحوم پر بھی جنہوں نے مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا۔ خلیفۃ المسلمین کو برطرف کر دیا۔ نماز کو ترکی زبان میں رائج اور پردہ کو بالکل ہی اڑا دیا۔ انگریزی ٹوپی اور انگریزی لباس کو رائج کیا اور بالآخر سوئٹزرلینڈ کا قانون ملک میں نافذ کر دیا۔ عربی حروف کو اڑا کر رومن حروف میں قرآن مجید تک شائع کرنے کا حکم دیا۔ اور جن علماء نے مخالفت کی ان کو بحیرہ مارمورا میں غرق کر دیا۔ اب ترکی کے اہل سنت اور ایران اور ہندوستان کے شیعوں پر ضرور کفر کا فتوےٰ لگانا پڑے گا۔ ہندوستان بیچارا تو پہلے ہی سے اس موذی مرض کا شکار ہے چنانچہ جناب مولوی محمد احمد صاحب جو مسجد وزیر خاں کے امام ہیں۔ اور جناب مولوی دیدار علی شاہ صاحب کے فرزند ہیں وہ اپنے ایک رسالہ میں تمام ان علماء کو جو دیوبندی خیالات کے ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں کافر قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کی تحریر نے جناب نائب صدر کو بھی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"ناظرین سے فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ کیا ایک ہی عقیدہ رکھنے کی بنا پر دو جماعتوں میں سے ایک مسلمان کہلائے اور دوسری کافر کیسی اندھیر نگری ہے۔ مرزا کو کافر اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ ختم نبوت کی تفسیر میں اجماع امت کا منکر ہے۔ تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور کے بعد نبی نہیں آسکتا۔ اگر نبی کا آنا مان لیا جائے تو حضور خاتم النبیین نہیں رہتے اور قرآن شریف کی آیت متعلقہ ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی کی تکذیب لازم آتی ہے لیکن مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے آیت و حدیث محولہ بالا کی صریحاً تکذیب کی ہے چنانچہ اصل عبارت یہ ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۱۶ بلکہ بالفرض آپکے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا اور پھر کہا کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اب جمعیۃ الاحناف اور جماعت المسلمین بتائے کہ میرزائے قادیانی کا قصور اس سے زیادہ کیا ہے کہ مرزا نے قاسم نانوتوی کے مزعومہ عقیدہ کو عملی جامہ پہنا دیا۔ اول الذکر نے اس عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جس کا بنیادی پتھر مؤخر الذکر نے رکھا تھا۔ پھر بھلا یہ کہاں کا ایمان ہے کہ مدعی نبوت تو کفر کی زنجیروں میں جکڑا جائے اور ٹھیکیدار نبوت بھرم کی ٹٹی کے آڑ میں پختہ اور راسخ الاعتقاد مسلمان سمجھا جائے"

دیکھو دیوبندیوں کے کفر کی کہانی ان کے اکابر کی زبانی نمبر ۲ صفحہ ۲۷ شائع کردہ بزم تنظیم متصل مسجد وزیر خان شعبہ تبلیغ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

اب جناب نائب صدر صاحب غور فرمائیں کہ وہ بھی معہ اپنی جماعت کے کفر کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ شعر علمائے اسلام کی حالت پر بالکل صادق آتا ہے۔

> کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
> بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

اگر علماء تھوڑے سے تدبر اور بردباری سے کام لیں تو یہ تمام مسائل کفر بازی کے حل ہو سکتے ہیں اور جو کچھ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق علماء احناف اور جو کچھ حضرت میرزا صاحب کے متعلق علماء دیوبند لکھتے ہیں ان کا حل صوفیائے کرام کی کتابوں سے ہی ہو سکتا ہے مثلاً ایک قسم کی نبوت کا اجرا حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی مانتے ہیں ملاحظہ ہو۔

> فکر کن در کار نیکو خدمتے
> تا نبوت یابی اندر امتے

پھر فرماتے ہیں:۔

> آں نبی وقت خویش است اے مرید
> تا از و نور نبی آید پدید

مثنوی کے ان اشعار میں جناب مولانا احمد سعید صاحب کے لئے بھی سبق ہے اور نائب صدر کے لئے بھی۔ کیونکہ جو نبوت جاری ہے وہ مستقل نبوت نہیں بلکہ فنا فی النبوت والی ہے۔ ظلی بروزی مجازی نبوت ہے۔ چنانچہ حضرت میرزا صاحب رسول کریمؐ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

> وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
> نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
> سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بڑھکر
> لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
> اس نور پہ فدا ہوں اسکا ہی میں ہوا ہوں
> وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

جلسہ کی تاریخوں کا اعلان

جیسا کہ اس سے قبل اخبار میں ضمناً شائع ہو چکا ہے امسال حسب سابق جلسہ سالانہ کی تاریخیں:۔

۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء

جمعہ ہفتہ اتوار

ہوئی ہیں۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۲ء کو خواتین کا جلسہ ہوگا جس کے بعد دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔

(مرتضےٰ خان برائے مہتمم جلسہ)

حیدرآباد کا معاہداتی موقف

خلافت کا ایک معیار آزادی و خود مختاری ہے۔ ہر ہندی مسلمان بخوبی واقف ہے کہ حیدرآباد کا آئینی و معاہداتی موقف ایک آزاد و خود مختار مملکت ہے جو باہمی معاہدات کے ذریعہ برطانوی حکومت کی حلیف ہے۔ لیکن بیرونی غلط پروپیگنڈے نے بعضوں کو اس فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے کہ حیدرآباد آزاد مملکت نہیں اور اس بکری والے کی طرح دھوکہ میں ہیں جسے یقین دلایا جا رہا ہو کہ وہ بکریاں نہیں بلکہ کتے لے جا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے نے وہ فضا پیدا کر دی ہے کہ بعض ذمہ دار لیڈر بھی غیر شعوری طور پر مفتون نظر آ رہے ہیں اسلئے ضروری ہوا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ غلط پروپیگنڈا کی ظلمت سے ہٹ کر حیدرآباد سیاسی حیثیت کی روشنی میں کیا ہے؟ یہ کوئی نیا مضمون نہیں بلکہ بارہا مفکرین ملک نے اس پر روشنی ڈالی ہے جن میں بعض بین الاقوامی قانون کے ماہر بھی ہیں۔

مفہوم آزادی

وہی ملک آزاد تصور کیا جائے گا جو کسی دوسرے ملک کے زیر اقتدار نہ ہو اپنے اندرونی معاملات میں آزاد ہو اور بیرونی معاملات میں کلیتہً کسی دوسرے کا محکوم نہ ہو۔ مشہور عالم فلی مور آزادی کے لئے حسب ذیل لوازم شمار کرتا ہے" (۱) ملک میں کسی دوسرے کا غلبہ نہ ہو (۲) اپنی حفاظت خود کرنے کا اختیار ہو (۳) اپنی حکومت کے تعین کا کلیتہً اختیار ہو (۴) قومی وسائل کو کام میں لانے کا اختیار ہو (۵) بیرون ممالک کے مقبوضات و حقوق حاصل کرنے کا اختیار (۶) ملک کے جملہ افراد و اشیاء پر قدرت"۔

(ماخوذ از مبادی سیاسیات)

اقتدار اعلےٰ

اس زمانہ میں مختلف ممالک ایکدوسرے سے اس قدر وابستہ ہیں کہ نام نہاد آزاد ملک بھی مکمل طور پر آزاد نہیں کہے جا سکتے۔ قانون بین الممالک کی پابندی ہر مہذب و متمدن ملک پر لازمی ہوتی ہے۔ دوسروں کے حقوق کا احترام۔ خاص طور پر معاہداتی اقرارات خود مختار اور طاقتور سے طاقتور ملک پر بھی پابندیاں اور تحدیدات عاید کرتے ہیں اور کوئی ملک محض من مانی حکمت عملی پر کاربند نہیں ہو سکتا۔ کسی ملک کی آزادیٔ عمل پر سخت ترین بندش قائم کرنے کے باوجود متعلقہ ممالک کی آزادی غیر متاثر رہتی ہے۔ کسی خود مختار ملک کے لئے قانون بین الممالک کی غرض سے مقتدر اعلیٰ ہونا کافی ہے۔ اگر وہ مکمل خود مختار ہونے کے بجائے بہت سی باتوں میں کسی کا دست نگر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں چنانچہ لارڈ فنلے نامور جج عدالت بین الممالک ہیگ اپنے ایک فیصلہ میں لکھتا کہ

" یہ ظاہر ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے لئے کچھ نہ کچھ خود مختاری کا ہونا ضروری ہے لیکن اقتدار اعلیٰ کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مکمل خود مختار بھی ہو"

اقتدار اعلےٰ کی قانون بین الاقوام کی مستند کتابوں میں یہ تعریف کی جاتی ہے کہ کسی مملکت کو اپنے داخلی و خارجی معاملات میں دوسری سلطنت کی منظوری یا رضامندی کی ضرورت نہ ہو۔ خارجہ تعلقات کے غیر محدود اختیارات حاصل ہوں۔ اور ان امور میں کوئی دوسری مملکت دخل دہی نہ کر سکے۔ لیکن غیر محدود اختیارات کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ کوئی ملک من مانی کاروائی کرے آزاد ملک پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی مساوی خود مختاری کا احترام کرے اور اس کے معاملات میں دخل دہی نہ کرے۔ اور باہمی مفاد و معاہدات کے تحت بھی پابندی قبول کی جاتی ہے۔ اسلئے غیر محدود اختیارات کے معنے یہ نہیں کہ دوسروں کی آزادی و معاہدات کا احترام کئے بغیر جو چاہے کرے۔ یہ انسانیت نہیں درندگی ہے۔ اقتدار اعلیٰ کی تعریف کے تعین میں مقدمہ میگل بنام سلطان جوہور ۱۸۹۴ء قابل ذکر ہے۔ جو اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ میں ایک مضمون نگار نے معاہدات کے سلسلے میں مفصل شائع کیا ہے۔ ۱۱ دسمبر ۱۸۸۵ء میں ایک معاہدے کے ذریعہ ملکۂ معظمہ و سلطان کے باہمی تعلقات حلیفی قائم ہوئے تھے۔ معاہدے میں یہ طے ہوا تھا کہ اسٹریٹس سٹلمنٹ کا گورنر سلطان کے علاقہ کی بیرونی مخاصمانہ حملوں کی صورت میں حفاظت کرے گا اور معاہدے کی دفعہ (۶) میں سلطان نے اقرار کیا تھا کہ وہ کسی بھی اجنبی سلطنت سے نہ تو معاہدات کی گفت و شنید کرے گا نہ اس کے ساتھ کوئی ذمہ داریاں قبول کرے گا۔ عدالت نے وزیر نوآبادیات سے مدعی علیہ سلطان جوہور کی صحیح حیثیت دریافت کی۔ کیونکہ مدعی علیہ کو یہ اعتراض تھا کہ عدالت کو اقتدار سماعت حاصل نہیں کیونکہ وہ جوہور کی سلطنت اور اپنے علاقہ کا سلطان ہے۔ وزارت نوآبادیات کے ایک افسر نے وزیر نوآبادیات کی ہدایت سے عدالت کو اطلاع دی کہ:۔

" جوہور جزیرہ نما ملایا میں ایک خود مختار مملکت اور علاقہ ہے۔ اور یہ کہ مدعی علیہ وہاں کا موجودہ مقتدر اعلےٰ حکمران ہے۔ یہ کہ سلطان اور ملکہ معظمہ کے تعلقات باہمی حلیفی کے ہیں۔ برتری۔ ماتحتی کے نہیں"

عذر داری میں یہ بتایا گیا تھا کہ سلطان نے معاہدہ میں یہ اقرار کیا تھا کہ وہ کسی بھی اجنبی سلطنت سے کوئی معاہدہ نہیں کرے گا اس طرح کے اقرار سے اقتدارات اعلیٰ کی تردید ہو جاتی ہے۔ اور ایسا شخص مقتدر اعلےٰ حکمران نہیں رہتا۔ لیکن لارڈ جسٹس کے نے لکھا کہ

" میری رائے میں سلطان نے ممالک غیر سے معاہدہ نہ کرنے کا جو عہد کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سلطنت نے معاہدہ کرنے کا حق ہی زائل کر لیا ہے، بلکہ وہ صرف اسبات کی شرط ہے کہ برطانیہ ان کی حفاظت کرے۔ اگر سلطان اپنے عہد کو نظر انداز کرنا چاہیں۔ تو برطانوی حفاظت کو ہاتھ سے کھو دیں گے یا ممکن ہے کہ برطانیہ کے ساتھ دیگر مشکلیں پیدا ہوں لیکن میری رائے میں سلطان کے معاہدے میں ہرگز کوئی ایسی بات نہیں جس سے سلطان جوہور کے مقتدر اعلےٰ خود مختار حکمران ہونے پر کوئی قید عائد ہو یا وہ خود مختار تسلیم نہ کئے جائیں"

وائل اپنی کتاب قانون بین الممالک (شائع کردہ پرادیے فودیرے بزبان فرانسیسی ۱۸۶۳ء) جلد اوّل۔ باب اول فقرہ ۴ میں مقتدر مملکت کی یہ تعریف کرتا ہے کہ

" وہ ایک قوم ہے جو اپنے آپ پر اپنے ہی اقتدار اور اپنے ہی قانون کے ذریعہ حکومت کرتی ہے اور کسی اجنبی سلطنت کے ماتحت نہیں ہوتی"

لیکن اسی نے فقرہ (۵) میں یہ بھی قاعدہ مقرر کیا کہ

" کوئی مملکت مقتدر مملکت کی حیثیت سے نکلے بغیر ایک غیر مساوی حلیفی کے ذریعہ کسی قوی مملکت کے ساتھ مربوط ہو سکتی ہے"

اور آخر میں لکھتا ہے:۔

" غیر مساوی حلیفوں کے شرائط میں باہم غیر محدود اختلافات ہو سکتے ہیں۔ چاہے یہ شرائط کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر حلیف فروتر اپنے لئے اپنا اقتدار اعلےٰ یعنے اپنے اوپر خود ہی حکومت کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ تو اس کو ایک ایسی خود مختار مملکت تصور کرنا چاہیئے۔ جو دیگر ممالک سے قانون بین الممالک کے احکام کے مطابق کاروبار کرتی ہے اسی بنا پر اگر کوئی کمزور مملکت اپنی حفاظت کے لئے خود کو کسی قوی تر مملکت کی حمایت میں دیدے اور شکر گذاری میں یہ اقرار کرلے کہ وہ متعدد ایسے فرائض انجام دے گی جو اس حمایت کے مطابق ہوں لیکن بہرحال خود کو اپنی حکومت اور اپنے اقتدار اعلیٰ سے محروم نہ کرے تو میں کہتا ہوں کہ ایسی مملکت مطلق اسبات سے دستبردار نہیں ہوتی کہ اس کو ان مقتداران اعلیٰ میں شمار کیا جائے جو قانون بین الممالک کے سوا کسی اور قانون کو تسلیم نہیں کرتے"۔

مملکت حیدرآباد اور اقتدار اعلیٰ

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حیدرآباد نہ صرف بالاستحقاق بلکہ فی الواقع ایک آزاد اور خود مختار مملکت ہے اور اس پر قانون بین الممالک کا ایسا ہی اطلاق ہوتا ہے جیسے دیگر آزاد ممالک پر۔ تاجداران حیدرآباد نے اپنے اختیارات شاہی یا اقتدار اعلیٰ کو خواہ اندرونی معاملات کے متعلق ہوں یا بیرونی معاملات کے متعلق کسی دوسری سلطنت کے سپرد نہیں کیا۔ مملکت حیدرآباد کا اقتدار اعلیٰ ان تمام خصوصیات و لوازمات کا ہمیشہ حامل رہا ہے جو دستوری و آئینی مفہوم میں اقتدار اعلےٰ کے لئے ضروری ہوں حکومت برطانیہ سے اس کے تعلقات مساویانہ حلیف کے ہیں۔ اور معاہدات و تعلقات باہمی میں بارہا اس حقیقت کا اظہار ہو چکا ہے۔ پریوی کونسل نے متعدد فیصلوں خاصکر یوسف الدین (عہدہ دار حیدرآباد) بنام قیصر ہند میں صاف فیصلہ کیا ہے کہ حیدرآباد کو قانونی اقتدار اعلےٰ حاصل ہے اس حد تک آباد کسی بیرونی قوت کا ماتحت نہیں۔ معاہدہ برار ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں برطانوی حکومت نے حیدرآباد کو اقتدار اعلیٰ کا حامل تسلیم کیا ہے۔

" ہرگاہ ان ممالک محروسہ میں جو ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کے اقتدارات اعلےٰ کے تحت میں چند علاقہ جات موسوم برار شامل ہیں۔ اور ہرگاہ بذریعہ معاہدہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء یہ قرار پایا تھا کہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے علاقہ جات موسوم بنام برار جس پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار کے متعلق اس معاہدے میں مکرر اقرار کیا گیا تھا"

داخلی آزادی

حیدرآباد نے کسی ایسے معاہدے کے تحت کوئی ایسی شرط قبول نہیں کی جو اس کے اقتدار اعلیٰ کے منافی ہو۔ معاہدات کے سلسلے میں سنہ ۱۸۰۰ء کا معاہدہ قابل ذکر ہے جو اب تک برقرار ہے۔ جس میں کسی معاہدے کے ذریعہ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اس کی دفعہ ۱۵ یہ ہے کہ،

" معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت بذریعہ ہذا اعلان ظاہر کرتی ہے کہ ہز ہائینس کی اولاد۔ اقرباء۔ رعایا اور ملازموں سے اسے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق

اعلیٰ حضرت کو اختیار مطلق حاصل ہے،،

(مجموعہ معاہدات ایچی سن صـ طبع اوّل)

قانون سازی اندرونی اقتدار اعلیٰ کا سب سے بڑا جزو ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ حیدرآباد کا قانونی اقتدار اعلیٰ پریوی کونسل کو مسلم ہے۔ حیدرآباد میں دیوانی قوانین ترقی یافتہ اور عصری ہیں طریقہ مراعات خصوصی مستامن یوروپینوں کو جو ملازم و ماتحت حیدرآباد نہ ہوں۔ تنازعات میں جن میں فریق ثانی دیسی باشندہ ہو مقدمہ کی سماعت کا مجاز رزیڈنٹ کو راستے وہ اختیار عطا کرنے قرار دیا گیا۔ یہ ان مراعات خصوصی میں شامل ہیں جن کی نظیریں ترکی جاپان ایران و غیر مسلم خود مختار سلطنتوں میں خاص ممالک کے باشندوں کو حاصل رہے ہیں۔ لیکن ان سے اقتدار اعلیٰ کبھی متاثر نہیں سمجھا گیا۔ یوں بھی ان مراعات میں ضابطہ فوجداری سرکار عالی کے نفاذ نے اس میں ترمیم کی گئی ہے اور ایسے مقدمات میں کوئی اور ملازم سرکار عالی جو عموماً انگریز ہوتا ہے سماعت کا مجاز قرار پایا ہے۔ سزا دہی کے لئے حیدرآبادی قانون ہی برتا جاتا ہے۔

لارڈ ریڈنگ نے اپنے مشہور خط اور بٹلر کمیٹی نے (جس کو لارڈ ڈبرکنہیڈ نے دیسی ریاستوں اور انگریزوں کے تعلقات پر تحقیقات کرنے کے لئے مامور کیا تھا) مملکت حیدرآباد کے داخلی معاملات میں برطانوی حکومت کی مداخلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی جو اس کے خود مختاری کے منافی ہے۔ اگرچہ کہ اب محض دخل ہی سے کسی کی خود مختاری متاثر سمجھی نہیں جاتی۔ نو-دس سال پیشتر جرمنی و آسٹریلیا میں باہمی چنگی کی برخواستگی کا معاہدہ ہوا تھا۔ جو فرانس کے مداخلت سے منسوخ ہو گیا اور یہ مداخلت قانون بین الممالک کی رو سے جرمنی و آسٹریلیا کی آزادی کے منافی نہ سمجھی گئی۔ انگلستان نے مسٹر ایڈن کو وزارت خارجہ سے اٹلی کی مداخلت کی وجہ خارج کیا تھا۔ مقدمہ سلطان کیلانٹن ۱۹۲۴ء اس معاملہ میں اہم ہے۔ حالانکہ سلطان کیلانٹن از روئے معاہدہ اکتوبر ۱۹۱۰ء پابند تھے کہ

"مذہب اسلام اور ملایا کی رواجات کو چھوڑ کر جملہ انتظامی معاملات میں ان مشیروں کے مشورے پر عمل کریں گے جن کا ہز میجسٹی تقرر کریں"

مگر مسٹر چرچل کی رائے میں (جو اس وقت وزیر نوآبادیات تھے) پوری طرح خود مختار تھے۔ اور عدالت ہاؤز آف لارڈز کی رائے میں اس طرح کے معاہدات سے کوئی مملکت قانون بین الممالک کے موضوع سے خارج نہیں ہو جاتی اور اقتدار اعلیٰ زائل نہیں ہو سکتا۔

حیدرآباد کی حیثیت کیلانٹن سے بہتر ہے حیدرآباد کے داخلی معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انگریزوں کی دوستی زیادہ استوار اور اس کے دولت آصفیہ سے حلیفانہ تعلقات بڑھتے گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس کا ایک نمایندہ حیدرآباد میں رہے جو حلیف کے خیالات سے آگاہ کرتا ہے۔ اور مملکت حیدرآباد کا ایک نمایندہ انگریزوں کے دارالسلطنت کلکتہ میں رہے جو دولت آصفیہ کے خیالات سے حلیف کو آگاہ کرے۔ غفران مآب کے عہد تک دونوں سلطنتوں میں برابر کے سفارتی تعلقات تھے۔ حیدرآباد میں رزیڈنٹ کلکتہ میں ایلچی رہتا تھا۔ ۱۸۰۵ء میں موزوں افراد نہ ملنے سے حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے اندر دونوں عہدے جمع ہو گئے اور برطانوی سفیر کی دوہری حیثیت ہو گئی۔ اور بہ حیثیت حلیف باہمی مشاورت کا سلسلہ جاری رہا۔ رزیڈنسی نے کبھی دخل دہی کے نام سے کام نہیں کیا۔ بلکہ حلیف کی حیثیت سے حلیف سلطنت کی بہبودی کے لئے رزیڈنسی نے مشورہ دیا۔ اس قسم کے مشورے دوستی و بہی خواہی کی علامت ہیں۔ اسی طرح حیدرآباد بھی برطانیہ کو نیک مشورے دیتا رہا ہے۔ اڑیسہ کے قحط کے زمانہ میں برطانوی ہند کے حکام کی بد انتظامی پر سر سالار جنگ مرحوم نے پر زور مشورے پیش کئے تھے اور حیدرآباد کو اڑیسہ کے حسن نگرانی کا ذمہ دار بتایا تھا۔

"حکومت حیدرآباد کو یہ لکھتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ حکومت برطانوی ہند اپنی رعایا کے فلاح کے بارے میں کافی مشفق نہیں ہے۔ اڑیسہ کی حالیہ طغیانیوں کے دوران میں بنگال حکام کی لاپرواہی سے لاکھوں مخلوق خدا کی جانیں تلف ہو گئیں۔ اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حکومت حیدرآباد ہندوستان میں برطانوی حکومت کے قیام اور بقا کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ برطانوی ہند کے لوگوں کی فلاح اور بہبود کی ذمہ دار ہے اگر حکام اڑیسہ صورت حال کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں تو برطانوی حکومت کو بہتر مشورہ یہ دیا جائے گا کہ صوبہ اڑیسہ کو حکومت حیدرآباد کے سپرد کر دیا جائے جو رعایا کے مفادات کے تحت نظم و نسق کرے گی اور برطانوی وزیر مالیہ کے محصلہ مالگذاری کی بچت بھجوا دے گی۔ بہرحال حیدرآباد خاموش نہیں رہ سکتا جبکہ لاکھوں مخلوق خدا صوبہ اڑیسہ میں جانیں دے رہی ہیں۔ اس امر واقعہ کے باوجود کہ متذکرہ صوبہ کا خزانہ رقم سے معمور ہے"

(باقی دارد)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسیح موعود کا حربہ آسمانی ہے

(الف) "مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور روحانی طور پر اسکے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت ہے۔ اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیا سے فضیلت دی گئی ہے۔ کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت ہے اور اس کے برخلاف چلنا موجب بُعد و حرماں ہے"

(از اشتہار ضمیمہ سرمہ چشم آریہ وغیرہ بزبان اردو و انگریزی)

(ب) "یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے۔ کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی و فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے.. ..... اس لئے یہ قرار پایا ہے۔ کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط...... مع اشتہار انگریزی .... شائع کیا جاوے۔ اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان........ اور بخدمت معزز برہمو صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان .... ارسال کی جاوے"

(از چٹھی مطبوعہ مؤرخہ ۸ مارچ ۱۸۸۵ء تبلیغ رسالت جلد اوّل صـ۱۱)

(ج) "پس وہ حق جو ہم کو حکیم مطلق نے دکھلایا۔ اور لطیف علیم نے بتلایا۔ وہ یہی ہے۔ کہ مسیح موعود کا حربہ آسمانی ہے نہ زمینی اور لڑائیاں اس کی روحانی نظروں کے ساتھ ہیں۔ نہ جسمانی ہتھیاروں کے ساتھ۔ اور وہ دشمنوں کو نظر اور ہمت سے قتل کرے گا۔ یعنی تصرف باطن اور اتمام حجت کے ساتھ۔ نہ تیر اور نیزہ اور تلوار سے۔ اور اس کی آسمانی بادشاہت ہے۔ نہ زمینی"

(نور الحق حصہ اوّل صـ۵۲)

جناب میاں صاحب اور علماء قادیان کا غلو

(از جناب ابو فضل الرب صاحب)

قادیانی عقیدہ نبوت ایک ایسا خطرناک عقیدہ ہے کہ جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس مسئلہ کو نہایت صفائی سے حل فرما دیا تھا۔ مگر آپ کے بعد چند نفس پرست لوگوں نے دنیاداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکو خواہ مخواہ ایچا پیچی میں ڈال کر اپنے مقصد کو پورا کیا ہے۔ چنانچہ ان کے پیر و مرشد میاں محمود احمد صاحب نے اس نئے مذہب کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں رکھی۔ اور اس سے پہلے ان کا عقیدہ یہ نہ تھا بلکہ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۰ء زیر عنوان مضمون نجات میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے مگر کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ .... آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوے کرتے تھے .... مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا .. .. صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"پس اس کی طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شیء علیما۔ یعنی آپ نے خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکے گا"

پھر آخر پر جناب میاں صاحب ایک چیلنج دیتے ہیں:

"کہ کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوے نہ کرے گا۔ کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے مگر اس کا رد کسی سے ممکن نہیں۔ اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو"

پھر ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء اخبار البدر زیر عنوان خاتم النبیین فرماتے ہیں:

"غرضیکہ آپ یعنی آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے آگے اس طرح ڈال دیا تھا کہ آپ کی ساری زندگی میں ایک نمونہ بھی ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ آپ نے اپنی بڑائی بھی چاہی ہو۔ چنانچہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"

۱۹۱۴ء سے پہلے تو جناب میاں صاحب کا یہ مذہب تھا مگر ۱۹۱۴ء کے بعد انہوں نے تبدیلی کی اور غلو کی طرف قدم بڑھایا۔ اور اپنے عقیدہ کا اس طرح اظہار کیا۔ فرماتے ہیں:

"پس یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے ...... اور جبکہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو مسیح موعود جیسے رسول اللہ صلعم نے بھی نبی کہا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی تو اس کے نبی ہونے میں کوئی شک نہ رہا"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۲۸ - ۲۲۹)

اب ایک ہی آدمی کی یہ دو تحریریں ہیں۔ اور ان میں کتنا تناقض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجدد کے مقام سے اٹھا کر نبی بنا کر رکھ دیا اور جناب میاں صاحب نے غلو کی طرف قدم اٹھا کر دراصل حضرت صاحب کی ایک پیشگوئی کو پورا کیا ہے جو کہ انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ پر اس طرح مرقوم ہے۔

"اور ضرور میرا کنبہ بہت جلدی دوسری دفعہ بگڑنے کی طرف رجوع کریگا اور خیانت اور دشمنی میں ترقی کرے گا .... اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے پہلی عادتوں کی طرف میلان کر لیا ہے اور ان کے دل سخت ہو گئے ہیں جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے اور خوف کے دلوں کو بھلا دیا ہے۔ اور زیادتی اور تکذیب کی طرف پھر واپس ہو گئے ہیں۔ پس بہت جلدی خدا کا امر ان پر نازل ہوگا...... جب وہ دیکھے گا کہ انہوں نے اپنے غلو میں زیادتی کر لی ہے۔ اور خدا کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ وہ ڈرتے ہیں"

اس پیشگوئی سے صاف ظاہر ہے کہ غلو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قبیلہ اور خاندان سے شروع ہوگا اور غلو دن بدن ترقی کرتا رہے گا۔ اور اس غلو کی بنیاد جناب میاں صاحب نے ۱۹۱۴ء میں مندرجہ ذیل اعلان سے رکھی آپ فرماتے ہیں:

"نبوت کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں لیکن حضرت صاحب کے درجے کو اس وقت گھٹا کر لکھا جاتا ہے۔ اسلئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپ کے اصل درجے سے جماعت کو آگاہ کیا جائے۔ ورنہ اس طرح لفظ نبی کے استعمال کو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔ اسلئے کہ آپ نبی نہ تھے۔ بلکہ اسلئے کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں مگر یہ صرف چند روزہ بات ہے، اور بطور علاج کے ہے"

نبوت کی بنیاد رکھتے وقت میاں صاحب نے فرمایا کہ نبی کا لفظ مصلحتاً اور بطور علاج چند روز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مگر میاں صاحب گو اس علاج کرتے وقت جس چیز کا ڈر تھا خود بھی اس چیز کا شکار ہو گئے اور لفظ نبی سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال کر ہی دم لیا۔ اور اجراء نبوت کے دروازوں کو دن بدن اور کشادہ کرتے جاتے ہیں چنانچہ غلو کی پٹی باندھ کر اپنے اس چیلنج کو بھول گئے کہ:

"آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا"

بلکہ نہایت جلال سے انوار خلافت صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں:

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جاوے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں"

اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ کیا واقعی بقول حضرت صاحب ان کے دل سخت نہیں ہوئے جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے اور کیا انہوں نے خوف کے دلوں کو بھلا نہیں دیا۔ حضرت صاحب کی پیشگوئی کا ایک ایک لفظ پورا کر چکنے کے بعد جناب میاں صاحب نے اپنے علماء کو بھی موقع دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے جوہر دکھائیں۔ ان علماء نے بھی خوب حق ادا کیا اور قادیان کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اور اس کے متعلق بھی حضرت صاحب کو ایک الہام ہوا تھا فرماتے ہیں:

"پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماؤں نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں ہیں۔ چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کترتے ہیں"

حضرت صاحب کا یہ الہام بھی تقریباً پورا ہو چکا ہے۔ ان علماؤں نے حضرت صاحب کے گھر کا نظام پوری طرح تبدیل کر دیا ہے۔ عبادت گاہ میں چولھے اور پرستش کی جگہ پیالے اور ٹھوٹھیاں قابل غور چیزیں ہیں۔ اور حدیثوں کا کترنا تو صاف ظاہر ہو گیا قریباً وہ حدیثیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا بلکہ آپ نے سلسلہ نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ اس میں صرف ایک اینٹ خالی تھی اور وہ میں ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں مگر برخلاف ان علماء نے ان حدیثوں کو کترنا شروع کیا اور اجرائے نبوت پر رسالے اور کتابیں لکھی جاتی ہیں اور خاتم النبیین کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں بلکہ جاری ہے۔ اب مندرجہ بالا الہام کا ہر لفظ ان علماء پر عائد ہوگا جن کے قبضے میں حضرت صاحب کا گھر ہے۔

باقی آئندہ

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

(محمد علی)

سانحہ ارتحال

جناب چوہدری سلطان علی صاحب ملک کلکٹر کا اکلوتا لڑکا عزیز احمد بعمر ۲½ سال بعارضہ بخار ۲۰ یوم بیمار رہ کر مورخہ ۲۸ ۱۱/۴ کو وفات پا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے

آمین

ضروری خبریں

لنڈن - ۳ر دسمبر۔ معلوم ہوا کہ فرانسیسی بیڑے کو ڈبونے کے لئے جو لوگ ذمہ دار ہیں ان کے خلاف مقدمہ چلانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ہٹلر نے مارشل پتیاں کو اطلاع دے دی ہے کہ اس مقدمہ کی سماعت طویل نہیں ہوگی۔

مونٹ ویڈیو - ۳ر دسمبر۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسولینی سخت بیمار ہوگیا ہے۔ اگر مسولینی کام کرنے کے ناقابل ہوگیا۔ تو ممکن ہے کہ مارشل بیڈو ادیو کو نئی گورنمنٹ کا ہیڈ مقرر کیا جائے۔

مدراس - ۵ دسمبر۔ خاکسار جماعت پر سے پابندیاں ہٹانے کے متعلق خاکسار لیڈر علامہ مشرقی نے حسب ذیل بیان دیا ہے۔ میں ۵ نومبر کو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے پابندیاں ہٹا لینے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر میں انفرادی سوشل سروس، روزانہ قواعد اور بیلچہ وغیرہ لیکر چلنے کے متعلق پنجاب کے خاکساروں کے اختلافات دور کر دوں گا۔ ایک خاکسار نے جس نے یکم دسمبر کو وزیر اعظم پنجاب سے ملاقات کی۔ مجھے تار دیا ہے کہ وزیر اعظم سمجھتے ہیں کہ یہ میعاد دو ماہ ہے یہی وجہ ہے کہ پابندی ہٹانے میں دیر ہو رہی ہے۔ میں پھر تصدیق کرتا ہوں کہ میعاد ایک ماہ ہوگی۔ دو ماہ نہیں۔ ان سرگرمیوں کو ترک کر دینے کا حکم "الاصلاح" میں دیا جائے گا۔ کیونکہ دوسری حالت میں خاکسار اسے قبول نہیں کریں گے۔ ایک ماہ کی میعاد ضروری ہے۔ کیونکہ اسے فوراً روکا نہیں جا سکتا۔ اسی خاکسار نے تار دیا ہے کہ وزیر اعظم پنجاب نے پابندی ہٹنے تک "الاصلاح" شائع کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور اس کے لئے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے۔ یہ ایک عجیب گورکھ دھندا معلوم ہوتا ہے اور میں وزیر اعظم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی کے رویہ سے ابتدا کریں ان کے خدشات غلط ثابت ہونگے۔

کراچی - ۵ر دسمبر۔ سندھ کے دونوں وزیروں راۓ صاحب گوکل داس اور ڈاکٹر ہیمن داس نے ہندو مہاسبھا کے حلف نامہ پر دستخط کر دیئے ہیں اور سبھا کی پالیسی اور پروگرام پر عمل کرنے کا یقین دلایا ہے۔

مہاسبھا کی ورکنگ کمیٹی نے سر غلام حسین کی وزارت میں ان کی شمولیت پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ ان سے تعاون کریں۔

لنڈن - ۵ر دسمبر۔ اٹلی پر فضائی حملوں میں اب امریکن طیارے بھی برطانوی طیاروں کا ہاتھ بٹانے لگے ہیں۔ کل انہوں نے پہلی بار نیپلز پر بمباری میں حصہ لیا۔ ایک بڑے اطالوی جنگی جہاز اور دو کروزروں پر براہ راست بم لگے۔ اٹلی کی دوسری بندرگاہوں پر بھی حملے کئے گئے۔ جہاں کئی جہازوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اطالوی اعلان میں اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ یہ حملہ بہت شدید تھا اور اس سے بہت نقصان پہنچا ہے اگرچہ دن کے وقت تھا۔ مگر محوری طیارے مقابلہ کے لئے نہ اڑے۔ اسی طرح طیارہ شکن توپوں کی سرگرمیاں بھی کم رہیں۔ اور ان کے نشانے سب خطا گئے۔ نیپلز پر اس سے پہلے ۵ر جون کو حملہ کیا گیا تھا۔

ماسکو - ۶ر دسمبر۔ روس کے ضمنی اعلان میں کہا گیا ہے کہ روسی سٹالنگراڈ کے شمال مغرب میں اب بھی پیشقدمی کر رہے ہیں مرکزی محاذ پر بھی ان کی پیشقدمی جاری ہے۔ سٹالنگراڈ کے شمال مغرب میں ۲ قلعہ بند مقامات واپس لے لئے گئے ہیں۔ اس رقبہ میں جرمنوں کے تمام جوابی حملے پسپا کر دیئے گئے۔ ویلکی لوکی رقبہ میں ایک روسی دستہ نے جرمنوں کے تین مضبوط مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ تواپسی کے شمال مغرب میں روسی فوج کا ایک دستہ دشمن مورچوں میں گھس گیا اور اس نے ۱۹ قلعے قبضہ میں لے لئے سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں ایک دن کی جنگ میں دو ہزار جرمن ہلاک ہوئے۔

نئی دہلی - ۶ر دسمبر۔ انڈیا کمان کا مشترکہ جنگی اعلان مظہر ہے کہ کل بعد دوپہر کو جاپانی بمباروں اور لڑاکے ہوائی جہازوں کے ایک گروہ نے چٹاگانگ کے رقبہ پر مختصر سا حملہ کیا۔ رائل ایئر فورس کے لڑاکے ہوائی جہازوں نے انہیں روکا۔ ابتدائی رپورٹ میں بتلایا گیا ہے کہ جاپانی ہوائی جہازوں کے اکثر بم پانی میں گرے اور انہیں بھگا دیا گیا دشمن کے ایک ہوائی جہاز کو نیچے گرایا گیا جو نیچے گرتے ہی جل گیا دوسرے کو نقصان پہنچایا گیا۔ ابھی پوری رپورٹ نہیں آئی صرف معمولی نقصان ہوا ہے۔ ہلاک شدگان اور مجروحین کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔

لنڈن ۸ر دسمبر۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ کل رات برطانوی طیاروں نے انگلستان کے اڈوں سے اڑ کر جنوب مغربی جرمنی پر شدید بمباری کی۔

نئی دہلی ۸ر دسمبر۔ جاپان کو جنگ میں شریک ہوئے ایک سال ہوگیا ہے اس موقعہ پر مسٹر چرچل نے جنرل ویول کی وساطت سے ہندوستانی کمان کی فوجوں کے نام ایک پیغام ارسال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ وہ دن جلد آ رہا ہے جب آپ آگے بڑھکر دشمن سے دو دو ہاتھ کریں گے اور اسے ان پرامن ملکوں سے

معلومات

اٹلی اور اُس کا بدقسمت ڈکٹیٹر

شمالی افریقہ میں محوریوں کو جس ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اس میں اطالویوں کی خاص طور پر بہت مٹی پلید ہوئی۔ جرمن انہیں اتحادیوں کے رحم پر چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہزارہا اطالوی ہلاک اور مجروح اور گرفتار ہو گئے۔ اس کے علاوہ پچھلے ہفتوں میں جنوا - ٹیورن - پیڈمونٹ - لومبارڈی - لیگوریا جیسے شاندار اور خوشحال شہروں میں اتحادی بمباریوں سے سخت آفت برپا ہوئی۔ ان واقعات سے اطالوی عوام سخت پریشان ہیں۔ وہ جنگ کی مصیبتوں سے تنگ آ چکے ہیں اور امن چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب جنوا میں بمباری کے بعد اٹلی کے بادشاہ اور ملکہ کی سواری آئی۔ تو عوام نے جنگ کے خلاف مظاہرہ کیا۔

خود مسولینی کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ اس نے بڑی مدت کے بعد ۲ دسمبر کو بغیر کسی تقریب کے اٹلی کے حکام اور فاشی پارٹی کے ممبروں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اور کہا کہ اٹھارہ مہینے کی خاموشی کے بعد مجھے ایک مبہم سا احساس ہوا کہ اٹلی والے میرے خیالات سننا چاہتے ہیں۔ اس تقریر میں مسولینی نے اٹلی کے نقصانات کا رونا رویا۔ اور کہا کہ اٹلی پر جو فضائی بمباریاں ہوئی ہیں ان سے ۱۸۷۶ ہلاک اور ۳۲۰۰ سے زیادہ زخمی ہوئے جنوا میں ۲۷۷۵ گھر تباہ ہو گئے۔ اور ٹیورن ۱۶۱ مکانات برباد ہو گئے اور ۲۰۰۰ کو نقصان پہنچا۔ پچھلے ڈھائی سال میں مسولینی کے قول کے مطابق چالیس ہزار اطالوی مارے گئے۔ دو لاکھ بتیس ہزار سات سو سپاہی گرفتار ہو گئے۔ جن میں بارہ ہزار ملاح اور پانچ ہزار ہوا باز بھی شامل ہیں۔

مسولینی نے مسٹر چرچل کی تقریر کے اقتباسات سنائے اور لوگوں کو یقین دلایا کہ جرمنی ہمیں طیارہ شکن توپیں بھیج رہا ہے اور ہم شہروں سے عورتوں اور بچوں کو نکال لے جانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس تقریر میں اس بدقسمت انسان نے اپنے اہل ملک کو کوئی پیام امید نہ دیا۔ کوئی فتح کا یقین نہ دلایا۔ بلکہ محض تباہی اور بربادی کی داستان سنائی اور ہوائی حملوں کے نقصانات جانی مالی کے لئے "معذرت" پیش کی۔ اگر ایسی حالت میں اہل اطالیہ جنگ سے بیزار اور جلد سے جلد امن کے خواہشمند ہیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ ہمارے نزدیک تو مسولینی کی اس بے روح تقریر سے اٹلی میں اور بھی زیادہ بددلی پھیلے گی اور سوشلسٹ پارٹی کو تقویت پہنچے گی۔ جو عنقریب فاشیوں کے خلاف خفیہ مار پیٹ اور خراب کاری کی مہم شروع کرنیوالی ہے۔

جدید ترکی

ترکی کے جدید قنصل رشید حقی نے بیان کیا کہ ترکی دیہات میں کوئی ناخواندہ آدمی مشکل ہی سے ہوگا۔ ۲۰ سال کے نوجوان کو ۳ سال تک جبراً فوجی تعلیم دی جاتی ہے۔ ترک عورتیں مردوں کے دوش بدوش تیار کھڑی ہیں۔ ترکی کی آبادی ہر سال ۲۰ فیصدی بڑھ جاتی ہے ترکی کی ½ ۱۸ ملین آبادی زراعت پیشہ ہے۔ شروع میں ہر کسان کو پانچ سال کے لئے اس کی ضرورت کے مطابق زمین دی جاتی ہے۔ اگر وہ اس کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ملکیت قرار پا جاتی ہے۔ ترکی نے تعلیم میں بڑی ترقی کی ہے۔ ابتدائی تعلیم مفت اور جبری ہے اور ہر سال صدہا مدارس کھولے جاتے ہیں۔ گھریلو صنعتوں کو بھی ہاں خوب فروغ دیا جا رہا ہے۔ عام کسان سوت کات لیتے اور کپڑا ان لیتے ہیں۔

تقریر غازی عصمت انونو

"آج ترکی قوم آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی دنیا کے سامنے اس حالت میں کھڑی ہے کہ اسکا سر بلند ہے اور اس کی قومی سپرٹ ناقابل شکست ہے، ہمیں اپنے آپ پر اعتماد ہے اور ترکی قوم ہماری جدوجہد کے ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے تمام اسباب ذرائع کو اس بات کا پتہ لگانے میں صرف کر دیں کہ ہمارے اتحاد کے درمیان کوئی رکاوٹ تو حائل نہیں ہے۔ دنیا کی کسی قوم کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں کہ اس میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہو جائے۔"

پردہ کی ممانعت

البانیہ کی پولیس نے مسلمان عورتوں کو کسی قسم کا نقاب پہننے کی ممانعت کر دی ہے۔ مسلمانوں نے جو آبادی کا ⅔ حصہ ہیں، تیرانا، والونا اور الباسن میں احتجاجی جلسے منعقد کئے ہیں۔ اس حکم کا سبب یہ ہے کہ بعض سازشی لوگ اور سیاسی پناہ گزین حال ہی میں نقاب پوش مسلمان عورتوں کے بھیس میں اطالوی حکام سے بچ کر نکل گئے تھے۔

(ماخوذ)

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۳۰ لاہور یوم پنج شنبہ مطبوعہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء نمبر ۵۱

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت احمدیہ کی روحانی اور اخلاقی خصوصیات

میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائیگا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جنکو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہونگا اگر ایسے لوگ ایسے پیوند کو قطع کرلیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقوٰے اور طہارت کے اوّل درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھکر اور یہ کہکر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی دنیا اُن کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے نہ انکا دل پاک ہے اور نہ انکے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اسکی ہستی میں آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودداری کو الوداع کہکر میرے پیچھے ہو لے میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں سڑے گلے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں کیا میں اسبات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کیلئے ایک جماعت ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا جو صدق اور وفا میں اُن سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر اور فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں شاید انکے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں خدا انکو ذلت سے مارے گا کیونکہ وہ خدا کے کارخانہ کے دشمن ہیں ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گزارتے ہیں اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے انکے حصہ میں کچھ نہیں۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ [illegible])

کھلی چٹھی بنام مولوی اللہ دتہ صاحب

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولوی صاحب (ابوالعطاء)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے سخت حیرت ہے کہ آپ نہ غیرت دلانے سے میدان میں آتے ہیں نہ خوشامد سے مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں اب کروں تو کیا کروں۔ میں نے ہر ممکن طریق سے اظہار حق کی خاطر آپ کو دعوت دی لیکن آپ حیلہ و بہانہ سے آج تک مباحثہ کو ٹالتے چلے گئے اور جب میں نے کوئی موقعہ بہانہ کا نہیں چھوڑا تو آپ نے ۲۹ رمضان کو لکھا کہ میں شوال میں پہلا پرچہ لکھ کر بھیجوں گا۔ اور فرقان میں بھی آپ نے اس کا اعلان کیا۔ مگر آج تک آپ کا پرچہ نہ آیا۔ میں نے جوابی خطوط لکھے تو آپ نے بمشکل یہ لکھا کہ کل (۲۳ نومبر) کی ڈاک میں مفصل جواب لکھوں گا۔ پندرہ دن تک آپ کے موعودہ خط کا انتظار کر کے پھر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

آپ کی نگاہ میں ہم غیر محقق ہی سہی لیکن مولانا مجھے تو آپ کی تمام جماعت میں کوئی ایسا ہمت والا اور محقق نظر نہیں آتا جو اپنی گرہ سے انعام دے کر اپنے مخالف کی تمام شرائط کو مان کر مباحثہ کرنے والا ہو۔ ہاں ایچا پیچی کر کے مباحثہ کو ٹالنے میں آپ لوگوں کو کمال حاصل ہے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کی حق پسندی

آپ کی حق پسندی اور حق طلبی پر اب اس قدر واقعات جمع ہو چکے ہیں کہ ہر واقف احمدی یہی کہے گا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب ایک کج بحث اور ضدی اور شہرت طلب انسان ہے۔ جو محض دکھاوے کی خاطر بظاہر مباحثات کو منظور کر لیتا ہے لیکن ہیر پھیر الفاظ سے بحث سے گریز کر جاتا ہے۔ بڑا زمانہ ہوا آپ نے مولوی سید اختر حسین صاحب کے چیلنج مناظرہ یا مطالبہ متعلقہ معنی ختم نبوت میں کھلے طور پر یہی کارروائی کی ہے اور دراصل آپ عاجز ہیں کہ ایک بھی حدیث کمزور سے کمزور ہی کیوں نہ ہو پیش نہیں کر سکتے جس میں آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کے معنے بجائے لا نبی بعدی کے افضل النبیین یا زینت النبیین وغیرہ کئے ہوں۔ مگر آپ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے پہلے تو ایچا پیچی کرتے رہے لیکن جب سید صاحب نے آپ کا تانا بانا کاٹ کر رکھ دیا تو اب خاموشی کے پردہ میں آپ اور آپ کے ہمخیال پناہ گزین ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی دینداری ہے۔ خدا کی شان ہے کہ اس نے آپ جیسے منہ زور مناظروں کو احمدیوں کے سامنے ساکت کر دیا ہے۔

مولوی اختر حسین صاحب نے آپ کو چھ سو روپے کا انعامی چیلنج دے رکھا ہے۔ جس کی بار بار وضاحت کی جا چکی ہے مگر آپ ادھر منہ نہیں کرتے۔ غالباً آپ کے خیال میں یہی حق پسندی ہے جو ہم میں نہیں ہے اور خدا نہ کرے کہ ہم ایسے حق پسند ہوں۔

میرے ساتھ بے انصافی

سید صاحب کے ساتھ جو کیا سو کیا اب ذرا میرے ساتھ بے انصافی دیکھئے مجھے بتایئے کہ میں نے کیا قصور کیا کہ باوجود آپ کی جملہ شرائط کو مان کر مباحثہ کے لئے روپیہ بھی آپ کو دے چکا مگر اب تک آپ سیدھی طرح سے جواب بھی نہیں دیتے۔

آپ تو مقالہ لکھتے تھے تاکہ مجھے قادیانیوں کے سامنے حیلہ جو اور شیخی خورا ثابت کریں مگر اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ کون حیلہ سازی سے کام لے رہا ہے۔ مولانا ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ تاکہ آپ کو دوسروں پر الزام لگانے کی بجائے اپنی صحیح تصویر نظر آ جائے۔

فرار کی تیاریاں

مولانا اگر آپ کا معاملہ ایک مجھ سے ہی ایسا ہوتا کہ جس کی میں شکایت کر رہا ہوں تو بھی خیر تھی مگر آپ تو خیر سے جہاں مقابلہ کا سوال آتا ہے اور فیصلہ منصفوں کے سپرد کرنے کا سوال آیا اور آپ نے حیلہ جوئی شروع کی۔ مثلاً حال ہی میں جب آپ کو جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ای۔ اے۔ سی۔ ریٹائرڈ نے تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ کی رو سے حضرت مسیح موعود کے دعوے نبوت کے متعلق ثالثی فیصلہ کی دعوت دی اور ایک سو روپیہ انعام بھی مقرر کر دیا تو آپ نے بظاہر اس فیصلہ پر آمادگی کا اظہار کیا اور حیلہ جوئی سے فرار کی راہ اختیار کرنے کی مکمل تیاری کر لی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ کبھی بھی چودھری صاحب مکرم کے ساتھ فیصلہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ پر یہ خوب کھل چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی شان اور مرتبہ یقیناً وہی ہے جو تریاق القلوب میں مذکور ہے اور یہ محض ڈھکوسلہ ہے کہ تریاق القلوب ایک غلطی کے ازالہ سے پہلے سے چھپی ہوئی ہے۔ نہ غلطی کا ازالہ اس کتاب کو منسوخ کر سکتا ہے اور نہ غلطی کا ازالہ کچھ آپ کی مدد کر سکتا ہے یونہی کچھ نہ سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے آپ یونہی بولتے رہیں یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ ان تمام شہادتوں کو جو تریاق القلوب کے متعلق آپ کے ساتھیوں نے دی ہیں الحکم اخبار کی ایک تحریر نے ردی کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو بہت بہت جزائے خیر دے جنہوں نے سب سے پہلے الحکم کی اس شہادت کو قوم کے سامنے رکھا۔ اور آپ لوگوں کی تمام شہادتیں جھوٹی ثابت کر دیں۔

امید ہے آپ اب لیت و لعل کو چھوڑ کر تعریف نبوت میں تبدیلی کے سوال پر شرائط طے شدہ کے مطابق بحث شروع کریں گے:

انعام

پہلے آپ گھڑی گھڑی انعام کے یکصد روپے کا مطالبہ کرتے تھے جب وہ آپ کا مطالبہ میں نے اس طرح پورا کر دیا کہ آپ ہی کو سو روپے بھیج دیئے تو اب آپ مدت سے خاموش ہو رہے ہیں۔ مولانا چلئے آپ میرے بھیجے ہوئے انعام کے یکصد روپے کو اپنے پاس ہی رہنے دیں آپ غیر جانبدار منصف کے سپرد یہ رقم نہ کریں۔ لیکن خدا کے لئے بحث کو نہ ٹالئے۔ بلکہ حق کو ظاہر ہونے دیں ورنہ آپ کتمان حق کے مجرم ہیں۔

کون تو کون ہی سہی

مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ کسی بہانہ سے مباحثہ کو ٹالدیں گے۔ کیونکہ آپ کو اپنی کمزوری کا علم اچھی طرح ہو چکا ہے مگر آپ ایسا کرنے کے لئے کسی کمزور سے کمزور بہانہ کی تلاش میں ہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی شادی کے موقعہ پر تنبول ڈالنے کے وقت ایک شخص جو بظاہر بڑا بنا ہوا تھا تہیدستی کے باعث شادی کی محفل سے ناراض ہو کر نکلنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا مگر اہل مجلس نے اسے کوئی موقعہ نہ دیا تو اس تہیدست بناوٹی بڑے آدمی نے مکان کی چھت پر کھٹ کھٹ کرنا شروع کر دیا۔ نیچے سے بعض لوگ چلائے کہ "کون ہے" تو اس حیلہ جو آدمی نے کہا کہ اچھا اب ہم کون ہو گئے چلو۔ "کون تو کون ہی سہی"۔ یہ کہا اور یہ جا وہ جا۔ کسی کی ایک نہ سنی سیدھے چلتے بنے۔

مجھے معلوم ہوتا ہے آج کل اس پرانی کہانی کو زندہ کرنے کے لئے آپ اندر ہی اندر خوب تیاریاں کر رہے ہیں۔

خدا کرے کہ یہ میرا خیال غلط ہو کیونکہ میری خوشی اس میں نہیں کہ آپ حیلہ بہانہ سے جان چھڑا لیں بلکہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ مجھے شکست ہی کیوں نہ ہو جائے۔

پیر کا اثر مریدوں پر

صوفیاء کا یہ مانا ہوا اصل ہے کہ مرید اسی رنگ کو اختیار کرتے ہیں جو پیر پر غالب ہوتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ پر جناب محترم میاں محمود احمد صاحب کا رنگ بہت غالب ہے۔ ان کو جب جماعت احمدیہ کے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بار بار فیصلہ کے لئے مناظرہ کی دعوت دی تو جناب میاں صاحب نے بڑی ہوشیاری سے اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ نہ بحث کرنی تھی اور نہ وہ کبھی حضرت امیر کے مقابل بحث میں آئیں گے۔ صرف دفع الوقتی کے لئے آپ کو [illegible] آگے کر دیا۔ تاکہ کسی طرح سر سے بلا ٹلے۔ اور آپ نے بھی خوب نیابت کا حق ادا کیا اور مباحثہ کو خوب ٹالا۔ دو اور دو چار کی طرح یہ سچی اور پکی بات ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ کبھی میدان مقابلہ میں نہیں نکلیں گے کیونکہ حق مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کے ساتھ ہے اور جناب میاں صاحب جذبات کو بھڑکا کر تو کچھ کام لے سکتے ہیں میدان دلائل میں وہ بہت کمزور ہیں اور ان کو خوب علم ہو چکا ہے کہ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ میں وہ بالکل غلطی پر ہیں اور اس کا اقرار عملاً وہ بخاری کے مقدمہ میں کر چکے ہیں اور مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تحریروں سے وہ جان چکے ہیں کہ دراصل حضرت مسیح موعود نبی نہیں ہیں صرف ظلی بروزی مجازی رنگ میں ان کو خدا تعالیٰ نے نبی قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر اب دور حاضر کے سلطان القلم حضرت مولانا محمد علی صاحب کے مقابل فیصلہ کن مناظرہ کے لئے جناب میاں صاحب نکلتے ہیں نہ کبھی نکلیں گے۔

شروع شروع میں جب جناب میاں صاحب نے یہ لکھا کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی "مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کا اصل اور حقیقی مصداق حضرت مسیح موعود ہیں نہ کہ آنحضرت صلعم اور امیر تمام دنیا کے علماء کو مقابل پر بلایا تو حضرت امیر نے ایک رسالہ "اسمہ احمد" کے نام سے لکھ کر جواب دیا اور تمام قادیانیوں کا منہ بند کر دیا۔ تو پھر میاں صاحب کو اس کے بعد کبھی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اس موضوع پر بحث کا کبھی نام بھی لیں۔ کہاں یہ چیلنج کہ میں تمام دنیا کے علماء کو انعام دے کر مقابلہ پر بلاتا ہوں اور کہاں یہ کہ حضرت امیر کے اس جواب پر ایسے بند ہوئے کہ آج تک پھر کبھی میاں صاحب نے اس موضوع پر بحث کا نام تک نہیں لیا۔

مختصر بحث

حضرت امیر نے تمام بحثوں کو مختصر کرنے کے لئے صرف غیر احمدیوں کے جنازہ پڑھنے کی اجازت کے سوال کو میاں صاحب کے سامنے پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود کے فتاوے ان کے سامنے رکھے اور پوچھا کہ اگر

(باقی بر صفحہ ۶)

پیغام صلح

جلد ۳۰ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ - م - ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۵۱

جدید نظامِ حیات اور ہماری جماعت

مغرب کا مادی نظامِ حیات متزلزل ہے

مغربی اقوام نے اپنے تہذیب تمدن کی بنیاد محسوسات اور مادیت پر رکھی اور اپنے ہر سیاسی اور معاشی نظریئے سے مذہب اور اخلاق کو خارج کر دیا اور انہیں جب دنیا میں چند ایک صنعتی اور حرفتی کامیابیاں ہوئیں تو انہوں نے خیال کر لیا کہ وہ بحر و بر کے مالک ہیں۔ اور اس دنیا کا ذرہ ذرہ انکی میکانکی سطوت اور طاقت کے سامنے تھر تھر کانپ رہا ہے لیکن انہیں اتنا علم نہ ہوا کہ ان کی یکطرفہ فتوحات اور ظاہری شوکت سے انکی روح شکست کھا گئی اور انکے اخلاق تباہ ہو گئے اور انکی روحانی اور اخلاقی زندگی پر خطرناک تاریکیاں اور ویرانیاں مسلط ہو گئیں اور اب ان کی قومی زندگی بھی خطرہ میں ہے اس نقشہ کو قرآن مجید نے کیا ہی خوب کھینچا ہے۔

الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا — جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی کے لئے برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے اچھے کام بنا رہے ہیں۔

مغربی اقوام اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑی ہیں وہی ساز و سامان جوان کے لئے مایۂ ناز تھا وہ عالمگیر جنگ کے فتیلۂ سوزاں سے بھک سے جل اٹھا اور یہ آب و آتش کے پتلے اپنے جیوش قاہرہ کو لیکر موجیں مارتے ہوئے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کا ہولناک نقشہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اس وقت یورپ کی یکطرفہ مادی ترقی سے نظام عالم میں حیرت انگیز الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں اور ایسی معاشی، سیاسی اور تمدنی پیچیدگیاں وجود میں آ چکی ہیں کہ ان گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایک عظیم الشان روحانی اور اخلاقی انقلاب کی ضرورت ہے ان اقوام کو یا تو کوئی جدید نظام حیات قبول کرنا ہوگا یا مسلسل جنگ اور پیکار کے گڑھے میں گر کر ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے نابود ہونا ہوگا ان کو ایک جدید نظام حیات کی ضرورت ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ نظام حیات ایسا ہونا چاہیئے جو ان کی مادی تمدنی اور نسلی تہذیب کی بنیادوں اور عناصر ترکیبی میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دے، رنگ و نسل کے ہیکلوں قومی اور لادینی ریاستوں کے بتوں کو پاش پاش کر دے اور بنی نوع انسان کو ایک روحانی سطح پر عالمگیر برادری استوار کرنے میں مدد دے اور انسان مجموعی طور پر زمین سے قطع تعلق کر کے آسمان سے پیوند پیدا کریں ایسا نظام حیات سوائے اسلام کے اور کیا ہو سکتا ہے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں یورپ کے مصائب اور مشکلات کا حل موجود ہے اور جو انکی معاشی سیاسی تمدنی اور روحانی گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے صرف اسلام سے ہی آج مہذب دنیا کی رستگاری وابستہ ہے سوائے اسلام کے اور کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ سیدھا اور سلامتی کا راستہ ہے اور اسلام بنی نوع انسان کی طرف خدا کا آخری پیغام ہے جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام کی زبردست روحانی قوت نے تہذیب و تمدن کو تباہ ہونے سے بچایا تھا آج بھی وہی قوت موجودہ مہذب اور متمدن دنیا کے عوارض کی حریف ہو سکتی ہے اور جس طرح اس وقت خون کی پیاسی اقوام اور قبائل میں رفق و ملائمت کے اعلےٰ اور ارفع جذبات پیدا کئے تھے اور انہیں غارت ہونے سے محفوظ رکھا تھا اسی طرح آج بھی یہی قوت دنیا کو بچا سکتی ہے اور بجائے بغض و عداوت کے محبت و اخوت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ لوگ خدا تعالےٰ کی نعمت کو قبول کر کے آگ اور تباہی . . . . سے نجات پا سکتے ہیں۔

لیکن اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک نظام اور جماعت کی ضرورت ہے جس کے افراد میں ایثار اور قربانی کے بے پناہ جذبات موجود ہوں وہ جماعت سواد اسلامی میں کہاں ہے؟ عام مسلمانوں میں تو تبلیغ اسلام کا شوق مطلق نہیں ہے اور نہ وہ اسکی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں صرف ایک جماعت ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف اس کوشش میں صرف ہو رہا ہے کہ دنیا میں خدا اور خدا کے رسول کا نام بلند ہو اور وہ جماعت احمدیہ ہے۔

آج جبکہ دنیا میں ایک زبردست انقلاب آنیکو ہے اور مادی نظام حیات متزلزل ہے اور مغربی دنیا ایک جدید نظام حیات مانگ رہی ہے ہماری جماعت کے فرائض اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں جماعت کے ہر فرد کو ان بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لینا چاہیئے ان حالات کے مطابق اشاعت اسلام کے لئے ایک زبردست تعمیری پروگرام مرتب کرنا چاہیئے جماعت احمدیہ کی حقیقی فتوحات کا زمانہ اب شروع ہوتا ہے، پہلے مدافعت تھی لیکن اب تعمیر ہے، ہمارے پاس اقوام عالم کے لئے ایک زبردست پیغام ہے ہمیں اس پیغام کو پہنچانے کے لئے پوری مستعدی و سرگرمی سے کام کرنا چاہیئے۔

ہم سب کو چاہیئے کہ اس سالانہ جلسہ پر ایک انتظام جدید کو مرتب کریں اور اسلامی نظام حیات کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اپنے خون کو کھولائیں اور اپنی طبائع میں ایک اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو حالات زمانہ کا جائزہ لینے کی توفیق اور اس نظام حیات کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی توفیق دے۔ آمین۔

۲۴ دسمبر کا پرچہ شائع نہیں ہوگا

جلسہ سالانہ کی وجہ سے ۲۴ دسمبر کا پرچہ ناغہ کیا جائے گا اور آیندہ پرچہ مورخہ ۳۱ دسمبر کو شائع کیا جائے گا خریداران پیغام صلح مطلع رہیں۔

"پیغام صلح کا آیندہ حجم"

کاغذ کی غیر معمولی گرانی اور نایابی کی وجہ سے انجمن نے اخبار پیغام صلح کا حجم ۸ صفحات کر دیا ہے۔ چنانچہ آیندہ پرچہ ۸ صفحات کا ہی شائع ہوگا مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ آیندہ اپنے مضامین اختصار کے ساتھ لکھیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا حجم کے پیش نظر اخبار میں طویل مضامین کی گنجائش نہیں ہوگی۔

احمدیہ کانفرنس کے متعلق ضروری اعلان

جناب جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ارشاد ہے کہ جماعت کے وہ حضرات جو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احمدیہ کانفرنس میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں وہ از راہ مہربانی پہلے اپنی تجویز کو جناب سکرٹری صاحب مذکور کی خدمت میں ۲۱ دسمبر تک بذریعہ ڈاک روانہ فرمائیں۔

جلسہ سالانہ اور سلسلہ کے نوجوان

۲۶ دسمبر ۱۹۴۲ء کو شام کے ۷ بجے نوجوانان جماعت کا اجتماع ہوگا اور تمام نوجوان اکٹھے کھانا کھائیں گے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں گے اور مستقبل کے لئے اپنا کوئی پروگرام مرتب کریں گے۔ لائل پور سے ہمیں ایک سرگرم اور مخلص دوست کی طرف سے ایک تجویز موصول ہوئی ہے جس میں انہوں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نوجوانوں کے ایک اجتماع اور ایک متحدہ پروگرام مدون کرنے پر خاص زور دیا ہے۔ مرکزی نوجوان پہلے ہی ایسے اجتماع کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اس دفعہ کارپردازان جلسہ نے نوجوانان سلسلہ کے لئے پروگرام جلسہ میں بھی کافی گنجائش رکھی ہے اس مذکورہ اجتماع کے علاوہ ۲۷ دسمبر کو زیر صدارت جناب مولنا یعقوب خانصاحب احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا اجلاس ۱۱½ بجے سے ۲½ بجے تک منعقد ہوگا جس میں جماعت کے قابل، مخلص اور سرگرم دوست اور بزرگ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے اور آخری تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔

امید ہے ہمارے نوجوان دوست اس جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خاص غور اور تعمق سے کام لیں گے اور دنیا کے زندہ اور فعال نوجوانوں کی طرح متحد ہو کر کام کرنے کی کوئی صورت نکالیں گے اور اس خالص اسلامی نظام حیات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کریں گے جس کا دنیا بیتابی سے انتظار کر رہی ہے۔

کارپردازان پیغام صلح کی طرف سے
قارئین پیغام صلح کو
عید مبارک ہو

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

مسائل عید اضحی

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی [illegible]ن ہے۔ نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی اسلئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ [illegible] اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو۔ لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ [illegible]سے کٹا ہوا نہ ہو۔ خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی [illegible]یک ہو سکتے ہیں۔

بکرے کی عمر ایک سال کی ہونی چاہیئے یا اس سے زیادہ "دوندا" جسکے [illegible]دانت سامنے کے بڑے ہوتے ہیں۔ موزوں ہوا کرتا ہے بھیڑ یا دنبہ چھ [illegible]ہ کا بھی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذالحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے [illegible]سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کیطرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر [illegible] نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا [illegible] پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل [illegible] خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات [illegible]دانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنیکا اقرار کر رہا ہے جب تک یہ [illegible]نوئی مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونیکی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ عید کے دن نہانا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا نماز عید پڑھنا [illegible] خطبہ سننا مسنون ہے عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے۔ لیکن [illegible] بدا ضحیٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

۶۔ عید کی نماز دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں [illegible]ر دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں یاد رہے دونو رکعتوں میں سورۃ [illegible] فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ اور تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ [illegible] دینے چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان [illegible] امام بیٹھتا نہیں۔ خطبہ سننا نہایت ضروری چیز ہے خطبہ کے درمیان [illegible] لوگ ملنا جلنا اور بغلگیر ہونا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں

۷۔ نماز عید کیلئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے [illegible] واپس آنا مسنون ہے نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے [illegible] گذرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے

۸۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ [illegible] خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ دارو[ں] میں تقسیم کرے تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۹۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا خوشی کرنا منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ لینا اس گوشہ [illegible]نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۱۰۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے [illegible] اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے

۱۱۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں اور بچوں پر [illegible] خرچ کرتے ہیں ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کیلئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہیئے آج [illegible]قت کا تقاضا ہے پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت [illegible] پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مساجد فنڈ کیلئے [illegible] اپیل کی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہیئے۔ جہاں جہاں ہماری [illegible] جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کیلئے بیحد ضروری ہے

۱۲۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہیئے، اشاعت اسلام اس [illegible] کا بہترین مصرف ہے قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

لائل پور میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا

ورود مسعود

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں شمولیت کی غرض سے جھنگ تشریف لے جاتے ہوئے ۱۰/۱۲/۴۴ کو چار بجے عصر کے وقت گاڑی سے لائل پور کے سٹیشن پر اترے سٹیشن پر استقبال کے لئے الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب الحاج شیخ میاں محمد صاحب کے علاوہ جماعت کے دیگر معززین موجود تھے حضرت ممدوح اسی وقت آگے جھنگ تشریف لے گئے ۱۱/۱۲/۴۴ کو مغرب کے قریب حضرت ممدوح واپس لائل پور تشریف لائے اور الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی کوٹھی پر رات آرام فرمایا ۱۲/۱۲/۴۴ کی صبح ۹ گرانمایہ خیالات سنے۔ مسٹر ریاض حسین صاحب سپروائزر اڈیل نے حضرت ممدوح کے مبارک ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی۔ مسٹر ریاض حسین صاحب ایک عرصہ سے زیر تبلیغ تھے۔ الحمد للہ کہ خدا نے انہیں توفیق دی حضرت امام عصر کی خوج میں شامل ہو گئے

۱۲/۱۲/۴۴ کو تین بجے بعد دوپہر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ واپس لاہور تشریف لے گئے جماعت کے بزرگ و دیگر احباب حضرت ممدوح کو رخصت کرنے کیلئے سٹیشن پر موجود تھے۔ جماعت کی زبردست خواہش تھی کہ حضرت ممدوح پانچ چھ روز لائلپور قیام فرما کر احباب کو استفادہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ مگر سالانہ جلسہ کی مصروفیات کے پیش نظر حضرت ممدوح کا لاہور میں موجود ہونا ضروری تھا اس لئے احباب نے اپنی درخواست پر اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ (از جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائلپور)

جلسہ سالانہ میں شمولیت فرمانیوالے اصحاب کیخدمت میں

ایک ضروری گذارش

جلسہ میں شمولیت کرنے والے اصحاب کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ کے مختلف شعبوں کے انچارج مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کے اسماء درج ذیل ہیں جس دوست کو .... مکان و رہائش، کھانے وغیرہ کے متعلق کوئی ضرورت در پیش ہو یا کوئی امر قابل دریافت ہو ان سے مل کر دریافت کریں۔

مکانات و رہائش	مولانا آفتاب الدین احمد صاحب
″ ″ کھانا	چوہدری عبد المجید صاحب
″ ″ پروگرام	مرزا مسعود بیگ صاحب

قبول اسلام

جامعہ احمدیہ لائلپور میں چار اصحاب جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئے۔ خدا استقامت کی توفیق عطا فرمائے

سابقہ نام	نمبر رجسٹر دفتر	اسلامی نام
لبھا رام	۲۳۱۴	عبد اللہ
منگو رام	۲۳۱۵	غلام محمد
رامداس	۲۳۱۶	غلام احمد
کرتارو	۲۳۱۷	فاطمہ

خاکسار

علامہ مشرقی نے حکومت پنجاب کی شرائط کو مان لیا ہے اور پنجاب اور سندھ کی حکومتوں نے گورنمنٹ ہند سے ان کی رہائی اور خاکساروں پر سے پابندیاں اٹھائے جانے کی سفارش کر دی ہے

حج نہ ہوگا

جو مسلمان حج کے ارادہ سے کراچی گئے تھے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے ہیں۔ سلطان ابن سعود نے بذریعہ تار حکومت ہند کو اطلاع دی ہے کہ موٹروں کی کمی کے باعث ...... خشکی کا سفر ناقابل عبور مشکلات سے بھرا ہے اور سعودی حکام اس امر کی ضمانت بھی نہیں دے سکتے کہ حجاج بروقت مکہ معظمہ پہنچ جائیں۔ (ماخوذ)

عید فنڈ

ہماری جماعت میں ایک روپیہ فی کس عید فنڈ مقرر ہے یہ فنڈ حضرت مسیح موعودؑ کا مقرر کردہ ہے۔ یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے۔ جہاں ہمارے دوست عید کے دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں ایک روپیہ انہیں اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق اشاعت اسلام پر بھی خرچ کرنا چاہیئے۔ اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ اس فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کیلئے ایک بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ ہمارے دوستوں کو اس فنڈ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے اور اسے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

مساجد فنڈ

بیرونی جماعتوں میں مرکزیت و تنظیم پیدا کرنے کے لئے مساجد کی سخت ضرورت ہے۔ بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کے لئے قائم کیا ہے تا کہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عیدین کے موقعہ پر ایک رقم جمع ہو جائے جسے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہو چکی ہیں عید کے موقعہ پر اس فنڈ کی ادائیگی کو خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے بیرونی مراکز کو مضبوط کرنے کیلئے اس فنڈ کو ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ عید کے [illegible]

[illegible] کر مقرر [illegible] فنڈ اور مساجد فنڈ نہایت ذوق و شوق سے ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور اپنے [illegible]

حیدرآباد کا معاہداتی موقف

گذشتہ سے پیوستہ

لارڈ ریڈنگ کا ۱۹۲۶ء کی نام نہاد سند سے اندرونی معاملات میں حق مداخلت اور برطانوی تاج کی برتری کا استدلال کرنا بے معنی ہے۔ اوّل تو سند یکطرفہ ہے۔ معاہدہ نہیں۔ جو فریقین کی رضامندی سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے فریق کے لئے قابل قبول ہوتا ہے۔ یہ ایک مغالطہ ہے اس میں سند کا لفظ تک برتا نہیں گیا۔ اور نہ سند کے طور پر اسے پہنچایا گیا۔ چونکہ خطوط سے مرسل الیہ پر پابندی عائد نہیں ہوتی اسلئے تاج سے "وفاداری" کا جملہ لکھ دینے سے حیدرآباد تاج برطانیہ کا تحت نہیں ہو سکتا وہ ایک اطمینان دہانی ہے کہ لارڈ ڈلہوزی کی بدنام الحاقی پالیسی کو ترک کیا جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس میں اگر ایک طرف سلطنت حیدرآباد کے اقتدار اعلیٰ کی برقراری کا اقرار اور حکمران خاندان کی قدرتی جانشینی کی تسلیم ہے تو دوسری طرف معاہدۂ حلیفی کا استحکام بھی ہے۔

"یقین فرمائیے کہ آپ سے کئے ہوئے اس عہد کو کوئی چیز توڑ نہ سکے گی جب تک کہ آپ کا گھرانا تاج کا وفادار اور معاہدوں عطیوں اور عہدوں کا جن سے برطانوی حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے پابند ہے۔

کیننگ ۱۱ مارچ ۱۸۶۲ء۔ (ایچی سن جلد ۵ طبع اول)

وفاداری کے لفظ کے ساتھ "معاہدوں کی پابندی" کے الفاظ وفاداری کا بجز اس کے کچھ اور مفہوم کی صراحت نہیں کرتے کہ حلیفی کے معاہدے پر حیدرآباد مستحکم رہے جنکی پابندی کی ذمہ داری برطانوی حکومت پر بھی لازمی ہے۔ تاج برطانیہ سے کئے ہوئے معاہدات کی وفادارانہ تعمیل پر حیدرآباد کو فخر ہے جب ہی تو برطانوی حکومت حیدرآباد کے مقتدر اعلیٰ خسروِ دکن آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کو "یار وفادار" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

لارڈ ریڈنگ کا استدلال جانشینی غلط ہے۔ تخت نشینی کے لئے حیدرآباد نے کبھی برطانیہ سے منظوری نہیں لی۔ ہمیشہ امرائے ملک نے ولیعہد کی بیعت کر کے اس کی شاہی کا اعلان کیا۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی اکثر دیسی ریاستوں سے انگریزوں کے جو معاہدات ہیں ان میں ماتحتانہ اتحاد عمل کے الفاظ برتے گئے ہیں۔ ایک انگریز کرنیز نے کہا کہ "حضور نظام کے ساتھ ہماری مفاہمت ایسی نہیں ہے کہ میسور یا دیگر ریاستوں کی طرح ہم کسی خاص موقع پر حیدرآباد کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر سکیں۔ حضور نظام کی مملکت ہمیشہ خود مختار اور با اقتدار رہی ہے ہم اس کی خود مختاری سے تعرض نہیں کر سکتے۔"

ہندوستان کی اکثر ریاستیں انگریزوں کا عطیہ یا سیاسی لین دین کی بنا پر وجود میں آئی ہیں۔ ان کے استحکام و بقا کا انحصار انگریزوں پر ہے۔ حیدرآباد کی تاریخ اور روایات نے بطور خاص اپنے اقتدار اعلیٰ کی حیثیت کو دیگر ریاستوں کے فرمانرواؤں کی حیثیتوں سے ممتاز رکھا ہے۔ حضرت آصف جاہ اوّل نے کسی کی مدد کے بغیر بفضل ایزدی یہاں کا تخت و تاج حاصل کیا۔ اور اب تک اس کے قیام و بقا میں کسی غیر کی اعانت کا دخل نہیں یہاں کا اقتدار اعلیٰ اب بھی ذات شاہانہ میں مرکوز ہے۔ جو قائم بالذات، کامل غیر محدود، ہمہ گیر ناقابل تقسیم اور ناقابل انتقال ہے۔ اور ہمیشہ رہیگا۔ حیدرآباد کے لئے باعث فخر ہے کہ وہ ہمیشہ غلام ہندوستان میں آزاد مملکت رہا۔

مکتوب شاہانہ بنام لارڈ ریڈنگ

مملکت حیدرآباد کی حقیقی پوزیشن کی صراحت مقتدر اعلیٰ خسروِ دکن آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کے مکتوب شاہانہ سے ہوتی ہے۔ جو حضور نے نمایندہ تاج برطانیہ لارڈ ریڈنگ کے نام ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ء کو لکھا۔

"حکومت برطانیہ کے ساتھ میرے تعلقات، نظام اور اپنی مملکت کا فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ان بجومی اور دفاعی اتحاد کے تابع ہیں۔ جو میرے اسلاف اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان باہمی احترام دوستی اور اشتراک مصالح کی بنا پر ہوا تھا ..... باستثناء ان مسائل کے جو خارجی طاقتوں اور خارجی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔ حیدرآباد کا نظام اپنی ریاست کے داخلی امور میں ویسے ہی خود مختار رہے ہیں جیسی برٹش گورنمنٹ انڈیا میں ہے۔ اس استثناء کے ساتھ جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ فریقین نے ہمیشہ الحکومتی مسائل میں جو قدرتی طور پر وقتاً فوقتاً ہمسایوں کے درمیان اٹھ کھڑے ہوا کرتے ہیں۔ کامل آزادی اور کامل خود مختاری کے ساتھ عمل کیا ہے۔ اب مسئلہ برار اس استثناء میں نہیں آتا اور نہیں آ سکتا۔ کوئی خارجی طاقت یا پالیسی اس تفحص میں متعلق یا مخل نہیں ہے۔ پس یہ قضیہ دو ایسی حکومتوں کے درمیان متنازعہ فیہ رہ جاتا ہے جو ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور جن میں سے کوئی کسی کی تابع نہیں ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ اس درجے کے دو فریق ایک دوسرے کے دعاوی اور تجاویز کو رد کر دینے کی آزادی ضرور رکھتے ہیں۔ مگر برٹش گورنمنٹ کا پورا احترام رکھتے ہوئے یہ پوچھنے سے احتراز نہیں کر سکتا کہ مسئلہ برار میں لفظ "فیصلہ" کا استعمال کہاں تک صحیح ہے۔ خارجی امور کو الگ کر کے میں برٹش گورنمنٹ کے ایک حلیف کی حیثیت سے اپنے لئے یہ حق ملحوظ رکھنے میں حق بجانب ہوں کہ ہز میجسٹی کی حکومت کے اس انکار کو محض ایک انکار سمجھوں نہ کہ فیصلہ ..... میرے مطالبہ استرداد برار کے جواب میں ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کا انکار محض اس کی رائے کا اظہار ہو سکتا ہے۔ مگر وہ مجھ پر اور میرے خاندان پر کوئی ایسی پابندی عائد نہیں کر سکتا کہ اب اس قضیہ کو ختم شدہ اور اپنے دعوے کو ہمیشہ کے لئے خارج شدہ سمجھ لیا جائے۔ اس قسم کی پابندیاں ایسے حلفاء پر کبھی حاوی نہیں ہو سکتیں جو اپنے عہدناموں کی شرائط کے ماتحت اس کی پوری آزادی رکھتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے کی تجاویز سے اتفاق کریں یا نہ کریں"

تعلقات خارجیہ

سلطان جو مدد حکومت برطانیہ سے یہ معاہدہ کرنے کے باوجود کہ "وہ ممالک غیر سے معاہدہ نہ کریں گے" لارڈ جسٹس کے۔ نے کی رائے میں "دیگر ممالک سے معاہدہ کرنے کے حق کو زائل نہیں کر لیتے"۔ ریاست کشمیر جو لین دین کی بنا پر وجود میں آئی اور ہر سال خراج کے نام سے قیمتی چیزیں حکومت انگریزی کو دیتی ہے۔ لیکن اس کے خارجہ تعلقات پر کوئی تحدید نہیں۔ مملکت حیدرآباد کے تعلقات حکومت برطانیہ سے مساویانہ حلیف کے ہیں۔ اور نہ کوئی ایسا معاہدہ ہے کہ اس کے خارجہ تعلقات زائل ہو جائیں۔ سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ میں سرکار عالی نے یہ وعدہ کیا تھا کہ خارجہ تعلقات حکومت انگریزی کے مشورے کے بغیر قائم نہ کرے گی مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ تعلقات قائم ہی نہ کئے جا سکیں گے۔

"موجودہ معاہدے سے دونوں مملکتوں کا اتحاد اور دوستی اس قدر مضبوطی سے جُڑ گئے ہیں کہ ان کو ایک ہی قرار دیا جا سکتا ہے اعلیٰ حضرت حضور نظام اقرار کرتے ہیں کہ آیندہ نہ تو کسی سلطنت سے کوئی گفت و شنید شروع کریں گے نہ جاری رکھیں گے جب تک کہ معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو پیشگی اطلاع نہ دیں اور اس کے ساتھ مشورہ نہ لیں۔ اور معزز کمپنی کی حکومت اپنی حد تک بذریعہ ہذا اعلان کرتی ہے کہ اسے اعلیٰحضرت کے بچوں، رشتہ داروں، رعایا، یا ملازمین سے کوئی تعلق نہیں اور ان کی حد تک اعلیٰ حضرت مختار مطلق ہیں"

(فقرہ ۱۵ معاہدہ سنہ ۱۸۰۰ء)

اس معاہدے کو اسی معاہدے میں "مدامی اور عام مدافعتی حلیفی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ معاہدے کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حیدرآباد کے خارجہ تعلقات کی ہرگز ممانعت نہیں ہوئی حیدرآباد نے اپنے خارجہ تعلقات کو بعض شرائط سے پابند کیا ہے۔ صرف مشروط ہو گئے ہیں کہ ریذیڈنسی کو پیشگی اطلاع دیں اور اس سے مشورہ کر لیں۔ اس میں ہرگز یہ شرط نہیں کہ ریذیڈنسی کا ہر مشورہ ضرور مان بھی لیا جائے۔ واقعاتی حیثیت سے یہ حقیقت ہے کہ حیدرآباد کے تعلقات اس کے بعد بھی ہندوستان کی دیگر ریاستوں سے باقی رہے ہیں۔ مثلاً حیدرآباد کے خارجہ تعلقات پیشوا وغیرہ کی حکومتوں سے (جن پر اس وقت انگریزی برتری کا اثر نہ تھا) راست اور بلا توسط حکومت انگریزی رہے۔

اگر اس معاہدے کی تحلیل کی جائے۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ۱۷۹۸ء کے خط کے دوستانہ اقرار کی توثیق کی جائے جو تیسری جنگ میسور ۱۷۹۹ء کے اعلان پر ختم ہو گیا تھا۔ سرنگاپٹم کی یہ غالباً ایک غیر شائع شدہ شرط تھی جس کا ذکر لارڈ ولنگٹن نے ٹیپو سلطان کے نام ایک خط مورخہ ۱۸ جون ۱۷۹۸ء میں کیا ہے کہ

"لارڈ کارنوالس، نواب نظام علی خاں، پیشوا پنڈت پردھان، اور سلطان نے یہ طے کیا ہے کہ ایک باقاعدہ طریقے کے مطابق جملہ فریقوں کے علم اور رضامندی سے ہر اس سوال کا دوستانہ تصفیہ کیا جائے جو آیندہ آپ (ٹیپو سلطان) کے حلفاء میں سے کسی ایک کے ایسے سرحدات کے متعلق جو آپ کے علاقہ سے متصل ہوں، پیدا ہوں"

چاروں سلطنتوں میں مساوی حقوق اور ذمہ داریوں کا اقرار ہوا ہے۔ اور باہمی مشورے اور منظوری کی شرط قبول کی گئی ہے اور ہر ایک پر اس کی پابندی لازمی ہے ۱۸۵۵ء میں اخبار اسٹیٹسمین (کلکتہ) نے ایک تاریخی خبر کو دہرایا تھا کہ جب برطانوی حکومت نے افغانستان سے ایک معاہدے کی گفت و شنید کی تو حیدرآباد کی طرف سے سالار جنگ نے اپنا یہ حق جتایا کہ گفت و شنید صلح میں حیدرآباد کو بھی شریک رکھا جائے۔ معاہدے کے موقع پر برطانوی حکومت کو مشورہ

بنا اور خود شریک عمل بنائے جانے کے لئے پیش کرنا اس کی کافی مثال ہے کہ اس معاہدے کی پابندی فریقین پر لازمی ہے۔ اور اس سے حق تعلقات خارجہ زائل نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۳۷ء میں چار ممالک میں باہمی مشورے کا ایسا ہی معاہدہ ہوا جو میثاق سعد آباد کہلاتا ہے۔ جس میں ترکی۔ ایران۔ افغانستان اور عراق نے معاہدہ کیا ہے کہ اپنے خارجہ تعلقات میں خاصکر کسی جنگ کے چھڑنے پر باہمی مشوروں کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیں گے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سلطنتوں نے اس معاہدے کے ذریعے اپنے تعلقات خارجہ کو زائل کر لیا۔ اس سے بڑھکر یہ کہ مقولہ منرو کے تحت امریکہ کی کسی بھی سلطنت کو اجازت نہیں کہ وہ اپنے علاقہ میں غیر امریکیوں کو کسی پٹے۔ بیع یا ہبہ کے ذریعہ سے حقوق عطا کر سکے۔

خارجہ تعلقات کے سلسلہ میں اسی معاہدہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ نقرہ (۱۲) کی رو سے حیدرآباد نے اقرار کیا کہ وہ آئندہ کسی پر تعدی اور جارحانہ جنگ کا اقدام نہیں کرے گا۔ ۱۸۱۵ء میں سوئٹزرلینڈ نے ایسا ہی معاہدہ کیا تھا۔ اور سوئٹزرلینڈ کو اجازت نہیں تھی کہ وہ کسی اور سلطنت پر اقدام جنگ کا اقدام کرے اور اس کے عوض ہمسایہ سلطنتوں نے بھی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی۔ اس قسم کے معاہدے سے خارجہ تعلقات زائل نہیں ہوتے۔

معاہدہ ۱۸۰۰ء کے فقرہ (۱۶) میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو جنگوں یا جھگڑوں میں جو حیدرآباد سے کسی ملک کے ساتھ ہوں حکم اور ثالث بننے اور بیچ بچاؤ کرانے کی خواہش کی گئی ہے لیکن اس سے بھی تعلقات خارجہ متاثر نہیں ہو سکتے۔

لارڈ برکنہیڈ سابق وزیر ہند نے اپنی کتاب "انٹرنیشنل لا" میں ایک دلچسپ بحث کی اور اقتدار اعلیٰ سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرون متوسط میں جب پوپ لیو سوم اور شارلمان کی امداد باہمی سے "مقدس رومی شہنشاہیت" قائم کی گئی تو پورے عیسائی یورپ نے اپنے بین الممالک یا بین الملوک جھگڑوں میں ان دونوں کو اپنا حکم اور آخری فیصلہ کنندہ مان لیا۔

۱۸۷۵ء میں انگلستان اور پرتگال کے خلیج ڈیلاگوا کے جھگڑے میں صدر جمہوریہ فرانس نے حکم کی حیثیت سے فیصلہ کیا تھا۔ حال میں افغانستان اور ایران کے سرحدی جھگڑے میں ترکی نے تحکیم کی۔ ۱۸۷۲ء میں الاباما کے مشہور مقدمے میں حاکم نے فیصلہ کیا تھا کہ انگلستان امریکہ کو (۳۳) لاکھ پونڈ ہرجانہ دے۔ اگر حیدرآباد نے برطانوی حکومت کو مستقل طور پر حکم بنا دیا تو اب قانون بین الممالک میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا۔ برطانیہ وغیرہ کثیر ممالک نے "اختیاری دفعہ" پر دستخط کر کے ہیگ کی عدالت قانون بین الممالک کو حکم تسلیم کر کے اس کے ہر فیصلے کو اپنے متعلق نافذ رکھنے پر رضامندی ظاہر کی۔ کوئی نہیں کہتا کہ اس سے ان ممالک کے تعلقات خارجہ زائل ہو گئے یا ان کی آزادی خطرے میں پڑ گئی بلکہ خارجہ تعلقات باقی رہنے کا ثبوت ہے۔

مدافعت اور فوج ۱۸۰۰ء کے عہدنامہ میں یہ بھی ایک شرط تھی کہ اگر کوئی تیسری سلطنت ان میں سے کسی ایک پر حملہ کرے گی تو دونوں مل کر مقابلہ کریں گی۔ نیز برطانوی حکومت نے عہد کیا کہ وہ کسی طاقت کو نظام کے ممالک محروسہ پر حملہ نہ کرنے دے گی۔ اور خود اپنے مقبوضات کی طرح نظام کے مقبوضات کی بھی حفاظت کرے گی۔ اس مدافعت کے کام میں کمپنی کی مدد کرنے کے لئے طے ہوا کہ جمعیت نعلبندی میں مستقل طور پر دو پلٹنیں کا اضافہ کر دیا جائے اور اس فوج کے مصارف کے لئے حیدرآباد نے چند علاقے برطانوی حکومت کو تفویض کئے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حیدرآباد نے مدافعت کو برطانوی ہند کے تفویض کیا؟ اگر حقیقتاً غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس کا منشاء صرف یہ ہے کہ حیدرآباد نے اپنے چند علاقوں کی آمدنی کے صرفہ سے اپنے حلیف پر مدافعت کی ذمہ داری عائد کی نہ کہ اپنی آپ مدافعت کرنے کا حق کھو دیا۔ حیدرآباد اپنی مدافعت ہمیشہ خود ہی کرتا رہا۔ اور اپنے مدافعت کے حق سے دستبردار نہیں ہوا۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جمعیت نعلبندی نے حیدرآباد کی کبھی مدافعت نہیں کی۔ عدم امدادی کے باعث حیدرآباد کے بعض صوبے پیشوا وغیرہ کی ہمسایہ حکومتوں کے قبضہ میں چلے گئے اور بعض خود مختار ہو گئے جن کو ان سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بعد میں فتح کر لیا۔ بلکہ حیدرآباد نے برطانوی ہند کی مدافعت کی کیونکہ اسی معاہدہ میں یہ شرط بھی تھی کہ تیسری طاقت سے انگریزوں کی جنگ چھڑنے کی صورت میں حیدرآباد برطانوی حکومت کی مدد کرے۔ اور ہر جنگ میں حیدرآباد نے اپنی فوج اور مال سے مدد دی۔

حیدرآباد کی اپنی فوج ہے اور اس کی تعداد پر کوئی تعیناتی قید نہیں۔ عصری حربی اسلحہ سربراہ ہونے کی کوئی ممانعت نہیں۔ حیدرآباد نے اپنا توپ کا سانچہ اور مرمت کا کارخانہ محض اس وعدہ پر برخاست کیا کہ عصری اسلحہ برطانیہ مہیا کرے گی۔ حیدرآباد کی عسکری و حربی طاقت کی عظمت کے لئے ہم قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی تقریر "حیدرآباد اور بعض خود مختار ممالک" کا ایک حصہ نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

"میرا جواب بلا تردد اس بات میں ہے کہ اعتراض کرنیوالوں نے حیدرآباد پر بہت ہی سرسری نظر ڈالی۔ انہوں نے اس کی تاریخ اور جغرافیہ کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ صرف امپیریل سروس ٹروپس گولکنڈہ لانسرز، کیولری گارڈ، انفنٹری توپ خانہ اور نظم جمعیت کو ہی حیدرآباد کا کل عسکری نظام خیال کرتے ہیں۔ اور الوال ترملگیری بلارم کی افواج کو انہوں نے بالکل جداگانہ طاقت خیال کر رکھا ہے، حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ فوجیں ابتدائی نگرانکار فوجیں نہیں بلکہ عساکر آصفی ہیں۔ جو حیدرآباد کے خرچ پر حیدرآباد کے لئے اس کے قابل احترام حلیف سلطنت عالیہ سلطنت برطانیہ نے تیار کیں اور تیار رکھیں ہیں۔ اب ان سب قوتوں کو یکجا کرو۔ اور بتاؤ کہ کیا حیدرآباد کا نظام فوجی کسی اور نظام عسکری سے کم ہے پھر جغرافی حیثیت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئیے کہ دوسری حکومتیں اپنے اطراف و جوانب اغیار کا ہجوم رکھتی ہیں افغانستان کے ایک طرف انگریز ہیں جن سے اس کی کبھی نہیں بنی دوسری طرف روس ہے جو اپنے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہتا تیسری طرف ایران ہے جسے ایک حریف حکومت کہا جا سکتا ہے جو تاریخ قدیم میں کبھی سیستان اور اس کے مشرقی علاقوں میں ہمیشہ برسرپیکار رہا۔ یہی حال خود ایران، عراق، حجاز، ترکیہ اور تمام یورپ کی آزاد اور خود مختار مملکتوں کا ہے۔ برخلاف اس کے حیدرآباد اپنے اطراف صرف ایک مملکت رکھتا ہے جو اس کی دوست اور ایسی حلیف ہے جس کے عہد محبت کو سلاطین آصفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں مضبوط رکھا جنوب اور مغرب کی طاقتیں جن سے حیدرآباد کو آئے دن برسرپیکار رہنا پڑتا تھا۔ تاریخ کے ابتدائی اس دور میں ختم ہو گئیں جبکہ وہ اعلان خود مختاری کیا گیا تھا جس کی ہم یاد منا رہے ہیں"

ڈاک اور سکہ خود مختاری کی دو ظاہر نشانیاں ڈاک اور سکہ حیدرآباد کے اپنے مستقل ہیں جس طرح خود مختار بادشاہ یا اس کا سفیر دوسرے ملک میں جائے تو جہاں کہیں وہ ہو وہ مقام اس کے قیام تک اسی کے ملک کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ حیدرآباد کے عہدہ داران سرکاری باہر جاتے ہیں تو نہ صرف ان کو سرکاری کاغذات حیدرآباد سے آصفی ٹکٹ لگا کر بھیجے جاتے ہیں۔ بلکہ جب وہ خود برطانوی ہند سے حیدرآباد کا کوئی سرکاری کاغذ بھیجتے ہیں تو اس پر صرف حیدرآباد ہی کی سرکاری ٹکٹ لگائی جاتی ہے۔ خانگی ڈاک کے متعلق بھی برطانوی ہند سے بالکل مساوات کا معاہدہ ہے مگر یہ قاعدہ تھا کہ حیدرآباد کی ٹکٹ لگا کر برطانوی ہند کو خط بھیجا جائے تو مرسل الیہ سے مزید محصول وصول کیا جائے گا۔ اور برطانوی ہند سے آئے ہوئے خطوط پر حیدرآباد کا ڈاک خانہ بوقت تقسیم اپنا محصول وصول کرے گا۔ اور اس معاہدہ تبادلہ ڈاک کے اصول کے باعث دونوں علاقوں کی رعایا کو تکلیف تھی۔ ایک برطانوی پوسٹ ماسٹر نے اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ حیدرآباد اور برطانوی ہند میں اصول مساوات تو قائم رہے لیکن ہر علاقہ اپنا اپنا محصول ڈاک جداگانہ وصول کرنے کے بجائے عام اصول ہی پر عمل ہو جو دنیا میں رائج ہے۔ ایک ہی علاقہ اپنے ڈاک خانوں میں ڈالے ہوئے اشیاء کا محصول لے اور دوسرا علاقہ ان کو مرسل الیہ سے مزید محصول لئے بغیر تقسیم کرا دے۔ یہ تحریک رزیڈنسی سے سرکاری طور پر پیش ہوئی تھی۔ اور سرکار عالی نے عملاً منظور کر لی۔ مگر برطانوی ڈاک خانے نے یہ عمل نہیں کیا۔ ایک سالہ نوٹس پر اس معاہدے کو منسوخ کرنیکا معاہداتی حق نظر ثانی پر آمادہ کرنے کو آسان بنا چکا ہے۔ (ماخوذ)

بقیہ صفحہ (۲)

حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے کے منکروں کو کافر جانتے تو غیر احمدیوں کے جنازہ کی اجازت کیوں دیتے۔ اس کے خلاف ایک فتوے نہیں ہے اسلئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کے منکر کافر نہیں ہیں۔ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے آپ خود سوچ لیں۔ یہ آپ کو علم ہے کہ جناب میاں صاحب نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نہ وہ دے سکتے ہیں۔

اگر اب بھی آپ لوگ یہ چاہتے ہوں کہ دو جماعتوں کے درمیان فیصلہ ہو کر خدمت اسلام کے لئے اتحاد ہو جائے تو آپ ان مسائل پر جناب میاں صاحب کو فیصلہ کن بحث کے لئے آمادہ کریں۔

تمام قادیانی علماء کو چیلنج اگر مولوی اللہ دتہ صاحب کی بجائے علماء قادیان میں سے کوئی اور ذمہ دار عالم شخص مثلاً سید سرور شاہ صاحب یا میر محمد اسحٰق صاحب یا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی وغیرہ ہم تعریف نبوت کی تبدیلی کے سوال پر ثالثی فیصلہ کے ساتھ بحث کرنا منظور کریں تو میری طرف سے ان کے لئے بھی مبلغ یکصد روپیہ انعام ہوگا، اگر وہ ثابت کر دیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۹۹ء میں جو نبوت کی تعریف کی تھی وہ حضرت اقدس نے بعد میں بدل دی تھی۔

امم سابقہ میں پردہ

اسلامی پردہ عورت کی عزت قائم کرنے کیلئے ہے

گذشتہ سے پیوستہ

مشکل تو یہ ہے کہ اہل مغرب اہل مشرق کی خانگی زندگی کا نقشہ اپنے ذہن میں جما ہی نہیں سکتے۔ مشرق میں مرد و عورت دونوں کے فرائض اہل مغرب سے بالکل مختلف ہیں۔ مشرق میں خانہ داری کے لئے بہت ساز و سامان درکار ہے۔ ایک معمولی طبقے کی عورت بھی بہت سی نوکریں اور مامائیں رکھتی ہے کھانا پکانے کی مائی اور قصیدہ کاڑھنے والی ماما ہر متوسط مشرقی گھر میں نظر آتی ہیں۔ کیونکہ عورتوں کے لباس اکثر گھر ہی میں تیار ہوتے ہیں پھر ایک منتظمہ (مینیجر) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کے سپرد گھر کی سب چیزیں ہوں۔ کپڑے۔ زیور۔ برتن وغیرہ کے صندوقوں کی چابیاں اُسی کے سپرد ہوتی ہیں۔ اور کم از کم ایک ایسی عورت (بڑھیا) بھی گھر میں ہونی چاہیئے جو مردوں سے بات چیت کر کے ان کو احکام پہنچا سکے۔ اور اگر گھر میں بچے ہوں تو اُستانی صاحبہ کا وجود بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ گھر میں جو آنا یا کوئی اور خادمہ پرانی ہو جاتے تو اس کو بھی گھر کا آدمی سمجھ کر اس کی عزت کی جاتی ہے۔ میرا مطلب اس تفصیل سے یہی تھا کہ ایک متوسط گھرانے میں گھر والی عورت کی راحت کے لئے کس قدر انتظام کیا جاتا ہے۔ اس مجموعہ کا نام حرم یا زنانخانہ ہے۔ اہل یورپ اس مصلحت کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور کہہ دیتے ہیں کہ مشرق میں عورتیں قیدیوں کی طرح زندگی بسر کرتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مشرق میں ہر ایک گھر والی بحیثیت ایک ملکہ کے اپنی ماماؤں اور خادموں پر حکمرانی کرتی ہے۔ مغرب میں تو تاجدار ملکہ بھی ایسی خوشی اور آرام سے نہیں رہتی جس قدر ایک معمولی مشرقی عورت کو میسر ہے۔ مشرق میں عورتوں کی زندگی بڑی لطف دار اور مزے کی ہوتی ہے وہ مہمانوں اور رشتہ داروں کو مدعو کرتی ہیں اور خوب رنگ رلیاں مناتی ہیں" چھوٹی چھوٹی لڑکیاں سینکڑوں روپے گڑیوں کی شادیوں میں خرچ کر دیتی ہیں مشرقی گھرانوں میں عورتوں کے لئے الگ باغ باغیچے ہوتے ہیں۔ گھر کی لڑکیاں گھر کے کام کاج میں خوب حصہ لیتی ہیں ان کو سلائی۔ کپڑے بنانے کھانے پکانے وغیرہ کا کام بڑی احتیاط سے سکھایا جاتا ہے۔ اور چونکہ تمام کنبہ ایک ہی جگہ مل کر رہتا ہے اس واسطے بعض بے اولاد عورتیں بھی اپنے رشتہ داروں کے بچوں سے دل بہلا لیتی ہیں اور اپنے آپ کو اسقدر بدنصیب اور اکیلا نہیں سمجھتیں۔

تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ مشرقی عورتوں کی زندگی پر لطف نہیں اور کم از کم اس کو اخلاق سے گرا ہوا تو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

مسٹر جان ڈیون پارٹ لکھتے ہیں:۔

"حرم کو قید خانہ کہنا تو درکنار وہ تو عورتوں کے لئے کامل آزادی کی جگہ ہے۔ اور تو خود خاوند جب حرم میں آتا ہے تو اجازت مانگ کر آتا ہے۔ جونہی کہ وہ حرم کی دہلیز کے اندر قدم رکھتا ہے تو جدھر نظر ڈالتا ہے ہر چیز اسکو یہی یاد دلاتی ہے کہ اس جگہ وہ مالک اور حکمران نہیں۔ بچے۔ نوکر۔ غلام سب گھر والی کو اپنا حاکم سمجھتے ہیں۔ اگر تو بیوی صاحبہ کا مزاج درست ہو تو خیر ورنہ ہر چیز غلط اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے"

ایک مشہور سیاح پنچ بنامی لکھتا ہے "اہل یورپ کا یہ خیال کہ مسلمانوں کی شادی شدہ زندگی عیسائیوں کی شادی شدہ زندگی سے بالکل مختلف ہے۔ غلط ہے۔ مجھے تو عرب میں ایسا کوئی اختلاف نظر نہیں آیا اور اس ملک کی عورتیں یورپین عورتوں سے کم آزاد اور ہشاش بشاش نہیں"

ایرانی مؤرخ مرزا ابو طالب خاں نے اہل انگلستان کی گھریلو زندگی پر بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ مسلم عورتوں کو زیادہ آزادی اور طاقت حاصل ہے اور ان کے حقوق مغربی عورتوں سے زیادہ وسیع ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے:۔

"حرم کے انتظام کا جو کہ یہ نقشہ مغربی سیاحوں نے کھینچا ہے اس میں بہت کچھ مبالغہ کی آمیزش ہے۔ اور اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات پہلے ہی سے اس قسم کے انتظام کے سخت مخالف تھے۔ اور حرم کی اچھی چیز بھی ان کی نظروں میں بُری معلوم ہوتی تھی۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حرم کا قابل تعریف یا قابل نفرین ہونا اس کے مالک پر مبنی ہے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی ایک دوسرے کی عزت اور حرمت کا بہت پاس کرتے ہیں اور اُن کے اخلاق بہت پسندیدہ ہیں دنیا سے اس طرح الگ رہنے کے بدلے ان کو اور بہت سی آسائشیں مہیا ہیں۔ اور بلحاظ شرع ان کے تعلقات اور حقوق عیسائی عورتوں سے بدرجہا اچھے ہیں جونہی کہ عورت خواہ وہ لونڈی ہو یا آزاد ہو ایک مرد کی زوجہ بن جاتی ہے۔ تو فوراً اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی کفالت اس مرد کا فرض ہو جاتی ہے۔ عورت اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ پر پورا اختیار رکھتی ہے۔ اگرچہ اسلام میں عیسائیت کی نسبت طلاق زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی رقم مہر عورت کے گذران کے لئے کافی ہوتی ہے"

مس گریس ایلی سن نے ترکی حرم سرائے میں بذات خود رہنے سہنے کے بعد مندرجہ ذیل ریمارک لکھے تھے

"ان کی تصنیف تھی اس میں حرم کو ایک بُری جگہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ جب میں نے ترکی سے واپس آکر اعلان کیا۔ کہ میں خود حرم میں رہ کر آئی ہوں۔ تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ حرم کی بابت عوام کا جو یہ خیال ہے۔ اس کو مدنظر رکھ کے لوگ مجھ کو ایک اعلیٰ اخلاق کی عورت نہیں سمجھتے ہونگے۔ چند دن ہوئے کہ میں نے زندگی حرم پر ایک مختصر سی تقریر کی۔ تو سامعین سارے مرد ہی تھے اور ایک عورت نے بھی میری تقریر سننے کی تکلیف گوارا نہ کی۔

اُن حضرات کی خاطر جو ان باتوں سے بے علم ہیں میں پھر لفظ حرم کی تشریح کر دیتی ہوں۔ لفظ حرم عربی لفظ محرم کا مشتق ہے اور اس کے معنے ہیں منع کی گئی۔ یا عزت کی گئی چیز۔ اس سے مراد وہ حصہ مکان یا کمرے لئے جاتے ہیں جو صرف عورتوں کے استعمال کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ اور اس کے معنے جیسا کہ آپ لوگ خیال کرتے ہیں۔ بیویاں اور لونڈیاں جمع کرنے کی جگہ نہیں۔ اور مالکہ کے قریبی رشتہ داروں کے سوائے ہرگز کوئی مرد حرم کی ڈیوڑھی کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور بعض حالتوں میں تو رشتہ داروں کو بھی داخلت کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ترکی میں حرم انہی معنوں میں بولا جاتا تھا جیسے ہندوستانی لفظ زنانخانہ بولا جاتا ہے۔ اور ہرگز ہرگز کوئی بُری چیز اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہنا کہ ایک ترکی اپنے حرم کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ اسی قدر عقل سے بعید ہے جس قدر یہ کہنا کہ فلاں انگریز اپنی میم صاحبہ کے ڈریسنگ روم (کپڑے پہننے کے کمرے) کے ساتھ سفر کرتا ہے۔

"میری سمجھ میں حرم کے مفہوم کی بابت جو غلط فہمی لوگوں کو ہوئی اس کی وجہ بہت حد تک یہ غلط خیال ہے کہ ترکی مرد ضروری طور پر ایک سے زیادہ شادی کرتے ہیں۔ لیکن یہ خیال بھی بالکل باطل ہے۔ ترکی اور تمام مشرق میں کثیر الازدواجی کا رواج ختم ہوتا جاتا ہے۔ جب پیغمبر اسلام نے بیویوں کی تعداد چار تک محدود کر دی۔ تو ان دنوں تمام مشرق میں کئی کئی عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا۔ اور اس قسم کی قیود سے عورت کا رتبہ سوسائٹی میں بہت بلند ہو گیا۔ نیز ایک ایسی قوم میں جن میں آئے دن کے جنگوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد اکثر کم ہو جاتی ہو کثیر الازدواجی ایک ضروری اور اخلاقی اصول ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے باوجود بہت سی بیویاں کرنے کے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ میرے بہت سے ترک دوست بڑے اعلیٰ اخلاق رکھتے ہیں اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ بہت ہی کم یورپین لوگ ایک اجنبی عورت کی آسائش کے لئے اس قدر تکالیف برداشت کریں گے جس قدر ان ترکی دوستوں نے میرے لئے گوارا فرمائیں۔ اس واسطے میں سخت افسوس کے بغیر نہیں رہ سکتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے مصلح قوم کے پیرووں کو جن کا ایک کثیر حصہ انگریزی سلطنت کے ماتحت امن سے زندگی بسر کر رہا ہے صرف اسواسطے قابل نفرت سمجھنا کہ ان کے ہاں ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دیتا ہے انصاف سے بہت دور ہے"

"پیغمبر اسلام نے ان تھک کوششوں سے عورتوں کا رتبہ بلند کیا۔ خود آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا پاکیزگی عفت اور دینداری کا نمونہ تھیں اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ تمام تر ترکی شریف زادے عورتوں سے سلوک کرنے میں اپنے ہادی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو غیر مردوں کی نگاہوں تک سے محفوظ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ حجاب اور پردے کی جس قدر قیود ہیں۔ ان سب کا مقصد ان کو دنیا کے بُرے پہلو سے الگ رکھنا اور ان کی پاکیزگی کو ملاوٹ سے بچانا ہے۔ ترکی میں کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس کا کوئی ولی محافظ یا رشتہ دار مجبر نہ ہو۔ کوئی نہ کوئی مرد ضرور اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے خود لفظ حرم کے اندر ایک پاکیزگی ملحوظ ہے اس میں قید وغیرہ کے مفہوم کا شائبہ تک نہیں۔ ایران اور ہندوستان میں بیوی کو اہلخانہ یا گھر کی مالکہ کہا جاتا ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ غلالی کا مفہوم مغربی مصنف کہاں سے لے آتے ہیں۔ اکثر اوقات بیوی میاں پر بھی حکمرانی کرتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ پہلے پہل ایک نر بچہ کی ماں بن جائے۔ مرد جو کچھ کماتا ہے بیوی کے حوالے

کے سامنے جارکھتا ہے اور اپنے ذاتی استعمال کے لئے بھی عورت سے مانگ کر خرچ کرتا ہے۔ حالانکہ باوجودیکہ تمام آمدنی اور روپے کما تیا کرنیوالا مرد ہوتا ہے۔ لیکن خرچ کرنے کا اختیار عورت کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

ڈون ہامر نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ حرم ایک متبرک جگہ ہے۔ اس میں اجنبی نہیں جا سکتے اس واسطے نہیں کہ عورتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ اس واسطے کہ عورتوں کو ایک متبرک خزانہ سمجھ کر غیروں کی نظروں سے پنہاں رکھنا فرض سمجھا گیا ہے اور جو عزت ایشیا اور یورپ کے مسلمان عورت کی کرتے ہیں اس کو ثابت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ عنقریب تمام دنیا پر صداقت کھل جائے گی۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں ہندوستان کا پردہ اسلامی ممالک کے پردے سے سخت تھا اور اس کی وجہ اس وقت کے لوگوں کی راہ و رسم تھی۔ یہ علامت زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ ان صفحات کے لکھنے والے نے مغرب کے تمدن کو خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور مغربی تہذیب اور اخلاق اور تمام مشہور مرکزوں کی سیر کی ہے۔ اور اگر آج بھی اس سے پوچھا جائے کہ وہ مغربی روشنی کو اختیار کرنا پسند کرتا ہے یا مشرقی انداز کو تو بغیر کسی تامل کے کہیگا کہ مغربی طرز زندگی جیسی کہ آجکل یورپ میں مروج ہے ہرگز قابل ترجیح نہیں۔ یہ مغرب کے سادہ لوح جو اپنے زعم میں مشرق کی عورتوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے دعوے کرتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالیں اور پھر دوسروں کا تنکا دیکھیں۔

جب یورپ عورت کی اس بے عزتی کو محسوس کریگا جس کی وجہ مذہبی قیود کی غیر حاضری ہے۔ یا جب تعداد پیدائش کی کمی اور مہلک بیماریوں کی کثرت یورپ کی مادہ پرست آنکھ کو عیش پرستی کی عارضی نیند سے جگائے گی تو ان کو چارہ ناچار اسلامی اصولوں کی طرف توجہ کرنی پڑے گی اور ان عالمگیر قوانین کے آگے سر جھکانا ہوگا۔ جو مصلح حقیقی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم الغیب خدا سے الہام پاکر لوگوں کو سکھلائے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمدنی قوانین کی بابت مسٹر باسورتھ سمتھ جس نے نبی کریم کی زندگی کو خوب مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے:۔

پہلے پہل تو سخت قوانین سے اور بعد میں ان اخلاقی خیالات سے جو ان قوانین کی اطاعت نے پیدا کر دیئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام مصلحوں سے زیادہ کامیاب ہوئے اور آپ نے مسلم ممالک کو ان پیشہ ور بدمعاشوں اور بدکاروں سے بالکل صاف کر دیا جو ہر قوم و ملک کے لئے باعث ننگ و عار ہوتے ہیں اور اکثر دفعہ اس قوم کو تباہ کرکے چھوڑتے ہیں۔

ہم اس تبدیلیٔ زمانہ کو دیکھکر بہت خوش ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے واضع قوانین کا ضمیر اب ان بداخلاقیوں کو محسوس کرتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں تو گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں اور حال میں قانون ساز کمیٹی کے ایک بل درپیش ہے جس میں مہلک جرائم کی اصلاح جو بداخلاقی اور بدکاری کو روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

ان بیماریوں اور بدکاریوں کی وجہ مرد اور عورتوں کا آزادانہ میل جول بیان کیا جاتا ہے اور اب ایسے قوانین بنانے کی تجویز ہے جن کی رو سے میل جول محدود ہو جائیگا اور خانہ داری میں بے انتظامی کا جرمانہ زیادہ ہوگا۔ ایسی کتابوں یا مضمون کا لکھنا اور چھاپنا بھی بند کیا جا رہا ہے جو اخلاق گرے ہوئے ہوں اور جس چیز کا اثر اولاد کا رک جانا ہو ان کو (بھی) جرم قرار دے کر سزا کا سزاوار سمجھا جائے گا۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگوں کے اخلاق ملکی قوانین سے بھی قابو میں لائے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ہیلین ولسن لکھتے ہیں:۔

اگر بفرض محال آج ہی ساری کنجنیوں کو زیر حراست کر دیا جائے تو بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے اس قسم کی اور عورتیں پیدا کرلیں گے۔ جب مرد اسباب کے خواہاں ہیں ان کی خواہشات کے پورا کرنے کے سامان کو روکنے کی کوشش کرنا سخت حماقت ہے۔ یہی مصنف آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"اس فسق و فجور کو روکنے کے لئے صرف سزا اور قوانین کافی نہیں۔ کیونکہ وہ جوان جو کسی برے ارادے سے اکٹھا ہونا چاہیں وہ سوائے ایک طریق کے کسی طرح رک نہیں سکتے اور وہ طریق یہی ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے سے بالکل الگ رہیں۔ ان فاسق فاجر مرد و عورتوں کے خلاف قانون صرف اس قدر کر سکتا ہے۔ کہ ان کو عوام الناس کی حرمت میں مداخلت سے روکے اور یہ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے واسطے وہ عزت دار آدمیوں کی ہتک نہ کریں۔ اور یہ قیود مرد و عورت دونوں کے لئے ایک جیسی مقرر ہونی چاہئیں"

مسیح محمدی

(از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب)

انفاسِ طیبات مسیحِ محمدی — مردہ دلوں میں ڈال گئے روح زندگی
عیسٰے کے خلقِ طیر کا اب ذکر کیا کریں — شدہ خلق کائنات ز اعجازِ احمدی
از بسکہ دنیا درد و الم میں تھی مبتلا — لاریب تھا ظہورِ مسیحا بھی لابدی
اے میرزا اے مظہرِ انوار مصطفٰے — تیرے ظہور سے ہوئی عالم میں روشنی
باطل کی ظلمتیں ہوئیں کافور دہر سے — ظاہر ہوا جہان میں پھر دینِ یثربی
مسلم ہوا ہے دولتِ ایماں سے سرفراز — آغاز شد ز آمدنت دورِ خسروی
ٹوٹی صلیب کفر کا پرچم نگوں ہوا — مہماں ہے چند روز کا اب دینِ عیسوی
گھائل ہر اک عدو ہے تری ذوالفقار کا — پنہاں ہے بازوؤں میں ترے زورِ حیدری
غالب جہاں میں سطوتِ توحید آگئی — اللہ رے جلالِ مسیحِ محمدی
عاشق ہے تو خدا کا خدا کے رسول کا — اس عشق سے ہی تجھ کو ملی شانِ دلبری
تو پادشاہِ ملکِ ولایت ہے بے گمان — دیتا ہے زیب سر پہ ترے تاجِ سروری
بر دغمِ دشمنان شدی اے مرد با خدا — باکام و بامراد ز تائیدِ ایزدی
در زہد و تقویٰ ہیچ نہ باشد سہیم تو — در علم و فضل از ہمہ عالم فزوں تری

"ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
از مہر چارہ اش بخدا نہر کوثری"

انتظام جلسہ کے متعلق چند ضروری باتیں

جلسہ سالانہ کے انتظام کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ ان کا خاص طور پر خیال رکھا جائے یہ امر مہمان حضرات اور منتظمین جلسہ کی سہولت کا باعث ہوگا۔

(۱) تمام دوست جو جلسہ میں شرکت کا مبارک ارادہ رکھتے ہیں۔ جلد از جلد مہتمم جلسہ کو اطلاع دے دیں کہ

(ا) وہ کس تاریخ کو لاہور پہنچیں گے؟

(ب) ان کے ہمراہ کتنے مرد۔ عورتیں اور غیر از جماعت اصحاب ہوں گے۔ تاکہ ان کے استقبال، رہائش اور آرام کا مناسب انتظام بروقت ہو سکے۔

(۲) مہمانوں کے استقبال کے لئے حسب معمول سابق رضاکار موجود ہوں گے۔

(۳) دفتر تحقیقات (انکوائری آفس) مسلم ہائی سکول لاہور میں ہوگا۔ مہمانوں کو سب سے پہلے وہاں تشریف لانا چاہیے۔ وہاں سے تمام ضروری معلومات اور تمام ضروریات انشاء اللہ مہیا ہو جائیں گی

ضرورت رشتہ

ایک نوجوان۔ ایس وی پاس دوشیزہ کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے جو فی الحال ایک مڈل سکول میں ہیڈ مسٹرس کے کام کر رہی ہیں مزید تفصیل کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کی جاوے۔ ام بمعرفت مولٰنا احمد یار صاحب ایم اے۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

نوجوانانِ جماعت لاہور کا ہفت روزہ اجتماع

۱۳ر دسمبر بروز اتوار کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی ایک میٹنگ زیر صدارت جناب مولینا آفتاب الدین احمد صاحب منعقد ہوئی مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد سیکرٹری نے پچھلی میٹنگ کی روئیداد پڑھ کر سنائی اور جلد سازی کی کلاس قائم کرتے پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی۔ نفسیاتی، اخلاقی اور روحانی زندگی میں ہاتھ سے کام کرنا ایک توازن قائم کرتا ہے قوم کی معاشرتی بیماری کو دور کرنے کیلئے یہ پہلا قدم ہے اس سلسلہ میں رسول کریم صلعم کی زندگی کے چند واقعات پیش کئے۔ جن میں وہ اپنے اعلے مقاصد اور مصروفیات کے باوجود چھوٹے چھوٹے کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔

چوہدری فضل الرحمٰن کی غیر حاضری میں جناب مولینا آفتاب الدین احمد صاحب نے اسلام میں عورت کے درجہ کے موضوع پر ایک تقریر فرمائی انہوں نے فرمایا کہ صنف نازک کی تحریک آزادی نے عورت کو اور ذلیل کر دیا ہے۔ یورپ میں لاکھوں عورتوں کی عزت و ناموس محفوظ نہیں اور نہ ہی ان کی اقتصادی حالت امن میں ہے دوڑنے، بھاگنے ٹینس کھیلنے سے عورت کو صحیح آزادی حاصل نہیں ہو سکتی حدیث میں عورت کو ماں سے مخاطب کیا ہے اور اس طرح اسلام نے اس کے ساتھ تقدس کو وابستہ کر دیا ہے

مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی منشی فاضل مولوی عالم نے اپنے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا اسلام نے انسان کی فطرت کو نیک تسلیم کیا ہے ہاں فطرت حیوانیہ کا غلبہ اسے اکثر اوقات بے راہ کر دیتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ فطرت انسانی کو صداقت کی طرف لانے کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں فطرت صحیحہ کو یاد دلانے کیلئے مذہب رہنمائی کرتا ہے اس لئے قرآن کو تذکرہ کہا گیا ہے . . . . . .

. . . . . فاضل مقرر نے "اسلام ایک فطرتی مذہب ہے" کو اختصار اور خوبی کیساتھ نبھایا

چوہدری غفور احمد صاحب نے فرمایا اسلام فطرت کی تربیت نماز وغیرہ کے ذریعہ سے کرتا ہے مولوی امیر علی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں اس بات پر زور دیا کہ توحید عین فطرت انسانی ہے اس کا اقرار خود شناسی میں مدد دیتا ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول یعنی توحید الٰہی کا اقرار عین فطری امر ہے

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ فطرت کی تعریف کا فیصلہ پہلے ہونا چاہیئے۔ ایک بچہ نیک ہوتا ہے اور دوسرا شریر اس کی کیا وجہ ہے یا ایک بد آدمی کئی نیک آدمیوں کو خراب کر دیتا ہے تو یہ کیسے معلوم ہو کہ فطرت انسان واقعی نیک ہے صاحب صدر نے جواباً کہا کہ قرآن کے خلاف چل کر فرد کی بقا ممکن نہیں ایک سائنس کے اصول کی خاطر کئی لوگ کوشش کرتے ہیں لیکن ان میں سے ایک شخص کامیاب ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر اسلئے دریافت کردہ اصول کو سچا تسلیم کر لیا جاتا ہے انبیاء نے مذہب کی صداقت کو ایک ثابت شدہ امر بنا دیا ہے وہ اس نظریہ کیخلاف زندہ ثبوت ہیں کہ فطرت انسان نیک نہیں

سیکرٹری نے اس کے بعد نوجوانوں کو خیر خواہی خلق کی طرف توجہ دلائی ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے حضرت امیر کے ایک ارشاد پر عمل کرنے کے متعلق فرمایا۔ یعنی تمام دوست اپنا کچھ وقت نکال کر اپنے دیگر احباب کو جلسہ پر آنے کی تحریک کریں اور نہایت احتیاط سے ٹریکٹ "نیا نظام عالم" اور پروگرام جلسہ تقسیم کریں دعا پر یہ میٹنگ ختم ہوئی۔ آئندہ پروگرام۔ صدر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب "حضرت مسیح موعود اور مسئلہ جہاد" - از مولوی محمد حسین صاحب شیخ محمد طفیل ایم اے سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور۔

چک نمبر ۲۳ میں جلسہ

مورخہ ۲۲ ۔۔۔ کو جناب مولینا احمد یار صاحب یہاں تشریف لائے۔ خطبہ جمعہ میں آپ نے جماعت پر قومی اجتماع کی اہمیت کی وضاحت کی۔ رات کو ایک پبلک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں مولینا صاحب موصوف نے قریباً دو گھنٹے تقریر کی۔ تقریر حضرت اقدس کی صداقت کے موضوع پر تھی۔ آپ نے مسیح موعودؑ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے احادیث سے ثابت کیا کہ جو جو علامات مسیح موعودؑ و امام مہدی کے متعلق مذکور ہیں۔ وہ سب کی سب آپ پر صادق آتی ہیں۔ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مسیح موعود و امام مہدی کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ دوسرے روز ایک اور اجلاس دن کے وقت منعقد کیا گیا جس میں جناب مولینا صاحب موصوف نے "سلسلہ احمدیہ میں شامل ہونا کیوں ضروری ہے" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے مولویوں اور پیروں کی غفلت اور بے راہ روی کا ذکر کرتے ہوئے واضح فرمایا۔ کہ اس وقت مسلمانوں کی نجات ایک سلک میں منسلک ہونے اور ایک امام کے اتباع میں ہے۔ ہے چک میں ایک نئے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں جو تکفیر بازی اور منافرت پیدا کرنے کے شائق نظر آتے ہیں ان سے تھوڑی دیر گفتگو کی گئی۔ اور انہیں سمجھایا گیا۔ کہ یہ آپ کا رویہ بالکل خلاف قرآن و حدیث ہے مگر وہ مولوی کیا جو حق بات کو مان جائے اللہ تعالیٰ ایسے مولوی صاحبان کی حالت پر رحم فرمائے اور انہیں راہ ہدایت دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ہم جناب حافظ محمد بخش صاحب نمبردار و میاں علی محمد صاحب و مولوی خوشی محمد صاحب و بابا چراغ الدین صاحب کے از حد مشکور ہیں جنہوں نے اپنا سب کاروبار چھوڑ کر جلسہ اور اس تبلیغی پروگرام کی تکمیل میں سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کے اخلاص اور مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین (نامہ نگار)

ضروری خبریں

—— دہلی ۱۱ر دسمبر ہندوستانی کمانڈ کے ایک مشترکہ جنگی کمیونک میں بتایا گیا ہے کہ کل دوپہر کے بعد جاپانی بمباروں نے جن کے ساتھ لڑاکے طیارے بھی تھے۔ چٹاگاؤں پر حملہ کیا شہری نہایت اطمینان کے ساتھ پناہ گاہوں میں چلے گئے۔ دشمن طیاروں نے کئی بم گرائے لیکن محض معمولی سا نقصان ہوا۔ بہت کم لوگ زخمی ہوئے

—— بھوپال ۱۱ دسمبر ریاست بھوپال کی ولی عہد شہزادی نواب گوہر تاج نے ایک شیرنی کا شکار کیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ شاہزادی اپنی ساتھیوں کے ساتھ کار پر آ رہی تھیں کہ جنگل میں ایک شیرنی نے ان کا راستہ روک لیا آپ نے اس پر فائر کیا اور پہلی گولی نے ہی ہلاک کر دیا۔

—— ماسکو ۱۲ر دسمبر روس کے دونوں محازوں پر جرمنوں کو مال و جان کا بھاری نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور ان کے مقبوضہ علاقے دھڑا دھڑ نکل رہے ہیں۔ سٹالن گراڈ کے شمال مغرب میں ایک جگہ روسی فوجیں جرمنوں کے دفاعی خطوط کو توڑ کر اندر گھس گئیں اور بہت سامان غنیمت حاصل کرنے کے علاوہ ۳۰ سو جرمنوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

—— لندن ۱۴ر دسمبر حبشہ نے جرمنی جاپان اور اٹلی کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا ہے یہ اطلاع حبشہ کے وزیر خارجہ نے حبشی سفیر مقیم لندن کو دی ہے۔

—— قاہرہ ۱۴ر دسمبر جنرل منٹگمری کی آٹھویں فوج نے جنرل رومیل کی فوج کو العقیلہ سے نکال دیا۔ اس وقت دشمن سر پر پاؤں رکھ کر مغرب کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اور آٹھویں فوج اس کے تعاقب میں سرگرم ہے۔ برطانوی طیارے دشمن پر اس شدت سے بمباری کر رہے ہیں جس کی مثال پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔

—— لندن ۱۴ر دسمبر شمالی افریقہ سے اتحادی کمانڈ کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ ٹیونس سے جنوب مغرب میں ۲۰ میل دور معجز الباب پر قبضہ کرنے کے لئے محوریوں نے ایک اور ناکام کوشش کی اس سے پہلے بھی وہ اس شہر میں شمال و مغرب کی طرف سے گھسنے کی کوشش میں منہ کی کھا چکے تھے۔ امریکن فضائی قلعوں نے ٹیونس پر کل اتنا بڑا حملہ کیا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ بندرگاہ میں ایک جہاز پر کئی بم گرے گودیوں کے علاقہ کو کئی بار نشانہ بنایا گیا۔ اور اسے برباد کر دیا گیا۔ ٹیونس کے جنوب میں سوس کے اڈہ پر اتحادی طیاروں نے بمباری کی۔ فرانسیسی فوجوں نے سفکس سے ۷ میل دور ایک چوکی دشمن سے چھین لی ہمارے طیاروں نے سسلی کے ایک فضائی اڈہ کی خبر لی۔ ان سب کارروائیوں کے بعد ہمارے صرف ۴ طیارے واپس نہیں آئے۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۱۰ر دسمبر کو محترم جناب خانبہادر میاں غلام رسول صاحب کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب پر جھنگ تشریف لے گئے۔ اور مؤرخہ ۱۲ر دسمبر کو خیریت کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

—— مرکز میں مہتمم صاحب جلسہ سالانہ اور دیگر کارکن جلسہ نہایت اہتمام اور سرگرمی کے ساتھ جلسہ سالانہ کی تیاری کر رہے ہیں اور مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے ہر ممکن سہولت مہیا کر رہے ہیں

—— جہلم سے ہماری جماعت کے چوہدری فیض رسول صاحب جمعدار ریلوے اسٹیشن جہلم تحریر فرماتے ہیں کہ انکا اکلوتا لڑکا قریباً دو سال سے جنگی خدمات کے سلسلہ میں سمندر پار گیا ہوا ہے احباب کی خدمت میں ملتمس ہیں کہ وہ عزیز مذکور کی خیریت سے واپسی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

—— جناب سرفراز خاں صاحب احمدی بدوملہی سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دورانِ سر اور کئی امراض میں مبتلا ہیں آپ ۱۸۹۱ء سے لیکر آج تک کسی سالانہ جلسہ میں شمولیت سے محروم نہیں رہے لیکن اس دفعہ مذکورہ عوارض کی وجہ سے شریک جلسہ نہ ہو سکیں گے سب احباب سلسلہ خاں صاحب مذکور کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

جناب میاں صاحب اور علماء قادیان کا غلو

از جناب ابوالفضل الرب صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دو دلیلیں دی ہیں۔ اوّل یہ کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور دوسری یہ ہے کہ حضرت صاحب کے متعلق حدیثوں میں اور خدا کے الہام میں لفظ نبی آیا ہے اسلئے آپ نبی تھے۔ اب ان دونوں دلیلوں کو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے پرکھتے ہیں تو جناب میاں صاحب کے عقائد بالکل باطل ثابت ہوتے ہیں۔ اب پہلی چیز کو لیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے یا بند۔ اس کے متعلق حضرت صاحب حمامۃ البشریٰ ۱۹۰۰ء میں فرماتے ہیں:۔

"کیا نہیں دیکھتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور نبی صلعم نے بطور تفسیر آیۃ مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح رہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے جواز کو قبول کریں گے تو گویا ہم نے نبوت کا دروازہ کھول دیا ہے حالانکہ وہ بند ہو چکا۔ اور یہ امر خلاف ہے جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا"

پھر ۱۹۰۵ء میں اخبار الحکم میں فرماتے ہیں:۔

"میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے"

اس سے زیادہ واضح طور پر کیا لکھا جا سکتا ہے۔ حق کے طالب کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ اب جناب میاں صاحب کا دوسرا دعوےٰ یہ ہے کہ خدا نے آپ کو نبی کر کے پکارا ہے اور حدیثوں میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے اسلئے آپ نبی ہیں تو اس کے متعلق بھی حضرت صاحب نے خوب فرمایا ہے براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱ پر فرماتے ہیں:۔

"اگر پورے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور امتی اسکا نام نہ رکھا جاتا تو دھوکا لگ سکتا تھا مگر اب تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف کہا ہے کہ اما مکم منکم یعنی اے امتیو آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک امتی ہے نہ اور کچھ"

پھر سراج المنیر صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں:۔

"نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یاد کرے ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کیلئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازے کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے"

حضرت صاحب تو نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند کرتے ہیں مگر جناب میاں صاحب ختم نبوت کے معنی توڑ کر پر نبوت کے دروازوں کو کھلا ہونا کرتے ہیں۔ پھر حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں مگر میاں صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۴ پر لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں" مگر حضرت صاحب انجام آتھم صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں:۔

"آنیوالے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔"

پھر استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ پر اپنی نبوت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس سے اُوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے۔ یا اپنی گردن کو اس نبی کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے۔ اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی بغیر اتباع آنحضرت صلعم کے جو رب مخلوق سے بہتر ہیں حاصل نہیں ہو سکتا"

حضرت صاحب کی مندرجہ بالا تحریروں سے جناب میاں صاحب کی بناوٹی نبوت کا پول تو کھل جاتا ہے مگر ایک رونا ہو تو رویا جائے ان کا تو سر سے لیکر پاؤں تک دھوکا ہی دھوکا اور فریب ہی فریب ہے۔ جناب میاں صاحب حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۷۴ پر فرماتے ہیں:۔ کہ "حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں" اور پھر صفحہ ۱۱۲ پر فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود قرآن اور شریعت اسلام کی اصطلاح کے رو سے حقیقی نبی ہیں" گویا حضرت صاحب میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو شریعت اسلام کی رو سے ایک نبی میں ہونی چاہئیں۔ اس کے متعلق بھی حضرت صاحب کی ایک تحریر ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں اور بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں"

اب صاحبان بصیرت ذرا غور فرماویں کہ جناب میاں صاحب نے کس قدر ظلم کیا ہے۔ یقیناً انہوں نے خوف کے دنوں کو بھلا دیا ہے اور ان کے دل سخت ہو گئے ہیں جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے۔ کیا جناب میاں صاحب بتلائیں گے کہ حضرت صاحب میں وہ سب باتیں پائی جاتی تھیں جو شریعت اسلام کی رو سے ایک نبی میں ہونی چاہئیں۔ حضرت صاحب کونسی نئی شریعت لائے اور کونسے احکام سابقہ آپ نے منسوخ کئے اور آپ نے کونسی امت بنائی۔ جناب میاں صاحب ہرگز کوئی ایسی چیز پیش نہیں کر سکیں گے سوائے اس کے کہ آپ چپ سادھ لیں یا کچھ عرصہ کے بعد غلو کی انتہا تک پہنچکر یہ اعتراض اس طرح دور کرنے کی کوشش کریں کہ تذکرہ کو ان کی شریعت بنا دیں اور حاشیہ میں سے کوئی نہ کوئی سابقہ حکم منسوخ کرنے کا مسئلہ بھی نکال لیں۔ میں حیران ہوں کہ مرید بھی خدا نے ان کو ایسے دیئے ہیں جو عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ پیر پرستی کی انتہا ہو چکی پیر ہنس ہنس کر بیان کرتا جاتا ہے اور مرید رو رو کر سنتے جاتے ہیں۔ کوئی خدا کا بندہ یہ نہیں پوچھتا کہ حضور آپ کی تمام تحریریں حضرت صاحب کے خلاف کیوں ہیں، بلکہ ایسا کہنے والا عذاب کے نیچے آجاتا ہے اور جناب میاں صاحب کی اصطلاح میں وہ منافق ہو جاتا ہے۔

آخر پر میں یہ عرض کروں گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہرگز نبوت کا دعوےٰ نہ تھا بلکہ مجدد تھے اور نبوت . . . . کا ڈھکوسلہ جو محمودیوں نے گھڑا ہے محض غلو پر مبنی ہے۔ حضرت صاحب نے اپنے دعوے کے متعلق مفصل طور پر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۴ پر اظہار فرمایا ہے کہ:۔

"میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوےٰ کیا اور میں ہی وہ شخص ہوں کہ جس کے دعوے پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ ہوں۔ ... پس جب تک میرے اس دعوے کے مقابل پر انہیں صفات کیساتھ کوئی دوسرا شخص پیش کیا جاوے تب تک میرا دعوےٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں"

اس اعلان سے تو محمودیوں کا ۱۹۰۱ء والا قصہ بھی پاک ہو گیا کیونکہ آپ نے ۱۹۰۷ء میں یہ اعلان فرمایا کہ میرے دعوے پر پچیس برس گذر گئے یعنی جو مذہب اپنے دعوے کے متعلق ۱۹۰۷ء میں ہے وہی مذہب ۱۸۸۲ء میں تھا جس سے ثابت ہوا کہ حضرت صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی مجدد تھے اور ۱۹۰۱ء کے بعد بھی مجدد ہی رہے۔ اور جناب میاں صاحب نے محض خلافت کا ڈھونگ رچانے کے لئے ایک نبوت گھڑ لی ہے جناب میاں صاحب کا نصب العین محض خلافت ہے اور جیسا کہ دمشق غلو اور شان کا مرکز ہو چکا تھا اور جہاں سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے۔ اسی طرح قادیان کے متعلق بھی حضرت صاحب نے گواہی دی ہے فرماتے ہیں:۔

"مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اسبات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع لوگ ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں"

(حاشیہ ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن صفحہ ۷۳)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

فخرالدین رازی رح کے نام نامی سے شاید ہی کوئی اہل علم ہوگا جو واقف نہ ہو۔ آسمان علم میں وہ آفتاب نصف النہار تھا۔ میدان فضل و کمال میں وہ شہسوار نامدار تھا۔ مادر گیتی نے بہت ہی کم ایسے بیٹے جنے جو اس کے پایہ اور مرتبہ کو پہنچے۔ قدرت نے ان کو ایسا ذہن رسا دیا تھا کہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کی علمی قابلیت کا نہ صرف ان کے معاصرین نے ہی اعتراف کیا ہے بلکہ بعد کی آنیوالی نسلوں نے ان کو علم و فضائل کا امام تسلیم کیا ہے اس بزرگ امام نے دین کو دلائل قویہ و براہین عقلیہ سے روز روشن کی طرح چمکا کر دکھایا ہے اور رسمی طرز اور اندھی تقلید کو گلے سے اتار کر پھینکدیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا روم جیسے بزرگ کو بھی ان کی نسبت یہ کہنا پڑا ؎

گر باستدلال کار دیں بُدے
فخر رازی راز دار دیں بُدے

ولادت اور نام و نسب

اس امام کا نام محمد اور باپ کا نام عمر تھا۔ جو ضیاء الدین عمر کے نام سے مشہور تھے ۔ اپنے وقت میں مستند عالم اور خطیب تھے اسی واسطے اس امام کو ابن خطیب الرے بھی کہتے تھے۔ یہ بزرگ ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۵۹ء میں بمقام شہر رے جو مضافات تبریز سے ہے پیدا ہوئے۔

تعلیم اور تعلم

انہوں نے اپنے وطن ہی میں اپنے بزرگ باپ سے تعلیم پائی جب کچھ ہوش سنبھالا تو مجدالدین جیلی کے ہمراہ مراغہ میں چلے گئے جہاں انہوں نے علوم فلسفہ اور حکمت کی تحصیل تمام کی۔ تھوڑے زمانہ میں ان کی خداداد ذکاوت ... اور علمی قابلیت و فضیلت کا دور دور تک شہرہ پھیل گیا۔ صرف فلسفہ اور حکمت کے فنون ہی میں کمال پیدا نہیں کیا تھا بلکہ دینی علوم میں ان کو ید طولے حاصل تھا۔ ان کی فطرت سعید و سیرت رشید نے پسند نہ کیا کہ ان علوم و فنون کے مزے اپنے نفس تک ہی محدود رکھیں۔ بلکہ دنیا کے مشارق و مغارب کو ان سے مستفید کیا جائے۔ چنانچہ اسی بنا پر ابھی تحصیل علم سے فراغت بھی نہیں ملی تھی کہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا۔ اور بہت سی مفید کتب مختلف مضامین پر لکھیں جو عام قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وسط ایشیا میں سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کر کے جہاں جاتے وہیں درس کی مجلس گرم کر دیتے اور ہر طبقہ کے علما اور تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے مستفیض ہونے کے لئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور حسب استعداد فائدہ اٹھاتے۔

ہرات میں آپکا شاندار استقبال اور وعظ

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام صاحب موصوف نے وسط ایشیا میں سیر و سیاحت کر کے مختلف شہروں میں جا کر جہاں جہاں قیام فرماتے ہر جگہ لوگوں کو درس دیا کرتے تھے

اسی دوران سیاحت میں ان کا داخلہ ہرات میں بھی ہوا جس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے اس شہر میں اس امام کا داخلہ ہوا کسی بڑے سے بڑے تاجدار کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ بزم و حشم شاگردوں کا گروہ عظیم آپ کے ہمرکاب تھا۔ اس زمانہ میں ہرات کا فرمانروا سلطان حسین ... تھا۔ اس امام جلیل الشان کی اپنی ولایت میں تشریف لانے کی خبر سن کر بنفس نفیس استقبال کے لئے نکلا اور بڑی عزت اور حرمت کے ساتھ امام کو اپنا مہمان خاص بنایا۔ اور بڑے اعزاز اور احترام کے ساتھ رکھا۔ ہرات کی عظیم الشان جامع مسجد میں علامہ موصوف کے وعظ کا سامان کیا۔ اور ایک بہت بڑا شاندار منبر نصب کیا گیا جس پر امام و ہمام جلوہ فروز ہوئے۔ دور دور سے لوگ آپ کے وعظ سننے کے لئے آتے اور اس قدر مجمع ہوتا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ ہوتی خود سلطان حسین بھی شریک وعظ ہوئے اور امام کے اشارہ سے ان کے پاس ہی منبر کے پائیں میں بیٹھ گئے۔ علاوہ ازیں سلطان شہاب الدین غوری حکمران فیروز کوہ کا بھانجا سلطان محمود بھی مجلس میں حاضر ہوا وہ بھی سلام کے بعد امام کی اجازت سے ان کے دوسرے پہلو میں بیٹھا امام نے فضائل و رذائل نفس پر اس فصاحت اور بلاغت سے تقریر کی کہ تمام سامعین نقش بدیوار بن کر رہ گئے اور مجلس پر ایک ایسا سناٹے کا عالم چھا گیا کہ کہیں سے کسی قسم کی صدا تک نہیں اٹھتی تھی۔ ترک غلام زریں لباس پہنے ہوئے اور تلواریں ٹیکے ہوئے بیٹھے تھے۔ غرض اعلےٰ سے ادنےٰ تک آپ کے وعظ سے ایسے متاثر ہوئے کہ جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

فیاضی اور نکتہ سنجی

آپ بڑے فیاض اور نکتہ پسند بھی تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ ہرات کی جامع مسجد میں اپنے فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیر رہے تھے اور ان کی بلا کی ساحرانہ تقریر سے بنی نوع انسان مسحور ہو رہے تھے۔ عین اسی حالت میں ایک کبوتر بہری کے پنجہ سے بھاگتا ہوا آیا امام و ہمام کے قدموں پر آگرا اس پر شرف الدین عنین نامی ایک شاعر نے جو مجلس وعظ میں حاضر تھا اس نظارہ کو دیکھکر اس سین کا دو اشعار میں فی البدیہہ میں نقشہ کھینچا اور امام کے سامنے پڑھکر سنایا۔ امام نے انہیں اس قدر پسند فرمایا کہ شرف الدین کو طلب فرما کر اپنے پاس جگہ دی اور ختم مجلس وعظ کے بعد گھر پہنچکر پورا خلعت معہ زر نقد شاعر کو بطور انعام بھیجدیا اور اس کے بعد ہمیشہ اس سے اچھا سلوک فرماتے رہے۔

مجلس درس

امام فخرالدین کی مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی ترتیب نشست اس طرح ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے نامی گرامی طلباء جو دور دور کے بلاد سے تحصیل علم کے لئے آئے ہوئے تھے امام کے نزدیک ہوتے اور پھر باقی درجہ بدرجہ کم رتبہ کے طلباء ہوتے ہر ایک علمی سوال کے جواب اول ہی نامور طلباء دیا کرتے اور جس سوال کا جواب ان سے نہ بن آتا تو پھر خود ہی امام صاحب اپنی تقریر پر تاثیر سے عقدۂ لاینحل کو ایسا کھول دیتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے اور ان کے کلام پر ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ گویا نقش بدیوار بن جاتے۔

اخلاقی محاسن

امام فخرالدین باوجود علم منطق و فلسفہ میں ید طولے رکھتے تھے اور دیگر تمام علوم میں فاضل علامہ ہونے کے بہت متقی تھے فرماتے تھے ۔ جہاں تک انسانی طاقت کی حد ہے میں نے کوئی علم ایسا نہیں چھوڑا جس پر کامل عبور نہ کیا ہو۔ اب اگر مجھے کسی چیز کی پیاس ہے تو صرف دیدار الٰہی کی اور اگر کسی چیز کی آرزو ہے تو صرف لقاء اللہ کی۔

ایک شاہی دربار میں منصب جلیلہ پر تقرر

امام کا قیام زیادہ تر اپنے اصلی وطن شہر رے میں ہوتا تھا مگر قدردان بادشاہ کب باکمال انسانوں کی شہرت سن کر اپنے دربار کو محروم رکھ سکتے تھے۔ خوارزم شاہ نے جو وسط ایشیا کا عظیم الشان بادشاہ تھا امام فخرالدین کے علم و فضل کا شہرہ سن کر آپ کو دربار میں طلب فرما کر آپ کا بڑا اعزاز کیا۔

وفات حسرت آیات

یہ منصب جلیلہ ان کی خوشی کا باعث نہ ہوا بلکہ ان کی صحت اور راحت کے نقصان کا باعث ہوا۔ کیونکہ اس نواح کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی اور ان کی صحت خراب ہوگئی اور بیماری کی حالت میں سفر کرنا پڑا اور سفر ہی کی حالت میں ...... ہرات کے نزدیک ... رحلت فرما گئے۔ ... اور اپنے متوسلین کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

وصیت

اپنی علالت کو بڑھتے دیکھکر ۲۱ محرم ۶۰۶ھ کو اپنے ایک شاگرد ابراہیم بن ابی بکر اصفہانی سے وصیت نامہ لکھوایا خود املا کرتے جاتے اور شاگرد لکھتا جاتا تھا۔ اس وصیت میں اپنے عقائد حقہ کی تشریح اور تصانیف کا حال بیان کرنے کے بعد آخر میں ہدایت کی کہ ان کی موت لوگوں پر ظاہر نہ کی جائے اور قواعد شرع کے مطابق تجہیز و تکفین کر کے اس پہاڑ کے دامن میں دفن کر دیا جائے جو مزدان خان نامی گاؤں کے نزدیک واقع ہے لاش کو قبر میں اتار کر جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی ایسی آیتیں تلاوت کی جائیں جن میں خدا تعالےٰ کی عظمت اور قدرت کا بیان ہے اور پھر یہ کہکر مٹی ڈال دیں کہ اے رب کریم یہ فقیر محتاج تیرے حضور میں آیا ہے اس پر رحم فرما۔

امام کی اولاد

امام فخرالدین کے دو بیٹے اور ایک لڑکی تھی بڑے کا نام ضیاء الدین تھا اور چھوٹے کا شمس الدین۔ دونوں لائق عالم تھے مگر چھوٹا بلا کا طباع اور ذہین تھا اس کی نسبت امام فخرالدین رح اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہا تو علم و کمال میں میری اولاد کا بلکہ مجھ سے بڑھکر ہوگا کیونکہ بچپن ہی سے اس لڑکے میں لیاقت اور جوہر قابل ہونے کے آثار نظر آتے تھے۔

ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد شہر ہرات میں مقیم ہوئی چھوٹا لڑکا شمس الدین باپ کی سند درس پر بیٹھا اور راضی کا لقب اختیار کیا۔ اور ان کی لڑکی خوارزم شاہ کے فاضل وزیر علاء الملک علوی سے بیاہی گئی۔

تصنیفات

امام فخرالدین رازی نے جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے صرف درس تدریس سے تشنگان علوم کو سیر ہی نہیں کیا بلکہ آیندہ آنیوالی نسلوں کو ہمیشہ کیلئے مستفیض کرنے کیلئے مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرما کر نہ مٹنے والی یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، مناظرہ، رمل، علم ہندسہ، اقلیدس، جغرافیہ، فن طب وغیرہ علوم میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ تفسیر مفاتح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر اسی علامہ کی تفسیر ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں اور ایسی معقول اور مدلل ہے کہ اس کے پایہ کی کوئی تفسیر دنیا میں نہیں عصمت انبیاء پر ایک کتاب عظیم لکھی ہے۔ سوا اسکے ایک کتاب لوامع البینات لکھی جو اسماء اللہ اور صفات اللہ کی شرح ہے امام غزالی کی کتاب ... کی تمام شرح تین ضخیم جلدوں میں لکھی فضائل الصحابہ نام ایک کتاب لکھی جس میں صحابہ کے فضائل نہایت خوبی کیساتھ لکھے غرض ... کے قریب ...

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جو

۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو

احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا

۲۴ دسمبر ۱۹۴۲ء کو خواتین کا جلسہ مسلم ہائی سکول لاہور (واقعہ احمدیہ بلڈنگس) میں ۱۱ بجے سے ۲ بجے تک ہوگا جس میں کئی ایک فاضل مسلم خواتین تقاریر فرمائیں گی۔ اور موجودہ زمانہ میں ایک مسلمان بی بی کے فرائض پر پردہ وعظ بھی ہوگا جس کے بعد گھریلو دستکاری کی ایک عمدہ نمائش ہوگی جس میں سب قسم کی دستکاری جو خواتین نے اشاعت اسلام میں امداد دینے کے لئے تیار کی ہے بغرض فروخت رکھی جائے گی۔ اس نمائش میں کڑھے ہوئے خوبصورت دوپٹے سیدیز رومال۔ بچوں کے اونی گرم سوٹ وسویٹر، فراک، موزے نفیس ٹیبل کلاتھ قمیص، کشن کی کوزیاں قطعے اور گڑیاں وغیرہ واجبی قیمت پر مل سکیں گی باہر سے آنیوالی خواتین کی رہائش و خوراک انجمن کے ذمہ ہوگی۔

---

۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء بروز جمعۃ المبارک

۲ بجے سے ½۳ بجے تک۔ خطبہ جمعہ و نماز جمعہ ۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ امیر جماعت احمدیہ لاہور

بعد از نماز جمعہ ½۳ بجے سے ۶ بجے تک

اجلاس زیر صدارت خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈی ایس پی جھنگ

½۳ سے ۴۰-۳ بجے تک۔ تلاوت قرآن شریف ۔ قاری شریف احمد بیگ صاحب دھلوی

۴۰-۳ سے ۴ بجے تک۔ خانصاحب سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج کپورتھلہ ۔ نظم

۴ بجے سے ½۴ بجے تک۔ مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ مولوی فاضل ۔ جماعت احمدیہ کی توسیع و تنظیم کے وسائل۔

½۴ سے ½۵ بجے تک ۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ۔ کیا نبی کا نام پانے کی خصوصیت حضرت مسیح موعودؑ کو زمرہ انبیاء میں شامل کرتی ہے ؟

½۵ سے ۶ بجے تک ۔ مولانا عمرالدین صاحب مبلغ اسلام ۔ . . . . . . اعجاز القرآن

احمدیہ کانفرنس ۹ بجے شب مسجد میں منعقد ہوگی

۲۶ دسمبر ۱۹۴۲ء بروز ہفتہ ½۱۱ بجے تا ½۳ بجے

زیر صدارت الحاج شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری

½۱۱ سے ۴۰-۱۱ تک۔ تلاوت قرآن شریف ۔ . . جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب

۴۰-۱۱ سے ۱۲ بجے تک۔ نظم . . . . . . چوہدری سلطان علی صاحب رئیس بدوملہی ۔

۱۲ سے ۴۵-۱۲ تک میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام ۔ اسلام اور آریہ سماج

۴۵-۱۲ سے ۴۵-۱ تک حضرت مولانا صدرالدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی . . . تعلیم اسلامی موجودہ مصائب کا کیا حل پیش کر سکتی ہے ۔

۴۵-۱ سے ۳۰-۲ تک آغا میر مدثر شاہ صاحب گیلانی ۔ . . . خاتم الانبیاء و خاتم الاولیاء

۳۰-۲ سے ۴۵-۲ تک ۔ سکرٹری ۔ . . . . رپورٹ سالانہ

۴۵-۲ سے ۳۰-۳ تک ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ۔ اسلام کے مستقبل کا روشن پہلو

۷ بجے شام نوجوانان جماعت کا اجتماع ہوگا اور سب اکٹھے کھانا کھائیں گے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرینگے

۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء بروز اتوار ½۱۱ بجے تا ½۳ بجے

اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

زیر صدارت مولینا یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

۳۰-۱۱ سے ۳۵-۱۱ تک ۔ تلاوت قرآن شریف ۔ مولوی امیر علی صاحب بنگالی

۳۵-۱۱ سے ۴۵-۱۱ تک ۔ افتتاحی تقریر ۔ . . . . . . جناب صدر

۴۵-۱۱ سے ۵۵-۱۱ تک ۔ رپورٹ ۔ سیکرٹری صاحب ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن ۔ لاہور

۵۵-۱۱ سے ۴۰-۱۲ تک ۔ سید اختر حسین صاحب بی اے مولوی فاضل ۔ فلسفہ اقبال اور تحریک احمدیت

۴۰-۱۲ سے ۱۰-۱ تک ۔ الحاج حافظ چوہدری محمد حسن صاحب پلیڈر گجرات ۔ . . . . . . جنگ اور مسلمان

۱۰-۱ سے ۲۵-۱ تک ۔ شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے۔ . . . حضرت مسیح موعودؑ کی علمی برکات

۲۵-۱ سے ۴۵-۱ تک ۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی۔ اے مبلغ اسلام انگلستان ۔ تبلیغ اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت۔

۴۵-۱ سے ۱۵-۲ تک ۔ مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے ۔ حضرت مسیح موعودؑ کا عشق قرآن و عشق رسولؐ

۱۵-۲ سے ۴۵-۲ تک ۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ۔ اتحاد بین المسلمین کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا رویہ

۴۵-۲ سے [illegible] تک ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۔ اختتامی تقریر و دعا

نوٹ

۱۔ نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشاء ½۶ بجے شام جمع ہونگی ۔

۲۔ درس قرآن کریم ۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہر روز مسجد میں بعد نماز فجر قرآن کریم کا درس دیں گے ۔

۳۔ کھانے کے اوقات ۔ صبح ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک اور شام ۷ بجے سے ۹ بجے تک۔

۴۔ صبح کی چائے ۔ بعد درس قرآن کریم مسجد میں دی جائے گی

۵۔ احمدیہ کانفرنس ۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء کی شام کو ٹھیک ۹ بجے مسجد میں منعقد ہوگی ۔

۶۔ جماعتوں سے ملاقات ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ سے جماعتوں کی ملاقات ہفتہ و اتوار کو صبح ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگی ۔

۷۔ نوجوانان جماعت کا اجتماع اور کھانا ۔ ۲۶ دسمبر کو شام کے ۷ بجے نوجوانان جماعت کا اجتماع ہوگا اور تمام نوجوان اکٹھے کھانا کھائیں گے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں گے اس بارہ میں مزید تفصیلات شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے ۔ سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سے دریافت کیجئے ۔

المعلن ڈاکٹر محمد عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت لاہور کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ایک کشف

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ "مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا۔ اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا۔ کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں۔ پر اگر خدا تعالےٰ چاہے۔ تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" (ازالہ اوہام صفحہ ۹۷، ۹۸ حاشیہ)

مغرب میں اشاعت اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود کا کشف

"طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے۔ جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے۔ اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔" (ازالہ اوہام ص ۵۱۵)

" میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں۔ اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے۔ جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔

سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی۔ کہ اگرچہ میں نہیں۔ مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ و ۵۱۶)

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کی اندوہناک وفات

۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء ہمارے سالانہ جلسہ کا آخری دن تھا صبح اٹھتے ہی سارے لاہور میں یہ المناک خبر پھیل گئی کہ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب رات حرکت قلب بند ہو جانے سے ناگہاں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانوں میں قحط الرجال ہے جو بڑا آدمی فوت ہو جاتا ہے اس کی جگہ لینے والا پیدا نہیں ہوتا، سر سکندر حیات خاں کا وجود پنجاب کے لئے باعث فخر تھا۔ وہ ہندوستان کے ایک بلند پایہ سیاستدان تھے امید نہیں کہ انکی وفات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر ہو سکے ان کی شخصیت اتنی بلند اور رفیع تھی کہ ہندو اخبارات تک نے لکھا ہے" وہ پنجاب کی عظیم ترین شخصیت تھی جس پر پنجاب کو بجا طور پر فخر تھا اور بجا طور پر فخر رہے گا"۔

گو مرحوم کی زندگی سیاسی کشمکش سیاسی مشاغل اور سیاسی ذمہ داریوں کی آئینہ دار تھی لیکن انکے قلب میں اسلام کے لئے بھی درد موجود تھا اور مرحوم تحریک اشاعت اسلام کے مؤید تھے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

سر سکندر حیات خاں کی وفات پر جماعت احمدیہ لاہور کا ریزولیوشن

مؤرخہ ۲۷ دسمبر سالانہ جلسہ کی کاروائی شروع ہونے سے پیشتر مولینا محمد یعقوب خاں صاحب ہیڈماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور نے سر سکندر حیات خان کی وفات پر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا سارے اجتماع نے اس ریزولیوشن کی تائید کی۔

" احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع سر سکندر حیات خان کی اچانک وفات کو ہندوستانی سیاست کے لئے بالعموم اور اسلامی سیاست کے لئے بالخصوص بہت بڑا نقصان سمجھتا ہے اور اس پر دلی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کے لواحقین سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین"۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— الحمد للہ ہمارا جلسہ سالانہ نہایت کامیابی کیساتھ ختم ہوا اور مہمان جو ملک کے بعید مقامات سے جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے قریباً واپس جا چکے ہیں تھوڑے سے مہمان ابھی مہمانخانہ احمدیہ بلڈنگس میں فروکش ہیں

— محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ابھی تک علیل ہیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انہوں نے باوجود علالت طبع کے نہایت مختصر سی تقریر فرمائی احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ان کے لئے نہایت حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ جناب شیخصاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

احمدی نوجوانوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ دنیا کی زبانیں سیکھیں اور علمی ریسرچ کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں

تحریکِ احمدیت اور فلسفۂ اقبال

علامہ اقبال کے فلسفیانہ بیانات دربارہ تحریکِ احمدیت پر محققانہ تبصرہ

وہ مقالہ جو جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ میں ۲۷ دسمبر کو پڑھا

قسط نمبر (۱)

مخالفت کا مدوجزر

علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے بیانات دربارہ تحریکِ احمدیت کی اہمیت کا صحیح جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ تحریکِ احمدیت کی مخالفت کے محرکات اور مدوجزر پر ایک نظر ڈال لی جائے، حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ابتدائے عمر سے زہد و تقویٰ، اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت رکھنے کے باعث اپنے معاصر علماء میں نمایاں خصوصیت رکھتے تھے، براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل ہی اسلام کے فضائل و کمالات اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات کے سلسلہ میں آپ کے بلند پایہ مضامین اسلامی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے تھے لیکن ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خدمتِ اسلام کے فقید المثال جذبہ کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کا اہلِ علم طبقہ آپ کو انتہائی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھنے لگا، براہین احمدیہ میں اور اس کے بعد ہی ایک اشتہار کے ذریعہ آپ نے اپنے مجدد من اللہ ہونے کا اعلان فرمایا اور اس دعوے سے مسلمانوں میں قطعاً کسی قسم کے اضطراب کی خفیف سی لہر بھی پیدا نہ ہوئی، کیونکہ جو شخص بقول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی امیر اہلِ حدیث اسلام کی مالی و جانی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہو جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی جائے اور جس نے "اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی نصرت کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑہ بھی اٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے، اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزہ بھی چکھایا ہو" (اشاعت السنہ جلد ۷۔ جون تا نومبر ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۵۲) اس کے مجدد من اللہ ہونے میں کسی کو کلام نہ ہو سکتا تھا، اگر آپ شہرت یا دولت کے طالب ہوتے تو آپ کے لئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہ ہو سکتا تھا، اور آپ کو ضرورت نہ تھی کہ کوئی ایسی بات کہتے جو عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے اور آپ کی حیثیت کو گرانے کا موجب ہو جاتی مگر آپ نے امرِ حق کے اظہار میں کسی مخالفت کی پرواہ نہ کی اور ۱۸۹۰ء میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان فرمادیا، اس پر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوا۔ علماء نے طول و عرض ہند سے فتاوے تکفیر شائع کئے لیکن اس طوفان کے دوش بدوش اس تحریک کی مقبولیت بھی بڑھتی چلی گئی، علماء و صلحاء کا ایک طبقہ جن میں حکیم الامت حضرت علامہ نورالدین صاحب محدث جلیل حضرت مولینا محمد احسن صاحب امروہی، مولینا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور سرکار بہاول پور کے پیر روشن ضمیر فرید وقت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں وغیرہم کا وجود پیش پیش نظر آتا ہے آپ کی تصدیق و تائید کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور مخالفت رفتہ رفتہ محض فقیہانہ کج بحثیاں کرنے والے طبقہ تک محدود ہو گئی، جو کبھی تو حضرت مرزا صاحب کے کسی الہام یا پیشگوئی کو اپنے فہم پر پورا اترتا نہ پا کر اعتراض کرتا، اور کبھی آپ کی کتب میں سے قطع و برید کر کے ایسے حوالجات پیش کرتا جن سے یہ ثابت ہو کہ معاذ اللہ آپ خدا یا خدا کا بیٹا یا نبی وغیرہ ہونے کے مدعی ہیں ان سب الزامات کی کماحقہٗ تردید حضرت مرزا صاحب اور علماء تحریکِ احمدیت کی طرف سے ہوتی رہی۔ اور بالآخر یہ حالت تھی کہ جمہور مسلمین میں اور بالخصوص اہلِ علم طبقہ میں ان اعتراضات والزامات کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی اور تحریکِ احمدیت کی افادیت سوائے تکفیر پیشہ علماء کے ایک مختصر طبقہ کے ہر مسلمان پر واضح تھی اور اسے ایک ایسی تحریک سمجھا جاتا تھا جو مسلمانوں کے باہمی اتحاد میں کوشاں اور مخالفین اسلام کے حملوں کے مقابل نہایت منظم طریق پر دفاع کا فریضہ ادا کر رہی ہے، جمہور مسلمین کی اس ذہنیت کا اندازہ اس وقت مسلمان صحیفہ نگاروں کے بیانات سے بخوبی ہو سکتا ہے صحیفہ نگار عوام کے جذبات کے خلاف بات کہنے سے ہمیشہ احتراز کرتے ہیں اور ان کا حضرت مجدد کی شخصیت کے متعلق نہایت اعلیٰ رائے کا اظہار کرنا ظاہر کرتا ہے، کہ عوام کے نزدیک اس تحریک کی کیا حیثیت تھی، اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر مولوی عبداللہ العمادی نے حضرت کی وفات پر لکھا:۔

وہ شخص، بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں مشتعلیں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا، جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا تھا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا ۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ ان کی (مرزا صاحب کی) یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے تھے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ جاری رہے، اگر شوربختی مزاحم صلح و احسان نہ ہو تو یک جہتی کے ساتھ مشترک فرض کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک اصولوں کے ساتھ مرزا صاحب اس پہلی صفِ عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعتِ عہد سے لیکر بہار و خزاں کے سالجے نظالے ایک مقصد پر عمل ایک شاہد رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دیئے۔ سید احمد، غلام احمد رحمۃ اللہ آل حسن، وزیر خاں ابو المنصور یہ سابقون الاولون کے زمرہ کے لوگ تھے جنہوں نے بابِ مدافعت کا افتتاح کیا، مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اسلئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیًا منسیًا نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورش میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو اس کی حفاظت میں مامور تھے اپنے تصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا، اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔۔۔۔۔۔ مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کا قومی شعار نظر آئے قائم رہے گا ۔۔۔۔۔۔ مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا کہ میں ان سب (مذاہب) کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی ۔۔۔۔۔۔ آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے

(غسل مصفےٰ جلد ۱ بحوالہ اخبار وکیل امرتسر)

اس قسم کی آراء بیشمار ہیں لیکن ہم ان سب سے قطع نظر کر کے تو دعلامہ سر محمد اقبال مرحوم کی اپنی رائے کا ذکر کرتے ہیں جب علامہ موصوف نے ۱۹۱۱ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" کے عنوان سے تقریر فرمائی تو آپ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

"میری رائے میں قوم سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر ذات نے ڈالا ہے، ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں، پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں!"

(ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" مطبوعہ مرغوب ایجنسی ۱۹۱۱ء)

آجکل اگر کوئی مسلمان راہنما اس قسم کی رائے کا اظہار کرے تو معلوم نہیں اس کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا جائے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولینا نورالدین صاحب کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت پورے طور پر دب چکی تھی اور قبولیت عامہ کا ایک شاندار دور روزافزوں ترقی پر تھا۔ اس قبولیت عامہ میں پہلی روک اس وقت پیدا ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون بعنوان "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" شائع کیا، اس مضمون کی اسلئے ضرورت پیش آئی کہ مرزا محمود احمد صاحب یہ گوارا نہ کر سکتے تھے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جو ان دنوں ملک کے طول و عرض میں اتحاد المسلمین کا علم بلند کر رہے تھے جماعت احمدیہ میں یا عام اسلامی حلقوں میں غیر معمولی عظمت حاصل کر جائیں اور میرزا محمود احمد صاحب کی حصول خلافت کی تمناؤں کی ناکامی کا موجب ثابت ہوں، مرزا محمود احمد صاحب نے اس مضمون میں بانی سلسلہ احمدیہ کے قطعی ارشادات اور جماعت احمدیہ کے متفقہ مسلک کے خلاف تمام دنیائے اسلام کو جو مامورِ زمانہ کی بیعت میں داخل نہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا، اس بیان پر جماعت احمدیہ میں اور عامۃ المسلمین میں کچھ اضطراب نمودار ہوا۔ لیکن جلد ہی حضرت مولینا نورالدین صاحب کے اس ارشاد نے کہ "ہمارے میاں نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا" اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اشتہار "غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق میرا مذہب" مطبوعہ ۸ اگست ۱۹۱۱ء نے جو حضرت مولینا نورالدین صاحب کے اس ارشاد سے شائع ہوا کہ "مجھے پسند ہے آپ شائع کر دیں" بہت حد تک غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا اور لوگوں نے مرزا محمود احمد صاحب کے مضمون کو ان کی نادانی اور جوشیلی طبیعت پر محمول کیا، لیکن جب حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وفات پر مرزا محمود احمد صاحب اپنی ان دیرینہ مساعی میں کامیاب ہو گئے جو خلافت کے مرغوب و محبوب مرتبہ کے حصول سے تعلق رکھتی تھیں اور انہوں نے اپنے غالیانہ معتقدات کی نشر و اشاعت شروع کی تو تمام سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے اور روز افزوں قبولیت کے برعکس روز افزوں منافرت ترقی

باقی صفحہ ۸

پیغامِ صلح

جلد ۳۱ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ م ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۵۲

الحمد للہ رب العلمین

ہمارا کامیاب سالانہ اجتماع ——— اور آئندہ پروگرام

حضرت امام عصر حاضر نے آج سے قریباً تیس سال پہلے جبکہ موجودہ عالمگیر فتنوں کا نام و نشان نہیں تھا اور نہ ان کے قرائن موجود تھے اور نہ انسانی عقل آئندہ ہونے والے واقعات اور کوائف کا اندازہ کر سکتی تھی اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر دنیا میں اعلان کیا:-

" وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی .... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذکورہ بالا ارشاد درحقیقت ان پیشگوئیوں کی تائید میں تھا جو آج سے ۱۳۰۰ سال پیشتر حضرت فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور یاجوج ماجوج اور فتنۂ دجال کے متعلق کی تھیں، اور قرآن مجید نے بھی ان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا حتیٰ

اذا فتحت یاجوج و ماجوج و ھم من کل حدب ینسلون اور انہیں مغربی اقوام کے متعلق یہ بھی فرمایا تھا

الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعا یعنی وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی کے لئے برباد ہوگی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے اچھے کام بنا رہے ہیں اور انہیں اقوام کی پیکار اور جنگوں کا یوں نقشہ کھینچا تھا و ترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ——— گذشتہ تین سال سے دنیا ان پیشگوئیوں کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائیدی پیشگوئی کی صداقت کا نظارہ کر رہی ہے آج دنیا میں قیامت بپا ہے، چپہ چپہ پر انقلاب رونما ہو رہا ہے اور اقوام عالم ان بدلتے ہوئے حالات میں مضطرب اور پریشان ہیں، لیکن ایسے روح فرسا حالات میں جب یاجوج ماجوج کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں کو کوئی امید کی جھلک نظر نہ آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا واقترب الوعد الحق یہی وقت ہے جب وعدۂ حق قریب آگیا یعنی غلبۂ اسلام کا وقت آ پہنچا ——— خدا تعالےٰ کے اس وعدہ پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے حضرت امام عصر حاضر کی جماعت جو ان ہولناک تغیرات میں ایک روحانی انقلاب اور نظام جدید کی داعی ہے ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو اپنے مرکز میں جمع ہوئی، موجودہ بدلتے ہوئے حالات میں اشاعت اسلام کے پروگرام کو تقویت دینے کے لئے جمع ہوئی - علم بڑھانے کے لئے روحانیت پیدا کرنے کے لئے اور ایک روحانی قوت جو اسلام کے لئے ہر ممکن ..... قربانی پیش کر سکے قائم کرنے کے لئے جمع ہوئی اس سالانہ اجتماع میں ہماری جماعت نے ایسے ایمان کا ثبوت دیا اور غلبۂ اسلام کے لئے ایسے محکم یقین کا اظہار کیا کہ جسے دیکھ کر قلب وجد میں آکر جھومنے لگتا ہے اور ہمارے سالانہ اجتماع کی بے نظیر کامیابی پر دل سے بے اختیار نکل جاتا ہے الحمد للہ رب العلمین خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا سالانہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہا احباب سلسلہ نے موجودہ حالات پر غور و فکر بھی کیا غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں بھی کیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ تبلیغی پروگرام بھی جماعت کے سامنے رکھ دیا حضرت ممدوح نے فرمایا " یہ مادی تہذیب درحقیقت ناکام ہو چکی ہے اور اس کی جگہ کوئی مادی تہذیب کام نہیں دے گی اس کی جگہ کوئی روحانی تہذیب لیگی اور وہ روحانی تہذیب اسلام ہے اور اسلام بالآخر اس دجالی تہذیب پر غالب آئے گا اس کے علاوہ حضرت ممدوح نے جماعت احمدیہ لاہور کو اس جنگ عظیم کے بعد تمام جنگ کرنیوالی اقوام کے مراکز میں اسلامی مشن قائم کرنے کا پروگرام پیش کیا ہماری جماعت کے تمام دوستوں کو جو آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور غلبۂ اسلام پر ان کا محکم یقین ہے ہر وقت اس عظیم الشان پروگرام کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے - اور حضور قلب سے دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس لائحہ عمل کو بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ؛

احمدی نوجوان اور موجودہ مسائل

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو جلسہ سالانہ کے تیسرے اجلاس کے صدارتی خطاب میں مولینا یعقوب خاں صاحب نے احمدی نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:-

" خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان بیش از بیش جماعت کے کاموں میں حصہ لینا چاہتے ہیں، احمدی نوجوانوں کی ذمہ داریاں بہت ہیں نیا نظام عالم جس کی دنیا کو ضرورت ہے اس کو رائج کرنا احمدی نوجوانوں کا کام ہے اور وہ اس کام میں نمایاں حصہ لینے کے لئے بیتاب ہیں. .... عیسائیت اور آریہ سماج کو احمدیت شکست دے چکی ہے ان لتاڑے ہوئے شکاروں کو لتاڑنا خوبی کی بات نہیں، بلکہ ہمارے سامنے زندگی کے اور مسائل ہیں ہمارے نوجوانوں کو ان مسائل کی طرف توجہ دینا چاہیئے اور ان مسائل کا مقابلہ کرنے کیلئے نوجوانوں کو اپنے ہتھیار خود بنانے پڑیں گے - مختلف معاشی اور سیاسی تحریکات کی صورت میں جو مذاہب کی شکل اختیار کر چکی ہیں دجال دنیا پر اثر انداز ہے اسلئے جہاں تک دجال کو ماننے کا سوال ہے ہمارے نوجوانوں کا کام مشکل ہو رہا ہے اسلئے انہیں نہایت مستعدی کیساتھ کام کرنا پڑے گا وغیرہ وغیرہ"

جناب خانصاحب موصوف نے اپنے ان صدارتی اشارات میں احمدی نوجوانوں کی رہنمائی اس میدان کی طرف کی ہے جہاں زندگی کی قوتیں نبرد آزما ہیں اور جہاں نوع انسان کے لئے اپنی آویزش سے ایک نئے دور کا آغاز کر رہی ہیں اگر احمدی نوجوان کے پاس کوئی زندہ پیغام ہے تو اسے زندگی کے میدان میں اترنا چاہیئے اور ماضی سے نکل کر حال کی دجالی قوتوں سے دست و گریباں ہونا چاہیئے اگر دجال متحرک ہے تو اسلام کیوں غیر متحرک رہے اگر زندگی کے مسائل جامہ بدل چکے ہیں تو وہ مجاہد جوان مسائل کا حل پیش کرنا چاہتے ہیں انہیں بھی اپنے ہتھیاروں کو بدل دینا چاہیئے میرے خیال میں خانصاحب موصوف کے مذکورہ بالا ارشاد میں احمدی نوجوانوں کے جوہر قابل کا سنگ بنیاد موجود ہے اگر نوجوانوں میں زندگی اور حرارت ہے تو انہیں چاہیئے کہ بڑھ کر آئیں اور اس میدان میں اتریں جہاں زندگی اپنی فیصلہ کن جنگ لڑ رہی ہے ؛

علمی ریسرچ اور احمدی نوجوان

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر میں احمدی نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

" اس کے بعد میں اپنے نوجوانوں کو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ نوجوان نکلیں جو .... علمی اور دینی مسائل پر ریسرچ کریں لوگوں نے جگہ جگہ ریسرچ کا کام کرنیکی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی - ہمارا ارادہ اس کام کو .... کرنے کا ہے میں نوجوان دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ اس امر کے لئے کوشش کریں ہم ان کی قدر کریں گے وغیرہ وغیرہ" حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد کی تفصیل تو کسی آئندہ پرچہ میں شائع ہوگی لیکن ہم اس وقت صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ایک عملی پروگرام ہے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے جن کے متعلق مولینا یعقوب خاں صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اشارہ کیا ہے وہ نوجوان جو اپنے آپ کو اس قابل پاتے ہیں اور غلبۂ اسلام کے لئے ہوئے شیر لانے کو تیار ہیں وہ نکلیں اور اپنے آپ کو اس مبارک اور بلند مقصد کے لئے پیش کریں زمانہ بدل چکا ہے اس کے مسائل بدل چکے ہیں اگر احمدی نوجوان بھی اپنی طرز فکر اور اسلوب بیان کو نہیں بدلے گا تو وہ دنیا کی رہنمائی ہرگز نہیں کر سکتا، اللہ تعالےٰ ہمارے نوجوانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے بزرگوں کے ان ارشادات کے صحیح مفہوم کو سمجھیں اور اس کے لئے صرف اپنے اوقات کو ہی نہیں بلکہ نقد زیست پیش کریں اللہ تعالیٰ احمدی نوجوانوں کو عزم بلند عطا فرمائے اور موجودہ مسائل کے عقدۂ مشکل کو حل کرنے کی صحیح تڑپ اور قوت عطا فرمائے - آمین ؛

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

کاغذ کی نایابی اور غیر معمولی گرانی کی وجہ سے اخبار کا حجم بہت کم ہو گیا ہے اور شاید اس سے بھی کم کرنا پڑے اس لئے مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین کو نہایت اختصار کے ساتھ رقم فرمایا کریں لمبے مضامین اخبار میں درج نہ ہو سکیں گے دوستوں کو ادارۂ پیغام صلح کی اس مشکل کو پیش نظر رکھ کر مضامین لکھنا چاہئیں ؛

سانحۂ ارتحال

جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب لاڈوہ ضلع حصار سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے نسبتی بھائی حافظ منظور الٰہی صاحب اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے والد بزرگوار ایک ہفتہ کے اندر فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے ... سالانہ جلسہ انجمن میں ہر دو مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا بیرونجات سے جو احباب جلسہ میں شامل نہ تھے وہ بھی جنازہ غائبانہ پڑھکر فوت شدگان کے لئے دعائے مغفرت فرماویں ؛

(عزیز بخش ۲۹/۱۲)

جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء کی مختصر روئیداد

اس سال چونکہ کاغذ کی غیر معمولی گرانی کی وجہ سے اخبار کا حجم بہت کم کر دیا گیا ہے۔ اسلئے جلسہ سالانہ کی روئیداد نہایت اختصار کے ساتھ بیان کی جائے گی ورنہ جلسہ سالانہ کے موقع پر جو بلند پایہ تقاریر ہوئیں وہ اس قابل تھیں کہ مکمل طور پر اخبار میں درج کی جائیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ افتتاحیہ اور تقاریر جن میں جماعت کے کام پر تبصرہ اور آئندہ پروگرام کا ذکر اور نوجوانان جماعت کو نصائح کی گئی ہیں حتی المقدور تفصیل کیساتھ اخبار میں درج کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دفعہ سفر کی غیر معمولی مشکلات کے باوجود ہماری جماعت کا جلسہ سالانہ بہت بارونق اور کامیاب رہا جماعت کے مخلص اور سرگرم اصحاب بعید مقامات سے تشریف لائے اور اپنے امام کے ارشاد کے مطابق علم روحانیت اور اخوت کے [illegible] لئے اور زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق [illegible] کیلئے اپنے مرکز میں جمع ہوئے اور انہوں نے اپنی سرگرمی [illegible] امر کا ثبوت دیا کہ وہ ایک زندہ قوم کے افراد ہیں اللہ تعالیٰ [illegible] دوستوں کو اسلام اور اس کی اشاعت کے لئے بیش از بیش [illegible] قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کارپردازانِ جلسہ اس دفعہ محترم جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مہتمم جلسہ سالانہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ جلسہ سالانہ کا انتظام کیا۔ اساتذہ مسلم ہائی سکول لاہور اور کارکنان انجمن نے نہایت مستعدی اور ذمہ داری کیساتھ جلسہ سالانہ کے انتظام میں تعاون کیا۔ برادرم مکرم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے جو خدمات انجام دیں وہ از حد قابل تعریف ہیں۔ طلباء مسلم ہائی سکول نے رضاکاروں کے فرائض نہایت مستعدی کے ساتھ سرانجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور دوستوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

کھانے اور رہائش کا انتظام کھانے کے اوقات گذشتہ سال کے مطابق ہی تھے دوست مسلم ہائی سکول تشریف لا کر کھانا کھاتے تھے مستورات اور بچوں کے لئے ان کی جائے رہائش پر کھانا بھجوا دیا جاتا تھا۔ انجمن کی طرف سے مہمانوں کی رہائش کا انتظام مسلم ہائی سکول بورڈنگ ہاؤس مسلم ہائی سکول، دفاتر انجمن اور احمدیہ بلڈنگس لاہور کے متعدد مکانات میں کیا گیا اس دفعہ مکانوں کی بہت قلت تھی اسلئے ممکن ہے منتظمین کی انتہائی کوشش کے باوجود بعض دوستوں کو حسب منشاء جگہ نہ مل سکی ہو۔

جلسہ گاہ خواتین کی جلسہ گاہ کا انتظام مسلم ہائی سکول کے صحن میں کیا گیا تھا اور مردوں کی جلسہ گاہ مسجد احمدیہ بلڈنگس ہو [illegible] بنائی گئی فرش اور کرسیوں دونوں قسم کی نشست کا انتظام تھا اور مردوں کی جلسہ گاہ میں عورتوں کے لئے پردہ کی نشست کا انتظام بھی تھا لاؤڈ سپیکر کا بندوبست بھی کیا گیا تھا تاکہ دور و نزدیک سب دوستوں کو آواز سنائی دے سکے۔

خواتین کا جلسہ اور نمائش خواتین سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سترھواں سالانہ جلسہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۲ء [illegible] دن کے گیارہ بجے زیر صدارت جناب بیگم صاحبہ آغا محمد صفدر صاحب منعقد ہوا جس میں بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، مس عبدالرحمان صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف سکولز شیخوپورہ، بیگم تصدق حسین صاحب، [illegible] بیگ صاحبہ بی اے اور اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب گیلانی [illegible] فاضل بی اے نے تقاریر فرمائیں۔ اس میں خواتین جماعت کے علاوہ غیر از جماعت بیگمات بھی کافی تعداد میں شامل ہوئیں۔

شدت سردی کی وجہ سے کارروائی قریباً ۱۲ بجے دن کے شروع ہوئی محترمہ صدر صاحبہ نے جلسہ کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے فرمایا موجودہ حالات اور مغربی اثرات کی وجہ سے ہماری خواتین اور لڑکیاں مذہب کی اہمیت کو نہیں سمجھتیں جیسا کہ قرون اولیٰ کی مسلمان عورتیں سمجھا کرتی تھیں اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ عورت کیلئے مذہبی واقفیت نہایت ضروری ہے کیونکہ عورت تمام نسل انسانی کی پرورش اور تربیت کرنے والی ہے ماں بہت ابتداء سے بچہ پر اپنا اثر ڈالنا شروع کر دیتی ہے اور بچہ ماں سے جسمانی غذا کے علاوہ روحانی غذا بھی حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ ہر وقت ماں کے زیر اثر رہتا ہے اسلئے ماں کا اثر شدت سے قبول کرتا ہے سو ضروری ہے کہ ماں کا نمونہ مذہبی ہو تاکہ بچہ کی تربیت اعلیٰ اخلاق پر ہو سکے اور ماں کا نمونہ بھی مذہبی تبھی ہو سکتا ہے اگر اسکی تعلیم مذہبی ہو اس جلسہ کے قیام کی ایک بڑی غرض یہ بھی ہے کہ خواتین مذہبی تعلیم کی اہمیت کو سمجھ سکیں اخیر میں میں آپکا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے اس صدارت کا اعزاز بخشا۔

اس کے بعد اہلیہ صاحبہ سید اختر حسین صاحب گیلانی نے "اطمینان قلب" کے موضوع پر تقریر فرمائی جس کا ملخص یہ ہے "انسان کی تمام کوششیں صرف اطمینانِ قلب کے حصول کے لئے بروئے کار آتی ہیں، دولت شہرت اور حکومت کا حصول سکون قلب پیدا نہیں کر سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے قرآن مجید کی تعلیم ہے کہ اگر تم صرف دنیا کو ہی اپنا مطمع نگاہ بنا لو گے تو تمہاری بےچینی بڑھ جائے گی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اس بےچینی کو دور کر سکتا ہے اگر ہمارے قلوب اور ہماری زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جائیں، تو اس سے وہ دولت حاصل ہو جائے گی جسے اطمینانِ قلب کہتے ہیں۔ یہ خدا کا ذکر ہی ہے جو نبیوں، ولیوں، اور خدا کے نیک بندوں کی زندگی میں اطمینان قلب کی حالت نظر آتی ہے اور ان لوگوں کی سیرت بتاتی ہیں کہ دنیا کی کوئی مصیبت انہیں پریشان نہ کر سکی۔ پانچ وقت کی نمازیں سکون قلب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں اگر ہم پوری طرح سے ان کی پابند ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو اس سے یقیناً ہمیں سکونِ قلب حاصل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے آمین

اس کے بعد بیگم تصدق حسین صاحب نے "پاکستان" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ فرمایا "آجکل ہم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا آنے والے واقعات کی وجہ سے بہت پریشان ہے اس وقت جو ہمارے سامنے ہندوستان میں سب سے بڑی تبدیلی ہونے والی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہیں ہندو اور مسلمان، ان دو قوموں کی دو سیاسی مجلسیں ہیں جو ان کی رہنمائی کرتی ہیں۔ مسلمانوں کی مجلس کا نام مسلم لیگ ہے اور ہندوؤں کی مجلس کا نام کانگرس ہے۔ کانگرس چاہتی ہے کہ انگریز ہندوستان چھوڑ کر چلے جائیں اور ہندوستانیوں کو مکمل آزادی مل جائے کیونکہ اکثریت اس ملک میں ہندوؤں کی ہے اسلئے یہ دراصل ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔ چنانچہ کانگرس کی گذشتہ حکومت نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کا منشا، ہندو اقتدار پر اسلامی ثقافت، تہذیب اور روایات کو قربان کرنا ہے اس زمانہ میں کانگرسی حکومت کے مظالم دیکھکر مسلمانوں میں اپنے تحفظ کے لئے ایک سیاسی تحریک پیدا ہوئی جس کا نام "پاکستان" ہے ——— پاکستان کا یہ مطلب ہے کہ ہم مسلمان جن کی آبادی ہندوستان میں ۱۰ کروڑ ہے وہ دوسروں کے غلام بن کر نہ رہیں اور ہمارے اسلامی جوہر خاک میں نہ ملیں جہاں اور جن حصص میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انہیں آزادی اور حکومت مل جائے تاکہ ہماری اسلامی سیرت اور زندگی زہریلے اثرات سے محفوظ رہے۔ اس سکیم کی غرض صرف یہ ہے کہ آزادی ملنے پر مسلمان غیر قوم کے مظالم سے بچ جائیں۔ "پاکستان" آپ کی حفاظت کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور مسلم لیگ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

رضیہ بیگ صاحبہ بی اے نے اس کے بعد اپنی تقریر میں فرمایا یہ سالانہ جلسہ اپنے اندر ایک خاص لطف اور خاص اثر رکھتا ہے۔ ہماری بہنیں دُور دراز کا سفر کر کے اس جلسہ کے لئے تشریف لائی ہیں۔ ہمارے امام نے اس غرض سے اس جلسہ کا انعقاد کیا تاکہ ہم آپس میں اخوت اور یگانگت کا رنگ پیدا ہو اور ہم اپنے آپ کو بھول کر احمدیت اور اسلام میں گم ہو جائیں۔ ہمارے امام نے ہمارے سامنے یہ نصب العین رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرو ہمیں اس نصب العین کے پیش نظر اپنے فرض کا احساس ہونا چاہیئے صرف اپنے بزرگوں کی نیکیوں پر ہی اترانا چاہیئے بلکہ جو کچھ ہم کریں گی وہی ہمارے سامنے ہوگا جتنی اس نصب العین ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے اتنی ہی عورتوں پر بھی عائد ہوتی ہے عورتوں نے اس زمانہ میں بڑے بڑے کام کئے ہیں ہم بھی تبلیغ اسلام کے میدان میں بڑے بڑے کام کر سکتی ہیں [illegible] سیاست کی جنگ کے لئے تو ہم تیار ہیں لیکن مذہب کی جنگ کے لئے ہم کچھ نہیں کرتیں جسم پیش نظر ہے لیکن روح کو فراموش کر دیا ہے سیاست کی جنگ بھی اہمیت رکھتی ہے لیکن روح کو فراموش کر دینا [illegible] بہت بڑی فروگذاشت ہے خدا کے فضل سے ہماری جماعت اس مذہبی جنگ کے لئے اور انسانی روح کو بلند کرنے کیلئے پیش پیش ہے ہمیں بھی اس جنگ میں نمایاں حصہ لینا چاہیئے۔

اس کے بعد جناب مس عبدالرحمٰن صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف سکولز شیخوپورہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ کا یہی قانون چلا آتا ہے کہ جب انسان اپنے خالق کو بھول جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ وہ ایک ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو خالق اور مخلوق کے تعلق کو مضبوط کر دیتا ہے اور مخلوقِ خدا پر یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ انسان کا مقصد صرف کھانا پینا نہیں ہے بلکہ اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنا تعلق خدا کے ساتھ استوار کرے" اللہ تعالیٰ اس کام کے لئے کسے چنتا ہے اور کیوں چنتا ہے؟ اسکی وضاحت آپ نے انبیاء کی زندگی سے کی آپ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے اس بزرگ انسان کو انتخاب کیا جاتا ہے جس کے قلب میں ایثار خلوص اور قربانی کا مادہ بدرجہ اتم موجود ہو ——— حضرت نبی کریم صلعم کے بعد پھر ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ انسانوں پر سستی اور غفلت چھا جاتی ہے اور مخلوق کا خالق سے رشتہ کمزور ہو جاتا ہے تو اس کام کے لئے جس ہستی کو چنا جاتا ہے ان کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہے انہیں کیوں چنا گیا کیونکہ جو قربانیاں حضور نے اسلام کے لئے پیش کیں وہ کوئی اور نہ کر سکتا تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد جو خاتم النبیین ہیں ہمیشہ ضرورت ہے اس بات کی کہ دین کو تازہ در تازہ کرنے والا آئے تاکہ ہم خدا تعالیٰ سے اپنے مستحکم تعلقات کو مضبوط کر سکیں اس میں دین کی کوئی کمزوری نہیں بلکہ ہماری کمزوری ہے اور اس کمزوری کو دور کرنے کے لئے ان لوگوں کو بھیجا جاتا ہے۔ انسان کو صرف کھانے پینے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس سے اعلیٰ مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت نیکی اور تقویٰ اختیار کرنے کے لئے پیدا کیا ہے . . . . . لیکن ہم اپنے وقت کا زیادہ حصہ دنیاوی کاموں پر صرف کرتے ہیں اور اپنے دینی مشاغل کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں یہ صرف اسلئے ہے کہ ہمیں دینی خدمت کرنے میں راحت حاصل نہیں ہوتی اگر ہمیں راحت حاصل ہوتی تو ہم اس کے لئے وقت بھی نکال لیتے ہمیں صرف دنیوی مشاغل کو ہی اپنا مقصد نہیں بنا لینا چاہیئے بلکہ روحانی مقاصد ہمارے سامنے رہنے چاہئیں اگر ہم [illegible] عملی معیار پیدا کر [illegible]

نہیں اترتے اس وقت تک ہم مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اس وقت مسلمانوں پر بہت غفلت چھائی ہوئی ہے اس کو دور کرنا چاہیئے عورتوں کے ہاتھ میں بہت کچھ ہے وہ اگر چاہیں تو سب قوم کو بدل سکتی ہیں اگر چاہیں تو ساری قوم کو میٹھی نیند سلا سکتی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے فرائض کو سمجھیں اور اپنے دینی علم میں اضافہ کریں ہم اسلام کی تعلیم کو سمجھیں جس کو لے کر حضرت نبی کریم صلعم دنیا میں آئے اس پر عمل پیرا ہوں اور اپنے بچوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کریں اور ان کی تربیت خالص اسلامی معیار پر کریں تمام احمدی بہنوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے واقف کریں پہلے وہ خود مذہبی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں اپنی اولاد کو پڑھائیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں صرف پڑھ لینا کافی نہیں ہے کیونکہ عمل سے ہی زندگی بنتی اور سنورتی ہے۔ عمل سے ہی دنیا میں کامیابی نصیب ہوتی ہے اس مذہبی جلسہ سے آپ کچھ نہ کچھ خاص بات حاصل کر کے جائیں اور وہ یہ ہے کہ ہم پانچوقتہ نماز ضرور پڑھیں گی اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں گی اللہ تعالے مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسلام کی تعلیم پر کاربند ہوں۔ آمین

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی ایک مطائیہ نظم خوش الحانی کے ساتھ پڑھی گئی اور بعد میں بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے مندرجہ ذیل امور کی طرف توجہ دلائی آپ نے فرمایا "وقت تنگ ہے میں کوئی تقریر کرنا نہیں چاہتی بلکہ دو چار باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں وہ کوئی معمولی زمانہ نہیں ہے آپ دیکھتے ہیں اس وقت جو مشکلات پیش آ رہی ہیں وہ پہلے کبھی پیش نہیں آئیں دنیا میں اس وقت جو ہولناک واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق ظہور پذیر ہو رہے ہیں تو ایسے وقت میں آپ بہنوں کے کیا فرائض ہیں؟ اس وقت جب کہ تمام مسلمان اشاعت اسلام سے غافل ہو گئے ہیں آپ نے جو اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا ہے آپ اس کام کو محنت کے ساتھ سرانجام دیں معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ عذاب الٰہی تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم اسلام کے لئے کچھ کریں میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تیس سال سے تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے اور اس کے مشن تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تحریک اشاعت اسلام کو قوت دینے کے لئے ہمیں انجمن کی ہر لحاظ سے مدد کرنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ یتیم خانہ کے لئے تحریک چلی آ رہی ہے پیشتر اس کے کہ یتیم خانہ بنے یتیم بچوں کے لئے وظائف وغیرہ کا بندوبست کرنا بہت بڑی خدمت ہے میں آپ کی خدمت میں اپیل کرتی ہوں کہ آپ اس اعلیٰ مقصد کے لئے قربانی کریں آپ نے اس مقصد کو اختیار کیا ہے جو خدا کے برگزیدہ بندوں کا مقصد تھا۔

اس کے علاوہ میں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں وہ جمعرات فنڈ ہے اس طرف ہماری بہنوں کو خاص توجہ دینا چاہیئے یہ فنڈ قوم کی بہت بڑی تقویت کا باعث ہے امید ہے احمدی بہنیں اسے کسی صورت میں بھی نظر انداز نہ کریں گی۔

پھر میں دستکاری کی طرف خاص توجہ دلاتی ہوں وہ بہنیں جو دور دراز سے سفر کر کے آتی ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس تحریک کو کامیاب بنائیں اور خدا تعالے کے دین کی تقویت کے لئے کوئی نہ کوئی چیز تیار کریں"۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے لئے عطیہ جات کی تحریک ہوئی جن خواتین نے اشاعت اسلام کے لئے عطیہ جات دیئے ان کی فہرست شائع ہو جائیگی اس کے بعد جلسۂ خواتین برخاست ہوا اور نمائش دستکاری شروع ہوئی جو بہت کامیاب رہی۔

نمازیں اور درس قرآن مجید سالانہ جلسہ کے دوران میں جیسا کہ پروگرام میں اعلان کیا گیا تھا نمازیں مقررہ اوقات پر جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی رہیں اور وابستگان سلسلہ جمع ہو کر نہایت حضور قلب کے ساتھ خدا کے حضور گرتے رہے اور دین اسلام کی بلندی اور غلبہ کے لئے نہایت درد دل کے ساتھ دعائیں کرتے رہے نماز فجر کے بعد حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا درس قرآن مجید ہوتا تھا جس میں احباب سلسلہ نہایت شوق سے شامل ہوتے تھے عجیب روحانی نظارہ ہوتا تھا جس سے روح وجد میں آ کر جھومنے لگتی تھی۔

مؤرخہ ۲۵ ردسمبر کی کارروائی مؤرخہ ۲۵ ردسمبر کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھائی خطبہ نہایت بصیرت افروز اور پُر از معارف تھا آپ نے فرمایا" یہ مادی تہذیب اور حقیقت ناکام ہو چکی ہے اور اس کی جگہ کوئی مادی تہذیب کام نہیں دیگی بلکہ اس کی جگہ کوئی روحانی تہذیب لے گی اور وہ روحانی تہذیب اسلام ہے اسلام بالآخر اس دجالی تہذیب پر غالب آئے گا، اس کے علاوہ حضرت ممدوح نے جماعت احمدیہ کو جنگ عظیم کے بعد تمام مغربی اقوام کے مراکز میں تبلیغی مشن قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی حضرت ممدوح کا خطبہ جمعہ کسی آیندہ اشاعت میں مفصل درج کیا جائے گا اس کے بعد جلسہ سالانہ کا پہلا اجلاس [illegible] زیر صدارت جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم منعقد ہوا پروگرام میں بعض وجوہ کی بنا پر تبدیلی کی گئی۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد پہلی تقریر آغا میر مدثر شاہ صاحب کی "خاتم الاولیا و خاتم الانبیا" کے موضوع پر ہوئی جو مفصل پیغام صلح کے کسی اور صفحہ پر شائع ہو رہی ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد مولانا احمد یار صاحب ایم اے نے جماعت احمدیہ کی توسیع و تنظیم کے وسائل پر تقریر فرمائی آپ نے فرمایا جیسا کہ ۱۴۰۰ سال پہلے حضرت سرور کائنات کے زمانہ میں سب ادیان باطلہ مٹ گئے اور صرف اسلام غالب آیا اسی طرح اسلام آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ میں بھی غالب آئے گا، آنحضرت صلعم نے جہاں مسیح موعود کی بعثت کے متعلق پیشگوئی فرمائی ہے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع کرے گا یعنی جس طرح حضرت نبی کریم کے نور نے مشرق میں طلوع کیا اسی طرح وہ مغرب سے بھی طلوع کرے گا اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا تا کہ اس کے ذریعہ سے اسلام کا نور مغرب سے طلوع کرے اور اسلام کا غلبہ ہو۔ حضرت مسیح موعود نے غلبۂ اسلام کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی، جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ آپس کی محبت ہے، جذبۂ محبت سے ہی جماعتیں مضبوط ہوتی ہیں اس کے علاوہ اعلیٰ اخلاق ہے اس سے آپ خود بھی طاقت حاصل کر سکتے ہیں اور اخلاقی قوت سے دوسروں کو بھی اپنے اندر جذب کر سکتے ہیں حضرت نبی کریم صلعم نے محبت اور اخلاق سے ہی دنیا کو مسخر کیا اخلاق فاضلہ ہی پہلے، اسلام کی ترقی اور مضبوطی کا باعث ہوئے اور اب بھی انہیں ہتھیاروں سے اسلام فتح پا سکتا ہے اور وہ جماعت بھی انہیں سے مضبوط ہو سکتی ہے جو دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق کرنا چاہتی ہے۔ دوسری چیز جماعت کی ترقی کے لئے جس کی ضرورت ہے وہ قربانی ہے، قربانی کے جذبہ ہی سے احمدیہ جماعت دنیا میں پھل پھول سکتی ہے تیسری بات یہ ہے کہ اپنی کامیابی پر پورا یقین ہو کہ کامیابی یقیناً ہوگی اور یہ اعلائے کلمۃ الحق کرنیوالی جماعت یقیناً وسیع ہو کر رہے گی اور ہم اس مقام پر پہنچیں گے جو ہمارا نصب العین ہے۔

آخری بات جو جماعت کی توسیع کے لئے ضروری ہے وہ آپس کا اتحاد ہے اور ایسی باتوں سے اجتناب ہے جو انتشار اور تفریق کا باعث ہوں اور اتحاد باہمی کو توڑنے والی ہوں۔ اور ان معائب سے پرہیز کرنا چاہیئے جو اتحاد کو توڑنے والے ہوں اگر یہ خصوصیات ہم میں پیدا ہو جائیں تو ہماری جماعت بہت وسیع اور مضبوط ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مولانا احمد یار صاحب ایم اے کی تقریر کے بعد جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے نے "انقطاع نبوت" پر تقریر فرمائی اور آپ نے قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا ثابت کیا اور بتایا کہ آیہ خاتم النبیین کی وہ تعبیر جو جناب مرزا محمود احمد صاحب نے کی اس کی بنیاد حدیث کی کسی نص صریح پر نہیں نیز آپ نے بتایا کہ اس ضمن میں انعامی چیلنج کے جواب میں اہل قادیان کی طرف سے پیش کیا [illegible] وہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ایک بھی حدیث ایسی نہیں دکھا سکتے جس میں لا نبی بعدی کی طرح خاتم النبیین کا کوئی اور معنی مذکور ہو۔ دوران تقریر میں آپ نے واضح کیا کہ جب کبھی نئی یا پرانی نبوت کا سوال آیا حضرت مسیح موعود اسے آیہ خاتم النبیین سے رد کرتے رہے جو اس امر کی دلیل قطعی ہے کہ آپ کے نزدیک بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی تھا اس ضمن میں آپ نے حضرت صاحب کے ان حوالجات کی بھی اصل حقیقت واضح کی جو اہل قادیان پیش کیا کرتے ہیں۔ (باقی آیندہ)

زنانہ اسلامیہ کالج لاہور زنانہ اسلامیہ کالج کے سلسلے حسب ذیل چندے دیئے گئے

ہز ہائینس نواب بھوپال۔	۲۵ ہزار
گورنمنٹ برائے عمارت۔	۴۵ ہزار
بیگم صاحبہ مراتب علی شاہ صاحب	۱۰ ہزار
مجموعی چندہ۔	۵۰ ہزار روپیہ ہو گیا

ترکی سمجھوتہ ترکی، امریکا اور برطانیہ سے دوستانہ معاہدہ کرنے والا ہے اور اس سلسلے میں ماسکو اور انقرہ کے برطانوی سفیر لندن جا رہے ہیں اس وقت ۲۰ ترک ماہرین واشنگٹن میں امریکہ کے کارخانوں کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اور ترکی کو مسلح کرنے کیلئے امریکہ ترکی کو ادھار اور پٹہ کے قانون کے مطابق مدد دے رہا ہے

ٹیونس کا محاذ ٹیونس کے محاذ پر اتحادی فوجیں جرمن حملوں کے باعث پیچھے ہٹ گئی ہیں ٹیونس کا جرمن کمانڈر انچیف ہوشیاری اور قابلیت میں جنرل رومیل سے کم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرمن یہاں ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی تیاری کر چکے ہیں۔ (اقتباس)

خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء

ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ

از جناب آغا میر مدثر شاہ صاحب

معزز حاضرین۔ میرے مضمون کا عنوان "خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء" ہے حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب خطبہ الہامیہ کے ص۳۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا"۔ اس عبارت کو قادیانی دوست اجرائے نبوت اور نیز حضرت مسیح موعود کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس عبارت سے حضرت مسیح موعود کا ولی ہونا اور نبی نہ ہونا بڑی صفائی سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آنحضرت خاتم الانبیاء ہونے کے باوجود نبیوں کے زمرہ اور رسولوں کے سلسلہ سے باہر نہیں نکل سکتے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے وما محمد الا رسول تو پھر حضرت مسیح موعود باوجود ہونے خاتم الاولیاء کے ولیوں کی صف اور ولیوں کے زمرہ سے باہر نہیں نکل سکتے لیکن اگر حضرت مسیح موعود ولیوں کے زمرہ سے نکل کر نبی ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت نبی کریم صلعم نبیوں کے زمرہ سے نکل کر کیوں خدا نہیں ہو سکتے۔ پس حضرت مسیح موعود کا ایک ولی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہمارے قادیانی دوست کہتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کا یہ معنے ہے کہ ایسا نبی جس کی مہر اور تابعداری سے نبیوں کے آنے کا سلسلہ جاری ہوگا۔ تو خاتم الاولیاء کا یہ معنے لکھنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود کی مہر اور تابعداری سے آیندہ ولیوں کے آنے کا سلسلہ جاری ہوگا۔ خود حضرت مسیح موعود نے بھی فرمایا ہے کہ "میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا (خطبہ الہامیہ ص۳۵) تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی مہر اور تابعداری سے گذشتہ تیرہ سو سال کے اندر کتنے نبی بنے تو میاں محمود احمد صاحب جواب دیتے ہیں کہ سوائے حضرت مسیح موعود کے اس امت میں سے کوئی نبی نہیں بنا۔

(حقیقت النبوۃ ص۱۳۸، ص۲۳۱، ص۲۳۳)

اب اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود سے پہلے نبوت کا دروازہ بند تھا۔ ہاں میاں محمود احمد صاحب کے حضرت مسیح موعود کو نبی بنانے کی خاطر یا اپنی خاطر نبوت کا دروازہ کھولنا پڑا اور نیز یہ ثابت ہوتا ہے نعوذ باللہ من ذالک کہ تیرہ سو سال تک آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء نہ تھے کیونکہ اس عرصہ دراز کے اندر آنحضرت صلعم نے بقول میاں صاحب اپنی مہر سے کوئی نبی نہیں بنایا یا یہ ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال کے عرصہ اندر خلفاء راشدین میں سے اور آئمہ مطہرین اہل بیت میں سے اور مجددین اسلام میں سے کسی نے بھی آنحضرت صلعم کی کامل تابعداری نہیں کی۔

قادیانی دوست جو یہ کہتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے وہ سلسلہ کہاں ہے آجتک تو نبی صرف ایک آیا ہے یعنی حضرت مسیح موعود اور پھر آپ نے آیندہ کے لئے سلسلہ نبوت کو بند کر کے ولیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ "میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا" (خطبہ الہامیہ ص۳۵)

قادیانی دوست کہتے ہیں کہ نبوت خدا تعالیٰ کا ایک بڑا انعام ہے وہ بند نہیں ہو سکتا۔ مگر قادیانی دوستوں پر واضح رہے کہ اس انعام کو حضرت مسیح موعود نے بند کر دیا اور ولیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔

غرضیکہ میاں صاحب کے قول کے مطابق آجتک صرف ایک نبی آیا یعنے حضرت مسیح موعود مگر حضرت مسیح موعود کے متعلق جناب میاں صاحب رقمطراز ہیں کہ "نبوت کا مسئلہ آپ پر سن۱۹۰۰ء یا سن۱۹۰۱ء میں کھلا اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ سن۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سن۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور سن۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر فاصل ہے..... یہ بات ثابت ہے کہ سن۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۱)

اب اس عبارت سے ثابت ہے کہ سن۱۹۰۱ء میں حضرت میاں صاحب نے عقیدہ نبوت کے متعلق تبدیلی کی یعنے پہلے تو حضرت مسیح موعود اپنی نبوت سے انکار کرتے رہے۔ اور سن۱۹۰۱ء میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ مگر سن۱۹۰۰ء کے متعلق میاں محمود احمد صاحب کہتے ہیں کہ یہ ایک سال "ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر فاصل ہے"۔ گویا اس سال حضرت مسیح موعود بقول میاں صاحب تردد اور تذبذب کی حالت میں تھے اور دونوں خیالات کے درمیان ایک کشمکش تھی اور وہ یہ کہ پہلے تو دعوئے نبوت سے آپ انکار کرتے رہے اور پھر آپ دعوئے نبوت کرنا چاہتے تھے تو آپ اس کا علاج سوچ رہے تھے۔ بہرحال بقول میاں صاحب حضرت مسیح موعود نے یہ تردد کا سال گذار کر سن۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ خیر تیرہ سو سال کے بعد جو نبی بنا اس کا یہ مرقع ہے جو میاں صاحب نے کھینچا ہے

اب حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں خاتم الاولیاء ہوں اور میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ آیندہ قادیانی جماعت سے ولی پیدا ہونگے۔ تو پھر میاں محمود احمد صاحب کا یہ لکھنا کہ "ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں کہ ہزاروں نبی ہوں گے" (انوار خلافت ص۶۳) پس یہ ہزاروں نبی کہاں سے پیدا ہوں گے آیا دوسرے مسلمانوں سے پیدا ہونگے جو بقول میاں صاحب پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (آئینہ صداقت ص۳۵) یا عیسائیوں اور سکھوں وغیرہ سے۔ علاوہ ازیں جو نبوت کا برائے نام اور فرضی سلسلہ میاں محمود احمد صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ سے نومبر سن۱۹۰۱ء میں جاری کیا تھا وہ سلسلہ مدت ایک سال کے قریب جاری رہا کیونکہ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ "آپ نے تو اس وقت تک پہلے عقیدہ کو منسوخ قرار نہیں دیا جب تک حقیقۃ الوحی میں آپ پر اعتراض نہیں ہوا تب آپ نے بیشک فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح نازل ہونیوالی وحی سے میں نے پہلا عقیدہ بدل دیا" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۴۰) حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی سن۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی ہے اور ۲۶ مئی سن۱۹۰۸ء کو حضرت صاحب کی وفات واقع ہوئی۔ بقول میاں صاحب یوں سمجھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود کی عقیدہ کی منسوخی اور تبدیلی تو سن۱۹۰۱ء میں ہوا (دیکھو حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۱) مگر آپ نے اس تبدیلی اور منسوخی عقیدہ کا ذکر کتاب حقیقۃ الوحی میں کیا جو ۱۵ مئی سن۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی

اور بقول میاں صاحب "آپ نے تو اس وقت تک پہلے عقیدہ کو تبدیل اور منسوخ قرار نہیں دیا جب تک کہ حقیقۃ الوحی میں آپ پر اعتراض نہیں ہوا تو اعتراض کے بعد حضرت صاحب نے تبدیلی عقیدہ فرمایا۔ یہی ظلی نبوت میاں صاحب نے پیش فرمائی ہے کہ وہ ایک نبی جو کہ تیرہ سو سال کے بعد حضرت نبی کریم صلعم کی مہر سے تیار ہوا اس کو سن۱۸۸۲ء سے سن۱۹۰۸ء تک خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام پر الہام ہوتا رہا کہ تو نبی ہے مگر سن۱۹۰۱ء تک یہ نبی یعنے حضرت مسیح موعود اپنے نبی ہونے سے صریح الفاظ سے بقول میاں صاحب انکار کرتے رہے اور خانہ خدا میں کھڑے ہو کر قسمیں اور حلف اٹھاتے رہے (حقیقۃ النبوت ص۱۲۱) کہ میں نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے اور اپنے اشتہارات میں یہ شائع کرتے رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں غرضیکہ بارہ اسال تک صریح انکار پر انکار کرتے رہے۔ اور جو لوگ آپ کی طرف دعوئے نبوت کو منسوب کرتے رہے ان کو کذاب اور مفتری اور جھوٹا کہتے رہے مثلاً "بیہودہ اعتراضوں کو چھوڑ دو اور ناحق کی نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو اور فاسقانہ خیالات سے اپنے تئیں بچاؤ۔ جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی" (سراج منیر ص۳۔۲ ۲۲ مارچ سن۱۸۹۷ء)

لیکن جب ۱۵ سال کے بعد یعنی سن۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب کو اپنے نبی ہونے کا پتہ چلا تو پھر ۱۵ مئی سن۱۹۰۷ء تک یعنے ۶ سال تک آپ خاموش رہے اور عقیدہ نبوت کی تبدیلی اور منسوخی کا کوئی ذکر نہیں کرتے ہاں کتاب حقیقۃ الوحی میں جو ۱۵ مئی سن۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تبدیلی عقیدہ نبوت اور منسوخی عقیدہ نبوت کا ذکر کرتے ہیں مگر وہ بھی ایک معترض کے اعتراض کے بعد اس کا تو یہ مطلب ہوا اگر وہ اعتراض کرنیوالا اعتراض نہ کرتا تو تبدیلی عقیدہ اور ترمیم شدہ عقیدہ نبوت کا کسی مرید کو پتہ ہی نہ ملتا اور نبوت عدم پتہ اور نبی المفقود الخبر رہتا البتہ اس نبوت کا علم مخالف مولویوں کو ابتدا ہی میں ہوگیا تھا مگر بقول جناب میاں صاحب حضرت مسیح موعود کو سن۱۹۰۱ء میں ہوا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود نے بتاریخ ۲ اکتوبر سن۱۸۹۱ء یہ اشتہار شائع فرمایا کہ "میرا نبوت کا دعوےٰ نہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں اور میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہوگئی" (دین الحق یا ہمارا مذہب ص۲۸،۲۷ جنوری سن۱۹۱۰ء) مگر تو بھی لغت کے موجب جاری ہوگئی۔ خیر تو اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہ اشتہار دیا "کہ عام اہل اسلام کو چاہیئے کہ ان جملہ دعاوی میں آپ کو دروغگو سمجھیں اور آپ کے اشتہار ۲ اکتوبر سن۱۸۹۱ء کو محض نفاق پر حمل کریں" (دین الحق یا ہمارا مذہب ص۳۰ سن۱۹۱۰ء) اس [illegible] اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کا علم مخالف مولویوں کو بہت عرصہ پہلے ہوا مگر جناب میاں صاحب کو سن۱۹۱۴ء میں بعد از اختلاف ہوا چنانچہ نمونہ کے طور پر اگر وقت میں گنجائش ہوئی تو اس مضمون کے خاتمہ پر آپ کو سنا دوں گا ورنہ کسی اور وقت۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی رائے

وہ (مولوی ثناء اللہ صاحب) لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ میں لکھا ہے "بھلا یہ مجھ سے کب ہو سکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ

میاں محمود احمد صاحب کی رائے

سن۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے عقیدہ میں ایک تبدیلی کی ہے یعنے پہلے اپنی نبوت محدثیت قرار دیتے تھے لیکن بعد میں اس کا نام نبوت ہی رکھتے [illegible] (حقیقۃ النبوت ص۱۲۱ سن۱۹۱۵ء)

(بقیہ از صفحہ ۲)

جو لوگ اور بھی لوگ جو جماعت کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے جماعت سے متنفر ہو گئے، اور اس کے عزائم کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اور علامہ ڈاکٹر اقبال نے بھی جنہیں تھوڑا عرصہ قبل جماعت احمدیہ میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ نظر آتا تھا، صاف طور پر اعلان کیا

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہو وہ خارج از دائرہ اسلام ہے، اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے (ملاحظہ ہو الفضل ۱۱ اپریل ۱۹۱۳ء حوالہ مقولہ علامہ موصوف از لمعات)

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دور حاضر کے جلیل القدر فرزند اسلام حضرت علامہ مولینا محمد علی اور ان کے رفقائے کو یہ توفیق دی کہ وہ اگر ایک طرف تحریک احمدیت کی حقیقی خصوصیات یعنی وحدت ملی، اور نشر و اشاعت اسلام کے علمبردار رہیں تو دوسری طرف تاریخ اسلامی کے اس جدید لیکن سب سے بڑے فتنہ کا علمی رنگ میں تمام و کمال استیصال کر دیں اور بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ "تسلسل نبوت" کے فتنہ کے مقابلہ میں اور انقطاع نبوت کے اثبات میں اس جماعت کی طرف سے وہ عالمانہ اور فلسفیانہ مضامین شائع ہوئے جن کی نظیر کہیں اور نہیں نظر آتی، اور شاید ایسے مضامین جن سے حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی عظمت شان ظاہر ہوتی نہ شائع ہو سکتے اگر یہ فتنہ مرزا محمود احمد صاحب کے ذریعہ شروع نہ ہوتا۔ اگرچہ یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ مرزا محمود احمد صاحب کے ایجاد کردہ فتنہ کے بعد جماعت احمدیہ کو وہ قبولیت عامہ حاصل نہ ہوئی جو کسی وقت حاصل تھی، لیکن جماعت احمدیہ لاہور کی شاندار تبلیغی ساعی بلند پایہ اسلامی لٹریچر اور غلط فہمیوں کے مسلسل ازالہ سے طوفان مخالفت بہت کچھ ٹھنڈا پڑ گیا جماعت احمدیہ لاہور کے ارکان انجمن حمایت اسلام اور دیگر اسلامی انجمنوں میں بحیثیت رکن حصہ لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے علماء کو اسلامی جلسوں میں شمولیت کی دعوت دی جاتی رہی اور مسلمان دینی رہنمائی کے لئے اس جماعت کی طرف رجوع کرتے رہے۔

مخالفت کا تیسرا اور شدید ترین دور

مخالفت کے تیسرے اور شدید ترین دور کی ابتداء اس وقت ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب کے مخلصین اور مبلغین میں سے کچھ آدمیوں نے الگ ہو کر مرزا محمود احمد صاحب کی ذات اور ان کے بعض اعزہ و اقارب کے اخلاقی چال چلن پر ناگفتہ بہ الزامات لگائے اور انہیں [illegible] دعوت مباہلہ دی اور اخبار مباہلہ قادیان سے نکلنا شروع ہوا، تحریک مباہلہ کے بعد حالات نے جلد جلد پلٹا کھایا، خلافت قادیان کے راز ہائے سربستہ آئے دن لوگوں کے سامنے ظاہر ہونے لگے، اور ہر سال نئے نئے آدمی خلیفہ قادیان کے حلقہ سے خروج کرنے لگے، کسی نے اعتراضات کو صرف ان کے چال چلن تک محدود رکھا، کسی نے چال چلن پر اعتراض کے ساتھ ان کے معتقدات پر بھی نکتہ چینی کی، کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے ان سب باتوں کے ساتھ تحریک احمدیت اور بانی تحریک احمدیت کو بھی کوسنا شروع کر دیا۔ ان رجحانات کا جو درحقیقت باہم متضاد تھے اثر یکساں پڑا کسی کی سمجھ میں صرف یہ آیا کہ قادیان کے لوگ اچھی سیرت کے مالک نہیں، کسی نے سمجھا کہ قادیانی خلیفہ کے اعتقادات غیر اسلامی ہیں، کسی نے تحریک احمدیت کو ہی غلط رنگ میں دیکھا، لیکن سب کے دلوں پر اثر یہی پڑا کہ قادیان اور قادیان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز قابل نفرت ہے، چاہے کسی کے پاس کوئی فلسفیانہ دلیل تھی یا نہ تھی لیکن غیر شعوری طور پر منافرت کا جذبہ ہر شخص میں موجود ہے۔ (باقی دارد)

احمدی نوجوانوں کی کانفرنس

زیر صدارت جناب مولینا آفتاب الدین احمد صاحب مبلغ انگلستان ینگ مینز کی کانفرنس ۲۶ دسمبر کو ۴½ بجے شام شروع ہوئی۔ شریف احمد بیگ صاحب دہلی کے مشہور قاری نے تلاوت سے ابتداء فرمائی، عزیزی رشید احمد اور نسیم اور ایک دو بچوں کی نظموں کے بعد عزیزی اقبال احمد نے حضرت مسیح موعود کے تعلق بالشریعت پر ایک مختصر سی تقریر کی۔ سکرٹری مرکزی ایسوسی ایشن مولوی محمد حسین صاحب بی۔ اے، بی۔ ٹی۔ جناب حمید احمد صاحب ذوالفقار (لائل پور) جناب شیخ عبدالحفیظ صاحب (دہلی) جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (لاہور) جناب محمد یونس صاحب ایڈووکیٹ (جموں) نے علی الترتیب خدمت خلق، اشاعت دین، جماعتی تنظیم، عشق قرآن عشق مسیح موعود، عشق رسول پر زور دیا۔ پروفیسر سعد اختر صاحب نے مرکزی اور مقامی لائبریریوں کے قیام کی تجویز پیش کی۔ اس کانفرنس میں ینگ مینز کی مجلس منتظمہ کی بنیاد رکھی گئی۔ عنقریب اس کا اجلاس منعقد کیا جائے گا۔ جماعت کے تمام نوجوان اسکے لئے مستعد رہیں۔

احمدیہ ینگمینز ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

کا اجلاس ۲۸ دسمبر کو بعد از نماز مغرب منعقد ہوا۔ اجلاس کے صدر جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب تھے۔ مولوی امیر علی صاحب فرخ [illegible] اور غلام ربانی صاحب سیکنڈ ایئر اسلامیہ کالج لاہور [illegible] محمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود اور مسئلہ جہاد پر [illegible] کی۔ ان کی تقریر کے بعد مختلف احباب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروفیسر سعد اختر صاحب ایم۔ اے نے [illegible] الہامات کے موضوع پر ایک دلچسپ تبصرہ کیا۔

بروز اتوار ۳ جنوری کو ینگ مینز کا اجلاس [illegible] بعد از نماز مغرب احمدیہ مسجد میں ہو گا اس اجلاس کا پروگرام خاص طور پر دلچسپ ہے اسلئے تمام دوست اس میں شریک ہوں۔

(شیخ محمد طفیل ایم۔ اے احمدیہ۔ سکرٹری)

ضرورت رشتہ

میاں علم الدین ولد ڈاکٹر نظام الدین صاحب [illegible] (پنشنر لدھیانہ) کے لئے جو ایف اے تک تعلیم یافتہ [illegible] اس وقت فوجی محکمہ بجلی میں ۱۰۰/- تنخواہ پر ملازم ہے عمر قریباً تیس سال ہے اور اب تک کنوارا ہے [illegible] ہے۔ لڑکی کسی نیک خاندان سے ہو تو ترجیح دی جائے گی [illegible] سکرٹری کے ذریعہ خط و کتابت مخفی رکھی جائے گی۔